حیاۃ الصحابہ رض

(اردو)

تالیف

حضرت مولانا محمد یوسف کاندھلوی

مترجم

حضرت مولانا محمد احسان الحق

حصہ اول

الحسن

جدید نظر ثانی شدہ ایڈیشن

حیاۃ الصحابہؓ (اُردو)

جلد اول

تصنیف حضرت محمد یوسف کاندھلوی رحمۃ اللہ علیہ

ترجمہ حضرت مولانا محمد احسان الحق

مکتبۃ الحسن

33 - حق سٹریٹ اُردو بازار لاہور

نام کتاب	حیاۃ الصحابہؓ (اول)
تصنیف	حضرت محمد یوسف کاندھلوی رحمۃ اللہ علیہ
ترجمہ	حضرت مولانا محمد احسان الحق
ضخامت	۶۴۴
باہتمام	عبدالقدیر

مکتبۃ الحسن
33 - حق سٹریٹ اردو بازار لاہور

بسم اللّٰہ الرحمٰن الرحیم ○

فہرست مضامین

مضمون	صفحہ

مضمون	صفحہ

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم ٥

فہرست مضامین

مضمون	صفحہ
حضرت عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ کا مال خرچ کرنا	۲۰۱
حضرت عبدالرحمٰن بن عوفؓ کا مال خرچ کرنا	۲۰۲
حضرت حکیم بن حزام رضی اللہ عنہ کا مال خرچ کرنا	۲۰۳
حضرت ابن عمر اور دیگر صحابہ کرامؓ کا مال خرچ کرنا	۲۰۵
حضرت زینب بنت جحش رضی اللہ عنہا اور دیگر صحابی عورتوں کا مال خرچ کرنا	۲۰۵
فقراء مساکین اور ضرورت مندوں پر خرچ کرنا	۲۰۶
حضرت سعید بن عامر بن حذیم جمحیؓ کا مال خرچ کرنا	۲۰۸
حضرت عبداللہ بن عمرؓ کا مال خرچ کرنا	۲۱۰
حضرت عثمان بن ابی العاصؓ کا مال خرچ کرنا	۲۱۱
حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کا مال خرچ کرنا	۲۱۲
اپنے ہاتھ سے مسکین کو دینا	۲۱۲
مانگنے والوں پر مال خرچ کرنا	۲۱۳
صحابہ کرامؓ کا صدقہ کرنا	۲۱۵
صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کا ہدیہ دینا	۲۱۷
کھانا کھلانا	۲۱۸
حضور ﷺ کا کھانا کھلانا	۲۲۰
حضرت عمر بن خطابؓ کا کھانا کھلانا	۲۲۲
حضرت طلحہ بن عبیداللہؓ کا کھانا کھلانا	۲۲۳
حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما کا کھانا کھلانا	۲۲۳
حضرت عبداللہ بن عمرو بن العاصؓ کا کھانا کھلانا	۲۲۶
حضرت سعد بن عبادہؓ کا کھانا کھلانا	۲۲۷
حضرت ابو شعیب انصاریؓ کا کھانا کھلانا	۲۲۸
ایک درزی کا کھانا کھلانا	۲۲۸
حضرت جابر بن عبداللہؓ کا کھانا کھلانا	۲۲۸
حضرت ابو طلحہ انصاریؓ کا کھانا کھلانا	۲۳۱
مدینہ طیبہ میں آنے والے مہمانوں کی مہمانی کا بیان	۲۳۳

مضمون	صفحہ

مضمون	صفحہ

مضمون	صفحہ

فہرست مضامین

مضمون	صفحہ

مضمون	صفحہ

مضمون	صفحہ

باسمہ تعالیٰ

عرض مترجم

الحمد للّٰہ و کفٰی وسلام علٰی عبادہ الذین اصطفٰی

حضرات صحابہ کرامؓ اجمعین دین کی بنیاد ہیں، دین کے اول پھیلانے والے ہیں۔ انہوں نے حضور اقدس ﷺ سے دین حاصل کیا اور ہم لوگوں تک پہنچایا۔ یہ وہ مبارک جماعت ہے کہ جس کو اللہ جل شانہ نے اپنے نبی پاک ﷺ اور پیارے رسول کی مصاحبت کے لئے چنا اور اس کی مستحق ہے کہ اس مبارک جماعت کو نمونہ بنا کر اس کا اتباع کیا جائے۔

حضرت عبداللہ بن مسعودؓ فرمایا کرتے تھے کہ جسے دین کی راہ اختیار کرنی ہے تو ان کی راہ اختیار کرے جو اس دنیا سے گزر چکے ہیں اور وہ حضرت محمد ﷺ کے صحابہ ہیں، جو اس امت کا افضل ترین طبقہ ہے۔ قلوب ان کے پاک تھے، علم ان کا گہرا تھا۔ تکلف اور تصنع ان میں کالعدم تھا اللہ جل شانہ نے انہیں اپنے نبی کی صحبت اور دین کی اشاعت کے لئے چنا تھا، اس لئے ان کی فضیلت اور برگزیدگی کو پہچانو، ان کے نقش قدم پر چلو اور طاقت بھر ان کے اخلاق اور ان کی سیرتوں کو مضبوط پکڑو، اس لئے کہ وہی ہدایت کے راستے پر تھے۔ (مشکوٰۃ)

جناب نبی کریم ﷺ کی پاک زندگی کو پہچاننے کے لئے حضرات صحابہ ہی کی زندگی معیار ہو سکتی ہے کیونکہ یہی وہ مقدس جماعت ہے جس نے براہ راست مشکوٰۃ نبوت سے استفادہ کیا اور اس پر آفتاب نبوت کی شعائیں بلا کسی حائل وحجاب کے بلاواسطہ پڑیں ان میں جو ایمان کی حرارت اور نورانی کیفیت تھی وہ بعد والوں کو میسر آنا ممکن نہ تھی۔ اس لئے قرآن حکیم نے من حیث الجماعت اگر کسی پوری کی پوری جماعت کی تقدیس کی ہے تو وہ حضرات صحابہ کرام ہی کی جماعت ہے، اس لئے کہ اس کو مجموعی طور پر راضی ومرضی اور راشد ومرشد فرمایا ہے۔ اسی لئے استمرار کے ساتھ امت مسلمہ کا یہ اجماعی عقیدہ ہے

کہ حضرات صحابہ کرامؓ کل کے کل عدول اور متقی ہیں اور ان کا اجماع شرعی حجت ہے۔ ان کا منکر دائرہ اسلام سے خارج ہے۔ حضرات صحابہ کی مقدس جماعت کمالات نبوت کی آئینہ دار اور اوصاف رسالت کی مظہر اتم ہے۔ حضور ﷺ کی عادات کریمہ خصائل حمیدہ، شمائل فاضلہ، اخلاق عظیمہ اور شریعت کے تمام مسائل و دلائل اور حقائق و آداب کی علماً اور عملاً سچی ترجمان ہے۔ اس لئے ان کی راہ کی اتباع ضروری ہے جو امت مسلمہ کو ہر گمراہی سے بچا سکتی ہے۔

حضرت مولانا محمد الیاس رحمۃ اللہ علیہ کی نانی محترمہ امی بی، حضرت مولانا مظفر حسین صاحب کاندھلوی کی رابعہ بیت صاحبزادی تھیں اور حضرت مولانا نے انہیں کی گود میں پرورش پائی۔ موصوفہ کی آپ پر حد درجہ شفقت تھی۔ فرمایا کرتی تھیں کہ الیاس تجھ سے صحابہ کی خوشبو آتی ہے، کبھی شفقت سے پیٹھ پر ہاتھ رکھ کر فرماتیں کہ کیابات ہے کہ تیرے ساتھ مجھے صحابہ کی سی صورتیں چلتی پھرتی نظر آتی ہیں۔ اس کے ماسوا حضرت شیخ الہند مولانا محمود الحسن صاحب نور اللہ مرقدہ فرمایا کرتے تھے کہ میں جب مولوی الیاس کو دیکھتا ہوں تو مجھے صحابہ یاد آجاتے ہیں۔

حضرت مولانا محمد منظور نعمانی دامت برکاتہم کا بیان ہے کہ ہم اور ہمارے بعض دوسرے صاحب بصیرت احباب اس بارے میں ہم خیال و یک زبان تھے کہ اس زمانہ میں ایسی شخصیت اللہ کی قدرت کی نشانی اور رسول اللہ ﷺ کا ایک معجزہ ہے جس کو دین کے موثر اور زندہ جاوید ہونے کے ثبوت کے طور پر اور صحابہ کرام کے عشق اور خیر القرون کے دینی جنون اور بے قراری اور اس دور کی خصوصیات کا ایک اندازہ کرنے کے لئے اس زمانہ میں ظاہر کیا گیا ہے۔

غالباً یہی وجہ تھی کہ حضرت مولانا محمد الیاسؒ حضرات صحابہ کرام کے واقعات پڑھوا کر سنا کرتے اور ان سے کیف و سرور کی کسی دوسری دنیا میں مستغرق ہو جاتے، انہوں نے اپنے فخر زمانہ بھتیجے حضرت شیخ الحدیث مولانا محمد زکریا صاحب قدس سرہ سے اردو میں ایک کتاب "حکایات صحابہ" لکھوائی جو حضرات صحابہؓ کی مبارک زندگی کے مختلف پہلوؤں پر مختلف عنوانات کے تحت ترتیب دی گئی ہے اور جس کی عند اللہ مقبولیت کا اندازہ اس سے کیا جا سکتا ہے کہ اس کے تراجم انگریزی، فرانسیسی، جاپانی اور دنیا کی دیگر زبانوں میں ہو چکے ہیں۔

حضرت مولانا محمد یوسف صاحب قدس سرہ کو بھی سیرت نبوی اور حالات صحابہ سے عشق و شغف ورثہ میں ملا۔ بچپن ہی سے وہ حضرات صحابہ کرام کے حالات وواقعات کا مطالعہ

کیا کرتے۔ چنانچہ بچپن میں صمصام الاسلام اور محاربات صحابہ کے پڑھنے اور سنانے سے بہت زیادہ دلچسپی تھی۔ حضرت مولانا محمد الیاسؒ کی حیات میں عشاء کی نماز کے بعد سیرت کی کتابوں کے سنانے کی عظیم خدمت پر مولانا محمد یوسف صاحب ہی مامور تھے۔ حضرتؒ کے وصال کے بعد بھی تاحیات آپ کا یہ معمول جاری رہا، چنانچہ بارہا اس کا مشاہدہ ہوا کہ جس وقت حضرت مولانا محمد یوسف صاحب حیاۃ الصحابہ پڑھتے اور ان مبارک واقعات کی تشریح فرماتے تو ایسا محسوس ہوتا کہ گویا صحابہ کرام کو اپنی آنکھوں سے دیکھا ہے یا حضرت ان کے گھر کے مخصوص لوگوں میں سے ہیں اور یہ سب واقعات حضرت کے سامنے گزرے ہیں۔

حضرت مولانا محمد الیاس صاحب قدس سرہ چاہتے تھے کہ حضرات صحابہ کی سیرت کو دعوت کے طرز پر پیش کیا جائے۔ چنانچہ اس کام کے لئے انہوں نے اپنے لائق فرزند حضرت مولانا محمد یوسف صاحب نور اللہ مرقدہ ہی کا انتخاب کیا اور "امانی الاحبار" کا کام درمیان میں رکوا کر اس کتاب کو ترتیب دلانا شروع کر دیا اور بالآخر اس کا نام حضرت مولانا سید ابوالحسن علی ندوی دامت برکاتہم کی تجویز پر "حیاۃ الصحابہ" رکھا گیا۔ اہل علم کی رائے ہے کہ سیرت صحابہ پر آج تک ایسی جامع اور نافع کتاب منصۂ شہود پر نہیں آئی۔

گزشتہ چند سالوں سے مخدوم گرامی حضرت مولانا محمد عمر صاحب پالن پوری مد ظلہم بندہ سے تقاضا فرما رہے تھے کہ اس مبارک کتاب کا اردو میں ترجمہ کر ڈالو مگر یہ ناکارہ اپنی کم مائیگی بے بضاعتی، ناتجربہ کاری، تصنیف سے عدم مناسبت نیز رائے ونڈ کی مسجد و مدرسہ کی دعوتی و تدریسی مصروفیات کی وجہ سے اس خدمت کی ہمت نہ کر سکا۔ لیکن رائے ونڈ کے سالانہ اجتماع نومبر ١٩٩٠ء کے بعد دہلی واپسی کے موقع پر لاہور ہوائی اڈہ پر حضرت اے جی[1] دامت برکاتہم العالیہ نے محترم الحاج محمد عبدالوہاب صاحب سے صراحتاً حکم فرمایا کہ احسان حیاۃ الصحابہ کا اردو ترجمہ کرے، چنانچہ موصوف نے کہا کہ حضرت جی کے حکم وارشاد کے بعد اب انکار کی کوئی گنجائش نہیں ہے بندہ یہ سن کر ششدر رہ گیا اور اپنی نااہلی کی وجہ سے بہت بوجھ محسوس ہوا اور طبیعت آمادہ نہیں ہو رہی تھی مگر امتثال امر میں اس امید پر قلم اٹھا لیا کہ جن مبارک نفوس کے حکم اور تقاضے سے یہ کام شروع کیا جا رہا ہے ان کی سرپرستی، توجہ اور دعا کی برکت سے انشاء اللہ تعالیٰ تکمیل ہو جائے گی چنانچہ بنام خدا ٢١ نومبر ١٩٩٠ء سے ترجمہ شروع کیا۔

ابتداءً "حیاۃ الصحابہ" مطبوعہ حیدرآباد، دکن پیش نظر رہی لیکن "حیاۃ الصحابہ" مرتبہ

---

[1] اس سے مراد حضرت مولانا انعام الحسن دامت برکاتہم ہیں

مولانا محمد الیاس صاحب بارہ بنکوی (مقیم بنگلہ والی مسجد، بستی حضرت نظام الدینؒ دہلی) کی اشاعت کے بعد موخر الذکر کو اساس بنا کر ترجمہ کی تکمیل کی، ترجمہ میں سادہ اور عام فہم زبان کا بطور خاص اہتمام والتزام کیا گیا ہے تاکہ دینی اصطلاحات سے ناواقف عمومی استعداد کے اہل ایمان بھی بے تکلف استفادہ کر سکیں۔

اللہ تبارک وتعالیٰ اس ترجمہ کو قبول فرما کر امت مسلمہ کے لئے مفید بنائے اور حضور اکرم ﷺ والی عالی محنت پر امت کے پڑ جانے اور عملاً حضرات صحابہ کرام والی زندگی اختیار کرنے کے لئے اس کتاب کو ذریعہ قویہ فرمائے، آمین۔

مترجم، معاونین ترجمہ اور کتابت وطباعت میں اعانت کرنے والے تمام حضرات کے لئے دعاء خیر کی درخواست ہے۔

محمد احسان الحق

مدرسہ عربیہ رائے ونڈ لاہور۔ پاکستان

۵ رجب ۱۴۱۲ھ (۱۱ جنوری ۱۹۹۲ء)

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

مقدمہ کتاب

(عربی سے اردو)

از حضرت مولانا سید ابوالحسن علی حسنی ندوی مدظلہم العالی

الحمد للّٰہ رب العٰلمین والصلوٰۃ والسلام
علیٰ سیدنا محمد خاتم النبین وعلیٰ اٰلہ وصحبہ اجمعین
ومن تبعھم باحسان الیٰ یوم الدین ۔

نبی کریم ﷺ اور صحابہ کرامؓ کی سیرت اور تاریخ اس قوت ایمانی اور جوش اسلامی کے طاقتور ترین سرچشموں میں سے ہے جس کو امت مسلمہ نے دل کی انگیٹھیوں کو سلگانے اور دعوت ایمان کے شعلہ کو تیز تر کرنے میں استعمال کیا ہے جو مادیت کی تیز و تند آندھیوں سے باربار سرد ہو جاتی ہیں، اور اگر یہ انگیٹھیاں سرد ہو جائیں تو ملت اسلامیہ کے پاس قوت و تاثیر اور امتیاز کا سرمایہ نہ رہے اور یہ لاشہ بے جان ہو کر رہ جائے جس کو زندگی اپنے کاندھوں پر اٹھائے پھر رہی ہو۔

یہ ان مردان خدا کی تاریخ ہے کہ جب ان کے پاس اسلام کی دعوت پہنچی تو انہوں نے اس کو دل و جان سے قبول کیا اور اس کے تقاضوں کے سامنے سر تسلیم خم کر دیا۔

رَبَّنَآ اِنَّنَا سَمِعۡنَا مُنَادِیًا یُّنَادِیۡ لِلۡاِیۡمَانِ اَنۡ اٰمِنُوۡا بِرَبِّکُمۡ فَاٰمَنَّا ۔

اور اپنا ہاتھ رسول اللہ ﷺ کے ہاتھ میں دے دیا۔ چنانچہ ان کے لئے اللہ کے راستے کی مشقتیں معمولی اور جان و مال کی قربانی آسان ہو گئی، حتیٰ کہ اس پر ان کا یقین محکم اور پختہ ہو گیا اور بالآخر دل و دماغ پر چھا گیا، غیب پر ایمان، اللہ اور اس کے رسول کی محبت، اہل ایمان پر شفقت، کفار پر شدت نیز آخرت کو دنیا پر، ادھار کو نقد پر، غیب کو شہود پر اور ہدایت کو جہالت پر ترجیح اور ہدایت عامہ کے بے پناہ شوق کے عجیب و غریب واقعات رونما ہونے لگے۔ اللہ

کے بندوں کو بندوں کو غلامی سے نکال کر اللہ کی بندگی میں لانے، مذاہب کے ظلم وجور سے اسلام کی عدل گستری میں پہنچانے، دنیا کی تنگیوں سے آخرت کی وسعتوں میں لے جانے اور دینوی مال ومتاع اور زیب وزینت سے بے پرواہ ہو جائے، اللہ سے ملنے اور جنت میں داخل ہونے کے شوق کے محیر العقول واقعات سامنے آنے لگے۔ انہوں نے اسلام کی نعمت کو ٹھکانے لگانے، اس کی برکتوں کو اقصائے عالم میں عام کرنے اور چپے چپے کی خاک چھاننے کے بے پایاں جذبات میں بلند ہمتی ودقیقہ رسی کے باعث اپنے گھربار کو چھوڑا، راحت وآرام کو خیرباد کہا اور اپنی جان ومال کی قربانی سے بھی دریغ نہ کیا۔ حتیٰ کہ دین کی بنیادیں قائم ہو گئیں ،دل اللہ کی طرف مائل ہو گئے اور ایمان کے ایسے مبارک، جانفزا اور طاقتور جھونکے چلے جس سے توحید وایمان اور عبادت وتقویٰ کی سلطنت قائم ہو گئی۔ جنت کا بازار گرم ہو گیا، دنیا میں ہدایت عام ہو گئی اور لوگ جوق در جوق اسلام میں داخل ہونے لگے۔

تاریخ کی کتابیں یہ واقعات اور قصے اپنے اندر سمیٹے ہوئے ہیں، واقعات کے مجموعے ان سچے قصوں کو اپنے سینے سے لگائے ہوئے ہیں، کیونکہ یہ واقعات اور قصے اپنے اندر مسلمانوں کے لئے حیات نو کا پیغام اور تجدید کا سامان رکھتے ہیں، اسی لئے اسلام کے اہل دعوت واصلاح ان واقعات پر اپنی ہمت وتوجہ صرف کرتے رہے اور مسلمانوں کے اندر جوش ایمانی کو بیدار کرنے، حمیت اسلامی پیدا کرنے اور ان کی ہمتوں پر مہمیز کا کام کرنے کے لئے استعمال کرتے رہے۔

لیکن مسلمانوں پر ایک ایسا وقت بھی آیا جب وہ اس تاریخ سے بیگانہ ہو کر اس کو فراموش کر بیٹھے، ہمارے اہلِ وعظ وارشاد اور اہل قلم ومصنفین نے اپنی تمام تر توجہ اولیاء متاخرین کے واقعات اور ارباب زہد ومشخت کی حکایات بیان کرنے پر صرف کر دی اور لوگ بھی اس پر ایسے فریفتہ ہوئے کہ وعظ وارشاد کی مجالس، درس وتدریس کے حلقے اور اس دور کی ساری تصانیف اور کتابیں، انہیں واقعات سے بھر گئیں اور سارا علمی سرمایہ صوفیائے کرام کے احوال وکرامات کی نذر ہو گیا۔

جہاں تک راقم السطور کو علم ہے، صحابہ کرام کے واقعات وحالات کا اسلامی دعوت وتربیت میں کیا مقام ہے اور اس گنج گراں مایہ کی اصلاح وتربیت کے میدان میں اہمیت، تاثیر کی افادیت اور قدر وقیمت کی جانب، پہلی بار مشہور داعی الی اللہ، مصلح کبیر حضرت مولانا محمد الیاسؒ (۱۳۶۳ھ) کی توجہ ہوئی جو پوری ہمت اور بلند حوصلگی کے ساتھ اس کے مطالعہ میں منہمک ہو گئے۔ میں نے ان میں سیرت نبویؐ اور صحابہ کے حالات کا بے پناہ شوق پایا۔ وہ

اپنے عقیدت مندوں اور ساتھیوں سے انہیں کی باتیں کرتے، اسی کا اندازہ کرتے، چنانچہ ہر شب مولانا محمد یوسف صاحب قدس سرہٗ یہ واقعات پڑھ کر سناتے، وہ پوری توجہ اور عظمت کے ساتھ ہمہ تن شوق بن کر سنتے اور چاہتے تھے کہ ان کی نشر واشاعت کی جائے۔ ان کے بھتیجے شیخ الحدیث حضرت مولانا محمد زکریا صاحب نور اللہ مرقدہ نے ایک متوسط رسالہ صحابہ کرام کے حالات میں تالیف کیا جس سے حضرت مولانا محمد الیاسؒ بہت مسرور ہوئے اور تمام کام کرنیوالوں اور دعوت کے راستے میں نکلنے والوں کے لئے اس کتاب کا مطالعہ ومذاکرہ ضروری قرار دیا۔ چنانچہ یہ کتاب دعوت کے کام کرنے والوں کے نصاب میں داخل ہے اور دینی حلقوں میں اس کو ایسا قبول عام حاصل ہے جو کم کتابوں کو حاصل ہوا ہوگا۔

حضرت مولانا محمد الیاس صاحبؒ کے وصال کے بعد مولانا محمد یوسف صاحبؒ اپنے عظیم المرتبت والد کے جانشین اور وارث ہوئے دعوت کی ذمہ داریاں بھی ان کے حصے میں آئیں۔ سیرت نبویؐ اور حالات صحابہ سے شغف بھی ورثہ میں ملا اور دعوت کے سخت مشاغل کے باوجود سیرت وتاریخ اور طبقات الصحابہ کی کتابوں کا مطالعہ اور اس کا انہماک جاری رکھا۔ چنانچہ جن لوگوں کو میں جانتا ہوں ان میں مولانا محمد یوسف صاحب جیسا، صحابہ کے حالات پر نظر رکھنے والا، ان سے زیادہ استحضار رکھنے والا، ان سے اچھا استشہاد کرنے والا، اپنی تقریروں اور گفتگو میں ان کے واقعات کو نگینے کی طرح جڑنے والا، وسیع النظر اور باریک بین عالم میں نے نہیں دیکھا۔ قریب قریب یہی سب واقعات اور سچے قصے ان کی قوت کلام کا سرچشمہ، ان کی اثر انگیزی اور سحر آفرینی کا ذریعہ تھے۔ جماعتوں کو بڑی سے بڑی قربانی دینے، بڑے سے بڑے ایثار کے لئے تیار کرنے، سخت سے سخت تکلیفیں جھیلنے اور بڑی سے بڑی مصیبت اٹھانے اور دعوت کے راستے میں سختیاں برداشت کرنے کا بہت بڑا ہتھیار تھے۔

دعوت ان کے زمانہ میں ہندوستان سے نکل کر اسلامی ممالک اور یورپ وامریکہ، جاپان وجزائر ہند تک پہنچ گئی تھی اور ایک ایسی ضخیم کتاب کی سخت ضرورت تھی کہ جس کا مطالعہ ومذکراہ دعوت میں لگنے والے اور بیرونی اسفار میں جانے والے کر سکیں۔ تاکہ اس سے ان کے دل ودماغ کو غذا حاصل ہو، دینی جذبات میں تحریک ہو، دعوت کے ساتھ ان کی اتباع کا جذبہ اور جان ومال لگا دینے کا شوق بیدار ہو اور وہ ہجرت ونصرت فضائل واعمال ومکارم اخلاق کے لئے مہمیز کا کام کرے۔ جب کبھی وہ ان واقعات وحکایات کو پڑھیں اور سنیں تو اس میں ایسا کھو جائیں، جیسے چھوٹے موٹے دریا سمندر میں کھو جاتے ہیں اور انسان پہاڑ کے سامنے پست ہو جاتے ہیں یہاں تک کہ ان کو اپنے یقین پر شبہ ہونے لگے، اعمال نظروں میں حقیر

ہو جائیں اور زندگی بے حیثیت نظر آنے لگے ان کی ہمتیں بلند ہوں، دلوں میں شوق ہو اور عزم و ارادہ میں پختگی اور جوش ہو۔

اللہ تعالیٰ کی مشیت و ارادہ سے، دعوت کی عزت و فضیلت کے ماسوا، اس بلند پایہ کتاب کی تالیف کا شرف بھی حضرت مولانا محمد یوسف صاحب کو ملا۔ حالانکہ ان کی زندگی کے مشاغل، اسفار کی کثرت، مہمانوں کا ہجوم، وفود کی آمد اور درس و تدریس کے اشتغال کے ساتھ تصنیف و تالیف کا کام بھی انجام دیا اور اس طرح دعوت و تصنیف کو جمع کر دیا، جن کا اجتماع یقیناً سخت دشوار اور مشکل ہے۔ انہوں نے نہ صرف تین ضخیم جلدوں میں صحابہ کرامؓ کے حالات جمع کئے اور سیرت و تاریخ اور طبقات کی کتابوں میں جو مواد منتشر تھا، اس کو یکجا کر دیا، بلکہ امام طحاویؒ کی کتاب، شرح معانی الآثار، کی شرح تیار کی، جو اللہ کی توفیق سے کئی ضخیم جلدوں میں ہے۔

مصنف گرامی قدر نے رسول اللہ ﷺ کی سیرت کے واقعات سے ابتداء کی ہے اور ساتھ ساتھ صحابہ کے حالات بھی تحریر کئے ہیں اور خاص طور پر دعوتی اور تربیتی پہلو کو اجاگر کیا ہے۔ اس طرح یہ دعاۃ کا ایسا تذکرہ ہے، جو کام کرنے والوں کے لئے زادِ راہ اور مسلمانوں کے ایمان و یقین کا سر چشمہ ہے۔

انہوں نے اس کتاب کے اندر صحابہ کرامؓ کے وہ حالات و واقعات درج کئے ہیں جن کا کسی ایک کتاب میں ملنا ممکن نہیں ہے، کیونکہ یہ قصے اور حکایات مختلف حدیث کی کتابوں یا تاریخ و طبقات کے مجموعوں اور کتب مسانید سے حاصل کیے گئے ہیں۔ اس طرح یہ ایک ایسا دائرۃ المعارف (انسائیکلو پیڈیا) تیار ہو گیا ہے جو اس زمانے کی تصویر سامنے رکھ دیتا ہے جس میں صحابہ کرامؓ کی زندگی، ان کے اخلاق و خصائص کے تمام پہلوؤں اور باریکیوں کے ساتھ نظر آتی ہے۔

واقعات و روایات کے استقصاء اور مکمل بیان کی وجہ سے کتاب میں ایک ایسی تاثیر پیدا ہو گئی ہے جو ان کتابوں میں نہیں پائی جاتی جو اجمال و اختصار اور معانی کے اظہار پر تصنیف کی جاتی ہیں اس لئے ایک قاری اس کی وجہ سے ایمان دعوت، سر فروشی اور فضیلت اور اخلاص و زہد کے ماحول میں وقت گزارتا ہے۔

اگر یہ صحیح ہے کہ کتاب مولف کا عکس جمیل اور جگر کا ٹکڑا ہوتی ہے اور جس کیفیت و معنویت، جذبہ و لگن، روح اور تاثیر سے تصنیف کی جاتی ہے، اس کی مظہر ہوتی ہے، تو میں پورے وثوق کے ساتھ کہہ سکتا ہوں کہ یہ کتاب موثر، طاقتور اور کامیاب ہے چونکہ صحابہ

کرامؓ کی محبت، ان کی رگ وریشہ میں سرایت کر چکی تھی اور دل ودماغ میں رچ بس گئی تھی، اس لئے مولف نے اس کو حسن عقیدت، جذبہ الفت اور جوش محبت کی لازوال کیفیات کے ساتھ تحریر کیا ہے۔

مولف کی عظمت واخلاص کے پیش نظر اس کتاب کو کسی مقدمے کی ضرورت نہیں تھی کیونکہ وہ خود جہاں تک میرے علم میں ہے، ایمان کی قوت، دعوت میں فنائیت اور یکسوئی کے اعتبار سے عطیہ ربانی اور زمانے کی حسنات میں سے تھے اور ایسے لوگ صدیوں میں پیدا ہوتے ہیں۔

وہ ایک ایسی دینی تحریک ودعوت کی قیادت کر رہے تھے جو وسعت وطاقت، عظمت اور اثر انگیزی میں سب سے بڑی تحریک ہے لیکن اس ناچیز کو انہوں نے اس کے ذریعہ عزت بخشی اور اس عظیم الشان کام میں اس کا بھی حصہ ہو گیا۔ تقرب الی اللہ میں میں نے یہ کلمات تحریر کر دیئے۔ اللہ تعالیٰ اس کتاب کو قبول عام عطا فرمائے اور بندگان خدا کو نفع پہنچائے۔

ابوالحسن علی ندوی سہارن پور

۲؍رجب ۱۳۷۸ھ

ترجمہ از عربی بقلم

مولانا سید عبداللہ حسنی ندوی

اکتوبر ۱۹۹۱ء

پیش لفظ

برائے اردو ترجمہ حیاۃ الصحابہؓ

از مولانا سید ابو الحسن علی حسنی ندوی مد ظلہم العالی

یہ کتاب اصلاً عربی میں لکھی گئی تھی جو اسلام اور مسلمانوں کی عالمگیر اور دائمی، مستند اور محبوب، مذہبی اور علمی زبان ہے اور ہمیشہ رہے گی، اس لئے کہ اللہ تعالیٰ فرما چکا ہے۔

اِنَّا نَحْنُ نَزَّلْنَا الذِّكْرَ وَ اِنَّا لَهٗ لَحٰفِظُوْنَ

(ہم نے قرآن مجید کو نازل کیا اور ہم اس کی دائمی طور پر حفاظت کرنے والے ہیں) کسی کتاب اور صحیفہ کی حفاظت کے وعدے میں یہ بات خود بخود شامل ہو جاتی ہے کہ وہ ہمیشہ پڑھا اور سمجھا جائے گا، اور اس کے لئے ضروری ہے کہ وہ جس زبان میں ہے، وہ بھی زندہ اور محفوظ ہو اور بولی اور سمجھی جاتی ہو۔ مرکز نظام الدین دہلی سے شروع ہونے والی تبلیغی دعوت و تحریک، مصنف کتاب حضرت مولانا محمد یوسف صاحبؒ کے زمانے میں حجاز مقدس اور ممالک عربیہ میں پہنچنے لگی تھی اور وہاں کے اہل علم حضرات اس سے متاثر ہو رہے تھے، اس لئے اس کتاب کا اصلاً اور ابتداءً عربی میں تالیف کرنا مناسب اور بر محل تھا، چنانچہ یہ کتاب پہلی مرتبہ دائرۃ المعارف العثمانیہ حیدرآباد کے عربی پریس سے طبع ہونے کے بعد اہل علم کے حلقے اور عربی ممالک میں شوق و احترام کے ساتھ لی گئی۔ پھر دمشق کے دار القلم سے بڑے اہتمام اور حسن طباعت کے ساتھ شائع ہوئی اور دینی و علمی حلقوں میں قبول ہوئی اور ابھی اس کا سلسلہ جاری ہے (امید ہے کہ اس کے ابھی مزید ایڈیشن نکلیں گے)

لیکن اس کے ساتھ ضرورت تھی کہ بر صغیر (ہندو پاک) اور بعض ان بیرونی ممالک کے لئے جہاں ہندو پاک کے لوگ بڑی تعداد میں اقامت گزیں ہیں اور وہاں اردو بولی اور سمجھی جاتی ہے اس کا اردو میں سلیس اور معتبر ترجمہ شائع کیا جائے، تاکہ ان ملکوں میں جانے والی جماعتیں اور خود وہاں کے دینی ذوق اور جذبہ رکھنے والے اور دعوتی کام میں حصہ لینے

والے، اس سے براہ راست استفادہ کر سکیں۔ اپنی ایمانی چنگاریوں کو فروزاں اور اپنی زندگی اور معاشرت، اخلاق اور جذبات نیز رجحانات کو مومنین اولین اور آغوش نبوت کے پروردہ داعیان دین کے نقش قدم پر ڈال سکیں۔ عرصہ سے اس کی ضرورت محسوس کی جارہی تھی لیکن ہر کام کا وقت مقرر ہوتا ہے، چنانچہ حضرت مولانا محمد یوسفؒ کے دیرینہ رفیق اور جانشین، دعوت کی عظیم الشان محنت کے موجودہ امیر حضرت مولانا محمد انعام الحسن صاحب اطال اللہ بقاءہ ونفع بہ المسلمین کی اجازت اور ایماء سے کتاب مذکور کے ترجمہ کا آغاز ہوا اور اللہ تعالیٰ نے یہ سعادت مولوی محمد احسان الحق صاحب (استاذ مدرسہ عربیہ رائے ونڈ) کے حصے میں رکھی تھی۔ موصوف مظاہر علوم سہارنپور کے فاضل، حضرت شیخ الحدیث مولانا زکریا صاحب کے مجاز اور خود تبلیغی جماعت کے مدرسہ فکر وعمل کے تربیت یافتہ اور اسی کی آغوش کے پروردہ ہیں، اس لئے کہ کسی ایسی کتاب کے ترجمہ کے لیئے جو کسی دعوت کی ترجمان ہو اور جذبہ وتاثیر سے معمور ہو محض اس زبان کا جاننا جس میں وہ کتاب ہے اور اس کو اپنی زبان میں منتقل کر دینے کی صلاحیت کافی نہیں، اس کے لئے خود اس جذبہ کا حامل ہونا اور ان مقاصد کا داعی ہونا بھی ضروری ہے جن کی پرورش اور تبلیغ کے لئے یہ کتاب لکھی گئی۔ الحمد للہ کتاب کے مترجم میں یہ سب شرائط پائی جاتی ہیں، وہ ذاتی اور خاندانی، ذہنی وعلمی اور باطنی وروحانی، ہر طریقہ پر اس دعوت وجماعت کے اصول ومقاصد سے نہ صرف متفق ومتاثر ہیں بلکہ ان کے ترجمان وداعی بھی ہیں پھر اردو ترجمہ پر متعدد اہل علم حضرات نے نظر ڈالی ہے اور اپنے مشوروں سے مستفید بھی کیا ہے۔ جن میں مفتی زین العابدین صاحب، مولانا محمد احمد صاحب انصاری، مولانا ظاہر شاہ صاحب، مولانا نذر الرحمٰن صاحب، مولانا جمشید علی صاحب پاکستانی علماء میں سے اور مرکز نظام الدین دہلی کے بزرگوں اور فضلاء میں سے حضرت مولانا اظہار الحسن صاحب کاندھلوی خاص طور پر قابل ذکر ہیں۔ اللہ تعالیٰ کی ذات سے امید ہے کہ یہ ترجمہ ہر طرح سے مفید وموثر ثابت ہوگا اور اپنے اہم وبلند مقصد کو پورا کرے گا۔ آخر میں یہ ملحوظ رہے کہ یہ ترجمہ دینی اصطلاحات سے ناواقف، عام سادہ مسلمان کی سطح کو سامنے رکھ کر کیا گیا ہے، اور وہ سادہ اور عام فہم ہونے کے ساتھ موثر اور دلآویز ہے۔ اللہ تعالیٰ اس سے زیادہ نفع پہنچائے اور قبولیت سے نوازے۔

ابوالحسن علی ندوی

دار العلوم ندوۃ العلماء لکھنؤ

۱۹۰ ربیع الاول ۱۴۱۲ھ ۲۹ ستمبر ۱۹۹۱ء

کتاب حیاۃ الصحابۃ رضی اللہ عنہم

حصہ اول

اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول ﷺ

کی اطاعت کے بارے میں قرآنی آیات

۱. اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ ۙ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ ۙ مٰلِكِ یَوْمِ الدِّیْنِ ؕ اِیَّاكَ نَعْبُدُ وَ اِیَّاكَ نَسْتَعِیْنُ ؕ اِهْدِنَا الصِّرَاطَ الْمُسْتَقِیْمَ ۙ صِرَاطَ الَّذِیْنَ اَنْعَمْتَ عَلَیْهِمْ ۙ غَیْرِ الْمَغْضُوْبِ عَلَیْهِمْ وَ لَا الضَّآلِّیْنَ ۠

(الفاتحہ ۱ تا ۷)

ترجمہ :- سب تعریفیں اللہ کے لئے ہیں، جو پالنے والا۔ سارے جہاں کا، بے حد مہربان نہایت رحم والا۔ مالک روز جزاء کا تیری ہی ہم بندگی کرتے ہیں اور تجھی سے مدد چاہتے ہیں۔ بتلا ہم کو راہ سیدھی راہ ان لوگوں کی جن پر تو نے فضل فرمایا، جن پر نہ تیرا غصہ ہوا اور نہ وہ گمراہ ہوئے۔

۲. اِنَّ اللّٰهَ رَبِّیْ وَ رَبُّكُمْ فَاعْبُدُوْهُ ؕ هٰذَا صِرَاطٌ مُّسْتَقِیْمٌ ۠ (ال عمران۔ ۵۱)

ترجمہ : بیشک اللہ ہے رب میرا اور رب تمہارا۔ سو اس کی بندگی کرو۔ یہی راہ سیدھی ہے۔

۳. قُلْ اِنَّنِیْ هَدٰىنِیْ رَبِّیْۤ اِلٰى صِرَاطٍ مُّسْتَقِیْمٍ ۚ۬ دِیْنًا قِیَمًا مِّلَّةَ اِبْرٰهِیْمَ حَنِیْفًا ۚ وَ مَا كَانَ مِنَ الْمُشْرِكِیْنَ ۠ قُلْ اِنَّ صَلَاتِیْ وَ نُسُكِیْ وَ مَحْیَایَ وَ مَمَاتِیْ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ ۙ لَا شَرِیْكَ لَهٗ ۚ وَ بِذٰلِكَ اُمِرْتُ وَ اَنَا اَوَّلُ الْمُسْلِمِیْنَ ۠ (الانعام ۱۶۱ تا ۱۶۳)

ترجمہ :- تو کہہ دے مجھ کو سجھائی میرے رب نے راہ سیدھی، دین صحیح ملت ابراہیم کی جو ایک ہی طرف کا تھا اور نہ تھا شرک والوں میں۔ تو کہہ کہ میری نماز اور میری قربانی اور میرا جینا اور میرا مرنا اللہ ہی کے لئے ہے، جو پالنے والا سارے جہاں کا ہے، کوئی نہیں اس کا شریک اور یہی مجھ کو حکم ہوا اور میں سب سے پہلے فرمانبردار ہوں۔

۴. قُلْ یٰۤاَیُّهَا النَّاسُ اِنِّیْ رَسُوْلُ اللّٰهِ اِلَیْكُمْ جَمِیْعَا ا۟لَّذِیْ لَهٗ مُلْكُ السَّمٰوٰتِ وَ الْاَرْضِ ۚ لَاۤ اِلٰهَ اِلَّا هُوَ یُحْیٖ وَ یُمِیْتُ ۪ فَاٰمِنُوْا بِاللّٰهِ وَ رَسُوْلِهِ النَّبِیِّ الْاُمِّیِّ الَّذِیْ یُؤْمِنُ بِاللّٰهِ وَ كَلِمٰتِهٖ وَ اتَّبِعُوْهُ لَعَلَّكُمْ تَهْتَدُوْنَ ۠

(الاعراف۔ ۱۵۸)

ترجمہ :- تو کہہ اے لوگو! میں رسول ہوں اللہ کا تم سب کی طرف، جس کی حکومت ہے آسمانوں اور زمین میں، کسی کی بندگی نہیں اس کے سوا۔ وہی جلاتا ہے اور مارتا ہے، سو ایمان لاؤ اللہ پر اور اس کے بھیجے ہوئے نبی امی پر، جو کہ یقین رکھتا ہے اللہ پر اور اس کے سب کلاموں پر اور اس کی پیروی کرو تاکہ تم راہ پاؤ۔

۵. وَمَآ اَرْسَلْنَا مِنْ رَّسُوْلٍ اِلَّا لِيُطَاعَ بِاِذْنِ اللّٰهِ وَلَوْ اَنَّهُمْ اِذْ ظَّلَمُوْٓا اَنْفُسَهُمْ جَآءُوْكَ فَاسْتَغْفَرُوا اللّٰهَ وَاسْتَغْفَرَ لَهُمُ الرَّسُوْلُ لَوَجَدُوا اللّٰهَ تَوَّابًا رَّحِيْمًا ۝ (النساء۔ ۶۴)

ترجمہ :- اور ہم نے کوئی رسول نہیں بھیجا مگر اسی واسطے کہ اس کا حکم مانیں، اللہ کے فرمانے سے اور اگر وہ لوگ جس وقت انہوں نے اپنا برا کیا تھا، آتے تیرے پاس، پھر اللہ سے معافی چاہتے اور رسول بھی ان کو بخشواتا، تو البتہ اللہ کو پاتے معاف کرنے والا مہربان۔

۶. يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْٓا اَطِيْعُوا اللّٰهَ وَرَسُوْلَهٗ وَلَا تَوَلَّوْا عَنْهُ وَاَنْتُمْ تَسْمَعُوْنَ ۝ (الانفال۔ ۲۰)

ترجمہ :- اے ایمان والو! حکم مانو اللہ کا اور اس کے رسول کا اور اس سے مت پھرو سن کر

۷. وَاَطِيْعُوا اللّٰهَ وَالرَّسُوْلَ لَعَلَّكُمْ تُرْحَمُوْنَ ۝ (آل عمران۔ ۱۳۲)

ترجمہ :- اور حکم مانو اللہ کا اور رسول کا تاکہ تم پر رحم ہو۔

۸. وَاَطِيْعُوا اللّٰهَ وَرَسُوْلَهٗ وَلَا تَنَازَعُوْا فَتَفْشَلُوْا وَتَذْهَبَ رِيْحُكُمْ وَاصْبِرُوْا اِنَّ اللّٰهَ مَعَ الصّٰبِرِيْنَ ۝ (الانفال۔ ۴۶)

ترجمہ :- اور حکم مانو اللہ کا اور اس کے رسول کا اور آپس میں نہ جھگڑو پس نامرد ہو جاؤ گے اور جاتی رہی گی تمہاری ہوا اور صبر کرو۔ بیشک اللہ ساتھ ہے صبر والوں کے۔

۹. يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْٓا اَطِيْعُوا اللّٰهَ وَاَطِيْعُوا الرَّسُوْلَ وَاُولِي الْاَمْرِ مِنْكُمْ فَاِنْ تَنَازَعْتُمْ فِيْ شَيْءٍ فَرُدُّوْهُ اِلَى اللّٰهِ وَالرَّسُوْلِ اِنْ كُنْتُمْ تُؤْمِنُوْنَ بِاللّٰهِ وَالْيَوْمِ الْاٰخِرِ ذٰلِكَ خَيْرٌ وَّاَحْسَنُ تَاْوِيْلًا ۝ (النساء۔ ۵۹)

ترجمہ :- اے ایمان والو! حکم مانو اللہ کا اور حکم مانو رسول کا اور حاکموں کا جو تم میں سے ہوں پھر اگر جھگڑ پڑو کسی چیز میں، تو اس کو رجوع کرو طرف اللہ کے اور رسول کے اگر یقین رکھتے ہو اللہ پر اور قیامت کے دن پر، یہ بات اچھی ہے اور بہت بہتر ہے اس کا انجام

۱۰. اِنَّمَا كَانَ قَوْلَ الْمُؤْمِنِيْنَ اِذَا دُعُوْٓا اِلَى اللّٰهِ وَرَسُوْلِهٖ لِيَحْكُمَ بَيْنَهُمْ اَنْ يَّقُوْلُوْا سَمِعْنَا وَاَطَعْنَا وَاُولٰٓئِكَ هُمُ الْمُفْلِحُوْنَ ۝ وَمَنْ يُّطِعِ اللّٰهَ وَرَسُوْلَهٗ وَيَخْشَ اللّٰهَ وَيَتَّقْهِ فَاُولٰٓئِكَ هُمُ الْفَآئِزُوْنَ ۝ (النور۔ ۵۱۔ ۵۲)

ترجمہ :- ایمان والوں کی بات یہی تھی کہ جب بلایئے ان کو اللہ اور رسول کی طرف فیصلہ کرنے کو ان میں، تو کہیں ہم نے سن لیا اور حکم مان لیا اور وہ لوگ کہ انہی کا بھلا ہے اور جو کوئی

حکم پر چلے اللہ کے اور اس کے رسول کے اور ڈرتا ہے اللہ سے اور بچ کر چلے اس سے، سو وہی لوگ ہیں مراد کو پہنچنے والے۔

۱۱. قُلْ اَطِیْعُوا اللّٰهَ وَاَطِیْعُوا الرَّسُوْلَ فَاِنْ تَوَلَّوْا فَاِنَّمَا عَلَیْهِ مَا حُمِّلَ وَعَلَیْكُمْ مَّا حُمِّلْتُمْ وَاِنْ تُطِیْعُوْهُ تَهْتَدُوْا وَمَا عَلَى الرَّسُوْلِ اِلَّا الْبَلٰغُ الْمُبِیْنُ وَعَدَ اللّٰهُ الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا مِنْكُمْ وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ لَیَسْتَخْلِفَنَّهُمْ فِی الْاَرْضِ كَمَا اسْتَخْلَفَ الَّذِیْنَ مِنْ قَبْلِهِمْ وَلَیُمَكِّنَنَّ لَهُمْ دِیْنَهُمُ الَّذِی ارْتَضٰى لَهُمْ وَلَیُبَدِّلَنَّهُمْ مِّنْ بَعْدِ خَوْفِهِمْ اَمْنًا یَعْبُدُوْنَنِیْ لَا یُشْرِكُوْنَ بِیْ شَیْـًٔا وَمَنْ كَفَرَ بَعْدَ ذٰلِكَ فَاُولٰٓئِكَ هُمُ الْفٰسِقُوْنَ وَاَقِیْمُوا الصَّلٰوةَ وَاٰتُوا الزَّكٰوةَ وَاَطِیْعُوا الرَّسُوْلَ لَعَلَّكُمْ تُرْحَمُوْنَ (النور. ۵۴تا۵۶)

ترجمہ:- تو کہہ حکم مانو اللہ کا اور حکم مانو رسول کا، پھر اگر تم منہ پھیرو گے تو اس کا ذمہ ہے جو بوجھ اس پر رکھا۔ اور تمہارا ذمہ ہے جو بوجھ تم پر رکھا۔ اور اگر اس کا کہا مانو تو راہ پاؤ گے۔ اور پیغام لانے والے کا ذمہ نہیں مگر پہنچا دینا کھول کر۔ وعدہ کر لیا اللہ نے ان لوگوں سے جو تم میں ایمان لائے ہیں اور کئے ہیں انہوں نے نیک کام، البتہ پیچھے حاکم کر دے گا ان کو ملک میں، : ما حاکم کیا تھا ان سے اگلوں کو اور جما دے گا ان کے لئے دین ان کا جو پسند کر دیا ان کے واسطے اور دے گا ان کو ان کے ڈر کے بدلے میں امن۔ میری بندگی کریں گے شریک نہ کریں گے میرا کسی کو۔ اور جو کوئی ناشکری کرے گا اس کے پیچھے سو وہی لوگ ہیں نافرمان اور قائم رکھو نماز اور دیتے رہو زکوٰۃ اور حکم پر چلو رسول کے تاکہ تم پر رحم ہو۔

۱۲. یٰٓاَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوا اتَّقُوا اللّٰهَ وَقُوْلُوْا قَوْلًا سَدِیْدًا یُّصْلِحْ لَكُمْ اَعْمَالَكُمْ وَیَغْفِرْ لَكُمْ ذُنُوْبَكُمْ وَمَنْ یُّطِعِ اللّٰهَ وَرَسُوْلَهٗ فَقَدْ فَازَ فَوْزًا عَظِیْمًا (الاحزاب. ۷۰. ۷۱)

ترجمہ:- اے ایمان والو! ڈرتے رہو اللہ سے اور کہو بات سیدھی، کہ سنوار دے تمہارے واسطے تمہارے کام اور بخش دے تم کو تمہارے گناہ اور جو کوئی کہنے پر چلا اللہ کے اور اس کے رسول کے، اس نے پائی بڑی مراد۔

۱۳. یٰٓاَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوا اسْتَجِیْبُوْا لِلّٰهِ وَلِلرَّسُوْلِ اِذَا دَعَاكُمْ لِمَا یُحْیِیْكُمْ وَاعْلَمُوْٓا اَنَّ اللّٰهَ یَحُوْلُ بَیْنَ الْمَرْءِ وَقَلْبِهٖ وَاَنَّهٗٓ اِلَیْهِ تُحْشَرُوْنَ (الانفال. ۲۴)

ترجمہ:- اے ایمان والو! حکم مانو اللہ کا اور رسول کا جس وقت بلائے تم کو اس کام کی طرف جس میں تمہاری زندگی ہے اور جان لو کہ اللہ روک لیتا ہے آدمی سے اس کے دل کو اور یہ کہ اسی کے پاس تم جمع ہو گے۔

۱۴. قُلْ اَطِیْعُوا اللّٰهَ وَالرَّسُوْلَ فَاِنْ تَوَلَّوْا فَاِنَّ اللّٰهَ لَا یُحِبُّ الْكٰفِرِیْنَ (ال عمران. ۳۲)

ترجمہ :- تو کہہ حکم مانو اللہ کا اور رسول کا، پھر اگر اعراض کریں تو اللہ کو محبت نہیں ہے کافروں سے۔

١٥ مَنْ يُّطِعِ الرَّسُوْلَ فَقَدْ اَطَاعَ اللّٰهَ وَمَنْ تَوَلّٰى فَمَآ اَرْسَلْنٰكَ عَلَيْهِمْ حَفِيْظًا (النسآء . ٨٠)

ترجمہ :- جس نے حکم مانا رسول کا، اس نے حکم مانا اللہ کا جو الٹا پھرا تو ہم نے تجھ کو نہیں بھیجا ان پر نگہبان۔

١٦ . وَمَنْ يُّطِعِ اللّٰهَ وَالرَّسُوْلَ فَاُولٰٓئِكَ مَعَ الَّذِيْنَ اَنْعَمَ اللّٰهُ عَلَيْهِمْ مِّنَ النَّبِيّٖنَ وَالصِّدِّيْقِيْنَ وَالشُّهَدَآءِ وَالصّٰلِحِيْنَ وَحَسُنَ اُولٰٓئِكَ رَفِيْقًا ذٰلِكَ الْفَضْلُ مِنَ اللّٰهِ وَكَفٰى بِاللّٰهِ عَلِيْمًا (النساء . ٦٩ . ٧٠)

ترجمہ :- اور جو کوئی حکم مانے اللہ کا اور اس کے رسول کا، سو وہ ان کے ساتھ ہیں جن پر اللہ نے انعام کیا کہ وہ نبی اور صدیق اور شہید اور نیک بخت ہیں اور اچھی ہے ان کی رفاقت۔ یہ فضل ہے اللہ کی طرف سے اور اللہ کافی ہے جاننے والا۔

١٧ . وَمَنْ يُّطِعِ اللّٰهَ وَرَسُوْلَهٗ يُدْخِلْهُ جَنّٰتٍ تَجْرِيْ مِنْ تَحْتِهَا الْاَنْهٰرُ خٰلِدِيْنَ فِيْهَا وَذٰلِكَ الْفَوْزُ الْعَظِيْمُ وَمَنْ يَّعْصِ اللّٰهَ وَرَسُوْلَهٗ وَيَتَعَدَّ حُدُوْدَهٗ يُدْخِلْهُ نَارًا خَالِدًا فِيْهَا وَلَهٗ عَذَابٌ مُّهِيْنٌ (النسآء . ١٣ . ١٤)

ترجمہ :- اور جو کوئی حکم پر چلے اللہ کے اور رسول کے اس کو داخل کرے گا جنتوں میں، جن کے نیچے بہتی ہیں نہریں، ہمیشہ رہیں گے ان میں اور یہی ہے بڑی مراد ملنی۔ اور جو کوئی نافرمانی کرے اللہ کی اور اس کے رسول کی اور نکل جاوے اس کی حدوں سے، ڈالے گا اس کو آگ میں ہمیشہ رہے گا اس میں اور اس کے لئے ذلت کا عذاب ہے۔

١٨ . يَسْئَلُوْنَكَ عَنِ الْاَنْفَالِ قُلِ الْاَنْفَالُ لِلّٰهِ وَالرَّسُوْلِ فَاتَّقُوا اللّٰهَ وَاَصْلِحُوْا ذَاتَ بَيْنِكُمْ وَاَطِيْعُوا اللّٰهَ وَرَسُوْلَهٗٓ اِنْ كُنْتُمْ مُّؤْمِنِيْنَ اِنَّمَا الْمُؤْمِنُوْنَ الَّذِيْنَ اِذَا ذُكِرَ اللّٰهُ وَجِلَتْ قُلُوْبُهُمْ وَاِذَا تُلِيَتْ عَلَيْهِمْ اٰيٰتُهٗ زَادَتْهُمْ اِيْمَانًا وَّعَلٰى رَبِّهِمْ يَتَوَكَّلُوْنَ الَّذِيْنَ يُقِيْمُوْنَ الصَّلٰوةَ وَمِمَّا رَزَقْنٰهُمْ يُنْفِقُوْنَ اُولٰٓئِكَ هُمُ الْمُؤْمِنُوْنَ حَقًّا لَهُمْ دَرَجٰتٌ عِنْدَ رَبِّهِمْ وَمَغْفِرَةٌ وَّرِزْقٌ كَرِيْمٌ . (الانفال ١ تا ٤)

ترجمہ :- تجھ سے پوچھتے ہیں حکم غنیمت کا۔ تو کہہ دے کہ مال غنیمت اللہ کا ہے اور رسول کا، سو ڈرو اللہ سے اور صلح کرو آپس میں اور حکم مانو اللہ کا اور اس کے رسول کا اگر ایمان رکھتے ہو۔ ایمان والے وہی ہیں کہ جب نام آئے اللہ کا تو ڈر جائیں ان کے دل اور جب پڑھا جائے ان پر اس کا کلام تو زیادہ ہو جاتا ہے ان کا ایمان۔ اور وہ اپنے رب پر بھروسہ رکھتے

ہیں۔ وہ لوگ جو کہ قائم رکھتے ہیں نماز کو اور ہم نے جوان کو روزی دی ہے اس میں سے خرچ کرتے ہیں۔ وہی ہیں سچے ایمان والے۔ ان کے لئے درجے ہیں اپنے رب کے پاس اور معافی اور روزی عزت کی۔

۱۹. وَالْمُؤْمِنُوْنَ وَالْمُؤْمِنٰتُ بَعْضُهُمْ اَوْلِيَآءُ بَعْضٍ يَاْمُرُوْنَ بِالْمَعْرُوْفِ وَيَنْهَوْنَ عَنِ الْمُنْكَرِ وَيُقِيْمُوْنَ الصَّلٰوةَ وَيُؤْتُوْنَ الزَّكٰوةَ وَيُطِيْعُوْنَ اللّٰهَ وَرَسُوْلَهٗ اُولٰٓئِكَ سَيَرْحَمُهُمُ اللّٰهُ اِنَّ اللّٰهَ عَزِيْزٌ حَكِيْمٌ (التوبة . ۷۱)

ترجمہ :- اور ایمان والے مرد اور ایمان والی عورتیں ایک دوسرے کی مددگار ہیں، سکھلاتے ہیں نیک بات اور منع کرتے ہیں بری بات سے اور قائم رکھتے ہیں نماز اور دیتے ہیں زکوٰۃ اور حکم پر چلتے ہیں اللہ کے اور اس کے رسول کے، وہی لوگ ہیں جن پر رحم کرے گا اللہ۔ بیشک اللہ زبردست ہے حکمت والا۔

۲۰. قُلْ اِنْ كُنْتُمْ تُحِبُّوْنَ اللّٰهَ فَاتَّبِعُوْنِيْ يُحْبِبْكُمُ اللّٰهُ وَيَغْفِرْ لَكُمْ ذُنُوْبَكُمْ وَاللّٰهُ غَفُوْرٌ رَّحِيْمٌ (ال عمران . ۳۱)

ترجمہ :- تو کہہ اگر تم محبت رکھتے ہو اللہ کی۔ تو میری راہ چلو۔ تاکہ محبت کرے تم سے اللہ اور بخشے گناہ تمہارے اور اللہ بخشنے والا مہربان ہے۔

۲۱. لَقَدْ كَانَ لَكُمْ فِيْ رَسُوْلِ اللّٰهِ اُسْوَةٌ حَسَنَةٌ لِّمَنْ كَانَ يَرْجُو اللّٰهَ وَالْيَوْمَ الْاٰخِرَ وَذَكَرَ اللّٰهَ كَثِيْرًا (الاحزاب . ۲۱)

ترجمہ :- تمہارے لئے بھلی تھی سیکھنی رسول اللہ کی چال۔ اس کے لئے جو کوئی امید رکھتا ہے اللہ کی اور پچھلے دن کی اور یاد کرتا ہے اللہ کو بہت سا۔

۲۲. وَمَآ اٰتٰكُمُ الرَّسُوْلُ فَخُذُوْهُ وَمَا نَهٰكُمْ عَنْهُ فَانْتَهُوْا (الحشر . ۷)

ترجمہ :- اور جو دے تم کو رسول، سو لے لو اور جس سے منع کرے، سو چھوڑ دو۔

نبی کریم ﷺ کی اطاعت اور آپ کے اتباع اور آپ کے خلفاء رضی اللہ عنہم کے اتباع کے بارے میں احادیث

حضرت ابو ہریرہؓ حضور اقدس ﷺ کا ارشاد نقل فرماتے ہیں کہ جس نے میری اطاعت کی اس نے اللہ کی اطاعت کی۔ جس نے میری نافرمانی کی اس نے اللہ کی نافرمانی کی اور جس نے میرے امیر کی اطاعت کی اس نے میری اطاعت کی۔ اور جس نے میرے امیر کی نافرمانی کی اس نے میری نافرمانی کی۔ [1]

حضرت ابو ہریرہؓ حضور اقدس ﷺ کا ارشاد نقل فرماتے ہیں کہ میری ساری امت جنت میں داخل ہو گی لیکن جو انکار کرے گا۔ (وہ جنت میں داخل نہیں ہو گا) عرض کیا گیا اور کون انکار کرے گا۔ آپ نے فرمایا جس نے میری اطاعت کی وہ جنت میں داخل ہو گا اور جس نے میری نافرمانی کی اس نے انکار کیا۔ [2]

حضرت جابرؓ ارشاد فرماتے ہیں کہ چند فرشتے نبی کریم ﷺ کے پاس آئے اور آپ سو رہے تھے۔ ان فرشتوں نے (آپس میں) کہا کہ تمہارے اس ساتھی کے لئے ایک مثال ہے اس مثال کو بیان کرو۔ بعض فرشتوں نے کہا کہ یہ سو رہے ہیں اور بعض فرشتوں نے کہا کہ ان کی آنکھیں سوتی ہیں اور دل بیدار رہتا ہے تو فرشتوں نے کہا کہ ان کی مثال اس آدمی جیسی ہے کہ جس نے ایک گھر بنایا اور اس گھر میں کھانے کی ایک دعوت کا انتظام کیا اور ایک بلانے والے کو بھیجا تو جس نے اس بلانے والے کی بات نہ مانی نہ وہ گھر میں داخل ہوا۔ اور نہ اس دعوت میں سے کھایا پھر فرشتوں نے کہا کہ اس مثال کا مطلب ان کے سامنے بیان کرو۔ اس پر بعض فرشتوں نے کہا یہ تو سو رہے ہیں اور بعض نے کہا کہ ان کی آنکھیں سوتی ہیں اور دل بیدار رہتا ہے تب فرشتوں نے یہ مطلب بیان کیا کہ وہ گھر جنت ہے اور بلانے والے محمد ﷺ ہیں لہذا جس نے محمد ﷺ کی اطاعت کی اس نے اللہ کی اطاعت کی اور جس نے محمد ﷺ کی نافرمانی کی اس نے اللہ کی نافرمانی کی اور محمد ﷺ کی وجہ سے لوگوں کی دو قسمیں ہو گئیں (جس نے آپ کی مانی اس نے اللہ کی مانی اور جنت میں جائے گا اور جس نے آپ کی نہ مانی اس نے اللہ کی نہ مانی اور

---

[1] بخاری [2] بخاری کذافی الجامع (ج ۲ ص ۲۳۳)

وہ جنت میں نہیں جائے گا)۔ ۱؎

حضرت ابو موسیٰؓ حضور اقدس ﷺ کا ارشاد نقل فرماتے ہیں کہ میری اور اس دین کی مثال جس کو دیکر اللہ تعالیٰ نے مجھے بھیجا ہے اس آدمی جیسی ہے جو اپنی قوم کے پاس آیا اور کہا کہ اے میری قوم! میں نے اپنی آنکھوں سے (دشمن کے بڑے) لشکر کو (تمہاری طرف آتے ہوئے) دیکھا ہے میں تم کو بے غرض ہو کر ڈرا رہا ہوں لہذا (یہاں سے بھاگنے میں) جلدی کرو جلدی کرو چنانچہ اس کی قوم میں سے کچھ لوگوں نے اس کی بات مان لی اور سر شام چل دیئے اور آرام سے چلتے رہے اور وہ تو بچ گئے اور اس قوم میں سے کچھ لوگوں نے اسے جھوٹا سمجھا اور وہیں ٹھہرے رہے تو دشمن کے لشکر نے ان پر صبح صبح حملہ کر کے ہلاک کر دیا اور ان کو بالکل ختم کر دیا۔ یہ مثال ہے ان لوگوں کی جنہوں نے میری بات مانی اور جو دین حق میں لے کر آیا اس پر عمل کیا اور ان لوگوں کی جنہوں نے میری نافرمانی کی اور جو دین حق لے کر میں آیا اس کو جھٹلایا۔ ۲؎

حضرت عبداللہ بن عمروؓ حضور اقدس ﷺ کا ارشاد نقل فرماتے ہیں کہ جو کچھ بنی اسرائیل پر آیا وہ سب کچھ میری امت پر ضرور آئے گا۔ (اور دونوں میں ایسی مماثلت ہو گی) جیسے کہ دونوں جوتے ایک دوسرے کے برابر کئے جاتے ہیں۔ یہاں تک کہ اگر بنی اسرائیل میں سے کسی نے اپنی ماں کے ساتھ کھلم کھلا زنا کیا ہو گا تو میری امت میں بھی ایسا شخص ہو گا جو اس کام کو کرے گا اور بنی اسرائیل بہتر فرقوں میں تقسیم ہو گئے تھے میری امت تہتر فرقوں میں تقسیم ہو جائے گی اور ایک فرقہ کے علاوہ باقی تمام فرقے جہنم میں جائیں گے۔ صحابہؓ نے عرض کیا یا رسول اللہ وہ ایک فرقہ کونسا ہو گا؟ آپ نے فرمایا جو اس راستے پر چلے جس پر میں اور میرے صحابہؓ ہیں۔ ۳؎

حضرت عرباض بن ساریہؓ فرماتے ہیں کہ ایک دن حضور اقدس ﷺ نے ہمیں نماز پڑھائی۔ اور پھر اپنے چہرہ انور کے ساتھ ہم لوگوں کی طرف متوجہ ہوئے اور ایسا موثر وعظ بیان فرمایا کہ جس سے آنکھوں ... آنسو جاری ہو گئے اور دل کانپ گئے۔ ایک شخص نے عرض کیا یا رسول اللہ آپ کا یہ وعظ ایسا معلوم ہوتا ہے جیسا کہ جانے والے کا (آخری) وعظ ہوا کرتا ہے۔ لہذا آپ ہمیں کن خاص باتوں کی تاکید فرماتے ہیں۔ آپ نے فرمایا میں تمہیں اس بات کی وصیت کرتا ہوں کہ اللہ سے ڈرو اور امیر کی بات سنو اور مانو اگرچہ وہ حبشی غلام ہو

۱؎ بخاری واخرج الدارمی عن ربیعۃ الجرشی بمعناہ کما فی المشکوٰۃ (ص ۲۱)

۲؎ بخاری ومسلم ۳؎ ترمذی

کیونکہ تم میں سے میرے بعد جو بھی زندہ رہے گا وہ بہت سے اختلافات دیکھے گا تو ایسی صورت میں میری اور ہدایت یافتہ خلفائے راشدین کی سنت پر عمل کرتے رہنا اور اسے تھامے رکھنا اور دانتوں سے مضبوط پکڑے رکھنا اور نئی نئی باتوں سے بچنا کیونکہ ہر نئی بات بدعت ہے اور ہر بدعت گمراہی ہے۔[1]

حضرت عمرؓ حضور اکرم ﷺ کا ارشاد نقل فرماتے ہیں کہ میں نے اپنے رب سے اپنے بعد صحابہؓ میں ہونے والے اختلاف کے بارے میں پوچھا تو اللہ تعالیٰ نے میرے پاس یہ وحی بھیجی کہ اے محمد! آپ کے صحابہؓ میرے نزدیک آسمان کے ستاروں کی مانند ہیں۔ ہر ستارے میں نور ہے لیکن بعض ستارے دوسروں سے زیادہ روشن ہیں۔ جب صحابہؓ کی کسی امر کے بارے میں رائے مختلف ہو جائے تو جو آدمی ان میں سے کسی بھی ایک کی رائے پر عمل کرلے گا وہ میرے نزدیک ہدایت پر ہے اور آپ نے فرمایا میرے صحابہؓ ستاروں کی مانند ہیں جس کی بھی اقتداء کروگے ہدایت پاجاؤ گے۔[2]

حضرت حذیفہؓ حضور اقدس ﷺ کا ارشاد نقل فرماتے ہیں کہ مجھے معلوم نہیں ہے کہ میں تم میں کتنا عرصہ رہوں گا اور حضرت ابوبکرؓ اور حضرت عمرؓ کی طرف اشارہ کرتے ہوئے فرمایا کہ میرے بعد ان دونوں کی اقتداء کرنا اور عمار کی سیرت اپناؤ اور ابن مسعود تمہیں جو بھی بتائیں اسے سچا مانو۔[3]

حضرت بلال بن حارث مزنیؓ حضور اقدس ﷺ کا ارشاد نقل فرماتے ہیں کہ جس نے میرے بعد میری کسی مٹی ہوئی سنت کو زندہ کیا تو جتنے لوگ اس سنت پر عمل کریں گے ان سب کے برابر اسے اجر ملے گا اور اس سے ان لوگوں کے اجر میں کوئی کمی نہیں آئے گی اور جس نے گمراہی کا کوئی ایسا طریقہ ایجاد کیا جس سے اللہ اور اس کے رسول کبھی راضی نہیں ہو سکتے تو جتنے لوگ اس طریقہ پر عمل کریں گے ان سب کے برابر اسے گناہ ہوگا اور اس سے ان لوگوں کے گناہ میں کوئی کمی نہیں آئے گی۔[4]

حضرت عمرو بن عوفؓ حضور اقدس ﷺ کا ارشاد نقل فرماتے ہیں کہ دین حجاز کی طرف ایسے سمٹ آئے گا جیسے کہ سانپ اپنے بل کی طرف سمٹ آتا ہے اور دین حجاز میں اپنی جگہ اس طرح ضرور بنالے گا جس طرح پہاڑی بکری (شیر کے ڈر کی وجہ سے) پہاڑی کی چوٹی پر اپنی جگہ بناتی ہے۔ دین شروع میں اجنبی تھا اور عنقریب پھر پہلے کی طرح اجنبی

---

[1] ترمذی ابو داؤد واللفظ لہ
[2] رزین کذافی جمع الفوائد (ج ۲ ص ۲۰۱)
[3] ترمذی
[4] ترمذی واخرج ابن ماجۃ ایضا نحوہ عن کثیر بن عبداللہ بن عمرو عن ابیہ عن جدہ

ہو جائے گا۔ لہذا ان لوگوں کے لئے خوشخبری ہے جن کو دین کی وجہ سے اجنبی سمجھا جائے اور یہ وہ لوگ ہیں جو میرے بعد میری جس سنت کو لوگ بگاڑ دیں یہ اس سنت کو ٹھیک کر دیتے ہیں۔[1]

حضرت انسؓ فرماتے ہیں کہ حضور اقدس ﷺ نے مجھے ارشاد فرمایا کہ اے میرے بیٹے! اگر تم ہر وقت اپنے دل کی یہ کیفیت بنا سکتے ہو کہ اس میں کسی کے بارے میں ذرا بھی کھوٹ نہ ہو تو ضرور ایسے کرو پھر آپ نے فرمایا اے میرے بیٹے یہ میری سنت میں سے ہے اور جس نے میری سنت سے محبت کی اس نے مجھ سے محبت کی اور جس نے مجھ سے محبت کی وہ میرے ساتھ جنت میں ہو گا۔[2]

حضرت ابن عباسؓ حضور اقدس ﷺ کا ارشاد نقل فرماتے ہیں کہ میری امت کے بگڑنے کے وقت جس نے میری سنت کو مضبوطی سے تھامے رکھا اسے سو شہیدوں کا ثواب ملے گا یہ روایت بیہقی کی ہے اور طبرانی میں یہ روایت حضرت ابو ہریرہؓ سے مروی ہے اور اس میں یہ ہے کہ اسے ایک شہید کا ثواب ملے گا۔[3]

حضرت ابو ہریرہؓ حضور اقدس ﷺ کا ارشاد نقل فرماتے ہیں کہ میری امت کے بگڑنے کے وقت، میری سنت کو مضبوطی سے تھامنے والے کو ایک شہید کا اجر ملے گا۔[4] حضرت ابو ہریرہؓ حضور اقدس ﷺ کا ارشاد نقل فرماتے ہیں کہ میری امت کے اختلاف کے وقت میری سنت کو مضبوطی سے تھامنے والا ہاتھ میں چنگاری لینے والے کی طرح ہو گا۔[5]

حضرت انسؓ حضور اقدس ﷺ کا ارشاد نقل فرماتے ہیں کہ جو میری سنت سے اعراض کرے اس کا میرے سے کوئی تعلق نہیں ہے یہ روایت مسلم کی ہے اور ابن عساکر میں یہ روایت حضرت ابن عمرؓ سے مروی ہے۔ اور اس کے شروع میں یہ الفاظ بھی ہیں کہ جس نے میری سنت پر عمل کیا اس کا مجھ سے تعلق ہے۔

حضرت عائشہؓ حضور اقدس ﷺ کا ارشاد نقل فرماتی ہیں کہ جس نے سنت کو مضبوطی سے تھاما وہ جنت میں داخل ہو گا۔[6]

حضرت انسؓ حضور اقدس ﷺ کا ارشاد نقل فرماتے ہیں کہ جس نے میری سنت کو زندہ کیا اس نے مجھ سے محبت کی اور جس نے مجھ سے محبت کی وہ میرے ساتھ جنت میں ہو گا۔[7]

---

[1] ترمذی [2] ترمذی [3] کذافی ترغیب (ج ۱ ص ٤٤) [4] طبرانی وابو نعیم فی الحلیة
[5] کذافی کنز العمال (ج ۱ ص ٤٧) [6] ودارقطنی [7] سجزی

نبی کریم ﷺ اور صحابہ کرامؓ کے بارے میں قرآنی آیات

۱۔ مَا كَانَ مُحَمَّدٌ اَبَآ اَحَدٍ مِّنْ رِّجَالِكُمْ وَلٰكِنْ رَّسُوْلَ اللّٰهِ وَخَاتَمَ النَّبِيّٖنَ ؕ وَكَانَ اللّٰهُ بِكُلِّ شَيْءٍ عَلِيْمًا (الاحزاب۔ ۴۰)

ترجمہ:- محمد (ﷺ) باپ نہیں کسی کا تمہارے مردوں میں سے لیکن رسول ہے اللہ کا اور مہر سب نبیوں پر، اور ہے اللہ سب چیزوں کو جاننے والا۔

۲۔ يٰٓاَيُّهَا النَّبِيُّ اِنَّآ اَرْسَلْنٰكَ شَاهِدًا وَّمُبَشِّرًا وَّنَذِيْرًا ۙ وَّدَاعِيًا اِلَى اللّٰهِ بِاِذْنِهٖ وَسِرَاجًا مُّنِيْرًا (الاحزاب۔ ۴۴۔۴۵)

ترجمہ:- اے نبی! ہم نے تجھ کو بھیجا بتانے والا اور خوشخبری سنانے والا اور ڈرانے والا اور بلانے والا اللہ کی طرف اس کے حکم سے اور چمکتا ہوا چراغ۔

۳۔ اِنَّآ اَرْسَلْنٰكَ شَاهِدًا وَّمُبَشِّرًا وَّنَذِيْرًا ۙ لِّتُؤْمِنُوْا بِاللّٰهِ وَرَسُوْلِهٖ وَتُعَزِّرُوْهُ وَتُوَقِّرُوْهُ ؕ وَتُسَبِّحُوْهُ بُكْرَةً وَّاَصِيْلًا (الفتح ۸۔۹)

ترجمہ:- ہم نے تجھ کو بھیجا احوال بتانے والا اور خوشی اور ڈر سنانے والا تاکہ تم لوگ یقین لاؤ اللہ پر اور اس کے رسول پر اور اس کی مدد کرو اور اس کی عظمت رکھو اور اس کی پاکی بولتے رہو صبح اور شام۔

۴۔ اِنَّآ اَرْسَلْنٰكَ بِالْحَقِّ بَشِيْرًا وَّنَذِيْرًا ۙ وَّلَا تُسْـَٔلُ عَنْ اَصْحٰبِ الْجَحِيْمِ (البقرة۔ ۱۱۹)

ترجمہ:- بیشک ہم نے تجھ کو بھیجا ہے سچا دین دے کر، خوشخبری دینے والا اور ڈرانے والا اور تجھ سے پوچھ نہیں دوزخ میں رہنے والوں کی۔

۵۔ اِنَّآ اَرْسَلْنٰكَ بِالْحَقِّ بَشِيْرًا وَّنَذِيْرًا ؕ وَاِنْ مِّنْ اُمَّةٍ اِلَّا خَلَا فِيْهَا نَذِيْرٌ (فاطر ۲۴)

ترجمہ:- ہم نے بھیجا ہے تجھ کو سچا دین دے کر خوشی اور ڈر سنانے والا اور کوئی فرقہ نہیں جس میں نہیں ہو چکا کوئی ڈر سنانے والا۔

۶۔ وَمَآ اَرْسَلْنٰكَ اِلَّا كَآفَّةً لِّلنَّاسِ بَشِيْرًا وَّنَذِيْرًا وَّلٰكِنَّ اَكْثَرَ النَّاسِ لَا يَعْلَمُوْنَ (سبا۔ ۲۸)

ترجمہ:- اور تجھ کو جو ہم نے بھیجا سو سارے لوگوں کے واسطے خوشی اور ڈر سنانے کو لیکن بہت لوگ نہیں سمجھتے۔

۷۔ وَمَآ اَرْسَلْنٰكَ اِلَّا مُبَشِّرًا وَّنَذِيْرًا (الفرقان۔ ۵۶)

ترجمہ:- اور تجھ کو ہم نے بھیجا یہی خوشی اور ڈر سنانے کے لئے۔

۸۔ وَمَآ اَرْسَلْنٰكَ اِلَّا رَحْمَةً لِّلْعٰلَمِيْنَ (الانبیاء۔ ۱۰۷)

ترجمہ اور تجھ کو جو ہم نے بھیجا۔ سو مہربانی کر جہان کے لوگوں پر۔

۹. هُوَ الَّذِيٓ اَرْسَلَ رَسُوْلَهٗ بِالْهُدٰى وَدِيْنِ الْحَقِّ لِيُظْهِرَهٗ عَلَى الدِّيْنِ كُلِّهٖ وَلَوْ كَرِهَ الْمُشْرِكُوْنَ (التوبة . ۳۳)

ترجمہ :- اسی نے بھیجا اپنے رسول کو ہدایت اور سچا دین دے، کر تاکہ اس کو غلبہ دے ہر دین پر اور پڑے برا مانیں مشرک۔

۱۰. وَيَوْمَ نَبْعَثُ فِيْ كُلِّ اُمَّةٍ شَهِيْدًا عَلَيْهِمْ مِّنْ اَنْفُسِهِمْ وَجِئْنَا بِكَ شَهِيْدًا عَلٰى هٰٓؤُلَآءِ وَنَزَّلْنَا عَلَيْكَ الْكِتٰبَ تِبْيَانًا لِّكُلِّ شَيْءٍ وَّهُدًى وَّرَحْمَةً وَّبُشْرٰى لِلْمُسْلِمِيْنَ (النحل . ۸۹)

ترجمہ :- اور جس دن کھڑا کریں گے ہم ہر فرقہ میں ایک بتلانے والا انپر انہی میں کا اور تجھ کو لائیں بتلانے کو ان لوگوں پر اور اتاری ہم نے تجھ پر کتاب کھلا بیان ہر چیز کا اور ہدایت اور رحمت اور خوشخبری حکم ماننے والوں کے لئے۔

۱۱. وَكَذٰلِكَ جَعَلْنٰكُمْ اُمَّةً وَّسَطًا لِّتَكُوْنُوْا شُهَدَآءَ عَلَى النَّاسِ وَيَكُوْنَ الرَّسُوْلُ عَلَيْكُمْ شَهِيْدًا . (البقرہ ۱۴۳)

ترجمہ :- اور اسی طرح کیا ہم نے تم کو امت معتدل، تاکہ ہو تم گواہ لوگوں پر، اور ہو رسول تم پر گواہی دینے والا۔

۱۲. قَدْ اَنْزَلَ اللّٰهُ اِلَيْكُمْ ذِكْرًا رَّسُوْلًا يَّتْلُوْا عَلَيْكُمْ اٰيٰتِ اللّٰهِ مُبَيِّنٰتٍ لِّيُخْرِجَ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ مِنَ الظُّلُمٰتِ اِلَى النُّوْرِ وَمَنْ يُّؤْمِنْ بِاللّٰهِ وَيَعْمَلْ صَالِحًا يُّدْخِلْهُ جَنّٰتٍ تَجْرِيْ مِنْ تَحْتِهَا الْاَنْهٰرُ خٰلِدِيْنَ فِيْهَآ اَبَدًا قَدْ اَحْسَنَ اللّٰهُ لَهٗ رِزْقًا (الطلاق ۱۰ . ۱۱)

ترجمہ :- بیشک اللہ نے اتاری ہے تم پر نصیحت، رسول ہے جو پڑھ کر سناتا ہے تم کو اللہ کی آیتیں، کھول کر سنانے والی تاکہ نکالے ان لوگوں کو جو کہ یقین لائے اور کئے بھلے کام، اندھیروں سے اجالے میں اور جو کوئی یقین لائے اللہ پر اور کرے کچھ بھلائی، اس کو داخل کرے باغوں میں، نیچے بہتی ہیں جن کی نہریں، سدا رہیں ان میں ہمیشہ، البتہ خوب دی اللہ نے اس کو روزی۔

۱۳. لَقَدْ مَنَّ اللّٰهُ عَلَى الْمُؤْمِنِيْنَ اِذْ بَعَثَ فِيْهِمْ رَسُوْلًا مِّنْ اَنْفُسِهِمْ يَتْلُوْا عَلَيْهِمْ اٰيٰتِهٖ وَيُزَكِّيْهِمْ وَيُعَلِّمُهُمُ الْكِتٰبَ وَالْحِكْمَةَ وَاِنْ كَانُوْا مِنْ قَبْلُ لَفِيْ ضَلٰلٍ مُّبِيْنٍ (ال عمران ۱۶۴)

ترجمہ :- اللہ نے احسان کیا ایمان والوں پر جو بھیجا ان میں رسول ان ہی میں کا، پڑھتا ہے ان پر آیتیں اس کی، اور پاک کرتا ہے ان کو یعنی شرک وغیرہ سے اور سکھلاتا ہے ان کو کتاب، اور کام کی بات، اور وہ تو پہلے سے صریح گمراہی میں تھے۔

۱۴. كَمَآ اَرْسَلْنَا فِيْكُمْ رَسُوْلاً مِّنْكُمْ يَتْلُوْا عَلَيْكُمْ اٰيٰتِنَا وَيُزَكِّيْكُمْ وَيُعَلِّمُكُمُ الْكِتٰبَ وَالْحِكْمَةَ وَيُعَلِّمُكُمْ مَّا لَمْ تَكُوْنُوْا تَعْلَمُوْنَ فاذكروني اذكركم واشكروا لي ولا تكفرون

(البقرة . ۱۵۱ . ۱۲۸)

ترجمہ :- جیسا کہ بھیجا ہم نے تم میں رسول تم ہی میں کا، پڑھتا ہے تمہارے آگے آیتیں ہماری، اور پاک کرتا ہے تم کو، اور سکھلاتا ہے تم کو کتاب، اور اس کے اسرار، اور سکھاتا ہے تم کو جو تم نہ جانتے تھے۔ سو تم یاد رکھو مجھ کو میں یاد رکھوں تم کو اور احسان مانو میرا اور ناشکری مت کرو۔

۱۵ . لَقَدْ جَآءَكُمْ رَسُوْلٌ مِّنْ اَنْفُسِكُمْ عَزِيْزٌ عَلَيْهِ مَا عَنِتُّمْ حَرِيْصٌ عَلَيْكُمْ بِالْمُؤْمِنِيْنَ رَؤُفٌ رَّحِيْمٌ (التوبة . ۱۲۸)

ترجمہ :- آیا ہے تمہارے پاس رسول تم میں کا، بھاری ہے اس پر جو تم کو تکلیف پہنچے، حریص ہے تمہاری بھلائی پر، ایمان والوں پر نہایت شفیق مہربان ہے۔

۱۶. فَبِمَا رَحْمَةٍ مِّنَ اللّٰهِ لِنْتَ لَهُمْ وَلَوْ كُنْتَ فَظًّا غَلِيْظَ الْقَلْبِ لَا انْفَضُّوْا مِنْ حَوْلِكَ فَاعْفُ عَنْهُمْ وَاسْتَغْفِرْ لَهُمْ وَشَاوِرْهُمْ فِي الْاَمْرِ فَاِذَا عَزَمْتَ فَتَوَكَّلْ عَلَى اللّٰهِ اِنَّ اللّٰهَ يُحِبُّ الْمُتَوَكِّلِيْنَ (آل عمران ۱۵۹)

ترجمہ :- سو کچھ اللہ ہی کی رحمت ہے جو تو نرم دل مل گیا ان کو، اور اگر تو ہوتا تند خو سخت دل، تو متفرق ہو جاتے تیرے پاس سے، سو تو ان کو معاف کر، اور ان کے واسطے بخشش مانگ، اور ان سے مشورہ لے کام میں، پھر جب قصد کر چکا تو اس کام کا تو پھر بھروسہ کر اللہ پر، اللہ کو محبت ہے توکل والوں سے۔

۱۷. اِلَّا تَنْصُرُوْهُ فَقَدْ نَصَرَهُ اللّٰهُ اِذْ اَخْرَجَهُ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا ثَانِيَ اثْنَيْنِ اِذْ هُمَا فِي الْغَارِ اِذْ يَقُوْلُ لِصَاحِبِهِ لَا تَحْزَنْ اِنَّ اللّٰهَ مَعَنَا فَاَنْزَلَ اللّٰهُ سَكِيْنَتَهُ عَلَيْهِ وَاَيَّدَهُ بِجُنُوْدٍ لَّمْ تَرَوْهَا وَجَعَلَ كَلِمَةَ الَّذِيْنَ كَفَرُوا السُّفْلٰى وَكَلِمَةُ اللّٰهِ هِيَ الْعُلْيَا وَاللّٰهُ عَزِيْزٌ حَكِيْمٌ (التوبة . ۴۰)

ترجمہ :- اگر تم مدد کرو گے رسول کی، تو اس کی مدد کی ہے اللہ نے، جس وقت اس کو نکالا تھا کافروں نے، کہ وہ دوسرا تھا دو میں کا، جب وہ کہہ رہا تھا اپنے رفیق سے، تو غم نہ کھا، بیشک اللہ ہمارے ساتھ ہے۔ پھر اللہ نے اتار دی اپنی طرف سے اس پر تسکین اور اس کی مدد کو وہ فوجیں بھیجیں کہ تم نے نہیں دیکھیں اور نیچے ڈالی بات کافروں کی اور اللہ کی بات ہمیشہ اوپر ہے اور اللہ زبردست ہے حکمت والا۔

۱۸. مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰهِ وَالَّذِيْنَ مَعَهٗ اَشِدَّآءُ عَلَى الْكُفَّارِ رُحَمَآءُ بَيْنَهُمْ تَرٰهُمْ رُكَّعًا سُجَّدًا يَّبْتَغُوْنَ فَضْلاً مِّنَ اللّٰهِ وَرِضْوَانًا سِيْمَاهُمْ فِيْ وُجُوْهِهِمْ مِّنْ اَثَرِ السُّجُوْدِ ذٰلِكَ مَثَلُهُمْ

فِی التَّوْرٰىةِ وَمَثَلُهُمْ فِی الْاِنْجِیْلِ (قف) كَزَرْعٍ اَخْرَجَ شَطْـَٔهٗ فَاٰزَرَهٗ فَاسْتَغْلَظَ فَاسْتَوٰى عَلٰى سُوْقِهٖ یُعْجِبُ الزُّرَّاعَ لِیَغِیْظَ بِهِمُ الْكُفَّارَ وَعَدَ اللّٰهُ الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ مِنْهُمْ مَّغْفِرَةً وَّاَجْرًا عَظِیْمًا (الفتح . ۲۹)

ترجمہ :- محمد (ﷺ) رسول اللہ کا، اور جو لوگ اس کے ساتھ ہیں، زور آور ہیں کافروں پر، نرم دل ہیں آپس میں، تو دیکھے ان کو رکوع میں اور سجدہ میں، ڈھونڈتے ہیں اللہ کا فضل اور اس کی خوشی، نشانی ان کی ان کے منہ پر ہے سجدہ کے اثر سے، یہ شان ہے ان کی تورات میں اور مثال ان کی انجیل میں، جیسے کھیتی نے نکالا اپنا پٹھا، پھر اس کی کمر مضبوط کی، پھر موٹا ہوا، پھر کھڑا ہو گیا اپنی نال پر، خوش لگتا ہے کھیتی والوں کو، تاکہ جلائے ان سے جی کافروں کا۔ وعدہ کیا ہے اللہ نے ان سے جو یقین لائے ہیں اور کئے ہیں بھلے کام، معافی کا اور بڑے ثواب کا۔

۱۹ . اَلَّذِیْنَ یَتَّبِعُوْنَ الرَّسُوْلَ النَّبِیَّ الْاُمِّیَّ الَّذِیْ یَجِدُوْنَهٗ مَكْتُوْبًا عِنْدَهُمْ فِی التَّوْرٰىةِ وَالْاِنْجِیْلِ یَاْمُرُهُمْ بِالْمَعْرُوْفِ وَیَنْهٰىهُمْ عَنِ الْمُنْكَرِ وَیُحِلُّ لَهُمُ الطَّیِّبٰتِ وَیُحَرِّمُ عَلَیْهِمُ الْخَبٰٓىِٕثَ وَیَضَعُ عَنْهُمْ اِصْرَهُمْ وَالْاَغْلٰلَ الَّتِیْ كَانَتْ عَلَیْهِمْ فَالَّذِیْنَ اٰمَنُوْا بِهٖ وَعَزَّرُوْهُ وَنَصَرُوْهُ وَاتَّبَعُوا النُّوْرَ الَّذِیْۤ اُنْزِلَ مَعَهٗۤ اُولٰٓىِٕكَ هُمُ الْمُفْلِحُوْنَ (الاعراف . ۱۵۷)

ترجمہ :- وہ لوگ جو پیروی کرتے ہیں اس رسول کی جو نبی امی ہے، کہ جس کو پاتے ہیں لکھا ہوا اپنے پاس توریت اور انجیل میں وہ حکم کرتا ہے ان کو نیک کام کا اور منع کرتا ہے برے کام سے اور حلال کرتا ہے ان کے لئے سب پاک چیزیں، اور اتارتا ہے ان پر سے ان کے بوجھ، اور وہ قیدیں جو ان پر تھیں۔ سو جو لوگ اس پر ایمان لائے۔ اور اس کی رفاقت کی، اور اس کی مدد کی، اور تابع ہوئے اس نور کے جو اس کے ساتھ اترا ہے، وہی لوگ پہنچے اپنی مراد کو۔

اللہ تبارک و تعالیٰ کا نبی کریم ﷺ کے صحابہؓ اجمعین کے بارے میں فرمان

۱ . لَقَدْ تَّابَ اللّٰهُ عَلَى النَّبِیِّ وَالْمُهٰجِرِیْنَ وَالْاَنْصَارِ الَّذِیْنَ اتَّبَعُوْهُ فِیْ سَاعَةِ الْعُسْرَةِ مِنْۢ بَعْدِ مَا كَادَ یَزِیْغُ قُلُوْبُ فَرِیْقٍ مِّنْهُمْ ثُمَّ تَابَ عَلَیْهِمْ اِنَّهٗ بِهِمْ رَءُوْفٌ رَّحِیْمٌ وَّعَلَى الثَّلٰثَةِ الَّذِیْنَ خُلِّفُوْا حَتّٰۤى اِذَا ضَاقَتْ عَلَیْهِمُ الْاَرْضُ بِمَا رَحُبَتْ وَضَاقَتْ عَلَیْهِمْ اَنْفُسُهُمْ وَظَنُّوْۤا اَنْ لَّا مَلْجَاَ مِنَ اللّٰهِ اِلَّاۤ اِلَیْهِ ثُمَّ تَابَ عَلَیْهِمْ لِیَتُوْبُوْا اِنَّ اللّٰهَ هُوَ التَّوَّابُ الرَّحِیْمُ (التوبة . ۱۱۷ . ۱۱۸)

ترجمہ :- اللہ مہربان ہوا نبی پر، اور مہاجرین اور انصار پر جو ساتھ رہے نبی کے مشکل کی گھڑی میں بعد اس کے کہ قریب تھا کہ دل پھر جائیں بعضوں کے ان میں سے، پھر مہربان ہوا ان پر، بیشک وہ ان پر مہربان ہے رحم کرنے والا اور ان تین شخصوں پر جن کو پیچھے رکھا تھا،

یہاں تک کہ جب تنگ ہو گئی ان پر زمین باوجود کشادہ ہونے کے، اور تنگ ہو گئیں ان پر ان کی جانیں، اور سمجھ گئے کہ کہیں پناہ نہیں اللہ سے، مگر اسی کی طرف۔ پھر مہربان ہوا ان پر تاکہ وہ پھر آئیں بے شک اللہ ہی ہے مہربان رحم والا۔

۲. لَقَدْ رَضِيَ اللّٰهُ عَنِ الْمُؤْمِنِيْنَ اِذْ يُبَايِعُوْنَكَ تَحْتَ الشَّجَرَةِ فَعَلِمَ مَا فِيْ قُلُوْبِهِمْ فَاَنْزَلَ السَّكِيْنَةَ عَلَيْهِمْ وَاَثَابَهُمْ فَتْحًا قَرِيْبًا وَّمَغَانِمَ كَثِيْرَةً يَّاْخُذُوْنَهَا وَكَانَ اللّٰهُ عَزِيْزًا حَكِيْمًا (الفتح ۱۸. ۱۹)

ترجمہ :- تحقیق اللہ خوش ہوا، ایمان والوں سے، جب بیعت کرنے لگے تجھ سے اس درخت کے نیچے، پھر معلوم کیا جو ان کے جی میں تھا، پھر اتارا ان پر اطمینان اور انعام دیا ان کو ایک فتح نزدیک اور بہت غنیمتیں جن کو وہ لیں گے۔ اور ہے اللہ زبردست حکمت والا۔

۳. وَالسّٰبِقُوْنَ الْاَوَّلُوْنَ مِنَ الْمُهٰجِرِيْنَ وَالْاَنْصَارِ وَالَّذِيْنَ اتَّبَعُوْهُمْ بِاِحْسَانٍ رَّضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمْ وَرَضُوْا عَنْهُ وَاَعَدَّ لَهُمْ جَنّٰتٍ تَجْرِيْ تَحْتَهَا الْاَنْهٰرُ خٰلِدِيْنَ فِيْهَآ اَبَدًا ذٰلِكَ الْفَوْزُ الْعَظِيْمُ (التوبۃ . ۱۰۰)

ترجمہ :- اور جو لوگ قدیم ہیں سب سے پہلے ہجرت کرنے والے اور مدد کرنے والے اور جو ان کے پیرو ہوئے نیکی کے ساتھ اللہ راضی ہوا ان سے اور وہ راضی ہوئے اس سے اور تیار کر رکھے ہیں واسطے ان کے باغ، کہ بہتی ہیں نیچے ان کی نہریں، رہا کریں انہی میں ہمیشہ، یہی ہے بڑی کامیابی۔

۴. لِلْفُقَرَآءِ الْمُهٰجِرِيْنَ الَّذِيْنَ اُخْرِجُوْا مِنْ دِيَارِهِمْ وَاَمْوَالِهِمْ يَبْتَغُوْنَ فَضْلًا مِّنَ اللّٰهِ وَرِضْوَانًا وَّيَنْصُرُوْنَ اللّٰهَ وَرَسُوْلَهٗ اُولٰٓئِكَ هُمُ الصّٰدِقُوْنَ. وَالَّذِيْنَ تَبَوَّؤُ الدَّارَ وَالْاِيْمَانَ مِنْ قَبْلِهِمْ يُحِبُّوْنَ مَنْ هَاجَرَ اِلَيْهِمْ وَلَا يَجِدُوْنَ فِيْ صُدُوْرِهِمْ حَاجَةً مِّمَّآ اُوْتُوْا وَيُؤْثِرُوْنَ عَلٰٓى اَنْفُسِهِمْ وَلَوْ كَانَ بِهِمْ خَصَاصَةٌ وَمَنْ يُّوْقَ شُحَّ نَفْسِهٖ فَاُولٰٓئِكَ هُمُ الْمُفْلِحُوْنَ (الحشر .۸ .۹)

ترجمہ :- واسطے ان مفلسوں وطن چھوڑنے والوں کے، جو نکالے ہوئے آئے ہیں اپنے گھروں سے، اور اپنے مالوں سے، ڈھونڈتے آئے ہیں اللہ کا فضل، اور اس کی رضامندی اور مدد کرنے کو اللہ کی اور اس کے رسول کی وہ لوگ وہی ہیں سچے اور جو لوگ جگہ پکڑ رہے ہیں اس گھر میں اور ایمان میں، ان سے پہلے سے وہ محبت کرتے ہیں اس سے جو وطن چھوڑ کر آئے ان کے پاس اور نہیں پاتے اپنے دل میں تنگی اس چیز سے جو مہاجرین کو دی جائے اور مقدم رکھتے ہیں ان کو اپنی جان سے، اور اگرچہ ہو اپنے اوپر فاقہ اور جو بچایا گیا اپنے جی کے لالچ سے تو وہی لوگ ہیں مراد پانے والے۔

۵۔ اَللّٰہُ نَزَّلَ اَحْسَنَ الْحَدِیْثِ کِتٰباً مُّتَشَابِھاً مَّثَانِیَ تَقْشَعِرُّ مِنْہُ جُلُوْدُ الَّذِیْنَ یَخْشَوْنَ رَبَّھُمْ ثُمَّ تَلِیْنُ جُلُوْدُھُمْ وَقُلُوْبُھُمْ اِلٰی ذِکْرِ اللّٰہِ ذٰلِکَ ھُدَی اللّٰہِ یَھْدِیْ بِہٖ مَنْ یَّشَآءُ وَمَنْ یُّضْلِلِ اللّٰہُ فَمَا لَہٗ مِنْ ھَادٍ (الزمر ۲۳)

ترجمہ :- اللہ نے اتاری بہتر بات کتاب آپس میں ملتی، دھرائی ہوئی، بال کھڑے ہوتے ہیں اس سے کھال پر ان لوگوں کے جو ڈرتے ہیں اپنے رب سے، پھر نرم ہوتی ہیں ان کی کھالیں اور ان کے دل اللہ کی یاد پر۔ یہ ہے راہ دینا اللہ کا، اس طرح راہ دیتا ہے جس کو چاہے اور جس کو راہ بھلائے اللہ، اس کو کوئی نہیں سجھانے والا۔

۶۔ اِنَّمَا یُؤْمِنُ بِاٰیٰتِنَا الَّذِیْنَ اِذَا ذُکِّرُوْا بِھَا خَرُّوْا سُجَّدًا وَّسَبَّحُوْا بِحَمْدِ رَبِّھِمْ وَھُمْ لَا یَسْتَکْبِرُوْنَ تَتَجَافٰی جُنُوْبُھُمْ عَنِ الْمَضَاجِعِ یَدْعُوْنَ رَبَّھُمْ خَوْفاً وَّطَمَعاً وَّمِمَّا رَزَقْنٰھُمْ یُنْفِقُوْنَ فَلَا تَعْلَمُ نَفْسٌ مَّآ اُخْفِیَ لَھُمْ مِّنْ قُرَّۃِ اَعْیُنٍ جَزَآءً بِمَا کَانُوْا یَعْمَلُوْنَ (السجدۃ ۱۵ تا ۱۷)

ترجمہ :- ہماری باتوں کو وہی مانتے ہیں کہ جب ان کو سمجھائے ان سے، گر پڑیں سجدہ کر کر، اور پاک ذات کو یاد کریں اپنے رب کی، خوبیوں کے ساتھ اور وہ بڑائی نہیں کرتے۔ جدا رہتی ہیں ان کی کروٹیں اپنے سونے کی جگہ سے، پکارتے ہیں اپنے رب کو ڈر سے اور لالچ سے، اور ہمارا دیا ہوا کچھ خرچ کرتے ہیں۔ سو کسی جی کو معلوم نہیں جو چھپا دھری ہے ان کے واسطے آنکھوں کی ٹھنڈک۔ بدلا اس کا جو کرتے تھے۔

۷۔ وَمَا عِنْدَ اللّٰہِ خَیْرٌ وَّاَبْقٰی لِلَّذِیْنَ اٰمَنُوْا وَعَلٰی رَبِّھِمْ یَتَوَکَّلُوْنَ وَالَّذِیْنَ یَجْتَنِبُوْنَ کَبٰٓئِرَ الْاِثْمِ وَالْفَوَاحِشَ وَاِذَا مَا غَضِبُوْا ھُمْ یَغْفِرُوْنَ وَالَّذِیْنَ اسْتَجَابُوْا لِرَبِّھِمْ وَاَقَامُوا الصَّلٰوۃَ وَاَمْرُھُمْ شُوْرٰی بَیْنَھُمْ وَمِمَّا رَزَقْنٰھُمْ یُنْفِقُوْنَ وَالَّذِیْنَ اِذَآ اَصَابَھُمُ الْبَغْیُ ھُمْ یَنْتَصِرُوْنَ (الشوری ۳۶ ۔ ۳۹)

ترجمہ :- اور جو کچھ اللہ کے یہاں ہے، بہتر ہے اور باقی رہنے والا ہے واسطے ایمان والوں کے، جو اپنے رب پر بھروسہ رکھتے ہیں، اور جو لوگ کہ بچتے ہیں بڑے گناہوں سے اور بے حیائی سے، اور جب غصہ آوے تو وہ معاف کر دیتے ہیں۔ اور جنہوں نے کہ حکم مانا اپنے رب کا اور قائم کیا نماز کو اور کام کرتے ہیں مشورہ سے آپس کے۔ اور ہمارا دیا کچھ خرچ کرتے ہیں اور وہ لوگ کہ جب ان پر ہووے چڑھائی تو وہ بدلہ لیتے ہیں۔

۸۔ مِنَ الْمُؤْمِنِیْنَ رِجَالٌ صَدَقُوْا مَا عَاھَدُوا اللّٰہَ عَلَیْہِ فَمِنْھُمْ مَّنْ قَضٰی نَحْبَہٗ وَمِنْھُمْ مَّنْ یَّنْتَظِرُ وَمَا بَدَّلُوْا تَبْدِیْلاً لِیَجْزِیَ اللّٰہُ الصّٰدِقِیْنَ بِصِدْقِھِمْ وَیُعَذِّبَ الْمُنٰفِقِیْنَ اِنْ شَآءَ اَوْ یَتُوْبَ

عَلَيْهِمْ إِنَّ اللّٰهَ كَانَ غَفُوْرًا رَّحِيْمًا (الاحزاب ۲۳. ۲۴)

ترجمہ :- ایمان والوں میں کتنے مرد ہیں کہ سچ کر دکھلایا جس بات کا عہد کیا تھا اللہ سے ، پھر کوئی تو ان میں پورا کر چکا اپنا ذمہ ۔ اور کوئی ہے ان میں راہ دیکھ رہا اور بدلا نہیں ایک ذرہ ۔ تاکہ بدلہ دے اللہ سچوں کو ان کے سچ کا ، اور عذاب کرے منافقوں پر اگر چاہے ۔ یا توبہ ڈالے ان کے دل پر ، بیشک اللہ ہے بخشنے والا مہربان۔

۹. أَمَّنْ هُوَ قَانِتٌ آنَاءَ الَّيْلِ سَاجِدًا وَّ قَائِمًا يَّحْذَرُ الْاٰخِرَةَ وَيَرْجُوْا رَحْمَةَ رَبِّهٖ قُلْ هَلْ يَسْتَوِي الَّذِيْنَ يَعْلَمُوْنَ وَالَّذِيْنَ لَا يَعْلَمُوْنَ (الزمر ۔ ۹)

ترجمہ :- بھلا ایک جو بندگی میں لگا ہوا ہے رات کی گھڑیوں میں ، سجدے کرتا ہوا ، اور کھڑا ہوا ، خطرہ رکھتا ہے آخرت کا ، اور امید رکھتا ہے اپنے رب کی مہربانی کی ۔ تو کہہ کوئی برابر ہوتے ہیں سمجھ والے اور بے سمجھ۔

قرآن مجید سے پہلی کتابوں میں حضور ﷺ اور صحابہ کرامؓ کا تذکرہ

عطاء بن یسار کہتے ہیں کہ میں حضرت عبداللہ بن عمرو بن العاصؓ سے ملا تو میں نے ان سے کہا کہ مجھے حضور ﷺ کی وہ صفات بتائیں جو تورات میں آئی ہیں ۔ انہوں نے فرمایا بہت اچھا خدا کی قسم ! تورات میں بھی آپ کی وہی صفات بیان ہوئی ہیں جو قرآن مجید میں ہیں (چنانچہ تورات میں ہے) اے نبی ! ہم نے آپ کو گواہ اور بشارت دینے والا اور ڈرانے والا اور امیوں کی حفاظت کرنے والا بنا کر بھیجا ہے ۔ آپ میرے بندے اور میرے رسول ہیں میں نے آپ کا نام متوکل رکھا ہے ، نہ آپ سخت گو ہیں نہ سخت دل نہ بازاروں میں شور کرنے والے ہیں ، اور آپ برائی کا بدلہ برائی سے دیتے ہیں بلکہ آپ عفو و درگزر سے کام لیتے ہیں اور اللہ تعالےٰ آپ کو اس وقت دنیا سے اٹھائیں گے جبکہ لوگ لا الٰہ الا اللہ کہہ کر ٹیڑھے دین کو سیدھا کر لیں گے ۔ ان کے ذریعہ سے اللہ تعالیٰ اندھی آنکھوں کو اور بہرے کانوں کو اور پردہ پڑے ہوئے دلوں کو کھول دیں گے ۔[1]

---

[1] اخرجه احمد و اخرجه البخاری نحوه عن عبداللّٰه والبیهقی عن ابن سلام وفی روایة حتی یقیم به الملة العوجاء واخرجه ابن اسحاق عن کعب الاحبار بمعناه واخرجه البیهقی عن عائشة مختصراً.

حضرت وہب بن منبہ بیان فرماتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے زبور میں حضرت داؤدؑ کو یہ وحی فرمائی کہ اے داؤد! تمہارے بعد عنقریب ایک نبی آئے گا جس کا نام احمدؐ اور محمدؐ ہوگا وہ سچے اور سردار ہوں گے۔ میں ان سے کبھی ناراض نہیں ہوں گا اور نہ ہی وہ مجھے کبھی ناراض کریں گے ،اور میں نے ان کی اگلی پچھلی تمام لغزشیں کرنے سے پہلے ہی معاف کر دی ہیں اور آپ کی امت میری رحمت سے نوازی ہوئی ہے۔ میں نے ان کو وہ نوافل عطا کئے جو انبیاء کو عطا کئے اور ان پر وہ چیزیں فرض کیں جو انبیا اور رسولوں پر فرض کیں، حتی کہ وہ قیامت کے دن میرے پاس اس حال میں آئیں گے کہ ان کا نور انبیاء کے نور جیسا ہوگا۔ اللہ تعالیٰ نے یہاں تک فرمایا دیا کہ اے داؤد! میں نے محمد (ﷺ) کو اور آپ کی امت کو تمام امتوں پر فضیلت دی ہے۔[۱]

حضرت عبداللہ بن عمروؓ نے حضرت کعبؓ سے فرمایا کہ مجھے حضور ﷺ اور آپ کی امت کی صفات بتائیں۔ انہوں نے فرمایا کہ میں اللہ تعالیٰ کی کتاب (تورات) میں ان کی یہ صفات پاتا ہوں کہ احمد (ﷺ) اور ان کی امت اللہ کی خوب تعریف کرنے والے ہیں۔ اچھے برے ہر حال میں الحمد للہ کہیں گے اور چڑھائی پر چڑھتے ہوئے اللہ اکبر کہیں گے اور نیچائی پر اترتے ہوئے سبحان اللہ کہیں گے۔ ان کی آذان آسمانی فضا میں گونجے گی۔ وہ نماز میں ایسی دھیمی آواز سے اپنے رب سے ہمکلام ہوں گے جیسے چٹان پر شہد کی مکھی کی بھنبھناہٹ ہوتی ہے اور فرشتوں کی صفوں کی طرح ان کی نماز میں صفیں ہوں گی اور وہ جب اللہ کے راستے میں جہاد کے لئے چلیں گے تو مضبوط نیزے لے کر فرشتے ان کے آگے اور پیچھے ہوں گے۔ اور جب وہ اللہ کے راستہ میں صف بنا کر کھڑے ہوں گے تو اللہ تعالےٰ ان پر ایسے سایہ کئے ہوئے ہوں گے (حضورؐ نے اپنے ہاتھ سے اشارہ کر کے بتلایا) جیسے کہ گدھ اپنے گھونسلے پر سایہ کرتے ہیں اور میدان جنگ سے یہ لوگ کبھی پیچھے نہیں ہٹیں گے۔ حضرت کعبؓ سے اسی جیسی ایک اور روایت بھی منقول ہے جس کا مضمون یہ ہے کہ ان کی امت اللہ کی خوب تعریف کرنے والی ہوگی۔ ہر حال میں الحمد للہ کہیں گے اور ہر چڑھائی پر چڑھتے ہوئے اللہ اکبر کہیں گے۔ (اپنی نمازوں کے اوقات کے لئے) سورج کا خیال رکھیں گے اور پانچوں نمازیں اپنے وقت پر پڑھیں گے اگرچہ کوڑے کرکٹ والی جگہ پر ہوں میانِ کمر پر لنگی باندھیں گے۔ اور وضو میں اپنے اعضاء کو دھوئیں گے۔[۲]

---

[۱] کذافی البدایة (ج ۲ ص ۳۲۶) [۲] اخرجه ابو نعیم فی الحلیه (ج ۵ ص ۳۸٦) واخرج ایضاً باسناد آخر عن کعب مطولاً (ج ۵ ص ۳۸٦)

نبی کریم ﷺ کی صفات کے بارے میں احادیث

حضرت حسن بن علیؓ فرماتے ہیں کہ میں نے اپنے ماموں ہند بن ابی ہالہ سے حضور اکرم ﷺ کا حلیہ مبارک دریافت کیا اور وہ حضور ﷺ کے حلیہ مبارک کو بہت ہی کثرت اور وضاحت سے بیان کیا کرتے تھے اور میرا دل چاہتا تھا کہ وہ ان اوصاف جمیلہ میں سے کچھ میرے سامنے بھی ذکر کریں تاکہ میں ان اوصاف جمیلہ کو ذہن نشین کر کے اپنے اندر پیدا کرنے کی کوشش کروں (حضرت حسنؓ کی عمر حضورؐ کے وصال کے وقت سات سال کی تھی اس لئے کم سنی کی وجہ سے آپ کے اوصاف جمیلہ کو غور سے دیکھنے اور محفوظ کرنے کا ان کو موقع نہیں ملا تھا) ماموں جان نے حضور اکرم ﷺ کے حلیہ شریف کے متعلق یہ فرمایا کہ آپ خود اپنی ذات و صفات کے اعتبار سے بھی شاندار تھے اور دوسروں کی نظروں میں بھی بڑے رتبے والے تھے۔ آپ کا چہرہ مبارک چودھویں رات کے چاند کی طرح چمکتا تھا۔ آپ کا قد مبارک بالکل درمیانے قد والے سے کسی قدر لمبا تھا لیکن زیادہ لمبے قد والے سے چھوٹا تھا۔ سر مبارک اعتدال کے ساتھ بڑا تھا بال مبارک کسی قدر بل کھائے ہوئے تھے۔ اگر سر کے بالوں میں اتفاقاً خود مانگ نکل آتی تو مانگ رہنے دیتے ورنہ آپ خود مانگ نکالنے کا اہتمام نہ فرماتے تھے (یعنی اگر بسہولت مانگ نکل آتی تو نکال لیتے تھے اور اگر کسی وجہ سے بسہولت نہ نکلتی اور کنگھی وغیرہ کی ضرورت ہوتی تو اس وقت نہ نکالتے، کسی دوسرے وقت جب کنگھی وغیرہ موجود ہوتی تو نکال لیتے) جس زمانہ میں آپ کے بال مبارک زیادہ ہوتے تھے تو کان کی لو سے بڑھ جاتے تھے۔ آپ کا رنگ نہایت چمکدار تھا اور پیشانی کشادہ۔ آپ کے ابرو خمدار باریک اور گنجان تھے۔ دونوں ابرو جدا جدا تھے۔ ایک دوسرے سے ملے ہوئے نہیں تھے۔ ان دونوں کے درمیان ایک رگ تھی جو غصہ کے وقت ابھر جاتی تھی۔ آپ کی ناک بلندی مائل تھی۔ اور اس پر ایک چمک اور نور تھا۔ ابتداء دیکھنے والا آپ کو بڑی ناک والا سمجھتا، لیکن غور سے معلوم ہوتا کہ حسن و چمک کی وجہ سے بلند معلوم ہوتی ہے ورنہ فی نفسہ زیادہ بلند نہیں ہے۔ آپ ﷺ کی داڑھی مبارک بھرپور اور گنجان تھی۔ آپ کی پتلی نہایت سیاہ تھی۔ رخسار مبارک ہموار اور ہلکے تھے۔ گوشت لٹکے ہوئے نہیں تھے۔ آپ کا دہن مبارک اعتدال کے ساتھ فراخ تھا (یعنی تنگ منہ نہ تھا) آپ کے دندان مبارک باریک اور آبدار تھے اور ان میں سے سامنے کے دانتوں میں ذرا ذرا فصل بھی تھا۔ سینے سے ناف تک بالوں کی ایک باریک لکیر تھی۔ آپ کی

گردن مبارک ایسی خوبصورت اور باریک تھی جیسے کہ مورتی کی گردن صاف تراشی ہوئی ہوتی ہے اور رنگ میں چاندی جیسی صاف اور خوبصورت تھی۔آپ کے سب اعضاء نہایت معتدل اور پر گوشت تھے اور بدن گھٹا ہوا تھا۔پیٹ اور سینہ مبارک ہموار تھا،لیکن سینہ فراخ اور چوڑا تھا۔آپ کے دونوں مونڈھوں کے درمیان کچھ زیادہ فاصلہ تھا۔جوڑوں کی ہڈیاں قوی اور بڑی تھیں (جو قوت کی دلیل ہوتی ہے)آپ کے بدن کا وہ حصہ بھی جو کپڑوں سے باہر رہتا تھا روشن اور چمکدار تھا چہ جائیکہ وہ حصہ جو کپڑوں میں ڈھکا رہتا ہو۔سینہ اور ناف کے درمیان ایک لکیر کی طرح سے بالوں کی باریک دھاری تھی اس لکیر کے علاوہ دونوں چھاتیاں اور پیٹ بالوں سے خالی تھا البتہ دونوں بازو اور کندھوں اور سینہ کے بالائی حصہ پر بال تھے۔آپ کی کلائیاں لمبی تھیں،اور ہتھیلیاں فراخ۔آپ کی ہڈیاں معتدل اور سیدھی تھیں ہتھیلیاں اور دونوں قدم گداز اور پر گوشت تھے۔ہاتھ پاؤں کی انگلیاں تناسب کے ساتھ لمبی تھیں۔آپ کے تلوے قدرے گہرے تھے۔قدم ہموار تھے کہ پانی ان کے صاف ستھرے اور چکنے ہونے کی وجہ سے ان پر ٹھہرتا نہیں تھا فوراً ڈھل جاتا تھا۔جب آپ چلتے تو قوت سے قدم اٹھاتے اور آگے کو جھک کر تشریف لے جاتے۔قدم زمین پر آہستہ پڑتا زور سے نہیں پڑتا تھا۔آپ ﷺ تیز رفتار تھے اور ذرا کشادہ قدم رکھتے چھوٹے چھوٹے قدم نہیں رکھتے تھے،جب آپ چلتے تو معلوم ہوتا گویا نیچان میں اتر رہے ہیں۔جب کسی کی طرف توجہ فرماتے تو پورے بدن سے پھر کر توجہ فرماتے۔آپ کی نظر نیچی رہتی تھی۔آپ کی نظر بہ نسبت آسمان کے زمین کی طرف زیادہ رہتی تھی۔آپ کی عادت شریفہ عموماً گوشہ چشم سے دیکھنے کی تھی۔زیادہ شرم وحیاء کی وجہ سے پوری آنکھ بھر کر نہیں دیکھتے تھے۔چلنے میں صحابہؓ کو اپنے آگے کر دیتے تھے اور خود پیچھے رہ جاتے تھے جس سے ملتے سلام کرنے میں خود ابتداء فرماتے۔

حضرت حسنؓ فرماتے ہیں کہ میں نے اپنے ماموں جان سے کہا کہ حضور ﷺ کی گفتگو کی کیفیت مجھے بتائیں۔انہوں نے فرمایا کہ آپ (امت کے بارے میں) مسلسل غمگین اور ہمیشہ فکر مند رہتے تھے کسی گھڑی آپ کو چین نہیں آتا تھا۔اکثر اوقات خاموش رہتے،بلا ضرورت گفتگو نہ فرماتے تھے۔آپ کی تمام گفتگو شروع سے آخر تک منہ بھر کر ہوتی تھی (یہ نہیں نوک زبان سے کٹتے ہوئے حروف کے ساتھ آدھی بات زبان سے کہی اور آدھی بولنے والے کے ذہن میں رہی جیسے کہ موجودہ زمانہ کے متکبرین کا دستور ہے) جامع الفاظ کے ساتھ کلام فرماتے،جن کے الفاظ کم اور معنی زیادہ ہوتے،آپ کا کلام ایک دوسرے سے ممتاز ہوتا تھا،نہ اس میں فضول باتیں ہوتیں اور نہ ضرورت سے اتنی کم ہوتیں کہ مطلب پوری طرح واضح نہ

ہو۔آپ نرم مزاج تھے آپ نہ سخت مزاج تھے اور نہ کسی کی تذلیل فرماتے تھے۔اللہ کی نعمت خواہ کتنی ہی تھوڑی ہو اس کو بہت بڑا سمجھتے تھے۔نہ اس کی کسی طرح مذمت فرماتے تھے اور نہ اس کی زیادہ تعریف فرماتے۔مذمت نہ فرمانا تو ظاہر ہے کہ حق تعالےٰ شانہ، کی نعمت ہے۔ زیادہ تعریف نہ فرمانا اس لئے تھا کہ اس سے حرص کا شبہ ہوتا ہے۔جب کوئی حق کے آڑے آجاتا تو پھر کوئی بھی آپ کے غصہ کی تاب نہ لا سکتا تھا اور آپ کا غصہ اس وقت ٹھنڈا ہوتا جب آپ اس کا بدلہ لے لیتے اور ایک روایت میں یہ مضمون ہے کہ دنیا اور دنیاوی امور کی وجہ سے آپ ﷺ کو کبھی غصہ نہ آتا تھا۔(چونکہ آپ کو ان کی پرواہ بھی نہ ہوتی تھی اس لئے کبھی دنیاوی نقصان پر آپ کو غصہ نہ آتا تھا)البتہ اگر کسی دینی امر اور حق بات کے کوئی آڑے آتا تو اس وقت آپ کے غصہ کی کوئی شخص تاب نہ لا سکتا تھا اور کوئی اس کو روک بھی نہ سکتا تھا یہاں تک کہ آپ اس کا بدلہ لے لیں۔اپنی ذات کے لئے نہ کسی پر ناراض ہوتے تھے،نہ اس کا انتقام لیتے تھے۔جب کسی جانب اشارہ فرماتے تو پورے ہاتھ سے اشارہ فرماتے (کہ انگلیوں سے اشارہ تواضع کے خلاف ہے یا آپ نے انگلی سے اشارہ کو توحید کی طرف اشارہ کرنے کے ساتھ مخصوص فرما رکھا تھا)جب کسی بات پر تعجب فرماتے تو ہاتھ کو پلٹ لیتے تھے اور جب بات کرتے تو (کبھی گفتگو کے ساتھ)ہاتھوں کو بھی حرکت فرماتے اور کبھی داہنی ہتھیلی کو بائیں انگوٹھے کے اندرونی حصہ پر مارتے اور جب کسی پر ناراض ہوتے تو اس سے منہ پھیر لیتے اور بے توجہی فرماتے یا در گزر فرماتے اور جب خوش ہوتے تو حیاء کی وجہ سے آنکھیں جھکا لیتے۔ آپ ﷺ کی اکثر ہنسی تبسم ہوتی تھی۔اس وقت آپ کے دندان مبارک اولے کی طرح چمکدار اور سفید ظاہر ہوتے تھے۔حضرت حسنؓ فرماتے ہیں کہ میں نے حضرت حسین بن علیؓ سے حضورؐ کی ان صفات کا ایک عرصہ تک تذکرہ نہیں کیا لیکن جب میں نے ان کے سامنے ان صفات کو بیان کیا تو مجھے پتہ چلا کہ وہ تو ماموں جان سے یہ باتیں مجھ سے پہلے ہی پوچھ چکے ہیں اور یہ بھی مجھے پتہ چلا کہ وہ اپنے والد محترم سے رسول پاک علیہ السلام کے مکان تشریف لے جانے اور باہر تشریف لانے اور مجلس میں تشریف فرما ہونے اور حضورؐ کے طرز و طریقے کو بھی معلوم کر چکے تھے اور ان میں سے ایک بات بھی انہوں نے نہیں چھوڑی تھی۔

چنانچہ حضرت حسینؓ نے بیان کیا کہ میں نے اپنے والد حضرت علیؓ سے حضور ﷺ کے مکان تشریف لے جانے کے حالات دریافت کئے تو انہوں نے فرمایا کہ حضور ﷺ کو مکان جانے کی (اللہ کی طرف سے)اجازت تھی اور آپ مکان میں تشریف رکھنے کے وقت کو تین حصوں میں تقسیم فرماتے تھے۔ایک حصہ اللہ کی عبادت میں خرچ فرماتے یعنی نماز وغیرہ

پڑھتے تھے۔ دوسرا حصہ گھر والوں کے ادائے حقوق میں خرچ فرماتے (مثلاً ان سے ہنسنا، بولنا بات کرنا، ان کے حالات معلوم کرنا) تیسرا حصہ خاص اپنی ضروریات راحت وآرام کے لئے رکھتے تھے۔ پھر اس اپنے والے حصہ کو بھی دو حصوں پر اپنے اور لوگوں کے درمیان تقسیم فرمادیتے۔ اس طرح پر کہ خصوصی حضرات صحابہ کرامؓ اس وقت میں حاضر ہوتے ان خواص کے ذریعہ سے آپ کی بات عوام تک پہنچتی۔ ان لوگوں سے کسی چیز کو اٹھا کر نہ رکھتے تھے (یعنی نہ دین کے امور میں نہ دنیاوی منافع میں۔ غرض ہر قسم کا نفع بلادریغ پہنچاتے تھے) اور امت کے اس حصہ میں آپ کا یہ طرز تھا کہ ان آنے والوں میں اہل فضل یعنی علم و عمل والوں کو حاضری کی اجازت میں ترجیح دیتے تھے۔ اس وقت کو ان کو دینی فضیلت کے لحاظ سے ان پر تقسیم فرماتے تھے۔ کوئی ایک حاجت لے کر آتا اور کوئی دو اور کوئی بہت ساری حاجتیں لے کر حاضر ہوتا۔ آپ ان کی حاجتیں پوری کرنے میں لگ جاتے ان کو ایسے امور میں مشغول فرماتے جو خود ان کی اور تمام امت کی اصلاح کے لئے مفید اور کارآمد ہوں۔ آپ ﷺ ان آنے والوں سے عام مسلمانوں کے دینی حالات پوچھتے اور جو ان کے مناسب بات ہوتی وہ ان کو بتا دیتے اور ان کو یہ فرمادیتے کہ جو لوگ یہاں موجود ہیں وہ ان مفید اور ضروری باتوں کو غائبین تک بھی پہنچادیں اور یہ بھی ارشاد فرماتے تھے کہ جو لوگ (کسی عذر، پردہ یا دوری یا شرم یا رعب کی وجہ سے) مجھ سے اپنی ضرورتوں کا اظہار نہیں کر سکتے تم لوگ ان کی ضرورتیں مجھ تک پہنچادیا کرو۔ اس لیے کہ جو شخص بادشاہ تک کسی ایسے شخص کی حاجت پہنچائے جو خود نہیں پہنچا سکتا تو اللہ تعالیٰ قیامت کے دن اس شخص کو ثابت قدم رکھیں گے حضورؐ کی مجلس میں ضروری اور مفید باتوں کا تذکرہ ہوتا تھا اور ایسے ہی امور کو حضورؐ خوشی سے سنتے تھے۔ اس کے علاوہ (لایعنی اور فضول باتیں) سننا گوارا نہیں کرتے تھے۔ صحابہؓ حضورؐ کی خدمت میں دینی امور کے طالب بن کر حاضر ہوتے تھے اور کچھ نہ کچھ چکھ کر ہی واپس جاتے تھے۔ (چکھنے سے مراد امور دینیہ کا حاصل کرنا بھی ہو سکتا ہے اور کسی چیز کا کھانا بھی مراد ہو سکتا ہے) صحابہؓ حضور ﷺ کی مجلس سے ہدایت اور خیر کے لئے مشعل اور رہنماء بن کر نکلتے تھے۔

حضرت حسینؓ فرماتے ہیں کہ میں نے اپنے والد سے حضورؐ کی باہر تشریف آوری کے متعلق دریافت کیا کہ آپ باہر تشریف لا کر کیا کیا کرتے تھے؟ تو انہوں نے فرمایا کہ حضورؐ ضروری امور کے علاوہ اپنی زبان کو استعمال نہیں فرماتے تھے۔ آنے والوں کی تالیف قلوب فرماتے، ان کو مانوس فرماتے، متوحش نہیں بناتے تھے۔ (یعنی تنبیہ وغیرہ میں ایسا طرز اختیار نہ فرماتے جس سے ان کو حاضری میں وحشت ہونے لگے یا ایسے امور ارشاد نہ فرماتے، جن کی

وجہ سے دین سے نفرت ہونے لگے) اور ہر قوم کے کریم اور معزز کا اکرام فرماتے اور اس کو خود اپنی طرف سے بھی اسی قوم پر متولی، سردار مقرر فرمادیتے۔ لوگوں کو عذاب الٰہی سے ڈراتے (یا مضر امور سے بچنے کی تاکید فرماتے یا لوگوں کو دوسروں سے احتیاط رکھنے کی تاکید فرماتے) اور خود اپنی بھی لوگوں کے تکلیف پہنچانے یا نقصان پہنچانے سے حفاظت فرماتے لیکن باوجود خود احتیاط رکھنے اور احتیاط کی تاکید کے کسی سے اپنی خندہ پیشانی اور خوش خلقی نہیں ہٹاتے اور اپنے صحابہؓ کی خبر گیری فرماتے۔ لوگوں کے حالات آپس کے معاملات کی تحقیق فرما کر ان کی اصلاح فرماتے۔ اچھی بات کی تحسین فرما کر اس کی تقویت فرماتے اور بری بات کی برائی بتا کر اسے زائل فرماتے اور روک دیتے۔ حضور ﷺ ہر امر میں اعتدال اور میانہ روی اختیار فرماتے۔ بات پکی اور صحیح فرماتے، نہ اس طرح کہ کبھی کچھ اور کبھی کچھ۔ لوگوں کی اصلاح سے غفلت نہ فرماتے کہ مبادا وہ دین سے غافل ہو جائیں یا حق سے ہٹ جائیں۔ ہر کام کے لئے آپ کے ہاں ایک خاص انتظام تھا۔ امر حق میں نہ کبھی کوتاہی فرماتے تھے نہ حد سے تجاوز فرماتے تھے۔ آپ کے نزدیک افضل وہی ہوتا تھا جو مخلوق کی غمگساری اور مدد میں زیادہ حصہ لے۔

حضرت حسینؓ فرماتے ہیں کہ میں نے اپنے والد محترم سے حضورؐ کی مجلس کے حالات دریافت کئے تو انہوں نے فرمایا کہ آپ کی نشست و برخاست سب اللہ کے ذکر کے ساتھ ہوتی تھی اور آپ اپنے لئے کوئی جگہ مخصوص کرنے سے منع فرماتے تھے۔ اور جب کسی جگہ آپ تشریف لے جاتے تو جہاں جگہ ملتی وہیں تشریف رکھتے اور اسی کا لوگوں کو حکم فرماتے کہ جہاں جگہ خالی مل جایا کرے بیٹھ جایا کرو۔ آپ حاضرین مجلس میں سے ہر ایک کا حق ادا فرماتے یعنی بشاشت اور بات چیت میں جتنا اس کا حق ہوتا اس کو پورا فرماتے۔ آپ کے پاس کسی کام سے بیٹھتا یا آپ سے کوئی چیز مانگتا تو آپ اس کو وہ چیز مرحمت فرمادیتے یا (اگر نہ ہوتی تو) نرمی سے جواب فرماتے۔ آپ کی خندہ پیشانی اور خوش خلقی تمام لوگوں کے لئے عام تھی۔ آپ ﷺ لوگوں سے شفقت میں والد جیسا معاملہ فرماتے۔ اور حق بات میں تمام لوگ آپ کے نزدیک برابر تھے آپ کی مجلس میں حلم وحیاء صبر و امانت پائی جاتی تھیں اور یہی صفات اس مجلس سے سیکھی جاتی تھیں اور آپ کی مجلس میں نہ شور و شغب ہوتا تھا اور نہ کسی کی بے عزتی اور آبروریزی کی جاتی تھی۔ آپ کی مجلس میں اول تو کسی سے لغزش ہوتی نہیں تھی۔ سب محتاط ہو کر بیٹھتے تھے اور اگر کسی سے ہو جاتی تھی تو اس کا آگے تذکرہ نہیں ہوتا تھا۔ آپس میں سب برابر شمار کیئے جاتے تھے۔ (حسب و نسب کی بڑائی نہ سمجھتے تھے البتہ) ایک دوسرے پر

فضیلت تقویٰ سے ہوتی تھی۔ ہر شخص دوسرے کے ساتھ تواضع کے ساتھ پیش آتا تھا بڑوں کی تعظیم کرتے تھے اور چھوٹوں پر شفقت کرتے تھے۔ حاجت مند کو ترجیح دیتے تھے اور اجنبی مسافر آدمی کی خبر گیری کرتے تھے۔

حضرت حسینؓ فرماتے ہیں کہ میں نے اپنے والد محترم سے حضور ﷺ کا اپنے اہل مجلس کے ساتھ کا طرز پوچھا تو انہوں نے فرمایا کہ آپ ہمیشہ خندہ پیشانی اور خوش خلقی سے پیش آتے تھے یعنی چہرہ انور پر تبسم اور بشاشت کا اثر نمایاں ہوتا تھا۔ آپ نرم مزاج تھے۔ یعنی کسی بات میں لوگوں کو آپ کی موافقت کی ضرورت ہوتی تھی تو آپ سہولت سے موافق ہو جاتے تھے۔ آپ نہ سخت گو تھے نہ سخت دل اور نہ آپ چلا کر بولتے تھے نہ فحش گوئی اور بد کلامی فرماتے تھے، نہ عیب گیر تھے کہ دوسروں کے عیب پکڑیں، نہ زیادہ مذاق کرنے والے، آپ ناپسند بات سے تغافل برتتے تھے یعنی ادھر التفات نہ فرماتے گویا کہ سنی ہی نہیں۔ دوسرے کی کوئی امید اگر آپ کو پسند نہ آتی تو اس کو مایوس بھی نہ فرماتے اور اس کو محروم بھی نہ فرماتے (بلکہ کچھ نہ کچھ دے دیتے یا دلجوئی کی بات فرما دیتے) آپ نے اپنے آپ کو تین باتوں سے بالکل علیحدہ فرما رکھا تھا۔ جھگڑے سے، زیادہ باتیں کرنے سے، اور لا یعنی وبیکار باتوں سے اور تین باتوں سے لوگوں کو بچا رکھا تھا۔ نہ کسی کی مذمت فرماتے تھے، نہ کسی کو عار دلاتے تھے اور نہ کسی کے عیوب تلاش فرماتے تھے۔ آپ صرف وہی کلام فرماتے تھے جو باعث اجر و ثواب ہو۔ جب آپ گفتگو فرماتے تو حاضرین مجلس اس طرح گردن جھکا کر بیٹھتے جیسے ان کے سروں پر پرندے بیٹھے ہوں (کہ ذرا بھی حرکت ان میں نہ ہوتی تھی کہ پرندہ ذرا سی حرکت سے اڑ جاتا ہے) جب آپ چپ ہو جاتے، تب وہ حضرات کلام کرتے (یعنی حضورؐ کی گفتگو کے درمیان میں کوئی شخص نہ بولتا تھا۔ جو کچھ کہنا ہوتا حضورؐ کے چپ ہونے کے بعد کہتا تھا) آپ کے سامنے کسی بات میں جھگڑتے نہیں تھے جس بات سے سب ہنستے آپ بھی اس بات سے تبسم فرماتے اور جس سے سب لوگ تعجب کرتے تو آپ تعجب میں شریک رہتے۔ یہ نہیں کہ سب سے الگ چپ چاپ بیٹھے رہیں بلکہ معاشرت اور طرز کلام میں حاضرین مجلس کے شریک حال رہتے۔ اجنبی مسافر آدمی کی سخت گفتگو اور بد تمیزی کے سوال پر صبر فرماتے (چونکہ اجنبی مسافروں کو آپ کی مجلس میں لے آتے تھے (تاکہ ان کے ہر قسم کے سوالات سے خود بھی منتفع ہوں اور ایسی باتیں جن کو ادب کی وجہ سے یہ حضرات نہیں پوچھ سکتے تھے وہ بھی معلوم ہو جائیں) آپ یہ بھی تاکید فرماتے رہتے تھے کہ جب تم کسی حاجت مند کو دیکھو تو اس کی امداد کیا کرو۔ اگر آپ کی کوئی تعریف کرتا تو آپ اس کو گوارا نہ فرماتے۔ البتہ اگر آپ کے کسی احسان

کے بدلہ میں بطور شکریہ کے کوئی آپ کی تعریف کرتا تو آپ سکوت فرماتے کہ احسان کا شکر اس پر ضروری تھا۔ اس لئے گویا وہ اپنا فرض منصبی ادا کر رہا ہے۔ کسی کی بات کاٹتے نہیں تھے۔ البتہ اگر کوئی حد سے تجاوز کرنے لگتا تو اس کو روک دیتے تھے یا مجلس سے کھڑے ہو جاتے تھے تاکہ وہ خود رک جائے۔

حضرت حسینؓ فرماتے ہیں کہ میں نے اپنے والد محترم سے حضور ﷺ کی خاموشی کی کیفیت کے بارے میں پوچھا تو انہوں نے فرمایا کہ آپ چار موقعوں پر خاموشی اختیار فرماتے تھے (۱) بُردباشت کرنا اور (۲) بیدار مغز ہونا اور (۳) اندازہ لگانا اور (۴) غور و فکر کرنا۔ آپ دو باتوں کا اندازہ لگایا کرتے تھے کہ کس طرح سے تمام لوگوں کے ساتھ دیکھنے میں اور بات سننے میں برابری کا معاملہ ہو۔ آپ باقی رہنے والی آخرت اور فنا ہونے والی دنیا کے بارے میں غور و فکر فرمایا کرتے تھے۔ اللہ تعالیٰ نے آپ کو حلم و صبر دونوں صفتوں سے نوازا تھا۔ چنانچہ آپ کو کسی چیز کی وجہ سے اتنا غصہ نہیں آتا تھا کہ آپے سے باہر ہو جائیں۔[۱] اللہ تعالیٰ نے آپ کو چار چیزوں سے بیدار مغزی عطا فرمائی تھی۔ ایک بھلی بات کو اختیار کرنا دوسرے ان امور کا اہتمام کرنا جن سے امت کا دنیا و آخرت میں فائدہ ہو (اس روایت میں چار چیزوں میں سے صرف دو کا ذکر ہے) اور کنز العمال کی روایت کے آخر میں یہ مضمون بھی ہے۔ اللہ تعالےٰ نے آپ کو چار چیزوں کے بارے میں بیدار مغزی عطا فرمائی تھی۔ ایک نیک بات کو اختیار کرنا تاکہ اس نیک بات میں لوگ آپ کی اقتداء کریں۔ دوسرے بری بات کو چھوڑنا تاکہ لوگ بھی اس سے رک جائیں۔ تیسرے اپنی امت کی بھلائی والے کاموں کے بارے میں خوب سوچ بچار کرنا۔ چوتھے امت کے لئے ان امور کا اہتمام کرنا جس سے ان کی دنیا اور آخرت کا فائدہ ہو۔[۲]

---

[۱] وقدروى هذا الحديث بطوله الترمذى فى الشمائل عن الحسن بن علىؓ قال سالت خالى. فذكره وفيه حديثه عن اخيه الحسين عن ابيه على بن ابى طالب وقد رواه البيهقى فى الدلائل عن الحاكم باسناده عن الحسن قال: سالت خالى هند بن ابى هاله. فذكره كذا ذكر الحافظ ابن كثير فى البداية (ج ٦ص ٣٣) قلت وساق اسناد هذا الحديث الحاكم فى المستدرك (ج ٣ص ٦٤٠) ثم قال .فذكر الحديث بطوله واخرجه ايضاً الرويانى والطبرنى و ابن عساكر كما فى كنز العمال (ج ٤ص ٣٢)والبغوى كما فى الاصابة (ج ٣ص ٦١١)

[۲] وهكذا ذكره فى المجمع (ج ٨ص ٢٧٥) عن الطبرانى

صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کی صفات کے بارے میں صحابہ کرامؓ کے اقوال

اللہ تعالیٰ کے قول ,, کُنتُمْ خَيْرَ أُمَّةٍ أُخْرِجَتْ لِلنَّاسِ ،، تم ہو بہتر سب امتوں سے جو بھیجی گئی عالم میں کی تفسیر کے بارے میں حضرت سدی حضرت عمرؓ کا ارشاد نقل کرتے ہیں کہ اگر اللہ تعالیٰ چاہتے تو انتم فرماتے (جس کا ترجمہ ,, تم ،، ہے) پھر تو ہم سب مراد ہوتے (چاہے امر بالمعروف اور نہی عن المنکر کریں یا نہ کریں) لیکن اللہ تعالیٰ نے کنتم فرمایا جو محمد ﷺ کے صحابہ کرامؓ کے بارے میں خاص ہے (اس کا ترجمہ ,, تھے تم ،، ہے) وہ ,, خیر امت ،، ہیں اور جو ان جیسے کام کرے گا وہ ,, خیر امت ،، بنے گا۔ حضرت قتادہؒ فرماتے ہیں کہ حضرت عمرؓ نے کنتم خیر امۃ اخرجت للناس آیت تلاوت فرمائی اور پھر فرمایا کہ جو شخص اس (خیر) امت میں سے ہونا چاہتا ہے وہ اس شرط کو پورا کرے جو اللہ تعالےٰ نے اس آیت میں (خیر امت ہونے کے لئے) ذکر فرمائی ہے[1] (اور وہ شرط امر بالمعروف اور نہی عن المنکر ہے)

حضرت ابن مسعودؓ فرماتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے تمام بندوں کے دلوں پر پہلی دفعہ نگاہ ڈالی تو ان میں سے محمد ﷺ کو پسند فرمایا اور انہیں اپنا رسولؐ بنا کر بھیجا اور ان کو اپنا علم خاص عطا فرمایا۔ پھر دوبارہ لوگوں کے دلوں پر نگاہ ڈالی اور آپ کے لئے صحابہؓ کو چنا اور ان کو اپنے دین کا مددگار اور اپنے نبی ﷺ کی ذمہ داری کا اٹھانے والا بنایا۔ لہذا جس چیز کو مومن (یعنی صحابہ کرامؓ) اچھا سمجھیں گے وہ چیز اللہ کے ہاں بھی اچھی ہوگی اور جس چیز کو برا سمجھیں گے وہ چیز اللہ کے ہاں بھی بری ہوگی۔[2]

حضرت عبداللہ بن عمرؓ فرماتے ہیں کہ جو آدمی کسی کے طریقے کو اختیار کرنا چاہے تو اسے چاہئے کہ وہ ان لوگوں کا طریقہ اختیار کرے جو دنیا سے جا چکے ہیں اور یہ لوگ نبی کریم ﷺ کے صحابہؓ ہیں جو کہ اس امت میں سب سے بہترین اور سب سے زیادہ نیک دل اور سب سے زیادہ گہرے علم والے اور سب سے کم تکلف برتنے والے تھے۔ یہ ایسے لوگ ہیں جن کو

---

[1] کنز العمال (ج ۱ ص ۲۳۸)

[2] ابو نعیم فی الحلیۃ (ج ۱ ص ۳۷۵) واخرجہ ابن عبدالبر فی الا ستیعاب (ج ۱ ص ٦) عن ابن مسعودؓ بمعناہ ولم یذکر فما رآہ المومنون الی آخرہ واخرجہ الطیالسی (ص ۳۳) ایضا نحو حدیث ابی نعیم

اللہ تعالے نے اپنے نبی ﷺ کی صحبت کے لئے اور اپنے دین کو دنیا میں پھیلانے کے لئے چن لیا ہے۔ لہذا ان جیسے اخلاق اور ان جیسی زندگی گزارنے کے طریقے اپناؤ۔ رب کعبۃ اللہ کی قسم نبی کریم ﷺ کے یہ تمام صحابہ ہدایت مستقیم پر تھے۔ [۱]

حضرت ابن مسعودؓ (اپنے زمانہ کے لوگوں کو مخاطب ہوتے ہوئے) فرماتے ہیں کہ تم حضور ﷺ کے صحابہ سے زیادہ روزے رکھتے ہو، اور زیادہ نمازیں پڑھتے ہو اور زیادہ محنت کرتے ہو حالانکہ وہ تم سے زیادہ بہتر تھے لوگوں نے کہا اے ابو عبدالرحمٰن (یہ ابن مسعودؓ کی کنیت ہے) وہ ہم سے کیوں بہتر ہیں؟ تو انہوں نے فرمایا اس لئے کہ وہ تم سے زیادہ دنیا سے بے رغبت اور آخرت کے تم سے زیادہ مشتاق تھے۔ [۲]

حضرت ابو وائل کہتے ہیں کہ حضرت عبداللہ (ابن مسعودؓ) نے سنا کہ ایک آدمی یوں کہہ رہا تھا کہ کہاں ہیں وہ لوگ جو دنیا سے بے رغبت ہیں اور آخرت کے مشتاق ہیں تو حضرت عبداللہؓ نے فرمایا کہ وہ تو جابیہ والے وہ لوگ ہیں (جابیہ ملک شام کی ایک بستی کا نام ہے جو کہ حضرت عمرؓ کے زمانہ میں اسلامی لشکروں کا مرکز تھا جن کا قیصر روم سے مقابلہ ہوا تھا) جن میں سے پانچ سو مسلمانوں نے یہ عہد کیا تھا کہ قتل ہو جائیں گے مگر واپس نہیں جائیں گے لہذا ان لوگوں نے (اس زمانے کے رواج کے مطابق جان دینے کے لئے) سر منڈوا دیئے اور دشمن میں گھس گئے اور ایک کے علاوہ باقی سب شہید ہو گئے۔ اسی نے آکر ان کے شہید ہونے کی خبر دی۔ [۳]

حضرت ابن عمرؓ نے ایک آدمی سے سنا کہ وہ کہہ رہا تھا کہ کہاں ہیں وہ لوگ جو دنیا سے بے رغبت ہیں اور آخرت کے مشتاق ہیں تو حضرت ابن عمر نے اسے حضور اقدس ﷺ کی اور حضرت ابو بکرؓ اور حضرت عمرؓ کی قبریں دکھا کر کہا کہ ان کے بارے میں تم پوچھ رہے ہو۔ [۴]

حضرت ابو اراکہ فرماتے ہیں کہ میں نے ایک دن حضرت علیؓ کے ساتھ فجر کی نماز پڑھی جب آپ نماز سے فارغ ہوئے اور داہنی طرف رخ کر کے بیٹھ گئے تو ایسے معلوم ہو رہا تھا کہ آپ بے چین اور غمگین ہیں حتی کہ جب سورج مسجد کی دیوار سے ایک نیزہ بلند ہوا تو انہوں نے دو رکعت نماز پڑھی۔ پھر اپنے ہاتھ کو پلٹ کر فرمایا کہ اللہ کی قسم میں نے حضرت محمد ﷺ کے صحابہؓ کو دیکھا ہے آج ان جیسا کوئی نظر نہیں آتا ہے۔ صبح کے وقت ان کی یہ حالت ہوتی تھی کہ رنگ زرد اور بال بکھرے ہوئے اور جسم غبار آلود ہوتا تھا۔ ان کی پیشانی پر (سجدہ کا)

---

[۱] ابو نعیم فی الحلیة (ج ۱ ص ۳۰۵)
[۲] ابو نعیم فی الحلیة (ج ۱ ص ۱۳۶)
[۳] ابو نعیم فی الحلیة (ج ۱ ص ۱۳۵)
[۴] ابو نعیم فی الحلیة (ج ۱ ص ۳۰۷)

اتنا بڑا نشان نمایاں ہوتا تھا جتنا بڑا نشان بکری کے گھٹنے پر ہوتا ہے۔ ساری رات اللہ کے سامنے سجدہ کرتے ہوئے اور کھڑے ہو کر قرآن کی تلاوت کرتے ہوئے گزار دیتے تھے اور سجدہ اور قیام ہی میں راحت حاصل کرتے تھے۔ جب صبح ہو جاتی اور وہ اللہ کا ذکر کرتے تو ایسے جھومتے جیسے کہ تیز ہوا کے دن (یا باد صبا کے وقت) درخت جھومتا ہے اور اس طرح روتے کہ کپڑے گیلے ہو جاتے۔ خدا کی قسم (ان کے رونے سے یوں نظر آتا تھا کہ) گویا انہوں نے رات غفلت میں گزار دی ہو پھر حضرت علیؓ کھڑے ہو گئے اور اس کے بعد کبھی آہستہ ہنستے ہوئے بھی نظر نہ آئے یہاں تک کہ اللہ کے دشمن ابن ملجم فاسق نے آپ کو شہید کر دیا۔[1]

حضرت ضرار بن ضمرہ کنانی حضرت معاویہؓ کی خدمت میں گئے تو حضرت معاویہؓ نے ان سے فرمایا کہ میرے سامنے حضرت علیؓ کے اوصاف بیان کیجئے تو حضرت ضرار نے کہا اے امیر المومنین! آپ مجھے معاف رکھیں۔ اس پر حضرت معاویہؓ نے فرمایا کہ میں معافی نہیں دوں گا ضرور بیان کرنے ہوں گے تو حضرت ضرارؓ نے کہا کہ اگر ان کے اوصاف کو بیان کرنا ضروری ہی ہے تو سنیئے کہ حضرت علی اونچے مقصد والے (یا بڑی عزت والے) اور بڑے طاقت ور تھے۔ فیصلہ کن بات کہتے اور عدل وانصاف والا فیصلہ کرتے تھے۔ آپ کے ہر پہلو سے علم پھوٹتا تھا۔ (یعنی آپ کے اقوال وافعال اور حرکات وسکنات سے لوگوں کو علمی فائدہ ہوتا تھا) اور ہر طرف سے دانائی ظاہر ہوتی تھی۔ دنیا اور دنیا کی رونق سے ان کو وحشت تھی۔ رات اور رات کے اندھیرے سے ان کا دل بڑا مانوس تھا (یعنی رات کی عبادت میں ان کا دل بہت لگتا تھا) اللہ کی قسم! وہ بہت زیادہ رونے والے اور بہت زیادہ فکر مند رہنے والے تھے۔ اپنی ہتھیلیوں کو الٹتے پلٹتے اور اپنے نفس کو خطاب فرماتے (سادہ) اور مختصر لباس اور موٹا جھوٹا کھانا پسند تھا۔ اللہ کی قسم! وہ ہمارے ساتھ ایک عام آدمی کی طرح رہتے۔ جب ہم ان کے پاس جاتے تو ہمیں اپنے قریب بٹھا لیتے۔ اور جب ہم ان سے کچھ پوچھتے تو ضرور جواب دیتے۔ اگرچہ وہ ہم سے بہت گھل مل کر رہتے تھے۔ لیکن اس کے باوجود اس کی ہیبت کی وجہ سے ہم ان سے بات نہیں کر سکتے تھے۔ جب آپ تبسم فرماتے تو آپ کے دانت پروئے ہوئے موتیوں کی طرح نظر آتے۔ دینداروں کی قدر کرتے۔ مسکینوں سے محبت رکھتے۔ کوئی طاقتور اپنے غلط دعوے میں کامیابی کی آپ سے توقع نہ رکھ سکتا اور کوئی کمزور آپ کے انصاف سے ناامید نہ ہوتا۔ اور میں اللہ کو گواہ بنا کر کہتا ہوں کہ میں نے ان کو ایک دفعہ ایسے وقت میں کھڑے

---

[1] البدایہ (ج ۸ ص ۶) واخرجه ایضا ابو نعیم فی الحلیة (ج ۱ ص ۷۶) والد نیوری والعسکری وابن عساکر کما فی الکنز (ج ۸ ص ۲۱۹)

ہوئے دیکھا کہ جب رات کی تاریکی چھا چکی تھی اور ستارے ڈوب چکے تھے اور آپ اپنی محراب میں اپنی داڑھی پکڑے ہوئے جھکے ہوئے تھے اور اس آدمی کی طرح تلملا رہے تھے جسے کسی بچھو نے کاٹ لیا ہو اور غمگین آدمی کی طرح رو رہے تھے اور انکی صدا گویا اب بھی میرے کانوں میں گونج رہی ہے کہ بار بار ,, یا ربنا یا ربنا ،، فرماتے اور اللہ کے سامنے گڑگڑاتے۔ پھر دنیا کو مخاطب ہو کر فرماتے کہ اے دنیا! تو مجھ سے دور ہو جا کسی اور کو جا کر دھوکہ دے میں نے تجھے تین طلاقیں دیں۔ کیونکہ تیری عمر بہت تھوڑی ہے اور تیری مجلس بہت گھٹیا ہے تیری وجہ سے آدمی آسانی سے خطرہ میں مبتلا ہو جاتا ہے (یا تیرا درجہ بہت معمولی ہے) ہائے ہائے (کیا کروں) زاد سفر تھوڑا ہے اور سفر لمبا ہے اور راستہ وحشت ناک ہے۔ یہ سن کر حضرت معاویہ کے آنسو آنکھوں سے بہنے لگے۔ ان کو روک نہ سکے اور اپنی آستین سے ان کو پونچھنے لگے اور لوگ ہچکیاں لے کر اتنے رونے لگے کہ گلے رندھ گئے اس پر حضرت معاویہ نے فرمایا بیشک ابو الحسن (یعنی حضرت علیؓ) ایسے ہی تھے۔ اللہ ان پر رحمت نازل فرمائے۔ اے ضرار! تمہیں ان کی وفات کا کیسا رنج ہے ؟ حضرت ضرار نے کہا اس عورت جیسا غم ہے جس کا اکلوتا بیٹا اس کی گود میں ذبح کر دیا گیا ہو کہ نہ اس کے آنسو تھمتے ہیں اور نہ اس کا غم کم ہوتا ہے پھر حضرت ضرار اٹھے اور چلے گئے۔ [1]

حضرت قتادہ کہتے ہیں کہ حضرت ابن عمرؓ سے پوچھا گیا کہ کیا نبی کریم ﷺ کے صحابہؓ ہنسا کرتے تھے ؟ انہوں نے فرمایا کہ ہاں مگر اس حال میں کہ ایمان ان کے دلوں میں پہاڑوں سے بھی بڑا تھا۔ [2]

حضرت عمرؓ نے ایک مرتبہ یمن کے چند رفقاء سفر کو دیکھا جن کے کجاوے چمڑے کے تھے۔ تو ان کو دیکھ کر فرمایا کہ جو آدمی حضور اقدس ﷺ کے صحابہؓ جیسے لوگوں کو دیکھنا چاہتا ہے وہ ان کو دیکھ لے۔ [3]

حضرت ابو سعید مقبری بیان کرتے ہیں کہ جب حضرت ابو عبیدہؓ طاعون میں مبتلا ہوئے تو انہوں نے فرمایا اے معاذ! تم لوگوں کو نماز پڑھاؤ۔ چنانچہ حضرت معاذ نے لوگوں کو نماز پڑھائی پھر حضرت ابو عبیدہ بن الجراح کا انتقال ہو گیا۔ اس کے بعد حضرت معاذ نے کھڑے ہو کر لوگوں میں یہ بیان فرمایا کہ اے لوگو! اپنے گناہوں سے پکی سچی توبہ کرو۔ کیونکہ اللہ کا جو بندہ بھی اپنے گناہوں سے توبہ کر کے اللہ کے سامنے حاضر ہو گا اللہ اس کی ضرور مغفرت فرما

---

[1] ابو نعیم (ج ۱ ص ۸٤) واخرجه ابن عبدالبر فی الا ستیعاب (ج ۳ ص ٤٤) عن الحمازی رجل من همدان عن ضرار الصدائی بمعناه

[2] ابو نعیم فی الحلیة (ج ۱ ص ۳۱۱) [3] کنز العمال (ج ۷ ص ۱٦۳)

دیں گے۔ پھر آپ نے فرمایا کہ اے لوگو! تمہیں ایسے آدمی کے جانے کا رنج و صدمہ ہوا ہے کہ خدا کی قسم! میں نے کوئی ایسا اللہ کا بندہ نہیں دیکھا جو ان سے زیادہ کینے سے پاک ہو اور ان سے زیادہ نیک دل اور ان سے زیادہ شر و فساد سے دور رہنے والا۔ اور ان سے زیادہ آخرت سے محبت کرنے والا اور ان سے زیادہ تمام لوگوں کی بھلائی چاہنے والا ہو۔ لہذا ان کے لئے دعائے رحمت کرو اور ان کی نماز جنازہ پڑھنے کے لئے باہر میدان میں چلو۔ خدا کی قسم آئندہ ان جیسا تمہارا کوئی امیر نہیں ہوگا۔ پھر لوگ میدان میں جمع ہو گئے اور حضرت ابو عبیدہ کا جنازہ لایا گیا اور حضرت معاذ نے آگے بڑھ کر ان کی نماز جنازہ پڑھائی۔ پھر جب جنازہ قبر تک پہنچا تو ان کی قبر میں حضرت معاذ بن جبل، حضرت عمرو بن العاص اور حضرت ضحاک بن قیس اترے اور ان کی نعش کو بغلی قبر میں اتارا۔ اور باہر آکر ان کی قبر پر مٹی ڈالی۔ پھر حضرت معاذ بن جبل نے (قبر کے سرہانے کھڑے ہو کر حضرت ابو عبیدہ کو خطاب کرتے ہوئے) فرمایا اے ابو عبیدہ! میں تمہاری ضرور تعریف کروں گا اور (اس تعریف کرنے میں) کوئی غلط بات نہیں کہوں گا۔ کیونکہ مجھ کو اللہ تعالیٰ کی ناراضگی کا اندیشہ ہے اللہ کی قسم جہاں تک میں جانتا ہوں آپ ان لوگوں میں سے تھے جو اللہ کو بہت زیادہ یاد کرتے ہیں اور جو زمین پر عاجزی کے ساتھ چلتے ہیں اور جو جہالت کی بات کا ایسا جواب دیتے ہیں جس سے شر ختم ہو جائے اور جو مال خرچ کرنے کے موقع پر خرچ کرنے میں نہ فضول خرچی کرتے ہیں اور نہ ضرورت سے کم خرچ کرتے ہیں بلکہ ان کا خرچ اعتدال پر ہوتا ہے۔ اللہ کی قسم! آپ ان لوگوں میں سے ہیں جو دل سے اللہ کی طرف جھکنے والے اور تواضع کرنے والے ہیں۔ جو یتیم اور مسکین پر رحم کرتے ہیں اور خائن اور متکبر قسم کے لوگوں سے بغض رکھتے ہیں۔[1]

حضرت ربعی بن حراش کہتے ہیں کہ حضرت عبداللہ بن عباسؓ نے حضرت معاویہؓ کی مجلس میں آنے کی اجازت چاہی اور حضرت معاویہؓ کے پاس قریش کے مختلف خاندان بیٹھے ہوئے تھے اور حضرت سعید بن العاصؓ حضرت معاویہؓ کے دائیں جانب بیٹھے ہوئے تھے۔ جب حضرت معاویہؓ نے حضرت ابن عباس کو آتے ہوئے دیکھا تو فرمایا اے سعید! میں ابن عباسؓ سے ایسے سوالات کروں گا جن کا وہ جواب نہیں دے سکیں گے۔ حضرت سعیدؓ نے ان سے فرمایا کہ ابن عباسؓ جیسے آدمی کے لئے تمہارے سوالات کے جوابات دینا کوئی مشکل کام نہیں ہے۔ جب حضرت ابن عباسؓ آکر بیٹھ گئے تو ان سے حضرت معاویہ نے فرمایا کہ آپ ابو بکرؓ کے بارے میں کیا فرماتے ہیں؟ تو حضرت ابن عباسؓ نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ ابو بکر پر

---

[1] حاکم فی المستدرك (ج ۳ ص ۲٦٤)

رحم فرمائے۔ وہ اللہ کی قسم قرآن کی تلاوت فرمانے والے اور کجی سے دور اور بے حیائی سے غفلت برتنے والے اور برائی سے روکنے والے اور اپنے دین کو خوب اچھی طرح جاننے والے اور اللہ سے ڈرنے والے اور رات کو عبادت کرنے والے اور دن کو روزہ رکھنے والے اور دنیا سے محفوظ اور مخلوق کے ساتھ عدل وانصاف کا عزم رکھنے والے اور نیکی کا حکم کرنے اور خود نیکی پر چلنے والے اور تمام حالات میں اللہ کا شکر کرنے والے اور صبح وشام اللہ کا ذکر کرنے والے اور دینی ضرورتوں کے لئے اپنے نفس کو دبانے والے تھے اور وہ پرہیزگاری اور قناعت میں اور زہد اور پاکدامنی میں اور نیکی اور احتیاط میں اور دنیا کی بے رغبتی اور حسن سلوک کا اچھا بدلہ دینے میں، اپنے تمام ساتھیوں سے آگے تھے جو ان پر عیب لگائے اس پر قیامت تک اللہ کی لعنت ہو۔ حضرت معاویہؓ نے فرمایا کہ آپ حضرت عمر بن الخطابؓ کے بارے میں کیا کہتے ہیں تو حضرت ابن عباسؓ نے فرمایا کہ اللہ ابو حفص (حضرت عمر کی کنیت ہے) پر رحم کرے۔ اللہ کی قسم وہ اسلام کے مددگار ساتھی اور یتیموں کا ٹھکانہ، ایمان کا خزانہ اور کمزوروں کی جائے پناہ اور پکے مسلمانوں کی جائے قرار اور اللہ کی مخلوق کے لئے قلعہ اور تمام لوگوں کے لئے مددگار تھے۔ وہ صبر واحتساب کے ساتھ اللہ کے دین حق کو لے کر کھڑے ہوئے (آخرت کے ثواب اور اللہ کی رضامندی کی امید میں ہر تکلیف پر صبر کیا) یہاں تک کہ اللہ تعالیٰ نے دین اسلام کو غالب فرمادیا اور کئی ملکوں پر اللہ نے مسلمانوں کو فتح دی اور تمام علاقوں میں چشموں اور ٹیلوں پر تمام اطراف واکناف عالم میں اللہ تعالیٰ کا ذکر ہونے لگا۔ وہ بدگوئی کے وقت بڑے وقار والے اور فراخی وتنگی ہر حال میں اللہ کا شکر کرنے والے، ہر گھڑی اللہ کا ذکر کرنے والے تھے۔ جو ان سے بغض رکھے یوم حسرت تک (یعنی قیامت تک) اس پر اللہ کی لعنت ہو۔ حضرت معاویہؓ نے فرمایا کہ آپ حضرت عثمان بن عفانؓ کے بارے میں کیا فرماتے ہیں؟ تو حضرت ابن عباسؓ نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ ابو عمرو (یہ حضرت عثمان کی کنیت ہے) پر رحمت نازل فرمائے۔ وہ بڑے شریف سسرال والے اور نیک لوگوں سے بہت جوڑ رکھنے والے اور مجاہدین میں سب سے زیادہ جم کر مقابلہ کرنے والے اور بڑے شب بیدار اور اللہ کے ذکر کے وقت بہت زیادہ رونے والے۔ دن رات اپنے مقصد کے لئے فکرمند رہنے والے، ہر بھلے کام کے لئے تیار اور ہر نجات دینے والی نیکی کے لئے بھاگ دوڑ کرنے والے اور ہر ہلاک کرنے والی برائی سے دور بھاگنے والے تھے۔ انہوں نے غزوہ تبوک کے موقع پر اسلامی لشکر کو بہت سارا سامان دیا تھا۔ اور یہودی سے خرید کر بیر رومہ (کنواں) مسلمانوں کے لئے وقف کر دیا تھا۔ آپ حضرت مصطفیٰ ﷺ کے داماد تھے۔ ان کی دو صاحبزادیوں سے شادی کی تھی۔ جو ان کو برا بھلا کہے۔ اللہ اسے تا

قیامت پشیمانی میں مبتلا رکھے۔ پھر حضرت معاویہؓ نے فرمایا آپ حضرت علی بن ابی طالبؓ کے بارے میں کیا فرماتے ہیں تو حضرت ابن عباسؓ نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ ابو الحسن (یہ حضرت علیؓ کی کنیت ہے) پر رحمت نازل فرمائے اللہ کی قسم وہ ہدایت کا جھنڈا اور تقویٰ کا غار اور عقل کا گھر اور رونق کا ٹیلہ تھے۔ رات کی اندھیریوں میں چلنے والوں کے لئے روشنی تھے اور عظیم سیدھے راستے کی دعوت دینے والے اور پہلے آسمانی صحیفوں اور کتابوں کو جاننے والے، قرآن کی تفسیر بیان کرنے والے اور وعظ و نصیحت کرنے والے اور ہدایت کے اسباب میں ہمیشہ لگے رہنے والے اور ظلم واذیت رسانی کے چھوڑنے والے اور ہلاکت کے راستوں سے ہٹ کر چلنے والے تھے۔ تمام مومنوں اور متقیوں میں سے بہترین اور تمام کرتہ اور چادر پہننے والے انسانوں کے سردار اور حج و سعی کرنے والوں میں سے افضل اور عدل و مساوات کرنے والوں میں سب سے بڑے جوانمرد تھے اور انبیاء اور نبی مصطفیٰ علیہ السلام کے علاوہ تمام دنیا کے انسانوں سے زیادہ اچھے، طیب تھے۔ جنہوں نے دونوں قبلوں بیت المقدس اور بیت اللہ کی طرف نماز پڑھی۔ کیا کوئی مسلمان ان کی برابری کر سکتا ہے؟ جبکہ وہ تمام عورتوں میں سے بہترین عورت (حضرت فاطمہؓ) کے خاوند تھے اور حضورؐ کے دونواسوں کے والد تھے۔ میری آنکھوں نے ان جیسا کبھی دیکھا اور نہ آئندہ قیامت تک کبھی دیکھ سکیں گی۔ جو ان پر لعنت کرے اس پر اللہ اور اس کے بندوں کی قیامت تک لعنت ہو۔ پھر حضرت معاویہؓ نے فرمایا کہ آپ حضرت طلحہؓ اور حضرت زبیرؓ کے بارے میں کیا فرماتے ہیں؟

حضرت ابن عباسؓ نے فرمایا کہ اللہ ان دونوں پر رحمت نازل فرمائے۔ اللہ کی قسم وہ دونوں پاکباز، نیک، صاف ستھرے مسلمان شہید اور عالم تھے۔ ان دونوں سے ایک لغزش ہوئی جسے اللہ تعالیٰ انشاء اللہ اس وجہ سے ضرور معاف فرمادیں گے کہ ان دونوں حضرات نے شروع سے دین کی مدد کی اور ابتداء سے حضورؐ کی صحبت میں رہے اور بہت نیک اور عمدہ کام کئے۔ حضرت معاویہؓ نے فرمایا کہ اللہ حضرت ابو الفضل (یہ حضرت عباسؓ کی کنیت ہے) پر رحمت نازل فرمائے وہ اللہ کی قسم! حضورؐ کے والد ماجد کے سگے بھائی اور اللہ کے برگزیدہ انسان یعنی حضورؐ کی آنکھ کی ٹھنڈک اور تمام لوگوں کے لئے جائے پناہ اور حضورؐ کے تمام چچوں کے سردار تھے۔ تمام امور میں بڑی بصیرت رکھتے تھے اور ہمیشہ انجام پر نظر رہتی تھی۔ علم سے آراستہ تھے۔ ان کی فضیلتیں ہیچ معلوم ہوتیں۔ ان کے خاندان کے قابل فخر کارناموں کے سامنے دوسرے خاندانوں کے کارنامے پیچھے رہ گئے اور ایسا کیوں نہ ہوتا۔ جب کہ ان کی تربیت اس عبد المطلب نے کی جو ہر نقل و حرکت والے انسانوں میں سے سب سے زیادہ

بزرگ اور قریش کے تمام پیادہ اور سواروں سے زیادہ قابل فخر تھے۔ یہ ایک لمبی حدیث کا حصہ ہے۔[1]

دعوت کا باب

حضور اقدس ﷺ کو اور صحابہ کرامؓ اجمعین کو، اللہ اور رسول کی طرف دعوت دینا، کس طرح ہر چیز سے بہت زیادہ محبوب تھا اور ان کے دل میں اس بات کی کتنی زیادہ تڑپ تھی کہ تمام لوگ ہدایت پا جائیں اور اللہ کے دین میں داخل ہو جائیں اور اللہ کی رحمت میں غوطے کھانے لگیں اور دعوت کے ذریعہ مخلوق کو خالق کے ساتھ جوڑنے کے لئے کیسی زبردست کوشش کرتے تھے۔

دعوت سے محبت اور شغف

حضرت ابن عباسؓ اللہ تعالیٰ کے ارشاد فَمِنْهُمْ شَقِيٌّ وَّسَعِيْدٌ، (سو ان میں بعضے بد بخت ہیں اور بعضے نیک بخت) اور اس جیسی قرآنی آیات کے بارے میں فرماتے ہیں کہ رسول کریم ﷺ کو اس بات کی بہت زیادہ تڑپ تھی کہ تمام لوگ ایمان لے آئیں اور آپ سے ہدایت پر بیعت ہو جائیں۔ آپ کی یہ بے قراری دیکھ کر اللہ عزوجل نے آپ کو یہ بتایا کہ صرف وہی انسان ایمان لائیں گے جس کے لئے لوح محفوظ میں پہلے سے ہی (ایمان لانے کی) سعادت لکھی جا چکی ہے اور صرف وہی انسان گمراہ ہوں گے جن کے لئے لوح محفوظ میں پہلے سے ہی بد بختی لکھی جا چکی ہے۔ پھر اللہ نے اپنے نبی کریم ﷺ کو ارشاد فرمایا:

لَعَلَّكَ بَاخِعٌ نَّفْسَكَ اَلَّا يَكُوْنُوْا مُؤْمِنِيْنَ اِنْ نَّشَاْ نُنَزِّلْ عَلَيْهِمْ مِّنَ السَّمَآءِ اٰيَةً فَظَلَّتْ اَعْنَاقُهُمْ لَهَا خٰضِعِيْنَ (الشعرآء۔ ۳-۴)

جس کا ترجمہ یہ ہے:

"شاید تو گھونٹ مارے اپنی جان، اس بات پر کہ وہ یقین نہیں کرتے۔ اگر ہم چاہیں تو اتاریں ان پر آسمان سے ایک نشانی۔ پھر رہ جائیں ان کی گردنیں اس کے آگے نیچی"۔[2]

حضرت ابن عباسؓ فرماتے ہیں کہ جب ابو طالب بیمار ہوئے تو قریش کی ایک جماعت ان کے پاس آئی جس میں ابو جہل بھی تھا۔ ان لوگوں نے کہا آپ کا بھتیجا ہمارے معبودوں کو برا بھلا

---

[1] قال الهيثمي (ج ۹ ص ۱۶۰) رواه الطبراني وفيه من لم اعرفهم [2] طبراني قال الهيثمي (ج ۷ ص ۸۵) رجاله وثقوا الا ان علي بن ابي طلحة لم يسمع من ابن عباس. انتهى

کہتا ہے اور یوں یوں کرتا ہے اور یوں یوں کہتا ہے۔ لہذا آپ ان کے پاس کسی آدمی کو بھیج کر ان کو بلالیں اور ایسا کرنے سے ان کو روک دیں۔ چنانچہ انہوں نے حضور اقدس ﷺ کے پاس ایک آدمی بھیجا۔ آپ تشریف لے آئے اور گھر میں داخل ہوئے تو اس وقت ابو طالب کے قریب ایک آدمی کے بیٹھنے کی جگہ تھی۔ حضرت ابن عباسؓ فرماتے ہیں کہ ابو جہل لعنہ اللہ کو اس بات کا خطرہ ہوا کہ اگر حضور اقدس ﷺ ابو طالب کے پہلو میں بیٹھ گئے تو (اتنے قریب بیٹھنے کی وجہ سے) ابو طالب کے دل میں حضورؐ کے لئے زیادہ نرمی پیدا ہو جائے گی چنانچہ وہ چھلانگ لگا کر خود اس جگہ جا بیٹھا اور حضور کو اپنے چچا کے قریب بیٹھنے کی کوئی جگہ نہ ملی چنانچہ آپ دروازے کے پاس ہی بیٹھ گئے۔ ابو طالب نے آپ سے کہا کہ اے میرے بھتیجے کیا بات ہے؟ کہ تمہاری قوم کے لوگ تمہاری شکایت کر رہے ہیں۔ وہ یہ کہہ رہے ہیں کہ آپ ان کے معبودوں کو برا بھلا کہتے ہیں اور یوں یوں کہتے ہیں۔ حضرت ابن عباس فرماتے ہیں کہ اس پر سب لوگوں نے بولنا شروع کر دیا۔ آپ نے گفتگو شروع فرمائی اور فرمایا کہ اے میرے چچا! میں یہ چاہتا ہوں کہ یہ لوگ صرف ایک کلمہ کا اقرار کر لیں تو تمام اہل عرب ان کے ماتحت اور فرمانبردار بن جائیں گے اور تمام اہل عجم ان کو جزیہ دینے لگ جائیں گے۔ آپ کی یہ بات سن کر وہ لوگ چوکنے ہو گئے اور (بیتاب ہو کر) کہا آپ کے والد کی قسم (اتنی بڑی بات کے لئے) ایک کلمہ تو کیا ہم دس کلموں کو ماننے کے لئے تیار ہیں۔ آپ بتائیں وہ کلمہ کیا ہے؟ ابو طالب بھی کہنے لگے کہ اے میرے بھتیجے وہ ایک کلمہ کیا ہے؟ آپ نے فرمایا کہ لا الٰہ الا اللّٰہ یہ سن کر وہ لوگ پریشان ہو کر اپنے کپڑے جھاڑتے ہوئے کھڑے ہو گئے اور کہنے لگے کہ اتنے معبودوں کی جگہ ایک ہی معبود رہنے دیا۔ واقعی یہ بہت عجیب اور انوکھی بات ہے۔ حضرت ابن عباسؓ نے فرمایا کہ اس موقعہ پر اَجَعَلَ الْاٰلِهَةَ اِلٰهًا وَّاحِدًا اِنَّ هٰذَا لَشَیْءٌ عُجَابٌ سے لے کر بَلْ لَّمَّا یَذُوْقُوْا عَذَابِ تک آیات نازل ہوئیں۔[1]

حضرت ابن عباسؓ فرماتے ہیں کہ جب عتبہ بن ربیعہ اور شیبہ بن ربیعہ اور ابو جہل بن ہشام اور امیہ بن خلف اور ابو سفیان بن حرب اور دیگر سرداران قریش ابو طالب کے پاس گئے اور ان سے (حضور ﷺ کے بارے میں) بات کرنی چاہی تو انہوں نے کہا اے ابو طالب! آپ کو ہم میں جتنا بڑا مقام حاصل ہے وہ آپ جانتے ہیں اور آپ کی بیماری کی حالت آپ کے سامنے ہے

---

[1] رواہ الا مام احمد والنسائی وابن ابی حاتم وابن جریر کلھم فی تفاسیر ھم ورواہ الترمذی وقال حسن کذافی التفسیر لا بن کثیر (ج ٤ص ٢٨) واخرجہ البیھقی (ج ٩ص ١٨٨) ایضاً والحاکم (ج ٢ص ٤٣٢) بمعناہ وقال حدیث صحیح الا سناد ولم یخرجاہ وقال الذھبی صحیح .اھ

اور ہمیں آپ کی زندگی کا خطرہ ہے۔ ہمارے اور آپ کے بھتیجے کے درمیان جو کچھ ہو رہا ہے اسے بھی آپ خوب جانتے ہیں۔ آپ ان کو بلائیں کچھ ہمارے مطالبے مان کر اور کچھ ان کے مطالبے منوا کر ہماری اور ان کی صلح کرا دیں تاکہ ہم ایک دوسرے کو کچھ کہنے سے رُک جائیں اور وہ ہمیں ہمارے دین پر رہنے دیں اور ہم ان کو ان کے دین پر چھوڑ دیں۔ ابو طالب نے کہا اے میرے بھتیجے! یہ تمہاری قوم کے سردار اور بڑے لوگ ہیں اور تمہاری وجہ سے یہ اکٹھے ہو کر آئے ہیں تاکہ وہ آپ کے کچھ مطالبے پورے کر دیں اور آپ ان کے کچھ مطالبے پورے کر دیں۔ حضرت ابن عباسؓ فرماتے ہیں کہ حضور اقدس ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ بہت اچھا۔ تم ایک مان جاؤ جس سے تم پورے عرب کے مالک بن جاؤ گے اور سارا عجم تمہارا ماتحت و فرمانبردار ہو جائے گا۔ ابو جہل نے کہا (اس بات کے لئے) ایک کلمہ نہیں، تمہارے والد کی قسم! دس کلمے ماننے کو تیار ہیں تو آپ نے فرمایا لآ اله الا الله کہو۔ اور اللہ کے علاوہ جن خداؤں کی عبادت کرتے ہو ان کو نکال پھینکو۔ یہ سن کر ان سب نے ہاتھ پر ہاتھ مار کر کہا اے محمد! کیا آپ یہ چاہتے ہیں کہ تمام خداؤں کا ایک خدا بنا دیں؟ آپ کی یہ بات بہت عجیب ہے۔ حضرت ابن عباسؓ فرماتے ہیں کہ وہ ایک دوسرے سے کہنے لگے کہ اللہ کی قسم یہ آدمی تمہارا کوئی بھی مطالبہ ماننے والا نہیں ہے چلے جاؤ اور اپنے آباؤ اجداد کے دین پر چلتے رہو حتی کہ اللہ ہی ہمارے اور اس کے درمیان فیصلہ کرے۔ پھر وہ بکھر گئے حضرت ابن عباس فرماتے ہیں کہ پھر ابو طالب نے کہا اے میرے بھتیجے اللہ کی قسم! میرا خیال یہ ہے کہ تم نے ان سے حد سے زیادہ کسی بات کا مطالبہ نہیں کیا (تمہارا مطالبہ صحیح ہے)۔ یہ سن کر حضور ﷺ کو ابو طالب کے ایمان لانے کی کچھ امید بندھی تو آپ ان سے فرمانے لگے، اے میرے چچا! آپ تو یہ کلمہ ضرور پڑھ لیں تاکہ اس کی وجہ سے میں آپ کے لئے قیامت کے دن شفاعت کی اجازت لے سکوں۔ ابو طالب نے آپ کی یہ تڑپ دیکھ کر جواب دیا کہ اے میرے بھتیجے اللہ کی قسم! اگر مجھے دو باتوں کا ڈر نہ ہوتا تو میں یہ کلمہ ضرور پڑھ لیتا۔ ایک تو یہ کہ میرے بعد تمہیں اور تمہارے خاندان کو گالیاں پڑیں گے اور دوسرے یہ کہ قریش یہ طعنہ دیں گے کہ میں نے موت سے ڈر کر یہ کلمہ پڑھا ہے اور یہ کلمہ پڑھتا بھی تو صرف آپ کو خوش کرنے کے لئے۔[1]

حضرت مسیبؓ سے روایت ہے کہ جب ابو طالب کی موت کا وقت قریب آیا تو حضور ﷺ ان کے پاس تشریف لے گئے تو ابو جہل وہاں پہلے سے موجود تھا۔ آپ نے فرمایا اے میرے چچا لآ الٰہ الا اللہ پڑھ لو۔ تاکہ اس کلمہ کی وجہ سے میں اللہ کے سامنے آپ کی حمایت کر سکوں۔ اس پر ابو جہل اور عبد اللہ بن ابی امیہ نے کہا اے ابو طالب کیا عبد المطلب کا دین

---

[1] عند ابن اسحاق کما فی البدایہ (ج ۳ص ۱۲۳) وفیہ راو مبھم لا یعرف حالہ.

چھوڑنے لگے ہو؟ اور دونوں بار بار اسی بات کو دہراتے رہے۔ یہاں تک کہ ابو طالب کے منہ سے آخری بول یہی نکلا کہ میں عبدالمطلب ہی کے دین پر ہوں۔ آپ نے فرمایا جب تک مجھ کو منع نہ کیا جائے گا میں آپ کے لئے ضرور استغفار کروں گا۔ اس پر یہ آیت نازل ہوئی۔

مَا كَانَ لِلنَّبِيِّ وَالَّذِينَ آمَنُوا أَنْ يَسْتَغْفِرُوا لِلْمُشْرِكِينَ وَلَوْ كَانُوا أُولِي قُرْبَىٰ مِنْ بَعْدِ مَا تَبَيَّنَ لَهُمْ أَنَّهُمْ أَصْحَابُ الْجَحِيمِ (التوبة ۱۱۳)

جس کا ترجمہ یہ ہے "لائق نہیں نبی کو اور مسلمانوں کو کہ بخشش چاہیں مشرکوں کی، اور اگرچہ وہ ہوں قرابت والے، جبکہ کھل چکا ان پر کہ وہ ہیں دوزخ والے"، اور یہ آیت نازل ہوئی۔

إِنَّكَ لَا تَهْدِي مَنْ أَحْبَبْتَ (قصص ۵۶)

جس کا ترجمہ یہ ہے۔ آپ جس کو چاہیں ہدایت نہیں کر سکتے۔[۱] اسی جیسی دوسری روایت میں یہ ہے کہ حضور اقدس ﷺ ابو طالب پر کلمہ کو پیش فرماتے رہے اور وہ دونوں بھی اپنی بات دہراتے رہے یہاں تک کہ ابو طالب کا آخری بول علی ملة عبدالمطلب تھا کہ میں عبدالمطلب ہی کے دین پر ہوں اور لا الہ الا اللہ پڑھنے سے انکار کر دیا۔ اس پر آپ نے فرمایا۔ غور سے سنو کہ جب تک مجھے منع نہ کیا جائے گا اس وقت تک میں آپ کے لئے ضرور استغفار کرتا ہوں گا۔ اس پر اللہ تعالیٰ نے یہ دونوں پچھلی آیتیں نازل فرمائیں۔[۲]

حضرت ابو ہریرہؓ فرماتے ہیں کہ جب ابو طالب کا آخری وقت آیا حضور اقدس ﷺ ان کے پاس تشریف لے گئے اور آپ نے فرمایا، اے میرے چچا جان! لآ الہ الا اللہ کہہ دیجئے تاکہ میں قیامت کے دن آپ کا گواہ بن جاؤں تو ابو طالب نے جواب دیا کہ اگر قریش کے اس کہنے کی عار نہ ہوتی کہ ابو طالب نے صرف موت کے ڈر سے کلمہ پڑھا ہے تو میں کلمہ پڑھ کر آپ کی آنکھوں کو ضرور ٹھنڈا کر دیتا۔ اور میں یہ کلمہ صرف اس لئے پڑھتا تاکہ آپ کی آنکھیں ٹھنڈی ہو جائیں۔ اس پر اللہ تعالیٰ نے یہ آیت نازل فرمائی۔

إِنَّكَ لَا تَهْدِي مَنْ أَحْبَبْتَ وَلَٰكِنَّ اللَّهَ يَهْدِي مَنْ يَشَاءُ وَهُوَ أَعْلَمُ بِالْمُهْتَدِينَ (قصص ۵۶)

جس کا ترجمہ یہ ہے "آپ جس کو چاہیں ہدایت نہیں کر سکتے بلکہ اللہ جس کو چاہے ہدایت کر دیتا ہے اور ہدایت پانے والوں کا علم (بھی) اسی کو ہے"۔[۳]

حضرت عقیل بن ابی طالبؓ فرماتے ہیں کہ قریش ابو طالب کے پاس آئے (پوری حدیث آگے سختیاں برداشت کرنے کے باب میں انشاء اللہ آئے گی لیکن اس کا کچھ حصہ یہ ہے) ابو

---

[۱] بخاری ومسلم [۲] اخرجه البخاری ومسلم من طريق آخر عنه بنحوه.
[۳] هكذا روى الامام احمد ومسلم والنسائی والترمذی كذافی البداية (ج ۳ ص ۱۲٤)

طالب نے حضور ﷺ سے کہا اے میرے بھتیجے اللہ کی قسم! جیسے کہ تمہیں خود بھی معلوم ہے میں ہمیشہ تمہاری بات مانتا رہا ہوں (لہذا اب تم بھی میری تھوڑی سی بات مان لو اور وہ یہ ہے کہ) تمہاری قوم کے لوگ میرے پاس آکر یہ کہہ رہے ہیں کہ تم کعبہ میں ان کی مجلسوں میں جا کر ان کو وہ باتیں سناتے ہو جن سے ان کو تکلیف ہوتی ہے لہذا اگر تم مناسب سمجھو تو ایسا کرنا چھوڑ دو۔ آپ نے اپنی نگاہ آسمان کی طرف اٹھا کر فرمایا جس کام کو دے کر مجھے مبعوث کیا گیا ہے اس کو چھوڑنے کی میں بالکل قدرت نہیں رکھتا ہوں جیسے کہ تم میں سے کوئی سورج میں سے آگ کا شعلہ لانے کی قدرت نہیں رکھتا ہے۔[1]

بیہقی میں یہ روایت اس طرح سے ہے کہ ابو طالب نے حضور ﷺ سے کہا کہ اے میرے بھتیجے! تمہاری قوم کے لوگوں نے میرے پاس آکر یوں یوں کہا۔ اب تم میری جان پر اور اپنی جان پر ترس کھاؤ اور مجھ پر وہ بوجھ نہ ڈالو کہ جس کو نہ میں اٹھا سکوں اور نہ تم۔ لہذا تم ان لوگوں کو وہ باتیں کہنی چھوڑ دو جو ان کو پسند نہیں ہیں۔ یہ سن کر آپ کو یہ گمان ہوا کہ آپ کے بارے میں چچا کے خیالات میں تبدیلی آچکی ہے اور وہ آپ کا ساتھ چھوڑ کر آپ کو قوم کے حوالے کر دیں گے اور اب ان میں آپ کا ساتھ دینے کی ہمت نہیں رہی۔ اس پر آپ نے فرمایا اے میرے چچا! اگر سورج میرے دائیں ہاتھ میں اور چاند میرے بائیں ہاتھ میں رکھ دیا جائے تو بھی میں اس کام کو نہیں چھوڑوں گا (اور میں اس کام میں لگا رہوں گا) یہاں تک کہ اللہ تعالیٰ اس کام کو غالب کر دیں یا اس کام کی کوشش میں میری جان چلی جائے۔ اتنا کہہ کر آپ کی آنکھیں ڈبڈبا گئیں اور آپ رو دیئے (پوری حدیث آئندہ آئے گی)

حضرت جابر بن عبد اللہؓ فرماتے ہیں کہ ایک دن قریش نے جمع ہو کر یہ کہا کہ تم ایسے آدمی کو تلاش کرو جو تم میں سب سے بڑا جادوگر اور سب سے بڑا کاہن (نجومی) اور سب سے بڑا شاعر ہو تاکہ وہ اس آدمی (حضور ﷺ) کے پاس جائے جس نے ہم میں پھوٹ ڈال دی اور ہمارے جوڑ کو پارہ پارہ کر دیا اور ہمارے دین میں بہت سے عیب نکال دیئے اور جا کر اس سے (کھل کر) بات کرے اور دیکھے کہ وہ کیا جواب دیتا ہے سب نے یہی کہا کہ ہمارے علم میں اس کام کے لئے عتبہ بن ربیعہ سے بہتر کوئی آدمی نہیں، چنانچہ انہوں نے عتبہ سے کہا اے ابو الولید (یہ عتبہ کی کنیت ہے) تم ان کے پاس جاؤ چنانچہ عتبہ حضور ﷺ کے پاس آیا اور یہ کہا کہ اے محمد! آپ بہتر ہیں یا (آپ کے والد) عبد اللہ؟ آپ خاموش رہے۔ پھر اس نے کہا (آپ بہتر ہیں یا آپ کے دادا) عبد المطلب؟ آپ پھر خاموش رہے۔ پھر اس نے کہا کہ اگر آپ کا خیال یہ ہے

[1] اخرج الطبرانی والبخاری فی التاریخ.

کہ یہ لوگ آپ سے بہتر تھے تو یہ ان خداؤں کی عبادت کرتے تھے جن میں آپ عیب نکالتے ہیں اور اگر آپ کا خیال یہ ہے کہ آپ ان سے بہتر ہیں تو آپ یہ بات ہمیں سمجھائیں۔ ہم آپ کی بات سنتے ہیں۔ اللہ کی قسم! ہم نے ایسا کوئی نوجوان نہیں دیکھا جو اپنی قوم کے لیے (نعوذباللہ) آپ سے زیادہ منحوس ثابت ہوا ہو۔ آپ نے ہم میں پھوٹ ڈال دی اور ہمارے جوڑ کو بالکل ختم کر دیا اور ہمارے دین میں بہت سے عیب نکال دیئے اور سارے عرب میں ہمیں رسوا کر دیا یہاں تک کہ سارے عرب میں یہ مشہور ہو گیا کہ قریش میں ایک جادوگر ہے اور قریش میں ایک نجومی ہے۔ اللہ کی قسم! (ہمارے آپس کے تعلقات اتنے خراب ہو چکے ہیں کہ) ہم بس اس انتظار میں ہیں کہ حاملہ عورت کی طرح ایک چیخ سنائی دے اور ہم سب ایک دوسرے پر تلواریں لے کر ٹوٹ پڑیں یہاں تک کہ ہم سب ایک دوسرے کو ختم کر دیں۔ اے آدمی! اگر آپ کو (مال کی) ضرورت ہے تو ہم آپ کے لئے اتنا مال اکٹھا کر دیں گے کہ آپ قریش میں سب سے زیادہ مالدار ہو جائیں گے اور اگر آپ کو عورتوں کی خواہش ہے آپ اپنے لئے قریش کی عورتیں پسند کر لیں، ایک کیا دس سے شادی کرادیں گے۔ آپ نے فرمایا تم اپنی بات کہہ چکے؟ تو عتبہ نے کہا جی ہاں۔ اس پر حضور ﷺ نے یہ آیات تلاوت فرمائیں۔

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

حٰمٓ تَنْزِیْلٌ مِّنَ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ کِتٰبٌ فُصِّلَتْ اٰیٰتُہٗ قُرْاٰنًا عَرَبِیًّا لِّقَوْمٍ یَّعْلَمُوْنَ سے لے کر فَاِنْ اَعْرَضُوْا فَقُلْ اَنْذَرْتُکُمْ صٰعِقَۃً مِّثْلَ صٰعِقَۃِ عَادٍ وَّثَمُوْدَ (حٰمٓ السجدۃ ١۔ ١٣) تک آخری آیت کا ترجمہ یہ ہے کہ ,, پھر اگر وہ ٹلائیں تو تو کہہ میں نے خبر سنادی تم کو ایک سخت عذاب کی، جیسے عذاب آیا عاد اور ثمود پر،، یہ سن کر عتبہ نے کہا بس۔ بس آپ کے پاس اس کے علاوہ اور کوئی بات نہیں؟ آپ نے فرمایا نہیں۔ پھر عتبہ قریش کے پاس واپس آیا تو انہوں نے پوچھا وہاں کیا بات چیت ہوئی؟ تو اس نے کہا میرے خیال میں آپ لوگ ان سے جتنی باتیں کہنا چاہتے تھے وہ سب باتیں میں نے ان کو کہہ دیں۔ تو انہوں نے پوچھا کہ انہوں نے تمہیں کچھ جواب دیا؟ تو عتبہ نے کہا۔ ہاں لیکن پھر کہنے لگا نہیں۔ قسم ہے اس ذات کی جس نے کعبہ کو عبادت کا گھر بنایا اس نے جتنی باتیں کیں ان میں سے مجھے صرف یہی ایک بات سمجھ میں آئی کہ وہ تم کو عاد وثمود جیسے عذاب سے ڈرا رہا ہے تو لوگوں نے کہا تیرا ناس ہو (عجیب بات ہے کہ) وہ آدمی تم سے عربی زبان میں بات کرتا ہے اور تمہیں سمجھ میں نہیں آتا ہے کہ وہ کیا کہہ رہا ہے تو عتبہ نے کہا (میں کیا کروں) اس نے جتنی باتیں کہیں ان میں سے عذاب والی بات کے علاوہ اور کوئی بات سمجھ میں نہیں آئی۔[1] بیہقی وغیرہ نے حاکم سے اس روایت کو نقل کیا ہے جس میں یہ مضمون

١۔ واخرج عبد بن حمید فی سندہ عن ابن ابی شیبۃ باسنادہ عن جابر

مزید ہے کہ عتبہ نے یہ بھی کہا کہ اگر آپ سردار بننا چاہتے ہیں تو ہم اپنے سارے جھنڈے آپ کے سامنے گاڑ دیں گے (اس زمانے کا دستور تھا کہ جھنڈا سردار کے گھر گاڑا جاتا تھا) اور پوری زندگی آپ ہمارے سردار رہیں گے اور اس روایت میں یہ بھی ہے کہ جب آپ نے یہ آیت تلاوت فرمائی فَإِنْ أَعْرَضُوا فَقُلْ أَنذَرْتُكُمْ صَاعِقَةً مِّثْلَ صَاعِقَةِ عَادٍ وَثَمُودَ الآیة تو عتبہ نے آپ کے منہ پر ہاتھ رکھ دیا اور رشتہ داری کا واسطہ دے کر کہا کہ آپ (مزید قرآن پڑھنا) بس کر دیں۔ اس کے بعد عتبہ گھر جا کر بیٹھ رہا اور قریش کے پاس نہ گیا۔ تو ابو جہل نے کہا اللہ کی قسم! اے قریش ہمیں تو یہی نظر آرہا ہے کہ عتبہ محمد کی طرف مائل ہو گیا ہے اور اسے محمد کا کھانا پسند آگیا اور یہ اس نے اس وجہ سے کیا ہے کہ وہ غریب ہو گیا ہے۔ چلو ہم اس کے پاس چلتے ہیں۔ چنانچہ سب عتبہ کے پاس پہنچے تو ابو جہل نے کہا او عتبہ اللہ کی قسم ہم تمہارے پاس اس وجہ سے آئے ہیں کہ تم محمد کی طرف مائل ہو گئے ہو اور تمہیں ان کی بات پسند آگئی ہے اگر تمہیں مال کی ضرورت ہے تو ہم تمہیں اتنا مال جمع کر کے دے دیں گے کہ تمہیں محمد کے کھانے کی ضرورت نہیں رہے گی۔ اس پر عتبہ بگڑ گیا اور اس نے خدا کی قسم کھا کر کہا کہ وہ کبھی محمد سے بات نہیں کرے گا اور کہا کہ تم لوگوں کو اچھی طرح معلوم ہے کہ میں قریش کے سب سے زیادہ مالدار لوگوں میں سے ہوں۔ لیکن بات یہ ہے کہ میں محمد کے پاس گیا تھا۔ پھر عتبہ نے سارا واقعہ تفصیل سے بیان کیا اور کہا اللہ کی قسم! محمد نے میری بات کا ایسا جواب دیا جو نہ جادو ہے نہ شعر ہے اور نہ کہانت ہے اور محمد نے یہ آیات پڑھ کر سنائیں۔

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم حٰمٓ تَنزِيلٌ مِّنَ الرَّحْمَٰنِ الرَّحِيمِ سے لے کر فَإِنْ أَعْرَضُوا فَقُلْ أَنذَرْتُكُمْ صَاعِقَةً مِّثْلَ صَاعِقَةِ عَادٍ وَثَمُودَ تک تو میں نے ان کے منہ پر ہاتھ رکھ دیا اور ان کو رشتہ داری کا واسطہ دے کر کہا کہ وہ بس کر دیں اور تم جانتے ہو کہ محمد جب کوئی بات کہتے ہیں وہ غلط نہیں ہوتی تو مجھے ڈر ہوا کہ تم پر کہیں عذاب نہ اتر آئے۔[1]

حضرت ابن عمرؓ فرماتے ہیں کہ قریش حضور ﷺ کے بارے میں مشورہ کرنے کے لئے جمع ہوئے اور آپ مسجد میں بیٹھے ہوئے تھے تو عتبہ بن ربیعہ نے قریش سے کہا مجھے اجازت دو، میں محمد کے پاس جا کر ان سے بات کر لوں گا۔ عتبہ وہاں سے اٹھ کر آپ کے پاس آکر بیٹھ گیا اور کہنے لگا اے میرے بھتیجے! میں یہ سمجھتا ہوں کہ آپ ہم سب میں سب سے زیادہ بہترین گھر والے اور سب

---

[1] كذافي البداية (ج ٣ ص ٦٢) واخرجه ابو يعلى عن جابر رضي الله عنه مثل حديث عبد بن حميد واخرجه ابو نعيم في الدلائل (ص ٧٥) بنحوه قال الهيثمي (ج ٦ ص ٢٠) رفيه الا جلح الكندي وثقه ابن معين وغيره وضعفه النسائي وغيره وبقية رجاله ثقات. انتهى

سے زیادہ بڑے رتبے والے ہیں لیکن آپ نے اپنی قوم کو ایسی مصیبت میں مبتلا کر دیا کہ کسی نے اپنی قوم کو ویسی مصیبت میں مبتلا نہ کیا ہوگا۔ اگر اس کام سے آپ مال جمع کرنا چاہتے ہیں تو آپ کی قوم اس بات کی ذمہ دار ہے کہ وہ آپ کو اتنا مال جمع کر کے دیں گے کہ آپ ہم میں سب سے زیادہ مالدار ہو جائیں گے۔ اگر آپ سرداری حاصل کرنا چاہتے ہیں تو ہم آپ کو اپنا سب سے بڑا سردار بنا لیں گے کہ آپ کی قوم میں آپ سے بڑا کوئی سردار نہ ہوگا اور ہم آپ کے بغیر کوئی فیصلہ نہیں کیا کریں گے اور اگر یہ سب کچھ جنات کے ایسے اثر کی وجہ سے ہے جسے آپ اپنے سے خود زائل نہیں کر سکتے ہیں تو جب تک آپ ہم کو مزید علاج کی تلاش میں معذور نہیں قرار دے دیں گے ہم آپ کے علاج کرانے کے لئے اپنے خزانے خرچ کرتے رہیں گے۔ اور اگر آپ بادشاہ بننا چاہتے ہیں تو ہم آپ کو اپنا بادشاہ بنا لیتے ہیں۔ آپ نے فرمایا اے ابو الولید! تم اپنی بات پوری کر چکے؟ عتبہ نے کہا جی ہاں۔ حضرت ابن عمرؓ فرماتے ہیں کہ آپ نے سورت حم سجدہ پڑھنی شروع کی یہاں تک کہ آیت سجدہ بھی پڑھ لی۔ پھر آپ نے سجدہ تلاوت کیا۔ لیکن عتبہ اپنی پشت کے پیچھے ہاتھ ٹیکے بیٹھے رہا (یعنی اس نے سجدہ نہ کیا) اس کے بعد آپ نے باقی سورت تلاوت فرمائی۔ جب آپ تلاوت سے فارغ ہوئے تو عتبہ وہاں سے کھڑا ہو گیا (لیکن وہ ان آیات کو سن کر اتنا مرعوب ہو گیا تھا کہ) اسے کچھ سمجھ نہیں آ رہا تھا کہ وہ اپنی قوم کو جا کر کیا بتائے۔ جب قریش نے اس کو واپس آتے ہوئے دیکھا تو آپس میں کہنے لگے کہ جس حالت کے ساتھ یہ تمہارے پاس سے گیا تھا اب اس کا چہرہ بتا رہا ہے کہ اب اس کی وہ حالت باقی نہیں رہی۔ عتبہ ان کے پاس آکر بیٹھ گیا اور کہنے لگا اے جماعت قریش! میں نے ان کو وہ تمام باتیں کہہ دیں جن کا تم نے مجھ کو حکم دیا تھا۔ یہاں تک کہ جب میں اپنی بات پوری کہہ چکا تو اس نے مجھے ایسا کلام سنایا کہ اللہ کی قسم میرے کانوں نے ویسا کلام کبھی نہیں سنا اور مجھے کچھ سمجھ نہیں آ رہا تھا کہ اسے کیا جواب دوں۔ اے قریش! آج تم میری مان لو آئندہ چاہے نہ ماننا۔ اس آدمی کو اپنے حال پر چھوڑ دو اور اس سے الگ تھلگ رہو کیونکہ اللہ کی قسم! وہ جس کام پر لگے ہوئے ہیں وہ اسے چھوڑنے والے نہیں ہیں۔ باقی عربوں میں اسے کام کرنے دو۔ کیونکہ اگر وہ ان عربوں پر غالب آ گئے تو ان کی برتری تمہاری برتری ہوگی اور ان کی عزت تمہاری عزت ہوگی اور اگر وہ عرب ان پر غالب آ گئے تو تمہارے بیچ میں آئے بغیر دوسروں کے ذریعہ سے تمہارا مقصد حاصل ہو جائے گا۔ اس پر قریش نے کہا کہ ایسا معلوم ہوتا ہے اے ابو الولید! کہ تم بھی بے دین ہو گئے ہو۔[1]

۱۔ اخرجه ابو نعیم فی دلائل النبوة (ص ۷۶) وهكذا ذكره ابن اسحاق بطوله كما ذكر فی البداية (ج ۳ ص ۶۳) واخرجه البيهقي ايضاً من حديث ابن عمر مختصراً قال ابن كثير فی البداية (ج ۳ ص ۶٤) وهذا حديث غريب جدا من هذا الوجه

حضرت مسور بن مخرمہ اور حضرت مروان کہتے ہیں کہ حضور ﷺ (عمرہ کے ارادے سے) مدینہ سے صلح حدیبیہ کے موقع پر چلے۔ اس کے بعد بخاری نے پوری حدیث ذکر کی ہے جیسے کہ لوگوں کی ہدایت کا ذریعہ بننے والے اخلاق کے باب میں آئے گی۔ اس حدیث میں یہ مضمون بھی ہے کہ حضور ﷺ اور صحابہ کرامؓ وادی حدیبیہ میں ٹھہرے ہوئے تھے کہ اتنے میں بدیل بن ورقاء اپنی قوم خزاعہ کی ایک جماعت کو لے کر آئے اور یہ لوگ اہل تہامہ میں سے آپ کے سب سے زیادہ خیر خواہ تھے۔ انہوں نے کہا کہ میں کعب بن لوی اور عامر بن لوی کے پاس سے آرہا ہوں۔ انہوں نے حدیبیہ کے چشموں پر پڑاؤ ڈالا ہوا ہے اور وہ (لڑنے کے لئے پوری طرح تیار ہو کر سارا سامان لے کر آئے ہیں حتی کہ) ان کے ساتھ نئی بیاہی اور پرانی بیاہی اونٹنیاں بھی ہیں اور وہ آپ سے لڑنا چاہتے ہیں اور آپ کو بیت اللہ سے روکیں گے تو آپ نے فرمایا! ہم کسی سے لڑنے کیلئے نہیں آئے بلکہ ہم تو عمرہ کرنے آئے ہیں (ہم بہت حیران ہیں کہ وہ لڑائی کے لئے تیار ہو کر آگئے ہیں حالانکہ) لڑائیوں نے تو قریش کو بہت تھکا دیا ہے اور ان کو بہت نقصان پہنچایا ہے۔ اگر وہ چاہیں تو میں ان سے ایک عرصہ تک کے لئے صلح کرنے کو تیار ہوں۔ اس عرصہ میں وہ میرے اور لوگوں کے درمیان کوئی مداخلت نہیں کریں گے (اور میں اس عرصہ میں دوسرے لوگوں کو دعوت دیتا رہوں گا) اگر دعوت دے کر میں لوگوں پر غالب آگیا (اور لوگ میرے دین میں داخل ہو گئے) تو پھر قریش کی مرضی ہے اگر وہ چاہیں تو وہ بھی اس دین میں داخل ہو جائیں جس میں دوسرے لوگ داخل ہوئے ہوں گے اور اگر میں غالب نہ آیا (اور دوسرے لوگوں نے غالب آکر مجھے ختم کر دیا) تو پھر یہ لوگ آرام سے رہیں گے اور اگر وہ (اس دین میں داخل ہونے سے) انکار کر دیں تو اس ذات کی قسم جس کے قبضے میں میری جان ہے میں ان سے اس دین کے لئے ضرور لڑوں گا یہاں تک کہ میری گردن میرے جسم سے الگ ہو جائے (یعنی مجھے مار دیا جائے) اور اللہ کا دین ضرور چل کر رہے گا۔[1] طبرانی میں ان دونوں حضرات حضرت مسور اور حضرت مروان سے یہی حدیث منقول ہے۔ جس کے آخر میں یہ مضمون ہے کہ آپ نے فرمایا۔ قریش کی حالت پر بڑا افسوس ہے کہ لڑائی ان کو کھا گئی ہے (یعنی لڑائی نے ان کو بہت کمزور کر دیا ہے اور وہ پھر لڑنے کے لئے تیار ہو گئے ہیں اس بات میں ان کا کیا نقصان ہے کہ وہ مجھے دوسرے عربوں میں دعوت کا کام کرنے دیں اور بیچ میں مداخلت نہ کریں۔ اگر دوسرے عربوں نے غالب آکر مجھے ختم کر دیا تو قریش کی دلی منشا پوری ہو جائے گی اور اگر اللہ نے مجھے عربوں پر غالب

---

[1] بخاری

کر دیا تو وہ قریش بھی سارے کے سارے اسلام میں داخل ہو جائیں اور اگر قریش اسلام میں داخلہ قبول نہ کریں تو مجھ سے لڑلیں اور اس وقت ان کے پاس قوت بھی ہوگی۔ قریش کیا سمجھتے ہیں، اللہ کی قسم جس دین کو دے کر اللہ نے مجھے بھیجا ہے میں اس کی وجہ سے ان سے لڑتا رہوں گا۔ یہاں تک کہ یا تو اللہ تعالیٰ مجھے غالب کر دے گا یا یہ گردن میرے جسم سے الگ ہو جائے گی۔[1]

حضرت سہل بن سعدؓ فرماتے ہیں کہ حضور ﷺ نے غزوہ خیبر کے دن فرمایا کہ کل میں یہ جھنڈا ایسے شخص کو دوں گا جس کے ہاتھوں اللہ تعالیٰ خیبر فتح فرمائیں گے اور وہ اللہ اور اس کے رسول سے محبت کرتا ہے اور اللہ اور اس کے رسول بھی اس سے محبت کرتے ہیں۔ حضرت سہل فرماتے ہیں کہ لوگوں نے ساری رات اس فکر میں گزاری کہ دیکھئے جھنڈا کس کو ملتا ہے۔ صبح ہوتے ہی سب حضورؐ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور ہر ایک کو یہ تمنا تھی کہ جھنڈا اس کو ملے تو آپ نے فرمایا کہ علی بن ابی طالب کہاں ہیں؟ لوگوں نے عرض کیا یا رسول اللہ ان کی آنکھیں دکھ رہی ہیں۔ حضرت سہل فرماتے ہیں کہ حضورؐ نے آدمی بھیج کر حضرت علی کو بلایا۔ وہ آئے تو ان کی آنکھوں پر حضور ﷺ نے دم فرمایا اور ان کے لئے دعا فرمائی وہ فوراً ایسے صحت یاب ہو گئے کہ جیسے کوئی تکلیف ہی نہ تھی اور ان کو جھنڈا دیا تو حضرت علیؓ نے عرض کیا یا رسول اللہ! کیا میں ان سے اس لئے لڑوں تاکہ وہ ہمارے جیسے ہو جائیں؟ آپ نے فرمایا کہ تم اطمینان سے چلتے رہو۔ یہاں تک کہ ان کے میدان میں پہنچ جاؤ۔ پھر ان کو اسلام کی دعوت دو اور اللہ تعالیٰ کے جو حق ان پر واجب ہیں وہ ان کو بتاؤ۔ اللہ کی قسم! تمہارے ذریعہ سے اللہ تعالیٰ ایک آدمی کو ہدایت دے دیں یہ تمہارے لئے اس سے زیادہ بہتر ہے کہ تمہیں سرخ اونٹ مل جائیں۔[2]

حضرت مقداد بن عمروؓ فرماتے ہیں کہ میں نے حکم بن کیسان کو گرفتار کیا تو ہمارے امیر صاحب نے ان کی گردن اڑانے کا ارادہ کیا تو میں نے کہا آپ اسے رہنے دیں ہم اسے حضور ﷺ کی خدمت میں لے کر جائیں گے۔ چنانچہ ہم انہیں حضورؐ کی خدمت میں لے کر آئے۔ حضورؐ نے ان کو اسلام کی دعوت دینے لگے اور بہت دیر تک دعوت دیتے رہے۔ جب زیادہ دیر ہو گئی تو حضرت عمر نے عرض کیا کہ یا رسول اللہ! آپ اس سے کس امید پر بات کر رہے ہیں؟ اللہ کی قسم! یہ کبھی بھی مسلمان نہیں ہوگا۔ آپ مجھے اجازت دیں کہ میں اس کی گردن

---

[1] كذافي كنز العمال (ج ٦ ص ٢٨٧) وهكذا اخرجه ابن اسحاق عن طريق الزهري وفي حديثه فما تظن قريش فوالله لا ازال اجاهد على هذا الذي بعثني الله به حتى يظهره الله او تنفرد هذه السالفة كذافي البداية (ج ٤ ص ١٦٥) [2] بخاري واخرجه ايضا مسلم (ج ٢ ص ٢٧٩) بنحوه

اڑادوں تاکہ یہ جہنم رسید ہو جائے لیکن حضورؐ نے حضرت عمر کی بات کی طرف کوئی توجہ نہ فرمائی اور اسے مسلسل دعوت دیتے رہے یہاں تک کہ حکم مسلمان ہو گئے۔ حضرت عمر فرماتے ہیں کہ جونہی میں نے ان کو مسلمان ہوتے ہوئے دیکھا تو اگلے پچھلے تمام خیالات نے مجھے گھیر لیا، اور میں نے اپنے دل میں کہا کہ جس بات کو حضورؐ مجھ سے زیادہ جانتے ہیں میں اس بات میں کیسے جسارت کر بیٹھتا ہوں۔ پھر میں نے سوچا کہ میں نے اللہ و رسولؐ کی خیر خواہی میں بات کی تھی۔ حضرت عمرؓ فرماتے ہیں کہ حضرت حکم مسلمان ہوئے اور بہت اچھے مسلمان بنے اور اللہ کے راستے میں جہاد کرتے رہے یہاں تک کہ بیر معونہ کے موقع پر شہادت کا مرتبہ پایا اور حضورؐ ان سے راضی تھے اور وہ جنت میں داخل ہوئے[1] حضرت زہری کی روایت میں اس طرح سے ہے کہ حضرت حکم نے پوچھا کہ اسلام کیا ہے؟ آپ نے فرمایا کہ تم ایک اللہ کی عبادت کرو جس کا کوئی شریک نہیں ہے اور اس بات کی گواہی دو کہ محمدؐ اللہ کے بندے اور رسول ہیں۔ اس پر حضرت حکم نے کہا کہ میں نے اسلام کو قبول کر لیا۔ اس پر حضور ﷺ نے اپنے صحابہؓ کی طرف متوجہ ہو کر فرمایا کہ اگر میں اس کے بارے میں ابھی تمہاری بات مان کر اسے قتل کر دیتا تو یہ دوزخ میں چلا جاتا۔[2]

حضرت ابن عباسؓ فرماتے ہیں کہ حضور اقدس ﷺ نے حضرت حمزہؓ کے قاتل وحشی بن حرب کے پاس اسلام کی دعوت دینے کیلئے آدمی بھیجا حضرت وحشی نے جواب میں یہ پیغام بھیجا کہ آپ مجھے کیسے اسلام کی دعوت دے رہے ہیں حالانکہ آپ خود یہ کہتے ہیں کہ قاتل اور مشرک اور زانی دوزخ میں جائیں گے اور قیامت کے دن ان پر عذاب دگنا ہوگا اور ہمیشہ ذلیل ہو کر جہنم میں پڑے رہیں گے اور میں نے یہ سب کام کیئے ہیں تو کیا میرے لئے آپ کے خیال میں ان برے کاموں کی سزا سے بچنے کی کوئی گنجائش ہے؟ تو اللہ عزوجل نے فوراً یہ آیت نازل فرمائی۔

إِلَّا مَنْ تَابَ وَآمَنَ وَعَمِلَ عَمَلًا صَالِحًا فَأُولَٰئِكَ يُبَدِّلُ اللَّهُ سَيِّئَاتِهِمْ حَسَنَاتٍ
وَكَانَ اللَّهُ غَفُورًا رَّحِيمًا ۝ (فرقان ٧٠)

جس کا ترجمہ یہ ہے "مگر جس نے توبہ کی اور یقین لایا اور کیا کچھ کام نیک، سو ان کو بدل دے گا اللہ، برائیوں کی جگہ بھلائیاں اور ہے اللہ بخشنے والا مہربان۔" اس آیت کو سن کر حضرت وحشی نے کہا توبہ اور ایمان اور عمل صالح کی شرط بہت کڑی ہے شاید میں اسے پورا نہ کر سکوں۔ اس پر اللہ تعالیٰ نے یہ آیت نازل فرمائی۔

---

[1] اخرجه ابن سعد (ج ٤ ص ١٣٧)　[2] اخرجه ابن سعد ایضاً (ج ٤ ص ١٣٨)

اِنَّ اللّٰهَ لَا يَغْفِرُ اَنْ يُّشْرَكَ بِهٖ وَيَغْفِرُ مَادُوْنَ ذٰلِكَ لِمَنْ يَّشَآءُ (النسآء ۔ ۴۸)

جس کا ترجمہ یہ ہے: کہ بے شک اللہ نہیں بخشتا اس کو جو اس کا شریک کرے اور بخشتا ہے اس سے نیچے کے گناہ جس کو چاہے،، اس پر حضرت وحشی نے کہا مغفرت تو اللہ کے چاہنے پر موقوف ہوئی پتہ نہیں اللہ مجھے بخشیں گے یا نہیں۔ کیا اس کے علاوہ کچھ اور گنجائش ہے ؟ تو اللہ تعالیٰ نے یہ آیت نازل فرمائی۔

يٰعِبَادِیَ الَّذِيْنَ اَسْرَفُوْا عَلٰٓى اَنْفُسِهِمْ لَا تَقْنَطُوْا مِنْ رَّحْمَةِ اللّٰهِ اِنَّ اللّٰهَ يَغْفِرُ الذُّنُوْبَ جَمِيْعًا اِنَّهٗ هُوَ الْغَفُوْرُ الرَّحِيْمُ (زمر ۔ ۵۳)

جس کا ترجمہ یہ ہے،، اے بندو میرے! جنہوں نے کہ زیادتی کی ہے اپنی جان پر، آس مت توڑو اللہ کی مہربانی سے، بے شک اللہ بخشتا ہے سب گناہ۔ وہ جو ہے وہی ہے گناہ معاف کرنے والا مہربان۔ اس پر حضرت وحشی نے فرمایا کہ ہاں یہ ٹھیک ہے اور مسلمان ہو گئے۔ اس پر لوگوں نے عرض کیا یا رسول اللہ! ہم نے بھی وہی گناہ کئے ہیں جو حضرت وحشی نے کیئے تھے تو یہ آیت ہمارے لئے بھی ہے ؟ آپ نے فرمایا ہاں یہ تمام مسلمانوں کے لئے ہے۔[1]

حضرت ابن عباسؓ فرماتے ہیں کچھ مشرک لوگوں نے خوب قتل کیا تھا اور خوب زنا کیا تھا۔ وہ لوگ حضور اقدس ﷺ کی خدمت میں حاضر ہو کر کہنے لگے آپ جو بات کہتے ہیں اور جس کی آپ دعوت دیتے ہیں وہ بہت اچھی ہے۔ آپ ہمیں بتائیں کہ ہم نے جو گناہ کیئے ہیں کیا ان کا کوئی کفارہ ہو سکتا ہے ؟ اس پر یہ آیتیں نازل ہوئیں

وَالَّذِيْنَ لَا يَدْعُوْنَ مَعَ اللّٰهِ اِلٰهًا اٰخَرَ وَلَا يَقْتُلُوْنَ النَّفْسَ الَّتِیْ حَرَّمَ اللّٰهُ اِلَّا بِالْحَقِّ وَلَا يَزْنُوْنَ

اور قُلْ يٰعِبَادِیَ الَّذِيْنَ اَسْرَفُوْا عَلٰٓى اَنْفُسِهِمْ لَا تَقْنَطُوْا مِنْ رَّحْمَةِ اللّٰهِ۔

(پچھلی حدیث سے یہ معلوم ہوا کہ یہ آیات حضرت وحشی کے بارے میں نازل ہوئی تھیں اس حدیث سے یہ معلوم ہو رہا ہے کہ یہ آیات چند مشرک لوگوں کے بارے میں نازل ہوئی ہیں)[2]

حضرت ابو ثعلبہ خشنیؓ فرماتے ہیں کہ حضور اقدس ﷺ ایک مرتبہ سفر غزوہ سے واپس تشریف لائے۔ آپ نے مسجد میں جا کر دو رکعت نماز پڑھی اور آپ کو یہ بات پسند تھی کہ سفر سے واپسی پر پہلے مسجد میں جائیں اور اس میں دو رکعت نماز پڑھیں پھر حضرت فاطمہ کے گھر

---

[1] اخرجه الطبرانی قال الهیثمی (ج ۷ص ۱۰۰) وفيه ابين بن سفيان ضعفه الذهبی

[2] اخرجه البخاری (ج ۲ ص ۷۱۰) واخرجه ایضاً مسلم (ج ۱ ص ۷۶) وابو داؤد (ج ۲ ص ۲۳۸) والنسائی کما فی العینی (ج ۹ص ۱۲۱) واخرجه البیهقی (ج ۹ص ۹۸) منحوه

جائیں اور اس کے بعد اپنی ازواج مطہرات کے گھروں میں جائیں۔ چنانچہ ایک مرتبہ سفر سے واپس تشریف لائے اور اپنی ازواج مطہرات کے گھروں سے پہلے حضرت فاطمہ کے گھر تشریف لے گئے تو حضرت فاطمہ نے اپنے گھر کے دروازے پر آپ کا استقبال کیا اور آپ کے چہرہ انور اور آنکھوں کا بوسہ لینے لگیں اور رونے لگیں تو ان سے حضور ﷺ نے فرمایا کیوں روتی ہو؟ انہوں نے عرض کیا یارسول اللہ! آپ کی یہ حالت دیکھ کر رو رہی ہوں کہ آپ کا رنگ (سفر کی مشقت کی وجہ سے) بدل چکا ہے اور آپ کے کپڑے پرانے ہو گئے تو ان سے آپ نے فرمایا اے فاطمہ! مت روؤ۔ اللہ نے تمہارے باپ کو ایسا دین دے کر بھیجا ہے جس کو اللہ روئے زمین کے ہر پکے گھر میں اور ہر کچے گھر میں اور ہر اونی خیمہ میں ضرور داخل کریں گے جو اسلام میں داخل ہوں گے وہ عزت پائیں گے اور جو داخل نہیں ہوں گے وہ ذلیل ہوں گے اور دنیا کے جتنے حصہ میں رات پہنچتی ہے اتنے حصہ میں یہ دین بھی پہنچے گا یعنی ساری دنیا میں پہنچ کر رہے گا۔[1]

حضرت تمیم داریؓ فرماتے ہیں کہ میں نے حضور اقدس ﷺ کو یہ فرماتے ہوئے سنا کہ جہاں تک دن رات پہنچتے ہیں (یعنی ساری دنیا میں) یہ دین ضرور پہنچے گا اور ہر پکے اور کچے گھر میں اللہ تعالیٰ اس دین کو ضرور داخل کریں گے، ماننے والے کو عزت دے کر اور نہ ماننے والے کو ذلیل کر کے۔ چنانچہ اسلام اور اہل اسلام کو اللہ پاک عزت دیں گے اور کفر کو ذلیل و رسوا کریں گے۔ حضرت تمیم داری فرمایا کرتے تھے کہ میں نے اس منظر کو اپنے خاندان میں اچھی طرح دیکھا کہ ان میں سے جو مسلمان ہوئے خیر و شرافت اور عزت نے ان کے قدم چومے اور جو کافر رہے وہ ذلیل ہوئے ان کو چھوٹا بننا پڑا اور جزیہ دینا پڑا۔[2]

حضرت انسؓ فرماتے ہیں کہ حضرت ابو موسیٰؓ نے مجھے تستر کی فتح کی خوشخبری سنانے کے لئے حضرت عمرؓ کے پاس بھیجا۔ قبیلہ بکر بن وائل کے چھ آدمی مرتد ہو کر مشرکین سے جا ملے تھے ان کے بارے میں حضرت عمرؓ نے مجھ سے پوچھا کہ بکر بن وائل کے ان آدمیوں کا کیا ہوا؟

---

[1] اخرجه الطبراني وابو نعيم في الحلية والحاكم. كذافي كنز العمال (ج ١ ص ٧٧) وقال الهيثمي (ج ٨ ص ٢٦٣) رواه الطبراني وفيه يزيد بن سنان ابو فروة وهو مقارب الحديث مع ضعف كثير انتهى وقال الحاكم (ج ٣ ص ١٥٥) هذا حديث صحيح الا سناد ولم يخرجاه وتعقبه الذهبي فقال يزيد بن سنان هوا لرهادي ضعفه ،احمد وغيره وعقبة (اى شيخه) نكرة لا تعرف انتهى وذكر عقبته في اللسان فقال قال البخاري في صحته نظر وذكره ابن حبان في الثقات .انتهى

[2] اخرجه احمد والطبراني. كذافي الجمع (ج ٦ ص ١٤ و ج٨ ص ٢٦٢) قال الهيثمي (ج ٦ ص ١٤) رجال احمد رجال الصحيح انتهى. واخرجه الطبراني نحوه .عن المقداد ايضاً.

میں نے کہا اے امیر المومنین! وہ لوگ مرتد ہو کر مشرکین سے جا ملے تھے۔ ان کا علاج تو یہی تھا کہ ان کو قتل کر دیا جاتا تو حضرت عمر نے فرمایا وہ لوگ صحیح سالم میرے ہاتھ آجاتے تو یہ مجھے ساری دنیا کے سونے چاندی سے زیادہ پسند ہوتا۔ میں نے کہا اے امیر المومنین! اگر وہ آپ کے ہاتھ آجاتے تو آپ ان کے ساتھ کیا برتاؤ کرتے؟ انہوں نے مجھ سے فرمایا کہ وہ اسلام کے جس دروازے سے باہر نکل گئے تھے میں ان پر اسی دروازے سے واپس آجانے کو پیش کرتا پھر اگر وہ اسلام کی طرف واپس آجاتے تو میں ان کے اسلام کو قبول کر لیتا۔ ورنہ انہیں جیل خانہ میں ڈال دیتا۔[1]

حضرت عبدالرحمٰن قاری کہتے ہیں حضرت ابو موسیٰؓ کی طرف سے ایک آدمی امیر المومنین حضرت عمر بن الخطابؓ کی خدمت میں حاضر ہوا۔ حضرت عمر نے اس سے لوگوں کے حالات پوچھے جو اس نے بتائے۔ پھر حضرت عمر نے فرمایا تم نے اس کے ساتھ کیا برتاؤ کیا؟ اس نے کہا اسے بلا کر اس کی گردن اڑا دی۔ حضرت عمر نے فرمایا کیا تم نے اسے تین دن قید کیا اور روزانہ اسے ایک روٹی کھلائی اور اس سے توبہ کروائی؟ (اگر تم ایسا کر لیتے تو) شاید وہ توبہ کر لیتا اور اللہ کے دین میں واپس آجاتا۔ اے اللہ! اس موقع پر میں موجود نہیں تھا۔ اور نہ ایسا کرنے کا میں نے حکم دیا تھا اور اب جب مجھے اس واقعہ کا علم ہوا میں اس سے راضی بھی نہیں ہوا۔[2]

حضرت عمرو بن العاصؓ نے امیر المومنین حضرت عمرؓ کو ایک خط لکھا جس میں انہوں نے ایک آدمی کے بارے میں پوچھا کہ وہ اسلام میں داخل ہوا پھر کافر ہو گیا، پھر اسلام میں داخل ہوا پھر کافر ہو گیا۔ یہاں تک کہ ایسا اس نے کئی مرتبہ کیا۔ کیا اس سے اسلام قبول کیا جائے گا؟ تو حضرت عمر نے ان کو یہ جواب لکھا کہ جب تک اللہ پاک لوگوں سے اسلام قبول کرتے رہیں، تم بھی اس سے اسلام قبول کرتے رہو۔ لہٰذا اب اس پر اسلام پیش کر کے دیکھو اگر وہ قبول کر لے تو اسے چھوڑ دو ورنہ اس کی گردن اڑا دو۔[3]

حضرت ابو عمران جونی کہتے ہیں کہ حضرت عمرؓ کا ایک راہب کے پاس سے گزر ہوا۔ آپ وہاں کھڑے ہو گئے۔ لوگوں نے راہب کو پکار کر کہا یہ امیر المومنین ہیں۔ اس نے جھانک کر دیکھا تو اس پر تکالیف اٹھانے اور مجاہدہ کرنے اور ترک دنیا کے آثار نمایاں تھے (یعنی مجاہدوں کی کثرت کی وجہ سے بہت خستہ حال اور کمزور ہو رہا تھا) اسے دیکھ کر حضرت عمر رو دیئے تو

---

[1] اخرجه عبدالرزاق كذافي الكنز (ج ۱ ص ۷۹) واخرجه البيهقي (ج۸ ص ۲۰۷) ايضا بمعناه
[2] اخرجه مالك والشافعي وعبدالرزاق وابو عبيد في الغريب والبيهقي (ص ۲۰۷)
[3] اخرجه مسدد وابن عبدالحكم عن عمرو بن شعيب عن ابيه عن جده كذافي الكنز (ج ۱ ص ۷۹)

ان سے کسی نے کہا (آپ مت روئیں) یہ تو نصرانی ہے (مسلمان نہیں ہے) تو حضرت عمرؓ نے فرمایا یہ مجھے معلوم ہے لیکن مجھے اس پر ترس آرہا ہے اور اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

عَامِلَةٌ نَّاصِبَةٌ تَصْلٰى نَارًا حَامِيَةً

یاد آرہا ہے جس کا ترجمہ یہ ہے کہ (بہت سے لوگ) "محنت کرنے والے تھکے ہوئے ہیں،، گریں گے دہکتی ہوئی آگ میں (یعنی کافر لوگ جو دنیا میں بڑی بڑی ریاضت کرتے ہیں۔ اللہ کے ہاں کچھ قبول نہیں ہوتی۔ اس لئے دنیا کی مشقتیں اٹھانے کے باوجود دوزخ میں جائیں گے) مجھے اس بات پر ترس آیا کہ دنیا میں تھکا دینے والی محنت کر رہا ہے اور اتنے مجاہدے برداشت کر رہا ہے لیکن مر کر پھر بھی دوزخ میں جائے گا۔[1]

حضور اقدس ﷺ کا افراد کو دعوت دینا

حضور ﷺ کا حضرت ابو بکرؓ کو دعوت دینا

حضرت عائشہؓ فرماتی ہیں۔ حضرت ابو بکرؓ حضور ﷺ کے زمانہ جاہلیت کے دوست تھے۔ ایک دن حضورؐ کی ملاقات کے ارادے سے گھر سے نکلے۔ آپ سے ملاقات ہوئی تو عرض کیا اے ابو القاسم (یہ حضورؐ کی کنیت ہے) کیا بات ہے۔ آپ اپنی قوم کی مجلسوں میں نظر نہیں آتے ہیں اور لوگ یہ الزام لگاتے ہیں کہ آپ ان کے آباؤ اجداد وغیرہ کے عیوب بیان کرتے ہیں۔ حضورؐ نے فرمایا میں اللہ کا رسول ہوں اور تم کو اللہ کی دعوت دیتا ہوں۔ جونہی حضورؐ نے اپنی بات پوری فرمائی حضرت ابو بکرؓ فوراً مسلمان ہو گئے حضورؐ حضرت ابو بکر کے اسلام لانے سے اس قدر خوشی کے ساتھ واپس ہوئے کہ کوئی بھی مکہ کی ان دونوں پہاڑیوں کے درمیان، جن کو اخشبین کہتے ہیں، آپ سے زیادہ خوش نہ تھا اور حضرت ابو بکر وہاں سے حضرت عثمان بن عفان اور حضرت طلحہ بن عبید اللہ ، حضرت زبیر بن العوام اور حضرت سعد بن ابی وقاص کے پاس تشریف لے گئے۔ یہ حضرات بھی مسلمان ہو گئے۔ دوسرے روز حضرت ابو بکر حضورؐ کے پاس حضرت عثمان بن مظعون، حضرت ابو عبیدہ بن الجراح، حضرت عبد الرحمن بن عوف۔ حضرت ابو سلمہ بن عبد الاسد اور حضرت ارقم بن ابو الارقم کو لے کر حاضر ہوئے اور یہ سب حضرات بھی مشرف باسلام ہوئے۔[2]

حضرت ابو بکر صدیقؓ کی حضور ﷺ سے ملاقات ہوئی تو انہوں نے عرض کیا اے محمد! قریش جو کچھ کہہ رہے ہیں کیا وہ صحیح ہے کہ آپ نے ہمارے معبودوں کو چھوڑ دیا ہے اور آپ

---

[1] اخرجه البيهقي وابن المنذر والحاكم كذافي كنز العمال (ج ١ ص ١٧٥)
[2] اخرجه الحافظ ابو الحسن الاطرابلسي كذافي البداية (ج ٣ ص ٢٩)

نے ہمیں بے وقوف بنایا ہے اور ہمارے آباؤ اجداد پر کفر کا الزام لگایا ہے؟ آپ نے فرمایا ہاں یہ سب صحیح ہے۔ بے شک میں اللہ کا رسول اور نبی ہوں۔ اللہ نے مجھے اس لئے مبعوث فرمایا ہے تاکہ میں اس کا پیغام پہنچاؤں۔ میں تمہیں یقین کے ساتھ اللہ کی دعوت دیتا ہوں۔ جس کا کوئی شریک نہیں ہے اس کے سوا کسی کی عبادت نہ کرو اور ہمیشہ اس کی اطاعت کرتے رہو۔ اس کے بعد آپ نے قرآن پڑھ کر سنایا۔ حضرت ابو بکر نے نہ اقرار کیا اور نہ انکار۔ اور اسلام لے آئے اور بت پرستی چھوڑ دی اور اللہ کے شریکوں کو بھی چھوڑ دیا اور اسلام کی حقانیت کا اقرار کر لیا اور ایمان و تصدیق کے ساتھ حضرت ابو بکر واپس ہوئے۔[1]

دوسری روایت میں یہ آیا ہے حضور ﷺ نے فرمایا کہ میں نے جس کو بھی اسلام کی دعوت دی وہ ضرور ہچکچایا اور تردد میں پڑا، اور کچھ دیر سوچ کر اسلام کو قبول کیا۔ لیکن جب میں نے ابوبکر کو دعوت دی وہ نہ ہچکچائے اور نہ تردد میں پڑے بلکہ فوراً اسلام لے آئے۔[2] لہذا پہلی روایت میں جو یہ الفاظ گزرے ہیں کہ ابو بکر نے نہ اقرار کیا اور نہ انکار کیا۔ یہ صحیح نہیں ہے کیونکہ ابن اسحاق وغیرہ بہت سے راویوں نے ذکر کیا ہے کہ حضرت ابو بکر بعثت سے پہلے ہی حضور ﷺ کے ہر وقت ساتھ رہنے والے تھے اور اچھی طرح سے جانتے تھے کہ حضورؐ سچے اور امانت دار ہیں اور عمدہ طبیعت اور بہترین اخلاق کے مالک ہیں کبھی مخلوق کے بارے میں جھوٹ نہیں بول سکتے ہیں تو اللہ کے بارے میں کیسے جھوٹ بول سکتے ہیں لہذا جونہی حضورؐ نے ان سے یہ بات ذکر کی کہ اللہ نے ان کو رسول بنا کر بھیجا ہے انہوں نے فوراً اس کی تصدیق کی اور ذرہ برابر بھی نہ ہچکچائے اور نہ دیر کی۔ بخاری شریف میں حضرت ابو درداءؓ سے منقول ہے کہ ایک مرتبہ حضرت ابو بکر اور حضرت عمر میں کچھ جھگڑا ہو گیا تو حضورؐ نے فرمایا۔ اللہ نے مجھے تمہارے پاس بھیجا تھا۔ اس وقت تم سب نے کہا تھا کہ میں غلط کہتا ہوں لیکن ابو بکر نے کہا تھا کہ یہ صحیح کہتے ہیں اور جان و مال سے انہوں نے میری ہمدردی کی تھی تو کیا تم لوگ میری وجہ سے میرے اس ساتھی کو چھوڑ دو گے؟ یہ جملہ حضورؐ نے دو دفعہ ارشاد فرمایا۔ اس کے بعد حضرت ابو بکر کو کسی نے کبھی کچھ تکلیف نہیں دی حضور ﷺ کا یہ ارشاد اس بات کی کھلی دلیل ہے کہ حضرت ابو بکر سب سے پہلے اسلام لائے۔[3]

---

[1] ذکره ابن اسحاق [2] وقال ابن اسحاق حدثنی محمد بن عبدالرحمن بن عبدالله بن الحصین التمیمی [3] کذافی البدایة (ج۳ ص ۲۶ و ۲۷)

حضور ﷺ کا حضرت عمر بن خطابؓ کو دعوت دینا

حضرت عبد اللہ بن مسعودؓ فرماتے ہیں کہ حضور ﷺ نے یہ دعا مانگی اے اللہ! اسلام کو عمر بن خطاب یا ابو جہل بن ہشام کے ذریعہ قوت عطا فرما۔ چنانچہ اللہ تعالیٰ نے آپ کی دعا حضرت عمر بن خطاب کے حق میں قبول فرمالی۔ اور اللہ تعالیٰ نے ان کو اسلام کی بنیادوں کے مضبوط ہونے کا اور بت پرستی کی عمارت کے گر جانے کا ذریعہ بنایا۔[1]

حضرت ثوبانؓ کی ایک حدیث صحابہ کرامؓ کے سختیاں برداشت کرنے کے باب میں آگے آئے گی۔ اس میں حضرت عمر کی بہن فاطمہ اور ان کے خاوند سعید بن زید کے تکلیف برداشت کرنے کا ذکر ہے اور پھر اس حدیث میں یہ مضمون ہے کہ حضور ﷺ نے حضرت عمر کے دونوں بازوؤں کو پکڑ کر جھنجھوڑا اور فرمایا تمہارا کیا ارادہ ہے اور تم کیوں آئے ہو؟ حضرت عمر نے کہا کہ آپ جس چیز کی دعوت دے رہے ہیں وہ میرے سامنے پیش فرمائیں۔ آپ نے فرمایا کہ اس بات کی گواہی دو کہ اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں۔ وہ اکیلا ہے۔ اس کا کوئی شریک نہیں اور محمد (ﷺ) اس کے بندے اور رسول ہیں۔ حضرت عمر یہ سنتے ہی اسی جگہ اسلام لے آئے اور حضرت عمر نے عرض کیا آپ (اس گھر کو چھوڑیں اور مسجد حرام) تشریف لے چلیں (وہاں جا کر کافروں کے سامنے کھلم کھلا اللہ کی عبادت کریں)۔[2]

حضرت اسلم کہتے ہیں کہ ہم سے حضرت عمرؓ نے فرمایا کیا تم لوگ چاہتے ہو کہ میں اپنے ابتداء اسلام کا قصہ بیان کروں؟ ہم نے کہا جی ضرور۔ آپ نے فرمایا میں حضور ﷺ کے بڑے دشمنوں میں سے تھا۔ صفا پہاڑی کے قریب ایک مکان میں حضورؐ تشریف فرما تھے۔ میں آپ کی خدمت میں حاضر ہوا اور آپؐ کے سامنے بیٹھ گیا۔ آپؐ نے میرا گریبان پکڑ کر فرمایا اے خطاب کے بیٹے! مسلمان ہو جا اور ساتھ ہی یہ دعا کی کہ اے اللہ اسے ہدایت عطا فرما۔ میں نے فوراً کہا:

اشھدان لآالٰہ الا اللّٰہ واشھدانک رسول اللّٰہ

فرماتے ہیں میرے اسلام لاتے ہی مسلمانوں نے اتنی بلند آواز سے تکبیر کہی کہ جو مکہ کی تمام گلیوں میں سنائی دی۔[3]

---

[1] اخرجه الطبرانی قال الهیثمی (ج ۹ ص ٦١) رجاله رجال الصحیح غیر مجالد بن سعید وقد وثق انتهی [2] اخرجه الطبرانی [3] فذکر الحدیث اخرجه البزار ایضاً بسیاق آخر کما سیاتی اخرجه ابو نعیم فی الحلیة (ج ۱ ص ٤١)

حضور ﷺ کا حضرت عثمان بن عفانؓ کو دعوت دینا

حضرت عمرو بن عثمان کہتے ہیں کہ حضرت عثمانؓ نے فرمایا کہ میں اپنی خالہ اروی بنت عبدالمطلب کے پاس ان کی بیمار پرسی کے لئے گیا۔ کچھ دیر بعد حضور ﷺ وہاں تشریف لے آئے میں آپ کو غور سے دیکھنے لگا اور آپ کی نبوت کا تھوڑا بہت تذکرہ ان دنوں ہو چکا تھا۔ آپ نے میری طرف متوجہ ہو کر فرمایا اے عثمان! تمہیں کیا ہوا؟ (مجھے غور سے دیکھ رہے ہو) میں نے کہا میں اس بات پر حیران ہوں کہ آپ کا ہمارے میں بڑا مرتبہ ہے اور پھر آپ کے بارے میں ایسی باتیں کہی جا رہی ہیں۔ اس پر آپ نے فرمایا لا الہ الا اللّٰہ۔ اللہ گواہ ہے کہ میں یہ سن کر کانپ گیا۔ پھر آپ نے یہ آیت تلاوت فرمائی۔

وَفِي السَّمَآءِ رِزْقُكُمْ وَمَا تُوعَدُونَ فَوَرَبِّ السَّمَآءِ وَالْاَرْضِ اِنَّهٗ
لَحَقٌّ مِّثْلَ مَآ اَنَّكُمْ تَنطِقُونَ (الذریت ۲۲. ۲۳)

جس کا ترجمہ یہ ہے:

''اور آسمان میں ہے روزی تمہاری، اور جو تم سے وعدہ کیا گیا۔ سو قسم ہے رب آسمان اور زمین کی کہ یہ بات تحقیق ہے جیسے کہ تم بولتے ہو۔'' پھر حضور کھڑے ہوئے اور باہر تشریف لے گئے میں بھی آپؐ کے پیچھے چل دیا اور آپ کی خدمت میں حاضر ہو کر مسلمان ہوا۔ [۲]

حضور ﷺ کا حضرت علی بن ابی طالبؓ کو دعوت دینا

حضرت علی بن ابی طالبؓ حضور اقدس ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوئے تو حضورؐ اور حضرت خدیجہؓ دونوں نماز پڑھ رہے تھے تو حضرت علی نے پوچھا اے محمد یہ کیا ہے؟ حضورؐ نے فرمایا یہ اللہ کا وہ دین ہے جسے اللہ نے اپنے لیے پسند کیا ہے۔ اور جسے دے کر اپنے رسولوں کو بھیجا میں تم کو اللہ کی طرف دعوت دیتا ہوں جو کہ اکیلا ہے جس کا کوئی شریک نہیں ہے کہ تم اس کی عبادت کرو اور لات و عزیٰ دونوں بتوں کا انکار کر دو۔ حضرت علی نے کہا یہ ایسی بات ہے جو آج سے پہلے میں نے کبھی نہیں سنی۔ اس لئے میں اپنے والد ابو طالب سے پوچھ کر ہی اس کے بارے میں کچھ فیصلہ کروں گا۔ آپ نے اس بات کو پسند نہ فرمایا کہ آپ کے اعلان کرنے سے پہلے آپ کا راز فاش ہو جائے۔ تو ان سے فرمایا اے علی! اگر تم اسلام نہیں لاتے ہو

---

[۲] اخرجه المدائني كذافي الاستيعاب (ج ٤ ص ٢٢٥)

تو اس بات کو چھپائے رکھو۔ حضرت علیؓ نے اسی حال میں رات گزاری پھر اللہ تعالیٰ نے ان کے دل میں مسلمان ہونے کا شوق پیدا فرمادیا۔ اگلے روز صبح ہوتے ہی حضورؐ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور عرض کیا کل میرے سامنے آپ نے کیا بات پیش فرمائی تھی ؟ آپؐ نے فرمایا اس بات کی گواہی دو کہ اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں، جو کہ اکیلا ہے، اس کا کوئی شریک نہیں اور لات و عزیٰ کا انکار کردو اور اللہ کے تمام شریکوں سے برات کا اظہار کرو۔ حضرت علی نے حضورؐ کی بات مان لی اور اسلام لے آئے اور ابو طالب کے ڈر سے آپؐ کے پاس چھپ چھپ کر آتے رہے اور اپنے اسلام کو چھپائے رکھا۔ بالکل ظاہر نہ ہونے دیا۔[1]

حبہ عرنی کہتے ہیں میں نے حضرت علیؓ کو ایک دن منبر پر ہنستے ہوئے دیکھا اور اس سے پہلے کبھی اتنا زیادہ ہنستے ہوئے نہیں دیکھا تھا کہ آپ کے دانت ظاہر ہو جائیں پھر فرمایا مجھے ابو طالب کی ایک بات یاد آئی کہ ایک روز ابو طالب ہمارے پاس آئے اور میں بطن نخلہ میں حضور ﷺ کے ساتھ نماز پڑھ رہا تھا تو انہوں نے کہا اے میرے بھتیجے تم دونوں کیا کر رہے ہو ؟ حضورؐ نے ان کو اسلام کی دعوت دی تو انہوں نے کہا کہ تم دونوں جو کچھ کر رہے ہو اس میں کوئی حرج نہیں ہے (اور سجدہ کی طرف اشارہ کرتے ہوئے کہا) لیکن یہ نہیں ہو سکتا کہ میرے سرین (سجدہ کی حالت میں) میرے سے اوپر ہو جائیں یعنی میں سجدہ نہیں کر سکتا۔ یہ کہہ کر حضرت علی اپنے والد کی اس بات پر تعجب کرتے ہوئے ہنسے۔ پھر فرمایا اے اللہ! میرے علم کے مطابق آپ کے نبی ﷺ کے سوا اس امت میں سے کسی بندے نے میرے سے پہلے آپ کی عبادت نہیں کی ہے۔ یہ بات تین دفعہ کہی اور فرمایا میں نے تمام لوگوں سے سات سال پہلے نماز پڑھنی شروع کردی تھی۔[2]

حضور ﷺ کا حضرت عمرو بن عبسہؓ کو دعوت دینا

حضرت شداد بن عبداللہ کہتے ہیں کہ حضرت ابو امامہ نے حضرت عمرو بن عبسہ سے پوچھا کہ آپ کس بنیاد پر یہ دعویٰ کرتے ہیں کہ اسلام لانے میں آپ کا چوتھا نمبر ہے۔ انہوں نے فرمایا میں زمانہ جاہلیت میں لوگوں کو سراسر گمراہی پر سمجھتا تھا اور بت میرے خیال میں کوئی چیز ہی نہ تھے۔ پھر میں نے ایک آدمی کے بارے میں سنا کہ وہ مکہ میں (غیب کی خبریں بتلاتا ہے اور نئی نئی باتیں بیان کرتا ہے۔ چنانچہ میں اونٹنی پر سوار ہو کر فوراً مکہ پہنچا۔ وہاں پہنچتے ہی معلوم

---

[1] ذکرہ ابن اسحاق کذافی البدایۃ (ج ۳ ص ۲۴) [2] اخرجہ احمد وغیرہ وقال الہیثمی (ج ۹ ص ۱۰۲) رواہ احمد وابو یعلی باختصار والبزار والطبرانی فی الاوسط واسنادہ حسن انتہی

ہوا کہ حضور ﷺ چھپ کر رہتے ہیں اور آپ کی قوم آپ کے درپے آزار اور بہت بے باک ہے اور میں بڑی حیلہ جوئی کے بعد آپ تک پہنچا اور میں نے عرض کیا۔ آپ کون ہیں ؟ آپ نے فرمایا میں اللہ کا نبی ہوں۔ میں نے عرض کیا اللہ کا نبی کسے کہتے ہیں۔ آپ نے فرمایا اللہ کی طرف سے پیغام لانے والے کو۔ پھر فرمایا ہاں! میں نے عرض کیا اللہ نے کیا پیغام دے کر بھیجا ہے ؟ آپ نے فرمایا اللہ نے مجھے یہ پیغام دے کر بھیجا ہے کہ اللہ کو ایک مانا جائے اور اس کے ساتھ کسی بھی چیز کو شریک نہ کیا جائے۔ اور بتوں کو توڑ دیا جائے، اور صلہ رحمی کی جائے یعنی رشتہ داروں سے اچھا سلوک کیا جائے۔ میں نے آپ کی خدمت میں عرض کیا اس دین کے معاملے میں آپ کے ساتھ کون ہے ؟ آپ نے فرمایا کہ ایک آزاد اور ایک غلام۔ میں نے دیکھا تو آپ کے ساتھ حضرت ابو بکر بن ابی قحافہ اور حضرت ابو بکر کے غلام حضرت بلال تھے۔ میں نے عرض کیا میں آپ کا اتباع کرنا چاہتا ہوں۔ یعنی اسلام کو ظاہر کر کے یہاں مکہ میں آپ کے ساتھ رہنا چاہتا ہوں۔ آپ نے فرمایا فی الحال تمہارا میرے ساتھ رہنا تمہاری طاقت سے باہر ہے۔ اس لئے اب تم اپنے گھر چلے جاؤ اور جب تم سنو کہ مجھے غلبہ ہو گیا ہے تو میرے پاس چلے آنا۔ حضرت عمرو بن عبسہ فرماتے ہیں کہ مسلمان ہو کر میں اپنے گھر واپس آگیا اور حضور ﷺ ہجرت فرما کر مدینہ تشریف لے گئے۔ میں آپ کی خبریں اور آپ کے حالات معلوم کرتا رہتا تھا۔ یہاں تک کہ مدینہ سے ایک قافلہ آیا۔ میں نے ان لوگوں سے پوچھا کہ وہ مکی آدمی جو مکہ سے تمہارے ہاں آیا ہے اس کا کیا حال ہے ؟ ان لوگوں نے کہا کہ ان کی قوم نے ان کو قتل کرنا چاہا لیکن وہ قتل نہ کر سکے اور نصرت الٰہی ان کے اور قوم کے درمیان رکاوٹ بن گئی اور ہم لوگوں کو اس حال میں چھوڑ کر آئے ہیں کہ سب آپ کی طرف لپک رہے ہیں۔ حضرت عمرو بن عبسہ کہتے ہیں کہ میں اپنے اونٹ پر سوار ہو کر مدینہ پہنچا اور حاضر ہو کر عرض کیا۔ یا رسول اللہ کیا آپ مجھ کو پہچانتے ہیں ؟ آپ نے فرمایا ہاں۔ کیا تم وہی نہیں ہو جو مکہ میں میرے پاس آئے تھے ؟ میں نے عرض کیا جی ہاں میں وہی ہوں۔ اس کے بعد میں نے عرض کیا یا رسول اللہ جو کچھ اللہ تعالیٰ نے آپ کو سکھایا ہے اور میں نہیں جانتا ہوں۔ اس میں سے کچھ آپ مجھے سکھا دیں۔ اس کے بعد حدیث کا کافی حصہ ابھی باقی ہے۔[1]

حضرت عمرو بن عبسہ کی ایک حدیث اور بھی ہے جس میں یہ مضمون ہے کہ میں نے عرض کیا اللہ تعالیٰ نے آپ کو کیا پیغام دے کر بھیجا ہے۔ آپ نے فرمایا یہ پیغام دے کر بھیجا ہے کہ صلہ رحمی کی جائے اور انسانی جانوں کی حفاظت کی جائے اور راستوں کو پر امن رکھا جائے

---

[1] اخرجه احمد (ج ٤ ص ١١٢) وهكذا اخرجه ابن سعد (ج ٤ ق ١ ص ١٥٨) عن عمرو بن عبسه مطولا

اور بتوں کو توڑا جائے اور ایک اللہ کی عبادت کی جائے اور اس کے ساتھ کسی کو شریک نہ کیا جائے۔ میں نے عرض کیا یہ احکامات جو اللہ نے آپ کو دے کر بھیجا ہے بہت اچھے ہیں اور میں آپ کو اس بات پر گواہ بناتا ہوں کہ میں آپ پر ایمان لا چکا ہوں اور میں آپ کو سچا مانتا ہوں کیا میں آپ کے ساتھ ٹھہر جاؤں یا آپ جو مناسب سمجھیں۔ آپ نے فرمایا تم خود دیکھ رہے ہو کہ جس دین کو لے کر میں آیا ہوں لوگ اسے کتنا برا سمجھ رہے ہیں۔ لہٰذا اب تم اپنے گھر جا کر رہو اور جب تم میرے متعلق یہ سن لو میں اپنی ہجرت والی جگہ پر پہنچ گیا ہوں تو اس وقت میرے پاس آجانا۔[۱]

حضور ﷺ کا حضرت خالد بن سعید بن العاصؓ کو دعوت دینا

حضرت خالد بن سعید بن العاصؓ شروع میں مسلمان ہوئے تھے، اور اپنے بھائیوں میں سب سے پہلے اسلام لائے تھے اور ان کے اسلام لانے کی ابتداء اس طرح ہوئی کہ انہوں نے خواب میں دیکھا کہ وہ ایک آگ کے کنارے پر کھڑے ہیں۔ انہوں نے بتایا کہ اس آگ کی لمبائی چوڑائی اتنی زیادہ ہے کہ اللہ ہی جانتے ہیں اور انہوں نے خواب میں یہ بھی دیکھا کہ ان کے والد ان کو آگ میں دھکیل رہے ہیں اور یہ بھی دیکھا کہ حضور ﷺ ان کی کمر کو پکڑے ہوئے ہیں تاکہ وہ آگ میں نہ گر جائیں۔ وہ گھبرا کر نیند سے اٹھے اور کہنے لگے کہ میں اللہ کی قسم کھا کر کہتا ہوں یہ بالکل سچا خواب ہے۔ اس کے بعد ان کی حضرت ابو بکرؓ سے ملاقات ہوئی اور ان کو اپنا خواب سنایا۔ حضرت ابو بکر نے فرمایا تمہارے ساتھ (منجانب اللہ) بھلائی کا ارادہ کیا گیا ہے۔ یہ اللہ کے رسول ﷺ ہیں تم ان کا اتباع کرو۔ (تمہارے خواب کی تعبیر یہی ہے کہ) تم ان کا اتباع ضرور کرو گے اور ان کے ساتھ اسلام میں داخل ہو جاؤ گے اور اسلام ہی تم کو آگ میں داخل ہونے سے بچائے گا اور تمہارا باپ آگ میں جائے گا۔ حضورؐ اجیاد محلّہ میں تشریف فرما تھے۔ حضرت خالد نے وہاں آپ کی خدمت میں حاضر ہو کر عرض کیا اے محمد! آپ کس چیز کی دعوت دیتے ہیں؟ آپ نے فرمایا میں تم کو ایک اللہ کی دعوت دیتا ہوں۔ جس کا کوئی شریک نہیں اور اس بات کی دعوت دیتا ہوں کہ محمد اللہ کے بندے اور رسول ہیں اور ان پتھروں کی عبادت چھوڑ دو، جو نہ سنتے ہیں اور نہ دیکھتے ہیں اور نہ نقصان پہنچا سکتے ہیں اور نہ نفع اور نہ یہ جانتے ہیں کہ کون ان کی پوجا کرتا ہے اور کون نہیں کرتا ہے۔ حضرت خالد نے فوراً

۲۔ اخرجه ایضاً احمد (ج ٤ ص ١١١) واخرجه ایضاً مسلم والطبرانی وابو نعیم کما فی الا صابة (ج ٣ ص ٦) وابن عبد البر فی الا ستیعاب (ج ٢ ص ٥٠٠) من طریق ابی امامة بطوله وابو نعیم فی دلائل النبوة (ص ٨٦)

کلمہ شہادت پڑھ لیا کہ میں اس بات کی گواہی دیتا ہوں کہ اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں ہے اور اس بات کی کہ آپ اللہ کے رسول ہیں۔ ان کے اسلام لانے سے حضورؐ کو بہت خوشی ہوئی۔ اس کے بعد حضرت خالد اپنے گھر سے غائب ہو گئے اور ان کے والد کو ان کے مسلمان ہونے کا پتہ چل گیا۔ اس نے ان کی تلاش میں آدمی بھیجے۔ جو ان کو ان کے والد کے پاس لے کر آئے والد نے ان کو خوب ڈانٹا اور جو کوڑا اس کے ہاتھ میں تھا اس سے ان کی اس قدر پٹائی کی کہ وہ کوڑا ان کے سر پر توڑ دیا اور کہا کہ اللہ کی قسم! میں تمہارا کھانا پینا بند کر دوں گا۔ حضرت خالد نے کہا اگر تم بند کر دو گے تو اللہ تعالےٰ مجھے ضرور اتنی روزی دے دیں گے جس سے میں اپنی زندگی گزار لوں گا۔ یہ کہہ کر حضورؐ کے پاس چلے آئے۔ حضور ﷺ ان کا ہر طرح کا خیال رکھتے اور یہ حضورؐ کے ساتھ رہتے۔[1]

دوسری روایت میں یہ مضمون ہے کہ ان کے والد نے ان کی تلاش میں اپنے غلام رافع اور اپنے ان بیٹوں کو بھیجا جو ابھی تک مسلمان نہیں ہوئے تھے۔ انہوں نے ان کو تلاش کر لیا اور ان کو ان کے والد ابو اُحیحہ کے پاس لے آئے۔ ان کے والد نے ان کو خوب ڈانٹا اور جھڑکا اور اسکے ہاتھ میں ایک قمچی تھی جس سے ان کو اس قدر مارا کہ وہ قمچی ان کے سر پر ٹوٹ گئی پھر کہنے لگا تم محمد کے پیچھے لگ گئے ہو حالانکہ تمہیں معلوم ہے کہ وہ اپنی قوم کی مخالفت کر رہے ہیں اور اپنی قوم کے خداؤں میں اور ان کے آباؤ اجداد جو جا چکے ہیں، ان میں عیب نکال رہے ہیں۔ حضرت خالد نے کہا اللہ کی قسم! وہ سچ کہتے ہیں اور میں نے ان کا اتباع کر لیا ہے۔ اس پر ان کے والد ابو اُحیحہ کو بڑا غصہ آیا اور ان کو بہت برا بھلا کہا اور گالیاں دیں اور کہا او کمینے! جہاں تیرا دل چاہتا ہے چلا جا۔ اللہ کی قسم! میں تمہارا کھانا پینا بند کر دوں گا۔ حضرت خالد نے کہا اگر تم بند کر دو گے تو اللہ عزوجل مجھے اتنی روزی ضرور دے دیں گے جس میں گزارہ کر لوں گا۔ اس پر ان کے والد نے ان کو گھر سے نکال دیا اور اپنے بیٹوں سے کہا تم میں سے کوئی اس سے بات نہ کرے ورنہ میں اس کے ساتھ وہی معاملہ کروں گا جو میں نے اس کے ساتھ کیا ہے۔ چنانچہ حضرت خالد حضورؐ کے پاس چلے آئے۔ حضور ﷺ ان کا ہر طرح کا خیال فرماتے اور یہ حضورؐ کے ساتھ رہا کرتے تھے۔[2] اور ایک روایت میں یہ ہے کہ حضرت خالد مکہ کے گرد و نواح میں جا کر اپنے والد سے چھپ گئے اور جب حضورؐ کے صحابہؓ حبشہ کی طرف دوبارہ ہجرت

---

[1] اخرجه البيهقي عن جعفر بن محمد بن خالد بن الزبير عن ابيه او عن محمد بن عبدالله بن عمرو بن عثمان . كذافي البداية (ج ٣ ص ٣٢) [2] اخرجه الحاكم في المستدرك (٣ص ٢٤٨) من طريق الواقدي عن جعفر بن محمد بن خالد بن الزبير عن محمد بن عبدالله بن عمرو بن عثمان فذكره واخرجه ابن سعد (ج ٤ ص ٩٤) عن الوقدي عن جعفر بن محمد عن محمد بن عبدالله نحوه مطولاً

کرنے لگے تو اس وقت انہوں نے سب سے پہلے ہجرت کی۔[1] ان کا باپ سعید بن العاص بن امیہ جب بیمار ہوا تو کہنے لگا اگر اللہ نے مجھے اس بیماری سے شفا دی تو ابن ابی کبشہ (یعنی حضورؐ) کے خدا کی مکہ میں کبھی عبادت نہ ہونے دوں گا۔ اس پر حضرت خالد نے یہ دعا مانگی اے اللہ! اسے بیماری سے شفا نہ دے۔ چنانچہ وہ اسی بیماری میں مر گیا۔[2]

حضور ﷺ کا حضرت ضمادؓ کو دعوت دینا

حضرت ابن عباسؓ فرماتے ہیں حضرت ضماد مکہ آئے اور یہ قبیلہ ازد شنوءۃ میں سے تھے اور یہ پاگل پن اور جنات کے اثرات وغیرہ کا جھاڑ پھونک کے ذریعہ علاج کیا کرتے تھے۔ انہوں نے مکہ کے چند بے وقوفوں کو یہ کہتے ہوئے سنا کہ محمد (نعوذ باللہ) دیوانے ہیں۔ حضرت ضماد نے کہا یہ آدمی کہاں ہے۔ شاید اللہ تعالیٰ اس کو میرے ہاتھوں شفا عطا فرمادے۔ حضرت ضماد کہتے ہیں میری حضورؐ سے ملاقات ہوئی۔ میں نے ان سے عرض کیا، میں ان خارجی اثرات کا جھاڑ پھونک سے علاج کرتا ہوں اور اللہ تعالیٰ جسے چاہیں میرے ہاتھوں شفا عطا فرمادیتے ہیں، تو آؤ میں آپ کا بھی علاج کروں۔ اس پر حضورؐ نے خطبہ مسنونہ کا ابتدائی حصہ تین مرتبہ پڑھ کر سنایا جس کا ترجمہ یہ ہے: بے شک تمام تعریفیں اللہ کیلئے ہیں۔ ہم اسی کی تعریف کرتے ہیں اور اسی سے مدد مانگتے ہیں۔ جس کو اللہ ہدایت دے دے اسے کوئی گمراہ نہیں کر سکتا اور جسے وہ گمراہ کر دے اسے کوئی ہدایت نہیں دے سکتا۔ میں اس کی گواہی دیتا ہوں کہ ایک اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں اور اس کا کوئی شریک نہیں حضرت ضماد نے خطبہ سن کر کہا اللہ کی قسم! میں نے کاہنوں اور جادوگروں اور شاعروں کے کلام کو بہت سنا ہے لیکن ان جیسے کلمات کبھی نہیں سنے۔ لائیے ہاتھ بڑھائیے، میں آپ سے اسلام پر بیعت ہوتا ہوں چنانچہ ان کو حضور ﷺ نے بیعت فرمالیا اور ان سے فرمایا کہ یہ بیعت تمہاری قوم کے لئے بھی ہے۔ حضرت ضماد نے عرض کیا، بہت اچھا میری قوم کے لئے بھی ہے۔ چنانچہ بعد میں حضور ﷺ نے ایک لشکر بھیجا جن کا حضرت ضماد کی قوم پر گزر ہوا تو لشکر کے امیر نے ساتھیوں سے پوچھا کیا تم نے اس قوم کی کوئی چیز لی ہے؟ تو ایک آدمی نے کہا میں نے ان کا ایک لوٹا لیا ہے، تو امیر نے کہا وہ ان کو واپس کر دو کیونکہ یہ حضرت ضماد کی قوم ہے اور ایک روایت میں ہے کہ حضرت ضماد نے حضورؐ سے عرض کیا کہ یہ کلمات آپ دوبارہ سنائیں کیونکہ

---

[1] هكذا ذكره في الا ستيعاب (ج ۱ ص ٤۰۱) من طريق الواقدی

[2] اخرجه الحاكم (ج ۳ ص ۲٤۹) وهكذا اخرجه ابن سعد (ج ٤ ص ۹۵)

یہ کلمات بلاغت کے سمندر کی گہرائی کو پہنچے ہوئے ہیں۔[1]

حضرت عبدالرحمٰن عدوی کہتے ہیں کہ حضرت ضمادؓ نے بیان فرمایا۔ میں عمرہ کرنے کے لئے مکہ مکرمہ گیا۔ وہاں میں ایک مجلس میں بیٹھا جس میں ابو جہل اور عتبہ بن ربیعہ اور امیہ بن خلف تھے۔ ابو جہل نے کہا کہ اس آدمی نے ہماری جماعت میں تفریق ڈال دی۔ ہمیں بے وقوف بتایا اور ہم میں سے جو مر چکے ہیں انہیں گمراہ قرار دیا اور ہمارے خداؤں میں عیب نکالے۔ امیہ نے کہا کہ اس آدمی کے پاگل ہونے میں کوئی شک نہیں ہے (نعوذ باللہ من ذلک) حضرت ضماد کہتے ہیں کہ اس کی بات کا میرے دل پر بڑا اثر ہوا، اور میں نے اپنے جی میں کہا میں بھی تو جنون وغیرہ کا علاج کر لیتا ہوں چنانچہ میں اس مجلس سے کھڑا ہوا اور حضور ﷺ کو تلاش کرنے لگا لیکن آپ مجھے سارا دن کہیں نہ ملے۔ یہاں تک کہ اگلا دن آگیا۔ اگلے دن پھر ڈھونڈنے نکلا تو مجھے آپ مقام ابراہیم کے پیچھے نماز پڑھتے ہوئے مل گئے۔ میں بیٹھ گیا۔ جب آپ نماز سے فارغ ہو گئے تو میں آپ کے قریب آکر بیٹھا اور میں نے کہا اے ابن عبدالمطلب آپ نے میری طرف ہو کر فرمایا کیا چاہتے ہو؟ میں نے کہا میں جنون وغیرہ کا علاج کر لیتا ہوں۔ اگر آپ پسند کریں تو آپ کا بھی علاج کر دوں اور آپ اپنی بیماری کو بڑا نہ سمجھیں کیونکہ میں نے آپ سے بھی زیادہ سخت بیماروں کا علاج کیا تو وہ ٹھیک ہو گئے۔ میں آپ کی قوم کے پاس سے آرہا ہوں۔ وہ آپ کے بارے میں چند بری خصلتوں کا تذکرہ کر رہے تھے کہ آپ ان کو بے وقوف بتاتے ہیں اور آپ نے ان کی جماعت میں تفریق ڈال دی ہے اور ان میں سے جو مر چکے ہیں ان کو آپ گمراہ قرار دیتے ہیں اور ان کے خداؤں میں عیب نکالتے ہیں تو میں نے اپنے دل میں سوچا کہ ایسے کام تو پاگل (یا آسیب زدہ) ہی کر سکتا ہے۔ میری ساری بات سن کر حضور ﷺ نے مسنون خطبہ پڑھا۔ جس کا ترجمہ یہ ہے تمام تعریفیں اللہ کے لئے ہیں۔ میں اس کی تعریف کرتا ہوں اور اس سے مدد مانگتا ہوں اور اس پر ایمان رکھتا ہوں اور اسی پر بھروسہ کرتا ہوں۔ جس کو وہ ہدایت دے اسے کوئی گمراہ نہیں کر سکتا۔ اور جسے وہ گمراہ کر دے اسے کوئی ہدایت نہیں دے سکتا اور میں اس بات کی گواہی دیتا ہوں کہ ایک اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں ہے اس کا کوئی شریک نہیں ہے اور اس بات کی گواہی دیتا ہوں کہ محمدؐ اس کے بندے اور رسول ہیں۔ حضرت ضماد فرماتے ہیں میں نے حضورؐ سے ایسا کلام سنا کہ اس سے اچھا کلام اس سے پہلے میں نے کبھی نہیں سنا تھا۔ میں نے آپ سے اس خطبہ کے دوبارہ

---

[1] اخرجه مسلم والبيهقي كذافي البداية (ج ٣ ص ٣٦) واخرجه ايضا النسائي والبغوى ومسدد في مسنده كما في الاصابة (ج ٢ ص ٢١٠)

پڑھنے کی گزارش کی جس پر آپ نے دوبارہ خطبہ پڑھا۔ پھر میں نے کہا آپ کس چیز کی دعوت دیتے ہیں ؟آپ نے فرمایا میں اس بات کی دعوت دیتا ہوں کہ تم ایک اللہ پر ایمان لاؤ۔ جس کا کوئی شریک نہیں ہے اور بتوں کی غلامی سے اپنے آپ کو آزاد کرلو اور اس بات کی گواہی دو کہ میں اللہ کا رسول ہوں۔ میں نے کہا اگر میں ایسا کروں تو مجھے کیا ملے گا ؟آپ نے فرمایا تمہیں جنت ملے گی تو میں نے کہا میں اس بات کی گواہی دیتا ہوں کہ ایک اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں۔ جس کا کوئی شریک نہیں ہے اور اپنی گردن سے بتوں کو اتار کر ان سے برات کا اظہار کرتا ہوں اور اس بات کی گواہی دیتا ہوں کہ آپ اللہ کے بندے اور رسول ہیں۔ پھر میں آپ کے ساتھ رہنے لگ گیا۔ یہاں تک کہ میں نے قرآن شریف کی بہت سی سورتیں یاد کرلیں پھر میں اپنی قوم میں واپس آگیا عبد اللہ بن عبد الرحمٰن عدوی بیان کرتے ہیں کہ حضور ﷺ نے حضرت علی کو ایک جماعت کا امیر بنا کر بھیجا۔ ان لوگوں کو ایک جگہ بیس اونٹ ملے۔ وہ ان کو ساتھ لے کر چل پڑے۔ حضرت علی بن ابی طالب کو پتہ چلا کہ یہ اونٹ حضرت ضماد کی قوم کے ہیں تو انہوں نے فرمایا یہ اونٹ ان کو واپس کردو چنانچہ وہ سب اونٹ واپس کر دیئے گئے۔[1]

حضور ﷺ کا حضرت عمرانؓ کے والد حضرت حصینؓ کو دعوت دینا

قریش حضرت حصینؓ کی بڑی تعظیم کرتے تھے۔ ایک دفعہ قریش ان کے پاس آئے اور ان سے کہا آپ ہماری طرف سے جاکر اس آدمی سے بات کریں کیونکہ وہ ہمارے خداؤں کو برا بھلا کہتا ہے چنانچہ قریش حضرت حصین کے ساتھ چلے اور حضور ﷺ کے دروازے کے قریب آکر بیٹھ گئے۔ حضورؐ نے فرمایا بڑے میاں (یعنی حضرت حصین) کے لئے جگہ خالی کردو۔ حضرت حصین کے صاحبزادے حضرت عمرانؓ اور ان کے بہت سے ساتھی حضورؐ کی خدمت میں پہلے سے جمع تھے۔ حضرت حصین نے کہا کہ یہ کیا ہو رہا ہے کہ ہمیں آپ کی طرف سے یہ باتیں پہنچ رہی ہیں کہ آپ ہمارے خداؤں کو برا بھلا کہتے ہیں، حالانکہ آپ کے والد تو بہت محتاط اور بھلے آدمی تھے ؟اس پر حضور ﷺ نے فرمایا اے حصین! میرے والد اور تمہارے والد دونوں جہنم میں ہیں (اس روایت سے تو یہ معلوم ہوتا ہے کہ حضور ﷺ کے والد جہنم میں ہیں لیکن دیگر روایات کی بنا پر راجح مسلک یہ ہے کہ حضورؐ کے والدین دونوں جنتی ہیں کیونکہ دونوں نے زمانہ جاہلیت میں شرک کا گناہ بالکل نہیں کیا تھا اور ملت

---

[1] اخرجه ابو نعيم في دلائل النبوة (ص ٧٧) من طريق الواقدي قال حدثني محمد بن سليط عن ابيه عن عبدالرحمن العدوي

ابراہیمی پر عمل کرنے والے تھے اور حافظ سیوطی نے اپنے رسائل میں یہ تحقیق کی ہے کہ حضورؐ کے والدین شریفین کو زندہ کیا گیا اور وہ آپ پر ایمان لائے اس لئے یہ روایت اس سے پہلے کی ہے) اے حصین اچھا یہ تو بتاؤ کہ تم کتنے خداؤں کی عبادت کرتے ہو؟ حضرت حصین نے کہا میرے سات خدا زمین پر ہیں اور ایک خدا آسمان میں ہے۔ حضورؐ نے فرمایا جب تمہیں کسی قسم کا نقصان پہنچتا ہے تو کس خدا کو پکارتے ہو؟ حضرت حصین نے کہا آسمان والے خدا کو۔ آپ نے فرمایا جب مال ہلاک ہو جائے تو کس کو پکارتے ہو؟ حضرت حصین نے کہا آسمان والے کو۔ حضورؐ نے فرمایا یہ عجیب بات ہے کہ تمہاری پکار پر وہ اکیلا تمہاری فریادرسی کرتا ہے اور تم اس کے ساتھ اور خداؤں کو شریک کرتے ہو۔ کیا تم آسمان والے خدا کی رضا و اجازت سے ان دیوتاؤں کو شریک کرتے ہو یا ان دیوتاؤں سے ڈرتے ہو کہ اگر تم ان کو شریک نہیں کرو گے تو وہ تم پر غالب آجائیں گے۔ حضرت حصین نے کہا ان دونوں باتوں میں کوئی بھی بات نہیں ہے۔ حضرت حصین کہتے ہیں کہ اس وقت مجھے پتہ چلا کہ آج تک ان جیسی بڑی ہستی سے میں نے بات نہیں کی حضور ﷺ نے فرمایا اے حصین! مسلمان ہو جاؤ سلامتی پالو گے۔ حضرت حصین نے کہا میری قوم ہے اور میرا خاندان ہے۔ (اگر اسلام لاؤں گا ان سے مجھے خطرہ ہے) اس لئے اب میں کیا کہوں آپ نے فرمایا یہ دعا پڑھو:

الھم استھدیك لا رشدا مری و زدنی علماً ینفعنی .

جس کا ترجمہ یہ ہے۔ "اے اللہ میں اپنے معاملہ میں زیادہ رشد و ہدایت والے راستے کی آپ سے رہنمائی چاہتا ہوں اور مجھے علم نافع اور زیادہ عطا فرما۔" چنانچہ حضرت حصین نے یہ دعا پڑھی اور اسی مجلس میں اٹھنے سے پہلے ہی مسلمان ہو گئے۔ یہ دیکھتے ہی حضرت عمران نے کھڑے ہو کر اپنے والد حضرت حصین کے سر اور ہاتھوں اور پیروں کا بوسہ لیا۔ جب حضورؐ نے یہ منظر دیکھا تو آپ کی آنکھوں میں آنسو آگئے اور فرمایا عمران کے رویہ کی وجہ سے مجھے رونا آگیا کہ ان کے والد حصین جب اندر آئے تو وہ کافر تھے۔ اس وقت عمران نہ ان کے لئے کھڑے ہوئے اور نہ ان کی طرف متوجہ ہوئے لیکن جب وہ مسلمان ہو گئے تو فوراً ان کا حق ادا کر دیا اس کی وجہ سے مجھ پر رقت طاری ہوئی جب حضرت حصین باہر جانے لگے تو حضور ﷺ نے اپنے صحابہؓ سے فرمایا۔ اٹھو اور انہیں ان کے گھر تک پہنچا آؤ۔ حضرت حصین جونہی دروازے سے باہر آئے تو قریش نے دیکھتے ہی کہا یہ تو بے دین ہو گیا اور سارے قریش انہیں چھوڑ کر ادھر ادھر بکھر گئے۔[1]

---

۱ ۔ اخرجه ابن خزیمة عن عمران بن خالد بن طلیق بن محمد بن عمران بن حصین قال حدثنی ابی عن ابیه عن جده کذافی الاصابة (ج ۱ ص ۳۳۷)

حضور ﷺ کا ایسے صحابی کو دعوت دینا جن کا نام نہیں بیان کیا گیا

حضرت ابو تمیمہ ہجیمیؒ اپنی قوم کے ایک آدمی کا واقعہ بیان کرتے ہیں کہ وہ آدمی حضورؐ کی خدمت میں حاضر ہوا (یا حضرت ابو تمیمہ کہتے ہیں کہ میں حضور ﷺ کی خدمت میں موجود تھا وہاں ایک آدمی آیا) اور اس آدمی نے پوچھا کہ آپ اللہ کے رسول ہیں یا یہ پوچھا کہ آپ محمد ہیں؟ حضورؐ نے فرمایا ہاں، پھر اس نے پوچھا کہ آپ کس کو پکارتے ہیں؟ حضورؐ نے فرمایا اکیلے اللہ عزوجل کو پکارتا ہوں جس کی صفت یہ ہے کہ جب تم کو کوئی نقصان پہنچے اور تم اس کو پکارو تو وہ تمہارے نقصان کو دور کردے اور جب تم پر قحط سالی آجائے اور تم اس کو پکارو تو وہ تمہارے لئے غلہ اگادے اور جب تم چٹیل میدان میں ہو اور تمہاری سواری گم ہو جائے اور تم اس کو پکارو تو وہ تمہاری سواری تمہیں واپس کردے۔ یہ بات سن کر وہ آدمی فوراً مسلمان ہو گیا۔ پھر اس نے عرض کیا، یا رسول اللہ مجھے کچھ وصیت فرمائیں۔ حضور ﷺ نے فرمایا کسی چیز کو کبھی گالی نہ دینا۔ (حکم راوی کو شک ہوا کہ اس موقع پر حضورؐ نے شیئاً فرمایا یا احداً فرمایا مطلب دونوں کا ایک ہی ہے) وہ صاحب کہتے ہیں حضورؐ کے وصیت فرمانے کے بعد میں نے آج تک کبھی کسی اونٹ یا کسی بکری کو کبھی گالی نہیں دی۔[1]

حضور ﷺ کا حضرت معاویہ بن حیدہؓ کو دعوت دینا

حضرت معاویہ بن حیدہؓ بیان فرماتے ہیں کہ میں نے حضور ﷺ کی خدمت میں حاضر ہو کر عرض کیا یا رسول اللہ میں آپ کی خدمت میں اب تک اس لئے نہیں آیا تھا کہ میں نے ہاتھوں کے پوروں کی تعداد سے بھی زیادہ مرتبہ قسم کھائی تھی کہ نہ میں کبھی آپ کے پاس آؤں گا اور نہ آپ کے دین کو اختیار کروں گا اور حضرت معاویہ نے یہ فرماتے ہوئے دونوں ہاتھوں کو ایک دوسرے پر رکھتے ہوئے پوروں کی تعداد کی طرف اشارہ فرمایا۔ (لیکن اب اللہ تعالیٰ مجھے آپ کے پاس لے ہی آیا ہے) تو آپ کی خدمت میں حاضر ہوا ہوں اور میری حالت یہ ہے کہ میرے پاس تھوڑا سا علم ہے۔ میں آپ کو اللہ کی عظیم ذات کا واسطہ دے کر پوچھتا ہوں کہ ہمارے رب نے آپ کو کیا دے کر ہمارے پاس بھیجا ہے؟ حضور ﷺ نے فرمایا، دین اسلام دے کر بھیجا ہے۔ حضرت معاویہ نے

---

[1] اخرجه احمد وقال الهیثمی (ج ۸ ص ۷۲) وفیه الحکم بن فضیل وثقه ابو داود وغیره وضعفه ابو زرعة وغیره وبقیة رجاله رجال الصحیح اه

پوچھا۔ دین اسلام کیا ہے؟ حضورؐ نے فرمایا، دین اسلام یہ ہے کہ تم یہ کہو میں نے اپنے آپ کو اللہ کا فرمانبردار بنا دیا اور اللہ کے علاوہ باقی سب سے میں الگ ہو گیا۔ اور نماز کو قائم کرو اور زکوٰۃ ادا کرو۔ ہر مسلمان دوسرے مسلمان کیلئے قابل احترام ہے۔ دونوں مسلمان آپس میں بھائی اور ایک دوسرے کے مددگار ہیں اور مشرک آدمی جب مسلمان ہو گیا تو اب اسلام کے بعد اللہ تعالیٰ اس کے عمل کو اس وقت قبول فرمائیں گے جب وہ مشرکوں سے جدا ہو جائے (یعنی ہجرت کرلے) مجھے کیا ضرورت تھی کہ میں تمہاری کمر پکڑ کر تم لوگوں کو جہنم کی آگ سے بچاؤں مگر سنو بات یہ ہے کہ میرا رب مجھے بلائے گا اور مجھ سے پوچھے گا کیا میرا دین تو نے میرے بندوں تک پہنچا دیا تھا تو میں عرض کر سکوں گا۔ اے میرے رب ہاں میں نے پہنچا دیا تھا۔ غور سے سنو! تم میں سے جو یہاں حاضر ہیں وہ غائبین تک میرا دین پہنچائیں۔ غور سے سنو! تمہیں قیامت کے دن اللہ کے سامنے اس حال میں بلایا جائے گا کہ تمہارے منہ بند کئے ہوئے ہوں گے (یعنی تم بات نہیں کر سکو گے) اور سب سے پہلے ہر آدمی کی ران اور ہتھیلی اس کے اعمال کی خبر دے گی۔ حضرت معاویہ فرماتے ہیں میں نے کہا یا رسول اللہ یہی ہمارا دین ہے۔ آپ نے فرمایا ہاں یہی تمہارا دین ہے جہاں بھی رہ کر تم اس پر اچھی طرح چلو گے یہ دین تمہارے لئے کافی ہو جائے گا۔[۱]

حضور ﷺ کا حضرت عدی بن حاتمؓ کو دعوت دینا

حضرت عدی بن حاتمؓ فرماتے ہیں کہ جب مجھے حضور ﷺ کے مدینہ منورہ ہجرت کرنے کی خبر ملی (یا آپ کے دعوائے نبوت کی خبر ملی) تو مجھے یہ بہت برا لگا۔ چنانچہ میں اپنے وطن سے نکل کر روم کی طرف چلا گیا اور بعض روایات میں ہے کہ میں قیصر کے پاس چلا گیا اور میرا یہ روم میں آکر قیصر کے پاس چلے جانا مجھے حضورؐ کی ہجرت فرمانے سے بھی اور زیادہ برا لگا اور میں نے اپنے دل میں کہا مجھے اس آدمی کے پاس جانا چاہئے اگر یہ جھوٹا ہو گا تو میرا نقصان نہیں کر سکے گا اور سچا ہو گا تو مجھے پتہ چل جائے گا فرماتے ہیں میں مدینہ پہنچا تو لوگ (خوش ہو کر) کہنے لگے عدی بن حاتم آگئے عدی بن حاتم آگئے۔ چنانچہ میں حضورؐ کی خدمت میں حاضر ہوا۔

---

[۱] اخرجه ابن عبد البر في الاستيعاب وصححه وذكر تمام الحديث فهذا هو الحديث الصحيح بالاسناد والثابت المعروف وانما هو لمعاوية بن حيدة لا لحكيم ابي معاوية وقد اخرج قبله حديث حكيم هذا انه قال يا رسول الله ربنا بم ارسلك؟ قال تعبد الله ولا تشرك به شيأ وتقيم الصلاة وتوتي الزكاة وكل مسلم على كل مسلم محرم هذا دينك واينما تكن يكفك هكذا ذكره ابن ابي خيثمة وعلى هذا لا سناد عول فيه وهو اسناد ضعيف كذا في الاستيعاب (ج ۱ ص ۳۲۳) وقال الحافظ في الاصابة (ج ۱ ص ۳۵۰) ولكن يحتمل ان يكون هذا آخر ولا بعد في ان يتوارد اثنان على سوال واحد ولا سيما مع تباين المخرج وقد ذكره ابن ابي عاصم في الواحدان واخرج الحديث عن عبدالوهاب بن نجدة وهو الحوطي شيخ ابن ابي خيثمة فيه . انتهى

آپ نے مجھ سے تین دفعہ فرمایا اے عدی بن حاتم! مسلمان ہو جاؤ۔ سلامتی پاؤ گے۔ میں نے کہا۔ میں خود ایک دین پر چل رہا ہوں۔ حضورؐ نے فرمایا۔ میں تمہارے دین کو تم سے زیادہ جانتا ہوں۔ میں نے (حیران ہو کر) کہا آپ میرے دین کو مجھ سے زیادہ جانتے ہیں؟ آپ نے فرمایا ہاں۔ کیا تم فرقہ رکوسیہ میں سے نہیں ہو۔ (یہ انصاری اور صابین کے درمیان کا فرقہ ہے) اور تم اپنی قوم کا چوتھائی مال غنیمت کھا جاتے ہو۔ میں نے کہا جی ہاں آپ نے فرمایا حالانکہ تمہارے لئے یہ تمہارے دین میں حلال نہیں ہے۔ میں نے کہا جی ہاں حلال نہیں ہے۔ حضورؐ نے فرمایا اور سنو میں اس بات کو بھی خوب جانتا ہوں جو تمہیں اسلام سے روک رہی ہے۔ تم یہ کہتے ہو کہ ان کے پیچھے چلنے والے تو کمزور قسم کے وہ لوگ ہیں جن کے پاس کوئی قوت نہیں ہے اور تمام عرب نے ان کو الگ پھینک رکھا ہے۔ (یا تمام عرب نے ان کو نشانہ بنا رکھا ہے) کیا تم حیرہ شہر کو جانتے ہو؟ میں نے کہا اسے دیکھا تو نہیں ہے البتہ اس کا نام سنا ضرور ہے۔ آپ نے فرمایا اس ذات کی قسم جس کے قبضہ میں میری جان ہے، اللہ اس دین کو ضرور پورا کر کے رہیں گے۔ (اور ایسا امن وامان ہو جائے گا کہ) پردہ نشین عورت تن تنہا حیرہ سے چلے گی اور اکیلے بیت اللہ کا طواف کرے گی اور کوئی اس کے ساتھ نہ ہوگا اور کسریٰ بن ہرمز کے خزانے فتح کئے جائیں گے۔ میں نے (حیران ہو کر) کہا کسریٰ بن ہرمز کے خزانے؟ آپ نے فرمایا۔ ہاں کسریٰ بن ہرمز کے خزانے اور مال خوب خرچ کیا جائے گا حتیٰ کہ اسے کوئی لینے والا نہ ہوگا۔ یہ قصہ سنانے کے بعد حضرت عدی بن حاتم نے فرمایا دیکھو یہ تن تنہا عورت حیرہ سے آرہی ہے اور اکیلی بیت اللہ کا طواف کر رہی ہے اور اس کے ساتھ کوئی بھی نہیں ہے اور میں خود ان لوگوں میں تھا جنہوں نے کسریٰ کے خزانے فتح کئے اور اس ذات کی قسم! جس کے قبضہ میں میری جان ہے، تیسری بات بھی ضرور ہو کر رہے گی اس لئے کہ حضورؐ فرما چکے ہیں۔[1]

حضرت عدی بن حاتمؓ فرماتے ہیں ہم لوگ مقام عقرب میں تھے کہ حضور ﷺ کا بھیجا ہوا گھوڑے سواروں کا ایک دستہ آیا جو میری پھوپھی اور کچھ لوگوں کو گرفتار کر کے لے گئے اور حضورؐ کی خدمت میں پیش کر دیا۔ جب یہ سب آپ کے سامنے ایک صف میں کھڑے کئے گئے تو میری پھوپھی نے عرض کیا یا رسول اللہ میرا مددگار نمائندہ جدا ہو گیا۔ اولاد ختم ہو گئی میں خود بہت بوڑھی عمر رسیدہ ہو چکی اور مجھ سے کوئی خدمت بھی نہیں ہو سکتی۔ آپ مجھ پر احسان کیجئے اللہ آپ پر احسان کرے گا۔ حضورؐ نے فرمایا تمہارا مددگار نمائندہ کون ہے؟

---

[1] اخرجه احمد كذافي البداية (ج ٥ ص ٦٦) واخرجه البغوى ايضا فى معجمه بمعناه كما فى الاصابة (ج ٢ ص ٤٦٨)

پھوپھی نے کہا عدی بن حاتم۔ آپ نے فرمایا وہی جو اللہ اور رسول سے بھاگا ہوا ہے۔ پھوپھی فرماتی ہیں کہ آپ نے مجھ پر احسان فرمادیا۔ جب آپ واپس جانے لگے تو ایک آدمی آپ کے ساتھ تھا۔ ہمارا خیال یہ ہے کہ وہ حضرت علی تھے۔ انہوں نے پھوپھی سے کہا حضورؐ سے سواری مانگ لو۔ پھوپھی نے حضورؐ سے سواری مانگی۔ حضور علیہ السلام نے فرمایا ان کو سواری دے دی جائے۔ حضرت عدی فرماتے ہیں کہ وہاں سے پھوپھی میرے پاس آئیں اور مجھ سے یہ کہا تم نے ایسا کام کیا ہے کہ تمہارا باپ تو کبھی نہ کرتا۔ (یعنی تم مجھے چھوڑ کر بھاگ گئے) اور کہا تمہارا دل چاہے یا ڈر کی وجہ سے نہ چاہے ان کے ضرور جاؤ۔ فلاں ان کے پاس گیا اسے حضورؐ سے خوب ملا اور فلاں گیا اسے بھی حضورؐ سے خوب ملا۔ حضرت عدی فرماتے ہیں (پھوپھی کے کہنے پر) میں حضورؐ کی خدمت میں حاضر ہوا اور اس وقت حضورؐ کے پاس ایک عورت اور دو بچے یا ایک بچہ بیٹھا ہوا تھا جو کہ آپ کے قریب بیٹھے ہوئے تھے (یوں عورت اور بچوں کے پاس بیٹھنے سے) میں سمجھ گیا کہ یہ کسریٰ و قیصر والی بادشاہت نہیں ہے۔ حضورؐ نے مجھ سے فرمایا اے عدی بن حاتم! کس وجہ سے بھاگ رہے ہو؟ کیا اس وجہ سے بھاگ رہے ہو کہ لا الٰہ الا اللہ کہنا پڑے گا؟ تو کیا اللہ کے علاوہ کوئی معبود ہے؟ کس وجہ سے بھاگ رہے ہو؟ کیا اس وجہ سے بھاگ رہے ہو کہ اللہ اکبر کہنا پڑے گا؟ کیا کوئی چیز اللہ عزوجل سے بڑی ہے؟ یہ سن کر میں مسلمان ہو گیا اور میں نے دیکھا کہ (میرے اسلام لانے پر) آپ کا چہرہ کھل گیا اور آپ نے فرمایا "مغضوب علیھم" جن پر اللہ ناراض ہوا وہ یہودی ہیں اور ضالین جو گمراہ ہوئے وہ نصاریٰ ہیں۔ حضرت عدی فرماتے ہیں پھر کچھ لوگوں نے آپ سے مانگا۔ (آپ کے پاس کچھ تھا نہیں، اس لئے آپ نے صحابہؓ کو دوسروں پر خرچ کرنے کی ترغیب دی) چنانچہ آپ نے اللہ کی حمد و ثناء بیان کی اور فرمایا اے لوگو! ضرورت سے زائد مال خرچ کرو کوئی ایک صاع سے کم کوئی ایک مٹھی کوئی مٹھی سے کم۔ شعبہ راوی کہتے ہیں، جہاں تک مجھے یاد ہے آپ نے یہ بھی فرمایا کوئی ایک کھجور دے کوئی کھجور کا ٹکڑا۔ اور تم میں سے ہر آدمی اللہ کے سامنے حاضر ہوگا اور اللہ تعالیٰ اس سے پوچھیں گے جو میں تمہیں بتا رہا ہوں کیا میں نے تمہیں دیکھنے اور سننے کی نعمت نہیں دی تھی؟ کیا میں نے تمہیں مال اور اولاد نہیں دی تھی۔ تم نے آگے کے لئے کیا بھیجا ہے؟ یہ سن کر آدمی آگے پیچھے، دائیں بائیں دیکھے گا لیکن کچھ نہ پائے گا۔ جہنم سے صرف اللہ کی ذات کے ذریعہ سے ہی بچا جا سکتا ہے لہٰذا آگ سے بچو اور (آگ سے بچنے کے لئے دینے کو کچھ نہ ہو تو) کھجور کا ٹکڑا ہی دے دو اور اگر کھجور کا ٹکڑا بھی نہ ہو تو نرم بات ہی کر دیا کرو مجھے تم پر فقر و فاقہ کا ڈر نہیں ہے۔ اللہ پاک تمہاری ضرور مدد فرمائیں گے اور تمہیں بہت زیادہ دیں گے اور

بہت زیادہ فتوحات کریں گے یہاں تک کہ پردہ نشین عورت تن تنہا حیرہ اور یثرب کے درمیان یا اس سے بھی زیادہ لمبا سفر کیا کرے گی اور اسے چوری کا ڈر نہ ہوگا۔[1]

حضور ﷺ کا حضرت ذوالجوشن ضبابیؓ کو دعوت دینا

حضرت ذوالجوشن ضبابیؓ فرماتے ہیں جب حضور ﷺ غزوہ بدر سے فارغ ہوئے تو میں اپنی قرحاء نامی گھوڑی کا بچھیرا لے کر حضورؐ کی خدمت میں حاضر ہوا اور میں نے کہا اے محمد! میں آپ کے پاس قرحاء گھوڑی کا بچھیرا لے کر آیا ہوں تاکہ آپ اسے اپنے استعمال کے لئے لے لیں۔ آپ نے فرمایا مجھے اس کی ضرورت نہیں ہے ہاں اگر تم چاہو تو میں تمہیں اس کے بدلہ میں بدر کی زرہوں میں سے تمہاری پسند کی ایک زرہ دے دوں۔ میں نے کہا کہ میں اس کو آج اعلیٰ درجہ کے ایک گھوڑے کے بدلہ میں دینے کو تیار نہیں ہوں۔ آپ نے فرمایا پھر مجھے اس کی ضرورت نہیں ہے۔ پھر آپ نے فرمایا اے ذوالجوشن! تم مسلمان کیوں نہیں ہو جاتے تاکہ شروع میں اسلام لانے والوں میں سے ہو جاؤ؟ میں نے کہا نہیں، آپ نے فرمایا کیوں؟ میں نے کہا اس لئے کہ میں دیکھ رہا ہوں کہ آپ کی قوم نے آپ کو جھٹلایا ہے۔ آپ نے فرمایا بدر میں ان کی شکست کے بارے میں تمہیں کیسی خبر پہنچی؟ میں نے کہا مجھے ساری خبر پہنچ چکی ہے۔ آپ نے فرمایا ہمیں تو تمہیں اللہ کی سیدھی راہ بتانی ہے میں نے کہا مجھے منظور ہے بشرطیکہ آپ کعبہ کو فتح کر کے وہاں رہنے لگ جائیں۔ آپ نے فرمایا۔ اگر تم زندہ رہے تو اسے بھی دیکھ لوگے۔ پھر آپ نے ایک آدمی کو فرمایا او فلانے اس آدمی کا تھیلا لے لو اور اس میں راستے کے لئے عجوہ کھجوریں ڈال دو۔ جب میں واپس ہونے لگا تو آپ نے (صحابہؓ سے) فرمایا یہ شخص بنی عامر کے بہترین شہسواروں میں سے ہے۔ حضرت ذوالجوشن فرماتے ہیں کہ اللہ کی قسم میں مقام غور میں اپنے گھر والوں میں تھا کہ اتنے میں ایک سوار آیا۔ میں نے اس سے پوچھا لوگوں کا کیا بنا؟ اس نے بتایا کہ اللہ کی قسم، محمد کعبہ پر غالب آچکے ہیں اور اس میں ٹھہرے ہوئے ہیں تو میں نے یہ سن کر کہا کاش میں پیدا ہوتے ہی مر جاتا اور میری ماں کی گود مجھ سے خالی ہو جاتی۔ کاش کہ جس روز آپ نے فرمایا تھا میں اسی روز مسلمان ہو جاتا اور پھر میں آپ سے خیرہ مقام بھی مانگتا تو آپ مجھے بطور جاگیر ضرور دے دیتے اور ایک روایت میں یہ ہے کہ حضور ﷺ نے ان سے فرمایا۔ تمہیں اسلام لانے سے کونسی چیز روک رہی ہے؟ میں نے کہا میں دیکھ رہا ہوں کہ آپ کی قوم نے

---

[1] اخرجه احمد وقد رواه الترمذی وقال حسن غریب لا نعرفه الا من حدیث سماك واخرج البیهقی شیا منه من آخره وهکذا اخرجه البخاری مختصراً کما فی البدایة (ج ۵ ص ۶۵)

آپ کو جھٹلایا ہے اور آپ کو (آپ کے شہر مکے سے) نکال دیا اور اب آپ سے جنگ کر رہے ہیں۔ میں دیکھ رہا ہوں اب آپ کیا کریں گے؟ اگر آپ ان پر غالب آ گئے تو میں آپ پر ایمان لے آؤں گا اور آپ کا اتباع کروں گا اور اگر وہ آپ پر غالب آ گئے تو آپ کا اتباع نہیں کروں گا۔[1]

حضور ﷺ کا حضرت بشیر بن خصاصیہؓ کو دعوت دینا

حضرت بشیر بن خصاصیہؓ، فرماتے ہیں کہ میں حضور ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوا۔ آپ نے مجھے اسلام کی دعوت دی۔ پھر آپ نے مجھ سے فرمایا تمہارا کیا نام ہے؟ میں نے کہا نذیر۔ آپ نے فرمایا نہیں بلکہ (آج سے تمہارا نام) بشیر ہے۔ آپ نے مجھے صفہ چبوترا پر ٹھہرایا (جہاں فقراء مہاجرین ٹھہرتے تھے) آپ کی عادت شریفہ یہ تھی کہ جب آپ کے پاس ہدیہ آتا تو خود بھی اسے استعمال فرماتے اور ہمیں بھی اس میں شریک فرما لیتے اور جب صدقہ آتا تو سارا ہمیں دے دیتے۔ ایک رات آپ گھر سے نکلے میں بھی آپ کے پیچھے ہو لیا۔ آپ جنت البقیع تشریف لے گئے اور وہاں پہنچ کر یہ دعا پڑھی:۔

السلام علیکم دار قوم مؤمنین وانا بکم لا حقون وانا للّٰہ وانا الیہ راجعون۔

اور پھر فرمایا تم نے بہت بڑی خیر حاصل کر لی اور بڑے شر اور فتنہ سے بچ کر تم آگے نکل گئے پھر میری طرف متوجہ ہو کر فرمایا یہ کون ہے؟ میں نے کہا بشیر۔ آپ نے فرمایا تم عمدہ گھوڑوں کو کثرت سے پالنے والے قبیلہ ربیعہ میں سے ہو جو یہ کہتے ہیں کہ اگر وہ نہ ہوتے تو زمین اپنے رہنے والوں کو لے کر الٹ جاتی۔ کیا تم اس بات پر راضی نہیں ہو کہ اس قبیلہ میں سے اللہ پاک نے تمہارے دل اور کان اور آنکھ کو اسلام کی طرف پھیر دیا۔ میں نے کہا یا رسول اللہ! بالکل راضی ہوں۔ آپ نے فرمایا تم یہاں کیوں آئے ہو؟ میں نے کہا مجھے اس بات کا ڈر ہوا کہ آپ کو کوئی مصیبت نہ پہنچ جائے یا زمین کا کوئی زہریلا جانور نہ کاٹ لے۔[2]

حضور ﷺ کا ایسے صحابی کو دعوت دینا جن کا نام نہیں بیان کیا گیا

قبیلہ بلعدویہ کے ایک شخص کہتے ہیں مجھے میرے دادا نے اپنے اسلام لانے کا قصہ اس طرح سے سنایا کہ میں مدینہ کے ارادہ سے چلا تو ایک وادی کے پاس میں نے پڑاؤ ڈالا تو میں

---

[1] اخرجه الطبرانی وقال الهیثمی (ج ٦ ص ٦٢) رواه عبداللّٰه بن احمد وابو ه ولم یسق المتن والطبرانی ورجالهمارجال الصحیح وروی ابو دائود بعضه انتهی [2] اخرجه ابن عساکر وعنده ایضاً والطبرانی والبیهقی یابشیر !الا تحمد اللّٰه الذی اخذ بنا میتك الی الا سلام من بین ربیعة قوم یرون ان لو لا هم لا نتفکت الا رض بمن علیها کذافی المنتخب (ج ٥ ص ١٤٦)

نے دیکھا کہ دو آدمی آپس میں بکری کا سودا کر رہے ہیں اور خریدار بیچنے والے سے کہہ رہا ہے کہ مجھ سے خرید و فروخت میں اچھا معاملہ کرو۔ تو میں نے دل میں کہا کیا یہ وہی ہاشمی ہے جس نے لوگوں کو گمراہ کیا ہے؟ اتنے میں ایک اور آدمی آتا ہوا نظر آیا۔ جس کا جسم بہت خوبصورت اور پیشانی کشادہ اور ناک پتلی اور بھویں باریک تھیں اور سینے کے اوپر والے حصے سے ناف تک کالے دھاگے کی طرح سے کالے بالوں کی ایک لکیر تھی اور وہ دو پرانی چادروں میں تھے۔ ہمارے قریب آکر انہوں السلام علیکم کہا۔ ہم نے ان کو سلام کا جواب دیا ان کے آتے ہی خریدار نے پکار کر کہا یا رسول اللہ! آپ اس بکری والے سے فرمادیں کہ وہ مجھ سے معاملہ اچھی طرح کرے۔آپ نے ہاتھ اٹھا کر فرمایا تم لوگ اپنے مالوں کے خود مالک ہو۔ میں چاہتا ہوں کہ قیامت کے دن اللہ کے سامنے اس طرح حاضری دوں کہ تم میں سے کوئی بھی مجھ سے اپنے مال یا جان یا عزت کے بارے میں کسی قسم کے ناحق ظلم کا مطالبہ نہ کر رہا ہو۔ اللہ تعالیٰ اس آدمی پر رحم فرمائے جو خریدنے اور بیچنے میں، لینے اور دینے میں نرمی کا معاملہ کرے اور قرض کی ادائیگی اور قرض کے مطالبے میں نرمی کرے۔ پھر وہ آدمی چلا گیا۔ پھر میں نے دل میں کہا اللہ کی قسم میں اس آدمی کے حالات اچھی طرح معلوم کروں گا کیونکہ اس کی باتیں اچھی ہیں۔ میں آپ کے پیچھے ہو لیا اور میں نے آواز دی اے محمد آپ میری طرف پوری طرح مڑ کر متوجہ ہوئے اور فرمایا تم کیا چاہتے ہو؟ میں نے کہا آپ وہی ہیں جس نے (نعوذ باللہ) لوگوں کو گمراہ کیا اور انہیں ہلاک کر دیا اور ان کے آباؤ اجداد جن خداؤں کی عبادت کرتے تھے ان سے روک دیا۔آپ نے فرمایا میں اللہ کے بندوں کو اللہ کی دعوت دیتا ہوں۔ میں نے کہا آپ اس دعوت میں کیا کہتے ہیں؟ آپ نے فرمایا تم اس بات کی گواہی دو کہ اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں اور میں محمد اللہ کا رسول ہوں اور اللہ نے جو کچھ مجھ پر نازل فرمایا ہے اس پر ایمان لاؤ۔ اور لات اور عزیٰ کا انکار کرو۔ اور نماز قائم کرو اور زکوۃ ادا کرو۔ میں نے کہا زکوۃ کیا چیز ہے؟ آپ نے فرمایا ہمارے مالدار اپنے مال میں سے کچھ ہمارے غریبوں کو دیں۔ میں نے کہا آپ جن چیزوں کی دعوت دیتے ہیں وہ تو بہت اچھی ہیں۔ میرے دادا کہتے ہیں کہ اس ملاقات اور گفتگو سے پہلے میرے دل کی یہ حالت تھی کہ روئے زمین کا کوئی انسان مجھے آپ سے زیادہ مبغوض نہیں تھا لیکن اس گفتگو کے بعد میرے دل کی یہ حالت ہو گئی کہ آپ مجھے اپنی اولاد اور والدین اور تمام لوگوں سے زیادہ محبوب ہو گئے اور ایک دم میری زبان سے نکلا کہ میں پہچان گیا۔ آپ نے فرمایا "تم پہچان گئے"؟ میں نے کہا "جی ہاں" آپ نے فرمایا کہ تم اس بات کی گواہی دیتے ہو کہ اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں اور میں محمد اللہ کا رسول ہوں اور جو کچھ اللہ نے مجھ پر نازل کیا ہے اس پر

ایمان لاتے ہو۔ میں نے کہا "جی ہاں" یا رسول اللہ میرا خیال یہ ہے کہ فلاں چشمے پر جاؤں جس پر بہت سے لوگ ٹھہرے ہوئے ہیں اور جن باتوں کی آپ نے مجھے دعوت دی۔ ہے میں جاکر ان کو ان باتوں کی دعوت دوں مجھے امید ہے وہ سب آپ کا اتباع کرلیں گے۔ آپ نے فرمایا "ہاں جاؤ" "ان کو دعوت دو (چنانچہ انہوں نے وہاں جاکر سب کو دعوت دی) اور اس چشمہ والے تمام مرد اور عورت مسلمان ہوگئے (خوش ہو کر) حضور ﷺ نے ان کے سر پر دست شفقت پھیرا۔[1]

حضرت انس بن مالکؓ فرماتے ہیں حضور ﷺ بنو نجار کے ایک آدمی کے پاس عیادت کے لئے تشریف لے گئے۔ آپ نے ان سے فرمایا اے ماموں جان آپ لآ الٰہ الا اللہ پڑھ لیں۔ انہوں نے کہا میں ماموں ہوں یا چچا؟ آپ نے فرمایا آپ چچا نہیں ماموں ہیں۔ لآ الٰہ الا اللہ پڑھ لیں۔ انہوں نے کہا کیا یہ میرے لئے بہتر ہے؟ آپ نے فرمایا ہاں۔[2]

حضرت انسؓ فرماتے ہیں، ایک یہودی لڑکا حضور ﷺ کی خدمت کیا کرتا تھا وہ بیمار ہوگیا۔ آپ اس کی عیادت کیلئے تشریف لے گئے اور اسکے سرہانے بیٹھ گئے پھر اس سے فرمایا مسلمان ہو جاؤ۔ اس کا باپ بھی وہیں اس کے پاس تھا۔ وہ اپنے باپ کی طرف دیکھنے لگا۔ باپ نے کہا ابو القاسم (یعنی حضورؐ) کی مان لو۔ وہ مسلمان ہوگیا۔ آپ یہ فرماتے ہوئے باہر تشریف لائے۔ تمام تعریفیں اس اللہ کیلئے ہیں جس نے اسے دوزخ کی آگ سے بچایا۔[3]

حضرت انسؓ فرماتے ہیں، حضور ﷺ نے ایک آدمی سے فرمایا مسلمان ہو جاؤ سلامتی پالو گے۔ اس نے کہا میرا دل نہیں چاہتا۔ آپ نے فرمایا دل نہ چاہے تب بھی (مسلمان ہو جاؤ)[4]

حضور ﷺ کا حضرت ابو قحافہؓ کو دعوت دینا

حضرت اسماء بنت ابی بکرؓ فرماتی ہیں فتح مکہ کے دن حضور ﷺ نے حضرت ابو قحافہ سے فرمایا آپ مسلمان ہو جائیں سلامتی پالیں گے۔[5] حضرت اسماءؓ فرماتی ہیں، جب حضور ﷺ مکہ میں داخل ہوئے اور اطمینان کے ساتھ مسجد میں بیٹھ گئے تو حضرت ابو بکرؓ (اپنے والد) حضرت ابو قحافہ کو لے کر آپ کی خدمت میں حاضر ہوئے۔ جب آپ نے ان کو (آتے

---

[1] اخرجه ابو یعلی عن حرب بن سریج قال حدثنی رجل من بلعدویة قال الهیثمی (ج ۹ ص ۱۸) وفیه راو لم یسم وبقیة رجاله وثقوا انتهى. [2] اخرجه احمد قال الهیثمی (ج ۵ ص ۳۰۵) رواه احمد ورجاله رجال الصحیح [3] اخرجه البخاری وابو داؤد کذافی جمع الفوائد (ج ۱ ص ۱۲٤) [4] اخرجه احمدو ابو یعلی قال الهیثمی (ج ۵ ص ۳۰۵) رجا لهما رجال الصحیح [5] اخرجه الطبرانی قال الهیثمی (ج ۵ ص ۳۰٦) رجاله رجال الصحیح انتهی

ہوئے) دیکھا تو فرمایا اے ابو بکر! بڑے میاں کو وہیں کیوں نہیں رہنے دیا۔ میں ان کے پاس چل کر جاتا۔ انہوں نے عرض کیا یا رسول اللہ ان پر زیادہ حق بنتا ہے کہ یہ آپ کے پاس چل کر آئیں بنسبت اس کے کہ آپ ان کے پاس چل کر تشریف لے جاتے۔ چنانچہ حضورؐ نے ان کو اپنے سامنے بٹھایا اور ان کے دل پر اپنا ہاتھ رکھ کر فرمایا آپ مسلمان ہو جائیں سلامتی پالیں گے چنانچہ حضرت ابو قحافہ مسلمان ہو گئے اور کلمہ شہادت پڑھ لیا۔ جب حضرت ابو قحافہ حضور ﷺ کی خدمت میں لائے گئے تو ان کے سر اور داڑھی کے بال ثغامہ بوٹی کی طرح سفید تھے۔ آپ نے فرمایا اس سفیدی کو بدل دو لیکن کالا خضاب نہ کرنا۔[1]

حضور ﷺ کا ان مشرکوں کو فرداً فرداً دعوت دینا جو مسلمان نہیں ہوئے

حضرت مغیرہ بن شعبہؓ فرماتے ہیں، سب سے پہلے دن جو میں نے حضور ﷺ کو پہچانا اس کا قصہ یوں ہوا کہ میں اور ابو جہل بن ہشام مکہ کی ایک گلی میں چلے جارہے تھے کہ اچانک ہماری حضورؐ سے ملاقات ہو گئی۔ حضورؐ نے ابو جہل سے فرمایا اے ابو الحکم! آؤ اللہ اور اس کے رسول کی طرف میں تمہیں اللہ کی طرف دعوت دیتا ہوں ابو جہل نے جواب دیا اے محمد! کیا تم ہمارے خداؤں کو برا بھلا کہنے سے باز نہیں آؤ گے؟ آپ یہی چاہتے ہیں کہ ہم گواہی دے دیں کہ آپ نے (اللہ کا) پیغام پہنچادیا۔ چلو ہم گواہی دیئے دیتے ہیں کہ آپ نے پیغام پہنچادیا۔ اللہ کی قسم! اگر مجھے معلوم ہوتا کہ جو کچھ آپ کہہ رہے ہیں وہ حق ہے تو میں آپ کا اتباع ضرور کرلیتا۔ یہ سن کر حضورؐ واپس تشریف لے گئے۔ اس کے بعد ابو جہل میری طرف متوجہ ہو کر کہنے لگا۔ اللہ کی قسم! میں خوب جانتا ہوں کہ جو کچھ یہ کہہ رہے ہیں وہ حق ہے لیکن میں ان کی بات اس وجہ سے نہیں مانتا کہ (وہ بنی قصی میں سے ہیں اور) بنی قصی نے کہا کہ بیت اللہ کی دربانی ہمارے خاندان میں ہو گی۔ ہم نے کہا ٹھیک ہے۔ پھر انہوں نے کہا مجلس شوری کا انتظام ہمارے ذمہ ہوگا۔ ہم نے کہا ٹھیک ہے۔ پھر انہوں نے کہا لڑائی کا جھنڈا ہمارے خاندان میں ہوگا۔ ہم نے کہا ٹھیک ہے پھر انہوں نے کھانا کھلایا اور ہم نے بھی کھانا کھلایا حتی کہ جب کھانا کھلانے میں ہم اور وہ برابر ہو گئے تو وہ کہنے لگے کہ ہم میں سے ایک نبی ہے۔ اللہ کی قسم ان کی یہ بات میں کبھی نہیں مانوں گا۔[2]

حضرت ابن عباسؓ فرماتے ہیں۔ ولید بن مغیرہ نبی اکرم ﷺ کے پاس آیا۔ آپ نے اسے

---

[1] عند ابن سعد (ج ۵ ص ۴۵۱)

[2] اخرجه البيهقي كذا في البداية (ج ۳ ص ۶۴) اخرجه ايضا ابن ابي شيبة بنحوه كما في الكنز (ج ۷ ص ۱۲۹) وفي حديثه يا ابا الحكم هلم الى الله والى رسوله والى كتابه ادعوك الى الله.

قرآن پڑھ کر سنایا۔ بظاہر قرآن سن کر وہ نرم پڑ گیا۔ ابو جہل کو یہ خبر پہنچی۔ ولید کے پاس آکر اس نے کہا اے چچا جان! آپ کی قوم آپ کے لئے مال جمع کرنے کا ارادہ کر رہی ہے۔ ولید نے پوچھا کس لیے؟ ابو جہل نے کہا آپ کو دینے کے لیے۔ کیونکہ آپ محمد کے پاس اس لئے گئے تھے تاکہ آپ کو ان سے کچھ مل جائے۔ ولید نے کہا قریش کو خوب معلوم ہے کہ میں ان میں سب سے زیادہ مالداروں میں سے ہوں۔ (مجھے محمد سے مال لینے کی ضرورت نہیں ہے) ابو جہل نے کہا تو پھر آپ محمد کے بارے میں ایسی بات کہیں جس سے آپ کی قوم کو پتہ چل جائے کہ آپ محمد کے منکر ہیں (ان کو نہیں مانتے ہیں) ولید نے کہا کہ میں کیا کہوں؟ اللہ کی قسم! تم میں سے کوئی آدمی مجھ سے زیادہ اشعار اور اشعار کے رجز اور قصیدے کو اور جنات کے اشعار کو جاننے والا نہیں ہے۔ اللہ کی قسم! وہ (محمد) جو کچھ کہتے ہیں اس میں بڑی حلاوت (اور مزا) اور بڑی خوبصورتی اور کشش ہے اور جو کچھ وہ فرماتے ہیں وہ ایسا تناور درخت ہے جس کا اوپر کا حصہ خوب پھل دیتا ہے اور نیچے کا حصہ خوب سرسبز ہے اور آپ کا کلام ہمیشہ اوپر رہتا ہے کوئی اور کلام اس سے اوپر نہیں ہو سکتا اور آپ کا کلام اپنے سے نیچے والے کلاموں کو توڑ کر رکھ دیتا ہے۔ ابو جہل نے کہا آپ کی قوم آپ سے اس وقت تک راضی نہیں ہوگی جب تک آپ ان کے خلاف کچھ کہیں گے نہیں۔ ولید نے کہا اچھا ذرا ٹھہرو میں اس بارے میں کچھ سوچتا ہوں۔ کچھ دیر سوچ کر ولید نے کہا ان کا (محمد کا) کلام ایک جادو ہے جسے وہ دوسروں سے سیکھ سیکھ کر بیان کرتے ہیں۔ اس پر قرآن مجید کی یہ آیات نازل ہوئیں۔

ذرنی ومن خلقت وحیدا ٭ وجعلت له مالا ممدودا ٭ وبنین شهودا ٭

جن کا ترجمہ یہ ہے "چھوڑ دے مجھ کو اور اس کو جس کو میں نے بنایا اکا۔ اور دیا میں نے اس کو مال پھیلا کر اور بیٹے مجلس میں بیٹھنے والے"۔[1]

حضور ﷺ کا دو آدمیوں کو دعوت دینا

حضرت معاویہؓ فرماتے ہیں۔ حضرت ابو سفیانؓ اپنی بیوی ہندہ کو اپنے پیچھے سواری پر بٹھا کر اپنے کھیت کی طرف چلے۔ میں بھی دونوں کے آگے آگے چل رہا تھا اور میں نو عمر لڑکا اپنی گدھی پر سوار تھا کہ اتنے میں حضور ﷺ ہمارے پاس پہنچے۔ ابو سفیان نے کہا اے معاویہ! نیچے

---

[1] اخرجه اسحاق بن راهو به هکذا رواه البیهقی عن عبدالله بن محمد الصنعانی بمکة عن اسحاق وقدرواه حماد بن زید عن ایوب عن عکرمة مرسلافیه انه قرء علیه ان الله یامر بالعدل والاحسان وایتاء ذی القربی وینهی عن الفحشاء والمنکر والبغی یعظکم لعلکم تذکرون کذافی البدایة (ج ۳ ص ۶۰) واخرجه ابن جریر عن عکرمة کما فی التفسیر لابن کثیر (ج ۴ ص ۴۴۳)

اتر جاؤ تاکہ محمد سوار ہو جائیں۔ چنانچہ میں گدھی سے اتر گیا اور اس پر حضورؐ سوار ہو گئے۔ آپ ہمارے آگے آگے کچھ دیر چلے پھر ہماری طرف متوجہ ہو کر فرمایا اے ابو اسفیان بن حرب، اے ہند بنت عتبہ، اللہ کی قسم! تم ضرور مرو گے۔ پھر تم کو دوبارہ زندہ کیا جائے گا۔ پھر نیکو کار جنت میں جائے گا اور بد کار دوزخ میں۔ اور میں تم کو بالکل صحیح اور حق بات بتا رہا ہوں اور تم دونوں ہی سب سے پہلے (اللہ کے عذاب) سے ڈرائے گئے ہو۔ پھر حضور ﷺ نے حمٓ ۝

تنزیل من الرحمن الرحیم ۝ سے لے کر قالتآ اتینا طآئعین ؁ تک آیات تلاوت فرمائیں تو ان سے ابو سفیان نے کہا اے محمد! کیا آپ اپنی بات کہہ کر فارغ ہو گئے؟ آپ نے فرمایا جی ہاں اور حضور گدھی سے نیچے اتر آئے اور میں اس پر سوار ہو گیا۔ حضرت ہند نے حضرت ابو سفیان کی طرف متوجہ ہو کر کہا کیا اس جادوگر کے لئے تم نے میرے بیٹے کو گدھی سے اتارا تھا؟ ابو سفیان نے کہا نہیں اللہ کی قسم! وہ جادوگر اور جھوٹے آدمی نہیں ہیں۔[1]

حضرت یزید بن رومانؒ کہتے ہیں حضرت عثمان بن عفان اور حضرت طلحہ بن عبید اللہؓ دونوں حضرت زبیر بن العوامؓ کے پیچھے پیچھے چلے اور دونوں حضور ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوئے۔ حضورؐ نے دونوں پر اسلام کو پیش فرمایا اور قرآن پڑھ کر سنایا اور دونوں کو اسلام کے حقوق بتائے اور ان دونوں سے اللہ کی طرف سے اکرام و اعزاز ملنے کا وعدہ فرمایا۔ چنانچہ وہ دونوں ایمان لے آئے اور دونوں نے تصدیق کی۔ حضرت عثمان نے عرض کیا یا رسول اللہ میں ابھی ملک شام سے چلا آرہا ہوں (اس سفر میں ایک عجیب واقعہ پیش آیا کہ) ہم لوگ معان اور زرقاء کے درمیان ٹھہرے ہوئے تھے اور ہماری حالت سونے والوں جیسی تھی کہ اچانک کسی پکارنے والے نے بلند آواز سے پکار کر کہا اے سونے والو! اٹھو، کیونکہ مکہ میں احمدؐ کا ظہور ہو گیا ہے۔ چنانچہ ہم مکہ میں آئے تو آتے ہی آپ کی خبر ہم نے سنی اور حضرت عثمان شروع زمانہ میں ہی حضور ﷺ کے دار ارقم میں تشریف لے جانے سے پہلے مسلمان ہو گئے تھے۔[2]

حضرت عمار بن یاسرؓ فرماتے ہیں، دار ارقم کے دروازے پر حضرت صہیب بن سنانؓ سے میری ملاقات ہوئی اور اس وقت حضور ﷺ دار ارقم میں تشریف فرما تھے۔ میں نے حضرت صہیب سے کہا کس ارادے سے آئے ہو؟ انہوں نے مجھ سے پوچھا کہ تم کس ارادے سے آئے ہو؟ میں نے کہا میں اس ارادے سے آیا ہوں کہ محمد کی خدمت میں جا کر ان کی باتیں سنوں۔ انہوں نے کہا میرا بھی یہی ارادہ ہے۔ چنانچہ ہم دونوں حضورؐ کی خدمت میں حاضر

---

[1] اخرجه ابن عساکر کذافی الکنز (ج ۷ ص ۹٤) واخرجه الطبرانی ایضا مثله قال الهیثمی (ج ٦ ص ۲۰) حمید بن منهب لم اعرفه وبقیة رجاله ثقات [2] اخرجه ابن سعد (ج ۳ ص ٥٥)

ہوئے۔ آپ نے ہم پر اسلام پیش فرمایا۔ ہم دونوں مسلمان ہو گئے۔ پھر اس دن شام تک ہم وہیں ٹھہرے رہے پھر وہاں سے ہم چھپ کر نکلے حضرت عمار اور حضرت صہیب تیس سے کچھ زیادہ مسلمانوں کے بعد مسلمان ہوئے۔[1]

حضرت خبیب بن عبد الرحمنؒ کہتے ہیں۔ حضرت اسعد بن زرارہ اور ذکوان بن عبد قیسؓ مدینہ سے مکہ عتبہ بن ربیعہ سے اپنا کوئی فیصلہ کروانے کے لئے چلے۔ وہاں آکر دونوں نے نبی اکرم ﷺ کے بارے میں کچھ سنا، وہ دونوں حضورؐ کی خدمت میں حاضر ہوئے۔ آپ نے ان دونوں پر اسلام پیش فرمایا اور ان کو قرآن پڑھ کر سنایا۔ وہ دونوں مسلمان ہو گئے اور عتبہ بن ربیعہ کے قریب بھی نہ گئے، اور ویسے ہی مدینہ کو واپس چلے گئے اور یہ دونوں سب سے پہلے مدینہ میں اسلام کو لے کر پہنچے۔[2]

حضور ﷺ کا دو سے زیادہ کی جماعت پر اسلام کی دعوت پیش کرنا

حضرت ابن عباسؓ فرماتے ہیں عتبہ بن ربیعہ، شیبہ بن ربیعہ اور ابو سفیان بن حرب اور بنو عبد الدار کے ایک آدمی اور بنو الاسد کے ابو البختری اور اسود بن عبد المطلب بن اسد اور زمعہ بن اسود اور ولید بن مغیرہ اور ابو جہل بن ہشام اور عبد اللہ بن ابی امیہ اور امیہ بن خلف اور عاص بن وائل اور نبیہ بن حجاج سہمی اور منبہ بن حجاج سہمی، اور کم وبیش سب کے سب سورج ڈوبنے کے بعد کعبہ کے پیچھے کی جانب جمع ہوئے اور آپس کے مشورہ سے یہ بات طے کی کہ محمد کو آدمی بھیج کر بلاؤ اور ان سے کھل کر بات کرو اور ان سے اتنا جھگڑو کہ لوگ سمجھ لیں کہ ہم نے پوری کوشش کی ہے۔ چنانچہ ایک آدمی کو یہ پیغام دے کر حضورؐ کے پاس بھیجا کہ آپ کی قوم کے سردار آپ سے بات کرنے کے لیے یہاں جمع ہیں۔ آپ جلدی سے ان کے پاس اس خیال سے تشریف لے آئے کہ شاید اسلام قبول کرنے کے بارے میں ان لوگوں کی رائے بن گئی ہے کیونکہ آپ ان کے ایمان لانے کے لئے بے چین رہا کرتے تھے اور دل سے چاہتے تھے کہ ان کو ہدایت مل جائے اور ان کا نقصان اور بگاڑ آپ پر بہت گراں تھا۔ آپ ان کے پاس آکر بیٹھ گئے تو انہوں نے کہا اے محمد! ہم نے تم کو آدمی بھیج کر اس لئے بلایا ہے تاکہ تم کو سمجھانے میں ہم اپنا سارا زور لگا دیں اور لوگ سمجھ جائیں کہ ہم نے سمجھانے کی پوری کوشش کر لی ہے۔ اللہ کی قسم ہمیں پورے عرب میں کوئی آدمی ایسا نظر نہیں آتا جس نے اپنی قوم کو ان پریشانیوں

---

[1] اخرجه ابن سعد (ج ۳ ص ۳۴۷) عن ابی عبدة بن محمد بن عمار

[2] اخرجه ابن سعد (ج ۳ ص ۶۰۸)

میں مبتلا کیا ہو جن میں آپ نے اپنی قوم کو مبتلا کیا ہے۔ آپ نے ان کے آباؤ اجداد کو برا بھلا کہا اور ان کے دین میں عیب نکالے اور ان کو بے وقوف بتایا اور ان کے خداؤں کو برا بھلا کہا اور ان کی جماعت میں پھوٹ ڈال دی۔ ہم سے تعلقات بگاڑنے والا ہر برا کام کیا۔ اگر آپ کا ان باتوں سے مقصد مال حاصل کرنا ہے تو ہم آپ کے لئے اتنا مال جمع کر دیں گے کہ آپ ہم میں سب سے زیادہ مالدار ہو جائیں گے اور اگر آپ ہمارا سردار بننا چاہتے ہیں تو ہم آپ کو اپنا سردار بنالیں گے اور اگر آپ بادشاہ بننا چاہتے ہیں تو ہم آپ کو اپنا بادشاہ بنالیں گے اور اگر یہ جو کچھ ہو رہا ہے یہ سب کچھ جنات کے اثر سے ہو رہا ہے۔ جس کے سامنے آپ بے بس ہیں تو ہم اس کا علاج کروانے کے لئے اپنی ساری دولت خرچ کرتے رہیں گے، یہاں تک کہ یا تو آپ ٹھیک ہو جائیں یا آپ کے مزید علاج میں ہم معذور سمجھے جائیں یعنی یہ پتہ چل جائے کہ یہ لا علاج مرض ہے۔ حضور ﷺ نے جواب میں فرمایا جتنی باتیں تم کہہ رہے ہو ان میں کوئی بات بھی میرے دل میں نہیں ہے جس دعوت کو لے کر میں تمہارے پاس آیا ہوں اس سے مقصد نہ تو تمہارے مال حاصل کرنا ہے نہ تمہارا سردار یا بادشاہ بننا ہے بلکہ اللہ تعالیٰ نے مجھے تمہاری طرف رسول بنا کر بھیجا ہے اور مجھ پر ایک کتاب نازل فرمائی ہے اور مجھے اس بات کا حکم دیا ہے کہ تم میں سے جو مان جائے اسے خوش خبری سناؤں اور جو نہ مانے اسے اللہ کے عذاب سے ڈراؤں اور میں نے تمہیں اللہ کے پیغام پہنچا دیئے اور میں تمہارا بھلا چاہتا ہوں جو دعوت لے کر میں تمہارے پاس آیا ہوں۔ اگر تم اسے قبول کرو گے تو دنیا اور آخرت میں تمہارا نصیبہ ہے اور اگر قبول نہیں کرو گے تو میں اللہ کے حکم کا انتظار کرونگا یہاں تک کہ وہی میرے اور تمہارے درمیان فیصلہ کرے یہ سن کر قریش کے سرداروں نے کہا اے محمد! جو باتیں ہم نے آپ کو پیش کی ہیں اگر وہ آپ کو قبول نہیں ہیں تو آپ کو خوب معلوم ہے کہ دنیا میں کوئی ہم سے زیادہ تنگ شہر والا اور ہم سے زیادہ کم مال والا اور ہم سے زیادہ سخت زندگی والا نہیں ہے تو آپ کے جس رب نے آپ کو یہ دعوت دے کر بھیجا ہے۔ اس سے آپ ہمارے لئے یہ سوال کریں کہ وہ ان پہاڑوں کو ہم سے دور ہٹا دے جن کی وجہ سے ہمارے شہر تنگ پڑ گئے ہیں اور ہمارے شہروں کو وسیع بنا دے اور یہاں شام و عراق جیسی نہریں چلا دے۔ اور جو ہمارے آباؤ اجداد مر چکے ہیں ان کو دوبارہ زندہ کر دے۔ ان میں سے خاص طور سے قصی بن کلاب کو بھی زندہ کرے۔ کیونکہ وہ سچے بزرگ تھے۔ پھر ہم ان سے پوچھیں گے کہ جو کچھ آپ کہہ رہے ہیں وہ حق ہے یا غلط ہے۔ جتنی باتوں کا ہم نے آپ سے مطالبہ کیا ہے اگر آپ ان کو پورا کر دیں

گے اور ہمارے آباؤ اجداد آپ کی تصدیق کر دیں گے تو ہم بھی آپ کو سچا مان لیں گے اور اس سے ہمیں پتہ چلے گا کہ اللہ کے ہاں آپ کا بڑا مرتبہ ہے اور جیسے آپ کہہ رہے ہیں واقعی اس نے آپ کو رسول بنا کر بھیجا ہے۔ اس پر آپ نے ان سے فرمایا مجھے ان کاموں کے لئے نہیں بھیجا گیا اور میں تمہارے پاس وہی باتیں لے کر آیا ہوں جن کو دے کر اللہ نے مجھے بھیجا ہے اور جو کچھ دے کر مجھے تمہاری طرف بھیجا گیا ہے۔ وہ سب میں تمہیں پہنچا چکا ہوں۔ اگر تم انہیں قبول کر لو گے تو تمہیں دنیا اور آخرت میں خوش قسمتی ملے گی اور اگر تم قبول نہ کرو گے تو میں اللہ کے حکم کا انتظار کروں گا۔ یہاں تک کہ وہی میرے اور تمہارے درمیان فیصلہ کرے۔ اس پر ان سرداروں نے کہا اگر آپ ہمارے لئے یہ باتیں کرنے کو تیار نہیں ہیں تو کم از کم اپنے لئے اتنا تو کرو کہ اپنے رب سے کہو کہ وہ ایک فرشتہ بھیج دے جو آپ کی باتوں کی تصدیق کرے اور آپ کی طرف سے ہمیں جواب دیا کرے اور اپنے رب سے کہو کہ وہ آپ کے لئے باغات اور خزانے اور سونے چاندی کے محلات بنا دے جس کی وجہ سے آپ کو ان باتوں کی تکلیف نہ اٹھانی پڑے جن کو ہم دیکھ رہے ہیں کہ آپ کو بازاروں میں جا کر ہماری طرح روزی تلاش کرنی پڑتی ہے۔ اگر آپ کا رب ایسا کر دے گا تو اس سے ہمیں پتہ چلے گا کہ آپ کا اپنے رب کے ہاں بڑا درجہ ہے اور جیسے آپ کہہ رہے ہیں واقعی آپ اس کے رسول ہیں۔ آپ نے فرمایا نہ ہی میں یہ کروں گا اور نہ ہی میں اپنے رب سے یہ مانگوں گا اور نہ ہی مجھے اس کام کے لئے تمہارے پاس بھیجا گیا ہے اللہ نے تو مجھے خوشخبری سنانے والا اور ڈرانے والا بنا کر بھیجا ہے تو جو باتیں لے کر میں تمہارے پاس آیا ہوں اگر تم ان کو قبول کر لو گے تو دنیا اور آخرت میں تمہارا نصیبہ ہے اور اگر قبول نہیں کرو گے تو میں اللہ کے حکم کا انتظار کروں گا یہاں تک کہ وہی میرے اور تمہارے درمیان فیصلہ کر دے۔ اس پر ان سرداروں نے کہا آپ ہم پر آسمان گرا دیں جیسے کہ آپ کا کہنا ہے کہ اگر آپ کا رب چاہے تو وہ ایسا کر سکتا ہے کیونکہ جب تک آپ ایسا نہیں کریں گے ہم ہرگز آپ کو سچا نہیں مانیں گے۔ ان سے آپ نے فرمایا یہ تو اللہ کے اختیار میں ہے۔ وہ اگر چاہے تو تمہارے ساتھ ایسا کر بھی دے۔ ان سرداروں نے کہا۔ کیا آپ کے رب کو اس کا علم نہیں تھا کہ ہم آپ کے پاس بیٹھیں گے اور ہم آپ سے یہ سوالات اور مطالبے کریں گے؟ تو آپ کو وہ پہلے سے ہی یہ سب کچھ بتا دیتا اور ہمارے جوابات آپ کو سکھا دیتا اور آپ کو یہ بھی بتا دیتا کہ اگر ہم آپ کی لائی ہوئی باتوں کو قبول نہیں کریں گے تو وہ ہمارے ساتھ کیا معاملہ کرے گا؟ ہمیں تو یہ خبر پہنچی ہے کہ آپ کو یہ سب کچھ یمامہ کا ایک آدمی سکھاتا ہے جسے رحمان کہا جاتا ہے۔ اللہ کی قسم! ہم ہرگز رحمان پر ایمان نہیں لائیں گے اور

اے محمد! ہم نے آپ کے سامنے اپنے تمام اعذار رکھ دیئے ہیں اور آپ کے لئے کوئی گنجائش نہیں چھوڑی۔ اللہ کی قسم! اب ہم آپ کا پیچھا نہیں چھوڑیں گے اور جو کچھ آپ نے ہمارے ساتھ کیا ہے ہم اس کا بدلہ لے کر رہیں گے۔ یہاں تک کہ یا تو ہم آپ کو ختم کر دیں یا آپ ہمیں ختم کر دیں۔ ان میں سے ایک بولا کہ ہم فرشتوں کی عبادت کرتے ہیں جو کہ اللہ کی بیٹیاں ہیں (نعوذ باللہ) اور دوسرے نے کہا ہم آپ کو اس وقت سچا مانیں گے جب آپ ہمارے سامنے اللہ اور فرشتوں کو (نعوذ باللہ) لاکر کھڑا کریں گے۔ جب وہ یہ باتیں کرنے لگے تو حضور ﷺ وہاں سے کھڑے ہو گئے اور آپ کے ساتھ آپ کی پھوپھی عاتکہ بنت عبد المطلب کا بیٹا عبد اللہ بن ابی امیہ بن المغیرہ بن عمر بن مخزوم بھی کھڑا ہوا اور اس نے آپ سے کہا اے محمد! آپ کی قوم نے آپ کے سامنے مال اور سرداری اور بادشاہت کی پیش کش کی لیکن آپ نے اس کو ٹھکرا دیا۔ پھر انہوں نے آپ سے اپنے فائدے کے کچھ اور کام کروانے چاہے تاکہ ان کو ان کاموں کے ذریعہ سے اللہ کے ہاں آپ کے درجے کا پتہ چل جائے لیکن آپ نے وہ بھی نہ کیا پھر انہوں نے آپ سے یہ مطالبہ کیا کہ آپ ان کو جس عذاب سے ڈراتے ہیں وہ عذاب جلدی لے آئیں۔ اللہ کی قسم! میں آپ پر تب ایمان لاؤں گا جب آپ آسمان تک سیڑھی لگا کر اس پر چڑھنے لگ جائیں اور میں آپ کو دیکھتا ہوں یہاں تک کہ آپ آسمان تک پہنچ جائیں اور وہاں سے اپنے ساتھ کھلا ہوا صحیفہ لے کر اتریں اور آپ کے ساتھ چار فرشتے بھی ہوں جو اس بات کی گواہی دیں کہ آپ ویسے ہی ہیں۔ جیسے کہ آپ کا دعوی ہے اور اللہ کی قسم! آپ اگر اس طرح کر بھی دیں، تو بھی میرا خیال یہی ہے پھر بھی میں آپ کو سچا نہیں مانوں گا یہ کہہ کر وہ حضور ﷺ کے پاس سے چلا گیا اور حضور ﷺ وہاں سے اپنے گھر تشریف لے آئے اور دو باتوں کی وجہ سے آپ کو بڑا غم اور افسوس تھا۔ ایک تو یہ کہ آپ ان کے بلانے پر جس چیز کی امید لگا کر گئے تھے وہ پوری نہ ہوئی۔ دوسرے یہ کہ آپ نے دیکھا کہ وہ آپ سے دور ہوتے جا رہے ہیں۔[1]

حضرت محمود بن لبید قبیلہ بنو عبد الاشہل والے بیان کرتے ہیں کہ جب ابو الحیسر انس بن رافع (مدینہ سے) مکہ آیا اور اس کے ساتھ بنو عبد الاشہل کے کچھ نوجوان بھی تھے جن میں ایاس بن معاذؓ بھی تھے اور یہ لوگ اپنی قوم قبیلہ خزرج کی طرف سے قریش کے ساتھ دوستی اور مدد کا معاہدہ کرنا چاہتے تھے تو حضور ﷺ نے ان کے آنے کی خبر سنی۔ آپ ان کے پاس

۱؎ اخرجه ابن جرير وهكذا رواه زياد بن عبدالله البكائي عن ابن اسحاق عن بعض اهل العلم عن سعيد بن جبير وعكرمة عن ابن عباس فذكر مثله سواء كذافي التفسير لا بن كثير (ج ۳ص ۶۲) والبداية (ج ۳ص ۵۰)

تشریف لائے اور ان کے پاس بیٹھ کر فرمایا تم جس کام کیلئے آئے ہو اس سے بہتر بات تم کو نہ بتادوں ؟ انہوں نے کہا وہ کونسی بات ہے ؟ آپ نے فرمایا میں اللہ کا رسول ہوں مجھے اللہ نے بندوں کی طرف بھیجا ہے میں ان کو اللہ کی دعوت دیتا ہوں کہ وہ اللہ کی عبادت کریں اور اس کے ساتھ کسی بھی چیز کو شریک نہ کریں اور اللہ نے مجھ پر کتاب نازل فرمائی۔ پھر آپ نے اسلام کی خوبیوں کا تذکرہ کیا اور انہیں قرآن پڑھ کر سنایا۔ حضرت ایاس بن معاذ جو نوعمر لڑکے تھے۔ انہوں نے کہا اے میری قوم، اللہ کی قسم! تم جس کام کے لئے آئے ہو واقعی یہ اس سے بہتر ہے تو ابوالحیسر انس بن رافع نے کنکریوں کی ایک مٹھی لے کر حضرت ایاس کے چہرے پر ماری اور کہا اس بات کو چھوڑو۔ میری جان کی قسم! ہم تو کسی اور کام کے لئے آئے ہیں۔ حضرت ایاس خاموش ہو گئے اور حضورؐ وہاں سے کھڑے ہو کر تشریف لے گئے اور یہ لوگ مدینہ واپس چلے گئے پھر اوس اور خزرج کے درمیان جنگ بعاث کا واقعہ پیش آیا جس کے کچھ ہی عرصے کے بعد حضرت ایاس کا انتقال ہو گیا۔ محمود بن لبید کہتے ہیں میری قوم کے جو لوگ حضرت ایاس کے انتقال کے وقت ان کے پاس موجود تھے انہوں نے مجھے بتایا کہ وہ لوگ ان سے لا الہ الا اللہ اور اللہ اکبر اور سبحان اللہ مرتے دم تک سنتے رہے۔ اور اس بات میں انہیں کوئی شک نہیں ہے کہ ان کا حالت اسلام پر انتقال ہوا ہے۔ جس مجلس میں انہوں نے حضور ﷺ سے اسلام کی دعوت کو سنا تھا اسی مجلس میں اسلام کو قبول کر لیا تھا۔[1]

حضور ﷺ کا مجمع کے سامنے دعوت کو پیش فرمانا

حضرت ابن عباسؓ فرماتے ہیں کہ جب اللہ تعالیٰ نے یہ آیت نازل فرمائی۔ وانذر عشیر تک الا قربین ''جس کا ترجمہ یہ ہے ''اور ڈر سنا دے اپنے قریب کے رشتہ داروں کو۔'' تو حضور ﷺ باہر تشریف لائے اور مروہ پہاڑی پر چڑھ گئے اور آپ نے پکار کر کہا اے آل فہر! تو قریش آپ کے پاس آ گئے ابو لہب بن عبدالمطلب نے کہا یہ فہر قبیلہ آپ کے پاس حاضر ہے لہذا آپ فرمائیں کیا کہنا چاہتے ہیں ؟ آپ نے فرمایا اے آل غالب! تو فہر کی اولاد میں سے بنو محارب اور بنو حارث واپس چلے گئے۔ آپ نے فرمایا اے آل لوی بن غالب! تو بنو تیم الادرم بن غالب واپس چلے گئے۔ پھر آپ نے فرمایا اے آل کعب بن لوی تو بنو عامر بن لوی واپس چلے گئے پھر آپ نے فرمایا اے آل مرۃ بن کعب تو بنو عدی بن کعب اور بنو سہم اور بنو جمح بن عمرو بن ہصیص بن

---

[1] اخرجه ابو نعيم كذافي كنز العمال (ج۷ص ۱۱) واخرجه ايضاً احمد والطبراني ورجاله ثقات كما قال الهيثمي (ج ٦ص ٣٦) واسنده ايضاً ابن اسحاق في المغازي عن محمود بن لبيدبنحوه رواه جماعة عن ابن اسحاق وهو من صحيح حديثه كما قال في الا صابة (ج ١ص ٩١)

کعب بن لوی واپس چلے گئے پھر آپ نے فرمایا اے آل کلاب بن مرۃ! تو بنو مخزوم بن یقظہ بن مرۃ اور بنو تیم بن مرہ واپس چلے گئے۔ پھر آپ نے فرمایا اے آل قصی! تو بنو زہرہ بن کلاب واپس چلے گئے پھر آپ نے فرمایا اے آل عبد مناف! تو بنو عبد الدار بن اقصی اور بنو اسد بن عبد العزی بن قصی اور بنو عبد بن قصی واپس چلے گئے۔ ابو لہب نے کہا یہ بنو عبد مناف آپ کے پاس حاضر ہیں۔آپ فرمائیں کیا کہتے ہیں؟ تو آپ نے فرمایا اللہ تعالیٰ نے مجھے حکم دیا ہے کہ میں اپنے قریبی رشتہ داروں کو ڈراؤں اور آپ لوگ ہی قریش میں سے میرے قریبی رشتہ دار ہو۔ اور میرا اللہ کے سامنے کوئی اختیار نہیں چلتا ہے اور نہ میں آخرت میں تمہارے لئے کچھ کرا سکتا ہوں جب تک کہ تم لا الہ الا اللّٰہ کا اقرار نہ کرلو اور جب تم اس کا اقرار کرلو گے تو اس کلمہ کی وجہ سے تمہارے رب کے سامنے تمہارے لئے گواہی دے سکوں گا اور اس کی وجہ سے تمام عرب تمہارے مطیع اور فرمانبردار ہو جائیں گے اور تمام عجم تمہاری مان کر چلیں گے اس پر ابو لہب بولا (نعوذ باللہ) تو برباد ہو جائے کیا اسی لئے ہم لوگوں کو بلایا تھا۔ اس پر اللہ تعالیٰ نے تبت یدآ ابی لھب سورت نازل فرمائی کہ ابو لہب کے دونوں ہاتھ ٹوٹ گئے یعنی اس کے ہاتھ برباد ہو گئے۔[1]

حضرت ابن عباسؓ فرماتے ہیں جب اللہ تعالیٰ نے وَاَنْذِرْ عَشِيْرَ تَكَ الْاَ قْرَبِيْنَ آیت نازل فرمائی تو آپ صفا پہاڑی پر تشریف لے گئے اور اس پر چڑھ کر زور سے پکارا یا صبا حاہ یعنی اے لوگو! صبح صبح دشمن حملہ کرنے والا ہے۔ اس لئے یہاں جمع ہو جاؤ چنانچہ سب لوگ آپ کے پاس جمع ہو گئے کوئی خود آیا کسی نے اپنا قاصد بھیج دیا۔ اس کے بعد آپ نے فرمایا اے بنو عبد المطلب! اے بنو فہر! اے بنو کعب! ذرا یہ تو بتاؤ اگر میں تمہیں یہ خبر دوں کہ اس پہاڑ کے دامن میں گھوڑے سواروں کا ایک لشکر ہے جو تم پر حملہ کرنا چاہتا ہے کیا تم مجھے سچا مان لو گے؟ سب نے کہا جی ہاں۔ آپ نے فرمایا میں تمہیں سخت عذاب کے آنے سے پہلے اس سے ڈرانے والا ہوں۔ ابو لہب بولا تو برباد ہو جائے۔ ہمیں محض اسی لئے بلایا تھا اور اللہ عزوجل نے تبت یدآ ابی لھب وتب سورت نازل فرمائی۔[2]

حضور ﷺ کا موسم حج میں قبائل عرب پر دعوت کو پیش فرمانا

حضرت عبداللہ بن کعب بن مالکؓ فرماتے ہیں حضور ﷺ نبوت کے بعد تین سال تک

---

[1] اخرجه ابن سعد كذافي الكنز (ج ۱ ص ۲۷۷)

[2] اخرجه احمد واخرجه الشيخان نحوه كمافي البداية (ج ۳ ص ۳۸)

چھپ کر دعوت کا کام کرتے رہے پھر چوتھے سال آپ نے علی الاعلان دعوت کا کام شروع کر دیا جو وہاں دس سال تک چلتا رہا۔ اس عرصہ میں آپ موسم حج میں بھی دعوت کا کام کیا کرتے تھے اور عکاظ اور مجنہ اور ذی المجاز بازاروں میں حاجیوں کے پاس ان کی قیام گاہوں میں جایا کرتے تھے اور انہیں اس بات کی دعوت دیا کرتے کہ وہ آپ کی مدد کریں اور آپ کی حفاظت کریں تاکہ آپ اپنے رب عزوجل کا پیغام پہنچا سکیں اور ان کو اس کے بدلہ میں جنت ملے گی لیکن آپ اپنی مدد کے لئے کسی کو بھی تیار نہ پاتے۔ حتی کہ آپ ایک ایک قبیلہ کے بارے میں اور اس کی قیام گاہ کے بارے میں پوچھتے اور ہر قبیلہ کے پاس جاتے اور اسی طرح چلتے چلتے آپ بنی عامر بن صعصعہ کے پاس پہنچے۔ آپ کو کبھی کسی کی طرف سے اتنی اذیت نہیں پہنچی جتنی ان کی طرف سے پہنچی یہاں تک کہ جب آپ ان کے پاس سے واپس چلے تو وہ آپ کو پیچھے سے پتھر مار رہے تھے۔ پھر آپ بنو محارب بن خصفہ کے پاس تشریف لے گئے ان میں آپ کو ایک بوڑھا ملا جس کی عمر ایک سو بیس سال تھی۔ آپ نے اس سے گفتگو فرمائی اور اس کو اسلام کی دعوت دی اور اس بات کی دعوت دی کہ وہ آپ کی مدد اور حفاظت کرے تاکہ آپ اپنے رب کا پیغام پہنچا سکیں۔ تو اس بڈھے نے جواب دیا او آدمی! تیری قوم تیرے حالات کو (ہم سے) زیادہ جانتی ہے۔ اللہ کی قسم! جو بھی تجھے اپنے ساتھ اپنے علاقہ میں لے کر جائے گا۔ وہ حاجیوں میں سے سب سے زیادہ بری چیز کو لے کر جائے گا (نعوذباللہ) اپنے آپ کو ہم سے دور رکھو۔ یہاں سے چلے جاؤ۔ اور ابو لہب وہاں کھڑا ہوا اس محاربی بڈھے کی باتیں سن رہا تھا تو وہ اس محاربی بڈھے کے پاس کھڑے ہو کر کہنے لگا۔ اگر سارے حاجی تیری طرح (سخت جواب دینے والے) ہوتے تو یہ آدمی اپنے دین کو چھوڑ دیتا۔ یہ ایک بے دین اور جھوٹا آدمی ہے (نعوذباللہ) اس محاربی بڈھے نے جواب دیا تم اس کو زیادہ جانتے ہو یہ تمہارا بھتیجا اور رشتہ دار ہے۔ اے ابو عتبہ! شاید اسے جنون ہے ہمارے ساتھ قبیلہ کا ایک آدمی ہے جو اس کا علاج جانتا ہے۔ ابو لہب نے اس بات کا کوئی جواب نہیں دیا۔ لیکن وہ جب بھی آپ کو عرب کے کسی قبیلہ کے پاس کھڑا ہوا دیکھتا تو دور ہی سے چلا کر کہتا یہ بے دین اور جھوٹا آدمی ہے۔[1]

حضرت وابصہ اپنے دادا سے نقل کرتے ہیں کہ ہم لوگ منیٰ میں جمرہ اولیٰ جو مسجد خیف کے قریب ہے، اس کے پاس ٹھہرے ہوئے تھے۔ حضور ﷺ ہمارے پاس ہماری قیام گاہ میں تشریف لائے اور آپ کی سواری پر آپ کے پیچھے حضرت زید بن حارثہ بھی بیٹھے ہوئے تھے۔ آپ نے ہمیں دعوت دی جسے ہم نے اللہ کی قسم! قبول نہ کیا اور یہ ہم نے اچھا نہیں کیا

[1] اخرجه ابو نعيم في دلائل النبوة (ص ١٠١) وفي اسناده الواقدی

اور ہم نے اسی موسم حج میں آپ کے اور آپ کی دعوت کے بارے میں سن رکھا تھا۔آپ نے ہمارے پاس کھڑے ہو کر دعوت دی جسے ہم نے قبول نہیں کیا۔ ہمارے حضرت میسرہ بن مسروق عبسی بھی تھے۔وہ کہنے لگے میں اللہ کی قسم کھا کر کہتا ہوں کہ اگر ہم اس آدمی کو سچا مان لیں اور اسے اپنے ساتھ اپنے علاقہ میں لے کر اپنے بیچ میں ٹھہرالیں تو یہ بہت اچھی رائے ہو گی۔ میں اللہ کی قسم کھا کر کہتا ہوں کہ اس آدمی کی بات غالب ہو کر رہے گی۔ حتی کہ دنیا میں ہر جگہ پہنچ جائے گی۔ قوم نے میسرہ سے کہا ان باتوں کو چھوڑو۔ایسی بات ہم پر کیوں پیش کرتے ہو جس کے برداشت کی ہم میں طاقت نہیں میسرہ کی باتیں سن کر حضورؐ کو میسرہ کے ایمان لانے کی کچھ امید ہو گئی اور آپ نے میسرہ سے مزید بات کی۔ میسرہ نے کہا آپ کا کلام بہت ہی خوبصورت اور بہت نورانی ہے۔ لیکن میری قوم میری مخالفت کر رہی ہے اور آدمی تو اپنی قوم کے ساتھ ہی چلا کرتا ہے۔جب آدمی کی قوم ہی آدمی کی مدد نہ کرے تو دشمن تو اور زیادہ دور ہیں یہ سن کر حضورؐ واپس تشریف لے گئے اور وہ قوم اپنے علاقہ کو واپس جانے لگی تو ان سے حضرت میسرہ نے کہا آؤ فدک چلتے ہیں۔کیونکہ وہاں یہودی رہتے ہیں ان سے ہم اس آدمی کے بارے میں پوچھیں گے۔ چنانچہ وہ لوگ یہودیوں کے پاس گئے (اور ان سے حضورؐ کے بارے میں پوچھا) وہ اپنی کتاب نکال کر لائے اور سامنے رکھ کر اس میں سے حضور ﷺ کا ذکر مبارک پڑھنے لگے۔اس میں یہ لکھا ہوا تھا کہ آپ ان پڑھ اور عربی نبی ہیں۔اونٹ پر سوار ہوا کریں گے۔ معمولی چیز پر یا ٹکڑے پر گزارہ کرلیں گے۔ان کا قد نہ زیادہ لمبا ہو گا اور نہ چھوٹا اور ان کے بال نہ بالکل گھنگریالے ہوں گے نہ بالکل سیدھے۔ان کی آنکھوں میں سرخ ڈورا ہو گا اور ان کا رنگ سفید سرخی مائل ہو گا۔اتنا پڑھنے کے بعد یہودیوں نے یہ کہا جس آدمی نے تمہیں دعوت دی ہے اگر وہ ایسا ہی ہے تو تم اس کی دعوت قبول کرلو اور اس کے دین میں داخل ہو جاؤ کیونکہ ہم حسد کی وجہ سے ان کا اتباع نہیں کریں گے اور ہمارے ان سے زبردست معرکے ہوں گے۔ عرب کا رہنے والا ہر آدمی یا تو آپ کا اتباع کرے گا یا آپ سے لڑے گا۔لہٰذا تم ان کا اتباع کرنے والوں میں سے بن جاؤ۔ حضرت میسرہ نے کہا اے میری قوم !اب تو بات بالکل واضح ہو گئی۔ قوم نے کہا اگلے سال حج پر جا کر ان سے ملیں گے۔ چنانچہ وہ سب اپنے علاقہ کو واپس چلے گئے۔ان کے سرداروں نے ان کو اس سے روک دیا اور ان میں سے کوئی بھی حضورؐ کا اتباع نہ کر سکا۔جب حضورؐ ہجرت فرما کو مدینہ تشریف لے آئے اور حجتہ الوداع میں تشریف لے گئے تو وہاں حضرت میسرہ سے ملاقات ہوئی اور حضور ﷺ نے ان کو پہچان لیا تو حضرت میسرہ نے عرض کیا یا رسول اللہ !جس دن آپ ہمارے ہاں اونٹنی پر سوار

ہو کر تشریف لائے تھے اسی دن سے میرے دل میں آپ کے اتباع کی بڑی آرزو ہے۔ لیکن جو ہونا تھا وہ ہو گیا اور اللہ تعالیٰ کو میرا اتنی دیر سے مسلمان ہونا ہی منظور تھا۔ اس موقعہ پر جتنے لوگ میرے ساتھ تھے ان میں سے اکثر مر گئے ہیں۔ اے اللہ کے نبی! اب وہ کہاں ہوں گے ؟ حضورؐ نے فرمایا جو بھی اسلام کے علاوہ کسی اور دین پر مرا ہے وہ اب دوزخ میں ہے۔ حضرت میسرہ نے کہا الحمد للہ تمام تعریفیں اس اللہ کے لئے ہیں جس نے مجھے بچا لیا اور حضرت میسرہ مسلمان ہو گئے اور اچھے مسلمان بن کر زندگی گزاری اور حضرت ابو بکرؓ کے ہاں ان کا بڑا درجہ تھا۔[1]

حضرت ابن رومان اور حضرت عبد اللہ بن ابی بکر وغیرہ حضراتؓ فرماتے ہیں۔ حضور ﷺ بازار عکاظ میں قبیلہ کندہ کے پاس ان کی قیام گاہ میں تشریف لے گئے۔ آپ ان سے زیادہ نرم مزاج قبیلہ کے پاس کبھی نہیں گئے تھے۔ جب آپ نے دیکھا کہ یہ لوگ نرم ہیں اور بہت محبت کر رہے ہیں تو آپ نے ان سے دعوت کی بات شروع کر دی کہ میں تمہیں ایک اللہ کی دعوت دیتا ہوں جس کا کوئی شریک نہیں ہے اور اس بات کی دعوت دیتا ہوں کہ جس طرح تم اپنی جانوں کی حفاظت کرتے ہو اسی طرح تم میری بھی حفاظت کرو۔ پھر اگر میں غالب آگیا تو تمہیں پورا اختیار ہو گا۔ اکثر قبیلہ والوں نے کہا یہ تو بہت اچھی بات ہے لیکن ہم انہی خداؤں کی عبادت کریں گے جن کی عبادت ہمارے آباؤ اجداد کیا کرتے تھے قوم میں سے ایک چھوٹی عمر والے نے کہا اے میری قوم! دوسروں کے ماننے اور ساتھ لے جانے سے پہلے تم ان کی مان کر ان کو اپنے ساتھ لے جاؤ۔ اللہ کی قسم! قوم میں ایک کانا آدمی تھا اس نے کہا چپ کرو میری بھی سنو۔ اس کو تو اس کے خاندان نے نکال دیا ہے اور تم اس کو پناہ دے کر پورے عرب کی لڑائی مول لینا چاہتے ہو۔ نہیں، نہیں، ایسا ہرگز نہ کرو۔ یہ سن کر آپ وہاں سے بڑے غمگین ہو کر واپس تشریف لے آئے۔ اور وہ لوگ اپنی قوم میں واپس گئے۔ اور ان کو اپنے سارے حالات سنائے تو ایک یہودی نے ان سے کہا تم نے بڑا سنہرا موقعہ ضائع کر دیا۔ اگر تم دوسروں سے پہلے اس آدمی کی مان لیتے تو تم تمام عرب کے سردار بن جاتے۔ ان کی صفات اور حلیہ کا بیان ہماری کتاب میں موجود ہے۔ وہ یہودی کتاب میں سے حضورؐ کی صفات اور حلیہ پڑھ کر سناتا جاتا اور جو حضورؐ کو دیکھ کر آئے تھے وہ اس سارے کی تصدیق کرتے جاتے۔ اسی یہودی نے کہا ہماری کتاب میں یہ بھی ہے کہ ان کا ظہور مکہ میں ہو گا اور وہ ہجرت کر کے یثرب (مدینہ) جائیں گے۔ یہ سن کر ساری قوم نے طے کیا کہ اگلے سال موسم حج میں جاکر حضور

---

[1] اخرجه ابو نعيم (ص ١٠٢) ايضا من طريق الواقدى عن عبدالله بن وابصه العبسى عن ابيه وذكره فى البداية (ج ٣ص ١٤٥) عن الواقدى با سناده مثله

ﷺ سے ضرور ملیں گے۔ لیکن ان کے ایک سردار نے ان کو اگلے سال حج پر جانے سے روک دیا۔ چنانچہ ان میں سے کوئی بھی آپ سے نہ مل سکا اور اس یہودی کا انتقال ہو گیا اور لوگوں نے سنا کہ مرتے وقت وہ حضور ﷺ کی تصدیق کر رہا تھا اور ایمان کا اظہار کر رہا تھا۔[1]

حضرت عبدالرحمٰن عامری اپنی قوم کے چند بزرگوں سے نقل کرتے ہیں کہ ہم لوگ بازار عکاظ میں ٹھہرے ہوئے تھے وہاں ہمارے پاس حضور ﷺ تشریف لائے۔ اور آپ نے فرمایا تم کونسے قبیلے کے لوگ ہو؟ ہم نے کہا بنو عامر بن صعصعہ کے۔ آپ نے فرمایا بنو عامر کے کون سے خاندان کے ہو؟ ہم نے کہا بنو کعب بن ربیعہ کے۔ آپ نے فرمایا تمہارا دبدبہ اور رعب کیسا ہے؟ ہم نے کہا کسی کی مجال نہیں ہے کہ کوئی ہمارے علاقہ میں آکر کسی چیز کو ہاتھ لگا سکے یا ہماری آگ پر ہاتھ تاپ سکے۔ یعنی ہم بڑے بہادر ہیں۔ ہمارا کوئی مقابلہ نہیں کر سکتا۔ حضورؐ نے ان سے فرمایا میں اللہ کا رسول ہوں۔ اگر میں تمہارے پاس آجاؤں تو تم لوگ میری حفاظت کرو گے تاکہ میں اپنے رب کا پیغام پہنچا سکوں اور میں تم میں سے کسی کو کسی بات پر مجبور نہیں کرتا ہوں تو اس قبیلہ والوں نے کہا آپ قریش کے کون سے خاندان سے ہیں؟ آپ نے فرمایا بنو عبدالمطلب کے خاندان سے ہوں۔ تو انہوں نے کہا بنو عبد مناف نے آپ کے ساتھ کیا برتاؤ کیا؟ آپ نے فرمایا انہوں نے تو سب سے پہلے مجھے جھٹلایا اور دھتکارا۔ انہوں نے کہا ہم آپ کو نہ دھتکارتے ہیں اور نہ آپ پر ایمان لاتے ہیں۔ البتہ (آپ کو اپنے علاقہ میں لے جائیں گے اور) آپ کی ہر طرح حفاظت کریں گے تاکہ آپ اپنے رب کا پیغام پہنچا سکیں چنانچہ آپ (ان کے ساتھ جانے کے ارادے سے) سواری سے اتر کر ان کے پاس بیٹھ گئے۔ وہ لوگ بازار میں خرید و فروخت کرنے لگے اتنے میں ان کے پاس بحیرہ بن فراس قشیری آیا اور اس نے پوچھا یہ مجھے تمہارے پاس کون نظر آرہا ہے جسے میں پہچانتا نہیں ہوں؟ انہوں نے کہا یہ محمد بن عبداللہ قریشی ہیں۔ اس نے کہا تمہارا ان سے کیا تعلق؟ وہ کہنے لگے انہوں نے ہمارے پاس آکر یہ کہا کہ وہ اللہ کے رسول ہیں اور ہم سے اس بات کا مطالبہ کیا کہ ہم ان کو اپنے علاقہ میں لے جائیں اور ان کی ہر طرح حفاظت کریں تاکہ وہ اپنے رب کا پیغام پہنچا سکیں۔ اس نے پوچھا تم نے ان کو کیا جواب دیا؟ انہوں نے کہا ہم نے ان کو خوش آمدید کہا اور یہ کہا کہ ہم آپ کو اپنے علاقہ میں لے جائیں گے۔ اور اپنی جانوں کی طرح آپ کی بھی حفاظت کرینگے۔ بحیرہ بولا جہاں تک میرا خیال ہے اس بازار والوں میں تم سب سے

---

[1] اخرجه ابو نعیم فی الدلائل (ص ۱۰۳) ایضاً من طریق الواقدی حدثنی محمد بن عبداللّٰہ بن کثیر بن الصلت

زیادہ بری چیز لے کر جا رہے ہو۔ تم ایسا کام کرنے لگے ہو جس کی وجہ سے تمام لوگ تمہارے دشمن بن کر تمہارا بائیکاٹ کر دیں گے اور سارے عرب مل کر تم سے لڑیں گے۔ اس کی قوم اس کو اچھی طرح جانتی ہے، اگر ان لوگوں کو ان میں کوئی بھلائی نظر آتی تو ان کا ساتھ دینے میں اپنی بڑی سعادت سمجھتے، یہ اپنی قوم کا ایک کم عقل آدمی ہے (نعوذ باللہ) اور اسے اس کی قوم نے دھتکار دیا ہے۔ اور جھٹلایا ہے اور تم اسے ٹھکانہ دینا چاہتے ہو اور اس کی مدد کرنا چاہتے ہو۔ تم نے بالکل غلط فیصلہ کیا ہے پھر اس نے حضورؐ کی طرف مڑ کر کہا اٹھو اور اپنی قوم کے پاس چلے جاؤ۔ اللہ کی قسم! اگر تم میری قوم کے پاس نہ ہوتے تو میں تمہاری گردن اڑا دیتا۔ چنانچہ حضور ﷺ اٹھے اور اپنی اونٹنی پر سوار ہو گئے۔ خبیث بیحرہ نے حضورؐ کی اونٹنی کی کوکھ میں لکڑی کا زور سے چوکا دیا جس سے آپ کی اونٹنی بدک گئی اور آپ اونٹنی سے نیچے گر گئے اور اس دن حضرت ضباعہ بنت عامر بن قرطؓ اپنے چچازاد بھائیوں سے ملنے کے لئے اس قبیلہ بنو عامر آئی ہوئی تھیں اور وہ ان عورتوں میں سے تھیں۔ جو مسلمان ہو کر مکہ میں حضور ﷺ کا ساتھ دیا کرتی تھیں۔ وہ یہ منظر دیکھ کر بیتاب ہو کر بول اٹھیں اے عامر کی اولاد! آج تم میں سے کوئی بھی عامر کی طرح میری مدد کرنے والا نہیں رہا۔ یا آج سے میرا قبیلہ عامر سے کوئی تعلق نہیں۔ کیا تمہارے سامنے اللہ کے رسول کے ساتھ یہ برا سلوک کیا جا رہا ہے اور تم میں سے کوئی بھی ان کی مدد کیلئے کھڑا نہیں ہوتا۔ چنانچہ ان کے تین چچازاد بھائی بیحرہ کی طرف لپکے اور دو آدمی بیحرہ کی مدد کیلئے اٹھے۔ ان تینوں بھائیوں میں سے ہر ایک نے ایک ایک کو پکڑ کر زمین پر گرا لیا۔ اور ان کے سینوں پر بیٹھ کر ان کے چہروں پر خوب تھپڑ مارے۔ اس پر حضورؐ نے فرمایا اے اللہ ان (تینوں بھائیوں) پر برکت نازل فرما اور ان تینوں پر لعنت کر۔ راوی کہتے ہیں کہ حضورؐ کی مدد کرنے والے تینوں بھائی مسلمان ہوئے اور انہوں نے شہادت کا مرتبہ پایا اور باقی تینوں ذلت کی موت مرے اور جن دو آدمیوں نے بیحرہ بن فراس کی مدد کی ان میں سے ایک کا نام حزن بن عبداللہ اور دوسرے کا نام معاویہ بن عبادہ ہے اور جن تین بھائیوں نے حضورؐ کی مدد کی وہ غطریف بن سہل اور غطفان بن سہل اور عروہ بن عبداللہ ہیں۔[1]

حضرت زہری بیان کرتے ہیں کہ حضور ﷺ بنو عامر بن صعصعہ کے پاس تشریف لے گئے اور ان کو اللہ کی دعوت دی اور اپنے آپ کو ان پر پیش کیا۔ (کہ وہ آپ کی مدد کریں) ان میں سے بیحرہ بن فراس نامی آدمی نے کہا کہ اگر میں قریش کے اس نوجوان کا دامن پکڑ لوں تو میں

---

[1] اخرجه ابو نعيم في دلائل النبوة (ص ١٠٠) واخرجه الحافظ سعيد ابن يحيى بن سعيد الاموى في مغازيه عن ابيه به كما في البداية (ج ٣ ص ١٤١)

اس کے ذریعہ سارے عرب کو ختم کر سکتا ہوں۔ پھر اس نے حضورؐ سے کہا آپ یہ بتائیں کہ اگر آپ کے کام میں ہم آپ کا ساتھ دیں اور پھر اللہ تعالیٰ آپ کو آپ کے مخالفوں پر غالب کردے تو آپ کے بعد کیا حکومت ہمیں مل جائے گی؟ حضور ﷺ نے فرمایا اس کا اختیار تو اللہ کو ہے۔ وہ جسے چاہے دے۔ اس نے کہا واہ! واہ آپ کو بچانے کے لئے عربوں کے سامنے ہم اپنے سینے کردیں اور جب اللہ آپ کو غالب کردے تو حکومت دوسروں کو مل جائے۔ ہمیں آپ کے کام کی کوئی ضرورت نہیں اور یہ کہہ کر ان سب نے حضور کو انکار کر دیا۔ جب حاجی لوگ واپس جانے لگے تو بنو عامر بھی اپنے علاقہ کو واپس گئے وہاں ایک بڑے میاں تھے جن کی بہت زیادہ عمر تھی جو ان کے ساتھ حج کا سفر نہیں کر سکتے تھے، اور جب ان کے قبیلے والے حج کر کے واپس آتے تو ان کو اس حج کی ساری کارگزاری سنایا کرتے چنانچہ اس سال جب قبیلہ کے لوگ حج کر کے واپس ہوئے تو انہوں نے اس حج کے سارے حالات ان سے پوچھے۔ انہوں نے یہ بتایا کہ ایک قریشی نوجوان جو بنی عبدالمطلب میں سے تھے، وہ ہمارے پاس آئے تھے جو یہ کہہ رہے تھے کہ وہ نبی ہیں اور ہمیں اس بات کی دعوت دے رہے تھے کہ ہم ان کی حفاظت کریں اور ان کا ساتھ دیں اور ان کو اپنے علاقہ میں لے آئیں۔ یہ سن کر اس بڑے میاں نے اپنا سر پکڑ لیا اور کہا اے بنی عامر! کیا اس غلطی کی کوئی تلافی ہو سکتی ہے؟ کیا اس پرندے کی دم ہاتھ میں آسکتی ہے؟ یعنی تم نے ایک سنہرا موقع کھو دیا۔ اس ذات کی قسم جس کے قبضہ میں فلاں کی جان ہے۔ آج تک کبھی کسی اسماعیلی نے نبوت کا جھوٹا دعویٰ نہیں کیا۔ ان کا دعویٰ نبوت بالکل حق ہے تمہاری عقل کہاں چلی گئی تھی؟[۱]

حضرت زہریؒ بیان کرتے ہیں کہ حضور ﷺ قبیلہ کندہ کے پاس ان کی قیام گاہ میں تشریف لے گئے اور ان میں ملیح نامی ان کا ایک سردار بھی تھا۔ آپ نے ان کو اللہ عزوجل کی دعوت دی اور اپنے آپ کو ان پر پیش کیا (کہ مجھے اپنے ساتھ اپنے علاقے میں لے جاؤ تاکہ میں اللہ کا پیغام پہنچا سکوں) لیکن سب نے انکار کر دیا۔[۲]

حضرت محمد بن عبدالرحمٰن بن حصین بیان کرتے ہیں کہ حضور ﷺ قبیلہ کلب کے خاندان بنو عبداللہ کے پاس ان کی قیام گاہ میں تشریف لے گئے اور ان کو اللہ کی دعوت دی اور اپنے آپ کو ان پر پیش کیا۔ یہاں تک کہ آپ ان کو (آمادہ کرنے کے لیے) یہ فرما رہے تھے کہ

۱؎ اخرجه ابن اسحاق كذافي البداية (ج ۳ ص ۱۳۹) وذكره الحافظ ابو نعيم (ص ۱۰۰) عن ابن اسحاق عن الزهري من قوله فلما صدر الناس رجعت بنو عامر الى شيخ لهم الى آخره.

۲؎ اخرجه ابن اسحاق.

اے بنو عبد اللہ! اللہ نے تمہارے باپ کا نام بہت اچھا رکھا ہے لیکن انہوں نے آپ کی پیش کردہ دعوت کو قبول نہ کیا۔

حضرت عبد اللہ بن کعب بن مالکؓ فرماتے ہیں کہ حضور ﷺ قبیلہ بنی حنیفہ کے پاس ان کی قیام گاہ میں تشریف لے گئے اور ان کو اللہ کی دعوت دی اور اپنے آپ کو ان پر پیش کیا لیکن عربوں میں سے کسی نے آپ کی دعوت کو ان سے زیادہ برے طریقے سے نہیں ٹھکرایا۔[1]

حضرت عباسؓ بیان فرماتے ہیں کہ مجھ سے حضور ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ مجھے تمہارے پاس اور تمہارے بھائی کے پاس اپنی حفاظت کا سامان نظر نہیں آرہا ہے۔ کیا آپ مجھے کل بازار لے جائیں گے تاکہ ہم مختلف قبائل کی قیام گاہوں میں جاکر ان کو دعوت دے سکیں اور ان دنوں عرب وہاں اکٹھے تھے۔ حضرت عباسؓ فرماتے ہیں میں نے حضورؐ سے عرض کیا کہ یہ قبیلہ کندہ اور اس کے ہم خیال لوگ ہیں اور یہ یمن سے حج کے لئے آنے والوں میں سے سب سے اچھے لوگ ہیں اور یہ قبیلہ بکر بن وائل کی قیام گاہ ہے اور یہ قبیلہ بنو عامر بن صعصعہ کی قیام گاہ ہے۔ آپ ان میں سے کسی کو اپنے لئے پسند فرمالیں۔ چنانچہ آپ نے قبیلہ کندہ سے دعوت کی ابتداء فرمائی اور ان کے پاس تشریف لے جاکر فرمایا کہ آپ لوگ کہاں کے ہیں؟ انھوں نے کہا یمن کے آپ نے فرمایا یمن کے کونسے قبیلہ کے؟ انہوں نے کہا قبیلہ کندہ کے۔ آپ نے فرمایا قبیلہ کندہ کے کونسے خاندان کے؟ انہوں نے کہا بنی عمرو بن معاویہ کے۔ آپ نے فرمایا کہ کیا اپنی بھلائی کو تمہارا دل چاہتا ہے؟ انہوں نے کہا وہ بھلائی کی بات کیا ہے؟ آپ نے فرمایا تم لَآ اِلٰہ اِلاَّ اللہ کی گواہی دو اور نماز قائم کرو اور جو کچھ اللہ کے پاس سے آیا ہے اس پر ایمان لاؤ۔[2] انھوں نے کہا کہ اگر آپ کامیاب ہو گئے تو اپنے بعد بادشاہت آپ ہمیں دے دیں گے۔ آپ نے فرمایا کہ بادشاہت دینے کا اختیار تو اللہ کو ہے وہ جس کو چاہے دے دے۔ تو انہوں نے کہا جو دعوت آپ ہمارے پاس لے کر آئے ہیں ہمیں اس کی کوئی ضرورت نہیں ہے۔ کلبی کی روایت میں یہ ہے کہ انہوں نے کہا۔ کیا آپ اس لئے ہمارے پاس آئے ہیں تاکہ آپ ہمیں ہمارے خداؤں سے روک دیں اور ہم سارے عرب کی مخالفت مول لے لیں۔ آپ اپنی قوم کے پاس چلے جائیں ہمیں آپ کی کوئی ضرورت نہیں۔ چنانچہ آپ ان کے پاس سے اٹھ کر قبیلہ بکر بن وائل۔ کے پاس تشریف لے گئے اور آپ نے فرمایا آپ کا کونسا قبیلہ ہے؟ انہوں نے کہا بکر بن وائل آپ نے فرمایا بکر بن وائل کا کونسا خاندان؟ بنو قیس بن ثعلبہ۔ آپ

---

[1] كذافي البداية (ج ۳ ص ۱۳۹)

[2] قال عبدالله بن الا جلح وحدثني ابي عن اشياخ قومه ان كندة قالت له .

نے فرمایا آپ لوگوں کی تعداد کتنی ہے ؟ انہوں نے کہا ریت کے ذروں کی طرح بہت ساری آپ نے فرمایا کہ تمہارا رعب اور دبدبہ کیسا ہے ؟ انہوں نے کہا کچھ نہیں۔ اہل فارس ہمارے پڑوسی ہیں نہ ہم ان سے حفاظت کر سکتے ہیں اور نہ ہم ان کا مقابلہ کر سکتے ہیں اور نہ ہم ان کے مقابلہ میں کسی کو پناہ دے سکتے ہیں۔ آپ نے فرمایا کہ ٣٣ مرتبہ سبحان اللہ اور ٣٣ مرتبہ الحمد للہ اور ٣٤ مرتبہ اللہ اکبر۔ اللہ کی رضا کے لئے پڑھنا اپنے ذمہ کر لو تو اگر اللہ نے تمہیں باقی رکھا تو تم اہل فارس کے گھروں پر قبضہ کر لو گے اور ان کی عورتوں سے نکاح کر لو گے اور ان کے بیٹوں کو اپنا غلام بنالو گے۔ انہوں نے کہا آپ کون ہیں ؟ آپ نے فرمایا میں اللہ کا رسول ہوں۔ پھر آپ وہاں سے آگے چل دیئے۔ کلبی کی روایت میں یہ ہے کہ آپ کا چچا ابو لہب آپ کے پیچھے چل رہا تھا اور لوگوں سے کہہ رہا تھا کہ ان کی بات نہ مانو۔ چنانچہ جب حضور ﷺ ان کے پاس سے چلے گئے تو ابو لہب ان کے پاس سے گزرا۔ انہوں نے ابو لہب سے کہا تم اس آدمی کو جانتے ہو ؟ اس نے کہا ہاں۔ یہ ہمارے قبیلہ میں چوٹی کا آدمی ہے۔ تم ان کی کس چیز کے بارے میں پوچھنا چاہتے ہو ؟ حضورؐ نے ان کو جس بات کی دعوت دی تھی۔ وہ ساری بات انہوں نے ابو لہب کو بتائی اور یہ کہا کہ وہ کہہ رہے تھے کہ وہ اللہ کے رسول ہیں۔ ابو لہب نے کہا خبردار اس کی بات کو کوئی اہمیت نہ دو۔ کیونکہ وہ دیوانہ ہے، (نعوذ باللّٰہ من ذلك) پاگل پن میں الٹی سیدھی باتیں کہتا رہتا ہے۔ انہوں نے کہا کہ انہوں نے فارس والوں کے بارے میں جو کچھ کہا اس سے بھی ہمیں یہی اندازہ ہوا۔[1]

حضرت ربیعہ بن عبادہؓ فرماتے ہیں کہ میں نوجوان لڑکا تھا۔ والد کے ساتھ منٰی میں تھا اور حضور ﷺ عرب کے قبائل کی قیام گاہوں میں تشریف لے جاتے تھے اور ان سے فرماتے تھے اے بنی فلاں ! مجھے اللہ نے تمہارے پاس اپنا رسول بنا کر بھیجا ہے۔ میں تمہیں اس بات کا حکم دیتا ہوں کہ اللہ کی عبادت کرو اور اس کے ساتھ کسی چیز کو شریک نہ کرو۔ اور اللہ کے علاوہ جن کو تم اللہ کا شریک ٹھہرا کر عبادت کر رہے ہو ان کو چھوڑ دو۔ اور مجھ پر ایمان لاؤ اور میری تصدیق کرو اور میری حفاظت کرو تا کہ جو پیغام دے کر مجھے اللہ نے بھیجا ہے وہ میں اس کی طرف سے واضح طور پر پہنچا سکوں۔ حضرت ربیعہ فرماتے ہیں کہ آپ کے پیچھے ایک بھینگا اور خوبصورت آدمی تھا جس کی دو زلفیں تھیں۔ عدنی جوڑا پہنے ہوئے تھا۔ جب حضور ﷺ اپنی گفتگو اور اپنی دعوت سے فارغ ہو گئے تو اس آدمی نے کہا اے بنی فلاں ! یہ آدمی تمہیں اس بات کی دعوت دیتا ہے کہ تم لات اور عزی کو اور بنی مالک بن اقیش کے حلیف جنوں کو اپنی

---

[1] كذافي البداية (ج ٣ ص ١٤٠)

گردن سے اتار پھینکو اور جس بدعت اور گمراہی کو یہ لایا ہے اسے اختیار کر لو۔ اس کی بات ہرگز نہ مانو اور نہ اس کی بات سنو۔ حضرت ربیعہ فرماتے ہیں۔ میں نے اپنے والد سے کہا اے ابا جان! یہ آدمی کون ہے؟ جو ان کے پیچھے لگا ہوا ہے اور جو وہ کہتے ہیں اس کی تردید کرتا ہے۔ میرے والد نے کہا یہ ان کا چچا عبد العزیٰ بن عبد المطلب ابو لہب ہے۔[1]

مدرک سے یہ روایت ہے کہ انہوں نے کہا میں نے اپنے والد کے ساتھ حج کیا۔ جب ہم منیٰ میں ٹھہرے ہوئے تھے تو ہم لوگوں نے ایک جگہ مجمع دیکھا میں نے اپنے والد سے پوچھا کہ یہ مجمع کیسا ہے؟ انہوں نے کہا کہ یہ ایک بے دین آدمی ہے (نعوذ باللّٰہ من ذلک) جس کی وجہ سے لوگ جمع ہیں۔ میں نے وہاں دیکھا تو حضور ﷺ لوگوں سے یہ فرما رہے تھے کہ اے لوگو! لا الٰہ الا اللّٰہ پڑھ لو، کامیاب ہو جاؤ گے۔[2]

حضرت حارث بن حارث غامدیؓ فرماتے ہیں کہ ہم منیٰ میں ٹھہرے ہوئے تھے۔ میں نے اپنے والد سے پوچھا یہ مجمع کیسا ہے؟ انہوں نے کہا یہ سب ایک بے دین آدمی کی وجہ سے جمع ہیں۔ فرماتے ہیں میں نے گردن اونچی کر کے دیکھا تو نظر آیا کہ حضور ﷺ لوگوں کو اللہ کی وحدانیت کی دعوت دے رہے ہیں اور لوگ آپ کی بات کا انکار کر رہے ہیں۔[3]

حضرت حسان بن ثابتؓ فرماتے ہیں کہ حج کرنے گیا وہاں حضور ﷺ لوگوں کو اسلام کی دعوت دے رہے تھے۔ اور آپ کے صحابہؓ کو طرح طرح کی تکلیفیں دی جا رہی تھیں۔ چنانچہ میں حضرت عمرؓ کے پاس آ کر کھڑا ہوا۔ (اس وقت تک حضرت عمر مسلمان نہیں ہوئے تھے) وہ بنی عمرو بن مومل کی ایک باندی کو تکلیفیں پہنچا رہے تھے۔ پھر حضرت عمر حضرت زنیرہ کے پاس آ کر رکے اور ان کو بھی طرح طرح کی تکلیفیں دینے لگے۔[4]

حضرت علی بن ابی طالبؓ فرماتے ہیں کہ جب اللہ عزوجل نے اپنے نبی کریم ﷺ کو اس بات کا حکم دیا کہ آپ اپنے آپ کو قبائل عرب پر پیش کریں تو آپ منیٰ تشریف لے گئے۔ میں اور حضرت ابوبکرؓ آپ کے ساتھ تھے۔ ہم عرب کی مجلسوں میں سے ایک مجلس میں پہنچے تو حضرت ابوبکرؓ نے آگے بڑھ کر سلام کیا حضرت ابوبکر ہر دم پیش قدمی کرنے والے تھے اور وہ

---

[1] اخرجه ابن اسحاق كذافي البداية (ج ٣ ص ١٣٨) و اخرجه ايضا عبدالله بن احمد والطبراني عن ربيعة بمعناه قال الهيثمي (ج ٣ ص ٣٦) وفيه حسين بن عبدالله بن عبيدالله وهو ضعيف و وثقه ابن معين في رواية انتهى قلت وفي رواية ابن اسحاق رجل لم يسم

[2] اخرجه الطبراني قال الهيثمي (ج ٦ ص ٢١) رجاله ثقات

[3] اخرجه البخاري في التاريخ وابو زرعة والبغوي وابن ابي عاصم والطبراني كذافي الاصابة (ج ١ ص ٢٧٥)

[4] اخرجه الواقدي كذافي الاصابة (ج ٤ ص ٣١٢)

عرب کے انساب سے خوب اچھی طرح واقف تھے۔ تو انہوں نے کہا تم کس قوم کے لوگ ہو؟ انہوں نے کہا ربیعہ کے ہیں۔ حضرت ابو بکرؓ نے کہا تم ربیعہ کے کون سے خاندان کے ہو؟
اس کے بعد ابو نعیم نے بہت لمبی حدیث ذکر کی ہے جس میں یہ بھی آتا ہے کہ حضرت علیؓ فرماتے ہیں کہ پھر ہم ایک باوقار مجلس میں پہنچے اس میں بہت سے بلند مرتبہ اور باعزت بزرگ بیٹھے ہوئے تھے۔ چنانچہ حضرت ابو بکرؓ نے آگے بڑھ کر سلام کیا۔ حضرت علیؓ نے فرمایا کہ حضرت ابو بکرؓ ہر دم پیش قدمی کرنے والے تھے تو ان سے حضرت ابو بکرؓ نے کہا تم کس قوم کے لوگ ہو؟ انہوں نے کہا ہم بنو شیبان بن ثعلبہ ہیں۔ حضرت ابو بکرؓ نے حضور ﷺ کی طرف متوجہ ہو کر کہا۔ میرے ماں باپ آپ پر قربان ہوں ان کی قوم میں ان سے زیادہ معزز کوئی نہیں ہے۔ اس وقت اس قوم میں مفروق بن عمرو اور ہانی بن قبیصہ اور مثنیٰ بن حارثہ اور نعمان بن شریک موجود تھے اور ان میں حضرت ابو بکرؓ کے سب سے زیادہ قریب مفروق بن عمرو تھے اور مفروق بیان اور گفتگو میں اپنی قوم پر چھائے ہوئے تھے اور ان کی دو زلفیں تھیں جو ان کے سینہ پر پڑی ہوئی تھیں۔ چونکہ یہ مجلس میں حضرت ابو بکرؓ سے سب سے زیادہ قریب تھے۔ اس لئے حضرت ابو بکرؓ نے ان سے پوچھا تمہارے قبیلہ کی تعداد کتنی ہے؟ تو انہوں نے کہا ہم ہزار سے زیادہ ہیں۔ اور ایک ہزار کم ہونے کی وجہ سے شکست نہیں کھا سکتے
حضرت ابو بکرؓ نے پوچھا تمہارے ہاں حفاظت کی کیا صورت ہے؟ انہوں نے کہا ہمارا کام تو کوشش کرنا ہے باقی ہر قوم کی اپنی اپنی قسمت ہے۔ حضرت ابو بکرؓ نے پوچھا تمہارے اور تمہارے دشمن کے درمیان لڑائی کا کیا حال ہوتا ہے؟ مفروق نے کہا جب ہم لڑتے ہیں تو ہم بہت زیادہ غصہ میں ہوتے ہیں اور جب ہمیں غصہ آجاتا ہے تو ہم بہت سخت قسم کی لڑائی لڑتے ہیں اور ہم عمدہ گھوڑوں کو اولاد پر اور ہتھیاروں کو دودھ دینے والے جانوروں پر ترجیح دیتے ہیں۔ یعنی سامان جنگ ہمیں سب سے زیادہ پیارا ہے اور مدد تو اللہ کی طرف سے آتی ہے کبھی اللہ تعالیٰ ہمیں غالب کر دیتے ہیں اور کبھی دوسروں کو۔ شاید آپ قبیلہ قریش کے ہیں؟ حضرت ابو بکرؓ نے کہا اگر تمہیں یہ خبر پہنچی ہے کہ قریش میں اللہ کے ایک رسول ہیں تو وہ یہ ہیں۔ مفروق نے کہا ہاں ہمیں یہ خبر پہنچی ہے کہ قریش کے ایک آدمی کہتے ہیں کہ وہ اللہ کے رسول ہیں۔ پھر مفروق نے حضورؐ کی طرف متوجہ ہو کر کہا آپ کس چیز کی دعوت دیتے ہیں؟ اے قریشی بھائی! حضورؐ آگے بڑھ کر بیٹھ گئے اور حضرت ابو بکرؓ کھڑے ہو کر حضورؐ پر اپنے کپڑے سے سایہ کرنے لگے۔ حضورؐ نے فرمایا میں تمہیں اس بات کی دعوت دیتا ہوں کہ تم اس بات کی گواہی دو کہ اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں اور میں اللہ کا رسول ہوں اور اس کی دعوت

دیتا ہوں کہ مجھے اپنے ہاں رہنے کی جگہ دے دو اور میری ہر طرح سے حفاظت کرو اور میری مدد کرو تاکہ میں اللہ کے حکم کو پہنچا سکوں کیونکہ قبیلہ قریش اللہ کے دین کے خلاف ایک دوسرے کی مدد کر رہے ہیں اور اللہ کے رسول کو جھٹلا رہے ہیں اور باطل میں لگ کر انہوں نے حق کو بالکل چھوڑ دیا ہے اور اللہ سے بے نیاز ہو گئے ہیں حالانکہ اللہ تعالیٰ ہی ہر حال میں ساری مخلوق سے بے نیاز اور قابل تعریف ہے۔ مفروق نے حضورؐ سے کہا اے قریشی بھائی! آپ اور کس چیز کی دعوت دیتے ہیں؟ آپ نے یہ آیات تلاوت فرمائیں۔ قُلْ تَعَالَوْا اَتْلُ مَا حَرَّمَ رَبُّکُمْ عَلَیْکُمْ اَلَّا تُشْرِکُوْا بِهٖ شَیْئًا وَّبِالْوَالِدَیْنِ اِحْسَانًا سے لے کر فَتَفَرَّقَ بِکُمْ عَنْ سَبِیْلِهٖ ذٰلِکُمْ وَصّٰکُمْ بِهٖ لَعَلَّکُمْ تَتَّقُوْنَ تک (الانعام ۱۵۱ تا ۱۵۳)

جن کا ترجمہ یہ ہے "تو کہہ، تم آؤ میں سنا دوں جو حرام کیا ہے تم پر تمہارے رب نے، کہ شریک نہ کرو اس کے ساتھ کسی چیز کو اور ماں باپ کے ساتھ نیکی کرو، اور مار نہ ڈالو اپنی اولاد کو مفلسی سے۔ ہم رزق دیتے ہیں تم کو اور ان کو اور پاس نہ جاؤ بے حیائی کے کام کے۔ جو ظاہر ہو اس میں سے اور جو پوشیدہ ہو اور مار نہ ڈالو اس جان کو، جس کو حرام کیا ہے اللہ نے، مگر حق پر تم کو یہ حکم کیا ہے تاکہ تم سمجھو۔ اور پاس نہ جاؤ یتیم کے مال کے، مگر اس طرح سے کہ بہتر ہو۔ یہاں تک کہ پہنچ جاوے اپنی جوانی کو اور پورا کرو ناپ اور تول کو انصاف سے ہم کسی کے ذمہ وہی چیز لازم کرتے ہیں جس کی اس کو طاقت ہو اور جب بات کہو تو حق کی کہو۔ اگرچہ وہ اپنا قریب ہی ہو۔ اور اللہ کا عہد پورا کرو۔ تم کو یہ حکم کر دیا ہے تاکہ تم نصیحت پکڑو اور حکم کیا ہے کہ یہ راہ ہے میری سیدھی، سو اس پر چلو، اور مت چلو اور رستوں پر کہ وہ تم کو جدا کر دیں گے اللہ کے راستہ سے۔ یہ حکم کر دیا ہے تم کو تاکہ تم بچتے رہو"۔ مفروق نے حضورؐ سے کہا اے قریشی بھائی! آپ اور کس چیز کی دعوت دیتے ہیں؟ اللہ کی قسم! یہ زمین والوں کا کلام نہیں ہے اور اگر یہ زمین والوں کا کلام ہوتا تو ہم اُسے ضرور پہچان لیتے پھر حضورؐ نے اِنَّ اللّٰهَ یَاْمُرُ بِالْعَدْلِ وَالْاِحْسَانِ سے لے کر لَعَلَّکُمْ تَذَکَّرُوْنَ تک تلاوت فرمائی۔ (النحل۔ ۹۰)

جس کا ترجمہ یہ ہے "اللہ حکم کرتا ہے انصاف کرنے کا اور بھلائی کرنے کا اور قرابت والوں کے دینے کا اور منع کرتا ہے بے حیائی سے اور نامعقول کام سے اور سرکشی سے۔ تم کو سمجھاتا ہے تاکہ تم یاد رکھو۔" مفروق نے کہا اے قریشی، اللہ کی قسم! تم نے بڑے عمدہ اخلاق اور اچھے اعمال کی دعوت دی ہے اور جس قوم نے آپ کو جھٹلایا ہے اور آپ کے خلاف ایک دوسرے کی مدد کی ہے انہوں نے جھوٹ بولا ہے۔ مفروق نے یہ مناسب سمجھا کہ اس گفتگو میں ہانی بن قبیصہ بھی ان کے شریک ہو جائیں۔ اس وجہ سے انہوں نے کہا کہ یہ ہانی بن قبیصہ

ہیں جو ہمارے بزرگ اور ہمارے دینی امور کے ذمہ دار ہیں۔ ہانی نے حضورؐ سے کہا۔ اے قریشی بھائی، میں نے آپ کی بات سنی ہے اور آپ کی بات کو میں سچا مانتا ہوں اور میرا خیال یہ ہے کہ آپ کی ہمارے ساتھ یہ پہلی مجلس ہے۔ اس سے پہلے کبھی ملاقات نہیں ہوئی اور آئندہ کی کوئی خبر نہیں اور ہم نے ابھی تک آپ کے معاملہ میں غور نہیں کیا اور آپ کی دعوت کے انجام کے بارے میں سوچا نہیں اور ابھی سے ہم اپنے دین کو چھوڑ کر آپ کے دین کو اختیار کرلیں تو اس فیصلہ میں غلطی کا امکان ہے اور یہ کم عقل ہونے اور انجام میں غور نہ کرنے کی نشانی ہے۔ جلدی کے فیصلے میں غلطی ہو جایا کرتی ہے اور دوسری بات یہ ہے کہ ہمارے پیچھے بڑا خاندان ہے۔ جن کے بغیر ہم کوئی معاہدہ کرنا پسند نہیں کرتے ہیں۔ فی الحال آپ بھی واپس تشریف لے جائیں اور ہم بھی واپس جاتے ہیں آپ بھی غور کریں اور ہم بھی غور کرتے ہیں اور ہانی نے بھی یہ بات مناسب سمجھی کہ اس گفتگو میں مثنیٰ بن حارثہ بھی شریک ہو جائیں چنانچہ انہوں نے کہا کہ یہ مثنیٰ بن حارثہ ہمارے بزرگ اور ہمارے جنگی امور کے ذمہ دار ہیں۔ اس پر مثنیٰ نے حضورؐ سے کہا کہ میں نے آپ کی بات سنی اور اے قریشی بھائی! مجھے آپ کی بات اچھی لگی اور آپ کا کلام مجھے پسند آیا لیکن میری طرف سے بھی وہی جواب ہے جو ہانی بن قبیصہ نے جواب دیا ہے۔ ہم دو ملکوں کی سرحدوں کے درمیان رہتے ہیں۔ ایک یمامہ ہے اور دوسرا اسماوہ ہے تو ان سے حضور ﷺ نے فرمایا یہ کونسے دو ملکوں کی سرحدیں ہیں۔ مثنیٰ نے کہا ایک طرف تو ملک عرب کی سرزمین اور اونچے ٹیلے اور پہاڑ ہیں اور دوسری طرف فارس کی سرزمین اور کسریٰ کی نہریں ہیں اور ہمیں وہاں رہنے کی اجازت کسریٰ نے اس شرط پر دی ہے کہ ہم وہاں کوئی نئی چیز نہ چلائیں اور نہ کسی نئی تحریک چلانے والے کو وہاں رہنے دیں اور بہت ممکن ہے کہ آپ جس چیز کی دعوت دے رہے ہیں وہ بادشاہوں کو ناپسند ہو۔ سرزمین عرب کے آس پاس کے علاقے کا دستور یہ ہے کہ خطاوار کی خطا معاف کر دی جاتی ہے اور اس کا عذر قبول کرلیا جاتا ہے اور سرزمین فارس کے آس پاس کے علاقہ کا دستور یہ ہے کہ نہ خطاوار کی خطا معاف کی جاتی ہے اور نہ اس کا عذر قبول کیا جاتا ہے۔ اس لئے اگر آپ یہ چاہتے ہیں کہ ہم آپ کو اپنے علاقے میں لے جائیں اور عربوں کے مقابلہ میں ہم آپ کی مدد کریں تو ہم اس کی ذمہ داری لے سکتے ہیں (لیکن اہل فارس کے مقابلہ میں کوئی ذمہ داری نہیں لے سکتے ہیں)

حضورؐ نے فرمایا جب تم نے سچی بات صاف صاف کہہ دی، تو یہ تم نے برا جواب نہیں دیا۔ لیکن بات یہ ہے کہ اللہ کے دین کو لے کر وہی کھڑا ہو سکتا ہے جو دین کی ہر جانب سے حفاظت کرے پھر حضورؐ حضرت ابو بکرؓ کا ہاتھ پکڑ کر کھڑے ہو گئے اس کے بعد ہم اوس و خزرج کی

مجلس میں پہنچے۔ ہمارے اس مجلس سے اٹھنے سے پہلے ہی وہ حضورؐ سے (اسلام پر) بیعت ہو گئے۔ حضرت علیؓ نے فرمایا کہ یہ اوس و خزرج والے رضوان اللہ علیہم اجمعین بڑے سچے اور بڑے صابر تھے۔[1] صاحب بدایہ نے اس حدیث میں یہ مضمون بھی بیان کیا ہے کہ حضورؐ نے فرمایا کہ اللہ کے دین کو لے کر وہی کھڑا ہو سکتا ہے جو دین کی ہر جانب سے حفاظت کرے۔ پھر آپ نے فرمایا تم مجھے ذرا یہ بتاؤ کہ تھوڑے ہی عرصہ میں اللہ پاک تمہیں ان کا ملک اور مال دیدے اور ان کی بیٹیوں کو تمہارا بچھونا بنادے یعنی وہ تمہاری بیویاں یا باندیاں بن جائیں۔ کیا تم اس کے لئے اللہ کی تسبیح تقدیس بیان کرنے کے لئے تیار ہو؟ نعمان بن شریک نے حضورؐ سے کہا اے قریشی! آپ کی یہ بات ہمیں منظور ہے۔ پھر آپ نے یہ آیتیں تلاوت فرمائیں۔

إِنَّآ أَرْسَلْنَٰكَ شَٰهِدًا وَمُبَشِّرًا وَنَذِيرًا ۝

وَدَاعِيًا إِلَى ٱللَّهِ بِإِذْنِهِۦ وَسِرَاجًا مُّنِيرًا ۝ (احزاب ۴۵۔۴۶)

جن کا ترجمہ یہ ہے۔ "ہم نے تجھ کو بھیجا بتانے والا اور خوشخبری سنانے والا اور ڈرانے والا اور بلانے والا اللہ کی طرف اس کے حکم سے اور چمکتا ہوا چراغ" پھر حضورؐ حضرت ابو بکرؓ کے ہاتھ پکڑ کر کھڑے ہو گئے حضرت علیؓ فرماتے ہیں کہ اس کے بعد حضورؐ نے ہماری طرف متوجہ ہو کر فرمایا اے علیؓ! زمانہ جاہلیت میں عرب کے اخلاق کیا ہیں؟ یہ کتنے بلند ہیں۔ ان اخلاق کی وجہ سے دنیاوی زندگی میں ایک دوسرے کی حفاظت کر لیتے ہیں۔ حضرت علیؓ فرماتے ہیں کہ وہ اوس و خزرج بڑے سچے اور بڑے صابر تھے۔ انساب عرب کے بارے میں حضرت ابو بکرؓ کی اتنی زیادہ معلومات سے حضورؐ بڑے خوش ہوئے۔ اس کے کچھ عرصہ کے بعد حضور ﷺ نے اپنے صحابہؓ کے پاس آکر فرمایا کہ اللہ کی بہت ہی حمد بیان کرو۔ کیونکہ آج بنو ربیعہ نے اہل فارس پر کامیابی حاصل کر لی ہے۔ ان کے بادشاہوں کو قتل کر دیا ہے۔ ان کے لشکر کو بالکل تباہ کر دیا ہے اور ان کی یہ ساری مدد میری وجہ سے ہوئی ہے۔[2] دوسری روایت میں یہ تفصیل بھی ہے کہ جب بنو ربیعہ کی فارس والوں سے جنگ ہوئی اور فرات کے قریب قراقر مقام پر دونوں فوجوں کا مقابلہ ہوا تو بنو ربیعہ نے محمد ﷺ کے نام کو اپنا شعار اور خاص نشانی بنالیا جس کی وجہ سے فارس کے خلاف اللہ نے ان کی مدد فرمائی اور بنو ربیعہ اس جنگ کے بعد اسلام میں داخل ہو گئے۔[3]

---

[1] اخرجه ابو نعيم في الدلائل (ص ۹۶) [2] اخرجه في البداية (ج ۳ ص ۴۲) رواه ابو نعيم والحاكم والبيهقي والسياق لابي نعيم وقال ابن كثير في البداية (ج ۳ ص ۱۴۵) هذا حديث غريب جدا كتبناه لما فيه من دلائل النبوة ومحاسن الاخلاق ومكارم الشيم وفصاحة العرب.

[3] وقال الحافظ ابن حجر في فتح الباري (ج ۷ ص ۱۵۶) اخرجه الحاكم وابو نعيم والبيهقي في الدلائل باسناد حسن عن ابن عباس حدثني علي بن ابي طالب فذكر شيئا من هذا الحديث

حضرت علیؓ نے ایک دن انصار کی فضیلت اور ان کے پرانا ہونے اور اسلام میں سبقت لے جانے کا ذکر کرتے ہوئے فرمایا کہ جو انصار سے محبت نہ کرے اور ان کے حقوق کو نہ پہچانے، وہ مومن نہیں ہے۔ انہوں نے اسلام کی ایسے دیکھ بھال کی، جیسے گھوڑے کے بچھیرے کی کی جاتی ہے۔ وہ اپنے ہتھیاروں کی مہارت اور اپنی گفتگو کی طاقت کی وجہ سے اسلام کی دیکھ بھال کے لئے کافی ہوگئے۔ حضور ﷺ حج کے موسم میں قبائل کے پاس تشریف لے جا کر ان کو دعوت دیا کرتے تھے لیکن ان میں سے کوئی بھی آپ کی بات کو نہ مانتا اور آپ کی دعوت کو قبول نہ کرتا۔ آپ مجنہ اور عکاظ اور منیٰ کے بازاروں میں ان قبائل کے پاس تشریف لے جاتے اور ہر سال جا کر ان کو دعوت دیا کرتے۔ آپ ان کے پاس اتنی بار گئے کہ قبائل والے لوگ (آپ کی استقامت سے حیران ہو کر) کہنے لگ گئے کہ کیا اب تک وہ وقت نہیں آیا کہ آپ ہم لوگوں سے ناامید ہو جائیں۔ حتیٰ کہ اللہ تعالیٰ نے انصار کے اس قبیلہ کو نوازنے کا ارادہ فرمایا۔ چنانچہ آپ نے ان انصار پر اسلام کو پیش فرمایا جسے انہوں نے جلدی سے قبول کر لیا، اور انہوں نے آپ کو (مدینہ میں) اپنے پاس ٹھہرالیا اور آپ کے ساتھ نصرت اور غم خواری کا معاملہ کیا۔ **فجزاھم اللّٰہ خیرا**۔ ہم مہاجرین ان کے پاس گئے تو انہوں نے ہمیں اپنے ساتھ گھروں میں ٹھہرایا۔ اور کوئی بھی ہمیں دوسرے کے پاس بھیجنے کو تیار نہ ہوتا حتیٰ کہ بعض دفعہ ہمیں اپنا مہمان بنانے کے لئے قرعہ اندازی کیا کرتے۔ پھر انہوں نے خوشی خوشی اپنے اموال کا ہمیں اپنے سے بھی زیادہ حقدار بنا دیا اور اپنے نبی ﷺ اجمعین کی حفاظت کے لئے اپنی جانوں کو قربان کر دیا۔[1]

حضرت ام سعد بنت سعد بن الربیعؓ فرماتی ہیں کہ حضور ﷺ جب تک مکہ میں رہے قبائل کو اللہ عزوجل کی دعوت دیتے رہے جس کی وجہ سے آپ کو تکلیفیں پہنچائی جاتی رہیں اور برا بھلا کہا جاتا رہا۔ یہاں تک کہ اللہ تعالیٰ نے انصار کے اس قبیلہ کو (نصرت اسلام کی) شرافت سے نوازنے کا ارادہ کیا۔ چنانچہ آپؐ انصار کے کچھ لوگوں کے پاس پہنچے جو عقبہ کے پاس بیٹھے ہوئے (منیٰ میں) اپنے سر مونڈ رہے تھے۔ راوی کہتے ہیں میں نے (حضرت ام سعد سے) پوچھا کہ وہ کون لوگ تھے؟ انہوں نے بتایا کہ وہ چھ یا سات آدمی تھے جن میں بنی نجار کے تین آدمی تھے۔ اسعد بن زرارہ اور عفراء کے دو بیٹے۔ انہوں نے باقی حضرات کا نام مجھے نہیں بتایا۔ فرماتی ہیں کہ حضورؐ نے ان کے پاس بیٹھ کر ان کو اللہ عزوجل کی دعوت دی اور ان کو قرآن پڑھ کر سنایا۔ چنانچہ ان لوگوں نے اللہ اور رسول کی بات کو مان لیا اور وہ اگلے سال بھی (حج

---

[1] اخرجه ابو نعیم ایضا فی الدلائل (ص ۱۰۵) من طریق الواقدی عن اسحاق بن حباب عن یحیی بن یعلی

پر)آئے۔یہ(بیعت)عقبہ اولی کہلاتی ہے۔اس کے بعد(بیعت)عقبہ ثانیہ ہوئی۔راوی کہتے ہیں کہ میں نے حضرت ام سعد سے پوچھا کہ حضور مکہ میں کتنا عرصہ رہے؟ انہوں نے کہا کیا تم نے ابو صرمہ قیس بن ابی انسؓ کا کلام نہیں سنا؟ میں نے کہا مجھے معلوم نہیں ہے کہ انہوں نے کیا کہا ہے؟ چنانچہ انہوں نے مجھے ان کا یہ شعر پڑھ کر سنایا۔

ثوی فی قریش بضع عشرة حجة یذکر لو لاقی صدیقاً مواتیاً

ترجمہ: آپ نے قریش میں دس سال سے زیادہ قیام فرمایا اور اس سارے عرصہ میں نصیحت اور تبلیغ فرماتے رہے(اور آپ یہ چاہتے تھے کہ)کوئی موافقت کرنے والا دوست آپ کو مل جائے اور بھی کئی شعر پڑھے جن کا تذکرہ حضرت ابن عباسؓ کی حدیث میں باب نصرت میں عنقریب آئے گا۔[1]

حضرت عقیل بن ابی طالبؓ اور حضرت زہری فرماتے ہیں۔جب مشرکین نے حضور ﷺ کے ساتھ بہت زیادہ سختی کا معاملہ شروع کیا تو آپ نے اپنے چچا عباس بن عبد المطلبؓ سے فرمایا اے میرے چچا! اللہ عزوجل اپنے دین کی مدد ایسی قوم کے ذریعہ سے کریں گے جن کو قریش کی جابرانہ مخالفت معمولی بات معلوم ہوگی اور جو اللہ کے ہاں عزت کے طلب گار ہوں گے۔آپ مجھے بازار عکاظ لے چلیں اور مجھے عرب کے قبائل کی قیام گاہیں دکھائیں تاکہ میں ان کو اللہ عزوجل کی دعوت دوں اور اس بات کی دعوت دوں کہ وہ میری حفاظت کریں اور مجھے اپنے ہاں لے جاکر رکھیں تاکہ میں اللہ عزوجل کی طرف سے اللہ کے پیغام کو انسانوں تک پہنچا سکوں۔راوی فرماتے ہیں کہ حضرت عباسؓ نے فرمایا اے میرے بھتیجے! آپ عکاظ چلیں میں بھی آپ کے ساتھ چلتا ہوں۔آپ کو قبائل کی قیام گاہیں دکھاؤں گا۔ چنانچہ حضورؐ نے قبیلہ ثقیف سے ابتدا فرمائی اور پھر اس سال حج میں قبائل کو تلاش کر کے دعوت دیتے رہے پھر جب اگلا سال ہوا جب کہ اللہ تعالیٰ نے آپ کو کھلم کھلا دعوت دینے کا حکم دیا تو اوس اور خزرج کے چھ آدمیوں سے آپ کی ملاقات ہوئی جن کے نام یہ ہیں۔اسعد بن زرارہ اور ابو الہیثم بن التیہان اور عبد اللہ بن رواحہ اور سعد بن ربیع اور نعمان بن حارثہ اور عبادۃ بن صامت۔حضورؐ کی ان سے ملاقات منیٰ کے دنوں میں جمرہ عقبہ کے پاس رات کے وقت ہوئی۔آپ ان کے پاس بیٹھے اور ان کو اللہ عزوجل کی اور اس کی عبادت کرنے کی اور اس کے اس دین کی مدد کرنے کی دعوت دی جو دین دے کر اللہ نے اپنے نبیوں اور رسولوں کو بھیجا ہے۔انہوں نے درخواست کی کہ حضورؐ(آسمان سے آنی والی)وحی کو ان پر پیش فرمائیں

[1] اخرجه ابو نعیم ایضاً فی الدلائل (ص ۱۰۵)

چنانچہ آپ نے سورۃ ابراہیم وَاِذْقَالَ اِبْرَاهِيْمُ رَبِّ اجْعَلْ هٰذَا الْبَلَدَ اٰمِناً ۔ سے لے کر آخر تک پڑھ کر سنائی۔ جب انہوں نے قرآن سنا تو ان کے دل نرم پڑ گئے اور اللہ کے سامنے عاجزی کرنے لگے اور (حضورؐ کی دعوت کو) قبول کر لیا۔ جب حضورؐ کی اور ان کی گفتگو ہو رہی تھی تو حضرت عباس بن عبدالمطلب پاس سے گزرے تو انہوں نے حضورؐ کی آواز کو پہچان لیا اور فرمایا اے میرے بھتیجے! یہ تمہارے پاس کون لوگ ہیں ؟آپ نے فرمایا اے میرے چچا! یہ یثرب کے رہنے والے اوس وخزرج کے لوگ ہیں۔ان کو بھی میں نے اسی بات کی دعوت دی جس کی دعوت ان سے پہلے دوسرے قبیلوں کو دے چکا ہوں۔ انہوں نے میری دعوت کو قبول کر کے میری تصدیق کی اور یہ کہا کہ وہ مجھے اپنے علاقہ میں لے جائیں گے۔ چنانچہ حضرت عباس بن عبدالمطلب اپنی سواری سے نیچے اترے اور اپنی سواری کی ٹانگیں باندھ دیں۔ پھر ان سے کہا: اے جماعت اوس وخزرج! یہ میرا بھتیجا ہے اور یہ مجھے تمام لوگوں سے زیادہ محبوب ہے اگر تم نے ان کی تصدیق کی ہے اور تم ان پر ایمان لے آئے ہو۔ اور ان کو اپنے ساتھ لے جانا چاہتے ہو تو میں تم سے اپنے دلی اطمینان کے لئے یہ عہد لینا چاہتا ہوں کہ تم ان کو لے جا کر وہاں بے یار و مددگار نہیں چھوڑو گے اور ان کو دھوکا نہیں دو گے کیونکہ تمہارے پڑوسی یہودی ہیں اور یہودی ان کے دشمن ہیں۔ اور مجھے خطرہ ہے کہ وہ ان کے خلاف تدبیریں کریں گے۔ حضرت عباس نے جب حضرت سعد اور ان کے ساتھیوں کے بارے میں عدم اطمینان کا اظہار کیا تو یہ بات حضرت اسعد بن زرارہ پر بڑی گراں گزری۔ اس لئے انہوں نے کہا یا رسول اللہ! آپ ہمیں حضرت عباس کو ایسا جواب دینے کی اجازت دیں جس میں ایسی کوئی بات نہیں ہو گی جس سے آپ کو غصہ آئے یا آپ کو ناگوار گزرے بلکہ ایسا جواب دینگے جس میں آپ کی دعوت کو قبول کرنے کی تصدیق ہو گی اور آپ پر ایمان کا اظہار ہو گا۔ آپ نے فرمایا اچھا! تم حضرت عباسؓ کو جواب دو مجھے تم پر پورا اطمینان ہے۔ حضرت اسعد بن زرارہ نے حضورؐ کی طرف چہرہ کر کے کہا یا رسول اللہ! ہر دعوت کا ایک راستہ ہوتا ہے۔ کسی کا راستہ نرم ہوتا ہے اور کسی کا سخت۔ آج آپ نے ایسی دعوت دی ہے جو نئی بھی ہے اور لوگوں کے لئے سخت اور کٹھن بھی ہے۔ آپ نے ہمیں اس بات کی دعوت دی ہے کہ ہم اپنا دین چھوڑ کر آپ کے دین کی اتباع کر لیں اور یہ بڑا مشکل کام اور سخت گھاٹی ہے لیکن ہم نے آپ کی اس بات کو قبول کر لیا۔ اور آپ نے ہمیں اس بات کی دعوت دی ہے کہ لوگوں سے ہمارے دور اور قریب کے جتنے رشتے ہیں اور ان سے جس طرح کے تعلقات ہیں ان سب کو ہم ختم کر دیں (یعنی دین کے معاملہ میں صرف آپ کی

مانیں اور کسی کی نہ مانیں) یہ بھی مشکل کام اور سخت گھاٹی ہے لیکن ہم نے اسے بھی قبول کرلیا۔ ہمارا مضبوط جتھا ہے جہاں ہم رہتے ہیں وہاں ہماری بڑی عزت ہے اور وہاں ہماری سب چیزیں محفوظ ہیں۔ کوئی اس بات کو سوچ بھی نہیں سکتا ہے کہ ہمارا سردار باہر کا ایسا آدمی بن جائے جس کو اس کی قوم نے تنہا اور اس کے چچوں نے بے یارو مددگار چھوڑ دیا ہو اور آپ نے ہم کو دعوت دی (کہ آپ کو ہم اپنا سردار بنالیں) یہ بھی بڑا مشکل کام اور سخت گھاٹی ہے لیکن ہم نے آپ کی اس بات کو بھی قبول کرلیا۔ لوگوں کو یہ تمام کام ناپسند ہیں۔ ان کاموں کو ناصرف وہی پسند کرے گا۔ جس کی ہدایت کا اللہ نے فیصلہ کردیا ہو اور جو ان کاموں کے انجام میں خیر چاہتا ہو۔ ہم نے آپ کے ان تمام کاموں کو دل و جان سے قبول کرلیا ہے اور انہیں قبول کرنے کا زبان سے اقرار کررہے ہیں اور ان کے پورا کرنے میں اپنی ساری طاقت خرچ کریں گے۔ اور آپ جو کچھ لائے ہیں اس پر ہم ایمان لارہے ہیں۔

اور اس معرفت خداوندی کی ہم تصدیق کررہے ہیں جو ہمارے دلوں میں پیوست ہوگئی ہے۔ ان تمام باتوں پر ہم آپ سے بیعت ہوتے ہیں اور ہم اپنے رب اور آپ کے رب سے بیعت ہوتے ہیں اللہ (کی مدد) کا ہاتھ ہمارے ہاتھوں کے اوپر ہے اور آپ کے خون کی حفاظت کے لئے ہم اپنے خون بہادیں گے اور آپ کی جان کو بچانے کے لئے اپنی جانیں قربان کردیں گے اور ان تمام چیزوں سے ہم آپ کی حفاظت کریں گے جن سے ہم اپنی اور اپنے بیوی بچوں کی حفاظت کرتے ہیں۔ اگر ہم اپنے اس عہد کو پورا کریں گے تو اللہ کے لئے پورا کریں گے اور اگر ہم اس عہد کے خلاف ورزی کریں گے تو یہ اللہ سے غداری ہوگی جو ہماری انتہائی بدنصیبی ہوگی۔ یارسول اللہ! یہ ہماری تمام گزارشات سچی ہیں۔ اور (ان گزارشات کے پورا کرنے کے لئے) ہم اللہ ہی سے مدد مانگتے ہیں۔ اس کے بعد حضرت اسعد نے حضرت عباس بن عبدالمطلب کی طرف چہرہ کرکے کہا اے وہ شخص جو اپنی بات کہہ کر ہمارے اور نبی کریم ﷺ کے درمیان آگیا ہے۔ اللہ ہی جانتا ہے کہ آپ کا ان باتوں سے کیا مقصد ہے؟ آپ نے یہ کہا ہے کہ یہ آپ کے بھتیجے ہیں اور تمام لوگوں سے زیادہ آپ کو محبوب ہیں تو ہم نے بھی ان کی وجہ سے اپنے قریب اور دور کے تمام رشتہ داروں سے تعلقات توڑ لئے ہیں اور ہم اس بات کی گواہی دے رہے ہیں کہ یہ اللہ کے رسول ہیں۔ اللہ نے ان کو اپنے پاس سے بھیجا ہے، یہ جھوٹے نہیں ہیں اور جو کلام یہ لائے ہیں وہ انسانوں کے کلام سے ملتا جلتا نہیں ہے۔ باقی آپ نے جو یہ کہا کہ آپ ان کے بارے میں ہم سے تب مطمئن ہوں گے جب آپ ہم سے پختہ عہد لے لیں گے تو حضورؐ کے لئے ہم سے جو بھی کوئی پختہ عہد لینا چاہیں ہمیں اس سے انکار نہیں ہے۔ لہٰذا آپ جو عہد لینا چاہتے ہیں لے لیں، اور پھر حضورؐ کی طرف متوجہ ہو

کر عرض کیا یا رسول اللہ! اپنی ذات کے لئے آپ جو عہد ہم سے لینا چاہیں لے لیں اور اپنے رب کے لئے جو شرطیں ہم پر لگانا چاہیں لگالیں۔ آگے حدیث میں ان حضرات کے بیعت ہونے کا پورا قصہ مذکور ہے۔[۱]

حضور ﷺ کا بازار میں جاکر دعوت کا پیش کرنا

حضرت ربیعہ بن عبادؓ جو قبیلہ بنی دیل کے ہیں جنہوں نے جاہلیت کا زمانہ پایا تھا اور مسلمان ہو گئے تھے۔ وہ فرماتے ہیں میں نے حضور ﷺ کو زمانہ جاہلیت میں بازار ذی المجاز میں دیکھا کہ آپ فرمارہے تھے اے لوگو! لا الٰہ الا اللہ کہو، کامیاب ہو جاؤ گے اور لوگ آپ کے ارد گرد جمع تھے اور آپ کے پیچھے ایک روشن چہرے والا بھینگا آدمی تھا جس کی دو زلفیں تھیں اور وہ یہ کہہ رہا تھا (نعوذ باللہ) کہ یہ بے دین اور جھوٹا آدمی ہے جہاں بھی آپ تشریف لے جاتے وہ آپ کے پیچھے ہوتا۔ میں نے اس آدمی کے بارے میں پوچھا (یہ کون ہے ؟) لوگوں نے بتایا کہ ان کا چچا ابو لہب ہے۔[۲] ایک روایت میں یہ بھی ہے کہ آپ ابو لہب سے بھاگتے تھے اور وہ آپ کا پیچھا کرتا تھا۔ اور ایک روایت میں یہ ہے کہ لوگ آپ پر ٹوٹ پڑتے تھے۔ لوگوں میں سے میں نے کسی کو (آپ کے سامنے) بولتے ہوئے نہیں دیکھا اور آپ مسلسل دعوت دیتے جاتے تھے، خاموش نہیں ہوتے تھے۔[۳]

حضرت طارق بن عبد اللہؓ فرماتے ہیں کہ میں بازار ذی المجاز میں تھا کہ اچانک ایک نوجوان آدمی گزرا جس نے سرخ دھاریوں والا جوڑا پہنا ہوا تھا۔ اور وہ یہ کہہ رہا تھا اے لوگو! لا الٰہ الا اللہ کہو کامیاب ہو جاؤ گے اور اس کے پیچھے ایک آدمی تھا جس نے اس نوجوان کی ایڑیوں اور پنڈلیوں کو زخمی کرر کھا تھا۔ اور وہ کہہ رہا تھا کہ اے لوگو! یہ جھوٹا ہے۔ اس کی بات مت مانو۔ میں نے پوچھا یہ کون ہے ؟ کسی نے کہا یہ بنی ہاشم کا نوجوان ہے جو اپنے آپکو اللہ کا رسول بتاتا ہے اور دوسرا اس کا چچا عبد العزیٰ (ابو لہب) ہے آگے حدیث اور بھی ہے۔[۴]

---

[۱] اخرجه ابو نعيم فى الدلائل (ص ۱۰۵) وستاتى احاديث البيعة فى البيعة على النصرة واحاديث الباب فى باب النصرة فى ابتداء امر الانصار ان شاء اللّٰه تعالى

[۲] اخرجه احمد واخرجه البيهقى بنحوه كذافى البداية(ج ۳ ص ۴۱) وقال الهيثمى (ج ٦ ص ۲۲) رواه احمد وابنه والطبرانى فى الكبير بنحوه والا وسط با ختصار با سانيد وا حد اسا نيد عبدالله بن احمد ثقات الرجال .انتهى وعزاه الحافظ فى الفتح (ج ۷ص ۱۵٦) الى البيهقى واحمد وقال صححه ابن حبان انتهى .

[۳] قال الهيثمى (ج ٦ ص ۲۲) وقد تقدم له طريق فى عرضه ﷺ الدعوة على القبائل

[۴] اخرجه الطبرانى قال الهيثمى (ج ٦ ص ۲۳) وفيه ابو جناب الكلبى وهو مدلس وقد وثقه ابن حبان وبقية رجاله رجال الصحيح انتهى

بنی مالک بن کنانہ کے ایک آدمی بیان کرتے ہیں کہ میں نے حضور ﷺ کو بازار ذی المجاز میں پھرتے ہوئے دیکھا۔آپ فرما رہے تھے اے لوگو! لا الہ الا اللہ کہو، کامیاب ہو جاؤ گے۔وہ صاحب کہتے ہیں کہ ابو جہل آپ پر مٹی پھینکتا اور کہتا خیال رکھنا یہ آدمی تمہیں تمہارے دین سے ہٹانہ دے۔یہ تو چاہتا ہے کہ تم اپنے خداؤں کو اور لات و عزیٰ کو چھوڑ دو۔اور حضورؐ اس کی طرف کوئی توجہ نہ فرماتے تھے۔راوی کہتے ہیں کہ میں نے عرض کیا کہ آپ حضور کا حلیہ اور اس وقت کی حالت بیان کر دیں۔انہوں نے کہا کہ حضور ﷺ نے دو سرخ دھاریوں والی چادریں پہنی ہوئی تھیں۔آپ کا قد درمیانہ اور جسم بھرا ہوا اور چہرہ انتہائی حسین اور بال بہت کالے اور آپ خود بہت گورے چٹے تھے اور آپ کے بال پورے اور گنجان تھے۔[1] اور قبائل پر دعوت پیش کرنے کے باب میں حضورؐ کا بازار عکاظ میں دعوت دینا پہلے (ص ۱۰۴ پر) گزر چکا ہے۔

حضور ﷺ کا اپنے قریبی رشتہ داروں پر دعوت کو پیش کرنا

حضرت عائشہؓ فرماتی ہیں جب یہ آیت وانذر عشیرتک الاقربین (اور ڈر سنا دے اپنے قریب کے رشتہ داروں کو) نازل ہوئی تو حضور ﷺ نے کھڑے ہو کر فرمایا اے فاطمہ بنت محمدؐ! اے صفیہ بنت عبد المطلب! اے اولاد عبد المطلب! (اپنی بیٹی اور پھوپھی کو اور دادا عبد المطلب کی اولاد کو مخاطب کر کے فرمایا) اللہ سے لے کر تمہیں کچھ دینے میں میرا کوئی زور نہیں چلتا ہے ہاں میرے مال میں سے جو چاہو مانگ سکتے ہو۔[2]

حضرت علیؓ فرماتے ہیں کہ جب یہ آیت وانذر عشیرتک الاقربین نازل ہوئی تو حضورؐ نے اپنے خاندان والوں کو جمع فرمایا۔تیس آدمی جمع ہو گئے۔سب نے کھایا پیا۔حضرت علیؓ فرماتے ہیں کہ حضورؐ نے ان سے یہ فرمایا تم میں کون ایسا ہے جو میرے قرضہ کی ادائیگی اور میرے وعدوں کے پورا کرنے کی ذمہ داری لیتا ہے؟ جو یہ ذمہ داری لے گا وہ جنت میں میرے ساتھ ہوگا اور وہ میرے اہل میں میرا قائم مقام ہوگا۔ایک آدمی نے کہا آپ تو سمندر ہیں آپ کی ان ذمہ داریوں کو کون نبھا سکتا ہے۔اس کے بعد آپ نے اس بات کو تین مرتبہ پیش فرمایا۔حضرت علیؓ فرماتے ہیں کہ آپ نے یہ بات اپنے گھر والوں پر بھی پیش کی۔اس پر حضرت علیؓ

---

[1] اخرجه احمد وقال الهيثمي (ج ٦ ص ٢١) رواه احمد ورجاله رجال الصحيح انتهى واخرجه البيهقي ايضاً بمعناه الا انه لم يذكر نعته ﷺ كما في البداية (ج ٣ ص ١٣٩) وقال كذا قال في هذا السياق ابو جهل وقد يكون وهما ويحتمل ان يكون تارة يكون ذا وتارة يكون ذا وانهما كانا يتناوبان على اذاته ﷺ انتهى

[2] اخرجه احمد وانفرد باخراجه مسلم

نے کہا میں تیار ہوں۔[۱]

حضرت علیؓ فرماتے ہیں کہ حضور ﷺ نے بنو عبد المطلب کو جمع کیا یا آپ نے ان کو بلایا۔ اور یہ ایسے لوگ تھے کہ ان میں سے ہر ایک سالم بکرا کھا جاتا تھا اور تین صاع یعنی ساڑھے دس سیر تک پی جاتا تھا لیکن آپ نے ان کے لئے ایک مد (چودہ چھٹانک) کھانا تیار کیا۔ انہوں نے خوب سیر ہو کر کھانا کھایا۔ کھانا اتنا ہی رہا جتنا پہلے تھا اس میں کوئی کمی نہیں آئی۔ ایسا معلوم ہوتا تھا کہ جیسے اسے ہاتھ ہی نہ لگا ہو پھر آپ نے ایک چھوٹا پیالہ منگوایا جسے انہوں نے پیا تو وہ سیراب ہو گئے اور وہ مشروب ویسے ہی باقی رہا جیسے کسی نے اسے ہاتھ ہی نہ لگایا ہو یا اسے کسی نے پیا ہی نہ ہو۔ اور آپ نے فرمایا اے بنو عبد المطلب! مجھے تمہاری طرف خاص طور سے اور تمام انسانوں کی طرف عام طور سے بھیجا گیا ہے اور تم میرا یہ معجزہ دیکھ چکے ہو (کہ تم سب نے سیر ہو کر کھایا اور پیا اور کھانے اور پینے میں کوئی کمی نہیں آئی) تم میں سے کون میرا بھائی اور میرا ساتھی بننے پر مجھ سے بیعت کرتا ہے؟ حضرت علیؓ فرماتے ہیں کہ کوئی بھی کھڑا نہ ہوا تو میں کھڑا ہو گیا۔ حالانکہ میں ان سب میں چھوٹا تھا۔ آپ نے (مجھ سے) فرمایا بیٹھ جاؤ۔ آپؐ نے ان سے تین مرتبہ یہ مطالبہ کیا۔ ہر دفعہ میں ہی کھڑا ہوتا رہا اور آپؐ مجھے فرما دیتے کہ بیٹھ جاؤ۔ تیسری مرتبہ آپ نے اپنا ہاتھ میرے ہاتھ پر مارا (یعنی مجھے بیعت کیا)۔[۲]

حضرت علیؓ فرماتے ہیں کہ جب یہ آیت **وانذر عشیرتك الاقربین** نازل ہوئی تو حضور ﷺ نے فرمایا اے علی! بکری کی ایک دستی کا سالن بنالو اور ایک صاع یعنی ساڑھے تین سیر آٹے کی روٹیاں تیار کر لو اور بنی ہاشم کو میرے پاس بلا لاؤ اس وقت بنی ہاشم کی تعداد چالیس یا انتالیس تھی۔ حضرت علیؓ فرماتے ہیں (بنی ہاشم کے جمع ہونے کے بعد) حضورؐ نے کھانا منگوا کر ان کے سامنے رکھ دیا ان سب نے خوب سیر ہو کر کھایا۔ حالانکہ ان میں بعض ایسے بھی تھے جو اکیلا ہی سالم بکرا مع شوربے کے کھا جائے پھر آپ نے ان کو دودھ کا ایک پیالہ دیا۔ سب نے اس کو پیا اور سب سیراب ہو گئے تو ان میں سے ایک نے کہا۔ ہم نے آج جیسا جادو کبھی نہیں دیکھا۔ لوگوں کا خیال ہے کہ یہ کہنے والا ابو لہب تھا (دوسرے دن) حضور ﷺ نے فرمایا اے علی! بکری کی ایک دستی کا سالن بنالو۔ اور ایک صاع یعنی ساڑھے تین سیر آٹے کی روٹیاں تیار کر لو۔ اور دودھ کا ایک بڑا پیالہ تیار کر لو۔ حضرت علیؓ فرماتے ہیں میں نے یہ سارا انتظام کر لیا۔ انہوں نے پہلے دن کی طرح سے خوب کھایا اور خوب پیا اور پہلے دن کی طرح کھانا اور دودھ بچ گیا (ان میں برکت ہو گئی) اس دن بھی ایک آدمی نے کہا ہم نے

---

[۱] اخرجه احمد [۲] اخرجه احمد كذافى التفسير لابن كثير (ج ۳ ص ۳۵۰)

آج جیسا جادو کبھی نہیں دیکھا (تیسرے دن) حضورؐ نے پھر فرمایا اے علیؓ! بکری کی ایک دستی کا سالن بنالو اور ایک صاع آٹے کی روٹیاں تیار کرلو اور دودھ کا ایک بڑا پیالہ تیار کرلو۔ چنانچہ میں نے سب کچھ تیار کرلیا۔ آپ نے فرمایا اے علیؓ! بنی ہاشم کو میرے پاس بلالاؤ۔ میں ان سب کو بلالایا۔ ان سب نے کھایا اور پیا حضورؐ نے ان کے کچھ کہنے سے پہلے ہی گفتگو شروع فرمادی اور فرمایا تم میں سے کون ایسا ہے؟ جو میرے قرضہ کی ادائیگی کی ذمہ داری لیتا ہے؟ حضرت علیؓ فرماتے ہیں میں بھی چپ رہا اور باقی لوگ بھی چپ رہے۔ آپ نے دوبارہ یہی بات ارشاد فرمائی تو میں نے کہا یا رسول اللہ! میں تیار ہوں۔ حضورؐ نے فرمایا تم اے علیؓ! تم اے علیؓ! یعنی اس کام کے لئے تم ہی مناسب ہو۔[1]

ابن ابی حاتم نے بھی اسی مفہوم کی حدیث بیان کی ہے اور اس میں یہ مضمون ہے کہ حضورؐ نے فرمایا کہ تم میں سے کون میرے قرضے کی ادائیگی کی ذمہ داری لیتا ہے اور میرے بعد میرے اہل میں میرا قائم مقام بننے کے لئے تیار ہے؟ حضرت علیؓ فرماتے ہیں کہ سب لوگ خاموش رہے اور حضرت عباسؓ بھی اس ڈر کی وجہ سے خاموش رہے کہ حضورؐ کے قرضے کو ادا کرنے کیلئے کہیں ان کا سارا مال نہ خرچ کرنا پڑ جائے، حضرت علیؓ فرماتے ہیں میں اس وجہ سے خاموش رہا کہ حضرت عباسؓ مجھ سے عمر میں بڑے ہیں اور پھر خاموش ہیں، پھر آپ نے یہی بات دوبارہ فرمائی حضرت عباسؓ پھر خاموش رہے، جب میں نے یہ دیکھا تو میں نے کہا یا رسول اللہ! میں (تیار ہوں) حضرت علیؓ فرماتے ہیں (میں اس ذمہ داری کے لئے تیار تو ہوگیا) لیکن میری شکل وصورت سب سے خستہ تھی اور میری آنکھیں چندھیائی ہوئی تھیں۔ پیٹ بڑا تھا ٹانگیں پتلی تھیں۔[2] یہی حدیث مجمع پر دعوت پیش کرنے کے باب میں حضرت ابن عباسؓ کی روایت سے ایک اور طرح (صفحہ ۹۸) پر گزر چکی ہے۔

حضور ﷺ کا سفر میں دعوت کو پیش فرمانا

حضرت سعدؓ رہبر بن کر حضور ﷺ کو رکوبہ گھاٹی کے راستے سے لے کر گئے تھے۔ ان کے بیٹے کہتے ہیں کہ میرے والد نے مجھ سے بیان فرمایا کہ حضور ﷺ ہمارے ہاں تشریف

---

[1] اخرجه البزار قال الهيثمي (ج۸ص ۳۰۲) رواه البزار واللفظ له واحمد باختصار والطبراني في الاوسط باختصار ايضا ورجال احمد واحد اسنادي البزار رجال الصحيح غير شريك وهو ثقة انتهى

[2] كذافي التفسير لابن كثير (ج ۳ص ۳۵۱) واخرجه البيهقي في الدلائل وابن جرير بابسط من هذا السياق بزيادات اخر باسناد ضعيف كما في التفسير لابن كثير (ج۳ص ۳۵۰) والبداية (ج ۳ص ۳۹)

لائے۔آپ کے ساتھ حضرت ابو بکرؓ بھی تھے۔ حضرت ابو بکرؓ کی ایک شیر خوار بیٹی ہمارے ہاں بسلسلہ رضاعت رہتی تھی اور حضورؐ چاہتے تھے کہ مدینہ کا سفر چھوٹے راستہ سے کریں تو ان سے حضرت سعد نے عرض کیا کہ رکوبہ گھاٹی کے نیچے سے جو راستہ جاتا ہے وہ زیادہ قریب ہے لیکن وہاں قبیلہ اسلم کے دو ڈاکو رہتے ہیں جن کو مہانان کہا جاتا ہے۔اگر آپ چاہیں تو ان کے پاس سے گزرنے والے راستہ سے سفر کریں۔ حضورؐ نے فرمایا ان ڈاکوؤں والے راستے سے ہمیں لے چلو۔ حضرت سعد فرماتے ہیں کہ ہم اس راستے سے چلے۔جب ہم ان کے قریب پہنچے تو ان میں سے ایک دوسرے سے کہہ رہا تھا۔لو یہ یمانی آگیا۔ حضورؐ نے ان دونوں کو دعوت دی اور ان پر اسلام کو پیش فرمایا۔وہ دونوں مسلمان ہو گئے۔آپ نے ان کے نام پوچھے انہوں نے کہا ہم مہانان ہیں (یعنی دو گرے پڑے آدمی) آپ نے فرمایا نہیں تم دونوں مکرمان ہو (یعنی قابل اکرام ہو) پھر آپ نے انہیں اپنے پاس مدینہ آنے کا حکم دیا۔[1] آگے حدیث اور بھی ہے۔

حضرت ابن عمرؓ فرماتے ہیں کہ ہم ایک سفر میں حضور ﷺ کے ساتھ تھے۔سامنے سے ایک دیہاتی آیا۔جب وہ حضورؐ کے قریب پہنچا تو اس سے حضورؐ نے پوچھا کہاں کا ارادہ ہے؟ اس نے کہا اپنے گھر جارہا ہوں۔آپ نے فرمایا تم کلمہ شہادت اشهد ان لآ الله الا الله وحده لا شريك له وان محمدا عبده ورسوله پڑھ لو۔اس نے کہا جو بات آپ کہہ رہے ہیں کیا اس پر کوئی گواہ ہے؟ آپ نے فرمایا یہ درخت گواہ ہے۔چنانچہ حضورؐ نے اس درخت کو بلایا اور وہ درخت وادی کے کنارے پر تھا۔وہ درخت زمین کو پھاڑتا ہوا آپ کے سامنے آکر کھڑا ہو گیا۔ آپ نے اس سے تین مرتبہ گواہی طلب فرمائی۔اس نے تین مرتبہ گواہی دی کہ حضورؐ جیسے فرمارہے ہیں بات ویسے ہی ہے۔پھر وہ درخت اپنی جگہ واپس چلا گیا۔وہ دیہاتی اپنی قوم کے پاس واپس چلا گیا اور جاتے ہوئے اس نے حضورؐ سے یہ عرض کیا کہ اگر میری قوم والوں نے میری بات مان لی تو میں ان سب کو آپ کے پاس لے آؤں گا ورنہ میں خود آپ کے پاس واپس آجاؤں گا۔اور آپ کے ساتھ رہا کروں گا۔[2]

حضرت عاصم اسلمیؓ فرماتے ہیں کہ جب حضورؐ نے مکہ سے مدینہ کو ہجرت فرمائی اور آپ غمیم مقام پر پہنچے تو حضرت بریدہ بن حصیبؓ آپ کی خدمت میں حاضر ہوئے۔آپ نے ان کو

---

[1] اخرجه احمد (ج ٤ ص ٧٤) قال الهيثمی (ج ٦ ص ٥٨) رواه عبدالله بن احمد وابن سعد اسمه عبدالله ولم اعرفه وبقية رجاله ثقات [2] واخرجه الحاكم ابو عبدالله البيسا بوری وهذا اسناد جيد ولم يخرجوه ولا رواه الا مام احمد كذافی البداية (ج ٦ ص ١٢٥) وقال الهيثمی (ج ٨ ص ٢٩٢) رواه الطبرانی ورجاله رجال الصحيح ورواه ابو يعلى ايضا والبزار انتهى

اسلام کی دعوت دی وہ بھی مسلمان ہو گئے اور ان کے ساتھ تقریباً اسی گھرانے بھی مسلمان ہوئے۔ پھر حضورؐ نے عشاء کی نماز پڑھائی اور انہوں نے آپ کے پیچھے نماز ادا کی۔[1]

حضور ﷺ کا دعوت دینے کے لئے پیدل سفر فرمانا

حضرت عبداللہ بن جعفرؓ فرماتے ہیں کہ جب ابو طالب کا انتقال ہوا تو حضور ﷺ طائف والوں کو اسلام کی دعوت دینے کے لئے طائف پیدل تشریف لے گئے۔ آپ نے ان کو اسلام کی دعوت دی لیکن انہوں نے آپ کی دعوت کو قبول نہ کیا۔ آپ وہاں سے واپس ہوئے۔ راستہ میں ایک درخت کے سایہ میں دو رکعت نماز پڑھی اور پھر یہ دعا مانگی:

اللھم انی اشکو الیك ضعف قوتی وھوانی علی الناس یا ارحم الراحمین انت ارحم الراحمین الی من تکلنی الی عدو یتجھمنی ام الی قریب ملکته امری ان لم تکن غضبان علی فلا ابالی غیر ان عافیتك اوسع لی اعوذ بو جھك الذی اشرقت له الظلمات وصلح علیه امر الدنیا والآخرۃ ان ینزل بی غضبك او یحل بی سخطك لك العتبی حتی ترضی ولا قوۃ الا باللّٰہ۔

ترجمہ: اے اللہ تجھ ہی سے شکایت کرتا ہوں میں اپنی کمزوری اور لوگوں میں ذلت اور رسوائی کی۔ اے ارحم الراحمین تو ارحم الراحمین ہے تو مجھے کس کے حوالے کرتا ہے کسی ایسے دشمن کے جو مجھے دیکھ کر ترش رو ہوتا ہے اور منہ چڑاتا ہے یا ایسے رشتہ دار کے جس کو تو نے مجھ پر قابو دے دیا۔ اے اللہ اگر تو مجھ سے ناراض نہیں تو مجھے کسی کی بھی پرواہ نہیں ہے۔ تیری حفاظت مجھے کافی ہے۔ میں آپ کے اس چہرہ کے طفیل جس سے تمام اندھیریاں روشن ہو گئیں اور جس سے دنیا اور آخرت کے سارے کام درست ہو جاتے ہیں۔ اس بات سے پناہ مانگتا ہوں کہ مجھ پر تیرا غصہ ہو یا تو مجھ سے ناراض ہو۔ تیری ناراضگی کا اس وقت تک دور کرنا ضروری ہے جب تک تو راضی نہ ہو۔ اللہ کے سوا کسی سے نیکی کی طاقت نہیں ملتی۔[2] یہی حدیث دعوت الی اللہ کی وجہ سے تکلیفیں برداشت کرنے کے باب میں حضرت زہری وغیرہ کی روایت سے اور تفصیل سے آئے گی۔

میدان جنگ میں اللہ تعالیٰ کی طرف دعوت دینا

حضرت ابن عباسؓ فرماتے ہیں جب تک حضور ﷺ کسی قوم کو دعوت نہ دے لیتے اس

---

[1] اخرجه ابن سعد (ج ٤ ص ٢٤٢) [2] اخرجه الطبرانی قال الھیثمی (ج ٦ ص ٣٥) وفیه ابن اسحاق وھو مدلس ثقة وبقیة رجاله ثقات انتھی۔

وقت تک ان سے جنگ نہ فرماتے۔[1] حضرت عبدالرحمٰن بن عائذؓ فرماتے ہیں جب حضور ﷺ کوئی لشکر روانہ فرماتے تو ان کو یہ نصیحت فرماتے کہ لوگوں سے الفت پیدا کرو۔ (ان کو اپنے سے مانوس کرو) جب تک ان کو دعوت نہ دے لو ان پر حملہ نہ کرنا اور چھاپہ نہ مارنا۔ کیونکہ روئے زمین پر جتنے کچے اور پکے مکان ہیں (یعنی جتنے شہر اور دیہات ہیں) ان کے رہنے والوں کو تم اگر مسلمان بنا کر میرے پاس لے آؤ۔ یہ مجھے اس سے زیادہ محبوب ہے کہ تم ان کی عورتوں اور بچوں کو میرے پاس لے آؤ اور ان کے مردوں کو قتل کر دو۔[2]

حضرت بریدہؓ فرماتے ہیں کہ حضور ﷺ جب کسی کو کسی جماعت یا لشکر کا امیر بنا کر روانہ فرماتے تو اس کو خاص اپنی ذات کے بارے میں بھی اللہ سے ڈرنے کا حکم دیتے اور جو مسلمان اس کے ساتھ ہیں ان کے ساتھ اچھا سلوک کرنے کا بھی حکم دیتے اور فرماتے کہ جب تمہارا مشرک دشمنوں سے سامنا ہو تو ان کو تین باتوں میں سے ایک کی دعوت دینا۔ ان باتوں میں سے جو بات بھی وہ مان لیں تم اسے ان سے قبول کر لینا اور ان سے جنگ کرنے سے رک جانا۔ پہلے ان کو اسلام کی دعوت دو اور انہیں یہ بتلا دو کہ اگر وہ ایسا کریں گے تو ان کو وہ تمام منافع ملیں گے جو مہاجرین کو ملتے ہیں اور ان پر وہ تمام ذمہ داریاں ہوں گی جو مہاجرین پر ہوتی ہیں اور اگر وہ اسے نہ مانیں اور اپنے علاقے میں رہنے کو ہی پسند کریں تو انہیں یہ بتلا دو کہ وہ دیہاتی مسلمانوں کی طرح سے ہوں گے اور اللہ کے حکم جو عام مسلمانوں کے ذمہ ہیں وہ ان کے ذمہ ہوں گے اور انہیں فئے اور مال غنیمت میں سے کوئی حصہ نہیں ملے گا ہاں اگر مسلمانوں کے ساتھ جہاد میں شریک ہوئے تو حصہ ملے گا۔ اگر وہ اسلام کو قبول کرنے سے انکار کر دیں تو انہیں جزیہ دینے کی دعوت دو۔ اگر وہ اسے مان جائیں تو تم اسے قبول کر لو اور ان سے رک جاؤ اور اگر وہ اسے بھی نہ مانیں تو اللہ سے مدد لے کر ان سے جنگ کرو۔ اور جب تم کسی قلعہ والوں کا محاصرہ کرو اور قلعہ والے تم سے یہ مطالبہ کریں کہ ہمیں اللہ کے حکم پر اتارو تو تم ایسا نہ کرنا کیونکہ تم یہ نہیں جانتے ہو کہ ان کے بارے میں اللہ کا کیا حکم ہے؟ بلکہ تم ان سے اپنے فیصلے

---

[1] اخرجه عبدالرزاق و كذلك رواه الحاكم فى المستدرك وقال حديث صحيح الاسنا دو لم يخرجاه ورواه احمد فى مسنده والطبرانى فى معجمه كذافى نصب الراية (ج ۲ ص ۲۷۸) وقال الهيثمى (ج ۵ ص ۳۰٤) رواه احمد وابو يعلى والطبرانى باسانيد ورجال احدها رجال الصحيح انتهى واخرجه ايضا ابن النجار كما فى كنز العمال (ج ۲ ص ۲۹۸) والبيهقى فى سننه (ج ۹ ص ۱۰۷)

[2] اخرجه ابن منده وابن عساكر كذافى الكنز (ج ۲ ص ۲۹٤) واخرجه ابن منده وابن عساكر كذافى الكنز (ج ۲ ص ۲۹٤) واخرجه ايضا ابن شاهين والبغوى كما فى الاصابة (ج ۳ ص ۱۵۲) والترمذى (ج ۱ ص ۱۹۵)

کے ماننے کا مطالبہ کرو۔ پھر تم ان کے بارے میں جو چاہو فیصلہ کرو۔[1]

حضرت انس بن مالکؓ فرماتے ہیں کہ حضور ﷺ نے حضرت علی بن ابی طالبؓ کو ایک قوم سے جنگ کرنے کے لئے بھیجا۔ پھر حضرت علیؓ کے پاس ایک قاصد بھیجا اور اس قاصد کو یہ ہدایت کی کہ حضرت علیؓ کو پیچھے سے آواز نہ دینا (بلکہ ان کے قریب جاکر) ان سے یہ کہنا کہ جب تک اس قوم والوں کو دعوت نہ دے لیں ان سے جنگ نہ کریں۔[2]

حضرت علیؓ فرماتے ہیں کہ حضور ﷺ نے ان کو ایک رخ پر بھیجا۔ پھر ایک آدمی سے کہا کہ علیؓ کے پاس جاؤ اور انہیں پیچھے سے مت آواز دینا اور ان کو یہ پیغام دو کہ حضورؐ انہیں اپنا انتظار کرنے کا حکم دے رہے ہیں۔ اور ان سے یہ بھی کہو کہ تم جب تک کسی قوم کو دعوت نہ دے لو ان سے جنگ نہ کرو۔[3] حضرت علیؓ فرماتے ہیں کہ جب حضور ﷺ نے انہیں بھیجا تو ان سے فرمایا کہ جب تک تم کسی قوم کو دعوت نہ دے لو ان سے جنگ نہ کرو۔[4] اور صفحہ ص ۶۲ پر حضرت سہل بن سعدؓ کی حدیث بروایت بخاری وغیرہ گزر چکی ہے کہ حضور ﷺ نے حضرت علیؓ کو جنگ خیبر کے دن فرمایا۔ تم اطمینان سے چلتے رہو یہاں تک کہ ان کے میدان میں پہنچ جاؤ پھر ان کو اسلام کی دعوت دو اور اللہ تعالیٰ کے جو حق ان پر واجب ہیں وہ ان کو بتاؤ۔ اللہ کی قسم! تمہارے ذریعہ سے اللہ تعالیٰ ایک آدمی کو ہدایت دے دے۔ یہ تمہارے لئے اس سے زیادہ بہتر ہے کہ تمہیں سرخ اونٹ مل جائیں۔

حضرت فروہ بن مسیک الغطیفیؓ فرماتے ہیں کہ میں نے حضور ﷺ کی خدمت میں حاضر ہو کر عرض کیا یا رسول اللہ! کیا میں اپنی قوم کے ماننے والوں کو لے کر قوم کے نہ ماننے والوں سے جنگ نہ کروں؟ آپ نے فرمایا ضرور کرو۔ پھر میری رائے کچھ بدل گئی تو میں نے عرض کیا۔ یا رسول اللہ! میرا خیال ہے کہ میں ان سے جنگ نہ کروں کیونکہ وہ اہل سبا ہیں۔ وہ بہت عزت والے اور بڑی طاقت والے ہیں لیکن حضورؐ نے مجھے امیر بنا دیا اور سبا سے جنگ کرنے کا حکم دیا۔ جب میں آپ کے پاس سے چلا گیا تو اللہ تعالیٰ نے سبا کے بارے میں قرآن کی آیات نازل فرمائیں۔ تو حضورؐ نے فرمایا کہ غطیفی کا کیا ہوا؟ آپ نے مجھے بلانے کے لئے میرے گھر

---

[1] اخرجه ابو داؤد (ص ۳۵۸) واللفظ له ومسلم (ج ۲ ص ۸۲) وابن ماجة (ص ۲۱۰) والبیهقی (ج ۹ ص ۱۸٤) قال الترمذی حدیث بریدة حدیث حسن صحیح واخرجه ایضا احمد والشافعی والدارمی والطحاوی وابن حبان وابن الجارود وابن ابی شیبه وغیرهم کما فی کنز العمال (ج ۲ ص ۲۹۷) [2] اخرجه الطبرانی فی الاوسط قال الهیثمی (ج ۵ ص ۳۰۵) رجاله رجال الصحیح غیر عثمان بن یحیی القرقسانی وهو ثقة اه. [3] اخرجه ابن راهویه کذافی کنز العمال (ج ۲ ص ۲۹۷) [4] اخرجه عبدالرزاق کذافی نصب الرایة (ج ۲ ص ۳۷۸)

ایک آدمی کو بھیجا۔ جب وہ آدمی میرے گھر پہنچا تو میں گھر سے روانہ ہو چکا تھا۔ اس نے مجھے راستہ سے واپس ہونے کو کہا۔ چنانچہ میں واپس حضور ﷺ کی خدمت میں آیا۔ آپ بیٹھے ہوئے تھے اور آپ کے ارد گرد صحابہؓ بھی بیٹھے ہوئے تھے۔ آپ نے مجھ سے فرمایا قوم کو دعوت دو۔ ان میں سے جو مان جائے اسے قبول کر لو۔ اور جو نہ مانے اس کے بارے میں جب تک مجھے خبر نہ ہو جائے جلدی نہ کرنا۔ لوگوں میں سے ایک آدمی نے کہا یا رسول اللہ! سبا کیا چیز ہے کوئی جگہ ہے یا عورت ہے؟ آپ نے فرمایا سبا تو عرب کا ایک مرد تھا جس کے دس بیٹے ہوئے ان میں سے چھ یمن میں آباد ہوئے اور چار شام میں۔ جو شام میں آباد ہوئے ان کے نام لخم اور جذام اور غسان اور عاملہ ہیں اور یمن میں آباد ہونے والوں کے نام ازد اور کندہ اور حمیر اور اشعریون اور انمار اور مذحج ہیں۔ اس آدمی نے پوچھا یا رسول اللہ! انمار کون ہیں؟ آپ نے فرمایا انمار وہ ہیں جن میں خثعم اور بجیلہ قبیلہ کے لوگ ہیں۔[۱]

حضرت فروہؓ فرماتے ہیں کہ میں حضور ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوا اور عرض کیا یا رسول اللہ! کیا میں اپنی قوم کے ماننے والوں کو لے کر نہ ماننے والوں سے جنگ کروں؟ آپ نے فرمایا ہاں اپنی قوم کے ماننے والوں کو لے کر نہ ماننے والوں سے جنگ کرو۔ جب میں واپس مڑا تو آپ نے مجھے بلایا اور فرمایا کہ جب تک تم ان کو اسلام کی دعوت نہ دے لو ان سے جنگ نہ کرنا۔ میں نے پوچھا یا رسول اللہ! سبا کیا چیز ہے، کیا وہ کوئی وادی ہے یا کوئی پہاڑ ہے یا اور کوئی چیز ہے؟ آپ نے فرمایا نہیں سبا تو عرب کا ایک آدمی تھا جس کے دس بیٹے ہوئے۔ آگے حدیث اور بھی ہے۔[۲]

حضرت خالد بن سعیدؓ فرماتے ہیں کہ حضور ﷺ نے مجھے یمن بھیجا اور فرمایا کہ عرب کے جس قبیلہ پر تمہارا گزر ہو اور تمہیں اس قبیلہ سے اذان کی آواز سنائی دے تو ان سے چھیڑ چھاڑ نہ کرنا۔ اور جس قبیلہ سے تمہیں اذان کی آواز سنائی نہ دے ان کو اسلام کی دعوت دینا۔[۳]

حضرت ابی بن کعبؓ فرماتے ہیں کہ لات اور عزیٰ بتوں کے پاس رہنے والوں میں سے کچھ لوگ قیدی بنا کر حضور ﷺ کی خدمت میں لائے گئے فرماتے ہیں کہ حضورؐ نے (لانے والوں سے) پوچھا کیا تم نے ان کو اسلام کی دعوت دی تھی؟ انہوں نے عرض کیا جی نہیں۔ آپ نے

---

[۱] اخرجه ابن سعد واحمد وابو داؤد والترمذی (ج ۲ ص ۱۵٤) وحسنه والطبرانی والحاكم كذافی كنز العمال (ج ۱ ص ۲٦۰)

[۲] اخرجه احمد ایضاً وعبد بن حمید وهذا اسناد حسن وان كان فیه ابو جناب الكلبی وقد تكلموا فیه لكن رواه ابن جریر عن ابی كریب عن العنصری عن اسباط بن نصر عن یحیی بن هانی المرادی عن عمه اوعن ابیه شك اسباط قال قدم فروة بن مسیك علی رسول الله ﷺ وذكره كذافی التفسیر لابن كثیر (ج ۳ ص ۵۳۱)

[۳] اخرجه الطبرانی قال الهیثمی (ج ۵ ص ۳۰۷) وفی یحیی بن عبدالحمید الحمانی وهو ضعیف.

فرمایا ان کا راستہ چھوڑ دو یہاں تک کہ یہ اپنی امن کی جگہ میں پہنچ جائیں پھر آپ نے یہ دو آیتیں تلاوت فرمائیں۔

اِنَّآ اَرْسَلْنٰكَ شَاهِدًا وَّمُبَشِّرًا وَّنَذِيْرًا ۙ وَّدَاعِيًا اِلَى اللّٰهِ بِاِذْنِهٖ وَسِرَاجًا مُّنِيْرًا ۙ

ترجمہ: "ہم نے تجھ کو بھیجا بتانے والا اور خوشخبری سنانے والا اور ڈرانے والا اور بلانے والا اللہ کی طرف اس کے حکم سے اور چمکتا ہوا چراغ"۔

وَاُوْحِيَ اِلَيَّ هٰذَا الْقُرْاٰنُ لِاُنْذِرَكُمْ بِهٖ وَمَنْ بَلَغَ ۭ اَىِٕنَّكُمْ لَتَشْهَدُوْنَ اَنَّ مَعَ اللّٰهِ اٰلِهَةً اُخْرٰى

آخری آیت تک

ترجمہ: "اور اترا ہے مجھ پر یہ قرآن، تاکہ تم کو اس سے خبردار کروں اور جس کو یہ پہنچے کیا تم گواہی دیتے ہو کہ اللہ کے ساتھ معبود اور بھی ہیں"۔ [1]

حضور ﷺ نے لات و عزیٰ کے پاس رہنے والوں کی طرف ایک لشکر بھیجا۔ جنہوں نے عرب کے ایک قبیلہ پر رات کو اچانک حملہ کیا اور ان کے تمام لڑنے والوں کو اور ان کے بال بچوں کو قید کر لیا (اور حضور کی خدمت میں لے کر آئے) ان قیدیوں نے (حضورؐ سے) کہا انہوں نے دعوت دیئے بغیر ہم پر حملہ کیا ہے۔ حضور ﷺ نے لشکر والوں سے پوچھا۔ انہوں نے قیدیوں کی بات کی تصدیق کی۔ آپ نے فرمایا ان کو ان کی امن کی جگہ میں واپس پہنچاؤ پھر ان کو دعوت دو۔ [2]

حضور ﷺ کا افراد کو اللہ و رسولؐ کی دعوت دینے کیلئے بھیجنا

حضرت عروہ بن زبیرؓ فرماتے ہیں کہ جب انصار نے حضور ﷺ کی بات سن لی اور اس پر انہیں یقین آ گیا اور ان کے دل آپ کی دعوت سے پوری طرح مطمئن ہو گئے تو انہوں نے آپ کی تصدیق کی اور آپ پر ایمان لے آئے اور یہ لوگ (سارے عالم کے لئے) بھلائی اور خیر کا سبب بنے اور انہوں نے اگلے سال موسم حج میں آپ کی خدمت میں حاضر ہونے کا وعدہ کیا اور اپنی قوم میں واپس چلے گئے اور حضورؐ کی خدمت میں یہ پیغام بھیجا کہ آپ ہمارے پاس اپنے ہاں سے ایک آدمی بھیج دیں جو لوگوں کو کتاب اللہ کی دعوت دے کیونکہ آدمی کے آنے سے لوگ بات جلدی مان لیں گے تو حضورؐ نے حضرت مصعب بن عمیرؓ کو ان کے ہاں بھیج دیا۔ حضرت مصعبؓ قبیلہ بنو عبد الدار میں سے تھے، حضرت مصعبؓ قبیلہ بنی غنم میں حضرت اسعد بن

---

[1] اخرجه البيهقي (ج ٩ ص ١٠٧) قال البيهقي روح بن مسافر ضعيف

[2] عند الحارث من طريق الواقدي كما في الكنز (ج ٢ ص ٢٩٧)

زرارہؓ کے پاس ٹھہرے اور وہ لوگوں کو حضورؐ کی باتیں سناتے اور قرآن شریف پڑھ کر سناتے۔ پھر حضرت مصعب حضرت سعد بن معاذ کے پاس ٹھہر کر دعوت کے کام میں لگے رہے اور اللہ تعالیٰ ان کے ہاتھوں لوگوں کو ہدایت دیتے رہے۔ حتی کہ انصار کے ہر گھر میں کچھ نہ کچھ لوگ مسلمان ہو گئے۔ اور ان کے بت توڑ دیئے گئے۔ حضرت مصعب بن عمیرؓ حضور ﷺ کے پاس واپس چلے گئے اور ان کو مقری (پڑھانے والے) کے نام سے پکارا جاتا تھا۔ [۱] طبرانی میں حضرت عروہؓ کی یہ حدیث اور زیادہ تفصیل سے مذکور ہے اور اس میں حضورؐ کے انصار پر دعوت کو پیش فرمانے کا ذکر بھی ہے۔ جیسے کہ امر انصار کی ابتدا کے باب میں انشاء اللہ آئے گا اور اس حدیث میں یہ مضمون ہے کہ انصار اپنی قوم میں واپس چلے گئے اور خفیہ طور پر دعوت دینے لگے اور ان کو رسول اللہ ﷺ کی خبر دی اور جو دین دے کر اللہ نے آپ کو بھیجا ہے اس کے بارے میں ان کو بتایا اور قرآن سنا کر انہیں حضورؐ کی اور دین کی دعوت دی۔ چنانچہ انصار کے ہر گھر میں کچھ نہ کچھ افراد مسلمان ہو گئے۔ پھر انہوں نے حضورؐ کی خدمت میں یہ پیغام بھیجا کہ آپ ہمارے پاس اپنے ہاں سے ایک ایسا آدمی بھیج دیں جو لوگوں کو کتاب اللہ سنا کر اللہ کی طرف دعوت دے۔ کیونکہ آدمی کے آنے سے لوگ بات جلدی مان لیں گے۔ چنانچہ حضورؐ نے قبیلہ بنی عبدالدار کے حضرت مصعب بن عمیرؓ کو ان کے ہاں بھیج دیا اور وہ قبیلہ بنی غنم میں حضرت اسعد بن زرارہؓ کے پاس ٹھہرے اور لوگوں کو دعوت دینے میں مشغول ہو گئے۔ اسلام پھیلنے لگا اور اسلام والے زیادہ ہونے لگے اور وہ خفیہ طور پر دعوت دے رہے تھے۔ پھر حضرت عروہ نے حضرت مصعب کے حضرت سعد بن معاذ کو دعوت دینے کا اور حضرت سعدؓ کے مسلمان ہونے اور قبیلہ بنو عبدالاشہل کے مسلمان ہونے کا تذکرہ کیا جیسے کہ حضرت مصعب کے دعوت دینے کے باب میں آگے آئے گا۔ پھر حضرت عروہ نے فرمایا کہ بنی نجار نے حضرت مصعب بن عمیرؓ کو اپنے ہاں سے چلے جانے کو کہا اور (اس بارے میں ان کے میزبان) حضرت اسعد بن زرارہ پر انہوں نے سختی کی۔ چنانچہ حضرت مصعب بن عمیرؓ حضرت سعد بن معاذؓ کے ہاں منتقل ہو گئے اور وہ دعوت کے کام میں لگے رہے اور اللہ تعالیٰ ان کے ہاتھوں لوگوں کو ہدایت دیتے رہے حتی کہ انصار کے ہر گھر میں کچھ نہ کچھ افراد ضرور مسلمان ہو گئے اور ان کے سردار اور شرفاء مسلمان ہو گئے اور حضرت عمرو بن الجموح بھی مسلمان ہو گئے اور ان کے بت توڑ دیئے گئے اور مسلمان ہی مدینہ میں زیادہ معزز شمار ہونے لگے اور ان کا معاملہ ٹھیک ہو گیا۔ اور حضرت مصعب بن عمیرؓ حضورؐ کی خدمت میں واپس

---

[۱] اخرجه ابو نعيم في الحلية (ج ۱ ص ۱۰۷)

چلے گئے اور ان کو مقری (پڑھانے والے) کے نام سے پکارا جاتا تھا۔[1] ابو نعیم نے زہری سے حلیہ میں یہ روایت اس طرح بیان کی ہے کہ انصار مدینہ نے حضرت معاذ بن عفراءؓ اور حضرت رافع بن مالکؓ کو حضورؐ کی خدمت میں یہ پیغام دے کر بھیجا کہ آپ اپنے ہاں سے ہمارے پاس ایک ایسا آدمی بھیج دیں جو لوگوں کو کتاب اللہ سنا کر اللہ کی دعوت دے کیونکہ ان کی بات ضرور قبول کر لی جائے گی۔ چنانچہ حضورؐ نے حضرت مصعب بن عمیرؓ کو انصار کے ہاں بھیج دیا۔ آگے کا مضمون پچھلی روایت کی طرح ہے۔

حضرت ابو امامہؓ فرماتے ہیں کہ مجھے حضور ﷺ نے میری قوم کے پاس بھیجا تاکہ میں ان کو اللہ عزوجل کی دعوت دوں اور ان پر اسلام کے احکام کو پیش کروں۔ چنانچہ جب میں اپنی قوم کے پاس پہنچا تو وہ اپنے اونٹوں کو پانی پلا چکے تھے اور ان کا دودھ نکال کر پی چکے تھے۔ جب انہوں نے مجھے دیکھا تو (خوش ہو کر) کہا صدی بن عجلان کو خوش آمدید ہو۔ (صدی حضرت ابو امامہ کا نام ہے) اور انہوں نے یہ کہا کہ ہمیں یہ خبر پہنچی ہے کہ تم اس آدمی کی طرف مائل ہو گئے ہو۔ میں نے کہا نہیں میں تو اللہ اور اس کے رسول پر ایمان لایا ہوں اور مجھے اللہ کے رسول نے تمہارے پاس بھیجا ہے تاکہ میں تم پر اسلام اور اس کے احکام پیش کروں۔ فرماتے ہیں کہ ہماری یہ باتیں ہو ہی رہی تھیں کہ وہ کھانے کا ایک بڑا پیالہ لے آئے اور اسے بیچ میں رکھ کر سب اس کے ارد گرد جمع ہو گئے اور اس میں سے کھانے لگے اور مجھ سے کہا اے صدی! تم بھی آؤ۔ میں نے کہا تمہارا بھلا ہو۔ میں تمہارے پاس ایسی ذات گرامی کے پاس سے آرہا ہوں جو اللہ کا نازل کردہ حکم یہ بتاتے ہیں کہ جو جانور ذبح نہ کیا جائے وہ تم پر حرام ہے۔ انہوں نے پوچھا کہ اس کے بارے میں انہوں نے کیا بتایا ہے؟ میں نے کہا یہ آیت نازل ہوئی ہے۔

حُرِّمَتْ عَلَيْكُمُ الْمَيْتَةُ وَالدَّمُ وَلَحْمُ الْخِنْزِيرِ سے لے کر وَاَنْ تَسْتَقْسِمُوْا بِالْاَزْلَامِ تک

ترجمہ: "حرام ہوا تم پر مردہ جانور اور لہو اور گوشت سور کا"۔ سے لے کر "اور یہ کہ تقسیم کرو جوئے کے تیروں سے" تک۔ چنانچہ میں ان کو اسلام کی دعوت دینے لگا۔ لیکن وہ انکار کرتے رہے۔ میں نے کہا تمہارا بھلا ہو ذرا مجھے پانی تو لا دو میں بہت پیاسا ہوں۔ انہوں نے کہا نہیں ہم تمہیں پانی نہیں دیں گے تاکہ تم ایسے ہی پیاسے مر جاؤ۔ میرے پاس ایک پگڑی تھی میں نے اس میں اپنا سر لپیٹ لیا۔ اور میں سخت گرمی میں ریت پر لیٹ گیا۔ میری آنکھ لگ گئی۔

---

[1] قال الهيثمي (ج ٦ ص ٤٢) وفيه ابن لهيعة وفيه ضعف وهو حسن الحديث وبقية رجاله ثقات انتهى وهكذا اخرجه ابو نعيم في الدلائل (ص ١٠٨) بطوله وقد اخرجه ابو نعيم في الحلية (ج ١ ص ١٠٧) عن الزهري بمعنى حديث عروة عنده مختصرا

میں نے خواب میں دیکھا کہ ایک آدمی میرے پاس شیشے کا گلاس لے کر آیا اس گلاس سے زیادہ خوبصورت گلاس کسی نے نہ دیکھا ہو گا اور اس میں ایک ایسی پینے کی چیز تھی جس سے زیادہ لذیذ اور پر کشش کسی نے نہ دیکھی ہو گی اس نے وہ گلاس مجھے دے دیا جسے میں نے پی لیا۔ جب میں پی چکا تو میری آنکھ کھل گئی اور اللہ کی قسم! اس کے بعد مجھے کبھی پیاس نہیں لگی اور اب مجھے یہ بھی نہیں پتہ کہ پیاس کیا چیز ہوتی ہے؟[1] ابو یعلی نے یہ حدیث مختصر بیان کی ہے جس کے آخر میں یہ ہے کہ میری قوم کے ایک آدمی نے ان سے کہا کہ تمہاری قوم کے سرداروں میں سے ایک آدمی آیا ہے اور تم نے اس کی کوئی خاطر تواضع نہیں کی۔ چنانچہ وہ میرے پاس دودھ لے کر آئے۔ میں نے ان سے کہا مجھے اس دودھ کی ضرورت نہیں (اور میں نے ان کو خواب کا واقعہ بتایا) اور پھر اپنا (بھرا ہوا) پیٹ ان کو دکھایا جس پر وہ سب مسلمان ہو گئے۔ بیہقی نے دلائل میں جو روایت نقل کی ہے اس میں یہ ہے کہ حضور ﷺ نے ان کو ان کی قوم باہلہ کی طرف بھیجا تھا۔[2]

حضرت احنف بن قیسؒ فرماتے ہیں کہ میں حضرت عثمانؓ کے زمانے میں بیت اللہ کا طواف کر رہا تھا کہ اتنے میں بنولیث کے ایک آدمی نے میرا ہاتھ پکڑ کر کہا۔ کیا میں تم کو ایک خوشخبری نہ سنادوں؟ میں نے کہا ضرور۔ اس نے کہا کیا تمہیں یاد ہے کہ مجھے حضورؐ نے تمہاری قوم کے پاس بھیجا تھا۔ میں ان پر اسلام کو پیش کرنے لگا اور ان کو اسلام کی دعوت دینے لگا تو تم نے کہا تھا کہ تم ہمیں بھلائی کی دعوت دے رہے ہو اور بھلی بات کا حکم کر رہے ہو اور وہ (حضور ﷺ) بھلائی کی دعوت دے رہے ہیں تو حضورؐ کو جب تمہاری یہ بات پہنچی تو آپ نے فرمایا: اَللّٰھم اغفر للا حنف، اے اللہ! احنف کی مغفرت فرما۔ حضرت احنف فرمایا کرتے تھے کہ میرے پاس ایسا کوئی عمل نہیں ہے جس پر مجھے حضور کی اس دعا سے زیادہ امید ہو۔[3] امام احمد اور امام طبرانی نے اس حدیث کو اس طرح بیان کیا ہے کہ مجھے حضور ﷺ نے آپ کی قوم بنو سعد کے پاس اسلام کی دعوت دینے کے لئے بھیجا۔ تو تم نے (دعوت سن کر) کہا تھا کہ وہ (حضورؐ) بھلائی کی بات ہی کہہ رہے ہیں یا کہا تھا کہ میں اچھی بات ہی سن رہا ہوں پھر میں

---

[1] اخرجه الطبرانی قال الهیثمی (ج۹ص ۳۸۷) وفیه بشیر بن سریج وهو ضعیف اه واخرجه ابن عساکر ایضاً بطوله مثله کما فی کنز العمال (ج ۷ص ۹٤)

[2] کذافی الا صابة (ج ۲ص ۱۸۲) واخرجه الطبرانی ایضاً بسیاق ابی یعلی وغیره قال الهیثمی (ج ۹ص ۳۸۷) رواه الطبرانی با سنادین واسناد الا ولی حسن فیها ابو غالب وقد وثق انتهی .واخرجه الحاکم فی المستدرك (ج ۳ص ٦٤١) قال الذهبی وصه قة ضعفه ابن معین .

[3] اخرجه ابن ابی عاصم وتفردبه علی بن زید وفیه ضعف کذافی الا صابة (ج ۱ص ۱۰۰)واخرجه الحاکم فی المستدرك (ج ۳ص ٦١٤) بنحوه.

نے حضورؐ کی خدمت میں واپس آکر تمہاری بات بتائی جس پر حضورؐ نے فرمایا مجھے حضورؐ کی اس دعا پر جتنی امید ہے اتنی اور کسی عمل پر نہیں ہے۔[1]

حضرت انسؓ فرماتے ہیں کہ حضور ﷺ نے اپنے صحابہ میں سے ایک آدمی کو زمانہ جاہلیت کے ایک بڑے سردار کے پاس اللہ تبارک وتعالیٰ کی دعوت دینے کے لئے بھیجا۔ (دعوت کو سن کر) اس سردار نے کہا تم مجھے اپنے جس رب کی دعوت دے رہے ہو وہ کس چیز کا بنا ہوا ہے لوہے یا تانبے کا، چاندی یا سونے کا؟ ان صحابی نے حضورؐ کی خدمت میں آکر سارا قصہ بتایا۔ حضورؐ نے ان کو اس کے پاس (دعوت دینے کے لئے) دوبارہ بھیج دیا۔ اس دفعہ بھی اس نے وہی بات کہی۔ انہوں نے آکر حضورؐ کو پھر بتادیا۔ حضورؐ نے تیسری مرتبہ پھر ان کو اس کے پاس بھیجا۔ اس نے پھر وہی بات کہی۔ انہوں نے آکر حضور ﷺ کو پھر بتادیا تو حضورؐ نے فرمایا اللہ تبارک وتعالیٰ نے اس سردار پر بجلی گرائی جس نے اسے جلادیا چنانچہ یہ آیت نازل ہوئی۔

وَيُرْسِلُ الصَّوَاعِقَ فَيُصِيبُ بِهَا مَنْ يَّشَاءُ وَهُمْ يُجَادِلُوْنَ فِي اللّٰهِ وَهُوَ شَدِيْدُ الْمِحَالِ

ترجمہ: "اور بھیجتا ہے کڑک بجلیاں، پھر ڈالتا ہے جس پر چاہے اور یہ لوگ جھگڑتے ہیں اللہ کی بات میں، اور اس کی پکڑ سخت ہے"۔[2] ابو یعلی اور بزار کی ایک حدیث اسی جیسی اور ہے جس میں یہ مضمون ہے کہ حضور ﷺ نے ایک صحابی کو عرب کے فرعونوں میں سے ایک فرعون کی طرف بھیجا تو ان صحابی نے اس آدمی کے بارے میں یہ کہا کہ یارسول اللہ! وہ تو فرعون سے بھی زیادہ سرکش ہے اور اس روایت میں یہ بھی ہے کہ ان صحابی نے اس آدمی کے پاس جاکر تیسری مرتبہ پھر اپنی وہی بات دہرائی (یعنی تیسری مرتبہ پھر اس آدمی کے سر پر ایک بادل بھیجا۔ جو زور سے گرجا پھر اس بادل میں سے ایک بجلی اس آدمی پر گری جس نے اس کی کھوپڑی کو اڑادیا۔[3] اور حضرت خالد بن سعیدؓ کی حدیث پہلے میدان جنگ میں اللہ تعالےٰ کی دعوت دینے کے باب میں صفحہ ۱۲۵ پر گزر چکی ہے وہ فرماتے ہیں کہ حضور ﷺ نے مجھے یمن بھیجا اور فرمایا کہ عرب کے جس قبیلہ پر تمہارا گزر ہو اور تمہیں اس قبیلہ سے اذان کی آواز سنائی دے تو ان سے چھیڑ چھاڑ نہ کرنا اور جس قبیلہ سے تمہیں اذان کی آواز سنائی نہ دے ان کو اسلام کی دعوت دینا اور حضورؐ کا حضرت عمرو بن مرۃ کو ان کی قوم کی طرف بھیجنے کا قصہ

---

[1] قال الهيثمي (ج ١٠ ص ٢) رجال احمد رجال الصحيح غير علي بن زيد وهو حسن الحديث

[2] اخرجه ابو يعلى قال الهيثمي (ج ٧ ص ٤٢) رواه ابو يعلى والبزار بنحوه

[3] وبنحوه هذا رواه الطبراني في الاوسط وقال فرعدت وابرقت ورجال البزار رجال الصحيح غير ديلم بن غزوان وهو ثقه وفي رجال ابي يعلى والطبراني علي بن ابي سارة وهو ضعيف انتهى

عنقریب آئے گا۔

حضور ﷺ کا اللہ تعالیٰ کی دعوت دینے کیلئے جماعتوں کو بھیجنا

حضرت ابن عمرؓ فرماتے ہیں کہ حضور ﷺ نے حضرت عبدالرحمٰن بن عوفؓ کو بلا کر فرمایا تم تیاری کر لو کیونکہ میں تمہیں ایک جماعت کے ساتھ بھیجنا چاہتا ہوں اس کے بعد طویل حدیث ذکر کی گئی ہے جس میں یہ مضمون ہے کہ چنانچہ حضرت عبدالرحمٰن روانہ ہوئے اور اپنے ساتھیوں کے پاس پہنچ گئے۔ اور پھر یہ حضرات وہاں سے آگے چلے حتیٰ کہ دومۃ الجندل مقام پر پہنچ گئے۔ (یہ مدینہ منورہ اور ملک شام کے درمیان ایک قلعہ تھا جس کے ساتھ کئی بستیاں تھیں) چنانچہ جب دومہ میں حضرت عبدالرحمٰن داخل ہوئے تو انہوں نے دومہ والوں کو تین دن اسلام کی دعوت دی۔ تیسرے دن اصبغ بن عمرو کلبیؓ مسلمان ہو گئے جو کہ نصرانی تھے اور اپنی قوم کے سردار تھے۔ اس کے بعد حضرت عبدالرحمٰن نے قبیلہ جہینہ کے ایک آدمی حضرت رافع بن مکیثؓ کے ہاتھ حضورؐ کی خدمت میں ایک خط بھیجا جس میں تمام حالات لکھے تو حضورؐ نے ان کو جواب میں یہ تحریر فرمایا کہ تم اصبغ کی بیٹی سے شادی کر لو۔ چنانچہ انہوں نے اس سے شادی کر لی۔ حضرت اصبغ کی اس بیٹی کا نام تماضر ہے جن سے حضرت عبدالرحمٰن کے بیٹے ابو سلمہ پیدا ہوئے۔[1]

حضرت محمد عبدالرحمٰن تمیمیؒ فرماتے ہیں کہ حضور ﷺ نے حضرت عمرو بن العاصؓ کو بھیجا تاکہ وہ عربوں کو اسلام کی طرف جلدی آنے کی دعوت دیں چونکہ ان کے والد عاص بن وائل کی والدہ یعنی ان کی دادی قبیلہ بنو بلی سے تھیں اس وجہ سے انہیں قبیلہ بنو بلی کی طرف بھیجا۔ آپ اس خاندانی رشتہ داری کی وجہ سے اس قبیلہ کو مانوس کرنا اور اس سے جوڑ بٹھانا چاہتے تھے۔ حضرت عمرو علاقہ جذام کے سلاسل نامی ایک چشمہ پر پہنچے۔ اسی چشمہ کی وجہ سے اس غزوہ کا نام غزوہ ذات السلاسل مشہور ہو گیا۔ جب یہ وہاں پہنچے اور انہیں زیادہ خطرہ محسوس ہوا تو انہوں نے حضورؐ کی خدمت میں آدمی بھیج کر مزید مدد طلب کی۔ چنانچہ حضور ﷺ نے حضرت ابو عبیدہ بن الجراح کو مہاجرین اولین کے ہمراہ ان کے پاس بھیجا جن میں حضرت ابو بکر و عمر بھی تھے۔ آگے حدیث اور بھی ہے جیسے امارت کے باب میں انشاء اللہ آئے گی۔[2]

حضرت براءؓ فرماتے ہیں کہ حضور ﷺ نے حضرت خالد بن ولیدؓ کو اسلام کی دعوت

---

[1] اخرجه الدار قطني كذافي الاصابة (ج ١ ص ١٠٨)

[2] اخرجه ابن اسحاق كذافي البداية (ج ٤ ص ٢٧٣)

دینے کے لئے یمن بھیجا۔ حضرت خالد بن ولیدؓ کے ساتھ جانے والی جماعت میں میں بھی تھا۔ ہم چھ مہینے وہاں ٹھہرے۔ حضرت علی بن ابی طالبؓ کو وہاں بھیجا اور ان سے فرمایا کہ حضرت خالدؓ کو تو واپس بھیج دیں اور ان کے ساتھیوں میں سے جو حضرت علیؓ کے ساتھ وہاں رہنا چاہیں وہ رہ جائیں۔ چنانچہ حضرت براء فرماتے ہیں کہ میں بھی ان لوگوں میں تھا جو حضرت علیؓ کے ساتھ ٹھہر گئے۔ جب ہم اہل یمن کے بالکل نزدیک پہنچے تو وہ بھی نکل کر ہمارے سامنے آگئے۔ حضرت علیؓ نے آگے بڑھ کر ہمیں نماز پڑھائی۔ پھر انہوں نے ہماری ایک صف بنائی اور ہم سے آگے کھڑے ہو کر ان کو حضورؐ کا خط پڑھ کر سنایا۔ چنانچہ قبیلہ ہمدان سارا ہی مسلمان ہو گیا۔ حضرت علیؓ نے حضورؐ کی خدمت میں قبیلہ ہمدان کے مسلمان ہونے کی خوشخبری کا خط بھیجا۔ جب حضور ﷺ نے وہ خط پڑھا تو (خوشی کی وجہ سے) فوراً سجدہ میں گر گئے۔ پھر آپ نے (سجدہ سے) سر اٹھا کر قبیلہ ہمدان کو دعا دی کہ ہمدان پر سلامتی ہو ہمدان پر سلامتی ہو۔[1]

حضور ﷺ نے حضرت خالد بن ولیدؓ کو بنو حارث بن کعب کے پاس نجران بھیجا۔ اور ان سے فرمایا کہ قبیلہ بنو حارث سے لڑنے سے پہلے ان کو تین دن اسلام کی دعوت دینا۔ پھر اگر وہ اسلام کی دعوت کو قبول کر لیں تو تم بھی ان کے اسلام لانے کو تسلیم کر لینا اور اگر وہ اس قبیلہ بنو حارث کے پاس پہنچ گئے تو حضرت خالد نے ہر طرف سواروں کو گشت کرنے کے لئے بھیج دیا۔ جو یہ کہتے ہوئے اسلام کی دعوت دے رہے تھے ایھا الناس اسلمو اتسلموا۔ اے لوگو! اسلام لے آؤ سلامتی پالو گے۔ چنانچہ وہ سب لوگ مسلمان ہو گئے اور جس اسلام کی انہیں دعوت دی گئی تھی اس میں وہ داخل ہو گئے۔ حضور ﷺ نے حضرت خالد کو حکم دیا تھا کہ اگر قبیلہ بنو حارث مسلمان ہو جائیں اور جنگ نہ کریں تو حضرت خالد ان میں ٹھہر کر ان کو اسلام اور قرآن وحدیث سکھائیں۔ چنانچہ حضرت خالد ان میں ٹھہر کر اسلام اور قرآن وحدیث سکھانے لگے۔ پھر حضرت خالد نے حضورؐ کی خدمت میں خط بھیجا جس کا مضمون یہ تھا۔

بسم اللّٰہ الرحمٰن الرحیم

"بخدمت جناب حضرت نبی رسول اللہ من جانب خالد بن الولید۔ السلام علیک یا رسول اللہ ورحمۃ اللہ وبرکاتہ۔ میں آپ کے سامنے اس اللہ کی تعریف کرتا ہوں جس کے سوا کوئی معبود نہیں اما بعد! یا رسول اللہ (صلی اللہ علیک) آپ نے بنو حارث بن کعب کی طرف مجھے بھیجا تھا اور آپ نے مجھ سے فرمایا تھا کہ جب میں ان کے پاس پہنچ جاؤں تو ان سے تین دن جنگ نہ

---

[1] اخرجہ البیھقی ورواہ البخاری مختصرا کذافی البدایۃ (ج ۵ ص ١٠٥)

کروں بلکہ ان کو اسلام کی دعوت دوں اور اگر وہ مسلمان ہو جائیں تو ان کے اسلام کو تسلیم کرلوں اور ان کو اسلام کے احکام، قرآن اور حدیث سکھاؤں اور اگر وہ مسلمان نہ ہوں تو ان سے جنگ کروں۔ چنانچہ جیسے اللہ کے رسول کا حکم تھا میں نے ان کے پاس پہنچ کر ان کو تین دن اسلام کی دعوت دی اور ان میں گشت کرنے کے لئے سواروں کی جماعتوں کو بھیج دیا۔ جو یوں دعوت دیتے تھے۔ اے بنو حارث مسلمان ہو جاؤ سلامتی پالو گے۔ چنانچہ وہ مسلمان ہو گئے اور انہوں نے جنگ نہیں کی اور اب میں ان میں ٹھہرا ہوا ہوں اور جن کاموں کے کرنے کا اللہ نے ان کو حکم دیا ہے ان کو ان کاموں کا حکم دے رہا ہوں اور ان کو اسلام کے احکام اور حضورؐ کی سنت سکھا رہا ہوں۔ اب آئندہ کیا کرنا ہے میں اس کے بارے میں اللہ کے رسول کے خط کا منتظر ہوں۔ والسلام علیک یا رسول اللہ ورحمۃ اللہ وبرکاتہ"۔

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

محمد نبی رسول اللہ کی طرف سے خالد بن ولید کے نام۔ سلام علیک میں تمہارے سامنے اس اللہ کی تعریف کرتا ہوں جس کے سوا کوئی معبود نہیں۔ امابعد۔ تمہارا خط تمہارے قاصد کے ساتھ میرے پاس پہنچا جس سے یہ معلوم ہوا کہ بنو حارث بن کعب تمہارے جنگ کرنے سے پہلے ہی مسلمان ہو گئے اور انہوں نے تمہاری دعوت اسلام کو قبول کر لیا اور کلمہ شہادت: اشھدان لاآله الا الله وان محمداً عبده ورسوله پڑھ لیا اور اللہ تعالیٰ نے ان کو اپنی ہدایت سے نواز دیا۔ لہٰذا اب تم ان کو خوشخبریاں سناؤ اور اللہ کے عذاب سے ڈراؤ اور پھر تم واپس آجاؤ اور تمہارے ساتھ ان کا ایک وفد بھی یہاں آئے۔ والسلام علیک ورحمۃ اللہ وبرکاتہ"۔

چنانچہ حضرت خالد حضورؐ کی خدمت میں واپس آگئے اور ان کے ساتھ بنو حارث بن کعب کا وفد بھی آیا۔ جب وہ حضورؐ کی خدمت میں آئے اور آپ نے ان کو دیکھا تو آپ نے فرمایا یہ کون لوگ ہیں جو ہندوستان کے آدمی معلوم ہوتے ہیں؟ صحابہؓ نے عرض کیا یا رسول اللہ! یہ بنو حارث بن کعب ہیں۔ جب وہ حضورؐ کی خدمت میں پہنچے تو انہوں نے حضورؐ کو سلام کیا اور کہا کہ ہم اس بات کی گواہی دیتے ہیں کہ آپ اللہ کے رسول ہیں اور اللہ کے علاوہ کوئی معبود نہیں ہے۔ آپ نے فرمایا میں بھی اس بات کی گواہی دیتا ہوں کہ اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں اور میں اللہ کا رسول ہوں۔ پھر آپ نے فرمایا کیا تم وہی لوگ ہو جن کو جب دھکا دیا جائے۔ تو پھر وہ کام کے لئے آگے بڑھتے ہیں سب خاموش رہے کسی نے کوئی جواب نہ دیا۔ آپ نے دوبارہ سہ بارہ پوچھا۔ پھر بھی کسی نے کوئی جواب نہ دیا۔ پھر آپ نے چھوتھی مرتبہ پوچھا۔ تو حضرت یزید بن عبدالمدان نے کہا: جی ہاں یا رسول اللہ: ہم ہی وہ لوگ ہیں کہ جن کو جب دھکا دیا جائے۔ تو

پھر وہ کام کے لئے آگے بڑھتے ہیں اور یہ بات انہوں نے چار دفعہ کہی۔ (کیونکہ حضورؐ نے چار دفعہ پوچھا تھا) پھر حضور ﷺ نے فرمایا کہ اگر حضرت خالد مجھے یہ نہ لکھتے کہ تم مسلمان ہو گئے ہو اور تم نے جنگ نہیں کی ہے تو آج میں تمہارے (سر کٹوا کر) تمہارے پیروں تلے ڈلوا دیتا۔ حضرت یزید بن عبد المدان نے عرض کیا حضرت (اپنے مسلمان ہونے کے بارے میں) ہم نے نہ آپ کی تعریف کی ہے اور نہ حضرت خالد کی۔ حضورؐ نے فرمایا پھر تم نے کس کی تعریف کی ہے؟ تو ان سب نے عرض کیا یارسول اللہ! ہم نے اس اللہ کی تعریف کی ہے جس نے آپ کے ذریعہ ہمیں ہدایت سے نوازا۔ آپ نے فرمایا، تم ٹھیک کہتے ہو پھر آپ نے فرمایا زمانہ جاہلیت میں تم اپنے مقابل دشمن پر کس وجہ سے غالب آتے تھے؟ انہوں نے کہا ہم تو کسی پر غالب نہیں آتے تھے۔ آپ نے فرمایا کیوں نہیں؟ تم لوگ تو اپنے مقابل دشمن پر غالب آجایا کرتے تھے۔ انہوں نے عرض کیا یارسول اللہ! ہم اپنے مقابل دشمن پر اس بات کی وجہ سے غالب آتے تھے کہ ہم متحد رہتے تھے اور ایک دوسرے سے جدا نہیں ہوتے تھے اور کسی پر ظلم کرنے میں پہل نہیں کرتے تھے۔ آپ نے فرمایا تم ٹھیک کہتے ہو۔ پھر آپ نے حضرت قیس بن حصین کو ان کا امیر مقرر فرمادیا۔[1]

فرائض اسلام کی دعوت دینا

حضرت جریر بن عبد اللہؓ فرماتے ہیں کہ حضور ﷺ نے آدمی بھیج کر مجھے بلوایا (تو آپ نے فرمایا اے جریر! تم کس وجہ سے آئے ہو؟ میں نے عرض کیا آپ کے ہاتھ پر مسلمان ہونے کے لئے آیا ہوں۔ پھر آپ نے مجھ پر ایک چادر ڈال دی اور اپنے صحابہ کی طرف متوجہ ہو کر فرمایا کہ جب تمہارے پاس کسی قوم کا عمدہ اخلاق والا بہترین آدمی آجائے تو تم اس کا اکرام کرو (جیسے میں نے جریر کا کیا) پھر آپ نے فرمایا اے جریر! میں تمہیں اس بات کی دعوت دیتا ہوں کہ تم یہ گواہی دو کہ اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں اور میں اللہ کا رسول ہوں۔ اور اس بات کی دعوت دیتا ہوں کہ تم اللہ پر اور آخرت کے دن پر اور تقدیر پر ایمان لاؤ کہ جو کچھ بھلا یا برا ہے وہ سب اللہ کی طرف سے ہے اور اس بات کی دعوت دیتا ہوں کہ تم فرض نماز پڑھو اور فرض زکوٰۃ ادا کرو۔ چنانچہ میں نے ایسا ہی کیا۔ اس کے بعد جب بھی آپ مجھے دیکھتے تو مسکرا دیتے۔[2]

---

[1] ذکره ابن اسحاق کذافی البدایة (ج ٥ ص ٩٨) وقد اسنده الواقدی من طریق عکرمة بن عبدالرحمن بن الحارث کما فی الاصابة (ج ٣ ص ٦٦٠)

[2] اخرجه البیهقی کذافی البدایة (ج ٥ ص ٧٨) واخرجه ایضا الطبرانی وابو نعیم عن جریر بنحوه کما فی کنز العمال (ج ٧ ص ١٩)

حضرت ابن عباسؓ فرماتے ہیں کہ جب حضورؐ نے حضرت معاذ بن جبلؓ کو یمن بھیجا تو ان کو یہ ہدایات دیں کہ تم ایسی قوم کے پاس جا رہے ہو جو اہل کتاب ہیں۔ جب تم ان کے پاس پہنچ جاؤ تو ان کو اس بات کی دعوت دینا کہ وہ یہ گواہی دیں کہ اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں اور محمد اللہ کے رسول ہیں۔ اگر وہ تمہاری یہ بات مان لیں تو پھر ان کو یہ بتانا کہ اللہ تعالےٰ نے ان پر دن رات میں پانچ نمازیں فرض کی ہیں۔ اگر وہ تمہاری یہ بات بھی مان لیں تو پھر ان کو یہ بتانا کہ اللہ تعالیٰ نے ان پر زکوٰۃ فرض کی ہے جو ان کے مالداروں سے لے کر ان کے فقیروں کو دے دی جائے گی۔ اگر وہ تمہاری یہ بات بھی مان لیں تو پھر تم ان کے عمدہ مال لینے سے بچنا اور مظلوم کی بددعا سے بھی بچنا کیونکہ اس کی بد دعا اور اللہ کے درمیان کوئی چیز حائل نہیں ہوتی۔[1]

حضرت حوشب ذی ظلیم فرماتے ہیں کہ جب اللہ تعالیٰ نے محمد ﷺ کو غلبہ دے دیا تو میں نے عبد شر کے ساتھ آپ کی خدمت میں چالیس سواروں کی ایک جماعت بھیجی وہ میرا خط لے کر مدینہ حضورؐ کی خدمت میں گئے۔ وہاں جا کر عبد شر نے پوچھا آپ لوگوں میں محمد کون ہے؟ صحابہؓ نے کہا یہ ہیں عبد شر نے (حضورؐ سے) عرض کیا آپ ہمارے پاس کیا لے کر آئے ہیں؟ اگر وہ حق ہوگا تو ہم آپ کا اتباع کرلیں گے۔ آپ نے فرمایا تم نماز قائم کرو اور زکوٰۃ ادا کرو اور انسانوں کے خون کی حفاظت کرو اور امر بالمعروف اور نہی عن المنکر کرو۔ عبد شر نے کہا آپ کی یہ تمام باتیں بہت اچھی ہیں آپ ہاتھ بڑھائیں تاکہ میں (اسلام لانے کے لیئے) آپ سے بیعت ہو جاؤں۔ آپ نے فرمایا تمہارا کیا نام ہے؟ انہوں نے کہا میرا نام عبد شر ہے آپ نے فرمایا نہیں بلکہ تم عبد خیر ہو اور حضورؐ نے ان کو اسلام پر بیعت فرمایا حوشب ذی ظلیم کے نام جواب لکھ کر ان کے ہاتھ حوشب کو بھیجا جس پر حضرت حوشب ایمان لے آئے۔[2]

حضرت ابن عباسؓ فرماتے ہیں کہ قوم عبدالقیس کا وفد حضورؐ کی خدمت میں حاضر ہوا۔ آپ نے (ان کا استقبال کرتے ہوئے) فرمایا خوش آمدید ہو قوم کو (چونکہ تم لوگ خوشی سے مسلمان ہو کر آئے ہو اس وجہ سے) نہ دنیا میں تمہارے لئے رسوائی ہے نہ آخرت میں پشیمانی۔ اس وفد نے عرض کیا یا رسول اللہ! ہمارے اور آپ کے درمیان کفار مضر کا (مشہور جنگجو) قبیلہ پڑتا ہے۔ اس وجہ سے ہم آپ کی خدمت میں صرف ان مہینوں میں آسکتے ہیں جن میں لڑنا حرام ہے اس لئے آپ ہمیں دین کی مختصر اور موٹی موٹی باتیں بتا دیں جن پر عمل کر کے ہم جنت میں داخل ہو جائیں

---

[1] اخرجه البخاری وقد اخرجه بقية الجماعة كذافي البداية (ج ۵ ص ۱۰۰)

[2] اخرجه ابو نعيم كذافي كنز العمال (ج ۵ ص ۳۲۵) واخرجه ايضا ابن منده وابن عساكر كما في الكنز ايضاً (ج ۱ ص ۸۴) واخرجه ايضا ابن السكن بنحوه كما في الاصابة (ج ۱ ص ۳۸۴)

اور جو ہمارے قبیلہ کے لوگ پیچھے رہ گئے ہیں ان کو ان باتوں کی دعوت دیں۔ آپ نے فرمایا میں تم کو چار باتوں کا حکم دیتا ہوں اور چار باتوں سے روکتا ہوں وہ چار باتیں جن کا میں تمہیں حکم دیتا ہوں وہ یہ ہیں کہ اللہ پر ایمان لاؤ اور لا الٰہ الا اللہ کی گواہی دو اور نماز قائم کرو اور زکوٰۃ ادا کرو اور رمضان کے روزے رکھو اور پانچویں بات یہ ہے کہ مال غنیمت میں سے پانچواں حصہ (اللہ اور رسول کو) دیا کرو اور جن چار چیزوں سے روکتا ہوں وہ کدو کے تونبے اور درخت کی کھوکھلی جڑوں سے بنائے ہوئے برتن اور روغنی مرتبان اور رال لگائے ہوئے برتن ہیں۔ (یہ وہ برتن ہیں جن میں شراب اور نبیذ بنائی جاتی تھی) طیالسی نے بھی اسی طرح روایت ذکر کی ہے جس میں کچھ مضامین زیادہ ہیں اور آخر میں یہ بھی ہے کہ حضور ﷺ نے ان سے فرمایا کہ ان باتوں کو یاد رکھو اور جو تمہارے لوگ پیچھے رہ گئے ہیں ان کو ان باتوں کی دعوت دو۔[1]

حضرت علقمہ بن الحارثؓ فرماتے ہیں کہ میں حضورؐ کی خدمت میں حاضر ہوا اور میرے ساتھ میری قوم کے مزید چھ آدمی بھی تھے۔ ہم لوگوں نے حضورؐ کو سلام کیا۔ حضورؐ نے ہمارے سلام کا جواب دیا۔ پھر ہم نے آپ سے گفتگو کی۔ آپ کو ہماری گفتگو پسند آئی۔ اور آپ نے پوچھا کہ تم لوگ کون ہو؟ ہم نے کہا (ہم) مومن ہیں۔ آپ نے فرمایا ہر بات کی ایک حقیقت (اور نشانی) ہوا کرتی ہے۔ تمہارے ایمان کی کیا حقیقت ہے؟ ہم نے عرض کیا کہ پندرہ خصلتیں (ہمارے ایمان کی حقیقت اور نشانی) ہیں۔ پانچ خصلتیں وہ ہیں جن کا آپ نے ہمیں حکم دیا اور پانچ خصلتیں وہ ہیں جن کا آپ کے قاصدوں نے ہمیں حکم دیا اور پانچ خصلتیں وہ ہیں جن کو ہم نے زمانہ جاہلیت میں اختیار کیا تھا اور اب تک ہم ان پر باقی ہیں۔ ہاں اگر آپ ان سے منع کریں گے تو ہم ان کو چھوڑ دیں گے، آپ نے فرمایا وہ پانچ خصلتیں کون سی ہیں جن کا میں نے تم کو حکم دیا؟ ہم نے کہا آپ نے ہمیں اس بات کا حکم دیا کہ ہم اللہ پر اور اس کے فرشتوں پر اور اس کی کتابوں پر اور اس کے رسولوں پر اور تقدیر پر ایمان لائیں کہ بھلا یا برا جو کچھ بھی ہے وہ اللہ کی طرف سے ہے۔ پھر آپ نے فرمایا وہ پانچ خصلتیں کونسی ہیں جن کا تم کو میرے قاصدوں نے حکم دیا؟ ہم نے کہا آپ کے قاصدوں نے ہمیں اس بات کا حکم دیا کہ ہم اس بات کی گواہی دیں کہ ایک اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں اس کا کوئی شریک نہیں اور آپ اللہ کے بندے اور رسول ہیں اور اس بات کا حکم دیا کہ ہم فرض نماز قائم کریں اور فرض زکوٰۃ ادا کریں اور ماہ رمضان کے روزے رکھیں اور اگر ہم سفر کی طاقت رکھیں تو بیت اللہ کا حج کریں۔ پھر آپ نے فرمایا کہ وہ پانچ خصلتیں کون سی ہیں جن کو تم نے زمانہ جاہلیت

---

[1] اخرجه البخاری کذافی البدایة (ج ۵ ص ۴۶)

میں اختیار کیا تھا؟ ہم نے کہا سہولت اور خوشحالی کے وقت اللہ کا شکر کرنا اور مصیبت اور آزمائش کے وقت صبر کرنا اور لڑائی کے موقع پر جمنا اور جوہر دکھانا اور اللہ کی قضاء وتقدیر پر راضی رہنا اور دشمن پر جب مصیبت آئے تو اس سے خوش نہ ہونا۔ حضور ﷺ نے (صحابہ کو مخاطب ہو کر) فرمایا یہ لوگ تو بڑے سمجھدار اور سلیقہ والے ہیں۔ ان عمدہ اور بہترین خصلتوں کی وجہ سے قریب تھا کہ یہ نبی ہو جاتے (یعنی ان کی یہ تمام خصلتیں نبیوں والی ہیں) اور ہمیں دیکھ کر آپ مسکرائے پھر آپ نے فرمایا کہ میں تمہیں پانچ خصلتوں کی وصیت کرتا ہوں تاکہ اللہ تعالیٰ تمہارے اندر خیر کی خصلتیں پوری کر دے۔

جو تم نے کھانا نہیں ہے اسے جمع نہ رکھو (یعنی ضرورت سے زائد بچا ہوا کھانا صدقہ کر دیا کرو) اور جس مکان میں رہنا نہیں ہے اسے مت بناؤ (یعنی ضرورت کے مطابق مکان بناؤ ضرورت سے زیادہ نہ بناؤ) اور جس دنیا کو چھوڑ کر تم کل چل دو گے اس میں ایک دوسرے سے آگے بڑھنے کی کوشش نہ کرو۔ اور جس اللہ کے پاس تم نے جانا اور اس کے پاس جمع ہونا ہے اس سے تم ڈرو اور جس دار آخرت کو تم نے جانا ہے اور وہاں ہمیشہ رہنا ہے اس کی فکر کرو۔[1] اسی حدیث کو ابونعیم[2] نے حضرت سوید بن الحارثؓ سے اس طرح ذکر کیا ہے کہ حضرت سوید فرماتے ہیں کہ میں اپنی قوم کے سات آدمیوں کا وفد لے کر حضور ﷺ کی خدمت میں گیا۔ جب ہم آپ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور ہم نے آپ سے گفتگو کی تو آپ کو ہمارا انداز گفتگو اور انداز نشست و برخاست اور لباس پسند آیا۔ آپ نے فرمایا تم کون لوگ ہو؟ ہم نے کہا مومن ہیں۔ اس پر آپ مسکرانے لگے اور فرمایا ہر بات کی ایک حقیقت اور نشانی ہوا کرتی ہے۔ تمہارے اس قول اور ایمان کی کیا حقیقت اور نشانی ہے؟ حضرت سوید فرماتے ہیں کہ ہم نے کہا پندرہ خصلتیں ہیں ان میں سے پانچ خصلتیں تو وہ ہیں جن کے بارے میں آپ کے قاصدوں نے ہمیں حکم دیا کہ ہم ان پر ایمان لائیں اور ان میں سے پانچ خصلتیں وہ ہیں جن کے بارے میں آپ کے قاصدوں نے ہمیں حکم دیا کہ ہم ان پر عمل کریں اور ان میں سے پانچ خصلتیں وہ ہیں جن کو ہم نے زمانہ جاہلیت میں اختیار کیا تھا اور ہم اب تک ان پر قائم ہیں لیکن اگر ان میں سے کسی کو آپ ناگوار سمجھیں گے تو ہم اسے چھوڑ دیں گے پھر آگے پچھلی حدیث جیسا مضمون ذکر کیا البتہ تقدیر پر ایمان لانے کے بجائے مرنے کے بعد دوبارہ زندہ ہونے کو ذکر کیا۔ اور دشمن کی مصیبت پر خوش نہ ہونے کے بجائے دشمن کے خوش ہونے کے وقت

---

[1] اخرجه الحاكم كذافي الكنز (ج ۱ ص ۶۹) واخرجه ايضاً ابو سعد النيسا بوري في شرف المصطفى عن علقمة بن الحارثؓ واخرجه العسكري والر شاطي وابن عساكر عن سويد بن الحارث فذكر الحديث بطوله وهذا اشهر كما في الاصابة (ج ۲ ص ۹۸) [2] اخرجه ابونعيم في الحلية (ج ۹ ص ۲۷۹)

صبر کرنے کو ذکر کیا۔ حضور ﷺ کا ایسے آدمی کو دعوت دینا جس کا نام ذکر نہیں کیا گیا اس باب میں صفحہ ۸۸) پر بلعدویہ قبیلہ کے ایک آدمی کی حدیث گزر چکی ہے جس کو وہ اپنے دادا سے نقل کرتے ہیں۔ اس حدیث میں یہ مضمون ہے کہ ان کے دادا نے کہا آپ کس چیز کی دعوت دیتے ہیں؟ آپ نے فرمایا میں اللہ کے بندوں کو اللہ کی طرف دعوت دیتا ہوں۔ میں نے کہا آپ اس دعوت میں کیا کہتے ہیں؟ آپ نے فرمایا تم اس بات کی گواہی دو کہ اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں اور میں محمد اللہ کا رسول ہوں اور اللہ نے جو کچھ مجھ پر نازل فرمایا ہے اس پر ایمان لاؤ اور لات وعزیٰ کا انکار کرو، اور نماز قائم کرو اور زکوٰۃ ادا کرو۔

حضور ﷺ کا تمام ملکوں کے بادشاہوں وغیرہ کے پاس اپنے صحابہؓ کو خط دے کر بھیجنا جن میں آپؐ نے ان کو اللہ عزوجل کی طرف اور اسلام میں داخلہ کی طرف دعوت دی

حضرت مسور بن مخرمہؓ فرماتے ہیں کہ حضور ﷺ نے اپنے صحابہؓ کے پاس تشریف لاکر فرمایا کہ اللہ تعالیٰ نے مجھے تمام انسانوں کے لئے رحمت بنا کر بھیجا ہے اللہ تعالیٰ تم پر رحم فرمائے۔ تم میری طرف سے (میرا دین تمام انسانوں تک) پہنچاؤ اور جیسے حضرت عیسیٰؑ کے حواریوں نے عیسیٰ کے سامنے اختلاف کیا تم میرے سامنے ایسا اختلاف نہ کرنا۔ کیونکہ حضرت عیسیٰ نے اپنے حواریوں کو اسی چیز کی دعوت دی تھی جس کی میں تم کو دعوت دینے لگا ہوں (یعنی ان کو دعوت دینے کے لئے دور اور نزدیک بھیجنا چاہتے تھے) چنانچہ ان میں سے جس کی تشکیل دور کی ہوئی اس نے اس کو ناگوار سمجھا (اور جن کی تشکیل نزدیک کی ہوئی وہ تیار ہو گئے) حضرت عیسیٰ بن مریم نے اللہ عزوجل سے اس کی شکایت کی۔ چنانچہ اگلے دن ان میں سے ہر آدمی اس قوم کی زبان میں بات کر رہا تھا۔ جس قوم کی طرف اس کی تشکیل ہوئی تھی اس پر عیسیٰؑ نے ان حواریوں سے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ نے تم لوگوں کے لئے یہ کام ضروری قرار دے دیا ہے۔ اس لئے اب تم اسے ضرور کرو۔ حضور ﷺ کے صحابہؓ نے عرض کیا یا رسول اللہ! ہم آپ کی طرف سے (آپ کا دین تمام انسانوں تک) پہنچا ئیں گے۔ آپ ہمیں جہاں چاہیں بھیج دیں۔ چنانچہ حضورؐ نے حضرت عبداللہ بن حذافہؓ کو کسریٰ کے پاس بھیجا اور سلیط بن عمروؓ کو یمامہ کے نواب ہوزہ بن علی کے پاس بھیجا اور علاء بن حضرمیؓ کو ہجر

کے راجہ منذر بن ساوی کے پاس بھیجا اور عمرو بن العاصؓ کو عمان کے دو بادشاہوں جیفر اور عباد کے پاس بھیجا جو جلندی کے بیٹے تھے اور دحیہ کلبیؓ کو قیصر کے پاس بھیجا اور شجاع بن وہب اسدیؓ کو منذر بن حارث بن ابی شمر غسانی کے پاس بھیجا اور عمرو بن امیہ ضمریؓ کو نجاشی کے پاس بھیجا۔ علاء بن حضرمیؓ کے علاوہ باقی تمام حضرات حضورؐ کے انتقال سے پہلے واپس آگئے۔ علاء بن حضرمی حضورؐ کے انتقال کے وقت بحرین میں تھے۔[1] حافظ ابن حجر فرماتے ہیں کہ اصحاب سیر نے یہ اضافہ بھی کیا ہے کہ حضورؐ نے "مہاجر بن ابی امیہؓ کو حارث بن عبد کلال کے پاس بھیجا اور جریرؓ کو ذی الکلاع کے پاس بھیجا اور سائبؓ کو مسیلمہ کے پاس بھیجا اور حاطب بن ابی بلتعہ کو مقوقس کے پاس بھیجا۔[2]

حضرت انسؓ فرماتے ہیں کہ حضور ﷺ نے اپنے انتقال سے پہلے کسریٰ اور قیصر اور نجاشی اور ہر سرکش متکبر بادشاہ کو خطوط بھیجے جن میں ان کو اللہ عزوجل کی طرف دعوت دی اور یہ وہ نجاشی نہیں ہے جن کی آپ نے نماز جنازہ پڑھی تھی۔[3]

حضرت جابرؓ فرماتے ہیں کہ حضور ﷺ نے اپنے انتقال سے پہلے کسریٰ اور قیصر ہر ظالم اور سرکش بادشاہ کو (دعوت کے) خطوط بھیجے تھے۔[4]

حضور ﷺ کا شاہ حبشہ حضرت نجاشی کے نام مکتوب گرامی

حضور ﷺ نے حضرت عمرو بن امیہ ضمریؓ کے ہاتھ حضرت جعفر بن ابی طالبؓ اور ان کے ساتھیوں کے بارے میں نجاشی کے نام یہ خط بھیجا۔

بسم اللّٰہ الرحمٰن الرحیم

"محمد رسول اللہ ﷺ کی جانب سے نجاشی اصحم شاہ حبشہ کے نام۔ سلامتی ہو تم پر، میں تمہارے سامنے اس اللہ کی تعریف کرتا ہوں جو بادشاہ ہے اور پاک ذات ہے اور امان دینے والا اور پناہ میں لینے والا ہے اور میں اس بات کی گواہی دیتا ہوں کہ حضرت عیسیٰؑ اللہ کی (پیدا کی ہوئی) روح ہیں اور اللہ کا وہ کلمہ ہیں جس کو اللہ تعالیٰ نے مریم بتول پاک صاف اور پاک دامن کی طرف القاء فرمایا

---

[1] اخرجه الطبراني قال الهيثمي وفيه محمد بن اسماعيل بن عياش وهو ضعيف كذافي المجمع (ج ۵ ص ۳۰۲) [2] ذكره الحافظ في الفتح (ج ۸ ص ۸۹)

[3] اخرجه مسلم كذافي البداية (ج ۳ ص ۲۶۲) [4] اخرجه احمد والطبراني قال الهيثمي (ج ۵ ص ۳۰۵) وفيه ابن لهيعة وحديثه حسن وبقية رجاله رجال الصحيح

تھا چنانچہ وہ حضرت عیسیٰ کے ساتھ امید سے ہو گئیں اور اللہ تعالیٰ نے ان کو اپنی (خاص) روح اور اپنی (یعنی فرشتے کی) پھونک سے پیدا فرمایا اور میں تم کو اللہ وحدہ لاشریک لہ کی دعوت دیتا ہوں کہ تم پابندی سے اللہ کی اطاعت کرتے رہو اور میرا اتباع کرو اور مجھ پر اور جو کچھ میرے پاس آیا ہے اس پر ایمان لاؤ کیونکہ میں اللہ کا رسول ہوں اور میں نے تمہارے پاس اپنے چچازاد بھائی حضرت جعفر کو مسلمانوں کی ایک جماعت کے ساتھ بھیجا ہے۔ جب یہ تمہارے پاس پہنچیں تو ان کو اپنا مہمان بنا لینا اور تکبر اور غرور چھوڑ دینا کیونکہ میں تمہیں اور تمہارے لشکر کو اللہ عزوجل کی دعوت دیتا ہوں میں تمہیں اللہ کا پیغام پہنچا چکا ہوں اور تمہارے بھلے کی بات کہہ چکا ہوں۔ تم میری نصیحت مان لو۔ اور اس پر سلامتی ہو جو ہدایت کی اتباع کرے''۔

نجاشی نے حضور ﷺ کو جواب میں یہ خط لکھا:

بسم اللّٰہ الرحمٰن الرحیم

بخدمت حضرت محمد رسول اللہ نجاشی اصحم بن ابجر کی طرف سے۔

اے اللہ کے نبی! اللہ کی طرف سے آپ پر سلامتی ہو اور رحمت ہو اور برکتیں ہوں۔ اس ذات کے علاوہ کوئی معبود نہیں جس نے مجھے اسلام کی ہدایت عطا فرمائی یا رسول اللہ! آپ کا گرامی نامہ مجھے ملا۔ اس میں آپ نے حضرت عیسیٰؑ کی کچھ صفات کا تذکرہ فرمایا ہے۔ آسمان اور زمین کے رب کی قسم! آپ نے حضرت عیسیٰؑ کے بارے میں جو کچھ ذکر فرمایا ہے عیسیٰؑ کا مرتبہ اس سے ذرہ بھر بھی زیادہ نہیں ہے جو پیغام آپ نے ہمارے پاس بھیجا ہے ہم نے اسے اچھی طرح سمجھ لیا ہے۔ ہم نے آپ کے چچازاد بھائی اور ان کے ساتھیوں کی اچھی طرح میزبانی کی ہے۔ اور میں اس بات کی گواہی دیتا ہوں کہ آپ اللہ کے سچے رسول ہیں اور آپ کی تصدیق کی گئی ہے۔ میں آپ سے بیعت کرتا ہوں اور میں آپ کے چچازاد بھائی سے بیعت ہو چکا ہوں اور میں ان کے ہاتھوں مسلمان ہو چکا ہوں اور اللہ رب العالمین کا فرمانبردار بن چکا ہوں۔ اے اللہ کے نبی! میں آپ کے پاس (اپنے بیٹے) اریحا بن اصحم بن ابجر کو بھیج رہا ہوں کیونکہ مجھے صرف اپنی جان پر ہی پورا اختیار ہے یا رسول اللہ! اگر آپ فرمادیں تو میں آپ کی خدمت میں خود حاضر ہونے کو بھی تیار ہوں۔ کیونکہ میں اس بات کی گواہی دیتا ہوں کہ آپ جو کچھ فرماتے ہیں وہ بالکل حق ہے۔[1]

---

[1] اخرجه البيهقي عن ابن اسحاق كذافي البداية (ج۳ص ۸۳)

حضور ﷺ کا شاہ روم قیصر کے نام مکتوب گرامی

حضرت دحیہ کلبیؓ فرماتے ہیں کہ مجھے حضور ﷺ نے خط دے کر قیصر کے پاس بھیجا میں نے قیصر کے پاس پہنچ کر اسے حضورؐ کا خط دیا۔ اس کے پاس اس کا بھتیجا بیٹھا ہوا تھا جس کا رنگ سرخ اور آنکھیں نیلی اور بال بالکل سیدھے تھے جب اس نے حضورؐ کا خط پڑھا تو اس میں یہ مضمون تھا:۔
''محمد رسول اللہ کی جانب سے، روم والے ہرقل کے نام''۔

حضرت دحیہ فرماتے ہیں اتنا پڑھ کر اس کا بھتیجا زور سے غرایا اور گرج کر کہا کہ یہ خط آج ہرگز نہیں پڑھا جائے گا۔ قیصر نے پوچھا کیوں؟ اس نے کہا اس وجہ سے کہ ایک تو اس نے خط اپنے نام سے شروع کیا ہے اور دوسرے یہ کہ آپ کو روم والا لکھا ہے شاہ روم نہیں لکھا۔ قیصر نے کہا نہیں تمہیں یہ خط ضرور پڑھنا پڑے گا۔ جب اس نے سارا خط پڑھ کر سنا دیا اور تمام درباری قیصر کے پاس چلے گئے تو قیصر نے مجھے اپنے پاس بلایا اور جو پادری مدار المہام اور ظلمتخص تھا اسے پیغام بھیج کر بلایا۔ لوگوں نے بھی اس پادری کو ساری باتیں بتائیں اور قیصر نے بھی بتائیں اور اسے حضورؐ کا خط پڑھنے کے لئے دیا۔ تو اس پادری نے قیصر سے کہا یہ تو وہی شخص ہیں جن کا ہم انتظار کر رہے تھے، اور جن کی ہم کو حضرت عیسیٰؑ نے بشارت دی تھی۔ قیصر نے پادری سے کہا میرے بارے میں آپ کا کیا حکم ہے؟ پادری نے جواب دیا میں تو ان کی تصدیق کروں گا اور ان کا اتباع کروں گا۔ قیصر نے اس سے کہا کہ اگر میں ایسا کروں تو میری بادشاہت چلی جائے گی۔ اس کے بعد ہم قیصر کے پاس سے باہر نکل آئے۔ حضرت ابوسفیانؓ ان دنوں (تجارت کے لئے) وہاں آئے ہوئے تھے ان کو بلا کر قیصر نے ان سے یہ پوچھا کہ جو آدمی تمہارے ہاں ظاہر ہوا ہے وہ کیسا ہے؟ ابوسفیان نے جواب دیا ان کا خاندان ایسا اونچا ہے کہ کوئی خاندان اس سے بڑھا ہوا نہیں ہے۔ قیصر نے کہا یہ نبوت کی نشانی ہے پھر اس نے پوچھا کہ اس کی سچائی کس درجہ کی ہے؟ ابوسفیان نے جواب دیا کہ انہوں نے کبھی جھوٹ نہیں بولا۔ تو قیصر نے کہا کہ یہ بھی نبوت کی نشانی ہے۔ پھر قیصر نے پوچھا ذرا یہ تو بتاؤ کہ تمہارے ساتھیوں میں سے جو ان سے جا ملتا ہے کیا وہ تمہاری طرف واپس آتا ہے؟ ابوسفیان نے کہا نہیں۔ قیصر نے کہا یہ بھی نبوت کی ایک علامت ہے۔ پھر قیصر نے پوچھا کہ جب وہ اپنے ساتھیوں کو لے کر جنگ کرتے ہیں تو کیا کبھی وہ پسپا بھی

ہو جاتے ہیں؟ ابوسفیان نے کہا ہاں ان کی قوم نے ان سے کئی مرتبہ جنگ کی ہے کبھی وہ شکست دے دیتے ہیں کبھی ان کو شکست ہو جاتی ہے۔ قیصر نے کہا یہ بھی نبوت کی نشانی ہے۔ حضرت دحیہ فرماتے ہیں کہ پھر قیصر نے مجھے بلایا اور کہا اپنے ساتھی کو میرا پیغام پہنچا دینا کہ میں اچھی طرح جانتا ہوں کہ وہ نبی ہیں لیکن میں اپنی بادشاہت نہیں چھوڑ سکتا ہوں۔ حضرت دحیہ فرماتے ہیں کہ پادری کا یہ ہوا کہ لوگ ہر اتوار کو اس کے پاس جمع ہوتے تھے اور وہ باہر ان کے پاس آ کر ان کو وعظ و نصیحت کیا کرتا تھا۔ اب جب اتوار کا دن آیا تو وہ باہر نہ نکلا اور اگلے اتوار تک وہ اندر ہی بیٹھا رہا۔ اور اس دوران میں اس کے پاس آتا جاتا رہا۔ وہ مجھ سے باتیں کیا کرتا اور مختلف سوالات کرتا رہتا۔ جب اگلا اتوار آیا تو لوگوں نے اس کے باہر آنے کا بڑا انتظار کیا لیکن وہ باہر نہ آیا بلکہ بیماری کا عذر کر دیا اور اس نے ایسا کئی مرتبہ کیا۔ پھر تو لوگوں نے اس کے پاس یہ پیغام بھیجا یا تو تم ہمارے پاس باہر آؤ نہیں تو ہم زبردستی اندر آ کر تم کو قتل کر دیں گے۔ ہم لوگ تو تجھے اسی دن سے بدلا ہوا پاتے ہیں جب سے یہ عربی آدمی آیا ہے۔ تو پادری نے (مجھ سے) کہا۔ میرا یہ خط لے لو اور اپنے نبی کو جا کر یہ خط دے دینا اور ان کو میرا سلام کہنا اور ان کو یہ بتا دینا کہ میں اس بات کی گواہی دیتا ہوں کہ اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں ہے اور محمد اللہ کے رسول ہیں اور یہ بھی بتا دینا کہ میں ان پر ایمان لا چکا ہوں اور ان کو سچا مان چکا ہوں اور میں ان کا اتباع کر چکا ہوں اور یہ بھی بتا دینا کہ یہاں والوں کو میرا ایمان لانا برا لگا ہے اور جو کچھ تم دیکھ رہے ہو وہ بھی ان کو پہنچا دینا۔ اس کے بعد وہ پادری باہر نکلا تو لوگوں نے اسے شہید کر دیا۔[1]

بعض اہل علم کہتے ہیں کہ ہرقل نے حضرت دحیہؓ سے کہا تمہارا بھلا ہو۔ اللہ کی قسم! مجھے پورا یقین ہے کہ تمہارے حضرت اللہ کے بھیجے ہوئے نبی ہیں اور یہ وہی ہیں جن کا ہم انتظار کر رہے تھے اور ان کا تذکرہ ہم اپنی کتاب میں پاتے تھے۔ لیکن مجھے رومیوں سے اپنی جان کا خطرہ ہے۔ اگر یہ خطرہ نہ ہوتا تو میں ان کا ضرور اتباع کر لیتا۔ تم ضغاطر پادری کے پاس جاؤ اور اپنے حضرت کی بات ان کے سامنے رکھو۔ کیونکہ ملک روم میں وہ مجھ سے بڑا ہے اور اس کی بات زیادہ چلتی ہے۔ چنانچہ حضرت دحیہ نے اسے جا کر ساری بات بتائی تو اس نے حضرت دحیہ سے کہا کہ اللہ کی قسم! تمہارے حضرت واقعی اللہ کے بھیجے ہوئے نبی ہیں۔ ہم ان کو ان کی صفات اور ان کے نام سے جانتے ہیں۔ پھر وہ اندر گیا اور اس نے اپنے کپڑے اتارے اور سفید کپڑے پہنے

۱؎ اخرجه البزار وقال الهیثمی (ج ۸ص ۲۳۷) وفیه ابراهیم بن اسماعیل بن یحیی وهو ضعیف انتهی واخرجه ایضاً الطبرانی من حدیث دحیةؓ مختصرا وفیه یحیی بن عبدالحمید الحمانی وهو ضعیف کما قال الهیثمی (ج ۵ص ۳۰۶) وهکذا اخرجه ابو نعیم فی الدلائل (ص ۱۲۱) بمعناه مختصراً واخرجه ایضا عبدان بن محمد المروزی عن عبدالله بن شداد نحوه واتم منه

اور باہر اہل روم کے پاس آیا اور کلمہ شہادت پڑھا۔ وہ سب اس پر پل پڑے اور اسے شہید کر ڈالا۔[1]

حضرت سعید بن ابی راشدؒ فرماتے ہیں کہ قبیلہ تنوخ کے جس آدمی کو ہرقل نے اپنا قاصد بنا کر حضور ﷺ کی خدمت میں بھیجا تھا میں نے اس آدمی کو حمص میں دیکھا وہ میرا پڑوسی تھا۔ بہت بوڑھا مرنے کے قریب پہنچ چکا تھا۔ میں نے اس سے کہا کہ ہرقل نے حضورؐ کو جو پیغام بھیجا تھا اور پھر حضورؐ نے ہرقل کو جو جواب بھجوایا تھا، کیا آپ مجھے اس کے بارے میں نہیں بتاتے؟ اس نے کہا ضرور۔ حضورؐ تبوک تشریف لائے ہوئے تھے اور آپ نے دحیہ کلبی کو ہرقل کے پاس بھیجا۔ جب حضور ﷺ کا خط ہرقل کو ملا تو اس نے روم کے چھوٹے بڑے تمام پادریوں کو بلایا اور ان کو اپنے دربار میں جمع کر کے سب دروازے بند کروا دیئے اور اس نے کہا کہ یہ آدمی (یعنی حضورؐ) وہاں آ پہنچا ہے جہاں تم دیکھ رہے ہو (یعنی تبوک میں) اور اس نے مجھے خط بھیجا ہے جس میں اس نے مجھے تین باتوں کی دعوت دی ہے یا تو میں اس کے دین کا اتباع کر لوں یا ہم اسے جزیہ ادا کریں اور یہ ملک اور زمین ہمارے پاس رہے یا ہم اس سے جنگ کے لئے تیار ہو جائیں۔ اللہ کی قسم! تم آسمانی کتابوں کو پڑھ کر معلوم کر چکے ہو کہ یہ آدمی میرے قدموں کے نیچے کی زمین پر ضرور قبضہ کرے گا اس لئے آؤ یا تو ہم اس کے دین کا اتباع کر لیں یا ہم اپنا ملک اور زمین بچا کر اس کو جزیہ دینے لگ جائیں۔ یہ سن کر وہ سب بیک آواز غرائے اور اپنے آپے سے باہر ہو کر اپنی ٹوپیاں اتار پھینکیں اور کہنے لگے کہ تم ہمیں اس بات کی دعوت دیتے ہو کہ ہم نصرانیت کو چھوڑ دیں یا ہم اس اعرابی کے غلام بن جائیں جو حجاز سے آیا ہے۔ جب ہرقل نے یہ محسوس کیا کہ یہ لوگ اگر (اسی حال میں) باہر چلے گئے تو یہ اپنے ساتھیوں کو بغاوت پر آمادہ کر لیں گے اور ملک کا نظام درہم برہم کر دیں گے تو اس نے ان سے کہا میں نے تم سے یہ بات صرف اس لئے کہی تھی تاکہ مجھے پتہ چل جائے کہ تم اپنے دین پر کتنے پکے ہو۔ اس کے بعد اس نے عرب کے تجیب قبیلہ کے اس آدمی کو بلایا جو عرب نصاریٰ کا حاکم تھا اور اس سے کہا کہ ایک آدمی میرے پاس لے کر آؤ جو بات یاد رکھ سکتا ہو اور عربی زبان جانتا ہو۔ اسے میں اس آدمی (یعنی حضورؐ) کے پاس خط کا جواب دے کر بھیجوں گا۔ چنانچہ وہ حاکم میرے پاس آیا (میں ہرقل کے پاس گیا) ہرقل نے مجھے (حضورؐ کے نام) خط دیا اور کہا کہ میرا خط اس آدمی کے پاس لے جاؤ اور اس کی باتوں کو غور سے سننا اور تین چیزوں کو خاص طور سے یاد رکھنا ایک تو اس کا خیال رکھنا کہ جو خط انھوں نے مجھے لکھا ہے اس کے بارے میں وہ کیا کہتے ہیں۔ دوسرے اس کا خیال رکھنا وہ میرا خط پڑھ کر رات کا ذکر کرتے ہیں یا نہیں؟ تیسرے ان کی پشت کی طرف غور سے دیکھنا کہ کیا ان کی پشت پر کوئی ایسی خاص چیز ہے جس سے تمہیں شک پڑے؟

[1] اخرجه عبدان عن ابن اسحاق وهكذا ذكره يحيى بن سعيد الاموى فى المغازل والطبرى عن ابن اسحاق كذافى الاصابة (ج ٣ ص ٢١٦)

چنانچہ میں ہرقل کا خط لے کر تبوک پہنچا تو حضورؐ ایک چشمہ کے کنارے اپنے صحابہؓ کے درمیان بیٹھے ہوئے تھے تو میں نے پوچھا آپ لوگوں کے حضرت کہاں ہیں؟ مجھے بتایا گیا کہ یہی تو ہیں تو میں چلتے چلتے آپ کے سامنے جا کر بیٹھ گیا اور میں نے اپنا خط آپ کو دیا۔ آپؐ نے فرمایا کیا تم اپنے باپ حضرت ابراہیم علیہ السلام کے دین میں داخل ہونا چاہتے ہو جو ہر غلط اور باطل سے پاک ہے؟ میں نے کہا میں ایک قوم کی طرف سے قاصد بن کر آیا ہوں اور اسی قوم کے دین پر ہوں۔ جب تک اس قوم کے پاس واپس نہ چلا جاؤں ان کے دین کو نہیں چھوڑ سکتا ہوں۔ اس پر آپ نے یہ آیت پڑھی۔

اِنَّکَ لَا تَهْدِیْ مَنْ اَحْبَبْتَ وَلٰکِنَّ اللّٰهَ یَهْدِیْ مَنْ یَّشَآءُ وَهُوَ اَعْلَمُ بِالْمُهْتَدِیْنَ

ترجمہ: ''تو راہ پر نہیں لاتا جس کو تو چاہے۔ پر اللہ راہ پر لائے جس کو چاہے اور وہی خوب جانتا ہے جو راہ پر آئیں گے''۔ اس کے بعد فرمایا اے تنوخی بھائی! میں نے ایک خط نجاشی کو بھیجا تھا۔ اس نے میرا خط پھاڑ دیا۔ اس وجہ سے اللہ تعالیٰ اسے اور اس کے ملک کو پھاڑ دیں گے (بظاہر یہ نجاشی اور ہے اور جو نجاشی حضورؐ کا خط پڑھ کر مسلمان ہو گئے تھے اور جن کی حضور ﷺ نے غائبانہ نماز جنازہ پڑھی تھی وہ اور ہیں) اور میں نے تمہارے بادشاہ (قیصر) کو بھی خط لکھا تھا۔ اس نے میرے خط کو سنبھال کر رکھا (اسے پھاڑا نہیں) اس لئے جب تک اس کی زندگی میں خیر مقدر ہے اس وقت تک لوگوں کے دلوں میں اس کا رعب رہے گا۔ میں نے اپنے دل میں کہا کہ ہرقل نے مجھے تین باتوں کے خیال رکھنے کا کہا تھا یہ ان میں سے ایک تو ہو گئی اور میں نے اپنے ترکش میں سے تیر نکال کر فوراً اپنی تلوار کے نیام کی کھال پر تیر سے لکھ لیا پھر حضورؐ نے وہ خط اپنی بائیں طرف والے ایک آدمی کو دیا۔ میں نے پوچھا کہ یہ خط پڑھنے والے صاحب کون ہیں؟ لوگوں نے بتایا کہ یہ حضرت معاویہ ہیں۔ (حضرت معاویہ خط پڑھنے لگے) ہرقل کے اس خط میں یہ مضمون تھا کہ آپ مجھے ایسی جنت کی دعوت دے رہے ہیں جس کی چوڑائی آسمانوں اور زمین کے برابر ہے اور جو متقیوں کے لئے تیار کی گئی ہے۔ (جب آسمانوں اور زمین کے برابر جنت ہو گئی تو) دوزخ کہاں ہو گی؟ تو آپؐ نے فرمایا سبحان اللہ جب دن آ جاتا ہے تو رات کہاں چلی جاتی ہے؟ میں نے اپنے ترکش میں سے تیر نکال کر اپنی تلوار کے نیام پر اس بات کو بھی لکھ لیا۔ جب آپ میرے خط کو سن چکے تو آپ نے مجھ سے فرمایا تم میرے پاس قاصد بن کر آئے ہو۔ تمہارا ہم پر حق ہے۔ اگر ہمارے پاس تحفہ کے طور

پر دینے کے لئے کوئی چیز ہوئی تو ہم تمہیں ضرور دیں گے کیونکہ اس وقت ہم سفر میں ہیں اور زادِ راہ بالکل ختم ہو چکا ہے لوگوں میں سے ایک آدمی نے بلند آواز سے کہا میں اس کو تحفہ دیتا ہوں۔ چنانچہ اس نے اپنا سامان کھولا اور ایک صفوریہ (اردن کے شہر صفورہ کا بنا ہوا) جوڑا لا کر انہوں نے میری گود میں رکھ دیا۔ میں نے پوچھا یہ جوڑا دینے والے صاحب کون ہیں؟ مجھے بتایا گیا کہ یہ حضرت عثمانؓ ہیں۔ پھر حضورؐ نے فرمایا اس قاصد کو کون اپنا مہمان بنائے گا؟ ایک نوجوان انصاری نے کہا میں بناؤں گا وہ انصاری کھڑے ہوئے تو میں بھی ان کے ساتھ کھڑا ہو گیا۔ جب میں آپ کی مجلس سے باہر چلا گیا تو آپ نے مجھے آواز دی۔ اے تنوخی بھائی! تو میں واپس آیا اور آپ کے سامنے پہلے جہاں بیٹھا ہوا تھا وہاں آکر کھڑا ہو گیا۔ آپ نے اپنی پشت مبارک سے چادر اتار دی اور فرمایا جو کام تم کو کہا گیا تھا وہ کام تم ادھر آکر کر لو۔ (یعنی مہر نبوت دیکھ لو) میں گھوم کر حضور ﷺ کی پشت کی طرف گیا۔ مجھے کندھے کی نرم ہڈی پر مہر نبوت نظر آئی جو کبوتر کے انڈے کے برابر تھی۔[1]

حضرت ابن عباسؓ فرماتے ہیں کہ حضرت ابو سفیانؓ نے ان سے یہ بیان کیا کہ جس زمانے میں حضور ﷺ نے ابو سفیان اور کفار قریش سے صلح کر رکھی تھی۔ اس زمانے میں حضرت ابو سفیان قریش کے ایک تجارتی قافلہ کے ساتھ ملک شام گئے ہوئے تھے اور وہاں وہ لوگ ایلیا شہر میں ٹھہرے ہوئے تھے۔ ہرقل کے پاس گئے اس نے ان سب کو اپنے دربار میں بٹھایا اور وہاں روم کے بڑے بڑے سردار بھی تھے ان کو بھی جمع کیا اور ایک ترجمان کو بلا کر کہا کہ جس آدمی نے نبوت کا دعویٰ کیا ہے تم میں سے کون نسب میں اس کے سب سے زیادہ قریب ہے؟ حضرت ابو سفیان فرماتے ہیں کہ میں نے کہا میں نسب میں ان کے سب سے زیادہ قریب ہوں تو ہرقل نے کہا اس آدمی کو میرے قریب کر دو اور اس کے ساتھیوں کو اس کے پیچھے قریب ہی بٹھا دو پھر اس نے اپنے ترجمان سے کہا کہ ان سے یہ کہو کہ میں نبوت کا دعویٰ کرنے والے آدمی کے بارے میں ان سے (یعنی ابو سفیان سے) پوچھوں گا اگر یہ مجھ سے غلط بیانی کرے تو تم فوراً ٹوک دینا (حضرت ابو سفیان فرماتے ہیں کہ) اللہ کی قسم اگر مجھے یہ خطرہ نہ ہوتا کہ میرے ساتھی مجھے جھوٹا مشہور کر دیں گے تو میں حضورؐ کے بارے میں اس دن ضرور

---

[1] اخرجه عبدالله بن احمد وابو يعلى قال الهيثمى (ج۸ص ۲۳۵، ۲۳۶) رجال ابى يعلى ثقات ورجال عبدالله بن احمد كذلك انتهى واخرجه ايضاً الامام احمد كما فى البداية (ج ۵ ص ۱۵) وقال هذا حديث غريب واسناده لا باس به تفرد به الامام احمد انتهى واخرجه ايضا يعقوب بن سفيان كما فى البداية ايضا (ج ٦ ص ۲۷)

غلط بیانی سے کام لے لیتا۔ پھر ہرقل نے مجھ سے سب سے پہلے یہ سوال کیا کہ اس آدمی کا تمہارے میں نسب کیسا ہے؟ میں نے کہا وہ ہمارے میں بڑے نسب والا ہے پھر اس نے پوچھا کیا اس سے پہلے تم میں کسی اور نے بھی یہ دعوی کیا ہے؟ میں نے کہا نہیں پھر اس نے پوچھا کیا اس کے آباؤ اجداد میں کوئی بادشاہ گزرا ہے؟ میں نے کہا نہیں۔ پھر اس نے پوچھا کہ کیا بڑے اور طاقتور لوگوں نے اس کا اتباع کیا ہے یا چھوٹے اور کمزور لوگوں نے؟ میں نے کہا چھوٹے اور کمزور لوگوں نے۔ پھر اس نے پوچھا ان کے ماننے والوں کی تعداد بڑھ رہی یا گھٹ رہی ہے؟ میں نے کہا بڑھ رہی ہے۔ پھر اس نے پوچھا کہ کیا ان کے ماننے والوں میں سے کوئی ان کے دین میں داخل ہونے کے بعد ان کے دین کو برا سمجھ کر مرتد ہوا ہے؟ میں نے کہا نہیں پھر اس نے پوچھا کہ کیا اس دعوی کرنے سے پہلے تم لوگوں نے کبھی ان پر جھوٹ بولنے کا الزام لگایا تھا میں نے کہا نہیں پھر اس نے پوچھا کہ کیا کبھی وہ معاہدہ کی خلاف ورزی کرتے ہیں؟ میں نے کہا نہیں لیکن آجکل ہمارا ان سے ایک معاہدہ چل رہا ہے۔ ہمیں پتہ نہیں ہے کہ وہ اس معاہدے کے بارے میں کیا کریں گے۔ حضرت ابو سفیان فرماتے ہیں کہ میں ساری گفتگو میں حضورؐ کے خلاف اس جملہ کے علاوہ اور کوئی جملہ نہیں بڑھا سکا۔ پھر ہرقل نے پوچھا کیا کبھی تمہاری اس سے جنگ ہوئی ہے؟ میں نے کہا ہاں! اس نے کہا ان سے جنگ کرنے کا کیا نتیجہ نکلا؟ میں نے کہا برابر سرابر، کبھی وہ جیت جاتے ہیں اور کبھی ہم جیت جاتے ہیں۔ پھر اس نے پوچھا وہ تمہیں کن باتوں کا حکم دیتے ہیں؟ میں نے کہا وہ یہ کہتے ہیں کہ ایک اللہ کی عبادت کرو اور اس کے ساتھ کسی کو شریک نہ ٹھہراؤ اور تمہارے آباء اجداد جو کہتے تھے اسے چھوڑ دو اور وہ ہمیں نماز پڑھنے، سچ بولنے اور پاکدامنی اور صلہ رحمی کا حکم دیتے ہیں۔ اس نے ترجمان سے کہا کہ ان کو یہ کہو کہ میں نے تم سے ان کے نسب کے بارے میں پوچھا۔ تم نے بتایا کہ وہ تم لوگوں میں بڑے نسب والے ہیں اور تمام رسول اسی طرح اپنی قوم کے اعلی نسب میں مبعوث ہوتے ہیں اور میں نے تم سے پوچھا کیا اس سے پہلے تم میں سے کسی اور نے بھی یہ دعوی کیا ہے؟ تم نے بتایا کہ نہیں۔ تو میں نے دل میں کہا کہ اگر ان سے پہلے کسی اور نے بھی یہ دعوی کیا ہوتا تو میں یہ کہتا کہ اس کی دیکھا دیکھی یہ بھی وہی دعوی کرنے لگ گیا ہے اور میں نے تم سے پوچھا کیا اس کے آباؤ اجداد میں کوئی بادشاہ گزرا ہے؟ تم نے بتایا کہ نہیں اگر ان کے آباؤ اجداد میں کوئی بادشاہ گزرا ہوتا تو میں یہ کہتا کہ یہ آدمی اپنے باپ دادا کی بادشاہت حاصل کرنا چاہتا ہے اور میں نے تم سے پوچھا کہ کیا اس دعوی کرنے سے پہلے تم لوگوں نے ان پر جھوٹ بولنے کا الزام لگایا تھا؟ تم نے کہا نہیں۔ میں اس سے یہ سمجھا کہ یہ نہیں ہو سکتا کہ ایک آدمی انسانوں کے معاملے میں تو جھوٹ بولنا گوارہ نہ کرے اور

اللہ کے معاملہ میں جھوٹ بول دے اور میں نے تم سے پوچھا کہ کیا بڑے طاقتور لوگوں نے اس کا اتباع کیا ہے اور یہی لوگ (شروع میں) رسولوں کے ماننے والے ہوتے ہیں اور میں نے تم سے پوچھا کہ ان کے ماننے والوں کی تعداد بڑھ رہی ہے یا گھٹ رہی ہے؟ تم نے بتایا کہ بڑھ رہی ہے اور ایمان کی شان یہی ہے۔ یہاں تک کہ پورا ہو، اور میں نے تم سے پوچھا کہ ان کے ماننے والوں میں سے کوئی ان کے دین میں داخل ہونے کے بعد ان کے دین کو برا سمجھ کر مرتد ہوا ہے؟ تو تم نے بتایا کہ نہیں۔ اور ایمان کی حلاوت جب دلوں میں رچ جاتی ہے تو ایسے ہی ہوا کرتا ہے۔ اور میں نے تم سے پوچھا کہ کیا کبھی وہ معاہدہ کی خلاف ورزی کرتے ہیں؟ تو تم نے بتایا کہ نہیں۔ اور اسی طرح رسول معاہدہ کی خلاف ورزی نہیں کیا کرتے۔ اور میں نے تم سے پوچھا کہ وہ تمہیں کن باتوں کا حکم دیتے ہیں؟ تو تم نے بتایا کہ وہ تمہیں اس بات کا حکم دیتے ہیں کہ تم اللہ کی عبادت کرو اور اس کے ساتھ کسی چیز کو شریک نہ ٹھہراؤ اور وہ تمہیں بتوں کی عبادت سے روکتے ہیں اور تمہیں سچ بولنے اور نماز پڑھنے اور پاک دامنی کا حکم دیتے ہیں۔ یہ ساری باتیں جو تم نے کہی ہیں اگر یہ سچ ہیں تو یاد رکھو کہ وہ اس جگہ کے بھی مالک ہو کر رہیں گے جو میرے دونوں قدموں کے نیچے ہے مجھے یہ معلوم تھا کہ وہ ظاہر ہونے والے ہیں لیکن میرا یہ خیال نہیں تھا کہ وہ تم لوگوں میں سے ہوں گے۔ اگر مجھے یہ معلوم ہوتا کہ میں ان تک پہنچ سکتا ہوں تو میں ان کی ملاقات کے لئے سارا زور لگا دیتا اور اگر میں آپ کے پاس ہوتا تو آپ کے دونوں پیر دھوتا۔ پھر اس نے حضورؐ کا وہ خط منگوایا جو حضرت دحیہؓ لے کر حاکم بصری کے پاس آئے تھے اور حاکم بصری نے وہ خط ہرقل تک پہنچایا تھا۔ اس خط میں یہ مضمون تھا۔

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

"اللہ کے رسول محمد بن عبداللہ کی طرف سے ہرقل کے نام جو روم کا بڑا ہے اس پر سلامتی ہو جس نے ہدایت کو اختیار کیا۔ امابعد! میں تم کو اسلام کی دعوت دیتا ہوں۔ مسلمان ہو جاؤ سلامتی پالو گے اور اللہ تعالیٰ تم کو دگنا اجر عطا فرمائیں گے اور اگر تم نے اسلام سے منہ پھیرا تو تمہاری رعایا کا گناہ بھی تم پر ہوگا۔ اور اے اہل کتاب! آؤ اس کلمہ کی طرف جو ہمارے اور تمہارے درمیان برابر ہے (اور وہ یہ ہے) کہ ہم صرف اللہ کی عبادت کریں اور اس کے ساتھ کسی چیز کو شریک نہ کریں اور ہم اللہ کے علاوہ ایک دوسرے کو خدا نہ بنائیں۔ اگر اہل کتاب اس دعوت سے منہ پھیرلیں تو (اے مسلمانو!) تم کہہ دو کہ ہم تو یقیناً مسلمان ہیں"۔

حضرت ابوسفیان فرماتے ہیں کہ جب وہ اپنی بات کہہ چکا اور خط سنا چکا تو اس کی مجلس میں

ایک شور و شغب برپا ہو گیا اور سب لوگ زور زور سے بولنے لگے اور اس نے ہمیں مجلس سے باہر بھیج دیا۔ جب ہم باہر آئے تو میں نے اپنے ساتھیوں سے کہا کہ ابن ابی کبشہ (کفار مکہ حضور کو ابن ابی کبشہ کہا کرتے تھے) کا معاملہ اتنا زور دار ہو گیا ہے کہ بنو الاصفر یعنی رومیوں کا بادشاہ بھی ان سے ڈرنے لگ گیا ہے۔ اس کے بعد مجھے پختہ یقین ہو گیا تھا کہ حضورؐ غالب ہو کر رہیں گے حتی کہ اللہ نے مجھے اسلام سے نواز دیا۔ زہری کہتے ہیں کہ ابن ناطور ایلیا کا حاکم اور ہرقل جب ایلیل (یعنی بیت المقدس) آیا ہوا تھا تو ایک دن صبح کے وقت بڑا پریشان اور کبیدہ خاطر تھا تو اس سے اس کے ایک بڑے پادری نے کہا کہ آپ کی طبیعت ٹھیک معلوم نہیں ہو رہی ہے۔

ابن ناطور کا بیان ہے کہ ہرقل نجومی تھا۔ اور ستاروں کا حساب جانتا تھا۔ پادری کے پوچھنے پر اس نے یہ بتایا کہ ستاروں میں غور کرنے سے مجھے پتہ چلا ہے کہ ختنہ والے بادشاہ کا دنیا میں ظہور ہو چکا ہے تم یہ بتاؤ کہ لوگوں میں سے کس قوم میں ختنہ کا رواج ہے؟ انہوں نے کہا کہ صرف یہودی ختنہ کرتے ہیں اور یہودیوں کی طرف سے آپ کو پریشان ہونے کی ضرورت نہیں ہے اپنے ملک کے تمام شہروں میں یہ حکم نامہ بھیج دیں کہ وہاں جتنے یہودی ہیں وہ سب قتل کر دیئے جائیں۔ ان لوگوں میں ابھی یہ گفتگو ہو ہی رہی تھی کہ اتنے میں غسان کے بادشاہ کا بھیجا ہوا قاصد آپہنچا اور اس نے ان کو حضورؐ کے بارے میں خبر دی۔ اس سے ساری خبر معلوم کر کے ان لوگوں سے یہ کہا کہ جاؤ اور پتہ کرو کہ اس قاصد نے ختنہ کرایا ہوا ہے یا نہیں؟ ان لوگوں نے تحقیق کرنے کے بعد ہرقل کو بتایا کہ اس نے ختنہ کرایا ہوا ہے پھر ہرقل نے اس قاصد سے عربوں کے بارے میں پوچھا تو اس نے بتایا کہ عربوں میں ختنہ کا رواج ہے۔ اس پر ہرقل نے کہا کہ یہ عرب قوم کے بادشاہ ہیں جن کا ظہور ہو گیا ہے۔ پھر ہرقل نے اپنے ایک ساتھی کو (اس بارے میں) خط لکھا جو رومیہ میں رہتا تھا اور علم نجوم میں اسی طرح ماہر تھا اور خود ہرقل کی رائے سے پورا اتفاق کر رہا تھا کہ واقعی اس نبی کا ظہور ہو گیا ہے جو عرب قوم کا بادشاہ ہے۔ ہرقل نے حمص میں اپنے محل کے کھلے پارک میں روم کے بڑے سرداروں کو جمع کیا۔ پھر اس نے دروازے بند کرنے کا حکم دیا چنانچہ تمام دروازے بند کر دیئے گئے پھر اس نے محل کے ایک جھروکے سے ان کے سامنے آکر ان سے یہ کہا اے روم کے سردارو! کیا تم یہ چاہتے ہو کہ تم کو فلاح و بہبود اور ہدایت ملے اور تمہارے پاس تمہارا ملک باقی رہے؟ اگر تم یہ چاہتے ہو تو اس نبی کا اتباع کر لو۔ یہ سنتے ہی وہ سارے سردار بدک کر وحشی گدھوں کی طرح دروازوں کی طرف دوڑے لیکن انہوں نے دیکھا کہ دروازے تو سارے بند ہیں۔

ہرقل نے جب ان کا اس طرح بھاگنا دیکھا اور وہ ان کے ایمان قبول کرنے سے ناامید ہو گیا تو

اس نے حکم دیا کہ ان سب کو میرے پاس واپس لاؤ (چنانچہ وہ واپس آئے) اس نے ان سے کہا کہ میں نے تو یہ بات صرف اس لئے کہی تھی تاکہ مجھے پتہ لگ جائے کہ تم اپنے دین پر کتنے پختہ ہو۔ اور اب مجھے یقین آگیا ہے کہ تم اپنے دین پر پکے ہو۔ اس پر وہ سب ہرقل کے آگے سجدہ میں گر گئے اور اس سے خوش ہو گئے۔ ہرقل کے قصہ کا آخری انجام یہی ہوا کہ وہ ایمان نہ لایا۔ [۱]

حضور ﷺ کا شاہ فارس کسریٰ کے نام گرامی نامہ

حضرت ابن عباسؓ فرماتے ہیں کہ حضور ﷺ نے ایک صحابی کے ہاتھ اپنا خط روانہ فرمایا اور ان صحابی کو حضورؐ نے یہ ہدایت فرمائی کہ وہ یہ خط بحرین کے گورنر کو دے دیں۔ چنانچہ بحرین کے گورنر نے وہ خط لے کر کسریٰ تک پہنچا دیا۔ جب کسریٰ نے وہ خط پڑھا تو اس نے خط کو پھاڑ کر ٹکڑے ٹکڑے کر دیا۔ راوی کہتے ہیں کہ میرا خیال یہ ہے کہ حضرت ابن مسیب نے فرمایا تھا کہ یہ سن کر حضورؐ نے ان کے لئے بددعا کی کہ ان کے بھی ایسے ہی ٹکڑے ٹکڑے کر دیئے جائیں۔ [۲]

حضرت عبدالرحمٰن بن قاریؓ فرماتے ہیں کہ حضور ﷺ ایک دن بیان فرمانے کے لئے منبر پر کھڑے ہوئے اور اللہ کی حمد و ثناء بیان فرمائی اور کلمہ شہادت پڑھا۔ پھر آپ نے فرمایا۔ امابعد! میں تم میں سے کچھ لوگوں کو عجم کے بادشاہوں کے پاس بھیجنا چاہتا ہوں اور جیسے بنی اسرائیل نے حضرت عیسیٰؑ کے سامنے اختلاف کیا تھا تم میرے سامنے ویسا اختلاف نہ کرنا تو مہاجرین نے کہا یا رسول اللہ! ہم کبھی بھی آپ کے سامنے کسی چیز کے بارے میں کوئی اختلاف نہیں کریں گے۔ آپ ہمیں جو چاہیں حکم دیں اور جہاں چاہیں بھیج دیں۔ چنانچہ آپؐ نے حضرت شجاع بن وہبؓ کو کسریٰ کی طرف روانہ کیا۔ (حضرت شجاع کی آمد پر) کسریٰ نے اپنے محل کے سجانے کا حکم دیا اس کے بعد اس نے فارس کے بڑے بڑے سرداروں کو جمع کر کے حضرت شجاع بن وہب کو بلوایا جب حضرت شجاع محل میں داخل ہو گئے تو کسریٰ نے کسی درباری کو حکم دیا کہ ان سے خط لے لے۔ حضرت شجاع بن

۱۔ اخرجه البخاری وقدرواه البخاری فی مواضع کثیرة فی صحیحه بالفاظ یطول استقصاءها اخرجه بقیة الجماعة الا ابن ماجة من طرق عن الزهری عن عبیدالله بن عبدالله بن عتبه بن مسعود عن ابن عباس رضی الله عنهما کذافی البدایة (ج ٤ ص٢٦٦) و اخرجه ایضا ابن اسحاق عن الزهری بنحوه کما ذکر فی البدایة (ج ٤ ص ٢٦٢) واخرجه ابونعیم فی دلائل النبوة (ص ١١٩) من طریق الزهری نحوه مطولا والبیهقی (ج ٩ ص ١٧٨) بهذاالاسناد بنحوه مطولا

۲۔ اخرجه البخاری من حدیث اللیث عن یونس عن الزهری عن عبید الله بن عبدالله بن عتبة

وہب نے فرمایا کہ یہ ہر گز نہیں ہو سکتا۔ میں تو حضورؐ کے حکم کے مطابق اپنے ہاتھ سے خود تمہیں دوں گا تو کسریٰ نے کہا اچھا پھر قریب آجاؤ چنانچہ انہوں نے آگے بڑھ کر کسریٰ کو وہ خط دیا پھر اس نے حیرہ کے رہنے والے اپنے ایک منشی کو بلایا اس نے حضورؐ کا خط پڑھنا شروع کیا تو خط میں مضمون یوں تھا۔

"اللہ کے رسول محمد بن عبد اللہ کی جانب سے کسریٰ کے نام جو فارس کا بڑا ہے"۔

اس بات پر اسے بڑا طیش آیا کہ حضورؐ نے اپنا نام اس کے نام سے پہلے لکھا ہے اور اس نے بڑا شور مچایا۔ خط کو پڑھنے سے پہلے ہی اس نے خط لے کر ٹکڑے ٹکڑے کر دیا۔ اور اس نے حکم دے کر حضرت شجاع کو اپنے ایوان سے باہر نکال دیا۔ حضرت شجاع یہ منظر دیکھ کر اپنی سواری پر بیٹھ کر چل دیئے اور فرمایا کہ میں نے حضورؐ کا خط کسریٰ کو پہنچا دیا ہے اب مجھے کوئی پرواہ نہیں ہے چاہے وہ خوش ہو چاہے وہ ناراض ہو۔ راوی کہتے ہیں کہ جب کسریٰ کا غصہ ٹھنڈا ہو گیا تو اس نے حضرت شجاع کو اپنے پاس بلانے کے لئے ایک آدمی بھیجا۔ حضرت شجاع روانہ ہو چکے تھے اس لئے وہاں نہ ملے وہ آدمی تلاش میں حیرہ تک گیا لیکن حضرت شجاع وہاں سے بھی آگے نکل چکے تھے۔ حضرت شجاع نے حضور ﷺ کی خدمت میں پہنچ کر ساری کارگزاری سنائی اور یہ بتایا کہ کسریٰ نے حضورؐ کے خط کے ٹکڑے ٹکڑے کر دیئے۔ آپؐ نے فرمایا کسریٰ نے تو اپنے ملک کو ٹکڑے ٹکڑے کر دیا۔[1]

حضرت ابو سلمہ بن عبد الرحمٰنؒ فرماتے ہیں کہ جب حضور ﷺ کا خط کسریٰ کے پاس پہنچا اور اس نے پڑھ کر اسے پھاڑ ڈالا تو اس نے اپنے یمن کے گورنر باذان کو خط لکھا کہ اپنے پاس سے دو مضبوط قسم کے آدمی حجاز کے اس (خط لکھنے والے) آدمی کے پاس بھیج دو تاکہ وہ اسے پکڑ کر میرے پاس لے آئیں۔ چنانچہ اس نے کسریٰ کے خط کی وجہ سے اپنے داروغہ کے ساتھ جد جمیرہ نامی فارسی آدمی کو بھیجا۔ اس داروغہ کا نام ابانوہ تھا۔ وہ منشی اور بڑا حساب دان تھا اور اس نے ان دونوں کے ساتھ حضورؐ کے نام ایک خط بھیجا۔ جس میں یہ مضمون تھا کہ حضورؐ ان دونوں کی ہمراہی میں کسریٰ کے پاس چلے جائیں اور یمن کے گورنر نے اپنے داروغہ سے کہا کہ ان کی (یعنی حضورؐ) کی تمام چیزوں کو غور سے دیکھنا اور ان سے خوب بات چیت کرنا اور ان کے تمام حالات اچھی طرح معلوم کر کے آنا اور سب مجھے بتانا۔ وہ دونوں یمن سے چلے اور طائف پہنچے وہاں ان دونوں کو قریش کے چند تاجر ملے۔ انہوں نے تاجروں سے حضورؐ کے بارے میں دریافت کیا تو ان تاجروں نے بتایا کہ حضورؐ یثرب میں (یعنی مدینہ میں) ہیں۔

---

[1] قاله عبدالله بن وهب عن يونس عن الزهري كذافي البداية (ج ٤ ص ٢٦٩)

(حضورؐ کو کسریٰ کے پاس لے جانے کے لئے ان دو سپاہیوں کے آنے سے) وہ تاجر بڑے خوش ہوئے اور کہنے لگے کہ اب تو حضورؐ کے مقابلہ میں کسریٰ کھڑا ہو گیا ہے لہذا اب حضورؐ سے نمٹنے کے لئے تمہیں کچھ کرنے کی ضرورت نہیں ہے۔ وہ دونوں وہاں سے چلے حتی کہ مدینہ پہنچ گئے اور ابانوہ نے حضورؐ سے کہا کہ کسریٰ نے یمن کے گورنر باذان کو خط بھیجا کہ وہ (باذان) آپ کے پاس چند سپاہیوں کو بھیج دے جو آپ کو کسریٰ کے پاس پہنچا دیں چنانچہ باذان نے ہمیں اسی غرض سے بھیجا ہے تاکہ آپ ہمارے ساتھ کسریٰ کے پاس چلیں۔ حضور ﷺ نے فرمایا اب تو تم دونوں واپس چلے جاؤ۔ کل میرے پاس آنا۔ جب اگلے دن صبح کو وہ دونوں حضورؐ کے پاس آئے تو حضورؐ نے ان کو بتایا کہ اللہ نے فلاں مہینے کی فلاں رات میں کسریٰ پر اس کے بیٹے شیرویہ کو مسلط کر دیا جس نے اسے قتل کر کے حکومت پر قبضہ کر لیا۔ ان دونوں نے کہا کیا آپ سوچ سمجھ کر بول رہے ہیں؟ کیا یہ بات ہم باذان کو لکھ دیں؟ آپ نے فرمایا ہاں لکھ دو اور اس کو یہ بھی کہہ دینا کہ اگر وہ مسلمان ہو جائے گا تو جتنا علاقہ اس کے قبضہ میں ہے سب اسے ہی دے دوں گا۔ پھر آپ نے جد جمیرہ کو ایک پٹکا دیا جو آپ کو ہدیہ میں ملا تھا اس میں سونا چاندی تھا۔ ان دونوں نے یمن واپس آ کر باذان کو ساری بات بتائی۔ باذان نے کہا کہ اللہ کی قسم یہ کسی بادشاہ کا کلام نہیں معلوم ہوتا ہے اور جو کچھ انہوں نے کہا ہے ہم اس کی تحقیق کر لیتے ہیں۔ کچھ ہی عرصہ کے بعد باذان کے پاس شیرویہ کا خط آیا جس میں لکھا ہوا تھا کہ میں نے اہل فارس کی حمایت کے لئے غصہ میں آ کر کسریٰ کو قتل کر دیا ہے کیونکہ وہ اہل فارس کے شرفاء کو بلاوجہ قتل کرنے کو اپنے لئے درست سمجھتا تھا۔ اپنے علاقہ کے تمام لوگوں سے میری اطاعت کا عہد لے لو اور جس آدمی (یعنی حضورؐ) کی گرفتاری کا کسریٰ نے تمہیں خط لکھا تھا۔ اب اس آدمی کو کچھ نہ کہو۔ جب باذان نے شیرویہ کا خط پڑھا تو اس نے کہا کہ یہ آدمی (یعنی حضورؐ) تو یقیناً اللہ کے بھیجے ہوئے نبی ہیں اور وہ بھی مسلمان ہو گیا اور یمن میں جتنے فارسی شہزادے رہتے تھے وہ بھی مسلمان ہو گئے۔[1]

ابن اسحاق بیان کرتے ہیں کہ حضور ﷺ نے اپنا خط دیکر حضرت عبداللہ بن حذافہؓ کو کسریٰ کے پاس بھیجا اس خط میں آپ نے کسریٰ کو اسلام کی دعوت دی تھی۔ جب کسریٰ نے وہ خط پڑھا تو اسے پھاڑ دیا پھر اس نے یمن میں اپنے گورنر باذان کو خط لکھا۔ آگے سابقہ حدیث جیسا

---

[1] اخرجہ ابو سعد النیسا بوری فی کتاب شرف المصطفی من طریق ابن اسحاق عن الزہری وھکذا احکاہ ابو نعیم الا صبہانی فی الد لائل عن ابن اسحاق بلا اسناد لکن سماہ خر خسرہ و وافق علی تسمیۃ رفیقہ ابا نود کذافی الا صابۃ (ج ۱ ص ۲۵۹)

مضمون ہے اور اس میں یہ بھی ہے کہ وہ دونوں آدمی مدینہ پہنچے اور بابویہ نے حضورؐ سے یہ بات کہی کہ شہنشاہ کسریٰ نے نواب باذان کو خط لکھ کر یہ حکم دیا ہے کہ وہ (باذان) آپ کے پاس آدمی بھیجے جو آپ کو کسریٰ کے پاس لے جائیں۔ اگر آپ خوشی خوشی چل دیں تو میں آپ کو ایک خط لکھ کر دوں گا جو کسریٰ کے ہاں آپ کے کام آئے گا اور اگر آپ جانے سے انکار کرتے ہیں تو کسریٰ آپ کو اور آپ کی قوم کو ہلاک کر دے گا اور آپ کے تمام علاقہ کو برباد کر دے گا۔ آپؐ نے ان سے فرمایا ابھی تو تم واپس چلے جاؤ کل میرے پاس آنا۔ آگے سابقہ حدیث جیسا مضمون ہے۔ [1]

حضرت زید بن ابی حبیب فرماتے ہیں کہ حضور ﷺ نے حضرت عبداللہ بن حذافہؓ کو شاہ فارس کسریٰ بن ہرمز کے پاس بھیجا اور ان کو یہ خط لکھ کر دیا۔

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

"محمد رسول اللہ کی جانب سے کسریٰ کے نام جو فارس کا بڑا ہے۔ سلامتی ہو اس انسان پر جو ہدایت کا اتباع کرے اور اللہ اور اس کے رسول پر ایمان لائے اور اس بات کی گواہی دے کہ اللہ وحدہ لاشریک کے علاوہ کوئی معبود نہیں اور حضرت محمد اس کے بندے اور رسول ہیں۔ میں تمہیں اللہ کی طرف دعوت دیتا ہوں کیونکہ میں دنیا کے تمام انسانوں کی طرف بھیجا ہوا اللہ کا رسول ہوں تاکہ میں ہر زندہ انسان کو اللہ سے ڈراؤں اور حجت کافروں پر ثابت ہو جائے۔ اگر تم مسلمان ہو جاؤ گے تو سلامتی پاؤ گے اور اگر انکار کرو گے تو تمام آتش پرست مجوسیوں (کے ایمان نہ لانے) کا گناہ تم پر ہو گا"۔

راوی کہتے ہیں کہ کسریٰ نے جب حضورؐ کا خط پڑھا تو اسے پھاڑ ڈالا اور (غصہ میں آکر) کہا کہ میرا غلام ہو کر مجھے ایسا خط لکھتا ہے۔ پھر کسریٰ نے بادام کو خط لکھا۔ آگے راوی نے ابن اسحاق جیسا مضمون بیان کیا ہے اور اس میں یہ اضافہ بھی ہے کہ وہ دونوں سپاہی جب حضور ﷺ کی خدمت میں آئے تو ان دونوں نے اپنی داڑھیاں منڈوا رکھی تھیں اور مونچھیں بڑھا رکھی تھیں۔ آپ نے ناگواری کے ساتھ ان دونوں کو دیکھا اور فرمایا کہ تمہارا ناس ہو تمہیں ایسا کرنے کا کس نے حکم دیا؟ تو ان دونوں نے کہا ہمارے رب نے یعنی کسریٰ نے اس پر آپؐ نے فرمایا کہ مجھے تو میرے رب نے داڑھی بڑھانے اور مونچھیں کتروانے کا حکم دیا ہے۔ [2]

حضرت ابو بکرؓ فرماتے ہیں کہ جب حضور ﷺ مبعوث ہوئے تو کسریٰ نے یمن اور اس

---

[1] اخرجه ايضا ابن ابى الدنيا فى دلائل النبوة واخرجه ابن ابى الدنيا عن سعيد المقبرى مختصرا جدا كذافى الاصابة(ج ١ ص ١٦٩)

[2] اخرجه ابن جرير من طريق ابن اسحاق كذافى البداية(ج ٤ ص ٢٦٩)

کے آس پاس کے علاقہ عرب کے اپنے گورنر باذام کو یہ پیغام بھیجا کہ مجھے یہ خبر پہنچی ہے کہ تمہارے علاقہ میں ایک ایسا آدمی ظاہر ہوا ہے جو اپنے نبی ہونے کا دعوی کرتا ہے۔ اس سے کہہ دو یا تو وہ اس سے باز آجائے ورنہ میں اس کی طرف ایسا لشکر بھیجوں گا جو اسے اور اس کی قوم کو قتل کر ڈالے گا۔ راوی کہتے ہیں کہ باذام کے قاصد نے حضورؐ کی خدمت میں پہنچ کر یہ سارا پیغام پہنچایا۔ آپؐ نے اس سے فرمایا کہ اگر یہ دعوئے نبوت میں نے اپنی طرف سے کیا ہوتا تو میں اسے چھوڑ دیتا وہ تو مجھے اللہ عزوجل نے مبعوث فرمایا اور اس کام پر لگایا ہے۔ وہ قاصد آپ کے ہاں ٹھہر گیا۔ حضورؐ نے اس سے فرمایا کہ میرے رب نے کسرٰی کو قتل کر دیا اور آج کے بعد کسی کا لقب کسرٰی نہ ہوگا اور قیصر کو قتل کر دیا اور آج کے بعد کسی کا لقب قیصرؔ نہ ہوگا۔ چنانچہ قاصد نے وہ گھڑی اور وہ دن اور وہ مہینہ لکھ لیا۔ جس میں آپ نے یہ بات بتائی تھی اور پھر وہ باذام کے پاس واپس چلا گیا تو وہاں پہنچ کر معلوم ہوا کہ واقعی کسرٰی مر چکا ہے اور قیصر قتل ہو چکا ہے۔[1]

حضرت دحیہ کلبیؓ فرماتے ہیں کہ مجھے حضور ﷺ نے خط دے کر قیصر کے پاس بھیجا۔ آگے ویسی حدیث ذکر کی ہے جیسے کہ صفحہ ۱۴۷ پر حضورؐ کے قیصر کے نام خط کے بارے میں گزر چکی ہے اور اس کے آخر میں یہ مضمون ہے۔ پھر حضرت دحیہ حضورؐ کی خدمت میں واپس آئے تو وہاں کسرٰی کے صنعاء علاقہ کے جو گورنر تھے ان کی طرف سے قاصد آئے ہوئے تھے اور کسرٰی نے صنعاء کے گورنر کو دھمکی آمیز خط لکھا تھا اور بڑے زور سے لکھا تھا کہ تم اس آدمی کا (یعنی حضورؐ کا) کام تمام کر دو (نعوذ باللہ من ذلک) جو تمہارے علاقہ میں ظاہر ہوا ہے اور وہ مجھے اس بات کی دعوت دے رہا ہے کہ یا تو میں اس کا دین قبول کر لوں، نہیں تو میں اس کو جزیہ دینے لگ جاؤں اور اگر تم نے اس کا کام تمام نہ کیا تو میں تم کو قتل کر دوں گا اور تمہارے ساتھ ایسا ویسا کروں گا چنانچہ صنعاء کے گورنر نے حضورؐ کے پاس پچیس آدمی بھیجے جن کو حضرت دحیہ نے حضورؐ کے پاس موجود پایا۔ جب ان کا نمائندہ حضورؐ کو خط سنا چکا تو حضور ﷺ نے ان کو پندرہ دن تک کچھ نہ کہا۔ جب پندرہ دن گزر گئے تو یہ لوگ آپ کے سامنے آئے۔ جب آپ نے ان کو دیکھا تو ان کو بلا لیا اور ان سے فرمایا کہ جا کر اپنے گورنر سے کہہ دو کہ آج رات میرے رب نے اس کے رب کو قتل کر دیا ہے۔ چنانچہ وہ واپس چلے گئے اور اپنے گورنر کو ساری سرگزشت سنائی اس نے کہا کہ اس رات کی تاریخ یاد رکھو اور یہ بھی کہا کہ

---

[1] اخرجه الطبرانی قال الهیثمی (ج ۸ ص ۲۸۷) ورجاله رجال الصحیح غیر کثیر بن زیادة وهو ثقة وعند احمد طرف منه وكذلك البزار انتهی

مجھے بتاؤ کہ تم نے ان کو (یعنی حضور کو) کیسا پایا۔ تو انہوں نے کہا کہ ہم نے ان سے زیادہ برکت والا کوئی بادشاہ نہیں دیکھا۔ وہ عام لوگوں میں بلا خوف و خطر چلتے پھرتے ہیں۔ ان کا لباس معمولی اور سیدھا سادا ہے۔ ان کا کوئی پہرے دار اور محافظ نہیں ہے۔ ان کے سامنے لوگ اپنی آواز بلند نہیں کرتے ہیں۔ حضرت دحیہ فرماتے ہیں کہ پھر یہ خبر آگئی کہ کسریٰ ٹھیک اسی رات قتل کیا گیا جو رات آپ نے بتائی تھی۔[1]

حضور ﷺ کا شاہ اسکندریہ مقوقس کے نام گرامی نامہ

حضرت عبداللہ بن عبد قاریؒ فرماتے ہیں کہ حضور ﷺ نے حضرت حاطب بن ابی بلتعہؓ کو شاہ اسکندریہ مقوقس کے پاس بھیجا۔ وہ حضور کا خط لے کر ان کے پاس پہنچے۔ مقوقس نے حضورؐ کے خط کو چوما اور حضرت حاطب کا بہت اکرام کیا۔ اور خوب اچھی طرح ان کی مہمان نوازی کی اور واپس بھیجتے ہوئے ان کا بڑا اکرام کیا۔ اور حضرت حاطب کے ساتھ ایک جوڑا کپڑا اور زین سمیت ایک خچر اور دو باندیاں ہدیہ میں حضورؐ کی خدمت میں بھیجیں۔ ان باندیوں میں سے ایک (ماریہ قبطیہ ہیں جو) حضرت ابراہیمؑ کی والدہ تھیں اور دوسری باندی حضور ﷺ نے حضرت محمد بن قیس عبدی کو دے دی تھی۔[2]

حضرت حاطب بن ابی بلتعہؓ فرماتے ہیں کہ مجھے حضور ﷺ نے شاہ اسکندریہ مقوقس کے پاس بھیجا۔ میں حضور کا خط لے کر ان کے پاس گیا۔ اس نے مجھے اپنے محل میں ٹھہرایا۔ اس نے اپنے تمام بڑے پادریوں کو جمع کیا اور مجھے بلا کر کہا میں تم سے کچھ باتیں پوچھنا چاہتا ہوں تو تم میری باتیں اچھی طرح سمجھ لو۔ حضرت حاطب فرماتے ہیں کہ میں نے کہا ضرور پوچھو تو اس نے کہا مجھے اپنے حضرت کے بارے میں بتاؤ کہ کیا وہ نبی نہیں ہیں؟ میں نے کہا ہیں بلکہ وہ تو اللہ کے رسول بھی ہیں۔ اس نے کہا کہ جب وہ اللہ کے رسول تھے تو جب ان کو ان کی قوم نے ان کے شہر (مکہ) سے نکالا تو انہوں نے اپنی قوم کے لئے بد دعا کیوں نہیں کی؟ میں نے کہا کیا تم اس بات کی گواہی نہیں دیتے ہو کہ حضرت عیسیٰ اللہ کے رسول ہیں؟ اس نے کہا ہاں (میں گواہی دیتا ہوں) تو میں نے کہا کہ جب ان کو ان کی قوم نے پکڑا اور وہ ان کو سولی دینا چاہتے تھے لیکن اللہ تعالیٰ نے ان کو آسمان دنیا کی طرف اٹھا لیا تو انہوں نے اپنی قوم کے ہلاک ہونے کی بد دعا کیوں نہیں کی؟ اس نے مجھ سے کہا کہ تم تو بڑے عقلمند اور سمجھدار ہو اور

---

[1] اخرجه البزار قال الهيثمي (ج ٥ ص ٣٠٩) وفيه ابراهيم بن اسماعيل عن ابيه وكلاهما ضعيف انتهى

[2] اخرجه البيهقي

عقلمند اور سمجھدار انسان کے پاس سے آئے ہو اور یہ چند ہدیئے ہیں جو میں تمہارے ساتھ حضرت محمدؐ کی خدمت میں بھیج رہا ہوں اور تمہارے ساتھ چند محافظ بھی بھیجوں گا جو تمہیں تمہارے محفوظ علاقے تک حفاظت پہنچا کر واپس آئیں گے۔ چنانچہ اس نے حضورؐ کی خدمت میں تین باندیاں بھیجیں جن میں سے ایک حضورؐ کے صاحبزادے حضرت ابراہیم کی والدہ تھیں۔ دوسری باندی حضورؐ نے حضرت حسان بن ثابتؓ کو دیدی تھی اور مقوقس نے اپنے علاقہ کے نایاب اور خاص قسم کے تحفے بھی حضورؐ کی خدمت میں بھیجے۔[۱]

حضور ﷺ کا اہل نجران کے نام گرامی نامہ

عبد یسوع کے دادا پہلے عیسائی تھے بعد میں مسلمان ہوئے وہ بیان کرتے ہیں کہ سورت طٰس سلیمان (یعنی سورہ نمل) کے نازل ہونے سے پہلے حضور ﷺ نے اہل نجران کو یہ خط لکھا (مطلب یہ ہے کہ اس سورت میں بسم اللّٰہ الرحمٰن الرحیم کا ذکر ہے۔ اس لئے اس سورت کے نازل ہونے کے بعد حضورؐ اپنے خطوں کے شروع میں بسم اللّٰہ الرحمٰن الرحیم لکھنے لگ گئے چونکہ یہ خط اس سورت کے نازل ہونے سے پہلے لکھا گیا ہے۔ اس لئے اس کے شروع میں بسم اللّٰہ ارحمٰن الرحیم نہیں ہے)

"باسم الہ ابراہیم واسحاق ویعقوب (حضرت ابراہیم اور حضرت اسحاق اور حضرت یعقوبؑ کے پروردگار کے نام سے شروع کرتا ہوں اللہ کے نبی اور اس کے رسول محمدؐ کی جانب سے نجران کے پادری اور نجران والوں کے نام۔ تم سلامتی میں رہو.. میں تمہارے سامنے حضرت ابرہیم حضرت اسحاق اور حضرت یعقوب کے معبود کی تعریف بیان کرتا ہوں امابعد۔ میں تمہیں اس بات کی دعوت دیتا ہوں کہ بندوں کی عبادت چھوڑ کر اللہ کی عبادت اختیار کرو اور بندوں کی دوستی چھوڑ کر اللہ سے دوستی لگاؤ۔ اگر تم میری اس دعوت کو نہ مانو تو پھر جزیہ ادا کرو اور اگر تم جزیہ سے بھی انکار کرتے ہو تو پھر میری طرف سے تمہارے لئے اعلان جنگ ہے۔ والسلام"۔ جب پادری کو حضورؐ کا یہ خط ملا اور اس نے پڑھا تو وہ ایک دم گھبرا گیا اور بہت زیادہ خوف زدہ ہو گیا اور اس نے اہل نجران میں سے ایک آدمی کو بلایا جس کا نام شرحبیل بن وداعہ تھا اور وہ قبیلہ ہمدان کا تھا اور کسی بھی مشکل امر کے پیش آنے پر اس سے پہلے کسی کو نہیں بلایا جاتا تھا۔ حتی کہ ایہم اور سید اور عاقب کو بھی اس سے پہلے نہیں بلایا جاتا تھا۔ (یہ تینوں ان کے اہم

---

[۱] اخرجه البیهقی کذافی البدایة (ج ٤ ص ٢٧٢) واخرج حدیث حاطب ایضا ابن شاهین کما فی الاصابة (ج ١ ص ٣٠٠)

عہدوں کے نام ہیں) شرحبیل کے آنے پر پادری نے اس کو حضورؐ کا خط دیا۔ اس نے غور سے خط پڑھا۔ پادری نے پوچھا اے ابو مریم! اس خط کے بارے میں تمہاری کیا رائے ہے؟ تو اس نے کہا کہ اللہ تعالیٰ نے حضرت ابراہیمؑ سے حضرت اسماعیلؑ کی اولاد میں نبی بھیجنے کا جو وعدہ کر رکھا ہے وہ آپ جانتے ہی ہیں اس لئے ہو سکتا ہے کہ یہ آدمی وہی نبی ہو اور نبوت کے معاملہ میں کوئی رائے نہیں دے سکتا ہوں اور اگر دنیا کا کوئی معاملہ ہوتا تو میں آپ کو سوچ سمجھ کر اپنا مشورہ پیش کر دیتا۔ پادری نے شرحبیل سے کہا ایک طرف ہو کر بیٹھ جاؤ۔ چنانچہ شرحبیل ایک کونے میں بیٹھ گئے۔ پھر پادری نے آدمی بھیج کر اہل نجران میں سے ایک اور آدمی کو بلایا جس کا نام عبداللہ بن شرحبیل تھا اور وہ قبیلہ حمیر کی ذی اصبح شاخ میں تھا۔ پادری نے اسے خط پڑھنے کے لئے دیا اور اس خط کے بارے میں اس کی رائے پوچھی۔ اس نے بھی شرحبیل جیسا جواب دیا تو اس سے پادری نے کہا کہ ایک طرف ہو کر بیٹھ جاؤ۔ چنانچہ وہ ایک کونے میں بیٹھ گیا پھر پادری نے آدمی بھیج کر اہل نجران کے ایک اور آدمی کو بلایا جس کا نام جبار بن فیض تھا اور وہ قبیلہ بنو الحارث بن کعب کی شاخ بنو الحماس میں سے تھا اسے بھی پڑھنے کے لئے خط دیا اور اس خط کے بارے میں اس کی رائے پوچھی۔ اس نے بھی شرحبیل اور عبداللہ جیسا جواب دیا۔ پادری کے کہنے پر وہ بھی ایک کونے میں بیٹھ گیا۔ جب ان سب نے اس بارے میں ایک ہی رائے دی تو پادری کے حکم دینے پر گھنٹا بجایا گیا اور گرجا گھروں میں آگ روشن کی گئی اور ٹاٹ کے جھنڈے بلند کیے گئے۔ دن میں جب گھبراہٹ کی بات پیش آتی تو وہ لوگ ایسا ہی کیا کرتے اور اگر رات کو گھبراہٹ کی بات پیش آتی تو صرف گھنٹا بجاتے اور گرجا گھروں میں آگ روشن کرتے چنانچہ جب گھنٹا بجایا گیا اور ٹاٹ کے جھنڈے بلند کئے گئے تو وادی کے تمام اوپر نیچے کے رہنے والے جمع ہو گئے اور وہ وادی اتنی لمبی تھی کہ تیز سوار اسے ایک دن میں طے کرے اور اس میں تہتر بستیاں اور ایک لاکھ بیس ہزار جنگجو جوان تھے۔ پادری نے ان سب کو حضورؐ کا خط پڑھ کر سنایا اور ان سے اس خط کے بارے میں رائے پوچھی تو ان کے تمام اہل شوریٰ نے یہ رائے دی کہ شرحبیل بن وداعہ ہمدانی اور عبداللہ بن شرحبیل اصبحی اور جبار بن فیض حارثیؓ کو حضورؐ کے پاس بھیج دیا جائے اور یہ تینوں حضورؐ کے تمام حالات معلوم کر کے آئیں چنانچہ ان تینوں کا وفد گیا جب مدینہ پہنچے تو انہوں نے اپنے سفر کے کپڑے اتار دیئے اور یمن کے بنے ہوئے مزین اور لمبے جوڑے پہن لئے جو زمین پر گھسٹ رہے تھے اور ہاتھوں میں سونے کی انگوٹھیاں پہن لیں۔ پھر آپ کی خدمت میں حاضر ہو کر سلام کیا لیکن آپ نے ان کے سلام کا جواب نہ دیا۔ وہ لوگ دن بھر حضورؐ سے گفتگو کا موقع تلاش کرتے رہے لیکن آپؐ نے ان سے کچھ گفتگو نہ

فرمائی کیونکہ انہوں نے وہ جوڑے اور سونے کی انگوٹھیاں پہنی ہوئی تھیں۔ پھر وہ تینوں حضرت عثمان بن عفان اور حضرت عبدالرحمٰن بن عوفؓ کی تلاش میں چلے ان لوگوں کی ان دونوں حضرات سے جان پہچان تھی وہ دونوں حضرات مہاجرین اور انصار کی ایک مجلس میں مل گئے ان لوگوں نے کہا اے عثمان اور اے عبدالرحمٰن! تمہارے نبی نے ہمیں خط لکھا جس کی وجہ سے ہم یہاں آئے ہیں۔ ہم ان سے گفتگو کا موقع تلاش کرتے رہے لیکن انہوں نے ہمیں کوئی موقع نہیں دیا ہم تو اب تھک گئے۔ تو آپ دونوں کا کیا خیال ہے؟ کیا ہم واپس چلے جائیں؟ حضرت علیؓ بھی اسی مجلس میں موجود تھے تو ان دونوں حضرات نے حضرت علیؓ سے فرمایا اے ابوالحسن! ان لوگوں کے بارے میں آپ کی کیا رائے ہے؟ تو حضرت علیؓ نے ان دونوں حضرات سے فرمایا کہ میرا خیال یہ ہے کہ یہ لوگ اپنے یہ جوڑے اور انگوٹھیاں اتار دیں اور اپنے سفر والے کپڑے پہن لیں اور پھر حضورؐ کی خدمت میں جائیں۔ چنانچہ ان لوگوں نے ایسا ہی کیا اور خدمت میں حاضر ہو کر سلام کیا تو حضورؐ نے ان کے سلام کا جواب دیا اور پھر آپؐ نے فرمایا کہ اس ذات کی قسم! جس نے مجھے حق دے کر بھیجا ہے یہ لوگ جب پہلی مرتبہ میرے پاس آئے تھے تو ابلیس بھی ان کے ساتھ تھا۔ پھر حضورؐ نے ان سے حالات پوچھے اور انہوں نے حضورؐ سے اپنے سوالات کئے۔ یونہی سوالات کا سلسلہ چلتا رہا۔ یہاں تک کہ انہوں نے حضورؐ سے یہ پوچھا کہ آپ عیسیٰ کے بارے میں کیا فرماتے ہیں کیونکہ ہم عیسائی ہیں ہم اپنی قوم کے پاس واپس جائیں گے۔ اگر آپ نبی ہیں تو ہماری خوشی اس میں ہے کہ ہم حضرت عیسیٰؑ کے بارے میں آپ کے خیالات سن کر جائیں۔ آپ نے فرمایا آج تو میرے پاس ان کے بارے میں کچھ زیادہ معلومات نہیں ہیں۔ آج تم لوگ ٹھہر جاؤ میرا رب عیسیٰؑ کے بارے میں جو کچھ بتائے گا میں تمہیں اس کی خبر کر دوں گا۔ اگلے دن صبح کو اللہ تعالیٰ نے یہ آیت نازل فرمائی۔

اِنَّ مَثَلَ عِیْسٰی عِنْدَ اللّٰهِ كَمَثَلِ اٰدَمَ سے لے کر الْكٰذِبِیْنَ تک۔

"ترجمہ بے شک عیسیٰؑ کی مثل اللہ کے نزدیک جیسے مثل آدم کی۔ بنایا اس کو مٹی سے پھر کہا اس کو کہ ہو جا، وہ ہو گیا۔ حق وہ ہے جو تیرا رب کہے۔ پھر تو مت رہ شک لانے والوں سے۔ پھر جو کوئی جھگڑا کرے تجھ سے اس قصہ میں، بعد اس کے کہ آچکی تیرے پاس خبر سچی، تو کہہ دے آؤ بلادیں ہم اپنے بیٹے اور تمہارے بیٹے اور اپنی عورتیں اور تمہاری عورتیں اور اپنی جان اور تمہاری جان۔ پھر التجا کریں ہم سب اور لعنت کریں اللہ کی ان پر کہ جو جھوٹے ہیں۔

(حضورؐ نے ان کو آیات سنائیں لیکن ان آیات کو سن کر) انہوں نے ان کو ماننے سے انکار

کردیا (اور مباہلہ کے لئے تیار ہو گئے) چنانچہ اگلے روز حضورؐ مباہلے کے لئے تشریف لائے اور اپنی چادر میں حضرت حسن اور حضرت حسینؓ کو لپیٹے ہوئے تھے اور حضرت فاطمہؓ آپ کے پیچھے پیچھے چل رہی تھیں اور اس دن آپ کی بہت سی بیویاں تھیں۔ (یہ منظر دیکھ کر) شرحبیل نے اپنے دونوں ساتھیوں سے کہا کہ جب وادی کے اوپر اور نیچے کے رہنے والے لوگ جمع ہو جاتے ہیں تو سب میرے فیصلہ پر ہی مطمئن ہو کر واپس جاتے ہیں اور اللہ کی قسم! میں بہت مشکل اور کٹھن بات دیکھ رہا ہوں۔ اللہ کی قسم! اگر یہ آدمی واقعی غصہ سے بھرا ہوا ہے (اور ہم ان کی بات نہیں مانتے ہیں) تو ہم عربوں میں سب سے پہلے ان کی آنکھوں کو پھوڑنے والے اور ان کے امر کی سب سے پہلے تردید کرنے والے ہو جائیں گے۔ تو پھر انکے اور انکے ساتھیوں کے دل سے ہمارا خیال اس وقت تک نہیں نکلے گا یعنی ان کا غصہ اس وقت تک ٹھنڈا نہیں پڑے گا جب تک یہ ہمیں جڑ سے نہیں اکھیڑ دیتے ہیں اور ہم عربوں میں ان کے سب سے قریبی پڑوسی ہیں اور اگر یہ آدمی واقعی نبی اور رسول ہے اور ہم نے ان سے مباہلہ کر لیا تو روئے زمین کے ہم تمام عیسائی ہلاک ہو جائیں گے۔ ہم میں سے کسی کا بال اور ناخن تک نہیں بچے گا تو شرحبیل کے دونوں ساتھیوں نے کہا اے ابو مریم تو پھر تمہارا کیا خیال ہے؟ شرحبیل نے کہا میرا خیال یہ ہے کہ میں ان کو حکم بنا لیتا ہوں کیونکہ میں دیکھ رہا ہوں کہ وہ ایسے انسان ہیں جو کبھی بھی بے جا شرط نہیں لگائیں گے۔ ان دونوں نے کہا اچھا تم جیسے مناسب سمجھو چنانچہ شرحبیل حضورؐ کی خدمت میں ملاقات کے لئے گیا اور اس نے حضورؐ سے عرض کیا کہ مباہلہ سے بہتر ایک بات میری سمجھ میں آئی ہے آپ نے فرمایا وہ کیا ہے؟ اس نے کہا (ہم آپ سے صلح کر لیتے ہیں) آپ رات بھر سوچ کر کل صبح ہمیں اپنی شرطیں بتا دیں۔ آپ جو بھی شرطیں لگائیں گے وہ ہمیں منظور ہیں۔ آپ نے فرمایا کہ ہو سکتا ہے کہ تمہاری قوم کے لوگ تمہاری مخالفت کریں اور یوں صلح کرنے پر تم پر اعتراض کریں۔ شرحبیل نے کہا آپؐ میرے ان دونوں ساتھیوں سے پوچھ لیں۔ آپؐ نے ان دونوں سے پوچھا تو ان دونوں نے کہا کہ ہماری وادی کے تمام لوگ شرحبیل کے فیصلہ کو دل و جان سے مان لیتے ہیں چنانچہ حضورؐ واپس تشریف لے گئے اور ان سے مباہلہ نہ فرمایا۔ اگلے دن وہ تینوں حضورؐ کی خدمت میں حاضر ہوئے۔ حضور ﷺ نے ان کو یہ خط لکھ کر دیا۔

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

"یہ وہ معاہدہ ہے جو اللہ کے نبی محمد رسول اللہ نے نجران والوں کے بارے میں لکھا ہے کہ محمدؐ کا ان کے بارے میں یہ فیصلہ ہے کہ تمام پھل سونا اور چاندی اور غلام وغیرہ سب نجران

والوں کے پاس رہے گا اور یہ محمدؐ کی طرف سے ان پر فضل و احسان ہے، اور اس کے بدلہ میں وہ دو ہزار جوڑے دیا کریں گے۔ ایک ہزار جوڑے رجب میں اور ایک ہزار جوڑے صفر میں''۔

اور باقی تمام شرطیں بھی ذکر کیں۔[1] البدایہ (ج ۵ ص ۵۵) میں اس کے بعد یہ مضمون ہے کہ حضرت ابو سفیان بن حرب اور حضرت غیلان بن عمرو اور بنی نصر کے حضرت مالک بن عوف اور اقرع بن حابس حنظلی اور حضرت مغیرہؓ اس معاہدہ پر گواہ بنے اور آپؐ نے یہ معاہدہ لکھوایا۔ معاہدہ نامہ لے کر وہ نجران کو واپس چل پڑے۔ جب یہ لوگ نجران پہنچے تو پادری کے پاس اس کا ماں جایا چچازاد بھائی موجود تھا جس کا نام بشیر بن معاویہ اور جس کی کنیت ابو علقمہ تھی۔ ان لوگوں نے حضورؐ کا معاہدہ نامہ اس پادری کو دیا۔ وہ پادری اور اس کا بھائی ابو علقمہ دونوں سواری پر جا رہے تھے اور پادری حضورؐ کا معاہدہ نامہ پڑھ رہا تھا کہ اتنے میں بشیر کی اونٹنی ٹھوکر کھا کر منہ کے بل گری اور بشیر بھی گر گیا اور اس نے حضورؐ کا صاف نام لے کر حضورؐ کے لئے ہلاکت کی بد دعا کی۔ اس میں اشارے یا کنایہ سے کام نہیں لیا۔ اس پر پادری نے اس سے کہا اللہ کی قسم! تم نے ایک نبی اور رسول کی ہلاکت کی بد دعا کی ہے (اس جملہ سے متاثر ہو کر) بشیر نے پادری سے کہا کہ اگر وہ واقعی نبی اور رسول ہیں تو پھر میں اللہ کے رسول کی خدمت میں حاضر ہونے سے پہلے اپنی اونٹنی کے کجاوے کی کوئی بھی گرہ نہیں کھولوں گا۔ چنانچہ بشیر نے اپنی اونٹنی کا منہ مدینہ کی طرف موڑ دیا۔ پادری نے بھی اپنی اونٹنی ان کی طرف موڑ دی اور اس سے کہا ذرا میری بات سمجھ تو لو۔ میں نے تو یہ بات ڈرتے ڈرتے صرف اس لئے کہہ دی تھی تاکہ میری طرف سے عربوں کو یہ بات پہنچ جائے کہ ہم نے آپ کے حق ہونے کو مان لیا ہے یا ہم نے آپ کی آواز (دعوائے نبوت) کو قبول کر لیا ہے ہم نے عاجز ہو کر آپ کی بات کا اقرار کر لیا ہے جس کا تمام عربوں نے بھی اقرار نہیں کیا۔ حالانکہ ہم عربوں میں زیادہ عزت والے اور زیادہ گھروں والے (یعنی زیادہ آبادی والے) ہیں بشیر نے اس سے کہا کہ نہیں نہیں اللہ کی قسم! جو بات تم اب کہہ رہے ہو میں اسے کبھی بھی نہیں مانوں گا۔ اس کے بعد بشیر نے اپنی اونٹنی کی رفتار تیز کرنے کے لئے اسے مار اور پادری کو پس پشت چھوڑ گئے اور وہ یہ رجزیہ اشعار پڑھتے جاتے تھے۔ الیك تغدو قلقاً وضینها معترضاً فی بطنها جنینها مخالفاً دین النصاری دینها.

ترجمہ: یارسول اللہ! میری اونٹنی آپ ہی کی طرف چل رہی ہے۔ اس کی پٹی تیز چلنے کی

---

[1] اخرجه البیهقی عن یونس بن بکیر عن سلمة بن عبد یسوع عن ابیه عن جده كذافی التفسیر لابن کثیر (ج ۱ ص ۳۶۹)

وجہ سے خوب ہل رہی ہے اور اس کے پیٹ میں اس کا بچہ ٹیڑھا پڑا ہوا ہے اور اس کا دین یعنی اس کے سوار کا دین نصاریٰ کے دین سے مختلف ہو چکا ہے۔ چنانچہ بشیر حضورؐ کی خدمت میں پہنچ کر مسلمان ہو گئے اور پھر زندگی بھر حضور ﷺ کے ساتھ رہے یہاں تک کہ (ایک غزوہ میں) وہ شہید ہو گئے۔ بہر حال وہ تین آدمیوں کا وفد نجران کے علاقے میں پہنچا پھر یہ وفد ابن ابی شمر زبیدی راہب کے پاس گیا جو کہ اپنے گرجے کے اوپر خلوت خانے میں تھا اور وفد نے اسے یہ بتایا کہ تہامہ میں ایک نبی مبعوث ہوئے ہیں اور پھر انہوں نے اس راہب کو اپنے سفر کی کارگزاری سنائی کہ وہ حضورؐ کی خدمت میں گئے۔ حضورؐ نے ان کو مباہلہ کی دعوت دی لیکن انہوں نے مباہلہ کرنے سے انکار کر دیا اور بشیر بن معاویہ حضورؐ کی خدمت میں جا کر مسلمان ہو چکا ہے تو اس راہب نے کہا مجھے اس بالا خانہ سے نیچے اتارو ورنہ میں اپنے آپ کو نیچے گرا دوں گا۔ چنانچہ لوگوں نے اسے نیچے اتارا اور وہ چند ہدیے لے کر حضورؐ کی طرف چل دیا۔ ان ہدیوں میں وہ چادر بھی تھی جو خلفاء اوڑھا کرتے تھے اور ایک پیالہ اور ایک لاٹھی بھی تھی اور کافی عرصہ تک حضورؐ کی خدمت میں ٹھہر کر وحی کو سنتا رہا لیکن اس کے مقدر میں اسلام نہیں تھا اور جلد واپس آنے کا وعدہ کر کے اپنی قوم کی طرف چلا گیا لیکن حضورؐ کی خدمت میں واپس آنا بھی اس کے مقدر میں نہیں تھا۔ یہاں تک کہ حضورؐ کا انتقال ہو گیا اور ابو الحارث پادری سید اور عاقب اور اپنی قوم کے ممتاز لوگوں کو لے کر حضورؐ کی خدمت میں آیا اور یہ سب لوگ وہاں ٹھہر کر آسمان سے اترنے والے قرآن کو سنتے رہے۔ حضورؐ نے نجران کے اس پادری کے لئے اور دوسرے پادریوں کے لئے تحریر لکھ کر دی۔

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم اللہ کے نبی محمدؐ کی طرف سے یہ تحریر ابو الحارث پادری اور نجران کے دوسرے پادریوں اور کاہنوں اور راہبوں کے لئے ہے۔

تھوڑی یا زیادہ جتنی چیزیں ان کے قبضہ میں ہیں وہ سب ان ہی کے پاس رہیں گی ان سب کو اللہ اور اس کے رسولؐ نے اپنی پناہ میں لے لیا ہے کسی پادری اور راہب اور کاہن کو اس کے منصب سے نہیں ہٹایا جائے گا اور ان کے حقوق اور ان کے اقتدار اور ان کے عہدوں کو نہیں چھینا جائے گا اور اللہ و رسول کی یہ پناہ اس وقت تک ہے۔ جب تک کہ یہ ٹھیک ٹھیک چلیں اور لوگوں کے ساتھ خیر خواہی کرتے رہیں۔ نہ ان پر ظلم کیا جائیگا نہ یہ کسی پر ظلم کریں۔

حضرت مغیرہؓ بن شعبہ نے یہ تحریر لکھی تھی۔

حضور ﷺ کا بکر بن وائل کے نام گرامی نامہ

حضرت مرثد بن ظبیانؓ فرماتے ہیں کہ ہمارے پاس حضور ﷺ کا خط آیا ہمیں اپنے قبیلہ میں ایسا کوئی آدمی نہ ملا جو خط پڑھ سکے۔ چنانچہ قبیلہ بنو ضبیعہ کے ایک آدمی نے وہ خط ہمیں پڑھ کر سنایا۔ خط کا مضمون یہ تھا یہ خط اللہ کے رسول ﷺ کی طرف سے بکر بن وائل کے نام ہے۔ تم لوگ مسلمان ہو جاؤ سلامتی پالو گے۔[1]

حضور ﷺ کا بنو جذامہ کے نام گرامی نامہ

حضرت معبد جذامیؓ فرماتے ہیں کہ حضرت رفاعہ بن زید جذامیؓ حضور ﷺ کی خدمت میں گئے۔ آپ نے ان کو ایک خط لکھ کر دیا۔ جس میں یہ مضمون تھا۔

"یہ خط لکھ کر محمد رسول اللہ نے رفاعہ بن زید کو دیا ہے میں ان کو اللہ و رسول کی طرف دعوت دینے کے لئے ان کی قوم اور جو ان میں شمار ہوتے ہیں ان کی طرف بھیج رہا ہوں جو ایمان لائے گا وہ اللہ اور اس کے رسول کی جماعت میں داخل ہو جائے گا جو نہیں لائے اسے دو ماہ کی مہلت ہے"۔

جب یہ اپنی قوم کے پاس آئے تو سب نے ان کا کہا مان لیا۔[2]

حضور ﷺ کے ان اخلاق اور اعمال کے قصے جن کی وجہ سے لوگوں کو ہدایت ملتی تھی

حضرت زید بن سعنہؓ کے اسلام لانے کا قصہ جو کہ یہودیوں کے بڑے عالم تھے

حضرت عبداللہ بن سلامؓ فرماتے ہیں کہ جب اللہ عزوجل نے حضرت زید بن سعنہ کو

---

[1] اخرجه احمد قال الهيثمي (ج ٥ ص ٣٠٥) رجاله رجال الصحيح انتهى واخرجه ايضا البزار وابو يعلى والطبراني في النصير عن انسؓ بمعناه قال الهيثمي (ج ٥ ص ٣٠٥) رجال الاولين رجال الصحيح.

[2] اخرجه الطبراني قال الهيثمي (ج ٥ ص ١٣٠) رواه الطبراني متصلا هكذا و منقطعا مختصرا عن ابن اسحاق وفي المتصل جماعة لم اعرفهم واسنادهما الى ابن اسحاق جيد انتهى واخرجه الاموى في المغازى من طريق ابن اسحاق من رواية عمير بن معبد بن فلان الجذامي عن ابيه نحوه كما في الاصابة (ج ٣ ص ٤٤١)

ہدایت سے نوازنے کا ارادہ فرمایا تو حضرت زید بن سعنہؓ نے اپنے دل میں کہا کہ حضور ﷺ کے چہرہ پر نگاہ پڑتے ہی میں نے نبوت کی تمام نشانیوں کو حضورؐ کے چہرہ میں پالیا تھا لیکن دو نشانیاں ایسی ہیں جن کو میں نے آپ میں ابھی تک آزمایا نہیں ہے۔ ایک تو یہ کہ نبی کی بردباری اس کے جلد غصہ میں آجانے پر غالب ہوتی ہے دوسرے یہ کہ نبی کے ساتھ جتنا زیادہ نادانی کا معاملہ کیا جائے گا اس کی بردباری اتنی بڑھتی جائے گی۔ چنانچہ ایک دن آپ حجروں سے باہر تشریف لائے۔ آپ کے ساتھ حضرت علی بن ابی طالبؓ بھی تھے۔ آپؐ کے پاس ایک آدمی اونٹنی پر سوار ہو کر آیا جو بظاہر بدو معلوم ہوتا تھا۔ اس نے کہا یا رسول اللہ! فلاں قبیلہ کی بستی میں میرے چند ساتھی مسلمان ہو چکے ہیں۔ میں نے ان سے کہا تھا کہ اگر وہ اسلام قبول کرلیں گے تو ان پر رزق کی بڑی وسعت ہو جائے گی لیکن اب وہاں قحط سالی آگئی اور بارش بالکل نہیں ہو رہی ہے۔ یا رسول اللہ! مجھے اس بات کا خطرہ ہے کہ جیسے لالچ میں آکر اسلام میں داخل ہوئے۔ اسی طرح لالچ میں آکر کہیں وہ اسلام سے نکل نہ جائیں۔ اگر آپ مناسب سمجھیں تو ان کی مدد کے لئے کچھ بھیج دیں۔ آپ کے پہلو میں جو آدمی تھا آپ نے اس کی طرف دیکھا۔ میرا خیال یہ ہے کہ وہ حضرت علیؓ تھے تو اس آدمی نے کہا یا رسول اللہ! اس مال میں سے تو کچھ نہیں بچا۔ حضرت زید بن سعنہ فرماتے ہیں کہ میں نے آپ کے قریب جا کر کہا اے محمدؐ! اگر آپ چاہیں تو میں پیسے آپ کو بھی دے دیتا ہوں اور اس کے بدلہ میں آپ فلاں قبیلہ کے باغ کی اتنی کھجوریں مجھے فلاں وقت تک دے دیں۔ آپ نے فرمایا ٹھیک ہے لیکن کسی کے باغ کو معین مت کرو میں۔ نے کہا چلو ٹھیک ہے۔ چنانچہ آپؐ نے مجھ سے یہ سودا کر لیا میں نے اپنی کمر سے ہمیانی کھولی اور ان کھجوروں کے بدلہ میں آپ کو اسی مثقال سونا دے دیا۔ آپ نے وہ سارا سونا اس آدمی کو دے دیا اور اس سے فرمایا یہ ان کی امداد کے لئے لے جاؤ اور ان میں برابر تقسیم کر دینا۔ حضرت زید بن سعنہ فرماتے ہیں کہ مقررہ میعاد میں ابھی دو تین دن باقی تھے کہ حضورؐ باہر تشریف لائے اور آپؐ کے ساتھ حضرت ابو بکر، حضرت عمر اور حضرت عثمان اور چند صحابہؓ بھی تھے۔ جب آپ نماز جنازہ پڑھا چکے اور ایک دیوار کے قریب بیٹھنے کے لئے تشریف لے گئے تو میں نے آگے بڑھ کر آپ کا گریبان پکڑ لیا اور غصہ والے چہرے سے میں نے آپ کی طرف دیکھا اور میں نے آپؐ سے کہا او محمد! آپ میرا حق کیوں ادا نہیں کرتے ہیں؟ اللہ کی قسم! تم اولاد عبد المطلب نے تو ٹال مٹول کرنا ہی سیکھا ہے اور اب ساتھ رہ کر بھی یہی نظر آیا ہے۔ اتنے میں میری نظر حضرت عمر پر پڑی تو غصہ کے مارے ان کی دونوں آنکھیں گول آسمان کی طرح گھوم رہی تھیں۔ انہوں نے مجھے گھور کر دیکھا اور کہا اے اللہ کے دشمن تو

اللہ کے رسولؐ کو وہ باتیں کہہ رہا ہے جو میں سن رہا ہوں اور ان کے ساتھ وہ سلوک کر رہا ہے جو میں دیکھ رہا ہوں۔ اگر آپ کی مجلس کے ادب کا لحاظ نہ ہوتا تو بھی اپنی تلوار سے تیری گردن اڑا دیتا اور حضورؐ مجھے بڑے سکون اور اطمینان سے دیکھ رہے تھے۔ آپ نے فرمایا اے عمر! مجھے اور اسے کسی اور چیز کی ضرورت تھی۔ مجھے تو تم اچھی طرح اور جلدی ادا کرنے کو کہتے۔ اور اسے ذرا سلیقہ سے مطالبہ کرنے کو کہتے اے عمر! انہیں لے جاؤ اور جتنا ان کا حق بنتا ہے وہ بھی ان کو دو اور جو تم نے ان کو دھمکایا ہے اس بدلے میں ان کو بیس صاع کھجور اور دو۔ حضرت زید فرماتے ہیں کہ حضرت عمر مجھے لے گئے اور جتنی میری کھجوریں تھیں وہ بھی مجھے دیں اور بیس صاع کھجوریں مزید بھی دیں۔ میں نے کہا یہ زیادہ کھجوریں کیوں دے رہے ہو؟ حضرت عمرؓ نے کہا کہ مجھے حضور ﷺ نے فرمایا تھا کہ میں نے جو تم کو دھمکایا ہے اس کے بدلے میں تم کو مزید کھجوریں بھی دوں۔ میں نے کہا اے عمر! کیا تم مجھ کو جانتے ہو؟ حضرت عمرؓ نے کہا نہیں۔ میں نے کہا میں زید بن سعنہ ہوں حضرت عمرؓ نے کہا وہ یہودیوں کے بڑے عالم؟ میں نے کہا ہاں وہی۔ تو حضرت عمرؓ نے کہا (اتنے بڑے عالم ہو کر) تم نے اللہ کے رسول کے ساتھ ایسا سلوک کیا؟ اور ان کو ایسی باتیں کیوں کہیں؟ میں نے کہا اے عمرؓ!

حضورؐ کے چہرے پر نگاہ پڑتے ہی میں نے نبوت کی تمام نشانیوں کو حضورؐ کے چہرہ میں پا لیا تھا لیکن دو نشانیاں ایسی تھیں جن کو میں نے آپ میں ابھی تک آزمایا نہیں تھا۔ ایک یہ کہ نبی کی بردباری اس کے جلد غصہ میں آجانے پر غالب ہوتی ہے۔ دوسری یہ کہ نبی کے ساتھ جتنا نادانی کا معاملہ کیا جائے گا اس کی بردباری اتنی بڑھتی جائے گی اور اب میں نے ان دونوں باتوں کو بھی آزما لیا ہے۔ اے عمرؓ! میں تمہیں اس بات پر گواہ بناتا ہوں کہ میں اللہ کے رب ہونے پر اور اسلام کے دین ہونے پر اور محمدؐ کے نبی ہونے پر دل سے راضی ہوں اور اس بات پر گواہ بناتا ہوں کہ میرا آدھا مال محمد ﷺ کی ساری امت کے لئے وقف ہے۔ اور میں مدینہ میں سب سے زیادہ مالدار ہوں۔ حضرت عمر نے فرمایا ساری امت کے بجائے بعض امت کہو کیونکہ تم ساری امت کو دینے کی گنجائش نہیں رکھتے ہو۔ میں نے کہا اچھا بعض امت کے لئے وقف ہے۔ وہاں سے حضرت عمر اور حضرت زید حضورؐ کی خدمت میں واپس گئے اور حضرت زید نے پہنچتے ہی کہا:

اشھدان لآالٰہ الا اللّٰہ واشھدان محمداً عبدہ ورسولہ۔ اور حضورؐ پر ایمان لے آئے اور آپؐ کی تصدیق کی اور آپ کے ہاتھ پر بیعت کی اور حضورؐ کے ساتھ بہت سے غزوات میں شریک رہے اور غزوہ تبوک میں واپس آتے ہوئے نہیں بلکہ آگے بڑھتے ہوئے انہوں نے وفات پائی

اللہ تعالیٰ حضرت زید پر اپنی رحمتیں نازل فرمائے۔[1]

صلح حدیبیہ کا قصہ

حضرت مسور بن مخرمہ اور مروانؓ فرماتے ہیں کہ حضور ﷺ صلح حدیبیہ کے موقع پر مدینہ سے روانہ ہوئے۔ راستہ میں ایک جگہ حضورؐ نے فرمایا کہ خالد بن ولید قریش کے سواروں کی ایک جماعت لے کر مقام غمیم پر حالات معلوم کرنے کے لئے آئے ہوئے ہیں۔ لہٰذا تم دائیں طرف کو ہو جاؤ۔ اللہ کی قسم! حضرت خالد کو حضورؐ کے قافلہ کی خبر اس وقت ہوئی جب کہ یہ لوگ عین ان کے سر پر پہنچ گئے اور انہیں اس قافلہ کا غبار نظر آیا۔ جب حضرت خالد کو پتہ چلا تو انہوں نے گھوڑا دوڑا کر قریش کو آپ کی آمد کی اطلاع دی۔ حضورؐ چلتے رہے یہاں تک کہ جب آپ اس گھاٹی پر پہنچے جہاں سے مکہ کی طرف راستہ جاتا تھا تو آپ کی اونٹنی بیٹھ گئی۔ اس اونٹنی کا نام قصواء تھا۔ لوگوں نے (اسے اٹھانے کے لئے عرب کے رواج کے مطابق) حل حل کہا لیکن وہ بیٹھی رہی تو لوگوں نے کہا قصواء اڑ گئی ہے قصواء اڑ گئی ہے۔ آپ نے فرمایا قسم ہے اس ذات کی جس کے قبضہ میں میری جان ہے کفار مکہ مجھ سے جو سی بھی ایسی تجویز کا مطالبہ کریں گے جس سے وہ اللہ کی قابل احترام چیزوں کی تعظیم کر رہے ہوں گے۔ میں ان کی ایسی تجویز کو ضرور مان لوں گا۔ پھر آپؐ نے اس اونٹنی کو جھڑکا تو وہ فوراً کھڑی ہو گئی پھر آپؐ نے مکہ کا راستہ چھوڑ دیا اور وادی حدیبیہ کے آخری کنارے پر پڑاؤ ڈالا جہاں ایک چشمہ میں سے تھوڑا تھوڑا پانی نکل رہا تھا۔ صحابہؓ نے حضورؐ سے پیاس کی شکایت کی۔ آپؐ نے اپنے ترکش میں سے ایک تیر نکال کر دیا اور فرمایا کہ اسے اس چشمہ میں گاڑ دو (صحابہؓ نے وہ تیر اس چشمہ میں گاڑ دیا) تو جب تک صحابہؓ وہاں رہے اس چشمہ میں سے پانی جوش مار کر پھوٹتا رہا۔ اور صحابہؓ اس سے خوب سیراب ہوتے رہے۔ حضور ﷺ اور صحابہ کرامؓ وادی حدیبیہ میں ٹھہرے ہوئے تھے کہ اتنے میں بدیل بن ورقاء اپنی قوم خزاعہ کی ایک

---

[1] اخرجه الطبرانی قال الهیثمی (ج ۸ص ۲۴۰) رواه الطبرانی ورجاله ثقات وروی ابن ماجة منه طر فا انتهی واخرجه ایضا ابن حبان والحاکم وابوا لشیخ فی کتاب اخلا ق النبی ﷺ وغیر هم کما فی الا صابة (ج۱ص۵۶۶) وقال رجال الا سناد وموثقون وقد صرح الولید فیه بالحدیث ومدار ه علی محمد بن ابی السری الراوی له عن الولید وثقه ابن معین ولینه ابو حاتم وقال ابن عدی محمد کثیر الغلط واللّٰه اعلم وجدت لقصته شاهدا من وجه آخر لکن لم یسم فیه قال ابن سعد حدثنا یزید حدثنا جریر بن حازم حدثنی من سمع الزهری یحدث ان یهود یا قال ماکان بقی شی من نعت محمد ﷺ فی التوراة الا رایته الا الحلم فذکر القصة انتهی واخرجه ابو نعیم فی الدلائل (ص ۲۳)

جماعت کو لے کر آئے اور یہ لوگ اہل تہامہ میں سے آپ کے سب سے زیادہ خیر خواہ تھے انہوں نے کہا میں کعب بن لوی اور عامر کے پاس سے آرہا ہوں۔ انہوں نے حدیبیہ کے چشموں پر پڑاؤ ڈالا ہوا ہے (اور وہ لڑنے کے لئے پوری طرح تیار ہو کر سارا سامان لے کر آئے ہیں حتیٰ کہ) ان کے ساتھ بیاہی اور بچے والی اونٹنیاں بھی ہیں۔ وہ آپ سے لڑنا چاہتے ہیں اور آپ کو بیت اللہ سے روکیں گے تو آپ نے فرمایا ہم کسی سے لڑنے کے لئے نہیں آئے بلکہ ہم تو عمرہ کرنے آئے ہیں (ہم بہت حیران ہیں کہ وہ لڑائی کے لئے تیار ہو کر آگئے ہیں حالانکہ) لڑائیوں نے تو قریش کو بہت تھکا دیا ہے اور ان کو بہت نقصان پہنچایا ہے اگر وہ چاہیں تو میں ان سے ایک عرصہ تک کے لئے صلح کرنے کو تیار ہوں۔ اس عرصہ میں دوسرے لوگوں کے درمیان کوئی مداخلت نہیں کریں گے (اور میں اس عرصہ میں دوسرے لوگوں کو دعوت دیتا رہوں گا) اگر دعوت دے کر میں لوگوں پر غالب آگیا (اور لوگ میرے دین میں داخل ہو گئے) تو پھر قریش کی مرضی ہے اگر وہ چاہیں تو وہ بھی اس دین میں داخل ہو جائیں جس میں دوسرے لوگ داخل ہوئے ہوں گے اور اگر میں غالب نہ آیا (اور دوسرے لوگوں نے غالب آکر مجھے ختم کر دیا) تو پھر یہ لوگ آرام سے رہیں گے اور اگر وہ صلح کرنے سے انکار کر دیں تو اس ذات کی قسم جس کے قبضے میں میری جان ہے میں ان سے اس دین کے لئے ضرور لڑوں گا یہاں تک کہ میری گردن میرے جسم سے الگ ہو جائے (یعنی مجھے مار دیا جائے) اور اللہ کا دین ضرور چل کر رہے گا۔ حضرت بدیل نے کہا آپ جو کچھ کہہ رہے ہیں میں وہ سب اہل مکہ کو پہنچا دوں گا۔ چنانچہ حضرت بدیل وہاں سے چل کر قریش کے پاس پہنچے اور ان سے کہا ہم اس آدمی کے پاس سے آپ کے پاس آرہے ہیں اور ہم نے اس کو ایک بات کہتے ہوئے سنا ہے اگر آپ چاہیں تو ہم اس کی بات آپ کو پیش کر دیں۔ اہل مکہ کے نادان قسم کے لوگوں نے کہا ہمیں ان کی کوئی بات بتانے کی ضرورت نہیں ہے۔ لیکن ان میں سے سمجھدار لوگوں نے کہا تم نے ان سے جو سنا ہے وہ ہمیں ضرور بتاؤ۔ حضرت بدیل نے کہا میں نے ان کو یہ کہتے ہوئے سنا اور ان کو حضورؐ کی ساری بات بتائی تو حضرت عروہ بن مسعود نے کھڑے ہو کر کہا کہ کیا میں تمہارے لئے والد کا درجہ نہیں رکھتا ہوں؟ انہوں نے کہا ر کھتے ہیں۔ عروہ نے کہا کیا تم میرے لئے اولاد کی طرح نہیں ہو؟ انہوں نے کہا ہاں اولاد کی طرح ہیں۔ عروہ نے کہا کیا تمہیں میرے بارے میں کوئی شک یا شبہ ہے؟ انہوں نے کہا نہیں۔ عروہ نے کہا کیا تمہیں معلوم نہیں کہ میں نے اہل عکاظ کو تمہاری مدد کے لئے آمادہ کیا تھا لیکن جب وہ تیار نہ ہوئے تو میں اپنے گھر والوں اور

اپنے بچوں اور اپنے مطیع و فرمانبردار انسانوں کو لے کر تمہاری مدد کے لئے آگیا تھا؟ انہوں نے کہاہاں معلوم ہے۔ عروہ نے کہا کہ اس آدمی نے (یعنی حضورؐ نے) تمہارے سامنے ایک بھلی اور اچھی تجویز پیش کی ہے تو تم اس کو قبول کر لو اور مجھے اس سلسلہ میں بات کرنے کے لئے ان کے پاس جانے دو۔ مکہ والوں نے کہا ضرور جاؤ۔ چنانچہ عروہ حضورؐ کے پاس گئے اور حضورؐ سے بات کرنے لگے۔ حضور ﷺ نے جو کچھ بدیل کو فرمایا تھا وہی آپ نے ان سے بھی کہا۔ تو اس پر عروہ نے کہا۔ اے محمد! آپ یہ بتایئے کہ اگر آپ نے اپنی قوم کو جڑ سے اکھاڑ پھینکا تو کیا آپ نے سنا ہے کہ آپ سے پہلے عرب کے کسی آدمی نے اپنے خاندان والوں کو جڑ سے اکھیڑ دیا ہو اور اگر دوسری صورت ہوئی یعنی قریش تم پر غالب آگئے تو میں تمہارے ساتھ قابل اعتماد اور وفادار لوگوں کا مجمع نہیں دیکھ رہا ہوں بلکہ ادھر ادھر کے متفرق لوگوں کی بھیڑ ہے، جو (جنگ شروع ہوتے ہی) تمہیں چھوڑ کر بھاگ جائیں گے۔ اس پر حضرت ابو بکرؓ نے کہا تو اپنے معبود لات بت کی پیشاب گاہ چوس، کیا ہم حضورؐ کو اکیلا چھوڑ کر بھاگ جائیں گے؟ عروہ نے پوچھا یہ کون ہیں؟ لوگوں نے کہا یہ ابو بکر ہیں۔ عروہ نے کہا قسم ہے اس ذات کی جس کے قبضہ میں میری جان ہے۔ اگر تمہارا مجھ پر وہ احسان نہ ہوتا جس کا میں اب تک بدلہ نہیں دے سکا تو میں تمہاری اس بات کا جواب ضرور دیتا۔ عروہ حضورؐ سے گفتگو کرتے ہوئے حضورؐ کی داڑھی کو ہاتھ لگانے لگتے اور (عروہ کے بھتیجے) حضرت مغیرہ بن شعبہؓ ہاتھ میں تلوار لئے اور سر پر خود پہنے ہوئے حضورؐ کے سرہانے کھڑے تھے۔ جب بھی عروہ حضورؐ کی داڑھی کی طرف ہاتھ بڑھاتے تو حضرت مغیرہ اس کے ہاتھ کو تلوار کا دستہ مارتے اور کہتے کہ حضورؐ کی داڑھی مبارک سے اپنا ہاتھ دور رکھو۔ چنانچہ عروہ نے سر اٹھا کر پوچھا یہ آدمی کون ہے؟ لوگوں نے بتایا یہ مغیرہ بن شعبہؓ ہیں تو عروہ نے کہا او غدار! کیا میں تیری غداری کو ابھی تک نہیں بھگت رہا ہوں (یعنی تم نے جو قتل کیا تھا اس کا خون بہا میں ابھی تک دے رہا ہوں اور جو تم نے مال لوٹا تھا اس کا تاوان اب تک بھر رہا ہوں) حضرت مغیرہ زمانہ جاہلیت میں ایک قوم کے ساتھ سفر میں گئے تھے۔ ان کو قتل کر کے اور ان کا مال لے کر حضورؐ کی خدمت میں آگئے تھے اور مسلمان ہو گئے تھے۔ حضور ﷺ نے ان سے صاف فرمایا تھا کہ تمہارا اسلام تو قبول ہے لیکن تم جو مال لائے ہو اس سے میرا کوئی تعلق نہیں ہے (عروہ کا اشارہ اسی قصہ کی طرف تھا) پھر عروہ حضورؐ کے صحابہؓ کو بڑے غور سے دیکھنے لگے۔ وہ کہتے ہیں کہ اللہ کی قسم! حضورؐ جب بھی تھوکتے تو اسے کوئی نہ کوئی صحابیؓ اپنے ہاتھ میں لے لیتا اور اس کو اپنے چہرہ اور جسم پر مل لیتا۔ اور حضورؐ جب انہیں کسی کام کے کرنے کا حکم

دیتے تو صحابہؓ اسے فوراً کرتے اور جب آپ وضو فرماتے تو آپ کے وضو کے پانی کو لینے کے لئے صحابہؓ ایک دوسرے پر ٹوٹ پڑتے اور لڑنے کے قریب ہو جاتے اور جب آپ گفتگو فرماتے تو صحابہ آپ کے سامنے اپنی آوازیں پست کر لیتے اور صحابہؓ کے دل میں آپ کی اتنی عظمت تھی کہ وہ آپ کو نظر بھر کر نہیں دیکھ سکتے تھے۔ چنانچہ عروہ اپنے ساتھیوں کے پاس واپس گئے اور ان سے یہ کہا کہ میں بڑے بڑے بادشاہوں کے دربار میں گیا ہوں قیصر، کسریٰ اور نجاشی کے دربار میں گیا ہوں۔ اللہ کی قسم! میں نے ایسا کوئی بادشاہ نہیں دیکھا جس کی تعظیم اس کے درباری اتنی کرتے ہوں جتنی محمدؐ کے صحابہؓ محمدؐ کی کرتے ہیں۔ اللہ کی قسم! حضورؐ جب بھی تھوکتے تو اسے کوئی نہ کوئی صحابی اپنے ہاتھ پر لے کر اپنے چہرہ اور جسم پر مل لیتا اور انہیں جس کام کے کرنے کا حکم دیتے اس کام کو فوراً کرتے اور وہ جب وضو کرتے تو ان کے وضو کا پانی لینے کے لئے ایک دوسرے پر ٹوٹ پڑتے اور لڑنے کے قریب ہو جاتے اور وہ جب گفتگو فرماتے تو سب اپنی آوازیں پست کر لیتے یعنی خاموش ہو جاتے اور تعظیم کی وجہ سے صحابہؓ آپ کو نظر بھر کر نہ دیکھ سکتے اور انہوں نے تمہارے سامنے ایک اچھی تجویز پیش کی ہے۔ تم اسے قبول کر لو۔ اس کے بعد بنو کنانہ کے ایک آدمی نے کہا مجھے ان کے پاس جانے دو۔ تو مکہ والوں نے کہا ضرور جاؤ۔ جب یہ آدمی حضورؐ اور صحابہؓ کے قریب پہنچا تو حضور ﷺ نے فرمایا یہ فلاں آدمی ہے اور یہ اس قوم کا آدمی ہے جو قربانی کے اونٹوں کی بڑی تعظیم کرتے ہیں۔ لہٰذا تم جو قربانی کے اونٹ لے کر آئے ہو وہ اس کے سامنے کھڑے کر دو۔ چنانچہ وہ اونٹ اس کے سامنے کھڑے کر دیئے گئے اور لوگوں نے لبیک پڑھتے ہوئے اس کا استقبال کیا۔ اس نے جب یہ منظر دیکھا تو اس نے کہا سبحان اللہ! ان لوگوں کو تو بیت اللہ سے ہر گز نہیں روکنا چاہیئے تو اس آدمی نے اپنے ساتھیوں کو واپس جا کر یہ کہا کہ میں یہ منظر دیکھ کر آیا ہوں کہ صحابہؓ نے قربانی کے اونٹوں کے گلے میں قلادہ (یعنی ہار) ڈالا ہوا ہے اور ان کے کوہان کو زخمی کیا ہوا ہے (اس زمانے میں قربانی کے اونٹ کے ساتھ یہ دو کام کیئے جاتے تھے تاکہ ان نشانیوں سے ہر ایک کو پتہ چل جائے کہ یہ قربانی کا اونٹ ہے یعنی وہ لوگ عمرہ کے لئے تیار ہو کر آئے ہیں اس لئے) میری رائے نہیں ہے کہ ان لوگوں کو بیت اللہ سے روکا جائے۔ تو ان میں سے مکرز بن حفص نامی ایک آدمی کھڑا ہوا اور اس نے کہا ذرا مجھے ان کے پاس جانے دو۔ لوگوں نے کہا ضرور جاؤ۔ جب وہ حضورؐ کے قریب آیا تو حضورؐ نے فرمایا یہ تو مکرز ہے۔ یہ تو بڑا بدکار آدمی ہے۔ وہ آکر حضورؐ سے باتیں کرنے لگا کہ اتنے میں سہیل بن عمرو آگئے۔ معمر راوی کہتے ہیں مجھے ایوب نے عکرمہ سے یہ نقل کیا ہے کہ جب

سہیل بن عمرو آئے تو حضورؐ نے ان کے نام سے نیک فال لیتے ہوئے کہا اب تمہارا کام آسان ہو گیا۔ معمر کہتے ہیں کہ زہری اپنی حدیث میں یوں بیان کرتے ہیں کہ سہیل نے کہا آئیے صلح نامہ لکھ لیتے ہیں۔ حضورؐ نے لکھنے والے کو بلایا اور اس سے فرمایا لکھو بسم اللّٰہ الرحمٰن الرحیم ۔ سہیل نے کہا مجھے تو پتہ نہیں کہ رحمان کون ہوتا ہے ؟ اس لئے آپ باسمك اللھم لکھیں جیسے پہلے لکھا کرتے تھے ۔ صحابہؓ نے کہا نہیں نہیں ہم تو صرف بسم اللّٰہ الرحمٰن الرحیم لکھیں گے۔ حضورؐ نے فرمایا کوئی بات نہیں باسمك اللھم لکھ دو۔ پھر آپ نے فرمایا یہ لکھو ھذا ما قاضی علیہ محمد رسول اللّٰہ کہ یہ وہ صلح نامہ ہے جس کا محمد رسول اللہ نے فیصلہ کیا ہے تو سہیل نے کہا کہ اگر ہم یہ مان لیتے کہ آپ اللہ کے رسول ہیں تو نہ ہم آپ کو بیت اللہ سے روکتے اور نہ ہم آپ سے جنگ کرتے (اور صلح نامہ میں وہ بات لکھی جاتی ہے جو فریقین کو تسلیم ہو) اس لئے محمد بن عبد اللہ لکھو۔ حضور ﷺ نے فرمایا اللہ کی قسم! چاہے تم نہ مانو، ہوں تو میں اللہ کا رسول لیکن محمد بن عبد اللہ لکھ دو۔ حضرت زہری فرماتے ہیں کہ حضورؐ کافروں کی ہر بات اس لئے مان رہے تھے کیونکہ قصواء اونٹنی کے بیٹھ جانے پر آپ نے اللہ سے یہ عہد کیا تھا کہ کفار مکہ مجھ سے جو نسی بھی ایسی تجویز کا مطالبہ کریں گے جس سے وہ اللہ کی قابل احترام چیزوں کی تعظیم کر رہے ہوں گے تو میں ان کی ایسی ہر تجویز کو ضرور مان لوں گا۔ حضورؐ نے اس سے فرمایا کہ صلح کی شرط یہ ہوگی کہ تم ہمیں بیت اللہ کا طواف کرنے دو گے تو سہیل نے کہا کہ اگر آپ اسی سال بیت اللہ کا طواف کریں گے تو سارے عرب میں یہ بات مشہور ہو جائے گی کہ ہم مکہ والے آپؐ سے دب گئے۔ اس لئے آپ اس سال نہ کریں اگلے سال کر لینا۔ چنانچہ یہ بات صلح نامہ میں لکھی گئی (کہ اگلے سال طواف اور عمرہ کریں گے) سہیل نے کہا صلح نامہ کی ایک شرط یہ ہوگی کہ ہم میں سے جو آدمی بھی آپ کے پاس چلا جائے گا چاہے وہ آپ کے دین پر ہو آپ اسے ہمارے پاس واپس کر دیں گے۔ مسلمانوں نے کہا سبحان اللہ! یہ کیسے ہو سکتا ہے کہ وہ مسلمان ہو کر ہمارے پاس آئے اور اسے مشرکوں کے پاس واپس کر دیا جائے ؟ ابھی یہ بات ہو ہی رہی تھی کہ سہیل بن عمرو کے بیٹے حضرت ابو جندلؓ بیڑیوں میں چلتے ہوئے آگئے۔ یہ مکہ کے نیچے والے حصہ میں قید تھے۔ وہاں سے کسی طرح نکل کر آگئے اور گرتے پڑتے مسلمانوں کے مجمع میں پہنچ گئے سہیل نے کہا اے محمد! میرا مطالبہ یہ ہے کہ صلح کی اس شرط کے مطابق آپ سب سے پہلے مجھے یہ آدمی واپس کریں۔ حضورؐ نے فرمایا ابھی تو اس صلح نامہ کی تحریر پوری نہیں ہوئی (لہذا ابھی تو معاہدہ نہیں ہوا) سہیل نے کہا اللہ کی قسم! پھر تو میں آپ سے ہرگز صلح نہیں

کروں گا۔ حضورؐ نے فرمایا تم اسے میری وجہ سے ہی چھوڑ دو۔ سہیل نے کہا نہیں میں اسے آپ کی وجہ سے نہیں۔ میں نہیں چھوڑ سکتا۔ اس پر مکرز نے کہا اچھا ہم اسے آپ کی وجہ سے چھوڑ دیتے ہیں۔ حضرت ابو جندل نے کہا اے مسلمانو! میں تو مسلمان ہو کر آیا تھا اور اب مجھے مشرکوں کی طرف واپس کیا جا رہا ہے۔ کیا تم دیکھ نہیں رہے ہو کہ کتنی مصیبتیں اٹھا رہا ہوں؟ اور واقعی انہیں اللہ کی خاطر سخت مصیبتیں پہنچائی گئی تھیں۔ حضرت عمرؓ فرماتے ہیں کہ میں نے حضورؐ کی خدمت میں آکر عرض کیا کہ کیا آپ اللہ کے برحق نبی نہیں ہیں؟ حضور ﷺ نے فرمایا ہوں۔ پھر میں نے کہا کیا ہم حق پر اور ہمارا دشمن باطل پر نہیں ہے؟ آپ نے فرمایا میں اللہ کا رسول ہوں اس کی نافرمانی نہیں کر سکتا ہوں اور وہی میرا مددگار ہے۔ میں نے کہا کیا آپ نے ہم سے یہ نہیں فرمایا تھا کہ ہم بیت اللہ جا کر اس کا طواف کریں گے آپ نے فرمایا ہاں میں نے کہا تھا لیکن کیا میں نے تم کو یہ بھی کہا تھا کہ ہم اسی سال بیت اللہ جائیں گے؟ میں نے عرض کیا نہیں آپ نے فرمایا تم بیت اللہ ضرور جاؤ گے اور اس کا طواف کرو گے۔ حضرت عمر فرماتے ہیں کہ میں حضرت ابو بکر کے پاس گیا اور ان سے کہا اے ابو بکر! کیا یہ اللہ کے برحق نبی نہیں ہیں؟ انہوں نے کہا 'ہیں'۔ میں نے کہا کیا ہم حق پر اور ہمارا دشمن باطل پر نہیں ہے؟ حضرت ابو بکر نے کہا ہاں۔ تم ٹھیک کہتے ہو۔ میں نے کہا پھر ہم کیوں اتنا دب کر صلح کریں؟ حضرت ابو بکر نے کہا اے آدمی! وہ اللہ کے رسول ہیں اور وہ اللہ کی نافرمانی نہیں کر سکتے ہیں اور اللہ ان کا مددگار ہے۔ تم ان کا دامن مضبوطی سے تھامے رکھو۔ اللہ کی قسم! وہ حق پر ہیں۔ میں نے کہا کیا انہوں نے ہم سے یہ نہیں فرمایا تھا کہ ہم بیت اللہ جا کر اس کا طواف کریں گے انہوں نے کہا ہاں انہوں نے کہا تھا لیکن کیا انہوں نے تم کو یہ بھی کہا تھا کہ تم اسی سال بت اللہ جاؤ گے؟ میں نے کہا نہیں۔ انہوں نے کہا تم بیت اللہ ضرور جاؤ گے اور اس کا طواف کرو گے۔ حضرت عمر فرماتے ہیں کہ میں نے اپنی اس گستاخی کی معافی کے لئے بہت سے اعمال خیر کئے۔ راوی کہتے ہیں کہ حضورؐ جب صلح نامہ کی لکھائی سے فارغ ہوئے تو آپ نے اپنے صحابہؓ سے فرمایا اٹھو، اپنی قربانی ذبح کرو پھر اپنے سر مونڈلو۔ راوی کہتے ہیں کہ اللہ کی قسم! کوئی آدمی بھی کھڑا نہ ہوا حتی کہ آپ نے یہ حکم تین مرتبہ فرمایا۔ جب ان میں کوئی بھی نہ کھڑا ہوا تو حضورؐ حضرت ام سلمہؓ کے پاس تشریف لے گئے اور لوگوں کی طرف سے آپ کو جو پریشانی پیش آرہی تھی وہ ان کو بتائی تو انہوں نے کہا اے اللہ کے نبی! کیا آپ یہ کروانا چاہتے ہیں؟ آپ باہر تشریف لے جائیں اور ان میں سے کسی سے کوئی بات نہ کریں بلکہ اپنی قربانی ذبح کریں اور اپنے نائی کو بلا کر سر منڈا لیں۔ چنانچہ

آپ باہر تشریف لائے اور ان میں سے کسی سے کوئی بات نہ کی اور اپنی قربانی کو ذبح کیا اور اپنے نائی کو بلا کر اپنے بال منڈوائے۔ جب صحابہؓ نے یہ دیکھا تو انہوں نے بھی کھڑے ہو کر اپنی قربانیاں ذبح کیں اور ایک دوسرے کے بال مونڈنے لگے اور رنج و غم کے مارے یہ حال تھا کہ ایسے لگ رہا تھا کہ جیسے ایک دوسرے کو قتل کر دیں گے پھر آپ کے پاس چند مومن عورتیں آئیں جن کے متعلق اسی وقت اللہ تعالیٰ نے یہ آیت نازل فرمائی۔

یٰٓاَیُّھَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْٓا اِذَا جَآءَکُمُ الْمُؤْمِنٰتُ مُھٰجِرٰتٍ فَامْتَحِنُوْھُنَّ سے لے کر بِعِصَمِ الْکَوَافِرِ تک۔

ترجمہ: "اے ایمان والو جب آئیں تمہارے پاس ایمان والی عورتیں وطن چھوڑ کر تو ان کو جانچ لو۔ اللہ خوب جانتا ہے ان کے ایمان کو۔ پھر اگر جانو کہ وہ ایمان پر ہیں تو مت پھیرو ان کو کافروں کی طرف۔ نہ یہ عورتیں حلال ہیں ان کافروں کو اور نہ وہ کافر حلال ہیں ان عورتوں کو۔ اور دے دو ان کافروں کو جو ان کا خرچ ہوا ہو۔ اور گناہ نہیں تم کو کہ نکاح کر لو ان عورتوں سے، جب ان کو دو ان کے مہر، اور نہ رکھو اپنے قبضہ میں ناموس کافر عورتوں کے"۔ چنانچہ اس حکم کی وجہ سے حضرت عمرؓ نے اپنی دو عورتوں کو طلاق دے دی جو مشرک تھیں ان میں سے ایک سے معاویہ بن ابی سفیان اور دوسری سے صفوان بن امیہ نے شادی کی (یہ دونوں حضرات بھی اس وقت تک مسلمان نہیں ہوئے تھے) پھر حضور ﷺ مدینہ واپس آ گئے۔ اتنے میں قریش کے ابو بصیرؓ مسلمان ہو کر آپ کے پاس آ گئے مکہ والوں نے ان کو واپس بلانے کے لئے دو آدمی بھیجے کہ آپ نے ہم سے جو معاہدہ کیا ہے اسے پورا کریں۔ آپ نے حضرت ابو بصیر کو ان دونوں کے حوالے کر دیا۔ وہ دونوں ان کو لے کر وہاں سے چل پڑے یہاں تک کہ ذوالحلیفہ پہنچ کر ٹھہر گئے اور کھجوریں کھانے لگے۔ حضرت ابو بصیر نے ان دونوں میں سے ایک سے کہا اے فلانے! مجھے تمہاری تلوار بڑی عمدہ نظر آ رہی ہے۔ اس نے نیام سے تلوار ان کے حوالے کر دی۔ انہوں نے اس پر تلوار کا ایسا وار کیا کہ وہ وہیں ٹھنڈا ہو گیا۔ دوسرا وہاں سے مدینہ کی طرف بھاگ پڑا اور دوڑتا ہوا مسجد نبوی میں داخل ہوا۔ حضورؐ نے اسے دیکھ کر فرمایا اس نے کوئی گھبراہٹ کی چیز دیکھی ہے۔ جب وہ حضورؐ کی خدمت میں پہنچا تو اس نے کہا میرا ساتھی تو مارا جا چکا اب میرا نمبر ہے۔ اس کے بعد ابو بصیر پہنچے اور عرض کیا اے اللہ کے نبی! اللہ تعالیٰ نے آپ کا عہد پورا کروا دیا کہ آپ نے تو مجھے واپس کر دیا تھا۔ اب اللہ تعالیٰ نے مجھے ان لوگوں سے چھٹکارا دلا دیا ہے۔ حضورؐ نے فرمایا اس کی ماں کا ستیاناس ہو یہ لڑائی بھڑکانے والا ہے۔ کاش کوئی اسے سنبھالنے والا ہوتا۔ جب حضرت ابو بصیر نے یہ سنا تو وہ سمجھ گئے (کہ اب بھی اگر مکہ سے ان کو کوئی لینے آیا) تو حضورؐ ان کو واپس کر دیں گے چنانچہ وہاں

سے چل کر سمندر کے کنارے ایک جگہ آپڑے۔ راوی کہتے ہیں کہ حضرت ابو جندل بن سہیل بن عمروؓ مکہ والوں سے چھوٹ کر حضرت ابو بصیر کے پاس آگئے۔ اسی طرح قریش کا جو شخص بھی مسلمان ہو تا وہ حضرت ابو بصیر سے جاملتا۔ چند روز میں یہ ایک مختصر سی جماعت ہو گئی۔ اللہ کی قسم ان لوگوں کو جب خبر لگتی کہ قریش کا کوئی تجارتی قافلہ ملک شام جارہا تو اس پر ٹوٹ پڑتے ان کو قتل کر دیتے اور ان کا مال لے لیتے۔ حتیٰ کہ کفار قریش نے (پریشان ہو کر) حضورؐ کی خدمت میں اللہ تعالیٰ کا اور رشتہ داری کا واسطہ دے کر آدمی بھیجا کہ اس بے سری جماعت کو آپ اپنے پاس بلالیں (تاکہ یہ معاہدہ میں داخل ہو جائیں اور ہمارے لئے آنے جانے کا راستہ کھلے) اور اس کے بعد جو بھی آپ کے پاس آئے گا اسے امن ہے (ہم اسے واپس نہ لیں گے) چنانچہ حضور ﷺ نے آدمی بھیج کر ان کو مدینہ بلوالیا۔ اس پر اللہ تعالیٰ نے یہ آیت نازل فرمائی۔ وَهُوَ الَّذِىْ كَفَّ اَيْدِيَهُمْ عَنْكُمْ وَاَيْدِيَكُمْ عَنْهُمْ بِبَطْنِ مَكَّةَ مِنْ بَعْدِ اَنْ اَظْفَرَكُمْ عَلَيْهِمْ سے لے کر الْحَمِيَّةَ حَمِيَّةَ الْجَاهِلِيَّةِ تک۔

ترجمہ: "اور وہی ہے جس نے روک رکھا ان کے ہاتھوں کو تم سے اور تمہارے ہاتھوں کو ان سے، بیچ شہر مکہ کے، بعد اس کے کہ تمہارے ہاتھ لگا دیا ان کو" سے لے کر اللہ تعالیٰ کے اس فرمان تک "جب رکھی منکروں نے اپنے دلوں میں کد، نادانی کی ضد" ان کافروں کی ضد یہ تھی کہ انہوں نے نہ تو حضورؐ کے نبی ہونے کا اقرار کیا اور نہ بسم اللہ الرحمٰن الرحیم لکھے جانے کو مانا اور مسلمانوں کے اور بیت اللہ کے درمیان رکاوٹ بن گئے۔[1]

حضرت عروہؓ بیان فرماتے ہیں کہ صلح حدیبیہ کے موقع پر حضور ﷺ کے حدیبیہ میں قیام فرمانے کی وجہ سے قریش گھبرا گئے۔ حضورؐ نے مناسب سمجھا کہ اپنے صحابہؓ میں سے کسی کو قریش کے پاس بھیجیں چنانچہ آپ نے قریش کے پاس بھیجنے کے لئے حضرت عمر بن الخطابؓ کو بلایا انہوں نے عرض کیا یارسول اللہ (آپ کے ارشاد پر عمل کرنے سے مجھے انکار نہیں ہے لیکن) میں اہل مکہ کے نزدیک سب سے زیادہ مبغوض ہوں۔ اگر انہوں نے مجھے کوئی تکلیف پہنچائی تو مکہ میں (میرے خاندان) بنو کعب میں سے ایسا کوئی نہیں ہے (جو میرا دفاع کرے اور) میری وجہ سے ناراض ہو۔ آپ حضرت عثمانؓ کو بھیج دیں کیونکہ ان کا خاندان مکہ میں ہے تو جو پیغام آپ بھیجنا چاہتے ہیں وہ اہل مکہ کو پہنچادیں گے۔ چنانچہ حضورؐ نے حضرت عثمان بن عفانؓ کو بلا کر قریش کی طرف بھیجا اور ان سے فرمایا کہ انہیں یہ بتادو کہ ہم (کسی

---

[1] اخرجه البخاری قال ابن كثير فی البداية (ج ٤ ص ١٧٧) هذا سياق فيه زيادات وفوائد حسنة ليست فی رواية ابن اسحاق عن الزهری انتهى واخرجه البيهقی (ج ٩ ص ٢١٨) ايضا بطوله

سے) لڑنے کے لئے نہیں آئے ہیں ہم تو صرف عمرہ کرنے آئے ہیں۔ اور ان کو اسلام کی طرف دعوت دینا اور آپ نے حضرت عثمان کو یہ بھی حکم دیا کہ مکہ میں جو مومن مرد اور عورتیں ہیں۔ حضرت عثمان ان کے پاس جا کر ان کو فتح کی خوشخبری سنا دیں اور ان کو بتا دیں کہ اللہ تعالیٰ عنقریب مکہ میں اپنے دین کو ایسا غالب کر دیں گے کہ پھر کسی کو اپنا ایمان چھپانے کی ضرورت نہیں رہے گی یہ خوشخبری دے کر آپ مکہ کے کمزور مسلمانوں کو (ایمان پر) جمانا چاہتے تھے۔ راوی کہتے ہیں کہ حضرت عثمان تشریف لے گئے (مکہ کے راستے میں) مقام بلدح میں ان کا قریش کی ایک جماعت پر گزر ہوا۔ قریش نے پوچھا کہاں (جا رہے ہو؟) انہوں نے کہا حضورؐ نے مجھے تمہارے پاس بھیجا ہے تاکہ میں تمہیں اللہ تعالیٰ کی طرف اور اسلام کی طرف دعوت دوں اور تمہیں بتا دوں کہ ہم کسی سے لڑنے نہیں آئے ہیں ہم تو صرف عمرہ کرنے کے لئے آئے ہیں۔ جیسے حضورؐ نے فرمایا تھا انہوں نے ویسے ان کو دعوت دی۔ انہوں نے کہا ہم نے آپ کی بات سن لی ہے۔ جاؤ اپنا کام کرو۔ ابان بن سعید بن عاص نے کھڑے ہو کر حضرت عثمان کا استقبال کیا اور ان کو اپنی پناہ میں لیا اور اپنے گھوڑے کی زین کسی اور حضرت عثمان کو اپنے گھوڑے پر آگے بٹھا کر مکہ لے گئے پھر قریش نے بدیل بن ورقاء خزاعی اور قبیلہ بنو کنانہ کے ایک شخص کو حضورؐ کے پاس بھیجا۔ اس کے بعد عروہ بن مسعود ثقفی آئے آگے حدیث اور بھی ہے۔[1]

حضرت ابن عباسؓ فرماتے ہیں کہ حضرت عمرؓ نے فرمایا کہ حضور ﷺ نے اہل مکہ سے (دب کر) صلح کی اور ان کی ساری باتیں مان لیں۔ اگر حضورؐ کسی اور کو امیر بنا کر بھیجتے اور وہ اس طرح کرتا جیسے حضورؐ نے کیا تو میں اس کی نہ کوئی بات سنتا اور نہ مانتا۔ آپ نے ان کی یہ شرط بھی مان لی تھی کہ جو کافر (مسلمان ہو کر) مسلمانوں کے پاس جائے گا مسلمان اسے واپس کر دیں گے۔ اور جو مسلمان (نعوذ باللہ من ذلک (کافر ہو کر) کافروں کے پاس جائے گا۔ کافر اسے واپس نہیں کریں گے۔[2]

حضرت ابو بکر صدیقؓ فرمایا کرتے تھے کہ اسلام میں فتح حدیبیہ سے بڑی کوئی فتح نہیں ہے محمد ﷺ اور ان کے رب کے درمیان جو معاملہ تھا لوگ اسے سمجھ نہ سکے۔ بندے جلد بازی کرتے ہیں اور اللہ تعالیٰ ان کی طرح جلد بازی نہیں کرتے بلکہ (اپنی ترتیب اور ارادے کے

---

[1] اخرجه ابن عساكر وابن ابی شيبة كما فی كنز العمال (ج ٥ ص ٢٨٨) واخرجه ابی شيبة من وجه آخر بطوله عن عروة كما فی كنز العمال ايضا (ج ٥ ص ٢٩٠) واخرجه البيهقی (ج ٩ ص ٢٢١) عن موسى بن عقبةؒ بنحوه [2] اخرجه ابن سعد كذافی كنز العمال (ج ٥ ص ٢٨٦) وقال سنده صحيح

مطابق) ہر کام کو اپنے مقرر کردہ وقت پر کرتے ہیں۔ یہ منظر بھی میرے سامنے ہے کہ حجۃ الوداع کے موقع پر حضرت سہیل بن عمرو قربان گاہ میں کھڑے ہو کر قربانی کی اونٹنیاں حضورؐ کے قریب کر رہے تھے اور حضورؐ ان کو اپنے ہاتھ سے ذبح کر رہے تھے پھر آپ نے نائی کو بلا کر اپنے بال منڈوائے تو میں نے دیکھا کہ حضرت سہیل حضورؐ کے بالوں کو چن چن کر اپنی آنکھوں پر رکھ رہے تھے اور میں یہ سوچ رہا تھا کہ یہ وہی سہیل ہیں جنہوں نے صلح حدیبیہ کے موقع پر بسم اللہ الرحمن الرحیم کے اور محمد رسول اللہ ﷺ کے (معاہدہ نامہ میں) لکھے جانے سے انکار کر دیا تھا (یہ دیکھ کر) میں نے اس اللہ کی تعریف کی جس نے ان کو اسلام کی ہدایت دی۔[1]

حضرت عمرو بن العاصؓ کے اسلام لانے کا قصہ

حضرت عمرو بن العاصؓ فرماتے ہیں کہ جب ہم غزوہ خندق سے واپس آئے تو میں نے قریش کے ان لوگوں کو جمع کیا جو میری رائے سے اتفاق کیا کرتے تھے، اور میری بات سنا کرتے تھے۔ میں نے ان سے یہ کہا اللہ کی قسم! تم لوگ جانتے ہو کہ میں دیکھ رہا ہوں کہ محمد (علیہ السلام) کا دین تمام دینوں پر بری طرح غالب آتا جا رہا ہے۔ مجھے ایک بات سمجھ میں آئی ہے تم لوگوں کا اس کے بارے میں کیا خیال ہے؟ انہوں نے کہا وہ کیا بات ہے؟ میں نے کہا میرا خیال یہ ہے کہ ہم نجاشی کے پاس چلے جائیں اور وہیں رہا کریں۔ پھر اگر محمد (علیہ السلام) ہماری قوم پر غالب آگئے تو اس وقت نجاشی کے پاس ہوں گے۔ کیونکہ نجاشی کے ماتحت ہو کر رہنا ہمیں محمد (علیہ السلام) کے ماتحت ہو کر رہنے سے زیادہ پسند ہے اور اگر ہماری قوم غالب آگئی تو ہم جانے پہچانے لوگ ہیں۔ وہ ہمارے ساتھ بھلائی کا ہی معاملہ کریں گے۔ سب نے کہا یہ تو بہت اچھی رائے ہے۔ میں نے کہا اس کو دینے کے لئے کچھ ہدیے جمع کر لو۔ نجاشی کو ہمارے ہاں کے چمڑے کا ہدیہ سب سے زیادہ پسند تھا۔ چنانچہ ہم لوگوں نے یہاں کا تیار شدہ چمڑا کثیر تعداد میں جمع کیا۔ پھر ہم مکہ سے چلے اور اس کے پاس پہنچ گئے۔ اللہ کی قسم! ہم وہاں ہی تھے کہ اتنے میں عمرو بن امیہ نجاشی کے پاس ملنے گئے اور پھر وہاں سے باہر آئے تو میں نے اپنے ساتھیوں سے کہا یہ عمرو بن امیہ ہیں۔ اگر میں نجاشی کے پاس جا کر ان سے ان کو مانگ لوں اور وہ مجھے یہ دے دیں اور میں ان کی گردن اڑا دوں تو قریش یہ سمجھیں گے کہ میں نے محمد (علیہ السلام) کے قاصد کو قتل کر کے ان کا بدلہ لے لیا ہے۔ چنانچہ میں نے نجاشی کے دربار میں جا کر نجاشی کو سجدہ کیا جیسے میں پہلے کیا کرتا تھا۔ اس نے کہا خوش آمدید ہو میرے

١۔ اخرجه ابن عساكر كذافي كنز العمال (ج ٥ ص ٢٨٦)

دوست کو۔ اپنے علاقہ سے میرے لئے کچھ ہدیہ لائے ہو؟ میں نے کہا ہاں۔ اے بادشاہ! میں آپ کے لئے ہدیہ میں بہت سے چمڑے لایا ہوں۔ چنانچہ میں نے وہ چمڑے اس کے سامنے پیش کیئے۔ وہ اسے بہت پسند آئے کیونکہ وہ اس کی مرضی کے مطابق تھے۔ پھر میں نے اس سے کہا اے بادشاہ! میں نے ایک آدمی کو آپ کے پاس سے نکلتا ہوا دیکھا ہے وہ ہمارے دشمن کا قاصد ہے آپ اسے میرے حوالے کر دیں تاکہ میں اسے قتل کر دوں۔ کیونکہ اس نے ہمارے سرداروں اور معزز لوگوں کو قتل کیا ہے (یہ سنتے ہی) نجاشی کو ایک دم غصہ آگیا اور اس نے غصہ کے مارے اپنا ہاتھ اپنی ناک پر زور سے مارا کہ میں سمجھا کہ اس کی ناک ٹوٹ گئی ہے اور ڈر کے مارے میرا یہ حال تھا کہ اگر زمین پھٹ جاتی تو میں اس میں گھس جاتا۔ پھر میں نے کہا اے بادشاہ! اللہ کی قسم، اگر مجھے اندازہ ہوتا کہ یہ بات آپ کو ناگوار گزرے گی تو میں آپ سے اسے بالکل نہ مانگتا۔ نجاشی نے کہا تم مجھ سے اس آدمی کے قاصد کو مانگ کر قتل کرنا چاہتے ہو جس کے پاس وہی ناموس اکبر (جبرائیل علیہ السلام) آتے ہیں جو موسیٰ (علیہ السلام) کے پاس آیا کرتے تھے۔ میں نے کہا اے بادشاہ! کیا وہ ایسے ہی ہیں؟ اس نے کہا تیرا ناس ہو۔ اے عمرو! میری بات مان لے اور ان کا اتباع کر لے کیونکہ وہ حق پر ہیں اور وہ اپنے مخالفوں پر ایسے غالب آئیں گے جیسے حضرت موسیٰ بن عمران فرعون اور اس کے لشکر پر غالب آئے تھے میں نے کہا کیا تم مجھے ان کی طرف سے اسلام پر بیعت کرو گے؟ اس نے کہا ہاں۔ پھر اس نے ہاتھ بڑھا دیا اور میں ان کے ہاتھ اسلام پر بیعت ہو گیا۔ پھر میں اپنے ساتھیوں کے پاس باہر آیا تو میری رائے بدل چکی تھی۔ اپنے ساتھیوں سے میں نے اپنا اسلام چھپائے رکھا پھر حضورؐ کی خدمت میں حاضر ہو کر اسلام لانے کے ارادے سے میں وہاں سے چل پڑا۔ راستے میں مجھے حضرت خالد بن ولید ملے۔ وہ مکہ سے آرہے تھے۔ یہ واقعہ فتح مکہ سے کچھ پہلے کا ہے۔ میں نے کہا اے ابو سلیمان۔ کہاں (جا رہے ہو) انہوں نے کہا اللہ کی قسم! بات واضح ہو گئی اور یہ آدمی یقیناً نبی ہیں اللہ کی قسم! میں (ان کے پاس) مسلمان ہونے جا رہا ہوں۔ کب تک (ہم ادھر ادھر بھاگتے رہیں گے) میں نے کہا اللہ کی قسم، میں بھی مسلمان ہونے جا رہا ہوں۔ چنانچہ ہم دونوں مدینہ حضورؐ کی خدمت میں پہنچے۔ حضرت خالد بن ولید آگے بڑھ کر مسلمان ہوئے اور انہوں نے حضورؐ سے بیعت کی۔ پھر میں نے قریب ہو کر عرض کیا یا رسول اللہ میں آپ سے اس شرط پر بیعت کرتا ہوں کہ میرے پچھلے تمام گناہ معاف ہو جائیں۔ آئندہ کے گناہوں کے متعلق مجھے خیال نہیں آیا۔ آپ نے فرمایا اے عمرو! بیعت ہو جاؤ کیونکہ اسلام اپنے سے پہلے کے تمام گناہوں کو مٹا دیتا ہے اور ہجرت بھی اپنے سے پہلے کے تمام گناہوں کو

مٹا دیتی ہے۔ فرماتے ہیں کہ میں حضورؐ سے بیعت ہو گیا پھر واپس آگیا۔[1]
اس روایت کو بیہقی نے واقدی کے حوالے سے زیادہ مفصل اور زیادہ بہتر طریقہ سے ذکر کیا ہے اور اس میں یہ مضمون بھی ہے۔ پھر میں (حبشہ سے) چل دیا۔ یہاں تک کہ جب میں ہدہ مقام پر پہنچا تو میں نے دیکھا کہ دو آدمی ذرا کچھ آگے جا کر پڑاؤ ڈال رہے ہیں ایک خیمہ کے اندر ہے اور دوسرا دونوں سواریوں کو تھامے ہوئے ہے۔ غور سے دیکھنے سے پتہ چلا کہ یہ تو خالد بن ولید ہیں۔ میں نے کہا کہاں جا رہے ہو؟ انہوں نے کہا محمد (علیہ السلام) کی خدمت میں حاضری کا ارادہ ہے کیونکہ سارے لوگ اسلام میں داخل ہو چکے ہیں۔ کوئی ڈھنگ کا آدمی باقی نہیں رہا۔ اگر ہم یوں ہی ٹھہرے رہے تو ہماری گردن کو ایسے پکڑ لیا جائے گا جیسے کہ بھٹ میں بجو کی گردن پکڑ لی جاتی ہے۔ میں نے کہا اللہ کی قسم میرا بھی محمد (علیہ السلام) کی خدمت میں حاضری کا ارادہ ہے اور میں بھی مسلمان ہونا چاہتا ہوں۔ حضرت عثمان بن طلحہؓ نے خیمہ سے باہر آکر مجھے خوش آمدید کہا پھر ہم سب وہیں ٹھہر گئے۔ پھر ہم ایک ساتھ ہی مدینہ آئے۔ مجھے اس آدمی کی بات نہیں بھولتی ہے جو ہمیں بیر ابو عتبہ کے پاس ملا۔ وہ یا رباح یا رباح یا رباح! کہہ کر اپنے غلام کو پکار رہا تھا (رباح اس کے غلام کا نام تھا لیکن اس کا لفظی ترجمہ نفع ہے) ہم نے اس کے ان الفاظ سے نیک فال لی اور ہمیں بڑی خوشی ہوئی۔ پھر اس نے ہمیں دیکھ کر کہا ان دو (سرداروں) کے بعد مکہ نے اپنی قیادت ہمیں دے دی ہے۔ وہ یہ کہہ کر میری اور حضرت خالد بن ولید کی طرف اشارہ کر رہا تھا اور وہ آدمی دوڑتا ہوا مسجد گیا مجھے خیال ہوا کہ یہ حضورؐ کو ہمارے آنے کی خوشخبری سنانے گیا ہے چنانچہ ایسے ہی ہوا۔ ہم نے اپنے اونٹ مقام حرہ میں بٹھائے اور اپنے صاف ستھرے کپڑے پہنے۔ پھر عصر کی اذان ہو گئی۔ ہم چل کر آپ کی خدمت میں آپہنچے آپ کا چہرہ مبارک (خوشی سے) چمک رہا تھا اور آپ کے چاروں طرف مسلمان بیٹھے ہوئے تھے جو ہمارے مسلمان ہونے سے بڑے خوش ہو رہے تھے۔ چنانچہ حضرت خالد بن ولید آگے بڑھ کر حضورؐ سے بیعت ہوئے۔ پھر حضرت عثمان بن طلحہ آگے بڑھ کر بیعت ہوئے۔ پھر میں آگے بڑھا اللہ کی قسم! جب میں آپ کے سامنے بیٹھ گیا تو میں شرم کی وجہ سے اپنی نگاہ نہ اٹھا سکا اور میں نے آپ سے اس شرط پر بیعت کی کہ میرے پچھلے تمام گناہ معاف ہو جائیں اور بعد میں ہونے والا گناہوں کا مجھے خیال نہ آیا۔ آپ نے فرمایا اسلام اپنے سے پہلے والے تمام گناہ مٹا دیتا ہے اور ہجرت بھی اپنے سے پہلے والے تمام گناہ مٹا دیتی

---

[1] اخرجه ابن اسحاق كذافي البداية (ج ٤ ص ١٤٢) اخرجه ايضا احمد والطبراني عن عمرو نحوه مطولا قال الهيثمي (ج ٩ ص ٣٥١) ورجالهما ثقات انتهى.

ہے۔ اللہ کی قسم! جب سے ہم دونوں میں اور خالد بن ولید مسلمان ہوئے اس وقت سے حضور ﷺ نے کسی بھی پریشان کن امر میں اپنے کسی صحابی کو ہمارے برابر کا نہیں سمجھا۔[1]

حضرت خالد بن ولیدؓ کے اسلام لانے کا قصہ

حضرت خالدؓ فرماتے ہیں کہ جب اللہ تعالیٰ نے میرے ساتھ بھلائی کا ارادہ فرمایا تو اللہ تعالیٰ نے میرے دل میں اسلام لانے کا جذبہ پیدا فرمادیا اور ہدایت کا راستہ میرے سامنے کھل گیا اور میں نے اپنے دل میں کہا کہ محمد (ﷺ) کے خلاف تمام لڑائیوں میں شریک ہوا ہوں لیکن ہر لڑائی سے واپسی پر مجھے یہ خیال آتا تھا کہ میں یہ ساری بھاگ دوڑ بے فائدہ کررہا ہوں اور یقیناً محمد (علیہ السلام) غالب ہو کر رہیں گے۔ جب حضورؐ حدیبیہ کے لئے روانہ ہوئے تو میں مشرکوں کے سواروں کا ایک دستہ لے کر نکلا اور عسفان میں میرا حضورؐ اور صحابہؓ سے سامنا ہوگیا اور میں آپ کے مقابلہ میں کھڑا ہوگیا میں نے آپ سے کچھ چھیڑ چھاڑ کرنی چاہی۔ آپ ہمارے سامنے اپنے صحابہؓ کو ظہر کی نماز پڑھانے لگے۔ ہم نے سوچا کہ ہم نماز کے دوران ہی آپ پر حملہ کردیں لیکن ہم کسی فیصلہ تک نہ پہنچ سکے اس لئے ہم نے حملہ نہ کیا اور اسی میں خیر تھی۔ آپ کو ہمارے اس ارادہ کا پتہ چل گیا۔ (یعنی اللہ تعالیٰ نے آپ کو بتادیا) چنانچہ آپ نے اپنے صحابہؓ کو عصر کی نماز صلوٰۃ الخوف کے طریقہ پر پڑھائی۔ اس بات کا ہمارے دلوں پر بہت اثر پڑا۔ اور میں نے اپنے دل میں کہا کہ اس آدمی کی حفاظت کا مستقل (غیبی) انتظام ہے۔ آپ ہم سے ایک طرف ہوگئے اور ہمارے گھوڑوں کا راستہ چھوڑ کر دائیں طرف چلے گئے۔ جب آپ نے حدیبیہ میں قریش سے صلح کرلی اور قریش نے آپ کو زبانی جمع خرچ سے واپس کر کے اپنی جان بچائی تو میں نے اپنے دل میں کہا۔ اب کونسی چیز باقی رہ گئی ہے؟ اب میں کہاں جاؤں نجاشی کے پاس؟ نجاشی نے تو محمد (علیہ السلام) کا اتباع کرلیا ہے اور ان کے صحابہؓ اس کے پاس امن سے رہ رہے ہیں۔ کیا میں ہرقل کے پاس چلا جاؤں؟ تو مجھے اپنا دین چھوڑ کر نصرانیت یا یہودیت کو اختیار کرنا پڑے گا اور عجم میں رہنا پڑے گا۔ یا اپنے وطن میں باقی لوگوں کے ساتھ رہتا رہوں۔ میں اسی سوچ بچار میں تھا کہ اچانک حضورؐ عمرہ کی قضا کرنے کے لئے مکہ میں تشریف لے آئے میں مکہ سے غائب ہوگیا اور آپ کی آمد پر میں حاضر نہیں ہوا اور میرے بھائی ولید بن ولید بھی حضورؐ کے ساتھ اس عمرہ میں مکہ آئے۔ انہوں نے مجھے بہت تلاش کیا لیکن کہیں نہ پایا تو انہوں نے مجھے ایک خط لکھا جس کا مضمون یہ ہے:

---

[1] كذافى البداية (ج ٤ ص ٢٣٧)

"بسم اللّٰہ الرحمٰن الرحیم. اما بعد۔ ابھی تک اسلام لانے کی تمہاری رائے نہیں بنی۔ اس سے زیادہ عجیب بات میں نے کوئی نہیں دیکھی۔ حالانکہ تم بہت عقلمند ہو۔ اسلام جیسے مذہب سے بھی کوئی ناواقف رہ سکتا ہے؟ حضور ﷺ نے مجھ سے تمہارے بارے میں پوچھا تھا کہ خالد کہاں ہیں؟ میں نے کہا اللہ تعالیٰ ان کو ضرور لے آئیں گے۔ آپ نے فرمایا خالد جیسا آدمی بھی اب تک اسلام سے ناواقف ہے۔ اگر وہ اپنی ساری قوت اور محنت مسلمانوں کے ساتھ لگا دیتے تو ان کے لئے زیادہ بہتر تھا اور ہم ان کو دوسروں سے آگے رکھتے اے میرے بھائی! خیر کے بہت سے موقع تم سے رہ گئے اب تو ان کی تلافی کر لو"۔

حضرت خالد فرماتے ہیں کہ جب مجھے اپنے بھائی کا خط ملا تو میرے دل میں مدینہ جانے کا ایک شوق پیدا ہوا اور اسلام کی رغبت بڑھنے لگی۔ اور مجھے اس بات سے بہت خوشی ہوئی کہ حضورؐ نے میرے بارے میں پوچھا اور اس زمانے میں، میں نے ایک خواب دیکھا کہ میں ایک قحط زدہ علاقہ میں ہوں۔ اور میں وہاں سے نکل کر ایک سرسبز اور وسیع علاقے میں پہنچ گیا ہوں۔ میں نے کہا یہ سچا خواب معلوم ہوتا ہے۔ جب میں مدینہ آیا تو میں نے کہا اس خواب کا حضرت ابو بکرؓ سے ضرور تذکرہ کروں گا۔ (چنانچہ میں نے ان سے اس خواب کا ذکر کیا تو) انہوں نے یہ تعبیر بتائی کہ علاقے کی تنگی سے مراد وہ شرک ہے جس میں تم مبتلا تھے اور اس تنگ علاقہ سے نکلنے سے مراد اللہ کی طرف سے اسلام کی ہدایت کا مل جانا ہے جب میں نے حضور ﷺ کی خدمت میں حاضری کا پختہ ارادہ کر لیا تو میں نے سوچا کہ حضورؐ کی خدمت میں حاضری کے لئے کس کو اپنے ساتھ لوں (اس سلسلے میں) میں صفوان بن امیہ کے پاس گیا اور میں نے اس سے کہا اے ابو وہب! کیا تم دیکھتے نہیں ہو کہ ہم کس حال میں ہیں؟ ہماری تعداد داڑھوں کی طرح سے کم ہوتی جا رہی ہے اور محمد (علیہ السلام) عرب و عجم پر غالب آتے جا رہے ہیں۔ میرا خیال یہ ہے کہ ہمیں محمد (علیہ السلام) کی خدمت میں حاضر ہو کر ان کا اتباع کر لینا چاہئیے کیونکہ محمد (علیہ السلام) کی عزت ہماری عزت ہے لیکن صفوان نے سختی سے انکار کر دیا اور کہا کہ میرے علاوہ اور کوئی بھی نہ بچا تو بھی میں ان کا اتباع ہرگز نہیں کروں گا۔ میں اسے چھوڑ کر چل دیا اور میں نے کہا اس آدمی کے بھائی اور والد کو بدر میں قتل کیا گیا تھا (اس لئے یہ نہیں مان رہے ہیں) پھر میری عکرمہ بن ابی جہل سے ملاقات ہوئی۔ میں نے ان سے وہی بات کی جو صفوان بن امیہ سے کی تھی۔ انہوں نے صفوان بن امیہ جیسا جواب دیا۔ میں نے ان سے کہا میری اس بات کو چھپائے رکھنا۔ انہوں نے کہا اچھا کسی کو نہیں بتاؤں گا۔ پھر میں اپنے گھر گیا اور اپنی سواری کو تیار کیا میں اس کو لے کر چل پڑا تو راستہ میں میری عثمان بن

طلحہ سے ملاقات ہوئی۔ میں نے کہا یہ میرا دوست ہے لاؤ اس سے بھی اپنی بات کر کے دیکھوں۔ پھر مجھے خیال آیا کہ اس کے آباؤ اجداد بھی (مسلمانوں کے ہاتھوں) قتل ہو چکے ہیں تو ان سے ذکر کرنے کو مناسب نہ سمجھا پھر میں نے کہا ان سے ذکر کرنے میں کیا حرج ہے؟ میں تو اب جا ہی رہا ہوں۔ چنانچہ (اسلام کے خلاف) ہماری محنت کا جو نتیجہ نکل رہا ہے وہ میں نے ان کو بتایا اور میں نے یہ بھی کہا ہماری مثال اس لومڑی کی سی ہے جو کسی سوراخ میں گھس گئی ہو تو اگر اس سوراخ میں ایک ڈول بھی پانی ڈال دیا جائے تو لومڑی کو نکلنا پڑے گا۔ پہلے دونوں ساتھیوں سے میں نے جو بات کی ایسی ہی ان سے بھی کی۔ وہ فوراً مان گئے۔ میں نے ان سے کہا میں تو آج ہی جانا چاہتا ہوں اور میری سواری فج مقام پر تیار بیٹھی ہے۔ ہم دونوں نے آپس میں (مکہ سے باہر) مقام یاجج پر اکٹھا ہونا طے کیا کہ اگر وہ مجھ سے پہلے وہاں پہنچ گئے تو وہ میرا وہاں انتظار کریں گے اور اگر میں ان سے پہلے وہاں پہنچ گیا تو میں ان کا انتظار کروں گا۔ چنانچہ صبح سحری کے وقت ہم لوگ گھروں سے نکلے اور طلوع فجر سے پہلے ہی ہم لوگ مقام یاجج پر جمع ہو گئے۔ پھر وہاں سے ہم دونوں روانہ ہوئے۔ جب ہم ہدہ مقام پر پہنچے تو وہاں ہمیں حضرت عمرو بن العاصؓ ملے۔ انہوں نے پوچھا کہاں جا رہے ہو؟ ہم نے کہا تم گھر سے کس ارادے سے چلے ہو؟ انہوں نے کہا آپ لوگ گھر سے کس ارادے سے چلے ہو؟ ہم نے کہا ہمارا ارادہ تو اسلام میں داخل ہونے کا اور محمد ﷺ کے اتباع کرنے کا ہے۔ انہوں نے کہا میں بھی اسی وجہ سے آیا ہوں اب ہم تینوں ساتھ ہو لئے اور مدینہ جا پہنچے اور حرہ میں اپنی سواریاں بٹھا دیں۔ حضورؐ کو ہمارے آنے کی خبر ملی جس سے آپ بہت خوش ہوئے۔ میں نے اپنے صاف ستھرے کپڑے پہنے اور حضورؐ کی جانب چل پڑا۔ راستہ میں میرے بھائی مجھے ملے۔ انہوں نے کہا جلدی کرو۔ حضورؐ کو تمہاری خبر مل چکی ہے اور وہ تمہارے آنے سے خوش ہیں اور تم لوگوں کا انتظار کر رہے ہیں۔ ہم تیز چلنے لگے۔ جب میں نے آپ کو دور سے دیکھا تو آپؐ مجھے دیکھ کر مسکراتے رہے۔ یہاں تک کہ میں نے آپؐ کے قریب آکر یا نبی اللہ کہہ کر سلام کیا۔ آپؐ نے کھلے ہوئے چہرے کے ساتھ سلام کا جواب دیا۔ میں نے کلمہ شہادت پڑھا:

انی اشهدان لا اله الا الله وانك رسول الله ۔ آپؐ نے فرمایا آگے آؤ۔ تمام تعریفیں اس اللہ کے لئے ہیں جس نے تم کو ہدایت دی۔ تمہاری عقل و سمجھ کو دیکھ کر مجھے یہی امید تھی کہ تمہیں خیر ہی کی توفیق ملے گی۔ میں نے عرض کیا یا رسول اللہ! میں جن لڑائیوں میں آپ کے مقابلہ میں حق کے خلاف لڑا ہوں مجھے ان کا بہت خیال آ رہا ہے۔ آپؐ میرے لئے اللہ تعالیٰ سے دعا کریں کہ اللہ تعالیٰ ان سب کو معاف کر دے۔ آپؐ نے فرمایا اسلام اپنے سے پہلے کے

تمام گناہ مٹا دیتا ہے۔ میں نے کہا آپؐ اس کے باوجود میرے لئے دعا فرمادیں۔ آپؐ نے فرمایا اے اللہ! اللہ کے راستے سے روکنے کے لئے خالد بن ولید نے جتنی بھی کوشش اور محنت کی ہے اسے معاف فرمادے۔ پھر حضرت عثمان اور حضرت عمروؓ آگے بڑھ کر حضورؐ سے بیعت ہوئے۔ ہم لوگ صفر ۸ ہجری کو مدینہ آئے تھے۔ اللہ کی قسم! ضروری اور مشکل امور میں حضورؐ اپنے صحابہؓ میں سے کسی کو میرے برابر قرار نہ دیتے تھے۔[۱]

فتح مکہ زادہا اللہ تشریفاً کا قصہ

حضرت ابن عباسؓ فرماتے ہیں۔ حضور ﷺ (مدینہ سے) روانہ ہوئے اور اپنے پیچھے حضرت ابورہم کلثوم بن حصین غفاریؓ کو مدینہ کا امیر بنایا۔ آپ دس رمضان کو روانہ ہوئے۔ آپؐ نے بھی روزہ رکھا اور لوگوں نے بھی آپؐ کے ساتھ روزہ رکھا۔ عسفان اور امج کے درمیان کدید نامی چشمے پر پہنچ کر روزے رکھنے چھوڑ دیئے پھر وہاں سے چل کر دس ہزار مسلمانوں کی ہمراہی میں مرالظہران مقام پر پڑاؤ ڈالا۔ مزینہ اور سلیم کے ہزار آدمی بھی تھے ہر قبیلہ سامان اور ہتھیار سے لیس تھا۔ اس سفر میں تمام مہاجرین اور انصار حضورؐ کے ساتھ تھے۔ ان میں سے کوئی بھی پیچھے نہ رہا تھا۔ قریش کو پتہ بھی نہ چلا اور آپ مرالظہران پہنچ گئے۔ حضورؐ کی کوئی خبر ان تک نہ پہنچ سکی اور وہ یہ جان نہ سکے کہ حضورؐ کیا کرنے والے ہیں۔ ابوسفیان بن حرب اور حکیم بن حزام اور بدیل بن ورقاء اس رات معلومات حاصل کرنے اور دیکھ بھال کرنے کی غرض سے نکلے کہ کہیں سے کچھ پتہ چلے یا کسی سے کوئی خبر سنیں۔ حضرت عباس بن عبدالمطلبؓ راستہ میں حضورؐ کے ساتھ مل گئے تھے۔ ابوسفیان بن حارث بن عبدالمطلب (حضورؐ کے چچازاد بھائی) اور عبداللہ بن ابی امیہ بن مغیرہ (حضورؐ کے پھوپھی زاد بھائی اور آپؐ کی زوجہ محترمہ حضرت ام سلمہؓ کے بھائی) مدینہ اور مکہ کے درمیان حضورؐ کے پاس پہنچ گئے ان دونوں نے آپؐ کی خدمت میں حاضری کی درخواست کی۔ حضرت ام سلمہ نے حضور ﷺ سے ان دونوں کی سفارش کی اور عرض کیا یا رسول اللہ! ان میں سے ایک تو آپ کا چچازاد بھائی ہے اور دوسرا آپ کا پھوپھی زاد بھائی اور سسرالی رشتہ دار (سالا ہے۔ آپؐ نے فرمایا مجھے ان دونوں کی ضرورت نہیں ہے۔ اس چچازاد بھائی نے تو مجھے مکہ میں بہت ہی بے عزت کیا تھا اور اس پھوپھی زاد بھائی اور سالے نے مکہ میں بہت سخت باتیں کہی تھیں۔ جب ان

---

[۱] اخرجه الواقدی کذافی البدایة (ج ٤ ص ٢٣٨) واخرجه ایضا ابن عساکر نحوه مطولا کمافی کنز العمال (ج ٧ ص ٣٠)

دونوں کو حضورؐ کے اس جواب کا پتہ چلا تو ابو سفیان کی گود میں اس کا ایک چھوٹا بیٹا تھا تو اس نے کہا یا تو حضورؐ مجھے (اپنی خدمت میں حاضری کی) اجازت دے دیں نہیں تو میں اپنے اس بیٹے کی انگلی پکڑ کر جنگل کو نکل جاؤں گا اور وہیں کہیں بھوکے پیاسے ہم دونوں مر جائیں گے جب یہ بات حضورؐ تک پہنچی تو آپ کو ان دونوں پر ترس آگیا۔ آپ نے ان دونوں کو آنے کی اجازت دے دی وہ دونوں حاضر خدمت ہو کر مسلمان ہو گئے۔ جب حضورؐ مر الظہر ان میں ٹھہرے ہوئے تھے تو حضرت عباسؓ نے کہا ہائے قریش کی ہلاکت اگر حضورؐ مکہ میں فاتحانہ داخل ہوئے اور مکہ والوں نے حضورؐ سے امن طلب نہ کیا تو قریش ہمیشہ کے لئے ختم ہو جائیں گے۔ حضرت عباسؓ فرماتے ہیں کہ میں حضورؐ کے سفید خچر پر سوار ہو کر چلا یہاں تک کہ میں اراک مقام پر پہنچ گیا۔ میں نے سوچا شاید مجھے کوئی لکڑیاں چننے والا یا دودھ والا یعنی چرواہا یا کوئی ضرورت سے آیا ہوا آدمی مل جائے جو مکہ جا کر حضورؐ کی آمد کی ان کو خبر دے دے تا کہ وہ حضورؐ کے فاتحانہ داخل ہونے سے پہلے ہی حضور ﷺ سے امن لے لیں۔ میں خچر پر چلا جا رہا تھا اور کسی آدمی کی تلاش میں تھا کہ اتنے میں مجھے ابو سفیان اور بدیل بن ورقاء کی آواز سنائی دی۔ وہ دونوں آپس میں باتیں کر رہے تھے۔ ابو سفیان کہہ رہا تھا کہ میں نے آج تک نہ اتنی بڑی تعداد میں جلتی ہوئی آگ دیکھی اور نہ کبھی اتنا بڑا لشکر دیکھا۔ بدیل کہہ رہا تھا اللہ کی قسم یہ آگ قبیلہ خزاعہ کی ہے۔ معلوم ہوتا ہے کہ یہ لوگ لڑائی کے ارادے سے نکلے ہیں ابو سفیان نے جواب دیا کہ خزاعہ کی تعداد اتنی نہیں ہے کہ وہ اتنی جگہ آگ جلائیں اور ان کا اتنا بڑا لشکر ہو۔ حضرت عباسؓ فرماتے ہیں میں نے حضرت ابو سفیان کی آواز کو پہچان لیا۔ میں نے ان کو آواز دی اے ابو حنظلہ! انہوں نے میری آواز پہچان لی اور کہا تم ابو الفضل ہو۔ میں نے کہا ہاں ابو سفیان نے کہا میرے ماں باپ تم پر قربان ہوں۔ اس وقت تم یہاں کیسے؟ میں نے کہا اے ابو سفیان! تیرا ناس ہو یہ رسول اللہ ﷺ لوگوں کو لے کر آئے ہوئے ہیں۔ اللہ کی قسم! ہائے قریش کی ہلاکت! اس نے کہا میرے ماں باپ تم پر قربان ہوں۔ اب بچنے کی کیا صورت ہو سکتی ہے؟ میں نے کہا اگر تم ان کے ہاتھ لگ گئے تو تمہاری گردن ضرور اڑا دی جائے گی۔ تم میرے ساتھ اس خچر پر سوار ہو جاؤ تا کہ میں تمہیں حضورؐ کی خدمت میں لے جا کر تمہیں ان سے امن دلوا دوں۔ چنانچہ اس کے دونوں ساتھی تو واپس چلے گئے اور وہ میرے پیچھے سوار ہو گئے۔ میں ابو سفیان کو تیزی سے لے کر چلا۔ جب بھی مسلمانوں کی کسی آگ کے پاس سے گزرتا وہ پوچھتے یہ کون ہے؟ لیکن حضورؐ کے خچر کو دیکھ کر کہتے یہ تو حضورؐ کے چچا خچر پر جا رہے ہیں۔ یہاں تک کہ میں حضرت عمر بن الخطابؓ کی آگ کے پاس سے گزرنے لگا تو حضرت عمرؓ نے پوچھا یہ کون

ہے ؟اور کھڑے ہو کر میرے پاس آگئے جب انہوں نے میرے پیچھے خچر پر ابو سفیان کو دیکھا تو کہنے لگے۔یہ تو اللہ کا دشمن ابو سفیان ہے۔اللہ کا لاکھ لاکھ شکر ہے کہ اس نے مجھے تم پر قابو دے دیا ہے اور اس وقت ہمارا تمہارا کوئی معاہدہ بھی نہیں ہے اور وہ حضورﷺ کی طرف دوڑ پڑے اور میں نے بھی خچر کو ایڑ لگائی اور میں ان سے آگے نکل گیا اور ظاہر ہے کہ سوار پیدل آدمی سے آگے نکل ہی جاتا ہے۔آگے جا کر میں خچر سے کود پڑا اور حضورﷺ کی خدمت میں پہنچ گیا۔اتنے میں حضرت عمرؓ بھی آگئے اور انہوں نے کہا یارسول اللہ! یہ ابو سفیان ہے جس پر اللہ نے قابو دے دیا اور اس کا ہمارا کوئی معاہدہ بھی نہیں ہے۔آپ مجھے اجازت دیں میں اس کی گردن اڑا دوں۔میں نے کہا یارسول اللہ! میں ان کو پناہ دے چکا ہوں۔پھر میں نے حضورؐ کے پاس بیٹھ کر عرض کیا اللہ کی قسم! آج رات تو بس میں اکیلے ہی ان سے بات چیت کروں گا۔جب حضرت عمرؓ نے ان کے بارے میں زیادہ زور لگایا تو میں نے کہا اے عمر بس کرو۔اگر یہ بنو عدی بن کعب خاندان میں سے ہوتے تو تم اتنی باتیں نہ کرتے لیکن تمہیں پتہ ہے یہ بنو عبد مناف میں سے ہے (اس لئے اتنا زور لگا رہے ہو) انہوں نے کہا اے عباس! ٹھہرو تمہارے اسلام لانے سے مجھے جتنی خوشی ہوئی اگر میرا باپ اسلام لاتا تو اتنی خوشی نہ ہوتی۔اور اس کی وجہ صرف یہ ہے کہ تمہارا اسلام لانا حضورؐ کے لئے میرے باپ خطاب کے اسلام لانے سے زیادہ باعث خوشی تھا۔حضور ﷺ نے فرمایا اے عباس! اس وقت تو تم ان کو اپنی قیام گاہ میں لے جاؤ۔ صبح میرے پاس لے آنا۔چنانچہ ان کو میں اپنی قیام گاہ پر لے آیا۔انہوں نے میرے پاس رات گزاری۔صبح میں ان کو حضورﷺ کی خدمت میں لے گیا۔ان کو دیکھ کر حضورؐ نے فرمایا۔ اے ابو سفیان! تیرا بھلا ہو۔کیا تمہارے لئے ابھی یہ وقت نہیں آیا کہ تم اس بات کی گواہی دو کہ اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں۔انہوں نے کہا میرے ماں باپ آپ پر قربان ہوں۔آپ تو بہت بزرگ اور بہت حلم والے اور بہت زیادہ جوڑ لینے والے ہیں۔اب تو مجھے یقین ہو گیا کہ اگر اللہ کے ساتھ کوئی اور بھی ہوتا تو میرے کسی کام تو آتا۔آپؐ نے فرمایا اے ابو سفیان! تیرا بھلا ہو کیا تمہارے لئے ابھی یہ وقت نہیں آیا کہ تم اس بات کا یقین کر لو کہ میں اللہ کا رسول ہوں۔انہوں نے کہا میرے ماں باپ آپ پر قربان ہوں۔آپؐ تو بہت بزرگ اور بہت حلم والے اور بہت زیادہ جوڑ لینے والے ہیں۔اس کے بارے میں ابھی تک دل میں کچھ کھٹک ہے۔حضرت عباس نے کہا اے ابو سفیان! تیرا ناس ہو مسلمان ہو جاؤ اور قبل اس کے کہ تمہاری گردن اڑا دی جائے تم کلمہ شہادت:

اشهدان لآاله الا الله واشهدان محمداً رسول الله. پڑھ لو۔چنانچہ ابو سفیان نے کلمہ

شہادت پڑھ لیا اور مسلمان ہو گئے۔ میں نے کہا یا رسول اللہ! یہ ابو سفیان اپنے لئے اعزاز و افتخار پسند کرتے ہیں ان کو آپ کوئی خاص رعایت دے دیں۔ آپؐ نے فرمایا جو ابو سفیان کے گھر میں داخل ہو جائے گا اسے امن ہے جو اپنے دروازے کو بند کر لے گا اسے امن ہے اور جو مسجد (حرام) میں داخل ہو جائے گا اسے امن ہے۔ جب حضرت ابو سفیان واپس ہونے لگے تو حضورؐ نے فرمایا اے عباس! ان کو لے جا کر وادی میں اس جگہ کھڑا کر دو جہاں پہاڑ کا کچھ حصہ ناک کی طرح سے آگے نکلا ہوا ہے (وہ جگہ پہاڑوں درمیان تنگ تھی) تا کہ یہ وہاں سے تمام لشکروں کو گزرتے ہوئے دیکھیں۔ چنانچہ میں ان کو لے کر گیا اور وادی کی اس تنگ گھاٹی میں لے جا کر کھڑا کر دیا جہاں کا حضورؐ نے فرمایا تھا۔ وہاں سے قبائل اپنے جھنڈے لے کر گزرنے لگے جب بھی کوئی قبیلہ گزرتا تو ابو سفیان پوچھتے کہ یہ کون لوگ ہیں اے عباس؟ میں کہتا یہ بنو سلیم ہیں وہ کہتے مجھے بنو سلیم سے کیا واسطہ۔ پھر کوئی قبیلہ گزرتا وہ کہتے یہ کون لوگ ہیں؟ میں کہتا یہ مزینہ ہیں وہ کہتے مجھے مزینہ سے کیا واسطہ یہاں تک کہ تمام قبیلے گزر گئے۔ جو بھی قبیلہ گزرتا وہ پوچھتے یہ کون لوگ ہیں؟ میں کہتا یہ بنو فلاں ہیں۔ وہ کہتے ان سے مجھے کیا واسطہ۔ یہاں تک کہ حضورؐ لوہے سے لیس سیاہ دستہ میں گزرے۔ ان میں مہاجرین اور انصار تھے۔ ان کی آنکھوں کے علاوہ اور کچھ نظر نہ آتا تھا (یعنی سب نے خود اور زرہیں پہن رکھی تھیں اور ہر طرح کے ہتھیار لگا رکھے تھے) تو انہوں نے (حیران ہو کر) کہا سبحان اللہ! یہ کون لوگ ہیں۔ اے عباس؟ میں نے کہا یہ رسول اللہ ﷺ مہاجرین اور انصار میں تشریف لے جا رہے ہیں۔ انہوں نے کہا اے ابو الفضل! اللہ کی قسم! ان سے مقابلہ کی تو کسی میں ہمت اور طاقت نہیں ہے۔ آج تو تمہارے بھتیجے کی بادشاہت بہت بڑی ہو گئی ہے۔ میں نے کہا (یہ بادشاہت نہیں ہے) یہ نبوت ہے۔ انہوں نے کہا ہاں یہی (نبوت ہی) سہی۔ میں نے کہا اب تو اپنی قوم کی جا کر فکر کرو۔ چنانچہ وہ گئے اور مکہ میں پہنچ کر اونچی آواز سے یہ اعلان کیا اے قریش! یہ محمد تمہارے ہاں اتنا بڑا لشکر لے کر آ رہے ہیں جس کا تم مقابلہ نہیں کر سکتے ہو لہٰذا جو ابو سفیان کے گھر داخل ہو جائے اسے امن مل جائے گا (اس اعلان پر غصہ ہو کر) ان کی بیوی ہند بنت عتبہ نے کھڑے ہو کر ان کی مونچھیں پکڑ لیں اور کہنے لگی اس کالے کلوٹے کمینے کو قتل کر دو (ان کو دشمن کی جاسوسی کے لئے بھیجا تھا) یہ تو بڑی بری خبر لانے والا ہے۔ انہوں نے کہا تمہارا ناس ہو۔ اس عورت کی باتوں سے دھوکے میں نہ آ جانا کیونکہ حقیقت یہی ہے کہ محمد (علیہ السلام) ایسا لشکر لے کر آئے ہیں جس کا تم مقابلہ نہیں کر سکتے ہو۔ جو ابو سفیان کے گھر داخل ہو جائے گا اسے امن مل جائے گا۔ لوگوں نے کہا تیرا ناس ہو کیا تمہارا گھر ہم سب کو کافی ہو جائے گا؟ انہوں نے کہا اور جو اپنا دروازہ بند کر لے گا اسے بھی

امن ہے اور جو مسجد (حرام) میں داخل ہو جائے گا اسے بھی امن ہے (یہ سن کر) تمام لوگ اپنے گھروں اور مسجد کو دوڑ پڑے۔[1]

ابن عساکر نے بھی واقدی کے حوالہ سے حضرت ابن عباسؓ سے طبرانی کی پچھلی حدیث جیسی حدیث نقل کی ہے اور اس میں یہ مضمون ہے کہ جب حضرت ابو سفیان (حضورؐ کے پاس سے) چلے گئے تو حضورؐ نے حضرت عباس کو فرمایا انہیں لے جا کر وادی کی اس تنگ جگہ میں کھڑا کر دو جہاں پہاڑ کا کچھ حصہ ناک کی طرح آگے نکلا ہوا ہے تاکہ یہ وہاں سے اللہ کے لشکروں کو گزرتا ہوا دیکھ لیں۔ حضرت عباس فرماتے ہیں عام راستہ کو چھوڑ کر میں نے ان کو وادی کی اس جگہ لے جا کر کھڑا کر دیا۔ جب میں نے وہاں جا کر ان کو روک لیا تو انہوں نے کہا اے بنی ہاشم! کیا مجھے دھوکہ دینا چاہتے ہو؟ (وہ سمجھے کہ شاید مجھے یہاں روک کر مارنا چاہتے ہیں) حضرت عباس نے فرمایا اہل نبوت دھوکہ نہیں دیا کرتے۔ میں تو تمہیں کسی ضرورت سے یہاں لایا ہوں۔ حضرت ابو سفیان نے کہا تم نے مجھے شروع میں کیوں نہیں بتادیا کہ تم مجھے کسی ضرورت سے یہاں لانا چاہتے ہو تاکہ میرا دل مطمئن رہتا۔ حضرت عباس نے کہا میرا خیال نہیں تھا کہ تم اس طرح سوچو گے۔ حضورؐ اپنے صحابہؓ کے لشکر کی ترتیب دے چکے تھے۔ ہر قبیلہ اپنے امیر کے ہمراہ گزرنے لگا اور ہر دستہ اپنا جھنڈا لہراتا ہوا جارہا تھا۔ حضورؐ نے سب سے پہلے جس دستے کو بھیجا اس کے امیر حضرت خالد بن ولید تھے۔ یہ دستہ بنی سلیم کا تھا ان کی تعداد ایک ہزار تھی۔ ان میں ایک چھوٹا جھنڈا حضرت عباس بن مرداس کے ہاتھ میں تھا اور دوسرا چھوٹا جھنڈا حضرت خفاف بن ندبہ کے ہاتھ میں تھا اور ایک بڑا جھنڈا حجاج بن علاط نے اٹھا رکھا تھا۔ حضرت ابو سفیان نے پوچھا یہ لوگ کون ہیں؟ حضرت عباس نے کہا یہ خالد بن ولید ہیں۔ حضرت ابو سفیان نے کہا ارے وہی نوعمر لڑکا۔ انہوں نے کہا ہاں۔ جب حضرت خالد حضرت عباس کے سامنے سے گزرنے لگے اور وہاں ان کے ساتھ حضرت ابو سفیان بھی کھڑے ہوئے تھے تو حضرت خالد کے لشکر نے تین مرتبہ بلند آواز سے اللہ اکبر کہا اور آگے بڑھ گئے پھر ان کے بعد حضرت زبیر بن عوام پانچ سو کے دستے کو لے کر گزرے جن میں کچھ مہاجرین اور کچھ غیر معروف لوگ تھے اور ان کے ساتھ ایک کالا بڑا جھنڈا تھا۔ جب حضرت عباس نے کہا یہ زبیر بن عوام ہیں۔ انہوں نے کہا تمہارے بھانجے؟ حضرت عباس نے کہا ہاں، پھر غفار قبیلہ کے تین سو آدمی گزرے جن کا بڑا جھنڈا حضرت ابو ذر غفاری نے

---

[1] اخرجه الطبرانی قال الهیثمی (ج ٦ ص ١٦٧) رواه الطبرانی ورجاله رجال الصحیح انتهی واخرجه ایضا البیهقی بطوله کما فی البدایة (ج ٤ ص ٢٩١)

اٹھا رکھا تھا بعض کہتے ہیں کہ حضرت ایماء بن رحضہ نے اٹھا رکھا تھا۔ ان لوگوں نے بھی حضرت ابو سفیان کے سامنے آکر تین مرتبہ اللہ اکبر بلند آواز سے کہا۔ انہوں نے پوچھا اے ابو الفضل یہ لوگ کون ہیں؟ حضرت عباس نے کہا یہ بنو غفار ہیں۔ انہوں نے کہا مجھے بنو غفار سے کیا واسطہ؟ پھر بنو اسلم کے چار سو آدمی گزرے ان کے دو چھوٹے جھنڈے تھے۔ ایک حضرت بریدہ بن حصیب کے ہاتھ میں اور دوسرا حضرت ناجیہ بن اعجم کے ہاتھ میں تھا انہوں نے بھی حضرت ابو سفیان کے سامنے پہنچ کر بلند آواز سے تین مرتبہ اللہ اکبر کہا حضرت ابو سفیان نے پوچھا یہ کون لوگ ہیں؟ حضرت عباس نے کہا بنو اسلم۔ انہوں نے کہا اے ابو الفضل! مجھے بنو اسلم سے کیا واسطہ؟ ہمارے اور ان کے درمیان کبھی کوئی گڑبڑ نہیں ہوئی۔ حضرت عباس نے کہا یہ مسلمان لوگ ہیں اسلام میں داخل ہو چکے ہیں۔ پھر بنو کعب بن عمرو کے پانچ سو آدمی گزرے جن کا جھنڈا حضرت بشیر بن شیبان نے اٹھا رکھا تھا۔ حضرت ابو سفیان نے پوچھا یہ کون لوگ ہیں؟ حضرت عباس نے کہا یہ بنو کعب بن عمرو ہیں۔ انہوں نے کہا اچھا یہ تو محمد (علیہ السلام) کے حلیف ہیں۔ انہوں نے بھی حضرت ابو سفیان کے سامنے پہنچ کر بلند آواز سے تین مرتبہ اللہ اکبر کہا۔ پھر مزینہ قبیلہ کے ایک ہزار آدمی گزرے جن میں سو گھوڑے اور تین چھوٹے جھنڈے تھے۔ جنہیں حضرت نعمان بن مقرنؓ اور حضرت بلال بن حارثؓ اور عبداللہ بن عمرو نے اٹھا رکھا تھا۔ انہوں نے بھی ان کے سامنے آکر بلند آواز سے اللہ اکبر کہا۔ حضرت ابو سفیان نے کہا یہ کون لوگ ہیں حضرت عباسؓ نے کہا یہ مزینہ ہیں حضرت ابو سفیان نے کہا اے ابو الفضل مجھے مزینہ سے کیا واسطہ؟ لیکن یہ پہاڑوں کی چوٹیوں سے ہتھیاروں کو کھٹکھٹاتے ہوئے یہاں میرے سامنے آگئے ہیں پھر جہینہ کے آٹھ سو آدمی اپنے امیروں کے ساتھ گزرے ان کے چار چھوٹے جھنڈے تھے جنہیں ابو زرعہ معبد بن خالد اور سوید بن صخر اور رافع بن مکیث اور عبداللہ بن بدر نے اٹھا رکھا تھا انہوں نے بھی ان کے سامنے پہنچ کر تین مرتبہ بلند آواز میں اللہ اکبر کہا۔

پھر کنانہ بنو لیث اور ضمرہ اور سعد بن بکر کے دو سو آدمی گزرے ان کا جھنڈا ابو واقد لیثی نے اٹھا رکھا تھا۔ انہوں نے بھی ان کے سامنے پہنچ کر تین مرتبہ بلند آواز سے اللہ اکبر کہا۔ حضرت ابو سفیان نے پوچھا یہ کون لوگ ہیں؟ حضرت عباسؓ نے کہا یہ بنو بکر ہیں انہوں نے کہا اچھا یہ تو بڑے منحوس ہیں۔ ان ہی کی وجہ سے تو محمد (علیہ السلام) نے ہم پر چڑھائی کی ہے (صلح حدیبیہ کے بعد قبیلہ خزاعہ نے حضورؐ سے معاہدہ کرلیا تھا اور قبیلہ بنو بکر نے قریش سے۔ اور قریش اور بنو بکر نے قبیلہ

خزاعہ پر زیادتی کی اور یوں انہوں نے خلاف ورزی کر کے صلح ختم کردی جس کی وجہ سے حضورﷺ کو مکہ پر چڑھائی کا جواز مل گیا۔ ابو سفیان اسی طرف اشارہ کررہے ہیں) ذرا سنو تو سہی ۔اللہ کی قسم !(قریش نے خزاعہ کے ساتھ جو زیادتی کی تھی) اس کے بارے میں مجھ سے مشورہ نہیں کیا تھا اور نہ مجھے اس کا پتہ چل سکا اور جب مجھے اس کی خبر ہوئی تو میں نے اس پر ناپسندیگی کا اظہار کیا تھا لیکن جو مقدر میں لکھا تھا وہ ہو گیا۔ حضرت عباسؓ نے کہا کہ حضرت محمد ﷺ کی تم پر چڑھائی میں بھی اللہ نے تمہارے لئے خیر مقدر فرما رکھی ہے۔ یوں تم سب اسلام میں داخل ہو جاؤ گے۔ واقدی کہتے ہیں کہ عبداللہ بن عامر نے مجھ سے بیان کیا کہ ابو عمرو بن حماس نے فرمایا کہ بنو لیث اکیلے گزرے ان کی تعداد ڈھائی سو تھی۔ ان کا جھنڈا حضرت صعب بن جثامہ نے اٹھار کھا تھا۔ گزرتے وقت انہوں نے تین مرتبہ بلند آواز سے اللہ اکبر کہا حضرت ابو سفیان نے پوچھا یہ کون ہیں ؟ حضرت عباس نے کہا بنو لیث ہیں پھر سب سے آخر میں قبیلہ اشجع گزرا۔ یہ تین سو تھے۔ ان کا ایک جھنڈا حضرت معقل بن سنان کے ہاتھ میں تھا اور دوسرا نعیم بن مسعود کے ہاتھ میں حضرت ابو سفیان کچھ دیر خاموش رہے اور پھر پوچھا کہ ابھی تک محمد (علیہ السلام نہیں گزرے ؟ حضرت عباس نے کہا ابھی تک نہیں گزرے۔ جس دستہ میں حضورؐ ہیں۔ اگر تم اس کو دیکھو گے تو تمہیں لوہا ہی لوہا اور گھوڑے ہی گھوڑے اور بڑے بہادر آدمی نظر آئیں گے اور ایسا لشکر دیکھو گے جس کے مقابلہ کی کسی میں طاقت نہیں ہے۔ حضرت ابو سفیان نے کہا اللہ کی قسم !اے ابو الفضل !اب تو مجھے بھی اس کا یقین ہو گیا ہے اور ان سے مقابلہ کی طاقت کس میں ہو سکتی ہے ؟ جب حضورؐ کا دستہ نمودار ہوا تو ہر طرف لوہا ہی لوہا اور گھوڑوں کے سموں سے اڑنے والا غبار نظر آنے لگا اور لوگ لگاتار گزر رہے تھے حضرت ابو سفیان ہر مرتبہ پوچھتے۔ کیا ابھی محمد علیہ السلام نہیں گزرے حضرت عباس کہتے نہیں اتنے میں حضورؐ اپنی قصواء اونٹنی پر گزرے۔ آپؐ کے دائیں بائیں حضرت ابو بکر اور حضرت اسید بن حضیر تھے۔ آپؐ ان دونوں سے بات کررہے تھے۔ حضرت عباس نے کہا یہ رسول اللہ (ﷺ) اپنے سیاہ دستہ میں تشریف لے جارہے ہیں۔ اس میں مہاجرین اور انصار ہیں۔ اس میں چھوٹے بڑے بہت سے جھنڈے ہیں۔ ہر انصاری بہادر کے ہاتھ میں ایک بڑا جھنڈا ہے اور ایک چھوٹا۔ سب لوہے سے ایسے ڈھکے ہوئے ہیں کہ آنکھ کے علاوہ اور کچھ نظر نہیں آرہا ہے۔ حضرت عمر پر لوہا ہی لوہا ہے اور وہ اپنی بلند اور گرجدار آواز سے لشکر کو ترتیب سے چلا رہے ہیں۔ حضرت ابو سفیان نے پوچھا۔ اے ابو الفضل !یہ اونچی آواز سے بولنے والا کون ہے ؟ حضرت عباس نے کہا "عمر بن الخطاب" ابو سفیان نے کہا۔ بنو

عدی (حضرت عمر کا خاندان) تو بہت کم تھے۔ بڑے ذلیل تھے۔ اب تو ان کی بات بڑی اونچی ہو گئی۔ حضرت عباس نے کہا اے ابو سفیان! اللہ تعالیٰ جسے چاہیں جیسے چاہیں اونچا کر دیں حضرت عمر ان لوگوں میں سے ہیں جن کو اسلام نے اونچا کیا ہے اور راوی کہتے ہیں کہ اس دستہ میں دو ہزار زرہیں تھیں۔ حضورؐ نے اپنا جھنڈا حضرت سعد بن عبادہ کو دے رکھا تھا۔ وہ دستہ کے آگے چل رہے تھے۔ جب حضرت سعد حضورؐ کا جھنڈا لے کر ابو سفیان کے پاس سے گزرے تو انہوں نے آواز دے کر کہا آج کا دن خونریزی کا دن ہے۔ آج کے دن حرم مکہ کی حرمت اٹھالی جائے گی۔ آج اللہ تعالیٰ قریش کو ذلیل کر دیں گے۔ جب حضورؐ آگے بڑھے اور ابو سفیان کے سامنے پہنچ گئے تو انہوں نے حضورؐ کو پکار کر کہا یا رسول اللہ! کیا آپؐ نے اپنی قوم کے قتل کرنے کا حکم دے دیا ہے؟ سعد اور ان کے ساتھی ہمارے پاس سے گزرتے ہوئے کہہ گئے ہیں کہ آج کا دن خونریزی کا دن ہے۔ آج کے دن حرم مکہ کی حرمت اٹھالی جائے گی۔ آج اللہ تعالیٰ قریش کو ذلیل کر دیں گے۔ میں آپ کو آپ کی قوم کے بارے میں اللہ کا واسطہ دیتا ہوں۔ آپؐ تو لوگوں میں سب سے زیادہ نیک اور سب سے زیادہ جوڑ لینے والے ہیں۔ حضرت عبدالرحمٰن بن عوف اور حضرت عثمان بن عفان نے کہا یا رسول اللہ! ہمیں خطرہ ہے کہیں سعد قریش پر حملہ نہ کر دیں۔ حضور ﷺ نے فرمایا اے ابو سفیان! آج تو رحم کرنے کا دن ہے۔ آج اللہ تعالیٰ قریش کو عزت دیں گے پھر حضورؐ نے حضرت سعد کے پاس آدمی بھیج کر ان کو معزول کر دیا اور فرمایا کہ جھنڈا قیس کو دے دیں۔ آپؐ نے یہ سوچا کہ جب جھنڈا سعد کے بیٹے قیس کو مل جائے گا تو گویا سعد کے ہاتھ سے جھنڈا نہیں نکلا لیکن حضرت سعد نے جھنڈا اپنے بیٹے قیس کو دے دیا۔[1]

حضرت ابو لیلیٰؓ فرماتے ہیں کہ (فتح مکہ کے سفر میں) ہم لوگ حضور ﷺ کے ساتھ تھے۔ حضورؐ نے فرمایا ابو سفیان اس وقت مقام اراک میں ہیں۔ ہم لوگوں نے وہاں جا کر ان کو پکڑ لیا۔ مسلمان ان کو تلواروں سے گھیرے ہوئے حضورؐ کی خدمت میں لے آئے۔ آپؐ نے فرمایا اے ابو سفیان! تیرا بھلا ہو میں تمہارے پاس دنیا و آخرت دونوں لے کر آیا ہوں تم مسلمان ہو جاؤ سلامتی پالو گے۔ حضرت عباس ان کے دوست تھے۔ انہوں نے عرض کیا یا رسول اللہ! ابو سفیان شہرت پسند ہیں۔ چنانچہ آپؐ نے ایک منادی کو مکہ بھیج دیا جو یہ اعلان کرے کہ جس نے اپنا دروازہ بند کر لیا اسے امن ہے اور جس نے اپنے ہتھیار ڈال دیئے اسے امن ہے اور جو ابو سفیان کے گھر داخل ہوا اسے امن ہے پھر حضورؐ نے حضرت عباس کو ان کے ساتھ بھیجا۔

---

[1] کذافی کنز العمال (ج ۵ ص ۲۹۵)

یہ دونوں جاکر گھاٹی کے کنارے بیٹھ گئے تو وہاں سے بنو سلیم گزرے۔ ابو سفیان نے کہا اے عباس یہ کون لوگ ہیں ؟ حضرت عباس نے کہا یہ بنو سلیم ہیں۔ انہوں نے کہا مجھے بنو سلیم سے کیا واسطہ ؟ پھر حضرت علی بن ابی طالبؓ مہاجرین کو لے کر گزرے۔ تو انہوں نے پوچھا اے عباس! یہ کون لوگ ہیں ؟ حضرت عباس نے کہا یہ حضرت علی بن ابی طالب مہاجرین کو لے کر جا رہے ہیں۔ پھر حضور ﷺ انصار کے ساتھ گزرے۔ انہوں نے پوچھا اے عباس! یہ کون ہیں ؟ حضرت عباس نے کہا یہ لوگ سرخ موت ہیں (یعنی اپنے دشمن کا خون بہا دینے والے ہیں) یہ اللہ کے رسول ﷺ اور انصار ہیں۔ ابو سفیان نے کہا میں نے کسریٰ اور قیصر کی بادشاہت دیکھی ہے لیکن تمہارے بھتیجے جیسی بادشاہت نہیں دیکھی ۔ حضرت عباس نے کہا (یہ بادشاہت نہیں) یہ تو نبوت ہے۔[1]

حضرت عروہؓ فرماتے ہیں کہ حضور ﷺ مہاجرین اور انصار اور اسلم اور غفار اور جہینہ اور بنو سلیم کے بارہ ہزار کے لشکر کو لے کر چلے۔ یہ لشکر گھوڑوں پر اس تیزی سے چلا کہ یہ لوگ (مکہ کے قریب) مر الظہران پہنچ گئے اور قریش کو پتہ بھی نہ چلا قریش نے تو حکیم بن حزام اور ابو سفیان کو (مدینہ) حضورؐ سے بات کرنے کے لئے بھیجا ہوا تھا کہ آپ سے ہماری سلامتی کا عہد و پیمان لے کر آئیں یا اعلان جنگ کر کے آئیں۔ انہیں راستہ میں بدیل بن ورقاء ملے تو انہیں بھی ساتھ لے لیا۔ ابھی یہ لوگ مکہ سے چل کر رات کو اراک پہنچے ہی تھے تو انہوں نے وہاں بہت سے خیمے اور لشکر دیکھا اور گھوڑوں کے ہنہنانے کی آوازیں سنیں تو یہ تینوں ڈر گئے اور بہت گھبرا گئے اور کہنے لگے یہ بنو کعب ہیں جو لڑنے کے لئے تیار ہو کر آئے ہیں۔ بدیل نے کہا ان کی تعداد تو بنو کعب سے زیادہ ہے وہ تو سارے مل کر بھی اتنے نہیں ہو سکتے تو کیا ہوازن ہمارے علاقہ میں گھاس کی تلاش میں آگئے ہیں ؟ مگر اللہ کی قسم! یہ بات بھی معلوم نہیں ہوتی۔ اتنا مجمع تو حاجیوں کا ہوا کرتا ہے اور حضور ﷺ نے بھی اپنے لشکر سے آگے سوار بھیج رکھے تھے جو جاسوسوں کو گرفتار کر کے لائیں اور (حضورؐ کے حلیف) قبیلہ خزاعہ والے بھی اسی راستے پر رہتے تھے جو کسی کو جانے نہیں دیتے تھے۔ جب ابو سفیان اور ان کے ساتھی مسلمانوں کے لشکر میں داخل ہوئے تو انہیں ان سواروں نے رات کی تاریکی میں گرفتار کر لیا اور انہیں لے کر (مسلمانوں میں) آئے۔ ابو سفیان اور ان کے ساتھیوں کو ڈر تھا کہ انہیں قتل کر دیا جائیگا۔ حضرت عمر بن الخطابؓ نے کھڑے ہو کر ابو سفیان کی گردن پر زور سے ہاتھ مارا

---

[1] اخرجه الطبرانی قال الهیثمی (ج ٦ ص ١٧٠) رواه الطبرانی وفیه حرب بن الحسن الطحان وهو ضعیف وقد وثق انتهی

اور سب لوگ ان کو چمٹ گئے اور ان کو حضورؐ کی خدمت میں لے چلے۔ انہیں ڈر تھا کہ انہیں قتل کر دیا جائے گا۔ حضرت عباس بن عبد المطلبؓ ان کے جاہلیت میں بڑے گہرے دوست تھے۔ اس لئے ابو سفیان نے بلند آواز سے کہا کہ تم لوگ مجھے عباس کے سپرد کیوں نہیں کر دیتے؟ حضرت عباس (آواز سن کر) آگئے اور انہوں نے ان سے لوگوں کو ہٹایا اور حضورؐ کی خدمت میں یہ درخواست کی کہ ابو سفیان کو ان کے حوالہ کر دیں اور سارے لشکر میں ابو سفیان کے آنے کی خبر پھیل گئی۔ حضرت عباس نے رات ہی میں ابو سفیان کو سواری پر سارے لشکر کا گشت کرایا تمام لشکر والوں نے بھی ابو سفیان کو دیکھ لیا۔ حضرت عمر نے ابو سفیان کی گردن پر زور سے ہاتھ مارتے ہوئے کہا تھا کہ تم مر کر ہی حضورؐ کی خدمت میں پہنچ سکتے ہو۔ ابو سفیان نے حضرت عباس سے مدد مانگی اور کہا میں تو مارا گیا۔ ابو سفیان نے دیکھا کہ لوگ اتنے زیادہ ہیں اور سب فرمانبردار ہیں تو کہنے لگے میں نے آج رات جیسا کسی قوم کا مجمع نہیں دیکھا۔ حضرت عباس نے ان کو لوگوں کے ہاتھ سے چھڑا کر کہا کہ اگر تم مسلمان نہ ہوئے اور حضورؐ کے رسول ہونے کی گواہی نہ دی تو تم کو قتل کر دیا جائے گا۔ ابو سفیان ہر چند کلمہ شہادت پڑھنا چاہتے تھے لیکن ان کی زبان چل کر نہ دیتی تھی۔ انہوں نے وہ رات حضرت عباس کے ساتھ گزاری۔ ان کے دونوں ساتھی حکیم بن حزام اور بدیل بن ورقاء حضورؐ کی خدمت میں حاضر ہو کر مسلمان ہو گئے اور حضور ﷺ ان دونوں سے اہل مکہ کے حالات پوچھتے رہے۔ جب فجر کی اذان ہوئی تو سب لوگ جمع ہو کر نماز کا انتظار کرنے لگے۔ ابو سفیان نے گھبرا کر پوچھا اے عباس! آپ لوگ کیا کرنا چاہتے ہیں؟ حضرت عباس نے کہا یہ مسلمان رسول اللہ ﷺ کی تشریف آوری کا انتظار کر رہے ہیں تو حضرت عباس ان کو لے کر باہر نکلے ابو سفیان نے مسلمانوں کو دیکھ کر کہا اے عباس! حضورؐ ان کو جس بات کا بھی حکم دیتے ہیں یہ اسی کو کرنے لگتے ہیں۔ حضرت عباس نے کہا ہاں اگر حضورؐ ان کو کھانے پینے سے روک دیں تو بھی یہ ان کی فرمانبرداری کریں گے۔ ابو سفیان نے کہا اے عباس! حضورؐ سے اپنی قوم کے بارے میں بات کرو کہ کیا وہ ان کو معاف کر سکتے ہیں؟ ابو سفیان کو لے کر حضرت عباس حضورؐ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور عرض کیا یا رسول اللہ! یہ ابو سفیان ہیں۔ ابو سفیان نے کہا میں نے اپنے معبود سے مدد مانگی اور آپ نے اپنے معبود سے مدد مانگی۔ اللہ کی قسم! اب تو یہ صاف نظر آ رہا ہے کہ آپؐ مجھ پر غالب آگئے ہیں۔ اگر میرا معبود سچا اور آپ کا معبود جھوٹا ہوتا تو میں آپ پر غالب آتا اور اس کے بعد حضرت ابو سفیان نے کلمہ شہادت اشھد ان لآ الٰہ الا اللّٰہ و ان محمد ا رسول اللّٰہ. پڑھ لیا۔ حضرت عباس نے کہا یا رسول! میں چاہتا ہوں کہ آپ مجھے

اجازت دیں۔ میں آپ کی قوم کے پاس جاؤں اور جو مصیبت ان پر آپڑی ہے اس سے انہیں ڈراؤں اور انہیں اللہ و رسولؐ کی طرف دعوت دوں۔ حضورؐ نے ان کو اجازت دے دی۔ حضرت عباس نے پوچھا یارسول اللہ! میں ان کو کیا کہوں؟ آپؐ مجھے ان کو امن دینے کے بارے میں ایسی واضح بات بتادیں جس سے ان کو اطمینان ہو جائے۔ آپؐ نے فرمایا ان سے کہہ دینا کہ جس نے کلمہ شہادت:

اشھدان لاالٰہ الا اللّٰہ وحدہ لا شریک لہ وان محمدًا عبدہ ورسولہ ۔ پڑھ لیا اسے امن ہے اور جو ہتھیار ڈال کر کعبہ کے پاس بیٹھ گیا اسے بھی امن ہے جس نے اپنا دروازہ بند کر لیا اسے بھی امن ہے۔ حضرت عباس نے کہا یارسول اللہ! ابو سفیان ہمارے چچازاد بھائی ہیں اور وہ میرے ساتھ واپس جانا چاہتے ہیں۔ آپ انہیں کچھ امتیازی اعزاز دے دیں۔ آپؐ نے فرمایا اور جو ابو سفیان کے گھر داخل ہو گیا اسے بھی امن ہے اور جو ہاتھ روک کر حکیم بن حزام کے گھر میں داخل ہو گیا اسے بھی امن ہے (آپؐ نے یہ دو گھر اس لئے متعین فرمائے کہ) ابو سفیان کا گھر مکہ کے اوپر والے حصہ میں تھا اور حکیم بن حزام کا گھر مکہ کے نیچے والے حصہ میں تھا۔ ابو سفیان حضورؐ کے ان تمام اعلانات کو اچھی طرح سمجھنے لگے۔ حضورؐ نے حضرت دحیہ کلبیؓ کا دیا ہوا اپنا سفید خچر حضرت عباس کو دے دیا۔ وہ اس پر اپنے پیچھے حضرت ابو سفیان کو بٹھا کر چل پڑے۔ جب حضرت عباس روانہ ہوئے تو حضورؐ نے ان کے پیچھے چند آدمی بھیجے کہ جا کر عباس کو میرے پاس واپس لے آؤ۔ آپؐ کو حضرت ابو سفیان سے جس بات کا خطرہ تھا وہ بات ان جانے والوں کو بتائی قاصد نے حضرت عباس کو واپسی کا پیغام پہنچایا۔ حضرت عباس نے واپسی کو اچھا نہ جانا اور کہا کیا حضورؐ کو اس بات کا خطرہ ہے کہ (مکہ کے) تھوڑے سے (کافر) لوگوں کو دیکھ کر ابو سفیان لوٹ جائیں گے اور مسلمان ہو کر پھر کافر ہو جائیں گے۔ قاصد نے کہا ان کو یہاں ہی روکے رکھو۔ چنانچہ حضرت عباس نے ابو سفیان کو وہاں روک لیا۔ حضرت ابو سفیان نے کہا اے بنو ہاشم! کیا مجھ سے عہد شکنی کرنے لگے ہو؟ حضرت عباس نے کہا ہم کسی سے عہد شکنی نہیں کرتے لیکن مجھے تم سے کچھ کام ہے۔ ابو سفیان نے کہا کیا ہے؟ میں تمہارا کام کروں گا حضرت عباس نے کہا جب خالد بن ولید اور زبیر بن عوام آئیں گے تب تمہیں اس کام کا پتہ چل جائے گا۔ حضرت عباس مرالظہران اور اراک سے پہلے تنگ گھاٹی کے کنارے ٹھہر گئے اور حضرت ابو سفیان نے حضرت عباس کی بات کو ذہن میں رکھا پھر حضور ﷺ یکے بعد دیگرے گھوڑے سواروں کے دستے بھیجنے لگے۔ حضورؐ نے گھوڑے سواروں کے دو حصے کر دیئے تھے۔ حضرت زبیر کو آپ نے آگے بھیجا اور ان کے پیچھے اسلم اور غفار اور قضاعہ کے

گھوڑے سوار تھے (حضرت خالد بھی حضرت زبیر کے ساتھ تھے) ابو سفیان نے کہا اے عباس! کیا یہ رسول اللہ ﷺ ہیں؟ حضرت عباس نے کہا نہیں۔ یہ تو خالد بن ولید ہیں۔ حضورؐ نے اپنے سے آگے انصار کے ایک دستے کے ساتھ حضرت سعد بن عبادہ کو بھیجا تھا۔ حضرت سعد نے کہا آج کا دن خونریزی کا دن ہے۔ آج کے دن (حرم مکہ کی) حرمت اٹھالی جائے گی۔ جب ابو سفیان نے اتنے بڑے مجمع کو دیکھا جس کو وہ پہچانتے نہیں تھے تو انہوں نے کہا یا رسول اللہ! آپؐ نے اپنی قوم پر اس جماعت کو ترجیح دے دی۔ آپؐ نے فرمایا یہ تمہارے اور تمہاری قوم کے برتاؤ کا نتیجہ ہے۔ جب تم نے مجھے جھٹلایا اس وقت ان لوگوں نے میری تصدیق کی اور جب تم نے مجھے (مکہ سے) نکال دیا اس وقت انہوں نے میری مدد کی اور اس وقت حضورؐ کے ساتھ اقرع بن حابس اور عباس بن مرداس اور عیینہ بن حصن بن بدر فزاری تھے۔ جب حضرت ابو سفیان نے ان لوگوں کو حضور کے ارد گرد دیکھا تو پوچھا اے عباس! یہ کون لوگ ہیں؟ انہوں نے کہا یہ نبی کریم ﷺ کا دستہ ہے۔ یہ مہاجرین اور انصار ہیں۔ ان کے ساتھ سرخ موت ہے حضرت ابو سفیان نے کہا اب چلو۔ اے عباس! میں نے تو آج کے دن جیسا بڑا لشکر اور اتنی بڑی جماعت کبھی نہیں دیکھی۔ حضرت زبیر اپنے لشکر کو لے کر جحون مقام پر آکر ٹھہر گئے۔ حضرت خالد اپنے لشکر کو لے کر مکہ کے نچلے حصے کی طرف سے داخل ہوئے۔ ان سے بنو بکر کے کچھ آوارہ گرد لوگوں نے مقابلہ کیا۔ حضرت خالد نے ان سے لڑائی کی اللہ تعالیٰ نے ان کو شکست دے دی ان میں سے کچھ حزورہ مقام پر مارے گئے اور کچھ اپنے گھروں میں گھس گئے اور جو گھوڑے سوار تھے وہ خندمہ پہاڑ پر چڑھ گئے اور مسلمانوں نے ان کا پیچھا کیا۔ حضورؐ سب سے آخر میں مکہ میں داخل ہوئے اور ایک منادی نے اعلان کیا کہ جس نے اپنا ہاتھ روک کر اپنے گھر کا دروازہ بند کر لیا اسے امن ہے اور حضرت ابو سفیان نے مکہ میں بلند آواز سے یہ دعوت دی اے لوگو! اسلام لے آؤ سلامتی پالو گے اور حقیقت یہ ہے کہ اللہ عزوجل نے حضرت عباس کے ذریعہ اہل مکہ کی حفاظت فرمائی (یہ سن کر حضرت ابو سفیان کی بیوی) ہند بنت عتبہ نے ان کی داڑھی کو آگے بڑھ کر پکڑ لیا اور زور سے کہا اے آل غالب! اس بے وقوف بڈھے کو قتل کر دو۔ حضرت ابو سفیان نے فرمایا میری داڑھی چھوڑ دے۔ میں اللہ کی قسم کھا کر کہتا ہوں اگر تو اسلام نہ لائی تو تیری گردن اڑادی جائے گی۔ تیرا ناس ہو۔ حضورؐ حق بات لے کر آئے ہیں اپنی مسہری میں چلی جا اور چپ ہو جا۔[1]

۱۔ اخرجه الطبرانی مرسلا قال الهیثمی (ج ٦ ص ١٧٣) رواه الطبرانی مرسلا وفیه ابن لهیعة وحدیثه حسن وفیه ضعف انتهی واخرجه ایضا ابن عائذ فی مغازی عروة بطوله کما فی الفتح (ج٨ ص ٤) واخرجه البخاری عن عروة مختصرا والبیهقی (ج ٩ ص ١١٩) کذالك

حضرت سہیل بن عمروؓ فرماتے ہیں جب حضور ﷺ مکہ میں داخل ہوئے اور (اہل مکہ پر) غالب آگئے تو میں اپنے گھر میں گھس گیا اور میں نے اپنے گھر کا دروازہ بند کر لیا اور میں نے اپنے بیٹے عبداللہ بن سہیل کو بھیجا کہ جا کر محمد (علیہ الصلوۃ والسلام) سے میرے لئے امن لے آؤ کیونکہ مجھے خطرہ ہے کہ مجھے قتل کر دیا جائے گا۔ چنانچہ عبداللہ بن سہیل نے جا کر حضورؐ کی خدمت میں عرض کیا، یا رسول اللہ! کیا آپ میرے باپ کو امن دے دیں گے؟ حضورؐ نے کہا ہاں وہ اللہ تعالیٰ کے امن میں ہیں وہ باہر نکل آئیں۔ پھر حضورؐ نے پاس بیٹھے ہوئے صحابہؓ سے کہا تم میں سے جو بھی سہیل سے ملے وہ ان کو گھور کر بھی نہ دیکھے تاکہ وہ (بے خوف و خطر) باہر آ جا سکیں میری عمر کی قسم (اس وقت تک اللہ کے علاوہ کسی اور کی قسم کھانے کی ممانعت نہیں آئی تھی) سہیل تو بڑی عقل و شرافت والا ہے اور سہیل جیسا آدمی بھی کبھی اسلام سے ناواقف رہ سکتا ہے؟ اور اب تو وہ دیکھ چکا ہے کہ جس راستہ پر وہ محنت کر رہا تھا اس سے کچھ نفع نہ ملا۔ حضرت عبداللہ نے جا کر اپنے والد کو حضور ﷺ کی ساری بات بتا دی۔ سہیل نے کہا حضورؐ تو بچپن میں بھی نیک تھے وہ اب بڑے ہو کر بھی نیک ہیں۔ چنانچہ حضرت سہیل حضورؐ کے پاس آیا جایا کرتے تھے حالت شرک میں ہی وہ غزوہ حنین میں حضورؐ کے ساتھ گئے۔ یہاں تک کہ وہ جعرانہ میں مسلمان ہو گئے۔ اور اس دن حضورؐ نے ان کو مال غنیمت میں سے سو اونٹ دیئے۔[1]

حضرت عمر بن الخطابؓ فرماتے ہیں کہ فتح مکہ کے دن حضور ﷺ نے آدمی بھیج کر صفوان بن امیہ اور ابو سفیان بن حرب اور حارث بن ہشام کو بلایا۔ حضرت عمر فرماتے ہیں میں نے کہا آج اللہ تعالیٰ نے ہمیں ان پر قابو دیا ہے۔ انہوں نے آج تک جو کچھ ہمارے ساتھ کیا ہے وہ سب میں ان کو یاد دلاؤں گا کہ اتنے میں حضور ﷺ نے ان سے یہ فرمایا کہ میری اور تمہاری مثال تو ایسی ہے جیسے کہ حضرت یوسف علی نبینا و علیہ السلام نے اپنے بھائیوں کو فرمایا تھا۔

لَا تَثْرِيْبَ عَلَيْكُمُ الْيَوْمَ يَغْفِرُ اللّٰهُ لَكُمْ وَهُوَ اَرْحَمُ الرّٰحِمِيْنَ

ترجمہ "کچھ الزام نہیں تم پر آج۔ بخشے اللہ تم کو اور وہ ہے سب مہربانوں سے مہربان۔"

حضرت عمر فرماتے ہیں (حضورؐ کی طرف سے یوں اعلان معافی سن کر) شرم کے مارے میں پانی پانی ہو گیا۔ اگر بے سوچے سمجھے میری زبان سے کوئی بات نکل جاتی تو کتنا برا ہوتا جب کہ حضورؐ ان سے یہ فرما رہے ہیں۔[2]

حضرت ابن ابی حسین فرماتے ہیں کہ جب حضور ﷺ نے مکہ فتح فرما لیا تو آپ بیت اللہ

---

[1] اخرجه الواقدی وابن عساكر وابن سعد كذافی كنز العمال (ج ٥ ص ٢٩٤) واخرجه ايضا الحاكم فی المستدرك (ج ٣ ص ٢٨١) مثله [2] اخرجه ابن عساكر كذافی الكنز (ج ٥ ص ٢٩٢)

میں داخل ہوئے۔ پھر آپؐ نے باہر آکر دروازے کے دونوں بازوؤں پر ہاتھ رکھ کر (کفار سے) فرمایا تم کیا کہتے ہو؟ سہیل بن عمرو نے کہا ہم آپؐ کے بارے میں بھلائی کا گمان رکھتے ہیں۔ آپ کرم فرما بھائی ہیں اور کرم فرما بھائی کے بیٹے ہیں اور اب آپ ہم پر قابو پا چکے ہیں۔ (اور یہ بات مشہور ہے کہ کریم آدمی قابو پا کر معاف کر دیا کرتا ہے) آپؐ نے فرمایا میں بھی تم سے وہی کہتا ہوں جو میرے بھائی حضرت یوسف نے (اپنے بھائیوں سے) کہا تھا۔ لا تثریب علیکم الیوم۔ کچھ الزام نہیں تم پر آج۔[1]

حضرت ابو ہریرہؓ ایک لمبی حدیث بیان فرماتے ہیں جس میں یہ ہے کہ پھر آپؐ کعبہ میں داخل ہوئے اور اس کے دروازے کے دونوں بازوؤں کو پکڑ کر آپؐ نے فرمایا تم (میرے بارے میں) کیا کہتے ہو اور کیا گمان رکھتے ہو؟ انہوں نے کہا ہم یہ کہتے ہیں کہ آپؐ ہمارے بھتیجے اور چچازاد بھائی ہیں اور بڑے بردبار اور مہربان رحم کرنے والے ہیں اور انہوں نے یہ بات تین مرتبہ کہی۔ آپؐ نے فرمایا میں بھی تم کو وہی کہتا ہوں جو حضرت یوسف نے (اپنے بھائیوں کو) کہا تھا۔

لَا تَثْرِیْبَ عَلَیْکُمُ الْیَوْمَ یَغْفِرُ اللّٰہُ لَکُمْ وَھُوَ اَرْحَمُ الرّٰحِمِیْنَ

ترجمہ "کچھ الزام نہیں تم پر آج۔ بخشے اللہ تم کو۔ اور وہ ہے سب مہربانوں سے مہربان۔ حضرت عمر فرماتے ہیں (آپ کی یہ بات سن کر) وہ کفار مکہ مسجد سے نکلے اور وہ اتنے خوش تھے کہ جیسے ان کو قبروں سے نکالا گیا ہو اور پھر وہ اسلام میں داخل ہو گئے۔ امام بیہقی فرماتے ہیں کہ اس قصہ میں امام شافعیؒ نے حضرت امام ابو یوسفؒ سے یہ نقل کیا ہے کہ جب کفار مسجد میں جمع ہو گئے تو حضور ﷺ نے ان سے فرمایا تمہارا کیا خیال ہے؟ میں تمہارے ساتھ کیا کروں گا؟ انہوں نے کہا (آپ ہمارے ساتھ) بھلا کریں گے۔ آپ کریم بھائی ہیں اور کریم بھائی کے بیٹے ہیں۔ آپ نے فرمایا جاؤ تم سب آزاد ہو۔[2]

حضرت عکرمہ بن ابی جہلؓ کے اسلام لانے کا قصہ

حضرت عبداللہ بن زبیرؓ فرماتے ہیں کہ فتح مکہ کے دن حضرت عکرمہ بن ابی جہل کی بیوی ام حکیم بنت الحارث بن ہشامؓ مسلمان ہو گئیں۔ پھر حضرت ام حکیم نے کہا یا رسول اللہ! عکرمہ آپ سے ڈر کر یمن بھاگ گئے ہیں انہیں ڈر تھا کہ آپؐ انہیں قتل کر دیں گے۔ آپؐ ان

---

[1] عند ابن زنجویه فی کتاب الاموال کذافی الاصابة (ج ۲ ص ۹۳) اخرجه البیهقی (ج ۹ ص ۱۱۸) من طریق القاسم بن سلام بن مسکین عن ابیه عن ثابت البنای عن عبداللّٰه بن رباح

[2] اخرجه البیهقی (ج ۹ ص ۱۱۸) من طریق القاسم بن سلام بن مسکین عن ابیه عن ثابت البنانی عن عبدالله بن رباح

کو امن دے دیں۔ حضور ﷺ نے فرمایا انہیں امن ہے۔ اپنے ساتھ اپنا رومی غلام لے کر وہ عکرمہ کی تلاش میں نکلیں۔ اس غلام نے حضرت ام حکیم کو پھسلانا چاہا۔ وہ اسے امید دلاتی رہیں یہاں تک کہ قبیلہ عک میں پہنچ گئیں۔ تو انہوں نے اس قبیلہ والوں سے اس غلام کے خلاف مدد طلب کی۔ انہوں نے اس غلام کو رسیوں میں جکڑ دیا۔ حضرت ام حکیم عکرمہ کے پاس جب پہنچیں تو وہ تہامہ کے ایک ساحل پر پہنچ کر کشتی پر سوار ہو چکے تھے اور کشتی بان ان سے کہہ رہا تھا کہ کلمہ اخلاص پڑھ لو۔ عکرمہ نے پوچھا میں کیا کہوں ؟ اس نے کہا لا الہ الا اللہ کہو۔ عکرمہ نے کہا میں تو صرف اسی کلمہ سے ہی بھاگ رہا ہوں۔ اتنے میں حضرت ام حکیم وہاں پہنچ گئیں اور (کپڑے ہلا کر) ان کی طرف اشارہ کرنے لگیں۔ (یا ان پر اصرار کرنے لگیں) اور وہ ان سے کہہ رہی تھیں اے میرے چچازاد بھائی ! میں تمہارے پاس ایسی ذات کے پاس سے آرہی ہوں جو لوگوں میں سب سے زیادہ جوڑ لینے والے اور سب سے زیادہ نیکی کرنے والے اور سب سے زیادہ بہترین انسان ہیں اپنے آپ کو ہلاک مت کرو چنانچہ عکرمہ یہ سن کر رک گئے اور وہ ان کے پاس پہنچ گئیں اور ان سے کہا میں تمہارے لئے رسول اللہ ﷺ سے امن لے چکی ہوں۔ انہوں نے کہا واقعی تم لے چکی ہو ؟ انہوں نے کہا ہاں میں نے ان سے بات کی تھی انہوں نے تمہیں امن دے دیا ہے۔ چنانچہ وہ ان کے ساتھ واپس چل پڑے حضرت ام حکیم نے عکرمہ کو اپنے رومی غلام کی ساری بات بتائی۔ انہوں نے (غصہ میں آکر) اس غلام کو قتل کر دیا اور وہ اس وقت تک مسلمان نہیں ہوئے تھے اور جب یہ مکہ کے قریب پہنچے تو حضورؐ نے اپنے صحابہؓ کو فرمایا کہ عکرمہ بن ابی جہل تمہارے پاس مومن اور مہاجر بن کر آرہے ہیں۔ آئندہ اس کے باپ کو برا بھلا نہ کہنا کیونکہ مرے ہوئے کو برا کہنے سے اس کے زندہ رشتہ داروں کو تکلیف ہوتی ہے اور وہ اس مردہ تک پہنچتا نہیں۔ (راستہ میں) عکرمہ نے اپنی بیوی سے صحبت کرنی چاہی لیکن انہوں نے انکار کر دیا اور یہ کہا تم کافر ہو اور میں مسلمان ہوں۔ عکرمہ نے کہا معلوم ہوتا ہے کہ جس کام نے تم کو میری بات ماننے سے روکا ہے وہ بہت بڑا کام ہے۔ حضور ﷺ عکرمہ کو دیکھتے ہی لپکے اور جلدی کی وجہ سے آپ کے جسم اطہر پر چادر تک نہ تھی کیونکہ آپ ان (کے آنے) سے بہت خوش تھے۔ پھر حضورؐ بیٹھ گئے اور وہ حضورؐ کے سامنے کھڑے رہے اور ان کے ساتھ ان کی بیوی نقاب پہنے ہوئے تھیں۔ انہوں نے کہا اے محمد ! میری اس بیوی نے مجھے بتایا ہے کہ آپؐ نے مجھے امن دے دیا ہے۔ آپؐ نے فرمایا یہ سچ کہتی ہے تمہیں امن ہے۔ عکرمہ نے کہا اے محمدؐ ! آپ کس چیز کی دعوت دیتے ہیں۔ آپؐ نے فرمایا میں تمہیں اس بات کی دعوت دیتا ہوں کہ تم اس بات کی گواہی دو کہ اللہ کے سوا

کوئی معبود نہیں ہے اور میں اللہ کا رسول ہوں اور تم نماز قائم کرو اور زکوٰۃ ادا کرو اور فلاں فلاں کام کرو۔ آپؐ نے اسلام کے چند اعمال گنائے تو عکرمہ نے کہا اللہ کی قسم! آپؐ نے حق بات کی اور اچھی اور عمدہ بات کی دعوت دی ہے اللہ کی قسم! آپ تو اس دعوت کے کام کو شروع کرنے سے پہلے ہی ہم میں سب سے زیادہ سچے اور سب سے زیادہ نیکوکار تھے۔ پھر حضرت عکرمہ نے کلمہ شہادت پڑھا:۔

اشھدان لآاله الا اللّٰہ واشھدان محمداعبدہ ورسولہ ۔آپ ان کے اسلام لانے سے بہت خوش ہوئے ۔ پھر انہوں نے کہا یا رسول اللہ! آپ مجھے پڑھنے کے لئے کوئی بہترین چیز بتائیں۔آپؐ نے فرمایا:

اشھد ان لآاله الا اللّٰہ وان محمدً ا عبدہ ورسولہ۔ پڑھا کرو۔ حضرت عکرمہ نے کہا کچھ اور بتادیں۔آپؐ نے فرمایا یہ کہو کہ میں اللہ تعالیٰ کو اور تمام حاضرین کو اس بات پر گواہ بناتا ہوں کہ میں مسلمان اور مجاہد اور مہاجر ہوں۔ حضرت عکرمہ نے یہ کہہ دیا۔ حضورؐ نے (خوش ہوکر) کہا تم مجھ سے آج جو بھی ایسی چیز مانگو گے جو میں دے سکتا ہوں وہ میں تمہیں ضرور دے دوں گا۔ حضرت عکرمہ نے کہا میں آپؐ سے یہ درخواست کرتا ہوں کہ آپؐ میرے لئے یہ دعا کریں کہ میں نے آپؐ کی جتنی دشمنی کی ہے یا آپؐ کے خلاف جتنے سفر کئے ہیں اور آپؐ کے خلاف جتنی جنگیں کی ہیں یا آپ کو آپؐ کے سامنے یا آپؐ کے پس پشت جتنی نازیبا باتیں کہی ہیں اللہ تعالیٰ ان سب کو معاف کردے۔ حضور ﷺ نے ان کے لئے یہ دعا فرمائی اے اللہ انہوں نے مجھ سے جتنی دشمنی کی ہے اور آپؐ کے نور کو بجھانے کے لئے جتنے سفر کئے ہیں ان سب کو معاف فرمادے اور انہوں نے میرے سامنے یا میرے پس پشت جتنی میری آبروریزی کی ہے وہ سب معاف فرمادے۔ حضرت عکرمہ نے کہا یا رسول اللہ! اب تک میں اللہ کے راستے سے روکنے کے لئے جتنا مال خرچ کرچکا ہوں اب آئندہ اللہ کے راستہ میں اس سے دگنا (انشاء اللہ) خرچ کروں گا اور اب تک اللہ کے راستے سے روکنے کے لئے جتنی جنگ کرچکا ہوں اب اللہ کے راستہ میں اس سے دگنی جنگ کروں گا۔ چنانچہ حضرت عکرمہ پورے زور شور سے جہاد میں شریک ہوتے رہے یہاں تک کہ (اللہ کے راستہ) میں شہید ہوگئے۔ حضورؐ نے (تجدید نکاح کے بغیر ہی) پہلے نکاح کی بنیاد پر ہی حضرت ام حکیم کو ان کے نکاح میں باقی رکھا۔ واقدی نے اپنی سند سے یہ نقل کیا ہے کہ غزوہ حنین کے دن (جب شروع میں مسلمانوں کو شکست ہوئی تو) سہیل بن عمرو نے کہا محمد (علیہ السلام) کے اختیار میں کچھ نہیں ہے اگر آج ان کو شکست ہوگئی ہے تو کل کو ان کے حق میں اچھا نتیجہ نکل آئے گا۔ سہیل نے کہا ارے کچھ دن

پہلے تک تو تم ان کے بڑے مخالف تھے۔ (اب ان کے بڑے حامی ہو گئے ہو) حضرت عکرمہ نے کہا ابو یزید! اللہ کی قسم ہم لوگ بالکل غلط راستہ پر محنت کرتے رہے۔ ہماری عقل تھی کہ ہم ایسے پتھروں کی عبادت کرتے رہے جو نہ نفع دے سکتے تھے نہ نقصان۔[1]

حضرت عبداللہ بن زبیرؓ کی ایک حدیث میں یہ مضمون ہے کہ حضرت عکرمہ جب حضور ﷺ کے دروازے پر پہنچے تو حضورؐ بہت خوش ہوئے اور ان کے آنے کی اسی خوشی کی وجہ سے آپ کھڑے ہو کر فوراً ان کی طرف لپکے اور حضرت عروہ بن زبیرؓ کی روایت میں یہ ہے کہ حضرت عکرمہ بن ابی جہلؓ فرماتے ہیں کہ جب میں حضورؐ کی خدمت میں پہنچا تو میں نے کہا اے محمد (علیہ السلام) (میری) اس (بیوی) نے مجھے بتایا ہے کہ آپؐ نے مجھے امن دے دیا ہے۔ آپؐ نے فرمایا ہاں تمہیں امن ہے۔ میں نے کہا میں اس بات کی گواہی دیتا ہوں کہ اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں وہ اکیلا ہے۔ اس کا کوئی شریک نہیں اور آپ اللہ کے بندے اور اس کے رسول ہیں اور آپ لوگوں میں سب سے زیادہ نیک اور سب سے زیادہ سچے اور سب سے زیادہ وعدہ پورا کرنے والے ہیں۔ حضرت عکرمہ فرماتے ہیں کہ میں یہ سب کچھ کہہ تو رہا تھا لیکن شرم کے مارے میں نے اپنا سر جھکایا ہوا تھا۔ پھر میں نے کہا یا رسول اللہ! آپ میرے لئے اللہ تعالیٰ سے دعا فرما دیں کہ میں نے آپ کی آج تک جتنی دشمنی کی ہے اور شرک کو غالب کرنے کی کوشش اور محنت کرنے میں میں نے جتنے سفر کئے ہیں۔ اللہ تعالیٰ ان سب کو معاف فرما دے حضورؐ نے دعا فرمائی اے اللہ! اس عکرمہ نے آج تک جتنی میری دشمنی کی ہے اور آپ کے راستے سے روکنے کے لئے جتنے سفر کئے ہیں ان سب کو معاف فرما دے۔ میں نے کہا یا رسول اللہ! آپ جو کچھ جانتے ہیں اس میں سے بہترین بات مجھے بتائیں تاکہ میں بھی اسے جان لوں (اور اس پر عمل کروں) حضور ﷺ نے فرمایا کہو۔

اشهدان لآاله الا الله وان محمدًا عبده ورسوله ۔ اور اللہ کے راستے میں جہاد کرو پھر حضرت عکرمہ نے کہا اللہ کی قسم! یا رسول اللہ! میں اللہ کے راستے سے روکنے کے لئے جتنا مال خرچ کر چکا ہوں اب اس سے دگنا مال اللہ کے راستہ میں خرچ کروں گا اور اب تک اللہ کے راستے سے روکنے کے لئے جتنی جنگ کر چکا ہوں۔ اب اللہ کے راستہ میں اس سے دگنی جنگ کروں گا۔ چنانچہ حضرت عکرمہ پورے زور و شور سے جہاد میں شریک ہوتے رہے اور حضرت ابو بکرؓ کے زمانہ خلافت میں غزوہ اجنادین میں شہید ہوئے۔ حضورؐ نے حجۃ الوداع والے سال ان کو ہوازن سے صدقات وصول کرنے بھیجا تھا۔ جب حضورؐ کا انتقال ہوا اس وقت حضرت

---

[1] اخرجه الواقدي وابن عساكر كذافي كنز العمال (ج ۷ ص ۷۵)

عکرمہ تبالہ (یمن) میں تھے۔[1]

حضرت صفوان بن امیہؓ کے اسلام لانے کا قصہ

حضرت عبداللہ بن زبیرؓ فرماتے ہیں کہ فتح مکہ کے دن صفوان بن امیہ کی بیوی حضرت بغوم بنت معدل مسلمان ہوگئیں۔ ان کا تعلق قبیلہ کنانہ سے تھا لیکن خود صفوان بن امیہ مکہ سے بھاگ کر ایک گھاٹی میں چھپ گئے تھے۔ ان کے ساتھ صرف ان کا غلام یسار ہی تھا۔ اس کو انہوں نے کہا تیرا ناس ہو دیکھو کون آرہا ہے۔ اس نے کہا یہ عمیر بن وہب آرہے ہیں۔ صفوان نے کہا میں عمیر کے ساتھ کیا کروں؟ اللہ کی قسم! یہ تو مجھے قتل کرنے کے ارادے سے ہی آرہے ہیں۔ انہوں نے تو میرے خلاف محمد (علیہ السلام) کی مدد کی ہے۔ اتنے میں حضرت عمیر وہاں پہنچ گئے تو ان سے صفوان نے کہا اتنا کچھ میرے ساتھ کر گزرنے کے بعد بھی تمہیں چین نہ آیا۔ اپنے قرض اور اپنے اہل و عیال کی ذمہ داری تم نے مجھ پر ڈالی تھی (وہ سب میں نے برداشت کی) اور اب تم مجھے قتل کرنے آگئے ہو۔ حضرت عمیر نے کہا اے ابو وہب! (یہ صفوان کی کنیت ہے) میں تم پر قربان ہوں۔ میں تمہارے پاس ایسے آدمی کے پاس سے آرہا ہوں جو لوگوں میں سب سے زیادہ نیک اور سب سے زیادہ جوڑ لینے والے ہیں۔ حضرت عمیر نے آنے سے پہلے حضورؐ سے کہا تھا یا رسول اللہ! میری قوم کا سردار (صفوان) سمندر میں چھلانگ لگانے کے لئے بھاگ گیا ہے اور اسے یہ ڈر تھا کہ آپ اسے امن نہیں دیں گے۔ میرے ماں باپ آپؐ پر قربان ہوں۔ آپؐ اسے امن دے دیں۔ حضورؐ نے فرمایا میں نے اسے امن دے دیا۔ چنانچہ یہ ان کی تلاش میں چل پڑے اور صفوان سے کہا رسول اللہ ﷺ تمہیں امن دے چکے ہیں۔ صفوان نے کہا نہیں میں اللہ کی قسم تمہارے ساتھ (مکہ) واپس نہیں جاؤں گا، جبتک تم ایسی نشانی نہیں لے آتے جس کو میں پہچانتا ہوں (چنانچہ حضرت عمیر نے واپس جاکر حضورؐ سے کسی نشانی کے دینے کی درخواست کی) حضورؐ نے فرمایا لو میری پگڑی لے جاؤ۔ وہ پگڑی لے کر حضرت عمیر صفوان کے پاس واپس آئے۔ یہ پگڑی وہ دھاری دار چادر تھی جسے باندھے ہوئے حضورؐ (مکہ میں) داخل ہوئے تھے۔ چنانچہ حضرت عمیر صفوان کی تلاش میں دوبارہ نکلے اور ان سے کہا اے ابو وہب! تمہارے پاس میں ایسے آدمی کے پاس سے آرہا ہوں جو لوگوں میں سب سے بہترین اور سب سے زیادہ

---

[1] اخرجه ايضا الحاكم (ج ٣ ص ٢٤١) وقد اخرج الطبرانی ايضا عن عروة قصة اسلامه مختصرا كما فى المجمع (ج ٦ ص ١٧٤)

جوڑ لینے والے اور سب سے زیادہ نیک اور سب سے زیادہ بردبار ہیں۔ ان کی شرافت تمہاری شرافت ہے۔ ان کی عزت تمہاری عزت ہے اور ان کا ملک تمہارا ملک ہے۔ تمہارے ہی خاندان کے آدمی ہیں۔ میں تمہیں نصیحت کرتا ہوں کہ اپنے بارے میں اللہ سے ڈرو۔ صفوان نے ان سے کہا مجھے اپنے قتل ہونے کا خوف ہے۔ حضرت عمیر نے کہا حضورؐ تو تمہیں اسلام میں داخل ہونے کی دعوت دے رہے ہیں۔ اگر تمہیں خوشی یہ منظور ہے تو ٹھیک ہے ورنہ تمہیں انہوں نے دو ماہ کی مہلت دے دی ہے اور جو پگڑی باندھ کر حضورؐ (مکہ میں) داخل ہوئے تھے تم اسے پہچانتے ہو۔ صفوان نے کہا ہاں۔ چنانچہ حضرت عمیر نے وہ پگڑی نکال کر دکھائی تو صفوان نے کہا ہاں یہ وہی ہے۔ چنانچہ صفوان وہاں سے چل کر حضورؐ کی خدمت میں پہنچے۔ حضور ﷺ اس وقت مسجد حرام میں عصر کی نماز پڑھا رہے تھے۔ یہ دونوں وہاں پہنچ کر کھڑے ہو گئے۔ صفوان نے پوچھا مسلمان دن رات میں کتنی نمازیں پڑھتے ہیں؟ حضرت عمیرؓ نے کہا پانچ نمازیں صفوان نے کہا کیا محمد (علیہ السلام) ان کو نماز پڑھا رہے ہیں؟ حضرت عمیر نے کہا ہاں جونہی حضورؐ نے نماز سے سلام پھیرا۔ صفوان نے بلند آواز سے کہا اے محمد! عمیر بن وہب میرے پاس آپ کی پگڑی لے کر آئے ہیں اور یہ کہتے ہیں کہ آپؐ نے مجھے اپنے پاس بلایا ہے کہ میں (اسلام میں داخلہ پر) راضی ہو جاؤں تو ٹھیک ہے ورنہ آپؐ نے مجھے دو ماہ کی مہلت دے دی ہے۔ حضورؐ نے فرمایا اے ابو وہب! (سواری سے نیچے) اتر آؤ انہوں نے کہا میں اس وقت تک نہیں اتروں گا جب تک آپؐ مجھے صاف صاف بیان نہ فرما دیں۔ حضورؐ نے فرمایا دو ماہ چھوڑ تمہیں چار ماہ کی مہلت ہے۔ چنانچہ صفوان سواری سے اتر آئے پھر حضورؐ (صحابہؓ کا لشکر لے کر) ہوازن کی طرف تشریف لے گئے (اس سفر میں) حضورؐ کے ساتھ صفوان بھی گئے۔ وہ ابھی تک مسلمان نہیں ہوئے تھے۔ حضورؐ کو سوزر ہیں مع سارے سامان کے بطور عاریت دیں۔ انہوں نے کہا آپؐ مجھ سے یہ زر ہیں میری خوشی سے لینا چاہتے ہیں یا زبردستی۔ حضور ﷺ نے فرمایا ہم بطور رعایت کے لینا چاہتے ہیں جو واپس کر دیں گے چنانچہ انہوں نے وہ زر ہیں عاریتاً دے دیں۔ حضورؐ کے فرمانے پر وہ زر ہیں اپنی سواری پر لاد کر حنین لے گئے۔ وہ غزوہ حنین وطائف میں شریک رہے پھر وہاں سے حضورؐ جعرانہ واپس آئے۔ حضورؐ چل پھر کر مال غنیمت کو دیکھ رہے تھے صفوان بن امیہ بھی آپ کے ساتھ تھے صفوان بن امیہ نے بھی دیکھنا شروع کیا کہ جعرانہ کی تمام گھاٹی جانوروں، بکریوں اور چرواہوں سے بھری ہوئی ہے اور بڑی دیر تک غور سے دیکھتے رہے۔ حضورؐ بھی ان کو کنکھیوں سے دیکھتے رہے۔ آپ نے فرمایا اے ابو وہب! کیا یہ مال غنیمت سے بھری ہوئی) گھاٹی تمہاری

ہے اور اس میں جتنا مال غنیمت ہے وہ بھی تمہارا ہے یہ سن کر صفوان نے کہا! تنی بڑی سخاوت کی ہمت صرف نبی ہی کر سکتا ہے اور کلمہ شہادت :

اشھدان لا الٰہ الا اللّٰہ وان محمداعبدہ ورسولہ ۔ پڑھ کروہیں مسلمان ہو گئے۔[1]

حضرت صفوان بن امیہؓ فرماتے ہیں کہ حضور ﷺ نے ان سے زرہیں غزوہ حنین کے دن بطور عاریت کے طلب فرمائیں۔ انہوں نے کہا اے محمد کیا آپ چھین کر لینا چاہتے ہیں ؟آپ نے فرمایا نہیں۔ میں تو بطور عاریت کے اپنی ذمہ داری پر لینا چاہتا ہوں (اگر ضائع ہوں گی تو ان کا تاوان دوں گا) چنانچہ کچھ زرہیں ضائع ہو گئیں۔ حضورؐ نے ان کو ان کا تاوان دینا چاہا تو حضرت صفوان نے عرض کیا یارسول اللہ !آج تو میرے دل میں اسلام کا شوق ہے (مال لینے کا نہیں ہے[2])

حضرت حویطب بن عبد العزیٰؓ کے اسلام لانے کا قصہ

حضرت منذر بن جہم فرماتے ہیں کہ حضرت حویطب بن عبد العزیٰ نے بیان کیا کہ جب حضور ﷺ فتح مکہ کے سال مکہ میں داخل ہو گئے تو مجھے بہت ہی خوف محسوس ہوا۔ چنانچہ میں اپنے گھر سے نکل گیا اور اپنے اہل وعیال کو چند ایسی جگہوں میں تقسیم کر دیا جہاں وہ حفاظت رہ سکیں اور خود عوف کے باغ میں جا پہنچا۔ ایک دن اچانک وہاں حضرت ابو ذر غفاریؓ آگئے میری ان سے پرانی دوستی تھی اور دوستی ہمشہ کام آیا کرتی ہے لیکن میں ان کو دیکھتے ہی (ڈر کہ مارے) بھاگ کھڑا ہوا۔ انہوں نے مجھے پکارا۔ اے ابو محمد !میں نے کہا لبیک حاضر ہوں۔ انہوں نے کہا تمہیں کیا ہوا؟ میں نے کہا ڈر کے مارے (بھاگ رہا ہوں) انہوں نے کہا ڈرو مت۔ تم اب اللہ تعالیٰ کی امان میں ہو (یہ سن کر) میں ان کے پاس واپس آگیا اور انہیں سلام کیا انہوں نے کہا اپنے گھر جاؤ میں نے کہا کیا میرے لئے اپنے گھر جانے کا کوئی راستہ ہے ؟اللہ کی قسم !میرا تو یہ خیال ہے کہ میں اپنے گھر زندہ نہیں پہنچ سکتا ہوں۔ اول تو راستہ میں ہی قتل کر دیا جاؤں گا اور اگر کسی طرح گھر پہنچ گیا تو وہاں گھر میں آکر مجھے کوئی نہ کوئی ضرور قتل کر دے گا اور میرے اہل وعیال بھی مختلف جگہ پر ہیں۔ حضرت ابو ذر نے کہا اپنے اہل وعیال ایک جگہ جمع کر لو اور میں تمہارے ساتھ تمہارے گھر تک جاؤں گا۔ چنانچہ وہ میرے ساتھ میرے گھر تک گئے اور راستہ میں بلند آواز سے یہ کہتے گئے کہ حویطب کو امان مل چکی۔ انہیں

---

[1] اخرجہ الواقدی وابن عساکر کذافی الکنز (ج ۵ ص ۲۹۴) واخرجہ ابن اسحاق ،محمد بن جعفر بن الزبیر عن عروۃ عن عائشۃؓ مختصرا کما فی البدایۃ (ج ٤ ص ۳۰۸)

[2] اخرجہ الامام احمد (ج ٦ ص ٤٦٥) عن امیۃ بن صفوان بن امیہ

کوئی نہ چھیڑے پھر حضرت ابوذر حضورؐ کی خدمت میں واپس پہنچے اور ان کو سارا قصہ سنایا۔آپؐ نے فرمایا کہ میں جن لوگوں کے قتل کرنے کا حکم دے چکا ہوں کیا ان کے علاوہ تمام لوگوں کو امن نہیں مل چکا ہے ؟ حضرت حویطب کہتے ہیں کہ اس بات سے مجھے اطمینان ہو گیا اور میں اپنے اہل وعیال کو گھر لے آیا۔ حضرت ابوذر میرے پاس دوبارہ آئے اور انہوں نے کہا اے ابو محمد! کب تک ؟ اور کہاں تک ؟ تم تمام معرکوں میں پیچھے رہ گئے۔ خیر کے بہت سے مواقع تمہارے ہاتھ سے نکل گئے لیکن اب بھی خیر کے بہت سے مواقع باقی ہیں۔ تم حضورؐ کی خدمت میں جاکر مسلمان ہو جاؤ سلامتی پالو گے اور حضورؐ تو تمام لوگوں میں سب سے زیادہ نیک اور سب سے زیادہ جوڑ لینے والے اور سب سے زیادہ بردبار ہیں۔ ان کی شرافت تمہاری شرافت ہے اور ان کی عزت تمہاری عزت ہے۔ میں نے کہا میں تمہارے ساتھ حضورؐ کی خدمت میں جانے کو تیار ہوں۔ چنانچہ میں ان کے ساتھ چل کر بطحاء میں حضورؐ کی خدمت میں حاضر ہوا۔ حضرت ابو بکرؓ اور حضرت عمرؓ بھی آپ کے پاس موجود تھے۔ میں آپ کے سرہانے کھڑا ہو گیا۔ اور میں نے حضرت ابوذر سے پوچھا کہ حضورؐ کو سلام کس طرح کرتے ہیں ؟ انہوں نے کہا یہ کہو :

السلام علیك ایها النبی ورحمة الله وبرکاته۔ چنانچہ میں نے آپ کو ان ہی الفاظ سے سلام کیا۔ آپ نے فرمایا وعلیک السلام اے حویطب! میں نے کہا میں اس بات کی گواہی دیتا ہوں کہ اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں اور آپ اللہ کے رسول ہیں۔ حضور ﷺ نے فرمایا تمام تعریفیں اس اللہ کے لئے ہیں جس نے تمہیں ہدایت دی حضرت حویطب کہتے ہیں کہ حضورؐ میرے اسلام لانے سے بہت خوش ہوئے۔ آپ نے مجھ سے کچھ قرض مانگا میں نے آپ کو چالیس ہزار درہم قرض دیئے اور آپ کے ساتھ غزوہ حنین اور طائف میں شریک رہا۔ آپ نے مجھے حنین کے مال غنیمت میں سے سو اونٹ دیئے۔[1]

حضرت جعفر بن محمود بن سلمہ اشہلی سے لمبی حدیث مروی ہے جس میں یہ مضمون بھی ہے کہ پھر حضرت حویطب نے کہا قریش کے ان بڑے لوگوں میں سے جو فتح مکہ تک اپنی قوم کے دین پر باقی رہ گئے تھے کوئی بھی مجھ سے زیادہ اس فتح کو ناپسند سمجھنے والا نہیں تھا لیکن ہوتا تو وہی ہے جو مقدر میں ہو۔ میں مشرکوں کے ساتھ جنگ بدر میں بھی شریک ہوا تھا۔ میں نے (اس جنگ میں) بہت سے عبرت والے منظر دیکھے۔ چنانچہ میں نے فرشتوں کو دیکھا کہ وہ

---

[1] اخرجه الحاکم (ج۳ص ۴۹۳) واخرجه ایضا ابن سعد فی الطبقات من طریق المنذر بن جهم وغیره عن حویطب نحوه کما فی الاصابة (ج۱ ص ۳۶۴)

زمین آسمان کے درمیان اتر رہے ہیں اور کافروں کو قتل کر رہے ہیں اور ان کو قید کر رہے ہیں تو میں نے کہا اس آدمی کی حفاظت کا مستقل (غیبی) انتظام ہے۔ اور میں نے جو کچھ دیکھا تھا اس کا کسی سے تذکرہ نہیں کیا۔ چنانچہ شکست کھا کر ہم مکہ واپس آگئے۔ پھر بعد میں قریش ایک ایک کر کے مسلمان ہوتے رہے۔ صلح حدیبیہ کے موقع پر میں بھی موجود تھا اور صلح کرانے میں میں بھی بھاگ دوڑ کرتا رہا۔ یہاں تک کہ صلح نامہ مکمل ہو گیا اور ان تمام باتوں سے اسلام کو ترقی ہوتی رہی۔ کیونکہ اللہ تعالیٰ صرف اسی چیز کو وجود دیتے ہیں جسے وہ چاہتے ہیں۔ اس صلح نامہ کا آخری گواہ میں تھا۔ اور میں نے (اپنے دل میں) کہا کہ قریش حضورؐ کو زبانی جمع خرچ سے واپس بھیج کر اگرچہ اس وقت خوش ہو رہے ہیں لیکن ان کو آئندہ حضورؐ کی طرف سے برے حالات ہی دیکھنے پڑیں گے۔ اگلے سال جب حضورؐ عمرہ کی قضا کرنے کے لئے مکہ تشریف لائے اور سارے قریش مکہ سے باہر چلے گئے تو میں اور سہیل بن عمرو اور کچھ لوگ اس لئے مکہ ٹھہر گئے تاکہ وقت کے ختم ہونے پر ہم لوگ حضورؐ کو مکہ سے واپس جانے کو کہیں۔ چنانچہ جب تین دن گزر گئے تو میں نے اور سہیل بن عمرو نے جا کر کہا کہ شرط کے مطابق آپ کا وقت پورا ہو گیا ہے آپ ہمارے شہر سے چلے جائیں آپؐ نے فرمایا اے بلال (یہ اعلان کر دو کہ) جتنے مسلمان ہمارے ساتھ آئے ہیں وہ سورج ڈوبنے سے پہلے ہی مکہ سے نکل جائیں۔[1]

حضرت حارث بن ہشامؓ کے اسلام لانے کا قصہ

حضرت عبد اللہ بن عکرمہؒ فرماتے ہیں کہ فتح مکہ کے دن حارث بن ہشام اور عبد اللہ بن ابی ربیعہ حضرت ام ہانی بنت ابی طالبؓ کے پاس آئے۔ ان دونوں نے ان سے پناہ مانگی اور یوں کہا ہم تمہاری پناہ میں آنا چاہتے ہیں۔ حضرت ام ہانی نے ان دونوں کو پناہ دے دی پھر حضرت علی بن ابی طالبؓ وہاں آئے ان کی نظر ان دونوں پر پڑی۔ وہ اپنی تلوار نکال کر ان پر حملہ کرنے کے لئے جھپٹ پڑے تو حضرت ام ہانی (ان دونوں کو بچانے کے لیئے) حضرت علیؓ سے لپٹ گئیں اور کہنے لگیں تمام لوگوں میں سے تم ہی میرے ساتھ ایسا کرنے لگے ہو۔ اگر تم نے مارنا ہی ہے تو پہلے مجھے مارو۔ حضرت ام ہانی فرماتی ہیں میں نے حضورؐ کی خدمت میں جا کر عرض کیا یا رسول اللہ! میرے ماں جائے بھائی حضرت علیؓ نے میرے ساتھ ایسا معاملہ کیا ہے کہ میرا بچنا مشکل ہو گیا تھا۔ میں نے اپنے دو مشرک دیوروں کو پناہ دی تھی۔ وہ تو قتل کرنے کے لئے ان پر جھپٹ پڑے۔ حضورؐ نے فرمایا انہیں ایسا نہیں کرنا چاہئیے تھا جس کو تم نے پناہ دی

۱۔ اخرجہ الحاکم ایضاً (ج ۳ ص ۴۹۲) عن ابراھیم بن جعفر بن محمود بن سلمۃ الاشھلی

اسے ہم نے بھی پناہ دے دی جسے تم نے امن دیا اسے ہم نے بھی امن دے دیا۔ حضرت ام ہانی نے واپس آکر ان دونوں کو ساری بات بتائی۔ وہ دونوں اپنے گھروں کو چلے گئے۔ لوگوں نے آکر حضورؐ سے کہا کہ حارث بن ہشام اور عبداللہ بن ابی ربیعہ توز عفران والی چادریں پہنے ہوئے اپنی مجلس میں اطمینان سے بیٹھے ہوئے ہیں۔ حضور ﷺ نے فرمایا اب تم لوگ ان کا کچھ نہیں کر سکتے ہو کیونکہ ہم ان کو امن دے چکے ہیں۔ حضرت حارث بن ہشام فرماتے ہیں کہ میں بہت دیر تک سوچتا رہا کہ حضورؐ نے مجھے مشرکین کی ہر لڑائی میں دیکھا ہے اب میں ان کی خدمت میں حاضری کے لئے چل پڑا۔ جب میں آپؐ کے پاس پہنچا تو آپؐ مسجد حرام میں داخل ہو رہے تھے۔ مجھے دیکھ کر آپ بہت خندہ پیشانی سے پیش آئے اور رک گئے۔ میں نے آپؐ کی خدمت میں حاضر ہو کر سلام کیا اور کلمہ شہادت پڑھ لیا آپؐ نے فرمایا تمام تعریفیں اس اللہ کے لئے ہیں جس نے تم کو ہدایت دی۔ تمہارے جیسے آدمی کو اسلام سے ناواقف نہیں رہنا چاہئیے۔ حضرت حارث نے کہا میں بھی یہی سمجھتا ہوں کہ اسلام جیسے دین سے ناواقف نہیں رہنا چاہئیے۔[1]

حضرت نضیر بن حارث عبدریؓ کے اسلام لانے کا قصہ

حضرت محمد بن شرحبیل عبدری کہتے ہیں کہ حضرت نضیر بن حارثؓ لوگوں میں بڑے عالم تھے اور کہا کرتے تھے کہ تمام تعریفیں اس اللہ کے لئے ہیں۔ جس نے ہمیں اسلام کی دولت سے نوازا اور محمد ﷺ کو بھیج کر ہم پر احسان فرمایا اور ہم اس دین پر نہیں مرے جس پر ہمارے آباؤ اجداد مرے۔ میں (حضورؐ کے خلاف) قریش کے ساتھ ہر راستے پر کوشش کرتا رہا۔ یہاں تک کہ مکہ فتح ہو گیا اور آپؐ حنین تشریف لے گئے۔ ہم بھی آپؐ کے ساتھ گئے۔ ہمارا ارادہ یہ تھا کہ اگر حضورؐ کو شکست ہوئی تو ہم آپؐ کے خلاف آپ کے دشمنوں کی مدد کریں گے لیکن یہ ہمارے لئے ممکن نہ ہو سکا جب آپ جعرانہ پہنچے تو میں اپنے اسی ارادہ پر تھا کہ اچانک حضورؐ سے میری ملاقات ہوئی۔ آپ بڑے خوش تھے۔ آپؐ نے فرمایا نضیر! میں نے کہا۔ جی حاضر ہوں۔ آپؐ نے فرمایا تم نے غزوہ حنین کے دن جو کچھ کرنے کا سوچا تھا یہ اس سے بہتر ہے۔ میں لپک کر آپؐ کے ذرا اور قریب ہوا۔ آپؐ نے کہا میں اس بارے میں پہلے سے سوچ رہا ہوں۔ آپؐ نے فرمایا اب تمہارے لئے اس بات کا وقت آگیا ہے کہ تم اپنے دین کے بارے میں غور کرو۔ میں نے کہا میں اس بارے میں پہلے سے سوچ رہا ہوں۔ آپؐ نے فرمایا اے

---

[1] اخرجه الحاكم (ج ۳ ص ۲۷۷)

اللہ! اس کو ثابت قدمی میں ترقی نصیب فرما (حضورؐ کی اس دعا کا یہ اثر ہوا) کہ اس ذات کی قسم جس نے آپ کو حق دے کر بھیجا ہے! دین پر پختگی میں اور حق کی مدد کرنے میں میرا دل پتھر کی طرح مضبوط ہو گیا پھر میں اپنے گھر واپس آیا تو وہاں اچانک میرے پاس بنو دئل کا ایک آدمی آکر کہنے لگا اے ابو الحارث! حضور ﷺ نے تمہیں سو اونٹ دینے کا حکم دیا ہے۔ مجھے ان میں سے کچھ اونٹ دے دو۔ کیونکہ مجھ پر بہت زیادہ قرضہ ہے پہلے تو میرا ارادہ ہوا کہ یہ اونٹ نہ لوں اور میں نے کہا کہ حضورؐ صرف میری تالیف قلب کے لئے دے رہے ہیں۔ میں اسلام کے لئے رشوت لینا نہیں چاہتا ہوں۔ پھر میں نے سوچا کہ نہ تو ان اونٹوں کی میرے دل میں طلب تھی اور نہ میں نے (حضورؐ سے) مانگے (حضورؐ خود ہی دے رہے ہیں) اس لئے میں نے وہ اونٹ لے لئے اور ان میں سے دئلی کو دس اونٹ دے دیئے۔[1]

طائف کے بنو ثقیف کے اسلام لانے کا قصہ

ابن اسحاق نے بیان کیا ہے کہ جب حضور ﷺ بنو ثقیف کے پاس سے واپس ہوئے تو (بنو ثقیف میں سے) حضرت عروہ بن مسعودؓ آپؐ کے پیچھے چل دیئے اور مدینہ سے پہلے ہی حضورؐ کی خدمت میں پہنچ گئے اور مسلمان ہو گئے اور حضورؐ سے اس بات کی اجازت چاہی کہ اسلام کو لے کر اپنی قوم کے پاس واپس جائیں۔ حضورؐ نے ان سے فرمایا وہ تمہیں قتل کر دیں گے۔ آپ کو بنو ثقیف کے سابقہ رویہ سے یہ معلوم تھا کہ ان میں کبر اور ہٹ دھرمی ہے۔ حضرت عروہ نے کہا یا رسول اللہ! میں انہیں ان کی دوشیزہ لڑکیوں سے بھی زیادہ محبوب ہوں اور وہ واقعی بنو ثقیف میں بہت محبوب تھے اور ان کی بات مانی جاتی تھی۔ چنانچہ وہ اپنی قوم کو اسلام کی دعوت دینے کے ارادے سے واپس ہو گئے۔ اور انہیں امید تھی کہ چونکہ ان کا بنو ثقیف میں بڑا درجہ ہے اس لئے بنو ثقیف ان کی مخالفت نہیں کریں گے۔ چنانچہ انہوں نے اپنے ایک بالاخانہ پر چڑھ کر ساری قوم کے سامنے اپنے مسلمان ہونے کا اظہار کیا اور انہیں اسلام کی دعوت دی۔ بنو ثقیف نے ہر طرف سے تیر برسانے شروع کر دیئے۔ انہیں ایک تیر ایسا لگا، جس سے وہ شہید ہو گئے۔ جب وہ زخمی ہو گئے تو ان سے پوچھا گیا کہ آپ اپنے خون کے بارے میں کیا کہتے ہیں؟ انہوں نے کہا یہ ایک اعزاز ہے جو اللہ نے مجھے عطا فرمایا اور مجھے شہادت کا مرتبہ عطا فرمایا ہے اور میرا بھی وہی درجہ ہے جو ان صحابہؓ کا تھا جو یہاں سے جانے سے پہلے حضورؐ کے ساتھ شہید ہوئے تھے۔ لہذا مجھے بھی ان کے ساتھ دفن کر دینا چنانچہ لوگوں نے ان کو انہی

---

[1] اخرجه الواقدی عن ابراهيم بن محمد بن شرحبيل العبدری كذافی الاصابة (ج ۳ ص ۵۵۸)

صحابہؓ کے ساتھ دفن کیا۔ صحابہؓ کہتے ہیں کہ حضور نے ان عروہ کے بارے میں فرمایا تھا کہ سورۃ یٰسین میں جن (حبیب نجار) کے ساتھ ان کی قوم کا جو معاملہ ذکر کیا گیا ہے۔ حضرت عروہ کے ساتھ ان کی قوم نے ویسا ہی معاملہ کیا ہے۔ حضرت عروہ کی شہادت کے چند مہینوں کے بعد بنو ثقیف نے آپس میں بیٹھ کر یہ سوچا کہ اردگرد کے تمام عرب حضور ﷺ سے بیعت ہو کر مسلمان ہو چکے ہیں۔ اب ان سے لڑنے کی طاقت نہیں رہی۔ اور یہ فیصلہ کیا کہ اپنا ایک آدمی حضورؐ کے پاس بھیجیں چنانچہ عبدیالیل بن عمرو کے ساتھ بنی احلاف کے دو آدمی اور بنی مالک کے تین آدمی بھیجے۔ یہ لوگ مدینہ کے قریب پہنچ کر ایک چشمہ کے پاس ٹھہرے وہاں ان کی حضرت مغیرہ بن شعبہؓ سے ملاقات ہو گئی جو اپنی باری میں حضورؐ کے صحابہؓ کی سواریوں کو چرا رہے تھے۔ انہوں نے جب بنو ثقیف کے اس وفد کو دیکھا تو حضورؐ کو ان کے آنے کی خوشخبری سنانے کے لئے تیزی سے چلے۔ راستہ میں انہیں حضرت ابو بکر صدیقؓ ملے۔ انہوں نے حضرت ابو بکر کو بتایا کہ بنو ثقیف کا وفد آیا ہے وہ حضورؐ سے بیعت ہو کر مسلمان ہونا چاہتے ہیں بشرطیکہ حضورؐ ان کی شرط مان لیں اور ان کی قوم کے نام خط لکھ کر دے دیں۔ حضرت ابو بکر نے حضرت مغیرہ سے کہا میں تمہیں قسم دیتا ہوں کہ تم مجھ سے پہلے حضورؐ کے پاس مت جاؤ۔ میں جا کر خود حضورؐ کو بتاتا ہوں۔ حضرت مغیرہ راضی ہو گئے۔ حضرت ابو بکر نے جا کر حضورؐ کو اس وفد کے آنے کی اطلاع کی، اور حضرت مغیرہ اس وفد کے پاس واپس گئے اور ان کو ساتھ لے کر اپنے جانور واپس لے آئے، اور راستہ میں اس وفد کو سکھایا کہ وہ حضورؐ کو سلام کیسے کریں لیکن انہوں نے حضورؐ کو جاہلیت کے طریقہ پر ہی سلام کیا۔ جب یہ لوگ حضور ﷺ کی خدمت میں پہنچے تو ان کے لئے مسجد میں خیمہ لگایا گیا۔ حضرت خالد بن سعید بن عاصؓ حضورؐ کے اور اس وفد کے درمیان واسطہ تھے۔ جب وہ اس وفد کے لئے حضورؐ کے ہاں سے کھانا لے کر آتے تو جب تک ان سے پہلے حضرت خالد اس کھانے میں کھانہ لیتے وہ اس کھانے کو ہاتھ نہ لگاتے اور حضرت خالدؓ نے ہی حضورؐ کی طرف سے ان کے لئے خط لکھا تھا۔ انہوں نے حضورؐ کے سامنے اپنی یہ شرط بھی رکھی تھی کہ حضورؐ تین سال تک طاغیہ بت (یعنی لات) کو رہنے دیں۔ پھر وہ ایک ایک سال کم کرتے رہے لیکن حضورؐ مسلسل انکار کرتے رہے۔ یہاں تک انہوں نے حضورؐ سے ایک ماہ کی مہلت مانگی کہ جس دن وہ لوگ مدینہ آئے ہیں اس دن سے ایک مہینہ تک اس بت کو باقی رکھنے کی اجازت دے دی جائے اور انہوں نے اس مہلت کا مقصد یہ بتایا کہ وہ اس طرح اپنی قوم کے نادان لوگوں کو ذرا مانوس کرنا چاہتے ہیں لیکن آپؐ نے کسی قسم کی مہلت دینے سے انکار کر دیا بلکہ

حضرت ابو سفیان بن حرب اور حضرت مغیرہ بن شعبہ کو ان لوگوں کے ساتھ بھیجا کہ یہ دونوں وہاں جا کر اس بت کو گرا کر آئیں اور انہوں نے یہ مطالبہ بھی کیا تھا کہ وہ نماز نہیں پڑھا کریں گے اور اپنے ہاتھوں سے اپنے بتوں کو نہیں گرائیں گے۔ حضور ﷺ نے فرمایا کہ اس بات کو تو ہم مان لیتے ہیں کہ تم اپنے ہاتھ سے اپنے بتوں کو نہ توڑو (ہم اپنے آدمی بھیج کر تڑا دیں گے) لیکن تم نماز نہ پڑھو یہ بات نہیں مان سکتے۔ کیونکہ اس دین میں کوئی خیر نہیں جس میں نماز نہ ہو۔ انہوں نے کہا اچھا ہم نماز پڑھ لیں گے، ہے تو ویسے یہ گھٹیا عمل۔

حضرت عثمان بن ابی العاصؓ فرماتے ہیں کہ ثقیف کا وفد حضورؐ کی خدمت میں آیا۔ آپؐ نے ان کو مسجد میں ٹھہرایا تاکہ ان کے دل پر زیادہ اثر پڑے۔ انہوں نے اسلام لانے کے لئے حضورؐ کے سامنے یہ شرطیں پیش کیں کہ جہاد میں جانے کے لئے ان کو کہیں جمع نہیں کیا جائے گا اور ان کی پیداوار کا عشر نہیں لیا جائے گا اور وہ نماز نہیں پڑھیں گے۔ اور ان کا امیر کسی اور قبیلہ سے نہیں بنایا جائے گا۔ حضورؐ نے فرمایا (تین شرطیں تو منظور ہیں کہ) تمہیں جہاد میں جانے کے لئے نہیں کہا جائے گا اور تم سے پیداوار کا عشر نہیں لیا جائے گا۔ دوسرے قبیلہ کا آدمی تم پر امیر نہیں بنایا جائے گا (البتہ نماز پڑھنی پڑے گی کیونکہ) اس دین میں کوئی خیر نہیں ہے جس میں رکوع نہ ہو۔ حضرت عثمان بن ابی العاص نے عرض کیا یا رسول اللہ! آپ مجھے قرآن سکھا دیں اور مجھے میری قوم کا امام بنا دیں۔[1] حضرت وہب کہتے ہیں کہ میں نے حضرت جابرؓ سے بنو ثقیف کی بیعت کے قصے کو پوچھا انہوں نے کہا کہ بنو ثقیف نے حضورؐ کے سامنے یہ شرطیں پیش کیں کہ نہ وہ صدقہ (زکوۃ) دیں گے اور نہ وہ جہاد کریں گے (حضورؐ نے ان شرطوں کو مان لیا) اور حضرت جابر نے حضورؐ کو بعد میں یہ فرماتے ہوئے سنا کہ جب یہ لوگ مسلمان ہو جائیں گے تو خود ہی یہ صدقہ (زکوۃ) دینے لگ جائیں گے اور جہاد کرنے لگ جائیں گے۔[2]

حضرت اوس بن حذیفہؓ فرماتے ہیں کہ ہم ثقیف کے وفد میں شریک ہو کر حضور ﷺ کی خدمت میں آئے۔ بنی احلاف کے لوگ حضرت مغیرہ بن شعبہ کے پاس ٹھہرے اور بنی مالک کو حضورؐ نے اپنے خیمہ میں ٹھہرایا۔ آپ روزانہ عشاء کے بعد ہمارے پاس تشریف لاتے اور کھڑے کھڑے ہم سے باتیں کرتے اور اتنی دیر کھڑے رہتے کہ آپ تھک جاتے اور باری باری سے دونوں پاؤں پر آرام لیتے۔ زیادہ تر آپؐ ان تکلیفوں کا تذکرہ کرتے جو آپ کو اپنی قوم

---

[1] اخرجه احمد وقد رواه ابو داؤد ایضا

[2] اخرجه ابو داؤد ایضا انتهى من البداية (ج ۵ ص ۲۹) مختصرا

قریش کی طرف سے پیش آئی تھی، اور اس کے بعد فرمایا کرتے تھے مجھے ان تکلیفوں کا کوئی غم نہیں ہے کیونکہ اس وقت ہمیں مکہ میں کمزور اور بے سرو سامان سمجھا جاتا تھا۔ جب مدینہ آگئے تو ہماری ان کی لڑائیاں شروع ہو گئیں کبھی اللہ ان کو غلبہ دیتے اور کبھی ہم کو ایک رات مقررہ وقت سے آپ کو آنے میں کچھ تاخیر ہو گئی ہم لوگوں نے کہا آج رات تو آپؐ نے دیر کر دی۔ آپؐ نے فرمایا روزانہ جتنا قرآن میں پڑھتا ہوں۔ اس میں سے کچھ رہ گیا تھا اسے پورا کیئے بغیر آنا مجھے اچھا نہ لگا۔[1]

صحابہ کرامؓ کا افراد کو انفرادی طور پر دعوت دینا

حضرت ابو بکر صدیقؓ کا انفرادی دعوت دینا

ابن اسحاق نے بیان کیا ہے کہ جب حضرت ابو بکر صدیقؓ اسلام لائے اور انہوں نے اپنے اسلام کا اظہار کیا تو وہ اللہ عزوجل کی طرف دعوت دینے لگ گئے۔ حضرت ابو بکر سے ان کی قوم کو بڑی الفت اور محبت تھی۔ وہ نرم مزاج تھے اور قریش کے نسب نامے کو اور ان کے اچھے برے حالات کو سب سے زیادہ جاننے والے تھے۔ بڑے بااخلاق اور بھلے اور نیک تاجر تھے۔ ان کی قوم کے لوگ ان کے پاس آیا کرتے تھے آپ کی وسیع معلومات اور کاروباری تجربے اور حسن سلوک جیسے بہت سے امور کی وجہ سے وہ لوگ آپ سے الفت رکھتے تھے۔ جو لوگ آپؓ کے پاس آیا کرتے اور آپؓ کی مجلس میں بیٹھا کرتے اور آپؓ کو ان پر اعتماد تھا۔ انہیں آپؓ اللہ کی طرف اور اسلام کی طرف دعوت دینے لگے۔ چنانچہ میری معلومات کے مطابق حضرت زبیر بن عوام اور حضرت عثمان بن عفان اور حضرت طلحہ بن عبید اللہ اور حضرت سعد بن ابی وقاص اور حضرت عبد الرحمٰن بن عوفؓ ان ہی کے ہاتھوں مسلمان ہوئے۔ حضرت ابو بکرؓ کے ساتھ یہ سب لوگ حضورؐ کی خدمت میں گئے۔ آپؐ نے ان کے سامنے اسلام پیش فرمایا اور انہیں قرآن پڑھ کر سنایا اور انہیں اسلام کے حقوق بتائے۔ وہ سب ایمان لے آئے۔ اسلام میں سبقت کرنے والے ان آٹھ آدمیوں نے حضورؐ کی تصدیق کی اور جو کچھ اللہ تعالیٰ کے پاس سے آیا اس پر ایمان لائے۔[2]

---

[1] اخرجه احمد وابو دائود وابن ماجة كذافى البداية (ج ۵ ص ۳۲) واخرجه ابن سعد (ج ۵ ص ۵۱۰) عن اوسؓ بنحوه.
[2] كذافى البداية (ج ۳ ص ۲۹)

حضرت عمر بن خطابؓ کا انفرادی دعوت دینا

اسبق کہتے ہیں کہ میں حضرت عمر بن الخطابؓ کا غلام تھا اور میں عیسائی تھا۔ آپ میرے سامنے اسلام کو پیش کرتے رہتے تھے اور فرماتے تھے کہ اگر تو مسلمان ہو جائے گا تو میں اپنی امانت کے سنبھالنے میں تجھ سے مدد لوں گا کیونکہ جب تک مسلمانوں کے دین کو اختیار نہیں کرو گے اس وقت تک مسلمانوں کی امانت کو سنبھالنے کے لئے تم سے مدد لینا میرے لئے حلال نہیں ہے۔ میں ہمیشہ انکار کرتا رہا۔ آپؓ فرما دیتے دین میں جبر نہیں ہے۔ جب آپ کے انتقال کا وقت قریب آیا تو میں عیسائی ہی تھا۔ آپؓ نے مجھے آزاد کر دیا اور فرمایا جہاں تیرا جی چاہے چلا جا۔ (حضرت اسبق بعد میں مسلمان ہو گئے تھے۔[1])

حضرت اسلم کہتے ہیں کہ جب ہم لوگ ملک شام میں تھے تو میں وضو کا پانی لے کر حضرت عمر بن خطابؓ کی خدمت میں حاضر ہوا۔ آپؓ نے پوچھا تم یہ پانی کہاں سے لائے ہو؟ میں نے ایسا میٹھا پانی کبھی نہیں دیکھا اور بارش کا پانی بھی اس سے عمدہ نہیں ہوگا۔ میں نے کہا میں اس نصرانی بڑھیا کے گھر سے لایا ہوں۔ وضو سے فارغ ہو کر آپؓ اس بڑھیا کے پاس گئے اور اس سے کہا اے بڑی بی! اسلام لے آؤ۔ اللہ تعالیٰ نے محمد ﷺ کو حق دے کر بھیجا ہے۔ اس نے اپنا سر کھول کر دکھایا تو ثغامہ بوٹی (کے پھولوں) کی طرح اس کے بال بالکل سفید تھے اور اس نے کہا میں بہت بوڑھی ہو چکی ہوں اور بس اب مرنے ہی والی ہوں (یعنی اب اسلام لانے کا وقت نہیں رہا) حضرت عمرؓ نے فرمایا اے اللہ تو گواہ رہنا۔[2]

حضرت مصعب بن عمیرؓ کا انفرادی دعوت دینا

حضرت عبداللہ بن ابی بکر بن محمد بن عمرو بن حزم اور دیگر حضرات کہتے ہیں کہ حضرت اسعد بن زرارہؓ حضرت مصعب بن عمیرؓ کو بنو عبدالاشہل اور بنو ظفر کے محلوں میں لے گئے۔ حضرت سعد بن معاذؓ حضرت اسعد بن زرارہ کے خالہ زاد بھائی تھے۔ حضرت اسعد حضرت مصعب کو بنو ظفر کے ایک باغ میں مرق نامی کنویں پر لے گئے۔ یہ دونوں حضرات باغ میں جا کر بیٹھ گئے۔ سارے مسلمان مردان کے پاس جمع ہو گئے۔ حضرت سعد بن معاذ اور حضرت

---

[1] اخرجه ابن سعد واخرجه ایضاً سعید بن منصور وابن ابی شیبة وابن المنذر وابن ابی حاتم بنحوه مختصر كذافي الكنز (ج ٥ ص ٥٠) واخرجه ابو نعيم في الحلية (ج ٩ ص ٣٤) عن وسق الرومي مثله الا ان في رواية على امانة المسلمين فانه لا ينبغي ان استعين على اماناتهم بمن ليس منهم.

[2] اخرجه الدار قطني وابن عساكر كذافي الكنز (ج ٧ ص ١٤٢)

اسید بن حضیر دونوں اس وقت اپنی قوم بنو عبد الاشہل کے سردار تھے اور دونوں مشرک تھے اور اپنی قوم کے مذہب پر قائم تھے۔ ان دونوں نے جب حضرت مصعب اور حضرت اسعد کے باغ میں مجلس لگانے کی خبر سنی حضرت سعد نے حضرت اسید سے کہا تیرا باپ نہ رہے۔ تم ان دونوں آدمیوں کے پاس جاؤ جنہوں نے ہمارے محلوں میں آکر ہمارے کمزوروں کو بیوقوف بنانا شروع کر دیا ہے۔ انہیں ڈانٹو اور انہیں ہمارے محلوں میں آنے سے روک دو۔ اگر اسعد بن زرارہ کا مجھ سے قریبی رشتہ نہ ہوتا جیسے کہ تمہیں معلوم ہے تو یہ کام میں خود ہی کر لیتا تمہیں نہ بھیجتا وہ میرا خالہ زاد بھائی ہے۔ ان کے پاس جانے کی مجھ میں ہمت نہیں۔ چنانچہ حضرت اسید بن حضیر اپنا نیزہ لے کر ان دونوں کے پاس گئے۔ جب حضرت اسعد بن زرارہ نے حضرت اسید کو آتے ہوئے دیکھا تو انہوں نے حضرت مصعب سے کہا یہ اپنی قوم کا سردار ہے اور تمہارے پاس آرہا ہے تم ان کے ساتھ اخلاص سے بات کرو۔ اور جتنا زور لگا سکتے ہو لگا دو حضرت مصعب نے کہا اگر یہ بیٹھ گئے تو میں ان سے بات کروں گا۔ چنانچہ حضرت اسید بن حضیر کھڑے ہو کر ان دونوں کو گالیاں دینے لگے اور یوں کہا تم ہمارے پاس کس لئے آئے ہو؟ ہمارے کمزوروں کو بے وقوف بنانا چاہتے ہو۔ اگر تمہیں اپنی جان پیاری ہے تو تم دونوں ہمارے ہاں سے چلے جاؤ۔ ان سے حضرت مصعب نے کہا ذرا بیٹھ جاؤ۔ کچھ ہماری بھی تو سن لو۔ اگر ہماری بات تمہیں پسند آجائے تو تم مان لینا اور اگر پسند نہ آئے تو ہم آپ کی ناپسندیدہ بات سے رک جائیں گے۔ حضرت اسید نے کہا تم نے انصاف کی بات کہی ہے۔ چنانچہ اپنا نیزہ زمین میں گاڑ کر ان دونوں کے پاس بیٹھ گئے۔ حضرت مصعب نے ان سے اسلام کے بارے میں گفتگو کی اور انہیں قرآن پڑھ کر سنایا۔ یہ دونوں حضرات فرماتے ہیں کہ ان کے بولنے سے پہلے ہی قرآن سنتے ہی ان کے چہرہ کی چمک اور نرمی سے ہمیں یہ محسوس ہو گیا کہ یہ اسلام قبول کر لیں گے چنانچہ انہوں نے کہا کہ یہ دین اسلام کتنا خوبصورت ہے۔ جب تم اس دین میں داخل ہونا چاہتے ہو تو کیا کرتے ہو؟ ان دونوں نے ان سے کہا غسل کر کے پاک ہو جاؤ اور اپنے دونوں کپڑوں کو پاک کرو۔ پھر شہادت پڑھو اور پھر نماز پڑھو چنانچہ انہوں نے کھڑے ہو کر غسل کیا اور اپنے دونوں کپڑے پاک کیئے اور کلمہ شہادت پڑھا اور پھر کھڑے ہو کر دو رکعت نماز پڑھی پھر ان دونوں سے کہا کہ میرے پیچھے ایک آدمی ہے اگر اس نے تم دونوں کا کہا مان لیا تو ان کی قوم کا کوئی آدمی بھی ان سے پیچھے نہیں رہے گا اور میں اسے ابھی تمہارے پاس بھیجتا ہوں اور وہ سعد بن معاذ ہیں۔ پھر وہ اپنا نیزہ لے کر حضرت سعد اور ان کی قوم کے پاس واپس گئے وہ لوگ اپنی مجلس میں بیٹھے ہوئے تھے۔ جب حضرت سعد بن معاذ نے ان کو آتے

ہوئے دیکھا تو انہوں نے کہا میں اللہ کی قسم کھا کر کہتا ہوں کہ میں حضرت اسید کے چہرے کو پہلے کی نسبت بدلا ہوا پاتا ہوں (کیونکہ اب اس پر اسلام کا نور چمک رہا ہے) جب حضرت اسید مجلس میں جا کر کھڑے ہوئے تو ان سے حضرت سعد نے پوچھا کیا کر کے آئے ہو؟ انہوں نے کہا میں نے ان دونوں سے بات کی ہے اللہ کی قسم! مجھے ان دونوں کی باتوں میں کوئی خطرہ نظر نہیں آیا اور میں نے ان دونوں کو روک دیا ہے۔ انہوں نے کہا تم جیسے کہو گے ہم ویسے کریں گے۔ مجھے پتہ چلا ہے کہ بنو حارثہ حضرت اسعد بن زرارہ کو قتل کرنے گئے ہیں کیونکہ انہیں پتہ ہے کہ وہ تمہارا خالہ زاد بھائی ہے اس طرح وہ تمہاری توہین کرنا چاہتے ہیں۔ یہ سن کر سعد بن معاذ آگ بگولہ ہو گئے۔ وہ بڑی تیزی سے چلے انہیں ڈر تھا کہ بنو حارثہ کہیں کچھ کر نہ گزریں اور نیزہ ہاتھ میں لے کر چل پڑے اور یوں کہا ارے تم نے تو کچھ بھی نہ کیا۔ حضرت سعد نے وہاں جا کر جب دیکھا کہ وہ دونوں حضرات اطمینان سے بیٹھے ہوئے ہیں تو سمجھ گئے کہ حضرت اسید نے یہ بات اس لئے کہی تھی تاکہ میں بھی ان دونوں کی باتیں سن لوں۔ انہوں نے بھی کھڑے ہو کر ان دونوں کو گالیاں دینی شروع کیں اور پھر حضرت اسعد بن زرارہ کو کہا اللہ کی قسم! اے ابو امامہ! اگر میرے اور تمہارے درمیان رشتہ داری نہ ہوتی تو تم اس طرح کرنے کو سوچ بھی نہ سکتے۔ تم ہمارے محلّہ میں وہ چیز لانا چاہتے ہو جسے ہم برا سمجھتے ہیں۔ ان کو آتا ہوا دیکھ کر حضرت اسعد نے حضرت مصعب سے کہہ دیا تھا کہ آپ کے پاس ایسا بڑا سردار آرہا ہے جس کے پیچھے ایسی ماننے والی قوم ہے کہ اگر انہوں نے آپ کا کہا مان لیا تو ان کی قوم میں دو آدمی بھی آپ کا کہا ماننے سے پیچھے نہیں رہیں گے۔ حضرت مصعب نے حضرت سعد بن معاذ سے کہا آپ نے انصاف کی بات کہی ہے۔ پھر نیزہ گاڑ کر بیٹھ گئے۔ حضرت مصعب نے ان پر اسلام پیش کیا اور انہیں قرآن پڑھ کر سنایا۔ موسیٰ بن عقبہ کا بیان ہے کہ انہوں نے سورت زخرف کی شروع کی آیتیں سنائی تھیں یہ دونوں حضرات بیان فرماتے ہیں کہ ان کے بولنے سے پہلے ہی قرآن سنتے ہی ان کے چہرہ کی چمک اور نرمی سے ہمیں یہ محسوس ہو گیا کہ یہ اسلام قبول کرلیں گے۔ چنانچہ انہوں نے ان دونوں حضرات سے پوچھا کہ جب تم مسلمان ہو کر اس دین میں داخل ہوا کرتے ہو تو کیا کیا کرتے ہو؟ انہوں نے کہا غسل کر کے پاک ہو جاؤ اور اپنے دونوں کپڑوں کو پاک کرلو۔ پھر کلمہ شہادت پڑھو پھر دو رکعت نماز پڑھو چنانچہ انہوں نے کھڑے ہو کر غسل کیا اور اپنے دونوں کپڑوں کو پاک کیا اور کلمہ شہادت پڑھا۔ پھر دو رکعت نماز پڑھی پھر اپنا نیزہ لے کر اپنی قوم کی مجلس کی طرف واپس گئے اور ان کے ساتھ حضرت اسید بن حضیر بھی تھے۔ جب ان کو ان کی قوم نے آتے ہوئے دیکھا تو انہوں نے کہا ہم

اللہ کی قسم کھا کر کہتے ہیں کہ واپسی میں حضرت سعد کا چہرہ بدلا ہوا ہے (اب اس پر اسلام کا نور چمک رہا ہے) انہوں نے اپنی قوم کے پاس کھڑے ہو کر کہا اے بنو عبداللہ الاشہل! تم مجھے اپنے میں کیسا سمجھتے ہو؟ انہوں نے کہا آپ ہمارے سردار ہیں۔ ہم میں سب سے اچھی رائے والے اور سب سے عمدہ طبیعت کے مالک ہیں۔ انہوں نے کہا تمہارے مردوں اور عورتوں سے بات کرنا مجھ پر حرام ہے جب تک تم لوگ اللہ اور اس کے رسول پر ایمان نہ لے آؤ۔ راوی کہتے ہیں کہ شام تک بنو عبدالاشہل کے تمام مرد و عورت مسلمان ہو چکے تھے اور حضرت سعد اور حضرت مصعب دونوں حضرت اسعد بن زرارہ کے گھر آگئے اور ان کے ہاں ٹھہر کر دونوں اسلام کی دعوت دیتے رہے۔ یہاں تک کہ انصار کے ہر محلّہ میں کچھ نہ کچھ مرد اور عورت ضرور مسلمان ہو گئے لیکن بنو امیہ بن زید، خطمہ، وائل اور واقف کے محلوں میں کوئی مسلمان نہ ہوا۔ یہ اوس قبیلہ کے مختلف خاندان ہیں۔[1]

طبرانی نے اور دلائل النبوۃ میں ابو نعیم نے حضرت عروہ سے ایک لمبی روایت ذکر کی ہے جس میں یہ مضمون بھی ہے کہ حضور ﷺ نے انصار کے سامنے اسلام کی دعوت پیش کی اور وہ ایمان لائے جیسے کہ ابتداء امر انصار کے باب میں آگے آئے گی۔ پھر انصار کا اپنی قوم کو چھپ کر دعوت دینا اور انصار کا حضورؐ سے ایسے آدمی کے بھیجنے کا مطالبہ کرنا جو لوگوں کو دعوت دے یہ سب اس روایت میں مذکور ہے۔ چنانچہ حضورؐ نے انصار کے پاس حضرت مصعب کو بھیجا جس کا تذکرہ حضورؐ کے افراد کو اللہ و رسول کی دعوت دینے کے لئے بھیجنے کے باب میں صفحہ ۱۳۶ پر آچکا ہے پھر حضرت عروہ نے کہا کہ اسعد بن زرارہ اور حضرت مصعب بن عمیر دونوں بیر مرق (کنویں) یا اس کے قریب کے علاقہ میں آئے۔ حضرت مصعب بن عمیر ان لوگوں سے باتیں کرتے رہے اور قرآن پڑھ کر سناتے رہے۔ ادھر حضرت سعد بن معاذ کو اس کی خبر لگی۔ وہ اپنے ہتھیار باندھ کر اور نیزہ لے کر ان کے پاس آئے اور کھڑے ہو کر کہنے لگے تم ہمارے ہاں اس اکیلے آدمی کو کیوں لائے ہو جو کہ تنہا اور دھتکارا ہوا اور پردیسی ہے؟ اور وہ غلط بیانی سے ہمارے کمزوروں کو بھکاتا ہے۔ اور انہیں اپنی دعوت دیتا ہے۔ تم دونوں آج کے بعد پڑوس میں بھی کہیں نظر نہ آنا۔ یہ سن کر یہ حضرات واپس چلے گئے پھر دوبارہ یہ لوگ بیر مرق (کنویں) یا اس کے آس پاس آکر بیٹھ گئے۔ حضرت سعد بن معاذ کو ان کی دوبارہ خبر ملی تو انہوں نے آکر ان دونوں کو پہلے سے کم سخت لہجے میں دھمکایا۔ جب حضرت اسعد نے ان میں سے کچھ نرمی محسوس کی تو کہا اے میرے خالہ زاد بھائی! ان کی ذرا بات سن لو۔ اگر ان سے کوئی بری

[1] اخرجه ابن اسحاق كذافي البدايه (ج ۳ ص ۱۵۲)

بات سننے میں آئے تو اسے رد کر کے تم اس سے اچھی بات بتادینا اور اگر اچھی بات سنو تو اللہ کی بات مان لینا۔ حضرت سعد نے کہا یہ کیا کہتے ہیں۔ حضرت مصعب بن عمیر نے حٰمٓ وَالْکِتٰبِ الْمُبِیْنِ اِنَّا جَعَلْنٰهُ قُرْاٰنًا عَرَبِیًّا لَّعَلَّکُمْ تَعْقِلُوْنَ پڑھ کر سنائی۔ حضرت سعد نے کہا میں تو جانی پہچانی باتیں ہی سن رہا ہوں۔ اللہ تعالیٰ نے ان کو ہدایت سے نواز دیا۔ لیکن انہوں نے اپنے اسلام کا اظہار اپنی قوم کے پاس واپس جا کر کیا۔ اور اپنی قوم بنو عبدالاشہل کو اسلام کی دعوت دی اور یہ بھی کہا اگر کسی بڑے یا چھوٹے کو کسی مرد یا عورت کو اسلام کے بارے میں شک ہو تو ہمیں اس سے زیادہ بہتر دین بتادے ہم اسے قبول کرلیں گے۔ اللہ کی قسم! اب تو ایسی بات (کھل کر سامنے) آگئی ہے جس کی وجہ سے گردنیں کٹوائی جاسکتی ہیں چنانچہ حضرت سعد کے مسلمان ہونے اور ان کے دعوت دینے پر قبیلہ بنو عبدالاشہل سارا ہی مسلمان ہو گیا۔ بس چند نا قابل ذکر آدمی اسلام نہ لائے۔ چنانچہ یہ انصار کا پہلا محلّہ تھا جو سارے کا سارا مسلمان ہو گیا۔ آگے اسی طرح حدیث ذکر کی ہے جیسے کہ حضور ﷺ کا افراد کو اللہ ورسول کی طرف دعوت دینے کے لئے بھیجنے کے باب میں صفحہ ۱۲۶ پر گزر چکی ہے اور اس کے آخر میں یہ ہے کہ پھر حضرت مصعب بن عمیر حضورؐ کی خدمت میں مکہ واپس چلے گئے۔

حضرت طلیب بن عمیرؓ کا انفرادی دعوت دینا

حضرت محمد بن ابراہیم بن حارث تیمی کہتے ہیں کہ جب حضرت طلیب بن عمیرؓ مسلمان ہوئے اور اپنی والدہ اروی بنت عبدالمطلب کے پاس گئے تو ان سے کہا میں مسلمان ہو چکا ہوں اور محمد ﷺ کا اتباع کر چکا ہوں اور پورا قصہ بیان کیا اور اس میں یہ بھی ہے کہ انہوں نے اپنی والدہ سے کہا کہ اسلام لانے سے اور حضورؐ کا اتباع کرنے سے آپ کو کون سی چیز مانع ہے؟ آپ کے بھائی حضرت حمزہؓ بھی مسلمان ہو چکے ہیں۔ انہوں نے کہا کہ میں اس انتظار میں ہوں کہ میری بہنیں کیا کرتی ہیں؟ میں بھی انہی کا ساتھ دوں گی۔ حضرت طلیب کہتے ہیں میں نے کہا میں اللہ کا واسطہ دے کر آپ سے درخواست کرتا ہوں کہ آپ ضرور حضورؐ کی خدمت میں جائیں اور ان کو سلام کریں اور ان کی تصدیق کریں اور اس بات کی گواہی دیں کہ اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں ہے (ان پر ایسا اثر پڑا کہ اسی وقت) انہوں نے کلمہ شہادت:

اشهدان لآ اله الا اللّٰه واشهدان محمدا رسول اللّٰه. پڑھ لیا۔ اس کے بعد وہ اپنی زبان سے حضورؐ کی بہت مدد کیا کرتی تھیں اور اپنے بیٹے کو حضورؐ کی مدد کرنے اور آپ کے کام کو لے کر

کھڑے ہو جانے کی ترغیب دیتی رہتی تھیں۔[1]

حضرت ابو سلمہ بن عبدالرحمن کہتے ہیں کہ حضرت طلیب بن عمیرؓ دار ارقم میں مسلمان ہوئے پھر وہاں سے نکل کر اپنی والدہ اروی بنت عبدالمطلب کے پاس آئے۔ اور ان سے کہا میں محمد (علیہ السلام) کا اتباع کر چکا ہوں۔ اور اللہ رب العالمین کا فرمانبردار ہو چکا ہوں، ان کی والدہ نے کہا تمہاری مدد اور نصرت کے سب سے زیادہ حقدار تمہارے ماموں زاد بھائی ہی ہیں اللہ کی قسم! اگر ہم عورتوں میں مردوں جیسی طاقت ہوتی تو ہم بھی آپ کا اتباع کرتیں اور آپ کی طرف سے پورا دفاع کرتیں۔ حضرت طلیب فرماتے ہیں میں نے اپنی والدہ سے کہا اے اماں جان! آپ کو کونسی چیز اسلام سے مانع ہے؟ آگے ویسی ہی حدیث ذکر کی جیسی پہلے گزر چکی ہے۔[2]

حضرت عمیر بن وہب جمحیؓ کا انفرادی دعوت دینا اور ان کے اسلام لانے کا قصہ

حضرت عروہ بن زبیرؓ فرماتے ہیں کہ غزوہ بدر میں شکست کھانے کی پریشانی کے چند دنوں کے بعد عمیر بن وہب جمحی صفوان بن امیہ کے ساتھ حطیم میں بیٹھا تھا عمیر بن وہب قریش کے شیطانوں میں سے بڑا شیطان تھا اور حضور ﷺ اور آپ کے صحابہؓ کو بہت تکلیف دیا کرتا تھا اور مکہ میں مسلمانوں نے اس کی طرف سے بڑی تکلیفیں برداشت کیں اور اس کا بیٹا وہب بن عمیر بدر میں مسلمانوں کے ہاتھوں گرفتار ہونے والوں میں تھا۔ عمیر بن وہب نے قلیب بدر کا ذکر کیا۔ جس کنویں میں ستر کافروں کو قتل کر کے ڈالا گیا تھا اور دیگر مصیبتوں کا بھی تذکرہ کیا تو صفوان نے کہا اللہ کی قسم! ان لوگوں کے بعد تو اب زندگی میں کوئی مزہ نہیں رہا۔ عمیر نے کہا تم سچ کہتے ہو اللہ کی قسم! اگر مجھ پر قرضہ نہ ہوتا جس کی ادائیگی کا فی الحال میرے پاس کوئی انتظام نہیں ہے اور اپنے پیچھے بال بچوں کے ضائع ہونے کا خطرہ نہ ہوتا تو میں ابھی سوار ہو کر محمد (علیہ السلام) کے پاس جاتا اور (نعوذباللہ) ان کو قتل کر دیتا کیونکہ میرے لئے ان

---

[1] اخرجه ابو الواقدی كذافی الا ستيعاب (ج ٤ ص ٢٢٥) واخرجه العقيلی من طريق الواقدی بمثله كما فی الا صابة (ج ٤ ص ٢٢٧)

[2] اخرجه الحاكم فی المستدرك (ج٣ ص ٢٣٩) من طريق اسحاق بن محمد الفروی عن موسی بن محمد بن ابراهيم بن الحارث التيمی عن ابيه واخرجه ابن سعد فی طبقات (ج ٣ ص ١٢٣) عن محمد بن ابراهيم التيمی عن ابيه بمثله قال الحاكم (ج ٣ ص ٢٣٩) صحيح غريب علی شرط البخاری ولم يخرجاه وتعقبه الحافظ فی الا صابة (ج ٢ ص ٢٣٤) فقال وليس كما قال فان موسی ضعيف ورواية ابی سلمه عنه مرسلة وهی قوله قال فقلت يا اماه الی آخره انتهی

کے پاس جانے کا ایک بہانہ ہے اور وہ یہ کہ میرا بیٹا ان کے ہاتھوں میں قید ہے۔ صفوان بن امیہ نے اس موقع کو غنیمت سمجھا اور کہا تمہارا قرضہ میرے ذمہ ہے میں اسے تمہاری طرف سے ادا کر دوں گا۔ تمہارے بال بچے میرے بال بچوں کے ساتھ رہیں گے اور جب تک وہ زندہ رہے میں اپنی وسعت کے مطابق ان کا پورا خیال رکھوں گا۔ عمیر نے کہا میری اور اپنی یہ باتیں راز میں رکھنا۔ صفوان نے کہا ایسا ہی کروں گا۔ عمیر کے کہنے پر تلوار تیز کر دی گئی اور زہر میں بجھادی گئی۔ پھر وہاں سے چل کر وہ مدینہ پہنچے۔ حضرت عمر بن خطابؓ مسلمانوں کی ایک جماعت میں بیٹھے ہوئے جنگ بدر کے حالات کا تذکرہ کر رہے تھے اور مسلمانوں کو اللہ تعالیٰ نے جو ظاہر کے خلاف فتح سے نوازا اور دشمنوں کی جو کھلی شکست دکھائی۔ اس کا تذکرہ کر رہے تھے۔ اتنے میں حضرت عمر کی نگاہ عمیر بن وہب پر پڑی جو گلے میں تلوار لٹکائے ہوئے مسجد کے دروازے پر اپنی سواری بٹھا چکے تھے۔ حضرت عمر نے کہا یہ کتا اللہ کا دشمن عمیر بن وہب بری نیت سے ہی آیا ہے۔ اسی نے ہمارے درمیان فساد برپا کیا تھا اور بدر کے دن ہمارا اندازہ لگا کر اپنی قوم کو بتایا تھا۔ چنانچہ حضرت عمر فوراً حضورؐ کی خدمت میں گئے اور عرض کیا یا نبی اللہ! یہ اللہ کا دشمن عمیر بن وہب اپنے گلے میں تلوار لٹکائے ہوئے آیا ہے۔ آپؐ نے فرمایا اسے میرے پاس لے آؤ۔ چنانچہ حضرت عمر گئے اور عمیر کی تلوار کے پر تلے کو اس کے گریبان سمیت پکڑ کر کھینچا اور اپنے ساتھ کے انصار سے کہا تم سب جا کر حضورؐ کے پاس بیٹھ جاؤ اور اس خبیث سے ہوشیار رہنا اس کا کوئی اعتبار نہیں پھر حضرت عمر اسے لے کر حضورؐ کی خدمت میں آئے۔ جب حضورؐ نے دیکھا کہ حضرت عمر نے اسے پر تلے اور گریبان سے پکڑ رکھا ہے تو فرمایا اے عمر! اسے چھوڑ دو اور اے عمیر! قریب آجاؤ۔ عمیر نے قریب آکر کہا انعم صباحا (صبح بخیر) اور جاہلیت والے آپس میں یوں سلام کیا کرتے تھے۔ حضور ﷺ نے فرمایا اے عمیر! اللہ تعالیٰ نے ہمیں تمہارے اس سلام سے بہتر سلام سے نوازا ہے اور وہ ہے السلام علیکم جو کہ جنتیوں کا آپس میں سلام ہوگا۔ عمیر نے کہا اللہ کی قسم اے محمد! (علیہ السلام) میرے لئے تو یہ نئی بات ہے۔ حضورؐ نے فرمایا اے عمیر! تم کیوں آئے ہو؟ اس نے کہا میں اس قیدی کی وجہ سے آیا ہوں جو آپؐ کے ہاتھوں میں قید ہے۔ آپ اس پر احسان کریں۔ آپؐ نے فرمایا تو پھر گلے میں تلوار لٹکانے کا کیا مقصد؟ عمیر نے کہا اللہ ان تلواروں کا برا کرے۔ کیا یہ تلواریں ہمارے کچھ کام آئیں؟ آپؐ نے فرمایا مجھے سچ بتاؤ کیوں آئے ہو؟ عمیر نے کہا میں تو صرف اسی لئے آیا ہوں۔ آپؐ نے فرمایا نہیں بلکہ تم اور صفوان بن امیہ حطیم میں بیٹھے تھے۔ تم نے قریش کے ان لوگوں کا تذکرہ کیا تھا جن کو مار کر بدر کے کنویں میں پھینکا گیا تھا۔ پھر تم نے

کہا تھا اگر مجھ پر قرضہ اور بال بچوں کی ذمہ داری کا بوجھ نہ ہوتا تو میں جاکر (نعوذ باللہ) محمد کو قتل کر آتا۔ پھر صفوان بن امیہ نے تمہارے قرضے اور بال بچوں کی ذمہ داری اس شرط پر اٹھائی کہ تم مجھے قتل کرو گے حالانکہ اللہ تمہارے اور تمہارے اس ارادے کے درمیان حائل ہے۔ حضرت عمیر نے (یہ سنتے ہی فوراً) کہا میں اس بات کی گواہی دیتا ہوں کہ آپؐ اللہ کے رسول ہیں یارسول اللہ! آپ جو آسمان کی خبریں اور اترنے والی وحی ہمیں بتاتے تھے۔ ہم اس کو جھٹلاتے تھے اور یہ تو ایک ایسا واقعہ ہے جس میں میرے اور صفوان کے علاوہ اور کوئی موجود نہیں تھا اللہ کی قسم! مجھے پورا یقین ہے کہ یہ بات آپ کو اللہ ہی نے بتائی ہے۔ لاکھ لاکھ شکر ہے اس اللہ کا جس نے مجھے اسلام کی ہدایت سے نوازا اور مجھے یہاں کھینچ کر لایا پھر انہوں نے کلمہ شہادت پڑھا۔ حضورؐ نے فرمایا اپنے بھائی (عمیر) کو دین کی باتیں سکھاؤ اور قرآن اسے پڑھاؤ اور اس کے قیدی کو چھوڑ دو۔ چنانچہ صحابہؓ نے ایسا ہی کیا۔ پھر حضرت عمیر نے عرض کیا یارسول اللہ! میں اللہ کے نور کو مٹانے کے لئے بہت کوشش کیا کرتا تھا اور اللہ کے دین والوں کو بہت زیادہ تکلیف پہنچایا کرتا تھا۔ میں یہ چاہتا ہوں کہ آپؐ مجھے اجازت دیں کہ میں مکہ جاکر مکہ والوں کو اللہ و رسول کی طرف اور اسلام کی طرف دعوت دوں۔ امید ہے اللہ تعالیٰ انہیں ہدایت دے دیں گے ورنہ میں ان کو ان کے دین کی وجہ سے ایسے ہی تکلیفیں دوں گا۔ جیسے میں آپؐ کے صحابہؓ کو دین کی وجہ سے دیا کرتا تھا چنانچہ حضورؐ نے ان کو اجازت دے دی اور وہ مکہ چلے گئے۔ حضرت عمیر بن وہب کے مکہ سے روانہ ہونے کے بعد صفوان یہ کہا کرتا تھا اے لوگو! چند دنوں کے بعد تمہیں ایک ایسی خوشخبری ملے گی جو تمہیں بدر کی ساری مصیبتیں بھلا دے گی۔ صفوان حضرت عمیر کے بارے میں آنے والے سواروں سے پوچھا کرتا تھا۔ یہاں تک کہ ایک سوار نے آکر انہیں بتایا کہ عمیر تو مسلمان ہو چکے (یہ سن کر) صفوان نے اس بات کی قسم کھائی کہ نہ تو وہ کبھی عمیر سے بات کرے گا اور نہ اس کے کسی کام آئے گا۔[1]

ابن جریر نے حضرت عروہؓ سے لمبی حدیث بیان کی ہے جس میں یہ مضمون بھی ہے کہ حضرت عمیر مکہ واپس آکر اسلام کی دعوت میں مشغول ہو گئے اور جو ان کی مخالفت کرتا اسے سخت تکلیفیں پہنچاتے چنانچہ ان کے ہاتھوں بہت سے لوگ مسلمان ہوئے۔[2]

حضرت عروہ بن زبیرؓ سے مرسلاً مروی ہے کہ جب اللہ تعالیٰ نے حضرت عمیر کو ہدایت

---

[1] اخرجه ابن اسحاق عن محمد بن جعفر بن الزبیر کذافی البدایة (ج۳ ص ۳۱۳)

[2] کما فی کنز العمال (ج۷ ص ۸۱) وھکذا اخرجه الطبرانی عن محمد بن جعفر بن الزبیرؓ نحوه قال الهیثمی (ج ۸ ص ۲۸۶) واسناده جید ۳۔ واسناده حسن انتهی واخرجه الطبرانی ایضاً عن انسؓ موصولاً بمعناه مختصرا قال الهیثمی (ج ۸ ص ۲۸۷) ورجاله رجال الصحیح انتهی واخرجه ابن منده ایضاً موصولاً عن انسؓ وقال غریب لا نعرفه عن ابی عمران الا من هذا لوجه کما فی الاصابة (ج ۳ ص ۳۶)

دی تو مسلمان بہت خوش ہوئے اور حضرت عمر بن خطابؓ نے فرمایا کہ جس دن عمیر آئے تھے اس دن وہ خنزیر سے بھی زیادہ برے لگ رہے تھے اور آج وہ مجھے اپنے بیٹوں سے بھی زیادہ محبوب ہیں۔

حضرت عمرو بن امیہ فرماتے ہیں کہ جب حضرت عمیر بن وہبؓ مسلمان ہونے کے بعد مکہ آئے تو سیدھے اپنے گھر گئے اور صفوان بن امیہ سے نہ ملے اور اپنے اسلام کا اظہار کیا اور اس کی دعوت دینے لگ گئے۔ جب صفوان کو یہ خبر پہنچی تو اس نے کہا میں تو اسی وقت سمجھ گیا تھا جب عمیر میرے پاس پہلے نہیں آئے بلکہ سیدھے اپنے گھر چلے گئے کہ عمیر جس مصیبت سے بچنا چاہتا تھا اسی میں جا گرا اور بددین ہو گیا اور میں نہ کبھی اس سے بات کروں گا اور نہ کبھی اس کا اور اس کے بال بچوں کا کوئی کام کروں گا ایک دن صفوان نے منہ پھیر لیا تو اس سے حضرت عمیر نے کہا تم ہمارے سرداروں میں سے ایک سردار ہو آپ بتاؤ کہ ہم جو پتھروں کی عبادت کیا کرتے تھے اور ان کے نام پر جو جانور ذبح کیا کرتے تھے کیا یہ بھی کوئی دین ہے اشهد ان لآ اله الا الله واشهد ان محمدا عبده ورسوله۔ صفوان نے ان کو کوئی جواب نہ دیا۔[1] صفوان بن امیہ کے اسلام لانے کے بارے میں حضرت عمیر نے جو کوشش کی اس کا تذکرہ صفحہ ۱۹۶ پر گزر چکا ہے۔

حضرت ابو ہریرہؓ کا انفرادی دعوت دینا

حضرت ابو ہریرہؓ فرماتے ہیں کہ میری والدہ مشرک تھیں۔ میں ان کو اسلام کی دعوت دیا کرتا تھا۔ ایک دن میں نے ان کو دعوت دی۔ انہوں نے مجھے حضور ﷺ کے بارے میں بڑی ناگوار باتیں سنائیں۔ میں روتا ہوا حضورؐ کی خدمت میں حاضر ہوا اور عرض کیا یا رسول اللہ! میں اپنی والدہ کو اسلام کی دعوت دیا کرتا تھا وہ انکار کر دیا کرتی تھیں۔ آج میں نے ان کو دعوت دی تو انہوں نے مجھے آپؐ کے بارے میں بڑی ناگوار باتیں کہیں۔ آپؐ نے فرمایا اے اللہ! ابو ہریرہؓ کی والدہ کو ہدایت دے دے۔ میں حضورؐ کی دعا لے کر خوشی خوشی گھر کو چلا۔ وہاں پہنچ کر میں نے دروازہ کھولنا چاہا لیکن وہ بند تھا۔ میری والدہ نے میرے قدموں کی آہٹ سن کر کہا ابو ہریرہ! ذرا ٹھہرو۔ میں نے پانی کے گرنے کی آواز سنی (یعنی میری والدہ اسلام میں داخل ہونے کے لئے نہا رہی تھیں) میری والدہ نے کرتہ پہن لیا اور جلدی میں دوپٹہ نہ اوڑھ سکیں اور دروازہ کھول کر کہا: اے ابو ہریرہ اشهد ان لآ اله الا الله واشهدان محمدا رسول الله۔

---

[1] اخرجه الواقدی عن عبدالله بن عمرو بن امية كذافي الا ستيعاب (ج ٢ ص ٤٨٦)

فرماتے ہیں کہ میں نے حضورؐ کی خدمت میں واپس آکر آپ کو بتایا آپؐ نے اللہ کا شکر ادا کیا اور دعائے خیر فرمائی۔[۱]

حضرت ابو ہریرہؓ نے فرمایا اللہ کی قسم! جو بھی مسلمان مرد اور عورت میرا نام سنتا ہے وہ مجھ سے محبت کرنے لگ جاتا ہے۔ راوی کہتے ہیں میں نے عرض کیا آپ کو اس کا کیسے پتہ چلتا ہے؟ تو حضرت ابو ہریرہ نے کہا میں اپنی والدہ کو دعوت دیا کرتا تھا اور پھر سابقہ مضمون جیسا قصہ ذکر کیا اور اس کے آخر میں یہ اضافہ بھی ہے کہ میں دوڑتا ہوا حضورؐ کی خدمت میں آیا اور اب میں خوشی سے رو رہا تھا جیسے کہ پہلے میں غم سے رو رہا تھا۔ میں نے کہا یا رسول اللہ! آپؐ کو خوشخبری ہو۔ اللہ تعالیٰ نے آپؐ کی دعا کو قبول فرمالیا اور اللہ تعالیٰ نے ابو ہریرہ کی والدہ کو اسلام کی ہدایت دے دی۔ پھر میں نے کہا یا رسول اللہ آپ اللہ سے دعا کریں کہ اللہ میری اور میری والدہ کی محبت تمام مومن مردوں اور عورتوں کے دل میں اور ہر مومن مرد و عورت کے دل میں ڈال دے۔ چنانچہ آپؐ نے یہ دعا فرمائی اے اللہ! اپنے اس چھوٹے سے بندے اور اس کی والدہ کی محبت ہر مومن مرد اور عورت کے دل میں ڈال دے چنانچہ جو بھی مسلمان مرد اور عورت میرا نام سنتا ہے وہ مجھ سے محبت کرنے لگ جاتا ہے۔[۲]

حضرت ام سلیمؓ کا انفرادی دعوت دینا

حضرت انسؓ فرماتے ہیں کہ حضرت ابو طلحہؓ نے اسلام لانے سے پہلے (میری والدہ) حضرت ام سلیمؓ کو نکاح کا پیغام دیا۔ انہوں نے کہا اے ابو طلحہ! کیا تم نہیں جانتے ہو کہ تم جس خدا کی عبادت کرتے ہو وہ تو زمین سے اگنے والا درخت ہے؟ انہوں نے کہا ہاں۔ ام سلیم نے کہا درخت کی عبادت کرتے ہوئے تمہیں شرم نہیں آتی۔ اگر تم مسلمان ہو جاؤ تو میں تم سے اسلام کے علاوہ کسی قسم کے مہر کا مطالبہ نہیں کروں گی۔ انہوں نے کہا اچھا میں ذرا سوچ لوں اور چلے گئے اور تھوڑی دیر کے بعد آکر کلمہ شہادت:۔

اشھدان لآالٰہ الا اللّٰہ وان محمداً رسول اللّٰہ پڑھ لیا تو حضرت ام سلیم نے کہا اے انس! میرا نکاح ابو طلحہ سے کر دو۔ چنانچہ حضرت انس نے ان کا نکاح کروادیا۔[۳]

---

[۱] اخرجه مسلم و اخرجه احمد ايضا بنحوه كذافي الاصابة (ج ٤ ص ٢٤١) [۲] اخرجه ابن سعد (ج ٤ ص ٣٢٨) [۳] اخرجه احمد واخرجه ايضا ابن سعد بمعناه كذافي الاصابة (ج ٤ ص ٤٦١)

صحابہ کرامؓ کا مختلف قبائل اور اقوام عرب کو دعوت دینا

حضرت ضمام بن ثعلبہؓ کا قبیلہ بنو سعد بن بکر کو دعوت دینا

حضرت ابن عباسؓ فرماتے ہیں کہ قبیلہ بنو سعد بن بکر نے حضرت ضمام بن ثعلبہؓ کو اپنا نمائندہ بنا کر حضورؐ کی خدمت میں بھیجا۔ انہوں نے مدینہ پہنچ کر مسجد کے دروازے پر اپنا اونٹ بٹھایا اور اس کی ٹانگوں میں رسی باندھی پھر مسجد میں داخل ہوئے۔ اس وقت حضور ﷺ اپنے صحابہ کے ساتھ بیٹھے ہوئے تھے۔ حضرت ضمام بڑے مضبوط اور زیادہ بالوں والے آدمی تھے۔ ان کے سر پر بالوں کی دو زلفیں تھیں۔ آ کر حضورؐ اور صحابہ کے سامنے کھڑے ہو گئے اور پوچھا آپ لوگوں میں سے کون ابن عبد المطلب ہے؟ آپؐ نے فرمایا جی ہاں۔ انہوں نے کہا اے ابن عبد المطلب! میں آپ سے کچھ پوچھوں گا اور اس پوچھنے میں ذرا سختی کروں گا۔ آپ ناراض نہ ہونا آپ نے فرمایا نہیں میں ناراض نہیں ہونگا تم جو چاہو پوچھو۔ انہوں نے کہا کہ میں آپ کو اس اللہ کا واسطہ دے کر پوچھتا ہوں جو آپ کا بھی معبود ہے اور آپ سے پہلے والوں اور بعد والوں کا بھی معبود ہے۔ کیا اللہ نے آپ کو ہماری طرف رسول بنا کر بھیجا ہے؟ آپ نے فرمایا بخدا ایسی بات ہے پھر انہوں نے کہا میں آپ کو اس اللہ کا واسطہ دے کر پوچھتا ہوں جو آپ کا بھی معبود ہے اور آپ سے پہلے والوں اور بعد والوں کا بھی معبود ہے کیا اللہ نے آپ کو اس بات کا حکم دیا ہے کہ آپؐ ہمیں اس بات کا حکم دیں کہ ہم صرف اس کی عبادت کریں اور اس کے ساتھ کسی چیز کو شریک نہ ٹھہرائیں اور ان بتوں کو چھوڑ دیں جن کی ہمارے باپ دادا عبادت کیا کرتے تھے۔ آپؐ نے فرمایا بخدا ایسی بات ہے پھر انہوں نے کہا میں آپ کو اس اللہ کا واسطہ دے کر پوچھتا ہوں جو آپ کا بھی معبود ہے اور آپ سے پہلے والوں اور بعد والوں کا بھی معبود ہے۔ کیا اللہ نے آپ کو اس بات کا حکم دیا ہے کہ ہم یہ پانچ نمازیں پڑھیں؟ آپ نے فرمایا جی ہاں۔ پھر وہ زکوۃ، روزے، حج اور اسلام کے دیگر فرائض کے بارے میں پوچھتے گئے اور ہر دفعہ اللہ تعالیٰ کا واسطہ دے کر پوچھتے جب ان سوالات سے فارغ ہو گئے تو کہا اشهد ان لآ اله الا الله واشهد ان محمداً رسول الله۔ اور میں ان تمام فرائض کو ادا کروں گا اور جن باتوں سے آپ نے روکا ہے ان سے میں بچوں گا اور میں اس میں (اپنی طرف سے) کمی یا زیادتی نہیں کروں گا۔ پھر اپنے اونٹ کی طرف واپس جانے کے لئے چل پڑے تو حضورؐ نے فرمایا اگر اس دو زلفوں والے آدمی نے سچ کہا ہے تو یہ ضرور جنت میں داخل ہو گا۔ چنانچہ انہوں نے اپنے اونٹ کے پاس آ کر اس کی رسی

کو کھولا اور واپس چل دیئے۔ جب یہ اپنی قوم میں پہنچے تو سب ان کے پاس جمع ہو گئے تو سب سے پہلے انہوں نے یہ کہا کہ لات اور عزّیٰ کا برا ہو۔ لوگوں نے کہا اے ضمام! خاموش رہو۔ ایسا نہ ہو کہ اس طرح کہنے سے تم برص یا کوڑھ یا پاگل پن میں مبتلا ہو جاؤ۔ انہوں نے کہا تمہارا ناس ہو یہ لات اور عزّیٰ۔ اللہ کی قسم! نہ نقصان پہنچا سکتے ہیں اور نہ نفع۔ اللہ تعالیٰ نے اپنا رسول بھیجا ہے اور ان پر ایک کتاب اتاری ہے اور اللہ تعالیٰ نے تم کو اس کتاب کے ذریعہ اس شرک سے نکال دیا ہے جس میں تم مبتلا تھے اور پھر کلمہ شہادت پڑھ کر سنایا: اشهدان لآ اله الا الله وحده لا شريك له وان محمداً عبده ورسوله ۔ اور انہوں نے تمہیں جن کاموں کا حکم دیا ہے اور جن کاموں سے روکا ہے ان تمام احکام کو ان کے پاس سے لے کر میں تمہارے پاس آیا ہوں۔ راوی کہتے ہیں کہ شام ہونے سے پہلے ہی اس آبادی کا ہر مرد اور عورت مسلمان ہو چکا تھا۔ حضرت ابن عباسؓ فرمایا کرتے تھے کہ حضرت ضمام بن ثعلبہ سے زیادہ بہتر ہم نے کسی قوم کا نمائندہ نہیں سنا اور واقدی میں یہ ہے کہ شام ہونے سے پہلے ہی اس آبادی کا ہر مرد اور عورت مسلمان ہو چکا تھا۔ ان لوگوں نے مسجدیں بھی بنائیں اور نماز کے لئے اذان بھی دیا کرتے تھے۔[1]

حضرت عمرو بن مرہ جہنیؓ کا اپنی قوم کو دعوت دینا

حضرت عمرو بن مرہ جہنیؓ فرماتے ہیں کہ زمانہ جاہلیت میں ہم لوگ اپنی قوم کی ایک جماعت کے ساتھ حج کرنے گئے تو میں نے مکہ میں خواب میں ایک چمکتا ہوا نور دیکھا جو کعبہ سے نکل رہا تھا اور اس کی روشنی سے یثرب کا پہاڑ اور جہینہ کا اشعر پہاڑ روشن ہو گیا اور مجھے اس نور میں یہ آواز سنائی دی کہ تاریکی چھٹ گئی اور روشنی بلند ہو کر پھیل گئی اور خاتم الانبیاء کی بعثت ہو گئی۔ وہ نور میرے سامنے دوبارہ چمکا، یہاں تک کہ میں نے حیرہ شہر کے محلات اور مدائن شہر کا سفید محل اپنی آنکھوں سے دیکھ لیا اور اس نور میں یہ آواز سنائی دی کہ اسلام کا ظہور ہو چکا اور بت توڑ دیئے گئے اور رشتے جوڑ دیئے گئے۔ میں گھبرا کر اٹھا اور اپنی قوم سے کہا اللہ کی قسم! قریش کے اس قبیلہ میں کوئی بڑا واقعہ پیش آنے والا ہے اور میں نے ان کو اپنا خواب سنایا۔ جب میں اپنے علاقہ میں پہنچا تو وہاں یہ خبر پہنچی کہ احمدؐ نامی ایک آدمی پیغمبر بنا کر بھیجے گئے ہیں

---

[1] اخرجه ابن اسحاق وهكذا رواه الا مام احمد من طريق ابن اسحاق وابو داؤد ونحوه من طريقه كذافى البداية (ج ٥ص ٦٠) واخرجه الحاكم ايضاً فى المستدرك (ج ٣ص ٥٤) من طريق ابن اسحاق بنحوه ثم قال قدا تفق الشيخان على اخراج ورود ضمام المدينة ولم يسق وا حد منهما الحديث بطوله وهذا صحيح انتهى و وافقه الذهبى فقال صحيح

چنانچہ میں وہاں سے چل کر آپؐ کی خدمت میں حاضر ہوا اور آپ کو اپنا خواب سنایا۔ آپ نے فرمایا اے عمرو بن مرہ! میں وہ نبی ہوں جس کو تمام بندوں کی طرف رسول بنا کر بھیجا گیا ہے میں سب کو اسلام کی دعوت دیتا ہوں اور میں ان کو اس بات کا حکم دیتا ہوں کہ وہ خون کی حفاظت کریں اور صلہ رحمی کریں اور ایک اللہ کی عبادت کریں اور بتوں کو چھوڑ دیں اور حج بیت اللہ کریں اور بارہ مہینوں میں سے رمضان کے ایک مہینے کے روزے رکھیں۔ جو میری بات مانے گا اسے جنت ملے گی اور جو میری نافرمانی کریگا وہ دوزخ کی آگ میں جائے گا۔ اے عمرو ایمان لے آؤ اللہ تعالیٰ تمہیں جہنم کی ہولناکی سے امن دے گا۔ میں نے کہا میں اس بات کی گواہی دیتا ہوں کہ اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں اور آپ اللہ کے رسول ہیں اور آپ جو حلال اور حرام لے کر آئے ہیں میں اس سب پر ایمان لے آیا اگرچہ یہ بات بہت سی قوموں کو بری لگے گی۔ پھر میں نے آپ کو وہ چند اشعار پڑھ کر سنائے جو میں نے آپ کی بعثت کی خبر سن کر کہے تھے۔ ہمارا ایک بت تھا اور میرے والد اس کے خادم تھے۔ میں نے کھڑے ہو کر اس بت کو توڑ دیا پھر میں حضورؐ کی طرف چل دیا اور میں یہ اشعار پڑھ رہا تھا۔

شھدت بان اللّٰہ حق واننی　　　لا لھة الا حجار اول تارك

میں گواہی دیتا ہوں کہ اللہ تعالیٰ حق ہے اور میں پتھروں سے بنے ہوئے بتوں کو سب سے پہلے چھوڑنے والا ہوں۔

وشمرت عن ساقی الا زار مھا جراً　　　اجرب الیك الوعث بعد الد كادك

اور میں نے اپنی پنڈلی سے لنگی کو اوپر چڑھا لیا اور ہجرت کرتا ہوا جا رہا ہوں۔ (یا رسول اللہ) آپ تک پہنچنے کے لئے دشوار گزار راستوں کو اور سخت زمینوں کو طے کر رہا ہوں۔

لا صحب خیر الناس نفساً ووالداً　　　رسول ملیك الناس فوق الحبائك

(میں یہ ساری مشقت اس لئے اٹھا رہا ہوں (تاکہ میں اس ذات کی صحبت میں رہا کروں جو خود بھی لوگوں میں سب سے بہتر ہیں اور ان کا خاندان بھی اور جو اس اللہ کے رسول ہیں جو تمام انسانوں کا بادشاہ ہے اور آسمانوں کے اوپر ہے۔

حضورؐ نے (اشعار سن کر) کہا شاباش اے عمرو بن مرہ! پھر میں نے کہا میرے ماں باپ آپ پر قربان ہوں۔ آپ مجھے میری قوم کی طرف بھیج دیں ہو سکتا ہے کہ اللہ تعالیٰ ان پر بھی میرے ذریعہ سے فضل فرمادے جیسے آپ کے ذریعے سے مجھ پر فضل فرمایا۔ چنانچہ آپ نے مجھے بھیج دیا اور یہ ہدایات دیں کہ نرمی سے پیش آنا اور صحیح اور سیدھی بات کہنا۔ سخت کلامی اور بد خلقی سے پیش نہ آنا اور تکبر اور حسد نہ کرنا۔ میں اپنی قوم کے پاس آیا اور میں نے کہا اے بنی

رفاعہ !بلکہ اے قبیلہ جہینہ ! میں تمہاری طرف اللہ کے رسول (ﷺ) کا قاصد ہوں اور تمہیں اسلام کی دعوت دیتا ہوں اور میں تمہیں اس بات کا حکم دیتا ہوں کہ تم خون کی حفاظت کرو اور صلہ رحمی کرو اور ایک اللہ کی عبادت کرو اور بتوں کو چھوڑ دو۔ اور بیت اللہ کا حج کرو اور بارہ مہینوں میں سے رمضان کے ایک مہینے کے روزے رکھو۔ جو مان لے گا اسے جنت ملے گی جو نافرمانی کرے گا وہ دوزخ کی آگ میں جائے گا۔ اے قبیلہ جہینہ !اللہ تعالیٰ نے تمہیں عربوں میں سے بہترین قبیلہ بنایا ہے اور جو بری باتیں عرب کے دوسرے قبیلوں کو اچھی لگتی تھیں اللہ تعالیٰ نے زمانہ جاہلیت میں بھی تمہارے دلوں میں ان کی نفرت ڈالی ہوئی تھی کیونکہ وہ دوسرے قبیلے دو بہنوں سے اکٹھی شادی کر لیتے تھے اور شہر حرام میں جنگ کر لیتے تھے اور اپنے باپ کی بیوی سے بعد میں نکاح کر لیتے تھے۔ بنی لوی بن غالب !اللہ کے بھیجے ہوئے اس نبی کی بات مان لو۔ دنیا کی شرافت اور آخرت کی بزرگی ملے گی۔ حضرت عمرو فرماتے ہیں میری قوم میں سے کوئی میرے پاس نہ آیا۔ صرف ایک آدمی نے آکر یہ کہا اے عمرو بن مرہ !اللہ تیری زندگی کو تلخ کرے۔ کیا تم ہمیں اس بات کا حکم دیتے ہو کہ ہم اپنے معبودوں کو چھوڑ دیں اور ہم اپنا شیرازہ بکھیر دیں اور ہم اپنے ان آباؤاجداد کے دین کی مخالفت کریں جو عمدہ اور بلند اخلاق والے تھے۔ یہ تہامہ کا رہنے والا قریشی (علیہ السلام) ہمیں کس چیز کی دعوت دیتا ہے ؟نہ ہمیں اس سے محبت ہے اور نہ ہم اس کی بزرگی تسلیم کرتے ہیں پھر وہ خبیث یہ شعر (نعوذ باللہ) پڑھنے لگا۔

ان ابن مرة قداتی بمقالة   لیست مقالة من یرید صلاحاً

لن مرہ ایسی بات لے کر آیا ہے جو اس آدمی کی بات نہیں ہو سکتی ہے جو چاہتا ہے کہ حالات درست ہو جائیں۔

انی لا حسب قوله وفعاله   یوماً وان طال الزمان ذباحاً

میں یہ سمجھتا ہوں کہ لن مرہ کا قول و فعل ایک نہ ایک دن ضرور گلے کا چھچھوندر بن کر رہے گا چاہے اس میں کچھ دیر لگے۔

لیسفّه الا شیاخ ممن قد مضی   من رام ذلك لا اصاب فلاحاً

وہ ہمارے گزرے ہوئے اسلاف کو بے وقوف ثابت کرتا ہے۔ جو ایسا کرنا چاہتا ہے وہ کبھی کامیاب نہیں ہو سکتا ہے۔

حضرت عمرو بن مرہ فرماتے ہیں کہ میں نے کہا ہم دونوں میں سے جو جھوٹا ہو خدا اس کی زندگی کو تلخ کر دے اور اس کی زبان کو گونگا اور آنکھوں کو اندھا کر دے۔ راوی کہتے ہیں کہ اللہ

کی قسم مرنے سے پہلے ہی اس آدمی کے سارے دانت گر چکے تھے اور وہ اندھا ہو چکا تھا اور اس کی عقل خراب ہو چکی تھی اور اسے کسی کھانے میں ذائقہ محسوس نہیں ہوتا تھا۔ چنانچہ حضرت عمرو اپنی قوم کے مسلمانوں کو لے کر حضورؐ کی خدمت میں حاضر ہوئے۔ حضورؐ نے ان کا بڑا استقبال کیا اور ان کو درازی عمر کی دعا دی اور ان کو ایک خط لکھ کر دیا جس کا مضمون یہ ہے۔

بسم اللّٰہ الرحمٰن الرحیم

"یہ اللہ عزیز کی جانب سے ان کے رسول کی زبانی خط ہے جو رسول سچے حق کو اور حق بتانے والی کتاب کو لے کر آئے۔ یہ خط عمرو بن مرہ کے ہاتھ جہینہ بن زید قبیلہ کے نام بھیجا جا رہا ہے۔ سارا نشیبی اور ہموار علاقہ اور وادیوں کا نیچے اور اوپر کا علاقہ سب تمہارا ہے۔ جہاں چاہو اپنے جانور چراؤ اور اس کا پانی استعمال کرو شرط یہ ہے کہ (مال غنیمت کا) پانچواں حصہ دیتے رہو اور پانچ نمازیں پڑھتے رہو۔ بھیڑ بکریوں کے دو ریوڑ اگر یکجا کر دیئے جائیں (اور ان کی تعداد ایک سو بیس سے زائد اور دو سو سے کم ہو تو زکوۃ میں دو بکریاں دی جائیں گی اور اگر الگ الگ ریوڑ ہو (اور ہر ریوڑ میں چالیس یا اس سے زیادہ بکریاں ہوں) تو ہر ایک میں سے ایک ایک بکری دی جائے گی۔ زراعت کا کام آنے والے اور پانی نکالنے والے جانوروں پر زکوۃ نہیں ہے۔ اللہ تعالیٰ اور تمام حاضر مسلمان ہمارے اس معاہدہ پر گواہ ہیں۔ بقلم قیس بن شماس"۔[1]

حضرت عروہ بن مسعودؓ کا قبیلہ ثقیف کو دعوت دینا

حضرت عروہ بن زبیرؒ کہتے ہیں جب لوگوں نے ۹ھ میں حج کی تیاری شروع کی تو حضرت عروہ بن مسعودؓ حضور ﷺ کی خدمت میں مسلمان ہو کر حاضر ہوئے اور حضورؐ سے اس بات کی اجازت چاہی کہ اپنی قوم کے پاس واپس چلے جائیں۔ حضورؐ نے فرمایا مجھے ڈر ہے کہ وہ تمہیں کہیں قتل نہ کر دیں انہوں نے کہا (وہ میرا اتنا احترام کرتے ہیں کہ) اگر وہ میرے پاس آئیں اور میں سو رہا ہوں تو وہ مجھے جگاتے نہیں ہیں۔ چنانچہ حضورؐ نے ان کو اجازت دے دی۔ وہ مسلمان ہو کر اپنی قوم کے پاس واپس عشاء کے وقت پہنچے۔ سارا قبیلہ انہیں سلام کرنے آیا۔ انہوں نے ان سب کو اسلام کی دعوت دی۔ قوم نے ان پر طرح طرح کے الزام تراشے اور انہیں غصہ دلایا اور انہیں بہت سی ناگوار باتیں سنائیں پھر انہیں شہید کر ڈالا چنانچہ

---

[1] اخرجه الرويانى وابن عساكر كذافى كنز العمال (ج ۷ ص ٦٤) واخرجه ايضاً ابو نعيم بطوله كما فى البداية (ج ۲ ص ۳۵۱) والطبرانى بطوله كما فى المجمع (ج ۸ ص ۲٤٤)

حضور ﷺ نے (یہ خبر سن کر) فرمایا۔ عروہ بھی ان (حبیب نجار) جیسے ہیں جن کا تذکرہ سورت یٰسین میں ہے کہ انہوں نے اپنی قوم کو اللہ کی طرف دعوت دی انہوں نے ان کو شہید کر دیا۔[1] بہت سے اہل علم اس قصہ کو تفصیل سے ذکر کرتے ہیں اور اس میں یہ ہے کہ حضرت عروہؓ عشاء کے وقت طائف پہنچے اور اپنے گھر میں داخل ہوئے۔ قبیلہ ثقیف نے آکر ان کو جاہلیت کے طریقہ پر سلام کیا۔ انہوں نے لوگوں کو اس سلام سے روکا۔ اور ان سے کہا تم جنت والوں کے طریقہ پر سلام کرو اور السلام علیکم ورحمتہ اللہ وبرکاتہ کہو۔ قوم نے ان کو طرح طرح سے ستایا اور ان کو بے عزت کیا لیکن یہ برداشت کرتے رہے۔ قوم کے لوگ ان کے پاس سے جاکر ان کے بارے میں مشورہ کرتے رہے یہاں تک کہ صبح صادق ہوگئی۔ حضرت عروہ نے بالاخانہ پر چڑھ کر فجر کی اذان دی۔ قبیلہ ثقیف کے لوگ ہر طرف سے نکل آئے۔ بنو مالک کے اوس بن عوف نامی آدمی نے ان کو ایسا تیر مارا جو ان کی شہ رگ میں لگا اور اس شہ رگ کا خون نہ رکا تو غیلان بن سلمہ اور کنانہ بن عبد یا لیل اور حکم بن عمرو اور بنو احلاف کے دیگر ممتاز سرداروں نے کھڑے ہو کر ہتھیار پہن لئے اور جمع ہوگئے اور یوں کہا یا تو ہم سارے مر جائیں گے یا عروہ بن مسعود کے بدلہ میں بنو مالک کے دس سرداروں کو قتل کر دیں گے۔ حضرت عروہ بن مسعود نے جب یہ منظر دیکھا تو کہا میری وجہ سے تم کسی کو قتل نہ کرو۔ میں نے اپنا خون اپنے قاتل کو اس لئے معاف کر دیا تاکہ اس سے تمہاری صلح باقی رہے۔ یہ میرا قتل تو اللہ تعالیٰ کا مجھ پر خاص انعام ہے اور اس نے مجھے شہادت کا مرتبہ عطا فرمایا ہے اور میں اس بات کی گواہی دیتا ہوں کہ محمد ﷺ اللہ کے رسول ہیں۔ انہوں نے مجھے بتایا تھا کہ تم مجھے قتل کر دو گے پھر انہوں نے اپنے خاندان والوں کو بلا کر کہا جب میں مر جاؤں تو مجھے ان شہیدوں کے ساتھ دفن کرنا جو حضورؐ کے ساتھ تمہارے ہاں جانے سے پہلے شہید ہوئے چنانچہ ان کا انتقال ہو گیا اور ان کے خاندان والوں نے ان کو ان ہی شہید صحابہ کے ساتھ دفن کیا۔ حضور ﷺ کو ان کے قتل کی خبر پہنچی تو فرمایا کہ عروہ بھی۔۔۔۔ آگے پچھلی حدیث جیسا مضمون ہے۔[2] قبیلہ ثقیف کے مسلمان ہونے کا قصہ صفحہ ۲۲۰ پر حضور ﷺ کے ان اخلاق و اعمال کے قصوں میں گزر چکا ہے جن کی وجہ سے لوگوں کو ہدایت ملتی تھی۔

---

[1] اخرجه الطبرانی قال الهیثمی (ج ۹ ص ۳۸٦) رواه الطبرانی وردی عن الزهری نحوه وكلاهم مرسل واسنادهما حسن واخرجه الحاكم (ج ۳ ص ٦١٦) بمعناه.

[2] اخرجه ابن سعد (ج ۵ ص ۳٦۹) عن الواقدی عن عبداللّٰه بن یحیی

حضرت طفیل بن عمرو دوسی کا اپنی قوم کو دعوت دینا

محمد بن اسحاق کہتے ہیں کہ حضور ﷺ اپنی قوم کی طرف سے سخت رویہ دیکھنے کے باوجود ان کی خیر خواہی کی پوری کوشش کرتے رہتے اور دنیا اور آخرت کی جس مصیبت میں وہ گرفتار تھے اس سے نجات پانے کی ان کو دعوت دیتے تھے جب اللہ تعالیٰ نے قریش سے حضورؐ کی پوری حفاظت فرمادی تو انہوں نے یہ رویہ اختیار کیا کہ لوگوں کو اور باہر سے آنے والے عربوں کو ڈرا کر حضورؐ سے ملنے سے روکتے۔ حضرت طفیل بن عمرو دوسیؓ بیان کرتے ہیں کہ وہ مکہ گئے اور حضور ﷺ وہاں ہی تھے۔ حضرت طفیل بہت معزز اور بڑے شاعر اور بڑے سمجھدار تھے۔ قریش کے چند آدمی ان کے پاس آئے اور ان سے کہا اے طفیل! آپ ہمارے شہر میں آئے ہیں یہ آدمی جو ہمارے درمیان رہتا ہے اس نے ہمیں بڑی مشکل میں ڈال دیا ہے۔ ہماری جماعت میں پھوٹ ڈال دی ہے۔ اس کی بات تو جادو کی طرح اثر رکھتی ہے۔ یہ باپ بیٹے میں اور بھائی بھائی میں اور میاں بیوی میں جدائی پیدا کر دیتا ہے۔ ہمیں خطرہ ہے کہ جو پریشانیاں ہم پر آگئی ہیں کہیں وہ آپ پر اور آپ کی قوم پر نہ آجائیں لہذا آپ نہ تو اس سے بات کریں اور نہ اس کی کوئی بات سنیں۔ حضرت طفیل کہتے ہیں کہ انہوں نے مجھ پر اتنا اصرار کیا اور اتنا پیچھے پڑے کہ میں نے بھی طے کر لیا کہ میں نہ تو حضورؐ سے کوئی بات سنوں گا اور نہ ہی ان سے کوئی بات کروں گا یہاں تک کہ صبح کو جب میں مسجد کو جانے لگا تو کانوں میں روئی اس ڈر سے بھر لی کہ کہیں بلا ارادہ آپؐ کی کوئی بات میرے کان میں نہ پڑ جائے چنانچہ میں مسجد گیا تو حضورؐ کعبہ کے پاس کھڑے ہوئے نماز پڑھ رہے تھے۔ میں آپؐ کے قریب کھڑا ہو گیا۔ اس ساری احتیاط کے باوجود اللہ نے مجھے حضورؐ کے بعض الفاظ سنا ہی دیئے۔ مجھے وہ بہت اچھا کلام محسوس ہوا تو میں نے اپنے دل میں کہا میری ماں مجھے روئے، میں ایک سمجھدار اور شاعر آدمی ہوں۔ اچھے برے کلام میں تمیز کر لیتا ہوں۔ اس میں کیا حرج ہے کہ میں ان کی بات سنوں اگر اچھی ہوئی تو قبول کر لوں گا اور اگر بری ہوئی تو چھوڑ دوں گا۔ پھر میں وہاں انتظار میں بیٹھا رہا۔ یہاں تک کہ حضورؐ نماز سے فارغ ہو کر گھر میں داخل ہو گئے تو میں نے آپ کی خدمت میں حاضر ہو کر کہا اے محمد! آپؐ کی قوم نے مجھ سے ایسے ایسے کہا اور اللہ کی قسم! مجھے آپؐ سے اتنا ڈراتے رہے کہ میں نے اپنے کانوں میں روئی اچھی طرح سے بھر لی تا کہ آپ کی بات نہ سن سکوں لیکن اللہ تعالیٰ نے مجھے آپؐ کی بات سنا ہی دی۔ مجھے بہت اچھا کلام محسوس ہوا۔ آپ اپنی بات میرے سامنے پیش کریں۔ چنانچہ حضور ﷺ نے میرے سامنے اسلام کو پیش کیا اور مجھے قرآن پڑھ

کر سنایا۔ فرماتے ہیں اللہ کی قسم میں نے اس سے پہلے اس سے زیادہ عمدہ اور اس سے زیادہ انصاف والی بات نہیں سنی تھی چنانچہ میں کلمہ شہادت پڑھ کر مسلمان ہو گیا اور میں نے عرض کیا یا نبی اللہ! میری قوم میں میری چلتی ہے۔ میں ان کے پاس واپس جا کر انہیں اسلام کی دعوت دوں گا۔ آپ اللہ سے میرے لئے دعا کریں کہ اللہ تعالیٰ مجھے ایسی کوئی نشانی دے جس سے مجھے انہیں دعوت دینے میں مدد ملے۔ آپؐ نے یہ دعا فرمائی اے اللہ اس کو کوئی نشانی عطا فرما۔ چنانچہ میں اپنی قوم کی طرف چل پڑا۔ جب میں اس گھاٹی پر پہنچا جہاں سے میں اپنی آبادی والوں کو نظر آنے لگا تو میری دونوں آنکھوں کے درمیان چراغ کے مانند ایک چمکتا ہوا نور ظاہر ہوا میں نے دعا مانگی اے اللہ! اس نور کو میرے دل چہرے کے علاوہ کسی اور جگہ ظاہر کر دے کیونکہ مجھے خطرہ ہے کہ میری قوم والے (آنکھوں کے درمیان نور دیکھ کر) یہ سمجھیں گے کہ ان کے دین کو چھوڑنے کی وجہ سے میرا چہرہ بدل گیا ہے۔ چنانچہ وہ نور بدل کر میرے کوڑے کے سرے پر آ گیا جب میں گھاٹی سے آبادی کی طرف اتر رہا تھا تو آبادی والوں کو میرے کوڑے کا یہ نور لٹکے ہوئے قندیل کی طرح نظر آ رہا تھا جسے وہ ایک دوسرے کو دکھا رہے تھے۔ یہاں تک کہ میں ان کے پاس پہنچ گیا۔ جب میں سواری سے اترا تو میرے والد آئے جو کہ بہت بوڑھے ہو چکے تھے۔ میں نے ان سے کہا اے ابا جان! مجھ سے دور رہیں۔ آپ کا مجھ سے کوئی تعلق نہیں اور نہ میرا آپ سے۔ انہوں نے کہا اے میرے بیٹے کیوں؟ میں نے کہا کیونکہ میں مسلمان ہو چکا ہوں اور محمد ﷺ کا دین اختیار کر چکا ہوں۔ میرے والد نے کہا میرا دین بھی وہی ہے جو تمہارا دین ہے۔ پھر انہوں نے غسل کیا اور اپنے کپڑے پاک کیئے پھر میرے پاس آئے۔ میں نے ان پر اسلام پیش کیا وہ اسلام میں داخل ہو گئے پھر میری بیوی میرے پاس آئی میں نے اس سے کہا پرے ہٹ۔ میرا تم سے کوئی تعلق نہیں اور نہ تمہارا مجھ سے۔ اس نے کہا کیوں؟ میرے ماں باپ آپ پر قربان ہوں۔ میں نے کہا اسلام کی وجہ سے میرے اور تیرے درمیان جدائی ہو گئی ہے چنانچہ وہ بھی مسلمان ہو گئی۔ پھر میں اپنے قبیلہ دوس کو اسلام کی دعوت دیتا رہا (لیکن وہ انکار کرتے رہے) اور انہوں نے بہت دیر کر دی۔ آخر میں نے حضورؐ کی خدمت میں مکہ حاضر ہو کر کہا یا نبی اللہ! قبیلہ دوس نے مجھے ہرا دیا (میں نے انہیں بہت دعوت دی لیکن وہ ایمان نہ لائے) آپؐ ان کے لئے بد دعا کر دیں۔ آپؐ نے (بجائے بد دعا کرنے کے) ان کے لئے دعا فرمائی کہ اے اللہ! دوس کو ہدایت دے دے (اور مجھ سے فرمایا) اپنی قوم میں واپس جاؤ اور ان کو دعوت دیتے رہو۔ لیکن ان کے ساتھ نرمی سے پیش آؤ چنانچہ میں واپس آیا اور قبیلہ دوس میں ٹھہر کر ان کو اسلام کی دعوت دیتا رہا یہاں تک کہ

حضورؐ ہجرت فرما کر مدینہ تشریف لے گئے اور بدر اور احد اور خندق کے غزوات بھی ہو گئے۔ پھر میں اپنی قوم کے مسلمانوں کو ساتھ لے کر حضورؐ کی خدمت میں آیا اور اس وقت حضورؐ خیبر گئے ہوئے تھے۔ میں دوس کے ستر یا اسی گھرانوں کو لے کر مدینہ پہنچا۔[1]

حضرت ابن عباسؓ حضرت طفیل بن عمروؓ کے اسلام لانے اور ان کے اپنے والد اور بیوی اور اپنی قوم کو دعوت دینے اور ان کے مکہ آنے کے قصے کو تفصیل سے ذکر کرتے ہیں اور اس میں یہ اضافہ بھی ہے کہ ان کو حضورؐ نے ذوالکفین بت کے جلانے کے لئے بھیجا تھا اور یہ یمامہ بھی گئے تھے اور اس بارے میں انہوں نے خواب بھی دیکھا تھا اور غزوہ یمامہ میں یہ شہید ہو گئے تھے۔[2] اصابہ میں ابو الفرج اصبہانی کے واسطہ سے ابن کلبی کی یہ روایت ہے کہ حضرت طفیل جب مکہ آئے تو ان سے قریش کے کچھ لوگوں نے حضور ﷺ کی دعوت کا تذکرہ کیا اور ان سے یہ بھی کہا کہ وہ حضورؐ کا امتحان لے کر دیکھیں چنانچہ انہوں نے حضورؐ کے پاس جا کر اپنے شعر پڑھ کر سنائے حضورؐ نے سورت اخلاص اور معوذتین پڑھ کر سنائیں یہ فوراً مسلمان ہو گئے اور اپنی قوم کے پاس واپس چلے گئے۔ پھر کوڑے میں نور کے ظاہر ہونے کا قصہ بھی ذکر کیا۔ انہوں نے اپنی قوم کو دعوت دی جن میں سے صرف حضرت ابو ہریرہؓ نے ان کی دعوت کو قبول کیا۔ اس کے بعد انہوں نے حضورؐ کی خدمت میں حاضر ہو کر عرض کیا، کیا آپ چاہتے ہیں کہ آپ کو دوس کی زمین مل جائے جو کہ مضبوط اور محفوظ قلعہ ہے؟ (یعنی حملہ کر کے اس پر قبضہ کر لیں یا ان کے لئے بددعا کریں لیکن) حضورؐ نے دوس کی ہدایت کی دعا فرما دی، تو حضرت طفیل نے حضورؐ سے کہا میں تو (ان کی ہدایت کی) یہ (دعا) نہیں چاہتا تھا۔ حضورؐ نے فرمایا ان میں تیرے جیسے بہت سارے ہیں۔ راوی کہتے ہیں کہ حضرت جندب بن عمرو بن حممہ بن عوف دوسیؓ زمانہ جاہلیت میں کہا کرتے تھے کہ اس مخلوق کا کوئی نہ کوئی خالق ضرور ہے لیکن وہ کون ہے؟ یہ میں نہیں جانتا جب انہوں نے حضورؐ کی خبر سنی تو اپنی قوم کے ۷۵ آدمیوں کو لے کر چل پڑے اور (حضورؐ کی خدمت میں حاضر ہو کر) خود بھی مسلمان ہوئے اور ان کے ساتھی بھی مسلمان ہوئے حضرت ابو ہریرہ فرماتے ہیں کہ حضرت جندب

---

[1] اخرجه ابو نعیم فی الدلائل (ص ۷۸) وذکره فی البدایة (ج ۳ص ۱۰۰) عن ابن اسحاق مع زیادة یسیرة قال فی الاصابة (ج ۲ص ۲۲۵) ذکر ها ابن اسحاق فی سائر النسخ بلا اسناد وروی فی نسخه من المغاذی من طریق صالح بن کیسان عن الطفیل بن عمرو فی قصة اسلامه خبراً طویلا واخرجه ابن سعد(ج ٤ ص ۲۳۷) ایضاً مطولاً من وجه آخر وکذلك الاموی عن ابن الکلبی باسناد آخر انتهی مختصرا [2] وقد ساق ابن عبدالبر فی الاستیعاب (ج ۲ ص ۲۳۲) طریق الاموی عن ابن الکلبی عن ابی صالح

ایک ایک آدمی کو (حضورؐ کی خدمت میں مسلمان ہونے کے لیئے) پیش کرتے جاتے تھے۔
حضرت علیؓ کا قبیلہ ہمدان کو دعوت دینا صفحہ ۱۳۲ پر اور حضرت خالد بن ولیدؓ کا بنو حارث بن کعب کو دعوت دینا صفحہ ۱۳۲ پر اور حضرت ابو امامہؓ کا اپنی قوم کو دعوت دینا صفحہ ۱۲۸ پر گزر چکا ہے۔

حضرات صحابہ کرامؓ کا افراد اور جماعتوں کو دعوت کیلئے بھیجنا

حضرت ہشام بن عاص اموی فرماتے ہیں کہ مجھے اور ایک آدمی کو روم کے بادشاہ ہرقل کے پاس اسلام کی دعوت دینے کے لئے بھیجا گیا۔ یہاں تک کہ ہم غوطہ یعنی دمشق پہنچے۔ جبلہ بن ایہم غسانی کے پاس ہمارا قیام ہوا چنانچہ ہم اس کے پاس گئے تو وہ اپنے تخت پر بیٹھا ہوا تھا۔ اس نے اپنا قاصد ہمارے پاس بھیجا تاکہ ہم اس قاصد سے بات کریں۔ ہم نے کہا اللہ کی قسم ہم کسی قاصد سے بات نہیں کریں گے۔ ہمیں تو بادشاہ کے پاس بھیجا گیا ہے اگر وہ ہمیں اجازت دے تو ہم اس سے بات کریں گے۔ ورنہ ہم قاصد سے بات نہیں کریں گے چنانچہ قاصد نے واپس جاکر ان کو یہ بتایا تو اس نے ہمیں اپنے پاس آنے کی اجازت دی۔ (چنانچہ ہم اس کے پاس گئے تو) اس نے کہا کہو کیا کہنا چاہتے ہو؟ تو حضرت ہشام بن عاص نے ان سے گفتگو شروع کی اور اسے اسلام کی دعوت دی وہ کالے کپڑے پہنے ہوئے تھا۔ حضرت ہشام نے اس سے پوچھا یہ کالے کپڑے کیوں پہن رکھے ہیں؟ اس نے کہا یہ کالے کپڑے پہن کر میں نے قسم کھائی کہ جب تک تمہیں شام سے نہ نکال دوں ان کو نہ اتاروں گا۔ ہم نے کہا اللہ کی قسم! تمہارا یہ دربار جہاں تم بیٹھے ہوئے ہو یہ بھی ہم تم سے ضرور لے لیں گے اور انشاء اللہ (تمہارے بادشاہ (ہرقل کا ملک (روم) بھی ضرور لے لیں گے کیونکہ ہمیں اس کی خبر ہمارے نبی حضرت محمد ﷺ نے دی ہے۔ اس نے کہا تم وہ لوگ نہیں ہو جو یہ فتح کریں گے بلکہ یہ تو وہ لوگ ہوں گے جو دن کو روزہ رکھیں گے اور رات کو عبادت کریں گے۔ آگے لمبی حدیث ہے جیسے تائیدات غیبیہ کے باب میں آئے گی۔[1]

حضرت موسیٰ بن عقبہ فرماتے ہیں کہ حضرت ہشام بن عاص اور حضرت نعیم بن عبداللہ اور ایک اور صحابیؓ جن کا نام راوی نے ذکر کیا تھا یہ تینوں حضرت ابو بکرؓ کے زمانہ خلافت میں شاہ روم کے پاس بھیجے گئے۔ فرماتے ہیں کہ ہم جبلہ بن ایہم کے پاس گئے وہ غوطہ میں تھا۔ اس

---

[1] اخرجه البیهقی فی الدلائل عن ابی امامة الباهلی واخرجه الحاکم ایضاً بطوله کما فی التفسیر لابن کثیر (ج ۲ ص ۲۵۱) بنحوه

نے کالے کپڑے پہن رکھے تھے اور اس کے چاروں طرف ہر چیز کالی تھی۔ اس نے کہا اے ہشام! بات کرو۔ چنانچہ حضرت ہشام نے اس سے بات کی اور اسے اللہ کی طرف دعوت دی۔ اس کے بعد کی تفصیل انشاء اللہ آگے آئے گی۔

حضرات صحابہ کرامؓ کا اللہ تعالیٰ کی طرف اور اسلام میں داخل ہونے کی طرف دعوت دینے کیلئے خطوط بھیجنا

حضرت زیاد بن حارثؓ کا اپنی قوم کے نام خط

حضرت زیاد بن حارث صدائیؓ فرماتے ہیں کہ میں حضور ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوا اور اسلام پر آپؐ سے بیعت ہوا۔ مجھے پتہ چلا کہ حضورؐ نے ایک لشکر میری قوم کی طرف بھیجا ہے۔ میں نے عرض کیا یا رسول اللہ! آپؐ لشکر واپس بلا لیں میں اس بات کی ذمہ داری لیتا ہوں کہ میری قوم مسلمان بھی ہو جائے گی اور آپ کی اطاعت بھی کرے گی۔ آپؐ نے فرمایا تم جاؤ اور اس لشکر کو واپس بلا لاؤ۔ میں نے کہا یا رسول اللہ! میری سواری تھکی ہوئی ہے۔ حضورؐ نے ایک آدمی کو بھیج کر لشکر واپس بلوا لیا میں نے اپنی قوم کو خط لکھا۔ وہ مسلمان ہو گئے اور ان کا ایک وفد یہ خبر لے کر حضورؐ کی خدمت میں آیا۔ آپؐ نے مجھ سے فرمایا اے صدائی بھائی! واقعی تمہاری قوم تمہاری بات مانتی ہے۔ میں نے کہا (اس میں میرا کمال نہیں ہے) بلکہ اللہ تعالےٰ نے ان کو اسلام کی ہدایت دی ہے۔ آپؐ نے فرمایا کیا میں تمہیں ان کا امیر نہ بنادوں؟ میں نے کہا بنا دیں یا رسول اللہ! چنانچہ حضورؐ نے میری امارت کے بارے میں مجھے ایک خط لکھ کر دیا۔ میں نے کہا یا رسول اللہ! ان کے صدقات میں سے میرے لئے کچھ حصہ مقرر کر دیں۔ آپؐ نے فرمایا اچھا۔ اور اس بارے میں مجھے ایک اور خط لکھ کر دیا۔ یہ سارا واقعہ ایک سفر میں پیش آیا تھا پھر حضور ﷺ نے ایک جگہ پڑاؤ ڈالا۔ اس جگہ والوں نے آکر اپنے عامل صدقات کے متعلق آپؐ سے شکایت کی اور کہا کہ ہمارے اور اس کی قوم کے درمیان زمانہ جاہلیت میں کچھ (جھگڑا) تھا جس کی وجہ سے اس نے ہمارے ساتھ سختی کی ہے۔ آپؐ نے فرمایا اچھا اس نے ایسا کیا ہے؟ انہوں نے کہا جی ہاں۔ آپؐ نے اپنے صحابہؓ کو مخاطب کرتے ہوئے فرمایا اور میں بھی ان میں تھا کہ مومن آدمی کے لئے امیر بننے میں کوئی خیر نہیں۔ حضورؐ کی یہ بات میرے دل میں بیٹھ گئی۔ پھر آپؐ کے پاس ایک اور آدمی نے آکر کہا مجھے کچھ دے دیں۔ آپؐ نے فرمایا جو آدمی غنی ہو کر پھر لوگوں سے مانگتا ہے تو یہ مانگنا اس کے سر کا درد اور پیٹ کی

بیماری بن کر رہے گا۔ اس آدمی نے کہا مجھے صدقات میں سے دے دیں۔ حضورؐ نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ نے صدقات کی تقسیم کے بارے میں نبی اور اس کے علاوہ کسی اور سے فیصلہ نہیں کروایا بلکہ اس بارے میں خود فیصلہ کیا ہے اور آٹھ قسم کے انسانوں میں صدقات کا مال تقسیم کرنے کا حکم دیا ہے۔ اگر تم ان آٹھ قسم کے انسانوں میں سے ہوئے تو میں تمہیں دے دوں گا تو میرے دل میں یہ بات بھی بیٹھ گئی اور مجھے خیال آیا کہ میں غنی ہوں اور میں نے حضورؐ سے صدقات میں سے مانگا ہے۔ آگے لمبی حدیث ہے جس میں یہ بھی ہے کہ جب حضورؐ نماز سے فارغ ہوئے تو میں آپؐ کے دونوں خط لے کر آپؐ کی خدمت میں آیا اور میں نے کہا یارسول اللہ! مجھے ان دونوں باتوں سے معافی دے دیں۔ آپؐ نے فرمایا تمہیں کیا ہوا؟ میں نے کہا یارسول اللہ! میں نے آپ کو یہ کہتے ہوئے سنا ہے کہ مومن آدمی کے لئے امیر بننے میں کوئی خیر نہیں ہے اور میں اللہ و رسول پر ایمان رکھتا ہوں اور میں نے آپؐ کو سائل سے یہ کہتے ہوئے سنا ہے کہ جو آدمی غنی ہو کر پھر لوگوں سے مانگتا ہے تو مانگنا اس کے سر کا درد اور پیٹ کی بیماری بن کر رہے گا اور میں غنی تھا پھر بھی میں نے آپؐ سے سوال کیا۔ آپؐ نے فرمایا بات تو وہی ہے اگر تم چاہو تو یہ خط رکھ لو اور چاہو تو واپس کر دو۔ میں نے کہا میں تو واپس کرتا ہوں۔ آپؐ نے مجھ سے فرمایا مجھے کوئی ایسا آدمی بتاؤ جسے تم سب کا امیر بنادوں۔ آنے والے وفد میں سے میں نے ایک کا نام بتایا۔ حضورؐ نے اسے ان کا امیر بنادیا۔[1]

حضرت بجیر بن زہیر بن ابی سلمیٰؓ کا اپنے بھائی کعب کے نام خط

حضرت عبدالرحمٰن بن کعب فرماتے ہیں کہ حضرت کعب بن زہیرؓ اور حضرت بجیر بن زہیرؓ دونوں سفر میں روانہ ہوئے۔ ابرق العزاف چشمہ پر پہنچ کر حضرت بجیرؓ نے حضرت کعب سے کہا تم اسی جگہ ان جانوروں کے ساتھ رہو۔ میں ذرا اس آدمی یعنی حضور ﷺ کے پاس جا کر سنتا ہوں کہ وہ کیا کہتے ہیں؟ چنانچہ حضرت کعب وہیں ٹھہر گئے اور حضرت بجیر حضورؐ کی خدمت میں حاضر ہو گئے آپؐ نے ان کے سامنے اسلام کو پیش کیا وہ مسلمان ہو گئے جب یہ خبر کعب کو پہنچی تو انہوں نے (مخالفت میں) یہ اشعار کہے۔

الا ابلغا عنی بجیراً رسالة   علی ای شی ویب غیرك دلکا

---

[1] اخرجه البیهقی کذافی البدایة (ج ۵ ص ۸۳) واخرجه ایضاً بطوله البغوی وابن عساکر وقال هذا حدیث حسن کما فی الکنز (ج ۷ ص ۳۸) واخرجه احمد ایضاً بطوله کما فی الاصابة (ج ۱ ص ۵۵۷) واخرجه الطبرانی ایضاً بطوله قال الهیثمی (ج ۵ ص ۲۰۴) وفیه عبدالرحمن بن زیاد بن انعم وهو ضعیف وقد وثقه احمد بن صالح ورد علی من تکلم فیه وبقیة رجاله ثقات

خبردار ! اے میرے دونوں ساتھیو! میری طرف سے بجیر کو یہ پیغام پہنچا دو کہ تیرے غیر کا ناس ہو اس نے تجھے کس راستہ پر ڈال دیا (غیر سے حضرت ابو بکر مراد ہیں)

علی خلق لم تلف اماً ولا اباً علیه ولم تدرك علیه اخاً لكا

ایسے اخلاق پر تمہیں ڈال دیا ہے جن پر نہ تمہارے ماں باپ ہیں اور نہ تمہارے بھائی

سقاك ابو بكر بكاس رديئة وانهلك المامور منها وعلكا

ابو بکر نے تمہیں ایک خراب پیالہ پلایا ہے اور اس غلام نے تمہیں بار بار پلا کر سیراب کیا ہے۔

جب یہ اشعار حضورؐ تک پہنچے تو حضورؐ نے کعب کے خون کو مباح کر دیا اور فرمایا جسے کعب جہاں بھی ملے وہ کعب کو قتل کر دے۔ حضرت بجیر نے یہ بات خط میں اپنے بھائی کو لکھی کہ حضورؐ نے اس کا خون مباح کر دیا ہے اور اس میں یہ بھی لکھا کہ تم اپنی جان بچاؤ اور میرا خیال یہ ہے کہ تم بچ نہیں سکتے۔ اس کے بعد ان کو یہ لکھا کہ آپ کو معلوم ہونا چاہئے کہ جو بھی حضورؐ کی خدمت میں آکر کلمہ شہادت :

اشهد ان لآ اله الا الله وان محمداً رسول الله . پڑھ لیتا ہے۔ حضورؐ اس کے کلمہ شہادت کو ضرور قبول کر لیتے ہیں (یعنی اسے مسلمان مان لیتے ہیں) لہذا جو نہی تمہیں میرا خط ملے مسلمان ہو کر آجاؤ۔ چنانچہ حضرت کعب (خط پڑھ کر) مسلمان ہو گئے۔ پھر دوسرا قصیدہ حضورؐ کی تعریف میں کہا۔ پھر (مدینہ) آئے اور حضورؐ کی مسجد کے دروازے پر اپنی سواری بٹھائی پھر مسجد میں داخل ہوئے اور اس وقت حضور ﷺ اپنے صحابہؓ کے بیچ میں ایسے بیٹھے ہوئے تھے جیسے دستر خوان بیچ میں ہوتا ہے۔ صحابہؓ حضورؐ کے ارد گرد حلقہ پر حلقہ بنائے ہوئے بیٹھے تھے کبھی آپؐ ایک طرف متوجہ ہو کر بات فرماتے اور کبھی دوسری طرف۔ حضرت کعب فرماتے ہیں میں نے مسجد کے دروازے پر اپنی سواری بٹھائی اور میں نے حلیہ مبارک سے ہی حضورؐ کو پہچان لیا۔ میں لوگوں کو پھلانگ کر آپ کی خدمت میں جا کر بیٹھ گیا اور اپنے اسلام کا اظہار کرتے ہوئے میں نے کہا۔

اشهدا ن لآ اله الا الله وانك رسول الله : یارسول اللہ میں اپنے لئے امن چاہتا ہوں۔ آپؐ نے فرمایا تم کون ہو؟ میں نے کہا کعب بن زہیر ہوں۔ آپ نے فرمایا تم ہی نے وہ اشعار کہے تھے؟ پھر حضرت ابو بکرؓ کی طرف متوجہ ہو کر فرمایا اے ابو بکر! اس نے کیسے کہا تھا؟ تو حضرت ابو بکر نے یہ شعر پڑھا :

سقاك ابو بكر بكاس رديئة وانهلك المامور منها وعلكا

ابو بکر نے تمہیں ایک خراب پیالہ پلایا ہے اور اس غلام نے تمہیں بار بار پلا کر سیراب کیا

ہے۔ میں نے کہا یا رسول اللہ! یہ شعر میں نے ایسے نہیں کہا تھا۔ آپ نے فرمایا تم نے کیسے کہا تھا؟ میں نے کہا میں نے تو یہ کہا تھا (الفاظ میں تھوڑی سی تبدیلی کر کے تعریف کا شعر بنا دیا)

سقاك ابو بكر بكاس روية وانهلك الما مون منها وعلكا

ابو بکر نے تمہیں ایک لبریز پیالہ پلایا ہے اور اس معتبر شخص نے تمہیں بار بار پلا کر سیراب کیا ہے۔ حضورؐ نے فرمایا اللہ کی قسم! (ابو بکر) واقعی معتبر شخص ہیں۔ پھر کعب نے اپنا قصیدہ آخر تک سنایا۔ آگے پورا قصیدہ ہے۔[1]

حضرت موسیٰ بن عقبہ کہتے ہیں کہ حضرت کعب بن زہیر نے مدینہ میں مسجد نبوی کے اندر حضور کو اپنا قصیدہ "بانت سعاد" پڑھ کر سنایا۔ جب وہ اپنے اس شعر پر پہنچے۔

ان الرسول لسيف يستضاء به وصارم من سيوف الله مسلول

بیشک رسول اللہ ﷺ ایک ایسی تلوار ہیں جس سے (ہدایت کی روشنی حاصل کی جاتی ہے اور آپؐ اللہ تعالیٰ کی تلواروں میں سے وہ تلوار ہیں جو خوب کاٹنے والی اور سونتی ہوئی ہے۔

فی فتية من قريش قال قائلهم ببطن مكة لما اسلموا زولوا

قریش کے چند نوجوان مسلمان ہو گئے تھے ان میں یہ رسولؐ بیٹھے ہوئے تھے تو ان میں سے مکہ میں ایک نوجوان نے کہا تھا (اے کافرو) سامنے سے ہٹ جاؤ۔

تو حضورؐ نے اپنی آستین سے مجمع کی طرف اشارہ کیا تاکہ لوگ اسے غور سے سنیں راوی کہتے ہیں حضرت بجیر بن زہیر نے اپنے بھائی کعب بن زہیر بن ابی سلمیٰ کو ایک خط لکھا تھا جس میں وہ اپنے بھائی کو ڈرا رہے تھے اور ان کو اسلام کی دعوت دے رہے تھے اور اس خط میں یہ اشعار بھی لکھے تھے۔

من مبلغ كعبا فهل لك فی التی تلوم عليها با طلاً وهی احزم

کعب کو میری جانب سے یہ پیغام کون پہنچائے گا کہ کیا اسے دین میں داخل ہونے کا شوق ہے جس کے بارے میں تو ناحق ملامت کرتا ہے۔ حالانکہ وہی دین زیادہ مضبوط اور قابل اعتماد ہے؟

الی اللّٰه لا العزی ولا اللات وحده فتنجو اذا كان النجاء وتسلم

اگر تم نجات حاصل کرنا چاہتے ہو تو لات و عزیٰ کو چھوڑ کر ایک اللہ کی طرف آجاؤ۔ نجات پالو گے اور محفوظ ہو جاؤ گے۔

لدی يوم لا ينجو وليس بمفلت من النار الا طا هر القلب مسلم

---

[1] اخرجه الحاكم (ج ۳ص ۵۷۹) عن ابراهيم بن المنذرا لحزامی عن الحجاج بن ذی الرقيبة بن عبدالرحمن بن كعب بن زهير بن ابی سلمی المزنی عن ابيه عن جده

تم اس دن نجات پالو گے جس دن پاک دل مسلمان کے علاوہ کوئی بھی نہ نجات پا سکے گا اور نہ آگ سے خلاصی حاصل کر سکے گا۔

فدین زهير وهو لا شي باطل ودين ابی سلمی علی محرم

(ہمارے والد) زہیر کا دین کچھ بھی نہیں ہے اور وہ باطل ہے اور (ہمارے دادا) ابو سلمی کا دین میرے لئے حرام ہے۔[1]

حضرت خالد بن ولیدؓ کا اہل فارس کے نام خط

حضرت ابو وائلؒ فرماتے ہیں کہ حضرت خالد بن ولیدؓ نے اہل فارس کو اسلام کی دعوت دینے کے لئے یہ خط لکھا:

بسم اللّٰہ الرحمٰن الرحیم

خالد بن ولید کی جانب سے رستم اور مہران اور فارس کے سرداروں کے نام۔

جس نے ہدایت کا اتباع کیا اس پر سلام ہو۔ امابعد ہم تمہیں اسلام کی دعوت دیتے ہیں۔ اگر تم اسلام لانے سے انکار کرتے ہو تو ماتحت ہو کر رعیت بن کر جزیہ دو اور اگر تم جزیہ دینے سے بھی انکار کرتے ہو تو میرے ساتھ ایک ایسی جماعت ہے جو اللہ کے راستہ کی موت کو ایسے ہی محبوب رکھتی ہے جیسے اہل فارس شراب کو۔ اور جس نے ہدایت کا اتباع کیا۔ اس پر سلام ہو۔[2]

حضرت شعبی فرماتے ہیں کہ مجھے بنو بقیلہ نے حضرت خالد بن ولیدؓ کا وہ خط پڑھوایا جو انہوں نے اہل مدائن کے نام لکھا تھا (اور وہ یہ ہے)

"خالد بن ولید کی جانب سے اہل فارس کے صوبہ داروں کے نام۔ جس نے ہدایت کا اتباع کیا

---

[1] اخرجه الحاكم ايضاً (ج ٣ص ٥٨٢) عن ابراهيم بن المنذر عن محمد بن فليح وقال الحاكم (ج ٣ص ٥٨٣) هذا حديث، له اسا نيد قد جمعها ابراهيم بن المنذر الحزامي فا ما حديث محمد بن فليح عن موى بن عقبة وحديث الحجاج بن ذى الرقيبة فا نهما صحيحان وقد ذكر هما محمد بن اسحاق القرشي في المغازى مختصراً فذكره با سناده الي ابن اسحاق واخرجه الطبراني ايضاً عن ابن اسحاق قال الهيثمي (ج ٩ص ٣٩٤) ورجاله الي ابن اسحاق ثقات انتهى واخرجه ايضاً ابن ابي عاصم في الا حادر المثاني عن يحى بن عمرو بن جريج عن ابراهيم بن للمنذر عن الحجاج فذكره بمعنى ما تقدم كما في الا صابة(ج ٣ص ٢٩٥) واخرجه ايضاً البيهقي عن ابن المنذر با سناده مثله كما في البداية(ج ٤ص ٣٧٢)

[2] اخرجه الطبراني قال الهيثمي (ج ٥ص ٣١٠) رواه الطبراني واسناده حسن او صحيح انتهى واخرجه الحاكم ايضاً في المستدرك (ج ٣ص ٢٩٩) عن ابى وائل بنحوه

اس پر سلام ہو۔ امابعد! تمام تعریفیں اس اللہ کیلئے ہیں جس نے تمہاری جمعیت کر بکھیر دیا اور تمہارا ملک چھین لیا اور تمہاری تدبیروں کو کمزور کر دیا (لکھنے کی اصل) بات یہ ہے کہ جو آدمی ہماری طرح نماز پڑھے گا اور ہمارے قبلہ کی طرف منہ کرے گا اور ہمارے ہاتھوں کا ذبح کیا ہوا جانور کھائے گا وہ مسلمان شمار کیا جائے گا اسے بھی وہ حقوق ملیں گے جو ہمیں حاصل ہیں۔ اور اس پر بھی وہ تمام ذمہ داریاں عائد ہوں گی جو ہم پر ہیں۔ امابعد! جب تمہارے پاس میرا یہ خط پہنچے تو میرے پاس گروی کی چیزیں بھیجو (تاکہ بات پکی ہو) اور اس بات کا یقین رکھو کہ ہم تمہاری تمام چیزوں کے ذمہ دار ہیں ورنہ اس ذات کی قسم جس کے علاوہ کوئی معبود نہیں ہے! میں تمہاری طرف ایسی جماعت بھیجوں گا جو موت سے ایسی محبت کرتے ہیں جیسی تم زندگی سے کرتے ہو"۔

جب اہل فارس کے صوبہ داروں نے یہ خط پڑھا تو ان کو بڑا تعجب ہوا۔ ۱۲ھ کا واقعہ ہے۔[1]

حضرت شعبی فرماتے ہیں کہ یمامہ کے رہنے والے زباذبہ کے والد ازاذبہ کے ساتھ ہرمز کے نکلنے سے پہلے حضرت خالدؓ نے ہرمز کو خط لکھا اور ان دنوں ہرمز سرحد کی کمان سنبھالے ہوئے تھا۔ خط کا مضمون یہ تھا۔

امابعد! تم اسلام لے آؤ محفوظ ہو جاؤ گے یا اپنے آپ کو اور اپنی قوم کو ذمی مان لو اور جزیہ دینے کا اقرار کر لو ورنہ اپنے کیئے پر تمہیں پچھتانا پڑے گا۔ میں تمہارے پاس ایسی جماعت لے کر آیا ہوں جن کو موت ایسی پیاری ہے جیسے تمہیں زندگی پیاری ہے۔[2]

ابن جریر نے ہی اپنی سند سے بیان کیا ہے کہ حضرت خالدؓ نے جب عراق کے سرسبز علاقہ کی دو جانبوں میں سے ایک جانب کو فتح کر لیا تو اہل حیرہ میں سے ایک آدمی کو بلایا اور اسے اہل فارس کے نام خط لکھ کر دیا۔ ان دنوں (ان کے بادشاہ) اردشیر کا انتقال ہوا تھا اس لئے تمام اہل فارس مدائن آئے ہوئے تھے۔ ایک جھنڈے تلے نہیں تھے بلکہ اپنا اپنا جھنڈا بلند کئے ہوئے تھے صرف بہمن جاذویہ کو ان لوگوں نے مقدمۃ الجیش دے کر بہر سیر شہر میں ٹھہرایا ہوا تھا۔ بہمن جاذویہ کے ساتھ ازاذبہ اور اس جیسے اور سردار بھی تھے۔ حضرت خالد نے صلوبا (شہر) سے ایک اور آدمی بھی بلایا اور ان دونوں کو دو خط لکھ کر دیئے۔ ایک خط خاص سرداروں کے نام۔ اور دوسرا عام سرداروں کے نام۔ دونوں قاصدوں میں سے ایک تو حیرہ کا مقامی باشندہ تھا اور دوسرا انبطی تھا (نبطی وہ عجمی لوگ ہیں جو عراق میں آباد ہو گئے تھے) حضرت خالد نے حیرہ والے قاصد سے پوچھا تمہارا کیا نام ہے؟ اس نے کہا مرہ (جس کا اردو میں ترجمہ تلخ

---

[1] اخرجه ابن جرير (ج ۲ ص ۵۵۳) عن مجالد.

[2] اخرجه ابن جرير في تاريخه ايضاً (ج ۲ ص ۵۵٤) عن المجالد

اور کڑوا ہے اس کے نام سے فال لیتے ہوئے) حضرت خالد نے کہا کہ یہ خط اہل فارس کے پاس لے جاؤ یا تو اللہ تعالیٰ ان کی زندگی کو تلخ کر دے گا یا وہ مسلمان ہو جائیں گے اور (اللہ تعالیٰ کی طرف) رجوع کر لیں گے اور صلوبا شہر والے (نبطی) قاصد سے حضرت خالد نے پوچھا تمہارا کیا نام ہے ؟ اس نے کہا ہر قیل (اس کے نام سے فال لیتے ہوئے) حضرت خالد نے کہا یہ کتاب لے جاؤ اور یہ دعا کی :

الھم ازھق نفو سھم.

ترجمہ :۔ اے اللہ اہل فارس کی جان نکال دے۔ ابن جریر کہتے ہیں۔ ان دونوں خطوں کا مضمون یہ ہے :

بسم اللّٰہ الرحمٰن الرحیم

خالد بن ولید کی جانب سے فارس کے راجاؤں کے نام۔ امابعد ! تمام تعریفیں اس اللہ کے لئے ہیں جس نے تمہارا نظام درہم برہم کر دیا اور تمہاری تدبیر کو کمزور کر دیا اور تمہارے شیرازہ کو بکھیر دیا۔ اور اگر وہ تمہارے ساتھ ایسا نہ کرتا تو تمہارے لئے بہت بڑا فتنہ ہوتا۔ تم ہمارے دین میں داخل ہو جاؤ ہم تمہیں تمہارے علاقہ میں رہنے دیں گے اور ہم تمہارے علاقہ میں سے گزر کر آگے کے علاقہ میں چلے جائیں گے۔ ہمارے دین میں خوشی داخل ہو جاؤ نہیں تو تمہیں مجبور ہو کر ایسی قوم کے ہاتھوں مغلوب ہو کر ہمارے دین کا ماتحت بننا پڑے گا جن کو موت ایسی پیاری ہے جیسے تمہیں زندگی۔

بسم اللّٰہ الرحمٰن الرحیم

خالد بن ولید کی جانب سے فارس کے صوبہ داروں کے نام امابعد۔ تم مسلمان ہو جاؤ محفوظ ہو جاؤ گے اور اگر مسلمان نہیں ہوتے تو ذمی بننا قبول کرو۔ اور جزیہ ادا کرو ورنہ میں تمہارے پاس ایسی قوم لے کر آیا ہوں جن کو موت ایسی پیاری ہے جیسے تمہیں شراب پینا۔[1]

حضور ﷺ کے زمانے میں صحابہ کرامؓ کا میدان جنگ میں دعوت دینا

حضرت مسلم بن حارث بن مسلم تمیمی فرماتے ہیں کہ مجھ سے میرے والد (حارث) نے یہ بیان کیا کہ حضور ﷺ نے ہمیں ایک جماعت میں بھیجا۔ جب ہم چھاپہ مارنے کی جگہ کے قریب پہنچے تو میں نے اپنے گھوڑے کو تیز دوڑا لیا اور اپنے ساتھیوں سے آگے چلا گیا تو تمام قبیلہ

[1] ذکرہ ابن جریر ایضاً (ج ۲ ص ۵۷۱)

والے روتے پیٹتے بستی سے باہر نکل آئے۔ میں نے ان سے کہا لا الٰہ الا اللہ کہہ لو محفوظ ہو جاؤ گے۔ چنانچہ ان لوگوں نے کلمہ پڑھ لیا۔ پھر میرے ساتھی بھی پہنچ گئے (انہیں جب یہ پتہ چلا تو) وہ مجھے ملامت کرنے لگے اور کہنے لگے کہ مال غنیمت ہمیں آسانی سے مل سکتا تھا لیکن تم نے ہمیں اس سے محروم کردیا (بہر حال) جب ہم واپس لوٹے تو ساتھیوں نے حضور ﷺ سے اس کا تذکرہ کیا۔ آپؐ نے مجھے بلا کر میرے اس عمل کی بڑی تحسین فرمائی اور فرمایا اللہ تعالیٰ نے تمہارے لئے ہر انسان کے بدلہ میں اتنا اتنا ثواب لکھ دیا ہے۔ عبدالرحمن راوی کہتے ہیں کہ مجھے وہ ثواب بھول گیا۔ پھر حضورؐ نے فرمایا میں تمہیں ایک تحریر لکھ کر دیتا ہوں۔ اور میرے بعد جو مسلمانوں کے امام ہوں گے ان کو تمہارے بارے میں وصیت کر دیتا ہوں۔ چنانچہ آپؐ نے وہ تحریر لکھوا کر اس پر مہر لگائی اور پھر مجھے دے دی اور مجھ سے فرمایا صبح کی نماز پڑھ کر کسی سے بات کرنے سے پہلے سات مرتبہ:۔

اللّٰھم اجرنی من النار۔ پڑھا کرو۔ اگر تم اس دن مر گئے تو اللہ تعالیٰ تمہارے لئے آگ سے پناہ لکھ دیں گے اور مغرب کی نماز پڑھ کر کسی سے بات کرنے سے پہلے اللّٰھم اجرنی من النار۔ سات مرتبہ پڑھا کرو۔ اگر تم اس رات مر گئے تو اللہ تعالیٰ تمہارے لئے آگ سے پناہ لکھ دیں گے۔ جب آپ کا انتقال ہو گیا تو میں نے وہ تحریر حضرت ابو بکرؓ کو دی انہوں نے اس کی مہر توڑ کر اسے پڑھا اور (حضورؐ کی تحریر کے مطابق) انہوں نے مجھے مال دیا اور پھر اس پر مہر لگادی پھر میں وہ تحریر لے کر حضرت عمرؓ کے (زمانے میں ان کے) پاس آیا۔ انہوں نے بھی ایسا ہی کیا پھر میں وہ تحریر لے کر حضرت عثمانؓ کے (زمانہ میں ان کے) پاس آیا۔ انہوں نے بھی ایسا ہی کیا۔ مسلم بن حارث فرماتے ہیں کہ حضرت عثمانؓ کے زمانہ خلافت میں حضرت حارث کا انتقال ہو گیا تو حضورؐ کی وہ تحریر ہمارے پاس تھی۔ یہاں تک کہ حضرت عمر بن عبدالعزیزؒ خلیفہ بنے۔ انہوں نے ہمارے علاقہ کے گورنر کو لکھا کہ مسلم بن حارث بن مسلم تمیمی کے والد حارث کو حضورؐ نے جو تحریر لکھ کر دی تھی۔ مسلم کو اس تحریر کے ساتھ میرے پاس بھیجو چنانچہ وہ تحریر لے کر میں ان کے پاس گیا۔ انہوں نے اسے پڑھا اور (حضورؐ کی تحریر کے مطابق) مجھے مال دیا اور اس پر مہر لگادی۔[1]

حضرت زہری کہتے کہ حضور ﷺ نے پندرہ آدمیوں کی جماعت میں حضرت کعب بن عمیر غفاریؓ کو بھیجا۔ جب یہ لوگ ملک شام کے مقام ذات اطلاح پہنچے تو انہوں نے وہاں

---

[1] اخرجه الحسن بن سفيان وابو نعيم عن عبدالرحمن بن حسان الكناني كذافي كنز العمال (ج۷ص ۲۸) والمنتخب (ج ۵ ص ۱۶۲)

کافروں کی بہت بڑی تعداد کو پایا۔ ان حضرات نے ان کافروں کو اسلام کی دعوت دی جسے انہوں نے قبول نہ کیا بلکہ انہوں نے تیر برسانے شروع کر دیئے۔ صحابہ نے یہ دیکھ کر ان سے بڑی سخت جنگ کی یہاں تک کہ وہ سب شہید ہو گئے۔ ان شہیدوں میں صرف ایک زخمی آدمی زندہ بچ گیا جو رات کے اندھیرے میں کسی طرح چل کر حضورؐ کی خدمت میں پہنچ گیا (جس نے حضور کو ساری کارگزاری سنائی اس پر) حضورؐ نے ان کافروں کی طرف لشکر بھیجنے کا ارادہ فرمایا۔ لیکن آپ کو پتہ چلا کہ وہ کافر وہاں سے کسی اور جگہ چلے گئے ہیں (لہذا وہ لشکر نہ بھیجا)۔[1]

حضرت زہری فرماتے ہیں کہ جب حضور ﷺ عمرۃ القضاء سے ذی الحجہ ۷ھ کو (مدینہ) واپس تشریف لائے تو حضورؐ نے حضرت ابن ابی العوجا سلمیؓ کو پچاس سواروں کی جماعت دے کر بھیجا۔ ایک جاسوس نے جا کر اپنی قوم کو ان حضرات کی خبر دی اور ان سے ڈرا لیا۔ وہ بہت بڑی تعداد میں جمع ہو گئے۔ جب حضرت ابن ابی العوجاء وہاں پہنچے تو وہ لوگ پوری تیاری کئے ہوئے تھے۔ جب صحابہؓ نے ان کی اس بڑی تعداد کو دیکھا تو (بلا خوف و خطر) ان کو اسلام کی دعوت دی۔ ان لوگوں نے صحابہؓ کی بات کو نہ سنا اور کہا کہ تم جس (دین) کی دعوت دے رہے ہو ہمیں اس کی کوئی ضرورت نہیں ہے اور (یہ کہہ کر انہوں نے صحابہؓ پر حملہ کر دیا) ان پر تیر پھینکنے لگے اور ان دشمنوں کی امداد میں ہر طرف سے لوگ آنے لگے اور انہوں نے ان صحابہ کو ہر طرف سے گھیر لیا۔ صحابہؓ نے بڑی ہمت سے ان کا مقابلہ کیا اور خوب زور شور سے ان سے جنگ کی۔ یہاں تک کہ اکثر صحابہؓ شہید ہو گئے اور خود حضرت ابن ابی العوجاء بہت زیادہ زخمی ہوئے لیکن زندہ رہ جانے والے اپنے باقی ساتھیوں کو لے کر صفر ۸ھ کی پہلی تاریخ کو وہ کسی طرح مدینہ پہنچ گئے۔[2]

۱۔ اخرجه الوقدی عن محمد بن عبدالله کذافی البدایة (ج ٤ ص ٢٤١) واخرجه ابن سعد فی الطبقات (ج ٢ ص ١٢٧) عن الواقدی عن محمد بن عبدالله عن الزهری بمثله وهکذا ذکره ابن اسحاق عن عبدالله بن ابی بکر وان کعب بن عمیر قتل یومئذ وذکره ایضاً موسی بن عقبة عن ابن شهاب وابو الاسود عن عروة کما فی الاصابة (ج ٣ ص ٣٠١) وقال ذکره ابن سعد فی الطبقه الثالثه ان قصه کانت فی ربیع الاول سنة ثمان

۲۔ اخرجه البیهقی من طریق الواقدی عن محمد بن عبدالله بن مسلم کذافی البدایة (ج ٤ ص ٢٣٥) وذکره ابن سعد فی الطبقات (ج ٢ ص ١٢٣) بمثله بلا اسناد

حضرات صحابہ کرامؓ کا حضرت ابو بکرؓ کے زمانے میں میدان جنگ میں اللہ و رسول کی طرف دعوت دینا اور حضرت ابو بکرؓ کا اپنے امراء کو اس کی تاکید کرنا

حضرت سعید بن مسیبؒ کہتے ہیں کہ حضرت ابو بکرؓ نے شام کی طرف لشکر روانہ فرمائے اور ان کا حضرت یزید بن ابی سفیانؓ اور حضرت عمرو بن العاصؓ اور حضرت شرحبیلؓ بن حسنہؓ کو امیر بنایا۔ جب یہ لشکر سوار ہو کر چلے تو حضرت ابو بکر ان لشکروں کے امراء کے ساتھ رخصت کرنے کے لئے ثنیۃ الوداع تک پیدل گئے۔ ان امراء نے کہا یا خلیفہ رسول اللہ! آپ پیدل چل رہے ہیں اور ہم سوار ہیں۔ انہوں نے کہا میں ثواب کی نیت سے یہ چند قدم اللہ کے راستہ میں اٹھا رہا ہوں۔ پھر حضرت ابو بکر ان کو ہدایات دینے لگے اور فرمایا میں تمہیں اللہ تعالیٰ سے ڈرنے کی تاکید کرتا ہوں اللہ کے راستہ میں جہاد کرو۔ اور جو اللہ تعالیٰ کو نہ مانے اس سے جنگ کرو کیونکہ اللہ تعالیٰ اپنے دین کا مددگار ہے اور مال غنیمت میں خیانت نہ کرنا اور بد عہدی نہ کرنا اور بزدلی نہ دکھانا اور زمین میں فساد نہ پھیلانا اور تمہیں جو حکم دیا جائے اس کے خلاف نہ کرنا، جب تقدیر خداوندی سے مشرک دشمن سے تمہارا سامنا ہو تو اسے تین باتوں کی دعوت دینا، اگر وہ تمہاری باتیں مان لیں تو تم ان سے قبول کر لینا اور رک جانا (سب سے پہلے) ان کو اسلام کی دعوت دو۔ اگر وہ اسے مان لیں تو تم ان سے اسے قبول کر لو اور ان سے (جنگ کرنے سے) رک جاؤ۔ پھر ان سے کہو کہ وہ اپنا وطن چھوڑ کر مہاجرین کے وطن منتقل ہو جائیں۔ اگر وہ ایسا کر لیں تو انہیں بتاؤ کہ ان کو وہ تمام حقوق ملیں گے جو مہاجرین کو حاصل ہیں اور ان پر وہ تمام ذمہ داریاں عائد ہوں گی جو مہاجرین پر ہیں اور اگر وہ اسلام میں داخل ہو جائیں اور اپنے وطن میں ہی رہنا پسند کریں اور مہاجرین کے وطن نہ آنا چاہیں تو انہیں بتا دینا کہ ان کے ساتھ دیہات میں رہنے والے مسلمانوں والا معاملہ ہوگا اور ان پر اللہ تعالیٰ کے وہ تمام احکام لاگو ہوں گے جو تمام مومنوں پر اللہ تعالیٰ نے فرض فرمائے ہیں اور مسلمانوں کے ساتھ جہاد میں شرکت کیئے بغیر انہیں فئے اور مال غنیمت میں سے کچھ نہیں ملے گا اور اگر اسلام قبول کرنے سے وہ انکار کریں تو انہیں جزیہ ادا کرنے کی دعوت دو۔ اگر وہ اسے مان جائیں تو تم ان سے اسے قبول کر لو اور ان سے (جنگ کرنے سے) رک جاؤ اور اگر وہ (جزیہ دینے سے بھی) انکار کر دیں تو اللہ تعالیٰ سے مدد طلب کر کے ان سے جنگ کرو۔ کھجور کے کسی درخت کو ضائع نہ کرنا اور نہ

اسے جلانا اور کسی جانور کی ٹانگیں نہ کاٹنا اور نہ کسی پھل والا درخت کو کاٹنا اور نہ (ان کی) کسی عبادت گاہ کو گرانا اور بچوں اور بوڑھوں اور عورتوں کو قتل نہ کرنا اور تم ایسے لوگوں کو بھی پاؤ گے جو خلوت خانوں میں گوشہ نشین ہوں گے۔ انہیں ان کی حالت پر چھوڑ دینا اور اپنے کام میں لگے رہیں اور تمہیں ایسے لوگ بھی ملیں گے جن کے سروں میں شیطان نے اپنے گھونسلے بنا رکھے ہوں گے (یعنی وہ ہر وقت شیطانی حرکتوں میں لگے رہتے ہوں گے۔ اور گمراہ کرنے کے شیطانی منصوبے چلاتے ہوں گے) ایسے لوگوں کی گردنیں اڑا دینا۔[۱]

حضرت عروہ فرماتے ہیں کہ حضرت ابو بکر صدیقؓ نے جب حضرت خالد بن ولیدؓ کو مرتد عربوں کی طرف بھیجا تو انہیں یہ ہدایت دیں کہ وہ ان مرتدین کو اسلام کی دعوت دیں اور ان کو اسلام کے فائدے اور ذمہ داریاں بتائیں اور ان کے دل میں ان کی ہدایت کی پوری طلب ہو۔ ان مرتدین میں سے جو بھی اس دعوت کو قبول کرے گا وہ کالا ہو یا گورا اس کا اسلام قبول کر لیا جائے گا۔ اس لئے کہ جو شخص اللہ کا انکار کرتا ہے اور کفر اختیار کرتا ہے اس سے اللہ پر ایمان لانے کے لئے قتال کیا جاتا ہے لہذا جسے اسلام کی دعوت دی گئی اور اس نے اسلام کو قبول کر لیا اور اس نے اپنے ایمان کو سچا کر دکھایا تو اب اس پر کوئی گرفت اور مواخذہ نہیں ہوگا اور اللہ تعالیٰ خود اس سے حساب لیں گے اور جو مرتد اسلام کی دعوت کو قبول نہ کرے حضرت خالد اسے قتل کر دیں۔[۲]

حضرت صالح بن کیسان کہتے ہیں کہ حضرت خالدؓ نے حیرہ میں پڑاؤ ڈالا تو حیرہ کے معزز شرفاء قبیصہ بن ایاس بن حیہ طائی کے ساتھ شہر سے نکل کر حضرت خالد کے پاس آئے۔ قبیصہ کو کسریٰ نے نعمان بن منذر کے بعد حیرہ کا گورنر بنایا تھا۔ چنانچہ حضرت خالد نے قبیصہ اور اس کے ساتھیوں سے کہا میں تمہیں اللہ اور اسلام کی طرف دعوت دیتا ہوں۔ اگر تم اسے قبول کر لو تو تم مسلمان شمار ہو گے اور جو حقوق مسلمانوں کو حاصل ہیں وہ تمہیں ملیں گے اور جو ذمہ داریاں مسلمانوں پر عائد ہیں وہ تم پر ہوں گی، اگر تم (اسلام قبول کرنے سے) انکار کرو تو پھر جزیہ ادا کرو اور اگر اس سے بھی انکار کرو تو میں تمہارے پاس ایسے لوگوں کو لے کر آیا ہوں کہ تمہیں زندہ رہنے کا جتنا شوق ہے ان کو اس سے کہیں زیادہ مرنے کا شوق ہے۔ ہم تم سے لڑیں گے یہاں تک کہ اللہ ہی ہمارے اور تمہارے درمیان فیصلہ کر دے۔ قبیصہ نے حضرت

---

[۱] اخرجه البیهقی (ج ۹ ص ۸۵) وابن عساکر کذافی کنز العمال (ج ۲ ص ۲۹۵) واخرجه مالك وعبدالرزاق والبیهقی وابن ابی شیبة عن یحیی بن سعید والبیهقی عن صالح بن کیسان وابن زنجویه عن ابن عمرؓ مختصراً کما فی الکنز (ج ۲ ص ۲۹۵، ۲۹۶)

[۲] اخرجه البیهقی (ج ۸ ص ۲۰۱) کذافی الکنز (ج ۳ ص ۱۴۳)

خالد سے کہا ہمیں آپ سے جنگ کرنے کی ضرورت نہیں ہے۔ ہم اپنے دین پر قائم رہیں گے اور آپ کو ہم جزیہ دیں گے۔ چنانچہ حضرت خالد نے ان سے نوے ہزار درہم پر صلح کرلی۔[1]
اسی واقعہ کو بیہقی نے ابن اسحاق سے اس طرح بیان کیا ہے کہ حضرت خالد نے ان سے کہا کہ میں تمہیں اسلام کی طرف اور اس بات کی طرف دعوت دیتا ہوں کہ تم کلمہ شہادت :۔
اشهد ان لآ اله الا الله وحده وان محمداً عبده ورسوله۔ پڑھ لو اور نماز قائم کرو اور زکوٰۃ ادا کرو اور مسلمانوں کے تمام احکام کا اقرار کرو۔ اس طرح تمہیں بھی وہ حقوق حاصل ہو جائیں گے جو مسلمانوں کو حاصل ہیں اور تم پر بھی وہی ذمہ داریاں عائد ہوں گی جو مسلمانوں پر ہیں۔ ہانی نے پوچھا کہ اگر میں اسے نہ چاہوں تو پھر؟ حضرت خالد نے کہا تم اس سے انکار کرتے ہو تو پھر تم اپنے ہاتھوں جزیہ ادا کرو۔ اس نے کہا اگر ہم اس سے بھی انکار کردیں تو؟ حضرت خالد نے کہا اگر تم اس سے بھی انکار کرتے ہو تو میں تم کو ایک ایسی قوم کے ذریعہ روند ڈالوں گا کہ ان کو موت اس سے زیادہ پیاری ہے جتنی تم کو زندگی پیاری ہے۔ ہانی نے کہا ہمیں اس ایک رات کی مہلت دیں تاکہ ہم اس بارے میں غور کرسکیں۔ حضرت خالد نے کہا ہاں تمہیں مہلت ہے۔ صبح ہانی نے آکر کہا ہم نے یہ فیصلہ کیا ہے کہ ہم جزیہ ادا کریں گے آئیں ہم آپ سے صلح کرلیتے ہیں۔ اس کے بعد پورا قصہ بیان کیا۔[2]

جب جنگ یرموک میں لشکر آمنے سامنے آئے تو حضرت ابو عبیدہؓ اور حضرت یزید بن ابی سفیانؓ آگے بڑھے اور ان کے ساتھ حضرت ضرار بن ازور اور حضرت حارث بن ہشام اور حضرت ابو جندل بن سہیلؓ بھی تھے انہوں نے بلند آواز سے کہا ہم تمہارے امیر سے ملنا چاہتے ہیں۔ ان کا امیر تذارق تھا اس نے ان حضرات کو داخلہ کی اجازت دی۔ وہ ریشمی خیمہ میں بیٹھا ہوا تھا۔ صحابہؓ نے کہا ہمارے لئے اس خیمہ میں داخل ہونا حلال نہیں ہے۔ اس نے کہا کہ ان حضرات کے لئے ریشمی فرش بچھایا جائے۔ ان حضرات نے کہا ہم اس پر بھی نہیں بیٹھ سکتے ہیں آخر کار وہ صحابہؓ کے ساتھ وہاں بیٹھا جہاں بیٹھنا صحابہؓ نے پسند کیا اور فریقین صلح پر راضی ہوگئے۔ صحابہؓ ان کو اللہ کی طرف دعوت دے کر واپس آگئے لیکن یہ صلح پوری نہ ہوسکی۔ (جنگ ہو ہی گئی)[3]

واقدی وغیرہ کہتے ہیں کہ (جنگ یرموک کے دن) جرجہ نامی ایک بڑا سردار دشمنوں کی صف میں سے باہر آیا اور اس نے حضرت خالد بن ولید کو پکارا۔ حضرت خالد اسکے پاس آئے اور

---

[1] اخرجه ابن جرير الطبري (ج ۲ ص ۵۵۱) عن ابن حميد عن سلمة عن ابن اسحاق
[2] اخرجه البيهقي (ج ۹ ص ۱۸۷) من طريق يونس بن بكير [3] ذكره في البداية (ج ۷ ص ۹)

اتنے قریب آئے کہ دونوں کے گھوڑوں کی گردنیں مل گئیں۔ جرجہ نے کہا اے خالد !(میرے سوالات کا) جواب دیں اور آپ مجھ سے سچ بولیں جھوٹ نہ بولیں۔ کیونکہ اعلیٰ اخلاق کا مالک آدمی جھوٹ نہیں بولا کرتا ہے۔ اور مجھے دھوکہ نہ دینا کیونکہ شریف آدمی اپنے پر اعتماد کرنے والے کو دھوکہ نہیں دیا کرتا ہے۔ میں اللہ کی قسم دے کر پوچھتا ہوں کہ کیا اللہ نے تمہارے نبی پر آسمان سے کوئی تلوار اتاری ہے جو انہوں نے تمہیں دی ہے۔ تم وہ تلوار جس پر بھی اٹھاتے ہو اسے شکست دے دیتے ہو؟ حضرت خالد نے کہا نہیں۔ اس نے کہا پھر آپ کو سیف اللہ (اللہ کی تلوار) کیوں کہا جاتا ہے؟ حضرت خالد نے کہا بات یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے ہم میں اپنا نبی بھیجا اس نے ہمیں دعوت دی۔ ہم سب نے اس سے نفرت کی اور اس سے دور بھاگے۔ پھر ہم میں سے کچھ لوگوں نے اسے سچا مان لیا اور اس کا اتباع کیا اور کچھ جھٹلانے اور دور رہنے پر اڑے رہے۔ میں بھی ان لوگوں میں تھا جو ان کو جھٹلانے اور ان سے دور رہنے پر اڑے ہوئے تھے۔ پھر اللہ تعالیٰ نے ہمارے دلوں اور پیشانیوں کو پکڑ کر ہمیں ان کے ذریعہ سے ہدایت دے دی اور ہم آپ سے بیعت ہو گئے۔ پھر آپ نے مجھ سے فرمایا تم اللہ کی تلواروں میں سے ایک تلوار ہو جس کو اللہ تعالیٰ نے مشرکوں پر سونتا ہے اور آپ نے میرے لئے مدد کی دعا فرمائی۔ اس وجہ سے میرا نام سیف اللہ پڑ گیا اور میں مشرکوں پر مسلمانوں میں سے سب سے زیادہ بھاری ہوں۔ جرجہ نے پوچھا اے خالد تم کس چیز کی دعوت دیتے ہو؟ حضرت خالد نے کہا ہم اس بات کی دعوت دیتے ہیں کہ تم کلمہ شہادت :۔

اشھدان لآالٰہ الا اللّٰہ وان محمدًا عبدہ ورسولہ. پڑھو اور وہ (محمد علیہ السلام) جو کچھ اللہ تعالیٰ کے پاس سے لائے ہیں اس کا اقرار کرو۔ جرجہ نے پوچھا جو تمہاری یہ بات نہ مانے تو پھر؟ حضرت خالد نے کہا وہ جزیہ نہ ادا کرنے ہم اس کی ہر طرح حفاظت کریں گے۔ جرجہ نے پوچھا اگر وہ جزیہ نہ دے تو؟ حضرت خالد نے کہا ہم اس سے جنگ کا اعلان کر کے لڑائی شروع کر دیتے ہیں۔ جرجہ نے پوچھا جو آدمی تمہاری بات مان کر آج تمہارے دین میں داخل ہو اس کا تمہارے نزدیک کیا درجہ ہو گا؟ حضرت خالد نے کہا اللہ تعالیٰ کے فرض کردہ احکام میں ہم سب برابر ہیں چاہے کوئی سردار ہو یا عامی ہو۔ پہلے اسلام لایا ہو یا بعد میں۔ جرجہ نے پوچھا کہ جو آج تم میں داخل ہو اسے بھی تمہارے جیسا اجر و ثواب ملے گا؟ حضرت خالد نے کہا ہاں بلکہ وہ تو ہم سے افضل ہے۔ اس نے پوچھا کہ جب تم اس سے پہلے اسلام لائے ہو تو وہ تمہارے برابر کیسے ہو سکتا ہے؟ حضرت خالد نے کہا ہمیں تو حالات سے مجبور ہو کر اسلام قبول کرنا پڑا۔ ہم اپنے نبی سے اس وقت بیعت ہوئے جبکہ وہ ہمارے درمیان رہتے تھے اور زندہ تھے۔

ان کے پاس آسمان سے خبریں آتی تھیں وہ ہمیں قرآن پڑھ کر سناتے تھے اور ہمیں معجزے دکھاتے تھے۔ جتنا کچھ ہم نے دیکھا اور سنا ہے۔ اتنا کچھ جو بھی دیکھ لے اور سن لے اسے مسلمان ہونا ہی چاہئے اور اسے ضرور (حضورؐ سے) بیعت ہونا ہی چاہئے ہم نے جو عجائب قدرت دیکھے وہ تم نے نہیں دیکھے اور ہم نے جو دلائل نبوت سنے وہ تم نے نہیں سنے لہذا تم میں سے جو بھی اب سچی نیت سے اس دین میں داخل ہوگا وہ ہم سے افضل ہے۔ جرجہ نے کہا اللہ کی قسم! آپ نے مجھ سے سچ سچ کہہ دیا ہے اور مجھے دھوکہ نہیں دیا۔ حضرت خالد نے کہا اللہ کی قسم میں نے تم سے سچ ہی کہا اور اللہ تعالیٰ گواہ ہے کہ میں نے تمہارے ہر سوال کا جواب ٹھیک دیا ہے۔ یہ سن کر جرجہ نے اپنی ڈھال کو پلٹ دیا (جو جنگ نہ کرنے کی طرف اشارہ ہے) اور حضرت خالد کے ساتھ ہو لئے اور ان سے کہا آپ مجھے اسلام سکھائیں۔ حضرت خالد انہیں اپنے خیمہ میں لے گئے اور ان پر مشک سے پانی ڈال کر غسل کرایا پھر حضرت خالد نے ان کو دو رکعت نماز پڑھائی۔ جب حضرت جرجہ حضرت خالد کے ساتھ چل پڑے تو رومی یہ سمجھے کہ حضرت خالد نے ہمارے سردار کے ساتھ کوئی چال کھیلی ہے اس لئے اس زور سے اچانک مسلمانوں پر حملہ کیا کہ ایک دفعہ تو مسلمانوں کے قدم اکھڑ گئے۔ صرف محامیہ نامی حفاظتی دستہ اپنی جگہ ثابت قدم رہا جس کے ذمہ دار حضرت عکرمہ بن ابی جہلؓ اور حضرت حارث بن ہشامؓ تھے۔ رومی مسلمانوں کے بیچ میں گھسے ہوئے تھے۔ یہ دیکھ کر حضرت خالد اپنے گھوڑے پر سوار ہوئے اور حضرت جرجہ بھی ان کے ساتھ تھے۔ مسلمانوں نے ایک دوسرے کو پکارا جس پر سارے مسلمان واپس آکر جمع ہو گئے اور رومی اپنے مورچوں کو واپس چلے گئے۔ حضرت خالد مسلمانوں کو آہستہ آہستہ لے کر رومیوں کی طرف بڑھے یہاں تک کہ تلواریں تلواروں سے ٹکرانے لگ گئیں۔ دوپہر سے غروب تک حضرت خالد اور حضرت جرجہ مسلسل رومیوں پر تلوار چلاتے رہے۔ مسلمانوں نے ظہر اور عصر کی نمازیں اشارہ سے پڑھیں اور اسی میں حضرت جرجہ شدید زخمی ہو گئے اور انہوں نے حضرت خالد کے ساتھ جو دو رکعت نماز پڑھی۔ اس کے علاوہ اور کوئی نماز نہ پڑھ سکے۔ (اور اسی دن شہید ہو گئے) رحمہ اللہ۔[1]

---

[1] ذكره في البداية (ج ٧ ص ١٢) وقال الحافظ في الا صابة (ج ١ ص ٢٦٠) ذكره ابن يونس الا زدي في فتوح الشام ومن طريق ابي نعيم في الد لائل وقال جرير وقال سيق بن عمر في الفتوح جرجه ، وذكرانه اسلم على يدى خالد بن الوليد وا ستشهد با ليرموك وذر قصة ابو خذيفة اسحاق بن بشر في الفتوح ايضاً لكن لم يسمه انتهى

حضرت خالدؓ نے ایک دن لوگوں میں کھڑے ہو کر بیان کیا اور مسلمانوں کو بلاد عرب چھوڑ کر بلاد عجم میں جانے کی ترغیب دی اور کہا کہ بلاد عجم میں جو کھانے پینے کی چیزوں کی فروانی ہے وہ تمہیں نظر نہیں آتی۔ اللہ کی قسم! اگر ہم لوگوں پر جہاد فی سبیل اللہ اور اسلام کی دعوت دینا لازم نہ ہوتا اور صرف کھانا کمانا ہی ہمارے سامنے ہوتا تو بھی میری رائے یہی تھی کہ ہم جنگ کر کے اس سرسبز علاقہ کو حاصل کرلیں اور آپ لوگ جس جہاد کے لئے نکلے ہوئے ہیں اس کو چھوڑ کر جو لوگ (اپنے گھروں میں) رہ گئے ہیں بھوک اور تنگ دستی ان کے حصہ میں رہے۔[1]

حضرات صحابہ کرامؓ کا حضرت عمرؓ کے زمانہ میں میدان جنگ میں اللہ و رسول کی طرف دعوت دینا اور حضرت عمرؓ کا اپنے امراء کو اس کی تاکید کرنا

حضرت یزید بن ابی حبیب کہتے ہیں کہ حضرت عمر بن خطابؓ نے حضرت سعد بن ابی وقاصؓ کو یہ خط لکھا کہ میں تمہیں پہلے لکھ چکا ہوں کہ لوگوں کو تین دن تک اسلام کی دعوت دینا جو جنگ شروع ہونے سے پہلے تمہاری دعوت کو قبول کرلے وہ مسلمانوں کا ایک فرد شمار ہوگا اسے وہ تمام حقوق حاصل ہوں گے جو باقی تمام مسلمانوں کو حاصل ہیں اور اس کا اسلام میں حصہ ہے (اس لئے اسے مال غنیمت میں سے حصہ ملے گا) اور جو جنگ ختم ہونے کے بعد یا شکست کے بعد تمہاری دعوت کو قبول کرے (اور بعد میں مسلمان ہو) اس کا مال مسلمانوں کے لئے مال غنیمت بنے گا۔ کیونکہ مسلمانوں نے اس کے مسلمان ہونے سے پہلے اس کے مال پر قبضہ کرلیا ہے۔ یہ میرا حکم ہے اور یہی تمہیں خط لکھنے کی غرض ہے۔

حضرت ابوالبختری کہتے ہیں کہ مسلمانوں کے ایک لشکر کے امیر حضرت سلمان فارسیؓ تھے۔ انہوں نے فارس کے ایک قلعہ کا محاصرہ کیا۔ مسلمانوں نے کہا، اے ابو عبداللہ! (یہ حضرت سلمان کی کنیت ہے) کیا ہم ان پر حملہ نہ کردیں؟ انہوں نے کہا مجھے ان کو دعوت دینے دو جیسے میں نے حضور ﷺ کو دشمنوں کو دعوت دیتے ہوئے سنا۔ چنانچہ اس قلعہ والوں سے حضرت سلمان نے کہا میں تم میں کا ایک فارسی آدمی ہوں۔ تم خود دیکھ رہے ہو کہ عرب

۱۔ ذکر فی البدایۃ (ج ٦ ص ٣٤٥) واسنده ابن جرير فی تاریخه (ج ٢ ص ٥٥٩) من طريق سيف عن محمد بن ابی عثمان بنحوه

میری کس طرح مان رہے ہیں۔ اگر تم مسلمان ہو جاؤ گے تو تمہیں بھی وہ تمام حقوق ملیں گے جو ہمیں حاصل ہیں اور تم پر وہی ذمہ داریاں عائد ہوں گی جو ہم پر ہیں اور اگر تم اپنے دین پر ہی رہنا چاہو تو ہم تمہیں تمہارے دین پر رہنے دیں گے اور تم ماتحت بن کر رعیت ہو کر اپنے ہاتھوں ہمیں جزیہ دینا۔ حضرت سلمان نے فارسی میں ان سے یہ کہا (گو ہم تمہیں کچھ نہ کہیں گے لیکن) تم کسی عزت کے مستحق نہ ہو گے اور اگر تم اس سے بھی انکار کرتے ہو تو ہم تم سے (میدان جنگ میں) برابر سرابر مقابلہ کریں گے۔ انہوں نے کہا ہم ایمان بھی نہیں لاتے ہیں اور جزیہ بھی نہیں دیتے۔ ہم تو تم سے جنگ کریں گے۔ حضرت سلمان کے ساتھیوں نے کہا ، کیا ہم ان پر حملہ نہ کر دیں ؟ انہوں نے کہا ابھی نہیں اور ان کو تین دن اسی طرح انہوں نے اسلام کی دعوت دی۔ پھر کہا اچھا اب ان پر حملہ کر . چنانچہ مسلمانوں نے حملہ کیا اور اسی قلعہ کو فتح کر لیا۔[1] مسند احمد اور مستدرک کی روایت میں اس طرح ہے کہ چوتھے دن صبح کو حضرت سلمان نے مسلمانوں کو حکم دیا۔ مسلمانوں نے آگے بڑھ کر حملہ کیا اور اسے فتح کر لیا۔[2] ابو البختری کہتے ہیں کہ حضرت سلمان فارسی مسلمانوں کے لیے جگہ اور پانی اور گھاس تلاش کرنے والے دستہ کے امیر تھے اور مسلمانوں نے ان کو اہل فارس کو دعوت دینے کے لئے متکلم بنایا تھا۔ حضرت عطیہ کہتے ہیں کہ بہُرَشیر شہر والوں کو دعوت دینے کے لئے حضرت سلمان کو (امیر مقرر کیا تھا اور قصر ابیض کی فتح کے دن بھی ان ہی کو مقرر کیا تھا۔ چنانچہ انہوں نے ان کو تین دن تک دعوت دی تھی۔ آگے انہوں نے حضرت سلمان کے دعوت دینے کے بارے میں پچھلی حدیث جیسا مضمون ذکر کیا ہے۔[3]

حضرت سعد بن ابی وقاصؓ نے حضرت نعمان بن مقرن ، حضرت فرات بن حیان ، حضرت حنظلہ بن ربیع تمیمی اور حضرت عطارد بن حاجب ، حضرت اشعث بن قیس ، حضرت مغیرہ بن شعبہ اور حضرت عمرو بن معدیکربؓ جیسے چیدہ چیدہ حضرات کی جماعت رستم کو اللہ تعالیٰ کی طرف دعوت دینے کے لئے بھیجی۔ رستم نے ان سے کہا تم لوگ کیوں آئے ہو ؟ ان حضرات نے کہا کہ ہم اس لئے آئے ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے ہم سے یہ وعدہ کیا کہ تمہارا ملک ہمیں مل جائے گا اور تمہاری عورتیں اور بچے ہمارے قیدی بنیں گے اور تمہارے مال پر ہم قبضہ کریں گے اور اللہ تعالیٰ کے اس وعدہ پر ہمیں پورا یقین ہے۔ رستم ایک خواب اس سے

---

[1] اخرجه ابو نعيم في الحلية (ج ١ ص ١٨٩) [2] واخرجه ايضاً احمد في مسندة والحاكم في المستدرك كما في نصب الراية (ج ٣ ص ٣٧٨) بمعناه واخرجه ابن ابى شيبة كما فى الكنز (ج ٢ ص ٢٩٨)، [3] واخرجه ايضاً ابن جرير (ج ٤ ص ١٧٣)

پہلے دیکھ چکا تھا کہ آسمان سے ایک فرشتے نے اتر کر فارس کے تمام ہتھیاروں پر مہر لگا دی اور وہ ہتھیار حضور ﷺ کے حوالے کر دیئے اور حضورؐ نے وہ ہتھیار حضرت عمرؓ کو دے دیئے۔
حضرت سیف اپنے استادوں سے نقل کرتے ہیں کہ جب دونوں لشکر آمنے سامنے ہوئے تو رستم نے حضرت سعدؓ کو یہ پیغام بھیجا کہ وہ رستم کے پاس ایک عقلمند آدمی ایسا بھیجیں کہ میں جو کچھ پوچھوں وہ اس کا جواب دے سکے تو حضرت سعد نے اس کے پاس حضرت مغیرہ بن شعبہؓ کو بھیجا۔ حضرت مغیرہ رستم کے پاس پہنچے تو رستم نے ان سے کہا آپ لوگ ہمارے پڑوسی ہیں۔ ہم آپ لوگوں کے ساتھ اچھا سلوک کرتے رہے ہیں اور تمہیں کبھی کسی قسم کی کوئی تکلیف نہیں پہنچائی ہے۔ آپ لوگ اپنے ملک کو واپس چلے جائیں اور آئندہ ہمارے ملک میں آپ لوگ تجارت کے لئے آنا چاہیں تو ہم نہیں روکیں گے۔ حضرت مغیرہ نے کہا دنیا ہمارا مقصود نہیں ہے بلکہ آخرت ہمارا مقصود ہے اور ہمیں صرف اسی کی فکر ہے۔ اللہ تعالیٰ نے ہماری طرف ایک رسول بھیجا اور اس سے فرمایا کہ میں نے (تمہارے صحابہ کی) اس جماعت کو ان لوگوں پر مسلط کر دیا ہے جو میرا دین اختیار نہ کریں اس جماعت کے ذریعے میں ان سے بدلہ لوں گا، جب تک یہ جماعت (صحابہؓ) دین کا اقرار کرتے رہیں گے میں ان ہی کو غالب رکھوں گا اور میرا دین سچا دین ہے جو اس سے منہ موڑے گا وہ ضرور ذلیل ہوگا اور جو اسے مضبوطی سے تھامے گا وہ ضرور عزت پائے گا۔ رستم نے پوچھا وہ دین کیا ہے؟ حضرت مغیرہ نے کہا اس دین کا وہ ستون جس کے بغیر اس کی کوئی چیز درست نہیں ہو سکتی وہ کلمہ شہادت :

اشهد ان لآ الٰه الا الله وان محمد الرسول الله ۔ پڑھ لینا ہے اور جو کچھ حضورؐ اللہ کے پاس سے لائے ہیں اس کا اقرار کر لینا ہے۔ رستم نے کہا یہ تو کتنی اچھی بات ہے۔ اس کے علاوہ اور کیا ہے؟ حضرت مغیرہ نے کہا اللہ کے بندوں کو بندوں کی عبادت سے نکال کر اللہ کی عبادت میں لگا دینا۔ رستم نے کہا یہ بھی اچھی بات ہے۔ اس کے علاوہ اور کیا ہے؟ حضرت مغیرہ نے کہا تمام انسان حضرت آدم کی اولاد ہیں لہذا وہ ماں باپ شریک بھائی ہیں۔ رستم نے کہا کہ یہ بھی اچھی بات ہے اچھا ذرا یہ تو بتاؤ اگر ہم تمہارے دین میں داخل ہو جائیں تو کیا تم ہمارے ملک سے واپس چلے جاؤ گے؟ حضرت مغیرہ نے کہا۔ ہاں اللہ کی قسم! پھر تمہارے ملک میں صرف تجارت یا کسی اور ضرورت کی وجہ سے آئیں گے۔ رستم نے کہا یہ بھی اچھی بات ہے راوی کہتے ہیں کہ جب حضرت مغیرہ رستم کے پاس سے واپس چلے گئے تو رستم نے اپنی قوم کے سرداروں سے اسلام کا تذکرہ کیا لیکن ان سرداروں نے پسند نہ کیا اور اسلام میں داخل ہونے سے انکار کر دیا۔ اللہ ہی ان کو خیر سے دور کرے اور رسوا کرے اور اللہ نے ایسا کر دیا۔ راوی

کہتے ہیں کہ رستم کے مطالبہ پر حضرت سعدؓ نے ایک اور قاصد حضرت ربعی بن عامرؓ کو رستم کے پاس بھیجا۔ یہ رستم کے ہاں پہنچے تو کیا دیکھتے ہیں کہ ان لوگوں نے رستم کے دربار کو سونے کے کام والے تکیوں اور ریشمی قالینوں اور چمکدار یاقوتوں اور قیمتی موتیوں سے اور بڑی زیب وزینت سے سجار کھا تھا اور خود رستم تاج اور قیمتی سامان پہنے ہوئے تھے۔ تلوار اور ڈھال لگا رکھی تھی۔ چھوٹے قد والی گھوڑی پر سوار تھے اور برابر اس پر سوار رہے یہاں تک کہ قالین کا ایک کنارہ گھوڑی نے روند ڈالا پھر اس سے اتر کر انہوں نے گھوڑی کو ایک تکیہ سے باندھ دیا اور آگے بڑھے تو وہ ہتھیار اور زرہ پہنے ہوئے تھے اور خود ان کے سر پر رکھی ہوئی تھی تو ان سے دربانوں نے کہا آپ اپنے ہتھیار یہاں اتار دیں۔ حضرت ربعی نے کہا میں خود سے تمہارے پاس نہیں آیا ہوں بلکہ تم لوگوں کے بلانے پر آیا ہوں۔ اگر تم مجھے ایسے ہی آگے جانے دیتے ہو تو ٹھیک ہے ورنہ میں یہیں سے واپس چلا جاتا ہوں۔ (دربانوں نے رستم سے پوچھا) رستم نے کہا ان کو ایسے ہی آنے دو۔ یہ رستم کی طرف اپنے نیزے سے قالینوں پر ٹیک لگاتے ہوئے آگے بڑھے اور یوں اکثر قالین پھاڑ ڈالے۔ حاضرین دربار نے حضرت ربعی سے پوچھا آپ لوگ یہاں کس لئے آئے ہو؟ انہوں نے کہا اللہ تعالیٰ نے ہمیں اس لئے مبعوث فرمایا ہے کہ جسے اللہ چاہے اسے ہم بندوں کی عبادت سے نکال کر اللہ کی عبادت میں لگا دیں اور دنیا کی تنگی سے نکال کر دنیا کی وسعت میں پہنچا دیں اور دوسرے دینوں کے مظالم سے نکال کر اسلام کے عدل وانصاف میں داخل کر دیں۔ اللہ نے اپنا دین دے کر ہمیں اپنی مخلوق کی طرف بھیجا ہے۔ تاکہ ہم ان کو اس دین کی دعوت دیں۔ جو اس دین کو اختیار کرے گا ہم اس سے اسے قبول کر لیں گے اور واپس چلے جائیں گے اور جو اس دین کو اختیار کرنے سے پہلے انکار کرے گا ہم اس سے جنگ کرتے رہیں گے یہاں تک کہ اللہ کا وعدہ ہم سے پورا ہو جائے۔ انہوں نے پوچھا کہ اللہ کا وہ وعدہ کیا ہے؟ حضرت ربعی نے کہا کہ جو دین کا انکار کرنے والوں سے جنگ کرتے ہوئے مرے گا اسے جنت ملے گی اور جو باقی رہے گا اسے فتح اور کامیابی ملے گی۔ رستم نے کہا میں نے تمہاری بات سن لی ہے کیا تم کچھ مہلت دے سکتے ہو؟ تا۔ ہم بھی غور کر لیں اور تم بھی غور کر لو حضرت ربعی نے کہا ہاں کتنی مہلت چاہتے ہو ایک دن کی یا دو دن کی؟ اس نے کہا نہیں ہمیں تو زیادہ دنوں کی مہلت چاہیے۔ کیونکہ ہم اپنے اہل شوریٰ اور اپنی قوم کے سرداروں سے خط وکتابت کریں گے۔ حضرت ربعی نے کہا جناب رسول اللہ ﷺ نے ہمارے لئے یہ طریقہ مقرر فرمایا ہے کہ جب دشمن سے سامنا ہو جائے تو ہم اسے تین دن سے زیادہ مہلت نہ دیں (لہذا تمہیں تین دن کی مہلت ہے اس دوران) تم اپنے اور اپنی

پلک کے بارے میں غور کرلو اور مہلت کے ختم ہونے پر تین باتوں میں سے کوئی ایک بات اختیار کرلینا۔ رستم نے پوچھا کیا تم مسلمانوں کے سردار ہو؟ انہوں نے کہا نہیں لیکن مسلمان ایک جسم کی مانند ہیں عام مسلمان بھی پناہ دے گا تو وہ ان کے امیر کو ماننی پڑے گی (اس کے بعد حضرت ربعی دربار سے واپس چلے گئے) رستم نے اپنی قوم کے سرداروں کو اکٹھا کر کے کہا کیا تم نے اس آدمی کی گفتگو سے زیادہ وزنی اور دوٹوک گفتگو دیکھی ہے؟ انہوں نے کہا اللہ کی پناہ اس بات سے کہ تم اس کی کسی چیز کی طرف مائل ہو جاؤ اور اپنا دین چھوڑ کر (نعوذ باللہ) اس کتے (کے دین) کو اختیار کرلو۔ کیا تم نے اس کے کپڑے نہیں دیکھے۔ رستم نے کہا تمہارا ناس ہو کپڑوں کو مت دیکھو سمجھداری اور طرز گفتگو اور سیرت کو دیکھو عرب کے لوگ کپڑے اور کھانے کا خاص اہتمام نہیں کرتے ہیں۔ ہاں خاندانی صفات کی بڑی حفاظت کرتے ہیں پھر اگلے دن انہوں نے ایک اور آدمی کے بھیجنے کا مطالبہ کیا۔ حضرت سعد نے حضرت حذیفہ بن محصن کو بھیجا۔ انہوں نے حضرت ربعی جیسی بات کی۔ تیسرے دن حضرت مغیرہ بن شعبہ کو بھیجا انہوں نے اچھے انداز میں تفصیل سے بات کی۔ رستم نے حضرت مغیرہ سے (مذاق اڑاتے ہوئے) کہا تم لوگ جو ہمارے علاقہ میں داخل ہو گئے ہو تو تمہاری مثال ایک مکھی جیسی ہے۔ جس نے شہد دیکھا تو کہنے لگی جو مجھے اس شہد تک پہنچادے گا دو درہم دوں گی اور جب وہ مکھی شہد پر گری تو اس میں پھنسنے لگی تو وہ اب اس سے نکلنے کی کوشش کرنے لگی لیکن نکل نہ سکی اور کہنے لگی جو مجھے اس میں سے نکالے گا اسے چار درہم دوں گی اور تم لوگ تو اس کمزور دبلی پتلی لومڑی کی طرح سے ہو جسے انگوروں کے باغ کی چار دیواری میں ایک چھوٹا سا سوراخ نظر آیا اس سوراخ سے وہ اندر گھس گئی باغ والے نے دیکھا کہ بے چاری بڑی کمزور اور دبلی پتلی ہے اسے اس پر ترس آگیا۔ اس نے اسے وہیں رہنے دیا۔ جب (باغ میں رہ کر کھاپی کر) وہ موٹی ہو گئی تو اس نے باغ کا بہت نقصان کیا۔ باغ والا اسے مارنے کے لئے ڈنڈے اور بہت سے نوجوان لے آیا۔ لومڑی موٹی ہو چکی تھی (وہ سوراخ تنگ تھا) اس نے سوراخ میں سے بہت نکلنا چاہا لیکن نکل نہ سکی آخر باغ والے نے اسے مار ڈالا۔ تمہیں بھی ایسے ہی علاقہ سے نکالا جائے گا پھر غصہ کے مارے بھڑک اٹھا اور سورج کی قسم کھا کر کہا کل کو میں تم سب کو قتل کردوں گا۔ حضرت مغیرہ نے کہا تمہیں پتہ چل جائے گا۔ پھر رستم نے حضرت مغیرہ سے کہا۔ میں کہہ چکا ہوں کہ تم لوگوں کو ایک ایک جوڑا دے دیا جائے اور تمہارے امیر کو ہزار دینار اور ایک جوڑا اور ایک سواری دے دی جائے (یہ چیزیں لے لو) اور پھر تم ہمارے ہاں سے چلے جاؤ۔ حضرت مغیرہ نے کہا تمہیں اس کا خیال آرہا ہے؟ ہم تو تمہارے ملک کو کمزور کر چکے ہیں

اور تمہیں بے عزت کر چکے ہیں اور ہم ایک عرصہ سے تمہارے علاقہ میں آئے ہوئے ہیں اور ہم تمہیں اپنا ماتحت بنا کر تم سے جزیہ لیں گے بلکہ ہم تمہیں زبردستی اپنا غلام بنالیں گے۔ حضرت مغیرہ نے جب یہ باتیں کہیں تو وہ غصہ میں اور بھڑک اٹھا۔[1]

حضرت ابو وائل کہتے ہیں حضرت سعدؓ مسلمانوں کو ساتھ لے کر چلے یہاں تک کہ مقام قادسیہ میں پڑاؤ ڈالا۔ مجھے پوری طرح یاد نہیں لیکن ہم لوگ غالباً سات یا آٹھ ہزار سے زیادہ نہیں ہوں گے اور مشرکین کی تعداد تیس ہزار تھی۔ اس روایت میں تو یہی تعداد ہے لیکن البدایہ میں سیف وغیرہ کی روایت میں مشرکین کی تعداد اسی ہزار آئی ہے اور ایک روایت میں یہ ہے کہ رستم ایک لاکھ بیس ہزار کے لشکر میں تھا اور اسی ہزار کا لشکر پیچھے آرہا تھا اور رستم کے ساتھ تینتیس ہاتھی تھے۔ جن میں سابور کا ایک سفید ہاتھی بھی تھا جو سب ہاتھیوں سے بڑا تھا اور سب سے آگے تھا اور تمام ہاتھی اس سے مانوس تھے۔ البدایہ کی روایت ختم ہوگئی اور اس جیسی اور تعداد بھی آئی ہے۔ رستم کے لشکر والوں نے (ہم سے) کہا نہ تمہارے پاس قوت ہے۔ نہ طاقت ہے اور نہ ہتھیار تم لوگ یہاں کیوں آگئے ہو؟ واپس چلے جاؤ ہم نے کہا ہم تو واپس نہیں جائیں گے اور وہ ہمارے تیروں کو چرخے کے تکلے کے ساتھ تشبیہ دیتے تھے۔ جب ہم نے ان کی بات مان کر واپس جانے سے انکار کر دیا تو انہوں نے کہا اپنے سمجھدار آدمیوں میں سے ایک سمجھدار آدمی ہمارے پاس بھیجو جو ہمیں کھل کر بتائے کہ آپ لوگ یہاں کیوں آئے ہیں؟ حضرت مغیرہ بن شعبہ نے کہا میں (ان کے پاس جاتا ہوں) چنانچہ وہ دریا پار کر کے ان کے پاس گئے اور تخت پر رستم کے ساتھ بیٹھ گئے اس پر دربار والے غرائے اور چلائے۔ حضرت مغیرہ نے کہا اس تخت پر بیٹھنے سے میرا مرتبہ بڑھا نہیں اور تمہارے سردار کا گھٹا نہیں۔ رستم نے کہا تم نے ٹھیک کہا تم لوگ یہاں کیوں آئے ہو؟

حضرت مغیرہ نے کہا ہماری قوم شر اور گمراہی میں مبتلا تھی۔ اللہ تعالیٰ نے ہماری طرف ایک نبی بھیجا ان کے ذریعہ سے اللہ نے ہمیں ہدایت دی اور ہم لوگوں کو ان کے ہاتھوں بہت رزق دیا اور اس رزق میں وہ دانہ بھی تھا جو اس علاقہ میں پیدا ہوتا ہے۔ جب وہ دانہ ہم نے کھایا اور اپنے گھر والوں کو کھلایا تو ہمارے گھر والوں نے کہا کہ اب ہم اس دانہ کے بغیر نہیں رہ سکتے۔ ہمیں اس علاقہ میں لے چلو تاکہ ہم یہ دانہ کھایا کریں، رستم نے کہا اب تو ہم تمہیں

---

[1] ذکرہ ابن کثیر فی البدایۃ (ج ۷ ص ۳۸) واخرجہ الطبری (ج ٤ ص ١٠٥) عن ابن الرفیل عن ابیہ وعن ابی عثمان النہدی وغیرھما وذکر دعوۃ زھرۃ والمغیرہ وربعی وحذیفہؓ بطولہ بمعنی ماتقدم

ضرور قتل کریں گے۔ حضرت مغیرہ نے کہا اگر تم ہمیں قتل کرو گے تو ہم جنت میں جائیں گے اور اگر ہم تمہیں قتل کریں گے تو تم جہنم میں جاؤ گے (اگر تم اسلام قبول نہیں کرتے ہو تو جنگ نہ کرو) بلکہ جزیہ دے دو۔ جب حضرت مغیرہ نے یہ کہا کہ تم جزیہ دے دو تو وہ سب غرائے اور چیخے اور کہنے لگے ہماری تمہاری صلح نہیں ہو سکتی۔ حضرت مغیرہ نے کہا (لڑانے کے لیئے) تم دریا پار کر کے ہمارے پاس آؤ گے یا ہم تمہارے پاس دریا پار کر کے آئیں گے ؟ رستم نے کہا ہم دریا پار کر کے آئیں گے۔ چنانچہ مسلمان پیچھے ہٹ گئے تو رستم کے لشکر نے دریا پار کر لیا۔ صحابہؓ نے اس زور سے ان پر حملہ کیا کہ ان کو شکست دے دی۔[1]

حضرت معاویہ بن قرۃؓ فرماتے ہیں کہ جنگ قادسیہ کے دن حضرت مغیرہ بن شعبہؓ کو فارس کے سپہ سالار (رستم) کے پاس بھیجا گیا۔ انہوں نے کہا میرے ساتھ دس آدمی اور بھیجو۔ چنانچہ ان کے ساتھ دس آدمی اور بھیجے گئے۔ انہوں نے اپنے کپڑے ٹھیک کیئے اور ڈھال اٹھائی اور چل دیئے یہاں تک کہ اس سپہ سالار کے پاس پہنچ گئے (وہاں پہنچ کر) انہوں نے (اپنے ساتھیوں سے) کہا میرے لئے ڈھال بچھادو (انہوں نے بچھادی) وہ اس پر بیٹھ گئے اس موٹے تازے عجمی کافر نے کہا اے عرب کے رہنے والو! میں جانتا ہوں کہ تم لوگ یہاں کیوں آئے ہو؟ تم اس لئے آئے ہو کہ تمہیں اپنے ملک میں پیٹ بھر کر کھانا نہیں ملتا تو تمہیں جتنا غلہ چاہیئے ہم تمہیں دے دیتے ہیں۔ ہم لوگ آتش پرست ہیں تمہیں قتل کرنا اچھا نہیں سمجھتے کیونکہ (تمہیں قتل کرنے سے) ہماری زمین ناپاک ہو جائے گی۔ حضرت مغیرہ نے کہا اللہ کی قسم ہم اس وجہ سے نہیں آئے ہیں ہم تو اس وجہ سے آئے ہیں کہ ہم لوگ پتھروں اور بتوں کی عبادت کیا کرتے تھے۔ جب کوئی اچھا پتھر نظر آتا تو پہلے کو پھینک کر اس کی عبادت شروع کر دیتے۔ ہم پروردگار کو نہیں پہچانتے تھے۔ یہاں تک کہ اللہ تعالیٰ نے ہم میں سے ہی ہماری طرف ایک رسول بھیجا۔ اس نے ہمیں اسلام کی دعوت دی۔ ہم نے ان کا اتباع کر لیا۔ ہم غلہ لینے نہیں آئے۔ ہمیں اس بات کا حکم دیا گیا ہے کہ ہمارا جو دشمن اسلام کو چھوڑدے ہم اس سے جنگ کریں۔ ہم غلہ لینے نہیں آئے ہم تو اس لئے آئے ہیں کہ تمہارے جوانوں کو قتل کر دیں اور تمہارے بیوی بچوں کو قید کریں۔ باقی تم نے جو ہمارے ملک میں کھانے کی کمی کا ذکر کیا ہے وہ ٹھیک ہے۔ میری زندگی کی قسم! واقعی ہمیں اتنا کھانا نہیں ملتا جس سے ہمارا پیٹ بھر جائے

---

[1] اخرجه ابن جرير عن حصين بن عبدالرحمن كذافي البداية (ج ۷ ص ۴۰) واخرجه الحاكم (ج ۳ ص ۴۵۱) من طريق حصين بن عبدالرحمن عن ابى وائل قال شهدت القادسية فا نطلق المغيرة بن شعبه فذكره مختصراً

اور ہمیں اتنا پانی نہیں ملتا جس سے ہماری پیاس بجھ جائے۔ ہم تمہاری اس زمین میں آئے ہیں۔ ہم نے یہاں غلہ اور پانی بہت پایا ہے۔ اللہ کی قسم! اب ہم اس علاقہ کو نہیں چھوڑیں گے یا تو یہ سر زمین ہمارے حصہ میں آجائے یا تمہیں مل جائے۔ اس عجمی کافر نے فارسی میں کہا۔ یہ آدمی ٹھیک کہہ رہا ہے۔ حضرت مغیرہ سے اس عجمی کافر نے کہا آپ کی توکل آنکھ پھوڑ دی جائے گی۔ چنانچہ اگلے دن حضرت مغیرہ کو ایک نامعلوم تیر لگا اور واقعی ان کی آنکھ ضائع ہوگئی۔ ؎۱

سیفؒ کہتے ہیں حضرت سعدؓ نے جنگ سے پہلے اپنے ساتھیوں کی ایک جماعت کسریٰ کے پاس اللہ کی طرف دعوت دینے کے لئے بھیجی تھی۔ ان حضرات نے کسریٰ کے دربار میں پہنچ کر داخلہ کی اجازت مانگی۔ اس نے ان حضرات کو اجازت دی۔ شہر والے ان کو دیکھنے کے لئے باہر نکل آئے کہ ان کی شکل وصورت کیسی ہے؟ ان حضرات کی چادریں کندھوں پر پڑی ہوئی تھیں ہاتھوں میں کوڑے پکڑے ہوئے تھے۔ پاؤں میں چپلیں پہن رکھی تھیں۔ کمزور گھوڑوں پر سوار تھے جو (کمزوری کی وجہ سے) لڑکھڑا رہے تھے۔ شہر والے ان تمام باتوں کو دیکھ کر بہت زیادہ حیران ہو رہے تھے کہ کیسے ان جیسے انسان ان کے لشکروں پر غالب آجاتے ہیں۔ حالانکہ ان کے لشکروں کی تعداد اور ان کا سامان کہیں زیادہ ہے۔ اجازت ملنے پر یہ حضرات اندر شاہ یزدجرد (کسریٰ) کے دربار میں گئے اس نے انہیں اپنے سامنے بٹھایا۔ وہ بڑا مغرور اور بے ادب تھا۔ اس نے ان کے لباس اور چادروں اور جوتیوں اور کوڑوں کے نام پوچھنے شروع کر دیئے۔ وہ جس چیز کا بھی نام بتاتے وہ اس سے نیک فال اپنے لئے نکالتا لیکن اللہ تعالیٰ نے اس کی ہر فال کو اس کے سر الٹا دے مارا۔ پھر اس نے ان حضرات سے کہا۔ تمہیں کون سی چیز اس علاقہ میں لے آئی ہے؟ ہماری آپس کی خانہ جنگی کی وجہ سے تم یہ سمجھ بیٹھے کہ ہم لوگ کمزور پڑ گئے ہیں اس لئے تم میں (ہم پر حملہ کرنے کی) جرأت پیدا ہوگئی۔ حضرت نعمان بن مقرن نے کہا کہ اللہ تعالیٰ نے ہم پر ترس کھا کر ہماری طرف ایک رسول بھیجا۔ جو ہمیں نیکی کے کام بتاتے تھے اور ان کے کرنے کا حکم دیتے تھے اور برائی کے کام بتلا کر ہمیں ان سے روکتے تھے۔ ان کی بات ماننے پر اللہ تعالیٰ نے ہم سے دنیا وآخرت کی بھلائی کا وعدہ کیا۔ آپ نے جس قبیلہ کو اس کی دعوت دی اس کے دو حصے ہوگئے۔ کچھ آپ کا ساتھ دیتے اور کچھ آپ سے دور ہو جاتے۔ صرف خاص لوگ گنے چنے آپ کے دین میں داخل ہوئے۔ ایک عرصہ تک آپ اسی طرح دعوت دیتے رہے۔ پھر اللہ تعالیٰ نے آپ کو حکم دیا کہ اپنے مخالف عربوں پر

---

۱ ۔ اخرجه الحاکم (ج ۳ ص ۴۵۱) قال الحاکم صحیح الاسناد ولم یخرجاه وقال الذهبی صحیح واخرجه الطبرانی عن معاویة مثله قال الهیثمی (ج ۶ ص ۲۱۵) ورجاله رجال الصحیح.

چڑھائی کر دیں۔ پہل ان عربوں سے کریں (بعد میں دوسرے ملکوں میں جائیں) چنانچہ آپ نے ایسا ہی کیا۔ سارے عرب آپ کے دین میں داخل ہو گئے بعض مجبور ہو کر زبردستی داخل ہوئے لیکن خوشی بڑھتی رہی ہم سب نے کھلی آنکھوں دیکھ لیا کہ ہم (زمانہ جاہلیت میں) جس دشمنی اور تنگی میں تھے۔ آپ کا لایا ہوا دین اس سے ہزار درجہ بہتر ہے اور انہوں نے ہمیں حکم دیا کہ ہم آس پاس کی قوموں میں (دعوت کا کام) شروع کریں اور انہیں ہم عدل وانصاف کی دعوت دیں لہذا ہم تمہیں اپنے دین اسلام کی دعوت دیتے ہیں جو ہر اچھی بات کو اچھا کہتا ہے اور ہر بری بات کو برا کہتا ہے اور اگر تم (اسلام میں داخل ہونے سے) انکار کرو تو پھر ذلت کے دو کاموں میں سے کم ذلت والا کام اختیار کر لو اور وہ ہے جزیہ ادا کرنا اور اگر تم اس سے بھی انکار کرو تو پھر جنگ ہے۔ اگر تم ہمارے دین کو اختیار کر لو گے، تو ہم تم میں اللہ کی کتاب چھوڑ کر جائیں گے اور تمہیں اس پر ڈال کر جائیں گے کہ تم اس کتاب کے احکام کے مطابق فیصلہ کرو اور ہم تمہارے علاقے سے واپس چلے جائیں گے پھر تم ہو گے اور تمہارا علاقہ (جو چاہو کرو) اور اگر تم جزیہ دینے کے لئے تیار ہو جاؤ تو ہم اسے قبول کر لیں گے اور ہم تمہاری (ہر طرح) حفاظت کریں گے ورنہ ہم تم سے لڑیں گے۔ اس پر یزدجرد بولا کہ روئے زمین پر کوئی قوم میرے علم میں ایسی نہیں ہے جو تم سے زیادہ بدبخت ہو اور اس کی تعداد تم سے کم ہو اور اس کے آپس کے تعلقات تم سے زیادہ بگڑے ہوئے ہوں۔ ہم نے تو تمہیں آس پاس کی بستیوں کے حوالہ کیا ہوا تھا کہ وہ ہمارے بغیر خود ہی تم سے نمٹ لیا کریں۔ آج تک کبھی فارس نے تم پر حملہ نہیں کیا اور نہ تمہارا یہ خیال تھا کہ تم فارس والوں کے سامنے ٹھہر سکتے ہو۔ اب اگر تمہاری تعداد بڑھ گئی ہے تو ہمارے بارے میں تم دھوکے میں نہ رہو اور اگر معاش کی تنگی نے تمہیں یہاں آنے پر مجبور کیا ہے تو ہم تمہارے لئے امداد مقرر کر دیتے ہیں جو تمہیں اس وقت تک ملتی رہے گی۔ جب تک تم خوشحال نہ ہو جاؤ اور ہم تمہارے ممتاز لوگوں کا اکرام کریں گے اور ان کو جوڑے بھی دیں گے اور تم لوگوں پر ایسا بادشاہ مقرر کریں گے جو تمہارے ساتھ نرمی برتے (یہ سن کر) اور حضرات تو خاموش رہے لیکن حضرت مغیرہ بن شعبہؓ نے کھڑے ہو کر کہا۔ اے بادشاہ! یہ عرب کے سردار اور ممتاز لوگ ہیں یہ سب شریف ہیں اور شریفوں سے شرماتے ہیں اور شریفوں کا اکرام شریف ہی کیا کرتے ہیں اور شریفوں کے حقوق کو شریف ہی بڑا سمجھا کرتے ہیں۔ ان کو تم سے جتنی باتیں کہنے کے لئے بھیجا گیا ہے انہوں نے ابھی وہ ساری باتیں تم سے کہی نہیں ہیں اور انہوں نے تمہاری ہر بات کا جواب بھی نہیں دیا اور انہوں نے یہ اچھا کیا اور ان کے لئے یہی مناسب تھا۔ مجھ سے بات کرو۔ میں

تمہاری ہر بات کا جواب دوں گا اور یہ سب اس کی گواہی دیں گے۔ تم نے ہمارے جو حالات بتائے ہیں تم ان کو پوری طرح نہیں جانتے (میں تمہیں بتاتا ہوں) تم نے جو ہماری بد حالی کا ذکر کیا ہے تو واقعی ہم سے زیادہ کوئی بد حال نہیں تھا ہماری بھوک جیسی بھوک کہیں ہو نہیں سکتی۔ ہم تو گندگی کے کیڑے مکوڑے اور بچھو اور سانپ تک کھا جاتے تھے اور اسی کو اپنا کھانا سمجھتے تھے۔ ہمارے مکان کھلی زمین تھی (چھپر تک نہ تھے) اونٹوں اور بکریوں کے بالوں سے بنے ہوئے کپڑے پہنتے تھے۔ ایک دوسرے کو قتل کرنا اور ایک دوسرے پر ظلم کرنا ہمارا مذہب تھا اور ہم لوگوں میں بعض ایسے بھی تھے جو اپنی بیٹی کو کھانا کھلانے کے ڈر کے مارے زندہ قبر میں دفن کر دیتے تھے۔ آج سے پہلے ہماری وہی حالت تھی جو میں تم سے بیان کر رہا ہوں۔ پھر اللہ تعالیٰ نے ہماری طرف ایک معروف و مشہور آدمی کو مبعوث فرمایا جس کے حسب نسب کو اور اس کے حلیہ کو اور اس کی جائے پیدائش کو ہم اچھی طرح جانتے تھے۔ اس کی زمین ہماری زمین میں سب سے بہترین زمین تھی اور اس کا حسب نسب ہمارے حسب نسب سے بہتر تھا۔ اس کا گھر ہمارے گھروں سے اعلیٰ تھا اور اس کا قبیلہ ہمارے قبیلوں سے افضل تھا۔ عربوں کے تمام برے حالات کے باوجود وہ خود بھی اپنی ذات کے اعتبار سے ہم میں سب سے بہترین تھے۔ ہم میں سب سے زیادہ سچے اور سب سے زیادہ بردبار تھے۔ انہوں نے ہمیں اسلام کی دعوت دی۔ چنانچہ سب سے پہلے ان کی دعوت کو اس آدمی نے قبول کیا جو ان کا ہم عمر اور بچپن کا ساتھی تھا اور وہی ان کے بعد ان کا خلیفہ بنا۔ وہ ہم سے کہتے ہم ان کو الٹی سناتے۔ وہ سچ بولتے ہم جھوٹ بولتے۔ آخر ان کے ساتھی بڑھتے گئے اور ہماری تعداد گھٹتی گئی اور جو جو باتیں انہوں نے کہی تھیں وہ سب ہو کر رہیں۔ آخر اللہ تعالیٰ نے ہمارے دلوں میں ان کو سچا ماننے اور ان کے اتباع کرنے کا جذبہ پیدا کر دیا۔ وہ ہمارے اور اللہ رب العالمین کے درمیان واسطہ تھے۔ اور انہوں نے ہم سے جتنی باتیں کہیں وہ حقیقت میں اللہ ہی کی ہیں اور انہوں نے ہمیں جتنے حکم دیئے وہ حقیقت میں اللہ ہی کے حکم ہیں۔ انہوں نے ہم سے کہا کہ تمہارا رب کہتا ہے کہ میں اللہ ہوں، اکیلا ہوں، میرا کوئی شریک نہیں جب کچھ نہیں تھا میں اس وقت بھی تھا۔ میری ذات کے علاوہ ہر چیز فنا ہو جائے گی۔ میں نے ہر چیز کو پیدا کیا ہے اور ہر چیز لوٹ کر میرے پاس آئے گی۔ میری رحمت تمہاری طرف متوجہ ہوئی چنانچہ میں نے تمہاری طرف اس آدمی کو مبعوث کیا تاکہ تمہیں اس راستہ پر ڈال دوں جس کی وجہ سے میں تمہیں مرنے کے بعد اپنے عذاب سے بچاؤں اور اپنے گھر دارالسلام (جنت) میں پہنچا دوں چنانچہ ہم گواہی دیتے ہیں کہ حضورؐ اللہ کے پاس سے حق لے کر آئے تھے اور تمہارے رب

نے کہا جو تمہارے اس دین کو اختیار کرے گا اس کو وہ حقوق حاصل ہوں گے جو تمہیں حاصل ہیں اور اس پر وہ ذمہ داریاں ہوں گی جو تم پر ہیں اور جو (اس دین سے) انکار کرے اس پر جزیہ پیش کرو اور پھر اس کی ان تمام چیزوں سے حفاظت کرو جن سے تم اپنی حفاظت کرتے ہو اور جو (جزیہ دینے سے بھی) انکار کر دے اس سے جنگ کرو۔ میں ہی تمہارے درمیان فیصلہ کرنے والا ہوں تم میں سے جو شہید کیا جائے گا اسے اپنی جنت میں داخل کروں گا اور جو باقی رہے گا اس کے دشمن کے خلاف اس کی مدد کروں گا۔ اب تم چاہو تو ماتحت بن کر جزیہ دے دو اور چاہو تو تلوار لے کر (جنگ کر لو) یا مسلمان ہو کر خود کو بچالو۔ یزدجرد نے کہا تم میرے سامنے ایسی باتیں کر رہے ہو؟ حضرت مغیرہ نے کہا جس نے مجھ سے بات کی ہے میں اسی کے سامنے یہ باتیں کر رہا ہوں۔ اگر تمہارے علاوہ کوئی اور میرے ساتھ بات کرتا تو میں تمہارے سامنے یہ باتیں نہ کرتا۔ یزدجرد نے کہا اگر یہ دستور نہ ہوتا کہ قاصد کو قتل نہیں کیا جاتا تو میں تم سب کو قتل کر دیتا۔ تم لوگوں کے لئے میرے پاس کچھ نہیں ہے اور (اپنے درباریوں سے) کہا مٹی کا ایک ٹوکرا لاؤ اور ان میں جو سب سے بڑا ہے اس کے سر پر رکھ دو اور اسے پیچھے سے ہانکتے رہو۔ یہاں تک کہ وہ مدائن شہر کی آبادی سے نکل جائے (اور صحابہؓ سے کہا) تم لوگ اپنے امیر کے پاس واپس جا کر اسے بتادو کہ میں اس کی طرف رستم کو بھیج رہا ہوں تاکہ وہ اسے اور اس کے لشکر کو قادسیہ کی خندق میں دفن کر دے اور اسے اور تم لوگوں کو بعد والوں کے لئے عبرت بنادے اور پھر میں اس کو تمہارے ملک میں بھیجوں گا اور سابور کی طرف سے تم لوگوں کو جتنی مصیبت اٹھانی پڑی میں تم لوگوں کو اس سے زیادہ مصیبت میں گرفتار کردوں گا پھر اس نے پوچھا تم میں سب سے بڑا کون ہے؟ سب لوگ خاموش رہے۔ حضرت عاصم بن عمروؓ نے خود مٹی لینے کے لئے بغیر مشورہ کے کہہ دیا کہ میں ان کا بڑا ہوں اور ان کا سردار ہوں۔ یہ مٹی میرے اوپر لاددو۔ یزدجرد نے پوچھا کیا بات اسی طرح ہے؟ دوسرے صحابہ نے کہا ہاں۔ چنانچہ انہوں نے عاصم کی گردن پر وہ مٹی لاد دی وہ مٹی لے کر ایوان شاہی اور محل سے باہر آئے اور اپنی سواری پر اس مٹی کو رکھا اور اس پر بیٹھ کر اسے تیز دوڑ لیا تاکہ یہ مٹی لے کر حضرت سعدؓ کے پاس جلد پہنچ جائیں۔ حضرت عاصم اپنے ساتھیوں سے آگے نکل گئے اور وہ مسلسل چلتے رہے یہاں تک کہ باب قدیس سے آگے چلے گئے اور کہا امیر کو کامیابی کی بشارت سنادو۔ انشاء اللہ ہم کامیاب ہو گئے (بظاہر باب قدیس کے قریب حضرت سعد کا قیام تھا) اور آگے بڑھتے چلے گئے۔ یہاں تک کہ حا عرب میں جا کر اس مٹی کو ڈال دیا پھر واپس آکر حضرت سعد کی خدمت میں حاضر ہوئے اور انہیں ساری بات بتائی تو حضرت سعد

نے کہا اللہ کی قسم! اللہ تعالیٰ نے ہمیں (اس مٹی کی شکل میں) ان کے ملک کی چابیاں دے دی ہیں اور سب نے اس سے ان کے ملک پر قابض ہو جانے کی فال لی۔ [1]

حضرت محمدؒ اور حضرت طلحہؒ وغیرہ بیان کرتے ہیں کہ جب جنگ تکریت کے موقع پر رومیوں نے یہ دیکھا کہ جب بھی وہ مسلمانوں کی طرف بڑھے انہیں منہ کی کھانی پڑی اور مسلمانوں سے ہر مقابلہ میں ان کو شکست اٹھانی پڑی۔ تو انہوں نے اپنے سرداروں کو چھوڑ دیا اور اپنا سامان کشتیوں پر لاد دیا (عرب کے عیسائی قبائل) تغلب اور ایاد اور انمر کے نمائندے یہ ساری خبر لے کر (مسلمانوں کے امیر) حضرت عبداللہ بن معتم کے پاس آئے اور ان سے یہ درخواست کی کہ عرب کے ان قبائل سے مسلمان صلح کر لیں اور انہوں نے حضرت عبداللہ کو بتایا کہ یہ تمام قبائل ان کی ماننے کو تیار ہو چکے ہیں۔ حضرت عبداللہ نے ان قبائل کو یہ پیغام بھیجا کہ اگر تم اس بات میں سچے ہو تو کلمہ شہادت :۔

اشهد ان لآ اله الا الله وان محمداً رسول الله ۔ پڑھ لو اور حضورؐ جو کچھ اللہ کے پاس سے لے کر آئے ہیں اس کا اقرار کر لو پھر تم اس بارے میں اپنی رائے سے مطلع کرو۔ وہ نمائندے یہ پیغام لے کر اپنے قبائل کے پاس گئے۔ ان قبائل نے ان نمائندوں کو حضرت عبداللہ کے پاس قبول اسلام کی خبر دے کر واپس بھیجا۔ [2]

حضرت خالد اور حضرت عبادہؓ فرماتے ہیں کہ حضرت عمرؓ کے (شام سے) مدینہ واپس جانے کے بعد حضرت عمرو بن العاصؓ مصر کی طرف روانہ ہوئے۔ یہاں تک کہ باب الیون مقام تک پہنچ گئے۔ پیچھے سے حضرت زبیرؓ بھی ان کے پاس وہاں پہنچ گئے۔ مصر کا بڑا پادری ابو مریم وہاں لڑنے والوں کو لے کر مسلمانوں کے مقابلہ کے لئے پہلے سے پہنچا ہوا تھا۔ اس کے ساتھ دوسرا پادری بھی تھا۔ مقوقس نے اس ابو مریم کو اپنے ملک کی حفاظت کے لئے بھیجا تھا۔ جب حضرت عمرو نے ان کو پیغام بھیجا کہ ہم سے (لڑنے میں) جلدی نہ کرو۔ ہم تمہارے سامنے اپنے آنے کا مقصد بیان کر دیتے ہیں پھر تم اس کے بارے میں غور کر لینا چنانچہ انہوں نے اپنے لشکر کو (جنگ سے) روک لیا۔ حضرت عمرو نے پھر یہ پیغام بھیجا کہ میں (بات کرنے کے لیئے) سامنے آرہا ہوں ابو مریم اور ابو مریام بھی مجھ سے بات کرنے کے لئے باہر آجائیں۔ انہوں نے حضرت عمرو کی یہ بات مان لی۔ انہوں نے ایک دوسرے کو امن دیا۔ حضرت عمرو نے ان دونوں سے کہا کہ تم دونوں اس شہر کے بڑے پادری ہو۔ ذرا غور سے

---

[1] ذكر في البداية (ج ٧ ص ٤١) واخرجه ابن جرير الطبري (ج ٤ ص ٩٤) عن شعيب عن سيف عن عمرو عن الشعبي مثله

[2] اخرجه ابن جرير ايضاً (ج ٤ ص ١٨٦)

سنو۔ اللہ تعالیٰ نے حضرت محمد ﷺ کو حق دے کر بھیجا اور حق (پر چلنے) کا انہیں حکم دیا اور حضرت محمد ﷺ نے ہمیں حق (پر چلنے) کا حکم دیا۔ جتنے حکم آپ کو ملے ہیں وہ آپ نے سارے ہم تک پہنچا دیئے۔ پھر آپ دنیا سے تشریف لے گئے۔ آپ پر اللہ کی لاکھوں رحمتیں ہوں۔ اپنی ذمہ داری کا حق ادا کر گئے اور ہمیں ایک کھلے راستہ پر چھوڑ گئے۔ آپ جن باتوں کا ہمیں حکم دے کر گئے ان میں ایک یہ بھی ہے کہ ہم لوگوں کے سامنے اپنا مقصد پورے طور پر بیان کر دیں لہذا ہم تمہیں اسلام کی دعوت دیتے ہیں جو ہماری اس دعوت کو قبول کرلے گا وہ ہمارے جیسا بن جائے گا اور جو ہماری دعوت اسلام کو قبول نہیں کرے گا ہم اس پر جزیہ پیش کریں گے (کہ وہ جزیہ ادا کرے) ہم اس کی ہر طرح حفاظت کریں گے۔ انہوں نے ہمیں بتایا تھا کہ ہم تم پر فتح حاصل کرلیں گے۔ انہوں نے ہمیں تمہارے ساتھ حسن سلوک کی وصیت کی تھی کیونکہ ہماری تمہارے ساتھ رشتہ داری ہے (حضرت حاجرہ اور حضرت ماریہ قبطیہ دونوں مصر کے قبطی قبیلہ کی تھیں) اگر تم ہماری جزیہ والی بات کو قبول کرلو گے تو دو وجہ سے تمہاری ہم پر ذمہ داری ہو گی (ایک ذمی ہونے کی وجہ سے اور ایک رشتہ داری کی وجہ) ہمارے امیر نے بھی ہمیں (مصر کے) قبطیوں کے ساتھ اچھے سلوک کی وصیت فرمائی ہے۔ اس لئے کہ قبطیوں کے ساتھ اچھے سلوک کی ہدایت کی تھی۔ کیونکہ حضور ﷺ نے ہمیں قبطیوں کے ساتھ اچھے سلوک کی وصیت فرمائی ہے۔ اس لئے قبطیوں سے رشتہ داری بھی ہے اور ان کی ذمہ داری بھی ہے۔ مصریوں نے کہا اتنے دور کی رشتہ داری کا خیال تو صرف نبی ہی کر سکتے ہیں (حضرت حاجرہ) وہ بھلی اور شریف خاتون ہمارے بادشاہ کی بیٹی تھیں۔ اہل منف میں سے تھیں (منف مصر کا پرانا دار الخلافہ ہے) اور بادشاہت ان ہی کی تھی۔ اہل عین شمس نے ان پر حملہ کر کے ان کو قتل کر دیا اور ان سے یہ بادشاہت چھین لی اور باقی ماندہ لوگ اس علاقے کو چھوڑ کر چلے گئے۔ اس طرح وہ خاتون حضرت ابراہیمؑ کے پاس آگئیں۔ حضرت ابراہیمؑ کی ہمارے ہاں آمد بڑی باعث مسرت و خوشی تھی۔ جب تک ہم (مشورہ کر کے) واپس نہ آئیں اس وقت تک کے لئے ہمیں امن دے دیں۔ حضرت عمرو نے فرمایا مجھ جیسے آدمی کو کوئی دھوکہ نہیں دے سکتا۔ تم دونوں کو تین دن کی مہلت دیتا ہوں تاکہ تم دونوں خود بھی غور کرلو اور اپنی قوم سے مشورہ بھی کرلو۔ اگر تم نے تین دن تک کوئی جواب نہ دیا تو میں تم سے جنگ شروع کر دوں گا (مزید انتظار نہیں کروں گا) ان دونوں نے کہا کچھ وقت اور بڑھا دیں۔ حضرت عمرو نے ایک دن اور بڑھا دیا۔ انہوں نے کچھ اور وقت بڑھانے کی مزید درخواست کی۔ حضرت عمرو نے ایک دن اور بڑھا دیا۔ وہ دونوں مقوقس کے پاس واپس چلے

گئے۔ مقوقس نے تو کچھ آمادگی ظاہر کی۔ مگر ارطبون نے ان دونوں کی بات ماننے سے انکار کر دیا اور مسلمانوں پر چڑھائی کرنے کا حکم دے دیا۔ ان دونوں پادریوں نے مصر والوں سے کہا ہم تو تمہاری طرف سے دفاع کی پوری کوشش کریں گے اور ان کی طرف لوٹ کر نہ جائیں گے اور ابھی چار دن باقی ہیں۔ ان چار دنوں میں مسلمانوں کی طرف سے تم پر حملہ کا خطرہ نہیں۔ امان ہی کی توقع ہے۔ لیکن فرقب نے حضرت عمروؓ اور حضرت زبیرؓ پر اچانک شب خون مارا۔ حضرت عمرو (اس اچانک حملہ کے لیئے) تیاری کئیے ہوئے تھے انہوں نے فرقب کا مقابلہ کیا اور فرقب اور اس کے سارے ساتھی مارے گئے اور وہ یوں خود ہی اپنی تدبیر میں ناکام ہو گئے۔ وہاں سے حضرت عمرو اور حضرت زبیر عین شمس کی طرف روانہ ہوئے۔[1]

حضرت ابو حارثہ اور حضرت ابو عثمان کہتے ہیں جب حضرت عمرو مصریوں کے پاس عین شمس پہنچے تو مصر والوں نے اپنے بادشاہ سے کہا تم اس قوم کا کیا بگاڑ لوگے جنہوں نے کسریٰ اور قیصر کو شکست دے کر ان کے ملک پر قبضہ کر لیا ان سے صلح کر لو اور ان سے معاہدہ کر لو۔ نہ خود ان کے سامنے مقابلہ کے لئے جاؤ اور نہ ہمیں لے جاؤ۔ لیکن بادشاہ نہ مانا یہ قصہ چوتھے دن کا ہے اور اس نے مسلمانوں پر حملہ کر کے جنگ شروع کر دی۔ حضرت زبیر ان کے شہر فصیل (پناہ کی دیوار) پر چڑھ گئے۔ یہ منظر دیکھ کر (وہ ڈر گئے اور) انہوں نے حضرت عمرو کے لئے شہر کا دروازہ کھول دیا اور صلح کرنے کے لئے شہر سے باہر نکل آئے۔ حضرت عمرو نے ان کی صلح کو منظور کر لیا۔ حضرت زبیر توان پر غالب ہو کر دیوار سے شہر میں اترے۔[2]

حضرت سلیمان بن بریدہ کہتے ہیں کہ جب امیر المومنین (حضرت عمرؓ) کے پاس اہل ایمان کا لشکر جمع ہو جاتا۔ تو ان پر کسی صاحب علم اور فقیہ کو امیر بنا دیتے چنانچہ ایک لشکر تیار ہوا۔ حضرت سلمہ بن قیس اشجعیؓ کو ان کا امیر بنایا اور ان کو یہ ہدایات دیں۔ تم اللہ کا نام لے کر چلو۔ اور اللہ کے راستہ میں ان لوگوں سے جنگ کرو جو اللہ کا انکار کرتے ہیں۔ جب تمہارا مشرکین دشمن سے سامنا ہو تو ان کو تین باتوں کی دعوت دو (سب سے پہلے تو) ان کو اسلام کی دعوت دو۔ اگر مسلمان ہو جائیں اور اپنے وطن میں ہی رہنا پسند کریں تو ان کے مالوں میں ان پر زکوۃ واجب ہو گی اور مسلمانوں کے مال غنیمت میں ان کا کوئی حصہ نہ ہو گا اور اگر وہ تمہارے ساتھ (مدینہ میں) رہنا پسند کریں تو انہیں وہ تمام حقوق حاصل ہوں گے جو تمہیں حاصل ہیں اور ان پر وہ تمام ذمہ داریاں عائد ہوں گی جو تم پر ہیں اور اگر (اسلام قبول کرنے

[1] اخرجه ابن جرير (ج ٤ ص ٢٢٧) من طريق سيف

[2] واخرجه الطبري ايضاً (ج ٤ ص ٢٢٨)

سے) انکار کریں تو انہیں جزیہ دینے کی دعوت دو۔ اگر وہ جزیہ دینے پر راضی ہو جائیں تو ان کے دشمنوں سے جنگ کرنا اور ان کو جزیہ کی ادائیگی کے لئے فارغ کر دینا اور ان کو ان کی طاقت سے زیادہ کسی کام کی تکلیف نہ دینا۔ اگر وہ (جزیہ دینے سے بھی) انکار کر دیں تو ان سے جنگ کرو۔ اللہ تعالیٰ ان کے مقابلہ میں تمہاری مدد کرے گا اگر وہ تم سے ڈر کر کسی قلعہ میں خود کو محفوظ کر لیں اور وہ اللہ اور اس کے رسولؐ کے حکم پر اترنے کا مطالبہ کریں تو تم ان کو اللہ کے حکم پر مت اتارنا کیونکہ تم جانتے نہیں ہو کہ ان کے بارے میں اللہ اور اس کے رسول کا کیا حکم ہے؟ اور اگر وہ اللہ اور اس کے رسولؐ کی ذمہ داری پر اترنے کا مطالبہ کریں تو تم ان کو اللہ اور اس کے رسولؐ کی ذمہ داری پر مت اتارنا بلکہ ان کو اپنی ذمہ داری پر اتارنا اور اگر وہ تم سے جنگ کریں تو تم خیانت نہ کرنا اور بد عہدی نہ کرنا اور کسی کا ناک کان نہ کاٹنا اور کسی بچے کو قتل نہ کرنا۔ حضرت سلمہ کہتے ہیں کہ ہم چلے اور مشرک دشمنوں سے ہمارا سامنا ہوا (اسلام کی) جس بات کا امیر المومنین نے ہمیں کہا تھا ہم نے ان کو اس بات کی دعوت دی لیکن انہوں نے اسلام لانے سے انکار کر دیا۔ چنانچہ ہم نے ان سے جنگ کی اللہ نے ان کے مقابلہ میں ہماری مدد کی۔ ہم نے ان کی لڑنے والی فوج کو قتل کر دیا اور ان کی عورتوں اور بچوں کو قید کر لیا اور ان کا سارا سامان جمع کر لیا۔ آگے لمبی حدیث ہے۔[1] حضرت ابو امیہ کہتے ہیں کہ جب حضرت (ابو موسیٰ) اشعریؓ اصفہان پہنچے تو انہوں نے وہاں والوں پر اسلام کو پیش کیا۔ انہوں نے (اسے قبول کرنے سے) انکار کر دیا۔ تو پھر حضرت اشعری نے جزیہ ادا کرنے کی بات ان کے سامنے رکھی تو انہوں نے اس پر ان سے صلح کر لی رات تو انہوں نے صلح پر گزاری لیکن صبح ہوتے ہی انہوں نے غداری کی اور جنگ شروع کر دی۔ حضرت اشعری نے ان کا مقابلہ کیا اور جلد ہی تھوڑی دیر میں اللہ تعالیٰ نے ان کو کافروں پر غالب کر دیا۔[2]

صحابہ کرامؓ کے ان اعمال اور اخلاق کے قصے جن کی وجہ سے لوگوں کو ہدایت ملتی تھی

حضرت ابن اسحاق بیان کرتے ہیں کہ جب انصار حضور ﷺ سے بیعت ہو کر مدینہ آئے تو مدینہ میں اسلام پھیلنے لگا لیکن پھر بھی انصار کے کچھ مشرک لوگ اپنے دین پر باقی تھے۔ جن میں ایک عمرو بن جموح بھی تھے۔ ان کے بیٹے حضرت معاذ عقبہ میں حضورؐ کے ہاتھ پر بیعت ہو چکے تھے۔ حضرت عمرو بن جموح قبیلہ بنو سلمہ کے سرداروں اور معزز لوگوں میں سے

---

[1] اخرجه الطبری (ج ٥ ص ٩) [2] اخرجه ابن سعد (ج ٤ ص ١١٠) عن بشير بن ابی امیه

تھے۔ انہوں نے معزز لوگوں کے دستور کے مطابق اپنے گھر میں لکڑی کا ایک بت بنا رکھا تھا جسے منات کہا جاتا تھا۔ اسے وہ اپنا معبود سمجھتے اور اسے پاک صاف رکھتے۔ جب بنو سلمہ کے چند جوان حضرت معاذ بن جبل اور حضرت معاذ بن عمرو وغیرہ بیعتہ العقبہ میں شریک ہو کر مسلمان ہو گئے تو وہ حضرت عمرو کے اس بت کے پاس جاتے اور اسے اٹھا کر بنو سلمہ کے کسی گندگی والے گڑھے میں اس کا سر اوندھا کر کے پھینک دیتے۔ صبح کو حضرت عمرو شور مچاتے اور کہتے کہ تمہارا ناس ہو۔ آج رات کس نے ہمارے معبود پر دست درازی کی؟ پھر اسے تلاش کرنے چل پڑتے۔ جب وہ بت مل جاتا تو اسے دھو کر پاک صاف کر کے خوشبو لگاتے پھر کہتے اللہ کی قسم! اگر مجھے پتہ چل جائے کہ کس نے تیرے ساتھ ایسا کیا ہے تو میں اسے ضرور ذلیل کروں۔ شام کو جب حضرت عمرو سو جاتے تو وہ نوجوان پھر اس بت کے ساتھ اسی طرح کرتے۔ جب انہوں نے کئی دفعہ اس طرح کیا تو ایک دن انہوں نے اسے گڑھے سے نکال کر دھویا اور اسے پاک صاف کر کے خوشبو لگائی اور پھر اپنی تلوار لا کر اس کے گلے میں لٹکا دی اور (اس بت سے) کہا اللہ کی قسم! مجھے پتہ نہیں چل سکا کہ تمہارے ساتھ یہ گستاخی کون کرتا ہے؟ اگر تیرے میں کچھ ہمت ہے تو یہ تلوار تیرے پاس ہے اس کے ذریعہ اپنی حفاظت کر لینا۔ چنانچہ شام کو جب وہ سو گئے تو ان جوانوں نے جب یہ دیکھا کہ آج تو بت کے گلے میں تلوار لٹکی ہوئی ہے تو انہوں نے تلوار سمیت اسے اٹھایا اور ایک مرے ہوئے کتے کو رسی سے اس کے ساتھ باندھ دیا اور پھر اسے بنو سلمہ کے گندگی والے ایک کنویں میں پھینک دیا۔ صبح کو حضرت عمرو بن جموح کو وہ بت اپنی جگہ نہ ملا تو وہ اس کی تلاش میں نکلے تو اسے اس کنویں میں مردہ کتے کے ساتھ بندھا ہوا پایا۔ جب انہوں نے اس بت کو اس حال میں دیکھا تو اس بت کی ساری حقیقت انہیں نظر آگئی (کہ یہ اپنی بھی حفاظت نہیں کر سکتا) اور ان کی قوم کے مسلمانوں نے ان سے بات کی تو وہ اللہ کے فضل سے مسلمان ہو گئے اور بڑے اچھے مسلمان ثابت ہوئے۔[1] حضرت منجاب نے زیاد کے واسطے سے یہ حدیث ابن اسحاق سے اس طرح نقل کی ہے کہ ابن اسحاق کہتے ہیں کہ مجھے اسحاق بن یسار نے بنو سلمہ کے ایک آدمی سے نقل کیا ہے کہ جب بنو سلمہ کے جوان مسلمان ہو گئے تو حضرت عمرو بن جموح کی بیوی اور بیٹے مسلمان ہو گئے۔ انہوں نے اپنی بیوی سے کہا اپنے بچوں کو اپنے خاندان میں جانے نہ دینا یہاں تک کہ میں یہ نہ دیکھ لوں کہ خاندان والے کیا کر رہے ہیں؟ ان کی بیوی نے کہا میں ایسے ہی کروں گی لیکن آپ اپنے فلاں بیٹے سے ذرا سن تو لیں کہ وہ حضورؐ کی کیا باتیں بیان کرتا

---

[1] اخرجه ابو نعيم فى الدلائل (ص ۱۰۹)

ہے ؟انہوں نے کہا شاید وہ بے دین ہو گیا ہو گا۔ان کی بیوی نے کہا نہیں وہ تو لوگوں کے ساتھ گیا ضرور تھا۔ حضرت عمرو نے آدمی بھیج کر اپنے بیٹے کو بلایا اور اس سے کہا اس آدمی کا جو کلام تم سن کر آئے ہو وہ مجھے بھی بتاؤ۔ انہوں نے الحمد للّٰہ رب العٰلمین سے لے کر الصراط المستقیم تک سورت فاتحہ پڑھ کر سنائی۔ انہوں نے کہا کہ یہ تو کیا ہی حسین و جمیل کلام ہے کیا ان کا سارا کلام ایسا ہی ہے ؟ بیٹے نے کہا ابا جان اس سے بھی زیادہ اچھا ہے۔آپ کی قوم کے اکثر لوگ ان سے بیعت ہو چکے ہیں آپ بھی ان سے بیعت ہو جائیں۔انہوں نے کہا پہلے میں منات بت سے مشورہ کر کے دیکھ لوں وہ کیا کہتا ہے ؟ پھر میں فیصلہ کروں گا۔ راوی کہتے ہیں کہ یہ لوگ جب منات سے بات کرنا چاہتے تو منات کے پیچھے ایک بوڑھی عورت کو کھڑا کر دیتے جو منات کی طرف سے جواب دیا کرتی۔ چنانچہ یہ اس بت کے پاس (مشورہ لینے) گئے بوڑھی عورت کو وہاں سے چلتا کر دیا گیا۔یہ اس کے سامنے کھڑے ہو کر اس کی تعظیم بجا لائے اور کہا اے منات! تجھے معلوم ہونا چاہئے کہ تجھ پر ایک بہت بڑی مصیبت آن پڑی ہے اور تو غفلت میں پڑا ہوا ہے۔ایک آدمی آیا ہے جو ہمیں تیری عبادت سے روکتا ہے اور تجھے چھوڑ دینے کا حکم کرتا ہے۔ مجھے یہ اچھا نہ لگا کہ تجھ سے مشورہ کیئے بغیر اس سے بیعت ہو جاؤں۔یہ بہت دیر تک اس کے سامنے یہ باتیں کرتے رہے لیکن اس کی طرف سے کوئی جواب نہ آیا تو اس سے کہا میرا خیال یہ ہے کہ تو ناراض ہو گیا ہے حالانکہ میں نے اب تک تیری کوئی (گستاخی) نہیں کی ہے۔چنانچہ کھڑے ہو کر اس بت کو توڑ دیا اور ابراہیم بن سلمہ نے ابن اسحاق سے یوں روایت کیا ہے کہ جب حضرت عمرو بن جموحؓ اسلام لے آئے اور اللہ تعالیٰ کو پہچان لیا تو انہوں نے چند اشعار کہے جن میں انہوں نے بت کا اور اس کی بے بسی کا جو منظر دیکھا تھا اس کا تذکرہ کیا ہے اور اللہ تعالیٰ نے ان کو جو اندھے پن اور گمراہی سے بچایا ہے اس پر اللہ کا شکر ادا کیا ہے۔

اتوب الی اللّٰہ مما مضی واستنقذ اللّٰہ من نارہ

میں اپنے گزشتہ گناہوں پر اللہ کے سامنے توبہ کرتا ہوں اور میں چاہتا ہوں کہ اللہ تعالیٰ اپنی آگ سے مجھے نجات دے دے۔

واثنی علیہ بنعمائہ الہ الحرام واستارہ

اور میں اللہ تعالیٰ کی نعمتوں کی وجہ سے اس کی ثناء بیان کرتا ہوں۔ وہی بیت اللہ کا اور اسکے پردوں کا خدا ہے۔

فسبحانہ عدد الخاطئین وقطر السماء ومدرارہ

میں خطاکار انسانوں اور آسمانوں سے اترنے والے قطروں اور موسلادھار بارش کی بوندوں کی تعداد کے برابر اس کی پاکی بیان کرتا ہوں۔

هدا نی وقد کنت فی ظلمة حلیف مناة واحجاره

میں تاریکی میں پڑا ہوا تھا اور منات اور اس کے پتھروں کا پجاری تھا۔ اللہ تعالیٰ نے مجھے ہدایت دی۔

وانقذ نی بعد شیب القذال من شین ذاك ومن عاره

بڑھاپے کی وجہ سے میرے سر کے بال سفید ہو چکے تھے لیکن اللہ تعالیٰ نے مجھے بتوں کی عبادت کے عیب وعار سے نجات دی۔

فقد کدت اهلك فی ظلمة تدارك ذاك بمقداره

میں تو تاریکی میں بالکل ہلاک ہونے والا تھا لیکن اللہ تعالیٰ نے مجھے اپنی قدرت سے اس سے بچالیا۔

فحمداً وشکرً اله ما بقیت اله الا نام وجباره

جب تک میں زندہ رہوں گا اس کی تعریف اور اس کا شکر کرتا رہوں گا۔ وہ تمام مخلوق کا خدا اور مخلوق کی خرابیوں کو درست کرنے والا ہے۔

ارید بذلك اذ قلته مجاورة اللّٰه فی داره

ان اشعار کے کہنے سے میرا مقصد یہ ہے کہ مجھے اللہ کے گھر (جنت) میں اس کا پڑوس نصیب ہو جائے۔

اور اپنے بت منات کی مذمت میں یہ اشعار کہے:

تاللّٰه لو کنت الهاً لم تکن انت وکلب وسط بئر فی قرن

اللہ کی قسم! اگر تو سچا معبود ہوتا تو کتے کے ساتھ ایک رسی میں بندھا ہوا کنویں میں پڑا ہوا نہ ہوتا۔

اف لملقاك الها مستدن الا ن فتشنا ك عن سوء الغبن

اس پر تف ہو کہ تو معبود ہونے کے باوجود ذلیل وخوار اس جگہ پڑا ہوا تھا۔ اب ہم نے تیرے انتہائی برے نقصان کو معلوم کر لیا ہے۔

هو الذی انقذنی من قبل ان اکون فی ظلمة قبر مر تهن

اللہ تعالیٰ نے ہی مجھے اس سے پہلے بچالیا کہ میں قبر کی اندھیری میں پڑا ہوا ہوتا۔

الحمد للّٰه العلی ذی المنن الواهب الرزاق دیان الدین

تمام تعریفیں اس اللہ کے لئے ہیں جو سب سے بر تر بڑے احسانات والا، عطیہ دینے والا ،روزی دینے والا، جو (ہر طرح کی) عادتوں کا بدلہ دینے والا ہے۔

واقدی بیان کرتے ہیں۔ حضرت ابو الدرداءؓ کے بارے میں۔ بیان کیا گیا ہے کہ وہ اپنے گھرانہ میں سب سے آخر میں مسلمان ہوئے۔ وہ اپنے بت کی عبادت میں برابر لگے رہے۔ انہوں نے اس بت پر ایک رومال ڈالا ہوا تھا۔ حضرت عبد اللہ بن رواحہؓ زمانہ جاہلیت سے ان کے بھائی بنے ہوئے تھے وہ ان کے پاس آکر ان کو اسلام کی دعوت دیا کرتے تھے۔ یہ ہر مرتبہ انکار کر دیتے۔ ایک دن حضرت عبد اللہ نے دیکھا کہ حضرت ابو الدرداء گھر سے باہر جا رہے ہیں۔ وہ ان کے بعد ان کے گھر میں ان کی بیوی کو بتائے بغیر داخل ہو گئے وہ اپنے سر میں کنگھی کر رہی تھی اور اس سے پوچھا ابو الدرداء کہاں ہیں ؟ان کی بیوی نے کہا آپ کے بھائی ابھی باہر گئے ہیں۔ حضرت ابو الدرداء نے جس کمرے میں بت رکھا ہوا تھا یہ اس میں کلہاڑا لے کر گئے اور اس بت کو نیچے گرا کر اس کے ٹکڑے کرنے لگے اور تمام شیاطین (یعنی بتوں) کے نام لے کر آہستہ آہستہ یہ کہہ کر گنگنا رہے تھے۔

الا کل ما ید عی مع اللّٰہ باطل

ترجمہ :۔ "ذرا غور سے سنو! اللہ تعالیٰ کے ساتھ جس کو بھی پکارا جاتا ہے وہ باطل اور لغو ہے۔ "اور اس بت کے ٹکڑے کر کے باہر آگئے۔ جب وہ بت کو توڑ رہے تھے تو حضرت ابو الدرداء کی بیوی نے کلہاڑے کی آواز سن لی تھی۔ تو وہ چلائیں اور کہا اے ابن رواحہ! تم نے تو مجھے مار ڈالا۔ حضرت عبد اللہ ابھی گھر سے نکلے ہی تھے کہ اتنے میں حضرت ابو الدرداء اپنے گھر واپس آگئے تو انہوں نے دیکھا کہ ان کی بیوی بیٹھی ہوئی ان سے ڈر کر رو رہی ہے۔ انہوں نے بیوی سے پوچھا تجھے کیا ہوا؟ اس نے بتایا کہ تمہارے بھائی عبد اللہ بن رواحہ یہاں آئے تھے اور دیکھو وہ کیا کر گئے۔ (اسے دیکھ کر ایک دفعہ تو) حضرت ابو الدرداء کو بڑا غصہ آیا لیکن پھر انہوں نے اپنے دل میں سوچا اور کہا کہ اگر اس بت میں کچھ بھلائی ہوتی تو اپنا بچاؤ تو کر لیتا۔ وہ حضرت عبد اللہ بن رواحہ کو لے کر حضورؐ کی خدمت میں گئے اور مسلمان ہو گئے۔[1]

حضرت زیاد بن جزء زبیدی کہتے ہیں کہ ہم نے حضرت عمرؓ کے زمانہ خلافت میں اسکندریہ کو فتح کیا۔ آگے تفصیل سے حدیث ذکر کی ہے۔ اس میں یہ بھی ہے کہ ہم بلہیب بستی میں ٹھہر گئے اور ہم لوگ حضرت عمر کے خط کا انتظار کرتے رہے۔ یہاں تک کہ حضرت عمرؓ کا خط آگیا جو حضرت عمروؓ نے پڑھ کر ہمیں سنایا۔ اس خط میں یہ مضمون تھا۔

---

[1] اخرجه الحاكم فى المستدرك (ج ۳ ص ۳۳۶)

"امابعد! تمہارا خط ملا جس میں تم نے لکھا ہے کہ اسکندریہ کے بادشاہ نے تمہارے سامنے اس شرط پر جزیہ دینے کی پیشکش کی ہے کہ ان کے ملک کے تمام قیدی واپس کر دیئے جائیں۔ میری زندگی کی قسم! جزیہ کا مال جو ہمیں اور ہمارے بعد کے مسلمانوں کو مسلسل ملتا رہے گا وہ مجھے اس مال غنیمت سے زیادہ پسند ہے جسے تقسیم کر دیا جاتا ہے۔ اور پھر ختم ہو جاتا ہے۔ تم اسکندریہ کے بادشاہ کے سامنے یہ تجویز رکھو کہ وہ تمہیں اس شرط پر جزیہ دے کہ تمہارے قبضے میں ان کے جتنے قیدی ہیں ان کو مسلمان ہونے اور اپنی قوم کے دین پر باقی رہنے میں اختیار دیا جائے گا۔ ان میں سے جو اسلام کو اختیار کرے گا وہ مسلمانوں میں سے شمار ہوگا۔ مسلمانوں والے سارے حقوق اسے ملیں گے اور مسلمانوں والی ساری ذمہ داریاں اس پر ہوں گی اور ان میں سے جو اپنی قوم کے دین پر باقی رہنا چاہے گا اسے اتنا جزیہ دینا پڑے گا جتنا اس کے مذہب والوں پر مقرر کیا گیا ہے اور ان کے دو قیدی جو ملک عرب میں پھیل گئے ہیں اور مکہ مدینہ اور یمن پہنچ گئے ہیں ان کو واپس کرنا ہمارے بس سے باہر ہے اور ہم کسی ایسی بات پر صلح نہیں کرنا چاہتے ہیں جسے ہم پورا نہ کر سکتے ہوں"۔

حضرت عمروؓ نے اسکندریہ کے بادشاہ کے پاس آدمی بھیج کر امیر المومنین کے خط کی اسے اطلاع دی۔ اس نے کہا مجھے منظور ہے چنانچہ ہمارے قبضہ میں جتنے قیدی تھے۔ ان سب کو ایک جگہ جمع کیا اور وہاں کے نصارٰی بھی جمع ہو گئے جو ہمارے پاس قیدی تھے۔ ان میں سے ہم ایک آدمی کو لاتے پھر اسے مسلمان ہونے اور نصرانی رہنے میں اختیار دیتے۔ اگر وہ اسلام کو اختیار کر لیتا تو ہم کسی شہر کے فتح ہونے پر جتنی زور سے اللہ اکبر کہتے۔ اس موقع پر اس سے کہیں زیادہ زور سے اللہ اکبر کہتے اور پھر ہم اسے مسلمانوں میں لے آتے اور ان میں سے جب کوئی نصرانیت کو اختیار کرتا تو نصارٰی خوشی سے شور مچاتے اور پھر اسے اپنے مجمع میں لے جاتے اور ہم اس پر جزیہ مقرر کر دیتے اور اس سے ہمیں اتنا زیادہ دکھ ہوتا کہ جیسے ہم میں سے کوئی آدمی نکل کر ادھر چلا گیا ہو۔ چنانچہ یونہی سلسلہ چلتا رہا یہاں تک ابو مریم عبداللہ بن عبدالرحمٰن کو بھی درمیان میں لایا گیا۔ قاسم راوی کہتے ہیں میں نے ان کی زیارت کی ہے۔ اس وقت وہ بنو زبید کے سردار تھے۔ چنانچہ ہم نے ان کو کھڑا کر کے ان پر اسلام اور نصرانیت کو پیش کیا اور ان کے والدین اور بھائی نصارٰی کے اس مجمع میں موجود تھے۔ انہوں نے اسلام کو اختیار کیا۔ ہم انہیں اپنے میں لانے لگے تو ان کے والدین اور بھائی ان پر جھپٹے اور ان کو ہم سے چھیننے لگے اسی کھینچا تانی میں انہوں نے ان کے کپڑے پھاڑ دیئے (بہر حال ہم ان کو مسلمانوں میں لے آئے) اور وہ آج ہمارے سردار ہیں جیسے کہ آپ دیکھ رہے ہیں۔ حدیث کا مضمون آگے بھی ہے۔[1]

---

[1] اخرجه ابن جرير الطبري (ج ٤ ص ٢٢٧)

حضرت شعبی بیان کرتے ہیں کہ حضرت علیؓ بازار تشریف لے گئے تو انہوں نے دیکھا کہ ایک نصرانی ایک زرہ بیچ رہا ہے۔ حضرت علیؓ نے اس زرہ کو پہچان لیا اور فرمایا یہ زرہ میری ہے۔ چلو میرے اور تمہارے درمیان مسلمانوں کا قاضی فیصلہ کرے گا اور ان دنوں مسلمانوں کے قاضی حضرت شریح تھے۔ حضرت علیؓ نے ہی ان کو قاضی بنایا تھا۔ جب قاضی شریح نے امیر المومنین کو دیکھا تو اپنی مجلس سے کھڑے ہو گئے اور حضرت علی کو اپنی جگہ بٹھایا اور خود ان کے سامنے اس نصرانی کے پہلو میں بیٹھ گئے۔ حضرت علیؓ نے کہا اے شریح! اگر میرا فریق مخالف مسلمان ہوتا تو میں اس کے ساتھ بیٹھتا، لیکن میں نے حضور ﷺ کو فرماتے ہوئے سنا ہے کہ ان (غیر مسلم ذمیوں) سے مصافحہ نہ کرو اور ان کو سلام کرنے میں پہل نہ کرو۔ اور ان کے بیماروں کی بیمار پرسی نہ کرو اور ان کی نماز جنازہ نہ پڑھو اور ان کو راستہ کے تنگ حصے میں چلنے پر مجبور کرو، انہیں چھوٹا بنا کر رکھو جیسے کہ اللہ نے انہیں چھوٹا بنایا ہے۔ اے شریح! میرے اور اس کے درمیان فیصلہ کرو۔ حضرت شریح نے کہا اے امیر المومنین! آپ کیا کہتے ہیں؟ حضرت علیؓ نے کہا یہ زرہ میری ہے کافی عرصہ پہلے یہ کہیں گر گئی تھی۔ حضرت شریح نے کہا اے نصرانی! تم کیا کہتے ہو؟ اس نے کہا میں یہ نہیں کہتا کہ امیر المومنین غلط کہہ رہے ہیں لیکن یہ زرہ ہے میری حضرت شریح نے کہا میرا فیصلہ یہ ہے کہ یہ زرہ اس سے نہیں لی جا سکتی کیونکہ آپ کے پاس کوئی گواہ نہیں۔ حضرت علی نے کہا قاضی شریح نے ٹھیک فیصلہ کیا ہے۔ اس پر اس نصرانی نے کہا کہ میں گواہی دیتا ہوں کہ یہ انبیاء والے فیصلے ہیں کہ امیر المومنین! اللہ کی قسم! یہ زرہ آپ کی ہے۔ آپ کے پیچھے میں چل رہا تھا آپ کے خاکی رنگ کے اونٹ سے گری تھی جسے میں نے اٹھا لیا تھا۔ اور پھر اس نصرانی نے کلمہ شہادت:

اشھد ان لآ الٰہ الا اللّٰہ وان محمداً رسول اللہ ۔ پڑھا۔ اس پر حضرت علی نے کہا جب تم مسلمان ہو ہی گئے ہو تو اب یہ زرہ تمہاری ہی ہے اور اسے ایک گھوڑا بھی دیا۔[1] حاکم کی ایک روایت میں یہ ہے کہ جنگ جمل کے دن حضرت علیؓ کی ایک زرہ گم ہو گئی تھی۔ ایک آدمی کو ملی اس نے آگے بیچ دی۔ حضرت علی نے اس زرہ کو ایک یہودی کے پاس دیکھ کر پہچان لیا۔ قاضی شریح کے یہاں اس یہودی پر مقدمہ دائر کیا۔ حضرت حسنؓ اور حضرت علی کے آزاد کردہ غلام قنبر نے حضرت علی کے حق میں گواہی دی۔ قاضی شریح نے کہا حضرت حسن کی جگہ کوئی اور گواہ لاؤ۔ حضرت علیؓ نے کہا کیا آپ حضرت حسن کی گواہی کو قبول نہیں

---

[1] اخرجه الترمذی والحاکم

کرتے؟ انہوں نے کہا نہیں بلکہ آپ سے ہی سنی ہوئی یہ بات یاد ہے کہ باپ کے حق میں بیٹے کی گواہی درست نہیں ہے۔

حضرت یزید تیمی نے اس حدیث کو تفصیل سے بیان کیا ہے۔ اس میں یہ مضمون ہے کہ قاضی شریح نے حضرت علی سے کہا کہ آپ کے غلام کی گواہی تو ہم مانتے ہیں، لیکن آپ کے حق میں آپ کے بیٹے کی گواہی نہیں مانتے ہیں۔ اس پر حضرت علی نے کہا تجھے تیری ماں گم کرے کیا تم نے حضرت عمرؓ کو یہ کہتے ہوئے نہیں سنا کہ رسول اللہ ﷺ نے یہ فرمایا کہ حسن اور حسین جنت کے جوانوں کے سردار ہیں اور پھر حضرت علی نے اس یہودی سے کہا یہ زرہ تم ہی لے جاؤ۔ اس یہودی نے کہا کہ تمام مسلمانوں کا امیر میرے ساتھ مسلمانوں کے قاضی کے پاس آیا اور قاضی نے اس کے خلاف فیصلہ کر دیا اور مسلمانوں کا امیر اس فیصلہ پر راضی بھی ہو گیا (یہ منظر دیکھ کر وہ اتنا متاثر ہوا کہ اس نے فوراً کہا) اے امیر المومنین! اللہ کی قسم! آپ نے ٹھیک کہا تھا یہ زرہ آپ ہی کی ہے آپ کے اونٹ سے گری تھی جسے میں نے اٹھالیا تھا اور پھر اس نے کلمہ شہادت :۔

اشهدان لآ اله الا الله وان محمداً رسول الله . پڑھا۔ حضرت علی نے وہ زرہ اسے ہدیہ میں دے دی۔ اور مزید سات سو درہم بھی دیئے اور پھر وہ مسلمان ہو کر حضرت علی کے ساتھ ہی رہا کرتا تھا حتی کہ ان ہی کے ساتھ جنگ صفین میں شہید ہو گیا۔[1]

حضرات صحابہ کرامؓ کس طرح حضور ﷺ سے اور آپ کے بعد آپ کے خلفاء سے بیعت ہوا کرتے تھے اور کن امور پر بیعت ہوا کرتی تھی

اسلام پر بیعت ہونا

حضرت جریرؓ فرماتے ہیں کہ حضور ﷺ نے ہم سے ان باتوں پر بیعت لی۔ جن باتوں پر آپ نے عورتوں سے بیعت لی تھی اور آپ نے فرمایا کہ تم میں سے جو اس حال میں مرے کہ اس نے ان ممنوعہ کاموں میں سے کوئی کام نہ کیا ہو تو میں اس کے لئے جنت کا ضامن ہوں اور تم میں سے جو اس حال میں مرے کہ اس نے ان ممنوعہ کاموں میں سے کوئی کام کر لیا اور اس کو اس کی شرعی سزا مل گئی تو یہ سزا اس کے لئے کفارہ ہے اور جس نے ان ممنوعہ کاموں

---

[1] اخرجه الحاكم في الكنى وابو نعيم في الحلية (ج ٤ ص ١٣٩) من طريق ابراهيم بن يزيد التيمي كذافي كنز العمال (ج ٤ ص ٦)

میں سے کوئی کام کیا اور اس پر پردہ پڑا رہا (کسی کو پتہ نہ چلا اور اس کی شرعی سزا اسے نہ ملی) تو اسکا حساب کتاب اللہ کے ذمہ ہے (وہ جو چاہے کرے)۔[1]

حضرت اسودؓ نے حضور ﷺ کو فتح مکہ کے دن لوگوں کو بیعت کرتے ہوئے دیکھا۔ کہتے ہیں کہ حضورؐ قرن مصقلہ مقام کے پاس بیٹھ کر لوگوں کو اسلام اور شہادت پر بیعت کر رہے تھے۔ راوی کہتے ہیں کہ میں نے (اپنے استاد عبداللہ بن عثمان سے) پوچھا کہ شہادت سے کیا مراد ہے؟ انہوں نے کہا کہ مجھے (میرے استاد) محمد بن اسود بن خلف نے بتایا تھا کہ حضورؐ ان کو اللہ پر ایمان لانے اور کلمہ شہادت:

اشهدان لآاله الا الله واشهد ان محمداً عبده ورسوله. پر بیعت کر رہے تھے۔[1] بیہقی کی روایت میں یہ ہے کہ چھوٹے بڑے مرد اور عورت تمام لوگ حضورؐ کے پاس آئے۔ آپ نے ان کو اسلام اور شہادت پر بیعت کیا۔[2]

حضرت مجاشع بن مسعودؓ کہتے ہیں کہ میں اور میرا بھائی ہم دونوں حضور ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوئے میں نے عرض کیا آپ ہمیں ہجرت پر بیعت فرمالیں۔ آپ نے کہا کہ (مدینہ کی طرف) ہجرت تو اہل ہجرت کے ساتھ ختم ہوگئی۔ (اب اس ہجرت کا حکم نہیں رہا) میں نے پوچھا پھر آپ ہمیں کس چیز پر بیعت کریں گے؟ آپ نے فرمایا اسلام اور جہاد پر۔[3] حضرت زیاد بن علاقہ کہتے ہیں کہ جس دن حضرت مغیرہ بن شعبہؓ کا انتقال ہوا اس دن حضرت جریر بن عبداللہؓ نے لوگوں میں بیان فرمایا تو میں نے ان کو سنا وہ کہہ رہے تھے کہ (اے لوگو!) میں تمہیں اللہ وحده لاشريك له سے ڈرنے کی اور وقار اور اطمینان سے رہنے کی تاکید کرتا ہوں۔ میں نے اپنے ان ہاتھوں سے حضور ﷺ سے اسلام پر بیعت کی ہے۔ آپ نے ہر مسلمان کی خیر خواہی کو میرے لئے ضروری قرار دیا۔ رب کعبہ کی قسم! میں تم سب کا خیر خواہ ہوں پھر استغفار پڑھ کر (منبر سے) نیچے اتر آئے۔[4] بیہقی وغیرہ نے روایت کیا ہے کہ حضرت زیاد بن حارث صدائیؓ کہتے ہیں کہ میں حضور ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوا اور اسلام پر آپ سے بیعت ہوا۔

---

[1] اخرجه احمد عن عبدالله بن عثمان بن خيثم ان محمد بن الاسود بن خلف اخبره كذافى البداية (ج ٤ ص ٣١٨) وقال تفرد به احمد وقال الهيثمى (ج ٦ ص ٣٧) ورجاله ثقات

[2] كذافى البداية (ج ٤ ص ٣١٨) وبهذا السياق اخرجه الطبرانى فى الكبير والصغير كما فى مجمع الزوائد (ج ٦ ص ٣٧) وهكذا اخرجه البغوى وابن السكن والحاكم وابو نعيم كما فى الكنز (ج ١ ص ٨٢) [3] اخرجه الشيخان كذافى العينى (ج ٧ ص ١٦) واخرجه ايضاً ابن ابى شيبة وزادقال فلقيت اخاه فسالته فقال صدق مجاشع كذافى كنز العمال (ج ١ ص ٢٦. ٨٣)

[4] اخرجه ابو عوانة فى مسنده (ج ١ ص ٣٨) واخرج البخارى اتم منه (ج ١ ص ١٤)

آگے لمبی حدیث ہے جیسے کہ دعوت کے باب میں صفحہ ۲۲۶ پر گزر چکی۔

اعمال اسلام پر بیعت ہونا

حضرت بشیر بن خصاصیہؓ کہتے ہیں کہ میں حضور ﷺ سے بیعت ہونے کے لئے آپ کی خدمت میں حاضر ہوا۔ میں نے پوچھا یا رسول اللہ! آپ مجھے کن چیزوں پر بیعت کرتے ہیں؟ آپ نے اپنا ہاتھ بڑھا کر فرمایا تم اس بات کی گواہی دو کہ اللّٰہ وحدہ لا شریك له کے علاوہ کوئی معبود نہیں ہے اور حضرت محمد اس کے بندے اور رسول ہیں اور پانچوں نمازیں وقت پر پڑھو، فرض زکوۃ ادا کرو، رمضان کے روزے رکھو، بیت اللہ کا حج کرو اور اللہ کے راستہ میں جہاد کرو۔ میں نے کہا یا رسول اللہ! باقی تو تمام کام کروں گا لیکن دو کام نہیں کر سکتا ہوں۔ ایک تو زکوۃ کیونکہ میرے پاس دس اونٹ ہیں انکے دودھ پر ہی میرے گھر والوں کا گزارہ ہوتا ہے اور وہی ان کے بار برداری کے کام آتے ہیں اور دوسرے جہاد کیونکہ میں بزدل آدمی ہوں اور لوگ یوں کہتے ہیں کہ جو (میدان جنگ سے) پشت پھیرے گا وہ اللہ کے غضب کے ساتھ لوٹے گا۔ مجھے ڈر ہے کہ اگر دشمن سے لڑنا پڑ گیا اور میں گھبرا کر (میدان جنگ سے) بھاگ گیا تو میں اللہ کے غضب کے ساتھ لوٹوں گا۔ حضور نے اپنا ہاتھ پیچھے کھینچ لیا اور ہاتھ ہلاتے ہوئے فرمایا اے بشیر! جب تم نہ زکوۃ دو گے اور نہ جہاد کرو گے تو کس عمل کے ذریعہ جنت میں داخل ہو گے؟ میں نے کہا یا رسول اللہ! آپ اپنا ہاتھ بڑھائیں میں آپ سے بیعت ہوتا ہوں۔ چنانچہ آپ نے اپنا ہاتھ بڑھایا اور میں ان تمام اعمال پر حضور سے بیعت ہو گیا۔[1]

حضرت جریرؓ فرماتے ہیں کہ میں نماز قائم کرنے، زکوۃ دینے اور ہر مسلمان کی خیر خواہی کرنے پر حضور ﷺ سے بیعت ہوا۔[2] امام احمد نے ہی اسی روایت کو اس طرح بھی نقل کیا ہے کہ میں نے عرض کیا یا رسول اللہ! آپ (بیعت ہونے کے لیئے) مجھے بتائیں کہ بیعت ہونے کے بعد کون سے اعمال کرنے پڑیں گے؟ کیونکہ جن اعمال کی پابندی کرنی ہو گی ان کو آپ اچھی طرح جانتے ہیں۔ آپ نے فرمایا میں تمہیں اس بات پر بیعت کرتا ہوں کہ تم اللّٰہ وحدہ لاشریك له کی عبادت کرو گے اور اس کے ساتھ کسی کو شریک نہ ٹھہراؤ گے، نماز قائم کرو گے اور زکوۃ دو گے اور مسلمانوں کے ساتھ خیر خواہی کا معاملہ کرو گے اور شرک سے

---

[1] اخرجه الحسن بن سفیان والطبرانی فی الا وسط وابو نعیم والحاکم والبیهقی وابن عساکر .کذافی کنز العمال (ج ۷ص ۱۲)واخرجه احمد ورجاله موثقون کما قال الهیثمی (ج ۱ ص ۴۲)

[2] اخرجه احمد واخرجه ایضاً ابن جریر مثله کما فی کنز العمال (ج ۱ ص ۸۲) والشیخان والترمذی کما فی الترغیب (ج ۳ ص ۲۳٦)

بالکل بچ کر رہو گے۔ [۱]

ابن جریر نے بھی ایسی ہی روایت نقل کی ہے لیکن اس میں یہ ہے کہ تمام مسلمانوں سے خیر خواہی کا معاملہ کرو گے اور شرک کو چھوڑ دو گے۔ [۲] طبرانی کی روایت میں ہے کہ حضرت جریر حضور ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوئے تو حضورؐ نے فرمایا اے جریر! اپنا ہاتھ (بیعت ہونے کے لئے) بڑھاؤ۔ حضرت جریر نے کہا کن اعمال پر؟ حضورؐ نے فرمایا اس پر کہ تم اپنے آپ کو اللہ کے سامنے جھکا دو گے اور ہر مسلمان کے ساتھ خیر خواہی کرو گے (یہ سن کر) حضرت جریر (بیعت کے لیے) راضی ہو گئے۔ حضرت جریر انتہائی سمجھ دار آدمی تھے۔ اس لئے انہوں نے کہا یا رسول اللہ! میں ان اعمال کی اتنی پابندی کروں گا جتنی میرے بس میں ہے چنانچہ اس کے بعد تمام لوگوں کو یہ رعایت مل گئی۔ [۳]

حضرت عوف بن مالک اشجعیؓ فرماتے ہیں کہ ہم سات یا آٹھ یا نو آدمی حضور ﷺ کی خدمت میں حاضر تھے کہ آپؐ نے فرمایا کیا تم اللہ کے رسول سے بیعت نہیں ہوتے؟ اور اس جملہ کو تین مرتبہ دہرایا تو ہم حضورؐ سے بیعت ہونے کے لئے آگے بڑھے اور عرض کیا یا رسول اللہ! ہم تو آپ سے بیعت ہو چکے ہیں۔ اب ہم آپ سے کس چیز پر بیعت ہوں؟ آپ نے فرمایا اس پر بیعت ہو جاؤ کہ تم اللہ کی عبادت کرو گے۔ اس کے ساتھ کسی چیز کو شریک نہ کرو گے۔ پانچ نمازیں پڑھو گے اور ایک جملہ آہستہ سے فرمایا کہ لوگوں سے کوئی چیز نہ مانگو گے۔ حضرت عوف کہتے ہیں کہ میں نے ان لوگوں کو دیکھا ہے کہ ان میں سے کسی کا کوڑا گر جاتا تو وہ کسی سے نہ کہتا کہ کوڑا اسے پکڑا دے۔ [۴]

حضرت ابو امامہؓ کہتے ہیں کہ حضور ﷺ نے فرمایا کون بیعت ہونے کے لئے تیار ہے؟ حضور ﷺ کے غلام حضرت ثوبانؓ نے عرض کیا یا رسول اللہ! آپ ہمیں بیعت فرمالیں۔ آپ نے فرمایا ہاں اس شرط پر (بیعت کرتا ہوں) کہ کسی سے کوئی چیز نہ مانگو گے۔ حضرت ثوبان نے کہا (جو ایسا کرے گا) پھر اسے کیا ملے گا؟ آپ نے فرمایا جنت۔ چنانچہ حضرت ثوبان حضورؐ سے بیعت ہو گئے۔ حضرت ابو امامہ کہتے ہیں کہ میں نے حضرت ثوبان کو مکہ میں بھرے مجمع میں دیکھا کہ وہ سواری پر سوار ہوتے تھے ان کا کوڑا گر جاتا اور بعض دفعہ وہ کوڑا کسی کے کندھے

---

[۱] ورواہ النسائی کما فی البدایۃ (ج ۵ ص ۷۸)
[۲] کما فی الکنز (ج ۱ ص ۸۲) [۳] کذافی الکنز (ج ۱ ص ۸۲)
[۴] اخرجہ الرویانی وابن جریر وابن عساکر کذافی الکنز (ج ۱ ص ۸۳) واخرجہ ایضاً مسلم والترمذی والنسائی کما فی الترغیب (ج ۲ ص ۹۸)

پر گر جاتا اور وہ آدمی وہ کوڑا ان کو پکڑانا چاہتا تو وہ اس سے کوڑا نہ لیتے بلکہ خود سواری سے نیچے اتر کر اس کوڑے کو اٹھاتے۔[1]

حضرت ابوذرؓ کہتے ہیں کہ حضور ﷺ نے پانچ مرتبہ مجھے بیعت فرمایا اور سات مرتبہ مجھ سے عہد لیا اور سات ہی مرتبہ آپ نے اللہ تعالیٰ کو میرے اوپر گواہ بنا کر فرمایا کہ میں اللہ کے بارے میں کسی کی ملامت سے نہ ڈروں حضرت ابوالمثنی کہتے ہیں کہ حضرت ابوذر نے کہا کہ مجھے حضور ﷺ نے بلایا اور کہا کیا تمہیں بیعت ہونے کا شوق ہے کہ تمہیں (اس کے بدلہ میں) جنت ملے؟

میں نے کہا جی ہاں اور میں نے اپنا ہاتھ بڑھا دیا اور جو اعمال مجھے بیعت ہونے کے بعد کرنے ہوں گے وہ اعمال بتاتے ہوئے حضورؐ نے فرمایا کہ میں لوگوں سے کوئی چیز نہ مانگوں۔ میں نے کہا بہت اچھا اور آپ نے فرمایا کہ اگر تمہارا کوڑا (سواری سے) نیچے گر جائے تو وہ بھی (کسی سے) نہ مانگنا بلکہ خود (سواری سے) نیچے اتر کر اٹھانا۔ ایک روایت میں یہ ہے کہ حضور ﷺ نے چھ دن فرمایا کہ جو بات تمہیں بعد میں بتائی جائے گی اسے اچھی طرح سمجھ لینا۔ ساتویں دن آپ نے فرمایا میں تم کو ہر معاملہ میں اللہ سے ڈرنے کی تاکید کرتا ہوں چاہے وہ لوگوں کے سامنے کا ہو یا ان سے پوشیدہ اور جب تم سے کوئی گناہ ہو جائے تو فوراً نیکی کر لو اور کسی سے کوئی چیز ہرگز نہ مانگنا حتی کہ گرے ہوئے کوڑے کو بھی اٹھا کر دینے کو نہ کہنا اور امانت ہرگز نہ لینا۔[2]

حضرت سہل بن سعدؓ کہتے ہیں کہ میں، حضرت ابوذر، حضرت عبادہ بن صامت، حضرت ابوسعید خدری، حضرت محمد بن مسلمہؓ اور ایک اور چھٹے شخص ہم سب حضور ﷺ سے اس بات پر بیعت ہوئے کہ اللہ کے بارے میں کسی کی ملامت سے ہم بالکل متاثر نہ ہوں گے۔ اس چھٹے آدمی نے حضورؐ سے بیعت واپس کرنے کا مطالبہ کیا آپ نے اسے بیعت واپس کر دی۔[1]

حضرت عبادہ بن صامتؓ کہتے ہیں کہ میں (مدینہ کے) ان سرداروں میں سے ہوں جنہوں نے حضور ﷺ سے بیعت کی تھی۔ آپ نے ہمیں ان باتوں پر بیعت کیا تھا کہ ہم اللہ کے ساتھ کسی چیز کو شریک نہیں کریں گے، چوری نہیں کریں گے، زنا نہیں کریں گے

---

[1] اخرجه الطبرانی فی الکبیر کذافی الترغیب (ج ۲ ص ۱۰۰) واخرجه ایضاً احمد والنسائی وغیر هما عن ثوبان مختصراً وذکر قصة السوط لابی بکرؓ کما فی الترغیب (ج ۲ ص ۹۹. ۱۰۱) [2] اخرجه احمد کذافی الترغیب (ج ۲ ص ۹۹)

[1] اخرجه الشاشی وابن عساکر کذافی الکنز (ج ۱ ص ۸۲) واخرجه ایضاً الطبرانی بنحوه قال الهیثمی (ج ۷ ص ۲٦٤) وفیه عبدالمهیمن بن عیاش وهو ضعیف.

، جس شخص کے قتل کو اللہ تعالیٰ نے حرام فرمایا ہے اسے ناحق قتل نہیں کریں گے ، لوٹ مار نہیں کریں گے ، اور نافرمانی نہیں کریں گے۔ اگر ہم اس عہد کو پورا کریں گے تو اس کے بدلہ میں ہمیں جنت ملے گی۔ اور اگر ہم ان (حرام) کاموں میں سے کوئی کام کر بیٹھے تو اس کا فیصلہ اللہ کے سپرد ہے۔ [1]

حضرت عبادہؓ سے روایت ہے کہ ہم لوگ حضور ﷺ کی خدمت میں حاضر تھے۔ آپ نے فرمایا مجھ سے ان باتوں پر بیعت ہو جاؤ کہ تم اللہ کے ساتھ کسی چیز کو شریک نہیں کرو گے اور چوری نہیں کرو گے اور زنا نہیں کرو گے۔ تم میں سے جس نے اس عہد کو پورا کر دیا اس کا اجر اللہ تعالیٰ کے ذمہ ہے اور جو ان میں سے کوئی کام کر بیٹھا اور اللہ تعالیٰ نے اس پر پردہ ڈالا تو اس کا معاملہ اللہ کے حوالے ہے۔ اگر چاہے تو اسے عذاب دے اور اگر چاہے تو اسے معاف کر دے۔ [2]

حضرت عبادہ بن صامت رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ بیعت عقبہ اولیٰ میں ہم گیارہ آدمی تھے۔ اس وقت تک ہم پر جنگ کرنا فرض نہیں ہوا تھا اس لئے آپ نے ہمیں ان باتوں پر بیعت کیا جن پر آپ عورتوں کو بیعت کیا کرتے تھے۔ ہم نے آپ سے ان باتوں پر بیعت کی کہ ہم اللہ کے ساتھ کسی چیز کو شریک نہیں کریں گے اور چوری نہیں کریں گے ، زنا نہیں کریں گے ، نہ اولاد کا بہتان باندھیں گے جسے اپنے ہاتھوں اور پیروں کے درمیان گھڑا ہو ، نہ اپنی اولاد کو قتل کریں گے اور نیکی کے کسی کام میں نافرمانی نہیں کریں گے۔ جو اس عہد کو پورا کرے گا اسے جنت ملے گی اور جو ان میں سے کوئی کام کر بیٹھا تو اس کا معاملہ اللہ کے حوالے ہے چاہے تو اسے عذاب دے اور چاہے تو معاف کر دے۔ اگلے سال یہ لوگ دوبارہ آکر حضورؐ سے بیعت ہوئے۔ [3]

ہجرت پر بیعت ہونا

حضرت یعلیٰ بن منیہؓ کہتے ہیں کہ میں فتح مکہ کے اگلے دن حضور ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوا اور میں نے عرض کیا یا رسول اللہ! میرے والد کو ہجرت پر بیعت فرمالیں۔ آپ نے فرمایا ہجرت پر نہیں بلکہ ان کو میں جہاد پر بیعت کروں گا۔ کیونکہ فتح مکہ کے دن سے ہجرت کا حکم ختم ہو گیا ہے۔ [4] اور صفحہ ۲۶۲ پر حضرت مجاشعؓ کی حدیث گزر چکی ہے جس میں یہ ہے کہ میں نے عرض کیا یا رسول اللہ! ہمیں ہجرت پر بیعت فرمالیں۔ آپ نے فرمایا ہجرت تو اہل

---

[1] اخرجه مسلم [2] اخرجه ابن جرير كذافي الكنز (ج ١ ص ٨٢)
[3] اخرجه ابن اسحاق وابن جرير وابن عساكر كذافي الكنز (ج ١ ص ٨٢) واخرجه الشيخان نحوه كما في البداية (ج ٣ ص ١٥٠) [4] اخرجه البيهقي (ج ٩ ص ١٦)

ہجرت کے ساتھ ختم ہو گئی اور صفحہ ۲۶۴ پر حضرت جریرؓ کی حدیث گزر چکی ہے جس میں یہ ہے کہ تم شرک سے بالکل بچ کر رہو گے اور بیہقی میں حضرت جریرؓ کی روایت میں یہ ہے کہ تم مومنوں کی خیر خواہی کرو گے اور مشرکوں کو چھوڑ دو گے۔[1]

حضرت حارث بن زیاد ساعدیؓ کہتے ہیں کہ میں غزوہ خندق کے دن حضور ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوا۔ آپ لوگوں کو ہجرت پر بیعت فرما رہے تھے۔ میں یہ سمجھا کہ سب لوگوں کو (مدینہ والوں کو بھی اور باہر والوں کو بھی) اس بیعت کے لئے بلایا جا رہا ہے۔ میں نے عرض کیا یا رسول اللہ! اسے ہجرت پر بیعت فرمالیں۔ آپ نے فرمایا یہ کون ہے؟ میں نے کہا یہ میرے چچازاد بھائی حوط بن یزید یا یزید بن حوط ہیں آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا میں تم (انصار مدینہ) کو (ہجرت پر) بیعت نہیں کرتا ہوں۔ لوگ تمہارے پاس ہجرت کر کے آتے ہیں تم کو لوگوں کے پاس ہجرت کر کے نہیں جانا ہے قسم ہے اس ذات کی جس کے قبضہ میں میری جان ہے! جو بھی مرتے دم تک انصار سے محبت کرے گا وہ اللہ کا محبوب بن کر مرے گا اور جو مرتے دم تک انصار سے بغض رکھے گا وہ اللہ کا مبغوض بن کر مرے گا۔[2]

حضرت ابو اسید ساعدیؓ فرماتے ہیں کہ خندق کی کھدائی کے موقع پر لوگ حضور ﷺ کی خدمت میں آکر ہجرت پر بیعت ہو رہے تھے۔ جب آپ (بیعت سے) فارغ ہو گئے تو فرمایا اے جماعت انصار! تم ہجرت پر بیعت نہ ہو کیونکہ لوگ ہجرت کر کے تمہارے پاس آتے ہیں۔ جو انصار سے محبت کرتے ہوئے مرے گا وہ اللہ کا محبوب بن کر اللہ کے سامنے حاضر ہو گا اور جو انصار سے بغض رکھتے ہوئے مرے گا وہ اللہ کا مبغوض بن کر اللہ کے سامنے حاضر ہو گا۔[3]

نصرت پر بیعت ہونا

حضرت جابرؓ فرماتے ہیں کہ حضور ﷺ نے مکہ میں دس سال اس طرح گزارے کہ آپؐ لوگوں کے پاس حج کے موقع پر ان کی قیام گاہوں میں عکاظ اور مجنہ کے بازاروں میں جایا کرتے تھے اور ان سے فرماتے کون مجھے ٹھکانہ دے گا اور کون میری مدد کرے گا؟ تاکہ میں اپنے رب کا پیغام پہنچا سکوں اور اسے (اس کے بدلہ میں) جنت ملے گی۔ چنانچہ آپ کو کوئی آدمی ایسا

---

[1] اخرجه البيهقى (ج ٩ ص ١٣) [2] اخرجه احمد والبخارى فى التاريخ وابن ابى خيثمة وابو عوانة والبغوى وابو نعيم والطبرانى كذافى الكنز (ج ٧ ص ١٣٤) واخرجه ايضا ابو داؤد كما فى الاصابة (ج ١ ص ٢٧٩) وقال الهيثمى (ج ١٠ ص ٣٨) رواه احمد والطبرانى باسانيد ورجال بعضها رجال الصحيح غير محمد بن عمرو وهو حسن الحديث انتهى.

[3] اخرجه الطبرانى وقال الهيثمى (ج ١٠ ص ٣٨) وفيه عبدالحميد بن سهيل ولم اعرفه وبقية رجاله ثقات

نہ ملتا جو آپ کو ٹھکانہ دے اور آپ کی مدد کرے (بلکہ آپ کی مخالفت اس حد تک پھیل گئی تھی) کہ کوئی آدمی یمن یا مضر سے (مکہ کے لئے) روانہ ہونے لگتا تو اس کی قوم کے لوگ اور اس کے رشتہ دار اس کے پاس آکر اسے کہتے کہ قریش کے نوجوان سے بچ کر رہنا کہیں وہ تمہیں فتنہ میں نہ ڈال دے اور آپ لوگوں کی قیام گاہوں کے درمیان میں سے گزرتے تو لوگ آپ کی طرف انگلیوں سے اشارہ کرتے یہاں تک کہ اللہ تعالیٰ نے یثرب سے ہمیں آپ کے پاس بھیج دیا۔ ہم آپ کو ٹھکانہ دینے کے لئے تیار ہو گئے۔ اور ہم نے آپ کی تصدیق کی پھر ہمارے آدمی ایک ایک کر کے حضورؐ کے پاس جاتے رہے اور آپ پر ایمان لاتے رہے اور آپ ان کو قرآن سکھاتے رہے وہاں سے وہ آدمی مسلمان ہو کر اپنے گھر واپس آتا تو اس کے اسلام کی وجہ سے اس کے گھر والے مسلمان ہو جاتے حتیٰ کہ انصار کے ہر محلّہ میں مسلمانوں کی ایک جماعت ایسی تیار ہو گئی جو اپنے اسلام کا اظہار کرتے تھے پھر ان سب نے مل کر مشورہ کیا اور ہم نے کہا کہ کب تک ہم حضورؐ کو ایسے ہی چھوڑے رکھیں کہ آپ یونہی لوگوں میں پھرتے رہیں اور مکہ کے پہاڑوں میں آپ کو دھتکارا جاتا رہے اور آپ کو ڈرایا جاتا رہے۔ چنانچہ ہمارے ستر آدمی گئے اور موسم حج میں حضورؐ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور ہم نے آپ سے شعب عقبہ میں ملنا طے کیا۔ چنانچہ ہم وہاں ایک ایک دو دو آدمی ہو کر سب اکٹھے ہو گئے اور ہم نے کہا یا رسول اللہ! ہم آپ سے کس چیز پر بیعت کریں؟ آپ نے فرمایا تم لوگ مجھ سے اس بات پر بیعت کرو کہ تمہارا دل چاہے یا نہ چاہے ہر حال میں تم سنو گے بھی اور مانو گے بھی، اور تنگی اور فراخی دونوں حالتوں میں خرچ کرو گے۔ امر بالمعروف اور نہی عن المنکر کرو گے، تم اللہ کی خوشنودی کی بات کرو گے، اللہ کے بارے میں کسی کی ملامت سے نہیں ڈرو گے، تم میری مدد کرو گے اور جب میں تمہارے ہاں آجاؤں اس وقت تم میری ان تمام چیزوں سے حفاظت کرو گے جن سے تم اپنی اور اپنے بیوی بچوں کی حفاظت کرتے ہو اور تمہیں اس کے بدلہ میں جنت ملے گی ہم لوگ کھڑے ہو کر آپ کی طرف گئے تو حضرت اسعد بن زرارہؓ نے آپ کا ہاتھ پکڑ لیا۔ حضرت اسعد ان ستر آدمیوں میں عمر میں سب سے چھوٹے تھے اور بیہقی کی روایت میں یہ ہے کہ یہ میرے علاوہ باقی سب سے چھوٹے تھے۔ انہوں نے کہا اے اہل یثرب! ٹھہرو، ہم ان کے پاس سفر کر کے صرف اس وجہ سے آئے ہیں کہ ہمیں یقین ہے کہ یہ اللہ کے رسول ہیں اور آج آپ کو تم (اپنے ہاں) لے جاؤ گے تو اس سے سارا عرب تمہارا دشمن بن جائے گا، تمہارے بہترین لوگوں کو قتل کر دیا جائے گا اور تلواریں تمہارے ٹکڑے ٹکڑے کر دیں گی۔ اگر تم ان چیزوں پر صبر کر سکتے ہو تو پھر ان کو ضرور لے جاؤ اور تمہیں اللہ

تعالیٰ اس کا (بڑا) اجر عطا فرمائیں گے اور اگر تمہیں اپنے بارے میں کچھ خطرہ ہو تو انہیں یہیں چھوڑ دو اور انہیں صاف صاف بتادو تو اس طرح تمہارا عذر اللہ کے ہاں زیادہ قابل قبول ہوگا ان لوگوں نے کہا اے اسعد! تم ہم سے پیچھے ہٹ جاؤ اللہ کی قسم! ہم اس بیعت کو نہیں چھوڑیں گے اور نہ ہی اس سے ہم کو کوئی روک سکتا ہے۔ چنانچہ ہم کھڑے ہو کر آپ سے بیعت ہوئے۔ آپ نے ہم سے عہد لیا اور جو کام ہمارے ذمہ تھے وہ ہمیں بتائے اور ان کاموں کے کرنے پر آپؐ نے جنت کا وعدہ فرمایا۔[1]

حضرت کعب بن مالکؓ فرماتے ہیں کہ ہم لوگ شعب عقبہ میں جمع ہو کر حضور ﷺ کا انتظار کر رہے تھے کہ تھوڑی دیر کے بعد حضورؐ ہمارے پاس تشریف لے آئے۔ حضرت عباس بن عبد المطلبؓ بھی آپ کے ساتھ تھے اور وہ اس وقت تک اپنی قوم کے دین پر تھے لیکن انہوں نے چاہا کہ اپنے بھتیجے کے اس معاملہ میں موقع پر حاضر ہوں اور ان کے لیئے (انصار مدینہ سے) عہد و پیمان لیں۔ چنانچہ جب حضورؐ بیٹھ گئے تو سب سے پہلے حضرت عباس بن عبد المطلب نے بات شروع کی اور کہا اے جماعت خزرج! جیسا کہ تمہیں معلوم ہے محمد ہم میں سے ہیں ہم نے ان کی اپنی قوم کے ان لوگوں سے حفاظت کی ہے جو ان کے بارے میں ہمارے ہم خیال ہیں (یعنی ہماری طرح ان پر ایمان نہیں لائے ہیں) تو یہ اپنی قوم میں عزت سے اور اپنے شہر میں حفاظت سے رہ رہے ہیں اور اب انہوں نے سب کچھ چھوڑ کر تمہارے ساتھ جانے اور تمہارے ہاں رہنے کا فیصلہ کر لیا ہے لہذا اگر تم یہ سمجھتے ہو کہ تم ان کو جس چیز کی دعوت دے رہے ہو اسے تم پورا کر لو گے اور مخالفوں سے ان کی حفاظت کر لو گے تو تم جانو اور تمہاری ذمہ داری اور اگر تمہارا خیال یہ ہے کہ جب یہ تمہارے ہاں پہنچ جائیں گے تو ان کو ان کے دشمنوں کے حوالے کر دو گے اور ان کی مدد چھوڑ بیٹھو گے تو ابھی سے ان کو یہیں چھوڑ جاؤ۔ کیونکہ یہ اپنی قوم اور اپنے شہر میں بڑی عزت اور حفاظت سے رہ رہے ہیں۔ ہم نے حضرت عباس سے کہا ہم نے آپ کی ساری بات سن لی یا رسول اللہ! اب آپ فرمائیں اپنے لیئے اور اپنے رب کے لیئے ہم سے جو عہد لینا چاہیں وہ لے لیں اور اسلام کی ترغیب دی اور فرمایا میں تم کو اس بات پر بیعت کرتا ہوں کہ جن چیزوں سے تم اپنے بیوی بچوں کی حفاظت کرتے ہو

---

[1] اخرجه احمد وقد رواه احمد ایضاً والبیهقی من غیر هذا الطریق ایضاً وهذا اسناد جید علی شرط مسلم ولم یخرجوه کذافی البدایة (ج۳ص ۱۵۹) وقال الحافظ فی فتح الباری (ج ۷ص ۱۵۸) اسناده حسن و صححه حاکم وابن حبان اه. وقال الهیثمی (ج ٦ص ٤٦) ورجال احمد رجال الصحیح وقال و رواه البزار وقال فی حدیثه فواللّٰه لانذر هذٰالبیعة ولا نستقیلها

ان تمام چیزوں سے میری بھی حفاظت کرو گے۔ راوی کہتے ہیں کہ حضرت براء بن مغرورؓ نے کھڑے ہو کر حضورؐ کا ہاتھ پکڑ لیا اور کہا ہاں اس ذات کی قسم جس نے آپ کو حق دے کر بھیجا ہے! ہم ان تمام چیزوں سے آپ کی ضرور حفاظت کریں گے جن سے ہم اپنے بیوی بچوں کی حفاظت کرتے ہیں آپ ہمیں بیعت فرمالیں۔ یارسول اللہ! اللہ کی قسم! ہم لوگ بڑے جنگجو ہیں۔ اور پشت ہاپشت سے لڑنا ہمیں وراثت میں ملا۔ حضرت براء حضورؐ سے بات کر رہے تھے کہ درمیان میں حضرت ابو الہیثم بن التیہان بولے یارسول اللہ! کچھ لوگوں سے یعنی یہود سے ہمارے پرانے تعلقات ہیں ان تعلقات کو ہم (آپ کی وجہ سے) ختم کر دیں گے تو کہیں ایسا تو نہیں ہوگا کہ ہم ان سے تعلقات ختم کر دیں اور پھر اللہ تعالیٰ آپ کو غالب کر دیں اور آپ ہمیں چھوڑ کر اپنی قوم کے پاس واپس چلے جائیں۔ حضورؐ نے مسکراتے ہوئے فرمایا میرا خون تمہارا خون ہے۔ جہاں تمہاری قبر بنے گی وہاں میری بنے گی۔ میں تم میں سے ہوں اور تم مجھ سے ہو۔ جس سے تم لڑو گے میں اس سے لڑوں گا اور جس سے تم صلح کرو گے میں اس سے صلح کروں گا حضرت کعب فرماتے ہیں کہ حضور ﷺ نے فرمایا تم اپنے میں سے بارہ آدمی ذمہ دار نمائندے بنادو جو اپنی قوم کی ہر بات کے ذمہ دار ہوں گے۔ چنانچہ انہوں نے اپنے میں سے بارہ آدمی ذمہ دار بنائے جن میں نو خزرج کے اور تین اوس کے تھے۔[1]

حضرت عروہؓ سے مرسلاً منقول ہے کہ حضور ﷺ سے سب سے پہلے حضرت ابو الہیثم بن التیہانؓ بیعت ہوئے۔ اس کی صورت یہ ہوئی کہ انہوں نے کہا کہ یارسول اللہ! ہمارے اور کچھ لوگوں کے درمیان پرانے تعلقات اور معاہدے ہیں ہم ان تعلقات اور معاہدوں کو (آپ کی وجہ سے) ختم کر دیں گے لیکن ہو سکتا ہے کہ ہم تو تمام تعلقات اور معاہدے ختم کریں اور تمام لوگوں سے جنگ کریں اور آپ اپنی قوم میں واپس چلے جائیں۔ حضور ﷺ ان کی بات سے مسکرائے اور فرمایا میرا خون تمہارا خون ہے جہاں تمہاری قبر بنے گی وہاں میری بنے گی۔ جب حضرت ابو الہیثم حضورؐ کے جواب سے مطمئن ہو گئے تو انہوں نے اپنی قوم کی طرف متوجہ ہو کر کہا اے میری قوم! یہ اللہ کے رسول ہیں۔ میں گواہی دیتا ہوں کہ یہ بالکل سچے ہیں اور آج یہ اللہ کے حرم میں اور اس کی پناہ میں اور اپنی قوم اور خاندان کے بیچ میں رہ رہے

---

[1] اخرجه ابن اسحاق كذافى البداية (ج۳ص ۱۶۰) والحديث اخرجه ايضاً احمد والطبرانى مطولاً كما فى مجمع الزوائد (ج ٦ص ٤٢) وقد ساقه بطوله قال الهيثمى (ج ٦ص ٤٥) ورجال احمد رجال الصحيح غير ابن اسحاق وقد صرح بالسماع انتهى وقال الحافظ (ج ۷ص ۱۵۷) اخرجه ابن اسحاق و صححه ابن حبان من طريقه بطوله اه.

ہیں۔ یہ اچھی طرح سمجھ لو کہ اگر تم ان کو اپنے ہاں لے جاؤ گے تو سارے عرب مل کر تم پر ایک کمان سے تیر چلائیں گے۔ اگر تم اللہ کے راستے میں قتل ہو جانے اور مال واولاد سب کچھ چلے جانے پر خوشی خوشی راضی ہو تو ان کو ضرور اپنے علاقہ کی طرف جانے کی دعوت دو کیونکہ یہ اللہ تعالیٰ کے رسول برحق ہیں اور اگر تمہیں ڈر ہو کہ تم ان کی مدد نہیں کر سکو گے تو ابھی سے انہیں چھوڑ دو تو اس پر سب نے کہا کہ اللہ اور رسول جو بھی کام ہمارے ذمہ لگائیں گے وہ ہمیں قبول ہے۔ یارسول اللہ! ہماری جان کے بارے میں آپ جو فرمائیں گے ہم ویسے ہی کریں گے۔ اے ابوالہیثم! ہمارے اور رسول اللہ ﷺ کے درمیان میں سے ہٹ جاؤ۔ ہم تو ان سے ضرور بیعت ہوں گے۔ حضرت ابوالہیثم کہتے ہیں میں سب سے پہلے بیعت ہوا پھر باقی سارے بیعت ہوئے۔[1]

حضرت عاصم بن عمر بن قتادہؒ فرماتے ہیں کہ جب یہ تمام لوگ حضور ﷺ سے بیعت ہونے کے لئے جمع ہو گئے تو حضرت عباس بن عبادہ بن نضلہؓ نے جو کہ قبیلہ بنو سالم بن عوف کے ہیں کہا اے جماعت خزرج! کیا تم جانتے ہو کہ تم اس آدمی سے کس بات پر بیعت ہو رہے ہو؟ لوگوں نے کہا ہاں۔ حضرت عباس بن عبادہ نے کہا ان سے بیعت ہونے کا مطلب یہ ہے کہ تم کو عرب و عجم سے لڑنا پڑے گا، اگر تم یہ سمجھتے ہو کہ جب تمہارے مال ہلاک ہونے لگیں اور تمہارے سردار قتل ہونے لگیں تو تم اس وقت ان کو دشمن کے حوالے کر دو گے تو ابھی سے انہیں چھوڑ دو کیونکہ اللہ کی قسم! بعد میں ان کو چھوڑنے سے تم دنیا وآخرت میں رسوا ہو جاؤ گے، اور اگر تم یہ سمجھتے ہو کہ مالی نقصانات اور سرداروں کے قتل ہونے کے باوجود تم اس چیز کو پورا کر لو گے جس کی تم ان کو دعوت دے رہے ہو تو پھر تم ان کو ضرور لے جاؤ۔ کیونکہ ان کو لے جانا اللہ کی قسم! دنیا وآخرت کی خیر ہی خیر ہے۔ تمام لوگوں نے کہا چاہے ہمارے سارے مال ہلاک ہو جائیں اور ہمارے سارے سردار قتل ہو جائیں ہم پھر بھی ان کو لے کر جائیں گے۔ یارسول اللہ! اگر ہم اپنے اس وعدے کو پورا کر دیں گے تو ہمیں کیا ملے گا؟ آپ نے فرمایا جنت۔ ان لوگوں نے کہا آپ اپنا ہاتھ بڑھائیں۔ چنانچہ آپ نے ہاتھ بڑھایا اور وہ سب آپ سے بیعت ہو گئے۔[2] حضرت معبد بن کعب اپنے بھائی حضرت عبداللہؓ سے نقل کرتے ہیں کہ (بیعت کے بعد) حضور ﷺ نے فرمایا کہ تم اپنی اپنی قیام گاہوں پر ایک ایک دو دو ہو کر واپس چلے جاؤ تو حضرت عباس بن عبادہ نے کہا یارسول اللہ! قسم ہے اس ذات

---

[1] اخرجه الطبرانی قال الهيثمی (ج ٦ ص ٤٧) وفيه ابن لهيعة وحديثه حسن وفيه ضعف انتهى.
[2] اخرجه ابن اسحاق كذافی البداية (ج ٣ ص ١٦٢)

کی جس نے آپ کو حق دے کر بھیجا ہے۔ اگر آپ فرمائیں تو ہم کل ہی اپنی تلواریں لے کر منی والوں پر ٹوٹ پڑیں۔ آپ نے فرمایا ابھی ہمیں اس کا حکم نہیں دیا گیا۔ تم اپنی قیام گاہوں کو واپس چلے جاؤ۔[1]

جہاد پر بیعت ہونا

حضرت انسؓ فرماتے ہیں کہ حضور ﷺ خندق کی طرف تشریف لے گئے۔ وہاں مہاجرین اور انصار سخت سردی میں صبح صبح خندق کھود رہے تھے۔ ان حضرات کے پاس غلام نہیں تھے جو ان کا یہ کام کر دیتے۔ حضورؐ نے ان کی اس تھکاوٹ اور بھوک کو دیکھ کر یہ شعر پڑھا:۔

اللّٰھم ان العیش عیش الا خرۃ فا غفر الا نصار والمھا جرۃ

اے اللہ اصل زندگی تو آخرت کی ہے۔ ان انصار اور مہاجرین کی مغفرت فرما حضورؐ کے جواب میں صحابہؓ نے یہ شعر پڑھا:۔

نحن الذین بایعو امحمداً علی الجھاد ما بقینا ابداً

ہم وہ لوگ ہیں جنہوں نے حضور ﷺ سے اس بات پر بیعت کی ہے کہ جب تک ہم زندہ رہیں گے جہاد کرتے رہیں گے۔[2] اور صفحہ ۲۶۲ پر حضرت مجاشعؓ کی حدیث گزر گئی جس میں یہ ہے کہ میں نے عرض کیا آپ ہمیں کس چیز پر بیعت کریں گے ؟آپ نے فرمایا اسلام اور جہاد پر۔ اور صفحہ ۲۶۳ پر حضرت بشیر بن خصاصیہؓ کی حدیث گزر گئی کہ آپ نے فرمایا اے بشیر ! جب تم نہ زکوۃ دو گے اور نہ جہاد کرو گے تو پھر کس عمل سے جنت میں داخل ہو گے۔ میں نے کہا آپ اپنا ہاتھ بڑھائیں میں آپ سے بیعت ہوتا ہوں۔ چنانچہ آپ نے اپنا ہاتھ بڑھایا اور میں آپ سے بیعت ہو گیا۔ اور صفحہ ۲۶۶ پر حضرت یعلی بن امیہؓ کی یہ حدیث گزر چکی ہے کہ میں نے کہا یا رسول اللہ ! میرے والد کو ہجرت پر بیعت فرمالیں۔ آپ نے فرمایا ہجرت پر نہیں بلکہ جہاد پر بیعت کروں گا۔

موت پر بیعت ہونا

حضرت سلمہؓ فرماتے ہیں کہ میں حضور ﷺ سے بیعت ہو کر ایک درخت کے سائے میں ایک طرف جا بیٹھا۔ جب لوگ کم ہو گئے تو آپ نے فرمایا اے ابن الا کوع ! کیا تم بیعت

---

[1] اخرجہ ابن اسحاق ایضاً کذافی البدایۃ (ج ۳ ص ۱۶٤) [2] اخرجہ البخاری (ص ۳۹۷) واخرجہ ایضاً مسلم والترمذی کما فی جمع الفوائد (ج ۲ ص ۵۱)

نہیں ہوتے ہو؟ میں نے عرض کیا یا رسول اللہ! میں تو بیعت ہو چکا آپ نے فرمایا پھر بھی۔ چنانچہ میں آپ سے دوبارہ بیعت ہو گیا۔ راوی کہتے ہیں میں نے حضرت سلمہ سے کہا اے ابو مسلم! آپ لوگ اس دن کس چیز پر بیعت ہو رہے تھے؟ انہوں نے کہا موت پر۔[1]

حضرت عبد اللہ بن زیدؓ فرماتے ہیں کہ حرہ کی لڑائی کے دنوں میں ان کے پاس ایک آدمی نے آکر کہا کہ ابن حنظلہ لوگوں کو موت پر بیعت کر رہے ہیں تو انہوں نے فرمایا کہ حضور ﷺ کے بعد میں کسی سے بھی اس (یعنی موت پر) بیعت نہیں ہوں گا۔[2]

بات سننے اور خوشی سے ماننے پر بیعت ہونا

حضرت عبید اللہ بن رافعؒ فرماتے ہیں کہ شراب کے چند مشکیزے کہیں سے آئے۔ حضرت عبادہ بن صامتؓ نے جا کر ان تمام مشکیزوں کو پھاڑ دیا اور کہا کہ ہم لوگ حضور ﷺ سے اس بات پر بیعت ہوئے کہ دل چاہے یا نہ چاہے ہر حال میں بات سنا کریں گے اور مانا کریں گے۔ تنگی اور وسعت دونوں حالتوں میں (اللہ کی راہ میں) خرچ کریں گے، امر بالمعروف اور نہی عن المنکر کریں گے اور ہم اللہ کی خوشنودی کی بات کہیں گے، اللہ کے بارے میں کسی کی ملامت سے نہیں ڈریں گے اور جب حضورؐ ہمارے ہاں یثرب میں تشریف لائیں گے تو ہم آپ کی مدد کریں گے اور ان تمام چیزوں سے آپ کی حفاظت کریں گے جن سے ہم اپنی اور اپنے بیوی بچوں کی حفاظت کرتے ہیں اور ہمیں (ان کاموں کے بدلے میں) جنت ملے گی۔ یہ وہ بیعت ہے جس پر ہم حضورؐ سے بیعت ہوئے ہیں۔[3] حضرت عبادہؓ فرماتے ہیں کہ ہم لوگوں نے حضور ﷺ سے جنگ پر بیعت کی کہ تنگی اور وسعت میں دل چاہے یا نہ چاہے اور چاہے ہم پر دوسروں کو ترجیح دی جائے ہر حال میں ہم بات سنیں گے اور مانیں گے، امیر سے امارت کے بارے میں جھگڑا نہیں کریں گے، جہاں بھی ہوں گے حق بات کہیں گے اور اللہ کے بارے میں کسی کی ملامت سے نہیں ڈریں گے۔[4]

ابن جریرؒ نے حضرت جریرؓ سے روایت کی ہے کہ میں نے حضور ﷺ سے بات سننے اور

---

[1] اخرجه البخاری (ص ٤١٥) واخرجه ایضاً مسلم والترمذی والنسائی کما فی العینی (ج ٧ص ١٦) والبیهقی (ج ٨ص ١٤٦) وابن سعد (٤ص ٣٩)

[2] اخرجه البخاری (ص ٤١٥) ایضاً .واخرجه ایضاً مسلم کما فی العینی (ج٧ص ١٥) والبیهقی (ج ٨ص ١٤٦) ایضاً [3] اخرجه البیهقی وهذا اسناد جید قوی ولم یخرجوه

[4] قد رواه یونس عن ابن اسحاق حدثنی عبادة بن الولید بن عبادة بن الصامت عن ابیه عن جده کذافی البدایة (ج ٣ص ١٦٣) واخرج الشیخان بمعناه کما فی الترغیب (ج ٤ص ٣)

ماننے پر اور تمام مسلمانوں کی خیر خواہی کرنے پر بیعت کی۔ ابن جریر نے ہی ان ہی سے دوسری روایت یہ نقل کی ہے کہ میں نے حضور ﷺ سے بات سننے اور ماننے پر اور تمام مسلمانوں کی خیر خواہی کرنے پر بیعت کی۔ ابن جریر نے ہی ان ہی سے دوسری روایت یہ نقل کی ہے کہ میں نے حضور ﷺ کی خدمت میں حاضر ہو کر عرض کیا کہ میں آپ سے اس بات پر بیعت ہوتا ہوں کہ مجھے اچھی لگے یا بری لگے میں آپ کی ہر بات سنوں گا اور مانوں گا۔ آپ نے فرمایا کیا تم اس طرح کر سکتے ہو؟ اس طرح نہ کہو بلکہ یوں کہو کہ جو بات میرے بس میں ہوگی (اسے سنوں گا اور مانوں گا) تو میں نے کہا جو بات میرے بس میں ہوگی۔ چنانچہ آپ نے مجھے اس پر بھی بیعت فرمایا اور مسلمانوں کی خیر خواہی پر بھی بیعت فرمایا۔[1] ابو داؤد اور نسائی میں یہ حدیث اس طرح سے ہے کہ حضرت جریر فرماتے ہیں کہ میں حضور ﷺ سے ہر بات سننے اور ماننے پر اور ہر مسلمان سے خیر خواہی کرنے پر بیعت ہوا۔ چنانچہ جب یہ کوئی چیز بیچتے یا خریدتے تو اگلے آدمی سے یہ کہہ دیتے کہ ہم نے تم سے جو چیز لی ہے وہ ہمیں اس سے زیادہ پسند ہے جو ہم نے تم کو دی ہے۔ اب تمہیں اختیار ہے (یہ سودا کرو یا نہ کرو)[2]

حضرت ابن عمرؓ فرماتے ہیں کہ جب ہم لوگ حضور ﷺ سے ہر بات سننے اور ماننے پر بیعت ہوتے تھے تو آپ یہ فرما دیا کرتے کہ یوں کہو کہ جو بات میرے بس میں ہوگی۔[3] حضرت عتبہ بن عبدؓ فرماتے ہیں کہ میں حضور ﷺ سے سات دفعہ بیعت ہوا۔ پانچ مرتبہ بات ماننے پر اور دو مرتبہ محبت کرنے پر۔[4] حضرت انسؓ فرماتے ہیں کہ میں اپنے اس ہاتھ سے حضور ﷺ سے اس بات پر بیعت ہوا ہوں کہ جہاں تک مجھ سے ہو سکے گا میں ہر بات سنا کروں گا اور مانا کروں گا۔[5]

عورتوں کا بیعت ہونا

حضرت ام عطیہؓ فرماتی ہیں کہ جب حضور ﷺ مدینہ تشریف لائے تو آپ نے انصار کی عورتوں کو ایک گھر میں جمع کیا پھر ان کے پاس حضرت عمر بن خطابؓ کو بھیجا۔ انہوں نے دروازے پر کھڑے ہو کر ان عورتوں کو سلام کیا۔ ان عورتوں نے سلام کا جواب دیا۔ حضرت عمر نے کہا میں رسول اللہ ﷺ کا قاصد بن کر تمہارے پاس آیا ہوں ان عورتوں نے کہا

---

[1] كذافي كنز العمال (ج ۱ ص ۸۲) [2] كذافي الترغيب (ج ۳ ص ۲۳۷)
[3] اخرجه البخاري واخرجه النسائي وابن جرير بمعناه كما في الكنز (ج ۱ ص ۸۳)
[4] اخرجه البغوي وابو نعيم وابن عساكر كذافي الكنز (ج ۱ ص ۳ ث)
[5] اخرجه ابن جرير كذافي الكنز (ج ۱ ص ۸۲)

خوش آمدید ہو رسول اللہ ﷺ کو اور آپ کے قاصد کو۔ حضرت عمر نے پوچھا کیا تم ان باتوں پر بیعت ہوتی ہو کہ اللہ کے ساتھ کسی چیز کو شریک نہیں کرو گی، چوری نہیں کرو گی، زنا نہیں کرو گی، اپنی اولاد کو قتل نہیں کرو گی، نہ کوئی بہتان لاؤ گی جس کو تم نے اپنے ہاتھوں اور پیروں کے درمیان باندھ کھڑا کیا ہو اور کسی نیکی کے کام میں نافرمانی نہیں کرو گی ان عورتوں نے کہا جی ہاں۔ حضرت عمر نے دروازے کے باہر سے اپنا ہاتھ بڑھایا اور ان عورتوں نے اندر سے اپنے ہاتھ بڑھائے (لیکن حضرت عمر کا ہاتھ کسی عورت کے ہاتھ کو نہیں لگا) پھر حضرت عمر نے کہا اے اللہ! تو گواہ ہو جا۔ پھر ہمیں اس بات کا حکم دیا گیا کہ عیدین میں حیض والی عورتوں اور سیانی بچیوں کو بھی (عید گاہ) لے جایا کریں۔ (کہ یہ نماز تو نہیں پڑھیں گی لیکن ان کے جانے سے مسلمانوں کی تعداد بھی زیادہ معلوم ہو گی اور یہ دعا میں شریک ہو جائیں گی) اور ہمیں جنازہ کے ساتھ جانے سے روکا گیا اور یہ بتایا گیا کہ ہم پر جمعہ فرض نہیں۔ راوی کہتے ہیں کہ میں نے اپنے استاد سے بہتان کے بارے میں اور اللہ تعالیٰ کے قول **ولا یعصینك فی معروف** کے بارے میں پوچھا انہوں نے کہا اس سے مراد کسی کے مرنے پر نوحہ کرنا ہے۔[1]

حضرت سلمٰی بنت قیسؓ حضور ﷺ کی خالہ تھیں اور انہوں نے حضورؐ کے ساتھ دونوں قبلوں (بیت المقدس اور بیت اللہ) کی طرف منہ کر کے نماز پڑھی تھی اور وہ بنو عدی بن نجار قبیلہ کی تھیں۔ فرماتی ہیں کہ میں حضورؐ کی خدمت میں آئی اور انصار کی عورتوں کے ساتھ آپ سے بیعت ہو گئی۔ جب آپ نے ہمیں ان چیزوں پر بیعت فرمایا کہ ہم اللہ کے ساتھ کسی چیز کو شریک نہیں کریں گی، چوری نہیں کریں گی، زنا نہیں کریں گی، اپنی اولاد کو قتل نہیں کریں گی، کوئی بہتان نہیں لائیں گی جسے ہم نے اپنے ہاتھوں اور پیروں کے درمیان باندھ کھڑا کیا ہو اور کسی نیکی کے کام میں حضورؐ کی نافرمانی نہیں کریں گی تو آپ نے یہ بھی فرمایا کہ اپنے خاوندوں سے خیانت نہیں کرو گی۔ چنانچہ ہم بیعت ہو کر واپس جانے لگیں تو میں نے ان میں ایک عورت سے کہا کہ واپس جا کر حضورؐ سے پوچھ آؤ کہ خاوندوں سے خیانت کرنے کا کیا مطلب ہے؟ اس نے جا کر حضور ﷺ سے پوچھا۔ آپ نے فرمایا کہ خیانت یہ ہے کہ عورت خاوند کا مال لے کر کسی کو خود دے دے (یعنی خاوند کی اجازت کے بغیر)۔[2]

---

[1] اخرجه احمد وابو يعلى والطبرانى ورجاله ثقات كما قال الهيثمى (ج ٦ ص ٣٨) رواه ابو داؤد با ختصار كثير كذافى مجمع الزوئد (ج ٦ ص ٣٨) قلت اخرجه البخارى ايضاً باختصار وقد اخرجه بطوله ابن سعد وعبدبن حميد كما فى الكنز (ج ١ ص ٨١)

[2] اخرجه احمد وابو يعلى والطبرانى ورجاله ثقات كما قال الهيثمى (ج ٦ ص ٣٨) واخرجه الا مام احمد عن عائشةؓ بنت قدامةؓ بمعناه فى البيعة على وفق الا ية كما فى ابن كثير (ج ٤ ص ٣٥٣)

حضرت عقیلہ بنت عتیق بن حارثؓ فرماتی ہیں کہ میں اور میری والدہ حضرت قریبہ بنت حارث العتوار یہ مہاجر عورتوں کے ساتھ آکر حضور ﷺ سے بیعت ہوئیں۔ آپ مقام ابطح میں ایک خیمہ میں تشریف فرماتھے۔ آپ نے ہم سے یہ عہد لیا کہ ہم اللہ کے ساتھ کسی چیز کو شریک نہیں کریں گی۔ آگے آیت والے الفاظ ہیں جب ہم اقرار کر چکیں اور آپ سے بیعت ہونے کے لیے ہاتھ بڑھائے تو آپ نے فرمایا میں عورتوں کے ہاتھ نہیں چھو سکتا۔ چنانچہ آپ نے ہمارے لئے دعائے مغفرت کی اور یہی ہماری بیعت تھی۔[۱]

حضرت امیمہ بنت رقیقہؓ فرماتی ہیں میں چند عورتوں کے ہمراہ حضور ﷺ کی خدمت میں بیعت ہونے کے لئے حاضر ہوئی۔ ہم نے کہا یا رسول اللہ! ہم آپ سے اس بات پر بیعت ہوتی ہیں کہ اللہ کے ساتھ کسی چیز کو شریک نہیں کریں گی، چوری نہیں کریں گی، زنا نہیں کریں گی، اپنی اولاد کو قتل نہیں کریں گی، کوئی بہتان نہیں لائیں گی جسے ہم نے اپنے ہاتھوں اور پیروں کے درمیان باندھ کھڑا کیا ہو اور کسی نیکی کے کام میں آپ کی نافرمانی نہیں کریں گی۔ آپ نے فرمایا (یہ بھی کہو) کہ جتنا تم سے ہو سکے۔ ہم نے کہا اللہ اور اس کے رسول ہم پر ہم سے بھی زیادہ ترس کھانے والے ہیں۔ یا رسول اللہ! آیئے (آپ ہاتھ بڑھائیں) ہم آپ سے بیعت ہوتی ہیں۔ آپ نے فرمایا میں عورتوں سے مصافحہ نہیں کرتا ہوں۔ سو عورتوں سے میری زبانی بات ایسی ہے جیسے ایک عورت سے (یعنی میں عورتوں کو زبانی بیعت کرتا ہوں، چاہے سو ہوں، چاہے ایک)[۲]

حضرت عبداللہ بن عمروؓ فرماتے ہیں کہ حضرت امیمہ بنت رقیقہؓ حضور ﷺ کی خدمت میں اسلام پر بیعت ہونے کے ارادے سے آئیں۔ آپ نے فرمایا میں تم کو اس بات پر بیعت کرتا ہوں کہ تم اللہ کے ساتھ کسی چیز کو شریک نہیں کرو گی، چوری نہیں کرو گی، زنا نہیں کرو گی، اپنے بچوں کو قتل نہیں کرو گی، کوئی بہتان نہیں لاؤ گی جسے تم نے اپنے ہاتھوں اور پیروں کے درمیان باندھ کھڑا کیا ہو اور نوحہ نہیں کرو گی اور قدیم زمانہ جاہلیت کے مطابق اپنی زینت دکھاتی نہیں پھرو گی۔[۳]

حضرت عائشہؓ فرماتی ہیں کہ حضرت فاطمہ بنت عتبہ بن ربیعہؓ حضور ﷺ کی خدمت میں

---

[۱] اخرجه الطبرانی فی الکبیر والا وسط قال الهیثمی (ج ٦ ص ٣٩) وفیه موسی بن عبیدة وهو ضعیف انتهی [۲] اخرجه مالك وصححه ابن حبان واخرجه الترمذی وغیره مختصراً کما فی الا صابة (ج ٤ ص ٢٤٠) [۳] اخرجه الطبرانی ورجاله ثقات كذافی المجمع (ج ٦ ص ٣٧) واخرجه ایضاً النسائی وابن ماجة والا مام احمد وصححه الترمذی کما فی التفسیر لا بن کثیر (ج ٤ ص ٣٥٢)

بیعت ہونے کے ارادے سے آئیں آپ نے قرآنی آیت :۔

اَنْ لَّا یُشْرِكْنَ بِاللّٰهِ شَیْئًا وَّلَا یَسْرِقْنَ وَلَا یَزْنِیْنَ ۔ کے مطابق ان سے عہد لینا شروع کیا (جس میں شرک نہ کرنے زنا نہ کرنے وغیرہ کا ذکر ہے) تو حضرت فاطمہ نے شرم کے مارے اپنا ہاتھ سر پر رکھ لیا۔ حضورؐ کو ان کی یہ ادا بہت پسند آئی (ان کی اس جھجک کو دیکھ کر) حضرت عائشہؓ نے کہا، اچھا پھر ٹھیک ہے، چنانچہ حضورؐ نے اسی آیت کے مضمون کے مطابق ان کو بیعت کیا۔ [1]

حضرت عزہ بنت خابلؓ فرماتی ہیں کہ وہ حضور ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوئیں چنانچہ آپ نے ان کو ان الفاظ سے بیعت فرمایا کہ تم زنا نہیں کرو گی، چوری نہیں کرو گی، اولاد کو زندہ درگور نہیں کرو گی، نہ ظاہر میں، نہ چھپ کر، میں نے (اپنے دل میں) کہا کہ ظاہر میں زندہ درگور کرنا تو میں جانتی ہوں اور چھپ کر زندہ درگور کرنا میں نے حضورؐ سے پوچھا نہیں اور آپ نے مجھے بتایا نہیں۔ لیکن میرے دل میں اس کا مطلب یہ آیا ہے کہ اس سے مراد اولاد کو بگاڑ دینا ہے۔ چنانچہ میں اللہ کی قسم! اپنے کسی بچے کو نہیں بگاڑوں گی۔ [2]

حضرت فاطمہ بنت عتبہ بن ربیعہ بن عبد شمس فرماتی ہیں کہ ان کو اور ہند بنت عتبہ کو لے کر ابو حذیفہ بن عتبہ حضور ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوئے تاکہ یہ حضورؐ سے بیعت ہو جائیں۔ آپ ہم سے عہد لینے لگے اور بیعت کی پابندیاں بتانے لگے۔ میں نے آپ کی خدمت میں عرض کیا اے میرے چچا زاد بھائی! کیا آپ نے اپنی قوم میں ان عیوب اور نقائص میں سے کوئی چیز دیکھی ہے؟ حضرت ابو حذیفہ نے کہا اری! حضورؐ سے بیعت ہو جاؤ کیونکہ ان ہی الفاظ سے لوگ بیعت ہوتے ہیں اور یہی پابندیاں بتائی جاتی ہیں۔ حضرت ہند نے کہا میں تو چوری (نہ) کرنے پر آپ سے بیعت نہیں ہوتی ہوں۔ کیونکہ میں اپنے خاوند کے مال میں سے چوری کرتی ہوں۔ حضورؐ نے اپنا ہاتھ پیچھے کر لیا یہاں تک کہ حضورؐ نے آدمی بھیج کر حضرت ابو سفیان کو بلایا اور ابو سفیان سے فرمایا کہ تم اسے اپنے مال میں سے لے لینے کی اجازت دے دو۔ حضرت ابو سفیان نے کہا کہ تر و تازہ (کھانے پینے کی) چیزوں کی تو اجازت ہے البتہ خشک چیزوں (جیسے درہم دینار کپڑوں وغیرہ) کی اجازت نہیں ہے اور نہ کسی نعمت کی۔ چنانچہ ہم آپ سے بیعت ہو گئیں۔ پھر حضرت فاطمہ نے کہا، آپ کے خیمہ سے

---

[1] اخرجه احمد والبزار ورجاله رجال الصحيح كذافي مجمع الزوائد (ج ٦ ص ٣٧)

[2] اخرجه الطبراني قال الهيثمي (ج ٦ ص ٣٩) رواه الطبراني في الا وسط والكبير بنحوه عن عطا بن مسعود الكعبي عن ابيه عنها ولم اعرف مسعود اوبقية رجاله ثقات انتهى .

زیادہ مبغوض کوئی خیمہ نہیں تھا اور اس سے زیادہ کوئی بات پسند نہیں تھی کہ اس خیمہ کو اور اس خیمہ کے اندر جو کچھ ہے اس سب کو اللہ تعالیٰ تباہ کر دے اور اللہ کی قسم! اب سب سے زیادہ آپ کے قبہ کے بارے میں یہ بات پسند ہے کہ اللہ تعالیٰ اسے آباد کرے اور اس میں برکت دے حضورؐ نے فرمایا اتنی (محبت مجھ سے) ہونی بھی چاہیے۔ اللہ کی قسم! تم میں سے ہر آدمی تب ہی کامل ایمان والا ہوگا جبکہ میں اس کو اس کی اولاد اور والد سے زیادہ محبوب ہو جاؤں۔[1]

حضرت عائشہؓ فرماتی ہیں کہ حضرت ہند بنت عتبہ بن ربیعہؓ حضور ﷺ کی خدمت میں بیعت ہونے کے لئے آئیں۔ آپ نے ان کے دونوں ہاتھوں کو دیکھا تو فرمایا جاؤ اور (مہندی لگا کر) اپنے دونوں ہاتھوں کو بدل کر آؤ۔ چنانچہ وہ گئیں اور مہندی لگا کر اپنے ہاتھوں کو بدل کر حضورؐ کی خدمت میں آئیں۔ آپ نے فرمایا میں تم کو اس بات پر بیعت کرتا ہوں کہ تم اللہ کے ساتھ کسی چیز کو شریک نہیں کرو گی۔ اور چوری نہیں کرو گی اور زنا نہیں کرو گی۔ اس پر حضرت ہند نے کہا کیا آزاد عورت بھی زنا کیا کرتی ہے؟ پھر آپ نے فرمایا کہ فقر کے ڈر سے اپنے بچوں کو قتل نہیں کرو گی، تو انہوں نے کہا کیا آپ نے ہمارے لئے بچے چھوڑے ہیں جنہیں ہم قتل کریں؟ (سب ہی کو آپ نے جنگوں میں مار ڈالا ہے) پھر وہ حضورؐ سے بیعت ہو گئیں اور انہوں نے ہاتھوں میں سونے کے کنگن پہن رکھے تھے تو انہوں نے حضورؐ کی خدمت عرض کیا کہ آپ ان دو کنگنوں کے بارے میں کیا فرماتے ہیں۔ آپ نے فرمایا یہ تو جہنم کے انگاروں میں سے دو انگارے ہیں۔[2]

حضرت ہند نے (اپنے خاوند حضرت ابو سفیان سے) کہا کہ میں محمد (علیہ السلام) سے بیعت ہونا چاہتی ہوں حضرت ابو سفیان نے کہا میں نے تو اب تک یہ دیکھا ہے کہ تم ہمیشہ سے (محمد علیہ السلام کی بات کا) انکار کرتی رہی ہو۔ انہوں نے کہا ہاں اللہ کی قسم! (تمہاری یہ بات

---

[1] اخرجه الحاكم (ج ۲ ص ۴۸۶) قال الحاكم هذا حديث صحيح الا سنادولم يخر جاه ووافقه الذهبی فقال صحيح [2] اخرجه ابو يعلى قال الهيثمی (ج ٦ ص۳۷)وفيه من لم اعرفهن واخرجه ابن ابی حاتم مختصرا كما فی ابن كثير (ج ٤ ص ۳۵٤) وقال فی الاصابة (ج ٤ ص ٤۲۵) وقصتها فی قولها عند بيعته النساء وان لا يسرقن ولا يزنين فقالت وهل تزنی الحرة وعند قوله ولا يقتلن اولا دهن وقد ربينا هم صغارا وقتلتهم كبارا مشهورة ومن طرقه ما اخرجه ابن سعد بسند صحيح مرسل عن الشعبی وعن ميمون بن مهران ففی رواية الشعبی ولا يزنين فقالت هندو هل تزنی الحرة؟ولا تقتلن اولا دكن قالت انت قتلتهم وفی رواية نحوه لكن قالت وهل تركت لنا ولدا يوم بدر

ٹھیک ہے) لیکن اللہ کی قسم! آج رات سے پہلے میں نے اس مسجد میں اللہ تعالیٰ کی اتنی عبادت ہوتے ہوئے نہیں دیکھی اللہ کی قسم! مسلمانوں نے ساری رات نماز پڑھتے ہوئے قیام، رکوع اور سجدہ میں گزاری ہے۔ حضرت ابو سفیان نے کہا تم تو (اسلام کے خلاف) بہت سے کام کر چکی ہو۔ اس لئے تم اپنے ساتھ اپنی قوم کے کسی آدمی کو لے کر جاؤ۔ چنانچہ وہ حضرت عمر کے پاس گئیں اور حضرت عمر ان کے ساتھ گئے اور ان کے لئے (حضورؐ سے داخلہ کی) اجازت مانگی۔ وہ نقاب ڈالے ہوئے حضورؐ کی خدمت میں حاضر ہوئیں۔ آگے بیعت کا قصہ ذکر کیا ہے۔ اسی روایت میں حضرت شعبی سے یہ منقول ہے کہ حضرت ہند نے کہا کہ میں تو ابو سفیان کا بہت سا مال ضائع کر چکی ہوں۔ تو ابو سفیان نے کہا تم میرا جتنا مال لے چکی ہو وہ سب تمہارے لئے حلال ہے۔[۱] ابن جریر نے حضرت ابن عباسؓ سے اسی حدیث کو تفصیل سے ذکر کیا ہے اور اس میں یہ ہے کہ حضرت ابو سفیان نے کہا تم میرا جتنا مال لے چکی ہو چاہے وہ ختم ہو گیا ہو یا باقی ہو سب تمہارے لئے حلال ہے۔ یہ سن کر حضورؐ ہنسے اور آپ نے ہند کو پہچان لیا اور ان کو بلایا۔ انہوں نے حضورؐ کا ہاتھ پکڑ لیا اور حضورؐ نے ان سے توجہ ہٹا کر (باقی عورتوں کی طرف متوجہ ہو کر) کہا کہ آپ نے فرمایا نہیں اللہ کی قسم! شریف عورت زنا نہیں کیا کرتی آپ نے پھر عورتوں سے کہا کہ وہ اپنی اولاد کو قتل نہیں کریں گی۔ حضرت ہند نے کہا آپ نے ہی تو ان کو جنگ بدر کے دن قتل کیا ہے۔ اب آپ جانیں اور وہ۔ پھر آپ نے (عورتوں سے) کہا کہ وہ کوئی بہتان نہیں لائیں گی جسے انہوں نے اپنے پیروں اور ہاتھوں کے درمیان باندھ کھڑا کیا ہو اور کسی نیکی کے کام میں نافرمانی نہیں کریں گی۔ آپ نے ان عورتوں کو نوحہ کرنے سے منع کیا۔ زمانہ جاہلیت میں عورتیں کپڑے پھاڑا کرتی تھیں (آپ نے ان تمام کاموں سے منع فرمایا)[۲]

حضرت اسید بن ابی اسید براد (حضورؐ سے) بیعت ہونے والی عورتوں میں سے ایک عورت سے نقل کرتے ہیں کہ انہوں نے کہا کہ ہم سے حضور ﷺ نے جن باتوں کا عہد لیا ان میں یہ باتیں بھی تھیں کہ ہم کسی نیکی کے کام میں حضورؐ کی نافرمانی نہیں کریں گی، اور چہرہ نہیں نوچیں گی، بالوں کو نہیں بکھیریں گی، گریبان نہیں پھاڑیں گی، اور واویلا نہیں کریں گی۔[۳]

---

[۱] اخرجه ابن منده وفي اوله انتهى مختصراً

[۲] ذكره ابن كثير في تفسيره (ج ٤ ص ٣٥٣) قال ابن كثير هذا اثر غريب

[۳] اخرجه ابن ابي حاتم كذافي التفسير لابن كثير (ج ٤ ص ٣٥٥)

نابالغ بچوں کا بیعت ہونا

حضرت محمد بن علی بن حسینؒ فرماتے ہیں کہ حضور ﷺ نے حضرت حسن، حضرت حسین، حضرت عبداللہ بن عباس اور حضرت عبداللہ بن جعفرؓ کو بچپن ہی میں بیعت فرمایا نہ ابھی ان کی داڑھی نکلی تھی اور نہ ابھی یہ لوگ بالغ ہوئے تھے۔ ہمارے علاوہ اور کسی بچے کو بیعت نہیں کیا۔[1]

حضرت عبداللہ بن زبیر اور حضرت عبداللہ بن جعفرؓ سے مروی ہے کہ یہ دونوں حضرات سات سال کی عمر میں حضور ﷺ سے بیعت ہوئے تھے۔ حضورؐ ان دونوں کو دیکھ کر مسکرائے اور اپنا ہاتھ بڑھادیا اور ان دونوں کو بیعت فرمالیا۔[2]

حضرت ہرماس بن زیادؓ فرماتے ہیں کہ میں کمسن بچہ تھا۔ میں نے اپنا ہاتھ حضور ﷺ کی طرف بیعت ہونے کے لیے بڑھایا لیکن آپ نے مجھے بیعت نہیں کیا۔[3]

صحابہ کرامؓ کا حضور ﷺ کے خلفاء کے ہاتھوں پر بیعت ہونا

حضرت منتشر کے والد کہتے ہیں کہ جس وقت یہ آیت :۔

اِنَّ الَّذِيْنَ يُبَايِعُوْنَكَ اِنَّمَا يُبَايِعُوْنَ اللّٰهَ

نازل ہوئی ترجمہ :۔ تحقیق جو لوگ بیعت کرتے ہیں تجھ سے وہ بیعت کرتے ہیں اللہ سے تو آپ نے لوگوں کو اس وقت اس طرح بیعت فرمایا کہ ہم اللہ کے لیے بیعت ہوتے ہیں اور ہم حق بات مانا کریں گے، اور حضرت ابو بکرؓ نے صحابہؓ کو بیعت کرتے وقت فرمایا تھا کہ میں جب تک اللہ کا فرمانبردار ہوں تم میری بیعت پر اس وقت تک باقی رہو لیکن حضرت عمرؓ اور بعد والے خلفاء نے حضورؐ کی طرح بیعت فرمایا۔[4]

حضرت ابن العفیفؓ فرماتے ہیں کہ میں نے دیکھا کہ رسول اللہ ﷺ کے بعد حضرت ابو بکرؓ لوگوں کو بیعت فرمارہے تھے۔ صحابہؓ کی ایک جماعت ان کی خدمت میں آئی۔ وہ کہتے کیا تم

---

[1] اخرجه الطبرانی قال الهيثمی (ج ٦ ص ٤٠) وهو مرسل ورجاله ثقات.

[2] اخرجه الطبرانی ایضاً قال الهيثمی (ج ٩ ص ٢٨٥) وفيه اسماعيل بن عياش وفيه خلاف وبقية رجاله رجال الصحيح واخرجه ايضاً ابو نعيم وابن عساكر عن عروة ان عبدالله بن الزبير وعبدالله بن جعفر وفی لفظ جعفر بن الزبير بايعا النبی ﷺ وهما ابنا سبع سنين فذكر نحوه كما فی المنتخب (ج ٥ ص ٢٢٧) [3] اخرجه النسائی كذافی جمع الفوائد (ج ١ ص ١٤)

[4] اخرجه ابن شاهين فی الصحابة عن ابراهيم بن المنتشر عن ابيه عن جده كذافی الاصابة (ج ٣ ص ٤٥٨)

مجھ سے اس بات پر بیعت ہوتے ہو کہ تم اللہ اور اس کی کتاب کی اور پھر امیر کی بات کو سنو گے اور مانو گے ؟ وہ حضرات کہتے "جی ہاں" پھر حضرت ابو بکر ان کو بیعت فرما لیتے میں ان ہی دنوں یا کچھ عرصہ پہلے بالغ ہو چکا تھا۔ میں کچھ دیر آپ کے پاس کھڑا رہا اور آپ لوگوں سے بیعت میں جو عہد لے رہے تھے وہ میں نے سیکھ لیا۔ پھر میں نے آپ کے پاس جا کر خود ہی یہ کہنا شروع کر دیا کہ میں آپ سے اس بات پر بیعت ہوتا ہوں کہ اللہ اور اس کی کتاب کی اور پھر امیر کی بات کو سنوں گا اور مانوں گا۔ یہ سن کر آپ نے مجھ پر اوپر سے نیچے تک ایک نگاہ ڈالی میرا خیال یہ ہے کہ میرا یہ عمل آپ کو بہت پسند آیا۔ اللہ کی ان پر رحمت ہو (پھر آپ نے مجھے بیعت فرمالیا)[۱]

حضرت ابو سفرؒ فرماتے ہیں کہ جب حضرت ابو بکرؓ شام کی طرف کوئی لشکر روانہ فرماتے تو ان کو اس بات پر بیعت فرماتے کہ (کافروں سے) خوب نیزوں سے جنگ کریں گے اور اگر طاعون کی بیماری آگئی تو بھی جمے رہیں گے۔[۲]

حضرت ابو سفرؒ فرماتے ہیں کہ میں مدینہ پہنچا۔ حضرت ابو بکرؓ کا انتقال ہو چکا تھا اور ان کی جگہ حضرت عمرؓ خلیفہ بن چکے تھے۔ میں نے حضرت عمرؓ سے عرض کیا آپ اپنا ہاتھ بڑھائیں میں آپ کے ہاتھ پر اسی چیز پر بیعت ہوتا ہوں جس پر میں آپ سے پہلے آپ کے ساتھی (حضرت ابو بکر) سے بیعت ہوا تھا کہ جہاں تک میرا بس چلے گا میں بات سنوں گا۔ اور مانوں گا۔[۳]

حضرت عمیر بن عطیہ لیثیؒ فرماتے ہیں کہ میں نے حضرت عمر بن خطابؓ کی خدمت میں حاضر ہو کر عرض کیا اے امیر المومنین !آپ اپنا ہاتھ بلند فرمائیں "اللہ اسے بلند ہی رکھے"۔ میں آپ سے اللہ اور اس کے رسول کے طریقہ کے مطابق بیعت ہوتا ہوں۔ آپ نے مسکراتے ہوئے اپنا ہاتھ بلند کیا اور فرمایا اس بیعت کا مطلب یہ ہے کہ اس بیعت سے تمہارے کچھ حقوق ہم پر آگئے اور ہمارے کچھ حقوق تم پر آگئے (اور وہ یہ ہیں کہ تم ہماری مانو گے اور ہم تمہیں صحیح صحیح بتائیں گے) اور حضرت عبداللہ بن عکیمؓ فرماتے ہیں کہ میں اپنے اس ہاتھ سے حضرت عمرؓ سے اس بات پر بیعت ہوا کہ بات سنوں گا اور مانوں گا۔[۴]

حضرت سلیم ابو عامرؒ فرماتے ہیں کہ حمرا کا وفد حضرت عثمانؓ کی خدمت میں حاضر ہوا۔ انہوں نے حضرت عثمان سے اس پر بیعت کرنی چاہی کہ وہ اللہ کے ساتھ کسی چیز کو شریک نہیں کریں گے، نماز قائم کریں گے، زکوۃ دیں گے، رمضان کے روزے رکھیں گے اور

---

[۱] اخرجه البيهقي (ج ٨ ص ١٤٦) [۲] اخرجه مسدد كذافي الكنز (ج ٢ ص ٣٢٣)
[۳] اخرجه ابن سعد وابن ابي شيبة والطيالسي كذافي الكنز (ج ١ ص ٨١)
[۴] اخرجه ابن سعد كذافي الكنز (ج ١ ص ٨١)

مجوسیوں کی عید چھوڑ دیں گے۔ جب انہوں نے ان تمام باتوں کی ہاں کر لی تب ان کو بیعت کیا۔[1]

حضرت مسور بن مخرمہؓ فرماتے ہیں کہ جس جماعت کو حضرت عمرؓ نے (خلافت کے فیصلہ کے لئے) ذمہ دار بنایا تھا وہ جمع ہو کر مشورہ کرنے لگے تو ان سے حضرت عبدالرحمٰنؓ نے کہا کہ یہ میرا فیصلہ ہے کہ میں نے تو خلیفہ بننا نہیں ہے خلیفہ تو آپ لوگوں میں سے کوئی ہوگا۔ اب اگر آپ کہو تو آپ لوگوں میں سے کسی ایک کو منتخب کر دیتا ہوں۔ چنانچہ ان سب نے حضرت عبدالرحمٰن کو اس کا اختیار دے دیا جب ان حضرات نے اپنا معاملہ حضرت عبدالرحمٰن کے سپرد کر دیا تو سب لوگوں کی توجہ حضرت عبدالرحمٰن کی طرف ہو گئی۔ اس جماعت کے باقی حضرات کے پاس نہ جاتا ہوا کوئی نظر آیا اور نہ پیچھے چلتا ہوا۔ سب لوگ ان دنوں میں حضرت عبدالرحمٰن کو ہی جا کر اپنے مشورے دیتے یہاں تک کہ جب وہ رات آئی کہ جس کی صبح کو ہم لوگ حضرت عثمانؓ سے بیعت ہوئے۔ اور اس رات کا کچھ حصہ گزر گیا تو حضرت عبدالرحمٰن نے آکر میرا دروازہ اس زور سے کھٹکھٹایا کہ میں جاگ اٹھا۔ انہوں نے کہا تم تو مزے سے سو رہے ہو اور میں آج رات ذرا بھی نہیں سویا۔ جاؤ حضرت زبیر اور حضرت سعدؓ کو بلا لاؤ میں ان دونوں کو بلا لایا۔ انہوں نے ان دونوں سے کچھ دیر مشورہ کیا۔ پھر مجھ سے کہا جاؤ حضرت علیؓ کو میرے پاس بلا لاؤ۔ میں ان کو بلا لایا۔ ان سے حضرت عبدالرحمٰن آدھی رات تک الگ باتیں کرتے رہے۔ پھر حضرت علی ان کے پاس سے اٹھ کر چلے گئے انہیں (اپنے خلیفہ بننے کی) کچھ امید تھی۔ اور حضرت عبدالرحمٰن کو حضرت علیؓ سے اس بارے میں کچھ خطرہ تھا۔ پھر حضرت عبدالرحمٰن نے مجھ سے کہا جاؤ اور حضرت عثمانؓ کو بلا لاؤ۔ میں انہیں بلا لایا۔ حضرت عبدالرحمٰن ان سے بات کرتے رہے۔ یہاں تک کہ فجر کی اذان پر دونوں حضرات علیحدہ ہوئے۔ جب لوگ صبح کی نماز پڑھ چکے اور یہ ذمہ دار جماعت منبر کے پاس جمع ہو گئی۔ تو حضرت عبدالرحمٰن نے مدینہ میں جتنے مہاجرین اور انصار تھے ان سب کے پاس پیغام بھیجا اور اس سال حج میں لشکروں کے جو امراء حضرت عمر کے ساتھ تھے ان کے پاس بھی پیغام بھیجا۔ جب یہ سب لوگ جمع ہو گئے تو حضرت عبدالرحمٰن نے خطبہ پڑھ کر فرمایا امابعد! اے علی میں نے لوگوں کی رائے میں خوب غور کیا۔ لوگ حضرت عثمان کے برابر کسی کو نہیں سمجھتے ہیں۔ تم اپنے دل میں کوئی ایسا ویسا خیال نہ آنے دینا۔ اور پھر حضرت عثمان کا ہاتھ پکڑ کر کہا کہ میں تم سے اس بات پر بیعت ہوتا ہوں کہ تم اللہ تعالیٰ کے طریقہ پر اور اس

---

[1] اخرجه احمد فی السنة كذافی كنز العمال (ج ١ ص ٨١)

کے رسول (ﷺ) کی اور ان کے بعد کے دونوں خلیفوں کی سنت پر چلو گے۔ پہلے ان سے حضرت عبدالرحمٰن بیعت ہوئے اور پھر مہاجرین اور انصار اور لشکروں کے امراء اور تمام لوگ بیعت ہوئے۔[1]

نبی کریم ﷺ اور آپ کے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم دین متین کے پھیلانے کے لئے کس طرح سختیوں اور تکالیف اور بھوک اور پیاس کو برداشت کیا کرتے تھے اور اللہ کے کلمہ کو بلند کرنے کے لئے اللہ کے واسطے اپنی جانوں کو قربان کرنا کس طرح ان کے لئے آسان ہو گیا تھا

حضرت نفیر فرماتے ہیں کہ ایک دن ہم لوگ حضرت مقداد بن اسودؓ کے پاس بیٹھے ہوئے تھے کہ اتنے میں ایک آدمی وہاں سے گزرا اس نے کہا کتنی خوش قسمت ہیں یہ دونوں آنکھیں جنہوں نے رسول اللہ ﷺ کو دیکھا اللہ کی قسم! ہمیں تو تمنا ہی رہی کہ جو کچھ آپ نے دیکھا ہم بھی وہ دیکھ لیتے اور جن مجلسوں میں آپ حاضر ہوئے ہم بھی ان میں حاضر ہوتے۔ حضرت نفیر کہتے ہیں کہ اس آدمی کی بات سن کر حضرت مقداد غضبناک ہو گئے۔ مجھے اس پر تعجب ہوا کہ اس نے تو ایک اچھی بات ہی کہی تھی (پھر حضرت مقداد کیوں ناراض ہو گئے) تو حضرت مقداد نے اس کی طرف متوجہ ہو کر فرمایا کہ جس مجلس میں اللہ تعالیٰ نے تمہیں شریک نہیں ہونے دیا تم اس مجلس میں شریک ہونے کی تمنا کیوں کر رہے ہو۔ کیا پتہ اگر تم اس مجلس میں شریک ہوتے تو تمہارا کیا حال ہوتا۔ اللہ کی قسم! بہت سے لوگوں نے حضورؐ کو دیکھا لیکن ان کو اللہ تعالیٰ نے منہ کے بل دوزخ میں ڈال دیا۔ کیونکہ انہوں نے حضورؐ کی دعوت کو قبول نہیں کیا اور آپ کو سچا نہ مانا۔ کیا تم اس پر اللہ کا شکر نہیں کرتے ہو کہ اس نے جب تم کو پیدا کیا تو تم اپنے رب کو پہچانتے تھے اور حضورؐ جو کچھ لے کر آئے ہیں تم اسے سچا مانتے تھے اور (کفر ایمان کی) آزمائش دوسروں پر آئی اور تم اس آزمائش سے بچ گئے۔ اللہ کی قسم! حضور ﷺ کو ایسے زمانہ میں بھیجا گیا جس میں کفر اور گمراہی اتنے زوروں پر تھی کہ کسی نبی کے زمانے میں اتنے

---

[1] اخرجہ البخاری واخرجہ البیہقی (ج ۸ ص ۱۴۷) ایضاً بنحوہ.

زور پر نہ تھی۔ ایک طویل عرصہ سے نبیوں کی آمد کا سلسلہ رکا ہوا تھا اور جاہلیت کا ایسا دور دورہ تھا کہ بتوں کی عبادت کو سب سے بہتر دین سمجھا جاتا تھا۔ آپ ایسا فرقان (فیصلہ کی کتاب یعنی قرآن) لے کر آئے کہ جس نے حق اور باطل کو الگ الگ کر دیا اور (مسلمان) والد اور اس کا ولد یا بیٹا یا بھائی کافر ہے (اور خود وہ مسلمان ہے) اور اس کے دل کے قفل کو کھول کر اللہ نے ایمان سے بھر دیا ہے اور اس کا بھی اسے یقین ہے کہ اس کا یہ خاص تعلق والا دوزخ میں جائے گا اور اس بات کا بھی یقین ہے کہ جو دوزخ میں گیا وہ برباد ہو گیا۔ اس لیئے (اس خیال سے) اسے نہ چین آتا تھا نہ اس کی آنکھ ٹھنڈی ہوتی تھی جسے اللہ تعالیٰ نے قرآن کی اس دعا میں بیان کیا ہے۔

رَبَّنَا هَبْ لَنَا مِنْ اَزْوَاجِنَا وَ ذُرِّيّٰتِنَا قُرَّةَ اَعْيُنٍ.

ترجمہ: اے رب دے ہم کو ہماری عورتوں کی طرف سے اور اولاد کی طرف سے آنکھ کی ٹھنڈک۔[1]

حضرت محمد بن کعب قرظی کہتے ہیں کہ کوفہ والوں میں سے ایک آدمی نے حضرت حذیفہ بن یمانؓ سے کہا اے ابو عبداللہ! آپ حضرات نے رسول اللہ ﷺ کو دیکھا ہے اور ان کی صحبت میں رہے ہیں؟ حضرت حذیفہؓ نے کہا ہم پوری طرح سے محنت کرتے تھے۔ اس آدمی نے کہا اللہ کی قسم! اگر ہم حضورؐ کو پا لیتے تو ہم آپ کو زمین پر نہ چلنے دیتے بلکہ کندھوں پر اٹھائے رکھتے۔ حضرت حذیفہ نے کہا اے میرے بھتیجے! میں نے غزوہ خندق کے موقع پر حضورؐ کے ساتھ اپنا ایسا سخت حال دیکھا۔ آگے انہوں نے اس موقع پر خوف کی زیادتی اور بھوک اور سردی کی سختی برداشت کرنے والی حدیث ذکر کی۔ امام مسلم کی روایت میں یہ ہے کہ حضرت حذیفہؓ نے فرمایا کیا تم یہ کام کر لیتے؟ ارے میں نے غزوہ احزاب (غزوہ خندق) کی ایک رات میں مسلمانوں کو حضورؐ کے ساتھ اس حال میں دیکھا کہ تیز ہوا چل رہی تھی اور سخت سردی پڑ رہی تھی اور آگے حدیث ذکر کی۔ حاکم اور بیہقی کی روایت میں یہ ہے کہ حضرت حذیفہؓ نے کہا ارے اس کی تمنا نہ کرو۔ آگے مزید حدیث بھی ہے جیسے کہ خوف برداشت کرنے کے باب میں آئے گی۔[2]

۱؎ اخرجه ابونعیم فی الحلیة (ج ۱ ص ۱۷۵) عن جبیر بن نفیر و اخرجه الطبرانی ایضا بمعناه باسانید فی احد هایحیی بن صالح وثقه الذهبی وقد تکلموا فیه وبقیة رجاله رجال الصحیح کما قال الهیثمی فی المجمع (ج ٦ ص ۱۷)

۲؎ اخرجه ابن اسحاق

حضور ﷺ کا اللہ کی طرف دعوت دینے کی وجہ سے سختیوں اور تکالیف کا برداشت کرنا

حضرت انسؓ فرماتے ہیں کہ حضور ﷺ نے فرمایا کہ اللہ کی خاطر جتنی تکلیف مجھے پہنچائی گئی اتنی کسی کو نہیں پہنچائی گئی۔ اور جتنا مجھے اللہ کی وجہ سے ڈرایا گیا اتنا کسی کو نہیں ڈرایا گیا اور مجھ پر تیس دن اور تیس راتیں مسلسل ایسی گزری ہیں کہ میرے اور بلال (رضی اللہ عنہ) کے پاس کسی جاندار کے کھانے کے قابل صرف اتنی چیز ہوتی جو بلال کی بغل کے نیچے آجائے (یعنی بہت تھوڑی مقدار میں ہوتی تھی)۔[1]

حضرت عقیل بن ابی طالبؓ فرماتے ہیں کہ قریش ابو طالب کے پاس آئے اور کہا اے ابو طالب! آپ کا بھتیجا (حضور ﷺ) ہمارے گھروں اور ہماری مجلس میں ہمارے پاس آتا ہے اور ہمیں ایسی باتیں سناتا ہے جن سے ہمیں بڑی تکلیف ہوتی ہے۔ اگر آپ مناسب سمجھیں تو اس کو ہمارے پاس آنے سے روک دیں۔ تو ابو طالب نے مجھ سے کہا اے عقیل! اپنے چچازاد بھائی کو ڈھونڈ کر میرے پاس لاؤ چنانچہ میں آپ کو ابو طالب کی ایک کوٹھڑی میں سے بلا کر لایا۔ آپ میرے ساتھ چل رہے تھے آپ سایہ میں چلنا چاہتے تھے (کیونکہ دھوپ تیز تھی) لیکن راستہ میں سایہ نہ مل سکا۔ یہاں تک کہ آپ ابو طالب کے پاس پہنچ گئے تو آپ سے ابو طالب نے کہا اے میرے بھتیجے! اللہ کی قسم! جیسے کہ تم کو خود بھی معلوم ہے میں تمہاری ہر بات مانتا ہوں۔ تمہاری قوم والوں نے آکر یہ کہا کہ تم کعبہ میں اور ان کی مجلسوں میں جاکر ان کو ایسی باتیں سناتے ہو جن سے ان کو تکلیف ہوتی ہے۔ اگر تم مناسب سمجھو تو ان کے پاس جانا چھوڑ دو۔ آپ نے اپنی نگاہ کو آسمان کی طرف اٹھا کر فرمایا کہ جس کام کو دے کر مجھے مبعوث کیا گیا ہے۔ اس کو چھوڑنے کی میں بالکل قدرت نہیں رکھتا ہوں جیسے کہ تم میں سے کوئی سورج میں سے آگ کا شعلہ لانے کی قدرت نہیں رکھتا۔ اس پر ابو طالب نے کہا میرا بھتیجا کبھی غلط بات نہیں کہتا تم سب بھلائی کے ساتھ واپس چلے جاؤ۔[2]

---

[1] اخرجه احمد كذافي البداية (ج ۳ ص ٤٧) واخرجه ايضاً الترمذي وابن حبان في صحيحه وقال الترمذي هذا حديث حسن صحيح كذافي الترغيب (ج ٥ ص ١٥٩) واخرجه ايضاً ابن ماجة وابو نعيم

[2] اخرجه الطبراني في الا وسط والكبير قال الهيثمي (ج ٦ ص ١٤) رواه الطبراني وابو يعلي با ختصار يسيرمن اوله ورجال ابي يعلى رجال الصحيح انتهى واخرجه البخاري في التاريخ بنحوه كما في البدايه (ج ۳ ص ٤٢)

حضور ﷺ سے ابو طالب نے کہا اے میرے بھتیجے! آپ کی قوم میرے پاس آئی ہے اور اس نے ایسی ایسی باتیں کہی ہیں۔ تم مجھ پر بھی ترس کھاؤ اور اپنی جان پر بھی اور اتنا بوجھ مجھ پر نہ ڈالو کہ جس کو نہ میں اٹھا سکوں اور نہ تم۔ لہٰذا تم اپنی قوم کو وہ باتیں کہنی چھوڑ دو جو ان کو ناگوار لگتی ہیں۔ اس سے حضورؐ یہ سمجھے کہ آپ کے بارے میں آپ کے چچا کی رائے بدل گئی ہے اور وہ اب آپ کی مدد چھوڑ کر آپ کی قوم کے حوالے کرنے والے ہیں اور اب ان میں آپ کا ساتھ دینے کی ہمت نہیں رہی ہے۔ اس پر حضورؐ نے فرمایا اے میرے چچا! اگر سورج میرے دائیں ہاتھ میں اور چاند میرے بائیں ہاتھ میں رکھ دیا جائے تو بھی میں اس کام کو چھوڑنے والا نہیں ہوں۔ (میں اس کام میں لگا رہوں گا) یہاں تک کہ اللہ تعالیٰ اس کام کو غالب کر دیں یا اس کام کی کوشش میں میری جان چلی جائے۔ اتنا کہہ کر حضورؐ کی آنکھیں ڈبڈبا آئیں اور آپ رو دیئے۔ اور آپ وہاں سے پشت پھیر کر چل دیئے جب ابو طالب نے دیکھا کہ حضورؐ اپنے کام پر اتنے پختہ ہیں (کہ اس کے لئے جان تک قربان کرنے اور چاند سورج تک اٹھا لینے کو تیار ہیں) تو انہوں نے حضور کو پکارا۔ اے میرے بھتیجے! آپ ان کی طرف متوجہ ہوئے۔ ابو طالب نے کہا آپ اپنا کام کرتے رہیں اور جیسے دل چاہتا ہے کرتے رہیں اللہ کی قسم! میں کسی وجہ سے بھی تمہارا کبھی ساتھ نہیں چھوڑوں گا۔[1]

حضرت عبداللہ بن جعفرؓ فرماتے ہیں کہ جب ابو طالب کا انتقال ہوا تو قریش کا ایک کمینہ آدمی حضور ﷺ کے سامنے آیا اور اس نے آپ پر مٹی ڈالی۔ آپؐ اپنے گھر واپس چلے گئے۔ آپ کی ایک بیٹی آکر آپؐ کے چہرے سے مٹی صاف کرنے لگی اور رونے لگی آپؐ نے فرمایا اے میری بیٹی! مت رو کیونکہ اللہ تعالیٰ تمہارے والد کی ضرور حفاظت کرنے والے ہیں اور آپؐ فرما رہے تھے کہ ابو طالب کے انتقال تک قریش میرے ساتھ اتنی ناگواری کا معاملہ نہیں کر رہے تھے۔ اب یہ شروع ہو گئے ہیں۔[2]

حضرت ابو ہریرہؓ فرماتے ہیں کہ جب ابو طالب کا انتقال ہو گیا۔ تو قریش کے لوگ حضور ﷺ کے ساتھ ترش روئی اور سختی کے ساتھ پیش آنے لگے آپ نے فرمایا اے میرے چچا۔ آپ کی کمی بہت جلد محسوس ہونے لگی۔[3]

حضرت حارث بن حارثؓ فرماتے ہیں کہ میں نے اپنے والد سے پوچھا یہ مجمع کیسا ہے؟ میرے والد نے کہا یہ لوگ اپنے ایک بے دین آدمی پر جمع ہیں۔ چنانچہ ہم اپنی سواری سے

---

[1] اخرجه البیهقی کذافی البدایة (ج ۳ ص ۴۲) [2] اخرجه البیهقی کذافی البدایة (ج ۳ ص ۱۳۴) [3] اخرجه ابو نعیم فی الحلیة (ج ۸ ص ۳۰۸)

اترے تو دیکھا کہ رسول اللہ ﷺ لوگوں کو اللہ کو ایک مان لینے اور اس پر ایمان لانے کی دعوت دے رہے تھے اور لوگ آپ کی دعوت کا انکار کر رہے تھے اور آپ کو طرح طرح کی تکلیفیں پہنچا رہے تھے۔ یہاں تک کہ آدھا دن گزر گیا اور لوگ آپ کے پاس سے چلے گئے۔ تو ایک عورت پانی کا برتن اور رومال لیئے ہوئے آئی جس کا سینہ کھلا ہوا تھا۔ آپ نے اس عورت سے برتن لے کر پانی پیا اور وضو کیا پھر اس عورت کی طرف سر اٹھا کر کہا اے میری بیٹی! اپنے سینے کو ڈھانپ لے اور اپنے باپ کے بارے میں کوئی خوف اور خطرہ محسوس نہ کر۔ ہم نے پوچھا یہ عورت کون ہے؟ لوگوں نے بتایا یہ ان کی بیٹی حضرت زینبؓ ہیں۔[1]

حضرت منیب ازدیؓ فرماتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ ﷺ کو زمانہ جاہلیت میں دیکھا تھا کہ آپ فرما رہے تھے اے لوگو! لآ اِلٰہ الا اللّٰہ کہہ لو کامیاب ہو جاؤ گے۔ تو میں نے دیکھا کہ ان میں سے کوئی تو آپ کے چہرے پر تھوک رہا ہے اور کوئی آپ پر مٹی ڈال رہا ہے اور کوئی آپ کو گالیاں دے رہا ہے (اور یونہی ہوتا رہا) یہاں تک کہ آدھا دن گزر گیا۔ پھر ایک لڑکی پانی کا پیالہ لے کر آئی جس سے آپ نے اپنے چہرے اور دونوں ہاتھوں کو دھویا اور کہا اے میری بیٹی! نہ تو اپنے باپ کے اچانک قتل ہونے کا خطرہ محسوس کرو اور نہ کسی قسم کی ذلت کا۔ میں نے پوچھا یہ لڑکی کون ہے؟ لوگوں نے بتایا کہ یہ حضور کی بیٹی حضرت زینبؓ ہیں وہ ایک بہت خوبصورت بچی تھیں۔[2]

حضرت عروہؓ فرماتے ہیں کہ میں نے حضرت ابن العاصؓ سے پوچھا کہ آپ مجھے بتائیں کہ مشرکین نے حضور ﷺ کو سب سے زیادہ کونسی تکلیف پہنچائی؟ انہوں نے کہا ایک مرتبہ حضورؐ حطیم کعبہ میں نماز پڑھ رہے تھے کہ اتنے میں عقبہ بن ابی معیط آیا اور اس نے اپنا کپڑا حضورؐ کی گردن میں ڈال کر زور سے آپ کا گلا گھونٹا۔ حضرت ابو بکرؓ آئے اور عقبہ کو کندھے سے پکڑ کر حضورؐ سے پیچھے ہٹایا اور یہ کہا:۔

اَتَقْتُلُوْنَ رَجُلًا اَنْ يَّقُوْلَ رَبِّيَ اللّٰهُ وَقَدْ جَآءَكُمْ بِالْبَيِّنٰتِ مِنْ رَّبِّكُمْ۔

ترجمہ: "کیا مارے ڈالتے ہو ایک مرد کو اس بات پر کہ کہتا ہے میرا رب اللہ ہے۔ اور لایا تمہارے پاس کھلی نشانیاں تمہارے رب کی"۔[3]

حضرت عمرو بن العاصؓ فرماتے ہیں کہ میں نے صرف ایک ہی دن دیکھا کہ قریش کعبہ

---

[1] اخرجه الطبرانی قال الهيثمی (ج ٦ ص ٥١) رجاله ثقات [2] عند الطبرانی ایضاً قال الهيثمی (ج ٦ ص ٢١) وفيه منيب بن مدرك ولم اعرفه وبقية رجاله ثقات.

[3] اخرجه البخاری كذافی البداية (ج ٣ ص ٤٦)

کے سائے میں بیٹھے ہوئے حضور ﷺ کو قتل کرنے کا مشورہ کر رہے ہیں۔ اس وقت حضورؐ مقام ابراہیم کے پاس نماز پڑھ رہے تھے۔ چنانچہ عقبہ بن ابی معیط کھڑا ہو کر آپ کی طرف بڑھا اور آپ کی گردن میں اپنی چادر ڈال کر اس نے آپ کو اس زور سے کھینچا کہ حضورؐ گھٹنوں کے بل زمین پر گر گئے۔ لوگوں میں ایک شور مچ گیا۔ سب نے یہ سمجھا کہ آپ قتل کر دیئے گئے ہیں۔ حضرت ابو بکرؓ دوڑتے ہوئے آئے اور انہوں نے پیچھے سے آپ کی دونوں بغلوں میں ہاتھ ڈال کر آپ کو اٹھایا۔ اور وہ یہ کہتے جا رہے تھے کیا مارے ڈالتے ہو ایک مرد کو اس بات پر کہ کہتا ہے کہ میرا رب اللہ ہے۔ پھر کفار آپ کے پاس سے چلے گئے۔ حضورؐ نے کھڑے ہو کر نماز پوری فرمائی جب آپ نماز سے فارغ ہوئے تو کفار کعبہ کے سائے میں بیٹھے ہوئے تھے آپ ان کے پاس سے گزرے آپ نے فرمایا اے جماعت قریش! سن لو۔ اس ذات کی قسم جس کے قبضہ میں محمد کی جان ہے! مجھے تمہاری طرف تمہیں ذبح کرنے کے لیئے ہی بھیجا گیا ہے (یعنی نہ ماننے والے ہمارے ہاتھوں آخر قتل ہوں گے) اور آپ نے اپنے ہاتھ کو اپنے حلق پر پھیر کر ذبح ہونے کی طرف اشارہ کیا۔ تو آپ سے ابو جہل نے کہا۔ آپ تو ناداں نہیں ہیں (لہٰذا ایسی سخت بات نہ کہیں برداشت سے کام لیں) آپ نے اس سے فرمایا تو بھی ان میں سے ہے۔ (جو آخر قتل ہوں گے) [1]

حضرت عروہ بن زبیرؓ فرماتے ہیں کہ میں نے حضرت عبداللہ بن عمروؓ سے پوچھا کہ آپ نے قریش کو اپنی دشمنی ظاہر کرتے ہوئے حضور ﷺ کو سب سے زیادہ تکلیف پہنچاتے ہوئے جو دیکھا وہ کیا ہے؟ انہوں نے کہا ایک دفعہ قریش کے سردار حطیم میں جمع تھے۔ میں بھی وہاں موجود تھا۔ وہ آپس میں کہنے لگے کہ اس آدمی کی طرف سے ہمیں جتنا برداشت کرنا پڑا ہے ہمیں اتنا کبھی برداشت نہیں کرنا پڑا۔ یہ ہمیں بے وقوف کہتا ہے اور ہمارے آباؤ اجداد کو برا بھلا کہتا ہے اور ہمارے دین میں عیب نکالتا ہے اور ہماری جماعت کے ٹکڑے ٹکڑے کر رہا ہے اور ہمارے معبودوں کو گالیاں دیتا ہے۔ ہم نے اس کی طرف سے بہت برداشت کر لیا ہے وہ لوگ اس طرح کی باتیں کر ہی رہے تھے کہ سامنے سے حضور ﷺ چلتے ہوئے تشریف لائے۔ آپ نے حجر اسود کا استلام کیا اور بیت اللہ کا طواف کرتے ہوئے ان کے پاس سے گزرے۔ انہوں نے آپ کی بعض باتیں نقل کر کے آپ کو طعنہ دیا۔ راوی کہتے ہیں کہ میں نے اس کا اثر آپ کے چہرہ مبارک پر محسوس کیا۔ آپ ان کے سامنے سے آگے چلے گئے۔ جب آپ

---

[1] عند ابن ابی شیبة کذافی کنز العمال (ج ۲ ص ۳۲۷) واخرجه ایضاً ابو یعلی والطبرانی بنحوه قال الهیثمی (ج ٦ ص ١٦) وفیه محمدبن عمر علقمه وحدیثه حسن وبقیة رجال الطبرانی رجال الصحیح انتهی واخرجه ایضاً ابو نعیم فی دلائل النبوة (ص ٦٧)

ان کے پاس سے دوبارہ گزرنے لگے تو انہوں نے ویسی ہی باتیں کہہ کر آپ کو پھر طعنہ دیا جس کا اثر میں نے آپ کے چہرہ مبارک پر محسوس کیا۔ جب آپ ان کے پاس سے تیسری مرتبہ گزرنے لگے تو انہوں نے پھر ویسی ہی باتیں کہہ کر آپ کو طعنہ دیا۔ آپ نے کہا اے جماعت قریش! کیا تم سن رہے ہو؟ قسم ہے اس ذات کی جس کے قبضہ میں محمدؐ کی جان ہے۔ میں تو تم لوگوں کو ذبح کرنے کے لئے ہی آیا ہوں (یعنی جو ایمان نہ لائے گا وہ آخر قتل ہوگا) آپ کی اس بات کی ان پر ایسی ہیبت طاری ہوئی کہ وہ سب لوگ ایک دم سہم گئے۔ یہاں تک کہ اس سے پہلے جو آپ پر سختی کرنے کے بارے میں سب سے زیادہ زور لگا رہا تھا وہ بھی آپ سے عاجزی اور خوشامد سے بات کر کے آپ کو ٹھنڈا کرنے لگ گیا اور یوں کہنے لگ گیا اے ابو القاسم! آپ (لہٰذا ایسی سخت بات نہ کہیں برداشت سے کام لیں) آپؐ واپس تشریف لے گئے اگلے بھلائی کے ساتھ واپس تشریف لے جائیں۔ اللہ کی قسم! آپ تو ناداں آدمی نہیں ہیں۔ دن وہ لوگ پھر حطیم میں جمع ہوئے۔ میں بھی ان کے ساتھ تھا۔ وہ ایک دوسرے سے کہنے لگے کہ ان کی طرف سے جو تکلیفیں پیش آرہی ہیں ان کا تم نے ان سے تذکرہ کیا اور تم جو ان کے ساتھ معاملہ برت رہے ہو اس کا تم نے ان سے ذکر کیا (اس کے جواب میں) جب انہوں نے تم کو ایسی بات صاف صاف کہہ دی جو تمہیں بری لگی تو تم نے ان کو چھوڑ دیا (ان کے ساتھ کچھ نہیں کیا۔ کچھ کرنا چاہئے تھا) وہ آپس میں یہ باتیں کر ہی رہے تھے کہ اتنے میں حضورؐ سامنے سے تشریف لے آئے۔ یہ سب ایک دم آپ کی طرف جھپٹے اور آپ کو چاروں طرف سے گھیر لیا اور کہنے لگے تم ہی ہو جو یوں کہتے ہو؟ اور یوں کہتے ہو؟ اور حضورؐ کی طرف سے انہیں جو باتیں پہنچتی رہتی تھیں کہ حضورؐ ان کے معبودوں کے اور ان کے دین کے عیوب گنارہے ہیں وہ سب انہوں نے کہہ ڈالیں۔ حضورؐ نے فرمایا ہاں۔ میں نے یہ سب باتیں کہی ہیں تو میں نے دیکھا کہ ان میں سے ایک آدمی نے آپ کا گریبان پکڑ لیا۔ حضرت ابو بکرؓ آپ کو بچانے کے لئے کھڑے ہوئے اور وہ روتے ہوئے کہنے لگے۔

اَتَقْتُلُوْنَ رَجُلاً اَنْ یَّقُوْلَ رَبِّیَ اللّٰهُ.

ترجمہ:۔ "کیا مارے ڈالتے ہو ایک مرد کو اس بات پر کہ کہتا ہے میرا رب اللہ ہے"۔

پھر یہ لوگ حضورؐ کے پاس سے چلے گئے۔ قریش کے حضورؐ کو تکلیف پہنچانے کا سب سے زیادہ سخت واقعہ جو میں نے دیکھا ہے وہ یہ ہے۔[1]

۱؎ اخرجه احمد قال الهیثمی (ج ٦ ص ١٦) وقد صرح ابن اسحاق بالسماع وبقیة رجاله رجال الصحیح انتهی واخرجه ایضاً البیهقی عن عروةؒ قال قلت لعبد اللّٰه بن عمرو بن العاصؓ ما اکثر ما رأیت قریشا فذکر الحدیث بطوله نحوه کما ذکر فی البدایة (ج ٣ ص ٤٦)

حضرت اسماء بنت ابی بکرؓ سے لوگوں نے پوچھا کہ رسول اللہ ﷺ کو مشرکین کی طرف سے جو تکلیفیں اٹھانی پڑیں تم نے ان میں سے زیادہ سخت تکلیف کونسی دیکھی ؟ انہوں نے کہا مشرکین مسجد حرام میں بیٹھے ہوئے رسول اللہ ﷺ کا اور آپ ان کے معبودوں کے بارے میں جو فرماتے تھے اس کا تذکرہ کررہے تھے کہ اتنے میں حضورؐ سامنے سے تشریف لائے وہ سب ایک دم کھڑے ہو کر حضورؐ پر ٹوٹ پڑے۔ چیخ و پکار کی آواز حضرت ابو بکرؓ تک پہنچی لوگوں نے ان سے کہا اپنے حضرت کو بچالو۔ حضرت ابو بکرؓ ہمارے پاس سے اٹھ کر چل پڑے ان کی چار زلفیں تھیں اور وہ یہ کہتے جارہے تھے تمہارا ناس ہو۔ کیا مارے ڈالتے ہو ایک مرد کو اس بات پر کہ کہتا ہے میرا رب اللہ ہے اور لایا ہے تمہارے پاس کھلی نشانیاں تمہارے رب کی۔ تو وہ حضورؐ کو چھوڑ کر حضرت ابو بکرؓ پر ٹوٹ پڑے۔ پھر حضرت ابو بکرؓ ہمارے پاس واپس آئے (اور کافروں نے آپ کو اتنا مارا تھا کہ) جس زلف کو بھی پکڑتے وہ ہاتھ میں آجاتی (یعنی سر کے بال چوٹوں کی وجہ سے جھڑنے لگ گئے تھے) اور وہ فرمارہے تھے

تبارکت یا ذالجلال والاکرام.

ترجمہ : "تو بہت برکت والا ہے اے بڑائی اور عظمت والے"۔ [1]

حضرت انس بن مالکؓ فرماتے ہیں کہ ایک دفعہ کافروں نے حضور ﷺ کو اتنا مارا تھا کہ آپ بے ہوش ہوگئے تھے تو حضرت ابو بکرؓ کھڑے ہو کر بلند آواز سے کہنے لگے تمہارا ناس ہو کیا مارے ڈالتے ہو ایک مرد کو اس بات پر کہ وہ کہتا ہے میرا رب اللہ ہے لوگوں نے پوچھا یہ کون ہے ؟ کافروں نے کہا پاگل ابو بکر ہے۔ [2]

حضرت علیؓ ایک دن لوگوں میں بیان کررہے تھے۔ انہوں نے فرمایا اے لوگو ! بتاؤ لوگوں میں سب سے زیادہ بہادر کون ہے ؟ لوگوں نے کہا اے امیر المومنین آپ۔ حضرت علی نے کہا کہ جو بھی میرے مقابلہ میں آیا میں تو اس پر غالب ہوا۔ سب سے بہادر تو حضرت ابو بکرؓ ہیں۔ ہم لوگوں نے (غزوہ بدر کے موقع پر) حضور ﷺ کے لئے چھپر بنایا تھا۔ پھر ہم نے کہا کہ کون حضورؐ کے ساتھ رہے گا تاکہ کوئی مشرک حضورؐ (پر حملہ کا) ارادہ نہ کرسکے۔ اللہ کی قسم ! ہم

---

[1] اخرجه ابو يعلى قال الهيثمي (ج ٦ ص ١٧) وفيه تدرس جدابي الزبير ولم اعرفه وبقية رجاله ثقات انتهى وذكره ابن عبدالبر في الاستيعاب (ج ٢ ص ٢٤٧) عن ابن عيينة عن الوليد بن كثير عن ابن عبدوس عن اسماء فذكره بنحوه وبهذا لاسناد اخرجه ابو نعيم في الحلية (ج ١ ص ٣١) مختصراً وفيه ابن تدرس عن اسماء

[2] اخرجه ابو يعلى واخرجه ايضاً البزار وزاد فتركوه واقبلوا على ابى بكر ورجاله رجال الصحيح كما قال الهيثمي (ج ٦ ص ١٧) واخرجه ايضاً الحاكم (ج ٣ ص ٦٧) وقال حديث صحيح على شرط مسلم ولم يخرجاه

میں سے کوئی بھی حضورؐ کے قریب نہ جا سکا بس ایک ابو بکر نے اس کی ہمت کی اور وہ ننگی تلوار لیئے ہوئے حضورؐ کے سرہانے کھڑے رہے۔ جو کافر حضورؐ کی طرف آنے کا ارادہ کرتا یہ اس پر جھپٹتے۔ تو یہ ہیں لوگوں میں سب سے زیادہ بہادر میں نے ایک دفعہ دیکھا کہ قریش نے حضورؐ کو چاروں طرف سے پکڑ رکھا تھا۔ کوئی آپ پر ناراض ہو رہا تھا کوئی آپ کو جھنجھوڑ رہا تھا اور وہ یہ کہہ رہے تھے کہ تم نے تمام خداؤں کا ایک خدا بنادیا۔ اللہ کی قسم! اس دن بھی حضرت ابو بکر کے علاوہ ہم میں سے اور کوئی حضورؐ کے قریب نہ جا سکا۔ یہ آگے بڑھے کسی کو مارتے تھے کسی سے لڑتے تھے کسی کو جھنجھوڑتے تھے اور کہتے جاتے تھے تمہارا ناس ہو کیا مارے ڈالتے ہو ایک مرد کو اس بات پر کہ وہ کہتا ہے کہ میرا رب اللہ ہے۔ اتنا کہنے کے بعد حضرت علی نے جو چادر اوڑھ رکھی تھی وہ اوپر اٹھائی اور رونے لگے (اور اتنا روئے) کہ ان کی داڑھی تر ہو گئی۔ پھر کہا میں تم سے اللہ کی قسم دے کر پوچھتا ہوں کہ آل فرعون کا مومن بہتر ہے (جن کا قرآن میں تذکرہ ہے) یا ابو بکر؟ تمام لوگ خاموش رہے۔ حضرت علی نے کہا اللہ کی قسم! ساری زمین آل فرعون کے مومنوں سے بھر جائے تو ان (کی زندگی بھر کے اعمال) سے حضرت ابو بکر کی ایک گھڑی زیادہ قیمتی ہے۔ آل فرعون کا وہ مومن تو اپنا ایمان چھپا رہا تھا اور یہ اپنے ایمان کا اعلان کر رہے تھے۔[1]

حضرت عبداللہ بن مسعودؓ فرماتے ہیں کہ ایک مرتبہ حضور ﷺ مسجد حرام میں تشریف فرما تھے اور ابو جہل بن ہشام، شیبہ بن ربیعہ، عتبہ بن ربیعہ، عقبہ بن ابی معیط، امیہ بن خلف اور دو اور آدمی کل سات کافر حطیم میں بیٹھے ہوئے تھے اور حضورؐ نماز پڑھ رہے تھے اور نماز میں لمبے لمبے سجدے کر رہے تھے۔ ابو جہل نے کہا کہ تم میں سے کون ایسا ہے جو فلاں جگہ جائے جہاں فلاں قبیلہ نے جانور ذبح کر رکھا ہے اور اس کی اوجھڑی ہمارے پاس لے آئے پھر ہم وہ اوجھڑی محمد (ﷺ) کے اوپر ڈال دیں گے۔ ان میں سے سب سے زیادہ بدبخت عقبہ بن ابی معیط گیا اور اس نے وہ اوجھڑی لا کر حضورؐ کے کندھوں پر ڈال دی جبکہ حضورؐ سجدے میں تھے۔ میں وہاں کھڑا تھا مجھ میں بولنے کی بھی ہمت نہیں تھی۔ میں تو اپنی حفاظت نہیں کر سکتا تھا۔ میں وہاں سے جانے لگا کہ اتنے میں آپ کی صاحبزادی حضرت فاطمہؓ نے یہ خبر سنی وہ دوڑی ہوئی آئیں اور آپؐ کے کندھوں سے اوجھڑی کو انہوں نے اتارا۔ پھر قریش کی طرف متوجہ ہو کر ان کو برا بھلا کہنے لگ گئیں۔ کافروں نے ان کو کچھ جواب نہ دیا۔ حضورؐ نے اپنی عادت کے مطابق سجدہ پورا کر کے سر اٹھایا۔ جب آپ نماز سے فارغ ہوئے تو تین مرتبہ یہ

---

[1] اخرجه البزار فی مسنده عن محمد بن عقیل ثم قال البزار لا نعلمه یروی الا من هذا الوجه كذافی البدایه (ج ۳ ص ۲۷۱) وقال الهیثمی (ج ۹ ص ۴۷) وفیه من لم اعرفه

بد دعا کی اے اللہ تو قریش کی پکڑ فرما۔ عتبہ، عقبہ، ابو جہل اور شیبہ کی پکڑ فرما۔ پھر آپ مسجد حرام سے باہر تشریف لے گئے۔ راستہ میں آپ کو ابو البختری بغل میں کوڑا دبائے ہوئے ملا اس نے حضورؐ کا چہرہ پریشان دیکھ کر پوچھا کہ آپ کو کیا ہوا؟ آپ نے فرمایا مجھے جانے دو۔ اس نے کہا خدا جانتا ہے میں آپ کو اس وقت تک نہیں چھوڑوں گا جب تک کہ آپ مجھے نہ بتا دیں کہ آپ کو کیا پیش آیا ہے؟ آپ کو ضرور کوئی بڑی تکلیف پہنچی ہے۔ جب آپ نے دیکھا یہ تو مجھے بتائے بغیر نہیں چھوڑے گا تو آپ نے اس کو سارا واقعہ بتا دیا کہ ابو جہل کے کہنے پر آپ پر اوجھڑی ڈالی گئی۔ ابو البختری نے کہا آؤ مسجد چلیں۔ حضورؐ اور ابو البختری چلے اور مسجد میں داخل ہوئے۔ پھر ابو البختری ابو جہل کی طرف متوجہ ہو کر بولا۔ اے ابو الحکم کیا تمہارے ہی کہنے کی وجہ سے محمد (ﷺ) پر اوجھڑی ڈالی گئی ہے؟ اس نے کہا ہاں۔ ابو البختری نے کوڑا اٹھا کر اس کے سر پر مارا۔ کافروں میں آپس میں ہاتھا پائی ہونے لگی۔ ابو جہل چلایا تم لوگوں کا ناس ہو۔ تمہاری اس ہاتھا پائی سے محمد کا فائدہ ہو رہا ہے۔ محمدؐ تو یہ چاہتے ہیں کہ ہمارے درمیان دشمنی پیدا ہو جائے اور وہ اور ان کے ساتھی بچے رہیں۔[1] بخاری اور مسلم اور ترمذی وغیرہ نے ابو البختری والے قصہ کو مختصر نقل کیا اور صحیح بخاری میں یہ بھی ہے کہ حضور ﷺ پر اوجھڑی ڈالنے کے بعد وہ لوگ زور زور سے ہنسنے لگے اور ہنسی کے مارے ایک دوسرے پر گر رہے تھے

امام احمد کی روایت میں یہ ہے کہ حضرت عبداللہ فرماتے ہیں کہ میں نے ان ساتوں کافروں کو دیکھا کہ یہ سارے کے سارے جنگ بدر کے دن قتل کیے گئے۔[2]

حضرت یعقوب بن عتبہؒ کہتے ہیں کہ ایک دن حضور ﷺ صفا پہاڑی پر تشریف لے جا رہے تھے کہ اچانک سامنے سے آکر ابو جہل نے آپ کا راستہ روک لیا۔ اور آپ کو بہت تکلیف پہنچائی۔ حضرت حمزہؓ شکاری آدمی تھے اور اس دن وہ شکار کرنے گئے ہوئے تھے۔ اور حضور ﷺ کے ساتھ ابو جہل نے جو کچھ کیا وہ حضرت حمزہ کی بیوی نے دیکھ لیا تھا۔ چنانچہ جب حضرت حمزہ (شکار سے) واپس آئے تو ان کی بیوی نے ان سے کہا اے ابو عمارہ! جو کچھ ابو جہل نے (آج) تمہارے بھتیجے کے ساتھ کیا ہے اگر تم اسے دیکھ لیتے (تو نہ جانے تم اس کے ساتھ کیا کرتے یہ سن کر) حضرت حمزہ کو بڑا غصہ آیا۔ چنانچہ وہ گھر میں داخل ہونے سے پہلے ہی اپنی گردن میں کمان لٹکائے ہوئے اسی طرح چل دیئے اور مسجد (حرام) میں داخل ہوئے وہاں

---

[1] اخرجه البزار والطبرانی قال الهیثمی (ج ٦ ص ١٨) وفیه الا جلح بن عبداللّٰه الکندی وهو ثقة عند ابن معین وغیره وضعفه النسائی وغیره انتهی واخرجه ایضاً ابو نعیم فی دلائل النبوة (ص ٩٠) نحو روایة البزار والطبرانی

[2] کذافی البدایة (ج ٣ ص ٤٤)

انہوں نے ابو جہل کو قریش کی ایک مجلس میں بیٹھے ہوئے پایا۔ انہوں نے بغیر کچھ کہے ابو جہل کے سر پر زور سے کمان ماری اور اس کا سر زخمی کر دیا۔ قریش کے کچھ لوگ کھڑے ہو کر حضرت حمزہ کو ابو جہل سے روکنے لگے۔ حضرت حمزہ نے کہا (آج سے) میرا بھی وہی دین ہے جو محمد ﷺ کا دین ہے۔ میں گواہی دیتا ہوں کہ وہ اللہ کے رسول ہیں۔ اللہ کی قسم! میں اپنی اس بات سے نہیں پھروں گا۔ اگر تم (اپنی بات میں) سچے ہو تو مجھے اس سے روک کر دیکھ لو۔ حضرت حمزہؓ کے مسلمان ہونے سے حضور ﷺ اور مسلمانوں کو بہت قوت حاصل ہوئی۔ اور مسلمان اپنے کام میں اور زیادہ پکے ہو گئے اور اب قریش ڈرنے لگے کیونکہ انہیں معلوم تھا کہ اب حضرت حمزہ حضورؐ کی ضرور حفاظت کریں گے۔[1]

حضرت محمد بن کعب قرظیؒ مرسلا روایت کرتے ہیں کہ ایک دن حضرت حمزہؓ اپنی تیر اندازی سے واپس آئے تو ان کو ایک عورت ملی جس نے ان سے کہا۔ اے ابو عمارہ! تمہارے بھتیجے کو ابو جہل بن ہشام سے کتنی تکلیف اٹھانی پڑی اس نے برا بھلا کہا ان کو تکلیف پہنچائی اور یہ کیا اور وہ کیا۔ حضرت حمزہ نے پوچھا کیا کسی نے ایسا کرتے ہوئے دیکھا؟ اس نے کہا ہاں اللہ کی قسم! بہت سے لوگ دیکھ رہے تھے۔ حضرت حمزہ وہاں سے چل دیئے اور صفا مروہ کے پاس قریش کی اس مجلس میں پہنچے جہاں ابو جہل بیٹھا ہوا تھا۔ اپنی کمان پر ٹیک لگا کر کہنے لگے میں نے ایسے اور ایسے تیر چلائے اور یہ کیا اور وہ کیا پھر انہوں نے دونوں ہاتھوں سے کمان پکڑ کر ابو جہل کے کانوں کے درمیان سر پر اس زور سے ماری کہ کمان ٹوٹ گئی اور کہا کہ یہ تو کمان کی مار تھی اس کے بعد تلوار کی ہو گی۔ میں گواہی دیتا ہوں کہ وہ اللہ کے رسول ﷺ ہیں اور وہ اللہ کے پاس سے حق لے کر آئے ہیں۔ لوگوں نے کہا اے ابو عمارہ! وہ ہمارے معبودوں کو برا بھلا کہتے ہیں اور یہ کام تو ایسا ہے کہ اگر تم بھی کرو تو ہم تمہیں نہ کرنے دیں حالانکہ تم ان سے افضل ہو۔ اور اے ابو عمارہ! تم تو بد خلق نہ تھے۔[2]

حضرت عباسؓ فرماتے ہیں کہ میں ایک دن مسجد (حرام) میں (بیٹھا ہوا) تھا۔ کہ اتنے میں ابو جہل لعنہ اللہ سامنے آیا اور کہنے لگا کہ میں نے اللہ کے لئے نذر مانی ہے کہ اگر محمد (علیہ السلام) کو سجدہ کرتے ہوئے دیکھ لوں گا تو ان کی گردن کو پاؤں کے نیچے روند ڈالوں گا۔ میں وہاں سے حضورؐ کی طرف چل دیا اور جا کر میں نے انہیں ابو جہل کی بات بتائی۔ آپ وہاں سے

---

[1] اخرجه الطبرانی عن یعقوب بن عتبة بن المغیرة بن الا خنس بن شریق حلیف بنی زهرة مرسلا قال الهیثمی (ج ۹ ص ۲٦۷) ورجاله ثقات [2] اخرجه الطبرانی ایضاً قال الهیثمی (ج۹ ص ۲٦۷) ورجاله رجال الصحیح انتهی واخرجه الحاکم فی المستدرك (ج ۳ص ۱۹۲) عن ابن اسحاق عن رجل عن اسلم .فذکره مطولاً

غصہ میں نکلے۔ یہاں تک کہ مسجد حرام پہنچ گئے اور مسجد میں داخل ہونے کی آپ کو اتنی جلدی تھی کہ دروازے کے بجائے دیوار پھلانگ کر اندر گئے۔ میں نے کہا آج کا دن تو بہت برا ہو گا۔ میں نے اپنی لنگی کو مضبوط باندھا اور حضورؐ کے پیچھے ہو لیا۔ آپ نے اندر جا کر یہ پڑھنا شروع کیا۔

اِقْرَاْ بِاسْمِ رَبِّكَ الَّذِيْ خَلَقَ ۚ خَلَقَ الْاِنْسَانَ مِنْ عَلَقٍ ۚ

پڑھتے پڑھتے جب آپ اس آیت پر پہنچے جس میں ابو جہل کا تذکرہ ہے۔

كَلَّآ اِنَّ الْاِنْسَانَ لَيَطْغٰٓى ۙ اَنْ رَّاٰهُ اسْتَغْنٰى ۭ

تو ایک آدمی نے ابو جہل سے کہا اے ابو الحکم یہ محمد (علیہ السلام مسجد میں) ہیں۔ اس نے کہا کیا تم وہ (منظر) نہیں دیکھ رہے ہو جو میں دیکھ رہا ہوں؟ اللہ کی قسم! آسمان کا کنارہ مجھ پر بند ہو چکا ہے۔ جب حضور ﷺ سورت کے آخر پر پہنچے تو آپ نے سجدہ فرمایا۔[1]

حضرت برہ بنت ابی تجراۃ فرماتی ہیں کہ ایک دن ابو جہل اور اس کے ساتھ چند کافروں نے رسول اللہ ﷺ کا راستہ روکا اور آپ کو بہت تکلیف پہنچائی۔ تو حضرت طلیب بن عمیرؓ ابو جہل کی طرف بڑھے اور اسے مارا جس سے اس کا سر زخمی ہو گیا۔ لوگوں نے حضرت طلیب کو پکڑ لیا۔ ابو لہب طلیب کی مدد کے لئے کھڑا ہوا۔ (حضرت طلیب کی والدہ) حضرت ارویٰؓ کو جب اس واقعہ کی خبر لگی تو انہوں نے کہا کہ طلیب کی زندگی کا بہترین دن وہ ہے جس دن اس نے اپنے ماموں زاد بھائی (حضور ﷺ) کی مدد کی۔ لوگوں نے ابو لہب سے کہا (تمہاری بہن) اروی بے دین ہو گئی ہے۔ ابو لہب حضرت اروی کے پاس گیا اور انہیں ناراض ہونے لگا تو انہوں نے کہا تم بھی اپنے بھتیجے (محمد علیہ السلام) کی حمایت میں کھڑے ہو جاؤ۔ کیونکہ اگر وہ غالب آگئے تو تمہیں اختیار ہو گا۔ ورنہ تمہیں اپنے بھتیجے کے بارے میں معذور سمجھا جائے گا۔ ابو لہب نے کہا کیا ہم تمام عربوں (سے لڑنے) کی طاقت رکھتے ہیں؟ اور وہ تو ایک نیا دین لے کر آیا ہے۔[2]

حضرت قتادہ مرسلاً بیان کرتے ہیں کہ عتیبہ بن ابی لہب کی شادی حضور ﷺ کی صاحبزادی حضرت ام کلثومؓ سے ہوئی اور حضرت رقیہؓ عتیبہ کے بھائی عتبہ بن ابی لہب کے نکاح میں تھیں۔ ابھی ان کی رخصتی نہیں ہوئی تھی کہ حضور ﷺ کی نبوت کا ظہور ہوا۔ جب

---

[1] اخرجه البیهقی كذافی البداية (ج ۳ ص ٤٣) واخرجه ایضاً الطبرانی فی الكبير والا وسط قال الهيثمی (ج ۸ ص ۲۲۷) وفيه اسحاق بن ابی فروة وهو متروك انتهى واخرجه الحاكم (ج ۳ ص ۳۲۵) بمثله وقال صحيح الا سناد ولم يخرجاه وتعقبه الذهبی فقال فيه عبدالله بن صالح ليس بعمدة واسحاق بن عبدالله بن ابی فروة وهو متروك

[2] اخرجه ابن سعد عن الواقدی بسنده كذافی الاصابة (ج ٤ ص ۲۲۷)

سورت تبت یدآ ابی لھب نازل ہوئی تو ابو لہب نے اپنے دونوں بیٹوں عتیبہ اور عتبہ سے کہا میرا تم دونوں سے کوئی تعلق نہیں ہے اگر تم محمد (علیہ السلام) کی بیٹیوں کو طلاق نہ دو اور عتیبہ اور عتبہ دونوں کی ماں بنت حرب بن امیہ نے بھی، جسے قرآن میں حمالۃ الحطب کہا گیا ہے کہا اے میرے بیٹو! ان دونوں کو طلاق دے دو کیونکہ یہ دونوں بے دین ہو گئی ہیں۔ چنانچہ ان دونوں نے طلاق دے دی۔ جب عتیبہ نے حضرت ام کلثوم کو طلاق دے دی تو وہ حضورؐ کے پاس آیا اور کہنے لگا میں نے تمہارے دین کا انکار کیا ہے اور تمہاری بیٹی کو طلاق دے دی ہے تاکہ تم کبھی میرے پاس نہ آؤ اور نہ میں تمہارے پاس آؤں۔ پھر اس نے آپ پر حملہ کر کے آپ کی قمیض کو پھاڑ دیا۔ وہ ملک شام کی طرف تجارت کے لیئے جانے والا تھا۔ آپ نے فرمایا میں اللہ سے سوال کرتا ہوں کہ وہ تجھ پر اپنا کوئی شیر مسلط کر دے۔ چنانچہ وہ قریش کے تجارتی قافلہ کے ساتھ گیا۔ جب یہ لوگ زرقاء مقام پر پہنچے تو رات کو وہاں ٹھہر گئے۔ ایک شیر نے اس رات اس قافلہ کا چکر لگایا۔ عتیبہ کہنے لگا ہائے میری ماں کی ہلاکت یہ شیر تو مجھے ضرور کھا جائے گا جیسے کہ محمد (ﷺ) نے کہا تھا۔ مجھے ابن ابی کبشہ (یہ نام کافروں نے حضورؐ کا رکھا ہوا تھا) نے مار ڈالا جو کہ مکہ میں ہے اور میں شام میں ہوں۔ چنانچہ اس شیر نے سارے قافلہ میں سے صرف عتیبہ پر حملہ کیا اور اس کا گوشت نوچ ڈالا اور اسے مار ڈالا۔ زہیر بن علاء کہتے ہیں کہ ہمیں ہشام بن عروہ نے اپنے والد سے یوں بیان کیا ہے کہ وہ شیر اس رات اس قافلہ کا چکر لگا کر واپس چلا گیا۔ قافلہ والوں نے عتیبہ کو اپنے درمیان لٹایا۔ چنانچہ وہ شیر دوبارہ آیا اور سب کو پھلانگتا ہوا عتیبہ تک پہنچا اور اس کے سر کو چبا ڈالا۔ حضرت عثمان بن عفانؓ نے پہلے حضرت رقیہؓ سے شادی کی۔ پھر (ان کی وفات کے بعد) حضرت ام کلثومؓ سے کی۔[1]

حضرت ربیعہ بن عبید دیلیؓ نے فرمایا میں تم لوگوں کو یہ کہتے ہوئے بہت سنتا ہوں کہ قریش رسول اللہ ﷺ کو گالیاں دیا کرتے تھے اور تکلیف پہنچایا کرتے تھے۔ میں ان واقعات کا کثرت سے دیکھنے والا ہوں۔ حضورؐ کا گھر ابو لہب اور عقبہ بن ابی معیط کے گھر کے درمیان تھا۔ جب آپ اپنے گھر واپس آتے تو دروازے پر اوجھڑی اور خون اور گندگی پاتے۔ آپ اپنی کمان کے کنارے سے ان سب چیزوں کو ہٹاتے جاتے اور فرماتے اے قریش کی جماعت! یہ پڑوسی کے ساتھ بہت برا سلوک ہے۔[2]

---

[1] اخرجه الطبراني قال الهيثمي (ج ٦ ص ١٨) وفيه زهير بن العلاء وهو ضعيف

[2] اخرجه الطبراني في الا وسط قال الهيثمي (ج ٦ ص ٢١) وفيه ابراهيم بن علي بن الحسين الرافقي وهو ضعيف انتهى.

حضرت عروہؓ فرماتے ہیں کہ حضور ﷺ کی زوجہ محترمہ حضرت عائشہؓ نے ان سے بیان فرمایا کہ انہوں نے حضورؐ سے پوچھا کہ جنگ احد کے دن سے بھی زیادہ سخت دن آپ پر کوئی آیا ہے ؟ آپ نے فرمایا کہ مجھے تمہاری قوم کی طرف سے بہت زیادہ تکلیفیں اٹھانی پڑیں اور ان کی طرف سے مجھے سب سے زیادہ تکلیف عقبہ (طائف) کے دن اٹھانی پڑی ۔ میں نے (اہل طائف کے سردار) ابن عبد یالیل بن عبد کلال کے سامنے اپنے کو پیش کیا۔ (کہ مجھ پر ایمان لاؤ۔ اور میری نصرت کرو اور مجھے اپنے ہاں ٹھہرا کر دعوت کا کام آزادی سے کرنے دو) لیکن اس نے میری بات نہ مانی ۔ میں (طائف سے) بڑا غمگین اور پریشان ہو کر اپنے راستہ پر (واپس) چل پڑا۔ (میں یونہی غمگین اور پریشان چلتا رہا) قرن ثعالب مقام پر پہنچ کر (میرے اس غم اور پریشانی میں) کچھ کمی آئی تو میں نے اپنا سر اٹھایا تو دیکھا کہ ایک بادل مجھ پر سایہ کئے ہوئے ہے۔ میں نے غور سے دیکھا تو اس میں حضرت جبرائیل علیہ السلام تھے۔ انہوں نے مجھے آواز دی اور کہا کہ اللہ تعالیٰ نے آپ کی قوم کی وہ گفتگو جو آپ سے ہوئی سنی اور ان کے جوابات سنے اور ایک فرشتہ کو جس کے متعلق پہاڑوں کی خدمت ہے آپ کے پاس بھیجا ہے کہ آپ اُن کفار کے بارے میں جو چاہیں اسے حکم دیں۔ اس کے بعد پہاڑوں کے فرشتے نے مجھے آواز دے کر سلام کیا۔ اور عرض کیا اے محمد ! آپ نے جو حضرت جبرائیل علیہ السلام سے سنا ہے وہ بالکل ٹھیک ہے۔ آپ کیا چاہتے ہیں ؟ اگر آپ ارشاد فرمادیں تو میں (مکہ کے) دونوں پہاڑوں (ابو قبیس اور احمر) کو ان پر ملادوں (جس سے یہ سب درمیان میں کچل جائیں) حضور اقدس ﷺ نے فرمایا نہیں، بلکہ مجھے امید ہے کہ اللہ تعالیٰ ان کی پشتوں میں ایسے لوگوں کو پیدا فرمائے گا جو ایک اللہ عزوجل کی عبادت کریں گے اور اس کے ساتھ کسی چیز کو شریک نہیں کریں گے۔ [1]

حضرت ابن شہاب بیان کرتے ہیں کہ جب ابو طالب کا انتقال ہوا تو حضور ﷺ یہ امید لے کر طائف تشریف لے گئے کہ وہاں والے آپ کو اپنے ہاں ٹھہرالیں گے چنانچہ آپ قبیلہ ثقیف کے تین آدمیوں کے پاس تشریف لے گئے جو اس قبیلہ کے سردار تھے اور آپس میں بھائی تھے اور ان کے نام عبد یالیل اور حبیب اور مسعود تھے۔ یہ عمرو کے بیٹے تھے۔ آپ نے اپنے آپ کو ان پر پیش فرمایا اور ان لوگوں سے اپنی قوم کی ناقدری اور بے حرمتی کی شکایت کی۔ لیکن ان لوگوں نے آپ کو بہت برا جواب دیا۔ [2]

---

[1] اخرجه البخاری (ج ۱ ص ۴۵۸) واخرجه ایضاً مسلم والنسائی [2] ذکره موسی بن عقبة فی المغازی و کذا ذکره ابن اسحاق بغیر اسناد مطولاً کذافی فتح الباری (ج ٦ ص ۱۹۸)

حضرت عروہ بن زبیرؓ فرماتے ہیں کہ ابو طالب کا انتقال ہو گیا اور (کفار قریش کی طرف سے) حضورؐ پر تکلیفیں اور سختیاں اور زیادہ بڑھ گئیں۔ آپ قبیلہ ثقیف کے پاس اس امید سے تشریف لے گئے کہ وہ آپ کو اپنے ہاں ٹھہرالیں گے اور آپ کی مدد کریں گے۔ آپ نے دیکھا کہ قبیلہ ثقیف کے تین سردار ہیں جو کہ آپس میں بھائی ہیں عبد یالیل بن عمرو اور حبیب بن عمرو اور مسعود بن عمرو۔ آپ نے اپنے آپ کو ان پر پیش کیا اور ان لوگوں سے تکلیفوں کی اور اپنی قوم کی بے حرمتی کرنے کی شکایت کی۔ ان میں سے ایک نے کہا کہ اگر اللہ تعالیٰ نے آپ کو کچھ دے کر بھیجا ہو تو میں کعبہ کے پردوں کی چوری کروں (یعنی اللہ تعالیٰ نے آپ کو کچھ دے کر نہیں بھیجا) اور دوسرے نے کہا کہ اس مجلس کے بعد میں آپ سے کبھی بھی کوئی بات نہیں کروں گا۔ کیونکہ اگر آپ واقعی رسول ہیں تو آپ کا مقام اس سے بہت اونچا ہے کہ مجھ جیسا آپ سے بات کرے۔ اور تیسرے نے کہا (رسول بنانے کے لئے آپ ہی رہ گئے تھے) کیا اللہ تعالیٰ آپ کے علاوہ کسی اور کو رسول نہیں بنا سکتے تھے؟ اور آپ نے ان سے جو گفتگو فرمائی وہ انہوں نے سارے قبیلہ میں پھیلا دی۔ اور وہ سب جمع ہو کر حضور ﷺ کا مذاق اڑانے لگے۔ اور آپ کے راستہ پر دو صفیں بنا کر بیٹھ گئے اور انہوں نے اپنے ہاتھوں میں پتھر لے لئے اور آپ جو قدم بھی اٹھاتے یا رکھتے اسے پتھر مارتے اور آپ کا مذاق بھی اڑاتے جاتے۔ جب آپ ان کی صفوں سے آگے نکل گئے اور ان کافروں سے چھٹکارا پایا اور آپ کے دونوں قدم مبارک سے خون بہہ رہا تھا تو آپ ان لوگوں کے ایک انگور کے باغ میں چلے گئے اور ایک انگور کی بیل کے نیچے سائے میں بیٹھ گئے آپ بہت غمگین، رنجیدہ اور دکھی اور تکلیف زدہ تھے اور آپ کے دونوں قدموں سے خون بہہ رہا تھا۔ اسی باغ میں عتبہ بن ربیعہ اور شیبہ بن ربیعہ کافر بھی تھے۔ جب آپ نے ان دونوں کو دیکھا تو ان کے پاس جانا پسند نہ فرمایا کیونکہ آپ جانتے تھے کہ یہ دونوں اللہ اور اس کے رسول کے دشمن ہیں۔ حالانکہ آپ سخت تکلیف اور پریشانی میں تھے۔ ان دونوں نے اپنے غلام عداس کو انگور دے کر حضورؐ کی خدمت میں بھیجا۔ وہ عیسائی تھے اور نینوی کے رہنے والے تھے۔ عداس نے آکر حضورؐ کے سامنے انگور رکھ دیئے۔ حضور ﷺ نے (انگور کھانے کے لئے) بسم اللہ پڑھی اس سے عداس کو بڑا تعجب ہوا۔ آپ نے ان سے پوچھا تم کہاں کے رہنے والے ہو؟ انہوں نے کہا میں نینوی کا رہنے والا ہوں۔ آپ نے فرمایا تم اس بھلے اور نیک آدمی کے شہر کے رہنے والے ہو؟ جن کا نام حضرت یونس بن متیٰ تھا۔ عداس نے حضورؐ سے عرض کیا کہ آپ کو کیسے پتہ چلا کہ حضرت یونس بن متی کون ہیں؟ آپ کو حضرت یونسؑ کے جتنے حالات معلوم تھے وہ عداس کو بتائے۔ اور آپ کی عادت مبارکہ یہ تھی کہ کسی انسان کا

درجہ اس سے کم نہیں سمجھتے تھے کہ اسے اللہ کا پیغام پہنچائیں۔ (یعنی چھوٹے بڑے ہر ایک کو دعوت دیا کرتے تھے) حضرت عداس نے عرض کیا یارسول اللہ! آپ مجھے حضرت یونس بن متیؑ کے بارے میں کچھ اور بتائیں چنانچہ حضورؐ پر حضرت یونس بن متی کے بارے میں جتنی وحی نازل ہوئی تھی وہ سب حضور ﷺ نے عداس کو سنادی۔ اس پر وہ حضورؐ کے سامنے سجدے میں گر گئے اور آپ کے قدموں کو چومنے لگ گئے۔ جن میں سے خون بہہ رہا تھا جب عتبہ اور اس کے بھائی شیبہ نے اپنے غلام کو یہ کرتے ہوئے دیکھا تو دونوں سکتے میں رہ گئے۔ جب حضرت عداسؓ ان دونوں کے پاس واپس آئے تو ان دونوں نے ان سے کہا تم کو کیا ہوا کہ تم نے محمد (علیہ السلام) کو سجدہ بھی کیا اور ان کے قدموں کو بھی چوما اور ہم نے تم کو ہم میں سے کسی کے ساتھ ایسا کرتے ہوئے نہیں دیکھا۔ حضرت عداس نے کہا یہ ایک بھلے آدمی ہیں۔ اور انہوں نے مجھے چند ایسی باتیں بتائی ہیں جو مجھے اس رسول کے بارے میں معلوم تھیں جن کو اللہ تعالیٰ نے ہماری طرف مبعوث فرمایا تھا جن کو حضرت یونس بن متی علیہ السلام کہا جاتا ہے۔ اور انہوں نے مجھے بتایا کہ وہ اللہ کے رسول ہیں۔ اس پر وہ دونوں ہنس پڑے اور کہنے لگے ارے! یہ آدمی تمہیں تمہاری نصرانیت سے نہ ہٹادے یہ آدمی بہت دھوکا دیتا ہے۔ پھر حضور ﷺ مکہ واپس تشریف لے آئے۔[1]

حضرت موسیٰ بن عقبہ کی روایت میں یہ ہے کہ طائف والے حضور ﷺ کے راستہ پر دو صفیں بنا کر (دائیں بائیں) حضورؐ (کو تکلیف پہنچانے) کے لیئے بیٹھ گئے۔ جب آپ وہاں سے گزرے تو جو قدم بھی آپ اٹھاتے یا رکھتے وہ اس پر پتھر مارتے۔ یہاں تک کہ انہوں نے آپ کو لہولہان کر دیا۔ جب آپ نے ان سے چھٹکارا پایا تو آپ کے دونوں قدموں سے خون بہہ رہا تھا۔ اور ابن اسحاق کی روایت میں یہ ہے کہ حضور ﷺ ثقیف کی بھلائی سے ناامید ہو کر جب ان کے پاس سے کھڑے ہو گئے تو ان سے آپ نے فرمایا تم نے جو کچھ کرنا تھا کر لیا (کہ میری دعوت کو قبول نہیں کیا) اتنا تو کرو کہ تم میری بات چھپا کر رکھو کیونکہ آپ یہ نہیں چاہتے تھے کہ آپ کی قوم کو طائف والوں نے آپ کے ساتھ جو کچھ کیا ہے وہ معلوم ہو۔ کیونکہ اس سے وہ حضورؐ کے خلاف اور زیادہ جری ہو جائیں گے۔ لیکن انہوں نے ایسا نہ کیا۔ اور اپنے نادان لڑکوں اور غلاموں کو آپ کے خلاف بھڑکایا جس پر وہ آپ کو برا بھلا کہنے لگے اور آپ کے خلاف شور مچانے لگے۔ یہاں تک کہ آپ کے خلاف لوگوں کا مجمع جمع ہو گیا اور عتبہ بن ربیعہ اور شیبہ بن ربیعہ کے ایک باغ میں پناہ لینے پر آپ کو مجبور کر دیا۔ اس وقت وہ دونوں اس باغ میں تھے۔

---

[1] اخرجه ابو نعيم فى دلائل النبوة (ص ۱۰۳)

ثقیف کے جتنے لوگ آپ کے پیچھے لگے ہوئے تھے وہ واپس چلے گئے۔ آپ انگور کی ایک بیل کے نیچے بیٹھ گئے۔ ربیعہ کے یہ دونوں بیٹے آپ کو دیکھ رہے تھے اور طائف کے نادان لوگوں نے آپ کو جو تکلیف پہنچائی اسے بھی انہوں نے دیکھا۔ ابن اسحاق کہتے ہیں کہ مجھ سے یہ بھی بیان کیا گیا ہے کہ جب آپ قبیلہ بنو جمح کی ایک عورت سے ملے تو آپ نے اس سے فرمایا کہ ہمیں تمہارے سسرال والوں سے کتنی تکلیف اٹھانی پڑی۔ جب آپ کو (طائف والوں کی طرف سے) قدرے اطمینان ہوا تو آپ نے یہ دعا مانگی اے اللہ! تجھ ہی سے شکایت کرتا ہوں میں اپنی کمزوری اور بے کسی کی اور لوگوں میں ذلت اور رسوائی کی۔ اے ارحم الراحمین! تو ہی ضعفاء کا رب ہے اور تو ہی میرا پروردگار ہے۔ تو مجھے کس کے حوالے کرتا ہے؟ کسی اجنبی بیگانے کے، جو مجھے کافی ہے۔ میں تیرے چہرے کے اس نور کے طفیل جس سے تمام اندھیریاں روشن ہو گئیں اور جس سے دنیا اور آخرت کے سارے کام درست ہو جاتے ہیں۔ اس بات سے پناہ مانگتا ہوں کہ مجھ پر تیرا غصہ ہو یا تو مجھ سے ناراض ہو تیری ناراضگی کا اس وقت تک دور کرنا ضروری ہے جب تک تو راضی نہ ہو نہ تیرے سوا کوئی طاقت ہے نہ قوت۔

جب عتبہ بن ربیعہ اور شیبہ بن ربیعہ نے حضورؐ کو اس حال میں دیکھا تو رشتہ داری کا جذبہ ان کے دل میں ابھر آیا اور انہوں نے اپنے نصرانی غلام کو بلایا جس کا نام عداس تھا اور اس سے کہا کہ انگوروں کا یہ خوشہ لو اور اس بڑی پلیٹ میں رکھ کر اس آدمی کے پاس لے جاؤ اور اسے کہو کہ وہ یہ انگور کھالے۔ چنانچہ عداس وہ انگور لے کر گئے اور حضور ﷺ کے سامنے جا کر رکھ دیئے۔ اور آپؐ سے عرض کیا کہ نوش فرمالیں۔ جب حضورؐ نے انگوروں کی طرف ہاتھ بڑھایا تو آپ نے بسم اللہ پڑھی اور انگوروں کو کھانے لگے۔ عداس نے حضورؐ کے چہرے کو غور سے دیکھ کر کہا اللہ کی قسم! اس علاقے والے (کھانے کے وقت) یوں نہیں کہتے۔ حضور ﷺ نے اس سے پوچھا تم کون سے علاقہ کے ہو؟ اور تمہارا دین کیا ہے؟ اس نے کہا میں نصرانی ہوں اور نینوی کا رہنے والا ہوں۔ آپ نے فرمایا تم تو نیک آدمی یونس بن متی (علیہ السلام) کی بستی کے رہنے والے ہو۔ عداس نے حضورؐ سے کہا آپ کو یونس بن متی کا کیسے پتہ چلا؟ آپ نے فرمایا وہ میرے بھائی تھے اور نبی تھے اور میں بھی نبی ہوں۔ عداس حضورؐ کے سامنے پورے جھک گئے۔ اور آپ کے سر اور ہاتھوں اور قدموں کو چومنے لگے۔ (یہ منظر دیکھ کر) ربیعہ کے دونوں بیٹوں میں سے ایک دوسرے سے کہنے لگا رے! انہوں نے تو تمہارے غلام کو بگاڑ دیا۔ جب حضرت عداس ان دونوں کے پاس واپس آئے تو دونوں نے ان سے کہا اے عداس تیرا ناس ہو۔ تمہیں کیا ہوا؟ تم اس آدمی کے سر اور ہاتھوں اور قدموں کو چوم رہے تھے۔ حضرت

عداس نے کہا اے میرے آقا! روئے زمین پر ان سے بہتر کوئی نہیں جان سکتا۔ دونوں نے حضرت عداس سے کہا تیرا ناس ہو یہ آدمی کہیں تمہیں تمہارے دین سے نہ ہٹادے کیونکہ تمہارا دین اس کے دین سے بہتر ہے[1] حضرت سلیمان تیمی نے اپنی سیرت کی کتاب میں یہ بیان کیا ہے کہ حضرت عداس نے حضورؐ سے عرض کیا تھا کہ میں گواہی دیتا ہوں کہ آپ اللہ کے بندے اور اس کے رسول ہیں۔[2]

حضرت عائشہؓ فرماتی ہیں کہ حضرت ابو بکرؓ نے فرمایا اگر تم مجھ کو اور رسول اللہ ﷺ کو اس وقت دیکھتیں جب ہم دنوں غار (ثور) پر چڑھے تھے (تو عجب منظر دیکھتیں) حضورؐ کے دونوں قدموں سے خون ٹپک رہا تھا۔ اور میرے دونوں پاؤں (سن ہو کر) پتھرا گئے تھے۔ حضرت عائشہ فرماتی ہیں کہ (حضورؐ کے قدموں میں خون ٹپکنے کی وجہ یہ ہے کہ) حضورؐ ننگے پاؤں چلنے کے عادی نہیں تھے (اور اس موقع پر ننگے پاؤں چلنا پڑا تھا)[3]

حضرت انسؓ فرماتے ہیں کہ جنگ احد کے دن حضور ﷺ کا (داہنا نچلا) رباعی دانت شہید ہو گیا تھا۔ اور آپ کا سر مبارک زخمی ہو گیا تھا۔ آپ اپنے چہرہ مبارک سے خون پونچھتے جاتے اور فرماتے جاتے کہ وہ قوم کیسے کامیاب ہو گی جنہوں نے اپنے نبی کے سر کو زخمی کر دیا اور اس کا اگلا دانت شہید کر دیا حالانکہ وہ ان کو اللہ کی طرف دعوت دے رہے تھے۔ اس پر یہ آیت نازل ہوئی :-

لَيْسَ لَكَ مِنَ الْاَمْرِ شَيْءٌ

ترجمہ :"تیرا اختیار کچھ نہیں یا ان کو توبہ دیوے خدا تعالیٰ یا ان کو عذاب کرے کہ وہ ناحق پر ہیں۔"[4] حضرت ابو سعیدؓ فرماتے ہیں کہ جنگ احدؐ کے دن حضور ﷺ کا چہرہ مبارک زخمی ہو گیا۔ سامنے سے حضرت مالک بن سنانؓ آئے اور انہوں نے حضورؐ کے زخم کو چوسا اور آپ کے خون کو نگل گئے۔ آپ نے فرمایا جو ایسا آدمی دیکھنا چاہتا ہے کہ جس کے خون میں میرا خون مل گیا ہے وہ مالک بن سنان کو دیکھ لے۔[5]

حضرت عائشہؓ فرماتی ہیں کہ حضرت ابو بکرؓ جب جنگ احد کا ذکر فرماتے تو یہ ارشاد فرماتے کہ یہ دن سارے کا سارا حضرت طلحہؓ کے حساب میں ہے۔ پھر (تفصیل سے) بیان فرماتے ہیں کہ میدان جنگ سے منہ موڑنے والوں میں سے سب سے پہلے واپس لوٹنے والا میں تھا تو

---

[1] كذافي البداية (ج ۳ ص ۱۳۵ و ۱۳۶) [2] كذافي الاصابة (ج ۲ ص ٤٦٦) وقد ذكره في الصحابة [3] اخرجه ابن مردويه كذافي كنز العمال (ج ۸ ص ۳۲۹)۔

[4] اخرجه الشيخان والترمذی [5] عند الطبرانی فی الكبير كذافي جمع الفوائد (ج ۲ ص ٤٧)

میں نے دیکھا کہ ایک آدمی حضور ﷺ کی حفاظت کے لئے بڑے زور شور سے جنگ کر رہا ہے۔ میں نے اپنے دل میں کہا کہ خدا کرے یہ حضرت طلحہ ہوں۔ اس لئے کہ جو ثواب مجھ سے چھوٹنا تھا وہ تو چھوٹ گیا۔ اب مجھے زیادہ پسند یہ ہے کہ یہ ثواب میری قوم کے کسی آدمی کو ملے (اور حضرت طلحہ میری قوم کے آدمی تھے) اور میرے اور مشرکین کے درمیان ایک آدمی اور تھا جسے میں پہچان نہیں رہا تھا اور میں بنسبت اس آدمی کے حضورؐ سے زیادہ قریب تھا لیکن وہ مجھ سے زیادہ تیز چل رہا تھا۔ تو اچانک کیا دیکھتا ہوں کہ وہ ابو عبیدہ بن جراح ہیں۔ ہم دونوں حضور ﷺ کی خدمت میں پہنچے تو ہم نے دیکھا کہ آپ کا اگلا دانت شہید ہو چکا ہے اور آپ کا چہرہ مبارک زخمی ہے اور خود کی دو کڑیاں آپ کے رخسار مبارک میں گھس گئی ہیں۔ آپ نے ہم سے فرمایا اپنے ساتھی طلحہ کی خبر لو جو کہ زیادہ خون نکلنے کی وجہ سے کمزور ہو چکے تھے (حضورؐ کو زخمی حالت میں دیکھ کر) ہم لوگ آپ کے اس فرمان کی طرف توجہ نہ کر سکے (ہم بہت پریشان ہو گئے تھے) میں حضورؐ کے چہرے سے کڑیاں نکالنے کے لئے آگے بڑھا تو حضرت ابو عبیدہ نے مجھے اپنے حق کی قسم دے کر کہا کہ (یہ سعادت لینے کیلئے) مجھے چھوڑ دو میں نے (یہ موقع) ان کے لئے چھوڑ دیا۔ انہوں نے ہاتھ سے کڑیاں نکالنا پسند نہ کیا کہ اس سے حضورؐ کو تکلیف ہو گی بلکہ دانتوں سے پکڑ کر ایک کڑی نکالی۔ کڑی کے ساتھ ان کا سامنے کا ایک دانت بھی نکل کر گر گیا۔ جو انہوں نے کیا اسی طرح کرنے کے لئے میں آگے بڑھا انہوں نے پھر مجھے اپنے حق کی قسم دے کر کہا (یہ سعادت لینے کے لئے) مجھے چھوڑ دو اور انہوں نے پہلی مرتبہ کی طرح دانتوں سے پکڑ کر کڑی کو نکالا۔ اس دفعہ کڑی کے ساتھ ان کا دوسرا دانت نکل کر گر گیا۔ دانتوں کے ٹوٹنے کے باوجود حضرت ابو عبیدہ لوگوں میں بڑے خوبصورت نظر آتے تھے۔ حضور ﷺ کی خدمت سے فارغ ہو کر ہم لوگ حضرت طلحہ کے پاس آئے۔ وہ ایک گڑھے میں پڑے ہوئے تھے اور ان کے جسم پر نیزے اور تیر اور تلوار کے ستر سے زیادہ زخم تھے اور ان کی انگلی بھی کٹ گئی تھی۔ ہم نے ان کی دیکھ بھال کی۔[1]

---

[1] اخرجه الطيالسي كذافي البداية (ج ٤ ص ٢٩) واخرجه ايضاً ابن سعد (ج ٣ ص ٢٩٨) وابن السني والشاشي والبزار والطبراني في الا وسط وابن حبان والدار قطني في الا فراد ابو نعيم في المعرف وابن عساكر كما في الكنز (ج ٥ ص ٢٧٤)

صحابہ کرامؓ کا اللہ کی طرف دعوت دینے کی وجہ سے مشقتوں اور تکلیفوں کا برداشت کرنا

حضرت ابو بکرؓ کا مشقتیں برداشت کرنا

حضرت عائشہؓ فرماتی ہیں کہ جب حضور اقدس ﷺ کے مرد صحابہؓ کی تعداد اڑتیس ہو گئی تو وہ ایک دفعہ اکٹھے ہوئے اور حضرت ابو بکرؓ نے حضورؐ سے اس بات کا اصرار کیا کہ اب کھل کر اسلام کی دعوت دی جائے۔ آپ نے فرمایا اے ابو بکر! ابھی ہم لوگ تھوڑے ہیں۔ لیکن حضرت ابو بکر اصرار کرتے رہے جس پر حضورؐ نے کھلم کھلا دعوت دینے کی اجازت دے دی۔ چنانچہ مسلمان مسجد (حرام) کے مختلف حصوں میں بکھر گئے اور ہر آدمی اپنے قبیلہ میں جا کر بیٹھ گیا اور حضرت ابو بکرؓ لوگوں میں بیان کرنے کے لئے کھڑے ہو گئے اور حضور ﷺ بیٹھے ہوئے تھے۔ حضرت ابو بکر اسلام میں سب سے پہلے بیان کرنے والے ہیں جنہوں نے اللہ اور اس کے رسول کی طرف (کھلم کھلا کھڑے ہو کر) دعوت دی تو مشرکین حضرت ابو بکر اور مسلمانوں پر ٹوٹ پڑے اور مسجد (حرام) کے مختلف حصوں میں مسلمانوں کو خوب مارا گیا اور حضرت ابو بکر کو تو خوب مارا بھی گیا اور پاؤں تلے روندا بھی گیا۔ عتبہ بن ربیعہ فاسق حضرت ابو بکر کے قریب آکر ان کو کئی تلے والے دو جوتوں سے مارنے لگا جن کو ان کے چہرے پر ٹیڑھا کر کے مارتا تھا اور حضرت ابو بکر کے پیٹ پر کودتا بھی تھا (زیادہ مار کھانے کی وجہ سے اتنا ورم آگیا تھا) کہ ان کا چہرہ اور ناک پہچانا نہیں جارہا تھا (حضرت ابو بکر کے قبیلہ) بنو تیم والے دوڑتے ہوئے آئے اور حضرت ابو بکر سے مشرکین کو ہٹایا۔ اور ان کو ایک کپڑے میں ڈال کر ان کے گھر لے گئے اور انہیں حضرت ابو بکر کے مر جانے میں کوئی شک نہیں تھا۔ پھر قبیلہ بنو تیم نے مسجد (حرام) میں واپس آکر کہا کہ اللہ کی قسم! اگر ابو بکر مر گئے تو ہم (انکے بدلہ میں) عتبہ بن ربیعہ کو مار ڈالیں گے۔ پھر قبیلہ والے حضرت ابو بکر کے پاس واپس آئے (حضرت ابو بکر کے والد) ابو قحافہ اور قبیلہ بنو تیم والے ان سے بات کرنے کی کوشش کرتے رہے (لیکن وہ بےہوش تھے۔ انہوں نے سارا دن کوئی جواب نہ دیا) تو دن کے آخر میں (ہوش آنے پر) حضرت ابو بکر نے بات کی تو یہ کہا کہ رسول اللہ (ﷺ) کا کیا ہوا؟ تو وہ لوگ حضرت ابو بکرؓ کو برا بھلا کہنے لگے اور انہیں ملامت کرنے لگے اور اٹھ کر چل دیئے اور ان کی والدہ ام خیر سے کہہ گئے کہ ان کا دھیان رکھیں اور انہیں کچھ کھلا پلا دیں۔ جب وہ لوگ چلے گئے اور ان کی والدہ اکیلی رہ

گئیں تو وہ (کھانے پینے کے لئے) اصرار کرنے لگیں مگر حضرت ابو بکرؓ یہی پوچھتے رہے کہ رسول اللہ کا کیا ہوا؟ ان کی والدہ نے کہا۔ اللہ کی قسم! مجھے تمہارے حضرت کی کوئی خبر نہیں تو حضرت ابو بکر نے کہا کہ آپ ام جمیل بنت الخطاب کے پاس جائیں اور ان سے حضورؐ کے بارے میں پوچھ کر آئیں۔ چنانچہ وہ ام جمیل کے پاس گئیں اور ان سے کہا کہ ابو بکر تم سے محمد بن عبد اللہ کے بارے میں پوچھ رہے ہیں ام جمیل نے کہا میں نہ تو ابو بکر کو جانتی ہوں اور نہ محمد بن عبد اللہ کو۔ ہاں اگر تم کہو تو میں تمہارے ساتھ تمہارے بیٹے کے پاس چلی چلتی ہوں۔ انہوں نے کہا ٹھیک ہے۔ چنانچہ حضرت ام جمیل ان کے گھر آئیں تو دیکھا کہ حضرت ابو بکر زمین پر لیٹے ہوئے ہیں (ان میں بیٹھنے کی بھی سکت نہیں ہے) اور سخت بیمار ہیں۔ حضرت ام جمیل ان کے قریب جاکر زور زور سے رونے لگیں اور انہوں نے کہا اللہ کی قسم! آپ کو جن لوگوں نے تکلیف پہنچائی ہے وہ بڑے فاسق اور کافر لوگ ہیں اور مجھے یقین ہے کہ اللہ تعالیٰ ان سے آپ کا بدلہ ضرور لے گا حضرت ابو بکر نے کہا کہ رسول اللہ ﷺ کا کیا بنا؟ حضرت ام جمیل نے کہا یہ آپ کی والدہ سن رہی ہیں۔ حضرت ابو بکر نے کہا ان سے تمہیں کوئی خطرہ نہیں ہے۔ حضرت ام جمیل نے کہا کہ حضورؐ ٹھیک ٹھاک ہیں۔ حضرت ابو بکر نے پوچھا حضورؐ کہاں ہیں؟ انہوں نے کہا کہ دار ارقم میں (حضرت ارقم کے گھر میں) تو حضرت ابو بکر نے کہا اللہ کی قسم! جب تک میں حضورؐ کی خدمت میں خود حاضر نہ ہو جاؤں اس وقت تک نہ کچھ کھاؤں گا نہ پیوں گا۔ حضرت ام خیر اور حضرت ام جمیل دونوں ٹھہری رہیں یہاں تک کہ (کافی رات ہو گئی اور) لوگوں کا چلنا پھرنا بند ہو گیا پھر یہ دونوں حضرت ابو بکر کو سہارا دیتے ہوئے لے کر چلیں۔ یہاں تک کہ حضورؐ کی خدمت میں پہنچ گئیں۔ حضورؐ حضرت ابو بکر کو دیکھ کر ان پر جھک گئے اور ان کا بوسہ لیا اور سارے مسلمان بھی ان پر جھک گئے اور ان کی طرف متوجہ ہو گئے اور ان کی یہ حالت دیکھ کر حضور ﷺ پر انتہائی رقت طاری ہو گئی حضرت ابو بکر نے کہا یا رسول اللہ! میرے ماں باپ آپ پر قربان ہوں مجھے اور تو کوئی تکلیف نہیں ہے بس اس فاسق نے میرے چہرے کو بڑی تکلیف پہنچائی ہے اور یہ میری والدہ ہیں جو اپنے بیٹے کے ساتھ اچھا سلوک کرتی ہیں اور آپ بہت برکت والے ہیں۔ آپ میری والدہ کو اللہ کی طرف دعوت دیں اور ان کے لئے اللہ سے دعا کریں۔ شاید اللہ تعالیٰ ان کو آپ کے ذریعہ آگ سے بچا دے۔ چنانچہ حضورؐ نے ان کے لئے دعا فرمائی اور ان کو اللہ کی دعوت دی اور وہ مسلمان ہو گئیں اور صحابہ کرامؓ حضورؐ کے ساتھ اس گھر میں ٹھہرے رہے اور ان کی تعداد انتالیس تھی جس دن حضرت ابو بکرؓ کو مارا گیا اسی دن حضرت حمزہ بن عبد المطلبؓ مسلمان ہوئے تھے اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت عمر بن خطابؓ اور ابو جہل بن ہشام (کی

ہدایت) کے لئے دعا مانگی تھی جو حضرت عمر کے حق میں قبول ہوئی۔ آپ نے بدھ کے دن دعا کی تھی اور حضرت عمر جمعرات کو مسلمان ہوئے تھے (ان کے مسلمان ہونے پر) حضور ﷺ اور گھر میں موجودہ صحابہ نے اس زور سے اللہ اکبر کہا جس کی آواز مکہ کے اوپر والے حصہ میں بھی سنائی دی۔ حضرت ارقمؓ کے والد نابینا کافر تھے وہ یہ کہتے ہوئے باہر آئے کہ اے اللہ! میرے بیٹے اور اپنے چھوٹے سے غلام ارقم کی مغفرت فرما کیونکہ وہ کافر ہو گیا (یعنی انہوں نے اسلام کا نیا دین اختیار کر لیا ہے) حضرت عمر نے کھڑے ہو کر کہا یا رسول اللہ ہم اپنا دین کیوں چھپائیں جبکہ ہم حق پر ہیں اور ان کافروں کا دین کھلم کھلا ظاہر ہو جبکہ وہ ناحق پر ہیں۔ آپ نے فرمایا اے عمر! ہم تھوڑے ہیں ہمیں جو تکلیف اٹھانی پڑی ہے وہ تم نے دیکھ ہی لی ہے۔ حضرت عمر نے کہا اس ذات کی قسم! جس نے آپ کو حق دے کر بھیجا ہے میں جتنی مجلسوں میں کفر کی حالت میں بیٹھا ہوں میں ان تمام مجلسوں میں جا کر ایمان کو ظاہر کروں گا۔ چنانچہ وہ (دار ارقم سے) باہر نکلے اور بیت اللہ کا طواف کیا پھر قریش کے پاس سے گزرے جو ان کا انتظار کر رہے تھے ابو جہل بن ہشام نے (دیکھتے ہی) کہا فلاں آدمی کہہ رہا تھا کہ تم بے دین ہو گئے ہو حضرت عمر نے فرمایا: اشھد ان لا الٰہ الا اللّٰہ وحدہ لا شریك له وان محمدًا عبده ورسوله۔ مشرکین (یہ سن کر) حضرت عمر کی طرف جھپٹے۔ حضرت عمر نے حملہ کر کے عتبہ کو نیچے گرا لیا اور اس پر گھٹنے ٹیک کر بیٹھ گئے اور اسے مارنے لگے اور اپنی انگلی اس کی دونوں آنکھوں میں ٹھونس دی۔ عتبہ چیخنے لگا۔ لوگ پرے ہٹ گئے۔ پھر حضرت عمر کھڑے ہو گئے۔ جب بھی کوئی سورما آپ کے قریب آنے لگتا تو آپ قریب آنے والوں میں سب سے زیادہ باعزت آدمی کو پکڑ لیتے (اور اس کی خوب پٹائی کرتے) یہاں تک کہ سب لوگ (حضرت عمر سے) عاجز آگئے اور وہ جن مجلسوں میں بیٹھا کرتے تھے ان تمام مجلسوں میں جا کر انہوں نے ایمان کا اعلان کیا اور یوں کفار پر غالب آکر حضورؐ کی خدمت میں واپس آئے اور عرض کیا کہ میرے ماں باپ آپ پر قربان ہوں اب آپ کے لئے کوئی خطرہ نہیں ہے اللہ کی قسم! میں جتنی مجلسوں میں حالت کفر میں بیٹھا کرتا تھا میں ان تمام مجلسوں میں جا کر بے خوف و خطر اپنے ایمان کا اعلان کر کے آیا ہوں۔ پھر حضور ﷺ باہر تشریف لائے اور آپ کے آگے آگے حضرت عمر اور حضرت حمزہ بن عبدالمطلب تھے یہاں تک کہ آپ نے بیت اللہ کا طواف کیا اور اطمینان سے ظہر کی نماز ادا فرمائی پھر حضرت عمر کے ہمراہ دار ارقم واپس تشریف لائے اس کے بعد حضرت عمر اکیلے واپس چلے گئے اور ان کے بعد حضور ﷺ بھی واپس تشریف لے گئے۔ صحیح قول یہ ہے کہ حضرت عمر بعثت نبوی کے چھ سال کے بعد اس وقت مسلمان

ہوئے تھے جب کہ صحابہ کرامؓ ہجرت فرماکر حبشہ جا چکے تھے۔[1]

حضرت عائشہؓ فرماتی ہیں جب سے میں نے ہوش سنبھالا اپنے والدین کو اسی دین اسلام پر پایا اور روزانہ حضور ﷺ صبح اور شام دونوں وقت ہمارے ہاں تشریف لایا کرتے تھے۔ جب مسلمانوں پر بہت زیادہ ظلم ہونے لگا تو حضرت ابو بکرؓ سرزمین حبشہ کی طرف ہجرت کرنے کے ارادے سے چل پڑے۔ جب آپ برک الغماد پہنچے تو وہاں قبیلہ قارہ کے سردار ابن دغنہ سے ملاقات ہوئی اس نے پوچھا اے ابو بکر کہاں کا ارادہ ہے؟ حضرت ابو بکر نے کہا۔ مجھے میری قوم نے نکال دیا ہے اب میرا ارادہ ہے کہ میں زمین کی سیاحت کروں اور اپنے رب کی عبادت کروں۔ ابن دغنہ نے کہا تمہارے جیسے آدمی کو نہ خود نکلنا چاہئے اور نہ اس کو نکالنا چاہئے کیونکہ تم نایاب چیزیں حاصل کر کے لوگوں کو دیتے ہو اور صلہ رحمی کرتے ہو۔ ضرورت مندوں کا بوجھ اٹھاتے ہو اور مہمان نوازی کرتے ہو اور مصائب میں مدد کرتے ہو میں تمہیں پناہ دیتا ہوں۔ تم واپس چلو اور اپنے شہر میں اپنے رب کی عبادت کرو چنانچہ حضرت ابو بکر واپس آگئے اور ابن دغنہ بھی آپ کے ساتھ آیا اور شام کے وقت ابن دغنہ نے قریش کے سرداروں کے پاس چکر لگایا اور ان سے کہا کہ ابو بکر جیسے آدمی کو نہ خود (مکہ سے) جانا چاہئے اور نہ کسی کو ان کو نکالنا چاہئے۔ کیا تم ایسے آدمی کو نکالتے ہو جو نایاب چیزیں حاصل کر کے لوگوں کو دیتا ہے اور صلہ رحمی کرتا ہے اور ضرورت مندوں کا بوجھ اٹھاتا ہے اور مہمان نوازی کرتا ہے اور مصائب میں مدد کرتا ہے اور ضرورت مندوں کا بوجھ اٹھاتا ہے اور مہمان نوازی کرتا ہے اور مصائب میں مدد کرتا ہے۔ قریش ابن دغنہ کے پناہ دینے کا انکار نہ کر سکے اور انہوں نے ابن دغنہ سے کہا کہ ابو بکر سے کہہ دو کہ وہ اپنے رب کی عبادت اپنے گھر میں کریں۔ وہاں ہی نماز پڑھا کریں اور وہاں جتنا چاہیں قرآن شریف پڑھیں اور علی الاعلان عبادت کر کے اور بلند آواز سے قرآن پڑھ کر ہمیں تکلیف نہ پہنچائیں۔ کیونکہ ہمیں ڈر ہے کہ وہ ہماری عورتوں اور بچوں کو فتنہ میں ڈال دیں گے۔ ابن دغنہ نے یہ بات حضرت ابو بکر کو کہہ دی۔ کچھ عرصہ تک تو حضرت ابو بکر ایسے ہی کرتے رہے کہ اپنے گھر میں ہی اپنے رب کی عبادت کرتے اور اپنی نماز میں آواز اونچی نہ کرتے اور اپنے گھر کے علاوہ کہیں بھی اونچی آواز سے قرآن نہ پڑھتے۔ پھر حضرت ابو بکر کو خیال آیا تو انہوں نے اپنے گھر کے صحن میں ایک مسجد بنالی اور اس میں نماز پڑھنے لگے اور قرآن اونچی آواز سے پڑھنے لگے تو مشرکوں کی عورتیں اور بچے حضرت ابو بکر پر

---

[1] اخرجه الحافظ ابو الحسن الاطرابلسی كذافی البداية (ج ۳ ص ۳۰) وذكره الحافظ فی الاصابة (ج ٤ ص ٤٤٧) عن ابن ابی عاصم

ٹوٹ پڑے وہ انہیں دیکھ دیکھ کر حیران ہوتے کیونکہ حضرت ابو بکر بہت زیادہ رونے والے آدمی تھے جب وہ قرآن پڑھا کرتے تو انہیں اپنی آنکھوں پر قابو نہ رہتا (اور بے اختیار رونے لگ جاتے) تو اس سے قریش کے مشرک سردار گھبرا گئے۔ انہوں نے ابن دغنہ کے پاس آدمی بھیجا۔ چنانچہ ابن دغنہ ان کے پاس آئے تو مشرکین قریش نے ان سے کہا ہم نے ابو بکر کو اس شرط پر تمہاری پناہ میں دیا تھا کہ وہ اپنے گھر میں اپنے رب کی عبادت کریں گے لیکن انہوں نے اس شرط کی خلاف ورزی کی ہے اور اپنے گھر کے صحن میں ایک مسجد بنالی ہے جس میں علی الاعلان نماز پڑھتے ہیں اور قرآن اونچی آواز سے پڑھتے ہیں۔ ہمیں ڈر ہے کہ وہ ہماری عورتوں اور بچوں کو فتنہ میں ڈال دیں گے آپ ان کو ایسا کرنے سے روک دیں اگر وہ اپنے گھر میں اپنے رب کی عبادت کرنا چاہیں تو ٹھیک ہے اور اگر وہ علی الاعلان سب کے سامنے عبادت کرنے پر مصر ہوں تو آپ کے عہد کو توڑیں اور یوں علی الاعلان اونچی آواز سے قرآن پڑھنے کی ہم ابو بکر کو اجازت نہیں دے سکتے ہیں۔ حضرت عائشہ فرماتی ہیں کہ ابن دغنہ حضرت ابو بکر کے پاس آئے اور ان سے کہا کہ جس شرط پر میں نے تم کو اپنی پناہ میں لیا تھا وہ شرط تمہیں معلوم ہے۔ یا تو آپ وہ شرط پوری کریں۔ یا میری پناہ مجھے واپس کردیں کیونکہ میں یہ نہیں چاہتا کہ عرب کے لوگ یہ سنیں کہ میں نے جس آدمی کو پناہ دی تھی وہ پناہ توڑ دی گئی۔ حضرت ابو بکرؓ نے کہا میں تمہاری پناہ کو واپس کرتا ہوں اور اللہ عزوجل کی پناہ پر راضی ہوں۔ آگے ہجرت کے بارے میں لمبی حدیث ذکر کی ہے۔[1]

ابن اسحاق نے اس حدیث کو اس طرح روایت کیا کہ حضرت ابو بکرؓ ہجرت کے ارادے سے (مکہ سے) روانہ ہوئے۔ ایک یا دو دن سفر کیا ہی تھا کہ ان کی ابن دغنہ سے ملاقات ہوئی اور وہ ان دنوں احابیش (قبیلہ قارہ کے مختلف خاندانوں) کے سردار تھے۔ انہوں نے پوچھا کہ اے ابو بکر! کہاں جا رہے ہو؟ انہوں نے کہا میری قوم نے مجھے نکال دیا۔ مجھے بہت تکلیف پہنچائی اور انہوں نے میرے لئے (مکہ میں زندگی گزارنا) تنگ کر دیا۔ ابن دغنہ نے کہا کیوں؟ اللہ کی قسم! تم سارے خاندان کی زینت ہو تم مصائب میں مصیبت زدوں کی مدد کرتے ہو اور بھلے کام کرتے ہو اور نایاب قیمتی چیزیں حاصل کر کے دوسروں کو دیتے ہو۔ تم (مکہ) واپس چلو (آج سے) تم میری پناہ میں ہو۔ چنانچہ حضرت ابو بکر ابن دغنہ کے ساتھ (مکہ) واپس آگئے اور وہاں ابن دغنہ نے حضرت ابو بکر کے ساتھ کھڑے ہو کر اعلان کیا۔ اے جماعت قریش! میں نے (ابو بکر) ابن ابی قحافہ کو پناہ دے دی۔ لہذا اب ہر ایک ان سے اچھا ہی سلوک

---

[1] اخرجه البخاري (ص ٥٥٢)

کرے۔ چنانچہ مشرکین نے حضرت ابو بکر کو تکلیف پہنچانی چھوڑ دی اور اس روایت کے آخر میں یہ ہے کہ ابن دغنہ نے کہا اے ابو بکر! میں نے تم کو اس لئے پناہ نہیں دی تھی کہ تم اپنی قوم کو تکلیف پہنچاؤ اور تم جس جگہ (یعنی گھر کا صحن جہاں آج کل عبادت کرتے) ہو اسے وہ ناپسند کرتے ہیں۔ اور انہیں اس وجہ سے تمہاری طرف سے تکلیف پہنچ رہی ہے تم اپنے گھر کے اندر رہو اور وہاں جو چاہو کرو۔ حضرت ابو بکر نے کہا کیا میں تمہاری پناہ تمہیں واپس کردوں اور اللہ تعالیٰ کی پناہ پر راضی ہو جاؤں۔ ابن دغنہ نے کہا آپ مجھے میری پناہ واپس کردیں۔ حضرت ابو بکر نے کہا میں نے تمہاری پناہ تمہیں واپس کردی۔ چنانچہ ابن دغنہ کھڑے ہوئے اور انہوں نے اعلان کیا اے جماعت قریش! ابن ابی قحافہ نے میری پناہ مجھے واپس کردی ہے۔ اب تم اپنے اس ساتھی کے ساتھ جو چاہو کرو۔[1]

ابن اسحاق نے ہی حضرت قاسم سے اس طرح روایت کیا ہے کہ جب حضرت ابو بکرؓ ابن دغنہ کی پناہ سے باہر آگئے تو وہ کعبے کی طرف جارہے تھے کہ انہیں راستہ میں قریش کا ایک بے وقوف ملا جس نے ان کے سر پر مٹی ڈالی۔ حضرت ابو بکر کے پاس سے ولید بن مغیرہ یا عاص بن وائل گزرا۔ اس سے حضرت ابو بکر نے کہا تم دیکھ نہیں رہے ہو کہ یہ بے وقوف میرے ساتھ کیا کررہا ہے؟ اس نے کہا یہ تو تم خود اپنے ساتھ کررہے ہو۔ حضرت ابو بکر نے فرمایا اے میرے رب تو کس قدر حلیم ہے۔[2] اے میرے رب تو کس قدر حلیم ہے۔ اے میرے رب تو کس قدر حلیم ہے۔

صفحہ ۲۹۰ پر حضرت اسماءؓ کی حدیث گزر چکی ہے کہ چیخ وپکار کی آواز حضرت ابو بکرؓ تک پہنچی۔ لوگوں نے ان سے کہا اپنے حضرت کو بچالو۔ حضرت ابو بکر ہمارے پاس سے اٹھ کر چلے گئے۔ ان کی چار زلفیں تھیں اور وہ یہ کہتے جارہے تھے کہ تمہارا ناس ہو کیا مارے ڈالتے ہو ایک مرد کو اس بات پر کہ کہتا ہے کہ میرا رب اللہ ہے اور لایا ہے تمہارے پاس کھلی نشانیاں تمہارے رب کی۔ وہ حضور کو چھوڑ کر حضرت ابو بکر پر ٹوٹ پڑے۔ پھر حضرت ابو بکر ہمارے پاس واپس آئے (اور کافروں نے آپ کو اتنا مارا تھا کہ) جس زلف کو بھی پکڑتے وہ ہاتھ میں آجاتی۔ (یعنی سر کے بال چوٹوں کی وجہ سے جھڑنے لگ گئے تھے) اور وہ فرمارہے تھے **تبارکت یا ذالجلال والاکرام** تو بہت برکت والا ہے اے بڑائی اور عظمت والے۔

---

[1] كذافي البداية (ج ٣ ص ٩٤)
[2] كذافي البداية (ج ٣ ص ٩٥)

حضرت عمر بن خطابؓ کا مشقتیں برداشت کرنا

حضرت ابن عمرؓ فرماتے ہیں کہ جب حضرت عمرؓ اسلام لائے تو انہوں نے پوچھا کہ قریش میں سب سے زیادہ باتوں کو نقل کرنے والا کون ہے؟ انہیں بتایا گیا کہ جمیل بن معمر جمحی ہے۔ چنانچہ حضرت عمر صبح کو ان کے پاس گئے۔ حضرت عبداللہ (بن عمر) فرماتے ہیں کہ میں بھی حضرت عمر کے پیچھے پیچھے گیا۔ میں یہ دیکھنا چاہتا تھا کہ وہ کیا کرتے ہیں؟ میں بچہ تو ضرور تھا لیکن جس چیز کو دیکھ لیتا تھا اسے سمجھ لیتا تھا۔ حضرت عمر نے جمیل کے پاس جا کر اس سے کہا اے جمیل! کیا تمہیں معلوم ہے کہ میں مسلمان ہو گیا ہوں اور محمد ﷺ کے دین میں داخل ہو گیا ہوں؟

حضرت عبداللہؓ فرماتے ہیں کہ (یہ سن کر) جمیل نے حضرت عمر کو کچھ جواب نہ دیا بلکہ کھڑے ہو کر اپنی چادر گھسیٹتے ہوئے چل دیا۔ حضرت عمرؓ اس کے پیچھے چل دیئے اور میں حضرت عمرؓ کے پیچھے۔ یہاں تک کہ جمیل نے مسجد (حرام) کے دروازے پر کھڑے ہو کر زور سے پکار کر کہا اے جماعت قریش! غور سے سنو! خطاب کا بیٹا عمر بے دین ہو گیا ہے۔ قریش کعبہ کے اردگرد اپنی اپنی مجلسوں میں بیٹھے ہوئے تھے۔ حضرت عمر نے جمیل کے پیچھے سے کہا یہ غلط کہتا ہے میں تو مسلمان ہوا ہوں اور کلمہ شہادت :۔

اشھدا ن لآ الٰہ الا اللّٰہ وان محمدًا رسول اللّٰہ. پڑھا ہے۔ یہ سنتے ہی وہ سب لوگ حضرت عمر کی طرف جھپٹے۔ وہ سب حضرت عمرؓ سے لڑ رہے تھے یہاں تک کہ سورج سروں پر آ گیا اور حضرت عمرؓ تھک کر بیٹھ گئے۔ اور وہ سب مشرک حضرت عمرؓ کے سر پر کھڑے تھے اور حضرت عمر فرما رہے تھے کہ جو تمہارا دل چاہتا ہے کر لو۔ میں اللہ کی قسم کھا کر کہتا ہوں کہ ہم (مسلمان) تین سو ہو گئے تو یا تو تم (مکہ) ہمارے لئے چھوڑ کر چلے جاؤ گے یا ہم تمہارے لئے چھوڑ کر چلے جائیں گے۔ حضرت ابن عمر فرماتے ہیں یوں ابھی ہو ہی رہا تھا کہ قریش کا ایک بوڑھا آدمی سامنے سے آیا جو یمنی چادر اور دھاری دار کرتا پہنے ہوئے تھا۔ وہ ان کے پاس آ کر کھڑا ہو گیا اور اس نے پوچھا تم لوگوں کو کیا ہوا؟ لوگوں نے کہا عمر بے دین ہو گیا ہے۔ اس بوڑھے نے کہا رے چھوڑو۔ ایک آدمی نے اپنے لئے ایک بات پسند کی ہے۔ تم اس سے کیا چاہتے ہو؟ اس آدمی کو چھوڑ دو اور چلے جاؤ۔ حضرت ابن عمر کہتے ہیں کہ اللہ کی قسم! اس بڑے میاں کے کہتے ہی وہ لوگ ایسے حضرت عمر سے چھٹ گئے جیسے کہ ان کے اوپر سے کوئی چادر اتار لی گئی ہو۔ جب میرے والد ہجرت کر کے مدینہ چلے گئے تو میں نے ان سے پوچھا اے ابا

جان! جس دن اسلام لائے تھے اور مکہ کے کافر آپ سے لڑ رہے تھے تو ایک آدمی نے آکر ان لوگوں کو ڈانٹا تھا۔ جس پر وہ لوگ سب آپ کو چھوڑ کر چلے گئے تھے وہ آدمی کون تھا؟ حضرت عمر نے فرمایا اے میرے بیٹے! وہ عاص بن وائل سہمی تھے۔ [۱]

حضرت ابن عمرؓ فرماتے ہیں کہ حضرت عمرؓ گھر میں خوفزدہ بیٹھے ہوئے تھے کہ اتنے میں عاص بن وائل سہمی ابو عمر وان کے پاس آیا۔ وہ یمنی چادر اوڑھے ہوئے تھا اور ایسی قمیض پہنے ہوئے تھا جس کے پلے ریشم کے ساتھ سلے ہوئے تھے۔

یہ ابو عمر و بنو سہم قبیلہ کے تھے اور یہ لوگ زمانہ جاہلیت میں ہمارے حلیف تھے۔ اس نے حضرت عمر سے پوچھا تمہیں کیا ہوا؟ حضرت عمر نے کہا کہ تمہاری قوم کہہ رہی ہے کہ اگر میں مسلمان ہو گیا تو مجھے قتل کر دیں گے تو اس نے کہا (میں نے تمہیں امن دے دیا) اب تمہیں کوئی کچھ نہیں کہہ سکتا۔ حضرت عمر فرماتے ہیں کہ اس کے اس کہنے کے بعد مجھے اطمینان ہو گیا اور میں محفوظ ہو گیا۔ عاص گھر سے باہر نکلا تو دیکھا کہ ساری وادی لوگوں سے بھری ہوئی ہے۔ اس نے پوچھا تم لوگ کہاں جا رہے ہو؟ انہوں نے کہا ہم خطاب کے اس بیٹے (عمر) کے پاس جا رہے ہیں جو بے دین ہو گیا ہے تو عاص نے کہا نہیں اسے کوئی کچھ نہیں کہہ سکتا۔ (یہ سن کر) وہ تمام لوگ واپس چلے گئے۔ [۲]

حضرت عثمان بن عفانؓ کا مشقتیں برداشت کرنا

حضرت محمد بن ابراہیم تیمی کہتے ہیں کہ جب حضرت عثمان بن عفانؓ مسلمان ہوئے تو ان کو ان کے چچا حکم بن ابو العاص بن امیہ نے پکڑ کر رسی میں مضبوطی سے باندھ دیا اور کہا کہ تم اپنے آباؤاجداد کے دین کو چھوڑ کر ایک نئے دین کو اختیار کرتے ہو؟ اور اللہ کی قسم! جب تک تم اس دین کو نہیں چھوڑو گے میں اس وقت تک تمہیں بالکل نہیں کھولوں گا۔ حضرت عثمان نے فرمایا اللہ کی قسم! میں اس دین کو کبھی نہیں چھوڑوں گا۔ جب حکم نے دیکھا کہ حضرت عثمان اپنے دین پر بڑے پکے ہیں تو ان کو چھوڑ دیا۔ [۳]

حضرت طلحہ بن عبید اللہؓ کا سختیاں برداشت کرنا

حضرت مسعود بن حراشؒ کہتے ہیں کہ ہم صفا اور مروہ کے درمیان سعی کر رہے تھے کہ ہم نے دیکھا ایک نوجوان آدمی کے ہاتھ گردن کے ساتھ بندھے ہوئے ہیں اور لوگوں کا ایک بڑا

---

[۱] اخرجه ابن اسحاق وهذا اسناد جيد قوى كذافى البداية (ج ۳ ص ۸۲)
[۲] اخرجه البخارى (ج ۱ ص ۵۴۵)   [۳] اخرجه ابن سعد (ج ۳ ص ۳۷)

مجمع اس کے پیچھے پیچھے چل رہا ہے۔ میں نے پوچھا اس نوجوان کو کیا ہوا؟ لوگوں نے بتایا کہ یہ طلحہ بن عبید اللہ ہیں جو بے دین ہو گئے ہیں اور حضرت طلحہ کے پیچھے پیچھے ایک عورت تھی جو بڑے غصہ سے بول رہی تھی اور ان کو برا بھلا کہہ رہی تھی میں نے پوچھا یہ عورت کون ہے؟ لوگوں نے بتایا یہ ان کی والدہ صعبہ بنت الحضرمی ہے۔[1]

حضرت ابراہیم بن محمد بن طلحہ کہتے ہیں کہ حضرت طلحہ بن عبید اللہؓ نے مجھے بتایا کہ میں بصری کے بازار اور میلہ میں موجود تھا تو وہاں ایک پادری اپنے گرجا گھر کے بالا خانے میں رہتا تھا۔ اس نے کہا کہ اس بازار اور میلہ والوں سے پوچھو کہ کیا ان میں کوئی حرم کا رہنے والا ہے۔ میں نے کہا ہاں میں ہوں۔ اس نے پوچھا کہ کیا احمد (ﷺ) کا ظہور ہو گیا ہے؟ میں نے کہا احمد کون؟ اس نے کہا عبد اللہ بن عبد المطلب کے بیٹے۔ یہ وہ مہینہ ہے جس میں ان کا ظہور ہوگا اور وہ آخری نبی ہیں۔ حرم (مکہ) میں ان کا ظہور ہوگا اور وہ ہجرت کر کے ایسی جگہ جائیں گے جہاں کھجوروں کے باغات ہوں گے۔ پتھریلی اور شوریلی زمین ہوگی۔ کہیں ایسا نہ ہو کہ لوگ تو ان کا اتباع کر لیں اور تم ان سے پیچھے رہ جاؤ۔ حضرت طلحہ فرماتے ہیں کہ اس کی بات میرے دل کو لگی اور میں وہاں سے تیزی سے چلا اور مکہ پہنچ گیا اور میں نے پوچھا کیا کوئی نئی بات پیش آئی ہے انہوں نے کہا ہاں محمد بن عبد اللہ (ﷺ) جو امین کے لقب سے مشہور ہیں۔ انہوں نے نبوت کا دعوی کیا ہے اور ابن ابی قحافہ نے ان کا اتباع کیا ہے۔ چنانچہ میں حضرت ابو بکرؓ کے پاس گیا اور میں نے کہا کیا آپ نے اس آدمی کا اتباع کر لیا ہے؟

انہوں نے کہا ہاں۔ تم بھی ان کی خدمت میں جاؤ اور ان کا اتباع کر لو کیونکہ وہ حق کی دعوت دیتے ہیں۔ حضرت طلحہ نے حضرت ابو بکر کو اس پادری کی بات بتائی۔ حضرت ابو بکر حضرت طلحہ کو حضورؐ کی خدمت میں لے گئے۔ وہاں حضرت طلحہ مسلمان ہو گئے۔ اور انہوں نے حضورؐ کو بھی اس پادری کی بات بتائی جس سے حضور کو بہت خوشی ہوئی جب حضرت ابو بکر اور حضرت طلحہ دونوں مسلمان ہو گئے تو ان دونوں کو نوفل بن خویلد بن العدویہ نے پکڑ کر (ایک رسی میں باندھے جانے کی وجہ سے) حضرت ابو بکر اور حضرت طلحہ کو قرینین (یعنی دو ساتھی) کہا جاتا ہے۔ امام بیہقی کی روایت میں یہ بھی ہے کہ حضور ﷺ نے یہ دعا مانگی اے اللہ! ہمیں ابن العدویہ کے شر سے بچا۔[2]

---

[1] اخرجه البخاري في التاريخ كذافي الاصابة (ج ۳ ص ۴۱۰)

[2] اخرجه الحاكم في المستدرك (ج ۳ ص ۳۶۹) كذافي البداية (ج ۳ ص ۲۹)

حضرت زبیر بن العوامؓ کا سختیاں برداشت کرنا

حضرت ابو الاسود کہتے ہیں کہ حضرت زبیر بن العوامؓ آٹھ سال کی عمر میں مسلمان ہوئے اور اٹھارہ سال کی عمر میں انہوں نے ہجرت کی۔ ان کے چچا ان کو چٹائی میں لپیٹ دیتے اور ان کو آگ کی دھونی دیتے اور کہتے کفر کی طرف لوٹ آؤ۔ حضرت زبیرؓ کہتے میں کبھی کافر نہ ہوں گا۔[1]

حضرت حفص بن خالد کہتے ہیں کہ موصل سے ایک بڑی عمر کے بزرگ ہمارے پاس آئے اور انہوں نے ہمیں بتایا کہ میں ایک سفر میں حضرت زبیر بن عوامؓ کے ساتھ تھا۔ ایک چٹیل میدان میں ان کو نہانے کی ضرورت پیش آگئی جہاں نہ پانی تھا نہ گھاس اور نہ کوئی انسان۔ انہوں نے کہا (میرے نہانے کے لیئے) ذرا پردے کا انتظام کر دو۔ میں نے ان کے لیئے پردے کا انتظام کیا (نہانے کے دوران) اچانک میری نگاہ ان کے جسم پر پڑ گئی تو میں نے دیکھا کہ ان کے سارے جسم پر تلوار کے زخموں کے نشان ہیں۔ میں نے ان سے کہا میں نے آپ کے جسم پر اتنے زخموں کے نشان دیکھے ہیں کہ اتنے میں نے کسی کے جسم پر نہیں دیکھے ہیں۔ حضرت زبیر نے کہا کیا تم نے دیکھ لیا؟ میں نے کہا جی ہاں۔ آپ نے فرمایا اللہ کی قسم! ان میں سے ہر زخم حضور ﷺ کی معیت میں لگا ہے اور اللہ کے راستہ میں لگا ہے۔[2] حضرت علی بن زید کہتے ہیں کہ جس آدمی نے حضرت زبیرؓ کو دیکھا۔ اس نے مجھے بتایا کہ ان کے سینے پر آنکھ کی طرح نیزے اور تیر کے زخموں کے نشان تھے۔[3]

مؤذن رسول حضرت بلال بن رباحؓ کا سختیاں برداشت کرنا

حضرت ابن مسعودؓ فرماتے ہیں کہ سب سے پہلے اسلام کو ظاہر کرنے والے سات آدمی ہیں۔ حضور ﷺ حضرت ابو بکر اور حضرت عمار اور ان کی والدہ حضرت سمیہ اور حضرت صہیب اور حضرت بلال اور حضرت مقدادؓ اللہ تعالیٰ نے حضورؐ کی حفاظت ان کے چچا کے ذریعہ سے کی اور حضرت ابو بکر کی حفاظت ان کی قوم کے ذریعہ سے کی۔ باقی تمام آدمیوں کو مشرکین نے پکڑ کر لوہے کی زرہیں پہنائیں اور انہیں سخت دھوپ میں ڈال دیا جس سے وہ

---

[1] اخرجه ابو نعيم في الحلية (ج ١ ص ٨٩) واخرجه الطبراني ايضاً ورجاله ثقات الا انه مرسل قاله الهيثمي في مجمع الزوائد (ج ٩ ص ١٥١) واخرجه الحاكم (ج ٣ ص ٣٦٠) عن ابي الاسود عن عروة رضي الله عنه.

[2] اخرجه ابو نعيم ايضاً واخرجه الطبراني والحاكم (ج ٣ ص ٣٦٠) نحوه وابن عساكر كما في المنتخب (ج ٥ ص ٧٠) ايضاً قال الهيثمي (ج ٩ ص ١٥٠) والشيخ الموصلي لم اعرفه وبقية رجاله ثقات انتهى.

[3] عند ابي نعيم ايضاً كذافي الحلية (ج ١ ص ٩٠)

زرہیں بہت گرم ہوگئیں اور حضرت بلال کے علاوہ باقی سب نے مجبور ہو کر ان مشرکوں کی بات مان لی لیکن حضرت بلال کو اللہ کے دین کے بارے میں اپنی جان کی کوئی پرواہ نہ تھی اور ان کی قوم کے ہاں ان کی کوئی حیثیت نہیں تھی۔ چنانچہ مشرکوں نے حضرت بلال کو پکڑ کر لڑکوں کے حوالہ کر دیا جو انہیں مکہ کی گلیوں میں چکر دیتے پھرتے اور وہ احد احد کہتے رہتے (یعنی معبود ایک ہی ہے)۔[1] حضرت مجاہد کی حدیث میں اس طرح ہے کہ باقی حضرات کو مشرکین نے لوہے کی زرہیں پہنا کر سخت دھوپ میں ڈال دیا جس سے وہ زرہیں سخت گرم ہوگئیں اور لوہے کی گرمی اور دھوپ کی گرمی کی وجہ سے ان حضرات کو بہت زیادہ تکلیف ہوئی۔ شام کو ابو جہل لعنہ اللہ نیزہ لیئے ہوئے ان حضرات کے پاس آیا اور انہیں گالیاں دینے لگا اور انہیں دھمکی دینے لگا۔[2] حضرت مجاہد کی ایک حدیث میں یوں ہے کہ مشرکین حضرت بلال کے گلے میں رسی ڈال کر مکہ کے دونوں اخشبین پہاڑوں کے درمیان لیئے پھرتے۔[3]

حضرت عروہ بن زبیرؓ فرماتے ہیں کہ حضرت بلالؓ بنو جمح قبیلہ کی ایک عورت کے غلام تھے اور مشرکین ان کو مکہ کی تپتی ہوئی ریت پر لٹا کر تکلیف پہنچاتے اور ان کے سینے پر پتھر رکھ دیتے تاکہ ان کی کمر گرم رہے اور یہ تنگ آکر مشرک ہو جائیں لیکن وہ احد احد کہتے رہتے۔ ورقہ (بن نوفل بن اسد بن عبد العزی کہتے اے بلال! احد احد یعنی ہاں واقعی معبود ایک ہی ہے (اور مشرکوں سے کہتے) اللہ کی قسم! اگر تم نے ان کو قتل کر دیا تو میں ان کی قبر کو برکت اور رحمت کی جگہ بناؤں گا۔[4]

حضرت عروہؓ فرماتے ہیں ورقہ بن نوفل حضرت بلالؓ کے پاس سے گزرتے اور مشرک انہیں تکلیفیں پہنچا رہے ہوتے اور حضرت بلال احد احد کہہ رہے ہوتے یعنی معبود ایک ہی ہے تو ورقہ بن نوفل امیہ بن خلف کی طرف متوجہ ہوتے جو کہ حضرت بلال کو تکلیفیں پہنچا رہا ہوتا تھا۔ تو ورقہ کہتے میں اللہ عزوجل کی قسم کھا کر کہتا ہوں اگر تم نے اسے قتل کر دیا تو میں ان کی قبر کو برکت اور رحمت خداوندی کی جگہ بناؤں گا ایک دن حضرت ابو بکر صدیقؓ کا حضرت بلال پر گزر ہوا اور وہ مشرک ان کو تکلیفیں پہنچا رہے تھے تو حضرت ابو بکر نے امیہ

---

[1] اخرجه الامام احمد وابن ماجة كذافي البداية (ج ۳ ص ۲۸) واخرجه ايضا الحاكم (ج ۳ ص ۲۸٤) وقال صحيح الاسناد ولم يخرجاه وقال الذهبي صحيح واخرجه ابو نعيم في الحلية (ج ۱ ص ۱٤۹) وابن ابي شيبة كما في الكنز (ج ۷ ص ۱٤) وابن عبد البر في الاستيعاب (ج ۱ ص ۱٤۱) من حديث ابن مسعود بمثله. [2] اخرجه ابو نعيم ايضاً في الحلية (ج ۱ ص ۱٤۰) [3] وقاله ابن عبد البر واخرجه ابن سعد (ج ۲ ص ۱٦٦) عن مجاهد بنحوه

[4] اخرجه الزبير بن بكار وهذا مرسل جيد كذافي الاصابة (ج ۳ ص ٦۳٤)

سے کہا ارے! کیا تم اس مسکین کے بارے میں اللہ سے نہیں ڈرتے ہو؟ کب تک (ان کو یوں سزا دیتے رہو گے) امیہ نے کہا تم نے ہی تو ان کو بگاڑا ہے اب تم ہی ان کو ان تکلیفوں سے چھڑاؤ۔ حضرت ابو بکر نے کہا اچھا میں انہیں چھڑانے کے لئے تیار ہوں۔ میرے پاس ایک کالا غلام ہے جو ان سے زیادہ مضبوط اور طاقتور ہے اور وہ تمہارے دین پر ہے وہ غلام تمہیں حضرت بلال کے بدلہ میں دیتا ہوں۔ امیہ نے کہا مجھے قبول ہے۔ حضرت ابو بکر نے کہا وہ میں نے تمہیں دے دیا حضرت ابو بکر نے اپنا وہ غلام دے کر حضرت بلال کو لے لیا اور انہیں آزاد کر دیا۔ مکہ سے ہجرت کرنے سے پہلے حضرت ابو بکر نے اسلام کی وجہ سے حضرت بلال کے علاوہ چھ اور غلاموں کو آزاد کیا۔[1]

ابن اسحاق سے روایت ہے کہ جب دوپہر کو تیز گرمی ہو جاتی تو امیہ حضرت بلالؓ کو لے کر باہر نکلتا اور مکہ کی پتھریلی زمین پر ان کو کمر کے بل لٹا دیتا۔ پھر وہ کہتا کہ ایک بڑا پتھر ان کے سینے پر رکھ دیا جائے چنانچہ ایک بڑا پتھر ان کے سینے پر رکھ دیا جاتا۔ پھر حضرت بلال سے کہتا تم ایسے ہی (ان تکلیفوں میں مبتلا) رہو گے۔ یہاں تک کہ یا تو تم مر جاؤ یا محمد (علیہ السلام) کا انکار کر کے لات اور عزیٰ کی عبادت شروع کر دو لیکن حضرت بلال ان تمام تکلیفوں کے باوجود احد احد کہتے رہتے کہ معبود تو ایک ہی ہے۔ حضرت عمار بن یاسرؓ نے یہ چند اشعار کہے ہیں جن میں انہوں نے حضرت بلال اور ان کے ساتھیوں کے تکلیفیں اٹھانے کا اور حضرت ابو بکرؓ کے حضرت بلال کو آزاد کرنے کا ذکر کیا ہے۔ حضرت ابو بکر کا لقب عتیق تھا یعنی دوزخ سے آزاد (حضورؐ نے ان کو یہ لقب دیا تھا یا ان کی والدہ نے ان کا یہ نام رکھا تھا)

جزی اللّٰہ خیرًا عن بلال و صحبہ   عتیقاً و اخزی فا کھاً و ابا جھل

اللہ تعالیٰ حضرت بلال اور ان کے ساتھیوں کی طرف سے عتیق (حضرت ابو بکر) رضی اللہ عنہ کو جزائے خیر عطا فرمائے اور فاکہ اور ابو جہل کو رسوا کرے۔

عشیۃ ھما فی بلال بسوء ۃ   ولم یحذر اما یحذر المرء ذو العقل

میں اس شام کو نہیں بھولوں گا جس شام کو یہ دونوں حضرت بلال کو سخت تکلیف دینا چاہتے تھے اور عقلمند آدمی جس تکلیف دینے سے بچتا ہے یہ دونوں اس سے بچنا نہیں چاہتے تھے۔

بتو حیدہٖ رب الا نام و قولہ   شھدت بان اللّٰہ ربی علی مھل

وہ دونوں حضرت بلال کو اس وجہ سے تکلیفیں دینا چاہتے تھے۔ کیونکہ حضرت بلال لوگوں کا ایک خدا مانتے تھے اور کہتے تھے کہ میں گواہی دیتا ہوں کہ اللہ میرا رب ہے اور اس پر میرا دل

---

[1] اخرجہ ابو نعیم فی الحیلۃ (ج ۱ ص ۱۴۸) عن ھشام بن عروۃ عن ابیہ۔

مطمئن ہے۔

فان یقتلو نی یقتلونی فلم اکن لا شرك بالرحمن من خیفة القتل

اگر یہ مجھے مارنا چاہتے ہیں تو ضرور مار دیں میں قتل کے ڈر سے رحمٰن کے ساتھ کسی کو شریک نہیں کر سکتا ہوں۔

فیارب ابراهیم والعبد یونس وموسی وعیسی نجنی ثم لا تبل

لمن ظل یهوی الغی عن ال غالب علی غیر بر کان منه ولا عدل

اے ابراہیم اور یونس اور موسیٰ اور عیسیٰ علیہم السلام کے رب! مجھے نجات عطا فرما اور پھر مجھے آل غالب کے ان لوگوں کے ذریعہ آزمائش میں نہ ڈال جو گمراہ ہونا چاہتے ہیں اور نہ وہ نیک ہیں اور نہ انصاف کرنے والے۔[1]

حضرت عمار بن یاسرؓ اور ان کے گھر والوں کا سختیاں برداشت کرنا

حضرت جابرؓ فرماتے ہیں کہ حضرت عمار اور ان کے گھر والوں کو بہت زیادہ تکلیفیں دی جارہی تھیں کہ ان کے پاس سے حضور ﷺ کا گزر ہوا۔ آپ نے فرمایا اے آل عمار، اے آل یاسر! خوشخبری سنو! تم سے وعدہ ہے کہ (ان تکلیفوں کے بدلہ میں) تم کو جنت ملے گی۔[2]

حضرت عثمانؓ فرماتے ہیں کہ میں حضور ﷺ کے ساتھ مکہ کی پتھریلی زمین بطحاء پر چل رہا تھا کہ میں نے دیکھا کہ حضرت عمار اور ان کے والد اور والدہؓ تینوں کو دھوپ میں ڈال کر سزا دی جارہی ہے تاکہ وہ اسلام سے پھر جائیں۔ حضرت عمار کے والد نے کہا یا رسول اللہ! ساری عمر ایسا ہی ہوتا رہے گا۔ آپ نے فرمایا اے آل یاسر! صبر کرو۔ اے اللہ! آل یاسر کی مغفرت فرما اور تو نے ان کی مغفرت ضرور کر دی۔[3]

حضرت عبداللہ بن جعفرؓ فرماتے ہیں کہ حضرت یاسر اور حضرت عمار اور حضرت عمار کی والدہؓ کے پاس سے حضور ﷺ کا گزر ہوا۔ ان تینوں کو اللہ (کے دین) کی وجہ سے اذیت پہنچائی

---

[1] ذکره ابو نعیم فی الحلیة (ج ۱ ص ۱۴۸)

[2] اخرجه الطبرانی والحاکم والبیهقی وابن عساکر قال الهیثمی (ج ۹ ص ۲۹۳) رجال الطبرانی رجال الصحیح غیر ابراهیم بن عبدالعزیز المقوم وهو ثقة اه

[3] عند الحاکم فی الکنی وابن عساکر واخرجه ایضاً احمد والبیهقی والبغوی والعقیلی وابن منده وابو نعیم وغیرهم بمعناه عن عثمانؓ کما فی الکنز (ج ۷ ص ۷۲) واخرجه ابن سعد (ج ۳ ص ۱۷۷) عن عثمانؓ بنحوه.

جا رہی تھی۔ آپ نے ان سے فرمایا اے آلِ یاسر! صبر کرو۔ اے آلِ یاسر! صبر کرو کیونکہ تم سے وعدہ کیا گیا ہے کہ تم کو جنت ملے گی۔[1] ابن الکلبی کی روایت میں یہ ہے کہ ان تینوں کے ساتھ عبد اللہ بن یاسر تھے اور ملعون ابو جہل نے حضرت سمیہ کی شرمگاہ میں نیزہ مارا جس وہ شہید ہو گئیں اور حضرت یاسر بھی ان ہی تکلیفوں میں انتقال فرما گئے اور حضرت عبد اللہ کو بھی تیر مارا گیا جس سے وہ گر گئے۔[2] امام احمد کی روایت حضرت مجاہد سے منقول ہے کہ اسلام میں شہادت کا مرتبہ سب سے پہلے حضرت عمارؓ کی والدہ حضرت سمیہؓ کو ملا جس کی شرمگاہ میں ابو جہل نے نیزہ مارا تھا۔[3]

حضرت ابو عبیدہ بن محمد بن عمار بیان کرتے ہیں کہ مشرکوں نے حضرت عمارؓ کو پکڑ کر اتنی تکلیفیں پہنچائیں کہ آخر (ان کو اپنی جان بچانے کے لیے) حضور ﷺ کی شان میں گستاخانہ بول بولنے پڑے اور مشرکوں کے معبودوں کی تعریف کرنی پڑی۔ جب وہ حضور ﷺ کی خدمت میں آئے تو ان سے حضورؐ نے پوچھا کہ تم پر کیا گزری؟ انہوں نے کہا یا رسول اللہ! بہت برا ہوا۔ مجھے اتنی تکلیف پہنچائی گئی کہ آخر مجھے مجبور ہو کر آپ کی گستاخی کرنی پڑی اور ان کے معبودوں کی تعریف کرنی پڑی۔ آپ نے فرمایا تم اپنے دل کو کیسا پاتے ہو؟ انہوں نے کہا میں اپنے دل کو ایمان پر مطمئن پاتا ہوں۔ آپ نے فرمایا پھر تو اگر وہ دوبارہ تمہیں ایسی سخت تکلیفیں پہنچائیں تو تم بھی دوبارہ (جان بچانے کے لیے) ویسے ہی کر لینا جیسے پہلے کیا۔[4] ابو عبید نے حضرت محمد (بن عمار) سے نقل کیا ہے کہ حضور ﷺ کی حضرت عمارؓ سے ملاقات ہوئی۔ حضرت عمار رو رہے تھے۔ حضورؐ ان کی آنکھوں سے آنسو پونچھنے لگے اور آپ فرما رہے تھے کہ کفار نے تم کو پکڑ کر پانی میں اتنے غوطے دیئے کہ تم کو فلاں فلاں (نازیبا اور گستاخی کی) باتیں کہنی پڑیں (جب تمہارا دل مطمئن تھا تو ان باتوں کے کہنے میں کوئی حرج نہیں) اگر وہ دوبارہ ایسی حرکت کریں تو تم دوبارہ ان کے سامنے اسی طرح کہہ دینا۔ حضرت عمرو بن میمون کہتے ہیں کہ مشرکوں نے حضرت عمار بن یاسرؓ کو آگ میں جلایا تھا۔ حضور ﷺ ان کے پاس سے گزرے اور آپ ان کے سر پر اپنا ہاتھ پھیر رہے تھے اور فرما رہے تھے کہ اے آگ! تو عمار کے لیے ٹھنڈی اور سلامتی والی ہو جا جیسے تو حضرت ابراہیم علیہ السلام کے لیے ہو گئی تھی (اے عمار) تمہیں ایک باغی جماعت قتل کرے گی (یعنی تم شہادت پاؤ گے)[5]

---

[1] واخرجه ابو احمد الحاكم ورواه ابن الكلبي عن ابن عباس نحوه

[2] كذافي الا صابة (ج ٣ ص ٦٤٧) [3] كذافي البداية (ج ٣ ص ٥٩)

[4] اخرجه ابو نعيم في الحليه (ج ١ ص ١٤٠) واخرجه ابن سعد (ج ٣ ق ١ ص ١٧٨) عن ابي عبيدة نحوه. [5] اخرجه ابن سعد (ج ٣ ق ١ ص ١٧٧)

حضرت خباب بن ارتؓ کا سختیاں برداشت کرنا

حضرت شعبی کہتے ہیں کہ ایک دن حضرت خباب بن ارتؓ حضرت عمر بن خطابؓ کے پاس تشریف لے گئے۔ حضرت عمر نے ان کو اپنی خاص مسند پر بٹھا کر فرمایا ایک آدمی کے علاوہ روئے زمین کا کوئی آدمی اس مسند پر بیٹھنے کا تم سے زیادہ حقدار نہیں ہے۔ حضرت خباب نے ان سے پوچھا اے امیر المومنین! وہ ایک آدمی کون ہے؟ حضرت عمر نے فرمایا وہ حضرت بلال ہیں۔ حضرت خباب نے کہا نہیں وہ مجھ سے زیادہ حقدار نہیں ہیں (کیونکہ انہوں نے مجھ سے زیادہ تکلیفیں نہیں اٹھائی ہیں) کیونکہ مشرکوں میں حضرت بلال کے تعلق والے ایسے لوگ تھے جن کی وجہ سے اللہ تعالیٰ ان کو بچا لیتے تھے۔ میرا تو ان میں کوئی بھی ایسا نہیں تھا جس کی وجہ سے اللہ تعالیٰ مجھے بچاتے۔ میں نے اپنا یہ حال دیکھا ہے کہ ایک دن مشرکوں نے مجھے پکڑا اور آگ جلا کر مجھے اس میں ڈال دیا۔ پھر ایک آدمی نے اپنا پاؤں میرے سینے پر رکھا اور میں اس زمین سے صرف اپنی کمر کے ذریعہ ہی خود کو بچا سکا۔ راوی کہتے ہیں کہ پھر حضرت خباب نے اپنی کمر کھول کر دکھائی جس پر برص کے داغ جیسے نشان پڑے ہوئے تھے۔[1]

حضرت شعبی کہتے ہیں کہ حضرت عمرؓ نے حضرت بلالؓ سے ان تکلیفوں کے بارے میں پوچھا جو ان کو مشرکوں کی طرف سے اٹھانی پڑیں۔ حضرت خبابؓ نے کہا اے امیر المومنین! آپ میری پشت کو دیکھیں۔ (اسے دیکھ کر) حضرت عمر نے کہا کہ میں نے ایسی کمر تو کبھی نہیں دیکھی۔ حضرت خباب نے بتایا کہ مشرکوں نے میرے لئے آگ جلائی (اور مجھے اس میں ڈالا) اور اس آگ کو میری کمر کی چربی نے ہی بجھایا۔[2] ابو لیلی کندی بیان کرتے ہیں کہ حضرت خباب بن ارتؓ حضرت عمرؓ کی خدمت میں حاضر ہوئے۔ حضرت عمر نے کہا قریب آجاؤ۔ حضرت عمار بن یاسر کے علاوہ کوئی بھی اس جگہ بیٹھنے کا تم سے زیادہ حقدار نہیں ہے۔ تو حضرت خباب حضرت عمر کو اپنی کمر کے وہ نشان دکھانے لگے جو ان کو مشرکوں کے عذاب سے پہنچے تھے۔[3]

حضرت خبابؓ فرماتے ہیں کہ میں ایک لوہار آدمی تھا اور عاص بن وائل کے ذمہ میرا کچھ قرضہ تھا۔ میں نے اس کے پاس جا کر اپنے قرضہ کا تقاضا کیا تو عاص نے کہا اللہ کی قسم! میں تمہیں تمہارا قرضہ تب واپس کروں گا جب تم محمد (ﷺ) کا انکار کر دو گے۔ میں نے کہا نہیں

---

[1] اخرجه ابن سعد (ج ۳ ص ۱۱۷) كذافي كنز العمال (ج ۷ ص ۳۱)
[2] عند ابي نعيم في الحلية (ج ۱ ص ۱۴۴)
[3] عند ابي نعيم وابن سعد وابن ابي شيبة كما في كنز العمال (ج ۷ ص ۷۱)

اللہ کی قسم! اگر تم مر کر دوبارہ زندہ بھی ہو جاؤ تو بھی محمد کا انکار نہیں کروں گا۔ اس پر عاص نے کہا جب میں مر کر دوبارہ اٹھایا جاؤں گا وہاں تم میرے پاس آنا وہاں میرے پاس بہت سارا مال اور اولاد ہو گی۔ وہاں میں تمہیں تمہارا قرضہ دے دوں گا۔ اس پر اللہ تعالیٰ نے یہ آیت نازل فرمائی :۔

اَفَرَءَیْتَ الَّذِیْ کَفَرَ بِاٰیٰتِنَا وَقَالَ لَاُوْتَیَنَّ مَالًا وَّوَلَدًا ۔ سے لے کر وَیَاْتِیْنَا فَرْدًا تک

ترجمہ۔ ''بھلا تو نے دیکھا اس کو جو منکر ہوا ہماری آیتوں سے، اور کہا مجھ کو مل کر رہے گا مال اور اولاد، کیا جھانک آیا ہے غیب کو یا لے رکھا ہے رحمان سے عہد، یہ نہیں ہم لکھ رکھیں گے جو وہ کہتا ہے اور بڑھاتے جائیں گے اس کو عذاب میں لمبا، اور ہم لے لیں گے اس کے مرنے پر جو کچھ وہ بتلا رہا ہے اور آئے گا ہمارے پاس اکیلا۔''[1]

حضرت خبابؓ فرماتے ہیں کہ میں حضور ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوا۔ آپ کعبہ کے سائے میں چادر کی ٹیک لگائے ہوئے بیٹھے ہوئے تھے اور ان دنوں ہمیں مشرکوں کی طرف سے بہت سختی اٹھانی پڑی تھی۔ میں نے عرض کیا۔ کیا آپ اللہ سے دعا نہیں فرماتے ؟ آپ ایک دم سیدھے بیٹھ گئے اور آپ کا چہرہ مبارک سرخ ہو گیا۔ اور آپ نے فرمایا تم سے پہلے ایسے لوگ ہوئے ہیں کہ لوہے کی کنگھیوں سے ان کا گوشت اور پٹھا سب نوچ لیا گیا اور ہڈیوں کے سوا کچھ نہ چھوڑا گیا لیکن اتنی سخت تکلیف بھی ان کو ان کے دین سے ہٹا نہ سکتی تھی۔ اور اللہ تعالیٰ اس دین کو ضرور پورا کر کے رہیں گے۔ یہاں تک کہ سوار صنعاء سے حضر موت تک جائے گا اور اس کو کسی دشمن کا ڈر نہ ہو گا سوائے اللہ تعالیٰ کے اور سوائے بھیڑیئے کے اپنی بکریوں پر۔ لیکن تم جلدی چاہتے ہو۔[2]

حضرت ابو ذر رضی اللہ عنہ کا سختیاں برداشت کرنا

حضرت ابن عباسؓ فرماتے ہیں کہ جب حضرت ابو ذرؓ کو حضور ﷺ کی بعثت کی خبر ہوئی تو انہوں نے اپنے بھائی سے کہا تم اس وادی (مکہ) کو جاؤ اور جو آدمی یہ کہتا ہے کہ وہ نبی ہے اور اس کے پاس آسمان سے خبر آتی ہے اس کے حالات معلوم کرو۔ اس کی باتیں سنو اور پھر مجھے آکر بتاؤ۔ چنانچہ ان کے بھائی مکہ حضور ﷺ کی خدمت میں گئے۔ آپ کی باتیں سنیں۔ پھر حضرت ابو ذر کو واپس آکر بتایا کہ میں نے انہیں دیکھا کہ وہ عمدہ اخلاق اختیار کرنے کا حکم دے رہے تھے اور انہوں نے ایسا کلام سنایا جو شعر نہیں تھا۔ حضرت ابو ذر نے کہا تمہاری باتوں سے میری

---

[1] اخرجه احمد كذافي البداية (ج۳ ص ۵۹) واخرجه ابن سعد (ج ۳ ص ۱۱۶) عن خباب بنحوه [2] اخرجه البخاری واخرجه ایضاً ابو داؤد والنسائی کما فی العینی (ج۷ ص ۵۵۸) والحاکم (ج ۳ ص ۳۸۳) بمعناه.

تسلی نہیں ہوئی جو میں معلوم کرنا چاہتا تھا وہ مجھے معلوم نہ ہو سکا۔ چنانچہ انہوں نے زاد سفر لیا اور پانی کا مشکیزہ بھی سواری پر رکھا (اور چل پڑے) یہاں تک کہ مکہ پہنچ گئے اور مسجد حرام میں آکر حضور ﷺ کو تلاش کرنے لگے۔ یہ حضور ؐ کو پہچانتے نہیں تھے اور لوگوں سے حضورؐ کے بارے میں پوچھنا انہوں نے (حالات کی وجہ سے) مناسب نہ سمجھا۔ یہاں تک کہ رات آگئی تو وہیں لیٹ گئے تو ان کو حضرت علیؓ نے دیکھا اور وہ سمجھ گئے کہ یہ پردیسی مسافر ہیں۔ حضرت ابو ذر حضرت علی کو دیکھ کر ان کے پیچھے ہو لئیے (حضرت علی نے ان کی میزبانی کی) لیکن دونوں میں سے کسی نے دوسرے سے کچھ نہ پوچھا اور یونہی صبح ہو گئی۔ وہ اپنا مشکیزہ اور زاد سفر لے کر پھر مسجد حرام آگئے اور سارا دن وہاں ہی رہے۔ حضورؐ نے ان کو نہ دیکھا یہاں تک کہ شام ہو گئی۔ یہ اپنے لیٹنے کی جگہ واپس آئے۔ حضرت علی کا ان کے پاس سے گزر ہوا۔ انہوں نے کہا کیا اس آدمی کے لئے اس بات کا وقت نہیں آیا کہ اپنا ٹھکانہ جان لے؟ حضرت علی نے ان کو اٹھایا اور ان کو اپنے ساتھ لے گئے لیکن دونوں میں سے کسی نے بھی دوسرے سے کچھ نہ پوچھا یہاں تک کہ تیسرا دن ہو گیا اور پھر حضرت علی نے پہلے دن کی طرح کیا اور یہ ان کے ساتھ چلے گئے پھر حضرت علی نے ان سے کہا کیا تم مجھے بتاتے نہیں ہو کہ تم یہاں کس لئے آئے ہو؟ حضرت ابو ذر نے کہا کہ میں اس شرط پر بتاؤں گا کہ تم مجھے عہد و پیمان دو کہ تم مجھے ٹھیک ٹھیک بتاؤ گے۔ حضرت علی نے وعدہ فرمایا۔ تو حضرت ابو ذر نے ان کو اپنے آنے کا مقصد بتایا۔ حضرت علی نے کہا کہ یہ بات حق ہے اور وہ اللہ کے رسول ﷺ ہیں جب صبح ہو تو تم میرے پیچھے چلنا۔ اگر میں ایسی کوئی چیز دیکھوں گا جس سے مجھے تمہارے بارے میں خطرہ ہو گا تو میں پیشاب کرنے کے بہانے رک جاؤں گا۔ (تم چلتے رہنا) اگر میں چلتا رہا تو تم میرے پیچھے چلتے رہنا اور جس گھر میں میں داخل ہوں اس میں تم بھی داخل ہو جانا۔ چنانچہ ایسے ہی ہوا۔ یہ حضرت علی کے پیچھے چلتے رہے یہاں تک کہ حضرت علی حضورؐ کی خدمت میں حاضر ہو گئے۔ اور یہ بھی ان کے ساتھ حاضر خدمت ہو گئے، انہوں نے حضورؐ کی بات سنی اور اسی جگہ مسلمان ہو گئے۔ حضورؐ نے ان سے فرمایا اپنی قوم کے پاس واپس چلے جاؤ اور انہیں ساری بات بتاؤ۔ (اور تم وہاں ہی رہو) یہاں تک کہ میں تمہیں حکم بھیجوں حضرت ابو ذرؓ نے کہا اس ذات کی قسم جس کے قبضے میں میری جان ہے میں اس کلمہ توحید کا کافروں کے بیچ میں پورے زور سے اعلان کروں گا۔ چنانچہ وہاں سے چل کر مسجد حرام آئے اور بلند آواز سے پکار کر کہا:

اشهد ان لآاله الا الله وان محمداً رسول الله.

یہ سن کر مشرکین کھڑے ہوئے اور ان کو اتنا مارا کہ ان کو لٹا دیا۔ اتنے میں حضرت عباس

آگئے اور وہ (ان کو بچانے کے لئے) ان پر لیٹ گئے اور انہوں نے کہا تمہارا ناس ہو کیا تمہیں معلوم نہیں ہے کہ یہ قبیلہ غفار کا آدمی ہے اور ملک شام کا تمہارا تجارتی راستہ اسی قبیلہ کے پاس سے گزرتا ہے اور حضرت عباس نے ان کو کافروں سے چھڑا لیا۔ اگلے دن حضرت ابو ذر نے پھر ویسے ہی کیا۔ چنانچہ پھر کافروں نے ان پر حملہ کیا اور ان کو مارا۔ اور پھر حضرت عباس (بچانے کے لئے) ان پر لیٹ گئے۔ [1]

امام بخاری نے حضرت ابن عباسؓ کی روایت میں یوں نقل کیا ہے کہ انہوں نے اعلان کیا اے جماعت قریش سن لو۔

انی اشهد ان لآ الٰه الا اللّٰه و اشهد ان محمدًا عبده و رسوله.

کافروں نے کہا پکڑو اس بے دین کو۔ چنانچہ وہ سب کھڑے ہو کر مجھے مارنے لگے اور مجھے اتنا مارا گیا کہ میں مرنے کے قریب ہو گیا۔ حضرت عباسؓ میری مدد کو آئے اور میرے اوپر لیٹ گئے اور کافروں کی طرف متوجہ ہو کر کہا تمہارا ناس ہو۔ تم غفار کے آدمی کو مارنے لگے ہو۔ حالانکہ تمہاری تجارت کا راستہ اور تمہاری گزرگاہ غفار کے پاس سے ہے۔ چنانچہ لوگ مجھے چھوڑ کر پیچھے ہٹ گئے۔ جب اگلا دن ہوا تو میں نے بلند آواز سے پہلے دن کی طرح پھر کلمہ شہادت (کافروں کے بیچ میں) پڑھا۔ پھر کافروں نے کہا پکڑو اس بے دین کو۔ چنانچہ اس دن بھی میرے ساتھ وہی سلوک ہوا جو اس سے پہلے دن ہوا تھا۔ اور پھر حضرت عباس میری مدد کو آئے اور مجھ پر لیٹ گئے اور کافروں سے وہی بات کہی جو انہوں نے پہلے دن کہی تھی۔ [2]

امام مسلم نے حضرت ابو ذرؓ کے اسلام لانے کا قصہ اور طرح سے بیان کیا ہے جس میں یہ ہے کہ میرا بھائی گیا۔ اور وہ مکہ پہنچا۔ پھر مجھ سے واپس آکر کہا کہ میں مکہ گیا تھا وہاں میں نے ایک آدمی دیکھا جسے لوگ بے دین کہتے تھے۔ ان کی شکل و صورت آپ سے بہت زیادہ ملتی ہے۔ حضرت ابو ذرؓ فرماتے ہیں کہ پھر میں مکہ گیا وہاں میں نے ایک آدمی کو دیکھا جو ان کا نام لے رہا تھا۔ میں نے پوچھا وہ بے دین آدمی کہاں ہے، یہ سن کر وہ آدمی میرے بارے میں چیخ چیخ کر کہنے لگا یہ بے دین ہے، یہ بے دین ہے۔ لوگوں نے مجھے پتھروں سے اتنا مارا کہ میں پتھر کے سرخ بت کی طرح سے ہو گیا۔ (جاہلیت کے زمانے میں کافر جانور ذبح کر کے بتوں پر خون ڈالا کرتے تھے۔ میں اس بت کی طرح لہو لہان ہو گیا) چنانچہ میں کعبہ اور اس کے پردوں کے درمیان چھپ گیا اور پندرہ دن رات اس میں یونہی چھپا رہا۔ میرے پاس آب زمزم کے علاوہ کھانے پینے کی کوئی چیز نہیں تھی۔ حضور ﷺ اور حضرت ابو بکرؓ مسجد حرام میں (ایک دن)

---

[1] اخرجه البخاری (ج ۱ ص ٥٤٤)
[2] عند البخاری (ج ۱ ص ٥٠٠)

آئے۔ میری ان سے ملاقات ہوئی اور اللہ کی قسم! سب سے پہلے میں نے آپ کو اسلامی طریقہ کے مطابق سلام کیا اور میں نے کہا یا رسول اللہ! السلام علیک آپ نے فرمایا وعلیک السلام ورحمتہ اللہ۔ تم کون ہو؟ میں نے کہا بنو غفار کا ایک آدمی ہوں۔ آپ کے ساتھی (حضرت ابو بکر) نے کہا مجھے آج رات ان کو اپنا مہمان بنانے کی اجازت دے دیں۔ چنانچہ وہ مجھے اپنے گھر لے گئے جو مکہ کے نچلے حصہ میں تھا۔ انہوں نے مجھے چند مٹھی کشمش لا کر دی۔ پھر میں اپنے بھائی کے پاس آیا اور میں نے اسے بتایا کہ میں مسلمان ہو گیا ہوں۔ اس نے کہا میں بھی تمہارے دین پر ہوں۔ پھر ہم دونوں اپنی والدہ کے پاس گئے۔ انہوں نے بھی یہی کہا کہ میں تم دونوں کے دین پر ہوں۔ پھر میں نے اپنی قوم کو جا کر دعوت دی۔ ان میں سے بعض لوگوں نے میری تابعداری کی (اور وہ مسلمان ہو گئے) [1]

حضرت ابو ذرؓ فرماتے ہیں میں مکہ میں حضور ﷺ کے ساتھ ٹھہر گیا۔ آپ نے مجھے اسلام سکھایا۔ اور میں نے کچھ قرآن بھی پڑھ لیا۔ پھر میں نے کہا یا رسول اللہ! میں اپنے دین کا اعلان کرنا چاہتا ہوں۔ آپ نے فرمایا مجھے تمہارے بارے میں خطرہ ہے کہ تم کو قتل کر دیا جائے گا۔ میں نے کہا چاہے مجھے قتل کر دیا جائے لیکن میں یہ کام ضرور کروں گا آپ خاموش ہو گئے۔ مسجد حرام میں قریش حلقے لگا کر بیٹھے ہوئے باتیں کر رہے تھے میں نے وہاں جا کر زور سے کہا اشھدان لا الٰہ الا اللہ وان محمداً رسول اللہ یہ سنتے ہی وہ تمام حلقے ٹوٹ گئے اور وہ لوگ کھڑے ہو کر مجھے مارنے لگے اور مجھے سرخ بت کی طرح بنا کر چھوڑا اور ان کا یہ خیال تھا کہ وہ قتل کر چکے ہیں۔ جب مجھے افاقہ ہوا تو میں حضورؐ کی خدمت میں آیا۔ آپؐ نے میرا یہ حال دیکھ کر فرمایا کہ کیا میں نے تم کو منع نہیں کیا تھا۔ میں نے کہا یا رسول اللہ! یہ میرے دل کی چاہت تھی جسے میں نے پورا کر لیا ہے۔ میں حضورؐ کے پاس ٹھہر گیا۔ پھر آپ نے فرمایا۔ اپنی قوم میں چلے جاؤ۔ اور جب تمہیں ہمارے غلبہ کی خبر ملے تو پھر میرے پاس آ جانا۔ [2] ایک روایت میں حضرت ابو ذرؓ فرماتے ہیں کہ میں مکہ گیا تو وادی (مکہ) کے تمام لوگ مجھ پر ہڈیاں اور ڈھیلے لے کر ٹوٹ پڑے اور مجھے اتنا مارا کہ میں بے ہوش ہو کر گر گیا۔ جب مجھے ہوش آیا اور میں اٹھا تو میں نے دیکھا کہ میں پتھر کے سرخ بت کی طرح سے (لہو لہان) ہوں۔ [3]

[1] اخرجه مسلم من طريق عبدالله بن الصامت.
[2] اخرجه الطبراني نحو هذا مطولاً وابو نعيم في الحلية (ج ۱ ص ۱۵۸) من طريق ابن عباسؓ
[3] اخرجه ايضاً ابو نعيم في الحلية (ج ۱ ص ۱۵۹) واخرجه الحاكم ايضاً (ج ۳ ص ۳۳۸) طرق مختلفة

حضرت سعید بن زید اور ان کی بیوی حضرت عمرؓ کی بہن حضرت فاطمہؓ کا سختیاں برداشت کرنا

حضرت قیس بیان کرتے ہیں کہ میں نے حضرت سعید بن زید بن عمرو بن نفیلؓ کو مسجد کوفہ میں یہ کہتے ہوئے سنا کہ میں نے اپنے آپ کو اس حال میں دیکھا ہے کہ حضرت عمرؓ نے (اسلام لانے سے پہلے) مجھے اسلام لانے کی وجہ سے باندھ رکھا تھا۔[1] بخاری میں حضرت قیس کی ایک روایت میں یہ ہے کہ اگر تم مجھے اس وقت دیکھتے جس وقت حضرت عمر مسلمان نہیں ہوئے تھے اور انہوں نے مجھے اور اپنی بہن کو باندھ رکھا تھا۔[2]

حضرت انسؓ بیان کرتے ہیں کہ حضرت عمرؓ گردن میں تلوار لٹکائے ہوئے گھر سے باہر نکلے انہیں بنو زہرہ کا ایک آدمی ملا۔ اس نے کہا اے عمر! کہاں کا ارادہ ہے؟ حضرت عمرؓ نے کہا میرا ارادہ ہے کہ (نعوذ باللہ من ذلک) میں محمد (علیہ السلام) کو قتل کر دوں۔ اس نے کہا اگر تم محمد (علیہ السلام) کو قتل کر دو گے تو بنو ہاشم اور بنو زہرہ سے کیسے بچو گے؟ حضرت عمر نے اس سے کہا میرا خیال یہ ہے کہ تو بھی بے دین ہو چکا ہے اور جس دین پر تو تھا اس کو تو چھوڑ چکا ہے۔ اس نے کہا کیا میں تم کو اس سے بھی زیادہ عجیب بات نہ بتاؤں؟ حضرت عمر نے کہا وہ کیا ہے؟ اس نے کہا تمہاری بہن اور بہنوئی دونوں بے دین ہو چکے ہیں اور جس دین پر تم ہو اس کو وہ دونوں چھوڑ چکے ہیں۔ یہ سن کر حضرت عمر غصہ میں بھر گئے اور (اپنی بہن کے گھر کے) چل دیئے جب وہ بہن اور بہنوئی کے گھر پہنچے تو وہاں مہاجرین میں سے حضرت خبابؓ بیٹھے ہوئے تھے۔ جب حضرت خباب نے حضرت عمر کی آہٹ سنی تو وہ گھر کے اندر چھپ گئے۔ حضرت عمر نے گھر میں داخل ہوتے ہی کہا کہ یہ پست آواز کیا تھی جو میں نے تمہارے پاس سے سنی وہ لوگ سورت طٰہٰ پڑھ رہے تھے۔ ان دونوں نے کہا، ہم آپس میں بات کر رہے تھے اور کچھ نہیں تھا۔ حضرت عمر نے کہا شاید تم دونوں بھی (اس نبی کی طرف) مائل ہو گئے ہو۔ تو ان کے بہنوئی نے ان سے کہا اے عمر! اگر حق تمہارے دین کے علاوہ کسی اور دین میں ہو تو پھر تمہارا کیا خیال ہے؟ یہ سنتے ہی حضرت عمر اپنے بہنوئی پر جھپٹے اور ان کو بہت بری طرح سے روندا۔ ان کی بہن ان کو اپنے خاوند سے ہٹانے کے لیے آئیں تو اپنی بہن کو حضرت

---

[1] اخرجه البخاری (ج ۱ ص ۵۴۵) [2] عند البخاری (ج ۱ ص ۵۴۶)

عمر نے اس زور سے مارا کہ ان کے چہرے سے خون نکل آیا۔ انکی بہن کو بھی غصہ آگیا۔ انہوں نے غصہ سے کہا اے عمر! اگر حق تمہارے دین کے علاوہ کسی اور دین میں ہو تو پھر؟ اور انہوں نے (بلند آواز سے) کلمہ شہادت:

اشھدان لآ الٰہ الا اللّٰہ واشھدان محمدً ارسول اللّٰہ۔ پڑھا۔ جب حضرت عمر مایوس ہو گئے تو کہا مجھے بھی وہ کتاب دو جو تمہارے پاس ہے تاکہ میں اسے پڑھوں اور حضرت عمر کتاب پڑھ لیا کرتے تھے۔ ان کی بہن نے کہا تم ناپاک ہو اور اس کتاب کو صرف پاک آدمی ہی ہاتھ لگا سکتے ہیں۔ اس لیئے کھڑے ہو کر یا تو غسل کر و یا وضو۔ حضرت عمر نے کھڑے ہو کر وضو کیا۔ پھر حضرت عمر نے اس کتاب کو لے کر سورت طٰہٰ پڑھنا شروع کیا۔ یہاں تک کہ اس آیت تک پہنچ گئے۔

اِنَّنِیْٓ اَنَا اللّٰہُ لَآ اِلٰہَ اِلَّآ اَنَا فَاعْبُدْنِیْ وَاَقِمِ الصَّلٰوۃَ لِذِکْرِیْ "تو حضرت عمر نے کہا کہ مجھے بتاؤ کہ محمد (علیہ السلام) کہاں ہیں؟ جب حضرت خباب نے حضرت عمر کی یہ بات سنی تو وہ گھر کے اندر سے باہر آئے اور کہا کہ اے عمر! تمہیں بشارت ہو۔ حضورؐ نے جمعرات کی رات میں یہ دعا مانگی تھی کہ اے اللہ! اسلام کو عمر بن خطاب یا عمرو بن ہشام (ابو جہل) کے (مسلمان ہونے کے) ذریعہ سے عزت عطا فرما۔ مجھے امید ہے کہ حضورؐ کی یہ دعا تمہارے حق میں قبول ہوئی ہے۔ اس وقت حضورؐ اس گھر میں تھے جو صفا پہاڑ کے دامن میں تھا۔ حضرت عمر یہاں سے چل کر اس گھر (دار ارقم) میں پہنچے۔ اس وقت گھر کے دروازے پر حضرت حمزہ اور حضرت طلحہؓ اور حضورؐ کے کچھ صحابہؓ موجود تھے۔ جب حضرت حمزہ نے دیکھا کہ ان کے ساتھی حضرت عمر کے آنے سے خوف محسوس کر رہے ہیں تو انہوں نے کہا ہاں یہ عمر ہے۔ اگر اللہ نے ان کے ساتھ بھلائی کا ارادہ کیا ہے، تو یہ مسلمان ہو کر حضور ﷺ کا اتباع کر لیں گے اور اگر اللہ کا اس کے علاوہ کسی اور بات کا ارادہ ہے تو ان کو قتل کرنا ہمارے لئے آسان بات ہے۔ اس وقت حضورؐ گھر کے اندر تھے اور آپ پر وحی نازل ہو رہی تھی۔ چنانچہ (وحی نازل ہونے کے بعد) حضورؐ باہر حضرت عمر کے پاس تشریف لائے اور ان کے گریبان اور تلوار کے پرتلے کو پکڑ کر فرمایا کیا تم باز آنے والے نہیں ہو اے عمر! (اسی کا انتظار کر رہے ہو کہ) اللہ تعالیٰ تم پر وہی ذلت اور سزا نازل کر دے جو اس نے ولید بن مغیرہ پر نازل کی ہے۔ اے اللہ! یہ عمر بن خطاب ہے۔ اے اللہ! عمر بن خطاب کے ذریعہ دین کو عزت عطا فرما۔ حضرت عمر نے کہا میں اس بات کی گواہی دیتا ہوں کہ آپ اللہ کے رسول ہیں اور وہ مسلمان ہو گئے (مسلمان ہونے کے بعد) انہوں نے کہا یا رسول اللہ! آپ باہر (مسجد حرام کو

نماز پڑھنے کے لیئے) تشریف لے چلیں۔[1]

حضرت ثوبانؓ فرماتے ہیں کہ حضور ﷺ نے یہ دعا مانگی اے اللہ! عمر بن خطاب کے ذریعہ دین کو عزت عطا فرما۔ اس رات کے شروع کے حصہ میں حضرت عمر کی بہن۔

اِقْرَاْ بِاسْمِ رَبِّكَ الَّذِیْ خَلَقَ ۚ

پڑھ رہی تھیں حضرت عمر نے ان کو اتنا مارا کہ انہیں یہ گمان ہوا کہ انہوں نے اپنی بہن کو قتل کر ڈالا ہے۔ جب صبح تہجد کے وقت حضرت عمر اٹھے تو انہوں نے اپنی بہن کی آواز سنی جو کہ

اِقْرَاْ بِاسْمِ رَبِّكَ الَّذِیْ خَلَقَ ۚ

پڑھ رہی تھیں تو حضرت عمر نے کہا اللہ کی قسم! نہ تو یہ شعر ہے اور نہ یہ سمجھ میں نہ آنے والا پست کلام ہے۔ چنانچہ وہ وہاں سے چل کر حضور ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوئے۔ انہوں نے دروازے پر حضرت بلالؓ کو پایا۔ انہوں نے دروازے کو کھٹکھٹایا (یا دھکا دیا) حضرت بلال نے کہا ذرا ٹھہرو میں تمہارے لیئے رسول اللہ ﷺ سے اجازت لے لوں۔ حضرت بلال نے عرض کیا یا رسول اللہ عمر دروازے پر ہیں۔ آپ نے فرمایا اگر اللہ تعالیٰ کا عمر کے ساتھ خیر کا ارادہ ہے تو وہ اسے دین میں داخل کر دیں گے۔ آپ نے حضرت بلال سے کہا دروازہ کھول دو (انہوں نے دروازہ کھول دیا۔ حضور باہر تشریف لائے) اور حضورؐ نے حضرت عمر کو دونوں بازوؤں سے پکڑ کر زور سے ہلایا اور فرمایا تم کیا چاہتے ہو؟ تم کس لیئے آئے ہو؟ حضرت عمر نے کہا آپ جس چیز کی دعوت دیتے ہیں وہ میرے سامنے پیش کریں آپ نے فرمایا تم اس بات کی گواہی دو کہ اللہ وحدہ لاشریک لہ کے سوا کوئی معبود نہیں اور محمد (علیہ السلام) اس کے بندے اور رسول ہیں۔ چنانچہ حضرت عمر اسی جگہ مسلمان ہو گئے اور عرض کیا (یا رسول اللہ) باہر تشریف لے چلیں۔[2]

حضرت عمر کے غلام اسلمؓ بیان کرتے ہیں کہ حضرت عمر بن خطاب نے فرمایا کیا تم چاہتے ہو کہ میں تم کو اپنے اسلام لانے کا شروع کا قصہ بیان کروں؟ ہم نے کہا جی ہاں انہوں نے فرمایا میں لوگوں میں سے سب سے زیادہ حضور ﷺ پر سختی کرنے والا تھا۔ ایک مرتبہ میں سخت گرم دن میں مکہ کے ایک راستہ پر چلا جا رہا تھا کہ مجھے قریش کے ایک آدمی نے دیکھ لیا اور اس نے مجھ سے پوچھا اے خطاب کے بیٹے کہاں جا رہے ہو؟ میں نے کہا اس آدمی (یعنی

---

[1] اخرجه ابن سعد (ج ۳ص ۱۹۱) كذافي العينى (ج ۸ص ۶۸) وذكره ابن اسحاق بهذا السياق مطولاً كما فى البداية (ج ۳ص ۸۱) [2] عند الطبرانى قال الهيثمى(ج ۹ص ۶۲) وفيه يزيد بن ربيعة وهو متروك وقال ابن عدى ارجوانه لا باس به وبقية رجاله ثقات انتهى.

حضورؐ کے پاس (قتل کرنے کی نیت سے) جانے کا ارادہ ہے اس آدمی نے کہا کہ (محمد علیہ السلام کی) یہ بات تو تمہارے گھر میں داخل ہو چکی ہے اور تم یہ کہہ رہے ہو۔ میں نے کہا یہ کیسے؟ اس نے کہا تمہاری بہن اس آدمی کے پاس جا چکی ہے (اور ان کے دین میں داخل ہو چکی ہے) چنانچہ میں غصہ میں بھرا ہوا واپس لوٹا اور میں نے بہن کا دروازہ کھٹکھٹایا حضور ﷺ کی عادت شریفہ یہ تھی کہ جب کوئی ایسا آدمی مسلمان ہوتا جس کے پاس کچھ نہ ہوتا تو ایسے ایک یا دو آدمی ایسے شخص کے حوالے کر دیتے جو ان کا خرچ برداشت کرلے۔ چنانچہ حضورؐ نے اپنے صحابہؓ میں سے دو آدمی میرے بہنوئی کے حوالے کر رکھے تھے۔ جب میں نے دروازہ کھٹکھٹایا تو انہوں نے اندر سے پوچھا کون ہے؟ میں نے کہا عمر بن خطاب۔ وہ لوگ اپنے ہاتھ میں کتاب (یعنی قرآن شریف) لئے ہوئے پڑھ رہے تھے۔ جب انہوں نے میری آواز سنی تو کھڑے ہو کر گھر میں چھپ گئے اور وہ صحیفہ وہاں ہی رہ گیا۔ جب میری بہن نے دروازہ کھولا تو میں نے کہا او اپنی جان کی دشمن! تو بے دین ہو گئی اور ایک چیز اٹھا کر میں نے اس کے سر پر ماردی میری بہن رونے لگی اور اس نے کہا اے خطاب کے بیٹے جو تو نے کرنا ہے کرلے۔ میں تو مسلمان ہو چکی ہوں۔ چنانچہ میں اندر گیا اور تخت پر بیٹھ گیا تو میں نے دیکھا کہ دروازے کے بیچ میں ایک صحیفہ پڑا ہوا ہے۔ میں نے کہا یہ صحیفہ یہاں کیسا؟ تو میری بہن نے مجھ سے کہا اے خطاب کے بیٹے اپنے سے اسے دور رکھو۔ کیونکہ تم غسل جنابت نہیں کرتے ہو اور پاکی حاصل نہیں کرتے ہو اور اسے صرف پاک لوگ ہاتھ لگا سکتے ہیں لیکن میں اصرار کرتا رہا آخر میری بہن نے مجھے وہ صحیفہ دے دیا اس کے بعد مسند بزار میں حضرت عمر کے اسلام لانے اور اس کے بعد ان کے ساتھ پیش آنے والے واقعات کا مفصل ذکر ہے۔[1]

حضرت عثمان بن مظعونؓ کا سختیاں برداشت کرنا

حضرت عثمانؓ فرماتے ہیں کہ جب حضرت عثمان بن مظعونؓ نے دیکھا کہ حضور ﷺ کے صحابہؓ تو تکلیفیں اٹھا رہے ہیں اور وہ خود ولید بن مغیرہ کی امان میں آرام سے رہ رہے ہیں تو انہوں نے (اپنے دل میں) کہا کہ اللہ کی قسم! میں تو ایک مشرک آدمی کی پناہ میں آرام سے رہوں اور میرے ساتھی اور میرے دین والے وہ تکلیف اور اذیت اٹھاتے رہیں جو میں نہیں اٹھا رہا ہوں یہ تو میری بہت بڑی کمی ہے چنانچہ وہ ولید بن مغیرہ کے پاس گئے اور اس سے کہا اے ابو عبد شمس! تم نے اپنی ذمہ داری پوری کر دکھائی۔ میں تمہاری پناہ تم کو واپس کرتا ہوں۔ اس

---

[1] اخرجه البزار قال الهيثمي (ج ۹ ص ٦٤) وفيه اسامة بن زيد بن اسلم وهو ضعيف انتهى.

نے کہا اے میرے بھتیجے کیوں ؟ شاید میری قوم کے کسی آدمی نے تم کو کوئی تکلیف پہنچائی ہے۔ حضرت عثمان نے کہا نہیں۔ لیکن میں اللہ عزوجل کی پناہ پر راضی ہوں اور اس کے علاوہ کسی اور سے پناہ نہیں لینا چاہتا ہوں ولید نے کہا تم مسجد چلو اور وہاں سب کے سامنے میری پناہ علی الا علان واپس کرو جیسے کہ میں نے تم کو سب کے سامنے علی الا علان اپنی پناہ میں لیا تھا۔ چنانچہ وہاں سے نکل کر دونوں مسجد (حرام) گئے۔ وہاں لوگوں سے ولید نے کہا یہ عثمان ہیں۔ میری پناہ مجھے واپس کرنے آئے ہیں۔ پھر حضرت عثمان نے لوگوں سے کہا یہ سچ کہہ رہے ہیں میں نے ان کو انتہائی وفادار اور اچھا پناہ دینے والا پایا ہے لیکن اب میں یہ چاہتا ہوں کہ اللہ کے علاوہ اور کسی کی پناہ نہ لوں۔ اس لئے میں نے ان کی پناہ ان کو واپس کر دی ہے۔ پھر حضرت عثمان وہاں سے واپس آرہے تھے کہ (عرب کے مشہور شاعر) لبید بن ربیعہ بن مالک بن کلاب قیسی قریش کی ایک مجلس میں اپنے اشعار سنا رہے تھے تو حضرت عثمان بھی اس مجلس میں جا کر بیٹھ گئے لبید نے یہ شعر پڑھا:

الا کل شی ما خلا اللّٰہ باطل

ترجمہ: اللہ کے علاوہ ہر چیز باطل اور بیکار ہے۔ حضرت عثمان نے داد دیتے ہوئے کہا تم نے ٹھیک کہا۔ پھر اس نے دوسرا مصرعہ پڑھا۔

و کل نعیم لا محالۃ زائل

ترجمہ: اور ہر نعمت ضرور بالضرور (ایک نہ ایک دن) ختم ہو جائے گی۔ اس پر حضرت عثمان نے کہا تم نے غلط کہا۔ جنت کی نعمتیں کبھی ختم نہ ہوں گی۔ حضرت عثمان کی یہ بات سن کر لبید بن ربیعہ نے کہا اے جماعت قریش! تمہاری مجلس میں بیٹھنے والے کو کبھی تکلیف نہیں پہنچائی جاتی تھی۔ یہ نئی بات کب سے تم میں پیدا ہو گئی ؟ (یعنی پہلے تو کبھی بھی کوئی میرے شعر پر اعتراض نہیں کیا کرتا تھا آج یہ میرے شعر کو غلط کہنے والا کہاں سے آگیا ہے) تو لوگوں میں سے ایک آدمی نے کہا یہ ایک بے وقوف آدمی ہے بلکہ اس کے ساتھ اور بھی چند بے وقوف آدمی ہیں جنہوں نے ہمارے دین سے علیحدگی اختیار کر لی ہے لہذا تم اس کی باتوں سے ناراض مت ہو۔ حضرت عثمان نے اس آدمی کی بات کا جواب دیا جس سے دونوں میں بات بڑھ گئی تو اس آدمی نے کھڑے ہو کر حضرت عثمان کی آنکھ پر اس زور سے تھپڑ مارا کہ ان کی آنکھ سیاہ ہو گئی اور ولید بن مغیرہ قریب ہی تھا اور جو کچھ حضرت عثمان کے ساتھ ہوا اسے دیکھ رہا تھا۔ اس نے کہا اے میرے بھتیجے اللہ کی قسم! (اگر تم میری پناہ میں رہتے تو) تمہاری آنکھ کو یہ تکلیف کبھی نہ پہنچتی۔ تم تو ایک محفوظ ذمہ داری میں تھے۔ حضرت عثمان نے کہا اے ابو عبد شمس ہاں تمہاری

بات ٹھیک ہے لیکن اللہ کی قسم! میرا دل چاہ رہا ہے کہ اللہ کے دین کی وجہ سے میری تندرست آنکھ کو بھی وہی تکلیف پہنچے جو دوسری کو پہنچی ہے اور میں اس ذات کی پناہ میں ہوں جو بہت عزت والے اور بڑی قدرت والے ہیں۔ حضرت عثمان نے اپنی اس مصیبت زدہ آنکھ کے بارے میں یہ اشعار کہے:

فان تلك عيني في رضى الرب نا لها　　　يدا ملحد في الدين ليس بمهتد

اگر میری آنکھ کو اللہ رب العزت کی رضامندی میں ایک ملحد بے دین اور گمراہ انسان کے ہاتھوں تکلیف پہنچی ہے (تو کیا ہوا؟)

فقد عوض الرحمن منها ثوابه　　　ومن يرضه الرحمن يا قوم يسعد

رحمٰن نے اس آنکھ کے بدلہ میں اپنا ثواب عطا فرمایا ہے اور جسے رحمٰن راضی کرے اے قوم! وہ بڑا خوش قسمت ہے۔

فاني. وان قلتم غوى مضلل،　　　سفيه. على دين الرسول محمد

تم اگرچہ میرے بارے میں یہ کہتے ہو کہ میں بھٹکا ہوا گمراہ کیا ہوا اور بے وقوف ہوں لیکن محمد رسول اللہ (علیہ السلام) کے دین پر ہوں۔

اريد بذاك الله والحق ديننا　　　على رغم من يبغي علينا ويعتدي

اس سے میں نے اللہ تعالیٰ (کی رضامندی) کا ارادہ کیا ہے اور ہمارا دین بالکل حق ہے اور یہ بات میں صاف کہہ رہا ہوں چاہے یہ بات اس آدمی کو کتنی بری لگے جو ہم پر ظلم اور زیادتی کرتا ہے۔

حضرت عثمان بن مظعون کی آنکھ کو جو تکلیف پہنچی اس کے بارے میں حضرت علی بن ابی طالبؓ نے یہ اشعار کہے:

امن تذكر دهر غير مامون　　　اصبحت مكتبا تبكي كمحزون

کیا تم ان بے وقوف لوگوں کو یاد کر کے رو رہے ہو جو دین کی دعوت دینے والوں پر ظلم ڈھاتے تھے۔

لا ينتهون عن الفحشاء ما سلموا　　　والغدر فيهم سبيل غير مامون

یہ لوگ جب تک صحیح سالم رہیں فحش کاموں سے نہیں رکتے ہیں اور ان لوگوں میں غداری کی صفت تو غیر محفوظ راستہ ہے۔

الا ترون اقل الله خير هم　　　انا غضبنا لعثمان بن مظعون

اللہ تعالیٰ ان کی خیر کو کم کر دے۔ کیا تم دیکھتے نہیں ہو کہ ہم عثمان بن مظعون کی وجہ سے

غصہ میں آئے ہیں۔

اذ یلطمون. ولا یخشون مقلته   طعناً دراکاً وضربا غیر مافون

جب کہ وہ لوگ عثمان کے آنکھ کو نڈر ہو کر تھپڑ مار رہے تھے۔ مسلسل چوکے مارتے رہے اور مارنے میں کوئی کمی نہ کی۔

فسوف یجزیھم ان لم یمت عجلاً   کیلاً بکیل جزآء غیر مغبون

اگر عثمان جلدی نہ بھی مرے تو بھی اللہ تعالیٰ ان لوگوں کو برابر سرابر پورا پورا بدلہ دے گا۔ جس میں کوئی خسارہ نہ ہوگا۔[1]

ابن اسحاق کی روایت میں یہ بھی ہے کہ ولید نے حضرت عثمانؓ سے کہا اے میرے بھتیجے اپنی سابقہ پناہ میں واپس آجاؤ۔ انہوں نے کہا نہیں۔[2]

حضرت مصعب بن عمیرؓ کا سختیاں برداشت کرنا

حضرت محمد عبدری اپنے والد سے نقل کرتے ہیں کہ حضرت مصعب بن عمیرؓ مکہ کے سب سے زیادہ خوبصورت نوجوان اور بھرپور جوانی والے انسان تھے اور مکہ کے جوانوں میں سے ان کے سر کے بال سب سے زیادہ عمدہ تھے۔ ان کے والدین ان سے بہت محبت کرتے تھے ان کی والدہ بہت زیادہ مالدار تھیں وہ ان کو سب سے زیادہ خوبصورت اور سب سے زیادہ باریک کپڑا پہناتی تھیں اور یہ مکہ والوں میں سب سے زیادہ عطر استعمال کرنے والے تھے اور حضر موت کے بنے ہوئے خاص جوتے پہنتے تھے۔ حضور ﷺ ان کا تذکرہ کرتے ہوئے فرماتے کہ میں نے مکہ میں مصعب بن عمیر سے زیادہ عمدہ بال والا اور ان سے زیادہ باریک جوڑے والا اور ان سے زیادہ ناز و نعمت میں پلا ہوا کوئی نہیں دیکھا۔ ان کو یہ خبر پہنچی کہ رسول اللہ ﷺ دار ارقم بن ابی الارقم میں اسلام کی دعوت دے رہے ہیں۔ یہ حضورؐ کی خدمت میں حاضر ہو کر مسلمان ہو گئے اور انہوں نے حضورؐ کی تصدیق کی۔ وہاں سے باہر آئے تو اپنی والدہ اور قوم کے ڈر سے اپنے اسلام کو چھپائے رکھا اور چھپ چھپ کر حضورؐ کی خدمت میں آتے جاتے رہتے ایک دن ان کو عثمان بن طلحہ نے نماز پڑھتے ہوئے دیکھ لیا اور اس نے جا کر ان کی والدہ اور قوم کو بتا دیا۔ ان لوگوں نے ان کو پکڑ کر قید کر دیا۔ چنانچہ یہ مسلسل قید میں رہے یہاں تک کہ پہلی ہجرت کے موقع پر حبشہ چلے گئے۔ پھر جب وہاں سے مسلمان واپس آئے تو یہ

---

[1] کذافی الحلیۃ (ج ۱ ص ۱۰۳) [2] وذکرہ فی البدایۃ (ج ۳ ص ۹۳) قصۃ ابن مظعون عن ابن اسحاق بلا اسناد وزاد فقال لہ الولید ھلم یا ابن اخی الی جوارک فعد قال لا واخرجہ الطبرانی عن عروۃ مرسلا قال الھیثمی وفیہ ابن لھیعۃ (ج ۶ ص ۳۴)

بھی واپس آگئے۔ واپسی میں ان کا حال بالکل بدلا ہوا تھا۔ بڑی خستہ حالت تھی (وہ ناز و نعمت کا اثر ختم ہو چکا تھا) یہ دیکھ کر ان کی والدہ نے ان کو برا بھلا کہنا اور ملامت کرنا چھوڑ دیا۔[۱]

حضرت عبد اللہ بن حذافہ سہمیؓ کا سختیاں برداشت کرنا

حضرت ابو رافع بیان کرتے ہیں کہ حضرت عمر بن خطابؓ نے ملک روم کی طرف ایک لشکر بھیجا جس میں حضور ﷺ کے صحابہ میں سے عبد اللہ بن حذافہ نامی ایک صحابی بھی تھے رضی اللہ عنہ۔ ان کو رومیوں نے گرفتار کر لیا اور پھر ان کو اپنے بادشاہ کے پاس لے گئے (جس کا لقب طاغیہ تھا) اور اسے بتایا کہ یہ محمد (علیہ السلام) کے صحابہؓ میں سے ہیں تو طاغیہ نے حضرت عبد اللہ بن حذافہ سے کہا کیا تم اس کے لئے تیار ہو کہ تم (اسلام چھوڑ کر نصرانی بن جاؤ۔ اور میں تمہیں اپنے ملک اور سلطنت میں شریک کر لوں؟ (یعنی آدھا ملک میں تمہیں دے دوں گا) حضرت عبد اللہ نے فرمایا اگر تم مجھے محمد ﷺ کے دین کو پلک جھپکنے جتنی دیر کے لئے چھوڑنے پر اپنا سارا ملک بھی دے دو اور عربوں کا ملک بھی دے دو تو میں پھر بھی تیار نہیں ہو ں۔ تو اس پر طاغیہ نے کہا پھر تو میں تمہیں قتل کر دوں گا۔ انہوں نے کہا تم جو چاہے کرو چنانچہ اس کے حکم دینے پر ان کو سولی پر لٹکا دیا گیا اس نے تیر اندازوں سے کہا اس طرح تیر ان پر چلاؤ کہ ان کے ہاتھوں اور پیروں کے پاس سے تیر گزریں (جس سے یہ مرنے نہ پائیں اور خوفزدہ ہو جائیں) چنانچہ انہوں نے ایسا ہی کیا۔ اب بادشاہ نے ان پر عیسائیت کو پھر پیش کیا لیکن یہ انکار کرتے رہے۔ پھر اس کے حکم دینے پر ان کو سولی سے اتار اگیا۔ پھر اس بادشاہ نے ایک دیگ منگوائی جس میں پانی ڈال کر اس کے نیچے آگ جلائی گئی (اور وہ پانی گرم ہو کر کھولنے لگا) پھر اس نے دو مسلمان قیدی بلوائے اور ان میں سے ایک مسلمان کو (زندہ ہی) اس کھولتی ہوئی دیگ میں ڈال دیا گیا (یہ خوفناک منظر حضرت عبد اللہ کو دکھا کر) اس بادشاہ نے ان پر پھر نصرانیت کو پیش کیا لیکن انہوں نے پھر انکار کیا۔ اب بادشاہ نے حکم دیا کہ ان کو (زندہ) دیگ میں ڈال دیا جائے جب سپاہی ان کو (دیگ کی طرف) لے کر جانے لگے تو یہ رو پڑے۔ بادشاہ کو بتایا گیا کہ اب تو وہ رو پڑے ہیں۔ وہ سمجھا کہ اب یہ (موت سے) گھبرا گئے ہیں۔ چنانچہ اس نے کہا انہیں میرے پاس واپس لاؤ۔ چنانچہ ان کو واپس لایا گیا۔ اب بادشاہ نے کہا اچھا تم کیوں روئے تھے؟ انہوں نے فرمایا میں اس لئے رویا تھا کہ میں نے اپنے دل میں کہا کہ تجھے اب اس دیگ میں ڈالا جائے گا اور تو ختم ہو جائے گا میں تو یہ چاہتا ہوں کہ میرے

---

[۱] اخرجہ ابن سعد (ج ۳ ص ۸۲)

جسم پر جتنے بال ہیں اتنی میرے پاس جانیں ہوں اور ہر جان کو اللہ کے دین کی وجہ سے اس دیگ میں ڈالا جائے (میں تو اس وجہ سے رو رہا تھا کہ میرے پاس بس ایک ہی جان ہے) اس طاغیہ بادشاہ نے (ان کے اس جواب سے متاثر ہو کر) کہا کیا یہ ہو سکتا ہے کہ تم میرے سر کا بوسہ لے لو اور میں تمہیں چھوڑ دوں؟ تو حضرت عبداللہ نے اس سے کہا کہ میرے ساتھ باقی تمام مسلمان قیدیوں کو بھی چھوڑ دو گے؟ بادشاہ نے کہا ہاں باقی تمام مسلمان قیدیوں کو بھی چھوڑ دوں گا۔ حضرت عبداللہ فرماتے ہیں کہ میں نے اپنے دل میں کہا یہ اللہ کے دشمنوں میں سے ایک دشمن ہے۔ میں اس کے سر کا بوسہ لوں گا۔ یہ مجھے اور تمام مسلمان قیدیوں کو چھوڑ دے گا (اس سے تو سارے مسلمانوں کا فائدہ ہو جائے گا۔ میرا دل تو اس کام کو نہیں چاہ رہا ہے لیکن میں مسلمانوں کے فائدے کے لیئے کر لیتا ہوں) چلو اس میں کوئی حرج نہیں ہے۔ چنانچہ بادشاہ کے قریب جا کر انہوں نے اس کے سر کا بوسہ لیا۔ بادشاہ نے سارے قیدی ان کے حوالے کر دیئے۔ یہ ان سب کو لے کر حضرت عمر کی خدمت میں حاضر ہوئے اور حضرت عمر کو سارے حالات بتائے۔ تو حضرت عمر نے فرمایا کہ ہر مسلمان پر یہ لازم ہے کہ وہ عبداللہ بن حذافہ کے سر کا بوسہ لے اور سب سے پہلے میں لیتا ہوں چنانچہ حضرت عمر نے کھڑے ہو کر ان کے سر کا بوسہ لیا (تاکہ اللہ کے دشمن کو چومنے کی جو ناگواری حضرت عبداللہ کے دل میں تھی وہ دور ہو جائے)[1]

حضور ﷺ کے عام صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کا سختیاں برداشت کرنا

حضرت سعید بن جبیر فرماتے ہیں کہ میں نے حضرت عبداللہ بن عباسؓ سے پوچھا کہ کیا مشرکین حضور ﷺ کے صحابہؓ کو اتنی زیادہ تکلیفیں پہنچاتے تھے جن کی وجہ سے صحابہؓ دین کے چھوڑنے میں معذور قرار دیئے جاتے تھے؟ انہوں نے کہا ہاں اللہ کی قسم! وہ مشرک مسلمانوں کو بہت زیادہ مارتے بھی اور ان کو بھوکا اور پیاسا بھی رکھتے حتی کہ کمزوری کی وجہ سے مسلمان سیدھا نہ بیٹھ سکتے۔ اور جو شرکیہ کلمات وہ مسلمانوں سے کہلوانا چاہتے مسلمان (مجبور ہو کر جان بچانے کے لیئے) کہہ دیتے۔ وہ مشرک کسی مسلمان سے یوں کہتے کہ لات و عزیٰ

---

[1] اخرجه البیهقی وابن عساکر کذافی کنز العمال (ج ۷ ص ٦٢) قال فی الاصابة (ج ۲ ص ۲۹۷) واخرج ابن عساکر لهذه القصة شاهد امن حدیث ابن عباسؓ موصولاً آخر من فوائد هشام بن عثمان من مرسل الزهری انتهی.

بھی اللہ کے علاوہ معبود ہیں یا نہیں؟ وہ مسلمان کہہ دیتا۔ ہاں ہیں اور گندگی کا کیڑا ان کے پاس سے گزرتا تو وہ کسی مسلمان سے کہتے کہ کیا اللہ کے علاوہ یہ کیڑا تیرا معبود ہے یا نہیں؟ وہ مسلمان کہہ دیتا۔ ہاں ہے۔ چونکہ وہ مشرک مسلمانوں کو بہت زیادہ تکلیفیں پہنچاتے تھے۔ اس وجہ سے مسلمان اپنی جان بچانے کے لیئے یہ کہہ دیا کرتے تھے۔[1]

حضرت ابی بن کعبؓ فرماتے ہیں کہ جب حضور ﷺ اور آپ کے صحابہؓ مدینہ آئے اور انصار نے ان کو اپنے ہاں رہنے کی جگہ دی تو سارے عرب والوں نے ان پر ایک کمان سے تیر چلائے (یعنی سارے عرب کے لوگ ان کے دشمن ہو گئے) تو مسلمانوں کو رات بھی ہتھیار لگا کر گزرانی پڑتی اور دن کو بھی ہر وقت ہتھیار لگانے پڑتے۔ مسلمان آپس میں ایک دوسرے سے کہتے کہ کیا ہماری زندگی میں ایسا وقت بھی آئے گا کہ ہم امن اور اطمینان سے رات گزاریں اور ہمیں اللہ کے علاوہ کسی کا ڈر نہ ہو؟ اس پر یہ آیت نازل ہوئی۔

وَعَدَ اللّٰهُ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا مِنْكُمْ وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ لَيَسْتَخْلِفَنَّهُمْ فِى الْاَرْضِ.

"وعدہ کر لیا اللہ نے ان لوگوں سے جو تم میں ایمان لائے ہیں اور کئے ہیں انہوں نے نیک کام، البتہ پیچھے حاکم کر دے گا ان کو ملک میں۔"[2] اور طبرانی میں یہ روایت اس طرح ہے کہ حضرت ابی بن کعبؓ فرماتے ہیں کہ جب حضور ﷺ اور آپ کے صحابہ مدینہ آئے اور انصار نے ان کو اپنے ہاں رہنے کی جگہ دی تو تمام عرب کے لوگوں نے ان پر ایک ہی کمان سے تیر چلائے (یعنی سارے عرب والے ان کے دشمن ہو گئے) اس پر یہ آیت نازل ہوئی:۔

لَيَسْتَخْلِفَنَّهُمْ فِى الْاَرْضِ.[3]

حضرت ابو موسیٰؓ فرماتے ہیں کہ ہم لوگ ایک غزوہ میں حضور ﷺ کے ساتھ گئے (سواریاں اتنی کم تھیں کہ) ہم چھ آدمیوں کو صرف ایک اونٹ ملا جس پر ہم باری باری سوار ہوتے تھے۔ (پتھریلی زمین پر ننگے پاؤں چلنے کی وجہ سے) ہمارے پیروں میں چھالے پڑ گئے اور ہمارے پاؤں گھس گئے اور میرے دونوں پیروں میں بھی چھالے پڑ گئے اور میرے ناخن جھڑ گئے تو ہم اپنے پیروں پر پٹیاں باندھتے تھے۔ اسی وجہ سے اس غزوہ کا نام ذات الرقاع رکھا گیا کیونکہ ہم نے اپنے پیروں پر پٹیاں باندھی تھیں۔[4]

---

[1] اخرجه ابن اسحاق عن حكيم كذافي البداية (ج ۳ ص ۵۹)
[2] اخرجه ابن المنذر والطبراني في الاوسط والحاكم وابن مردويه والبيهقي في الدلائل وسعيد بن منصور كذافي الكنز (ج ۱ ص ۲۵۹) [3] قال الهيثمي (ج ۷ ص ۸۳) ورجاله ثقات
[4] اخرجه ابن عساكر وابو يعلى كذافي الكنز (ج ۵ ص ۳۱۰)

ابو نعیم نے اس حدیث کو روایت کیا ہے اور اس میں یہ بھی ہے کہ ابو بردہ راوی کہتے ہیں کہ اس حدیث کو بیان کرنے کے بعد حضرت ابو موسیٰؓ نے فرمایا کہ میں اس حدیث کو بیان نہیں کرنا چاہتا تھا یعنی انہوں نے اپنے اس عمل کو ظاہر کرنا پسند نہ فرمایا اور یہ فرمایا کہ اللہ ہی اس کا بدلہ دیں گے (کیونکہ افضل یہی ہے کہ انسان اپنے نیک عمل کو لوگوں سے چھپا کر رکھے۔ البتہ اگر کوئی دینی مصلحت ہو تو پھر لوگوں کو بتائے)۔[1]

اللہ اور اس کے رسول کی طرف دعوت دینے کی وجہ سے بھوک برداشت کرنا

حضور ﷺ کا بھوک برداشت کرنا

حضرت نعمان بن بشیرؓ فرماتے ہیں کہ کیا یہ بات نہیں ہے کہ تم جتنا چاہتے ہو کھاتے پیتے ہو؟ (یعنی اپنی مرضی کے مطابق کھاتے پیتے ہو) میں نے تمہارے نبی کریم ﷺ کو اس حال میں دیکھا ہے کہ ان کو ردی اور خراب کھجور اتنی بھی نہیں ملتی تھی کہ جس سے وہ اپنا پیٹ بھر لیں۔[2] امام مسلم نے حضرت نعمانؓ سے روایت کی ہے کہ حضرت عمرؓ نے لوگوں کو (ان کے زمانے میں) جو دنیاوی فتوحات ملیں ان کا تذکرہ فرمایا اور فرمایا کہ میں نے حضور ﷺ کو اس حال میں دیکھا ہے کہ آپ کا سارا دن بھوک کی بے چینی میں گزر جاتا تھا آپ کو اتنی بھی ردی کھجور نہیں ملتی تھی جس سے آپ اپنا پیٹ بھر لیں۔[3]

حضرت ابو ہریرہؓ فرماتے ہیں میں حضور ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوا۔ آپ بیٹھ کر نماز پڑھ رہے تھے۔ میں نے عرض کیا یا رسول اللہ! میں دیکھ رہا ہوں کہ آپ بیٹھ کر نماز پڑھ رہے ہیں۔ آپ کو کیا ہوا؟ (کیونکہ افضل یہ ہے کہ نماز کھڑے ہو کر پڑھی جائے اور آپ ہمیشہ افضل پر عمل کرتے ہیں) آپ نے فرمایا بھوک کی وجہ سے۔ یہ سن کر میں رو پڑا۔ آپ نے فرمایا اے ابو ہریرہ! مت رو کیونکہ جو آدمی دنیا میں ثواب کی نیت سے بھوک کو برداشت کرے گا۔ قیامت کے دن اس کے ساتھ حساب میں سختی نہیں کی جائے گی۔[4]

حضرت عائشہؓ فرماتی ہیں کہ حضرت ابو بکرؓ کے گھر والوں نے ایک رات ہمارے ہاں بکری کی ایک ٹانگ بھیجی۔ میں نے اس ٹانگ کو پکڑا اور حضور ﷺ نے اس کے ٹکڑے کیئے یا

---

[1] اخرجه ایضاً ابو نعیم فی الحلیة (ج ۱ ص ۲۶۰) بنحوه.

[2] اخرجه مسلم والترمذی [3] کذافی الترغیب (ج ۵ ص ۱۵٤) واخرجه ایضاً الا مام احمد والطیاسی وابن سعد وابن ماجه وابو عوانة وغیر هم کما فی الکنز (ج ٤ ص ٤١)

[4] اخرجه ابو نعیم فی الحلیة والخطیب وابن عساکر وابن النجار کذافی الکنز (ج ٤ ص ٤١)

حضرت عائشہ نے فرمایا کہ حضورؐ نے پکڑا اور میں نے ٹکڑے کئے۔ راوی کہتے ہیں کہ حضرت عائشہ جس سے بھی یہ حدیث بیان کرتیں اس سے یہ بھی فرمائیں کہ یہ کام چراغ کے بغیر ہوا۔[1] طبرانی کی روایت میں یہ بھی ہے کہ راوی کہتے ہیں کہ میں نے حضرت عائشہ سے پوچھا اے ام المومنین! (کیا یہ کام) چراغ کی روشنی میں ہوا تھا؟ انہوں نے کہا اگر ہمارے پاس چراغ جلانے کے لئے تیل ہوتا تو ہم اسے کھا لیتے۔[2] ابو یعلی نے حضرت ابو ہریرہؓ سے روایت کیا ہے کہ حضور ﷺ کے گھر والوں پر کئی چاند ایسے گزر جاتے تھے کہ نہ کسی گھر میں چراغ جلایا جاتا اور نہ آگ۔ اگر انہیں تیل مل جاتا تو اپنے جسم پر لگا لیتے اور اگر چربی مل جاتی تو اسے کھا لیتے۔[3]

حضرت ابو ہریرہؓ فرماتے ہیں کہ حضورؐ کے گھر والوں پر ایک چاند گزر جاتا پھر دوسرا چاند گزر جاتا اور حضورؐ کے کسی بھی گھر میں کچھ آگ نہ جلائی جاتی نہ روٹی کے لئے اور نہ سالن کے لیئے۔ لوگوں نے پوچھا اے ابو ہریرہ! پھر وہ کس چیز پر گزارہ کیا کرتے تھے؟ فرمایا دو کالی چیزوں پر یعنی کھجور اور پانی پر۔ ہاں حضورؐ کے پڑوسی انصار تھے اللہ تعالیٰ انہیں بہترین جزاء عطا فرمائے۔ ان کے پاس دودھ والے جانور ہوتے تھے جن کا کچھ دودھ وہ حضورؐ کے گھر والوں کو بھیج دیا کرتے۔[4]

حضرت عروہ فرماتے ہیں کہ حضرت عائشہؓ فرمایا کرتی تھیں اے میرے بھانجے! اللہ کی قسم! ہم ایک چاند دیکھتے، پھر دوسرا، پھر تیسرا، دو مہینوں میں تین چاند دیکھ لیتے اور حضور ﷺ کے گھروں میں آگ بالکل نہ جلائی جاتی۔ میں نے کہا۔ اے خالہ جان! پھر آپ لوگوں کا گزارہ کیسے ہوتا تھا؟ انہوں نے فرمایا، دو کالی چیزوں پر کھجور اور پانی پر۔ البتہ حضورؐ کے پڑوسی انصار تھے جن کے پاس دودھ والے جانور تھے۔ وہ ان کا دودھ حضورؐ کے پاس بھیج دیا کرتے۔ جو حضورؐ ہمیں پلا دیا کرتے۔[5]

حضرت عائشہؓ فرماتی ہیں کہ ہم چالیس چالیس دن اس طرح گزار لیا کرتیں کہ ہم حضور ﷺ کے گھر میں نہ آگ جلاتیں اور نہ کچھ اور۔ میں نے کہا آپ لوگ کس چیز پر گزارہ کرتے؟

---

[1] اخرجه احمد ورواته رواة الصحيح. [2] كذافي الترغيب (ج ٥ص ١٥٥) واخرجه ايضاً ابن جرير كما في الكنز (ج ٤ ص ٣٨) [3] كذافي الترغيب (ج ٥ص ١٥٥) قال الهيثمي (ج ١٠ص ٣٢٥) رواه ابو يعلي وفيه عثمان بن عطاء الخراساني وهو ضعيف وقد و ثقه رحيم وبقية رجاله ثقات [4] عند احمد قال الهيثمي (ج ١٠ ص ٣١٥) اسناده حسن ورواه البزار كذلك انتهى. [5] اخرجه الشيخان كذافي الترغيب (ج ٥ص ١٥٥) واخرجه ايضاً ابن جرير نحوه واخرجه احمد باسناد حسن والبزار عن ابي هريرةؓ بمعناه كما في المجمع (ج ١٠ ص ٣١٥)

انہوں نے کہا دو کالی چیزوں پر یعنی کھجور اور پانی پر اور وہ بھی جب میسر آجاتیں [1]۔ حضرت مسروق کہتے ہیں کہ میں حضرت عائشہؓ کی خدمت میں حاضر ہوا۔ آپ نے میرے لیئے کھانا منگایا اور فرمایا میں جب بھی پیٹ بھر لیتی ہوں اور رونا چاہوں تو رو سکتی ہوں۔ میں نے کہا کیوں؟ انہوں نے فرمایا مجھے وہ حال یاد آجاتا ہے جس حال پر حضور ﷺ نے اس دنیا کو چھوڑا تھا۔ اللہ کی قسم! آپ نے کبھی بھی ایک دن میں روٹی اور گوشت دو مرتبہ پیٹ بھر کر نہیں کھایا۔ [2]
حضرت ابن جریر نے روایت کیا ہے کہ حضرت عائشہؓ فرماتی ہیں کہ مدینہ آنے سے لے کر انتقال کے وقت تک کبھی بھی حضور ﷺ نے تین دن مسلسل گندم کی روٹی پیٹ بھر کر نہیں کھائی۔ ابن جریر نے ہی حضرت عائشہؓ سے روایت کیا ہے کہ محمد ﷺ کے گھر والوں نے حضورؐ کے انتقال تک کبھی بھی دو دن مسلسل جو کی روٹی پیٹ بھر کر نہیں کھائی۔ ابن جریر نے ہی حضرت عائشہؓ سے سے روایت کیا ہے کہ حضور ﷺ کا انتقال ہو گیا اور آپ کو دو کالی چیزیں یعنی کھجور اور پانی پیٹ بھر کر نہیں ملیں [3]۔ بیہقی کی روایت میں یہ ہے کہ حضرت عائشہؓ فرماتی ہیں کہ حضور ﷺ نے کبھی بھی تین دن تک مسلسل پیٹ بھر کر نہیں کھایا۔ اگر ہم چاہتے تو ہم بھی پیٹ بھر کر کھاتے لیکن آپ دوسروں کو کھلا دیا کرتے۔ [4]
حضرت حسنؒ فرماتے ہیں کہ حضور ﷺ اپنی جان سے لوگوں کی مدد کیا کرتے تھے۔ یہاں تک کہ اپنی لنگی میں چمڑے کا پیوند لگا لیا کرتے اور آپ نے انتقال تک کبھی تین دن تک صبح اور شام کا کھانا مسلسل نہیں کھایا۔ [5]
حضرت انسؓ فرماتے ہیں کہ حضور ﷺ نے کبھی میز پر نہیں کھایا اور آپ نے کبھی باریک چپاتی نہیں کھائی یہاں تک کہ آپ کا انتقال ہو گیا۔ اور ایک روایت میں یہ ہے کہ آپ نے اپنی آنکھوں سے کبھی بھی بھنی ہوئی بکری نہیں دیکھی۔ [6]
حضرت ابن عباسؓ فرماتے ہیں کہ حضور ﷺ اور آپ کے گھر والے مسلسل کئی راتیں بھوکے ہی گزار دیتے۔ انہیں رات کا کھانا نہ ملتا تھا اور ان کی روٹی بھی اکثر جو کی ہوتی تھی۔ [7] حضرت ابو ہریرہؓ کچھ لوگوں کے پاس سے گزرے جن کے سامنے بھنی ہوئی بکری رکھی ہوئی تھی۔ ان لوگوں نے حضرت ابو ہریرہ کو بلایا انہوں نے کھانے سے انکار کر دیا اور فرمایا حضور ﷺ دنیا سے اس حال میں تشریف لے گئے کہ آپ نے کبھی پیٹ بھر کر جو کی

---

[1] اخرجه ابن جریر ایضا كذافی الكنز (ج ٤ ص ٣٨) [2] اخرجه الترمذی كذافی الترغیب (ج ٥ ص ١٤٨) [3] كما فی الكنز (ج ٤ ص ٣٨) [4] كذافی الترغیب (ج ٥ ص ١٤٩)
[5] اخرجه ابن ابی الدنیا مرسلا [6] عند البخاری كذافی الترغیب (ج ٥ ص ١٥٣)
[7] اخرجه الترمذی وصححه.

روٹی نہیں کھائی تھی۔[1]

حضرت انسؓ فرماتے ہیں کہ حضرت فاطمہؓ نے حضور ﷺ کو جو کی روٹی کا ایک ٹکڑا پیش کیا۔ آپ نے فرمایا یہ پہلا کھانا ہے جسے تمہارے والد تین دن کے بعد کھا رہے ہیں۔ طبرانی کی روایت میں یہ بھی ہے کہ حضورؐ نے فرمایا یہ کیا ہے؟ حضرت فاطمہ نے عرض کیا یہ ٹکیہ میں نے پکائی تھی۔ مجھے یہ اچھا نہ لگا کہ میں اسے اکیلے ہی کھالوں اس لئے میں آپ کے پاس یہ ٹکڑا لے آئی۔ پھر آپ نے وہ ارشاد فرمایا جو پہلے گزرا ہے[2]۔ حضرت ابو ہریرۃؓ فرماتے ہیں کہ حضور ﷺ کے پاس گرم کھانا لایا گیا۔ آپ نے اسے نوش فرمایا اور کھانے سے فارغ ہو کر آپ نے فرمایا الحمد للہ! میرے پیٹ میں اتنے اتنے دنوں سے گرم کھانا نہیں گیا تھا۔[3]

حضرت سہل بن سعدؓ فرماتے ہیں کہ حضور ﷺ نے اپنی بعثت سے لے کر انتقال تک کبھی میدہ نہیں دیکھا۔ حضرت سہل سے پوچھا گیا کہ کیا حضورؐ کے زمانہ میں آپ لوگوں کے پاس چھلنی ہوتی تھی؟ تو انہوں نے کہا کہ حضورؐ نے اپنی بعثت سے لے کر انتقال تک کبھی چھلنی نہیں دیکھی تھی۔ تو ان سے پوچھا گیا کہ آپ لوگ جو کا آٹا بغیر چھانے ہوئے کیسے کھا لیتے تھے؟ انہوں نے کہا کہ ہم جو کو پیس کر اس پر پھونک مارتے۔ جو اڑنا ہوتا وہ اڑ جاتا۔ باقی کو ہم گوندھ لیتے[4]۔ حضرت عائشہؓ فرماتی ہیں کہ حضور ﷺ کے دستر خوان پر تھوڑی بہت بھی جو کی روٹی نہیں بچتی تھی۔ طبرانی کی ایک روایت میں یہ ہے کہ کبھی ایسا نہیں ہوا کہ حضور ﷺ کے سامنے سے دستر خوان اٹھایا گیا ہو۔ اور اس پر کھانا بچا ہوا ہو۔[5]

حضرت ابو طلحہؓ فرماتے ہیں ہم نے حضور ﷺ سے بھوک کی شکایت کی اور (بھوک کی وجہ سے ہم لوگوں نے اپنے پیٹ پر ایک ایک پتھر باندھ رکھا تھا چنانچہ) ہم نے کپڑا ہٹا کر اپنا اپنا پیٹ دکھایا تو ہر ایک کے پیٹ پر ایک ایک پتھر بندھا ہوا تھا۔ تو حضورؐ نے اپنے پیٹ مبارک سے کپڑا ہٹایا تو آپ کے پیٹ پر دو پتھر بندھے ہوئے تھے۔[6]

حضرت ابن بجیرؓ حضور ﷺ کے صحابہؓ میں سے ہیں۔ وہ فرماتے ہیں کہ ایک دن حضورؐ کو سخت بھوک لگی۔ حضورؐ نے ایک پتھر اٹھا کر اسے اپنے پیٹ پر باندھ لیا۔ پھر آپ نے فرمایا غور

---

[1] عند الترمذی والبخاری کذافی الترغیب (ج ۵ ص ۱۴۸) [2] اخرجه احمد قال الهیثمی (ج ۱۰ ص ۳۱۲) بعد ما ذکره عن احمد والطبرانی. ورجالهما ثقات.
[3] عند ابن ماجة باسناد حسن والبیهقی باسناد صحیح کذافی الترغیب (ج ۵ ص ۱۴۹)
[4] اخرجه البخاری کذافی الترغیب (ج ۵ ص ۱۵۳) [5] اخرجه الطبرانی باسناد حسن کذافی الترغیب (ج ۵ ص ۱۵۱) قال الهیثمی (ج ۱۰ ص ۳۱۳) وروی البزار بعضه
[6] اخرجه الترمذی کذافی الترغیب (ج ۵ ص ۱۵۶)

سے سنو! بہت سے لوگ دنیا میں خوب کھانا کھا رہے ہیں اور اچھی زندگی گزار رہے ہیں لیکن یہ لوگ قیامت کے دن بھوکے اور ننگے ہوں گے۔ غور سے سنو! بہت سے لوگ (دنیا میں اپنی خواہشات پر چل کر بظاہر) اپنا اکرام کر رہے ہیں لیکن (حقیقت میں) وہ اپنی توہین کر رہے ہیں (کہ قیامت کے دن وہ رسوا اور ذلیل ہوں گے) غور سے سنو! بہت سے لوگ (دنیا میں اللہ تعالیٰ کے حکموں پر چل کر بظاہر) اپنی توہین کر رہے ہیں لیکن (حقیقت میں) وہ اپنا اکرام کر رہے ہیں (کہ قیامت کے دن ان کو راحت اور عزت ملے گی[1]) حضرت عائشہؓ فرماتی ہیں کہ حضور ﷺ کے (جانے کے بعد) اس امت میں سب سے پہلے جو مصیبت پیدا ہوئی وہ پیٹ بھرنا ہے۔ کیونکہ جب کوئی قوم پیٹ بھر کر کھاتی ہے تو ان کے بدن موٹے ہو جاتے ہیں اور ان کے دل کمزور ہو جاتے ہیں اور ان کی خواہشات بے قابو ہو جاتی ہیں۔[2]

حضور ﷺ اور آپ کے گھر والوں اور حضرت ابو بکرؓ اور حضرت عمرؓ کی بھوک

حضرت ابن عباسؓ فرماتے ہیں کہ ایک دن حضرت ابو بکرؓ دوپہر کے وقت سخت گرمی میں گھر سے مسجد کی طرف چلے۔ حضرت عمرؓ نے سنا تو کہا اے ابو بکر! اس وقت آپ گھر سے باہر کیوں آئے؟ حضرت ابو بکرؓ نے کہا صرف اس وجہ سے آیا ہوں کہ سخت بھوک لگی ہوئی ہے۔ حضرت عمرؓ نے کہا اللہ کی قسم! میں بھی صرف اسی وجہ سے آیا ہوں۔ ابھی یہ دونوں آپس میں بات کر ہی رہے تھے کہ اچانک حضور ﷺ گھر سے نکل کر ان دونوں حضرات کے پاس تشریف لے آئے۔ آپ نے پوچھا اس وقت تم دونوں گھر سے باہر کیوں آئے؟ دونوں نے کہا کہ اللہ کی قسم! ہم صرف اس وجہ سے آئے ہیں کہ ہمیں سخت بھوک لگی ہوئی ہے۔ حضورؐ نے فرمایا اس ذات کی قسم! جس کے قبضہ میں میری جان ہے۔ میں بھی صرف اسی وجہ سے گھر سے باہر آیا ہوں۔ چلو تم دونوں کھڑے ہو جاؤ۔ چنانچہ یہ تینوں حضرات تشریف لے گئے اور حضرت ابو ایوب انصاریؓ کے دروازے پر پہنچ گئے اور حضرت ابو ایوب حضورؐ کے لئے کھانا یا دودھ بچا کر رکھا کرتے تھے۔ اس دن حضورؐ کو ان کے ہاں آنے میں دیر ہو گئی اور جس وقت روزانہ آیا کرتے تھے اس وقت نہ آسکے۔ تو حضرت ابو ایوب وہ کھانا اپنے گھر والوں کو کھلا کر اپنے

---

[1] اخرجه ابن ابی الدنیا کذافی الترغیب (ج ۳ ص ۴۲۲) واخرجه ایضاً الخطیب وابن منده کما فی الاصابة (ج ۲ ص ۴۸۶)
[2] اخرجه البخاری فی کتاب الضعفاء وابن ابی الدنیا فی کتاب الجوع کذافی الترغیب (ج ۳ ص ۴۲۰)

کھجوروں کے باغ میں کام کرنے چلے گئے تھے۔ جب یہ حضرات ان کے دروازے پر پہنچے تو ان کی بیوی نے باہر نکل کر ان حضرات کا استقبال کیا اور کہا خوش آمدید ہو اللہ کے نبی کریم (ﷺ) کو اور ان کے ساتھ آنے والوں کو حضورؐ نے ان سے پوچھا ابو ایوب کہاں ہیں؟ حضرت ابو ایوب اپنے باغ میں کام کر رہے تھے وہاں سے انہوں نے حضورؐ کی آواز کو سنا تو دوڑتے ہوئے آئے اور کہا خوش آمدید ہو اللہ کے نبی کریم (ﷺ) کو اور ان کے ساتھ آنے والوں کو۔ اے اللہ کے نبی! یہ وہ وقت نہیں ہے جس میں آپ آیا کرتے تھے۔ حضورؐ نے فرمایا تم ٹھیک کہتے ہو۔ چنانچہ وہ گئے اور کھجور کا ایک خوشہ توڑ کر لائے جس میں خشک اور تر اور گدر (نیم پختہ) تینوں قسم کی کھجوریں تھیں۔ حضورؐ نے فرمایا یہ تم نے کیا کیا؟ ہمارے لئے چن کر صرف خشک کھجور لاتے۔ انہوں نے کہا یا رسول اللہ! میرا دل یہ چاہا کہ آپ خشک اور تر اور گدر تینوں قسم کی کھجور کھائیں اور ابھی آپ کے لئے میں کوئی جانور بھی ذبح کروں گا۔ آپ نے فرمایا اگر تم نے ذبح کرنا ہی ہے تو دودھ والا جانور ذبح نہ کرنا۔ حضرت ابو ایوب نے سال یا سال سے کم عمر کا بکری کا بچہ ذبح کیا اور اپنی بیوی سے کہا کہ تم ہمارے لئے آٹا گوندھ کر روٹی پکاؤ۔ کیونکہ تم روٹی پکانا اچھی طرح جانتی ہو اور حضرت ابو ایوب نے بکری کے اس بچہ کے آدھے گوشت کا سالن بنایا اور آدھے کو بھون لیا۔ جب کھانا تیار ہو گیا اور نبی کریم ﷺ اور آپ کے ساتھیوں کے سامنے رکھا گیا۔ تو آپ نے تھوڑا سا گوشت روٹی پر رکھ کر حضرت ابو ایوب سے کہا اسے حضرت فاطمہ (رضی اللہ عنہا) کے پاس پہنچا دو۔ کیونکہ بہت دنوں سے انہیں ایسا کھانا نہیں ملا۔ حضرت ابو ایوب وہ لے کر حضرت فاطمہ کے پاس گئے۔ جب یہ حضرات کھا چکے اور سیر ہو گئے تو حضورؐ نے فرمایا۔ روٹی اور گوشت اور خشک کھجور اور تر کھجور اور گدر کھجور اور یہ کہہ کر آپ کی آنکھوں میں آنسو آگئے اور پھر فرمایا قسم ہے اس ذات کی جس کے قبضہ میں میری جان ہے۔ یہی وہ نعمتیں ہیں جن کے بارے میں تم سے قیامت کے دن پوچھا جائے گا۔ یہ بات آپ کے صحابہؓ کو بڑی بھاری معلوم ہوئی تو آپ نے فرمایا لیکن جب تمہیں ایسا کھانا ملے اور تم اس کی طرف ہاتھ بڑھانے لگو تو بسم اللہ پڑھا کرو۔ اور جب تم سیر ہو جاؤ تو یہ دعا پڑھو۔

الحمد للّٰہ الذی ھو اشبعنا وانعم علینا فافضل۔

ترجمہ: "تمام تعریفیں اس اللہ کے لئے ہیں جس نے ہمیں سیر کیا اور ہم پر انعام فرمایا اور ہمیں خوب دیا"۔ تو یہ دعا اس کھانے کا بدلہ ہو جائے گی (اور اب اس کھانے کے بارے میں قیامت کے دن سوال نہیں کیا جائے گا) جب آپ وہاں سے اٹھے تو حضرت ابو ایوب کو فرمایا کہ کل ہمارے پاس آنا۔ آپ کی عادت شریفہ یہ تھی کہ جو بھی آپ کے ساتھ بھلائی کرتا آپ

اسے اس کا بدلہ دینا پسند فرماتے۔ حضرت ابو ایوبؓ نے حضورؐ کی یہ بات نہ سنی۔ تو حضرت عمرؓ نے ان سے کہا کہ حضورؐ تمہیں کل اپنے پاس آنے کا حکم دے رہے ہیں۔ چنانچہ وہ اگلے دن حضورؐ کی خدمت میں آئے۔

حضور ﷺ نے ان کو اپنی باندی دے دی۔ اور فرمایا اے ابو ایوب اس کے ساتھ اچھا سلوک کرنا کیونکہ یہ جب تک ہمارے پاس رہی ہے ہم نے اس میں خیر ہی دیکھی ہے۔ حضرت ابو ایوب جب اس باندی کو حضورؐ کے ہاں سے لے آئے تو فرمایا کہ حضورؐ کی اس وصیت کی سب سے بہتر صورت یہ ہے کہ میں اسے آزاد کر دوں۔ چنانچہ اسے آزاد کر دیا۔[1]

حضرت ابن عباسؓ نے حضرت عمر بن خطابؓ کو فرماتے ہوئے سنا کہ ایک دن حضور ﷺ دوپہر کے وقت گھر سے باہر تشریف لائے تو حضرت ابو بکرؓ کو آپ نے مسجد میں پایا تو آپ نے فرمایا تم اس وقت گھر سے باہر کیوں آئے؟ انہوں نے عرض کیا یا رسول اللہ! جس وجہ سے آپ آئے ہیں۔ پھر حضرت عمر بن خطابؓ آگئے حضورؐ نے فرمایا اے ابن خطاب! تم گھر سے باہر کیوں آئے؟ انہوں نے عرض کیا جس وجہ سے آپ دونوں آئے ہیں۔ پھر حضرت عمر بھی بیٹھ گئے اور حضورؐ ان دونوں حضرات سے بات کرنے لگ گئے پھر آپ نے فرمایا کیا تم دونوں میں اتنی ہمت ہے کہ کھجوروں کے اس باغ تک چلے چلو؟ وہاں تمہیں کھانا اور پانی اور سایہ مل جائے گا۔ پھر آپ نے فرمایا آؤ ابو الہیثم بن تیہان انصاری کے گھر چلتے ہیں اس کے بعد آگے لمبی حدیث ذکر کی ہے[2]۔ حافظ منذری نے جلد ۵ صفحہ ۱۶۷ پر فرمایا ہے کہ بظاہر یہ قصہ ایک مرتبہ حضرت ابو الہیثم کے ساتھ پیش آیا ہے اور ایک مرتبہ حضرت ابو ایوب انصاری کے ساتھ۔

حضرت فاطمہؓ فرماتی ہیں کہ حضور اقدس ﷺ ایک دن ان کے پاس تشریف لائے اور فرمایا میرے دونوں بیٹے حسن اور حسین کہاں ہیں؟ حضرت فاطمہ نے کہا کہ صبح کو ہمارے گھر میں چکھنے کے لئے بھی کوئی چیز نہ تھی۔ تو حضرت علی (رضی اللہ عنہ) نے کہا میں ان دونوں کو اپنے ساتھ لے جاتا ہوں۔ کیونکہ مجھے ڈر ہے کہ یہ دونوں تمہارے پاس (بھوک کی وجہ سے) روتے رہیں گے اور تمہارے پاس کوئی چیز ہے نہیں۔ چنانچہ وہ فلاں یہودی کے ہاں (مزدوری کے لیے) گئے ہیں۔ حضورؐ ان کے پاس تشریف لے گئے (آپ جب وہاں پہنچے

---

[1] اخرجه الطبرانی وابن حبان فی صحیحه کذافی الترغیب (ج ۳ ص ۴۳۱)

[2] اخرجه البزار وابو یعلی والعقیلی وابن مردویه والبیهقی فی الدلائل وسعید بن منصور کما فی کنز العمال (ج ۴ ص ۴۰) واخرجه مسلم مختصرا ولم یسم الرجل الا نصاری هکذا رواه مالك بلا غا با ختصار

تو) دیکھا کہ دونوں بچے ایک حوض میں کھیل رہے ہیں اور ان دونوں کے سامنے کچھ کھجوریں رکھی ہوئی ہیں۔ آپ نے فرمایا اے علی! کیا گرمی تیز ہونے سے پہلے تم میرے دونوں بیٹوں کو گھر نہیں واپس لے جاتے؟ انہوں نے کہا آج صبح ہمارے گھر میں کوئی چیز نہیں تھی۔ یارسول اللہ! آپ تھوڑی دیر تشریف رکھیں میں فاطمہ کے لئے بھی کچھ کھجوریں جمع کرلوں۔ حضورؐ وہاں بیٹھ گئے، تھوڑی دیر میں حضرت فاطمہ کیلئے کچھ کھجوریں جمع ہوگئیں۔ حضرت علی نے ان کھجوروں کو ایک کپڑے میں باندھ لیا۔ پھر وہ حضورؐ کے پاس آئے۔ پھر حضورؐ نے ایک بچے کو اٹھایا۔ دوسرے کو حضرت علی نے اٹھایا یہاں تک کہ دونوں گھر واپس لے آئے۔[1]

حضرت عطاءؒ فرماتے ہیں کہ مجھے یہ خبر پہنچی کہ حضرت علیؓ نے فرمایا کہ کئی دن ایسے گزرے کہ نہ ہمارے پاس کوئی چیز تھی اور نہ حضور ﷺ کے پاس۔ میں (گھر سے) باہر نکلا۔ تو مجھے راستہ میں ایک دینار پڑا ہوا ملا۔ تھوڑی دیر تو میں سوچتا رہا کہ اسے اٹھاؤں یا نہ اٹھاؤں لیکن بالآخر میں نے اسے اٹھالیا کیونکہ (کئی دن کے فاقہ کی وجہ سے) ہم بڑی مشقت میں تھے۔ میں اسے لے کر ایک دکان پر گیا اور اس کا آٹا خرید کر حضرت فاطمہؓ کے پاس لایا اور میں نے کہا اسے گوندھ کر روٹی پکاؤ۔ چنانچہ وہ آٹا گوندھنے لگیں) بھوک کی وجہ سے) ان کی کمزوری کا یہ حال تھا کہ ان کی پیشانی کے بال (آٹے کے) برتن سے ٹکرا رہے تھے۔ پھر انہوں نے روٹی پکائی پھر میں نے حضور ﷺ کی خدمت میں حاضر ہو کر سارا قصہ سنایا آپ نے فرمایا تم اسے کھالو۔ کیونکہ یہ وہ روزی ہے جو اللہ تعالیٰ نے تم کو (غیبی خزانہ سے) عطا فرمائی ہے۔[2]

حضرت محمد بن کعب قرظی بیان کرتے ہیں کہ حضرت علیؓ نے فرمایا میں نے اپنے آپ کو حضور ﷺ کے ساتھ اس حال میں دیکھا ہے کہ میں بھوک کی وجہ سے اپنے پیٹ پر پتھر باندھے ہوئے تھا اور آج میرا یہ حال ہے کہ میرے مال کی زکوۃ چالیس ہزار دینار تک پہنچ گئی ہے اور ایک روایت میں یہ ہے کہ آج میری زکوٰۃ چالیس ہزار ہے۔[3]

حضرت ام سلیمؓ فرماتی ہیں کہ ان سے حضور ﷺ نے (بھوک کی وجہ سے پریشان دیکھ کر) فرمایا تم صبر سے کام لو اللہ کی قسم! محمد (ﷺ) کے گھرانے میں سات دن سے کوئی چیز

---

[1] اخرجه الطبراني باسناد حسن كذافي الترغيب (ج ٥ص ١٧١) وقال الهيثمي (ج ١٠ ص ٣١٦) اسناده حسن۔ [2] اخرجه هناد واخرجه العدني عن محمد بن كعب القرظي مطولاً كذافي الكنز (ج ٧ص ٣٢٨) واخرجه ابو داؤد (ج ١ص ٢٤٠) عن سهل بن سعدؓ مطولاً۔

[3] واخرجه احمد ورجال الروايتين رجال الصحيح غير شريك بن عبدالله النخعي وهو حسن الحديث ولكن اختلف في سماع محمد بن كعب عن علي رضي الله عنه كذافي مجمع الزوائد للهيثمي (ج ٩ص ١٢٣)

نہیں ہے اور تین دن سے تو ان کی کسی ہانڈی کے نیچے آگ نہیں جلی ہے۔ اللہ کی قسم! اگر میں اللہ تعالیٰ سے یہ سوال کروں کہ وہ تہامہ کے تمام پہاڑوں کو سونے کا بنادے تو یقیناً اللہ تعالیٰ ضرور بنادیں گے۔[1]

حضرت سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ کی بھوک

حضرت سعدؓ فرماتے ہیں کہ حضور ﷺ کے ساتھ مکہ میں ہم لوگوں نے بڑی تنگی سے اور بڑی تکلیفوں کے ساتھ زندگی گزاری ہے۔ جب تکلیفیں آنے لگیں تو ہم نے ان پر صبر کیا اور ہمیں تنگی اور تکلیف برداشت کرنے کی عادت پڑگئی اور ہم نے خوشی خوشی ان پر صبر کیا۔ میں نے اپنے آپ کو حضورؐ کے ساتھ مکہ میں اس حال میں دیکھا ہے کہ میں ایک رات پیشاب کرنے نکلا جہاں میں پیشاب کر رہا تھا وہاں سے میں نے کسی چیز کی کھڑ اکھڑاہٹ کی آواز سنی میں نے غور سے دیکھا تو وہ اونٹ کی کھال کا ایک ٹکڑا تھا جسے میں نے اٹھالیا پھر اسے دھو کر جلایا پھر اسے دو پتھروں کے درمیان رکھ کر پیس کر سفوف سا بنالیا۔ پھر اسے پھانک کر میں نے پانی پی لیا اور میں نے تین دن اسی پر گزارے۔[2]

حضرت سعد بن ابی وقاصؓ فرماتے ہیں کہ عربوں میں سب سے پہلے میں نے اللہ کے راستہ میں تیر چلایا ہے۔ ہم لوگ حضور ﷺ کے ساتھ غزوات میں جایا کرتے تھے۔ ہمارا کھانا صرف ببول اور کیکر کے پتے ہوا کرتے تھے۔ جس کا نتیجہ یہ ہوا کہ ہم لوگ بکریوں کی طرح مینگنیاں کیا کرتے تھے۔ جو علیحدہ علیحدہ ہوتیں (خشک ہونے کی وجہ سے) ان میں چپکاہٹ نہ ہوتی۔[3]

حضرت مقداد بن اسود اور ان کے دو ساتھیوںؓ کی بھوک

حضرت مقداد بن اسودؓ فرماتے ہیں کہ ایک مرتبہ میں اور میرے دو ساتھی اس حال میں آئے کہ بھوک اور فقر و فاقہ کی وجہ سے ہمارے کانوں کی سننے کی طاقت اور آنکھوں کی دیکھنے کی طاقت بالکل ختم ہونے والی تھی۔ ہم لوگ اپنے آپ کو حضورؐ کے صحابہؓ پر پیش کرنے لگے (کہ ہمیں اپنے ہاں لے کر کھلائیں پلائیں) لیکن ہمیں کسی نے قبول نہ کیا (اس لئے ہم سب کا حال ایک جیسا تھا) یہاں تک کہ حضور ﷺ ہمیں اپنے گھر لے آئے۔ آپ کے گھر والوں کی صرف تین بکریاں تھیں جن کا وہ دودھ نکالا کرتے تھے۔ آپ ہمارے درمیان دودھ تقسیم کیا کرتے

---

[1] اخرجه الطبراني كذافي الكنز (ج ٤ ص ٤٢) [2] اخرجه ابو نعيم في الحلية (ج ١ ص ٩٣)
[3] اخرجه الشيخان كذافي الترغيب (ج ٥ ص ١٧٩) واخرجه ابو نعيم في الحلية (١ ص ١٨) وابن سعد (ج ٣ ص ٩٩) بنحوه

تھے اور ہم لوگ حضورؐ کا حصہ اٹھا کر رکھ دیا کرتے۔ آپ جب تشریف لاتے تو اتنی آواز سے سلام کرتے کہ جاگنے والا سن لے اور سونے والے کی آنکھ نہ کھلے۔ ایک دن مجھ سے شیطان نے کہا کہ کیا ہی اچھی بات ہو اگر تم (حضورؐ کے حصے کا) یہ گھونٹ بھر (دودھ بھی) پی لو۔ کیونکہ حضورؐ انصار کے پاس چلے جائیں گے تو وہ حضورؐ کی کچھ نہ کچھ تواضع کر ہی دیں گے۔ شیطان میرے پیچھے پڑا رہا یہاں تک کہ میں نے حضورؐ کے حصے کا دودھ پی لیا۔ جب میں پی چکا تو شیطان مجھے شرمندہ کرنے لگا اور کہنے لگا یہ تم نے کیا کیا؟ محمد ﷺ آئیں گے اور جب اپنے حصے کا دودھ نہ پائیں گے تو تیرے لئے بددعا کریں گے تو تو برباد ہو جائے گا۔ میرے دونوں ساتھی تو اپنے حصے کا دودھ پی کر سو گئے اور مجھے نیند نہ آئے۔ میں نے ایک چادر اوڑھی ہوئی تھی (جو اتنی چھوٹی تھی کہ) اگر میں اس سے سر ڈھکتا تو پیر کھل جاتے اور پیر ڈھکتا تو سر کھل جاتا۔ اتنے میں حضورؐ اپنے معمول کے مطابق تشریف لائے اور کچھ دیر آپ نے نماز پڑھی۔ پھر آپ نے اپنے پینے کے برتن پر نظر ڈالی۔ جب آپ کو اس میں کچھ نظر نہ آیا تو آپ نے اپنے ہاتھ اٹھائے۔ میں نے اپنے دل میں کہا کہ اب حضورؐ میرے لیئے بددعا کریں گے اور میں برباد ہو جاؤں گا۔ لیکن حضورؐ نے یہ دعا فرمائی اے اللہ! جو مجھے کھلائے تو اسے کھلا اور جو مجھے پلائے تو اسے پلا۔ یہ سنتے ہی (خلاف توقع حضورؐ کے دعا کرنے سے متاثر ہو کر) میں نے چھری اٹھائی اور اپنی چادر لی اور بکریوں کی طرف چلا اور ان کو ٹٹولنے لگا کہ ان میں سے کونسی موٹی ہے تاکہ میں اسے حضورؐ کے لیئے ذبح کروں لیکن میں یہ دیکھ کر حیران ہو گیا کہ تمام بکریوں کے تھن دودھ سے بھرے ہوئے تھے (حالانکہ تھوڑی دیر پہلے ان کا دودھ نکالا تھا) حضورؐ کے گھر والے جس برتن میں دودھ نکالنا پسند کرتے تھے میں نے وہ برتن لیا اور میں نے اس میں اتنا دودھ نکالا کہ اس کے اوپر جھاگ آ گئی۔ پھر میں نے حضور ﷺ کی خدمت میں آکر وہ دودھ پیش کیا۔ آپ نے اس میں سے پھر نوش فرمایا۔ پھر مجھے دیا میں نے اس میں سے پیا میں نے پھر آپ کو پیش کیا۔ آپ نے اس میں سے پھر نوش فرمایا۔ پھر مجھے دے دیا۔ میں نے اس میں سے دوبارہ پیا۔ (چونکہ یہ سب کچھ میری توقع کے خلاف ہوا تھا اس لیئے مجھے بہت زیادہ خوشی ہوئی) اور پھر میں (خوشی کے مارے) ہنسنے لگا اور میں ہنسی کے مارے لوٹ پوٹ ہو گیا اور زمین کی طرف جھک گیا۔ آپ نے مجھ سے فرمایا اے مقداد! یہ تیری حرکتوں میں سے ایک حرکت ہے۔ تو میں نے جو کچھ کیا تھا وہ میں آپ کو سنانے لگا (سن کر) آپ نے فرمایا یہ (خلاف عادت اس وقت بکریوں سے دودھ مل جانا تو) صرف اللہ تعالیٰ کے فضل و کرم سے ہی ہوا ہے۔ اگر تم اپنے دونوں ساتھیوں کو بھی اٹھا

لیتے اور وہ بھی اس دودھ میں سے کچھ پی لیتے (تو یہ زیادہ اچھا تھا) میں نے عرض کیا قسم ہے اس ذاتکی جس نے آپ کو حق دیکر بھیجا ہے۔ جب آپ نے یہ دودھ نوش فرمالیا اور آپ کا بچا ہوا دودھ مجھے مل گیا تو اب مجھے کسی کی پرواہ نہیں ہے، کسی کو ملے یا نہ ملے[1] (یہ انہوں نے حضورؐ کے تبرک کے مل جانے پر خوشی کے اظہار کے لئے کہا ہے) ابو نعیم نے طارق کے ذریعہ سے یہ روایت یوں بیان کی ہے کہ حضرت مقدادؓ فرماتے ہیں کہ جب ہم لوگ مدینہ پہنچے تو حضورؐ کے حصے میں آئے تھے اور ہمارے پاس صرف ایک بکری تھی جس کا دودھ ہم آپس میں تقسیم کرلیا کرتے تھے۔[2]

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ کی بھوک

حضرت مجاہد بیان کرتے ہیں کہ حضرت ابو ہریرہؓ فرمایا کرتے تھے کہ اللہ کی قسم! میں بھوک کی وجہ سے اپنے جگر کو زمین سے چپٹا دیتا تھا اور بھوک کی وجہ سے اپنے پیٹ پر پتھر باندھ لیا کرتا تھا۔ ایک دن میں اس راستہ پر بیٹھ گیا جس راستے سے یہ حضرات آتے جاتے تھے۔ چنانچہ حضرت ابو بکرؓ وہاں سے گزرے۔ میں نے ان سے کتاب اللہ کی ایک آیت کے بارے میں پوچھا۔ میں نے تو صرف اس لئے پوچھا تھا تاکہ یہ مجھے اپنے ساتھ اپنے گھر لے جائیں لیکن انہوں نے ایسا نہ کیا۔ (غالباً ان کا ذہن اس طرف منتقل نہیں ہوا یا ان کو اپنے گھر کا حال معلوم ہوگا کہ وہاں بھی کچھ نہیں ہے) پھر حضرت عمرؓ وہاں سے گزرے میں نے ان سے بھی کتاب اللہ کی ایک آیت کے بارے میں پوچھا میں نے تو صرف اس لئے پوچھا تھا تاکہ وہ مجھے اپنے ساتھ اپنے گھر لے جائیں لیکن انہوں نے ایسا نہ کیا۔ اتنے میں حضرت ابو القاسم (حضور ﷺ کا وہاں سے گزر ہوا۔ آپ نے میرے چہرہ کا (خستہ) حال دیکھ کر میرے دل کی بات پہچان لی اور فرمایا او ابو ہریرہ! میں نے کہا لبیک یا رسول اللہ! آپ نے فرمایا میرے ساتھ آؤ (میں ساتھ ہولیا۔ حضورؐ گھر تشریف لے گئے) میں نے گھر کے اندر آنے کی اجازت چاہی۔ آپ نے مجھے اجازت دے دی۔ میں نے گھر میں دودھ کا ایک پیالہ رکھا ہوا پایا۔ آپ نے (اپنے گھر والوں سے) پوچھا یہ دودھ تمہارے پاس کہاں سے آیا ہے؟ انہوں نے بتایا کہ فلاں نے (یا کہا فلاں کے گھر والوں نے) ہمیں ہدیہ میں بھیجا ہے۔ آپ نے فرمایا اے ابو ہر (حضورؐ نے پیار و شفقت کی وجہ سے ان کے نام ابو ہریرہ کو مختصر کر کے ابو ہر کر دیا) میں نے عرض کیا لبیک یا رسول اللہ! آپ نے فرمایا جاؤ اہل صفہ کو میرے پاس بلا لاؤ۔ حضرت ابو ہریرہ فرماتے ہیں کہ اہل صفہ

---

[1] اخرجه ابو نعيم في الحلية (ج ١ ص ١٧٣) [2] كذافي الحلية (ج ١ ص ١٧٤)

اسلام کے مہمان تھے جن کا نہ کوئی گھر تھا اور نہ ان کے پاس مال تھا۔ جب حضورؐ کی خدمت میں کہیں سے ہدیہ آتا تو خود بھی استعمال فرماتے اور اہل صفہ کو بھی دے دیتے اور جب آپ کے پاس صدقہ آتا تو خود استعمال نہ فرماتے بلکہ وہ سارے کا سارا اہل صفہ کے پاس بھیج دیتے اور اس میں سے خود کچھ استعمال نہ فرماتے۔ اہل صفہ کو بلانے سے مجھے بڑی پریشانی ہوئی کیونکہ مجھے امید تھی کہ اس دودھ میں سے مجھے اتنا مل جائے گا کہ جس سے باقی ایک دن رات آسانی سے گزر جائے گا اور پھر میں ہی قاصد بن کر جا رہا ہوں۔ جب وہ لوگ آئیں گے تو میں ہی ان کو (دودھ پینے کو) دوں گا۔ تو میرے لئے تو دودھ کچھ نہیں بچے گا لیکن اللہ اور اس کے رسول کی مانے بغیر چارہ بھی نہیں تھا۔ چنانچہ میں گیا اور ان کو بلا لایا۔ انہوں نے آکر (حضورؐ سے اندر آنے کی) اجازت مانگی۔ آپ نے ان کو اجازت دی۔ وہ گھر کے اندر آکر اپنی جگہوں پر بیٹھ گئے۔ حضور ﷺ نے فرمایا اے ابوہر (یہ پیالہ) لو اور ان کو دینا شروع کرو۔ میں نے پیالہ لے کر ان کو دینا شروع کیا۔ ہر آدمی پیالہ لیتا اور اتنا پیتا کہ سیراب ہو جاتا۔ پھر مجھے پیالہ واپس کرتا۔ حتی کہ میں نے سب کو پلا دیا اور وہ پیالہ میں نے حضورؐ کی خدمت میں پیش کیا۔ آپ نے پیالہ اپنے دست مبارک میں لیا اور ابھی اس میں دودھ باقی تھا۔ پھر آپ نے اپنا سر اٹھایا اور مجھے دیکھ کر مسکرائے اور فرمایا اے ابوہر! میں نے کہا لبیک یا رسول اللہ! آپ نے فرمایا بس میں اور تم باقی رہ گئے میں نے کہا یا رسول اللہ! آپ نے سچ فرمایا۔ حضورؐ نے فرمایا لو اب تم بیٹھ جاؤ اور تم پیو۔ چنانچہ میں بیٹھ گیا اور میں نے خوب دودھ پیا۔ آپ نے فرمایا اور پیو میں نے اور پیا۔ آپ مجھ سے بار بار فرماتے رہے کہ اور پیو اور میں اور پیتا رہا یہاں تک کہ میں نے کہا قسم ہے اس ذات کی جس نے آپ کو حق دے کر بھیجا ہے اب میں اپنے میں اس دودھ کے لئے کوئی راستہ نہیں پاتا ہوں یعنی اور دودھ پینے کی گنجائش نہیں ہے۔ آپ نے فرمایا اچھا پیالہ مجھے دے دو۔ میں نے آپ کو پیالہ دیا آپ نے وہ بچا ہوا دودھ نوش فرمایا۔[1]

حضرت ابوہریرہؓ فرماتے ہیں کہ ایک مرتبہ مجھ پر تین دن ایسے گزرے کہ مجھے کھانے کو کچھ نہ ملا میں گھر سے صفہ جانے کے ارادہ سے چلا لیکن میں (راستہ میں کمزوری کی وجہ سے) گرنے لگا مجھے (دیکھ کر) بچے کہتے کہ ابوہریرہ کو جنون ہو گیا ہے میں پکار کر کہتا نہیں۔ تم مجنوں ہو۔ یہاں تک کہ ہم صفہ پہنچ گئے۔ وہاں میں نے دیکھا کہ حضور ﷺ کی خدمت میں دو پیالے ثرید لایا گیا ہے اور آپ نے اہل صفہ کو بلا رکھا ہے اور وہ ثرید کھا رہے ہیں۔ میں گردن

---

[1] اخرجه احمد واخرجه ایضاً البخاری والترمذی وقال صحیح کذافی البدایة (ج ٦ ص ١٠١) واخرجه الحاکم وقال صحیح علی شرطهما۔

اونچی کر کے دیکھنے لگا۔ تا کہ حضورؐ مجھے بلالیں (میں اس کوشش میں تھا) کہ اہل صفہ (کھانے سے فارغ ہو کر) کھڑے ہو گئے اور پیالہ کے کناروں میں تھوڑا سا کھانا بچا ہوا تھا اس سب کو حضورؐ نے جمع فرمایا تو ایک لقمہ بن گیا جسے آپ نے اپنی انگلیوں پر رکھ کر مجھ سے فرمایا بسم اللہ پڑھ کر کھاؤ۔ قسم ہے اس ذات کی جس کے قبضہ میں میری جان ہے میں اس لقمہ میں سے کھاتا رہا یہاں تک کہ میرا پیٹ بھر گیا (اور لقمہ ختم نہ ہوا)[1]

حضرت ابن سیرینؒ بیان کرتے ہیں کہ ہم لوگ حضرت ابو ہریرہؓ کے پاس (بیٹھے ہوئے) تھے۔ آپ نے کتان کے گیروے رنگ کے دو کپڑے پہنے ہوئے تھے (کتان السی کا پودا ہے جس سے کپڑے تیار ہوتے ہیں) آپ نے کتان کے ایک کپڑے سے ناک صاف کر کے کہا واہ، واہ۔ آج ابو ہریرہ کتان کے کپڑے سے ناک صاف کر رہا ہے۔ حالانکہ میں نے اپنے آپ کو اس حال میں دیکھا ہے کہ میں حضور ﷺ کے منبر اور حضرت عائشہؓ کے حجرے کے درمیان بے ہوش پڑا رہتا تھا۔ گزرنے والے مجھے مجنون سمجھ کر اپنے پاؤں سے میری گردن دباتے تھے (اس زمانے میں جنون کا علاج گردن کو پاؤں سے دبانے سے کیا جاتا تھا) حالانکہ یہ جنون کا اثر نہیں تھا بلکہ میں بھوک کی زیادتی کی وجہ سے بے ہوش ہو جاتا تھا۔[2] ابن سعد کی روایت میں مزید یہ مضمون بھی ہے کہ میں نے اپنے آپ کو اس حال میں دیکھا ہے کہ میں عفان کے بیٹے اور غزوان کی بیٹی کے ہاں مزدوری پر کام کیا کرتا تھا اور میری مزدوری یہ تھی کہ مجھے کھانا ملے گا اور (سفر میں) اپنی باری پر سوار ہونے کا موقع ملے گا۔ جب وہ لوگ سوار ہو جاتے تو میں سواری کو پیچھے سے ہانکتا اور جب وہ کہیں ٹھہرتے تو میں ان کی خدمت کرتا۔ ایک دن غزوان کی بیٹی نے مجھ سے کہا تم ننگے پاؤں سواری کے پاس آیا کرو اور کھڑے کھڑے اس پر سوار ہوا کرو (یعنی ہم تمہاری وجہ سے دیر نہیں کر سکتے۔ نہ اس کا انتظار کر سکتے ہیں کہ تم پاس آکر جوتی اتارو اور پھر سوار ہو اور نہ تمہیں سوار کرنے کے لئے سواری کو بٹھا سکتے ہیں) اور اب اللہ تعالیٰ نے غزوان کی بیٹی سے میری شادی کرا دی ہے تو میں نے بھی اس کو (ازراہ مذاق اس کی بات یاد کراتے ہوئے) کہا تو ننگے پاؤں سواری کے پاس آیا کر اور کھڑے کھڑے اس پر سوار ہوا کر اور اس سے پہلے ابن سعد نے سلیم بن حیان سے یہ روایت کی ہے کہ وہ فرماتے ہیں کہ میں نے اپنے والد سے سنا وہ فرما رہے تھے کہ میں نے

---

[1] اخرجه ابن حبان في صحيحه كذافي الترغيب (ج ٥ ص ١٧٦)

[2] اخرجه البخاري والترمذي كذافي الترغيب (ج ٣ ص ٣٩٧) واخرجه ايضاً ابو نعيم في الحلية (ج ١ ص ٣٧٨) وعبدالرزاق بنحوه وابن سعد (ج ٤ ق ٢ ص ٣ز) نحوه وزاد

حضرت ابو ہریرہؓ کو فرماتے ہوئے سنا کہ میں نے یتیمی کی حالت میں پرورش پائی اور مسکینی کی حالت میں ہجرت کی اور میں بسرہ بنت غزوان کے ہاں مزدوری پر کام کرتا تھا جس کے بدلہ میں مجھے کھانا اور باری پر سواری پر سوار ہونا ملتا تھا۔ وہ لوگ جب کہیں اترتے تو میں ان کی خدمت کرتا اور جب وہ سوار ہو جاتے تو حدی پڑھتا۔ پھر اللہ تعالیٰ نے بسرہ سے ہی میری شادی کر دی۔ تمام تعریفیں اس اللہ کے لئے ہیں جس نے دین کو تمام کاموں کے ٹھیک ہونے کا ذریعہ بنایا اور ابو ہریرہ کو امام بنایا۔

حضرت عبداللہ بن شقیق فرماتے ہیں میں حضرت ابو ہریرہؓ کے ساتھ مدینہ میں ایک سال رہا۔ ایک دن ہم لوگ حضرت عائشہؓ کے حجرہ شریف کے پاس بیٹھے ہوئے تھے۔ آپ نے مجھ سے کہا کہ ہم لوگوں نے اپنے آپ کو اس حال میں دیکھا ہے کہ ہمارے کپڑے صرف کھردری اور موٹی چادریں ہوا کرتے تھے اور کئی کئی دن گزر جاتے تھے اور ہمیں اتنا بھی کھانا نہیں ملتا تھا کہ جس سے ہم اپنی کمر سیدھی کر سکیں۔ اور ہمارا پیٹ اندر کو پچکا ہوا ہوتا تھا۔ اس پر پتھر رکھ کر ہم اسے کپڑے سے باندھ لیا کرتے تھے تاکہ ہماری کمر سیدھی رہے۔[1] امام احمدؒ حضرت ابو ہریرہؓ سے روایت کرتے ہیں کہ انہوں نے فرمایا کہ نبی کریم ﷺ کے زمانہ میں ہمارا کھانا صرف کھجور اور پانی تھا۔ اللہ کی قسم! ہمیں تمہاری یہ گندم نظر بھی نہیں آتی تھی اور ہمیں پتہ بھی نہیں تھا کہ یہ گندم کیا چیز ہوتی ہے؟ اور حضورؐ کے زمانہ میں ہمارا لباس دیہاتیوں والی اونی چادر تھا۔[2]

حضرت اسماء بنت ابو بکر صدیقؓ کی بھوک

حضرت اسماء بنت ابو بکرؓ فرماتی ہیں کہ حضور ﷺ نے بنو نضیر کے علاقہ میں حضرت ابو سلمہ اور حضرت زبیرؓ کو ایک زمین بطور جاگیر دی۔ ایک مرتبہ میں اس زمین میں تھی اور (میرے خاوند) حضرت زبیر حضورؐ کے ساتھ سفر میں گئے ہوئے تھے اور ہمارا پڑوسی ایک یہودی تھا۔ اس نے ایک بکری ذبح کی جس کا گوشت پکایا گیا اور اس کی خوشبو مجھے آنے لگی (اس کی خوشبو سونگھنے سے) میرے دل میں (گوشت کھانے کی) ایسی زبردست خواہش پیدا ہوئی کہ اس سے پہلے ایسی خواہش کبھی پیدا نہیں ہوئی تھی اور میں اپنی بیٹی خدیجہ کے ساتھ امید

---

[1] اخرجه احمد ورواته رواة الصحيح كذافى الترغيب (ج ۵ ص ۱۷۷) وقال الهيثمى (ج ۱۰ ص ۳۲۱) رجاله رجال الصحيح [2] قال الهيثمى (ج ۱۰ ص ۳۲۱) رجاله رجال الصحيح رواه بزار باختصار انتهى

سے تھی۔ مجھ سے صبر نہ ہو سکا اور میں اس یہودی کی بیوی کے پاس آگ لینے اس خیال سے گئی کہ وہ مجھ کو کچھ گوشت کھلا دے گی حالانکہ مجھے آگ کی کوئی ضرورت نہ تھی۔ جب میں نے وہاں جا کر خوشبو سونگھی اور اپنی آنکھوں سے گوشت دیکھ لیا تو گوشت کی خواہش اور بڑھ گئی تو جو آگ لینے گئی اور پھر تیسری مرتبہ گئی (وہ یہودی عورت ہر مرتبہ مجھے آگ دے دیتی اور گوشت نہ دیتی) چنانچہ میں بیٹھ کر رونے لگی اور اللہ سے دعا کرنے لگی کہ اتنے میں اس کا خاوند آگیا اور اس نے پوچھا کیا تمہارے پاس کوئی آیا تھا؟ اس کی بیوی نے کہا ہاں یہ عربی عورت آگ لینے آئی تھی۔ تو اس یہودی نے کہا جب تک تم اس گوشت میں سے کچھ اس عربی عورت کے پاس بھیج نہیں دو گی اس وقت تک میں اس گوشت میں سے کچھ نہیں کھاؤں گا۔ چنانچہ اس نے چلو بھر گوشت کا سالن بھیجا۔ تو اس وقت روئے زمین پر اس سے زیادہ پسند یدہ کھانا میرے لئے اور کوئی نہیں تھا۔[1]

نبی کریم ﷺ کے عام صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کی بھوک

نبی کریم ﷺ کے صحابی حضرت ابو جہاد سے ان کے بیٹے نے کہا اے ابا جان! آپ لوگوں نے حضور ﷺ کو دیکھا اور ان کی صحبت میں رہے۔ اللہ کی قسم! اگر میں حضور کو دیکھ لیتا تو میں یہ کرتا اور وہ کرتا تو ان سے ان کے والد حضرت ابو جہاد نے کہا اللہ سے ڈرو اور سیدھے چلتے رہو۔ قسم ہے اس ذات کی جس کے قبضہ میں میری جان ہے۔ ہم لوگوں نے غزوہ خندق کی رات اپنا یہ حال دیکھا کہ آپؐ یہ فرما رہے تھے کہ جو جا کر ان (دشمنوں) کی خبر لے کر ہمارے پاس آئے گا اللہ تعالیٰ قیامت کے دن اسے میرا ساتھی بنا دیں گے چونکہ مسلمانوں کو بھوک بہت زیادہ لگی ہوئی تھی اور سردی بہت زیادہ پڑ رہی تھی۔ اس وجہ سے اس کام کے لئے کوئی بھی نہ کھڑا ہوا۔ یہاں تک کہ حضورؐ نے تیسری مرتبہ میرا نام لے کر پکارا اے حذیفہ![2] آگے سردی برداشت کرنے کے باب میں حضرت حذیفہ کی لمبی حدیث اسی کے ہم معنیٰ آئے گی۔

حضرت ابن مسعودؓ فرماتے ہیں کہ حضور ﷺ نے اپنے صحابہؓ کے چہروں میں بھوک کے آثار دیکھ کر فرمایا تمہیں خوشخبری ہو عنقریب تم پر ایسا زمانہ آئے گا کہ تمہیں صبح کو بھی ثرید کا

---

[1] اخرجه الطبراني كذافي الاصابة (ج ٤ ص ٢٨٤) قال الهيثمي (ج ٨ ص ١٦٦) وفيه ابن لهيعة وحديثه حسن وبقية رجاله رجال الصحيح انتهى. [2] اخرجه ابو نعيم واخرجه الدولابي من هذا الوجه كذافي الاصابة (ج ٤ ص ٣٥)

ایک پیالہ کھانے کو ملے گا اور اسی طرح شام کو بھی۔ صحابہؓ نے عرض کیا یا رسول اللہ! اس وقت تو ہم بہتر ہوں گے آپ نے فرمایا نہیں آج تم اس دن سے بہتر ہو۔ [1]

حضرت محمد بن سیرینؒ فرماتے ہیں کہ حضور ﷺ کے بعض صحابہ پر تین دن مسلسل ایسے گزر جاتے کہ انہیں کھانے کی کوئی چیز نہ ملتی تو وہ کھال کو بھون کر اسے کھالیا کرتے اور جب کوئی چیز نہ ملتی تو پتھر لے کر پیٹ پر باندھ لیتے۔ [2]

حضرت فضالہ بن عبیدؓ فرماتے ہیں کہ حضور ﷺ جب لوگوں کو نماز پڑھاتے تو بہت سے اہل صفہ بھوک کی کمزوری کی وجہ سے نماز میں گر جاتے اور انہیں دیکھ کر دیہاتی لوگ کہتے کہ ان کو جنون ہو گیا ہے۔ جب حضورؐ نماز سے فارغ ہوتے تو ان کی طرف متوجہ ہو کر فرماتے کہ (اس بھوک پر) تمہیں اللہ کے ہاں جو ملے گا اگر وہ تمہیں معلوم ہو جائے تو تم یہ چاہنے لگو کہ یہ فقر و فاقہ اور بڑھ جائے۔ [3]

حضرت انسؓ فرماتے ہیں کہ حضور ﷺ کے سات سات صحابہؓ صرف ایک کھجور چوس کر گزارہ کرتے اور گرے ہوئے پتے کھایا کرتے تھے جس کی وجہ سے ان کے جبڑے سوج جاتے تھے۔ [4]

حضرت ابو ہریرہؓ فرماتے ہیں کہ ایک مرتبہ حضور ﷺ کے سات صحابہؓ کو سخت بھوک لگی حضورؐ نے مجھے سات کھجوریں دیں۔ ہر آدمی کے لیے ایک کھجور۔ [5]

حضرت ابو ہریرہؓ فرماتے ہیں کہ ایک دن مجھے سخت بھوک لگی۔ بھوک کی وجہ سے میں گھر سے مسجد کی طرف چلا۔ مجھے حضور ﷺ کے چند صحابہؓ ملے انہوں نے کہا اے ابو ہریرہ! اس وقت تم کس وجہ سے باہر آئے ہو؟ میں نے کہا صرف بھوک کی وجہ سے انہوں نے کہا ہم بھی اللہ کی قسم! صرف بھوک کی وجہ سے باہر آئے ہیں ہم وہاں سے اٹھے اور حضور ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوئے۔ آپ نے فرمایا تم لوگ اس وقت کیوں آئے ہو؟ ہم نے عرض کیا یا رسول اللہ! بھوک کی وجہ سے۔ حضورؐ نے ایک طباق منگایا جس میں کھجوریں تھیں۔ آپ نے ہم میں سے ہر آدمی کو دو دو کھجوریں دیں اور فرمایا کہ یہ دو کھجوریں کھالو اور اوپر سے پانی پی لو۔ انشاء اللہ یہ آج کے دن کے لئے کافی ہو جائیں گی۔ حضرت ابو ہریرہ فرماتے ہیں کہ میں

---

[1] اخرجه البزار باسناد جيد كذافي الترغيب (ج ۳ص ۴۲۲) [2] اخرجه ابن ابي الدنيا باسناد جيد كذافي الترغيب (ج ۵ص ۱۷۹) [3] اخرجه الترمذی و صححه وابن حبان في صحيحه كذافي التر غيب (ج ۵ص ۱۷۶) واخرجه ابو نعيم في الحلية (ج ۱ص ۳۳۹) مختصرا [4] اخرجه الطبراني قال الهيثمي (ج ۱۰ص ۳۲۲) وفيه خليد بن دعلج وهو ضعيف اه
[5] اخرجه ابن ماجة باسناد صحيح كذا في الترغيب (ج ۵ص ۱۷۸)

نے ایک کھجور کھالی اور دوسری کھجور اپنی لنگی میں رکھ لی۔ حضورؐ نے فرمایا اے ابو ہریرہ! تم نے یہ کھجور کیوں رکھی ہے؟ میں نے کہا میں نے اپنی والدہ کے لئے رکھی ہے۔ آپ نے فرمایا تم اسے کھالو ہم تمہیں تمہاری والدہ کے لئے دو کھجوریں اور دے دیں گے۔ چنانچہ آپ نے والدہ کے لئے دو کھجوریں اور عنایت فرمائیں۔ ل

حضرت انسؓ فرماتے ہیں کہ حضور ﷺ خندق کی طرف تشریف لے گئے تو مہاجرین اور انصار صبح صبح سخت سردی میں خندق کھود رہے تھے اور ان کے پاس غلام نہیں تھے جو ان کو یہ کام کر دیتے۔ حضورؐ نے ان کی تھکن اور بھوک کو دیکھ کر فرمایا:۔

اللھم ان العیش عیش الأخرہ فاغفر الانصار والمھاجرہ

اے اللہ! اصل زندگی تو آخرت کی زندگی ہے۔ لہذا آپ انصار اور مہاجرین کی مغفرت فرمادیں۔

صحابہؓ نے حضورؐ کے جواب میں یہ شعر پڑھا:۔

نحن الذین بایعوا محمداً علی الجھاد ما بقینا ابداً

ہم نے محمد ﷺ سے اس بات پر بیعت کی ہے کہ جب تک دنیا میں رہیں گے جہاد کرتے رہیں گے۔ ٢

حضرت انسؓ فرماتے ہیں کہ مہاجرین اور انصار مدینہ کے ارد گرد خندق کھود رہے تھے اور اپنی کمر پر مٹی اٹھا کر باہر لا رہے تھے اور یہ کہتے جاتے تھے:۔

نحن الذین بایعوا محمداً علی الاسلام ما بقینا ابداً

ہم لوگوں نے محمد ﷺ سے اس بات پر بیعت کی ہے کہ جب تک دنیا میں رہیں گے اسلام پر چلتے رہیں گے۔ حضورؐ ان کے جواب میں یہ فرماتے تھے:۔

اللھم انه لا خیر الا خیر الأخرہ فبارك فی الانصار والمھاجرہ

اے اللہ! اصل بھلائی تو آخرت کی بھلائی ہے۔ اس لئے انصار اور مہاجرین میں برکت عطا فرما:۔

حضرت انسؓ فرماتے ہیں کہ دو مٹھی جَو اس پگھلی ہوئی چربی میں ان حضرات کیلئے تیار کئے جاتے جس کا ذائقہ بدلا ہوا ہوتا اور پھر ان کے سامنے رکھ دیئے جاتے اور یہ حضرات بھوکے ہوتے (اس لئے کھا جاتے) حالانکہ یہ کھانا بدمزہ، حلق میں اٹکنے والا اور کچھ بدبو دار ہوتا۔ ٣

---

١ عند ابن سعد (ج ٤ ص ٣٢٩) ٢ اخرجه البخاری

٣ عند البخاری ایضاً کذافی البدایة (ج ٤ ص ٩٥)

حضرت جابرؓ فرماتے ہیں کہ ہم غزوہ خندق کے دن (خندق) کھود رہے تھے کہ ایک سخت اور بڑی چٹان سامنے آگئی صحابہؓ نے حضور اکرم کی خدمت میں آکر عرض کیا کہ خندق میں ایک سخت چٹان سامنے آگئی ہے (جس پر کدال اثر ہی نہیں کرتی) آپ نے فرمایا اچھا میں خود (خندق میں) اترتا ہوں۔ پھر آپ کھڑے ہوئے اور آپ کے پیٹ پر ایک پتھر بندھا ہوا تھا اور ہم سب نے بھی تین دن سے کوئی چیز نہ چکھی تھی۔[1] آگے لمبی حدیث ذکر کی ہے۔ حضرت ابن عباسؓ فرماتے ہیں کہ حضور ﷺ اور آپ کے صحابہ نے خندق کھودی اور انہوں نے بھوک کی وجہ سے اپنے پیٹ پر پتھر باندھے ہوئے تھے۔[2] آگے لمبی حدیث ذکر کی ہے۔ ان دونوں حدیثوں کو ہم صحابہ کرام کی تائیدات غیبیہ کے باب میں ذکر کریں گے اور ابن ابی شیبہ نے حضرت جابر کی اسی حدیث کو ذکر کیا ہے اور اس کے آخر میں یہ ہے کہ انہوں نے مجھے بتایا کہ اس دن صحابہ کرام کی تعداد آٹھ سو تھی۔[3]

حضرت عبداللہ بن عامر بن ربیعہ اپنے والد حضرت عامرؓ سے نقل کرتے ہیں کہ حضور ﷺ بعض مرتبہ ہمیں سریہ میں (جہاد کے لئے) بھیج دیتے اور ہمارا زادراہ صرف کھجور کی ایک زنبیل ہوتی اور پہلے ہمارا امیر ایک ایک مٹھی کھجور ہم لوگوں میں تقسیم کرتا پھر آخر میں ایک ایک کھجور تقسیم کرتا۔ میں نے اپنے والد سے کہا کہ ایک کھجور کیا کام دیتی تھی؟ انہوں نے کہا اے بیٹے یہ نہ کہو جب ہمیں ایک کھجور ملنی بھی بند ہو گئی تب ہمیں ایک کھجور کی ضرورت کا اندازہ ہوا۔[4]

حضرت جابرؓ فرماتے ہیں کہ حضور ﷺ نے ایک دفعہ ہمیں قریش کے ایک تجارتی قافلہ کے مقابلہ کے لئے بھیجا اور حضرت ابو عبیدہ بن الجراحؓ کو ہمارا امیر بنایا اور آپ نے ہمیں کھجوروں کی ایک زنبیل بطور توشہ کے دی۔ آپ کو اس زنبیل کے علاوہ ہمارے لئے اور کوئی توشہ نہ ملا۔ چنانچہ حضرت ابو عبیدہ ہمیں ایک کھجور دیتے۔ حضرت جابر کے شاگرد کہتے ہیں کہ میں نے کہا کہ آپ لوگ ایک کھجور کا کیا کیا کرتے تھے؟ انہوں نے کہا ہم ایک کھجور کو ایسے چوستے تھے جیسے بچہ (دودھ) چوستا ہے اور اوپر سے ہم پانی پی لیا کرتے تھے۔ تو وہ ایک کھجور ہمیں صبح سے رات تک کے لئے کافی ہو جاتی تھی۔ ہم اپنی لاٹھیوں سے پتے جھاڑتے اور

---

[1] اخرجه البخاری (ج ۲ ص ۵۸۸) کذافی البدایة (ج ٤ ص ۹۷)
[2] عند الطبرانی کذافی البدایة (ج ٤ ص ۱۰۰)
[3] کذافی البدایة (ج ٤ ص ۹۸)
[4] اخرجه ابو نعیم فی الحلیة (ج ۱ ص ۱۷۹) واخرجه ایضاً احمد والبزار والطبرانی قال الهیثمی (ج ۱۰ ص ۳۱۹) وفیه المسعودی وقد اختلط و کان ثقة

انہیں پانی میں بھگو کر کھالیا کرتے۔ آگے پوری حدیث کو ذکر کیا ہے۔[1]

امام مالک اور حضرات شیخین بخاری و مسلم اور دیگر حضرات نے اس حدیث کو روایت کیا ہے اور ان کی روایت میں یہ ہے کہ اس سفر میں صحابہ کرام کی تعداد تین سو تھی۔ طبرانی نے اپنی روایت میں چھ سو سے کچھ زیادہ کی تعداد لکھی ہے۔[2] امام مالک کی روایت میں یہ ہے کہ حضرت جابر کے شاگرد کہتے ہیں کہ میں نے پوچھا ایک کھجور کیا کام دیتی ہو گی؟ انہوں نے فرمایا کہ جب وہ بھی ختم ہو گئی تو ہمیں اس کی قدر معلوم ہوئی۔

حضرت ابو خنیس غفاریؓ فرماتے ہیں کہ وہ غزوہ تہامہ میں حضور ﷺ کے ساتھ تھے۔ جب ہم عسفان پہنچے تو صحابہؓ نے حضورؐ کی خدمت میں حاضر ہو کر کہا یا رسول اللہ! بھوک نے ہمیں کمزور کر دیا۔ آپ ہمیں اجازت دیں ہم سواری کے جانور (ذبح کر کے) کھالیں۔ آپ نے فرمایا بہت اچھا (کھالو) پھر حضرت عمر بن خطابؓ کو اس بات کا پتہ چلا۔ انہوں نے حضورؐ کی خدمت میں آکر عرض کیا یا نبی اللہ! یہ آپ نے کیا کیا؟ آپ نے لوگوں کو سواری کے جانور ذبح کرنے کا حکم دے دیا (اس طرح تو سواریاں ختم ہو جائیں گی) تو لوگ پھر کس پر سوار ہوں گے۔ آپ نے فرمایا اے ابن الخطاب! پھر تمہاری کیا رائے ہے؟ انہوں نے کہا کہ میری رائے یہ ہے کہ آپ لوگوں سے یہ کہیں کہ ان کے توشہ میں جتنا بچا ہوا ہے وہ سب آپ کی خدمت میں لے آئیں۔ پھر آپ اس سارے کو ایک برتن میں جمع کریں اور آپ پھر مسلمانوں کے لئے اللہ سے (برکت کی) دعا کریں۔ چنانچہ آپ نے لوگوں کو اس کا حکم دیا۔ سب نے اپنے بچے ہوئے توشہ کو ایک برتن میں ڈال دیا۔ پھر آپ نے مسلمانوں کے لئے دعا فرمائی۔ پھر آپ نے فرمایا تم اپنے اپنے برتن لے آؤ۔ چنانچہ ہر آدمی نے اس میں سے اپنا برتن بھر لیا آگے پوری حدیث کو ذکر کیا۔[3]

حضرت عمر بن خطابؓ فرماتے ہیں کہ ہم لوگ ایک غزوہ میں حضور ﷺ کے ساتھ تھے ہم نے عرض کیا یا رسول اللہ! دشمن سامنے آگیا ہے (ان کے پاس کھانے کا خوب سامان ہے اس وجہ سے) ان کے پیٹ تو بھرے ہوئے ہیں اور ہم لوگ بھوکے ہیں۔ اس پر انصار نے کہا کیا ہم اپنے اونٹ ذبح کر کے لوگوں کو نہ کھلا دیں؟ حضورؐ نے فرمایا جس کے پاس جو کچھ بچا ہوا کھانا ہے وہ اسے لے آئے۔ چنانچہ لوگ لانے لگے، کوئی ایک مد لاتا، کوئی صاع لاتا

---

[1] اخرجه البيهقي كذافي البداية (ج ٤ ص ٢٧٦) وكما سياتي في باب كيف ايدت الصحابة

[2] قال الهيثمي (ج ١٠ ص ٣٢٢) وفيه زمعة بن صالح وهو ضعيف

[3] اخرجه البزار والطبراني ورجاله ثقات كذافي الهيثمي (ج ٨ ص ٣٠٣)

(ایک مد ۱۴ چھٹانک کا ہوتا ہے اور ایک صاع ۲ ۱/۲ ۔ ۳ سیر کا) کوئی کم لاتا، کوئی زیادہ۔ تو سارے لشکر سے بیس صاع سے کچھ زیادہ کھانے کا سامان جمع ہوا۔ حضورؐ نے اس کے ایک طرف بیٹھ کر برکت کی دعا فرمائی۔ پھر آپ نے فرمایا کہ (اس میں سے آرام سے) لیتے جاؤ اور لوٹ مار نہ مچاؤ۔ چنانچہ ہر آدمی اپنی زنبیل میں اور اپنی بوری میں ڈال کر لے جانے لگا۔ اور انہوں نے اپنے تمام برتن بھر لئے یہاں تک کہ بعض حضرات نے تو اپنی آستین میں گرہ لگا کر اس میں بھر لیا (اس زمانے میں آستین بڑی ہوتی تھی) جب سب لے جا چکے تو کھانا جوں کا توں اسی طرح تھا (اس میں کوئی کمی نہ آئی تھی) پھر حضور ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ میں گواہی دیتا ہوں کہ اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں ہے اور میں اللہ کا رسول ہوں۔ جو بندہ بھی سچے دل سے اس کلمہ کو پڑھے گا اور اسے لے کر اللہ کے ہاں حاضر ہوگا اللہ تعالیٰ اسے آگ کی گرمی سے ضرور بچائیں گے۔ [1]

حضرت سہل بن سعدؓ فرماتے ہیں کہ ہمارے قبیلہ کی ایک عورت اپنے کھیت میں چقندر لگایا کرتی تھی۔ جب جمعہ کا دن آتا تو وہ چقندر کی جڑیں نکال کر ایک ہانڈی میں ڈال دیتی اور پھر ایک مٹھی جو پیس کر اس میں ڈال دیتی تو چقندر کی جڑیں گوشت والی بڈی کا کام دیتیں۔ ہم جمعہ کی نماز پڑھ کر اس عورت کے پاس جاتے اور اسے سلام کرتے وہ عورت یہ کھانا ہمارے سامنے رکھتی۔ ہمیں اس کے اس کھانے کی وجہ سے جمعہ کے دن کا بڑا شوق ہوتا اور ایک روایت میں یہ ہے کہ اس میں چربی اور چکنائی بالکل نہ ہوتی اور ہمیں جمعہ کے دن کی بڑی خوشی ہوتی۔ [2]

حضرت ابن ابی اوفیٰؓ فرماتے ہیں کہ ہم نے حضورؐ کے ساتھ سات غزوے ایسے کئے جن میں ہم ٹڈی کھایا کرتے تھے۔ [3]

حضرت ابن ابی اوفیٰؓ فرماتے ہیں ہم ایک غزوہ میں تھے ہمارا کچھ مشرکوں سے مقابلہ ہوا۔ ہم نے ان کو شکست دے دی۔۔ وہ سب وہاں سے بھاگ گئے۔ ہم نے ان کی جگہ پر قبضہ کر لیا تو وہاں راکھ پر روٹی پکانے کے تندور بھی تھے۔ ہم ان کے تندرو کی پکی ہوئی روٹیاں کھانے لگے ہم نے جاہلیت میں یہ سنا تھا کہ (جو گندم کی) روٹی کھائے گا وہ موٹا ہو جائے گا۔

---

[1] عند ابی یعلی قال الهیثمی (ج ٨ ص ٣٠٤) وفيه عاصم بن عبيد الله وثقه العجلی وضعفه جماعة وبقية رجاله ثقات انتهى. [2] اخرجه البخاری كذافي الترغيب (ج ٥ ص ١٧٣)

[3] اخرجه ابن سعد (ج ٤ ص ٣٩) واخرجه ابو نعيم في الحلية (ج ٧ ص ٢٤٦) عن ابن ابی اوفیٰؓ نحوه

چنانچہ جب ہم نے یہ روٹیاں کھالیں تو ہم میں سے ہر آدمی اپنے بازوؤں کو دیکھنے لگا کہ کیا وہ موٹا ہو گیا ہے ؟[1] امام ہیثمی نے فرمایا ہے کہ ایک روایت میں یہ ہے کہ ہم لوگ غزوہ خیبر کے دن حضور ﷺ کے ساتھ تھے۔ ہمارا دشمن میدہ کی روٹیاں چھوڑ کر بھاگ گیا[2] حضرت ابو ہریرہؓ فرماتے ہیں کہ جب ہم نے خیبر فتح کر لیا تو چند یہودیوں کے پاس سے ہمارا گزر ہوا جو اپنے تندور کی راکھ میں روٹیاں چھوڑ کر بھاگ گئے۔ پھر ہم نے ان روٹیوں کو آپس میں تقسیم کیا۔ مجھے بھی روٹی کا ایک ٹکڑا ملا جس کا کچھ حصہ جلا ہوا تھا۔ میں نے یہ سن رکھا تھا کہ جو (گندم کی) روٹی کھائے گا وہ موٹا ہو جائے گا۔ چنانچہ روٹی کھا کر میں اپنے بازوؤں کو دیکھنے لگا کہ کیا میں موٹا ہو گیا ہوں۔[3]

دعوت الی اللہ کی وجہ سے سخت پیاس کو برداشت کرنا

حضرت ابن عباسؓ فرماتے ہیں کہ حضرت عمر بن خطابؓ سے لوگوں نے عرض کیا کہ ہمیں ساعۃ العسرۃ یعنی مشکل گھڑی (اس سے مراد غزوہ تبوک ہے) کا کچھ حال بتائیں۔ حضرت عمر نے فرمایا ہم لوگ سخت گرمی میں غزوہ تبوک کے لئے نکلے۔ ایک مقام پر پہنچ کر ہمیں اتنی سخت پیاس لگی کہ ہم سمجھنے لگے کہ ہماری گردنیں ٹوٹ جائیں گی (یعنی ہم مر جائیں گے) ہم میں سے بعض کا تو یہ حال تھا کہ وہ کجاوہ کی تلاش میں جاتا تو واپسی میں اس کا اتنا برا حال ہو جاتا کہ وہ یوں سمجھنے لگتا کہ اس کی گردن ٹوٹ جائے گی اور بعض لوگوں نے اپنے اونٹ ذبح کیئے اور اس کی اوجھڑی میں سے پھوس نکال کر اسے نچوڑا اور اسے پیا اور اس باقی پھوس کو اپنے پیٹ اور جگر پر رکھ لیا (تاکہ باہر سے کچھ ٹھنڈک اندر پہنچ جائے) حضرت ابوبکر صدیقؓ نے عرض کیا یا رسول اللہ! اللہ تعالیٰ کا آپ کے ساتھ دستور یہ ہے کہ آپ کی دعا کو ضرور قبول فرماتے ہیں۔ اس لیئے آپ ہمارے لیئے دعا فرمائیں۔ حضورؐ نے اپنے دونوں ہاتھ آسمان کی طرف اٹھائے (اور اللہ سے دعا مانگی) اور ابھی ہاتھ نیچے نہیں کئے تھے کہ آسمان میں بادل آگئے۔ پہلے تو بوندا باندی ہوئی پھر موسلا دھار بارش شروع ہو گئی۔ صحابہ کرامؓ نے جتنے برتن ساتھ تھے وہ سارے بھر لیئے۔ پھر (بارش بند ہونے کے بعد) ہم دیکھنے گئے (کہ کہاں تک بارش ہوئی ہے) تو دیکھا کہ جہاں تک لشکر تھا صرف وہاں تک بارش ہوئی ہے۔ لشکر کے

---

[1] اخرجه الطبرانی ورواته رواة الصحیح كذافی الترغیب (ج ٥ ص ١٧٧)
[2] قال الهیثمی (ج ١٠ ص ٣٢٤) رواه كله الطبرانی ورجاله رجال الصحیح انتهى
[3] عند ابی نعیم فی الحلیة (ج ٦ ص ٣٠٧)

باہر بارش نہیں ہوئی۔ [1]

حضرت حبیب بن ابی ثابتؒ فرماتے ہیں کہ حضرت حارث بن ہشام اور حضرت عکرمہ بن ابی جہل اور حضرت عیاش بن ابی ربیعہؓ جنگ یرموک کے دن (لڑائی کے لئے) نکلے (اور اتنا لڑے کہ) زخموں سے چور ہو کر گر پڑے۔ حضرت حارث بن ہشام نے پینے کے لئے پانی مانگا۔ (جب ان کے پاس پانی آگیا تو) حضرت عکرمہ نے ان کو دیکھا (تو پانی لانے والے سے) حضرت حارث نے کہا یہ پانی عکرمہ کو دے دو۔ ابھی حضرت عکرمہ نے پانی لیا ہی تھا کہ ان کی طرف حضرت عیاش نے دیکھا تو حضرت عکرمہؓ نے کہا یہ پانی عیاش کو دے دو۔ ابھی پانی حضرت عیاش تک پہنچا نہیں تھا کہ روح پرواز کر گئی پھر پانی لے کر حضرت عکرمہ اور حضرت حارث کے پاس گئے تو ان دونوں کا بھی انتقال ہو چکا تھا۔ [2]

حضرت محمد بن حنفیہؒ فرماتے ہیں کہ حضرت ابو عمرو انصاری جنگ بدر میں اور بیعت عقبہ ثانیہ میں اور جنگ احد میں شریک ہوئے تھے میں نے ان کو (ایک میدان جنگ میں) دیکھا کہ انہوں نے روزہ رکھا ہوا ہے اور وہ پیاس سے بے چین ہو رہے ہیں اور وہ اپنے غلام سے کہہ رہے ہیں تیرا بھلا ہو مجھے ڈھال دے دو۔ غلام نے ان کو ڈھال دی۔ پھر انہوں نے تیر پھینکا۔ (جسے کمزوری کی وجہ سے) زور سے نہ پھینک سکے اور یوں تین تیر چلائے پھر فرمایا میں نے رسول اللہ ﷺ کو فرماتے ہوئے سنا کہ جس نے اللہ کے راستہ میں تیر چلایا وہ تیر نشانہ تک پہنچے یا نہ پہنچے یہ تیر اس کے لئے قیامت کے دن نور ہوگا۔ چنانچہ سورج ڈوبنے سے پہلے شہید ہو گئے۔ [3] ایک روایت میں ہے کہ انہوں نے غلام سے کہا مجھ پر پانی چھڑکو۔ چنانچہ اس نے ان پر پانی چھڑکا۔

---

[1] اسنده ابن وهب اسناده جيد لم يخرجوه كذافي البداية (ج ٥ ص ٩) واخرجه ابن جرير عن يونس عن ابن وهب با سناده مثله كما في التفسير لا بن كثير (ج ٢ ص ٣٩٦) واخرجه البزار والطبراني في الا وسط ورجال البزار ثقات قاله الهيثمي (ج ٦ص ١٩٤)

[2] اخرجه ابو نعيم وابن عساكر كذافي كنز العمال (ج ٥ص ٣١٠) واخرجه الحاكم في المستدرك (ج ٣ص ٢٤٦) بنحوه واخرجه الزبير عن عمه عن جده عبدالله بن مصعب فذكره بمعناه الا انه جعل مكان عياش سهيل بن عمرو واخرجه ابن سعد عن حبيب نحو رواية ابي نعيم كذافي الا ستيعاب (ج ٣ص ١٥٠)

[3] اخرجه الطبراني كذافي الترغيب (ج٢ ص ٤٠٤) و اخرجه الحاكم (ج ٢ ص ٣٩٥)

دعوتُ الی اللہ کی وجہ سے سخت سردی برداشت کرنا

حضرت ابوریحانہؓ فرماتے ہیں کہ وہ ایک غزوہ میں حضور ﷺ کے ساتھ تھے۔ فرماتے ہیں کہ ایک رات ہم لوگ ایک اونچی جگہ ٹھہرے۔ وہاں اتنی سخت سردی پڑی کہ میں نے دیکھا کہ لوگ گڑھا کھود کر اس میں بیٹھ گئے اور اپنے اوپر اپنی ڈھال ڈال لی جب حضورؐ نے یہ حالت دیکھی تو آپ نے فرمایا آج رات ہمارا پہرہ کون دے گا؟ میں اس کے لئے ایسی دعا کروں گا جو اس کے حق میں ضرور قبول ہوگی۔ ایک انصاری نے کھڑے ہو کر کہا یا رسول اللہ! میں (پہرہ دوں گا) آپ نے فرمایا تم کون ہو اس نے کہا فلاں۔ آپ نے فرمایا قریب آجاؤ۔ چنانچہ وہ انصاری قریب آئے۔ حضورؐ نے اس کے کپڑے کا ایک کنارہ پکڑ کر دعا کرنی شروع کی جب میں نے (وہ دعا) سنی تو میں نے کہا میں بھی تیار ہوں۔ آپ نے فرمایا تم کون ہو؟ میں نے کہا ابو ریحانہ آپ نے میرے لئے بھی دعا فرمائی لیکن میرے ساتھی سے کم۔ پھر آپ نے فرمایا جو آنکھ اللہ کے راستہ میں پہرہ دے اس آنکھ پر آگ حرام کر دی گئی ہے۔[1] اور اسی باب سے متعلق حضرت حذیفہؓ کی حدیث بھی ہے جو عنقریب آرہی ہے۔

دعوت الی اللہ کی وجہ سے کپڑوں کی کمی برداشت کرنا

حضرت خباب بن ارتؓ فرماتے ہیں کہ میں نے حضرت حمزہؓ کو اس حال میں دیکھا کہ ہمیں ان کے کفن کے لیئے ایک چادر کے علاوہ اور کوئی کپڑا نہ ملا۔ (اور وہ بھی اتنی چھوٹی تھی) کہ جب ہم اس سے ان کے پاؤں ڈھکتے تو ان کا سر کھل جاتا اور جب سر ڈھکتے تو پاؤں کھل جاتے۔ آخر ہم نے چادر سے ان کے سر کو ڈھک دیا اور ان کے پیروں پر اذخر گھاس ڈال دی۔[2]

حضرت شفاء بنت عبد اللہؓ فرماتی ہیں کہ میں ایک مرتبہ حضور ﷺ کی خدمت میں کچھ مانگنے کے لئے آئی۔ تو آپ (دینے سے) معذرت کرنے لگے (کہ آپ کے پاس کچھ تھا ہی نہیں) اور میں (تعلق کی وجہ سے) آپ سے کچھ ناراض ہونے لگی۔ اتنے میں نماز کا وقت آگیا۔ میں وہاں سے نکل کر اپنی بیٹی کے پاس گئی جو شرحبیل بن حسنہؓ کے نکاح میں تھی۔ میں نے شرحبیل کو گھر میں پایا۔ میں نے کہا نماز کا وقت ہو گیا ہے اور تم ابھی تک گھر میں ہو اور میں اسے ملامت کرنے لگی۔ اس نے کہا اے خالہ جان! آپ مجھے ملامت نہ کریں۔ میرے

---

[1] اخرجه احمد والنسائي والطبراني كذافي الاصابة (ج ٢ ص ١٥٦) قال الهيثمي (ج ٥ ص ٢٨٧) رجال احمد ثقات واخرجه البيهقي (ج ٩ ص ١٤٩) ايضاً بنحوه

[2] اخرجه الطبراني كذافي المنتخب (ج ٥ ص ١٧٠)

پاس ایک ہی کپڑا تھا جسے حضور ﷺ عاریتاً لے گئے ہیں تو میں نے کہا میرے ماں باپ آپ پر قربان ہوں میں آج آپ سے ناراض ہو رہی تھی اور آپ کی یہ حالت ہے (کہ کپڑا بھی دوسرے سے مانگ کر پہنا ہوا ہے) اور مجھے معلوم نہیں۔ پھر حضرت شرحبیل نے کہا وہ بھی ایک ایسی قمیض تھی جسے ہم نے پیوند لگا رکھا تھا۔[1]

حضرت ابن عمرؓ فرماتے ہیں کہ ایک مرتبہ حضور ﷺ بیٹھے ہوئے تھے اور آپ کے پاس حضرت ابو بکر صدیقؓ بھی تھے۔ حضرت ابو بکرؓ نے ایک چوغہ پہنا ہوا تھا جس کے گریبان میں اپنے سینہ پر (بٹن کے بجائے) کانٹے لگا رکھے تھے کہ اتنے میں حضرت جبرائیل تشریف لائے اور حضور کو اللہ کا سلام پہنچایا۔ اور عرض کیا یا رسول اللہ! کیا بات ہے کہ میں دیکھ رہا ہوں کہ حضرت ابو بکر نے چوغہ پہن رکھا ہے جس کے گریبان میں (بٹن کے بجائے) کانٹے لگا رکھے ہیں؟ آپ نے فرمایا اے جبرائیل! ابو بکر نے اپنا سارا مال فتح مکہ سے پہلے ہی مجھ پر (یعنی میرے دین پر) خرچ کر دیا۔ (اب ان کے پاس اتنا بھی نہیں بچا کہ وہ بٹن لگا سکیں) حضرت جبرائیل نے کہا آپ ابو بکر کو اللہ کا سلام پہنچا دیں اور ان سے فرمائیں کہ تمہارا رب تم سے پوچھ رہا ہے کہ تم اپنے اس فقر میں مجھ سے راضی ہو یا ناراض؟ حضرت ابو بکر (یہ سن کر) رو پڑے اور کہنے لگے کیا میں اپنے رب سے ناراض ہو سکتا ہوں؟ میں اپنے رب سے (اس حال میں بھی) راضی ہوں۔ میں اپنے رب سے راضی ہوں۔[2] حضرت علیؓ فرماتے ہیں کہ میں نے محمد ﷺ کی بیٹی حضرت فاطمہ (رضی اللہ عنہا) سے شادی کی اور (تنگدستی کی وجہ سے یہ حال تھا کہ) میرے اور ان کے پاس مینڈھے کی کھال کے علاوہ اور کوئی بستر نہیں تھا جس پر رات کو ہم سو جاتے تھے۔ اور دن میں ہم اس پر پانی لادنے والے اونٹ کو چارہ کھلاتے تھے۔ اور حضرت فاطمہ کے علاوہ میرے پاس کوئی خادم بھی نہیں تھا۔[3]

حضرت ابو بردہؓ فرماتے ہیں کہ مجھ سے میرے والد (حضرت ابو موسیٰ اشعریؓ) نے کہا اگر تم ہمیں بارش ہونے کے بعد حضور ﷺ کے ساتھ دیکھتے تو تمہیں ہمارے کپڑوں کی بو بھیڑ

---

[1] اخرجه الطبرانی والبیهقی كذافی الترغیب (ج ۳ص ۳۹۶) واخرجه ایضا ابن عساكر كما فی الكنز (ج ٤ص ٤١) وابن ابی عاصم ومن طريقه ابو نعيم كما فی الاصابة (ج ٤ص ٣٤٢) وقال وفی سنده عبدالوهاب بن الضحاك وهو واه واخرجه ايضا ابن منده كما فی الاصابة (ج ٢ص ٢٧١) والحاكم فی المستدرك (ج ٤ص ٥٨)

[2] اخرجه ابو نعيم فی الحلية (ج ٧ص ١٠٥) واخرجه ايضا ابو نعيم فی فضائل الصحابه عن ابی هريرة بمعناه قال ابن كثير فيه غرابة شديدة وشيخ الطبرانی عبدالرحمن بن معاوية العتبی و [illegible] محمد بن نصر الفارسی لا اعرفهما ولم ارا حدا ذكرهما كذافی منتخب كنز العمال (ج ٤ ص [illegible])

[3] اخرجه هناد والدينوری عن الشعبی كذافی الكنز (ج ٧ص ١٣٣)

جیسی لگتی (کیونکہ ہمارے اکثر کپڑے بھیڑ کی اون کے ہوتے تھے) [1] ابن سعد اس حدیث کو حضرت ابو بردہ سے اس طرح نقل کرتے ہیں کہ حضرت ابو بردہ فرماتے ہیں کہ مجھ سے میرے والد حضرت ابو موسیٰؓ نے فرمایا اے میرے بیٹے! اگر تم ہمیں بارش ہونے کے بعد حضور ﷺ کے ساتھ دیکھتے تو تم ہمارے اونی کپڑوں سے بھیڑ جیسی بو محسوس کرتے۔ [2] اسی طرح طبرانی نے حضرت ابو موسیٰؓ سے یہ حدیث روایت کی ہے اور اس میں مزید یہ مضمون بھی ہے کہ ہمارے کپڑے اون کے ہوتے تھے اور کھانے کے لئے صرف دو کالی چیزیں ہوتی تھیں یعنی کھجور اور پانی۔ [3]

حضرت ابو ہریرہؓ فرماتے ہیں کہ میں نے ستر اہل صفہ کو اس حال میں دیکھا ہے کہ ان میں سے کسی کے پاس بھی بڑی چادر نہ تھی یا تو لنگی تھی یا کمبل تھا (یا چھوٹی چادر تھی) جسے انہوں نے اپنی گردن میں باندھ رکھا تھا کسی کی لنگی آدھی پنڈلی تک ہوتی اور کسی کی ٹخنے کے قریب تک اور وہ لنگی کو ہاتھ سے پکڑ کر رکھتے تاکہ ان کا ستر نظر نہ آجائے۔ [4] حضرت واثلہ بن اسقعؓ فرماتے ہیں میں اہل صفہ میں سے تھا۔ ہم میں سے کسی کے پاس بھی پورے کپڑے نہیں تھے اور ہمارے جسموں پر میل اور غبار کی دھاریاں پڑ جاتی تھیں۔ [5] حضرت عائشہؓ کی خدمت میں ایک آدمی آیا اور حضرت عائشہ کے پاس ان کی ایک باندی بیٹھی ہوئی تھی جس نے پانچ درہم والی قمیض پہن رکھی تھی۔ حضرت عائشہ نے اس آدمی سے کہا ذرا میری اس باندی کی طرف نظر اٹھا کر دیکھو۔ کہ یہ اس قمیض کو گھر میں بھی پہننے کے لئے راضی نہیں۔ حالانکہ حضور ﷺ کے زمانے میں میرے پاس ایسی ہی قمیض تھی۔ تو مدینہ میں جس عورت کو بھی (شادی کے لیئے) سجایا جاتا تھا وہ آدمی بھیج کر مجھ سے یہ قمیض عاریتاً لے لیا کرتی تھیں۔ [6]

دعوت الی اللہ کی وجہ سے بہت زیادہ خوف برداشت کرنا

حضرت حذیفہؓ کے بھتیجے حضرت عبدالعزیز کہتے ہیں کہ ایک مرتبہ حضرت حذیفہ نے ان لڑائیوں کا تذکرہ کیا جن میں مسلمان حضور ﷺ کے ساتھ شریک تھے تو پاس بیٹھنے والوں نے کہا اگر ہم ان لڑائیوں میں شریک ہوتے تو ہم یہ کرتے اور وہ کرتے۔ حضرت حذیفہ نے

---

[1] اخرجه ابو دائود والترمذی وصححه وابن ماجة كذافی الترغيب (ج۳ص ٣٩٤)
[2] اخرجه ابن سعد (ج٤ص ٨٠)عن سعيد بن ابی بردة عن ابيه
[3] قال الهيثمی (ج١٠ص ٣٢٥)رجاله رجال الصحيح رواه ابو داؤد با ختصاراه
[4] اخرجه البخاری كذافی الترغيب (ج ٣ص ٣٩٧)اخرجه ايضاً ابو نعيم فی الحلية (ج ١ص ٣٤١)
[5] عندابی نعيم [6] اخرجه البخاری كذافی الترغيب (ج ٥ص ١٦٤)

کہا اس کی تمنا نہ کرو۔ ہم نے اپنے آپ کو لیلۃ الاحزاب میں (غزوہ خندق کے موقع پر) اس حال میں دیکھا ہے کہ ہم لوگ صفیں بنائے بیٹھے ہوئے تھے۔ اور ابو سفیان اور اس کے ساتھ کے تمام گروہ مدینہ سے باہر ہمارے اوپر (چڑھائی کیئے ہوئے) تھے اور بنو قریظہ کے یہودی ہمارے نیچے مدینہ کے اندر تھے جن سے ہمیں اپنے اہل وعیال کے بارے میں سخت خطرہ تھا۔ (کہ وہ ہمارے اہل وعیال کو اکیلے دیکھ کر مار نہ دیں) لیلۃ الاحزاب سے زیادہ اندھیرے والی اور زیادہ آندھی والی رات ہم نے کبھی نہیں دیکھی تھی۔ اتنی تیز ہوا تھی کہ اس میں سے بجلی کی گرج کی طرح آواز آرہی تھی اور اندھیرا اتنا زیادہ تھا کہ کسی کو اپنے ہاتھ کی انگلی نظر نہ آتی تھی۔ منافق حضورؐ سے (مدینہ جانے کی) اجازت مانگنے لگے اور کہنے لگے ہمارے گھر کھلے پڑے ہیں (یعنی غیر محفوظ ہیں) حالانکہ وہ کھلے پڑے ہوئے نہیں تھے آپ سے جو بھی اجازت مانگتا آپ اسے اجازت دے دیتے۔ اجازت ملنے پر وہ چپکے چپکے کھسکتے جا رہے تھے۔ ہماری تعداد تقریباً تین سو تھی۔ حضور ﷺ ہم میں سے ایک ایک فرد کے پاس تشریف لائے۔ یہاں تک کہ آپ میرے پاس تشریف لائے اور میرے پاس نہ دشمن سے بچنے کا کوئی سامان تھا اور نہ سردی سے بچنے کا۔ صرف میری بیوی کی ایک اونی چادر تھی جو مشکل سے میرے گھٹنے تک پہنچتی تھی اس سے آگے نہیں جاتی تھی۔ جب آپ میرے پاس تشریف لائے تو میں گھٹنوں کے بل بیٹھا ہوا تھا۔ آپ نے فرمایا یہ کون ہے؟ میں نے کہا حذیفہ۔ آپ نے فرمایا حذیفہ! چونکہ میں کھڑا نہیں ہونا چاہتا تھا اس وجہ سے میں زمین سے چمٹ گیا اور میں نے کہا جی ہاں یا رسول اللہ! پھر آخر میں (حضور کو اپنے پاس کھڑا دیکھ کر) کھڑا ہو ہی گیا آپ نے فرمایا دشمن میں کوئی بات ہونے والی ہے تم جا کر ان کی خبر لے کر میرے پاس آؤ۔ فرماتے ہیں اس وقت مجھے سب سے زیادہ ڈر لگ رہا تھا اور سب سے زیادہ سردی لگ رہی تھی وہ سب (آپ کے دعا فرماتے ہی) ایک دم ختم ہو گئی۔ اور مجھے نہ ڈر محسوس ہو رہا تھا اور نہ سردی۔ جب میں وہاں سے چلنے لگا تو آپ نے فرمایا اے حذیفہ! میرے پاس واپس آنے تک ان میں کوئی حرکت نہ کرنا۔ حضرت حذیفہ فرماتے میں چل دیا۔ جب میں دشمنوں کے لشکر کے قریب پہنچا تو مجھے آگ کی روشنی نظر آئی۔ اور ایک کالا بھاری بھر کم آدمی آگ پر ہاتھ سینک کر اپنے پہلو پر پھیر رہا تھا اور کہہ رہا تھا (یہاں سے بھاگ چلو، میں اس سے پہلے ابو سفیان کو پہچانتا نہیں تھا۔ (میرے دل میں خیال آیا کہ موقع اچھا ہے میں اسے نمٹا تا چلوں اس لیئے) میں نے اپنے ترکش میں سے سفید پر والا تیر نکال کر کمان میں رکھ لیا۔ تاکہ آگ کی روشنی میں اس پر تیر چلا دوں۔ لیکن مجھے حضورؐ کا فرمان یاد آگیا کہ میرے پاس واپس آنے تک کوئی حرکت نہ کرنا اس لیئے میں رک

گیا اور تیر ترکش میں واپس رکھ لیا۔ پھر میں ہمت کر کے لشکر کے اندر گھس گیا تو لوگوں میں سے میرے سب سے زیادہ قریب بنو عامر تھے۔ وہ کہہ رہے تھے آل عامر! بھاگ چلو، بھاگ چلو، اب یہاں تمہارے ٹھہرنے کی گنجائش نہیں ہے اور ان کے لشکر میں تیز آندھی چل رہی تھی جو ان کے لشکر سے ایک بالشت باہر نہیں تھی اللہ کی قسم میں خود پتھروں کی آواز سن رہا تھا۔ جنہیں ہوا اڑا کر ان کے کجاووں اور بستروں پر پھینک رہی تھی پھر میں حضورؐ کی طرف واپس چل پڑا۔ ابھی میں نے آدھا راستہ یا اس کے قریب طے کیا تھا کہ مجھے تقریباً بیس گھوڑے سوار عمامہ باندھے ہوئے ملے۔ انہوں نے کہا اپنے آقا سے کہہ دینا کہ اللہ نے ان کے دشمنوں کا خود انتظام کر دیا ہے (یعنی کفار کو آندھی بھیج کر بھاگنے پر مجبور کر دیا ہے) جب میں حضورؐ کی خدمت میں واپس پہنچا تو آپ ایک چھوٹی سی چادر اوڑھے ہوئے نماز پڑھ رہے تھے اللہ کی قسم واپس پہنچتے ہی سردی بھی واپس آگئی اور میں سردی کے مارے کانپنے لگا۔ حضور ﷺ نے نماز کی حالت میں میری طرف اشارہ فرمایا۔ میں آپ کے قریب چلا گیا۔ آپ نے چادر کا ایک کنارہ مجھ پر ڈال دیا۔ آپ کی یہ عادت شریفہ تھی کہ جب بھی کوئی گھبراہٹ کی بات پیش آتی تو آپ نماز کی طرف متوجہ ہو جایا کرتے تھے میں نے (نماز کے بعد) آپ کو دشمنوں کی ساری بات بتائی اور میں نے آپ کو بتایا کہ میں انہیں اس حال میں چھوڑ کر آیا ہوں کہ وہ سب کوچ کر رہے ہیں۔ اس پر اللہ نے یہ آیتیں نازل فرمائیں :

يَآ اَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوا اذْكُرُوْا نِعْمَةَ اللّٰهِ عَلَيْكُمْ اِذْ جَآءَتْكُمْ جُنُوْدٌ فَاَرْسَلْنَا عَلَيْهِمْ رِيْحًا وَّجُنُوْدًا لَّمْ تَرَوْهَا سے لے کر وَكَفَى اللّٰهُ الْمُؤْمِنِيْنَ الْقِتَالَ وَكَانَ اللّٰهُ قَوِيًّا عَزِيْزًا تک. ٩:٣٣

ترجمہ: اے ایمان والو! یاد کرو احسان اللہ کا اپنے اوپر۔ جب چڑھ آئیں تم پر فوجیں، پھر ہم نے بھیج دی ان پر ہوا، اور وہ فوجیں جو تم نے نہیں دیکھیں۔ سے لے کر اور اپنے اوپر لے لی اللہ نے مسلمانوں کی لڑائی اور ہے اللہ زور آور زبردست، تک۔[1]

حضرت یزید تیمی فرماتے ہیں کہ ہم حضرت حذیفہؓ کے پاس تھے تو ان سے ایک آدمی نے کہا کہ اگر میں رسول اللہ ﷺ کو پالیتا تو میں آپ کے ساتھ رہ کر (کافروں سے) خوب لڑائی کرتا اور اسی میں جان قربان کر دیتا تو اس سے حضرت حذیفہ نے کہا تو ایسے کر سکتا تھا؟ لیلۃ الاحزاب میں ہم لوگوں نے اپنے آپ کو حضورؐ کے ساتھ اس حال میں دیکھا ہے کہ اس رات بہت تیز ہوا چل رہی تھی اور سخت سردی پڑ رہی تھی۔ حضورؐ نے فرمایا کیا کوئی ایسا آدمی

---

[1] اخرجه الحاکم والبیهقی (ج ٩ ص ١٤٨) کذافی البدایة (ج ٤ ص ١١٤) واخرجه ابو داؤد وابن عساکر بسیاق آخر مطولاً کما فی کنز العمال (ج ٥ ص ٢٧٩)

ہے جو میرے پاس دشمنوں کی خبر لے کر آئے وہ قیامت کے دن میرے ساتھ ہوگا؟ پھر آگے حضرت عبدالعزیز کی گزشتہ حدیث جیسی حدیث مختصر ذکر کی ہے اور اس حدیث میں یہ بھی ہے کہ میں حضورؐ کی خدمت میں واپس آیا اور واپس آتے ہی سردی لگنے لگ گئی اور مجھ پر کپکپی طاری ہوگئی۔ میں نے آپ کو (دشمنوں کے تمام حالات) بتائے آپ جو چوغہ پہن کر نماز پڑھ رہے تھے اس کا ایک کنارہ میرے اوپر ڈال دیا۔ میں صبح تک سوتا رہا۔ جب صبح ہوئی تو آپ نے فرمایا اے سونے والے! اٹھو[1]۔ ابن اسحاق نے اس حدیث کو محمد بن کعب قرظی سے منقطعاً نقل کیا ہے اور اس میں یہ الفاظ ہیں کون آدمی ایسا ہے جو کھڑا ہو کر دیکھ آئے کہ دشمن کیا کر رہا ہے؟ اور پھر ہمارے پاس واپس آئے۔ آپ نے جانے والے کے لئے واپس آنے کی شرط لگائی (کہ اسے ضرور واپس آنا ہوگا) میں اللہ سے دعا کروں گا کہ وہ جنت میں میرا ساتھی بن جائے۔ (لیکن) سخت خوف اور سخت بھوک اور سخت سردی کی وجہ سے کوئی بھی نہ کھڑا ہوا۔

دعوت الی اللہ کی وجہ سے زخموں اور بیماریوں کو برداشت کرنا

حضرت ابو السائبؓ فرماتے ہیں کہ بنو عبد الاشہل کے ایک آدمی نے کہا کہ میں اور میرا بھائی غزوہ احد میں شریک ہوئے ہم دونوں (وہاں سے) زخمی ہو کر واپس ہوئے۔ جب حضور ﷺ کے منادی نے دشمن کے تعاقب میں چلنے کا اعلان کیا تو میں نے اپنے بھائی سے کہا یا میرے بھائی نے مجھ سے کہا کیا ہم اس غزوہ میں حضورؐ کے ساتھ جانے سے رہ جائیں گے؟ (نہیں بلکہ ضرور ساتھ جائیں گے) اللہ کی قسم ہمارے پاس سوار ہونے کیلئے کوئی سواری نہ تھی اور ہم دونوں بھائی بہت زیادہ زخمی اور بیمار تھے۔ بہر حال ہم دونوں حضورؐ کے ساتھ چل دیئے۔ میں اپنے بھائی سے کم زخمی تھا۔ جب چلتے چلتے میرا بھائی ہمت ہار جاتا تو میں کچھ دیر کے لئے اسے اٹھا لیتا پھر کچھ دیر وہ پیدل چلتا (ہم دونوں اس طرح چلتے رہے اور میں بھائی کو بار بار اٹھا لیتا پھر یہاں تک کہ ہم بھی وہاں پہنچ گئے جہاں باقی مسلمان پہنچے تھے۔[2] ابن سعد نے واقدی سے اس طرح نقل کیا ہے کہ عبداللہ بن سہل اور ان کے بھائی رافع بن سہلؓ دونوں زخمی حالت میں ایک دوسرے کو اٹھاتے ہوئے حمراء الاسد پہاڑی تک پہنچے اور ان دونوں کے پاس کوئی سواری نہ تھی۔[3]

---

[1] اخرجه مسلم. [2] اسنده ابن اسحاق كذافي البداية (ج ٤ ص ٤٩)
[3] ذكره ابن سعد (ج ٣ ص ٢١)

بنو سلمہ کے چند معمر اور بزرگ حضرات فرماتے ہیں کہ عمرو بن جموحؓ بہت زیادہ لنگڑے تھے اور ان کے شیر جیسے چار جوان بیٹے تھے جو حضور ﷺ کے ساتھ تمام لڑائیوں میں شریک ہوئے جب احد کا موقع آیا تو انہوں نے اپنے والد کو (لڑائی کی شرکت سے) روکنا چاہا اور کہا اللہ نے آپ کو معذور قرار دیا ہے۔ انہوں نے حضورؐ کی خدمت میں آکر عرض کیا کہ میرے بیٹے مجھے اس لڑائی میں آپ کے ساتھ جانے سے روکنا چاہتے ہیں۔ اللہ کی قسم! میں یہ چاہتا ہوں میں اپنے اس لنگڑے پن کے ساتھ جنت میں چلوں پھروں تو حضورؐ نے فرمایا اللہ نے تم کو معذور قرار دیا ہے لہذا جہاد میں جانا تمہارے ذمہ نہیں ہے اور ان کے بیٹوں سے فرمایا تم ان کو جہاد میں جانے سے مت روکو۔ ہو سکتا ہے اللہ ان کو شہادت نصیب فرما دے۔ چنانچہ وہ غزوہ احد میں حضورؐ کے ساتھ شریک ہوئے اور شہادت کا مرتبہ پایا۔[1] حضرت ابو قتادہؓ جنگ احد میں شریک ہوئے تھے۔ وہ فرماتے ہیں کہ حضرت عمرو بن جموحؓ نے حضورؐ کی خدمت میں آکر عرض کیا یا رسول اللہ آپ مجھے یہ بتائیں اگر میں اللہ کے راستہ میں جہاد کرتا ہوا شہید ہو جاؤں تو میرا یہ لنگڑا پاؤں وہاں ٹھیک ہو جائے گا اور کیا میں جنت میں اس پاؤں سے چل سکوں گا؟ حضرت عمرو پاؤں سے لنگڑے تھے۔ حضور ﷺ نے فرمایا ہاں (تمہارا پاؤں جنت میں ٹھیک ہو جائے گا) چنانچہ جنگ احد کے دن وہ اور ان کا بھتیجا اور ان کا ایک غلام شہید ہوئے۔ حضورؐ کا ان پر گزر ہوا تو آپ نے فرمایا کہ میں دیکھ رہا ہوں کہ عمرو بن جموح کا لنگڑا پاؤں ٹھیک ہو گیا اور وہ اس سے جنت میں چل رہے ہیں۔ حضورؐ نے حکم دیا کہ ان تینوں کو ایک قبر میں دفن کیا جائے۔ چنانچہ وہ تینوں ایک قبر میں دفن کئے گئے۔[2]

حضرت یحییٰ بن عبدالحمید کی دادی بیان کرتی ہیں کہ حضرت رافع بن خدیج رضی اللہ وعنہ کو چھاتی میں ایک تیر لگا۔ عمرو بن مرزوق راوی کہتے ہیں کہ یہ مجھے معلوم نہیں کہ میرے استاد نے کس دن کا نام لیا تھا جنگ احد کا جنگ حنین کا۔ (بہر حال ان دونوں دنوں میں سے ایک دن لگا) انہوں نے حضورؐ کی خدمت میں حاضر ہو کر عرض کیا یا رسول اللہ! میرا یہ تیر نکال دیں۔ آپ نے فرمایا اے رافع! اگر تم چاہو تو تیر اور پھل دونوں نکال دوں اور اگر تم چاہو تو تیر نکال دوں اور پھل رہنے دوں اور قیامت کے دن تمہارے لئے گواہی دوں کہ تم شہید ہو انہوں نے کہا یا رسول اللہ! تیر نکال دیں اور پھل رہنے دیں اور قیامت کے دن

---

[1] اسندهابن اسحاق كذافي البداية (ج ٤ ص ٣٧)

[2] اخرجه احمد قال الهيثمي (ج ٩ ص ٣١٥) رجاله رجال الصحيح غير يحيى بن النضر الانصاري وهو ثقة انتهى واخرجه البيهقي (ج ٩ ص ٢٤) من طريق ابن اسحاق بنحوه

میرے لیئے گواہی دیں کہ میں شہید ہوں۔ چنانچہ حضورؐ نے ایسے ہی کیا اور حضرت رافع بن خدیج (کافی عرصہ تک) زندہ رہے یہاں تک کہ حضرت معاویہؓ کے زمانہ خلافت میں ان کا زخم پھر ہرا ہو گیا اور عصر کے بعد ان کا انتقال ہوا اس روایت میں اسی طرح ہے لیکن صحیح یہ ہے کہ ان کا انتقال حضرت معاویہ کے زمانہ خلافت کے بعد ہوا[1] اصابہ میں لکھا ہے کہ ہو سکتا ہے کہ زخم کے ہرا ہونے اور ان کے انتقال کے درمیان کافی عرصہ گزرا ہو۔[2] اور احادیث انشاء اللہ صبر کے باب میں آئیں گی۔

ہجرت کا باب

صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اجمعین نے کس طرح اپنے پیارے وطنوں کو چھوڑا۔ حالانکہ وطن کا چھوڑنا انسان کے لیئے بڑا مشکل کام ہے اور انہوں نے وطن بھی اس طرح چھوڑا کہ پھر موت تک اپنے وطن کو واپس نہ گئے۔ اور یہ وطن چھوڑنا کس طرح ان کو دنیا اور متاع دنیا سے زیادہ محبوب ہو گیا تھا اور انہوں نے دین کو کس طرح دنیا پر مقدم کیا اور نہ دنیا کے ضائع ہونے کی پرواہ کی اور نہ اس کے فنا ہونے کی طرف توجہ کی اور وہ کس طرح اپنے دین کو فتنہ سے بچانے کے لیئے ایک علاقہ سے دوسرے علاقہ کی طرف بھاگے پھرتے تھے (ان کی حالت ایسی تھی کہ) گویا کہ وہ آخرت ہی کے لیئے پیدا کیئے گئے ہیں اور وہ صرف آخرت ہی کی فکر کرنے والے ہیں۔ چنانچہ (اس کے نتیجہ میں) ایسا نظر آتا تھا کہ دنیا صرف انہی کے لیئے پیدا کی گئی ہے۔

نبی کریم ﷺ اور حضرت ابو بکرؓ کی ہجرت

حضرت عروہؒ سے مرسلاً منقول ہے کہ حضور ﷺ حج کے بعد ذی الحجہ کے بقیہ دن اور محرم اور صفر مکہ میں ٹھہرے رہے اور جب مشرکین قریش کو اس بات کا یقین ہو گیا کہ حضورؐ یہاں سے جانے والے ہیں اور اللہ تعالیٰ نے آپ کے لیئے مدینہ میں ٹھکانہ اور حفاظت کی جگہ بنا دی ہے اور انہیں معلوم ہو گیا کہ انصار مسلمان ہو گئے اور مہاجرین ان کے پاس جا رہے ہیں تو انہوں نے حضورؐ کے خلاف انتہائی قدم اٹھانے کا فیصلہ کر لیا اور یہ طے کر لیا کہ وہ حضورؐ کو پکڑ کر رہیں گے۔ پھر (نعوذ باللہ من ذلک) یا تو ان کو قتل کر دیں گے یا قید کر دیں گے۔ عمرو بن خالد راوی کو شک ہے کہ قید کرنے کا ذکر ہے یا زمین پر گھسیٹنے کا۔ (بظاہر قید کرنے کا ذکر

---

[1] اخرجه البيهقى كذافى البداية [2] الاصابة (ج ۱ ص ۴۹۹) واخرجه ايضاً البارودى وابن منده والطبرانى كما فى الاصابة (ج ۴ ص ۴۷۴) وابن شاهين كما فى الاصابة (ج ۱ ص ۴۶۹)

ہے) یا آپ کو مکہ سے نکال دیں گے یا آپ کو باندھ رکھیں گے۔ اللہ تعالیٰ نے حضورؐ کو ان کی اس سازش سے باخبر کر دیا اور یہ آیت نازل فرمائی :۔

وَاِذْ یَمْکُرُ بِکَ الَّذِیْنَ کَفَرُوْا لِیُثْبِتُوْکَ اَوْ یَقْتُلُوْکَ اَوْ یُخْرِجُوْکَ وَیَمْکُرُوْنَ وَیَمْکُرُ اللّٰہُ وَاللّٰہُ خَیْرُ الْمٰکِرِیْنَ۔

ترجمہ : اور جب فریب کرتے تھے کافر، کہ تجھ کو قید کر دیں یا مار ڈالیں یا نکال دیں اور وہ بھی داؤ کرتے تھے اور اللہ بھی داؤ کرتا تھا، اور اللہ کا داؤ سب سے بہتر ہے۔

جس دن حضور ﷺ حضرت ابو بکرؓ کے گھر تشریف لے گئے اس دن آپ کو یہ خبر لگی کہ آپ رات کو جب اپنے بستر پر لیٹ جائیں گے تو وہ کافر رات کو آپ پر حملہ کر دیں گے۔ چنانچہ رات کے اندھیرے میں آپ اور حضرت ابو بکرؓ مکہ سے نکل کر غار ثور تشریف لے گئے اور یہ وہی غار ہے جس کا اللہ تعالیٰ نے قرآن مجید میں ذکر فرمایا ہے اور حضرت علی بن ابی طالبؓ حضورؐ کے بستر پر آکر لیٹ گئے تا کہ جاسوسوں کو حضورؐ کے جانے کا پتہ نہ چلے (اور وہ یہ سمجھتے رہیں کہ یہ حضورؐ ہی لیٹے ہوئے ہیں) اور مشرکین قریش ساری رات ادھر ادھر پھرتے رہے اور مشورے کرتے رہے کہ بستر پر لیٹے ہوئے آدمی کو ایک دم پکڑ لیں گے۔ وہ یونہی مشورے کرتے رہے اور کوئی فیصلہ نہ کر سکے اور باتوں ہی باتوں میں صبح ہو گئی۔ جب صبح ہوئی تو انہوں نے دیکھا کہ حضرت علیؓ بستر سے اٹھ رہے ہیں۔ مشرکین نے ان سے حضورؐ کے بارے میں پوچھا تو حضرت علیؓ نے بتایا کہ انہیں حضور ﷺ کے بارے میں کچھ خبر نہیں ہے۔ اس وقت انہیں پتہ چلا کہ حضورؐ تو جا چکے۔ آپؐ کی تلاش میں وہ مشرک سوار ہو کر ہر طرف چل پڑے اور آس پاس کے چشموں والوں کو بھی پیغام بھیجا کہ وہ حضورؐ کو گرفتار کر لیں انہیں بڑا انعام ملے گا اور وہ تلاش کرتے ہوئے اس غار تک پہنچ گئے جس میں حضورؐ اور حضرت ابو بکرؓ تھے۔ حتی کہ وہ غار کے اوپر بھی چڑھ گئے اور حضورؐ نے ان کی آوازیں بھی سن لیں۔ حضرت ابو بکرؓ تو اس وقت بہت ڈر گئے اور ان پر خوف اور غم طاری ہو گیا تو اس وقت حضور ﷺ نے ان سے فرمایا :۔

لَا تَحْزَنْ اِنَّ اللّٰہَ مَعَنَا۔

ترجمہ :۔ "غم نہ کرو یقیناً اللہ ہمارے ساتھ ہے۔" اور آپ نے دعا مانگی۔ چنانچہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے فوراً آپ پر سکینہ نازل ہوئی (جیسے کہ قرآن مجید میں ہے)

فَاَنْزَلَ اللّٰہُ سَکِیْنَتَہٗ عَلَیْہِ وَاَیَّدَہٗ بِجُنُوْدٍ لَّمْ تَرَوْھَا وَجَعَلَ کَلِمَۃَ الَّذِیْنَ کَفَرُوا السُّفْلٰی وَکَلِمَۃُ اللّٰہِ ھِیَ الْعُلْیَا وَاللّٰہُ عَزِیْزٌ حَکِیْمٌ۔

ترجمہ :۔ ”پھر اللہ نے اتاری اپنی طرف سے اس پر تسکین، اور اس کی مدد کو وہ فوجیں بھیجیں کہ تم نے نہیں دیکھیں، اور نیچے ڈالی بات کافروں کی، اور اللہ کی بات ہمیشہ اوپر ہے، اور اللہ زبردست ہے حکمت والا“۔ حضرت ابوبکرؓ کے پاس کچھ دودھ والی بکریاں تھیں جو روزانہ شام کو ان کے اور ان کے گھر والوں کے پاس مکے آجاتی تھیں (اور یہ ان کا دودھ پی لیا کرتے تھے) حضرت ابوبکرؓ کے غلام حضرت عامر بن فہیرہؓ بڑے امانت دار، دیانت دار اور بڑے پکے مسلمان تھے، انہیں حضرت ابوبکرؓ نے (کسی رہبر کو اجرت پر لینے کے لیئے) بھیجا۔ چنانچہ انہوں نے بنو عبد بن عدی کا ایک آدمی اجرت پر لے لیا جسے ابن الاریقط کہا جاتا تھا جو کہ قریش کے بنو سہم یعنی بنو عاص بن وائل کا حلیف تھا یہ عدوی آدمی اس وقت مشرک تھا۔ اور وہ لوگوں کو راستہ بتانے کا کام کرتا تھا۔ ان دنوں ہماری سواریاں لے کر چھپا رہا۔ شام کے وقت مکہ کے تمام حالات لے کر حضرت عبد اللہ بن ابی بکرؓ ان دونوں حضرات کے پاس آتے اور حضرت عامر بن فہیرہ ہر رات بکریاں لے کر آتے۔ یہ حضرات ان کا دودھ نکال کر پی لیتے اور ذبح کر کے گوشت کھا لیتے۔ پھر صبح صبح حضرت عامر بکریاں لے کر لوگوں کے چرواہوں میں جا ملتے اور ان کا کسی کو بھی پتہ نہ چلتا۔ یہاں تک کہ جب ان حضرات کے بارے میں شور و غل بند ہو گیا اور حضرت عامر بن فہیرہ نے آکر ان حضرات کو بتایا کہ ان کے بارے میں لوگ خاموش ہو گئے ہیں تو حضرت عامر بن فہیرہ اور ابن اریقط ان حضرات کی دو اونٹنیاں لے کر آگئے اور یہ حضرات غار میں دو رات اور دو دن گزار چکے تھے پھر یہ حضرات وہاں سے چلے اور ان کے ساتھ حضرت عامر بن فہیرہ تھے، جو ان حضرات کی اونٹنیوں کو ہانکتے اور ان کی خدمت کرتے اور ان کی (مختلف کاموں میں) اعانت کرتے۔ حضرت ابوبکرؓ ان کو اپنے پیچھے باری باری بٹھا لیتے۔ حضرت عامر بن فہیرہ اور بنو عدی کے قبیلہ کے راستہ بتانے والے کے علاوہ اور کوئی ان حضرات کے ساتھ نہ تھا۔[1]

حضرت عائشہؓ فرماتی ہیں کہ حضور ﷺ حضرت ابوبکرؓ کے گھر روزانہ صبح یا شام کسی ایک وقت ضرور تشریف لاتے۔ چنانچہ جس دن اللہ تعالیٰ نے اپنے رسول ﷺ کو ہجرت کرنے کی اور اپنی قوم کے درمیان میں سے مکہ سے چلے جانے کی اجازت دی۔ اس دن آپ عین دوپہر کے وقت ہمارے ہاں تشریف لائے اس وقت آپ پہلے کبھی تشریف نہیں لایا کرتے تھے۔ جب آپ کو حضرت ابوبکر نے دیکھا تو انھوں نے کہا کہ ضرور کوئی نئی بات پیش آگئی ہے جس کی وجہ سے حضورؐ اس وقت (عادت کے خلاف) تشریف لائے ہیں۔ جب حضورؐ

---

۱ ۔ اخرجه الطبرانی مرسلا قال الهیثمی (ج ٦ ص ٥٢) وفیه ابن لهیعة وفیه کلام وحدیثه حسن ۱ھ

اندر آ گئے تو آپ کو جگہ دینے کے لیئے حضرت ابو بکرؓ اپنی چارپائی سے ذرا پرے ہٹ گئے اور حضورؐ بیٹھ گئے۔ حضرت ابو بکرؓ کے پاس اس وقت میں اور میری بہن اسماء بنت ابی بکرؓ کے علاوہ اور کوئی نہیں تھا۔ حضور ﷺ نے فرمایا جو تمہارے پاس بیٹھے ہوئے ہیں انہیں باہر بھیج دو۔ انہوں نے عرض کیا یا رسول اللہ یہ دونوں تو میری بیٹیاں ہیں۔ میرے ماں باپ آپ پر قربان ہوں۔ ان کے یہاں رہنے میں کوئی حرج نہیں ہے۔ آپ نے فرمایا اللہ تعالیٰ نے مجھے چلے جانے اور ہجرت کرنے کی اجازت دے دی ہے۔ حضرت ابو بکرؓ نے کہا یا رسول اللہ! میں (اس سفر ہجرت میں) آپ کے ساتھ جانا چاہتا ہوں۔ آپ نے فرمایا تم بھی ساتھ چلو۔ حضرت عائشہ فرماتی ہیں اللہ کی قسم! مجھے معلوم نہیں تھا کہ انسان خوشی کی وجہ سے بھی رویا کرتا ہے۔ اس دن حضرت ابو بکرؓ کو روتے دیکھ کر یہ پتہ چلا۔ پھر انہوں نے عرض کیا یا نبی اللہ! یہ دو سواریاں میں نے اس وقت کے لیئے تیار کر رکھی تھیں ان حضرات نے عبداللہ بن اریقط کو راستہ بتانے کے لیئے اجرت پر لیا۔ یہ قبیلہ بنو دکل بن بکر کا تھا اور اس کی والدہ بنو سہم بن عمرو میں سے تھی اور یہ مشرک تھا اور اسے اپنی دونوں سواریاں دے دیں۔ اور جو وقت اس سے مقرر کیا تھا اس وقت تک وہ ان دونوں سواریوں کو چراتا رہا۔ [1] علامہ بغوی نے ایک عمدہ اسناد کے ذریعہ حضرت عائشہؓ سے اسی حدیث کا کچھ حصہ نقل کیا ہے اور اس میں یہ مضمون ہے کہ حضرت ابو بکرؓ نے عرض کیا ساتھ رہنے کی درخواست ہے۔ حضورؐ نے فرمایا منظور ہے۔ حضرت ابو بکرؓ نے کہا میرے پاس دو سواریاں ہیں جن کو چھ مہینے سے اس وقت کے لیئے گھاس کھلا رہا ہوں آپ ان میں سے ایک لے لیں۔ آپ نے فرمایا میں ویسے نہیں لوں گا بلکہ اسے خریدوں گا۔ چنانچہ حضورؐ نے حضرت ابو بکرؓ سے وہ سواری خریدی۔ پھر وہ دونوں حضرات وہاں سے چلے اور غار میں جا کر ٹھہر گئے۔ آگے اور حدیث ذکر کی ہے۔ [2]

حضرت اسماء بنت ابو بکرؓ فرماتی ہیں کہ حضور ﷺ مکہ میں روزانہ ہمارے پاس دو دفعہ تشریف لاتے تھے۔ ایک دن آپ عین دوپہر کے وقت تشریف لائے میں نے کہا اے ابا جان! یہ رسول اللہ (ﷺ) ہیں۔ میرے ماں باپ قربان ہوں اس وقت کسی خاص بات کی وجہ سے آئے ہیں۔ (حضرت ابو بکرؓ حضورؐ کے پاس گئے) حضورؐ نے فرمایا کیا تمہیں معلوم ہو گیا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے مجھے یہاں سے چلے جانے کی اجازت دے دی ہے حضرت ابو بکرؓ نے عرض کیا یا رسول اللہ میں آپ کے ساتھ جانا چاہتا ہوں۔ حضورؐ نے فرمایا ٹھیک ہے تم میرے ساتھ چلو۔ حضرت ابو بکرؓ نے کہا کہ میرے پاس دو سواریاں ہیں جنہیں میں اتنے عرصہ سے آج کے

---

[1] اخرجه ابن اسحاق [2] کما فی کنز العمال (ج ۸ ص ۳۳٤)

انتظار میں گھاس کھلا رہا ہوں ان میں سے ایک آپ لے لیں۔ حضورؐ نے فرمایا میں قیمت دے کر لوں گا۔ حضرت ابو بکرؓ نے عرض کیا میرے ماں باپ آپ پر قربان ہوں اگر آپ اسی میں خوش ہیں تو قیمت دے کر لے لیں۔ حضرت اسماء فرماتی ہیں کہ ہم نے ان دونوں حضرات کے لیئے سفر کا کھانا تیار کیا اور اپنے کمر بند کو پھاڑ کر دو ٹکڑے کیئے اور ایک ٹکڑے سے زاد سفر کو باندھ دیا۔ پھر وہ دونوں حضرات چلے اور ثور پہاڑ کے غار میں جا ٹھہرے۔ جب وہ دونوں حضرات اس غار تک پہنچے تو حضرت ابو بکرؓ حضورؐ سے پہلے اس غار کے اندر گئے اور ہر سوراخ میں انگلی ڈال کر دیکھا کہ کہیں اس میں کوئی موذی جانور تو نہیں ہے (جو حضورؐ کو تکلیف پہنچائے) جب کفار کو یہ دونوں حضرات (مکہ میں) نہ ملے تو وہ اس کی تلاش میں چل پڑے اور حضور کو ڈھونڈ کر لانے والے کے لیئے سو لونٹنیوں کا انعام مقرر کیا اور مکہ کے پہاڑوں پر پھرتے پھرتے اس پہاڑ پر پہنچ گئے جہاں یہ دونوں حضرات تھے۔ ان میں سے ایک آدمی غار کی طرف منہ کیئے ہوئے تھا۔ اس کے بارے میں حضرت ابو بکرؓ نے کہا یا رسول اللہ! یہ آدمی تو ہمیں دیکھ رہا ہے۔ آپ نے فرمایا ہرگز نہیں۔ فرشتے ہمیں اپنے پروں سے چھپائے ہوئے ہیں۔ چنانچہ وہ آدمی بیٹھ کر غار کی طرف منہ کر کے پیشاب کرنے لگا تو حضور ﷺ نے فرمایا اگر یہ ہمیں دیکھ رہا ہوتا تو ایسے نہ کرتا۔ وہ دونوں حضرات وہاں تین رات رہے۔ حضرت ابو بکرؓ کے غلام حضرت عامر بن فہیرہ شام کے وقت حضرت ابو بکرؓ کی بکریاں لے آتے اور آخر رات میں ان کے پاس سے بکریاں لے کر چلے جاتے اور چراگاہ میں جا کر چرواہوں کے ساتھ مل جاتے۔ شام کو چرواہوں کے ساتھ واپس آتے (لیکن) آہستہ آہستہ چلتے (اور پیچھے رہ جاتے) جب رات کا اندھیرا ہو جاتا تو اپنی بکریاں لے کر ان دونوں حضرات کے پاس پہنچ جاتے۔ چرواہے یہ سمجھتے کہ وہ انہی کے ساتھ ہیں حضرت عبداللہ بن ابی بکرؓ دن کو مکہ میں رہ کر حالات معلوم کرتے رہتے اور جب رات کا اندھیرا ہوتا وہ ان دونوں حضرات کو جا کر سارے حالات بتا دیتے اور پھر آخر رات میں ان حضرات کے پاس سے چل پڑتے اور صبح کو مکہ پہنچ جاتے (تین راتوں کے بعد) یہ دونوں حضرات غار سے نکلے اور ساحل سمندر کا راستہ اختیار کیا کبھی حضرت ابو بکر حضورؐ کے آگے چلنے لگتے جب ان کو پیچھے سے کسی کے آنے کا خطرہ ہوتا تو آپ کے پیچھے چلنے لگتے۔ سارے سفر میں یونہی (کبھی آگے کبھی پیچھے) چلتے رہے۔ چونکہ حضرت ابو بکرؓ لوگوں میں مشہور تھے اس وجہ سے راستہ میں انہیں کوئی (پہچاننے والا) ملتا اور یہ پوچھتا کہ یہ تمہارے ساتھ کون ہے؟ تو آپ کہتے۔ یہ راستہ دکھانے والا ہے جو مجھے راستہ دکھا رہا ہے۔ ان کا مطلب یہ ہوتا کہ مجھے دین کا راستہ دکھا رہا ہے اور دوسرا یہ سمجھتا کہ انہیں سفر کا

راستہ دکھارہاہے۔ جب یہ حضرات قدید کی آبادی پر پہنچے جو ان کے راستہ میں پڑتی تھی تو ایک آدمی نے بنو مدلج کے پاس آکر بتایا کہ میں نے سمندر کی طرف جاتے ہوئے دو سواروں کو دیکھا ہے اور میرا خیال یہ ہے کہ یہ قریش کے وہی دو آدمی ہیں جنہیں تم ڈھونڈ رہے ہو تو سراقہ بن مالک نے کہا یہ دو سوار تو ان لوگوں میں سے ہیں جن کو ہم نے لوگوں کے کسی کام کے لیئے بھیجا ہے (سراقہ سمجھ تو گئے کہ یہ حضورؐ اور حضرت ابو بکرؓ ہیں لیکن لوگوں سے چھپانے کے لیئے یہ کہہ دیا) پھر سراقہ نے اپنی باندی کو بلا کر اس کے کان میں یہ کہا کہ وہ ان کا گھوڑا (آبادی سے) باہر لے جائے۔ پھر وہ ان دونوں حضرات کی تلاش میں چل پڑے۔ سراقہ کہتے ہیں کہ میں ان دونوں کے قریب پہنچا اور پھر انہوں نے اپنا قصہ بیان کیا جیسے کہ آگے آئے گا۔[1]

حضرت ابن سیرین کہتے ہیں کہ حضرت عمرؓ کے زمانے میں چند لوگوں کا تذکرہ ہوا اور لوگوں نے ایسی باتیں کہیں جس سے یہ معلوم ہو رہا تھا کہ وہ لوگ حضرت عمرؓ کو حضرت ابو بکرؓ سے افضل سمجھتے ہیں۔ جب حضرت عمرؓ کو یہ بات معلوم ہوئی تو آپ نے فرمایا اللہ کی قسم! ابو بکر کی ایک رات عمر کے سارے خاندان (کی زندگی) سے بہتر ہے اور ابو بکر کا ایک دن عمر کے سارے خاندان (کی زندگی) سے بہتر ہے۔ جس رات حضور ﷺ گھر سے نکل کر غار تشریف لے گئے تھے اور آپ کے ساتھ حضرت ابو بکرؓ بھی تھے۔ حضرت ابو بکرؓ کچھ دیر حضورؐ کے آگے چلتے اور کچھ دیر پیچھے۔ حضورؐ اس بات کو سمجھ گئے اور آپ نے فرمایا اے ابو بکر تمہیں کیا ہوا کچھ دیر میرے پیچھے چلتے ہو اور کچھ دیر میرے آگے؟ انہوں نے عرض کیا یا رسول اللہ! جب مجھے خیال آتا ہے کہ پیچھے سے کوئی تلاش کرنے والا نہ آجائے تو میں پیچھے چلنے لگتا ہوں اور پھر جب مجھے خیال آتا ہے کہ آگے کوئی گھات میں نہ بیٹھا ہو تو میں آگے چلنے لگتا ہوں۔ حضورؐ نے فرمایا اے ابو بکر! اگر خدانخواستہ کوئی حادثہ پیش آئے تو کیا تم یہ پسند کرتے ہو کہ وہ میرے بجائے تمہیں پیش آئے؟ حضرت ابو بکرؓ نے کہا قسم ہے اس ذات کی جس نے آپ کو حق دے کر بھیجا ہے! یہی بات ہے۔ جب یہ دونوں حضرات غار تک پہنچے تو حضرت ابو بکرؓ نے عرض کیا یا رسول اللہ! آپ ذرا یہاں ہی ٹھہریں میں آپ کے لیئے غار کو صاف کرلوں۔ چنانچہ حضرت ابو بکر نے اندر جا کر غار کو صاف کیا۔ پھر باہر آئے تو خیال آیا کہ انہوں نے سوراخ تو ابھی صاف نہیں کیئے تو انہوں نے عرض کیا یا رسول اللہ! ابھی آپ ذرا اور ٹھہریں میں سوراخ بھی صاف کرلوں۔ چنانچہ اندر جا کر غار کو اچھی طرح صاف کیا پھر آکر عرض کیا یا رسول اللہ

---

[1] اخرجه الطبراني قال الهيثمي (ج ٦ ص ٥٤) وفيه يعقوب بن حميد بن كاسب وثقه ابن حبان وغيره وضعفه ابو حاتم وغيره وبقية رجاله رجال الصحيح اه

! اندر تشریف لے آئیں۔ آپ اندر تشریف لے گئے پھر حضرت عمرؓ نے کہا قسم ہے اس ذات کی جس کے قبضہ میں میری جان ہے (حضرت ابو بکرؓ کی) یہ ایک رات عمر کے پورے خاندان سے بہتر ہے۔[1]

حضرت حسن بصریؒ کہتے ہیں کہ حضور ﷺ اور حضرت ابو بکرؓ غار میں تشریف لے گئے اور قریش بھی حضورؐ کو ڈھونڈتے ہوئے وہاں پہنچ گئے لیکن جب انہوں نے غار کے دروازے پر مکڑی کا جالا تنا ہوا دیکھا تو کہنے لگے اس غار کے اندر کوئی نہیں گیا۔ حضورؐ کھڑے ہوئے نماز پڑھ رہے تھے اور حضرت ابو بکرؓ پہرہ دے رہے تھے۔ حضرت ابو بکرؓ نے حضورؐ سے عرض کیا یہ آپ کی قوم آپ کو ڈھونڈ رہی ہے۔ اللہ کی قسم! مجھے تو اپنی جان کا کوئی غم نہیں ہے لیکن مجھے تو اس بات کا غم ہے کہ مجھے آپ کے بارے میں کوئی ناگوار بات نہ دیکھنی پڑے۔ حضور ﷺ نے ان ؓ سے کہا اے ابو بکر! مت ڈرو بیشک اللہ ہمارے ساتھ ہے۔[2]

امام احمد نے حضرت انسؓ سے روایت کیا ہے کہ حضرت ابو بکرؓ نے ان سے یہ بیان کیا کہ جب ہم غار میں تھے تو میں نے حضورؐ سے عرض کیا اگر ان کافروں میں سے کوئی اپنے پیروں کی طرف نظر ڈالے گا تو وہ ہمیں اپنے قدموں کے نیچے دیکھ لے گا آپ نے فرمایا اے ابو بکر! تمہارا ان دو آدمیوں کے بارے میں کیا خیال ہے جن کا تیسرا اللہ ہے۔[3]

حضرت براء بن عازبؓ فرماتے ہیں کہ حضرت ابو بکرؓ نے (میرے والد) حضرت عازبؓ سے تیرہ درہم میں ایک زین خریدی۔ حضرت ابو بکرؓ نے حضرت عازب سے کہا کہ (اپنے بیٹے) براء سے کہو کہ وہ یہ زین میرے گھر پہنچادے۔ حضرت عازب نے کہا پہلے آپ ہمیں یہ بتائیں کہ جب حضور ﷺ (مکہ سے) ہجرت کے لیئے چلے تھے اور آپ ان کے ساتھ تھے تو آپ نے کیا کیا تھا؟ پھر میں براء سے کہوں گا۔ حضرت ابو بکرؓ نے کہا ہم (غار سے) شروع رات میں نکلے اور ساری رات چلتے رہے پھر اگلے سارے دن تیزی سے چلتے رہے پھر اگلی رات چلتے رہے حتی کہ اس سے اگلا دن ہو گیا اور دوپہر ہو گئی اور گرمی تیز ہو گئی پھر میں نے اپنی نظر دوڑائی کہ کہیں کوئی سایہ نظر آجائے جہاں ہم ٹھہر جائیں تو مجھے ایک چٹان نظر آئی میں جلدی سے وہاں گیا تو وہاں ابھی کچھ سایہ باقی تھا۔ میں نے اس جگہ کو حضورؐ

---

[1] اخرجه البيهقي كذافي البداية (ج۳ ص ۱۸۰) واخرجه الحاكم ايضاً كما في منتخب كنز العمال (ج٤ ص ۳٤۸) اخرجه البغوى عن ابن ابى مليكة مرسلا بمعناه قال ابن كثير هذا مرسل حسن كما في كنز العمال (ج۸ ص ۳۳۵) [2] اخرجه الحافظ ابو بكر القاضي

[3] كذافي البداية (ج ۳ ص ۱۸۱، ۱۸۲) واخرجه ايضاً الشيخان والترمذى وابن سعد وابن ابى شيبة وغير هم كما في الكنز (ج۸ ص ۳۲۹)

کے لیئے برابر کیا اور آپ کے لیئے ایک پوستین بچھادی اور میں نے عرض کیا یا رسول اللہ! ذرا لیٹ جائیں چنانچہ آپ لیٹ گئے پھر میں نکل کر دیکھنے لگا کہ کوئی تلاش کرنے والا ادھر تو نہیں آرہا تو مجھے بکریوں کا ایک چرواہا نظر آیا میں نے کہا اے لڑکے تم کس کے چرواہے ہو؟ اس نے قریش کے ایک آدمی کا نام لیا جسے میں نے پہچان لیا۔ میں نے اس سے پوچھا کہ کیا تمہاری بکریوں میں دودھ ہے؟ اس نے کہا ہے۔ میں نے کہا کچھ دودھ مجھے نکال کر دے سکتے ہو؟ (یعنی کیا تمہیں یوں دودھ دینے کی اجازت ہے) اس نے کہا ہاں دے سکتا ہوں۔ میرے کہنے پر اس نے ایک بکری کی ٹانگیں باندھیں۔ پھر اس نے اس کے تھن سے غبار کو صاف کیا۔ پھر اس نے اپنے ہاتھوں سے غبار کو صاف کیا۔ میرے پاس ایک برتن تھا جس کے منہ پر کپڑا بندھا ہوا تھا اس نے مجھے تھوڑا سا دودھ نکال کر دیا۔ میں نے پیالہ میں پانی ڈالا جس سے نیچے کا حصہ ٹھنڈا ہو گیا۔ پھر میں حضورؐ کی خدمت میں آیا تو آپ بیدار ہو چکے تھے میں نے کہا یا رسول اللہ! دودھ پی لیں۔ آپ نے اتنا پیا کہ میں خوش ہو گیا۔ پھر میں نے کہا چلنے کا وقت ہو گیا ہے۔ چنانچہ ہم وہاں سے چل پڑے مکہ والے ہمیں تلاش کر رہے تھے۔ سراقہ بن مالک بن جعشم کے علاوہ اور کوئی ہم تک نہ پہنچ سکا۔ یہ اپنے گھوڑے پر سوار تھا۔ میں نے عرض کیا یا رسول اللہ! یہ ڈھونڈنے والا ہم تک پہنچ گیا۔ آپ نے فرمایا غم نہ کرو۔ بیشک اللہ ہمارے ساتھ ہے۔ پھر سراقہ جب ہمارے اور قریب آگیا یہاں تک کہ ایک یا دو تین نیزوں تک کا فاصلہ رہ گیا تو میں نے کہا یا رسول اللہ! یہ ڈھونڈنے والا ہمارے بالکل قریب آگیا ہے اور میں رو پڑا۔ آپ نے فرمایا کیوں روتے ہو؟ میں نے کہا میں اپنی وجہ سے نہیں رو رہا ہوں بلکہ آپ کی وجہ سے رو رہا ہوں۔ آپ نے اس کے لیئے یہ بد دعا کی اے اللہ! آپ ہمیں اس سے جیسے چاہیں بچا لیں تو ایک دم اس کے گھوڑے کے پاؤں پیٹ تک سخت زمین میں دھنس گئے اور وہ اپنے گھوڑے سے کودا اور کہا اے محمد! مجھے یقین ہے کہ یہ آپ کا کام ہے۔ آپ اللہ سے دعا کریں کہ میں جس مصیبت میں گرفتار ہو گیا ہوں وہ مجھے اس سے نکال دے اللہ کی قسم! مجھے پیچھے جتنے ڈھونڈنے والے ملیں گے میں ان سب کو آپ کے بارے میں مغالطہ میں ڈال دونگا۔ (اور آپ کے پیچھے کسی کو نہیں آنے دونگا) اور یہ میرا ترکش ہے آپ اس میں سے ایک تیر لے لیں۔ فلانی جگہ آپ میرے اونٹوں اور بکریوں کے پاس سے گزریں گے۔ (آپ یہ تیر دکھا کر) جتنی بکریوں کی آپ کو ضرورت ہو لے لیں۔ آپ نے فرمایا مجھے ان کی ضرورت نہیں ہے۔ پھر آپ نے اس کے لیئے دعا فرمائی۔ وہ اس مصیبت سے خلاصی پا کر اپنے ساتھیوں کے پاس واپس چلا گیا۔ پھر حضورؐ وہاں سے چل دیئے (اور میں آپ کے ساتھ تھا) یہاں تک کہ ہم مدینہ پہنچ

گئے۔لوگوں نے آپ کا استقبال کیا۔لوگ راستے کے دونوں طرف چھتوں پر چڑھ گئے اور راستے میں خادم اور بچے دوڑے پھر رہے تھے اور کہہ رہے تھے اللہ اکبر ،رسول اللہ ﷺ آگئے۔ محمد ﷺ آگئے۔مدینہ کے لوگ آپس میں جھگڑنے لگے کہ حضورؐ کس کے مہمان بنیں تو حضورؐ نے فرمایا آج رات میں عبدالمطلب کے ماموں بنو نجار کے ہاں ٹھہروں گا۔اس طرح میں ان کا اکرام کرنا چاہتا ہوں۔(چنانچہ آپ وہاں ٹھہرے)جب صبح ہوئی تو آپ کو (اللہ کی طرف سے)جہاں ٹھہرنے کا حکم ملا وہاں تشریف لے گئے۔[1]

حضرت عروہ بن زبیرؓ فرماتے ہیں کہ حضرت زبیرؓ مسلمانوں کے ایک تجارتی قافلہ کے ساتھ ملک شام سے واپس آرہے تھے کہ راستہ میں ان سے حضور ﷺ کی ملاقات ہوئی۔ حضرت زبیر نے حضورؐ اور حضرت ابو بکرؓ کو سفید کپڑے پہنائے اور مدینہ میں مسلمانوں نے حضورؐ کے مکہ سے روانہ ہونے کی خبر سن لی تھی مدینہ کے مسلمان روزانہ صبح کو حرہ تک آپ کے استقبال کے لیئے آتے اور آپ کا انتظار کرتے اور جب دو پہر کو گرمی تیز ہو جاتی تو مدینہ واپس چلے جاتے۔ایک دن بہت دیر انتظار کر کے مسلمان واپس ہوئے۔جب یہ لوگ اپنے گھروں کو پہنچے تو ایک یہودی ایک قلعہ پر کسی چیز کو دیکھنے کے لیئے چڑھا۔اس کی نظر حضورؐ اور آپ کے ساتھیوں پر پڑی جو کہ سفید کپڑے پہنے ہوئے تھے۔اور ان حضرات کے آنے کی وجہ سے سراب ہٹتا جارہا تھا۔(گرمی کی وجہ سے ریگستان میں جو ریت پانی کی طرح نظر آتی ہے اسے سراب کہتے ہیں)اس یہودی سے نہ رہا گیا اس نے بلند آواز سے کہا اے عرب والو! یہ تمہارے حضرت ہیں جن کا تم انتظار کر رہے تھے تو مسلمان ہتھیاروں کی طرف لپکے (اس زمانے میں استقبال کے لیئے ہتھیار بھی لگائے جاتے تھے)اور (ہتھیار لگا کر) مسلمانوں نے حرہ مقام پر جا کر حضور ﷺ کا استقبال کیا۔آپ ان سب کو لے کر حرہ کے داہنی جانب مڑ گئے اور بنو عمرو بن عوف کے ہاں جا کر ٹھہرے۔وہ پیر کا دن اور ربیع الاول کا مہینہ تھا۔حضرت ابو بکرؓ تو لوگوں کے استقبال میں کھڑے ہو گئے۔ حضورؐ خاموش بیٹھے ہوئے تھے تو انصار میں سے جن لوگوں نے حضورؐ کو اب تک نہیں دیکھا تھا وہ آ آکر حضرت ابو بکرؓ کو سلام کرنے لگے۔یہاں تک کہ جب حضورؐ پر دھوپ آئی تو حضرت ابو بکرؓ آکر اپنی چادر سے آپ پر سایہ کرنے لگے۔تب لوگوں کو حضورؐ کا پتہ چلا۔ حضور ﷺ دس راتوں سے زیادہ بنو عمرو بن

---

[1] اخرجه احمد واخرجه الشيخان في الصحيحين كما في البداية (ج ٣ص ١٨٧، ١٨٨)واخرجه ايضاً ابن ابي شيبة وابن سعد (ج ٣ص ٨٠)بنحوه مطولاً مع زيادة وابن خزيمة وغيرهم كما في الكنز (ج ٨ص ٣٣٠)

عوف کے ہاں ٹھہرے اور آپ نے وہاں اس مسجد کی بنیاد رکھی جس کے بارے میں قرآن مجید میں ہے :۔

لمسجد اسس علی التقوی.

"البتہ وہ مسجد جس کی بنیاد دھری گئی پرہیزگاری پر"۔ اور اس میں حضورؐ نے نماز پڑھی پھر آپ اپنی سواری پر سوار ہو کر چل پڑے اور لوگ بھی آپ کے ساتھ چل رہے تھے یہاں تک کہ آپ کی اونٹنی مدینہ میں اس جگہ جا کر بیٹھ گئی جہاں مسجد نبوی ہے ان دنوں وہاں مسلمان مرد نماز پڑھا کرتے تھے۔ اور وہ جگہ دو یتیم لڑکوں (حضرت سہیل اور حضرت سہلؓ) کی تھی جہاں کھجوریں سکھایا کرتے تھے۔ یہ دونوں حضرت اسعد بن زرارہ کی پرورش میں تھے۔ جب آپ کی اونٹنی بیٹھ گئی تو آپؐ نے فرمایا کہ انشاء اللہ یہی ہمارے ٹھہرنے کی جگہ ہے۔ پھر آپ نے ان دونوں بچوں کو بلایا اور مسجد بنانے کے لیئے ان سے اس جگہ کا سودا کرنا چاہا تو ان بچوں نے کہا یا رسول اللہ ! نہیں (ہم بیچنا نہیں چاہتے ہیں بلکہ) ہم یہ زمین آپ کو ہدیہ کر دیتے ہیں۔ آپؐ نے ان بچوں سے یہ زمین بطور ہدیہ لینے سے انکار کر دیا اور ان سے وہ جگہ خریدی (کیونکہ نابالغ ہونے کی وجہ سے وہ اپنی زمین کو ہدیہ نہیں کر سکتے تھے) پھر اس جگہ آپ نے مسجد بنائی۔ حضور ﷺ بھی صحابہ کے ساتھ مسجد کی تعمیر کے لیئے کچی اینٹیں اٹھانے لگے اور آپ اینٹیں اٹھاتے ہوئے یہ شعر پڑھ رہے تھے :۔

هذا الحمال لا حمال خیبر هذا ابر ربنا واطهر.

یہ اٹھائی جانے والی اینٹیں خیبر میں اٹھائی جانے والی کھجور اور کشمش کی طرح نہیں ہیں۔ اے ہمارے رب ! بلکہ یہ تو ان سے زیادہ بھلی اور زیادہ پاک ہیں۔ اور یہ شعر بھی پڑھ رہے تھے۔

اللهم ان الا جرا جر الا خره فار حم الا نصار والمها جره

اے اللہ اصل اجر و ثواب تو آخرت کا اجر و ثواب ہے۔ تو انصار اور مہاجرین پر رحم فرما۔

پھر آپ نے ایک مسلمان کا شعر پڑھا لیکن اس مسلمان کا نام مجھے نہیں بتایا گیا ابن شہاب کہتے ہیں ہمیں حدیثوں میں یہ کہیں نہیں ملا کہ حضورؐ نے ان اشعار کے علاوہ اور کسی کا پورا شعر پڑھا ہو۔ [۱]

حضرت انس بن مالکؓ فرماتے ہیں کہ میں بھی بچوں کے ساتھ دوڑا پھر رہا تھا سب لوگ

---

۱ ۔ اخرجه البخاری وهذا لفظ البخاری وقد تفرد بروایته دون مسلم وله شواهد من وجوه اخر كذافی البداية (ج ۳ ص ۱۸۶)

کہہ رہے تھے کہ محمد (ﷺ) آ گئے۔ میں دوڑا تو پھر رہا تھا لیکن مجھے نظر کچھ نہیں آ رہا تھا۔ یہاں تک کہ حضور ﷺ اور آپ کے ساتھ حضرت ابو بکرؓ دونوں تشریف لے آئے اور مدینہ کی ایک غیر آباد جگہ آ کر بیٹھ گئے پھر انہوں نے ایک دیہاتی آدمی کو بھیجا جو انصار کو ان دونوں حضرات (کے آنے) کی خبر کر دے۔ چنانچہ تقریباً پانچ سو انصار ان حضرات کے استقبال کے لئے نکلے اور ان دونوں حضرات کی خدمت میں پہنچ کر ان حضرات نے عرض کیا آپ دونوں حضرات تشریف لے چلیں آپ دونوں حضرات امن میں ہیں اور آپ دونوں حضرات کی بات مانی جائے گی۔ آپؐ اور آپ کے ساتھی حضرت ابو بکر ان استقبال کرنے والوں کے درمیان چل رہے تھے۔ تمام مدینہ والے استقبال کے لئے نکل آئے یہاں تک کہ کنواری لڑکیاں گھروں کی چھتوں پر ایک دوسرے سے آگے بڑھ بڑھ کر حضورؐ کو دیکھ رہی تھیں اور ایک دوسری سے پوچھ رہی تھیں کہ ان میں حضورؐ کون سے ہیں؟ ان میں حضورؐ کونسے ہیں؟ اس جیسا منظر ہم نے کبھی نہیں دیکھا۔ حضرت انسؓ فرماتے ہیں کہ میں نے حضور ﷺ کو اس دن بھی دیکھا تھا جس دن آپؐ کا انتقال ہوا تھا ان دونوں جیسا کوئی دن میں نے نہیں دیکھا۔[1]

حضرت ابن عائشہ رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ حضور ﷺ مدینہ تشریف لائے تو عورتیں اور بچے یہ اشعار خوشی میں پڑھ رہے تھے۔

طلع البدر علینا　　من ثنیات الوداع

وجب الشکر علینا　　ما دعا للّٰہ داع

وداع کی گھاٹیوں سے چودھویں کا چاند ہم پر نکلا۔ جب تک کوئی بھی اللہ کی دعوت دیتا رہے گا ہم پر شکر واجب رہے گا۔[2]

حضرت عمر بن خطابؓ اور صحابہ کرامؓ کی ہجرت

حضرت براء بن عازبؓ فرماتے ہیں حضور ﷺ کے صحابہ میں سے سب سے پہلے ہمارے پاس (مدینہ میں) حضرت مصعب بن عمیر اور ابن ام مکتومؓ آئے۔ یہ دونوں ہمیں قرآن پڑھانے لگے۔ پھر حضرت عمار، حضرت بلال اور حضرت سعدؓ آئے۔ پھر عمر بن خطابؓ بیس صحابہؓ کے ساتھ آئے پھر حضورؐ تشریف لائے اور میں نے مدینہ والوں کو حضورؐ کی تشریف آوری پر جتنا خوش ہوتے ہوئے دیکھا اتنا کسی چیز پر خوش ہوتے ہوئے نہیں دیکھا۔ میں آپ

---

[1] اخرجه احمد ورواه البیهقی بنحوه کذافی البدایة (ج ۳ ص ۱۹۷)

[2] اخرجه البیهقی کذافی البدایة (ج ۳ ص ۱۹۷)

کی تشریف آوری سے پہلے مفصل سورتوں میں سے "سبح اسم ربك الا علی" پڑھ چکا تھا۔[1]

حضرت براءؓ فرماتے ہیں مہاجرین میں سے سب سے پہلے ہمارے پاس بنو عبدالدار قبیلہ کے حضرت مصعب بن عمیرؓ آئے پھر بنو فہر کے نابینا ابن ام مکتوم آئے۔ پھر حضرت عمر بن خطابؓ بیس سواروں کے ساتھ آئے۔ ہم نے ان سے پوچھا کہ رسول اللہ ﷺ کا کیا ہوا؟ حضرت عمر نے کہا وہ میرے پیچھے تشریف لا رہے ہیں۔ پھر حضور ﷺ تشریف لائے اور حضرت ابو بکرؓ ان کے ساتھ تھے۔ حضرت براء فرماتے ہیں کہ میں حضورؐ کے تشریف لانے سے پہلے مفصل کی کئی سورتیں پڑھ چکا تھا۔[2]

حضرت عمرؓ فرماتے ہیں کہ جب میں نے حضرت عیاش بن ابی ربیعہ اور حضرت ہشام بن عاصؓ نے مدینہ ہجرت کرنے کا ارادہ کیا تم ہم نے سرف مقام سے اوپر کی جانب بنو غفار کے حوض کے کنارے وادی تناضب میں جمع ہونا طے کیا اور ہم نے کہا کہ ہم میں سے جو بھی صبح کو وہاں پہنچا ہوا نہ ہوگا (تو ہم سمجھ لیں کہ) اسے روک لیا گیا ہے۔ لہذا اس کے باقی دونوں ساتھی چلے جائیں (اور اس کا انتظار نہ کریں) چنانچہ میں اور حضرت عیاش تو صبح تناضب پہنچ گئے۔ اور حضرت ہشام کو ہمارے پاس آنے سے روک لیا گیا۔ اور (کافروں کی طرف سے) ان کو آزمائش میں ڈالا گیا اور وہ آزمائش میں پڑ گئے یعنی اسلام سے پھر گئے۔ جب ہم مدینہ آئے تو ہم قباء میں بنو عمرو بن عوف کے ہاں ٹھہرے۔ حضرت عیاس، ابو جہل بن ہاشم اور حارث بن ہشام کے چچازاد بھائی اور ماں شریک بھائی تھے۔ ابو جہل اور حارث حضرت عیاش (کو واپس لے جانے) کے لئے مدینہ آئے۔ اور رسول اللہ ﷺ ابھی مکہ ہی میں تھے ان دونوں نے حضرت عیاش سے بات کی اور ان سے کہا کہ تمہاری ماں نے یہ نذر مانی ہے کہ جب تک وہ تمہیں دیکھ نہ لے گی نہ وہ سر میں کنگھی کرے گی اور نہ دھوپ سے سایہ میں جائے گی۔ (ماں کا یہ حال سن کر) ان کا دل نرم پڑ گیا۔ میں نے ان سے کہا اللہ کی قسم یہ لوگ تم کو تمہارے دین سے ہٹانا چاہتے ہیں۔ ان سے چوکنے رہو۔ اللہ کی قسم جب جوئیں تمہاری ماں کو تنگ کریں گی تو وہ ضرور کنگھی کرے گی۔ اور جب مکہ کی گرمی اس کو ستائے گی تو وہ خود سایہ میں چلی جائے گی۔ اس پر حضرت عیاش نے کہا میں اپنی ماں کی نذر بھی پوری کرآتا ہوں اور میرا وہاں کچھ مال ہے وہ بھی میں لے آتا ہوں۔ میں نے کہا اللہ کی قسم تمہیں خوب معلوم ہے میں قریش کے بڑے مالداروں میں سے ہوں تم ان کے ساتھ مت جاؤ۔ میں تمہیں اپنا آدھا مال دے دیتا

---

[1] اخرجه ابن ابی شیبة كذافی كنز العمال (ج۸ ص ۳۳۱) [2] عند احمد فی حديث البرء عن ابی بكرؓ فی الهجرة واخرجه ايضاً البخاری ومسلم كذافی البداية (ج ۳ ص ۱۸۸)

ہوں۔ لیکن انہوں نے میری بات نہ مانی اور ان دونوں کے ساتھ جانے پر مصر رہے۔ جب انہوں نے ان کے ساتھ جانے کی ٹھان ہی لی تو میں نے ان سے کہا تم نے جو کرنا تھا وہ کر لیا (اور ان کے ساتھ جانے کا ارادہ کر ہی لیا) تو میری یہ اونٹنی لے لو یہ بڑی عمدہ نسل کی اور مان کر چلنے والی ہے۔ تم اس کی پیٹھ پر بیٹھے رہنا۔ اگر تمہیں ان دونوں کی کسی بات سے شک ہو تو اس پر بھاگ کر اپنی جان بچالینا۔ چنانچہ وہ اس اونٹنی پر سوار ہو کر ان دونوں کے ساتھ چل پڑے۔ راستہ میں ایک جگہ ابو جہل نے ان سے کہا اے میرے بھائی، اللہ کی قسم میرا یہ اونٹ ست پڑ گیا ہے۔ کیا تم مجھے اپنی اس اونٹنی پر پیچھے نہیں بٹھا لیتے؟ حضرت عیاش نے کہا، ہاں ضرور۔ اور انہوں نے اپنی اونٹنی نیچے بٹھالی۔ اور ان دونوں نے بھی اپنے اونٹ بٹھالیئے تاکہ ابو جہل ان کی اونٹنی پر سوار ہو جائے۔ جیسے ہی وہ زمین پر اترے تو یہ دونوں حضرت عیاش پر جھپٹے اور انہیں رسی سے اچھی طرح باندھ لیا اور انہیں مکہ لے گئے اور اسلام سے ہٹانے کے لیئے ان پر بڑا زور ڈالا۔ آخر وہ اسلام کو چھوڑ گئے۔ ہم یہ کہا کرتے تھے کہ جو مسلمان اسلام کو چھوڑ کر کفر میں چلا جائے گا پھر اللہ اس کی توبہ قبول نہیں کریں گے۔ اور اسلام چھوڑ کر چلے جانے والے بھی یہی سمجھتے تھے۔ یہاں تک کہ حضورؐ مدینہ تشریف لے آئے اور اللہ تعالیٰ نے یہ آیتیں نازل فرمائیں :۔

قُلْ يٰعِبَادِيَ الَّذِيْنَ اَسْرَفُوْا عَلٰٓى اَنْفُسِهِمْ لَا تَقْنَطُوْا مِنْ رَّحْمَةِ اللّٰهِ ؕ اِنَّ اللّٰهَ يَغْفِرُ الذُّنُوْبَ جَمِيْعًا ؕ اِنَّهٗ هُوَ الْغَفُوْرُ الرَّحِيْمُ ۝ وَاَنِيْبُوْٓا اِلٰى رَبِّكُمْ وَاَسْلِمُوْا لَهٗ مِنْ قَبْلِ اَنْ يَّاْتِيَكُمُ الْعَذَابُ ثُمَّ لَا تُنْصَرُوْنَ ۝ وَاتَّبِعُوْٓا اَحْسَنَ مَآ اُنْزِلَ اِلَيْكُمْ مِّنْ رَّبِّكُمْ مِّنْ قَبْلِ اَنْ يَّاْتِيَكُمُ الْعَذَابُ بَغْتَةً وَّ اَنْتُمْ لَا تَشْعُرُوْنَ ۝

ترجمہ: "کہہ دے اے بندو میرے۔ جنہوں کہ زیادتی کی ہے اپنی جان پر۔ آس مت توڑو اللہ کی مہربانی سے۔ بیشک اللہ بخشتا ہے سب گناہ۔ وہ جو ہے وہی ہے گناہ معاف کرنے والا مہربان۔ اور رجوع ہو جاؤ اپنے رب کی طرف اور اس کی حکم برداری کرو، پہلے اس سے کہ آئے تم پر عذاب، پھر کوئی تمہاری مدد کو نہ آئے گا۔ اور چلو بہتر بات پر جو اتری تمہاری طرف تمہارے رب سے، پہلے اس سے کہ پہنچے تم پر عذاب اچانک اور تم کو خبر نہ ہو"۔ حضرت عمرؓ فرماتے ہیں کہ میں نے یہ آیتیں لکھ کر حضرت ہشام بن عاص کے پاس بھیج دیں۔ حضرت ہشام کہتے ہیں کہ جب یہ آیتیں میرے پاس پہنچیں تو میں ان کو ذی طوی مقام پر پڑھنے لگا۔ اور (ان کے معنی اور مطلب کو سمجھنے کے لیئے) ان کو اوپر نیچے دیکھنے لگا۔ لیکن مجھے ان کا

مطلب سمجھ میں نہ آیا۔ یہاں تک کہ میں نے دعا مانگی، اے اللہ! یہ آیتیں مجھے سمجھا دے۔ پھر اللہ نے میرے دل میں یہ مطلب ڈالا کہ یہ آیتیں ہمارے بارے میں نازل ہوئی ہیں۔ ہم جو اپنے دلوں میں سوچا کرتے تھے اور صحابہؓ جو ہمارے بارے میں کہا کرتے تھے کہ جو اسلام کو چھوڑ کر کفر میں چلا جائے پھر اللہ اس کی توبہ قبول نہیں کرے گا (اب اللہ تعالیٰ نے یہ آیتیں نازل فرما کر بتایا ہے کہ توبہ قبول ہو جائے گی جب یہ مطلب میری سمجھ میں آگیا اور مجھے اپنی توبہ قبول ہو جانے کی بات معلوم ہو گئی تو) میں اپنے اونٹ کے پاس آیا اور اس پر سوار ہو کر مدینہ حضورؐ کی خدمت میں حاضر ہو گیا۔[1]

حضرت عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ کی ہجرت

حضرت قتادہؓ فرماتے ہیں کہ سب سے پہلے اللہ کے لئے جس نے اپنے اہل وعیال کے ساتھ ہجرت کی وہ حضرت عثمان بن عفانؓ ہیں۔ میں نے حضرت نضر بن انس کو یہ فرماتے ہوئے سنا کہ میں نے حضرت ابو حمزہ یعنی انسؓ کو فرماتے ہوئے سنا کہ حضرت عثمان بن عفانؓ ہجرت کر کے حبشہ چلے گئے اور ان کے ساتھ ان کی بیوی حضرت رقیہؓ حضور ﷺ کی صاحبزادی بھی تھیں۔ حضورؐ کے پاس ان دونوں کی خیر خبر آنے میں دیر ہو گئی۔ پھر قریش کی ایک عورت آئی اور اس نے کہا اے محمد! (ﷺ) میں نے تمہارے داماد کو دیکھا تھا اور ان کے ساتھ ان کی بیوی بھی تھیں۔ آپ نے فرمایا تم نے ان دونوں کو کس حال میں دیکھا؟ اس عورت نے کہا میں نے ان کو دیکھا کہ انہوں نے اپنی بیوی کو ایک کمزور سے گدھے پر سوار کر رکھا تھا اور خود اس کو پیچھے سے ہانک رہے تھے۔ حضورؐ نے فرمایا اللہ تعالیٰ ان دونوں کے ساتھ رہے۔ حضرت عثمانؓ حضرت لوطؑ کے بعد پہلے شخص ہیں جنہوں نے اپنے اہل وعیال کے ساتھ ہجرت کی ہے۔[2] طبرانی نے حضرت انسؓ سے اسی حدیث کے ہم معنی روایت کی اور اس میں یہ بھی ہے کہ ان کے بارے میں حضور ﷺ کو کوئی خبر نہ ملی۔ حضورؐ گھر سے باہر

---

[1] اخرجه ابن اسحاق عن نافع عن ابن عمر كذافي البداية (ج ٣ص ١٧٢) واخرجه ايضاً ابن السكن بسند صحيح عن ابن اسحاق باسناده مطولا كما اشار اليه الحافظ في الاصابة (ج ٣ص ٦٠٤) والبزار بطوله نحوه قال الهيثمي (ج ٩ص ٦١) ورجاله ثقات واخرجه البيهقي (ج ٩ص ١٣) وابن سعد (ج ٣ص ١٩٤) وابن مردويه والبزار عن عمر رضي الله عنه مختصرا كما في كنز العمال (ج ١ص ٣٦٢) واخرجه الطبراني عن عروة مرسلا وفيه ابن لهيعة وفي ضعف وعن ابن شهاب مرسلا ورجاله ثقات كذافي الجمع (ج ٦ص ٦٢)

[2] اخرجه البيهقي كذافي البداية (ج ٣ص ٦٦) واخرجه ايضاً ابن المبارك عن انس رضي الله عنه بمعناه كما في الاصابة (ج ٤ص ٣٠٥)

تشریف لا کر ان کے بارے میں لوگوں سے خیر خبر پوچھا کرتے۔ آپ کو ان کے بارے میں کوئی خبر ملنے کا بڑا انتظار تھا۔ آخر ایک عورت آئی اور اس نے آپ کو ان کے بارے میں بتایا۔[1]

حضرت علی بن ابی طالبؓ کی ہجرت

حضرت علیؓ فرماتے ہیں جب رسول اللہ ﷺ ہجرت فرما کر مدینہ تشریف لے جانے لگے تو آپ نے مجھ سے فرمایا کہ میں آپ کے بعد ٹھہر کر لوگوں کی جو امانتیں حضورؐ کے پاس تھیں وہ لوگوں کو پہنچادوں (چونکہ لوگ آپ کے پاس امانت رکھواتے تھے) اسی وجہ سے آپ کو الامین کہا جاتا تھا۔ میں (آپ کے بعد) تین دن وہیں رہا۔ میں گھر سے باہر علی الاعلان لوگوں میں چلتا پھرتا تھا۔ ایک دن بھی چھپ کر نہیں بیٹھا پھر میں مکہ سے نکل کر حضورؐ والے راستہ پر چل دیا۔ یہاں تک کہ جب بنو عمرو بن عوف کے ہاں پہنچا تو حضورؐ ابھی وہاں ہی قیام پذیر تھے۔ میں کلثوم بن ہدم کے ہاں ٹھہرا اور حضورؐ بھی وہاں ہی ٹھہرے ہوئے تھے۔[2]

حضرت جعفر بن ابی طالب اور صحابہ کرامؓ کا پہلے حبشہ، پھر مدینہ ہجرت کرنا

حضرت محمد بن حاطبؓ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا میں نے خواب میں ایک کھجوروں والی سرزمین دیکھی ہے۔ تم لوگ وہاں چلے جاؤ۔ چنانچہ حضرت حاطب اور حضرت جعفرؓ سمندر کے راستے سے روانہ ہوئے۔ حضرت محمد فرماتے ہیں کہ میں اسی کشتی میں پیدا ہوا۔ (جس میں یہ حضرات روانہ ہوئے تھے)[3] حضرت عمیر بن اسحاق فرماتے ہیں کہ حضرت جعفرؓ نے (حضورؐ کی خدمت میں) عرض کیا یا رسول اللہ! آپ مجھے اجازت دیں کہ میں کسی ایسی سرزمین میں چلا جاؤں جہاں میں بے خوف وخطر اللہ کی عبادت کر سکوں۔ حضورؐ نے آپ کو اجازت دے دی۔ اور وہ نجاشی کے پاس چلے گئے۔ پھر انہوں نے پوری حدیث ذکر کی جیسے کہ عنقریب آئے گی۔[4]

---

[1] قال الهيثمي (ج ۹ ص ۸۱) وفيه الحسن بن زياد البرجمي ولم اعرفه وبقية رجاله ثقات انتهى
[2] اخرجه ابن سعد كذافي كنز العمال (ج۸ص ۳۳۵)
[3] اخرجه احمد والطبراني ورجاله رجال الصحيح كذافي مجمع الزوائد للهيثمي (ج ٦ ص ۲۷)
[4] اخرجه الطبراني والبزار قال الهيثمي (ج ٦ ص ۲۹) وعمير بن اسحاق وثقه ابن حبان وغيره وفيه كلام لا يضر وبقية رجاله رجال الصحيح انتهى.

حضرت ام سلمہؓ فرماتی ہیں کہ جب سر زمین مکہ (مسلمانوں پر) تنگ ہو گئی اور رسول اللہ ﷺ کے صحابہ کو طرح طرح ستایا گیا اور ان کو بڑی آزمائشوں میں ڈالا گیا اور انہوں نے دیکھا کہ دین کی وجہ سے ان پر آزمائش اور مصیبتیں آرہی ہیں اور یہ بھی دیکھ لیا کہ حضورؐ ان کو ان آزمائشوں اور مصیبتوں سے بچا نہیں سکتے ہیں اور خود حضورؐ اپنی قوم اور اپنے چچا کی وجہ سے حفاظت میں ہیں جس کی وجہ سے حضور کو کوئی ناگوار بات پیش نہیں آتی ہے اور نہ آپ کو صحابہ والی تکلیفیں پہنچتی ہیں تو حضورؐ نے اپنے صحابہ سے فرمایا کہ ملک حبشہ میں ایک ایسا بادشاہ ہے جس کے ہاں کسی پر ظلم نہیں ہوتا ہے۔ لہذا تم اس کے ملک میں چلے جاؤ۔ یہاں تک کہ اللہ تعالیٰ تمہیں اس تنگی سے نجات دے اور جن مصیبتوں میں تم مبتلا ہو ان سے نکلنے کا راستہ بنادے۔ چنانچہ ہم لوگ جماعتیں بن بن کر حبشہ جانے لگے اور وہاں جاکر ہم اکٹھے ہو گئے اور وہاں رہنے لگے۔ بڑا اچھا علاقہ تھا وہاں کے لوگ بہترین پڑوسی تھے۔ ہم اطمینان سے اپنے دین پر چلنے لگے۔ وہاں ہمیں کسی قسم کے ظلم کا اندیشہ نہ تھا۔ جب قریش نے یہ دیکھا کہ ہمیں رہنے کو ایک علاقہ مل گیا ہے جہاں ہم امن سے رہ رہے ہیں۔ تو انہیں یہ بہت برا لگا اور انہیں ہم پر بڑا غصہ آیا اور انہوں نے جمع ہو کر یہ فیصلہ کیا کہ وہ ہمارے بارے میں نجاشی کے پاس ایک وفد بھیجیں گے جو ہمیں نجاشی کے ملک سے نکال کر ان کے پاس (مکہ) واپس لے آئے۔ چنانچہ انہوں نے عمرو بن عاص اور عبداللہ بن ابی ربیعہ کو بطور وفد بھیجنا طے کیا۔ اور نجاشی اور اس کے جرنیلوں کے لئے بہت سے تحفے جمع کئے اور ان میں سے ہر ایک کے لئے الگ الگ تحفہ تیار کیا۔ اور ان دونوں سے کہا کہ صحابہ کے بارے میں بات کرنے سے پہلے ہر جرنیل کو اس کا تحفہ دے دینا۔ پھر نجاشی کو اس کے تحفے دینا اور کوشش کرنا کہ صحابہؓ سے نجاشی کی بات ہونے نہ پائے اور پہلے ہی وہ ان کو تمہارے حوالے کر دے چنانچہ وہ دونوں حبشہ نجاشی کے ہاں گئے اور ہر جرنیل کو اس کا تحفہ پیش کیا۔ پھر انہوں نے ہر جرنیل سے یہ بات کی کہ ہم اپنے چند بے وقوفوں کی وجہ سے اس بادشاہ کے پاس آئے ہیں۔ یہ بے وقوف اپنی قوم کا دین چھوڑ چکے ہیں اور تمہارے دین میں داخل نہیں ہوئے ہیں تو ان کی قوم نے ہمیں اس لئے بھیجا ہے تاکہ بادشاہ ان لوگوں کو ان کی قوم کے پاس واپس بھجوا دے۔ جب ہم بادشاہ سے یہ بات کریں تو تم سب اسے ایسا کرنے کا (یعنی واپس بھیجنے کا) مشورہ دینا۔ سب نے کہا ہم ایسے ہی کریں گے۔ پھر انہوں نے جاکر نجاشی کو تحفے پیش کئے۔ اور مکہ والے اسے جو تحفے بھیجتے تھے ان میں سے اسے سب سے زیادہ پسند رنگی ہوئی کھال تھی۔ جب وہ اسے تحفے دے چکے تو انہوں نے نجاشی سے کہا کہ اے بادشاہ! ہمارے چند بے وقوف نوجوانوں نے اپنی قوم کا

دین چھوڑ دیا ہے اور آپ کے دین میں بھی داخل نہیں ہوئے ہیں اور ایک نیا گھڑا ہوا دین انہوں نے اختیار کیا ہے جسے ہم نہیں جانتے ہیں۔ اور اب انہوں نے تمہارے ملک میں آکر پناہ لے لی ہے۔ اور آپ کی خدمت میں ان کے بارے میں بات کرنے کے لئے ان کے خاندان ،ان کے والدین ،ان کے چچا اور ان کی قوم نے ہم لوگوں کو بھیجا ہے تاکہ ان کو ان کی قوم کے پاس واپس بھیج دیں کیونکہ ان کی قوم والے ان کو آپ سے زیادہ جانتے ہیں اور یہ لوگ آپ کے دین میں کبھی بھی داخل نہیں ہوں گے کہ آپ اس وجہ سے ان کی حمایت اور حفاظت کریں۔ (یہ سن کر) نجاشی کو غصہ آگیا اور اس نے کہا اللہ کی قسم! نہیں ایسے نہیں ہو سکتا۔ اور جب تک میں ان کو بلا کر ان سے بات نہ کر لوں ،اور ان کے معاملہ میں غور نہ کر لوں اس وقت تک میں انہیں واپس نہیں کر سکتا ہوں (کیونکہ) انہوں نے میرے ملک میں آکر پناہ لی ہے اور کسی اور کا پڑوس اختیار کرنے کی بجائے انہوں نے میرا پڑوس اختیار کیا ہے۔ اگر وہ ایسے ہی نکلے جیسے ان کی قوم والے کہہ رہے ہیں تو میں انہیں ان کی قوم کے پاس واپس بھیج دوں گا اور اگر وہ ویسے نہ ہوئے تو میں ان کی ہر طرح حفاظت کروں گا اور ان کے اور ان کی قوم کے درمیان نہیں پڑوں گا اور (ان کو واپس بھیج کر) ان کی قوم کی آنکھیں ٹھنڈی نہیں کروں گا (چنانچہ نجاشی نے مسلمانوں کو بلا لیا) جب مسلمان اس کے پاس آئے تو انہوں نے اسے سلام کیا اور اسے سجدہ نہ کیا تو اس نے کہا اے جماعت (مہاجرین) تم لوگ مجھے یہ بتاؤ کہ جس طرح تمہاری قوم کے آدمیوں نے آکر (سجدہ کر کے) مجھے سلام کیا تم لوگوں نے اس طرح مجھے سلام نہیں کیا اور یہ بھی بتاؤ کہ تم حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے بارے میں کیا کہتے ہو؟ اور تمہارا دین کیا ہے؟ کیا تم عیسائی ہو؟ مسلمانوں نے کہا نہیں۔ نجاشی نے کہا کیا تم یہودی ہو؟ انہوں نے کہا نہیں۔ اس نے کہا کیا تم اپنی قوم کے دین پر ہو؟ انہوں نے کہا نہیں۔ اس نے کہا پھر تمہارا دین کیا ہے؟ انہوں نے کہا اسلام۔ اس نے کہا اسلام کیا ہے؟ انہوں نے کہا ہم اللہ کی عبادت کرتے ہیں۔ اس کے ساتھ کسی چیز کو شریک نہیں ٹھہراتے ہیں۔ اس نے کہا یہ دین تمہارے پاس کون لایا؟ انہوں نے کہا یہ دین ہمارے پاس ہم میں کا ہی ایک آدمی لے کر آیا ہے جسے ہم اچھی طرح جانتے ہیں اس کے حسب نسب سے ہم خوب واقف ہیں۔ انہیں اللہ نے ہماری طرف ایسے ہی بھیجا ہے جیسے اللہ نے اور رسولوں کو ہم سے پہلوں کی طرف بھیجا۔ انہوں نے ہمیں نیکی اور صدقہ کرنے کا ،وعدہ پورا کرنے ،امانت ادا کرنے کا حکم دیا بتوں کی عبادت سے انہوں نے ہمیں روکا اور اللہ وحدہ لاشریک لہ کی عبادت کا ہمیں حکم دیا۔ ہم نے انہیں سچا مان لیا اور اللہ کے کلام کو پہچان لیا ،ہمیں یقین ہے کہ وہ جو کچھ لائے ہیں وہ سب

اللہ کے پاس سے آیا ہے۔ ہمارے ان کاموں کی وجہ سے ہماری قوم ہماری دشمن ہو گئی اور اس سچے نبی کی بھی دشمن بن گئی اور انہوں نے ان کو جھٹلایا اور ان کو قتل کرنا چاہا۔ اور ہم سے بتوں کی عبادت کروانا چاہتے ہیں۔ ہم اپنے دین اور اپنی جان کو لے کر اپنی قوم سے بھاگ کر آپ کے پاس آئے ہیں۔ نجاشی نے کہا اللہ کی قسم یہ بھی اسی نور سے نکلا ہے جس سے موسیٰؑ کا دین نکلا تھا۔ حضرت جعفرؓ نے فرمایا، باقی رہی سلام کرنے کی بات، تو رسول اللہ ﷺ نے ہمیں اسی کا حکم دیا ہے۔ چنانچہ ہم نے آپ کو ویسے ہی سلام کیا جیسے ہم آپس میں کرتے ہیں۔ جہاں تک حضرت عیسیٰ بن مریمؑ کا تعلق ہے تو وہ اللہ کے بندے اور اس کے رسول ہیں اور وہ اللہ کا وہ کلمہ ہیں جس کو اللہ نے مریم کی طرف القاء فرمایا تھا اور اللہ کی (پیدا کی ہوئی) روح ہیں اور وہ اس کنواری عورت کے بیٹے ہیں جو الگ تھلگ رہنے والی تھی۔ نجاشی نے ایک تنکا اٹھا کر کہا۔ اللہ کی قسم تم نے جو کچھ بتایا ہے حضرت عیسیٰ بن مریمؑ اس سے اتنے بھی (یعنی اس تنکے کے برابر بھی) زیادہ نہیں ہیں۔ یہ سن کر حبشہ کے معزز سرداروں نے کہا اللہ کی قسم، اگر حبشہ کے لوگوں نے (تمہاری اس بات کو) سن لیا تو وہ تمہیں (بادشاہت سے) ہٹا دیں گے۔ اس نے کہا اللہ کی قسم میں حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے بارے میں کبھی بھی اس کے علاوہ اور کچھ نہیں کہوں گا۔ جب اللہ نے میرا ملک مجھے واپس کیا تھا تو اللہ نے میرے بارے میں لوگوں کی بات نہیں مانی تھی تو اب میں اللہ کے دین کے بارے میں ان لوگوں کی بات کیوں مانوں۔ ایسے کام سے اللہ کی پناہ۔[1]

امام احمدؒ نے حضور ﷺ کی زوجہ محترمہ حضرت ام سلمہؓ سے لمبی حدیث نقل کی ہے۔ اس میں یہ مضمون بھی ہے کہ نجاشی نے رسول اللہ ﷺ کے صحابہ کے پاس آدمی بھیج کر ان کو بلایا۔ جب اس کا قاصد مسلمانوں کے پاس آیا تو وہ سب جمع ہو کر ایک دوسرے سے مشورہ کرنے لگے کہ جب تم اس نجاشی کے پاس جاؤ گے تو اس آدمی یعنی حضرت عیسیٰؑ کے بارے میں کیا کہو گے؟ تو انہوں نے کہا ہم وہی کہیں گے جو حضورؐ نے ہمیں سکھایا اور جس کا حضورؐ نے ہمیں حکم دیا، پھر جو چاہے ہو۔ جب یہ حضرات نجاشی کے پاس گئے تو اس نے اپنے بڑے پادریوں کو بلا رکھا تھا اور وہ اپنی کتابیں کھول کر نجاشی کے چاروں طرف بیٹھے ہوئے تھے۔ نجاشی نے ان حضرات سے پوچھا یہ دین کیا ہے جس کی وجہ سے تم نے اپنی قوم کو چھوڑ دیا اور نہ میرے دین میں داخل ہوئے اور نہ موجودہ دینوں میں سے کسی دین میں؟ حضرت ام سلمہؓ فرماتی ہیں کہ نجاشی سے بات کرنے والے حضرت جعفرؓ تھے۔ انہوں نے فرمایا اے بادشاہ ہم

[1] اخرجه ابن اسحاق كذافي البداية (ج ۳ ص ۷۲)

لوگ جاہل تھے۔ بتوں کو پوجتے تھے۔ مردار کھا لیتے تھے۔ بے حیائی کے کام کرتے تھے اور رشتے ناتوں کو توڑتے تھے۔ پڑوسی سے برا سلوک کرتے تھے، ہمارا طاقتور کمزور کو کھا جاتا تھا۔ ہم اس حال میں تھے کہ اللہ تعالیٰ نے ہم میں سے ایک آدمی کو رسول بنا کر ہمارے پاس بھیجا جس کے حسب و نسب کو، سچائی اور امانت داری کو، اس کی پاک دامنی کو، ہم پہلے سے جانتے تھے ،انہوں نے ہمیں اللہ عزوجل کی طرف بلایا کہ ہم اسے ایک مانیں اور اسی کی عبادت کریں، ہم اور ہمارے باپ دادا اللہ کے علاوہ جن پتھروں اور بتوں کی عبادت کرتے تھے ہم انہیں چھوڑ دیں۔ اور انہوں نے ہمیں سچ بولنے ،امانت ادا کرنے، صلہ رحمی کرنے، پڑوسی سے اچھا سلوک کرنے، حرام کاموں اور ناحق کے خون بہانے سے رک جانے کا حکم دیا اور ہمیں بے حیائی کے کاموں، جھوٹی گواہی دینے، یتیم کا مال کھا جانے سے اور پاک دامن عورت پر تہمت لگانے سے روکا اور ہمیں اس بات کا حکم دیا کہ ہم اللہ کی عبادت کریں اور اس کے ساتھ کسی چیز کو شریک نہ ٹھہرائیں، نماز قائم کریں اور زکوٰۃ دیں۔ اس طرح حضرت جعفر نے دین کے اور احکام کا بھی ذکر کیا۔ ہم نے ان کی تصدیق کی اور ان پر ایمان لائے۔ ور جو کچھ وہ لے کر آئے اس میں (اس کی تعمیل میں) ان کا اتباع کیا۔ چنانچہ ہم نے ایک اللہ کی عبادت شروع کر دی کہ اس کے ساتھ کسی چیز کو بھی شریک نہیں ٹھہراتے ہیں اور اللہ نے ہم پر جو کچھ حرام کیا، ہم نے اسے حرام سمجھا اور اس نے جو ہمارے لئے حلال کیا ہم نے اسے حلال سمجھا۔ ہماری قوم نے ہم پر ظلم شروع کر دیا انہوں نے ہمیں طرح طرح کے عذاب دیئے اور ہمیں ہمارے دین سے ہٹانے کے لیئے ہمیں بڑی آزمائشوں میں ڈالا تاکہ ہم اللہ کی عبادت چھوڑ کر دوبارہ بتوں کی عبادت شروع کر دیں اور جن برے کاموں کو ہم پہلے حلال سمجھتے تھے اب پھر ان کاموں کو حلال سمجھنے لگ جائیں۔ جب انہوں نے ہمیں بہت دبایا اور ہم پر بڑے ظلم ڈھائے اور ہمیں بڑی مشقتیں اٹھانی پڑیں اور دین پر عمل کرنے میں وہ لوگ رکاوٹ بن گئے تو اے بادشاہ! ہم آپ کے ملک میں آگئے اور دوسروں کو چھوڑ کر آپ کا انتخاب کیا اور آپ کے پڑوس میں رہنا پسند کیا اور ہمیں امید ہے کہ آپ کے ہاں ہم پر ظلم نہیں ہوگا۔ نجاشی نے کہا تمہارے نبی جو کلام اللہ کے ہاں سے لے کر آئے ہیں کیا تمہیں اس میں سے کچھ یاد ہے؟ حضرت جعفر نے کہا ہاں یاد ہے۔ نجاشی نے ان سے کہا پڑھ کر سناؤ۔ انہوں نے کہیعص (سورہ مریم) کی ابتدائی آیتیں پڑھ کر سنائیں۔ یہ سن کر نجاشی اتنا رویا اس کی داڑھی تر ہوگئی۔ حضرت جعفر کی تلاوت سن کر نجاشی کے بڑے پادری بھی اتنے روئے کہ ان کی کتابیں گیلی ہوگئیں۔ پھر نجاشی نے کہا کہ یہ کلام اور وہ کلام جو موسیٰ علیہ

السلام لے کر آئے تھے دونوں ایک ہی نور سے نکلے ہوئے ہیں اور (قریش کے دونوں قاصدوں سے) نجاشی نے کہا تم دونوں یہاں سے چلے جاؤ۔ میں ان لوگوں کو تمہارے حوالے نہیں کر سکتا بلکہ اسے سوچ بھی نہیں سکتا۔ جب وہ دونوں نجاشی کے دربار سے باہر گئے تو عمرو بن عاص نے (اپنے ساتھی سے) کہا (آج تو بات ہو چکی) اللہ کی قسم! میں کل نجاشی کے پاس جا کر ان مسلمانوں کا ایسا عیب بیان کروں گا جس سے مسلمانوں کی جماعت کی جڑ کٹ جائے گی۔ ان دونوں میں سے عبداللہ بن ابی ربیعہ ہمارے بارے میں ذرا محتاط اور نرم تھے اس لئے اس نے کہا ایسے نہ کرو کیونکہ اگرچہ یہ ہمارے مخالف ہیں لیکن ہیں تو ہمارے رشتہ دار۔ عمرو بن عاص نے کہا اللہ کی قسم! میں تو نجاشی کو ضرور بتاؤں گا کہ یہ مسلمان حضرت عیسیٰ بن مریم کو (اللہ کا) بندہ سمجھتے ہیں۔ چنانچہ اگلے دن حضرت عمرو بن عاص نے نجاشی کے ہاں جا کر کہا اے بادشاہ! یہ مسلمان حضرت عیسیٰ بن مریم کے بارے میں (گستاخی کی) بہت بڑی بات کہتے ہیں۔ آپ آدمی بھیج کر ان کو بلائیں اور ان سے پوچھیں کہ وہ حضرت عیسیٰؑ کے بارے میں کیا کہتے ہیں؟ چنانچہ نجاشی نے مسلمانوں کے پاس آدمی بھیجا کہ بادشاہ مسلمانوں سے حضرت عیسیٰؑ کے بارے میں پوچھنا چاہتا ہے۔ حضرت ام سلمہؓ فرماتی ہیں ایسی پریشانی ہم پر کبھی نہیں آئی تھی۔ چنانچہ سارے مسلمان جمع ہوئے اور وہ ایک دوسرے سے کہنے لگے۔ جب نجاشی تم سے حضرت عیسیٰؑ کے بارے میں پوچھے گا تو تم ان کے بارے میں کیا کہو گے؟ تو مسلمانوں نے طے کیا کہ اللہ کی قسم! ہم وہی کہیں گے جو ان کے بارے میں اللہ نے فرمایا ہے اور جو ہمارے نبیؐ ہمارے پاس لے کر آئے ہیں۔ (ہم تو سچی بات بتائیں گے) چاہے کچھ ہو جائے۔ چنانچہ جب مسلمان نجاشی کے پاس گئے تو اس نے ان سے کہا تم لوگ حضرت عیسیٰؑ بن مریم کے بارے میں کیا کہتے ہو؟ حضرت جعفر بن ابی طالب رضی اللہ عنہ نے نجاشی کو یہ جواب دیا کہ ہم ان کے بارے میں وہی کہتے ہیں جو ہمارے نبی ہمارے پاس لے کر آئے۔ وہ اللہ کے بندے اور اس کے رسول اور اس کی (پیدا کردہ) روح ہیں اور وہ اللہ کا وہ کلمہ ہیں جس کا اللہ تعالیٰ نے کنواری اور مردوں سے الگ تھلگ رہنے والی مریم کی طرف القاء فرمایا تھا۔ نجاشی نے اپنا ہاتھ زمین کی طرف بڑھایا اور ایک تنکا اٹھا کر کہنے لگا، اللہ کی قسم! تم نے جو کہا ہے حضرت عیسیٰؑ اس سے اس تنکے کے برابر بھی بڑھے ہوئے نہیں ہیں (یہ سن کر) نجاشی کے ارد گرد بیٹھے ہوئے اس کے کمانڈر غصہ میں بڑبڑانے لگے۔ نجاشی نے کہا چاہے تم کتنا بڑبڑاؤ اللہ کی قسم! (بات تو یہی ہے اور پھر مسلمانوں سے کہا) تم جاؤ، تمہیں ہمارے ملک میں ہر طرح کا امن ہے، جو تمہیں گالی دے گا اسے تاوان دینا پڑے گا۔ مجھے یہ بات ہرگز پسند نہیں ہے کہ

میں تم میں سے ایک آدمی کو بھی (ذرا سی) تکلیف پہنچاؤں اور مجھے سونے کا ایک پہاڑ مل جائے (اور اپنے آدمیوں سے کہا) ان دونوں کے تحفے انہیں واپس کر دو۔ مجھے ان کی کوئی ضرورت نہیں ہے۔ اللہ کی قسم! جب اللہ نے میرا ملک مجھے واپس کیا تھا تو اس نے مجھ سے کوئی رشوت نہیں لی تھی تو میں اب اللہ کے معاملہ میں کیسے رشوت لے لوں اور اللہ نے میرے بارے میں لوگوں کی بات نہیں مانی تھی تو اب میں اللہ کے بارے میں لوگوں کی بات کیوں مانوں۔ چنانچہ (قریش کے) دونوں قاصد اپنے تحفے لے کر ذلیل و خوار ہو کر اس کے دربار سے باہر آئے اور ہم لوگ اس کے ہاں اطمینان سے رہنے لگے علاقہ بہترین تھا اور وہاں کے لوگ اچھے پڑوسی تھے نجاشی کے حالات ٹھیک چل رہے تھے کہ اچانک ایک دشمن نے اس سے ملک چھیننے کے لئے اس پر چڑھائی کر دی۔ اللہ کی قسم! اس وقت جتنا ہمیں غم ہوا اس سے زیادہ غم ہمیں کبھی نہیں ہوا اور وہ اس ڈر کی وجہ سے کہ یہ دشمن کہیں نجاشی پر غالب نہ آجائے تو پھر ایسا آدمی بادشاہ بن جائے گا۔ جو ہمارے حقوق کو بالکل نہ پہچانتا ہوگا۔ نجاشی تو ہمارے حقوق کو خوب پہچانتا ہے۔ چنانچہ نجاشی (دشمن کے مقابلہ کے لئے) چل پڑا۔ اس کے اور دشمن کے درمیان دریائے نیل پڑتا تھا۔ (نجاشی نے اپنا لشکر لے کر دریائے نیل پار کیا۔ اور وہاں محاذ جنگ قائم ہوا) حضور ﷺ کے صحابہؓ نے آپس میں کہا، کون آدمی ایسا ہے جو اس لڑائی کا حال اپنی آنکھوں سے جا کر دیکھے اور پھر ہمیں آکر ساری خبر بتا دے؟ حضرت زبیر بن عوامؓ نے فرمایا میں تیار ہوں۔ لوگوں نے کہا ہاں تم ٹھیک ہو اور وہ صحابہؓ میں سب سے کم عمر تھے۔ چنانچہ مسلمانوں نے (دریائے نیل پار کرنے کے لئے) ایک مشک میں ہوا بھر کر ان کو دی۔ انہوں نے اپنے سینے سے وہ مشک باندھ لی اور اس پر تیرتے ہوئے دریائے نیل کے اس کنارے پر پہنچ گئے جہاں جنگ ہو رہی تھی۔ پھر کچھ دیر وہ چلے اور پھر وہ لشکر کے پاس پہنچ گئے اور ہم لوگوں نے نجاشی کے لئے اللہ سے دعا کی کہ اللہ اسے دشمن پر غالب فرمائے اور پورے ملک میں اس کی حکومت کو مضبوط کرے۔ ہم لوگ دعا مانگتے رہے اور جنگ کا نتیجہ معلوم کرنے کے منتظر تھے کہ اچانک حضرت زبیر سامنے سے دوڑتے ہوئے نظر آئے کہ کپڑا ہلا کر یہ کہہ رہے تھ کہ تمہیں خوشخبری ہو۔ نجاشی کامیاب ہو گیا ہے اور اللہ نے اس کے دشمن کو ہلاک کر دیا اور اس کی حکومت کو اس کے ملک میں مضبوط کر دیا حضرت ام سلمہؓ فرماتی ہیں کہ مجھے یاد نہیں کہ ہمیں کبھی اتنی خوشی ہوئی ہو جتنی ہمیں اس خبر سے ہوئی۔ نجاشی بھی واپس آگیا۔ اللہ نے اس کا دشمن ہلاک کر دیا تھا اور اس کی حکومت کو ملک میں مضبوط کر دیا اور حبشہ کی سلطنت اس کے حق میں مستحکم ہو گئی تھی۔ چنانچہ ہم اس کے پاس بڑے آرام و اطمینان

سے رہے۔ پھر ہم لوگ کہ حضور ﷺ کی خدمت میں واپس آگئے۔ ۱؎

حضرت عبداللہ بن مسعودؓ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے ہمیں نجاشی کے ہاں بھیجا۔ ہم تقریباً اسی مرد تھے۔ جن میں عبداللہ بن مسعود، حضرت جعفر، حضرت عبداللہ بن عرفطہ، حضرت عثمان بن مظعون اور حضرت ابو موسیٰؓ بھی تھے۔ یہ حضرات نجاشی کے ہاں پہنچ گئے۔ قریش نے عمرو بن عاص اور عمارہ بن ولید کو تحفے دے کر بھیجا۔ جب یہ دونوں نجاشی کے دربار میں پہنچے تو دونوں نے اسے سجدہ کیا۔ اور پھر جلدی سے بڑھ کر اس کے دائیں بائیں بیٹھ گئے اور اس سے کہا کہ ہمارے کچھ چچازاد بھائی ہمیں اور ہمارے دین کو چھوڑ کر تمہارے ملک میں آگئے ہیں۔ نجاشی نے کہا وہ کہاں ہیں؟ دونوں نے کہا وہ یہاں تمہارے ملک میں (فلاں جگہ) ہیں، آدمی بھیج کر ان کو بلالو۔ چنانچہ نجاشی نے مسلمانوں کے پاس بلانے کے لئے آدمی بھیجا۔ حضرت جعفرؓ نے (اپنے ساتھیوں سے) کہا آج میں تمہاری طرف سے (بادشاہ کے سامنے) بات کروں گا چنانچہ سارے مسلمان حضرت جعفرؓ کے پیچھے چل پڑے۔ حضرت جعفرؓ نے (دربار میں پہنچ کر) سلام کیا اور سجدہ نہیں کیا۔ لوگوں نے ان سے کہا۔ تمہیں کیا ہوا، تم بادشاہ کو سجدہ نہیں کرتے ہو؟ انہوں نے کہا ہم صرف اللہ کو سجدہ کرتے ہیں اس کے علاوہ کسی کو نہیں کرتے۔ نجاشی نے کہا یہ کیا بات ہے؟ حضرت جعفر نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ نے ہماری طرف ایک رسول بھیجا جس نے ہمیں حکم دیا کہ ہم اللہ کے علاوہ کسی کو سجدہ نہ کریں اور اس نے ہمیں نماز اور زکوٰۃ کا حکم بھی دیا۔ عمرو بن عاص نے نجاشی سے کہا یہ لوگ حضرت عیسیٰؑ بن مریمؑ کے بارے میں آپ کے مخالف ہیں۔ تو نجاشی نے (حضرت جعفر سے) کہا تم لوگ حضرت عیسیٰ بن مریم اور ان کی والدہ کے بارے میں کیا کہتے ہو؟ حضرت جعفر نے کہا ہم بھی وہی کہتے ہیں جو ان کے بارے میں اللہ نے کہا ہے۔ وہ اللہ کی (پیدا کردہ) روح اور اس کا وہ کلمہ ہیں جن کو اللہ تعالیٰ نے کنواری اور مردوں سے الگ تھلگ رہنے والی اس عورت کی طرف القاء فرمایا تھا جن کو کسی بشر نے ہاتھ لگایا۔ اور نہ (حضرت عیسیٰ کی ولادت سے) ان کا کنوارپن ختم ہوا نجاشی نے زمین سے ایک تنکا اٹھا کر کہا اے حبشہ والو! اے

۱؎ قال الهيثمي (ج ٦ ص ٢٧) رواه احمد ورجاله رجال الصحيح غير اسحاق وقد صرح بالسماع انتهى كذافي الا صل والظاهر انه ابن اسحاق وقد تقدم الحديث من طريقه واخرجه ايضاً ابو نعيم في الحلية (ج ١ ص ١١٥) من طريق ابن اسحاق نحوه مطولاً والبيهقي (ج ٩ ص ٩) ذكر صدر الحديث من طريق ابن اسحاق بسياقه ثم قال وذكر الحديث بطوله وذكر الحديث في ايسر (ج ٩ ص ١٤٤)

عیسائی مذہب کے علماء اور پادریو! اے رہبانیت اختیار کرنے والو! ہم حضرت عیسیٰؑ کے بارے میں جو کہتے ہیں یہ مسلمان اس سے اس تنکے کے برابر بھی زیادہ نہیں کہتے ہیں (اور پھر مسلمانوں سے نجاشی نے کہا) خوش آمدید ہو تمہیں اور اس ذات اقدس کو، جس کے پاس سے تم آئے ہو اور میں گواہی دیتا ہوں کہ وہ اللہ کے رسول ہیں اور یہ وہی ہیں جن کا تذکرہ ہم انجیل میں پاتے ہیں اور یہ وہی رسول ہیں جن کی حضرت عیسیٰ بن مریم نے بشارت دی تھی۔ تم (میرے ملک میں) جہاں چاہو رہو۔ اللہ کی قسم اگر بادشاہت کی ذمہ داری مجھ پر نہ ہوتی تو میں ان کی خدمت میں حاضر ہو کر خود ان کے دونوں جوتے اٹھاتا اور پھر نجاشی نے حکم دیا تو (قریش کے) ان دونوں (قاصدوں) کے تحفے واپس کر دیئے گئے۔ پھر حضرت عبداللہ بن مسعود جلدی سے (مدینہ کو) گئے۔ یہاں تک کہ بدر میں شریک ہو گئے۔ [1]

حضرت ابو موسیٰؓ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے ہمیں اس بات کا حکم دیا کہ ہم حضرت جعفر بن ابی طالبؓ کے ساتھ نجاشی کے پاس چلے جائیں۔ جب قریش کو نجاشی کے پاس ہمارے چلے جانے کی خبر ہوئی تو انہوں نے عمرو بن عاص اور عمارہ بن ولید کو قاصد بنا کر بھیجا۔ پھر انہوں نے حضرت ابن مسعود کی پچھلی حدیث جیسا مضمون ذکر کیا اور اس حدیث میں یہ مضمون بھی ہے۔

(کہ نجاشی نے کہا) اگر بادشاہت کی مجھ پر ذمہ داری نہ ہوتی تو میں ان کی (حضورؐ کی) خدمت میں حاضر ہو کر ان کی جوتیوں کو چومتا (اور مسلمانوں سے کہا) تم میرے ملک میں جتنا چاہو رہو۔ اور اس نے ہمارے لیئے کھانے اور کپڑے کا حکم دیا۔ [2]

حضرت جعفر بن ابی طالبؓ فرماتے ہیں کہ قریش نے عمرو بن عاص اور عمارہ بن ولید کو ابو سفیان کی طرف سے تحفہ دے کر نجاشی کے پاس بھیجا اور ہم لوگ ان دنوں نجاشی کے ملک میں تھے۔ انہوں نے نجاشی سے کہا کہ ہمارے کچھ گھٹیا اور بے وقوف لوگ آپ کے ہاں آگئے ہیں وہ آپ ہمیں دے دیں۔ نجاشی نے کہا جب تک میں ان کی بات سن نہ لوں ان کو تمہارے حوالہ نہیں کر سکتا ہوں۔ چنانچہ آدمی بھیج کر ہمیں بلایا۔ (ہم لوگ اس کے دربار میں آئے) تو

---

[1] اخرجه الا مام احمد وهذا اسناد جيد قوى وسياق حسن قاله ابن كثير فى البداية(ج ۳ ص ۶۹) وحسن اسناده الحافظ ابن حجر فى فتح البارى(ج ۷ ص ۱۳۰)وقال الهيثمى (ج ۶ ص ۲۴)بعد ماذكر الحديث رواه الطبرانى وفيه حديج بن معاويه وثقه ابو حاتم وقال فى بعض احاديثه ضعف وضعفه ابن معين وغيره وبقية رجاله ثقات انتهى [2] اخرجه الطبرانى ا-ا قال الهيثمى رجاله رجال الصحيح (ج ۶ ص ۳۱)اه.واخرج حديث ابى موسى ايضا ابو نعـ ى الحليه (ج ۱ ص ۱۱۴)والبيهقى وقال وهذا اسناد صحيح كما فى البداية (ج ۳ ص ۷۱)

اس نے ہم سے کہا یہ لوگ (عمرو بن عاص اور عمارہ بن ولید) کیا کہہ رہے ہیں؟ ہم نے کہا یہ لوگ تمہارے غلام ہیں؟ انہوں نے کہا نہیں۔ پھر اس نے کہا کیا ان پر تمہارا کچھ قرضہ ہے؟ انہوں نے کہا نہیں تو نجاشی نے کہا تم لوگ ان کا راستہ چھوڑ دو۔ چنانچہ ہم نجاشی کے دربار سے باہر آگئے، تو عمرو بن عاص نے کہا حضرت عیسیٰؑ کے بارے میں تم جو کہتے ہو یہ لوگ اس کے علاوہ کچھ اور کہتے ہیں۔ نجاشی نے کہا اگر انہوں نے حضرت عیسیٰؑ کے بارے میں وہ نہ کہا جو میں کہتا ہوں تو میں ان کو اپنے ملک میں ایک منٹ رہنے نہیں دوں گا۔ اور اس نے ہمارے پاس بلانے کے لئے آدمی بھیجا۔ یہ اس کا دوبارہ بلانا ہمارے لیئے پہلی دفعہ کے بلانے کی نسبت زیادہ پریشانی کا سبب بنا۔ (ہم دوبارہ اس کے پاس گئے) اس نے کہا تمہارے حضرت، حضرت عیسیٰ بن مریم کے بارے میں کیا کہتے ہیں؟ ہم نے کہا وہ کہتے ہیں کہ وہ یعنی حضرت عیسیٰؑ اللہ (کی پیدا کردہ) روح ہیں اور وہ اللہ کا وہ کلمہ ہیں جس کو اللہ تعالیٰ نے کنواری اور مردوں سے الگ تھلگ رہنے والی عورت (یعنی حضرت مریم علیہا السلام) کی طرف القاء فرمایا تھا۔ حضرت جعفر فرماتے ہیں کہ نجاشی نے قاصد بھیج کر کہا کہ فلاں فلاں بڑے پادری اور فلاں فلاں راہب کو میرے پاس بلا کر لاؤ۔ چنانچہ ان میں سے کچھ لوگ نجاشی کے پاس آگئے نجاشی نے ان (پادریوں اور راہبوں، سے کہا تم لوگ حضرت عیسیٰ بن مریم کے بارے میں کیا کہتے ہو؟ انہوں نے جواب دیا آپ ہم میں سب سے بڑے عالم ہیں۔ آپ کیا کہتے ہیں؟ نجاشی نے زمین سے کوئی چھوٹی سی چیز اٹھا کر کہا حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے بارے میں ان مسلمانوں نے جو کچھ کہا ہے حضرت عیسیٰ اس سے اس چھوٹی سی چیز کے برابر بھی بڑھے ہوئے نہیں ہیں پھر نجاشی نے (مسلمانوں سے) کہا کیا تمہیں کوئی تکلیف پہنچاتا ہے؟ انہوں نے کہا ہاں (چنانچہ نجاشی کے کہنے پر اس کے) منادی نے یہ اعلان کیا کہ جو ان (مسلمانوں) میں سے کسی کو تکلیف پہنچائے اسے چار درہم کا جرمانہ کردو۔ پھر نجاشی نے مسلمانوں سے پوچھا کہ اتنا جرمانہ تمہیں کافی ہے؟ ہم نے کہا نہیں۔ چنانچہ اس نے جرمانہ دگنا یعنی آٹھ درہم کردیا۔ جب حضور ﷺ ہجرت فرما کر مدینہ تشریف لے گئے اور آپ کا وہاں غلبہ ہوگیا تو ہم نے نجاشی سے کہا کہ رسول اللہ ﷺ غالب آگئے ہیں اور ہجرت فرما کر مدینہ تشریف لے گئے ہیں۔ اور جن کافروں کے (ستانے کے) بارے میں ہم آپ کو بتایا کرتے تھے حضورؐ نے ان سب کو قتل کردیا ہے۔ اس لئے ہم اب حضورؐ کے پاس جانا چاہتے ہیں۔ آپ ہمیں واپس جانے کی اجازت دے دیں۔ اس نے کہا ٹھیک ہے۔ اس نے ہمیں سواریاں بھی دیں اور زاد سفر بھی پھر کہا اپنے حضرت کو وہ سب کچھ بتا دینا جو میں نے آپ لوگوں کے ساتھ

کیا ہے اور یہ میرا نمائندہ تمہارے ساتھ جائے گا اور میں اس بات کی گواہی دیتا ہوں کہ اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں اور حضرت محمد ﷺ اللہ کے رسول ہیں اور ان کی خدمت میں عرض کرنا کہ وہ میرے لئے دعائے مغفرت کریں حضرت جعفر فرماتے ہیں کہ ہم وہاں سے چلے اور پھر مدینہ پہنچے تو حضورؐ نے میرا استقبال کیا اور مجھے اپنے گلے لگالیا اور فرمایا کہ میں نہیں کہہ سکتا کہ مجھے فتح خیبر کی زیادہ خوشی ہے یا جعفر کے واپس آنے کی؟ اور حضرت جعفر کی واپسی فتح خیبر کے موقع پر ہوئی تھی۔ پھر حضورؐ بیٹھ گئے تو نجاشی کے قاصد نے کہا یہ حضرت جعفر ہیں۔ آپ ان سے پوچھ لیں کہ ہمارے بادشاہ نے ان کے ساتھ کیا سلوک کیا؟ تو حضرت جعفر نے کہا جی ہاں، اس نے ہمارے ساتھ یہ کیا اور یہ کیا اور واپسی پر ہمیں سواریاں دیں اور زاد سفر بھی اور اس نے کلمہ شہادت بھی پڑھا تھا کہ اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں ہے اور آپ اللہ کے رسول ہیں اور مجھ سے کہا تھا کہ حضورؐ سے عرض کرنا کہ وہ میرے لئے دعائے مغفرت کریں۔ چنانچہ حضورؐ نے کھڑے ہو کر وضو فرمایا اور پھر تین مرتبہ یہ دعا فرمائی اللھم اغفر للنجاشی اے اللہ نجاشی کی مغفرت فرما۔ تمام مسلمانوں نے اس دعا پر آمین کہی۔ پھر حضرت جعفر فرماتے ہیں کہ میں نے اس قاصد سے کہا کہ تم واپس جاؤ اور تم نے حضور ﷺ کو جو کچھ کرتے ہوئے دیکھا ہے وہ اپنے بادشاہ کو بتا دینا۔[1]

حضرت ام عبداللہ بنت ابی حثمہؓ فرماتی ہیں کہ اللہ کی قسم! ہم لوگ حبشہ جانے کی تیاری کر رہے تھے اور (میرے خاوند) حضرت عامر ہماری کسی ضرورت کی وجہ سے گئے ہوئے تھے کہ اچانک سامنے سے حضرت عمر (رضی اللہ عنہ) آئے۔ وہ میرے پاس آکر کھڑے ہو گئے۔ وہ ابھی تک مشرک ہی تھے اور ہمیں اس کی طرف سے بڑی تکلیفیں اور سختیاں اٹھانی پڑتی تھیں۔ حضرت عمر نے کہا اے ام عبداللہ! کیا تم لوگ جا رہے ہو؟ حضرت ام عبداللہ نے کہا ہاں۔ جب تم ہمیں ستاتے ہو اور ہر وقت ہمیں دباتے ہو تو اب ہم جا رہے ہیں اور اللہ کی زمین میں کہیں رہیں گے۔ یہاں تک کہ اللہ تعالیٰ ہی ان مصیبتوں سے نکلنے کی کوئی صورت پیدا فرما دے۔ حضرت عمر نے کہا اللہ تمہارے ساتھ رہے۔ حضرت ام عبداللہ فرماتی ہیں حضرت عمر پر کچھ ایسی رقت طاری ہوئی جو میں نے ان میں اس سے پہلے کبھی نہیں دیکھی تھی۔ اور پھر حضرت عمر واپس چلے گئے۔ اور میرے خیال میں یوں ہمارے وطن چھوڑ کر چلے جانے کا انہیں بڑا غم ہو رہا تھا پھر حضرت عامرؓ ہماری وہ ضرورت پوری کر کے آئے تو

---

[1] اخرجه ابن عساكر قال ابن عساكر حسن غريب كذافي البداية (ج ۳ ص ۷۱) واخرجه الطبراني من طريق اسد بن عمر وعن مجالد و كلا هما ضعيف وقد وثقا قاله الهيثمي (ج ٦ ص ٢٩)

میں نے کہا اے ابو عبداللہ! اگر تم ذرا پہلے آجاتے تو دیکھتے کہ ہمارے جانے کی وجہ سے حضرت عمر پر کیسی رقت طاری تھی اور وہ کیسے غمگین تھے۔ حضرت عامر نے کہا کیا تمہیں ان کے اسلام لانے کی کچھ امید ہو گئی ہے؟ حضرت ام عبداللہ نے کہا ہاں۔ حضرت عامر نے کہا کہ جب تک خطاب کا گدھا مسلمان نہیں ہو گا یہ آدمی جسے تم نے دیکھا ہے یعنی عمر مسلمان نہیں ہو گا (یعنی جیسے گدھے کا اسلام ناممکن ہے ایسے ہی عمر کا اسلام لانا ناممکن ہے) حضرت ام عبداللہ فرماتی ہیں کہ حضرت عامر چونکہ دیکھ رہے تھے کہ عمر کا اسلام کے خلاف بہت سخت دل ہے اس وجہ سے انہوں نے ان کے اسلام سے مایوس ہو کر یہ بات کہی تھی۔[1] ام عبداللہ کا نام لیلیٰ ہے۔ حضرت خالد بن سعید بن العاص اور ان کے بھائی حضرت عمروؓ دونوں ان صحابہؓ میں سے ہیں جو ہجرت کر کے حبشہ گئے تھے۔ حضرت خالد بیان کرتے ہیں کہ جنگ بدر کے ایک سال بعد جب یہ مہاجرین حبشہ حضور ﷺ کی خدمت میں واپس آئے اور حضورؐ کی مجلس کے قریب پہنچے تو حضورؐ نے ان سے فرمایا تم کس بات کا غم کرتے ہو؟ اور ان لوگوں کی تو ایک ہی ہجرت ہوئی اور تمہاری تو دو ہجرتیں ہوئی ہیں۔ ایک دفعہ تو تم حبشہ کے بادشاہ کے پاس ہجرت کر کے گئے اور دوبارہ تم اس کے پاس سے میرے پاس ہجرت کر کے آئے ہو۔[2]

حضرت ابو موسیٰؓ فرماتے ہیں کہ ہم لوگ یمن میں تھے کہ ہمیں حضور ﷺ کے مدینہ ہجرت کرنے کی خبر ملی۔ چنانچہ میں اور میرے دو بھائی حضورؐ کی طرف ہجرت کے ارادے سے چلے۔ میں سب میں چھوٹا تھا۔ حضرت ابو بردہ اور دوسرے حضرت ابو رہم تھے۔ راوی کہتے ہیں کہ حضرت ابو موسیٰ نے یا تو یہ فرمایا کہ ہم اپنی قوم کے پچاس سے کچھ اوپر آدمیوں میں تھے یا یہ فرمایا کہ ہم ترپن آدمیوں میں تھے یا یہ فرمایا کہ ہم باون آدمیوں میں تھے ہم ایک کشتی پر سوار ہوئے اس کشتی نے ہمیں نجاشی کے پاس حبشہ پہنچا دیا۔ وہاں ہمیں حضرت جعفر بن ابی طالبؓ ملے، ہم ان کے ساتھ وہاں ٹھہر گئے۔ یہاں تک کہ ہم اکٹھے ہی مدینہ آئے۔ جب ہم حضورؐ کی خدمت میں حاضر ہوئے تو آپ خیبر فتح فرما چکے تھے۔ ہم کشتی والوں کو بہت سے لوگ کہا کرتے تھے کہ ہم ہجرت میں تم سے آگے نکل گئے (یعنی ہم ہجرت کر

---

[1] اخرجه ابن اسحاق عن عبدالعزيز بن عبدالله بن عامر بن ربيعه عن ابيه كذافى البداية(ج ۳ص ۷۹)واسم ام عبدالله ليلى كما فى الا صابة(ج ٤ص ٤٠٠) واخرجه ايضاً الطبرانى وقد صرح ابن اسحاق بالسماع فهو صحيح قال الهيثمى (٦ص ٢٤)واخرجه حاكم فى المستدرك (ج ٤ص ٥٨)بسياق ابن اسحاق من طريقه الا انه وقع فى الإسناد عن عبدالعزيز بن عبدالله بن عامر بن ربيعه عن ابيه عن امه ام عبدالله وهذا هو الظاهر والله اعلم وفى آخره قال يا سامنه

[2] اخرجه ابن منده وابن عساكر كذافى كنز العمال (ج ۸ص ۳۳۲)

کے پہلے مدینہ آئے تم مدینہ بہت دیر سے پہنچے) حضرت اسماء بنت عمیسؓ بھی ہمارے ساتھ آنے والوں میں سے تھیں وہ حضور ﷺ کی زوجہ حضرت حفصہؓ کو ملنے گئیں۔ حضرت اسماء مسلمانوں کے ساتھ ہجرت کر کے حبشہ گئی تھیں۔ اتنے میں حضرت عمرؓ حضرت حفصہ کے پاس آئے حضرت اسماء وہاں ہی تھیں۔ جب حضرت عمر نے حضرت اسماء کو دیکھا تو پوچھا یہ کون ہے ؟ حضرت حفصہ نے کہا یہ اسماء بنت عمیس ہے۔ حضرت عمر نے کہا یہ وہی حبشہ والی ہے ؟ یہ وہی سمندر کا سفر کرنے والی ہے ؟ حضرت اسماء نے کہا جی ہاں وہی ہے۔ حضرت عمر نے کہا ہم ہجرت میں تم سے آگے نکل گئے۔ لہذا ہم تم سے زیادہ رسول اللہ ﷺ کے حقدار ہیں۔ حضرت اسماء کو غصہ آگیا، کہنے لگیں ایسا ہر گز نہیں ہو سکتا، اللہ کی قسم آپ لوگ تو حضورؐ کے ساتھ تھے آپ لوگوں میں سے ایسی سر زمین میں تھے جہاں کے لوگ دین سے دور اور دین سے بغض رکھنے والے تھے اور ہمیں یہ سب کچھ اللہ اور اس کے رسول ﷺ کی وجہ سے برداشت کرنا پڑا۔ اللہ کی قسم میں اس وقت تک نہ کچھ کھاؤں گی اور نہ کچھ پیوں گی۔ جب تک تم نے جو کچھ کہا ہے وہ حضورؐ کو بتا کر پوچھ نہ لوں اور اللہ کی قسم ! نہ میں جھوٹ بولوں گی اور نہ میں ادھر ادھر کی باتیں کروں گی اور نہ میں اپنی طرف سے بات بڑھاؤں گی۔ جب حضورؐ تشریف لائے تو حضرت اسماء نے عرض کیا یا نبی اللہ ! حضرت عمر نے ایسے اور ایسے کہا حضورؐ نے فرمایا پھر تم نے ان کو کیا جواب دیا ؟ میں نے کہا جواب میں میں نے یہ اور یہ کہا۔ حضورؐ نے فرمایا وہ تم سے زیادہ میرے حقدار نہیں ہیں۔ عمر اور ان کے ساتھیوں کی ایک ہجرت ہے اور تم کشتی والوں کی دو ہجرتیں ہیں۔ حضرت اسماء فرماتی ہیں کہ حضرت ابو موسیٰ اور کشتی والوں کو میں نے دیکھا کہ وہ جماعتیں بن بن کر میرے پاس آتے اور مجھ سے یہ حدیث نبوی پوچھتے اور حضورؐ نے ان کے بارے میں جو یہ فضیلت ارشاد فرمائی تھی ان کو اس سے زیادہ نہ کسی چیز سے خوشی تھی اور نہ ان کے نزدیک اس سے زیادہ کوئی چیز بڑی تھی۔ حضرت اسماء کہتی ہیں کہ میں نے حضرت ابو موسیٰ کو دیکھا کہ وہ (خوشی کی وجہ سے) بار بار مجھ سے یہ حدیث سنتے۔ حضرت ابو موسیٰ فرماتے ہیں کہ حضور ﷺ نے فرمایا اشعری ساتھی جب رات کو قرآن پڑھتے ہیں تو میں ان کی آواز کو پہچان لیتا ہوں اور رات کو ان کے قرآن پڑھنے کی آواز سن کر ان کی قیام گاہوں کو معلوم کر لیتا ہوں۔ چاہے میں نے دن میں ان کی قیام گاہیں نہ دیکھی ہوں کہ کہاں ہیں؟ ان اشعری ساتھیوں میں سے حضرت حکیم بھی ہیں۔ یہ (اتنے بہادر تھے کہ) جب ان کا دشمن سے سامنا ہوتا (اور وہ بھاگنا چاہتے) تو (لڑنے پر آمادہ کرنے کے لئے) ان سے کہتے کہ میرے ساتھی کہہ رہے ہیں کہ تم ان کا انتظار کر لو (ابھی مت جاؤ) یا مسلمانوں کے

شہسواروں سے کہتے کہ میرے ساتھی کہہ رہے ہیں کہ تم ان کا انتظار کرو (اکٹھے مل کر دشمن پر حملہ کریں گے[۱])

حضرت شعبی کہتے ہیں کہ حضرت اسماء بنت عمیسؓ نے عرض کیا یا رسول اللہ! کچھ لوگ ہم پر فخر کرتے ہیں اور وہ یہ کہتے ہیں کہ ہم مہاجرین اولین میں سے نہیں ہیں؟ آپ نے فرمایا نہیں بلکہ تمہاری دو ہجرتیں ہیں پہلے تم ہجرت کر کے حبشہ گئے اور پھر تم ہجرت کر کے (مدینہ) آئے۔[۲]

حضرت ابو سلمہ اور حضرت ام سلمہؓ کی مدینہ کو ہجرت

حضرت ام سلمہؓ فرماتی ہیں جب حضرت ابو سلمہؓ نے مدینہ جانے کا پختہ ارداہ کر لیا تو انہوں نے میرے لئے اپنے اونٹ پر کجاوہ باندھا پھر مجھے اس پر سوار کرایا اور میرے بیٹے سلمہ بن ابی سلمہ کو میری گود میں میرے ساتھ بٹھادیا۔ پھر وہ اپنے اونٹ کو آگے سے پکڑ کر مجھے لے چلے۔ جب (میرے قبیلہ) بنو مغیرہ کے آدمیوں نے ان کو (یوں جاتے ہوئے) دیکھا تو ان کی طرف کھڑے ہوئے اور کہا کہ تمہاری جان پر ہمارا زور نہیں چلتا (اپنے بارے میں تم اپنی مرضی کرتے ہو ہماری نہیں مانتے) لیکن ہم اپنی اس لڑکی کو کیسے تم پر چھوڑ دیں کہ تم اسے دنیا بھر میں لیئے پھرو۔ حضرت ام سلمہ کہتی ہیں کہ میرے قبیلہ والوں نے یہ کہہ کر اونٹ کی نکیل حضرت ابو سلمہ کے ہاتھ سے چھین لی اور مجھے ان سے چھڑا کر لے گئے اس پر حضرت ابو سلمہ کے قبیلہ بنو عبد اللہ الاسد کو غصہ آیا اور انہوں نے کہا کہ جب تم نے اپنی لڑکی (ام سلمہ) ہمارے آدمی (ابو سلمہ) سے چھین لی ہے تو ہم اپنا بیٹا (سلمہ) تمہاری لڑکی کے پاس نہیں رہنے دیں گے۔ تو میرے بیٹے (سلمہ) پر ان کی آپس میں کھینچا تانی شروع ہو گئی۔ یہاں تک کہ انہوں نے اس کا بازو اتار دیا اور بنو عبد الاسد اسے لے کر چلے گئے مجھے بنو مغیرہ نے اپنے ہاں روک لیا۔ میرے خاوند ابو سلمہ مدینہ چلے گئے اس طرح میں، میرا بیٹا اور میرا خاوند ہم تینوں ایک دوسرے سے جدا ہو گئے۔ میں ہر صبح باہر ابطح میدان میں جا کر بیٹھ جاتی تھی اور شام تک وہاں روتی رہتی تھی۔ یوں تقریباً سال گزر گیا۔ یہاں تک کہ ایک دن قبیلہ بنو مغیرہ کا ایک آدمی میرے پاس سے گزرا وہ میرا چچازاد بھائی تھا، میری حالت دیکھ کر اسے مجھ پر ترس آ

---

[۱] اخرجه البخاری وھکذا رواہ مسلم کذافی البدایة (ج ٤ ص ٢٠٥)

[۲] عند ابن سعد باسناد صحیح کذافی فتح الباری (ج ٧ ص ٣٤١) واخرج ھذا الاثر ابن ابی شیبة ایضا اطول منه کما فی کنز العمال (ج ٧ ص ١٨) واخرج حدیث ابی موسی ایضا الحسن بن سفیان وابو نعیم مختصرا کما فی الکنز (ج ٨ ص ٣٣٣)

گیا تو اس نے بنو مغیرہ سے کہا کیا تم اس مسکین عورت کو جانے نہیں دیتے ؟ تم لوگوں نے اسے اور اس کے خاوند اور اس کے بیٹے تینوں کو الگ الگ کر رکھا ہے۔ اس پر بنو عبد الاسد نے میرا بیٹا مجھے واپس کر دیا۔ میں نے اپنے اونٹ پر کجاوہ باندھا پھر میں نے اپنے بیٹے کو اپنی گود میں بٹھا لیا پھر میں مدینہ اپنے خاوند کے پاس جانے کے ارادے سے چل پڑی اور میرے ساتھ اللہ کا کوئی بندہ نہیں تھا۔ جب میں تنعیم پہنچی تو مجھے وہاں بنو عبد الدار کے حضرت عثمان بن طلحہؓ ملے۔ انہوں نے کہا اے بنت ابی امیہ ! کہاں جارہی ہو ؟ میں نے کہا اپنے خاوند کے پاس مدینہ جانا چاہتی ہوں۔ انہوں نے کہا کیا تمہارے ساتھ کوئی ہے ؟ میں نے کہا اللہ اور میرے اس بیٹے کے علاوہ کوئی میرے ساتھ نہیں ہے۔ وہ کہنے لگے اللہ کی قسم ! تمہیں تو (یوں اکیلا) نہیں چھوڑا جا سکتا چنانچہ انہوں نے اونٹ کی نکیل پکڑلی اور میرے ساتھ چل پڑے۔ اور میرے اونٹ کو خوب تیز چلایا۔ اللہ کی قسم ! میں عرب کے کسی آدمی کے ساتھ نہیں رہی جو ان سے زیادہ شریف اور عمدہ اخلاق والا ہو۔ جب وہ منزل پر پہنچے تو میرے اونٹ کو بٹھا کر خود پیچھے ہٹ جاتے اور جب میں اونٹ سے اتر جاتی تو میرے اونٹ کو لے کر پیچھے چلے جاتے اور اس کا کجاوہ اتار کر اسے کسی درخت سے باندھ دیتے۔ پھر ایک طرف کو کسی درخت کے نیچے جا کر لیٹ جاتے۔ جب چلنے کا وقت قریب آتا تو میرے اونٹ پر کجاوہ باندھ کر آگے میرے پاس لا کر اسے بٹھا دیتے اور خود پیچھے چلے جاتے اور مجھ سے کہتے اس پر سوار ہو جاؤ۔ اور جب میں سوار ہو کر اپنے اونٹ پر ٹھیک طرح بیٹھ جاتی تو اگلی منزل تک میرے اونٹ کی نکیل آگے سے پکڑ کر چلتے رہتے۔ انہوں نے سارے سفر میں میرے ساتھ یہی معمول رکھا۔ یہاں تک کہ مجھے مدینہ پہنچا دیا۔ جب قباء میں بنو عمرو بن عوف کی آبادی پر ان کی نظر پڑی تو مجھ سے کہا تمہارا خاوند اس بستی میں ہے۔ تم اس میں داخل ہو جاؤ اللہ تمہیں برکت دے۔ اور حضرت ابو سلمہ وہاں ٹھہرے ہوئے تھے۔ پھر وہاں سے وہ مکہ واپس چلے گئے۔ حضرت ام سلمہ فرمایا کرتی تھیں کہ ابو سلمہ کے گھرانے نے جتنی مصیبتیں برداشت کی ہیں میرے خیال میں اور کسی گھرانے نے اتنی مصیبتیں نہیں برداشت کی ہیں اور میں نے حضرت عثمان بن طلحہ سے زیادہ شریف اور عمدہ اخلاق والا رفیق سفر نہیں دیکھا۔ اور یہ حضرت عثمان بن طلحہ بن ابی طلحہ عبدریؓ صلح حدیبیہ کے بعد مسلمان ہوئے اور انہوں نے اور حضرت خالد بن ولیدؓ نے اکٹھے ہجرت کی۔[1]

---

[1] اخرجه ابن اسحاق كذافي البداية (ج ٣ ص ١٦٩)

حضرت صہیب بن سنانؓ کی ہجرت

حضرت صہیبؓ فرماتے ہیں کہ حضور ﷺ نے فرمایا کہ مجھے تمہاری ہجرت کا مقام دکھایا گیا ہے۔ وہ مقام دو پتھریلے میدانوں کے درمیان ایک شوریلی زمین ہے اور وہ مقام یا ہجر ہے یا یثرب ہے اور پھر حضورؐ مدینہ تشریف لے گئے اور آپ کے ساتھ حضرت ابو بکرؓ بھی تھے۔ میرا ارادہ بھی آپ کے ساتھ جانے کا تھا لیکن مجھے قریش کے چند نوجوانوں نے روک لیا۔ میں اس رات کھڑا رہا، بالکل نہیں بیٹھا (وہ پہرہ دے رہے تھے مجھے کھڑا دیکھ کر) وہ کہنے لگے اللہ تعالیٰ نے اسے پیٹ کی بیماری میں مبتلا کر کے تمہیں بے فکر کر دیا ہے (یہ اب کہیں جا نہیں سکتا ہے لہٰذا اب اس کے پہرہ دینے کی ضرورت نہیں ہے) حالانکہ مجھے کوئی تکلیف نہیں تھی۔ چنانچہ وہ سب سو گئے۔ میں وہاں سے نکل پڑا۔ ابھی میں چلا ہی تھا کہ ان میں سے کچھ لوگ مجھ تک پہنچ گئے۔ یہ لوگ مجھے واپس لے جانا چاہتے تھے، میں نے ان سے کہا میں تمہیں چند اوقیہ سونا دے دیتا ہوں۔ تم میرا راستہ چھوڑ دو اور اس وعدہ کو پورا کر دو۔ چنانچہ میں ان کے پیچھے چلتا ہوا مکہ پہنچا اور میں نے ان سے کہا کہ دروازے کی دہلیز کے نیچے کھودو، وہاں وہ سونا رکھا ہوا ہے اور فلانی عورت کے پاس جاؤ اور اس سے (میرے) دو جوڑے لے لو اور میں وہاں سے روانہ ہو کر قباء حضورؐ کی خدمت میں حاضر ہوا۔ ابھی آپ قباء سے منتقل نہیں ہوئے تھے۔ جب آپ نے مجھے دیکھا تو فرمایا اے ابو یحییٰ! (تمہاری) تجارت میں بڑا نفع ہوا (کہ سونا اور کپڑے دے کر تم نے ہجرت کی سعادت حاصل کی) میں نے عرض کیا مجھ سے پہلے تو آپ کے پاس کوئی آیا نہیں لہٰذا حضرت جبرائیلؑ نے ہی آپ کو اس واقعہ کی خبر دی ہے۔[1]

حضرت سعید بن مسیبؒ فرماتے ہیں کہ حضرت صہیبؓ حضور ﷺ کی طرف ہجرت کے ارادے سے چل پڑے تو مشرکین قریش کی ایک جماعت نے ان کا پیچھا کیا۔ (جب وہ ان کے قریب پہنچ گئے تو) انہوں نے سواری سے اتر کر اپنا ترکش سنبھالا اور کہا اے جماعت قریش! تمہیں معلوم ہے کہ میں تم میں سب سے زیادہ تیر انداز ہوں۔ اللہ کی قسم جب میں تم کو اپنے ترکش کے تمام تیروں سے نشانہ بنا لوں پھر تم مجھ تک پہنچ سکو گے۔ پھر (جب تیر ختم ہو جائیں گے تو) جب تک میرے ہاتھ میں تلوار رہی میں تم پر تلوار سے حملے کرتا رہوں گا۔ اس کے بعد تم جو چاہے کر لینا۔ اور اگر تم کہو تو میں مکہ میں اپنے مال کا تم کو پتہ بتا

---

[1] اخرجه البیهقی کذافی البدایة (ج ۳ ص ۱۷۳) واخرجه الطبرانی ایضاً نحوه قال الهیثمی (ج ٦ ص ٦٠) وفیه جماعة لم اعر فهم انتهی واخرجه ایضاً ابو نعیم فی الحلیة (ج ۱ ص ۱۵۲)

دوں (وہ تم لے لو) اور تم میرا راستہ چھوڑ دو۔ انہوں نے کہا ٹھیک ہے۔ چنانچہ اس پر ان کی صلح ہو گئی۔

انہوں نے ان کو اپنے مال کا پتہ بتا دیا۔ اس پر اللہ تعالیٰ نے حضور ﷺ پر یہ آیت نازل فرمائی۔

وَمِنَ النَّاسِ مَنْ يَّشْرِيْ نَفْسَهُ ابْتِغَاءَ مَرْضَاتِ اللّٰهِ

ترجمہ :۔ ''اور لوگوں میں ایک شخص وہ ہے کہ بیچتا ہے اپنی جان کو اللہ کی رضا جوئی میں''۔ یہ آیت آخر تک نازل ہوئی۔ جب حضورؐ نے حضرت صہیب کو دیکھا تو فرمایا (تمہاری) تجارت میں بڑا نفع ہوا اے ابو یحییٰ! تجارت میں بڑا نفع ہوا اے ابو یحییٰ! اور ان کو یہ آیت پڑھ کر سنائی۔[۱] حضرت عکرمہؒ کہتے ہیں کہ حضرت صہیبؓ جب ہجرت کے ارادے سے چلے تو اہل مکہ نے ان کا پیچھا کیا تو انہوں اپنا ترکش سنبھالا اور اس میں سے چالیس تیر نکال کر کہا جب میں تم میں سے ہر آدمی کے جسم میں ایک تیر پیوست کر لوں گا اور (اور تیروں کے ختم ہونے پر) تلوار سے تم لوگوں کا مقابلہ کر لوں گا پھر تم مجھ تک پہنچ سکو گے اور تم جانتے ہو کہ میں (بڑا بہادر) مرد ہوں (یا یوں کرو کہ) میں مکہ میں دو باندیاں چھوڑ کر آیا ہوں وہ تم لوگ لے لو (اور مجھے جانے دو)[۲] حضرت انسؓ بھی ایسی روایت بیان کرتے ہیں اور اس میں یہ مضمون بھی ہے کہ (حضرت صہیب کے اس قصہ کے بعد) حضور ﷺ پر یہ آیت نازل ہوئی :

وَمِنَ النَّاسِ مَنْ يَّشْرِيْ نَفْسَهُ ابْتِغَاءَ مَرْضَاتِ اللّٰهِ

جب حضورؐ نے ان کو دیکھا تو فرمایا اے ابو یحییٰ! تجارت میں بڑا نفع ہوا اور آپ نے ان کو یہی آیت پڑھ کر سنائی۔[۳] حضرت صہیبؓ فرماتے ہیں کہ جب میں نے مکہ سے حضور ﷺ کی طرف ہجرت کرنے کا ارادہ کیا تو مجھ سے قریش نے کہا جب تم (روم سے) ہمارے ہاں آئے تھے تو تمہارے پاس کچھ مال نہ تھا اور اب تم اتنا مال لے کر (مکہ سے) جا رہے ہو اللہ کی قسم! یہ کبھی نہیں ہو سکے گا تو میں نے ان سے کہا۔ اچھا یہ بتاؤ اگر میں تمہیں اپنا مال

---

[۱] واخرجه ایضا هو (ا ی ابو نعیم) وابن سعد (ج ۳ ص ۱۶۲) والحارث وابن المنذر وابن عساکر وابن ابی حاتم کذافی کنز العمال (ج ۱ ص ۲۳۷) واخرجه ایضا ابن عبد البر فی الاستیعاب (ج ۲ ص ۱۸۰) عن سعید نحوه [۲] اخرجه الحاکم فی المستدرك (ج ۳ ص ۳۹۸) من طریق سلیمان بن حرب عن حماد بن زید عن ایوب

[۳] قال الحاکم صحیح علی شرط مسلم ولم یخرجاه واخرجه ایضا ابن ابی خیثمة بمعناه کما فی الا صابة (ج ۲ ص ۱۹۵) وقال ورواه ابن سعد ایضاً من وجه آخر عن ابی عثمان النهدی ورواه الکلبی فی تفسیره عن ابی صالح عن ابن عباسؓ وله طریق اخری انتهی.

دے دوں تو پھر کیا تم مجھے چھوڑ دو گے؟ انہوں نے کہا ہاں۔ چنانچہ میں نے اپنا مال ان کو دے دیا۔ انہوں نے مجھے چھوڑ دیا۔ میں وہاں سے چل کر مدینہ پہنچ گیا۔ حضور ﷺ کو یہ ساری بات پہنچ گئی تو آپ نے دو دفعہ فرمایا صہیب بہت نفع میں رہا۔ صہیب بہت نفع میں رہا۔[1]

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما کی ہجرت

حضرت محمد بن زیدؒ فرماتے ہیں کہ حضرت ابن عمرؓ جب اپنے (مکہ والے) اس مکان کے پاس سے گزرتے جس سے ہجرت کر کے (مدینہ) گئے تھے تو اپنی دونوں آنکھوں کو بند کر لیتے اور نہ اسے دیکھتے اور نہ کبھی اس میں ٹھہرتے۔[2] حضرت محمد بن زید بن عبداللہ بن عمرؒ فرماتے ہیں کہ جب بھی حضرت ابن عمرؓ حضور ﷺ کا ذکر کرتے تو رو پڑتے اور جب بھی اپنے (مکہ والے) مکان کے پاس سے گزرتے تو اپنی دونوں آنکھیں بند کر لیتے۔[3]

حضرت عبداللہ بن جحش رضی اللہ عنہ کی ہجرت

حضرت ابن عباسؓ فرماتے ہیں کہ حضرت عبداللہ بن جحشؓ (مکہ سے) ہجرت کرنے والوں میں سب سے آخری آدمی تھے (صحیح یہ ہے کہ یہ قصہ حضرت عبداللہ بن جحشؓ کا نہیں ہے بلکہ ان کے بھائی حضرت عبد بن جحشؓ کا ہے جیسا کہ آگے آرہا ہے) یہ نابینا ہو چکے تھے۔ جب انہوں نے ہجرت کا پختہ ارادہ کر لیا۔ تو ان کی بیوی جو ابو سفیان بن حرب بن امیہ کی بیٹی تھی۔ اس کو یہ بات ناگوار گزری۔ اور انہوں نے حضرت عبداللہ بن جحش کو یہ مشورہ دیا کہ وہ حضور ﷺ کے علاوہ کسی اور کے پاس ہجرت کر کے جائیں (لیکن انہوں نے یہ مشورہ قبول نہ کیا) اور وہ اپنے بال بچوں اور مال کو لے کر قریش سے چھپ کر ہجرت کر کے مدینہ حضورؐ کی خدمت میں حاضر ہو گئے (ان کی ہجرت سے ان کے سسر ابو سفیان بن حرب کو بڑا غصہ آیا) اور ابو سفیان نے فوراً جا کر ان کے مکان کو بیچ ڈالا جو مکہ میں تھا۔ اس کے بعد ابو جہل بن ہشام، عتبہ بن ربیعہ شیبہ بن ربیعہ، عباس بن عبدالمطلب اور حویطب بن عبدالعزیٰ اس مکان کے پاس سے گزرے۔ اس مکان میں اس وقت نمک وغیرہ لگا کر کھالیں رکھی ہوئی تھی (تا کہ ان کی بدبو ختم ہو جائے) یہ دیکھ کر عتبہ کی آنکھوں میں آنسو آگئے اور اس نے یہ شعر

---

[1] اخرجه ابن مردویه من طریق ابی عثمان النهدی کذافی التفسیر لا بن کثیر (ج ۱ ص ۲۴۷) واخرجه ابن سعد (ج ۳ ص ۱۶۲) من طریق ابی عثمان بنحوه.
[2] اخرجه ابو نعیم فی الحلیة (ج ۱ ص ۳۰۳) عن عمر بن محمد بن زید
[3] عند البیهقی فی الزهد بسند صحیح کذافی الاصابة (ج ۲ ص ۳۴۹)

پڑھا:

وكل دار وان طالت سلامتها يوماً ستدركها النكباء والحوب

ترجمہ :۔ "ہر گھر کو ایک نہ ایک دن ویران اور فنا ہونا ہے چاہے کتنا ہی لمبا عرصہ وہ صحیح وسالم رہے"۔ ابو جہل نے حضرت عباس کی طرف متوجہ ہو کر کہا ہمارے لئے یہ ساری مصیبتیں (اے بنو ہاشم) تم نے کھڑی کی ہیں۔ جب حضور ﷺ فتح مکہ کے دن مکہ میں داخل ہوئے تو حضرت ابو احمد (عبد بن جحش) کھڑے ہو کر اپنے گھر کا مطالبہ کرنے لگے۔ حضورؐ نے حضرت عثمان بن عفانؓ کو فرمایا۔ وہ کھڑے ہو کر حضرت ابو احمد کو ایک طرف لے گئے (اور انہیں آخرت میں لینے کی ترغیب دی) چنانچہ حضرت ابو احمد نے اپنے گھر کا مطالبہ چھوڑ دیا۔ حضرت ابن عباسؓ فرماتے ہیں کہ حضورؐ فتح مکہ کے دن اپنے ہاتھ کا سہارا لیئے ہوئے بیٹھے ہوئے تھے اور حضرت ابو احمد (مکہ سے اظہار محبت کے لئے) یہ اشعار پڑھ رہے تھے :۔

حبذا مكة من وادی بها امشی بلا هادی

مکہ کی وادی کتنی پیاری ہے جس میں میں رہبر کے بغیر چل پھر لیتا ہوں۔

بها يكثر عوادی بها تركز اوتادی

بصورت بیماری میری عیادت کرنے والے بہت ہیں۔ اس میں میری عظمت کے بہت سے کھونٹے گڑے ہوئے ہیں۔[1]

ابن اسحاق کہتے ہیں کہ حضرت ابو سلمہؓ کے بعد مہاجرین میں سے سب سے پہلے حضرت عامر بن ربیعہ اور حضرت عبد اللہ بن جحشؓ مدینہ آئے حضرت عبد اللہ اپنے بال بچوں اور اپنے بھائی حضرت عبد ابو احمد کو بھی ساتھ لائے۔ حضرت ابو احمد نابینا تھے لیکن مکہ میں اوپر نیچے (ہر جگہ) بغیر رہبر کے چل پھر لیتے تھے اور وہ شاعر بھی تھے۔ حضرت فارعہ بنت ابی سفیان بن حرب ان کے نکاح میں تھیں۔ حضرت امیمہ بنت عبد المطلب بن ہاشمؓ ان کی والدہ تھیں۔ خاندان بنو جحش کے گھر کو (ہجرت کر جانے کی وجہ سے) تالا لگ گیا تھا۔ عتبہ اس گھر کے پاس سے گزرا۔ اس کے بعد راوی نے پچھلے قصہ جیسا قصہ بیان کیا ہے۔[2] لہٰذا بظاہر یا تو اس حدیث میں ابو احمد کا ذکر رہ گیا ہے یا لفظ عبد اللہ غلطی سے لکھا گیا ہے اور صحیح عبد بن جحش ہے کیونکہ عبد بن جحش تو نابینا تھے ان کے بھائی حضرت عبد اللہ بن جحش نابینا نہیں تھے اور ان ہی حضرت ابو احمد بن جحش نے اپنے خاندان کی ہجرت کے بارے میں مندرجہ ذیل اشعار کہے ہیں۔[3]

---

[1] اخرجه الطبرانی قال الهيثمی (ج ٦ ص ٦٤) وفيه عبدالله بن شبيب وهو ضعيف اه.
[2] كما فی البداية (ج ٣ ص ١٧٠) [3] كما ذكره ابن كثير فی البداية (ج ٣ ص ١٧١)

ولما راتنی ام احمد غادیاً بذمة من اخشیٰ بغیب وارهب

اور جب (میری بیوی) ام احمد نے دیکھا کہ میں اس ذات کے بھروسے پر (ہجرت کر کے) جانے والا ہوں جس سے میں دیکھے بغیر ڈرتا ہوں۔

تقول فاما کنت لا بد فاعلاً فیمم بنا البلدان ولتنا یثرب

تو کہنے لگی اگر تمہیں ہجرت ہی کرنی ہے تو ہمیں کسی اور شہر میں لے جاؤ اور یثرب دور ہی رہے (وہاں نہ لے جاؤ)

فقلت لها ما یثرب بمظنة وما یشاء الرحمن فالعبد یر کب

میں نے اس سے کہا یثرب کوئی بری جگہ تو نہیں ہے۔ اور رحمان جو چاہتا ہے، بندہ وہی کرتا ہے۔

الی اللّٰہ وجهی الرسول ومن یقم الی اللّٰہ یوماً وجهه لا یخیب

میرا رخ اللہ اور رسول ﷺ کی طرف ہے اور جو ایک دن بھی اپنا رخ اللہ کی طرف کرے وہ کبھی محروم نہیں رہے گا۔

فکم قد ترکنا من حمیم مناصح وناصحة تبکی بدمع وتندب

ہم نے کتنے پکے اور خیر خواہ دوست چھوڑ دیئے اور کتنی خیر خواہ اور نصیحت کرنے والی عورتیں آنسو بہاتی نوحہ کرتی چھوڑ دیں۔

تری ان وتراً نانینا عن بلادنا ونحن نری ان الرغائب نطلب

وہ خیر خواہ عورتیں یہ سمجھتی ہیں کہ وطن سے دوری ہماری ہلاکت کا سبب ہے اور ہم سمجھتے ہیں کہ ہم بڑے اجر والے مرغوب اعمال کو تلاش کرنے جا رہے ہیں۔

دعوت بنی غنم لحقن دمائهم وللحق لما لاح للناس ملحب

جب لوگوں کے لیئے حق کا صاف راستہ ظاہر ہو گیا تو میں نے بنو غنم کو ان کے اپنے خون کی حفاظت کی اور حق کی دعوت دی۔

اجابو ابحمد اللّٰہ لما دعاهم الی الحق داع والنجاح فارعبوا

جب ان کو دعوت دینے والے نے حق اور کامیابی کی دعوت دی تو الحمد للہ وہ سب مان گئے اور پھر وہ سب کے سب غزوہ کے لیئے نکل پڑے۔

وکنا واصحابا لنا فارقوا الهدی اعانو علینا بالسلاح واجلبوا

کفوجین اما منهما فموفق علی الحق مهدی وفوج معذب

ہمارے چند ساتھیوں نے ہدایت کو چھوڑ دیا اور انہوں نے اکٹھے ہو کر ہتھیاروں سے ہم

پر حملہ کر دیا ہماری اور ان کی مثال دو فوجوں جیسی ہے جس میں سے ایک فوج کو حق کی توفیق ملی ہوئی ہے اور وہ ہدایت یافتہ ہے اور دوسری فوج پر اللہ کا عذاب نازل ہوا ہے

طغوا وتمنوا كذبة واز لهم عن الحق ابليس فخابوا وخيبوا

انہوں نے سرکشی اختیار کی اور غلط باتوں کی تمنا کی اور ابلیس نے ان کو حق سے پھسلا دیا چنانچہ وہ ناکام ہوئے اور محروم کر دیئے گئے۔

ورعنا الى قول النبي محمد فطاب ولاة الحق منا وطيبوا

اور ہم نے حضرت نبی کریم ﷺ کی بات کی طرف رجوع کیا (اور اسے مان لیا) اور ہم میں سے جو حق کے مددگار بنے وہ خود بھی بڑے عمدہ ہیں اور ان کو (اللہ کی طرف سے) بڑا عمدہ اور پاکیزہ بنایا گیا ہے۔

نمت بار حام اليهم قريبة ولا قرب بالا رحام اذ لا تقرب

ہم قریب کی رشتہ داریوں کو واسطہ بنا کر ان کے قریب ہونا چاہتے ہیں اور جب رشتہ داریوں کا لحاظ نہ رکھا جائے تو ان سے قرب حاصل نہیں ہوتا ہے۔

فاى ابن اخت بعدنا يا منكم وابة صهر بعد صهرى ترقب

لہٰذا ہمارے بعد کون سا بھانجا تم سے بچ سکے گا اور میری دامادی کے بعد کونسی دامادی کا خیال رکھا جا سکے گا۔

ستعلم يوماً اينا اذ تزايلوا وزيل امر الناس للحق اصوب

جس دن لوگ الگ الگ ہو جائیں گے (مومن ایک طرف اور کافر ایک طرف) اور لوگوں کی بات کو الگ الگ کر دیا جائے گا۔ (ہر ایک کے حق پر یا باطل پر ہونے کو واضح کر دیا جائے گا) اس دن تم جان لوگے کہ ہم میں سے کون حق کو صحیح طور سے اختیار کرنے والا ہے۔

حضرت ضمرہ بن ابو العیص یا ابن العیصؓ کی ہجرت

حضرت سعید بن جبیرؒ فرماتے ہیں کہ جب یہ آیت نازل ہوئی:

لَا يَسْتَوِي الْقٰعِدُوْنَ مِنَ الْمُؤْمِنِيْنَ غَيْرُ اُولِي الضَّرَرِ

ترجمہ: "برابر نہیں بیٹھ رہنے والے مسلمان جن کو کوئی عذر نہیں اور وہ مسلمان جو لڑنے والے ہیں اللہ کی راہ میں اپنے مال سے اور جان سے"۔ مکہ کے مسکین مسلمانوں نے اس آیت سے یہ سمجھا کہ ان کو مکہ میں رہنے کی اجازت ہے (گو جہاد میں جانا افضل ہے) پھر یہ آیت نازل ہوئی:

اِنَّ الَّذِیْنَ تَوَفّٰھُمُ الْمَلٰٓئِکَۃُ ظَالِمِیْٓ اَنْفُسِھِمْ

ترجمہ :"وہ لوگ کہ جن کی جان نکالتے ہیں فرشتے۔اس حالت میں کہ وہ برا کر رہے ہیں اپنا۔ کہتے ہیں ان سے فرشتے تم کس حال میں تھے ؟وہ کہتے ہیں کہ ہم تھے بے بس اس ملک میں۔ کہتے ہیں فرشتے، کیا نہ تھی زمین اللہ کی کشادہ، جو چلے جاتے وطن چھوڑ کر وہاں۔ سو ایسوں کا ٹھکانہ ہے دوزخ۔ اور وہ بہت بری جگہ پہنچے"۔اس پر ان مسکین مسلمانوں نے کہا اس آیت نے تو ہلا کر رکھ دیا۔ (اس آیت سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ ہجرت کرنا ضروری ہے) پھر یہ آیت نازل ہوئی :

اِلَّا الْمُسْتَضْعَفِیْنَ مِنَ الرِّجَالِ وَالنِّسَآءِ وَالْوِلْدَانِ لَا یَسْتَطِیْعُوْنَ حِیْلَۃً وَّ لَا یَھْتَدُوْنَ سَبِیْلاً

ترجمہ :۔ "مگر جو ہیں بے بس مردوں اور عورتوں اور بچوں میں سے جو نہیں کر سکتے کوئی تدبیر اور نہ جانتے ہیں کہیں کا راستہ۔"(اس آیت سے معلوم ہوا کہ جو مسلمان معذور ہیں ان پر ہجرت فرض نہیں ہے اور مکہ میں رہنے کی ان کو اجازت ہے) حضرت ضمرہ بن العیص قبیلہ بنو لیث کے تھے اور یہ نابینا تھے اور مالدار بھی تھے۔ اس آیت کے نازل ہونے پر انہوں نے کہا اگرچہ میری نگاہ چلی گئی ہے لیکن ہجرت کے لئے میں تدبیر کر سکتا ہوں کیونکہ میرے پاس مال اور غلام ہیں۔ لہذا مجھے سواری پر بٹھادو۔ چنانچہ انہیں سواری پر بٹھایا گیا وہ بیمار تھے۔ آہستہ آہستہ روانہ ہوئے۔ اور تنعیم پہنچ کر ان کا انتقال ہو گیا۔ چنانچہ مسجد تنعیم کے پاس ان کو دفن کیا گیا۔ تو خاص ان ہی کے بارے میں یہ آیت نازل ہوئی :

وَمَنْ یَّخْرُجْ مِنْ بَیْتِہٖ مُھَاجِرًا اِلَی اللّٰہِ وَرَسُوْلِہٖ

ترجمہ :"اور جو کوئی نکلے اپنے گھر سے ہجرت کر کے اللہ اور رسول کی طرف پھر آپکڑے اس کو موت، تو مقرر ہو چکا اس کا ثواب اللہ کے ہاں اور ہے اللہ بخشنے والا مہربان"[1]

حضرت ابن عباسؓ فرماتے ہیں کہ حضرت ضمرہ بن جندبؓ اپنے گھر سے جب ہجرت کے لئے چلنے لگے تو اپنے گھر والوں سے کہا کہ مجھے سواری پر بٹھادو۔ اور مشرکین کی زمین سے نکال کر حضور ﷺ کی طرف روانہ کر دو چنانچہ یہ روانہ ہوئے لیکن حضورؐ تک پہنچنے سے پہلے ہی راستہ میں ان کا انتقال ہو گیا جس پر یہ آیت نازل ہوئی :

وَمَنْ یَّخْرُجْ مِنْ بَیْتِہٖ مُھَاجِرًا اِلَی اللّٰہِ وَرَسُوْلِہٖ ثُمَّ یُدْرِکْہُ الْمَوْتُ فَقَدْ وَقَعَ اَجْرُہٗ عَلَی اللّٰہِ وَکَانَ اللّٰہُ غَفُوْرًا رَّحِیْمًا

---

[1] اخرجہ الفریابی وعلقہ ابن مندہ لھشیم عن سالم واخرجہ ابن ابی حاتم من طریق اسرائیل عن سالم الافطس فقال عن سعید بن جبیرؓ عن ابی ضمرہ بن العیص الزرقی کذافی الاصابۃ (ج۲ ص ۲۱۲)

حضرت واثلہ بن اسقع رضی اللہ عنہ کی ہجرت

حضرت واثلہ بن اسقعؓ فرماتے ہیں کہ میں اپنے گھر سے اسلام کے ارادے سے چلا پھر حضور ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوا۔ آپ نماز میں تھے۔ میں بھی آخری صف میں کھڑا ہو گیا اور میں نے ان مسلمانوں کی طرح نماز پڑھی۔ جب حضورؐ نماز سے فارغ ہو کر آخری صف میں میرے پاس تشریف لائے تو فرمایا تم کس کام کے لیے آئے ہو؟ میں نے کہا مسلمان ہونے کے لئے۔ آپ نے فرمایا یہ تمہارے لئے بہتر ہے۔ پھر آپ نے پوچھا کہ کیا تم ہجرت کرو گے؟ میں نے عرض کیا جی ہاں۔ آپ نے پوچھا کونسی ہجرت کرو گے ہجرت بادی یا ہجرت باتی۔ میں نے عرض کیا کونسی ہجرت بہتر ہے؟ آپ نے فرمایا ہجرت باتی۔ پھر آپ نے فرمایا کہ ہجرت باتی یہ ہے کہ تم رسول اللہ ﷺ کے ساتھ (یہاں مدینہ میں) ہی رہنے لگ جاؤ اور ہجرت بادی یہ ہے کہ تم اپنے گاؤں واپس چلے جاؤ۔ اور آپ نے فرمایا تمہیں ہر حال میں اطاعت کرنی ہوگی تنگی میں بھی اور آسانی میں بھی، دل چاہے یا نہ چاہے، اور چاہے تم پر دوسروں کو ترجیح دی جائے (پھر بھی تم اطاعت کرو گے) میں نے کہا بہت اچھا (ضرور کروں گا) پھر آپ نے (بیعت فرمانے کے لئے) اپنا دست مبارک بڑھایا اور میں نے بھی اپنا ہاتھ بڑھایا۔ جب آپ نے دیکھا کہ میں اپنے لئے کسی قسم کی رعایت طلب نہیں کر رہا ہوں تو آپ نے خود فرمایا جہاں تک تم سے ہو سکے۔ میں نے کہا جہاں تک مجھ سے ہو سکے۔ پھر آپ نے میرا ہاتھ اپنے ہاتھ میں لے لیا (اور بیعت فرمالیا)[1]

قبیلہ بنو اسلم کی ہجرت

حضرت ایاس بن سلمہ بن اکوعؓ فرماتے ہیں کہ قبیلہ بنو اسلم کے لوگ ایک درد میں مبتلا ہو گئے حضور ﷺ نے فرمایا اے بنو اسلم! تم لوگ دیہات میں چلے جاؤ۔ انہوں نے عرض کیا یارسول اللہ! ہم اسے پسند نہیں کرتے ہیں کہ ہم الٹے پاؤں دیہات کو واپس چلے جائیں۔ آپ نے فرمایا تم ہمارے دیہات والے ہو اور ہم تمہارے شہر والے ہیں۔ جب تم ہمیں بلاؤ گے تو ہم تمہاری بات مانیں گے اور جب ہم تمہیں بلائیں تو تم ہماری ماننا۔ اب تم جہاں بھی رہو مہاجر ہی شمار ہو گے۔[2]

---

[1] اخرجه ابو يعلى قال الهيثمي في المجمع (ج ۷ ص ۱۰) ورجاله ثقات

[2] اخرجه ابن جرير عن خالد بن وليد كذافي كنز العمال (ج ۸ ص ۳۳۳)

حضرت جنادہ بن ابی امیہ رضی اللہ عنہ کی ہجرت

حضرت جنادہ بن ابی امیہ ازدیؓ فرماتے ہیں کہ ہم نے حضور ﷺ کے زمانے میں ہجرت کی۔ پھر ہمارا ہجرت کے بارے میں اختلاف ہو گیا۔ کچھ لوگ کہنے لگے کہ ہجرت ختم ہو گئی اور کچھ لوگ کہنے لگے نہیں ابھی ختم نہیں ہوئی۔ چنانچہ میں نے حضورؐ کی خدمت میں حاضر ہو کر اس کے بارے میں پوچھا تو آپ نے فرمایا جب تک کفار سے جہاد باقی رہے گا ہجرت ختم نہیں ہو گی۔[۱] حضرت عبداللہ بن سعدیؓ فرماتے ہیں کہ میں بنو سعد بن بکر کے سات یا آٹھ آدمیوں کے وفد کے ساتھ حضور ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوا اور میں ان میں سب سے کم عمر تھا۔ ان لوگوں نے حضورؐ کی خدمت میں حاضر ہو کر اپنی ضرورت کی باتیں پوچھ لیں۔ اور مجھے اپنی سواریوں میں (سامان کے پاس) چھوڑ گئے تھے۔ پھر میں نے حضورؐ کی خدمت میں حاضر ہو کر عرض کیا یا رسول اللہ! آپ مجھے میری ضرورت کی بات بتائیں۔ آپ نے فرمایا تمہاری ضرورت کی بات کیا ہے؟ میں نے کہا کچھ لوگ کہتے ہیں کہ ہجرت ختم ہو گئی ہے۔ آپ نے فرمایا تم سب سے عمدہ ضرورت والے ہو یا فرمایا کہ تمہاری ضرورت ان کی ضرورتوں سے زیادہ بہتر ہے۔ جب تک کفار سے جہاد کا سلسلہ رہے گا ہجرت ختم نہیں ہو گی۔[۲]

حضرت صفوان بن امیہ اور دوسرے حضرات رضی اللہ عنہم سے ہجرت کے بارے میں جو کہا گیا اس کا بیان

حضرت ابن عباسؓ فرماتے ہیں کہ حضرت صفوان بن امیہؓ مکہ کے بالائی حصہ میں تھے۔ ان سے کسی نے کہا کہ جس نے ہجرت نہ کی اس کا کوئی دین نہیں ہے (اس کا دین کامل نہیں بلکہ ناقص ہے) تو انہوں نے کہا جب تک میں مدینہ نہ ہو آؤں اپنے گھر نہیں جاؤں گا۔ چنانچہ یہ مدینہ پہنچے اور حضرت عباس بن عبدالمطلب کے ہاں ٹھہرے۔ پھر یہ حضور ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوئے۔ حضورؐ نے فرمایا اے ابو وہب! تم کس لئے آئے ہو؟ حضرت صفوان نے کہا مجھ سے یہ کہا گیا ہے کہ جو آدمی ہجرت نہ کرے اس کا دین میں کوئی

۱۔ اخرجه ابو نعيم كذافي كنز العمال (ج ۷ ص ۱۴۲)

۲۔ اخرجه ابو نعيم والحسن بن سفيان كذافي الكنز (ج ۸ ص ۳۳۱) عند ابن منده وابن عساكر كذافي الكنز (ج ۸ ص ۳۳۳) واخرجه ايضاً ابو حاتم وابن حبان والنسائي وقال ابو زرعة حديث صحيح متقن رواه الاثبات عنه كما في الاصابة (ج ۲ ص ۳۱۹)

حصہ نہیں ہے۔ آپ نے فرمایا اے ابو وہب! تم مکہ کے پتھریلے میدانوں میں واپس جاؤ اور اپنے گھروں میں رہو۔ اب (مکہ سے مدینہ کی) ہجرت تو ختم ہو گئی لیکن جہاد اور نیت (جہاد) باقی ہے لہٰذا جب تم لوگوں سے (اللہ کی راہ میں) نکلنے کا مطالبہ کیا جائے تو تم نکل جایا کرو۔[1] حضرت طاؤسؒ فرماتے ہیں کہ حضرت صفوان بن امیہؓ سے کہا گیا کہ جس کی ہجرت نہیں ہے وہ ہلاک و برباد ہو گیا۔ تو حضرت صفوان نے قسم کھائی کہ جب تک وہ حضورؐ کی خدمت میں ہو نہیں آئیں گے وہ اپنا سر نہیں دھوئیں گے۔ چنانچہ وہ اپنی سواری پر سوار ہو کر چل پڑے جب مدینہ پہنچے تو حضور ﷺ کو مسجد کے دروازے پر پایا تو انہوں نے عرض کیا یا رسول اللہ! مجھ سے یہ کہا گیا ہے کہ جس نے ہجرت نہ کی وہ ہلاک ہو گیا تو میں نے قسم کھائی کہ جب تک آپ کی خدمت میں حاضر نہ ہو جاؤں گا اس وقت تک میں اپنا سر نہیں دھوؤں گا۔ آپ نے فرمایا صفوان نے اسلام کے بارے میں سنا اور وہ اس کے دین ہونے پر دل سے راضی ہے۔ ہجرت تو فتح مکہ کے بعد ختم ہو گئی ہے۔ لیکن اب جہاد اور نیت (جہاد) باقی ہے۔ اور جب تم سے (اللہ کی راہ میں) نکل جانے کا مطالبہ کیا جائے تو تم نکل جایا کرو۔[2]

حضرت صالح بن بشیر بن فدیکؒ بیان کرتے ہیں کہ ان کے دادا حضرت فدیکؓ نے حضور ﷺ کی خدمت میں حاضر ہو کر عرض کیا یا رسول اللہ! لوگ یہ کہتے ہیں کہ جس نے ہجرت نہ کی وہ ہلاک ہو گیا۔ حضورؐ نے فرمایا اے فدیک! نماز قائم کرو، زکوٰۃ ادا کرو اور برائی چھوڑ دو اور اپنی قوم کی سرزمین میں جہاں چاہے رہو، تم مہاجر شمار ہو گے (کیونکہ ہجرت کا حکم ختم ہو گیا ہے اور دوسرے احکام باقی ہیں اس لئے انہیں پورا کرو)[3] حضرت عطاء بن ابی رباحؒ فرماتے ہیں کہ میں حضرت عبید بن عمیر لیثی کے ساتھ حضرت عائشہؓ کی ملاقات کے لئے گیا۔ ہم نے آپ سے ہجرت کے بارے میں پوچھا۔ آپ نے فرمایا آج ہجرت (کا حکم باقی) نہیں ہے (ہجرت کا حکم اس وقت تھا) جب مسلمان کو اپنے دین کے بارے میں آزمائش کا ڈر ہوتا تھا (کہ کہیں سخت تکلیفوں کی وجہ سے چھوڑنا نہ پڑ جائے) چنانچہ مسلمان اپنے دین کو لے کر اللہ اور رسولؐ کی طرف بھاگتا تھا۔ آج تو اللہ نے اسلام کو غالب کر دیا۔ آج مسلمان جہاں چاہے اپنے رب کی عبادت کر سکتا ہے البتہ جہاد اور نیت (جہاد) باقی ہے۔[4]

---

[1] اخرجه ابن عساكر كذافي كنز العمال (ج ۸ص ۳۳۳) واخرجه البيهقي ايضاً بلفظه (ج ۹ص ۱۷) [2] عند عبدالرزاق كذافي الكنز (ج ۳ص ۸٤)
[3] اخرجه البغوي وابن منده وابو نعيم كذافي الكنز (ج ۸ص ۳۳۱) واخرجه البيهقي (ج ۹ص ۱۷) [4] اخرجه البخاري واخرجه البيهقي (ج ۹ص ۱۷) ايضاً

عورتوں اور بچوں کی ہجرت، نبی کریم ﷺ اور حضرت ابو بکرؓ کے گھر والوں کی ہجرت

حضرت عائشہؓ فرماتی ہیں کہ جب حضور ﷺ نے ہجرت فرمائی تو آپ ہمیں اور اپنی بیٹیوں کو پیچھے (مکہ میں) چھوڑ گئے تھے۔ جب آپ کو (مدینہ میں) قرار حاصل ہو گیا تو آپ نے حضرت زید بن حارثہؓ کو بھیجا اور ان کے ساتھ اپنے غلام حضرت ابو رافعؓ کو بھیجا اور ان دونوں کو دو اونٹ اور حضرت ابو بکرؓ سے لے کر پانچ سو درہم اس لئے دیئے تھے کہ ضرورت پڑے تو ان سے اور سواری کے جانور خرید لیں اور ان دونوں کے ساتھ حضرت ابو بکر نے عبداللہ بن اریقط کو دو یا تین اونٹ دے کر بھیجا اور حضرت عبداللہ بن ابو بکرؓ کو یہ خط لکھا کہ میری والدہ ام رومانؓ کو اور مجھے اور میری بہن حضرت اسماءؓ جو کہ حضرت زبیرؓ کی بیوی تھیں ان کو ان سواریوں پر بٹھا کر روانہ کر دے۔ یہ تینوں حضرات (مدینہ سے) اکٹھے روانہ ہوئے اور جب یہ حضرات قدید پہنچے تو حضرت زید بن حارثہ نے ان پانچ سو درہم کے تین اونٹ خریدے پھر یہ سب اکٹھے مکہ میں داخل ہوئے۔ ان کی حضرت طلحہ بن عبیدؓ سے ملاقات ہوئی وہ بھی ہجرت کرنا چاہتے تھے۔ چنانچہ یہ سب اکٹھے (مکہ سے) روانہ ہوئے۔ حضرت زید اور حضرت ابو رافع، حضرت فاطمہ اور حضرت ام کلثوم اور حضرت سودہ بنت زمعہؓ کو لے کر چلے اور حضرت زید نے حضرت ام ایمن اور

حضرت اسامہؓ کو بھی ایک اونٹ پر سوار کیا۔ جب ہم مقام بیداء پہنچے تو میرا اونٹ بدک گیا۔ میں ہودج میں تھی اور میرے ساتھ میری والدہ بھی اس ہودج میں تھیں میری والدہ کہنے لگیں ہائے بیٹی۔ ہائے دلہن (کیونکہ حضورؐ سے حضرت عائشہ کا نکاح ہجرت سے پہلے ہو چکا تھا) آخر ہمارا اونٹ پکڑا گیا اور اس وقت وہ ہرشی گھاٹی پار کر چکا تھا۔ بہر حال اللہ تعالیٰ نے (ہمیں) بچا لیا پھر ہم مدینہ پہنچ گئے۔ میں حضرت ابو بکرؓ کے ہاں اتری اور حضور ﷺ کے گھر والے حضورؐ کے ہاں ٹھہرے۔ اس وقت حضورؐ اپنی مسجد بنا رہے تھے اور مسجد کے ارد گرد گھر تعمیر فرما رہے تھے۔ پھر ان گھروں میں اپنے گھر والوں کو ٹھہرایا۔ پھر چند دن ہم ٹھہرے رہے آگے لمبی حدیث حضرت عائشہؓ کی رخصتی کے بارے میں ذکر کی ہے۔[1]

---

[1] اخرجه ابن عبد البر كذافي الا ستيعاب (ج ٤ ص ٤٥٠) واخرجه الزبير ايضاً كما في الاصابة (ج ٤ ص ٤٥٠) وذكره الهيثمي في مجمع الزوائد (ج ٩ ص ٢٢٧) الا انه سقط عنه ذكر مخروجه وقال وفيه محمد بن حسن بن زبالة وهو ضعيف.

ہیثمی نے اس حدیث میں حضرت عائشہؓ سے یہ نقل کیا ہے کہ ہم ہجرت کر کے چلے راستے میں ایک دشوار گزار (خطرناک) گھاٹی سے جب ہمارا گزر ہونے لگا تو جس اونٹ پر میں تھی وہ بہت بری طرح بدکا۔ اللہ کی قسم! میں اپنی ماں کی یہ بات نہ بھولوں گی کہ وہ کہہ رہی تھی ہائے چھوٹی سی دلہن اور وہ اونٹ بدکتا ہی چلا گیا۔ اتنے میں میں نے سنا کوئی کہہ رہا تھا۔ اس کی نکیل نیچے پھینک دو تو میں نے نکیل پھینک دی۔ وہ وہیں کھڑے ہو کر چکر کھانے لگا گویا اس کے نیچے کوئی انسان (اسے پکڑے ہوئے) کھڑا ہے۔

حضور ﷺ کی صاحبزادی حضرت زینبؓ فرماتی ہیں کہ میں (ہجرت کی) تیاری کر رہی تھی کہ مجھ سے ہند بنت عتبہ ملی اور وہ کہنے لگی اے محمد (ﷺ) کی بیٹی ! (تمہارا کیا خیال ہے) کیا مجھے یہ خبر نہیں پہنچی کہ تم اپنے باپ کے پاس جانا چاہتی ہو؟ میں نے کہا میرا تو ایسا ارادہ نہیں ہے۔ اس نے کہا اے میرے چچا کی بیٹی !ایسا نہ کرو۔ اگر تمہیں اپنے سفر کے لیئے کسی سامان کی ضرورت ہے یا اپنے باپ تک پہنچنے کے لیئے کچھ مال کی ضرورت ہے تو میں تمہاری یہ ضرورت پوری کر سکتی ہوں، مجھ سے مت چھپاؤ کیونکہ مردوں کا جو آپس میں جھگڑا ہے وہ عورتوں کے درمیان نہیں ہے۔ حضرت زینب فرماتی ہیں کہ میرا خیال یہی ہے کہ انہوں نے یہ ساری باتیں کرنے کے لیئے کہی تھی لیکن میں اس سے ڈر گئی۔ اس لیئے میں نے ان کے سامنے ہجرت کے ارادے کا انکار ہی کیا۔ حضرت ابن اسحاق کہتے ہیں کہ حضرت زینب (ہجرت کی تیاری) کرتی رہیں۔ جب وہ اس تیاری سے فارغ ہوئیں تو ان کے دیور کنانہ بن ربیع ان کے پاس ایک اونٹ لائے یہ اس اونٹ پر سوار ہو گئیں۔ کنانہ نے اپنی کمان اور ترکش لی۔ اور دن کی روشنی میں ان کے اونٹ کو آگے سے پکڑ کر لے چلے اور یہ اپنے ہودج میں بیٹھی ہوئی تھیں۔ قریش کے لوگوں میں (ان کے جانے کا) چرچا ہوا چنانچہ وہ لوگ ان کی تلاش میں نکل پڑے۔ اور مقام ذی طویٰ میں انہیں پالیا۔ اور ہبار بن اسود فہری سب سے پہلے ان تک پہنچا ہبار نے حضرت زینب کو نیزے سے ڈرایا یہ ہودج میں تھیں۔ لوگ کہتے ہیں کہ وہ امید سے تھیں۔ چنانچہ ان کا حمل ساقط ہو گیا۔ ان کے دیور کنانہ نے گھٹنوں کے بل بیٹھ کر اپنے ترکش میں سے سارے تیر نکال کر سامنے ڈال لیئے اور پھر کہا تم میں سے جو آدمی بھی میرے قریب آئے گا میں اس میں ایک تیر ضرور پیوست کر دوں گا۔ چنانچہ وہ لوگ ان سے پیچھے ہٹ گئے اور ابو سفیان قریش کے بڑے لوگوں کو لے کر آئے۔ اور انہوں نے کہا اے آدمی !ذرا اپنی تیر اندازی روکو، ہم تم سے بات کرنا چاہتے ہیں۔ چنانچہ وہ رک گئے۔ ابو سفیان آگے آکر ان کے پاس کھڑے ہوئے اور کہا تم نے ٹھیک نہیں کیا کہ تم اس عورت کو علی الاعلان

سب کے سامنے لے کر چلے ہو اور تم جانتے ہی ہو کہ (ان کے والد) محمد (ﷺ) کی وجہ سے ہمیں کتنی مصیبتیں اور تکلیفیں اٹھانی پڑی ہیں۔ جب تم ان کی بیٹی کو علی الاعلان تمام لوگوں کے سامنے ہمارے درمیان میں سے لے کر جاؤ گے تو لوگ یوں سمجھیں گے کہ یہ سب ہماری ذلت اور کمزوری کی وجہ سے ہوا ہے (کہ ان کی بیٹی سب کے سامنے یوں چلی گئی ہے) اور میری زندگی کی قسم! ہمیں ان کو ان کے باپ سے روکنے کی کوئی ضرورت نہیں ہے اور نہ ہم ان سے کوئی بدلہ لینا چاہتے ہیں۔ اس لیئے اب تو تم اس عورت کو واپس لے جاؤ یہاں تک کہ جب یہ شور و شغب ٹھنڈا پڑ جائے گا اور لوگ یوں کہنے لگیں کہ ہم نے ان کی بیٹی کو واپس کروالیا ہے تو پھر چپکے سے اسے لے جانا اور اس کے باپ کے پاس پہنچا دینا۔ چنانچہ کنانہ نے ایسا ہی کیا۔[1]

حضرت عروہ بن زبیرؓ فرماتے ہیں کہ حضور ﷺ کی صاحبزادی حضرت زینبؓ کو لے کر ایک شخص (مکہ سے) چلا۔ قریش کے دو آدمی پیچھے سے ان تک جا پہنچے۔ ان دونوں نے اس ایک پر حملہ کیا اور اس پر غالب آگئے۔ چنانچہ حضرت زینب کو ان دونوں نے دھکا دیا جس سے وہ پتھر پر گر گئیں (وہ امید سے تھیں) ان کا حمل ساقط ہو گیا اور خون بہنے لگا۔ اور لوگ ان کو ابو سفیان کے پاس لے گئے وہاں بنی ہاشم کی عورتیں (حضرت زینب کی یہ خبر سن کر) آئیں تو ابو سفیان نے ان کو ان عورتوں کے حوالے کیا۔ پھر اس کے کچھ عرصہ کے بعد یہ ہجرت کر کے (مدینہ) آئیں اور یہ مسلسل بیمار رہیں یہاں تک کہ اسی بیماری میں ان کا انتقال ہو گیا سب مسلمان انہیں شہید سمجھتے تھے۔[2]

نبی کریم ﷺ کی زوجہ محترمہ حضرت عائشہؓ فرماتی ہیں کہ حضور ﷺ جب مکہ سے مدینہ تشریف لے آئے تو آپ کی صاحبزادی حضرت زینبؓ سے کنانہ یا ابن کنانہ کے ساتھ روانہ ہوئیں مکہ والے ان کی تلاش میں نکل پڑے۔ چنانچہ ہبار بن اسود ان تک پہنچ گیا۔ اور اپنا نیزہ ان کے اونٹ کو مارتا رہا یہاں تک کہ ان کو نیچے گرادیا۔ جس سے ان کا حمل ساقط ہو گیا۔ انہوں نے صبر و تحمل سے کام لیا اور انہیں اٹھا کر لایا گیا۔ بنو ہاشم اور بنو امیہ کا ان کے بارے میں آپس میں جھگڑا ہو گیا۔ بنو امیہ کہتے تھے کہ ہم ان کے زیادہ حقدار ہیں کیونکہ وہ ان کے چچا زاد بھائی حضرت ابو العاص کے نکاح میں تھیں۔ آخر یہ ہند بنت عتبہ بن ربیعہ کے پاس رہتی تھیں اور وہ ان سے کہا کرتی تھی کہ یہ سب تمہارے باپ (یعنی حضور ﷺ) کی وجہ سے ہوا

---

[1] اخرجه ابن اسحاق كذافي البداية (ج ٣ ص ٣٣٠)

[2] عند الطبراني قال الهيثمي (ج ٩ ص ٢١٦) وهو مرسل ورجاله رجال الصحيح اه

ہے۔ حضورؐ نے حضرت زید بن حارثہ کو فرمایا کیا تم (مکہ) جا کر زینب کو لے نہیں آتے ؟ انہوں نے کہا ضرور یا رسول اللہ! آپ نے فرمایا تم میری انگوٹھی لو یہ ان کو (بطور نشانی کے) دے دینا۔ حضرت زید (مدینہ سے) چل دیئے اور (حضرت زینب تک چپکے سے بات پہنچانے کی) مختلف تدبیریں اختیار کرتے رہے چنانچہ ان کی ایک چرواہے سے ملاقات ہوئی اس سے پوچھا کہ تم کس کے چرواہے ہو ؟ اس نے کہا ابو العاص کا۔ حضرت زید نے پوچھا، یہ بکریاں کس کی ہیں ؟ اس نے کہا زینب بنت محمد (ﷺ) کی ہیں۔ حضرت زید (اسے مانوس کرنے کے لئے) کچھ دیر اس کے ساتھ چلتے رہے۔ پھر اس سے کہا کیا یہ ہو سکتا ہے کہ تم کو میں کوئی چیز دوں وہ تم حضرت زینب کو پہنچا دو اور اس کا کسی سے تذکرہ نہ کرو ؟ اس نے کہا ہاں۔ چنانچہ اسے وہ انگوٹھی دے دی جسے حضرت زینب نے پہچان لیا۔ انہوں نے چرواہے سے پوچھا تمہیں یہ انگوٹھی کس نے دی ؟ اس نے کہا ایک آدمی نے۔ حضرت زینبؓ نے کہا اس آدمی کو تم نے کہاں چھوڑا ؟ اس نے کہا فلاں جگہ۔ پھر حضرت زینب خاموش ہو گئیں جب رات ہوئی تو چپکے سے حضرت زید کی طرف چل پڑیں۔ جب یہ ان کے پاس پہنچیں تو ان سے حضرت زید نے کہا تم میرے آگے اونٹ پر سوار ہو جاؤ۔ انہوں نے کہا تم میرے آگے سوار ہو جاؤ۔ چنانچہ آگے حضرت زید سوار ہوئے اور یہ ان کے پیچھے بیٹھیں (اس وقت تک پردہ فرض نہیں ہوا تھا) اور مدینہ پہنچ گئیں۔ حضور ﷺ ان کے بارے میں فرمایا کرتے تھے کہ میرے بیٹیوں میں سے یہ سب سے اچھی بیٹی ہے جسے میری وجہ سے بہت زیادہ تکلیف اٹھانی پڑی۔ جب یہ حدیث حضرت علی بن حسینؒ تک پہنچی تو وہ حضرت عروہؒ کے پاس آئے اور ان سے کہا کہ وہ کونسی حدیث ہے جس کے بارے میں مجھے خبر ملی ہے کہ تم اسے بیان کر کے حضرت فاطمہؓ کا درجہ کم کر دیتے ہو ؟ حضرت عروہ نے فرمایا اللہ کی قسم! مجھے یہ بات بالکل پسند نہیں ہے کہ جو کچھ مشرق اور مغرب کے درمیان ہے وہ سب مجھے مل جائے اور میں (اس کے بدلہ میں) حضرت فاطمہ کا ذرا سا بھی درجہ کم کر دوں۔ بہر حال میں آج کے بعد یہ حدیث کبھی بیان نہیں کروں گا۔[1]

حضرت درہ بنت ابی لہبؓ کی ہجرت

حضرت ابن عمر، حضرت ابو ہریرہ اور حضرت عمار بن یاسرؓ فرماتے ہیں کہ حضرت درہ

---

[1] عند الطبرانی فی الکبیر قال الهیثمی (ج ۹ ص ۲۱۳) رواه الطبرانی فی الکبیر والا وسط بعضه ورواه البزار ورجاله رجال الصحیح انتهی.

بنت ابی لہب ؓ ہجرت کر کے (مدینہ) آئیں اور حضرت رافع بن معلّی زرقیؓ کے گھر میں ٹھہریں۔ قبیلہ بنو زریق کی جو عورتیں ان کے پاس آکر بیٹھیں انہوں نے ان سے کہا تم اسی ابو لہب کی بیٹی ہو جس کے بارے میں اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے :۔

تَبَّتْ يَدَآ اَبِىْ لَهَبٍ وَّتَبَّ مَآ اَغْنٰى عَنْهُ مَالُهٗ وَمَا كَسَبَ

ترجمہ : "ٹوٹ گئے ہاتھ ابی لہب کے اور ٹوٹ گیا وہ آپ۔ کام نہ آیا اس کو مال اس کا اور نہ جو اس نے کمایا۔" لہٰذا تمہاری ہجرت تمہارے کام نہ آئے گی۔ حضرت درہ نے حضور ﷺ کی خدمت میں حاضر ہو کر ان عورتوں کی شکایت کی اور جو انہوں نے کہا تھا وہ آپ کو بتایا۔ حضورؐ نے ان کو تسلی دی اور فرمایا بیٹھ جاؤ۔ پھر لوگوں کو ظہر کی نماز پڑھائی اور منبر پر تھوڑی دیر بیٹھے اور فرمایا کیا بات ہے کہ مجھے میرے خاندان والوں کے بارے میں تکلیف پہنچائی جارہی ہے۔ اللہ کی قسم! میری شفاعت قیامت کے دن حا اور حکم اور صدا اور سلہب قبیلوں کو بھی نصیب ہوگی۔ (تو میرے خاندان کو تو بدرجہ اولیٰ نصیب ہوگی) [1] اور صفحہ ۳۸۷ پر حضرت ابو سلمہ کی ہجرت کے بیان میں حضرت ام سلمہ کی ہجرت کا اور صفحہ ۳۷۴ پر حضرت جعفر بن ابی طالب اور صحابہ کرامؓ کی حبشہ کو ہجرت کرنے کے بیان میں حضرت اسماء بنت عمیس اور ام عبداللہ بنت ابی حثمہ کی ہجرت کا بیان گزر چکا ہے۔

حضرت عبداللہ بن عباسؓ اور دیگر بچوں کی ہجرت

حضرت ابن عباسؓ فرماتے ہیں کہ ہم لوگ ۵ھ میں حضور ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوئے ہم لوگ غزوہ احزاب کے سال قریش کے ساتھ نکلے تھے۔ میں اپنے بھائی حضرت فضلؓ کے ساتھ تھا اور ہمارے ساتھ ہمارے غلام حضرت ابو رافعؓ بھی تھے۔ جب ہم عرج پہنچے تو ہم لوگ راستہ بھول گئے اور رکوبہ گھاٹی کے بجائے ہم جثجاثہ چلے گئے یہاں تک کہ ہم قبیلہ بنو عمرو بن عوف کے ہاں آنکلے اور پھر مدینہ پہنچ گئے اور ہم نے حضور کو خندق میں پایا۔ اس وقت میری عمر آٹھ سال تھی اور میرے بھائی کی عمر تیرہ سال تھی۔ [2]

---

[1] اخرجه الطبراني قال الهيثمي (ج ۹ص ۲۵۷) وفيه عبدالرحمن بن بشير الدمشقي وثقه ابن حبان وضعفه ابو حاتم وبقية رجاله ثقات.

[2] اخرجه الطبراني قال الهيثمي (ج ۶ص ٦٤) رواه الطبراني في الاوسط من طريق عبدالله بن محمد بن عمارة الانصاري عن سليمان بن داؤد بن الحصين وكلاهما لم يوثق ولم يضعف وبقية رجاله ثقات انتهى.

نصرت کا باب

صحابہ کرامؓ اجمعین کو دین متین اور صراط مستقیم کی نصرت کرنا کس طرح ہر چیز سے زیادہ محبوب تھا اور دنیاوی عزت پر ان میں سے کوئی اتنا فخر نہیں کرتا تھا جتنا کہ وہ اس نصرت پر فخر کرتے تھے اور کس طرح سے انھوں نے دین کی نصرت کی وجہ دنیاوی لذتوں کو چھوڑا؟ گویا کہ انھوں نے یہ سب کچھ اللہ عزوجل کی رضامندی حاصل کرنے اور اس کے رسول ﷺ وعلیٰ آلہ واصحابہ وبارک وسلم کے حکم پر چلنے کے لئے کیا۔

حضرات انصارؓ کی نصرت دین کی ابتداء

حضرت عائشہؓ فرماتی ہیں کہ حضور ﷺ ہر سال اپنے آپ کو قبائل عرب پر پیش فرماتے کہ وہ حضورؐ کو اپنی قوم میں لے جاکر ٹھہرائیں تاکہ آپ اللہ تعالیٰ کا کلام اور پیغام پہنچا سکیں اور انہیں (اس کے بدلہ میں) جنت ملے گی۔ لیکن عرب کا کوئی قبیلہ بھی آپ کی اس بات کو نہیں مانتا تھا یہاں تک کہ جب اللہ تعالیٰ کا یہ ارادہ ہوا کہ اپنے دین کو غالب فرمادیں اور اپنے نبی کی مدد فرمادیں اور اپنے وعدے کو پورا فرمادیں تو اللہ تعالیٰ آپ کو انصار کے اس قبیلہ کے پاس لے آئے اور انہوں نے آپ کی دعوت کو قبول کر لیا اور اللہ تعالیٰ نے ان کے وطن کو اپنے نبی ﷺ کے لئے ہجرت کا مقام بنادیا۔[1]

حضرت عمرؓ فرماتے ہیں کہ حضور ﷺ مکہ میں موسم حج میں اپنے آپ کو عرب کے ایک

---

[1] اخرجه الطبرانی فی الاوسط قال الهیثمی (ج ٦ ص ٤٢) وفیه عبدالله بن عمر العمری وثقه احمد وجماعة وضعفه النسائی وغیره وبقیة رجاله ثقات اه.

ایک قبیلہ پر پیش فرماتے لیکن کوئی بھی آپ کی بات نہ مانتا۔ یہاں تک کہ اللہ تعالیٰ انصار کے اس قبیلہ کو (حضورؐ کی خدمت میں) لے آئے کیونکہ اللہ تعالیٰ نے یہ سعادت اور شرافت ان کے لئے مقدر فرمار کھی تھی۔ چنانچہ ان لوگوں نے آپ کو ٹھکانہ دیا اور آپ کی نصرت کی۔ اللہ تعالیٰ ہی ان کو اپنے نبی کی طرف سے بہترین جزاء عطا فرمائے۔[1] جمع الفوائد میں حضرت عمر کی اس حدیث میں یہ اضافہ بھی ہے (کہ حضرت عمر فرماتے ہیں) کہ اللہ کی قسم! ہم نے انصار سے جو وعدہ کیا تھا وہ ہم نے پورا نہیں کیا۔ ہم نے ان سے کہا تھا کہ ہم لوگ امیر ہوں گے اور تم لوگ وزیر۔ اگر میں اس سال کے آخر تک زندہ رہا تو میرا ہر گورنر انصاری ہی ہو گا۔[2]

حضرت جابر بن عبداللہؓ فرماتے ہیں کہ موسم حج میں حضور ﷺ اپنے آپ کو لوگوں پر پیش فرماتے تھے۔ اور ان سے کہتے تھے، ہے کوئی ایسا آدمی جو مجھے اپنی قوم میں لے جائے؟ کیونکہ قریش نے مجھے اپنے رب کا کلام پہنچانے سے روک دیا ہے۔ چنانچہ ایک مرتبہ ہمدان قبیلہ کا ایک آدمی آپ کی خدمت میں آیا۔ آپ نے اس سے پوچھا تم کون سے قبیلہ کے ہو؟ اس نے کہا ہمدان کا۔ آپ نے فرمایا کیا تمہاری قوم کے پاس حفاظت کا انتظام ہے؟ اس نے کہا جی ہاں۔ پھر اس آدمی کو یہ خطرہ ہوا کہ (وہ تو حضورؐ سے ساتھ لے جانے کا اور ان کی حفاظت کا وعدہ کر لے اور) قوم والے اس کے اس وعدہ کو نہ مانیں۔ چنانچہ اس نے حضورؐ کی خدمت میں آکر کہا کہ میں ابھی تو جا کر اپنی قوم کو بتاؤں گا اور اگلے سال آپ کے پاس آؤں گا (پھر آپ کو بتاؤں گا) آپ نے فرمایا۔ اچھا اور انصار کا وفد رجب میں آیا۔[3] صفحہ ۲۶۷ پر نصرت پر بیعت کے باب میں امام احمد کی روایت سے حضرت جابرؓ کی حدیث گزر چکی ہے کہ حضور ﷺ نے مکہ میں دس سال اس طرح گزارے کہ آپ لوگوں کے پاس حج کے موقع پر ان کی قیام گاہوں میں عکاظ اور مجنہ کے بازاروں میں جایا کرتے تھے اور ان سے فرماتے کون مجھے ٹھکانا دے گا اور کون میری مدد کرے گا۔ تاکہ میں اپنے رب کا پیغام پہنچا سکوں اور اسے (اس کے بدلہ میں) جنت ملے گی۔ چنانچہ آپ کو کوئی ایسا آدمی نہ ملتا جو آپ کو ٹھکانہ دے اور آپ کی مدد کرے (بلکہ آپ کی مخالفت اس حد تک پھیل گئی تھی) کہ کوئی آدمی یمن یا مضر سے (مکہ کے لئے) روانہ ہونے لگتا تو اس کی قوم کے لوگ اور اس کے رشتہ دار اس کے پاس آکر اسے کہتے کہ قریش

---

[1] اخرجه البزار وحسنه كذافى كنز العمال (ج ٧ ص ١٣٤)

[2] كذافى جمع الفوائد (ج ٢ ص ٣٠) وقال البزار بضعف وهكذا ذكره فى مجمع الزوائد (ج ٦ ص ٤٢) عن البزار بتمامه وقال ورواه البزار وحسن اسناده وفيه ابن شبيب وهو ضعيف

[3] اخرجه الامام احمد قال الهيثمى (ج ٦ ص ٣٥) رجاله ثقات وعزاه الحافظ فى الفتح (ج ٧ ص ١٥٦) الى اصحاب السنن والامام احمد وقال صححه الحاكم

کے نوجوان سے بچ کر رہنا کہیں وہ تمہیں فتنہ میں نہ ڈال دے۔ اور آپ لوگوں کی قیام گاہوں کے درمیان میں سے گزرتے تو لوگ آپ کی طرف انگلیوں سے اشارہ کرتے یہاں تک کہ اللہ تعالیٰ نے یثرب سے ہمیں آپ کے پاس بھیج دیا۔ ہم آپ کو ٹھکانہ دینے کے لئے تیار ہو گئے اور ہم نے آپ کی تصدیق کی پھر ہمارے آدمی ایک ایک کر کے حضورؐ کے پاس جاتے رہے اور آپ پر ایمان لاتے رہے اور آپ ان کو قرآن سکھاتے رہے۔ وہاں سے وہ آدمی مسلمان ہو کر اپنے گھر واپس آتا تو اس کے اسلام کی وجہ سے اس کے گھر والے مسلمان ہو جاتے حتی کہ انصار کے ہر محلّہ میں مسلمانوں کی ایک جماعت ایسی تیار ہو گئی جو اپنے اسلام کا اظہار کرتے تھے پھر ان سب نے مل کر مشورہ کیا اور ہم نے کہا کہ کب تک ہم حضور کو ایسے ہی چھوڑے رکھیں کہ آپ یونہی لوگوں میں پھرتے رہیں اور مکہ کے پہاڑوں میں آپ کو دھتکارا جاتا رہے اور آپ کو ڈرایا جاتا رہے چنانچہ ہمارے ستر آدمی گئے اور موسم حج میں حضور ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور ہم نے آپ سے شعب عقبہ میں ملنا طے کیا۔ چنانچہ ہم وہاں ایک ایک دو دو آدمی ہو کر سب اکٹھے ہو گئے اور ہم نے کہا یا رسول اللہ! ہم آپ سے کس چیز پر بیعت کریں؟ آگے پوری حدیث ذکر کی ہے۔[1]

حضرت عروہؓ فرماتے ہیں کہ جب حج کا زمانہ آیا تو انصار کے کچھ لوگ حج کے لئے گئے۔ چنانچہ بنو مازن بن نجار کے حضرت معاذ بن عفراء اور حضرت اسعد بن زرارہ اور بنو زریق کے حضرت رافع بن مالک اور حضرت ذکوان بن عبد القیس اور بنو عبد الاشہل کے ابو الہیثم بن تیہان اور بنو عمرو بن عوف کے حضرت عویم بن ساعدہؓ حج کے لئے گئے۔ حضور ﷺ ان کے پاس تشریف لائے اور ان کو بتایا کہ اللہ تعالیٰ نے انہیں نبوت اور شرافت سے نوازا ہے اور انہیں قرآن پڑھ کر سنایا۔ جب انہوں نے آپ کی بات سنی تو سب خاموش ہو گئے اور ان کے دل آپ کی دعوت پر مطمئن ہو گئے اور چونکہ انہوں نے اہل کتاب سے آپ کے اوصاف جمیلہ اور آپ کی دعوت کے بارے میں سن رکھا تھا اس لئے وہ سنتے ہی آپ کو پہچان گئے اور آپ کی تصدیق کی اور آپ پر ایمان لے آئے اور یہ حضرات خیر کے عام ہونے کا ذریعہ بنے۔ پھر انہوں نے حضورؐ کی خدمت میں عرض کیا کہ آپ جانتے ہی ہیں کہ ہمارے ہاں اوس اور خزرج میں قتل و غارت کا سلسلہ چل رہا ہے اور ہم اس چیز کو پسند کرتے ہیں جس کے ذریعہ سے اللہ تعالیٰ آپ کے کام کو صحیح رخ پر لے آئے (یعنی ہم آپ کو اپنے ہاں لے جانا اور آپ کی نصرت کرنا چاہتے ہیں) اور ہم اللہ کے لئے اور آپ کے لئے ہر طرح کی محنت کرنے کو تیار

---

[1] واخرجه الحاكم (ج ۲ ص ۶۲۵) وقال صحيح الاسناد

ہیں اور جو آپ کی رائے ہے ہم بھی آپ کو اسی کا مشورہ دیتے ہیں لیکن ابھی آپ اللہ کے بھروسہ پر (یہاں مکہ میں ہی) ٹھہرے رہیں لیتے ہیں ہم اپنی قوم کے پاس واپس جاکر ان کو آپ کی بات بتائیں گے اور ان کو اللہ اور اس کے رسول (ﷺ) کی دعوت دیں گے آج کل تو ہم ایک دوسرے سے دور ہیں اور ہماری آپس میں بغض وعداوت ہے۔ اگر آج ہو سکتا ہے اللہ تعالیٰ ہماری آپ میں صلح کرادے اور ہمارا آپس میں جوڑ پیدا کر دے کیونکہ آپ ہمارے ہاں تشریف لے آتے ہیں اور ابھی ہماری آپس میں صلح نہ ہوئی ہو تو ہم سب آپ پر جڑ نہیں سکیں گے اور ایک جماعت نہیں بن سکیں گے۔ ہم اگلے سال حج (کے زمانے میں آپ سے ملنے) کا وعدہ کرتے ہیں۔ حضور کو ان کی یہ بات پسند آئی۔ اور وہ حضرات اپنی قوم کے پاس واپس گئے اور اپنی قوم کو چپکے چپکے دعوت دینے لگے۔ اور ان کو اللہ کے رسول ﷺ کی خبر دی اور اللہ تعالیٰ نے اپنا جو پیغام دے کر حضور کو بھیجا ہے اور قرآن سنا کر حضورؐ نے جس کی دعوت دی ہے وہ سب اپنی قوم کو بتایا (ان حضرات کی محنت اور دعوت کا نتیجہ یہ ہوا کہ) انصار کے ہر محلہ میں کچھ نہ کچھ لوگ ضرور مسلمان ہو چکے تھے۔ آگے ویسی حدیث ذکر کی ہے جیسی حدیث صفحہ ۲۴۲) پر حضرت مصعب بن عمیرؓ کے دعوت دینے کے باب میں گزر چکی ہے[1]

حضرت یحییٰ بن سعیدؒ فرماتے ہیں کہ میں نے انصار کی ایک بڑھیا کو یہ کہتے ہوئے سنا کہ میں نے حضرت ابن عباسؓ کو دیکھا کہ وہ حضرت صرمہ بن قیسؓ کے پاس ان اشعار کو سیکھنے کے لئے بار بار جاتے تھے۔

لوی فی قریش بضع عشرة حجة   یذکر لو الفیٰ صدیقاً مواتیاً

آپ نے قریش میں دس سال سے زیادہ قیام فرمایا اور اس سارے عرصہ میں آپ نصیحت اور تبلیغ فرماتے رہے (اور آپ یہ چاہتے تھے کہ) کوئی موافقت کرنے والا دوست آپ کو مل جائے

ویعرض فی اهل المواسم نفسه   فلم یر من یووی ولم یر داعیاً

اور آپ حج پر آنے والوں پر اپنے آپ کو پیش فرماتے تھے لیکن نہ آپ کو ٹھکانا دینے والا نظر آتا اور نہ اپنے ہاں آنے کی دعوت دینے والا۔

فلما اتانا واستقرت به النوی   واصبح مسرورا بطیبة راضیاً

جب آپ ہمارے پاس تشریف لائے اور آپ وہاں ٹھہر گئے اور طیبہ میں بڑے خوش اور راضی ہو گئے۔

واصبح ما یخشیٰ ظلامة ظالم   بعیدوما یخشیٰ من الناس باغیاً

---

[1] اخرجه الطبرانی مرسلاً قال الهیثمی (ج ٦ ص ٤٢) فیه ابن لهیعة وفیه ضعف وهو حسن الحدیث وبقیة رجاله ثقات انتهی

اور آپ کو نہ کسی دور کے ظالم سے کسی چیز کو ظلماً لے لینے کا خطرہ رہا اور نہ لوگوں سے بغاوت کا خطرہ۔

بذلنا له الا موال من جل مالنا وانفسنا عندا الوغیٰ والتآ سیا

تو ہم نے (دشمنوں سے) لڑائی کے وقت اور (مہاجر مسلمانوں کی) غمخواری کے وقت اپنی جان ومال کا بڑا حصہ خرچ کردیا۔

نعاد الذی عادی من الناس کلهم بحق وان کان الحبیب المواتیا

اور حضورؐ تمام لوگوں میں سے جس سے دشمنی رکھیں گے ہم بھی اس سے پکی دشمنی رکھیں گے چاہے وہ آدمی ہمارا محبوب اور موافق کیوں نہ ہو۔

ونعلم ان اللّٰہ لا شی غیره وان کتاب اللّٰہ اصبح هادیاً

اور ہمیں یقین ہے کہ اللہ کے علاوہ کوئی چیز (معبود) نہیں ہے اور اللہ کی کتاب ہی ہمیں صحیح راستہ دکھانے والی ہے۔[1]

حضرات مہاجرینؓ اور انصارؓ کا آپس میں بھائی چارہ

حضرت انسؓ فرماتے ہیں کہ حضرت عبدالرحمٰن بن عوفؓ جب مدینہ آئے تو حضور ﷺ نے ان میں اور حضرت سعد بن ربیعؓ میں بھائی چارہ کرادیا۔ حضرت سعد نے حضرت عبدالرحمٰن سے کہا اے میرے بھائی! میں مدینہ میں سب سے زیادہ مال والا ہوں۔ تم دیکھ کر (اپنی پسند کا) میرا آدھا مال لے لو۔ اور میری دو بیویاں ہیں تم دیکھ لو ان میں سے جو نسی تمہیں پسند آئے میں اسے طلاق دے دوں گا (تم اس سے شادی کر لینا) تو حضرت عبدالرحمٰن نے کہا تمہارے گھر والوں میں اور تمہارے مال میں اللہ برکت عطا فرمائے۔ مجھے تو بازار کا راستہ بتادو۔ چنانچہ انہوں نے بازار کا راستہ بتادیا۔ حضرت عبدالرحمٰن نے بازار میں جاکر خرید وفروخت شروع کردی جس میں ان کو نفع ہوا۔ چنانچہ وہ کچھ پنیر اور گھی لے کر آئے۔ کچھ عرصہ وہ یونہی تجارت کرتے رہے۔ اس کے بعد ایک دن آئے تو ان (کے کپڑوں) پر زعفران لگا ہوا تھا۔ حضورؐ نے فرمایا کیا بات ہے؟ انہوں نے عرض کیا یا رسول اللہ! میں نے ایک عورت سے شادی کی ہے (اس زمانے میں شادی کے موقع پر زعفران لگانے کا دستور تھا) آپ نے فرمایا تم نے اس کو کتنا مہر دیا ہے؟ انہوں نے کہا ایک گٹھلی کے برابر سونا۔ حضورؐ نے فرمایا ولیمہ کرو چاہے ایک ہی بکری ہو۔ حضرت عبدالرحمٰن فرماتے ہیں کہ (میری

[1] اخرجه الحاکم (ج ۲ ص ٦٢٦)

؛ رت میں برکت کا یہ حال تھا کہ) اگر میں کوئی پتھر بھی اٹھاتا تو مجھے اس سے سونا اور چاندی مل ہونے کی امید ہوتی تھی۔ [1]

حضرت ابن عباسؓ فرماتے ہیں، مہاجرین جب مدینہ آئے تو شروع میں انصاری کا ث مہاجر ہوتا تھا اس کے رشتہ دار وارث نہیں ہوتے تھے اور یہ اس بھائی چارہ کی وجہ سے ماجو حضور ﷺ نے ان میں کرایا تھا۔ جب یہ آیت نازل ہوئی :۔

وَلِكُلٍّ جَعَلْنَا مَوَالِيَ.

تو پھر مہاجر کا (مواخاۃ کے ذریعے) انصاری کا وارث بننا منسوخ ہو گیا۔ [2] اس روایت ،ں تو یہی ہے کہ حلیف کی میراث اس آیت سے منسوخ ہوئی لیکن اگلی روایت سے معلوم ہوتا ہے کہ اس میراث کو منسوخ کرنے والی آیت :۔

وَاُولُوا الْاَرْحَامِ بَعْضُهُمْ اَوْلٰى بِبَعْضٍ.

ہے۔ حافظ ابن حجر کہتے ہیں یہ روایت زیادہ قابل اعتماد ہے اور یہ بھی احتمال ہے کہ اس میراث کا منسوخ ہونا دو دفعہ میں ہوا ہو کہ شروع میں تو صرف بھائی چارہ والا ہی وارث ہوتا ہو اور رشتہ دار وارث نہ ہوتا ہو۔ جب ولکل جعلنا موالی والی آیت نازل ہوئی تو بھائی چارہ والے کے ساتھ رشتہ دار بھی وارث ہونے لگ گئے حضرت ابن عباسؓ کی روایت کا یہی مطلب لیا جائے گا پھر سورت احزاب کی آیت :

وَاُولُوا الْاَرْحَامِ بَعْضُهُمْ اَوْلٰى بِبَعْضٍ.

کے نازل ہونے پر بھائی چارہ والے کا وارث ہونا منسوخ ہو گیا اور میراث صرف رشتہ داروں کے نازل ہونے پر بھائی چارہ والے کے لئے صرف یہ رہ گیا کہ انصاری اس کی اعانت کرے گا اور اس کو کچھ دیا کرے گا۔ اس طرح تمام احادیث کا مطلب اپنی اپنی جگہ ٹھیک ہو جاتا ہے۔ [3]

حضرات تابعین کی ایک جماعت بیان کرتی ہے کہ جب حضور ﷺ مدینہ تشریف لائے تو آپ نے مہاجرین کا آپس میں بھی بھائی چارہ کرایا اور مہاجرین اور انصار کا بھی آپس میں بھائی چارہ کرایا کہ وہ ایک دوسرے کی غم خواری کریں گے۔ چنانچہ وہ ایک دوسرے کے وارث بنتے تھے اور یہ نوے آدمی تھے کچھ مہاجرین میں سے کچھ انصار میں سے اور بعض کہتے ہیں کہ یہ سو آدمی تھے اور جب واولو الارحام والی آیت نازل ہوئی تو اس بھائی چارہ کی وجہ سے ان

---

[1] اخرجه الامام احمد كذافى البداية (ج۳ص ۲۲۸) واخرجه ايضاً الشيخان عن انس والبخارى من حديث عبدالرحمن بن عوفؓ كما فى الاصابة (ج ۲ص ۲۶) وابن سعد (ج ۳ص ۸۹) عن انسؓ [2] اخرجه البخارى. [3] وعند احمد من حديث عمرو بن شعيب عن ابيه عن جدهٖ نحوه كما فى فتح البارى (ج ۷ص ۱۹۱)

کی آپس میں جو وراثت چل رہی تھی وہ ختم ہو گئی۔[۱]

انصار کا مہاجرین کے لئے مالی ایثار

حضرت ابو ہریرہؓ فرماتے ہیں کہ انصار نے حضور ﷺ کی خدمت میں عرض کیا کہ (ہمارے) کھجوروں کے باغات ہمارے اور ہمارے (مہاجر) بھائیوں کے درمیان تقسیم فرمادیں۔ آپ نے فرمایا نہیں بلکہ (ان باغات میں) محنت تو ساری تم کرو۔ ہم (مہاجرین) پھل میں تمہارے شریک ہو جائیں گے۔ انصار نے کہا "سمعنا و اطعنا" یعنی ہم نے آپ کی بات دل سے سنی اور اسے ہم نے مان لیا جیسے آپ کہیں گے ویسے کریں گے۔ حضرت عبدالرحمٰن بن زید بن اسلمؒ فرماتے ہیں کہ حضورؐ نے انصار سے فرمایا تمہارے (مہاجر) بھائی اپنے مال اور اولاد چھوڑ کر تمہارے پاس آئے ہیں۔ انصار نے کہا ہم اپنے مال زمین و باغات اپنے اور مہاجر بھائیوں میں تقسیم کر لیتے ہیں۔ حضورؐ نے فرمایا اس کے علاوہ کچھ اور بھی تو ہو سکتا ہے۔ انصار نے کہا یا رسول اللہ! وہ کیا؟ حضورؐ نے فرمایا یہ مہاجرین کھیتی باڑی کا کام نہیں جانتے ہیں اس لئے کھیتی کا کام تو سارا تم کرو اور پھل میں تم ان کو شریک کر لو۔ انصار نے کہا ٹھیک ہے۔[۲]

حضرت انسؓ فرماتے ہیں کہ مہاجرین نے عرض کیا یا رسول اللہ! جس قوم کے پاس ہم لوگ آئے ہیں ہم نے ان جیسی اچھی قوم نہیں دیکھی ہے کہ ان کے پاس تھوڑا سا مال بھی ہو تو بہت عمدہ طریقہ سے ہمدردی اور غم خواری کرتے ہیں اور اگر زیادہ مال ہو تو خوب زیادہ خرچ کرتے ہیں اور (کھیتی باڑی اور باغات کو سنبھالنے کی) محنت تو ساری وہ خود کرتے ہیں ہمیں محنت کرنے نہیں دیتے ہیں اور پھل میں ہمیں وہ اپنا شریک کر لیتے ہیں ہمیں تو یہ خطرہ ہو رہا ہے کہ وہ سارا ثواب لے جائیں گے۔ آپ نے فرمایا نہیں (وہ سارا ثواب نہیں لے جا سکتے) جب تک تم ان کی تعریف کرتے رہو گے اور ان کے لئے اللہ سے دعا کرتے رہو گے۔[۳]

حضرت جابرؓ فرماتے ہیں کہ انصار جب اپنی کھجوریں (درختوں سے) کاٹ لیتے تو اپنی کھجوروں کے دو حصے بنا لیتے جن میں سے ایک دوسرے سے کم ہوتا اور دونوں میں سے جو حصہ

---

[۱] ذکرہ ابن سعد باسانید الواقدی کذافی الفتح (ج ۷ ص ۱۹۱)

[۲] اخرجہ البخاری (ج ۱ ص ۳۱۲) کذافی البدایۃ (ج ۳ ص ۲۲۸) ۔

[۳] اخرجہ الامام احمد عن یزید عن حمید ھذا حدیث ثلاثی الاسنادعلی شرط الصحیحین ولم یخرجہ احد من اصحاب الکتب لسنۃ من ھذا الوجہ کذافی البدایۃ (ج ۳ ص ۲۲۸) واخرجہ ایضاً ابن جریر والحاکم والبیھقی کما فی کنز العمال (ج ۷ ص ۱۳۶)

کم ہو تا اس کے ساتھ کھجور کی شاخیں ملا دیتے (تاکہ زیادہ معلوم ہو) اور پھر مہاجر مسلمانوں سے کہتے کہ ان دونوں حصوں میں سے جونسا چاہے لے لو تو (جذبہ ایثار کی وجہ سے) وہ بغیر شاخوں والا حصہ لے لیتے جو دیکھنے میں کم نظر آتا لیکن حقیقت میں وہ زیادہ ہوتا تھا اس طرح انصار کو شاخوں والا حصہ مل جاتا جو دیکھنے میں زیادہ نظر آتا اور حقیقت میں کم ہوتا تھا۔ فتح خیبر تک ان حضرات کا آپس میں یہی (ایثار والا) معمول رہا۔ جب خیبر فتح ہو گیا تو حضور ﷺ نے انصار سے فرمایا تمہارے اوپر جو ہماری نصرت کا حق تھا وہ تم نے پورا پورا ادا کر دیا۔ اب اگر تم چاہو تو تم یوں کر لو کہ اپنا خیبر کا حصہ تم خوشی خوشی مہاجرین کو دے دو اور (مدینہ کے باغات کے) سارے پھل تم خود رکھ لیا کرو (اور مہاجرین کو اب ان میں سے کچھ نہ دیا کرو یوں مدینہ کا سارا پھل تمہارا ہو جائے گا اور خیبر کا سارا پھل مہاجرین کا ہو جائے گا) انصار نے کہا (ہمیں منظور ہے) آپ نے ہمارے ذمہ اپنے کئی کام لگائے تھے اور ہماری یہ بات آپ نے اپنے ذمہ لی تھی کہ ہمیں (اس کے بدلہ میں) جنت ملے گی تو جو کام آپ نے ہمارے ذمہ لگائے تھے وہ ہم نے سارے کر دیئے۔ اب ہم چاہتے ہیں کہ ہماری چیز ہمیں مل جائے۔ حضورؐ نے فرمایا وہ جنت تمہیں ضرور ملے گی۔ [1]

حضرت انسؓ فرماتے ہیں کہ حضور ﷺ نے انصار کو بلایا تاکہ ان کو بحرین کی زمین دے دیں تو انصار نے کہا کہ ہم بحرین کی زمین تب لیں گے جب آپ اتنی ہی زمین ہمارے مہاجر بھائیوں کو بھی دیں۔ آپ نے فرمایا کہ اگر تم ان کے بغیر نہیں لینا چاہتے ہو تو پھر ہمیشہ صبر سے کام لینا یہاں تک کہ تم (قیامت کے دن حوض کوثر پر) مجھ سے آملو کیونکہ (میرے بعد) تم پر دوسروں کو ترجیح دی جائے گی۔ [2]

اسلام کے تعلقات کو مضبوط کرنے کیلئے کس طرح حضرات انصارؓ نے جاہلیت کے تعلقات کو قربان کر دیا

حضرت جابر بن عبداللہؓ فرماتے ہیں کہ حضور ﷺ نے فرمایا کون ہے جو کعب بن اشرف کا کام تمام کر دے کیونکہ اس نے اللہ اور اس کے رسول کو بہت تکلیف پہنچائی ہے ؟ تو حضرت محمد بن مسلمہؓ نے کھڑے ہو کر عرض کیا یا رسول اللہ ! کیا آپ چاہتے ہیں کہ میں اسے قتل کر دوں ؟ حضورؐ نے فرمایا ہاں۔ انہوں نے کہا مصلحتاً کچھ کہنے کی مجھے اجازت دے

---

[1] اخرجه البزار قال الهيثمي (ج ١٠ ص ٤٠) رواه البزار من طريقين وفيهما مجالد وفيه خلاف وبقية رجال احدا هما رجال الصحيح انتهى [2] اخرجه البخاري (ج ١ ص ٥٣٥)

دیں۔ آپ نے فرمایا ٹھیک ہے تم کہہ سکتے ہو۔ چنانچہ حضرت محمد بن مسلمہ (چند ساتھیوں کو لے کر) کعب بن اشرف کے پاس گئے اور اس سے کہا اس آدمی (یعنی حضور ﷺ) نے ہم سے صدقہ کا مطالبہ کیا ہے اور مشکل اور دشوار کام ہمارے ذمہ لگا لگا کر ہمیں تھکا دیا ہے۔ میں تمہارے پاس قرضہ لینے آیا ہوں۔ اس نے کہا ابھی تو وہ اور کام تمہارے ذمہ لگائے گا۔ اللہ کی قسم ایک نہ ایک دن تم اس سے ضرور اکتا جاؤ گے۔ حضرت محمد نے کہا ابھی تو ہم ان کا اتباع شروع کر چکے ہیں۔ اس لئے ابھی ہم ان کو (جلدی) چھوڑنا نہیں چاہتے ہیں۔ دیکھتے ہیں کہ آخر ان کا انجام کیا ہوتا ہے؟ ہم چاہتے ہیں کہ آپ ہمیں ایک وسق یا دو وسق غلہ ادھار دے دو۔ (ایک وسق ساٹھ صاع کا ہوتا ہے اور ایک صاع ساڑھے تین سیر کا)[1] کعب نے کہا ہاں میں ادھار دینے کو تیار ہوں لیکن تم میرے پاس کوئی چیز رہن رکھو۔ ان حضرات نے کہا تم رہن میں کون سی چیز چاہتے ہو؟ اس نے کہا تم اپنی عورتیں میرے پاس رہن رکھ دو۔ ان حضرات نے کہا تم تو عرب میں سب سے زیادہ حسین و جمیل آدمی ہو۔ ہم تمہارے پاس اپنی عورتیں کیسے رہن رکھ دیں؟ اس نے کہا اچھا پھر اپنے بیٹے میرے پاس رہن رکھ دو۔ ان حضرات نے کہا ہم اپنے بیٹے کیسے تمہارے پاس رہن رکھ دیں پھر تو لوگ انہیں یہ طعنہ دیا کریں گے کہ یہ وہی تو ہے جسے ایک دو وسق غلہ کے بدلہ میں رہن رکھا گیا تھا۔ یہ ہمارے لئے بڑی عار کی بات ہے ہاں ہم تمہارے پاس ہتھیار رہن رکھ دیتے ہیں۔ حضرت محمد بن مسلمہ نے اس سے ہتھیار لے کر رات کو آنے کا وعدہ کر لیا۔ چنانچہ کعب کے رضاعی بھائی حضرت ابو نائلہؓ کو ساتھ لے کر حضرت محمد رات کو کعب کے پاس آئے۔ کعب نے ان حضرات کو قلعہ میں بلایا۔ یہ قلعہ میں گئے وہ ان کے پاس اتر کر آنے لگا تو اس کی بیوی نے اس سے کہا اس وقت تم باہر کہاں جا رہے ہو؟ اس نے کہا یہ محمد بن مسلمہ اور میرے بھائی ابو نائلہ آئے ہیں اس کی بیوی نے کہا میں تو ایسی آواز سن رہی ہوں جس سے خون ٹپکتا ہوا محسوس ہو رہا ہے۔ اس نے کہا یہ تو میرے بھائی محمد بن مسلمہ اور میرے رضاعی بھائی ابو نائلہ ہیں۔ بہادر آدمی کو اگر رات کے وقت بھی مقابلہ کے لئے بلایا جائے تو وہ رات کو بھی ضرور نکل آتا ہے۔[2] حضرت محمد بن مسلمہ نے اپنے ساتھ دو تین اور آدمیوں کو بھی داخل کر لیا اور ان سے کہا میں اس کے بالوں کو پکڑ کر سونگھنے لگ جاؤں گا اور تمہیں بھی سنگھاؤں گا۔ جب تم دیکھو کہ

---

[1] وحدثنا عمرو غیر مرة فلم یذکر وسقا او وسقین فقلت له فیه وسقا او وسقین؟ فقال اری فیه وسقا او وسقین
[2] ویدخل محمد بن مسلمة معه رجلین قیل لسفیان سماهم عمرو قال سمی بعضهم قال عمرو جاء معه برجلین وقال غیر عمرو وابو عبس بن جبر والحارث بن اوس وعباد بن بشر قال عمرو جاء معه برجلین

میں نے اس کا سر اچھی طرح پکڑ لیا ہے تو تم اس پر تلوار سے وار کر دینا۔ کعب موتیوں سے جڑی ہوئی ایک پٹی پہنے ہوئے نیچے اتر کر ان حضرات کے پاس آیا اور اس سے عطر کی خوشبو مہک رہی تھی۔ حضرت محمد بن مسلمہؓ نے کہا آج جیسی عمدہ خوشبو میں نے کبھی نہیں دیکھی۔ اس نے کہا میرے پاس عرب کی سب سے زیادہ خوشبو لگانے والی بڑی خوبصورت عورت ہے حضرت محمدؓ نے کہا کیا آپ مجھے اس بات کی اجازت دیتے ہیں کہ میں آپ کا سر سونگھ لوں ؟ کعب نے کہا ضرور۔ چنانچہ حضرت محمد نے خود سونگھا اور اپنے ساتھیوں کو سونگھایا۔ پھر کعب سے کہا کیا دوبارہ اجازت ہے ؟ اس نے کہا ضرور۔ جب حضرت محمد نے اس کا سر مضبوطی سے پکڑ لیا تو ساتھیوں سے کہا پکڑو۔ انہوں نے اسے قتل کر دیا۔ پھر ان حضرات نے حضور ﷺ کی خدمت میں واپس آکر سارا واقعہ سنایا۔ حضرت عروہؓ کی روایت میں یہ ہے کہ جب ان حضرات نے واقعہ سنایا تو حضورؐ نے اللہ کا شکر ادا کیا۔ ابن سعد کی روایت میں یہ ہے کہ یہ حضرات جب بقیع غرقد (مدینہ کے مشہور قبرستان) کے قریب پہنچے تو زور سے اللہ اکبر کہا۔ حضور ﷺ اس رات کھڑے ہو کر نماز پڑھتے رہے۔ جب آپ نے ان کی تکبیر کی آواز سنی تو آپ نے بھی اللہ اکبر کہا اور آپ سمجھ گئے کہ ان حضرات نے اسے قتل کر دیا ہے۔ پھر یہ حضرات حضورؐ کی خدمت میں حاضر ہوئے تو آپ نے فرمایا یہ چہرے کامیاب ہو گئے۔ ان حضرات نے عرض کیا یا رسول اللہ ! اور آپ کا چہرہ مبارک بھی (کامیاب ہوا) اور ان حضرات نے کعب کا سر آپ کے سامنے ڈال دیا۔ حضورؐ نے اس کے قتل ہو جانے پر اللہ کا شکر ادا کیا۔ حضرت عکرمہ کی مرسل روایت میں یہ ہے کہ (اس قتل سے) تمام یہودی خوفزدہ ہو گئے اور گھبرا گئے۔ انہوں نے حضورؐ کی خدمت میں آکر کہا کہ ہمارا سردار دھوکہ سے قتل کر دیا گیا ہے۔ حضورؐ نے ان کو اس کی ناپاک حرکتیں یاد دلائیں کہ کیسے وہ اسلام کے خلاف لوگوں کو ابھارتا تھا اور مسلمانوں کو اذیت پہنچایا کرتا تھا (یہ سن کر) وہ یہودی ڈر گئے اور کچھ نہ بولے۔ [1]

ابن اسحاق نے ذکر کیا ہے کہ حضور ﷺ نے فرمایا کہ میری طرف سے کعب بن اشرف کو قتل کرنے کے لئے کون تیار ہے ؟ حضرت محمد بن مسلمہؓ نے کہا یا رسول اللہ ! میں اس کی ذمہ داری اٹھاتا ہوں میں اسے قتل کروں گا۔ حضورؐ نے فرمایا اگر تم یہ کام کر سکتے ہو تو ضرور کرو۔ راوی کہتے ہیں کہ حضرت محمد واپس چلے گئے اور کھانا پینا چھوڑ دیا۔ بس اتنا کھاتے پیتے تھے جس سے جان بچی رہے۔ یہ بات حضور کو بتائی گئی۔ آپ نے انہیں بلا کر فرمایا تم نے کھانا پینا کیوں چھوڑ دیا ہے ؟ انہوں نے عرض کیا یا رسول اللہ ! میں نے آپ کے سامنے ایک بات کہی

۱۔ اخرجہ البخاری کذافی فتح الباری (ج ۷ ص ۲۳۹)

ہے پتہ نہیں میں اسے پورا کر سکوں گا یا نہیں (اس فکر میں میں نے کھانا پینا چھوڑ دیا ہے) آپ نے فرمایا تمہارے ذمہ تو محنت اور کوشش کرنا ہی ہے۔ ابن اسحاق نے حضرت ابن عباسؓ کی روایت میں یہ بھی نقل کیا ہے (کہ حضرت محمد بن مسلمہ جب اپنے ساتھیوں کو لے کر چلے تو) حضور ﷺ بھی ان حضرات کے ساتھ بقیع الغرقد تک پیدل تشریف لے گئے۔ پھر آپ نے ان کو روانہ فرمایا اور ارشاد فرمایا اللہ کا نام لے کر چلو۔ اے اللہ ان کی اعانت فرما۔[1]

ابو رافع سلام بن ابو الحقیق کا قتل

حضرت عبداللہ بن کعب بن مالکؓ فرماتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے اپنے رسول ﷺ (کے دین کے پھیلنے اور ترقی پانے) کے لئے جن مفید صورتوں اور حالات کو وجود عطا فرمایا ان میں سے ایک بات یہ تھی کہ انصار کے دونوں قبیلوں اوس اور خزرج کا حضورؐ کی نصرت میں اور ان کے کام کرنے میں ایک دوسرے سے ہر وقت ایسا مقابلہ لگا رہتا تھا جیسے کہ دو پہلوانوں میں ہوا کرتا ہے۔ قبیلہ اوس والے جب کوئی ایسا کام کر لیتے جس سے حضورؐ (کے دین کو اور حضورؐ والی محنت) کو فائدہ ہوتا تو قبیلہ خزرج والے کہتے تم یہ کام کر کے حضورؐ کے ہاں فضیلت میں ہم سے آگے نہیں نکل سکتے ہو اور جب تک ویسا ہی کام نہ کر لیتے وہ حضرات چین سے نہ بیٹھتے اور جب قبیلہ خزرج والے کوئی ایسا کام کر لیتے تو قبیلہ اوس والے یہی بات کہتے۔ چنانچہ جب قبیلہ اوس (کے ایک صحابی حضرت محمد بن مسلمہؓ) نے کعب بن اشرف کو حضور ﷺ سے دشمنی رکھنے کی وجہ سے قتل کر دیا تو قبیلہ خزرج نے کہا اللہ کی قسم! تم یہ کارنامہ کر کے فضیلت میں کبھی بھی ہم سے آگے نہیں بڑھ سکتے ہو اور پھر انہوں نے سوچا کہ کونسا آدمی حضورؐ سے دشمنی رکھنے میں کعب بن اشرف جیسا ہے۔ وہ آخر اس نتیجہ پر پہنچے کہ خیبر کا ابن ابی الحقیق دشمنی میں کعب جیسا ہے۔ چنانچہ ان حضرات نے اسے قتل کرنے کی حضورؐ سے اجازت مانگی۔ حضورؐ نے انہیں اجازت دے دی تو قبیلہ خزرج میں سے بنو سلمہ کے پانچ آدمی حضرت عبداللہ بن عتیک، حضرت مسعود بن سنان، حضرت عبداللہ بن انیس، حضرت ابو قتادہ، حضرت حارث بن ربعی، اور حضرت خزاعی بن اسودؓ (خیبر جانے کے لئے) تیار ہوئے۔ حضورؐ نے حضرت عبداللہ بن عتیک کو ان کا امیر بنایا اور انہیں کسی بچے یا عورت کو قتل کرنے سے منع فرمایا چنانچہ وہ حضرات (مدینہ سے) روانہ ہوئے اور خیبر پہنچ کر وہ حضرات رات کے وقت ابن ابی الحقیق

---

[1] کذافی البدایۃ (ج ۴ ص ۷) وحسن الحافظ ابن حجر اسناد حدیث ابن عباسؓ کذافی فتح الباری (ج ۷ ص ۲۳۷)

کے گھر گئے اور گھر کے ہر کمرے کو باہر سے بند کر دیا تاکہ کسی کمرے میں سے اندر والے باہر نہ آسکیں۔ ابن ابی الحقیق اپنے بالاخانہ میں تھا جہاں تک جانے کے لئے کھجور سے بنی ہوئی ایک سیڑھی لگی ہوئی تھی۔ چنانچہ یہ حضرات اس سیڑھی سے چڑھ کر اس کے دروازے پر پہنچ گئے اور اندر آنے کی اجازت چاہی تو اس کی بیوی نکل کر باہر آئی اور کہنے لگی تم لوگ کون ہو ؟ ان حضرات نے کہا ہم عرب کے لوگ ہیں اور غلہ کی تلاش میں آئے ہیں۔ اس نے کہا ابو رافع یہ ہے جس سے تم ملنا چاہتے ہو اندر آجاؤ۔ فرماتے ہیں کہ جب ہم اندر چلے گئے تو ہم نے اندر سے کمرہ بند کر لیا تاکہ اس تک پہنچنے میں کوئی حائل ہی نہ ہو سکے (یہ دیکھ کر) اس کی بیوی شور مچا کر ہماری خبر کرنے لگی۔ ابو رافع اپنے بستر پر تھا۔ ہم تلواریں لے کر اس پر تیزی سے جھپٹے اللہ کی قسم! رات کے اندھیرے میں ہمیں اس کا پتہ صرف اس کی سفیدی سے ہی چلا۔ ایسا سفید تھا جیسے کہ مصری سفید چادر پڑی ہو۔ جب اس کی بیوی ہمارے بارے میں شور مچا کر بتانے لگی تو ہمارے ایک ساتھی نے (قتل کرنے کے لئے) اس پر تلوار اٹھالی۔ لیکن پھر اسے یاد آیا کہ حضور ﷺ نے (بچے اور عورت کو قتل کرنے سے) منع فرمایا تھا اس وجہ سے اس نے تلوار روک لی اگر حضورؐ نے ہمیں منع نہ فرمایا ہوتا تو ہم رات ہی کو اس سے نمٹ جاتے جب ہم لوگوں نے تلواروں سے اس پر حملہ کیا (لیکن اس کا کام تمام نہ ہوا) تو حضرت عبداللہ بن انیس نے تلوار کی نوک اس کے پیٹ پر رکھ کر تلوار پر اپنا سارا وزن ڈال دیا جس سے تلوار پار ہو گئی ابو رافع بس بس ہی کہتا رہا۔ اس کے بعد ہم لوگ وہاں سے باہر آئے۔ حضرت عبداللہ بن عتیک کی نگاہ کمزور تھی وہ سیڑھی سے گر گئے جس سے ان کے ہاتھ میں بری طرح موچ آگئی۔ ہم انہیں وہاں سے اٹھا کر یہود کے چشموں سے بہنے والی ایک نہر کے پاس لائے اور اس میں داخل ہو گئے ادھر وہ لوگ آگ جلا کر ہر طرف ہماری تلاش میں دوڑ پڑے آخر ناامید ہو کر اس کے پاس واپس گئے۔ اور اس کو سب نے گھیر لیا اور ان سب کے بیچ میں ان کی جان نکل رہی تھی۔ ہم نے آپس میں کہا ہمیں کیسے پتہ چلے گا کہ اللہ کا دشمن مر گیا ؟ ہم میں سے ایک ساتھی نے کہا کہ میں جا کر دیکھ آتا ہوں چنانچہ وہ گئے اور عام لوگوں میں شامل ہو گئے۔ وہ فرماتے ہیں کہ وہاں جا کر میں نے دیکھا کہ ابو رافع کی بیوی اور بہت سے یہودی اس کے ارد گرد جمع ہیں۔ اس کی بیوی کے ہاتھ میں چراغ ہے اور وہ اس کے چہرے کو دیکھ رہی ہے اور وہ ان کو بتا رہی ہے اور کہہ رہی ہے اللہ کی قسم! آواز تو میں نے ابن عتیک کی سنی تھی لیکن پھر میں نے اپنے آپ کو جھٹلایا اور میں نے کہا ابن عتیک یہاں اس علاقہ میں کہاں ؟ پھر اس نے آگے بڑھ کر اس کے چہرے کو غور سے دیکھا اور پھر کہا یہود کے معبود کی قسم! یہ تو مر چکا ہے۔ میں نے اس

سے زیادہ لذیذبات کبھی نہیں سنی۔ فرماتے ہیں کہ ہمارا ساتھی ہمارے پاس واپس آیا اور اس نے ہمیں (اس کی موت) کی خبر دی۔ ہم اپنے ساتھی کو اٹھا کر چلے اور حضورؐ کی خدمت میں حاضر ہو کر اللہ کے دشمن کو قتل کر دینے کی خبر دی۔ حضورؐ کے سامنے ہمارا اختلاف ہو گیا کہ کس نے قتل کیا ہے؟ ہر ایک کہنے لگا کہ اس نے قتل کیا ہے۔ حضور ﷺ نے فرمایا اپنی تلواریں لاؤ۔ ہم اپنی تلواریں لائے۔ آپ انہیں دیکھ کر حضرت عبداللہ بن انیس کی تلوار کے بارے میں کہا کہ اس نے قتل کیا ہے کیونکہ میں اس میں کھانے کا اثر دیکھ رہا ہوں (یہ تلوار اس کے معدے میں سے گزری ہے)[1]

حضرت براءؓ فرماتے ہیں کہ حضور ﷺ نے ابو رافع یہودی (کو قتل کرنے کے لئے) چند انصار کو بھیجا اور حضرت عبداللہ بن عتیکؓ کو ان کا امیر بنایا۔ ابو رافع رسول اللہ ﷺ کو بہت اذیت پہنچاتا تھا اور آپ کے مخالفین کی (مالی) امداد کیا کرتا تھا اور وہ سر زمین حجاز میں (خیبر میں) اپنے قلعہ میں رہا کرتا تھا۔ یہ حضرات سورج ڈوبنے کے بعد خیبر کے قریب پہنچے۔ لوگ (چراگاہوں سے) اپنے جانور واپس لا چکے تھے۔ حضرت عبداللہ نے (اپنے ساتھیوں سے) کہا کہ تم یہاں بیٹھے رہو میں جاتا ہوں۔ اور دربان سے کوئی ایسی تدبیر کرتا ہوں جس سے میں (قلعہ کے اندر) داخل ہو جاؤں۔ چنانچہ یہ گئے اور دروازے کے قریب جا کر اپنا کپڑا اپنے اوپر ڈال کر اس طرح بیٹھ گئے جیسے کہ یہ قضاء حاجت کے لیے بیٹھے ہوں۔ سب لوگ اندر جا چکے تھے۔ تو ان کو دربان نے آواز دے کر کہا اے اللہ کے بندے! اگر تمہیں اندر آنا ہے تو آجاؤ میں دروازہ بند کرنا چاہتا ہوں۔ میں اندر داخل ہو کر چھپ گیا۔ جب سب لوگ اندر آگئے تو اس نے دروازہ بند کر کے چابیاں کیل پر لٹکا دیں۔ میں نے کھڑے ہو کر چابیاں لیں اور دروازہ کھول لیا۔ ابو رافع کے پاس رات کو قصے کہانیاں ہوا کرتی تھیں اور وہ اپنے بالا خانے میں تھا۔ جب قصے کہانیاں سنانے والے لوگ اس کے پاس سے چلے گئے تو میں نے بالا خانے پر چڑھنا شروع کیا۔ جب بھی میں کوئی دروازہ کھولتا تو میں اندر سے اسے بند کر لیتا اور میں نے کہا اگر لوگوں کو میرا پتہ چل بھی گیا تو میں ان کے آنے سے پہلے اسے قتل کر لونگا۔ جب میں اس کے پاس پہنچا تو وہ اندھیرے کمرے میں اپنے اہل و عیال میں تھا۔ مجھے پتہ نہیں چل رہا تھا کہ وہ کمرے میں کس جگہ ہے اس لئے میں نے اسے آواز دی اے ابو رافع۔! اس نے کہا یہ کون ہے؟ میں آواز کی طرف بڑھا اور میں نے اس پر تلوار کا ایک وار کیا لیکن چونکہ میں گھبرایا ہوا تھا اس وجہ سے اس کا کام تمام نہ کر سکا اور اس نے شور مچایا تو میں کمرے سے باہر نکل کر تھوڑی

---

[1] ابن اسحاق کذافی البدایۃ (ج ٤ ص ١٣٧) وسیرۃ ابن ھشام (ج ٢ ص ١٩٠)

دیر کھڑا رہا۔ پھر میں اندر اس کی طرف گیا اور میں نے کہا اے ابو رافع! یہ شور کیسا تھا؟ اس نے کہا تیری ماں کا ناس ہو، کمرے میں کوئی آدمی ہے جس نے مجھے ابھی تلوار ماری تھی۔ یہ سن کر میں نے اس کو زور سے تلوار ماری جس سے وہ زخمی تو ہو گیا لیکن مرا نہیں۔ میں نے تلوار کی نوک اس کے پیٹ پر رکھ کر اس زور سے اسے دبایا کہ اس کی کمر تک پہنچ گئی۔ تب میں سمجھا کہ میں نے اس کا کام تمام کر دیا پھر میں ایک ایک دروازہ کھولتا ہوا واپس چلا۔ یہاں تک کہ میں ابو رافع کی سیڑھی تک پہنچ گیا (اور میں سیڑھی سے نیچے اترنے لگا ایک جگہ پہنچ کر) میں سمجھا کہ سیڑھی ختم ہو گئی ہے اور میں زمین تک پہنچ گیا ہوں (اس خیال سے میں نے قدم آگے بڑھایا) تو میں چاندنی رات میں گر گیا اور میری پنڈلی ٹوٹ گئی جسے میں نے پگڑی سے باندھا اور میں چل دیا یہاں تک کہ میں دروازے پر جا کر بیٹھ گیا میں نے دل میں کہا آج رات میں یہاں سے باہر نہیں جاؤں گا جب تک مجھے پتہ نہ چل جائے کہ میں نے اسے قتل کر دیا ہے یا نہیں؟ صبح جب مرغ بولا تو ایک آدمی نے قلعہ کی دیوار پر چڑھ کر یہ اعلان کیا کہ اہل حجاز کا تاجر ابو رافع مر گیا ہے پھر میں وہاں سے اپنے ساتھیوں کے پاس پہنچا اور میں نے ان سے کہا جلدی چلو اللہ نے ابو رافع کو قتل کر دیا ہے۔ (چنانچہ ہم وہاں سے مدینہ کے لئے روانہ ہوئے) میں نے حضور ﷺ کی خدمت میں حاضر ہو کر سارا واقعہ سنایا۔ آپ نے فرمایا اپنا پاؤں پھیلاؤ میں نے پھیلا دیا۔ آپ نے اس پر اپنا دست مبارک پھیرا۔ دست مبارک پھیرتے ہی میرا پاؤں ایک دم ایسے ٹھیک ہو گیا جیسے اسے کچھ ہوا ہی نہ ہو۔[1]

بخاری کی ایک روایت میں یہ ہے کہ حضرت ابی بن کعبؓ فرماتے ہیں کہ یہ حضرات جب حضور ﷺ کی خدمت میں پہنچے تو اس وقت حضورؐ منبر پر تشریف فرما تھے (ان کو دیکھ کر) آپ نے فرمایا یہ چہرے کامیاب ہو گئے۔ ان حضرات نے کہا یا رسول اللہ! آپ کا چہرہ بھی کامیاب ہو گیا۔ آپ نے فرمایا کیا تم اسے قتل کر آئے ہو؟ ان حضرات نے کہا جی ہاں۔ آپ نے فرمایا ذرا مجھے تلوار دو۔ آپ نے تلوار کو (لے کر اسے) سونتا اور آپ نے فرمایا ہاں اس تلوار کی دھار پر اس کے کھانے کا اثر ہے۔[2]

ابن شیبہ یہودی کا قتل

حضرت محیصہؓ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا جس یہودی پر تم قابو پالو اسے

---

[1] عند البخاری [2] واخرجه البخاری ایضا بسیاق آخر تفرو به البخاری بهذه السیا قات من بین اصحاب الکتب الستة ثم قال قال الزهری کذافی البدایة (ج ٤ ص ١٣٧)

قتل کر دو۔ چنانچہ ابن شیبہ ایک یہودی تاجر تھا جس کا مسلمانوں سے میل جول تھا اور اس کے ان سے تجارتی تعلقات تھے۔ حضرت محیصہ نے اس پر حملہ کر کے اسے قتل کر ڈالا۔ ان کے بڑے بھائی حضرت حویصہ اس وقت تک مسلمان نہیں ہوئے تھے۔ حضرت حویصہ ابن شیبہ کو قتل کرنے کی وجہ سے حضرت محیصہ کو مارتے جاتے تھے اور کہتے تھے کہ اے اللہ کے دشمن! تو نے اسے قتل کر دیا حالانکہ اللہ کی قسم! تیرے پیٹ کی بہت سی چربی اس کے مال سے بنی ہے۔ حضرت محیصہ کہتے ہیں کہ میں نے کہا اللہ کی قسم! اگر حضورؐ مجھے تمہارے قتل کرنے کا حکم دیتے تو میں تمہاری گردن بھی اڑا دیتا۔ اللہ کی قسم! اسی بات سے حضرت حویصہ کے اسلام کی ابتداء ہوئی۔ (بھائی کی اس بات کا ان کے دل پر بڑا اثر پڑا) حضرت حویصہ نے کہا اللہ کی قسم! اگر محمد (علیہ السلام) تمہیں میرے قتل کا حکم دے دیں تو کیا تم مجھے ضرور قتل کر دو گے؟ حضرت محیصہ نے کہا ہاں اللہ کی قسم! تو حضرت حویصہ نے کہا اللہ کی قسم! جس دین نے تجھ کو یہاں تک پہنچا دیا ہے وہ تو عجیب دین ہے۔[1] ابن اسحاق نے بھی اس جیسی حدیث بیان کی ہے جس میں یہ ہے کہ حضرت محیصہ فرماتے ہیں کہ میں نے کہا مجھے اس (ابن شیبہ) کے قتل کرنے کا اس ذات نے حکم دیا ہے کہ اگر وہ مجھے تمہارے قتل کرنے کا حکم دے تو میں تمہاری گردن بھی اڑا دوں۔ چنانچہ حضرت حویصہؓ آخر میں مسلمان ہو گئے۔[2]

غزوہ بنی قینقاع اور غزوہ بنو نضیر اور غزوہ بنو قریظہ اور ان غزوات میں انصار کے کارنامے

حضرت ابن عباسؓ فرماتے ہیں کہ جب حضور ﷺ نے بدر میں قریش کو شکست دی تو آپ نے بنو قینقاع کے بازار میں یہودیوں کو جمع کر کے فرمایا اے یہودیو! تم اس سے پہلے اسلام لے آؤ کہ تمہیں ایسی شکست اٹھانی پڑے۔ جیسی قریش کو جنگ بدر کے دن اٹھانی پڑی۔ یہودیوں نے کہا قریش لڑنا نہیں جانتے تھے۔ گر آپ ہم سے جنگ کریں گے تو آپ کو پتہ چل جائے گا کہ ہم (بہادر اور جنگجو) مرد ہیں۔ اس پر اللہ تعالیٰ نے یہ آیت نازل فرمائی۔

قُل لِّلَّذِيْنَ كَفَرُوْا سَتُغْلَبُوْنَ سے لے کر لا ولی البصار تک

ترجمہ:۔ ”کہہ دے کافروں کو کہ اب تم مغلوب ہو گے اور ہانکے جاؤ گے دوزخ کی طرف اور کیا برا ٹھکانہ ہے۔ ابھی گزر چکا ہے تمہارے سامنے ایک نمونہ، دو فوجوں میں جن

[1] اخرجه ابو نعيم عن بنت محيصة كذافي كنز العمال (ج ۷ ص ۹۰)

[2] واخرجه ايضا ابو داؤد من طريقه الا انه ،اقتصر الى قوله في بطنك من ماله ولم يذكر ما بعده

میں مقابلہ ہوا۔ایک فوج ہے کہ لڑتی ہے اللہ کی راہ میں اور دوسری فوج کافروں کی ہے دیکھتے ہیں یہ ان کو اپنے سے دو چند، صریح آنکھوں سے اور اللہ زور دیتا ہے اپنی مدد کا جس کو چاہے۔اسی میں عبرت ہے دیکھنے والوں کو "[1] ابو داؤد کی روایت میں یہ ہے کہ یہودیوں نے کہا اے محمد (ﷺ) قریش کے چند نا تجربہ کار لڑائی سے ناواقف لوگوں کو قتل کر کے آپ دھوکہ میں نہ رہیں۔اگر آپ نے ہم سے جنگ کی تو آپ کو پتہ چل جائے گا کہ ہم کیسے (زبردست اور بہادر) لوگ ہیں۔اور آپ کو ہم جیسوں سے کبھی پالا نہیں پڑا۔[2] حضرت زہری فرماتے ہیں کہ جب جنگ بدر میں کفار کو شکست ہوئی تو مسلمانوں نے اپنے یہودی دوستوں سے کہا اسلام لے آؤ کہیں اللہ تعالیٰ تم پر بدر جیسا دن نہ لے آئے۔مالک بن صیف (یہودی) نے کہا قریش کی ایک لڑائی سے ناواقف جماعت کو شکست دے کر کیا تم دھوکہ میں پڑ گئے ہو؟ اگر ہم نے تمہارے خلاف اپنی ساری طاقت لگانے کا پختہ ارادہ کر لیا تو تمہارے اندر ہم سے لڑنے کی کچھ طاقت نہیں رہے گی۔حضرت عبادہ بن صامتؓ نے عرض کیا یا رسول اللہ! میرے کچھ یہودی دوست ایسے ہیں جو بڑے طاقتور اور بہت زیادہ ہتھیار والے اور بڑی شان و شوکت والے ہیں (لیکن اس کے باوجود) میں یہودیوں کی دوستی چھوڑ کر اللہ اور اس کے رسول کی دوستی اختیار کرتا ہوں۔اب اللہ اور اس کے رسول کے سوا میرا کوئی دوست نہیں ہے۔اس پر عبداللہ بن ابی (بن سلول منافق) نے کہا میں تو یہودیوں کی دوستی نہیں چھوڑ سکتا مجھے تو ان کی ضرورت ہے۔حضورؐ نے (عبداللہ بن ابی) کو فرمایا اے ابو الحباب! (یہ عبداللہ بن ابی کی کنیت ہے) تم نے عبادہ بن صامت کی ضد میں آکر یہودیوں کی دوستی اختیار کی ہے وہ تمہیں مبارک ہو۔عبادہ کو اس کی ضرورت نہیں ہے۔عبداللہ بن ابی نے کہا مجھے یہ صورت حال منظور ہے۔اس پر اللہ تعالیٰ نے یہ آیت نازل فرمائی:

يَآ أَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا لَا تَتَّخِذُوا الْيَهُوْدَ وَالنَّصٰرٰۤى اَوْلِيَآءَ سے لے کر وَاللّٰهُ يَعْصِمُكَ مِنَ النَّاسِ تک۔

ترجمہ: "اے ایمان والو! مت بناؤ یہود اور نصاریٰ کو دوست" سے لے کر "اللہ تجھ کو بچا لے گا لوگوں سے" تک[3]۔

حضرت عبادہ بن صامتؓ فرماتے ہیں کہ جب بنو قینقاع نے حضور ﷺ سے لڑائی

---

[1] اخرجه ابن اسحاق باسناد حسن كذا في فتح الباري (ج ۷ ص ۳۳٤)
[2] اخرجه ايضا ابو داؤد (ج ٤ ص ۱٤۱) من طريق ابن اسحاق بمعناه
[3] عند ابن جرير كما في التفسير لا بن كثير (ج ۲ ص ٦۹)

شروع کی تو عبداللہ بن ابی منافق نے ان کا ساتھ دیا اور ان کی حمایت میں کھڑا ہو گیا۔ بنو عوف کے حضرت عبادہ بن صامتؓ بھی عبداللہ بن ابی کی طرح بنو قینقاع کے حلیف تھے۔ انہوں نے حضورؐ کی خدمت میں حاضر ہو کر بنو قینقاع کی دوستی اور معاہدہ کو چھوڑ کر اللہ اور اس کے رسول کی دوستی اختیار کرنے کا اظہار کیا اور عرض کیا یارسول اللہ! میں اللہ اور اس کے رسول اور مسلمانوں کو دوست بناتا ہوں اور ان کفار کے معاہدے اور دوستی سے برات کا اظہار کرتا ہوں۔ چنانچہ حضرت عبادہ اور عبداللہ بن ابی کے بارے میں سورت مائدہ کی یہ آیتیں نازل ہوئیں۔

يَاۤ اَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا لَا تَتَّخِذُوا الْيَهُوْدَ وَالنَّصٰرٰۤى اَوْلِيَآءَ بَعْضُهُمْ اَوْلِيَآءُ بَعْضٍ سے لے کر۔
وَمَنْ يَّتَوَلَّ اللّٰهَ وَرَسُوْلَهٗ وَالَّذِيْنَ اٰمَنُوْا فَاِنَّ حِزْبَ اللّٰهِ هُمُ الْغٰلِبُوْنَ تک۔

ترجمہ: "اے ایمان والو! مت بناؤ یہود اور نصاریٰ کو دوست، وہ آپس میں دوست ہیں ایک دوسرے کے" سے لے کر "اور جو کوئی دوست رکھے اللہ اور اس کے رسول کو اور ایمان والوں کو تو اللہ کی جماعت وہی سب پر غالب ہے"۔ تک۔[1]

بنو نضیر کا واقعہ

حضور ﷺ کے ایک صحابی فرماتے ہیں کہ جنگ بدر سے پہلے کفار قریش نے عبداللہ بن ابی وغیرہ بتوں کو پوجنے والوں کے نام خط لکھا جس میں کفار قریش نے حضور ﷺ اور آپ کے صحابہؓ کو اپنے ہاں ٹھہرانے پر دھمکی دی اور انہیں یہ ڈراوا دیا کہ وہ تمام عربوں کو لے کر ان پر حملہ کر دیں گے۔ اس پر ابن ابی اور اس کے ساتھیوں نے مسلمانوں سے جنگ کرنے کا ارادہ کر لیا۔ چنانچہ حضورؐ (کو جب اس کا پتہ چلا تو آپ) ان کے پاس تشریف لے گئے اور ان سے فرمایا کہ جیسا فریب تمہیں قریش نے دیا ہے ایسا کسی نے تمہیں نہیں دیا ہوگا۔ وہ تمہیں آپس میں لڑانا چاہتے ہیں (کیونکہ مسلمانوں میں تمہارے بھائی اور بیٹے بھی ہیں) جب انہوں نے یہ سنا تو سمجھ گئے کہ آپ صحیح کہہ رہے ہیں اور وہ سب بکھر گئے (اور حضورؐ اور مسلمانوں سے جنگ کرنے کا ارادہ ترک کر دیا) جب غزوہ بدر ہوا تو اس کے بعد قریش نے یہود کو خط لکھا کہ تم تو ہتھیار اور قلعوں والے ہو (حضورؐ اور مسلمانوں کو قتل کر دو) اور اس میں ان کو خوب دھمکایا۔ چنانچہ اس پر بنو نضیر مسلمانوں سے غداری پر آمادہ ہو گئے اور انہوں

---

[1] عند ابن اسحاق كما في البداية (ج ٤ ص ٤)

نے حضور ﷺ کو یہ پیغام بھیجا کہ آپ اپنے تین ساتھیوں کے ساتھ تشریف لائیں ہمارے تین علماء آپ سے ملاقات کریں گے (اور آپ سے بات چیت کریں گے) اگر یہ تینوں آپ پر ایمان لے آئے تو ہم بھی آپ کا اتباع کرلیں گے۔ چنانچہ آپ اس کے لئے تیار ہو گئے ان تینوں یہودیوں نے اپنی چادروں میں خنجر چھپا لیئے (کہ بات کرتے کرتے ایک دم حضورؐ پر حملہ کر دیں گے) بنو نضیر کی ایک عورت کا بھائی مسلمان ہو چکا تھا اور انصار میں شامل تھا اس عورت نے اپنے اس بھائی کو پیغام بھیج کر بنو نضیر کی اس چال سے باخبر کر دیا۔ اس کے بھائی نے حضورؐ کے وہاں پہنچنے سے پہلے ہی یہ ساری بات آپ کو بتا دی۔ آپ (راستہ سے ہی) واپس آگئے اور صبح صبح ہی لشکر کے دستے لے کر ان کا اسی دن محاصرہ کر لیا اور اگلے دن صبح کو بنو قریظہ کا جا کر محاصرہ کر لیا۔ لیکن انہوں نے حضورؐ سے معاہدہ کر لیا۔ ان سے فارغ ہو کر حضورؐ پھر بنو نضیر کے پاس واپس آئے (یہ معاہدہ پر آمادہ نہ ہوئے) تو حضورؐ نے ان سے جنگ کی آخر انہوں نے جلاوطنی پر حضورؐ سے صلح کر لی اور یہ بات بھی طے پائی کہ ہتھیار کے علاوہ جتنا سامان وہ اپنے اونٹوں پر لاد سکتے ہیں وہ سارا لے جائیں گے۔ چنانچہ انہوں نے ہر چیز لادنی شروع کی۔ حتی کہ اپنے گھروں کے دروازے بھی لاد لئے۔ چنانچہ وہ اپنے ہاتھوں سے اپنے گھروں کو ویران کر رہے تھے اور ان کو گرا رہے تھے اور جو لکڑی پسند آرہی تھی اسے لاد رہے تھے۔ یہ شام کی طرف ان کی پہلی جلاوطنی تھی۔[1]

حضرت ابن عباسؓ فرماتے ہیں کہ حضور ﷺ نے بنو نضیر کا محاصرہ مسلسل جاری رکھا یہاں تک کہ وہ تنگ آگئے اور حضورؐ کی تمام باتیں۔ انہوں نے مان لیں اور حضورؐ نے ان سے اس بات پر صلح کی کہ ان کو قتل نہیں کیا جائے گا اور وہ اپنے علاقہ اور وطن کو چھوڑ کر (بلقاء اور عمان کے قریب) ملک شام میں اذرعات مقام پر جا بسیں گے اور آپ نے ان میں سے ہر تین آدمیوں کو ایک اونٹ اور ایک مشکیزہ لے جانے کی اجازت دی۔[2] حضرت محمد بن مسلمہؓ فرماتے ہیں کہ ان کو حضور ﷺ نے بنو نضیر کی طرف بھیجا تھا اور ان سے فرمایا تھا کہ بنو نضیر کو جلاوطنی کے لئے تین دن کی مہلت بتا دیں۔[3] ابن سعد نے بیان کیا ہے کہ حضور ﷺ نے بنو

---

[1] اخرجه ابن مردويه با سناد صحيح الى معمر عن الزهرى اخبرنى عبدالله بن عبدالرحمن بن كعب بن مالك وكذا اخرجه عبد بن حميد فى تفسيره عن عبدالرزاق وفى ذلك رد على ابن التين فى زعمه انه ليس فى هذه القصه حديث با سناد كذافى فتح البارى (ج ٧ ص ٢٣٢) واخرجه ايضاً ابو داؤد من طريق عبدالرزاق عن معمر بطوله مع زيادة وعبدالرزاق وابن منذرو البيهقى فى الدلائل كما فى بذل المجهود (ج ٤ ص ٤٢) عن الدر المنثور

[2] اخرجه البيهقى [3] اخرجه البيهقى كذافى التفسير لا بن كثير (ج ٤ ص ٣٣٣)

نفیر کے پاس حضرت محمد بن مسلمہؓ کو یہ پیغام دے کر بھیجا تھا کہ تم میرے شہر سے نکل جاؤ اور جب تم نے میرے ساتھ غداری کا ارادہ کر لیا تو اب تم میرے ساتھ نہیں رہ سکتے ہو اور میں تمہیں (یہاں سے جانے کے لئے) دس دن کی مہلت دیتا ہوں۔[۱]

بنو قریظہ کا واقعہ

حضرت عائشہؓ فرماتی ہیں کہ غزوہ خندق کے دن میں باہر نکلی اور میں لوگوں کے پیچھے چل رہی تھی کہ اتنے میں میں نے اپنے پیچھے زمین پر پیروں کی چاپ سنی۔ میں نے دیکھا کہ حضرت سعد بن معاذؓ اور ان کے بھتیجے حضرت حارث بن اوسؓ چلے آرہے ہیں اور حضرت سعد نے ڈھال اٹھا رکھی تھی۔ میں زمین پر بیٹھ گئی۔ چنانچہ حضرت سعد گزرے اور انہوں نے لوہے کی زرہ پہن رکھی تھی۔ (قد کے لمبے ہونے کی وجہ سے) ان کے جسم کا کچھ حصہ اس زرہ میں سے ظاہر ہو رہا تھا۔ مجھے خطرہ ہوا کہ ان کے جسم کے کھلے ہوئے حصہ پر دشمن وار نہ کر دے۔ حضرت سعد بھاری بھر کم اور بڑے قدآور انسان تھے وہ یہ شعر پڑھتے جا رہے تھے:۔

لبث قليلاً يدرك الهيجا حمل ما احسن الموت اذا حان الا جل

ذرا تھوڑی دیر ٹھہر جا تا کہ حمل (نامی آدمی) بھی لڑائی میں پہنچ جائے اور جب موت کا وقت آجائے تو وہ کتنی حسین معلوم ہوتی ہے۔ پھر میں کھڑی ہوئی اور ایک باغ میں داخل ہوئی۔ وہاں دیکھا تو چند مسلمان وہاں بیٹھے ہوئے تھے جن میں حضرت عمر بن خطابؓ بھی تھے اور ان میں ایک مسلمان خود پہنے ہوئے بھی تھے (مجھے دیکھ کر) حضرت عمر نے فرمایا تم کیوں آئی ہو؟ اللہ کی قسم! تم بڑی جرات والی ہو۔ تمہیں اس بات کا خطرہ نہیں ہے کہ کوئی مصیبت پیش آجائے یا شکست ہو جائے اور بھگدڑ مچ جائے (تمہیں اس جنگ کے دوران گھر میں رہنا چاہئے تھا باہر نہیں نکلنا چاہیے تھا) حضرت عمر مجھے ملامت کرتے رہے یہاں تک کہ میرا دل چاہنے لگا کہ زمین پھٹ جائے اور میں اس میں چلی جاؤں۔ اتنے میں خود والے آدمی نے اپنا خود سر سے اٹھایا تو وہ حضرت طلحہ بن عبید اللہؓ تھے۔ انہوں نے کہا اے عمر! تمہارا بھلا ہو۔ آج تو تم نے حد کر دی (اس بے چاری کو) بہت کچھ کہہ ڈالا۔ ہم لوگ شکست کھا کر یا بھاگ کر اللہ تعالیٰ کے علاوہ اور کہاں جا سکتے ہیں؟ حضرت عائشہ فرماتی ہیں (کہ مجھے جس کا اندیشہ تھا وہی ہوا) کہ قریش کے ابن العرقہ نامی ایک آدمی نے حضرت سعد کو تیر مارا اور کہا لے میرا تیر اور میں ابن العرقہ ہوں چنانچہ اس کا ایک تیر رگ بازو پر آکر لگا جس سے وہ رگ کٹ گئی۔ حضرت

---

[۱] كذافي الفتح (ج ٧ ص ٢٣٣)

سعد نے اللہ سے دعا کی کہ جب تک میری آنکھیں بنو قریظہ کے (انجام کے) بارے میں ٹھنڈی نہ ہو جائیں اس وقت تک مجھے موت نہ دے۔ بنو قریظہ حضرت سعد کے جاہلیت میں دوست اور حلیف تھے۔ چنانچہ (ان کی دعا کی وجہ سے) ان کے زخم سے خون نکلنا بند ہو گیا اور اللہ تعالیٰ نے مشرکین پر زوردار آندھی بھیجی اور اللہ تعالیٰ کی مدد ایسی آئی کہ مسلمانوں کو لڑنا نہ پڑا اور اللہ تعالیٰ بڑے قوی اور غالب ہیں۔ چنانچہ ابو سفیان اور اس کے ساتھی تہامہ اور عیینہ بن بدر اور اس کے ساتھی نجد چلے گئے اور بنو قریظہ واپس آکر اپنے قلعوں میں قلعہ بند ہو گئے اور حضور ﷺ مدینہ واپس تشریف لے آئے اور آپ کے حکم دینے پر حضرت سعد کے لیئے مسجد میں چمڑے کا خیمہ لگایا گیا۔ پھر حضرت جبرائیلؑ تشریف لائے اور ان کے دانت غبار آلود تھے۔ انہوں نے حضورؐ سے عرض کیا کیا آپ نے ہتھیار رکھ دیئے؟ "نہیں"۔ اللہ کی قسم فرشتوں نے تو ابھی تک ہتھیار نہیں رکھے ہیں۔ آپ بنو قریظہ کی طرف چلیں اور ان سے لڑیں۔ چنانچہ حضورؐ نے اپنے ہتھیار پہن لیئے اور لوگوں میں کوچ کا اعلان کروایا کہ چلو۔ بنو غنم مسجد کے پڑوسی تھے اس کے ارد گرد رہتے تھے۔ آپ ان کے پاس سے گزرے تو ان سے پوچھا ابھی تمہارے پاس سے کون گزر کر گیا ہے؟ انہوں نے کہا ہمارے پاس سے حضرت دحیہ کلبیؓ گزر گئے ہیں (حضرت جبرائیل علیہ السلام بعض دفعہ حضرت دحیہ کی شکل میں آیا کرتے تھے اس لیئے) حضرت جبرائیلؑ کی داڑھی اور عمر اور چہرہ سب کچھ حضرت دحیہ کلبی جیسا ہوتا تھا۔ حضورؐ نے جا کر بنو قریظہ کا پچیس دن محاصرہ کیا شدید محاصرہ کی وجہ سے جب بنو قریظہ تنگ آگئے اور ان کی مصیبت اور پریشانی بہت زیادہ ہو گئی تو ان سے کہا گیا کہ حضور ﷺ کا فیصلہ قبول کر لو انہوں نے ابو لبابہ بن عبدالمنذر سے مشورہ کیا۔ ابو لبابہ نے انہیں اشارے سے بتادیا کہ تم ذبح کر دیئے جاؤ گے۔ آخر بنو قریظہ نے کہا کہ ہمیں اپنے بارے میں سعد بن معاذ کا فیصلہ منظور ہے۔ حضورؐ نے فرمایا چلو اچھا ہے تم سعد بن معاذ کے فیصلہ کو مان لو۔ چنانچہ حضرت سعد بن معاذؓ کو ایک گدھے پر سوار کرا کر لایا گیا۔ جس پر کھجور کی چھال کا پالان رکھا ہوا تھا۔ (راستہ میں) ان کی قوم نے ان کو ہر طرح سے گھیرا ہوا تھا اور سب ان سے (بنو قریظہ کی سفارش کرتے ہوئے) کہہ رہے تھے کہ یہ تمہارے حلیف اور دوست ہیں اور مصیبت میں کام آنے والے ہیں اور انہیں تم خود اچھی طرح جانتے ہو۔ حضرت سعد (سب کی سنتے رہے اور خاموش رہے اور انہوں) نے ان کی کسی بات کا کوئی جواب نہ دیا۔ اور نہ ان کی طرف متوجہ ہوئے جب بنو قریظہ کے محلہ کے قریب پہنچے تو اپنی قوم کی طرف متوجہ ہو کر ان سے کہا کہ میرے لیئے اب اس بات کا وقت آچکا ہے کہ میں اللہ کے بارے میں کسی کی ملامت کی پرواہ نہ

کروں۔ حضرت عائشہ فرماتی ہیں کہ حضرت ابو سعیدؓ نے بیان کیا کہ جب حضرت سعد سامنے سے ظاہر ہوئے تو حضورؐ نے فرمایا کھڑے ہو کر اپنے سردار کو (احتیاط سے سواری سے) اتارو۔ حضرت عمرؓ نے فرمایا کہ ہمارے سردار تو اللہ ہیں۔ حضورؐ نے فرمایا انہیں اتارو۔ چنانچہ صحابہؓ نے ان کو اتارا (حضورؐ نے یہ سارا اہتمام ان کے زخمی ہونے کی وجہ سے کروایا) آپ نے فرمایا بنو قریظہ کے بارے میں اپنا فیصلہ سنادو حضرت سعد نے فرمایا ان کے بارے میں میں یہ فیصلہ کرتا ہوں کہ (انہوں نے بڑی غداری کی ہے اس لئے) ان میں جو مرد لڑائی کے قابل ہے اسے قتل کر دیا جائے اور ان کے بچوں کو قید کر لیا جائے اور ان کا مال (مسلمانوں میں) تقسیم کر دیا جائے۔ حضورؐ نے فرمایا تم نے ان کے بارے میں اللہ اور اس کے رسول والا فیصلہ کیا ہے۔ پھر حضرت سعد نے دعا مانگی اے اللہ! اگر تو نے اپنے نبی کے لئے قریش سے کوئی لڑائی باقی رکھی ہے تو مجھے اس (میں شرکت) کے لئے باقی رکھ اور اگر تو نے اپنے نبی اور قریش کے درمیان لڑائی کا سلسلہ ختم کر دیا ہے تو مجھے اٹھالے یہ دعا کرتے ہی ان کے زخم سے پھر خون بہنے لگا۔ حالانکہ یہ زخم بالکل ٹھیک ہو گیا تھا۔ کان کی بالی کی طرح چھوٹا سا نشان نظر آتا تھا۔ اور حضورؐ نے ان کو جو خیمہ لگا کر دیا تھا یہ اس میں واپس آگئے۔ حضرت عائشہ فرماتی ہیں (کہ چند دنوں کے بعد ان کا انتقال ہو گیا اور) انتقال کے وقت حضور ﷺ اور حضرت ابو بکر اور حضرت عمر رضی اللہ عنہما ان کے پاس موجود تھے (اور یہ سب رو رہے تھے) اس ذات کی قسم! جس کے قبضہ میں محمد (ﷺ) کی جان ہے میں اپنے حجرہ میں تھی اور حضرت عمر اور حضرت ابو بکر کے رونے کی آوازوں کو الگ الگ پہچان رہی تھی اور حضورؐ کے صحابہؓ آپس میں بڑے نرم دل تھے جیسے کہ اللہ پاک نے ان کے بارے میں (قرآن میں) فرمایا ہے :۔

رحمآء بینھم

حضرت علقمہؓ نے عرض کیا اے اماں جان! (غم کے ایسے موقع پر) حضورؐ کیا کیا کرتے تھے؟ انہوں نے کہا آپ کی آنکھوں میں آنسو تو نہیں آتے تھے لیکن جب کسی کے بارے میں بڑا غم ہوتا تو آپ اپنی داڑھی مبارک کو پکڑ لیا کرتے تھے[1] (اکثر تو یہی حالت ہوتی تھی لیکن کبھی

---

[1] اخرجه الا مام احمد وهذا الحديث اسناده جيد وله شواهد من وجوه كثيرة كذافى البداية (ج ٤ ص ١٢٣) واخرجه ابن سعد (ج ٣ ص ٣) عن عائشةؓ مثله وقال الهيثمى (ج ٦ ص ١٣٨) رواه احمد وفيه محمد بن عمرو بن علقمه وهو حسن الحديث وبقية رجاله ثقات انتهى وقال الحافظ فى الا صابة (ج ١ ص ٢٧٤) حديث صحيح صححه ابن حبان انتهى واخرجه ايضا ابو نعيم بطوله كما فى الكنز (ج ٧ ص ٤٠) وقد زاد بعد هذا الحديث عدة احاديث من طريق محمد بن عمرو وهذافى فضائل سعد بن معاذ

آنسو بھی آجاتے تھے)

حضرت عائشہؓ فرماتی ہیں کہ جب حضرت سعد بن معاذؓ کا انتقال ہوا تو حضور ﷺ بھی روئے اور آپ کے صحابہؓ بھی روئے۔ حالانکہ آپ کی عام عادت یہ تھی کہ جب آپ کو بہت زیادہ رنج ہوتا آپ اپنی داڑھی کو پکڑ لیا کرتے تھے اور میں اس وقت اپنے والد کے رونے کی آواز کو اور حضرت عمر کے رونے کی آواز کو الگ الگ پہچان رہی تھی [1] حضرت عائشہؓ فرماتی ہیں کہ حضور ﷺ حضرت سعد بن معاذؓ کے جنازے سے واپس تشریف لائے تو آپ کے آنسو آپ کی داڑھی پر بہہ رہے تھے۔ [2]

حضرات انصار رضی اللہ عنہم کا دینی عزت پر فخر کرنا

حضرت انسؓ فرماتے ہیں کہ ایک مرتبہ قبیلہ اوس اور قبیلہ خزرج ایک دوسرے پر فخر کرنے لگے۔ اوس نے کہا ہم میں سے وہ صحابی بھی ہیں جن کی (موت کی) وجہ سے عرش بھی ہل گیا تھا اور وہ حضرت سعد بن معاذؓ ہیں اور ہم میں سے وہ صحابی بھی ہیں جن کی (لاش کی) حفاظت شہد کی مکھیوں کے ایک غول نے کی تھی اور وہ حضرت عاصم بن ثابت بن ابی افلح ہیں اور ہم میں سے وہ بھی ہیں جن کی اکیلے کی گواہی دو آدمیوں کی گواہی کے برابر قرار دی گئی ہے۔ اور وہ حضرت خزیمہ بن ثابتؓ ہیں (اس پر) قبیلہ خزرج نے کہا کہ ہم میں سے چار آدمی ایسے ہیں جنہوں نے حضور ﷺ کے زمانے میں مکمل قرآن حفظ کرنے کی سعادت حاصل کی جو ان کے علاوہ اور کسی کو حاصل نہ ہو سکی اور وہ (چار حضرات) یہ ہیں۔ حضرت زید بن ثابت، حضرت ابی بن کعب، حضرت معاذ بن جبل اور حضرت ابو زید رضی اللہ عنہم اجمعین۔ [3]

حضرات انصار کا دنیاوی لذتوں اور فانی سامان سے صبر کرنا اور اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول ﷺ سے راضی ہونا

حضرت عبداللہ بن رباحؒ فرماتے ہیں رمضان کے مہینے میں چند وفود حضرت معاویہؓ کی خدمت میں آئے۔ ان وفود میں میں بھی تھا اور حضرت ابو ہریرہؓ بھی تھے۔ ہم لوگ ایک

۱۔ عند ابن جریر فی تهذیبه کما فی کنز العمال (ج ۷ ص ۴۲) ۲۔ عند الطبرانی قال الهیثمی (ج۹ ص ۳۰۹) وسهل ابو حریز ضعیف ۳۔ واخرجه ابو یعلی والبزار والطبرانی ورجالهم رجال الصحیح کما قال الهیثمی (ج ۱۰ ص ۴۱) واخرجه ایضا ابو عوانة وابن عساکر وقال هذا حدیث حسن صحیح کما فی المنتخب (ج ۵ ص ۱۳۹)

دوسرے کے لیئے کھانا تیار کیا کرتے تھے اور حضرت ابو ہریرہ نے ہماری بہت دعوتیں کیں۔ ہاشم رلوی کہتے ہیں کہ حضرت ابو ہریرہ نے ہمیں اپنی قیام گاہ پر بہت زیادہ بلایا ایک دفعہ میں نے (اپنے دل میں) کہا کیا میں کھانا تیار کر کے ان سب کو اپنی قیام گاہ کی دعوت نہ دوں؟ چنانچہ میں نے کھانا تیار کروایا۔ عشاء میں حضرت ابو ہریرہ سے میری ملاقات ہوئی تو میں نے ان سے کہا آج رات کھانے کی دعوت میرے ہاں ہے۔ انہوں نے کہا کیا آج تم مجھ پر سبقت لے گئے؟ میں نے کہا جی ہاں۔ میں نے سب کو اپنے ہاں بلایا وہ سب میرے ہاں آئے تو حضرت ابو ہریرہ نے فرمایا اے جماعت انصار! کیا میں تمہیں تمہارا ہی قصہ نہ بتاؤں؟ پھر انہوں نے فتح مکہ کا قصہ ذکر کرتے ہوئے کہا حضور ﷺ تشریف لائے اور آپ مکہ میں (فاتحانہ) داخل ہوئے۔ حضورؐ نے لشکر کے ایک حصہ پر حضرت زبیرؓ کو اور دوسرے حصہ پر حضرت خالدؓ کو امیر بنا کر بھیجا اور غیر مسلح مسلمانوں پر حضرت عبیدہؓ کو مقرر فرمایا۔ یہ حضرت وادی کے بیچ والے حصے سے گئے اور حضورؐ اپنے لشکر میں تھے۔ قریش نے مختلف قبائل کے آدمی اکٹھے کر رکھے تھے اور انہوں نے کہا ہم ان کو آگے رکھیں گے۔ اگر ان کو کچھ غلبہ مل گیا تو ہم ان کے ساتھ ہوں گے اور اگر وہ شکست کھا گئے تو حضورؐ ہم سے جو مطالبہ فرمائیں گے اسے پورا کر دیں گے۔ حضورؐ نے نظر اٹھائی۔ میں آپ کو نظر آیا آپ نے فرمایا اے ابو ہریرہ! میں نے کہا لبیک یا رسول اللہ! آپ نے فرمایا جاؤ میرے لیئے انصار کو بلاؤ لیکن ان کے ساتھ کوئی اور غیر انصاری نہ آئے۔

میں نے سب کو بلایا وہ سب آگئے اور حضورؐ کے ارد گرد جمع ہو گئے۔ حضور ﷺ نے فرمایا کیا تم قریش کے مختلف قبیلوں کے رلے ملے اور ان کے تابعدار لوگ دیکھ رہے ہو؟ پھر آپ نے اپنا ایک ہاتھ دوسرے ہاتھ پر مار کر کہا ان سب کو اچھی طرح سے (کھیتی کی طرح) کاٹ ڈالو اور صفا پہاڑی پر مجھ سے ملو۔ حضرت ابو ہریرہ فرماتے ہیں ہم چلے (اور قریش کے ان مختلف قبائل کے لوگوں کا یہ حال تھا) کہ ہم میں سے ہر ایک آدمی ان لوگوں میں سے جتنے چاہے ان کو قتل کر لے۔ ان میں سے کوئی بھی ہماری طرف کوئی ہتھیار نہیں اٹھا سکتا تھا۔ حضرت ابو سفیانؓ نے کہا یا رسول اللہ! (آج تو) قریش کی جماعت فنا ہو جائے گی۔ آج کے بعد قریش باقی نہیں رہیں گے آپ نے فرمایا جو اپنا دروازہ بند کر لے گا اسے امن ہے اور جو ابو سفیان کے گھر میں داخل ہو جائے گا اسے امن ہے۔ چنانچہ لوگوں نے اپنے دروازے بند کر لیئے (مکہ فتح ہونے کے بعد) حضورؐ حجر اسود کے پاس تشریف لے گئے اور اس کا استلام فرمایا پھر بیت اللہ کا طواف کیا۔ آپ کے ہاتھ میں ایک کمان تھی جسے آپ نے کنارے سے پکڑ رکھا

تھا۔ طواف کرتے ہوئے آپ کا گزر ایک بت کے پاس سے ہوا جو بیت اللہ کے پہلو میں رکھا ہوا تھا جس کی کفار مکہ عبادت کیا کرتے تھے۔ آپ اس کی آنکھ میں کمان مارتے جاتے اور فرماتے جاتے تھے۔

جَآءَ الْحَقُّ وَزَهَقَ الْبَاطِلُ اِنَّ الْبَاطِلَ كَانَ زَهُوْقًا

"حق آگیا اور باطل مٹ گیا، باطل ہے ہی مٹنے والی چیز۔" پھر آپ صفا پہاڑی پر تشریف لائے اور اس پر اس جگہ تک چڑھے جہاں سے بیت اللہ نظر آنے لگا۔ پھر آپ ہاتھ اٹھا کر کچھ دیر ذکر و دعا میں مشغول رہے اور انصار اس وقت نیچے کھڑے ہوئے تھے وہ ایک دوسرے سے کہنے لگے کہ ان حضرت پر تو اپنی بستی کی محبت اور اپنے خاندان کی شفقت غالب آگئی ہے (تبھی تو ان اہل مکہ کی ہزار ایذاء رسانیوں کے باوجود انہیں قتل نہیں کیا۔ شاید اب مدینہ چھوڑ کر یہ مکہ آکر رہنے لگ جائیں) اتنے میں آپ پر وحی اترنے لگی، اور آپ پر وحی کا اترنا ہم سے پوشیدہ نہیں رہا کرتا تھا اور جب وحی اترنے لگتی تھی تو ختم ہونے تک ہم میں سے کوئی آپ کی طرف نگاہ اٹھا کر نہیں دیکھ سکتا تھا۔ جب وحی کا اترنا ختم ہو گیا تو آپ نے اپنا سر مبارک اٹھایا اور فرمایا اے جماعت انصار! کیا تم نے یہ کہا ہے کہ ان حضرت پر اپنی بستی کی محبت اور اپنے خاندان کی شفقت غالب آگئی ہے؟ انصار نے کہا یا رسول اللہ! ہم نے یہ کہا ہے آپ نے فرمایا پھر میرا کیا نام رکھا جائے گا؟ بے شک میں تو اللہ کا بندہ اور اس کا رسول ہوں (میں تو وہی کروں گا جو اللہ تعالیٰ مجھ سے فرمائیں گے۔ اپنی مرضی سے میں کچھ نہیں کرتا ہوں) میں نے اللہ کی نسبت پر تمہاری طرف ہجرت کی ہے۔ اب زندگی تمہارے ساتھ گزاروں گا اور تمہارے ہاں ہی مروں گا۔ (چنانچہ ایسا ہی ہوا) اس پر انصار (خوشی سے) روتے ہوئے آپ کی طرف لپکے اور کہنے لگے اللہ کی قسم! ہم نے یہ بات صرف اس لیے کہی تھی تاکہ اللہ اور اس کے رسول ہمارے ہی رہیں (ہمیں چھوڑ کر کہیں اور نہ چلے جائیں ہم نے تو یہ بات محض اللہ و رسول کی انتہائی محبت کی وجہ سے کہی تھی) حضور ﷺ نے فرمایا اللہ اور اس کا رسول تمہیں سچا سمجھتے ہیں اور تم لوگوں کا عذر قبول کرتے ہیں (کہ تم نے غایت محبت کی وجہ سے یہ کہا) [1]

حضرت انسؓ فرماتے ہیں کہ جنگ حنین کے دن ہوازن اور غطفان وغیرہ قبائل کفار اپنے جانور اور بچوں کو بھی ساتھ لے کر آئے تھے (یہ اس زمانے کا دستور تھا کہ جو لوگ میدان جنگ میں جمے رہنے اور نہ بھاگنے کا پختہ عزم کر کے آتے وہ اپنا سب کچھ ساتھ لے کر میدان

---

[1] اخرجه الا مام احمد وقد رواه مسلم والنسائي من حديث ابي هريرة نحوه كذافي البداية (ج ٤ ص ٣٠٧) واخرجه ابن ابي شيبة مختصرا كما في الكنز (ج ٧ ص ١٣٥)

جنگ میں آتے کہ مر جائیں لیکن واپس نہیں جائیں گے) اور حضور ﷺ کے ساتھ دس ہزار مسلمان بھی تھے اور مکہ کے وہ لوگ بھی تھے جن کو آپ نے عام معافی دے دی تھی اور باوجود ان پر قابو پالینے کے انہیں قتل نہیں کیا تھا۔ جنہیں طلقاء یعنی آزاد کردہ لوگ کہا جاتا تھا۔ جب لڑائی شروع ہوئی تو یہ سب میدان جنگ چھوڑ کر بھاگ گئے اور حضورؐ اکیلے رہ گئے (دشمن کی طرف بڑھتے ہوئے جہاں آپ تھے وہاں اس وقت آپ اکیلے رہ گئے تھے) تو پھر آپ نے اس دن دو آوازیں الگ الگ لگائیں۔ پہلے آپ نے دائیں طرف متوجہ ہو کر آواز دی اے جماعت انصار تو انصار نے کہا لبیک یا رسول اللہ! آپ خوش رہیں ہم آپ کے ساتھ ہیں پھر بائیں طرف متوجہ ہو کر آپ نے آواز دی، اے جماعت انصار! تو انصار نے کہا لبیک یا رسول اللہ! آپ خوش رہیں ہم آپ کے ساتھ ہیں پھر بائیں طرف متوجہ ہو کر آپ نے آواز دی، اے جماعت انصار! تو انصار نے کہا لبیک یا رسول اللہ! آپ خوش رہیں ہم آپ کے ساتھ ہیں۔ آپ سفید خچر پر سوار تھے۔ آپ نے اس سے نیچے اتر کر فرمایا میں اللہ کا بندہ اور اس کا رسول ہوں۔ پھر مشرکین کو شکست ہو گئی اور اس دن حضورؐ کو بہت زیادہ مال غنیمت ملا جسے آپ نے مہاجرین اور طلقاء (نو مسلم آزاد کردہ اہل مکہ) میں تقسیم کر دیا اور اس میں سے انصار کو کچھ نہ دیا۔ اس پر انصار (کے بعض افراد) نے کہا جب کوئی مشکل وقت آتا ہے تو ہمیں بلایا جاتا ہے اور جب مال غنیمت تقسیم کرنے کا وقت آتا ہے تو وہ دوسروں کو دے دیا جاتا ہے۔ کسی طرح یہ بات حضور ﷺ تک پہنچ گئی تو آپ نے ان کو ایک خیمہ میں جمع فرمایا اور ان سے فرمایا اے جماعت انصار! وہ کیا بات ہے جو مجھ تک پہنچی ہے؟ سب خاموش رہے پھر آپ نے فرمایا اے جماعت انصار! کیا تم اس بات پر راضی نہیں ہو کہ لوگ تو دنیا کو لے کر جائیں اور تم لوگ اپنے گھروں کو اللہ کے رسول کو لے کر جاؤ؟ انصار نے کہا ہم بالکل راضی ہیں۔ پھر آپ نے فرمایا اگر لوگ ایک وادی میں چلیں اور انصار کسی اور گھاٹی میں چلیں تو میں انصار والی گھاٹی میں چلوں گا ہشام راوی کہتے ہیں کہ میں نے (حضرت انس سے) کہا اے ابو حمزہ (یہ حضرت انس کی کنیت ہے) کیا آپ اس موقع پر وہاں موجود تھے؟ انہوں نے کہا میں وہاں سے کہاں غائب ہو سکتا تھا؟[1]

حضرت ابو سعید خدریؓ فرماتے ہیں کہ جب حضور ﷺ کو جنگ حنین میں بہت سا مال غنیمت ملا اور آپ نے یہ سب مال غنیمت قریش اور عرب کے (نو مسلم) مولفۃ القلوب افراد میں تقسیم کر دیا اور انصار کو اس میں سے کچھ نہ ملا تو انصار کو یہ بات محسوس ہوئی یہاں تک کہ

---

[1] اخرجه البخاری کذافی البدایة (ج ٤ ص ٣٥٧) واخرجه ایضا ابن ابی شیبة وابن عساکر بنحوه کما فی الکنز (ج ٥ ص ٣٠٧)

ان میں سے بعض افراد کی زبان سے یہ نکل گیا کہ اللہ کی قسم حضور ﷺ تو اپنی قوم سے جا ملے (اور اب یہ یہیں مکہ میں ٹھہر جائیں گے اور مدینہ واپس نہیں جائیں گے) تو حضرت سعد بن عبادہؓ نے حضورؐ کی خدمت میں جاکر عرض کیا یارسول اللہ! قبیلہ انصار اپنے جی میں آپ کے بارے میں کچھ پا رہے ہیں۔ آپ نے فرمایا کیوں؟ انہوں نے کہا وہ اس وجہ سے ناراض ہیں کہ آپ نے سارا مال غنیمت اپنی قوم میں اور باقی عرب لوگوں میں تقسیم کر دیا اور انصار کو اس میں سے کچھ نہ ملا۔ آپ نے فرمایا اے سعد! تمہارا اس بارے میں کیا خیال ہے؟ انہوں نے کہا میں بھی اپنی قوم کا ایک آدمی ہوں (جو ان کا خیال ہے۔ وہی میرا) آپ نے فرمایا اپنی قوم کو میرے لئے اس احاطہ میں جمع کر لو اور جب وہ جمع ہو جائیں تو مجھے خبر کر دینا۔ حضرت سعد نے باہر انصار میں اعلان کر دیا اور سب کو اس احاطہ میں جمع کر لیا۔ کچھ مہاجرین آئے تو ان کو بھی (اندر آنے کی) اجازت دے دی اور کچھ اور آئے تو ان کو حضرت سعد نے واپس کر دیا۔ جب سارے انصار وہاں جمع ہو گئے تو حضرت سعد نے حضورؐ کی خدمت میں جاکر عرض کیا یارسول اللہ! آپ نے مجھے جہاں جمع کرنے کا حکم دیا تھا قبیلہ انصار وہاں جمع ہو چکا ہے۔ چنانچہ حضور ﷺ وہاں تشریف لے گئے اور ان میں بیان فرمانے کے لئے کھڑے ہو گئے پہلے اللہ تعالیٰ کی حمد و ثنا بیان کی پھر فرمایا اے جماعت انصار! کیا یہ بات نہیں ہے کہ میں جب تمہارے پاس گیا تھا تو تم سب گمراہ تھے پھر اللہ تعالیٰ نے تمہیں ہدایت دے دی اور تم سب فقیر تھے اللہ نے تمہیں غنی کر دیا اور تم آپس میں ایک دوسرے کے دشمن تھے اللہ نے تمہارے دلوں میں الفت پیدا فرما دی؟ انصار نے کہا جی ہاں بالکل ایسے ہی ہوا۔ پھر آپ نے فرمایا اے جماعت انصار! تم جواب کیوں نہیں دیتے ہو؟ انہوں نے عرض کیا یارسول اللہ ہم کیا کہیں؟ اور ہم کیا جواب دیں؟ سارا احسان تو اللہ اور اس کے رسول کا ہے۔ آپ نے فرمایا اللہ کی قسم! اگر تم چاہو تو یہ کہہ سکتے ہو اور (اس کہنے میں) تم سچے ہو گے اور سچے مانے جاؤ گے (یعنی اللہ و رسول بھی تمہیں سچا سمجھیں گے) کہ آپ ہمارے پاس تشریف لائے تو آپ کو لوگوں نے اپنے ہاں سے نکالا ہوا تھا ہم نے آپ کو ٹھکانہ دیا اور آپ فقیر تھے۔ ہم نے آپ سے مالی ہمدردی کی اور آپ خوفزدہ تھے ہم نے آپ کو امن دیا اور آپ بے یار و مددگار تھے ہم نے آپ کی نصرت کی اس پر انصار نے کہا یہ سارا احسان اللہ اور اس کے رسول کا ہے پھر آپ نے کہا تم گھاس پھوس کی طرح جلد ختم ہو جانے والی اس دنیا کی وجہ سے اپنے دلوں میں مجھ سے ناراض ہو گئے ہو۔ وہ تو میں نے مال غنیمت دے کر ان لوگوں کی تالیف قلب کی ہے جو ابھی مسلمان ہوئے ہیں اور میں نے تمہیں اس نعمت اسلام کے حوالہ کیا ہے جو اللہ نے تمہاری قسمت میں

لکھی (کہ تم مال غنیمت کے نہ ملنے کے باوجود نعمت اسلام پر اللہ اور رسول سے راضی ہو گے) اے جماعت انصار! کیا تم اس بات پر راضی نہیں ہو کہ تمام لوگ تو بکریاں اور اونٹ لے کر اپنے گھروں کو جائیں اور تم لوگ اللہ کے رسول کو لے کر اپنے گھروں کو جاؤ۔ قسم ہے اس ذات کی، جس کے قبضہ میں میری جان ہے اگر لوگ ایک گھاٹی میں چلیں اور انصار دوسری گھاٹی میں چلیں تو میں انصار کی گھاٹی میں چلوں گا۔ اگر ہجرت (کو فضیلت) نہ ہوتی تو میں بھی انصار میں کا ایک آدمی ہوتا اے اللہ! انصار پر انصار کے بیٹوں پر، انصار کے بیٹوں کے بیٹوں پر رحم فرما (یہ سن کر) تمام انصار رونے لگ گئے اور اتنا روئے کہ داڑھیاں تر ہو گئیں اور انہوں نے کہا ہم اللہ کے رب ہونے پر اور اللہ کے رسول کی تقسیم مال پر راضی ہیں چنانچہ آپ واپس (اپنی قیام گاہ پر) تشریف لے گئے اور حضرات انصار بھی۔[1]

حضرت سائب بن یزیدؓ فرماتے ہیں کہ حضور اقدس ﷺ نے غزوہ حنین میں ہوازن کے مال غنیمت کو بطور احسان قریش وغیرہ (نو مسلم لوگوں) میں تقسیم فرمادیا تو اس پر انصار ناراض ہو گئے۔ جب حضورؐ نے یہ خبر سنی تو آپ ان کی قیام گاہوں میں ان کے پاس تشریف لے گئے اور پھر آپ نے فرمایا یہاں جو بھی انصار میں سے ہے وہ حضورؐ کی قیام گاہ پر چلا جائے (چنانچہ وہ سب وہاں چلے گئے) تو حضورؐ ان کے پاس تشریف لائے اور پہلے اللہ کی حمد وثناء بیان کی اور پھر فرمایا اے جماعت انصار! میں نے یہ مال غنیمت تمہیں نہیں دیا بلکہ تالیف قلب کی وجہ سے کچھ (نو مسلم) لوگوں کو دے دیا تاکہ وہ آئندہ جہاد میں میرے ساتھ شریک ہوا کریں اور اللہ تعالیٰ ان کے دلوں میں اسلام کو (پورے طور سے) داخل فرمادے۔ تم لوگوں نے اس بارے میں کچھ بات کہی ہے جو مجھے پہنچی ہے۔ پھر آپ نے فرمایا اے جماعت انصار! کیا اللہ نے تم پر یہ احسان نہیں کیا کہ تم کو نعمت ایمان عطا فرمائی اور خصوصی اکرام سے نوازا اور تمہارا بہترین اور بہت خوبصورت نام رکھا یعنی اللہ اور اس کے رسول کے انصار (اور مددگار) اگر ہجرت نہ ہوتی تو میں بھی انصار میں کا ایک آدمی ہوتا، اگر لوگ ایک وادی میں چلیں اور تم دوسری وادی میں چلو تو میں تمہاری وادی میں چلوں گا کیا تم اس بات پر راضی

---

[1] عند ابن اسحاق وهكذا رواه الا مام احمد من حديث ابن اسحاق ولم يروه احد من اصحاب الكتب من هذا الوجه وهو صحيح كذافي البداية(ج ٤ ص ٣٥٨) وقال الهيثمي(ج ١٠ص ٣٠) رجال احمد رجال الصحيح غير محمد بن اسحاق وقد صرح با لسماع انتهى واخرجه ايضاً ابن ابي شيبة من حديث ابي سعيدؓ بطوله بمعناه كما في الكنز (ج ٧ص ١٣٥)واخرج البخارى شيا من هذا السياق من حديث عبدالله بن زيد بن عاصمؓ كما في البداية(ج ٤ ص ٣٥٨) وابن ابي شيبة ايضاً كما في الكنز (ج ٧ص ١٣٦)

نہیں ہو کہ لوگ بکریاں اور جانور اور اونٹ لے کر جائیں اور تم اللہ کے رسول کو لے کر جاؤ؟ جب انصار نے حضور ﷺ کی یہ بات سنی تو انہوں نے کہا (اس تقسیم پر) ہم بالکل راضی ہیں۔آپ نے فرمایا میں نے جو کہا ہے اس کے جواب میں تم بھی کچھ کہو۔انصار نے کہا یا رسول اللہ !آپ نے ہمیں اندھیرے میں پایا۔اللہ نے آپ کے ذریعہ سے ہمیں روشنی کی طرف نکالا،اور آپ نے ہمیں آگ کے گڑھے کے کنارے پر پایا۔اللہ نے آپ کے ذریعہ سے ہمیں ہدایت دی۔ ہم اللہ کے رب ہونے اور اسلام کے دین ہونے پر اور محمد ﷺ کے نبی ہونے پر راضی ہیں یا رسول اللہ! ہم کھلے دل سے کہہ رہے ہیں کہ آپ جو چاہیں کریں۔آپ نے فرمایا اللہ کی قسم !اگر تم اس کے علاوہ کچھ اور جواب میں کہتے تو بھی میں کہتا کہ تم نے ٹھیک کہا ہے۔اگر تم یہ کہتے کہ کیا یہ بات نہیں ہے کہ آپ ہمارے پاس تشریف لائے تو لوگوں نے آپ کو اپنے ہاں سے نکالا ہوا تھا ہم نے آپ کو ٹھکانہ دیا،اور لوگوں نے آپ کو جھٹلا رکھا تھا ہم نے آپ کی تصدیق کی،اور آپ بے یار و مدد گار تھے ہم نے آپ کی نصرت کی اور آپ کی جس دعوت کو لوگوں نے ٹھکرا دیا تھا ہم نے اسے قبول کیا۔اگر تم یہ باتیں جواب میں کہتے تو ٹھیک کہتے انصار نے کہا۔ نہیں بلکہ اللہ اور اس کے رسول کا احسان ہے اور اس کے رسول کا ہم پر اور دوسروں پر فضل و احسان ہے۔ یہ کہہ کر انصار رو پڑے اور بہت زیادہ روئے اور ان کے ساتھ حضورؐ بھی رونے لگے۔[1]

حضرت انس بن مالکؓ فرماتے ہیں کہ جب اللہ تعالیٰ نے اپنے رسول ﷺ کو اموال ہوازن بطور غنیمت عطا فرمائے اور آپ کچھ لوگوں کو سو سو اونٹ دینے لگے تو انصار کے کچھ لوگوں نے کہا اللہ رسول اللہ ﷺ کی مغفرت فرمائے کہ آپ قریش کو دے رہے ہیں اور ہمیں چھوڑے جا رہے ہیں۔ حالانکہ ہوازن کا خون ابھی بھی ہماری تلواروں سے ٹپک رہا ہے (جہاد میں جان تو ساری ہم نے لگائی اور دے رہے ہیں دوسروں کو) کسی طرح سے یہ بات حضورؐ کو معلوم ہو گئی۔آپ نے آدمی بھیج کر انصار کو چمڑے کے ایک خیمہ میں جمع کیا اور آپ نے دوسروں کو ان کے ساتھ نہ بیٹھنے دیا۔جب سب جمع ہو گئے تو آپ نے کھڑے ہو کر فرمایا وہ کیا بات ہے جو مجھے تمہاری طرف سے پہنچی ہے؟ تو سمجھ دار انصار نے کہا یا رسول اللہ !ہمارے بڑوں نے کچھ نہیں کہا البتہ ہمارے چند نو عمر لوگوں نے کہا ہے کہ اللہ رسول اللہ ﷺ کی مغفرت فرمائے کہ قریش کو دے رہے ہیں اور ہمیں چھوڑے جا رہے ہے حالانکہ ان کا (یعنی

---

[1] اخرجه الطبراني قال الهيثمي (ج ١٠ ص ٣١) وفيه رشدين بن سعد وحديثه في الرقاق ونحوها حسن وبقية رجاله ثقات انتهى۔

قریش کا خون) ابھی بھی ہماری تلواروں سے ٹپک رہا ہے۔ آپ نے فرمایا ابھی ابھی جو لوگ کفر سے اسلام میں آئے ہیں میں نے ان کو یہ مال غنیمت تالیف قلب کے لئے دیا ہے۔ کیا تم اس بات پر راضی نہیں ہو کہ لوگ مال لے کر جائیں اور تم نبی (کریم ﷺ) کو لے کر اپنے گھروں کو جاؤ؟ اللہ کی قسم! تم (نبی کی) جس ذات اقدس کو لے کر اپنے گھروں کو واپس جارہے ہو۔ وہ اس (مال غنیمت) سے (ہزار درجہ) بہتر ہے جسے وہ لوگ لے کر واپس جارہے ہیں انصار نے کہا یا رسول اللہ! ہم بالکل راضی ہیں۔ پھر آپ نے ان سے فرمایا تم (میرے بعد) اس بات کو پاؤ گے کہ دوسروں کو تم پر (امارت اور دوسرے معاملات میں) بہت زیادہ ترجیح دی جائے گی تم اللہ اور اس کے رسول سے ملنے تک یعنی موت تک صبر سے کام لینا میں حوض (کوثر) پر (تمہارے انتظار میں) ہوں گا۔ حضرت انس فرماتے ہیں لیکن انصار صبر نہ کر سکے۔[1] امام احمد نے حضرت انس کی حدیث میں یہ مضمون بھی بیان کیا ہے کہ حضور ﷺ نے (انصار سے) فرمایا تم میرے لیئے اندر کا کپڑا ہو اور باقی لوگ باہر کا۔ کیا تم اس بات پر راضی نہیں ہو کہ لوگ تو بکریاں اور اونٹ لے کر جائیں اور تم رسول اللہ کو اپنے علاقہ میں لے جاؤ؟ انصار نے کہا ہم بالکل راضی ہیں۔ آپ نے فرمایا انصار تو میرے لیئے معدہ کی طرح ہیں اور خاص کپڑوں کے صندوق کی طرح سے ہیں یعنی میرا ان سے خاص تعلق ہے۔ اگر لوگ ایک وادی میں چلیں اور انصار دوسری گھاٹی میں چلیں تو میں انصار کی گھاٹی میں چلوں گا اگر ہجرت نہ ہوتی تو میں انصار میں کا ایک آدمی ہوتا۔[2]

حضرات انصار رضی اللہ عنہم کی صفات

حضرت انسؓ فرماتے ہیں کہ حضور ﷺ کے پاس بحرین سے مال آیا جس کے بارے میں مہاجرین اور انصار نے ایک دوسرے سے سنا۔ یہ حضرات حضورؐ کی خدمت میں تشریف لے گئے۔ آگے لمبی حدیث ہے جس میں یہ ہے کہ آپ نے انصار سے فرمایا جہاں تک مجھے معلوم ہے تم لوگ جب جان لگانے کا وقت آتا ہے تو بہت زیادہ ہو جاتے ہو اور جب کچھ ملنے کا وقت آتا ہے تو بہت کم ہو جاتے ہو (اس موقع پر پیچھے ہٹ جاتے ہو)[3]

حضرت انسؓ فرماتے ہیں کہ حضور ﷺ نے حضرت ابو طلحہؓ سے فرمایا اپنی قوم کو میرا سلام کہنا اور انہیں بتا دینا کہ جہاں تک مجھے معلوم ہے وہ لوگ بڑے عفیف (پاکدامن) اور

---

١ - اخرجه البخاری ٢ كذافي البداية (ج ٤ ص ٣٥٦)

٣ اخرجه العسكری فی الامثال كذافي كنز العمال (ج ٧ ص ١٣٦)

صابر ہیں۔[1] حضرت انسؓ فرماتے ہیں کہ جس بیماری میں حضور ﷺ نے انتقال فرمایا اس میں حضرت ابو طلحہؓ حضورؐ کی خدمت میں حاضر ہوئے تو حضورؐ نے ان سے فرمایا اپنی قوم (انصار) کو میرا سلام کہنا کیونکہ وہ لوگ بڑے عفیف اور صابر ہیں۔[2]

حضرت عبداللہ بن شدادؒ فرماتے ہیں کہ حضور ﷺ حضرت سعد بن معاذؓ کے پاس تشریف لے گئے اور وہ حضرت سعد کی زندگی کا آخری وقت تھا آپ نے فرمایا اے اپنی قوم کے سردار! اللہ تعالیٰ تمہیں بہترین جزا عطا فرمائے۔ تم نے اللہ سے جو وعدہ کیا تھا اسے تم نے پورا کر دیا اور اللہ نے تم سے جو وعدہ کیا ہے اللہ اسے ضرور پورا فرمائیں گے۔[3] حضرت عائشہؓ فرماتی ہیں کہ حضور ﷺ نے فرمایا کہ کوئی عورت انصار کے دو گھروں کے درمیان رہے یا اپنے ماں باپ کے درمیان رہے اس میں کوئی فرق نہیں ہے۔ اس کا کوئی نقصان نہ ہوگا۔ (یعنی انصار بڑے با اخلاق ہیں اجنبی عورت کے ساتھ ماں باپ جیسا معاملہ کرتے ہیں)[4]

حضرات انصار رضی اللہ عنہم کا اکرام اور خدمت

حضرت انسؓ فرماتے ہیں کہ حضرت اسید بن حضیرؓ حضور ﷺ کی خدمت میں آئے اور حضورؐ غلہ تقسیم فرما رہے تھے تو حضرت اسید نے حضورؐ سے انصار کے بنو ظفر کے ایک گھر والوں کا تذکرہ کیا کہ وہ حاجت مند ہیں اور اس گھر میں اکثر عورتیں ہیں۔ حضورؐ نے ان سے فرمایا اے اسید! تم نے ہمیں چھوڑے رکھا یہاں تک کہ جو کچھ ہمارے ہاتھ میں تھا وہ سب ختم ہو گیا (یعنی اب کچھ نہیں رہا تم نے دیر سے آکر بتایا) جب تم سنو کہ کچھ ہمارے پاس آیا ہے تو مجھے ان گھر والوں کو یاد دلا دینا چنانچہ اس کے بعد خیبر سے جو اور کھجوریں حضورؐ کے پاس آئیں جنہیں آپ نے لوگوں میں تقسیم کیا اور انصار میں بھی تقسیم کیا اور انہیں خوب دیا اور ان گھر والوں میں بھی تقسیم کیا اور انصار میں بھی تقسیم کیا اور انہیں خوب دیا اور ان گھر والوں میں بھی تقسیم کیا اور انہیں تو اور زیادہ دیا۔ تو حضرت اسید بن حضیر نے شکریہ ادا کرتے ہوئے کہا اے اللہ کے نبی! اللہ تعالیٰ آپ کو عمدہ جزا عطا فرمائے یا فرمایا جزائے خیر عطا فرمائے۔ جہاں تک

---

[1] اخرجه البزار قال الهيثمى (ج ۱۰ ص ٤۱) وفيه محمد بن ثابت البنانى وهو ضعيف وسياتى ذلك من وجه آخر عن انس [2] اخرجه ابو نعيم كما فى الكنز (ج ۷ ص ۱۳٦) واخرج الحاكم (ج ٤ ص ۷۹) وقال صحيح الاسناد ولم يخرجاه و وافقه الذهبى فقال صحيح

[3] اخرجه ابن سعد (ج ۳ ص ۷) [4] اخرجه الامام احمد والبزار قال الهيثمى (ج ۱۰ ص ٤۰) رجالهما رجال الصحيح

مجھے معلوم ہے تم لوگ بڑے پاکدامن اور صابر ہو۔ لیکن تم دیکھو گے کہ امر خلافت میں اور (اموال اور عہدوں کی) تقسیم میں تم پر دوسروں کو ترجیح دی جائے گی۔ تم صبر کرتے رہنا یہاں تک کہ حوض پر آکر مجھ سے مل لینا۔[1]

حضرت اسید بن حضیرؓ فرماتے ہیں کہ میری قوم کے دو گھروں والے میرے پاس آئے ایک گھر والے بنو ظفر کے تھے اور دوسرے گھر والے بنو معاویہ کے تھے۔ اور انہوں نے کہا کہ آپ ہمارے بارے میں رسول اللہ ﷺ سے بات کریں کہ ہم میں کچھ تقسیم فرمادیں یا یہ کہا کہ وہ ہمیں دیں یا اس جیسی اور بات کہی۔ چنانچہ میں نے حضورؐ سے بات کی حضورؐ نے فرمایا ہاں میں ہر گھر والوں کو تقسیم میں کچھ نہ کچھ ضرور دوں گا (ابھی تو اتنا ہی دینے کے لئے ہے) اللہ نے اگر ہمیں اور دے دیا تو ہم ان کو اور دیں گے۔ میں نے کہا یا رسول اللہ! اللہ تعالیٰ آپ کو جزائے خیر عطا فرمائے۔ حضورؐ نے فرمایا تمہیں بھی اللہ تعالیٰ جزائے خیر عطا فرمائے۔ کیونکہ جہاں تک مجھے معلوم ہے تم لوگ بڑے پاکدامن اور صابر ہو لیکن میرے بعد تم دیکھو گے کہ دوسروں کو ترجیح دی جائے گی پھر حضرت عمر بن خطابؓ نے اپنے زمانہ خلافت میں لوگوں میں جوڑے تقسیم کئے۔ تو ایک جوڑا حضرت عمر نے میرے پاس بھی بھیجا جو مجھے چھوٹا نظر آیا۔ میں نماز پڑھ رہا تھا کہ میرے پاس سے ایک قریشی نوجوان گزار جس پر ان جوڑوں میں سے ایک جوڑا تھا (جو اتنا بڑا تھا کہ) وہاں سے گھسیٹا ہوا جا رہا تھا۔ مجھے حضور ﷺ کی یہ بات یاد آگئی کہ میرے بعد تم دیکھو گے کہ دوسروں کو ترجیح دی جائے گی تو میں نے کہا اللہ اور اس کے رسول نے سچ فرمایا۔ ایک آدمی نے جاکر حضرت عمر کو میرا یہ جملہ بتادیا حضرت عمر (میرے پاس) آئے میں اس وقت نماز پڑھ رہا تھا۔ انہوں نے آکر کہا اے اسید! نماز پوری کرلو۔ چنانچہ جب میں نے نماز پوری کرلی تو انہوں نے کہا تم نے کیسے کہا؟ میں نے انہیں ساری بات بتائی۔ حضرت عمر نے کہا (یہ جوڑا بڑا تھا) میں نے یہ جوڑا فلاں (انصاری) صحابی کے پاس بھیجا تھا جو غزوہ بدر اور غزوہ احد میں اور بیعت العقبہ میں شریک ہوئے تھے (چونکہ ان کے دینی فضائل زیادہ تھے اس لیئے میں نے ان کو تم سے بڑا جوڑا دیا تھا۔ اس جوان نے جاکر ان انصاری صحابی سے یہ جوڑا خرید لیا اور اسے پہن لیا (میں نے اس قریشی جوان کو نہیں دیا) کیا تمہارا یہ خیال ہے کہ (انصار پر دوسروں کو ترجیح دینے کی) یہ بات میرے زمانہ میں ہوگی؟ میں نے کہا

---

[1] اخرجه ابن عدی والبیهقی وابن عساکر کذافی کنز العمال (ج ۷ص ۱۳۵) واخرجه الحاکم ایضا فی المستدرك (ج ٤ ص ۷۹) وقال هذا حدیث صحیح الا سناد ولم یخرجاه وقال الذهبی صحیح اه

اے امیر المومنین! اللہ کی قسم میرا بھی یہی خیال تھا کہ یہ بات آپ کے زمانہ میں نہیں ہو گی۔[1]

حضرت محمد بن مسلمہؓ فرماتے ہیں کہ میں مسجد کی طرف چلا تو میں نے ایک قریشی آدمی کو دیکھا جس پر ایک جوڑا تھا میں نے اس سے پوچھا تمہیں یہ جوڑا کس نے دیا؟ اس نے کہا امیر المومنین نے۔ میں کچھ آگے گیا تو ایک اور قریشی آدمی کو دیکھا جس پر ایک جوڑا تھا۔ میں نے اسے پوچھا تمہیں یہ جوڑا کس نے دیا؟ اس نے کہا امیر المومنین نے پھر میں کچھ آگے گیا تو مجھے فلاں بن فلاں انصاری ملا۔ اس نے پہلے دونوں جوڑوں سے کم درجہ کا جوڑا پہن رکھا تھا میں نے کہا تمہیں یہ جوڑا کس نے دیا؟ اس نے کہا امیر المومنین نے۔ راوی کہتے ہیں کہ حضرت محمد بن مسلمہ اس کے بعد مسجد میں گئے اور انہوں نے زور سے کہا اللہ اکبر اللہ اور اس کے رسول نے سچ کہا، اللہ اکبر۔ اللہ اور اس کے رسول نے سچ کہا۔ حضرت عمرؓ نے ان کی آواز سن لی تو ان کے پاس پیغام بھیجا کہ میرے پاس آؤ حضرت محمد بن مسلمہ نے کہا میں دو رکعت نماز پڑھ کر آتا ہوں۔ حضرت عمر نے دوبارہ قاصد بھیج دیا کہ حضرت عمر قسم دے رہے ہیں کہ تم ابھی آؤ۔ حضرت محمد بن مسلمہ نے کہا میں بھی اپنے آپ کو قسم دیتا ہوں کہ جب تک دو رکعت نماز پڑھ نہیں لوں گا میں ان کے پاس نہیں جاؤں گا اور یہ کہہ کر نماز شروع کر دی۔ حضرت عمر آئے اور ان کے پہلو میں بیٹھ گئے جب وہ اپنی نماز پوری کر چکے تو ان سے حضرت عمر نے کہا مجھے یہ بتاؤ کہ تم نے رسول اللہ ﷺ کی نماز پڑھنے کی جگہ میں یعنی ان کی مسجد میں یہ جملے زور سے کیوں کہے کہ اللہ اکبر، اللہ اور اس کے رسول نے سچ فرمایا؟ انہوں نے کہا اے امیر المومنین! میں مسجد کو آ رہا تھا کہ راستہ میں مجھے فلاں بن فلاں قریشی ملا اس نے ایک جوڑا پہنا ہوا تھا میں نے کہا تمہیں یہ جوڑا کس نے دیا؟ اس نے کہا امیر المومنین نے۔ میں کچھ آگے بڑھا تو مجھے فلاں بن فلاں قریشی ملا اس نے بھی ایک جوڑا پہنا ہوا تھا میں نے کہا تمہیں یہ جوڑا کس نے دیا؟ اس نے کہا امیر المومنین نے اور حضور ﷺ نے (ہم انصار سے) فرمایا تھا کہ تم میرے بعد دیکھو گے کہ دوسروں کو تم پر ترجیح دی جائے گی۔ اے امیر المومنین! میں یہ نہیں پسند کرتا تھا کہ یہ کام تمہارے ہاتھوں سے ہو۔ حضرت عمر رو پڑے اور کہا اس دفعہ کی تو میں اللہ سے معافی مانگتا ہوں آئندہ ایسے نہیں کروں گا۔ فرماتے ہیں کہ اس کے بعد کبھی یہ بات دیکھنے میں نہیں آئی کہ حضرت عمر نے قریش کے کسی آدمی کو انصار کے کسی آدمی پر ترجیح دی ہو۔[2]

---

[1] عند الامام احمد قال الهيثمي (ج ۱۰ ص ۳۳) رواه الامام احمد ورجاله ثقات الا ان ابن اسحاق مدلس وهو ثقة اه

[2] اخرجه ابن عساكر كذافي كنز العمال (ج ۲ ص ۳۲۰)

حضرت زید بن ثابتؓ فرماتے ہیں کہ حضرت سعد بن عبادہؓ حضور ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوئے ان کے ساتھ ان کے صاحبزادے بھی تھے۔ انہوں نے حاضر ہو کر سلام کیا۔ حضورؐ نے فرمایا یہاں اور یہاں۔ اور انہیں اپنی داہنی طرف بٹھایا اور فرمایا خوش آمدید ہو انصار کو خوش آمدید ہو انصار کو (اور حضورؐ کے اکرام میں) حضرت سعد نے اپنا بیٹا حضورؐ کے سامنے کھڑا کر دیا۔ آپ نے اس سے فرمایا یہاں بیٹھ جاؤ وہ بیٹھ گیا پھر آپ نے فرمایا قریب آجاؤ وہ قریب آگیا اور اس نے حضورؐ کے دونوں ہاتھوں اور قدم مبارک کا بوسہ لیا۔ حضورؐ نے (خوش ہو کر) فرمایا میں انصار میں سے ہوں اور میں انصار کی اولاد میں سے ہوں۔ حضرت سعد نے کہا اللہ آپ لوگوں کا اکرام فرمائے جیسے آپ نے ہمارا اکرام کیا۔ آپ نے فرمایا اللہ تعالیٰ نے میرے اکرام سے پہلے آپ لوگوں کا اکرام فرمایا ہے۔ تم میرے بعد دیکھو گے کہ دوسروں کو تم پر ترجیح دی جائے گی۔ تم صبر کرتے رہنا یہاں تک کہ حوض پر آکر مجھ سے مل لینا۔[1]

حضرت انسؓ فرماتے ہیں کہ حضرت جریرؓ ایک سفر میں میرے ساتھ تھے اور میری بہت خدمت کرتے تھے تو انہوں نے کہا کہ میں نے انصار کو حضور ﷺ کے ساتھ (اکرام اور محبت کا) خاص معاملہ کرتے ہوئے دیکھا ہے اس لئے میں انصار میں سے جسے بھی دیکھتا ہوں اس کی ضرور خدمت کرتا ہوں۔[2]

حضرت حبیب بن ابی ثابت کہتے ہیں کہ حضرت ابو ایوب (انصاری) رضی اللہ عنہ حضرت معاویہؓ کے پاس گئے اور ان سے اپنے قرضے کی شکایت کی (کہ قرضہ ادا کرنے کے لئے کچھ دے دیں) لیکن حضرت ابو ایوب نے حضرت معاویہ سے (تعاون کا) وہ رخ نہ دیکھا جسے وہ چاہتے تھے بلکہ (بے رخی کا) وہ انداز دیکھا جو انہیں پسند نہ تھا تو انہوں نے کہا میں نے رسول اللہ ﷺ کو فرماتے ہوئے سنا کہ (اے انصار) تم میرے بعد دیکھو گے کہ دوسروں کو تم پر ترجیح دی جائے گی۔ حضرت معاویہ نے کہا پھر حضورؐ نے تم سے کیا کہا تھا؟ انہوں نے کہا حضورؐ نے فرمایا تھا کہ صبر کرنا۔ حضرت معاویہ نے کہا تو پھر صبر کرو۔ حضرت ابو ایوب نے کہا اللہ کی قسم! آج کے بعد تم سے کبھی کوئی چیز نہیں مانگوں گا۔ پھر حضرت ابو ایوب کو اپنا مکان خالی کر کے دے دیا اور کہا میں تمہارے ساتھ ویسا ہی معاملہ کروں گا جیسا تم نے

---

[1] اخرجه ابن عساكر وفيه عاصم بن عبدالعزيز الا شجعى قال الخطيب ليس بالقوى كذافى كنز العمال (ج ٧ص ١٣٤) وكذا قال النسائى والدار قطنى وقال البخارى فى نظر قلت روى عنه على بن المدينى ووثقه معن القزاز كذافى الميزان (ج ٢ص ٣)

[2] اخرجه البغوى والبيهقى وابن عساكر كذافى كنز العمال (ج ٧ص ١٣٦)

حضور ﷺ کے ساتھ کیا تھا۔

چنانچہ اپنے گھر والوں سے کہا وہ سب گھر سے باہر آگئے اور حضرت ابن عباس نے ان سے کہا کہ گھر میں جتنا سامان ہے وہ بھی سارا آپ کا ہے اور انہیں چالیس ہزار اور بیس غلام بھی مزید دیئے۔[1]

طبرانی کی روایت میں آخر میں اس طرح ہے کہ پھر حضرت ابو ایوبؓ بصرہ حضرت عبداللہ بن عباسؓ کے پاس آئے۔ انہیں حضرت علیؓ نے بصرہ کا گورنر مقرر کر رکھا تھا۔ انہوں نے کہا اے ابو ایوب! میں یہ چاہتا ہوں کہ میں اپنے اس مکان سے باہر آجاؤں اور یہ آپ کو دے دوں جیسے آپ نے حضور ﷺ کے لئے کیا تھا۔ چنانچہ انہوں نے اپنے گھر والوں سے کہا وہ سب گھر سے باہر آگئے اور گھر کے اندر جتنا سامان تھا وہ سارا ان کو دے دیا۔ جب حضرت ابو ایوب وہاں سے جانے لگے تو حضرت ابن عباس نے ان سے پوچھا آپ کو کتنی ضرورت ہے؟ انہوں نے کہا میرا مقرر کردہ وظیفہ اور آٹھ غلام جو کہ میری زمین میں کام کر سکیں۔ حضرت ابو ایوب کا وظیفہ چار ہزار تھا۔ حضرت ابن عباس نے اسے پانچ گنا کر دیا۔ چنانچہ ان کو بیس ہزار اور چالیس غلام دیئے۔[2]

حضرت حسان بن ثابتؓ فرماتے ہیں کہ ہم انصار کو حضرت عمر یا حضرت عثمانؓ سے ایک ضروری کام تھا راوی ابن ابی الزناد کو شک ہوا ہے کہ حضرت عمر کا نام لیا تھا یا حضرت عثمان کا۔ ہم لوگ حضرت عبداللہ بن عباسؓ کو اور حضور ﷺ کے چند صحابہؓ کو (سفارش کے لئے) ساتھ لے کر گئے۔ چنانچہ (ہماری سفارش کے لئے) حضرت ابن عباس نے بھی گفتگو کی اور باقی صحابہؓ نے بھی کی اور ان سب نے انصار کا اور ان کے مناقب اور فضائل کا خوب تذکرہ کیا لیکن والی نے (قبول کرنے سے) عذر کر دیا۔ حضرت حسان فرماتے ہیں کہ ہم جس کام کے لئے گئے وہ بہت اہم تھا ہمیں اس کی شدید ضرورت تھی وہ والی ان حضرات سے اپنی بات کو بار بار دہراتے رہے یہاں تک کہ اور صحابہؓ تو انہیں معذور سمجھ کر وہاں سے (ناامید ہو

---

[1] اخرجه الرویانی وابن عساکر کذافی کنز العمال (ج ۷ص ۹۵) واخرجه ایضا الحاکم من طریق مقسم فذکره بمعناه قال الحاکم هذا حدیث صحیح الا سناد ولم یخر جاه وقال الذهبی صحیح

[2] اخرجه الطبرانی ایضا کما فی المجمع (ج ۹ص ۳۲۳) قال الهیثمی ذکر الحدیث ای الطبرانی باسنادین ورجال احد هما رجال الصحیح الا ان حبیب بن ابی ثابت لم یسمع من ابی ایوب قلت واخرجه الحاکم (ج۳ص ۴٦۱) ایضا من طریق حبیب بن ابی ثابت هذا فزاد بعده عن محمد بن علی بن عبدالله بن عباس عن ابیه عن ابن عباس فذکر الحدیث بسیاق الطبرانی بطوله ثم قال قد تقدم هذالحدیث باسناد متصل صحیح واعدته للزیادات فیه بهذا الاسناد انتهی

کر) کھڑے ہو گئے لیکن حضرت عبداللہ بن عباس نے فرمایا نہیں اللہ کی قسم! پھر تو انصار کا کوئی مرتبہ اور درجہ نہ ہوا۔ انہوں نے حضورؐ کی نصرت کی اور ٹھکانہ دیا اور پھر ان کے فضائل ذکر کرنے لگ گئے اور (حضرت حسان کی طرف اشارہ کرتے ہوئے) یہ بھی کہا یہ حضور ﷺ کے شاعر ہیں جو حضورؐ کی طرف سے دفاع کیا کرتے تھے۔ غرضیکہ حضرت ابن عباس والی کے سامنے جامع اور مدلل کلام پیش کرتے رہے اور والی کی ہر دلیل کا جواب دیتے رہے۔ آخر والی نے جب کوئی چارہ نہ دیکھا تو ہمارا کام کر دیا۔ اللہ تعالیٰ نے ہماری ضرورت ان کی زوردار گفتگو کے ذریعہ سے پوری کر دی۔ ہم وہاں سے باہر آئے۔ میں نے حضرت عبداللہ کا ہاتھ پکڑ رکھا تھا میں ان کی تعریف کر رہا تھا اور ان کے لئے دعا کر رہا تھا پھر میں مسجد میں ان صحابہؓ کے پاس سے گزرا جو حضرت عبداللہ کے ساتھ (والی کے پاس) گئے تھے لیکن انہوں نے حضرت عبداللہ جتنا زور نہیں لگایا تھا میں نے بلند آواز سے اس طرح کہا کہ یہ حضرات بھی سن لیں کہ ابن عباس کو ہمارے ساتھ آپ لوگوں سے زیادہ لگاؤ اور تعلق ہے (آج ہمارے حق میں یہ زیادہ بہتر ثابت ہوئے) انہوں نے کہا بے شک پھر میں نے حضرت عبداللہ سے کہا یہ نبوت کے بقیہ اثرات ہیں اور احمد ﷺ کی وراثت ہے جس کے یہ تم سے زیادہ حقدار ہیں۔ پھر میں نے حضرت عبداللہ کی تعریف میں یہ اشعار کہے۔

اذاقال لم یترک مقالا لقائل　　　بملتقطات لا تری بینھا فضلاً

وہ (ابن عباس) جب بات کرتے ہیں تو ایسی جامع اور زوردار بات کرتے ہیں جس میں تمہیں کوئی بیکار زائد بات نظر نہ آئے گی اور وہ کسی کے لئے مزید بات کرنے کی گنجائش نہیں چھوڑتے ہیں۔

کفی وشفی مافی الصدور فلم یدع　　　لذی اربة فی القول جدا ولا ھزلاً

ان کی گفتگو تمام پہلوؤں کے لئے کافی ہوتی ہے۔ اور سب کے دل اس سے مطمئن ہو جاتے ہیں۔ ضرورت مند کے لئے مزید کسی قسم کی بات کرنے کی گنجائش نہیں چھوڑتے ہیں۔

سموت الی العلیا بغیر مشقة　　　فنلت ذراھا لا دنیاً ولا وغلاً

(اے ابن عباس) آپ بلند ہو کر بغیر مشقت کے عالی مرتبہ پر پہنچ گئے اور اس کی انتہائی بلندی پر پہنچ گئے، آپ نہ کمینے ہیں اور نہ کمزور۔[1]

---

[1] اخرجه الحاکم (ج ۳ ص ۵٤٤) عن عبداللّٰہ الرحمن بن ابی الزناد عن ابیه وعبداللّٰہ بن فضل بن عباس بن ابی ربیعة بن الحارث

طبرانی کی روایت میں یہ ہے کہ حضرت حسان نے کہا کہ یہ (ابن عباس انصار کے لیے) اس (جذبہ شفقت) کے تم سے زیادہ حقدار ہیں اور اللہ کی قسم! یہ تو نبوت کے بقیہ اثرات ہیں اور احمد علیہ السلام کی وراثت ہے اور ان کی خاندانی اصل اور ان کی طبیعت کی عمدگی ان تمام باتوں میں ان کی رہبری کرتی ہے لوگوں نے کہا اے حسان! ذرا مختصر بات کرو۔ حضرت ابن عباس نے کہا ہاں یہ لوگ ٹھیک کہہ رہے ہیں۔ تو حضرت حسان حضرت ابن عباس کی تعریف میں یہ اشعار پڑھنے لگے۔

اذا ما ابن عباس بدالك وجهه   رایت له فی کل مجمعة فضلاً

جب ابن عباس کا چہرہ تمہارے سامنے ظاہر ہوگا تو تم ہر مجمع میں اس کے لیے فضیلت دیکھو گے۔ پھر پچھلے مذکورہ تین اشعار ذکر کیے اور اس کے بعد اس شعر کا اضافہ کیا۔

خلقت حلیفاً للمروءة والندی   بلیغاً ولم تخلق کہاماً ولا حلاً

تم مروت اور سخاوت کے حلیف بنا کر اور فصیح وبلیغ بنا کر پیدا کیے گئے ہو اور تم پھوہڑ سست اور بیکار نہیں پیدا کیے گئے۔ اس پر اس والی نے کہا اللہ کی قسم! اس نے سست کہہ کر مجھے ہی مراد لیا ہے کسی اور کو مراد نہیں لیا۔ اور اللہ ہی میرے اور اس کے درمیان فیصلہ کریں گے۔

حضرات انصار رضی اللہ عنہم کے لیے دعائیں

حضرت انس بن مالکؓ فرماتے ہیں کہ جب اونٹوں کے ذریعہ پانی کھینچنا اور اونٹوں پر پانی لاد کر لانا انصار کے لیے بڑی مشقت کا ذریعہ بنا تو وہ حضور علیہ السلام کے پاس یہ درخواست پیش کرنے کے لیے جمع ہوئے کہ حضورؐ انہیں پانی کے لیے ایک نہر کھود دیں جس میں سارا سال خوب پانی بہتا رہے۔ حضورؐ نے ان سے فرمایا خوش آمدید ہو انصار کو! خوش آمدید ہو انصار کو! خوش آمدید ہو انصار کو! آج تم مجھ سے جو چیز بھی مانگو گے وہ میں تمہیں ضرور دوں گا اور آج میں اللہ سے تمہارے لیے جو چیز بھی مانگوں گا اللہ مجھے وہ چیز ضرور دے دے گا۔ اس پر انصار نے ایک دوسرے سے کہا کہ اس موقع کو غنیمت سمجھو (نہر وغیرہ کو تو چھوڑو) اور حضورؐ سے مغفرت کی دعا کروالو چنانچہ انصار نے کہا یا رسول اللہ! آپ ہمارے لیے مغفرت کی دعا فرما دیں۔ آپ نے دعا فرمائی اے اللہ! انصار کے لیے اور انصار کے بیٹوں کے لیے اور انصار کے بیٹوں کے بیٹوں کے لیے مغفرت فرما اور ایک روایت میں یہ بھی ہے کہ انصار کی بیویوں کی بھی

مغفرت فرما۔[1] حضرت رفاعہ بن رافعؓ فرماتے ہیں کہ حضور ﷺ نے فرمایا اے اللہ! انصار کی اور ان کی اولاد کی اور ان کی اولاد کی اولاد کی اور ان کے پڑوسیوں کی مغفرت فرما[2] حضرت عوف انصاریؓ فرماتے ہیں کہ حضور ﷺ نے فرمایا اے اللہ! انصار کی اور انصار کے بیٹوں کی اور انصار کے غلاموں (یا پڑوسیوں) کی مغفرت فرما[3] حضرت عثمانؓ فرماتے ہیں کہ میں نے حضور ﷺ کو فرماتے ہوئے سنا کہ ایمان یمن والوں کا ہے اور ایمان قبیلہ قحطان میں ہے (قحطان یمن کے ایک بادشاہ ہیں تمام انصار اور یمن والوں کا نسب ان سے جا ملتا ہے) اور دل کی سختی عدنان کی اولاد میں ہے اور حمیر قبیلہ عرب کے سر اور عرب کے سردار ہیں اور مذحج قبیلہ عرب کے سر اور ان کے بچاؤ کا سامان ہیں اور ازد قبیلہ عرب کا کندھا اور ان کا سر ہیں (کندھے کی طرح تمام اہم کاموں کا بوجھ اٹھاتے ہیں) اور ہمدان قبیلہ عرب کا کندھا اور عرب کی چوٹی ہیں۔ اے اللہ! انصار کو عزت عطا فرما جن کے ذریعہ سے اللہ نے دین کو قائم فرمایا اور جنہوں نے مجھے ٹھکانہ دیا اور میری نصرت کی اور میری حمایت کی۔ اور یہ میرے دنیا میں ساتھی ہیں اور آخرت میں میری جماعت ہیں اور یہ لوگ میری امت میں سے جنت میں سب سے پہلے داخل ہوں گے[4] حضرت عثمان بن محمد بن زبیری کہتے ہیں کہ حضرت ابو بکر صدیقؓ نے اپنے ایک خطبہ میں فرمایا کہ ہماری اور انصار کی مثال ایسی ہے جیسے کہ اس شاعر نے ان اشعار میں کہا ہے۔

جزی اللّٰہ عنا جعفر اً حین اشرفت　　بنا نعلنا للو طئین فزلت

اللہ ہماری طرف سے جعفر کو جزائے خیر عطا فرمائے۔ ان لوگوں نے اس وقت ہماری مدد کی جب ہماری جوتیوں نے پھسل کر ہمیں روندنے والوں کے سامنے لا ڈالا تھا۔

ابو ا ان یملونا ولو ان امنا　　تلاقی الذی یلقون منا لملت

وہ لوگ ہم سے بالکل نہ اکتائے۔ ان لوگوں نے ہماری وجہ سے جو تکلیفیں اٹھائیں اگر ہماری ماں کو وہ اٹھانی پڑ جاتیں تو وہ بھی (ہم سے) اکتا جاتی۔[5]

---

[1] اخرجه الا مام احمد قال الهيثمى (ج ١٠ ص ٤٠) رواه الا مام احمد والبزار بنحوه وقال مرحبا بالا نصار ثلا ثا والطبرانى فى الا وسط والصغير والكبير بنحوه وقال وللكنا ىن واحد اسانيد احمد رجاله رجال الصحيح انتهى　[2] عند البزار و الطبرانى قال الهيثمى (ج ١٠ ص ٤٠) ورجالهما رجال الصحيح غير هشام بن هارون وهو ثقة انتهى

[3] عندالطبرانى قال الهيثمى (ج ١٠ ص ٤١) وفيه من لم اعرفهم انتهى.

[4] عن البزار قال الهيثمى (ج ١٠ ص ٤١) واسناده حسن انتهى.

[5] اخرجه ابن ابى الدنيا فى الا شراف كما فى الكنز (ج ٧ ص ١٣٤)

خلافت کے بارے میں انصارؓ کا ایثار

حضرت حمید بن عبدالرحمٰن حمیری کہتے ہیں کہ جس وقت حضور ﷺ کا انتقال ہوا اس وقت حضرت ابو بکرؓ مدینہ کے آخری کنارے میں (اپنے گھر گئے ہوئے) تھے۔ چنانچہ وہ آئے اور حضورؐ کے چہرہ انور سے چادر ہٹا کر کہا میرے ماں باپ آپ پر قربان ہوں۔ آپ زندگی میں بھی اور وفات کے بعد بھی کیا ہی عمدہ اور پاکیزہ ہیں۔ رب کعبہ کی قسم! محمد ﷺ دنیا سے تشریف لے جا چکے۔ (انصار کے سقیفہ بنو ساعدہ میں خلافت کے بارے میں مشورہ کے لیئے جمع ہونے کی اطلاع ملنے پر) حضرت ابو بکر اور حضرت عمرؓ تیزی سے چلے۔ وہاں پہنچ کر حضرت ابو بکر نے گفتگو فرمائی انصار کے بارے میں قرآن میں جو کچھ نازل ہوا تھا اور حضور ﷺ نے ان کے بارے میں جو کچھ فرمایا تھا وہ سب حضرت ابو بکر نے ذکر کر دیا اور یہ بھی فرمایا کہ مجھے اچھی طرح معلوم ہے کہ حضورؐ نے فرمایا کہ اگر لوگ ایک وادی میں چلیں اور انصار دوسری وادی میں چلیں تو میں انصار کی وادی میں چلوں گا اور اے سعد! تمہیں بھی یہ معلوم ہے کہ ایک دفعہ تم بیٹھے ہوئے تھے اور تمہاری موجودگی میں حضورؐ نے فرمایا تھا کہ قریش اس امر (خلافت) کے والی ہوں گے۔ نیک لوگ قریش کے نیک آدمیوں کے تابع ہوں گے اور برے لوگ قریش کے برے آدمیوں کے تابع ہوں گے۔ حضرت سعد نے حضرت ابو بکر سے کہا آپ نے سچ فرمایا لہذا ہم لوگ وزیر (یعنی آپ لوگوں کے مددگار) ہوں گے۔ اور آپ حضرات امیر۔[1]

حضرت ابو سعید خدریؓ فرماتے ہیں کہ جب حضور ﷺ کا انتقال ہو گیا تو (سقیفہ بنو ساعدہ میں انصار جمع ہوئے اور) انصار کے لوگ کھڑے ہو کر اپنی اپنی رائے ظاہر کرنے لگے چنانچہ ان میں سے ایک آدمی نے کہا اے مہاجرین کی جماعت! جب حضور ﷺ تم میں سے کسی کو امیر بناتے تو اس کے ساتھ ہمارا ایک آدمی ضرور لگا دیتے اس لیئے ہمارا خیال یہ ہے کہ اس امر خلافت کے والی دو آدمی ہوں ایک آدمی آپ لوگوں میں سے ہو اور دوسرا ہم میں سے ہو (یعنی دو آدمی خلیفہ ہونے چاہئیں ایک مہاجری اور دوسرا انصاری) اور انصار میں سے جو بھی رائے دینے کے لیئے کھڑا ہوا اس نے یہی کہا۔ پھر حضرت زید بن ثابتؓ نے کھڑے ہو کر کہا کہ رسول اللہ ﷺ مہاجرین میں سے تھے لہذا اب امام بھی مہاجرین میں سے ہونا چاہئے اور ہم لوگ اس کے معاون و مددگار ہوں گے جیسے کہ ہم لوگ حضورؐ کے معاون اور مددگار

۱۔ اخرجه الامام احمد وابن جرير باسناد حسن كذافي الكنز (ج ۳ص ۱۳۷) قال الهيثمي (ج ۵ص ۱۹۱) رواه الامام احمد وفي الصحيح طرف من اوله ورجاله ثقات الا ان حميد بن عبدالرحمن لم يدرك ابا بكر انتهى.

تھے۔اس پر حضرت ابو بکر نے کھڑے ہو کر کہا اے جماعت انصار! اللہ تمہیں جزائے خیر عطا فرمائے اور تمہارے اس بولنے والے کو ثابت قدم رکھے اللہ کی قسم! اگر تم اس کے علاوہ کچھ اور کرتے تو ہماری تم سے صلح نہ ہوتی۔ پھر حضرت زید بن ثابت نے حضرت ابو بکر کا ہاتھ پکڑ کر کہا یہی تمہارے خلیفہ ہیں ان سے بیعت ہو جاؤ۔[1]

حضرت قاسم بن محمدؒ فرماتے ہیں کہ جب نبی کریم ﷺ کا انتقال ہوا تو حضرات انصارؓ حضرت سعد بن عبادہؓ کے پاس جمع ہوئے پھر حضرت ابو بکر، حضرت عمر اور حضرت ابو عبیدہ بن جراحؓ بھی ان حضرات کے پاس آگئے۔ چنانچہ حضرت حباب بن المنذرؓ جو کہ بدری صحابی ہیں۔ انہوں نے کھڑے ہو کر کہا کہ ایک امیر ہم میں سے ہو اور ایک امیر تم میں سے۔ اللہ کی قسم! اے جماعت (مہاجرین) ہم اس امارت میں تم سے حسد نہیں رکھتے ہیں لیکن ہمیں اس بات کا خطرہ ہے کہ کہیں یہ امارت ان لوگوں کے ہاتھ میں نہ آجائے جن کے باپ اور بھائیوں کو ہم نے (مختلف غزوات میں) قتل کیا ہے (اور وہ لوگ امیر بن کر ہم سے انتقام لینے لگ جائیں) تو ان سے حضرت عمرؓ نے کہا کہ جب ایسا ہو تو تمہیں (ان کے مقابلہ میں) مر جانا چاہئے۔ پھر حضرت ابو بکر نے گفتگو فرمائی اور فرمایا ہم امیر ہوں اور تم وزیر (امیر کے مددگار) اور یہ امارت ہمارے اور تمہارے درمیان بالکل دو برابر حصوں میں ہو جیسے کہ کھجور کا پتا بالکل دو برابر حصوں میں تقسیم ہو جاتا ہے۔ چنانچہ حضرت بشیر بن سعد ابو النعمانؓ نے لوگوں میں سے سب سے پہلے (حضرت ابو بکر سے) بیعت کی۔ جب تمام لوگ حضرت ابو بکر (کے خلیفہ بننے) پر متفق ہو گئے تو انہوں نے لوگوں میں کچھ مال تقسیم کیا اور انہوں نے حضرت زید بن ثابتؓ کے ذریعہ بنو عدی بن نجار قبیلہ کی ایک بڑھیا کے پاس اس کا حصہ بھیجا۔ اس نے پوچھا یہ کیا ہے؟ حضرت زید نے کہا حضرت ابو بکر نے (مال تقسیم کیا ہے اور اس میں سے) عورتوں کو بھی اتنا حصہ دیا ہے۔ اس بڑھیا نے کہا کیا تم مجھے دین پر رشوت دیتے ہو؟ انہوں نے کہا نہیں۔ اس بڑھیا نے کہا کیا تمہیں اس بات کا ڈر ہے کہ میں جس دین پر قائم ہوں اسے چھوڑ دوں گی؟ انہوں نے کہا نہیں۔ اس پر اس بڑھیا نے کہا اللہ کی قسم! میں اس میں سے کچھ نہیں لوں گی۔ چنانچہ حضرت زید نے واپس آکر حضرت ابو بکر کو اس بڑھیا کی ساری بات بتائی تو حضرت ابو بکر نے کہا ہم بھی اس بڑھیا کو دے چکے ہیں اس میں سے کچھ نہیں لیں گے۔[2]

۱۔ اخرجه الطیالسی وابن سعد (ج ۳ ص ۱۵۱) وابن ابی شیبة والبیهقی (ج ۸ ص ۱۴۳) وغیر هم کما فی کنز العمال (ج ۳ ص ۱۳۱) وقال الهیثمی (ج ۵ ص ۱۸۳) رواه الطبرانی واحمد ورجاله رجال الصحیح انتهی واخرجه الطبرانی عن ابی طلحةؓ بنحوه کما فی الکنز (ج ۳ ص ۱۴۰)

۲۔ اخرجه ابن سعد وابن جریر کذافی کنز العمال (ج ۳ ص ۱۳۰)

جہاد کا باب

کس طرح نبی کریم ﷺ اور آپؐ کے صحابہ رضی اللہ عنہم اللہ کے راستہ میں جہاد کیا کرتے تھے اور اللہ اور اس کے رسول ﷺ کی دعوت کیلئے ہر حال میں نکلا کرتے تھے، چاہے ہلکے ہوں یا بوجھل، دل چاہے یا نہ چاہے اور تنگی اور فراخی اور سردی اور گرمی ہر زمانے میں اسکے لئے تیار رہتے تھے۔

نبی کریم ﷺ کا جہاد میں جان لگانے اور مال خرچ کرنے کے لئے ترغیب دینا

حضرت ابو ایوب انصاریؓ فرماتے ہیں کہ ہم لوگ مدینہ میں تھے کہ حضورؐ نے فرمایا کہ مجھے خبر ملی ہے کہ ابو سفیان کا تجارتی قافلہ (شام کی طرف سے بہت سامال لیکر) آرہا ہے۔ کیا آپ لوگ چاہتے ہیں کہ ہم لوگ اس قافلہ کا مقابلہ کرنے کے لیے (مدینہ سے) نکلیں؟ شاید اللہ تعالیٰ اس قافلے کا سارا سامان ہمیں بطور مال غنیمت دے دے۔ ہم نے کہا جی ہاں (ہم نکلنا چاہتے ہیں) چنانچہ آپ تشریف لے چلے اور ہم بھی (آپ کے ساتھ) نکلے۔ جب ہم ایک یا دو دن چل چکے تو آپ نے ہم سے فرمایا قریش کو تمہارے نکلنے کی خبر ہو گئی ہے (اور وہ تم سے لڑنے کے لیئے تیار ہو کر آگئے ہیں) تو قریش کے اس لشکر (سے لڑنے) کے بارے میں تم لوگوں کی کیا رائے ہے؟ ہم نے کہا نہیں، اللہ کی قسم! ہم میں ان سے لڑنے کی طاقت نہیں ہے ہمارا تو تجارتی قافلہ سے مقابلہ کا ارادہ تھا۔ آپ نے پھر فرمایا۔ قریش کے اس لشکر (سے لڑنے) کے بارے میں تم لوگوں کی کیا رائے ہے؟ ہم نے وہی جواب دیا۔ پھر حضرت مقداد بن عمروؓ نے کھڑے ہو کر کہا یا رسول اللہ! آپ سے اس موقع پر وہ نہیں کہیں گے جو (ایسے موقع پر) موسیٰ علیہ السلام کی قوم نے ان سے کہا تھا کہ تو

اور تیرا رب اور تم دونوں لڑو ہم تو یہیں بیٹھے ہیں۔ حضرت ابو ایوب کہتے ہیں کہ (حضرت مقداد کے اس ایمان افروز جواب پر) پر ہم انصار کو تمنا ہوئی کہ ہم بھی حضرت مقداد جیسا جواب دیتے تو بہت زیادہ مال ملنے سے زیادہ محبوب ہوتا۔ چنانچہ اس بارے میں اللہ تعالیٰ نے اپنے رسول اللہ ﷺ پر یہ آیات نازل فرمائیں۔

كَمَآ اَخْرَجَكَ رَبُّكَ مِنْۢ بَيْتِكَ بِالْحَقِّ ۪ وَاِنَّ فَرِيْقًا مِّنَ الْمُؤْمِنِيْنَ لَكٰرِهُوْنَ

ترجمہ: "جیسے نکالا تجھ کو تیرے رب نے تیرے گھر سے حق کام کے واسطے اور ایک جماعت اہل ایمان کی راضی نہ تھی"۔[1]

حضرت انسؓ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے بدر جانے کے بارے میں مشورہ لیا جس پر حضرت ابو بکرؓ نے اپنی رائے پیش کی۔ آپ نے صحابہؓ سے دوبارہ رائے لی تو حضرت عمرؓ نے اپنی رائے پیش کی۔ آپ نے پھر صحابہؓ سے رائے لی اس پر ایک انصاری نے کہا اے جماعت انصار! رسول اللہ ﷺ تم لوگوں سے رائے لینا چاہتے ہیں۔ اس پر ایک انصاری نے عرض کیا یا رسول اللہ (اگر آپ بدر جانا چاہتے ہیں تو) ہم آپ کو ویسا جواب نہیں دیں گے جیسا جواب موسیٰ علیہ السلام کو بنو اسرائیل نے دیا تھا کہ (اے موسیٰ) تو جا اور تیرا رب اور تم دونوں لڑو ہم تو یہیں بیٹھے ہیں۔ بلکہ ہم تو یہ عرض کریں گے کہ قسم ہے اس ذات کی جس نے آپ کو حق دے کر بھیجا ہے اگر آپ (یمن کی) بستی برک الغماد تک کا بھی (طویل) سفر کریں تو بھی ہم آپ کا ساتھ دیں گے۔[2]

حضرت انسؓ فرماتے ہیں کہ جب حضور ﷺ کو ابو سفیان کے (تجارتی قافلہ کے ملک شام سے) آنے کی اطلاع ملی تو آپ نے صحابہؓ سے مشورہ کیا۔ حضرت ابو بکرؓ نے کچھ مشورہ دیا۔ آپ نے ان سے منہ پھیر لیا۔ پھر حضرت عمرؓ نے اپنا مشورہ دیا آپ نے ان سے بھی منہ پھیر لیا اس پر حضرت سعد بن عبادہؓ نے کہا کہ حضورؐ ہماری رائے لینا چاہتے ہیں۔ اس ذات کی قسم جس کے قبضہ میں میری جان ہے، اگر آپ ہمیں اس بات کا حکم دیں کہ ہم اپنی سواریاں سمندروں میں ڈالدیں تو ہم ان کو سمندروں میں ڈال دیں گے اور اگر آپ ہمیں اس بات کا حکم دیں کہ ہم برک الغماد تک اپنی سواریوں پر سفر کریں تو ہم ایسا ضرور کریں گے (اس پر خوش

---

[1] اخرجه ابن ابی حاتم وابن مردویه واللفظ له عن ابی عمران کذا فی البدایة (ج ۳ ص ۲۶۳)، وقد ذکر بتمامه فی مجمع الزوائد (ج ٦ ص ۷۳) ثم قال (ج ٦ ص ۷٤) رواه الطبرانی واسناده حسن انتهی

[2] وقد اخرجه الامام احمد کما فی البدایة (ج ۳ ص ۲۶۳) قال ابن کثیر هذا اسناد ثلاثی صحیح علی شرط الصحیح

ہو کر) حضورؐ نے لوگوں کو (اس قافلہ کے مقابلہ کے لیئے چلنے کا) حکم دیا۔[1]

حضرت علقمہ بن وقاص لیثیؓ فرماتے ہیں کہ حضور ﷺ بدر کے لیئے روانہ ہوئے۔ جب آپ روحاء مقام پر پہنچے توآپ نے لوگوں سے مخاطب ہو کر فرمایاکہ تمہاری کیارائے ہے؟ حضرت ابو بکرؓ نے کہایارسول اللہ! ہمیں یہ خبر ملی ہے کہ وہ (کفار) بہت ہتھیار لے کر بڑی تعداد میں آئے ہیں۔آپ نے پھر لوگوں سے مخاطب ہو کر فرمایا تم لوگوں کی کیا رائے ہے؟ تو حضرت عمرؓ نے حضرت ابو بکر جیسی بات کہی۔آپ نے پھر لوگوں سے مخاطب ہو کر فرمایا تم لوگوں کی کیارائے ہے؟ اس پر حضرت سعد بن معاذ نے کہا یارسول اللہ آپ ہماری رائے لینا چاہتے ہیں؟ اس ذات کی قسم جس نے آپ کو یہ شرف بخشااورآپ پر کتاب نازل فرمائی! نہ تو میں کبھی اس راستہ پر چلا ہوں اور نہ مجھے اس کا کچھ علم ہے لیکن اگر آپ یمن کے برک الغماد تک جائیں گے تو ہم بھی آپ کے ساتھ ساتھ وہاں تک جائیں گے اور ہم ان لوگوں کی طرح سے نہیں ہوں گے جنھوں نے موسیٰ علیہ السلام سے کہہ دیا تھا:

اِذْهَبْ اَنْتَ وَرَبُّكَ فَقَاتِلَاۤ اِنَّا هٰهُنَا قٰعِدُوْنَ

"آپ جائیں اورآپ کا رب بھی جائےآپ دونوں لڑائی کریں۔ہم تو یہاں بیٹھے ہیں" بلکہ ہم تو یہ کہتے ہیں: اِذْهَبْ اَنْتَ وَرَبُّكَ فَقَاتِلَاۤ اِنَّا مَعَكُمْ مُتَّبِعُوْنَ

"آپ بھی جائیں اورآپ کا رب بھی جائےآپ دونوں لڑائی کریں اور ہم بھی آپ کے ساتھ ساتھ ہیں"۔ ہو سکتاہے کہ آپ تو کسی اور کام کے ارادے سے چلے ہوں اور اب اللہ تعالیٰ کچھ اور کام کروانا چاہتے ہوں یعنی آپ تو قافلہ ابو سفیان کے مقابلہ کے ارادے سے چلے تھے لیکن اب اللہ تعالیٰ چاہتے ہیں کہ کافروں کے اس لشکر سے لڑا جائے تو جو اللہ تعالیٰ کروانا چاہتے ہیں آپ اسے دیکھیں اوراسے کریں اس لیئے اب (ہماری طرف سےآپ کو ہر طرح کا پورا اختیار ہے اب) آپ جس سے چاہیں تعلقات بنائیں اور جس سے چاہیں تعلقات ختم کردیں اور جس سے چاہیں دشمنی رکھیں اور جس سے چاہیں صلح کرلیں اور ہمارا جتنامال چاہیں لے لیں۔ چنانچہ حضرت سعد کے اس جواب پر یہ قرآن نازل ہوا۔

كَمَاۤ اَخْرَجَكَ رَبُّكَ مِنْۢ بَيْتِكَ بِالْحَقِّ وَاِنَّ فَرِيْقًا مِّنَ الْمُؤْمِنِيْنَ لَكٰرِهُوْنَ

ترجمہ: "جیسے نکالا تجھ کو تیرے رب نے تیرے گھر سے حق کام کے واسطے اور ایک

---

[1] عند الامام احمد كذافي البداية (ج ٣ص ٢٦٣) واخرجه ابن عساكر ايضاً عن انس بنحوه كما في كنز العمال (ج ٥ص ٢٧٣)

جماعت اہل ایمان کی راضی نہ تھی۔"[1] اموی نے اپنی مغازی میں اس حدیث کو ذکر کیا ہے اور اس میں یہ مضمون مزید ہے کہ آپ ہمارا جتنا مال چاہیں لے لیں اور جتنا چاہیں ہمیں دے دیں اور جو آپ ہم سے لیں گے وہ ہمیں اس سے زیادہ محبوب ہو گا جو آپ ہمارے پاس چھوڑ دیں گے اور آپ جو حکم دیں گے ہمارا معاملہ اس حکم کے تابع ہو گا۔ اللہ کی قسم! اگر آپ غمدان کے برک تک چلتے چلتے پہنچ جائیں تو ہم بھی آپ کے ساتھ وہاں تک جائیں گے اور اس کو ابن اسحاق نے اس طرح بیان کیا ہے کہ حضرت سعد بن معاذؓ نے کہا اللہ کی قسم! ایسا معلوم ہوتا ہے کہ یا رسول اللہ! آپ ہماری رائے لینا چاہتے ہیں۔ آپ نے فرمایا ہاں۔ حضرت سعد نے کہا ہم آپ پر ایمان لا چکے ہیں اور آپ کی تصدیق کر چکے ہیں اور گواہی دے چکے ہیں کہ آپ جو کچھ لے کر آئے ہیں وہ حق ہے اور ہم نے آپ کو اس بات پر عہد و پیمان دیا ہے کہ ہم آپ کی ہر بات سنیں گے اور مانیں گے۔ یا رسول اللہ! آپ نے جس چیز کا ارادہ کیا ہے کہ اسے کر گزریں ہم آپ کے ساتھ ہیں۔ اس ذات کی قسم جس نے آپ کو حق دے کر بھیجا ہے اگر آپ ہمیں سمندر کے سامنے لے جائیں اور آپ سمندر میں گھس جائیں تو ہم بھی آپ کے ساتھ سمندر میں گھس جائیں گے ہمارا ایک آدمی بھی پیچھے نہیں رہے گا۔ اگر کل آپ ہمیں ساتھ لے کر ہمارے دشمن سے لڑیں تو ہمیں یہ بالکل ناگوار نہ ہو گا ہم بڑے جم کر لڑنے والے ہیں اور بڑی بہادری سے دشمن کا مقابلہ کرتے ہیں۔ ہو سکتا ہے کہ کل کو اللہ تعالیٰ ہمارے ہاتھوں آپ کو کوئی ایسا کارنامہ دکھائے جس سے آپ کی آنکھیں ٹھنڈی ہو جائیں۔ اللہ برکت عطا فرمائے آپ تشریف لے چلیں۔ حضرت سعد کے اس جواب سے حضورؐ بہت زیادہ خوش ہوئے اور آپ کی طبیعت میں اس سے بڑی نشاط پیدا ہوئی۔ پھر آپ نے فرمایا چلو اور تمہیں خوشخبری ہو کیونکہ اللہ تعالیٰ نے مجھ سے ان دو جماعتوں (قافلہ ابو سفیان اور لشکر کفار) میں سے ایک جماعت (پر غلبہ دینے) کا وعدہ فرمایا ہے اللہ کی قسم مجھے اس وقت وہ جگہیں نظر آ رہی ہیں جہاں کل یہ کافر (قتل ہو کر) گریں گے۔[2]

حضرت انسؓ فرماتے ہیں کہ حضور ﷺ نے حضرت بسبسؓ کو جاسوسی کے لیئے بھیجا کہ دیکھ کر آئیں کہ ابو سفیان کا قافلہ کیا کر رہا ہے؟ چنانچہ وہ (حضورؐ کی خدمت میں) واپس آئے اور اس وقت گھر میں میرے اور حضورؐ کے علاوہ اور کوئی نہ تھا۔ راوی کہتے ہیں کہ حضرت انس نے حضورؐ کی جن بعض عورتوں کے بارے میں بتایا کہ وہ بھی گھر میں موجود تھیں میں ان کو نہیں جانتا۔ حضرت بسبس نے حضورؐ کو تمام حالات بتائے۔ حضورؐ نے گھر سے باہر تشریف لا

---

[1] اخرجه ابن مردويه كذافي البداية (ج ۳ ص ۲٦٤) [2] كذافي البداية (ج ۳ ص ۲٦۲)

کر (صحابہؓ سے) فرمایا ہم ایک قافلہ کو تلاش کرنا چاہتے ہیں لہذا جس کی سواری موجود ہے وہ تو اس پر سوار ہو کر ہمارے ساتھ چل پڑے۔ بعض لوگ حاضر ہو کر اجازت لینے لگے کہ ہماری سواریاں مدینہ کے بالائی حصہ میں ہیں ہم وہاں سے سواریاں لے آتے ہیں۔ آپ نے فرمایا" نہیں" جس کی سواری یہاں موجود ہو وہ ہی ہمارے ساتھ چلے۔ چنانچہ حضورؐ اور آپ کے صحابہؓ چلے اور مشرکین سے پہلے بدر پہنچ گئے۔ اور مشرکین بھی آگئے۔ حضورؐ نے فرمایا جب تک میں کوئی کام نہ کرلوں اس وقت تک تم میں سے کوئی بھی وہ کام نہ کرے چنانچہ مشرکین بالکل قریب آگئے۔ تو حضورؐ نے فرمایا اٹھو اور ایسی جنت کی طرف بڑھو جس کی چوڑائی آسمانوں اور زمین کے برابر ہے۔ حضرت عمیر بن حمام انصاریؓ نے عرض کیا یا رسول اللہ! ایسی جنت جس کی چوڑائی آسمانوں اور زمین کے برابر ہے؟ آپ نے فرمایا ہاں۔ حضرت عمیر نے کہا واہ واہ! حضورؐ نے فرمایا تم واہ واہ کیوں کہہ رہے ہو؟ انہوں نے کہا یا رسول اللہ! اللہ کی قسم! صرف اس امید پر کہہ رہا ہوں کہ میں بھی جنت والوں میں سے ہو جاؤں۔ آپؐ نے فرمایا تم جنت والوں میں سے ہو۔ پھر وہ اپنی جھولی میں سے نکال کر کھجوریں کھانے لگے۔ پھر کہنے لگے۔ ان کھجوروں کے کھانے تک میں زندہ رہوں یہ تو بڑی لمبی زندگی ہے۔ یہ کہہ کر ان کھجوروں کو پھینک دیا اور شہید ہونے تک کافروں سے لڑتے رہے۔ رحمہ اللہ۔[1]

ابن اسحاق کی روایت میں اس طرح ہے کہ پھر حضور ﷺ (کفار مکہ کے آنے کی خبر سننے کے بعد) لوگوں کے پاس باہر تشریف لائے اور لوگوں کو ترغیب دیتے ہوئے فرمایا اس ذات کی قسم جس کے قبضہ میں محمد کی جان ہے! آج جو ان کافروں سے جنگ کرے گا اور صبر کرتے ہوئے اللہ تعالیٰ سے ثواب کی امید میں آگے بڑھتے ہوئے شہید ہو گا اور پشت نہیں پھیرے گا اللہ تعالیٰ اسے ضرور جنت میں داخل کر دیں گے۔ بنو سلمہ کے حضرت عمیر بن حمامؓ کے ہاتھ میں کھجوریں تھیں جنہیں وہ کھا رہے تھے یہ سن کر انہوں نے کہا واہ واہ! کیا میرے اور جنت میں داخل ہونے کے درمیان صرف یہی چیز حائل ہے کہ یہ (کافر) لوگ مجھے قتل کر دیں؟ یہ کہہ کر کھجوریں ہاتھ سے پھینک دیں اور تلوار لے کر کافروں سے لڑتے ہوئے یہ اشعار پڑھ رہے تھے۔

رکضاً الی اللّٰہ بغیر زاد — الا التقی و عمل المعاد

والصبر فی اللّٰہ علی الجہاد — و کل زاد عرضۃ النفاد

غیر التقی و البر و الرشاد

---

[1] اخرجه الا مام احمد ورواه مسلم ایضا کذافی البدایة (ج ۳ ص ۲۷۷) واخرجه البیهقی (ج ۹ ص ۹۹) ایضا بطوله والحاکم (ج ۳ ص ٤٢٦) مختصراً

میں (ظاہری) توشہ لیے بغیر اللہ کی طرف دوڑ رہا ہوں۔ البتہ تقویٰ اور آخرت والے عمل اور جہاد میں اللہ کے لیئے صبر کرنے کا توشہ ضرور ساتھ ہے۔ اور تقوی اور نیکی اور ہدایت کے علاوہ ہر توشہ ضرور ختم ہو جائے گا۔[1]

حضرت ابن عباسؓ فرماتے ہیں کہ طائف سے واپس آنے کے چھ ماہ بعد میں حضور ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوا۔ پھر اللہ تعالیٰ نے آپ کو غزوہ تبوک کا حکم دیا۔ یہ وہ غزوہ جس کا اللہ تعالیٰ نے قرآن میں ساعۃ العسرہ (تنگی کی گھڑی) کے نام کے ساتھ ذکر کیا ہے۔ یہ غزوہ سخت گرمی میں ہوا تھا اس وقت منافقین کا زور بھی بڑھ رہا تھا اور اصحاب صفہ کی تعداد بھی بڑھ رہی تھی۔ صفہ ایک چبوترے کا نام ہے جس پر فقر و فاقہ والے مسلمان جمع رہتے تھے۔ ان کو کھانا بھی خوب کھلاتے اور ان کو لڑائی کا سامان بھی دیتے۔ یہ حضرات بھی مسلمانوں کے ساتھ لڑائی میں شریک ہوتے اور مسلمان بھی ان حضرات پر ثواب لینے کی نیت سے خرچ کیا کرتے۔ چنانچہ (غزوہ تبوک کے اس موقع پر) حضورؐ نے مسلمانوں کو ثواب لینے کی نیت سے اللہ کے راستہ میں خرچ کرنے کا حکم دیا چنانچہ مسلمانوں نے ثواب کی نیت سے خوب خرچ کیا اور کچھ (منافق) لوگوں نے بھی خرچ کیا۔ لیکن ان کی نیت ثواب لینے کی نیت سے خوب دکھاوے اور خود کو مسلمان ظاہر کرنے کی تھی) اور بہت سے نادار مسلمانوں کے لیئے سواری کا انتظام ہو گیا لیکن پھر بھی بہت سے مسلمان (سواری کے بغیر) رہ گئے۔ اس دن سب سے زیادہ مال حضرت عبدالرحمٰن بن عوفؓ نے خرچ کیا۔ چنانچہ انہوں نے دو سو اوقیہ چاندی یعنی آٹھ ہزار درہم اللہ کے راستہ میں دیئے اور حضرت عمر بن خطابؓ نے ایک سو اوقیہ چاندی یعنی چار ہزار درہم دیئے اور حضرت عاصم انصاریؓ نے نوے وسق (تقریباً پونے پانچ سو من) کھجور دی۔ حضرت عمر بن خطاب نے عرض کیا یا رسول اللہ میرے خیال میں حضرت عبدالرحمٰن (اتنا زیادہ خرچ کر کے) گناہ گار ہو گئے ہیں کیونکہ انہوں نے اپنے گھر والوں کے لیئے کچھ نہیں چھوڑا ہے۔ چنانچہ حضور ﷺ نے ان سے پوچھا کہ تم نے اپنے گھر والوں کے لیئے کچھ چھوڑا ہے؟ انہوں نے کہا جی ہاں۔ جتنا میں لایا ہوں اس سے زیادہ اور اس سے عمدہ (چھوڑ کر آیا ہوں) آپ نے فرمایا کتنا؟ انہوں نے عرض کیا اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول نے جس رزق اور خیر کا وعدہ کیا ہے وہ چھوڑ کر آیا ہوں۔ حضرت ابو عقیل نامی انصاری صحابی نے ایک صاع (ساڑھے تین سیر) کھجور لا کر دی۔ اور منافقوں نے جب مسلمانوں کے اس طرح خرچ کرنے کو دیکھا تو ایک دوسرے کو آنکھ سے اشارے کرنے لگے جب کوئی زیادہ لاتا تو آنکھ

[1] كذافي البداية (ج ٣ ص ٢٧٧)

سے اشارے کر کے کہتے کہ یہ ریاکار ہے (دکھاوے کے لیئے زیادہ لایا ہے) اور جب کوئی اپنی طاقت کے مطابق تھوڑی کھجوریں لاتا تو کہتے کہ یہ جو لایا ہے اسکا تو یہ خود ہی زیادہ محتاج ہے چنانچہ جب حضرت ابو عقیل ایک صاع کھجور لائے تو انہوں نے کہا کہ میں آج ساری رات دو صاع کھجور مزدوری کے بدلے میں پانی کھینچتا رہا ہوں۔ اللہ کی قسم! ان دو صاع کے علاوہ میرے پاس کچھ نہیں تھا۔ وہ عذر بھی بیان کر رہے تھے۔ (کم خرچ کرنے پر) شرما بھی رہے تھے اور ان دو صاع میں سے ایک صاع یہاں لایا ہوں اور دوسرا صاع اپنے گھر والوں کے لیئے چھوڑ آیا ہوں۔ اس پر منافقوں نے کہا اسے تو اپنے صاع کھجوروں کی دوسروں سے زیادہ ضرورت ہے اور منافقین اس طرح آنکھوں سے اشارے اور زبان سے ایسی باتیں بھی کرتے جاتے تھے اور ان کے مالدار اور غریب سب اس انتظار میں تھے کہ ان صدقات میں سے انہیں بھی کچھ مل جائے۔ جب حضور ﷺ کی روانگی کا وقت قریب آگیا تو منافق بہت زیادہ اجازت مانگنے لگے اور انہوں نے گرمی کی بھی شکایت کی اور یہ بھی کہا کہ اگر وہ اس سفر میں گئے تو انہیں آزمائش میں مبتلا ہو جانے کا خطرہ ہے اور اپنی جھوٹی باتوں پر اللہ کی قسم بھی کھاتے تھے۔ حضورؐ ان کو اجازت دیتے رہے آپ کو معلوم نہیں تھا کہ ان کے دلوں میں کیا ہے؟ ان میں سے ایک گروہ نے مسجد نفاق بھی بنائی جس میں بیٹھ کر وہ ابو عامر فاسق اور کنانہ بن عبد یالیل اور علقمہ بن علاثہ عامری کا انتظار کر رہے تھے۔ ابو عامر ہرقل کے پاس گیا ہوا تھا۔ (ابو عامر ہرقل کو حضورؐ کے خلاف فوج کشی پر آمادہ کرنے کے لیئے گیا تھا اور یہ مسجد مسلمانوں کے خلاف مشورے کرنے کے لیئے بنائی تھی) اور انہی کے بارے میں سورت برات تھوڑی تھوڑی نازل ہو رہی تھی اور اس میں ایک ایسی آیت نازل ہوئی جس کے بعد کسی کے لیئے جہاد سے رہ جانے کی گنجائش نہیں تھی۔ جب اللہ تعالیٰ نے اِنْفِرُوْا خِفَافًا وَّثِقَالًا آیت نازل فرمائی کہ "تم ہلکے ہو یا بھاری۔ ہر حال میں اللہ کی راہ میں نکلو۔" تو مخلص اور پکے مسلمان جو کمزور اور بیمار اور غریب تھے انہوں نے حضورؐ کی خدمت میں آکر شکایت کی کہ اب تو اس غزوہ میں نہ جانے کی کوئی گنجائش نہیں رہی۔ اور منافقین کے بہت سے گناہ ابھی تک چھپے ہوئے تھے جو بعد میں ظاہر ہوئے اور بہت سے (منافق) لوگ اس غزوہ میں نہ گئے۔ نہ انہیں (خدا پر) یقین تھا اور نہ کسی قسم کی بیماری تھی۔ یہ سورت بڑی تفصیل کے ساتھ آپ پر نازل ہو رہی تھی اور آپ کا ساتھ دینے والوں کا سارا حال بتا رہی تھی۔ یہاں تک کہ آپ تبوک پہنچ گئے اور وہاں سے حضرت علقمہ بن مجزز مدلجیؓ کو فلسطین اور حضرت خالد بن ولیدؓ کو دومۃ الجندل حضور ﷺ نے بھیجا۔ اور (حضرت خالد سے) حضور ﷺ نے فرمایا تم جلدی جاؤ تم

(دومۃ الجندل کے بادشاہ کو) باہر نکل کر شکار کرتا ہوا پاؤ گے تو اسے پکڑ لینا۔ چنانچہ ایسا ہی ہوا۔ حضرت خالد نے اسے پایا اور اسے پکڑ لیا۔ جب (مسلمانوں کی طرف سے) کوئی تکلیف اور مشقت کی خبر آتی تو منافق مدینہ میں لوگوں کو خوب پریشان کرتے۔ چنانچہ انہیں جب یہ خبر ملتی کہ مسلمانوں کو بڑی مشقت اور مجاہدہ برداشت کرنا پڑا تو ایک دوسرے کو خوشخبری دیتے اور بہت خوش ہوتے اور کہتے ہمیں تو یہ پہلے سے معلوم تھا (کہ سفر میں بڑی مشقت اٹھانی پڑے گی) اور اسی وجہ سے ہم اس سفر میں جانے سے روک بھی رہے تھے۔ اور جب انہیں مسلمانوں کی خیریت اور سلامتی کی خبر ملتی تو بڑے غمگین ہو جاتے۔ منافقوں کے جتنے دشمن مدینہ میں مود تھے ان سب کو منافقوں کی اس دلی کیفیت کا یعنی نفاق اور مسلمانوں سے کدورت کا اچھی طرح سے پتہ چل گیا۔ اور ہر دیہاتی اور غیر دیہاتی منافق کوئی نہ کوئی خفیہ طور پر ناپاک حرکت کر رہا تھا۔ بالآخر یہ سب کچھ کھل کر سامنے آگیا۔ اور ہر معذور اور بیمار مسلمان کی حالت یہ تھی کہ وہ اس انتظار میں تھا کہ اللہ تعالیٰ جو آیتیں اپنی کتاب میں نازل فرما رہے ہیں ان آیتوں میں (مدینہ میں رہنے کی اجازت کی) گنجائش والی آیت بھی نازل ہو جائے۔ سورت برات تھوڑی تھوڑی اترتی رہی (اور اس میں ایسے مضامین نازل ہوتے رہے جن کی وجہ سے) لوگ مسلمانوں کے بارے میں طرح طرح کے گمان کرنے لگے اور مسلمان اس بات سے ڈرنے لگے کہ توبہ کے ذیل میں ان کے ہر چھوٹے بڑے گناہ کے بارے میں اس سورت میں ضرور کوئی نہ کوئی سزا نازل ہو جائے گی یہاں تک کہ سورت برات پوری ہو گئی اور عمل کرنے والے ہر کارکن (مسلمان اور منافق) کے بارے میں اس سورت میں واضح کر دیا گیا کہ وہ ہدایت پر ہے یا گمراہی پر ہے[1]

حضرت عبداللہ بن ابی بکر بن حزم کہتے ہیں کہ حضور ﷺ کی عادت شریفہ یہ تھی کہ غزوہ میں جس طرف جانے کا ارادہ ہوتا (اس کا اظہار نہ فرماتے) بلکہ ایسا انداز اختیار کرتے جس سے کسی اور طرف جانے کا ارادہ معلوم ہو لیکن غزوہ تبوک میں (آپ نے یہ انداز اختیار نہ کیا بلکہ) صاف طور سے فرمایا اے لوگو! اس دفعہ روم والوں سے لڑنے کا ارادہ ہے۔ چنانچہ آپ نے اپنا ارادہ صاف صاف ظاہر فرما دیا اس وقت لوگ بڑے نادار تھے۔ گرمی سخت پڑ رہی تھی اور سارے علاقہ میں قحط سالی تھی اور پھل پک چکے تھے اور لوگ (تیار پھلوں کو کاٹنے کے لیئے) اپنے باغات میں (اور شدت گرمی سے بچنے کے لیئے) اپنی سایہ دار جگہوں میں رہنا

---

[1] اخرجه ابن عساکر (ج ۱ ص ۱۰۵) وذکر فی کنز العمال (ج ۱ ص ۲۴۹) عن ابن عساکر و ابن عائذ بطوله

چاہتے تھے اور ان جگہوں کو چھوڑ کر (گرمی میں سفر پر) جانا بالکل پسند نہیں تھا۔ اس غزوہ کی تیاری فرماتے ہوئے حضورؐ نے ایک دن جد بن قیس (منافق) کو کہا اے جد! بنو اصفر (رومیوں) سے لڑنے کا تمہارا ابھی خیال ہے؟ اس نے کہا یا رسول اللہ! آپ مجھے (یہاں رہنے کی) اجازت دے دیں اور مجھے آزمائش میں نہ ڈالیں۔ میری قوم کو یہ بات معلوم ہے کہ مجھ سے زیادہ عورتوں سے متاثر ہونے والا کوئی نہیں ہے مجھے ڈر ہے کہ بنو اصغر (رومیوں) کی عورتوں کو دیکھ کر میں کہیں فتنہ میں نہ پڑ جاؤں۔ یا رسول اللہ! آپ مجھے اجازت دیدیں۔ آپ نے اس سے منہ پھیرتے ہوئے فرمایا ہاں اجازت ہے۔ اس پر اللہ تعالیٰ نے یہ آیت نازل فرمائی:

وَمِنْهُمْ مَّنْ يَّقُوْلُ ائْذَنْ لِّيْ وَلَا تَفْتِنِّيْ ۭ اَلَا فِي الْفِتْنَةِ سَقَطُوْا ۭ

ترجمہ: "بعضے ان میں کہتے ہیں مجھ کو رخصت دے اور گمراہی میں نہ ڈال۔ سنتا ہے، وہ تو گمراہی میں پڑ چکے ہیں۔" اس آیت کا مطلب یہ ہے کہ رومیوں کی عورتوں کے فتنہ سے ڈر کر مدینہ رہنا چاہتا ہے اور حضورؐ کے ساتھ جانا نہیں چاہتا ہے یہ مدینہ میں اس وقت رہ جانا اور حضورؐ کے ساتھ نہ جانا خود بڑا فتنہ اور زبردست گمراہی ہے جس میں وہ مبتلا ہو چکا ہے۔

وَاِنَّ جَهَنَّمَ لَمُحِيْطَةٌ بِالْكٰفِرِيْنَ

ترجمہ: "اور بیشک دوزخ گھیر رہی ہے کافروں کو۔" یہاں کافر سے وہ منافق مراد ہیں جو بہانہ بنا کر پیچھے رہ جانا چاہتے تھے۔ یہ ایک منافق نے کہا لا تنفروا فی الحر مت کوچ کرو گرمی میں، اس پر یہ آیت نازل ہوئی

قُلْ نَارُ جَهَنَّمَ اَشَدُّ حَرًّا ۭ لَوْ كَانُوْا يَفْقَهُوْنَ

"تو کہہ دوزخ کی آگ سخت گرم ہے۔ اگر ان کو سمجھ ہوتی۔" پھر حضور ﷺ اپنے سفر کی زور شور سے تیاری کرنے لگے اور لوگوں کو اللہ کے راستے میں جان دینے کو کہا اور مالداروں کو اللہ کے راستے میں سواریاں دینے اور خوب خرچ کرنے کی ترغیب دی۔ چنانچہ مالدار لوگوں نے ثواب لینے کے شوق میں خوب سواریاں دیں اور اس غزوہ میں حضرت عثمانؓ نے اتنا زیادہ خرچ کیا کہ ان سے زیادہ کوئی نہ کر سکا اور دو سو اونٹ سواری کے لیئے دیئے۔[1]

حضرت ابن عباسؓ فرماتے ہیں جب حضورؐ نے غزوہ تبوک کے لیئے جانے کا ارادہ فرمایا تو جد بن قیس سے کہا۔ بنو اصفر رومیوں سے لڑنے کے بارے میں تمہارا کیا خیال ہے؟ اس

---

[1] اخرجه البیهقی من طریق ابن اسحاق کذافی التاریخ لا بن عساکر (ج ۱ ص ۱۰۸) واخرجه البیهقی فی السیر (ج ۹ ص ۳۳) عن عروۃ مختصراً وذکره فی البدایة (ج ۵ ص ۳) عن ابن اسحاق عن الزهری ویزید بن رومان وعبدالله بن ابی بکر وعاصم بن عمر بنحوه

نے کہا یا رسول اللہ! میں تو بہت سی عورتوں والا ہوں۔ (ان کے بغیر نہیں رہ سکتا ہوں) میں تو رومیوں کی عورتوں کو دیکھ کر فتنہ میں پڑ جاؤں گا۔ کیا آپ مجھے یہاں رہ جانے کی اجازت دیدیں گے؟ مجھے (ساتھ لے جاکر) فتنہ میں نہ ڈالیں۔ چنانچہ اللہ تعالیٰ نے یہ آیت نازل فرمائی:

وَمِنْهُمْ مَّنْ يَّقُوْلُ ائْذَنْ لِّيْ وَلَا تَفْتِنِّيْ ۚ اَلَا فِي الْفِتْنَةِ سَقَطُوْا ۔ [1]

ابن عساکر نے بیان کیا ہے کہ حضور ﷺ نے مختلف قبیلوں اور اہل مکہ کی طرف آدمی بھیجے جو ان سے دشمن کے مقابلے میں جانے کا مطالبہ کریں۔ چنانچہ حضرت بریدہ بن حصیبؓ کو قبیلہ اسلم کی طرف بھیجا اور ان سے فرمایا فرع بستی تک پہنچ جانا اور حضرت ابو رہم غفاریؓ کو ان کی قوم کی طرف بھیجا اور ان سے فرمایا کہ اپنی قوم کو ان کے علاقہ میں جمع کرلیں اور حضرت ابو واقد لیثیؓ اپنی قوم کی طرف گئے اور حضرت ابو جعد ضمریؓ ساحل سمندر پر اپنی قوم کی طرف گئے اور حضورؐ نے حضرت رافع بن مکیث اور حضرت جندب بن مکیثؓ کو قبیلہ جہینہ کی طرف بھیجا اور حضرت نعیم بن مسعودؓ کو قبیلہ اشجع کی طرف بھیجا اور حضورؐ نے قبیلہ بنو کعب بن عمرو میں حضرت بدیل بن ورقاء اور حضرت عمرو بن سالم اور حضرت بشر بن سفیانؓ کی جماعت کو بھیجا اور قبیلہ سلیم کی طرف چند صحابہؓ کو بھیجا جن میں حضرت عباس بن مرداسؓ بھی تھے حضورؐ نے مسلمانوں کو جہاد میں جانے کی خوب ترغیب دی اور انہیں (اللہ کے راستے میں) مال خرچ کرنے کا حکم دیا۔ چنانچہ حضرات صحابہؓ نے بھی بہت دل کھول کر خوب خرچ کیا اور سب سے پہلے حضرت ابو بکر صدیقؓ لائے اور وہ اپنا سارا مال لائے تھے کہ جو چار ہزار درہم تھا تو ان سے حضور ﷺ نے فرمایا کیا تم نے اپنے گھر والوں کے لیئے کچھ چھوڑا ہے؟ تو حضرت ابو بکر نے عرض کیا ہاں اللہ اور اس کے رسول کو (گھر چھوڑ کر آیا ہوں) پھر حضرت عمرؓ اپنا آدھا مال لے کر آئے۔ ان سے حضورؐ نے پوچھا کیا تم نے اپنے گھر والوں کے لیئے کچھ چھوڑا ہے؟ انہوں نے عرض کیا کہ جتنا لایا ہوں اس کا آدھا (چھوڑ کر آیا ہوں لیکن دوسری روایت میں یہ ہے کہ جتنا لایا ہوں اتنا ہی چھوڑ کر آیا ہوں) حضرت ابو بکر صدیق جو مال لے کر آئے جب اس کی خبر حضرت عمر کو ملی تو حضرت عمر نے فرمایا کہ جب بھی کسی نیکی میں ہمارا آپس میں مقابلہ ہوا تو ہمیشہ حضرت ابو بکر اس نیکی میں مجھ سے آگے نکلے ہیں۔ حضرت عباس بن عبد المطلبؓ اور حضرت طلحہ بن عبید اللہؓ بھی بہت سا مال حضورؐ کی خدمت میں لے کر آئے اور حضرت عبد الرحمٰن بن عوفؓ حضورؐ کی خدمت میں دو سو اوقیہ چاندی یعنی آٹھ ہزار درہم لائے اور

[1] اخرجه الطبرانی قال الهیثمی (ج ۷ ص ۳۰) وفیه یحیی الحمانی وهو ضعیف

حضرت سعد بن عبادہؓ بھی بہت سارا مال لائے اور اسی طرح حضرت محمد بن مسلمہؓ بھی اور حضرت عاصم بن عدیؓ نے نوے وسق (تقریباً پونے پانچ سو من) کھجور دی اور حضرت عثمان بن عفانؓ نے تہائی لشکر کے لیئے تمام ضروری سامان دیا۔ حتی کہ یہ کہا گیا کہ اب ان کو مزید کسی چیز کی ضرورت نہیں ہے یہاں تک کہ مشکیزوں کی سلائی کے لیئے موٹی سوئی کا بھی انتظام کیا۔ چنانچہ یہ بتایا جاتا ہے کہ اس دن حضور ﷺ نے فرمایا تھا کہ اس کے بعد عثمان کچھ بھی کرلیں ان کا کوئی نقصان نہ ہوگا۔ مالداروں نے مال خرچ کرنے کی نیکی میں خوب ذوق شوق سے حصہ لیا اور انہوں نے یہ سب کچھ محض اللہ کی رضا اور ثواب حاصل کرنے کے شوق میں کیا اور جو حضرات ان مالداروں سے مال میں کم تھے انہوں نے بھی اپنے سے کمتر مال والوں کی خوب مدد کی اور ان کی قوت کا ذریعہ بنے۔ یہاں تک کہ بعض اپنا اونٹ لا کر ایک دو آدمیوں کو دیے دیتے کہ تم دونوں اس پر باری باری سوار ہوتے رہنا اور دوسرا آدمی کچھ خرچ لاتا اور اس غزوہ میں جانے والے کو دیدیتا یہاں تک کہ عورتیں بھی اپنی طاقت اور ہمت کے مطابق ان نکلنے والوں کی مدد کر رہی تھیں۔ چنانچہ حضرت ام سنان اسلمیہؓ کہتی ہیں کہ میں نے دیکھا کہ حضرت عائشہؓ کے گھر میں حضور ﷺ کے سامنے ایک کپڑا بچھا ہوا ہے جس پر کنگن، بازوبند، پازیب، بالیاں، انگوٹھیاں اور بہت سے زیور رکھے ہوئے ہیں۔ اور اس غزوہ کی تیاری کے لیے عورتوں نے جانے والوں کی مدد کے لیے جو زیورات بھیجے تھے ان سے وہ کپڑا بھرا ہوا تھا۔ لوگ ان دنوں سخت تنگی میں تھے اور اس وقت پھل بالکل پک چکے تھے اور سایہ دار جگہیں بڑی مرغوب ہو گئی تھیں۔ لوگ گھروں میں رہنا چاہتے تھے اور ان حالات کی بنا پر گھروں سے جانے پر بالکل راضی نہیں تھے اور حضورؐ نے زیادہ زور شور سے تیاری شروع فرمادی اور ثنیۃ الوداع میں جا کر آپ نے اپنے لشکر کا پڑاؤ ڈال دیا۔ لوگوں کی تعداد بہت زیادہ تھی۔ کسی ایک رجسٹر میں سب کے نام آنہیں سکتے تھے۔ اور جو بھی اس غزوہ سے غائب ہونا چاہتا تھا اسے معلوم تھا کہ اس کے غائب ہونے کا اس وقت تک کسی کو پتہ نہیں چلے گا جب تک کہ اس کے بارے میں اللہ کی طرف سے وحی نازل نہ ہو چنانچہ جب حضور ﷺ نے سفر شروع کرنے کا پختہ عزم فرمالیا تو آپ نے مدینہ میں حضرت محمد بن مسلمہؓ کو خلیفہ مقرر فرمایا بعض لوگ کہتے ہیں کہ آپ نے حضرت محمد بن مسلمہؓ کو خلیفہ بنایا تھا۔ اور حضورؐ نے یہ بھی فرمایا کہ جوتے زیادہ مقدار میں ساتھ لے کر چلو کیونکہ جب تک آدمی جوتی پہنے رہتا ہے وہ گویا کہ سوار ہی رہتا ہے۔ جب حضورؐ نے سفر شروع فرمادیا تو ابن ابی (منافق) اور منافقین کو لے کر پیچھے رہ گیا اور یوں کہنے لگا کہ محمد (ﷺ) بنو اصفر رومیوں سے لڑنا چاہتے ہیں حالانکہ

مسلمانوں کی بری حالت ہو رہی ہے اور گرمی سخت پڑ رہی ہے اور یہ سفر بہت دور کا ہے اور مقابلہ بھی ایسے لشکر سے ہے جن سے لڑنے کی حضورؐ میں طاقت نہیں ہے کیا محمد یہ سمجھتے ہیں کہ بنو اصفر رومیوں سے لڑنا کھیل ہے؟ اور اس کے منافق ساتھیوں نے بھی اسی طرح کی باتیں کیں اور حضور ﷺ اور آپ کے صحابہؓ کے بارے میں پریشان کن خبریں پھیلانے کے لیئے اس نے یہ کہا کہ اللہ کی قسم! میں تو دیکھ رہا ہوں کہ حضورؐ کے تمام صحابہؓ کل کو رسیوں میں بندھے ہوئے ہوں گے جب حضورؐ نے ثنیۃ الوداع سے سفر شروع فرمایا اور چھوٹے اور بڑے جھنڈوں کو لہرایا تو چھوٹے جھنڈوں میں سے سب سے بڑا جھنڈا حضرت ابو بکر کو اور بڑے جھنڈوں میں سے سب سے بڑا جھنڈا حضرت زبیرؓ کو دیا اور قبیلہ اوس کا جھنڈا حضرت اسید بن حضیرؓ کو اور قبیلہ خزرج کا جھنڈا حضرت ابو دجانہؓ کو دیا۔ بعض کہتے ہیں کہ خزرج کا جھنڈا حضرت حباب بن منذرؓ کو دیا۔ حضورؐ کے ساتھ تیں ہزار کا لشکر تھا اور دس ہزار گھوڑے تھے۔ حضور ﷺ نے انصار کے ہر خاندان کو حکم دیا کہ اپنے چھوٹے بڑے جھنڈے لے لیں۔ اور عرب کے دوسرے قبائل کے بھی اپنے اپنے چھوٹے اور بڑے جھنڈے تھے۔ [1]

حضور ﷺ کا اپنے مرض الوفات میں حضرت اسامہ رضی اللہ عنہ (کے لشکر) کو بھیجنے کا اہتمام فرمانا اور پھر حضرت ابو بکر صدیقؓ کا اپنے ابتداء خلافت کے زمانہ میں ان کو بھیجنے کا زیادہ اہتمام فرمانا

حضرت اسامہ بن زیدؓ فرماتے ہیں کہ حضور ﷺ نے انہیں (فلسطین کے) مقام ابنی والوں پر صبح صبح حملہ کر دینے اور ان کے گھروں کے جلا دینے کا حکم دیا۔ پھر حضورؐ نے حضرت اسامہ سے فرمایا اللہ کا نام لے کر چلو۔ چنانچہ حضرت اسامہ (حضورؐ کے دیئے ہوئے) اپنے جھنڈے کو لہراتے ہوئے باہر نکلے اور وہ جھنڈا انہوں نے حضرت بریدہ بن حصیب اسلمیؓ کو دیا وہ اسے لے کر حضرت اسامہ کے گھر آئے۔ اور حضورؐ کے فرمانے پر حضرت اسامہ نے مقام جرف پر پڑاؤ ڈالا اور انہوں نے اپنا لشکر وہاں ٹھہرایا جہاں آج سقایہ سلیمان بنا ہوا ہے لوگ نکل نکل کر وہاں آنے لگے جو اپنی ضروریات سے فارغ ہو جاتا وہ اپنے لشکر کی اس قیام گاہ

---

[1] ذکرہ ابن عساکر (ج ۱ ص ۱۱۰) انتھی بحذف یسیر

کو آجاتا اور جو فارغ نہ ہوتا وہ اپنی ضروریات کو پورا کرنے میں لگا رہتا۔ مہاجرین اولین میں سے ہر آدمی اس غزوہ میں شریک ہوا۔ حضرت عمر بن خطاب، حضرت ابو عبیدہ، حضرت سعد بن ابی وقاص حضرت ابو الاعور سعید بن زید بن عمرو بن نفیلؓ اور دیگر مہاجرین اور انصار بھی بہت سارے تھے۔ حضرت قتادہ بن نعمان اور حضرت سلمہ بن اسلم بن حریشؓ وغیرہ حضرات، کچھ مہاجرین نے جن میں حضرت عیاش بن ابی ربیعہؓ پیش پیش تھے اور بڑے زوروں میں تھے۔ کہا اس لڑکے (اسامہ) کو مہاجرین اولین کا امیر بنایا جا رہا ہے چنانچہ اس بارے میں گفتگو کا خاصہ چرچا ہوا۔ حضرت عمر بن خطاب نے جب اس طرح کی کچھ بات سنی تو انہوں نے بولنے والے کی فوراً تردید کی اور حضورؐ کی خدمت میں آ کر یہ ساری بات بتا دی جس پر حضور ﷺ کو بڑا غصہ آیا۔ آپ نے (بیماری کی وجہ سے) اپنے سر پر پٹی باندھ رکھی تھی اور چادر اوڑھ رکھی تھی۔ (چنانچہ آپ اپنے گھر سے باہر تشریف لائے) پھر آپ منبر پر تشریف فرما ہوئے اور اللہ تعالیٰ کی حمد و ثناء بیان کی۔ پھر آپ نے فرمایا امابعد، اے لوگو! میں نے اسامہ کو جو امیر بنایا ہے اس بارے میں آپ لوگوں میں سے کچھ لوگوں کی طرف سے کچھ بات پہنچی ہے وہ کیا بات ہے؟ اللہ کی قسم! آج تم نے میرے اسامہ کو امیر بنانے کے بارے میں اعتراض کیا ہے تو اس سے پہلے اس کے والد (حضرت زید بن حارثہ رضی اللہ عنہ) کو میرے امیر بنانے کے بارے میں اعتراض کر چکے ہو۔ حالانکہ اللہ کی قسم! وہ امیر بننے کے قابل تھا اور اب ان کے بعد ان کا بیٹا امیر بننے کے قابل ہے اور جیسے وہ (حضرت اسامہ کے والد) مجھے سب سے زیادہ محبوب تھے ایسے ہی یہ (اسامہ) لوگوں میں سب سے زیادہ محبوب ہے اور یہ دونوں (باپ بیٹا) ہر خیر کے کام کے بالکل مناسب ہیں تم اس (اسامہ) کے بارے میں میری طرف سے خیر اور بھلے کی وصیت قبول کرو کیونکہ وہ تمہارے پسندیدہ اور منتخب لوگوں میں سے ہے۔ پھر حضورؐ منبر سے نیچے تشریف لائے اور اپنے گھر تشریف لے گئے۔ یہ ہفتہ کا دن تھا اور ربیع الاول کی دس تاریخ تھی۔ حضرت اسامہ کے ساتھ جانے والے مسلمان حضورؐ سے الوداعی ملاقات کے لیے آنے لگے ان میں حضرت عمر بن خطاب بھی تھے۔ حضورؐ (ہر ایک سے) یہی فرماتے جاتے تھے کہ اسامہ کا لشکر روانہ کرو۔ (حضرت اسامہ کی والدہ) حضرت ام ایمنؓ نے حضورؐ کی خدمت میں آ کر عرض کیا یا رسول اللہ! آپ کے روبصحت ہونے تک اسامہ کو اپنی اسی چھاؤنی (جرف) میں ہی رہنے دیں (اور ابھی ان کو روانہ نہ کریں) اگر وہ اسی حالت میں چلے گئے تو وہ کچھ کر نہیں سکیں گے (ان کی ساری توجہ آپ کی بیماری کا حال معلوم کرنے کی طرف لگی رہے گی) حضور ﷺ نے (ان کو بھی یہی) فرمایا اسامہ کا لشکر روانہ کرو۔ چنانچہ تمام لوگ

(جرف کی) چھاؤنی کو چلے گئے اور سب نے وہاں اتوار کی رات گزاری۔ اتوار کے دن حضرت اسامہ (مزاج پرسی کے لیئے) حضورؐ کی خدمت میں مدینہ آئے اور حضورؐ کی طبیعت بڑی نڈھال تھی اور آپ پر غشی طاری تھی۔ یہ وہی دن ہے جس میں گھر والوں نے حضورؐ کو دوا پلائی تھی۔ جب حضرت اسامہ حضورؐ کی خدمت میں حاضر ہوئے تو ان کی آنکھوں میں سے آنسو بہہ رہے تھے اور آپ کے پاس حضرت عباسؓ اور ازواج مطہرات آپ کے ارد گرد تھیں۔ حضرت اسامہ نے جھک کر حضور ﷺ کا بوسہ لیا۔ حضورؐ بول نہیں سکتے تھے۔ آپ اپنے دونوں ہاتھ اٹھا کر حضرت اسامہ پر رکھ رہے تھے۔ حضرت اسامہ فرماتے ہیں۔ میں سمجھ گیا کہ حضورؐ میرے لیئے دعا فرما رہے ہیں۔ میں وہاں سے اپنے لشکر کی قیام گاہ کو واپس آگیا۔ پیر کے دن حضور کو کچھ افاقہ ہوا۔ حضرت اسامہ اپنے لشکر کی قیام گاہ سے پھر حضورؐ کی خدمت میں صبح کو حاضر ہوئے۔ حضورؐ نے ان سے فرمایا اللہ (تمہارے سفر میں) برکت فرمائے تم روانہ ہو جاؤ۔ چنانچہ حضرت اسامہ حضورؐ سے رخصت ہوئے۔ حضور کو اس وقت افاقہ تھا اور آپ کے آرام کی خوشی میں ازواج مطہرات ایک دوسرے کی کنگھی کرنے لگیں۔ حضرت ابو بکر نے خدمت میں حاضر ہو کر عرض کیا یا رسول اللہ! الحمد اللہ آج آپ کو افاقہ ہے۔ آج (میری بیوی) بنت خارجہ کا دن ہے مجھے (اس کے ہاں جانے کی) اجازت دیدیں۔ حضور ﷺ نے ان کو اجازت دے دی۔ چنانچہ وہ (عوالی مدینہ میں) سخ محلّہ (میں اپنے گھر) چلے گئے۔ حضرت اسامہ سوار ہو کر اپنے لشکر کی قیام گاہ کو چلے اور اپنے ساتھیوں میں اعلان کر دیا کہ سب وہاں پہنچ جائیں۔ لشکر کی قیام گاہ میں پہنچ کر حضرت اسامہ سواری سے اترے اور لوگوں کو کوچ کا حکم دیا دن چڑھ چکا تھا۔ حضرت اسامہ سوار ہو کر جرف سے روانہ ہونا ہی چاہتے تھے کہ ان کے پاس ان کی والدہ حضرت ام ایمنؓ کا قاصد پہنچا کہ حضورؐ دنیا سے تشریف لے جا رہے ہیں۔ حضرت اسامہ مدینہ کو چل پڑے۔ ان کے ساتھ حضرت عمر اور حضرت ابو عبیدہؓ بھی تھے۔ جب یہ حضرات حضورؐ کی خدمت میں پہنچے تو حضورؐ کے آخری لمحات تھے۔ حضور ﷺ کا انتقال بارہ ربیع الاول پیر کے دن زوال کے قریب ہوا۔ جرف میں جتنے مسلمان (جانے کے لیئے تیار ہو کر) ٹھہرے ہوئے تھے وہ سب مدینہ آگئے۔ حضرت بریدہ بن حصیب نے حضرت اسامہ کا جھنڈا حضور ﷺ کے دروازے کے قریب زمین میں گاڑ دیا۔ جب حضرت ابو بکرؓ کی بیعت ہو گئی تو انہوں نے حضرت بریدہ کو حکم دیا کہ وہ جھنڈا حضرت اسامہ کے گھر لے جائیں اور جب تک حضرت اسامہ مسلمانوں کو لے کر غزوہ میں نہ چلے جائیں اس جھنڈے کو نہ کھولیں۔ حضرت بریدہ فرماتے ہیں کہ میں جھنڈا لے کر حضرت اسامہ کے گھر گیا پھر اس

جھنڈے کو لے کر ملک شام حضرت اسامہ کے ساتھ گیا۔ پھر میں اسے لے کر (شام سے) حضرت اسامہ کے گھر واپس آیا اور وہ جھنڈا اسی طرح ان کے گھر میں یونہی بندھا رہا یہاں تک کہ ان کا انتقال ہو گیا۔ جب عربوں کو حضورؐ کے انتقال کی خبر ملی۔ اور بہت سے عرب اسلام سے مرتد ہو گئے تو حضرت ابو بکر نے حضرت اسامہ سے کہا تمہیں حضورؐ نے جہاں جانے کا حکم دیا تم (اپنا لشکر لے کر) وہاں چلے جاؤ۔ چنانچہ لوگ پھر (مدینہ سے) نکلنے لگے اور اپنی پہلی جگہ جا کر پڑاؤ ڈالنے لگے۔ اور حضرت بریدہ بھی جھنڈا لے کر آئے اور پہلی قیام گاہ پر پہنچ گئے۔ حضرت ابو بکر کا حضرت اسامہ کے لشکر کو بھیجنا بڑے بڑے مہاجرین اولین کو بڑا شاق گزرا چنانچہ حضرت عمر، حضرت عثمان، حضرت ابو عبیدہ، حضرت سعد بن ابی وقاص اور حضرت سعید بن زیدؓ نے حضرت ابو بکرؓ کی خدمت میں حاضر ہو کر عرض کیا اے خلیفہ رسول اللہ! ہر طرف عرب کے لوگ آپ کی اطاعت چھوڑ بیٹھے ہیں (ان حالات میں) آپ اس پھیلے ہوئے بڑے لشکر کو بھیج کر اور اپنے سے جدا کر کے کچھ نہیں کر سکیں گے (آپ اس لشکر کو یہاں ہی رکھیں) اور ان سے مرتدین کے فتنہ کو ختم کرنے کا کام لیں۔ ان کو مرتدین کے مقابلہ کے لیئے بھیجیں اور دوسری بات یہ ہے کہ ہمیں مدینہ پر اچانک حملہ کا خطرہ ہے۔ اور یہاں (مسلمانوں کی) عورتیں اور بچے ہیں۔ ابھی آپ روم کی لڑائی کو رہنے دیں۔ جب اسلام اپنی پہلی حالت پر آ کر مضبوط ہو جائے اور مرتدین یا تو اسلام میں واپس آ جائیں جس سے اب وہ نکل گئے ہیں یا تلوار سے ان کا خاتمہ ہو جائے تو پھر آپ حضرت اسامہؓ کو (روم) بھیج دیں۔ ہمیں پورا اطمینان ہے کہ رومی (اس وقت) ہماری طرف نہیں آ رہے (لہذا ان کے روکنے کے لیئے حضرت اسامہؓ کے لشکر کو ابھی بھیجنے کی ضرورت نہیں ہے) جب حضرت ابو بکرؓ نے ان کی پوری بات سن لی تو فرمایا کیا تم میں کوئی کچھ اور کہنا چاہتا ہے؟ انہوں نے کہا نہیں۔ آپ نے ہماری بات اچھی طرح سن لی ہے۔ آپ نے کہا اس ذات کی قسم! جس کے قبضہ میں میری جان ہے اگر مجھے اس بات کا یقین ہو جائے کہ (اگر میں اس لشکر کو بھیجوں گا تو) درندے مجھے مدینہ میں آ کر کھا جائیں گے تو بھی میں اس لشکر کو ضرور بھیجوں گا۔ (اور خلیفہ بننے کے بعد میں سب سے پہلے یہی کام کرنا چاہتا ہوں) اس سے پہلے میں کوئی اور کام نہیں کرنا چاہتا ہوں اور (اس لشکر کو جانے سے) کیسے (روکا جا سکتا ہے) جب کہ حضورؐ پر آسمان سے وحی اترتی تھی اور آپ فرماتے تھے کہ اسامہؓ کے لشکر کو روانہ کرو۔ ہاں ایک بات ہے جو میں اسامہؓ سے کرنا چاہتا ہوں کہ عمر (نہ جائیں اور) ہمارے پاس رہ جائیں کیونکہ ہمارا ان کے بغیر کام نہیں چل سکتا ہمیں ان کی یہاں ضرورت ہے اللہ کی قسم! مجھے معلوم

نہیں ہے کہ وہ ایسا کریں گے یا نہیں۔ اگر انہوں نے ایسا نہ کیا تو اللہ کی قسم۔ میں ان کو مجبور نہیں کروں گا۔ آنے والے حضرات سمجھ گئے کہ حضرت ابو بکرؓ نے حضرت اسامہؓ کے لشکر کو بھیجنے کا پختہ ارادہ کر رکھا ہے اور حضرت ابو بکر چل کر حضرت اسامہؓ سے ملنے ان کے گھر گئے اور حضرت عمر کو (مدینہ میں) چھوڑ جانے کے بارے میں ان سے بات کی جس پر وہ راضی ہو گئے۔ حضرت ابو بکرؓ نے ان سے یہ بھی کہا کہ کیا آپ نے (عمر کو یہاں رہنے کی) خوشی خوشی اجازت دی ہے ؟ حضرت اسامہؓ نے کہا جی ہاں۔ باہر آکر اپنے منادی کو حکم دیا کہ وہ یہ اعلان کر دے کہ میری طرف سے اس بات کی پوری تاکید ہے کہ رسول کریم ﷺ کی زندگی میں جو بھی حضرت اسامہ کے ساتھ ان کے اس لشکر میں جانے کے لیئے تیار ہو گیا تھا اب وہ ہرگز اس لشکر سے پیچھے نہ رہے (ضرور ساتھ جائے) اور ان میں سے جو اس لشکر کے ساتھ نہ گیا اور وہ میرے پاس لایا گیا تو میں اس کو یہ سزا دوں گا کہ اسے پیدل چل کر اس لشکر میں شامل ہونا ہو گا اور جن حضرات مہاجرین نے حضرت اسامہؓ کی امارت کے بارے میں گفتگو کی تھی انہیں بلایا اور ان پر سختی کی اور ان کے (اس لشکر کے ساتھ) آنے کو ضروری قرار دیا۔ چنانچہ ایک بھی انسان لشکر سے پیچھے نہ رہا اور حضرت ابو بکرؓ حضرت اسامہؓ اور مسلمانوں کو رخصت کرنے کے لیئے نکلے۔ اس لشکر کی تعداد تین ہزار تھی اور ان میں ایک ہزار گھوڑے تھے جب حضرت اسامہؓ اپنے ساتھیوں کو لے کر اپنی سواری پر جرف سے سوار ہوئے تو حضرت ابو بکر ؓ تھوڑی دیر حضرت اسامہؓ کے ساتھ چلے پھر (مسافر کو رخصت کرنے کی (دعا پڑھی)

استودع اللّٰہ دینک واما نتک وخواتیم اعمالک

اور فرمایا (اس سفر میں جانے کا) تمہیں حضورؐ نے حکم دیا تھا۔ تم حضورؐ کے ارشاد کی وجہ سے جاؤ۔ نہ میں نے تم کو اس کا حکم دیا ہے اور نہ میں تمہیں اس سے روک سکتا ہوں۔ حضورؐ جس کام کا حکم دے گئے تھے میں تو وہ کام پورا کروا رہا ہوں۔ پھر حضرت اسامہؓ تیزی سے روانہ ہوئے اور ان کا ایسے علاقوں سے گزر ہوا جو پر سکون تھے اور وہاں کے لوگ مرتد نہیں ہوئے تھے جیسے قضاعہ کے جہینہ وغیرہ قبیلے۔ جب حضرت اسامہؓ وادی قری پہنچے تو انہوں نے بنو عذرہ کے حریث نامی آدمی کو اپنا جاسوس بنا کر آگے بھیجا جو اپنی سواری پر سوار ہو کر حضرت اسامہؓ سے پہلے روانہ ہوا اور چلتے چلتے (مطلوبہ شہر) ابنی تک پہنچ گیا۔ اس نے وہاں کے حالات کو غور سے دیکھا اور (لشکر کے لیئے) مناسب راستہ تلاش کیا۔ پھر وہ تیزی سے واپس لوٹا اور ابنی سے دو راتوں کی مسافت پہلے وہ حضرت اسامہؓ کے پاس پہنچ گیا اور اس نے انہیں بتایا کہ لوگ بالکل غافل ہیں (انہیں مسلمانوں

کے لشکر کے آنے کی کوئی خبر نہیں ہے) اور ان کا لشکر بھی جمع نہیں ہوا اور انہیں مشورہ دیا کہ اب (لشکر کو لے کر) تیزی سے چلیں تاکہ ان کے لشکروں کے جمع ہونے سے پہلے ہی ان پر اچانک حملہ کیا جا سکے۔[1]

حضرت حسن بن ابی الحسنؒ فرماتے ہیں کہ حضور ﷺ نے اپنے انتقال سے پہلے اہل مدینہ اور اس کے اطراف سے ایک لشکر تیار فرمایا جن میں حضرت عمر بن خطابؓ بھی تھے اور حضرت اسامہؓ بن زیدؓ کو اس لشکر کا امیر بنایا ان حضرات نے ابھی خندق بھی پار نہیں کی تھی کہ حضورؐ کا انتقال ہو گیا۔ حضرت اسامہؓ لوگوں کو لے کر ٹھہر گئے اور حضرت عمر سے کہا کہ آپ رسول اللہ ﷺ کے خلیفہ کے پاس واپس جائیں اور ان سے (ہمارے لیئے واپس آنے کی) اجازت لیں تاکہ وہ مجھے اجازت دیں تو ہم سب لوگ مدینہ واپس چلے جائیں کیونکہ میرے ساتھ بڑے بڑے جلیل القدر صحابہ کرامؓ لشکر میں ہیں اور مجھے خطرہ ہے کہ کہیں مشرکین خلیفہ رسول اللہ پر اور حضورؐ کے گھر والوں اور مسلمانوں کے گھر والوں پر اچانک حملہ نہ کریں اور انصار نے کہا اگر حضرت ابو بکرؓ ہمارے جانے کا ہی فیصلہ کریں تو ان کو ہماری طرف سے یہ پیغام دیکر مطالبہ کریں کہ وہ ہمارا امیر ایسے آدمی کو بنا دیں جو عمر میں حضرت اسامہؓ سے بڑا ہو۔ چنانچہ حضرت عمر حضرت اسامہؓ کا یہ پیغام لے کر گئے اور حضرت ابو بکرؓ کو جا کر حضرت اسامہؓ کی ساری بات بتا دی۔ حضرت ابو بکرؓ نے فرمایا کہ اگر کتے اور بھیڑیئے مجھے اچک لیں (مجھے مدینہ سے اٹھا کر لے جائیں یا مجھے پھاڑ ڈالیں) تو بھی میں حضورؐ کے فیصلہ کو واپس نہیں لے سکتا ہوں۔ پھر حضرت عمر نے کہا مجھے انصار نے کہا تھا کہ میں آپ کو ان کا یہ پیغام پہنچا دوں کہ وہ یہ چاہتے ہیں کہ آپ ان کا امیر ایسے آدمی کو بنا دیں جو عمر میں حضرت اسامہؓ سے بڑا ہو۔ حضرت ابو بکرؓ بیٹھے ہوئے تھے یہ سن کر ایک دم جھپٹے اور حضرت عمر کی داڑھی پکڑ کر کہا اے ابن الخطاب! تیری ماں تجھے گم کرے (یعنی تم مر جاؤ) حضورؐ نے ان کو امیر بنایا ہے اور تم مجھے کہہ رہے ہو کہ میں ان کو امارت سے ہٹا دوں۔ حضرت عمرؓ وہاں سے نکل کر لوگوں کے پاس آئے لوگوں نے ان سے پوچھا کہ آپ کیا کر کے آئے۔ حضرت عمر نے کہا چلو اپنا سفر شروع کرو۔ تمہاری مائیں تمہیں گم کریں آج تو مجھے تمہاری وجہ سے خلیفہ رسول اللہ کی طرف سے بہت کچھ برداشت کرنا پڑا۔ پھر حضرت ابو بکرؓ خود ان لوگوں کے پاس آئے۔ اور ان

---

[1] اخرجه ابن عساكر (ج ١ ص ١٢٠) من طريق الزهرى عن عروة كذافى مختصر ابن عساكر وقد ذكر فى كنز العمال (ج ٥ ص ٣١٢) عن ابن عساكر من طريق الواقدى عن اسامةؓ واشار اليه الحافظ فى فتح البارى (ج ٨ ص ١٠٧)

لوگوں کو خوب ہمت دلائی اور ان کو اس طرح رخصت کیا کہ حضرت ابو بکرؓ خود پیدل چل رہے تھے اور حضرت اسامہؓ سوارا تھے اور حضرت عبدالرحمٰن بن عوفؓ حضرت ابو بکرؓ کی سواری کی لگام پکڑ کر چل رہے تھے حضرت اسامہؓ نے کہا اے خلیفہ رسول اللہ! یا تو آپ بھی سوار ہو جائیں یا پھر میں بھی نیچے اتر کر پیدل چلتا ہوں۔ حضرت ابو بکرؓ نے کہا اللہ کی قسم! نہ تم اترو گے اور اللہ کی قسم! نہ میں سوار ہوں گا۔ اس میں کیا حرج ہے کہ میں تھوڑی دیر اپنے پاؤں اللہ کے راستہ میں غبار آلود کر لوں کیونکہ غازی جو قدم بھی اٹھاتا ہے اس کے لیئے ہر قدم پر سات سو نیکیاں لکھی جاتی ہیں اور اس کے سات سو درجے بلند کئے جاتے ہیں اور اس کے سات سو گناہ مٹائے جاتے ہیں۔ جب حضرت ابو بکرؓ ان کو رخصت کر کے واپس آنے لگے تو انہوں نے حضرت اسامہؓ سے کہا اگر آپ مناسب سمجھو تو حضرت عمر کو میری مدد کے لیئے یہاں چھوڑ جاؤ۔ چنانچہ حضرت اسامہؓ نے حضرت عمر کو مدینہ حضرت ابو بکرؓ کے پاس رہ جانے کی اجازت دیدی۔[1]

حضرت عروہؒ فرماتے ہیں جب صحابہؓ (حضرت ابو بکرؓ کی) بیعت سے فارغ ہو گئے اور سب پوری طرح مطمئن ہو گئے تو حضرت ابو بکرؓ نے حضرت اسامہؓ کو فرمایا تمہیں حضور ﷺ نے جہاں جانے کا حکم دیا تھا تم وہاں چلے جاؤ۔ کچھ مہاجرین اور انصار نے حضرت ابو بکرؓ سے گفتگو کی اور کہا آپ حضرت اسامہؓ اور ان کے لشکر کو روک لیں کیونکہ ہمیں ڈر ہے کہ حضورؐ کی وفات کا سن کر تمام عرب ہم پر ٹوٹ پڑیں گے حضرت ابو بکرؓ تمام صحابہؓ میں معاملات کے اعتبار سے سب سے زیادہ سمجھدار اور مضبوط تھے۔ انہوں نے کہا کیا میں اس لشکر کو روک لوں جسے رسول اللہ ﷺ نے بھیجا تھا؟ اگر میں ایسا کروں تو یہ میری بہت بڑی جسارت ہو گی۔ اس ذات کی قسم! جس کے قبضہ میں میری جان ہے سارے عرب مجھ پر ٹوٹ پڑیں یہ مجھے اس بات سے زیادہ پسند ہے کہ میں اس لشکر کو جانے سے روک دوں جسے حضورؐ نے روانہ فرمایا تھا۔ اے اسامہؓ! تم اپنے لشکر کو لے کر وہاں جاؤ جہاں جانے کا تمہیں حکم ہوا تھا اور فلسطین کے جس علاقہ میں جا کر لڑنے کا حضورؐ نے تمہیں حکم دیا تھا وہاں جا کر اہل موتہ سے لڑو۔ تم جنہیں یہاں چھوڑ کر جا رہے ہو اللہ ان کیلئے کافی ہیں لیکن اگر تم مناسب سمجھو تو حضرت عمر کو یہاں رہنے کی اجازت دے دو۔ میں ان سے مشورہ لیتا رہوں گا اور مدد لیتا رہوں گا کیونکہ ان کی رائے بڑی عمدہ ہوتی ہے اور وہ اسلام کے بڑے خیر خواہ ہیں۔ چنانچہ

[1] اخرجه ابن عساكر ايضا كذافى مختصر ابن عساكر (ج١ص ١١٧) وكنزالعمال(ج ٥ص ٢١٤) وذكره فى البداية (ج ٦ص ٣٠٥) عن سيف عن الحسن مختصراً

حضرت اسامہؓ نے جازت دیدی اور اکثر عرب اور اکثر اہل مشرق اور قبیلہ غطفان والے اور قبیلہ بنو اسد والے اور اکثر قبیلہ اشجع والے اپنے دین کو چھوڑ گئے۔ البتہ قبیلہ بنو طے اسلام کو تھامے رہے اور اکثر صحابہؓ نے حضرت ابو بکر کو کہا۔ حضرت اسامہ اور ان کے لشکر کو روک لو قبیلہ غطفان اور باقی عرب کے جو لوگ مرتد ہو گئے ہیں ان کو ان کے فتنہ کو ختم کرنے کے لئے بھیج دو حضرت ابو بکرؓ نے حضرت اسامہؓ اور ان کے لشکر کو روکنے سے انکار کر دیا اور صحابہ سے کہا تم جانتے ہو کہ حضورؐ کے زمانے سے یہ دستور چلا آرہا ہے کہ جن امور میں نہ تو حضورؐ کی سنت ہمیں معلوم ہو اور نہ ان کے بارے میں قرآن میں کوئی صاف حکم آیا ہو تو ان امور کے بارے میں ہم لوگ مشورہ کیا کرتے تھے۔ تم لوگوں نے اپنا مشورہ دیدیا اب میں تمہیں اپنا مشورہ دیتا ہوں۔ جو تمہیں زیادہ بہتر نظر آئے اسے تم لوگ اختیار کر لو کیونکہ اللہ تعالیٰ تمہیں ہر گز گمراہی پر اکٹھا نہیں ہونے دیں گے اس ذات کی قسم جس کے قبضہ میں میری جان ہے۔ میرے خیال میں سب سے بہتر صورت یہ ہے کہ حضورؐ کو جو آدمی زکوٰۃ میں جانوروں کے ساتھ رسی دیا کرتا تھا اب وہ (جانور تو دے لیکن) رسی نہ دے تو بھی اس کے ساتھ جہاد کیا جائے۔ تمام مسلمانوں نے حضرت ابو بکرؓ کی رائے کو قبول کر لیا اور سب نے دیکھ لیا کہ حضرت ابو بکرؓ کی رائے ان کی رائے سے بہتر ہے۔ چنانچہ حضرت ابو بکرؓ نے حضرت اسامہؓ بن زید کو وہاں بھیجا جہاں جانے کا حضور ﷺ نے انہیں حکم دیا تھا اس غزوے کے بارے میں حضرت ابو بکر نے بالکل صحیح فیصلہ کیا تھا۔ اللہ تعالیٰ نے حضرت اسامہؓ اور ان کے لشکر کو خوب مال غنیمت دیا اور انہیں صحیح سالم اس غزوہ سے واپس فرمایا۔ جب حضرت اسامہؓ روانہ ہوئے تو حضرت ابو بکرؓ (مرتدین کے مقابلہ کے لیئے) مہاجرین اور انصار کی ایک جماعت کو لے کر چلے۔ سارے دیہاتی عرب اپنے بال بچوں کو لے کر بھاگ گئے۔ جب مسلمانوں کو پتہ چلا کہ دیہاتی عرب اپنے بال بچوں کو لے کر بھاگ گئے تو انہوں نے حضرت ابو بکرؓ سے بات کی اور کہا کہ اب آپ مدینہ بچوں اور عورتوں کے پاس واپس چلیں اور اپنے ساتھیوں میں سے ایک آدمی کو لشکر کا امیر بنادیں اور اپنی ذمہ داری اس کے سپرد کر دیں۔ مسلمان حضرت ابو بکرؓ کو کہتے رہے یہاں تک کہ حضرت ابو بکرؓ مدینہ واپسی کے لیئے تیار ہو گئے اور لشکر کا حضرت خالد بن ولیدؓ کو امیر بنادیا اور ان سے فرمایا کہ عرب کے لوگ جب مسلمان ہو جائیں اور زکوۃ دینے لگ جائیں پھر تم میں سے جو واپس آنا چاہے وہ واپس آجائے۔ اس کے بعد حضرت ابو بکرؓ مدینہ واپس ہوئے۔ [1]

---

[1] اخرجه ابن عساكر ايضا كذافي مختصر ابن عساكر (ج۱ص ۱۱۸) وذكره في الكنز (ج ۵ص ۳۱٤)

حضرت عروہؒ فرماتے ہیں کہ جب حضرت ابو بکرؓ کی بیعت ہو گئی اور انصار نے جس امر خلافت کے بارے میں اختلاف کیا تھا وہ سب اس پر متفق ہو گئے اور حضرت ابو بکرؓ نے فرمایا کہ حضرت اسامہؓ کے لشکر (کی روانگی) کا کام مکمل ہو جانا چاہئے۔ عرب کے لوگ مرتد ہو گئے کوئی سارا قبیلہ مرتد ہو گیا کسی قبیلے کے کچھ لوگ مرتد ہو گئے اور نفاق ظاہر ہو گیا اور یہودیت اور نصرانیت سر اٹھا کر دیکھنے لگی اور چونکہ مسلمانوں کے نبی کا ابھی انتقال ہوا تھا اور ان کی تعداد کم تھی اور ان کے دشمن کی تعداد زیادہ تھی اس وجہ سے مسلمانوں کی حالت اس بکری جیسی تھی جو کہ سردی کی رات میں بارش میں بھیگ گئی ہو۔ تو لوگوں نے حضرت ابو بکرؓ سے کہا کہ لے دے کر بس یہی مسلمان ہیں اور جیسے کہ آپ دیکھ رہے ہیں عربوں نے آپ کی اطاعت چھوڑ دی ہے اس لئے آپ کے لئے مناسب نہیں ہے کہ مسلمانوں کی اس جماعت (لشکر اسامہؓ) کو اپنے سے جدا کر کے بھیج دیں۔ تو حضرت ابو بکرؓ نے فرمایا اس ذات کی قسم جس کے قبضہ میں میری جان ہے اگر مجھے یہ یقین ہو جائے کہ درندے مجھے اٹھا کر لے جائیں گے تو بھی میں حضور اقدس ﷺ کے حکم کے مطابق اسامہؓ کے لشکر کو ضرور روانہ کروں گا اور آبادی میں میرے سوا کوئی بھی باقی نہ رہے تو بھی میں اس لشکر کو روانہ کر کے رہوں گا۔[1]

حضرت قاسم اور حضرت عمرۃ روایت کرتے ہیں کہ حضرت عائشہؓ نے فرمایا کہ جب حضور ﷺ کا وصال ہوا تو سارے ہی عرب مرتد ہو گئے اور نفاق سر اٹھا کر دیکھنے لگا۔ اللہ کی قسم میرے والد پر (اس وقت) ایسی مصیبت پڑی تھی کہ اگر وہ مضبوط پہاڑوں پر پڑتی تو وہ ان کو بھی پاش پاش کر دیتی۔ اور حضور ﷺ کے صحابہ کی حالت ایسی ہو گئی تھی جیسے وہ بکری جو رات کے اندھیرے میں بارش میں بھیگ رہی ہو اور درندوں سے بھرے ہوئے علاقہ میں حیران و پریشان ہو۔ اللہ کی قسم! (اس موقع پر) جس بات میں بھی صحابہؓ کا اختلاف ہوتا میرے والد اس کے بگاڑ کو ختم کرتے اور اس کی لگام کو تھام کر مناسب فیصلہ کر دیتے (جس سے سارا اختلاف ختم ہو جاتا۔[2]

حضرت ابو ہریرہؓ فرماتے ہیں کہ اس اللہ کی قسم جس کے سوا کوئی معبود نہیں ہے اگر (حضور ﷺ کے بعد) حضرت ابو بکرؓ خلیفہ نہ بنائے جاتے تو اللہ کی عبادت (دنیا میں) نہ ہوتی۔ حضرت ابو ہریرہؓ نے دوبارہ یہ بات فرمائی اور پھر تیسری مرتبہ فرمائی تو لوگوں نے ان سے کہا اے ابو ہریرہ (ایسی بات کہنے سے) آپ رک جائیں۔ انہوں نے فرمایا (میں یہ بات اس

---

[1] وقد ذكره في البداية (ج ٦ ص ٣٠٤) عن سيف بن عمر عن هشام بن عروة قال ابن كثير وقدروى هذا عن هشام بن عروة عن ابيه عن عائشة [2] وقد اخرجه الطبراني عن عائشة بنحوه قال الهيثمي (ج ٩ ص ٥٠) رواه الطبراني من طرق ورجال احدها ثقات

وجہ سے کہہ رہا ہوں) کہ حضور ﷺ نے سات سو آدمیوں کا لشکر دے کر حضرت اسامہؓ کو ملک شام روانہ فرمایا (مشہور روایت تین ہزار کی ہے اس لیئے بظاہر یہ سات سو کا لشکر قریش میں سے ہوگا) جب حضرت اسامہؓ ذی خشب مقام پر (مدینہ سے باہر) پہنچے تو حضور ﷺ کا وصال ہوگیا اور مدینہ کے اطراف کے عرب مرتد ہوگئے تو حضورؐ کے صحابہ نے حضرت ابو بکرؓ کے پاس جمع ہو کر کہا اے ابو بکر! اس لشکر کو واپس بلا لیں آپ ان کو روم بھیج رہے ہیں حالانکہ مدینہ کے اردگرد کے عرب مرتد ہو رہے ہیں تو انہوں نے فرمایا اس ذات کی قسم جس کے علاوہ کوئی معبود نہیں! اگر کتے حضورؐ کی ازواج مطہرات کی ٹانگوں کو گھسیٹتے پھریں تو بھی میں اس لشکر کو واپس نہیں بلاؤں گا جسے حضورؐ نے روانہ فرمایا ہے اور میں اس جھنڈے کو نہیں کھول سکتا ہوں جسے حضورؐ نے باندھا ہے۔ چنانچہ حضرت ابو بکرؓ نے حضرت اسامہؓ کا لشکر روانہ فرمایا (اور اس کو واپس نہ بلایا) جس کا نتیجہ یہ نکلا کہ یہ لشکر جس قبیلہ کے پاس سے گزرتا جن کا مرتد ہونے کا ارادہ ہوتا وہ قبیلہ والے کہتے اگر مسلمانوں کی (بڑی) قوت نہ ہوتی تو ان کے پاس سے اتنا بڑا لشکر نکل کر نہ آتا۔ ابھی ہم ان مسلمانوں کو (ان کے حال پر) چھوڑ دیتے ہیں۔ ان کو رومیوں سے لڑنے دو (پھر دیکھیں گے) چنانچہ اس لشکر نے رومیوں سے لڑائی کی اور ان کو شکست دی اور انہیں قتل کیا اور صحیح سالم واپس آگیا اور یوں (راستہ کے) تمام عرب قبیلے اسلام پر جمے رہے۔[1]

حضرت سیف روایت کرتے ہیں کہ حضرت ابو بکرؓ حضرت خالدؓ کے شام روانہ ہونے کے بعد بیمار ہو گئے اور چند ماہ کے بعد اسی بیماری میں ان کا انتقال ہوا۔ حضرت ابو بکرؓ کے انتقال کا وقت قریب آچکا تھا اور وہ حضرت عمرؓ کے لیے خلافت طے کر چکے تھے کہ اتنے میں (ملک شام سے) حضرت مثنیٰؓ آئے اور انہوں نے حضرت ابو بکرؓ کو تمام حالات بتائے۔ تو حضرت ابو بکرؓ نے کہا عمر کو میرے پاس بلا لاؤ۔ چنانچہ حضرت عمر آگئے۔ آپ نے ان سے فرمایا اے عمر! جو میں تمہیں کہہ رہا ہوں اسے غور سے سنو اور پھر اس پر عمل کرو۔ میرا اندازہ یہ ہے کہ میں آج انتقال کر جاؤں گا اور یہ پیر کا دن تھا اگر میں ابھی مر جاؤں تو شام سے پہلے پہلے لوگوں کو حضرت مثنیٰ کے ساتھ (ملک شام) جانے کے لیئے ترغیب دیکر تیار کر لینا اور اگر میں رات تک زندہ رہوں اور رات کو میرا انتقال ہو تو صبح ہونے سے پہلے پہلے لوگوں کو حضرت

---

[1] اخرجه البيهقى كذافى البداية (٦ص ٣٠٥)واخرجه ايضا الصابونى فى المائتين كما فى الكنز(ج ٣ص ١٢٩)وابن عساكر كمافى المختصرا (ج ١ص ١٢٤) عن ابى هريرةؓ بنحوه قال ابن كثير عباد بن كثير اى فى اسناده هذا اظنه البر مكى لرواية الفريابى عنه وهو متقارب الحديث فاما البصرى الثقفى فمتروك الحديث انتهى وقال فى كنز العمال وسنده اى حديث ابى هريرة حسن انتهى.

مثنیٰ کے ساتھ (ملک شام) جانے کے لیئے ترغیب دے کر تیار کر لینا اور کوئی بھی مصیبت چاہے کتنی ہی بڑی کیوں نہ ہو تمہیں تمہارے دینی کام سے اور تمہارے رب کی وصیت سے روک نہ سکے تم نے مجھے دیکھا ہے کہ میں نے حضورؐ کے انتقال کے موقع پر کیا کیا تھا؟ حالانکہ اتنی بڑی مصیبت انسانوں پر کبھی نہیں آئی تھی۔ اللہ کی قسم! اگر میں اللہ اور اس کے رسول کی بات سے ذرا بھی پیچھے ہٹ جاتا تو اللہ تعالیٰ ہماری مدد چھوڑ دیتے اور ہمیں سزا دیتے اور سارا مدینہ آگ میں جل جاتا۔[1]

حضرت ابو بکرؓ کا مرتدین اور مانعین زکوٰۃ سے جنگ کا اہتمام کرنا

حضرت ابن عمرؓ فرماتے ہیں کہ جب حضور ﷺ کا وصال ہوا تو مدینہ میں نفاق سر اٹھا کر دیکھنے لگا اور عرب کے لوگ مرتد ہونے لگے اور عجم کے لوگ ڈرانے دھمکانے لگے اور انہوں نے آپس میں نہاوند میں جمع ہونے کا معاہدہ کر لیا اور یہ کہا کہ یہ آدمی مر گیا ہے جس کی وجہ سے عربوں کی مدد ہو رہی تھی۔ چنانچہ حضرت ابو بکرؓ نے مہاجرین اور انصار کو جمع کر کے فرمایا عربوں نے زکوٰۃ کی بکریاں اور اونٹ روک لیئے ہیں اور اپنے دین سے منہ موڑ گئے ہیں ان عجم والوں نے تم سے جنگ کرنے کے لیئے نہاوند میں اکٹھا ہونا آپس میں طے کر لیا ہے اور وہ یوں سمجھتے ہیں کہ جس ذات اقدس کی وجہ سے تمہاری مدد کی جا رہی تھی وہ دنیا سے رخصت ہو گئی۔ اب آپ لوگ مجھے مشورہ دیں (کہ اب ہمیں کیا کرنا چاہئے) کیونکہ میں بھی تم میں کا ایک آدمی ہوں اور اس آزمائش کا تم سب سے زیادہ بوجھ مجھ پر ہے۔ چنانچہ وہ حضرات بہت دیر تک گردن جھکا کر سوچتے رہے۔ پھر حضرت عمر بن خطابؓ بولے کہ اللہ کی قسم! اے خلیفہ رسول اللہ! میرا خیال یہ ہے کہ آپ عربوں سے نماز قبول کر لیں اور زکوٰۃ کو ان پر چھوڑ دیں۔ کیونکہ وہ ابھی ابھی جاہلیت چھوڑ کر آئے ہیں۔ اسلام نے ان کو ابھی پوری طرح تیار نہیں کیا) ان کی دینی تربیت کا پورا موقع نہیں مل سکا) پھر یا تو اللہ تعالیٰ انہیں خیر کی طرف واپس لے آئیں گے۔ یا اللہ تعالیٰ اسلام کو عزت عطا فرمائیں گے تو ہم میں ان سے لڑنے کی طاقت پیدا ہو جائے گی۔ ان بقیہ مہاجرین اور انصار میں تمام عرب اور عجم سے لڑنے کی طاقت نہیں ہے۔ پھر حضرت ابو بکر نے حضرت عثمانؓ کی طرف التفات فرمایا۔ انہوں نے بھی ایسا ہی

---

[1] اخرجه ابن جرير الطبرى (ج ٤ ص ٤٣)

فرمایا اور حضرت علیؓ نے بھی ایسا ہی فرمایا۔ حضرات مہاجرین نے بھی ایسی ہی رائے دی پھر حضرت ابو بکر نے حضرات انصار کی طرف التفات فرمایا انہوں نے بھی یہی رائے دی۔ یہ دیکھ کر حضرت ابو بکر منبر پر تشریف لے گئے اور اللہ کی حمد و ثنابیان کی اور پھر فرمایا امابعد! جب اللہ تعالیٰ نے حضرت محمد ﷺ کو مبعوث فرمایا تو اس وقت حق بہت کم اور بے سہارا تھا اور اسلام بالکل اجنبی اور ٹھکرایا ہوا تھا۔ اس کی رسی کمزور ہو چکی تھی، اس کے ماننے والے بہت کم تھے۔ ان سب کو اللہ تعالیٰ نے حضورؐ کے ذریعہ سے جمع فرمایا اور ان کو باقی رہنے والی سب سے افضل امت بنایا۔ اللہ کی قسم! میں اللہ کی بات کو لے کر کھڑا رہوں گا اور اللہ کے راستہ میں جہاد کرتا رہوں گا۔ یہاں تک کہ اللہ تعالیٰ اپنے وعدہ کو پورا فرمادے اور اپنے عہد کو ہمارے لیے وفا فرمادے۔ چنانچہ ہم میں سے جو مارا جائے گا وہ شہید ہو کر جنت میں جائے گا اور ہم میں سے جو باقی رہے گا وہ اللہ کی زمین میں اللہ کا خلیفہ بن کر اور اللہ کی عبادت کا وارث بن کر رہے گا۔ اللہ تعالیٰ نے حق کو مضبوط فرمایا۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے اور ان کے فرمان کے خلاف نہیں ہو سکتا ہے۔ وَعَدَ اللّٰهُ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا مِنْكُمْ وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ لَيَسْتَخْلِفَنَّهُمْ فِي الْاَرْضِ كَمَا اسْتَخْلَفَ الَّذِيْنَ مِنْ قَبْلِهِمْ

ترجمہ: وعدہ کر لیا اللہ نے ان لوگوں سے، جو تم میں ایمان لائے ہیں اور کئے ہیں انہوں نے نیک کام۔ البتہ پیچھے حاکم کر دے گا ان کو ملک میں، جیسا حاکم کیا تھا ان سے اگلوں کو!" اللہ کی قسم! اگر یہ لوگ مجھے وہ رسی دینے سے انکار کر دیں جسے وہ حضورؐ کو دیا کرتے تھے اور پھر درخت اور پتھر اور تمام انسانوں اور جنات ان کے ساتھ مل کر مقابلہ پر آجائیں تو بھی میں ان سے جہاد کروں گا یہاں تک کہ میری روح اللہ سے جا ملے۔ اللہ تعالیٰ نے ایسے نہیں کیا کہ پہلے نماز اور زکوٰۃ کو الگ الگ کر دیا ہو پھر ان دونوں کو اکٹھا کر دیا ہو۔ (لہٰذا میں یہ کیسے کر سکتا ہوں کہ عرب کے لوگ صرف نماز پڑھیں اور زکوٰۃ نہ دیں اور میں انہیں کچھ نہ کہوں) یہ سن کر حضرت عمرؓ نے اللہ اکبر کہا اور فرمایا کہ جب اللہ تعالیٰ نے ابو بکر کے دل میں ان (مانعین زکوۃ) سے جنگ کرنے کا پختہ عزم پیدا فرمادیا ہے تو اب مجھے بھی یقین ہو گیا ہے کہ یہی حق ہے۔[1]

حضرت صالح بن کیسانؒ فرماتے ہیں کہ (حضور ﷺ کے انتقال کے بعد) جب ارتداد پھیلنے لگا تو حضرت ابو بکرؓ نے کھڑے ہو کر اللہ کی حمد و ثنابیان فرمائی اور پھر فرمایا تمام تعریفیں اس اللہ کے لیئے ہیں جس نے ہدایت دی اور وہی کافی ہو گیا۔ (کسی اور سے ہدایت لینے کی ضرورت نہیں) اور جس نے اتنا دیا کہ کسی سے لینے کی ضرورت نہ رہی غنی بنادیا۔ اللہ تعالیٰ

[1] اخرجه الخطيب في رواة ،مالك كذافي كنز العمال (ج ۳ ص ۱۴۲)

نے حضرت محمد ﷺ کو اس حال میں مبعوث فرمایا تھا کہ (اللہ والا) علم بے سہارا تھا اور اسلام اجنبی اور ٹھکرایا ہوا تھا، اس کی رسی کمزور ہو چکی تھی اور اسلام کا زمانہ پرانا ہو چکا تھا (اب اس کا نام لینے والا کوئی نہ رہا تھا) اور اسلام والے اسلام سے بھٹک چکے تھے اور اللہ تعالیٰ اہل کتاب پر ناراض تھے اور اللہ تعالیٰ نے انہیں جو بھی خیر دی تھی وہ ان کی کسی خوبی کی وجہ سے نہیں دی تھی اور چونکہ ان کے پاس (برائیاں ہی برائیاں) اور شر ہی شر تھا اس وجہ سے اللہ تعالیٰ نے ان سے برے حالات کو نہیں ہٹایا تھا اور انہوں نے اللہ کی کتاب کو بدل دیا تھا اور اس میں بہت سی باہر کی باتیں شامل کر دی تھیں اور ان پڑھ عرب اللہ سے بالکل بے تعلق تھے۔ نہ وہ اللہ کی عبادت کرتے تھے اور نہ اس سے دعا کرتے تھے وہ سب سے زیادہ تنگ معیشت والے تھے اور ان کا دین سب سے زیادہ گمراہی والا تھا۔ وہ سخت اور بیکار زمین کے رہنے والے تھے (یہ حالات تھے اور) حضورؐ کے ساتھ صحابہؓ کی ایک جماعت تھی جن کو اللہ تعالیٰ نے حضورؐ کی برکت سے جمع فرمادیا اور ان کو سب سے افضل امت بنادیا اور ان کا اتباع کرنے والوں کے ذریعہ اللہ تعالیٰ نے ان کی مدد فرمائی اور دوسروں پر ان کو غالب فرمایا۔ یہاں تک کہ اللہ تعالیٰ نے اپنے نبی ﷺ کو اپنے ہاں بلالیا اور اب ان عربوں پر شیطان اسی جگہ سوار ہونا چاہتا ہے جہاں سے اللہ تعالیٰ نے اسے اتارا تھا وہ ان کے ہاتھ پکڑ کر انہیں ہلاک کرنا چاہتا ہے اور یہ آیت پڑھی۔

وَمَا مُحَمَّدٌ اِلَّا رَسُوْلٌ قَدْ خَلَتْ مِنْ قَبْلِهِ الرُّسُلُ اَفَاِئِنْ مَّاتَ اَوْ قُتِلَ
انْقَلَبْتُمْ عَلٰى اَعْقَابِكُمْ وَمَنْ يَّنْقَلِبْ عَلٰى عَقِبَيْهِ فَلَنْ يَّضُرَّ اللّٰهَ شَيْئًا
وَسَيَجْزِى اللّٰهُ الشّٰكِرِيْنَ

ترجمہ: "اور محمد (ﷺ) تو ایک رسول ہے، ہو چکے اس سے پہلے بہت رسول۔ پھر کیا اگر وہ مر گیا یا مارا گیا، تو تم پھر جاؤ گے الٹے پاؤں، اور جو کوئی پھر جائے گا الٹے پاؤں، تو ہر گز نہ بگاڑے گا اللہ کا کچھ اور اللہ ثواب دے گا شکر گزاروں کو۔" تمہارے آس پاس کے عربوں نے زکوٰۃ کی بکریاں اور اونٹ دینے سے انکار کر دیا ہے۔ اگرچہ یہ آج اپنے پہلے دین کی طرف واپس چلے گئے ہیں لیکن پہلے بھی ان کا اپنے دین کی طرف میلان اتنا ہی تھا جتنا کہ آج ہے اور آج اگرچہ تم اپنے نبی کی برکتوں سے محروم ہو چکے ہو لیکن تم اپنے دین پر اتنا ہی پختہ ہو جتنا کہ تم (ان کی موجودگی میں) پختہ تھے (پہلے کوئی آج سے زیادہ پختہ نہیں تھے اور اگرچہ تمہارے نبی چلے گئے لیکن) وہ تمہیں اس اللہ کے حوالے کر کے گئے ہیں جو ہر طرح کفایت فرمانے والے ہیں اور وہ سب سے پہلے تھے جنہوں نے حضورؐ کو (شریعت سے) بے خبر پایا سو حضورؐ کو (شریعت کا) راستہ دکھایا اور جنہوں نے حضورؐ کو نادار پایا سو مالدار بنادیا اور تم لوگ آگ کے گڑھے کے

کنارے پر تھے اس نے تمہیں اس (میں گرنے) سے بچا لیا۔ اللہ کی قسم! میں اللہ کے لیئے لڑوں گا اور اس لڑنے کو ہرگز نہیں چھوڑوں گا یہاں تک کہ اللہ تعالیٰ اپنے وعدہ کو پورا کر دے اور ہم سے اپنے عہد کو وفا کر دے۔ ہم میں سے جو مارا جائے گا وہ شہید اور جنتی ہو گا اور ہم میں سے جو باقی رہے گا وہ اللہ کا خلیفہ بن کر اس کی زمین میں اس کا وارث ہو گا۔ اللہ تعالیٰ نے حق کو مضبوط فرمایا۔ اللہ تعالیٰ کے فرمان کے خلاف نہیں ہو سکتا اور ان کا فرمان یہ ہے۔

وَعَدَ اللّٰهُ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا مِنْكُمْ وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ لَيَسْتَخْلِفَنَّهُمْ فِى الْاَرْضِ

یہ فرما کر منبر سے نیچے اتر آئے۔[1]

حضرت عمرؓ فرماتے ہیں کہ جب عرب کے لوگ مرتد ہو گئے اور تمام مہاجرین کی ایک ہی رائے تھی اور میں بھی اس رائے میں ان کے ساتھ تھا (کہ مانعین زکوٰۃ سے جنگ نہ کی جائے) تو ہم نے عرض کیا یا خلیفہ رسول اللہ! آپ لوگوں کو چھوڑ دیں کہ وہ نماز پڑھتے رہیں اور زکوٰۃ نہ دیں (آپ ان سے جنگ نہ کریں) کیونکہ جب ایمان ان کے دلوں میں داخل ہو جائے گا تو وہ زکوٰۃ کا بھی اقرار کر لیں گے۔ حضرت ابو بکرؓ نے فرمایا اس ذات کی قسم جس کے قبضہ میں میری جان ہے جس چیز پر حضور ﷺ نے جنگ کی ہے میں اسے چھوڑ دوں اس سے زیادہ مجھے یہ محبوب ہے کہ میں آسمان سے (زمین پر) گر پڑوں۔ لہٰذا میں تو اس چیز پر ضرور جنگ کروں گا۔ چنانچہ حضرت ابو بکر نے (زکوٰۃ نہ دینے پر) عربوں سے جنگ کی یہاں تک کہ وہ پورے اسلام کی طرف واپس آ گئے۔ حضرت عمر نے فرمایا اس ذات کی قسم جس کے قبضہ میں میری جان ہے ابو بکر کا یہ ایک دن، خاندان عمر (کی زندگی بھر کے اعمال سے بہتر ہے)۔[2]

حضرت عمرؓ فرماتے ہیں کہ جب حضور ﷺ کا وصال ہو گیا تو عرب کے بہت سے لوگ مرتد ہو گئے اور کہنے لگے ہم نماز تو پڑھیں گے مگر زکوٰۃ نہیں دیں گے۔ میں نے حضرت ابو بکر کی خدمت میں آ کر عرض کیا یا خلیفہ رسول اللہ! آپ لوگوں کے ساتھ تالیف کا معاملہ کریں اور ان کے ساتھ نرمی برتیں کیونکہ یہ لوگ وحشی جانوروں کی طرح سے ہیں۔ حضرت ابو بکر نے فرمایا مجھے تو امید تھی کہ تم میری مدد کرو گے لیکن تم تو میری مدد چھوڑ کر میرے پاس آئے ہو تم جاہلیت میں تو بڑے زور دار تھے اسلام میں بڑے بودے اور کمزور ہو گئے ہو۔ مجھے کس چیز کا ڈر ہے میں من گھڑت اشعار اور گھڑے ہوئے جادو کے ذریعے

---

[1] اخرجه ابن عساكر قال ابن كثير فيه انقطاع بين صالح بن كيسان والصديق لكنه ليشهد لنفسه بالصحة لجزالة الفاظه وكثرة ماله من الشواهد كذافي الكنز (ج ۳ ص ۱۴۲) وقد ذكره في البداية (ج ٦ ص ۳۱۱) عن ابن عساكر بنحوه [2] اخرجه العدني كذافي الكنز (ج ۳ ص ۱۴۱)

سے ان (منکرین زکوٰۃ) کی تالیف کروں؟ افسوس صد افسوس۔ حضورؐ اس دنیا سے تشریف لے گئے اور وحی کا سلسلہ ختم ہو گیا۔ اللہ کی قسم! جب تک میرے ہاتھ میں تلوار پکڑنے کی طاقت ہے میں ان سے ایک رسی کے روکنے پر بھی ضرور جہاد کرونگا۔ حضرت عمر فرماتے ہیں کہ میں نے ان کو اپنے سے زیادہ قوت نفاذ والا، اپنے سے زیادہ پختہ عزم والا پایا اور انہوں نے لوگوں کو کام کرنے کے ایسے بہترین طریقے بتائے اور ان کو اس طرح ادب سکھایا کہ جب میں خلیفہ بنا تو لوگوں کے بہت سے دشوار کام مجھ پر آسان ہو گئے۔[1]

حضرت ضبہ بن محصن عنزیؒ فرماتے ہیں کہ میں نے حضرت عمرؓ سے عرض کیا کہ آپ حضرت ابو بکرؓ سے افضل ہیں؟ یہ سن کر حضرت عمر رو پڑے اور فرمایا اللہ کی قسم! ابو بکر کی ایک رات اور ان کا ایک دن عمر اور عمر کے خاندان (کی زندگی بھر کے اعمال) سے بہتر ہے کیا تم چاہتے ہو کہ میں تمہیں ان کی وہ رات اور ان کا وہ دن بتا دوں؟ میں نے کہا اے امیر المومنین! ضرور۔ انہوں نے فرمایا کہ ان کی رات تو وہ ہے جس رات حضور ﷺ مکہ والوں سے بھاگ کر نکلے تھے اور حضرت ابو بکرؓ حضورؐ کے ساتھ ساتھ تھے۔ آگے وہ حدیث ذکر کی جو ہجرت کے باب میں صفحہ ۴۳۶ پر گزر چکی۔ پھر فرمایا اور ان کا دن وہ ہے جس دن حضور کا وصال ہوا اور عرب کے لوگ مرتد ہو گئے ان میں سے کچھ کہنے لگے ہم نماز تو پڑھیں گے لیکن زکوٰۃ نہیں دیں گے اور کچھ کہنے لگے ہم نہ نماز پڑھیں گے اور نہ زکوٰۃ دیں گے۔ چنانچہ میں حضرت ابو بکر کی خدمت میں آیا اور میرے جذبہ خیر خواہی میں کچھ کمی نہ تھی اور میں نے کہا اے خلیفہ رسول اللہ! آپ لوگوں کے ساتھ تالیف کا معاملہ کریں۔ آگے پچھلی حدیث جیسا مضمون ذکر کیا۔[2]

حضرت ابو ہریرہؓ فرماتے ہیں کہ جب حضور ﷺ کا وصال ہو گیا اور آپ کے بعد حضرت ابو بکرؓ خلیفہ بنے اور بہت سے عرب کافر ہو گئے تو حضرت عمرؓ نے کہا اے ابو بکر! آپ لوگوں سے کیسے جنگ کرتے ہیں جب کہ حضورؐ نے فرمایا ہے کہ مجھے لوگوں سے اس وقت تک جنگ کرنے کا حکم دیا گیا ہے جب تک وہ لآ الٰہ الا اللہ نہ کہہ لیں۔ چنانچہ جو بھی لآ الٰہ الا اللہ پڑھ لے گا وہ مجھ سے اپنے مال اور جان کو محفوظ کر لے گا ہاں اسلام کے حقوق واجبہ اس کے مال اور جان سے لیئے جائیں گے۔ اور اس کا حساب اللہ کے حوالہ ہو گا۔ (کہ وہ دل سے مسلمان ہوا تھا یا نہیں یہ اللہ کو معلوم ہے وہی اس کے ساتھ اس کے مطابق معاملہ فرمائیں

---

[1] عند الاسماعیلی کذا فی الکنز (ج ۳ ص ۳۰۰)

[2] اخرجه الدینوری فی المجالس وابو الحسن بن بشران فی فوائد والبیهقی فی الدلائل واللالکائی فی السنة کما فی منتخب کنز العمال (ج ٤ ص ۳٤۸)

گے) حضرت ابو بکرؓ نے کہا نہیں۔ جو آدمی نماز اور زکوٰۃ میں فرق کرے گا میں اس سے ضرور جنگ کروں گا کیونکہ زکوٰۃ مال کا حق ہے (جیسے کہ نماز جان کا حق ہے) اللہ کی قسم! اگر یہ لوگ ایک رسی حضورؐ کو تو دیا کرتے تھے اور اب مجھے نہیں دیں گے تو میں اس رسی کی وجہ سے بھی ان سے جنگ کروں گا (دین میں ایک رسی کے برابر کمی بھی نہیں برداشت کر سکتا ہوں) حضرت عمر فرماتے ہیں اللہ کی قسم! ان کے یہ کہتے ہی مجھے یقین ہو گیا کہ اللہ نے (مانعین زکوٰۃ سے) جنگ کرنے کے بارے میں حضرت ابو بکرؓ کا پوری طرح شرح صدر فرما رکھا ہے۔ چنانچہ مجھے بھی سمجھ آگیا کہ یہ (جنگ کرنا) ہی حق ہے۔[1]

حضرت ابو بکر صدیقؓ کا اللہ کے راستہ میں لشکروں کے بھیجنے کا اہتمام کرنا اور ان کا جہاد کے بارے میں ترغیب دینا اور روم سے جہاد کے بارے میں ان کا صحابہؓ سے مشورہ فرمانا

حضرت قاسم بن محمدؒ نے لمبی حدیث بیان کی جس میں یہ بھی ہے کہ حضرت ابو بکرؓ لوگوں میں بیان کرنے کے لیئے کھڑے ہوئے۔ تو اللہ کی حمد بیان کی اور حضور ﷺ پر درود پڑھا اور پھر فرمایا کہ ہر کام کے لیے کچھ اصول و قواعد ہوا کرتے ہیں جو ان کی پابندی کرے گا اس کے لیئے یہ اصول و قواعد کافی ہوں گے اور جو اللہ عزوجل کے لیئے عمل کرے گا اللہ تعالیٰ اس کی ہر طرح کفایت فرمائیں گے۔ تم پوری طرح محنت کرو اور اعتدال سے چلو کیونکہ اعتدال سے چلنا انسان کو مقصود تک جلدی پہنچا دیتا ہے۔ ذرا غور سے سنو! جس کے پاس ایمان نہیں ہے اس کے پاس دین نہیں ہے اور جس کی نیت ثواب کی نہیں اس کیلئے (اللہ کی طرف سے) کوئی اجر نہیں ہے اور جس کی نیت (صحیح) نہیں اس کے عمل کا کوئی اعتبار نہیں۔ غور سے سنو! اللہ کی کتاب میں جہاد فی سبیل اللہ کا اتنا ثواب بتایا گیا ہے کہ اتنے ثواب کے لیئے تو ہر مسلمان کے دل میں جہاد کے لیئے وقف ہو جانے کی تمنا ہونی چاہیئے۔ جہاد ہی وہ تجارت ہے جو اللہ تعالیٰ نے قرآن میں بتائی ہے اور جس کے ذریعہ اللہ نے (مسلمانوں

---

[1] عندالامام احمد والشیخین واخرجه ایضا الا ربعة الا ابن ماجه وابن حبان والبیهقی کما فی الکنز (ج ۳ ص ۳۰۱)

کو) رسوائی سے نجات عطا فرمائی ہے اور جس کے ساتھ اللہ نے دنیا و آخرت کے شرف کو جوڑا ہے۔[1]

حضرت ابن اسحاق بن یسارؒ، حضرت خالد بن ولیدؓ کے قصے میں بیان کرتے ہیں کہ وہ جب جنگ یمامہ سے فارغ ہو گئے اور ابھی وہ یمامہ ہی میں تھے تو ان کو حضرت ابو بکر صدیقؓ نے یہ خط لکھا:

"یہ خط اللہ کے بندے اور رسول اللہ ﷺ کے خلیفہ ابو بکرؓ کی طرف سے خالد بن ولید اور ان کے ساتھ جتنے مہاجرین اور انصار اور تابعی حضرات ہیں ان سب کے نام ہے۔ سلامٌ علیکم۔ میں آپ لوگوں کے سامنے اس اللہ کی تعریف کرتا ہوں جس کے سوا کوئی معبود نہیں امابعد! تمام تعریفیں اس اللہ کے لیئے ہیں جس نے اپنے وعدہ کو پورا کیا اور اپنے بندے کی مدد کی اور اپنے دوست کو عزت دی اور اپنے دشمن کو ذلیل کیا اور اکیلا تمام لشکروں پر غالب آگیا جس اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں ہے اسی نے (قرآن میں) یہ فرمایا ہے:

وَعَدَ اللّٰهُ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا مِنْكُمْ وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ لَيَسْتَخْلِفَنَّهُمْ فِى الْاَرْضِ كَمَا اسْتَخْلَفَ الَّذِيْنَ مِنْ قَبْلِهِمْ وَلَيُمَكِّنَنَّ لَهُمْ دِيْنَهُمُ الَّذِى ارْتَضٰى لَهُمْ آگے ساری آیت لکھی۔

ترجمہ: "وعدہ کر لیا اللہ نے ان لوگوں سے جو تم میں ایمان لائے ہیں اور کئے ہیں۔ انہوں نے نیک کام۔ البتہ پیچھے حاکم کر دے گا ان کو ملک میں جیسا حاکم کیا تھا۔ ان سے اگلوں کو اور جمادے گا ان کے لیے دین ان کا جو پسند کر دیا اس کے واسطے۔" اور یہ اللہ تعالیٰ کا ایسا وعدہ ہے جس کے خلاف نہیں ہو سکتا اور یہ ایسی بات ہے جس میں کوئی شک نہیں ہے اور اللہ نے مسلمانوں پر جہاد فرض کیا ہے چنانچہ اللہ نے فرمایا ہے۔

كُتِبَ عَلَيْكُمُ الْقِتَالُ وَهُوَ كُرْهٌ لَّكُمْ

ترجمہ: "فرض ہوئی تم پر لڑائی اور وہ بری لگتی ہے تم کو۔" اور آیات بھی لکھیں لہٰذا تم وہ محنت اور اعمال اختیار کرو جن کی وجہ سے اللہ تعالیٰ تم لوگوں کے لیئے اپنے وعدے کو پورا فرما دے اور اللہ تعالیٰ نے تم پر جو جہاد فرض کیا ہے اس میں تم اس کی اطاعت کرو۔ چاہے اس کے لیئے تمہیں بڑی مشقت اٹھانی پڑے اور بڑی مصیبت بدرجہ کمال سہنی پڑے اور دور دراز کے سفر کرنے پڑیں اور مال اور جان کے نقصان کی تکلیف اٹھانی پڑے کیونکہ اللہ کی طرف سے ملنے والے اجر عظیم کے مقابلے میں یہ تمام مشقتیں اور تکلیفیں کچھ بھی نہیں ہیں۔ اللہ تم

---

[1] اخرجه ابن عساكر (ج ١ ص ١٣٣) كذافي المختصر وذكره في الكنز (ج ٨ ص ٢٠٧) مثله واخرجه ابن جرير الطبرى (ج ٤ ص ٣٠) عن القاسم بن محمد بمثله

پر رحم فرمائے تم ہلکے ہو یا بھاری۔ ہر حال میں اللہ کے راستہ میں نکلو اور اپنے مال اور جان کو لے کر جہاد کرو اس مضمون کی ساری آیت لکھی۔ سن لو میں نے خالد بن ولید کو عراق جانے کا حکم دیا ہے اور یہ کہا ہے کہ جب تک میں نہ کہوں وہ عراق سے کہیں اور نہ جائیں تم سب بھی ان کے ساتھ عراق جاؤ اور اس میں سستی بالکل نہ کرو۔ کیونکہ اس راستہ میں جو بھی اچھی نیت سے اور پورے ذوق شوق سے چلے گا اللہ تعالیٰ اسے بڑا اجر عطا فرمائیں گے جب تم عراق پہنچ جاؤ تو میرے حکم کے آنے تک تم سب بھی وہیں رہنا۔ اللہ تعالیٰ ہماری اور تمہاری تمام دنیاوی اور اخروی مہمات کی ہر طرح کفایت فرمائے والسلام علیکم ورحمتہ اللہ وبرکاتہ"۔[1]

حضرت عبداللہ بن ابی اوفی الخزاعیؓ فرماتے ہیں کہ جب حضرت ابو بکرؓ نے رومیوں سے لڑنے کا ارادہ کیا تو انہوں نے حضرت علی، حضرت عمر، حضرت عثمان، حضرت عبدالرحمٰن بن عوف، حضرت سعد بن ابی وقاص، حضرت سعید بن زید، حضرت ابو عبیدہ بن جراح اور بدر میں شریک ہونے والے اور شریک نہ ہونے والے بڑے بڑے مہاجر اور انصار صحابہؓ کو بلایا وہ سب حضرت ابو بکرؓ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور میں بھی ان میں تھا تو حضرت ابو بکرؓ نے فرمایا اللہ تعالی کی نعمتوں کو شمار نہیں کیا جا سکتا ہے۔ ہمارے تمام اعمال اس کی نعمتوں کا مقابلہ نہیں کر سکتے ہیں لہٰذا تمام تعریفیں اسی کے لیئے ہیں۔ اللہ تعالیٰ نے تمہارے کلمہ کو جمع فرمادیا اور تمہارے اندر اتفاق پیدا کر دیا اور تمہیں اسلام کی ہدایت عطا فرمائی اور شیطان کو تم سے دور فرمادیا۔ اب شیطان کو نہ تو اس بات کی امید ہے کہ تم اللہ کے ساتھ کسی کو شریک کرو گے اور نہ اس بات کی امید ہے کہ تم اس کے علاوہ کسی اور کو معبود بناؤ گے۔ چنانچہ آج تمام عرب ایک ماں باپ کی اولاد کی طرح ہیں۔ میرا یہ خیال ہو رہا ہے کہ میں مسلمانوں کو رومیوں سے لڑنے کیلئے شام بھیج دوں۔ تاکہ اللہ تعالیٰ مسلمانوں کی تائید فرمائے اور اپنے کلمہ کو بلند فرمائے اور اس میں مسلمانوں کو بہت بڑا حصہ (شہادت کا اور اجر و ثواب کا) ملے گا۔ کیونکہ ان میں سے جو اس لڑائی میں مارا جائے گا وہ شہید ہو کر مرے گا اور جو کچھ اللہ کے ہاں ہے وہ نیک لوگوں کے لیئے بہتر ہے اور جو زندہ رہے گا وہ دین کا دفاع کرتے ہوئے زندگی گزارے گا۔ اور اسے اللہ کی طرف سے مجاہدین کا ثواب ملے گا۔ یہ تو میری رائے ہے۔ اب آپ میں سے ہر آدمی اپنی رائے بتائے۔ چنانچہ حضرت عمر نے کھڑے ہو کر فرمایا تمام تعریفیں اس اللہ کے لیئے ہیں جو اپنی مخلوق میں سے جسے چاہیں کسی خیر کے ساتھ خصوصیت سے نواز دیں۔ اللہ کی قسم! جب بھی کسی نیکی کے کام میں ہم نے ایک دوسرے سے آگے بڑھنے کی کوشش کی آپ ہم سے اس نیکی

[1] اخرجه البيهقي في سننه (ج ۹ ص ۱۷۹) انتهى

میں بڑھ گئے۔ یہ اللہ کا فضل ہے وہ جسے چاہتے ہیں اسے عطا فرماتے ہیں اور اللہ بڑے فضل والے ہیں۔ میرے دل میں بھی یہی خیال آیا تھا اور میرا ارادہ تھا کہ میں آپ سے ملاقات کر کے آپ سے اس کا ذکر کروں۔ لیکن اللہ تعالیٰ نے یہی مقدر فرما رکھا تھا کہ آپ ہی اس کا پہلے ذکر کریں۔آپ کی رائے بالکل ٹھیک ہے اللہ تعالیٰ آپ کو ہمیشہ رشد وہدایت کے راستہ پر چلائے۔آپ گھوڑے سواروں کی جماعتیں آگے پیچھے مسلسل بھیجیں اور پیدل دستوں کو بھی مسلسل بھیجیں غرضیکہ لشکر کے پیچھے لشکر روانہ فرمائیں گے۔ پھر حضرت عبدالرحمٰن بن عوف نے کھڑے ہو کر کہا۔ اے خلیفہ رسول اللہ! یہ رومی ہیں اور یہ بنو الاصفر ہیں یہ تیز دھار والے لوہے اور مضبوط ستون کی طرح ہیں میں اسے مناسب نہیں سمجھتا ہوں کہ ہم سب ان میں بے سوچے سمجھے ایک دم گھس جائیں۔بلکہ میرا خیال یہ ہے کہ گھوڑے سواروں کی ایک جماعت بھیجیں جو ان کے ملک کے اطراف پر اچانک شب خون ماریں اور پھر آپ کے پاس واپس آجائیں جب وہ اس طرح کئی دفعہ کرلیں گے تو اس طرح وہ رومیوں کا کافی نقصان بھی کر چکے ہوں گے اور ان کے کنارے کے بہت سے علاقوں پر قبضہ بھی کرلیں گے۔اس طرح وہ رومی اپنے دشمنوں یعنی مسلمانوں سے تھک ہار کر بیٹھ جائیں گے۔اس کے بعد آپ آدمی بھیج کر یمن کے اور قبیلہ ربیعہ و مضر کے آخری علاقوں کے مسلمانوں کو اپنے ہاں جمع کریں اس کے بعد اگر آپ مناسب سمجھیں تو اس لشکر کو لے کر آپ خود رومیوں پر حملہ آور ہوں یا ان کو کسی کے ساتھ بھیج دیں (اور خود مدینہ میں ٹھہرے رہیں) اس کے بعد حضرت عبدالرحمٰن خاموش ہو گئے اور باقی لوگ بھی خاموش رہے۔ حضرت ابو بکرؓ نے پھر فرمایا آپ لوگوں کی کیا رائے ہے؟ اس پر حضرت عثمانؓ بن عفان نے کہا میری رائے یہ ہے کہ آپ اس دین اسلام والوں کے بڑے خیر خواہ ہیں اور ان کیلئے بڑے شفیق ہیں۔جب آپ کو اپنی رائے میں عام مسلمانوں کے لیئے فائدہ نظر آرہا ہے تو آپ بے کھٹک اس پر پوری طرح عمل کریں کیونکہ آپ کے بارے میں ہم میں سے کسی کو کوئی بدگمانی نہیں ہے اس پر حضرت طلحہؓ، حضرت زبیرؓ، حضرت سعد، حضرت ابو عبیدہ، حضرت سعد بن زید اور جو مہاجرین و انصار اس مجلس میں موجود تھے ان سب نے کہا کہ حضرت عثمانؓ درست فرما رہے ہیں۔ جو آپ کی رائے ہے آپ اس پر ضرور عمل کریں۔ کیونکہ ہم نہ تو آپ کی مخالفت کرتے ہیں اور نہ آپ پر کوئی الزام لگا سکتے ہیں اور اسی طرح کی اور باتیں کہیں۔ان لوگوں میں حضرت علیؓ بھی موجود تھے لیکن وہ خاموش تھے انہوں نے ابھی تک کچھ نہیں کہا تھا۔ تو حضرت ابو بکر نے ان سے فرمایا اے ابو الحسن! تمہاری کیا رائے ہے؟ انہوں نے کہا میری رائے یہ ہے کہ چاہے آپ خود ان کے پاس

جائیں چاہے کسی اور کو ان کے پاس بھیج دیں انشاء اللہ کامیابی آپ ہی کو ہو گی۔ آپ کی مدد ضرور ہو گی۔ حضرت ابو بکر نے فرمایا، اللہ تعالیٰ تمہیں خیر کی بشارت دے۔ یہ تمہیں کہاں سے پتہ چل گیا (کہ جیتنا تو ہمیں ہی ہے اور ہماری مدد ضرور ہو گی ؟) حضرت علی نے کہا میں نے حضور ﷺ کو فرماتے ہوئے سنا کہ یہ دین اپنے دشمنوں پر غالب آکر رہے گا۔ یہاں تک کہ یہ دین مضبوطی سے کھڑا ہو جائے گا اور دین والوں کو غلبہ مل جائے گا۔ حضرت ابو بکر نے تعجب سے فرمایا سبحان اللہ ! یہ حدیث کتنی عمدہ ہے۔ تم نے یہ حدیث سنا کر مجھے خوش کر دیا۔ اللہ تمہیں ہمیشہ خوش رکھے۔ پھر حضرت ابو بکر لوگوں میں بیان کے لیئے کھڑے ہوئے اور اللہ کی شان کے مناسب حمد و ثنا بیان کی اور حضورؐ پر درود بھیجا۔ اس کے بعد فرمایا اے لوگو! اللہ تعالیٰ نے تمہیں نعمت اسلام عطا فرمائی۔ اے اللہ کے بندو! شام میں جاکر رومیوں سے غزوہ کرنے کے لیئے تیار ہو جاؤ۔ میں تمہارے لیئے بہت سے امیر مقرر کروں گا اور انہیں الگ الگ جھنڈے باندھ کر دوں گا۔ تم اپنے رب کی اطاعت کرو اور اپنے امیروں کی مخالفت نہ کرو۔ نیت اور کھانا پینا ٹھیک رکھو۔ اللہ تعالیٰ ان لوگوں کے ساتھ ہے جو تقوٰی اختیار کریں اور ہر نیکی کو اچھی طرح کریں (یہ ترغیبی بیان سن کر) لوگ خاموش رہے اور اللہ کی قسم! انہوں نے حضرت ابو بکرؓ کی دعوت کو قبول نہ کیا۔ اس پر حضرت عمرؓ نے کہا اے مسلمانوں کی جماعت! تمہیں کیا ہو گیا ہے کہ تم لوگ خلیفہ رسول اللہ کی دعوت کو قبول نہیں کرتے ہو؟ حالانکہ انہوں نے تمہیں اس چیز کی دعوت دی ہے جس میں تمہاری زندگی ہے۔ اگر بغیر محنت کے مال غنیمت کے ملنے کی امید ہوتی یا تھوڑا اور آسان سفر ہوتا تو تم جلدی سے قبول کر لیتے (اس موقع پر حضرت عمر نے عرضاً قریباً او سفراً قاصداً کے الفاظ استعمال کیئے جو قرآن مجید میں اللہ تعالیٰ نے منافقوں کے لیئے استعمال فرمائے ہیں) اس پر حضرت عمرو بن سعیدؓ نے کھڑے ہو کر کہا۔ اے ابن الخطاب! کیا تم ہمارے بارے میں منافقوں والی مثالیں استعمال کرتے ہو؟ تم جو ہم پر اعتراض کر رہے ہو کہ ہم نے حضرت ابو بکر کی دعوت کو قبول نہیں کیا، تو تم نے ان کی دعوت قبول کرنے میں پہل کیوں نہیں کی؟ حضرت عمر نے کہا کہ حضرت ابو بکر کو اچھی طرح سے معلوم ہے کہ اگر یہ مجھے دعوت دیتے تو میں ضرور قبول کر لیتا اور اگر یہ مجھے غزوہ میں بھیجتے تو میں ضرور چلا جاتا حضرت عمرو بن سعید نے کہا اگر ہم غزوہ میں جائیں گے تو تمہاری وجہ سے نہیں جائیں گے ہم تو اللہ کے لیئے جائیں گے۔ حضرت عمر نے کہا اللہ تعالیٰ تمہیں توفیق عطا فرمائے تم نے بہت عمدہ بات کہی۔ حضرت ابو بکر نے حضرت عمر سے فرمایا آپ بیٹھ جائیں اللہ آپ پر رحم فرمائے۔ تم نے حضرت عمر سے جو الفاظ سنے ہیں اس

سے حضرت عمر کی مراد کسی مسلمان کو تکلیف پہنچانا یا ڈانٹنا نہیں ہے بلکہ ان کا مقصد یہ تھا کہ جو لوگ سست ہو کر زمین سے چمٹے جا رہے ہیں ان میں جہاد کے لیئے جانے کا ابھار اور شوق پیدا ہو جائے۔ اس کے بعد حضرت خالد بن سعیدؓ نے کھڑے ہو کر کہا۔ خلیفہ رسول اللہ ٹھیک کہہ رہے ہیں اے میرے بھائی (عمرو بن سعید) تم بیٹھ جاؤ۔ چنانچہ وہ بیٹھ گئے۔ پھر حضرت خالد نے کہا تمام تعریفیں اس اللہ کے لیئے ہیں جس کے سوا کوئی معبود نہیں۔ جس نے محمد ﷺ کو ہدایت اور دین حق دے کر بھیجا تا کہ اس دین کو تمام دینوں پر غالب کر دے اگرچہ یہ بات مشرکوں کو ناگوار لگے تمام تعریفیں اس اللہ کے لیئے ہیں جو اپنے وعدہ کو پورا کرنے والا اور اپنے دعدہ کو ظاہر اور غالب کرنے والا اور اپنے دشمن کو ہلاک کرنے والا ہے۔ نہ ہم (آپ کی) مخالفت کرنے والے ہیں اور نہ ہمارا آپس میں کوئی اختلاف ہے۔ آپ بڑے خیر خواہ اور شفیق والی ہیں۔ آپ ہمیں جب نکلنے کو کہیں گے ہم اسی وقت نکل جائیں گے۔ اور جب آپ ہمیں کوئی حکم دیں گے ہم آپ کے اس حکم کو مانیں گے۔ حضرت ابو بکر حضرت خالد کی اس بات سے بڑے خوش ہوئے اور ان سے فرمایا اے بھائی اور دوست، جزاك اللہ خیر! تم اپنے شوق سے مسلمان ہوئے۔ تم نے ثواب کی نیت سے ہجرت کی، تم اپنا دین لے کر کافروں سے بھاگے تا کہ اللہ اور اس کے رسول تم پر رحمت نازل کرے۔ تم چلو یہ کہہ کہ حضرت ابو بکر (منبر سے) نیچے تشریف لے آئے اور حضرت خالد بن سعید نے واپس آکر (سفر کی) تیاری شروع کر دی۔ حضرت ابو بکر نے حضرت بلال سے کہا کہ لوگوں میں اعلان کر دو کہ اے لوگو! شام میں رومیوں سے جہاد کے لیئے چل پڑو اور لوگ یہی سمجھ رہے تھے کہ ان کے امیر حضرت خالد بن سعید ہیں۔ ان کی امارت میں کسی کو شک نہیں تھا اور حضرت خالد سب سے پہلے لشکر گاہ پہنچ گئے۔ پھر روزانہ دس، بیس، تیس، چالیس، پچاس اور سو سو ہو کر لوگ لشکر گاہ میں جمع ہوتے رہے۔ یہاں تک کہ کافی بڑی تعداد جمع ہو گئی۔ حضرت ابو بکر چند صحابہؓ کو ساتھ لے کر اس لشکر کے پاس تشریف لائے۔ انہیں وہاں مسلمانوں کی اچھی تعداد نظر آئی لیکن انہوں نے رومیوں سے جنگ کے لیئے اس تعداد کو کافی نہ سمجھا۔ اور اپنے ساتھیوں سے فرمایا اگر میں مسلمانوں کی اتنی ہی تعداد کو رومیوں سے مقابلہ کے لیئے شام بھیج دوں تو اس بارے میں آپ لوگوں کی کیا رائے ہے؟ حضرت عمرؓ نے کہا میں تو بنو الاصفر رومیوں کے لشکروں کے لیئے اتنی تعداد کو کافی نہیں سمجھتا ہوں حضرت ابو بکرؓ نے دوسرے حضرات سے پوچھا آپ لوگوں کا اس بارے میں کیا خیال ہے ان سب نے کہا حضرت عمر نے جو کہا ہمارا بھی وہی خیال ہے۔ حضرت ابو بکر نے کہا کیا میں یمن والوں کو خط نہ لکھ دوں جس میں ہم انہیں جہاد کی دعوت دیں اور اس کے ثواب کی ترغیب دیں۔ حضرت ابو بکر کے تمام

ساتھیوں نے اسے مناسب سمجھا اور حضرت ابو بکر سے کہا۔ جی ہاں جو آپ کی رائے ہے آپ اس پر ضرور عمل کریں۔ چنانچہ انہوں نے یہ خط لکھا :۔

جہاد فی سبیل اللہ کی ترغیب کے لیے

حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ کا یمن والوں کے نام خط

"بسم اللہ الرحمٰن الرحیم خلیفہ رسول اللہ ﷺ کی طرف سے یمن کے ان تمام مومنوں اور مسلمانوں کے نام خط ہے جس کے سامنے میرا یہ خط پڑھا جائے۔ سلام علیکم۔ میں تمہارے سامنے اس اللہ کی تعریف کرتا ہوں جس کے سوا کوئی معبود نہیں ہے۔ امابعد ! اللہ تعالیٰ نے مسلمانوں پر جہاد کو فرض فرمایا اور انہیں ہر حال میں نکلنے کا حکم دیا، چاہے ہلکے ہوں یا بھاری۔ اور اللہ کے راستے میں مال و جان لے کر جہاد کرنے کا حکم دیا۔ جہاد ایک زبردست فریضہ خداوندی ہے جس کا ثواب اللہ کے ہاں بہت بڑا ملتا ہے ہم نے مسلمانوں سے کہا کہ وہ ملک شام میں جا کر رومیوں سے جہاد کریں۔ اس کے لیے وہ جلدی سے تیار ہو گئے اور اس میں ان کی نیت بڑی عمدہ ہے (کہ وہ اللہ کو راضی کرنے کیلئے جا رہے ہیں) اور (اس سفر جہاد کی) تیاری جلدی سے کر لو۔ لیکن اس سفر میں آپ لوگوں کی نیت ٹھیک ہونی چاہئے۔ تمہیں دو خوبیوں میں سے ایک خوبی تو ضرور ملے گی۔ یا تو شہادت یا فتح اور مال غنیمت کیونکہ اللہ تعالیٰ اپنے بندوں سے اس بات پر راضی نہیں ہیں کہ وہ صرف باتیں کریں اور عمل نہ کریں۔ اللہ کے دشمنوں سے جہاد کیا جاتا رہے گا۔ یہاں تک کہ وہ دین کی حفاظت فرمائے اور تمہارے دلوں کو ہدایت عطا فرمائے اور تمہارے اعمال کو پاکیزہ فرمائے اور جم کر مقابلہ کرنے والے مہاجرین کا ثواب تمہیں عطا فرمائے۔"

اور حضرت ابو بکر نے حضرت انس بن مالکؓ کو یہ خط دے کر (یمن) بھیجا[1]

حضرت عبدالرحمٰن بن جبیرؒ کہتے ہیں کہ جب حضرت ابو بکرؓ، حبشہ والوں کی جماعت بھیجنے لگے تو ان میں کھڑے ہو کر ان کے سامنے اللہ کی حمد و ثنابیان کی اور پھر انہیں شام جانے کا حکم دیا اور ان کو خوشخبری دی کہ اللہ تعالیٰ ملک شام فتح کر کے انہیں دیں گے اور وہ وہاں مسجدیں بنائیں گے اور یہ بات سامنے نہ آئے کہ تم وہاں کھیل کود کے لئے گئے ہو۔ شام میں

---

[1] اخرجه ابن عساكر (ج ١ص ١٢٦) عن الزهرى كذافى المختصر(ج ٢ص ١٢٦، والكنز (ج ٣ص ١٤٣)

نعمتوں کی کثرت ہے۔ تمہیں وہاں کھانے کو خوب ملے گا للہ تکبر سے بچ کر رہنا (کیونکہ کھانے اور مال کی کثرت سے انسان میں اکڑ پیدا ہو جاتی ہے) رب کعبہ کی قسم! تم میں ضرور تکبر پیدا ہو گا اور تم ضرور اتراؤ گے۔ غور سے سنو! میں تمہیں دس باتوں کا حکم دیتا ہوں کسی بوڑھے کو ہرگز قتل نہ کرنا آگے اور حدیث ذکر کی۔[1]

حضرت عمر بن خطابؓ کا جہاد اور نفر فی سبیل اللہ کے لئے ترغیب دینا اور اس بارے میں ان کا صحابہؓ سے مشورہ فرمانا

حضرت قاسم بن محمدؒ فرماتے ہیں کہ حضرت مثنیٰ بن حارثہ رضی اللہ عنہ نے لوگوں سے مخاطب ہو کر فرمایا اے لوگو! فارس کی طرف جانے کو تم لوگ مشکل اور بھاری کام نہ سمجھو۔ ہم نے فارس کی سرسبز اور شاداب زمین پر قبضہ کر لیا ہے اور عراق کے دو ٹکڑوں میں سے بہترین ٹکڑا ہم نے ان سے لے لیا ہے اور ہم نے ان سے آدھا ملک لے لیا ہے اور ہم نے ان کو خوب نقصان پہنچایا ہے اور ہمارے آدمی ان پر جری ہو گئے ہیں اور انشاء اللہ بعد والا علاقہ بھی ہمیں مل جائے گا۔ پھر حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے لوگوں میں کھڑے ہو کر فرمایا سرزمین حجاز تمہارے رہنے کی اصلی جگہ نہیں ہے وہ تو تمہیں جہاں گھاس ملتا ہے وہاں جا کر تم کچھ دن رہ لیتے ہو اور حجاز والے اس سرزمین میں اسی طرح ہی گزارا کر سکتے ہیں جو مہاجرین اللہ کے دین کے لیئے ایک دم دوڑ کر آیا کرتے تھے اور آج اللہ کے وعدے سے کہاں دور جا پڑے ہیں؟ تم اس سرزمین میں جہاد کے لیئے چلو جس کے بارے میں اللہ نے تم سے (قرآن میں) وعدہ کیا ہے کہ وہ تمہیں اس زمین کا وارث بنائے گا کیونکہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے:۔

ليظهره على الدين كله

ترجمہ: "تاکہ اللہ اپنے دین کو تمام دینوں پر غالب کر دے۔" اور اللہ اپنے دین کو ضرور غالب کریں گے اور اپنے مددگار کو عزت دیں گے اور اپنے دین والوں کو تمام قوموں کی میراث کا وارث بنائیں گے۔ اللہ کے نیک بندے کہاں ہیں؟ اس دعوت پر سب سے پہلے حضرت ابو عبید بن مسعودؓ نے لبیک کی پھر سعد بن عبید یا سلیط بن قیسؓ نے (یوں ایک ایک کر کے بڑا لشکر تیار ہو گیا) جب یہ تمام حضرات جمع ہو گئے تو حضرت عمرؓ سے کہا گیا کہ مہاجرین اور انصار میں سے کسی پرانے کو ان کا امیر بنا دیں۔ فرمایا نہیں اللہ کی قسم (آج) میں ایسے نہیں

---

[1] اخرجه ابن عساكر كما في الكنز (ج ۳ ص ۱۴۳)

کروں گا کیونکہ اللہ تعالیٰ نے تمہیں بلندی اس وجہ سے دی تھی کہ تم ہر نیکی میں سبقت کرتے تھے اور دشمن کی طرف تیزی سے چلتے تھے لہذا اب تم بزدل بن گئے ہو اور دشمن سے مقابلہ تمہیں برا لگنے لگا ہے تو اب تم سے زیادہ امیر بننے کا حقدار وہ آدمی ہے جو دشمن کی طرف جانے میں سبقت لے جائے اور جانے کی دعوت کو پہلے قبول کرے لہذا میں ان کا امیر اسی کو بناؤں گا جس نے (میری دعوت پر) سب سے پہلے لبیک کہی تھی۔ پھر حضرت ابو عبید، حضرت سلیط اور حضرت سعد کو بلا کر کہا تم دونوں اگر (دعوت پر لبیک کہنے میں) ابو عبید سے سبقت لے جاتے تو میں تم دونوں کو امیر بنا دیتا، پرانے ہونے کی صفت تو تمہیں حاصل ہے ہی، اس طرح تمہیں امارت بھی مل جاتی۔ چنانچہ حضرت عمر نے اس لشکر کا حضرت ابو عبید کو امیر بنایا اور ان سے فرمایا نبی کریم ﷺ کے صحابہؓ کی بات ضرور سننا اور ان کو مشورہ میں شریک رکھنا اور جب تک تحقیق کر کے تسلی نہ کرلو کسی کام کے فیصلہ میں جلدبازی سے کام نہ لینا۔ کیونکہ یہ جنگ ہے اس میں وہی آدمی ٹھیک چل سکتا ہے جو سنجیدہ دھیما اور موقع شناس ہو اسے معلوم ہو کہ کب دشمن پر حملہ کرنا چاہیئے اور کب رک جانا چاہیئے [1] شعبی نے اس حدیث کو یوں بیان کیا ہے کہ حضرت عمرؓ سے کہا گیا کہ ان کا امیر ایسے آدمی کو بنائیں جسے حضور ﷺ کی (قدیمی) صحبت حاصل ہو۔ حضرت عمر نے فرمایا (پرانے) صحابہؓ کو فضیلت اس وجہ سے حاصل تھی کہ وہ دشمن کی طرف تیزی سے جاتے تھے اور منکرین اسلام کے لیئے کافی ہو جاتے تھے۔ لہذا اگر اب کوئی اور ان کی یہ خصوصی صفات اختیار کرلے اور ان جیسے کارنامے انجام دینے لگ جائے اور خود (پرانے) صحابہؓ ڈھیلے اور سست پڑ جائیں تو ہلکے ہوں یا بھاری ہر حال میں نکلنے والے (دوسرے) لوگ اس امارت کے صحابہ سے زیادہ حقدار ہو جائیں گے اس لیے اللہ کی قسم! میں ان کا امیر اسے بناؤں گا جس نے دعوت پر سب سے پہلے لبیک کہی تھی۔ چنانچہ حضرت ابو عبید کو امیر بنایا اور انہیں اپنے لشکر کے بارے میں ہدایات دیں۔ [2]

حضرت عمر بن عبد العزیزؒ بیان کرتے ہیں کہ جب حضرت عمرؓ کو حضرت ابو عبید بن مسعودؓ کے شہید ہو جانے کی اور فارس والوں کے آل کسریٰ میں سے کسی ایک آدمی پر مجتمع ہو جانے کی خبر ملی تو انہوں نے مہاجرین اور انصار میں (جہاد کا) اعلان کرایا (کہ سب مدینہ سے باہر صرار مقام پر جمع ہو جائیں) اور پھر حضرت عمر مدینہ چل کر صرار مقام پر پہنچ گئے اور حضرت طلحہ بن عبیدؓ کو مقام اعوص تک جانے کے لیئے آگے بھیج دیا اور لشکر کے میمنہ پر حضرت عبد الرحمٰن بن عوفؓ کو اور میسرہ پر حضرت زبیر بن عوامؓ کو مقرر فرمایا اور حضرت علی

---

[1] اخرجه ابن جرير الطبري (ج ٤ ص ٦١) [2] اخرجه الطبري ايضا (ج ٤ ص ٦١)

کو مدینہ میں اپنا نائب مقرر فرمایا اور لوگوں سے (اپنے فارس جانے کے بارے میں) مشورہ فرمایا تمام لوگوں نے فارس جانے کا مشورہ دیا اور صرار پہنچنے سے پہلے انہوں نے اس بارے میں کوئی مشورہ فرمایا حضرت طلحہ نے بھی عام لوگوں کی طرح (فارس جانے کی) رائے دی۔ لیکن حضرت عبدالرحمٰن بن عوف حضرت عمر کو (فارس جانے سے) روکنے والوں میں تھے۔ حضرت عبدالرحمٰن کہتے ہیں کہ میں نے نبی کریم ﷺ کے بعد نہ اس دن سے پہلے اور نہ اس دن کے بعد کسی پر اپنے ماں باپ کو قربان کرنے کے الفاظ کہے (بس اس دن حضرت عمر کے بارے میں یہ الفاظ کہے) چنانچہ میں نے کہا۔ اے امیر المومنین! میرے ماں باپ آپ پر قربان ہوں، آپ یہ کام میرے حوالے کر دیں اور خود (مدینہ) ٹھہر جائیں اور لشکر کو روانہ کریں۔ میں نے (آج تک) یہی دیکھا ہے کہ ہمیشہ اللہ کا فیصلہ آپ کے لشکروں کے حق میں ہوتا ہے لیکن آپ کے لشکر کو شکست ہو جانا خود آپ کے شکست کھا جانے (کی طرح نقصان دہ) نہیں ہے کیونکہ اگر شروع ہی میں آپ شہید ہو گئے یا آپ کو شکست ہو گئی تو مجھے ڈر ہے کہ مسلمان ہمیشہ کے لیے اللہ اکبر کہنا اور لاالٰہ الا اللہ کی گواہی دینا چھوڑ دیں گے۔ (ان کے حوصلے ہمیشہ کے لیے پست ہو جائیں گے۔ حضرت عمر نے حضرت عبدالرحمٰن کے مشورے کو قبول فرمایا اور خود مدینہ ٹھہر جانے اور لشکر کو روانہ کرنے کا فیصلہ فرمایا) اور حضرت عمر (امارت کے لیے کسی مناسب) آدمی کو تلاش کرنے لگ گئے کہ اتنے میں مشورہ کے فوراً بعد حضرت سعدؓ کا خط آیا جو اہل نجد سے صدقات کی وصولیابی پر مامور تھے۔ حضرت عمر نے فرمایا مجھے (امیر بنانے کے لیے) کسی آدمی کا مشورہ دو۔ حضرت عبدالرحمٰن نے کہا مجھے امارت کے مناسب آدمی مل گیا۔ حضرت عمر نے کہا وہ کون؟ حضرت عبدالرحمٰن نے کہا وہ پنجوں والا طاقتور شیر سعد بن مالک ہیں۔ تمام اہل شوریٰ نے حضرت عبدالرحمٰن کی رائے سے اتفاق کیا۔[1]

حضرت عثمان بن عفانؓ کا جہاد کی ترغیب دینا

حضرت عثمان بن عفانؓ کے آزاد کردہ غلام حضرت ابو صالح کہتے ہیں کہ میں نے حضرت عثمان کو منبر پر یہ فرماتے ہوئے سنا اے لوگو! میں نے حضور اقدس ﷺ سے ایک حدیث سنی تھی لیکن اب تک آپ لوگوں سے چھپا رکھی تھی تاکہ (اس حدیث میں اللہ کے راستے میں جانے کی زبردست فضیلت کو سن کر) آپ لوگ مجھے چھوڑ کر چلے نہ جائیں۔ لیکن

[1] اخرجه الطبری ایضاً (ج ٤ ص ٨٣)

اب میرا یہ خیال ہوا کہ وہ حدیث آپ لوگوں کو سنادوں تاکہ ہر آدمی اپنے لیئے اسے اختیار کرے جو اسے مناسب معلوم ہو (میرے پاس مدینہ رہنا یا اللہ کی راہ میں مدینہ سے چلے جانا)۔ میں نے حضور کو یہ فرماتے ہوئے سنا ہے کہ اللہ کے راستہ میں ایک دن سرحد کی حفاظت کے لیئے پہرہ دینا اور جگہوں کے ہزار دن سے بہتر ہے۔[1]

حضرت مصعب بن ثابت بن عبداللہ بن زبیرؒ فرماتے ہیں کہ حضرت عثمان بن عفانؓ نے اپنے منبر پر بیان کرتے ہوئے فرمایا میں آج تمہیں ایسی حدیث سناؤں گا جسے میں نے حضور ﷺ سے سنا ہے اور میں نے آج تک تمہیں صرف اس لیے نہیں سنائی تھی کہ میں چاہتا تھا کہ تم لوگ میرے پاس ہی رہو (مجھے چھوڑ کر چلے نہ جاؤ) میں نے حضور اقدس ﷺ کو یہ فرماتے ہوئے سنا ہے کہ اللہ کے راستے میں ایک رات کا پہرہ دینا ان ہزار راتوں سے بہتر ہے جن میں رات کو کھڑے ہو کر اللہ کی عبادت کی جائے اور دن میں روزہ رکھا جائے۔[2]

حضرت علی بن ابی طالب کرم اللہ وجہہ ورضی اللہ عنہ کا جہاد کی ترغیب دینا

حضرت زید بن وہبؒ کہتے ہیں کہ حضرت علیؓ نے لوگوں میں کھڑے ہو کر فرمایا تمام تعریفیں اس ذات کے لئے ہیں کہ وہ جسے توڑے اسے کوئی جوڑ نہیں سکتا اور جسے وہ جوڑے اسے سارے توڑنے والے مل کر توڑ نہیں سکتے ہیں اور اگر اللہ تعالیٰ چاہتے تو ان کی مخلوق میں سے دو آدمیوں میں بھی اختلاف نہ ہوتا اور نہ ہی پوری امت میں کسی بات پر جھگڑا ہوتا اور نہ ہی کم درجہ والا زیادہ درجہ والے کی فضیلت کا انکار کرتا۔ تقدیر نے ہی ہمیں اور ان لوگوں کو یہاں کھینچ کر اکٹھا کر دیا ہے۔ اللہ ہماری ہر بات کو دیکھتے اور سنتے ہیں اگر اللہ تعالیٰ چاہتے تو دنیا میں ہی سزا جلد دے دیتے جس سے ایسی تبدیلی آجاتی کہ اللہ تعالیٰ ظالم کے غلط ہونے کو ظاہر فرمادیتے اور یہ واضح کر دیتے کہ حق کہاں ہے؟ لیکن اللہ تعالیٰ نے دنیا کو دارالعمل بنایا ہے اور آخرت کو ہمیشہ اپنے پاس رہنے کی جگہ بنایا ہے۔ چنانچہ اس نے فرمایا ہے۔

لِيَجْزِيَ الَّذِيْنَ اَسَآءُوْا بِمَا عَمِلُوْا وَيَجْزِيَ الَّذِيْنَ اَحْسَنُوْا بِالْحُسْنٰى

ترجمہ: ”تاکہ وہ بدلہ دے برائی والوں کو ان کے کئے کا۔ اور بدلہ دے بھلائی والوں کو

---

[1] اخرجہ الامام احمد (ج ۱ ص ۶۵)　[2] اخرجہ الامام احمد ایضاً (ج ۱ ص ۶۱)

بھلائی سے۔" غور سے سنو! کل کو تمہارا ان لوگوں سے مقابلہ ہو گا۔ لہذا رات کو (نماز میں) قیام لمبا کرو، قرآن کی کثرت سے تلاوت کرو، اللہ تعالیٰ سے مدد اور صبر کی توفیق مانگو اور ان لوگوں سے مقابلہ میں پورا زور لگاؤ اور احتیاط سے کام لو اور سچے اور ثابت قدم رہنا اس کے بعد حضرت علی تشریف لے گئے۔[1]

حضرت ابو عمرہ انصاری وغیرہ حضرات بیان کرتے ہیں کہ جنگ صفین کے دن حضرت علیؓ نے لوگوں کو ترغیب دی۔ تو فرمایا اللہ عزوجل نے تم لوگوں کو ایسی تجارت بتائی ہے جو تمہیں دردناک عذاب سے نجات دے۔ اور جو تمہیں خیر کے قریب کر دے اور وہ تجارت ہے اللہ اور اس کے رسول ﷺ پر ایمان لانا اور اللہ تعالیٰ کے راستہ میں جہاد کرنا اللہ تعالیٰ اس کے بدلہ میں گناہوں کو معاف کر دیں گے اور جنت عدن میں عمدہ عمدہ محلات دیں گے۔ پھر میں تمہیں بتانا چاہتا ہوں کہ اللہ تعالیٰ ان لوگوں سے محبت کرتے ہیں جو اللہ کے راستہ میں صف بنا کر اس طرح لڑتے ہیں گویا کہ وہ سیسہ پلائی ہوئی دیوار ہیں لہذا تم اپنی صفیں اس طرح سیدھی بنانا جیسے کہ سیسہ پلائی ہوئی دیوار ہوتی ہے اور جن لوگوں نے زرہ پہن رکھی ہے انہیں آگے رکھنا اور جنہوں نے نہیں پہن رکھی ہے انہیں پیچھے رکھنا اور مضبوطی سے جمے رہنا۔[2]

حضرت ابو وداک ہمدانی کہتے ہیں کہ حضرت علیؓ نے (کوفہ کے قریب) نخیلہ مقام پر پڑاؤ ڈالا اور خوارج سے ناامید ہو گئے تھے تو کھڑے ہو کر انہوں نے اللہ کی حمد وثنا بیان کی پھر فرمایا کہ جس نے اللہ کے راستے کا جہاد چھوڑ دیا اور اللہ کے دین میں مداہنت اختیار کی (یعنی دنیاوی اغراض کی وجہ سے دین میں کسی غلط بات پر راضی ہو گیا) تو وہ ہلاکت کے کنارے پر پہنچ گیا۔ اللہ ہی اپنے فضل سے اسے بچائے تو بچ سکتا ہے لہذا اللہ سے ڈرو۔ ان لوگوں سے جنگ کرو جو اللہ سے دشمنی کرتے ہیں اور وہ اللہ کے نور کو بجھانا چاہتے ہیں اور وہ خطاکار، گمراہ، ظالم اور مجرم ہیں جو نہ قرآن کو پڑھنے والے ہیں اور نہ دین کی سمجھ رکھتے ہیں اور نہ ہی ان کے پاس تفسیر کا علم ہے اور نہ ہی وہ اسلام میں سبقت رکھنے کی وجہ سے اس امر (خلافت) کے اہل ہیں اللہ کی قسم! اگر ان کو تمہارا والی بنا دیا جائے تو وہ تمہارے ساتھ کسریٰ اور ہرقل والا معاملہ کریں گے لہذا تم اہل مغرب کے اپنے دشمنوں سے لڑنے کی تیاری کرو۔ ہم نے تمہارے بصرہ والے بھائیوں کے پاس پیغام بھیجا ہے کہ وہ تمہارے پاس آجائیں لہذا جب وہ آجائیں اور تم سب اکٹھے ہو جاؤ تو پھر ہم انشاء اللہ (خوارج کے مقابلہ کے لیے) نکلیں گے۔ ولا حول

[1] اخرجه الطبری (ج ٤ ص ٩)
[2] اخرجه الطبری ایضاً (ج ٤ ص ١١)

ولا قوۃ الا باللہ۔[1]

حضرت زید بن وہبؒ بیان کرتے ہیں کہ جنگ نہروان کے بعد حضرت علیؓ نے سب سے پہلے بیان میں فرمایا اے لوگو! اس دشمن کی طرف جانے کی تیاری کرو جس سے جہاد کرنے میں اللہ کا قرب حاصل ہوگا اور اللہ کے ہاں بڑا درجہ ملے گا اور یہ لوگ حیران و پریشان ہیں کیونکہ حق ان پر واضح نہیں ہے۔ کتاب اللہ سے ہٹے ہوئے ہیں اور دین سے ہٹے ہوئے ہیں اور سرکشی میں سرگرداں ہیں اور گمراہی کے گھڑے میں الٹے پڑے ہوئے ہیں۔ تم قوت کے ذریعہ اور گھوڑوں کے ذریعہ، ان کے مقابلہ کی جتنی تیاری کر سکتے ہو ضرور کرو، اللہ پر بھروسہ کرو، اور اللہ ہی کام بنانے اور مدد کرنے کے لیئے کافی ہیں۔ حضرت زید کہتے ہیں کہ لوگوں نے نہ کوئی تیاری کی اور نہ نکلے۔ تو حضرت علی نے ان کو چند دن چھوڑے رکھا یہاں تک کہ جب وہ ان کے کچھ کرنے سے ناامید ہو گئے تو ان کے سرداروں اور بڑوں کو بلا کر ان کی رائے معلوم کی۔ کہ یہ لوگ دیر کیوں کر رہے ہیں؟ ان میں سے کچھ نے اپنے عذر بیماری وغیرہ کا ذکر کیا اور کچھ نے اپنی مجبوریاں بتائیں۔ تھوڑے ہی لوگ خوشدلی سے جانے کے لیئے تیار ہوئے چنانچہ حضرت علی ان میں بیان فرمانے کے لیئے کھڑے ہوئے۔ اور فرمایا اے اللہ کے بندو! تمہیں کیا ہو گیا ہے کہ میں جب تمہیں اللہ کے راستہ میں نکلنے کا حکم دیتا ہوں تو تم بوجھل ہو کر زمین سے لگے جاتے ہو؟ کیا تم آخرت کے مقابلہ میں دنیا کی زندگی پر اور عزت کے مقابلہ میں ذلت اور خواری پر راضی ہو گئے ہو؟ کیا ہوا؟ جب بھی میں تم سے جہاد میں جانے کا مطالبہ کرتا ہوں تو تمہاری آنکھیں ایسے گھومنے لگ جاتی ہیں جیسے کہ تم موت کی بے ہوشی میں ہو اور ایسا معلوم ہوتا ہے جیسے تمہارے دل ایسے بدحواس ہو گئے ہیں کہ تمہیں کچھ سمجھ نہیں آرہا ہے اور تمہاری آنکھیں ایسی اندھی ہو گئی ہیں کہ تمہیں کچھ نظر نہیں آرہا ہے۔ اللہ کی قسم! جب راحت و آرام کا موقع ہوتا ہے تو تم شری جنگل کے شیر کی طرح بہادر بن جاتے ہو اور جب تمہیں لڑنے کے لیئے بلایا جاتا ہے تو تم مکار لومڑی بن جاتے ہو، تم پر سے میرا اعتماد ہمیشہ کے لیئے اٹھ گیا اور تم لوگ ایسے شہسوار بھی نہیں ہو کہ تمہیں ساتھ لے کر کسی پر حملہ کر دیا جائے اور تم ایسے عزت والے بھی نہیں کہ تمہاری پناہ حاصل کی جائے۔ اللہ کی قسم! تم لڑائی میں بہت کمزور اور بالکل بیکار ہو اور تمہارے خلاف دشمن کی چال کامیاب ہو جاتی ہے اور تم دشمن کے خلاف کوئی چال نہیں چل سکتے ہو۔ تمہارے اعضاء کاٹے جا رہے ہیں اور تم ایک دوسرے کو بچاتے نہیں ہو اور تمہارا دشمن سوتا نہیں ہے اور تم غفلت

---

[1] اخرجه ایضاً (ج ٤ ص ٥٧)

میں بے خبر پڑے ہوئے ہو۔ جنگ جو آدمی تو بیدار اور سمجھدار ہوتا ہے اور جو جھک کر صلح کرتا ہے وہ ذلیل وخوار ہو جاتا ہے۔ آپس میں جھگڑنے والے مغلوب ہو جاتے ہیں اور جو مغلوب ہو جاتا ہے اسے خوب دبایا جاتا ہے اور اس کا سب کچھ چھین لیا جاتا ہے۔ پھر فرمایا امابعد! میرا تم پر حق ہے اور تمہارا مجھ پر حق ہے تمہارا حق مجھ پر یہ ہے کہ جب تک میں تمہارے ساتھ رہوں تمہارا بھلا چاہتا رہوں اور تمہارا مال غنیمت بڑھاتا رہوں اور تمہیں سکھاتا رہوں تاکہ تم جاہل نہ رہو اور تمہیں ادب اور اخلاق سکھاتا رہوں تاکہ تم سیکھ جاؤ اور میرا تمہارے اوپر حق یہ ہے کہ تم میری بیعت کو پورا کرو میرے سامنے اور میرے پیچھے میرے خیر خواہ بن کر رہو۔ اور جب میں تمہیں بلاؤں تو تم میری آواز پر لبیک کہو اور جب میں تمہیں کوئی حکم دوں تو تم اسے پورا کرو اور اگر اللہ تعالیٰ تمہارے ساتھ بھلائی کا ارادہ فرمارہے ہیں تو ان کاموں کو چھوڑ دو جو مجھے پسند نہیں ہیں اور ان کاموں کی طرف لوٹ آؤ جو مجھے پسند ہیں اس طرح تم جو کچھ چاہتے ہو اسے پالو گے اور جن چیزوں کی امید لگائے بیٹھے ہو انہیں حاصل کر لو گے۔[1]

حضرت عبدالواحد دمشقی بیان کرتے ہیں کہ جنگ صفین کے دن حوشب حمیری نے حضرت علیؓ کو پکار کر کہا اے ابو طالب کے بیٹے! آپ ہمارے ہاں سے واپس چلے جائیں۔ ہم آپ کو اپنے اور آپ کے خون کے بارے میں اللہ کا واسطہ دیتے ہیں (کہ آپ جنگ کا ارادہ ترک کر دیں) ہم آپ کے لیے عراق چھوڑ دیتے ہیں آپ ہمارے لیے شام چھوڑ دیں اور اس طرح مسلمانوں کے خون کی حفاظت کرلیں۔ حضرت علی نے فرمایا اے ام ظلیم کے بیٹے! ایسے کہاں ہو سکتا ہے؟ اللہ کی قسم! اگر مجھے معلوم ہوتا کہ اللہ کے دین میں مداہنت کرنے کی گنجائش ہے تو میں ضرور کر لیتا اور اس طرح میری مشکلات آسان ہو جاتیں۔ لیکن اللہ تعالیٰ اس بات پر راضی نہیں ہیں کہ جب اللہ کی نافرمانی ہو رہی ہو اور قرآن والے اس سے روکنے کی اور غلبہ دین کے لیے جہاد کرنے کی طاقت رکھتے ہوں اور پھر قرآن والے خاموش رہیں۔ اور مداہنت سے کام لیں۔[2]

---

[1] اخرجه الطبري ايضاً (ج ٤ ص ٦٧) من طريق ابي مخنف

[2] اخرجه ابن عبدالبر في الاستيعاب (ج ١ ص ٣٩١) واخرجه ابو نعيم في الحلية (ج ١ ص ٨٥)

حضرت سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ کا جہاد کے لیے ترغیب دینا

حضرت محمد حضرت طلحہ اور حضرت زیادؓ فرماتے ہیں کہ جنگ قادسیہ کے دن حضرت سعدؓ نے بیان فرمایا چنانچہ انہوں نے اللہ کی حمد و ثناء بیان کی اور فرمایا اللہ تعالیٰ حق ہیں اور بادشاہت میں ان کا کوئی شریک نہیں۔ ان کی کسی بات کے خلاف نہیں ہو سکتا۔ اور اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے۔

وَلَقَدْ كَتَبْنَا فِي الزَّبُوْرِ مِنْ بَعْدِ الذِّكْرِ اَنَّ الْاَرْضَ يَرِثُهَا عِبَادِيَ الصّٰلِحُوْنَ

ترجمہ: "اور ہم نے لکھ دیا ہے زبور میں نصیحت کے پیچھے۔ کہ آخر زمین پر مالک ہوں گے میرے نیک بندے۔" یہ زمین تمہاری میراث ہے اور تمہارے رب نے تمہیں یہ دینے کا وعدہ کیا ہوا ہے۔ اور تین سال سے اللہ تعالیٰ نے تمہیں اس زمین کو استعمال کرنے کا موقع دیا ہوا ہے۔ تم خود بھی اس میں سے کھا رہے ہو اور دوسروں کو بھی کھلا رہے ہو اور یہاں کے رہنے والوں کو قتل کر رہے ہو اور ان کا مال سمیٹ رہے ہو اور آج تک ان کی عورتوں اور بچوں کو قید کر رہے ہو۔ غرضیکہ گزشتہ تمام جنگوں میں تمہارے ناموروں نے ان کو بڑا نقصان پہنچایا ہے۔ اور اب تمہارے سامنے ان کا یہ بہت بڑا لشکر جمع ہو کر آگیا ہے (اس لشکر کی تعداد دو لاکھ بتائی جاتی ہے) اور تم عرب کے سردار اور معزز لوگ ہو اور تم میں سے ہر ایک اپنے قبیلہ کا بہترین آدمی ہے اور تمہارے پیچھے رہ جانے والوں کی عزت تم سے ہی وابستہ ہے۔ اگر تم دنیا کی بے رغبتی اور آخرت کا شوق اختیار کرو تو اللہ تعالیٰ تمہیں دنیا اور آخرت دونوں دے دیں گے۔ اور دشمن سے لڑنے سے موت قریب نہیں آجاتی۔ اگر تم بزدل بن گئے اور تم نے کمزوری دکھائی تو تمہاری ہوا اکھڑ جائے گی اور تم اپنی آخرت برباد کر لو گے۔ ان کے بعد حضرت عاصم بن عمروؓ نے کھڑے ہو کر کہا یہ عراق وہ علاقہ ہے کہ جس کے رہنے والوں کو اللہ تعالیٰ نے تمہارے لیے مغلوب کر دیا ہے اور تین سال سے تم ان کا جتنا نقصان کر رہے ہو وہ تمہارا اتنا نہیں کر سکتے ہیں۔ اور تم ہی بلند ہو اور اللہ تمہارے ساتھ ہے۔ اگر تم جمے رہے اور تم نے اچھی طرح تلوار اور نیزے کو چلایا تو تمہیں ان کے مال اور ان کے بیوی بچے اور ان کے علاقے سب کچھ مل جائیں گے اور اگر تم نے کمزوری دکھائی اور بزدل بنے۔ اللہ تمہاری ان باتوں سے حفاظت فرمائے۔ تو اس لشکر والے تم میں سے ایک کو بھی اس ڈر کی وجہ سے

زندہ نہیں چھوڑیں گے کہ تم ان پر دوبارہ حملہ کر کے ان کو ہلاک نہ کر دو، اللہ سے ڈرو، اللہ سے ڈرو، اور گزشتہ جنگوں اور ان جنگوں میں جو کچھ تمہیں اللہ تعالیٰ نے دیا ہے اسے یاد کرو۔ کیا تم دیکھتے نہیں ہو کہ تمہارے پیچھے سرزمین عرب تو بس بیابان اور چٹیل میدان ہی ہے۔ نہ تو اس میں کوئی ایسی سایہ کی جگہ ہے جس میں پناہ لی جا سکے اور نہ کوئی ایسی پناہ گاہ ہے جس کے ذریعہ اپنی حفاظت کی جا سکے تم تو اپنا مقصود آخرت کو بناؤ۔[۱]

صحابہ کرام رضی اللہ عنہم

کا جہاد کرنے کا اور اللہ کے راستہ میں نکلنے کا شوق

حضرت ابو امامہؓ فرماتے ہیں کہ جب حضور اقدس ﷺ نے بدر جانے کا ارادہ فرمایا تو حضرت ابو امامہ بھی حضورؐ کے ساتھ جانے کے لیئے تیار ہو گئے تو ان سے ان کے ماموں حضرت ابو بردہ بن نیارؓ نے کہا تم اپنی والدہ کے پاس ٹھہرو۔ حضرت ابو امامہ نے کہا نہیں آپ اپنی بہن کے پاس ٹھہریں حضورؐ کے سامنے اس کا تذکرہ آیا تو آپ نے حضرت ابو امامہ کو اپنی والدہ کے پاس ٹھہرنے کا حکم دیا اور حضرت ابو بردہ آپ کے ساتھ (غزوہ بدر میں) تشریف لے گئے۔ جب حضورؐ واپس تشریف لائے تو اس وقت حضرت ابو امامہ کی والدہ کا انتقال ہو چکا تھا۔ چنانچہ حضور ﷺ نے ان کی نماز جنازہ پڑھائی۔[۲]

حضرت عمرؓ نے فرمایا اگر تین باتیں نہ ہوتیں تو میں اس بات کی تمنا کرتا کہ اللہ سے جا ملوں۔ اللہ کے راستے میں پیدل چلنا اور سجدے میں اللہ کے سامنے مٹی میں اپنی پیشانی رکھنا اور ایسے لوگوں کے پاس بیٹھنا جو عمدہ باتوں کو ایسے چنتے ہیں جیسے عمدہ کھجوریں چنی جاتی ہیں۔[۳]

حضرت عمرؓ نے فرمایا تم لوگ حج کیا کرو کیونکہ یہ وہ عمل صالح ہے جس کا اللہ تعالیٰ نے حکم دیا ہے لیکن جہاد اس سے بھی افضل ہے۔[۴] حضرت ابن عمرؓ نے فرمایا جنگ بدر کے دن مجھے حضور ﷺ کے سامنے پیش کیا گیا لیکن حضورؐ نے مجھے چھوٹا سمجھ کر قبول نہ فرمایا اس جیسی سخت رات مجھ پر کبھی نہیں آئی تھی۔ حضورؐ کے قبول نہ فرمانے کی وجہ سے مجھے بڑا غم تھا اور

---

[۱] اخرجه ابن جرير الطبرى (ج ٤ ص ٤٤) من طريق سيف

[۲] اخرجه ابو نعيم فى الحلية (ج ٩ ص ٣٧)

[۳] اخرجه الامام احمد فى الزهد وسعيد بن منصور وابن ابى شيبة وغيرهم. كذافى الكنز

[۴] اخرجه ابن ابى شيبة كذافى الكنز (ج ٢ ص ٢٨٨)

میں ساری رات جاگتا رہا اور روتا رہا۔ اگلے سال پھر مجھے حضورؐ کے سامنے پیش کیا گیا آپ نے مجھے قبول فرمالیا میں نے اس پر اللہ کا شکر ادا کیا۔ اس پر ایک آدمی نے کہا اے ابو عبدالرحمٰن! جس دن دونوں فوجیں مقابلہ میں آئی تھیں (یعنی جنگ احد کے دن) کیا اس دن آپ لوگوں نے پیٹھ پھیری تھی؟ انہوں نے کہا ہاں لیکن اللہ تعالیٰ نے ہم سب کو معاف فرمادیا اس پر اللہ کا بڑا شکر ہے۔ [1]

حضرت انسؓ فرماتے ہیں ایک آدمی نے حضرت عمرؓ کے پاس آکر کہا اے امیر المومنین! میں جہاد میں جانا چاہتا ہوں آپ مجھے سواری دے دیں۔ حضرت عمر نے ایک آدمی سے کہا اس کا ہاتھ پکڑ کر اسے بیت المال میں لے جاؤ۔ وہاں سے جو چاہے لے لے۔ چنانچہ اس آدمی نے بیت المال میں جاکر دیکھا کہ وہاں تو چاندی اور سونا رکھا ہوا ہے اس نے کہا یہ کیا ہے؟ مجھے اس کی ضرورت نہیں ہے میں تو زاد سفر اور سواری لینا چاہتا ہوں۔ لوگ اسے حضرت عمرؓ کے پاس واپس لے آئے اور اس نے جو کہا تھا وہ حضرت عمرؓ کو بتایا۔ تو حضرت عمرؓ نے حکم دیا کہ اسے زاد سفر اور سواری دی جائے (چنانچہ اسے دیا گیا تو) حضرت عمرؓ نے اپنے ہاتھ سے اس کی سواری پر کجاوہ باندھا۔ جب یہ آدمی اس سواری پر سوار ہو گیا تو اس نے ہاتھ اٹھایا اور حضرت عمرؓ نے اس آدمی کے ساتھ جو حسن سلوک کا معاملہ کیا اور اسے دیا اس پر اللہ کا شکر ادا کیا اور اس کی حمد و ثنا بیان کی اور حضرت عمرؓ اس تمنا میں اس کے پیچھے چلنے لگے کہ وہ حضرت عمرؓ کے لیئے دعا کردے۔ جب وہ حمد و ثنا سے فارغ ہو گیا تو اس نے کہا اے اللہ! عمرؓ کو تو اور بہترین جزا عطا فرما۔ [2]

حضرت ارطاۃ بن منذر کہتے ہیں حضرت عمرؓ نے ایک دن اپنے پاس بیٹھنے والوں سے فرمایا۔ لوگوں میں سب سے زیادہ اجر و ثواب والا کون ہے؟ لوگ نماز اور روزے کا ذکر کرنے لگے اور کہنے لگے امیر المومنین کے بعد فلاں اور فلاں (زیادہ اجر و ثواب والے ہیں) حضرت عمر نے فرمایا کیا میں تمہیں وہ آدمی نہ بتادوں جس کا اجر و ثواب ان سے بھی زیادہ ہے جن کا تم نے ذکر کیا ہے اور امیر المومنین سے بھی زیادہ ہے؟ لوگوں نے کہا ضرور بتائیں۔ آپ نے فرمایا یہ وہ ایک چھوٹا سا آدمی ہے جو اپنے گھوڑے کی لگام پکڑ کر شام میں پیدل چل رہا ہے اور جو مسلمانوں کے اجتماعی مرکز (مدینہ منورہ) کی حفاظت کر رہا ہے (تاکہ شامی فوج مدینہ پر حملہ کرنے نہ جاسکے) اسے یہ بھی پتہ نہیں ہے کہ کیا اسے کوئی درندہ پھاڑ کھائے گا یا کوئی زہریلا

---

[1] اخرجه ابن عساکر کذافی منتخب الکنز (ج ۵ ص ۲۳۱)

[2] اخرجه هنا و کذا فی الکنز (ج ۲ ص ۲۸۸)

جانور اسے ڈس لے گا یا کوئی دشمن اس پر قابو پالے گا۔ اس آدمی کا اجر وثواب ان لوگوں سے بھی زیادہ ہے جن کا تم نے ذکر کیا ہے اور امیر المومنین سے بھی زیادہ ہے۔[۱]

حضرت کعب بن مالکؓ فرماتے ہیں کہ جب حضرت معاذؓ ملک شام کی طرف روانہ ہو گئے تو حضرت عمرؓ فرمایا کرتے تھے کہ حضرت معاذ کے شام جانے سے مدینہ والوں کو فقہی مسائل میں اور فتوی لینے میں بڑی دقت پیش آرہی ہے کیونکہ حضرت معاذ مدینہ میں لوگوں کو فتوی دیا کرتے تھے۔ میں نے حضرت ابو بکر سے، اللہ ان پر رحمت نازل فرمائے، یہ بات کی تھی کہ وہ حضرت معاذ کو مدینہ میں روک لیں کیونکہ (فتوی میں) لوگوں کو ان کی ضرورت ہے لیکن انہوں نے مجھے انکار کر دیا اور فرمایا کہ ایک آدمی اس راستہ میں جا کر شہید ہونا چاہتا ہے تو میں اسے نہیں روک سکتا ہوں۔ تو میں نے کہا اللہ کی قسم! جو آدمی اپنے گھر میں رہ کر شہر والوں کے بڑے بڑے (دینی) کام کر رہا ہے وہ اگر اپنے بستر پر بھی مر جائے گا تو بھی وہ شہید ہو گا۔ حضرت کعب بن مالک فرماتے ہیں حضرت معاذ حضور ﷺ کے زمانے میں بھی اور حضرت ابو بکر کے زمانہ میں بھی مدینہ میں لوگوں کو فتوی دیا کرتے تھے۔[۲]

حضرت نوفل بن عمارہ فرماتے ہیں کہ حضرت حارث بن ہشام اور حضرت سہیل بن عمروؓ حضرت عمرؓ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور ان کے پاس بیٹھ گئے اور حضرت عمرؓ ان دونوں کے درمیان بیٹھے ہوئے تھے۔ حضرات مہاجرین اولین حضرت عمر کے پاس آنے لگے۔ (ان میں سے جب بھی کوئی آتا تو) حضرت عمرؓ فرماتے اے سہیل ادھر ہو جاؤ اور اے حارث ادھر ہو جاؤ۔ اسی طرح حضرت عمرؓ نے مہاجرین کو پاس بٹھا لیا اور ان دونوں کو ان سے پیچھے کر دیا۔ پھر حضرات انصار حضرت عمرؓ کے پاس آنے لگے۔ حضرت عمرؓ ان دونوں کو انصار سے بھی پیچھے کر دیتے۔ ہوتے ہوتے یہ دونوں لوگوں کے بالکل آخر میں پہنچ گئے۔ جب یہ دونوں حضرت عمر کے پاس سے باہر آئے تو حضرت حارث بن ہشام نے حضرت سہیل بن عمرو سے کہا کیا تم نے نہیں دیکھا کہ حضرت عمر نے ہمارے ساتھ کیا کیا؟ تو حضرت سہیل نے ان سے کہا ہم حضرت عمر کو ملامت نہیں کر سکتے ہمیں تو اپنے آپ کو ملامت کرنی چاہئے۔ ان لوگوں کو (اسلام کی) دعوت دی گئی تھی انہوں نے جلدی سے قبول کر لی۔ ہمیں بھی دعوت دی گئی تھی ہم نے دیر سے قبول کی۔ جب حضرات مہاجرین وانصار حضرت عمر کے پاس سے کھڑے ہو کر باہر آگئے تو ان دونوں نے حضرت عمر کی خدمت میں آکر کہا اے امیر المومنین! آپ نے آج ہمارے ساتھ جو کچھ کیا ہے ہم نے اسے خوب دیکھا ہے

---

[۱] اخرجه ابن عساكر كذافي كنز العمال (۲ ص ۲۸۹)
[۲] اخرجه ابن سعد من طريق الواقدي كذافي الكنز (ج ۷ ص ۸۷)

اور ہمیں یہ معلوم ہے کہ ہمارے ساتھ آج جو کچھ ہوا ہے یہ ہماری اپنی غلطیوں کی وجہ سے ہوا ہے لیکن کیا ایسی کوئی چیز ہے جسے کر کے ہم آئندہ وہ قدر و منزلت حاصل کر لیں جو ہم ابھی تک حاصل نہیں کر سکے؟ حضرت عمر نے فرمایا ایسا کام تو اب بس ایک ہی ہے کہ تم ادھر چلے جاؤ اور ہاتھ سے روم کی سرحد کی طرف اشارہ فرمایا۔ چنانچہ وہ دونوں حضرات شام کی طرف چلے گئے اور وہاں ہی ان حضرات کا انتقال ہو گیا۔[1]

حضرت حسنؒ فرماتے ہیں کہ حضرت عمرؓ کے دروازے پر کچھ لوگ آئے جن میں حضرت سہیل بن عمرو، حضرت ابو سفیان بن حربؓ بہت سے قریش کے بڑے سردار تھے۔ حضرت عمر کا دربان باہر آیا اور حضرت صہیبؓ، حضرت بلال اور حضرت عمارؓ جیسے بدری صحابہؓ کو اجازت دینے لگا۔ اللہ کی قسم! حضرت عمرؓ خود بدری تھے اور بدریوں سے بڑی محبت کرتے تھے اور ان کا خاص خیال رکھنے کی اپنے ساتھیوں کو تاکید کر رکھی تھی۔ یہ دیکھ کر حضرت ابو سفیانؓ نے کہا آج جیسا دن تو میں نے کبھی نہیں دیکھا کہ یہ دربان ان غلاموں کو اجازت دے رہا ہے اور ہم بیٹھے ہوئے ہیں، ہمیں دیکھتا بھی نہیں ہے۔ حضرت حسن فرماتے ہیں کہ حضرت سہیل بن عمرو بڑے اچھے اور سمجھدار آدمی تھے۔ انہوں نے کہا اے لوگو! میں تمہارے چہروں پر ناگواری کے اثرات دیکھ رہا ہوں۔ اگر تم نے ناراض ہونا ہی ہے تو اپنے اوپر ناراض ہو۔ ان لوگوں کو بھی دعوت دی گئی تھی اور تمہیں بھی دعوت دی گئی تھی انہوں نے دعوت جلدی مان لی تم نے دیر سے مانی۔ غور سے سنو! اللہ کی قسم تم (امیر المومنین کے) اس دروازے میں ایک دوسرے سے زیادہ حرص کر رہے ہو اور یہ دروازہ تمہارے لیئے آج کھلا بھی نہیں۔ تو اس دروازے کے ہاتھ میں نہ آنے سے زیادہ سخت تو (دعوت اسلام کو قبول کر لینے اور دینی محنت میں لگنے کی) فضیلت سے محروم ہونا ہے۔ جس فضیلت کی وجہ سے وہ تم سے آگے نکل گئے ہیں اور یہ لوگ جیسے کہ تم دیکھ رہے ہو تم سے آگے نکل گئے ہیں اور اللہ کی قسم! تم سے آگے بڑھ کر انہوں نے جو درجہ پالیا ہے اب تم وہ کسی طرح حاصل نہیں کر سکتے ہو لہذا اب تم جہاد کی طرف متوجہ ہو جاؤ اور اس میں مسلسل لگے رہو۔ ہو سکتا ہے کہ اللہ تعالیٰ تمہیں جہاد اور شہادت کا مرتبہ نصیب فرمادے پھر حضرت سہیل بن عمرو کپڑے جھاڑتے ہوئے کھڑے ہوئے اور (جہاد کے لیئے) ملک شام چلے گئے۔ حضرت حسن فرماتے ہیں حضرت سہیل نے سچ فرمایا۔ اللہ کی قسم! جو بندہ اللہ کی طرف (چلنے میں) جلدی کرتا ہے اسے اللہ

---

[1] اخرجه ابن عساكر كذافي كنز العمال (ج ۷ص ۱۳۶) واخرجه ايضا الزبير عن عمه مصعب عن نوفل بن عمارة بنحوه كما ذكره ابن عبدالبر في الاستيعاب (ج ۲ ص ۱۱۱)

تعالیٰ دیر کرنے والے کی طرح نہیں بناتے ہیں۔[1]

حضرت ابو سعد بن فضالہؓ ایک صحابی ہیں وہ فرماتے ہیں کہ میں اور حضرت سہیل بن عمروؓ دونوں اکٹھے شام گئے۔ میں نے انہیں یہ کہتے ہوئے سنا کہ میں نے حضور ﷺ سے یہ سنا کہ زندگی میں سے ایک گھڑی کسی کا اللہ کے راستہ میں کھڑا ہونا اس کے اپنے گھر والوں میں عمر بھر کے اعمال سے زیادہ بہتر ہے۔ حضرت سہیل نے کہا میں اب اسلامی سرحد کی حفاظت میں یہاں مرتے دم تک لگا رہوں گا اور مکہ واپس نہیں جاؤں گا۔ چنانچہ وہ ملک شام میں ہی ٹھہرے رہے یہاں تک کہ ان کا طاعون عمواس میں انتقال ہو گیا۔[2]

حضرت ابو نوفل بن ابی عقرب بیان کرتے ہیں کہ حضرت حارث بن ہشامؓ (ملک شام جانے کے لیے) مکہ سے روانہ ہونے لگے تو تمام مکہ والے (ان کے یوں ہمیشہ کے لیئے چلے جانے کی وجہ سے) غمگین اور پریشان تھے۔ دودھ پینے والے بچوں کے علاوہ باقی سب چھوٹے بڑے ان کو رخصت کرنے ان کے ساتھ شہر مکہ سے باہر آئے۔ جب وہ بطحا مقام کی اونچی جگہ یا اس کے قریب پہنچے۔ تو وہ رک گئے اور تمام لوگ ان کے ارد گرد رک گئے اور تمام لوگ رو رہے تھے۔ جب انہوں نے ان لوگوں کی یہ پریشانی دیکھی تو کہا اے لوگو! اللہ کی قسم! میں اس وجہ سے نہیں جا رہا ہوں کہ مجھے اپنی جان تمہاری جان سے زیادہ پیاری ہے یا میں نے تمہارے شہر (مکہ) کو چھوڑ کر کوئی اور شہر اختیار کر لیا ہے بلکہ اس وجہ سے جا رہا ہوں کہ (اسلام لانے اور اللہ کے راستہ میں جہاد کرنے کی) بات چلی تھی تو اس وقت قریش کے بہت سے ایسے آدمیوں نے نکلنے میں پہل کر لی، جو نہ تو قریش کے بڑے لوگوں میں سے تھے اور نہ وہ قریش کے اعلیٰ خاندانوں میں سے تھے۔ (قریش کے بڑے لوگ تو ہم تھے اور ہمارے خاندان اعلیٰ تھے) اب ہماری حالت یہ ہو گئی ہے کہ اللہ کی قسم! اگر ہم مکہ کے پہاڑوں کے برابر سونا اللہ کے راستے میں خرچ کر دیں تو بھی ہم ان کے ایک دن کے ثواب کو نہیں پا سکتے ہیں۔ اللہ کی قسم! اگر وہ دنیا میں ہم سے آگے نکل گئے ہیں تو ہم یہ چاہتے ہیں کہ کم از کم ہم آخرت میں تو ان کے برابر ہو جائیں۔ عمل کرنے والے کو (اپنے عمل کے بارے میں) اللہ سے ڈرنا

---

[1] اخرجه الحاكم (ج ۳ ص ۲۸۲) من طريق ابن المبارك عن جرير بن حازم وهكذا ذكره في الاستيعاب (ج ۲ ص ۱۱۰) واخرجه الطبراني ايضاً عن الحسن بمعناه مطولا قال الهيثمي (ج ۸ ص ٤٦) رجاله رجال الصحيح الا ان الحسن لم يسمع من عمر انتهى واخرجه البخاري في تاريخه والباوردي من طريق حميد عن الحسن بمعناه مختصراً كما في الاصابة (ج ۲ ص ۹٤)

[2] اخرجه ابن سعد (ج ۵ ص ۳۳۵) كذافي الاصابة (ج ۲ ص ۹٤) واخرجه الحاكم (ج ۳ ص ۲۸۲) عن ابي سعيد مثله

چاہئے۔ چنانچہ وہ ملک شام روانہ ہو گئے اور ان کے تمام متعلقین بھی ان کے ساتھ گئے۔ اور وہاں وہ شہید ہو گئے۔ اللہ ان پر اپنی رحمت نازل فرمائے۔[1]

حضرت خالدؓ کے خاندان کے آزاد کردہ غلام حضرت زیاد کہتے ہیں کہ حضرت خالد نے اپنے انتقال کے وقت فرمایا کہ جو رات سخت سردی والی ہو جس میں پانی جم جائے اور میں مہاجرین کی ایک جماعت کے ساتھ ہوں اور صبح کو دشمن پر حملہ کروں۔ روئے زمین پر کوئی رات مجھے اس رات سے زیادہ محبوب نہیں ہے لہٰذا تم لوگ جہاد کرتے رہنا۔[2] حضرت خالدؓ فرماتے ہیں کہ جس رات میں گھر میں نئی دلہن آئے جس سے مجھے محبت بھی ہو اور مجھے اس سے لڑکے کے ہونے کی بشارت بھی اس رات مل جائے، یہ رات مجھے اس رات سے زیادہ محبوب نہیں ہے جس رات میں پانی جما دینے والی سخت سردی پڑ رہی ہو اور میں مہاجرین کی ایک جماعت میں ہوں اور صبح کو دشمن پر حملہ کرنا ہو۔[3]

حضرت خالد بن ولیدؓ فرماتے ہیں کہ جہاد فی سبیل اللہ (کی مشغولی کی وجہ سے) میں زیادہ قرآن نہ پڑھ سکا۔[4] ایک روایت میں ہے حضرت خالدؓ فرماتے ہیں کہ میں جہاد کی وجہ سے بہت سا قرآن نہیں سیکھ سکا۔[5]

حضرت ابو وائل کہتے ہیں کہ جب حضرت خالدؓ کے انتقال کا وقت قریب آیا تو انہوں نے فرمایا کہ میرے دل میں تمنا تھی کہ میں اللہ کے راستہ میں شہید ہو جاؤں لہٰذا جن جگہوں میں جانے سے شہادت مل سکتی تھی میں ان تمام جگہوں میں گیا لیکن میرے لیئے بستر پر مرنا ہی مقدر تھا۔ لا الہ الا اللہ کے بعد میرے نزدیک سب سے زیادہ امید والا عمل یہ ہے کہ میں نے ایک رات اس حال میں گزاری تھی کہ ساری رات صبح تک بارش ہوتی رہی اور میں ساری رات سر پر ڈھال لیئے کھڑا رہا اور صبح کو ہم نے کافروں پر اچانک حملہ کر دیا۔ پھر فرمایا جب میں مر جاؤں تو میرے ہتھیار اور گھوڑے کو ذرا خیال کر کے جمع کر لینا اور انہیں اللہ کے راستہ میں بطور سامان جنگ کے دیدینا۔ جب ان کا انتقال ہو گیا تو حضرت عمرؓ ان کے جنازے کے لیئے باہر تشریف لائے اور فرمایا کہ خاندان ولید کی عورتیں حضرت خالد کے انتقال پر آنسو بہا سکتی

---

[1] اخرجه ابن المبارك عن الا سود بن شيبان كذافى الا ستيعاب (۱ ص ۳۱۰) واخرجه الحاكم (ج ۳ص ۲۷۸) من طريق ابن المبارك نحوه [2] اخرجه ابن سعد كذافى الاصابه (ج۱ص ٤١٤) [3] اخرجه ابو يعلى عن قيس بن ابى حازم كذافى المجمع (ج ۹ص ۳۵۰) وقال رجاله رجال الصحيح [4] اخرجه ابو يعلى ايضا عن قيس بن ابى حازم قال الهيثمى (ج۹ص ۳۵۰) رجاله رجال الصحيح [5] ذكره فى الا صابة (ج ۱ص ٤١٤) عن ابى يعلى

ہیں۔ نہ تو گریبان پھاڑیں نہ چیخیں چلائیں۔[1]

حضرت عبداللہ بن محمد، عمر بن حفص اور حضرت عمار بن حفص ان سب کے والد ان سب کے داداؤں سے نقل کرتے ہیں کہ حضرت بلالؓ نے حضرت ابو بکرؓ کی خدمت میں حاضر ہو کر کہا اے خلیفہ رسول اللہ! میں نے حضور ﷺ سے سنا ہے کہ مومنوں کا سب سے افضل عمل جہاد فی سبیل اللہ ہے اس لیئے میں نے یہ ارادہ کرلیا ہے کہ میں موت تک اللہ کے راستہ میں رہوں گا حضرت ابو بکر نے فرمایا اے بلال! میں تمہیں اللہ تعالیٰ کا اور اپنی عزت کا اور اپنے حق کا واسطہ دے کر کہتا ہوں کہ میری عمر زیادہ ہو گئی ہے اور میری قوتیں کمزور ہو گئی ہیں اور میرے جانے کا وقت قریب آگیا ہے (اس لیئے تم نہ جاؤ) چنانچہ حضرت بلال رک گئے اور حضرت ابو بکرؓ کے ساتھ رہتے رہے۔ جب حضرت ابو بکرؓ کا انتقال ہو گیا تو حضرت بلال نے حضرت عمر سے جہاد میں جانے کی اجازت مانگی۔ حضرت عمر نے حضرت ابو بکرؓ جیسا جواب دیا لیکن حضرت بلال رکنے کے لیے تیار نہ ہوئے تو حضرت عمر نے فرمایا اے بلال! اذان کے لیئے کسے مقرر کروں؟ حضرت بلال نے کہا حضرت سعد (قرظ) کو کیونکہ وہ حضور ﷺ کے زمانے میں قباء میں اذان دیتے رہے ہیں چنانچہ حضرت عمر نے حضرت سعد کو اذان کے لیئے مقرر فرمایا اور یہ فیصلہ کر دیا کہ اس کے بعد ان کی اولاد اذان دے گی۔[2]

حضرت محمد بن ابراہیم تیمی کہتے ہیں کہ جب حضور ﷺ کا وصال ہو گیا تو حضورؐ کے دفن ہونے سے پہلے حضرت بلال نے اذان دی تو۔ جب انہوں نے (اذان میں) اشہد ان محمدا رسول اللہ کہا تو مسجد میں تمام لوگ رو پڑے جب حضورؐ دفن ہو گئے تو ان سے حضرت ابوبکرؓ نے کہا اذان دو۔ تو حضرت بلال نے کہا اگر آپ نے مجھے اس لیئے آزاد کیا تھا تاکہ میں آپ کے ساتھ (زندگی بھر) رہوں۔ تو پھر تو ٹھیک ہے (آپ کے فرمانے پر میں آپ کے ساتھ رہا کروں گا اور اذان دیتا رہوں گا) لیکن اگر آپ نے مجھے اللہ کے لیئے آزاد کیا تھا تو مجھے اس ذات کے لیئے یعنی اللہ کے لیئے چھوڑ دیں جس کے لیئے آپ نے مجھے آزاد کیا تھا حضرت ابو بکر نے کہا میں نے تو تمہیں محض اللہ ہی کے لئے آزاد کیا تھا۔ حضرت بلال نے عرض کیا کہ حضورؐ کے بعد میں اب کسی کے لئے اذان دینا نہیں چاہتا ہوں۔ حضرت ابو بکر نے فرمایا اس کا تمہیں

---

[1] اخرجه ابن المبارك في كتاب الجهاد عن عاصم بن بهدلة كذافي الا صابة (ج ١ ص ٤١٥)وقال فهذا يدل على انه مات بالمدنية ولكن الا كثر على انه مات بحمص انتهى واخرجه الطبراني ايضاً عن ابى وائل بنحوه مختصراً قال الهيثمي (ج ٩ ص ٣٥٠) واسناده حسن انتهى

[2] اخرجه الطبراني قال الهيثمي (ج٥ ص ٢٧٤) وفيه عبدالرحمن بن سعد بن عمار و هو ضعيف انتهى واخرجه ابن سعد (ج ٣ ص ١٦٨) ايضاً بهذا الا سناد بنحوه

اختیار ہے۔ پھر حضرت بلال مدینہ ٹھہر گئے جب شام کی طرف لشکر جانے لگے تو حضرت بلال بھی ان کے ساتھ چلے گئے اور ملک شام پہنچ گئے۔ حضرت سعید بن مسیب کہتے ہیں کہ جب حضرت ابوبکرؓ جمعہ کے دن منبر پر بیٹھے تو ان سے حضرت بلال نے کہا اے ابوبکر! حضرت ابوبکر نے فرمایا لبیک۔ حضرت بلال نے کہا آپ نے مجھے اللہ کے لیئے آزاد کیا تھا یا اپنے لیئے؟ حضرت ابوبکر نے فرمایا اللہ کے لیئے۔ حضرت بلال نے کہا آپ مجھے اللہ کے راستے میں جانے کی اجازت دے دیں۔ حضرت ابوبکر نے انہیں اجازت دے دی۔ چنانچہ وہ ملک شام چلے گئے اور وہاں ہی ان کا انتقال ہوا۔[1]

حضرت ابویزید مکی کہتے ہیں کہ حضرت ابوایوب اور حضرت مقدادؓ فرمایا کرتے تھے کہ ہمیں اس بات کا حکم دیا گیا ہے کہ ہم ہر حال میں (اللہ کے راستہ میں) نکلیں **انفروا خفافاً وثقالاً** والی آیت کی وہ یہی تفسیر بیان کیا کرتے تھے۔[2]

حضرت ابوراشد حبرانیؒ کہتے ہیں کہ میں حضور ﷺ کے شہسوار حضرت مقداد بن اسود سے ملا وہ حمص میں صراف کے ایک صندوق پر بیٹھے ہوئے تھے۔ چونکہ جسم بھاری ہو چکا تھا اس لیے ان کا جسم تابوت سے باہر نکلا ہوا تھا (اور اس حال میں بھی) ان کا اللہ کے راستہ میں جہاد کے لیئے جانے کا ارادہ تھا۔ میں نے ان سے کہا اللہ تعالیٰ نے آپ کو معذور قرار دیا ہے انہوں نے فرمایا سورت بحوث کی آیت **انفروا خفافاً وثقالاً** نے ہمارے ہر طرح کے عذر ختم کر دیئے ہیں۔[3]

حضرت جبیر بن نفیر کہتے ہیں کہ ہم لوگ دمشق میں حضرت مقداد بن اسودؓ کے پاس بیٹھے ہوئے تھے اور وہ ایک صندوق پر بیٹھے ہوئے تھے صندوق کی کوئی جگہ خالی نہیں تھی (ان کا جسم اتنا بھاری ہو چکا تھا کہ ان کے جسم سے سارا صندوق بھی بھر گیا تھا بلکہ ان کے جسم کا کچھ حصہ صندوق سے باہر بھی تھا) ان سے ایک آدمی نے کہا کہ اس سال آپ جہاد میں نہ جائیں (گھر میں ہی رہ جائیں) انہوں نے فرمایا سورت بحوث یعنی سورت توبہ ہمیں ایسا کرنے سے روکتی ہے اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے **انفروا خفافاً وثقالاً** میں تو اپنے آپ کو ہلکا ہی پاتا

---

[1] اخرجه (ای ابن سعد) عن موسیٰ بن محمد بن ابراهيم التيمي واخرجه ابو نعيم في الحلية (ج ۱ ص ۱۵۰) عن سعيد بنحوه [2] اخرجه ابو نعيم في الحلية (ج ۹ ص ۴۷)

[3] اخرجه ابو نعيم في الحلية (ج ۱ ص ۱۷۶) واخرجه الطبراني عن ابی راشد بنحوه قال الهيثمي (ج۷ ص ۳۰) وفيه بقية بن الوليد وفيه ضعف وقد وثق وبقية رجاله ثقات انتهى واخرجه الحاكم وابن سعد (ج ۳ ص ۱۱۵) عن ابی راشد بنحوه وقال الحاكم (ج ۳ ص ۳۴۹) هذا حديث صحيح الا سناد ولم يخرجاه انتهى

ہوں۔ (لہذا جانا ضروری ہے) [1]

حضرت انسؓ فرماتے ہیں کہ حضرت ابو طلحہؓ نے سورت براءت پڑھنی شروع کی جب اللہ تعالیٰ کے اس قول انفروا خفافاً وثقالاً پر پہنچے۔ تو فرمایا مجھے تو یہی نظر آرہا ہے کہ اللہ تعالیٰ یہ چاہتے ہیں کہ ہم جوان ہوں یا بوڑھے دونوں حالتوں میں (اللہ کے راستے میں) نکلیں۔ اے میرے بیٹو! (اللہ کے راستے میں جانے کے لیئے) مجھے تیار کرو، مجھے تیار کرو۔ ان کے بیٹوں نے ان سے کہا۔ اللہ آپ پر رحم فرمائے۔ آپ حضور ﷺ کے ساتھ جہاد میں شریک رہے یہاں تک کہ ان کا انتقال ہو گیا (آپ تو اللہ کے راستے میں بہت جا چکے ہیں۔ اب آپ نہ جائیں) آپ ہمیں اپنی طرف سے جہاد میں جانے دیں۔ انہوں نے فرمایا نہیں۔ تم لوگ مجھے (جہاد میں جانے کے لیئے) تیار کرو۔ چنانچہ جہاد میں انہوں نے سمندر کا سفر کیا اور سمندر ہی میں ان کا انتقال ہو گیا۔ اور سات دن کے بعد ان کے ساتھیوں کو ایک جزیرہ ملا جس میں انہیں دفن کیا (اتنے دن گزرنے کے باوجود) ان کے جسم میں ذرا بھی فرق نہیں پڑا تھا (ان کا جسم گلنے سے محفوظ رہا یہ ان کی کرامت ہے) [2]

حضرت محمد بن سیرینؒ بیان کرتے ہیں کہ حضرت ابو ایوب انصاریؓ حضور ﷺ کے ساتھ غزوہ بدر میں شریک ہوئے اس کے بعد وہ مسلمانوں کے ہر غزوہ میں شریک ہوتے رہے لیکن ایک سال لشکر کا امیر ایک نوجوان کو بنا دیا گیا اس وجہ سے وہ اس سال غزوہ میں نہ گئے۔ لیکن اس سال کے بعد وہ ہمیشہ افسوس کرتے رہے اور تین مرتبہ فرمایا کرتے کہ مجھے اس سے کیا غرض کہ میرا امیر کس کو بنایا گیا ہے؟ (میری غرض تو مسلمانوں کے ساتھ اللہ کی راہ میں جانا ہے) چنانچہ اس کے بعد وہ ایک غزوہ میں گئے (جس میں) وہ بیمار ہو گئے اور لشکر کا امیر یزید بن معاویہ تھا وہ ان کی عیادت کے لیئے ان کے پاس آیا اور اس نے پوچھا کہ آپ کو کسی چیز کی ضرورت ہے؟ انہوں نے فرمایا مجھے اس بات کی ضرورت ہے کہ جب میں مر جاؤں تو میری لاش کو کسی سواری پر رکھ دینا اور جہاں تک ہو سکے مجھے دشمن کے علاقہ میں لے جانا اور جب آگے لے جانے کا راستہ نہ ملے تو وہاں مجھے دفن کر دینا اور وہاں سے تم واپس آجانا چنانچہ

---

[1] اخرجه البيهقي (ج ۹ ص ۲۱)

[2] ذكره ابن عبدالبر في الاستيعاب (ج ۱ ص ۵۵۰) عن حماد بن سلمة عن ثابت البناني وعلي بن زيد واخرجه ابن سعد (ج۳ ص ۶۶) من طريق ثابت وعلي عن انس بنحوه مطولاً وقد اخرجه البيهقي (ج ۹ ص ۲۱) والحاكم (ج۳ ص ۳۵۳) من طريق حماد عن ثابت وعلي عن انس بمعناه مختصراً قال الحاكم هذا حديث صحيح على شرط مسلم ولم يخرجاه واخرجه ايضا ابو يعلى كما في المجمع (ج ۹ ص ۳۱۲) مختصراً وقال رجاله رجال الصحيح

جب ان کا انتقال ہو گیا تو یزید نے ان کی لاش کو ایک سواری پر رکھا اور دشمن کے علاقہ میں لے کر گیا اور جب آگے لے جانے کا راستہ نہ ملا تو ان کو وہاں دفن کر دیا اور وہاں سے واپس ہو گیا اور حضرت ابو ایوبؓ فرمایا کرتے تھے کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے انفروا خفافاً وثقالاً تم ہلکے ہو یا بھاری۔ ہر حال میں (اللہ کی راہ میں) نکلو۔ لہٰذا میں اپنے آپ کو ہلکا پاؤں یا بوجھل (مجھے ہر حال میں نکلنا چاہیے)۔[1]

حضرت ابو ایوبؓ حضرت معاویہؓ کے زمانے میں ایک غزوہ میں گئے اور بیمار ہو گئے جب زیادہ بیمار ہو گئے تو اپنے ساتھیوں سے فرمایا کہ جب میں مر جاؤں تو مجھے سواری پر لے چلنا۔ جب تم دشمن کے سامنے صفیں باندھنے لگو تو اپنے قدموں میں مجھے دفن کر دینا۔ چنانچہ ان حضرات نے ایسا ہی کیا۔ آگے اور حدیث بھی ہے۔[2]

حضرت ابو ظبیان کہتے ہیں کہ حضرت ابو ایوبؓ یزید بن معاویہ کے ساتھ ایک غزوہ میں گئے حضرت ابو ایوب نے فرمایا جب میں مر جاؤں تو مجھے دشمن کی زمین میں لے جانا اور جہاں تم دشمن سے مقابلہ کرنے لگو وہاں مجھے اپنے قدموں کے نیچے دفن کر دینا میں نے حضور ﷺ سے سنا ہے کہ جو اس حال میں مرے گا کہ اللہ تعالیٰ کے ساتھ کسی چیز کو بھی شریک نہیں کر رہا ہو گا تو وہ جنت میں داخل ہو گا۔[3]

ابن اسحاق بیان کرتے ہیں کہ حضور ﷺ کے غزوہ تبوک میں) تشریف لے جانے کے چند دن بعد حضرت ابو خیثمہؓ اپنے گھر واپس آئے۔ اس دن سخت گرمی پڑ رہی تھی۔ انہوں نے دیکھا کہ ان کے باغ میں ان کی دو بیویاں اپنے اپنے چھپر کے اندر ہیں اور ہر ایک نے اپنے اپنے چھپر میں چھڑکاؤ کر رکھا ہے اور ہر ایک نے ان کے لئے ٹھنڈا پانی اور کھانا تیار کر رکھا ہے چنانچہ جب یہ اندر گئے تو چھپر کے دروازے پر کھڑے ہو کر انہوں نے اپنی بیویوں پر اور ان تمام نعمتوں پر نظر ڈالی جو ان کی بیویوں نے تیار کر رکھی تھیں اور یوں کہا کہ حضورؐ تو دھوپ میں اور لو میں سخت گرمی میں ہوں اور ابو خیثمہ ٹھنڈے سائے اور تیار کھانے اور خوبصورت بیویوں میں ہو اور اپنے مال و متاع میں ٹھہرا ہوا ہو۔ یہ ہرگز انصاف کی بات نہیں ہے۔ اس کے بعد کہا اللہ کی قسم! میں تم دونوں میں سے کسی کے چھپر میں داخل نہیں ہوں گا۔ میں تو

---

[1] اخرجه الحاكم (ج ۳ ص ٤٥٨) واخرجه ايضاً ابن سعد (ج ۳ ص ٤٩) عن محمد بنحوه كما في الاصابة (ج ۱ ص ٤٠٥) وقال ورواه ابو اسحاق الفزاري عن محمد وسمى الشاب عبدالملك بن مروان انتهى [2] اخرجه ابن عبدالبر في الاستيعاب (ج ۱ ص ٤٠٤) عن ابي ظبيان عن اشياخه [3] اخرجه الامام احمد كما في البداية (ج ۸ ص ٥٩) واخرجه ابن سعد (ج ۳ ص ٤٩) نحو سياق ابن عبدالبر

سیدھا حضورؐ کی خدمت میں جاؤں گا تم دونوں میرے لیئے زاد سفر تیار کر دو۔ چنانچہ انہوں نے تیار کر دیا۔ پھر اپنی لونٹنی کے پاس آئے اور اس پر کجاوہ کسا۔ پھر حضور ﷺ کی تلاش میں چل پڑے اور حضورؐ جب تبوک پہنچے ہی تھے تو یہ حضورؐ کی خدمت میں پہنچ گئے۔ راستہ میں حضرت عمیر بن وہب جمحیؓ کی ان سے ملاقات ہوئی تھی وہ بھی حضورؐ کی تلاش میں نکلے ہوئے تھے۔ وہاں سے آگے یہ دونوں حضرات اکٹھے چلتے رہے۔ تبوک کے قریب آکر حضرت ابو خیثمہ نے حضرت عمیر بن وہب سے کہا مجھ سے ایک غلطی ہوئی ہے اس لیئے میں حضورؐ کی خدمت میں جلدی حاضر ہونا چاہتا ہوں (اور چونکہ تم سے کوئی غلطی نہیں ہوئی ہے اس لیئے اگر) تم ٹھہر کر آؤ تو اس میں کوئی حرج نہیں ہے (اس لیئے مجھے پہلے جانے دو) چنانچہ انہوں نے اسے منظور کر لیا۔ جب یہ حضور ﷺ کے قریب پہنچے تو آپ تبوک میں ٹھہرے ہوئے تھے لوگوں نے کہا یہ راستہ میں ایک سوار آرہا ہے۔ حضورؐ نے فرمایا خدا کرے یہ ابو خیثمہ ہو۔ صحابہ کرامؓ نے عرض کیا یا رسول اللہ! اللہ کی قسم واقعی یہ ابو خیثمہ ہیں۔ جب یہ اپنی سواری بٹھا چکے تو انہوں نے آکر حضورؐ کو سلام کیا۔ حضورؐ نے ان سے فرمایا اے ابو خیثمہ تیرا ناس ہو پھر انہوں نے حضورؐ کو ساری بات بتائی حضور ﷺ نے ان کے بارے میں کلمات خیر فرمائے اور ان کے لیئے دعائے خیر فرمائی۔[۱]

حضرت سعد بن خیثمہؓ فرماتے ہیں کہ میں پیچھے رہ گیا اور حضور ﷺ کے ساتھ نہ جا سکا ایک دن میں باغ میں گیا۔ میں نے دیکھا کہ چھپر میں پانی چھڑکا ہوا ہے اور وہاں میری بیوی موجود ہے۔ میں نے کہا یہ تو انصاف نہیں ہے کہ حضورؐ تو لو اور گرم ہواؤں میں ہوں اور میں اس سایہ اور ان نعمتوں میں۔ میں کھڑے ہو کر اپنی لونٹنی کی طرف گیا اور اس پر کجاوے کے پیچھے سامان سفر باندھا اور کھجوروں کا توشہ لیا۔ میری بیوی نے پکار کر پوچھا اے ابو خیثمہ کہاں جا رہے ہو؟ میں نے کہا حضور ﷺ کے پاس جانے کا ارادہ ہے۔ چنانچہ میں اس ارادہ سے چل پڑا۔ میں ابھی راستہ میں تھا کہ حضرت عمیر بن وہب سے ملاقات ہوئی میں نے ان سے کہا تم بہادر آدمی ہو اور مجھے وہ جگہ معلوم ہے حضورؐ جہاں ہیں اور میں گناہ گار آدمی ہوں تم تھوڑا پیچھے رہ جاؤ تاکہ میں حضور ﷺ سے تنہائی میں مل لوں۔ حضرت عمیر پیچھے رہ گئے۔ چنانچہ میں جب لشکر کے قریب پہنچا تو لوگوں نے مجھے دیکھ لیا اور حضورؐ نے فرمایا خدا کرے یہ ابو خیثمہ ہو۔ میں نے حضورؐ کی خدمت میں حاضر ہو کر عرض کیا یا رسول اللہ! میں تو ہلاک ہو چلا تھا اور

---

[۱] وقد ذکر عروۃ بن الزبیر و موسیٰ بن عقبۃ قصۃ ابی خیثمۃؓ بنحوہ من سیاق ابن اسحاق وابسط وذکر ان خروجہ الی تبوک کان فی زمن الخریف کذافی البدایۃ (ج ۵ ص ۷)

پھر میں نے اپنا سارا قصہ بیان کیا۔ آپ نے میرے بارے میں کلمات خیر فرمائے اور میرے لیئے دعا فرمائی۔ ل

اللہ کے راستہ میں نکلنے اور مال خرچ کرنے کی طاقت نہ رکھنے پر صحابہ کرامؓ کا غمگین ہونا

ابن اسحاق کہتے ہیں کہ مجھے یہ روایت پہنچی ہے کہ حضرت ابن یامین نصریؓ کی حضرت ابو لیلی اور حضرت عبداللہ بن مغفلؓ سے ملاقات ہوئی وہ دونوں حضرات رو رہے تھے۔ ابن یامین نے پوچھا آپ دونوں کیوں رو رہے ہیں؟ ان دونوں حضرات نے فرمایا کہ ہم حضور ﷺ کی خدمت میں گئے تھے تاکہ آپ ہمیں (اللہ کے راستہ میں جانے کے لیئے) سواری دے دیں۔ لیکن ہم نے آپؐ کے پاس کوئی سواری نہ پائی جو آپ ہمیں دے دیتے اور حضورؐ کے ساتھ جانے کے لیئے ہمارے پاس بھی کچھ نہیں تھا۔ (چونکہ حضورؐ کے ساتھ جانے کے لئے ہمارا کوئی انتظام نہیں ہو سکا اس وجہ سے ہم لوگ رو رہے ہیں) چنانچہ حضرت ابن یامین نے ان حضرات کو اپنی اونٹنی دے دی اور سفر کے لیئے کچھ کھجوروں کا توشہ بھی دیا ان دونوں نے اس اونٹنی پر کجاوہ کسا اور حضور ﷺ کے ساتھ گئے۔ یونس بن بکیر نے ابن اسحاق سے روایت میں یہ بھی نقل کیا ہے کہ حضرت علبہ بن زیدؓ (کا حضورؐ کے ساتھ جانے کا کوئی انتظام نہ ہو سکا تو) رات کو نکلے اور کافی دیر تک رات میں نماز پڑھتے رہے۔ پھر رو پڑے اور عرض کیا اے اللہ! آپ نے جہاد میں جانے کا حکم دیا ہے اور اس کی ترغیب دی ہے پھر آپ نے نہ مجھے اتنا دیا کہ میں اس سے جہاد میں جا سکوں اور نہ اپنے رسول کو سواری دی جو مجھے (جہاد میں جانے کے لیئے) دے دیتے۔ لہٰذا کسی بھی مسلمان نے مال یا جان یا عزت کے بارے میں مجھ پر ظلم کیا ہو وہ معاف کر دیتا ہوں اور اس معاف کرنے کا اجر و ثواب تمام مسلمانوں کو صدقہ کر دیتا ہوں اور پھر یہ صبح لوگوں میں جا ملے حضورؐ نے فرمایا آج رات کو صدقہ کرنے والا کہاں ہے؟ تو کوئی نہ کھڑا ہوا۔ آپ نے دوبارہ فرمایا صدقہ کرنے والا کہاں ہے؟ کھڑا ہو جائے چنانچہ حضرت علبہ نے کھڑے ہو کر حضور کو اپنا سارا واقعہ سنایا۔ حضور ﷺ نے فرمایا تمہیں خوش خبری ہو اس ذات کی

ل اخرجه الطبراني كما في المجمع (ج ٦ ص ١٩٢) قال الهيثمي (ج ٦ ص ١٩٣) وفيه يعقوب بن محمد الزهري وهو ضعيف انتهى

قسم جس کے قبضہ میں میری جان ہے تمہارا یہ صدقہ مقبول خیرات میں لکھا گیا ہے۔[1]

حضرت ابو عبس بن جبر کہتے ہیں کہ حضرت علبہ بن زید بن حارثہؓ حضور ﷺ کے صحابہؓ میں سے ہیں۔ جب حضورؐ نے صدقہ کرنے کی ترغیب دی تو ہر آدمی اپنی حیثیت کے مطابق جو اس کے پاس تھا وہ لانے لگا حضرت علبہ بن زید نے کہا اے اللہ! میرے پاس صدقہ کرنے کے لیئے کچھ بھی نہیں ہے۔ اے اللہ! تیری مخلوق میں سے جس نے بھی میری آبرو ریزی کی ہے میں اسے صدقہ کرتا ہوں (یعنی اسے معاف کرتا ہوں) حضورؐ نے ایک منادی کو حکم دیا جس نے یہ اعلان کیا کہ کہاں ہے وہ آدمی جس نے گزشتہ رات اپنی آبرو کا صدقہ کیا؟ اس پر حضرت علبہ کھڑے ہوئے۔ حضورؐ نے فرمایا تمہارا صدقہ قبول ہو گیا۔[2]

اللہ کے راستہ میں نکلنے میں دیر کرنے پر اظہار ناپسندیدگی

حضرت ابن عباسؓ فرماتے ہیں کہ حضور ﷺ نے غزوہ موتہ کے لیئے ایک جماعت کو بھیجا جن کا امیر حضرت زید کو بنایا اور فرمایا کہ اگر حضرت زید شہید ہو جائیں تو حضرت جعفر امیر ہوں گے اور اگر حضرت جعفر شہید ہو جائیں تو حضرت ابن رواحہ امیر ہوں گے۔ رضی اللہ عنہم۔ حضرت ابن رواحہ ٹھہر گئے اور حضورؐ کے ساتھ جمعہ کی نماز پڑھی حضورؐ نے انہیں دیکھا تو فرمایا۔ تم کیوں ٹھہر گئے اور اپنی جماعت سے پیچھے رہ گئے؟ انہوں نے کہا آپ کے ساتھ جمعہ پڑھنے کی وجہ سے۔ اس پر آپ نے فرمایا اللہ کے راستہ میں ایک صبح یا ایک شام لگا دینا دنیا و مافیہا سے بہتر ہے۔[3]

حضرت ابن عباسؓ فرماتے ہیں کہ حضور ﷺ نے حضرت ابن رواحہؓ کو ایک لشکر میں بھیجا۔ اس لشکر کی روانگی جمعہ کے دن ہوئی تو حضرت ابن رواحہ نے اپنے ساتھیوں کو آگے بھیج دیا اور کہا میں ذرا پیچھے رک جاتا ہوں حضور ﷺ کے ساتھ جمعہ پڑھ کر پھر اس لشکر سے جا

---

[1] كذافي البداية (ج ٥ ص ٥) قال في الا صابة (ج ٢ ص ٥٠٠) ذكره ابن اسحاق الحديث بغير اسناد وقد ورد مسندا موصولا من حديث مجمع بن جارية ومن حديث عمرو بن عوف وابى عبس بن جبرو من حديث علبة بن زيد وقيـة وقدروى ذلك ابن مردويه عن مجمع بن جارية.

[2] رواه ابن منده وروى البزار عن علبة بن زيد نفسه قال حث رسول الله ﷺ على الصدقة فذكر الحديث قال البزار علبة هذا رجل مشهور من الا نصار ولا نعلم له غير هذا الحديث وروى ابن ابى الدنيا وابن شاهين من طريق كثير بن عبدالله بن عمرو بن عوف عن ابيه عن جده نحوه انتهى مختصراً واخرجه ابن النجار عن علبة بن زيد مختصراً كما في كنز العمال (ج ٧ ص ٨٠)

[3] اخرجه الا مام احمد كذافي البداية (ج ٤ ص ٢٤٢) واخرجه ايضا ابن ابى شيبة عن ابن عباس نحوه كما في الكنز (ج ٥ ص ٣٠٩)

ملوں گا۔ حضورؐ جب نماز سے فارغ ہوئے تو ان کو دیکھا۔آپؐ نے فرمایا تم اپنے ساتھیوں کے ساتھ صبح کیوں نہیں گئے ؟انہوں نے کہا میں نے یہ سوچا کہ آپ کے ساتھ جمعہ کی نماز پڑھ لوں۔ پھر اپنے لشکر سے جاملوں گا۔آپ نے فرمایا جو کچھ زمین میں ہے اگر تم وہ سارا بھی خرچ کردو تو بھی تم ان کی اس صبح (کے ثواب) کو نہیں پاسکتے ہو۔[1]

حضرت معاذ بن انسؓ فرماتے ہیں کہ حضور اقدس ﷺ نے اپنے صحابہؓ کو ایک غزوہ میں جانے کا حکم دیا۔ تو ایک آدمی نے اپنے گھر والوں سے کہا میں ذرا ٹھہر جاتا ہوں تاکہ حضورؐ کے ساتھ نماز پڑھ لوں۔ پھر آپ کو سلام اور آپ کو الوداع کہہ کر چلا جاؤں گا تو ہو سکتا ہے حضورؐ میرے لیئے کوئی ایسی دعا فرمادیں جو قیامت کے دن پہلے سے پہنچ کر کام آنے والی چیز ہو۔جب حضورؐ نماز پڑھ چکے تو یہ صحابی آپ کو سلام کرنے کے لیئے آگے بڑھے حضورؐ نے ان سے فرمایا کیا تم جانتے ہو تمہارے ساتھی تم سے کتنا آگے نکل گئے ؟انہوں نے کہا جی ہاں۔وہ لوگ آج صبح گئے ہیں یعنی آدھے دن کے بقدر مجھ سے آگے نکلے ہیں۔آپ نے فرمایا اس ذات کی قسم!جس کے قبضہ میں میری جان ہے۔وہ اجر و ثواب کے اعتبار سے فضیلت میں تم سے اس سے بھی زیادہ آگے نکل گئے ہیں جتنا کہ مشرق و مغرب کے درمیان فاصلہ ہے۔[2]

حضرت ابو ہریرہؓ فرماتے ہیں کہ حضور ﷺ نے ایک لشکر کو جانے کا حکم دیا انہوں نے عرض کیا یارسول اللہ !کیا ہم ابھی رات کو چلے جائیں یا فرمائیں تو رات یہاں ٹھہر کر صبح چلے جائیں ؟آپ نے فرمایا کیا تم یہ نہیں چاہتے ہو کہ تم جنت کے باغوں میں سے ایک باغ میں یہ رات گزارو۔[3]

حضرت ابو زرعہ بن عمرو بن جریر فرماتے ہیں کہ حضرت عمر بن خطابؓ نے ایک لشکر روانہ فرمایا اس میں حضرت معاذ بن جبلؓ بھی تھے۔جب وہ لشکر چلا گیا تو حضرت عمر کی حضرت معاذ پر نگاہ پڑی۔ان سے پوچھا تم یہاں کیوں رک گئے ؟انہوں نے کہا میں نے یہ سوچا کہ جمعہ کی نماز پڑھ کر چلا جاؤں گا (اور لشکر کو جاملوں گا) حضرت عمرؓ نے فرمایا کیا تم نے حضور ﷺ سے یہ نہیں

---

[1] اخرجه الا مام احمد ایضا وهذا الحدیث قدرواه الترمذی ثم علله بما حكاه عن شعبة انه قال لم يسمع الحكم عن مقسم الا خمسته احاديث وليس هذا منها كذافي البداية (ج ٤ ص ٢٤٢)

[2] اخرجه الا مام احمد ایضا قال الهيثمى (ج ٥ص ٢٨٤) وفيه زبان بن فائدو ثقه ابو حاتم وضعفه جما عة وبقية رجاله ثقات انتهى

[3] اخرجه البيهقى (ج ٩ص ١٥٨) واخرجه الطبرانى ايضا عن ابى هريرة بنحوه قال الهيثمى (ج ٥ص ٢٧٦) وشيخه بكر بن سهل الدميا طى قال الذهبى مقارب الحديث وقال النسائى ضعيف وفيه ابن لهيعة ايضاً انتهى

سنا کہ اللہ کے راستہ میں ایک صبح یا ایک شام دنیا اور مافیہا سے بہتر ہے؟ ل

اللہ کے راستے سے پیچھے رہ جانے اور اس میں کوتاہی کرنے پر عتاب

حضرت کعب بن مالکؓ فرماتے ہیں کہ میں غزوہ تبوک کے علاوہ اور کسی غزوہ میں حضور ﷺ (کے ساتھ جانے) سے پیچھے نہیں رہا۔ ہاں غزوہ بدر میں بھی پیچھے رہ گیا تھا لیکن اس غزوہ سے پیچھے رہ جانے کی وجہ سے اللہ تعالیٰ نے کسی پر عتاب نہیں فرمایا۔ کیونکہ حضور تو صرف ابو سفیان کے تجارتی قافلہ کا مقابلہ کرنے (اور اس سے مال تجارت لے لینے) کے ارادے سے نکلے تھے۔ (جنگ کرنے کا ارادہ ہی نہیں تھا) اللہ تعالیٰ نے مسلمانوں کا دشمن سے اچانک مقابلہ کرادیا، پہلے سے جنگ کا کوئی ارادہ اور پروگرام نہیں تھا اور میں عقبہ کی اس رات کو حضورؐ کے ساتھ تھا جس رات حضورؐ سے ہم نے اسلام پر چلنے کا پختہ عہد کیا تھا اور مجھے یہ بات پسند نہیں ہے کہ عقبہ کی رات مجھے نہ ملتی اور اس کے بدلے میں غزوہ بدر میں شریک ہو جاتا۔ اگرچہ لوگوں میں غزوہ بدر کی شہرت اس رات سے زیادہ ہے اور (غزوہ تبوک میں) میرا قصہ (یعنی میرے شریک نہ ہونے کا قصہ) یہ ہے کہ تبوک سے پہلے کسی لڑائی میں میں اتنا قوی اور مالدار نہیں تھا جتنا کہ تبوک سے پیچھے رہ جانے کے وقت تھا۔ اللہ کی قسم اس سے پہلے کبھی بھی میرے پاس دو اونٹنیاں ہونے کی نوبت نہیں آئی اور اس غزوہ میں میرے پاس دو اونٹنیاں تھیں اور حضور اکرم ﷺ کی عادت شریفہ یہ تھی کہ جس طرف کی لڑائی کا ارادہ ہوتا تھا اس کا اظہار نہ فرماتے بلکہ ہمیشہ دوسری طرف کے حالات وغیرہ معلوم کرتے تاکہ لوگ یہ سمجھیں کہ دوسری طرف جانا چاہتے ہیں۔ مگر اس لڑائی میں چونکہ گرمی بھی شدید تھی اور سفر بھی دور کا تھا اور راستہ میں بیابان اور جنگل پڑتے تھے اور دشمن کی تعداد بھی بہت زیادہ تھی اس لیئے آپؐ نے صاف اعلان فرمادیا (کہ تبوک جانا ہے) تاکہ لوگ اس سفر کی پوری تیاری کرلیں اور جہاں کا آپ کا ارادہ تھا وہ آپ نے صاف بتادیا اور حضورؐ کے ساتھ مسلمانوں کی تعداد بھی بہت تھی کہ رجسٹر میں ان کا نام لکھنا دشوار تھا (اور مجمع کی کثرت کی وجہ سے) کوئی شخص چھپنا چاہتا کہ میں نہ جاؤں اور کسی کو پتہ نہ چلے تو یہ دشوار نہیں تھا اور وہ یہ سمجھتا کہ یہ معاملہ اس وقت تک پوشیدہ رہے گا جب تک اس کے بارے میں اللہ کی طرف سے وحی نہ نازل

ل اخرجه ابن راهويه والبيهقي كذافي كنز العمال (ج ۲ ص ۲۸۹)

ہو جائے آپؐ اس غزوہ میں اس وقت تشریف لے گئے جب کہ پھل بالکل پک رہے تھے اور سایہ میں بیٹھنا ہر ایک کو اچھا لگ رہا تھا۔ حضورؐ اور آپ کے ساتھ مسلمان تیاری کر رہے تھے۔ میں صبح جاتا تاکہ مسلمانوں کے ساتھ میں بھی تیاری کرلوں لیکن جب واپس آتا تو کسی قسم کی تیاری کی نوبت نہ آتی اور میں اپنے دل میں یہ خیال کرتا کہ مجھے قدرت و وسعت حاصل ہے (جب ارادہ کروں گا تیار ہو کر نکل جاؤں گا) میرا معاملہ یوں ہی لمبا ہوتا رہا اور تیاری میں دیر ہوتی رہی۔ لوگ خوب زور شور سے تیاری کرتے رہے اور آخر حضورؐ مسلمانوں کو ساتھ لے کر روانہ ہو گئے اور میری ابھی کچھ بھی تیاری نہیں ہوئی تھی۔ میں نے اپنے دل میں کہا کہ میں ایک دو دن میں تیار ہو جاؤں گا اور اس لشکر سے جا ملوں گا۔ چنانچہ لشکر کی روانگی کے بعد میں صبح تیار ہونے گیا لیکن واپس آیا تو کسی قسم کی تیاری نہیں ہوئی تھی پھر میں اگلی صبح تیار ہونے گیا لیکن واپس آیا تو کوئی تیاری نہ ہوئی تھی میرے ساتھ ایسے ہی ہوتا رہا اور مسلمان بہت تیزی سے اس غزوہ میں چلے اور آخر غزوہ میں شریک ہونے کا وقت میرے ہاتھ سے نکل گیا۔ اور میں نے ارادہ بھی کیا کہ روانہ ہو جاؤں اور لشکر سے جا ملوں۔ اور کاش میں ایسا کر لیتا۔ لیکن ایسا کرنا میرے مقدر میں نہیں تھا۔ حضور ﷺ کے تشریف لے جانے کے بعد جب میں باہر نکل کر لوگوں میں گھومتا پھرتا تو اس بات سے بڑا دکھ ہوتا کہ مجھے صرف وہی لوگ نظر آتے جن پر نفاق کا دھبہ لگا ہوا ہوتا یا جن کمزوروں کو اللہ تعالیٰ نے معذور قرار دیا ہوا تھا۔ تبوک پہنچنے تک حضورؐ نے میرا تذکرہ نہ فرمایا تبوک میں پہنچنے کے بعد آپ ایک مجلس میں بیٹھے ہوئے تھے آپ نے فرمایا کعب کا کیا ہوا؟ بنو سلمہ کے ایک آدمی نے کہا یا رسول اللہ! مال و جمال کی اکڑ نے اسے روک لیا۔ حضرت معاذ بن جبلؓ نے کہا تم نے غلط بات کہی یا رسول اللہ! اللہ کی قسم! ہم جہاں تک سمجھتے ہیں وہ بھلا آدمی ہے۔ حضورؐ خاموش ہو گئے۔ جب مجھے یہ خبر ملی کہ حضورؐ واپس تشریف لا رہے ہیں۔ تو مجھے رنج و غم سوار ہوا اور بڑا فکر ہوا، دل میں جھوٹے جھوٹے عذر آتے تھے اور میں کہتا تھا کہ کل کو کون سا عذر بیان کر کے میں حضورؐ کے غصہ سے جان بچالوں اور اس بارے میں میں نے اپنے گھرانے کے ہر سمجھدار آدمی سے مشورہ لیا۔ جب مجھے یہ کہا گیا کہ حضور ﷺ بس آنے ہی والے ہیں تو ادھر ادھر کے سب غلط خیال چھٹ گئے اور میں نے سمجھ لیا کہ جھوٹ بول کر میں اپنی جان نہیں بچا سکتا ہوں۔ اور میں نے فیصلہ کر لیا کہ حضورؐ کی خدمت میں سچی بات عرض کروں گا۔ چنانچہ آپ تشریف لے آئے جب آپ سفر سے واپس تشریف لایا کرتے تو سب سے پہلے مسجد میں تشریف لے جاتے اور دو رکعت نماز ادا فرماتے۔ پھر لوگوں سے ملنے کے لیئے بیٹھ جاتے۔ چنانچہ حسب معمول نماز

سے فارغ ہو کر آپ جب مسجد میں بیٹھ گئے تو اس غزوہ سے پیچھے رہ جانے والے لوگ آپ کی خدمت میں آئے اور قسمیں کھا کر اپنے عذر بیان کرنے لگے۔ ان کی تعداد اسی سے زیادہ تھی۔ حضورؐ نے ان کے ظاہر حال کو قبول فرما لیا اور ان کو بیعت فرمایا اور ان کے لیئے استغفار کیا اور ان کے باطن کو اللہ کے سپرد کیا۔ چنانچہ میں بھی آپ کی خدمت میں حاضر ہوا۔ جب میں نے آپ کو سلام کیا تو آپ نے ناراضگی کے انداز میں تبسم فرمایا پھر فرمایا ''آؤ'' چنانچہ میں چل کر آپ کے سامنے بیٹھ گیا آپ نے مجھ سے فرمایا تم پیچھے کیوں رہ گئے؟ کیا تم نے سواریاں نہیں خرید رکھی تھیں؟ میں نے کہا جی ہاں۔ اللہ کی قسم! اگر میں دنیا والوں میں سے کسی اور کے پاس اس وقت ہوتا تو میں اس کے غصہ سے معقول عذر کیساتھ جان بچا لیتا کیونکہ اللہ تعالیٰ نے مجھے زور دار بات کرنے کا سلیقہ عطا فرما رکھا ہے لیکن اللہ کی قسم! مجھے معلوم ہے کہ اگر آج میں آپ سے غلط بیانی کر کے آپ کو راضی کر لوں تو اللہ تعالیٰ (آپ کو اصل حقیقت بتا کر) عنقریب مجھ سے ناراض کر دیں گے اور اگر میں آپ سے سچ بول دونگا تو اگرچہ آپ اس وقت مجھ سے ناراض ہو جائیں گے لیکن مجھے اللہ سے امید ہے کہ وہ مجھے معاف کر دیں گے۔ اللہ کی قسم! مجھے کوئی عذر نہیں تھا اور اللہ کی قسم! میں اس دفعہ جو آپ سے پیچھے رہ گیا اس وقت میں جتنا قوی اور مالدار تھا اس سے پہلے کبھی اتنا نہیں تھا۔ حضورؐ نے فرمایا اس آدمی نے سچ کہا ہے اور آپ نے فرمایا اچھا اٹھ جاؤ تمہارا فیصلہ اب اللہ تعالیٰ ہی خود کریں گے۔ چنانچہ میں وہاں سے اٹھا تو (میرے قبیلہ) بنو سلمہ کے بہت سے لوگ ایک دم اٹھے اور میرے پیچھے ہو لیئے اور انہوں نے مجھ سے کہا ہمیں تو نہیں معلوم کہ تم نے اس سے پہلے گناہ کیا ہو اور تم سے اتنا نہیں ہو سکا کہ جیسے اور پیچھے رہ جانے والوں نے عذر پیش کیئے تم بھی حضور ﷺ کے سامنے عذر پیش کر دیتے۔ تو حضورؐ کا تمہارے لیئے استغفار فرمانا تمہارے گناہ کے لیئے کافی ہو جاتا۔ اللہ کی قسم وہ لوگ مجھے ملامت کرتے رہے یہاں تک کہ میرا ارادہ ہو گیا کہ میں حضورؐ کی خدمت میں واپس جا کر اپنی پہلی بات کی تکذیب کر دوں لیکن میں نے ان سے پوچھا کیا ایسا معاملہ میرے علاوہ کسی اور کے ساتھ بھی پیش آیا ہے؟ انہوں نے کہا ہاں اور دو آدمیوں کے ساتھ بھی پیش آیا ہے، انہوں نے بھی وہی بات کہی ہے جو تم نے کہی اور ان سے بھی وہی کہا گیا ہے جو تم سے کہا گیا ہے۔ میں نے پوچھا وہ دونوں کون ہیں؟ انہوں نے کہا مرارہ بن ربیع عمری اور ہلال بن امیہ واقفی۔ چنانچہ انہوں نے میرے سامنے ایسے دو نیک آدمیوں کا نام لیا جو غزوہ بدر میں شریک ہوئے تھے وہ دونوں میرے شریک حال ہیں۔ جب ان لوگوں نے ان دونوں کا میرے سامنے نام لیا تو میں وہاں سے چلا گیا۔ حضورؐ نے ساتھ نہ جانے والوں میں

سے ، ہم تینوں سے بات کرنے سے ، مسلمانوں کو روک دیا۔ چنانچہ لوگوں نے ہم سے بولنا چھوڑ دیا اور سارے لوگ ہمارے لیئے بدل گئے۔ یہاں تک کہ مجھے زمین بدلی ہوئی نظر آنے لگی کہ یہ وہ زمین نہیں ہے جسے میں پہلے سے پہچانتا ہوں۔ ہم نے پچاس دن اسی حال میں گزارے میرے دونوں ساتھی تو عاجز بن کر گھر بیٹھ گئے اور وہ روتے رہتے تھے۔ میں ان سب میں جوان اور زیادہ طاقتور تھا اس لیئے میں باہر آتا تھا اور مسلمانوں کے ساتھ نماز میں شریک ہوتا تھا اور بازاروں میں چلتا پھرتا تھا اور کوئی مجھ سے بات نہیں کرتا تھا۔ میں حضورؐ کی خدمت میں آکر آپ کو سلام کرتا۔ آپ نماز کے بعد اپنی جگہ بیٹھے ہوئے ہوتے تھے اور میں دل میں یہ کہتا تھا کہ میرے سلام کے جواب میں حضورؐ کے ہونٹ ہلے ہیں یا نہیں۔ پھر میں آپ کے قریب ہی نماز پڑھنے لگ جاتا اور نظر چرا کر آپ کو دیکھتا رہتا (کہ آپ بھی مجھے دیکھتے ہیں یا نہیں) جب میں نماز میں مشغول ہو جاتا تو آپ مجھے دیکھنے لگ جاتے اور جب میں آپ کی طرف متوجہ ہوتا تو دوسری طرف منہ پھیر لیتے۔ جب لوگوں کو اس طرح اعراض کرتے ہوئے بہت عرصہ گزر گیا تو (تنگ آکر ایک دن) میں چلا اور حضرت ابو قتادہؓ کے باغ کی دیوار پر چڑھ گیا وہ میرے چچازاد بھائی تھے اور مجھے ان سے سب سے زیادہ محبت تھی، میں نے ان کو سلام کیا۔ اللہ کی قسم! انہوں نے میرے سلام کا جواب نہ دیا۔ میں نے کہا اے ابو قتادہؓ! میں تمہیں اللہ کا واسطہ دے کر پوچھتا ہوں کیا تمہیں معلوم ہے کہ میں اللہ اور اس کے رسول سے محبت کرتا ہوں؟ وہ خاموش رہے میں نے ان کو دوبارہ اللہ کا واسطہ دے کر پوچھا وہ پھر خاموش رہے۔ جب میں نے ان سے تیسری مرتبہ پوچھا تو انہوں نے کہا اللہ اور اس کے رسول زیادہ جانتے ہیں۔ یہ سنتے ہی میری آنکھوں سے آنسو نکل پڑے اور وہاں سے لوٹ آیا یہاں تک کہ پھر دیوار پر (واپسی کے لیئے) چڑھا۔ اسی دوران میں ایک دن مدینہ کے بازار میں جا رہا تھا کہ ایک نبطی کو جو ملک شام سے مدینہ غلہ بیچنے آیا تھا یہ کہتے ہوئے سنا کہ کون مجھے کعب بن مالک کا پتہ بتائے گا؟ لوگ میری طرف اشارہ کرنے لگے وہ میرے پاس آیا اور غسان کے بادشاہ کا خط مجھے دیا جو ایک ریشمی کپڑے میں لپٹا ہوا تھا اس میں لکھا ہوا تھا امابعد! مجھے معلوم ہوا ہے کہ تمہارے آقا نے تم پر ظلم کر رکھا ہے، اللہ تمہیں ذلت کی جگہ نہ رکھے اور تمہیں ضائع نہ کرے، تم ہمارے پاس آجاؤ ہم تمہارا ہر طرح خیال کریں گے۔ جب میں نے یہ خط پڑھا تو میں نے کہا کہ یہ ایک اور مصیبت آگئی (کہ مجھے اسلام سے ہٹانے کی تدبیریں ہونے لگیں) میں نے اس خط کو لے جا کر ایک تنور میں پھونک دیا۔ پچاس میں سے چالیس دن اسی حال میں گزرے کہ حضور کا قاصد میرے پاس آیا اور اس نے مجھ سے کہا رسول اللہ

ﷺ تمہیں حکم دے رہے ہیں کہ تم اپنی بیوی سے الگ ہو جاؤ۔ میں نے کہا اسے طلاق دے دوں یا کچھ اور کروں؟ اس نے کہا نہیں (طلاق نہ دو) بلکہ اس سے الگ رہو۔ اس کے قریب نہ جاؤ۔ حضورؐ نے میرے دونوں ساتھیوں کے پاس یہی پیغام بھیجا۔ میں نے اپنی بیوی سے کہا تو اپنے میکے چلی جا۔ جب تک اللہ تعالیٰ اس کا فیصلہ نہ فرمائیں وہیں رہنا۔ حضرت ہلال بن امیہ کی بیوی نے حضورؐ کی خدمت میں آکر عرض کیا یا رسول اللہ! ہلال بن امیہ بالکل بوڑھے شخص ہیں ان کا کوئی خادم بھی نہیں ہے (اگر میں انہیں چھوڑ کر چلی گئی تو) وہ ہلاک ہو جائیں گے۔ کیا آپ اسے ناگوار سمجھتے ہیں کہ میں ان کی خدمت کرتی ہوں؟ آپ نے فرمایا "نہیں" بس وہ تمہارے قریب نہ آئیں۔ انہوں نے کہا اللہ کی قسم! اس کی طرف تو انہیں میلان بھی نہیں۔ جس روز سے یہ واقعہ پیش آیا ہے آج تک ان کا وقت روتے ہی گزر رہا ہے۔ مجھ سے بھی میرے خاندان کے بعض لوگوں نے کہا کہ جیسے ہلال بن امیہ نے اپنی بیوی کی خدمت کی اجازت حضورؐ سے لے لی ہے تم بھی اپنی بیوی کے بارے میں اجازت لے لو۔ میں نے کہا نہیں، میں حضورؐ سے اس کی اجازت نہیں لوں گا کیا پتہ میں اس کی اجازت لوں تو حضور ﷺ کیا فرمادیں اور میں جوان آدمی ہوں (میں اپنے کام خود کر سکتا ہوں) اس حال میں دس دن گزرے ہم سے بات چیت چھٹے ہوئے پورے پچاس دن ہو گئے۔ پچاسویں دن کی صبح کی نماز پڑھ کر میں اپنے ایک گھر کی چھت پر بیٹھا ہوا تھا اور میرا وہ حال تھا جس کا اللہ نے ذکر فرمایا ہے زندگی دوبھر ہو رہی تھی اور کشادگی کے باوجود زمین مجھ پر تنگ ہو چکی تھی کہ اتنے میں میں نے ایک پکارنے والے کی آواز کو سنا جو سلع پہاڑی پر چڑھ کر اونچی آواز سے کہہ رہا تھا اے کعب! تمہیں خوشخبری ہو۔ میں ایک دم سجدہ میں گر گیا اور سمجھ گیا کہ کشادگی آگئی۔ حضور ﷺ نے فجر کی نماز پڑھ کر لوگوں میں ہماری توبہ کے قبول ہونے کا اعلان فرمایا لوگ ہمیں خوشخبری دینے کے لیئے چل پڑے اور بہت سے لوگوں نے میرے دونوں ساتھیوں کو جا کر خوشخبری دی۔ ایک آدمی گھوڑا دوڑاتا ہوا میرے پاس آیا (یہ حضرت زبیر بن عوامؓ تھے) قبیلہ اسلم کے ایک آدمی نے تیزی سے دوڑ کر پہاڑی سے آواز دی اور آواز گھوڑے سے پہلے پہنچ گئی۔ (یہ حضرت حمزہ بن عمرو اسلمیؓ تھے) اور جس آدمی کی میں نے آواز سنی تھی جب وہ مجھے خوشخبری دینے آیا تو میں نے اسے اپنے دونوں کپڑے اتار کر (خوشخبری دینے کی خوشی میں) دے دیئے اور اللہ کی قسم! اس وقت میرے پاس ان کے علاوہ اور کوئی کپڑے نہیں تھے۔ چنانچہ میں نے کسی سے دو کپڑے مانگے اور انہیں پہن کر حضورؐ کی خدمت میں حاضری کے لیئے چل پڑا۔ راستہ میں لوگ مجھے فوج در فوج ملتے اور توبہ قبول ہونے کی مبارک باد دیتے اور کہتے کہ

تمہیں مبارک ہو اللہ نے تمہاری توبہ قبول فرمالی جب میں مسجد میں پہنچا تو حضور ﷺ وہاں بیٹھے ہوئے تھے اور آپ کے ارد گرد لوگ بیٹھے ہوئے تھے مجھے دیکھ کر حضرت طلحہ بن عبیدؓ میری طرف لپکے۔ انہوں نے مجھ سے مصافحہ کیا مبارکباد دی۔ اللہ کی قسم! مہاجرین میں سے ان کے علاوہ اور کوئی بھی میری طرف کھڑے ہو کر نہیں آیا اور حضرت طلحہ کا یہ انداز میں کبھی بھول نہیں سکتا۔ جب حضورؐ کو میں نے سلام کیا اور خوشی سے آپ کا چہرہ چمک رہا تھا تو آپ نے فرمایا کہ جب سے تم پیدا ہوئے ہو اس وقت سے لے کر اب تک جو سب سے بہترین دن تمہارے لیئے آیا ہے میں تمہیں اس کی خوشخبری دیتا ہوں۔ میں نے عرض کیا یا رسول اللہ! یہ آپ کی طرف سے ہے یا اللہ کی طرف سے۔ آپ نے فرمایا نہیں بلکہ اللہ کی طرف سے ہے۔ جب حضورؐ خوش ہوتے تو آپ کا چہرہ چمکنے لگ جاتا تھا اور ایسا لگتا تھا کہ گویا چاند کا ٹکڑا ہے اور آپ کے چہرے سے ہی ہمیں آپ کی خوشی کا پتہ چل جاتا تھا۔ جب میں آپ کے سامنے بیٹھ گیا تو میں نے عرض کیا یا رسول اللہ! میری توبہ کی تکمیل یہ ہے کہ میری ساری جائیداد اللہ اور اس کے رسول کے نام پر صدقہ ہے اس میں سے اپنے پاس کچھ نہیں رکھوں گا۔ آپ نے فرمایا نہیں، اپنے پاس بھی کچھ رکھ لو۔ یہ تمہارے لیے زیادہ بہتر ہے۔ میں نے کہا میرا جو حصہ خیبر میں ہے میں وہ اپنے پاس رکھ لیتا ہوں اور میں نے کہا یا رسول اللہ! اللہ تعالیٰ نے مجھے سچ بولنے کی وجہ سے نجات دی ہے لہذا میری توبہ کی تکمیل یہ ہے کہ میں عہد کرتا ہوں کہ جب تک زندہ رہوں گا ہمیشہ سچ بولوں گا جب سے میں نے حضور ﷺ کے سامنے سچ بولا ہے اس وقت سے لے کر اب تک میرے علم کے مطابق کوئی مسلمان ایسا نہیں ہے جس پر اللہ تعالیٰ نے ایسا بہترین انعام کیا ہو جیسا بہترین مجھ پر کیا ہے اور جب میں نے حضورؐ سے سچ بولنے کا عہد کیا ہے اس دن سے لے کر آج تک میں نے کبھی جھوٹ بولنے کا ارادہ بھی نہیں کیا اور مجھے امید ہے کہ آئندہ بھی اللہ تعالیٰ مجھے جھوٹ سے بچائیں گے اور اللہ تعالیٰ نے اپنے رسول پر اس موقع پر یہ آیتیں نازل فرمائیں۔

لَقَدْ تَّابَ اللّٰهُ عَلَى النَّبِيِّ وَالْمُهٰجِرِيْنَ وَالْاَ نْصَارِ سے لیکر وَكُوْ نُوْ امَعَ الصّٰدِقِيْنَ تک۔ ترجمہ: "اللہ مہربان ہوا نبی پر اور مہاجرین اور انصار پر"۔۔۔سے لے کر۔۔۔اور رہو ساتھ سچوں کے" تک۔ اللہ کی قسم! ہدایت اسلام کی نعمت کے بعد میرے نزدیک اللہ کی سب سے بڑی نعمت مجھے یہ نصیب ہوئی کہ میں نے حضورؐ کے سامنے سچ بولا اور جھوٹ نہیں بولا اگر میں جھوٹ بول دیتا تو میں بھی دوسرے جھوٹ بولنے والوں کی طرح ہلاک ہو جاتا کیونکہ اللہ تعالیٰ نے وحی اترتے وقت جھوٹ بولنے والوں کے متعلق بڑے سخت کلمات ارشاد

فرمائے۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا۔

سَيَحْلِفُوْنَ بِاللّٰهِ لَكُمْ اِذَا انْقَلَبْتُمْ اِلَيْهِمْ لِتُعْرِضُوْا عَنْهُمْ سے لے کر فَاِنَّ اللّٰهَ لَا يَرْضٰى عَنِ الْقَوْمِ الْفٰسِقِيْنَ تک

ترجمہ: "اب قسمیں کھائیں گے اللہ کی تمہارے سامنے۔ جب تم پھر کر جاؤ گے ان کی طرف تاکہ تم ان سے درگزر کرو۔ سو تم درگزر کرو ان سے بے شک وہ لوگ پلید ہیں اور ان کا ٹھکانہ دوزخ ہے۔ بدلہ ہے ان کے کاموں کا۔ وہ لوگ قسمیں کھائیں گے تمہارے سامنے، تاکہ تم ان سے راضی ہو جاؤ۔ سو اگر تم راضی ہو گئے ان سے، تو اللہ راضی نہیں ہوتا نافرمان لوگوں سے۔" حضرت کعب فرماتے ہیں کہ جن لوگوں نے حضورؐ کے سامنے جھوٹی قسمیں کھا کر اپنے جھوٹے اعذار بیان کیئے اور حضورؐ نے انہیں قبول کر لیا اور ان کو بیعت بھی فرمایا اور حضورؐ نے ان کے لیئے استغفار بھی فرمایا۔ حضور ﷺ نے ہم تینوں کا معاملہ ان لوگوں سے موخر فرمادیا۔ یہاں تک کہ اس بارے میں اللہ ہی نے فیصلہ فرمایا۔ اس لیئے اللہ تعالیٰ نے جو یہ فرمایا ہے وعلی الثلثة الذين خلفوا" اس سے مراد ہم تینوں کا غزوہ سے پیچھے رہ جانا نہیں ہے بلکہ اس سے مراد یہ ہے کہ جن لوگوں نے حضورؐ کے سامنے قسمیں کھائیں اور آپ کے سامنے جھوٹے عذر رکھے اور حضورؐ نے ان کو قبول فرمالیا ان کا فیصلہ تو اسی وقت ہو گا اور ہم تینوں کے معاملہ کو حضورؐ نے موخر فرمادیا اور ہمارا فیصلہ بعد میں ہوا۔[1]

جہاد کو چھوڑ کر گھر بار اور کاروبار میں لگ جانے والوں کو دھمکی

حضرت ابو عمرانؒ فرماتے ہیں کہ ہم لوگ قسطنطنیہ میں تھے اور مصر والوں کے امیر حضرت عقبہ بن عامرؓ تھے اور شام والوں کے امیر حضرت فضالہ بن عبیدؓ تھے۔ چنانچہ (قسطنطنیہ) شہر سے رومیوں کی ایک بہت بڑی فوج باہر نکلی۔ ہم ان کے سامنے صف بنا کر کھڑے ہو گئے۔ ایک مسلمان نے رومیوں پر اس زور سے حملہ کیا کہ وہ ان میں گھس گیا اور پھر ان میں سے نکل کر ہمارے پاس واپس آگیا۔ یہ دیکھ کر لوگ چلائے اور (قرآن مجید کی آیت ولا تلقوا بايديكم الى التهلكة کو سامنے رکھ کر) کہنے لگے سبحان اللہ! اس آدمی نے اپنے آپ کو خود اپنے ہاتھوں ہلاکت میں ڈال دیا۔ اس پر حضور ﷺ کے صحابی حضرت ابو ایوب انصاریؓ کھڑے ہو کر

---

[1] اخرجه البخاری هکذا رواه مسلم وابن اسحاق ورواه الامام احمد بزيادات يسيرة كذافي البداية (ج ٥ ص ٢٣) واخرجه ايضا ابو داؤد والنسائی بنحوه مفرقا مختصراً روى الترمذی قطعة من اوله ثم قال وذكر الحديث كذافي الترغيب (ج ٤ ص ٣٦٦) واخرجه البيهقی (ج ٩ ص ٣٣) بطوله

فرمانے لگے اے لوگو! تم اس آیت کا یہ مطلب سمجھتے ہو (کہ دشمنوں میں گھس جانا ہلاکت ہے) یہ آیت تو ہم انصار کے بارے میں نازل ہوئی تھی اور اس کی صورت یہ ہوئی کہ جب اللہ تعالیٰ نے اپنے دین کو عزت عطا فرمادی اور اس کے مددگاروں کی تعداد بہت ہوگئی تو ہم لوگوں نے حضورؐ سے چھپ کر آپس میں یہ کہا کہ ہماری زمینیں خراب ہوگئیں اب ہمیں کچھ عرصہ مسلسل (مدینہ میں) ٹھہر کر اپنی خراب شدہ زمینوں کو ٹھیک کرلینا چاہیے۔ اس پر اللہ تعالیٰ نے ہمارے اس ارادے پر رد فرماتے ہوئے یہ آیت نازل فرمائی۔ وَاَنْفِقُوْا فِیْ سَبِیْلِ اللّٰهِ وَلَا تُلْقُوْا بِاَيْدِيْكُمْ اِلَى التَّهْلُكَةِ

ترجمہ: "اور خرچ کرو اللہ کی راہ میں اور نہ ڈالو اپنی جان ہلاکت میں۔" اس لئے ہلاکت تو اس میں تھی کہ ہم زمینوں میں ٹھہر کر انہیں ٹھیک کرنا چاہتے تھے۔ چنانچہ ہمیں اللہ کے راستے میں نکلنے اور غزوہ میں جانے کا حکم دیا گیا اور حضرت ابو ایوب اللہ کے راستہ میں غزوہ فرماتے رہے یہاں تک کہ اسی راستہ میں ان کا انتقال ہوا۔[1]

حضرت ابو عمرانؒ فرماتے ہیں کہ ہم قسطنطنیہ شہر دشمن سے لڑنے گئے اور جماعت کے امیر حضرت عبدالرحمٰن بن خالد بن ولید تھے اور رومی لشکر شہر کی دیوار سے کمر لگائے ہوئے کھڑا تھا ایک مسلمان نے دشمن پر زور سے حملہ کیا۔ لوگوں نے اس سے کہا رک جاؤ۔ رک جاؤ۔ لا الٰہ الا اللہ یہ آدمی اپنے ہاتھوں اپنے آپ کو ہلاکت میں ڈال رہا ہے۔ اس پر حضرت ابو ایوبؓ نے فرمایا یہ آیت تو ہم انصار کے بارے میں نازل ہوئی تھی۔ جب اللہ تعالیٰ نے اپنے نبی کی مدد فرمائی اور اسلام کو غالب فرمادیا تو ہم نے آپس میں کہا آؤ ہم اپنی زمینوں میں ٹھہر کر انہیں ٹھیک کرلیں اس پر اللہ تعالیٰ نے یہ آیت نازل فرمائی۔ وَاَنْفِقُوْا فِیْ سَبِیْلِ اللّٰهِ وَلَا تُلْقُوْا بِاَيْدِيْكُمْ اِلَى التَّهْلُكَةِ۔ تو ہمارا اپنے ہاتھوں خود کو ہلاکت میں ڈالنے کا مطلب یہ تھا کہ ہم زمینوں میں ٹھہر کر انہیں ٹھیک کرنے میں لگ جاتے اور جہاد فی سبیل اللہ کو چھوڑ دیتے۔ حضرت ابو عمران فرماتے ہیں کہ حضرت ابو ایوب (زندگی بھر) اللہ کے راستہ میں جہاد کرتے رہے یہاں تک کہ قسطنطنیہ میں دفن ہوئے۔[2]

حضرت ابو عمرانؒ فرماتے ہیں کہ مہاجرین میں سے ایک صاحب نے قسطنطنیہ میں دشمن کی صف پر ایسا زوردار حملہ کیا کہ اسے چیر کر پار چلے گئے اور ہمارے ساتھ حضرت ابو ایوب انصاریؓ بھی تھے۔ کچھ لوگوں نے کہا کہ اس آدمی نے تو اپنے آپ کو اپنے ہاتھوں ہلاکت میں ڈال دیا۔ اس پر حضرت ابو ایوبؓ نے فرمایا ہم اس آیت کو (تم لوگوں سے) زیادہ جانتے ہیں

---

[1] اخرجه البيهقى (ج ٩ ص ٤٥) [2] اخرجه ايضاً البيهقى (ج ٩ ص ٩٩) من وجه اخر

کیوں کہ یہ آیت ہمارے بارے میں نازل ہوئی ہے۔ ہم حضورؐ کے ساتھ رہے ہم آپ کے ساتھ تمام لڑائیوں میں شریک ہوئے اور ہم نے آپ کی بھر پور نصرت کی۔ جب اسلام پھیل گیا اور غالب ہو گیا تو اسلامی محبت کے اظہار کے لیئے ہم انصار جمع ہوئے اور ہم نے کہا کہ اللہ تعالیٰ نے ہمیں اپنے نبی کریم ﷺ کی صحبت میں رہنے اور آپ کی نصرت کرنے کی دولت سے نوازا۔ یہاں تک کہ اسلام پھیل گیا اور اسلام والے زیادہ ہو گئے اور ہم نے آپ کو، اپنے خاندان اہل و عیال، مال و اولاد سب سے آگے رکھا اور اب لڑائیوں کا سلسلہ بھی بند ہو گیا ہے اب ہم اپنے اہل و عیال میں واپس جاتے ہیں اور ان میں رہا کریں گے (اور ہم اللہ کے راستہ میں باہر کچھ عرصہ نہیں جائیں گے) چنانچہ ہمارے بارے میں یہ آیت نازل ہوئی۔

وَاَنْفِقُوْا فِیْ سَبِیْلِ اللّٰهِ وَلَا تُلْقُوْا بِاَیْدِیْکُمْ اِلَی التَّهْلُكَةِ

لہٰذا گھر بار اور کاروبار مال و اولاد میں ٹھہر جانے اور جہاد چھوڑ دینے میں ہلاکت تھی۔[1]

جہاد چھوڑ کر کھیتی باڑی میں مشغول ہو جانے والوں کو دھمکی اور وعید

حضرت یزید بن ابی حبیبؒ فرماتے ہیں کہ حضرت عمر بن خطابؓ کو یہ خبر ملی کہ حضرت عبداللہ بن حر عنسیؓ نے ملک شام میں کھیتی کا کام شروع کر دیا ہے تو حضرت عمرؓ نے ان سے وہ زمین لے لی اور دوسروں کو دے دی اور فرمایا جو ذلت اور خواری ان بڑے لوگوں کی گردن میں پڑی ہوئی تھی تم نے جا کر وہ اپنی گردن میں ڈال لی۔[2]

حضرت یحییٰ بن عمرو شیبانیؒ فرماتے ہیں کہ حضرت عبداللہ بن عمرو بن العاصؓ کے پاس سے یمن کے کچھ آدمی گزرے اور انہوں نے ان سے پوچھا کہ آپ اس آدمی کے بارے میں کیا فرماتے ہیں کہ جو مسلمان ہوا اور اس کا اسلام بہت اچھا ثابت ہوا۔ پھر اس نے ہجرت کی اور اس کی ہجرت بھی بڑی عمدہ ہوئی۔ پھر اس نے بہترین طریقہ سے جہاد کیا۔ پھر یمن اپنے والدین کے پاس آکر ان کی خدمت میں اور ان کے ساتھ حسن سلوک میں لگ گیا۔ حضرت عبداللہ بن عمرو نے فرمایا تم اس کے بارے میں کیا کہتے ہو؟ انہوں نے کہا ہمارا خیال یہ ہے کہ

---

[1] اخرجه ابو داؤد والترمذی والنسائی واخرجه ایضا عبد بن حمید فی تفسیره وابن ابی حاتم وابن جریر وابن مردویه وابو یعلی فی مسنده وابن حبان فی صحیحه والحاکم فی مستدرکه وقال الترمذی حسن صحیح غریب وقال الحاکم علی شرط الشیخین ولم یخرجاه کذافی التفسیر لابن کثیر (ج ۱ ص ۲۲۹) [2] اخرجه ابن عائذ فی المغازی کذافی الاصابة (ج ۳ ص ۸۸)

یہ الٹے پاؤں پھر گیا ہے حضرت عبداللہ نے فرمایا نہیں بلکہ یہ تو جنت میں جائے گا میں تمہیں بتاتا ہوں کہ یہ الٹے پاؤں پھرنے والا کون ہے؟ یہ وہ آدمی ہے کہ جو مسلمان ہوا اور اس کا اسلام بہت اچھا ثابت ہوا اور اس نے ہجرت کی اور اس کی ہجرت بڑی عمدہ ہوئی پھر اس نے بہترین طریقہ سے جہاد کیا۔ پھر اس نے نبطی کافر سے زمین لینے کا ارادہ کیا اور وہ نبطی کافر زمین کا جتنا خراج دیا کرتا تھا اور اسلامی فوج کے لیئے جتنا ماہانہ خرچہ دیا کرتا تھا اس نے وہ زمین بھی لے لی اور یہ خراج اور خرچہ بھی اپنے ذمہ لے لیا اور پھر اس زمین کو آباد کرنے میں لگ گیا اور جہاد فی سبیل اللہ چھوڑ دیا۔ یہ آدمی الٹے پاؤں پھرنے والا ہے۔[1]

فتنہ ختم کرنے کیلئے اللہ کے راستہ میں خوب تیزی سے چلنا

حضرت جابر بن عبداللہؓ فرماتے ہیں کہ ایک مرتبہ ہم لوگ ایک لشکر میں ایک غزوہ میں گئے ہوئے تھے ایک مہاجری نے ایک انصاری کی پیٹھ پر مکا مار دیا۔ انصاری نے کہا اے انصار! میری مدد کے لیئے آؤ اور مہاجری نے بھی کہا اے مہاجرین! میری مدد کے لیئے آؤ۔ حضور ﷺ نے یہ آوازیں سن لیں اور فرمایا یہ زمانہ جاہلیت والی باتیں کیوں ہو رہی ہیں؟ صحابہؓ نے عرض کیا یا رسول اللہ! ایک مہاجری نے ایک انصاری کی پیٹھ پر مکا مار دیا۔ آپ نے فرمایا ان باتوں کو چھوڑو، یہ تو بدبودار باتیں ہیں۔ عبداللہ بن ابی (منافق) نے یہ باتیں سن کر کہا کیا ان مہاجرین نے ہمارے آدمی کو دبا کر اپنے آدمی کو اوپر کیا ہے؟ غور سے سنو اللہ کی قسم! اگر ہم مدینہ واپس چلے گئے تو عزت والا وہاں سے ذلت والے کو نکال باہر کرے گا۔ حضور کو یہ بات پہنچ گئی تو حضرت عمرؓ نے کھڑے ہو کر کہا یا رسول اللہ! آپ مجھے اجازت دیں تو میں اس منافق کی گردن اڑا دیتا ہوں۔ آپ نے فرمایا اسے رہنے دو (اسے قتل کرنے سے) کہیں لوگوں میں یہ مشہور نہ ہو جائے کہ محمد (ﷺ) اپنے ساتھیوں کو قتل کر دیتے ہیں۔ جب مہاجرین شروع میں مدینہ آئے تھے اس وقت انصار کی تعداد مہاجرین سے زیادہ تھی۔ بعد میں مہاجرین کی تعداد زیادہ ہو گئی۔[2]

حضرت عروہ بن زبیر اور حضرت عمرو بن ثابت انصاریؒ فرماتے ہیں کہ حضور ﷺ غزوہ مریسیع میں تشریف لے گئے۔ یہ وہی غزوہ ہے جس میں آپ نے منات بت کو گرا لیا تھا یہ بت قفا مشلل مقام اور سمندر کے درمیان تھا چنانچہ حضورؐ نے حضرت خالد بن ولیدؓ کو بھیجا تھا اور

---

[1] اخرجه ابو نعيم في الحلية (ج ١ ص ٢٩١) [2] اخرجه البخاري واخرجه ايضا مسلم و مام احمد والبيهقي عن جابر بنحوه كما في التفسير لابن كثير (ج ٤ ص ٣٧٠)

انہوں نے جاکر منات بت توڑا تھا۔ اس غزوہ میں دو مسلمان آپس میں لڑ پڑے۔ ایک مہاجرین میں سے تھے اور دوسرے قبیلہ بہز کے تھے۔ یہ قبیلہ انصار کا حلیف تھا۔ مہاجری اس بہزی کو گرا کر اس پر چڑھ بیٹھے۔ اس بہزی آدمی نے کہا اے جماعت انصار! اس پر کچھ انصاری حضرات اس کی مدد کو آئے اور اس مہاجری نے بھی کہا اے جماعت مہاجرین! اس پر کچھ مہاجرین اس کی مدد کو آئے اس طرح ان مہاجرین اور انصار کے درمیان کچھ لڑائی سی ہوگئی پھر لوگوں نے بیچ بچاؤ کرادیا۔ پھر سارے منافقین اور دلوں میں کھوٹ رکھنے والے لوگ عبداللہ بن ابی بن سلول منافق کے پاس جاکر کہنے لگے پہلے تو تم سے بڑی امیدیں وابستہ ہوتی تھیں اور تم ہماری طرف سے دفاع کیا کرتے تھے اب تم ایسے ہوگئے ہو کہ کسی کو نہ نقصان پہنچا سکتے ہو اور نہ نفع۔ ان جلابیب یعنی ایرے غیرے لوگوں نے ہمارے خلاف ایک دوسرے کی خوب مدد کی۔ منافقین ہر نئے ہجرت کر کے آنے والے کو جلابیب یعنی ایرا غیرا کہا کرتے تھے۔ اللہ کے دشمن عبداللہ بن ابی نے کہا۔ اللہ کی قسم! اگر ہم مدینہ واپس چلے گئے تو عزت والا وہاں سے ذلت والے کو نکال دے گا۔ منافقوں میں سے مالک بن دخشن نے کہا کیا میں نے تم کو نہیں کہا تھا کہ جو لوگ رسول اللہ ﷺ کے پاس جمع ہیں ان پر خرچ نہ کرو تاکہ یہ سب ادھر ادھر بکھر جائیں۔ یہ باتیں سن کر حضرت عمرؓ حضورؐ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور عرض کیا یا رسول اللہ! یہ آدمی لوگوں کو فتنہ میں ڈال رہا ہے۔ مجھے اجازت دیں میں اس کی گردن اڑادوں۔ یہ بات حضرت عمر، عبداللہ بن ابی کے بارے میں کہہ رہے تھے۔ حضورؐ نے حضرت عمر سے فرمایا اگر میں تمہیں اس کو قتل کرنے کا حکم دوں تو کیا تم اسے قتل کردو گے؟ حضرت عمرؓ نے کہا جی ہاں۔ اللہ کی قسم! اگر آپ مجھے اس کے قتل کا حکم دیں تو میں اس کی ضرور گردن اڑادوں گا۔ آپ نے فرمایا بیٹھ جاؤ۔ پھر انصار کے قبیلہ بنو عبدالاشہل کے ایک انصاری حضرت اسید بن حضیرؓ نے حضورؐ کی خدمت میں حاضر ہو کر عرض کیا یا رسول اللہ! یہ آدمی لوگوں کو فتنہ میں ڈال رہا ہے، آپ مجھے اجازت دیں میں اس کی گردن اڑادوں حضورؐ نے ان سے پوچھا اگر میں تمہیں اسے قتل کرنے کا حکم دوں تو کیا تم اسے قتل کردو گے؟ انہوں نے کہا جی ہاں۔ اللہ کی قسم اگر آپ مجھے اسے قتل کرنے کا حکم دیں تو میں اس کے کانوں کے بندوں کے نیچے گردن پر تلوار کی کاری ضرب ضرور لگاؤں گا۔ آپ نے فرمایا بیٹھ جاؤ۔ پھر آپ نے فرمایا کہ لوگوں میں اعلان کردو کہ اب یہاں سے چلیں۔ چنانچہ آپ دوپہر کے وقت لوگوں کو لے کر چل پڑے اور سارا دن اور ساری رات چلتے رہے اور اگلے روز بھی دن چڑھے تک چلتے رہے۔ پھر ایک جگہ آرام فرمانے کے لیئے ٹھہرے پھر دوپہر کے وقت لوگوں کو لے کر چل پڑے۔ جب

مسلسل سے چلے ہوئے تیسرا دن ہو گیا تب اس دن صبح کے وقت آپ نے پڑاؤ ڈالا۔ جب آپ مدینہ پہنچ گئے تو آپ نے آدمی بھیج کر حضرت عمرؓ کو بلایا اور (ان کے آنے پر ان سے) فرمایا اے عمر! اگر میں تمہیں اسے قتل کرنے کا حکم دے دیتا تو کیا تم اسے قتل کر دیتے؟ حضرت عمر نے کہا جی ہاں۔ حضورؐ نے فرمایا اللہ کی قسم! اگر تم اسے اس دن قتل کر دیتے تو (چونکہ واقعہ تازہ پیش آیا تھا اس وجہ سے) اس وقت (انصار کے) بہت سے لوگ اس میں اپنی ذلت محسوس کرتے اور اب (چونکہ مسلسل سفر کرنے کی وجہ سے جذبات ٹھنڈے پڑ گئے ہیں اس لئے) اگر آج میں انہی لوگوں کو اسے قتل کرنے کا حکم دوں تو وہ اسے ضرور قتل کر دیں گے (اور اگر میں اسے وہاں قتل کرا دیتا) تو لوگ یہ کہتے کہ میں اپنے ساتھیوں پر ٹوٹ پڑا ہوں اور (انہیں گھروں سے نکال کر اللہ کے راستہ میں لے جاتا ہوں اور وہاں) انہیں باندھ کر قتل کر دیتا ہوں۔ اس پر اللہ تعالیٰ نے یہ آیتیں نازل فرمائیں۔ هُمُ الَّذِيْنَ يَقُوْلُوْنَ لَا تُنْفِقُوْا عَلٰى مَنْ عِنْدَ رَسُوْلِ اللّٰهِ حَتّٰى يَنْفَضُّوْا ۚ سے لے کر يَقُوْلُوْنَ لَئِنْ رَّجَعْنَآ اِلَى الْمَدِيْنَةِ تک

ترجمہ: ”وہی ہیں جو کہتے ہیں مت خرچ کرو ان پر جو پاس رہتے ہیں رسول اللہؐ کے، یہاں تک کہ متفرق ہو جائیں“۔۔۔ سے لے کر۔۔۔ کہتے ہیں البتہ اگر ہم پھر گئے مدینہ کو“ [1]
ابن اسحاق نے اس قصہ کو تفصیل سے بیان کیا ہے اس میں یہ بھی ہے کہ حضور ﷺ لوگوں کو لے کر سارا دن چلتے رہے یہاں تک کہ شام ہو گئی اور ساری رات چلتے رہے یہاں تک کہ صبح ہو گئی اور اگلے دن بھی چلتے رہے یہاں تک کہ جب لوگوں کو دھوپ کی وجہ سے تکلیف ہونے لگی تو آپ نے ایک جگہ پڑاؤ ڈالا۔ وہاں اترتے ہی (زیادہ تھکن کی وجہ سے) سب ایک دم سو گئے اور آپ نے ایسا اس لئے کیا کہ ایک دن پہلے عبداللہ بن ابی نے جو (فتنہ انگیز) بات کہی تھی لوگوں کو اس کے بارے میں بات کرنے کا موقع نہ ملے۔ [2]

اللہ کے راستہ میں چلہ پورا نہ کرنے والوں پر نکیر

حضرت یزید بن ابی حبیب کہتے ہیں کہ ایک آدمی حضرت عمر بن خطابؓ کی خدمت میں حاضر ہوا۔ حضرت عمر نے اس سے پوچھا۔ تم کہاں تھے؟ اس نے کہا میں سرحد کی حفاظت کرنے گیا ہوا تھا۔ آپ نے پوچھا تم نے وہاں کتنے دن لگائے؟ اس نے کہا تیس دن۔ حضرت

---

[1] اخرجه ابن ابی حاتم قال ابن کثیر فی تفسیره (ج ٤ ص ٣٧٢) هذا سیاق غریب وفیه اشیاء نفیسة لا تو جدا لا فیه انتهی وقال ابن حجر فی فتح الباری (ج ٨ ص ٤٥٨) وهو مرسل جید انتهی
[2] اخرجه عبدالرزاق كذافی كنز العمال (ج ٢ ص ٢٨٨)

عمر نے فرمایا تم نے چالیس دن کیوں نہیں پورے کر لیئے۔[۱]

اللہ کے راستہ میں تین چلے کے لئے جانا

حضرت ابن جریج فرماتے ہیں کہ یہ بات مجھے ایسے شخص نے بتائی جسے میں سچا سمجھتا ہوں کہ حضرت عمرؓ (ایک رات مدینہ کی گلیوں میں) گشت کر رہے تھے کہ آپ نے ایک عورت کو یہ شعر پڑھتے ہوئے سنا۔

تطا ول هذا الليل واسود جانبه　　وارقنى ان الا حبيب الا عبه

یہ رات لمبی ہو گئی ہے اور اس کے کنارے کالے پڑ گئے اور مجھے اس وجہ سے نیند نہیں آرہی ہے، کہ میرا کوئی محبوب نہیں، جس سے میں کھیلوں۔

فلو لا حذار الله لا شى مثله　　لز عزع من هذا السرير جوانبه

اگر اس اللہ کا ڈر نہ ہوتا، جس کے مثل کوئی چیز نہیں ہے، تو اس تخت کے تمام کنارے حرکت کر رہے ہوتے۔

حضرت عمر نے اس سے پوچھا تجھے کیا ہوا ہے؟ اس نے کہا کہ چند مہینوں سے میرا خاوند سفر میں گیا ہوا ہے اور میں اس کی بہت زیادہ مشتاق ہو چکی ہوں۔ حضرت عمر نے کہا کہیں تیرا برائی کا ارادہ تو نہیں؟ اس عورت نے کہا اللہ کی پناہ۔ حضرت عمر نے کہا اپنے آپ کو قابو میں رکھو، میں ابھی اس کے پاس ڈاک کا آدمی بھیج دیتا ہوں۔ چنانچہ حضرت عمر نے اسے بلانے کے لیے آدمی بھیج دیا اور خود (اپنی بیٹی) حضرت حفصہؓ کے پاس آئے اور ان سے کہا میں تم سے ایک بات پوچھنا چاہتا ہوں جس نے مجھے پریشان کر دیا ہے۔ تم میری وہ پریشانی دور کر دو۔ اور وہ یہ ہے کہ کتنے عرصہ میں عورت اپنے خاوند کی مشتاق ہو جاتی ہے؟ حضرت حفصہؓ نے اپنا سر جھکا لیا اور ان کو شرم آگئی۔ حضرت عمر نے فرمایا حق بات کو بیان کرنے سے اللہ نہیں شرماتے ہیں۔ حضرت حفصہؓ نے اپنے ہاتھ سے اشارہ کیا کہ تین مہینے ورنہ چار مہینے۔ اس پر حضرت عمرؓ نے (تمام علاقوں میں) یہ خط بھیجا کہ لشکروں کو (گھر سے باہر) چار مہینے سے زیادہ نہ روکا جائے۔ (اگر اجازت لیں)۔[۲]

حضرت ابن عمرؓ فرماتے ہیں کہ حضرت عمرؓ ایک دفعہ کے وقت باہر نکلے۔ انہوں نے ایک عورت کو یہ شعر پڑھتے ہوئے سنا۔

تطا ول هذا الليل واسود جانبه　وارقنى ان لا حبيب الا عبه

---

[۱] كما فى البداية (ج ٤ ص ١٥٧)　[۲] اخرجه عبدالرزاق كذافى الكنز (ج ٨ ص ٣٠٨)

"یہ رات لمبی ہوگئی ہے اور اس کے کنارے کالے پڑ گئے اور مجھے اس وجہ سے نیند نہیں آرہی ہے، کہ میرا کوئی محبوب نہیں ہے، جس سے میں کھیلوں۔" حضرت عمر نے (اپنی بیٹی) حضرت حفصہ بنت عمرؓ سے پوچھا کہ عورت زیادہ سے زیادہ کتنے عرصہ تک اپنے خاوند سے صبر کر سکتی ہے؟ حضرت حفصہ نے کہا چھ مہینے تک یا چار مہینے تک۔ حضرت عمر نے فرمایا میں آئندہ کسی لشکر کو اس سے زیادہ (گھر سے باہر) نہیں روکوں گا۔[1]

صحابہ کرامؓ کا اللہ کے راستہ کی گرد و غبار برداشت کرنے کا شوق

حضرت ربیع بن زیدؓ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ راستہ کے درمیان میں درمیانی رفتار سے تشریف لے جارہے تھے کہ اتنے میں آپ نے ایک قریشی نوجوان کو دیکھا جو راستہ سے ہٹ کر چل رہا تھا۔ آپ نے فرمایا کیا یہ فلاں آدمی نہیں ہے؟ صحابہؓ نے کہا جی ہاں وہی ہے۔ آپ نے فرمایا اسے بلاؤ۔ چنانچہ وہ آئے۔ حضورؐ نے اس سے پوچھا تمہیں کیا ہو گیا تم راستہ سے ہٹ کر چل رہے ہو؟ اس نوجوان نے کہا مجھے یہ گرد و غبار اچھا نہیں لگتا۔ آپ نے فرمایا۔ ارے! اس گرد و غبار سے خود کو نہ بچاؤ کیونکہ اس ذات کی قسم جس کے قبضہ میں میری جان ہے، یہ غبار تو جنت کی (خاص قسم کی) خوشبو ہے۔[2]

حضرت ابوالمصبّح مقرئی کہتے ہیں کہ ایک دفعہ ہم لوگ روم کے علاقہ میں ایک جماعت کے ساتھ چلے جارہے تھے جس کے امیر حضرت مالک بن عبداللہ خثعمیؒ تھے کہ اتنے میں حضرت مالک، حضرت جابر بن عبداللہ کے پاس سے گزرے جو کہ اپنے خچر کو آگے سے پکڑے ہوئے چلے جارہے تھے۔ ان سے حضرت مالک نے کہا اے ابو عبداللہ! آپ سوار ہو جائیں، اللہ نے آپ کو سواری دی ہے۔ حضرت جابر نے کہا میں نے اپنی سواری کو ٹھیک حالت میں رکھا ہوا ہے اور مجھے اپنی قوم سے سواری لینے کی ضرورت نہیں ہے لیکن میں نے حضور ﷺ کو فرماتے ہوئے سنا کہ جس آدمی کے دونوں قدم اللہ کے راستہ میں غبار آلود ہو جائیں گے۔ اللہ تعالیٰ اسے دوزخ کی آگ پر حرام کر دیں گے۔ حضرت مالک وہاں سے آگے چل دیئے۔ جب اتنی دور پہنچ گئے جہاں سے حضرت جابر کو آواز سنائی دے تو حضرت مالک

---

[1] اخرجه البيهقي (ج ۹ ص ۲۹) من طريق مالك عن عبدالله بن دينار

[2] اخرجه الطبراني قال الهيثمي (ج ۵ ص ۲۸۷) رواه الطبراني ورجاله ثقات انتهى

نے بلند آواز سے کہا اے ابو عبداللہ! آپ سوار ہو جائیں کیونکہ اللہ نے آپ کو سواری دی ہے۔ حضرت جابرؓ حضرت مالک کا مقصد سمجھ گئے (کہ حضرت مالک چاہتے ہیں کہ حضرت جابر بلند آواز سے جواب دیں تاکہ جماعت کے تمام لوگ سن لیں) اس پر حضرت جابرؓ نے بلند آواز سے جواب دیا کہ میں نے اپنی سواری کو ٹھیک حالت میں رکھا ہوا ہے اور مجھے اپنی قوم سے سواری لینے کی ضرورت نہیں لیکن میں نے حضورؐ کو فرماتے ہوئے سنا ہے کہ جس آدمی کے دونوں قدم اللہ کے راستہ میں غبار آلود ہو جائیں گے۔ اللہ تعالیٰ اسے دوزخ کی آگ پر حرام کر دیں گے۔ یہ سنتے ہی تمام لوگ اپنی سواریوں سے کود کر نیچے اتر آئے۔ میں نے کبھی لوگوں کو اس دن سے زیادہ تعداد میں پیدل چلتے ہوئے نہیں دیکھا۔[1] ابو یعلی کی روایت میں یہ ہے کہ حضرت جابر نے فرمایا میں نے حضور ﷺ کو فرماتے ہوئے سنا کہ جس بندے کے دونوں قدم اللہ کے راستے میں غبار آلود ہو جائیں گے اللہ تعالیٰ ان دونوں قدموں پر آگ کو حرام فرما دیں گے۔ یہ سنتے ہی حضرت مالک بھی اور تمام لوگ بھی اپنی سواریوں سے نیچے اتر کر پیدل چلنے لگ پڑے اور کسی دن بھی لوگوں کو اس دن سے زیادہ تعداد میں پیدل چلتے ہوئے نہیں دیکھا گیا۔[2]

اللہ کے راستہ میں نکل کر خدمت کرنا

حضرت انسؓ فرماتے ہیں کہ ہم لوگ حضور اقدس ﷺ کے ساتھ ایک سفر میں تھے ہم لوگوں میں سے کچھ لوگوں نے روزہ رکھا ہوا تھا اور کچھ بغیر روزے کے تھے۔ ہم لوگوں نے ایک جگہ پڑاؤ ڈالا۔ اس دن گرمی بہت زیادہ تھی ہم میں سب سے زیادہ سایہ والا وہ تھا جس نے چادر سے سایہ کیا ہوا تھا۔ بعض لوگ اپنے ہاتھ کے ذریعہ دھوپ سے بچاؤ کر رہے تھے۔ پڑاؤ ڈالتے ہی روزے دار تو گر گئے اور جن کا روزہ نہیں تھا۔ انہوں نے کھڑے ہو کر خیمے لگائے اور سواریوں کو پانی پلایا۔ اس پر حضورؐ نے فرمایا جنہوں نے روزہ نہیں رکھا وہ آج سارا ثواب لے

---

[1] اخرجه ابن حبان في صحيحه و رواه ابو يعلى با سنا دجيد الاانه قال عن سليمان بن موسىٰ قال بينما نحن نسير فذكر ه بنحوه وقال فيه

[2] كذافي الترغيب (ج ٢ ص ٣٩٦) قال الهيثمي (ج ٥ص ٢٨٦) رواه ابو يعلى ورجاله ثقات انتهى وقال في الا صابة (ج ٣ ص ١٢٦) وهذا الحديث قد اخرجه ابو داؤد الطيا لسى في مسنده بسنده المذكورى اى عن ابى المصبح فقال فيه اذمر جابر بن عبدالله و كذا اخرجه ابن المبارك في كتاب الجهاد و هوفي مسند الا مام احمد وصحيح ابن حبان من طريق ابن المبارك انتهى واخرجه البيهقي (ج ٩ ص ١٦٢) من طريق ابى المصبح بنحوه

گئے۔[1] حضرت انسؓ فرماتے ہیں کہ ہم لوگ حضور اقدسؐ کے ساتھ تھے۔ ہم میں سے سب سے زیادہ سائے والا وہ تھا جو اپنی چادر سے سایہ کر رہا تھا۔ جنہوں نے روزہ رکھا ہوا تھا وہ تو کچھ نہ کر سکے اور جنہوں نے روزہ نہیں رکھا تھا انہوں نے سواریوں کو (پانی پینے اور چرنے کے لیئے) بھیجا اور خدمت والے کام کئے اور مشقت والے بھاری بھاری کام کئے۔ یہ دیکھ کر حضورؐ نے فرمایا جن لوگوں نے روزہ نہیں رکھا وہ آج سارا ثواب لے گئے۔[2]

حضرت ابو قلابہؒ فرماتے ہیں کہ حضور ﷺ کے کچھ صحابہ ایک سفر سے واپس آکر اپنے ایک ساتھی کی بڑی تعریف کرنے لگے۔ چنانچہ انہوں نے کہا کہ ہم نے فلانے جیسا کوئی آدمی کبھی نہیں دیکھا۔ جب تک یہ چلتے رہتے قرآن پڑھتے رہتے اور جب ہم کسی جگہ پڑاؤ ڈالتے تو یہ اترتے ہی نماز شروع کر دیتے۔ آپ نے پوچھا اس کے کام کاج کون کرتا تھا؟ بہت سی باتیں اور پوچھیں اور یہ بھی پوچھا کہ اس کے اونٹ یا سواری کو چارہ کون ڈالتا تھا؟ ان صحابہؓ نے عرض کیا ہم یہ سارے کام کرتے تھے۔ آپ نے فرمایا تم سب اس سے بہتر ہو۔ (اس کی خدمت کر کے تم نے اس کے تمام نیک اعمال کا ثواب لے لیا ہے)۔[3]

حضرت سعید بن جمہان کہتے ہیں میں نے حضرت سفینہؓ سے ان کے نام کے بارے میں پوچھا کہ یہ نام کس نے رکھا ہے؟ انہوں نے کہا میں تمہیں اپنے نام کے بارے میں بتاتا ہوں۔ حضور اقدس ﷺ نے میرا نام سفینہ رکھا۔ میں نے پوچھا حضور ﷺ نے آپ کا نام سفینہ کیوں رکھا؟ انہوں نے فرمایا حضور ﷺ ایک دفعہ سفر میں تشریف لے گئے اور آپ کے ساتھ آپ کے صحابہ بھی تھے۔ صحابہ کو اپنا سامان بھاری لگ رہا تھا حضورؐ نے مجھ سے فرمایا اپنی چادر بچھاؤ میں نے بچھا دی۔ حضورؐ نے اس چادر میں صحابہؓ کا سامان باندھ کر اسے میرے اوپر رکھ دیا۔ اور فرمایا۔ ارے اسے اٹھالو تم تو بس سفینہ یعنی کشتی ہی ہو۔ حضرت سفینہؓ فرماتے ہیں کہ اگر اس دن میرے اوپر ایک یا دو تو کیا، پانچ یا چھ اونٹوں کا بھی بوجھ رکھ دیا جاتا تو وہ مجھے بھاری نہ لگتا۔[4]

حضرت ام سلمہؓ کے آزاد کردہ غلام حضرت احمرؓ فرماتے ہیں کہ ہم لوگ ایک غزوہ میں حضور ﷺ کے ساتھ تھے ایک نالے پر سے ہم لوگوں کا گزر ہوا تو میں لوگوں کو وہ نالہ پار کرانے لگا۔ اسے دیکھ کر حضورؐ نے مجھ سے فرمایا تم تو آج سفینہ (کشتی) بن گئے ہو[5] حضرت

---

[1] اخرجه مسلم (ج ١ ص ٣٥٦) [2] اخرجه البخاری [3] اخرجه ابو داؤد فی مراسیله كذافی الترغيب (ج ٤ ص ١٧٢) [4] اخرجه ابو نعيم فی الحلية (ج ١ ص ٣٦٩)

[5] اخرجه الحسن بن سفيان وابن منده والما لينی وابو نعيم كذافی المنتخب (ج ٥ ص ١٩٤)

مجاہد کہتے ہیں کہ میں ایک سفر میں حضرت ابن عمرؓ کے ساتھ تھا۔جب میں سواری پر سوار ہونے لگتا تو وہ میرے پاس آکر میری رکاب پکڑ لیتے اور جب میں سوار ہو جاتا تو وہ میرے کپڑے ٹھیک کر دیتے۔چنانچہ ایک مرتبہ وہ میرے پاس (اسی کام کیلئے) آئے تو میں نے کچھ ناگواری کا اظہار کیا تو انہوں نے فرمایا اے مجاہد تم بڑے تنگ اخلاق ہو۔[1]

اللہ کے راستہ میں نکل کر روزہ رکھنا

حضرت ابو الدرداءؓ فرماتے ہیں کہ ایک سفر میں ہم لوگ حضور اکرم ﷺ کے ساتھ تھے اس دن سخت گرمی تھی اور سخت گرمی کی وجہ سے بعض لوگ اپنے سر پر اپنا ہاتھ رکھے ہوئے تھے اور اس دن صرف حضورؐ نے اور حضرت عبداللہ بن رواحہ نے روزہ رکھا ہوا تھا۔[2] دوسری روایت میں حضرت ابو الدرداءؓ فرماتے ہیں کہ ایک مرتبہ ہم لوگ رمضان کے مہینے میں سخت گرمی میں حضور ﷺ کے ساتھ (اللہ کے راستہ میں) نکلے۔اور آگے پچھلی حدیث جیسا مضمون ذکر کیا[3] حضرت ابو سعید خدریؓ فرماتے ہیں کہ ہم لوگ رمضان کے مہینہ میں حضور ﷺ کے ساتھ غزوہ میں جایا کرتے تھے۔تو ہمارے کچھ ساتھی روزہ رکھ لیتے اور کچھ ساتھی نہ رکھتے۔تو نہ روزہ دار روزہ نہ رکھنے والوں کو ناراض ہوتے اور نہ روزہ نہ رکھنے والے روزہ داروں کو ناراض ہوتے۔سب یہ سمجھتے تھے کہ جو اپنے میں قوت وہمت سمجھتا ہے اور اس نے روزہ رکھ لیا اس کے لیئے ایسا کرنا ہی ٹھیک ہے اور جو اپنے میں کمزوری محسوس کرتا ہے اور اس نے روزہ نہیں رکھا اس نے بھی ٹھیک کیا۔[4]

حضرت ابن عمرؓ فرماتے ہیں کہ میں جنگ یمامہ کے دن حضرت عبداللہ بن مخرمہؓ کے پاس گیا وہ زخموں سے نڈھال ہو کر زمین پر پڑے ہوئے تھے۔میں ان کے پاس جا کر کھڑا ہو گیا۔تو انہوں نے کہا لکڑی کی اس ڈھال میں پانی لے آؤ تاکہ میں اس سے روزہ کھول لوں۔حضرت ابن عمرؓ فرماتے ہیں کہ میں (پانی لینے) حوض پر گیا۔حوض پانی سے بھرا ہوا تھا۔میرے پاس چمڑے کی ایک ڈھال تھی میں نے اسے نکالا اور اس کے ذریعے حوض میں سے پانی لے کر (حضرت ابن مخرمہ) کی لکڑی والی ڈھال میں ڈالا پھر وہ پانی لے کر میں

---

[1] اخرجه ابو نعيم فى الحلية (ج ۳ ص ۲۸۵)
[2] اخرجه مسلم (ج ۱ ص ۳۵۷) عن ام الدردا قالت
[3] فى رواية اخرى له عن ام الدرداء
[4] واخرجه مسلم ايضاً (ج ۱ ص ۳۵٦)

حضرت محزمہ کے پاس آیا۔ آکر دیکھا تو ان کا انتقال ہو چکا تھا (انا للہ وانا الیہ راجعون)[1]

حضرت مدرکؒ بن عوف احمسیؒ فرماتے ہیں کہ ایک مرتبہ میں حضرت عمرؓ کے پاس بیٹھا ہوا تھا کہ اتنے میں حضرت نعمان بن مقرنؓ کا قاصد ان کے پاس آیا۔ اس سے حضرت عمر نے لوگوں کے بارے میں پوچھا تو اس نے شہید ہونے والے مسلمانوں کا تذکرہ کیا اور یوں کہا کہ فلاں اور فلاں شہید ہو گئے اور بہت سے ایسے لوگ بھی شہید ہو گئے جن کو ہم نہیں جانتے ہیں۔ اس پر حضرت عمر نے فرمایا لیکن اللہ تو ان کو جانتا ہے۔ لوگوں نے کہا ایک آدمی نے یعنی حضرت عوف بن ابی حیہ اسلمی ابو شبیلؓ نے تو اپنے آپ کو خرید ہی لیا۔ حضرت مدرک بن عوف نے کہا اے امیر المومنین! لوگ میرے اس ماموں کے بارے میں یہ گمان کرتے ہیں کہ انہوں نے اپنے ہاتھوں اپنے آپ کو ہلاکت میں ڈالدیا۔ حضرت عمر نے فرمایا یہ لوگ غلط کہتے ہیں۔ اس آدمی نے تو دنیا دے کر آخرت کے اعلیٰ درجات کو خریدا ہے۔ حضرت عوف اس دن روزہ سے تھے اور اسی حال میں زخمی ہوئے۔ ابھی کچھ جان باقی تھی کہ انہیں میدان جنگ سے اٹھا کر لایا گیا۔ پانی پینے سے انہوں نے انکار کر دیا اور یونہی (روزہ کی حالت میں) جان دے دی۔[2]

صفحہ (۳۵۲) پر سخت پیاس کی برداشت کرنے کے باب میں حضرت محمد بن حنفیہ کی حدیث گزر چکی ہے کہ حضرت محمدؒ بن حنفیہ کہتے ہیں کہ حضرت عمرو انصاری جنگ بدر میں اور بیعت عقبہ ثانیہ میں اور جنگ احد میں شریک ہوئے تھے میں نے ان کو (ایک میدان جنگ میں) دیکھا کہ انہوں نے روزہ رکھا ہوا ہے اور پیاس سے بے چین ہو رہے ہیں اور وہ اپنے غلام سے کہہ رہے ہیں کہ تیرا بھلا ہو مجھے ڈھال دے دو۔ غلام نے ان کو ڈھال دے دی۔ پھر انہوں نے تیر پھینکا (جسے کمزوری کی وجہ سے) زور سے نہ پھینک سکے۔ آگے پوری حدیث بیان کی جس میں یہ ہے چنانچہ وہ سورج ڈوبنے سے پہلے ہی شہید ہو گئے۔

اللہ کے راستہ میں نکل کر نماز پڑھنا

حضرت علیؓ فرماتے ہیں کہ جنگ بدر کے دن حضرت مقدادؓ کے علاوہ ہم میں اور کوئی بھی سواری پر سوار نہیں تھا اور میں نے اپنے آپ کو اس حال میں دیکھا کہ ہم میں سے ہر آدمی

---

[1] اخرجه ابن عبدالبر فی الا ستيعاب (ج ۲ ص ۳۱۶) واخرجه ایضا ابن ابی شیبة والبخاری فی التاریخ کما فی الا صابة(ج ۲ ص ۳٦٦) قال واخرجه ابن المبارك فی الجهاد من وجه آخر عن ابن عمر اتم منه [2] اخرجه ابن ابی شیبة فی مصنفه بسند صحیح عن قیس بن ابی حازم كذافی الا صابة(ج ۳ص ۱۲۲)

سویا ہوا تھا۔ بس حضور اکرم ﷺ جاگ رہے تھے۔ آپ ایک درخت کے نیچے نماز پڑھتے رہے اور روتے رہے یہاں تک کہ صبح ہو گئی۔[1]

حضرت ابن عباسؓ فرماتے ہیں کہ ہم لوگ مقام عسفان پر حضور اکرم ﷺ کے ساتھ تھے اور مشرکین کا لشکر ہمارے سامنے آیا اور ان کے سپہ سالار حضرت خالد بن ولید تھے مشرکین کا یہ لشکر ہمارے اور قبلہ کے درمیان تھا۔ حضورؐ نے ہمیں ظہر کی نماز پڑھائی۔ مشرکین نے آپس میں بات کی کہ مسلمان تو ابھی ایسی غفلت اور بے خبری کی حالت میں تھے کہ ہم ان پر حملہ کر سکتے تھے۔ تو اس موقع سے ہم فائدہ اٹھا لیتے تو اچھا تھا پھر کہنے لگے کہ اب ان کی ایسی نماز کا وقت آنے والا ہے جو انہیں اپنی اولاد اور اپنی جان سے زیادہ محبوب ہے حضرت ابن عباس فرماتے ہیں کہ (کافر عصر کی نماز میں مسلمانوں پر حملہ کرنے کا منصوبہ بنا ہی رہے تھے کہ) ظہر اور عصر کے درمیان حضرت جبرائیلؑ یہ آیات لے کر نازل ہو گئے جن میں نماز خوف کا ذکر ہے۔

وَإِذَا كُنْتَ فِيهِمْ فَأَقَمْتَ لَهُمُ الصَّلٰوةَ

ترجمہ: "جب تو ان میں موجود ہو پھر نماز میں کھڑا کرے"[2] اور امام مسلم نے حضرت جابرؓ سے یہ روایت اس طرح نقل کی ہے کہ مشرکین نے آپس میں کہا کہ عنقریب ایسی نماز آنے والی ہے جو مسلمانوں کو اپنی اولاد سے بھی زیادہ محبوب ہے۔[3]

حضرت جابرؓ فرماتے ہیں کہ ہم لوگ حضور ﷺ کے ساتھ مقام نخل کی جانب غزوہ ذات الرقاع کے لیئے نکلے۔ ایک مسلمان نے کسی مشرک کی بیوی کو قتل کر دیا (یا اسے قید کر لیا) جب حضورؐ وہاں سے واپس آ رہے تھے اس عورت کا شوہر آیا جو کہ کہیں گیا ہوا تھا۔ جب اسے بیوی کے قتل ہونے کی خبر ملی تو اس نے قسم کھائی کہ جب تک وہ محمد (ﷺ) کے صحابہ کا خون نہیں بہالے گا اس وقت تک وہ چین سے نہیں بیٹھے گا۔ چنانچہ وہ حضورؐ کے پیچھے پیچھے چل پڑا۔ آپ نے راستہ میں ایک جگہ پڑاؤ ڈالا۔ آپ نے فرمایا آج رات ہمارا پہرہ کون دے گا؟ ایک مہاجری اور ایک انصاری نے اپنے آپ کو پہرہ کے لیئے پیش کیا اور انہوں نے کہا یا رسول اللہ! ہم (پہرہ دیں گے) آپ نے فرمایا کہ تم دونوں اس وادی کی گھاٹی کے سرے پر چلے جاؤ یہ دونوں، حضرت عمار بن یاسر اور حضرت عباد بن بشرؓ تھے۔ چنانچہ یہ دونوں گھاٹی کے سرے پر پہنچے تو انصاری نے مہاجری سے کہا ہم دونوں باری باری پہرہ دیتے ہیں۔

---

[1] اخرجه ابن خزيمة كذافي الترغيب (ج ١ ص ٣١٦)
[2] اخرجه الامام احمد [3] كذافي البداية (ج ٤ ص ٨١)

ایک پہرہ دے اور دوسرا سو جائے۔ اب تم بتاؤ کہ میں کب پہرہ دوں، شروع رات میں یا آخر رات میں ؟ مہاجری نے کہا نہیں۔ تم شروع رات میں پہرہ دو چنانچہ مہاجری لیٹ کر سو گئے اور انصاری کھڑے ہو کر نماز پڑھنے لگے۔ چنانچہ وہ آدمی آیا (جس کی بیوی قتل ہوئی تھی) جب اس نے دور سے ایک آدمی کھڑا ہوا دیکھا تو وہ یہ سمجھا کہ یہ (مسلمانوں کے) لشکر کا جاسوس ہے۔ چنانچہ اس نے ایک تیر مارا جو ان انصاری کو آکر لگا۔ انصاری نے وہ تیر نکال کر پھینک دیا اور نماز میں کھڑے رہے۔ اس نے دوسرا تیر مارا وہ بھی آکر ان کو لگا انھوں نے اسے بھی نکال کر پھینک دیا اور نماز میں کھڑے رہے اس آدمی نے تیسرا تیر مارا وہ بھی آکر ان کو لگا۔ انہوں نے اسے بھی نکال کر پھینک دیا اور پھر رکوع اور سجدہ کر کے (نماز پوری کی اور) اپنے ساتھی کو جگایا اور اس سے کہا اٹھ بیٹھو، میں تو زخمی ہو گیا ہوں وہ مہاجری جلدی سے اٹھے۔ اس آدمی نے جب (ایک کی جگہ) دو کو دیکھا تو سمجھ گیا کہ ان دونوں حضرات کو اس کا پتہ چل گیا ہے چنانچہ وہ تو بھاگ گیا۔ جب مہاجری نے انصاری کے جسم میں سے کئی جگہ خون بہتے ہوئے دیکھا تو انہوں نے کہا سبحان اللہ! جب اس نے آپ کو پہلا تیر مارا تو آپ نے مجھے اس وقت کیوں نہیں اٹھایا؟ انصاری نے کہا کہ میں ایک سورت پڑھ رہا تھا تو میرا دل نہ چاہا کہ اسے ختم کرنے سے پہلے چھوڑ دوں۔ لیکن جب اس نے لگا تار مجھے تیر مارے تو میں نے نماز ختم کر کے آپ کو بتا دیا۔ اور اللہ کی قسم جس جگہ کے پہرے کا حضور ﷺ نے مجھے حکم دیا تھا اگر اس جگہ کے پہرے کے رہ جانے کا خطرہ نہ ہوتا تو میں جان دے دیتا اور سورت کو بیچ میں نہ چھوڑتا۔[1] امام بیہقی نے دلائل النبوۃ میں اس روایت میں یہ ذکر کیا ہے کہ حضرت عمار بن یاسر سو گئے اور حضرت عباد بن بشرؓ کھڑے ہو کر نماز پڑھنے لگے اور حضرت عباد نے کہا کہ میں سورت کہف نماز میں پڑھ رہا تھا میرا دل نہ چاہا کہ اسے، ختم کرنے سے پہلے رکوع کر لوں۔

حضرت عبد اللہ بن انیسؓ فرماتے ہیں کہ حضور ﷺ نے مجھے بلایا اور فرمایا کہ مجھے خبر ملی ہے کہ خالد بن سفیان بن نبیح ہذلی مجھ پر چڑھائی کرنے کے لیئے لوگوں کو جمع کر رہا ہے، اس وقت وہ عرنہ مقام پر ہے تم جا کر اسے قتل کر دو۔ میں نے کہا یا رسول اللہ! آپ مجھے اس کا حلیہ بتا دیں۔ تا کہ میں اسے پہچان لوں۔ حضورؐ نے فرمایا جب تم اسے دیکھو گے تو تمہیں اپنے جسم

---

[1] اخرجه ابن اسحاق ورواه ابوداؤد (ج ۱ ص ۲۹) من طریقه کذافی البدایة (ج ٤ ص ۸۵) واخرجه ایضا ابن حبان فی صحیحه والحاکم فی المستدرك وصحیحه والدار قطنی والبیهقی فی سننهما وعلقه البخاری فی صحیحه کما فی نصب الرایة (ج ۱ ص ٤۳)

میں کپکپی محسوس ہو گی چنانچہ میں گلے میں اپنی تلوار لٹکا کر چل پڑا۔ جب میں اس کے پاس پہنچا تو وہ اپنی بیویوں کے ساتھ عرنہ مقام پر تھا اور اپنی بیویوں کے لیئے ٹھہرنے کی جگہ تلاش کر رہا تھا اور عصر کا وقت ہو چکا تھا۔ جب میں نے اسے دیکھا تو جیسے حضورؐ نے بتایا تھا واقعی مجھے اپنے جسم میں کپکپی محسوس ہوئی۔ میں اس کی طرف چل پڑا۔ اور مجھے یہ ڈر لگا کہ کہیں ایسے نہ ہو کہ اسے قتل کرنے کی کوشش میں کچھ دیر لگ جائے اور نماز عصر جاتی رہے۔ چنانچہ میں نے نماز شروع کر دی۔ میں اس کی طرف چلتا بھی جا رہا تھا اور اشارے سے رکوع سجدہ بھی کرتا جا رہا تھا۔ میں جب اس کے پاس پہنچا تو اس نے کہا یہ آدمی کون ہے؟ میں نے کہا میں عرب کا ایک آدمی ہوں۔ جس نے یہ سنا ہے کہ تم لوگوں کو اس آدمی پر (یعنی حضورؐ پر) چڑھائی کرنے کے لیئے جمع کر رہے ہو اس وجہ سے تمہارے پاس آیا ہوں اس نے کہا ہاں میں اسی میں لگا ہوا ہوں چنانچہ میں تھوڑی دیر اس کے ساتھ چلا۔ جب مجھے اس پر پوری طرح قابو حاصل ہو گیا تو میں نے تلوار کا وار کر کے اسے قتل کر دیا پھر میں وہاں سے چل پڑا اور اس کی ہودہ نشین عورتیں اس پر جھکی ہوئی تھیں۔ جب میں حضورؐ کی خدمت میں حاضر ہوا تو آپ نے مجھے دیکھ کر فرمایا یہ چہرہ کامیاب ہو گیا۔ میں نے کہا یا رسول اللہ! میں اسے قتل کر آیا ہوں۔ آپ نے فرمایا تم ٹھیک کہتے ہو۔ پھر حضورؐ میرے ساتھ کھڑے ہوئے اور مجھے اپنے گھر لے گئے اور مجھے ایک لاٹھی دے کر فرمایا اے عبداللہ بن انیس اسے اپنے پاس سنبھال کر رکھنا۔ میں لاٹھی لے کر لوگوں کے پاس باہر آیا۔ لوگوں نے پوچھا یہ لاٹھی کیا ہے؟ میں نے کہا یہ لاٹھی حضورؐ نے مجھے دی ہے اور مجھے حکم دیا ہے کہ میں اسے سنبھال کر رکھوں۔ لوگوں نے کہا کہ تم واپس جا کر کیوں نہیں حضورؐ سے اس کے بارے میں پوچھ لیتے۔ چنانچہ میں حضورؐ کی خدمت میں واپس گیا اور میں نے عرض کیا یا رسول اللہ! آپ نے مجھے یہ لاٹھی کیوں دی ہے؟ آپ نے فرمایا یہ قیامت کے دن میرے اور تمہارے درمیان نشانی ہو گی کیونکہ اس دن لاٹھی والے لوگ بہت کم ہوں گے (یا نیک اعمال کا سہارا لینے والے بہت کم ہوں گے) چنانچہ حضرت عبداللہ نے اس لاٹھی کو اپنی تلوار کے ساتھ باندھ لیا اور وہ لاٹھی زندگی بھر ان کے ساتھ رہی۔ جب ان کے انتقال کا وقت آیا تو ان کی وصیت کے مطابق وہ لاٹھی ان کے کفن میں رکھ دی گئی اور اسے بھی ان کے ساتھ دفن کیا گیا۔[1]

حضرت عروہؓ فرماتے ہیں کہ جب جنگ یرموک کے دن دونوں لشکر ایک دوسرے کے قریب ہوئے تو (رومی سپہ سالار) قبقلار نے ایک عربی آدمی کو (جاسوسی کے لیے)

---

[1] اخرجه الامام احمد كذافي البداية (ج ٤ ص ١٤٠)

بھیجا۔اس حدیث کے آخر میں یہ ہے کہ قبقلار نے اس (جاسوس) سے پوچھا وہاں کیا دیکھ کر آئے ہو ؟اس نے کہا کہ وہ مسلمان رات میں عبادت گزار ہیں اور دن میں شہسوار ہیں۔[1]

حضرت ابو اسحاق سے ایک لمبی حدیث مروی ہے جس میں یہ ہے کہ ہر قل نے (اپنے لوگوں کو) کہا پھر تمہیں کیا ہو گیا ہے کہ ہمیشہ شکست کھاتے ہو ؟ تو ان کے بڑے سرداروں میں سے ایک بوڑھے نے کہا کہ ہم اس وجہ سے شکست کھا جاتے ہیں کہ وہ (مسلمان) رات کو عبادت کرتے ہیں اور دن کو روزہ رکھتے ہیں۔[2]

اور یہ احادیث تائیدات غیبیہ کے اسباب کے باب میں آئندہ انشاء اللہ آئیں گی۔اور صفحہ ۲۷۸ پر عورتوں کی بیعت کے باب میں ابن مندہ کی بیان کردہ حضرت ہند بنت عتبہ کی حدیث گزر چکی ہے کہ حضرت ہند نے (اپنے خاوند حضرت ابو سفیان سے) کہا کہ میں محمد (علیہ السلام) سے بیعت ہونا چاہتی ہوں۔ حضرت ابو سفیان نے کہا کہ میں نے تو اب تک یہ دیکھا ہے کہ تم ہمیشہ سے (محمد علیہ السلام کی بات کا) انکار کرتی رہی ہو۔انہوں نے کہا ہاں اللہ کی قسم !(تمہاری یہ بات ٹھیک ہے) لیکن اللہ کی قسم آج رات سے پہلے میں نے اس مسجد میں اللہ تعالیٰ کی اتنی عبادت ہوتے ہوئے نہیں دیکھی۔اللہ کی قسم !مسلمانوں نے ساری رات نماز پڑھتے ہوئے قیام اور رکوع اور سجدے میں گزاری۔

اللہ کے راستہ میں نکل کر ذکر کرنا

حضرت سعید بن میسب فرماتے ہیں کہ جب مسلمان مکہ میں (فاتحانہ) داخل ہو گئے تو صبح تک فتح کی یہ رات مسلمانوں نے تکبیر و تہلیل اور بیت اللہ کے طواف میں گزاری تو حضرت ابو سفیانؓ نے حضرت ہندؓ سے کہا کیا تم دیکھ رہی ہو یہ سب اللہ کی طرف سے ہے؟ حضرت ہند نے کہا ہاں، یہ اللہ کی طرف سے ہے۔پھر صبح کو حضرت ابو سفیان حضورؐ کی خدمت میں گئے۔ تو حضور ﷺ نے فرمایا تم نے ہند سے کہا تھا کہ کیا تم دیکھ رہی ہو یہ سب اللہ کی طرف سے ہے ؟ تو ہند نے جواب میں کہا تھا ہاں۔یہ سب اللہ کی طرف سے ہے۔ حضرت ابو سفیان نے کہا میں اس بات کی گواہی دیتا ہوں کہ آپ اللہ کے بندے اور اس کے رسول ہیں۔اس ذات کی قسم جس کی ابو سفیان قسم کھایا کرتا ہے، میری یہ بات ہند کے علاوہ اور کسی نے نہیں سنی تھی۔[3]

---

[1] اخرجه الطبری (ج ۲ ص ٦١٠) [2] اخرجه احمد بن مروان المالكي واخرجه ابن عساكر (ج ۱ ص ١٤٣) عن ابن اسحاق [3] اخرجه البيهقي كذافي البداية (ج ٤ ص ٣٠٤) واخرجه ابن عساكر عن سعيد مثله كما في الكنز (ج ٥ ص ٢٩٧) وقال سنده صحيح

حضرت ابو موسیٰ اشعریؓ فرماتے ہیں کہ جب حضور ﷺ نے غزوہ خیبر پورا فرمالیایا جب آپ غزوہ خیبر کے لیئے جانے لگے تو راستہ میں لوگ ایک وادی میں پہنچ کر زور زور سے اللہ اکبر اور لا الہ الا اللہ پڑھنے لگے تو حضورؐ نے فرمایا (اے مسلمانو) اپنی جانوں پر نرمی کرو (انہیں خواہ مخواہ مشقت میں نہ ڈالو) تم کسی بہرے یا غائب اور غیر موجود خدا کو نہیں پکار رہے ہو۔ بلکہ تم ایسی ذات کو پکار رہے ہو جو سننے والی اور تم سے بہت قریب ہے اور وہ (ہر وقت) تمہارے ساتھ ہے۔ میں حضور کی سواری کے پیچھے بیٹھا ہوا لا حول ولا قوۃ الا باللہ پڑھ رہا تھا۔ حضورؐ نے جب مجھے یہ پڑھتے ہوئے سنا تو مجھ سے فرمایا اے عبداللہ بن قیس! میں نے کہا لبیک یا رسول اللہ! آپ نے فرمایا میں تمہیں جنت کے خزانے کا کلمہ نہ بتادوں؟ میں نے کہا ضرور بتائیں یا رسول اللہ! میرے ماں باپ آپ پر قربان ہوں۔ آپ نے فرمایا وہ کلمہ لا حول ولا قوۃ الا باللہ ہے۔[1]

حضرت جابرؓ فرماتے ہیں کہ جب ہم اوپر کو چڑھتے تھے تو اللہ اکبر کہتے تھے اور جب ہم نیچے کو اترتے تھے تو سبحان اللہ کہتے تھے۔ بخاری میں حضرت جابر کی دوسری روایت یہ ہے کہ جب ہم اوپر کو چڑھتے تھے تو اللہ اکبر کہتے تھے اور جب ہم نیچے کو اترتے تھے تو سبحان اللہ کہتے تھے۔[2]

حضرت ابن عمرؓ فرماتے ہیں کہ غزوہ میں جانے والے لوگ دو طرح کے ہوتے ہیں ایک تو وہ جو اللہ کے راستہ میں نکل کر اللہ کا ذکر بہت کرتے ہیں اور اللہ کا دھیان خوب رکھتے ہیں۔ اور چلنے میں فساد نہیں مچاتے ہیں۔ اور اپنے ساتھیوں کی مالی مدد اور ہمدردی کرتے ہیں اور اپنا مرغوب اور عمدہ مال خرچ کرتے ہیں اور ان کو جتنی دنیا ملتی ہے اس سے زیادہ وہ اس مال پر خوش ہوتے ہیں جسے وہ خرچ کرتے ہیں اور یہ لوگ جب لڑائی کے میدان میں ہوتے ہیں تو اللہ تعالیٰ سے اس بات پر شرماتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ کو پتہ چلے کہ ان لوگوں کے دلوں میں شک ہے یا انہوں نے مسلمانوں کی مدد چھوڑ دی اور جب انہیں مال غنیمت میں خیانت کرنے کا موقع ملتا ہے تو اپنے دلوں کو اور اپنے اعمال کو خیانت سے پاک رکھتے ہیں تو نہ تو شیطان انہیں فتنہ میں مبتلا کر سکا اور نہ ان کے دل میں فتنہ کا وسوسہ ہی ڈال سکا۔ ایسے لوگوں کی وجہ سے اللہ اپنے دین کو عزت عطا فرماتے ہیں

---

[1] اخرجه البخاری وقد رواه بقية الجماعة والصواب انه كان مرجعهم من خيبر فان ابا موسى انما قدم بعد فتح خيبر كذافى البداية (ج ٤ ص ٢١٣) [2] اخرجه البخارى واخرجه ايضا النسائى فى اليوم والليلة عن جابر نحوه كما فى العينى (ج ٧ ص ٣٦)

اور اپنے دشمن کو ذلیل کرتے ہیں اور دوسرے لوگ وہ
ہیں جو غزوہ میں تو نکلے لیکن نہ اللہ کا ذکر زیادہ کرتے ہیں اور نہ انہیں اللہ کا کچھ دھیان ہے اور نہ
وہ فساد مچانے سے بچتے ہیں اور مال خرچ کرنا پڑ جائے تو بڑی ناگواری سے خرچ کرتے ہیں۔ اور
جو مال خرچ کرتے بھی ہیں اسے اپنے اوپر تاوان سمجھتے ہیں اور ایسی باتیں ان سے شیطان کہتا
ہے۔ اور یہ لوگ جب لڑائی کے میدان میں ہوتے ہیں تو سب سے پیچھے کھڑے ہوتے ہیں
اور مدد نہ کرنے والوں کے ساتھ ہوتے ہیں اور پہاڑوں کی چوٹیوں پر چڑھ کر پناہ لیتے ہیں اور
وہاں سے دیکھتے ہیں کہ لوگ کیا کر رہے ہیں جب اللہ مسلمانوں کو فتح دے دیتے ہیں تو یہ
سب سے زیادہ جھوٹ بولتے ہیں (اور اپنے فرضی کارنامے بیان کرنے لگ جاتے ہیں) اور
انہیں مال غنیمت میں خیانت کرنے کا موقع ملتا ہے تو بڑی جرات سے اللہ کے مال غنیمت میں
خیانت کرتے ہیں اور شیطان ان سے یہ کہتا ہے کہ یہ تو مال غنیمت ہے۔ جب آسودہ حال
ہوتے ہیں تو اترانے لگ جاتے ہیں اور جب انہیں کوئی رکاوٹ پیش آتی ہے تو شیطان
انہیں (مخلوق کے سامنے اپنی حاجتیں) پیش کرنے کے فتنہ میں ڈال دیتا ہے۔ ان لوگوں کو
مسلمانوں کے ثواب میں سے کچھ نہیں ملے گا۔ ہاں ان کے جسم مسلمانوں کے جسموں کے
ساتھ ہیں اور انہی کے ساتھ چل رہے ہیں لیکن ان کی نیتیں اور ان کے عمل مسلمانوں سے
مختلف ہیں۔ قیامت کے دن ان کو اللہ تعالیٰ اکٹھا فرمائیں گے اور پھر ان دو طرح کے لوگوں کو
الگ الگ کر دیں گے۔[1]

اللہ کے راستہ میں نکل کر دعاؤں کا اہتمام کرنا

حضرت محمد بن اسحاق کہتے ہیں کہ مجھے یہ حدیث پہنچی ہے کہ جب حضور ﷺ مدینہ
کے ارادے سے اللہ کی طرف ہجرت کرتے ہوئے مکہ سے چل پڑے تو آپ نے یہ دعا مانگی
کہ تمام تعریفیں اس اللہ کے لیئے ہیں کہ جس نے مجھے پیدا فرمایا حالانکہ میں کچھ بھی نہیں
تھا۔ اے اللہ! دنیا کی گھبراہٹ اور زمانے کے شرور اور دن رات آنے والے مصائب پر میری
مدد فرما۔ اے اللہ! اس سفر میں تو میرا ساتھی ہو جا اور میرے گھر میں تو میرا خلیفہ بن جا۔ اور
جو تو نے مجھے دیا ہے اس میں برکت نصیب فرما۔ مجھے اپنے سامنے تواضع کرنے والا بنا دے اور
عمدہ و نیک اخلاق پر تو مجھے جما دے اور مجھے اپنا محبوب بنا لے اور مجھے عام لوگوں کے سپرد نہ
فرما۔ اے کمزوروں کے رب! تو میرا بھی رب ہے۔ میں تیرے اس کریم چہرے کے طفیل

---

[1] اخرجه ابن عساكر كذافي الكنز (ج ٢ ص ٢٩٠)

جس سے سارے آسمان اور زمین روشن ہو گئے اور جس سے اندھیرے چھٹ گئے اور جس سے پہلوں کے کام درست ہو گئے ہیں۔ اس بات سے پناہ مانگتا ہوں کہ تو مجھ پر غصہ ہو یا تو مجھ سے ناراض ہو اور تیری نعمت کے زائل ہونے اور تیری ناگہانی سزا سے اور تیری عطا کردہ عافیت کے چلے جانے اور تیرے ہر قسم کے غصے سے میں تیری پناہ چاہتا ہوں اور میں جتنے اعمال کر سکتا ہوں ان میں سے میرے نزدیک سب سے بہتر تجھے راضی کرنا اور منانا ہے۔ گناہوں سے بچنے کی طاقت اور نیکیوں کے کرنے کی قوت تجھ سے ہی ملتی ہے۔[1]

بستی میں داخل ہونے کے وقت دعا کرنا

حضرت ابو مروان اسلمی کے دادا فرماتے ہیں کہ ہم لوگ حضور اقدس ﷺ کے ساتھ خیبر کی طرف روانہ ہوئے۔ جب ہم خیبر کے قریب پہنچ گئے اور خیبر ہمیں نظر آنے لگا تو حضورؐ نے لوگوں سے فرمایا ٹھہر جاؤ۔ چنانچہ سب لوگ ٹھہر گئے۔ پھر حضورؐ نے یہ دعا فرمائی اے اللہ! جو رب ہے ساتوں آسمانوں کا اور ان تمام چیزوں کا جن پر ساتوں آسمان سایہ کئے ہوئے ہیں اور جو رب ساتوں زمینوں کا اور ان تمام چیزوں کا جن کو شیاطین نے گمراہ کیا ہے اور جو رب ہے ہواؤں کا اور ان تمام چیزوں کا جن کو ہواؤں نے اڑایا ہے ہم تجھ سے اس بستی کی اور اس بستی والوں کی اور اس بستی میں جو کچھ ہے اس کی خیر مانگتے ہیں اور تجھ سے اس بستی کے اور اس بستی والوں کے اور اس بستی میں جو کچھ ہے اس کے شر سے پناہ مانگتے ہیں۔ (اور پھر فرمایا) بسم اللہ الرحمٰن الرحیم پڑھ کر آگے بڑھو۔[2] طبرانی کی روایت میں یہ ہے کہ آپ ہر بستی میں داخلہ کے وقت یہ دعا پڑھا کرتے تھے۔

جنگ شروع کرتے وقت دعا کرنا

حضرت عمرؓ فرماتے ہیں کہ جب جنگ بدر کے دن حضور ﷺ نے اپنے صحابہؓ کی طرف دیکھا تو وہ تین سو سے کچھ زیادہ تھے اور جب مشرکین کی طرف دیکھا تو وہ ہزار سے زیادہ تھے۔ تو آپ قبلہ کی طرف منہ کر کے کھڑے ہو گئے۔ آپ نے ایک چادر اوڑھی ہوئی تھی اور ایک لنگی باندھی ہوئی تھی۔ پھر آپ نے یہ دعا مانگی اے اللہ! آپ نے مجھ سے جو وعدہ فرمایا ہے

---

[1] اخرجه ابو نعيم من طريق ابراهيم بن سعد كذافى البداية (ج۳ ص ۱۷۸)

[2] اخرجه البيهقى عن ابى مروان الاسلمى عن ابيه عن جده واخرجه ابن اسحاق من طريق ابى مروان عن ابى معتب كما فى البداية (ج ٤ ص ۱۸۳) واخرجه الطبرانى عن ابى معتب بن عمرو نحوه قال الهيثمى (ج ۱۰ ص ۱۳۵) وفيه راولم يسم وبقية رجاله ثقات

اسے پورا فرما۔ اے اللہ! اگر اہل اسلام کی یہ جماعت ہلاک ہو گئی تو پھر ان کے بعد روئے زمین پر تیری عبادت کبھی نہیں ہو سکے گی۔ حضورؐ مسلسل اپنے رب سے مدد مانگتے رہے اور دعا فرماتے رہے یہاں تک کہ آپ کی چادر (زمین پر) گر گئی۔ حضرت ابو بکرؓ نے چادر اٹھا کر آپ کے اوپر ڈال دی۔ پھر وہ پیچھے سے حضور کو چمٹ گئے اور پھر کہا یا رسول اللہ! آپ نے جو اپنے رب سے زور شور سے مانگا ہے آپ کا اتنا مانگنا ہی کافی ہے کیونکہ اللہ تعالیٰ نے آپ سے جو وعدہ فرمایا ہے وہ اسے ضرور پورا فرمائیں گے۔ اس پر اللہ تعالیٰ نے یہ آیت نازل فرمائی۔

اِذْ تَسْتَغِيْثُوْنَ رَبَّكُمْ فَاسْتَجَابَ لَكُمْ اَنِّيْ مُمِدُّكُمْ بِاَلْفٍ مِّنَ الْمَلٰٓئِكَةِ مُرْدِفِيْنَ

ترجمہ: "جب تم لگے فریاد کرنے اپنے رب سے، تو وہ پہنچا تمہاری فریاد کو کہ میں مدد کو بھیجوں گا تمہاری ہزار فرشتے لگاتار آنے والے۔[1]

حضرت عبداللہ بن عمرو بن العاصؓ فرماتے ہیں کہ جنگ بدر کے موقع پر حضور ﷺ تین سو پندرہ آدمیوں کو لے کر نکلے۔ جب آپ بدر پہنچے تو آپ نے یہ دعا مانگی اے اللہ! یہ لوگ بغیر جوتیوں کے ننگے پاؤں اور پیدل چل رہے ہیں ان کو سواری عطا فرما۔ اور اے اللہ یہ ننگے بدن ہیں تو ان کو کپڑے عطا فرما اور اے اللہ! یہ لوگ بھوکے ہیں تو ان کو پیٹ بھر کر کھانا عطا فرما۔ چنانچہ اللہ تعالیٰ نے انہیں جنگ بدر کے دن فتح عطا فرمائی اور جب یہ لوگ جنگ بدر سے واپس ہوئے تو ہر ایک کے پاس ایک یا دو اونٹ تھے اور انہوں نے کپڑے بھی پہن رکھے تھے اور پیٹ بھر کر کھانا بھی کھا رکھا تھا۔[2]

حضرت ابن مسعودؓ فرماتے ہیں کہ میں نے بدر کے دن حضور ﷺ کو جتنی زور دار دعا کرتے ہوئے دیکھا ہے اتنی زور دار دعا کرتے ہوئے میں نے کبھی کسی کو نہیں دیکھا۔ آپ فرما رہے تھے اے اللہ! میں تجھے تیرے وعدہ اور تیرے عہد کا واسطہ دیتا ہوں۔ اے اللہ! اگر یہ جماعت ہلاک ہو گئی تو پھر تیری عبادت کبھی نہ ہو سکے گی۔ پھر آپ (ہماری طرف) متوجہ ہوئے اور آپ کے چہرے کی جانب (خوشی کے مارے) چاند کی طرح چمک رہی تھی اور آپ نے فرمایا گویا کہ میں اب دیکھ رہا ہوں کہ شام کو یہ کہاں کہاں گرے ہوئے پڑے ہوں گے۔[3]

---

[1] اخرجه الا مام احمد وقد رواه مسلم وابو دائود والترمذی وابن جریر وغیر هم وصححه علی بن المدینی والترمذی کذافی البدایة (ج ۳ ص ۲۷۵) واخرجه ایضا ابن ابی شیبة وابو عوانة وابن حبان وابو نعیم وابن المنذر و ابن ابی حاتم وابو الشیخ وابن مروویه والبیهقی کما فی الکنز (ج۵ ص ۲۶۶)
[2] اخرجه ابو داؤد کذافی جمع الفوائد (ج ۲ ص ۳۸) واخرجه البیهقی (ج ۹ ص ۵۷) مثله وابن سعد (ج۲ ص ۱۳) بنحوه
[3] اخرجه النسائی کذافی البدایة (ج ۳ ص ۲۷۶) واخرجه الطبرانی بنحوه قال الهیثمی (ج ٦ ص ۸۲) ورجاله ثقات الا ان ابا عبیدة لم یسمع من ابیه

حضرت انسؓ فرماتے ہیں کہ حضور ﷺ جنگ احد کے دن فرما رہے تھے اے اللہ (ہماری مدد فرما) اگر تو ہماری مدد نہ کرنا چاہے تو پھر روئے زمین پر کوئی تیری عبادت کرنے والا نہ رہے گا۔[1]

حضرت ابو سعید خدریؓ فرماتے ہیں کہ غزوہ خندق کے دن ہم لوگوں نے عرض کیا یا رسول اللہ! کیا اس موقع پر پڑھنے کے لیئے کوئی دعا ہے جسے ہم پڑھیں کیونکہ کلیجے منہ کو آ چکے ہیں۔ آپ نے فرمایا ہاں۔

اللّٰھم استر عوراتنا و امن روعاتنا

ترجمہ: "اے اللہ! تو ہمارے جملہ عیوب کی پردہ پوشی فرما۔ اور ہمارے خوف کو امن وامان سے بدل دے۔" حضرت ابو سعید فرماتے ہیں (کہ ہم نے یہ دعا پڑھنی شروع کر دی جس کی برکت سے) اللہ تعالیٰ نے سخت ہوا بھیج کر اپنے دشمنوں کے چہروں کو پھیر دیا۔[2]

حضرت جابرؓ فرماتے ہیں کہ حضور اقدس ﷺ مسجد احزاب تشریف لے گئے اور اپنی چادر رکھ کر کھڑے ہو گئے اور ہاتھ اٹھا کر ان (کافروں) کے خلاف بد دعا کرنے لگے اور (اس موقع پر) آپ نے کوئی (نفل) نماز نہ پڑھی۔ آپ پھر دوبارہ وہاں تشریف لائے اور ان کے لیئے بد دعا کی اور نماز پڑھی[3] اور صحیح بخاری اور صحیح مسلم میں حضرت عبداللہ بن ابی اوفیٰؓ سے روایت ہے کہ حضور ﷺ نے احزاب کے لیئے ان الفاظ سے بد دعا فرمائی، اے کتاب کو اتارنے والے اور جلدی حساب لینے والے اللہ! ان احزاب (گروہوں) کو شکست دے دے۔ اے اللہ! ان کو شکست دے اور ان کے قدموں کو اکھیڑ دے۔ اور ایک روایت میں یہ الفاظ ہیں اے اللہ! انہیں شکست دے اور ان کے خلاف ہماری مدد فرما۔ اور بخاری میں حضرت ابو ہریرہؓ سے روایت ہے کہ حضور ﷺ یہ دعا فرما رہے تھے اللہ کے علاوہ کوئی معبود نہیں۔ وہ اکیلا ہے۔ اس نے اپنے لشکر کو عزت دی۔ اور اپنے بندے کی مدد کی اور اکیلا ہی تمام احزاب پر غالب آ گیا اس کے بعد کوئی چیز نہیں۔[4]

جنگ کے وقت دعا کرنا

حضرت علیؓ فرماتے ہیں کہ جنگ بدر کے دن میں تھوڑی دیر لڑنے کے بعد جلدی سے حضور ﷺ کو دیکھنے گیا کہ آپ اس وقت کیا کر رہے ہیں جب میں آپ کے پاس پہنچا تو میں نے

---

[1] اخرجه الامام احمد ورواه مسلم كذافي البداية (ج ٤ ص ٢٨)
[2] اخرجه الامام احمد واخرجه ابن ابي حاتم
[3] اخرجه الامام احمد [4] كذافي البداية (ج ٤ ص ١١١)

دیکھا کہ آپ سجدے میں سر رکھے ہوئے فرما رہے ہیں"یا حی یا قیوم.یا حی یا قیوم"ان کلمات کے علاوہ مزید اور کچھ نہیں فرما رہے ہیں۔

میں واپس جا کر پھر لڑنے لگ گیا۔ پھر دوبارہ میں حضورؐ کی خدمت میں آیا تو آپ اسی طرح سجدے میں سر رکھے ہوئے وہی الفاظ فرما رہے تھے۔ میں پھر لڑنے چلا گیا۔ اس کے بعد میں پھر تیسری مرتبہ حضورؐ کی خدمت میں حاضر ہوا تو آپ سجدے میں سر رکھے ہوئے انہی کلمات کو دہرا رہے تھے یہاں تک کہ اللہ تعالیٰ نے آپ کے ہاتھوں فتح عطا فرما دی۔[1]

(جنگ کی) رات میں دعا کرنا

حضرت علیؓ فرماتے ہیں کہ حضور ﷺ جنگ بدر کی اس رات میں نماز پڑھتے رہے اور یہ دعا فرماتے رہے اے اللہ! اگر یہ جماعت ہلاک ہو گئی تو پھر تیری عبادت نہ ہو سکے گی اور اس رات مسلمانوں پر بارش بھی ہوئی تھی (جس سے آسان ہو گیا)[2] حضرت علیؓ فرماتے ہیں کہ جس دن صبح کو جنگ بدر ہوئی اس دن کی ساری رات آپ نے عبادت میں گزاری حالانکہ آپ سفر کر کے آئے تھے اور آپ مسافر تھے۔[3]

(جنگ سے) فارغ ہو جانے کے بعد دعا کرنا

حضرت رفاعہ زرقیؓ فرماتے ہیں کہ جب جنگ احد کے دن مشرکین واپس چلے گئے تو حضور اقدس ﷺ نے فرمایا سب سیدھے کھڑے ہو جاؤ تاکہ میں اپنے پروردگار کی حمد و ثنا بیان کروں چنانچہ صحابہ کرامؓ آپ کے پیچھے صفیں بنا کر کھڑے ہو گئے تو آپ نے یہ دعا فرمائی اے اللہ! تمام تعریفیں تیرے لیے ہیں جسے تو وسعت عطا فرمائے اس پر کوئی تنگی کرنے والا نہیں اور جس پر تو تنگی فرمائے اسے کوئی وسعت دینے والا نہیں اور جسے تو گمراہ کر دے اسے کوئی ہدایت دینے والا نہیں اور جسے تو ہدایت دیدے اسے کوئی گمراہ کرنے والا نہیں اور جو چیز تو روک لے (اور نہ دے) اسے کوئی دینے والا نہیں اور جو چیز تو دیدے اسے کوئی روکنے والا نہیں اور جس چیز کو تو دور کر دے اسے کوئی قریب کرنے والا نہیں اور جسے تو قریب کر دے اسے کوئی دور کرنے والا نہیں اور اے اللہ تو ہم پر اپنی برکتیں اور اپنی رحمت اور اپنا فضل اور اپنا

---

[1] اخرجه البيهقي وقد رواه النسائي في اليوم والليلة كذافي البداية (ج ٣ ص ٢٧٥) واخرجه ايضا البزار و ابو يعلي والفريابي والحاكم بمثله كما في كنز العمال (ج ٥ ص ٢٦٧)

[2] اخرجه ابن مردويه وسعيد بن منصور [3] عند ابي يعلى وابن حبان كذافي كنز العمال (ج ٥ ص ٢٦٧)

رزق وسیع فرمادے اور اے اللہ میں تجھ سے وہ دائمی نعمت مانگتا ہوں جو نہ کبھی بدلے اور نہ اس پر کبھی زوال آئے
اور اے اللہ میں تجھ سے فقر و محتاجگی کے دن نعمت اور خوف کے دن امن وامان مانگتا ہوں اور اے اللہ جو تو نے ہم سے روکا ہے (اور ہمیں نہیں دیا ہے) اس کے شر سے بھی تیری پناہ چاہتا ہوں۔ اے اللہ تو ایمان کو ہمارا محبوب بنادے اور اس کو ہمارے دلوں کی زینت بنادے۔ اور ہمیں ہدایت یافتہ لوگوں میں شامل فرمادے۔ اے اللہ ہمیں دنیا سے اسلام پر اٹھانا اور ہمیں اسلام پر زندہ رکھنا۔ اور ہمیں نیک بندوں کے ساتھ ملا دینا۔ نہ ہم رسوا ہوں اور نہ ہم فتنوں میں گرفتار ہوں۔ اے اللہ تو ان کافروں کو ہلاک کردے جو تیرے رسولوں کو جھٹلاتے ہیں۔ اور تیرے راستے سے روکتے ہیں اور تو ان پر اپنا قہر و عذاب نازل فرما۔ اے اللہ ان کافروں کو ہلاک فرما جن کو کتاب دی گئی۔ اے برحق معبود[۱] اور صفحہ ۲۹۸ پر اہل طائف پر دعوت پیش کرنے سے فارغ ہونے کے بعد حضور ﷺ کی دعا دعوت الی اللہ کی وجہ سے تکلیفیں برداشت کرنے کے باب میں گزر چکی ہے۔

اللہ کے راستہ میں نکل کر تعلیم کا اہتمام کرنا

حضرت ابن عباسؓ فرماتے ہیں کہ اللہ تبارک و تعالیٰ نے فرمایا ہے۔

خُذُوا حِذْرَكُمْ فَانْفِرُوا ثُبَاتٍ اَوِانْفِرُوا جَمِيْعًا

ترجمہ: "لے لو اپنے ہتھیار اور پھر نکلو جُدی جُدی فوج ہو کر یا سب اکٹھے۔"

اور اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے۔ انفروا خفافاً وثقالاً ترجمہ: "نکلو ہلکے اور بوجھل۔"

اور اللہ تعالی نے فرمایا اِلَّا تَنْفِرُوْا يُعَذِّبْكُمْ عَذَابًا اَلِيْمًا

ترجمہ: "اگر تم نہ نکلو گے تو دے گا تم کو عذاب دردناک" (ان آیات میں ہر مسلمان پر اللہ تعالیٰ نے ہر حال میں اللہ کی راہ میں نکلنا ضروری قرار دیا) پھر اللہ تعالیٰ نے ان آیات کو منسوخ کر دیا اور اس کے لیئے یہ آیت نازل فرمائی:۔

وَمَا كَانَ الْمُؤْمِنُوْنَ لِيَنْفِرُوْا كَآفَّةً

۱۔ اخرجه الا مام احمد ورواه النسائی فی الیوم واللیلة کذافی البدایة (ج ٤ ص ٣٨) واخرجه ایضا البخاری فی الادب والطبری والبغوی والباوردی وابو نعیم فی الحیلة والحاکم والبیهقی قال الذهبی الحدیث مع اسناده منکر اخاف ان یکون موضوعاً کذافی کنز العمال (ج ٥ ص ٢٧٦) وقال الهیثمی (ج ٦ ص ١٢٢) بعد ماذکر الحدیث رواه الا مام احمد والبزار ورجال احمد رجال الصحیح انتهی

ترجمہ :اور ایسے تو نہیں کہ مسلمان کوچ کریں سارے۔" (اس آیت میں) اللہ تعالیٰ فرمارہے ہیں کہ (کبھی) ایک جماعت حضور ﷺ کے ساتھ غزوہ میں جائے اور ایک جماعت گھروں میں ٹھہری رہے (کبھی ایک جماعت حضور ﷺ کے ساتھ گھروں میں ٹھہری رہے اور ایک جماعت آپ کے بغیر اللہ کے راستے میں غزوہ کرنے کے لیے چلی جائے)۔ چنانچہ جو حضورؐ کے ساتھ ٹھہر جائیں گے وہ (حضورؐ سے) دین کا علم اور دین کی سمجھ حاصل کرتے رہیں گے اور جب ان کی قوم کے لوگ غزوہ سے ان کے پاس واپس آئیں گے تو ان کو ڈرائیں گے تاکہ اللہ تعالیٰ نے جو کتاب اور فرائض اور حدود نازل فرمائے ہیں یہ ان کے بارے میں چوکنے رہیں۔[1]

حضرت احوص بن حکیم بن عمیر عنسیؒ فرماتے ہیں کہ حضرت عمرؓ نے لشکروں کے امیروں کو یہ خط لکھا کہ دین میں سمجھ حاصل کرتے رہو (کیونکہ اب اسلام پھیل گیا ہے اور سکھانے والے اب بہت ہیں لہذا اب جہالت کوئی عذر نہیں رہا اس لیئے) اب اگر کوئی باطل کو حق سمجھ کر اختیار کرلے گا یا حق کو باطل سمجھ کر چھوڑ دے گا تو وہ معذور شمار نہیں ہوگا (بلکہ اسے نہ سیکھنے کی وجہ سے سزا دی جائے گی۔)[2]

حضرت حطان بن عبد اللہ رقاشی فرماتے ہیں کہ ہم لوگ حضرت ابو موسیٰ اشعریؓ کے ساتھ ایک لشکر میں دریائے دجلہ کے کنارے پڑاؤ ڈالے ہوئے تھے اتنے میں نماز (ظہر) کا وقت ہو گیا تو موذن نے نماز ظہر کے لیئے اذان دی اور لوگ وضو کے لیئے کھڑے ہو گئے۔ حضرت ابو موسیٰ نے بھی وضو کر کے لشکر کو نماز پڑھائی اور پھر سب حلقے لگا کر بیٹھ گئے۔ پھر جب عصر کا وقت آیا تو موذن نے عصر کی اذان دی۔ سب لوگ پھر وضو کرنے کے لیئے کھڑے ہو گئے اس پر حضرت ابو موسیٰ نے اپنے موذن سے کہا کہ یہ اعلان کر دو۔ (اے لوگو) غور سے سنو! صرف وہی آدمی وضو کرے جس کا وضو ٹوٹ گیا ہو اور فرمایا کہ ایسا معلوم ہوتا ہے کہ عنقریب علم چلا جائے گا اور جہالت غالب آجائے گی۔ یہاں تک کہ آدمی جہالت کی وجہ سے اپنی ماں کو تلوار سے مار دے گا۔[3]

---

[1] اخرجه البيهقي (ج ۹ ص ۴۷) [2] اخرجه آدم بن ابی ایاس فی العلم كذافي كنز العمال (ج ۵ ص ۲۲۸) [3] اخرجه عبدالرزاق كذافي الكنز (ج ۵ ص ۱۱۴) واخرجه الطحاوی فی شرح معانی الآثار (ج ۱ ص ۲۷) مختصراً

اللہ کے راستے میں نکل کر خرچ کرنا

حضرت ابو مسعود انصاریؓ فرماتے ہیں کہ ایک آدمی نکیل پڑی ہوئی او نٹنی لے کر آیا اور حضورؐ کی خدمت میں عرض کیا کہ (یارسول اللہ) یہ اونٹنی اللہ کے راستہ میں (دیتا ہوں) حضور ﷺ نے فرمایا تمہیں قیامت کیدن اس کے بدلے میں ایسی سات سو اونٹنیاں ملیں گی کہ ان سب کی نکیل پڑی ہوئی ہو گی۔[1]

حضرت عبداللہ بن صامتؒ فرماتے ہیں کہ میں حضرت ابو ذرؓ کے ساتھ تھا ان کو سالانہ وظیفہ ملا۔ ان کے ساتھ ان کی ایک باندی تھی۔ وہ ان کی ضرورتیں پوری کرنے لگ گئی اور ان میں وہ مال خرچ کرنے لگ گئی اس کے پاس سات درہم بچ گئے۔ حضرت ابو ذرؓ نے اسے حکم دیا کہ ان کے پیسے بنوالو۔ میں نے ان سے عرض کیا اگر آپ ان سات درہموں کو آئندہ پیش آنے والی ضرورت کے لئے یا اپنے کسی آنے والے مہمان کے لئے رکھ لیتے (تو زیادہ اچھا تھا) حضرت ابو ذرؓ نے کہا کہ میرے خلیل یعنی حضور ﷺ نے مجھے یہ وصیت فرمائی ہے کہ جو سونا یا چاندی کسی تھیلے وغیرہ میں باندھ کر رکھ لیا جائے گا تو وہ اپنے مالک کے لئے انگارہ ہو گا جب تک کہ اسے اللہ کے راستے میں خرچ نہ کر دے۔ امام احمد اور طبرانی کی روایت میں یہ ہے کہ جو سونے چاندی کو باندھ کر رکھے اور اسے اللہ کے راستہ میں خرچ نہ کرے تو قیامت کے دن یہ سونا چاندی آگ کا انگارہ بن جائے گا جس سے اسے داغا جائے گا یہ الفاظ طبرانی کے ہیں۔[2]

حضرت قیس بن سلع انصاریؓ کے بھائیوں نے حضور ﷺ کی خدمت میں آکر ان کی شکایت کی اور یہ کہا کہ یہ اپنا مال فضول خرچ کرتے ہیں اور ان کا ہاتھ بہت کھلا ہے۔ میں نے عرض کیا یارسول اللہ! میں کھجوروں میں سے اپنا حصہ لے لیتا ہوں اور اس کو اللہ کے راستہ میں اور اپنے ساتھیوں پر خرچ کرتا ہوں۔ حضورؐ نے ان کے سینے پر ہاتھ مارا اور تین مرتبہ فرمایا تم خرچ کرو۔ اللہ تعالیٰ تم پر خرچ کریں گے اس کے بعد جب میں اللہ کے راستہ میں نکلا تو میرے پاس سواری کا اونٹ بھی تھا اور آج تو میں اپنے خاندان میں سب سے زیادہ مالدار ہوں (یعنی اللہ کے راستہ میں خرچ کرنے کی برکت سے اللہ تعالیٰ نے مجھے ان بھائیوں سے بھی زیادہ مال دے رکھا ہے)[3]

۱۔ اخرجه مسلم (ج ۲ ص ۱۳۷) واخرجه ایضا النسائی کما فی جمع الفوائد (۲ ص ۳)
۲۔ اخرجه الا مام احمد ورجاله رجال الصحیح کذافی الترغیب (ج ۲ ص ۱۷۸)
۳۔ اخرجه الطبرانی فی الا وسط کذافی الترغیب (ج ۲ ص ۱۷۳) واخرجه ایضا ابن منده وهو عند البخاری من هذا الوجه با ختصار کما فی الا صابة (ج ۳ ص ۲۵۰)

حضرت معاذ بن جبلؓ فرماتے ہیں کہ حضور اقدس ﷺ نے فرمایا اس شخص کے لیئے خوشخبری ہو جو اللہ کے راستہ میں اللہ تعالیٰ کا ذکر کثرت سے کرے کیونکہ اسے ہر کلمہ کے بدلہ ستر ہزار نیکیاں ملیں گی اور ان میں سے ہر نیکی دس گنا ہو گی اور اس کے علاوہ مزید بھی اللہ کے ہاں اسے ملے گا۔ حضورؐ سے پوچھا گیا، یارسول اللہ! اور خرچہ (کا کیا ثواب ہو گا) آپ نے فرمایا خرچ کا ثواب بھی اتنا ہی ہو گا۔ حضرت عبدالرحمٰن کہتے ہیں کہ میں نے حضرت معاذؓ سے کہا خرچ کا ثواب تو سات سو گنا ہے۔ حضرت معاذ نے فرمایا تیری سمجھ تو تھوڑی ہے۔ یہ ثواب تو اس وقت ملتا ہے جب آدمی خود اپنے گھر ٹھہرا ہوا ہو اور غزوہ میں نہ گیا ہو اور (دوسروں پر) خرچ کیا ہو۔ جب آدمی خود غزوہ میں جاکر خرچ کرتا ہے تو اللہ نے اس کے لیئے اپنی رحمت کے وہ خزانے چھپا رکھے ہیں جن تک بندوں کا علم پہنچ نہیں سکتا اور نہ بندے ان کا وصف بیان کر سکتے ہیں یہی لوگ اللہ کی جماعت ہیں اور اللہ کی جماعت ہی غالب آکر رہتی ہے۔[1]

حضرت علی، حضرت ابو درداء، حضرت ابو ہریرہ، حضرت ابو امامہ، حضرت ابن عمرو بن العاص، حضرت جابر اور حضرت عمران بن حصینؓ فرماتے ہیں کہ حضور اقدس ﷺ نے فرمایا کہ جو آدمی اللہ کے راستہ میں خرچ بھیج دے اور خود اپنے گھر ٹھہرا رہے تو اسے ہر درہم کے بدلے سات سو درہم کا ثواب ملے گا اور جو خود اللہ کے راستہ میں غزوہ کے لیئے جائے اور اللہ کی رضا کے لیئے خرچ کرے تو اس کو ہر درہم کے بدلے سات لاکھ درہم کا ثواب ملے گا پھر حضورؐ نے یہ آیت پڑھی۔

وَاللّٰهُ يُضٰعِفُ لِمَنْ يَّشَآءُ

ترجمہ: "اور اللہ بڑھاتا ہے جس کے واسطے چاہے۔"[2] اور صفحہ ۴۴۳ پر حضور اقدس ﷺ کے جہاد میں جان لگانے اور مال خرچ کرنے کے لیئے ترغیب دینے کے باب میں گزر چکا ہے کہ حضرت ابو بکر، حضرت عمر، حضرت عثمان، حضرت طلحہ، حضرت عبدالرحمٰن بن عوف، حضرت عباس، حضرت سعد بن عبادہ حضرت محمد بن مسلمہ اور حضرت عاصم بن عدیؓ رضی اللہ عنہم اجمعین نے کتنا کتنا خرچ کیا۔ اور صحابہ کرامؓ اجمعین کے خرچ کرنے کے باب میں یہ قصے اور تفصیل سے آئیں گے۔

١؎ اخرجه الطبرانی قال الهیثمی (ج ٥ ص ٢٨٢) وفیه رجل لم یسم انتهی

٢؎ قد اخرجه القزوینی بمجهول وارسال کما فی جمع الفوائد (ج ٢ ص ٣) عن الحسن.

اللہ کے راستہ میں اخلاص نیت کے ساتھ نکلنا

حضرت ابو ہریرہؓ فرماتے ہیں کہ ایک آدمی نے (حضور ﷺ سے) پوچھا یا رسول اللہ! ایک آدمی جہاد میں اس نیت سے جاتا ہے کہ اسے دنیا کا کچھ سامان مل جائے گا۔ حضورؐ نے فرمایا اسے کچھ اجر نہ ملے گا لوگوں نے اس بات کو بہت بڑا سمجھا اور اس آدمی سے کہا تم حضورؐ کی خدمت میں جا کر دوبارہ حضورؐ سے پوچھو۔ شاید تم اپنی بات حضورؐ کو سمجھا نہیں سکے ہو۔ اس آدمی نے کہا یا رسول اللہ! ایک آدمی جہاد میں اس نیت سے جاتا ہے کہ وہ دنیا کا کچھ سامان حاصل کرنا چاہتا ہے۔ آپ نے فرمایا اسے کوئی اجر نہیں ملے گا۔ لوگوں نے اس بات کو بہت بڑا سمجھا اور اس آدمی سے کہا جاؤ پھر حضورؐ سے پوچھو چنانچہ اس نے تیسری مرتبہ حضور ﷺ کی خدمت میں جا کر عرض کیا کہ ایک آدمی جہاد فی سبیل اللہ میں اس نیت سے جانا چاہتا ہے کہ اسے دنیا کا کچھ سامان مل جائے حضورؐ نے فرمایا اسے کوئی اجر نہیں ملے گا۔[1]

حضرت ابو امامہؓ فرماتے ہیں کہ ایک آدمی نے حضور ﷺ کی خدمت میں حاضر ہو کر عرض کیا کہ آپ ذرا یہ بتائیے کہ ایک آدمی غزوہ میں شریک ہو کر ثواب بھی حاصل کرنا چاہتا ہے اور لوگوں میں شہرت بھی۔ تو اسے کیا ملے گا؟ حضورؐ نے فرمایا اسے کچھ نہیں ملے گا۔ اس آدمی نے اپنا سوال تین مرتبہ دہرایا۔ حضورؐ ہر دفعہ اسے یہی جواب دیتے رہے کہ اسے کچھ نہیں ملے گا۔ پھر آپ نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ صرف وہی عمل قبول فرماتے ہیں جو خالص ہو اور اللہ تعالیٰ کی رضا کے لیئے کیا گیا ہو۔[2]

حضرت عاصم بن عمر بن قتادہؓ فرماتے ہیں کہ ہم لوگوں میں ایک پردیسی آدمی رہتا تھا اسے کوئی جانتا نہیں تھا کہ وہ کون ہے؟ لوگ اسے قزمان کہتے تھے۔ جب بھی اس کا تذکرہ ہوتا تو حضور ﷺ فرماتے کہ یہ تو دوزخ والوں میں سے ہے۔ جنگ احد کے دن اس نے خوب زور شور سے لڑائی کی اور اس نے اکیلے ہی سات آٹھ مشرکوں کو قتل کر ڈالا اور وہ بڑا جنگجو اور بہادر تھا۔ آخر وہ زخموں سے نڈھال ہو گیا۔ تو اسے بنو ظفر کے محلّہ میں اٹھا کر لایا گیا تو بہت سے مسلمان اسے کہنے لگے۔ اے قزمان! آج تو بڑی بہادری سے لڑے ہو۔ تمہیں خوشخبری ہو۔ اس نے کہا مجھے کس چیز کی خوشخبری ہو؟ اللہ کی قسم! میں نے تو صرف اپنی قوم کی ناموری کے لیئے یہ لڑائی لڑی ہے۔ اگر میرا مقصد یہ نہ ہوتا تو میں ہرگز نہ لڑتا۔ چنانچہ جب

---

[1] اخرجه ابو داؤد وابن حبان في صحيحه والحاكم باختصار وصححه كذافي الترغيب (ج ٢ ص ٤١٩) [2] عند ابي داؤد والنسائي كذافي الترغيب (ج ٢ ص ٤٢١)

اس کے زخموں کی تکلیف بڑھ گئی تو اس نے اپنی ترکش میں سے ایک تیر نکالا اور اس سے خود کشی کر لی۔[1]

حضرت ابو ہریرہؓ فرمایا کرتے تھے کہ مجھے ایسا آدمی بتاؤ جو جنت میں تو جائے گا لیکن اس نے نماز کوئی نہیں پڑھی؟ جب لوگ اس کے بارے میں لاعلمی کا اظہار کرتے تو ان سے پوچھتے کہ وہ کون ہے؟ تو وہ فرماتے کہ وہ بنو عبدالاشہل کے اصیرم ہیں جن کا نام عمرو بن ثابت بن وقش ہے حضرت حصین فرماتے ہیں کہ میں نے حضرت محمود بن لبید سے پوچھا کہ حضرت اصیرم کا کیا قصہ ہے؟ تو انہوں نے بتایا کہ ان کی قوم ان کو اسلام کی دعوت دیا کرتی تھی لیکن یہ ہمیشہ انکار کر دیتے۔ جنگ احد کے دن ایک دم ان کے دل میں اسلام لانے کا خیال پیدا ہوا اور وہ مسلمان ہو گئے اور اپنی تلوار لے کر چل پڑے اور ایک کنارے سے مجمع میں جاکر لڑائی شروع کر دی۔ یہاں تک کہ زخموں سے نڈھال ہو کر گر پڑے۔ (لڑائی کے بعد) قبیلہ بنو عبدالاشہل کے لوگ میدان جنگ میں شہید ہونے والے اپنے ساتھیوں کو تلاش کرنے لگے تو ان کی نگاہ حضرت اصیرم پر پڑی تو وہ کہنے لگے اللہ کی قسم! یہ تو اصیرم ہیں۔ یہ یہاں کیسے آگئے؟ ہم تو ان کو (مدینہ میں) چھوڑ کر آئے تھے اور یہ تو ہمیشہ (اسلام کی) اس بات کا انکار کیا کرتے تھے تو ان لوگوں نے حضرت اصیرم سے پوچھا اے عمرو! آپ یہاں کیسے آئے؟ اپنی قوم کی ہمدردی میں یا اسلام کے شوق میں؟ انہوں نے کہا نہیں اسلام کے شوق میں۔ میں اللہ اور اس کے رسول پر ایمان لایا اور مسلمان ہو گیا پھر میں اپنی تلوار پکڑ کر حضور ﷺ کے ساتھ چل پڑا اور میں نے لڑنا شروع کر دیا یہاں تک کہ میں اتنا زخمی ہو گیا۔ ان لوگوں نے جاکر حضورؐ سے ان کا سارا واقعہ ذکر کیا حضورؐ نے فرمایا وہ جنت والوں میں سے ہیں (لہٰذا انہیں اسلام لانے کے بعد ایک نماز پڑھنے کا بھی موقع نہیں ملا)۔[2]

حضرت ابو ہریرہؓ فرماتے ہیں کہ حضرت عمرو بن اقیشؓ نے زمانہ جاہلیت میں سود پر قرض دیا ہوا تھا۔ وہ اسلام لانے کے لیے تیار تو ہو گئے تھے لیکن سود کا مال وصول کرنے سے پہلے مسلمان ہونا نہیں چاہتے تھے غزوہ احد کے دن وہ آئے اور انہوں نے پوچھا کہ میرے چچا زاد بھائی کہاں ہیں؟ لوگوں نے بتایا کہ وہ تو (اس وقت) احد میں ہیں۔ انہوں نے کہا احد

---

[1] اخرجه ابن اسحاق كذافى البداية (ج ٤ ص ٣٦)

[2] اخرجه ابن اسحاق كذافى البداية (ج ٤ ص ٣٧) هذا اسناد حسن رواه جماعة من طريق ابن اسحاق انتهى واخرجه ايضاً ابو نعيم فى المعرفة بمثله كما فى الكنز (ج ٧ ص ٨) والامام احمد بمثله كما فى المجمع (ج ٩ ص ٣٦٢) وقال رجاله ثقات.

میں۔وہ زرہ پہن کر اپنے گھوڑے پر سوار ہوئے اور پھر اپنے چچازاد بھائیوں کی طرف چل پڑے جب مسلمانوں نے ان کو (آتے ہوئے) دیکھا تو (ان سے) کہا اے عمرو! ہم سے پرے رہو۔انہوں نے کہا میں تو ایمان لا چکا ہوں۔اس کے بعد انہوں نے (کافروں سے) خوب زور شور سے جنگ کی یہاں تک کہ زخمی ہو گئے پھر ان کو زخمی حالت میں اٹھا کر ان کے گھر والوں کے پاس پہنچایا گیا۔وہاں ان کے پاس حضرت سعد بن معاذؓ آئے اور انہوں نے ان کی بہن سے کہا کہ ان سے پوچھو کہ (یہ غزوہ احد میں) اپنی قوم کی حمایت میں (شریک ہوئے تھے) یا اللہ اور اس کے رسول کی وجہ سے غصہ میں آ کر۔انہوں نے کہا "نہیں" اللہ اور اس کے رسول کی وجہ سے غصہ میں آ کر (غزوہ احد میں شریک ہوا تھا) اس کے بعد ان کا انتقال ہو گیا اور یہ جنت میں داخل ہو گئے۔حالانکہ ان کو اللہ کے لیے ایک بھی نماز پڑھنے کا موقع نہ ملا۔[1]

حضرت شداد بن ہاد فرماتے ہیں کہ ایک دیہاتی آدمی حضور ﷺ کی خدمت میں آیا اور آپ پر ایمان لایا اور آپ کی پوری طرح اتباع کی۔چنانچہ اس نے کہا کہ میں بھی ہجرت کر کے آپ کے ساتھ رہوں گا۔جب غزوہ خیبر میں حضورؐ کو مال غنیمت ملا تو آپ نے وہ صحابہؓ میں تقسیم فرما دیا۔آپ نے اس مال غنیمت میں سے اس کا حصہ اس کے ساتھیوں کو دیدیا وہ اس وقت اپنے ساتھیوں کے جانور چرانے گیا ہوا تھا۔جب وہ واپس آیا تو ساتھیوں نے اس کا حصہ دیا تو اس نے کہا، یہ کیا ہے؟ ساتھیوں نے کہا یہ تمہارا حصہ ہے جو حضورؐ نے تمہارے لئے دیا ہے۔اس نے (حضورؐ کی خدمت میں جا کر) عرض کیا۔میں نے اس (مال لینے) کے لیئے تو آپ کا اتباع نہیں کیا تھا۔میں نے آپ کا اتباع اس لیے کیا تھا تا کہ مجھے (گلے کی طرف اشارہ کرتے ہوئے) یہاں تیر لگے اور میں مر جاؤں اور میں جنت میں چلا جاؤں۔حضور ﷺ نے فرمایا اگر تمہاری نیت سچی ہے تو اللہ تعالیٰ اسے ضرور پورا فرما دیں گے۔پھر صحابہؓ دشمن سے لڑنے کے لیئے اٹھ کھڑے ہوئے۔(یہ دیہاتی بھی لڑائی میں شریک ہوئے اور زخمی ہو گئے) اور ان کو اٹھا کر حضورؐ کی خدمت میں لایا گیا۔اور جہاں اس نے اشارہ کر کے بتایا تھا وہاں ہی اسے تیر لگا ہوا تھا۔حضورؐ نے فرمایا یہ وہی ہے؟ صحابہؓ نے کہا "جی ہاں"۔آپ نے فرمایا اس کی نیت سچی تھی اس لیئے اللہ نے پوری کر دی۔حضور ﷺ نے اسے اپنے جبہ میں کفن دیا۔اور اس کا جنازہ آگے رکھ کر آپ نے اس کی نماز جنازہ پڑھائی اور نماز جنازہ میں اس کے لیئے دعا کرتے ہوئے آپ کے یہ الفاظ ذرا اونچی آواز سے سنے گئے۔اے اللہ! یہ تیرا بندہ ہے۔تیرے

---

[1] اخرجه ابو داؤد والحاكم من وجه آخر قال في الا صابة (ج ٢ ص ٥٢٦) هذا اسناد حسن واخرجه البيهقي (ج ٩ ص ١٦٧) بهذا السياق بنحوه

راستہ میں ہجرت کر کے نکلا تھا۔ اور اب یہ شہید ہو کر قتل ہوا ہے اور میں اس کا گواہ ہوں۔[1]

حضرت انسؓ فرماتے ہیں کہ ایک آدمی حضور ﷺ کے پاس آیا اور کہنے لگا یا رسول اللہ! میں کالے رنگ کا آدمی ہوں۔ میرا چہرہ بد صورت ہے اور میرے پاس مال بھی کچھ نہیں ہے اگر میں ان کفار سے لڑتے ہوئے مر جاؤں تو کیا میں جنت میں داخل ہو جاؤں گا؟ حضورؐ نے فرمایا ہاں۔ (یہ سن کر) وہ آگے بڑھا اور کافروں سے لڑائی شروع کر دی یہاں تک کہ شہید ہو گیا۔ حضورؐ اس کے پاس تشریف لے گئے وہ شہید ہو چکے تھے تو آپ نے فرمایا اب تو اللہ تعالیٰ نے تمہارا چہرہ خوبصورت بنا دیا ہے اور تجھے خوشبو دار بنا دیا ہے اور تمہارا مال زیادہ کر دیا ہے اور فرمایا کہ میں نے حور العین میں سے اس کی دو بیویاں دیکھی ہیں۔ جو اس کے جسم اور اس کے جبہ کے درمیان داخل ہونے کے لیئے جھگڑ رہی ہیں۔[2]

حضرت عمرو بن العاصؓ فرماتے ہیں کہ حضور اقدس ﷺ نے میرے پاس یہ پیغام بھیجا کہ کپڑے پہن کر اور ہتھیار لگا کر میرے پاس آجاؤ۔ چنانچہ میں (تیار ہو کر) آپ کی خدمت میں حاضر ہوا۔ آپ نے فرمایا میں تمہیں ایک لشکر کا امیر بنا کر بھیجنا چاہتا ہوں۔ اللہ تعالیٰ تمہیں سلامت بھی رکھے گا اور تمہیں مال غنیمت بھی دے گا اور میں بھی اس مال میں سے تمہیں عمدہ مال دوں گا۔ اس پر میں نے کہا میں تو مال کی وجہ سے اسلام نہیں لایا۔ بلکہ مسلمان بننے کے شوق میں میں نے اسلام کو قبول کیا۔ آپ نے فرمایا اے عمرو! بھلے آدمی کے لیے عمدہ مال بہترین چیز ہے[3] طبرانی نے اوسط اور کبیر میں اس حدیث کو ذکر کیا ہے اور اس میں یہ الفاظ ہیں کہ میں تو دو وجہ سے اسلام لایا ہوں ایک تو مجھے مسلمان بننے کا شوق تھا اور دوسرے میں آپ کے ساتھ رہنا چاہتا تھا۔ آپ نے فرمایا ٹھیک ہے لیکن عمدہ مال بھلے آدمی کے لیئے بہترین چیز ہے۔[4]

حضرت ابو البختری طائی فرماتے ہیں کہ کچھ لوگ مختار بن ابی عبید کے والد حضرت ابو المختار کے پاس کوفہ میں جسر ابی عبید پر جمع تھے (جہاں حضرت ابو عبید ثقفیؓ ۱۳ھ میں اپنے لشکر سمیت شہید ہوئے تھے اور حضرت ابو عبید کے لشکر کے) تمام آدمی شہید کر دیئے گئے تھے۔ صرف دو یا تین آدمی بچے تھے۔ انہوں نے اپنی تلواریں لیکر اس زور سے دشمن پر حملہ کیا

---

1. اخرجه البيهقى وقدرواه النسائى نحوه كذافى البداية (ج ٤ ص ١٩١) واخرجه الحاكم (ج ٣ ص ٥٩٥) بنحوه
2. اخرجه البيهقى كذافى البداية (ج ٤ ص ١٩١) واخرجه الحاكم ايضا بنحوه وقال صحيح على شرط مسلم كما فى الترغيب (ج ٢ ص ٤٤٧)
3. اخرجه الامام احمد بسند حسن كذافى الاصابة (ج ٣ ص ٣)
4. كذافى المجمع (ج ٩ ص ٣٥٣) وقال رجال احمد وابى يعلى رجال الصحيح انتهى

کہ ان کی صفیں چیر کر باہر نکل آئے اور یوں بچ گئے۔ اور پھر یہ تینوں حضرات مدینہ آئے۔ ایک مرتبہ یہ تینوں حضرات ان شہید ہونے والوں کا تذکرہ کر رہے تھے۔ کہ اتنے میں حضرت عمرؓ باہر نکلے اور انہوں نے کہا کہ مجھے بتاؤ تم لوگ ان کے بارے میں کیا کہہ رہے تھے؟ انہوں نے کہا ہم ان کے بارے میں استغفار کر رہے تھے اور ان کے لیے دعا کر رہے تھے۔ حضرت عمر نے فرمایا تو تم نے ان کے بارے میں جو کہا تھا وہ مجھے بتا دو۔ ورنہ میں تمہیں سخت سزا دوں گا انہوں نے کہا ہم نے ان کے بارے میں کہا تھا کہ یہ لوگ شہید ہیں۔ حضرت عمر نے فرمایا اس ذات کی قسم جس کے علاوہ کوئی معبود نہیں اور اس ذات کی قسم جس نے حضرت محمد ﷺ کو حق دے کر بھیجا اور جس کے حکم کے بغیر قیامت قائم نہیں ہو گی۔ اللہ کے نبی کے علاوہ اور کسی بھی مرنے والے کو اللہ کے ہاں کیا ملا ہے۔ اسے کوئی بھی زندہ انسان نہیں جانتا ہے البتہ اللہ کے نبی کے بارے میں یقیناً معلوم ہے کہ اللہ تعالیٰ نے ان کے اگلے پچھلے تمام گناہ معاف کر دیئے ہیں۔ اس ذات کی قسم! جس کے علاوہ کوئی معبود نہیں اس ذات کی قسم جس نے حق اور ہدایت دے کر محمد (علیہ الصلوۃ والسلام) کو بھیجا۔ جس کے حکم کے بغیر قیامت قائم نہ ہو گی۔ کوئی دنیا حاصل کرنے کے لیئے لڑتا ہے اور کوئی مال لینے کے لیے اور ان تمام لڑنے والوں کو اللہ کے ہاں وہی ملے گا جو ان کے دلوں میں ہے۔ [1]

حضرت مالک بن اوس بن حد ثانؓ فرماتے ہیں کہ ایک دفعہ ہم لوگوں نے ایک لشکر کا تذکرہ کیا جو حضرت عمرؓ کے زمانے میں اللہ کے راستہ میں شہید ہو گیا تھا۔ چنانچہ ہم میں سے کسی نے تو یہ کہا کہ یہ سب اللہ کے لیئے کام کرنے والے تھے اور اللہ کے راستہ میں نکلے ہوئے تھے، اللہ تعالیٰ ان کو ضرور اجر و ثواب عطا فرمائیں گے اور کسی نے یہ کہا کہ اللہ تعالیٰ ان کو قیامت کے دن اسی نیت پر اٹھائیں گے جس پر اللہ نے ان کو موت دی ہے۔ اس پر حضرت عمر نے فرمایا ہاں اس ذات کی قسم جس کے قبضہ میں میری جان ہے اللہ ان کو اسی نیت پر اٹھائیں گے جس پر اللہ نے ان کو موت دی ہے کیونکہ کوئی آدمی تو دکھلاوے اور شہرت کے لیئے لڑتا ہے اور کوئی دنیا لینے کے لیئے لڑتا ہے اور کسی کو جنگ سے بچنے کا کوئی راستہ نہیں ملتا ہے اس لیئے وہ مجبور ہو کر لڑتا ہے اور کوئی اللہ سے ثواب لینے کے لیے لڑتا ہے اور ہر طرح کی تکلیفوں پر صبر کرتا ہے۔ یہ (ثواب کے لیے لڑنے والے) ہی شہید ہیں۔ لیکن مجھے ضرور معلوم ہے کہ اس قبر والے یعنی رسول اللہ ﷺ کے پچھلے تمام گناہ معاف ہو چکے ہیں۔ [2]

---

[1] اخرجه الحارث كذافي كنز العمال (ج ٢ ص ٢٩٢) وقال قال الحافظ ابن حجر رجاله ثقات الا انه منقطع انتهى

[2] اخرجه تمام

حضرت مسروقؒ فرماتے ہیں کہ ایک مرتبہ حضرت عمرؓ کی مجلس میں شہیدوں کا تذکرہ آیا تو حضرت عمر نے لوگوں سے پوچھا تم شہید کسے سمجھتے ہو؟

لوگوں نے کہا اے امیر المومنین! ان جنگوں میں جو مسلمان قتل ہو رہے ہیں وہ سب شہید ہیں۔ اس پر آپ نے فرمایا پھر تو تمہارے شہداء بہت ہو جائیں گے۔ میں تمہیں اس بارے میں بتاتا ہوں۔ بہادری اور بزدلی لوگوں کی طبعی چیزیں ہیں۔ اللہ جس کی طبیعت جیسی چاہیں بنا دیں۔ بہادر آدمی تو جذبہ سے لڑتا ہے اور اپنے گھر والوں کے پاس واپس جانے کی پرواہ بھی نہیں کرتا اور بزدل آدمی اپنی بیوی کی وجہ سے (میدان جنگ سے) بھاگ جاتا ہے اور شہید وہ ہے جو اللہ سے اجر و ثواب لینے کی نیت سے اپنی جان پیش کرے اور (کامل) مسلمان وہ ہے جس کی زبان اور ہاتھ سے سارے مسلمان محفوظ رہیں۔ [1]

حضرت ضمامؒ فرماتے ہیں کہ حضرت عبداللہ بن زبیرؓ نے اپنی والدہ (حضرت اسماءؓ) کے پاس پیغام بھیجا کہ تمام لوگ مجھے چھوڑ کر چلے گئے ہیں اور یہ (میرے مخالف) لوگ مجھے صلح کی دعوت دے رہے ہیں تو انہوں نے جواب میں فرمایا کہ اگر تم اللہ کی کتاب کو اور اللہ کے نبی کریم ﷺ کی سنت کو زندہ کرنے کے لیے نکلے تھے تو پھر تمہیں اسی حق بات پر جان دے دینی چاہیے اور اگر تم دنیا لینے کے لیے نکلے تھے تو پھر نہ تمہارے زندہ رہنے میں خیر ہے اور نہ مر جانے میں۔ [2]

جہاد کیلئے اللہ کے راستہ میں نکل کر امیر کا حکم ماننا

حضرت ابو مالک اشعریؓ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے ہمیں ایک لشکر میں بھیجا اور حضرت سعد بن ابی وقاصؓ کو ہمارا امیر بنایا۔ چنانچہ ہم لوگ روانہ ہو گئے اور ایک منزل پر پڑاؤ ڈالا ایک آدمی نے کھڑے ہو کر اپنی سواری کی زین کسی۔ میں نے اس سے کہا تم کہاں جانا چاہتے ہو؟ اس نے کہا میں چارہ لانا چاہتا ہوں۔ میں نے اس سے کہا جب تک ہم اپنے امیر سے پوچھ نہ لیں تم ایسا نہ کرو چنانچہ ہم حضرت ابو موسیٰ اشعریؓ کے پاس آئے (غالباً حضرت ابو موسیٰ لشکر کے کسی ایک حصہ کے امیر ہوں گے) ہم نے ان سے تذکرہ کیا۔ تو انہوں نے کہا شاید تم اپنے گھر والوں کے پاس واپس جانا چاہتے ہو۔ اس آدمی نے کہا نہیں۔ حضرت ابو موسیٰ نے کہا دیکھو تم کیا کہہ رہے ہو۔ اس نے کہا "نہیں" تو حضرت ابو موسیٰ نے کہا اچھا تم

---

[1] عند ابن ابی شیبة کذافی کنز العمال (ج ۲ ص ۲۹۲)

[2] اخرجه نعیم بن حماد فی الفتن کذافی الکنز (ج ۷ ص ۵۷)

جاؤ اور ہدایت والے راستہ پر چلو۔ چنانچہ وہ آدمی چلا گیا اور کافی رات گزار کر واپس آیا تو حضرت ابو موسیٰ نے اس سے کہا شاید تم اپنے گھر والوں کے پاس گئے تھے اس نے کہا "نہیں" حضرت ابو موسیٰ نے کہا دیکھ لو تم کیا کہہ رہے ہو۔ اس نے کہا۔ ہاں (میں گیا تھا) حضرت ابو موسیٰ نے فرمایا تو آگ میں چل کر اپنے گھر گیا اور (وہاں جتنی دیر بیٹھا رہا) تو آگ میں بیٹھا رہا اور آگ میں چل کر واپس آیا۔ لہٰذا اب تو نئے سرے سے عمل کر (تا کہ تیرے اس گناہ کا کفارہ ہو جائے) [1]

اللہ کے راستہ میں نکل کر اکٹھے مل کر رہنا

حضرت ابو ثعلبہ خشنیؓ فرماتے ہیں کہ لوگ جب کسی منزل پر پڑاؤ ڈالا کرتے تھے تو بکھر جایا کرتے تھے اور گھاٹیوں اور وادیوں میں پھیل جایا کرتے تھے تو حضور ﷺ نے فرمایا تمہارا یہ گھاٹیوں اور وادیوں میں بکھر جانا شیطان کی طرف سے ہے۔ اس فرمان کے بعد مسلمان جہاں بھی ٹھہرتے اکٹھے ہو کر مل جل کر رہتے [2] بیہقی کی روایت میں یہ بھی ہے (کہ اس کے بعد صحابہ اتنے قریب رہنے لگے کہ) یوں کہا جانے لگا کہ اگر ان مسلمانوں پر ایک چادر ڈالی جائے تو وہ ان سب پر ہی آ جائے۔ [3]

حضرت معاذ جہنیؓ فرماتے ہیں کہ میں حضور ﷺ کے ساتھ فلاں غزوہ میں گیا۔ (ایک جگہ ہم لوگوں نے پڑاؤ ڈالا۔ لوگ بکھر گئے جس سے) لوگوں کے لیئے ٹھہرنے کی جگہ تنگ پڑ گئی اور راستے بند ہو گئے۔ اس پر حضورؐ نے ایک منادی کو بھیجا جو لوگوں میں یہ اعلان کر دے کہ جس نے ٹھہرنے کی جگہ تنگ کی یا راستہ بند کیا اس کا کوئی جہاد نہیں یعنی اسے جہاد کا ثواب نہیں ملے گا۔ [4]

اللہ کے راستہ میں نکل کر پہرہ دینا

حضرت سہل بن حنظلیہؓ فرماتے ہیں کہ لوگ غزوہ حنین کے دن حضور ﷺ کے ساتھ چلے اور خوب زیادہ چلے یہاں تک کہ دوپہر ہو گئی۔ چنانچہ میں نے حضورؐ کے ساتھ ظہر کی نماز پڑھی۔ تو ایک سوار نے حاضر ہو کر عرض کیا کہ یا رسول اللہ! میں آپ لوگوں کے آگے چلا۔ یہاں تک کہ فلاں پہاڑ پر چڑھ گیا تو میں نے وہاں دیکھا کہ قبیلہ ہوازن اپنے والد کے پانی

---

[1] اخرجه ابن عساكر كذافي الكنز (ج ٣ ص ١٦٩) [2] اخرجه ابو دائود والنسائى كذافي الترغيب (ج ٥ ص ٤٠) [3] اخرجه البيهقى (ج ٩ ص ١٥٢) نحوه وهكذا اخرجه ابن عساكر كما فى الكنز (ج ٣ ص ٣٤١) و لفظه حتى لو بسط عليهم ثوب لى سعهم
[4] اخرجه البيهقى (ج ٩ ص ١٥٢) واخرجه ايضا ابو داؤد بمثله كمافى المشكاة (ص ٣٣٢)

لانے والے اونٹ اور اپنی عورتیں اور جانور اور بکریاں لے کر سارے کے سارے حنین میں اکٹھے ہو چکے ہیں۔ حضورؐ نے مسکرا کر فرمایا انشاء اللہ یہ سب کچھ کل مسلمانوں کا مال غنیمت بن جائے گا۔ پھر آپ نے فرمایا آج رات ہمارا پہرہ کون دے گا؟ حضرت انس بن ابی مرثد غنویؓ نے فرمایا یا رسول اللہ! میں (پہرہ دوں گا) حضورؐ نے فرمایا اچھا سوار ہو جاؤ۔ چنانچہ وہ اپنے گھوڑے پر سوار ہو کر حضورؐ کی خدمت میں آئے۔ آپ نے ان سے فرمایا سامنے اس گھاٹی کی طرف چلے جاؤ اور اس گھاٹی کی سب سے اونچی جگہ پہنچ جاؤ۔ (وہاں پہرہ دینا اور خوب ہشیار ہو کر رہنا) کہیں دشمن آج رات تمہیں دھوکہ دے کر تمہاری طرف سے نہ آجائے۔ جب صبح ہوئی تو حضور ﷺ اپنی نماز کی جگہ پر تشریف لے گئے اور دو رکعت نماز پڑھی۔ پھر آپ نے فرمایا کیا تمہیں اپنے سوار کا کچھ پتہ لگا۔ صحابہؓ نے کہا یا رسول اللہ ہمیں تو اس کا کچھ پتہ نہیں پھر نماز کی اقامت ہوئی اور نماز کے دوران حضورؐ کی توجہ گھاٹی کی طرف رہی جب حضورؐ نے نماز پوری فرما کر سلام پھیرا تو فرمایا تمہیں خوشخبری ہو تمہارا سوار آگیا ہے۔ ہم لوگوں نے گھاٹی کے درختوں کے درمیان دیکھنا شروع کیا۔ تو وہ سوار آرہا تھا۔ چنانچہ اس نے حضورؐ کی خدمت میں حاضر ہو کر سلام کیا اور کہا کہ میں (کل یہاں سے) چلا اور چلتے چلتے اس گھاٹی کی سب سے اونچی جگہ پہنچ گیا جہاں جانے کا مجھے اللہ کے رسول ﷺ نے حکم دیا تھا (میں رات بھر وہاں پہرہ دیتا رہا) صبح کو میں نے دونوں گھاٹیوں کی طرف جھانک کر غور سے دیکھا، مجھے کوئی نظر نہ آیا۔ حضورؐ نے اس سوار سے پوچھا کیا تم رات کو کسی وقت اپنی سواری سے نیچے اترے ہو؟ اس نے کہا نہیں۔ صرف نماز پڑھنے اور قضاء حاجت کے لیئے اترا تھا۔ آپ نے اس سے فرمایا تم نے (آج رات پہرہ دے کر اللہ کے فضل سے اپنے لئے جنت) واجب کر لی ہے (پہرہ کے) اس عمل کے بعد اگر تم کوئی بھی (نفلی) عمل نہ کرو تو تمہارا کوئی نقصان نہیں ہے (اس پہرہ سے تمہیں بہت ثواب ملا ہے) [1]

حضرت ابو عطیہؓ فرماتے ہیں کہ حضور ﷺ ایک مرتبہ تشریف فرما تھے آپ کو بتایا گیا کہ ایک آدمی کا انتقال ہو گیا ہے۔ حضورؐ نے پوچھا کیا تم میں سے کسی نے اس کو خیر کا کوئی عمل کرتے ہوئے دیکھا ہے؟ ایک آدمی نے کہا جی ہاں۔ ایک رات میں نے اس کے ساتھ اللہ کے راستہ میں پہرہ دیا ہے۔ اس پر حضورؐ نے اور آپ کے ساتھیوں نے کھڑے ہو کر اس کی نماز جنازہ پڑھی۔ جب اسے قبر میں رکھ دیا گیا تو حضورؐ نے اپنے ہاتھ سے اس پر مٹی ڈالی۔ پھر فرمایا

---

[1] اخرجه ابو داؤد واخرجه البيهقي ايضا بمثله (ج ۹ ص ۱۴۹) واخرجه ابو نعيم عن سهل بن الحنظلية نحوه كما في المنتخب (ج ۵ ص ۱۴۳)

تمہارے ساتھی تو یہ سمجھ رہے ہیں کہ تم دوزخ والوں میں سے ہو اور میں گواہی دیتا ہوں کہ تم جنت والوں میں سے ہو۔ پھر حضور ﷺ نے حضرت عمر بن خطابؓ سے فرمایا تم لوگوں کے (برے) اعمال کے بارے میں نہ پوچھو بلکہ تم فطرت (والے اسلامی اعمال) کے بارے میں پوچھا کرو۔[1]

حضرت ابو عطیہؓ فرماتے ہیں کہ حضور ﷺ کے زمانے میں ایک آدمی کا انتقال ہوا تو کچھ صحابہؓ نے کہا یا رسول اللہ! آپ اس کی نماز جنازہ نہ پڑھیں۔ حضورؐ نے پوچھا کیا تم میں سے کسی نے اسے (کوئی نیک عمل کرتے ہوئے) دیکھا ہے؟ پھر آگے پوری حدیث بیان کی۔[2] حضرت ابن عائذؓ فرماتے ہیں کہ حضور ﷺ ایک آدمی کے جنازے کے لیئے باہر تشریف لائے۔ جب وہ جنازہ رکھا گیا تو حضرت عمر بن خطابؓ نے فرمایا یا رسول اللہ! آپ اس کی نماز جنازہ نہ پڑھیں کیونکہ یہ بدکار آدمی ہے۔ حضورؐ نے لوگوں کی طرف متوجہ ہو کر دریافت فرمایا کیا تم میں سے کسی نے اس کو (کوئی نیک عمل کرتے ہوئے) دیکھا ہے؟ آگے پچھلی حدیث کی طرح مضمون بیان کیا۔[3] صفحہ ۳۵۴ پر سخت سردی برداشت کرنے کے باب میں حضرت ابو ریحانہؓ کی حدیث گزر چکی ہے۔ کہ حضور ﷺ نے فرمایا آج رات ہمارا پہرہ کون دے گا؟ میں اس کے لیئے ایسی دعا کروں گا جو اس کے حق میں ضرور قبول ہو گی۔ ایک انصاری نے کھڑے ہو کر کہا یا رسول اللہؐ! میں (پہرہ دوں گا) آپ نے فرمایا تم کون ہو؟ اس نے کہا فلاں۔ آپ نے فرمایا قریب آجاؤ۔ چنانچہ وہ انصاری قریب آئے۔ حضورؐ نے اس کے کپڑے کا ایک کنارہ پکڑ کر دعا کرنی شروع کی۔ جب میں نے (وہ دعا) سنی تو میں نے کہا میں بھی تیار ہوں۔ آپ نے فرمایا تم کون ہو؟ میں نے کہا ابو ریحانہ۔ آپ نے میرے لیئے بھی دعا فرمائی لیکن میرے ساتھی سے کم۔ پھر آپ نے فرمایا جو آنکھ اللہ کے راستہ میں پہرہ دے اس آنکھ پر آگ حرام کر دی گئی ہے۔[4] اور اللہ کے راستہ میں نکل کر نماز پڑھنے کے باب میں حضرت جابرؓ کی حدیث گزر چکی ہے اس میں یہ ہے کہ آپ نے فرمایا آج رات ہمارا پہرہ کون دے گا؟ ایک مہاجری اور ایک انصاری نے اپنے آپ کو پہرے کے لئے پیش کیا اور انہوں نے کہا یا رسول اللہ! ہم (پہرہ دیں گے) آپ نے فرمایا کہ تم دونوں اس وادی کی گھاٹی کے سرے پر چلے جاؤ۔ یہ دونوں حضرت عمار بن یاسر

---

[1] اخرجه الطبرانی قال الهیثمی (ج ۵ ص ۲۸۸) ابراهیم بن محمد بن عرق الحمصی شیخ الطبرانی ضعفه الذهبی اه [2] اخرجه ایضا ابن عساکر کما فی الکنز (ج ۲ ص ۲۹۱)
[3] اخرجه البیهقی ففی شعب الایمان کما فی المشکاة (ص ۳۲۸)
[4] اخرجه الامام احمد والنسائی والطبرانی والبیهقی

اور حضرت عباد بن بشرؓ تھے۔ اس کے بعد آگے حدیث ذکر کی ہے۔[۱]

جہاد کے لئے اللہ کے راستہ میں نکل کر بیماریاں برداشت کرنا

حضرت ابو سعیدؓ فرماتے ہیں کہ حضور ﷺ نے فرمایا جب بھی مسلمان کے جسم کو کوئی تکلیف پہنچتی ہے تو اس کے بدلہ میں اللہ تعالیٰ گناہوں کو معاف فرما دیتے ہیں۔ (یہ فضیلت سن کر) حضرت ابی بن کعبؓ نے یہ دعا مانگی اے اللہ میں تجھ سے یہ سوال کرتا ہوں کہ تو ابی بن کعب کے جسم پر ایسا بخار چڑھا دے جو تیری ملاقات کے وقت تک یعنی موت تک چڑھا رہے۔ (یعنی ساری زندگی بخار چڑھا رہے) لیکن بخار اتنا کم ہو کہ ان کو نماز، روزے، حج، عمرہ اور تیرے راستہ میں جہاد سے نہ روکے۔ چنانچہ ان کو اسی وقت بخار چڑھ گیا جو مرتے دم تک چڑھا رہا۔ اترا نہیں اور وہ اس بخار کی حالت میں ہی نماز باجماعت پڑھا کرتے تھے روزے رکھا کرتے تھے اور حج اور عمرے کیا کرتے تھے اور سفر غزوہ میں جایا کرتے تھے۔[۲]

حضرت ابو سعیدؓ فرماتے ہیں کہ ایک آدمی نے کہا یا رسول اللہ! آپ یہ بتائیں کہ یہ بیماریاں جو ہمارے اوپر آتی ہیں ہمیں ان کے بدلے میں کیا ملے گا؟ آپ نے فرمایا یہ بیماریاں گناہوں کو مٹانے والی ہیں۔ اس پر حضرت ابی نے حضورؐ سے پوچھا اگرچہ وہ بیماری بہت تھوڑی ہو؟ آپ نے فرمایا ہاں۔ اگرچہ وہ کانٹا (لگنا) ہی ہو یا اس سے بھی کم درجہ کی تکلیف ہو۔ چنانچہ حضرت ابی نے اپنے لیئے دعا مانگی کہ ان کو ایسا بخار چڑھے جو ان کو موت تک نہ چھوڑے (ہمیشہ چڑھا ہی رہے) لیکن ان کو حج اور عمرہ اور جہاد فی سبیل اللہ اور نماز باجماعت سے بھی نہ روکے (ان کی یہ دعا قبول ہوئی اور) موت تک ان کی یہ کیفیت رہی کہ جو انسان بھی انہیں ہاتھ لگاتا وہ بخار کی حرارت محسوس کرتا۔[۳]

۱۔ اخرجه ابن اسحاق وغیرہ ۲۔ اخرجه ابن عساکر

۳۔ عند ابن عساکر وعند الا مام احمد وابی یعلی کذافی الکنز (ج ۲ص ۱۵۳) قال فی الا الاصابة (ج ۱ص ۲۰) رواہ الا مام احمد وابو یعلی وابن ابی الدنیا وصححه ابن حبان ورواہ الطبرانی من حدیث ابی بن کعب بمعناہ وسنادہ حسن انتهی واخرجه ابن عساکر کما فی الکنز (ج ۷ص ۲) وابو نعیم فی الحلیة (ج ۱ص ۲۵۵) عن ابی بن کعب بمعناہ

اللہ کے راستہ میں نیزے یا کسی اور چیز سے زخمی ہونا

حضرت جندب بن سفیانؓ فرماتے ہیں کہ ایک دفعہ حضور ﷺ پیدل جارہے تھے کہ اچانک ایک پتھر سے آپ کو ٹھوکر لگی جس سے آپ کی انگلی مبارک خون آلود ہو گئی۔ آپ نے یہ شعر پڑھا:

هل انت الا اصبع دميت وفي سبيل الله ما لقيت

تو ایک انگلی ہی تو ہے جو خون آلود ہو گئی ہے اور تجھے جو تکلیف آئی ہے یہ اللہ کے راستہ میں ہی آئی ہے[1] اور صفحہ ۳۰۰ پر حضور ﷺ کے سختیوں اور تکلیفوں کے برداشت کرنے کے باب میں حضرت انسؓ کی حدیث گزر چکی ہے کہ جنگ احد کے دن حضور کا رباعی دندان مبارک شہید ہو گیا تھا اور آپ کا سر مبارک زخمی ہو گیا تھا۔ آگے اور حدیث بھی ذکر کی ہے[2]

اور صفحہ ۳۰۰ پر حضرت عائشہؓ کی حدیث گزر چکی ہے کہ وہ فرماتی ہیں کہ جب حضرت ابو بکرؓ جنگ احد کا ذکر فرماتے تو یہ ارشاد فرماتے کہ یہ دن سارے کا سارا حضرت طلحہ کے حساب میں ہے۔ پھر تفصیل سے بیان کرتے۔ آگے اور حدیث بھی ہے جس میں یہ مضمون بھی ہے کہ ہم دونوں حضور ﷺ کی خدمت میں پہنچے تو ہم نے دیکھا کہ آپ کا رباعی دندان مبارک شہید ہو چکا ہے اور آپ کا چہرہ مبارک زخمی ہے اور خود کی دو کڑیاں آپ کے رخسار مبارک میں گھس گئی ہیں۔ آپ نے فرمایا اپنے ساتھی طلحہ کی خبر لو۔ جو زیادہ خون نکلنے کی وجہ سے کمزور ہو چکے تھے۔ آگے اور حدیث بھی ہے جس میں یہ ہے کہ ہم حضورؐ کی خدمت سے فارغ ہو کر حضرت طلحہ کے پاس آئے وہ ایک گڑھے میں پڑے ہوئے تھے اور ان کے جسم پر نیزے اور تلوار کے ستر سے زیادہ زخم تھے اور ان کی انگلی بھی کٹ گئی تھی۔ ہم نے ان کی دیکھ بھال کی۔

حضرت ابراہیم بن سعد کہتے ہیں کہ مجھے یہ بات پہنچی ہے کہ حضرت عبدالرحمٰن بن عوفؓ کو جنگ احد کے دن اکیس زخم آئے تھے ان کا ایک پاؤں بھی زخمی ہوا تھا جس کی وجہ سے وہ لنگڑا کر چلا کرتے تھے[3] حضرت انس بن مالکؓ فرماتے ہیں کہ میرے چچا حضرت انس بن نضر بدر کی لڑائی میں شریک نہیں ہو سکے تھے۔ انہوں نے عرض کیا یا رسول اللہ! آپ نے مشرکین سے جو سب سے پہلی لڑائی لڑی میں اس میں شریک نہیں ہو سکا۔ اب آئندہ اگر اللہ

۱۔ اخرجه البخاري على (ص ۹۰۸) ۲۔ اخرجه الشيخان وغيرهما

۳۔ اخرجه ابو نعيم كذافي المنتخب (ج ۵ ص ۷۷)

تعالیٰ نے مجھے مشرکین سے لڑائی میں شریک ہونے کا موقع دیا تو اللہ تعالیٰ دیکھ لیں گے کہ میں کیا کرتا ہوں۔ چنانچہ جنگ احد کے دن جب مسلمانوں کو شکست ہونے لگی تو انہوں نے کہا اے اللہ! صحابہؓ نے جو کچھ کیا، میں تجھ سے اس کی معذرت چاہتا ہوں اور مشرکین نے جو کچھ کیا ہے میں اس سے برات کا اظہار کرتا ہوں یہ کہہ کر وہ آگے بڑھے تو سامنے سے حضرت سعد بن معاذؓ ان کو آتے ہوئے ملے تو انہوں نے کہا اے سعد بن معاذ! (میرے باپ) نضر کے رب کی قسم! احد پہاڑ کے پیچھے سے مجھے جنت کی خوشبو آرہی ہے۔ حضرت سعد نے (بعد میں یہ قصہ بیان کرتے ہوئے) حضورؐ سے کہا یارسول اللہ! حضرت انس نے جو کر دکھایا (اور جس بہادری سے وہ لڑے) وہ میں نہ کر سکا۔ حضرت انس بن مالک فرماتے ہیں کہ ہم نے ان کے جسم پر تلوار اور نیزے اور تیر کے اسّی سے زیادہ زخم پائے۔ ہم نے دیکھا کہ وہ شہید ہو چکے ہیں اور مشرکوں نے ان کے کان ناک وغیرہ بھی کاٹ رکھے ہیں۔ جس کی وجہ سے کوئی ان کو نہ پہچان سکا۔ صرف ان کی بہن نے ان کو ان کے ہاتھ کے پوروں سے پہچانا۔ حضرت انس فرماتے ہیں کہ ہمارا خیال ہے کہ یہ آیت حضرت انس اور ان جیسے لوگوں کے بارے میں نازل ہوئی ہے۔ مِنَ الْمُؤْمِنِيْنَ رِجَالٌ صَدَقُوْا مَا عَاهَدُوا اللّٰهَ عَلَيْهِ

ترجمہ: "ایمان والوں میں کتنے مرد ہیں کہ سچ کر دکھلایا جس بات کا عہد کیا تھا اللہ سے"

۱ حضرت انسؓ فرماتے ہیں کہ میرے چچا (حضرت انس بن نضر) جن کے نام پر میرا نام انس رکھا گیا وہ غزوہ بدر میں حضور علیہ السلام کے ساتھ شریک نہیں ہوئے تھے اور یہ شریک نہ ہونا ان پر بڑا گراں تھا اس لیئے انہوں نے کہا کہ حضور ﷺ کا یہ پہلا غزوہ ہوا ہے اور میں اس میں شریک نہیں ہو سکا۔ اگر آئندہ اللہ تعالیٰ نے مجھے حضورؐ کے ساتھ کسی غزوہ میں شریک ہونے کا موقع دیا تو اللہ تعالیٰ دیکھ لیں گے کہ میں کیا کرتا ہوں۔ اس کے علاوہ مزید کچھ اور کہنے کی ان کو ہمت نہ ہوئی چنانچہ وہ حضورؐ کے ساتھ غزوہ احد میں شریک ہوئے۔ (جنگ کے دوران) ان کو حضرت سعد بن معاذؓ سامنے سے آتے ہوئے ملے۔ تو حضرت انس نے ان سے کہا اے ابو عمرو! تم کہاں ہو؟ واہ، واہ۔ جنت کی خوشبو دار ہوا کیا ہی عمدہ ہے جو مجھے احد کے پیچھے سے آرہی ہے۔ پھر انہوں نے کافروں سے جنگ شروع کر دی یہاں تک کہ شہید ہو گئے اور ان کے جسم میں تلوار اور نیزے اور تیر کے اسّی سے زیادہ زخم پائے گئے ان کی بہن میری پھوپھی ربیع بنت نضر فرماتی ہیں کہ میں اپنے بھائی کو صرف ان کے پوروں سے ہی پہچان

---

۱ اخرجه البخاری واللفظ له ومسلم والنسائی کذافی الترغیب (ج ۲ ص ٤٣٦) واخرجه ایضا الامام احمد والترمذی عن انسؓ بنحوه

سکی۔ اس پر یہ آیت نازل ہوئی۔

مِنَ الْمُؤْمِنِیْنَ رِجَالٌ صَدَقُوْا مَا عَاهَدُوا اللّٰهَ عَلَيْهِ فَمِنْهُمْ مَّنْ قَضٰى نَحْبَهٗ وَمِنْهُمْ مَّنْ يَّنْتَظِرُ وَمَا بَدَّلُوْا تَبْدِيْلًا

ترجمہ: "ایمان والوں میں کتنے مرد ہیں، کہ سچ کر دکھلایا جس بات کا عہد کیا تھا اللہ سے۔ پھر کوئی تو ان میں پورا کر چکا اپنا ذمہ۔ اور کوئی ہے ان میں راہ دیکھ رہا اور بدلا نہیں ذرہ۔" حضرت انس فرماتے ہیں کہ صحابہؓ کا خیال یہ تھا کہ یہ آیت حضرت انس بن نضر اور ان کے ساتھیوں کے بارے میں نازل ہوئی ہے۔[1]

حضرت ابن عمرؓ فرماتے ہیں کہ حضور ﷺ نے غزوہ موتہ میں حضرت زید بن حارثہؓ کو امیر بنا کر بھیجا اور آپ نے فرمایا اگر زید شہید ہو جائیں تو جعفر امیر ہوں گے اور اگر جعفر شہید ہو جائیں تو عبداللہ بن رواحہ امیر ہوں گے۔ حضرت عبداللہ (ابن عمر) فرماتے ہیں میں بھی اس غزوہ میں مسلمانوں کے ساتھ گیا تھا۔ (لڑائی کے بعد) ہم نے حضرت جعفر بن ابی طالب کو تلاش کرنا شروع کیا تو ہم نے ان کو شہیدوں میں پایا اور ہم نے ان کے جسم میں تلوار اور تیر کے نوے سے زیادہ زخم پائے اور ان کی ایک روایت میں یہ ہے کہ ان میں سے ایک بھی زخم ان کی پشت پر نہیں تھا (بلکہ سارے زخم ان کے اگلے حصہ میں تھے)۔[2]

حضرت عمرو بن شرجیلؒ فرماتے ہیں کہ جب غزوہ خندق کے دن حضرت سعد بن معاذؓ کو تیر لگا۔ تو ان کا خون حضور ﷺ پر گرنے لگا۔ حضرت ابو بکرؓ آکر کہنے لگے۔ ہائے کمر ٹوٹ گئی۔ حضورؐ نے فرمایا خاموش رہو۔ پھر حضرت عمرؓ آئے اور انہوں نے (حضرت سعد کی حالت دیکھ کر) کہا انا للہ وانا الیہ راجعون۔[3]

حضرت سعید بن عبید ثقفیؒ فرماتے ہیں کہ غزوہ طائف کے دن میں نے حضرت ابو سفیان بن حربؓ کو ابو یعلیٰ کے باغ میں دیکھا کہ بیٹھے ہوئے کچھ کھا رہے ہیں۔ میں نے ان کو تیر مارا جو ان کی آنکھ میں لگا۔ چنانچہ وہ حضورؐ کی خدمت میں گئے اور عرض کیا یا رسول اللہ! یہ میری

---

[1] عند الا مام احمد ایضا من وجہ آخر ورواہ الترمذی والنسائی وقال الترمذی حسن صحیح کذافی البدایۃ (ج ٤ ص ٣٢) واخرجہ ایضا الطیالسی وابن سعد وابن ابی شیبۃ والحارث وابن جریر وابن المنذر وابن ابی حاتم وابن مردویہ کما فی الکنز (ج ٧ ص ١٥) وابو نعیم فی الحلیۃ (ج ١ ص ١٢١) والبیھقی (ج ٩ ص ٢٤)

[2] اخرجہ البخاری کذافی البدایۃ (ج ٤ ص ٢٤٥) واخرجہ الطبرانی ایضاً عن ابن عمر نحوہ کما فی الا صابۃ (ج ١ ص ٢٣٨) وابو نعیم فی الحلیۃ (ج ١ ص ١١٧) وابن سعد (ج ٤ ص ٢٦)

[3] اخرجہ ابن ابی شیبۃ کذافی الکنز (ج ٨ ص ١٢٢)

آنکھ ہے جو اللہ کے راستے میں ضائع ہو گئی ہے۔ حضورؐ نے فرمایا اگر تم چاہو تو میں اللہ سے دعا کر دوں جس سے تمہاری آنکھ تمہیں واپس مل جائے اور اگر تم چاہو تو (تم صبر کر لو اور) تمہیں جنت مل جائے۔ حضرت ابو سفیان نے عرض کیا مجھے تو جنت چاہیے (آنکھ نہیں چاہیے)[1]

حضرت قتادہ بن نعمانؓ فرماتے ہیں کہ جنگ بدر کے دن ان کی آنکھ زخمی ہو گئی اور آنکھ کی پتلی ان کے رخسار پر لٹک گئی لوگوں نے اسے کاٹنا چاہا۔ آگے پوری حدیث بیان کی جو کہ آگے صحابہ کی تائید غیبی کے باب میں آئے گی۔ انشاء اللہ۔[2]

حضرت رفاعہ بن رافعؓ فرماتے ہیں کہ جنگ بدر کے موقع پر لوگ امیہ بن خلف کے پاس جمع ہو گئے ہم بھی اس کے پاس گئے۔ میں نے دیکھا کہ اس کی زرہ کا ایک ٹکڑا اس کی بغل کے نیچے سے ٹوٹا ہوا ہے۔ میں نے اس پر تلوار زور سے ماری۔ جنگ بدر کے دن مجھے ایک تیر لگا جس سے میری آنکھ پھوٹ گئی۔ حضور ﷺ نے اس پر لعاب مبارک لگایا اور میری آنکھ کے لیے ٹھیک ہونے کی دعا فرمائی۔ اس کے بعد مجھے کوئی تکلیف نہ رہی۔[3]

صفحہ ۳۵۹ پر یحییٰ بن عبدالحمید کی حدیث گزر چکی ہے کہ ان کی دادی بیان کرتی ہیں کہ حضرت رافع بن خدیجؓ کو چھاتی میں ایک تیر لگا اور صفحہ ۳۵۸ پر حضرت ابو السائبؓ کی حدیث دعوت الی اللہ کی وجہ سے زخموں اور بیماریوں کے برداشت کرنے کے باب میں گزر چکی ہے کہ بنو عبدالاشہل کے ایک آدمی نے کہا کہ میں اور میرا بھائی غزوہ احد میں شریک ہوئے ہم دونوں (وہاں سے) زخمی ہو کر واپس ہوئے۔ پھر آگے حدیث بیان کی جس میں یہ ہے کہ اللہ کی قسم! ہمارے پاس سوار ہونے کے لیے کوئی سواری نہیں تھی اور ہم دونوں بھائی بہت زیادہ زخمی اور بیمار تھے۔ بہر حال ہم دونوں حضورؐ کے ساتھ چل دیئے میں اپنے بھائی سے کم زخمی تھا۔ جب چلتے چلتے میرا بھائی ہمت ہار جاتا تھا تو میں کچھ دیر کے لیے اسے اٹھا لیتا پھر کچھ دیر وہ پیدل چلتا۔ (ہم دونوں اس طرح چلتے رہے اور میں بھائی کو بار بار اٹھاتا رہا) یہاں تک کہ ہم بھی وہاں پہنچ گئے جہاں باقی مسلمان پہنچے تھے۔

حضرت انسؓ فرماتے ہیں کہ حضرت براءؓ نے مسیلمہ (کذاب) سے جنگ کے دن اپنے آپ کو باغ والوں پر پھینک دیا (مسیلمہ کے ساتھی ایک باغ میں داخل ہو گئے تھے اور اندر سے انہوں نے دروازہ بند کر لیا تھا۔ باغ کے چاروں طرف دیوار تھی۔ حضرت براء اس دیوار کو

---

[1] اخرجه ابن عساكر كذافي الكنز (ج ۵ ص ۳۰۷) واخرجه ايضا الزبير بن بكار نحوه كما في الكنز (ج ۲ ص ۱۷۸)
[2] اخرجه البغوى وابو يعلى عن عاصم بن عمر بن قتادة
[3] اخرجه البزار والطبرانى قال الهيثمى (ج ۶ ص ۸۲) وفيه عبدالعزيز بن عمران وهو ضعيف انتهى

پھلانگ کر اندر داخل ہوئے تھے) چنانچہ اندر جا کر انہوں نے اکیلے ہی لڑنا شروع کیا (اور اتنے زور سے حملہ کیا کہ دروازے تک پہنچنے میں کامیاب ہو گئے) اور انہوں نے دروازہ کھول دیا۔ انہیں تیر اور تلوار کے اسّی سے زیادہ زخم آچکے تھے۔ پھر ان کو اٹھا کر علاج کے لیئے ان کی قیام گاہ پر پہنچایا گیا اور حضرت خالدؓ (ان کی تیمارداری اور علاج کے لیئے) ایک مہینہ ان کے پاس ٹھہرے رہے۔[1]

حضرت اسحاق بن عبداللہ بن ابی طلحہؒ فرماتے ہیں کہ حضرت انس بن مالکؓ اور ان کے بھائی ملک عراق میں حریق مقام پر دشمن کے ایک قلعہ کے پاس تھے۔ دشمن کے آدمی گرم زنجیروں میں آنکڑے باندھ کر پھینک رہے تھے (مسلمانوں میں سے) جو آدمی اس آنکڑے میں پھنس جاتا اسے وہ اپنی طرف کھینچ لیتے چنانچہ انہوں نے حضرت انس کے ساتھ بھی ایسے ہی کیا (انہیں آنکڑے میں پھنسا لیا) تو حضرت براءؓ آگے بڑھے اور دیوار کی طرف دیکھتے رہے (جیسے ہی انہیں موقع ملا) انہوں نے ہاتھ سے اس زنجیر کو پکڑ لیا اور جب تک اس آنکڑے کی (پیچھے والی) رسی نہ کاٹ لی اس وقت تک اس گرم زنجیر کو ہاتھ سے پکڑے رکھا۔ اس کے بعد جب انہوں نے اپنے ہاتھوں کو دیکھا تو ہاتھوں کی ہڈیاں نظر آرہی تھیں اور گوشت جل کر ختم ہو چکا تھا۔ اس طرح اللہ تعالی نے حضرت انس بن مالکؓ کو بچالیا۔[2]

ایک روایت میں اس طرح ہے کہ ایک آنکڑا حضرت انس بن مالکؓ پر آگرا (جس میں وہ پھنس گئے) دشمن نے حضرت انسؓ کو کھینچنا شروع کیا یہاں تک کہ ان کو زمین سے اٹھا لیا۔ (ان کے بھائی) حضرت براءؓ دشمن سے لڑ رہے تھے تو ان کو لوگوں نے آکر کہا کہ اپنے بھائی کو بچالو۔ چنانچہ وہ دوڑتے ہوئے آئے اور دیوار پر کود کر چڑھ گئے پھر اپنے ہاتھ سے اس گرم زنجیر کو پکڑ لیا وہ زنجیر گھوم رہی تھی۔ زنجیر کو پکڑ کر اسے کھینچتے رہے اور (گرم زنجیر کی وجہ سے ان کے ہاتھوں کی کھال اور گوشت جلنے لگا اور پھر) ان کے ہاتھوں سے دھواں نکلتا رہا۔ یہاں تک کہ انہوں نے (زنجیر کی) رسی کاٹ ڈالی۔ پھر انہوں نے اپنے ہاتھوں کی طرف دیکھا۔ آگے پچھلی حدیث جیسا مضمون ذکر کیا ہے۔[3]

---

[1] اخرجه خليفة واخرجه ايضابقى بن مخلدفى مسنده عن خليفة با سناده مثله كما فى الاصابة (ج ۱ ص ۱۴۳)
[2] اخرجه الطبرانى كذافى الا صابة (ج ۱ ص ۱۴۳)
[3] ذكره فى المجمع عن الطبرانى قال الهيثمى (ج۹ ص ۳۲۵) واسناده حسن انتهى

شہادت کی تمنا اور اس کے لیئے دعا کرنا

حضرت ابو ہریرہؓ فرماتے ہیں کہ میں نے حضور ﷺ کو یہ فرماتے ہوئے سنا کہ اس ذات کی قسم! جس کے قبضہ میں میری جان ہے۔ اگر کچھ مومن ایسے نہ ہوتے جن کو میرے سے پیچھے رہ جانا بالکل پسند نہیں ہے اور میرے پاس اتنی سواریاں بھی نہیں ہیں جن پر میں ان کو سوار کرا کر ہر سفر میں ساتھ لے جاؤں تو میں اللہ کے راستہ میں غزوہ کے لیئے جانے والی کسی جماعت سے پیچھے نہ رہتا اور اس ذات کی قسم جس کے قبضہ میں میری جان ہے میری یہ دلی آرزو ہے کہ مجھے اللہ کے راستہ میں شہید کیا جائے۔ پھر مجھے زندہ کیا جائے۔ پھر شہید کیا جائے پھر مجھے زندہ کیا جائے۔ پھر شہید کیا جائے پھر مجھے زندہ کیا جائے۔ پھر مجھے شہید کیا جائے۔ [1]

حضرت ابو ہریرہؓ فرماتے ہیں۔ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ جو شخص اللہ کے راستے میں نکلے اللہ تعالیٰ اس کی ضمانت لیتے ہیں۔ چنانچہ فرماتے ہیں کہ اس کا یہ نکلنا صرف میرے راستہ میں جہاد کرنے اور مجھ پر ایمان رکھنے اور میرے رسولوں کی تصدیق کی وجہ سے ہو تو یہ میرے ذمہ ہے کہ یا تو میں اسے جنت میں داخل کروں گا یا اسے اجر و ثواب اور مال غنیمت دے کر اس کے گھر کو واپس کروں گا، جس میں سے اب نکل کر آیا ہے۔ اس ذات کی قسم جس کے قبضہ میں محمد (ﷺ) کی جان ہے جو زخم بھی مسلمان کو اللہ کے راستہ میں لگتا ہے قیامت کے دن وہ زخم اسی حالت میں ہو گا جو حالت زخمی ہونے کے وقت تھی۔ اس کا رنگ تو خون والا ہو گا اور اس کی خوشبو مشک والی ہو گی۔ اس ذات کی قسم جس کے قبضہ میں محمد (ﷺ) کی جان ہے (سواری نہ ہونے کی وجہ سے پیچھے رہ جانے والے) مسلمانوں پر میرا (انہیں مدینہ چھوڑ کر) غزوہ میں جانا گراں نہ ہوتا تو میں اللہ کے راستہ میں جانے والی کسی جماعت سے پیچھے نہ رہتا لیکن (کیا کروں) نہ تو میرے پاس ان کو سواری دینے کی گنجائش ہے اور نہ اس کی ان کے پاس گنجائش ہے اور میرے سے پیچھے رہ جانے پر انہیں بہت زیادہ گرانی ہوتی ہے۔ اس ذات کی قسم جس کے قبضہ میں محمد (ﷺ) کی جان ہے۔ یہ میری دلی آرزو ہے کہ میں اللہ کے راستہ میں جاؤں اور مجھے قتل کر دیا جائے پھر میں اللہ کے راستہ میں جاؤں اور مجھے قتل کر دیا جائے پھر میں اللہ کے راستہ میں جاؤں اور مجھے قتل کر دیا جائے۔ [2]

حضرت قیس بن ابی حازم فرماتے ہیں کہ ایک دن حضرت عمرؓ نے لوگوں میں بیان فرمایا

۱؎ اخرجه البخاری ۲؎ اخرجه مسلم (ج ۲ ص ۱۳۳) واخرجه الحدیث ایضا الامام احمد والنسائی کما فی کنز العمال (ج ۲ ص ۲۵۵)

اور بیان میں یہ بات کہی کہ جنت عدن میں ایک محل ہے جس کے پانچ سو دروازے ہیں۔ اور ہر دروازے پر پانچ ہزار آہو چشم حوریں ہیں اس میں (صرف تین قسم کے آدمی داخل ہوں گے ایک تو) نبی داخل ہوگا پھر حضور ﷺ کی قبر کی طرف متوجہ ہو کر فرمایا اے قبر والے آپ کو مبارک ہو۔ پھر فرمایا یا صدیق داخل ہوگا پھر حضرت ابو بکر کی قبر کی طرف متوجہ ہو کر فرمایا اے ابو بکر تمہیں مبارک ہو پھر فرمایا یا شہید داخل ہوگا پھر اپنی طرف متوجہ ہو کر فرمایا اے عمر! تمہیں شہادت کا درجہ کہاں مل سکتا ہے؟ پھر فرمایا جس اللہ نے مجھے مکہ سے نکال کر مدینہ کی ہجرت کی سعادت نصیب فرمائی وہ اس بات پر قادر ہے کہ شہادت کو کھینچ کر میرے پاس لے آئے۔[1] اور ایک روایت میں یہ ہے کہ اس کے بعد حضرت ابن مسعودؓ نے فرمایا کہ چنانچہ اللہ تعالیٰ نے اس بدترین انسان کے ہاتھوں آپ کی شہادت نصیب فرمائی جو کہ حضرت مغیرہؓ کا غلام تھا۔[2]

حضرت اسلم فرماتے ہیں کہ حضرت عمرؓ یہ دعا فرمایا کرتے تھے اے اللہ! مجھے اپنے راستے کی شہادت اور اپنے رسولؐ کے شہر کی موت نصیب فرما[3] حضرت حفصہؓ فرماتی ہیں کہ میں نے حضرت عمرؓ کو یہ دعا مانگتے ہوئے سنا۔ اے اللہ! مجھے اپنے راستہ کی شہادت اور اپنے نبی ﷺ کے شہر کی موت نصیب فرما۔ میں نے کہا یہ (ان دو باتوں کا جمع ہونا) کیسے ہو سکتا ہے؟ تو حضرت عمر نے فرمایا اللہ چاہے گا تو ایسے کر دے گا۔[4]

حضرت سعد بن ابی وقاصؓ فرماتے ہیں کہ حضرت عبداللہ بن جحشؓ نے ان سے جنگ احد کے دن کہا کیا تم اللہ سے دعا نہیں مانگتے ہو؟ اس پر وہ دونوں حضرات ایک کونے میں گئے اور پہلے حضرت سعد نے یہ دعا مانگی اے میرے رب! کل کو جب میں دشمن سے لڑنے جاؤں تو میرے مقابلہ میں ایسے بہادر کو مقرر فرما جو سخت حملہ کرے۔ پھر مجھے اس پر فتح نصیب فرما۔ یہاں تک کہ میں اسے قتل کر کے اس کا مال غنیمت لے لوں۔ حضرت عبداللہ بن جحش نے آمین کہی۔ پھر انہوں نے یہ دعا مانگی، اے اللہ! کل کو میدان جنگ میں ایک بہادر سے میرا مقابلہ کرا جو بہت غصہ والا اور سخت حملہ والا ہو۔ میں اس پر تیری وجہ سے حملہ کروں اور وہ مجھ پر زور دار حملے کرے پھر وہ مجھے پکڑ کر میرے ناک اور کان کاٹ دے۔ پھر کل جب تیرے حضور میں میری پیشی ہو تو، تو کہے کہ تیرے ناک اور کان کیوں کاٹے گئے؟ تو میں

---

[1] اخرجه الطبرانی وابن عساکر کذافی کنز العمال (ج۷ ص ۲۷٤)

[2] زاده فی مجمع الزوائد (ج۹ ص ۵۵) عن الطبرانی قال الهیثمی رجاله رجال الصحیح غیر شریك النخعی وهو ثقة وفیه خلاف اه [3] اخرجه البخاری

[4] واخرجه الاسماعیلی کذافی فتح الباری (ج ٤ ص ۷۱)

کہوں تیری اور تیرے رسول کی وجہ سے۔ پھر تو کہے کہ ہاں تم نے ٹھیک کہا۔ حضرت سعد فرماتے ہیں اے میرے بیٹے! حضرت عبداللہ بن جحش کی دعا میری دعا سے بہتر تھی۔ چنانچہ میں نے دن کے آخری حصے یعنی شام کو دیکھا کہ ان کے ناک اور کان ایک دھاگے میں پروئے ہوئے ہیں۔[1]

حضرت سعید بن مسیبؒ فرماتے ہیں کہ حضرت عبداللہ بن جحشؓ نے یہ دعا مانگی، اے اللہ! میں تجھے قسم دیتا ہوں کہ کل جب میں دشمن سے ملوں تو وہ مجھے قتل کر کے میرے پیٹ کو پھاڑ دے اور میرے ناک اور کان کاٹ دے پھر تو مجھ سے پوچھے یہ سب کچھ کیوں ہوا؟ تو میں کہوں (یہ سب کچھ) تیرے لئے ہوا۔ حضرت سعید بن مسیب فرماتے ہیں کہ جیسے اللہ نے ان کی قسم کا شروع والا حصہ پورا کر دیا ایسے ہی قسم کا آخری حصہ بھی ضرور پورا کریں گے۔[2]

حضرت انسؓ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا بہت سے دو پرانی چادروں والے ایسے ہیں کہ ان کی طرف کوئی توجہ ہی نہیں کرتا (لیکن) اگر وہ اللہ پر قسم کھالیں تو اللہ ان کی قسم کو ضرور پورا کر دے اور ان لوگوں میں سے ایک حضرت براء بن مالکؓ بھی ہیں۔ چنانچہ جب جنگ تستر کے دن مسلمانوں کو شکست ہونے لگی تو لوگوں نے کہا اے براء! اللہ کو قسم دے کر (فتح کی) دعا کرو۔ چنانچہ حضرت براء نے کہا اے میرے رب! میں تجھے قسم دے کر کہتا ہوں کہ تو دشمن کے کندھے ہمارے ہاتھوں میں دے دے اور مجھے اپنے نبی ﷺ سے ملا دے۔ (یعنی مجھے شہادت کی موت نصیب فرما اور مسلمانوں کو فتح عطا فرما) حضرت انس فرماتے ہیں کہ حضرت براء اسی دن شہید ہو گئے۔[1]

حضرت انسؓ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا۔ کہ بہت سے لوگ ایسے ہیں جو خود بھی کمزور ہوتے ہیں اور دوسرے لوگ بھی ان کو کمزور سمجھتے ہیں۔ ان کے پاس اوڑھنے کے لیے صرف دو پرانی چادریں ہوتی ہیں لیکن اگر وہ اللہ پر قسم کھالیں تو اللہ ان کی قسم کو

---

[1] اخرجه الطبرانی قال الهیثمی (ج۹ص ۳۰۲)رجاله رجال الصحیح اه وهکذا اخرجه البغوی کما فی الا صابة (ج۲ص ۲۸۷)وابن وهب کما فی الا ستیعاب (ج۲ص ۲۸٤) والبیهقی (ج٦ص ۲۰۷)مثله وهکذا اخرجه ابو نعیم فی الحلیة (۱ص ۱۰۹) الا انه لم یذکر دعاء سعد واقتصر علی دعاء عبدالله

[2] اخرجه الحاکم (ج۳ص ۲۰۰)قال الحاکم هذا حدیث صحیح علی شرط الشیخین لو لا ارسال فیه وقال الذهبی ارسال صحیح اه وهکذا اخرجه ابن شاهین وابن المبارك فی الجهاد کما فی الا صابة(ج ۲ص ۲۸۷)وابو نعیم فی الحلیه (ج۱ص ۱۰۹) وابن سعد (ج ۳ص ٦۳)

[3] اخرجه ابو نعیم کذافی الکنز (ج۷ص ۱۱)واخرجه الترمذی نحوه کما فی الا صابة(ج۱ص ۱٤٤)

ضرور پورا کر دے اور ان لوگوں میں سے حضرت براء بن مالکؓ بھی ہیں۔ چنانچہ حضرت براء کا مشرکین کی ایک جماعت کے ساتھ مقابلہ ہوا اور اس دن مشرکوں نے مسلمانوں کو سخت جانی نقصان پہنچایا تھا۔ تو مسلمانوں نے کہا اے براء! رسول اللہ ﷺ نے فرمایا ہے کہ اگر آپ اللہ پر قسم کھائیں تو اللہ آپ کی قسم کو ضرور پورا کر دیں گے اس لیئے (آج مسلمانوں کو شکست سے بچانے اور فتح دلوانے کے لیئے) آپ اپنے رب پر قسم کھائیں۔ تو حضرت براء نے کہا اے میرے رب! میں تجھے قسم دیتا ہوں کہ تو دشمن کے کندھے ہمارے ہاتھوں میں دے دے (چنانچہ اس دن مسلمانوں کو فتح ہو گئی) اس کے بعد پھر سوس شہر کے پل پر مسلمانوں کا مشرکوں سے مقابلہ ہوا۔ مشرکوں نے اس دن بھی مسلمانوں کو سخت جانی نقصان پہنچایا۔ اس پر مسلمانوں نے حضرت براء سے کہا اے براء! آپ اپنے رب پر قسم کھائیں۔ چنانچہ انہوں نے کہا اے میرے رب! میں تجھے اس بات کی قسم دیتا ہوں کہ تو دشمن کے کندھے ہمارے ہاتھوں میں دے دے اور مجھے اپنے نبی کریم ﷺ کے ساتھ ملا دے۔ چنانچہ مسلمانوں کو مشرکوں پر فتح ہوئی اور حضرت براء خود شہید ہو گئے۔ [1]

حضرت حمید بن عبدالرحمٰن حمیری کہتے ہیں کہ حضور ﷺ کے صحابہؓ میں سے ایک صحابی کا نام حممہ تھا وہ حضرت عمرؓ کے زمانے میں اصفہان کے جہاد میں شریک ہوئے تو انہوں نے دعا مانگی اے اللہ! حممہ یہ دعوی کرتا ہے کہ وہ تیری ملاقات کو یعنی مرنے کو بہت زیادہ پسند کرتا ہے۔ اے اللہ! اگر وہ (اپنے اس دعوے میں) سچا ہے تو تو اس کی سچائی کی وجہ سے اسے اس کی ہمت و قوت نصیب فرما۔ (کہ وہ خوشی خوشی تیرے راستہ میں شہادت کو گلے لگا لے) اور اگر وہ (اپنے اس دعوے میں) جھوٹا ہے تو چاہے وہ اسے پسند نہ کرے لیکن تو اسے اپنے راستہ کی موت دے۔ آگے حدیث اور بھی ہے اور اس میں یہ بھی ہے کہ وہ اس دن شہید ہو گئے اور حضرت ابو موسیٰؓ نے فرمایا کہ بے شک یہ شہید ہیں۔ [2]

امام احمد کی اسی روایت میں یہ مضمون بھی مزید ہے کہ حضرت حممہ کی دعا میں یہ بھی تھا کہ اگر یہ حممہ تیری ملاقات یعنی تیرے راستے کی موت کو ناگوار سمجھتا ہے، تو چاہے یہ ناگوار سمجھے، تو اسے اپنے راستہ کی موت دے دے۔ اے اللہ! حممہ اپنے سفر سے اپنے گھر واپس نہ جا سکے۔ چنانچہ انہیں اسی سفر میں اللہ کے راستہ میں موت آ گئی۔ حضرت عفان راوی بھی یہ

---

[1] اخرجه الحاكم (ج ٣ص ٢٩١) قال الحاكم (ج ٣ص ٢٩٢) هذا حديث صحيح الاسنادولم يخرجاه قال الذهبى صحيح اخرجه ابو نعيم فى الحلية (ج ١ ص ٧) نحوه

[2] اخرجه ابو داؤد مسدد و الحارث وابن ابى شيبة وابن المبارك كذافى الا صابة (ج ١ص ٣٥٥)

بیان کرتے تھے کہ ان کو پیٹ کی بیماری ہو گئی تھی جس سے وہ اصفہان میں فوت ہو گئے تھے (ان کے انتقال کے بعد) حضرت ابو موسیٰؓ نے کھڑے ہو کر فرمایا اے لوگو! جو کچھ ہم نے تمہارے نبی کریم ﷺ سے سنا ہے اور جہاں تک ہمارا علم ہے اس کے مطابق حضرت حممہ شہید ہی ہیں۔[1]

حضرت معقل بن یسار کہتے ہیں کہ حضرت عمر بن خطابؓ نے ہرمزان (ایرانی لشکر کا سپہ سالار جو مسلمانوں سے شکست کھا کر حضرت عمر کے ہاتھ پر مسلمان ہو گیا تھا) سے مشورہ فرمایا کہ میں جہاد کہاں سے شروع کروں؟ فارس سے یا آذربائی جان سے یا اصفہان سے؟ تو ہرمز نے کہا کہ فارس اور آذربائی جان تو دو پر ہیں اور اصفہان سر ہے اگر تم ایک پر کاٹ دو گے تو دوسرا کام دیتا رہے گا اور اگر تم سر کاٹ دو گے تو دونوں پر بیکار ہو جائیں گے۔ اس لیے آپ سر سے یعنی اصفہان سے شروع کریں۔ چنانچہ حضرت عمرؓ مسجد میں تشریف لے گئے وہاں حضرت نعمان بن مقرنؓ نماز پڑھ رہے تھے۔ حضرت عمرؓ ان کے پاس جا کر بیٹھ گئے۔ جب انھوں نے اپنی نماز پوری کرلی تو ان سے حضرت عمرؓ نے فرمایا کہ میں تم کو اپنا عامل بنانا چاہتا ہوں تو حضرت نعمان نے فرمایا کہ مال جمع کرنے والا عامل تو میں بننا نہیں چاہتا ہوں، البتہ جان دینے والا عامل بننے کو تیار ہوں۔ حضرت عمر نے فرمایا جان دینے والا عامل بنانا چاہتا ہوں۔ چنانچہ حضرت عمر نے ان کو اصفہان (لشکر کا امیر بنا کر) بھیجا۔ آگے اور حدیث ذکر کی۔ پھر یہ مضمون ہے کہ حضرت مغیرہ نے حضرت نعمان سے کہا اللہ آپ پر رحم فرمائے۔ لوگوں پر (دشمن کی طرف سے) تیزی سے (تیر) آ رہے ہیں۔ اس لیے آپ (دشمن پر جوابی) حملہ کر دیں۔ حضرت نعمان نے کہا اللہ کی قسم! آپ تو بہت سے فضائل و مناقب والے ہیں میں کئی جنگوں میں حضور ﷺ کے ساتھ شریک ہوا ہوں۔ (تو آپ کی عادت شریفہ یہ تھی) کہ جب دن کے شروع میں لڑائی شروع نہ فرماتے تو پھر لڑائی کو مؤخر فرماتے یہاں تک کہ سورج ڈھل جاتا، ہوائیں چل پڑتیں اور مدد اترنے لگتی۔ پھر حضرت نعمان نے فرمایا میں اپنے جھنڈے کو تین مرتبہ ہلاؤں گا جب پہلی مرتبہ ہلاؤں، تو ہر آدمی قضائے حاجت سے فارغ ہو کر وضو کرلے اور جب دوسری مرتبہ ہلاؤں، تو ہر آدمی اپنے ہتھیار اور تسمے وغیرہ کو دیکھ کر ٹھیک کرلے۔ پھر جب تیسری مرتبہ ہلاؤں تو تم سب حملہ کر دینا اور کوئی بھی کسی دوسرے کی طرف متوجہ نہ ہو۔ (حتیٰ کہ اگر نعمان بھی قتل ہو جائے تو کوئی اس

---

[1] اخرجه ایضا الامام احمد قال الهیثمی (ج ۹ ص ۴۰۰) ورجاله رجال الصحیح غیر داؤد بن عبدالله الاودی وهو ثقة وفیه خلاف انتهی اخرجه ایضا ابو نعیم نحوه کما فی المنتخب (ج ۵ ص ۱۷۰)

کی طرف متوجہ نہ ہو اور اب میں اللہ تعالیٰ سے دعا کروں گا تم میں سے ہر آدمی اس پر ضرور آمین کہے۔ اس کی میری طرف سے پوری تاکید ہے۔ پھر یہ دعا مانگی اے اللہ! آج نعمان کو شہادت کی موت نصیب فرما اور مسلمانوں کی مدد فرما اور انہیں فتح نصیب فرما۔ پھر اپنا جھنڈا پہلی مرتبہ ہلایا۔ تھوڑی دیر کے بعد دوسری مرتبہ ہلایا۔ اس کے تھوڑی دیر بعد تیسری مرتبہ ہلایا۔ پھر اپنی زرہ پہنی۔ پھر انہوں نے حملہ کر دیا اور سب سے پہلے زخمی ہو کر زمین پر گرے۔ حضرت معقل فرماتے ہیں کہ میں ان کے پاس گیا لیکن مجھے ان کی تاکید یاد آ گئی۔ اس لئے میں ان کی طرف متوجہ نہیں ہوا البتہ ان کے پاس ایک نشانی رکھ کر چلا گیا اور جب ہم (دشمن کے) کسی آدمی کو قتل کرتے تو اس کے ساتھی ہم سے لڑنا چھوڑ کر اسے اٹھا کر لے جانے میں لگ جاتے اور دشمن کا سردار ذوالحاجبین اپنے خچر سے بری طرح گرا اور اس کا پیٹ پھٹ گیا اور اللہ تعالیٰ نے ان کو شکست دے دی پھر میں حضرت نعمان کے پاس آیا۔ ابھی کچھ جان ان میں باقی تھی اور میرے پاس ایک برتن میں پانی تھا جس سے میں نے ان کے چہرے سے مٹی کو دھویا تو انہوں نے پوچھا تم کون ہو؟ میں نے کہا معقل بن یسار۔ پھر انہوں نے پوچھا مسلمانوں کا کیا ہوا؟ میں نے کہا اللہ نے ان کو فتح نصیب فرما دی۔ انہوں نے کہا الحمد للہ (اللہ کا شکر ہے) یہ بات حضرت عمرؓ کو لکھ کر بھیج دو۔ اور پھر ان کی روح پرواز کر گئی۔[1] حضرت جبیرؓ جنگ نہاوند کا واقعہ تفصیل سے بیان کرتے ہیں۔ اس میں یہ بھی ہے کہ حضرت نعمان نے فرمایا کہ جب رسول اللہ ﷺ سفر جہاد میں تشریف لے جاتے اور شروع دن میں لڑائی نہ شروع فرماتے تو پھر جلدی نہ فرماتے (بلکہ انتظار فرماتے) یہاں تک کہ نماز کا وقت ہو جاتا اور ہوائیں چلنے لگ پڑتیں اور جنگ عمدہ شکل اختیار کر سکتی (تو پھر آپ لڑائی شروع فرماتے) میں اب حضورؐ کی اس عادت شریفہ کی وجہ سے لڑائی شروع نہیں کر رہا ہوں۔ پھر یہ دعا مانگی، اے اللہ میں تجھ سے اس بات کا سوال کرتا ہوں کہ میری آنکھوں کو آج ایسی فتح سے ٹھنڈا فرما جس میں اسلام کی عزت ہو اور کافروں کی ذلت ہو۔ پھر اس کے بعد مجھے شہادت دے کر اپنے پاس بلا لے۔ (لوگوں سے مخاطب ہو کر کہا) تم سب آمین کہو، اللہ تم سب پر رحم فرمائے چنانچہ ہم سب نے آمین کہی اور ہم سب رو پڑے۔[2]

---

[1] اخرجه الطبری (ج ٤ ص ٢٤٩) [2] عند الطبری (ج ٤ ص ٢٣٥) ایضاً عن زیاد بن جبیر عن ابیه وقد اخرج الطبرانی حدیث معقل بن یسارؓ بطوله بمثل ماروی الطبری قال الهیثمی (ج ٦ ص ٢١٧) رجاله رجال الصحیح غیر علقمة بن عبدالله المزنی وهو ثقة انتهی واخرجه الحاکم ایضا (ج ٣ ص ٢٩٣) عن معقل بطوله

صحابہ کرامؓ کا اللہ کے راستے میں مرنے اور جان دینے کا شوق

حضرت سلیمان بن بلالؒ فرماتے ہیں کہ جب حضور ﷺ بدر کے لئے تشریف لے جانے لگے تو حضرت سعد بن خیثمہؓ اور ان کے والد حضرت خیثمہؓ دونوں نے حضورؐ کے ساتھ جانے کا ارادہ کیا۔ چنانچہ حضورؐ کے سامنے اس کا تذکرہ ہوا تو آپؐ نے فرمایا دونوں میں سے ایک جائے (چونکہ رکنے پر کوئی راضی نہیں ہے اس لئے) دونوں قرعہ ڈال لو۔ حضرت خیثمہ بن حارث نے اپنے بیٹے سعد سے کہا اب ہم دونوں میں سے ایک کا یہاں رہنا تو ضروری ہو گیا ہے لہٰذا تم اپنی عورتوں کے پاس ٹھہر جاؤ۔ حضرت سعد نے کہا کہ اگر جنت کے علاوہ کوئی اور چیز ہوتی تو میں (حضورؐ کے ساتھ جانے میں) آپ کو اپنے سے آگے رکھتا۔ میں اپنے اس سفر میں شہادت کی امید لگائے ہوئے ہوں چنانچہ دونوں نے قرعہ اندازی کی جس میں حضرت سعد کا نام نکل آیا۔ چنانچہ حضرت سعد حضورؐ کے ساتھ بدر گئے اور عمرو بن عبدِ وُدّ نے ان کو شہید کیا۔[1]

حضرت محمد بن علی بن حسینؒ فرماتے ہیں کہ جب جنگ بدر کے دن عتبہ نے اپنے مقابلہ کے لئے (مسلمانوں کو) للکارا تو حضرت علی بن ابی طالبؓ، ولید بن عتبہ کے مقابلہ کے لئے کھڑے ہوئے۔ یہ دونوں نوجوان برابر کے جوڑ والے تھے۔ راوی نے ہاتھ سے اشارہ کرتے ہوئے ہتھیلی کو زمین کی طرف الٹا کر بتایا کہ اس طرح حضرت علی نے ولید کو قتل کر کے زمین پر گرا دیا۔ پھر کافروں میں سے شیبہ بن ربیعہ باہر نکلا اس کے مقابلہ کے لیئے حضرت حمزہؓ کھڑے ہوئے۔ یہ دونوں بھی برابر کے جوڑ والے تھے اور اس دفعہ پہلے سے بھی زیادہ اونچا اشارہ کر کے بتایا کہ حضرت حمزہ نے شیبہ کو قتل کر کے زمین پر گرا دیا۔ پھر کافروں کی طرف سے عتبہ بن ربیعہ کھڑا ہوا۔ اس کے مقابلہ کے لئے حضرت عبیدہ بن حارثؓ اٹھے وہ دونوں ان دوستوں کی طرح تھے۔ دونوں نے ایک دوسرے پر تلوار کے وار کئے۔ چنانچہ حضرت عبیدہ نے عتبہ کو اس زور سے تلوار ماری کہ اس کا بایاں کندھا لٹک گیا۔ پھر عتبہ نے قریب آکر حضرت عبیدہ کی ٹانگ پر تلوار کا وار کیا جس سے ان کی پنڈلی کٹ گئی۔ یہ دیکھ کر حضرت حمزہ اور حضرت علی دونوں عتبہ کی طرف لپکے اور اس کا کام تمام کر دیا۔ اور وہ دونوں حضرت عبیدہ کو اٹھا کر حضور ﷺ کی خدمت میں چھپر میں لے آئے۔ حضورؐ نے ان کو لٹایا اور

---

[1] اخرجه الحاكم (ج ۳ ص ۱۸۹) واخرجه ايضاً ابن المبارك عن سليمان و موسى بن عقبة عن الزهرى كما فى الاصابة (ج ۲ ص ۲۵)

ان کا سر اپنی ٹانگ پر رکھا اور ان کے چہرے سے غبار صاف کرنے لگے۔ حضرت عبیدہ نے کہا یا رسول اللہ! اللہ کی قسم اگر ابو طالب مجھے اس حال میں دیکھ لیتے تو وہ یقین کر لیتے کہ میں ان کے اس شعر کا ان سے زیادہ حقدار ہوں (انہوں نے حضورؐ کی حمایت میں کہا تھا)

ونسلمه حتى نصرع حوله ونذهل عن ابناء نا والحلائل

ترجمہ: "ہم اپنی بیوی بچوں سے غافل ہو کر ان کی حفاظت میں آخر دم تک لگے رہیں گے یہاں تک کہ ہم زخمی ہو کر ان کے ارد گرد زمین پر پڑے ہوئے ہوں گے" (اور ساتھ ہی یہ عرض کیا) کیا میں شہید نہیں ہوں؟ آپ نے فرمایا بے شک تم شہید ہو اور میں اس بات میں تمہارا گواہ ہوں۔ پھر حضرت عبیدہ کا انتقال ہو گیا۔ حضورؐ نے ان کو وادی صفراء میں دفن فرمایا اور آپ ان کی قبر میں اترے اور (اس سے پہلے) آپ کسی اور کی قبر میں نہیں اترے تھے۔[1]

حضرت زہری کہتے ہیں کہ عتبہ اور حضرت عبیدہ نے ایک دوسرے پر تلوار کے وار کیئے اور ہر ایک نے اپنے مقابل کو سخت زخمی کیا۔ یہ دیکھ کر حضرت حمزہ اور حضرت علی دونوں عتبہ پر جھپٹے اور اس کو قتل کیا اور دونوں نے اپنے ساتھی حضرت عبیدہ کو اٹھایا اور ان کو حضور ﷺ کی خدمت میں لے آئے۔ ان کی ٹانگ کٹ چکی تھی، اس میں سے گودا بہہ رہا تھا جب وہ حضرت عبیدہ کو حضورؐ کی خدمت میں لے آئے تو حضرت عبیدہ نے کہا یا رسول اللہ! کیا میں شہید نہیں ہوں؟ حضورؐ نے فرمایا کیوں نہیں؟ تم یقیناً شہید ہو۔ حضرت عبیدہ نے کہا کہ اگر ابو طالب آج زندہ ہوتے تو وہ یقین کر لیتے کہ میں ان کے اس شعر کا ان سے زیادہ حقدار ہوں۔

ونسلمه حتى نصرع حوله ونذهل عن ابناء نا والحلائل[2]

غزوہ احد کا دن

حضرت ابن عمرؓ فرماتے ہیں کہ حضرت عمرؓ نے غزوہ احد کے دن اپنے بھائی سے کہا اے میرے بھائی! تم میری زرہ لے لو۔ ان کے بھائی نے کہا (میں نہیں لینا چاہتا ہوں) جیسے آپ شہید ہونا چاہتے ہیں ایسے ہی میں بھی شہید ہونا چاہتا ہوں۔ چنانچہ دونوں نے وہ زرہ چھوڑ دی۔[3]

---

[1] اخرجه ابن عساكر كذافي كنز العمال (ج ۵ ص ۲۷۲) [2] اخرجه الحاكم (ج ۳ ص ۱۸۸) [3] اخرجه الطبراني قال الهيثمي (ج ۵ ص ۲۹۸) رجاله رجال الصحيح انتهى واخرجه ابن سعد (ج ۳ ص ۲۷۵) وابو نعيم في الحلية (ج ۱ ص ۳۶۷) نحوه

حضرت علیؓ فرماتے ہیں کہ جب جنگ احد کے دن لوگ رسول اللہ ﷺ کے پاس سے چلے گئے اور ان کو شکست ہو گئی تو میں نے حضور کو مقتولین میں دیکھا لیکن آپ مجھے ان میں نظر نہ آئے تو میں نے (اپنے دل میں) کہا کہ حضورؐ بھاگنے والے تو ہیں نہیں اور آپ مجھے مقتولین میں بھی نظر نہیں آرہے ہیں اس لیئے میرا خیال یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے ہمارے فعل سے ناراض ہو کر اپنے نبی کو اٹھالیا ہے۔ اس لیئے اب میرے لیئے سب سے بہتر صورت یہ ہے کہ میں دشمن سے لڑنے لگ جاؤں یہاں تک کہ جان دے دوں۔ چنانچہ میں نے اپنی تلوار کی میان توڑ دی اور پھر کافروں پر زور سے حملہ کیا تو کافر میرے سامنے سے ہٹ گئے تو کیا دیکھتا ہوں کہ حضورؐ ان کے درمیان گھرے ہوئے ہیں۔[1]

قبیلہ بنو عدی بن نجار کے حضرت قاسم بن عبدالرحمٰن بن رافعؓ فرماتے ہیں کہ حضرت انس بن مالکؓ کے چچا حضرت انس بن نضرؓ حضرت عمر بن خطاب اور حضرت طلحہ بن عبید اللہؓ کے پاس پہنچے تو یہ دونوں حضرات دیگر مہاجر اور انصاری حضرات کے ساتھ (لڑائی سے) ہاتھ روک کر (پریشان) بیٹھے ہوئے تھے تو حضرت انس بن نضر نے کہا کہ آپ لوگ کیوں بیٹھے ہوئے ہیں؟ انہوں نے کہا کہ حضور ﷺ شہید ہو گئے ہیں۔ انہوں نے کہا کہ حضورؐ کے بعد تم زندہ رہ کر کیا کرو گے؟ اٹھو اور جس چیز پر حضورؐ نے جان دے دی ہے تم بھی اسی پر جان دے دو۔ چنانچہ حضرت انس بن نضر کافروں کی طرف بڑھے اور لڑنا شروع کر دیا بالآخر شہید ہو گئے۔[2]

حضرت عبداللہ بن عمار خطمیؓ فرماتے ہیں کہ جنگ احد کے دن حضرت ثابت بن دحداحؓ سامنے سے آئے۔ اور مسلمان الگ الگ ٹولیوں میں حیران و پریشان بیٹھے ہوئے تھے۔ تو یہ بلند آواز سے کہنے لگے اے جماعت انصار! میرے پاس آؤ، میرے پاس آؤ، میں ثابت بن دحداح ہوں۔ اگر حضرت محمد ﷺ شہید ہو گئے ہیں (تو کیا بات ہے) اللہ تعالیٰ تو زندہ ہیں انہیں موت نہیں آتی ہے۔ لہٰذا تم اپنے دین کو بچانے کے لیئے لڑو، اللہ تعالیٰ تمہیں غالب فرمائیں گے اور تمہاری مدد کریں گے۔ کچھ انصار کھڑے ہو کر ان کے پاس آگئے۔ جو مسلمان ان کے ساتھ ہو گئے تھے ان کو لے کر انہوں نے کافروں پر حملہ کر دیا۔ ہتھیاروں سے مسلح اور مضبوط دستہ ان کے سامنے کھڑا ہو گیا۔ اس دستہ میں کافروں کے سردار خالد بن ولید، عمرو

---

[1] اخرجه ابو يعلى وابن ابى عاصم والبوزقى وسعيد بن منصور. كذافى كنز العمال (ج ۵ ص ۲۷۴) قال الهيثمى (ج ۶ ص ۱۱۲) ورواه ابو يعلى وفيه محمد بن مروان العقيلى وثقه ابو داؤد وابن حبان وضعفه ابو زرعة وغيره وبقية رجاله رجال الصحيح انتهى.

[2] اخرجه ابن اسحاق كذافى البداية (ج ۴ ص ۳۴)

بن العاص، عکرمہ بن ابی جہل اور ضرار بن خطاب تھے چنانچہ آپ میں خوب زور کی جنگ ہوئی۔ خالد بن ولید نے نیزہ لے کر حضرت ثابت بن دحداحہ پر حملہ کیا اور ان کو اس زور سے نیزہ مارا کہ آر پار ہو گیا۔ چنانچہ وہ شہید ہو کر گر پڑے اور ان کے ساتھ جتنے انصار تھے وہ سب بھی شہید ہو گئے۔ اور کہا جاتا ہے کہ اس دن یہی لوگ سب سے آخر میں شہید ہوئے۔[1]

حضرت ابو نجیحؒ فرماتے ہیں کہ جنگ احد کے دن ایک مہاجر صحابی ایک انصاری کے پاس سے گزرے، وہ انصاری خون میں لت پت تھے۔ اس مہاجری نے ان سے کہا کیا تمہیں معلوم ہے کہ حضرت محمد ﷺ شہید کر دیئے گئے ہیں؟ تو انصاری نے کہا کہ اگر حضرت محمد ﷺ شہید کر دیئے گئے ہیں تو وہ اللہ کا پیغام پہنچا چکے ہیں (جس کام کے لیئے اللہ نے ان کو بھیجا تھا وہ کام انہوں نے پورا کر دیا ہے) لہٰذا تم اپنے دین کو بچانے کے لیئے (کافروں) سے جنگ کرو۔ اس پر یہ آیت نازل ہوئی:

وَمَا مُحَمَّدٌ اِلَّا رَسُوْلٌ.

ترجمہ: "اور محمد (ﷺ) ایک رسول ہیں"۔[2]

حضرت زید بن ثابتؓ فرماتے ہیں کہ حضور ﷺ نے جنگ احد کے دن مجھے حضرت سعد بن ربیعؓ کو تلاش کرنے کے لیئے بھیجا اور آپ نے مجھ سے فرمایا کہ تم ان کو دیکھ لو تو ان کو میرا سلام کہنا اور ان سے کہنا کہ اللہ کے رسول ﷺ تم سے پوچھ رہے ہیں کہ تم اپنے آپ کو کیسا پا رہے ہو؟ حضرت زید فرماتے ہیں کہ میں (انہیں تلاش کرنے کے لیئے) مقتولین میں چکر لگانے لگا۔ جب میں ان کے پاس پہنچا تو ان کے آخری سانس تھے اور ان کے جسم پر نیزے اور تلوار اور تیر کے ستر زخم تھے میں نے ان سے کہا اے سعد! اللہ کے رسول ﷺ تمہیں سلام کہتے ہیں اور تم سے پوچھتے ہیں کہ بتاؤ تم اپنے آپ کو کیسا پا رہے ہو؟ انہوں نے کہا اللہ کے رسول کو اور آپ کو سلام ہو۔ تم حضورؐ سے کہہ دینا کہ یا رسول اللہ! میرا حال یہ ہے کہ میں جنت کی خوشبو پا رہا ہوں۔ اور میری قوم انصار سے کہہ دینا کہ تم میں ایک بھی جھپکنے والی آنکھ موجود ہو یعنی تم میں سے ایک آدمی بھی زندہ ہو اور کافر اللہ کے رسول ﷺ تک پہنچ جائیں تو اللہ کے ہاں تمہارا کوئی عذر قبول نہیں ہوگا۔ اتنا کہنے کے بعد ان کی روح پرواز کر گئی۔ اللہ ان پر رحم فرمائے۔[3] حضرت عبدالرحمٰن بن ابی صعصعہ فرماتے ہیں کہ حضور ﷺ نے فرمایا کہ

---

[1] اخرجه الواقدی کذافی الاستیعاب (ج ۱ ص ۱۹۵) [2] اخرجه البیهقی فی دلائل النبوة من طریق ابن ابی نجیح عن ابیه کذافی البدایة (ج ٤ ص ۳۱) [3] اخرجه الحاکم (ج ۳ ص ۲۰۱) وقال الحاکم هذا حدیث صحیح الاسناد ولم یخرجاه وقال الذهبی صحیح

کون دیکھ کر مجھے بتائے گا کہ حضرت سعد ربیع کا کیا ہوا رضی اللہ عنہ آگے پچھلی حدیث جیسا مضمون ذکر کیا۔ اور پھر یہ مضمون ہے کہ حضرت سعد نے کہا کہ اللہ کے رسول ﷺ کو بتا دو کہ میں جنگ میں شہید ہو جانے والوں میں پڑا ہوں۔ اور حضور کو میرا اسلام کہنا اور ان سے عرض کرنا کہ سعد کہہ رہا تھا کہ اللہ تعالیٰ آپ کو ہماری اور ساری امت کی طرف سے بہترین جزاء عطا فرمائے۔[1]

حضرت انسؓ فرماتے ہیں کہ جب مشرکین نے جنگ احد کے دن نبی کریم ﷺ کو چاروں طرف سے گھیر لیا اور اس وقت آپ کے ساتھ سات انصاری اور ایک قریشی صحابی تھے۔ تو آپ نے فرمایا جو ان کو ہم سے پیچھے ہٹائے گا وہ جنت میں میرا ساتھی ہوگا چنانچہ ایک انصاری صحابی نے آکر ان کافروں سے جنگ شروع کی یہاں تک کہ وہ شہید ہو گئے۔ جب مشرکوں نے حضور کو پھر گھیر لیا تو آپ نے پھر فرمایا جو ان کو ہم سے پیچھے ہٹائے گا وہ جنت میں میرا ساتھی ہوگا۔ (اس طرح ایک ایک کر کے) ساتوں انصاری شہید ہو گئے۔ اس پر حضورؐ نے فرمایا ہم نے اپنے (انصاری) ساتھیوں سے انصاف نہیں کیا۔ (یا ہمارے ساتھیوں نے ہم سے انصاف نہیں کیا کہ ہمیں چھوڑ کر چلے گئے)[2]

حضرت جابرؓ فرماتے ہیں کہ جنگ احد کے دن جب مسلمانوں کو شکست ہو گئی تو وہ حضور ﷺ کو چھوڑ کر چلے گئے اور آپ کے ساتھ گیارہ انصاری اور حضرت طلحہ بن عبید اللہؓ رہ گئے۔ حضورؐ پہاڑ پر چڑھنے لگے کہ پیچھے سے مشرکین ان تک پہنچ گئے۔ حضورؐ نے فرمایا کیا ان (کے روکنے) کے لیئے کوئی مرد نہیں ہے؟ حضرت طلحہ نے اپنی پہلی بات دہرائی حضورؐ نے ان کو وہی جواب دیا۔ تو ایک انصاری نے کہا یا رسول اللہ! میں ہوں، اور انہوں نے ان کافروں سے جنگ شروع کر دی۔ حضور ﷺ اور باقی صحابہؓ پہاڑ پر اور اوپر چڑھنے لگے۔ اتنے میں وہ انصاری صحابی شہید ہو گئے اور کافر پھر حضورؐ تک پہنچ گئے۔ حضور ﷺ ہر مرتبہ اپنا وہی فرمان ارشاد فرماتے۔ حضرت طلحہ ہر مرتبہ عرض کرتے یا رسول اللہ! میں ہوں۔ حضورؐ انہیں روک دیتے۔ پھر کوئی انصاری ان کافروں سے لڑنے کی اجازت مانگتا حضورؐ اسے اجازت دے دیتے۔ اور وہ اپنے سے پہلے والے کی طرح خوب زور سے لڑتا اور شہید ہو جاتا۔ یہاں تک کہ

---

[1] اخرجه الحاكم من طريق ابن اسحاق ان عبداللّٰه بن عبدالرحمن بن ابی صعصعه حدثه عن ابيه قال الذهبي مرسل اه. وقد ذكر في البداية (ج ٤ ص ٣٩) رواية ابن اسحاق بتمامها وذكره مالك في المو طا (ص ١٧٥) عن يحيى بن سعيد بمعناه مختصراً وهكذا اخرجه ابن سعد (ج ٣ ص ٥٢٣) عن معن عن مالك عن يحيى مختصراً. [2] اخرجه الامام احمد ورواه مسلم ايضا

حضورؐ کے ساتھ صرف حضرت طلحہ باقی رہ گئے تو مشرکین نے ان دونوں کو گھیر لیا۔ حضورؐ نے فرمایا ان سے مقابلے کے لیئے کون تیار ہے؟ حضرت طلحہ نے کہا میں (حضور نے اس مرتبہ ان کو اجازت دے دی) چنانچہ ان سے پہلے والوں نے سب نے جتنی جنگ کی انہوں نے اکیلے ان سب کے برابر جنگ کی (لڑتے لڑتے) ان کے ہاتھوں کے پورے بہت زخمی ہو گئے۔ تو انہوں نے کہا حس (جیسے اردو میں ایسے موقع پر ہائے کہا جاتا ہے) حضورؐ نے فرمایا اگر تم بسم اللہ کہتے تو فرشتے تمہیں اوپر اٹھا لیتے اور تمہیں لے کر آسمان میں داخل ہو جاتے اور لوگ تمہیں دیکھ رہے ہوتے۔ پھر حضور ﷺ پہاڑی پر چڑھ کر اپنے صحابہؓ کے پاس پہنچ گئے جو وہاں جمع تھے۔[۱]

حضرت محمود بن لبید فرماتے ہیں کہ جب حضور ﷺ احد تشریف لے گئے تو حضرت حذیفہ کے والد حضرت یمان جابر اور حضرت ثابت بن وقش بن زعوارءؓ عورتوں اور بچوں کے ساتھ قلعہ پر چڑھ گئے۔ یہ دونوں حضرات بوڑھے تھے ان میں سے ایک نے دوسرے سے کہا تیرا باپ نہ رہے ہم کس چیز کا انتظار کر رہے ہیں۔ اللہ کی قسم! ہم میں سے ہر ایک کی اتنی عمر باقی رہ گئی ہے جتنی ایک گدھے کی پیاس۔ (تمام جانوروں میں گدھا سب سے کم پیاس برداشت کر سکتا ہے) یعنی بہت تھوڑی عمر باقی رہ گئی ہے ہم آج یا کل مر جائیں گے۔ کیوں نہ ہم اپنی تلواریں لے کر حضورؐ کے ساتھ (لڑائی میں) شریک ہو جائیں چنانچہ یہ دونوں حضرات مسلمانوں کے لشکر میں شامل ہو گئے اور مسلمان ان کو پہچانتے نہیں تھے۔ حضرت ثابت بن وقش کو تو مشرکین نے قتل کر دیا اور حضرت ابو حذیفہ پر مسلمانوں کی تلواریں چلیں اور مسلمانوں نے ان کو قتل کر دیا کیونکہ مسلمان ان کو پہچانتے نہیں تھے چنانچہ حضرت حذیفہ نے پکارا یہ میرے والد ہیں یہ میرے والد ہیں (انہیں نہ مارو مارنے والے) مسلمانوں نے کہا اللہ کی قسم! ہم ان کو پہچانتے نہیں تھے اور یہ حضرات اپنی اس بات میں سچے تھے۔ اس پر حضرت حذیفہ نے کہا اللہ تعالیٰ آپ لوگوں کو معاف فرمائے اور وہ سب سے زیادہ رحم فرمانے والے ہیں۔ حضورؐ نے حضرت حذیفہ کو ان کے والد کا خون بہا دینا چاہا لیکن انہوں نے مسلمانوں کو خون بہا معاف کر دیا۔ اس سے حضورؐ کے نزدیک حضرت حذیفہ کا مرتبہ اور بڑھ گیا[۲] اور ابو نعیم کی روایت میں یہ مضمون بھی ہے کہ (ان دونوں حضرات، حضرت ابو حذیفہ اور حضرت ثابت نے یہ بھی کہا کہ) ہم دونوں جاکر حضور ﷺ کے ساتھ مل جاتے ہیں ہو

۱۔ عند البیھقی کذافی البدایۃ (ج ٤ ص ٢٦) ٢۔ اخرجہ الحاکم (ج ٣ ص ٢٠٢) قال الحاکم ھذا حدیث صحیح علی شرط مسلم ولم یخرجاہ انتھی

سکتا ہے کہ اللہ تعالیٰ ہمیں حضورؐ کے ساتھ شہادت نصیب فرمادے۔ چنانچہ وہ دونوں تلواریں لے کر مسلمانوں کے لشکر میں شامل ہو گئے اور کسی کو ان کے آنے کا پتہ نہ چلا۔ اور اس کے آخر میں یہ بھی ہے کہ (اس معاف کر دینے سے) حضورؐ کے نزدیک حضرت حذیفہ کا مرتبہ اور بڑھ گیا۔[1]

غزوہ رجیع کا دن

حضرت ابو ہریرہؓ فرماتے ہیں کہ حضور ﷺ نے ایک جماعت کو حالات معلوم کرنے کے لیئے بھیجا اور حضرت عاصم بن ثابتؓ کو اس جماعت کا امیر بنایا۔ یہ (ثابت) حضرت عاصم بن عمر بن خطابؓ کے نانا ہیں۔ چنانچہ یہ حضرات روانہ ہوئے جب یہ عسفان اور مکہ کے درمیان (ہداۃ مقام پر) پہنچ گئے تو ہذیل کے قبیلہ بنو لحیان سے اس جماعت کا لوگوں نے تذکرہ کیا تو بنو لحیان تقریباً سو تیر اندازوں کو لے کر ان کا پیچھا کرنے کے لیئے چلے۔ اور ان کے نشانات قدم پر چلتے چلتے اس جگہ پہنچے جہاں اس جماعت نے پڑاؤ کیا تھا۔ یہ حضرات مدینہ سے جو کھجوروں کا زاد سفر لے کر چلے تھے ان کی گٹھلیاں بنو لحیان کو اس جگہ ملیں (جسے دیکھ کر) بنو لحیان نے کہا۔ یہ تو یثرب (مدینہ) کی کھجوریں ہیں۔ چنانچہ بنو لحیان ان کے پیچھے چلتے چلتے ان تک پہنچ گئے۔ جب حضرت عاصم اور ان کے ساتھیوں کو اس کا پتہ چلا تو وہ ایک پہاڑی پر چڑھ گئے اور بنو لحیان نے آکر ان کو چاروں طرف سے گھیر لیا۔ اور ان سے کہا کہ ہم تم سے پختہ وعدہ کرتے ہیں کہ اگر تم ہمارے پاس نیچے اتر آؤ گے تو ہم تم میں سے ایک آدمی کو بھی قتل نہیں کریں گے۔ حضرت عاصم نے کہا کہ میں تو کسی کافر کے عہد میں آنا نہیں چاہتا ہوں اور یہ دعا کی کہ اے اللہ! ہماری طرف سے اپنے نبی کو خبر پہنچا دے اس پر بنو لحیان نے اس جماعت سے جنگ شروع کر دی۔ اور حضرت عاصم کو ان کے سات ساتھیوں سمیت تیروں سے شہید کر دیا اور حضرت خبیب اور حضرت زید اور ایک اور صحابی زندہ رہ گئے۔ بنو لحیان نے ان کو پھر عہد و پیمان دیا جس پر یہ تینوں نیچے اتر آئے جب بنو لحیان نے ان تینوں پر قابو پالیا تو ان لوگوں نے ان کی کمانوں کی تانت اتار کر ان کو تانت سے باندھ دیا۔ اس پر اس تیسرے صحابی نے کہا کہ پہلی بد عہدی ہے اور ان کے ساتھ جانے سے انکار کر دیا۔ کافروں نے انہیں ساتھ لے جانے کے لیئے بہت کھینچا اور زور لگایا لیکن یہ نہ مانے آخر انہوں نے ان کو شہید کر دیا۔ اور حضرت خبیب اور حضرت زید کو لے جا کر مکہ میں بیچ دیا۔ حارث بن عامر بن نوفل کی اولاد نے حضرت خبیب کو خرید لیا۔ حضرت خبیب نے ہی

[1] اخرجه ابو نعيم عن محمود نحوه كمافي المنتخب (ج ٥ ص ١٩٧)

حارث بن عامر کو جنگ بدر کے دن قتل کیا تھا۔ یہ کچھ عرصہ ان کے پاس قید میں رہے۔ یہاں تک کہ جب ان لوگوں نے حضرت خبیب کو قتل کرنے کا فیصلہ کر لیا تو حضرت خبیب نے حارث کی ایک بیٹی سے زیر ناف بال صاف کرنے کے لیئے استرا مانگا۔ اس نے ان کو استرا دے دیا۔ وہ کہتی ہیں کہ میری بے خیالی میں میرا ایک بیٹا چلتا ہوا ان کے پاس پہنچ گیا۔ انہوں نے اسے اپنی ران پر بٹھالیا۔ میں نے جب اسے یوں بیٹھے ہوئے دیکھا تو میں بہت گھبرا گئی کہ ان کے ہاتھ میں استرا ہے (کہیں یہ میرے بیٹے کو قتل نہ کر دیں) وہ میری گھبراہٹ کو بھانپ گئے۔ تو انہوں نے کہا کہ کیا تمہیں یہ ڈر ہے کہ میں اسے قتل کر دوں گا۔ انشاء اللہ میں یہ کام بالکل نہیں کروں گا وہ کہا کرتی تھیں کہ میں نے حضرت خبیب سے بہتر کوئی قیدی نہیں دیکھا۔ میں نے ان کو دیکھا کہ وہ انگور کے ایک خوشے میں سے کھا رہے تھے حالانکہ اس دن مکہ میں کوئی پھل نہیں تھا اور وہ خود لوہے کی زنجیر میں بندھے ہوئے تھے (جس کی وجہ سے وہ کہیں سے جا کر لا بھی نہیں سکتے تھے) وہ تو اللہ تعالیٰ نے ہی ان کو (اپنے غیب سے) رزق عطا فرمایا تھا چنانچہ ان کو قتل کرنے کے لیئے وہ لوگ ان کو حرم سے باہر لے چلے۔ انہوں نے کہا ذرا مجھے چھوڑو، میں دو رکعت نماز پڑھ لوں۔ چنانچہ نماز سے فارغ ہو کر ان کے پاس واپس آئے اور ان سے کہا کہ اگر مجھے یہ خیال نہ ہوتا کہ تم لوگ یہ سمجھو گے کہ میں موت سے گھبرا گیا ہوں تو میں اور نماز پڑھتا۔ قتل کے وقت دو رکعت پڑھنے کی سنت کی ابتداء سب سے پہلے حضرت خبیب نے کی۔ پھر انہوں نے یہ بد دعا کی کہ اے اللہ! ان میں سے ایک کو بھی باقی نہ چھوڑنا۔ پھر انہوں نے یہ اشعار پڑھے :۔

وما ان ابالي حين اقتل مسلماً　　علىٰ اى شق كان للّٰه مصرعى

جب مجھے مسلمان ہونے کی حالت میں قتل کیا جا رہا ہے تو اب مجھے اس کی کوئی پرواہ نہیں ہے کہ میں اللہ کے لیئے قتل ہو کر کس کروٹ گروں گا۔

وذلك في ذات الاله وان يشا　　يبارك على اوصال شلو ممزع

اور میرا یہ قتل ہونا اللہ کی ذات کی وجہ سے ہے اور اگر اللہ چاہے تو وہ میرے جسم کے کٹے ہوئے حصوں میں برکت ڈال سکتا ہے۔

پھر عقبہ بن حارث نے کھڑے ہو کر ان کو قتل کر دیا۔ حضرت عاصم نے جنگ بدر کے دن قریش کے ایک بڑے سردار کو قتل کیا تھا۔ اس لیئے قریش نے کچھ آدمیوں کو بھیجا کہ وہ ان کے جسم کا کچھ حصہ کاٹ کر لے آئیں جس سے وہ ان کو پہچان سکیں۔ تو اللہ تعالیٰ نے شہد کی مکھیوں کا ایک غول ان کے جسم پر بھیج دیا۔ جنہوں نے ان لوگوں کو قریب نہ آنے دیا۔ چنانچہ وہ

ان کے جسم میں سے کچھ نہ لے جا سکے۔ لے

حضرت عاصم بن عمر بن قتادہؓ فرماتے ہیں کہ جنگ احد کے بعد قبیلہ عضل اور قبیلہ قارہ کی ایک جماعت حضور ﷺ کی خدمت میں آئی اور انہوں نے کہا یا رسول اللہ! ہم لوگوں میں اسلام آچکا ہے، آپ ہمارے ساتھ اپنے کچھ صحابہؓ بھیج دیں جو ہمیں دین کی باتیں سمجھائیں اور ہمیں قرآن پڑھائیں اور اسلام کے احکام ہمیں سکھائیں چنانچہ حضورؐ نے ان کے ساتھ اپنے ساتھیوں میں سے چھ آدمی بھیج دیئے اور راوی نے ان چھ آدمیوں کا تذکرہ بھی کیا۔ چنانچہ یہ حضرات اس جماعت کے ساتھ چل پڑے۔ جب یہ مقام رجیع پر پہنچے، یہ قبیلہ ہذیل کا ایک چشمہ ہے جو حجاز کے ایک کنارے پر ہدامقام کے شروع میں ہے تو اس جماعت نے ان صحابہؓ سے غداری کی اور انہوں نے قبیلہ ہذیل کو ان کے خلاف مدد کے لیئے بلا لیا۔ یہ حضرات صحابہ (اطمینان سے) اپنی قیام گاہ میں ٹھہرے ہوئے تھے کہ اچانک ان کو ہاتھوں میں تلواریں لیئے ہوئے بہت سے آدمیوں نے گھیر لیا تو یہ حضرات گھبرا گئے۔ حضرات صحابہؓ نے ان سے لڑنے کے لیئے اپنی تلواریں ہاتھوں میں پکڑ لیں تو کافروں نے ان سے کہا اللہ کی قسم! ہم تمہیں قتل کرنا نہیں چاہتے ہیں، بلکہ ہم تو تمہارے بدلہ میں مکہ والوں سے کچھ مال لینا چاہتے ہیں۔ ہم تمہیں اللہ کا عہد و پیمان دیتے ہیں کہ ہم تمہیں قتل نہیں کریں گے۔ حضرت مرثد اور حضرت خالد بن بکیر اور حضرت عاصم بن ثابتؓ نے فرمایا ہم کسی مشرک کا عہد و پیمان کبھی قبول نہیں کریں گے اور حضرت عاصم بن ثابت نے مندرجہ ذیل اشعار پڑھے :۔

ما علتی وانا جلد نابل — والقوس فیها وتر عنابل

میں بیمار نہیں ہوں بلکہ میں تو طاقتور تیر انداز ہوں اور (میری) کمان میں مضبوط تانت لگا ہوا ہے۔

تزل عن صفحتها المعابل — الموت حق والحیاة باطل

لمبے اور چوڑے پھل والے تیر اس کمان کے اوپر سے پھسل جاتے ہیں۔ موت حق ہے اور زندگی باطل یعنی فانی ہے۔

وکل ما حم الا له نازل — بامرء والمرء الیه آئل

ان لم اقا تلکم فامی هابل ،

لے اخرجه البخاری واخرجه البیهقی (ج ۹ ص ۱۴۵) عن ابی هریرة نحوه وهکذا اخرجه عبدالرزاق عن ابی هریرة کما فی الاستیعاب (ج ۳ ص ۱۳۲) وقال احسن اسانید خبره فی ذلک ما ذکره عبدالرزاق فذکره وابو نعیم فی الحلیة (ج ۱ ص ۱۱۲) نحوه.

جو کچھ اللہ تعالیٰ نے مقدر کر رکھا ہے وہ آدمی کے ساتھ ہو کر رہے گا اور آدمی اسی کی طرف لوٹ کر جائے گا۔ اگر میں تم لوگوں سے جنگ نہ کروں تو میری ماں مجھے گم کر دے (یعنی میں مر جاؤں)

اور حضرت عاصم نے یہ اشعار بھی پڑھے :

ابو سلیمان وریش المقعد وضالة مثل الجحیم الموقد

میں ابو سلیمان ہوں اور میرے پاس تیر ساز مقعد کے بنائے ہوئے تیر ہیں اور میرے پاس دہکتی ہوئی آگ کی طرح کمان ہے۔

اذا النواجی افترشت لم ارعد ومجنا من جلد ثور اجرد

ومومن بما علی محمد

تیز رفتار اونٹوں پر سوار ہو کر جب بہادر آدمی آئیں تو میں کپکپی محسوس نہیں کرتا ہوں (کیونکہ بہادر ہوں بزدل نہیں ہوں) اور میرے پاس ایسی ڈھال ہے جو کم بال والے بیل کی کھال سے بنی ہوئی ہے اور حضرت محمد ﷺ پر جو کچھ آسمان سے نازل ہوا ہے میں اس پر ایمان لانے والا ہوں۔ اور یہ شعر بھی پڑھا :۔

ابو سلیمان ومثلی رامی وکان قومی معشراً کراماً

میں ابو سلیمان ہوں اور میرے جیسا بہادر ہی تیر چلاتا ہے اور میری قوم ایک معزز قوم ہے۔

پھر حضرت عاصم نے ان کافروں سے لڑائی شروع کر دی یہاں تک کہ شہید ہو گئے اور ان کے دونوں ساتھی بھی شہید ہو گئے۔ جب حضرت عاصم شہید ہو گئے تو قبیلہ ہذیل نے ان کا سر کاٹنا چاہا تاکہ یہ سر سلافہ بنت سعد بن شُہَید کے ہاتھ بیچ دیں کیونکہ جب حضرت عاصم نے سلافہ کے بیٹے کو جنگ احد کے دن قتل کیا تھا تو سلافہ نے یہ منت مانی تھی کہ اگر اسے حضرت عاصم کا سر مل گیا تو وہ ان کی کھوپڑی میں شراب پیئے گی (جب قبیلہ ہذیل کے لوگ ان کا سر کاٹنے کے لیے گئے تو اللہ تعالیٰ نے شہد کی مکھیوں کا ایک غول بھیج دیا جس نے حضرت عاصم کے جسم کو ہر طرف سے گھیر لیا) اور ان مکھیوں نے قبیلہ ہذیل کے لوگوں کو ان کے قریب نہ آنے دیا۔ جب یہ مکھیاں ان کے اور حضرت عاصم کے درمیان حائل ہو گئیں تو ان لوگوں نے کہا ان کو ایسے ہی رہنے دو۔ جب شام کو یہ مکھیاں چلی جائیں گی تو پھر ہم آ کر ان کا سر کاٹ لیں گے۔ لیکن اللہ تعالیٰ سے یہ عہد کیا ہوا تھا کہ وہ کبھی کسی مشرک کو ناپاک ہونے کی وجہ سے ہاتھ نہیں لگائیں گے اور نہ کوئی مشرک ان کو ہاتھ لگا سکے۔ چنانچہ جب حضرت عمرؓ

کو یہ خبر پہنچی کہ شہد کی مکھیوں نے ان کافروں کو قریب نہ آنے دیا تو وہ فرمایا کرتے تھے کہ اللہ تعالیٰ مومن بندے کی ایسے ہی حفاظت فرمایا کرتے ہیں۔ حضرت عاصم نے تو اپنی زندگی کے لیئے یہ نذر مانی تھی کہ انہیں کوئی مشرک ہاتھ نہ لگا سکے اور نہ وہ کسی مشرک کو ہاتھ لگائیں گے لیکن جیسے وہ زندگی میں مشرکوں سے بچے رہے ایسے ہی ان کی وفات کے بعد بھی اللہ تعالیٰ نے ان کی مشرکوں سے حفاظت فرمائی۔ اور حضرت خبیب، حضرت زید بن دثنہ اور حضرت عبداللہ بن طارقؓ نرم پڑ گئے اور زندہ رہنے کو ترجیح دی اور خود کو ان کافروں کے ہاتھوں میں دے دیا یعنی ان کے حوالے کر دیا۔ ان لوگوں نے ان تینوں کو قیدی بنالیا۔ پھر وہ انہیں مکہ جاکر بیچنے کے لیئے لے کر چلے گئے۔ یہاں تک کہ جب یہ لوگ مقام ظہران پر پہنچے تو حضرت عبداللہ بن طارق نے اپنا ہاتھ کسی طرح رسی سے نکال لیا اور پھر انہوں نے اپنی تلوار پکڑلی۔ اور وہ کافر ان سے پیچھے ہٹ گئے اور ان کو پتھر مارنے لگے۔ یہاں تک کہ ان کو (پتھر مار مار کر) شہید کر دیا۔ چنانچہ ان کی قبر ظہران میں ہے۔ اور وہ کافر حضرت خبیب اور حضرت زید کو لے کر مکہ آئے۔ اور قبیلہ ہذیل کے دو آدمی مکہ میں قید تھے۔ ان کافروں نے ان دونوں حضرات کو اپنے دو قیدیوں کے بدلے میں قریش کے ہاتھ بیچ دیا۔ حضرت خبیب کو حجیر بن ابی اہاب تمیمی نے خریدا اور حضرت زید بن دثنہ کو صفوان بن امیہ نے اس لیے خریدا تاکہ انہیں اپنے باپ کے بدلے میں قتل کر سکے۔ چنانچہ صفوان نے نسطاس نامی اپنے غلام کے ساتھ ان کو تنعیم بھیجا اور قتل کرنے کے لیئے ان کو حرم مکہ سے باہر نکالا۔ قریش کا ایک مجمع جمع ہو گیا جن میں ابو سفیان نے کہا اے زید! میں تمہیں اللہ کی قسم دے کر پوچھتا ہوں کیا تم کو یہ پسند ہے کہ محمد (ﷺ) اس وقت ہمارے پاس ہوں اور ہم تمہاری جگہ ان کی گردن ماردیں اور تم اپنے اہل و عیال میں رہو؟ تو حضرت زید نے جواب میں کہا کہ اللہ کی قسم مجھے تو یہ بھی پسند نہیں ہے کہ محمد ﷺ اس وقت جہاں ہیں وہاں ہی ان کو ایک کانٹا چبھے اور اس تکلیف کے بدلہ میں میں اپنے اہل و عیال میں بیٹھا ہوا ہوں۔ ابو سفیان نے کہا کہ میں نے کسی کو کسی سے اتنی محبت کرتے ہوئے نہیں دیکھا جتنی محبت محمد ﷺ کے صحابہ کو محمد سے ہے پھر حضرت زید کو نسطاس نے قتل کر دیا۔ راوی کہتے ہیں حضرت خبیب بن عدی کے بارے میں مجھے حضرت عبداللہ بن ابی نجیح نے یہ بتایا کہ انہیں یہ بتایا گیا کہ حجیر بن ابی اہاب کی باندی ماریہ جو کہ بعد میں مسلمان ہو گئی تھیں نے بیان کیا کہ حضرت خبیب کو میرے پاس میرے گھر میں قید کیا گیا تھا ایک دن میں نے ان کو جھانک کر دیکھا تو ان کے ہاتھ میں آدمی کے سر کے برابر انگور کا ایک خوشہ تھا جس سے وہ کھا رہے تھے اور جہاں تک میری معلومات کا تعلق ہے اس وقت روئے

زمین پر کھانے کے قابل انگور کہیں نہیں تھا۔

ابن اسحاق بیان کرتے ہیں کہ حضرت عاصم بن عمر بن قتادہ اور حضرت عبداللہ بن ابی نجیح نے کہا کہ حضرت ماریہ نے یہ بیان کیا کہ جب حضرت خبیب کے قتل ہونے کا وقت قریب آیا تو انہوں نے مجھ سے کہا کہ مجھے ایک استرا دے دو تاکہ میں صفائی کر کے قتل کے لیئے تیار ہو جاؤں۔ میں نے قبیلہ کے ایک لڑکے کو استرا دیا اور اس سے کہا کہ اس مکان میں جا کر یہ استرا اس آدمی کو دے آؤ۔ حضرت ماریہ کہتی ہیں کہ جونہی وہ لڑکا استرا لے کر ان کی طرف چلا تو میں نے کہا میں نے یہ کیا کیا؟ اللہ کی قسم! اس آدمی نے تو اپنے خون کا بدلہ پا لیا، یہ اس لڑکے کو قتل کر دے گا اور اس طرح اپنے خون کا بدلہ لے لے گا اور یوں آدمی کے بدلے آدمی قتل ہو گا۔ جب لڑکے نے ان کو وہ استرا دیا تو انہوں نے اس کے ہاتھ سے استرا لیا۔ اور پھر اس لڑکے سے کہا کہ تیری عمر کی قسم! جب تیری ماں نے تجھے یہ استرا دے کر میرے پاس بھیج دیا تو اسے یہ خطرہ نہ گزرا کہ میں تمہیں دھوکہ سے قتل کر دوں گا۔ پھر اس لڑکے کو جانے دیا۔ ابن ہشام کہتے ہیں کہ یہ کہا جاتا ہے کہ یہ لڑکا حضرت ماریہ کا اپنا بیٹا تھا۔

حضرت عاصمؒ فرماتے ہیں پھر وہ کافر حضرت خبیبؓ کو لے کر (حرم سے) باہر آئے اور ان کو لے کر سولی دینے کے لیئے مقام تنعیم پہنچے۔ تو حضرت خبیب نے ان کافروں سے کہا اگر تم مناسب سمجھو تو مجھے دو رکعت نماز پڑھنے کی مہلت دے دو۔ انہوں نے کہا۔ لو نماز پڑھ لو۔ چنانچہ انہوں نے نہایت عمدہ طریقے سے دو رکعت نماز مکمل طور سے ادا کی۔ پھر ان کافروں کی طرف متوجہ ہو کر فرمایا غور سے سنو! اللہ کی قسم! اگر مجھے یہ خیال نہ ہوتا کہ تم لوگ سمجھو گے کہ میں موت کے ڈر کی وجہ سے نماز لمبی کر رہا ہوں تو میں اور نماز پڑھتا۔ اور قتل کے وقت دو رکعت نماز پڑھنے کی سنت کو حضرت خبیب نے مسلمانوں کے لیئے سب سے پہلے شروع کیا پھر کافروں نے ان کو سولی کے تختہ پر لٹکا دیا۔ جب انہوں نے ان کو اچھی طرح باندھ دیا۔ تو انہوں نے فرمایا اے اللہ! ہم نے تیرے رسول کا پیغام پہنچا دیا ہے اور ہمارے ساتھ جو کچھ کیا جا رہا ہے اس کی ساری خبر کل اپنے رسول کو کر دینا۔ پھر انہوں نے یہ بد دعا کی اے اللہ! ان میں سے کسی کو باقی نہ چھوڑنا اور ان کو ایک ایک کر کے مار دینا اور ان میں سے ایک کو بھی باقی نہ چھوڑنا۔ پھر کافروں نے ان کو قتل کر دیا۔ حضرت معاویہ بن ابی سفیانؓ فرمایا کرتے تھے کہ میں بھی اس دن اپنے والد ابو سفیان کے ساتھ دیگر کافروں کی ہمراہی میں وہاں موجود تھا۔ میں نے اپنے والد کو دیکھا کہ وہ حضرت خبیب کی بد دعا کے ڈر سے مجھے زمین پر لٹا رہے تھے کیونکہ اس زمانے میں لوگ کہا کرتے تھے کہ جس کے خلاف بد دعا ہو رہی ہو وہ اپنے پہلو

پر لپیٹ جائے تو وہ بد دعا سے نہیں لگتی بلکہ اس سے پھسل جاتی ہے۔ مغازی موسیٰ بن عقبہ میں یہ مضمون ہے کہ حضرت خبیب اور حضرت زید بن دثنہؓ دونوں ایک دن شہید کئے گئے اور جس دن یہ حضرات قتل کئے گئے اس دن سنا گیا کہ حضور ﷺ فرما رہے تھے وعلیکما السلام یا وعلیک السلام۔ خبیب کو قریش نے قتل کر دیا اور آپ نے یہ بتایا کہ جب کافروں نے حضرت خبیب کو سولی پر چڑھا دیا تو ان کو ان کے دین سے ہٹانے کے لیئے کافروں نے ان کو تیر مارے۔ لیکن اس سے ان کا ایمان اور تسلیم اور بڑھا۔ حضرت عروہ اور حضرت موسیٰ بن عقبہؒ فرماتے ہیں کہ جب کافر حضرت خبیب کو سولی پر چڑھانے لگے تو انہوں نے بلند آواز سے ان کو قسم دے کر پوچھا کیا تم یہ پسند کرتے ہو کہ (حضرت) محمد (ﷺ) تمہاری جگہ ہوں (اور ان کو سولی دے دی جائے) حضرت خبیب نے فرمایا نہیں۔ عظیم اللہ کی قسم! مجھے تو یہ بھی پسند نہیں ہے کہ میرے بدلے میں ان کے پاؤں میں ایک کانٹا بھی چبھے۔ اس پر وہ لوگ ہنسنے لگے۔ ابن اسحاق نے اس بات کو حضرت زید بن دثنہ کے قصہ میں ذکر کیا ہے فاللہ اعلم۔[1]

طبرانی نے حضرت عروہ بن زبیرؓ کی لمبی حدیث ذکر کی ہے جس میں یہ بھی ہے کہ جو مشرکین جنگ بدر کے دن قتل کئے گئے تھے ان کی اولاد نے حضرت خبیبؓ کو قتل کیا۔ جب مشرکوں نے ان کو سولی چڑھا کر (مارنے کے لیے) ان پر ہتھیار تان لیئے تو بلند آواز سے حضرت خبیب کو قسم دے کر پوچھنے لگے۔ کیا تم یہ پسند کرتے ہو کہ۔ (حضرت) محمد (ﷺ) تمہاری جگہ ہوں؟ انہوں نے فرمایا نہیں عظیم اللہ کی قسم! مجھے تو یہ بھی پسند نہیں ہے کہ میرے بدلے میں ان کے پاؤں میں ایک کانٹا چبھے۔ اس پر وہ کافر ہنس پڑے۔ جب مشرک حضرت خبیب کو سولی پر لٹکانے لگے تو انہوں نے یہ اشعار پڑھے:

لقد جمع الاحزاب حولی والبوا قبائلهم واستجمعوا کل مجمع

میرے ارد گرد کافروں کے گروہ جمع ہیں اور انہوں نے اپنے قبیلوں کو بھی جمع کیا ہوا ہے اور ادھر ادھر کے سب لوگ پوری طرح جمع ہیں۔

وقد جمعوا ابناء هم ونساء هم وقربت من جذع طویل ممنع

اور انہوں نے اپنے بیوی بچوں کو بھی جمع کیا ہوا ہے اور مجھے (سولی پر لٹکانے کے لیئے) ایک لمبے اور مضبوط کھجور کے تنے کے قریب کر دیا گیا ہے۔

الی اللہ اشکو غربتی ثم کربتی وما ارصد الاحزاب لی عند مصرع

میں وطن سے دوری کی اور اپنے رنج و غم کی اور ان چیزوں کی اللہ ہی سے شکایت کرتا

---

[1] اخرجه ابن اسحاق كذافی البداية (ج ٤ ص ٦٣)

ہوں، جو ان گروہوں نے میرے قتل ہونے کی جگہ پر میرے لیئے تیار کر رکھی ہیں۔

فذاا لعرش صبرنی علی ما یرا دبی　فقد بضعوا لحمی وقد ہان مطمع

اے عرش والے! یہ کافر مجھے قتل کرنا چاہتے ہیں اس پر مجھے صبر عطا فرما۔ ان لوگوں نے میرا گوشت کاٹ ڈالا ہے اور میری امید ختم ہو گئی ہے۔

وذلك فی ذات الا له وان یشا　یبا رك علیٰ اوصال شلو ممزع

اور یہ سب کچھ اللہ کی ذات کی وجہ سے (میرے ساتھ) ہو رہا ہے اور اگر اللہ چاہے تو وہ میرے جسم کے کٹے ہوئے حصوں میں برکت ڈال سکتا ہے۔

لعمری ما احفل اذا مت مسلماً　علی ای حال کان لله مضجعی

میری عمر کی قسم! جب میں مسلمان ہونے کی حالت میں مر رہا ہوں تو مجھے اس کی کوئی پرواہ نہیں ہے کہ کس حالت میں میں اللہ کے لیئے جان دے رہا ہوں[1] اور ابن اسحاق نے ان اشعار کو ذکر کیا ہے اور پہلے شعر کے بعد یہ شعر بھی ذکر کیا ہے۔

وکلهم مبدی العداوة جاهد　علی لانی فی وثاق بمضیع

اور یہ سب دشمنی ظاہر کر رہے ہیں اور میرے خلاف پوری طرح کوشش کر رہے ہیں۔ کیونکہ میں بیڑیوں میں ہلاکت کی جگہ میں ہوں اور پانچویں شعر کے بعد ابن اسحاق نے یہ اشعار بھی ذکر کیئے ہیں۔

وقد خیر ونی الکفر و الموت دونه　وقد هملت عینا ی من غیر مجزع

ان لوگوں نے مجھے موت اور کفر کے درمیان اختیار دیا حالانکہ موت اس سے بہتر ہے۔ میری دونوں آنکھوں سے آنسو بہہ رہے ہیں لیکن یہ کسی گھبرہٹ کی وجہ سے نہیں بہہ رہے ہیں۔

ومابی حذا رالموت انی لمیت　ولکن حذاری جحم نار ملفع

مجھے موت کا کوئی ڈر نہیں ہے کیونکہ میں نے مرنا تو ضرور ہے مجھے تو لپٹ مارنے والی آگ کی لپٹ کا ڈر ہے۔

فواللّٰه ما ارجو اا ذامت مسلماً　علی ای جنب کان فی اللّٰه مضجعی

اللہ کی قسم! جب میں مسلمان ہونے کی حالت میں مر رہا ہوں تو اس بات کا مجھے کوئی ڈر نہیں ہے کہ مجھے اللہ کے لیئے کس پہلو پر لیٹنا ہوگا۔

فلست بمبد للعد وتخشعاً　ولا جز عاً انی الی اللّٰه مرجعی

---

[1] قال الهیثمی (ج ٦ ص ٢٠٠) رو ه الطبرانی وفیه ابن لهیعة وحدیثه حسن وفیه ضعف انتهی.

میں دشمن کے سامنے عاجزی اور گھبراہٹ ظاہر کرنے والا نہیں ہوں کیونکہ مجھے تو اللہ کے ہاں لوٹ کر جانا ہے۔[1]

بیر معونہ کا دن

حضرت مغیرہ بن عبدالرحمٰن اور حضرت عبداللہ بن ابی بکر بن محمد بن عمرو بن حزم وغیرہ دیگر حضرات اہل علم فرماتے ہیں کہ نیزہ بازی کا ماہر ابو براء عامر بن مالک بن جعفر مدینہ حضور ﷺ کی خدمت میں آیا۔ حضورؐ نے اس کے سامنے اسلام پیش فرمایا اور اسے اسلام کی دعوت دی۔ تو وہ اسلام لایا اور نہ اسلام سے دوری کو ظاہر کیا۔ اور اس نے کہا اے محمد! اگر آپ اپنے چند صحابہؓ نجد والوں کے پاس بھیج دیں۔ اور وہ ان کو آپ کے دین کی دعوت دیں تو مجھے امید ہے کہ وہ آپ کی بات مان لیں گے۔ حضورؐ نے فرمایا کہ مجھے اپنے صحابہؓ کے بارے میں نجد والوں کی طرف سے خطرہ ہے۔ ابو براء نے کہا میں ان لوگوں کو پناہ دیتا ہوں آپ انہیں بھیج دیں تاکہ وہ لوگوں کو آپ کے دین کی دعوت دیں۔ چنانچہ حضورؐ نے بنو ساعدہ کے منذر بن عمرو کو جن کا لقب المعنق لیموت تھا (اس کا ترجمہ ہے موت کی طرف جلدی سے لپکنے والا) اپنے صحابہؓ میں سے ستر بہترین مسلمانوں کے ساتھ بھیجا۔ جن میں حضرت حارث بن صمہ، بنو عدی بن نجار کے حضرت حرام بن ملحان، حضرت عروہ بن اسماء بن صلت سلمی، حضرت نافع بن بدیل بن ورقاء خزاعی، حضرت ابو بکر کے غلام حضرت عامر بن فہیرہؓ اور دیگر بہت سے بہترین مسلمان تھے۔ یہ حضرات مدینہ سے چل کر بیر معونہ پہنچے۔ یہ کنواں بنو عامر کی زمین اور بنو سلیم کے پتھریلے میدان کے درمیان ہے۔ ان حضرات نے جب یہاں پڑاؤ ڈال لیا تو حضرت حرام عامر کے پاس پہنچے تو اس نے خط کی طرف دیکھا ہی نہیں بلکہ حضرت حرام پر حملہ کر کے انہیں شہید کر دیا۔ پھر اس نے حضرات صحابہؓ کے خلاف بنو عامر قبیلہ سے مدد مانگی۔ لیکن اس کی بات ماننے سے بنو عامر نے انکار کر دیا اور یہ کہہ دیا کہ ابو براء ان مسلمانوں کو پناہ دے چکا ہے۔ ہم اس کے معاہدہ کو توڑنا نہیں چاہتے ہیں۔ پھر عامر نے بنو سلیم کے قبائل عصیہ اور رعل اور ذکوان سے ان حضرات کے خلاف مدد مانگی۔ انہوں نے اس کی بات مان لی۔ چنانچہ یہ تمام قبائل اکٹھے ہو کر آئے اور جہاں مسلمانوں نے پڑاؤ ڈالا ہوا تھا وہاں آکر سب طرف سے مسلمانوں کو گھیر لیا۔ جب مسلمانوں نے ان قبائل کو دیکھا تو انہوں نے اپنی تلواریں نکال لیں اور ان کافروں سے لڑنا شروع کر دیا۔ یہاں تک کہ سب کے سب ہی شہید ہو گئے۔ اللہ ان حضرات پر رحم فرمائے۔ بس بنو دینار بن نجار کے حضرت کعب بن زید ہی

زندہ بچے۔ ابھی ان میں جان باقی تھی کہ کافر انہیں چھوڑ کر چلے گئے انہیں مقتولین کے درمیان سے اٹھا کر لایا گیا۔ اس کے بعد یہ زندہ رہے اور جنگ خندق کے دن یہ شہید ہوئے اور حضرت عمرو بن امیہ ضمری اور قبیلہ بنو عمرو بن عوف کے ایک انصاری صحابی یہ دو حضرات مسلمانوں کے جانور لے کر چرانے گئے ہوئے تھے۔ انہیں مسلمانوں کے شہید ہونے کا پتہ اس طرح چلا کہ انہوں نے دیکھا کہ جہاں مسلمانوں نے پڑاؤ ڈالا تھا وہاں مردار خور پرندے اڑ رہے ہیں اور آسمان میں چکر لگا رہے ہیں۔ تو ان حضرات نے کہا اللہ کی قسم! ان پرندوں کے یوں آسمان میں چکر لگانے میں ضرور کوئی بات ہے۔ وہ دونوں حضرات دیکھنے کے لیے آئے۔ آکر دیکھا تو سارے مسلمان خون میں لت پت تھے اور جن گھوڑے سواروں نے ان مسلمانوں کو قتل کیا تھا وہ وہاں کھڑے تھے۔ یہ حالت دیکھ کر انصاری صحابی نے حضرت عمرو بن امیہ سے کہا تمہارا کیا خیال ہے؟ حضرت عمرو نے کہا میرا خیال یہ ہے کہ ہم جا کر حضور ﷺ کو اس واقعہ کی خبر کریں۔ انصاری نے کہا کہ میں تو جان بچانے کے لیے اس جگہ کو چھوڑ کر نہیں جانا چاہتا ہوں۔ جہاں حضرت منذر بن عمرو (جیسے آدمی) کو شہید کر دیا گیا ہو۔ اور میں یہ نہیں چاہتا کہ میں زندہ رہوں اور لوگوں کو ان کی شہادت کی خبر سناتا رہوں۔ چنانچہ انہوں نے ان کافروں سے جنگ شروع کر دی اور آخر شہید ہو گئے۔ ان کافروں نے حضرت عمرو بن امیہ کو قیدی بنا لیا۔ جب انہوں نے کافروں کو بتایا کہ وہ قبیلہ مضر کے ہیں تو عامر بن طفیل نے ان کو چھوڑ دیا اور ان کی پیشانی کے بال کاٹ دیئے اور عامر کی ماں کے ذمہ ایک غلام آزاد کرنا تھا تو اس نے اپنی ماں کی طرف سے ان کو آزاد کر دیا۔[1]

حضرت انس بن مالکؓ فرماتے ہیں کہ حضور ﷺ نے حضرت ام سلیمؓ کے بھائی حضرت حرامؓ کو ستر سواروں کی جماعت کے ساتھ بھیجا (اس علاقہ کے) مشرکوں کے سردار عامر بن طفیل نے حضور کو تین باتوں میں سے ایک بات اختیار کرنے کا موقع دیا تھا اور اس نے کہا کہ یا تو دیہات والے آپکے ہو جائیں اور شہروں والے میرے یا پھر آپ کے بعد مجھے آپ کا خلیفہ بنایا جائے یا پھر میں غطفان کے ہزاروں آدمی لے کر آپ سے جنگ کروں گا۔ عامر ام فلاں ایک عورت کے گھر میں تھا وہ وہاں طاعون میں مبتلا ہو گیا۔ اس نے کہا مجھے تو طاعون کا ایسا پھوڑا نکلا ہے جیسے اونٹ کے نکلتا ہے۔ آل فلاں کی عورت کے گھر میں (سفر کی حالت میں ایک معمولی عورت کے گھر میں بے کسی و بے بسی کی موت کو اپنی شان کی خلاف سمجھتے ہوئے

---

[1] اخرجه ابن اسحاق كذافي البداية (ج ٤ ص ٧٣) واخرجه الطبراني ايضا من طريق ابن اسحاق قال الهيثمي. (ج ٦ ص ١٢٩) ورجاله ثقات الى ابن اسحاق انتهى.

کہا) میرا گھوڑا لاؤ۔اس پر سوار ہو کر چلا اور گھوڑے کی پشت پر ہی اس کی موت ہوئی۔
حضرت ام سلیم کے بھائی حضرت حرام اور ایک اور لنگڑے صحابی اور بنو فلاں کے ایک آدمی یہ تینوں حضرات چلے۔ حضرت حرام نے دونوں ساتھیوں سے کہا کہ میں ان لوگوں کے پاس جاتا ہوں تم دونوں ذرا قریب رہنا اگر ان لوگوں نے مجھے امن دے دیا تو تم قریب ہی ہو گے اور اگر انہوں نے مجھے قتل کر دیا تو اپنے ساتھیوں کے پاس چلے جانا۔ چنانچہ وہاں جاکر حضرت حرام نے ان لوگوں سے کہا کہ کیا تم لوگ مجھے امن دیتے ہو تاکہ میں رسول اللہ ﷺ کا پیغام پہنچا سکوں یہ ان لوگوں سے بات کر رہے تھے کہ انہوں نے ایک آدمی کو اشارہ کیا جس نے پیچھے سے آکر ان کو نیزہ مارا۔ ہمام راوی کہتے ہیں کہ میرا گمان یہ ہے کہ آگے یہ الفاظ تھے کہ ایسا نیزہ مارا جو کہ پار ہو گیا اس پر حضرت حرام نے فرمایا کہ رب کعبہ کی قسم! میں تو کامیاب ہو گیا۔ یہ دیکھ کر حضرت حرام کے دونوں ساتھی مسلمانوں سے جا ملے اور لنگڑے صحابی کے علاوہ باقی تمام ساتھی شہید کر دیے گئے اور وہ لنگڑے صحابی ایک پہاڑ کی چوٹی پر چڑھے ہوئے تھے۔ان شہید ہونے والوں کے بارے میں ہمارے سامنے یہ آیت نازل ہوئی جو بعد میں منسوخ کر دی گئی:۔

انا لقد لقينا ربنا فرضي عنا وارضانا

ترجمہ: "بے شک ہم اپنے رب سے جا ملے وہ ہم سے راضی ہوا اور اس نے ہمیں راضی کیا۔" چنانچہ نبی کریم ﷺ نے تیس دن رعل اور ذکوان اور بنو لحیان اور عصیہ قبیلوں کے خلاف بد دعا فرمائی۔ یہ قبیلے وہ ہیں جنہوں نے اللہ اور اس کے رسول کی نافرمانی کی[1] بخاری میں ہے کہ حضرت انسؓ فرماتے ہیں کہ جب ان کے ماموں حضرت حرام بن ملحانؓ کو بیر معونہ کے دن نیزہ مارا گیا تو وہ اپنا خون لے کر اپنے منہ اور سر پر ڈالنے لگے پھر فرمایا رب کعبہ کی قسم! میں کامیاب ہو گیا اور واقدی نے بیان کیا ہے کہ جس آدمی نے حضرت حرامؓ کو نیزہ مارا تھا وہ جبار بن سلمی کلابی ہیں۔ جب جبار نے پوچھا کہ (حضرت حرام تو قتل ہو رہے ہیں اور کہہ رہے ہیں کہ) میں کامیاب ہو گیا۔اس جملہ کا کیا مطلب ہے؟ لوگوں نے بتایا کہ یہ جنت ملنے کی کامیابی ہے۔ پھر جبار نے کہا اللہ کی قسم! حضرت حرام نے سچ فرمایا اور یہ جبار اسی وجہ سے اس کے بعد مسلمان ہو گئے۔[2]

---

[1] اخرجه البخاري
[2] كذافي البداية (ج ٥ ص ٧١)

غزوہ موتہ کا دن

حضرت عروہ بن زبیرؒ فرماتے ہیں کہ حضور ﷺ نے ہجرت کے آٹھویں سال جمادی الاولیٰ میں ایک لشکر موتہ بھیجا اور حضرت زید بن حارثہؓ کو ان کا امیر بنایا اور فرمایا اگر حضرت زید شہید ہو جائیں تو حضرت جعفر بن ابی طالب امیر ہوں گے اور اگر وہ بھی شہید ہو جائیں تو پھر لوگوں کے امیر حضرت عبداللہ بن رواحہؓ ہوں گے۔ لوگ سامان سفر لے کر نکلنے کے لیئے تیار ہو گئے۔ اس لشکر کی تعداد تین ہزار تھی۔ جب یہ لوگ (مدینہ سے) روانہ ہونے لگے۔ تو (مدینہ کے) لوگوں نے حضورؐ کے مقرر کردہ امیروں کو رخصت کیا اور انہیں الوداعی سلام کیا۔ اس الوداعی ملاقات پر حضرت عبداللہ بن رواحہ رو پڑے تو لوگوں نے کہا آپ کیوں رو رہے ہیں، اے ابن رواحہ؟ انہوں نے کہا غور سے سنو! اللہ کی قسم! نہ تو میرے دل میں دنیا کی محبت ہے اور نہ تم لوگوں سے تعلق اور لگاؤ بلکہ میں نے حضورؐ کو قرآن کی اس آیت کو پڑھتے ہوئے سنا جس میں دوزخ کی آگ کا تذکرہ ہے:

وَاِنْ مِّنْكُمْ اِلَّا وَارِدُهَا كَانَ عَلٰى رَبِّكَ حَتْمًا مَّقْضِيًّا

ترجمہ: "اور کوئی نہیں تم میں جو نہ پہنچے گا اس پر، ہو چکا یہ وعدہ تیرے رب پر لازم مقرر۔" اب مجھے معلوم نہیں کہ اس آگ پر پہنچنے کے بعد واپسی کس طرح ہوگی۔ اس پر مسلمانوں نے کہا اللہ تمہارے ساتھ رہے اور تم سے تکلیفوں اور پریشانیوں کو دور رکھے اور تمہیں صحیح سالم ہمارے پاس واپس لائے۔ تو حضرت عبداللہ بن رواحہ نے یہ اشعار پڑھے۔

لکننی اسال الرحمن مغفرۃً — وضربۃً ذات فرغ تقذف الزبدا

لیکن میں تو رحمان (یعنی اللہ) سے گناہوں کی مغفرت چاہتا ہوں اور تلوار کا ایسا چوڑا وار چاہتا ہوں جس سے خوب جھاگ دار خون نکلے۔

او طعنۃً بیدی حران مجھزۃً — بحربۃ تنفذا لاحشاء والکبدا

یا کسی پیاسے دشمن کے ہاتھوں برچھے کا ایسا وار ہو جو میرا کام تمام کر دے اور جو آنتوں اور جگر میں پار ہو جائے۔

حتیٰ یقال اذا مروا علی جدثی — ارشدہ اللّٰہ من غاز وقد رشدا

تاکہ جب لوگ میری قبر پر گزریں تو یہ کہیں کہ اللہ اس غازی کو ہدایت دے اور یہ تو ہدایت والا تھا۔

---

[۱] کما فی البدایۃ (ج ٤ ص ٦٧)

پھر جب لوگ نکلنے کے لیئے تیار ہو گئے تو حضرت عبداللہ بن رواحہ حضور ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور حضور کو الوداع کہا۔ پھر یہ اشعار پڑھے۔

فثبت اللّٰہ مآ اتاك من حسن تثبیت موسیٰ و نصراً کالذی نصروا

اللہ تعالیٰ نے جتنی بھلائیاں آپ کو دے رکھی ہیں ان سب کو اللہ تعالیٰ ایسے باقی رکھے جیسے اللہ نے حضرت موسیٰ علیہ السلام کو ثابت قدم رکھا تھا اور آپ کی ایسی مدد کرے جیسی اللہ نے ان کی کی تھی۔

انی تفرست فیك الخیر نافلۃً اللّٰہ یعلم انی ثابت البصر

مجھے آپ میں خیر بڑھتی ہوئی نظر آتی ہے۔ اور اللہ جانتا ہے کہ میری نظر بالکل ٹھیک ہے۔

انت الرسول فمن یحرم نوافلہ والوجہ منہ فقد ازری بہ القدر

آپ رسول ہیں جو آپ کے عطایا اور توجہ خاص سے محروم رہ گیا تو واقعی اس کی تقدیر کھوٹی ہے۔

پھر سارا لشکر روانہ ہو گیا اور حضورؐ بھی ان کو رخصت فرمانے کے لیئے (مدینہ سے) باہر تشریف لائے۔ چنانچہ آپ جب لشکر کو رخصت فرما کر واپس لوٹے تو حضرت عبداللہ بن رواحہ نے یہ شعر پڑھا۔

خلف السلام علی امرئ ودعتہ فی النخل خیر مشیع و خلیل

"سلام رہے اس ذات اقدس پر جن کو میں نے کھجوروں کے باغ میں رخصت کیا ہے وہ بہترین رخصت کرنے والے اور بہترین دوست ہیں۔" پھر یہ لشکر روانہ ہو گیا اور ملک شام کے شہر معان پہنچ کر پڑاؤ ڈالا اور مسلمانوں کو یہ خبر ملی کہ ہرقل ایک لاکھ رومی فوج لے کر ملک شام کے علاقہ بلقاء کے شہر مآب میں ٹھہرا ہوا ہے اور لخم اور جذام اور قین اور بہراء اور بلی قبیلوں کے ایک لاکھ آدمی جمع ہو کر ہرقل کے پاس پہنچ چکے ہیں اور ان کا سردار قبیلہ بلی کا ایک آدمی ہے جو اسکے قبیلہ اراشہ سے تعلق رکھتا ہے اور اسے مالک بن زافلہ کہا جاتا ہے۔ جب مسلمانوں کو یہ خبر ملی تو وہ معان میں دو رات ٹھہر کر اپنے اس معاملہ میں غور کرتے رہے اور پھر یہ کہا کہ ہم اللہ کے رسول ﷺ کو یہ خط لکھ کر اپنے دشمن کی تعداد بتاتے ہیں پھر یا تو آپ ہماری مدد کے لیئے اور آدمی بھیج دیں گے یا کسی اور مناسب بات کا ہمیں حکم فرمائیں گے جسے ہم پورا کریں گے۔ اس پر حضرت عبداللہ بن رواحہ نے لوگوں کی ہمت بڑھائی اور انہیں حوصلہ دلایا اور کہا اے میری قوم! اللہ کی قسم، جس شہادت کو تم ناپسند سمجھ رہے ہو (حقیقت میں) تم

اسی کی تلاش میں نکلے ہو۔ ہم لوگوں سے جنگ، تعداد اور طاقت اور کثرت کی بنیاد پر نہیں کرتے ہیں بلکہ ہم تو لوگوں سے جنگ۔ اس دین کی بنیاد پر کرتے ہیں جس کے ذریعہ اللہ نے ہمیں عزت عطا فرمائی ہے۔ لہذا چلو، دو کامیابیوں میں سے ایک کامیابی تو ضرور ملے گی یا تو دشمن پر غلبہ یا اللہ کے راستہ کی شہادت۔ اس پر لوگوں نے کہا اللہ کی قسم! ابن رواحہ نے بالکل ٹھیک کہا ہے۔ چنانچہ لوگ وہاں سے آگے بڑھے تو جب بلقاء علاقہ کی سرحد پر پہنچے تو ہرقل کے رومی اور عربی لشکر بلقاء کی مشارف نامی بستی میں مسلمانوں کو ملے پھر دشمن قریب آگیا اور مسلمان موتہ نامی بستی میں اکٹھے ہو گئے اور وہاں جنگ ہوئی۔ مسلمانوں نے دشمن سے لڑنے کے لیئے اپنے لشکر کو ترتیب دی اور مسلمانوں کے لشکر کے میمنہ پر بنو عذرہ کے قطبہ بن قتادہؓ کو اور میسرہ پر عبایہ بن مالکؓ انصاری صحابی کو امیر مقرر کیا۔ پھر دونوں فوجوں کا مقابلہ ہوا اور بڑے زور کی جنگ ہوئی۔ حضرت زید بن حارثہؓ حضور ﷺ والے جھنڈے کو لے کر بہادری سے لڑتے رہے۔ آخر دشمن کے نیزوں سے زخمی ہو کر شہید ہو گئے۔ پھر حضرت جعفرؓ نے اس جھنڈے کو لے لیا اور دشمن سے لڑتے رہے۔ یہاں تک کہ شہید ہو گئے اور مسلمانوں میں سب سے پہلے آدمی حضرت جعفر ہیں جنہوں نے اپنے گھوڑے کے پاؤں کاٹ ڈالے[1] طبرانی میں اس جیسی حدیث حضرت عروہ بن زبیرؓ سے مروی ہے اور اس میں یہ ہے کہ پھر حضرت جعفرؓ نے جھنڈے کو لے لیا اور جب گھمسان کی لڑائی ہوئی تو وہ اپنے سرخ گھوڑے سے نیچے اترے اور اس کے پاؤں کاٹ دیئے اور دشمن سے لڑتے رہے یہاں تک کہ شہید ہو گئے اور حضرت جعفر پہلے مسلمان ہیں جنہوں نے جنگ میں گھوڑے کے پاؤں کاٹے۔[2]

حضرت زید بن ارقمؓ فرماتے ہیں کہ میرے والد فوت ہو چکے تھے اور میں یتیم تھا اور حضرت عبداللہ بن رواحہؓ کی پرورش میں تھا۔ وہ سواری پر اپنے پیچھے بٹھا کر اپنے اس سفر میں مجھے بھی ساتھ لے گئے تھے۔ اللہ کی قسم! ایک رات وہ چل رہے تھے کہ میں نے ان کو یہ اشعار پڑھتے ہوئے سنا۔

اذا ادنیتنی وحملت رحلی مسیرۃ اربع بعد الحساء

(اے میری اونٹنی) جب تو مجھے قریب کردے گی اور مقام حسا کے بعد چار دن کی

---

[1] اخرجه ابن اسحاق کذافی البدایة (ج ٤ ص ٢٤١)

[2] قال الهیثمی (ج ٦ ص ١٥٧) رواه الطبرانی ورجاله ثقات الی عروة انتهی واخرجه ابو نعیم فی الحلیة (ج ١ ص ١١٨) عن عروة مختصراً.

مسافت تک تو میرے کجاوے کو اٹھا کر لے جائے گی۔

فشأنك انعم وخلاك ذم ولا ارجع الیٰ اهلی ورائی

تو پھر تو نعمتوں پر آرام سے رہنا اور تیری مذمت نہ ہوا کریگی (کیونکہ میں تو وہاں جاکر دشمنوں سے لڑائی میں شہید ہو جاؤں گا اس لیے سفر میں تجھے لے جانے کی مجھے ضرورت نہ رہے گی) اور خدا کرے کہ میں پیچھے اپنے گھر والوں کے پاس نہ جاؤں۔

وجاء المسلمون وغادرونی بارض الشام مستنهی الثواء

اور وہاں سے مسلمان واپس آجائیں گے اور مجھے سر زمین شام میں وہاں چھوڑ آئیں گے جہاں میرا آخری قیام ہو گا۔

وردك كل ذی نسب قریب الی الرحمن منقطع الا خاء

اور (میرے شہید ہو جانے کے بعد) تجھے میرے وہ رشتہ دار واپس لے جائیں گے جو رحمان کے تو قریب ہوں گے لیکن مجھ سے ان کا بھائی چارہ (میرے مرنے کی وجہ سے ختم) ہو چکا ہو گا۔

هنا لك لا ابالی طلع بعل ولا نخل اسا فلها رواء

اور اس وقت مجھے نہ تو خود رو درخت کے پھل کی پرواہ رہے گی اور نہ پانی سے سیراب ہونے والی کھجوروں کے پھل کی پرواہ رہے گی۔

حضرت زید بن ارقم فرماتے ہیں کہ میں نے جب ان سے یہ اشعار سنے (جن میں تمنائے شہادت کا اظہار تھا) تو میں رو پڑا۔ اس پر انہوں نے مجھے کوڑا مارا اور کہنے لگے لوکینے! اللہ اگر مجھے شہادت نصیب فرمادے تو اس میں تمہارا کیا نقصان ہے؟ (میں شہید ہو جاؤں گا) تم میرے کجاوہ پر بیٹھ کر (مدینہ) واپس چلے جانا۔[1]

حضرت عباد بن عبداللہ بن زبیرؓ فرماتے ہیں کہ میرے رضاعی باپ جو کہ قبیلہ بنو عمرو بن عوف کے تھے انہوں نے مجھ سے بیان فرمایا کہ جب حضرت جعفرؓ شہید ہو گئے۔ تو حضرت عبداللہ بن رواحہؓ نے جھنڈا لے لیا اور پھر جھنڈا لے کر اپنے گھوڑے پر آگے بڑھے۔ وہ (دشمن سے لڑنے کے لیئے) گھوڑے سے نیچے اترنا چاہتے تھے لیکن طبیعت میں اس بارے میں کچھ تردد محسوس کیا تو یہ اشعار پڑھ کر اپنی طبیعت کو آمادہ کیا۔

اقسمت یا نفس لتنز لنه لتنزلن اولتکر هنه

---

[1] اخرجه ابن اسحاق كذافی البداية (ج٤ص ٢٤٣) واخرجه ايضا ابو نعيم فی الحلية (ج١ص ١١٩) والطبرانی من طريق ابن اسحاق عن زيد كما فی المجمع (ج٦ص ١٥٨)

اے میرے نفس! تجھے قسم دے کر کہہ رہا ہوں کہ تجھے نیچے اترنا ہوگا۔ خوشی سے اتر یا ناگواری سے۔

ان اجلب الناس وشدوا الرنه مالی اراك تكره هين الجنه

اگر کافر لوگ جمع ہو گئے ہیں اور وہ لڑنے کے زور میں اونچی آوازیں نکال رہے ہیں تو تو بزدل مت بن۔ کیا ہوا میں دیکھ رہا ہوں کہ تو جنت میں جانے کو پسند نہیں کر رہا ہے۔

قد طال ما كنت مطمئنة هل انت الا نطفة فی شنه

اور تجھے اطمینان کی زندگی گزارتے ہوئے بڑا لمبا زمانہ ہو گیا ہے اور تو مشکیزے کے تھوڑے سے پانی کی طرح ہے (کہ نا معلوم کب ختم ہو جائے) اور یہ اشعار بھی پڑھے۔

يا نفس ان لا تقتلي تموتي هذا حمام الموت قد صليت

اے میرے نفس! اگر تو قتل نہیں ہوگا تو (ایک نہ ایک دن) مرنا تو پڑے گا اور یہ موت کا تقدیر میں لکھا ہوا فیصلہ ہے جس میں تجھے داخل کر دیا گیا ہے۔

وما تمنيت فقد اعطيت ان تفعلي فعلهما هديت

تو نے جس چیز کی تمنا کی تھی وہ تمہیں دے دی گئی ہے۔ اگر تو ان دونوں (حضرت زید اور حضرت جعفر) جیسا کام کرے گا تو تو ہدایت پالے گا۔

پھر حضرت عبداللہ بن رواحہ گھوڑے سے اتر گئے اور پھر انہیں ان ایک چچازاد بھائی نے ہڈی والا گوشت لا کر دیا اور ان سے کہا کہ اس کے ذریعہ اپنی کمر کو مضبوط کر لو۔ کیونکہ تمہیں ان دنوں بہت تکلیف اور بھوک برداشت کرنی پڑی ہے۔ انہوں نے ان کے ہاتھ سے وہ گوشت لے کر ایک دفعہ دانتوں سے توڑ کر کھایا کہ اتنے میں انہوں نے لشکر کے ایک کونے سے لوگوں کے اکٹھے ہو کر ہلہ بولنے کی آوز سنی تو (اپنے آپ کو مخاطب کر کے) انہوں نے کہا کہ (یہ لوگ تو جان کی بازی لگا رہے ہیں) اور تو دنیا میں لگا ہوا ہے پھر اپنے ہاتھ سے گوشت کا ٹکڑا پھینک دیا اور اپنی تلوار لے کر آگے بڑھے اور کافروں سے جنگ شروع کر دی آخر شہید ہو گئے۔[1]

حضرت عباد بن عبداللہ بن زبیرؓ فرماتے ہیں کہ میرے رضاعی باپ نے جو بنو مرہ بن عوف کے تھے اور وہ اس غزوہ موتہ میں شریک ہوئے تھے مجھ سے یہ بیان فرمایا کہ اللہ کی قسم! میں اس وقت حضرت جعفرؓ کی طرف دیکھ رہا ہوں جبکہ وہ اپنے سرخ گھوڑے سے اترے اور پھر اس کی ٹانگیں کاٹ ڈالیں اور پھر کافروں سے لڑائی شروع کر دی یہاں تک کہ وہ شہید

---

[1] اخرجه ابن اسحاق كذافي البداية (ج ٤ ص ٢٤٥) واخرجه ايضا ابو نعيم في الحلية (ج ١ ص ١٢٠) والطبراني ورجاله ثقات كما قال الهيثمي (ج ٦ ص ١٦٠)

ہو گئے اور وہ یہ اشعار پڑھ رہے تھے۔

یا حبذا الجنة واقترابها　　　طيبة وبارد شرابها

اے لوگو! کیا ہی اچھی چیز ہے جنت اور کیا ہی اچھا ہے اس کا قریب ہونا۔ جنت بہت ہی عمدہ چیز ہے اور اس کا پانی خوب ٹھنڈا ہے۔

والروم روم قددنا عذابها　　　كافرةٌ بعيدةٌ انسابها

على اذا لاقيتها ضرابها

رومیوں کے عذاب کا وقت قریب آگیا۔ یہ لوگ کافر ہیں اور ان کا آپس میں کوئی جوڑ نہیں ہے۔ جب میدان جنگ میں ان کا سامنا ہو گیا ہے تو اب ان کو تلوار سے مارنا مجھ پر ضروری ہو گیا ہے۔[1]

جنگ یمامہ کا دن

حضرت زید بن خطابؓ کے بیٹے حضرت عبدالرحمٰنؒ فرماتے ہیں کہ حضرت زید بن خطاب جنگ یمامہ کے دن مسلمانوں کا جھنڈا اٹھائے ہوئے تھے۔ مسلمانوں کو (شروع میں) شکست ہو گئی اور (مسیلمہ کذاب کا قبیلہ) حنیفہ مسلمانوں کی پیادہ فوج پر غالب آگیا۔ حضرت زید بن خطاب (مسلمانوں سے) کہنے لگے۔ اپنی قیام گاہوں کو واپس نہ جاؤ کیونکہ پیادہ فوج کو شکست ہو گئی ہے۔ پھر بلند آواز سے زور زور سے کہنے لگے۔ اے اللہ! میں آپ کے سامنے اپنے ساتھیوں کو بھاگنے کی معذرت پیش کرتا ہوں۔ اور مسیلمہ اور محکم بن طفیل نے جو فتنہ اٹھا رکھا ہے میں اس سے بالکل بری ہوں پھر جھنڈے کو مضبوطی سے تھام کر آگے بڑھے اور دشمن میں گھس کر تلوار چلانی شروع کر دی یہاں تک کہ شہید ہو گئے رحمتہ اللہ علیہ۔ اور جھنڈا گرنے لگا تو اسے حضرت ابو حذیفہ کے غلام حضرت سالم نے اٹھا لیا۔ مسلمانوں نے کہا کہ ہمیں خطرہ ہے کہ ہم پر تمہاری طرف سے کافر حملہ کریں گے تو انہوں نے کہا کہ اگر میری جانب سے کافر تم پر حملہ کرنے میں کامیاب ہو گئے تو میں بہت برا حامل قرآن ہوں (یعنی میں کافروں کے تمام حملے روکوں گا اور ادھر سے انہیں آگے نہیں آنے دوں گا) اور حضرت زید بن خطاب ۱۲ھ میں شہید ہوئے۔[2]

---

[1] اخرجه ابن اسحاق كذافي البداية (ج ٤ ص ٢٤٤) واخرجه ابو داؤد ومن هذا الوجه كما في الا صابة (ج ١ ص ٢٣٨) وابو نعيم في الحلية (ج ١ ص ١١٨)

[2] اخرجه الحاكم (ج ٣ ص ٢٢٧) عن عمر بن عبدالرحمن من ولد زيد بن خطاب اخرجه ابن سعد (ج ٣ ص ٢٧٤) عن عبدالرحمنؒ مثله

حضرت بنت ثابت بن قیس بن شماسؓ ایک حدیث بیان فرماتی ہیں جس میں یہ مضمون ہے کہ جب حضرت ابو بکرؓ نے مسلمانوں سے یمامہ اور مسیلمہ کذاب کے مرتدین سے لڑنے کے لیئے نکلنے کا مطالبہ کیا تو (اس مطالبہ پر تیار ہونے والے) مسلمانوں کو لے کر حضرت ثابت بن قیسؓ چلے۔ جب مسلمانوں کا مسیلمہ اور بنو حنیفہ سے مقابلہ ہوا تو مسلمانوں کو تین مرتبہ شکست ہوئی۔ اس پر حضرت ثابت اور حضرت ابو حذیفہؓ کے غلام، حضرت سالمؓ نے کہا کہ رسول اللہ ﷺ کے ساتھ جا کر تو ہم اس طرح جنگ نہیں کیا کرتے تھے اور پھر انہوں نے اپنے لیئے ایک گڑھا کھودا اور ان دونوں نے اس میں داخل ہو کر کافروں سے لڑنا شروع کر دیا۔ اور شہید ہونے تک لڑتے رہے (گڑھے میں اس لیئے داخل ہوئے تاکہ میدان جنگ سے بھاگ نہ سکیں)۔[1]

حضرت محمد بن ثابت بن قیس بن شماسؓ فرماتے ہیں کہ جب جنگ یمامہ کے دن مسلمانوں کو شکست ہو گئی تو حضرت ابو حذیفہؓ کے غلام حضرت سالمؓ نے کہا کہ ہم لوگ رسول اللہ ﷺ کے ساتھ جا کر تو ایسے نہیں کیا کرتے تھے۔ چنانچہ وہ اپنے لیئے ایک گڑھا کھود کر اس میں کھڑے ہو گئے اور اس دن مہاجرین کا جھنڈا ان کے پاس تھا۔ پھر انہوں نے لڑنا شروع کر دیا یہاں تک کہ شہید ہو گئے۔ اللہ ان پر رحم فرمائے۔ ان کی شہادت جنگ یمامہ کے دن ۱۲ھ میں حضرت ابو بکرؓ کے زمانہ خلافت میں ہوئی۔[2]

حضرت ابو سعید خدریؓ فرماتے ہیں کہ حضرت عباد بن بشرؓ کو یہ فرماتے ہوئے سنا کہ اے ابو سعید! آج رات میں نے خواب میں دیکھا کہ آسمان میرے لیئے کھولا گیا۔ میں اس کے اندر داخل ہو گیا پھر وہ آسمان بند کر دیا گیا۔ اس کی تعبیر یہ ہے کہ انشاء اللہ مجھے شہادت نصیب ہو گی۔ میں نے ان سے کہا اللہ کی قسم! تم نے بہت اچھا خواب دیکھا ہے چنانچہ میں نے جنگ یمامہ کے دن دیکھا کہ حضرت عباد بن بشر بلند آواز سے انصار کو کہہ رہے تھے کہ اپنی تلواروں کی میانیں توڑ دو (کیونکہ اب اتنی زوردار لڑائی کرنی ہے جس سے تلواریں ٹوٹ جائیں گی) اور دوسرے لوگوں سے الگ ہو جاؤ۔ تم ہم انصار کو اوروں سے الگ کر دو۔ تم ہم انصار کو اوروں سے الگ کر دو (تاکہ دوسرے لوگ بھی ہماری امتیازی بہادری اور جان دینے کے جذبہ کو دیکھ کر ہمت کریں) چنانچہ انصار کے چار سو آدمی ایک طرف الگ ہو کر جمع ہو گئے اور ان میں اور

---

۱ ـ اخرجه الطبرانی قال الهيثمی (ج۹ ص ۳۲۲) وبنت ثابت بن قيس لم اعرفها وبقية رجاله رجال الصحيح والظاهر ان بنت ثابت بن قيس صحابية فانها قالت سمعت ابی انتهی واخرجه ابن عبدالبر فی الاستيعاب (ج۱ ص ۱۹٤) نحوه واخرجه البغوی ايضا بهذا لا سناد كما فی الاصابة (ج۱ ص ۱۹٦) ۲ ـ اخرجه ابن سعد (ج۳ ص ۸۸)

کوئی بھی نہیں تھا حضرت عباد بن بشر، حضرت ابو دجانہ اور حضرت براء بن مالکؓ ان چار سو کے آگے آگے چل رہے تھے۔ چنانچہ چلتے چلتے یہ اس باغ کے دروازے تک پہنچ گئے۔ (جس کے اندر مسیلمہ کذاب اپنا لشکر لے کر ٹھہرا ہوا تھا) وہاں پہنچ کر ان حضرات نے زبردست جنگ کی اور حضرت عباد بن بشرؓ شہید ہو گئے۔ چنانچہ میں ان کے چہرے سے ان کو نہ پہچان سکا کہ چہرے پر زخم بہت زیادہ تھے البتہ ان کے جسم میں ایک اور نشانی تھی جس سے میں نے ان کو پہچانا۔[1]

حضرت جعفر بن عبداللہ بن اسلم ہمدانیؒ فرماتے ہیں کہ جنگ یمامہ کے دن مسلمانوں میں سب سے پہلے حضرت ابو عقیل انیفیؓ زخمی ہوئے ان کو تیر کندھوں اور دل کے درمیان لگا تھا جو لگ کر ٹیڑھا ہو گیا جس سے شہید نہ ہوئے۔ پھر وہ تیر نکالا گیا اور ان کی بائیں جانب اس تیر کے لگنے کی وجہ سے کمزور ہو گئی تھی یہ شروع دن کی بات ہے۔ پھر انہیں اٹھا کر ان کے خیمہ میں لایا گیا۔ جب لڑائی گھمسان کی ہونے لگی اور مسلمانوں کو شکست ہو گئی اور وہ پیچھے ہٹتے ہٹتے اپنی قیام گاہوں سے بھی گزر گئے۔ اور ابو عقیل اپنے زخم کی وجہ سے کمزور پڑے ہوئے تھے۔ انہوں نے حضرت معن بن عدیؓ کی آواز سنی وہ انصار کو بلند آواز سے لڑنے کے لیئے ابھار رہے تھے کہ اللہ پر بھروسہ کرو۔ اللہ پر بھروسہ کرو اور اپنے دشمن پر دوبارہ حملہ کرو۔ اور حضرت معن لوگوں کے آگے آگے تیزی سے چل رہے تھے۔ یہ اس وقت کی بات ہے جبکہ انصار کہہ رہے تھے کہ ہم انصار کو دوسروں سے الگ کردو۔ ہم انصار کو دوسروں سے الگ کردو۔ چنانچہ ایک ایک کر کے انصار ایک طرف جمع ہو گئے (اور مقصد یہ تھا کہ یہ لوگ جم کر لڑیں گے اور بہادری سے آگے بڑھیں گے اور دشمن پر جا کر حملہ کریں گے۔ اس سے تمام مسلمانوں کے قدم جم جائیں گے اور حوصلے بڑھ جائیں گے) حضرت عبداللہ بن عمرؓ فرماتے ہیں کہ پھر حضرت ابو عقیل انصار کے پاس جانے کے لیئے کھڑے ہوئے۔ میں نے کہا اے ابو عقیل! آپ کیا چاہتے ہیں؟ آپ میں لڑنے کی طاقت تو ہے نہیں۔ انہوں نے کہا کہ اس منادی نے میرا نام لے کر آواز لگائی ہے میں نے کہا وہ تو کہہ رہا ہے اے انصار! لڑنے کے لیئے واپس آؤ۔ وہ زخمیوں کو واپس بلانا نہیں چاہتا ہے (وہ تو ان لوگوں کو بلا رہا ہے جو لڑنے کے قابل ہوں) حضرت ابو عقیل نے کہا (کہ انہوں نے انصار کو بلایا ہے اور میں چاہے زخمی ہوں لیکن) میں بھی انصار میں سے ہوں اس لیئے میں ان کی پکار پر ضرور جاؤں گا چاہے مجھے گھٹنوں کے بل جانا پڑے۔ حضرت

---

[1] اخرجه ابن سعد ایضا (ج ۳ ص ۴۴۱)

ابن عمر فرماتے ہیں کہ حضرت ابو عقیل نے اپنی کمر باندھی اور اپنے دائیں ہاتھ میں ننگی تلوار لی۔ اور پھر یہ اعلان کرنے لگے کہ اے انصار! جنگ حنین کی طرح دشمن پر دوبارہ حملہ کرو۔ چنانچہ حضرات انصار جمع ہو گئے اللہ ان پر رحم فرمائے اور پھر مسلمانوں سے آگے آگے بڑی بہادری کے ساتھ دشمن کی طرف بڑھے یہاں تک کہ دشمن کو میدان جنگ چھوڑ کر باغ میں گھس جانے پر مجبور کر دیا۔ مسلمان اور دشمن ایک دوسرے میں گھس گئے اور ہمارے اور ان کے درمیان تلواریں چلنے لگیں حضرت ابن عمر فرماتے ہیں کہ میں نے حضرت ابو عقیل کو دیکھا کہ ان کا زخمی ہاتھ کندھے سے کٹ کر زمین پر گرا ہوا تھا اور ان کے جسم میں چودہ زخم تھے جن میں سے ہر زخم جان لیوا تھا اور اللہ کا دشمن مسیلمہ قتل ہو گیا۔ حضرت ابو عقیل زمین پر زخمی پڑے ہوئے تھے اور ان کے آخری سانس تھے۔ میں نے جھک کر ان سے کہا اے ابو عقیل! انہوں نے کہا لبیک حاضر ہوں اور لڑکھڑاتی ہوئی زبان سے پوچھا کہ فتح کس کو ہوئی ہے؟ میں نے کہا آپ کو خوشخبری ہو (مسلمانوں کو فتح ہوئی ہے) اور میں نے بلند آواز سے کہا اللہ کا دشمن قتل ہو چکا ہے۔ اس پر انہوں نے اللہ کی حمد بیان کرنے کے لیئے آسمان کی طرف انگلی اٹھائی اور انتقال فرما گئے۔ اللہ ان پر رحم فرمائے۔ حضرت ابن عمر فرماتے ہیں کہ مدینہ واپس آنے کے بعد میں نے حضرت عمرؓ کو ان کی ساری کارگزاری سنائی۔ تو حضرت عمر نے فرمایا اللہ ان پر رحم فرمائے۔ وہ ہمیشہ شہادت مانگا کرتے تھے اور جہاں تک مجھے معلوم ہے وہ ہمارے نبی کریم ﷺ کے بہترین صحابہؓ میں سے تھے۔ اور شروع میں اسلام لائے تھے۔[1]

حضرت انسؓ فرماتے ہیں کہ جب جنگ یمامہ کے دن مسلمانوں کو شکست ہو گئی تو میں نے دیکھا کہ حضرت ثابت بن قیسؓ خوشبو لگا کر میدان جنگ میں جانے کے لیئے تیار ہو رہے تھے۔ میں نے ان سے کہا اے چچا جان! کیا آپ نہیں دیکھ رہے ہیں (کہ یہ کیا ہو رہا ہے۔ مسلمان شکست کھا کر بھاگ رہے ہیں) انہوں نے کہا ہم حضور ﷺ کے ساتھ جا کر اس طرح جنگ نہیں کیا کرتے تھے۔ تم لوگوں نے (شکست کھا کر) اپنے مقابل دشمن کو بہت بری عادت ڈال دی ہے۔ اے اللہ! ان (مرتدین) نے جو فتنہ کھڑا کیا ہے میں اس سے بھی بری ہوں اور ان (مسلمانوں) نے جو کیا ہے (کہ شکست کھا کر بھاگ رہے ہیں) میں اس سے بھی بری ہوں۔ پھر کافروں سے لڑائی شروع کر دی یہاں تک کہ شہید ہو گئے۔ آگے اور

١۔ اخرجه ابن سعد ايضا (ج ٣ ص ٤٧٤)

حدیث بھی ذکر کی ہے۔[1] فتح الباری میں یہ لکھا ہوا ہے کہ جب جنگ یمامہ کے دن مسلمانوں کو شکست ہو گئی تو حضرت ثابتؓ نے فرمایا کہ میں ان مرتدین سے بیزار ہوں اور یہ جن چیزوں کی عبادت کرتے ہیں ان سے بھی بیزار ہوں اور میں مسلمانوں سے بھی بیزار ہوں اور مسلمان جو کچھ کر رہے ہیں (کہ شکست کھا کر بھاگ رہے ہیں) میں اس سے بھی بیزار ہوں۔ اور ایک آدمی باغ کی دیوار میں ایک شگاف والی جگہ پر کھڑا ہوا تھا۔ انہوں نے اسے قتل کر دیا اور پھر خود بھی شہید ہو گئے۔[2]

جنگ یرموک کا دن

حضرت ثابت بنانیؒ فرماتے ہیں کہ حضرت عکرمہ بن ابی جہلؓ جنگ (یعنی جنگ یرموک) کے دن (شہادت کے شوق میں سواری سے اتر کر) پیدل چلنے لگ پڑے تو ان سے حضرت خالد بن ولیدؓ نے فرمایا۔ اے عکرمہ! ایسے نہ کرو۔ کیونکہ تمہارا قتل ہو جانا مسلمانوں پر بڑا شاق ہو گا۔ حضرت عکرمہ نے کہا اے خالد! مجھے چھوڑو۔ اس لیئے کہ تمہیں تو حضور ﷺ کے ساتھ اسلام کو پھیلانے کے لیئے بہت کچھ کرنے کا موقع ملا ہے اور میں اور میرا باپ ہم دونوں تو حضور ﷺ کے لوگوں میں سب سے زیادہ مخالف تھے اور سب سے زیادہ تکلیفیں پہنچایا کرتے تھے اور یہ کہہ کر حضرت عکرمہ پیدل آگے بڑھے اور شہید ہو گئے۔[3]

حضرت ابو عثمان غسانیؒ کے والد فرماتے ہیں کہ جنگ یرموک کے دن حضرت عکرمہ بن ابی جہلؓ نے فرمایا کہ میں نے کئی میدانوں میں رسول اللہ ﷺ سے جنگ کی ہے تو کیا میں آج تم لوگوں سے (شکست کھا کر) بھاگ جاؤں گا۔ (ایسا ہرگز نہیں ہو سکتا) پھر بلند آواز سے کہا کہ مرنے پر کون بیعت ہوتا ہے؟ چنانچہ ان کے چچا حضرت حارث بن ہشام اور حضرت ضرار بن ازورؓ نے چار سو مسلمان سرداروں اور شہسواروں سمیت بیعت کی اور انہوں نے حضرت خالدؓ کے خیمے کے سامنے خوب زوردار لڑائی کی اور سارے ہی زخموں سے چور ہو گئے لیکن وہ سارے اپنی جگہ جمے رہے۔ کوئی اپنی جگہ سے ہلا نہیں اور ان میں سے ایک بڑی مخلوق شہید

---

[1] اخرجه الطبراني كما في الاصابة (ج۱ص ۱۹۵) قال وهو في البخاري مختصراً قال الهيثمي (ج۹ص ۳۲۳) رجال رجاله الصحيح اه واخرجه الحاكم (ج۳ص ۲۳۵) وصححه على شرط مسلم [2] وفي مرسل عكرمة عن ابن سعد با سناد صحيح ابن سعد با سناد صحيح كما في فتح الباري (ج٦ص ٤٠٥) واخرجه البيهقي (ج۹ص ٤٤) عن انسؓ بمعناه .

[3] اخرجه يعقوب بن ابي سفيان وابن عساكر كذافي الكنز (ج ۷ص ۷۵) واخرجه البيهقي عن ثابتؓ نحوه (ج۹ص ٤٤)

ہو گئی جن میں حضرت ضرار بن ازور بھی تھے۔[1]

حضرت سیف کی روایت بھی اس جیسی ہی ہے لیکن اس میں یہ بھی ہے کہ وہ چار سو مسلمان اکثر شہید ہو گئے۔ کچھ ان میں سے بچ گئے۔ جن میں حضرت ضرار بن ازور بھی تھے صبح کو حضرت عکرمہ بن ابی جہل اور ان کے بیٹے حضرت عمرو دونوں حضرت خالدؓ کے پاس لائے گئے۔ یہ دونوں خوب زخمی تھے۔ حضرت خالد نے حضرت عکرمہ کا سر اپنی ران پر اور حضرت عمرو کا سر اپنی پنڈلی پر رکھا اور وہ ان دونوں کے چہرے کو صاف کر رہے تھے اور ان کے حلق میں تھوڑا تھوڑا پانی ڈال رہے تھے اور وہ فرما رہے تھے کہ ابن حنتمہ (یعنی حضرت عمرؓ) نے کہا تھا کہ ہم لوگ شہید نہیں ہوں گے (لیکن اللہ نے ہمیں شہادت عطا فرمادی)۔[2]

صحابہ کرامؓ کے اللہ کے راستہ میں شوق شہادت کے قصے

حضرت ابو البختری اور حضرت میسرہ فرماتے ہیں کہ جنگ صفین کے دن حضرت عمار بن یاسرؓ لڑ رہے تھے لیکن شہید نہیں ہو رہے تھے۔ وہ حضرت علیؓ کی خدمت میں جا کر کہتے اے امیر المومنین! یہ فلاں دن ہے (یعنی حضورؐ نے مجھے جس دن شہید ہونے کی خوشخبری دی تھی وہ دن یہی ہے) حضرت علی جواب میں فرماتے، ارے اپنے اس خیال کو جانے دو۔ اس طرح تین مرتبہ ہوا۔ پھر ان کے پاس دودھ لایا گیا جسے انہوں نے پی لیا۔ پھر فرمایا کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا تھا کہ دودھ ہی وہ چیز ہے جسے میں دنیا سے جاتے وقت سب سے آخر میں پیوں گا۔ پھر کھڑے ہو کر جنگ کی یہاں تک کہ شہید ہو گئے۔[3]

رسول اللہ ﷺ کے صحابی حضرت ابو سنان دولیؓ فرماتے ہیں کہ میں نے حضرت عمار بن یاسرؓ کو دیکھا کہ انہوں نے اپنے غلام سے پینے کی کوئی چیز منگوائی۔ وہ ان کے پاس دودھ کا ایک پیالہ لایا۔ چنانچہ انہوں نے وہ دودھ پیا اور پھر فرمایا اللہ اور اس کے رسول نے سچ فرمایا آج میں اپنے محبوب دوستوں، حضرت محمد ﷺ اور ان کی جماعت سے (شہید ہو کر) ملوں گا۔ آگے مزید حدیث ذکر کی۔[4]

حضرت ابراہیم بن عبدالرحمن بن عوفؓ فرماتے ہیں کہ میں نے حضرت عمار بن یاسرؓ کو

---

[1] عند سیف بن عمر عن ابی عثمان الغسانی کذافی البدایة (ج ۷ ص ۱۱)

[2] قد اخرجه الطبری (ج ٤ ص ٣٦) عن السری عن شعیب عن سیف باسناده نحوه الا انه قال.

[3] اخرجه الطبرانی وابو یعلی قال الهیثمی (ج ۹ ص ۲۹۷) رواه الطبرانی وابو یعلی باسانید وفی بعضها عطاء بن السائب وقد تغیر وبقیة رجاله ثقات وبقیة الاسانید ضعیفة انتهی

[4] عند الطبرانی قال الهیثمی (ج ۹ ص ۲۹۸) واسناده حسن

جنگ صفین کے دن جس دن وہ شہید ہوئے اونچی آواز سے یہ کہتے ہوئے سنا۔ میں جبار یعنی اللہ تعالیٰ سے ملوں گا اور حور عین سے شادی کروں گا۔ آج ہم اپنے محبوب دوستوں، حضرت محمد ﷺ اور ان کی جماعت سے ملیں گے۔ حضورؐ نے مجھ سے فرمایا تھا کہ دنیا میں تمہارا آخری توشہ دودھ کی لسی ہو گی۔ (اور وہ میں پی چکا ہوں اور میں اب دنیا سے جانے والا ہوں۔[1]

حضرت انسؓ فرماتے ہیں کہ میں حضرت براء بن مالکؓ کے پاس آیا وہ کچھ گنگنا رہے تھے۔ میں نے ان سے کہا اللہ نے تمہیں ان اشعار کے بدلہ ان سے بہتر چیز یعنی قرآن عطا فرمایا ہوا ہے (تم قرآن پڑھو) انہوں نے کہا کیا تمہیں اس بات کا ڈر ہے کہ میں اپنے بستر پر مر جاؤں گا؟ نہیں۔ اللہ کی قسم! اللہ مجھے اس (نعمت شہادت) سے محروم نہیں فرمائیں گے میں اکیلا سو کافروں کو قتل کر چکا ہوں اور جن کو میں نے دوسروں کے ساتھ مل کر قتل کیا ہے وہ ان کے علاوہ ہیں۔[2]

حاکم نے حضرت انسؓ کی یہ روایت نقل کی ہے کہ جب جنگ عقبہ کے دن فارس میں مسلمان شکست کھا کر ایک کونے میں سمٹ آئے تھے تو حضرت براء بن مالکؓ کھڑے ہو کر اپنے گھوڑے پر سوار ہوئے اور ایک آدمی اسے پیچھے سے ہانک رہا تھا پھر انہوں نے اپنے ساتھیوں سے فرمایا۔ تم نے اپنے مقابلہ والوں کو بری عادت ڈال دی ہے۔ (کہ ہر دفعہ ان سے شکست کھا لیتے ہو) یہ کہہ کر انہوں نے دشمن پر ایسا حملہ کیا کہ اس سے اللہ تعالیٰ نے مسلمانوں کو فتح عطا فرما دی اور وہ خود اس دن شہید ہو گئے۔

حضرت عبید اللہ بن عبد اللہ بن عتبہ کہتے ہیں کہ انہیں یہ خبر پہنچی ہے کہ حضرت عمر بن خطابؓ نے فرمایا کہ جب حضرت عثمان بن مظعونؓ کا طبعی موت سے انتقال ہوا اور انہیں شہادت کی موت نہ ملی تو ان کا مقام میری نگاہ میں بہت کم ہو گیا۔ اور میں نے کہا کہ اس آدمی کو دیکھو کہ یہ دنیا سے بہت زیادہ کنارہ کش تھا اور یوں مر گیا ہے اور اسے شہادت نصیب نہیں ہوئی ہے۔ تو ان کا درجہ میری نگاہ میں یوں ہی کم رہا۔ یہاں تک کہ حضور ﷺ کا بھی وصال ہو گیا (اور انہیں شہادت نہ ملی) تو میں نے کہا کہ تیرا ناس ہو ہمارے بہترین لوگ یونہی (شہادت کے بغیر) وفات پا رہے ہیں۔ پھر حضرت ابو بکرؓ کا بھی یونہی انتقال ہوا۔ تو میں نے کہا

---

[1] عند الطبرانی قال الهیثمی (ج۹ ص ۲۹۶) رواه الطبرانی فی الا وسط والا مام احمد باختصار ورجاله رجال الصحیح ورواه البزار بنحوه با سناد ضعیف وفی روایة عند الا مام احمد انه لما اتی باللبن ضحك انتهی

[2] اخرجه البغوی با سناد صحیح كذافی الاصابة (ج۱ ص ۱۴۳) واخرجه الطبرانی بمعناه قال الهیثمی (ج۹ ص ۳۲۴) ورجاله رجال الصحیح اه واخرجه الحاكم ایضا (ج۳ ص ۲۹۱) بمعناه وقال هذا حدیث صحیح علی شرط الشیخین ولم یخرجاه واخرجه ابو نعیم فی الحلیة (ج۱ ص ۳۵۰) نحوه

کہ تیرا ناس ہو ہمارے بہترین لوگ یونہی وفات پا رہے ہیں۔ چنانچہ حضرت عثمان کا میری نگاہ میں وہی درجہ ہو گیا جو ان کا پہلے تھا۔[1]

حضرات صحابہ کرامؓ کی بہادری

حضرت ابوبکر صدیقؓ کی بہادری

حضرت علیؓ نے فرمایا اے لوگو! مجھے بتاؤ لوگوں میں سب سے زیادہ بہادر کون ہے؟ لوگوں نے کہا اے امیر المومنین! آپ ہیں۔ حضرت علی نے فرمایا کہ میں جس دشمن کے مقابلہ کے لیئے۔ نکلا ہوں اس سے میں نے اپنا حق پورا لیا ہے (یعنی ہمیشہ اپنے دشمن کو شکست دی ہے میں پورا بہادر نہیں ہوں) لیکن تم مجھے بتاؤ کہ لوگوں میں سب سے زیادہ بہادر کون ہے؟ لوگوں نے کہا کہ پھر ہم تو نہیں جانتے۔ آپ ہی بتائیں کہ کون ہے؟ انہوں نے کہا کہ وہ حضرت ابوبکرؓ ہیں۔ چنانچہ جنگ بدر کے موقع پر جب ہم نے رسول اللہ ﷺ کے لئے چھپر بنایا۔ تو ہم نے کہا کہ کون حضورؐ کے ساتھ رہے گا؟ تاکہ کوئی مشرک آپ کی طرف نہ آسکے۔ اللہ کی قسم! اس وقت کوئی بھی حضورؐ کے ساتھ رہنے کی ہمت نہ کر سکا (دشمن کا خوف بہت ہی زیادہ تھا) بس ایک حضرت ابوبکر ہی ایسے تھے جو تلوار سونت کر حضورؐ کے سرہانے کھڑے ہوئے تھے جب کوئی بھی حضورؐ کی طرف آنے کا ارادہ کرتا حضرت ابوبکر فوراً لپک کر اس کی طرف جاتے۔ یہ (حضرت ابوبکر) ہی تمام لوگوں میں سب سے زیادہ بہادر ہیں آگے اور حدیث بھی ذکر کی ہے۔[2]

حضرت عمر بن خطابؓ کی بہادری

حضرت علی بن ابی طالبؓ نے ایک مرتبہ فرمایا کہ میرے علم کے مطابق ہر ایک نے ہجرت چھپ کر کی۔ صرف حضرت عمر بن خطابؓ ایسے ہیں جنہوں نے علی الاعلان ہجرت کی۔ چنانچہ جب انہوں نے ہجرت کا ارادہ فرمایا تو اپنی تلوار گلے میں لٹکائی۔ اور اپنی کمان کندھے پر ڈالی۔ اور کچھ تیر (ترکش سے) نکال کر اپنے ہاتھ میں پکڑ لیئے اور بیت اللہ کے پاس آئے وہاں صحن میں قریش کے کچھ سردار بیٹھے ہوئے تھے۔ حضرت عمرؓ نے بیت اللہ کے سات چکر لگائے پھر مقام ابراہیم کے پاس جا کر دو رکعت نماز پڑھی۔ پھر مشرکین کی ایک ایک ٹولی

---

[1] اخرجه ابن سعد وابو عبيد في الغريب كذافي المنتخب (ج ٥ ص ٢٤٠)
[2] اخرجه ابن عساكر كذافي منتخب كنز العمال (ج ٤ ص ٣٨٧)

کے پاس آئے اور فرمایا یہ تمام چہرے بد شکل ہو جائیں۔ جو آدمی یہ چاہتا ہے کہ اس کی ماں اس سے ہاتھ دھو بیٹھے اور اس کی اولاد یتیم ہو جائے اور اس کی بیوی بیوہ ہو جائے وہ مجھ سے اس وادی کی پرلی جانب آکر ملے۔ (پھر آپ وہاں سے چل پڑے) ایک بھی آپ کے پیچھے نہ جا سکا۔

حضرت علی بن ابی طالبؓ کی بہادری

حضرت جابرؓ فرماتے ہیں کہ حضرت علیؓ جنگ احد کے دن حضرت فاطمہؓ کے پاس آئے اور یہ شعر پڑھے:

افا طم اِهاك السيف غير ذميم　　فلست بر عديد ولا بلئيم

اے فاطمہ! یہ تلوار لے لو جس میں کوئی عیب نہیں ہے اور نہ تو (ڈر کی وجہ سے) مجھ پر کپکپی طاری ہوتی ہے۔ اور نہ میں کمینہ ہوں۔

لعمري لقد ابليت في نصر احمد　　ومر ضاة رب بالعباد عليم

میری عمر کی قسم! حضرت احمد ﷺ کی مدد اور اس رب العزت کی خوشنودی کی خاطر میں نے پوری کوشش کی ہے جو بندوں کو اچھی طرح جانتا ہے۔

حضور ﷺ نے فرمایا کہ اگر تم نے عمدہ طریقہ سے جنگ کی ہے تو حضرت سہل بن حنیف اور حضرت ابن الصمہ نے بھی خوب عمدہ طریقہ سے جنگ کی ہے اور حضورؐ نے ایک اور صحابی کا بھی نام لیا جسے معلّٰی راوی بھول گئے۔ اس پر حضرت جبرائیلؑ نے آکر عرض کیا اے محمد! آپ کے والد کی قسم! یہ غمخواری کا موقع ہے۔ اس پر حضورؐ نے فرمایا اے جبرائیل، یہ علی تو مجھ سے ہیں۔ حضرت جبرائیل نے عرض کیا، میں آپ دونوں کا ہوں۔[1]

حضرت ابن عباسؓ فرماتے ہیں کہ جنگ احد کے دن حضرت علیؓ حضرت فاطمہؓ کے پاس گئے اور ان سے کہا یہ تلوار لے لو۔ اس میں کوئی عیب نہیں ہے۔ حضور ﷺ نے فرمایا اگر تم نے اچھی طرح سے جنگ کی ہے تو حضرت سہل بن حنیفؓ اور حضرت ابو دجانہ سماک بن خرشہؓ نے بھی خوب اچھی طرح جنگ کی ہے۔[2]

حضرت عبید اللہ کعب بن مالک انصاریؓ فرماتے ہیں کہ غزوہ خندق کے دن عمرو بن عبدِ وُد بہادروں کی نشانی لگا کر جنگ میں اپنے موجود ہونے کو بتانے کے لیئے نکلا۔ جب وہ اور

---

[1] اخرجه البزار قال الهيثمي (ج٦ص ١٢٢)وفيه معلى بن عبدالرحمن الواسطى وهو ضعيف جداوقال ابن عدى ارجوانه لا باس به انتهى

[2] عندالطبراني قال الهيثمي (ج ٦ ص ١٢٣) رجاله رجال الصحيح انتهى۔

اس کے گھوڑے سوار ساتھی کھڑے ہو گئے تو حضرت علیؓ نے اس سے کہا اے عمرو! تم نے قریش کے لیئے اللہ سے عہد کیا تھا کہ جب بھی تمہیں کوئی آدمی دو باتوں کی دعوت دے گا، تم ان دو میں سے ایک کو ضرور اختیار کر لو گے۔ اس نے کہا ہاں (میں نے یہ عہد کیا تھا) حضرت علی نے کہا میں تمہیں اللہ اور اس کے رسول کی اور اسلام کی دعوت دیتا ہوں۔ عمرو نے کہا مجھے اس کی کوئی ضرورت نہیں ہے۔ اس پر حضرت علی نے فرمایا کہ میں مقابلہ کے لیئے میدان میں اترنے کی تم کو دعوت دیتا ہوں عمرو نے کہا اے میرے بھتیجے! (مجھے) کیوں (میدان میں مقابلے کے لیئے اترنے کی دعوت دے رہے ہو کیونکہ) اللہ کی قسم! میں تمہیں قتل کرنا نہیں چاہتا ہوں۔ حضرت علی نے فرمایا لیکن میں تو تمہیں قتل کرنا چاہتا ہوں۔ یہ سن کر عمرو آگ بگولہ ہو گیا اور حضرت علی کی طرف بڑھا۔ دونوں اپنی سواریوں سے اترے۔ اور دونوں نے میدان کا کچھ چکر لگایا۔ (پھر لڑائی شروع ہو گئی) آخر حضرت علی نے عمرو کو قتل کر دیا۔[1]

ابن اسحاق کہتے ہیں کہ عمرو بن عبدود ہتھیاروں سے پوری طرح لیس ہو کر باہر نکلا اور بلند آواز سے پکارا مقابلہ کے لیئے کون آتا ہے؟ حضرت علی بن ابی طالبؓ نے کھڑے ہو کر کہا یا نبی اللہ! میں اس کے مقابلہ کے لیئے جاتا ہوں آپ نے فرمایا یہ عمرو ہے۔ بیٹھ جاؤ۔ پھر عمرو زور سے پکارا۔ کیا ہے کوئی مرد۔ جو میرے مقابلہ کے لیئے میدان میں آئے اور مسلمانوں کو ملامت کرتے ہوئے کہنے لگا، کہاں گئی تمہاری وہ جنت جس کے بارے میں تم لوگ یہ کہتے ہو کہ تم میں سے جو مارا جاتا ہے وہ اس جنت میں داخل ہو جاتا ہے۔ تم لوگ میرے مقابلہ کے لیئے ایک آدمی بھی نہیں بھیج سکتے؟ حضرت علی نے پھر کھڑے ہو کر کہا یا رسول اللہ! میں جاتا ہوں۔ آپ نے فرمایا، تم بیٹھ جاؤ۔ عمرو نے تیسری مرتبہ پھر بلند آواز سے مقابلہ کے لیئے آنے کی دعوت دی اور راوی نے اس کے اشعار کا بھی تذکرہ کیا۔ پھر حضرت علی نے کھڑے ہو کر کہا یا رسول اللہ! میں جاتا ہوں۔ آپ نے فرمایا یہ عمرو ہے۔ حضرت علی نے کہا چاہے عمرو ہو۔ (میں جانے کو تیار ہوں) چنانچہ حضورؐ نے ان کو اجازت دے دی۔ وہ یہ اشعار پڑھتے ہوئے اس کی طرف چلے۔

لا تعجلن فقد اتاك مجيب صوتك غير عاجز

ہرگز جلدی نہ کرو کیونکہ تیری آواز کا جواب دینے والا آگیا ہے، جو عاجز نہیں ہے۔

في نية وبصيرة والصدق منجي كل فائز

یہ آنے والا سوچ سمجھ کر اور پکے ارادے کے ساتھ آیا ہے (یہ بات میں تم سے سچی کہہ رہا

---

[1] اخرجه ابن جرير من طريق ابن اسحاق عن يزيد بن رومان كذافي الكنز (ج ٥ ص ٢٨١)

ہوں کیونکہ) سچ ہی ہر کامیاب ہونے والے کے لیئے نجات کا ذریعہ ہے۔

انی لارجوان اقیم علیك نائحة الجنائز

مجھے پوری امید ہے کہ مردوں پر نوحہ کرنے والیوں کو میں تیرے اوپر (نوحہ کرنے کے لیئے) کھڑا کردوں گا۔

من ضربة نجلاء یبقی ذکر ها عند الهزاهز

میں تجھے (تلوار کی) ایسی لمبی چوڑی ضرب لگاؤں گا جس کا تذکرہ بڑی بڑی لڑائیوں میں بھی باقی رہے گا۔

عمرو نے حضرت علی سے پوچھا تم کون ہو ؟ انہوں نے کہا میں علی ہوں عمرو نے کہا کہ کیا تم عبد مناف (یہ ابو طالب کا نام ہے) کے بیٹے ہو ؟ انہوں نے کہا (ہاں) میں علی بن ابی طالب ہوں۔ عمرو نے کہا اے میرے بھتیجے ! (میں یہ چاہتا ہوں کہ میرے مقابلے کے لیئے) تمہاری جگہ تمہارے چچاؤں میں سے کوئی چچا آئے جو عمر میں تم سے بڑا ہو۔ کیونکہ مجھے تمہارا خون بہانا پسند نہیں ہے۔ حضرت علی نے کہا۔ لیکن اللہ کی قسم ! میں تمہارے خون بہانے کو برا نہیں سمجھتا ہوں۔ وہ غضبناک ہو کر اپنے گھوڑے سے نیچے اترا اور اپنی تلوار سونت لی وہ تلوار آگ کے شعلے کی طرح چمکدار تھی۔ پھر وہ غصہ میں بھرا ہوا۔ حضرت علیؓ کی طرف بڑھا۔ حضرت علی کھال والی ڈھال لے کر اس کے سامنے آئے۔ عمرو نے حضرت علی کی ڈھال پر تلوار کا ایسا زوردار وار کیا کہ تلوار ڈھال کو کاٹ کر ان کے سر تک جا پہنچی جس سے سر زخمی ہو گیا۔ حضرت علی نے اس کے کندھے پر اس زور سے تلوار ماری جس سے وہ زمین پر گر گیا اور (اس کے گرنے سے بہت سا) غبار اڑا۔ اور حضور اقدس ﷺ نے زور سے اللہ اکبر کہنے کی آواز سنی جس سے ہم لوگ سمجھے گئے کہ حضرت علی نے عمرو کو قتل کر دیا ہے اس وقت حضرت علی یہ اشعار پڑھ رہے تھے۔

اعلی تقتحم الفوارس هکذا عنی وعنهم اخر واصحابی

کیا گھوڑے سواریوں اچانک مجھ پر حملہ کر دیں گے ؟ اے میرے ساتھیو ! تم سب کو مجھ سے اور مجھ پر اچانک حملہ کرنے والوں سے پیچھے ہٹا دو (میں اکیلا ہی ان سے نمٹ لوں گا)

الیوم یمنعنی الفرار حفیظتی ومصمم فی الراس لیس بنابی

میدان جنگ میں مجھے جو غصہ آتا ہے اس نے آج مجھے بھاگنے سے روکا ہوا ہے اور اس تلوار نے روکا ہے جس کا وار سر کاٹ کر آتا ہے اور خطا نہیں ہوتا ہے پھر یہ اشعار پڑھے :

عبدالحجارة من سفاهة رایه وعبدت رب محمد بصوابی

اس نے اپنی احمقانہ رائے سے پتھروں کی عبادت کی اور میں نے اپنی درست رائے سے محمد ﷺ کے رب کی عبادت کی۔

فصدرت حین ترکتہ متجدلا کالجذع بین دکادك وروابی

جب میں اس کا کام تمام کر کے واپس آیا تو وہ زمین پر ایسے پڑا ہوا تھا جیسے وہ میرے کپڑے چھین لیتا۔

وعففت عن اثوابہ ولواننی کنت المقطر بزنی اثوابی

میں نے اس کے کپڑے نہیں لیئے اور یوں میں پاکدامن رہا اور اگر میں گر جاتا تو وہ میرے کپڑے چھین لیتا۔

لا تحسبن اللّٰہ خاذل دینہ ونبیہ یا معشر الا حزاب

اے (کافروں کی) جماعتو! یہ خیال ہرگز نہ کرنا کہ اللہ تعالیٰ اپنے دین کی اور اپنے نبی ﷺ کی مدد چھوڑ دیں گے۔

پھر حضرت علی حضورؐ کی طرف چل پڑے اور ان کا چہرہ خوشی سے دمک رہا تھا۔ حضرت عمر بن خطابؓ نے ان سے کہا کہ تم نے اس (عمرو بن عبدود) کی زرہ کیوں نہیں لے لی۔ کیونکہ عربوں کے پاس اس زرہ سے بہتر زرہ نہیں ہے۔ حضرت علی نے کہا کہ میں نے اس پر تلوار کا وار کیا۔ اس نے اپنی شرمگاہ کے ذریعہ مجھ سے بچاؤ کیا۔ یعنی اس کی شرمگاہ کھل گئی اس وجہ سے مجھے شرم آئی کہ میں اپنے چچازاد بھائی کی اس حال میں زرہ اتارلوں۔[1]

حضرت سلمہ بن اکوعؓ ایک لمبی حدیث بیان کرتے ہیں جس میں وہ غزوہ فزارہ سے واپسی کا تذکرہ کرتے ہیں اور فرماتے ہیں کہ واپس آکر ابھی ہم لوگ تین دن ٹھہرے ہی تھے کہ ہم لوگ خیبر کی طرف نکل پڑے۔ اور حضرت عامرؓ بھی اس غزوہ میں گئے تھے اور وہ یہ اشعار پڑھتے جاتے تھے۔

واللّٰہ لو لا انت ماا ھتدینا ولا تصد قنا ولا صلینا

اللہ کی قسم! اگر آپ نہ ہوتے (یعنی آپ کا فضل نہ ہوتا) تو ہم ہدایت نہ پاتے اور نہ صدقہ کرتے اور نہ نماز پڑھتے۔

ونحن من فضلك ما استغنینا فانزلن سکینۃ علینا

وثبت الا قدام ان لا قینا

---

[1] ذکرہ فی البدایۃ (ج ٤ ص ١٠٦) من طریق البیھقی.

ہم تیرے فضل سے بے نیاز نہیں ہیں تو ہم پر سکینہ اور اطمینان کو ضرور نازل فرما۔ اور جب ہم دشمن سے مقابلہ کریں تو تو ہمیں ثابت قدم رکھ۔

اس پر حضور ﷺ نے پوچھا کہ ان اشعار کو پڑھنے والا کون ہے؟ لوگوں نے عرض کیا کہ حضرت عامر۔ حضورؐ نے فرمایا (اے عامر) تیرا رب تیری مغفرت فرمائے۔ راوی کہتے ہیں کہ جب بھی حضورؐ نے کسی کو یہ دعا دی ہے وہ ضرور شہید ہوا ہے۔ حضرت عمرؓ اونٹ پر سوار تھے (یہ دعا سن کر) انہوں نے کہا آپ نے ہمیں حضرت عامر سے اور فائدہ اٹھانے دیا ہوتا (یعنی آپ یہ دعا حضرت عامر کو نہ دیتے تو وہ اور زندہ رہتے۔ اب تو وہ شہید ہو جائیں گے) پھر ہم لوگ خیبر پہنچے۔ تو (یہود کا پہلوان) مرحب اپنی تلوار فخر سے لہراتا ہوا اور یہ شعر پڑھتا ہوا باہر نکلا۔

قد علمت خیبر انی مرحب　　شاکی السلاح بطل مجرب

اذاا لحروب اقبلت تلهب

سارے خیبر کو اچھی طرح معلوم ہے کہ میں مرحب ہوں اور ہتھیاروں سے لیس ہوں اور تجربہ کار بہادر ہوں (میری بہادری اس وقت ظاہر ہوتی ہے) جب، کہ شعلہ زن لڑائیاں سامنے آتی ہیں۔

حضرت عامر مرحب کے مقابلے کے لیئے یہ اشعار پڑھتے ہوئے میدان میں نکلے۔

قد علمت خیبر انی عامر　　شاکی السلاح بطل مغامر

سارے خیبر کو اچھی طرح معلوم ہے کہ میں عامر ہوں اور ہتھیاروں سے لیس ہوں اور مہلک مقامات میں گھسنے والا بہادر ہوں۔

ان دونوں کے آپس میں تلوار سے دو دو ہاتھ ہوئے۔ مرحب کی تلوار حضرت عامر کی ڈھال میں گھس گئی۔ حضرت عامر نے مرحب کے نچلے حصہ پر حملہ کیا۔ حضرت عامر کی تلوار آکر خود ان کو ہی لگ گئی جس سے شہ رگ کٹ گئی اور اسی سے یہ شہید ہو گئے حضرت سلمہ فرماتے ہیں کہ میں باہر نکلا تو حضور ﷺ کے چند صحابہ کو میں نے یہ کہتے ہوئے سنا کہ حضرت عامر کا سارا عمل رائیگاں گیا۔ حضورؐ نے پوچھا یہ بات کس نے کہی ہے؟ میں نے کہا آپ کے چند صحابہؓ نے حضورؐ نے کہا ان لوگوں نے غلط کہا۔ عامر کو تو دوگنا اجر ملے گا۔ حضورؐ نے حضرت علی کو بلانے کے لیئے آدمی بھیجا۔ اور ان کی آنکھ دکھ رہی تھی۔ حضورؐ نے فرمایا آج میں جھنڈا ایسے آدمی کو دوں گا جو اللہ اور اس کے رسول سے محبت کرتا ہے۔ میں حضرت علی کا ہاتھ پکڑے ہوئے لے کر آیا۔ آپ نے ان کی آنکھ پر لعاب

مبارک لگایا وہ فوراً ٹھیک ہو گئی۔ حضورؐ نے ان کو جھنڈا دیا۔ مرحب پھر وہی اپنے اشعار پڑھتا ہوا باہر نکلا۔

قد علمت خیبر انی مرحب   شاکی السلاح بطل مجرب

اذا الحروب اقبلت تلھب

اس کے مقابلہ کے لیے حضرت علی یہ اشعار پڑھتے ہوئے نکلے۔

انا الذی سمتنی امی حیدرہ   کلیث غابات کریہ المنظرہ

اوفیھم بالصاع کیل السندرہ

"میں وہ شخص ہوں کہ جس کی ماں نے اس کا نام حیدر یعنی شیر رکھا۔ میں جنگل کے ہولناک منظر والے شیر کی طرح ہوں میں دشمنوں کو پورا پورا ناپ کر دوں گا جیسے کہ کھلے پیمانے میں پورا پورا دیا جاتا ہے۔" (یعنی میں دشمن میں وسیع پیمانے پر خون ریزی کروں گا) چنانچہ حضرت علی نے تلوار کا ایسا وار کیا کہ مرحب کا سر پھاڑ کر اسے قتل کر دیا۔ اور اس طرح خیبر فتح ہو گیا۔ اس روایت میں اسی طرح آیا ہے کہ ملعون مرحب یہودی کو حضرت علی نے ہی قتل کیا ہے اور ایسے ہی امام احمد نے حضرت علیؓ سے روایت نقل کی ہے کہ جب میں نے مرحب کو قتل کیا تو میں اس کا سر لے کر حضور ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوا۔ لیکن موسیٰ بن عقبہ نے امام زہری سے یہ روایت نقل کی ہے کہ مرحب کو قتل کرنے والے حضرت محمد بن مسلمہؓ ہیں اور اسی طرح محمد بن اسحاق نے اور واقدی نے حضرت جابرؓ وغیرہ حضرات سے نقل کیا ہے۔[1]

رسول اللہ ﷺ کے آزاد کردہ غلام حضرت ابو رافعؓ فرماتے ہیں کہ ہم لوگ حضرت علیؓ کے ساتھ خیبر کے لیے روانہ ہوئے۔ حضورؐ نے ان کو اپنا جھنڈا دے کر بھیجا تھا۔ جب حضرت علی قلعہ کے قریب پہنچے تو قلعہ والے لڑنے کے لیے قلعہ سے نکل کر باہر آ گئے۔ چنانچہ حضرت علی نے ان سے جنگ شروع کر دی۔ ان یہودیوں میں سے ایک آدمی نے حضرت علی پر تلوار کا زوردار حملہ کیا جس سے حضرت علی کے ہاتھ سے ڈھال نیچے گر گئی۔ حضرت علی نے فوراً قلعہ کا دروازہ اکھیڑ کر اسے اپنی ڈھال بنا لیا۔ اور دروازے کو ہاتھ میں پکڑ کر حضرت علی لڑتے رہے یہاں تک کہ اللہ تعالیٰ نے ان کو فتح نصیب فرمائی پھر انہوں نے اس دروازے کو زمین پر ڈال دیا۔ پھر میں نے سات اور آدمیوں کو لے کر کوشش کی کہ اس دروازے کو پلٹ دیں لیکن ہم آٹھ آدمی اسے پلٹ نہ سکے۔[2]

۱۔ اخرجه مسلم والبیھقی واللفظ له کذافی البدایة (ج ٤ ص ١٨٧)

۲۔ وفی ھذا الخبر جھالة وانقطاع ظاھر۔

حضرت جابرؓ فرماتے ہیں کہ حضرت علیؓ نے غزوہ خیبر کے دن (قلعہ کا) دروازہ اٹھالیا۔ مسلمان اس کے اوپر چڑھ کر قلعہ کے اندر چلے گئے۔ اور اس طرح اس کو فتح کرلیا۔ بعد میں لوگوں نے تجربہ کیا تو چالیس آدمی اسے نہ اٹھا سکے۔[1] حضرت جابرؓ کی ایک روایت میں یہ ہے کہ ستر آدمیوں نے اپنا پورا زور لگایا تب دروازے کو واپس اس کی جگہ لگا سکے۔[2] حضرت جابر بن سمرہؓ فرماتے ہیں کہ حضرت علیؓ نے غزوہ خیبر کے دن (قلعہ کا) دروازہ اٹھالیا تھا۔ اسی پر چڑھ کر مسلمانوں نے خیبر قلعہ کو فتح کیا تھا، بعد میں تجربہ کیا گیا تو چالیس آدمی ہی اسے اٹھا سکے۔[3]

حضرت طلحہ بن عبید اللہؓ کی بہادری

حضرت طلحہؓ فرماتے ہیں کہ غزوہ احد کے دن میں یہ رجزیہ اشعار پڑھ رہا تھا۔

نحن حماة غالب و مالك　　　نذب عن رسولنا المبارك

ہم قبیلہ غالب اور قبیلہ مالک کی حفاظت کرنے والے ہیں اور ہم اپنے مبارک رسول کی طرف سے دفاع کررہے ہیں۔

نضرب عنه القوم فی المعارك　　　ضرب صفاح الكوم فی المبارك

اور میدان جنگ میں ہم دشمنوں کو تلواریں مار مار کر حضورؐ سے پیچھے ہٹا رہے ہیں اور ہم ایسے مار رہے ہیں جیسے کہ اونچے کوہان والی موٹی اونٹنیوں کو بیٹھنے کی جگہ میں کناروں پر مارا جاتا ہے (یعنی جب انہیں ذبح کر کے گوشت بنایا جاتا ہے) حضور ﷺ نے غزوہ احد سے واپس ہوتے ہی حضرت حسانؓ سے فرمایا کہ تم طلحہ کی تعریف میں کچھ اشعار کہو چنانچہ حضرت حسان نے یہ اشعار کہے۔

وطلحة يوم الشعب آسىٰ محمدًا　　　علىٰ ساعة ضاقت عليه و شقت

اور گھاٹی کے دن طلحہ نے تنگی اور مشکل کی گھڑی میں حضرت محمد ﷺ کی پوری طرح غم خواری کی اور ان پر جان نثاری کی۔

يقيه بكفية الرماح و اسلمت　　　اشاجعه تحت السيوف فشلت

اپنے دونوں ہاتھوں کے ذریعہ وہ حضورؐ کو نیزوں سے بچاتے رہے۔ اور (حضورؐ کو بچانے کے لیئے) انہوں نے اپنے ہاتھوں کے پورے تلواروں کے نیچے کردیئے جس سے وہ پورے

---

[1] رواه الحافظ البيهقي و الحاكم من طريق ابي جعفر الباقر و فيه ضعف ايضا
[2] هذا رواية ضعيفة كذافي البداية (ج ٤ ص ١٨٩)
[3] قداخرجه ابن ابي شيبة كذافي منتخب كنز العمال (ج ٥ ص ٤٤) وقال حسن انتهى.

شل ہو گئے۔

وکان امام الناس الا محمداً اقام رحی الا سلام حتی استقلت

حضرت محمد ﷺ کے علاوہ باقی تمام لوگوں سے آگے تھے اور انہوں نے اسلام کی چکی کو ایسا کھڑا کیا کہ وہ مستقل چلنے لگی۔

اور حضرت ابوبکر صدیقؓ نے (حضرت طلحہ کی تعریف میں) یہ اشعار کہے :

حمیٰ نبی الهدی والخیل تتبعه حتیٰ اذا ما لقوا حامیٰ عن الدین

طلحہ نے ہدایت والے نبی کی حفاظت کی حالانکہ سوار آپ کا پیچھا کر رہے تھے یہاں تک کہ جب وہ سوار قریب آجاتے تو یہ دین کی خوب حفاظت کرتے۔

صبراً علی الطعن اذولت حما تهم والناس من بین مهدی و مفتون

جب لوگوں کی حفاظت کرنے والے پیٹھ پھیر کر بھاگ رہے تھے اس وقت انہوں نے نیزوں پر صبر کیا۔ اور اس دن لوگ دو طرح کے تھے ہدایت یافتہ اور فتنہ میں مبتلا کافر۔

یا طلحة بن عبید اللہ اقد وجبت لک الجنان وزوجت المهاالعین

اے طلحہ بن عبید اللہ! تمہارے لیے جنت واجب ہو گئی اور خوبصورت اور آہو چشم حوروں سے تمہاری شادی ہو گئی اور (ان کی تعریف میں) حضرت عمرؓ نے یہ شعر کہا :

حمیٰ نبی الهدی بالسیف منصلتاً لما تولی جمیع الناس وانکشفوا

جب تمام لوگوں نے پشت پھیر لی اور شکست کھا گئے اس وقت طلحہ نے ننگی تلوار سے ہدایت والے نبی کی حفاظت کی۔

اس پر حضور ﷺ نے فرمایا اے عمر! تم نے سچ کہا[1] اور حضرت طلحہ کے جنگ کرنے کے واقعات صفحہ ۳۰۱ پر گزر چکے ہیں۔

حضرت زبیر بن عوامؓ کی بہادری

حضرت سعید بن مسیبؒ فرماتے ہیں کہ اللہ کی خاطر سب سے پہلے تلوار سونتنے والے حضرت زبیر بن عوامؓ ہیں ایک دن وہ دوپہر کو قیلولہ کر رہے تھے (یعنی آرام کر رہے تھے) کہ اچانک انہوں نے یہ آواز سنی کہ رسول اللہ ﷺ کو قتل کر دیا گیا ہے۔ (یہ سنتے ہی فوراً) سنتی ہوئی ننگی تلوار لے کر باہر نکلے۔ یہ اور حضورؐ دونوں ایک دوسرے کو بالکل آمنے سامنے آکر

[1] اخرجه ابن عساکر قال فی منتخب الکنز (ج ۵ ص ۶۸) وفیه سلیمان بن ایوب الطلحی اه قال ابن عدی عامة احادیثه لا یتابع علیها وذکره ابن حبان فی الثقات کما فی اللسان (ج ۳ ص ۷۷)

ملے۔ حضورؐ نے پوچھا اے زبیر! تمہیں کیا ہو گیا؟ انہوں نے عرض کیا میں نے سنا کہ آپ شہید کر دیئے گئے ہیں۔ حضورؐ نے پوچھا پھر تمہارا کیا کرنے کا ارادہ تھا؟ انہوں نے عرض کیا میرا یہ ارادہ تھا کہ میں (آنکھ بند کر کے) مکہ والوں پر ٹوٹ پڑوں۔ حضورؐ نے ان کے لیئے دعائے خیر فرمائی۔ انہی کے بارے میں اسدی شاعر نے یہ اشعار کہے ہیں۔

هذاك اول سيف سل في غضب لله سيف الزبير المرتضى انفا

حضرت زبیر مرتضٰی سردار کی تلوار ہی وہ تلوار ہے جو اللہ کی خاطر غصہ کرنے میں سب سے پہلے سونتی گئی ہے۔

حمية سبقت من فضل نجدته قد يحبس النجدات المحبس الا رفا

یہ دینی حمیت ہے جو ان کے بہادر ہونے کی وجہ سے ظاہر ہوئی ہے اور کبھی زیادہ سننے والا کئی قسم کی بہادریوں کو جمع کر لیا کرتا ہے۔[1]

حضرت عروہؒ فرماتے ہیں کہ حضرت زبیر بن عوامؓ نے مسلمان ہونے کے بعد یہ شیطانی آواز سنی کہ حضرت محمد ﷺ گرفتار کر لیئے گئے ہیں اس وقت حضرت زبیرؓ کی عمر بارہ سال تھی۔ یہ سنتے ہی انہوں نے اپنی تلوار سونت لی اور (حضورؐ کی تلاش میں) گلیوں میں بھاگنے لگے۔ حضورؐ اس وقت مکہ کے بالائی حصہ میں تھے یہ وہاں ہاتھ میں تلوار لیئے ہوئے حضورؐ کی خدمت میں پہنچ گئے۔ حضورؐ نے ان سے پوچھا تمہیں کیا ہوا؟ انہوں نے کہا کہ میں نے یہ بات سنی کہ آپ کو گرفتار کر لیا گیا ہے حضورؐ نے پوچھا تم کیا کرنے لگے تھے؟ انہوں نے کہا آپ کو گرفتار کرنے والوں کو اپنی اس تلوار سے مارنے لگا تھا اس پر حضور ﷺ نے آپ کے لیئے اور آپ کی تلوار کے لیئے دعا فرمائی۔ اور ان سے فرمایا کہ واپس لوٹ جاؤ یہ سب سے پہلی تلوار ہے جو اللہ کے راستہ میں سونتی گئی تھی۔[2]

ابن اسحاق سے روایت ہے کہ جنگ احد کے دن طلحہ بن ابی طلحہ عبدری مشرکوں کا جھنڈا اٹھائے ہوئے تھا اس نے مسلمانوں کو اپنے مقابلہ پر میدان میں نکلنے کی دعوت دی۔ چنانچہ لوگ ایک دفعہ تو اس کے ڈر کی وجہ سے رک گئے۔ (اس کے مقابلہ کے لیئے جانے پر کسی نے ہمت نہ کی) پھر حضرت زبیر بن عوامؓ اس کے مقابلہ کے لیئے نکلے اور چھلانگ لگا کر اس کے اونٹ پر اس کے ساتھ جا بیٹھے۔ (اور اونٹ پر ہی لڑائی شروع

---

[1] اخرجه ابن عساكر [2] عند ابن عساكر ايضا وابى نعيم فى الحلية (ج ۱ ص ۸۹) كذافى منتخب كنز العمال (ج ۵ ص ۶۹) واخرجه الزبير بن بكار كما فى الاصابة (ج ۱ ص ۵۴۵) واخرجه ابو نعيم فى الدلائل (ص ۲۲۶) عن سعيد بن المسيب بمعناه

ہو گئی) حضرت زبیر نے طلحہ کو اوپر سے نیچے زمین پر پھینک کر اسے اپنی تلوار سے ذبح کر دیا۔ حضور ﷺ نے ان کی تعریف فرمائی اور فرمایا کہ ہر نبی کا کوئی (جان نثار) حواری ہوا کرتا ہے میرے حواری زبیر ہیں۔ اور فرمایا چونکہ میں نے دیکھا تھا کہ لوگ اس کے مقابلہ میں جانے سے رک گئے تھے اس وجہ سے اگر یہ زبیر اس کے مقابلہ میں نہ جاتے تو میں خود جاتا۔[1]

ابن اسحاق روایت کرتے ہیں کہ نوفل بن عبداللہ بن مغیرہ مخزومی نے غزوہ خندق کے دن دشمن کی صف سے باہر نکل کر مسلمانوں کو اپنے مقابلہ کے لیئے نکلنے کی دعوت دی۔ چنانچہ اس کے مقابلہ کے لیئے حضرت زبیر بن عوامؓ نکلے اور اس پر تلوار کا ایسا وار کیا کہ اس کے دو ٹکڑے کر دیئے۔ اس کی وجہ سے ان کی تلوار میں دندانے پڑ گئے۔ اور وہ واپس آتے ہوئے یہ شعر پڑھ رہے تھے۔

انی امرء احمی ذا احتمی عن النبی المصطفی الامی

میں ایسا آدمی ہوں کہ (دشمن سے) اپنی بھی حفاظت کرتا ہوں اور نبی امی حضرت مصطفے ﷺ کی بھی حفاظت کرتا ہوں۔[2]

حضرت اسماء بنت ابی بکرؓ فرماتی ہیں کہ ایک مشرک ہتھیار لگائے ہوئے آیا اور ایک اونچی جگہ چڑھ کر کہنے لگا کہ میرے مقابلے کے لیئے کون آئے گا؟ حضورؐ نے لوگوں میں سے ایک آدمی سے کہا کیا تم اس کے مقابلہ کے لیے جاؤ گے؟ اس آدمی نے کہا یا رسول اللہ! اگر آپ کی منشاء ہو تو (میں جانے کے لیئے تیار ہوں) حضرت زبیرؓ (حضورؐ کے چہرہ کی طرف) جھانک کر دیکھنے لگے۔ حضورؐ نے ان کی طرف دیکھا اور ان سے فرمایا (میری پھوپھی) صفیہ کے بیٹے، تم (مقابلہ کے لیئے) کھڑے ہو جاؤ۔ حضرت زبیر اس کی طرف چل پڑے اور جا کر اس کے برابر کھڑے ہو گئے۔ پھر دونوں ایک دوسرے پر تلوار کے وار کرنے لگے۔ پھر دونوں آپس میں گتھم گتھا ہو گئے۔ پھر دونوں نیچے کو لڑھکنے لگے۔ اس پر حضورؐ نے فرمایا جو بھی گڑھے میں پہلے گرے گا وہی مارا جائے گا۔ چنانچہ حضورؐ نے اور مسلمانوں نے (حضرت زبیر کے لیئے) دعا کی۔ چنانچہ وہ کافر (گڑھے میں) پہلے گرا۔ پھر حضرت زبیر اس کے سینے پر جا گرے اور انہوں نے اسے قتل کر دیا۔[3]

حضرت عبداللہ بن زبیرؓ فرماتے ہیں کہ غزوہ خندق کے دن مجھے عورتوں اور بچوں کے

۱۔ ذکرہ یونس کذافی البدایۃ (ج ٤ ص ۲۰)
۲۔ ذکرہ یونس کذافی البدایۃ (ج ٤ ص ۱۰۷)
۳۔ قد اخرجہ ابن جریر کذافی منتخب الکنز (ج ٥ ص ٦۹)

ساتھ قلعہ میں رکھا گیا اور میرے ساتھ عمر بن ابی سلمہ بھی تھے (یہ دونوں بچے تھے) وہ میرے سامنے جھک کر کھڑے ہو جاتے اور میں ان کی کمر پر چڑھ کر (قلعہ سے باہر لڑائی کا منظر) دیکھنے لگ جاتا۔ چنانچہ میں نے اپنے والد کو دیکھا کہ وہ کبھی یہاں حملہ کرتے اور کبھی وہاں۔ جو چیز بھی ان کے آتی وہ لپک کر اس کی طرف جاتے۔ شام کو جب وہ ہمارے پاس قلعہ میں آئے تو میں نے کہا اے ابا جان آج آپ جو کچھ کرتے رہے میں اسے دیکھتا رہا۔ انہوں نے کہا اے میرے بیٹے! کیا تم نے مجھے دیکھا؟ میں نے کہا جی ہاں انہوں نے کہا میرے ماں باپ تم پر قربان ہوں۔[1]

حضرت عروہؓ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ کے صحابہؓ نے غزوہ یرموک کے دن حضرت زبیرؓ سے کہا۔ کیا تم (کافروں پر) حملہ نہیں کرتے ہو تاکہ ہم بھی تمہارے ساتھ حملہ کریں۔ حضرت زبیر نے کہا اگر میں نے حملہ کیا تو تم اپنی بات پوری نہیں کر سکو گے اور میرا ساتھ نہیں دے سکو گے۔ انہوں نے کہا ہم ایسا نہیں کریں گے (بلکہ آپ کا ساتھ دیں گے) چنانچہ حضرت زبیر نے کافروں پر اس زور سے حملہ کیا کہ ان کی صفوں کو چیرتے ہوئے دوسری طرف نکل گئے اور صحابہؓ میں سے کوئی بھی ان کے ساتھ نہیں تھا۔ پھر وہ اسی طرح دشمن کی صفوں کو چیرتے ہوئے واپس آئے تو کافروں نے ان کے گھوڑے کی لگام پکڑ کر ان کے کندھے پر تلوار کے دو وار ایسے کیئے جو ان کو جنگ بدر والے زخم کے دائیں بائیں لگے۔ حضرت عروہؓ فرماتے ہیں کہ میں چھوٹا تھا اور ان زخموں کے نشانات میں انگلیاں دے کر کھیلا کرتا تھا اور (غزوہ یرموک کے) اس دن حضرت عبداللہ بن زبیرؓ بھی ان کے ساتھ تھے اور ان کی عمر اس وقت دس سال تھی اور حضرت زبیر نے ان کو ایک گھوڑے پر سوار کر کے ایک آدمی کے سپرد کر دیا تھا۔[2] البدایہ میں اس جیسی روایت ہے جس میں یہ ہے کہ حضرات صحابہؓ دوبارہ وہی درخواست لے کر حضرت زبیر کے پاس آئے تو انہوں نے وہی کارنامہ کر دکھایا جو پہلے دکھایا تھا۔[3]

حضرت سعد بن ابی وقاصؓ کی بہادری

حضرت زہریؒ فرماتے ہیں کہ حضور اقدس ﷺ نے حجاز کے علاقہ رابغ کی جانب ایک جماعت کو بھیجا جس میں حضرت سعد بن ابی وقاصؓ تھے مشرکین مسلمانوں پر ٹوٹ پڑے۔

---

[1] اخرجه البيهقي كذافي البداية (ج ٤ ص ١٠٧)

[2] اخرجه البخاري [3] ذكره في البداية (ج ٧ ص ١١) بمعناه

اس دن حضرت سعد نے اپنے تیروں سے مسلمانوں کی خوب حفاظت کی اور حضرت سعد سب سے پہلے مسلمان ہیں جنہوں نے اللہ کے راستے میں تیر چلایا اور یہ اسلام کی سب سے پہلی جنگ تھی اور حضرت سعد نے اپنے تیر چلانے کے بارے میں یہ اشعار کہے۔

الا هل اتی رسول اللّٰہ انی — حمیت صحابتی بصدور نبلی

ذرا غور سے سنو! کیا حضور ﷺ کو یہ بات پہنچ گئی ہے کہ میں نے اپنے تیروں کی نوک سے اپنے ساتھیوں کی حفاظت کی ہے؟

اذود بها عدوهم زیادًا — بکل حزونة وبکل سهل

ہر سخت اور ہر نرم زمین میں، میں نے مسلمانوں کے دشمن کو تیروں کے ذریعہ خوب اچھی طرح بھگایا ہے۔

فما یعتد رام فی عدو — بسهم یا رسول اللّٰہ قبلی

یا رسول اللہ! کوئی بھی مسلمان مجھ سے پہلے دشمن پر تیر چلانے والا شمار نہیں کیا جاتا (کیونکہ میں نے سب سے پہلے تیر چلایا ہے)[1]

حضرت ابن شہابؒ فرماتے ہیں کہ حضرت سعدؓ نے غزوہ احد کے دن ایک تیر سے تین کافروں کو قتل کیا اور اس کی صورت یہ ہوئی کہ دشمن نے ان کی طرف تیر پھینکا انہوں نے وہ تیر کافروں پر چلایا اور ایک کو قتل کر دیا۔ کافروں نے وہ تیر پھر ان پر چلایا۔ انہوں نے اس تیر کو لے کر کافروں پر دوبارہ چلا دیا اور ایک اور کافر کو قتل کر دیا۔ کافروں نے وہ تیر ان پر تیسری مرتبہ چلایا انہوں نے پھر وہ تیر لے کر ان کافروں پر چلایا اور تیسرے کافر کو قتل کر دیا۔ حضرت سعد کے اس کارنامے سے مسلمان بہت خوش ہوئے اور بڑے حیران ہوئے۔ حضرت سعد نے بتایا کہ یہ تیر مجھے حضور ﷺ نے دیا تھا۔ (کافروں کی طرف سے آیا ہوا یہ تیر حضور نے ان کو پکڑا دیا ہوگا) راوی کہتے ہیں کہ (اس دن) حضورؐ نے حضرت سعد سے فرمایا تھا کہ میرے ماں باپ تم پر قربان ہوں۔[2]

حضرت ابن مسعودؓ فرماتے ہیں کہ غزوہ بدر کے دن حضرت سعدؓ حضور ﷺ کے ساتھ کبھی سوار ہو کر لڑتے اور کبھی پیادہ یا یہ مطلب ہے کہ وہ تھے تو پیادہ لیکن دوڑتے سوار کی طرح تھے۔[3]

۱؎ اخرجه ابن عساکر کذافی المنتخب (ج ۵ ص ۷۲) عن ابن عساکر

۲؎ اخرجه ابن عساکر کذافی منتخب الکنز (ج ۵ ص ۷۲) ۳؎ اخرجه البزار قال الهیثمی (ج ۶ ص ۸۲) رواه البزار باسنادین احدهما متصل والاخر مرسل ورجالهما ثقات انتهی۔

حضرت حمزہ بن عبدالمطلبؓ کی بہادری

حضرت حارث تیمیؒ فرماتے ہیں کہ غزوہ بدر کے دن حضرت حمزہ بن عبدالمطلبؓ نے شتر مرغ کے پر کی نشانی لگا رکھی تھی۔ ایک مشرک نے پوچھا کہ یہ شتر مرغ کے پر کی نشانی والا آدمی کون ہے؟ لوگوں نے اسے بتایا کہ یہ حضرت حمزہ بن عبدالمطلب ہیں تو اس مشرک نے کہا یہی تو وہ آدمی ہے جنہوں نے ہمارے خلاف بڑے بڑے کارنامے کیئے ہیں۔[1]

حضرت عبدالرحمٰن بن عوفؓ فرماتے ہیں کہ امیہ بن خلف نے مجھ سے کہا اے اللہ کے بندے! غزوہ بدر کے دن جس آدمی نے اپنے سینے پر شتر مرغ کے پر کا نشان لگا رکھا تھا وہ کون تھا؟ میں نے کہا وہ رسول اللہ ﷺ کے چچا حضرت حمزہ بن عبدالمطلبؓ تھے۔ امیہ نے کہا انہوں نے ہی تو ہمارے خلاف بڑے بڑے کارنامے کر رکھے ہیں۔[2]

حضرت جابر بن عبداللہؓ فرماتے ہیں کہ جب غزوہ احد کے دن لوگ لڑائی سے واپس آگئے تو حضور ﷺ نے حضرت حمزہؓ کو ان لوگوں میں نہ پایا۔ تو ایک آدمی نے کہا کہ میں نے ان کو اس درخت کے پاس دیکھا تھا۔ وہ یوں کہہ رہے تھے کہ میں اللہ کا شیر ہوں اور اس کے رسول کا شیر ہوں۔ اے اللہ! یہ ابو سفیان اور اس کے ساتھی جو کچھ فتنے لے کر آئے ہیں میں تیرے سامنے ان سب سے بری ہونے کا اظہار کرتا ہوں اور مسلمانوں نے جو شکست کھائی ہے میں اس سے بھی بری ہونے کا اظہار کرتا ہوں۔ حضورؐ اس طرف تشریف لے گئے۔ جب (شہادت کی حالت میں) حضورؐ نے ان کی پیشانی دیکھی تو آپ رو پڑے۔ جب آپ نے دیکھا کہ ان کے کان ناک وغیرہ کاٹ دیئے گئے ہیں تو آپ سسکیاں لے کر رونے لگے۔ پھر آپ نے فرمایا کیا کوئی کفن ہے؟ ایک انصاری نے کھڑے ہو کر ایک کپڑا ان پر ڈال دیا حضرت جابرؓ فرماتے ہیں کہ حضور ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ قیامت کے دن اللہ تعالیٰ کے نزدیک تمام شہیدوں کے سردار حضرت حمزہؓ ہوں گے۔[3]

حضرت جعفر بن عمرو بن امیہ ضمریؒ فرماتے ہیں کہ میں اور حضرت عبیداللہ بن عدی بن خیار حضرت معاویہؓ کے زمانہ خلافت میں باہر نکلے پھر آگے باقی حدیث ذکر کی اور اس میں یہ بھی ہے کہ یہاں تک کہ ہم لوگ حضرت وحشیؓ کے پاس جا بیٹھے اور ہم نے ان سے کہا کہ ہم

---

[1] اخرجه الطبرانی قال الهیثمی (ج٦ص ٨١)واسناده منقطع [2] عند البزار قال الهیثمی (ج٦ص ٨١)رواه البزار من طریقین فی احد اهما شیخه علی بن الفضل الکرابیسی ولم اعرفه وبقیه رجالها رجال الصحیح والاخری ضعیفة اه. [3] اخرجه الحاکم (ج٣ص ١٩٩)قال الحاکم هذاحدیث صحیح الاسنادو لم یخرجاه وقال الذهبی صحیح.

آپ کے پاس اس لیئے آئے ہیں تاکہ آپ ہمیں بتائیں کہ آپ نے حضرت حمزہؓ کو کیسے شہید کیا تھا؟ حضرت وحشی نے فرمایا میں تمہیں یہ قصہ اسی طرح سنادوں گا جیسا کہ میں نے حضور ﷺ کے فرمانے پر حضور کو سنایا تھا۔ میں حضرت جبیر بن مطعم کا غلام تھا۔ ان کا چچا طعیمہ بن عدی غزوہ بدر میں مارا گیا تھا۔ جب قریش جنگ احد کے لیئے چلے تو جبیر نے مجھ سے کہا اگر تم میرے چچا کے بدلے میں محمد (ﷺ) کے چچا حضرت حمزہ (رضی اللہ عنہ) کو قتل کردو گے تو تم آزاد ہو اور میں ایک حبشی آدمی تھا حبشیوں کی طرح نیزہ پھینکا کرتا تھا اور میرا نشانہ بہت کم خطا جاتا تھا میں بھی کافروں کے ساتھ اس سفر میں گیا۔ جب دونوں لشکروں میں مڈھ بھیڑ ہوئی تو میں حضرت حمزہ کو دیکھنے کے لیئے نکلا۔ اور میں بڑے غور سے انہیں دیکھتا رہا یعنی تلاش کرتا رہا۔ بالآخر میں نے ان کو لشکر کے کنارے پر دیکھ لیا (ان کے جسم پر گرد وغبار خوب پڑا ہوا تھا جس کی وجہ سے) وہ خاکستری رنگ کے اونٹ کی طرح نظر آرہے تھے اور وہ لوگوں کو اپنی تلوار سے اس زور سے ہلاک کررہے تھے کہ ان کے سامنے کوئی چیز نہیں ٹھہر سکتی تھی۔ اللہ کی قسم! میں ان کے لیئے تیار ہورہا تھا، انہیں قتل کرنا چاہتا تھا اور کسی درخت یا بڑے پتھر کے پیچھے چھپتا پھر رہا تھا تاکہ وہ میرے قریب آجائیں کہ اتنے میں سباع بن عبدالعزیٰ مجھ سے آگے ہو کر ان کی طرف بڑھا۔ جب حضرت حمزہ نے اس کو دیکھا تو اس سے کہا او عورتوں کا ختنہ کرنے والی عورت کے بیٹے! اور یہ کہہ کر اس پر تلوار کا ایسا وار کیا کہ ایک دم سر تن سے جدا کردیا ایسے نظر آیا کہ بلاارادہ ہی سر کاٹ دیا۔ پھر میں نے اپنے نیزے کو ہلایا اور جب مجھے اطمینان ہو گیا (کہ نیزہ نشانے پر جاکر لگے گا) تو میں نے ان کی طرف نیزہ پھینکا جوان کی ناف کے نیچے جاکر اس زور سے لگا کہ دونوں ٹانگوں کے درمیان میں سے پیچھے نکل آیا۔ وہ میری طرف اٹھنے لگے لیکن ان پر بے ہوشی طاری ہو گئی۔ پھر میں نے ان کو اور نیزے کو اسی حال پر چھوڑدیا یہاں تک کہ ان کا انتقال ہو گیا۔ پھر میں ان کے قریب گیا اور اپنا نیزہ لے لیا اور پھر اپنے لشکر میں واپس آگیا اور جاکر بیٹھ گیا۔ حضرت حمزہ کو قتل کرنے کے علاوہ مجھے اور کوئی کام نہیں تھا اور میں نے ان کو اس لیئے قتل کیا تھا تاکہ میں آزاد ہو جاؤں۔ چنانچہ جب میں مکہ آیا تو میں آزاد ہو گیا۔ پھر میں وہیں ٹھہرا رہا یہاں تک کہ جب حضورؐ نے مکہ کو فتح کرلیا تو میں بھاگ کر طائف چلا گیا اور وہاں جاکر ٹھہر گیا۔ پھر جب طائف کا وفد مسلمان ہونے کے لیئے حضور ﷺ کی خدمت میں گیا تو سارے راستے مجھ پر بند ہو گئے اور میں نے کہا کہ شام چلا جاؤں یا یمن یا کسی اور جگہ۔ میں ابھی اسی سوچ میں تھا کہ ایک آدمی نے مجھ سے کہا تیرا بھلا ہو۔ اللہ کی قسم! جو بھی کلمہ شہادت پڑھ کر حضرت محمد ﷺ کے دین

میں داخل ہو جاتا ہے حضرت محمدؐ اسے قتل نہیں کرتے ہیں۔ جب اس آدمی نے یہ بات مجھے بتائی تو میں (طائف سے) چل پڑا یہاں تک کہ میں مدینہ حضورؐ کی خدمت میں پہنچ گیا (حضورؐ کو میرے آنے کا پتہ نہ چلا بلکہ) جب آپ نے مجھے دیکھا تو فرمایا کیا تم وحشی ہو؟ میں نے کہا یا رسول اللہ! جی ہاں۔ آپ نے فرمایا بیٹھ جاؤ اور مجھے تفصیل سے بتاؤ کہ تم نے حضرت حمزہؓ کو کیسے قتل کیا تھا؟ چنانچہ میں نے سارا واقعہ حضورؐ کو اسی طرح سنایا جس طرح میں نے تم دونوں سے بیان کیا۔ جب میں سارا واقعہ بیان کر چکا تو آپ نے مجھ سے فرمایا تیرا بھلا ہو تم اپنا چہرہ مجھ سے چھپا لو میں تمہیں آئندہ کبھی نہ دیکھوں (یعنی تم سامنے مت آیا کرو۔ اس سے میرے چچا کے قتل کا غم تازہ ہو جاتا ہے) چنانچہ حضورؐ جہاں ہوا کرتے تھے میں وہاں سے ہٹ جایا کرتا تھا تاکہ حضورؐ کی نظر مجھ پر نہ پڑے اور حضورؐ کی وفات تک میں ایسے ہی کرتا رہا۔ جب مسلمان یمامہ والے مسلیمہ کذاب سے مقابلے کے لیئے چلے تو میں بھی ان کے ساتھ گیا اور میں نے اپنے جس نیزے سے حضرت حمزہؓ کو شہید کیا تھا اس نیزے کو بھی ساتھ لے لیا۔ جب دونوں لشکروں میں لڑائی شروع ہوئی تو میں نے دیکھا کہ مسلیمہ کھڑا ہوا ہے اور اس کے ہاتھ میں تلوار ہے اور میں اس کو پہچانتا نہیں تھا۔ میں اسے مارنے کی تیاری کرنے لگا اور دوسری طرف سے ایک انصاری آدمی بھی اسے مارنے کی تیاری کرنے لگا۔ ہم دونوں اسی کو قتل کرنا چاہتے تھے۔ چنانچہ میں نے اپنے نیزے کو حرکت دی اور جب مجھے پورا اطمینان ہو گیا کہ نیزہ نشانے پر لگے گا تو وہ نیزہ میں نے اس کی طرف پھینکا جو اسے جا کر لگا اور انصاری نے بھی اس پر حملہ کیا اور اس پر تلوار کا بھرپور وار کیا۔ تمہارا رب ہی زیادہ جانتا ہے کہ ہم دونوں میں سے کس نے اسے قتل کیا ہے اگر میں نے اسے قتل کیا ہے تو پھر میں نے ایک تو وہ آدمی قتل کیا ہے جو حضور ﷺ کے بعد تمام لوگوں میں سب سے زیادہ بہترین تھا اور ایک وہ آدمی قتل کیا ہے جو تمام لوگوں میں سب سے زیادہ برا ہے۔[1] اس جیسی حدیث امام بخاری نے حضرت جعفر بن عمرو سے روایت کی ہے اور اس میں یہ مضمون بھی ہے کہ جب دونوں لشکر جنگ کے لیئے صف بنا کر کھڑے ہو گئے تو سباع لشکر سے باہر نکلا اور بلند آواز سے کہا کہ کوئی میرے مقابلہ پر آنے کے لیئے تیار ہے؟ چنانچہ اس کے مقابلہ کے لیئے حضرت حمزہ بن عبد المطلبؓ مسلمانوں کے لشکر سے باہر نکلے اور اس سے کہا کہ اے سباع اے عورتوں کا ختنہ کرنے والی عورت ام انمار کے بیٹے! کیا تم اللہ اور اس کے رسول سے جنگ کر رہے ہو؟ پھر حضرت حمزہ نے سباع پر ایک زوردار حملہ کر کے اسے ایسے مٹا دیا

---

[1] اخرجه ابن اسحاق كذافى البداية (ج ٤ ص ١٨)

جیسے کہ گزرا ہوا دن ہوتا ہے۔

حضرت عباس بن عبد المطلبؓ کی بہادری

حضرت جابرؓ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے حضرت حنظلہ بن ربیعؓ کو غزوہ طائف کے دن طائف والوں کے پاس بھیجا۔ چنانچہ حضرت حنظلہ نے ان طائف والوں سے بات کی۔ طائف والے انہیں پکڑ کر اپنے قلعہ میں لے جانے لگے حضورؐ نے فرمایا کون ہے جو ان آدمیوں سے حضرت حنظلہ کو چھڑا کر لائے؟ جو چھڑا کر لائے گا اسے ہمارے اس غزوے جیسا پورا اجر ملے گا۔ اس پر صرف حضرت عباس بن عبد المطلبؓ کھڑے ہوئے اور طائف والے حضرت حنظلہ کو لے کر قلعہ میں داخل ہونے والے ہی تھے کہ حضرت عباس ان تک پہنچ گئے۔ حضرت عباس بڑے طاقتور آدمی تھے۔ ان لوگوں سے چھین کر انہوں نے حضرت حنظلہ کو گود میں اٹھالیا ان لوگوں نے قلعہ سے حضرت عباس پر پتھروں کی بارش شروع کردی۔ حضور ﷺ حضرت عباس کے لیئے (خیریت سے واپس پہنچ جانے کی) دعا کرنے لگے۔ آخر حضرت عباس حضرت حنظلہ کو لے کر حضور تک پہنچ گئے۔[1]

حضرت معاذ بن عمرو بن جموح اور حضرت معاذ بن عفراءؓ کی بہادری

حضرت عبد الرحمٰن بن عوفؓ فرماتے ہیں کہ غزوہ بدر کے دن میں (لڑنے والوں کی) صف میں کھڑا تھا۔ میں نے دیکھا کہ میرے دائیں اور بائیں جانب انصار کے دو کم عمر لڑکے کھڑے ہیں مجھے خیال ہوا کہ میں قوی اور مضبوط لوگوں کے درمیان ہوتا تو اچھا تھا (کہ ضرورت کے وقت ایک دوسرے کی مدد کرسکتے میرے دونوں جانب بچے ہیں یہ میری کیا مدد کرسکیں گے) اتنے میں ان دونوں لڑکوں میں سے ایک نے میرا ہاتھ پکڑ کر کہا چچا جان! تم ابو جہل کو بھی جانتے ہو؟ میں نے کہا ہاں پہچانتا ہوں۔ تمہاری کیا غرض ہے؟ اس نے کہا کہ مجھے یہ معلوم ہوا کہ وہ رسول اللہ ﷺ کی شان میں گالیاں بکتا ہے۔ اس پاک ذات کی قسم! جس کے قبضہ میں میری جان ہے اگر میں اسے دیکھ لوں تو اس وقت تک اس سے جدا نہ ہوں گا جب تک وہ نہ مرجائے یا میں نہ مرجاؤں مجھے اس کے سوال اور جواب پر تعجب ہوا۔ اتنے میں دوسرے نے بھی ہاتھ پکڑ کر یہی سوال کیا اور جو پہلے نے کہا تھا وہی اس نے بھی کہا۔ جس

---

[1] اخرجه ابن عساکر کذافی الکنز (ج ۵ ص ۳۰۷)

کے بارے میں تم سوال کر رہے تھے وہ جا رہا ہے۔ دونوں یہ سن کر تلواریں ہاتھ میں لیئے ہوئے ایک دم بھاگ چلے گئے اور جا کر اس پر تلوار چلانی شروع کر دی یہاں تک کہ اسے قتل کر دیا پھر وہ دونوں حضور ﷺ کے پاس واپس آئے اور حضور کو قصہ سنایا۔ حضورؐ نے فرمایا تم دونوں میں سے اسے کس نے قتل کیا ہے؟ دونوں میں سے ہر ایک نے کہا کہ میں نے اسے قتل کیا ہے۔ حضورؐ نے پوچھا کیا تم دونوں نے اپنی تلواریں پونچھ لی ہیں؟ انہوں نے کہا نہیں۔ پھر حضورؐ نے ان دونوں کی تلواریں دیکھیں اور فرمایا کہ تم دونوں نے اسے قتل کیا ہے اور ابو جہل کے سامان کا حضرت معاذ بن عمرو بن جموحؓ کو دینے کا فیصلہ فرمایا اور دوسرے نوجوان حضرت معاذ بن عفراءؓ تھے۔[1]

بخاری میں ہے کہ حضرت عبدالرحمٰنؓ فرماتے ہیں کہ میں غزوہ بدر میں صف میں کھڑا ہوا تھا جب میں نے دیکھا کہ میرے دائیں اور بائیں دو نو عمر لڑکے کھڑے ہوئے ہیں تو میں ان کے یہاں ہونے سے مطمئن نہ ہوا۔ اتنے میں ان دونوں میں سے ایک نے اپنے ساتھی سے چھپ کر مجھ سے کہا۔ اے چچا جان! مجھے ابو جہل دکھا دیں (کہ وہ کہاں ہے؟) میں نے کہا اے میرے بھتیجے تم اس کا کیا کرو گے؟ اس نے کہا میں نے اللہ سے عہد کیا ہوا ہے کہ اگر میں اس کو دیکھ لوں تو میں اسے قتل کر دوں گا یا خود قتل ہو جاؤں گا۔ دوسرے نے بھی اپنے ساتھی سے چھپ کر مجھے وہی بات کہی۔ (میں ان دونوں کی بہادری والی باتوں سے بڑا متاثر ہوا) اور میری یہ تمنا نہ رہی کہ میں ان دونوں کی بجائے دو اور مضبوط آدمیوں کے درمیان ہوتا۔ پھر میں نے ان دونوں کو ابو جہل کی طرف اشارہ کر کے بتایا پھر ان دونوں نے شکرے کی طرح ابو جہل پر حملہ کیا اور اس پر تلوار کے وار کیئے۔ یہ دونوں عفراء کے بیٹے (معاذ اور معوذ) تھے (بظاہر ان دونوں کے ساتھ حضرت معاذ بن عمرو بن جموح بھی ابو جہل کے قتل میں شریک ہوئے ہیں)

حضرت ابن عباس اور حضرت عبداللہ بن ابی بکرؓ فرماتے ہیں کہ بنو سلمہ کے حضرت معاذ بن عمرو بن جموحؓ نے فرمایا کہ ابو جہل (غزوہ بدر کے دن) درختوں کے جھنڈ جیسے لشکر میں تھا (اس کے چاروں طرف کافر ہی کافر تھے وہ بالکل محفوظ تھا) میں نے لوگوں کو سنا کہ وہ کہہ رہے تھے کہ ابو الحکم (یعنی ابو جہل) تک کوئی آدمی نہیں پہنچ سکتا ہے۔ جب میں نے یہ بات سنی تو اس تک پہنچ کر اسے قتل کرنے کو میں نے اپنا مقصد بنا لیا اور میں ابو جہل کے

---

[1] اخرجه الشيخان واخرجه الحاكم (ج ٣ ص ٤٢٥) والبيهقي (ج ٦ ص ٣٠٥) عن عبدالرحمنؓ بنحوه

ارادے سے چل پڑا۔ جب وہ میرے نشانے پر آگیا تو میں نے اس پر حملہ کیا اور اسے ایسی تلوار ماری کہ اس کا پاؤں آدھی پنڈلی سے اڑ گیا۔ اللہ کی قسم! وہ پاؤں ایسے اڑ کر گیا جیسے کوٹتے ہوئے پتھر کے نیچے سے گٹھلی اڑ کر جاتی ہے ابو جہل کے بیٹے عکرمہ نے میرے کندھے پر تلوار مار کے اسے کاٹ دیا لیکن بازو کھال میں لٹکا ہوا رہ گیا لڑائی کے زور میں مجھے ہاتھ کی یہ تکلیف محسوس نہ ہوئی اور سارا دن میں ہاتھ پیچھے لٹکائے ہوئے لڑتا رہا۔ لیکن جب اس کے لٹکے رہنے سے تکلیف ہونے لگی تو میں نے اس کو پاؤں کے نیچے دبا کر زور سے کھینچا جس سے وہ کھال ٹوٹ گئی جس سے وہ اٹک رہا تھا اور میں نے اس کو پھینک دیا۔[1]

حضرت ابو دجانہ سماک بن خرشہ انصاریؓ کی بہادری

حضرت انسؓ فرماتے ہیں کہ حضور ﷺ نے غزوہ احد کے دن ایک تلوار لے کر فرمایا کہ یہ تلوار کون لے گا؟ کچھ لوگ تلوار لے کر اسے دیکھنے لگے۔ حضورؐ نے فرمایا (دیکھنے کے لیئے نہیں دینا چاہتا ہوں بلکہ) تلوار لے کر کون اس کا حق ادا کرے گا؟ یہ سن کر لوگ پیچھے ہٹ گئے۔ حضرت ابو دجانہ سماکؓ نے کہا کہ میں اسے لے کر اس کا حق ادا کروں گا۔ چنانچہ (انھوں نے وہ تلوار لی) اور اس سے مشرکوں کے سر پھاڑنے لگے۔[2]

حضرت زبیر بن عوامؓ فرماتے ہیں کہ غزوہ احد کے دن حضور اقدس ﷺ نے لوگوں کے سامنے ایک تلوار پیش کی اور فرمایا اس تلوار کو لے کر کون اس کا حق ادا کرے گا؟ حضرت ابو دجانہ سماک بن خرشہؓ نے کھڑے ہو کر عرض کیا یا رسول اللہ! میں اسے لے کر اس کا حق ادا کروں گا۔ اس کا حق کیا ہے؟ حضورؐ نے ان کو وہ تلوار دے دی۔ وہ (تلوار لے کر) نکلے تو میں بھی ان کے پیچھے ہو لیا۔ چنانچہ وہ جس چیز کے پاس سے گزرتے اسے پھاڑ دیتے اور اسے ہلاک کر دیتے۔ یہاں تک کہ وہ پہاڑ کے دامن میں چند (کافر) عورتوں کے پاس پہنچے۔ ان عورتوں کے ساتھ ہند بھی تھی جو (اپنے مردوں کو لڑائی پر ابھارنے کے لیئے) یہ اشعار پڑھ رہی تھی۔

نحن بنات طارق   نمشي على النمارق

ہم طارق کی بیٹیاں ہیں۔ ہم گدوں پر چلتی ہیں۔

والمسك في المفارق   ان تقبلوا نعانق

اور (ہمارے سروں کی) مانگوں میں مشک کی خوشبو لگی ہوئی ہے۔ اگر تم (میدان جنگ

۱؎ عند ابن اسحاق کذافي البداية (ج۳ ص ۲۸۷) ۲؎ اخرجه الامام احمد واخرجه مسلم كذافي البداية (ج ٤ ص ١٥) وابن سعد (ج۳ ص ۱۰۱) عن انسؓ بمعناه.

میں) آگے بڑھو گے تو ہم تمہیں گلے لگائیں گی۔

اوتدبرو انفارق فراق غیر وامق

اور اگر تم (میدان جنگ سے) پیٹھ پھیرو گے تو پھر ہم تمہیں ایسے چھوڑ جائیں گی جیسے محبت نہ کرنے والا چھوڑ جاتا ہے کہ پھر واپس نہیں آتا۔

حضرت ابو جانہ فرماتے ہیں کہ میں نے ہند پر حملہ کرنا چاہا تو اس نے (اپنی مدد کے لیئے) میدان کی طرف زور سے آواز لگائی تو کسی نے اس کا جواب نہ دیا تو میں اسے چھوڑ کر پیچھے ہٹ گیا۔ حضرت زبیر کہتے ہیں کہ میں نے حضرت ابو دجانہ سے کہا میں آپ کے سارے کام دیکھتا رہا ہوں اور مجھے آپ کے سارے کام پسند آئے ہیں لیکن مجھے یہ پسند نہیں آیا کہ آپ نے اس عورت کو قتل نہیں کیا۔ حضرت ابو دجانہ نے کہا اس عورت نے (اپنی مدد کے لیئے) آواز لگائی تھی۔ لیکن کوئی اس کی مدد کے لیئے نہیں آیا۔ تو مجھے یہ اچھا نہ لگا کہ میں حضور ﷺ کی تلوار سے ایسی عورت کو قتل کروں جس کا کوئی مدد کرنے والا نہ ہو۔[1]

حضرت زبیرؓ فرماتے ہیں کہ حضور اقدس ﷺ نے غزوہ احد کے دن ایک تلوار پیش کی اور فرمایا کہ اس تلوار کو لے کر کون اس کا حق ادا کرے گا؟ میں نے کھڑے ہو کر عرض کیا یا رسول اللہ! میں۔ آپ نے مجھ سے اعراض فرمالیا اور پھر فرمایا اس تلوار کو لے کر کون اس کا حق ادا کرے گا؟ میں نے پھر عرض کیا یا رسول اللہ! میں۔ آپ نے پھر مجھ سے اعراض فرمالیا اور پھر فرمایا اس تلوار کو لے کر کون اس کا حق ادا کرے گا؟ اس پر حضرت ابو دجانہ سماک بن خرشہؓ نے کھڑے ہو کر کہا یا رسول اللہ! میں اسے لے کر اس کا حق ادا کروں گا۔ لیکن اس کا حق کیا ہے؟ آپ نے فرمایا اس کا حق یہ ہے کہ تم اس سے کسی مسلمان کو قتل نہ کرو اور تم اسے لے کر کسی کافر سے (پیٹھ پھیر کر) نہ بھاگو۔ چنانچہ حضورؐ نے وہ تلوار ان کو دے دی اور حضرت ابو دجانہ جب لڑائی کا ارادہ کر لیتے تو (سرخ) پٹی بطور نشانی کے باندھ لیتے۔ حضرت زبیر فرماتے ہیں کہ میں نے یہ کہا کہ میں آج ابو دجانہ کو ضرور دیکھوں گا کہ وہ کیا کرتے ہیں چنانچہ (میں نے دیکھا کہ) جو چیز بھی ان کے سامنے آتی وہ اسے پھاڑ دیتے اور اسے رسوا کر دیتے۔ آگے مضمون پچھلی حدیث جیسا ہے۔[2]

حضرت زبیرؓ فرماتے ہیں کہ جب میں نے حضور ﷺ سے تلوار مانگی اور آپ نے مجھے نہ دی اور حضرت ابو دجانہؓ کو دے دی۔ تو مجھے اس پر بڑا غصہ آیا اور میں نے اپنے دل میں کہا کہ حضورؐ کی

---

[1] اخرجه البزار قال الهيثمي (ج٦ ص ١٠٩) رجاله ثقات انتهى. [2] اخرجه الحاكم (ج٣ ص ٢٣٠) قال الحاكم صحيح الا سنادولم يخرجاه وقال الذهبي صحيح.

پھوپھی حضرت صفیہؓ کا بیٹا ہوں اور (حضورؐ کے قبیلہ) قریش میں سے ہوں اور میں نے ابو دجانہ سے پہلے کھڑے ہو کر حضورؐ سے تلوار مانگی تھی پھر آپ نے ابو دجانہ کو وہ تلوار دے دی اور مجھے ایسے ہی چھوڑ دیا ہے اللہ کی قسم! میں بھی ضرور دیکھوں گا کہ ابو دجانہ (تلوار لے کر) کیا کرتے ہیں۔ چنانچہ میں ان کے پیچھے ہو لیا۔ انہوں نے اپنی سرخ پٹی نکال کر اپنے سر پر باندھ لی۔ اس پر انصار نے کہا کہ ابو دجانہ نے موت کی پٹی نکالی ہے اور حضرت ابو دجانہ جب بھی سرخ پٹی باندھا کرتے تو انصار یونہی کہا کرتے تھے۔ چنانچہ وہ یہ اشعار پڑھتے ہوئے میدان میں نکلے۔

انا الذی عاهدنی خلیلی　　　ونحن بالسفح لدی النخیل

جب ہم پہاڑ کے دامن میں کھجور کے درختوں کے پاس تھے تو مجھ ہی سے میرے خلیل نے یہ عہد لیا تھا۔

ان لا اقوم الدهر فی الکیول　　　اضرب بسیف الله والرسول

کہ میں زندگی میں کبھی بھی میدان جنگ کی آخری صف میں کھڑا نہیں ہوں گا اور اب میں اللہ اور رسول کی تلوار سے (کافروں کو) خوب ماروں گا۔

جو کافر ان کو ملتا وہ اس تلوار سے اسے قتل کر دیتے۔ مشرکوں میں ایک آدمی تھا جس کا کام ہی یہ تھا کہ وہ (تلاش کر کے) ہمارے ہر زخمی کو مار دیتا تھا۔ حضرت ابو دجانہ اور یہ مشرک ایک دوسرے کے قریب آنے لگے۔ میں نے اللہ سے دعا کی کہ اللہ دونوں کی آپس میں مڈبھیڑ کرا دے۔ چنانچہ دونوں کا آمنا سامنا ہو گیا اور دونوں نے ایک دوسرے پر تلوار کے وار کئے۔ اس مشرک نے حضرت ابو دجانہ پر تلوار کا وار کیا جسے انہوں نے اپنی ڈھال پر روکا۔ اور اپنا بچاؤ کر لیا اور اس کی تلوار ڈھال میں گڑ گئی اور نکل نہ سکی۔ پھر حضرت ابو دجانہ نے تلوار کا وار کر کے اسے قتل کر دیا۔ پھر میں نے دیکھا کہ حضرت ابو دجانہ نے ہند بنت عتبہ کے سر کے اوپر تلوار اٹھا رکھی ہے لیکن پھر تلوار اس سے ہٹالی (اور اسے قتل نہ کیا) حضرت زبیر فرماتے ہیں کہ (میں نے حضرت ابو دجانہ کی بہادری کے یہ کارنامے دیکھے تو) میں نے کہا اللہ اور اس کے رسول زیادہ جانتے ہیں (کہ کون اس تلوار کا زیادہ حقدار تھا)۔[1]

موسیٰ بن عقبہ کی روایت میں یہ ہے کہ حضور ﷺ نے جب اس تلوار کو لوگوں کے سامنے پیش کیا تو حضرت عمرؓ نے حضور ﷺ سے وہ تلوار مانگی۔ حضورؐ نے ان سے اعراض فرمالیا۔ پھر حضرت زبیرؓ نے وہ تلوار مانگی حضور نے ان سے بھی اعراض فرمالیا تو ان دونوں حضرات نے اسے محسوس کیا۔ حضورؐ نے تیسری مرتبہ اسی تلوار کو پیش کیا۔ تو حضرت ابو دجانہ

---

[1] عند ابن هشام کما فی البدایة (ج ٤ ص ١٦) قال حدثنی غیر واحد من اهل العلم.

نے حضورؐ سے وہ تلوار مانگی۔ حضورؐ نے ان کو تلوار دے دی۔ انہوں نے تلوار لے کر واقعی اس کا حق ادا کر دیا۔ حضرت کعب بن مالکؓ فرماتے ہیں کہ میں بھی مسلمانوں کے ساتھ اس جنگ میں گیا تھا جب میں نے دیکھا کہ مشرکوں نے مسلمانوں کو قتل کر کے ان کے ناک کان کاٹ ڈالے ہیں تو میں کھڑا ہو گیا اور کچھ دیر کے بعد آگے بڑھا تو میں نے ایک مشرک کو ہتھیار لگائے ہوئے دیکھا کہ وہ مسلمانوں کے پاس سے گزرتے ہوئے کہہ رہا ہے اے مسلمانو! جیسے بکریاں (ذبح ہونے کے لیئے) اکٹھی ہو جاتی ہیں تم بھی (قتل ہونے کے لیئے) اکٹھے ہو جاؤ۔ ادھر ایک مسلمان ہتھیار لگائے ہوئے اس کافر کا انتظار کر رہا تھا۔ پھر میں وہاں سے چلا اور اس مسلمان کے پیچھے کھڑا ہو گیا اور دیکھ کر اس کافر اور اس مسلمان کا اندازہ لگانے لگا تو یہی نظر آیا کہ کافر کے ہتھیار اور اس کی لڑائی کے لیئے تیاری زیادہ ہے۔ میں دونوں کو دیکھتا رہا یہاں تک کہ دونوں کا آمنا سامنا ہو گیا اور مسلمان نے اس کافر کے کندھے پر اس زور سے تلوار ماری جو اسے چیرتی ہوئی اس کے سرین تک چلی گئی اور وہ کافر دو ٹکڑے ہو گیا۔ پھر مسلمان نے اپنے چہرے سے (نقاب) ہٹا کر کہا اے کعب! تم نے کیا دیکھا؟ میں ابو دجانہ ہوں۔ [1]

حضرت قتادہ بن نعمانؓ کی بہادری

حضرت قتادہ بن نعمانؓ فرماتے ہیں کہ حضور ﷺ کو ہدیہ میں ایک کمان ملی آپ نے وہ کمان احد کے دن مجھے دے دی۔ میں اس کمان کو لے کر حضورؐ کے سامنے کھڑے ہو کر خوب تیر چلاتا رہا۔ یہاں تک کہ اس کا سرا ٹوٹ گیا میں برابر حضورؐ کے چہرے کے سامنے کھڑا رہا اور میں اپنے چہرے پر تیروں کو لیتا رہا جب بھی کوئی تیر آپ کے چہرے کی طرف مڑ جاتا تو میں اپنے سر گھما کر تیر کے سامنے لے آتا اور حضورؐ کے چہرے کو بچا لیتا (چونکہ میری کمان ٹوٹ چکی تھی اس لیئے) میں تیر تو چلا نہیں سکتا تھا۔ پھر آخر میں مجھے ایک تیر ایسا لگا جس سے میری آنکھ کا ڈیلا ہاتھ پر آگرا۔ میں اسے ہتھیلی پر رکھے ہوئے آپ کی خدمت میں حاضر ہوا جب آپ نے آنکھ کا ڈیلا میری ہتھیلی میں دیکھا تو آپ کی آنکھوں میں آنسو آگئے اور آپ نے یہ دعا دی اے اللہ! قتادہ نے اپنے چہرے کے ذریعہ آپ کے نبی کے چہرہ کو بچایا ہے لہذا تو اس کی اس آنکھ کو زیادہ خوبصورت اور زیادہ تیز بنا دے۔ چنانچہ ان کی وہ آنکھ دوسری سے زیادہ خوبصورت اور زیادہ تیز نظر والی ہو گئی۔ [2] دوسری روایت میں یہ ہے کہ حضرت قتادہ فرماتے ہیں کہ میں غزوہ

---

[1] عند موسى بن عقبة كما في البداية (ج ٤ ص ١٧) [2] اخرجه الطبرانى قال الهيثمى (ج ٦ ص ١١٣) وفيه من لم اعرفه

احد کے دن حضور ﷺ کے سامنے کھڑے ہو کر اپنے چہرہ سے حضورؐ کے چہرہ کی حفاظت کرتا رہا اور حضرت ابو دجانہ سماک بن خرشہؓ اپنی پشت سے حضورؐ کی پشت مبارک کی حفاظت کرتے رہے۔ حتی کہ ان کی پشت تیروں سے بھر گئی اور یہ بھی غزوہ احد کے دن ہوا تھا۔[۱]

حضرت سلمہ بن اکوعؓ کی بہادری

حضرت سلمہ بن اکوعؓ فرماتے ہیں کہ ہم صلح حدیبیہ کے زمانے میں حضور ﷺ کے ساتھ مدینہ آئے۔ پھر میں اور حضور ﷺ کے غلام حضرت رباحؓ دونوں حضورؐ کے اونٹوں کو لے کر باہر نکلے اور میں حضرت طلحہ بن عبید اللہؓ کا گھوڑا لے کر نکلا تاکہ اس کو بھی ان اونٹوں کے ساتھ چرالاؤں اور پانی پلالاؤں ابھی صبح ہو چکی تھی لیکن کچھ اندھیرا باقی تھا کہ عبدالرحمٰن ابن عیینہ نے حضورؐ کے اونٹوں کو (کافروں کے مجمع کے ساتھ) لوٹ لیا اور اونٹوں کے چرواہے کو قتل کر دیا۔ اور اپنے گھوڑے سوار ساتھیوں سمیت ان اونٹوں کو ہانک کر لے گیا۔ میں نے کہا اے رباح! تم اس گھوڑے پر بیٹھ جاؤ اور حضرت طلحہ بن عبید اللہ کو یہ گھوڑا جاکر دے دو اور حضورؐ کو بتادو کہ ان کے انٹوں کو لوٹ کر لے گئے ہیں۔ میں نے ایک پہاڑی پر چڑھ کر مدینہ کی طرف منہ کیا اور تین مرتبہ زور سے آواز لگائی یا صباحاہ (اے لوگو! دشمن نے اوٹ لیا ہے۔ مدد کے لیئے آؤ) پھر میں اپنی تلوار اور تیر لے کر ان کافروں کا پیچھا کرنے لگا۔ اور تیر چلا کر ان کے سواری کے جانوروں کو مارنے لگا اور مجھے ان پر تیر چلانے کا موقع اس وقت ملتا جب گھنے درخت آجاتے۔ جب کوئی سوار میری طرف واپس ہوتا تو میں کسی درخت کی آڑ میں بیٹھ جاتا اور تیر چلاتا۔ چنانچہ جو سوار بھی میری طرف واپس آیا میں نے اس کے جانور کو ضرور زخمی کیا۔ میں ان کو تیر مارتا جاتا تھا اور یہ شعر پڑھتا جاتا تھا۔

انا ابن الا کوع　　　والیوم یوم الرضع

میں اکوع کا بیٹا (سلمہ) ہوں۔ آج کا دن کمینوں (کی ہلاکت) کا دن ہے۔

پھر میں ان میں سے کسی ایک کے قریب ہو جاتا اور وہ سواری پر ہوتا تو میں اسے تیر مارتا۔ وہ تیر اس آدمی کو لگ جاتا اور میں اس کے کندھے کو تیر سے چھید دیتا اور میں اس سے کہتا۔

خذھا وانا ابن الا کوع　　　والیوم یوم الرضع

اس تیر کو لے۔ میں اکوع کا بیٹا ہوں۔ آج کا دن کمینوں اور کنجوسوں (کی ہلاکت) کا دن

---

۱ ۔ عندہ ایضاً قال الھیثمی وفیہ من لم اعرفہ

ہے۔ پھر جب میں درختوں کی اوٹ میں ہوتا۔ تو میں تیروں سے ان کو بھون ڈالتا۔ جب کہیں تنگ گھاٹیاں آتیں تو میں پہاڑ پر چڑھ کر ان پر پتھر برساتا۔ میرا ان کے ساتھ یہی رویہ رہا۔ میں ان کا پیچھا کرتا رہا اور رجزیہ اشعار پڑھتا رہا۔ یہاں تک کہ حضور ﷺ کے تمام اونٹ میں نے ان سے چھڑا لیئے اور وہ اونٹ میرے پیچھے رہ گئے۔ پھر میں ان پر تیر چلاتا رہا یہاں تک کہ وہ تیس سے زیادہ چادریں چھوڑ گئے۔ اس طرح وہ اپنا بوجھ ہلکا کرنا چاہتے تھے مجھے ان میں سے جو چیز ملتی تو میں نشانی کے طور پر اس پر کوئی نہ کوئی پتھر رکھ دیتا۔ اور حضورؐ کے راستہ پر ان کو جمع کرتا جاتا۔ یہاں تک کہ جب دھوپ پھیل گئی یا چاشت کا وقت ہو گیا تو کافر اس وقت تنگ گھاٹی میں تھے کہ عیینہ بن بدر فزاری ان کافروں کی مدد کے لیئے آدمی لے کر آیا۔ پھر میں ایک پہاڑ پر چڑھ گیا اور ان سے اونچا ہو گیا تو عیینہ نے کہا یہ آدمی کون دکھائی دے رہا ہے۔ انہوں نے کہا ہمیں ساری تکلیف اس (نو عمر بچے) کے ہاتھوں اٹھانی پڑی ہے۔ اس نے صبح سے اب تک ہمارا پیچھا نہیں چھوڑا ہے اور اس نے ہماری ہر چیز لے لی ہے اور ساری چیزیں اپنے پیچھے رکھ آیا ہے۔ عیینہ نے کہا کہ اگر اس کا خیال یہ نہ ہوتا کہ اس کے پیچھے کمک (آرہی) ہے تو تمہارا پیچھا چھوڑ جاتا تم میں سے کچھ آدمی کھڑے ہو کر اس کے پاس چلے جائیں۔ چنانچہ چار آدمی کھڑے ہوئے اور پہاڑ پر چڑھنے لگے جب وہ اتنے قریب آگئے کہ میری آواز ان تک پہنچ سکتی تھی تو میں نے ان سے کہا کیا تم مجھے جانتے ہو؟ انہوں نے کہا تم کون ہو؟ میں نے کہا میں ابن اکوع ہوں۔ اور اس ذات کی قسم جس نے حضرت محمد ﷺ کو عزت عطا فرمائی تم میں سے کوئی بھی مجھے بھاگ کر نہیں پکڑ سکتا اور میں بھاگوں تو تم میں سے کوئی بھی بچ نہیں سکتا ہے ان میں سے ایک آدمی نے کہا کہ میرا بھی گمان ہے، میں اپنی جگہ ایسے ہی بیٹھا رہا یہاں تک کہ میں نے دیکھا کہ حضور ﷺ کے سوار درختوں کے بیچ میں سے چلے آرہے ہیں اور ان میں سب سے آگے حضرت اخرم اسدیؓ تھے ان کے پیچھے حضور کے شہسوار حضرت ابو قتادہؓ اور ان کے پیچھے حضرت مقداد بن اسود کندیؓ تھے۔ وہ (چاروں) مشرک پشت پھیر کر بھاگ گئے اور میں نے پہاڑ سے نیچے اتر کر حضرت اخرم کے گھوڑے کی لگام پکڑ لی۔ اور میں نے ان سے کہا ان لوگوں سے بچ کر رہو۔ مجھے خطرہ ہے کہ یہ تمہارے ٹکڑے کر دیں گے۔ اس لیئے ذرا انتظار کر لو۔ یہاں تک کہ حضورؐ اور آپ کے صحابہؓ آجائیں۔ حضرت اخرم نے کہا اے سلمہ! اگر تم اللہ اور آخرت کے دن پر ایمان رکھتے ہو اور تمہیں یقین ہے کہ جنت حق ہے اور دوزخ کی آگ حق ہے تو میرے اور شہادت کے درمیان رکاوٹ نہ بنو۔ میں نے ان کے گھوڑے کی لگام چھوڑ دی اور وہ عبدالرحمٰن بن عیینہ پر حملہ آور

ہوئے۔ عبدالرحمٰن نے مڑ کر حملہ کیا دونوں نے ایک دوسرے کو تیزے مارے حضرت اخرم نے عبدالرحمٰن کے گھوڑے کی ٹانگیں کاٹ ڈالیں تو عبدالرحمٰن نے (گھوڑے سے گرتے ہوئے) حضرت اخرم کو نیزہ مار کر شہید کردیا اور حضرت اخرم کے گھوڑے پر جا بیٹھا۔ اتنے میں حضرت ابو قتادہ عبدالرحمٰن کے پاس پہنچ گئے۔ دونوں نے ایک دوسرے کے ساتھ نیزے کے دو دو ہاتھ کیئے۔ عبدالرحمٰن نے حضرت ابو قتادہ کے گھوڑے کے پاؤں کاٹ ڈالے۔ حضرت ابو قتادہ نے عبدالرحمٰن کو قتل کردیا اور حضرت اخرم کا گھوڑا اس سے لے کر خود اس پر بیٹھ گئے پھر میں ان مشرکوں کے پیچھے دوڑنے لگا (اور دوڑتے دوڑتے اتنا آگے نکل گیا) کہ حضور ﷺ کے صحابہ کے چلنے سے اڑنے والا گردو غبار مجھے نظر نہیں آرہا تھا اور وہ لوگ سورج ڈوبنے سے پہلے ایک گھاٹی میں داخل ہوئے جس میں پانی تھا۔ اس پانی کو ذوٗ قرد کہا جاتا تھا۔ ان مشرکوں نے اس پانی میں سے پینا چاہا کہ اتنے میں انہوں نے مجھے اپنے پیچھے دوڑتے ہوئے دیکھ لیا۔ اس لیئے وہ اس پانی کو چھوڑ کر ذی بئر گھاٹی پر چڑھ گئے اور سورج ڈوب گیا۔ میں ایک آدمی کے قریب پہنچ گیا اور اس کو میں نے تیر مارا اور ساتھ یہ رجزیہ شعر پڑھا۔

خذھا وانا ابن الاکوع والیوم یوم الرضع

اس آدمی نے کہا "ہائے اکوع کی ماں کا صبح سویرے اپنے بچے کو گم کرنا۔" میں نے کہا ہاں او اپنی جان کے دشمن! یہ وہی آدمی تھا جسے میں نے صبح تیر مارا تھا اور اب اسے ہی دوسرا مارا تھا اور دونوں تیر اس میں پیوست ہو گئے تھے۔ اسی دوران ان مشرکوں نے دو گھوڑے پیچھے چھوڑ دیئے۔ میں ان دونوں کو ہانکتا ہوا حضورؐ کی خدمت میں لے آیا۔ آپ اس وقت ذی قرد پانی پر تشریف فرما تھے جہاں سے میں نے ان مشرکوں کو بھگایا تھا۔ اور حضورؐ کے ساتھ پانچ سو صحابہؓ تھے اور جو اونٹ میں چھوڑ گیا تھا۔ حضرت بلال ان میں سے ایک کو ذبح کر کے ان کی کلیجی اور کوہان حضورؐ کے لیئے بھون رہے تھے میں نے حضورؐ کی خدمت میں حاضر ہو کر عرض کیا یا رسول اللہ! آپ مجھے اجازت دیں تو میں آپ کے صحابہؓ میں سے سو آدمی چن کر لے جاؤں اور جا کر رات کے اندھیرے میں ان کافروں پر حملہ کردوں اس طرح (وہ سب ختم ہو جائیں گے) اور ان کی خبر دینے والا بھی کوئی باقی نہ رہے گا۔ حضورؐ نے فرمایا اے سلمہ! کیا تم ایسا کر گزرو گے؟ میں نے کہا جی ہاں۔ اس ذات کی قسم جس نے آپ کو عزت عطا فرمائی ہے۔ اس پر آپ اتنے زور سے ہنسے کہ آگ کی روشنی میں آپ کے دانت مجھے نظر آنے لگے پھر آپ نے فرمایا اس وقت تو ان کافروں کی قبیلہ بنو غطفان کے علاقے میں مہمانی تیار کی جا رہی ہے۔ چنانچہ

غطفان کے آدمی نے آکر بتایا کہ ان کا فلاں غطفانی آدمی پر گزر ہوا۔ اس نے ان کے لیئے اونٹ ذبح کیا لیکن جب وہ لوگ اس کی کھال اتار رہے تھے تو انہوں نے غبار اڑتے ہوئے دیکھا۔ وہ اس اونٹ کو اسی حال میں چھوڑ کر وہاں سے بھاگ گئے۔ اگلے دن صبح کو حضور ﷺ نے فرمایا ہمارے سواروں میں سب سے بہترین حضرت ابو قتادہ ہیں اور ہمارے پیادوں میں سب سے بہترین حضرت سلمہ ہیں۔ چنانچہ حضورؐ نے مجھے (مال غنیمت میں سے) سوار کا حصہ بھی دیا اور پیدل چلنے والے کا بھی اور مدینہ واپس جاتے ہوئے حضورؐ نے مجھے عضباء اونٹنی پر اپنے پیچھے بٹھا لیا جب ہمارے اور مدینہ کے درمیان اتنا فاصلہ رہ گیا جو سورج نکلنے سے لے کر چاشت تک کے وقت میں طے ہو سکے۔ تو انصار کے ایک تیز دوڑنے والے ساتھی جن سے کوئی آگے نہیں نکل سکتا تھا۔ انہوں نے دوڑنے کے مقابلہ کی دعوت دی اور بلند آواز سے کہا، ہے کوئی دوڑ میں مقابلہ کرنے والا؟ ہے کوئی آدمی جو مدینہ تک میرے ساتھ دوڑ لگائے؟ اور یہ اعلان انہوں نے کئی بار کیا۔ میں حضور ﷺ کے پیچھے بیٹھا ہوا تھا۔ میں نے اس آدمی سے کہا کیا تم کسی کریم آدمی کا اکرام نہیں کرتے ہو؟ کیا تم شریف آدمی سے ڈرتے نہیں ہو؟ اس آدمی نے کہا رسول اللہ ﷺ کے علاوہ نہ میں کسی کا اکرام کرتا ہوں اور نہ میں کسی سے ڈرتا ہوں۔ میں نے عرض کیا یا رسول اللہ! میرے ماں باپ آپ پر قربان ہوں۔ آپ مجھے اجازت دیں میں اس آدمی سے دوڑ میں مقابلہ کرتا ہوں۔ آپ نے فرمایا اگر تم چاہتے ہو تو ٹھیک ہے۔ میں نے اس آدمی سے کہا میں تمہارے مقابلہ کے لیئے آرہا ہوں۔ وہ آدمی کود کر اپنی سواری سے نیچے آگیا۔ میں نے بھی پاؤں موڑ کر اونٹنی سے نیچے چھلانگ لگا دی۔ (اور ہم دونوں نے دوڑنا شروع کر دیا) شروع میں ایک دو دوڑوں تک میں نے اپنے آپ کو روکے رکھا۔ یعنی زیادہ تیز نہیں دوڑا (جس سے وہ مجھ سے آگے نکلتا جا رہا تھا) پھر میں تیزی سے دوڑا اور اس تک جا پہنچا اور اس کے دونوں کندھوں کے درمیان میں نے اپنے دونوں ہاتھ مارے اور میں نے اس سے کہا اللہ کی قسم! میں تم سے آگے نکل گیا ہوں۔ راوی کو شک ہے کہ یہی الفاظ کہے تھے یا ان جیسے الفاظ کہے تھے۔ اس پر وہ ہنس پڑا اور کہنے لگا اب میرا بھی خیال ہے۔ پھر ہم دونوں دوڑتے رہے یہاں تک کہ مدینہ پہنچ گئے۔ امام مسلم کی روایت میں یہ مضمون بھی ہے کہ میں اس سے پہلے مدینہ پہنچا اس کے بعد ہم لوگ مدینہ تین دن ہی ٹھہرے تھے کہ غزوہ خیبر کے لیئے روانہ ہو گئے۔[1]

---

[1] اخرجه الامام احمد كذافي البداية (ج ٤ ص ١٥٢)

حضرت ابو حدرد یا حضرت عبد اللہ بن ابی حدردؓ کی بہادری

حضرت ابن ابی حدردؓ فرماتے ہیں کہ میں نے اپنی قوم کی عورت سے نکاح کیا اور اس کا مہر دو سو درہم مقرر کیا پھر حضور ﷺ کی خدمت میں مہر میں امداد لینے کے لیئے حاضر ہوا۔ آپ نے فرمایا تم نے کتنا مہر مقرر کیا ہے؟ میں نے کہا دو سو درہم۔ آپ نے (اس مقدار کو میری حیثیت سے زیادہ سمجھتے ہوئے) فرمایا سبحان اللہ! اگر تم وادی کی کسی عورت سے نکاح کرتے تو تمہیں اتنا زیادہ مہر نہ دینا پڑتا (تم نے اپنی قوم میں شادی کی ہے اس لیئے اتنا زیادہ مہر دینا پڑ رہا ہے جو تمہاری حیثیت سے زیادہ ہے) اللہ کی قسم! تمہاری مدد کرنے کے لیئے اس وقت میرے پاس کچھ نہیں ہے۔ میں چند دن (انتظار میں) ٹھہرا رہا۔ پھر قبیلہ جشم بن معاویہ کا ایک آدمی آیا جس کا نام رفاعہ بن قیس یا قیس بن رفاعہ تھا وہ قبیلہ جشم کے بڑے خاندان کو ساتھ لے کر آیا اور (مدینہ کے قریب) مقام غابہ میں اپنی قوم اور ساتھیوں کو لے کر ٹھہر گیا وہ قبیلہ قیس کو حضورؐ سے لڑنے کے لیئے جمع کرنا چاہتا تھا اور قبیلہ جشم میں اس کا بڑا نام اور اونچا مقام تھا۔ حضور ﷺ نے مجھے اور دو اور مسلمانوں کو بلایا اور فرمایا تم لوگ جاؤ اور اس آدمی کے بارے میں پورے حالات معلوم کر کے آؤ۔ حضورؐ نے ہمیں ایک دبلی اور بوڑھی اونٹنی عطا فرمائی۔ ہمارا ایک آدمی اس پر سوار ہوا۔ تو اللہ کی قسم! وہ کمزوری کی وجہ سے اسے لے کر کھڑی نہ ہو سکی تو کچھ آدمیوں نے اسے پیچھے سے سہارا دیا تب وہ کھڑی ہوئی ورنہ خود سے تو کھڑی نہ ہو سکتی تھی۔ اور آپ نے فرمایا اسی پر بیٹھ کر تم وہاں پہنچ جاؤ (چنانچہ حضورؐ کے اس ارشاد کی برکت سے ان حضرات نے اسی اونٹنی پر یہ سفر پورا کر لیا۔ اللہ نے اس کمزور اونٹنی کو اتنی طاقت عطا فرمادی) چنانچہ ہم چل پڑے اور ہم نے اپنے ہتھیار تیر اور تلوار وغیرہ ساتھ لے لیئے اور عین غروب کے وقت ان لوگوں کی قیام گاہ کے قریب پہنچے۔ میں ایک کونے میں چھپ گیا اور میں نے اپنے دونوں ساتھیوں سے کہا تو وہ بھی ان کی قیام گاہ کے دوسرے کونے میں چھپ گئے اور میں نے ان سے کہا جب تم دونوں سنو کہ میں نے زور سے اللہ اکبر کہہ کر اس لشکر پر حملہ کر دیا ہے تو تم دونوں بھی زور سے اللہ اکبر کہہ کر حملہ کر دینا۔ اللہ کی قسم! ہم اسی طرح چھپے ہوئے انتظار کر رہے تھے کہ کب ہم انہیں غافل پا کر ان پر حملہ کر دیں یا کوئی اور موقع مل جائے۔ رات ہو چکی تھی اور اس کی تاریکی بڑھ چکی تھی۔ اس قبیلہ کا ایک چرواہا صبح سے جانور لے کر گیا ہوا تھا اور ابھی تک واپس نہیں آیا تھا تو انہیں اس کے بارے میں خطرہ ہوا۔ ان کا سردار رفاعہ بن قیس کھڑا ہوا اور تلوار لے کر اپنے گلے میں ڈال لی اور کہا اللہ کی

قسم! میں اپنے چرواہے کے بارے میں پکی بات معلوم کر کے آتا ہوں اسے ضرور کوئی حادثہ پیش آیا ہے۔ اس کے چند ساتھیوں نے کہا آپ نہ جائیں۔ اللہ کی قسم! آپ کی جگہ ہم جائیں گے اس نے کہا نہیں میرے علاوہ اور کوئی نہیں جائے گا۔ ساتھیوں نے کہا ہم آپ کے ساتھ جائیں گے۔ اس نے کہا اللہ کی قسم! تم میں سے کوئی بھی میرے ساتھ نہیں جائے گا اور وہ چل پڑا۔ یہاں تک کہ میرے پاس سے گزرا جب میں نے دیکھا کہ وہ عین میرے نشانے پر آگیا ہے تو میں نے اسے تیر مارا جو اس کے دل کو جا کر لگا اور اللہ کی قسم اس کی زبان سے کوئی بات نہ نکلی میں نے چھلانگ مار کر اس کا سر کاٹ لیا اور میں نے لشکر کے اس کونے پر اللہ اکبر زور سے کہہ کر حملہ کر دیا اور میرے دونوں ساتھیوں نے بھی زور سے اللہ اکبر کہہ کر لشکر پر حملہ کر دیا۔ اس اچانک حملہ سے وہ لوگ گھبرا گئے اور سب یہی کہنے لگے کہ اپنے آپ کو بچاؤ۔ اپنے آپ کو بچاؤ اور عورتیں اور بچے اور ہلکا پھلکا سامان جو لے جا سکتے تھے وہ لے کر وہ لوگ بھاگ گئے اور بہت سارے اونٹ اور بکریاں ہمارے ہاتھ آئیں جنہیں لے کر ہم لوگ حضور ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور میں نے اس کا سر بھی اپنے ساتھ لاد کر حضور کی خدمت میں پیش کر دیا۔ آپ نے مجھے مہر ادا کرنے کے لیئے مال غنیمت میں سے تیرہ اونٹ عطا فرمائے۔ اس طرح میں مہر ادا کر کے اپنی بیوی کو اپنے گھر لے آیا۔[1]

حضرت خالد بن ولیدؓ کی بہادری

حضرت خالد بن ولیدؓ فرماتے ہیں کہ غزوہ موتہ کے دن میرے ہاتھ میں نو تلواریں ٹوٹی تھیں اور میرے ہاتھ میں صرف ایک تلوار رہ گئی تھی جو یمن کی بنی ہوئی اور چوڑی تھی۔[2]

حضرت اوس بن حارثہ بن لامؓ فرماتے ہیں کہ ہرمز سے زیادہ (مسلمان) عربوں کا کوئی دشمن نہیں تھا۔ جب ہم میلمہ اور اس کے ساتھیوں (کو ختم کرنے) سے فارغ ہوئے تو ہم بصرہ کی طرف روانہ ہوئے تو مقام کاظمہ پر ہمیں ہرمز ملا جو بہت بڑا لشکر لے کر آیا ہوا تھا۔ حضرت خالدؓ مقابلہ کیلئے میدان میں نکلے اور اسے اپنے مقابلہ کی دعوت دی چنانچہ وہ مقابلہ کے لیئے میدان میں آگیا۔ حضرت خالد نے اسے قتل کر دیا۔ یہ خوشخبری حضرت خالد نے حضرت ابو بکر صدیقؓ کو لکھی۔ جواب میں حضرت ابو بکر نے لکھا کہ ہرمز کا تمام سامان

---

[1] اسنده ابن اسحاق کذافی البدایة (ج ٤ ص ٢٢٣) واخرجه ایضاً الامام احمد وغیره الا ان عنده عبدالله بن ابی حدرد کما فی الاصابة (ج ٢ ص ٢٩٥) [2] اخرجه البخاری واخرجه ابن ابی شیبة کما فی الاستیعاب (ج ١ ص ٤٠٨) والحاکم (ج ٣ ص ٤٢) وابن سعد (ج ٤ ص ٢)

ہتھیار کپڑے گھوڑا وغیرہ حضرت خالد کو دے دیا جائے۔ چنانچہ ہرمز کے ایک تاج کی قیمت ایک لاکھ درہم تھی۔ کیونکہ اہل فارس جسے اپنا سردار بناتے اسے لاکھ درہم کا تاج پہناتے تھے۔[1]

حضرت ابو الزناد رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ جب حضرت خالدؓ کے انتقال کا وقت قریب آیا تو وہ رونے لگے اور فرمایا کہ اتنی اتنی (یعنی بہت زیادہ) جنگوں میں شریک ہوا ہوں اور میرے جسم میں بالشت بھر جگہ ایسی نہیں ہو گی جس میں تلوار یا نیزے یا تیر کا زخم نہ ہو اور دیکھو اب میں اپنے بستر پر ایسے مر رہا ہوں جیسے کہ اونٹ مرا کرتا ہے۔ یعنی مجھے شہادت کی موت نصیب نہ ہوئی اللہ کرے بزدلوں کی آنکھوں میں کبھی نیند نہ آئے۔[2]

حضرت براء بن مالکؓ کی بہادری

حضرت انسؓ فرماتے ہیں کہ حضرت خالد بن ولیدؓ نے جنگ یمامہ کے دن حضرت براءؓ سے کہا اے براء! کھڑے ہو جاؤ یہ اپنے گھوڑے پر سوار ہو گئے۔ پھر اللہ کی حمد و ثنا بیان کی اس کے بعد فرمایا اے مدینہ والو! آج تمہارا مدینہ سے کوئی تعلق نہ رہے (یعنی مدینہ واپسی کا خیال دل سے نکال دو اور بے جگری سے مر جانے کے ارادے سے آج جنگ کرو) آج تو اللہ وحدہ کی زیارت کرنی ہے اور جنت میں جانا ہے پھر انہوں نے دشمن پر زور سے حملہ کیا اور ان کے ساتھ اسلامی لشکر نے بھی حملہ کیا۔ پھر یمامہ والوں کو شکست ہو گئی۔ حضرت براء کو (مسیلمہ کے لشکر کا سپہ سالار) محکم الیمامہ ملا۔ حضرت براء نے اس پر تلوار کا حملہ کر کے اسے زمین پر گرا دیا اور اس کی تلوار لے کر اسے چلانا شروع کیا یہاں تک کہ وہ تلوار ٹوٹ گئی۔[3]

حضرت براءؓ فرماتے ہیں کہ جس دن مسیلمہ سے لڑائی ہوئی اس دن مجھے ایک آدمی ملا جسے یمامہ کا گدھا کہا جاتا تھا وہ بہت موٹا تھا اور اس کے ہاتھ میں سفید تلوار تھی۔ میں نے اس کی ٹانگوں پر تلوار سے وار کیا اور ایسا معلوم ہوا کہ غلطی سے لگ گئی اس کے پاؤں اکھڑ گئے اور وہ گدی کے بل گر گیا میں نے اس کی تلوار لے لی اور اپنی تلوار میان میں رکھ لی اور میں نے اس تلوار سے ایک ہی وار کیا جس سے وہ تلوار ٹوٹ گئی۔[4]

حضرت ابن اسحاق بیان کرتے ہیں کہ جنگ یمامہ کے دن مسلمان آہستہ آہستہ مشرکوں کی طرف بڑھتے رہے۔ یہاں تک کہ ان کو ایک باغ میں پناہ لینے پر مجبور کر دیا اور اسی باغ

---

[1] اخرجه الحاكم (ج ٣ ص ٢٩٩) [2] اخرجه الواقدی كذافی البداية (ج ٧ ص ١١٤)
[3] اخرجه السراج فی تاريخه [4] عند البغوی كذافی الاصابة (ج ١ ص ١٤٣)

میں اللہ کا دشمن مسیلمہ بھی تھا یہ دیکھ کر حضرت براء نے کہا اے مسلمانو! مجھے اٹھا کر ان دشمنوں پر پھینک دو۔ چنانچہ ان کو اٹھایا گیا۔ جب وہ دیوار پر چڑھ گئے تو انہوں نے اپنے آپ کو اندر گرا دیا اور باغ میں ان سے لڑنے لگے۔ یہاں تک کہ حضرت براء نے مسلمانوں کے لیئے اس باغ کا دروازہ کھول دیا اور مسلمان اس باغ میں داخل ہو گئے اور اللہ تعالیٰ نے مسیلمہ کو بھی قتل کرا دیا۔ [1]

حضرت محمد بن سیرین بیان کرتے ہیں کہ جب مسلمان اس باغ تک پہنچے تو دیکھا کہ اس کا دروازہ اندر سے بند کیا جا چکا ہے اور اندر مشرکوں کا لشکر تھا۔ تو حضرت براءؓ ایک ڈھال پر بیٹھ گئے اور فرمایا تم لوگ اپنے نیزوں سے اوپر اٹھا کر مجھے ان مشرکوں پر پھینک دو۔ چنانچہ انہوں نے حضرت براءؓ کو اپنے نیزوں پر اٹھا کر باغ کے پیچھے کی طرف سے باغ میں پھینک دیا۔ (باغ کا دروازہ کھل جانے کے بعد) مسلمانوں نے دیکھا کہ حضرت براء مشرکوں میں سے دس آدمی قتل کر چکے ہیں۔ [2]

حضرت ابن سیرین بیان کرتے ہیں کہ حضرت عمر بن خطابؓ نے خط لکھا کہ حضرت براء بن مالکؓ کو مسلمانوں کے کسی لشکر کا ہرگز امیر نہ بنانا۔ کیونکہ یہ ہلاکت ہی ہلاکت ہیں۔ اپنی جان کی بالکل پرواہ نہیں کرتے ہیں۔ امیر بن کر یہ مسلمانوں کو بھی ان جگہوں میں لے جائیں گے جہاں ہلاکت کا خطرہ زیادہ ہو گا۔ [3]

حضرت ابو محجن ثقفیؓ کی بہادری

حضرت ابن سیرین بیان کرتے ہیں کہ حضرت ابو محجن ثقفیؓ کو شراب پینے کی وجہ سے کوڑے لگا کرتے تھے۔ جب بہت زیادہ پینے لگے تو مسلمانوں نے انہیں باندھ کر قید کر دیا۔ جب جنگ قادسیہ کے دن یہ مسلمانوں کو دشمن سے لڑتے ہوئے دیکھ رہے تھے۔ تو انہیں یہ محسوس ہوا کہ مشرکوں نے مسلمانوں کو بھاری نقصان پہنچایا ہے تو انہوں نے (مسلمانوں کے امیر) حضرت سعدؓ کی ام ولد یا ان کی بیوی کے پاس پیغام بھیجا کہ ابو محجن یہ کہہ رہا ہے کہ اسے جیل خانہ میں سے رہا کر دو اور اسے یہ گھوڑا اور ہتھیار دے دو وہ جا کر دشمن سے جنگ کرے گا اور پھر وہ تمام مسلمانوں سے پہلے تمہارے پاس واپس آجائے گا۔ تم اسے پھر جیل خانہ میں باندھ دینا۔ ہاں اگر ابو محجن وہاں شہید ہو گیا تو پھر اور بات ہے اور یہ اشعار پڑھنے لگے:

---

[1] عند ابن عبدالبر فی الاستیعاب (ج ۱ ص ۱۳۸) [2] اخرجه البیهقی (ج ۹ ص ٤٤)
[3] اخرجه ابن سعد کمافی منتخب الکنز (ج ٥ ص ١٤٤)

کفیٰ حزنا ان تلتقی الخیل بالقنا   واترک مشدودا علی وثاقیا

رنج وغم کے لیئے اتنا کافی ہے کہ سوار تو نیزے لے کر لڑ رہے ہیں اور مجھے بیڑیوں میں باندھ کر جیل خانہ میں چھوڑ دیا گیا ہے۔

اذا قمت عنانی الحدید وغلقت   مصارع دونی قدتصم العنادیا

جب میں کھڑا ہوتا ہوں تو لوہے کی بیڑیاں میرے قدم روک لیتی ہیں اور میرے شہید ہونے کے تمام دروازے بند کر دیئے گئے ہیں اور میری طرف سے پکارنے والے کو بہرا کر دیا گیا ہے۔

اس باندی نے جا کر حضرت سعد کی بیوی کو ساری بات بتائی۔ چنانچہ حضرت سعد کی بیوی نے ان کی بیڑیاں کھول دیں اور گھر میں ایک گھوڑا تھا وہ ان کو دے دیا اور ہتھیار بھی دے دیئے۔ تو گھوڑے کو ایڑ لگاتے ہوئے نکلے اور مسلمانوں سے جا ملے وہ جس آدمی پر بھی حملہ کرتے اسے قتل کر دیتے اور اس کی کمر توڑ دیتے۔ جب حضرت سعد نے ان کو دیکھا تو ان کو بڑی حیرانی ہوئی اور وہ پوچھنے لگے یہ سوار کون ہے ؟ بس تھوڑی ہی دیر میں اللہ تعالیٰ نے مشرکوں کو شکست دے دی اور حضرت ابو محجن نے واپس آکر ہتھیار واپس کر دیئے اور اپنے پیروں میں پہلے کی طرح بیڑیاں ڈال لیں۔ جب حضرت سعد اپنی قیام گاہ پر واپس آئے تو ان کی بیوی یا ان کی ام ولد نے کہا آپ کی لڑائی کیسی رہی ؟ حضرت سعد لڑائی کی تفصیل بتانے لگے اور کہنے لگے ہمیں ایسے ایسے شکست ہونے لگی تھی کہ اللہ تعالیٰ نے ایک سفید سیاہ گھوڑے پر ایک آدمی کو بھیج دیا۔ اگر میں ابو محجن کو بیڑیوں میں بندھا ہوا چھوڑ کر نہ گیا ہوتا تو میں یقین کر لیتا کہ یہ ابو محجن کا کارنامہ ہے تو انہوں نے کہا اللہ کی قسم ! یہ ابو محجن ہی تھے اور پھر ان کا واقعہ سنایا۔ حضرت سعد نے حضرت ابو محجن کو بلا کر ان کی بیڑیاں کھول دیں اور ان سے فرمایا کہ (تم نے آج مسلمانوں کی شکست کو فتح میں بدل دیا ہے اس لئے اب) آئندہ تمہیں شراب پینے کی وجہ سے کبھی کوڑے نہیں ماریں گے۔ اس پر حضرت ابو محجن نے کہا اللہ کی قسم ! میں بھی اب آئندہ کبھی شراب نہیں پیوں گا۔ چونکہ آپ مجھے کوڑے مار لیتے تھے اس لیئے میں شراب چھوڑنا پسند نہیں کرتا تھا۔ چنانچہ اس کے بعد حضرت ابو محجن نے کبھی شراب نہ پی۔[1]

حضرت محمد بن سعد کی روایت میں یہ ہے کہ حضرت ابو محجن وہاں سے گئے اور مسلمانوں کے پاس پہنچ گئے وہ جس طرف بھی حملہ کرتے اللہ تعالیٰ اس طرف والوں کو شکست دے

---

[1] اخرجه عبدالرزاق كذافي الا ستيعاب (ج ٤ ص ١٨٤) وسنده صحيح كمافي الاصابة(ج ٤ ص ١٧٤)

دیتے لوگ ان کے زور دار حملوں کو دیکھ کر کہنے لگے کہ یہ تو کوئی فرشتہ ہے اور حضرت سعدؓ بھی یہ سارا منظر دیکھ رہے تھے وہ کہنے لگے کہ اس گھوڑے کی چھلانگ تو (میرے گھوڑے) بلقاء جیسی ہے اور اس آدمی کے حملہ کرنے کا انداز تو ابو محجن جیسا ہے لیکن ابو محجن تو بیڑیوں میں قید پڑا ہوا ہے۔ جب دشمن کو شکست ہو گئی تو حضرت ابو محجن نے واپس جا کر بیڑیوں میں پاؤں ڈال کر باندھ لیئے۔ پھر حضرت بنت خصفہ نے حضرت سعد کو حضرت ابو محجن کی ساری بات بتائی۔ اس پر حضرت سعد نے فرمایا کہ جس آدمی کی وجہ سے اللہ تعالیٰ نے مسلمانوں کا اکرام فرمایا میں آئندہ اسے کبھی حد شرعی نہیں لگاؤں گا۔ اور یہ کہہ کر انہیں چھوڑ دیا اس پر حضرت ابو محجنؓ نے فرمایا کہ چونکہ مجھ پر حد قائم کی جاتی تھی اور مجھے گناہ سے پاک کر دیا جاتا تھا اس وجہ سے میں شراب پی لیتا تھا اب جبکہ مجھے سزا نہ دینے کا فیصلہ ہو گیا ہے تو اللہ کی قسم! اب میں کبھی شراب نہیں پیوں گا۔[1] اور اسی واقعہ کو حضرت سیف نے فتوح میں ذکر کیا ہے اور کافی لمبا کر کے بیان کیا ہے اور مزید اشعار بھی ذکر کیئے ہیں اور یہ بھی بیان کیا ہے کہ حضرت ابو محجن نے خوب زور دار لڑائی لڑی، وہ زور سے اللہ اکبر کہہ کر حملہ کرتے تو ان کے سامنے کوئی نہ ٹھہر سکتا تھا اور وہ اپنے زور دار حملوں سے دشمن کے آدمیوں کو خوب مارتے چلے جا رہے تھے۔ مسلمان انہیں دیکھ کر بہت حیران ہو رہے تھے لیکن کوئی بھی انہیں پہچان نہ سکا۔[2]

حضرت عمار بن یاسرؓ کی بہادری

حضرت ابن عمرؓ فرماتے ہیں کہ میں نے جنگ یمامہ کے دن حضرت عمار بن یاسرؓ کو ایک چٹان پر دیکھا جس پر کھڑے ہو کر وہ زور زور سے مسلمانوں کو آواز دے رہے تھے اے مسلمانو! کیا تم جنت سے بھاگ رہے ہو؟ میں عمار بن یاسر ہوں، میری طرف آؤ اور میں ان کے کان کو دیکھ رہا تھا کہ وہ کٹا ہوا تھا اور ہل رہا تھا اور وہ پورے زور سے جنگ کر رہے تھے (انہیں کان کی تکلیف کا احساس بھی نہیں تھا)[3]

حضرت ابو عبدالرحمٰن سلمیؒ فرماتے ہیں کہ ہم حضرت علیؓ کے ساتھ جنگ صفین میں شریک ہوئے اور ہم نے حضرت علیؓ کی حفاظت کے لیئے دو آدمی مقرر کیئے تھے جب ساتھیوں میں غفلت اور سستی آجاتی تو حضرت علی مخالفوں پر حملہ کر دیتے اور تلوار کو خون

---

[1] اخرجه ایضاً ابو احمد الحاکم واخرجه ایضاً ابن ابی شیبة بهذا السند وفیها انهم ظنوه ملکا من الملائکة ومن طریقه اخرجه ابن عبدالبر فی الاستیعاب (ج ٤ ص ١٨٧) [2] کذافی الاصابة
[3] اخرجه الحاکم (ج ٣ ص ٣٨٥) واخرجه ایضاً ابن سعد (ج ٣ ص ٢٥٤) مثله

میں اچھی طرح رنگ کر ہی واپس آتے اور فرماتے اے مسلمانو! مجھے معذور سمجھو کیونکہ میں اسی وقت واپس آتا ہوں جب میری تلوار کند ہو جاتی ہے (اور مزید کاٹنا چھوڑ دیتی ہے) حضرت ابو عبدالرحمٰن فرماتے ہیں کہ میں نے حضرت عمار اور حضرت ہاشم بن عتبہؓ کو دیکھا جبکہ حضرت علیؓ دونوں صفوں کے درمیان دوڑ رہے تھے (یہ دیکھ کر) حضرت عمارؓ نے فرمایا اے ہاشم! اللہ کی قسم ان کے حکم کے خلاف ورزی کی جائے گی اور ان کے لشکر کی مدد چھوڑ دی جائے گی۔ پھر کہا اے ہاشم! جنت ان چمکدار تلواروں کے نیچے ہے۔ آج میں اپنے محبوب دوستوں حضرت محمد ﷺ اور ان کی جماعت سے (شہید ہو کر) ملاقات کروں گا۔ اے ہاشم! تو کانا ہے اور کانے آدمی میں خیر نہیں ہوا کرتی ہے، وہ لڑائی کے میدان پر چھا نہیں سکتا۔ (حضرت عمار کی ترغیب پر حضرت ہاشم جوش میں آگئے) اور انہوں نے جھنڈا اہلایا اور یہ اشعار پڑھے۔

اعور یبغی اھلہ محلاً   قد عالج الحیاۃ حتی ملا

لا بد ان یفل او یفلا

یہ کانا اپنے گھر والوں کے لیئے رہنے کی جگہ تلاش کر تا رہا ہے۔ اس تلاش میں ساری زندگی گزار ڈالی اور اب وہ اس سے اکتا گیا ہے۔ اب یہ کانا یا تو دشمن کو شکست دے گا یا پھر شکست کھائے گا یعنی فیصلہ کن جنگ کرے گا۔ پھر صفین کی ایک وادی میں چلے گئے۔ حضرت ابو عبدالرحمٰن سلمی راوی کہتے ہیں کہ میں نے حضرت محمد ﷺ کے صحابہؓ کو دیکھا کہ وہ سب حضرت عمار کے پیچھے پیچھے چلتے تھے گویا کہ حضرت عمار ان کے لیئے جھنڈا تھے۔[1]

دوسری روایت میں حضرت ابو عبدالرحمٰن سلمیؒ فرماتے ہیں کہ میں نے دیکھا کہ حضرت عمارؓ صفین کی جس وادی میں جاتے تو وہاں جتنے حضور ﷺ کے صحابہؓ ہوتے وہ سب ان کے پیچھے چل پڑتے اور میں نے یہ بھی دیکھا کہ وہ حضرت ہاشم بن عتبہؓ کے پاس آئے۔ حضرت ہاشم نے حضرت علیؓ کا جھنڈا اٹھا رکھا تھا۔ حضرت عمار نے فرمایا۔ اے ہاشم آگے بڑھو۔ جنت تلواروں کے سائے کے نیچے ہے اور موت نیزوں کے کنارے میں ہے۔ جنت کے دروازے کھولے جا چکے ہیں اور موٹی آنکھوں والی حوریں آراستہ ہو چکی ہیں۔ آج میں اپنے محبوب دوستوں حضرت محمد ﷺ اور ان کی جماعت سے ملوں گا۔ پھر حضرت عمار اور حضرت ہاشمؓ دونوں نے زوردار حملہ کیا اور دونوں شہید ہو گئے۔ اللہ دونوں پر رحمت نازل فرمائے اور اس دن حضرت علیؓ اور ان کے ساتھیوں نے ایک آدمی کی طرح اکٹھے حملہ کیا اور

---

[1] اخرجہ الحاکم ایضاً (ج ٣ ص ٣٩٤)

حضرت عمار اور حضرت ہاشم ان تمام لشکر والوں کے لیئے گویا جھنڈے کی طرح تھے۔[1]

حضرت عمرو بن معدیکرب زبیدیؓ کی بہادری

حضرت مالک بن عبداللہ خثعمیؓ فرماتے ہیں کہ میں نے اس آدمی سے زیادہ شرافت والا کوئی آدمی نہیں دیکھا جو جنگ یرموک کے دن (مسلمانوں کی طرف سے) مقابلہ کے لیئے میدان میں نکلا ایک بڑا مضبوط عجمی کافر ان کے مقابلے کے لیئے آیا۔ انہوں نے اسے قتل کر دیا۔ پھر کفار شکست کھا کر بھاگ اٹھے۔ انہوں نے ان کافروں کا پیچھا کیا اور پھر اپنے ایک بڑے اونی خیمے میں واپس آئے اور اس میں داخل ہو کر (کھانے کے) بڑے بڑے پیالے منگوائے اور آس پاس کے تمام لوگوں کو (کھانے کے لیئے) بلا لیا۔ یعنی وہ بہادر بھی بہت تھے اور سخی بھی بہت۔ راوی کہتے ہیں کہ میں نے پوچھا کہ یہ کون تھے؟ حضرت مالک نے فرمایا یہ حضرت عمرو بن معدیکربؓ تھے۔[2]

حضرت قیس بن ابی حازمؒ فرماتے ہیں کہ میں جنگ قادسیہ میں شریک ہوا مسلمانوں کے لشکر کے امیر حضرت سعدؓ تھے۔ حضرت عمرو بن معدیکربؓ صفوں کے سامنے سے گزرتے جاتے تھے اور فرماتے جاتے تھے اے جماعت مہاجرین! زور آور شیر بن جاؤ (اور حملہ ایسا کرو کہ مقابل سوار اپنا نیزہ پھینک دے) کیونکہ سوار آدمی جب نیزہ پھینک دیتا ہے تو ناامید ہو جاتا ہے۔ اتنے میں اہل فارس کے ایک سردار نے انہیں تیر مارا جوان کی کمان کے کنارے پر آلگا۔ حضرت عمرو نے اس پر نیزے کا ایسا وار کیا کہ جس سے اس کی کمر توڑ دی۔ اور نیچے اتر کر اس کا سامان لے لیا۔[3] ابن عساکر نے اسی واقعہ کو اس سے زیادہ لمبا بیان کیا ہے اور اس کے آخر میں یہ ہے کہ اچانک ایک تیر حضرت عمرو کی زین کے اگلے حصہ کو آلگا۔ انہوں نے تیر پھینکنے والے پر حملہ کیا اور اسے ایسے پکڑ لیا جیسے کسی لڑکی کو پکڑا جاتا ہے اور اسے (مسلمانوں اور کافروں کی) دو صفوں کے بیچ میں رکھ کر اس کا سر کاٹ ڈالا اور اپنے ساتھیوں کو فرمایا ایسے کیا کرو۔ واقدی نے روایت کی ہے کہ حضرت عیسیٰ خیاطؒ فرماتے ہیں کہ جنگ قادسیہ کے دن حضرت عمرو بن معدیکربؓ نے اکیلے ہی دشمن پر حملہ کر دیا اور ان پر خوب تلوار چلائی۔ پھر بعد میں مسلمان بھی ان تک پہنچ گئے۔ تو دیکھا کہ دشمنوں نے حضرت

---

[1] اخرجه ابن جرير ايضاً كما في البداية (ج۷ص ۲۷۰) واخرجه ايضا الطبراني وابو يعلى بطوله والامام احمد باختصار قال الهيثمي (ج۷ص ۲۴۱) رجال احمد وابي يعلى ثقات

[2] اخرجه ابن عائذ في المغازي.

[3] اخرجه ابن ابي شيبة وابن السكن وسيف بن عمرو الطبراني وغيرهم بسند صحيح

عمرو کو چاروں طرف سے گھیر رکھا ہے اور وہ اکیلے ان کافروں پر تلوار چلا رہے ہیں پھر مسلمانوں نے ان کافروں کو حضرت عمرو سے ہٹایا طبرانی نے روایت کی ہے کہ حضرت محمد بن سلام جمحیؒ فرماتے ہیں کہ حضرت عمرؓ نے حضرت سعدؓ کو یہ لکھا کہ میں تمہاری مدد کے لیئے دو ہزار آدمی بھیج رہا ہوں۔ایک حضرت عمرو بن معدیکربؓ اور دوسرے حضرت طلحہ بن خویلدؓ (ان دونوں میں سے ہر ایک ایک ہزار کے برابر ہے)

حضرت ابو صالح بن وجیہؒ فرماتے ہیں کہ سن اکیس ہجری میں جنگ نہاوند میں حضرت نعمان بن مقرنؓ شہید ہوئے تھے۔پھر مسلمانوں کو شکست ہوگئی تھی۔پھر حضرت عمرو بن معدیکربؓ ایسے زور سے لڑے کہ شکست فتح میں تبدیل ہوگئی اور خود زخموں سے چور ہوگئے۔آخر روزہ نامی بستی میں ان کا انتقال ہوگیا۔[1]

حضرت عبداللہ بن زبیرؓ کی بہادری

حضرت عروہ بن زبیرؒ فرماتے ہیں کہ جب حضرت معاویہؓ کا انتقال ہوگیا تو حضرت عبداللہ بن زبیرؓ نے یزید بن معاویہ کی اطاعت سے انکار کر دیا اور یزید کو علی الاعلان برا بھلا کہنے لگے۔یہ بات یزید کو پہنچی تو اس نے قسم کھائی کہ حضرت عبداللہ بن زبیر کو میرے پاس گلے میں طوق ڈال کر لایا جائے۔ورنہ میں ان کی طرف لشکر بھیجوں گا۔حضرت ابن زبیر سے عرض کیا گیا (کہ آپ یزید کی قسم پوری کر دیں اور آپ کے مرتبہ کے مطابق اس کی صورت یہ ہے) کہ ہم آپ کے لیئے چاندی کے طوق بنالیتے ہیں ان کو آپ کے گلے میں ڈال دیں گے۔اور ان کے اوپر آپ کپڑے پہن لیں۔اس طرح آپ اس کی قسم پوری کرلیں گے اور پھر آپ کی اس سے صلح ہو جائے گی اور اس سے صلح کر لینا ہی آپ کی شان کے زیادہ مناسب ہے۔حضرت عبداللہ نے اس کے جواب میں فرمایا اللہ اس کی قسم کبھی پوری نہ کرے اور یہ شعر پڑھا۔

ولا الین لغیر الحق اسالہ حتی یلین لضرس الماضغ الحجر

اور جس ناحق بات کا مجھ سے مطالبہ کیا جارہا ہے میں اس کے لیئے اس وقت تک نرم نہیں ہو سکتا ہوں جب تک چبانے والے کی داڑھ کے لیئے پتھر نرم نہ ہو جائے یعنی میرا نرم پڑ جانا محال ہے۔

پھر فرمایا کہ اللہ کی قسم! عزت کے ساتھ تلوار کی مار مجھے ذلت کے ساتھ کوڑے کی

---

[1] اخرجه الدولابی کذافی الاصابة (ج۳ص ۱۹، ۲۰)

مار سے زیادہ پسند ہے۔ پھر انہوں نے مسلمانوں کو اپنی خلافت پر بیعت کرنے کی دعوت دی اور یزید بن معاویہ کی مخالفت کا اظہار کیا۔ اس پر یزید بن معاویہ نے اہل شام کا لشکر دے کر مسلم بن عقبہ مری کو بھیجا اور اسے اہل مدینہ سے جنگ کرنے کا حکم دیا اور یہ بھی کہا کہ مسلم جب اہل مدینہ سے جنگ سے فارغ ہو جائے تو مکہ کی طرف روانہ ہو جائے چنانچہ مسلم بن عقبہ لشکر لے کر مدینہ داخل ہوا اور حضور ﷺ کے جتنے صحابہؓ وہاں باقی تھے وہ سب مدینہ سے چلے گئے۔ مسلم نے مدینہ والوں کی توہین کی اور انہیں خوب قتل کیا۔ وہاں سے مکہ کی طرف روانہ ہوا۔ ابھی راستہ میں ہی تھا کہ مسلم مر گیا۔ مسلم نے حصین بن نمیر کندی کو مرنے سے پہلے اپنا نائب مقرر کیا اور کہا اے گدھے کی پالان والے! قریش کی مکاریوں سے بچ کر رہنا اور پہلے ان سے لڑنا اور پھر انہیں چن چن کر قتل کرنا۔ چنانچہ وہاں سے حصین چلا اور مکہ پہنچ گیا اور کئی دن تک حضرت ابن زبیر سے مکہ میں لڑتا رہا۔ آگے مزید حدیث بھی ہے جس میں یہ مضمون بھی ہے کہ حصین بن نمیر کو یزید بن معاویہ کے مرنے کی خبر ملی تو حصین بن نمیر بھاگ گیا۔ جب یزید بن معاویہ کا انتقال ہو گیا تو مروان بن حکم خلیفہ بن گیا اور اس نے لوگوں کو اپنی خلافت کی اور اپنے سے بیعت ہونے کی دعوت دی۔ آگے حدیث اور ہے جس میں یہ مضمون بھی ہے کہ پھر مروان بھی مر گیا اور عبدالملک خلیفہ بن گیا اور اس نے اپنے سے بیعت ہونے کی دعوت دی اس کی دعوت کو شام والوں نے قبول کر لیا اور اس نے منبر پر کھڑے ہو کر خطبہ دیا اور اس نے کہا تم میں سے کون ابن زبیر کو ختم کرنے کے لیئے تیار ہے؟ حجاج نے کہا اے امیر المومنین! میں عبدالملک نے اسے خاموش کر دیا۔ پھر حجاج کھڑا ہوا۔ تو اسے عبدالملک نے پھر خاموش کر دیا۔ پھر تیسری مرتبہ حجاج نے کھڑے ہو کر کہا اے امیر المومنین میں تیار ہوں کیونکہ میں نے خواب میں دیکھا ہے کہ میں نے عبداللہ بن زبیر سے جبہ چھین کر پہن لیا ہے اس پر عبدالملک نے حجاج کو لشکر کا سپہ سالار مقرر کیا اور اسے لشکر دے کر مکہ بھیجا۔ اس نے مکہ پہنچ کر حضرت عبداللہ بن زبیر سے جنگ شروع کر دی۔ حضرت ابن زبیر نے مکہ والوں کو ہدایت کی اور ان سے فرمایا کہ ان دو پہاڑوں کو اپنی حفاظت میں رکھو کیونکہ جب تک وہ ان دو پہاڑوں پر چڑھ نہیں جاتے اس وقت تک تم خیریت کے ساتھ غالب رہو گے۔ تھوڑے ہی عرصہ کے بعد حجاج اور اس کے ساتھی ابو قبیس پہاڑ پر چڑھ گئے اور اس پر انہوں نے منجنیق نصب کر دی اور اس سے حضرت ابن زبیر اور ان کے ساتھیوں پر مسجد حرام میں پتھر پھینکنے لگے۔ جس دن حضرت ابن زبیر شہید ہوئے اس دن صبح اوہ اپنی والدہ حضرت اسماء بنت ابی بکرؓ کے پاس گئے۔ اس وقت حضرت اسماء کی عمر سو سال

تھی۔ لیکن نہ ان کا کوئی دانت گرا تھا اور نہ ان کی نگاہ کمزور ہوئی تھی۔ انہوں نے اپنے بیٹے حضرت ابن زبیر کو یہ نصیحت فرمائی کہ اے عبداللہ! تمہاری جنگ کا کیا بنا ہے؟ انہوں نے بتایا کہ وہ فلاں فلاں جگہ پہنچ چکے ہیں اور وہ ہنس کر کہنے لگے کہ موت سے راحت ملتی ہے۔ حضرت اسماء نے کہا اے بیٹے ہو سکتا ہے کہ تم میرے لیئے موت کی تمنا کر رہے ہو؟ لیکن میں چاہتی ہوں کہ مرنے سے پہلے تمہاری محنت کا نتیجہ دیکھ لوں کہ یا تو تم بادشاہ بن جاؤ اور اس سے میری آنکھیں ٹھنڈی ہوں یا تمہیں قتل کر دیا جائے اور میں اس پر صبر کر کے اللہ سے ثواب کی امید رکھوں۔ پھر حضرت ابن زبیر اپنی والدہ سے رخصت ہونے لگے تو ان کو والدہ نے یہ وصیت کی کہ قتل کے ڈر سے کسی دینی معاملہ کو ہاتھ سے نہ جانے دینا۔ پھر حضرت ابن زبیر مسجد حرام تشریف لے گئے اور منجنیق سے بچنے کے لیئے انہوں نے حجر اسود پر دو کواڑ لگا لیئے۔ وہ حجر اسود کے پاس بیٹھے ہوئے تھے کہ کسی نے آکر ان سے عرض کیا کیا ہم آپ کے لیئے کعبہ کا دروازہ نہ کھول دیں تاکہ آپ (سیڑھی کے ذریعہ) چڑھ کر اس کے اندر داخل ہو جائیں (اور یوں منجنیق کے پتھروں سے بچ جائیں) حضرت ابن زبیر نے اس پر ایک نگاہ ڈال کر فرمایا تم اپنے بھائی کو موت کے علاوہ ہر چیز سے بچا سکتے ہو اگر (اس کی موت کا وقت آگیا ہے تو کعبہ کے اندر بھی آجائے گی) اور کیا کعبہ کی حرمت اس جگہ سے زیادہ ہے؟ (یعنی جب وہ اس جگہ کا احترام نہیں کر رہے ہیں تو کعبہ کے اندر کا احترام بھی نہیں کریں گے) اللہ کی قسم اگر وہ تم کو کعبہ کے پردوں سے چمٹا ہوا بھی پائیں گے تو بھی تمہیں ضرور قتل کر دیں گے پھر ان سے عرض کیا گیا، کیا آپ ان سے صلح کے بارے میں گفتگو نہیں فرماتے ہیں؟ انہوں نے فرمایا۔ کیا یہ صلح کی بات کرنے کا وقت ہے؟ اگر تم ان کو کعبہ کے اندر بھی مل گئے تو وہ تم سب کو ذبح کر دیں گے اور پھر یہ شعر پڑھے۔

ولست بمبتاع الحیاۃ بسبۃ ولا مرتق من خشیۃ الموت سلماً

اور میں کوئی عار والی چیز اختیار کر کے اس کے بدلہ میں زندگی کو خریدنے والا نہیں ہوں اور نہ موت کے ڈر سے کسی سیڑھی پر چڑھنے والا ہوں۔

انا فس سھماً انہ غیر بارح ملا قی المنا یا ای حرف تیمما

مجھے ایسے تیر کا شوق ہے جو اپنی جگہ سے نکل نہ سکے اور کیا موت سے ملاقات کو چاہنے والا کسی اور طرف کا ارادہ کر سکتا ہے؟ اور پھر آل زبیر کی طرف متوجہ ہو کر ان کو نصیحت فرمانے لگے اور کہنے لگے کہ ہر آدمی اپنی تلوار کی ایسی حفاظت کرے جیسے اپنے چہرہ کی حفاظت کرتا ہے کہ کہیں وہ ٹوٹ نہ جائے۔ ورنہ عورت کی طرح ہاتھ سے اپنا بچاؤ کرے گا۔ میں نے

ہمیشہ اپنے لشکر کے اگلے حصے میں شامل ہو کر دشمن سے مقابلہ کیا ہے اور مجھے زخم لگنے سے کبھی درد نہیں ہوا۔ اگر ہوا ہے تو زخم پر دوا لگانے سے ہوا ہے۔ یہ لوگ آپس میں اس طرح باتیں کر رہے تھے کہ اچانک کچھ لوگ باب بنی جمح سے اندر داخل ہوئے جن میں کالے رنگ کا ایک آدمی تھا۔ حضرت ابن زبیر نے پوچھا یہ لوگ کون ہیں؟ کسی نے کہا یہ حمص والے ہیں اس پر حضرت ابن زبیر نے دو تلواریں لے کر ان پر حملہ کر دیا۔ مقابلہ میں سب سے پہلے وہ کالا آدمی ہی آیا۔ انہوں نے تلوار مار کر اس کی ٹانگ اڑا دی۔ اس نے تکلیف کی شدت کی وجہ سے کہا ہائے۔ اے بدکار عورت کے بیٹے! (نعوذ باللہ من ذالک) حضرت ابن زبیر نے فرمایا دفع ہو۔ اے حام کے بیٹے! (کالے لوگ حضرت نوح علیہ السلام کے بیٹے حام کی نسل میں شمار ہوتے ہیں) کیا حضرت اسماء بدکار ہو سکتی ہیں؟ پھر ان سب کو مسجد سے نکال کر واپس آئے۔ اتنے میں کچھ لوگ باب بنی سہم سے داخل ہوئے۔ انہوں نے پوچھا یہ لوگ کون ہیں؟ کسی نے کہا یہ اردن والے ہیں تو یہ شعر پڑھتے ہوئے ان پر حملہ کیا۔

لا عهد لی بغارة مثل السيل　　لا ينجلی غبارها حتی الليل

میں نے سیلاب جیسی غارت گری نہیں دیکھی کہ جس کا غبار رات تک صاف نہ ہو اور ان کو مسجد سے نکال دیا اتنے میں کچھ لوگ باب بنی مخزوم سے داخل ہوئے تو ان پر یہ شعر پڑھتے ہوئے حملہ کیا۔

لو كان قرنی واحدًا كفيته

اگر میرا مقابل ایک ہوتا تو میں اس سے نمٹنے کے لیئے کافی تھا۔

مسجد حرام کی چھت پر ان کے مددگار کھڑے تھے جو (داخل ہونے والے) ان کے دشمن پر اوپر سے اینٹیں وغیرہ پھینک رہے تھے۔ جب حضرت ابن زبیر نے ان داخل ہونے والوں پر حملہ کیا تو ان کے سر کے بیچ میں ایک اینٹ آکر لگی جس سے ان کا سر پھٹ گیا تو کھڑے ہو کر یہ شعر پڑھا:۔

ولسنا علی الاعقاب تدمی کلومنا　　ولكن علیٰ اقدامنا تقطر الدما

ہمارے زخموں کا خون ہمارے ایڑیوں پر نہیں گرا کرتا ہے بلکہ ہمارے قدموں پر گرا کرتا ہے یعنی ہم بہادر ہیں ہمیں جسم کے اگلے حصے پر زخم آتا ہے۔ پچھلے حصے پر نہیں آتا ہے۔

اس کے بعد وہ گر گئے۔ تو ان کے دو غلام ان پر یہ کہتے ہوئے جھکے کہ غلام اپنے آقا کی حفاظت کرتا ہے اور اپنی بھی حفاظت کرتا ہے۔ پھر دشمن کے لوگ چل کر ان کے قریب

آگئے اور انہوں نے ان کا سر کاٹ لیا۔[1]

حضرت اسحاق بن ابی اسحاقؒ فرماتے ہیں کہ جس دن حضرت ابن زبیرؓ مسجد حرام میں شہید کیئے گئے۔ میں وہاں موجود تھا (میں نے دیکھا کہ) لشکر مسجد حرام کے دروازے سے داخل ہونے لگے جب بھی کسی دروازے سے کچھ لوگ داخل ہوتے تو ان پر حضرت ابن زبیر اکیلے حملہ کر کے ان کو مسجد حرام سے نکال دیتے۔ وہ اسی طرح بہادری سے لڑ رہے تھے کہ اتنے میں مسجد کے کنگروں میں سے ایک کنگرا ان کے سر پر آگرا جس سے نڈھال ہو کر وہ زمین پر گر پڑے اور وہ یہ اشعار پڑھ رہے تھے۔

اسماء ان قتلت لا تبکینی　　　لم یبق الا حسبی ودینی

وصارم لانت به یمینی

اے میری اماں جان حضرت اسماء! اگر مجھے قتل کر دیا جائے تو آپ مجھے بالکل نہ روئیں کیونکہ میری خاندانی شرافت اور میرا دین محفوظ اور باقی ہے اور وہ کاٹنے والی تلوار باقی رہ گئی ہے جس کو پکڑنے سے میرا دایاں ہاتھ کمزور اور نرم پڑتا جا رہا ہے۔[2]

اللہ کے راستے سے بھاگ جانے والے پر نکیر

حضرت ام سلمہؓ نے حضرت سلمہ بن ہشام بن مغیرہ کی بیوی سے کہا کیا ہوا حضرت سلمہ حضور ﷺ اور عام مسلمانوں کے ساتھ نماز (با جماعت) میں شریک ہوتے ہوئے مجھے نظر نہیں آتے؟ ان کی بیوی نے کہا کہ اللہ کی قسم! وہ (گھر سے) باہر نکل نہیں سکتے کیونکہ جب بھی وہ باہر نکلتے ہیں لوگ شور مچا دیتے ہیں اے بھگوڑے! کیا تم اللہ عزوجل کے راستے سے بھاگے تھے؟ اس وجہ سے وہ اپنے گھر ہی میں بیٹھ گئے اور باہر نہیں نکلتے تھے اور یہ غزوہ موتہ میں حضرت خالد بن ولیدؓ کے ساتھ شریک ہوئے تھے۔[3]

حضرت ابو ہریرہؓ فرماتے ہیں کہ میرے اور میرے چچازاد بھائی کے درمیان بات بڑھ

---

[1] اخرجه الطبرانی قال الهیثمی (ج۷ص ۲۵۵) رواه الطبرانی وفیه عبدالملك بن عبدالرحمن الذماری وثقه ابن حبان وغیره وضعفه ابو زرعة وغیره انتهی واخرجه ایضاً ابن عبدالبر فی الا ستیعاب (ج ۲ ص ۳۰۲) مطولا وابو نعیم فی الحلیة (ج۱ ص ۳۳۱) بنحوه مختصر اوالحاکم فی المستدرك (ج۳ص ۵۵۰) قطعة من اوله [2] اخرجه ابو نعیم والطبرانی ایضا قال الهیثمی (ج۷ص ۲۵۶) رواه الطبرانی وفیه جماعت لم اعرفهم

[3] اخرجه الحاکم (ج۳ص ۴۲) قال الحاکم ووافقه الذهبی هذا حدیث صحیح علی شرط مسلم ولم یخرجاه واخرجه ابن اسحاق مثله کما فی البدایة (ج ٤ ص ۲۴۹)

گئی اس نے کہا کیا تم غزوہ موتہ میں بھاگے نہیں تھے؟ مجھے کچھ سمجھ نہ آیا کہ میں اسے کیا جواب دوں؟[۱]

اللہ کے راستے سے بھاگنے پر ندامت اور گھبراہٹ

حضرت عبداللہ بن عمرؓ فرماتے ہیں کہ حضور ﷺ نے لڑنے کے لیے ایک جماعت بھیجی۔ میں بھی اس میں تھا۔ کچھ لوگ میدان جنگ سے پیچھے ہٹے۔ میں بھی ان ہٹنے والوں میں تھا (واپسی پر) ہم نے کہا کہ ہمیں کیا کرنا چاہیے؟ ہم تو دشمن کے مقابلہ سے بھاگے ہیں اور اللہ تعالیٰ کی ناراضگی کو لے کر واپس لوٹ رہے ہیں پھر ہم نے کہا کہ ہم لوگ مدینہ جا کر رات گزار لیں گے (پھر اس کے بعد حضورؐ کی خدمت میں حاضر ہوں گے) پھر ہم نے کہا (نہیں) ہم سیدھے جا کر حضورؐ کی خدمت میں اپنے آپ کو پیش کر دیں گے اگر ہماری توبہ قبول ہو گئی تو ٹھیک ہے ورنہ ہم (مدینہ چھوڑ کر کہیں اور) چلے جائیں گے۔ ہم فجر کی نماز سے پہلے آپ کی خدمت میں حاضر ہوئے (ہماری خبر ملنے پر) آپ باہر تشریف لائے اور فرمایا یہ لوگ کون ہیں؟ ہم نے کہا کہ ہم تو میدان جنگ کے بھگوڑے ہیں۔ آپ نے فرمایا نہیں بلکہ تم تو پیچھے ہٹ کر دوبارہ حملہ کرنے والوں میں سے ہو۔ میں تمہارا اور مسلمانوں کا مرکز ہوں (تم میرے پاس آگئے ہو اس لیے تم بھگوڑے نہیں ہو) پھر ہم نے آگے بڑھ کر حضورؐ کے دست مبارک کو چوما۔[۲]

حضرت عبداللہ بن عمرؓ فرماتے ہیں کہ حضور ﷺ نے ہمیں ایک سریہ میں بھیجا۔ جب ہمارا دشمن سے مقابلہ ہوا تو ہمیں پہلے ہی حملہ میں شکست ہو گئی تو ہم چند ساتھی رات کے وقت مدینہ آکر چھپ گئے پھر ہم نے کہا بہتر یہ ہے کہ ہم لوگ حضورؐ کی خدمت میں جا کر اپنا عذر پیش کر دیں۔ چنانچہ ہم لوگ حضورؐ کی خدمت میں گئے۔ جب ہماری آپ سے ملاقات ہوئی تو ہم نے عرض کیا یا رسول اللہ! ہم تو میدان جنگ کے بھگوڑے ہیں آپ نے فرمایا نہیں۔ تم تو پیچھے ہٹ کر دوبارہ حملہ کرنے والے ہو اور میں تمہارا مرکز ہوں۔ اسود راوی نے یہ الفاظ نقل کیے ہیں اور میں ہر مسلمان کا مرکز ہوں۔[۳]

بیہقی میں حضرت ابن عمرؓ سے اسی جیسی حدیث مروی ہے اور اس میں یہ مضمون بھی ہے کہ ہم نے کہا یا رسول اللہ! ہم تو میدان جنگ کے بھگوڑے ہیں۔ آپ نے فرمایا نہیں۔ تم

---

[۱] اخرجه الحاكم (ج ۳ ص ۴۲) من طريق الواقدی

[۲] اخرجه الامام احمد [۳] عند الامام احمد ايضاً كذافی البداية (ج ۴ ص ۲۴۸)

تو پیچھے ہٹ کر دوبارہ حملہ کرنے والے ہو۔ ہم نے کہا یا نبی اللہ! ہم نے تو یہ ارادہ کر لیا تھا کہ ہم مدینہ نہ آئیں بلکہ سمندر کا سفر کر کے کہیں اور چلے جائیں (ہم تو اپنے بھاگنے پر بڑے شرمندہ تھے) آپ نے فرمایا ایسے نہ کرو کیونکہ میں ہر مسلمان کا مرکز ہوں۔[1]

حضرت عائشہؓ فرماتی ہیں کہ حضرت عبداللہ بن زیدؓ جب واپس آئے تو میں نے حضرت عمر بن خطابؓ کو زور سے یہ فرماتے ہوئے سنا اے عبداللہ بن زید! کیا خبر ہے؟ اس وقت حضرت عمر مسجد کے اندر تھے اور حضرت عبداللہ بن زید میرے حجرے کے دروازے کے پاس سے گزر رہے تھے۔ حضرت عمر نے کہا اے عبداللہ بن زید! تمہارے پاس کیا خبر ہے؟ انہوں نے کہا اے امیر المومنین! میں خبر لے کر آپ کی خدمت میں حاضر ہو رہا ہوں۔ جب وہ حضرت عمر کے پاس پہنچ گئے تو انہوں نے مسلمانوں کے سارے حالات سنائے۔ میں نے کسی واقعہ کی ان سے زیادہ اچھی اور زیادہ تفصیلی کارگزاری سنانے والا نہیں سنا۔ جب شکست کھائے ہوئے مسلمان آئے اور حضرت عمر نے دیکھا کہ میدان جنگ سے بھاگ آنے کی وجہ سے مہاجرین اور انصار مسلمان گھبرائے ہوئے ہیں تو فرمایا اے مسلمانوں کی جماعت! تم نہ گھبراؤ۔ میں تمہارا مرکز ہوں تم میرے پاس بھاگ کر آئے ہو (یہ میدان جنگ سے بھاگنا نہیں ہے بلکہ یہ تو تیاری کر کے دوبارہ میدان جنگ میں جانے کے لیئے ہے[2])

حضرت محمد بن عبد الرحمٰن بن حصین وغیرہ حضرات بیان کرتے ہیں کہ قبیلہ بنو نجار کے حضرت معاذ قاریؓ ان لوگوں میں سے تھے جو جسر ابی عبید کی جنگ میں شریک ہوئے تھے۔ جب وہ یہ آیت پڑھا کرتے تو رو پڑتے۔

وَمَنْ يُّوَلِّهِمْ يَوْمَئِذٍ دُبُرَهٗٓ اِلَّا مُتَحَرِّفًا لِّقِتَالٍ اَوْ مُتَحَيِّزًا اِلٰى فِئَةٍ فَقَدْ بَآءَ بِغَضَبٍ مِّنَ اللّٰهِ وَمَاْوٰىهُ جَهَنَّمُ وَبِئْسَ الْمَصِيْرُ

ترجمہ: "اور جو کوئی ان سے پھیرے پیٹھ اس دن، مگر یہ کہ ہنر کرتا ہو لڑائی کا یا جا ملتا ہو فوج میں، سو وہ پھر اللہ کا غضب لے کر اور اس کا ٹھکانہ دوزخ ہے اور وہ کیا برا ٹھکانہ ہے۔" حضرت عمرؓ ان سے فرماتے اے معاذ! نہ روؤ۔ میں تمہارا مرکز ہوں۔ تم بھاگ کر میرے پاس آئے ہو۔[3]

---

[1] اخرجه البيهقى (ج۹ص ۷۷) واخرجه ايضاً ابو داؤد والترمذى وحسنه وابن ماجة بنحو رواية الا مام احمد كما فى التفسير لا بن كثير (ج۲ص ۲۹٤) وابن سعد (ج٤ص ۱۰۷) بنحوه [2] اخرجه ابن جرير (ج٤ص ۷۰)

[3] اخرجه ابن جرير ايضاً (ج٤ص ۷۰)

حضرت عبدالرحمٰن بن ابی لیلیٰؒ فرماتے ہیں کہ حضرت سعد بن عبیدؓ حضور ﷺ کے صحابہؓ میں سے تھے اور جس دن حضرت ابو عبیدؓ شہید ہوئے تھے اس دن یہ میدان جنگ سے بھاگ گئے تھے اور ان کو قاری کہا جاتا تھا۔ اور حضورؐ کے صحابہؓ میں سے اور کسی کو قاری نہیں کہا جاتا تھا۔ حضرت عمر بن خطابؓ نے حضرت سعد بن عبید سے فرمایا کیا آپ شام جانا چاہتے ہیں؟ کیونکہ وہاں مسلمان کمزور ہو گئے ہیں اور دشمن ان پر جری ہو گئے ہیں۔ ہو سکتا ہے کہ آپ شام جا کر اپنے بھاگنے کا گناہ دھولیں۔ حضرت سعد نے کہا نہیں۔ میں تو اسی علاقہ میں جاؤں گا جہاں سے بھاگ کر آیا تھا اور اسی دشمن کے مقابلہ میں جاؤں گا جس نے میرے ساتھ ایسا معاملہ کیا (جس سے میں بھاگنے پر مجبور ہو گیا) چنانچہ حضرت سعد قادسیہ چلے گئے اور وہاں جا کر شہید ہو گئے۔[1]

اللہ کے راستے میں جانے والے کو تیار کرنا اور اس کی مدد کرنا

حضرت جبلہ بن حارثہؓ فرماتے ہیں کہ جب حضور ﷺ خود غزوہ میں تشریف نہ لے جاتے تو اپنے ہتھیار حضرت علیؓ یا حضرت اسامہؓ کو دے دیتے۔[2]

حضرت انس بن مالکؓ فرماتے ہیں کہ قبیلہ اسلم کے ایک نوجوان نے عرض کیا یا رسول اللہ! میں جہاد میں جانا چاہتا ہوں لیکن تیاری کے لیۓ میرے پاس مال نہیں ہے۔ آپ نے فرمایا فلاں انصاری کے پاس جاؤ، اس نے جہاد کی تیاری کی ہوئی تھی اب وہ بیمار ہو گئے ہیں۔ اس سے کہنا کہ اللہ کے رسول تمہیں سلام کہہ رہے ہیں اور اس سے یہ بھی کہنا کہ تم نے جہاد کے لیۓ جو سامان تیار کیا تھا وہ مجھے دے دو۔ چنانچہ وہ نوجوان اس انصاری کے پاس گیا اور ساری بات اس سے کہہ دی تو اس انصاری نے اپنی بیوی سے کہا اے فلانی! تم نے جو سامان میرے لیۓ تیار کیا تھا وہ ان کو دے دو اور اس سامان میں سے کوئی چیز نہ رکھنا کیونکہ اللہ کی قسم! تم اس میں سے جو چیز بھی رکھو گی اس میں اللہ تعالیٰ برکت نہیں فرمائیں گے۔[3]

حضرت ابو مسعود انصاریؓ فرماتے ہیں کہ ایک آدمی نے حضور ﷺ کی خدمت میں حاضر ہو کر عرض کیا کہ میری سواری ہلاک ہو گئی ہے آپ مجھے سواری دے دیں آپ نے فرمایا اس وقت تو میرے پاس کوئی سواری نہیں ہے۔ اس پر ایک آدمی نے کہا کہ میں انہیں ایسا

---

[1] اخرجه ابن سعد (ج۳ ص ۳۰۰)

[2] اخرجه الامام احمد والطبرانی قال الهیثمی (ج۵ ص ۲۸۳) ورجال احمد ثقات

[3] اخرجه ابو داؤد واخرجه مسلم (ج۲ ص ۱۳۷) والبیهقی (ج۹ ص ۲۸) ایضاً عن انسؓ بنحوه

آدمی بتاتا ہوں جو ان کو سواری دے دے گا۔ آپ نے فرمایا جو آدمی کسی کو خیر کا راستہ بتائے تو بتانے والے کو کرنے والے کے برابر اجر ملے گا۔ ۱؎

حضرت جابر بن عبداللہؓ فرماتے ہیں کہ حضور ﷺ نے ایک مرتبہ غزوہ میں جانے کا ارادہ فرمایا تو آپ نے فرمایا اے مہاجرین اور انصار کی جماعت! تمہارے کچھ بھائی ایسے ہیں جن کے پاس نہ مال ہے اور نہ ان کا کوئی خاندان ہے (جو ان کو مال دے دے) لہٰذا تم میں سے ہر ایک اپنے ساتھ ایسے دو یا تین آدمیوں کو ملا لے۔ (چنانچہ ہر سواری والے نے اپنے ساتھ ایسے نادار دو، تین ساتھی لے لیئے) اور ہم سواریوں والے بھی انہی کی طرح صرف اپنی باری پر سوار ہوتے (یعنی سواری کے مالک اور دوسروں کے سوار ہونے کی باری برابر ہوتی تھی) حضرت جابر فرماتے ہیں کہ میں نے بھی اپنے ساتھ دو یا تین نادار ساتھی لے لیئے اور ان میں سے ہر ایک کے سوار ہونے کی جتنی باری ہوتی تھی میری بھی اتنی ہی ہوتی تھی۔ ۲؎

حضرت واثلہ بن اسقعؓ فرماتے ہیں کہ حضور ﷺ نے غزوہ تبوک کی تیاری کا اعلان فرمایا میں اپنے گھر والوں کے پاس گیا اور وہاں سے واپس آیا تو حضورؐ کے صحابہؓ کی پہلی جماعت جا چکی تھی تو میں مدینہ میں یہ اعلان کرنے لگا کہ ہے کوئی جو ایک آدمی کو سواری دے اور سواری والے کو اس آدمی کے مال غنیمت کا حصہ سارا مل جائے گا۔ تو ایک انصاری بڑے میاں نے کہا کہ ہم اس کے مال غنیمت کا حصہ اس شرط پر لیں گے (کہ اس کو مستقل سواری نہیں دیں گے بلکہ) باری پر ہم اس کو سوار کریں گے اور وہ کھانا بھی ہمارے ساتھ کھائے گا۔ میں نے کہا ٹھیک ہے۔ اس نے کہا پھر اللہ کا نام لے کر چلو۔ میں اس اچھے ساتھی کے ساتھ چل پڑا۔ جب اللہ تعالیٰ نے ہمیں مال غنیمت دیا تو میرے حصہ میں کچھ جوان اونٹ آئے۔ میں وہ اونٹ ہانک کر اپنے اس ساتھی کے پاس لے گیا وہ باہر آیا اور ایک اونٹ کے پیچھے کے تھیلے پر بیٹھ گیا اور کہنے لگا ان اونٹوں کو پیچھے لے جاؤ (میں پیچھے لے گیا) پھر اس نے کہا ان کو آگے لے جاؤ (میں ان کو آگے لے گیا) پھر اس نے کہا مجھے تو تمہارے یہ جوان اونٹ بڑے عمدہ نظر آرہے ہیں۔ میں نے کہا یہی تو وہ مال غنیمت ہے جس کے دینے کا میں نے اعلان کیا اس بڑے میاں نے کہا تم اپنے یہ جوان اونٹ لے جاؤ اے میرے بھتیجے! ہمارا ارادہ تو تمہارے مال غنیمت کے علاوہ کچھ اور لینے کا تھا۔ امام بیہقیؒ کہتے ہیں اس کا مطلب یہ ہے کہ ہم نے تمہارے ساتھ جو کچھ کیا ہے اس کے بدلہ میں ہم دنیا میں مزدوری لینا نہیں چاہتے بلکہ ہمارا ارادہ تو اجر و ثواب

۱؎ واخرجه مسلم (ج ۲ ص ۱۳۷) واخرجه البیهقی (ج ۹ ص ۲۸) عن ابن ابی مسعودؓ بنحوه

۲؎ اخرجه البیهقی (ج ۹ ص ۱۷۲) والحاکم (ج ۲ ص ۹۰) وصححه.

میں شریک ہونے کا تھا۔[1]

حضرت عبداللہؓ فرماتے ہیں کہ میں اللہ کے راستہ میں کسی کو کوڑا دوں یہ مجھے ایک حج کے بعد دوسرا حج کرنے سے زیادہ محبوب ہے۔[2]

اجرت لے کر جہاد میں جانا

حضرت عوف بن مالکؓ فرماتے ہیں کہ مجھے حضور ﷺ نے ایک سریہ میں بھیجا۔ ایک آدمی نے کہا کہ میں آپ کے ساتھ اس شرط پر جاتا ہوں کہ آپ میرے لیے مال غنیمت میں سے ایک مقدار مقرر کردیں پھر وہ کہنے لگا اللہ کی قسم! مجھے پتہ نہیں۔ تمہیں مال غنیمت ملے گا یا نہیں۔ اس لیے آپ میرے حصہ کی مقدار مقرر کردیں۔ میں نے اس کے لیے تین دینار مقرر کردیئے۔ ہم غزوہ میں گئے اور ہمیں خوب مال غنیمت ملا۔ میں نے اس آدمی کو دینے کے بارے میں نبی کریم ﷺ سے پوچھا حضورؐ نے اس کے بارے میں فرمایا مجھے تو اسے دنیا وآخرت میں بس یہی تین دینار ملتے ہوئے نظر آرہے ہیں۔ جو اس نے لے لیئے ہیں (اور اسے ثواب نہیں ملے گا)[3]

حضرت عبداللہ بن دیلمیؒ سے روایت ہے کہ حضرت یعلی بن منیہؓ نے فرمایا کہ ایک مرتبہ حضور ﷺ نے غزوہ میں جانے کے لیئے اعلان فرمایا۔ میں بہت بوڑھا تھا اور میرے پاس کوئی خادم بھی نہیں تھا۔ میں مزدوری پر غزوہ میں جانے والا آدمی تلاش کرنے لگا کہ میں اسے مال غنیمت میں سے اس کا پورا حصہ دوں گا تو مجھے ایک آدمی مل گیا جب غزوہ میں جانے کا وقت قریب آیا تو وہ میرے پاس آکر کہنے لگا کہ پتہ نہیں مال غنیمت کے کتنے حصے بنیں گے اور میرا کتنا حصہ ہوگا اس لیئے کچھ مقدار مقرر کردو۔ پتہ نہیں مال غنیمت ملے گا یا نہیں؟ چنانچہ میں نے اس کے لیئے تین دینار مقرر کردیئے۔ جب مال غنیمت آیا تو میں نے اس کا پورا حصہ دینا چاہا لیکن مجھے وہ (تین) دینار یاد آگئے۔ چنانچہ میں نبی کریم ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوا اور اس آدمی کی ساری بات میں نے آپ کو بتائی۔ آپ نے فرمایا میرے خیال میں تو اسے اس غزوہ کے بدلہ میں دنیا اور آخرت میں صرف وہ دینار ہی ملیں گے جو اس نے مقرر کیئے تھے (نہ ثواب ملے گا اور نہ مال غنیمت کا حصہ)[4]

---

[1] اخرجه البيهقي ايضاً (ج ۹ ص ۲۸) [2] اخرجه الطبراني قاله الهيثمي (ج ۵ ص ۲۸٤) رواه الطبراني ورجاله ثقات [3] اخرجه الطبراني قاله الهيثمي (ج ۵ ص ۳۲۳) وفيه بقية وقد صرح بالسماع. انتهى [4] اخرجه البيهقي (ج ۶ ص ۳۳۱)

دوسرے کے مال پر غزوہ میں جانے والا

حضرت میمونہ بنت سعدؓ نے عرض کیا یا رسول اللہ! ہمیں اس آدمی کے بارے میں بتائیں جو خود غزوہ میں نہ جائے اور اپنا مال دوسرے کو دے دے تاکہ وہ اس مال کو لے کر غزوہ میں چلا جائے۔ تو اس دینے والے کو ثواب ملے گا یا غزوہ میں جانے والے کو ملے گا؟ آپ نے فرمایا دینے والے کو اس کے مال کا ثواب ملے گا اور جانے والا جیسی نیت کریگا اسے ویسا ملے گا (اگر ثواب کی نیت کرے گا تو ثواب ملے گا ورنہ صرف مال ملے گا ثواب نہیں ملے گا)۔[1]

اپنے بدلے میں دوسرے کو بھیجنا

حضرت علی بن ربیعہ اسدیؒ فرماتے ہیں کہ ایک آدمی حضرت علی بن ابی طالبؓ کے پاس اپنے بیٹے کو غزوہ میں اپنی جگہ بھیجنے کے لیئے لایا تو حضرت علیؓ نے فرمایا کہ بوڑھے کی رائے مجھے جوان کے غزوہ میں جانے سے زیادہ پسند ہے۔[2]

اللہ کے راستہ میں نکلنے کے لیئے مانگنے پر نکیر

حضرت نافعؒ فرماتے ہیں کہ ایک طاقتور نوجوان مسجد میں آیا اس کے ہاتھ میں لمبے لمبے تیر تھے اور وہ کہہ رہا تھا کہ اللہ کے راستے میں جانے کے لیئے کون میری مدد کرے گا؟ حضرت عمر نے اسے بلایا لوگ اسے لے کر حضرت عمرؓ کے پاس آئے۔ آپ نے فرمایا کہ اپنے کھیت میں کام کرانے کے لیئے کون اسے مجھ سے مزدوری پر لیتا ہے؟ ایک انصاری نے کہا اے امیر المومنین! میں لیتا ہوں۔ آپ نے فرمایا ہر مہینہ اسے کتنی تنخواہ دو گے؟ اس انصاری نے کہا اتنی دوں گا۔ حضرت عمر نے فرمایا لو اسے لے جاؤ۔ چنانچہ اس نوجوان نے اس انصاری کے کھیت میں کئی مہینے کام کیا۔ پھر حضرت عمر نے اس انصاری سے پوچھا کہ ہمارے مزدور کا کیا ہوا؟ اس نے کہا اے امیر المومنین! وہ بہت نیک آدمی ہے۔ آپ نے فرمایا کہ اسے بھی میرے پاس لے آؤ اور اس کی جتنی تنخواہ جمع ہو گئی ہے وہ بھی میرے پاس لے آؤ۔ چنانچہ وہ انصاری اس نوجوان کو بھی لائے اور اس کے ساتھ درہموں کی ایک تھیلی بھی لائے۔ حضرت عمر نے فرمایا لو یہ تھیلی۔ اب اگر تم چاہو تو (ان دراہم کو لے کر) غزوہ میں چلے جاؤ اور اگر چاہو

---

[1] اخرجه الطبرانی قال الهیثمی (ج ۵ ص ۳۲۳) وفیه من لم اعرفهم

[2] اخرجه البیهقی وغیره کذافی الکنز (ج ۳ ص ۱٦٤)

تو (گھر) بیٹھ جاؤ۔[1]

اللہ کے راستے میں جانے کے لیئے قرض لینا

حضرت ابن مسعودؓ فرماتے ہیں کہ ایک آدمی نے آکر کہا کیا آپ نے رسول اللہ ﷺ کو گھوڑوں کے بارے میں کچھ فرماتے ہوئے سنا ہے؟ میں نے کہا ہاں۔ میں نے حضورؐ کو فرماتے ہوئے سنا کہ گھوڑوں کی پیشانیوں میں قیامت تک خیر رکھ دی گئی ہے۔ اللہ کے بھروسے پر خریدو اور اللہ کے بھروسے پر قرض لو۔ کسی نے پوچھا یا رسول اللہ! ہم اللہ کے بھروسے پر کیسے خریدیں اور اللہ کے بھروسے پر کیسے ادھار لیں؟ آپ نے فرمایا تم قرض دینے والے سے یہ کہو کہ ہمیں قرض ابھی دے دو جب مال غنیمت میں سے ہمارا حصہ ہمیں ملے گا تو ہم اس وقت قرض ادا کر دیں گے اور بیچنے والے سے یہ کہو کہ چیز ہمیں ابھی بیچ دو جب اللہ تعالیٰ ہمیں فتح اور مال غنیمت دے دے گا ہم اس وقت قیمت ادا کر دیں گے۔ اور جب تک تمہارا جہاد سر سبز و شاداب رہے گا تم خیر پر رہو گے اور آخر زمانے میں لوگ جہاد میں شک کرنے لگ جائیں گے تو ان کے زمانے میں تم جہاد بھی کرنا اور پھر غزوہ میں اپنی جان بھی پیش کر دینا کیونکہ غزوہ میں جانا اس دن بھی سر سبز ہوگا (اس پر آج کی طرح اللہ کی مدد بھی آئے گی اور مال غنیمت بھی ملے گا۔)[2]

مجاہد فی سبیل اللہ کو رخصت کرنے کے لیئے ساتھ جانا اور اسے الوداع کہنا

حضرت ابن عباسؓ فرماتے ہیں کہ جب حضور ﷺ نے صحابہؓ کو (کعب بن اشرف کو قتل کرنے کے لیئے) بھیجا تو (ان کو رخصت کرنے کے لیئے) حضورؐ ان کے ساتھ چل کر بقیع غرقد تک گئے۔ پھر آپ نے فرمایا اللہ کا نام لے کر جاؤ۔ (اور یہ دعا دی) اے اللہ ان کی مدد فرما[3] حضرت محمد بن کعب قرظیؒ فرماتے ہیں کہ ایک مرتبہ حضرت عبداللہ بن یزیدؓ کو کھانے کے لیئے بلایا گیا۔ جب وہ آئے تو انہوں نے کہا کہ حضور ﷺ جب کسی لشکر کو روانہ فرماتے تو

---

[1] اخرجه البيهقى كذافى الكنز (ج٢ ص ٢١٧) [2] اخرجه ابو يعلى عن عبيد الله بن عبدالله قال الهيثمى (ج٥ ص ٢٨٠) وفيه بقية وهو مدلس وبقية رجاله ثقات. انتهى

[3] اخرجه الحاكم (ج٢ ص ٩٨) قال الحاكم صحيح على شرط مسلم

یہ فرماتے :۔

استو دع اللّٰہ دینکم و اما نتکم و خو اتیم اعما لکم.

ترجمہ :۔ میں تمہارے دین کو اور تمہاری امانتوں اور تمہارے اعمال کے خاتمہ کو اللہ کے سپرد کرتا ہوں۔[1]

حضرت حسن بصریؒ حضرت اسامہؓ کے لشکر کو روانہ کرنے کی حدیث کو بیان کرتے ہیں جس میں یہ مضمون بھی ہے کہ پھر حضرت ابو بکرؓ باہر تشریف لائے اور اس لشکر کے پاس گئے اور ان کو روانہ فرمایا اور ان کو اس طرح رخصت کیا کہ حضرت ابو بکر خود پیدل چل رہے تھے اور حضرت اسامہؓ سوار تھے اور حضرت عبدالرحمٰن بن عوفؓ حضرت ابو بکر کی سواری کی لگام پکڑ کر چل رہے تھے۔ تو حضرت اسامہ نے ان سے عرض کیا اے خلیفہ رسول اللہ! یا تو آپ بھی سوار ہو جائیں ورنہ میں بھی سواری سے نیچے اتر آتا ہوں۔ حضرت ابو بکر نے فرمایا اللہ کی قسم! نہ تم اترو گے اور اللہ کی قسم! نہ میں سوار ہوں گا۔ اس میں میرا کیا حرج ہے کہ میں تھوڑی دیر اپنے پاؤں اللہ کے راستہ میں غبار آلود کر لوں کیونکہ غازی جو قدم بھی اٹھاتا ہے اس کے لیئے ہر قدم پر سات سو نیکیاں لکھی جاتی ہیں اور اس کے سات سو درجے بلند کیئے جاتے ہیں اور اس کے سات سو گناہ مٹائے جاتے ہیں۔ جب حضرت ابو بکر ان کو رخصت کر کے واپس آنے لگے تو انہوں نے حضرت اسامہ سے کہا اگر تم مناسب سمجھو تو حضرت عمر کو میری مدد کے لیئے یہاں چھوڑ جاؤ۔ چنانچہ حضرت اسامہ نے حضرت عمر کو مدینہ حضرت ابوبکر کے پاس رہ جانے کی اجازت دے دی۔[2]

حضرت یحییٰ بن سعیدؒ فرماتے ہیں کہ حضرت ابو بکر صدیقؓ نے ملک شام (چار) لشکر بھیجے ان میں سے ایک لشکر کے حضرت یزید بن ابی سفیانؓ امیر تھے۔ حضرت ابو بکر حضرت یزید بن ابی سفیان کو رخصت کرنے کے لیئے ان کے ساتھ پیدل چلنے لگے۔ حضرت یزید نے حضرت ابو بکر سے کہا یا تو آپ بھی سوار ہو جائیں یا پھر میں بھی سواری سے نیچے اترتا ہوں۔ حضرت ابو بکر نے فرمایا تمہیں نیچے اترنے کی اجازت نہیں اور میں خود سوار نہیں ہوں گا کیونکہ میرے جو قدم اللہ کے راستے میں پڑ رہے ہیں مجھے ان پر اللہ سے ثواب کی امید ہے آگے حدیث اور بھی ہے۔[3] حضرت جابر رعینیؒ فرماتے ہیں کہ حضرت ابو بکر صدیقؓ ایک

---

[1] اخرجه الحاكم ايضاً (ج ۲ ص ۹۷) [2] اخرجه ابن عساكر من طريق سيف كذافي كنز العمال (ج ۵ ص ۳۱٤) [3] اخرجه مالك واخرجه البيهقي عن صالح بن كيسان بنحوه كما في الكنز (ج ۲ ص ۲۹۵)

لشکر کو رخصت کرنے کے لیئے اس کے ساتھ پیدل گئے اور فرمایا تمام تعریفیں اس اللہ کے لیئے ہیں جس کے راستہ میں ہمارے پاؤں غبار آلود ہوئے۔ حضرت ابو بکر سے کسی نے پوچھا ہمارے پاؤں (اللہ کے راستہ میں) کیسے غبار آلود ہو گئے؟ ہم تو ان کو رخصت کرنے آئے ہیں (اللہ کے راستہ میں تو نہیں نکلے) حضرت ابو بکر نے فرمایا ہم نے ان کو تیار کیا اور ان کو (یہاں تک) رخصت کرنے آئے اور ان کے لیئے دعا کی (لہذا ہمارے یہ قدم بھی اللہ کے راستہ میں ہیں)۔[1]

حضرت مجاہدؒ فرماتے ہیں کہ میں ایک غزوہ میں گیا تو حضرت عبداللہ بن عمرؓ ہمیں رخصت کرنے کے لیئے ہمارے ساتھ گئے۔ جب ہمیں رخصت کر کے واپس جانے لگے تو فرمایا آپ دونوں کو دینے کے لیئے اس وقت میرے پاس کچھ ہے نہیں لیکن میں نے حضور ﷺ کو یہ فرماتے ہوئے سنا ہے کہ جب کسی چیز کو اللہ کے سپرد کر دیا جائے تو اللہ تعالیٰ اس کی حفاظت فرماتے ہیں اس لیئے میں آپ لوگوں کے دین کو اور امانت کو اور آپ لوگوں کے اعمال کے خاتمہ کو اللہ کے سپرد کرتا ہوں۔[2]

جہاد سے واپس آنے والے غازیوں کا استقبال کرنا

حضرت سائب بن یزیدؓ فرماتے ہیں کہ جب حضور ﷺ غزوہ تبوک سے واپس مدینہ تشریف لائے تو لوگوں نے آپ کا استقبال کیا اور میں نے بھی بچوں کے ساتھ ثنیۃ الوداع جا کر حضورؐ کا استقبال کیا۔[3]

حضرت سائبؓ فرماتے ہیں کہ جب حضور ﷺ غزوہ تبوک سے واپس تشریف لائے تو لوگ آپ کا استقبال کرنے کے لیئے ثنیۃ الوداع تک آئے۔ میں نو عمر بچہ تھا۔ میں بھی لوگوں کے ساتھ آگیا اور ہم نے آپ کا استقبال کیا۔[4]

رمضان شریف میں اللہ کے راستے میں نکلنا

حضرت عمرؓ فرماتے ہیں کہ ہم نے حضور ﷺ کے ساتھ غزوہ بدر اور فتح مکہ کا سفر رمضان شریف میں کیا۔[5]

---

[1] اخرجه البيهقى (ج٩ص ١٧٣) واخرجه ابن ابى شيبة بنحوه كما فى الكنز(ج٢ص ٢٨٨)واخرجه ابن ابى شيبة عن قيس نحو حديث مالك مختصراً

[2] اخرجه البيهقى (ج٩ص ١٧٣) [3] اخرجه ابو دائود. [4] اخرجه البيهقى(ج٩ص ١٧٥)

[5] اخرجه الترمذى كذافى الفتح (ج ٤ ص ١٣١)

حضرت عمرؓ فرماتے ہیں کہ میں نے دو غزووں کا سفر حضور ﷺ کے ساتھ رمضان شریف میں کیا۔ ایک غزوہ بدر کا اور دوسرے فتح مکہ کا اور ہم نے دونوں میں روزہ نہیں رکھا تھا۔[1]

حضرت ابن عباسؓ فرماتے ہیں کہ غزوہ بدر میں شریک ہونے والے صحابہؓ تین سو تیرہ تھے۔ جن میں مہاجرین چھہتر تھے اور کفار کو بدر میں سترہ رمضان کو جمعہ کے دن شکست ہوئی تھی[2] امام بزار نے بھی یہی روایت ذکر کی ہے لیکن اس میں یہ ہے کہ اہل بدر تین سو دس سے کچھ زیادہ تھے اور ان میں انصار دو سو چھتیس تھے اور اس دن مہاجرین کا جھنڈا حضرت علیؓ کے پاس تھا۔[3]

حضرت ابن عباسؓ فرماتے ہیں کہ حضور ﷺ اپنے سفر میں تشریف لے گئے اور حضرت ابو رہم کلثوم بن حصین بن عتبہ بن خلف غفاریؓ کو مدینہ میں اپنا خلیفہ بنا کر گئے اور دس رمضان کو حضورؐ نے یہ سفر شروع فرمایا۔ آپ نے بھی روزہ رکھا ہوا تھا۔ اور آپ کے ساتھ تمام لوگوں نے بھی روزہ رکھا ہوا تھا۔ جب آپ عسفان اور مقام امج کے درمیان کدید چشمہ پر پہنچے تو آپ نے روزہ افطار فرمادیا۔ پھر وہاں سے چل کر آپ مر الظہران جا کر ٹھہرے آپ کے ساتھ دس ہزار صحابہؓ تھے۔[4]

حضرت ابن عباسؓ فرماتے ہیں کہ حضور ﷺ فتح مکہ کے سال (فتح مکہ کے لیے) رمضان شریف میں تشریف لے گئے اور مقام کدید پہنچنے تک آپ نے روزہ رکھا (اور وہاں پہنچ کر کھول دیا۔[5]

حضرت ابن عباسؓ فرماتے ہیں کہ حضور ﷺ فتح مکہ کے سال رمضان شریف میں تشریف لے گئے اور آپ نے روزہ رکھا ہوا تھا اور راستہ میں ٹھیک دوپہر کے وقت مقام قدید پر آپ کا گزر ہوا۔ لوگوں کو پیاس لگ گئی اور لوگ (پانی کی تلاش میں) گردنیں لمبی کرنے لگے اور وہ پانی پینے کے لیے بیتاب ہو گئے۔ اس پر حضورؐ نے پانی کا ایک پیالہ منگوایا اور اپنے ہاتھ میں پکڑ لیا۔ یہاں تک کہ سب لوگوں نے وہ پیالہ دیکھ لیا پھر آپ نے پانی پیا اور باقی سب

---

[1] اخرجه ایضاً ابن سعد والامام احمد وھو حسن كذافي الكنز (ج ٤ ص ٣٢٩)

[2] عند الامام احمد كذافي البداية (ج٣ ص ٢٦٩)

[3] قال الهيثمي (ج٦ ص ٩٣) رواه الطبراني كذلك وفيه الحجاج بن ارطاة وهو مدلس انتهى

[4] اخرجه ابن اسحاق وروى البخاري نحوه كذافي البداية (ج ٤ ص ٢٨٥) واخرجه الطبراني مثله في حديث طويل قال الهيثمي (ج٦ ص ١٦٧) رجاله رجال الصحيح. انتهى

[5] عند عبدالرزاق وابن ابي شيبة

لوگوں نے بھی پانی پیا۔[۱]

اللہ کے راستے میں نکلنے والے کا نام لکھنا

بخاری میں روایت ہے کہ حضرت ابن عباسؓ نے حضور ﷺ کو فرماتے ہوئے سنا کہ کوئی مرد (نامحرم) عورت کے ساتھ تنہائی میں ہرگز نہ ملے اور نہ ہی کوئی عورت محرم کے بغیر سفر کرے۔ تو ایک آدمی نے کھڑے ہو کر عرض کیا یا رسول اللہ! فلاں غزوہ میں میرا نام لکھا گیا ہے اور ادھر میری بیوی حج کرنے جا رہی ہے (اب میں کیا کروں جہاد میں جاؤں یا بیوی کے ساتھ حج کرنے جاؤں؟) آپ نے فرمایا اپنی بیوی کے ساتھ حج کرنے جاؤ۔

جہاد سے واپسی پر نماز پڑھنا اور کھانا پکانا

بخاری کی روایت میں ہے کہ حضرت کعبؓ فرماتے ہیں کہ جب حضور ﷺ کسی سفر سے چاشت کے وقت واپس تشریف لاتے تو مسجد میں تشریف لے جاتے اور بیٹھنے سے پہلے دو رکعت نماز پڑھتے۔ بخاری میں دوسری روایت حضرت جابر بن عبداللہؓ کی ہے کہ وہ فرماتے ہیں کہ میں ایک سفر میں حضور ﷺ کے ساتھ تھا جب ہم مدینہ واپس آئے تو آپ نے مجھ سے فرمایا مسجد میں جا کر دو رکعت نماز پڑھ لو۔

حضرت جابر بن عبداللہؓ سے بخاری میں ایک اور حدیث ہے کہ حضور ﷺ جب مدینہ تشریف لائے تو آپ نے اونٹ یا گائے ذبح فرمائی معاذ کی روایت میں یہ بھی ہے کہ حضرت محارب کہتے ہیں کہ انہوں نے حضرت جابر بن عبداللہؓ سے سنا کہ حضور ﷺ نے مجھ سے ایک اونٹ دو اوقیہ اور ایک درہم یا دو درہم کے بدلے میں خریدا۔ جب آپ صرار کنویں پر پہنچے تو آپ کے فرمانے پر ایک گائے ذبح کی گئی اور لوگوں نے اس کا گوشت کھایا جب آپ مدینہ پہنچ گئے تو مجھے حکم دیا کہ میں مسجد میں جا کر دو رکعت نماز پڑھوں اور آپ نے مجھے اونٹ کی قیمت تول کر دی۔

عورتوں کا جہاد فی سبیل اللہ میں نکلنا

حضرت عائشہؓ فرماتی ہیں کہ جب حضور ﷺ سفر میں جانے کا ارادہ فرماتے تو اپنی ازواج مطہرات کے درمیان قرعہ اندازی فرماتے۔ جس کا نام قرعہ اندازی میں نکل آتا اس کو

---

[۱] عند عبدالرزاق ایضا کذافی کنز العمال (ج ٤ ص ٣٣٠) واخرج الحدیث ایضاً البخاری ومسلم والنسائی ومالك من طرق عن ابن عباس کما فی جمع الفوائد (ج ١ ص ١٥٩)

حضورؐ اپنے ساتھ لے جاتے۔ جب غزوہ بنی مصطلق پیش آیا تو اپنی عادت شریفہ کے مطابق اپنی ازواج مطہرات کے درمیان قرعہ اندازی فرمائی جس میں حضورؐ کے ساتھ جانے کے لیئے میرا نام نکل آیا۔ چنانچہ حضور علیہ السلام مجھے ساتھ لے کر اس سفر میں تشریف لے گئے۔ اس زمانے میں عورتیں گزارے کے بقدر بہت کم کھایا کرتی تھیں جس کی وجہ سے گوشت کم ہوتا تھا اور جسم بھاری نہیں ہوا کرتا تھا۔ جب لوگ میرے اونٹ پر کجاوہ باندھنے لگتے تو میں اپنے ہودج میں بیٹھ جاتی۔ پھر وہ لوگ آتے جو میرے اونٹ پر کجاوہ باندھتے [illegible] ہودج کو نیچے سے پکڑ کر مجھے اٹھاتے اور اونٹ کی پشت پر رکھ کر اسے رسی سے باندھ دیتے۔ پھر اونٹ کی رسی کو آگے سے پکڑ کر لے چلتے۔ جب حضورؐ کا یہ سفر پورا ہو گیا تو آپ نے واپسی میں مدینہ کے قریب ایک جگہ پڑاؤ ڈالا اور رات کا کچھ حصہ وہاں گزارا۔ پھر منادی نے لوگوں میں وہاں سے کوچ کرنے کا اعلان کیا۔ چنانچہ لوگ وہاں سے چل پڑے۔ میں اس وقت قضائے حاجت کے لیئے باہر گئی ہوئی تھی۔ میرے گلے میں ایک ہار تھا جو یمن کے (قبیلہ حمیر کے شہر) ظفار کی کوڑیوں کا بنا ہوا تھا۔ جب میں اپنی ضرورت سے فارغ ہو کر اٹھی تو وہ میرے گلے سے گر گیا اور مجھے پتہ نہ چلا۔ جب میں کجاوے کے پاس پہنچی تو میں نے اس ہار کو اپنی گردن میں تلاش کیا تو وہ مجھے نہ ملا اور لوگوں نے وہاں سے چلنا شروع کر دیا۔ میں جس جگہ گئی تھی وہاں جا کر میں نے اسے تلاش کیا۔ مجھے وہاں مل گیا۔ جو لوگ میرے اونٹ کا کجاوہ باندھا کرتے تھے وہ کجاوہ باندھ چکے تھے۔ وہ میرے بعد آئے اور یہ سمجھے کہ میں اپنی عادت کے مطابق ہودج میں ہوں۔ اس لیئے انہوں نے ہودج اٹھا کر اونٹ پر باندھ دیا (انہیں ہودج کے ہلکا ہونے کا احساس بھی نہ ہوا۔ کیونکہ میرا جسم بہت ہلکا تھا) اور انہیں میرے اس میں نہ ہونے کا شک بھی نہ گزرا۔ پھر وہ اونٹ کی نکیل پکڑ کر چلے گئے۔ میں جب لشکر کی جگہ واپس آئی تو وہاں کوئی نہیں تھا، سب لوگ جا چکے تھے۔ میں اپنی چادر میں لپٹ گئی اور اسی جگہ لیٹ گئی اور مجھے یقین تھا کہ میں جب نہیں ملوں گی تو لوگ مجھے تلاش کرنے یہاں واپس آئیں گے۔ اللہ کی قسم! میں وہاں لیٹی ہوئی تھی کہ حضرت صفوان بن معطل سلمیؓ میرے پاس سے گزرے۔ وہ اپنی کسی ضرورت سے لشکر سے پیچھے رہ گئے تھے۔ اس لیئے انہوں نے یہ رات لوگوں کے ساتھ نہ گزاری۔ انہوں نے جب میرا وجود دیکھا تو آکر میرے پاس کھڑے ہو گئے اور پردہ کا حکم نازل ہونے سے پہلے انہوں نے مجھے دیکھا ہوا تھا۔ اس لیئے انہوں نے جب مجھے دیکھا تو (پہچان لیا اور) کہا انا للہ وانا الیہ راجعون۔ یہ تو رسول اللہ ﷺ کی زوجہ محترمہ ہیں۔ حالانکہ میں کپڑوں میں لپٹی ہوئی تھی۔ حضرت صفوان نے کہا اللہ آپ پر رحم فرمائے آپ کیسے پیچھے رہ گئی ہیں؟

فرماتی ہیں میں نے ان کو کوئی جواب نہ دیا۔ پھر انہوں نے اونٹ میرے قریب لاکر کہا اس پر سوار ہو جاؤ اور خود میرے سے دور چلے گئے۔ چنانچہ میں سوار ہو گئی۔ اور انہوں نے اونٹ کی نکیل پکڑ کر لوگوں کی تلاش میں تیز تیز چلنا شروع کر دیا۔ صبح تک ہم لوگوں تک نہ پہنچ سکے اور نہ ہی لوگوں کو میرے نہ ہونے کا پتہ چل سکا۔ ان لوگوں نے ایک جگہ پڑاؤ ڈالا۔ جب وہ لوگ وہاں ٹھہر گئے تو اتنے میں یہ (حضرت صفوان) مجھے لونٹ پر بٹھائے، اونٹ کی نکیل پکڑے ہوئے وہاں پہنچ گئے۔ اس پر افک والوں نے (تہمت باندھنے والوں نے) جو بات بنانی تھی وہ بنا کر کہنی شروع کر دی۔ اور سارے لشکر میں بے چینی کی ایک لہر دوڑ گئی۔ اللہ کی قسم! مجھے کسی بات کی خبر نہیں تھی۔ پھر ہم مدینہ آگئے وہاں پہنچتے ہی میں بہت زیادہ بیمار ہو گئی اور لوگوں میں جو باتیں ہو رہی تھیں ان میں سے کوئی بات بھی مجھ تک نہ پہنچ سکی۔ البتہ حضور ﷺ اور میرے والدین تک ساری بات پہنچ چکی تھی۔ لیکن کسی نے مجھ سے کسی قسم کا تذکرہ نہ کیا۔ ہاں اتنی بات ضرور تھی کہ میں نے حضورؐ کی وہ پہلے والی عنایت نہ دیکھی۔ میں جب بیمار ہو جاتی تھی تو آپ مجھ پر بہت شفقت اور مہربانی فرماتے تھے۔ آپ نے میری اس بیماری میں وہ کچھ بھی نہ کیا۔ مجھے آپ کی اس بات سے کچھ کھٹک محسوس ہوئی۔ آپ جب گھر میں داخل ہوتے اور میرے پاس آتے اور میرے پاس میری والدہ کو تیمارداری میں مشغول دیکھتے تو بس اتنا فرماتے کہ اب اس کا کیا حال ہے؟ اس سے زیادہ کچھ نہ فرماتے۔ آپ کی اس بے رخی کو دیکھ کر مجھے بڑی پریشانی ہوئی اور اس بے رخی کو دیکھ کر میں نے عرض کیا یا رسول اللہ! اگر آپ مجھے اجازت دیں تو میں اپنی والدہ کے پاس چلی جاتی ہوں۔ چنانچہ میں اپنی والدہ کے پاس چلی گئی اور جو کچھ مدینہ میں ہو رہا تھا مجھے اس کی کچھ خبر نہیں تھی۔ بیس دن سے زیادہ گزرنے کے بعد میری صحت ٹھیک ہوئی لیکن ابھی کمزوری باقی تھی اور ہم لوگ اپنے گھروں میں بیت الخلاء نہیں بنایا کرتے تھے جیسے عجمی لوگ بناتے تھے بلکہ گھروں میں بیت الخلاء کو برا سمجھتے تھے، قضائے حاجت کے لیئے ہم لوگ مدینہ کے صحرا میں جایا کرتے تھے اور عورتیں قضائے حاجت کے لیئے رات کو جایا کرتی تھیں۔ ایک رات میں قضائے حاجت کے لیے باہر نکلی اور میرے ساتھ حضرت ام مسطح بنت ابی رہم بن مطلب بھی تھیں اللہ کی قسم! وہ میرے ساتھ جارہی تھیں کہ ان کا پاؤں چادر میں اٹکا اور وہ گر گئیں تو انہوں نے کہا مسطح برباد ہو۔ میں نے کہا اللہ کی قسم! تم نے برا کیا۔ ایک مہاجری جو کہ غزوہ بدر میں شریک ہوا اس کو تم نے کیا کہہ دیا۔ حضرت ام مسطح نے کہا اے ابو بکر کی بیٹی! کیا ابھی تک تمہیں خبر نہیں پہنچی؟ میں نے کہا کیسی خبر؟ اس پر انہوں نے مجھے اہل افک کی ساری بات بتائی۔ میں نے کہا ایسی بات وہ کہہ چکے

ہیں ؟انہوں نے کہا ہاں۔ اللہ کی قسم! یہ بات انہوں نے کہی ہے۔ حضرت عائشہ فرماتی ہیں اللہ کی قسم! (یہ بات سن کر میری حالت تو ایسی ہو گئی کہ) میں قضائے حاجت پوری نہ کر سکی۔ اور میں واپس آگئی۔ اللہ کی قسم! پھر تو میں روتی رہی اور مجھے ایسا محسوس ہونے لگا کہ زیادہ رونے کی وجہ سے میرا جگر پھٹ جائے گا۔ اور میں نے اپنی والدہ سے کہا اللہ آپ کی مغفرت فرمائے لوگوں نے تو اتنی باتیں بنالیں اور آپ نے مجھے کچھ بھی نہیں بتایا۔ انہوں نے کہا اے میری بیٹی! تم زیادہ پریشان نہ ہو اللہ کی قسم! جب کسی آدمی کی کوئی خوبصورت بیوی ہو اور وہ اس سے محبت بھی کرتا ہو اور اس عورت کی اور سوکن عورتیں بھی ہوں تو یہ سوکن عورتیں اور دوسرے لوگ اس کے عیب کے بارے میں زیادہ باتیں ضرور کریں گے۔ حضورؐ نے کھڑے ہو کر لوگوں میں بیان فرمایا اور مجھے اس بات کا کوئی علم نہ تھا۔ آپ نے اللہ تعالیٰ کی حمد و ثناء کے بعد فرمایا اے لوگو! ان لوگوں کو کیا ہو گیا ہے کہ مجھے میرے گھر والوں کے بارے میں تکلیف پہنچاتے ہیں۔ اور ان پر ناحق الزام لگاتے ہیں؟ اللہ کی قسم! مجھے تو اپنے گھر والوں کے بارے میں ہمیشہ بھلائی ہی نظر آئی ہے۔ اور اللہ کی قسم! جس مرد پر الزام لگا رہے ہیں اس میں ہمیشہ بھلائی ہی نظر آئی ہے۔ جب بھی وہ میرے کسی گھر میں داخل ہوا ہے، وہ میرے ساتھ ہی داخل ہوا ہے۔ اس بہتان کے اٹھانے اور بڑھانے میں سب سے زیادہ حصہ عبداللہ بن ابی بن سلول منافق نے لیا تھا اور قبیلہ خزرج کے کئی آدمیوں اور حضرت مسطحؓ اور حضرت حمنہ بنت جحشؓ نے بھی اس کا ساتھ دیا تھا۔ حضرت حمنہ کے دلچسپی لینے کی وجہ یہ تھی کہ ان کی بہن حضرت زینب بنت جحشؓ حضورؐ کی زوجہ محترمہ تھیں اور حضور ﷺ کی تمام ازواج مطہرات میں سے حضرت زینب ہی حضورؐ کے ہاں قدر و منزلت میں میری برابری کرتی تھیں۔ اللہ تعالیٰ نے تو ان کو ان کی دینداری کی برکت سے محفوظ رکھا۔ اس لیئے انہوں نے میرے بارے میں بھلائی کی بات ہی کہی۔ لیکن حضرت حمنہ نے اپنی بہن کی وجہ سے میری ضد میں آکر اس بات کو بہت اچھالا اور پھیلایا۔ اس لیئے وہ گناہ لے کر بدبخت بنیں۔ جب حضورؐ نے یہ بات فرمائی تو حضرت اسید بن حضیرؓ نے کہا یا رسول اللہ! اگر وہ الزام لگانے والے (ہمارے قبیلہ) اوس میں سے ہیں تو آپ کو کچھ کرنے کی ضرورت نہیں ہے ہم ان سے نمٹ لیں گے۔ اور اگر وہ ہمارے خزرجی بھائیوں میں سے ہیں تو آپ ان کے بارے میں جو ارشاد فرمائیں ہم ویسے ہی کریں گے۔ اللہ کی قسم! ان کی تو گردن اڑا دینی چاہئے۔ اس پر حضرت سعد بن عبادہؓ کھڑے ہو گئے۔ اور انہیں اس سے پہلے نیک اور بھلا آدمی سمجھا جاتا تھا۔ انہوں نے کہا اللہ کی قسم! تم نے غلط کہا۔ ان لوگوں کی گردن نہیں اڑائی جا سکتی۔ اللہ کی قسم! تم نے یہ

بات صرف اس وجہ سے کہی ہے کہ تمہیں پتہ ہے کہ وہ لوگ خزرج میں سے ہیں۔ اگر وہ تمہاری قوم میں سے ہوتے تو تم یہ بات ہر گز نہ کہتے۔ حضرت اسید بن حضیر نے کہا اللہ کی قسم ! تم غلط کہہ رہے ہو۔ تم خود منافق ہو اور منافقوں کی طرف سے لڑ رہے ہو۔ اس پر لوگ ایک دوسرے کے مقابلہ میں کھڑے ہو گئے اور اوس و خزرج کے دونوں قبیلوں میں لڑائی ہونے ہی والی تھی۔ (لیکن لوگوں نے بیچ بچاؤ کرا دیا) حضورؐ منبر سے اتر کر میرے پاس تشریف لائے اور وحی آنہیں رہی تھی اس لیئے آپ نے حضرت علیؓ اور حضرت اسامہؓ کو بلا کر ان سے اپنے گھر والوں کو (یعنی حضرت عائشہ کو) چھوڑنے کے بارے میں مشورہ لیا۔ حضرت اسامہ نے تو حضورؐ کے گھر والوں کے بارے میں تعریف ہی کی اور خیر کی بات ہی کہی پھر کہا یارسول اللہ ! آپ اپنے گھر والوں کو رکھیں کیونکہ ہم نے ان سے ہمیشہ خیر اور بھلا ہی دیکھا ہے اور یہ بہتان سب جھوٹ اور غلط ہے۔ اور حضرت علی نے کہا یارسول اللہ ! عورتیں بہت ہیں۔ آپ ان کی جگہ کسی اور کو لانے پر قادر ہیں اور آپ باندی سے پوچھ لیں وہ آپ کو ساری سچی بات بتا دے گی۔ چنانچہ حضورؐ نے حضرت بریرہؓ کو پوچھنے کے لئے بلایا، حضرت علیؓ نے کھڑے ہو کر حضرت بریرہؓ کی خوب پٹائی کی اور کہا رسول اللہ ﷺ سے سچی بات کہنا۔ تو حضرت بریرہ نے کہا اللہ کی قسم ! مجھے ان کے (حضرت عائشہ کے) بارے میں نیکی اور بھلائی کے علاوہ اور کچھ معلوم نہیں ہے۔ اور مجھے ان میں اور کوئی عیب نظر نہیں آتا ہے صرف یہ عیب نظر آتا ہے کہ میں انہیں آٹا گوندھ کر دیتی ہوں اور ان سے کہتی ہوں کہ اس آٹے کو سنبھال کر رکھنا۔ یہ بے خیالی میں سو جاتی ہیں۔ بکری آکر آٹے کو کھا جاتی ہے۔ اس کے بعد ایک مرتبہ پھر حضورؐ میرے پاس تشریف لائے۔ میرے والدین بھی میرے پاس بیٹھے ہوئے تھے اور ایک انصاری عورت بھی بیٹھی ہوئی تھی۔ میں بھی رو رہی تھی اور وہ عورت بھی رو رہی تھی۔ حضورؐ بیٹھ گئے اور اللہ تعالیٰ کی حمد و ثناء کے بعد فرمایا اے عائشہ ! لوگ جو کہہ رہے ہیں وہ بات تم تک پہنچ چکی ہے۔ اس لیئے تم اللہ سے ڈرو۔ اور لوگ جو کہہ رہے ہیں اگر واقعی تم سے کوئی برا کام ہو گیا ہے تو تم اللہ سے توبہ کرلو کیونکہ اللہ تعالیٰ اپنے بندوں کی توبہ کو قبول فرماتے ہیں۔ اللہ کی قسم ! آپ کے یہ فرماتے ہی میرے آنسو ایک دم رک گئے اس کے بعد ایک قطرہ بھی نہ نکلا۔ میں نے کچھ دیر انتظار کیا کہ میرے والدین میری طرف سے حضور کو جواب دیں لیکن وہ دونوں کچھ نہ بولے۔ اللہ کی قسم ! میں اپنا درجہ اتنا بڑا نہیں سمجھتی تھی کہ میرے بارے میں اللہ تعالیٰ مستقل آیات نازل فرمادیں گے جن کی تلاوت کی جاتی رہے گی اور جن کو نماز میں پڑھا جاتا رہے گا لیکن مجھے اس کی امید تھی کہ حضور ﷺ کوئی ایسا خواب دیکھیں گے جس سے اللہ تعالیٰ

مجھے اس الزام سے بری کر دیں گے کیونکہ اللہ کو تو معلوم ہے کہ میں اس الزام سے بالکل پاک وصاف اور بری ہوں۔ میرے بارے میں قرآن نازل ہو جائے میں اپنا درجہ اس سے کم سمجھتی تھی۔ جب میں نے دیکھا کہ میرے والدین جواب دینے کے لیے بول نہیں رہے ہیں تو میں نے ان سے کہا کہ آپ دونوں حضور کو جواب کیوں نہیں دیتے ہیں؟ دونوں نے کہا! اللہ کی قسم ہمیں پتہ نہیں ہے کہ حضور کو کیا جواب دیں۔ حضرت عائشہ فرماتی ہیں مجھے کوئی ایسے گھر والے معلوم نہیں ہیں کہ جن کو اتنی پریشانی آئی ہو جتنی ان دنوں حضرت ابو بکر کے خاندان والوں کو آئی تھی۔ جب میرے والدین نے میرے بارے میں کچھ نہیں کہا تو میرے آنسو نکل آئے اور میں رو پڑی۔ پھر میں نے کہا اللہ کی قسم! آپ نے جو فرمایا ہے میں اس سے کبھی توبہ نہیں کروں گی (کیونکہ یہ کام میں نے کیا ہی نہیں ہے) اللہ کی قسم! کیونکہ میں اچھی طرح جانتی ہوں کہ لوگ جو کہہ رہے ہیں اگر میں اس کا اقرار کرلوں حالانکہ اللہ تعالیٰ جانتے ہیں کہ میں اس سے بری ہوں تو میں ایسی بات کا اقرار کروں گی جو ہوئی نہیں ہے۔ اور لوگ جو کہہ رہے ہیں اگر میں اس کا انکار کروں تو آپ لوگ مجھے سچا نہیں مانیں گے۔ پھر میں نے حضرت یعقوبؑ کا نام لینا چاہا لیکن اس وقت مجھے یاد نہ آیا۔ تو میں نے کہا اب میں بھی وہی کہتی ہوں جو حضرت یوسفؑ کے والد نے کہا تھا یعنی:

فَصَبْرٌ جَمِيلٌ وَاللَّهُ الْمُسْتَعَانُ عَلَىٰ مَا تَصِفُونَ

ترجمہ۔ "اب صبر ہی بہتر ہے اور اللہ ہی سے مدد مانگتا ہوں اس بات پر جو تم ظاہر کرتے ہو۔" حضرت عائشہ فرماتی ہیں کہ اللہ کی قسم! حضورؐ اپنی مجلس سے ابھی اٹھے نہیں تھے کہ اللہ کی طرف سے وحی نازل ہونے لگی اور حسب سابق آپ پر غشی طاری ہو گئی۔ آپ کو آپ کے کپڑے سے ڈھانپ دیا گیا اور چمڑے کا ایک تکیہ آپ کے سر کے نیچے رکھ دیا گیا۔ میں نے جب (وحی نازل ہونے کا) یہ منظر دیکھا تو نہ میں گھبرائی اور نہ میں نے اس کی پرواہ کی کیونکہ مجھے یقین تھا کہ میں بے قصور ہوں اور اللہ تعالیٰ مجھ پر ظلم نہیں فرمائیں گے اور اس ذات کی قسم جس کے قبضہ میں عائشہ کی جان ہے، میرے والدین پر اس وقت سخت پریشانی کی حالت تھی اور ابھی حضورؐ کی وہ حالت دور نہیں ہوئی تھی کہ مجھے یقین ہو گیا کہ اس ڈر سے میرے والدین کی جان نکل جائے گی کہ کہیں اللہ کی طرف سے لوگوں کی بات کی تصدیق نہ آجائے۔ پھر جب آپ کی حالت ٹھیک ہو گئی تو آپ بیٹھ گئے تو حالانکہ سردی کا موسم تھا لیکن آپ کے چہرہ مبارک سے موتیوں کی مانند پسینہ ڈھلک رہا تھا۔ آپ اپنے چہرہ سے پسینہ پونچھتے ہوئے فرمانے لگے۔ اے عائشہ! تمہیں خوشخبری ہو۔ اللہ عزوجل نے تمہاری برائت نازل

فرمادی ہے۔ میں نے کہا الحمد للہ! پھر آپ لوگوں کے پاس باہر تشریف لے گئے اور ان میں بیان فرمایا اور اس بارے میں جو قرآن اللہ تعالیٰ نے نازل فرمایا تھا وہ لوگوں کو پڑھ کر سنایا۔ پھر حضرت مسطح بن اثاثہؓ اور حضرت حسان بن ثابتؓ اور حضرت حمنہ بنت جحشؓ کے بارے میں حکم فرمایا۔ جس پر انہیں حد لگائی گئی۔ ان حضرات نے اس بے حیائی کی بات کے پھیلانے میں حصہ لیا تھا [1]

امام احمد نے یہی حدیث بہت لمبی بیان کی ہے اور اس میں یہ بھی ہے کہ (جب حضورؐ نے میری براءت کی آیت سنائی تو) میری والدہ نے مجھ سے کہا کہ کھڑی ہو کر حضورؐ کے پاس جاؤ (اور حضورؐ کا شکریہ ادا کرو) میں نے کہا اللہ کی قسم! میں کھڑی ہو کر حضور ﷺ کے پاس نہیں جاؤں گی اور میں تو صرف اللہ عزوجل ہی کی تعریف کروں گی جس نے میری براءت نازل فرمائی اور اللہ تعالیٰ نے :

اِنَّ الَّذِیْنَ جَآءُوْ بِالْاِفْكِ عُصْبَةٌ مِّنْكُمْ.

سے دس آیتیں نازل فرمائیں۔ "ترجمہ۔ جو لوگ لائے ہیں طوفان، تمہیں میں ایک جماعت ہیں۔" حضرت ابو بکرؓ حضرت مسطح پر رشتہ دار ہونے یا غریب ہونے کی وجہ سے خرچ کیا کرتے تھے۔ جب اللہ تعالیٰ نے میری براءت کے بارے میں یہ آیات نازل فرمائیں تو حضرت ابو بکر نے کہا کہ اللہ کی قسم! جب اس مسطح نے عائشہ کے بارے میں اتنی بڑی بات کہہ دی ہے تو اب اس کے بعد میں اس پر کبھی خرچ نہیں کروں گا اس پر اللہ تعالیٰ نے یہ آیت نازل فرمائی :

وَلَا يَاْتَلِ اُولُوا الْفَضْلِ مِنْكُمْ وَالسَّعَةِ اَنْ يُّؤْتُوْٓا اُولِى الْقُرْبٰى وَالْمَسٰكِيْنَ وَالْمُهٰجِرِيْنَ فِىْ سَبِيْلِ اللّٰهِ ۖ وَلْيَعْفُوْا وَلْيَصْفَحُوْا ؕ اَلَا تُحِبُّوْنَ اَنْ يَّغْفِرَ اللّٰهُ لَكُمْ ؕ وَاللّٰهُ غَفُوْرٌ رَّحِيْمٌ

ترجمہ : "اور قسم نہ کھائیں بڑے درجے والے تم میں سے، اور کشائش والے اس پر کہ دیں قرابتیوں کو اور محتاجوں کو اور وطن چھوڑنے والوں کو اللہ کی راہ میں، اور چاہئے کہ معاف کریں اور درگزر کریں۔ کیا تم نہیں چاہتے کہ اللہ تم کو معاف کرے۔ اور اللہ بخشنے والا ہے مہربان۔" (اس آیت کو سن کر) حضرت ابو بکر نے کہا ہاں۔ اللہ کی قسم! میں چاہتا ہوں کہ اللہ مجھے معاف فرمائے۔ پھر حضرت مسطح کو جو خرچہ دیا کرتے تھے وہ دینا شروع کر دیا اور فرمایا اللہ کی قسم! میں ان کا خرچ کبھی نہیں روکوں گا۔ [2]

---

[1] اخرجه ابن اسحاق وهذا الحديث مخرج فی الصحيحين عن الزهری وهذا السياق فوائد جمة كذافی البداية (ج ٤ ص ١٦٠) [2] كذافی التفسير لا بن كثير (ج٣ص ٢٧٠) واخرجه ايضاً الطبرانی مطولاً جدا كما فی المجمع (ج٩ص ٢٣٢)

قبیلہ بنو غفار کی ایک عورت فرماتی ہیں کہ میں بنو غفار کی عورتوں کے ساتھ حضور ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوئی۔ آپ غزوہ خیبر میں تشریف لے جارہے تھے۔ ہم نے عرض کیا یارسول اللہ! ہم بھی آپ کے ساتھ اس سفر میں جانا چاہتے ہیں۔ ہم زخمیوں کی مرہم پٹی کریں گی اور جتنا ہو سکا ہم مسلمانوں کی مدد کریں گی۔ آپ نے فرمایا اللہ برکت دے چلو۔ ہم بھی آپ کے ساتھ گئیں۔ میں نو عمر لڑکی تھی حضور ﷺ نے اپنے کجاوے کے پیچھے کے تھیلے پر مجھے اپنے پیچھے بٹھالیا۔ اللہ کی قسم! حضورؐ صبح کے قریب نیچے اترے اور اونٹنی بٹھادی تو میں بھی کجاوے کے تھیلے سے اتر گئی۔ تو میں نے دیکھا کہ تھیلے کو میرا خون لگا ہوا ہے اور یہ مجھے پہلا حیض آیا تھا مجھے شرم آگئی میں سمٹ کر اونٹنی کی طرف چلی گئی۔ جب حضورؐ نے مجھے اس حال میں دیکھا تو آپ نے فرمایا تمہیں کیا ہوا؟ شاید تمہیں حیض آگیا ہے۔ میں نے کہا۔ جی ہاں۔ آپ نے فرمایا اپنی حالت درست کرلو پھر ایک برتن میں پانی لے کر اس میں نمک ڈال لو۔ پھر کجاوہ کے تھیلے کو جہاں خون لگا ہوا ہے وہ دھوڈالو پھر اپنی جگہ جاکر بیٹھ جاؤ۔ پھر اللہ تعالیٰ نے خیبر کو فتح کیا تو حضورؐ نے ہمیں بھی مال غنیمت میں سے کچھ حصہ دیا۔ اور یہ ہار جو تم میرے گلے میں دیکھ رہی ہو یہ حضور ﷺ نے مجھے دیا تھا اور اپنے ہاتھ سے میرے گلے میں ڈالا تھا۔ اللہ کی قسم! یہ ہار کبھی بھی میرے جسم سے الگ نہ ہوگا۔ چنانچہ انتقال تک وہ ہار ان کے گلے میں رہا۔ پھر انہوں نے (مرتے وقت) وصیت کی کہ یہ ہار ان کے ساتھ قبر میں دفن کردیا جائے۔ اور وہ جب بھی حیض سے پاک ہوتیں تو وہ غسل کے پانی میں نمک ضرور ڈالتیں اور مرتے وقت یہ وصیت بھی کی کہ ان کے غسل کے پانی میں نمک ضرور ڈالا جائے۔[1]

حضرت حمید بن ہلالؒ فرماتے ہیں کہ قبیلہ طفاوہ کے ایک شخص جن کی گزرگاہ ہماری طرف تھی (وہ آتے جاتے ہوئے) ہمارے قبیلہ سے ملتے اور ان کو حدیثیں سنایا کرتے تھے۔ انہوں نے ایک مرتبہ کہا کہ میں ایک مرتبہ اپنے تجارتی قافلہ کے ساتھ مدینہ گیا وہاں ہم نے اپنا سامان بیچا۔ پھر میں نے اپنے جی میں کہا کہ میں اس آدمی یعنی حضور ﷺ کے پاس جاتا ہوں اور ان کے حالات لے کر اپنے پیچھے رہ جانے والوں کو جاکر بتاؤں گا۔ جب میں حضورؐ کے پاس پہنچا تو آپ نے مجھے ایک گھر دکھا کر فرمایا اس گھر میں ایک عورت تھی وہ مسلمانوں کے ساتھ ایک سریہ میں گئی اور وہ گھر میں بارہ بکریاں اور اپنا ایک کپڑا بننے کا برش جس سے وہ کپڑے بنا کرتی تھی چھوڑ کر گئی تو اس کی ایک بکری اور وہ برش گم ہوگیا۔ وہ عورت کہنے لگی یا

---

[1] اخرجه ابن اسحاق وهكذا رواه الامام احمد وابو داؤد من حديث ابن اسحاق ورواه الواقدى باسناده عن امية بنت ابى الصلت كذافى البداية (ج ٤ ص ٢٠٤)

رب! جو آدمی تیرے راستہ میں نکلے اس کی ہر طرح حفاظت کا تو نے ذمہ لیا ہوا ہے (اور میں تیرے راستہ میں گئی تھی۔ پیچھے) میری بکریوں میں سے ایک بکری اور کپڑا بننے والا برش گم ہو گیا ہے۔ میں تجھے اپنی بکری اور برش کے بارے میں قسم دیتی ہوں (کہ مجھے واپس فرما دے) راوی کہتے ہیں کہ حضور ﷺ اس طفاوی آدمی کو بتانے لگے کہ اس عورت نے کس طرح اپنے رب سے جوش و خروش سے دعا کی۔ حضورؐ نے فرمایا اس کی وہ بکری اور اس جیسی ایک اور بکری اور اس کا وہ برش اور اس جیسا ایک اور برش اس کو (اللہ کے غیبی خزانہ سے) مل گیا۔ یہ ہے وہ عورت۔ اگر تم چاہو تو جا کر اس سے پوچھ لو۔ اس طفاوی آدمی نے کہا کہ میں نے حضورؐ سے عرض کیا نہیں (مجھے اس عورت سے پوچھنے کی ضرورت نہیں ہے) بلکہ میں آپ سے سن کر اس کی تصدیق کرتا ہوں (مجھے آپ کی بات پر پورا یقین ہے)۔[1]

بخاری میں یہ روایت ہے کہ حضرت انسؓ فرماتے ہیں کہ حضور ﷺ حضرت (ام حرام) بنت ملحانؓ کے گھر تشریف لے گئے اور ان کے ہاں جا کر ٹیک لگا کر سو گئے اور مسکراتے ہوئے اٹھے۔ انہوں نے عرض کیا یا رسول اللہ! آپ کیوں مسکرا رہے ہیں؟ آپ نے فرمایا (میں نے خواب دیکھا ہے) کہ میری امت کے کچھ لوگ اللہ کے راستہ میں سمندر کا سفر کریں گے۔ اور وہ ایسے ہوں گے جیسے بادشاہ تخت پر (بیٹھے) ہوتے ہیں۔ حضرت بنت ملحان نے عرض کیا یا رسول اللہ! اللہ سے دعا فرما دیں کہ اللہ مجھے ان لوگوں میں شامل فرما دے۔ حضورؐ نے دعا فرمائی اے اللہ! اسے ان لوگوں میں شامل فرما دے۔ آپ نے دوبارہ آرام فرمایا اور مسکراتے ہوئے اٹھے۔ حضرت بنت ملحان نے آپ سے پھر وہی کہا۔ آپ نے پھر وہی جواب دیا (کہ اس مرتبہ خواب میں امت کی دوسری جماعت دیکھی ہے) حضرت بنت ملحان نے پھر عرض کیا کہ اللہ سے دعا کریں کہ اللہ تعالیٰ مجھے ان لوگوں میں بھی شامل فرما دے۔ آپ نے فرمایا تم پہلی جماعت میں سے ہو گی دوسری جماعت میں نہیں ہو گی۔ حضرت انس فرماتے ہیں کہ حضرت بنت ملحان نے حضرت عبادہ بن صامتؓ سے شادی کی (اور ان کے ساتھ جماعت میں گئیں) اور (حضرت معاویہؓ کی اہلیہ) حضرت بنت قرظہ کی معیت میں سمندر کا سفر کیا۔ واپسی میں اپنے جانور پر سوار ہونے لگیں۔ وہ جانور بدکا یہ اس سے گر گئیں۔ اور وہاں (جزیرہ قبرص میں) ان کا انتقال ہو گیا۔

---

[1] اخرجه الامام احمد قال الهيثمي (ج ٥ ص ٢٧٧) رواه الامام احمد ورجاله رجال الصحيح. انتهى

اللہ کے راستہ میں نکل کر عورتوں کا خدمت کرنا

حضرت ام سلیمؓ فرماتی ہیں کہ انصار کی عورتیں حضور ﷺ کے ساتھ غزوہ میں جایا کرتی تھیں۔ بیماروں کو پانی پلایا کرتی تھیں اور زخمیوں کی مرہم پٹی کیا کرتی تھیں۔[1]

امام مسلم اور ترمذی نے روایت کی ہے کہ حضرت انسؓ فرماتے ہیں کہ حضور ﷺ حضرت ام سلیم کو اور ان کے ساتھ انصار کی کچھ عورتوں کو غزوہ میں ساتھ لے جاتے تھے۔ یہ عورتیں پانی پلایا کرتی تھیں اور زخمیوں کی مرہم پٹی کیا کرتی تھیں۔ امام ترمذی نے اس حدیث کو صحیح قرار دیا ہے۔

بخاری میں روایت ہے کہ حضرت ربیع بنت معوذؓ فرماتی ہیں کہ ہم عورتیں حضور ﷺ کے ساتھ غزوات میں جایا کرتیں، پانی پلایا کرتیں اور زخمیوں کی مرہم پٹی کیا کرتیں اور شہید ہونے والوں کو واپس لاتیں۔ بخاری میں ان ہی سے دوسری روایت میں یہ ہے کہ ہم عورتیں حضور ﷺ کے ساتھ غزوات میں جاکر لوگوں کو پانی پلاتیں اور ان کی خدمت کرتیں اور شہید ہونے والوں کو اور زخمیوں کو مدینہ واپس لاتیں (جب کہ غزوہ مدینہ کے قریب ہوتا)[2] مسند احمد اور مسلم اور ابن ماجہ میں حضرت ام عطیہ انصاریہؓ سے روایت ہے کہ وہ فرماتی ہیں کہ میں سات غزوات میں حضور ﷺ کے ساتھ گئی۔ (یہ حضرات تو میدان جنگ میں چلے جاتے) میں پیچھے ان کی قیام گاہوں میں رہتی اور ان کے لیئے کھانا تیار کرتی اور زخمیوں کی دوادارو کرتی اور مستقل بیماروں کی خدمت کرتی۔[3]

حضرت لیلی غفاریہؓ فرماتی ہیں کہ میں حضور ﷺ کے ساتھ غزوہ میں جاکر زخمیوں کی مرہم پٹی کیا کرتی۔[4]

حضرت انسؓ فرماتے ہیں کہ غزوہ احد کے دن مسلمانوں کو شکست ہو گئی اور وہ حضور ﷺ کے ساتھ نہ رہ سکے۔ میں نے حضرت عائشہ بنت ابی بکرؓ اور حضرت ام سلیمؓ کو دیکھا کہ دونوں نے چادریں اوپر چڑھائی ہوئی ہیں اور مجھے ان کی پنڈلیوں کے پازیب نظر آرہے تھے۔ وہ مشکیزے لیئے ہوئے تیزی سے دوڑتی ہوئی آتیں۔ دوسرے راوی نے یہ مضمون نقل کیا ہے کہ یہ دونوں اپنی کمر پر مشکیزے اٹھا کر لاتیں اور زخمی لوگوں کے منہ میں پانی ڈالتیں پھر واپس

---

[1] اخرجه الطبرانی قال الهيثمی (ج ٥ ص ٣٢٤) رجاله رجال الصحيح

[2] اخرجه الامام احمد ایضا كما فی المنتقی [3] كذافی المنتقی [4] اخرجه الطبرانی قال الهيثمی (ج ٥ ص ٣٢٤) وفيه القاسم بن محمد بن ابی شيبة وهو ضعيف. انتهى

چلی جاتیں۔ پھر مشکیزے بھر کر لاتیں اور زخمی لوگوں کے منہ میں پانی ڈالتیں۔[1]

حضرت ثعلبہ بن ابی مالکؓ فرماتے ہیں کہ حضرت عمر بن خطابؓ نے ایک مرتبہ مدینہ کی عورتوں میں اونی چادریں تقسیم فرمائیں تو ایک چادر بچ گئی تو ایک آدمی جو آپ کے پاس بیٹھا ہوا تھا اس نے کہا اے امیر المومنین! حضور ﷺ کی نواسی جو آپ کے نکاح میں ہے یہ چادر اسے دے دیں یعنی حضرت علیؓ کی صاحبزادی حضرت ام کلثومؓ کو۔ حضرت عمر نے فرمایا کہ حضرت ام سلیطؓ اس چادر کی زیادہ حقدار ہیں اور حضرت ام سلیط انصار کی ان عورتوں میں سے تھیں جنہوں نے حضور ﷺ سے بیعت کی تھی۔ حضرت عمر نے فرمایا کہ حضرت ام سلیط غزوہ احد میں ہمارے لیئے مشکیزے لایا کرتی تھیں یا سیا کرتی تھیں۔[2]

ابو داؤد میں یہ روایت ہے کہ حضرت حشرج بن زیاد کی دادیؓ فرماتی ہیں کہ عورتیں بھی حضور ﷺ کے ساتھ غزوہ خیبر میں گئی تھیں۔ اس حدیث میں یہ بھی ہے کہ حضورؐ نے عورتوں سے اس غزوہ میں جانے کے بارے میں پوچھا کہ وہ کیوں ساتھ جا رہی ہیں؟ تو ان عورتوں نے کہا ہم اس لیئے ساتھ نکلی ہیں کہ ہم بالوں کی رسیاں بنائیں گی جس سے اللہ کے راستے میں نکلنے میں مدد کریں گی۔ اور ہم زخمیوں کا علاج کریں گی اور تیر پکڑائیں گی اور ستو گھول کر پلائیں گی۔

حضرت زہریؒ فرماتے ہیں کہ عورتیں بھی حضور ﷺ کے ساتھ غزوات میں جایا کرتی تھیں لڑنے والوں کو پانی پلایا کرتی تھیں اور زخمیوں کی مرہم پٹی کیا کرتی تھیں۔[3]

عورتوں کا اللہ کے راستے میں نکل کر لڑائی کرنا

حضرت سعید بن ابی زید انصاریؒ فرماتے ہیں کہ حضرت ام سعد بنت سعد بن ربیعؓ فرمایا کرتی تھیں کہ میں حضرت ام عمارہؓ کے پاس گئی اور میں نے ان سے کہا اے خالہ جان! مجھے اپنی بات بتائیں۔ انہوں نے کہا کہ میں دن کے شروع میں صبح صبح نکل کر دیکھنے لگی کہ مسلمان کیا کر رہے ہیں۔ میرے پاس پانی کا ایک مشکیزہ تھا۔ میں چلتے چلتے حضور ﷺ تک پہنچ گئی۔ آپ ﷺ اپنے صحابہ کے بیچ میں تھے اس وقت مسلمان غالب آ رہے تھے اور ان کے قدم جمے ہوئے تھے پھر جب مسلمانوں کو شکست ہونے لگی تو میں سمٹ کر حضورؐ کے پاس آ گئی اور (آپ

---

[1] اخرجه البخاری واخرجه ایضاً مسلم والبیهقی (ج۹ ص ۳۰) عن انسؓ بنحوه.
[2] اخرجه البخاری واخرجه ایضاً ابو نعیم وابو عبید کما فی الکنز (ج۷ ص ۹۷)
[3] عند عبدالرزاق کذافی فتح الباری (ج٦ ص ٥١)

کے سامنے) کھڑے ہو کر لڑنے لگی اور تلوار کے ذریعے کافروں کو حضورؐ سے دور ہٹانے لگی اور کمان سے تیر بھی چلانے لگی، مجھے بھی بہت زخم لگے۔ حضرت ام سعد فرماتی ہیں کہ میں نے ان کے کندھے پر ایک زخم دیکھا جو اندر سے بہت گہرا تھا۔ میں نے حضرت ام عمارہ سے پوچھا کہ یہ زخم آپ کو کس نے لگایا تھا؟ انہوں نے کہا ابن قمہ کافر نے۔ اللہ اسے ذلیل کرے اس کی صورت یہ ہوئی کہ جب مسلمان حضور کو چھوڑ کر بھاگنے لگے تو ابن قمہ یہ کہتا ہوا آگے بڑھا کہ مجھے بتاؤ کہ محمد (ﷺ) کہاں ہیں؟ اگر وہ بچ گئے تو پھر میں نہیں بچ سکتا ہوں (یعنی یا وہ نہیں یا میں نہیں) پھر میں اور حضرت مصعب بن عمیر اور کچھ اور صحابہ جو آپ کے ساتھ جمے ہوئے تھے اس کے سامنے آگئے۔ اس وقت اس نے مجھ پر تلوار کا وار کیا تھا جس سے مجھے یہ زخم آگیا تھا۔ میں نے بھی اس پر تلوار کے کئی وار کئے تھے لیکن اللہ کے دشمن نے دو زرہیں پہنی ہوئی تھیں۔[1]

حضرت عمارہ بنت غزیہؓ سے روایت ہے کہ ان کی والدہ حضرت ام عمارہ نے غزوہ احد کے دن ایک گھوڑے سوار مشرک کو قتل کیا تھا۔ اور دوسری روایت میں یہ ہے کہ حضرت عمرؓ فرماتے ہیں کہ میں نے حضور ﷺ کو فرماتے ہوئے سنا کہ جنگ احد کے دن دائیں بائیں جس طرف بھی میں منہ کرتا مجھے ام عمارہ بچانے کے لیے اس طرف لڑتی ہوئی نظر آتی۔[2]

حضرت حمزہ بن سعیدؓ فرماتے ہیں کہ حضرت عمر بن خطابؓ کے پاس چند اونی چادریں لائی گئیں۔ ان میں ایک بہت عمدہ اور بڑی چادر تھی۔ کسی نے کہا کہ اس کی قیمت تو اتنی ہوگی یعنی بہت زیادہ قیمت بتائی۔ آپ اسے (اپنے بیٹے) حضرت عبداللہ بن عمرؓ کی بیوی حضرت صفیہ بنت ابی عبیدؓ کے پاس بھیج دیں۔ ان دنوں حضرت صفیہ نکاح کے بعد حضرت ابن عمرؓ کے گھر نئی نئی آئی تھیں (یعنی ابھی رخصتی ہوئی تھی وہ دلہن تھیں) حضرت عمر نے فرمایا کہ میں یہ چادر ایسی عورت کے پاس بھیجوں گا جو ابن عمر کی بیوی سے زیادہ اس کی حقدار ہے اور وہ ہیں ام عمارہ نسیبہ بنت کعبؓ۔ میں نے حضور ﷺ کو فرماتے ہوئے سنا کہ (جنگ احد کے دن) میں دائیں بائیں جس طرف بھی منہ کرتا مجھے ام عمارہ بچانے کے لیے اس طرف لڑتی ہوئی نظر آتی۔[3]

حضرت ہشام اپنے والد سے نقل کرتے ہیں کہ جنگ احد کے دن جب مسلمانوں کو

---

[1] ذکرہ ابن ھشام کذافی البدایۃ (ج ٤ ص ٣٤) واخرجہ ایضاً الواقدی من طریق ابن ابی صعصعۃ عن ام سعد بنت سعد بن الربیع کما فی الاصابۃ (ج ٤ ص ٤٧٩)

[2] اخرجہ الواقدی کذافی الاصابۃ (ج ٤ ص ٤٧٩)

[3] اخرجہ ابن سعد من طریق الواقدی کذافی کنز العمال (ج ٧ ص ٩٨)

شکست ہوگئی تو حضرت صفیہؓ آئیں۔ ان کے ہاتھ میں نیزہ تھا جسے وہ مسلمانوں کے چہرے پر مار کر واپس کر رہی تھیں۔ اس پر حضورؐ نے (حضرت صفیہ کے صاحبزادے حضرت زبیر سے) کہا اے زبیر! اس عورت کی حفاظت کرو (یہ تمہاری والدہ ہیں)۔[1]

حضرت عبادؓ فرماتے ہیں کہ (غزوہ خندق کے موقع پر) حضرت صفیہ بنت عبد المطلبؓ حضرت حسان بن ثابتؓ کے فارغ نامی قلعہ میں تھیں۔ وہ بیان کرتی ہیں کہ حضرت حسان بھی اس قلعے میں ہم عورتوں اور بچوں کے ساتھ تھے ایک یہودی مرد ہمارے پاس سے گزرا اور وہ قلعہ کا چکر لگانے لگا۔ بنو قریظہ یہودیوں نے بھی (حضورؐ سے) جنگ کر رکھی تھی اور حضور ﷺ سے تعلقات توڑ رکھے تھے ہمارے اور یہودیوں کے درمیان کوئی مسلمان مرد نہیں تھا جو ہمارا دفاع کرتا۔ حضور ﷺ اور مسلمان دشمن کے سامنے پڑے ہوئے تھے۔ انہیں چھوڑ کر ہمارے پاس نہیں آسکتے تھے۔ اتنے میں ایک یہودی ہماری طرف آیا۔ میں نے کہا اے حسان! جیسے تم دیکھ رہے ہو یہ یہودی قلعہ کا چکر لگا رہا ہے۔ اور اللہ کی قسم! مجھے اس کا خطرہ ہے کہ کہیں یہ ہمارے اندر کے حالات معلوم کر کے ان دوسرے یہودیوں کو نہ بتادے جو ہمارے پیچھے ہیں جب کہ حضورؐ اور آپ کے صحابہؓ (کفار سے جنگ میں) مشغول ہیں۔ آپ نیچے اتر کر جاؤ اور اسے قتل کر دو حضرت حسان نے کہا اے بنت عبد المطلب! اللہ آپ کی مغفرت فرمائے۔ اللہ کی قسم! آپ جانتی ہیں کہ میں یہ کام نہیں کر سکتا ہوں۔ جب حضرت حسان نے مجھے یہ جواب دیا اور مجھے ان میں کچھ ہمت نظر نہ آئی تو میں نے اپنی کمر کسی پھر میں نے خیمہ کا ایک بانس لیا۔ پھر میں قلعہ سے اتر کر اس یہودی کی طرف گئی اور وہ بانس مار مار کر اسے قتل کر دیا۔ جب میں اس سے فارغ ہوگئی تو میں واپس آگئی۔ پھر میں نے کہا اے حسان! نیچے جاؤ اور اس کا سامان اور کپڑے اتار لاؤ۔ چونکہ یہ نامحرم مرد تھا اس لیئے میں نے اس کے کپڑے نہیں اتارے۔ تو حضرت حسان نے کہا اے بنت عبد المطلب! مجھے اس کے کپڑے وغیرہ اتارنے کی کوئی ضرورت نہیں ہے۔[2] ہشام بن عروہ کی روایت میں یہ ہے حضرت

---

[1] اخرجه ابن سعد كذافى الاصابة (ج ٤ ص ٤٣٩) [2] اخرجه ابن اسحاق كذافى البداية (ج ٤ ص ١٠٨) واخرجه البيهقى (ج ٦ ص ٣٠٨) من طريق ابن اسحاق عن يحيى بن عباد بن عبدالله بن الزبير عن ابيهؓ بنحوه ثم اخرج من طريق هشام بن عروة عن ابيه عن صفيةؓ مثله وزاد فيه قال هىَ اول امرءة قتلت رجلا من المشركين واخرجه ايضاً ابن ابى خيثمة وابن منده من رواية ام عروة بنت جعفر بن الزبير عن ابيها عن جدتها صفيةؓ وابن سعد من طريق هشام عن ابيه كما فى الاصابة (ج ٤ ص ٣٤٩) واخرجه ابن عساكر من حديث صفية والزبيرؓ بمعناه كما فى الكنز (ج ٧ ص ٩٩) واخرجه ايضاً الطبرانى عن عروة وابو يعلىٰ والبزار عن الزبيرؓ واسناد هما ضعيف كما فى مجمع الزوائد (ج ٦ ص ١٣٣)

صفیہ وہ سب سے پہلی مسلمان عورت ہیں جنہوں نے کسی مشرک مرد کو قتل کیا ہے۔

حضرت انسؓ فرماتے ہیں کہ حضرت ابو طلحہؓ غزوہ حنین کے دن حضور ﷺ کو ہنسانے کے لیئے آئے اور کہا یارسول اللہ! کیا آپ نے ام سلیمؓ کو نہیں دیکھا؟ ان کے پاس ایک خنجر ہے حضورؐ نے حضرت ام سلیم سے کہا اے ام سلیم! تم خنجر سے کیا کرنا چاہتی ہو؟ انہوں نے کہا اگر ان کافروں میں سے کوئی میرے قریب آیا تو میں اسے یہ خنجر ماردوں گی۔[1] مسلم کی روایت میں حضرت انسؓ فرماتے ہیں کہ حضرت ام سلیمؓ نے ایک خنجر تیار کیا جو ان کے پاس تھا۔ حضرت ابو طلحہؓ نے انہیں دیکھا تو عرض کیا یارسول اللہ! یہ ام سلیم کے پاس خنجر ہے۔ حضورؐ نے ام سلیم سے پوچھا یہ خنجر کیا ہے؟ انہوں نے کہا میں نے اس لیئے لیا ہے کہ اگر کوئی مشرک میرے قریب آیا تو میں یہ خنجر اس کے پیٹ میں گھونپ دوں گی۔ یہ سن کر حضورؐ ہنسنے لگے۔

حضرت مہاجر بیان کرتے ہیں کہ حضرت معاذ بن جبلؓ کی چچازاد بہن حضرت اسماء بنت یزید بن سکنؓ نے خیمے کے بانس سے جنگ یرموک کے دن نو رومی کافر قتل کیئے تھے۔[2]

عورتوں کے جہاد میں جانے پر نکیر

قبیلہ بنو قضاعہ کے خاندان عذرہ کی حضرت ام کبشہؓ نے عرض کیا یارسول اللہ! آپ مجھے اجازت دیتے ہیں کہ میں فلاں لشکر میں چلی جاؤں؟ آپ نے فرمایا، نہیں۔ انہوں نے کہا یارسول اللہ! میرا لڑنے کا ارادہ نہیں ہے میں تو چاہتی ہوں کہ زخمیوں کی مرہم پٹی کروں اور بیماروں کا علاج کروں یا ان کو پانی پلادوں۔ آپ نے فرمایا اگر مجھے اس بات کا خطرہ نہ ہوتا کہ عورتوں کا جنگ میں جانا مستقل سنت بن جائے گا اور کہا جائے گا کہ فلاں عورت بھی تو گئی تھی (اس لیئے ہم بھی جنگ میں جائیں گی حالانکہ ہر عورت کا جہاد میں جانا مناسب نہیں ہے) تو میں تمہیں ضرور اجازت دے دیتا۔ اس لیئے تم گھر بیٹھی رہو۔[3]

بزار میں روایت ہے کہ حضرت ابن عباسؓ فرماتے ہیں کہ ایک عورت نے حضور ﷺ کی خدمت میں حاضر ہو کر کہا کہ عورتوں کی طرف سے آپ کی خدمت میں نمائندہ بن

---

[1] اخرجه ابن ابی شیبة کذافی کنز العمال (ج۵ص ۳۰۷) واخرجه ایضاً ابن سعد بسند صحیح کما فی الاصابة (ج۴ص ۴۶۱) ۵ [2] اخرجه الطبرانی قال الهیثمی (ج۹ص ۲۶۰) ورجاله ثقات انتهی. [3] اخرجه الطبرانی قال الهیثمی (ج۵ص ۳۲۳) رواه الطبرانی فی الکبیر والاوسط ورجالهما رجال الصحیح. انتهی

کر آئی ہوں۔ یہ جہاد تو اللہ تعالیٰ نے مردوں پر فرض کیا ہے۔ اگر جہاد کر کے آئیں تو انہیں اجر ملتا ہے اور اگر یہ شہید ہو جائیں تو یہ زندہ ہوتے ہیں اور انہیں ان کے رب کے پاس خوب روزی دی جاتی ہے اور ہم عورتیں ان مردوں کی ساری خدمتیں کرتی ہیں تو ہمیں اس میں کیا ملے گا ؟ آپ نے فرمایا کہ جو عورت تمہیں ملے اسے یہ بات پہنچادینا کہ خاوند کی فرمانبرداری اور اس کے حقوق کو پہچاننا اس کو جہاد کے برابر ثواب دلاتا ہے۔ لیکن تم میں سے بہت تھوڑی عورتیں ایسی ہیں جو اس طرح کرتی ہوں۔ طبرانی نے ایک حدیث نقل کی ہے جس کے آخر میں یہ ہے کہ ایک عورت نے حضور ﷺ کی خدمت میں حاضر ہو کر عرض کیا میں عورتوں کی طرف سے آپ کی خدمت میں قاصد بن کر آئی ہوں۔ جس عورت کو میرے یہاں آنے کی خبر ہے یا نہیں ہر ایک عورت یہ چاہتی ہے کہ میں آپ کی خدمت میں حاضر ہوں۔ اللہ تعالیٰ مردوں اور عورتوں کے رب ہیں اور ان سب کے معبود ہیں اور آپ مردوں اور عورتوں سب کے لیئے اللہ کے رسول ہیں۔ اللہ تعالیٰ نے مردوں پر جہاد فرض کیا اگر وہ جہاد کر کے آئیں تو مال غنیمت لے کر آتے ہیں اور اگر وہ شہید ہو جائیں تو وہ اپنے رب کے نزدیک زندہ ہوتے ہیں اور انہیں وہاں خوب روزی دی جاتی ہے۔ تو عورتوں کا کون سا عمل مردوں کے ان اعمال کا ثواب دلا سکتا ہے ؟ آپ نے فرمایا خاوندوں کی فرمانبرداری اور ان کے حقوق کو پہچاننا۔ لیکن تم میں سے بہت تھوڑی عورتیں ایسی ہیں جو اس طرح کرتی ہوں۔[1]

بچوں کا اللہ کے راستہ میں نکل کر جنگ کرنا

حضرت شعبیؒ فرماتے ہیں کہ ایک عورت نے جنگ احد کے دن اپنے بیٹے کو ایک تلوار دی جسے وہ اٹھا نہیں سکتا تھا تو اس عورت نے چمڑے کے تسمے سے وہ تلوار اس کے بازو کے ساتھ مضبوط باندھ دی۔ پھر اسے لے کر حضورؐ کی خدمت میں حاضر ہو کر عرض کیا یا رسول اللہ ! میرا یہ بیٹا آپ کی طرف سے لڑائی کرے گا۔ پھر آپ نے اس بچہ سے کہا اے میرے بیٹے ! یہاں حملہ کرو۔ اے میرے بیٹے ! یہاں حملہ کرو۔ بالآخر وہ زخمی ہو کر گر گیا۔ پھر اسے حضورؐ کی خدمت میں لایا گیا۔ آپ نے فرمایا اے میرے بیٹے ! شاید تم گھبرا گئے۔ اس نے عرض کیا یا رسول اللہ ! نہیں۔[2]

حضرت سعد بن ابی وقاصؓ فرماتے ہیں کہ حضور ﷺ نے حضرت عمیر بن ابی وقاص کو

---

[1] كذافي الترغيب (ج ٣ ص ٣٣٦)

[2] اخرجه ابن ابی شيبة كذافي كنز العمال (ج ٥ ص ٢٧٧)

چھوٹا سمجھ کر غزوہ بدر میں جانے سے روک دیا۔ تو حضرت عمیرؓ رونے لگے تو حضورؐ نے ان کو اجازت دے دی۔ حضرت سعد فرماتے ہیں کہ میں نے ان کی تلوار کے تسمے میں گرہیں لگائیں اور میں خود بھی جنگ بدر میں شریک ہوا اور اس وقت میرے چہرے پر صرف ایک بال تھا جسے میں ہاتھ میں پکڑ لیا کرتا تھا۔[1]

حضرت سعدؓ فرماتے ہیں کہ میں نے اپنے بھائی حضرت عمیر بن ابی وقاصؓ کو حضور ﷺ کے سامنے پیش ہونے سے پہلے دیکھا کہ وہ چھپتے پھر رہے تھے۔ میں نے کہا اے میرے بھائی تمہیں کیا ہوا؟ کہنے لگے کہ مجھے ڈر ہے کہ حضورؐ مجھے دیکھ لیں گے اور مجھے چھوٹا سمجھ کر واپس فرمادیں گے اور میں اللہ کے راستہ میں نکلنا چاہتا ہوں۔ شاید اللہ تعالیٰ مجھے شہادت نصیب فرمادے۔ چنانچہ جب ان کو حضورؐ کے سامنے پیش کیا گیا تو حضورؐ نے ان کو واپس فرمادیا جس پر وہ رونے لگے۔ تو حضورؐ نے ان کو اجازت دے دی۔ حضرت سعد فرمایا کرتے تھے کہ حضرت عمیر چھوٹے تھے اس لیۓ میں نے ان کی تلوار کے تسمے میں گرہیں باندھی تھیں اور وہ سولہ سال کی عمر میں شہید ہوگئے۔[2]
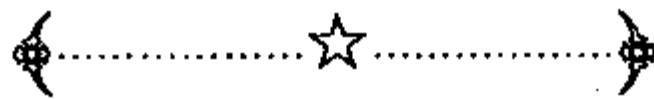
☆

☆

☆

☆

---

[1] اخرجه ابن عساكر كذافي الكنز(ج٥ص ٢٧٠) واخرجه ايضاً الحاكم (ج٣ص ٨٨) والبغوى بمعناه [2] اخرجه ابن سعد كذافي الا صابة(ج٣ص١٣٥) واخرجه البزار ورجاله ثقات كما في المجمع (ج٦ص ٦٩)

بسم اللّٰہ الرحمٰن الرحیم

حصہ دوم

از کتاب حیاۃ الصحابہ رضی اللہ عنہم

صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم کا باہمی اتحاد اور اتفاق رائے کا اہتمام کرنا اور اللہ اور اس کے رسول ﷺ کی طرف دعوت دینے اور اللہ کے راستہ میں جہاد کرنے میں آپس کے اختلاف اور جھگڑے سے بچنے کا اہتمام کرنا

ابن اسحاق سے روایت ہے کہ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے سقیفہ بنی ساعدہ والے دن بیان کرتے ہوئے فرمایا کہ یہ بات جائز نہیں ہے کہ مسلمانوں کے دو امیر ہوں کیونکہ جب بھی ایسا ہو گا مسلمانوں کے تمام کاموں اور تمام احکام میں اختلاف پیدا ہو جائے گا اور ان کا شیرازہ بکھر جائے گا اور ان کا آپس میں جھگڑا ہو جائے گا اور پھر سنت چھوٹ جائے گی اور بدعت غالب آجائے گی اور بڑا فتنہ ظاہر ہو گا اور کوئی بھی اسے ٹھیک نہ کر سکے گا۔[1]

حضرت سالم بن عبید رحمۃ اللہ علیہ حضرت ابوبکر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی بیعت کے بارے میں روایت کرتے ہوئے فرماتے ہیں کہ اس موقع پر انصار میں سے ایک آدمی نے کہا ایک امیر ہم (انصار) میں سے ہو اور ایک امیر آپ (مہاجرین) میں سے ہو۔ تو حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا ایک نیام میں دو تلواریں نہیں سما سکتیں۔[2] حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے ایک مرتبہ بیان میں فرمایا: اے لوگو! (اپنے امیر کی) بات ماننا اور آپس

۱۔ اخرجہ البیهقی (ج ۸ ص ۱٤٥)   ۲۔ اخرجہ ایضا البیهقی (ج ۸ ص ۱٤٥)

میں اکٹھے رہنا اپنے لئے ضروری سمجھو۔ کیونکہ یہی چیز اللہ کی وہ رسی ہے جس کو مضبوطی سے تھامنے کا اللہ نے حکم دیا ہے اور آپس میں جڑ مل کر چلنے میں جو ناگوار باتیں تمہیں پیش آئیں گی وہ تمہاری ان پسندیدہ باتوں سے بہتر ہیں جو تم کو الگ چلنے میں حاصل ہوں گی۔ اللہ تعالیٰ نے جو چیز بھی پیدا فرمائی ہے اس کے لئے اللہ تعالیٰ نے ایک انتہاء بھی بنائی ہے جہاں وہ چیز پہنچ جاتی ہے۔ یہ اسلام کے ثبات اور ترقی کا زمانہ ہے اور عنقریب یہ بھی اپنی انتہاء کو پہنچ جائے گا۔ پھر قیامت کے دن تک اس میں کمی زیادتی ہوتی رہے گی اور اس کی نشانی یہ ہے کہ لوگ بہت زیادہ فقیر ہو جائیں گے اور فقیر کو ایسا آدمی نہیں ملے گا جو اس پر احسان کرے اور غنی بھی یہ سمجھے گا کہ اس کے پاس جو کچھ ہے وہ اس کے لئے کافی نہیں ہے۔ یہاں تک کہ آدمی اپنے سگے بھائی اور چچازاد بھائی سے اپنی فقیری کی شکایت کرے گا لیکن وہ بھی اسے کچھ نہیں دے گا اور یہاں تک کہ ضرورت مند سائل ایک جمعہ سے دوسرے جمعہ تک ہفتہ بھر مانگتا پھرے گا لیکن کوئی بھی اس کے ہاتھ پر کچھ نہیں رکھے گا اور جب نوبت یہاں تک پہنچ جائے گی تو زمین سے ایک زوردار آواز اس طرح نکلے گی کہ ہر میدان کے لوگ یہی سمجھیں گے کہ یہ آواز ان کے میدان سے ہی نکلی ہے اور پھر جب تک اللہ چاہیں گے زمین میں خاموشی رہے گی۔ پھر زمین اپنے جگر کے ٹکڑوں کو باہر نکال پھینکے گی۔ ان سے پوچھا گیا اے حضرت ابو عبدالرحمٰن! زمین کے جگر کے ٹکڑے کیا چیز ہیں؟ آپ نے فرمایا سونے اور چاندی کے ستون اور پھر اس دن کے بعد سے قیامت کے دن تک سونے اور چاندی سے کسی طرح کا نفع نہیں اٹھایا جا سکے گا۔[1] اور حضرت مجالد رحمۃ اللہ علیہ کے علاوہ دیگر حضرات کی روایت میں یہ مضمون ہے کہ رشتہ داریوں کو توڑا جائے گا یہاں تک کہ مالدار کو صرف فقیر کا ڈر ہو گا اور فقیر کو کوئی آدمی ایسا نہ ملے گا جو اس پر احسان کرے اور آدمی کا چچازاد بھائی مالدار ہو گا اور وہ اس سے اپنی حاجت کی شکایت کرے گا لیکن وہ چچازاد بھائی اسے کچھ نہیں دے گا۔ اس کے بعد والا مضمون ذکر نہیں کیا۔[2]

ایک صاحب بیان کرتے ہیں کہ ہم لوگ حضرت ابوذر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو دینے کے لئے ایک چیز اٹھا کر لے چلے۔ ان کے مقام ربذہ پہنچ کر ہم نے ان کے بارے میں پوچھا تو وہ ہمیں وہاں نہ ملے اور ہمیں بتایا گیا کہ انہوں نے (امیر المومنین سے) حج پر جانے کی اجازت

---

۱ ۔ اخرجه الطبراني قال الهيثمي (ج ۷ ص ۳۲۸) رواه الطبراني باسانيد وفيه مجالد وقدوثق وفيه خلاف وبقية رجال احدى الطرق ثقات. انتهى

۲ ۔ اخرجه ابو نعيم في الحلية (ج ۹ ص ۲۴۹)

مانگی تھی۔ ان کو اجازت مل گئی تھی (وہ حج کرنے گئے ہوئے ہیں) چنانچہ ہم وہاں سے چل کر شہر منیٰ میں ان کے پاس پہنچے ہم لوگ ان کے پاس بیٹھے ہوئے تھے کہ کسی نے ان کو بتایا کہ (امیر المومنین) حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے (منیٰ میں) چار رکعت نماز پڑھی ہے تو انہیں اس سے بڑی ناگواری ہوئی اور اس بارے میں انہوں نے بڑی سخت بات کہی اور فرمایا میں نے حضور ﷺ کے ساتھ (یہاں منیٰ میں) نماز پڑھی تھی تو آپ نے دو رکعت نماز پڑھی تھی اور میں نے حضرت ابو بکر رضی اللہ تعالیٰ عنہ اور حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے ساتھ (یہاں) نماز پڑھی تھی (تو انہوں نے بھی دو دو رکعت نماز پڑھی تھی) لیکن جب نماز پڑھنے کا وقت آیا تو حضرت ابو ذر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے کھڑے ہو کر چار رکعت نماز پڑھی (حضرت عثمان رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے مکہ میں شادی کر لی تھی اور مکہ میں کچھ دن رہنے کا ارادہ کر لیا تھا اس لئے وہ مقیم ہو گئے تھے اور چار رکعت نماز پڑھ رہے تھے) اس پر ان کی خدمت میں کہا گیا کہ امیر المومنین کے جس کام پر آپ اعتراض کر رہے تھے اب آپ خود ہی اسے کر رہے ہیں۔ فرمایا امیر کی مخالفت کرنا اس سے زیادہ سخت ہے۔ ایک مرتبہ حضور ﷺ نے ہم لوگوں میں بیان فرمایا تھا تو ارشاد فرمایا تھا کہ میرے بعد بادشاہ ہو گا تم اسے ذلیل نہ کرنا کیونکہ جس نے اسے ذلیل کرنے کا ارادہ کیا اس نے اسلام کی رسی کو اپنی گردن سے نکال پھینکا اور اس شخص کی توبہ اس وقت تک قبول نہ ہو گی جب تک وہ اس سوراخ کو بند نہ کر دے جو اس نے کیا ہے (یعنی بادشاہ کو ذلیل کر کے اس نے اسلام کو جو نقصان پہنچایا ہے اس کی تلافی نہ کر لے) اور وہ ایسا کر نہ سکے گا اور (اپنے سابقہ رویہ سے) رجوع کر کے اس بادشاہ کی عزت کرنے والا نہ بن جائے۔ حضور ﷺ نے ہمیں اس بات کا حکم دیا کہ تین باتوں میں بادشاہوں کو ہم اپنے پر غالب نہ آنے دیں (یعنی ہم ان کی عزت کرتے رہیں لیکن ان کی وجہ سے یہ تین کام نہ چھوڑیں) ایک تو ہم نیکی کا لوگوں کو حکم دیتے رہیں اور برائی سے روکتے رہیں اور لوگوں کو سنت طریقے سکھاتے رہیں۔[1]

حضرت قتادہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ حضور اقدس ﷺ، حضرت ابو بکر اور حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما مکہ اور منیٰ میں دو رکعت قصر نماز پڑھا کرتے تھے اور اسی طرح حضرت عثمان رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے بھی اپنی خلافت کے ابتدائی زمانہ میں دو ہی رکعت نماز پڑھی لیکن بعد میں چار رکعت پڑھنے لگے۔ حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو جب یہ بات معلوم ہوئی تو انہوں نے کہا انا للہ وانا الیہ راجعون (لیکن جب نماز پڑھنے کا

---

١ ۔ اخرجه احمد قال الهيثمي (ج ٥ ص ٢١٦) وفيه راو لم يسم وبقية رجاله ثقات. انتهى

وقت آیا) تو انہوں نے کھڑے ہو کر چار رکعت نماز پڑھی تو ان سے کہا گیا کہ (چار رکعت کی خبر پر تو) آپ نے انا للہ پڑھی تھی اور خود چار رکعت پڑھ رہے ہیں تو انہوں نے فرمایا امیر کی مخالفت کرنا اس سے زیادہ بری چیز ہے۔[1]

حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے ایک مرتبہ فرمایا کہ تم ویسے ہی فیصلے کرتے رہو جیسے پہلے کیا کرتے تھے۔ کیونکہ میں اختلاف کو بہت بری چیز سمجھتا ہوں یا تو لوگوں کی ایک ہی جماعت رہے یا میں مر جاؤں جیسے میرے ساتھی (حضرت ابو بکر، حضرت عمرؓ اور حضرت عثمان رضی اللہ تعالیٰ عنہم بغیر اختلاف کے) مر گئے۔ چنانچہ حضرت ابن سیرین رحمتہ اللہ علیہ کی رائے یہ تھی کہ (غلو پسند) لوگ حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے عموماً جو روایات نقل کرتے ہیں وہ غلط ہیں۔[2]

حضرت سلیم بن قیس عامری بیان کرتے ہیں کہ ابن کواء نے حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے سنت اور بدعت اور اکٹھے رہنے اور بکھر جانے کے بارے میں پوچھا تو حضرت علی نے فرمایا اے ابن کواء! تم نے سوال یاد رکھا اب اس کا جواب سمجھ لو۔ اللہ کی قسم! سنت تو حضرت محمد ﷺ کا طریقہ ہے بدعت وہ کام ہے جو اس طریقہ سے ہٹ کر ہو اور اللہ کی قسم! اہل حق کا اکٹھا ہونا ہی اصل میں اکٹھا ہونا ہے چاہے وہ تعداد میں کم ہوں اور اہل باطل کا اکٹھا ہونا حقیقت میں بکھر جانا ہے چاہے وہ تعداد میں زیادہ ہوں۔[3]

صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کا

حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ کی خلافت پر اتفاق

حضرت عروہ بن زبیر رضی اللہ تعالیٰ عنہما فرماتے ہیں کہ (حضور ﷺ کے انتقال کی خبر سن کر) حضرت ابو بکر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سُنح محلہ سے اپنی سواری پر تشریف لائے اور مسجد کے دروازے پر پہنچ کر سواری سے نیچے اترے۔ آپ بڑے بے چین اور غمگین تھے اور انہوں نے اپنی بیٹی حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے گھر میں آنے کی اجازت چاہی۔ حضرت عائشہ نے اجازت دی۔ حضرت ابو بکر اندر تشریف لے گئے۔ حضور ﷺ کا انتقال ہو چکا تھا اور آپ اپنے بستر پر تھے اور آپ کی ازواج مطہرات آپ کے ارد گرد بیٹھی ہوئی تھیں۔ حضرت

۱۔ اخرجه عبدالرزاق كذافي الكنز (ج ٤ ص ٢٤٢) ٢۔ اخرجه البخاري وابوعبيد في كتاب الاموال والاصبهاني في الحجة كذافي المنتخب (ج ٥ ص ٥٠) ٣۔ اخرجه العسكري كذافي الكنز (ج ١ ص ٩٦)

عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے علاوہ باقی تمام ازواج مطہرات نے اپنے چہرے چادروں سے چھپا لئے اور حضرت ابو بکر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے پردہ کر لیا۔ حضرت ابو بکر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے حضور ﷺ کے چہرہ مبارک سے چادر ہٹائی اور گھٹنوں کے بل بیٹھ کر بوسہ لینے لگے اور روتے ہوئے فرمانے لگے کہ حضرت (عمر) ابن خطاب جو کہہ رہے ہیں وہ ٹھیک نہیں ہے (کہ حضور ﷺ کا انتقال نہیں ہوا ہے بلکہ یہ بے ہوشی طاری ہوئی ہے یا ان کی روح معراج میں گئی ہے جو واپس آجائیگی) رسول اللہ ﷺ کا انتقال ہو گیا ہے۔ اس ذات کی قسم جس کے قبضے میں میری جان ہے! یا رسول اللہ! آپ پر اللہ کی رحمت ہو۔ آپ حالت حیات میں اور وفات کے بعد بھی کتنے پاکیزہ ہیں۔ حضرت ابو بکر نے حضور ﷺ کے چہرے پر چادر ڈال دی اور پھر تیزی سے مسجد کی طرف چلے اور لوگوں کی گردنوں کو پھلانگتے ہوئے منبر تک پہنچے۔ حضرت ابو بکر کو آتا ہوا دیکھ کر حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ بیٹھ گئے۔ حضرت ابو بکر نے منبر کی ایک جانب کھڑے ہو کر لوگوں کو آواز دی۔ آواز سن کر سب بیٹھ گئے اور خاموش ہو گئے۔ پھر حضرت ابو بکر نے کلمہ شہادت جیسا انہیں آتا تھا پڑھا اور فرمایا کہ جب اللہ کے نبی ﷺ تمہارے درمیان زندہ تھے اسی وقت اللہ تعالیٰ نے ان کو موت کی خبر دے دی تھی اور تم کو بھی تمہاری موت کی خبر دے دی اور یہ موت ایک یقینی امر ہے۔ اللہ عزوجل کے علاوہ تم میں سے کوئی بھی (اس دنیا میں) باقی نہیں رہے گا۔ اللہ تعالیٰ نے (قرآن میں) فرمایا وَمَا مُحَمَّدٌ اِلَّا رَسُوْلٌ قَدْ خَلَتْ مِنْ قَبْلِهِ الرُّسُلُ (آل عمران آیت ۱۴۴)

ترجمہ اور محمد نیرے رسول ہی تو ہیں اور آپ سے پہلے اور بھی بہت سے رسول گزر چکے ہیں سو اگر آپ کا انتقال ہو جاوے یا آپ شہید ہی ہو جاویں تو کیا تم لوگ الٹے پھر جاؤ گے۔ حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا (میں اس آیت کو بالکل ہی بھول گیا تھا اور حضرت ابو بکر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے پڑھنے سے مجھے یہ یاد آئی اور مجھے ایسے لگا کہ جیسے) قرآن کی یہ آیت آج ہی نازل ہوئی ہے اور آج سے پہلے نازل نہیں ہوئی اور اللہ تعالیٰ نے حضرت محمد ﷺ سے فرمایا ہے اِنَّكَ مَيِّتٌ وَّاِنَّهُمْ مَّيِّتُوْنَ (زمر آیت ۳۰)

ترجمہ۔ آپ کو بھی مرنا ہے اور ان کو بھی مرنا ہے۔ اور اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے كُلُّ شَيْءٍ هَالِكٌ اِلَّا وَجْهَهٗ لَهُ الْحُكْمُ وَاِلَيْهِ تُرْجَعُوْنَ (قصص آیت ۸۸)

ترجمہ۔ سب چیزیں فنا ہونے والی ہیں بجز اس کی ذات کے اسی کی حکومت ہے (جس کا ظہور کامل قیامت میں ہے) اور اسی کے پاس تم سب کو جانا ہے (پس سب کو ان کے کئے کی جزا دے گا) اور اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے كُلُّ مَنْ عَلَيْهَا فَانٍ وَّيَبْقٰى وَجْهُ رَبِّكَ ذُو الْجَلٰلِ وَالْاِكْرَامِ

(رحمٰن آیت ۲۶)

ترجمہ۔ جتنے (ذی روح) روئے زمین پر موجود ہیں سب فنا ہو جائیں گے اور آپ کے پروردگار کی ذات جو کہ عظمت والی احسان والی ہے باقی رہ جائے گی اور اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے کُلُّ نَفْسٍ ذَآئِقَةُ الْمَوْتِ وَاِنَّمَا تُوَفَّوْنَ اُجُوْرَكُمْ يَوْمَ الْقِيَامَةِ (آل عمران آیت ۱۸۵)

ترجمہ۔ ہر جان کو موت کا مزہ چکھنا ہے اور تم کو پوری پاداش تمہاری قیامت کے روز ملے گی۔ اور پھر حضرت ابو بکر نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ نے حضرت محمد ﷺ کو اتنی عمر عطا فرمائی اور ان کو اتنا عرصہ دنیا میں باقی رکھا کہ اس عرصہ میں آپ نے اللہ کے دین کو قائم کر دیا، اللہ کے حکم کو غالب کر دیا، اللہ کا پیغام پہنچا دیا اور اللہ کے راستہ میں جہاد کیا۔ پھر آپ کو اللہ تعالیٰ نے اسی حالت پر وفات دی اور حضور ﷺ تمہیں ایک (صاف اور کھلے) راستے پر چھوڑ کر گئے ہیں اب جو بھی ہلاک ہو گا وہ اسلام کی واضح دلیلوں اور (کفر و شرک سے) شفاء دینے والے قرآن کو دیکھ کر ہی ہلاک ہو گا۔ جس آدمی کے رب اللہ تعالیٰ ہیں تو اللہ تعالیٰ ہمیشہ زندہ ہیں جن پر موت نہیں آسکتی۔ اور جو حضرت محمد ﷺ کی عبادت کیا کرتا تھا اور ان کو معبود کا درجہ دیا کرتا تھا تو (وہ سن لے کہ) اس کا معبود مر گیا۔ اے لوگو! اللہ سے ڈرو اور اپنے دین کو مضبوط پکڑو اور اپنے رب پر توکل کرو۔ کیونکہ اللہ تعالیٰ کا دین موجود ہے اور اللہ تعالیٰ کی بات پوری ہے اور جو اللہ (کے دین) کی مدد کرے گا اللہ اس کی مدد فرمائیں گے اور اپنے دین کو عزت عطا فرمائیں گے اور اللہ تعالیٰ کی کتاب ہمارے پاس ہے جو کہ نور اور شفاء ہے۔ اسی کتاب کے ذریعہ اللہ تعالیٰ نے حضرت محمد ﷺ کو ہدایت عطا فرمائی اور اسی کتاب میں اللہ کی حلال اور حرام کردہ چیزیں مذکور ہیں۔ اللہ کی قسم! اللہ کی مخلوق میں سے جو بھی ہمارے اوپر لشکر لائے گا ہم اس کی کوئی پروہ نہیں کریں گے۔ بیشک اللہ کی تلواریں ستی ہوئی ہیں۔ ہم نے ان کو ابھی رکھا نہیں ہے اور جو ہماری مخالفت کرے گا ہم اس سے جہاد کریں گے جیسے کہ ہم حضور ﷺ کے ساتھ ہو کر جہاد کیا کرتے تھے۔ اب جو بھی زیادتی کرے گا وہ حقیقت میں اپنے اوپر ہی زیادتی کرنے والا ہے۔

پھر ان کے ساتھ مہاجرین حضور ﷺ کی طرف (تکفین اور تدفین کے لئے) چلے گئے۔ [1]

حضرت انس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ انہوں نے حضرت عمر رضی اللہ عنہ کا وہ آخری خطبہ سنا جو انہوں نے منبر پر بیٹھ کر بیان فرمایا تھا۔ یہ حضور ﷺ کی وفات سے اگلے دن کی بات ہے اور اس وقت حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ بالکل خاموش تھے اور کوئی بات نہ فرما رہے تھے۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا مجھے امید تھی کہ حضور ﷺ اتنا زیادہ عرصہ زندہ

۱۔ اخرجه البيهقي كذافي البداية (ج ٥ ص ٢٤٣)

رہیں گے کہ ہم دنیا سے پہلے چلے جائیں گے اور حضور ہمارے بعد تشریف لے جائیں گے۔ (لیکن اللہ کو ایسا منظور نہیں تھا اب) اگر حضرت محمد (علیہ السلام) کا انتقال ہو گیا ہے تو (گھبرانے کی کوئی بات نہیں ہے) اللہ تعالیٰ نے تمہارے درمیان ایک نور (یعنی قرآن) باقی رکھا ہوا ہے جس کے ذریعہ سے تم ہدایت پا سکتے ہو اور اسی کے ذریعہ سے اللہ تعالیٰ نے حضرت محمد ﷺ کو ہدایت نصیب فرمائی تھی اور (دوسری بات یہ ہے کہ) حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ حضور ﷺ کے (خاص) صحابی ہیں اور (ان کی امتیازی صفت اور بڑی فضیلت یہ ہے کہ جب حضور ﷺ ہجرت کی رات میں مکہ سے چل کر غار ثور میں چھپ گئے تھے تو اس وقت صرف ابو بکر رضی اللہ عنہ ہی حضور ﷺ کے ساتھ تھے۔ جس کی وجہ سے قرآن مجید کے الفاظ کے مطابق) یہ ثانی اثنین یعنی دو میں سے دوسرے ہیں اور یہ تمہارے کاموں کے لئے تمام مسلمانوں میں سے سب سے زیادہ مناسب ہیں لہذا کھڑے ہو کر ان سے بیعت ہو جاؤ اور اس سے پہلے سقیفہ بنی ساعدہ میں ایک جماعت حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ سے بیعت ہو چکی تھی۔ اور عام مسلمانوں کی بیعت (مسجد میں) منبر پر ہوئی[1] حضرت زہری حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے نقل کرتے ہیں کہ میں نے اس دن حضرت عمر رضی اللہ عنہ کو سنا کہ وہ حضرت ابو بکرؓ سے کہہ رہے تھے کہ آپ منبر پر تشریف لے جائیں اور ان کو بار بار یہی کہتے رہے یہاں تک کہ حضرت عمر نے حضرت ابو بکر کو منبر پر خود چڑھایا۔ پھر عام مسلمانوں نے حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ سے بیعت کی۔

حضرت انس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ جب سقیفہ (بنی ساعدہ) میں حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ سے بیعت ہو گئی اور حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ (حضور ﷺ کے انتقال کے) اگلے دن منبر پر بیٹھے اور حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے کھڑے ہو کر حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ سے پہلے بیان فرمایا اور اللہ تعالیٰ کی شایان شان حمد و ثناء بیان کی۔ پھر فرمایا اے لوگو! کل میں نے تمہارے سامنے ایسی بات کہہ دی تھی جو اللہ کی کتاب میں نہیں ہے اور نہ ہی مجھے اس میں ملی ہے اور نہ اس کا مجھ سے حضور ﷺ نے عہد لیا تھا بس میرا اپنا یہ خیال تھا کہ حضور ﷺ ہم سب کے بعد دنیا سے تشریف لے جائیں گے (اس لئے کل میں نے کہہ دیا تھا کہ حضرت محمد ﷺ کا انتقال نہیں ہوا جو کہ غلط تھا) اور اب اللہ تعالیٰ نے تمہارے میں اپنی اس کتاب کو باقی رکھا ہوا ہے جس کے ذریعے سے اللہ تعالیٰ نے حضور ﷺ کو ہدایت نصیب فرمائی تھی۔ اگر تم اسے مضبوطی سے پکڑ لو گے تو اللہ تعالیٰ تمہیں بھی ان باتوں کی ہدایت دے

۱۔ اخرجه البخاری

دے گا جن کی انہیں ہدایت دی تھی اور اللہ تعالیٰ نے تمہارے امر (خلافت) کو تمہارے میں سب سے بہترین آدمی پر مجتمع فرمادیا ہے جو حضور ﷺ کے صحابی اور غار ثور کے ساتھی ہیں۔ لہذا تم سب کھڑے ہو کر ان سے بیعت ہو جاؤ۔ چنانچہ سقیفہ کی بیعت کے بعد (اب مسجد میں) عام مسلمانوں نے حضرت ابو بکر سے بیعت کی۔ پھر حضرت ابو بکر نے بیان فرمایا۔ پہلے اللہ تعالیٰ کی شان کے مناسب حمد و ثناء بیان کی اور پھر کہا مجھے تمہارا والی بنادیا گیا ہے۔ حالانکہ میں تم میں سب سے بہتر نہیں ہوں (حضرت ابو بکر یہ بات تواضعاً فرما رہے ہیں ورنہ تمام علماء امت کے نزدیک حضرت ابو بکر تمام صحابہ میں سب سے افضل ہیں) اگر میں ٹھیک کام کروں تو تم میری مدد کرو اور اگر میں ٹھیک نہ کروں تو تم مجھے سیدھا کر دینا۔ سچائی امانت داری ہے اور جھوٹ خیانت ہے اور تمہارا کمزور میرے نزدیک طاقتور ہے وہ جو بھی شکایت میرے پاس لے کر آئے گا میں انشاء اللہ اسے ضرور دور کروں گا۔ تمہارا طاقتور میرے نزدیک کمزور ہے میں اس سے کمزور کا حق لے کر کمزور کو انشاء اللہ دوں گا۔ جو لوگ بھی جہاد فی سبیل اللہ چھوڑ دیں گے اللہ تعالیٰ ان پر ذلت مسلط فرمادیں گے اور جو لوگ بھی بے حیائی کی اشاعت کرنے لگ جائیں گے اللہ تعالیٰ (دنیا میں) ان سب کو (فرمانبردار اور نافرمان کو) عام سزا دیں گے۔ جب تک میں اللہ اور اس کے رسول کی بات مانتا رہوں تم بھی میری مانتے رہو اور جب میں اللہ اور اس کے رسول کی نافرمانی کروں تو پھر میری اطاعت تم پر لازم نہیں ہے۔ اب نماز کیلئے کھڑے ہو جاؤ۔ اللہ تعالیٰ تم پر رحم فرمائے۔[1]

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں کہ میں حضرت عبدالرحمٰن بن عوف رضی اللہ عنہ کو قرآن پڑھایا کرتا تھا (اس زمانہ میں بڑے چھوٹوں سے بھی علم حاصل کیا کرتے تھے) ایک دن حضرت عبدالرحمٰن رضی اللہ عنہ اپنی قیام گاہ پر واپس آئے تو انہوں نے مجھے اپنے انتظار میں پایا اور یہ حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ کے آخری حج کا اور منیٰ کا واقعہ ہے۔ حضرت عبدالرحمٰن نے مجھے بتایا کہ ایک آدمی نے حضرت عمر رضی اللہ عنہ بن خطاب کی خدمت میں آکر کہا کہ فلاں آدمی کہہ رہا تھا کہ اگر حضرت عمر رضی اللہ عنہ کا انتقال ہو گیا تو میں فلاں آدمی سے (یعنی حضرت طلحہ بن عبید اللہ سے) بیعت خلافت کر لوں گا۔ اللہ کی قسم! حضرت ابو بکر کی بیعت یوں اچانک ہوئی تھی اور پوری ہو گئی تھی (میں بھی یوں اچانک ان سے بیعت کر لوں گا تو ان کی بیعت بھی پوری ہو جائے گی اور سب ان سے بیعت ہو جائیں گے) اس پر حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا آج شام انشاء اللہ میں لوگوں میں کھڑے ہو کر بیان

[1] عند ابن اسحاق عن الزهري كذا في البداية (ج ٥ ص ٢٤٨) وقال هذا اسناد صحيح

کروں گا اور لوگوں کو اس جماعت سے ڈراؤں گا جو مسلمانوں سے ان کا امر خلافت (یوں اچانک) چھیننا چاہتے ہیں (یعنی بغیر مشورہ اور سوچ وچار کے اپنی مرضی کے آدمی کی اہلیت دیکھے بغیر خلیفہ بنانا چاہتے ہیں) حضرت عبدالرحمٰن رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ میں نے حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے کہا اے امیر المومنین! آپ ایسا نہ کریں کیونکہ موسم حج میں گرے پڑے، کم سمجھ اور عام لوگ جمع ہو جاتے ہیں۔ جب آپ بیان کے لئے لوگوں میں کھڑے ہوں گے تو یہی آپ کی مجلس میں غالب آجائیں گے (اور یوں سمجھدار عقلمند آدمیوں کو آپ کی مجلس میں جگہ نہ ملے گی) اس لئے مجھے خطرہ ہے کہ آپ جو بات کہیں گے اسے یہ لوگ لے اڑیں گے نہ خود پوری طرح سمجھیں گے اور نہ اسے موقع محل کے مطابق دوسروں سے بیان کر سکیں گے۔ (لہذا ابھی آپ صبر فرمائیں) جب آپ مدینہ پہنچ جائیں (تو وہاں آپ یہ بیان فرمائیں) کیونکہ مدینہ ہجرت کا مقام اور سنت نبوی کا گھر ہے۔ لوگ آپ کی بات کو پوری طرح سمجھ بھی لیں گے اور موقع محل کے مطابق اسے دوسروں سے بیان بھی کریں گے۔ حضرت عمر نے (میری بات کو قبول کرتے ہوئے) فرمایا اگر میں صحیح سالم مدینہ پہنچ گیا تو (انشاء اللہ) میں اپنے سب سے پہلے بیان میں لوگوں سے یہ بات ضرور کہوں گا (حضرت ابن عباس فرماتے ہیں کہ) جب ہم ذی الحجہ کے آخری دنوں میں جمعہ کے دن مدینہ پہنچے تو میں سخت گرمی کی پرواہ کئے بغیر عین دوپہر کے وقت جلدی سے (مسجد نبوی) گیا تو میں نے دیکھا کہ حضرت سعید بن زید رضی اللہ تعالیٰ عنہ مجھ سے پہلے آکر منبر کے دائیں کنارے کے پاس بیٹھے ہوئے ہیں۔ میں ان کے برابر میں گھٹنے سے گھٹنا ملا کر بیٹھ گیا۔ تھوڑی دیر ہی گزری تھی کہ حضرت عمر تشریف لے آئے۔ میں نے حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو دیکھ کر کہا آج حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ اس منبر پر ایسی بات کہیں گے جو آج سے پہلے اس پر کسی نے نہ کہی ہوگی۔ حضرت سعید بن زید رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے میری اس بات کا انکار کیا اور کہا کہ میرا تو یہ خیال نہیں ہے کہ حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ آج ایسی بات کہیں جو ان سے پہلے کسی نے نہ کہی ہو (کیونکہ دین تو حضور ﷺ کے زمانہ میں پورا ہو چکا۔ اب کون نئی بات لا سکتا ہے) چنانچہ حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ منبر پر بیٹھ گئے (پھر مؤذن نے اذان دی) جب مؤذن خاموش ہو گیا تو حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کھڑے ہوئے اور اللہ کی شان کے مطابق اللہ کی حمد وثناء بیان کی۔ پھر فرمایا۔ امابعد! اے لوگو! میں ایک بات کہنے والا ہوں۔ جس بات کو کہنا پہلے سے ہی میرے مقدر میں لکھا جا چکا ہے اور ہو سکتا ہے یہ بات میری موت کا پیش خیمہ ہو۔ لہذا جو میری بات کو یاد رکھے اور اسے اچھی طرح سمجھ لے تو جہاں تک

اس کی سواری اسے دنیا میں لے جائے وہاں تک کے تمام لوگوں میں میری اس بات کو بیان کرے اور جو میری بات کو اچھی طرح نہ سمجھے تو میں اسے اس کی اجازت نہیں دیتا ہوں کہ وہ میرے بارے میں غلط بیانی سے کام لے (سب کو چوکنا کرنے کے لئے حضرت عمر نے یہ بات پہلے فرمادی) اللہ تعالیٰ نے حضور ﷺ کو حق دے کر بھیجا اور ان پر کتاب کو نازل فرمایا اور جو کتاب حضور ﷺ پر نازل ہوئی اس میں رجم (یعنی زانی کو سنگسار کرنے) کی آیت بھی تھی (اور وہ آیت یہ تھی الشیخ والشیخة اذا زنیا فارجموھما. اس آیت کے الفاظ تو منسوخ ہو چکے ہیں لیکن اس کا حکم باقی ہے) ہم نے اس آیت کو پڑھا اور اسے یاد کیا اور اسے اچھی طرح سمجھا اور حضور ﷺ نے رجم کیا اور آپ کے بعد ہم نے بھی رجم کیا۔ لیکن مجھے اس بات کا ڈر ہے کہ طویل زمانہ گزرنے پر کوئی آدمی یوں کہے کہ ہم تو رجم کی آیت کو کتاب اللہ میں نہیں پاتے ہیں اور اس طرح اللہ تعالیٰ کے نازل کردہ فرض کو چھوڑ کر وہ لوگ گمراہ ہو جائیں گے اور زنا کے گواہ پائے جائیں گے۔ یا زنا سے حاملہ عورت زنا کا اقرار کرے گی یا کوئی مرد یا عورت ویسے ہی زنا کا اقرار کریں گے تو اسے رجم کرنا شرعاً لازم ہو گا۔ اور سنو! ہم (قرآن میں) یہ آیت بھی پڑھا کرتے تھے لا ترغبوا عن آبائکم فان کفراً بکم ان ترغبوا عن آبائکم.

ترجمہ: اپنے باپ دادے کو چھوڑ کر کسی دوسرے کی طرف نسب کی نسبت نہ کرو۔ کیونکہ اپنے باپ دادا کے نسب کو چھوڑنا کفر ہے یعنی کفران نعمت ہے (اب اس آیت کے الفاظ بھی منسوخ ہو چکے ہیں لیکن اس کا حکم باقی ہے) اور سنو! حضور ﷺ نے فرمایا ہے کہ میری تعریف میں ایسا مبالغہ نہ کرو جیسے کہ حضرت عیسیٰ بن مریم علیہما السلام کی تعریف میں مبالغہ کیا گیا۔ میں تو بس ایک بندہ ہی ہوں۔ لہٰذا تم (میرے بارے میں) یہ کہو کہ یہ اللہ کے بندے اور اس کے رسول ہیں اور مجھے یہ بات پہنچی ہے کہ تم میں کوئی آدمی یہ کہہ رہا ہے کہ اگر حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ مر گئے تو میں فلاں سے بیعت کر لوں گا اسے اس بات سے دھوکہ نہیں لگنا چاہئے کہ حضرت ابو بکر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی بیعت اچانک ہوئی تھی اور وہ پوری بھی ہو گئی تھی۔ سنو! وہ بیعت واقعی ایسے ہی (جلدی میں) ہوئی تھی لیکن اس بات بیعت کے (جلدی میں ہونے کے) شر سے اللہ تعالیٰ نے (ساری امت کو) بچا لیا اور آج تم میں حضرت ابو بکر رضی اللہ تعالیٰ عنہ جیسا کوئی نہیں ہے جس کی فضیلت کے سب قائل ہوں اور قریب و بعید سب اس کی موافقت کر لیں جب حضور ﷺ کا انتقال ہوا اس وقت کا ہمارا قصہ یہ ہے کہ حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ اور حضرت زبیر رضی اللہ تعالیٰ عنہ اور ان کے ساتھ

کچھ اور لوگ حضور ﷺ کی صاحبزادی حضرت فاطمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے گھر میں پیچھے رہ گئے۔ اور ادھر تمام انصار سقیفہ بنی ساعدہ میں جمع ہو گئے اور مہاجرین حضرت ابو بکر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے پاس جمع ہو گئے۔ میں نے ان سے کہا اے ابو بکر! آئیں ہم اپنے انصاری بھائیوں کے پاس چلیں۔ چنانچہ ہم ان انصاریوں کے ارادے سے چل پڑے۔ راستہ میں ہمیں دو نیک آدمی (حضرت عویم انصاری رضی اللہ تعالیٰ عنہ اور حضرت معن رضی اللہ تعالیٰ عنہ) ملے اور انصاری جو کر رہے تھے وہ ان دونوں نے ہمیں بتایا اور ہم سے پوچھا کہ اے جماعت مہاجرین! تمہارا کہاں جانے کا ارادہ ہے؟ میں نے کہا ہم اپنے انصاری بھائیوں کے پاس جا رہے ہیں۔ ان دونوں نے کہا ان انصار کے پاس جانا آپ لوگوں کے لئے ضروری نہیں ہے۔ اے جماعت مہاجرین! تم اپنے معاملہ کا خود فیصلہ کر لو۔ میں نے کہا اللہ کی قسم! نہیں۔ ہم تو ان کے پاس ضرور جائیں گے۔ چنانچہ ہم گئے اور ہم ان کے پاس پہنچے۔ وہ سب سقیفہ بنی ساعدہ میں جمع تھے اور ان کے درمیان ایک آدمی چادر اوڑھے ہوئے تھے۔ میں نے پوچھا یہ کون لوگ ہیں؟ ان لوگوں نے کہا یہ سعد بن عبادہ ہیں۔ میں نے کہا ان کو کیا ہوا؟ انہوں نے بتایا یہ بیمار ہیں۔ جب ہم بیٹھ گئے تو ان میں سے ایک صاحب بیان کے لئے کھڑے ہوئے اور انہوں نے اللہ تعالیٰ کی حمد و ثناء کے بعد کہا امابعد! ہم اللہ (کے دین) کے انصار و مددگار اور اسلام کا لشکر ہیں اور اے جماعت مہاجرین! آپ لوگ ہمارے نبی کی جماعت ہیں۔ اور آپ لوگوں میں سے کچھ لوگ ایسی باتیں کر رہے ہیں جس سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ آپ لوگ ہمیں نظر انداز کرنا چاہتے ہیں اور امر خلافت سے دور رکھنا چاہتے ہیں۔ جب وہ صاحب خاموش ہو گئے تو میں نے بات کرنی چاہی۔ اور میں نے ایک مضمون (اپنے ذہن میں) تیار کر رکھا تھا جو مجھے بہت پسند تھا اور حضرت ابو بکر کے سامنے میں اسے کہنا چاہتا تھا اور میں اس میں نرمی اختیار کئے ہوئے تھا اور میں غصہ والی باتیں نہیں کہنا چاہتا تھا۔ حضرت ابو بکر نے کہا اے عمر! آرام سے بیٹھے رہو۔ میں نے حضرت ابو بکر کو ناراض کرنا پسند نہ کیا۔ (اس لئے اپنی بات کہنے کے لئے کھڑا نہ ہوا) چنانچہ انہوں نے گفتگو فرمائی اور وہ مجھ سے زیادہ دانا اور زیادہ باوقار تھے اور اللہ کی قسم! جب وہ خاموش ہوئے تو میں نے اپنے مضمون میں جتنی باتیں سوچی تھیں وہ سب باتیں انہوں نے اپنے برجستہ بیان میں کہہ دیں یا تو وہی باتیں کہیں یا ان سے بہتر کہیں چنانچہ انہوں نے کہا امابعد! تم نے اپنے بارے میں خیر کا ذکر کیا تم لوگ واقعی اس کے اہل ہو۔ لیکن تمام عرب کے لوگ امر خلافت کا حق دار صرف قبیلہ قریش کو ہی سمجھتے ہیں اور قبیلہ قریش سارے عرب میں نسب اور شہر کے اعتبار سے سب سے افضل ہے اور مجھے تمہارے (خلیفہ بننے کے) لئے ان دو آدمیوں میں سے ایک آدمی پسند ہے۔ دونوں میں جس

سے چاہو بیعت ہو جاؤ۔ اور یہ کہہ کر حضرت ابو بکر نے میرا ہاتھ پکڑا اور حضرت ابو عبیدہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ بن جراح کا اور اس ایک بات کے علاوہ حضرت ابو بکر کی اور کوئی بات مجھے ناگوار نہ گزری اور اللہ کی قسم! مجھے آگے بڑھا کر بغیر کسی گناہ کے میری گردن اڑادی جائے یہ مجھے اس سے زیادہ پسند ہے کہ حضرت ابو بکر کے ہوتے ہوئے میں لوگوں کا امیر بن جاؤں۔ اس وقت تو میرے دل کی یہی کیفیت تھی لیکن مرتے وقت میری یہ کیفیت بدل جائے تو اور بات ہے۔ پھر انصار میں سے ایک آدمی نے کہا کہ اس مسئلہ کا میرے پاس بہترین حل ہے اور اس مرض کی بہت عمدہ دوا ہے اور وہ یہ ہے کہ اے جماعت قریش! ایک امیر ہم میں سے ہو اور ایک امیر آپ لوگوں میں سے ہو۔ اس کے بعد سب بولنے لگ گئے اور آوازیں بلند ہو گئیں اور ہمیں آپس کے اختلاف کا خطرہ ہوا تو میں نے کہا اے ابو بکر! آپ اپنا ہاتھ بڑھائیں۔ چنانچہ انہوں نے اپنا ہاتھ بڑھادیا پہلے میں ان سے بیعت ہوا۔ پھر مہاجرین بیعت ہوئے اس کے بعد انصار ان سے بیعت ہوئے اور یوں ہم حضرت سعد بن عبادہ پر غالب آگئے (کہ وہ امیر نہ بن سکے) اس پر ان میں سے کسی نے کہا ارے۔ تم نے تو سعد کو مار ڈالا میں نے کہا اللہ انہیں مارے (یعنی جیسے انہوں نے اس موقع پر حق کی نصرت نہیں کی ہے ایسے ہی اللہ تعالیٰ امیر بننے میں ان کی نصرت نہ کرے) حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ اللہ کی قسم! اس موقع پر ہم جتنے امور میں شریک ہوئے ان میں کوئی امر حضرت ابو بکرؓ سے بیعت سے زیادہ کار آمد مناسب نہ پایا (اور میں نے حضرت ابو بکر صدیقؓ سے بیعت کا سلسلہ ایک دم اس لئے شروع کر دیا) کیونکہ ہمیں ڈر تھا کہ بیعت کے بغیر ہم ان انصار کو یہاں چھوڑ کر چلے گئے تو یہ ہمارے بعد کسی نہ کسی سے بیعت ہو جائیں گے۔ پھر ہمیں (ان کا ساتھ دینے کے لئے) یا تو ناپسندیدہ صورت حال کے باوجود ان سے بیعت ہونا پڑے گا یا ہمیں ان کی مخالفت کرنی پڑے گی تو فساد کھڑا ہو جائے گا (لہذا اب قاعدہ کلیہ سن لو) جو آدمی مسلمانوں سے مشورہ کئے بغیر کسی امیر سے بیعت ہو جائے گا تو اس کی یہ بیعت شرعاً معتبر نہ ہو گی اور نہ اس امیر کی بیعت کی کوئی حیثیت ہو گی۔ بلکہ اس بات کا ڈر ہے کہ (ان دونوں کے بارے میں حکم شرعی یہ ہو کہ اگر یہ حق بات نہ مانیں تو ان) دونوں کو قتل کر دیا جائے۔ حضرت زہری حضرت عروہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے نقل کرتے ہیں کہ وہ دو آدمی جو حضرت ابو بکر اور حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما کو راستہ میں ملے تھے وہ حضرت عویم بن ساعدہ اور حضرت معن بن عدی رضی اللہ تعالیٰ عنہما تھے اور حضرت سعید بن مسیب رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ جن صاحب نے کہا تھا کہ اس مسئلہ کا میرے پاس بہترین حل ہے وہ حضرت حباب بن منذر

رضی اللہ تعالیٰ عنہ تھے۔[۱]

حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ حضرات صحابہ کرام کا قصہ اس طرح ہوا کہ حضور ﷺ کا انتقال ہوا۔ تو ہم سے ایک آدمی نے آ کر کہا کہ انصار سقیفہ بنی ساعدہ میں حضرت سعد بن عبادہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے پاس جمع ہو چکے ہیں اور وہ بیعت ہونا چاہتے ہیں۔ یہ سن کر میں، حضرت ابوبکر رضی اللہ تعالیٰ عنہ اور حضرت ابوعبیدہ بن جراح رضی اللہ تعالیٰ عنہ گھبرا کر ان کی طرف چل پڑے کہ کہیں یہ انصار اسلام میں نئی بات نہ کھڑی کر دیں۔ راستہ میں ہمیں انصار کے دو آدمی ملے جو بڑے سچے آدمی تھے۔ ایک حضرت عویم بن ساعدہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ دوسرے حضرت معن بن عدی رضی اللہ تعالیٰ عنہ۔ ان دونوں نے کہا آپ لوگ کہاں جا رہے ہیں؟ ہم نے کہا تمہاری قوم (انصار) کے پاس۔ کیونکہ ہمیں ان کی بات پہنچ گئی ہے۔ ان دونوں نے کہا آپ حضرات واپس چلے جائیں کیونکہ آپ لوگوں کی مخالفت ہرگز نہیں کی جا سکتی ہے اور ایسا کوئی کام نہیں کیا جا سکتا ہے جو آپ حضرات کو ناگوار ہو۔ لیکن ہم نے کہا ہم تو ان کے پاس ضرور جائیں گے اور میں (راستہ میں) وہاں جا کر بیان کرنے کیلئے مضمون تیار کرتا جا رہا تھا۔ یہاں تک کہ ہم انصار کے پاس پہنچ گئے تو وہ حضرت سعد بن عبادہ کے اردگرد جمع تھے اور حضرت سعد اپنے تخت پر بیمار پڑے ہوئے تھے۔ جب ہم ان کے مجمع میں پہنچ گئے تو انہوں نے (ہم سے) کہا اے جماعت قریش! ایک امیر ہم میں سے ہو اور ایک امیر آپ لوگوں میں سے ہو اور حضرت حباب بن منذر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے کہا کہ اس مرض کی میرے پاس بہت عمدہ دوا ہے اور اس مسئلہ کا میرے پاس بہترین حل ہے اور اللہ کی قسم اگر تم چاہو تو ہم اس مسئلہ کا فیصلہ جوان اونٹ کی طرح پسندیدہ بنا دیں۔ اس پر حضرت ابوبکر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے کہا آپ سب لوگ اپنی جگہ آرام سے بیٹھے رہیں۔ حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کہتے ہیں کہ میں نے ارادہ کیا کہ کچھ کہوں لیکن حضرت ابوبکر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے کہا اے عمر! تم خاموش رہو اور پھر انہوں نے حمد وثناء کے بعد کہا اے جماعت انصار! اللہ کی قسم! آپ لوگوں کی فضیلت کا اور اسلام میں جس عظیم درجہ تک آپ لوگ پہنچ گئے ہیں اس درجہ کا اور آپ لوگوں کے حق واجب کا ہمیں انکار نہیں ہے لیکن آپ لوگوں کو معلوم ہے کہ اس قبیلہ قریش کو عربوں میں ایک خاص مقام حاصل ہے جو ان کے علاوہ اور کسی کو حاصل نہیں ہے۔ اور عرب اس

---

[۱] اخرجه احمد و رواه مالک ومن طريقه اخرج هذا الحديث الجماعة كذافي البداية (ج ۵ ص ۲۴۵) واخرجه ايضا البخاری وابوعبيد في الغريب والبيهقي وابن ابي شيبة بنحوه مطولا كمافي الكنز (ج ۳ ص ۱۲۸، ۱۳۹)

قبیلہ ہی کے کسی آدمی پر جمع ہوسکیں گے۔ لہذا ہم لوگ امیر ہوں گے اور آپ لوگ وزیر۔ لہذا آپ اللہ سے ڈریں اور اسلام کے شیرازے کو نہ بکھیریں اور آپ لوگ اسلام میں سب سے پہلے نئی بات پیدا کرنے والے نہ بنیں اور ذرا غور سے سنیں! میں نے آپ لوگوں کے لئے ان دو آدمیوں میں سے ایک کو پسند کیا ہے حضرت ابوبکر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے دو آدمیوں سے مجھے اور حضرت ابو عبیدہ بن جراح رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو مراد لیا تھا۔ پھر فرمایا ان دونوں میں سے جس سے بھی آپ لوگ بیعت ہو جائیں وہ قابل اعتماد انسان ہے۔ حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ میں جو بات بھی کہنا پسند کرتا تھا وہ بات حضرت ابوبکر نے کہہ دی تھی سوائے اس آخری بات کے کہ یہ مجھے پسند نہ تھی۔ کیونکہ اللہ کی قسم! مجھے کسی گناہ کے بغیر قتل کیا جائے اور پھر مجھے زندہ کیا جائے پھر مجھے قتل کیا جائے اور پھر مجھے زندہ کیا جائے یہ مجھے اس سے زیادہ پسند ہے کہ میں ایسے لوگوں کا امیر بنوں جن میں حضرت ابوبکر رضی اللہ تعالیٰ عنہ بھی ہوں۔ پھر میں نے کہا اے جماعت انصار! اور اے جماعت مسلمین! حضور ﷺ کے بعد ان کے امر خلافت کے لوگوں میں سے سب سے زیادہ حق دار وہ صاحب ہیں جن کے بارے میں (قرآن مجید میں) ثَانِیَ اثْنَیْنِ اِذْهُمَا فِی الْغَارِ کے الفاظ آئے ہیں اور وہ ہیں حضرت ابوبکر رضی اللہ تعالیٰ عنہ جو ہر نیکی میں کھلے طور پر سب سے سبقت لے جانے والے ہیں۔ پھر میں نے حضرت ابوبکر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا ہاتھ (بیعت ہونے کے لئے) پکڑنا چاہا لیکن ایک انصاری آدمی مجھ پر سبقت لے گئے اور انہوں نے میرے ہاتھ دینے سے پہلے حضرت ابوبکر کے ہاتھ میں ہاتھ دے دیا (اور بیعت ہو گئے) پھر تو لوگوں نے لگاتار بیعت ہونا شروع کر دیا اور حضرت سعد بن عبادہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی طرف سے سب کی توجہ ہٹ گئی۔[1]

حضرت ابن سیرین رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ قبیلہ زریق کے ایک آدمی نے بیان کیا کہ اس دن (یعنی حضور ﷺ کے انتقال کے دن) حضرت ابوبکر رضی اللہ تعالیٰ عنہ اور حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما حجرہ سے نکلے اور انصار کے پاس پہنچے۔ حضرت ابوبکر نے فرمایا اے جماعت انصار! ہمیں تمہارے حق کا انکار نہیں ہے اور نہ ہی کوئی مومن تمہارے حق کا انکار کر سکتا ہے۔ اور اللہ کی قسم! ہم لوگوں نے جو خیر بھی حاصل کی ہے تم اس میں ہمارے برابر کے شریک رہے ہو۔ لیکن عرب کے لوگ قریش ہی کے کسی آدمی (کے خلیفہ بننے) سے راضی اور مطمئن ہو سکیں گے۔ کیونکہ ان کی زبان تمام لوگوں سے زیادہ فصیح ہے اور ان کے

۱۔ عند ابن ابی شیبۃ فی حدیث ابن عباس کذافی کنز العمال (ج ۳ ص ۱۳۹)

چہرے سب سے زیادہ خوبصورت ہیں اور ان کا شہر (مکہ مکرمہ) تمام عرب (کے شہروں) سے افضل ہے اور یہ تمام عربوں سے زیادہ لوگوں کو کھانا کھلانے والے ہیں لہذا حضرت عمر کی طرف آؤ اور ان سے بیعت ہو جاؤ۔ انصار نے کہا نہیں۔ حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے کہا کیوں ؟ (یہ بات حضرت عمر نے اندر کی کہلوانے کے لئے پوچھی تھی ورنہ ان کا خود خلیفہ بننے کا ارادہ نہیں تھا) انصار نے کہا ہمیں خطرہ ہے کہ ہم پر دوسروں کو ترجیح دی جائے گی۔ حضرت عمر نے کہا جب تک میں زندہ رہوں گا اس وقت تک تو تم پر دوسروں کو ترجیح نہیں دی جائے گی۔ آپ لوگ حضرت ابوبکر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے بیعت ہو جائیں۔ حضرت ابوبکر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے کہا تم مجھ سے زیادہ قوی ہو۔ حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے کہا آپ مجھ سے زیادہ افضل ہیں۔ یہی بات دونوں حضرات میں دوسری دفعہ ہوئی۔ جب تیسری مرتبہ حضرت ابوبکر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے کہا تو حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے کہا۔ میری ساری قوت آپ کے ساتھ ہو گی اور پھر آپ کو مجھ پر فضیلت بھی حاصل ہے۔ چنانچہ لوگ حضرت ابوبکر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے بیعت ہو گئے۔ حضرت ابوبکر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی بیعت کے وقت کچھ لوگ حضرت ابو عبیدہ بن جراح رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی پاس (بیعت ہونے) آئے۔ حضرت ابو عبیدہ نے کہا تم میرے پاس آرہے ہو حالانکہ تم میں وہ صاحب بھی ہیں جن کے بارے میں (قرآن مجید میں) ثانی اثنین کے الفاظ ہیں (یعنی حضرت ابوبکر رضی اللہ تعالیٰ عنہ)۔[1]

حضرات صحابہ کرام کا امر خلافت میں حضرت ابوبکرؓ کو مقدم سمجھنا اور ان کی خلافت پر راضی ہونا اور جس آدمی نے ان میں توڑ پیدا کرنا چاہا صحابہ کرام کا اسے رد کر دینا

حضرت مسلم رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ حضرت ابوبکرؓ نے حضرت ابو عبیدہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو پیغام بھیجا کہ آؤ میں تمہیں (حضور ﷺ) کا خلیفہ بنا دوں کیونکہ میں نے حضور ﷺ کو یہ فرماتے ہوئے سنا ہے کہ ہر امت کے لئے ایک امین ہوتا ہے اور آپ اس امت کے امین ہیں۔ حضرت ابو عبیدہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے کہا میں اس آدمی سے آگے نہیں بڑھ سکتا جسے

۱۔ عند ابن ابی شیبة کذافی الکنز (ج ۳ ص ۱۴۰)

حضور ﷺ نے (نماز میں) ہمارا امام بننے کا حکم دیا ہو (اور وہ خود آپ ہی ہیں)۔[1]

حضرت ابو البختری رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے حضرت ابو عبیدہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے فرمایا تم اپنا ہاتھ آگے بڑھاؤ تاکہ میں تم سے بیعت ہو جاؤں کیونکہ میں نے حضور ﷺ کو فرماتے ہوئے سنا ہے کہ آپ اس امت کے امین ہیں۔ حضرت ابو عبیدہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے کہا میں اس آدمی سے آگے نہیں بڑھ سکتا ہوں جسے حضور ﷺ نے (نماز میں) ہمارے امام بننے کا حکم دیا ہو اور انہوں نے حضور ﷺ کے انتقال تک ہماری امامت کی ہو۔ (اور وہ حضرت ابو بکر رضی اللہ تعالیٰ عنہ ہیں لہذا میں خلیفہ نہیں بن سکتا)[2] ابن سعد اور ابن جریر نے حضرت ابراہیم تیمی سے اسی جیسی حدیث روایت کی ہے اور اس میں یہ مضمون بھی ہے کہ حضرت ابو عبیدہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے (حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے) کہا جب سے تم اسلام لائے ہو میں نے اس سے پہلے تم سے عاجزی اور غفلت کی بات نہیں دیکھی ہے۔ کیا تم مجھ سے بیعت ہونا چاہتے ہو؟ حالانکہ آپ لوگوں میں وہ صاحب موجود ہیں جو صدیق (اکبر) ہیں اور جو (غار ثور میں) دو میں سے دوسرے تھے یعنی حضور ﷺ کے غار کے ساتھی۔ اور خیثمہ اطرابلسی حضرت حمران رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے نقل کرتے ہیں کہ حضرت عثمان بن عفان رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا کہ حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ تمام لوگوں سے زیادہ امر خلافت کے حق دار ہیں کیونکہ وہ صدیق بھی ہیں اور (ہجرت کے موقع پر غار ثور کے) حضور ﷺ کے ساتھی بھی ہیں اور حضور ﷺ کے صحابی بھی ہیں۔[3]

حضرت سعد بن ابراہیم بن عبدالرحمٰن بن عوف رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ حضرت عبدالرحمٰن بن عوف رضی اللہ تعالیٰ عنہ حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے ساتھ تھے اور حضرت محمد بن مسلمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے حضرت زبیر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی تلوار توڑ دی۔ پھر حضرت ابو بکر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے کھڑے ہو کر لوگوں میں بیان فرمایا اور ان کے سامنے اپنا عذر پیش کیا اور فرمایا اللہ کی قسم! کسی دن یا کسی رات بھی یعنی زندگی بھر کبھی بھی

۱۔ اخرجه ابن عساکر كذافي الكنز (ج ۳ ص ۱۳۶) واخرجه الحاكم (ج ۳ ص ۲۶۷) عن مسلم البطين عن ابي البختري بنحوه وقال صحيح الا سناد ولم يخرجاه وقال الذهبي منقطع . ا ه. واخرجه ابن عساکر و ابن شاهين وغيره هما عن علي بن كثير بنحوه كمافي كنزالعمال (ج ۳ ص ۱۲۶) ۲۔ واخرجه احمد قال الهيثمي (ج ۵ ص ۱۸۳) رجاله رجال الصحيح الا ان ابا البختري لم يسمع من عمر . اه واخرجه ابن عساكر ايضا بنحوه كمافي الكنز (ج ۳ ص ۱۴۰) ۳۔ كذافي كنزالعمال (ج ۳ ص ۱۴۰)

میرے دل میں امارت کی تمنا پیدا نہیں ہوئی اور نہ اس کی خواہش ہوئی اور نہ میں نے کبھی اللہ سے امارت کو چھپ کر یا علی الاعلان مانگا۔ لیکن مجھے (مسلمانوں میں) فتنہ (پیدا ہو جانے) کا ڈر ہوا (کہ اگر میں امارت قبول نہ کرتا تو مسلمانوں میں جوڑ باقی نہ رہتا بلکہ ان میں توڑ پیدا ہو جاتا) اور میرے لئے امارت میں راحت کا کوئی سامان نہیں ہے اور ایک بہت بڑے امر (یعنی امر خلافت) کی ذمہ داری مجھ پر ڈال دی گئی ہے جو میری قوت اور طاقت سے باہر ہے۔ ہاں اللہ تعالیٰ قوت عطا فرمادے (تو پھر وہ ذمہ داری ٹھیک طرح سے ادا ہو سکتی ہے اور میں دل سے یہ چاہتا ہوں کہ لوگوں میں سے جو سب سے زیادہ قوی آدمی ہے وہ آج میری جگہ اس امارت پر آجائے۔ حضرت زبیر رضی اللہ تعالیٰ عنہما نے فرمایا کہ ہمیں تو صرف اس بات پر غصہ آیا تھا کہ ہمیں مشورہ میں شریک نہیں کیا گیا۔ ورنہ ہم اچھی طرح سمجھتے ہیں کہ حضور ﷺ کے بعد لوگوں میں خلافت کے سب سے زیادہ حق دار حضرت ابوبکر رضی اللہ تعالیٰ عنہ ہیں۔ یہ حضور ﷺ کے غار کے ساتھی ہیں اور (قرآن کے الفاظ کے مطابق) یہ ثانی اثنین دو میں سے دوسرے ہیں۔ ہم ان کی شرافت اور بزرگی کو خوب پہنچاتے ہیں اور حضور ﷺ نے اپنی زندگی میں انہیں لوگوں کو نماز پڑھانے کا حکم دیا تھا۔[1]

حضرت سوید بن غفلہؓ فرماتے ہیں کہ حضرت ابو سفیان رضی اللہ تعالیٰ عنہ حضرت علی اور حضرت عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما کے پاس (ان کے گھر) گئے۔ اور یوں کہا اے علی! اور اے عباس! (یہ بتاؤ کہ) یہ خلافت کا کام کیسے قریش کے سب سے زیادہ کم عزت اور سب سے زیادہ چھوٹے خاندان میں چلا گیا۔ اللہ کی قسم! اگر تم چاہو تو میں (ابوبکر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے خلاف) سوار اور پیادہ لشکر سے سارا مدینہ بھر دوں۔ حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا نہیں۔ اللہ کی قسم! میں تو نہیں چاہتا کہ تم (ابوبکر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے خلاف) سوار اور پیادہ لشکر سے سارا مدینہ بھر دو اور اے ابو سفیان! اگر ہم حضرت ابوبکر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو اس خلافت کا اہل نہ سمجھتے تو ہم ہرگز ان کے لئے خلافت کو نہ چھوڑتے بیشک مومن تو ایسے لوگ ہیں کہ سب ایک دوسرے کا بھلا چاہنے والے ہوتے ہیں اور آپس میں ایک دوسرے سے محبت کرنے والے ہوتے ہیں۔ اگرچہ ان کے وطن اور جسم دور ہوں اور منافقین ایسے لوگ ہیں جو ایک دوسرے کو دھوکہ دینے والے ہوتے ہیں۔[2] حضرت ابو احمد دہقان نے اسی کے ہم معنی روایت ذکر کی ہے جس میں مزید یہ مضمون بھی ہے کہ منافقوں کے بدن اور وطن

---

[1] اخرجه الحاكم (ج ٣ ص ٦٦) والبيهقي (ج ٨ ص ١٥٢)

[2] اخرجه ابن عساكر كذافي الكنز (ج ٣ ص ١٤١)

اگرچہ قریب ہوں لیکن وہ ایک دوسرے کو دھوکہ دینے والے ہوتے ہیں۔ اور ہم تو حضرت ابوبکر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے بیعت ہو چکے ہیں اور وہ اس کے اہل ہیں۔[1]

حضرت ابن ابجر رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ جب حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی بیعت ہو گئی تو حضرت ابوسفیان رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو آکر کہا کیا تم لوگوں پر اس خلافت کے بارے میں قریش کا ایک کم درجہ کا گھرانہ غالب آگیا؟ غور سے سنو! اللہ کی قسم! اگر تم چاہو تو میں (ابوبکر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے خلاف) سوار اور پیادہ لشکر سے سارا مدینہ بھر دوں حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا تم زندگی بھر اسلام اور اہل اسلام سے دشمنی کرتے رہے لیکن اس سے اسلام اور اہل اسلام کا کچھ بھی نقصان نہیں ہوا۔ ہم حضرت ابوبکر کو خلافت کا اہل سمجھتے ہیں۔[2]

حضرت مرہ طیب فرماتے ہیں کہ حضرت ابوسفیان بن حرب رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے پاس آکر کہا کہ یہ کیا ہوا؟ کہ خلافت قریش کے سب سے کم درجہ والے اور سب سے کم عزت والے آدمی یعنی حضرت ابوبکر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو مل گئی؟ اللہ کی قسم! اگر تم چاہو تو میں سارے مدینہ کو ابوبکر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے خلاف سوار اور پیادہ لشکر سے بھر دوں۔ حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا اے ابوسفیان! تم اسلام اور اہل اسلام کی بہت دشمنی کر چکے ہو۔ لیکن تمہاری دشمنی سے اسلام اور اہل اسلام کا کچھ بھی نقصان نہیں ہوا۔ ہم نے حضرت ابوبکر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو اس (امر خلافت) کا اہل پایا (تبھی تو ہم ان سے بیعت ہوئے)۔[3]

حضور ﷺ کے پہرے دار حضرت صخر رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ حضور ﷺ کے زمانہ میں حضرت خالد بن سعید بن العاص رضی اللہ تعالیٰ عنہ یمن میں تھے اور جب حضور ﷺ کا انتقال ہوا اس وقت بھی حضرت خالد یمن میں ہی تھے۔ حضور ﷺ کے انتقال کے ایک ماہ بعد حضرت خالد (مدینہ منورہ) آئے۔ انہوں نے دیباج کا ریشمی جبہ پہن رکھا تھا۔ ان کی حضرت عمر بن خطاب اور حضرت علی بن ابی طالب رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے ملاقات ہوئی۔ حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے آس پاس کے لوگوں کو بلند آواز سے کہا اس کے جبہ کو پھاڑ دو۔ کیا یہ ریشم پہن رہا ہے؟ حالانکہ زمانہ امن میں ہمارے مردوں کے لئے اس کا استعمال درست نہیں ہے۔ چنانچہ لوگوں نے ان کا جبہ پھاڑ دیا۔ اس پر حضرت خالد رضی اللہ تعالیٰ عنہ

---

۱ ـ كذافي الكنز (ج ۳ ص ۱٤٠) ۲ ـ اخرجه ابن المبارك عن مالك بن مغول كذافي الاستيعاب (ج ٤ ص ۸۷) ۳ ـ اخرجه الحاكم (ج ۳ ص ۷۸)

نے کہا اے ابو الحسن ! اے بنو عبد مناف ! کیا امر خلافت میں تم لوگ مغلوب ہو گئے ہو ؟ حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا کیا تم اسے ایک دوسرے پر غلبہ پانے کی کوشش سمجھتے ہو یا خلافت ؟ حضرت خالد رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے کہا اے بنو عبد مناف ! تم سے زیادہ حق دار آدمی اس امر خلافت پر غالب نہیں آسکتا (حضرت ابو بکر رضی اللہ تعالیٰ عنہ تو بنو عبد مناف میں سے نہیں ہیں اس لئے وہ کیسے خلیفہ بن گئے ؟ چونکہ حضرت خالد رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی یہ بات مسلمانوں میں اختلاف کا سبب بن سکتی تھی اس وجہ سے سمجھانے کے لئے) حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے حضرت خالد رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے کہا اللہ تیرے دانتوں کو توڑ کر گرادے۔ اللہ کی قسم ! تم نے جو بات کہی ہے جھوٹے آدمی اس کے بارے میں سوچ بچار کرتے رہیں گے اور پھر صرف اپنا ہی نقصان کریں گے۔[1]

حضرت خالد بن سعید بن العاصؓ کی صاحبزادی حضرت ام خالد کہتی ہیں حضرت ابو بکر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی بیعت ہو جانے کے بعد میرے والد یمن سے مدینہ آئے تو انہوں نے حضرت علی اور حضرت عثمانؓ سے کہا اے بنو عبد مناف ! کیا تم اس بات پر راضی ہو گئے ہو کہ دوسرے لوگ اس امر خلافت میں تمہارے والی بنیں ؟ یہ بات حضرت عمرؓ نے حضرت ابو بکر کو پہنچائی لیکن حضرت ابو بکرؓ نے اس سے کوئی اثر نہ لیا البتہ حضرت عمر نے حضرت خالدؓ کی اس بات سے اثر لے کر اسے دل میں بٹھالیا۔ چنانچہ حضرت خالدؓ نے حضرت ابو بکرؓ سے تین ماہ تک بیعت نہ کی۔ اس کے بعد ایک مرتبہ دوپہر کے وقت حضرت ابو بکرؓ کا حضرت خالدؓ کے پاس سے گزر ہوا حضرت خالدؓ اس وقت اپنے گھر میں تھے۔ حضرت ابو بکر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے ان کو سلام کیا۔ حضرت خالدؓ نے ان سے کہا کیا آپ چاہتے ہیں کہ میں آپ سے بیعت ہو جاؤں ؟ حضرت ابو بکرؓ نے (اپنی طرف متوجہ نہ کیا بلکہ عام مسلمانوں کی طرف متوجہ کرتے ہوئے) کہا جس صلح میں تمام مسلمان داخل ہوئے ہیں میں چاہتا ہوں تم بھی اس میں داخل ہو جاؤ۔ حضرت خالدؓ نے کہا آج شام کا آپ سے وعدہ ہے۔ میں آپ سے شام کو بیعت ہو جاؤں گا چنانچہ شام کو حضرت خالدؓ آئے اس وقت حضرت ابو بکر رضی اللہ تعالیٰ عنہ منبر پر بیٹھے ہوئے تھے۔ حضرت خالدؓ ان سے بیعت ہو گئے۔ ان کے بارے میں حضرت ابو بکر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی رائے اچھی تھی اور حضرت ابو بکرؓ ان کی تعظیم کرتے تھے۔ چنانچہ جب حضرت ابو بکرؓ شام کی طرف لشکر روانہ فرمانے لگے تو انہوں نے حضرت خالدؓ کو مسلمانوں کا

[1] اخرجه الطبری (ج ٤ ص ٢٨) و اخرجه سيف و ابن عساكر مختصر اكما فى الكنز (ج ٨ ص ٥٩)

امیر بنا کر انہیں امارت کا جھنڈا دے دیا۔ حضرت خالدؓ وہ جھنڈا لے کر اپنے گھر گئے۔ (جب حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو اس کا پتہ چلا تو) حضرت عمرؓ نے (اس بارے میں) حضرت ابو بکرؓ سے گفتگو کی اور کہا کہ آپ حضرت خالد رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو امیر بنا رہے ہیں حالانکہ انہوں نے ہی (آپ کے خلیفہ بننے کے خلاف) وہ بات کہی تھی۔ حضرت عمرؓ بار بار حضرت ابو بکر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو اپنی بات کہتے رہے۔ یہاں تک کہ حضرت ابو بکرؓ نے (ان کی رائے کو قبول کر لیا اور حضرت خالدؓ کو امارت سے ہٹانے کا فیصلہ کر لیا اور اس کے لئے) حضرت ابو اروی دوسی کو (حضرت خالدؓ کے پاس یہ پیغام دے کر بھیجا کہ رسول اللہ ﷺ کے خلیفہ آپ سے کہہ رہے ہیں کہ ہمارا (امارت والا) جھنڈا ہمیں واپس کر دو۔ چنانچہ انہوں نے وہ جھنڈا نکال کر حضرت ابو اروی کو دے دیا اور کہا کہ نہ تمہارے امیر بنانے سے ہمیں کوئی خوشی ہوئی تھی اور نہ اب تمہارے معزول کرنے سے ہمیں کوئی رنج و صدمہ ہوا ہے اور قابل ملامت تو آپ کے علاوہ کوئی اور ہے (یہ حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی طرف اشارہ ہے) حضرت ام خالد کہتی ہیں کہ ابھی کچھ وقت نہ گزرا تھا کہ حضرت ابو بکر رضی اللہ تعالیٰ عنہ میرے والد کے پاس آکر ان سے معذرت کرنے لگے اور وہ انہیں قسم دے کر کہہ رہے تھے کہ وہ کبھی حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا برائی سے تذکرہ نہ کریں۔ چنانچہ میرے والد مرتے دم تک حضرت عمر کے لئے دعائے خیر کرتے رہے۔[1]

حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا فرماتی ہیں کہ میرے والد سواری پر سوار ہو کر تلوار سونتے ہوئے ذی القصہ مقام کی طرف نکلے۔ حضرت علی بن ابی طالب رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے آکر ان کی سواری کی لگام پکڑی اور کہا اے رسول اللہ کے خلیفہ! آپ کہاں جا رہے ہیں؟ میں آج آپ سے وہی بات کہتا ہوں جو حضور ﷺ نے غزوہ احد کے دن آپ کو فرمائی تھی کہ آپ اپنی تلوار کو میان میں رکھ لیں اور آپ (زخمی یا شہید ہو کر) ہمیں اپنے بارے میں پریشان نہ کریں۔ کیونکہ اللہ کی قسم! اگر ہمیں آپ (کی موت) کا صدمہ پہنچا تو پھر آپ کے بعد کبھی بھی اسلام کا نظام باقی نہیں رہ سکے گا۔ چنانچہ میرے والد خود واپس آگئے اور لشکر کو روانہ کر دیا۔[2]

---

[1] اخرجه ابن سعد (ج ٤ ص ٩٧)
[2] اخرجه الساجی كذافي الكنز (ج ٣ ص ١٤٣) واخرجه الدار قطنی ایضاً بنحوه كمافي البداية (ج ٦ ص ٣١٥)

خلافت لوگوں کو واپس کرنا

حضرت ابو بکر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا اے لوگو! اگر تمہارا یہ گمان ہے کہ میں نے تمہاری یہ خلافت اس لئے لی ہے کہ مجھے اس کے لینے کا شوق تھا یا میں تم پر اور مسلمانوں پر فوقیت حاصل کرنا چاہتا تھا تو ایسی بات ہرگز نہیں ہے۔ اس ذات کی قسم جس کے قبضہ میں میری جان ہے۔ میں نے یہ خلافت نہ تو اپنے شوق سے لی ہے اور نہ تم پر اور نہ کسی مسلمان پر فوقیت حاصل کرنے کے لئے لی ہے۔ اور (زندگی بھر) نہ کسی رات میں نہ کسی دن میں میرے دل میں اس کی طلب پیدا ہوئی اور نہ کبھی چھپ کر اور نہ کبھی علی الاعلان میں نے اللہ سے اسے مانگا ہے اور میں نے بڑی بھاری ذمہ داری اٹھائی ہے جس کی مجھ میں طاقت نہیں ہے ہاں اگر اللہ میری مدد فرمائے (تو اور بات ہے) میں تو یہ چاہتا ہوں کہ حضور ﷺ کا کوئی صحابی اس خلافت کو سنبھال لے بشرطیکہ وہ اس میں انصاف سے کام لے۔ لہٰذا یہ خلافت میں تمہیں واپس کرتا ہوں اور تمہاری مجھ سے بیعت ختم۔ تم جسے چاہو اسے خلافت دے دو میں تم میں کا ایک آدمی بن کر رہوں گا۔[1]

حضرت عیسیٰ ابن عطیہ کہتے ہیں حضرت ابو بکر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اپنی بیعت سے اگلے دن کھڑے ہو کر لوگوں میں بیان فرمایا اے لوگو! (میرے خلیفہ بنانے کے بارے میں) تمہاری جو رائے ہے وہ میں نے تم کو واپس کر دی ہے۔ کیونکہ میں تمہارا بہترین آدمی نہیں ہوں۔ تم اپنے بہترین آدمی سے بیعت ہو جاؤ۔ تمام لوگوں نے کھڑے ہو کر کہا اے رسول اللہ ﷺ کے خلیفہ! اللہ کی قسم! آپ ہمارے بہترین آدمی ہیں۔ پھر حضرت ابو بکر نے فرمایا اے لوگو! لوگ اسلام میں خوشی اور ناخوشی (دونوں طرح) داخل ہوئے ہیں لیکن اب وہ سب اللہ کی پناہ اور اس کے پڑوس میں ہیں اس لئے تم اس کی پوری کوشش کرو کہ اللہ تعالیٰ تم سے اپنی ذمہ داری کا کچھ بھی مطالبہ نہ کرے۔ (یعنی کسی مسلمان کو کسی طرح کی تکلیف نہ پہنچاؤ) میرے ساتھ بھی ایک شیطان رہتا ہے۔ جب تم دیکھو کہ مجھے غصہ آگیا ہے تو پھر تم مجھ سے الگ ہو جاؤ کہیں میں تمہارے بالوں یا کھالوں کو تکلیف نہ پہنچا دوں۔ اے لوگو! اپنے غلاموں کی آمدن کی تحقیق کر لیا کرو (کہ حلال ہے یا حرام) اس لئے کہ جس گوشت کی پرورش حرام مال سے ہو وہ جنت میں داخل ہونے کے لائق نہیں۔ غور سے سنو! اپنی نگاہوں سے میری نگرانی کرو۔ اگر میں سیدھا چلوں تو تم میری مدد کرو۔ اور اگر میں ٹیڑھا چلوں تو تم مجھے سیدھا کر دو۔

---

[1] اخرجه ابو نعيم في فضائل الصحابة كذافي الكنز (ج ۳ ص ۱۳۱)

اگر میں اللہ کی اطاعت کروں تو تم میری بات مانو اور اگر میں اللہ کی نافرمانی کروں تو تم میری بات نہ مانو۔[1]

حضرت ابو الحجاف کہتے ہیں کہ جب حضرت ابو بکرؓ سے لوگوں نے بیعت کر لی تو انہوں نے تین دن تک اپنا دروازہ بند کئے رکھا اور روزانہ باہر آکر لوگوں سے کہتے تھے اے لوگو! میں نے تم کو تمہاری بیعت واپس کر دی ہے۔ لہذا اب تم جس سے چاہو بیعت ہو جاؤ اور ہر مرتبہ حضرت علی بن ابی طالب رضی اللہ تعالیٰ عنہ کھڑے ہو کر کہتے نہ ہم آپ کی بیعت واپس کرتے ہیں اور نہ آپ سے بیعت کی واپسی کا مطالبہ کرتے ہیں۔ حضور ﷺ نے (اپنی زندگی میں مسلمانوں کی امامت کیلئے) آپ کو آگے بڑھایا تھا۔ اب کون آپ کو پیچھے کر سکتا ہے۔[2]

حضرت زید بن علی اپنے آباء (یعنی بڑوں) رضی اللہ تعالیٰ عنہم سے نقل کرتے ہیں کہ حضرت ابو بکر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے رسول اللہ ﷺ کے منبر پر کھڑے ہو کر تین مرتبہ فرمایا کیا کوئی میری بیعت کو ناپسند سمجھنے والا ہے تاکہ میں اس کی بیعت واپس کر دوں؟ اور ہر مرتبہ حضرت علی بن ابی طالب رضی اللہ تعالیٰ عنہ کھڑے ہو کر کہتے نہ ہم آپ کی بیعت واپس کرتے ہیں اور نہ آپ سے بیعت کی واپسی کا مطالبہ کرتے ہیں۔ جب رسول اللہ ﷺ نے آپ کو آگے بڑھایا ہے تو اب آپ کو کون پیچھے کر سکتا ہے۔[3]

کسی دینی مصلحت کی وجہ سے خلافت قبول کرنا

حضرت رافع بن ابو رافع کہتے ہیں کہ جب لوگوں نے حضرت ابو بکر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو خلیفہ بنا لیا تو میں نے کہا یہ تو میرے وہی ساتھی ہیں جنہوں نے مجھے حکم دیا تھا کہ میں دو آدمیوں کا بھی امیر نہ بنوں (اور خود سارے مسلمانوں کے امیر بن گئے ہیں) چنانچہ میں (اپنے گھر سے) چل کر مدینہ پہنچا اور میں نے حضرت ابو بکر کے سامنے آکر ان سے عرض کیا۔ اے ابو بکر! کیا آپ مجھ کو پہچانتے ہیں؟ حضرت ابو بکر نے کہا ہاں۔ میں نے کہا کیا آپ کو وہ بات یاد ہے جو آپ نے مجھے کہی تھی؟ کہ میں دو آدمیوں کا بھی امیر نہ بنوں اور آپ خود ساری امت کے امیر بن گئے ہیں (یعنی آپ نے جو مجھے نصیحت کی تھی خود اس کے خلاف عمل کر رہے ہیں) حضرت ابو بکر نے فرمایا رسول اللہ ﷺ دنیا سے تشریف لے گئے تھے اور لوگ زمانہ کفر

---

[1] عند الطبرانی کذافی الکنز (ج ۳ ص ۱۳۵) قال الهیثمی (ج ۵ ص ۱۸٤) وفیه سلیمان وهو ضعیف و عیسی بن عطیة لم اعرفه انتهی

[2] عند العشاری کذافی الکنز (ج ۳ ص ۱٤۱)

[3] اخرجه ابن النجار کذافی الکنز (ج ۳ ص ۱٤۰)

کے قریب تھے، (کچھ عرصہ پہلے ہی انہوں نے کفر چھوڑا تھا) مجھے اس بات کا ڈر ہوا کہ (اگر میں خلیفہ نہ بنا تو) لوگ مرتد ہو جائیں گے اور ان میں اختلاف ہو جائے گا۔ مجھے خلافت نا پسند تھی لیکن میں نے (امت کے فائدے کی وجہ سے) قبول کر لی اور میرے ساتھی برابر مجھ پر تقاضا کرتے رہے۔ حضرت ابو بکرؓ اپنے اعذار بیان فرماتے رہے یہاں تک کہ میرا دل مان گیا کہ واقعی یہ (خلافت کے قبول کرنے میں) معذور ہیں۔[1]

خلافت قبول کرنے پر غمگین ہونا

آلِ ربیعہ کے ایک شخص کہتے ہیں کہ ان کو یہ بات پہنچی کہ جب حضرت ابو بکر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو خلیفہ بنایا گیا تو وہ غمگین ہو کر اپنے گھر میں بیٹھ گئے۔ حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ ان کی خدمت میں گھر حاضر ہوئے تو حضرت ابو بکر رضی اللہ تعالیٰ عنہ ان کو ملامت کرنے لگے اور کہنے لگے تم نے مجھے خلافت قبول کرنے پر مجبور کیا تھا اور حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے شکایت کی کہ وہ لوگوں کے درمیان فیصلہ کیسے کریں؟ تو ان سے حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے کہا کیا آپ کو معلوم نہیں کہ حضور ﷺ نے فرمایا ہے کہ والی و حاکم جب (صحیح طریقے سے) محنت کرتا ہے اور حق تک پہنچ جاتا ہے تو اسے دو اجر ملتے ہیں اور اگر (صحیح طریقے سے) محنت کرے لیکن حق تک نہ پہنچ سکے تو اسے ایک اجر ملتا ہے (یہ حدیث سنا کر) حضرت عمرؓ نے گویا حضرت ابو بکر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا غم ہلکا کر دیا۔[2]

حضرت عبد الرحمٰن بن عوف رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں حضرت ابو بکر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اپنے مرض الوفات میں ان سے فرمایا مجھے صرف اس پر افسوس ہے کہ میں نے تین کام کیے۔ اے کاش میں ان کو نہ کرتا اور تین کام میں نے نہیں کیے اور اے کاش میں انہیں کر لیتا اور میں تین باتیں حضور ﷺ سے پوچھ لیتا۔ آگے حدیث بیان کی۔ پھر یہ مضمون ہے۔ میں یہ چاہتا ہوں کہ میں خلافت کا بوجھ سقیفہ بنی ساعدہ کے دن حضرت ابو عبیدہ بن جراح رضی اللہ تعالیٰ عنہ اور حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ میں سے کسی ایک کے کندھے پر ڈال دیتا۔ وہ امیر ہوتے اور میں ان کا وزیر و مشیر ہوتا اور میں چاہتا ہوں کہ جب میں نے حضرت خالد رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو ملک شام بھیجا تھا تو اس وقت میں حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو عراق بھیج دیتا۔ اس طرح میں اپنے دائیں بائیں دونوں ہاتھ اللہ کے راستے میں پھیلا دیتا۔

---

[1] اخرجه ابن راهويه والعدني والبغوي و ابن خزيمة كذافي الكنز (ج ۳ ص ۱۲۵)

[2] اخرجه ابن راهويه و خيثمة في فضائل الصحابة وغيرهما كذافي الكنز (ج ۳ ص ۱۳۵)

اور وہ تین باتیں جنہیں حضور ﷺ سے پوچھنے کی میرے دل میں تمنا رہ گئی ان میں سے ایک یہ ہے کہ میں حضور ﷺ سے پوچھ لیتا کہ یہ امر خلافت کن میں رہے گا؟ تاکہ اہل خلافت سے کوئی جھگڑا نہ کر سکتا اور میں چاہتا ہوں کہ حضور ﷺ سے یہ بھی پوچھ لیتا کہ کیا اس خلافت میں انصار کا بھی کچھ حصہ ہے؟[1]

امیر کا کسی کو اپنے بعد خلیفہ بنانا

حضرت ابو سلمہ بن عبدالرحمٰن اور دیگر حضرات بیان کرتے ہیں کہ جب حضرت ابو بکرؓ کی بیماری بڑھ گئی اور ان کی وفات کا وقت قریب آگیا تو حضرت عبدالرحمٰن بن عوفؓ کو بلایا اور ان سے فرمایا مجھے حضرت عمرؓ بن خطاب کے بارے میں بتاؤ کہ وہ کیسے ہیں؟ حضرت عبدالرحمٰنؓ نے عرض کیا آپ جس آدمی کے بارے میں مجھ سے پوچھ رہے ہیں آپ اس کو مجھ سے زیادہ جانتے ہیں حضرت ابو بکرؓ نے فرمایا چاہے میں تم سے زیادہ جانتا ہوں لیکن پھر بھی تم بتاؤ۔ حضرت عبدالرحمٰنؓ نے عرض کیا جتنے آدمیوں کو آپ خلافت کا اہل سمجھتے ہیں یہ حضرت عمرؓ ان سب سے افضل ہیں۔ پھر حضرت ابو بکرؓ نے حضرت عثمان بن عفانؓ کو بلایا اور ان سے فرمایا تم مجھے حضرت عمرؓ کے بارے میں بتاؤ۔ حضرت عثمانؓ نے کہا آپ ان کو ہم سب سے زیادہ جانتے ہیں حضرت ابو بکرؓ نے فرمایا اے ابو عبداللہ! (یہ حضرت عثمان کی کنیت ہے) پھر بھی۔ تب حضرت عثمانؓ بن عفان نے عرض کیا اللہ کی قسم! جہاں تک میں جانتا ہوں ان کا باطن ان کے ظاہر سے بہتر ہے اور ہم میں ان جیسا کوئی نہیں ہے۔ حضرت ابو بکرؓ نے فرمایا اللہ آپ پر رحم فرمائے۔ اللہ کی قسم! اگر میں ان کو چھوڑ دیتا (یعنی ان کو خلیفہ نہ بناتا) تو میں تم سے آگے نہ بڑھتا (یعنی تم کو خلیفہ بناتا کسی اور کو نہ بناتا) حضرت ابو بکرؓ نے ان دو حضرات کے علاوہ حضرت سعید بن زید ابوالاعورؓ اور حضرت اسید بن حضیر رضی اللہ عنہ اور دیگر حضرات مہاجرین و انصار سے مشورہ کیا۔ حضرت اسیدؓ نے کہا اللہ کی قسم! میں ان کو آپ کے بعد سب سے بہتر سمجھتا ہوں۔ جن کاموں سے اللہ تعالیٰ خوش ہوتے ہیں ان ہی کاموں سے وہ (عمرؓ) بھی خوش ہوتے ہیں اور جن کاموں سے اللہ ناراض ہوتے ہیں ان سے وہ بھی ناراض ہوتے ہیں ان کا باطن ان کے ظاہر سے زیادہ اچھا ہے۔ خلافت کے لئے ان سے زیادہ طاقتور اور کوئی والی نہیں ہو سکتا۔

۱۔ اخرجہ ابو عبید و العقیلی و الطبرانی وابن عساکر و سعید بن منصور وغیر هم کذافی الکنز (ج ۳ ص ۱۳۵) قال الهیثمی (ج ۵ ص ۲۰۳) وفیه علوان بن داؤد البجلی وهو ضعیف و هذا الاثر مما انکر علیه.

حضور ﷺ کے بعض صحابہ نے یہ سنا کہ حضرت عبدالرحمٰن رضی اللہ تعالیٰ عنہ اور حضرت عثمان رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے حضرت ابو بکر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی خدمت میں حاضر ہو کر تنہائی میں کچھ بات کی ہے۔ چنانچہ یہ حضرات حضرت ابو بکر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور ان میں سے ایک صاحب نے حضرت ابو بکر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے عرض کیا کہ آپ حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی سختی کو جانتے ہی ہیں اور آپ ان کو ہمارا خلیفہ بنا رہے ہیں۔ اس بارے میں جب آپ کا پروردگار آپ سے پوچھے گا تو آپ اس کا کیا جواب دیں گے؟ اس پر حضرت ابو بکر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا ذرا مجھے بٹھا دو۔ کیا تم مجھے اللہ سے ڈراتے ہو؟ جو تمہارے معاملہ میں ظلم کو توشہ بنا کر لے جائے وہ نامراد ہو۔ میں اپنے پروردگار سے کہوں گا اے اللہ! جو تیری مخلوق میں سب سے بہترین تھا میں نے اسے مسلمانوں کا خلیفہ بنایا تھا۔ میں نے جو بات کہی ہے۔ وہ میری طرف سے اپنے پیچھے کے تمام لوگوں کو پہنچا دینا۔ اس کے بعد حضرت ابو بکر لیٹ گئے اور حضرت عثمان رضی اللہ تعالیٰ عنہ بن عفان کو بلا کر فرمایا لکھو۔

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

یہ وہ معاہدہ ہے جو ابو بکر بن ابی قحافہ نے دنیا کی زندگی میں دنیا سے رخصت ہوتے ہوئے اور آخرت کے زمانہ میں داخل ہوتے ہوئے کیا ہے۔ جب کہ کافر مومن ہو جاتا ہے اور فاجر کو بھی یقین آجاتا ہے اور جھوٹا سچ بولنے لگتا ہے۔ میں نے عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ بن خطاب کو اپنے بعد تمہارا خلیفہ بنایا ہے تم ان کو سنو اور ان کی بات مانو۔ میں نے اللہ اور اس کے رسول ﷺ، اس کے دین، اور اپنی ذات اور تمہارے ساتھ بھلائی کرنے میں کوئی کمی نہیں کی ہے اگر (خلیفہ بن کر) عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے عدل سے کام لیا۔ تو یہی میرا ان کے بارے میں گمان ہے اور اسی کا مجھے ان کے بارے میں علم ہے اور اگر وہ بدل گئے تو ہر آدمی جو گناہ کمائے گا۔ اسی کا بدلہ پائے گا۔ میں نے تو خیر ہی کا ارادہ کیا ہے۔ اور مجھے غیب کا علم نہیں وَسَيَعْلَمُ الَّذِينَ ظَلَمُوا أَيَّ مُنقَلَبٍ يَنقَلِبُونَ اور عنقریب ان لوگوں کو معلوم ہو جائے گا جنہوں نے (حقوق اللہ وغیرہ میں) ظلم کر رکھا ہے کہ کیسی جگہ ان کو لوٹ کر جانا ہے۔ والسلام علیکم ورحمۃ اللہ۔

پھر حضرت ابو بکر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے حکم فرمایا تو حضرت عثمان رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اس تحریر پر مہر لگادی۔ پھر بعض راوی یہ بھی کہتے ہیں کہ جب حضرت ابو بکر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اس تحریر کا ابتدائی حصہ لکھوایا تو حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا ذکر ابھی باقی رہ گیا

تھا اور کسی کا نام لکھوانے سے پہلے حضرت ابو بکر رضی اللہ تعالیٰ عنہ بے ہوش ہو گئے تھے۔ تو حضرت عثمان رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اپنی طرف سے لکھ دیا کہ میں نے تم پر حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو خلیفہ مقرر کیا ہے۔ اس کے بعد حضرت ابو بکر رضی اللہ تعالیٰ عنہ جب ہوش میں آئے تو فرمایا آپ نے جو لکھا ہے وہ مجھے سنائیں۔ انہوں نے حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا نام پڑھ کر سنایا حضرت ابو بکر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے کہا اللہ اکبر اور فرمایا کہ میرا خیال یہ ہے کہ (آپ نے حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا نام خود اس لئے لکھ دیا کہ ان کا نام لکھوائے بغیر) اگر اس بے ہوشی میں میری روح پرواز کر جاتی تو آپ کو خطرہ تھا کہ لوگوں میں (خلیفہ کے بارے میں) اختلاف ہو جاتا۔ اللہ تعالیٰ آپ کو اسلام اور اہل اسلام کی طرف سے بہترین بدلہ عطا فرمائے۔ اللہ کی قسم! آپ بھی اس (خلافت) کے اہل ہیں۔ پھر حضرت ابو بکر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے حکم دینے پر حضرت عثمان رضی اللہ تعالیٰ عنہ اس معاہدہ نامہ پر مہر لگا کر باہر نکلے اور حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ بن خطاب اسید رضی اللہ تعالیٰ عنہ بن سعید قرظی ان کے ساتھ تھے۔ حضرت عثمان رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے لوگوں سے کہا جس آدمی کا نام اس میں ہے کیا تم اس سے بیعت کرو گے؟ لوگوں نے کہا جی ہاں اور بعض لوگوں نے کہا ہمیں اس آدمی کا نام معلوم ہے اور وہ عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ ہے۔ لبن سعد رضی اللہ تعالیٰ عنہ کہتے ہیں کہ یہ بات حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے کہی تھی۔ چنانچہ تمام لوگوں نے (حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے بیعت کا) اقرار کیا اور وہ سب اس پر راضی تھے اور سب بیعت ہو گئے۔ پھر حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو حضرت ابو بکر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے تنہائی میں بلایا اور ان کو بہت سی وصیتیں کیں۔ پھر حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ ان کے پاس سے چلے گئے۔ پھر حضرت ابو بکر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اپنے دونوں ہاتھ اوپر اٹھائے اور یہ دعا مانگی اے اللہ! میں نے اپنے اس عمل سے مسلمانوں کے فائدے اور بھلائی کا ہی ارادہ کیا ہے۔ مجھے ڈر تھا کہ (میں اگر عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو خلیفہ نہ بناتا تو) مسلمان میرے بعد فتنہ میں مبتلا ہو جائیں گے۔ (مسلمانوں کے فائدہ کے لئے) میں نے یہ کام کیا ہے جسے آپ اچھی طرح جانتے ہیں اور صحیح فیصلہ کرنے کے لئے میں نے اپنی پوری کوشش کی ہے اور جو ان میں سب سے بہترین آدمی تھا سب سے زیادہ طاقتور تھا اور مسلمانوں کے فائدے کو سب سے زیادہ چاہنے والا تھا اسے میں نے ان کا والی بنایا ہے اور میرے لئے آپ کا مقرر کردہ موت کا وقت آچکا ہے۔ اے اللہ! تو ان میں میرا خلیفہ ہو جا۔ یہ سب تیرے بندے ہیں۔ ان کی پیشانیاں تیرے ہاتھ میں ہیں ان کے لئے ان کے والی کو صالح بنا دے اور اسے اپنے ان خلفاء راشدین

میں سے کر دے جو بنی رحمت کے طریقہ کا اور ان کے بعد کے صالحین کے طریقہ کا اتباع کرے اور اس کے لئے اس کی رعیت کو صالح بنادے۔[1]

حضرت حسن رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں جب حضرت ابو بکر رضی اللہ تعالیٰ عنہ بہت زیادہ بیمار ہو گئے اور ان کو اپنے بارے میں موت کا یقین ہو گیا تو انہوں نے لوگوں کو اپنے پاس جمع کیا اور ان سے فرمایا جو کچھ میرا حال ہے وہ تم دیکھ رہے ہو۔ میرا گمان تو یہی ہے کہ میری موت کا وقت قریب آگیا ہے اور اللہ تعالیٰ نے تمہارے عہد و پیمان کو میری بیعت سے اٹھالیا ہے اور میرے بندھن کو تم سے کھول دیا ہے اور تمہارے امر (خلافت) کو تمہاری طرف واپس کر دیا ہے۔ اب تم جسے چاہو اپنا امیر بنالو۔ کیونکہ اگر تم میری زندگی میں اپنا امیر بنالو گے تو میرے بعد تمہارا آپس میں اختلاف نہیں ہو سکے گا۔ چنانچہ لوگ اس مقصد کے لئے کھڑے ہو گئے اور حضرت ابو بکر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو تنہائی میں چھوڑ گئے لیکن اس بارے میں کوئی بات طے نہ ہو سکی اور لوگوں نے واپس آکر حضرت ابو بکر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے کہا اے خلیفہ رسول اللہ! آپ ہی ہمارے لئے اپنی رائے سے کسی امیر کا فیصلہ کر دیں۔ حضرت ابو بکر نے کہا شاید تم میرے فیصلہ سے اختلاف کرو۔ لوگوں نے کہا بالکل نہیں کریں گے۔ حضرت ابو بکر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے کہا میں تمہیں اللہ کی قسم دے کر کہتا ہوں کہ میں جو فیصلہ کروں تم اس پر راضی رہنا۔ تمام لوگوں نے کہا جی بالکل راضی ہیں۔ حضرت ابو بکر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے کہا مجھے کچھ مہلت دو تاکہ میں سوچ لوں کہ اللہ اور اس کے دین اور اس کے بندوں کا فائدہ کس میں ہے؟ چنانچہ حضرت عثمان رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو پیغام دے کر بلایا اور (جب وہ آگئے تو) ان سے فرمایا مجھے مشورہ دو کہ کس آدمی کو امیر بنایا جائے؟ ویسے تو اللہ کی قسم! میرے نزدیک آپ بھی اس امارت کے اہل اور حق دار ہیں۔ حضرت عثمان رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے کہا عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو بنادیں۔ حضرت ابو بکر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا اچھا لکھو۔ حضرت عثمانؓ لکھنے لگے۔ تو جب حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے نام تک پہنچے تو حضرت ابو بکر رضی اللہ تعالیٰ عنہ بے ہوش ہو گئے۔ پھر ان کو افاقہ ہوا تو فرمایا لکھو عمر۔[2]

حضرت عثمان بن عبید اللہ بن عبداللہ بن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہم کہتے ہیں کہ جب حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی وفات کا وقت قریب آیا تو انہوں نے حضرت عثمان بن عفان رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو بلایا اور ان سے اپنا وصیت نامہ لکھوایا۔ لیکن (امارت کے لئے) کسی

---

۱ ۔ اخرجه ابن سعد (ج ۳ ص ۱۹۹) وكذافي الكنز (ج ۳ ص ۱٤٥)

۲ ۔ عند ابن عساكر وسيف

کا نام لکھوانے سے پہلے حضرت ابو بکر بے ہوش ہو گئے۔ حضرت عثمانؓ نے وہاں حضرت عمر بن خطابؓ کا نام لکھ دیا۔ پھر حضرت ابو بکرؓ ہوش میں آگئے تو حضرت عثمانؓ سے پوچھا کہ آپ نے کسی کا نام لکھا ہے؟ حضرت عثمانؓ نے کہا مجھے خطرہ ہوا کہ آپ کا اس بے ہوشی میں انتقال ہو جائے اور بعد میں مسلمانوں میں اختلاف ہو جائے اس لئے میں نے حضرت عمرؓ بن خطاب کا نام لکھ دیا۔ حضرت ابو بکرؓ نے فرمایا اللہ آپ پر رحم فرمائے اگر آپ اپنا نام لکھ دیتے تو آپ بھی اس امارت کے اہل تھے۔ پھر حضرت طلحہ بن عبید اللہؓ حضرت ابو بکرؓ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور کہا جو لوگ میرے پیچھے ہیں میں ان کا قاصد بن کر آیا ہوں وہ کہہ رہے ہیں کہ آپ جانتے ہیں کہ حضرت عمرؓ آپ کی زندگی میں ہم پر کتنی سختی کرتے رہے ہیں اب جب آپ ہمارے امور ان کے حوالے کر دیں گے تو آپ کے بعد نہ معلوم یہ ہم پر کتنی سختی کریں گے اور اللہ تعالیٰ آپ سے ان کے بارے میں پوچھیں گے۔ جو کہہ رہے ہیں اس کے بارے میں آپ غور کرلیں۔ حضرت ابو بکرؓ نے فرمایا مجھے بٹھاؤ۔ کیا تم مجھے اللہ سے ڈراتے ہو؟ جس آدمی نے تمہارے معاملے کے طے کرنے میں وہم سے کام لیا ہو وہ نامراد ہو (یعنی میں نے حضرت عمرؓ کا نام اس یقین کے ساتھ طے کیا ہے کہ وہ تمہارے لئے ہر طرح بہتر ہیں) جب اللہ تعالیٰ مجھ سے پوچھیں گے تو میں کہہ دوں گا کہ میں نے تیری مخلوق پر ان میں سے سب سے بہترین انسان کو اپنا خلیفہ بنایا تھا۔ یہ بات میری طرف سے اپنے پیچھے والے لوگوں کو پہنچا دو۔[1]

حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا فرماتی ہیں جب حضرت ابو بکر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی وفات کا وقت قریب آیا تو انہوں نے حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو اپنا خلیفہ بنایا۔ پھر حضرت علی اور حضرت طلحہ رضی اللہ تعالیٰ عنہم حضرت ابو بکر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے پاس آئے اور کہنے لگے آپ نے کس کو خلیفہ بنایا ہے؟ انہوں نے فرمایا حضرت عمرؓ کو۔ ان دونوں نے کہا آپ اپنے رب کو کیا جواب دیں گے؟ حضرت ابو بکر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا کیا تم دونوں مجھے اللہ سے ڈراتے ہو؟ میں اللہ کو اور حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو تم دونوں سے زیادہ جانتا ہوں۔ میں (اپنے رب سے) کہہ دوں گا میں نے تیری مخلوق میں سے سب سے بہترین آدمی کو ان کا خلیفہ بنایا تھا۔[2]

حضرت زید بن حارث رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں۔ جب حضرت ابو بکر رضی اللہ تعالیٰ عنہ

---

[1] عندالالکائی [2] عند ابن سعد (ج ۳ ص ۱۹۶) کذافی الکنز (ج ۳ ص ۱۴۶) واخرجه البیهقی (ج ۸ ص ۱۴۹) بنحوه عن عائشه رضی اللّٰہ تعالیٰ عنها و ابن جریر (ج ۴ ص ۵۴) بمعناه عن اسماء بنت عمیس رضی اللّٰہ تعالیٰ عنها

کی وفات کا وقت قریب آیا تو انہوں نے خلیفہ بنانے کے لئے پیغام بھیج کر حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو بلایا۔ اس پر لوگوں نے (حضرت ابو بکر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے) کہا آپ ہم پر حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو خلیفہ بنا رہے ہیں جو کہ تند خو اور سخت دل ہیں۔ وہ اگر ہمارے والی بن گئے تو اور زیادہ تند خو اور سخت ہو جائیں گے۔ حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو ہم پر خلیفہ بنا کر جب آپ اپنے رب کو ملیں گے تو کیا جواب دیں گے؟

حضرت ابو بکرؓ نے فرمایا کیا تم لوگ مجھے میرے رب سے ڈراتے ہو؟ میں کہہ دوں گا اے اللہ! میں نے تیری مخلوق میں سب سے بہترین آدمی کو خلیفہ بنایا تھا۔[1]

امر خلافت کی صلاحیت رکھنے والے حضرات کے مشورہ پر امر خلافت کو موقوف کر دینا

حضرت ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں جب ابو لولوہ نے حضرت عمرؓ پر نیزے کے دو وار کئے تو حضرت عمرؓ کو یہ خیال ہوا کہ شاید ان سے لوگوں کے حقوق میں کوئی ایسی کوتاہی ہوئی ہے جسے وہ نہیں جانتے ہیں۔ چنانچہ انہوں نے حضرت ابن عباسؓ کو بلایا۔ حضرت عمرؓ کو ان سے بڑی محبت تھی۔ وہ ان کو اپنے قریب رکھتے تھے اور ان کی بات سنا کرتے تھے اور ان سے فرمایا میں چاہتا ہوں کہ تم یہ پتہ کرو کہ میرا یہ قتل لوگوں کے مشورے سے ہوا ہے؟ چنانچہ حضرت ابن عباسؓ باہر چلے گئے۔ وہ مسلمانوں کی جس جماعت کے پاس سے گزرتے وہ روتے نظر آتے۔ حضرت ابن عباسؓ نے حضرت عمرؓ کی خدمت میں واپس آکر عرض کیا۔ اے امیر المومنین میں جس جماعت کے پاس سے گزرا میں نے ان کو روتے ہوئے پایا۔ ایسا معلوم ہو رہا ہے کہ جیسے آج ان کا پہلا بچہ گم ہو گیا ہو۔ حضرت عمرؓ نے پوچھا مجھے کس نے قتل کیا ہے؟ حضرت ابن عباسؓ نے کہا حضرت مغیرہ بن شعبہؓ کے مجوسی غلام ابو لولوہ نے۔ حضرت ابن عباسؓ کہتے ہیں (جب حضرت عمرؓ کو پتہ چلا کہ ان کا قاتل مسلمان نہیں بلکہ مجوسی ہے) تو میں نے ان کے چہرے پر خوشی کے آثار دیکھے اور کہنے لگے تمام تعریفیں اس اللہ کے لئے ہیں جس نے میرا قاتل ایسے آدمی کو نہیں بنایا جو لا الہ الا اللہ کہہ کر مجھ سے حجت بازی کر سکے۔ غور سے سنو۔ میں نے تم کو کسی عجمی کافر غلام کو یہاں لانے سے منع کیا تھا۔ لیکن تم نے میری بات نہ مانی۔ پھر فرمایا۔ میرے بھائیوں کو بلاؤ۔ لوگوں نے پوچھا وہ کون

---

[1] اخرجه بن ابی شیبة کذافی الکنز (ج ۳ ص ۱۴۶)

ہیں؟ انہوں نے فرمایا حضرت عثمان، حضرت علی، حضرت طلحہ، حضرت زبیر، حضرت عبدالرحمٰن بن عوف اور حضرت سعد بن ابی وقاصؓ۔

ان لوگوں کے پاس آدمی بھیجا۔ پھر اپنا سر میری گود میں رکھ دیا۔ جب وہ حضرت آگئے تو میں نے کہا۔ یہ سب آگئے ہیں تو فرمایا اچھا میں نے مسلمانوں کے معاملہ پر غور کیا ہے۔ میں نے آپ چھ حضرات کو مسلمانوں کا سردار اور قائد پایا ہے اور یہ امر خلافت صرف تم میں ہی ہوگا۔ جب تک تم سیدھے رہو گے اس وقت تک لوگوں کی بات بھی ٹھیک رہے گی۔ اگر مسلمانوں میں اختلاف ہوا تو پہلے تم میں ہوگا۔ جب میں نے سنا کہ حضرت عمرؓ نے آپس کے اختلاف کا ذکر کیا ہے تو میں نے سوچا کہ اگرچہ حضرت عمرؓ یوں کہہ رہے ہیں کہ اگر اختلاف ہوا لیکن یہ اختلاف ضرور ہو کر رہے گا کیونکہ بہت کم ایسا ہوا ہے کہ حضرت عمرؓ نے کوئی چیز کہی ہو اور میں نے اسے ہوتے نہ دیکھا ہو۔ پھر ان کے زخموں سے بہت سا خون نکلا جس سے وہ کمزور ہو گئے وہ چھ حضرات آپس میں چپکے چپکے باتیں کرنے لگے یہاں تک کہ مجھے خطرہ ہوا کہ یہ لوگ ابھی اپنے میں کسی ایک سے بیعت ہو جائیں گے۔ اس پر میں نے کہا ابھی امیرالمومنین زندہ ہیں اور ایک وقت میں دو خلیفہ نہیں ہونے چاہئیں کہ وہ دونوں ایک دوسرے کو دیکھ رہے ہوں۔ (ابھی کسی کو خلیفہ نہ بناؤ) پھر حضرت عمرؓ نے فرمایا مجھے اٹھاؤ۔ چنانچہ ہم نے ان کو اٹھایا پھر انہوں نے فرمایا تم لوگ تین دن مشورہ کرو اور اس عرصہ میں حضرت صہیبؓ لوگوں کو نماز پڑھاتے رہیں۔ ان حضرات نے پوچھا ہم کن سے مشورہ کریں۔ انہوں نے فرمایا مہاجرین اور انصار سے اور یہاں جتنے لشکر ہیں ان کے سرداروں سے۔ اس کے بعد تھوڑا سا دودھ منگایا اور اسے پیا تو دونوں زخموں میں سے دودھ کی سفیدی باہر آنے لگی جس سے حضرت عمر نے سمجھ لیا کہ موت آنے والی ہے۔ پھر فرمایا اب اگر میرے پاس ساری دنیا ہو تو میں اسے موت کے بعد آنے والے ہولناک منظر کی گھبراہٹ کے بدلے میں دینے کو تیار ہوں۔ لیکن مجھے اللہ کے فضل سے امید ہے کہ میں خیر ہی دیکھوں گا۔ حضرت ابن عباس نے کہا آپ نے جو کچھ فرمایا ہے اس کا بہترین بدلہ اللہ آپ کو عطا فرمائے کیا یہ بات نہیں ہے کہ جس زمانے میں مسلمان مکہ میں خوف کی حالت میں زندگی گزار رہے تھے اس وقت حضور ﷺ نے یہ دعا فرمائی تھی کہ آپ کو ہدایت دے کر اللہ تعالیٰ دین کو اور مسلمانوں کو عزت عطا فرمائے۔ جب آپ مسلمان ہوئے تو آپ کا اسلام عزت کا ذریعہ بنا اور آپ کے ذریعہ سے اسلام اور حضور ﷺ اور آپ کے صحابہ کھلم کھلا سامنے آئے اور آپ نے مدینہ کو ہجرت فرمائی اور آپ کی ہجرت فتح کا ذریعہ بنی۔ پھر جتنے غزوات میں

حضور ﷺ نے مشرکین سے قتال فرمایا آپ کسی سے غیر حاضر نہ ہوئے۔ پھر حضور پاک علیہ السلام کی وفات اس حال میں ہوئی کہ وہ آپ سے راضی تھے۔ پھر آپ نے حضور ﷺ کے طریقہ کے مطابق حضور ﷺ کے بعد خلیفہ رسول کی خوب زور دار مدد کی۔ اور ماننے والوں کو لے کر آپ نے نہ ماننے والوں کا مقابلہ کیا یہاں تک کہ لوگ طوعاً و کرہاً اسلام میں داخل ہو گئے۔ (بہت سے لوگ خوشی سے داخل ہوئے۔ کچھ ماحول اور حالات سے مجبور ہو کر داخل ہوئے) پھر ان خلیفہ کا اس حال میں انتقال ہوا کہ وہ آپ سے راضی تھے۔ پھر آپ کو خلیفہ بنایا گیا اور آپ نے اس ذمہ داری کو اچھے طریقہ سے انجام دیا اور اللہ تعالیٰ نے آپ کے ذریعہ سے بہت سے نئے شہر آباد کرائے (جیسے کوفہ اور بصرہ) اور (مسلمانوں کے لئے روم و فارس کے) سارے اموال جمع کر دیئے اور آپ کے ذریعہ دشمن کا قلع قمع کر دیا اور اللہ تعالیٰ نے ہر گھر میں آپ کے ذریعہ دین کو بھی ترقی عطا فرمائی اور رزق میں بھی وسعت عطا فرمائی اور پھر اللہ نے آپ کو خاتمہ میں شہادت کا مرتبہ عطا فرمایا۔ یہ مرتبہ شہادت آپ کو مبارک ہو۔ پھر حضرت عمرؓ نے فرمایا اللہ کی قسم! تم (ایسی باتیں کر کے) جسے دھوکہ دے رہے ہو اگر وہ ان باتوں کو اپنے لئے مان جائے گا تو وہ واقعی دھوکہ کھانے والا انسان ہے۔ پھر فرمایا اے عبداللہ! کیا تم قیامت کے دن اللہ کے سامنے بھی میرے حق میں ان تمام باتوں کی گواہی دے سکتے ہو؟ حضرت ابن عباس نے کہا جی ہاں۔ تو فرمایا اے اللہ! تیرا شکر ہے (کہ میری گواہی دینے کے لئے حضور ﷺ کے چچازاد بھائی تیار ہو گئے ہیں پھر فرمایا) اے عبداللہ بن عمر! میرے رخسار کو زمین پر رکھ دو (حضرت ابن عمرؓ کہتے ہیں) میں نے ان کا سر اپنی ران سے اٹھا کر اپنی پنڈلی پر رکھ دیا۔ تو فرمایا نہیں۔ میرے رخسار کو زمین پر رکھ دو۔ چنانچہ انہوں نے اپنی داڑھی اور رخسار کو اٹھا کر زمین پر رکھ دیا۔ اور فرمایا او عمر! اس کے بعد ان کی روح پرواز کر گئی۔ رحمۃ اللہ۔ جب حضرت عمر کا انتقال ہو گیا تو ان حضرات نے حضرت عبداللہ بن عمرؓ کے پاس پیغام بھیجا۔ انہوں نے کہا حضرت عمرؓ آپ لوگوں کو حکم دے گئے ہیں کہ آپ لوگ مہاجرین اور انصار سے اور جتنے لشکر یہاں موجود ہیں ان کے امراء سے مشورہ کریں۔ اگر آپ لوگ یہ کام نہیں کرو گے تو میں آپ لوگوں کے پاس نہیں آؤں گا۔ جب حضرت حسن بصری سے حضرت عمرؓ کے انتقال کے وقت کے عمل کا اور ان کے اپنے رب سے ڈرنے کا تذکرہ کیا گیا تو انہوں نے کہا مومن ایسے ہی کیا کرتا ہے کہ عمل بھی اچھے طریقے سے کرتا ہے اور اللہ سے ڈرتا بھی ہے اور منافق عمل بھی برے کرتا ہے اور اپنے بارے میں دھوکہ میں مبتلا رہتا ہے اللہ کی قسم! گزشتہ زمانے میں اور موجودہ زمانے میں میں نے یہی پایا کہ جو بندہ اچھے عمل

میں ترقی کرتا ہے وہ اللہ سے ڈرنے میں بھی ترقی کرتا ہے اور جو برے عمل میں ترقی کرتا ہے اس کا اپنے بارے میں دھوکہ بھی بڑھتا جاتا ہے۔ ل

حضرت عمرو بن میمون حضرت عمرؓ کی شہادت کا قصہ ذکر کرتے ہوئے بیان کرتے ہیں کہ حضرت عمرؓ نے حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما کی شہادت کا قصہ ذکر کرتے ہوئے بیان کرتے ہیں کہ حضرت عمرؓ نے حضرت عبداللہ بن عمرؓ سے کہا دیکھو مجھ پر کتنا قرض ہے ؟ اس کا حساب لگاؤ۔ انہوں نے کہا چھیاسی ہزار۔ حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے کہا اگر عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے خاندان کے مال سے یہ قرضہ ادا ہو جائے تو ان سے مال لے کر میرا یہ قرضہ ادا کر دینا۔ ورنہ (میری قوم) بنو عدی بن کعب سے مانگنا۔ اگر ان کے مال سے میرا تمام قرضہ اتر جائے تو ٹھیک ہے ورنہ (میرے قبیلہ) قریش سے مانگنا۔ ان کے بعد کسی اور سے نہ مانگنا اور میرا قرضہ ادا کر دینا۔ اور ام المومنین حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کی خدمت میں جا کر سلام کرو اور ان سے کہو عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ بن خطاب اپنے دونوں ساتھیوں (حضور ﷺ اور حضرت ابو بکر رضی اللہ تعالیٰ عنہ) کے ساتھ (حجرہ مبارک میں) دفن ہونے کی اجازت مانگ رہا ہے۔ عمر بن خطاب کہنا اور اس کے ساتھ امیر المومنین نہ کہنا۔ کیونکہ میں آج امیر المومنین نہیں ہوں۔ چنانچہ حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کی خدمت میں گئے تو دیکھا کہ وہ بیٹھی ہوئی رو رہی ہیں سلام کر کے ان کی خدمت میں عرض کیا کہ عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ بن خطاب اپنے دونوں ساتھیوں کے ساتھ دفن ہونے کی اجازت چاہتے ہیں۔ انہوں نے فرمایا اللہ کی قسم! میں نے اس جگہ دفن ہونے کی اپنے لئے نیت کی ہوئی تھی۔ لیکن میں آج حضرت عمرؓ کو اپنے اوپر ترجیح دوں گی یعنی انکو اجازت ہے جب حضرت عبداللہ بن عمرؓ واپس آئے تو حضرت عمرؓ نے کہا تم کیا جواب لائے ہو ؟ حضرت عبداللہؓ نے کہا انہوں نے آپ کو اجازت دے دی ہے۔ حضرت عمرؓ نے فرمایا (اس وقت) میرے نزدیک اس کام سے زیادہ ضروری کوئی چیز نہیں ہے۔ پھر فرمایا جب میں مر جاؤں تم میرے جنازے کو اٹھا کر (حضرت عائشہؓ کے دروازے کے سامنے) لے جانا۔ پھر ان سے دوبارہ اجازت طلب کرنا اور یوں کہنا کہ عمرؓ بن خطاب (حجرہ میں دفن ہونے کی) اجازت مانگ رہے ہیں اور اگر وہ اجازت دے دیں تو مجھے اندر لے جانا اور اس حجرہ میں دفن کر دینا) اور اگر اجازت نہ دیں تو مجھے واپس کر کے مسلمانوں کے عام قبرستان میں دفن کر دینا۔ جب حضرت عمرؓ کے جنازے کو اٹھایا گیا تو (سب کی چیخیں

ل اخرجه الطبرانی قال الهیثمی (ج ۹ ص ۷۶) واسناده حسن

نکل گئیں اور) ایسے لگا کہ جیسے آج ہی مسلمانوں پر مصیبت کا پہاڑ ٹوٹا ہے۔ چنانچہ حضرت عبداللہ بن عمرؓ نے سلام کر کے عرض کیا کہ عمرؓ بن خطاب (اندر دفن ہونے کی) اجازت طلب کر رہے ہیں۔ حضرت عائشہؓ نے اجازت دے دی اور اس طرح اللہ تعالیٰ نے حضرت عمرؓ کو حضور ﷺ اور حضرت ابو بکرؓ کے ساتھ دفن ہونے کا شرف عطا فرمادیا۔ جب حضرت عمرؓ کے انتقال کا وقت قریب آیا تو لوگوں نے کہا آپ کسی کو اپنا خلیفہ مقرر کر دیں تو فرمایا میں (ان چھ آدمیوں کی) اس جماعت سے زیادہ کسی کو بھی امر خلافت کا حق دار نہیں پاتا ہوں کہ حضور ﷺ کا اس حال میں انتقال ہوا تھا کہ وہ ان چھ سے راضی تھے۔ یہ جسے بھی خلیفہ بنالیں وہی میرے بعد خلیفہ ہوگا۔ پھر حضرت علی' حضرت عثمان' حضرت طلحہ، حضرت زبیر، حضرت عبدالرحمٰن بن عوف اور حضرت سعدؓ کے نام لئے۔ اگر خلافت حضرت سعدؓ کو ملے تو وہی اس کے مستحق ہیں ورنہ ان میں سے جسے بھی خلیفہ بنایا جائے وہ ان سے مدد حاصل کرتا رہے کیونکہ میں نے ان کو (کوفہ کی خلافت سے) کسی کمزوری یا خیانت کی وجہ سے معزول نہیں کیا تھا اور حضرت عمرؓ نے (اپنے بیٹے) عبداللہ کیلئے یہ طے کیا کہ یہ چھ حضرات ان سے مشورہ لے سکتے ہیں لیکن ان کا خلافت میں کوئی حصہ نہیں ہوگا۔ جب یہ چھ حضرات جمع ہوئے تو حضرت عبدالرحمٰن رضی اللہ تعالیٰ عنہ بن عوف نے کہا اپنی رائے کو تین آدمیوں کے حوالے کر دو۔ چنانچہ حضرت زبیر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اپنا اختیار حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو اور حضرت طلحہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے حضرت عثمان رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو اور حضرت سعد رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے حضرت عبدالرحمٰن رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو دے دیا۔ جب ان تینوں کو اختیار مل گیا تو ان تینوں نے اکٹھے ہو کر مشورہ کیا اور حضرت عبدالرحمٰن رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے کہا کیا تم اس بات پر راضی ہو کہ فیصلہ میرے حوالہ کر دو اور میں اللہ سے اس بات کا عہد کرتا ہوں کہ تم میں سے سب سے افضل آدمی کی اور مسلمانوں کے لئے سب سے زیادہ مفید شخص کی تلاش میں کمی نہیں کروں گا۔ دونوں حضرات نے کہا ہاں ہم دونوں تیار ہیں۔ پھر حضرت عبدالرحمٰن رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے حضرت علیؓ سے تنہائی میں بات کی اور کہا کہ آپ کو حضور ﷺ سے رشتہ داری کا شرف بھی حاصل ہے اور اسلام میں سبقت بھی۔ میں آپ کو اللہ کی قسم دے کر پوچھتا ہوں کہ اگر آپ کو خلیفہ بنادیا جائے تو کیا آپ انصاف کریں گے؟ اور اگر میں حضرت عثمانؓ کو خلیفہ بنادوں تو کیا آپ ان کی بات سنیں گے اور مانیں گے؟ حضرت علیؓ نے کہا جی ہاں۔ پھر حضرت عبدالرحمٰنؓ نے حضرت عثمانؓ سے تنہائی میں بات کی اور ان سے بھی یہی پوچھا۔ حضرت عثمانؓ نے جواب میں کہا ہاں۔

پھر حضرت عبد الرحمٰنؓ نے حضرت عثمانؓ سے کہا اے عثمان (رضی اللہ تعالیٰ عنہ)! آپ اپنا ہاتھ بڑھائیں۔ چنانچہ انہوں نے اپنا ہاتھ بڑھایا اور حضرت عبد الرحمٰن رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے ان سے بیعت کی پھر حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ اور باقی لوگوں نے کی۔ [1]

حضرت عمرو رحمۃ اللہ علیہ سے ہی یہ روایت ہے کہ جب حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی موت کا وقت قریب آیا تو آپ نے کہا حضرت علی، حضرت طلحہ، حضرت زبیر، حضرت عثمان اور حضرت عبد الرحمٰن بن عوف رضی اللہ تعالیٰ عنہم کو میرے پاس بلا کر لاؤ۔ (چنانچہ یہ حضرات آگئے) ان حضرات میں سے صرف حضرت علیؓ اور حضرت عثمانؓ سے گفتگو فرمائی۔ چنانچہ حضرت علیؓ سے فرمایا اے علیؓ! یہ حضرات آپ کی حضور ﷺ سے رشتہ داری کو اور ان کے داماد ہونے کو بھی جانتے ہیں اور اللہ تعالیٰ نے آپ کو جو علم اور فقہ عطا فرمایا ہے اسے بھی جانتے ہیں۔ لہذا اگر آپ کو خلیفہ بنادیا جائے تو اللہ سے ڈرتے رہنا اور بنو فلاں (یعنی بنو ہاشم) کو لوگوں کی گردنوں پر نہ بٹھادینا۔ پھر حضرت عثمانؓ سے فرمایا اے عثمانؓ! یہ حضرات اچھی طرح جانتے ہیں کہ آپ حضور ﷺ کے داماد ہیں اور آپ کی عمر زیادہ ہے اور آپ بڑی شرافت والے ہیں لہذا اگر آپ کو خلیفہ بنادیا جائے تو اللہ سے ڈرتے رہنا اور بنو فلاں (یعنی اپنے رشتہ داروں) کو لوگوں کی گردنوں پر نہ بٹھادینا۔ پھر فرمایا حضرت صہیبؓ کو میرے پاس بلا کر لاؤ (وہ آئے تو) ان سے فرمایا تم لوگوں کو تین دن نماز پڑھاؤ۔ یہ (چھ) حضرات ایک گھر میں جمع رہیں۔ اگر یہ حضرات کسی ایک کے خلیفہ ہونے پر متفق ہو جائیں تو جو ان کی مخالفت کرے اس کی گردن اڑادینا۔

حضرت ابو جعفر کہتے ہیں حضرت عمر بن خطابؓ نے حضرات شوریٰ سے فرمایا آپ لوگ اپنے امر خلافت کے بارے میں مشورہ کریں۔ (اور اگر رائے میں اختلاف ہو اور چھ حضرات) اگر دو اور دو اور دو ہو جائیں یعنی تین آدمیوں کو خلیفہ بنانے کی رائے بن رہی ہو تو پھر دوبارہ مشورہ کرنا اور اگر چار اور دو ہو جائیں تو زیادہ کی یعنی چار کی رائے کو اختیار کر لینا۔ حضرت اسلم حضرت علیؓ سے روایت کرتے ہیں کہ حضرت عمرؓ نے فرمایا اگر رائے کے اختلاف کی وجہ سے یہ حضرات تین اور تین ہو جائیں تو جدھر حضرت عبد الرحمٰنؓ بن عوف ہوں ادھر کی رائے اختیار کر لینا اور ان حضرات کے فیصلہ کو سننا اور ماننا۔ [2]

حضرت انسؓ فرماتے ہیں حضرت عمرؓ نے اپنی وفات سے تھوڑی دیر پہلے حضرت ابو طلحہ

---

[1] اخرجه ابن سعد (ج ۳ ص ۳۴۴) وابو عبيد و ابن ابی شيبة و البخاری و النسائی وغيرهم

[2] عند ابن سعد

(انصاری ؓ) کو بلا کر فرمایا اے ابو طلحہؓ! تم اپنی قوم انصار کے پچاس آدمی لے کر ان حضرات شوریٰ کے ساتھ رہنا۔ میرا خیال یہ ہے کہ یہ اپنے میں سے کسی ایک کے گھر جمع ہوں گے تم ان کے دروازے پر اپنے ساتھی لے کر کھڑے رہنا اور کسی کو اندر نہ جانے دینا اور نہ ان کو تین دن تک چھوڑنا یہاں تک کہ یہ حضرات اپنے میں سے کسی کو امیر مقرر کر لیں اے اللہ! تو ان میں میرا خلیفہ ہے۔[1]

خلافت کا بوجھ کون اٹھائے؟

یعنی خلیفہ میں کن صفات کا ہونا ضروری ہے

حضرت عاصم رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں حضرت ابو بکرؓ نے اپنی بیماری میں لوگوں کو جمع کیا پھر ایک آدمی کو حکم دیا جو آپ کو اٹھا کر منبر پر لے گیا۔ چنانچہ یہ آپ کا آخری بیان تھا۔ آپ نے اللہ تعالیٰ کی حمد و ثناء کے بعد فرمایا:

"اے لوگو! دنیا سے بچ کر رہو اور اس پر بھروسہ نہ کرو۔ یہ بہت دھوکہ باز ہے اور آخرت کو دنیا پر ترجیح دو اور اس سے محبت کرو کیونکہ ان دونوں میں سے کسی ایک سے محبت کرنے سے ہی دوسرے سے بغض پیدا ہوتا ہے اور ہمارے تمام معاملات امر خلافت کے تابع ہیں اس امر خلافت کے آخری حصہ کی اصلاح اسی طریقہ سے ہوگی جس طریقہ سے اس کے ابتدائی حصہ کی ہوئی تھی۔ اس امر خلافت کا بوجھ وہی اٹھا سکتا ہے جو تم میں زیادہ طاقت والا ہو اور اپنے نفس پر سب سے زیادہ قابو پانے والا ہو۔ سختی کے موقع پر خوب سخت اور نرمی کے موقع پر خوب نرم ہو اور شوریٰ والے اہل رائے کی رائے کو خوب جانتا ہو۔ لایعنی میں مشغول نہ ہوتا ہو۔ جو بات ابھی پیش نہ آئی ہو اس کی وجہ سے غمگین و پریشان نہ ہو۔ علم سیکھنے سے شرماتا نہ ہو۔ اچانک پیش آجانے والے کام سے گھبراتا نہ ہو۔ مال کے سنبھالنے میں خوب مضبوط ہو اور غصہ میں آکر کمی زیادتی کر کے مال میں خیانت بالکل نہ کرے اور آئندہ پیش آنے والے امور کے لئے تیاری رکھے اور احتیاط اور چوکنا پن اور اطاعت خداوندی سے ہر وقت آراستہ ہو اور ان تمام صفات کے حامل حضرت عمرؓ بن خطاب ہیں۔"

یہ بات فرما کر حضرت ابو بکر رضی اللہ تعالیٰ عنہ منبر سے نیچے تشریف لے آئے۔[2]

حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما فرماتے ہیں میں نے حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ

---

[1] کذافی الکنز (ج ۳ ص ۱۵۶، ۱۵۷)

[2] اخرجہ ابن عساکر کذافی کنز العمال (ج ۳ ص ۱۴۷)

کی ایسی خدمت کی کہ ان کے گھر والوں میں کوئی بھی ویسی نہ کر سکا اور میں نے ان کے ساتھ شفقت کا ایسا معاملہ کیا کہ ان کے گھر والوں میں سے کوئی بھی ویسا نہ کر سکا۔ ایک دن میں ان کے گھر میں ان کے ساتھ تنہائی میں بیٹھا ہوا تھا اور وہ مجھے اپنے پاس بٹھایا کرتے تھے اور میرا بہت اکرام فرمایا کرتے تھے۔ اتنے میں انہوں نے اتنے زور سے آہ بھری کہ مجھے خیال ہوا کہ اس سے ان کی جان نکل جائے گی۔ میں نے کہا اے امیر المومنین! کیا آپ نے یہ آہ کسی چیز سے گھبرا کر بھری ہے؟ انہوں نے فرمایا ہاں گھبرا کر بھری ہے۔ میں نے پوچھا وہ کیا چیز ہے؟ انہوں نے فرمایا ذرا نزدیک آجاؤ۔ چنانچہ میں ان کے بالکل قریب ہو گیا۔ تو فرمایا میں کسی کو اس امر خلافت کا اہل نہیں پا رہا ہوں۔ میں نے کہا فلاں اور فلاں، فلاں اور فلاں، فلاں اور فلاں کے بارے میں آپکا کیا خیال ہے؟ اور حضرت ابن عباس نے ان کے سامنے چھ اہل شوریٰ کے نام گنائے۔ جواب میں حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے ان چھ میں سے ہر ایک کے بارے میں کچھ نہ کچھ بات فرمائی۔ پھر فرمایا اس امر خلافت کی صلاحیت صرف وہی آدمی رکھتا ہے جو مضبوط ہو لیکن سخت اور درشت نہ ہو۔ نرم ہو لیکن کمزور نہ ہو۔ سخی ہو لیکن فضول خرچ نہ ہو۔ احتیاط سے خرچ کرنے والا ہو لیکن کنجوس نہ ہو۔[1]

حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما فرماتے ہیں کہ ایک دن میں حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے پاس بیٹھا ہوا تھا کہ اتنے میں انہوں نے اتنے زور سے سانس لیا کہ میں سمجھا کہ ان کی پسلیاں ٹوٹ گئی ہیں۔ میں نے کہا اے امیر المومنین! آپ نے کسی بڑی پریشانی کی وجہ سے سانس لیا ہے۔ انہوں نے کہا ہاں کسی بڑی پریشانی کی وجہ سے لیا ہے اور وہ یہ ہے کہ مجھے سمجھ نہیں آرہا کہ میں اپنے بعد یہ امر خلافت کس کے سپرد کروں؟ پھر میری طرف متوجہ ہو کر فرمایا شاید تم اپنے ساتھی (حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ) کو اس امر خلافت کا اہل سمجھتے ہو۔ میں نے کہا جی ہاں! بیشک وہ اس امر خلافت کے اہل ہیں کیونکہ وہ شروع میں مسلمان ہوئے تھے اور بڑے فضل و کمال والے ہیں۔ انہوں نے فرمایا بیشک وہ ایسے ہی ہیں جیسے تم نے کہا لیکن وہ ایسے آدمی ہیں کہ ان میں دل لگی اور مذاق کی عادت ہے۔ پھر ان کا تذکرہ کرتے رہے اور پھر فرمایا اس امر خلافت کی صلاحیت صرف وہ آدمی رکھتا ہے جو مضبوط ہو لیکن درشت نہ ہو اور نرم ہو لیکن کمزور نہ ہو اور سخی ہو لیکن فضول خرچ نہ ہو اور احتیاط سے خرچ کرنے والا ہو لیکن کنجوس نہ ہو۔ حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما فرمایا کرتے تھے کہ یہ تمام صفات تو صرف حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ ہی میں پائی جاتی تھیں۔[2]

---

[1] اخرجه ابن سعد [2] عند ابي عبيد في الغريب و الخطيب في رواة مالك

حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما فرماتے ہیں کہ میں حضرت عمرؓ کی خدمت کیا کرتا تھا ان سے ڈر ابھی بہت کرتا تھا اور ان کی تعظیم بھی بہت کیا کرتا تھا۔ میں ایک دن ان کی خدمت میں ان کے گھر حاضر ہوا وہ اکیلے بیٹھے ہوئے تھے۔ انہوں نے اتنے زور سے سانس لیا کہ میں سمجھا کہ ان کی جان نکل گئی ہے۔ پھر انہوں نے آسمان کی طرف سر اٹھا کر بہت لمبا سانس لیا۔ میں نے ہمت سے کام لیا اور کہا میں ان سے اس بارے میں ضرور پوچھوں گا۔ چنانچہ میں نے کہا اے امیر المومنین! آپ نے کسی بڑی پریشانی کی وجہ سے اتنا لمبا سانس لیا ہے۔ انہوں نے کہا ہاں اللہ کی قسم! مجھے سخت پریشانی ہے اور وہ یہ ہے کہ مجھے کوئی بھی اس امر خلافت کا اہل نہیں مل رہا ہے۔ پھر فرمایا شاید تم یوں کہتے ہو گے کہ تمہارے ساتھی یعنی حضرت علیؓ اس امر خلافت کے اہل ہیں۔ میں نے کہا اے امیر المومنین! انہیں ہجرت کی سعادت بھی حاصل ہے اور وہ حضورؐ کے صحبت یافتہ بھی ہیں اور حضور ﷺ کے رشتہ دار بھی ہیں کیا وہ ان تمام امور کی وجہ سے خلافت کے اہل نہیں ہیں؟ حضرت عمرؓ نے فرمایا تم جیسے کہہ رہے ہو وہ ایسے ہی ہیں لیکن ان کی طبیعت میں مزاح اور دل لگی ہے پھر وہ حضرت علیؓ کا تذکرہ فرماتے رہے۔ پھر یہ فرمایا کہ خلافت کی ذمہ داری صرف وہی شخص اٹھا سکتا ہے جو نرم ہو لیکن کمزور نہ ہو۔ اور مضبوط ہو لیکن سخت نہ ہو اور سخی ہو لیکن فضول خرچ نہ ہو۔ اور احتیاط سے خرچ کرنے والا ہو لیکن کنجوس نہ ہو اور پھر فرمایا اس خلافت کو سنبھالنے کی طاقت صرف وہی آدمی رکھتا ہے جو بدلہ لینے کے لئے دوسروں سے حسن سلوک نہ کرے اور ریاکاروں کی مشابہت اختیار نہ کرے اور لالچ میں نہ پڑے اور اللہ کی طرف سے سونپی ہوئی خلافت کی ذمہ داری کی طاقت صرف وہی آدمی رکھتا ہے جو اپنی زبان سے ایسی بات نہ کہے جس کی وجہ سے اسے اپنا عزم توڑنا پڑے اور اپنی جماعت کے خلاف بھی حق کا فیصلہ کر سکے۔[1]

حضرت عمرؓ فرماتے ہیں اس امر خلافت کا ذمہ دار اس شخص کو ہی بننا چاہئے جس میں یہ چار خوبیاں پائی جاتی ہوں۔ نرمی ہو لیکن کمزوری نہ ہو۔ مضبوطی ہو لیکن درشتی نہ ہو احتیاط سے خرچ کرتا ہو لیکن کنجوسی نہ ہو اور سخاوت ہو لیکن فضول خرچی نہ ہو۔ اگر اس میں ان میں سے ایک خوبی بھی نہ ہوئی تو باقی تینوں خوبیاں بیکار ہو جائیں گی۔[2] حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں اللہ کے اس کام کو ٹھیک طرح سے وہی کر سکتا ہے جو بدلہ لینے کے لئے دوسروں سے حسن سلوک نہ کرے اور ریاکاروں کی مشابہت اختیار نہ کرے اور لالچ میں نہ پڑے۔ اس

---

[1] عند ابن عساکر کذافی الکنز (ج ۳ ص ۱۵۸، ۱۵۹)

[2] عند عبدالرزاق

میں اپنی عزت بنانے کا جذبہ نہ ہو اور تیزی اور غصہ کے باوجود حق کو نہ چھپائے۔[۱]

حضرت سفیان بن ابی العوجاء رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ حضرت عمرؓ نے ایک مرتبہ فرمایا خدا کی قسم! مجھے یہ معلوم نہیں ہے کہ میں خلیفہ ہوں یا بادشاہ ہوں؟ اگر میں بادشاہ ہوں تو یہ بڑے (خطرے کی) بات ہے۔ (حاضرین میں سے) ایک نے کہا ان دونوں میں تو بڑا فرق ہے۔ خلیفہ تو ہر چیز حق کی وجہ سے لیتا ہے اور پھر اسے حق میں ہی خرچ کرتا ہے اور اللہ کے فضل سے آپ ایسے ہی ہیں۔ اور بادشاہ لوگوں پر ظلم کرتا ہے۔ ایک سے زبردستی لیتا ہے اور دوسرے کو ناحق دیتا ہے۔ (یہ سن کر) حضرت عمرؓ خاموش ہو گئے۔[۲] حضرت سلمانؓ فرماتے ہیں کہ حضرت عمرؓ نے ان سے پوچھا کہ میں بادشاہ ہوں یا خلیفہ؟ حضرت سلیمان رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے ان سے کہا اگر آپ نے مسلمانوں کی زمین سے ایک درہم یا اس سے کم و بیش (ظلماً) لیا ہے اور پھر اسے ناحق خرچ کیا ہے تو آپ بادشاہ ہیں خلیفہ نہیں ہیں۔ اس پر حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ رو پڑے۔[۳]

قبیلہ بنو اسد کے ایک آدمی کہتے ہیں کہ میں حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی مجلس میں موجود تھا۔ انہوں نے اپنے ساتھیوں سے پوچھا جن میں حضرت طلحہ، حضرت سلیمان، حضرت زبیر اور حضرت کعب رضی اللہ تعالیٰ عنہم بھی تھے۔ فرمایا کہ میں تم سے ایک چیز کے بارے میں پوچھنے لگا ہوں۔ تم مجھے غلط جواب نہ دینا ورنہ مجھے اور اپنے آپ کو ہلاک کر دو گے۔ میں تمہیں اللہ کی قسم دے کر پوچھتا ہوں۔ کیا میں خلیفہ ہوں یا بادشاہ؟ حضرت طلحہؓ اور حضرت زبیرؓ نے فرمایا آپ ہم سے ایسی بات پوچھ رہے ہیں جسے ہم جانتے نہیں ہیں۔ ہمیں معلوم نہیں ہے کہ خلیفہ اور بادشاہ میں کیا فرق ہے؟ حضرت سلمانؓ نے کہا میں پورے انشراح صدر کے ساتھ گواہی دیتا ہوں کہ آپ خلیفہ ہیں اور بادشاہ نہیں ہیں۔ حضرت عمرؓ نے فرمایا اگر تم یہ بات کہہ رہے ہو تو تمہیں ایسے فیصلہ کن انداز میں یہ بات کہنے کا حق ہے کیونکہ تم حضور ﷺ کی خدمت میں حاضر ہو کر ان کی مجلس میں بیٹھا کرتے تھے۔ پھر حضرت سلیمانؓ نے کہا میں نے یہ بات اس وجہ سے کہی ہے کہ آپ رعایا میں انصاف کرتے ہیں اور ان میں (ہر چیز) برابر تقسیم کرتے ہیں اور ان کے ساتھ ایسی شفقت و محبت کا معاملہ کرتے ہیں جیسے کوئی آدمی اپنے گھر والوں کے ساتھ کرتا ہے اور آپ ہر فیصلہ اللہ کی کتاب کے

---

[۱] عندہ ایضا و ابن عساکر و غیرھما کذافی کنز العمال (ج ۳ ص ۱۶۵)
[۲] اخرجہ ابن سعد (ج ۳ ص ۲۲۱)
[۳] عندہ ایضا کذافی منتخب کنز العمال (ج ٤ ص ۳۸۳)

مطابق کرتے ہیں۔ اس پر حضرت کعبؓ نے فرمایا میرا خیال نہیں تھا کہ اس مجلس میں میرے علاوہ بھی کوئی آدمی ایسا ہے جو خلیفہ اور بادشاہ کے فرق کو جانتا ہے۔ لیکن اللہ تعالیٰ نے حضرت سلمانؓ کو حکمت اور علم سے بھرا ہوا ہے۔ پھر حضرت کعبؓ نے فرمایا میں اس بات کی گواہی دیتا ہوں کہ آپ خلیفہ ہیں اور بادشاہ نہیں ہیں۔ حضرت عمرؓ نے فرمایا آپ یہ گواہی کس بنیاد پر دے رہے ہیں؟ حضرت کعب رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے کہا میں آپ کا ذکر اللہ کی کتاب (یعنی تورات) میں پاتا ہوں۔ حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے پوچھا کیا اس میں میرا ذکر میرے نام کے ساتھ ہے؟ حضرت کعب رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے کہا نہیں۔ بلکہ آپ کا ذکر آپ کی صفات کے ساتھ ہے۔ چنانچہ تورات میں اس طرح ہے کہ پہلے نبوت ہوگی۔ پھر نبوت کے طریقے پر خلافت اور رحمت ہوگی۔ اس کے بعد ایسی بادشاہت ہوگی جس میں کچھ ظلم بھی ہوگا۔[1]

خلیفہ کی نرمی اور سختی کا بیان

حضرت سعید بن مسیب رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں جب حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ خلیفہ بنائے گئے تو انہوں نے حضور ﷺ کے منبر پر (کھڑے ہو کر) بیان فرمایا۔ پہلے اللہ کی حمد و ثناء بیان کی پھر فرمایا:

"اے لوگو! مجھے معلوم ہے کہ تم لوگ مجھ میں سختی اور درشتی دیکھتے ہو۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ میں حضور ﷺ کے ساتھ ہوتا تھا۔ میں آپ کا غلام اور خادم تھا اور آپ (کے بارے میں) اللہ تعالیٰ نے جیسے فرمایا ہے۔ بالمومنین رؤف رحیم. (ایمان والوں کے ساتھ بڑے ہی شفیق مہربان ہیں) آپ واقعی ایسے ہی (بڑے ہی شفیق اور مہربان) تھے۔ اس لئے میں آپ کے سامنے سونتی ہوئی ننگی تلوار کی طرح رہتا تھا۔ اگر آپ مجھے نیام میں ڈال دیتے یا مجھے کسی کام سے روک دیتے تو میں رک جاتا۔ ورنہ میں آپ کی نرمی کی وجہ سے لوگوں کے ساتھ سختی سے پیش آتا۔ حضور ﷺ کی زندگی میں میرا یہ طرز رہا یہاں تک کہ اللہ تعالیٰ نے حضور ﷺ کو اپنے ہاں بلایا اور دنیا سے جاتے وقت حضور ﷺ مجھ سے راضی تھے۔ میں اس پر اللہ کا بہت شکر ادا کرتا ہوں۔ اور اسے اپنی بڑی سعادت سمجھتا ہوں۔ پھر حضور ﷺ کے بعد ان کے خلیفہ حضرت ابوبکر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے ساتھ میرا یہی رویہ رہا۔ آپ لوگ ان کے کرم، تواضع اور نرم مزاجی کو جانتے ہی ہیں۔ میں ان کا خادم تھا اور ان کے سامنے سونتی ہوئی تلوار کی

---

[1] عند نعيم بن حماد في الفتن كذافي منتخب الكنز (ج ٤ ص ٣٨٩)

طرح رہتا تھا۔ میں اپنی سختی کو ان کی نرمی کے ساتھ ملا دیتا تھا۔ اگر وہ کسی معاملہ میں خود پہل کر لیتے تو میں رک جاتا۔ ورنہ میں اقدام کر لیتا اور ان کے ساتھ میرا یہی رویہ رہا۔ یہاں تک کہ اللہ تعالیٰ نے ان کو دنیا سے اٹھالیا اور دنیا سے جاتے وقت وہ مجھ سے راضی تھے۔ میں اس پر اللہ کا بڑا شکر ادا کرتا ہوں اور میں اسے اپنی بڑی سعادت سمجھتا ہوں اور آج تمہارا مسئلہ میری طرف منتقل ہو گیا۔ (کیونکہ میں خلیفہ بنادیا گیا ہوں) مجھے معلوم ہے کہ بعض لوگ یہ کہیں گے کہ جب خلیفہ دوسرے تھے (عمرؓ نہیں تھے) تو یہ ہم پر سختی کیا کرتے تھے اب جب کہ یہ خود خلیفہ بن گئے ہیں تو اب ان کی سختی کا کیا حال ہو گا۔ تم پر واضح ہو جانا چاہئے کہ تمہیں میرے بارے میں کسی سے پوچھنے کی ضرورت نہیں ہے۔ تم مجھے پہچانتے بھی ہو اور تم لوگ میرا تجربہ بھی کر چکے ہو۔ اور اپنے نبی ﷺ کی سنت جتنی میں جانتا ہوں اتنی تم بھی جانتے ہو۔ اور حضور ﷺ سے میں نے ہر بات پوچھ رکھی ہے۔ اب مجھے (ضرورت کی) کسی بات کے نہ پوچھنے پر ندامت نہیں ہے۔ تم اچھی طرح سے سمجھ لو کہ اب جب کہ میں خلیفہ بن گیا ہوں تو اب میری سختی جو تم دیکھتے تھے وہ کئی گناہ بڑھ گئی ہے لیکن یہ سختی طاقتور مسلمان سے حق لے کر کمزور مسلمان کو دینے کے لئے ہو گی اور میں اپنی اس سختی کے باوجود اپنا رخسار تمہارے ان لوگوں کے لئے بچھادوں گا جو پاک دامن ہوں گے اور غلط کاموں سے رکیں گے اور بات مانیں گے اور مجھے اس بات سے بھی انکار نہیں ہے کہ اگر میرے اور تم میں سے کسی کے درمیان کسی فیصلہ کے بارے میں اختلاف ہو جائے تو تم جسے پسند کرو میں اس کے ساتھ اس کے پاس چلا جاؤں گا اور وہ (ثالث) میرے اور اس کے درمیان جو فیصلہ کرے گا وہ مجھے منظور ہو گا۔ اے اللہ کے بندو! اللہ سے ڈرو۔ اور اپنے بارے میں اس طرح میری مدد کرو کہ میرے پاس (ادھر ادھر کی ساری) باتیں نہ لاؤ اور میرے نفس کے خلاف میری اس طرح مدد کرو کہ (جب ضرورت پیش آئے تو) مجھے نیکی کا حکم کرو اور مجھے برائی سے روکو اور تمہارے جن امور کا اللہ نے مجھے والی بنادیا ہے ان میں تم میرے ساتھ پوری خیر خواہی کرو۔"

پھر آپ منبر سے نیچے تشریف لے آئے۔[1]

حضرت محمد بن زیدؒ فرماتے ہیں کہ ایک مرتبہ حضرت علی، حضرت عثمان، حضرت زبیر، حضرت طلحہ، حضرت عبد الرحمٰن بن عوف اور حضرت سعدؓ جمع ہوئے اور ان میں حضرت عمرؓ کے سامنے (بات کرنے میں) سب سے زیادہ جری حضرت عبد الرحمٰنؓ بن عوف تھے۔ چنانچہ ان حضرات نے (ان سے) کہا اے عبد الرحمٰنؓ! کیا ہی اچھا ہو کہ آپ لوگوں کے بارے

---

[1] اخرجه الحاكم واللالكائي وغيرهما كذافي كنز العمال (ج ۳ ص ۱۴۷)

میں امیر المومنین سے بات کرلیں اور ان سے یہ کہیں کہ بہت سے حاجت مند لوگ آتے ہیں لیکن آپ کی ہیبت کی وجہ سے آپ سے بات نہیں کرپاتے ہیں اور اپنی ضرورت پوری کئے بغیر ہی واپس چلے جاتے ہیں۔ چنانچہ حضرت عبدالرحمٰنؓ بن عوف نے حضرت عمرؓ کی خدمت میں حاضر ہوکر عرض کیا۔ اے امیر المومنین! آپ لوگوں کے ساتھ نرمی اختیار فرمائیں۔ کیونکہ بہت سے ضرورت مند آپ کے پاس آتے ہیں لیکن آپ کے رعب اور ہیبت کی وجہ سے آپ سے بات نہیں کرپاتے ہیں۔ اور آپ سے اپنی ضرورت کہے بغیر ہی واپس چلے جاتے ہیں۔ حضرت عمرؓ نے فرمایا میں تمہیں اللہ کی قسم دے کر پوچھتا ہوں کہ کیا تمہیں حضرت علیؓ، حضرت عثمان رضی اللہ تعالیٰ عنہ، حضرت زبیر رضی اللہ تعالیٰ عنہ اور حضرت سعدؓ نے یہ بات کرنے کو کہا ہے؟ حضرت عبدالرحمٰن رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے کہا جی ہاں۔ حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا اے عبدالرحمٰنؓ! اللہ کی قسم! میں نے لوگوں کے ساتھ اتنی نرمی اختیار کی کہ اس نرمی پر اللہ سے ڈرنے لگا (کہ کہیں وہ اس نرمی پر پکڑ نہ فرمائے) پھر میں نے لوگوں پر اتنی سختی اختیار کی کہ اس سختی پر اللہ سے ڈرنے لگا (کہ کہیں وہ اس سختی پر میری پکڑ نہ فرمائے) اب تم ہی بتاؤ کہ چھٹکارا کی کیا صورت ہے؟ حضرت عبدالرحمٰنؓ وہاں سے روتے ہوئے چادر گھسیٹتے ہوئے اٹھے اور ہاتھ سے اشارہ کرتے ہوئے کہہ رہے تھے ہائے افسوس! آپ کے بعد ان کا کیا بنے گا (ہائے افسوس! آپ کے بعد ان کا کیا بنے گا) [1]

ابو نعیم اپنی کتاب حلیہ میں حضرت شعبی رحمۃ اللہ علیہ سے نقل کرتے ہیں کہ حضرت عمرؓ نے فرمایا ہے اللہ کی قسم! میرا دل اللہ کے لئے اتنا نرم ہوا کہ مکھن سے بھی زیادہ نرم ہوگیا اور (اسی طرح) میرا دل اللہ کے لئے اتنا سخت ہوا کہ پتھر سے بھی زیادہ سخت ہوگیا۔

ابن عساکر حضرت ابن عباسؓ سے نقل کرتے ہیں کہ جب حضرت عمرؓ کو خلیفہ بنایا گیا تو ان سے ایک صاحب نے کہا کہ بعض لوگوں نے اس بات کی کوشش کی کہ یہ خلافت آپ کو نہ ملے۔ حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا یہ کس وجہ سے؟ اس نے کہا ان کا خیال تھا کہ آپ بہت سخت ہیں۔ حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا تمام تعریفیں اس اللہ کے لئے ہیں جس نے میرا دل لوگوں کی شفقت سے بھر دیا اور لوگوں کے دل میں میرا رعب بھر دیا۔ [2]

---

[1] اخرجه ابن سعد (ج ۳ ص ۲۰۶) وابن عساکر

[2] کذافی منتخب کنز العمال (ج ٤ ص ۳۸۲)

جن لوگوں کی نقل و حرکت سے امت میں انتشار پیدا ہو، انہیں روکے رکھنا

حضرت شعبی رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں کہ جب حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا انتقال ہوا تو اس وقت قریش (کے بعض خاص حضرات) ان سے اکتا چکے تھے کیونکہ حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے ان کو مدینہ میں روک رکھا تھا (اور ان کے باہر جانے پر پابندی لگا رکھی تھی) اور ان پر خوب خرچ کرتے تھے اور فرماتے تھے کہ مجھے اس امت کے بارے میں سب سے زیادہ خطرہ تمہارے مختلف شہروں میں پھیلنے سے معلوم ہوتا ہے (حضرت عمرؓ نے یہ پابندی مہاجرین میں سے بعض خاص حضرات پر لگا رکھی تھی) اور مہاجرین کے ان خاص حضرات کے علاوہ اور اہل مکہ پر یہ پابندی حضرت عمرؓ نے نہیں لگائی تھی۔ چنانچہ جن مہاجرین کو حضرت عمرؓ نے مدینہ رہنے کا پابند بنا رکھا تھا ان میں سے کوئی جہاد میں جانے کی اجازت مانگتا تو اس سے فرماتے کہ تم حضور ﷺ کے ساتھ جو غزوات کے سفر کر چکے ہو وہ منزل مقصود یعنی جنت کے اعلیٰ درجات تک پہنچنے کیلئے کافی ہیں۔ آج تو غزوہ میں جانے سے تمہارے لئے یہی بہتر ہے کہ (یہاں مدینہ میں رہو) نہ تم دنیا کو دیکھو اور نہ دنیا تمہیں دیکھے (حضرت عمرؓ کا مقصد یہ تھا کہ یہ چند خاص حضرات اگر مختلف علاقوں میں چلے جائیں گے تو وہاں کے مسلمان ان کی ہی صحبت پر اکتفاء کر لیں گے اور مدینہ میں آیا کریں گے اور یوں ان کا امیر المومنین سے اور مرکز اسلام سے تعلق کمزور ہو جائے گا۔ اگر یہ حضرات مدینہ ہی میں رہیں گے تو ساری دنیا کے مسلمان مدینہ آیا کریں گے اور اس طرح ان کا امیر المومنین اور مرکز اسلام سے تعلق مضبوط ہوتا رہے گا اور یوں مسلمانوں میں فکر اور محنت اور ساری ترتیب میں یکسانیت رہے گی) جب حضرت عثمانؓ خلیفہ بنے تو انہوں نے ان حضرات سے یہ پابندی اٹھالی اور انہیں جانے کی اجازت دے دی۔ یہ حضرات مختلف علاقوں میں پھیل گئے اور وہاں کے مسلمانوں نے ان حضرات کی صحبت پر ہی اکتفاء کر لیا۔ اس حدیث کے راوی حضرت محمد اور حضرت طلحہ کہتے ہیں کہ یہ سب سے پہلی کمزوری تھی جو اسلام میں داخل ہوئی اور یہی سب سے پہلا فتنہ تھا جو عوام میں پیدا ہوا (کہ مقامی حضرات سے تعلق زیادہ ہو گیا اور امیر المومنین اور مرکز اسلام سے تعلق کم ہو گیا)[1] حضرت قیس

---

[1] اخرجه سيف و ابن عساكر كذافي الكنز (ج ٧ص ١٣٩) واخرجه الطبری (ج ٥ ص ١٣٤) من طريق سيف بنحوه.

ابن ابی حازم کہتے ہیں کہ حضرت زبیرؓ، حضرت عمرؓ کی خدمت میں جہاد میں جانے کی اجازت لینے کے لئے آئے۔ حضرت عمرؓ نے فرمایا تم اپنے گھر میں بیٹھے رہو۔ تم حضور ﷺ کے ساتھ بہت غزوے کر چکے ہو حضرت زبیرؓ بار بار اصرار کرنے لگے۔ تیسری چوتھی مرتبہ کے اصرار پر حضرت عمرؓ نے فرمایا اپنے گھر میں بیٹھ جاؤ۔ کیونکہ اللہ کی قسم! میں دیکھ رہا ہوں کہ اگر تم اور تمہارے ساتھی نکل کر اطراف مدینہ میں چلے جاؤ گے تو تم لوگ حضرت محمد ﷺ کے صحابہؓ کے خلاف فتنہ پیدا کر دو گے۔[1]

حضرات اہل الرائے سے مشورہ کرنا

حضور اکرم ﷺ کا اپنے صحابہؓ سے مشورہ کرنا

حضرت انسؓ فرماتے ہیں کہ جب حضور ﷺ کو ابو سفیان (کے لشکر) کے آنے کی خبر ملی تو حضور ﷺ نے اپنے صحابہ سے مشورہ فرمایا۔ حضرت ابو بکرؓ نے کچھ بات فرمائی۔ حضور ﷺ نے ان سے اعراض فرمالیا۔ پھر حضرت عمرؓ نے کچھ بات فرمائی۔ حضور ﷺ نے ان سے بھی اعراض فرمالیا۔ آگے حدیث کا اور مضمون بھی ہے جو کہ جہاد کے باب کے شروع میں حصہ اول صفحہ ۴۴۴ پر گزر چکا ہے۔[2]

امام احمدؒ اور امام مسلمؒ بدر کے واقعہ میں حضرت عمرؓ سے روایت کرتے ہیں۔ اس میں یہ مضمون بھی ہے کہ حضور ﷺ نے حضرت ابو بکرؓ، حضرت علی اور حضرت عمرؓ سے مشورہ لیا۔ (کہ بدر کے قیدیوں کے ساتھ کیا کیا جائے؟) تو حضرت ابو بکرؓ نے عرض کیا یا رسول اللہ! یہ لوگ (ہمارے) چچا کے بیٹے، خاندان کے لوگ اور بھائی ہیں۔ میری رائے یہ ہے کہ آپ ان سے فدیہ لے لیں (اور انہیں چھوڑ دیں) تو ہم ان سے جو فدیہ لیں گے وہ کفار سے مقابلہ کے لئے ہماری قوت کا ذریعہ بنے گا اور ہو سکتا ہے کہ اللہ تعالیٰ ان کو ہدایت دے دے۔ تو پھر یہ ہمارے دست وباز و بن جائیں گے۔ پھر حضور ﷺ نے فرمایا اے ابن الخطاب! تمہاری کیا رائے ہے؟ میں نے عرض کیا اللہ کی قسم! جو حضرت ابو بکرؓ کی رائے ہے وہ میری رائے نہیں ہے۔ بلکہ میری رائے تو یہ ہے کہ فلاں آدمی جو میرا قریبی رشتہ دار ہے وہ میرے حوالہ کر دیں میں اس کی گردن اڑا دوں اور عقیل کو حضرت علی کے حوالہ کر دیں وہ عقیل کی گردن اڑا دیں اور فلاں آدمی جو حضرت حمزہؓ کے بھائی ہیں یعنی حضرت عباسؓ وہ حضرت حمزہؓ

۱؎ عند الحاکم (ج ۳ ص ۱۲۰) وقال الذہبی صحیح ۲؎ اخرجہ احمد

کے حوالہ کر دیں۔ حضرت حمزہؓ ان کی گردن اڑا دیں۔ تاکہ اللہ تعالیٰ کو پتہ چل جائے کہ ہمارے دلوں میں مشرکوں کے بارے میں کسی قسم کی نرمی نہیں ہے۔ یہ لوگ قریش کے سردار اور امام اور قائد ہیں۔ حضور ﷺ نے حضرت ابو بکرؓ کی رائے کو پسند فرمایا اور میری رائے آپ کو پسند نہ آئی۔ اور ان قیدیوں سے فدیہ لے لیا۔ اگلے دن میں حضور ﷺ اور حضرت ابو بکرؓ کی خدمت میں گیا تو وہ دونوں رو رہے تھے۔ میں نے عرض کیا یا رسول اللہ! آپ مجھے بتائیں کہ آپ اور آپ کے ساتھی کیوں رو رہے ہیں؟ اگر (رونے کی وجہ معلوم ہونے پر) مجھے بھی رونا آگیا تو میں بھی رونے لگ جاؤں گا اور اگر رونا نہ آیا تو آپ دونوں کے رونے کی وجہ سے میں بھی بتکلف رونے کی صورت بنا لوں گا۔ حضور ﷺ نے فرمایا میں اس وجہ سے رو رہا ہوں کہ تمہارے ساتھیوں نے ان قیدیوں سے جو فدیہ لیا ہے اس کی وجہ سے اللہ کا عذاب اس درخت سے بھی زیادہ قریب آگیا تھا اور اللہ تعالیٰ نے یہ آیت اتاری ہے: مَاكَانَ لِنَبِيٍّ اَنْ يَّكُوْنَ لَهٗ اَسْرٰى (الانفال آیت ۶۷) جس کا ترجمہ یہ ہے: "نبی کی شان کے لائق نہیں کہ ان کے قیدی باقی رہیں (بلکہ قتل کر دیئے جائیں) جب تک کہ وہ زمین میں اچھی طرح خونریزی نہ کر لیں۔ تم تو دنیا کا مال و اسباب چاہتے ہو اور اللہ تعالیٰ آخرت (کی مصلحت) کو چاہتے ہیں اور اللہ تعالیٰ بڑے زبردست بڑی حکمت والے ہیں۔"[1]

امام احمد حضرت انسؓ سے روایت کرتے ہیں کہ حضور ﷺ نے صحابہ کرامؓ سے جنگ بدر کے موقع پر قیدیوں کے بارے میں مشورہ فرمایا۔ تو ان سے فرمایا اللہ تعالیٰ نے تمہیں ان لوگوں پر قابو دے دیا ہے (بتاؤ اب ان کے ساتھ کیا کرنا چاہئے؟) حضرت عمر بن خطابؓ نے عرض کیا یا رسول اللہ! ان لوگوں کی گردنیں اڑا دیں۔ حضرت انسؓ کہتے کہ حضور ﷺ نے حضرت عمرؓ کی طرف سے چہرہ پھیر لیا۔ حضور ﷺ نے دوبارہ متوجہ ہو کر فرمایا اے لوگو! اللہ تعالیٰ نے تمہیں ان لوگوں پر قابو دیدیا ہے اور یہ لوگ کل تمہارے بھائی ہی تھے۔ (لہذا ان کے ساتھ نرمی کا ہی برتاؤ ہونا چاہئے) حضرت عمرؓ نے دوبارہ وہی رائے پیش کی۔ حضور ﷺ نے ان کی طرف سے چہرہ پھیر لیا۔ حضور ﷺ نے پھر متوجہ ہو کر وہی بات ارشاد فرمائی۔ اس مرتبہ حضرت ابو بکرؓ نے عرض کیا یا رسول اللہ! ہماری رائے یہ ہے کہ آپ ان کو معاف کر دیں اور ان سے فدیہ قبول فرما لیں (یہ سن کر) حضور ﷺ کے چہرہ مبارک سے غم اور پریشانی کا اثر دور ہو گیا۔

---

[1] اخرجه ایضا ابوداؤد والترمذی و ابن ابی شیبة و ابو عوانة و ابن جریر و ابن المنذر و ابن ابی حاتم و ابن حبان و ابو الشیخ و ابن مردویه و ابو نعیم و البیهقی کما فی الکنز (ج ۵ ص ۲۶۵)

پھر آپ نے ان کو معاف فرمادیا۔ اور ان سے فدیہ لینا قبول فرمالیا۔ اللہ تعالیٰ نے یہ آیت نازل فرمائی: لَوْلَا كِتَابٌ مِّنَ اللَّهِ سَبَقَ لَمَسَّكُمْ فِيمَا أَخَذْتُمْ (الانفال آیت ٦٨)

"اگر خدا تعالیٰ کا ایک نوشتہ مقدر نہ ہو چکتا تو جو امر تم نے اختیار کیا ہے اس کے بارہ میں تم پر کوئی بڑی سزا واقع ہوتی۔"[1] (حضور ﷺ کا فدیہ لینے کی رائے کی طرف رجحان صرف صلہ رحمی اور رحم دلی کی وجہ سے تھا۔ البتہ بعض صحابہؓ نے صرف مالی فوائد کو سامنے رکھ کر یہ رائے دی تھی اور اکثر صحابہؓ نے دوسری دینی مصلحتوں اور اخلاقی پہلو کے ساتھ مالی ضروریات کو بھی ملحوظ رکھتے ہوئے یہ رائے دی تھی اور فدیہ لے کر چھوڑ دینا اس وقت کے حالات کے اعتبار سے اللہ تعالیٰ کے ہاں غلطی قرار دیا گیا اور یہ غلطی تھی تو ایسی کہ ان لوگوں کو سخت سزا دی جاتی جنہوں نے دنیوی سامان کا خیال کر کے ایسا مشورہ دیا تھا۔ مگر سزا دینے سے وہ چیز مانع ہے جو اللہ پہلے سے لکھ چکا اور طے کر چکا ہے۔ اور وہ کئی باتیں ہو سکتی ہیں۔ (۱) مجتہد کو اس قسم کی اجتہادی خطا پر عذاب نہیں ہوگا (۲) اہل بدر کی خطاؤں کو اللہ معاف فرما چکا ہے (۳) ان قیدیوں میں سے بہت سوں کی قسمت میں اسلام لانا لکھا گیا تھا وغیرہ)۔

حضرت ابن مسعودؓ فرماتے ہیں کہ جنگ بدر کے دن حضور اقدس ﷺ نے (صحابہؓ سے) فرمایا تم ان قیدیوں کے بارے میں کیا کہتے ہو؟ حضرت ابو بکرؓ نے عرض کیا یا رسول اللہ (ﷺ)! یہ لوگ آپ کی قوم اور آپ کے خاندان کے ہیں ان کو (معاف فرما کر دنیا میں) باقی رکھیں اور ان کے ساتھ نرمی کا معاملہ فرمائیں۔ شاید اللہ تعالیٰ ان کو (کفر و شرک سے) توبہ کی توفیق دے دے اور پھر حضرت عمرؓ نے عرض کیا یا رسول اللہ! انہوں نے آپ کو (مکہ سے) نکالا اور آپ کو جھٹلایا۔ آپ ان کو اپنے پاس بلائیں اور ان سب کی گردنیں اڑا دیں اور حضرت عبداللہ بن رواحہؓ نے یہ رائے پیش کی کہ یا رسول اللہ! آپ گھنے درختوں والا جنگل تلاش کریں۔ پھر ان لوگوں کو اس جنگل میں داخل کر کے اوپر سے آگ جلا دیں۔ حضور ﷺ نے (سب کی رائے سنی اور) کوئی فیصلہ نہ فرمایا اور (اپنے خیمہ میں) تشریف لے گئے۔ (لوگ آپس میں باتیں کرنے لگے) بعض نے کہا آپ حضرت ابو بکرؓ کی رائے پر عمل کریں گے اور بعض نے کہا حضرت عمرؓ کی رائے پر عمل کریں گے اور بعض نے کہا آپ حضرت عبداللہ بن رواحہ کی رائے پر عمل کریں گے۔ پھر آپ لوگوں کے پاس باہر تشریف لائے اور فرمایا کہ اللہ تعالیٰ بعض

---

[1] عند احمد كذافي نصب الراية (ج ٣ ص ٤٠٣) قال الهيثمي (ج ٦ ص ٨٧) رواه احمد عن شيخه علي بن عاصم بن صهيب و هو كثير الغلط و الخطا لايرجع اذا قيل له الصواب وبقية رجال احمد رجال الصحيح انتهى.

لوگوں کے دلوں کو اپنے بارے میں اتنا نرم فرما دیتے ہیں کہ وہ دودھ سے بھی زیادہ نرم ہو جاتے ہیں اور بعض لوگوں کے دلوں کو اپنے بارے میں اتنا سخت فرما دیتے ہیں کہ وہ پتھر سے بھی زیادہ سخت ہو جاتے ہیں اور اے ابو بکرؓ! تمہاری مثال حضرت ابراہیم علیہ السلام جیسی ہے۔ کیونکہ انہوں نے فرمایا تھا فَمَنْ تَبِعَنِیْ فَاِنَّهٗ مِنِّیْ وَمَنْ عَصَانِیْ فَاِنَّكَ غَفُوْرٌ رَّحِیْمٌ۔ (ابراہیم آیت ۳۶)

ترجمہ: "پھر جو شخص میری راہ پر چلے گا وہ تو میرا ہی ہے اور جو شخص (اس باب میں) میرا کہنا نہ مانے سو آپ تو کثیر المغفرت کثیر الرحمۃ ہیں" اور اے ابو بکرؓ! تمہاری مثال حضرت عیسیٰ علیہ السلام جیسی ہے کیونکہ انہوں نے فرمایا اِنْ تُعَذِّبْهُمْ فَاِنَّهُمْ عِبَادُكَ وَاِنْ تَغْفِرْ لَهُمْ فَاِنَّكَ اَنْتَ الْعَزِیْزُ الْحَكِیْمُ۔ (المائدہ آیت ۱۱۸) ترجمہ: "اور اگر آپ ان کو سزا دیں تو یہ آپ کے بندے ہیں اور اگر آپ ان کو معاف فرما دیں تو آپ زبردست ہیں حکمت والے ہیں ...... " اور اے عمر! تمہاری مثال حضرت نوح علیہ السلام جیسی ہے۔ کیونکہ انہوں نے فرمایا تھا رَبِّ لَا تَذَرْ عَلَی الْاَرْضِ مِنَ الْكَافِرِیْنَ دَیَّاراً۔ (نوح آیت ۲۶) ترجمہ: "اے رب! نہ چھوڑیو زمین پر منکروں کا ایک گھر بسنے والا۔" اور اے عمرؓ! تمہاری مثال حضرت موسیٰ علیہ السلام جیسی ہے کیونکہ انہوں نے فرمایا تھا رَبَّنَا اطْمِسْ عَلٰی اَمْوَالِهِمْ وَاشْدُدْ عَلٰی قُلُوْبِهِمْ فَلَا یُؤْمِنُوْا حَتّٰی یَرَوُا الْعَذَابَ الْاَلِیْمَ۔ ترجمہ: "اے ہمارے رب! ان کے مالوں کو نیست و نابود کر دیجئے اور ان کے دلوں کو زیادہ سخت کر دیجئے (جس سے ہلاکت کے مستحق ہو جاویں) سو یہ ایمان نہ لانے پاویں یہاں تک کہ عذاب الیم (کے مستحق ہو کر) اس کو دیکھ لیں" (پھر حضور ﷺ نے فرمایا) چونکہ تم ضرورت مند ہو اس وجہ سے ان قیدیوں میں سے ہر قیدی یا تو فدیہ دے گا یا پھر اس کی گردن اڑا دی جائے گی۔ حضرت عبداللہ (بن مسعود) فرماتے ہیں کہ میں نے عرض کیا یا رسول اللہ! اس حکم سے سہیل بن بیضا کو مستثنیٰ قرار دیا جائے۔ کیونکہ میں ان کو اسلام کا بھلائی کے ساتھ تذکرہ کرتے ہوئے سنا ہے۔ (یہ سن کر) حضور ﷺ خاموش رہے۔ حضرت عبداللہ بن مسعود فرماتے ہیں کہ اس دن جتنا مجھے اپنے اوپر آسمان سے پتھروں کے برسنے کا ڈر لگا اتنا مجھے کبھی نہیں لگا۔ (ڈر اس وجہ سے تھا کہ کہیں حضور ﷺ سے نامناسب بات کی فرمائش نہ کر دی ہو) آخر حضور ﷺ نے فرما ہی دیا کہ سہیل بن بیضا کو مستثنیٰ کیا جاتا ہے۔ فرماتے ہیں کہ پھر اللہ تعالیٰ نے ماکان لنبی ان یکون لہ اسری سے لے کر دو آیتیں نازل فرمائیں۔[1]

---

[1] عند احمد و هكذا رواه الترمذی و الحاكم و قال الحاكم صحيح الا سناد ولم يخر جاه ورواه ابن مردويه من طريق عبدالله بن عمر وابی هريرة رضی الله تعالىٰ عنهم بنحوذلك و قدروی عن ابی ايوب الا نصاری رضی الله تعالىٰ عنه بنحوه كذافی البداية (ج ۳ ص ۲۹۷)

حضرت زہری رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں کہ جب مسلمانوں پر (غزوہ خندق کے موقع پر) مصیبت سخت ہو گئی تو حضور ﷺ نے قبیلہ غطفان کے دو سرداروں عیینہ بن حصن اور حارث بن عوف مری کو بلا بھیجا اور ان کو مدینہ کا تہائی پھل اس شرط پر دینے کا ارادہ فرمایا کہ وہ اپنے ساتھیوں کو آپ کے اور آپ کے صحابہ کے مقابلہ میں واپس لے جائیں ۔ چنانچہ آپ کے اور ان کے درمیان صلح کی بات شروع ہو گئی حتی کہ انہوں نے صلح نامہ بھی لکھ لیا لیکن ابھی تک گواہیاں نہیں لکھی گئی تھی اور صلح کا مکمل فیصلہ نہیں ہوا تھا صرف ایک دوسرے کو آمادہ کرنے کی باتیں چل رہی تھیں۔ جب آپ نے اس طرح صلح کر لینے کا پختہ فیصلہ فرمالیا تو آپ نے حضرت سعد بن معاذ اور حضرت سعد بن عبادہؓ کو بلا کر اس صلح کا ان سے تذکرہ فرمایا اور ان دونوں سے اس بارے میں مشورہ کیا۔ تو ان دونوں نے عرض کیا یارسول اللہ ! یہ صلح کا کام آپ کو پسند ہے اس لئے آپ اس کو کر رہے ہیں یا اللہ نے آپ کو اس صلح کرنے کا حکم دیا ہے جس پر عمل کرنا ہمارے لئے ضروری ہے یا یہ صلح ہمارے فائدے کے لئے کر رہے ہیں۔ آپ نے فرمایا میں یہ صلح تمہارے فائدے کے لئے کر رہا ہوں۔ اللہ کی قسم ! میں یہ صلح اس وجہ سے کرنا چاہتا ہوں کیونکہ میں دیکھ رہا ہوں کہ سارے عرب والے ایک کمان سے تم پر تیر چلا رہے ہیں یعنی سارے تمہارے خلاف متحد ہو گئے ہیں اور ہر طرف سے کھلم کھلا تمہاری دشمنی کر رہے ہیں تو میں نے یہ سوچا کہ (یوں صلح کر کے) ان کی طاقت کو کچھ تو توڑ دوں۔ اس پر حضرت سعد بن معاذ نے حضور ﷺ کی خدمت میں عرض کیا یارسول اللہ ! ہم اور یہ لوگ پہلے اللہ کے ساتھ شریک کرنے اور بتوں کی عبادت میں اکٹھے تھے۔ ہم اللہ کی عبادت نہیں کرتے تھے بلکہ ہم اللہ کو پہچانتے بھی نہیں تھے۔ تو اس زمانہ میں ہماری ایک کھجور بھی زبردستی کھا لینے کا ان میں حوصلہ نہیں تھا ہاں ہمارے مہمان بن جاتے یا ہم سے خرید لیتے تو پھر یہ ہماری کھجور کھا سکتے تھے۔ تو اب جب کہ اللہ نے ہمیں اسلام کا شرف عطا فرمایا اور ہمیں اسلام کی ہدایت دی اور آپ کے ذریعہ اسلام دے کر ہمیں عزت عطا فرمادی تو اب ہم خود اپنے پھل انہیں دے دیں ؟ (یہ ہرگز نہیں ہو سکتا) اللہ کی قسم ! ہمیں اس صلح کی کوئی ضرورت نہیں ہے۔ اللہ کی قسم ! ہم ان کو تلوار کے علاوہ اور کچھ نہیں دیں گے۔ یہاں تک کہ اللہ ہی ہمارے اور ان کے درمیان فیصلہ کرے گا۔ اس پر حضور ﷺ نے فرمایا تم جانو اور تمہارا کام۔ (تمہاری رائے صلح کرنے کی نہیں ہے تو پھر ہم نہیں کرتے) چنانچہ حضرت سعد بن معاذؓ نے وہ صلح نامہ لیا اور اس میں جو کچھ لکھا ہوا تھا وہ مٹا دیا اور کہا کہ وہ

ہمارے خلاف اپنا سارا زور لگا کر دیکھ لیں۔[1]

حضرت ابو ہریرہؓ فرماتے ہیں کہ حارث حضور ﷺ کی خدمت میں (غزوہ خندق کے موقع پر) آکر کہنے لگا ہمیں مدینہ کی آدھی کھجوریں دے دو ورنہ میں آپ کے خلاف مدینہ کو سوار اور پیدل لشکر سے بھر دوں گا۔ حضور ﷺ نے فرمایا میں حضرت سعد بن عبادہ اور حضرت سعد بن معاذ سے مشورہ کر کے بتاتا ہوں۔ (آپ نے جا کر ان دونوں حضرات سے مشورہ کیا) ان دونوں نے کہا نہیں، یہ نہیں ہو سکتا۔ اللہ کی قسم! ہم تو زمانہ جاہلیت میں کبھی ایسی ذلت والی بات پر راضی نہیں ہوئے تو اب جب کہ اللہ نے ہمیں اسلام سے نواز دیا ہے تو اس ذلت والی بات پر ہم کیسے راضی ہو سکتے ہیں۔ حضور ﷺ نے واپس آکر حارث کو یہ جواب بتایا۔ اس نے کہا اے محمد! آپ نے (نعوذ باللہ) بد عہدی کی[2] طبرانی نے حضرت ابو ہریرہؓ سے نقل کیا ہے کہ حارث غطفانی نے حضور ﷺ کی خدمت میں حاضر ہو کر کہا ہمیں مدینہ کی آدھی کھجوریں دے دو۔ حضور ﷺ نے فرمایا سعد نامی لوگوں سے مشورہ کر کے بتاتا ہوں۔ چنانچہ آپ نے حضرت سعد بن معاذ، حضرت سعد بن عبادہ، حضرت سعد بن الربیع، حضرت سعد بن خیثمہ، اور حضرت سعد بن مسعودؓ کو بلا کر فرمایا مجھے معلوم ہے سارے عرب کے لوگ تم کو ایک کمان سے تیر مار رہے ہیں۔ یعنی وہ سب تمہارے خلاف متحد ہو چکے ہیں اور حارث تم سے مدینہ کی آدھی کھجوریں مانگ رہا ہے تو اگر تم چاہو تو اس سال اسے آدھی کھجوریں دے دو۔ آئندہ تم دیکھ لینا۔ ان حضرات نے عرض کیا یا رسول اللہ! کیا یہ آسمان سے وحی آئی ہے؟ پھر تو اس کے آگے سر تسلیم خم ہے۔ یا یہ آپ کی اپنی رائے ہے۔ تو ہم آپ کی رائے پر عمل کریں گے لیکن اگر آپ ہم پر شفقت کی وجہ سے یہ فرما رہے ہیں تو اللہ کی قسم! آپ دیکھ ہی چکے ہیں کہ ہم اور یہ برابر ہیں۔ یہ ہم سے ایک کھجور بھی زبردستی نہیں لے سکتے ہاں خرید کر یا مہمان بن کر لے سکتے ہیں۔ (ان حضرات سے) حضور ﷺ نے فرمایا ہاں میں تو شفقت کی وجہ سے کہہ رہا تھا (اور پھر حارث سے کہا) تم سن رہے ہو کہ یہ حضرات کیا کہہ رہے ہیں۔ حارث نے کہا اے محمد! آپ نے (معاذ اللہ) بد عہدی کی ہے۔[3]

حضرت عمر فرماتے ہیں کہ حضور اقدس ﷺ مسلمانوں کے اس طرح کے امور کے بارے میں رات کے وقت حضرت ابو بکرؓ سے (مشورہ کے لئے) گفتگو فرماتے اور میں بھی

---

[1] اخرجه ابن اسحاق كذافي البداية (ج ٤ ص ١٠٤)

[2] اخرجه البزار [3] قال الهيثمي (ج ٦ ص ١٣٢) رجال البزار والطبراني فيهما محمد بن عمرو وحديثه حسن و بقية رجاله ثقات

آپ کے ساتھ ہوتا۔[۱]

حضرت ابو بکرؓ کا اہل الرائے سے مشورہ کرنا

حضرت قاسم رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ جب حضرت ابو بکر صدیقؓ کو کوئی ایسا مسئلہ پیش آتا جس میں وہ اہل الرائے اور اہل فقہ سے مشورہ کرنا چاہتے تو مہاجرین وانصار میں سے کچھ حضرات کو بلا لیتے اور حضرت عمر، حضرت عثمان، حضرت علی، حضرت عبد الرحمٰن بن عوف حضرت معاذ بن جبل، حضرت ابی بن کعب اور حضرت زید بن ثابتؓ کو بھی بلاتے۔ یہ سب حضرات حضرت ابو بکر کے زمانہ خلافت میں فتویٰ دیا کرتے تھے اور لوگ بھی ان ہی حضرات سے مسائل پوچھا کرتے تھے۔ حضرت ابو بکر کے زمانے میں یہی ترتیب رہی۔ ان کے بعد حضرت عمر خلیفہ بنے تو وہ بھی ان ہی حضرات کو (مشورہ کیلئے) بلایا کرتے اور ان کے زمانے میں حضرت عثمان، حضرت ابی اور حضرت زید فتوی کا کام کیا کرتے۔[۲]

حضرت عبیدہ رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں کہ عیینہ بن حصن اور اقرع بن حابس حضرت ابو بکر کے پاس آئے اور کہا اے خلیفہ رسول اللہ! ہمارے علاقہ میں ایک شوریلی زمین ہے جس میں نہ گھاس اگتی ہے اور نہ اس سے کوئی اور فائدہ حاصل ہوتا ہے۔ اگر آپ مناسب سمجھیں تو وہ ہمیں بطور جاگیر دے دیں۔ تاکہ ہم اس میں ہل چلائیں اور اسے کاشت کریں شاید وہ آباد ہو جائے۔ چنانچہ آپ نے وہ زمین ان کو بطور جاگیر دینے کا ارادہ کر لیا اور ان کے لئے ایک تحریر لکھی اور یہ طے کیا کہ حضرت عمرؓ اس فیصلہ پر گواہ بنیں۔ اس وقت حضرت عمرؓ وہاں موجود نہیں تھے۔ وہ دونوں تحریر لے کر حضرت عمر کو اس پر گواہ بنانے کے لئے ان کے پاس گئے۔ جب حضرت عمرؓ نے اس تحریر کا مضمون سنا تو ان دونوں کے ہاتھ سے وہ تحریر لی اور اس پر تھوک کر اسے مٹادیا۔ اس پر ان دونوں کو غصہ آگیا اور دونوں نے حضرت عمر کو برا بھلا کہا۔ حضرت عمرؓ نے کہا حضور ﷺ تم دونوں کی تالیف قلب فرمایا کرتے تھے۔ (اور تالیف قلب کی وجہ سے تم دونوں کو زمین دی تھی) جب کہ اس وقت اسلام کمزور اور اسلام والے تھوڑے تھے اور آج اللہ تعالیٰ نے اسلام کو غلبہ عطا فرمادیا ہے (اس لئے اب تمہاری تالیف قلب کی کوئی ضرورت نہیں ہے) تم دونوں چلے جاؤ اور میرے خلاف جتنا زور لگا سکتے ہو لگا لو اور اگر تم لوگ اللہ سے حفاظت مانگو تو اللہ تمہاری حفاظت نہ کرے۔ یہ دونوں غصہ

---

[۱] اخرجه مسدد وهو صحيح كذافي كنز العمال (ج ٤ ص ٤٥)
[۲] اخرجه ابن سعد كذافي الكنز (ج ٣ ص ١٣٤)

میں بھرے ہوئے حضرت ابوبکر کے پاس آئے۔ اور ان سے کہا اللہ کی قسم! ہمیں سمجھ نہیں آرہا کہ آپ خلیفہ ہیں یا عمر؟ حضرت ابوبکر نے فرمایا اگر وہ چاہتے تو خلیفہ بن سکتے تھے۔ اتنے میں حضرت عمر بھی غصہ میں بھرے ہوئے آئے اور حضرت ابوبکر کے پاس کھڑے ہو کر کہنے لگے آپ مجھے بتائیں کہ آپ نے یہ زمین جوان آدمیوں کو بطور جاگیر دی ہے یہ آپ کی ملک ہے یا تمام مسلمانوں کی ہے۔ حضرت ابوبکر نے فرمایا نہیں، تمام مسلمانوں کی ہے۔ حضرت عمر نے کہا تو پھر آپ نے سارے مسلمانوں کو چھوڑ کر صرف ان دو کو کیوں دے دی؟ حضرت ابوبکر نے فرمایا کہ میرے پاس جو مسلمان تھے میں نے ان سے مشورہ کیا تھا۔ ان سب نے مجھے ایسا کرنے کا مشورہ دیا تھا۔ حضرت عمرؓ نے کہا آپ نے اپنے پاس والوں سے تو مشورہ کیا لیکن کیا آپ نے تمام مسلمانوں سے مشورہ کر کے ان کی رضامندی حاصل کی ہے؟ (چونکہ یہ بات ظاہر تھی کہ ہر امر میں سارے مسلمانوں سے مشورہ نہیں لیا جاسکتا اس وجہ سے حضرت ابوبکر نے اس سوال کا کوئی جواب نہ دیا بلکہ) حضرت ابوبکر نے فرمایا میں نے تم سے پہلے ہی کہا تھا کہ تم اس امر خلافت (کو سنبھالنے) کی مجھ سے زیادہ طاقت رکھتے ہو۔ لیکن تم مجھ پر غالب آگئے (اور تم نے مجھے زبردستی خلیفہ بنادیا) [1]

حضرت عطیہ بن بلال رحمۃ اللہ علیہ اور حضرت سہم بن منجاب رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں کہ اقرع اور زبرقان دونوں نے حضرت ابوبکرؓ کی خدمت میں آکر عرض کیا کہ بحرین کا خراج (محصول) ہمارے لئے مقرر فرمادیں ہم آپ کو اس بات کی ضمانت دیتے ہیں کہ ہماری قوم کا کوئی آدمی (دین اسلام سے) نہیں پھرے گا۔ چنانچہ حضرت ابوبکر ایسا کرنے پر تیار ہو گئے اور ان کے لئے ایک تحریر لکھی۔ اور یہ معاملہ حضرت طلحہ بن عبید اللہؓ کی وساطت سے طے ہوا۔ ان حضرات نے چند گواہ بھی مقرر کئے جن میں حضرت عمرؓ بھی تھے جب یہ تحریر حضرت عمر کے پاس آئی اور انہوں نے اسے دیکھا تو انہوں نے اس پر گواہ بننے سے انکار کر دیا اور فرمایا نہیں۔ اب کسی کے اکرام اور تالیف قلب کی ضرورت نہیں ہے۔ پھر اس تحریر کے لکھے ہوئے کو مٹا کر اسے پھاڑ دیا۔ اس پر حضرت طلحہ کو بہت غصہ آیا اور انہوں نے حضرت ابوبکر کے پاس آکر کہا آپ امیر ہیں یا عمر؟ حضرت ابوبکرؓ نے فرمایا امیر تو حضرت عمر ہیں لیکن

---

[1] اخرجه ابن ابی شیبة و البخاری فی تاریخه و ابن عساکر و البیهقی و یعقوب بن سفیان کذافی الکنز (ج ۲ ص ۱۸۹) وعزاه فی الاصابة (ج ۳ ص ۵۵ و ج ۱ ص ۵۹) الی البخاری فی تاریخه الصغیر و یعقوب بن سفیان و قال باسناد صحیح و ذکر عن علی بن المدینی هذا منقطع لان عبیدة لم یدرك القصة ولا روی عن عمرانه سمع منه وقال ولا یروی عن عمر باحسن من هذا الاسناد انتهی و اخرجه عبدالرزاق عن طاؤس مختصر اکما فی الکنز (ج ۱ ص ۸۰)

بات میری ماننی ضروری ہے (حضرت طلحہؓ نے سوال تو ایسا کیا تھا جس سے حضرت ابو بکرؓ اور حضرت عمر میں توڑ پیدا ہو جائے لیکن حضرت ابو بکرؓ نے جواب جوڑ والا دیا اس وجہ سے) یہ سن کر حضرت طلحہ خاموش ہو گئے۔[1]

حضرت عبداللہ بن عمروؓ فرماتے ہیں کہ حضرت ابو بکرؓ نے حضرت عمرو بن العاصؓ کو یہ لکھا کہ حضور ﷺ جنگی امور کے بارے میں مشورہ کیا کرتے تھے لہٰذا تم بھی مشورہ کرنے کو اپنے لئے لازمی سمجھو۔[2] اس سے پہلے حضرت عبداللہ بن ابی اوفی کی روایت میں یہ بات گزر چکی ہے کہ حضرت ابو بکرؓ نے غزوہ روم کے بارے میں حضرات اہل رائے سے مشورہ کیا۔

حضرت عمر بن الخطابؓ کا حضرات اہل رائے سے مشورہ کرنا

حضرت ابو جعفر رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ حضرت عمر بن خطابؓ نے حضرت علی بن ابی طالبؓ کو ان کی صاحبزادی حضرت ام کلثومؓ سے نکاح کا پیغام دیا۔ تو حضرت علیؓ نے کہا میں نے یہ طے کر رکھا ہے کہ اپنی بیٹیوں کی شادی صرف جعفر کے بیٹوں سے ہی کروں گا۔ حضرت عمرؓ نے فرمایا اے علی! تم اس سے میری شادی کر دو کیونکہ روئے زمین پر کوئی آدمی ایسا نہیں ہے جو آپ کی اس بیٹی کے ساتھ اچھی زندگی گزار کر وہ اعلیٰ فضیلت حاصل کرنا چاہتا ہو جو میں حاصل کرنا چاہتا ہوں (اور اس فضیلت کو حضرت عمرؓ نے آگے جا کر بیان فرمایا ہے) اس پر حضرت علیؓ نے فرمایا اچھا میں نے (اس بیٹی کا آپ سے نکاح) کر دیا۔ مہاجرین میں سے حضرت علیؓ، حضرت عثمانؓ، حضرت زبیرؓ، حضرت طلحہؓ اور حضرت عبدالرحمٰن بن عوفؓ (حضرت عمرؓ کے مشورے والے حضرات تھے اور یہ حضرات ہر وقت مسجد نبوی میں) قبر نبوی اور منبر شریف کے درمیان بیٹھے رہتے تھے۔ جب اطراف عالم سے کوئی بات حضرت عمرؓ کے پاس آیا کرتی تو وہ آکر ان کو بتایا کرتے اور اس کے بارے میں ان سے مشورہ کیا کرتے۔ چنانچہ حضرت عمرؓ نے ان حضرات کو آکر کہا مجھے نکاح کی مبارکباد دو۔ ان حضرات نے حضرت عمرؓ کو مبارک باد دی اور پوچھا اے امیر المومنین! (آپ نے) کس سے (نکاح کیا ہے؟) حضرت عمرؓ نے فرمایا حضرت علیؓ بن ابی طالب کی بیٹی سے پھر انہیں سارا واقعہ تفصیل سے بتانے لگے اور فرمایا حضور ﷺ نے فرمایا ہے کہ میرے تعلق اور رشتہ کے علاوہ

---

[1] اخرجه سيف و ابن عساكر عن الصعب بن عطية بلا ل كذافي منتخب الكنز (ج ٤ ص ٣٩٠) [2] اخرجه الطبراني قال الهيثمي (ج ٥ ص ٣١٩) رواه الطبراني و رجاله قد وثقوا انتهى و اخرجه البزار و العقيلي و سنده حسن كما في الكنز (ج ٢ ص ١٦٣)

ہر تعلق اور رشتہ قیامت کے دن ٹوٹ جائے گا۔ حضور ﷺ کی صحبت تو مجھے حاصل ہے ہی۔ اب میں نے چاہا کہ (اس نکاح کے ذریعہ حضور ﷺ سے) میرا رشہ کا تعلق بھی قائم ہو جائے۔[1]

حضرت عطاء بن یسارؒ فرماتے ہیں کہ حضرت عمر اور حضرت عثمانؓ حضرت ابن عباسؓ کو بلایا کرتے تھے اور بدر والوں کے ساتھ ان سے بھی مشورہ کیا کرتے تھے اور حضرت ابن عباسؓ حضرت عمرؓ اور حضرت عثمانؓ کے زمانے سے آخر دم تک فتوی کا کام انجام دیتے رہے۔
حضرت یعقوب بن زید رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں کہ حضرت عمرؓ کو جب بھی کوئی اہم مسئلہ پیش آتا تو وہ حضرت ابن عباسؓ سے مشورہ لیتے اور فرماتے اے غوطہ لگانے والے! (یعنی ہر معاملہ کی گہرائی تک پہنچنے والے!) غوطہ لگاؤ۔ (اور اس اہم مسئلہ میں اچھی طرح سوچ کر اپنی رائے پیش کرو) حضرت سعد بن ابی وقاصؓ فرماتے ہیں کہ میں نے ایسا کوئی آدمی نہیں دیکھا جو حضرت ابن عباسؓ سے زیادہ حاضر دماغ، زیادہ عقلمند، زیادہ علم والا اور زیادہ بردبار ہو۔ میں نے حضرت عمرؓ کو دیکھا ہے کہ وہ حضرت ابن عباسؓ کو پیچیدہ اور مشکل مسائل کے پیش آنے پر بلاتے اور فرماتے یہ ایک پیچیدہ مسئلہ تمہارے سامنے ہے۔ پھر ابن عباسؓ ہی کے مشورے پر عمل کرتے حالانکہ ان کے چاروں طرف بدری حضرات مہاجرین و انصار کا مجمع ہوتا[2] حضرت ابن شہابؒ کہتے ہیں کہ جب بھی حضرت عمرؓ کو کوئی مشکل مسئلہ پیش آتا تو آپ نوجوانوں کو بلاتے اور ان کی عقل و سمجھ کو تیزی کو اختیار کرتے ہوئے ان سے مشورہ لیتے[3] امام بیہقی نے حضرت ابن سیرین سے نقل کیا ہے کہ حضرت عمرؓ کا مزاج مشورہ کر کے چلنے کا تھا چنانچہ بعض دفعہ مستورات سے بھی مشورہ لے لیا کرتے اور ان مستورات کی رائے میں ان کو کوئی بات اچھی نظر آتی تو اس پر عمل کر لیتے۔[4]

حضرت محمد، حضرت طلحہ اور حضرت زیادؓ کہتے ہیں کہ (یکم محرم ۱۴ھ کو) حضرت عمرؓ لشکر لے کر (مدینہ سے) نکلے۔ اور ایک پانی پر پڑاؤ کیا جس کا نام صرار تھا۔ (یہ پانی مدینہ سے تین میل کے فاصلہ پر تھا) اور لشکر کو بھی وہاں ٹھہرا لیا۔ لوگوں کو پتہ نہیں چل رہا تھا کہ حضرت عمر آگے چلیں گے یا (مدینہ ہی) ٹھہریں گے اور لوگ جب کوئی بات حضرت عمر سے پوچھنا

---

[1] اخرجه ابن سعد و سعید بن منصور ورواه ابن راهو یه مختصرا كذافي الكنز (ج ٧ ص ٩٨) و اخرجه الحاكم (ج ٣ ص ١٤٢) ايضا مختصرا وقال هذا حديث صحيح الا سناد ولم يخرجاه وقال الذهبي منقطع [2] اخرجه ابن سعد [3] اخرجه البيهقي و ابن السمعاني [4] كذافي الكنز (ج ٢ ص ١٦٣)

چاہتے تو حضرت عثمان یا حضرت عبدالرحمٰن بن عوفؓ کے واسطے سے پوچھتے اور حضرت عمر کے زمانے میں ہی حضرت عثمان کا لقب ردیف پڑ گیا تھا۔ اور عربوں کی زبان میں ردیف اسے کہتے ہیں جو کسی آدمی کے بعد اس کا قائم مقام ہو اور موجودہ امیر کے بعد اس کے امیر بننے کی امید ہو، اور جب یہ دونوں حضرات لوگوں کی وہ بات حضرت عمر سے پوچھنے کی ہمت نہ پاتے تو پھر لوگ حضرت عباسؓ کو واسطہ بناتے۔ چنانچہ حضرت عثمان نے حضرت عمر سے پوچھا آپ کو کیا خبر پہنچی ہے؟ اور آپ کا کیا ارادہ ہے؟ اس پر حضرت عمر نے اعلان کروایا الصلاۃ جامعہ۔ (اے لوگو! نماز کے عنوان پر جمع ہو جاؤ) چنانچہ لوگ حضرت عمر کے پاس جمع ہو گئے انہوں نے لوگوں کو (سفر کی) خبر دی۔ پھر دیکھنے لگے کہ اب لوگ کیا کہتے ہیں؟ تو اکثر لوگوں نے کہا آپ بھی چلیں اور ہمیں بھی اپنے ساتھ لے چلیں۔ چنانچہ حضرت عمرؓ نے لوگوں کی اس رائے سے اتفاق کیا اور ان کی رائے کو یونہی چھوڑ دینا مناسب نہ سمجھا۔ بلکہ یہ چاہا کہ ان کو اس رائے سے نرمی اور حکمت عملی کے ساتھ ہٹائیں گے (اگر ضرورت پیش آگئی تو) اور فرمایا خود بھی تیار ہو جاؤ اور دوسروں کو بھی تیار کرو۔ میں بھی (آپ لوگوں کے ساتھ) جاؤں گا۔ لیکن اگر آپ لوگوں کی رائے سے زیادہ اچھی رائے کوئی اور آگئی تو پھر نہیں جاؤں گا۔ پھر آپ نے آدمی بھیج کر اہل الرائے حضرات کو بلایا۔ چنانچہ حضور ﷺ کے چیدہ چیدہ صحابہ اور عرب کے چوٹی کے لوگ جمع ہو گئے۔ حضرت عمر نے ان سے فرمایا میرا خیال ہے کہ میں بھی اس لشکر کے ساتھ چلا جاؤں۔ آپ لوگ اس بارے میں اپنی رائے مجھے دیں۔ وہ حضرات سب جمع ہو گئے اور ان سب نے یہی رائے دی کہ حضرت عمر حضور اکرم ﷺ کے صحابہ میں سے کسی آدمی کو (اپنی جگہ) بھیج دیں۔ اور خود حضرت عمرؓ یہاں (مدینہ) ہی ٹھہرے رہیں۔ اور آدمی کی مدد کے لئے لشکر بھیجتے رہیں۔ پھر اگر حسب منشا فتح ہو گئی تو پھر حضرت عمرؓ کی لوگوں کی مراد پوری ہو جائے گی ورنہ حضرت عمر دوسرے آدمی کو بھیج دیں گے اور اس کے ساتھ دوسرا لشکر روانہ کر دیں گے۔ اس طرح کرنے سے دشمن کو غصہ آئے گا اور مسلمان غلطی کرنے سے بچ جائیں گے اور پھر اللہ تعالیٰ کا وعدہ پورا ہوگا اور اللہ کی مدد آئے گی۔ پھر حضرت عمرؓ نے اعلان کروایا الصلاۃ جامعہ۔ چنانچہ حضرت عمر کے پاس مسلمان جمع ہو گئے۔ حضرت عمرؓ نے مدینہ میں اپنی جگہ حضرت علیؓ کو خلیفہ مقرر کیا تھا۔ انہیں بلانے کے لئے حضرت عمرؓ نے آدمی بھیجا وہ بھی آگئے۔ حضرت طلحہؓ کو حضرت عمرؓ نے مقدمۃ الجیش پر مقرر فرما کر آگے بھیجا ہوا تھا۔ انہیں بھی آدمی بھیج کر بلایا۔ وہ بھی آگئے۔ اس لشکر کے میمنہ اور میسرہ پر حضرت زبیر اور حضرت عبدالرحمٰن ابن عوف کو مقرر کیا ہوا تھا۔ حضرت عمر نے لوگوں میں کھڑے ہو کر یہ

بیان کیا۔

"بے شک اللہ عزو جل نے مسلمانوں کو اسلام پر جمع فرمادیا اور ان کے دلوں میں ایک دوسرے کی محبت پیدا کر دی اور اسلام کی وجہ سے ان کو آپس میں بھائی بھائی بنادیا اور مسلمان آپس میں ایک جسم کی طرح ہیں۔ ایک عضو کو جو تکلیف پہنچتی ہے وہ باقی تمام اعضاء کو بھی پہنچتی ہے۔ اس لئے مسلمانوں کو ایک جسم کے اعضاء کی طرح ہونا چاہئے (کہ ایک مسلمان کی تکلیف سے سب کو تکلیف ہو) اور مسلمانوں کا ہر کام حضرات اہل شوری کے مشورہ سے طے ہونا چاہئے۔ عام مسلمان اپنے امیر کے تابع ہیں اور اہل شوری جس چیز پر اتفاق کر لیں اور اسے پسند کر لیں تو تمام مسلمانوں کے لئے اس پر عمل کرنا ضروری ہے۔ اور جو مسلمانوں کا امیر ہے وہ ان اہل شوری کا تابع ہے۔ اسی طرح جنگی تدابیر میں جو اہل شوری کی رائے ہو اور جس تدبیر پر اہل شوری راضی ہوں اس میں تمام مسلمان ان کے تابع ہیں۔ اے لوگو! میں بھی تم میں سے ایک آدمی تھا (اور میرا بھی تمہارے ساتھ جانے کا ارادہ تھا) لیکن تمہارے اہل شوری نے مجھے جانے سے روک دیا ہے۔ اب میری بھی یہی رائے ہے کہ میں (مدینہ ہی) ٹھہروں اور (اپنی جگہ) کسی دوسرے کو (امیر بنا کر) بھیج دوں اور میں جن کو آگے بھیج چکا تھا یا پیچھے (مدینہ) چھوڑ آیا تھا (اور جو یہاں موجود تھے) میں ان سب سے اس بارے میں مشورہ کر چکا ہوں۔"

حضرت عمر پیچھے مدینہ میں حضرت علی کو اپنا خلیفہ بنا کر آئے تھے اور مقدمۃ الجیش پر امیر بنا کر حضرت طلحہ کو آگے اعوص مقام پر بھیج رکھا تھا۔ چنانچہ حضرت عمر نے بلا کر ان دونوں کو بھی اس مشورہ میں شریک کیا تھا۔[1] ابن جریر حضرت عمر بن عبدالعزیزؒ سے نقل کرتے ہیں کہ جب حضرت عمرؓ کو حضرت ابو عبید بن مسعودؓ کے شہید ہونے کی اطلاع ملی اور یہ پتہ چلا کہ اہل فارس کسری کے خاندان کے ایک آدمی (کی امارت) پر جمع ہو رہے ہیں تو حضرت عمر نے اعلان کر کے حضرات مہاجرین اور انصار کو جمع فرمایا اور ان کو اپنے ساتھ لے کر (مدینہ سے) باہر نکلے یہاں تک کہ صرار مقام پر پہنچ گئے۔ آگے مختصر حدیث ذکر کی جیسے کہ پہلے گزر چکی ہے۔

امام طبرانی حضرت محمد بن سلام بیکندی رحمۃ اللہ علیہ سے روایت کرتے ہیں کہ حضرت عمرو بن معدیکربؓ نے زمانہ جاہلیت میں بہت سے کارنامے کئے تھے اور انہوں نے اسلام کا زمانہ بھی پایا ہے۔ حضور ﷺ کی خدمت میں وفد کے ہمراہ آئے تھے اور حضرت عمر بن

[1] اخرجه ابن جرير (ج ٤ ص ٨٣) من طريق سيف

الخطابؓ نے ان کو حضرت سعد بن ابی وقاصؓ کے پاس قادسیہ بھیجا تھا اور وہاں انہوں نے اپنی بہادری کے بڑے جوہر دکھائے تھے۔ حضرت عمر نے حضرت سعد کو خط میں یہ لکھا تھا کہ میں تمہاری مدد کے لئے دو ہزار آدمی بھیج رہا ہوں ایک حضرت عمرو بن معدیکرب اور دوسرے حضرت طلیحہ بن خویلد اسدیؓ ہیں (یعنی یہ دونوں اتنے بہادر ہیں کہ ان میں سے ہر ایک ہزار آدمیوں کے برابر ہے) ان دونوں سے جنگی امور میں مشورہ کرتے رہنا لیکن ان کو کسی کا ذمہ دار نہ بنانا۔[1]

جماعتوں پر کسی کو امیر مقرر کرنا

حضرت سعد بن ابی وقاصؓ فرماتے ہیں کہ جب حضور ﷺ مدینہ تشریف لائے تو قبیلہ جہینہ کے لوگ آپ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور انہوں نے عرض کیا اب آپ ہمارے ہاں آگئے ہیں لہذا آپ ہمیں معاہدہ نامہ لکھ دیں تاکہ ہم اپنی ساری قوم کو لے کر آپ کی خدمت میں آسکیں۔ چنانچہ آپ نے ان کو معاہدہ نامہ لکھ کر دیا۔ اور پھر وہ قبیلہ جہینہ والے مسلمان ہو گئے۔ حضرت سعد فرماتے ہیں کہ حضور ﷺ نے ہمیں رجب کے مہینہ میں بھیجا۔ اور ہماری تعداد سو بھی نہیں تھی اور حضور ﷺ نے ہمیں حکم دیا کہ ہم قبیلہ بنو کنانہ پر حملہ کریں یہ قبیلہ جہینہ کے قریب ہی آباد تھا۔ چنانچہ ہم نے ان پر حملہ کر دیا۔ ان کی تعداد زیادہ تھی۔ اس لئے ہم پناہ لینے قبیلہ جہینہ کے پاس چلے گے۔ انہوں نے ہمیں پناہ دے دی۔ لیکن انہوں نے کہا تم لوگ شہر حرام (یعنی قابل احترام مہینے) میں کیوں جنگ کرتے ہو؟ (عرب کے لوگ شوال، ذی قعدہ، ذی الحجہ اور رجب کو اشہر حرم یعنی قابل احترام مہینے سمجھتے تھے اور ان مہینوں میں آپس میں جنگ نہیں کرتے تھے) ہم نے ان سے کہا کہ ہم تو صرف ان لوگوں سے جنگ کر رہے ہیں جنہوں نے ہمیں بلد حرام (یعنی قابل احترام شہر مکہ) سے شہر حرام (یعنی قابل احترام مہینے) میں نکالا تھا۔ ہمارے ساتھیوں نے ایک دوسرے سے پوچھا کیا رائے ہے؟ (اب ہمیں کیا کرنا چاہئے؟ اس پر ہمارا اختلاف ہو گیا) بعض ساتھیوں نے کہا ہم حضور ﷺ کی خدمت میں جاتے ہیں اور انہیں ساری بات بتاتے ہیں۔ کچھ ساتھیوں نے کہا نہیں ہم تو یہیں ٹھہریں گے۔ میں نے اور میرے ساتھیوں نے کہا نہیں۔ ہم تو قریش کے قافلہ کی طرف چلتے ہیں اور ان کے سامان تجارت پر قبضہ کر لیتے ہیں اور اس زمانے کا دستور یہ تھا کہ کافروں سے جو مال بغیر لڑائی کے ملے گا وہ سارے کا سارا انہی مسلمانوں کا ہوگا جنہوں نے

---

[1] قال الهيثمي (ج ٥ ص ٣١٩) رواه الطبراني هكذا منقطع الاسناد.

وہ مال کافروں سے لیا ہوگا۔ چنانچہ ہم تو اس قافلہ کی طرف چلے گئے اور ہمارے باقی ساتھی حضور ﷺ کی خدمت میں واپس چلے گئے اور جاکر حضور ﷺ کو ساری تفصیل سنائی تو آپ غصہ میں کھڑے ہوگئے اور آپ کا چہرہ سرخ ہوگیا اور آپ نے فرمایا تم میرے پاس سے اکٹھے گئے تھے اور اب تم الگ الگ ہو کر واپس آرہے ہو۔ یوں بکھر جانے نے ہی تم سے پہلے لوگوں کو ہلاک کیا ہے اب میں تم پر ایسے آدمی کو امیر بنا کر بھیجوں گا۔ جو تم سے بہتر تو نہیں ہوگا لیکن تم سے زیادہ بھوک پیاس برداشت کرنے والا ہوگا۔ پھر حضور ﷺ نے حضرت عبدالرحمٰن بن جحش اسدیؓ کو ہمارا امیر بنا کر بھیجا۔ چنانچہ یہ سب سے پہلے صحابی ہیں جن کو اسلام میں امیر بنایا گیا۔[1]

دس آدمیوں کا امیر بنانا

حضرت حبیب رحمۃ اللہ علیہ کے والد حضرت شہاب عنبری رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں کہ تستر شہر کے دروازے کو سب سے پہلے میں نے آگ لگائی تھی۔ اور (اس جنگ میں) حضرت اشعریؓ کو تیر لگا تھا جس سے وہ زخمی ہو کر زمین پر گر گئے تھے۔ جب مسلمانوں نے تستر فتح کر لیا تو حضرت اشعری نے مجھے میری قوم کے دس آدمیوں کا امیر بنا دیا۔[2]

سفر کا امیر بنانا

حضرت عمرؓ فرماتے ہیں کہ جب سفر میں تین آدمی ہوں تو انہیں چاہئے کہ وہ اپنے میں سے کسی ایک کو اپنا امیر بنالیں۔ اس طرح امیر بنانے کا حضور ﷺ نے حکم دیا ہے۔[3]

امارت کی ذمہ داری کون اٹھا سکتا ہے؟

حضرت ابوہریرہؓ فرماتے ہیں کہ حضور ﷺ نے ایک جماعت بھیجی جن کی تعداد زیادہ تھی۔ ان میں سے ہر آدمی کو جتنا قرآن یاد تھا وہ آپ نے ان سے سنا۔ چنانچہ سنتے سنتے آپ ایک

---

[1] اخرجه احمد واخرجه ايضا ابن ابي شيبة كما في الكنز (ج ۷ ص ٦٠) والبغوى كما فى الاصابة (ج ۲ ص ۲۸۷) واخرجه ايضا البيهقى فى الدلائل (وزاد بعد لم تقاتلون فى الشهر الحرام فقالوا نقاتل فى الشهر الحرام من اخرجنا من البلد الحرام) كما فى البداية (ج ۳ ص ۲٤۸) قال الهيثمى (ج ٦ ص ٦٦) وفيه المجالد بن سعيد وهو ضعيف عند الجمهور و وثقه النسائى فى رواية وبقية رجال احمد رجال الصحيح انتهى .

[2] اخرجه ابن ابى شيبة و اسناده صحيح كذافى الاصابة (ج ۲ ص ۱٥۹)

[3] اخرجه البزار و ابن خزيمة والدار قطنى و الحاكم كذافى الكنز (ج ۳ ص ۳٤٤)

ایسے شخص کے پاس آئے جو ان میں سب سے کم عمر تھا۔ آپ نے فرمایا اے فلانے! تمہیں کتنا قرآن یاد ہے؟ اس نے کہا فلاں فلاں سورتیں اور سورۂ بقرہ۔ آپ نے پوچھا کیا تمہیں سورۂ بقرہ یاد ہے؟ اس نے کہا جی ہاں۔ آپ نے فرمایا جاؤ۔ تم اس جماعت کے امیر ہو۔ اس جماعت کے سرداروں میں سے ایک آدمی نے کہا میں نے سورۂ بقرہ صرف اس وجہ سے یاد نہیں کی کہ میں شاید اسے تہجد میں نہ پڑھ سکوں۔ حضور ﷺ نے فرمایا تم لوگ قرآن سیکھو اور اسے پڑھو۔ کیونکہ جو آدمی قرآن سیکھتا ہے اور اسے پڑھتا ہے۔ اس کی مثال اس تھیلی کی سی ہے جو مشک سے بھری ہوئی ہو کہ اس کی خوشبو تمام مکان میں پھیلتی ہے اور جس شخص نے قرآن سیکھا اور پھر سو گیا اس کی مثال اس تھیلی کی سی ہے جس کا منہ بند کر دیا گیا۔[1]

حضرت عثمانؓ فرماتے ہیں کہ حضور اکرم ﷺ نے ایک جماعت یمن بھیجی اور ان میں سے ایک صحابی کو ان کو امیر بنا دیا جن کی عمر سب سے کم تھی۔ وہ لوگ کئی دن تک وہاں ہی ٹھہرے اور نہ جا سکے۔ اس جماعت کے ایک آدمی سے حضور ﷺ کی ملاقات ہوئی۔ حضور ﷺ نے فرمایا اے فلانے! تمہیں کیا ہوا؟ تم ابھی تک کیوں نہیں گئے؟ اس نے عرض کیا یا رسول اللہ! ہمارے امیر کے پاؤں میں تکلیف ہے۔ چنانچہ آپ اس امیر کے پاس تشریف لے گئے اور بسم اللہ وباللہ اعوذ باللہ وقدرتہ من شر ما فیھا سات مرتبہ پڑھ کر اس آدمی پر دم کیا۔ وہ آدمی (اسی وقت) ٹھیک ہو گیا۔ ایک بوڑھے آدمی نے حضور ﷺ کی خدمت میں عرض کیا یا رسول اللہ! کیا آپ اس کو ہمارا امیر بنا رہے ہیں حالانکہ یہ ہم سب میں کم عمر ہے؟ آپ نے اس کے زیادہ قرآن پڑھنے کا تذکرہ فرمایا۔ اس بوڑھے آدمی نے عرض کیا یا رسول اللہ! اگر مجھے اس بات کا ڈر نہ ہو تا کہ میں سستی کی وجہ سے سو تا رہ جاؤں گا اور قرآن کو تہجد میں نہ پڑھ سکوں گا۔ تو میں اسے ضرور سیکھتا (یعنی اس کے حفظ کو باقی نہ رکھ سکوں گا) حضور ﷺ نے فرمایا قرآن کی مثال اس تھیلی جیسی ہے جسے تم نے خوب مہکنے والے مشک سے بھر دیا ہو۔ اسی طرح قرآن جب تیرے سینے میں ہو اور تو اسے پڑھے۔[2]

حضرت ابوبکر بن محمد انصاری کہتے ہیں کہ حضرت ابوبکرؓ سے عرض کیا گیا اے خلیفہ رسول اللہ! آپ اہل بدر کو امیر کیوں نہیں بناتے؟ آپ نے فرمایا میں ان کا مرتبہ پہچانتا ہوں لیکن میں اسے اچھا نہیں سمجھتا کہ میں ان کو دنیا کی گندگی سے آلودہ کروں۔[3]

---

[1] اخرجه الترمذی وحسنه و ابن ماجة و ابن حبانؒ و اللفظ للترمذی کذافی الترغیب (ج ۳ ص ۱۲)

[2] اخرجه الطبرانی قال الهیثمی (ج ۷ ص ۱۶۱) وفیه یحیی بن سلمه بن کهیل ضعفه الجمهور و وثقه ابن حبان و قال فی احادیث ابنه عنه منا کیر، قلت لیس هذا من روایة ابنه عنه. انتهی

[3] اخرجه ابو نعیم فی الحلیة و ابن عسا کر کذافی الکنز (ج ۱ ص ۱۴۶)

حضرت عمران بن عبداللہ کہتے ہیں کہ حضرت ابی بن کعبؓ نے حضرت عمر بن خطابؓ سے فرمایا کیا ہوا۔ آپ مجھے امیر نہیں بناتے؟ حضرت عمر نے فرمایا مجھے یہ پسند نہیں ہے کہ آپ کا دین خراب ہو جائے۔[1]

حضرت حارثہ بن مضرب رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں کہ حضرت عمر بن خطابؓ نے ہمیں (کوفہ) یہ خط لکھا:۔

"امابعد! میں تمہاری طرف حضرت عمار بن یاسرؓ کو امیر اور حضرت عبداللہ بن مسعودؓ کو معلم اور وزیر بنا کر بھیج رہا ہوں۔ یہ دونوں حضرات حضرت محمد ﷺ کے صحابہ میں خاص اونچے درجے کے لوگوں میں ہیں اور غزوہ بدر میں شریک ہوئے ہیں۔ لہذا آپ لوگ ان دونوں سے (دین) سیکھو۔ اور ان دونوں کی اقتداء کرو۔ (مجھے مدینہ میں حضرت عبداللہ بن مسعود کی بہت ضرورت تھی لیکن) میں اپنی ضرورت کو قربان کر کے حضرت عبداللہ بن مسعود کو آپ لوگوں کے پاس بھیج رہا ہوں۔ اور میں حضرت عثمان بن حنیفؓ کو عراق کے دیہات (کی زمین کی پیائش کرنے) کیلئے بھیج رہا ہوں۔ میں نے ان حضرات کیلئے روزانہ کا وظیفہ ایک بکری مقرر کیا ہے۔ بکری کا آدھا حصہ اور کلیجی گردے وغیرہ حضرت عمار بن یاسر کو دیئے جائیں (کیونکہ وہ امیر ہیں ان کے پاس مہمان زیادہ ہوں گے) اور باقی آدھا حصہ ان تینوں حضرات کو دیا جائے۔ (دو تو حضرت عبداللہ بن مسعود اور حضرت عثمان بن حنیف ہیں تیسرے غالباً حضرت حذیفہ بن یمان ہیں جن کو حضرت عمر نے حضرت عثمان بن حنیف کے ساتھ زمین کی پیائش کے لئے بھیجا تھا)۔[2]

حضرت شعبی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ حضرت عمرؓ نے فرمایا آج کل میں مسلمانوں کے ایک کام کی وجہ سے بہت فکر مند ہوں۔ بتاؤ میں اس کام کا امیر کسے مقرر کروں؟ لوگوں نے کہا حضرت عبدالرحمن بن عوفؓ کو مقرر کر دیں۔ آپ نے فرمایا وہ کمزور ہیں۔ لوگوں نے کہا فلاں صاحب کو مقرر کر دیں۔ آپ نے فرمایا مجھے اس کی ضرورت نہیں۔ لوگوں نے پوچھا آپ کیسا آدمی چاہتے ہیں؟ حضرت عمر نے فرمایا مجھے ایسا آدمی چاہئے کہ جب وہ امیر ہو تو ایسے (متواضع بن کر) رہے جیسے کہ وہ لوگوں میں سے ایک عام آدمی ہے اور جب وہ امیر نہ ہو تو وہ ایسے (فکر اور ذمہ داری سے) چلے کہ گویا وہ ہی امیر ہے۔ لوگوں نے کہا

---

[1] اخرجه ابن سعد (ج ۳ ص ۶۰) [2] اخرجه ابن سعد و الحاكم و سعيد بن منصور. كذافي الكنز (ج ۲ ص ۳۱۴) و اخرجه الطبراني مثله الا انه لم يذكر و بعثت عثمان الى آخره قال الهيثمي (ج ۹ ص ۲۹۱) رجاله رجال الصحيح غير حارثة و هو ثقة انتهى واخرجه البيهقي (ج ۹ ص ۱۳۶) ايضا بسياق آخر مطولا.

ہمارے علم کے مطابق تو ایسا آدمی ربیع بن زیاد کے علاوہ اور کوئی نہیں ہے۔ حضرت عمر نے فرمایا تم لوگوں نے ٹھیک کہا۔[1]

امیر بن کر کون شخص (دوزخ سے) نجات پائے گا

حضرت ابو وائل شقیق بن سلمہ رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں کہ حضرت عمر بن خطابؓ نے حضرت بشر بن عاصمؓ کو ہوازن کے صدقات (وصول کرنے پر) عامل مقرر کیا۔ لیکن حضرت بشر (ہوازن کے صدقات وصول کرنے) نہ گئے۔ ان سے حضرت عمرؓ کی ملاقات ہوئی۔ حضرت عمرؓ نے ان سے پوچھا تم (ہوازن) کیوں نہیں گئے؟ کیا ہماری بات کو سننا اور ماننا ضروری نہیں ہے؟ حضرت بشر نے کہا کیوں نہیں۔ لیکن میں نے حضور ﷺ کو یہ فرماتے ہوئے سنا ہے کہ جسے مسلمانوں کے کسی امر کا ذمہ دار بنایا گیا اسے قیامت کے دن لا کر جہنم کے پل پر کھڑا کر دیا جائے گا۔ اگر اس نے اپنی ذمہ داری کو اچھی طرح ادا کیا ہوگا۔ تو وہ نجات پالے گا اگر اس نے ذمہ داری صحیح طرح ادا نہ کی ہوگی تو پل اسے لے کر ٹوٹ پڑے گا اور وہ ستر برس تک جہنم میں گرتا چلا جائے گا۔ (یہ سن کر) حضرت عمر بہت پریشان اور غمگین ہوئے اور وہاں سے چلے گئے۔ راستہ میں ان کی حضرت ابو ذرؓ سے ملاقات ہوئی۔ انہوں نے کہا کیا بات ہے؟ میں آپ کو پریشان اور غمگین دیکھ رہا ہوں۔ حضرت عمر نے فرمایا۔ میں کیوں پریشان اور غمگین نہ ہوؤں جب کہ میں حضرت بشر بن عاصم سے حضور ﷺ کا یہ ارشاد سن چکا ہوں کہ جسے مسلمانوں کے کسی امر کا ذمہ دار بنایا گیا اسے قیامت کے دن لا کر جہنم کے پل پر کھڑا کر دیا جائے گا۔ اگر اس نے اپنی ذمہ داری کو اچھی طرح ادا کیا ہوگا تو وہ نجات پالے گا۔ اور اگر اس نے ذمہ داری صحیح طرح ادا نہ کی ہوگی تو پل اسے لیکر ٹوٹ پڑے گا اور وہ ستر برس تک جہنم میں گرتا چلا جائے گا۔ اس پر حضرت ابو ذر نے کہا کیا آپ نے حضور ﷺ سے یہ حدیث نہیں سنی ہے؟ حضرت عمر نے فرمایا نہیں۔ حضرت ابو ذر نے کہا میں اس بات کی گواہی دیتا ہوں کہ میں نے حضور ﷺ کو یہ فرماتے ہوئے سنا کہ جو کسی مسلمان کو ذمہ دار بنائے گا اسے قیامت کے دن لا کر جہنم کے پل پر کھڑا کر دیا جائے گا۔ اگر وہ (اس ذمہ دار بنانے میں) ٹھیک تھا تو (دوزخ سے) نجات پائے گا اور اگر وہ اس میں ٹھیک نہیں تھا تو پل اسے لے کر ٹوٹ پڑے گا اور وہ ستر برس تک جہنم میں گرتا چلا جائے گا اور وہ جہنم کالی اور اندھیری ہے۔ (آپ بتائیں کہ) ان دونوں حدیثوں میں سے کس حدیث کے سننے سے آپ کے دل کو

---

[1] اخرجه ابو احمد الحاكم في الكنى كذافي الكنز (ج ٣ ص ١٦٤)

زیادہ تکلیف ہوئی ہے؟ آپ نے فرمایا دونوں کے سننے سے میرے دل کو تکلیف ہوئی ہے۔ لیکن جب خلافت میں ایسا زبردست خطرہ ہے تو اسے کون قبول کرے گا؟ حضرت ابوذر نے کہا اسے وہی قبول کرے گا جس کی ناک کاٹنے کا اور اس کے رخسار کو زمین سے ملانے کا یعنی اسے ذلیل کرنے کا اللہ نے ارادہ کیا ہو۔ بہر حال ہمارے علم کے مطابق آپ کی خلافت میں خیر ہی خیر ہے، ہاں یہ ہو سکتا ہے کہ آپ اس خلافت کا ذمہ دار ایسے شخص کو بنا دیں جو اس میں عدل وانصاف سے کام نہ لے تو آپ بھی اس کے گناہ سے نہ بچ سکیں گے۔[1]

امارت قبول کرنے سے انکار کرنا

حضرت انسؓ فرماتے ہیں کہ ایک مرتبہ حضور اقدس ﷺ نے حضرت مقداد بن اسود کو گھوڑے سواروں کی ایک جماعت کا امیر بنایا۔ جب یہ واپس آئے تو حضور ﷺ نے ان سے پوچھا۔ تم نے امارت کو کیسا پایا؟ انہوں نے کہا یہ لوگ مجھے اٹھاتے اور بٹھاتے تھے یعنی میرا خوب اکرام کرتے تھے جس سے اب مجھے یوں لگ رہا ہے کہ میں وہ پہلے جیسا مقداد نہیں رہا۔ (میری تواضع والی کیفیت میں کمی آگئی ہے) حضور ﷺ نے فرمایا واقعی امارت ایسی ہی چیز ہے حضرت مقداد نے کہا اس ذات کی قسم جس نے آپ کو حق دے کر بھیجا ہے! آئندہ میں کبھی بھی کسی کام کا ذمہ دار نہیں ہوں گا۔ چنانچہ اس کے بعد لوگ ان سے کہا کرتے تھے کہ آپ آگے تشریف لا کر ہمیں نماز پڑھا دیں تو یہ صاف انکار کر دیتے (کیونکہ نماز میں امام بننا امارت صغریٰ ہے)[2] اور ایک روایت میں ہے کہ حضرت مقداد نے کہا مجھے سواری پر بٹھایا جاتا اور سواری سے اتارا جاتا جس سے مجھے یوں نظر آنے لگا کہ مجھے ان لوگوں پر فضیلت حاصل ہے۔ حضور ﷺ نے فرمایا امارت تو ایسی ہی چیز ہے (اب تمہیں اختیار ہے) چاہے اسے آئندہ قبول کرو یا چھوڑ دو۔ حضرت مقداد نے کہا اس ذات کی قسم جس نے آپ کو حق دے کر بھیجا ہے! آئندہ میں کبھی دو آدمیوں کا بھی امیر نہیں ہوں گا۔[3]

حضرت مقداد بن اسودؓ فرماتے ہیں کہ حضور ﷺ نے ایک مرتبہ مجھے کسی جگہ (امیر بنا

---

[1] اخرجه الطبرانی کذافی الترغیب (ج ۳ ص ۴۴۱) قال الهیثمی (ج ۵ ص ۲۰۵) رواه الطبرانی وفیه سوید بن عبدالعزیز وهو متروك انتهی واخرجه ایضا عبدالرزاق و ابونعیم و ابو سعید النقاش و البغوی والدار قطنی فی المتفق من طریق سوید كما فی الكنز (ج ۳ ص ۱۶۳) واخرجه ابن ابی شیبة و ابن مندة من غیر طریق سوید كما فی الاصابة (ج ۱ ص ۱۵۲)،

[2] اخرجه البزار قال الهیثمی (ج ۵ ص ۲۰۱) وفیه سوار بن داؤد ابوحمزه و ثقه احمد و ابن حبان و ابن معین وفیه ضعف و بقیة رجاله رجال الصحیح و اخرجه ابونعیم فی الحلیة (ج ۱ ص ۱۸۴) عن انس رضی الله تعالیٰ عنه نحوه۔

[3] واخرجه ایضا عن المقداد مختصر

کر) بھیجا۔ جب میں واپس آیا تو آپ نے مجھ سے فرمایا تم اپنے آپ کو کیسا پاتے ہو؟ میں نے کہا آہستہ آہستہ میری کیفیت یہ ہو گئی کہ مجھے اپنے تمام ساتھی اپنے خادم نظر آنے لگے اور اللہ کی قسم! اس کے بعد میں کبھی دو آدمیوں کا بھی امیر نہیں بنوں گا۔ [1]

ایک صاحب بیان کرتے ہیں کہ حضور اقدس ﷺ نے ایک آدمی کو ایک جماعت کا امیر بنایا جب وہ کام کر کے واپس آئے تو حضور ﷺ نے ان سے پوچھا تم نے امارت کو کیسا پایا؟ انہوں نے کہا میں جماعت کے بعض افراد کی طرح تھا جب میں سوار ہوتا تو ساتھی بھی سوار ہو جاتے اور جب میں سواری سے اترتا تو وہ بھی اتر جاتے۔ حضور ﷺ نے فرمایا عام طور پر ہر سلطان ایسے (ظالمانہ) کام کرتا ہے جس سے وہ اللہ کی ناراضگی کے دروازے پر پہنچ جاتا ہے۔ مگر جس سلطان کو اللہ تعالیٰ اپنی حفاظت میں لے لیں وہ اس سے بچ جاتا ہے (بلکہ وہ تو اللہ کے عرش کا سایہ پاتا ہے) اس آدمی نے کہا اللہ کی قسم! اب میں نہ آپ کی طرف سے اور نہ کسی اور کی طرف سے امیر بنوں گا۔ اس پر آپ اتنا مسکرائے کہ آپ کے دندان مبارک نظر آنے لگ گئے۔ [2]

حضرت رافع طائی کہتے ہیں میں ایک غزوہ میں حضرت ابو بکرؓ کے ساتھ تھا۔ جب ہم واپس آنے لگے تو میں نے کہا اے ابو بکر! مجھے کچھ وصیت فرما دیجئے۔ انہوں نے فرمایا فرض نماز اپنے وقت پر پڑھا کرو، اپنے مال کی زکوٰۃ خوشی خوشی ادا کیا کرو، رمضان کے روزے رکھا کرو، بیت اللہ کا حج کیا کرو، اور اس بات کا یقین رکھو کہ اسلام میں ہجرت بہت اچھا عمل ہے اور ہجرت میں جہاد بہت اچھا عمل ہے اور تم امیر نہ بننا۔ پھر فرمایا کہ یہ امارت جو آج تمہیں ٹھنڈی اور مزیدار نظر آ رہی ہے۔ عنقریب یہ پھیل کر اتنی بڑھے گی کہ نااہل لوگ بھی اسے حاصل کر لیں گے (اور یہ یاد رکھو کہ) جو بھی امیر بنے گا۔ اس کا حساب سب لوگوں سے زیادہ لمبا ہوگا اور اس پر عذاب سب سے زیادہ سخت ہوگا اور جو امیر نہیں بنے گا اس کا حساب سب لوگوں سے زیادہ آسان ہوگا اور اس کا عذاب سب سے ہلکا ہوگا۔ کیونکہ امراء کو مسلمان پر ظلم کرنے کے سب سے زیادہ مواقع ملتے ہیں اور جو مسلمانوں پر ظلم کرتا ہے وہ اللہ کے عہد کو توڑتا ہے اس لئے کہ یہ مسلمان اللہ کے پڑوسی اور اللہ کے بندے ہیں۔ اللہ کی قسم! تم میں سے کسی کے پڑوسی کی بکری یا اونٹ پر کوئی مصیبت آتی ہے (وہ بکری یا اونٹ چوری ہو جاتا ہے

---

[1] عند الطبراني قال الهيثمي (ج ٥ ص ٢٠١) رجاله رجال الصحيح خلا عمير بن اسحاق وثقه ابن حبان وغيره وضعفه ابن معين وغيره و عبدالله بن احمد ثقة مامون.

[2] عند الطبراني قال الهيثمي (ج ٥ ص ٢٠١) وفيه عطاء بن السائب و قد اختلط وبقية رجاله ثقات انتهى

یا کوئی اسے مار دے یا ستائے تو اس پڑوسی کی ہمدردی اور حمایت میں) غصہ کی وجہ سے ساری رات اس کے پٹھے پھولے رہتے ہیں اور کہتا رہتا ہے میرے پڑوسی کی بکری یا اونٹ پر فلاں مصیبت آئی ہے (جب انسان اپنے پڑوسی کی وجہ سے اتنا غصہ میں آتا ہے) تو اللہ تعالیٰ اپنے پڑوسی کی خاطر غصہ میں آنے کے زیادہ حق دار ہیں۔[1]

حضرت رافعؓ فرماتے ہیں کہ حضور اقدس ﷺ نے حضرت عمرو بن عاصؓ کو غزوہ ذات السلاسل کے لشکر کا امیر بنا کر بھیجا اور ان کے ساتھ اس لشکر میں حضرت ابو بکر، حضرت عمر اور بڑے بڑے جلیل القدر صحابہؓ کو بھی بھیجا۔ چنانچہ یہ حضرات (مدینہ منورہ) سے روانہ ہوئے اور چلتے چلتے قبیلہ طے کے دو پہاڑوں پر پڑاؤ ڈال دیا۔ حضرت عمرو نے فرمایا کوئی راستہ بتانے والا تلاش کر لو۔ لوگوں نے کہا ہمارے علم کے مطابق تو رافع بن عمرو کے علاوہ اور کوئی آدمی ایسا نہیں ہے۔ کیونکہ وہ ربیل تھے۔ راوی کہتے ہیں کہ میں نے اپنے استاد حضرت طارق سے پوچھا کہ ربیل کسے کہتے ہیں۔ انہوں نے کہا ربیل اس ڈاکو کو کہتے ہیں جو اکیلا ہی حملہ کر کے پوری قوم کو لوٹ لے۔ رافع کہتے ہیں کہ جب ہم اپنے غزوے سے فارغ ہو گئے اور جس جگہ سے ہم چلے تھے وہاں واپس پہنچ گئے تو مجھے حضرت ابو بکر میں بہت سی خوبیاں نظر آئیں جن کی بناء پر میں نے ان کو اپنے لئے منتخب کیا اور میں نے ان کی خدمت میں جا کر عرض کیا۔ اے حلال روزی کھانے والے! میں نے خوبیوں کی وجہ سے آپ کے ساتھیوں میں سے آپ کو اپنے لئے منتخب کیا۔ اس لئے آپ مجھے ایسی چیز بتائیں کہ جس کی پابندی کرنے سے میں آپ لوگوں میں سے شمار ہونے لگوں اور آپ جیسا ہو جاؤں۔ حضرت ابو بکر نے کہا کیا تم اپنی پانچ انگلیوں کو یاد رکھ سکتے ہو؟ میں نے کہا جی ہاں۔ آپ نے فرمایا اس بات کی گواہی دو کہ اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں ہے وہ اکیلا ہے اس کا کوئی شریک نہیں ہے، حضرت محمد ﷺ اس کے بندے اور رسول ہیں۔ نماز قائم کرو۔ اگر تمہارے پاس مال ہو تو زکوۃ ادا کرو، بیت اللہ کا حج کرو، اور رمضان کے روزے رکھو۔ کیا تمہیں یہ باتیں یاد ہو گئیں؟ میں نے کہا جی ہاں۔ آپ نے فرمایا ایک بات اور بھی ہے اور وہ یہ کہ دو آدمیوں کا بھی ہرگز کبھی امیر نہ بننا۔ میں نے کہا کیا یہ امارت اب اہل بدر کے علاوہ کسی اور کو بھی مل سکتی ہے؟ انہوں نے کہا عنقریب یہ امارت اتنی عام ہو جائیگی کہ تمہیں بھی مل جائے گی بلکہ تم سے کم درجہ کے لوگوں کو بھی مل جائے گی۔ اللہ عزوجل نے جب اپنے نبی ﷺ کو مبعوث فرمایا تو (ان کی محنت پر) لوگ اسلام میں داخل ہو گئے۔ بہت سے لوگ تو اپنی خوشی سے اسلام میں داخل ہوئے۔ ان کو اللہ تعالیٰ نے

---

[1] اخرجه ابن المبارك في الزهد كذافي الكنز (ج ۳ ص ۱۶۲)

ہدایت سے نوازا تھا۔ لیکن بعض لوگ ایسے ہیں جن کو تلوار نے اسلام لانے پر مجبور کیا۔ بہر حال اب یہ تمام مسلمان اللہ کی پناہ میں آگئے ہیں۔ یہ اللہ کے پڑوسی اور اس کی ذمہ داری میں ہیں۔ جب کوئی آدمی امیر بنتا ہے اور لوگ ایک دوسرے پر ظلم کرتے ہیں اور یہ امیر ظالم سے مظلوم کا بدلہ نہیں لیتا ہے تو پھر ایسے امیر سے اللہ بدلہ لیتا ہے جیسے تم میں سے کسی آدمی کے پڑوسی کی بکری ظلماً پکڑلی جاتی ہے تو سارا دن اس پڑوسی کی حمایت میں غصہ کی وجہ سے اس کی رگیں پھولی رہتی ہیں۔ ایسے ہی اللہ تعالیٰ بھی اپنے پڑوسی کی پوری حمایت کرتے ہیں۔ حضرت رافع کہتے ہیں کہ میں ایک سال (اپنے گھر) ٹھہرا رہا۔ پھر حضرت ابوبکر خلیفہ بن گئے میں سواری پر سوار ہو کر ان کی خدمت میں حاضر ہوا۔ اور میں نے ان سے کہا میں رافع ہوں اور میں فلاں جگہ آپ کا رہبر تھا۔ حضرت ابوبکر نے فرمایا ہاں میں نے تم کو پہچان لیا۔ میں نے کہا آپ نے مجھے تو دو آدمیوں کا بھی امیر بننے سے منع کیا تھا اور اب خود آپ ساری امت محمد ﷺ کے امیر بن گئے ہیں انہوں نے فرمایا ہاں لیکن یاد رکھو۔ جو آدمی ان مسلمانوں میں اللہ کی کتاب والے حکم نہیں چلائے گا اس پر اللہ کی لعنت ہوگی۔[1]

حضرت سعید بن عمر بن سعید بن عاص رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں کہ ان کے چچا حضرت خالد بن سعید بن عاص اور حضرت ابان بن سعید بن عاص اور حضرت عمرو بن عاصؓ کو جب حضور اقدس ﷺ کی وفات کی خبر پہنچی تو (یہ حضرات مختلف علاقوں کے امیر تھے خبر ملتے ہی) یہ حضرات اپنے اپنے عہدے چھوڑ کر (مدینہ منورہ) واپس آگئے۔ ان حضرات سے حضرت ابوبکرؓ نے فرمایا کوئی آدمی حضور ﷺ کے بنائے ہوئے امیروں سے زیادہ امیر بننے کا حق دار نہیں ہے لہٰذا تم لوگ اپنے علاقوں میں اپنے عہدوں پر واپس چلے جاؤ۔ ان حضرات نے کہا اب ہم حضور ﷺ کے بعد کسی کی طرف سے امیر بن کر جانے کے لئے تیار نہیں ہیں۔ چنانچہ یہ حضرات اللہ کے راستہ میں ملک شام چلے گئے اور وہاں ہی سب کے سب شہید ہوگئے۔ (ان حضرات کی طبیعتوں میں امارت سے گریز تھا اور اللہ کے راستہ میں جان دینے کا شوق تھا)۔[2]

حضرت عبدالرحمن بن سعید بن یربوع رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں کہ جب حضرت ابان بن سعیدؓ (اپنے علاقہ کی امارت چھوڑ کر) مدینہ منورہ آگئے تو ان سے حضرت عمر بن خطابؓ نے فرمایا تمہیں یہ حق حاصل نہیں ہے کہ تم اپنے امام وقت کی اجازت کے بغیر اپنا کام چھوڑ کر

---

[1] اخرجه الطبراني قال الهيثمي (ج ٥ ص ٢٠٢) رجاله ثقات انتهى۔

[2] اخرجه الحاكم وابو نعيم و ابن عساكر كذافي الكنز (ج ٣ ص ١٢٦)

آجاؤ اور پھر خصوصاً ان حالات میں (کہ چاروں طرف ارتداد پھیل رہا ہے اور دشمنوں کے مدینہ پر حملے کی خبریں آرہی ہیں) لیکن ایسا معلوم ہوتا ہے کہ تمہیں اپنے امام وقت کا ڈر نہیں رہا۔ اس لئے تم نڈر ہو گئے ہو۔ حضرت ابان نے کہا اللہ کی قسم! حضور ﷺ کے بعد اب میں کسی کی طرف سے امارت قبول کرنے کے لئے تیار نہیں ہوں۔ اگر میں حضور ﷺ کے بعد کسی کی طرف سے امارت قبول کرتا تو حضرت ابو بکرؓ کی طرف سے ضرور قبول کرتا۔ کیونکہ انہیں بہت سے فضائل حاصل ہیں اور وہ سب سے پہلے اسلام لائے ہیں اور پرانے مسلمان ہیں۔ لیکن میں نے طے کر لیا ہے کہ حضور ﷺ کے بعد کسی کی طرف سے امارت قبول نہیں کروں گا۔ چنانچہ حضرت ابو بکر اپنے ساتھیوں سے مشورہ کرنے لگے کہ اب کسے بحرین بھیجا جائے؟ تو ان سے حضرت عثمان بن عفانؓ نے کہا آپ اس آدمی کو بھیجیں جسے حضور ﷺ نے بحرین بھیجا تھا اور وہ بحرین والوں کو مسلمان اور فرمانبردار بنا کر حضور ﷺ کی خدمت میں لائے تھے۔ بحرین والے انہیں اچھی طرح جانتے ہیں اور وہ بحرین والوں کو اور ان کے علاقہ کو اچھی طرح جانتے ہیں اور وہ ہیں حضرت علاء بن حضرمیؓ۔ حضرت عمر نے اس رائے سے اتفاق نہ کیا اور حضرت ابو بکر سے عرض کیا کہ آپ (بحرین واپس جانے پر) حضرت ابان بن سعید بن عاص کو مجبور کریں۔ کیونکہ یہ بحرین کئی دفعہ جا چکے ہیں۔ لیکن انہیں مجبور کر کے بھیجنے سے حضرت ابو بکرؓ نے انکار کر دیا اور فرمایا میں ایسا ہرگز نہیں کروں گا۔ جو آدمی کہتا ہے کہ میں حضور ﷺ کے بعد کسی کی طرف سے امیر نہیں بنوں گا۔ میں اسے امارت قبول کرنے پر مجبور نہیں کر سکتا اور حضرت ابو بکرؓ نے حضرت علاء بن حضرمی کو بحرین بھیجنے کا فیصلہ کیا۔[1]

حضرت ابو ہریرہؓ فرماتے ہیں حضرت عمرؓ نے ان کو امیر بنانے کے لئے بلایا۔ انہوں نے امارت قبول کرنے سے حضرت عمرؓ کو انکار کر دیا۔ حضرت عمرؓ نے فرمایا کیا تم امیر بننے کو برا سمجھتے ہو حالانکہ اسے تو اس شخص نے مانگا تھا جو تم سے بہتر تھے۔ حضرت ابو ہریرہؓ نے کہا وہ کون؟ حضرت عمرؓ نے فرمایا وہ حضرت یوسف بن یعقوب علیہما السلام ہیں۔ حضرت ابو ہریرہؓ نے کہا حضرت یوسفؑ تو خود اللہ کے نبی تھے اور اللہ کے نبی کے بیٹے تھے (انہیں ایسا کرنے کا حق تھا) میں تو امیمہ نامی عورت کا بیٹا ابو ہریرہ ہوں اور امیر بننے میں مجھے تین اور دو (کل پانچ) باتوں کا ڈر ہے۔ حضرت عمر نے کہا پانچ ہی کیوں نہیں کہہ دیتے؟ حضرت ابو ہریرہؓ نے کہا (دو باتیں تو یہ ہیں کہ) میں علم کے بغیر کوئی بات کہہ دوں اور کوئی غلط فیصلہ کر دوں۔ (امیر

---

[1] عند ابن سعد کذا فی الکنز (ج ۳ ص ۱۳۳)

بن کر مجھ سے یہ دو غلطیاں ہو سکتی ہیں جس کے نتیجہ میں مجھے یہ تین سزائیں امیر المومنین کی طرف سے دی جا سکتی ہیں) میری کمر پر کوڑے مارے جائیں اور میرا مال چھین لیا جائے۔ اور مجھے بے آبرو کر دیا جائے۔ [1]

حضرت عبداللہ بن موہب رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں کہ حضرت عثمانؓ نے حضرت ابن عمرؓ سے فرمایا جاؤ اور لوگوں کے قاضی بن جاؤ۔ ان میں فیصلے کیا کرو۔ حضرت ابن عمرؓ نے کہا اے امیر المومنین! کیا آپ مجھے اس سے معاف رکھیں گے؟ حضرت عثمانؓ نے فرمایا نہیں۔ میں تمہیں قسم دیتا ہوں۔ تم جا کر لوگوں کے قاضی ضرور بنو۔ حضرت ابن عمرؓ نے کہا آپ جلدی نہ کریں۔ کیا آپ نے رسول اللہ ﷺ کو فرماتے ہوئے سنا کہ جس نے اللہ کی پناہ چاہی وہ بہت بڑی پناہ میں آگیا۔ حضرت عثمانؓ نے فرمایا ہاں۔ حضرت ابن عمرؓ نے کہا میں قاضی بننے سے اللہ کی پناہ چاہتا ہوں۔ حضرت عثمان نے فرمایا تم قاضی کیوں نہیں بنتے ہو؟ حالانکہ تمہارے والد تو قاضی تھے۔ حضرت ابن عمر نے کہا میں نے حضور ﷺ کو یہ فرماتے ہوئے سنا ہے کہ جو قاضی بنا اور پھر نہ جاننے کی وجہ سے غلط فیصلہ کر دیا تو وہ دوزخی ہے۔ اور جو قاضی عالم ہو اور حق و انصاف کا فیصلہ کرے وہ بھی چاہے گا کہ وہ اللہ کے ہاں جا کر برابر سرابر پر چھوٹ جائے (نہ انعام ملے اور نہ کوئی سزا لگے) اب اس حدیث کے سننے کے بعد بھی میں قاضی بننے کا خیال کر سکتا ہوں؟ [2] امام احمد کی روایت میں اس کے بعد یہ ہے کہ حضرت عثمان نے ان کے عذر کو قبول کر لیا اور ان سے فرمایا کہ تم کو تو معاف کر دیا لیکن تم کسی اور کو یہ بات نہ بتانا (ورنہ اگر سارے ہی انکار کرنے لگ گئے تو پھر مسلمانوں میں قاضی کون بنے گا؟ اور یہ اجتماعی ضرورت کیسے پوری ہو گی؟)

حضرت ابن عمرؓ فرماتے ہیں کہ حضرت عثمانؓ نے انہیں قاضی بنانا چاہا تو انہوں نے معذرت کر دی اور فرمایا میں نے رسول اللہ ﷺ کو یہ فرماتے ہوئے سنا ہے کہ قاضی تین قسم کے ہیں ایک نجات پائے گا۔ دو دوزخ میں جائیں گے۔ جس نے ظالمانہ فیصلہ کیا۔ یا اپنی خواہش کے مطابق فیصلہ کیا وہ ہلاک ہو گا اور جس نے حق کے مطابق فیصلہ کیا وہ نجات پائے گا۔ [3]

۱۔ اخرجه ابو نعیم فی الحلیة (ج ۱ ص ۳۸۰) واخرجه ایضا ابو موسی فی الذیل قال فی الا صابه (ج ٤ ص ۲٤۱) وسنده ضعیف جدا ولکن اخرجه عبدالرزاق عن معمر عن ایوب فقوی انتهی و اخرجه ابن سعد (ج ٤ ص ٥۹) عن ابن سیرین عن ابی هریرة بمعناه مع زیادة فی اوله.
۲۔ اخرجه الطبرانی فی الکبیر والا وسط قال الهیثمی (ج ٤ ص ۱۹۳) رواه الطبرانی الکبیر و الاوسط والبزار و احمد کلاهما باختصار و رجاله ثقات . ۳۔ عندالطبرانی قال الهیثمی (ج ٤ ص ۱۹۳) رواه الطبرانی فی الا وسط و الکبیر ورجال الکبیر ثقات و رواه ابویعلی بنحوه انتهی واخرجه ابن سعد (ج ٤ ص ۱۰۸) عن عبدالله بن موهب بمعناه مطولا.

حضرت ابن عمرؓ فرماتے ہیں جس دن حضرت علی اور حضرت معاویہؓ دومۃ الجندل میں جمع ہوئے (غالباً یہ قصہ حضرت حسن بن علیؓ اور حضرت معاویہؓ کا ہے۔ راوی کو غلط فہمی ہو گئی ہے) تو اس دن مجھ سے (میری ہمشیرہ) ام المومنین حضرت حفصہؓ نے کہا تمہارے لئے یہ مناسب نہیں ہے کہ تم ایسی صلح سے پیچھے رہو جس کے ذریعہ اللہ تعالیٰ حضرت محمد ﷺ کی امت کے درمیان صلح کرا دے۔ تم حضور ﷺ کے سسرال سے تعلق رکھتے ہو اور (امیر المومنین) حضرت عمر بن خطاب کے بیٹے ہو۔ اس کے بعد حضرت معاویہ ایک بہت بڑے بختی اونٹ پر یعنی خراسانی اونٹ پر آکر کہنے لگے کون خلافت کی طمع اور امید رکھتا ہے؟ اور کون اس کے لئے اپنی گردن اٹھاتا ہے؟ حضرت ابن عمر فرماتے ہیں اس سے پہلے کبھی میرے دل میں دنیا کا خیال نہیں آیا تھا۔ میں نے سوچا کہ ان سے جا کر یہ کہوں کہ اس خلافت کی امید و طمع وہ آدمی کر رہا ہے جس نے آپ کو اور آپ کے باپ کو اسلام کی وجہ سے مارا تھا اور (مار مار کر) تم دونوں کو اسلام میں داخل کیا تھا (اس سے حضرت ابن عمر اپنی ذات مراد لے رہے ہیں) لیکن پھر مجھے جنت اور اس کی نعمتیں یاد آگئیں۔ تو میں نے ان سے یہ بات کہنے کا ارادہ چھوڑ دیا۔[1]

حضرت ابو حصین کہتے ہیں کہ حضرت معاویہؓ نے فرمایا اس امر خلافت کا ہم سے زیادہ حق دار کون ہے؟ حضرت عبداللہ بن عمرؓ فرماتے ہیں میرے جی میں آئی کہ میں کہہ دوں خلافت کا آپ سے زیادہ حق دار وہ ہے جس نے آپ کو اور آپ کے والد کو اسلام کی وجہ سے مارا تھا۔ (یعنی خود حضرت ابن عمر) لیکن مجھے جنت کی نعمتیں یاد آگئیں اور اس بات کا خطرہ ہوا کہ کہیں اس طرح کہنے سے فساد نہ برپا ہو جائے۔[2] حضرت زہری فرماتے ہیں کہ جب حضرت علی اور حضرت معاویہ جمع ہوئے تو حضرت معاویہ نے کھڑے ہو کر فرمایا اس امر خلافت کا مجھ سے زیادہ حق دار کون ہے؟ حضرت ابن عمرؓ فرماتے ہیں میرا ارادہ ہوا کہ میں کھڑے ہو کر کہوں کہ اس خلافت کا آپ سے زیادہ حق دار وہ ہے جس نے آپ کو اور آپ کے والد کو کفر کی وجہ سے مارا تھا (یعنی خود حضرت ابن عمر) لیکن مجھے ڈر ہوا کہ میرے اس طرح کہنے سے میرے بارے میں اس چیز کا گمان کر لیا جائے جو مجھ میں نہیں ہے (یعنی یہ سمجھ لیا جائے گا کہ مجھے خلیفہ بننے کا شوق ہے حالانکہ ایسی کوئی بات نہیں ہے)

---

[1] اخرجه الطبراني في الكبير قال الهيثمي (ج ٤ ص ٢٠٨) رجاله ثقات والظاهرانه اراد صلح الحسن بن علي رضي الله تعالى عنهما و وهم الراوي انتهى و اخرجه ابن سعد (ج ٤ ص ١٣٤ عن ابن عمر نحوه. [2] اخرجه ابن سعد ايضا.

حضرت عبداللہ بن صامتؒ فرماتے ہیں کہ زیاد نے حضرت عمران بن حصینؓ کو خراسان کا حاکم بنا کر بھیجنا چاہا تو انہوں نے معذرت کر دی۔ ان کے ساتھیوں نے ان سے کہا کیا آپ نے خراسان کی امارت چھوڑ دی؟ انہوں نے کہا اللہ کی قسم! مجھے اس بات سے کوئی خوشی نہیں ہے کہ مجھے تو خراسان کی گرمی پہنچے اور زیاد اور اس کے ساتھیوں کو اس کی ٹھنڈک یعنی میں تو وہاں امیر بن کر مشقت اٹھاتا رہوں اور وہ لوگ وہاں کی آمدنی سے مزے اڑاتے رہیں۔ مجھے اس بات کا ڈر ہے کہ میں تو دشمن کے مقابلہ میں کھڑا ہوں اور میرے پاس زیاد کا ایسا خط آئے کہ اگر میں اس پر عمل کروں تو ہلاک ہو جاؤں اور اگر اس پر عمل نہ کروں تو (زیاد کی طرف سے) میری گردن اڑا دی جائے۔ پھر زیاد نے حضرت حکم بن عمرو غفاریؓ سے خراسان کا امیر بننے کو کہا جسے انہوں نے قبول کر لیا۔ راوی کہتے ہیں یہ سن کر حضرت عمران نے فرمایا کوئی ہے جو حکم کو میرے پاس بلا لائے۔ چنانچہ حضرت عمران کا قاصد گیا اور اس پر حضرت حکم حضرت عمران کے پاس آئے تو حضرت عمران نے ان سے فرمایا کیا آپ نے رسول اللہ ﷺ کو یہ فرماتے ہوئے سنا کہ کسی کی ایسی بات ماننی بالکل جائز نہیں ہے جس میں خدا کی نافرمانی ہو رہی ہو۔ حضرت حکم نے کہا جی ہاں۔ اس پر حضرت عمران نے الحمد للہ کہہ کر اللہ کا شکر ادا کیا یا اللہ اکبر کہہ کر خوشی کا اظہار کیا۔ حضرت حسن کی ایک روایت میں اس طرح ہے کہ زیاد نے حضرت حکم غفاریؓ کو ایک لشکر کا امیر بنایا تو حضرت عمران بن حصینؓ ان کے پاس آئے اور لوگوں کی موجودگی میں ان سے ملے۔ اور فرمایا کیا آپ جانتے ہیں کہ میں آپ کے پاس کیوں آیا ہوں؟ حضرت حکم نے کہا (آپ ہی بتائیں) آپ کیوں آئے ہیں؟ حضرت عمران نے کہا کیا آپ کو یاد ہے کہ ایک آدمی سے اس کے امیر نے کہا تھا کہ اپنے آپ کو آگ میں پھینک دو۔ (وہ آدمی تو آگ کی طرف چل دیا تھا لیکن دوسرے) لوگوں نے جلدی سے اسے پکڑ کر آگ میں چھلانگ لگانے سے روک دیا تھا۔ یہ سارا واقعہ حضور ﷺ کو بتایا گیا تھا تو آپ نے فرمایا تھا اگر یہ آدمی آگ میں گر جاتا تو یہ آدمی بھی اور اسے حکم دینے والا امیر بھی دونوں دوزخ میں جاتے اور اللہ تعالیٰ کی نافرمانی کی صورت میں کسی کی بات ماننی جائز نہیں ہے۔ حضرت حکم نے کہا ہاں (یاد ہے) حضرت عمران نے کہا میں تو تمہیں صرف یہ حدیث یاد دلانا چاہتا تھا۔[1]

---

[1] اخرجه احمد قال الهيثمي (ج ٥ ص ٢٢٦) رواه احمد بالفاظ والطبراني باختصار (وفي بعض طرقه لا طاعة لمخلوق في معصية الخالق) ورجال احمد رجال الصحيح انتهى.

خلفاء اور امراء کا احترام کرنا اور انکے احکامات کی تعمیل کرنا

حضرت ابن عباسؓ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے حضرت خالد بن ولید بن مغیرہ مخزومی کو ایک لشکر کا امیر بنا کر بھیجا۔ اس جماعت میں ان کے ساتھ حضرت عمار بن یاسرؓ بھی تھے۔ چنانچہ یہ لوگ (مدینہ منورہ سے) روانہ ہوئے۔ اور رات کے آخری حصے میں انہوں نے اس قوم کے قریب جا کر پڑاؤ ڈالا جس پر صبح حملہ کرنا تھا۔ کسی مخبر نے جا کر اس قوم کو صحابہ کرام کے آنے کی خبر کر دی۔ جس پر وہ لوگ بھاگ گئے اور محفوظ مقام پر پہنچ گئے۔ لیکن اس قوم کا ایک آدمی جو خود اور اس کے گھر والے مسلمان ہو چکے تھے وہیں ٹھہرا رہا۔ اس نے اپنے گھر والوں سے کہا تو انہوں نے بھی سامان سفر باندھ لیا۔ اس نے گھر والوں سے کہا میرے واپس آنے تک تم لوگ یہاں ہی ٹھہرو۔ پھر وہ حضرت عمار کے پاس آیا اور اس نے کہا اے ابو الیقظان! یعنی اے بیدار مغز آدمی! میں اور میرے گھر والے مسلمان ہو چکے ہیں۔ تو کیا اگر میں یہاں ٹھہرا رہوں تو میرا یہ اسلام مجھے کام دے گا۔ کیونکہ میری قوم والوں نے تو جب آپ لوگوں کا سنا تو وہ بھاگ گئے۔ حضرت عمار نے اس سے کہا تم ٹھہرے رہو۔ تمہیں امن ہے۔ چنانچہ یہ آدمی اور اس کے گھر والے اپنی جگہ واپس آگئے۔ حضرت خالد نے صبح اس قوم پر حملہ کیا۔ تو پتہ چلا کہ وہ لوگ تو سب جا چکے۔ البتہ وہ آدمی اور اس کے گھر والے وہاں ملے جنہیں حضرت خالد کے ساتھیوں نے پکڑ لیا۔ حضرت عمار نے حضرت خالد سے کہا اس آدمی کو آپ نہیں پکڑ سکتے کیونکہ یہ مسلمان ہے۔ حضرت خالد نے کہا آپ کو اس سے کیا مطلب؟ امیر تو میں ہوں اور مجھ سے پوچھے بغیر کیا آپ پناہ دے سکتے ہیں؟ حضرت عمار نے کہا ہاں۔ آپ امیر ہیں اور میں آپ سے پوچھے بغیر پناہ دے سکتا ہوں۔ کیونکہ یہ آدمی ایمان لا چکا ہے۔ اگر یہ چاہتا تو یہاں سے جا سکتا تھا جیسے اس کے ساتھی چلے گئے۔ چونکہ یہ مسلمان تھا اس وجہ سے میں نے اسے یہاں ٹھہرنے کو کہا تھا۔ اس پر دونوں حضرات میں بات بڑھ گئی۔ اور ایک دوسرے کے بارے میں کچھ نازیبا الفاظ نکل گئے۔ جب یہ دونوں حضرات مدینہ پہنچ گئے تو دونوں حضور ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوئے۔ حضرت عمار نے اس آدمی کے تمام حالات سنائے۔ اس پر حضور ﷺ نے حضرت عمار کے امان دینے کو درست قرار دیا۔ لیکن آئندہ کے لئے امیر کی اجازت کے بغیر پناہ دینے سے منع کر دیا۔ اس پر ان دونوں حضرات میں حضور ﷺ کے سامنے ہی تیز تیز تازی ہو گئی اس پر حضرت خالد نے کہا یا رسول اللہ! کیا آپ کے سامنے یہ غلام مجھے سخت الفاظ کہہ رہا ہے؟ اللہ کی قسم! اگر آپ نہ

ہوتے تو یہ مجھے کبھی ایسے سخت الفاظ نہ کہتا۔ حضور ﷺ نے فرمایا اے خالد! عمار کو کچھ مت کہو۔ کیونکہ جو عمار سے بغض رکھے گا اس سے اللہ بغض رکھے گا اور جو عمار پر لعنت کرے گا اس پر اللہ لعنت کرے گا۔ پھر حضرت عمار وہاں سے اٹھ کر چل دیئے (حضور ﷺ کے اس فرمان کا یہ اثر ہوا کہ) حضرت خالد بھی حضرت عمار کے پیچھے چل دیئے اور ان کا کپڑا پکڑ کر انہیں مناتے رہے۔ یہاں تک کہ حضرت عمار ان سے راضی ہو گئے۔ اس پر یہ آیت نازل ہوئی۔ "اَطِيْعُوا اللّٰهَ وَاَطِيْعُوا الرَّسُوْلَ وَاُولِي الْاَمْرِ مِنْكُمْ" ترجمہ: "تم اللہ کا کہنا مانو اور رسول ﷺ کا کہنا مانو اور تم میں جو لوگ اہل حکومت ہیں ان کا بھی (حضرت ابن عباس فرماتے ہیں) ان حاکموں سے مراد جماعتوں و لشکروں کے امیر ہیں۔ "فَاِنْ تَنَازَعْتُمْ فِيْ شَيْءٍ فَرُدُّوْهُ اِلَى اللّٰهِ وَالرَّسُوْلِ" ترجمہ: "پھر اگر کسی امر میں تم باہم اختلاف کرنے لگو تو اس امر کو اللہ تعالیٰ اور رسول ﷺ کی طرف حوالہ کر لیا کرو" (حضرت ابن عباسؓ فرماتے ہیں جب تم اپنے جھگڑے کو اللہ اور رسولؐ کی طرف لے جاؤ گے تو پھر اللہ اور اس کے رسولؐ ہی اس جھگڑے کا فیصلہ کریں گے۔ "ذٰلِكَ خَيْرٌ وَّاَحْسَنُ تَاْوِيْلًا." (نساء ۵۹) ترجمہ: "یہ امور سب بہتر ہیں اور ان کا انجام خوشتر ہے۔" اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں کہ اس طرح کرنے سے انجام اچھا ہو گا۔[1]

حضرت عوف بن مالک اشجعیؓ فرماتے ہیں میں بھی ان مسلمان کے ساتھ سفر میں گیا جو غزوہ موتہ میں حضرت زید بن حارثہؓ کے ساتھ تھے۔ یمن سے لشکر کی مدد کے لئے آنے والے ایک صاحب اس سفر میں میرے ساتھی بن گئے۔ اس کے پاس اس کی تلوار کے علاوہ اور کوئی ہتھیار نہیں تھا۔ ایک مسلمان نے ایک اونٹ ذبح کیا۔ میرے اس ساتھی نے اس مسلمان سے اونٹ کی کھال کا ایک ٹکڑا مانگا۔ انہوں نے اسے ایک ٹکڑا دے دیا۔ جسے لے کر اس نے ڈھال جیسا بنا لیا۔ پھر ہم وہاں سے آگے چلے۔ ہمارا رومی لشکروں سے مقابلہ ہوا۔ ان رومیوں میں ایک آدمی اپنے سرخ گھوڑے پر سوار تھا۔ جس کی زین اور ہتھیار پر سونے کا پانی چڑھا ہوا تھا۔ وہ رومی مسلمانوں کو بڑے زور شور سے قتل کرنے لگا۔ مدد کے لئے آنے والا یمنی ساتھی اس کی تاک میں ایک چٹان کے پیچھے بیٹھ گیا۔ وہ رومی جونہی اس کے پاس سے گزرا۔ اس نے حملہ کر کے اس کے گھوڑے کی ٹانگیں کاٹ دیں۔ وہ رومی زمین پر گر پڑا۔ اس کے اوپر چڑھ کر

---

[1] اخرجه ابن جرير و ابن عسا كر كذافي الكنز (ج ١ ص ٢٤٢) واخرجه ايضا ابو يعلى و ابن عسا كرو النسائي والطبراني و الحاكم من حديث خالد رضي اللّٰه تعالىٰ عنه بمعناه مطولا وابن ابي شيبة و احمد و النسائي مختصر كما في الكنز (ج ٧ ص ٧٣) قال الحاكم (ج ٣ ص ٣٩٠) صحيح الاسناد ولم يخرجاه وقال الذهبي صحيح وقال الهيثمي (ج ٩ ص ٢٩٤) رواه الطبراني مطولا و مختصرا منها ماوافق احمد و رجاله ثقات.

یمنی نے اسے قتل کر دیا اور اس کے گھوڑے اور ہتھیار پر قبضہ کر لیا۔ جب اللہ تعالیٰ نے مسلمانوں کو فتح عطا فرمادی تو حضرت خالد بن ولیدؓ نے (جن کو آخر میں مسلمانوں نے امیر بنا لیا تھا) اس یمنی کو بلا کر اس سے مقتول رومی کا سارا سامان لے لیا۔ حضرت عوف کہتے ہیں کہ میں نے حضرت خالد کے پاس جا کر ان سے کہا اے خالد! کیا تمہیں معلوم نہیں ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے قاتل کے لئے مقتول کے سامان کا فیصلہ کیا تھا؟ حضرت خالد نے کہا مجھے معلوم ہے لیکن مجھے یہ سامان بہت زیادہ معلوم ہو رہا ہے۔ میں نے کہا یا تو آپ یہ سامان اس یمنی کو واپس دے دیں۔ نہیں تو میں رسول اللہ ﷺ سے آپ کی شکایت کروں گا اور پھر آپ کو پتہ چل جائے گا۔ لیکن حضرت خالد نے وہ سامان واپس کرنے سے انکار کر دیا (اس سفر سے واپسی پر) ہم لوگ حضور ﷺ کی خدمت میں پہنچے۔ تو میں نے اس یمنی کا قصہ اور جو کچھ حضرت خالد نے کیا تھا وہ سب حضور ﷺ کو بتایا۔ حضور ﷺ نے فرمایا اے خالد! تم نے ایسا کیوں کیا؟ انہوں نے عرض کیا یا رسول اللہ! مجھے وہ سامان بہت زیادہ معلوم ہوا۔ آپ نے فرمایا اے خالد! تم نے اس سے جو کچھ لیا ہے وہ اسے واپس کر دو۔ حضرت عوف کہتے ہیں کہ اس پر میں نے حضرت خالد سے کہا اے خالد! لو میں نے تم سے جو کہا تھا وہ پورا کر دیا نا۔ کہ حضور ﷺ سے شکایت کر کے تمہیں سزا دلواؤں گا۔ حضور ﷺ نے فرمایا یہ کیا بات ہے؟ میں نے آپ کو ساری تفصیل بتائی۔ اس پر حضور ﷺ ناراض ہو گئے اور آپ نے فرمایا اے خالد! وہ سامان واپس نہ کرو (اور صحابہ سے متوجہ ہو کر فرمایا) کیا تم میری وجہ سے میرے امیروں کو چھوڑ نہیں دیتے؟

(کہ ان کی بے اکرامی نہ کیا کرو بلکہ ان کا احترام کیا کرو) ان کے اچھے کام تمہارے لئے مفید ہیں اور ان کے برے کام کا وبال ان ہی پر ہو گا۔ یعنی اگر وہ اچھے اعمال کریں گے تو ان کا فائدہ تمہیں بھی ہو گا اور اگر وہ غلط کام کریں گے تو اس کا خمیازہ ان کو ہی بھگتنا پڑے گا۔ تمہیں ہر حال میں ان کا اکرام کرنا چاہئے۔[1]

حضرت راشد بن سعد رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں حضرت عمر بن خطابؓ کے پاس کچھ مال آیا۔ آپ اس مال کو لوگوں میں تقسیم کرنے لگے۔ آپ کے پاس لوگوں کا بڑا مجمع ہو گیا۔ حضرت سعد بن ابی وقاصؓ مجمع کو چیرتے ہوئے ان کے پاس آپہنچے۔ حضرت عمرؓ کوڑا لے کر ان پر کھڑے ہو گئے اور فرمایا تم تو اس طرح آگے آرہے ہو جیسے کہ تم زمین پر اللہ کے

---

[1] اخرجه احمد ورواه مسلم و ابوداؤد نحوه كذافى البداية (ج ٤ ص ٢٤٩) واخرجه البيهقى (ج ٦ ص ٣١٠) بنحوه.

سلطان سے ڈرتے نہیں ہو۔ میں بھی تمہیں بتانا چاہتا ہوں کہ اللہ کا سلطان تم سے نہیں ڈرتا ہے۔[1]

حضرت عبداللہ بن یزیدؒ فرماتے ہیں رسول اللہ ﷺ نے حضرت عمرو بن عاصؓ کو ایک لشکر کا امیر بنا کر بھیجا۔ اس لشکر میں حضرت ابو بکر اور حضرت عمرؓ بھی تھے۔ جب یہ حضرات لڑائی کی جگہ پہنچے تو حضرت عمروؓ نے لشکر کو حکم دیا کہ آگ بالکل نہ جلائیں۔ حضرت عمر کو اس پر غصہ آگیا اور انہوں نے جا کر حضرت عمرو سے اس بارے میں بات کرنے کا ارادہ کیا۔ تو حضرت ابو بکر نے انہیں ایسا کرنے سے روکا اور فرمایا حضور ﷺ نے ان کو تمہارا امیر اس وجہ سے بنایا ہے کہ وہ جنگی ضروریات کو خوب جانتے ہیں۔ یہ سن کر حضرت عمر ٹھنڈے پڑ گئے (اور حضرت عمرو کے پاس نہ گئے۔)[2]

حضرت جبیر بن نفیرؒ فرماتے ہیں کہ حضرت عیاض بن غنم اشعریؓ نے دارا شہر فتح ہو جانے کے بعد اس کے حاکم کو (کوڑوں سے) سزا دی (حضرت ہشام بن حکیمؓ ان کے پاس آئے اور (حاکم کو سزا دینے پر) ان کو سخت بات کہی۔ چند دن گزرنے کے بعد حضرت ہشام، حضرت عیاض کے پاس معذرت کرنے کے لئے آئے۔ اور حضرت عیاض سے (اپنی سختی کی وجہ بتاتے ہوئے) کہا کیا آپ کو معلوم نہیں ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا ہے کہ قیامت کے دن سب سے زیادہ سخت عذاب اسے ہوگا جو دنیا میں لوگوں کو سب سے زیادہ سخت عذاب دیتا تھا۔ حضرت عیاض نے ان سے کہا اے ہشام! ہم نے بھی وہ سب کچھ (حضور ﷺ سے) سنا ہے جو آپ نے سنا ہے اور ہم نے بھی وہ سب کچھ دیکھا ہے جو آپ نے دیکھا ہے اور ہم بھی اسی ذات اقدس کی صحبت میں رہے ہیں جن کی صحبت میں آپ رہے ہیں۔ اے ہشام! کیا آپ نے حضور ﷺ کو یہ فرماتے ہوئے نہیں سنا کہ جو کسی بادشاہ کو نصیحت کرنا چاہتا ہو تو اسے علی الاعلان لوگوں کے سامنے نصیحت نہ کرے بلکہ اس کا ہاتھ پکڑ کر اسے علیحدگی میں لیجائے (اور تنہائی میں اسے نصیحت کرے) اگر بادشاہ اس کی نصیحت قبول کرلے تو ٹھیک ورنہ اس نے اس بادشاہ کا حق ادا کر دیا اور اے ہشام! تم بہت بے باک ہو اور اللہ کے بادشاہ کے خلاف دلیری کرتے ہو کیا تمہیں اس بات کا ڈر نہیں تھا کہ اللہ کا سلطان تمہیں قتل کر دیتا اور تم

---

[1] اخرجه ابن سعد (ج ۳ ص ۲۰۶)

[2] اخرجه البيهقي (ج ۹ ص ۴۱) واخرجه الحاكم (ج ۳ ص ۴۲) عن عبدالله بن بريدة عن ابيه قال بعث رسول الله ﷺ عمرو بن العاص رضى الله تعالى عنه فى غزوة ذات السلاسل فذكر بنحوه وقال هذا حديث صحيح و لم يخرجاه وقال الذهبى صحيح.

اللہ کے بادشاہ کے قتل کئے ہوئے کہلاتے۔[1]

حضرت زید بن وہب رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں حضرت حذیفہؓ کے زمانے میں لوگوں نے ایک امیر کی کسی بات پر اعتراض کیا۔ ایک آدمی سب سے بڑی جامع مسجد میں داخل ہوا اور لوگوں میں سے گزرتا ہوا حضرت حذیفہ کے پاس پہنچ گیا۔ وہ ایک حلقہ میں بیٹھے ہوئے تھے۔ وہ آدمی ان کے سر کے قریب کھڑے ہو کر کہنے لگا اے رسول اللہ ﷺ کے صحابی! کیا آپ امر بالمعروف اور نہی عن المنکر نہیں کرتے ہیں؟ حضرت حذیفہ نے اپنا سر اوپر اٹھایا اور وہ آدمی جو کچھ چاہتا تھا اسے سمجھ گئے۔ تو اس سے فرمایا امر بالمعروف اور نہی عن المنکر واقعی بہت اچھا کام ہے۔ لیکن یہ سنت میں سے نہیں ہے کہ تم اپنے امیر پر ہتھیار اٹھاؤ۔[2]

حضرت زیاد بن کسیب عدوی رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں کہ عبداللہ بن عامر باریک کپڑے پہن کر اور بالوں میں کنگھی کر کے لوگوں میں بیان کیا کرتے تھے۔ ایک دن انہوں نے نماز پڑھائی اور پھر اندر چلے گئے اور حضرت ابو بکرہؓ منبر کے پاس بیٹھے ہوئے تھے مرداس ابو بلال نے کہا کیا آپ لوگ دیکھتے نہیں ہیں کہ لوگوں کے امیر باریک کپڑے پہنتے ہیں اور فاسق لوگوں سے مشابہت اختیار کرتے ہیں؟ حضرت ابو بکرؓ نے ان کی بات سن لی اور اپنے بیٹے اصیلع سے کہا ابو بلال کو میرے پاس بلا کر لاؤ۔ وہ انہیں بلا کر لائے تو ان سے حضرت ابو بکرؓ نے فرمایا غور سے سنو! تم نے ابھی امیر کے بارے میں جو کہا ہے وہ میں نے سن لیا ہے۔ لیکن میں نے رسول اللہ ﷺ کو فرماتے ہوئے سنا ہے کہ جو اللہ کے سلطان کا اکرام کرے گا اللہ اس کا اکرام کریں گے۔ اور جو اللہ کے سلطان کی اہانت کرے گا اللہ اس کی اہانت کریں گے۔[3]

حضرت علی بن ابی طالبؓ فرماتے ہیں رسول اللہ ﷺ نے ایک انصاری کو ایک جماعت کا امیر بنا کر بھیجا اور اس جماعت کو تاکید فرمائی کہ اپنے امیر کی بات سنیں اور مانیں۔ چنانچہ (اس سفر میں) امیر کو ان کی کسی بات پر غصہ آگیا تو اس نے کہا میرے لئے لکڑیاں جمع کرو۔ چنانچہ

۱ـ اخرجه الحاكم (ج ۳ ص ۲۹۰) قال الحاكم هذا حديث صحيح الا سناد و لم يخرجاه وقال الذهبي فيه ابن زريق واه واخرجه البيهقي (ج ۸ ص ۱٦٤) بهذا الاسناد مثله وذكره في مجمع الزوائد (ج ٥ ص ۲۲۹) بدون ذكر مخرجه ثم قال رجاله ثقات و اسناده متصل و اخرجه احمد شريح بن عبيد و غيره قال جلد عياض بن غنم صاحب دارا حين فتحت فاغلظ له، هشام فذكر الحديث بنحوه قال الهيثمي (ج ٥ ص ۲۲۹) رجاله ثقات الا انى لم اجد لشريح من عياض و هشام سماعا وان كان تابعيا.

۲ـ اخرجه البزار قال الهيثمي (ج ٥ ص ۲۲٤) وفي حبيب بن خالد و ثقه ابن حبان و قال ابو حاتم ليس بالقوى انتهى.

۳ـ اخرجه البيهقي (ج ۸ ص ۱٦۳)

انہوں نے لکڑیاں جمع کیں۔ پھر اس امیر نے کہا آگ جلاؤ۔ اس پر ان لوگوں نے آگ جلائی۔ پھر اس امیر نے کہا کیا آپ لوگوں کو حضور ﷺ نے اس بات کا حکم نہیں دیا کہ آپ لوگ میری بات سنو اور مانو؟ لوگوں نے کہا جی ہاں حکم دیا ہے۔ اس امیر نے کہا تو پھر تو اس آگ میں داخل ہو جاؤ (لوگوں کا امتحان لینا مقصود تھا) اس پر لوگ ایک دوسرے کو دیکھنے لگے اور یوں کہا ہم تو آگ سے بھاگ کر حضور ﷺ کے پاس آئے تھے۔ (اتنی دیر میں) اس امیر کا غصہ ٹھنڈا ہو گیا اور آگ بھی بجھ گئی۔ جب یہ لوگ حضور ﷺ کی خدمت میں واپس پہنچے تو حضور ﷺ سے اس قصہ کا ذکر کیا۔ اس پر حضور ﷺ نے فرمایا اگر یہ لوگ اس آگ میں داخل ہو جاتے تو کبھی اس سے باہر نہ نکل سکتے (یعنی یہ بات نہیں تھی کہ امیر کی ماننے کی وجہ سے آگ ان کو نہ جلاتی اور یہ زندہ آگ سے باہر آجاتے بلکہ جل کر مر جاتے) امیر کی اطاعت صرف نیکی کے کاموں میں ضروری ہے۔ (گناہ کے کاموں میں اس کی اطاعت نہ کی جائے۔[1]

حضرت ابن عمرؓ فرماتے ہیں۔ حضور اقدس ﷺ اپنے کچھ صحابہ میں بیٹھے ہوئے تھے۔ آپ نے ان کی طرف متوجہ ہو کر فرمایا کیا تمہیں یہ بات معلوم نہیں ہے کہ میں تمہاری طرف اللہ کا بھیجا ہوا رسول ہوں۔ صحابہ نے کہا جی ہاں معلوم ہے۔ ہم اس بات کی گواہی دیتے ہیں کہ آپ اللہ کے رسول (ﷺ) ہیں۔ آپ نے فرمایا کیا تمہیں یہ معلوم نہیں ہے کہ جس نے میری اطاعت کی۔ اس نے اللہ کی اطاعت کی۔ میری اطاعت حقیقت میں اللہ کی اطاعت میں شامل ہے؟ صحابہ نے کہا جی ہاں۔ معلوم ہے۔ ہم گواہی دیتے ہیں جس نے آپ کی اطاعت کی اس نے اللہ کی اطاعت کی اور آپ کی اطاعت اللہ کی اطاعت میں شامل ہے۔ آپ نے فرمایا اللہ کی اطاعت میں یہ شامل ہے کہ تم میری اطاعت کرو اور میری اطاعت میں یہ شامل ہے کہ تم اپنے امیروں کی اطاعت کرو۔ اگر وہ بیٹھ کر نماز پڑھائیں تو تم بھی بیٹھ کر نماز پڑھو۔[2]

حضرت اسماء بنت یزید رضی اللہ تعالیٰ عنہا فرماتی ہیں کی حضرت ابوذر غفاری رضی اللہ تعالیٰ عنہ حضور اقدس ﷺ کی خدمت کیا کرتے تھے۔ جب حضور ﷺ کی خدمت سے فارغ ہو جاتے تو مسجد میں آجایا کرتے۔ مسجد ہی ان کا گھر تھا اسی میں وہ لیٹ جایا کرتے تھے۔ ایک

---

[1] اخرجه الشيخان وهذه القصة ثابتة ايضافي الصحيحين عن ابن عباس رضي الله تعالى عنهما كذافي البداية (ج ٤ ص ٢٢٦) واخرجه ابن جرير عن ابن عباس و ابن ابي شيبة عن ابي سعيد بمعناه وسمى ابو سعيد الرجل الانصاري عبدالله بن حذافة السهمي كما في الكنز (ج ٣ ص ١٧٠) وهكذا سماه في البخاري عن ابن عباس كما في الاصابة (ج ٢ ص ٢٩٦)

[2] اخرجه ابو يعلى و ابن عساكر ورجاله ثقات كذافي الكنز (ج ٣ ص ١٦٨)

رات حضور ﷺ مسجد میں تشریف لائے تو دیکھا کہ حضرت ابو ذر مسجد میں زمین پر لیٹے ہوئے سو رہے ہیں۔ حضور ﷺ نے ان کو اپنے پاؤں سے (اٹھانے کے لئے ہلکی سی) ٹھوکر ماری۔ وہ سیدھے ہو کر بیٹھ گئے۔ حضور ﷺ نے ان سے فرمایا کیا میں تمہیں مسجد میں سوتا ہوا نہیں دیکھ رہا ہوں؟ انہوں نے کہا یا رسول اللہ! میں اور کہاں سوؤں؟ اس مسجد کے علاوہ میرا اور کوئی گھر نہیں ہے۔ پھر حضور ﷺ ان کے پاس بیٹھ گئے اور فرمایا جب لوگ تم کو (کسی اجتماعی ضرورت کی وجہ سے) اس مسجد سے نکالیں گے تو تم کیا کرو گے؟ انہوں نے کہا میں ملک شام چلا جاؤں گا۔ کیونکہ شام (پہلے انبیاء علیہم السلام کی) ہجرت کی جگہ ہے۔ اور وہاں ہی میدان حشر ہو گا اور وہ انبیاء کی سرزمین ہے۔ (وہاں بہت نبی ہوئے) اور میں وہاں والوں میں سے بن جاؤں گا (یعنی وہاں رہنے لگ جاؤں گا) حضور ﷺ نے فرمایا جب لوگ تمہیں ملک شام سے بھی نکال دیں گے تو پھر کیا کرو گے؟ انہوں نے کہا میں اسی مسجد میں یعنی مدینہ واپس آجاؤں گا۔ یہی میرا گھر اور میری منزل ہو گی۔ آپ نے فرمایا جب لوگ تمہیں اس مسجد سے یعنی مدینہ سے دوبارہ نکال دیں گے تو پھر تمہارا کیا ہو گا؟ انہوں نے کہا میں تلوار لے کر مرتے دم تک (ان سے) لڑتا رہوں گا۔ حضور ﷺ انہیں دیکھ کر مسکرائے اور انہیں ہاتھ سے تھپکی دی اور فرمایا کیا میں تمہیں اس سے بہتر بات نہ بتادوں؟ انہوں نے کہا یا رسول اللہ! ضرور بتادیں۔ میرے ماں باپ آپ پر قربان ہوں۔ حضور ﷺ نے فرمایا وہ تمہیں آگے سے پکڑ کر جدھر لے جائیں تم ادھر چلے جانا اور پیچھے سے تمہیں جدھر کو چلائیں تم ادھر کو چلے جانا (یعنی جیسے وہ کہیں ویسے کرتے رہنا) یہاں تک کہ اسی حال میں آکر مجھ سے مل لینا۔[1]

ابن جریر نے اس جیسی حدیث خود حضرت ابو ذر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے نقل کی ہے۔ اس میں یہ ہے کہ حضور ﷺ نے فرمایا جب تمہیں (مدینہ سے) دوبارہ نکالا جائے گا تو تم کیا کرو گے؟ حضرت ابو ذر کہتے ہیں کہ میں نے کہا میں تلوار لے کر نکالنے والوں کو مار دوں گا۔ آپ نے اپنا ہاتھ میرے کندھے پر مارا اور فرمایا اے ابو ذر! تم (ان نکالنے والوں کو) معاف کر دینا اور وہ تمہیں آگے سے پکڑ کر جہاں لے جائیں وہاں چلے جانا اور پیچھے سے تمہیں جدھر کو چلائیں تم ادھر کو چلے جانا (یعنی ان کی بات مانتے رہنا) چاہے تم کو یہ معاملہ ایک کالے غلام کے ساتھ کیوں نہ کرنا پڑے۔ حضرت ابو ذر کہتے ہیں جب (امیر المومنین حضرت عثمان رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے فرمان پر) میں ربذہ رہنے لگا تو ایک دفعہ نماز کی اقامت ہوئی اور ایک

---

[1] اخرجه ابن جرير كذافي الكنز (ج ۳ ص ۱۶۸) واخرجه ايضا احمد عن اسماء نحوه قال الهيثمي (ج ۵ ص ۲۲۳) وفيه شهر بن حوشب و هو ضعيف وقد وثق انتهى.

کالا آدمی جو وہاں کے صدقات وصول کرنے پر مقرر تھا نماز پڑھانے کے لئے آگے بڑھا۔ جب اس نے مجھے دیکھا تو پیچھے ہٹنے لگا اور مجھے آگے کرنے لگا۔ میں نے کہا تم اپنی جگہ رہو میں حضور ﷺ کی بات مانوں گا۔[1]

عبدالرزاق نے حضرت طاؤس رحمۃ اللہ علیہ سے یہی حدیث نقل کی ہے اور اس میں یہ مضمون ہے کہ جب حضرت ابو ذر رضی اللہ تعالیٰ عنہ ربذہ گئے تو ان کو وہاں حضرت عثمان رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا ایک کالا غلام ملا۔ اس نے اذان دی اور اقامت کہی پھر حضرت ابو ذر سے کہا اے ابو ذر! (نماز پڑھانے کے لئے) آگے بڑھیں۔ حضرت ابو ذر نے کہا نہیں۔ مجھے تو حضور ﷺ نے حکم دیا ہے کہ میں امیر کی بات سنوں اور مانوں۔ چاہے وہ کالا غلام ہی کیوں نہ ہو۔ چنانچہ وہ غلام آگے بڑھا اور حضرت ابو ذر نے اس کے پیچھے نماز پڑھی۔[2] ابن ابی شیبہ اور ابن جریر اور بیہقی اور نعیم بن حماد وغیرہ حضرات حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ انہوں نے فرمایا اپنے امیر کی بات سنو اور مانو چاہے تم پر کان کٹا حبشی غلام ہی کیوں نہ امیر بنا دیا گیا ہو۔ اگر وہ تمہیں تکلیف پہنچائے تو اسے برداشت کرو اور اگر وہ تمہیں کسی کام کا حکم دے تو اسے مانو اور اگر وہ تمہیں کچھ نہ دے تو صبر کرو۔ اور اگر وہ تم پر ظلم کرے تو بھی صبر کرو۔ اور اگر وہ تمہارے دین میں سے کم کرنا چاہے تو اس سے کہہ دو جان حاضر ہے دین نہیں (میں جان دے سکتا ہوں لیکن دین میں کمی برداشت نہیں کر سکتا) چاہے کچھ بھی ہو جائے تم جماعت سے جدا نہ ہونا۔[3]

حضرت حسن رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں حضرت علقمہ بن علاثہ رات کے وقت حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے ملے۔ حضرت عمر (شکل وصورت اور قد میں) حضرت خالد بن ولید رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے مشابہ تھے (حضرت علقمہ ان کو حضرت خالد سمجھے) اور ان سے کہا اے خالد! تمہیں اس آدمی نے (یعنی حضرت عمر نے) معزول کر دیا۔ انہوں نے تنگ نظری کی وجہ سے ایسا کیا ہے۔ میں اور میرا چچازاد بھائی ان سے کچھ مانگنے کے لئے ان کے پاس جانا چاہتے تھے۔ لیکن اب جب کہ انہوں نے آپ کو امارت سے ہٹا دیا ہے تو اب میں ان سے کچھ نہیں مانگوں گا۔ حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے (ان کے آئندہ کے ارادے معلوم کرنے کے لئے حضرت خالد جیسی آواز بنا کر) ان سے کہا اور کوئی بات۔ پھر اب تمہارا کیا ارادہ ہے؟ حضرت علقمہ نے کہا ہمارے امراء کا ہم پر حق ہے (کہ ہم ہر حال میں ان کے

---

[1] اخرجه ابن جرير ايضاً　[2] اخرجه ايضاً عبدالرزاق كذافي الكنز (ج ۳ ص ۱٦۸)
[3] كذافي كنز العمال (ج ۳ ص ۱٦۷)

فرمانبردار اور وفادار رہیں) ہم ان کا حق ادا کرتے رہیں گے۔ اور اپنا اجر و ثواب اللہ سے لیں گے (صحابہ کرام نے ناگواریوں میں ایک دوسرے سے جڑنا سیکھا ہوا تھا) جب صبح ہوئی (اور حضرت عمر کے پاس حضرت علقمہ اور حضرت خالد اکٹھے ہوئے تو) حضرت عمر نے حضرت خالد سے کہا آج رات علقمہ نے تم کو کیا کہا تھا؟ حضرت خالد نے کہا اللہ کی قسم! انہوں نے مجھے کچھ نہیں کہا۔ حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے کہا اچھا تم قسم بھی کھاتے ہو۔ ابو نضرہ کی روایت میں یہ بھی ہے کہ حضرت علقمہ حضرت خالد سے کہنے لگے اے خالد! چھوڑو (قسم نہ کھاؤ اور انکار نہ کرو) سیف بن عمرو کی روایت میں یہ مضمون بھی ہے کہ حضرت عمر نے کہا یہ دونوں سچے ہیں۔ دونوں نے ٹھیک کہا ہے۔ ابن عائذ کی روایت میں یہ مضمون بھی ہے کہ حضرت عمر نے حضرت علقمہ کی فریاد سنی اور ان کی ضرورت پوری کر دی۔ زبیر بن بکار کی روایت میں یہ بھی ہے کہ حضرت عمر نے (رات کو) جب یہ پوچھا تھا کہ تمہارا اب کیا ارادہ ہے؟ تو حضرت علقمہ نے کہا تھا بات سننے اور ماننے کے علاوہ اور کچھ نہیں ہے اس روایت میں یہ بھی ہے کہ حضرت عمر نے فرمایا میرے پیچھے جتنے آدمی ہیں وہ سب تمہارے ان اچھے جذبات پر ہوں تو مجھے یہ اتنے اور اتنے مال یعنی ساری دنیا کے مال سے زیادہ محبوب ہے۔[1]

حضرت ابن ابی ملیکہ رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ تعالیٰ عنہ ایک کوڑھی عورت کے پاس سے گزرے جو کہ بیت اللہ کا طواف کر رہی تھی۔ آپ نے اس سے فرمایا اے اللہ کی بندی! لوگوں کو تکلیف نہ پہنچاؤ۔ اگر تم اپنے گھر بیٹھی رہو تو یہ زیادہ اچھا ہے۔ چنانچہ (اس نے بیت اللہ کے طواف کیلئے حرم شریف آنا چھوڑ دیا اور) اپنے گھر بیٹھ گئی۔ کچھ عرصہ کے بعد ایک آدمی اس عورت کے پاس سے گزرا اور اس سے کہا جس امیر المومنین نے تمہیں طواف کرنے سے روکا تھا ان کا انتقال ہو گیا۔ لہٰذا اب تم جا کر طواف کر لو۔ اس عورت نے کہا میں ایسی نہیں ہوں کہ ان کی زندگی میں تو ان کی بات مانوں اور ان کے مرنے کے بعد ان کی نافرمانی کروں۔[2] ایک صاحب کہتے ہیں میں حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے زمانے میں (ایک علاقہ کا) چودھری تھا۔ حضرت علی نے ہمیں ایک کام کا حکم دیا (کچھ عرصہ کے بعد) حضرت علی نے فرمایا میں نے تمہیں جس کام کا حکم دیا تھا کیا تم نے وہ کام کر لیا ہے؟ ہم نے کہا نہیں۔ حضرت علی نے فرمایا اللہ کی قسم! تمہیں جو حکم دیا جائے اسے ضرور پورا کرو

---

[1] اخرجه يعقوب بن سفيان باسناد صحيح ورواه الزبير بن بكار عن محمد بن سلمة عن مالك فذكر نحوه مختصرا جداً كذافي الاصابة (ج ٢ ص ٥٠٤)

[2] اخرجه مالك كذافي كنز العمال (ج ٥ ص ١٩٢)

نہیں تو تمہاری گردنوں پر یہود و نصاریٰ سوار ہو جائیں گے۔[۱]

امیروں کا ایک دوسرے کی بات ماننا

(کئی امراء اکٹھے ہو جائیں تو وہ آپس میں اختلاف نہ کریں بلکہ ایک دوسرے کی بات مانیں)

حضرت عروہ بن زبیر رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں رسول اللہ ﷺ نے حضرت عمرو بن عاص رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو (لشکر کا امیر بنا کر) ملک شام کی بستیوں میں قبیلہ قضاعہ کے قبائل بنو بلی اور بنو عبداللہ وغیرہ میں بھیجا۔ بنو بلی (حضرت عمرو کے والد) عاص بن وائل کے ننھیال کے لوگ تھے۔ جب حضرت عمرو وہاں پہنچے تو دشمن کی بڑی تعداد دیکھ کر ڈر گئے۔ انہوں نے حضور ﷺ کی خدمت میں مدد کے لئے آدمی بھیجا۔ حضور ﷺ نے مہاجرین اولین کو (حضرت عمرو کی مدد کے لئے جانے کی) ترغیب دی۔ جس پر حضرت ابو بکر اور حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما اور دیگر سرداران مہاجرین تیار ہو گئے۔ حضور ﷺ نے حضرت ابو عبیدہ بن الجراح رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو ان حضرات مہاجرین کا امیر بنایا۔ جب یہ لوگ حضرت عمرو کے پاس پہنچے تو حضرت عمرو نے ان سے کہا میں آپ لوگوں کا بھی امیر ہوں۔ کیونکہ میں نے حضور ﷺ کی خدمت میں آدمی بھیج کر آپ لوگوں کو اپنی مدد کیلئے بلایا ہے۔ حضرات مہاجرین نے کہا نہیں۔ آپ اپنے ساتھیوں کے امیر ہیں۔ حضرت ابو عبیدہ مہاجرین کے امیر ہیں۔ حضرت عمرو نے کہا آپ لوگوں کو تو میری مدد کیلئے بھیجا گیا ہے (اس لئے اصل تو میں ہوں آپ لوگ تو میرے معاون ہیں) حضرت ابو عبیدہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ اچھے اخلاق والے اور نرم طبیعت انسان تھے۔ جب انہوں نے یہ دیکھا تو انہوں نے کہا اے عمرو! آپ کو یہ بات معلوم ہونی چاہئے کہ حضور اقدس ﷺ نے مجھے جو آخری ہدایت دی تھی وہ یہ تھی کہ جب تم اپنے ساتھی کے پاس پہنچو تو تم دونوں ایک دوسرے کی اطاعت کرنا۔ اگر تم میری بات نہیں مانو گے تو میں تمہاری بات ضرور مانوں گا۔ چنانچہ حضرت ابو عبیدہ نے امارت حضرت عمرو بن عاص کے حوالے کر دی۔[۲]

حضرت زہری بیان کرتے ہیں کہ حضور ﷺ نے بنو کلب، بنو غسان اور عرب

---

[۱] اخرجه ابن ابی شيبة عن شمر كذافی الكنز (ج ۳ ص ۱۶۷)

[۲] اخرجه البيهقی كذافی البداية (ج ٤ ص ۲۷۳) وهكذااخرجه ابن عساكر عن عروة كما فی الكنز (ج ۵ ص ۳۱۰) وفيه مشارق بدل مشارف

کے ان کافروں کے پاس جو شام کے دیہات میں رہتے تھے دو لشکر بھیجے۔ ایک لشکر پر حضرت ابو عبیدہ بن الجراح رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو اور دوسرے لشکر پر حضرت عمرو بن عاص رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو امیر بنایا اور حضرت عبیدہ کے لشکر میں حضرت ابو بکر اور حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما بھی گئے۔ جب لشکروں کے جانے کا وقت ہوا تو حضور ﷺ نے حضرت ابو عبیدہ اور حضرت عمرو کو بلا کر ان سے فرمایا ایک دوسرے کی نافرمانی نہ کرنا۔ جب یہ دونوں حضرات (اپنے لشکر لے کر) مدینہ سے روانہ ہو گئے تو حضرت ابو عبیدہ نے حضرت عمرو کو علیحدہ ایک طرف لے جا کر کہا حضور نے مجھے اور آپ کو خاص طور سے ہدایت فرمائی ہے کہ تم دونوں ایک دوسرے کی نافرمانی نہ کرنا اس لئے اب (اس ہدایت پر عمل کی صورت یہ ہے کہ) یا تو تم میرے مطیع اور فرمانبردار بن جاؤ یا میں تمہارا مطیع اور فرمانبردار بن جاؤں۔ حضرت عمرو نے کہا نہیں تم میرے مطیع اور فرمانبردار بن جاؤ۔ حضرت ابوعبیدہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے کہا ٹھیک ہے میں بن جاتا ہوں۔ اور یوں حضرت عمرو دونوں لشکروں کے امیر بن گئے۔ اس پر حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو غصہ آگیا اور انہوں نے (حضرت عبیدہ سے) کہا کیا آپ نابغہ (نامی عورت) کے بیٹے کی اطاعت اختیار کر رہے ہیں اور ان کو اپنا اور حضرت ابو بکر کا اور ہمارا امیر بنا رہے ہیں؟ یہ کیسی رائے ہے؟ (یعنی یہ ٹھیک نہیں ہے) حضرت ابو عبیدہ نے حضرت عمر سے کہا اے میری ماں کے بیٹے یعنی اے میرے بھائی! حضور ﷺ نے مجھے اور ان کو خاص ہدایت فرمائی تھی کہ تم ایک دوسرے کی نافرمانی نہ کرنا۔ تو مجھے یہ ڈر ہوا کہ اگر میں نے ان کی اطاعت نہ کی تو مجھ سے حضور ﷺ کی نافرمانی ہو جائے گی اور میرے اور حضور ﷺ کے تعلق میں لوگوں کا دخل ہو جائے گا (یعنی لوگوں کی وجہ سے میرے اور حضور ﷺ کے تعلق میں فرق آجائے گا) اور اللہ کی قسم! (مدینہ) واپسی تک میں ان کی بات ضرور مانتا رہوں گا۔ جب یہ دونوں لشکر (مدینہ منورہ) واپس پہنچے تو حضرت عمر بن خطاب نے حضور ﷺ سے بات کی اور ان سے (حضرت ابو عبیدہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی) شکایت کی۔ حضور ﷺ نے فرمایا آئندہ میں تم مہاجرین کا امیر صرف تم میں سے ہی بنایا کروں گا (کسی اور کو نہیں بناؤں گا)۔[1]

رعایا پر امیر کے حقوق

حضرت سلمہ بن شہاب عبدی رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا اے رعایا کے لوگو! ہمارے تم پر کچھ حقوق ہیں۔ ہماری غیر موجودگی میں

---

۱ ۔ اخرجه (ابن عساکر) ایضا کذافی الکنز (ج ۵ ص ۳۱۹)

بھی تم ہمارے ساتھ خیر خواہی کا معاملہ کرو۔ (ہماری موجودگی میں تو کرتا ہی ہے) اور خیر کے کاموں میں ہماری مدد کرو۔ اور اللہ کے نزدیک امام کی بردباری اور نرمی سے زیادہ محبوب اور لوگوں کے لئے زیادہ فائدہ مند کوئی چیز نہیں ہے اور امام کے جہالت والے رویہ سے زیادہ مبغوض اللہ کے نزدیک کوئی چیز نہیں ہے۔ [1]

حضرت عبداللہ بن عُکیم رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا اللہ کے نزدیک کوئی بردباری امام کی بردباری اور نرمی سے زیادہ محبوب نہیں ہے۔ اور اللہ کے نزدیک کوئی جہالت امام کی جہالت سے زیادہ مبغوض نہیں ہے۔ اور اپنے ساتھ پیش آنے والے معاملات میں جو آدمی عفوودرگزر سے کام لے گا اسے عافیت ملے گی اور جو اپنی ذات کے بارے میں لوگوں سے انصاف کرے گا اسے اپنے کام میں کامیابی ملے گی اور اطاعت میں ذلت برداشت کرنا گناہوں میں ظاہری عزت ملنے سے نیکی کے زیادہ قریب ہے۔ [2]

امراء کو برا بھلا کہنے کی ممانعت

حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ حضرت محمد ﷺ کے صحابہ میں سے جو ہمارے بڑے تھے انہوں نے ہمیں (امراء کے بارے میں چند باتوں سے) منع کیا (اور وہ چند باتیں یہ ہیں کہ) تم اپنے امیروں کو برا بھلا نہ کہو اور ان کو دھوکہ مت دو۔ اور ان کی نافرمانی نہ کرو۔ اور اللہ سے ڈرتے رہو اور صبر کرو کیونکہ موت (یا قیامت) عنقریب آنے والی ہے۔ [3]

امیر کے سامنے زبان کی حفاظت کرنا

حضرت عروہ رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں کہ میں حضرت عبداللہ بن عمر بن خطابؓ کی خدمت میں آیا اور میں نے ان سے کہا اے ابو عبدالرحمٰن! (یہ حضرت عبداللہ بن عمر کی کنیت ہے) ہم اپنے ان امیروں کے پاس بیٹھتے ہیں اور وہ کوئی بات کہتے ہیں اور ہمیں معلوم ہے کہ (یہ بات غلط ہے اور) صحیح بات کچھ اور ہے۔ لیکن ہم ان کی بات کی تصدیق کر دیتے ہیں اور وہ لوگ ظلم کا فیصلہ کرتے ہیں اور ہم ان کو تقویت پہنچاتے ہیں اور ان کے اس فیصلے کو اچھا بتاتے ہیں آپ کا اس بارے میں کیا خیال ہے؟ انہوں نے فرمایا اے میرے بھتیجے! ہم تو حضور اکرم ﷺ کے زمانے میں اسے نفاق شمار کرتے تھے (کہ دل میں کچھ اور ہے اور زبان سے کچھ اور ظاہر کر رہا

۱۔ اخرجه هنا د كذافي الكنز (ج ۳ ص ۱٦٥) واخرجه الطبراني (ج ۵ ص ۳۲) عن سلمة بن كهيل بمعناه ۲۔ اخرجه البيهقي (ج ۸ ص ۱٦۵)

۳۔ اخرجه هناد كذافي الكنز (ج ۳ ص ۱٦۵)

ہے) لیکن مجھے پتہ نہیں تم لوگ اسے کیا سمجھتے ہو؟ (یعنی امیر کے سامنے حق بات نہ کہہ سکے تو اس کے غلط کو بھی صحیح تو نہ کہے)۔ [۱] (حضرت عاصم کے والد) حضرت محمد رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں کہ ایک آدمی نے حضرت ابن عمرؓ سے کہا ہم اپنے بادشاہ کے پاس جاتے ہیں اور ہم کو اس کے سامنے (اس کی وجہ سے) کچھ ایسی باتیں زبان سے کہنی پڑتی ہیں کہ اس کے پاس سے باہر آکر ان کے خلاف کہتے ہیں۔ حضرت ابن عمر نے کہا ہم اسے نفاق شمار کرتے تھے۔ [۲] امام بخاری نے حضرت محمد بن زید رحمۃ اللہ علیہ سے اس جیسی حدیث روایت کی ہے جس میں یہ مضمون بھی ہے کہ ہم اسے حضور اقدس ﷺ کے زمانے میں نفاق شمار کرتے تھے۔ [۳]

حضرت مجاہدؒ کہتے ہیں ایک آدمی حضرت ابن عمرؓ کے پاس آیا تو اس سے حضرت ابن عمر نے فرمایا تمہارا حضرت ابو انیس (ضحاک بن قیس) رحمۃ اللہ علیہ کے ساتھ کیسا رویہ ہے؟ اس نے کہا جب ہم ان سے ملتے ہیں تو ہم ان کے سامنے وہ بات کہتے ہیں جو ان کو پسند ہو اور جب ان کے پاس سے چلے جاتے ہیں تو پھر کچھ اور کہتے ہیں۔ حضرت ابن عمر نے فرمایا حضور ﷺ کے زمانے میں تو ہم اسے نفاق شمار کرتے تھے۔ [۴]

حضرت شعبی رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں کہ ہم نے حضرت ابن عمرؓ کی خدمت میں عرض کیا کہ ہم جب ان (امیروں) کے پاس جاتے ہیں تو وہ بات کہتے ہیں جو وہ چاہتے ہیں اور جب ان کے پاس سے باہر چلے جاتے ہیں تو اس کے خلاف کہتے ہیں۔ حضرت ابن عمر نے فرمایا حضور ﷺ کے زمانے میں ہم اسے نفاق شمار کرتے تھے۔ [۵]

حضرت علقمہ بن وقاص رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں ایک بیکار آدمی تھا جو امیروں کے پاس جاکر ان کو ہنسایا کرتا تھا۔ اس سے میرے دادا نے کہا اے فلانے! تیرا ناس ہو۔ تم ان امیروں کے پاس جاکر کیوں ہنساتے ہو؟ (ایسا کرنا چھوڑ دو) کیونکہ میں نے حضور ﷺ کے صحابی حضرت بلال بن حارث مزنیؓ کو یہ فرماتے ہوئے سنا ہے کہ حضور ﷺ نے فرمایا بعض دفعہ بندہ اللہ کی رضا والا ایک بول ایسا بول دیتا ہے جس کا انسانوں پر بہت زیادہ اثر ہوتا ہے اور اتنا موثر ہونے کا اسے گمان بھی نہیں ہوتا اور اس ایک بول کی وجہ سے اللہ اس سے راضی ہو جاتے ہیں اور اس سے ملاقات کے دن یعنی قیامت کے دن تک اس سے راضی رہتے ہیں اور کبھی بندہ اللہ کی

۱۔ اخرجه ابن جرير كذافي الكنز (ج ٣ص ١٦٨) ٢۔ اخرجه البيهقي (ج ٨ص ١٦٥)
٣۔ اخرجه البيهقي ايضا (ج ٨ ص ١٦٤) ٤۔ كذافي الترغيب (ج ٤ ص ٣٨٢)
٥۔ اخرجه ابن عساكر كذافي كنز العمال (ج ١ ص ٩٣) اخرجه ابو نعيم في الحلية (ج ٤ ص ٣٣٢)

ناراضگی والا ایک بول ایسا بول دیتا ہے جس کا انسانوں پر بہت زیادہ اثر ہوتا ہے اور اسے اتنا موثر ہونے کا گمان بھی نہیں ہوتا۔ اس ایک بول کی وجہ سے اللہ اس سے ناراض ہو جاتے ہیں اور اس سے ملاقات کے دن یعنی قیامت کے دن تک اس سے ناراض رہتے ہیں۔[1] حضرت علقمہ رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں حضرت بلال بن حارث مزنیؓ نے ان سے فرمایا میں نے دیکھا ہے کہ تم ان امیروں کے پاس کثرت سے جاتے ہو۔ دیکھو تم ان سے کیا باتیں کرتے ہو؟ کیونکہ میں نے حضور ﷺ کو یہ فرماتے ہوئے سنا ہے کہ آدمی اللہ کی رضا والا ایک بول ایسا بول دیتا ہے اور پھر پچھلی حدیث جیسا مضمون ذکر کیا۔[2]

حضرت حذیفہؓ فرماتے ہیں اپنے آپ کو فتنے کی جگہوں سے بچاؤ۔ کسی نے ان سے پوچھا اے ابو عبداللہ! فتنوں کی جگہیں کون سی ہیں؟ انہوں نے فرمایا امیروں کے دروازے کہ تم میں سے ایک آدمی امیر کے پاس جاتا ہے اور اس کی غلط بات کی تصدیق کرتا ہے اور (اس کی تعریف کرتے ہوئے) ایسی خوبی کا تذکرہ کرتا ہے جو اس میں نہیں ہے۔[3]

حضرت ابن عباسؓ فرماتے ہیں مجھ سے میرے والد (حضرت عباسؓ) نے فرمایا اے میرے بیٹے! میں دیکھ رہا ہوں کہ امیر المومنین (حضرت عمرؓ) تمہیں بلاتے ہیں اور تمہیں اپنے قریب بٹھاتے ہیں اور حضور ﷺ کے دیگر صحابہ کے ساتھ تم سے بھی مشورہ لیتے ہیں۔ لہذا تم میری تین باتیں یاد رکھنا۔ اللہ سے ڈرتے رہنا۔ کبھی ان کے تجربہ میں یہ بات نہ آئے کہ تم نے جھوٹ بولا ہے۔ یعنی کبھی ان کے سامنے جھوٹ نہ بولنا اور ان کا کوئی راز فاش نہ کرنا۔ اور کبھی ان کے پاس کسی کی غیبت نہ کرنا۔ حضرت عامر کہتے ہیں میں نے حضرت ابن عباسؓ سے کہا ان تین باتوں میں سے ہر بات ایک ہزار (درہم) سے بہتر ہے۔ انہوں نے فرمایا۔ نہیں۔ ان میں سے ہر ایک دس ہزار (درہم) سے بہتر ہے۔[4]

حضرت شعبی رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں حضرت عباسؓ نے اپنے بیٹے حضرت عبداللہؓ سے فرمایا میں دیکھ رہا ہوں کہ یہ آدمی یعنی حضرت عمر بن خطابؓ تمہارا بڑا اکرام کرتے ہیں اور تمہیں اپنے قریب بٹھاتے ہیں اور تمہیں ان لوگوں میں یعنی ان بڑے صحابہ میں شامل کر دیا ہے کہ ان جیسے تم ہو۔ میری تین باتیں یاد رکھنا۔ کبھی ان کے تجربہ میں یہ بات نہ آئے کہ تم

---

[1] اخرجه البيهقي (ج ٨ ص ١٦٥)   [2] اخرجه البيهقي ايضا (ج ٨ ص ١٦٥)
[3] اخرجه ابو نعيم في الحلية (ج ١ ص ٢٢٧)   [4] اخرجه ابو نعيم في الحلية (ج ١ ص ٣١٨) ورواه الطبراني نحوه قال الهيثمي (ج ٤ ص ٢٢١) وفيه مجالد بن سعيد وثقه النسائي وغيره و ضعفه جماعة.

نے جھوٹ بولا ہے۔ اور کبھی ان کا کوئی راز فاش نہ کرنا۔ اور ان کے پاس کسی کی غیبت بالکل نہ کرنا۔[۱]

امیر کے سامنے حق بات کہنا اور جب وہ اللہ کے حکم کے خلاف کوئی حکم دے تو اس کے حکم کو ماننے سے انکار کر دینا

حضرت حسن رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں حضرت عمر بن خطابؓ نے ایک مرتبہ حضرت ابی بن کعبؓ کی (پڑھی ہوئی) ایک آیت کا انکار کیا (کہ یہ قرآن میں نہیں ہے یا قرآن میں اس طرح نہیں ہے) حضرت ابی نے کہا میں نے اس آیت کو حضور ﷺ سے سنا ہے اور تم تو بقیع بازار میں خرید و فروخت میں مشغول رہا کرتے تھے (اس لئے تمہیں یہ آیت حضور ﷺ سے سننے کا موقع نہیں ملا) حضرت عمر نے فرمایا تم نے ٹھیک کہا۔ میں نے تمہاری آیت کا قصداً انکار تم لوگوں کو آزمانے کے لئے کیا تاکہ پتہ چلے کہ تم میں کوئی ایسا آدمی ہے جو (امیر کے سامنے) حق بات کہہ سکے۔ اس امیر میں کوئی خیر نہیں ہے جس کے سامنے حق بات نہ کہی جا سکے اور نہ وہ خود حق بات کہہ سکے۔[۲]

حضرت ابو مجلز رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں حضرت ابی بن کعبؓ نے یہ آیت پڑھی مِنَ الَّذِيْنَ اسْتَحَقَّ عَلَيْهِمُ الْاَوْلَيٰنِ۔ تو حضرت عمرؓ نے ان سے فرمایا تم نے غلط پڑھا۔ حضرت ابی نے کہا (میں نے ٹھیک پڑھا ہے) آپ کی غلطی زیادہ ہے۔ کسی آدمی نے (حضرت ابی سے) کہا آپ امیر المومنین (کی بات) کو غلط کہہ رہے ہیں۔ حضرت ابی نے کہا میں تم سے زیادہ امیر المومنین کی تعظیم کرنے والا ہوں۔ لیکن چونکہ ان کی بات قرآن کے خلاف تھی اس وجہ سے میں نے قرآن کے مقابلہ میں ان کی بات کو غلط کہا ہے اور یہ نہیں ہو سکتا کہ میں قرآن کو غلط کہوں اور امیر المومنین کی (غلط) بات کو ٹھیک کہوں۔ حضرت عمر نے فرمایا حضرت ابی ٹھیک کہتے ہیں۔[۳]

حضرت نعمان بن بشیرؓ فرماتے ہیں حضرت عمر بن خطابؓ ایک مجلس میں تھے اور ان کے ارد گرد حضرات مہاجرین اور انصار بیٹھے ہوئے تھے۔ حضرت عمر نے فرمایا ذرا یہ بتاؤ کہ اگر میں کسی کام میں ڈھیل برتوں تو تم کیا کرو گے؟ تمام حضرات ادباً خاموش رہے۔ حضرت عمر نے اپنی اس بات کو دو تین مرتبہ دہرایا۔ تو حضرت بشیر بن سعد نے فرمایا اگر آپ ایسا کریں گے۔

---

[۱] اخرجه البيهقي (ج ٨ ص ١٩٧) [۲] اخرجه ابن راهويه كذافي كنز العمال (ج ٧ ص ٢)
[۳] عند عبد ابن حميد و ابن جرير وابن عدى كذافي الكنز (ج ١ ص ٢٨٥)

تو ہم آپ کو ایسا سیدھا کر دیں گے جیسے تیر کو سیدھا کیا جاتا ہے۔ اس پر حضرت عمر نے (خوش ہو کر) فرمایا پھر تو تم لوگ ہی (امیر کی مجلس میں بیٹھنے کے قابل ہو) پھر تو تم لوگ ہی (امیر کی مجلس کے قابل ہو) [1]

حضرت موسیٰ بن ابی عیسی رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں حضرت عمر بن خطابؓ قبیلہ بنو حارثہ کی پانی کی سبیل کے پاس آئے وہاں انہیں حضرت محمد بن مسلمہؓ ملے۔ حضرت عمر نے فرمایا اے محمد! مجھے کیسا پاتے ہو؟ انہوں نے کہا اللہ کی قسم! میں اپ کو ویسا پاتا ہوں جیسا میں چاہتا ہوں اور جیسا ہر وہ آدمی چاہتا ہے جو آپ کے لئے بھلا چاہتا ہے۔ میں دیکھ رہا ہوں کہ آپ مال جمع کرنے میں خوب زور دار ہیں لیکن آپ خود مال سے بچتے ہیں اور اسے انصاف سے تقسیم کرتے ہیں۔ اگر آپ ٹیڑھے ہو گئے تو ہم آپ کو ایسا سیدھا کر دیں گے جیسے اوزار سے تیر کو سیدھا کیا جاتا ہے۔ حضرت عمر نے (خوش ہو کر) فرمایا اچھا (تم مجھے کہہ رہے ہو کہ) اگر آپ ٹیڑھے ہو گئے تو ہم آپ کو ایسا سیدھا کر دیں گے جیسے اوزار سے تیر کو سیدھا کیا جاتا ہے۔ پھر فرمایا اللہ کا شکر ہے کہ اس نے مجھے ایسے لوگوں میں (امیر) بنایا کہ میں اگر ٹیڑھا ہو جاؤں تو وہ مجھے سیدھا کر دیں۔ [2]

حضرت ابو قبیل کہتے ہیں حضرت معاویہ بن ابی سفیانؓ جمعہ کے دن منبر پر چڑھے اور اپنے خطبہ میں فرمایا یہ (اجتماعی) مال ہمارا ہے۔ اور خراج کا مال اور لڑے بغیر ملنے والا مال غنیمت بھی ہمارا ہے۔ جسے چاہیں گے دیں گے اور جسے چاہیں گے نہیں دیں گے۔ اس پر کسی نے کچھ نہیں کہا۔ اگلے جمعہ کو بھی انہوں نے (خطبہ میں) یہی بات کہی۔ پھر کسی نے کچھ نہیں کہا۔ جب تیسرا جمعہ آیا تو انہوں نے خطبہ میں پھر وہی بات کہی تو حاضرین مسجد میں سے ایک آدمی کھڑا ہوا اور اس نے کہا۔ ہرگز نہیں۔ یہ (اجتماعی) مال ہمارا ہے۔ اور یہ خراج کا مال اور مال غنیمت ہمارا ہے۔ لہذا جو ہمارے اور اس کے درمیان حائل ہو گا ہم اپنی تلواروں سے اس کو اللہ کے فیصلہ کی طرف لے جائیں گے۔ حضرت معاویہ (منبر سے) نیچے اتر آئے اور اس آدمی کو بلانے کے لئے پیغام بھیج دیا۔ (اور جب وہ آگیا تو) اسے اندر بلالیا۔ لوگ کہنے لگے یہ آدمی تو ہلاک ہو گیا۔ پھر لوگ اندر گئے تو انہوں نے دیکھا کہ وہ آدمی تو حضرت معاویہ کے ساتھ تخت پر بیٹھا ہوا ہے۔ حضرت معاویہ نے لوگوں سے کہا اس آدمی نے مجھے زندہ کر دیا۔ اللہ اسے زندہ رکھے۔ میں نے رسول اللہ ﷺ کو یہ فرماتے ہوئے سنا کہ میرے بعد ایسے امیر

---

[1] اخرجه ابن عسا کرو ابو ذرا لهروى فى الجامع كذافى الكنز (ج ۳ ص ۱٤۸)

[2] عندا بن المبارك كذافى منتخب كنز العمال (ج ٤ ص ۳۸۱)

ہوں گے کہ اگر وہ کوئی (غلط) بات کہیں گے تو کوئی ان کی تردید نہ کر سکے گا۔ وہ آگ میں ایک دوسرے پر ایسے اندھا دھند گریں گے جیسے (کسی درخت کے اوپر سے) بندر ایک دوسرے پر چھلانگ لگاتے ہیں۔ چنانچہ میں نے پہلے جمعہ کو یہ (غلط) بات (قصداً) کہی تھی۔ کسی نے میری تردید نہیں کی۔ جس سے مجھے ڈر ہوا کہ کہیں میں (آگ میں گرنے والے) ان امیروں میں سے نہ ہوں۔ پھر میں نے دوسرے جمعہ کو وہی بات دوبارہ کہی تو پھر کسی نے میری تردید نہ کی۔ اس پر میں نے اپنے دل میں کہا میں تو ضرور ان ہی امیروں میں سے ہوں۔ پھر میں نے تیسرے جمعہ کو وہی بات تیسری مرتبہ کہی تو اس آدمی نے کھڑے ہو کر میری تردید کی۔ اس طرح اس نے مجھے زندہ کر دیا۔ اللہ تعالیٰ اسے زندہ رکھے۔[1]

حضرت خالد بن حکیم بن حزام رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں حضرت ابو عبیدہؓ ملک شام کے گورنر تھے۔ انہوں نے ایک مقامی ذمی (کافر) کو (جزیہ نہ دینے پر) سزا دی۔ حضرت خالد (بن الولید) نے کھڑے ہو کر حضرت ابو عبیدہ سے (سزا دینے کے بارے میں) بات کی۔ لوگوں نے حضرت خالد سے کہا آپ نے تو امیر کو ناراض کر دیا۔ انہوں نے کہا میرا ارادہ تو انہیں ناراض کرنے کا نہیں تھا بلکہ میں نے رسول اللہ ﷺ سے اس بارے میں ایک حدیث سنی تھی وہ حدیث انہیں بتانا چاہتا تھا اور وہ یہ ہے کہ حضور ﷺ نے فرمایا قیامت کے دن سب سے زیادہ عذاب ان لوگوں کو ہو گا جو دنیا میں لوگوں کو سب سے زیادہ سزا دیں گے۔[2]

حضرت حسن رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں زیاد نے حضرت حکم بن عمرو غفاریؓ کو (لشکر کا امیر بنا کر) خراسان بھیجا۔ ان کو وہاں بہت سا مال غنیمت ملا۔ زیاد نے ان کو یہ خط لکھا۔

"اما بعد! امیر المومنین (حضرت معاویہؓ) نے (مجھے) یہ لکھا ہے کہ مال غنیمت میں سے سارا سونا چاندی ان کے لئے الگ کر لیا جائے (لہٰذا) آپ سونا چاندی مسلمانوں میں تقسیم نہ کریں۔"

حضرت حکم نے جواب میں زیاد کو یہ خط لکھا۔

"اما بعد! تم نے مجھے خط لکھا ہے جس میں تم نے امیر المومنین کے خط کا تذکرہ کیا ہے لیکن

---

[1] اخرجه الطبراني و ابو يعلى قال الهيثمي (ج ٥ ص ٢٣٦) رواه الطبراني في الكبير والاوسط ابو يعلى ورجاله ثقات انتهى. [2] اخرجه ابن ابي عاصم و البغوي و اخرجه ايضا احمد و البخاري في تاريخه و الطبراني و اخرجه الباوردي وزاد فيه و هو يعذب الناس في الجزية كذافي الا صابة (ج ١ ص ٤٠٣) قال الهيثمي (ج ٥ ص ٤٣٤) ورواه احمد و الطبراني وقال فقيل له اغضبت الا مير وزاد اذهب فخل سبيلهم ورجاله رجال الصحيح خلا خالد بن حكيم وهو ثقة انتهى.

مجھے اللہ کی کتاب امیر المومنین کے خط سے پہلے مل چکی ہے۔ (اور امیر المومنین کا خط اللہ کے حکم کے خلاف ہے۔ اس لئے میں اسے نہیں مان سکتا) اور میں اللہ کی قسم کھا کر کہتا ہوں کہ اگر سارے آسمان اور زمین کسی بندے پر بند ہو جائیں اور وہ آدمی اللہ سے ڈر تا رہے تو اللہ تعالیٰ اس کیلئے ان کے درمیان میں سے نکلنے کا راستہ ضرور بنا دیں گے۔ والسلام۔"

اور حضرت حکمؓ نے ایک آدمی کو حکم دیا اس نے مسلمانوں میں یہ اعلان کیا کہ صبح اپنا مال غنیمت لینے کے لئے آجاؤ (چنانچہ لوگ صبح آئے) اور انہوں نے مسلمانوں میں وہ سارا مال غنیمت (سونے چاندی سمیت) تقسیم کر دیا۔ جب حضرت معاویہؓ کو پتہ چلا کہ حضرت حکمؓ نے مال غنیمت سارا مسلمانوں میں تقسیم کر دیا ہے۔ تو انہوں نے آدمی بھیجے جنہوں نے حضرت حکمؓ کے پاؤں میں بیڑیاں ڈال کر قید کر دیا۔ اسی قید میں ان کا انتقال ہوا اور ان کو خراسان ہی میں دفن کیا گیا۔ انہوں نے یہ بھی فرمایا تھا کہ میں (اس بارے میں حضرت معاویہؓ سے اللہ کے ہاں) جھگڑا کروں گا۔[1]

ابن عبدالبر نے اسی جیسی حدیث ذکر کی ہے لیکن اس میں یہ بھی ہے کہ حضرت حکمؓ نے مسلمانوں میں مال غنیمت تقسیم کر دیا۔ اور اللہ سے یہ دعا مانگی کہ اے اللہ! (ان حالات میں) اگر تیرے پاس میرے لئے خیر ہو تو تو مجھے اپنی طرف بلا لے۔ چنانچہ ان کا علاقہ خراسان کے مرو شہر میں انتقال ہو گیا۔[2] اور اصابہ میں یہ ہے کہ صحیح بات یہ ہے کہ جب انکے پاس زیاد کی ناراضگی کا خط آیا تو انہوں نے اپنے لئے (مرنے کی) دعا کی اور ان کا انتقال ہو گیا۔[3]

حضرت ابراہیم بن عطاءؒ اپنے والد (حضرت عطاءؒ) سے نقل کرتے ہیں کہ زیاد یا ابن زیاد نے حضرت عمران بن حصینؓ کو صدقات وصول کرنے کے لئے بھیجا۔ جب وہ واپس آئے تو ایک درہم بھی لے کر نہ آئے تو ان سے زیاد یا ابن زیاد نے کہا مال کہاں ہے؟ انہوں نے کہا کیا تم نے مجھے مال کے لئے بھیجا تھا؟ حضور ﷺ کے زمانے میں جیسے ہم صدقات لیا کرتے تھے ویسے ہم نے صدقات لئے اور حضور ﷺ کے زمانہ میں جہاں خرچ کیا کرتے تھے وہاں ہم نے خرچ کر دیئے۔[4] (یعنی وہاں کے مستحقین میں تقسیم کر دیئے)

---

[1] اخرجه الحاكم (ج ۳ ص ٤٤٢)

[2] اخرجه ابن عبدالبر في الاستيعاب (ج ۱ ص ۳۱٦) فذكر نحوه.

[3] قال في الاصابة (ج ۱ ص ۳٤۷) [4] اخرجه الحاكم (ج ۳ ص ٤۷۱) قال الحاكم هذا حديث صحيح الاسناد وقال الذهبي صحيح

امیر پر رعایا کے حقوق

حضرت اسود (بن یزید) رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں کہ جب حضرت عمرؓ کے پاس کوئی وفد آتا تو ان سے ان کے امیر کے بارے میں پوچھتے کہ کیا وہ بیمار کی عیادت کرتا ہے؟ کیا غلام کی بات سنتا ہے؟ جو ضرورت منداس کے دروازہ پر کھڑا ہوتا ہے اس کے ساتھ اس کا رویہ کیسا ہوتا ہے؟ اگر وفد والے ان باتوں میں سے کسی کے جواب میں "نہ" کہہ دیتے تو اس امیر کو معزول کر دیتے۔[1]

حضرت ابراہیم رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں جب حضرت عمرؓ کسی کو (کسی علاقہ کا) گورنر بناتے اور اس علاقہ سے ان کے پاس وفد آتا تو حضرت عمر ان سے (اس گورنر کے بارے میں) پوچھتے کہ تمہارا امیر کیسا ہے؟ کیا وہ غلاموں کی عیادت کرتا ہے؟ کیا وہ جنازے کے ساتھ جاتا ہے؟ اس کا دروازہ کیسا ہے؟ کیا وہ نرم ہے؟ اگر وہ کہتے کہ اس کا دروازہ نرم ہے (ہر ایک کو اندر جانے کی اجازت ہے) اور غلاموں کی عیادت کرتا ہے تب تو اسے گورنر رہنے دیتے ورنہ آدمی بھیج کر اس کو گورنری سے ہٹا دیتے۔[2]

حضرت عاصم بن ابی نجود کہتے ہیں حضرت عمر بن خطابؓ جب اپنے گورنروں کو (مختلف علاقوں میں گورنر بنا کر) بھیجا کرتے تو ان پر یہ شرطیں لگاتے کہ تم لوگ ترکی گھوڑے پر سوار نہیں ہوا کرو گے اور چھنے ہوئے آٹے کی چپاتی نہیں کھایا کرو گے اور باریک کپڑا نہیں پہنا کرو گے اور حاجت مندوں پر اپنے دروازے بند نہیں کرو گے اگر تم نے ان میں سے کوئی کام کر لیا تو تم سزا کے حق دار بن جاؤ گے۔ پھر رخصت کرنے کے لئے ان کے ساتھ تھوڑی دور چلتے جب واپس آنے لگتے تو ان سے فرماتے میں نے تم کو مسلمانوں کے خون (بہانے) پر اور ان کی کھال (ادھیڑنے) پر اور انہیں بے آبرو کرنے پر اور ان کے مال (چھیننے) پر مسلط نہیں کیا ہے بلکہ میں تمہیں (اس علاقہ میں) اس لئے بھیج رہا ہوں تاکہ تم وہاں کے مسلمانوں میں نماز قائم کرو اور ان میں ان کا مال غنیمت تقسیم کرو۔ اور ان میں انصاف کے فیصلے کرو اور جب تمہیں کوئی ایسا امر پیش آجائے جس کا حکم تم پر واضح نہ ہو تو اسے میرے سامنے پیش کرو۔ ذرا غور سے سنو! عربوں کو نہ مارنا۔ اس طرح تم ان کو ذلیل کر دو گے اور ان کو اسلامی سرحد پر جمع کر کے وطن واپسی سے روک نہ دینا۔ اس طرح تم ان کو فتنہ میں ڈال دو گے اور ان کے خلاف

---

[1] اخرجه البيهقي كذافي الكنز (ج ٣ ص ١٦٦) و اخرجه الطبري (ج ٥ ص ٣٣) عن الاسود بمعناه.
[2] عند هناد كذافي كنز العمال (ج ٣ ص ١٦٦)

ایسے جرم کا دعوی نہ کرنا جو انہوں نے نہ کیا ہو اس طرح تم ان کو محروم کردو گے اور قرآن کو (احادیث وغیرہ سے) الگ اور ممتاز کر کے رکھنا۔ یعنی قرآن کے ساتھ حدیثیں نہ ملانا۔[1]

حضرت ابو حصین سے اسی حدیث کے ہم معنی مختصر حدیث مروی ہے اور اس میں مزید یہ مضمون بھی ہے کہ قرآن کو الگ اور ممتاز کر کے رکھو اور حضرت محمد ﷺ سے روایت کم کیا کرو اور اس کام میں میں تمہارا شریک ہوں اور حضرت عمرؓ اپنے گورنروں سے بدلہ دلوایا کرتے تھے۔ جب ان سے ان کے کسی گورنر کی شکایت کی جاتی تو اس گورنر کو اور شکایت کرنے والے کو ایک جگہ جمع کرتے (اور گورنر کے سامنے شکایت سنتے) اگر اس گورنر کے خلاف کوئی ایسی بات ثابت ہو جاتی جس پر اس کی پکڑ لازمی ہوتی تو حضرت عمر اس کی پکڑ فرماتے۔[2]

حضرت ابو خزیمہ بن ثابت رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں جب حضرت عمرؓ کسی کو گورنر مقرر فرماتے تو انصار اور دوسرے حضرات کی ایک جماعت کو اس پر گواہ بناتے اور اس سے فرماتے میں نے تم کو مسلمانوں کا خون بہانے کے لئے گورنر نہیں بنایا ہے۔ آگے پچھلی حدیث جیسا مضمون ہے۔[3]

حضرت عبدالرحمٰن بن سابطؒ کہتے ہیں حضرت عمر بن خطابؓ نے آدمی بھیج کر حضرت سعید بن عامر جمحیؓ کو بلایا اور ان سے فرمایا ہم تمہیں ان لوگوں کا امیر بنا رہے ہیں۔ ان کو لے کر دشمن کے علاقہ میں جاؤ۔ اور ان کو لے کر دشمن سے جہاد کرو۔ انہوں نے کہا اے عمر! آپ مجھے آزمائش میں نہ ڈالیں۔ حضرت عمر نے فرمایا میں تمہیں نہیں چھوڑوں گا۔ تم لوگ خلافت کی ذمہ داری میرے کندھوں پر ڈال کر مجھے اکیلا چھوڑ کر خود الگ ہو جانا چاہتے ہو۔ میں تمہیں ایسے لوگوں کا امیر بنا کر بھیج رہا ہوں کہ تم ان سے افضل نہیں ہو اور میں تمہیں اس لئے بھی نہیں بھیج رہا ہوں کہ تم مار مار کر ان کی کھال ادھیڑ دو اور تم ان کی بے عزتی کرو۔ بلکہ اس لئے بھیج رہا ہوں کہ تم ان کو لے کر ان کے دشمن سے جہاد کرو اور ان کا مال غنیمت ان میں تقسیم کرو۔[4]

حضرت ابو موسیٰؓ نے فرمایا (اے لوگو) امیر المومنین حضرت عمر بن خطابؓ نے مجھے تمہارے پاس اس لئے بھیجا ہے تاکہ میں تمہیں تمہارے رب کی کتاب اور تمہارے نبی کریم ﷺ کی سنت سکھاؤں اور تمہارے لئے تمہارے راستے صاف کردوں۔[5]

۱۔ اخرجه البیهقی كذافی الكنز (ج ۳ ص ۱٤۸) ۲۔ اخرجه الطبری (ج ٥ ص ۱۹)

۳۔ اخرجه ایضا ابن ابی شیبة و ابن عساكر كما فی الكنز (ج ۳ ص ۱٤۸)

٤۔ اخرجه ابن سعد و ابن عساكر كذا فی الكنز (ج ۳ ص ۱٤۹)

٥۔ اخرجه ابن عساكر و ابو نعیم فی الحلیة كذافی الكنز (ج ۳ ص ۱٤۹) اخرجه الطبرانی بنحوه قال الهیثمی (ج ٥ ص ۲۱۳) ورجاله رجال الصحیح انتهی.

امیر کے عام مسلمانوں سے اپنا معیار زندگی بلند کرنے پر اور دربان مقرر کر کے ضرورت مندوں سے چھپ جانے پر نکیر

حضرت ابو صالح غفاری رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں حضرت عمرو بن عاصؓ نے (مصر سے) حضرت عمر بن خطابؓ کو خط لکھا کہ ہم نے (یہاں) جامع مسجد کے پاس آپ کے لئے ایک مکان کی جگہ مخصوص کر دی ہے۔ حضرت عمرؓ نے اس کے جواب میں لکھا کہ حجاز میں رہنے والے آدمی کے لئے مصر میں گھر کیوں کر ہو سکتا ہے اور حضرت عمرو کو حکم دیا کہ اس جگہ کو مسلمانوں کے لئے بازار بنا دیں۔[1]

حضرت ابو تمیم جیشانیؒ کہتے ہیں حضرت عمر بن خطابؓ نے حضرت عمرو بن عاصؓ کو یہ خط لکھا:

"امابعد! مجھے یہ بات پہنچی ہے کہ تم نے ایک منبر بنایا ہے (جب تم) اس پر (بیان کرتے ہو تو) تم لوگوں کی گردنوں سے بلند ہو جاتے ہو۔ کیا تمہارے لئے یہ کافی نہیں ہے کہ تم (زمین پر) کھڑے ہو کر بیان کرو۔ اس طرح مسلمان تمہاری ایڑیوں کے نیچے ہوں گے۔ میں تمہیں قسم دے کر کہتا ہوں کہ تم اسے توڑ دو۔"[2]

حضرت ابو عثمانؒ فرماتے ہیں ہم لوگ آذربائیجان میں تھے وہاں حضرت عمرؓ نے ہمیں یہ خط لکھا۔

"اے عتبہ بن فرقد! یہ ملک و مال تمہیں تمہاری محنت سے نہیں ملا اور نہ ہی تمہارے ماں باپ کی محنت سے ملا ہے۔ اس لئے تم اپنے گھر میں جو چیز پیٹ بھر کر کھاتے ہو وہی چیز سارے مسلمانوں کو ان کے گھروں میں پیٹ بھر کر کھلاؤ۔ اور ناز و نعمت کی زندگی سے اور مشرکین جیسی ہیئت اختیار کرنے سے اور ریشم پہننے سے بچو۔"[3]

حضرت عروہ بن رویم رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں حضرت عمر بن خطابؓ لوگوں کے حالات کا جائزہ لے رہے تھے۔ ان کے پاس سے حمص کے لوگ گزرے۔ حضرت عمر نے ان سے

---

[1] اخرجه ابن عبدالحکم کذافی الکنز (ج ۳ ص ۱٤٨)

[2] اخرجه ابن عبدالحکم کذافی الکنز (ج ۳ ص ١٦٦)

[3] اخرجه مسلم کذافی الترغیب (ج ۳ ص ٤٥٨)

پوچھا تمہارے امیر (حضرت عبداللہ بن قرطؓ) کیسے ہیں؟ ان لوگوں نے کہا بہترین امیر ہیں بس ایک بات ہے کہ انہوں نے ایک بالا خانہ بنالیا ہے جس میں رہتے ہیں اس پر حضرت عمرؓ نے اس امیر کو خط لکھا اور اپنا قاصد بھی ساتھ بھیجا۔ اور اس قاصد کو حکم دیا کہ وہاں جا کر اس بالا خانے کو جلا دے جب وہ قاصد وہاں پہنچا تو اس نے لکڑیاں جمع کر کے اس بالا خانے کے دروازے کو آگ لگا دی۔ جب یہ بات اس امیر کو بتائی گئی تو اس نے کہا اسے کچھ مت کہو۔ یہ (امیر المومنین کا بھیجا ہوا) قاصد ہے۔ پھر اس قاصد نے ان کو (حضرت عمر) کا خط دیا۔ وہ خط پڑھتے ہی سوار ہو کر حضرت عمر کی طرف چل دیئے۔ جب حضرت عمر نے ان کو دیکھا تو ان سے فرمایا (مدینہ سے باہر پتھریلے میدان) حرہ میں میرے پاس پہنچ جاؤ۔ حرہ میں صدقہ کے اونٹ تھے (جب وہ حرہ میں حضرت عمر کے پاس پہنچ گئے تو ان سے) حضرت عمرؓ نے فرمایا۔ اپنے کپڑے اتار دو۔ (انہوں نے کپڑے اتار دیئے) حضرت عمرؓ نے ان کو اونٹ کے اون کی چادر پہننے کے لئے دی (جسے انہوں نے پہن لیا) پھر ان سے فرمایا (اس کنویں سے) پانی نکالو اور ان اونٹوں کو پانی پلاؤ۔ وہ یونہی ہاتھ سے کنویں سے پانی نکالتے رہے یہاں تک کہ تھک گئے۔ حضرت عمرؓ نے ان سے پوچھا دنیا میں اور کتنا رہو گے؟ انہوں نے کہا بس تھوڑا ہی عرصہ۔ فرمایا بس اس (مختصر سی زندگی) کے لئے تم نے وہ بالا خانہ بنایا تھا۔ جس کی وجہ سے تم مسکین، بیوہ اور یتیم انسانوں (کی پہنچ) سے اوپر ہو گئے تھے۔ جاؤ اپنے کام پر واپس جاؤ اور آئندہ ایسا نہ کرنا۔[1]

حضرت عتاب بن رفاعہ رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں کہ حضرت عمرؓ کو یہ خبر ملی کہ حضرت سعدؓ نے ایک محل بنوایا ہے اور اس پر دروازہ بھی لگوایا ہے اور یہ بھی کہا ہے کہ اب (بازار کا) شور آنا ختم ہو گیا ہے۔ (یہ محل انہوں نے اسی وجہ سے بنایا تھا کہ بازار کی آوازیں بہت آتی تھیں جس کی وجہ سے یہ کام صحیح طرح نہیں کر سکتے تھے) چنانچہ حضرت عمرؓ نے حضرت محمد بن مسلمہؓ کو بھیجا اور جب بھی حضرت عمر کو اپنی مرضی کے مطابق کام کروانا ہوتا تھا تو ان کو ہی بھیجا کرتے تھے اور ان سے فرمایا۔ سعد کے پاس جاؤ اور ان (کے محل) کا دروازہ جلا دو۔ چنانچہ حضرت محمد کوفہ پہنچ گئے اور حضرت سعد کے دروازے پر پہنچتے ہی اپنی چقماق نکالی اور اس سے آگ جلائی پھر دروازے کو آگ لگا دی۔ لوگوں نے آکر حضرت سعد کو اس کی اطلاع دی اور آگ لگانے والے کا حلیہ بیان کیا تو حضرت سعد ان کو پہچان گئے اور ان کے پاس باہر آئے۔ حضرت محمد نے ان سے کہا امیر المومنین کو آپ کی طرف سے یہ بات پہنچی ہے کہ آپ نے کہا ہے کہ اب

---

[1] اخرجه ابن عساکر کذافی کنز العمال ، ج ۳ ص ۱۶۶

شور آنا ختم ہو گیا ہے۔ حضرت سعد نے اللہ کی قسم کھا کر کہا کہ انہوں نے یہ بات نہیں کہی ہے۔ حضرت محمد نے کہا ہمیں تو جو حکم دیا گیا وہ کر رہے ہیں اور اب آپ جو کہہ رہے ہیں وہ آپ کی طرف سے (امیر المومنین کو) پہنچادیں گے۔ حضرت سعد حضرت محمد کو راستہ کے لئے توشہ پیش کرنے لگے لیکن حضرت محمد نے لینے سے انکار کر دیا اور اپنی سواری پر سوار ہو کر چل دیئے اور مدینہ منورہ پہنچ گئے۔ جب حضرت عمرؓ نے ان کو دیکھا تو فرمایا (تم بڑی جلدی واپس آگئے ہو) اگر ہمیں تمہارے ساتھ حسن ظن نہ ہوتا تو ہم یہی سمجھتے کہ تم نے کام پورا نہیں کیا۔ حضرت محمد نے کہا میں نے سفر بہت تیزی سے کیا ہے اور آپ نے جس کام کے لئے بھیجا تھا وہ بھی میں نے پورا کر دیا ہے اور حضرت سعدؓ معذرت کر رہے تھے اور قسم کھا کر کہہ رہے تھے کہ انہوں نے یہ بات نہیں کہی ہے۔ حضرت عمرؓ نے فرمایا کیا حضرت سعد نے تم کو سفر کے لئے توشہ دیا تھا؟ حضرت محمد نے کہا نہیں۔ لیکن آپ نے مجھے توشہ کیوں نہیں دیا۔ حضرت عمرؓ نے فرمایا میں نے اس بات کو برا سمجھا کہ تمہارے لئے توشہ کا حکم دوں کہ اس طرح تمہیں تو دنیا میں توشہ مل جائے گا لیکن میری آخرت میں پکڑ ہو جائے گی۔ کیونکہ میرے ارد گرد مدینہ والے ہیں جو بے چارے بھوک سے مر رہے ہیں۔ کیا تم نے رسول اللہ ﷺ کو یہ فرماتے ہوئے نہیں سنا کہ یہ نہیں ہو سکتا کہ مومن خود تو اپنا پیٹ بھر لے اور اس کا پڑوسی بھوکا ہو۔[1]

حضرت ابو بکر اور حضرت ابو ہریرہؓ اسی حدیث کو مختصر طور سے نقل کرتے ہیں اور اس میں یہ مضمون ہے کہ حضرت عمرؓ کو یہ خبر ملی کہ حضرت سعدؓ نے اپنا دربان مقرر کر لیا ہے اور لوگوں سے الگ رہتے ہیں اور اپنا دروازہ بند رکھتے ہیں۔ اس پر حضرت عمر نے حضرت عمار بن یاسرؓ کو بھیجا اور ان سے فرمایا۔ جب تم وہاں پہنچو اور تم کو حضرت سعد کا دروازہ بند ملے تو تم اس کو آگ لگا دینا۔[2]

حضرت ابو الدرداءؓ نے حضرت عمرؓ سے ملک شام جانے کی اجازت مانگی۔ حضرت عمرؓ نے فرمایا صرف اس شرط پر اجازت دے سکتا ہوں کہ تم وہاں جا کر کسی شہر کے گورنر بن جاؤ۔ حضرت ابو الدرداءؓ نے کہا میں گورنر بننے کے لئے تیار نہیں ہوں۔ حضرت عمرؓ نے فرمایا پھر

---

[1] اخرجه ابن المبارك و ابن راهويه ومسدد كذافى الكنز (ج ٣ ص ١٦٥) وقد ذكره فى الاصابة (ج ٣ ص ٣٨٤) بتمامه الا انه قال عن عباية بن رفاعة وهكذا ذكره الهيثمى (ج ٨ ص ١٦٧) عن عباية بطوله ثم قال رواه احمد و ابو يعلى ببعضه و رجاله رجال الصحيح الا ان عباية بن رفاعة لم يسمع من عمر انتهى.

[2] اخرجه الطبرانى قال الهيثمى (ج ٨ ص ١٦٨) وفيه عطاء بن السائب وقد اختلط

میں اجازت نہیں دیتا۔ حضرت ابو الدرداءؓ نے کہا میں وہاں جا کر لوگوں کو ان کے نبی ﷺ کی سنت سکھاؤں گا اور انہیں نماز پڑھاؤں گا۔ اس پر حضرت عمرؓ نے ان کو اجازت دے دی۔ (اور وہ ملک شام چلے گئے۔ اس کے کچھ عرصہ کے بعد) حضرت عمرؓ ملک شام تشریف لے گئے۔ جب حضرات صحابہ کرامؓ کے قریب پہنچے تو حضرت عمرؓ رک گئے۔ یہاں تک کہ شام ہو گئی۔ جب رات کا اندھیرا چھا گیا تو (اپنے دربان سے) فرمایا اے یرفا! حضرت یزید بن ابی سفیانؓ کے پاس لے چلو اور ان کو دیکھو ان کے پاس مجلس جمی ہوئی ہو گی اور چراغ جل رہا ہو گا اور مسلمانوں کے مال غنیمت میں سے لے کر ریشم اور دیباج بچھا رکھا ہو گا۔ (ان حضرات کو ریشم کو بچھانے کی وجہ یہ تھی کہ اول تو ان حضرات کا ملک شام میں قیام عارضی تھا۔ وہاں ٹھہرنے کی جو پہلے سے انتظامات تھے ان ہی میں چند دن ٹھہر کر انہیں آگے جانا تھا۔ دوسرے ہو سکتا ہے کہ اس کا تانا ریشم کا ہو اور بانا سوتی وغیرہ حلال دھاگے کا ہو۔ تیسرے اگر وہ مکمل ریشم ہی کا تھا تو بعض صحابہؓ کرام ریشم کے بچھانے کو جائز سمجھتے تھے البتہ ریشم کے پہننے کے حرام ہونے میں کوئی اختلاف نہیں تھا) تم انہیں سلام کرو گے وہ تمہارے سلام کا جواب دیں گے۔ تم ان سے اندر آنے کی اجازت مانگو گے وہ پہلے یہ پوچھیں گے کہ تم کون ہو پھر تم کو اجازت دیں گے۔ چنانچہ ہم لوگ وہاں سے چلے اور حضرت یزید کے دروازے پر پہنچے۔ حضرت عمرؓ نے کہا السلام علیکم! حضرت یزید نے کہا وعلیکم السلام حضرت عمرؓ نے کہا میں اندر آ سکتا ہوں؟ انہوں نے کہا آپ کون ہیں؟ حضرت یرفا نے کہا یہ وہ ہستی ہیں جو تمہارے ساتھ ناگوار سلوک کرے گی یہ امیر المومنین ہیں۔ حضرت یزید نے دروازہ کھولا۔ (حضرت عمرؓ اور حضرت یرفا اندر داخل ہوئے) ان حضرات نے دیکھا کہ مجلس جمی ہوئی ہے۔ چراغ جل رہا ہے۔ ریشم اور دیباج بچھا ہوا ہے۔ حضرت عمر نے فرمایا اے یرفا! جلدی سے دروازہ بند کرو۔ دروازہ بند کرو اور ایک کوڑا حضرت یزید کی کنپٹی پر رسید کیا۔ اور سارا سامان سمیٹ کر گھر کے درمیان رکھ دیا اور ان لوگوں سے کہا میرے واپس آنے تک تم میں سے کوئی بھی اس جگہ سے نہ ہلے۔ سب یہیں رہیں۔ پھر یہ دونوں حضرات حضرت یزید کے پاس سے باہر آئے۔ حضرت عمرؓ نے فرمایا اے یرفا! آؤ چلیں حضرت عمرو بن عاصؓ کے پاس چلتے ہیں اور ان کو دیکھتے ہیں ان کے پاس بھی مجلس جمی ہوئی ہو گی۔ اور چراغ جل رہا ہو گا اور مسلمانوں کے مال غنیمت میں سے دیباج بچھا رکھا ہو گا۔ تم انہیں سلام کرو گے۔ وہ تمہارے سلام کا جواب دیں گے۔ پھر تم ان سے اندر آنے کی اجازت مانگو گے وہ اجازت دینے سے پہلے پوچھیں گے کہ تم کون ہو؟ چنانچہ حضرت عمرو کے دروازے پر پہنچے۔ حضرت عمرؓ نے فرمایا السلام علیکم۔ حضرت عمرو نے جواب دیا وعلیکم السلام۔ حضرت عمرؓ نے فرمایا کیا میں اندر آ جاؤں۔ حضرت عمرو نے پوچھا آپ کون

ہیں؟ حضرت یرفا نے کہا یہ وہ ہستی ہے جو تمہارے ساتھ ناگوار سلوک کرے گی۔ یہ امیر المومنین ہیں۔ حضرت عمرو نے دروازہ کھولا (یہ دونوں حضرات اندر گئے) اندر جاکر ان حضرات نے دیکھا کہ مجلس لگی ہوئی ہے اور چراغ جل رہا ہے اور ریشم اور دیباج بچھار کھا ہے حضرت عمرؓ نے فرمایا اے یرفا جلدی سے دروازہ بند کرو۔ دروازہ بند کرو۔ پھر ایک کوڑا حضرت عمرو کی کنپٹی پر رسید کیا پھر سارا سامان سمیٹ کر گھر کے درمیان رکھ دیا۔ پھر ان لوگوں سے فرمایا میرے واپس آنے تک تم میں سے کوئی بھی اپنی جگہ سے نہ ہلے۔ سب یہیں رہیں۔ پھر یہ دونوں حضرات حضرت عمرو کے پاس سے باہر آئے۔ حضرت عمر نے فرمایا اے یرفا! آؤ چلیں حضرت ابو موسیٰؓ کے پاس چلتے ہیں اور ان کو دیکھتے ہیں۔ ان کے پاس مجلس جمی ہوئی ہوگی اور چراغ جل رہا ہوگا۔ اور مسلمانوں کے مال غنیمت میں سے لوئی کپڑا بچھار کھا ہوگا۔ تم ان سے اندر آنے کی اجازت مانگو گے وہ اجازت دینے سے پہلے معلوم کریں گے کہ تم کون ہو؟ چنانچہ ہم ان کے پاس گئے تو وہاں بھی مجلس جمی ہوئی تھی۔ چراغ جل رہا تھا اور لوئی کپڑا بچھار کھا تھا۔ حضرت عمر نے ان کی کنپٹی پر ایک کوڑا رسید کیا اور فرمایا اے ابو موسیٰ! تم بھی (یہاں آکر بدل گئے ہو اور وہی کر رہے ہو جو دوسرے کر رہے ہیں) حضرت ابو موسیٰ نے کہا میں نے تو کم کیا ہے۔ میرے ساتھیوں نے جو کچھ کر لیا ہے آپ وہ دیکھ ہی چکے ہیں (وہ میرے سے زیادہ ہے) اللہ کی قسم! مجھے بھی اتنا ملا جتنا میرے ساتھیوں کو ملا۔ حضرت عمرؓ نے فرمایا پھر یہ کیا ہے؟ انہوں نے کہا کہ مقامی لوگ کہتے ہیں کہ اتنا کرنے سے ہی (امارت کا) کام ٹھیک چلے گا۔ پھر حضرت عمر نے سارا سامان سمیٹ کر گھر کے بیچ میں رکھ دیا اور ان لوگوں سے فرمایا۔ میرے واپس آنے تک تم میں سے کوئی بھی یہاں سے باہر نہ جائے سب یہیں رہیں۔ جب ہم ان کے پاس سے باہر آئے تو حضرت عمرؓ نے فرمایا اے یرفا! آؤ ہم اپنے بھائی (حضرت ابو الدرداء) کے پاس چلیں اور ان کو دیکھیں۔ نہ ان کے ہاں مجلس لگی ہوئی ہوگی۔ نہ چراغ ہوگا۔ اور نہ ان کے دروازے کو بند کرنے کی کوئی چیز کنڈی وغیرہ ہوگی۔ کنکریاں بچھا رکھی ہوں گی۔ پالان کے نیچے ڈالنے والے کمبل کو تکیہ بنار کھا ہوگا۔ ان پر پتلی چادر ہوگی جس میں انہیں سردی لگ رہی ہوگی۔ تم انہیں سلام کرو گے وہ تمہارے سلام کا جواب دیں گے۔ پھر تم ان سے اندر آنے کی اجازت مانگو گے۔ وہ یہ معلوم کئے بغیر ہی تم کو اجازت دے دیں گے کہ تم کون ہو؟ چنانچہ ہم دونوں چلے۔ یہاں تک کہ حضرت ابو الدرداء کے دروازے پر پہنچ کر حضرت عمرؓ نے فرمایا السلام علیکم۔ حضرت ابو الدرداء نے کہا وعلیک السلام۔ حضرت عمر نے فرمایا کیا میں اندر آجاؤں؟ انہوں نے کہا آجائیں۔ حضرت عمرؓ نے دروازہ کو دھکا دیا تو اس

کی کنڈی نہیں تھی۔ ہم اندر گئے تو کمرہ میں اندھیرا تھا۔ حضرت عمرؓ ان کو (اندھیرے کی وجہ سے) ٹٹولنے لگے یہاں تک کہ ان کا ہاتھ حضرت ابو الدرداءؓ کو لگ گیا۔ پھر ان کے تکیہ کو ٹٹولا تو وہ پالان کا کمبل تھا۔ پھر ان کے بچھونے کو ٹٹولا تو وہ کنکریاں تھیں۔ پھر ان کے اوپر کے کپڑے کو ٹٹولا تو وہ باریک سی چادر تھی۔ حضرت ابو الدرداءؓ نے کہا یہ کون ہے؟ کیا یہ امیر المومنین ہیں؟ حضرت عمرؓ نے فرمایا ہاں۔ حضرت ابو الدرداءؓ نے کہا اللہ کی قسم! آپ بڑی دیر سے آئے ہیں۔ میں سال بھر سے آپ کا انتظار کر رہا ہوں۔ حضرت عمرؓ نے فرمایا اللہ آپ پر رحم فرمائے۔ کیا میں نے آپ پر وسعت نہیں کی؟ اور کیا میں نے آپ کے ساتھ فلاں فلاں احسان نہیں کئے؟ حضرت ابو الدرداءؓ نے کہا اے عمر! کیا آپ کو وہ حدیث یاد نہیں ہے جو حضور ﷺ نے ہم سے بیان کی تھی۔ حضرت عمرؓ نے پوچھا کون سی حدیث؟ انہوں نے کہا حضور ﷺ نے فرمایا تھا تم میں سے ایک آدمی کے پاس زندگی گزارنے کا اتنا سامان ہونا چاہئے جتنا سوار کے پاس سفر کا توشہ ہوتا ہے۔ حضرت عمرؓ نے فرمایا ہاں (یاد ہے) حضرت ابو الدرداءؓ نے کہا اے عمر! حضور ﷺ کے بعد ہم نے کیا کیا؟ پھر دونوں ایک دوسرے کو حضور ﷺ کی باتیں یاد دلا کر صبح تک روتے رہے۔[1]

رعایا کے حالات کی خبر گیری

حضرت ابو صالح غفاری رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں کہ حضرت عمر بن خطابؓ نے خدمت کے لئے مدینہ کے کنارے میں رہنے والی ایک نابینا عمر رسیدہ بڑھیا تلاش کی تاکہ رات کو اس کا پانی بھر دیا کریں اور اس کے کام کاج کر دیا کریں۔ لیکن جب حضرت عمرؓ اس کے ہاں گئے تو انہوں نے دیکھا کہ کوئی آدمی ان سے پہلے آکر خدمت کے سارے کام بڑھیا کی حسب منشا کر چکا ہے۔ حضرت عمرؓ نے کئی مرتبہ کوشش کی لیکن اس آدمی سے پہلے نہ آسکے۔ وہی پہلے آکر تمام کام کر جاتا۔ آخر اس کا پتہ چلانے کے لئے حضرت عمرؓ راستہ میں گھات لگا کر بیٹھ گئے۔ تھوڑی دیر میں دیکھا کہ حضرت ابو بکر صدیقؓ (اس بڑھیا کی خدمت کرنے) آرہے ہیں اور یہی وہ صاحب ہیں جو حضرت عمرؓ سے پہلے آکر خدمت کر رہے تھے۔ حالانکہ وہ خلیفہ وقت تھے۔ انہیں دیکھ کر حضرت عمرؓ نے کہا میری عمر کی قسم! آپ ہیں۔ (جو مجھ سے بھی پہلے آکر

---

[1] اخرجه ابن عساكر واليشكرى عن جويرية رضى الله تعالى عنها قال بعضه عن نافع وبعضه عن رجل من ولد ابى الدرداء كذافى كنز العمال (ج ۷ ص ۷۷)

اس بڑھیا کی خدمت کر رہے تھے)[1]

حضرت اوزاعی رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں حضرت عمر بن خطابؓ رات کی تاریکی میں باہر نکلے تو حضرت طلحہؓ کی نظر ان پر پڑی۔ انہوں نے دیکھا کہ حضرت عمرؓ پہلے ایک گھر میں داخل ہوئے۔ پھر دوسرے گھر میں۔ صبح کو حضرت طلحہؓ اس گھر میں گئے تو دیکھا کہ گھر میں ایک نابینا اور اپاہج بڑھیا ہے۔ حضرت طلحہؓ نے پوچھا کیا بات ہے؟ یہ آدمی تمہارے پاس کس لئے آتا ہے؟ اس بڑھیا نے کہا کہ یہ اتنے عرصہ سے یعنی برسوں سے میری دیکھ بھال کر رہے ہیں۔ میری ضرورت کے کام کر دیتے ہیں اور میرے گھر کے پاخانے وغیرہ تمام چیزوں کی صفائی کر دیتے ہیں۔ اس پر حضرت طلحہؓ نے کہا اے طلحہؓ! تیری ماں تجھے گم کرے۔ کیا تم عمرؓ کی لغزشوں کو تلاش کرتے ہو؟[2]

ظاہری اعمال کے مطابق فیصلہ کرنا

حضرت عبداللہ بن عتبہ بن مسعود رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں میں نے حضرت عمر بن خطابؓ کو یہ فرماتے ہوئے سنا کہ حضور ﷺ کے زمانے میں لوگوں کے ساتھ وحی کے مطابق معاملہ کیا جاتا تھا (جس میں بعض دفعہ ان کے چھپے ہوئے کاموں کے مطابق اللہ تعالیٰ فیصلہ کیا کرتے تھے) اور اب وحی کا سلسلہ بند ہو گیا ہے۔ اب ہم تمہارے ظاہری اعمال کے مطابق معاملہ کریں گے۔ جو ہمارے سامنے اچھے کام کرے گا۔ ہم اسے امین سمجھ کر اپنے قریب کریں گے۔ ہمیں اس کے اندرونی اعمال سے کوئی واسطہ نہیں ہو گا۔ اس کے اندرونی اعمال کا اللہ ہی محاسبہ فرمائیں گے اور جو ہمارے سامنے برے کام کرے گا نہ ہم اسے امین سمجھیں گے اور نہ اسے سچا مانیں گے۔ اگرچہ وہ یہ کہتا رہے کہ اس کا اندرون بہت اچھا ہے۔[3]

حضرت حسن رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں (خلیفہ بننے کے بعد) حضرت عمرؓ نے سب سے پہلے جو بیان فرمایا وہ یہ تھا کہ اللہ تعالیٰ کی حمد و ثنا بیان کی۔ اس کے بعد فرمایا۔

"اما بعد! (اب میرا تم سے واسطہ پڑ گیا ہے) میری آزمائش تمہارے ذریعہ سے ہو گی اور تمہاری میرے ذریعہ سے اور میرے دونوں ساتھیوں (حضور ﷺ اور حضرت ابو بکرؓ) کے بعد مجھے تم لوگوں کا خلیفہ بنا دیا گیا ہے۔ جو ہمارے پاس موجود ہو گا اس سے تو ہم خود معاملہ کر

---

[1] اخرجه الخطيب كذافي منتخب الكنز (ج ٤ ص ٣٤٧)

[2] اخرجه ابو نعيم في الحلية (ج ١ ص ٤٨) [3] اخرجه عبدالرزاق كذافي الكنز (ج ٣ ص ١٤٧) واخرجه البيهقي (ج ٨ ص ٢٠١) عن عبدالله مثله و قال رواه البخاري في الصحيح .

لیں گے اور جو ہم سے غائب ہوگا اس پر ہم طاقتور اور امانت دار آدمی کو امیر بنائیں گے۔ لہذا اب جو شخص اچھی طرح چلے گا۔ اس کے ساتھ ہم اچھا سلوک کریں گے اور جو غلط چلے گا اسے ہم سزا دیں گے۔ اللہ ہماری اور تمہاری مغفرت فرمائے۔" [1]

امیر بنا کر اس کے اعمال پر نگاہ رکھنا

حضرت طاؤس رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں حضرت عمرؓ نے فرمایا یہ بتاؤ اگر میں تمہارا امیر ایسے آدمی کو بنا دوں جو ان آدمیوں میں سب سے اچھا ہو جن کو میں جانتا ہوں۔ پھر میں اسے عدل وانصاف سے چلنے کا حکم بھی دے دوں تو کیا اس طرح میں اپنی ذمہ داری سے سبکدوش ہو جاؤں گا؟ لوگوں نے کہا جی ہاں۔ آپ نے فرمایا نہیں۔ جب تک میں یہ نہ دیکھ لوں کہ وہ میرے کہنے کے مطابق کام کر رہا ہے یا نہیں۔ [2]

باری باری لشکر بھیجنا

حضرت عبداللہ بن کعب بن مالکؓ فرماتے ہیں انصار کا ایک لشکر اپنے امیر کے ساتھ ملک فارس میں تھا۔ ہر سال حضرت عمرؓ باری باری لشکر بھیجا کرتے تھے (دوسرا لشکر بھیج کر پہلے لشکر کو بلایا کرتے تھے) لیکن اس سال حضرت عمرؓ اور کاموں میں مشغول رہے جس کی وجہ سے بعد میں دوسرا لشکر نہ بھیج سکے۔ جب مقرر کردہ وقت پورا ہو گیا تو اس سرحد والا (انصار کا) لشکر واپس آگیا۔ (حضرت عمرؓ نے ان کی جگہ پر کام کرنے والا لشکر ابھی بھیجا نہیں تھا اس لئے) حضرت عمرؓ ان سے ناراض ہوئے اور انہیں خوب دھمکایا اور یہ سب حضور ﷺ کے صحابہؓ تھے۔ تو انہوں نے کہا اے عمر! آپ تو ہمیں بھول گئے اور حضور ﷺ نے ہمارے بارے میں آپ کو یہ حکم دیا تھا کہ باری باری لشکر بھیجتے رہنا۔ آپ نے اس پر عمل نہیں کیا۔ [3]

جو تکلیف عام مسلمانوں پر آئے اس میں امیر کا مسلمانوں کی رعایت کرنا

حضرت ابو موسیٰؓ کہتے ہیں جب امیر المومنین (حضرت عمرؓ) نے یہ سنا کہ شام میں لوگ طاعون میں مبتلا ہو رہے ہیں تو انہوں نے حضرت ابو عبیدہ بن جراحؓ کو یہ خط لکھا مجھے ایک کام

---

[1] اخرجه ابن سعد (ج ۳ ص ۱۹۶) والبيهقي كذافي الكنز (ج ۳ ص ۱۴۷)
[2] اخرجه البيهقي و ابن عساكر كذافي الكنز (ج ۳ ص ۱۶۵)
[3] اخرجه ابوداؤد و للبيهقي كذافي كنز العمال (ج ۳ ص ۱۴۸)

میں تمہاری ضرورت پیش آگئی ہے۔ میں تمہارے بغیر اس کام کو نہیں کر سکتا۔ اس لئے میں تمہیں قسم دے کر کہتا ہوں اگر تمہیں میرا یہ خط رات کو ملے تو صبح ہونے سے پہلے اور اگر دن میں ملے تو شام ہونے سے پہلے تو سوار ہو کر میری طرف چل پڑو۔ حضرت ابو عبیدہ نے (خط پڑھ کر) کہا امیر المومنین کو جو ضرورت پیش آئی ہے میں اسے سمجھ گیا۔ جو آدمی اب دنیا میں رہنے والا نہیں ہے وہ اسے باقی رکھنا چاہتے ہیں (یعنی حضرت عمرؓ چاہتے ہیں کہ میں طاعون کی وباوالا علاقہ چھوڑ کر مدینہ چلا جاؤں اور اس طرح موت سے بچ جاؤں لیکن میں موت سے بچنے والا نہیں ہوں) حضرت ابو عبیدہ نے حضرت عمر کو جواب میں یہ لکھا کہ میں مسلمانوں کے ایک لشکر میں ہوں۔ جان بچانے کے لئے میں انہیں چھوڑ کر جانے کے لئے تیار نہیں ہوں اور جو ضرورت آپ کو پیش آئی ہے میں اسے سمجھ گیا ہوں آپ اسے باقی رکھنا چاہتے ہیں جو اب دنیا میں باقی رہنے والا نہیں ہے۔ لہذا جب میرا یہ خط آپ کی خدمت میں پہنچ جائے تو آپ مجھے اپنی قسم کے پورا کرنے سے معاف فرمادیں اور مجھے یہاں ہی ٹھہرنے کی اجازت دے دیں۔ جب حضرت عمرؓ نے ان کا خط پڑھا تو ان کی آنکھیں ڈبڈبا آئیں اور رونے لگے تو حاضرین مجلس نے کہا کیا حضرت ابو عبیدہؓ کا انتقال ہو گیا؟ حضرت عمرؓ نے فرمایا نہیں۔ لیکن یوں سمجھو کہ ہو گیا۔ پھر حضرت عمرؓ نے حضرت عبیدہؓ کو خط لکھا کہ اردن کا سارا علاقہ وبا سے متاثر ہو چکا ہے اور جابیہ شہر وبا سے محفوظ ہے اس لئے آپ مسلمانوں کو لے کر وہاں چلے جائیں۔ حضرت ابو عبیدہؓ نے یہ خط پڑھ کر فرمایا امیر المومنین کی یہ بات تو ہم ضرور مانیں گے۔ حضرت ابو موسیٰؓ کہتے ہیں کہ حضرت ابو عبیدہؓ نے مجھے حکم دیا کہ میں سوار ہو کر لوگوں کو ان کی قیام گاہوں میں ٹھہراؤں۔ اتنے میں میری بیوی کو بھی طاعون ہو گیا۔ میں (حضرت ابو عبیدہؓ کو بتانے کے لئے) ان کی خدمت میں حاضر ہوا۔ حضرت ابو عبیدہؓ خود جا کر لوگوں کو ان کی قیام گاہوں میں ٹھہرانے لگے۔ پھر خود ان کو طاعون ہو گیا جس میں ان کا انتقال ہو گیا۔ اور پھر طاعون کی وبا ختم ہو گئی۔ حضرت ابو الموجہؓ کہتے ہیں حضرت ابو عبیدہؓ کے ساتھ چھتیس ۳۶ ہزار کا لشکر تھا جن میں سے صرف چھ ہزار زندہ بچے (باقی تیس ۳۰ ہزار کا اس طاعون میں انتقال ہو گیا) حضرت سفیان بن عیینہؓ نے اس سے مختصر روایت نقل کی ہے۔[۱]

حاکم نے اسی روایت کو حضرت سفیان کے واسطہ سے نقل کیا ہے اس میں یہ ہے کہ حضرت ابو عبیدہؓ نے (حضرت عمرؓ کا خط پڑھ کر) کہا اللہ تعالیٰ امیر المومنین پر رحم فرمائے وہ

[۱] اخرجه ابن عساكر عن طارق بن شهاب كذافي الكنز (ج ۲ ص ۳۲٤)

ان لوگوں کو بچانا چاہتے ہیں جو اب بچنے والے نہیں ہیں۔ پھر انہوں نے حضرت عمرؓ کو یہ خط لکھا کہ میرے ساتھ مسلمانوں کا ایک لشکر ہے جن میں طاعون کی بیماری پھیلی ہوئی ہے۔ میں اپنی جان بچانے کیلئے ان کو چھوڑ کر نہیں جا سکتا۔[1] ابن اسحاق نے حضرت طارق کے واسطہ سے اسی روایت کو نقل کیا ہے۔ اس میں یہ ہے کہ اے امیر المومنین! آپ کو جس وجہ سے میری ضرورت ہے وہ میں سمجھ گیا ہوں۔ میرے ساتھ مسلمانوں کا ایک لشکر ہے۔ میں اپنی جان بچانے کے لئے ان کو نہیں چھوڑ سکتا ہوں۔ لہذا جب تک اللہ تعالیٰ میرے اور ان کے بارے میں فیصلہ نہ کر دے میں ان سے جدا نہیں ہو سکتا۔ اس لئے اے امیر المومنین! آپ اپنی قسم کے پورا کرنے سے مجھے معاف فرمائیں اور مجھے اپنے لشکر میں رہنے دیں۔[2]

امیر کا شفیق ہونا

حضرت ابو جعفرؒ کہتے ہیں کہ حضرت ابو اسیدؓ حضور ﷺ کی خدمت میں بحرین سے کچھ قیدی لے کر آئے۔ آپ نے ان قیدیوں میں ایک عورت کو دیکھا کہ وہ رو رہی ہے آپ نے اس سے پوچھا تمہیں کیا ہوا؟ اس نے کہا انہوں نے یعنی حضرت ابو اسیدؓ نے میرے بیٹے کو بیچ دیا ہے۔ (میں بیٹے کی جدائی میں رو رہی ہوں) حضور ﷺ نے حضرت ابو اسید سے پوچھا کیا تم نے اس عورت کے بیٹے کو بیچا ہے؟ انہوں نے کہا جی ہاں! حضور ﷺ نے پوچھا کن لوگوں کے ہاتھ بیچا ہے؟ انہوں نے کہا قبیلہ بنو عبس کے ہاتھ۔ حضور ﷺ نے فرمایا تم خود سوار ہو کر اس قبیلہ کے پاس جاؤ اور اس بچہ کو لے کر آؤ۔[3]

حضرت بریدہؓ فرماتے ہیں میں حضرت عمرؓ کے پاس بیٹھا ہوا تھا کہ اچانک انہوں نے ایک عورت کے چیخنے کی آواز سنی تو انہوں نے (اپنے دربان سے) کہا اے یرفا! دیکھو یہ آواز کیسی ہے؟ وہ دیکھ کر آئے تو عرض کیا کہ ایک قریشی لڑکی کی ماں فروخت کی جا رہی ہے (اس وجہ سے وہ لڑکی رو رہی ہے) حضرت عمرؓ نے فرمایا جاؤ اور حضرات مہاجرین وانصار کو میرے پاس بلا کر لاؤ۔ تھوڑی دیر نہیں گزری تھی کہ گھر اور حجرہ (ان حضرات سے) بھر گیا اللہ تعالیٰ کی حمد وثناء کے بعد حضرت عمرؓ نے فرمایا:

"امابعد! کیا آپ حضرات جانتے ہیں کہ حضرت محمد ﷺ جو دین لے کر آئے تھے اس میں

۱ـ اخرجه الحاکم (ج ۳ ص ۲۶۳) قال الحاکم رواۃ هذا الحدیث کلهم ثقات وهو عجیب بمرۃ وقال الذهبی علی شرط البخاری و مسلم ۲ـ اخرجه ابن اسحاق من طریق طارق بطوله کما فی البدایة (ج ۷ ص ۷۸) واخرجه الطبری (ج ٤ ص ۲۰۱) ایضاً بطوله عن طارق
۳ـ اخرجه ابن ابی شیبة کذافی الکنز (ج ۲ ص ۲۲۹)

قطع رحمی بھی شامل ہے؟ ان حضرات نے فرمایا نہیں۔ حضرت عمرؓ نے فرمایا لیکن آج یہ قطع رحمی آپ لوگوں میں بہت پھیل گئی ہے پھر یہ آیت پڑھی فَهَلْ عَسَيْتُمْ إِنْ تَوَلَّيْتُمْ أَنْ تُفْسِدُوا فِي الْأَرْضِ وَتُقَطِّعُوا أَرْحَامَكُمْ (سورۃ محمد (ﷺ) آیت ۲۲)

ترجمہ: سو اگر تم کنارہ کش رہو تو آیا تم کو یہ احتمال بھی ہے کہ تم دنیا میں فساد مچادو اور آپس میں قطع قرابت کر دو۔ پھر فرمایا اس سے زیادہ سخت اور کون سی قطع رحمی ہو سکتی ہے کہ ایک (آزاد) عورت کی ماں کو بیچا جا رہا ہے حالانکہ اللہ تعالیٰ نے آپ لوگوں کو اب بہت وسعت دے رکھی ہے۔ ان حضرات نے کہا اس بارے میں آپ جیسا مناسب سمجھیں ضرور کریں۔ اس پر حضرت عمرؓ نے تمام علاقوں کو خط لکھا کہ کسی آزاد انسان کی ماں کو نہ بیچا جائے کیونکہ اسے بیچنا قطع رحمی بھی ہے اور حلال بھی نہیں ہے۔"[1]

حضرت ابو عثمان نہدی رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں حضرت عمرؓ نے قبیلہ بنو اسد کے ایک آدمی کو ایک کام کا امیر مقرر کیا۔ وہ حضرت عمرؓ کے پاس تقرر نامہ لینے آئے۔ اتنے میں حضرت عمرؓ کا ایک بچہ ان کے پاس لایا گیا۔ حضرت عمرؓ نے اس بچہ کا بوسہ لیا۔ اس اسدی نے کہا اے امیر المومنین! آپ اس بچے کا بوسہ لے رہے ہیں؟ اللہ کی قسم! میں نے آج تک کبھی کسی بچہ کا بوسہ نہیں لیا۔ حضرت عمرؓ نے فرمایا (جب تمہارے دل میں بچوں کے بارے میں شفقت نہیں ہے) پھر تو اللہ کی قسم! دوسرے لوگوں کے بارے میں شفقت اور کم ہو گی۔ لاؤ ہمارا تقرر نامہ واپس دے دو۔ آئندہ تم میری طرف سے کبھی امیر نہ بننا۔ اور حضرت عمرؓ نے اسے امارت سے ہٹا دیا۔[2]

اور اسی واقعہ کو دینوری نے محمد بن سلام کے واسطہ سے نقل کیا ہے اور اس میں یہ مضمون ہے کہ حضرت عمرؓ نے فرمایا جب تمہارے دل سے شفقت نکال لی گئی ہے تو اس میں میرا کیا گناہ ہے؟ اللہ تعالیٰ تو اپنے بندوں میں سے ان ہی بندوں پر رحم فرماتے ہیں جو دوسروں پر شفیق ہوتے ہیں اور حضرت عمرؓ نے اسے معزول کر دیا اور فرمایا جب تم اپنے بچہ پر شفقت نہیں کرتے ہو تو دوسرے لوگوں پر کیسے کر سکو گے؟[3]

---

[1] اخرجه ابن المنذر والحاكم و البيهقي كذافي كنز العمال (ج ۲ ص ۲۲۶)
[2] اخرجه البيهقي و هناد (ج ۹ ص ۴۱) كذافي الكنز (ج ۳ ص ۱۶۵)
[3] كذافي الكنز (ج ۸ ص ۳۱۰)

حضور اکرم ﷺ اور آپ کے صحابہ کرامؓ کا عدل وانصاف

حضور ﷺ کا عدل وانصاف

حضرت عروہ رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں حضور ﷺ کے زمانہ میں فتح مکہ کے موقع پر ایک عورت نے چوری کی اس عورت کی قوم والے گھبرا کر حضرت اسامہ بن زیدؓ کے پاس گئے تا کہ وہ حضور ﷺ سے اس عورت کی سفارش کر دیں (اور یوں ان کی عورت چوری کی سزا سے بچ جائے) جب حضرت اسامہؓ نے اس بارے میں حضور ﷺ سے بات کی تو آپ کا چہرہ مبارک (غصہ کی وجہ سے) بدل گیا اور فرمایا (اے اسامہؓ!) تم مجھ سے اللہ کی حدود کے بارے میں (سفارش کی) بات کر رہے ہو (حضرت اسامہؓ سمجھ گئے کہ سفارش کر کے انہوں نے غلطی کی ہے اس لئے فوراً) حضرت اسامہؓ نے کہا یارسول اللہ! آپ میرے لئے استغفار فرمائیں۔ شام کو حضور ﷺ بیان فرمانے کھڑے ہوئے۔ پہلے اللہ کی شان کے مناسب ثناء بیان کی پھر فرمایا:

"امابعد! تم سے پہلے لوگ صرف اسی وجہ سے ہلاک ہوئے کہ جب ان کا طاقتور اور معزز آدمی چوری کرتا تو اسے چھوڑ دیتے اور جب کمزور آدمی چوری کرتا تو اس پر حد شرعی قائم کرتے۔ اس ذات کی قسم جس کے قبضہ میں محمد (علیہ السلام) کی جان ہے! اگر محمد ﷺ کی بیٹی فاطمہؓ بھی چوری کرے گی تو میں اس کا ہاتھ ضرور کاٹوں گا۔ (اعاذہا اللہ منہا)"

پھر حضور ﷺ نے حکم دیا جس پر اس عورت کا ہاتھ کاٹا گیا اور اس نے بہت اچھی توبہ کی اور اس نے شادی بھی کی۔ حضرت عائشہؓ کہتی ہیں اس کے بعد وہ عورت (میرے پاس) آیا کرتی تھی اور میں اس کی ضروریات کی بات حضور ﷺ کے سامنے پیش کیا کرتی۔[1]

حضرت ابو قتادہؓ کہتے ہیں ہم لوگ حضور اقدس ﷺ کے ساتھ غزوہ حنین کے موقع پر نکلے۔ جب ہمارا (دشمن سے) سامنا ہوا تو اکثر مسلمان بکھر گئے (البتہ حضور ﷺ اور بعض صحابہ ﷺ میدان جنگ میں جمے رہے) میں نے دیکھا کہ ایک مشرک آدمی ایک مسلمان پر

---

[1] اخرجه البخاری وقد رواه البخاری فی موضع آخر و مسلم من حدیث عائشة رضی الله تعالیٰ عنها کذافی البدایة (ج ٤ ص ٣١٨) واخرجه ایضا الا ربعة عن عائشه کما فی الترغیب (ج ٤ ص ٢٦)

چڑھا ہوا ہے میں نے پیچھے سے اس مشرک کے کندھے پر تلوار کا وار کیا جس سے اس کی زرہ کٹ گئی (اور کندھے کی رگ بھی کٹ گئی۔ وہ زخمی تو ہو گیا لیکن) وہ مجھ پر حملہ آور ہوا اور مجھے اس زور سے بھینچا کہ میں مرنے کے قریب ہو گیا (لیکن زیادہ خون نکل جانے کی وجہ سے وہ کمزور ہو گیا) آخر اس پر موت کے اثرات طاری ہونے لگے اور اس نے مجھے چھوڑ دیا۔ (اور پھر وہ مر گیا) میں حضرت عمرؓ سے ملا۔ میں نے ان سے کہا لوگوں کو کیا ہوا؟ (کہ ان مسلمانوں کو شکست ہو گئی) انہوں نے کہا اللہ کا حکم ایسا ہی تھا۔ (بعد میں کفار کو مکمل شکست ہوئی اور مسلمان جیت گئے) پھر مسلمان (میدان جنگ سے) واپس آئے حضور ﷺ بیٹھے ہوئے تھے۔ آپ نے فرمایا جس نے کسی کافر کو قتل کیا ہے اور اس کے پاس گواہ بھی ہے تو اس مقتول کا سامان اسے ہی ملے گا۔ میں نے کھڑے ہو کر کہا کون میرے لئے گواہی دیتا ہے؟ (جب کسی نے جواب نہ دیا تو) میں بیٹھ گیا۔ پھر آپ نے اسی طرح ارشاد فرمایا۔ میں نے پھر کہا کون میرے لئے گواہی دیتا ہے؟ (جب کسی نے جواب نہ دیا تو) میں بیٹھ گیا۔ پھر آپ نے اسی طرح ارشاد فرمایا۔ میں نے پھر کہا کون میرے لئے گواہی دیتا ہے؟ اور پھر میں بیٹھ گیا۔ حضور ﷺ نے پھر وہی ارشاد فرمایا۔ میں نے پھر کہا کون میرے لئے گواہی دیتا ہے؟ اور پھر میں بیٹھ گیا۔ آپ ﷺ نے پھر وہی ارشاد فرمایا۔ میں پھر کھڑا ہو گیا۔ حضور ﷺ نے فرمایا اے ابو قتادہ! تمہیں کیا ہوا؟ میں نے آپ کو سارا قصہ بتایا تو ایک آدمی نے کہا یہ سچ کہتے ہیں۔ اس مقتول کافر کا سامان میرے پاس ہے (یا رسول اللہ!) آپ ان کو کسی طرح مجھ سے راضی فرما دیں (کہ یہ اس مقتول کا سامان میرے پاس رہنے دیں) حضرت ابو بکرؓ نے کہا نہیں۔ اللہ کی قسم! ایسے نہیں ہو سکتا۔ جب ان کی بات ٹھیک ہے تو یہ سامان ان کو ہی ملنا چاہئے۔ تمہیں دینے کا مطلب تو یہ ہو گا کہ اللہ اور اس کے رسول ﷺ کی طرف سے لڑنے والے اللہ کے شیر کو ملنے والا سامان حضور ﷺ تمہیں دے دیں۔ حضور ﷺ نے اس سے فرمایا ابو بکرؓ ٹھیک کہتے ہیں تم ان کو وہ سامان دے دو۔ چنانچہ اس نے مجھے وہ سامان دے دیا جس سے میں نے بنو سلمہ کے علاقہ میں ایک باغ خریدا۔ یہ وہ پہلا مال تھا جو میں نے اسلام میں جمع کیا۔[1]

حضرت عبداللہ بن ابی حدرد اسلمیؓ کہتے ہیں ان کے ذمہ ایک یہودی کے چار درہم قرض تھے۔ اس یہودی نے اس قرض کی وصولی میں حضور ﷺ سے مدد لینی چاہی اور یوں کہا اے محمد ﷺ! میرے اس آدمی کے ذمہ چار درہم قرض ہیں اور یہ ان دراہم کے بارے میں مجھ پر

---

[1] اخرجه البخاری و اخرجه ایضا مسلم (ج ۲ ص ۸۶) و ابو داؤد (ج ۲ ص ۱۶) والترمذی (ج ۱ ص ۲۰۲) و ابن ماجة (ص ۲۰۹) والبیهقی (ج ۹ ص ۵۰)

غالب آچکے ہیں (یعنی میں کئی مرتبہ ان سے تقاضا کر چکا ہوں لیکن یہ مجھے دیتے نہیں ہیں) حضور ﷺ نے ان سے فرمایا اس کا حق اسے دے دو۔ انہوں نے کہا اس ذات کی قسم جس نے آپ کو حق دے کر بھیجا ہے! دینے کی میرے پاس بالکل گنجائش نہیں ہے۔ حضور ﷺ نے فرمایا اس کا حق اسے دو۔ انہوں نے کہا اس ذات کی قسم جس کے قبضہ میں میری جان ہے! دینے کی بالکل گنجائش نہیں اور میں نے اسے بتایا تھا کہ آپ ہمیں خیبر بھیجیں گے اور امید ہے کہ آپ ہمیں کچھ مال غنیمت دیں گے۔ اس لئے وہاں سے واپسی پر اس کا قرض ادا کر دوں گا۔ حضور ﷺ نے فرمایا اس کا حق ادا کرو۔ آپ کی عادت شریفہ یہ تھی کہ آپ کسی بات کو تین دفعہ سے زیادہ نہیں فرماتے تھے۔ (تین دفعہ فرما دینا پورے اہتمام اور تاکید کی نشانی تھی) چنانچہ حضرت ابن ابی حدرد بازار گئے۔ ان کے سر پر پگڑی تھی اور ایک چادر باندھ رکھی تھی۔ انہوں نے سر سے پگڑی اتار کر اسے لنگی بنالیا اور چادر کھول کر اس یہودی سے کہا تم مجھ سے یہ چادر خرید لو۔ چنانچہ وہ چادر اس یہودی کے ہاتھ چار درہم میں بیچ دی۔ اتنے میں ایک بڑھیا کا وہاں سے گزر ہوا۔ اس نے یہ حال دیکھ کر کہا اے حضور (ﷺ) کے صحابی! تمہیں کیا ہوا؟ انہوں نے اسے سارا قصہ سنایا تو اس بڑھیا نے اپنے اوپر سے چادر اتار کر ان پر ڈال دی اور کہا یہ چادر لے لو۔[1]

حضرت ام سلمہؓ فرماتی ہیں انصار کے دو آدمی کسی ایسی میراث کا جھگڑا لے کر حضور ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوئے جس کے نشان مٹ چکے تھے اور کوئی گواہ بھی ان کے پاس نہیں تھا۔ حضور ﷺ نے فرمایا تم لوگ میرے پاس اپنے جھگڑے لے کر آتے ہو اور جس کے بارے میں مجھ پر کوئی وحی نازل نہیں ہوئی میں اس میں اپنی رائے سے فیصلہ کرتا ہوں لہذا جس آدمی کی دلیل کی وجہ سے میں اس کے حق میں فیصلہ کر دوں جس کی وجہ سے وہ اپنے بھائی کا حق لے رہا ہے تو اسے چاہئے کہ وہ اپنے بھائی کا حق ہرگز نہ لے۔ کیونکہ میں تو اسے آگ کا ٹکڑا دے رہا ہوں اور وہ قیامت کے دن اس حال میں آئے گا کہ یہ ٹکڑا اس کے گلے کا ہار بنا ہوا ہوگا۔ اس پر وہ دونوں حضرات رونے لگے اور دونوں میں سے ہر ایک نے کہا یا رسول اللہ! میں اپنا حق اسے دیتا ہوں۔ حضور ﷺ نے فرمایا جب تم نے یہ ارادہ کر لیا تو جاؤ اور حق پر چلو اور اس میراث کو آپس میں تقسیم کر لو اور تقسیم کرنے کے لئے قرعہ اندازی کر لو اور یہ سب کچھ کرنے کے بعد تم دونوں میں سے ہر ایک اپنے ساتھی کو اپنا حق معاف کر دے۔[2]

---

[1] اخرجه ابن عساکر کذافی الکنز (ج ۳ ص ۱۸۱) واخرجه احمد ایضا کما فی الاصابه (ج ۲ ص ۲۹۵)

[2] اخرجه ابن ابی شیبة و ابو سعید النقاش کذافی الکنز (ج ۳ ص ۱۸۲)

حضرت ابو سعیدؓ فرماتے ہیں ایک اعرابی کا حضور ﷺ پر قرضہ تھا وہ آکر حضور ﷺ سے اپنے قرض کا تقاضا کرنے لگا اور اس نے حضور ﷺ پر بڑی سختی کی یہاں تک کہ یہ کہہ دیا جب تک آپ میرا قرضہ ادا نہیں کریں گے میں آپ کو تنگ کرتا رہوں گا۔ حضور ﷺ کے صحابہؓ نے اسے جھڑکا اور کہا تیرا ناس ہو۔ تم جانتے ہو کہ تم کس سے بات کر رہے ہو؟ اس نے کہا میں تو اپنا حق مانگ رہا ہوں۔ حضور ﷺ نے فرمایا تم نے حق والے کے ساتھ کیوں نہ دیا؟ اور پھر آپ نے حضرت خولہ بنت قیسؓ کے پاس پیغام بھیجا کہ اگر تمہارے پاس کھجوریں ہوں تو ہمیں ادھار دے دو۔ جب ہمارے پاس آئیں گی تو ہم تمہارا قرضہ ادا کر دیں گے۔ انہوں نے کہا ضرور یا رسول اللہ! میرے ماں باپ آپ پر قربان ہوں۔ حضور ﷺ نے ان سے قرض لے کر اس اعرابی کا قرض ادا کر دیا اور جتنا اس کا قرضہ تھا اس سے زیادہ اسے دیا۔ اس اعرابی نے کہا آپ نے قرضہ پورا ادا کر دیا اللہ آپ کو پورا بدلہ دے۔ پھر حضور ﷺ نے فرمایا حق کا ساتھ دینے والے، لوگوں میں سب سے بہترین لوگ ہیں اور وہ امت پاکیزہ نہیں ہو سکتی جس میں کمزور آدمی بغیر کسی تکلیف اور پریشانی کے اپنا حق وصول نہ کر سکے۔[1]

حضرت حمزہ بن عبدالمطلبؓ کی اہلیہ حضرت خولہ بنت قیسؓ فرماتی ہیں بنو ساعدہ کے ایک آدمی کی ایک، وسق کھجوریں حضور ﷺ کے ذمہ قرض تھیں (ایک وسق تقریباً سوا پانچ من کا ہوتا ہے) اس آدمی نے آکر حضور ﷺ سے اپنی کھجوروں کا تقاضا کیا۔ حضور ﷺ نے ایک انصاری صحابی سے فرمایا کہ اس کا قرض ادا کر دو۔ انہوں نے اس کی کھجوروں سے گھٹیا قسم کی کھجوریں دینی چاہیں۔ اس آدمی نے لینے سے انکار کر دیا۔ ان انصاری نے کہا کیا تم رسول اللہ ﷺ کو ان کی کھجوریں واپس کرتے ہو؟ اس آدمی نے کہا ہاں۔ اور حضور ﷺ سے زیادہ عدل کرنے کا کون حق دار ہے؟ یہ سن کر حضور ﷺ کی آنکھیں ڈبڈبا آئیں اور آپ ﷺ نے فرمایا یہ ٹھیک کہتا ہے۔ مجھ سے زیادہ عدل کرنے کا حق دار کون ہو سکتا ہے؟ اور اللہ تعالیٰ اس امت کو پاک نہیں فرماتے جس کا کمزور آدمی طاقتور سے اپنا حق نہ لے سکے اور نہ اس پر زور دے سکے۔ پھر فرمایا اے خولہ! اسے گن کر ادا کر دو۔ کیونکہ جس مقروض کے پاس سے قرض خواہ خوش ہو کر جائے گا اس کے لئے زمین کے جانور اور سمندروں کی مچھلیاں دعا کریں گی اور جس

---

[1] اخرجه ابن ماجه ورواه البزار من حديث عائشة رضي الله تعالى عنها مختصر اوالطبراني من حديث ابن مسعود رضي الله تعالى عنه باسناد جيد كذافي الترغيب (ج ۳ ص ۲۷۱)

[2] اخرجه الطبراني و رواه احمد بنحوه عن عائشة رضي الله تعالى عنها باسناد جيد قوى كذافي الترغيب (ج ۳ ص ۳۷۰)

مقروض کے پاس قرضہ کی ادائیگی کے لئے مال ہے اور وہ ادا کرنے میں ٹال مٹول کرتا ہے تو اللہ تعالیٰ ہر دن اور رات کے بدلہ میں اس کے لئے ایک گناہ لکھتے ہیں۔[۲]

حضرت ابو بکر صدیقؓ کا عدل وانصاف

حضرت عبداللہ بن عمرو بن عاصؓ فرماتے ہیں حضرت ابو بکر صدیقؓ نے جمعہ کے دن کھڑے ہو کر فرمایا جب صبح ہو تو تم صدقہ کے اونٹ ہمارے پاس لے آؤ۔ ہم انہیں تقسیم کریں گے۔ اور ہمارے پاس اجازت کے بغیر کوئی نہ آئے۔ ایک عورت نے اپنے خاوند سے کہا یہ نکیل لے جاؤ شاید اللہ تعالیٰ ہمیں بھی کوئی اونٹ دے دے۔ چنانچہ وہ آدمی گیا۔ اس نے دیکھا کہ حضرت ابو بکرؓ اور حضرت عمرؓ اونٹوں میں داخل ہو رہے ہیں۔ یہ بھی ان دونوں حضرات کے ساتھ داخل ہو گیا۔ حضرت ابو بکرؓ نے اسے دیکھ کر فرمایا تم ہمارے پاس کیوں آگئے؟ پھر اس کے ہاتھ سے نکیل لے کر اسے ماری۔ جب حضرت ابو بکرؓ اونٹوں کی تقسیم سے فارغ ہوئے تو اس آدمی کو بلایا اور اسے نکیل دی اور فرمایا تم اپنا بدلہ لے لو۔ تو حضرت عمرؓ نے ان سے کہا اللہ کی قسم! یہ آپ سے بدلہ بالکل نہیں لے گا۔ آپ اسے مستقل عادت نہ بنائیں (کہ امیر تنبیہ کرنے کے لئے کسی کو سزا دے تو اس سے بدلہ لیا جائے) حضرت ابو بکرؓ نے فرمایا مجھے قیامت کے دن اللہ سے کون بچائے گا؟ (ان حضرات میں اللہ کا خوف بہت زیادہ تھا) حضرت عمرؓ نے کہا آپ (اسے کچھ دے کر) راضی کر لیں۔ حضرت ابو بکرؓ نے اپنے غلام سے کہا تم میرے پاس ایک اونٹ، اس کا کجاوہ اور ایک کمبل اور پانچ دینار لاؤ۔ چنانچہ یہ سب کچھ اس آدمی کو دے کر اسے راضی کیا۔[۱]

حضرت عمر فاروقؓ کا عدل وانصاف

حضرت شعبی رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں حضرت عمر اور حضرت ابی بن کعبؓ کے درمیان (کھجور کے ایک درخت کے بارے میں) جھگڑا ہو گیا۔ حضرت عمرؓ نے فرمایا آؤ ہم آپس کے فیصلے کے لئے کسی کو ثالث مقرر کر لیتے ہیں۔ چنانچہ ان دونوں حضرات نے حضرت زید بن ثابتؓ کو اپنا ثالث بنا لیا۔ یہ دونوں حضرات زیدؓ کے پاس گئے اور حضرت عمرؓ نے فرمایا ہم آپ کے پاس اس لئے آئے ہیں تاکہ آپ ہمارے درمیان فیصلہ کر دیں (اور امیر المومنین ہو کر میں خود آپ کے پاس اس لئے آیا ہوں کیونکہ قاعدہ یہ ہے کہ) فیصلہ کروانے والے خود ثالث

---

[۱] اخرجه البيهقي كذافي كنز العمال (ج ۳ ص ۱۲۷)

کے گھر آیا کرتے ہیں۔ جب دونوں حضرات حضرت زیدؓ کے پاس اندر داخل ہوئے تو حضرت زیدؓ نے حضرت عمرؓ کو اپنے بستر کے سرہانے بٹھانا چاہا اور یوں کہا اے امیر المومنین! یہاں تشریف رکھیں۔ حضرت عمرؓ نے ان سے فرمایا یہ پہلا ظلم ہے جو آپ نے اپنے فیصلہ میں کیا ہے۔ میں تو اپنے فریق مخالف کے ساتھ بیٹھوں گا۔ حضرت ابی نے اپنا دعویٰ پیش کیا جس کا حضرت عمرؓ نے انکار کیا۔ حضرت زیدؓ نے حضرت ابی سے کہا (قاعدہ کے مطابق انکار کرنے پر مدعیٰ علیہ کو قسم کھانی پڑتی ہے لیکن میں آپ سے درخواست کرتا ہوں کہ) آپ امیر المومنین کو قسم کھانے کی زحمت نہ دیں اور میں امیر المومنین کے علاوہ کسی اور کیلئے یہ درخواست نہیں کر سکتا۔ حضرت عمرؓ نے (اس رعایت کو قبول نہ کیا بلکہ) قسم کھائی اور انہوں نے قسم کھا کر کہا حضرت زیدؓ صحیح قاضی تب بن سکتے ہیں جب کہ ان کے نزدیک عمرؓ اور ایک عام مسلمان برابر ہو۔[1] ابن عساکر نے اسی قصہ کو شعبی سے نقل کیا اور اس میں یہ ہے کہ کھجور کے ایک درخت کے کاٹنے میں حضرت ابی بن کعب اور حضرت عمر بن خطابؓ میں جھگڑا ہو گیا۔ اس پر حضرت ابیؓ رو پڑے اور فرمایا اے عمرؓ! کیا تمہاری خلافت میں ایسا ہو رہا ہے؟ حضرت عمرؓ نے فرمایا آؤ آپس کے فیصلے کیلئے کسی کو ثالث مقرر کر لیتے ہیں۔ حضرت ابیؓ نے کہا حضرت زیدؓ کو ثالث بنا لیتے ہیں۔ حضرت عمرؓ نے فرمایا مجھے بھی پسند ہیں۔ چنانچہ دونوں حضرات گئے اور حضرت زیدؓ کے پاس اندر داخل ہوئے آگے پیچھے جیسی حدیث ذکر کی۔[2]

حضرت زید بن اسلم رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں حضرت عباس بن عبد المطلبؓ کا ایک گھر مدینہ منورہ کی مسجد (نبوی) کے بالکل ساتھ تھا۔ حضرت عمرؓ نے اسے مسجد میں شامل کرنا چاہا تو حضرت عباسؓ سے فرمایا آپ یہ گھر میرے ہاتھ بیچ دیں۔ حضرت عباسؓ نے انکار کر دیا۔ حضرت عمرؓ نے کہا آپ یہ گھر مجھے ہدیہ ہی کر دیں۔ وہ یہ بھی نہ مانے پھر حضرت عمرؓ نے کہا آپ خود ہی یہ گھر مسجد میں شامل کر دیں۔ انہوں نے اس سے بھی انکار کر دیا۔ حضرت عمرؓ نے کہا آپ کو ان تین کاموں میں سے کوئی ایک کام تو کرنا ہی پڑے گا لیکن حضرت عباسؓ پھر بھی تیار نہ ہوئے۔ حضرت عمرؓ نے کہا اچھا پھر کسی کو آپ ثالث مقرر کر لیں جو ہمارا فیصلہ کر دے۔ انہوں نے حضرت ابی بن کعبؓ کو مقرر کیا۔ یہ دونوں حضرات اپنا مقدمہ ان کے پاس لے گئے۔ حضرت ابی نے حضرت عمرؓ سے کہا میرا فیصلہ یہ ہے کہ آپ ان کی مرضی کے بغیر ان سے یہ گھر نہیں لے سکتے۔ حضرت عمرؓ نے ان سے پوچھا آپ کو یہ فیصلہ اللہ کی کتاب

---

[1] اخرجه ابن عساکر و سعید بن منصور و البیهقی

[2] کما فی کنز العمال (ج ۳ ص ۱۷۴ ج ۳ ص ۱۸۱)

یعنی قرآن میں ملا ہے یا حضور ﷺ کی حدیث میں ؟ انہوں نے کہا حضور ﷺ کی حدیث میں۔ حضرت عمرؓ نے پوچھا وہ حدیث کیا ہے ؟ حضرت ابی نے کہا میں نے حضور ﷺ کو یہ فرماتے ہوئے سنا ہے کہ حضرت سلیمان بن داؤد علیہما السلام نے جب بیت المقدس کی تعمیر شروع کی تو جب بھی وہ کوئی دیوار بناتے تو صبح کو وہ گری ہوئی ہوتی۔ آخر اللہ تعالیٰ نے ان کی طرف یہ وحی بھیجی کہ اگر آپ کسی کی زمین میں بنانا چاہتے ہیں تو پہلے اسے راضی کر لیں۔ یہ سن کر حضرت عمرؓ نے حضرت عباسؓ کو چھوڑ دیا۔ بعد میں حضرت عباسؓ نے اپنی خوشی سے اس گھر کو مسجد میں شامل کر دیا۔[1]

حضرت سعید بن مسیب رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں کہ حضرت عمرؓ نے ارادہ فرمایا کہ حضرت عباس بن عبد المطلبؓ کا گھر لے کر مسجد (نبوی) میں شامل کر دیں۔ حضرت عباس نے انہیں گھر دینے سے انکار کر دیا۔ حضرت عمرؓ نے کہا میں تو یہ گھر ضرور لوں گا۔ حضرت عباس نے کہا حضرت ابی بن کعبؓ سے فیصلہ کروالو۔ حضرت عمرؓ نے کہا ٹھیک ہے۔ چنانچہ دونوں حضرات حضرت ابی کے پاس آئے اور ان سے سارا قصہ بیان کیا۔ حضرت ابی نے فرمایا اللہ تعالیٰ نے حضرت سلیمان بن داؤد علیہما السلام کی طرف وحی بھیجی کہ وہ بیت المقدس کی تعمیر کریں۔ وہ زمین ایک آدمی کی تھی۔ حضرت سلیمان نے اس سے وہ زمین خریدی۔ جب اسے قیمت ادا کرنے لگے تو اس آدمی نے کہا جو قیمت تم مجھے دے رہے ہو وہ زیادہ بہتر ہے یا جو زمین تم مجھ سے لے رہے ہو وہ زیادہ بہتر ہے ؟ حضرت سلیمان نے فرمایا جو زمین میں تم سے لے رہا ہوں وہ زیادہ بہتر ہے۔ اس پر اس آدمی نے کہا تو پھر میں اس قیمت پر راضی نہیں ہوں۔ پھر حضرت سلیمان نے اسے پہلے سے زیادہ قیمت دے کر خریدا۔ اس آدمی نے حضرت سلیمانؑ کے ساتھ دو تین مرتبہ اسی طرح کیا (کہ قیمت مقرر کر کے پھر اس سے زیادہ کا مطالبہ کر دیتا) آخر حضرت سلیمان نے اس پر یہ شرط لگائی کہ تم جتنی قیمت کہہ رہے ہو میں اتنے میں خریدتا ہوں لیکن تم بعد میں یہ نہ پوچھنا کہ زمین اور قیمت میں سے کون سی چیز بہتر ہے۔ چنانچہ اس کی بتائی ہوئی قیمت پر خریدنے لگے تو اس نے بارہ ہزار قنطار سونا قیمت لگائی۔ (ایک قنطار چار ہزار دینار کو کہتے ہیں) حضرت سلیمان کو یہ قیمت بہت زیادہ معلوم ہوئی تو اللہ تعالیٰ نے ان کی طرف وحی بھیجی کہ اگر تم اسے یہ قیمت اپنے پاس سے دے رہے ہو تو پھر تو تم جانو اور اگر تم ہمارے دیئے ہوئے مال میں سے دے رہے ہو تو پھر اسے اتنا دو کہ وہ راضی ہو جائے۔ چنانچہ حضرت سلیمان نے ایسا ہی کیا اور پھر حضرت ابی نے فرمایا میرا

[1] اخرجہ عبدالرزاق

فیصلہ یہ ہے کہ حضرت عباس اپنے گھر کے زیادہ حق دار ہیں اگر ان کا گھر مسجد میں شامل کرنا ہی ہے تو پھر وہ جس طرح راضی ہوں انہیں راضی کیا جائے اس پر حضرت عباس نے کہا جب آپ نے میرے حق میں فیصلہ کر دیا ہے تو میں اب یہ گھر مسلمانوں کے لئے صدقہ کرتا ہوں۔[1]

حضرت ابن عمرؓ فرماتے ہیں حضرت عمرؓ کے زمانہ خلافت میں مصر میں میرے بھائی عبدالرحمٰن نے اور ان کے ساتھ ابو سروعہ عقبہ بن حارث نے نبیذ پی (پانی میں کھجوریں ڈال دی جاتی تھیں کچھ دیر کھجوریں پڑی رہتی تھیں۔ جس سے وہ پانی میٹھا ہو جاتا تھا۔ اسے نبیذ کہا جاتا تھا۔ زیادہ دیر پڑے رہنے سے اس میں نشہ بھی پیدا ہو جاتا تھا) جس سے انہیں نشہ ہو گیا۔ صبح کو یہ دونوں مصر کے امیر حضرت عمرو بن عاصؓ کے پاس گئے اور ان سے کہا (سزا دے کر) ہمیں پاک کر دیں کیونکہ ہم نے ایک مشروب پیا تھا جس سے ہمیں نشہ ہو گیا۔ حضرت عبداللہ فرماتے ہیں مجھ سے میرے بھائی نے کہا مجھے نشہ ہو گیا تھا۔ میں نے ان سے کہا گھر چلو میں تمہیں (سزا دے کر) پاک کر دوں گا۔ مجھے یہ معلوم نہیں تھا کہ یہ دونوں حضرات عمرو کے پاس جا چکے ہیں۔ پھر میرے بھائی نے مجھے بتایا کہ وہ امیر مصر کو یہ بات بتا چکے ہیں تو میں نے کہا تم گھر چلو میں تمہارا سر مونڈ دوں گا تاکہ تم لوگوں کے سامنے تمہارا سر نہ مونڈا جائے۔ اس زمانے کا دستور یہ تھا کہ حد لگانے کے ساتھ سر بھی مونڈ دیتے تھے۔ چنانچہ وہ دونوں گھر چلے گئے۔ میں نے اپنے بھائی کا سر اپنے ہاتھ سے مونڈا۔ پھر حضرت عمرو نے ان پر شراب کی حد لگائی۔ حضرت عمرؓ کو اس قصہ کا پتہ چلا تو انہوں نے حضرت عمرو کو خط لکھا کہ عبدالرحمٰن کو میرے پاس بغیر کجاوہ کے اونٹ پر سوار کر کے بھیج دو۔ چنانچہ انہوں نے ایسا ہی کیا۔ جب وہ حضرت عمرؓ کے پاس پہنچے تو انہوں نے اسے کوڑے لگائے اور اپنا بیٹا ہونے کی وجہ سے اسے سزا دی پھر اسے چھوڑ دیا۔ اس کے بعد وہ ایک مہینہ تو ٹھیک رہے۔ پھر تقدیر الٰہی غالب آگئی اور ان کا انتقال ہو گیا۔ عام لوگ یہ سمجھتے ہیں کہ حضرت عمرؓ کے کوڑے لگانے سے ان کا انتقال ہوا ہے۔ حالانکہ ان کا انتقال حضرت عمرؓ کے کوڑے لگانے سے نہیں ہوا۔

---

[1] اخرجه عبدالرزاق ایضا کذافی کنز العمال (ج ٤ ص ٢٦٠) واخرجه ابن سعد (ج ٤ ص ١٣) و ابن عساکر عن سالم ابی النفر مطولا جدا وسنده صحیح الا ان سالمالم یدرك عمرو اخرجاه ایضا والبیهقی و یعقوب بن سفیان عن ابن عباس رضی اللّٰه تعالیٰ عنهما مختصر اوسنده حسن کما فی الکنز (ج٧ ص ٦٦) واخرجه الحاکم و ابن عساکر من طریق اسلم من وجه آخر مطولا کما فی الکنز (ج ٧ ص ٦٥) وفی حدیثه حذیفة بدل ابی بن کعب رضی اللّٰه تعالی عنهما

(بلکہ طبعی موت مرے ہیں) ۱؎

حضرت حسن رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں ایک عورت کا خاوند غائب تھا۔ اس کے پاس کسی کی آمدورفت تھی۔ حضرت عمرؓ کو اس سے کھٹک ہوئی۔ حضرت عمرؓ نے بلانے کے لئے اس کے پاس آدمی بھیجا۔ اس آدمی نے اس عورت سے کہا حضرت عمرؓ کے پاس چلو حضرت عمرؓ تمہیں بلا رہے ہیں۔ اس نے کہا ہائے میری ہلاکت۔ مجھے عمرؓ سے کیا واسطہ۔ وہ گھر سے چلی (وہ حاملہ تھی) ابھی وہ راستہ ہی میں تھی کہ وہ گھبرا گئی جس سے اسے دردزہ شروع ہو گیا۔ وہ ایک گھر میں چلی گئی۔ جہاں اس کا بچہ پیدا ہوا۔ بچہ دو دفعہ رویا اور مر گیا۔ حضرت عمرؓ نے حضور ﷺ کے صحابہؓ سے مشورہ کیا (کہ میرے ڈر کی وجہ وہ عورت گھبرا گئی اور بچہ قبل از وقت پیدا ہو گیا۔ اس وجہ سے وہ بچہ مر گیا تو کیا اس بچہ کے یوں مر جانے کی وجہ سے مجھ پر کوئی چیز شرعاً لازم آتی ہے ؟) بعض صحابہؓ نے کہا آپ پر کچھ لازم نہیں آتا۔ کیونکہ آپ مسلمانوں کے والی ہیں اور (اس وجہ سے) آپ کے ذمہ ہے کہ آپ ان کو ادب سکھائیں کوئی کمی دیکھیں تو انہیں بلا کر تنبیہ کریں۔ حضرت علیؓ خاموش تھے۔ حضرت عمرؓ نے ان کی طرف متوجہ ہو کر کہا اس بارے میں آپ کیا کہتے ہیں ؟ حضرت علیؓ نے کہا اگر ان لوگوں نے یہ بات بغیر کسی دلیل کے محض اپنی رائے سے کہی ہے تو ان کی رائے غلط ہے اور اگر انہوں نے آپ کو خوش کرنے کیلئے یہ بات کہی ہے تو انہوں نے آپ کے ساتھ خیر خواہی نہیں کی ہے۔ میری رائے یہ ہے کہ اس بچہ کی دیت یعنی خون بہا آپ کو دینا پڑے گا۔ کیونکہ آپ کے بلانے کی وجہ سے وہ عورت گھبرائی ہے۔ اس لئے یوں بچے کے قبل از وقت پیدا ہو جانے کا سبب آپ ہی ہیں اس پر حضرت عمرؓ نے حضرت علیؓ کو حکم دیا کہ اس بچہ کا خون بہا سارے قریش سے وصول کریں اس لئے کہ یہ قتل ان سے خطا کے طور پر صادر ہوا ہے۔ ۲؎

حضرت عطاء رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں حضرت عمرؓ اپنے گورنروں کو حکم دیا کرتے تھے کہ وہ حج کے موقع پر ان کے پاس آیا کریں۔ جب سارے گورنر آجاتے تو (عام مسلمانوں کو جمع کر کے) فرماتے :

"اے لوگو! میں نے اپنے گورنر تمہارے ہاں اس لئے نہیں بھیجے ہیں کہ وہ تمہاری کھال ادھیڑیں یا تمہارے مال پر قبضہ کریں یا تمہیں بے عزت کریں بلکہ میں نے تو صرف اس لئے

۱؎ اخرجه عبدالرزاق و البیهقی کذافی کنز العمال (ج ۷ ص ۳۰۰)

۲؎ اخرجه عبدالرزاق و البیهقی قال فی منتخب کنز العمال (ج ٤ ص ٤٢٢) وسنده صحیح و اخرجه ابن سعد عن اسلم عن عمرو بن العاص رضی الله تعالی عنه بطوله کما فی منتخب الکنز (ج ٤ ص ٤٢٠)

ان کو بھیجا ہے تاکہ تمہیں ایک دوسرے پر ظلم نہ کرنے دیں اور تمہارے درمیان مال غنیمت تقسیم کریں۔ لہذا جس کے ساتھ اس کے خلاف کیا گیا ہو وہ کھڑا ہو جائے (اور اپنی بات بتائے")

(چنانچہ ایک مرتبہ انہوں نے گورنروں کو جمع کر کے لوگوں میں یہی اعلان کیا تو) صرف ایک آدمی کھڑا ہوا اور اس نے کہا اے امیر المومنین! آپ کے فلاں گورنر نے مجھے (ظلماً) سو کوڑے مارے ہیں۔ حضرت عمرؓ نے (اس گورنر سے) کہا تم نے اسے کیوں مارا؟ (اور اس آدمی سے کہا) اٹھ اور اس گورنر سے بدلہ لے۔ اس پر حضرت عمرو بن عاصؓ نے کھڑے ہو کر کہا اگر آپ نے اس طرح گورنروں سے بدلہ دلانا شروع کر دیا تو پھر آپ کے پاس بہت زیادہ شکایات آنے لگ جائیں گی اور یہ گورنروں سے بدلہ لینا ایسا دستور بن جائے گا۔ کہ جو بھی آپ کے بعد آئے گا اسے یہ اختیار کرنا پڑے گا (حالانکہ اپنے گورنروں سے بدلہ دلوانا ہر امیر کے بس میں نہیں ہے) حضرت عمرؓ نے فرمایا جب میں نے حضور ﷺ کو اپنی ذات اقدس سے بدلہ دلوانے کے لئے تیار رہتے ہوئے دیکھا ہے تو میں (اپنے گورنر سے) کیوں نہ بدلہ دلواؤں؟ حضرت عمرو نے کہا آپ ہمیں اس آدمی کو راضی کرنے کا موقع دیں۔ حضرت عمرؓ نے کہا اچھا چلو تم اسے راضی کر لو۔ چنانچہ اس گورنر نے ہر کوڑے کے بدلہ دو دینار کے حساب سے دو سو دینار اس آدمی کو بدلہ میں دیئے۔[1]

حضرت انسؓ فرماتے ہیں مصر سے ایک آدمی حضرت عمر بن خطابؓ کی خدمت میں آیا اور اس نے عرض کیا۔ اے امیر المومنین! مجھ پر ظلم ہوا ہے۔ میں آپ کی پناہ چاہتا ہوں۔ حضرت عمرؓ نے کہا ہاں تم میری مضبوط پناہ میں ہو۔ تو اس نے کہا میں نے حضرت عمرو بن عاصؓ کے بیٹے (محمد) سے دوڑنے میں مقابلہ کیا تو میں ان سے آگے نکل گیا تو وہ مجھے کوڑے مارنے لگے اور کہنے لگے میں بڑے اور کریم لوگوں کی اولاد ہوں۔ اس پر حضرت عمرؓ نے حضرت عمرو کو خط لکھا کہ وہ خود بھی (مصر سے مدینہ منورہ) آئیں اور اپنے ساتھ اپنے اس بیٹے کو بھی لائیں چنانچہ حضرت عمرو (مدینہ) آئے تو حضرت عمرؓ نے کہا وہ (شکایت کرنے والا) مصری کہاں ہے؟ کوڑا لو اور اسے مارو۔ وہ مصری کوڑے مارے جا رہا تھا اور حضرت عمرؓ فرماتے جا رہے تھے کمینوں کے بیٹے کو مارو۔ حضرت انس کہتے ہیں اس مصری نے حضرت عمرو کے بیٹے کو خوب پیٹا اور ہم چاہتے تھے کہ وہ انہیں خوب پیٹے۔ اور اس نے مارنا تب چھوڑا جب

---

[1] اخرجه ابن سعد (ج ۳ ص ۲۱۱) و اخرجه ایضا ابن راهو یه کما فی منتخب الکنز (ج ٤ ص ٤١٩)

ہمیں بھی تقاضا ہو گیا کہ وہ اب اور نہ مارے۔ یعنی اس نے مارنے میں کوئی کسر نہیں چھوڑی۔ پھر حضرت عمرؓ نے اس مصری سے فرمایا۔ اب حضرت عمرو کی چندیا پر بھی مار (حضرت عمرؓ کا مقصد اس پر تنبیہ کرنا تھا کہ حضرت عمرو کو اپنے بیٹے کی ایسی تربیت کرنی چاہئے تھی جس سے اس میں کسی پر بھی ظلم کرنے کی جرأت پیدا نہ ہوتی) اس مصری نے کہا اے امیر المومنین! مجھے تو ان کے بیٹے نے مارا تھا اور میں نے ان سے بدلہ لے لیا ہے (اس لئے میں حضرت عمرو کو نہیں ماروں گا) اس پر حضرت عمرؓ نے حضرت عمروؓ سے فرمایا کب سے تم نے لوگوں کو اپنا غلام بنا رکھا ہے؟ حالانکہ ان کو ان کی ماؤں نے آزاد جنا ہے۔ حضرت عمرو نے کہا مجھے اس قصہ کا بالکل پتہ نہیں چلا اور نہ یہ مصری میرے پاس شکایت لے کر آیا (ورنہ میں اپنے بیٹے کو خود سزا دیتا)۔[1]

حضرت یزید بن ابی منصور رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں حضرت عمر بن خطابؓ کو یہ خبر ملی کہ بحرین میں ان کے مقرر کردہ گورنر حضرت ابن جارود یا ابن ابی جارود کے پاس ایک شخص لایا گیا جس کا نام ادریاس تھا اس نے مسلمانوں کے دشمن کے ساتھ خفیہ خط و کتابت کر رکھی تھی۔ اور ان دشمنوں کے ساتھ مل جانے کا اس کا ارادہ بھی تھا اور اس کے ان جرائم پر گواہ بھی موجود تھے اس پر اس گورنر نے اسے قتل کر دیا۔ وہ شخص قتل ہوتے ہوئے کہہ رہا تھا اے عمرؓ! میں مظلوم ہوں میری مدد کو آئیں۔ اے عمرؓ! میں مظلوم ہوں میری مدد کو آئیں۔ حضرت عمرؓ ان کے انتظار میں بیٹھے ہوئے تھے اور ان کے ہاتھ میں ایک چھوٹا نیزہ تھا۔ جب وہ حضرت عمرؓ کے پاس اندر آئے تو حضرت عمرؓ نے وہ چھوٹا نیزہ اس کے جبڑوں پر مارنا چاہا (لیکن مارا نہیں کہ حضرت جارود نے اجتہادی غلطی کی وجہ سے اس آدمی کو قتل کیا تھا اس لئے چھوڑ دیا) اور حضرت عمرؓ کہتے جا رہے تھے، اے ادریاس! میں تیری مدد کو حاضر ہوں۔ اے ادریاس! میں تیری مدد کو حاضر ہوں اور حضرت جارود کہنے لگے اے امیر المومنین! اس نے مسلمانوں کی خفیہ باتیں دشمن کو لکھی تھیں اور دشمن سے جا ملنے کا اس نے ارادہ بھی کر رکھا تھا۔ حضرت عمرؓ نے فرمایا صرف برائی کے ارادہ پر ہی تم نے اسے قتل کر دیا۔ ہم میں ایسا کون ہے جس کے دل میں ایسے برے ارادے نہیں آتے؟ اگر گورنروں کے قتل کرنے کا مستقل دستور بن جانے کا خطرہ نہ ہوتا تو میں تمہیں اس کے بدلہ میں ضرور قتل کر دیتا۔[2]

حضرت زید بن وہب رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں ایک مرتبہ حضرت عمرؓ دونوں کانوں میں

---

[1] اخرجه ابن عبدالحكم كذافي منتخب كنزالعمال (ج ٤ ص ٤٢)
[2] اخرجه ابن جرير كذافي الكنز (ج ٧ ص ٢٩٨)

انگلیاں ڈالے ہوئے باہر نکلے اور آپ کہہ رہے تھے یالبیکاہ۔ میں مدد کو حاضر ہوں۔ بتایا کہ ان کے مقرر کردہ ایک امیر کی طرف سے قاصد یہ خبر لایا ہے کہ ان کے علاقہ میں مسلمانوں کے راستہ میں ایک نہر پڑتی تھی جسے پار کرنے کے لئے مسلمانوں کو کوئی کشتی نہ مل سکی تو ان کے امیر نے کہا کوئی ایسا آدمی تلاش کرو جو نہر کی گہرائی معلوم کرنا جانتا ہو۔ چنانچہ ان کے پاس ایک بوڑھے کو لایا گیا اس بوڑھے نے کہا مجھے سردی سے ڈر لگتا ہے اور وہ موسم سردی کا تھا۔ لیکن اس امیر نے انہیں مجبور کر کے اس نہر میں داخل کر دیا۔ تھوڑی دیر میں ہی اس پر سردی کا بہت زیادہ اثر ہو گیا اور وہ زور زور سے پکارنے لگا۔ اے عمرؓ! میری مدد کو آؤ اور وہ بوڑھا ڈوب گیا اس بوڑھے کی فریاد کے جواب میں حضرت عمرؓ کانوں میں انگلیاں ڈالے ہوئے یالبیکاہ کہتے ہوئے نکلے تھے) چنانچہ حضرت عمرؓ نے اس امیر کو خط لکھا جس پر وہ مدینہ منورہ آ گئے۔ ان کو آئے ہوئے کئی دن ہو گئے لیکن حضرت عمرؓ نے ان کی طرف توجہ نہ فرمائی۔ اور یہ حضرت عمرؓ کی عادت شریفہ تھی کہ جب ان کو کسی پر غصہ آتا تھا تو اس سے اعراض فرما لیتے تھے۔ اس کی طرف توجہ نہ فرماتے تھے۔ پھر اس امیر کو کہا جس آدمی کو تم نے مار ڈالا اس کا کیا بنا؟ اس نے کہا اے امیر المومنین! میرا ارادہ اسے قتل کرنے کا نہیں تھا۔ ہمیں نہر پار کرنے کے لئے کوئی بھی چیز نہیں مل رہی تھی۔ ہم تو صرف یہ چاہتے تھے کہ یہ پتہ چل جائے کہ نہر کے پانی کی گہرائی کتنی ہے؟ پھر بعد میں ہم نے اللہ کے فضل سے فلاں فلاں علاقے فتح کئے۔ اس پر حضرت عمرؓ نے فرمایا تم جو کچھ (فتوحات کی خبر وغیرہ) لے کر آئے ہو مجھے ایک مسلمان اس سے زیادہ محبوب ہے۔ اگر مستقل دستور بن جانے کا خطرہ نہ ہوتا تو میں تیری گردن اڑا دیتا۔ تم اس کے رشتہ داروں کو خون بہا دو اور میرے پاس سے چلے جاؤ۔ آئندہ تمہیں کبھی نہ دیکھوں۔[1]

حضرت جریر رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں حضرت ابو موسیٰؓ کے ساتھ (جہاد میں) ایک آدمی تھا (اس لڑائی میں) مسلمانوں کو بڑا مال غنیمت حاصل ہوا۔ حضرت ابو موسیٰ نے اسے مال غنیمت میں سے اس کا حصہ تو دیا لیکن پورا نہ دیا۔ اس نے کہا لوں گا تو پورا لوں گا، نہیں تو نہیں لوں گا۔ حضرت ابو موسیٰ نے اسے بیس کوڑے مارے اور اس کا سر مونڈ دیا۔ وہ اپنے بال جمع کر کے حضرت عمرؓ کے پاس لے گیا (وہاں جا کر) اس نے اپنی جیب سے بال نکالے اور حضرت عمرؓ کے سینہ پر دے مارے۔ حضرت عمرؓ نے پوچھا تمہیں کیا ہوا۔ اس نے اپنا سارا قصہ سنایا۔ حضرت عمرؓ نے حضرت ابو موسیٰ کو یہ خط لکھا:

۱۔ اخرجه البیهقی کذا فی الکنز (ج ۷ ص ۲۹۹)

"سلام علیک ! امابعد ! فلاں بن فلاں نے مجھے اپنا سارا قصہ اس اس طرح سنایا۔ میں آپ کو قسم دے کر کہتا ہوں اگر یہ کام (اس کے ساتھ) آپ نے بھرے مجمع میں لوگوں کے سامنے کیا ہے تو آپ اس کے لئے بھرے مجمع میں لوگوں کے سامنے بیٹھ جائیں اور پھر وہ آپ سے اپنا بدلہ لے اور اگر یہ کام (اس کے ساتھ آپ نے تنہائی میں کیا ہے تو آپ اس کے لئے تنہائی میں بیٹھ جائیں اور پھر وہ آپ سے اپنا بدلہ لے لے)"

چنانچہ جب حضرت ابو موسیٰ کو یہ خط ملا تو وہ بدلہ دینے کے لئے (اس آدمی کے سامنے) بیٹھ گئے۔ اس پر اس آدمی نے کہا میں نے ان کو اللہ کے لئے معاف کر دیا۔[1]

حضرت حرمازیؒ فرماتے ہیں حضرت عمر بن خطابؓ نے حضرت فیروز دیلمیؓ کو یہ خط لکھا:

"امابعد ! مجھے یہ اطلاع ملی ہے کہ آپ میدے کی روٹی شہد کے ساتھ کھانے میں مشغول ہو گئے ہو۔ لہذا جب آپ کے پاس میرا یہ خط پہنچے تو آپ اللہ کا نام لے کر میرے پاس آجائیں اور اللہ کے راستہ میں جہاد کریں۔"

چنانچہ حضرت فیروز (خط ملتے ہی مدینہ) آگئے۔ انہوں نے حضرت عمرؓ کے پاس اندر آنے کی اجازت مانگی۔ حضرت عمرؓ نے ان کو اجازت دے دی۔ (وہ اندر جانے لگے تو) ایک قریشی نوجوان بھی اندر جانے لگا جس سے ان کا راستہ تنگ ہو گیا انہوں نے اس قریشی کی ناک پر (اس زور سے) تھپڑ مارا (کہ خون نکل آیا) وہ قریشی نوجوان اسی حالت میں حضرت عمرؓ کے پاس اندر چلا گیا کہ اس کی ناک سے خون بہہ رہا تھا۔ حضرت عمرؓ نے اس نوجوان سے پوچھا تمہارے ساتھ یہ کس نے کیا ہے؟ اس نے کہا حضرت فیروز نے۔ اور وہ اس وقت دروازے پر ہی ہیں۔ حضرت عمرؓ نے حضرت فیروز کو اندر آنے کی اجازت دی۔ وہ اندر آگئے۔ حضرت عمرؓ نے کہا اے فیروز ! یہ کیا ہے؟ حضرت فیروز نے کہا اے امیر المومنین ! ہم نے کچھ عرصہ قبل ہی بادشاہت چھوڑی ہے (جس کا اثر ابھی ہماری طبیعتوں میں باقی ہے) بات یہ ہوئی۔ آپ نے مجھے خط بھیج کر بلوایا۔ اسے آپ نے کوئی خط نہیں لکھا اور (اجازت مانگنے پر) آپ نے مجھے تو اندر آنے کی اجازت دی۔ اس نے نہ اجازت مانگی اور نہ آپ نے اسے اجازت دی۔ اس نے (قاعدہ کے خلاف کرتے ہوئے بلا اجازت) مجھ سے پہلے میری اجازت سے فائدہ اٹھاتے ہوئے اندر داخل ہونا چاہا (اس پر مجھے غصہ آگیا) اس لئے مجھ سے وہ حرکت سرزد ہو گئی جو یہ آپ کو بتا رہا ہے۔ حضرت عمرؓ نے کہا آپ کو بدلہ دینا ہوگا۔ حضرت فیروز نے پوچھا کیا بدلہ ضرور دینا پڑے گا؟ حضرت عمرؓ نے کہا ہاں ضرور دینا پڑے گا۔ حضرت فیروز گھٹنوں کے بل

[1] اخرجه البيهقي كذافي كنز العمال (ج ۷ ص ۲۹۹)

بدلہ دینے کے لئے بیٹھ گئے اور وہ نوجوان بدلہ لینے کھڑا ہو گیا۔ حضرت عمرؓ نے اس سے کہا اے نوجوان! ذرا ٹھہر نا میں تمہیں وہ بات سناتا ہوں جو میں نے حضور ﷺ سے سنی ہے۔ ایک دن صبح کے وقت میں نے حضور ﷺ کو یہ فرماتے ہوئے سنا کہ جھوٹے نبی اسود عنسی کو آج رات قتل کر دیا گیا ہے اور اس کو اللہ کے نیک بندے فیروز دیلمی نے قتل کیا ہے۔ جب تم نے ان کے بارے میں حضور ﷺ کی یہ حدیث سن لی ہے تو کیا اس کے بعد بھی تم ان سے بدلہ لینا چاہتے ہو؟ اس نوجوان نے کہا جب آپ نے ان کے بارے میں مجھے حضور ﷺ کی یہ حدیث سنائی ہے تو میں نے ان کو معاف کر دیا ہے۔ حضرت فیروزؓ نے کہا میں نے اپنی غلطی کا اعتراف کر لیا اور اس نے خوشی خوشی مجھے معاف کر دیا تو کیا اس کے بعد میں اپنی اس غلطی پر (اللہ کی پکڑ سے) بچ جاؤں گا؟ حضرت عمرؓ نے کہا ہاں۔ اس پر حضرت فیروزؓ نے کہا میں آپ کو اس بات پر گواہ بناتا ہوں کہ میری تلوار، میرا گھوڑا اور میرے مال میں سے تیس ہزار اس نوجوان کو ہدیہ ہیں۔ حضرت عمرؓ نے کہا اے قریشی! تم نے معاف کر کے ثواب بھی لے لیا اور تم کو اتنا مال بھی مل گیا۔[1]

حضرت ابن عباسؓ فرماتے ہیں ایک باندی نے حضرت عمر بن خطابؓ کی خدمت میں آکر کہا میرے آقا نے پہلے مجھے پر تہمت لگائی۔ پھر مجھے آگ پر بٹھا دیا۔ جس سے میری شرم گاہ جل گئی۔ حضرت عمرؓ نے اس سے پوچھا کیا تمہارے آقا نے تم کو وہ برا کام کرتے ہوئے دیکھا تھا؟ اس باندی نے کہا نہیں۔ حضرت عمرؓ نے پوچھا کیا تم نے کسی برائی کا اس کے سامنے اقرار کیا تھا؟ اس باندی نے کہا نہیں۔ حضرت عمرؓ نے کہا اسے میرے پاس لاؤ۔ (چنانچہ وہ آدمی آگیا) جب حضرت عمرؓ نے اس آدمی کو دیکھا تو فرمایا کیا تم انسانوں کو وہ عذاب دیتے ہو جو اللہ کے ساتھ خاص ہے؟ اس آدمی نے کہا اے امیر المومنین! مجھے اس پر شبہ ہوا تھا۔ حضرت عمرؓ نے پوچھا کیا تم نے اسے وہ کام کرتے ہوئے دیکھا تھا؟ اس نے کہا نہیں۔ حضرت عمرؓ نے پھر پوچھا کیا اس باندی نے تمہارے سامنے اس جرم کا اعتراف کیا تھا؟ اس نے کہا نہیں۔ حضرت عمرؓ نے کہا اس ذات کی قسم جس کے قبضہ میں میری جان ہے! اگر میں نے حضور ﷺ کو یہ فرماتے ہوئے نہ سنا ہوتا کہ مالک سے اس کے غلام کو اور والد سے اس کے بیٹے کو بدلہ نہیں دلوایا جائے گا تو میں تجھ سے اس باندی کو بدلہ دلواتا اور پھر حضرت عمرؓ نے اس آدمی کو سو کوڑے مارے اور اس باندی سے فرمایا تو جا۔ تو اللہ کے لئے آزاد ہے۔ تو اللہ اور اس کے

---

[1] اخرجه ابن عساکر کذافی الکنز (ج ۷ ص ۸۳)

[2] اخرجه الطبرانی فی الاوسط و الحاکم والبیهقی کذافی الکنز (ج ۷ ص ۲۹۹)

رسول ﷺ کی آزاد کردہ ہے۔ میں گواہی دیتا ہوں کہ میں نے حضور ﷺ کو یہ فرماتے ہوئے سنا ہے کہ جسے آگ میں جلایا گیا جس کی شکل آگ سے جلا کر بگاڑی گئی وہ آزاد ہے اور وہ اللہ اور اس کے رسول ﷺ کا آزاد کردہ ہے۔ [۱]

حضرت مکحول کہتے ہیں حضرت عبادہ بن صامتؓ نے ایک دیہاتی کو بلایا تاکہ وہ بیت المقدس کے پاس ان کی سواری کو پکڑ کر کھڑا رہے اس نے انکار کر دیا۔ اس پر حضرت عبادہ نے اسے مارا جس سے اس کا سر زخمی ہو گیا۔ اس نے ان کے خلاف حضرت عمر بن خطابؓ سے مدد طلب کی۔ حضرت عمرؓ نے ان سے پوچھا آپ نے اس کے ساتھ ایسا کیوں کیا؟ انہوں نے کہا اے امیر المومنین! میں نے اسے کہا کہ میری سواری پکڑ کر کھڑا رہے لیکن اس نے انکار کر دیا اور مجھ میں ذرا تیزی ہے۔ اس لئے میں نے اسے مار دیا۔ حضرت عمرؓ نے فرمایا آپ بدلہ دینے کے لئے بیٹھ جائیں۔ حضرت زید بن ثابتؓ نے کہا کیا آپ اپنے غلام کو اپنے بھائی سے بدلہ دلوا رہے ہیں؟ حضرت عمرؓ نے بدلہ دلوانے کا ارادہ چھوڑ دیا اور یہ فیصلہ کیا کہ حضرت عبادہ اسے اس زخم کے بدلہ میں مقررہ رقم دیں۔ [۱]

حضرت سوید بن غفلہ رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں جب حضرت عمرؓ ملک شام تشریف لے گئے تو اہل کتاب میں سے ایک آدمی کھڑا ہوا جس کا سر زخمی تھا اور اس کی پٹائی ہو چکی تھی۔ اس نے کہا اے امیر المومنین! آپ میری جو حالت دیکھ رہے ہیں یہ سب کچھ ایک مسلمان نے میرے ساتھ کیا ہے۔ اس پر حضرت عمرؓ کو بہت زیادہ غصہ آیا اور حضرت صہیبؓ سے کہا جاؤ اور دیکھو کس نے اس کے ساتھ ایسا کیا ہے؟ اسے میرے پاس لاؤ۔ حضرت صہیبؓ نے جا کر پتہ کیا تو معلوم ہوا کہ یہ سب کچھ حضرت عوف بن مالک اشجعیؓ نے کیا ہے حضرت صہیب نے ان سے کہا امیر المومنین کو تم پر بہت غصہ آیا ہوا ہے۔ تم حضرت معاذ بن جبلؓ کے پاس جا کر ان سے کہو کہ وہ حضرت عمرؓ سے تمہارے بارے میں بات کریں (اور وہ تمہارے لئے ان سے سفارش کریں) کیونکہ مجھے ڈر ہے کہ حضرت عمرؓ تمہیں دیکھتے ہی فوراً سزا دینے لگ جائیں گے۔ چنانچہ جب حضرت عمرؓ نماز سے فارغ ہوئے تو انہوں نے پوچھا صہیب کہاں ہیں؟ کیا تم اس آدمی کو لے آئے ہو؟ حضرت صہیب نے کہا جی ہاں۔ حضرت عوف جا کر حضرت معاذ کو اپنا سارا قصہ بتا چکے تھے اور حضرت معاذ اس وقت وہاں آئے ہوئے تھے۔ چنانچہ حضرت معاذ نے کھڑے ہو کر کہا اے امیر المومنین! وہ مارنے والے عوف بن مالک (جیسے قابل اعتماد انسان) ہیں آپ ان کی بات سن لیں اور انہیں سزا دینے

---

[۱] اخرجه البيهقي كذافي الكنز (ج ۷ ص ۳۰۳)

میں جلدی نہ کریں۔ اس پر حضرت عمرؓ نے حضرت عوف سے کہا تمہیں اس آدمی کے ساتھ کیا بات پیش آئی۔ انہوں نے کہا اے امیر المومنین! میں نے دیکھا کہ ایک مسلمان عورت گدھے پر سوار ہے یہ پیچھے سے اس گدھے کو ہانک رہا ہے۔ اتنے میں اس نے اس عورت کو گرانے کے لئے اسے لکڑی سے چوکا مارا لیکن وہ نہ گری۔ پھر اس نے اسے ہاتھ سے دھکا دیا۔ جس سے وہ عورت گر گئی اور یہ اس کے اوپر چڑھ گیا (اور اس کی عصمت لوٹ لی۔ میں یہ منظر برداشت نہ کر سکا اور میں نے اس کے سر پر مار دیا) حضرت عمر نے اس سے کہا تم اس عورت کو لاؤ تاکہ وہ تمہاری بات کی تصدیق کرے۔ حضرت عوف اس عورت کے پاس گئے تو اس کے باپ اور خاوند نے ان سے کہا تم ہماری عورت کے ساتھ کیا کرنا چاہتے ہو؟ تم نے تو (یہ سارا واقعہ سنا کر) ہمیں رسوا کر دیا۔ لیکن اس عورت نے کہا نہیں۔ میں تو ان کے ساتھ (حضرت عمرؓ کو خود بتانے) ضرور جاؤں گی۔ تو اس کے والد اور خاوند نے کہا (تم ٹھہرو) ہم جا کر تمہاری طرف سے ساری بات پہنچا آتے ہیں۔ چنانچہ وہ دونوں حضرت عمرؓ کے پاس آئے اور بالکل ویسا ہی قصہ بتایا جیسا حضرت عوف نے بتایا تھا چنانچہ حضرت عمرؓ کے حکم دینے سے اس یہودی کو سولی دی گئی اور حضرت عمرؓ نے فرمایا (اے یہودیو!) ہم نے تم سے اس پر صلح نہیں کی تھی (کہ تم ہماری عورتوں کے ساتھ زنا کرو اور ہم کچھ نہ کہیں) پھر فرمایا اے لوگو! حضرت محمد ﷺ کی امان کے بارے میں اللہ سے ڈرتے رہو لیکن ان میں سے جو کسی مسلمان عورت کے ساتھ زنا کریگا اس کیلئے کوئی امان نہیں ہوگی۔ حضرت سوید کہتے ہیں یہ پہلا یہودی ہے جسے میں نے اسلام میں سولی چڑھتے ہوئے دیکھا۔[1]

حضرت عبد المالک بن یعلی لیثی کہتے ہیں حضرت بکیر بن شداخؓ ان صحابہؓ میں سے ہیں جو بچپن سے ہی حضور ﷺ کی خدمت کیا کرتے تھے۔ یہ بالغ ہوئے تو انہوں نے حضور ﷺ کی خدمت میں آکر عرض کیا یا رسول اللہ! میں آپ کے گھر آتا جاتا تھا لیکن اب میں بالغ ہو گیا ہوں۔ حضور ﷺ نے (خوش ہو کر) یہ دعا دی اے اللہ! اس کی بات کو سچا کر دے اور اسے کامیابی نصیب فرما۔ جب حضرت عمرؓ کا زمانہ خلافت آیا تو ایک یہودی مقتول پایا گیا۔ حضرت عمرؓ نے اسے بہت بڑا حادثہ سمجھا اور آپ گھبرا گئے اور منبر پر تشریف لے گئے اور فرمایا اللہ تعالیٰ نے مجھے خلیفہ بنایا ہے تو کیا میرے زمانہ خلافت میں لوگوں کو یوں اچانک قتل کیا جائے گا۔ جس آدمی کو اس قتل کے بارے میں کچھ علم ہے میں اسے اللہ کی یاد دلا کر کہتا ہوں کہ وہ مجھے ضرور بتائے۔ اس پر حضرت بکیر بن شداخ نے کھڑے ہو کر کہا میں نے اسے قتل کیا

[1] اخرجه ابو عبيد و البيهقي و ابن عساكر كذافي الكنز (ج ٢ ص ٢٩٩) و اخرجه الطبراني عن عوف بن مالك رضي الله تعالى عنه مختصر اقال الهيثمي (ج ٦ ص ١٣) ورجاله رجال الصحيح انتهى.

ہے۔ حضرت عمرؓ نے فرمایا اللہ اکبر۔ تم نے اس کے قتل کا اقرار کر لیا ہے تو اب ایسی وجہ بتاؤ جس سے تم سزا سے بچ سکو۔ انہوں نے کہا ہاں میں بتاتا ہوں۔ فلاں مسلمان اللہ کے راستہ میں جہاد کیلئے گیا اور اپنے گھر والوں کی دیکھ بھال میرے ذمہ کر گیا۔ میں اس کے گھر گیا تو میں نے اس یہودی کو وہاں پایا اور وہ یہ شعر پڑھ رہا تھا۔

واشعث غره الا سلام حتى

خلوت بعرسه ليل التمام

اشعث (اس عورت کے خاوند کا نام ہے) کو تو اسلام نے دھوکہ میں ڈالا ہوا ہے (وہ اسلامی جذبہ سے گھر چھوڑ کر خدا کے راستہ میں گیا ہوا ہے اور میں نے اس دھوکہ سے یہ فائدہ اٹھایا کہ) میں نے ساری رات اس کی بیوی کے ساتھ تنہائی میں گزاری ہے۔

ابيت على ترائبها ويمسى

على جرداء لا حقة الحزام

میں تو ساری رات اس کی بیوی کے سینہ پر گزار رہا ہوں اور وہ خود چھوٹے بالوں والی اونٹنی کی پشت پر شام گزارتا ہے جس کا تنگ بندھا ہوا ہے۔

كان مجامع الربلات منها

فئام ينهضون ال فئام

(عربوں کو عورت کا موٹا ہونا اور مرد کا دبلا ہونا پسند تھا اس لئے کہہ رہا ہے کہ اس کی بیوی اتنی موٹی ہے کہ) اس کے رانوں کے ملنے کی جگہ یعنی سرین تہہ بہ تہہ ہے وہاں گوشت کے بڑے بڑے ٹکڑے ہیں۔

یہ سن کر حضرت عمرؓ نے حضرت بکیر کی بات کو سچا مان لیا اور اس یہودی کے خون کو معاف کر دیا (اور ان سے بدلہ یا خون بہا نہ لیا) اور حضرت بکیر کے ساتھ یہ سب کچھ حضور ﷺ کی دعا کی برکت سے ہوا (کہ بغیر گواہ کے ان کی بات سچی مان لی گئی) [1]

حضرت قاسم بن ابی بزہ کہتے ہیں شام میں ایک مسلمان نے ایک ذمی کافر کو قتل کر دیا۔ حضرت ابو عبیدہ بن جراحؓ کے سامنے یہ مقدمہ پیش کیا گیا تو انہوں نے یہ قصہ لکھ کر حضرت عمرؓ کو بھیجا۔ حضرت عمرؓ نے جواب میں یہ لکھا کہ یوں ذمیوں کو قتل کرنا اگر اس مسلمان کی

---

[1] اخرجه ابن منده و ابو نعیم کذافی الکنز (ج ۷ ص ۱۳) و اخرجه ابن ابی شیبة عن الشعبی بمعناه کما فی الاصابة (ج ۱ ص ۵۲)　[2] اخرجه عبدالرزاق و البیهقی کذافی کنز العمال (ج ۷ ص ۲۹۸)

مستقل عادت بن گئی ہے پھر تو اسے آگے کر کے اس کی گردن اڑا دو اور اگر وہ طیش میں آکر اچانک ایسا کر بیٹھا ہے تو اس پر چار ہزار کی دیت کا جرمانہ لگا دو۔[۲]

کوفہ کے ایک صاحب بیان کرتے ہیں کہ حضرت عمرؓ نے ایک لشکر بھیجا تھا اس کے امیر کو یہ خط لکھا کہ مجھے پتہ چلا ہے کہ تمہارے کچھ ساتھی بھی موٹے تازے کافر کا پیچھا کر رہے ہوتے ہیں وہ کافر دوڑ کر پہاڑ پر چڑھا جاتا ہے اور خود کو محفوظ کر لیتا ہے تو پھر اس سے تمہارا ساتھی (فارسی میں) کہتا ہے مترس یعنی مت ڈرو (یہ کہہ کر اسے امان دے دیتا ہے وہ کافر خود کو اس مسلمان کے حوالے کر دیتا ہے) پھر یہ مسلمان اس کافر کو پکڑ کر قتل کر دیتا ہے (یہ قتل دھوکہ دے کر کیا ہے) اس ذات کی قسم جس کے قبضہ میں میری جان ہے! آئندہ اگر مجھے کسی کے بارے میں پتہ چلا کہ اس نے ایسا کیا ہے تو میں اس کی گردن اڑا دوں گا۔[۱] حضرت ابو سلمہؓ فرماتے ہیں حضرت عمرؓ نے فرمایا اس ذات کی قسم جس کے قبضہ میں میری جان ہے! اگر تم میں سے کسی نے انگلی سے آسمان کی طرف اشارہ کر کے کسی مشرک کو امان دے دی اور وہ مشرک اس وجہ سے اس مسلمان کے پاس آگیا اور پھر مسلمان نے اسے قتل کر دیا تو (یوں دھوکہ سے قتل کرنے پر) اس مسلمان کو ضرور قتل کروں گا۔[۲]

حضرت انسؓ فرماتے ہیں ہم نے تستر کا محاصرہ کیا (آخر محاصرہ اور جنگ سے تنگ آکر تستر کے حاکم) ہرمزان نے اپنے بارے میں حضرت عمرؓ کے فیصلہ پر اترنا قبول کیا۔ میں اس کو لے کر حضرت عمرؓ کی خدمت میں حاضر ہوا۔ جب ہم حضرت عمرؓ کے پاس پہنچے تو آپ نے اس سے کہا کہو کیا کہتے ہو؟ اس نے کہا زندہ رہنے والے کی طرح بات کروں یا مر جانے والے کی طرح؟ حضرت عمرؓ نے کہا لاباس یعنی تم اپنے بارے میں مت ڈرو۔ بات کرو۔ ہرمزان نے کہا اے قوم عرب! جب تک اللہ تعالیٰ خود تمہارے ساتھ نہ تھے بلکہ اللہ نے معاملہ ہمارے اور تمہارے درمیان چھوڑ رکھا تھا اس وقت تک تو ہم تمہیں اپنا غلام بناتے تھے، تمہیں قتل کرتے تھے اور تم سے سارا مال چھین لیا کرتے تھے لیکن جب سے اللہ تمہارے ساتھ ہو گیا ہے اس وقت سے ہم میں تم سے مقابلہ کی بھی طاقت باقی نہیں رہی۔ حضرت عمرؓ نے (مجھ سے) پوچھا (اے انس!) تم کیا کہتے ہو؟ میں نے کہا اے امیر المومنین! میں اپنے پیچھے بڑی تعداد میں دشمن اور ان کا بڑا دبدبہ چھوڑ کر آیا ہوں۔ اگر آپ اسے قتل کر دیں گے تو پھر اس کی قوم اپنی زندگی سے ناامید ہو کر مسلمانوں سے لڑنے میں اور زیادہ زور لگائے گی (اس لئے آپ اس کو قتل نہ کریں) حضرت عمرؓ نے کہا میں حضرت براء بن مالک اور مجزاۃ بن

۱۔ اخرجه مالك ۲۔ عند ابن صاعد و اللالكائي كذافي كنز العمال (۲ ص ۲۹۸)

ثورؓ (جیسے بہادر صحابہؓ) کے قاتل کو کیسے زندہ چھوڑ دوں؟ (اس نے ان دونوں کو قتل کیا ہے) حضرت انسؓ کہتے ہیں جب مجھے خطرہ ہوا کہ حضرت عمرؓ تو اسے ضرور قتل کر ہی دیں گے تو میں نے ان سے کہا آپ اسے قتل نہیں کر سکتے کیونکہ آپ اس سے لاباس تم مت ڈرو اور بات کرو کہہ چکے ہیں (اور لاباس کہنے سے جان کی امان مل جاتی ہے لہذا آپ تو اسے امان دے چکے ہیں) حضرت عمرؓ نے فرمایا معلوم ہوتا ہے تم نے اس سے کوئی رشوت لی ہے اور اس سے کوئی مفاد حاصل کیا ہے؟ حضرت انسؓ نے کہا اللہ کی قسم میں نے اس سے نہ رشوت لی ہے اور نہ کوئی مفاد (میں تو ایک حق بات کہہ رہا ہوں) حضرت عمرؓ نے کہا تم اپنے اس دعوئی (کہ لاباس کہنے سے کافر کو امان مل جاتی ہے) کی تصدیق کرنے والا کوئی اور گواہ اپنے علاوہ لاؤ ورنہ میں تم سے ہی سزا کی ابتداء کروں گا۔ چنانچہ میں گیا مجھے حضرت زبیر بن عوامؓ ملے۔ ان کو لے کر آیا انہوں نے میری بات کی تصدیق کی۔ جس پر حضرت عمرؓ ہرمزان کے قتل سے رک گئے اور ہرمزان مسلمان ہو گیا اور حضرت عمرؓ نے اس کے لئے بیت المال میں سے وظیفہ مقرر کیا۔[1]

حضرت عبداللہ بن ابی حدرد اسلمیؓ فرماتے ہیں جب ہم حضرت عمرؓ کے ساتھ (دمشق کی بستی) جابیہ پہنچے تو آپ نے ایک بوڑھے ذمی کو دیکھا کہ وہ لوگوں سے کھانا مانگ رہا ہے۔ حضرت عمرؓ نے اس کے بارے میں لوگوں سے پوچھا (کہ یہ کیوں مانگ رہا ہے) کسی نے کہا یہ ذمی آدمی ہے جو کمزور اور بوڑھا ہو گیا ہے۔ حضرت عمرؓ نے اس کے ذمہ جو جزیہ تھا وہ معاف کر دیا اور فرمایا پہلے تم نے اس پر جزیہ لگایا (جسے وہ دیتا رہا) اب جب وہ کمزور ہو گیا ہے تو تم نے اسے کھانا مانگنے کے لئے چھوڑ دیا ہے۔ پھر آپ نے اس کے لئے بیت المال میں سے دس درہم وظیفہ مقرر کیا وہ بوڑھا عیالدار تھا۔[2] ایک مرتبہ حضرت عمرؓ کا ایک بوڑھے ذمی پر گزر ہوا۔ جو لوگوں سے مسجدوں کے دروازوں پر مانگتا پھر رہا تھا۔ حضرت عمرؓ نے فرمایا (اے ذمی!) ہم نے تم سے انصاف نہیں کیا۔ جوانی میں تو ہم تجھ سے جزیہ لیتے رہے اور بڑھاپے میں ہم نے تمہارا کوئی خیال نہ رکھا۔ پھر آپ نے اس کے لئے بیت المال میں سے بقدر گزارہ وظیفہ جاری کر دیا۔[3]

---

[1] اخرجه البیهقی (ج ۹ ص ۹۶) واخرجه ایضا الشافعی بمعناه مختصر اکما فی الکنز (ج ۲ ص ۲۹۸) واخرجه البیهقی (۹ ص ۹۶) ایضا من طریق جبربن حیة بسیاق آخر بطوله و ذکره فی البدایة (ج ۷ ص ۸۷) مطولا جدا۔ [2] اخرجه ابن عساکر و الواقدی

[3] عند ابی عبید و ابن زنجویه والعقیلی کذافی الکنز (ج ۲ ص ۳۰۲ ؛ ۳۰۱)

حضرت یزید بن ابی مالک رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں مسلمان جابیہ بستی میں ٹھہرے ہوئے تھے حضرت عمرؓ بھی ان کے ساتھ تھے۔ ایک ذمی نے آکر حضرت عمرؓ کو بتایا کہ لوگ اس کے انگوروں کے باغ میں ٹوٹ پڑے ہیں۔ چنانچہ حضرت عمرؓ باہر نکلے تو ان کی اپنے ایک ساتھی سے ملاقات ہوئی جس نے اپنی ڈھال پر انگور اٹھا رکھے تھے۔ حضرت عمرؓ نے ان سے فرمایا ارے میاں تم بھی۔ اس نے کہا اے امیر المومنین! ہمیں بہت زیادہ بھوک لگی ہوئی ہے (کھانے کا اور سامان ہے نہیں) یہ سن کر حضرت عمرؓ واپس آگئے اور یہ حکم دیا کہ اس ذمی کو اس کے انگوروں کی قیمت ادا کی جائے۔[1]

حضرت سعید بن مسیب رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں ایک مسلمان اور یہودی اپنے جھگڑے کا فیصلہ کروانے حضرت عمرؓ کے پاس آئے۔ آپ نے دیکھا کہ یہودی حق پر ہے تو آپ نے اس کے حق میں فیصلہ کر دیا۔ اس پر اس یہودی نے کہا اللہ کی قسم! آپ نے حق کا فیصلہ کیا ہے۔ اس پر حضرت عمرؓ نے اسے (خوشی سے ہلکا سا) کوڑا مارا اور فرمایا تجھے کس طرح پتہ چلا (کہ حق کیا ہوتا ہے؟) اس یہودی نے کہا اللہ کی قسم! ہمیں تورات میں یہ لکھا ہوا ملتا ہے کہ جو قاضی حق کا فیصلہ کرتا ہے اس کے دائیں جانب ایک فرشتہ اور بائیں جانب ایک فرشتہ ہوتا ہے جو اسے صحیح راستہ پر چلاتے ہیں اور اسے حق بات کا الہام کرتے ہیں جب تک وہ قاضی حق کا فیصلہ کرنے کا عزم رکھتا ہے۔ جب وہ یہ عزم چھوڑ دیتا ہے تو دونوں فرشتے اسے چھوڑ کر آسمان پر چڑھ جاتے ہیں۔[2]

حضرت ایاس بن سلمہ اپنے والد (حضرت سلمہ) سے نقل کرتے ہیں کہ انہوں نے کہا ایک مرتبہ حضرت عمر بن خطاب بازار سے گزرے۔ ان کے ہاتھ میں کوڑا بھی تھا۔ انہوں نے آہستہ سے وہ کوڑا مجھے مارا جو میرے کپڑے کے کنارے کو لگ گیا اور فرمایا راستہ سے ہٹ جاؤ۔ جب اگلا سال آیا تو آپ کی مجھ سے ملاقات ہوئی۔ مجھ سے کہا اے سلمہ! کیا تمہارا حج کا ارادہ ہے؟ میں نے کہا جی ہاں پھر میرا ہاتھ پکڑ کر اپنے گھر لے گئے اور مجھے چھ سو درہم دیئے اور کہا انہیں اپنے سفر حج میں کام لے آنا اور یہ اس ہلکے سے کوڑے کے بدلہ میں ہیں جو میں نے تم کو مارا تھا۔ میں نے کہا اے امیر المومنین! مجھے تو وہ کوڑا یاد بھی نہیں رہا۔ فرمایا لیکن میں تو اسے نہیں بھولا (یعنی میں نے مار تو دیا لیکن سارا سال کھٹکتا رہا)۔[3]

---

[1] اخرجه ابو عبيد كذافي كنز العمال (ج ٢ ص ٢٩٩)

[2] اخرجه مالك كذافي الترغيب (ج ٣ ص ٤٥٥) [3] اخرجه الطبراني (ج ٥ ص ٣٢)

حضرت عثمان ذوالنورینؓ کا عدل وانصاف

حضرت ابو الفرات رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں حضرت عثمانؓ کا ایک غلام تھا آپ نے اس سے فرمایا میں نے ایک دفعہ تمہارا کان مروڑا تھا لہٰذا تم مجھ سے بدلہ لے لو چنانچہ اس نے آپ کا کان پکڑ لیا تو آپ نے اس سے فرمایا زور سے مروڑ۔ دنیا میں بدلہ دینا کتنا اچھا ہے۔ اب آخرت میں بدلہ نہیں دینا پڑے گا۔[1]

حضرت نافع بن عبدالحارث رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں حضرت عمر بن خطابؓ مکہ مکرمہ تشریف لائے تو جمعہ کے دن دار الندوہ تشریف لے گئے (جہاں قریش مشورہ کیا کرتے تھے اور بعد میں یہ جگہ مسجد حرام میں شامل کر دی گئی) آپ کا ارادہ یہ تھا کہ یہاں سے مسجد حرام جانا نزدیک پڑے گا۔ آپ نے وہاں کمرے میں ایک کھونٹی پر اپنی چادر لٹکا دی۔ اس پر حرم کا ایک کبوتر آبیٹھا۔ آپ نے اسے اڑا دیا تو ایک سانپ اس کی طرف لپکا اور اسے مار ڈالا۔ جب آپ نماز جمعہ سے فارغ ہو گئے تو میں اور حضرت عثمان بن عفانؓ ان کے پاس آئے آپ نے کہا آج مجھ سے ایک کام ہو گیا ہے تم دونوں اس کام کے بارے میں میرے متعلق فیصلہ کرو آج میں اس گھر میں داخل ہوا۔ میرا ارادہ یہ تھا کہ یہاں سے مسجد حرام جانا نزدیک پڑے گا۔ میں نے اپنی چادر اس کھونٹی پر لٹکا دی تو اس پر حرم کا ایک کبوتر آبیٹھا۔ مجھے ڈر ہوا کہ یہ بیٹ کر کے کہیں چادر کو خراب نہ کر دے۔ اس لئے میں نے اسے اڑا دیا۔ وہ اڑ کر اس دوسری کھونٹی پر آبیٹھا وہاں لپک کر ایک سانپ نے اسے پکڑ لیا اور اسے مار ڈالا۔ اب میرے دل میں یہ خیال آرہا ہے کہ وہ پہلے کھونٹی پر محفوظ تھا وہاں سے میں نے اسے اڑا دیا وہ اڑ کر اس دوسری کھونٹی پر آگیا جہاں اسے موت آگئی یعنی میں ہی اس کے قتل کا سبب بنا ہوں۔ یہ سن کر میں نے حضرت عثمان سے کہا آپ کا کیا خیال ہے اگر آپ امیر المومنین پر دو دانت والی سفید بکری دینے کا فیصلہ کر دیں؟ انہوں نے کہا میری بھی یہی رائے ہے چنانچہ حضرت عمرؓ نے اس طرح کی بکری دینے کا حکم دیا۔[2]

حضرت علی مرتضیٰؓ کا عدل وانصاف

حضرت کلیب رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں حضرت علیؓ کے پاس اصبہان سے مال آیا آپ

---

[1] اخرجه السمان في الموافقة كذافي الرياض النضرة في مناقب العشرة للمحب الطبرى (ج ٢ ص ١١١)

[2] اخرجه الا مام الشافعي في مسنده (ص ٤٧)

[3] اخرجه البيهقى (ج ٦ ص ٣٤٨) كذافي الكنز (ج٣ ص ١١٦) واخرجه ابن عبدالبر في الاستيعاب (ج ٣ ص ٤٩)

نے اسے سات حصوں میں تقسیم کیا۔ اس میں آپ کو ایک روٹی بھی ملی۔ آپ نے اس کے سات ٹکڑے کئے اور ہر حصہ پر ایک ٹکڑا رکھ دیا پھر لشکر کے ساتوں حصوں کے امیروں کو بلایا اور ان میں قرعہ اندازی کی تا کہ پتہ چلے کہ ان میں سے پہلے کس کو دیا جائے۔ [۳]

حضرت عبداللہ ہاشمی اپنے والد سے نقل کرتے ہیں حضرت علیؓ کے پاس دو عورتیں مانگنے کے لئے آئیں ان میں سے ایک عربی تھی اور دوسری اس کی آزاد کردہ باندی تھی آپ نے حکم دیا کہ ان میں سے ہر ایک کو ایک کُر (تقریباً ۶۳ من) غلہ اور چالیس درہم دیئے جائیں۔ اس آزاد شدہ باندی کو تو جو ملا وہ اسے لے کر چلی گئی لیکن عربی عورت نے کہا اے امیر المومنین! آپ نے اس کو جتنا دیا مجھے بھی اتنا ہی دیا حالانکہ میں عربی ہوں اور یہ آزاد کردہ باندی ہے اس سے حضرت علی نے کہا میں نے اللہ تعالیٰ کی کتاب میں بہت غور سے دیکھا تو اس میں مجھے اولاد اسماعیل علیہ السلام کو اولاد اسحاق علیہ السلام پر کوئی فضیلت نظر نہیں آئی۔ [۱]

حضرت علی بن ربیعہ رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں حضرت جعدہ بن ہبیرہ نے حضرت علیؓ کی خدمت میں آکر کہا اے امیر المومنین! آپ کے پاس دو آدمی آئیں گے۔ ان میں سے ایک کو تو اپنی جان سے بھی زیادہ آپ سے محبت ہے یا یوں کہا اپنے اہل عیال اور مال و دولت سے بھی زیادہ محبت ہے اور دوسرے کا بس چلے تو آپ کو ذبح کر دے۔ اس لئے آپ دوسرے کے خلاف پہلے کے حق میں فیصلہ کریں۔ اس پر حضرت علی نے حضرت جعدہ کے سینہ پر مکہ مارا اور فرمایا اگر یہ فیصلے اپنے آپ کو راضی کرنے کے لئے ہوتے تو میں ضرور ایسا کرتا لیکن یہ فیصلے تو اللہ کو راضی کرنے کے لئے ہوتے ہیں (اس لئے میں تو حق کے مطابق فیصلہ کروں گا۔ اب وہ فیصلہ جس کے حق میں چاہے ہو جائے)۔ [۲]

حضرت اصبغ بن نباتہ رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں میں حضرت علی بن ابی طالبؓ کے ساتھ بازار گیا۔ آپ نے دیکھا کہ بازار والے اپنی جگہ سے آگے بڑھ گئے ہیں۔ آپ نے پوچھا یہ کیا ہے؟ لوگوں نے بتایا کہ بازار والے اپنی جگہ سے آگے بڑھ گئے ہیں۔ آپ نے فرمایا اپنی جگہ بڑھا لینے کا انہیں کوئی حق نہیں ہے۔ مسلمانوں کا بازار نمازیوں کے نماز پڑھنے کی جگہ یعنی مسجد کی طرح ہوتا ہے لہٰذا جس جگہ کا کوئی مالک نہیں ہے وہاں پہلے آکر جو قبضہ کرے گا وہ جگہ

---

[۱] اخرجه البيهقي (ج ٦ ص ٣٤٩) عن عيسى بن عبدالله الهاشمي

[۲] اخرجه ابن عساكر كذافي الكنز (ج ٣ ص ١٦٦)

[۳] اخرجه ابو عبيد في الاموال كذافي الكنز (ج ٣ ص ١٧٦)

اس دن اسی کی ہو گی ہاں وہ خود اسے چھوڑ کر کہیں اور چلا جائے تو اس کی مرضی۔ [۳] ایک یہودی کے ساتھ حضرت علیؓ کا قصہ جلد اول صفحہ ۲۶۰ پر صحابہ کرامؓ کے ان اخلاق و اعمال کے قصوں میں گزر چکا ہے جن کی وجہ سے لوگوں کو ہدایت ملتی تھی۔

حضرت عبداللہ بن رواحہؓ کا عدل و انصاف

حضرت ابن عمرؓ خیبر کے متعلق لمبی حدیث بیان کرتے ہیں اس میں یہ مضمون بھی ہے کہ حضرت عبداللہ بن رواحہؓ ہر سال اہل خیبر کے پاس جا کر درختوں پر لگی ہوئی کھجوروں اور بیلوں پر لگے ہوئے انگوروں کا اندازہ لگاتے کہ یہ کتنے ہیں؟ پھر جتنے پھل کا ان کو اندازہ ہوتا اس کے آدھے پھل کی ان پر ذمہ داری ڈال دیتے کہ اتنے کا آدھا پھل تمہیں دینا ہو گا۔ خیبر والوں نے حضور ﷺ سے ان کے اندازہ لگانے میں سختی کرنے کی شکایت کی اور وہ لوگ ان کو رشوت دینے لگے تو انہوں نے کہا اے اللہ کے دشمنو! مجھے حرام کھلاتے ہو۔ اللہ کی قسم! میں تمہارے پاس اس آدمی کی طرف سے آیا ہوں جو مجھے سب سے زیادہ محبوب ہے اور تم لوگ مجھے بندروں اور خنزیروں سے بھی زیادہ برے لگتے ہو لیکن تمہاری نفرت اور حضور ﷺ کی محبت مجھے تمہارے ساتھ ناانصافی کرنے پر آمادہ نہیں کر سکتی۔ ان لوگوں نے کہا اسی انصاف کی برکت سے زمین آسمان قائم ہیں۔ [۱]

حضرت مقداد بن اسودؓ کا عدل و انصاف

حضرت حارث بن سویدؒ فرماتے ہیں حضرت مقداد بن اسودؓ ایک لشکر میں گئے ہوئے تھے۔ دشمن نے ان کا محاصرہ کر لیا۔ لشکر کے امیر نے حکم دیا کہ کوئی بھی اپنی سواری چرانے کے لئے لے کر نہ جائے۔ ایک آدمی کو امیر کے اس حکم کا پتہ نہ چلا وہ اپنی سواری لے کر چلا گیا جس پر امیر نے اسے مارا۔ وہ امیر کے پاس سے واپس آکر کہنے لگا۔ جو سلوک آج میرے ساتھ ہوا ہے ایسا میں نے کبھی نہیں دیکھا۔ حضرت مقدادؓ اس آدمی کے پاس سے واپس گزرے تو اس سے پوچھا تمہیں کیا ہوا؟ اس نے اپنا قصہ سنایا۔ اس پر حضرت مقدادؓ نے تلوار گلے میں ڈالی اور اس کے ساتھ چل پڑے اور امیر کے پاس پہنچ کر اس سے کہا (آپ نے اسے بلاوجہ مارا ہے اس لئے) آپ اسے اپنی جان سے بدلہ دلوائیں وہ امیر بدلہ دینے کے لئے تیار ہو گئے۔ اس پر اس آدمی نے امیر کو معاف کر دیا۔ حضرت مقدادؓ یہ کہتے ہوئے واپس آئے

---

[۱] اخرجه البيهقي كذافي البداية (ج ٤ ص ١٩٩)

[۲] اخرجه ابو نعيم في الحلية (ج ١ ص ١٧٦)

میں انشاء اللہ اس حال میں مروں گا کہ اسلام غالب ہو گا (کہ کمزور کو طاقتور سے بدلہ دلوایا جا رہا ہو گا)۔[1]

حضرات خلفاء کرامؓ کا اللہ تعالیٰ سے ڈرنا

حضرت ضحاک رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں حضرت ابو بکر صدیقؓ نے ایک مرتبہ ایک پرندہ درخت پر بیٹھے ہوئے دیکھا تو (پرندے کو مخاطب کر کے) کہنے لگے اے پرندے! تمہیں خوشخبری ہو (تم کس قدر مزے میں ہو) اللہ کی قسم! میں چاہتا ہوں کہ میں بھی تمہاری طرح ہوتا۔ تم درختوں پر بیٹھتے ہو۔ پھل کھاتے ہو۔ پھر اڑ جاتے ہو اور (قیامت کے دن) نہ تمہارا حساب ہو گا اور نہ تم پر کوئی عذاب ہو گا۔ اللہ کی قسم! میں چاہتا ہوں کہ میں راستہ کے کنارے کا ایک درخت ہوتا۔ میرے پاس سے کوئی اونٹ گزرتا مجھے پکڑ کر اپنے منہ میں ڈال لیتا پھر وہ مجھے چباتا اور جلدی سے نگل لیتا اور پھر مجھے مینگنی بنا کر نکال دیتا اور میں انسان نہ ہوتا۔[2] حضرت ضحاک بن مزاحم رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں حضرت ابو بکر صدیقؓ نے ایک چڑیا کو دیکھا تو فرمانے لگے اے چڑیا! تجھے خوشخبری ہو۔ تو پھل کھاتی ہے اور درختوں پر اڑتی پھرتی ہے اور نہ تجھے حساب دینا پڑے گا اور نہ تجھے عذاب ہو گا۔ اللہ کی قسم! میں چاہتا ہوں کہ میں کوئی دنبہ ہوتا۔ میرے گھر والے مجھے کھلا پلا کر موٹا کرتے اور جب میں خوب موٹا ہو جاتا تو وہ مجھے ذبح کرتے اور میرا کچھ حصہ بھون کر اور کچھ حصہ کی بوٹیاں بنا کر کھا جاتے اور پھر مجھے پاخانہ بنا کر بیت الخلاء میں پھینک دیتے اور مجھے انسان نہ بنایا جاتا۔[2] امام احمد نے کتاب زہد میں روایت کیا ہے کہ حضرت ابو بکر صدیقؓ نے ایک مرتبہ فرمایا اے کاش! میں کسی مومن بندے کے پہلو میں کوئی بال ہوتا۔[3]

حضرت ضحاک رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں ایک مرتبہ حضرت عمرؓ نے فرمایا کاش میں اپنے گھر والوں کا دنبہ ہوتا۔ وہ مجھے کچھ عرصہ تک کھلا پلا کر موٹا کرتے رہتے۔ جب میں خوب موٹا ہو جاتا اور ان کا محبوب دوست ان کو ملنے آتا تو وہ (اس کی مہمانی کے لئے مجھے ذبح کرتے اور) میرے کچھ حصہ کو بھون کر اور کچھ حصہ کی بوٹیاں بنا کر کھا جاتے اور پھر مجھے پاخانہ بنا کے نکال

---

[1] اخرجه ابن ابی شیبة وهنا د والبیهقی [2] عند ابن فتحویه فی الوجل
[3] كذافي منتخب الكنز (ج ٤ ص ٣٦١)
[4] اخرجه هنا د و ابونعیم فی الحلیة (ج ١ ص ٥٢)

دیتے اور میں انسان نہ ہوتا۔ [۴]

حضرت عامر بن ربیعہؓ فرماتے ہیں میں نے ایک مرتبہ حضرت عمر بن خطابؓ کو دیکھا کہ انہوں نے زمین سے ایک تنکا اٹھایا اور فرمایا اے کاش! میں یہ تنکا ہوتا۔ کاش میں پیدا نہ ہوتا۔ کاش میں کچھ بھی نہ ہوتا۔ کاش میری ماں مجھے نہ جنتی اور کاش میں بالکل بھولا بسرا ہوتا۔ [۱]

حضرت عمرؓ نے ایک مرتبہ فرمایا اگر آسمان سے کوئی منادی یہ اعلان کرے کہ لوگو! ایک آدمی کے علاوہ باقی تم سب کے سب جنت میں جاؤ گے تو مجھے (اپنے اعمال کی وجہ سے) ڈر ہے کہ وہ ایک آدمی میں ہی ہوں گا اور اگر کوئی منادی یہ اعلان کرے کہ اے لوگو! ایک آدمی کے علاوہ باقی تم سب کے سب دوزخ میں جاؤ گے تو مجھے (اللہ کے فضل سے) امید ہے کہ وہ ایک آدمی میں ہی ہوں گا (ایمان اسی خوف امید کے درمیان کی حالت کا نام ہے) [۲]

حضرت ابن عمرؓ فرماتے ہیں ایک دفعہ حضرت عمرؓ کی حضرت ابو موسیٰ اشعریؓ سے ملاقات ہوئی تو حضرت عمرؓ نے ان سے فرمایا اے ابو موسیٰؓ! کیا تم کو یہ بات پسند ہے کہ تم نے حضور ﷺ کے ساتھ رہ کر جو عمل کئے ہیں وہ عمل تو تمہارے لئے صحیح سالم اور ٹھیک رہیں۔ (کہ ان کا اچھا بدلہ تمہیں اللہ کی طرف سے ملے) اور تم نے حضور ﷺ کے بعد (خصوصاً امارت کے زمانہ میں) جو عمل کئے ہیں ان سے تم برابر سرابر پر چھوٹ جاؤ۔ اس زمانہ کا خیر شر کے بدلہ میں اور شر خیر کے بدلہ میں ہو جائے۔ نہ کسی نیکی پر تمہیں ثواب ملے اور نہ کسی گناہ پر تمہاری پکڑ ہو۔ حضرت ابو موسیٰ نے کہا اے امیر المومنین! نہیں (بعد والے زمانہ کے اعمال سے برابر سرابر پر چھوٹنے کے لئے میں تیار نہیں ہوں بلکہ مجھے تو اس زمانہ کے اچھے اعمال پر بڑے ثواب کی امید ہے کیونکہ) اللہ کی قسم! جب میں بصرہ آیا تھا تو بصرہ والوں میں بدسلوکی اور اجڈپن عام تھا۔ پھر میں نے ان کو قرآن اور سنت سکھایا۔ ان کو ساتھ لے کر اللہ کے راستہ میں جہاد کیا ان تمام اعمال کی وجہ سے مجھے اللہ کے فضل کی امید ہے۔ حضرت عمرؓ نے فرمایا لیکن میں تو چاہتا ہوں کہ حضور ﷺ کے بعد والے زمانہ (خصوصاً خلافت کے زمانہ) کے اعمال سے برابر سرابر پر چھوٹ جاؤں اور اس زمانہ کا خیر شر کے بدلہ میں اور شر خیر کے بدلہ میں ہو جائے۔ نہ کسی عمل پر مجھے ثواب ملے اور نہ کسی گناہ پر سزا۔ اور حضور ﷺ کے ساتھ

---

[۱] ابن المبارك و ابن سعد و ابن ابی شیبة و مسدد ابن عساكر.

[۲] عند ابی نعیم فی الحلية (ج ۱ ص ۵۳)

رہ کر میں نے جو عمل کئے ہیں وہ میرے لئے صحیح سالم رہیں (ان کا اچھا بدلہ ملے۔) [1]

حضرت ابن عباسؓ فرماتے ہیں جب حضرت عمرؓ پر نیزہ سے حملہ ہوا اور آپ زخمی ہو گئے تو میں ان کے پاس گیا اور میں نے ان سے کہا اے امیر المومنین! آپ کو خوشخبری ہو۔ کیونکہ اللہ تعالیٰ نے آپ کے ذریعہ کئی شہروں کو آباد کیا۔ نفاق کو ختم کیا اور آپ کے ذریعہ اللہ تعالیٰ نے عام انسانوں کے لئے روزی کی خوب فراوانی کی۔ حضرت عمرؓ نے فرمایا اے ابن عباس! کیا امارت کے بارے میں تم میری تعریف کر رہے ہو؟ میں نے کہا میں تو دوسرے کاموں میں بھی آپ کی تعریف کرتا ہوں۔ حضرت عمرؓ نے فرمایا اس ذات کی قسم جس کے قبضہ میں میری جان ہے! میں تو یہ چاہتا ہوں کہ امارت میں جیسا داخل ہوا تھا اس میں سے ویسا ہی نکل آؤں۔ نہ کسی اچھے عمل پر مجھے ثواب ملے اور نہ کسی برے عمل پر سزا [2] ابن سعد نے حضرت ابن عباسؓ سے یہی حدیث ایک اور سند سے نقل کی ہے۔ اس میں یہ مضمون ہے کہ میں نے حضرت عمرؓ سے کہا آپ کو جنت کی بشارت ہو۔ آپ حضور ﷺ کی صحبت میں رہے اور بڑے لمبے عرصہ تک ان کی صحبت میں رہے اور پھر آپ مسلمانوں کے امیر بنائے گئے تو آپ نے مسلمانوں کو خوب قوت پہنچائی اور امانت صحیح طور سے ادا کی۔ حضرت عمرؓ نے فرمایا تم نے مجھے جنت کی بشارت دی ہے تو اس اللہ کی قسم جس کے علاوہ کوئی معبود نہیں ہے! اگر ساری دنیا اور جو کچھ اس میں ہے وہ سب مجھے مل جائے تو اس وقت میرے سامنے آخرت کا جو وحشت ناک منظر ہے اس سے بچنے کے لئے میں وہ سب کچھ یہ جاننے سے پہلے ہی فدیہ میں دے دوں کہ میرے ساتھ کیا ہونے والا ہے؟ تم نے مسلمانوں کے امیر بننے کا بھی ذکر کیا ہے تو اللہ کی قسم! میں یہ چاہتا ہوں کہ امارت برابر سرابر رہے نہ ثواب ملے اور نہ سزا۔ اور تم نے حضور ﷺ کی صحبت کا بھی ذکر کیا ہے تو یہ ہے امید کی چیز [3] اور ابن سعد کی ایک روایت میں یہ ہے کہ حضرت عمرؓ نے فرمایا مجھے بٹھاؤ۔ جب بیٹھ گئے تو حضرت ابن عباسؓ سے فرمایا اپنی بات دوبارہ کہو۔ انہوں نے دوبارہ کہی تو فرمایا اللہ سے ملاقات کے دن یعنی قیامت کے دن کیا تم اللہ کے سامنے ان تمام باتوں کی گواہی دے دو گے؟ حضرت ابن عباسؓ نے عرض کیا جی ہاں۔ اس سے حضرت عمرؓ خوش ہو گئے اور ان کو یہ بات بہت پسند آئی۔ [4]

---

[1] عند ابن عساكر كذافي منتخب الكنز (ج ٤ ص ٤٠١)

[2] اخرجه ابونعيم في الحلية (ج ١ ص ٥٢) واخرجه الطبراني من حديث ابن عمر رضي الله تعالىٰ عنهما في حديث طويل و ابويعلى كذلك عن ابي رافع كما في المجمع (ج ٩ ص ٧٦) واخرجه ابن سعد (ج ٣ ص ٢٥٤) عن ابن عباس رضي الله تعالىٰ عنهما بنحوه

[3] اخرجه ابن سعد ايضا (ج ٣ ص ٢٥٦) من طريق آخر عنه

[4] اخرجه ابن سعد ايضا (ج ٣ ص ٢٥٧) من حديث عبدالله بن عبيد بن عمير مطولا.

حضرت ابن عمرؓ فرماتے ہیں مرض الوفات میں حضرت عمرؓ کا سر میری ران پر رکھا ہوا تھا تو مجھ سے انہوں نے کہا میرا سر زمین پر رکھ دو۔ میں نے کہا آپ کا سر میری ران پر رہے یا زمین پر۔ اس میں آپ کا کیا حرج ہے؟ فرمایا نہیں۔ زمین پر رکھ دو۔ چنانچہ میں نے زمین پر رکھ دیا تو فرمایا اگر میرے رب نے مجھ پر رحم نہ کیا تو میری بھی ہلاکت ہے اور میری ماں کی بھی، اور حضرت مسور کہتے ہیں جب حضرت عمرؓ کو نیزہ مارا گیا تو فرمایا اگر مجھے اتنا سونا مل جائے جس سے ساری زمین بھر جائے تو میں اللہ کے عذاب کو دیکھنے سے پہلے ہی اس سے بچنے کے لئے وہ سارا سونا فدیہ میں دے دوں۔[1]

کیا امیر کسی کی ملامت سے ڈرے؟

حضرت سائب بن یزیدؓ فرماتے ہیں ایک آدمی نے حضرت عمر بن خطابؓ سے پوچھا کہ میرے لئے اللہ کے راستہ میں کسی کی ملامت سے نہ ڈرنا بہتر ہے یا اپنے نفس کی اصلاح کی طرف متوجہ رہنا بہتر ہے؟ آپ نے فرمایا جو مسلمانوں کے کسی کام کا ذمہ دار بنایا گیا ہو اسے تو اللہ کے راستہ میں کسی کی ملامت سے نہیں ڈرنا چاہئے۔ اور جو اجتماعی ذمہ داری سے فارغ ہو اسے اپنے نفس کی اصلاح کی طرف متوجہ رہنا چاہئے۔ البتہ اپنے امیر کے ساتھ خیر خواہی کا معاملہ رکھے۔[2]

حضرات خلفاء کرام کا دیگر خلفاء و امراء کو وصیت کرنا

حضرت ابو بکرؓ کا حضرت عمرؓ کو وصیت کرنا

حضرت اغر۔ اغر بنی مالک رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں جب حضرت ابو بکرؓ نے حضرت عمرؓ کو خلیفہ بنانا چاہا تو انہوں نے آدمی بھیج کر حضرت عمرؓ کو بلایا۔ جب وہ آگئے تو ان سے فرمایا:

"میں تمہیں ایک ایسے کام کی طرف بلانے لگا ہوں کہ جو بھی اس کی ذمہ داری اٹھائے گا یہ کام اسے تھکا دے گا لہٰذا اے عمر! اللہ کی اطاعت کے ذریعہ تم اس سے ڈرو اور اس سے ڈرتے ہوئے اس کی اطاعت کرو۔ کیونکہ اللہ سے ڈرنے والا ہی (ہر خوف سے) امن میں ہوتا ہے اور (ہر شر اور مصیبت سے) محفوظ ہوتا ہے۔ پھر اس امر خلافت کا حساب اللہ کے سامنے پیش کرنا ہو گا اور اس کام کا مستحق صرف وہی ہے جو اس کا حق ادا کر سکے اور جو دوسروں کو حق کا

---

[1] عند ابی نعیم فی الحلیة (ج ۱ ص ۵۲)

[2] اخرجه البیهقی کذافی الکنز (ج ۳ ص ۱۶۴)

حکم دے اور خود باطل پر عمل کرے اور نیکی کا حکم کرے اور خود برائی پر عمل کرے اس کی کوئی امید پوری نہ ہو سکے گی اور اس کے تمام نیک اعمال ضائع ہو جائیں گے (وہ اعمال آخرت میں اس کے کام نہ آئیں گے) لہٰذا اگر تم پر مسلمانوں کی خلافت کی ذمہ داری ڈال دی جائے تو پھر تم اپنے ہاتھوں کو ان کے خون سے دور رکھ سکو اور اپنے پیٹ کو ان کے مال سے خالی رکھ سکو اور ان کی آبروریزی سے اپنی زبان کو بچا سکو تو ضرور ایسے کرنا اور نیکی کرنے کی طاقت صرف اللہ ہی سے ملتی ہے۔"[1]

حضرت سالم بن عبداللہ بن عمرؓ کہتے ہیں جب حضرت ابو بکرؓ کے انتقال کا وقت قریب آیا تو انہوں نے یہ وصیت نامہ لکھوایا:

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

"یہ ابو بکر صدیقؓ کی طرف سے وصیت ہے (اور وہ یہ وصیت نامہ اس وقت کر رہے ہیں) جب کہ ان کا اس دنیا میں آخری وقت آگیا ہے اور وہ اس دنیا سے جا رہے ہیں اور ان کی آخرت شروع ہو رہی ہے جس میں وہ داخل ہو رہے ہیں اور یہ موت کا وقت ایسا ہے کہ جس وقت کافر بھی غیب پر ایمان لے آتا ہے اور فاسق و فاجر بھی متقی بن جاتا ہے اور جھوٹا آدمی بھی سچ بولنے لگ جاتا ہے۔ میں نے اپنے بعد عمر بن خطاب کو خلیفہ بنا دیا ہے۔ اگر وہ عدل و انصاف سے کام لیں تو ان کے بارے میں میرا گمان یہی ہے۔ اور اگر وہ ظلم کریں اور بدل جائیں تو (اس کا وبال ان پر ہی ہو گا اور ان کو خلیفہ بنانے سے) میرا ارادہ خیر کا ہی ہے اور مجھے غیب کا علم نہیں۔ ظالموں کو عن قریب معلوم ہو جائے گا کہ ان کے ظلم کا انجام کیا ہو گا اور وہ کس برے ٹھکانہ کی طرف لوٹنے والے ہیں؟"

پھر انہوں نے آدمی بھیج کر حضرت عمرؓ کو بلایا اور ان کو زبانی یہ وصیت فرمائی:

"اے عمرؓ! کچھ لوگ تم سے بغض رکھتے ہیں اور کچھ تم سے محبت کرتے ہیں پرانے زمانے سے یہ دستور چلا آرہا ہے کہ خیر کو برا سمجھا جاتا ہے اور شر کو پسند کیا جاتا ہے۔ حضرت عمرؓ نے کہا پھر تو مجھے خلافت کی ضرورت نہیں۔ حضرت ابو بکرؓ نے فرمایا لیکن خلافت کو تمہاری ضرورت ہے۔ کیونکہ تم نے حضور ﷺ کو دیکھا ہے اور ان کے ساتھ رہے ہو۔ اور تم نے یہ بھی دیکھا ہے کہ حضور ﷺ ہمیں اپنی ذات پر ترجیح دیا کرتے تھے۔ بعض دفعہ حضور ﷺ کی

---

[1] اخرجه الطبرانی قال الهیثمی (ج ۵ ص۱۹۸) والا غرلم یدرك ابا بکر رضی اللّٰه تعالیٰ عنه وبقیة رجاله ثقات انتهی وقال الحافظ المنذری فی الترغیب (ج ۴ ص ۱۵) ورواته ثقات الا ان فیه انقطاعا انتهی۔

طرف سے ہمیں جو ملتا تھا ہم اسے استعمال کرتے اور پھر اس میں سے جو بچ جاتا وہ ہم حضور ﷺ کے گھر والوں کو بھیج دیا کرتے (یعنی حضور ﷺ اپنے گھر والوں کو پہلے نہ دیتے بلکہ ان پر ترجیح دیتے ہوئے پہلے ہمیں دیتے) اور پھر تم نے مجھے بھی دیکھا ہے اور میرے ساتھ بھی رہے ہو، اور میں نے اپنے سے پہلے والے کی یعنی حضور ﷺ کی اتباع کی ہے۔ اللہ کی قسم! یہ بات نہیں ہے کہ میں سو رہا ہوں اور خواب میں تم سے باتیں کر رہا ہوں یا کسی وہم کے طور پر تمہارے سامنے شہادتیں دے رہا ہوں اور میں نے (سوچ سمجھ کر) جو راستہ اختیار کیا ہے اس سے ادھر ادھر نہیں ہٹا ہوں۔"

"اے عمرؓ! اس بات کو اچھی طرح جان لو کہ رات میں اللہ تعالیٰ کے کچھ حقوق ایسے ہیں جنہیں وہ دن میں قبول نہیں کرتے ہیں اور دن میں کچھ حقوق اللہ کے ایسے ہیں جن کو وہ رات میں قبول نہیں کرتے ہیں (یعنی انسان دن میں انسانوں پر محنت کرے اور مسلمانوں کے اجتماعی کام میں لگا رہے اور رات کو کچھ وقت اللہ کی عبادت ذکر و تلاوت اور دعا میں مشغول رہے۔ دن و رات کی یہ ترتیب اللہ نے مقرر فرمائی ہے) اور قیامت کے دن صرف حق کے اتباع کرنے کی وجہ سے ہی اعمال کا ترازو بھاری ہوگا اور جس ترازو میں صرف حق ہی ہو اس کا بھاری ہونا ضروری ہے اور قیامت کے دن صرف باطل کے اتباع کرنے کی وجہ سے ہی ترازو ہلکا ہوگا اور جس ترازو میں صرف باطل ہی ہو اس کا ہلکا ہونا ضروری ہے۔ سب سے پہلے تمہیں تمہارے اپنے نفس سے ڈراتا ہوں۔ پھر لوگوں سے ڈراتا ہوں۔ کیونکہ لوگوں کی نگاہیں (لالچ کی وجہ سے) جھانکنے لگ گئی ہیں اور ان کی نفسانی خواہشات پھول گئی ہیں۔ یعنی زور پکڑ چکی ہیں لیکن جب ان خرابیوں کی وجہ سے انہیں ذلت اٹھانی پڑے گی تو اس وقت وہ حیران و پریشان ہوں گے۔ کیونکہ جب تک تم اللہ سے ڈرتے رہو گے اس وقت تک وہ لوگ تم سے ڈرتے رہیں گے۔ یہ میری وصیت ہے میری طرف سے تمہیں سلام"۔[1]

حضرت عبدالرحمٰن بن سابط، حضرت زید بن زید بن حارث اور حضرت مجاہدؒ کہتے ہیں جب حضرت ابوبکرؓ کی وفات کا وقت قریب آیا تو انہوں نے حضرت عمرؓ کو بلا کر ان سے یہ فرمایا:

"اے عمرؓ! اللہ سے ڈرتے رہنا اور تمہیں معلوم ہونا چاہئے کہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے (انسانوں کے ذمہ) دن میں کچھ ایسے عمل ہیں جن کو وہ رات کو قبول نہیں کرتے ہیں اور ایسے ہی اللہ کی طرف سے (انسانوں کے ذمہ) رات میں کچھ عمل ایسے ہیں جن کو وہ دن میں

---

[1] اخرجه ابن عساكر كذافي الكنز (ج ٣ ص ١٤٦)

قبول نہیں کرتے اور جب تک فرض ادا نہ کیا جائے اس وقت تک اللہ نفل قبول نہیں کرتے۔ دنیا میں حق کا اتباع کرنے اور حق کو بڑا سمجھنے کی وجہ سے ہی قیامت کے دن اعمال کا ترازو بھاری ہوگا۔ کل جس ترازو میں حق رکھا جائے اسے بھاری ہونا ہی چاہئے اور دنیا میں باطل کا اتباع کرنے اور باطل کو معمولی سمجھنے کی وجہ سے ہی قیامت کے دن ترازو ہلکا ہوگا اور کل جس ترازو میں باطل رکھا جائے اسے ہلکا ہونا ہی چاہئے، اور اللہ تعالیٰ نے جہاں جنت والوں کا ذکر کیا ہے وہاں اللہ تعالیٰ نے ان کو ان کے سب سے اچھے اعمال کے ساتھ ذکر کیا ہے اور ان کے برے اعمال سے در گذر فرمایا ہے۔ میں جب بھی جنت والوں کا ذکر کرتا ہوں تو کہتا ہوں مجھے یہ ڈر ہے کہ شاید میں ان میں شامل نہ ہو سکوں اور اللہ تعالیٰ نے جہاں دوزخ والوں کو ذکر کیا ہے وہاں ان کو سب سے برے اعمال کے ساتھ ذکر کیا ہے۔ اور ان کے اچھے اعمال کو ان پر رد کر دیا ہے۔ یعنی ان کو قبول نہیں فرمایا۔ میں جب بھی دوزخ والوں کا ذکر کرتا ہوں تو کہتا ہوں کہ مجھے یہ ڈر ہے کہ شاید میں ان ہی کے ساتھ ہوں گا اور اللہ تعالیٰ نے رحمت کی آیت بھی ذکر فرمائی ہے اور عذاب کی آیت بھی۔ لہذا بندے کو رحمت کا شوق اور عذاب کا ڈر ہونا چاہئے اور اللہ تعالیٰ سے غلط امیدیں نہ باندھے (کہ عمل تو اچھے نہ کرے اور امید جنت کی رکھے) اور اس کی رحمت سے نا امید بھی نہ ہو، اور اپنے ہاتھوں اپنے آپ کو ہلاکت میں نہ ڈالے۔ اگر تم نے میری یہ وصیت یاد رکھی (اور اس پر اچھی طرح عمل کیا) تو کوئی غائب چیز تمہیں موت سے زیادہ محبوب نہ ہوگی اور تمہیں موت آکر رہے گی اور اگر تم نے میری وصیت ضائع کر دی (اور اس پر عمل نہ کیا) تو کوئی غائب چیز تمہیں موت سے زیادہ بری نہیں لگے گی اور وہ موت تمہیں پکڑ کر رہے گی۔ تم اس سے بچ نہیں سکتے"۔[1]

حضرت ابو بکرؓ کا حضرت عمرو بن عاصؓ اور دیگر صحابہ کرام کو وصیت کرنا

حضرت عبداللہ بن ابی بکر بن محمد بن عمرو بن حزمؒ کہتے ہیں حضرت ابو بکرؓ نے شام بھیجنے کیلئے لشکروں کو جمع کرنے کا ارادہ فرمایا (چنانچہ لشکر جمع ہو گئے اور) ان کے مقرر کردہ امیروں میں

[1] عند ابن المبارک و ابن ابی شیبة و هنا د و ابن جریر و ابی نعیم فی الحلیة کذافی منتخب الکنز (ج ٤ ص ٣٦٣)

سب سے پہلے حضرت عمرو بن عاصؓ روانہ ہوئے۔ حضرت ابو بکرؓ نے ان کو حکم دیا کہ فلسطین جانے کے ارادے سے وہ ایلہ شہر سے گزریں اور حضرت عمروؓ کا لشکر جو مدینہ سے چلا تھا اس کی تعداد تین ہزار تھی۔ اس میں حضرات مہاجرین اور انصار کی بڑی تعداد تھی۔ (جب یہ لشکر روانہ ہوا تو ان کو رخصت کرنے کیلئے) حضرت ابو بکرؓ حضرت عمرو بن عاص کی سواری کے ساتھ چل رہے تھے اور ان کو ہدایت دیتے جا رہے تھے اور فرما رہے تھے :

"اے عمروؓ! اپنے ہر کام میں اللہ سے ڈرتے رہنا چاہے وہ کام چھپ کر کرو یا سب کے سامنے، اور اللہ سے شرم کرنا کیونکہ وہ تمہیں اور تمہارے تمام کاموں کو دیکھتا ہے اور تم دیکھ چکے ہو کہ میں نے تم کو (امیر بنا کر) ان لوگوں سے آگے کر دیا ہے جو تم سے زیادہ پرانے ہیں اور تم سے پہلے اسلام لائے ہیں اور اسلام اور مسلمانوں کے لئے تم سے زیادہ مفید ہیں۔ تم آخرت کے لئے کام کرنے والے ہو اور تم جو کام بھی کرو اللہ کی رضا کی نیت سے کرو اور جو مسلمان تمہارے ساتھ جا رہے ہیں تم ان کے ساتھ والد کی طرح شفقت کا معاملہ کرنا۔ لوگوں کی اندر کی باتوں کو ہر گز نہ کھولنا بلکہ ان کے ظاہری اعمال پر اکتفاء کر لینا اور اپنے کام میں پوری محنت کرنا اور دشمن سے مقابلہ کے وقت جم کر لڑنا۔ اور بزدل نہ بننا اور مال غنیمت میں اگر خیانت ہونے لگے تو اس) خیانت کو جلدی سے آگے بڑھ کر روک دینا۔ اور اس پر سزا دینا اور جب تم اپنے ساتھیوں میں بیان کرو تو مختصر کرنا۔ تم اپنے آپ کو ٹھیک رکھو تو تمہارے سارے مامور تمہارے ساتھ ٹھیک چلیں گے"۔[1]

حضرت قاسم بن محمد رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں حضرت ابو بکرؓ نے حضرت عمروؓ اور حضرت ولید بن عقبہؓ کو خط لکھا۔ ان دونوں میں سے ہر ایک قبیلہ قضاعہ کے آدھے صدقات وصول کرنے پر مقرر تھا۔ جب حضرت ابو بکرؓ نے صدقات وصول کرنے کے لئے ان دونوں حضرات کو بھیجا تھا تو ان دونوں کو رخصت کرنے کے لئے ان کے ساتھ باہر آئے تھے اور ان دونوں کو ایک ہی وصیت فرمائی تھی کہ :

"ظاہر اور باطن میں اللہ سے ڈرتے رہنا۔ کیونکہ جو اللہ سے ڈرے گا اللہ اس کے لئے (ہر مشکل اور پریشانی اور سختی سے) نکلنے کا راستہ ضرور بنا دے گا اور اس کو وہاں سے روزی دے گا جہاں سے روزی ملنے کا گمان بھی نہ ہو گا۔ اور جو اللہ سے ڈرے گا اللہ اس کی برائیاں دور کر دے گا اور اسے بڑا اجر دے گا۔ اللہ کے بندے جس اعمال کی ایک دوسرے کو وصیت کرتے ہیں ان

[1] اخرجه ابن سعد كذافي كنز العمال (ج ۳ ص ۱۳۳) و اخرجه ايضا ابن عسا كر (ج ۱ ص ۱۲۹) بنحوه

میں سب سے بہترین اللہ کا ڈر ہے۔ تم اس وقت اللہ کے راستوں میں سے ایک راستہ میں ہو۔ تمہارے اس کام میں حق کی کسی بات پر چشم پوشی کرنے کی اور کسی کام میں کوتاہی کرنے کی کوئی گنجائش نہیں ہے اور جس کام میں تمہارے دین کی درستگی ہے اور تمہارے کام کی ہر طرح حفاظت ہے اس کام سے غفلت برتنے کی بھی کوئی گنجائش نہیں ہے۔ لہٰذا سست نہ پڑنا اور کوتاہی نہ کرنا''[1]

حضرت مطلب بن سائب بن ابی وداعہؒ فرماتے ہیں حضرت ابوبکر صدیقؓ نے حضرت عمرو بن عاصؓ کو یہ خط لکھا:

''میں نے حضرت خالد بن ولیدؓ کو خط لکھا ہے کہ وہ تمہاری مدد کیلئے تمہارے پاس چلے جائیں۔ جب وہ تمہارے پاس آجائیں تو تم ان کے ساتھ اچھی طرح رہنا۔ اور ان سے بڑے بننے کی کوشش نہ کرنا چونکہ میں نے تم کو (امیر بنا کر) حضرت خالد بن ولید اور دیگر حضرات سے آگے کر دیا ہے اسلئے تم ان (کے مشورہ) کے بغیر کسی کام میں فیصلہ نہ کرنا اور ان سے مشورہ لیتے رہنا اور ان کی مخالفت نہ کرنا۔''[2]

حضرت عبدالحمید جعفرؒ اپنے والد جعفر سے نقل کرتے ہیں کہ حضرت ابوبکرؓ نے حضرت عمرو بن عاصؓ سے فرمایا:

''قبیلہ بلی، قبیلہ عذرہ اور قبیلہ قضاعہ کی دوسری شاخوں کے جن لوگوں کے پاس سے تم گزرو اور وہاں جو عرب آباد ہیں میں نے تم کو ان سب کا امیر بنایا ہے۔ ان سب کو اللہ کے راستہ میں جہاد کرنے کی دعوت دینا اور اسکی خوب ترغیب دینا۔ لہٰذا ان میں سے جو تمہارے ساتھ چل پڑے اسے سواری اور توشہ دینا اور ان کا آپس میں جوڑ قائم رکھنا ہر قبیلہ کو الگ رکھنا اور ہر قبیلہ کو اس کے درجہ پر رکھنا۔''[3]

حضرت ابوبکر صدیقؓ کا حضرت شرحبیل بن حسنہؓ کو وصیت کرنا

حضرت محمد بن ابراہیم بن حارث تیمیؒ فرماتے ہیں جب حضرت ابوبکرؓ نے حضرت خالد بن سعید بن عاصؓ کو امارت سے معزول کیا تو انہوں نے حضرت شرحبیل بن حسنہؓ کو حضرت خالد

---

[1] اخرجه بن جرير الطبرى (ج ٤ ص ٢٩) واخرجه ايضا ابن عساكر (ج ١ ص ١٣٢) عن القاسم بنحوه
[2] اخرجه ابن سعد كذافى كنز العمال (ج ٣ ص ١٣٣)
[3] اخرجه ابن سعد كذافى الكنز (ج ٣ ص ١٣٣) واخرجه ابن عساكر (ج ١ ص ١٢٩)

بن سعید کے بارے میں یہ وصیت فرمائی اور شرحبیل بھی (حضرت ابو بکرؓ کے) ایک امیر تھے۔ چنانچہ انہوں نے فرمایا:

"حضرت خالد بن سعید کا ہمیشہ خیال رکھنا، ان کا اپنے اوپر اسی طرح حق پہچاننا جس طرح ان کے امیر ہونے کی صورت میں تم ان سے اپنے حق کے پہچاننے کو پسند کرتے اور تم ان کا اسلام میں مرتبہ پہچان ہی چکے ہو اور جب حضور ﷺ کا انتقال ہوا اس وقت وہ حضور ﷺ کی طرف سے (فلاں قبیلہ کے) گورنر تھے اور میں نے بھی ان کو امیر بنایا تھا۔ پھر میں نے ان کو اس ذمہ داری سے ہٹانا مناسب سمجھا اور غالباً یہی دینی اعتبار سے ان کے لئے زیادہ بہتر ہو گا۔ میں کسی کی امارت پر حسد نہیں کرتا۔ میں نے ان کو لشکروں کے امیروں کے بارے میں اختیار دیا تھا (کہ وہ جس امیر کو چاہیں اپنے لئے پسند کر لیں) انہوں نے دوسرے امیروں کو اور اپنے چچازاد بھائی کو چھوڑ کر تمہیں اختیار کیا ہے۔ جب تمہیں کوئی ایسا کام پیش آئے جس میں کسی متقی اور خیر خواہ آدمی کی رائے کی ضرورت ہو تو ب سے پہلے حضرت ابو عبیدہ بن جراح اور حضرت معاذ بن جبل سے مشورہ لینا اور ان دو کے بعد تیسرے حضرت خالد بن سعید ہوں کیونکہ تمہیں ان تینوں حضرات کے پاس خیر خواہی اور خیر ہی ملے گی اور ان حضرات سے مشورہ کے بغیر صرف اپنی رائے پر عمل نہ کرنا اور ان سے کچھ بھی نہ چھپانا"۔[1]

حضرت ابو بکر صدیقؓ کا
حضرت یزید بن ابی سفیانؓ کو وصیت کرنا

حضرت حارث بن فضیل رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں جب حضرت ابو بکرؓ نے حضرت یزید بن ابی سفیانؓ کو لشکر کا جھنڈا دیا یعنی ان کو لشکر کا امیر بنایا تو ان سے فرمایا:

"اے یزید! تم جوان ہو۔ ایک نیک عمل کی وجہ سے تمہارا ذکر خیر ہوتا ہے جو لوگوں نے تمہیں کرتے ہوئے دیکھا ہے اور یہ ایک انفرادی عمل ہے جو تم نے تنہائی میں کیا تھا اور میں نے اس بات کا ارادہ کیا ہے کہ میں تمہیں (امیر بنا کر) آزماؤں اور تمہیں گھر والوں سے نکال کر باہر بھیجوں اور دیکھوں کہ تم کیسے ہو؟ اور تمہاری امارت کیسی ہے؟ بہر حال میں تمہیں آزمانے لگا ہوں۔ اگر تم نے (امارت کو) اچھی طرح سنبھالا تو تمہیں ترقی دوں گا اور اگر تم ٹھیک طرح نہ سنبھال سکے تو میں تمہیں معزول کر دوں گا۔ حضرت خالد بن سعید والے کام کا میں نے تم کو ذمہ دار بنا دیا ہے۔"

---

[1] اخرجه ابن سعد (ج ٤ ص ٧٠) كذافي الكنز (ج ٣ ص ١٣٤)

پھر اس سفر میں حضرت یزید نے جو کچھ کرنا تھا اس کے بارے میں حضرت ابو بکر نے ان کو ہدایت دیں اور یوں فرمایا۔

''میں تمہیں حضرت ابو عبیدہ بن جراح کے ساتھ بھلائی کرنے کی تاکید کرتا ہوں کیونکہ تم جانتے ہو کہ اسلام میں ان کا بڑا مقام ہے اور رسول اللہ ﷺ نے فرمایا ہے کہ ہر امت کا ایک امین ہوا کرتا ہے اور اس امت کے امین حضرت ابو عبیدہ بن جراح ہیں۔ ان کے فضائل اور دینی سبقت کا لحاظ رکھنا اور ایسے ہی حضرت معاذ بن جبل کا بھی خیال رکھنا۔ تم جانتے ہو کہ وہ حضور ﷺ کے ساتھ غزوات میں شریک ہوئے ہیں اور حضور ﷺ نے فرمایا ہے کہ (قیامت کے دن) حضرت معاذ بن جبل علماء کے آگے ایک اونچی جگہ پر چلتے ہوئے آئیں گے یعنی اس دن علمی فضیلت کی وجہ سے ان کی ایک امتیازی شان ہوگی۔ ان دونوں کے مشورہ کے بغیر کسی کام کا فیصلہ نہ کرنا اور یہ دونوں بھی تمہارے ساتھ بھلائی کرنے میں ہرگز کوئی کمی نہیں کریں گے۔''

حضرت یزید نے کہا اے رسول اللہ کے خلیفہ! جیسے آپ نے مجھے ان دونوں کے بارے میں تاکید فرمائی ہے ایسے ہی ان دونوں کو میرے بارے میں تاکید فرمادیں۔ حضرت ابو بکر نے فرمایا میں ان دونوں کو تمہارے بارے میں ضرور تاکید کروں گا۔ حضرت یزید نے کہا اللہ آپ پر رحم فرمائے اور اسلام کی طرف سے آپ کو بہترین بدلہ عطا فرمائے۔[1]

حضرت یزید بن ابی سفیان فرماتے ہیں جب حضرت ابو بکرؓ نے مجھے ملک شام بھیجا تو یوں فرمایا:

''اے یزید! تمہارے بہت سے رشتہ دار ہیں۔ ہو سکتا ہے کہ تم امیر بنانے میں ان رشتہ داروں کو دوسروں پر ترجیح دے دو۔ مجھے تم سے سب سے زیادہ اسی بات کا ڈر ہے لیکن غور سے سنو رسول اللہ ﷺ نے فرمایا جو مسلمانوں کے کسی کام کا ذمہ دار بنا اور پھر اس نے ذاتی میدان کی وجہ سے کسی غیر مستحق کو مسلمانوں کا امیر بنادیا تو اس پر اللہ کی لعنت ہوگی اور اللہ تعالیٰ اس سے نہ کوئی نفل عبادت قبول فرمائیں گے اور نہ فرض بلکہ اسے جہنم میں داخل کریں گے اور جس نے ذاتی تعلق کی وجہ سے کسی غیر مستحق کو اپنے بھائی کا مال دے دیا تو اس پر اللہ کی لعنت ہوگی یا فرمایا! اللہ کا ذمہ اس سے بری ہے۔ اللہ تعالیٰ نے لوگوں کو اس بات کی دعوت دی ہے کہ وہ اللہ پر ایمان لے آئیں تاکہ وہ اللہ کی حمایت اور حفاظت میں آجائیں۔ اب جو اللہ کی حمایت اور حفاظت میں آچکا ہے اس کو جو ناحق بے عزت کرے گا اس پر اللہ کی لعنت ہوگی یا

---

[1] اخرجه ابن سعد كذافي الكنز (ج ۳ ص ۱۳۲)

فرمایا اللہ کا ذمہ اس سے بری ہو جائے گا۔''[1]

حضرت عمر بن خطابؓ کا اپنے بعد ہونے والے خلیفہ کو وصیت کرنا

حضرت عمرؓ نے فرمایا:

''میں اپنے بعد ہونے والے خلیفہ کو مہاجرین اولین کے بارے میں وصیت کرتا ہوں کہ وہ ان کا حق پہچانے اور ان کی عزت واحترام کا خیال کرے اور جو انصار دار ہجرت اور دار ایمان یعنی مدینہ منورہ میں مہاجرین سے پہلے رہتے تھی ان کے بارے میں بھی اسے وصیت کرتا ہوں کہ وہ ان کے نیک آدمیوں سے قبول کرتا رہے اور ان کے بروں کو معاف کرتا رہے اور میں اسے شہریوں کے بارے میں بھی بھلائی کی وصیت کرتا ہوں کیونکہ یہ لوگ اسلام کے مددگار لوگوں سے (فرض زکوٰۃ وصدقات کا) مال جمع کرنے والے (اور امیر کو لاکر دینے والے) اور دشمن کے غصہ کا سبب بننے والے ہیں ایسے شہریوں سے صرف (ضرورت سے) زائد مال ان کی رضامندی سے لیا جائے اور میں اسے دیہاتیوں کے بارے میں بھی بھلائی کی وصیت کرتا ہوں کیونکہ یہ لوگ عرب کا اصل اور اسلام کی جڑ ہیں۔ وہ خلیفہ ایسے دیہاتیوں کے جانوروں میں صرف کم عمر کے جانور لے اور ان سے لے کر ان کے فقیروں میں تقسیم کردے اور اللہ اور اس کے رسول ﷺ کی طرف سے ان دیہاتیوں کے لئے جو عہد اور ذمہ داری خلیفہ پر عائد ہوتی ہے وہ اسے پوری طرح سے ادا کرے اور ان دیہاتیوں کے بعد والے علاقہ میں جو (دشمن اور کافر) رہتے ہیں ان سے یہ خلیفہ جنگ کرے اور ان دیہاتیوں کی طاقت سے زیادہ کا ان کو مکلف نہ بنائے۔''[2]

حضرت قاسم بن محمد رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں حضرت عمر بن خطابؓ نے فرمایا:

''میرے بعد جو اس امر خلافت کا والی بنے اسے یہ معلوم ہونا چاہئے کہ میرے بعد بہت سے دور اور نزدیک کے لوگ اس سے خلافت لینا چاہیں گے (میرے بعد والے زمانہ میں

---

[1] اخرجه احمد و الحاكم و منصور بن شعبة البغدادى فى الا ربعين وقال حسن المتن غريب الا سنا د قال ابن كثير ليس هذا الحديث فى شى من الكتب الستة و كانهم اعرضوا عنه لجهالة شيخ بقية قال و الذى يقع فى القلب صحة هذا الحديث فان الصديق رضى الله تعالىٰ عنه كذلك فعل ولى على المسلمين خير هم بعد ه كذا فى كنز العمال (٣ ص ١٢٣) وقال الهيثمى (ج ٥ ص ٢٣٢) رواه احمد وفيه رجل لم يسم انتهى.

[2] اخرجه ابن ابى شيبة و ابو عبيد فى الا موال و ابو يعلى و النسائى و ابن حبان والبيهقى كذافى المنتخب (ج ٤ ص ٤٣٩)

لوگوں میں امارت کی طلب پیدا ہو جائے گی میرے زمانہ میں لوگوں میں یہ امارت کی طلب بالکل نہیں ہے اس لئے) میں تو لوگوں سے اس بات پر بہت جھگڑتا ہوں کہ وہ کسی اور کو خلیفہ بنا کر مجھے اس سے نجات دے دیں (اور میں صرف اس وجہ سے خلیفہ بنا ہوا ہوں کہ مجھے اپنے سے زیادہ مضبوطی اور قوت سے امر خلافت کو سنبھالنے والا کوئی نظر نہیں آتا) اگر میرے علم میں کوئی آدمی ایسا ہو جو اس امر خلافت کو مجھ سے زیادہ مضبوطی اور قوت سے سنبھال سکے تو (میں ایک لمحہ کے لئے خلیفہ نہ بنوں بلکہ اسے ہی بنا دوں کیونکہ) ایسے آدمی کی موجودگی میں خلیفہ بننے سے مجھے زیادہ محبوب یہ ہے کہ آگے کر کے میری گردن اڑا دی جائے۔"[1]

حضرت عمر بن خطابؓ کا
حضرت ابو عبیدہ بن جراحؓ کو وصیت کرنا

حضرت صالح بن کیسان رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں خلیفہ بننے کے بعد حضرت عمرؓ نے پہلا خط جو حضرت ابو عبیدہؓ کو لکھا جس میں انہوں نے حضرت ابو عبیدہؓ کو حضرت خالدؓ کے لشکر کا امیر بنایا اس میں یہ مضمون تھا:

"میں تمہیں اس اللہ سے ڈرنے کی وصیت کرتا ہوں جو کہ باقی رہے گا اور اس کے علاوہ باقی تمام چیزیں فنا ہو جائیں گی اور اسی نے ہمیں گمراہی سے نکال کر ہدایت دی اور وہی اندھیروں سے نکال کر ہمیں نور کی طرف لے آیا۔ میں نے تمہیں خالد بن ولید کے لشکر کا امیر بنا دیا ہے۔ چنانچہ مسلمانوں کے جو کام تمہارے ذمہ ہیں ان کو تم پورا کرو اور مال غنیمت کی امید میں مسلمانوں کو ہلاکت کی جگہ نہ لے جاؤ۔ کسی جگہ پڑاؤ کرنے سے پہلے آدمی بھیج کر مسلمانوں کے لئے مناسب جگہ تلاش کر لو اور یہ بھی معلوم کر لو کہ اس جگہ پہنچنے کا راستہ کیسا ہے؟ اور جب بھی کوئی جماعت بھیجو تو بھرپور جماعت بنا کر بھیجو (تھوڑے آدمی نہ بھیجو) اور مسلمانوں کو ہلاکت میں ڈالنے سے بچو۔ اللہ تعالیٰ تمہیں میرے ذریعہ اور مجھے تمہارے ذریعہ سے آزما رہے ہیں۔ اپنی آنکھیں دنیا سے بند رکھو اور اپنا دل اس سے ہٹا لو۔ اس کا خیال رکھو کہ کہیں دنیا (کی محبت) تمہیں ہلاک نہ کر دے جیسے کہ تم سے پہلے لوگوں کو ہلاک کر چکی ہے اور تم ان لوگوں کی ہلاکت کی جگہیں دیکھ چکے ہو۔"[2]

۱۔ اخرجه ابن سعد (ج ۳ ص ۱۹۷) و ابن عساکر کذافی الکنز (ج ۳ ص ۱۴۷)
۲۔ اخرجه ابن جریر (ج ۳ ص ۹۲)

حضرت عمر بن خطابؓ کا

حضرت سعدؓ بن ابی وقاصؓ کو وصیت کرنا

حضرت محمد اور حضرت طلحہ رحمۃ اللہ علیہما کہتے ہیں حضرت عمرؓ نے پیغام بھیج کر حضرت سعدؓ کو بلایا۔ جب وہ آگئے تو حضرت عمرؓ نے ان کو عراق کی لڑائی کا امیر بنایا اور ان کو یہ وصیت فرمائی:

"اے سعد! اے قبیلہ بنو وہیب کے سعد! تم اللہ سے اس بات سے دھوکہ میں نہ پڑ جانا کہ لوگ تمہیں رسول اللہ ﷺ کا ماموں اور صحابی کہتے ہیں کیونکہ اللہ تعالیٰ برائی کو برائی سے نہیں مٹاتے بلکہ برائی کو اچھائی سے مٹاتے ہیں۔ اللہ کی اطاعت کے علاوہ اللہ کا کسی سے کوئی رشتہ نہیں ہے۔ اللہ کے ہاں بڑے خاندان کے لوگ اور چھوٹے خاندان کے لوگ سب برابر ہیں۔ اللہ ان سب کے رب ہیں اور وہ سب اُن کے بندے ہیں جو عافیت میں ایک دوسرے سے آگے بڑھتے نظر آتے ہیں لیکن یہ بندے اللہ کے انعامات اطاعت سے ہی حاصل کر سکتے ہیں۔ تم نے حضور ﷺ کو بعثت سے لے کر ہم سے جدا ہونے تک جس کام کو کرتے ہوئے دیکھا ہے اس کام کو غور سے دیکھنا اور اس کی پابندی کرنا کیونکہ یہی اصل کام ہے یہ میری تمہیں خاص نصیحت ہے۔ اگر تم نے اسے چھوڑ دیا اور اس کی طرف توجہ نہ دی تو تمہارے عمل ضائع ہو جائیں گے اور تم خسارے والوں میں سے ہو جاؤ گے۔"

"میں نے تمہیں عراق کی لڑائی کا امیر بنایا ہے لہذا تم میری وصیت یاد رکھو تم ایسے کام کے لئے آگے جا رہے ہو جو سخت دشوار بھی ہے اور طبیعت کے خلاف بھی ہے۔ حق پر چل کر ہی تم اس سے خلاصی پا سکتے ہو۔ اپنے آپ کو اور اپنے ساتھیوں کو بھلائی کا عادی بناؤ اور بھلائی کے ذریعہ ہی مدد طلب کرو۔ تمہیں یہ معلوم ہونا چاہئے کہ ہر اچھی عادت حاصل کرنے کیلئے کوئی چیز ذریعہ بنا کرتی ہے۔ بھلائی حاصل کرنے کا سب سے بڑا ذریعہ صبر ہے۔ ہر مصیبت اور ہر مشکل میں ضرور صبر کرنا اس طرح تمہیں اللہ کا خوف حاصل ہو گا اور تمہیں معلوم ہونا چاہئے کہ اللہ کا خوف دو باتوں سے حاصل ہوتا ہے ایک اللہ کی اطاعت سے دوسرے اس کی نافرمانی سے بچنے سے جس کو دنیا سے نفرت ہو اور آخرت سے محبت ہو وہی آدمی اللہ کی اطاعت کرتا ہے اور جسے دنیا سے محبت اور آخرت سے نفرت ہو وہی اللہ کی نافرمانی کرتا ہے اور دلوں میں اللہ تعالیٰ کچھ حقیقتیں پیدا کرتے ہیں ان میں سے بعض چھپی ہوئی ہوتی ہیں اور بعض ظاہر ایک

ظاہری حقیقت یہ ہے کہ حق بات کے بارے میں اس کی تعریف کرنے والا اور اسے برا کہنے والا دونوں اس کے نزدیک برابر ہوں (کہ حق بات پر چلنے سے مقصود اللہ کا راضی ہونا ہے۔ لوگ چاہے برا کہیں یا تعریف کریں اس سے کوئی اثر نہ لے) اور چھپی ہوئی حقیقتیں دو نشانیوں سے پہچانی جاتی ہیں ایک یہ ہے کہ حکمت و معرفت کی باتیں اس کے دل سے اس کی زبان پر جاری ہونے لگیں۔ دوسری یہ ہے کہ لوگ اس سے محبت کرنے لگیں۔ لہٰذا لوگوں کے محبوب بننے سے بے رغبتی اختیار نہ کرو (بلکہ اسے اپنے لئے اچھی چیز سمجھو) کیونکہ انبیاء علیہم السلام نے لوگوں کی محبت اللہ سے مانگی ہے اور اللہ تعالیٰ جب بندہ سے محبت کرتے ہیں تو لوگوں کے دلوں میں اس کی محبت ڈال دیتے ہیں اور جب کسی بندے سے نفرت کرتے ہیں تو لوگوں کے دلوں میں اس کی نفرت پیدا فرما دیتے ہیں۔ لہٰذا جو لوگ تمہارے ساتھ دن رات بیٹھتے ہیں ان کے دلوں میں تمہارے بارے میں (محبت یا نفرت کا) جو جذبہ ہے تم اللہ کے ہاں بھی اپنے لئے وہی سمجھ لو۔"[1]

حضرت عمر بن خطابؓ کا حضرت عتبہ بن غزوانؓ کو وصیت کرنا

حضرت عمیر بن عبدالملک رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں جب حضرت عمرؓ نے حضرت عتبہ بن غزوانؓ کو بصرہ بھیجا تو ان سے فرمایا:

"اے عتبہ! میں نے تمہیں ہند کی زمین کا گورنر بنا دیا ہے (چونکہ بصرہ خلیج کے ساحل پر واقع ہے اور یہ خلیج ہند کی زمین تک پہنچ جاتی ہے اس وجہ سے بصرہ کو ہند کی زمین کہہ دیا) اور یہ دشمن کی سخت جگہوں میں سے ایک سخت جگہ ہے اور مجھے امید ہے کہ اللہ تعالیٰ اردگرد کے علاقہ سے تمہاری کفایت فرمائے گا اور وہاں والوں کے خلاف تمہاری مدد فرمائے گا۔ میں نے حضرت علاء بن حضرمی کو خط لکھا ہے کہ وہ تمہاری مدد کے لئے حضرت عرفجہ بن ہرثمہ کو بھیج دیں۔ یہ دشمن سے سخت جنگ کرنے والے اور اس کے خلاف زبردست تدبیریں کرنے والے ہیں۔ جب وہ تمہارے پاس آجائیں تو تم ان سے مشورہ کرنا اور ان کو اپنے قریب کرنا۔ پھر (بصرہ والوں کو) اللہ کی طرف دعوت دینا۔ جو تمہاری دعوت کو قبول کرلے تم اس سے اس کے اسلام کو قبول کر لینا اور جو (اسلام کی دعوت سے) انکار کرے تو اسے ذلیل اور چھوٹا

[1] اخرجه ابن جرير (ج ۴ ص ۹۲) من طريق سيف

بن کر جزیہ ادا کرنے کی دعوت دینا۔ اگر وہ اسے بھی نہ مانے تو پھر تلوار لے کر اس سے لڑنا اور اس کے ساتھ نرمی نہ برتنا اور جس کام کی ذمہ داری تمہیں دی گئی اس میں اللہ سے ڈرتے رہنا اور اس بات سے بچتے رہنا کہ کہیں تمہارا نفس تمہیں تکبر کی طرف نہ لے جائے۔ کیونکہ تکبر تمہاری آخرت خراب کر دے گا۔ تم حضور ﷺ کی صحبت میں رہے ہو تم ذلیل تھے حضور ﷺ کی وجہ سے تمہیں عزت ملی ہے۔ تم کمزور تھے۔ حضور ﷺ کی وجہ سے تمہیں طاقت ملی ہے اور اب تم لوگوں پر امیر اور ان کے بادشاہ بن گئے ہو۔ جو تم کہو گے اسے سنا جائے گا اور جو تم حکم دو گے اسے پورا کیا جائے گا۔ یہ امارت بہت بڑی نعمت ہے بشرطیکہ امارت کی وجہ سے تم اپنے آپ کو اپنے درجہ سے اونچا نہ سمجھنے لگ جاؤ اور نیچے والوں پر تم اکڑنے نہ لگ جاؤ۔ اس نعمت سے ایسے بچو جیسے تم گناہوں سے بچتے ہو اور مجھے نعمت امارت اور گناہ سے نعمت امارت کے نقصان کا تم پر زیادہ خطرہ ہے کہ یہ آہستہ آہستہ تمہیں دھوکہ دے گی (اور تمہیں تکبر اور تحقیر مسلم میں مبتلا کر دے گی) اور پھر تم ایسے کرو گے کہ سیدھے جہنم میں چلے جاؤ گے۔ میں تمہیں اور اپنے آپ کو امارت کے ان نقصانات سے اللہ کی پناہ میں دیتا ہوں (یعنی مجھے اور تمہیں اللہ امارت کے شر سے بچا کر رکھے) لوگ اللہ کی طرف تیزی سے چلے (خوب دین کا کام کیا) جب (دین کا کام کرنے کے نتیجہ میں) دنیا ان کے سامنے آئی تو انہوں نے اسے ہی اپنا مقصد بنا لیا۔ لہذا تم اللہ کو ہی مقصد بنانا۔ دنیا کو نہ بنانا اور ظالموں کے گرنے کی جگہ یعنی دوزخ سے ڈرتے رہنا۔"[1]

حضرت عمر بن خطابؓ کا حضرت علاء بن حضرمیؓ کو وصیت کرنا

حضرت شعبی رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں حضرت علاء بن حضرمی بحرین میں تھے وہاں حضرت عمرؓ نے ان کو یہ خط لکھا:

"تم حضرت عتبہ بن غزوان کے پاس چلے جاؤ۔ میں نے تم کو ان کے کام کا ذمہ دار بنایا ہے۔ تمہیں معلوم ہونا چاہئے کہ تم ایسے آدمی کے پاس جا رہے ہو جو ان مہاجرین اولین میں سے ہے جن کے لئے اللہ کی طرف سے پہلے ہی بھلائی مقدر ہو چکی ہے۔ میں نے ان کو امارت

---

[1] اخرجه ابن جرير (ج ٤ ص ١٥٠) ورواه علي بن محمد المدائني ايضا مثله كما في البداية (ج ٧ ص ٤٨)

سے اس لئے نہیں ہٹایا کہ وہ پاک دامن، قوی اور سخت لڑائی لڑنے والے نہیں تھے (بلکہ یہ تمام خوبیاں ان میں ہیں) بلکہ میں نے ان کو اس لئے ہٹایا ہے کہ میرے خیال میں تم اس علاقہ کے مسلمانوں کے لئے ان سے زیادہ مفید رہو گے۔ لہٰذا تم ان کا حق پہچاننا۔ تم سے پہلے میں نے ایک آدمی کو امیر بنایا تھا لیکن وہ وہاں پہنچنے سے پہلے ہی انتقال کر گیا۔ اگر اللہ چاہیں گے تو تم وہاں کے امیر بن سکو گے اور اللہ یہ چاہیں کہ عتبہ ہی امیر رہے (اور تمہیں موت آجائے) تو پھر ایسا ہی ہو گا کیونکہ پیدا کرنا اور حکم دینا اللہ رب العالمین ہی کے لئے ہے۔ تمہیں معلوم ہونا چاہئے کہ اللہ ہی آسمان سے کوئی فیصلہ اتارتے ہیں اور پھر اپنی صفت حفاظت سے اس کی حفاظت فرماتے ہیں (اسے ضائع نہیں ہونے دیتے بلکہ وہ فیصلہ پورا ہو کر رہتا ہے) اور تم تو صرف اس کام کو دیکھو جس کے لئے تم پیدا کئے گئے ہو۔ اس کے لئے پوری محبت و کوشش کرو اور اس کے علاوہ اور تمام کاموں کو چھوڑ دو کیونکہ دنیا کے ختم ہونے کا وقت مقرر ہے اور آخرت ہمیشہ رہنے والی ہے تم دنیا کی ان نعمتوں میں مشغول ہو کر جو کہ ختم ہونے والی ہیں آخرت کے اس عذاب سے غافل نہ ہو جانا جو باقی رہنے والا ہے۔ اللہ کے غصہ سے بھاگ کر اللہ کی طرف آجاؤ اور اللہ تعالیٰ جس کے لئے چاہیں اس کے حکم میں پوری فضیلت جمع فرما دیں۔ ہم اللہ سے اپنے لئے اور تمہارے لئے اس کی اطاعت کرنے پر مدد اور اس کے عذاب سے نجات مانگتے ہیں۔"[1]

حضرت عمر بن خطابؓ کا
حضرت ابو موسیٰ اشعریؓ کو وصیت کرنا

حضرت ضبہ بن محصن رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں حضرت عمر بن خطابؓ نے حضرت ابو موسیٰ اشعریؓ کو یہ خط لکھا: "امابعد! بعض دفعہ لوگوں کو اپنے بادشاہ سے نفرت ہو جایا کرتی ہے میں اس بات سے اللہ کی پناہ چاہتا ہوں کہ میرے اور تمہارے بارے میں لوگوں کے دلوں میں نفرت کا جذبہ پیدا ہو (اگر سارا دن حدود شرعیہ قائم نہ کر سکو تو) دن میں ایک گھڑی ہی حدود قائم کرو لیکن روزانہ ضرور قائم کرو۔ جب دو کام ایسے پیش آجائیں کہ ان میں سے ایک اللہ کے لئے ہو اور دوسرا دنیا کے لئے تو دنیا والے کام پر اللہ والے کو ترجیح دینا کیونکہ دنیا تو ختم ہو جائے گی اور آخرت باقی رہے گی اور بدکاروں کو ڈراتے رہو اور ان کو ایک جگہ نہ رہنے دو بلکہ

[1] اخرجه ابن سعد (ج ٤ ص ٧٨)

انہیں بکھیر دو (ورنہ اکٹھے ہو کر بدکاری کے منصوبے بناتے رہیں گے) بیمار مسلمان کی عیادت کرو اور ان کے جنازے میں شرکت کرو اور اپنا دروازہ کھلا رکھو اور مسلمانوں کے کام خود کرو کیونکہ تم بھی ان میں سے ایک ہو۔ بس اتنی سی بات ہے کہ اللہ نے تم پر ان سے زیادہ ذمہ داری کا بوجھ ڈال دیا ہے۔ مجھے یہ خبر پہنچی ہے کہ تم نے اور تمہارے گھر والوں نے لباس، کھانے اور سواری میں ایک خاص طرز اختیار کر لیا ہے جو عام مسلمانوں میں نہیں ہے۔ اے عبداللہ! تم اپنے آپ کو اس سے بچاؤ کہ تم اس جانور کی طرح سے ہو جاؤ جس کا سر سبز وادی پر گزر ہوا اور اسے زیادہ سے زیادہ گھاس کھا کر موٹا ہو جانے کے علاوہ اور کوئی فکر نہ تھا۔ وہ زیادہ کھا کر موٹا تو ہو گیا لیکن اسی میں مر گیا اور تمہیں معلوم ہونا چاہئے کہ امیر جب ٹیڑھا ہو جائے گا تو اس کے مامور بھی ٹیڑھے ہو جائیں گے اور لوگوں میں سب سے زیادہ بدبخت وہ ہے جس کی وجہ سے اس کی رعایا بدبخت ہو جائے۔" [1]

حضرت ضحاک رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں حضرت عمر بن خطابؓ نے حضرت ابو موسیٰؓ کو یہ خط لکھا:

"امابعد! عمل میں قوت اور پختگی اس طرح پیدا ہوتی ہے کہ تم آج کا کام کل پر نہ چھوڑو کیونکہ جب تم ایسا کرو گے تو تمہارے پاس بہت سارے کام جمع ہو جائیں گے پھر تمہیں پتہ نہیں چلے گا کہ کونسا کام کرو اور کون سا نہ کرو اور یوں بہت سارے کام رہ جائیں گے۔ اگر تمہیں دو کاموں میں اختیار دیا جائے جن میں سے ایک کام دنیا کا ہو اور دوسرا آخرت کا تو آخرت والے کام کو دنیا والے کام پر ترجیح دو کیونکہ دنیا فانی ہے اور آخرت باقی رہنے والی ہے۔ اللہ سے ہمیشہ ڈرتے رہو اور اللہ کی کتاب سیکھتے رہو کیونکہ اس میں علوم کے چشمے اور دلوں کی بہار ہے (یعنی قرآن سے دل کو راحت ملتی ہے۔" [2]

حضرت عثمان ذوالنورینؓ کا وصیت کرنا

حضرت علاء بن فضل کی والدہ کہتی ہیں حضرت عثمانؓ کے شہید ہونے کے بعد لوگوں نے ان کے خزانے کی تلاشی لی تو اس میں ایک صندوق ملا جسے تالا لگا ہوا تھا جب لوگوں نے اسے کھولا تو اس میں ایک کاغذ ملا جس میں یہ وصیت لکھی ہوئی تھی۔

---

[1] اخرجه الدنیوری کذافی الکنز (ج ۳ ص ۱۴۹) و اخرجه ابن ابی شیبة و ابو نعیم فی الحلیة عن سعید بن ابی بردة مختصر اکما فی الکنز (ج ۸ ص ۲۰۹)

[2] اخرجه ابن ابی شیبة کذافی الکنز (ج ۸ ص ۲۰۸)

یہ عثمانؓ کی وصیت ہے : بسم الله الرحمن الرحيم . عثمان بن عفان
اس بات کی گواہی دیتا ہے کہ اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں، وہ اکیلا ہے اس کا کوئی شریک نہیں اور حضرت محمد ﷺ اس کے بندے اور رسول (ﷺ) ہیں۔ جنت حق ہے، دوزخ حق ہے اور اللہ تعالیٰ اس دن لوگوں کو قبروں سے اٹھائیں گے جس دن کے آنے میں کوئی شک نہیں ہے۔ بے شک اللہ تعالیٰ اپنے وعدہ کے خلاف نہیں کرتا۔ اسی شہادت پر عثمان زندہ رہا اسی پر مرے گا۔ اور اسی پر انشاء اللہ (قیامت کے دن) اٹھایا جائے گا۔"[1]

نظام الملک نے بھی اس حدیث کو بیان کیا ہے اور اس میں یہ مضمون بھی ہے کہ لوگوں نے اس کاغذ کی پشت پر یہ لکھا ہوا دیکھا۔

غنى النفس يغنى النفس حتى يجلها
وان غضها حتى يضربها الفقر،

دل کا غنا آدمی کو غنی بنا دیتا ہے حتی کہ اسے بڑے مرتبے والا بنا دیتا ہے۔ اگرچہ یہ غنا اسے اتنا نقصان پہنچائے کہ فقر اسے ستانے لگے۔

وما عسرة فاصبر لها ان لقيتها
بكائنة الا سيتبعها يسر،

اگر تمہیں کوئی مشکل پیش آئے تو تم اس پر صبر کرو کیونکہ ہر مشکل کے بعد آسانی ضرور آتی ہے۔

ومن لم يقاس الدهر لم يعرف الاسى
وفى غير الايام ما وعد الدهر،

جو زمانہ کی سختیاں برداشت نہیں کرتا اسے کبھی غم خواری کے مزے کا پتہ نہیں چل سکتا۔

زمانے کے حوادث ہی پر اللہ نے سب کچھ دینے کا وعدہ کیا ہے۔[2]

حضرت شداد بن اوسؓ فرماتے ہیں جب حضرت عثمانؓ کے گھر کا محاصرہ سخت ہو گیا تو آپ نے لوگوں کی طرف جھانک کر فرمایا اے اللہ کے بندو! راوی کہتے ہیں میں نے دیکھا کہ حضرت علی بن ابی طالبؓ گھر سے باہر آرہے ہیں۔ انہوں نے حضور ﷺ کا عمامہ باندھا ہوا ہے۔ اپنی تلوار گلے میں ڈالی ہوئی ہے۔ ان سے آگے حضرات مہاجرین و انصار کی ایک

---

[1] اخرجه الفضائلى الرازى عن العلاء بن الفضل
[2] كذافى الرياض النضرة فى مناقب العشرة للمحب الطبرى (ج ۲ ص ۱۲۳)

جماعت ہے جن میں حضرت حسن اور حضرت عبداللہ بن عمرؓ بھی ہیں۔ ان حضرات نے باغیوں پر حملہ کر کے انہیں بھگا دیا اور پھر یہ سب حضرت عثمان بن عفان کے پاس ان کے گھر گئے تو ان سے حضرت علیؓ نے عرض کیا السلام علیک یا امیر المومنین! حضور ﷺ کو دین کی بلندی اور مضبوطی اس وقت حاصل ہوئی جب آپ نے ماننے والوں کے ساتھ لے کر نہ ماننے والوں کو مارنا شروع کر دیا اور اللہ کی قسم! مجھے تو یہی نظر آرہا ہے کہ یہ لوگ آپ کو قتل کر دیں گے۔ لہذا آپ ہمیں اجازت دیں تاکہ ہم ان سے جنگ کریں۔ اور اس پر حضرت عثمانؓ نے فرمایا:

"جو آدمی اپنے اوپر اللہ کا حق مانتا ہے اور اس بات کا ارادہ کرتا ہے کہ میرا اس پر حق ہے اس کو میں قسم دے کر کہتا ہوں کہ وہ میری وجہ سے کسی کا ایک سینگی بھر بھی خون نہ بہائے اور نہ اپنا خون بہائے۔"

حضرت علیؓ نے اپنی بات دوبارہ عرض کی حضرت عثمانؓ نے وہی جواب دیا۔ راوی کہتے ہیں میں نے حضرت علیؓ کو دیکھا کہ وہ حضرت عثمان کے دروازے سے نکلتے ہوئے یہ فرما رہے تھے۔ اے اللہ! آپ جانتے ہیں کہ ہم نے اپنا سارا زور لگا لیا ہے۔ پھر حضرت علیؓ مسجد میں داخل ہوئے اور نماز کا وقت ہو گیا۔ لوگوں نے حضرت علیؓ سے کہا اے ابو الحسن! آگے بڑھیں اور نماز پڑھائیں۔ انہوں نے کہا امام کے گھر کا محاصرہ کیا ہوا ہے۔ میں اس حال میں تم لوگوں کو نماز نہیں پڑھا سکتا میں تو اکیلے نماز پڑھوں گا۔ چنانچہ وہ اکیلے نماز پڑھ کر اپنے گھر چلے گئے۔ پیچھے سے ان کے بیٹے نے آکر خبر دی۔ اے ابا جان! اللہ کی قسم! وہ باغی لوگ ان کے گھر میں زبردستی گھس گئے ہیں۔ حضرت علیؓ نے کہا انا للّٰہ وانا الیہ راجعون. اللہ کی قسم! وہ لوگ تو ان کو قتل کر دیں گے۔ لوگوں نے پوچھا اے ابو الحسن! شہید ہو کر حضرت عثمانؓ کہاں جائیں گے؟ انہوں نے کہا جنت میں اللہ کا قرب خاص پائیں گے۔ پھر انہوں نے پوچھا اے ابو الحسن! یہ قاتل لوگ کہاں جائیں گے؟ انہوں نے تین دفعہ کہا اللہ کی قسم! دوزخ میں جائیں گے۔[1]

حضرت ابو سلمہ بن عبدالرحمٰن رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں حضرت عثمانؓ کا باغیوں نے محاصرہ کیا ہوا تھا اتنے میں حضرت ابو قتادہؓ اور ایک اور صاحب ان کے ساتھ حضرت عثمانؓ کے پاس ان کے گھر گئے۔ دونوں نے حضرت عثمانؓ سے حج کی اجازت مانگی انہوں نے حج کی اجازت دے دی۔ ان دونوں نے حضرت عثمانؓ سے پوچھا کہ اگر یہ باغی غالب آگئے تو ہم کس کا ساتھ

---

[1] اخرجه ابو احمد كذافي الرياض النضرة في مناقب العشرة (ج ۲ ص ۱۲۷)

دیں؟ حضرت عثمانؓ نے فرمایا مسلمانوں کی عام جماعت کا ساتھ دینا۔ انہوں نے پوچھا اگر غالب آکر یہ باغی ہی مسلمانوں کی جماعت بنالیں تو پھر ہم کس کا ساتھ دیں؟ حضرت عثمانؓ نے کہا مسلمانوں کی عام جماعت کا ہی ساتھ دینا وہ جماعت جن کی بھی ہو۔ راوی کہتے ہیں۔ ہم باہر نکلنے لگے تو ہمیں گھر کے دروازے پر حضرت حسن بن علیؓ سامنے سے آتے ہوئے ملے جو حضرت عثمانؓ کے پاس جا رہے تھے تو ہم ان کے ساتھ واپس ہو گئے کہ سنیں کہ یہ حضرت عثمانؓ سے کیا کہتے ہیں؟ انہوں نے حضرت عثمانؓ کو سلام کر کے کہا اے امیر المومنین! آپ جو چاہیں مجھے حکم دیں۔ اس پر حضرت عثمانؓ نے فرمایا:

"اے میرے بھتیجے! واپس چلے جاؤ اور اپنے گھر بیٹھ جاؤ۔ یہاں تک کہ اللہ تعالیٰ جو چاہتے ہیں اسے وجود میں لے آئیں۔"

چنانچہ حضرت حسن بھی اور ہم بھی حضرت عثمانؓ کے پاس سے باہر آگئے تو ہمیں سامنے سے حضرت عبداللہ بن عمرؓ آتے ہوئے ملے وہ حضرت عثمانؓ کے پاس جا رہے تھے تو ہم بھی ان کے ساتھ واپس ہو گئے کہ سنیں یہ کیا کہتے ہیں؟ چنانچہ انہوں نے جا کر حضرت عثمانؓ کو سلام کیا اور عرض کیا اے امیر المومنین! میں رسول اللہ ﷺ کی صحبت میں رہا اور ان کی ہر بات مانتا رہا۔ پھر میں حضرت ابو بکرؓ کے ساتھ رہا اور ان کی پوری طرح فرمانبرداری کی۔ پھر میں حضرت عمرؓ کے ساتھ رہا اور ان کی ہر بات مانتا رہا اور میں ان کا اپنے اوپر دوہرا حق سمجھتا تھا۔ ایک والد ہونے کی وجہ سے اور ایک خلیفہ ہونے کی وجہ سے اور اب میں آپ کا پوری طرح فرمانبردار ہوں۔ آپ مجھے جو چاہیں حکم دیں (میں اسے انشاء اللہ پورا کروں گا۔ اس پر حضرت عثمانؓ نے فرمایا:

"اے آل عمرؓ! اللہ تعالیٰ تمہیں دگنی جزائے خیر عطا فرمائے مجھے کسی کے خون بہانے کی کوئی ضرورت نہیں ہے۔ مجھے کسی کا خون بہانے کی کوئی ضرورت نہیں ہے۔"[1]

حضرت ابو ہریرہؓ فرماتے ہیں میں بھی حضرت عثمانؓ کے ساتھ گھر میں محصور تھا۔ ہمارے ایک آدمی کو (باغیوں کی طرف سے) تیر مارا گیا۔ اس پر میں نے کہا اے امیر المومنین! چونکہ انہوں نے ہمارا ایک آدمی قتل کر دیا ہے اس لئے اب ان سے جنگ کرنا ہمارے لئے جائز ہو گیا ہے۔ حضرت عثمانؓ نے فرمایا:

"اے ابو ہریرہ! میں تمہیں قسم دے کر کہتا ہوں کہ اپنی تلوار پھینک دو۔ وہ لوگ تو میری

---

[1] اخرجه ابو احمد كذافي الرياض النضرة في مناقب العشره (ج ٢ ص ١٦٩)

[2] اخرجه ابو عمر كذافي الرياض النضرة في مناقب العشرة (ج ٢ ص ١٢٩)

جان لینا چاہتے ہیں اس لئے میں اپنی جان دے کر دوسرے مسلمانوں کی جان بچانا چاہتا ہوں۔"

حضرت ابو ہریرہ کہتے ہیں (حضرت عثمان کے اس فرمان پر) میں نے اپنی تلوار پھینک دی اور اب تک مجھے خبر نہیں کہ وہ کہاں ہے؟[۲]

حضرت علی بن ابی طالبؓ کا اپنے امیروں کو وصیت کرنا

حضرت مہاجر عامری رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں حضرت علی بن ابی طالبؓ نے اپنے ایک ساتھی کو ایک شہر کا گورنر بنا رکھا تھا۔ اسے یہ خط لکھا:

"امابعد! تم اپنی رعایا سے زیادہ دیر غائب نہ رہو (جب کسی ضرورت کی وجہ سے ان سے الگ ہونا پڑے تو ان کے پاس جلدی واپس آجاؤ) کیونکہ امیر کے رعایا سے الگ رہنے کی وجہ سے لوگ تنگ ہوں گے اور خود امیر کو لوگوں کے حالات تھوڑے معلوم ہو سکیں گے بلکہ جن سے الگ رہے گا ان کے حالات بالکل معلوم نہ ہو سکیں گے (جب امیر لوگوں کے ساتھ میل جول نہیں رکھے گا بلکہ الگ رہے گا تو اسے سنی سنائی باتوں پر ہی کام چلانا پڑے گا اس طرح سارا دارومدار سنانے والوں پر آجائے گا اور سنانے والوں میں غلط لوگ بھی ہو سکتے ہیں جس کا نتیجہ یہ نکلے گا کہ) پھر اس کے سامنے بڑی چیز کو چھوٹا اور چھوٹی چیز کو بڑا اور اچھی چیز کو برا اور بری چیز کو اچھا بنا کر پیش کیا جائے گا اور یوں حق باطل کے ساتھ خلط ملط ہو جائے گا اور امیر بھی انسان ہی ہے۔ لوگ اس سے چھپ کر جو کام کر رہے ہیں وہ ان کو نہیں جانتا ہے اور انسان کی ہر بات پر ایسی نشانیاں نہیں پائی جاتی ہیں جن سے پتہ چل سکے کہ اس کی یہ بات سچی ہے یا جھوٹی۔ لہذا اب اس کا حل یہی ہے کہ امیر اپنے پاس لوگوں کی آمدورفت کو آسان اور عام رکھے (جب لوگ اس کے پاس زیادہ آئیں گے تو اسے حالات زیادہ معلوم ہو سکیں گے اور پھر یہ فیصلہ صحیح کر سکے گا) اور اس طرح یہ امیر ہر ایک کو اس کا حق دے سکے گا اور ایک کا دوسرے کو دینے سے محفوظ رہے گا لہذا تم ان دو قسم کے آدمیوں میں سے ایک قسم کے ضرور ہو گے۔ یا تو تم سخی آدمی ہو گے اور حق میں خرچ کرنے میں تمہارا ہاتھ بہت کھلا ہو گا اگر تم ایسے ہو اور تم نے لوگوں کو دینا ہی ہے اور ان سے اچھے اخلاق سے پیش آنا ہی ہے تو پھر تمہیں لوگوں سے الگ رہنے کی کیا ضرورت؟ اور اگر تم کنجوس ہو۔ اپنا سب کچھ روک کر رکھنے کی طبیعت رکھتے ہو تو پھر لوگ چند دن تمہارے پاس آئیں گے اور جب انہیں تم سے کچھ ملے گا

نہیں تو وہ خود ہی مایوس ہو کر تمہارے پاس آنا چھوڑ دیں گے۔ اس صورت میں بھی تمہیں ان سے الگ رہنے کی ضرورت نہیں ہے اور ویسے بھی لوگ تمہارے پاس اپنی ضرورتیں ہی لے کر آتے ہیں کہ یا تو کسی ظالم کی شکایت کریں گے یا تم سے انصاف کے طالب ہوں گے اور یہ ضرورتیں ایسی ہیں کہ ان کے پورا کرنے میں تم پر کوئی بوجھ نہیں پڑتا (لہذا لوگوں سے الگ رہنے کی ضرورت نہیں ہے) اس لئے میں نے جو کچھ لکھا ہے اس پر عمل کر کے اس سے فائدہ اٹھاؤ اور میں تمہیں صرف وہی باتیں لکھ رہا ہوں جن میں تمہارا فائدہ ہے اور جن سے تمہیں ہدایت ملے گی انشاء اللہ۔[1]

حضرت مدائنی رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں حضرت علی بن ابی طالبؓ نے اپنے ایک امیر کو یہ خط لکھا:

"ٹھہرو اور یوں سمجھو کہ تم زندگی کے آخری کنارے پر پہنچ گئے ہو۔ تمہاری موت کا وقت آگیا ہے اور تمہارے اعمال تمہارے سامنے اس جگہ پیش کئے جا رہے ہیں جہاں دنیا کے دھوکہ میں پڑا ہوا بائے حسرت پکارے گا اور زندگی ضائع کرنے والا تمنا کرے گا کہ کاش میں توبہ کر لیتا اور ظالم تمنا کرے گا اسے (ایک دفعہ پھر دنیا میں) واپس بھیج دیا جائے (تاکہ وہ نیک عمل کر کے آئے اور یہ جگہ میدان حشر ہے")[2]

قبیلہ ثقیف کے ایک صاحب بیان کرتے ہیں کہ حضرت علی بن ابی طالبؓ نے مجھے عکبرا شہر کا گورنر بنایا اور وہاں کے مقامی لوگ جو کہ ذمی تھے وہ میرے پاس بیٹھے ہوئے تھے حضرت علیؓ نے مجھ سے فرمایا:

"عراق کے دیہاتی لوگ دھوکہ باز ہوتے ہیں خیال رکھنا کہیں تمہیں دھوکہ نہ دے دیں۔ لہذا ان کے ذمہ جو حق ہے وہ ان سے پورا وصول کرنا۔"

پھر مجھ سے فرمایا شام کو میرے پاس آنا۔ چنانچہ جب میں شام کو خدمت میں حاضر ہوا تو مجھ سے فرمایا:

"میں نے صبح تم کو جو کہا تھا وہ ان لوگوں کو سنانے کے لئے کہا تھا۔ رقم کی وصولی کے لئے ان میں سے کسی کو کوڑا نہ مارنا اور نہ (دھوپ میں) کھڑا کرنا اور ان سے (شرعی حق کے بغیر اپنے لئے) بکری اور گائے نہ لینا۔ ہمیں تو یہ حکم دیا گیا ہے کہ ہم ان سے عفو لیں اور جانتے ہو

---

[1] اخرجه الدینوری و ابن عساکر كذافي منتخب الكنز (ج ٥ ص ٥٨)

[2] اخرجه الدینوری و ابن عساکر كذافي منتخب الكنز (ج ٥ ص ٥٨)

[3] اخرجه ابن زنجويه كذافي الكنز (ج ٣ ص ١٦٦)

کہ عفو کسے کہتے ہیں ؟ جسے وہ آسانی سے دے سکے (اور وہ اس کی ضرورت سے زائد ہو") ۱؎
اور بیہقی کی روایت میں یہ مضمون بھی ہے کہ ان کا غلہ اور گرمی سردی کے کپڑے اور ان کے کھیتی اور بار برداری کے کام آنے والے جانور نہ بیچنا اور پیسوں کی وصولی کے لئے کسی کو (دھوپ میں) کھڑا نہ کرنا۔ اس امیر نے کہا پھر تو میں جیسا آپ کے پاس سے جارہا ہوں ایسا ہی خالی ہاتھ واپس آجاؤں گا۔ حضرت علیؓ نے فرمایا (کوئی بات نہیں) چاہے تم جیسے جارہے ہو ویسے ہی واپس آجاؤ۔ تیرا ناس ہو! ہمیں یہی حکم دیا گیا ہے کہ ہم ان سے ضرورت سے زائد مال ہی لیں۔ ۲؎

رعایا کا اپنے امام کو نصیحت کرنا

حضرت مکحول رحمۃ اللہ کہتے ہیں حضرت سعید بن عامر بن حذیم جمحیؓ جو نبی کریم ﷺ کے صحابہؓ میں سے ہیں انہوں نے حضرت عمر بن خطابؓ سے کہا اے عمرؓ! میں آپ کو کچھ وصیت کرنا چاہتا ہوں۔ حضرت عمرؓ نے فرمایا ہاں ضرور وصیت کرو (امیر کو غلطی پر متنبہ نہ کرنا خیانت ہے اور بھرے مجمع میں متنبہ کرنا گستاخی ہے اور تنہائی میں متوجہ کرنا نصیحت ہے)
"میں آپ کو یہ وصیت کرتا ہوں کہ آپ لوگوں کے بارے میں اللہ سے ڈریں اور اللہ کے بارے میں لوگوں سے نہ ڈریں اور آپ کے قول اور فعل میں تضاد نہیں ہونا چاہئے کہ کیونکہ بہترین قول وہ ہے جس کی تصدیق عمل کرے۔ ایک ہی معاملہ میں دو متضاد فیصلے نہ کرنا ورنہ آپ کے کام میں اختلاف پیدا ہو جائے گا اور آپ کو حق سے ہٹنا پڑے گا۔ دلیل والے پہلو کو اختیار کریں اس طرح آپ کو کامیابی حاصل ہو گی اور اللہ آپ کی مدد کرے گا اور آپ کے ہاتھوں آپ کی رعایا کی اصلاح کرے گا اور دور و نزدیک کے جن مسلمانوں کا اللہ نے آپ کو ذمہ دار بنایا ہے ان کی طرف اپنی توجہ پوری رکھیں اور ان کے فیصلے خود کریں اور جو کچھ اپنے لئے اور اپنے گھر والوں کے لئے پسند کرتے ہیں وہ تمام مسلمانوں کے لئے پسند کریں اور جو کچھ اپنے لئے اور اپنے گھر والوں کے لئے ناپسند سمجھتے ہیں وہ ان کے لئے ناپسند سمجھیں اور حق تک پہنچنے کے لئے مشکلات میں گھس جائیں (اور ان سے نہ گھبرائیں) اور اللہ کے بارے میں کسی کی ملامت سے نہ ڈریں"
حضرت عمرؓ نے کہا یہ کام کون کر سکتا ہے؟ حضرت سعید نے کہا آپ جیسے کر سکتے ہیں

۱؎ اخرجه البیهقی (ج ۹ ص ۲۰۵) ایضا
۲؎ اخرجه ابن سعد و ابن عساکر کذافی منتخب الکنز (ج ٤ ص ۳۹۰)

جن کو اللہ تعالیٰ نے حضرت محمد ﷺ کی امت کا ذمہ دار بنایا ہے اور (وہ ایسے بہادر ہیں کہ) ان کے اور اللہ کے درمیان کوئی حائل نہ ہو سکا۔[۱]

حضرت عبداللہ بن بریدہ رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں حضرت عمر بن خطابؓ نے ایک وفد کے آنے پر لوگوں کو جمع فرمانا چاہا تو اپنے اجازت دینے والے حضرت ابن ارقم رحمۃ اللہ علیہ سے فرمایا حضرت محمد ﷺ کے صحابہؓ کو خاص طور سے دیکھو اور انہیں دوسرے لوگوں سے پہلے اندر آنے کی اجازت دو۔ پھر ان کے بعد والے لوگوں (یعنی حضرات تابعین) کو اجازت دو۔ چنانچہ یہ حضرات اندر آئے اور انہوں نے حضرت عمرؓ کے سامنے صفیں بنالیں۔ حضرت عمرؓ نے ان حضرات کو دیکھا تو انہیں ایک صاحب بھاری بھر کم نظر آئے جنہوں نے منقش چادریں اوڑھی ہوئی تھیں۔ حضرت عمرؓ نے ان کی طرف اشارہ کیا جس پر وہ حضرت عمرؓ کے پاس آئے۔ حضرت عمرؓ نے ان سے تین مرتبہ کہا تم مجھے کچھ بات کہو۔ انہوں نے بھی تین مرتبہ یہ کہا۔ نہیں، آپ کچھ فرمائیں۔ حضرت عمرؓ نے (کچھ ناگواری کا اظہار فرماتے ہوئے) فرمایا اوہو، آپ کھڑے ہو جائیں چنانچہ وہ کھڑے ہو کر چلے گئے۔ حضرت عمرؓ نے دوبارہ ان حاضرین پر نظر ڈالی تو انہیں ایک اشعری نظر آئے جن کا رنگ سفید، جسم ہلکا، قد چھوٹا اور حال کمزور تھا۔ حضرت عمرؓ نے ان کی طرف اشارہ کیا جس پر وہ حضرت عمرؓ کے پاس آگئے۔ حضرت عمرؓ نے ان سے کہا۔ آپ مجھ سے کچھ بات کریں۔ اس اشعری نے کہا نہیں۔ آپ کچھ فرمائیں۔ حضرت عمرؓ نے کہا۔ آپ کچھ بات کریں۔ انہوں نے کہا اے امیر المومنین! آپ پہلے کچھ بات شروع کریں۔ بعد میں ہم بھی کچھ کہہ لیں گے۔ حضرت عمرؓ نے فرمایا اوہو، آپ بھی کھڑے ہو جائیں (میں تو بکریاں چرانے والا انسان ہوں) بکریاں چرانے والے (کی بات) سے آپ کو کیا فائدہ ہو سکتا ہے؟ (چنانچہ وہ چلے گئے) حضرت عمرؓ نے پھر نظر ڈالی تو انہیں ایک سفید اور ہلکے جسم والا آدمی نظر آیا۔ حضرت عمرؓ نے اسے اشارہ سے بلایا۔ وہ آگئے۔ حضرت عمرؓ نے ان سے کہا آپ مجھے کچھ کہیں۔ انہوں نے فوراً کھڑے ہو کر اللہ کی حمد و ثناء بیان کی اور خوب اللہ سے ڈرایا اور پھر کہا:

"آپ کو اس امت کا ذمہ دار بنایا گیا ہے۔ لہذا آپ کو اس امت کے جن امور کا ذمہ دار بنایا گیا ہے ان میں اور اپنی رعایا کے بارے میں خصوصاً اپنی ذات کے بارے میں اللہ سے ڈریں کیونکہ (قیامت کے دن) آپ سے (ان سب کا) حساب لیا جائے گا اور آپ سے پوچھا جائے گا اور آپ کو امین بنایا گیا ہے لہذا آپ پر لازم ہے کہ آپ امانت کی اس ذمہ داری کو پورے اہتمام سے ادا کریں اور آپ کو آپ کے اعمال کے مطابق (اللہ کی طرف سے) اجر دیا جائے گا۔

حضرت عمرؓ نے کہا جب سے میں خلیفہ بنا ہوں- تمہارے علاوہ کسی نے بھی مجھے ایسی صاف اور صحیح بات نہیں کہی ہے تم کون ہو؟ انہوں نے کہا میں ربیع بن زیاد ہوں۔ حضرت عمرؓ نے کہا حضرت مہاجر بن زیاد کے بھائی؟ انہوں نے کہا جی ہاں۔ پھر حضرت عمرؓ نے ایک لشکر تیار کیا اور حضرت (ابو موسیٰ) اشعریؓ کو اس کا امیر بنایا اور ان سے فرمایا کہ ربیع بن زیاد کو اہتمام سے دیکھنا اگر یہ اپنی بات میں سچا نکلا (اس پر خود بھی عمل کیا) تو وہ اس امارت کی ذمہ داریوں میں تمہاری خوب مدد کرے گا اس لئے انہیں (بوقت ضرورت کسی جماعت کا) امیر بنا دینا۔ پھر ہر دس دن کے بعد ان کے کام کی دیکھ بھال کرتے رہنا اور ان کے کام کرنے کے طریقے کو مجھے اس تفصیل سے لکھنا کہ مجھے یوں لگے کہ جیسے میں نے خود ان کو امیر بنایا ہو۔ پھر حضرت عمرؓ نے فرمایا حضور ﷺ نے ہمیں نصیحت کی تھی اور فرمایا تھا:

"مجھے اپنے بعد تم پر سب سے زیادہ خوف اس منافق کا ہے جو باتیں کرنے کا خوب ماہر ہو (یعنی دل تو کھوٹا ہو لیکن زبان سے بڑی اچھی باتیں خوب بناتا ہو")۔[1]

حضرت محمد بن سوقہ رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں میں حضرت نعیم بن ابی ہند رحمۃ اللہ علیہ کے پاس آیا۔ انہوں نے ایک پرچہ مجھے نکال کر دیا جس میں یہ لکھا ہوا تھا:

"ابو عبیدہ بن جراح اور معاذ بن جبل کی طرف سے عمر بن خطاب کے نام سلام علیک! امابعد! ہم تو شروع سے ہی آپ کو دیکھ رہے ہیں کہ آپ کو اپنے نفس کی اصلاح کا بہت اہتمام ہے اور اب تو آپ پر کالے اور گورے یعنی عرب و عجم تمام افراد امت کی ذمہ داری ڈال دی گئی ہے۔ آپ کی مجلس میں بڑے مرتبہ والے اور کم مرتبہ والے، دوست دشمن ہر طرح کے لوگ آتے ہیں ان میں سے ہر ایک کو عدل میں سے اس کا حصہ ملنا چاہئے۔ اے عمرؓ! آپ دیکھ لیں کہ آپ ان کے ساتھ کیسے چل رہے ہیں؟ ہم آپ کو اس دن سے ڈراتے ہیں جس دن تمام چہرے جھکے ہوئے ہوں گے اور دل (خوف کے مارے) خشک ہو جائیں گے اور اس بادشاہ کی دلیل کے سامنے تمام (انسانوں کی) دلیلیں فیل ہو جائیں گی جو اپنی کبریائی کی وجہ سے ان پر غالب اور زور آور ہو گا اور ساری مخلوق اس کے سامنے ذلیل ہو گی۔ بس اس کی رحمت کی امید کر رہے ہوں گے اور اس کی سزا سے ڈر رہے ہوں گے۔ ہم آپس میں یہ حدیث بیان کیا کرتے تھے کہ اس امت کا آخر زمانہ میں اتنا برا حال ہو جائے گا کہ لوگ اوپر سے دوست ہوں گے اور اندر سے دشمن۔ ہم اس بات سے اللہ کی پناہ چاہتے ہیں کہ ہم نے آپ کو یہ خط جس دلی ہمدردی کے ساتھ لکھا آپ اس کے علاوہ کچھ اور سمجھیں کیونکہ ہم نے یہ خط صرف آپ کی

[1] اخرجه ابن راهويه والحارث و مسدد و ابو يعلى و صححه كذافى كنز العمال (ج ٧ ص ٣٦)

خیر خواہی کے جذبہ سے لکھا ہے۔ والسلام علیک۔"

"عمر بن خطاب کی طرف سے ابو عبیدہ اور معاذ کے نام۔ سلام علیکما! امابعد! مجھے آپ دونوں کا خط ملا جس میں آپ نے لکھا کہ آپ دونوں مجھے شروع سے دیکھ رہے ہیں کہ مجھے اپنے نفس کی اصلاح کا بہت اہتمام ہے اور اب مجھ پر کالے اور گورے یعنی عرب و عجم تمام افراد امت کی ذمہ داری ڈال دی گئی ہے۔ میری مجلس میں بڑے مرتبے والے اور کم مرتبے والے دوست دشمن ہر طرح کے لوگ آتے ہیں ان میں سے ہر ایک کو عدل میں سے اس کا حصہ ملنا چاہئے۔ آپ دونوں نے یہ بھی لکھا کہ اے عمرؓ! آپ دیکھ لیں کہ آپ ان کے ساتھ کیسے چل رہے ہیں؟ اور حقیقت یہ ہے کہ اللہ عزوجل کی مدد سے ہی عمرؓ صحیح چل سکتا ہے اور غلط سے بچ سکتا ہے اور آپ دونوں نے لکھا کہ آپ دونوں مجھے اس دن سے ڈرا رہے ہیں جس دن سے ہم سے پہلے کی تمام امتیں ڈرائی گئی ہیں اور بہت پہلے سے یہ بات چلی آرہی ہے کہ دن رات کا بدلتے رہنا اور دن رات میں وقت مقرر کے آنے پر لوگوں کا دنیا سے جاتے رہنا ہر دُور کو نزدیک کر رہا ہے اور ہر نئے کو پرانا کر رہا ہے اور ہر وعدہ کو لا رہا ہے اور یہ سلسلہ یوں ہی چلتا رہے گا یہاں تک کہ سارے لوگ جنت اور دوزخ میں اپنی اپنی جگہ پہنچ جائیں گے۔ آپ دونوں نے لکھا کہ آپ دونوں مجھے اس بات سے ڈرا رہے ہیں کہ اس امت کا آخر زمانہ میں اتنا برا حال ہو جائے گا کہ لوگ اوپر سے دوست ہوں گے اور اندر سے دشمن لیکن نہ تو آپ ان برے لوگوں میں سے ہیں اور نہ یہ وہ برا زمانہ ہے اور یہ تو اس زمانہ میں ہوگا جس میں لوگوں میں شوق اور خوف تو خوب ہوگا لیکن ایک دوسرے سے ملنے کا شوق صرف دنیاوی اغراض کی وجہ سے ہوگا۔ آپ دونوں نے مجھے لکھا کہ آپ دونوں مجھے اس بات سے اللہ کی پناہ میں دیتے ہیں کہ آپ دونوں نے مجھے یہ خط جس دلی ہمدردی کے ساتھ لکھا ہے میں اس کے علاوہ کچھ اور سمجھوں اور یہ کہ آپ دونوں نے یہ خط صرف میری خیر خواہی کے جذبہ سے لکھا ہے آپ دونوں نے یہ بات ٹھیک لکھی ہے۔ لہٰذا مجھے خط لکھنا نہ چھوڑیں کیونکہ میں آپ دونوں (کی نصیحتوں) کا محتاج ہوں، آپ لوگوں سے مستغنی نہیں ہو سکتا والسلام علیکما"[1]

حضرت ابو عبیدہ بن جراحؓ کا وصیت کرنا

---

[1] اخرجه ابو نعيم في الحلية (ج ۱ ص ۲۳۸) واخرجه ايضا ابن ابي شيبة وهناد بمثله كما في الكنز (ج ۸ ص ۲۰۹) والطبراني كما في المجمع (ج ۵ ص ۲۱۴) وقال ورجاله ثقات الى هذا لصحيفة.

حضرت سعید بن مسیب رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں جب حضرت ابو عبیدہؓ اردن میں طاعون میں مبتلا ہوئے تو جتنے مسلمان وہاں تھے ان کو بلا کر ان سے فرمایا:

''میں تمہیں ایک وصیت کر رہا ہوں اگر تم نے اسے مان لیا تو ہمیشہ خیر پر رہو گے اور وہ یہ ہے کہ نماز قائم کرو، ماہ رمضان کے روزے رکھو، زکوٰۃ ادا کرو، حج و عمرہ کرو، آپس میں ایک دوسرے کو (نیکی کی) تاکید کرتے رہو اور اپنے امیروں کے ساتھ خیر خواہی کرو اور ان کو دھوکہ مت دو اور دنیا تمہیں (آخرت سے) غافل نہ کرنے پائے۔ کیونکہ اگر انسان کی عمر ہزار سال بھی ہو جائے تو بھی اسے (ایک نہ ایک دن) اس ٹھکانے یعنی موت کی طرف آنا پڑے گا۔ جسے تم دیکھ رہے ہو۔ اللہ تعالیٰ نے تمام بنی آدم کے لئے مرنا طے کر دیا ہے لہذا وہ سب ضرور مریں گے اور بنی آدم میں سب سے زیادہ سمجھ دار وہ ہے جو اپنے رب کی سب سے زیادہ اطاعت کرے اور اپنی آخرت کے لئے سب سے زیادہ عمل کرے۔ والسلام علیکم ورحمۃ اللہ! اے معاذ بن جبل! آپ لوگوں کو (میری جگہ) نماز پڑھاؤ۔

اس کے بعد حضرت ابو عبیدہ کا انتقال ہو گیا۔ پھر حضرت معاذؓ نے لوگوں میں کھڑے ہو کر یہ بیان کیا:

''اے لوگو! تم اللہ کے آگے اپنے گناہوں سے توبہ کرو کیونکہ جو بندہ بھی اپنے گناہوں سے توبہ کر کے (قیامت کے دن) اللہ سے ملے گا تو اللہ کے ذمہ اس کا حق ہو گا کہ اللہ اس کی مغفرت فرما دیں اور جس کے ذمہ قرضہ ہے اسے چاہئے کہ وہ اپنا قرضہ ادا کرے کیونکہ بندہ اپنے قرضہ کی وجہ سے بندھا رہے گا (جب تک اسے ادا نہیں کرے گا اللہ کے ہاں اسے چھوٹ نہیں ملے گی) اور جس کسی نے اپنے (مسلمان) بھائی سے قطع تعلق کر رکھا ہو اسے چاہئے کہ وہ اس سے مل کر صلح کر لے۔ اے مسلمانو! تمہیں ایک ایسے آدمی کی موت کا صدمہ پہنچا ہے جس کے بارے میں مجھے یقین ہے کہ ان سے زیادہ نیک دل، ان سے زیادہ شر و فساد سے دور رہنے والا، ان سے زیادہ عوام سے محبت کرنے والا اور ان سے زیادہ خیر خواہی کرنے والا میں نے کوئی نہیں دیکھا لہذا ان کے لئے نزول رحمت کی دعا کرو اور ان کی نماز جنازہ میں شرکت کرو۔''[1]

حضرات خلفاء و امراء کی طرز زندگی

حضرت ابو بکرؓ کی طرز زندگی

حضرت ابن عمر، حضرت عائشہ اور حضرت ابن مسیب وغیرہ حضراتؓ سے مروی ہے

[1] کذافی الریاض النضرۃ فی مناقب العشرۃ للمحب الطبری (ج ۲ ص ۳۱۷)

لیکن ان کی حدیثیں آپس میں مل گئی ہیں۔ بہر حال یہ حضرات فرماتے ہیں، ہجرت کے گیارہویں سال ۱۲۔ ربیع الاول کو پیر کے دن حضور ﷺ کا انتقال ہوا۔ اسی دن لوگ حضرت ابو بکر صدیقؓ سے بیعت ہوئے۔ آپ کا قیام اپنی بیوی حضرت حبیبہ بنت خارجہ بن زید بن ابی زہیر کے ہاں سُخ محلّہ میں تھا جو کہ قبیلہ بنو حارث بن خزرج میں سے تھیں۔ اپنے لئے بالوں کا ایک خیمہ ڈال رکھا تھا۔ اس میں انہوں نے کوئی اضافہ نہیں کیا یہاں تک کہ اپنے مدینہ والے گھر منتقل ہوگئے۔ بیعت کے بعد چھ ماہ تک سُخ ہی ٹھہرے رہے۔ اکثر صبح پیدل مدینہ منورہ جاتے۔ کبھی اپنے گھوڑے پر سوار ہو کر جاتے اور ان کے جسم پر ایک لنگی اور گیروے رنگ سے رنگی ہوئی ایک چادر ہوتی۔ چنانچہ مدینہ آتے اور لوگوں کو نمازیں پڑھاتے۔ جب عشاء کی نماز پڑھا لیتے تو سُخ اپنے گھر والوں کے پاس واپس آتے۔ جب حضرت ابو بکر خود (مدینہ) ہوتے تو خود لوگوں کو نماز پڑھاتے۔ جب خود نہ ہوتے تو حضرت عمر بن خطابؓ نماز پڑھاتے۔ جمعہ کے دن، دن کے شروع میں سُخ ہی رہتے۔ اپنے سر اور داڑھی پر مہندی لگاتے۔ پھر جمعہ کے وقت تشریف لے جاتے اور لوگوں کو جمعہ پڑھاتے۔ حضرت ابو بکرؓ تاجر آدمی تھے، روزانہ صبح بازار جاکر خرید و فروخت کرتے۔ ان کا بکریوں کا ایک ریوڑ بھی تھا۔ جو شام کو ان کے پاس واپس آتا کبھی ان کو چرانے خود جاتے اور کبھی کوئی اور چرانے جاتا۔ اپنے محلّہ والوں کی بکریوں کا دودھ بھی نکال دیا کرتے۔ جب یہ خلیفہ بنے تو محلّہ کی ایک لڑکی نے کہا (اب تو حضرت ابو بکرؓ خلیفہ بن گئے ہیں لہذا) ہمارے گھر کی بکریوں کا دودھ اب تو کوئی نہیں نکالا کرے گا۔ حضرت ابو بکرؓ نے یہ سن کر فرمایا نہیں۔ میری عمر کی قسم! میں آپ لوگوں کے لئے دودھ ضرور نکالا کروں گا اور مجھے امید ہے کہ خلافت کی ذمہ داری جو میں نے اٹھائی ہے یہ مجھے ان اخلاق کریمانہ سے نہیں ہٹائے گی جو پہلے سے مجھ میں ہیں۔ چنانچہ خلافت کے بعد بھی محلّہ والوں کا دودھ نکالا کرتے اور بعض دفعہ ازراہ مذاق محلّہ کی لڑکی سے کہتے اے لڑکی! تم کیسا دودھ نکلوانا چاہتی ہو؟ جھاگ والا نکالوں یا بغیر جھاگ کے۔ کبھی وہ کہتی جھاگ والا اور کبھی کہتی بغیر جھاگ کے۔ بہر حال جیسے وہ کہتی ویسے یہ کرتے۔ چنانچہ سُخ محلّہ میں چھ ماہ ایسے ہی ٹھہرے رہے پھر مدینہ آگئے اور وہاں مستقل قیام کر لیا پھر اپنی خلافت کے بارے میں غور کیا تو فرمایا اللہ کی قسم! تجارت میں لگے رہنے سے تو لوگوں کے کام ٹھیک طرح سے نہیں ہو سکیں گے۔ ان کے کام تو تب ہی ٹھیک ہو سکیں گے جب کہ میں تجارت سے فارغ ہو کر مسلمانوں کے کام میں پورے طور سے لگ جاؤں اور ان کی

دیکھ بھال کروں لیکن میرے اہل وعیال کے لئے گزارہ کے قابل خرچہ ہونا بھی ضروری ہے۔
یہ سوچ کر انہوں نے تجارت چھوڑ دی اور مسلمانوں کے بیت المال میں سے روزانہ اتنا وظیفہ لینے لگے جس سے ان کا اور ان کے اہل وعیال کا ایک دن کا گزارہ ہو جائے اور اس وظیفہ سے حج اور عمرہ بھی کر سکیں۔ چنانچہ شوریٰ والوں نے ان کی ان تمام ضرورتوں کے لئے سالانہ چھ ہزار درہم مقرر کئے۔ جب ان کے انتقال کا وقت قریب آیا تو فرمایا ہمارے پاس مسلمانوں کے بیت المال میں سے جو کچھ (بچا ہوا) ہے وہ واپس کر دو کیونکہ میں اس مال سے فائدہ اٹھانا نہیں چاہتا اور میں مسلمانوں کا جتنا مال استعمال کر چکا ہوں اس کے بدلہ میں میں نے اپنی فلاں علاقے والی زمین مسلمانوں (کے بیت المال) کو دے دی۔ چنانچہ ان کی وفات کے بعد وہ زمین اور ایک دودھ والی اونٹنی اور تلواروں کو تیز کرنے والا غلام اور ایک چادر جس کی قیمت پانچ درہم تھی حضرت عمرؓ کو یہ سب چیزیں دی گئیں تو حضرت عمرؓ نے فرمایا وہ اپنے بعد والوں کو مشکل میں ڈال گئے (کہ ان کی طرح کون کر سکے گا کہ ساری زندگی اپنا سارا مال اور ساری جان اسلام پر لگائی اور جب مجبوری میں لینا پڑا تو کم سے کم لیا اور دنیا سے جاتے وقت وہ بھی واپس کر گئے) حضرت ابو بکرؓ نے سن ۱۱ھ میں حضرت عمر بن خطاب کو امیر حج بنا کر بھیجا۔ پھر رجب سن ۱۲ھ میں خود عمرے کے لئے تشریف لے گئے۔ چاشت کے وقت مکہ مکرمہ میں داخل ہوئے اور اپنے گھر تشریف لے گئے (حضرت ابو بکرؓ کے والد) حضرت ابو قحافہؓ اپنے گھر کے دروازے پر بیٹھے ہوئے تھے ان کے پاس کچھ نوجوان بیٹھے ہوئے تھے جن سے وہ باتیں کر رہے تھے کسی نے ان کو بتایا کہ یہ آپ کے بیٹے آگئے ہیں تو وہ کھڑے ہو گئے لیکن حضرت ابو بکرؓ اونٹنی بٹھائے بغیر جلدی سے اونٹنی سے نیچے اتر گئے اور کہنے لگے اے ابا جان! آپ کھڑے نہ ہوں۔ پھر ان سے مل کر ان سے چمٹ گئے اور ان کی پیشانی کا بوسہ لیا اور بڑے میاں یعنی حضرت ابو قحافہؓ حضرت ابو بکرؓ کے آنے کی خوشی میں رو پڑے۔ مکہ کے ذمہ دار اور سردار حضرات حضرت عتاب بن اسید، حضرت سہیل بن عمرو، حضرت عکرمہ بن ابی جہل، حضرت حارث بن ہشامؓ ملنے آئے اور انہوں نے حضرت ابو بکرؓ کو سلام کیا اور یوں کہا سلام علیک اے خلیفہ رسول اللہ! اور سب نے ان سے مصافحہ کیا۔ پھر جب انہوں نے حضور ﷺ کا تذکرہ شروع کیا تو حضرت ابو بکرؓ رونے لگے۔ پھر ان سب نے حضرت ابو قحافہؓ کو سلام کیا۔ حضرت قحافہؓ نے (حضرت ابو بکرؓ کا نام لے کر) کہا اے عتیق! یہ لوگ مکہ کے سردار ہیں ان کے ساتھ حسن سلوک سے رہنا۔ حضرت ابو بکرؓ نے کہا اے ابا جان! اللہ کی مدد سے ہی انسان نیکی کر سکتا ہے اور برائی سے بچ سکتا ہے اور مجھ پر (خلافت کے) بہت بڑے کام کی ذمہ

داری ڈال دی گئی ہے جسے ادا کرنے کی مجھ میں بالکل طاقت نہیں ہے۔ ہاں اللہ مدد فرمائے تو پھر یہ ذمہ داری ادا ہو سکتی ہے۔ پھر حضرت ابو بکرؓ گھر گئے اور غسل کیا اور باہر آئے۔ آپ کے ساتھی آپ کے پیچھے چلنے لگے۔ آپ نے ان کو ہٹا دیا اور فرمایا آرام سے چلو (میرے پیچھے بھیڑ کرنے کی ضرورت نہیں ہے) راستہ میں لوگ حضرت ابو بکرؓ کو ملتے ان کے ساتھ چلتے اور ان سے حضور ﷺ کی تعزیت کرتے اور حضرت ابو بکرؓ روتے جا رہے تھے یہاں تک کہ بیت اللہ تک پہنچ گئے۔ پھر آپ نے طواف کیلئے اضطباع کیا (یعنی دائیں کندھے کے نیچے سے احرام کی چادر نکال کر اس کے دونوں کنارے بائیں کندھے پر ڈال دیئے) پھر حجر اسود کا بوسہ لے کر سات چکر لگائے پھر دو رکعت نماز پڑھی پھر اپنے گھر واپس آگئے۔ جب ظہر کا وقت ہوا تو گھر سے باہر آئے اور بیت اللہ کا طواف کیا پھر دار الندوۃ کے قریب بیٹھ گئے اور فرمایا کوئی آدمی ایسا ہے جو کسی ظلم کی شکایت لایا ہو یا کسی حق کا مطالبہ کر رہا ہو؟ اس پر کوئی نہ آیا تو لوگوں نے اپنے امیر (حضرت عتاب بن اسید) کی تعریف کی۔ پھر عصر کی نماز پڑھائی اور بیٹھ گئے۔ پھر لوگوں نے ان کو رخصت کیا اور یہ مدینہ منورہ کو واپس ہو گئے۔ سن ۱۲ھ میں لوگوں کے ساتھ حضرت ابو بکرؓ نے خود حج کیا اور صرف حج کا احرام باندھا جسے افراد کہا جاتا ہے اور مدینہ میں حضرت عثمانؓ بن عفانؓ کو اپنا نائب بنایا۔[1]

حضرت عمیر بن سعد انصاریؓ کا قصہ

حضرت عنترہ رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں حضرت عمیر بن سعد انصاریؓ کو حضرت عمر بن خطابؓ نے حمص کا گورنر بنا کر بھیجا۔ یہ وہاں ایک سال رہے لیکن اس عرصہ میں ان کی کوئی خبر نہ آئی۔ حضرت عمرؓ نے اپنے کاتب سے فرمایا۔ عمیرؓ کو خط لکھو۔ اللہ کی قسم! میرا تو یہی خیال ہے کہ عمیرؓ نے ہم سے خیانت کی ہے۔ (خط کا مضمون یہ تھا)

"جونہی میرا یہ خط تمہیں ملے میرے پاس آجاؤ اور میرا خط پڑھتے ہی تو وہ سارا مال ساتھ لے کر آؤ جو تم نے مسلمانوں کے مال غنیمت میں سے جمع کر رکھا ہے۔"

(خط پڑھتے ہی حضرت عمیرؓ چل پڑے اور) حضرت عمیرؓ نے اپنا چمڑے کا تھیلا لیا اور اس میں اپنا توشہ اور پیالہ رکھا اور اپنا چمڑے کا لوٹا (غالباً تھیلے سے باندھ کر) لٹکایا اور اپنی لاٹھی لی اور حمص سے پیدل چل کر مدینہ منورہ پہنچے۔ جب وہاں پہنچے تو رنگ بدلہ ہوا تھا، چہرہ غبار آلود تھا

---

[1] اخرجه ابن سعد (ج ۳ ص ۱۳۱) قال ابن كثير هذا سياق حسن وله شواهد من وجوه اخر و مثل هذا تقبله النفوس و تلقاه بالقبول.

اور بال لمبے ہو چکے تھے۔ چنانچہ حضرت عمرؓ کی خدمت میں گئے اور کہا السلام علیک یا امیر المومنین! ورحمۃ اللہ وبرکاتہ، حضرت عمرؓ نے کہا آپ کا کیا حال ہے؟ حضرت عمیرؓ نے کہا میرا کیا حال دیکھ رہے ہیں؟ کیا آپ دیکھ نہیں رہے ہیں کہ میں صحت مند پاک خون والا ہوں اور میرے ساتھ دنیا ہے جس کی باگ پکڑ کر میں اسے کھینچ کر لایا ہوں۔ حضرت عمرؓ سمجھے کہ یہ بہت سا مال لائے ہوں گے اس لئے پوچھا کہ تمہارے ساتھ کیا ہے؟ حضرت عمیرؓ نے کہا میرے ساتھ میرا تھیلا ہے جس میں اپنا توشہ اور پیالہ رکھتا ہوں۔ پیالہ میں کھا بھی لیتا ہوں اور اسی میں اپنا سر اور اپنے کپڑے دھولیتا ہوں اور ایک لوٹا ہے جس میں وضو اور پینے کا پانی رکھتا ہوں اور میری ایک لاٹھی ہے جس پر میں ٹیک لگاتا ہوں اور اگر کوئی دشمن سامنے آجائے تو اسی سے اس کا مقابلہ کرتا ہوں۔ اللہ کی قسم! دنیا میرے اس سامان کے پیچھے ہے (یعنی میری ساری ضروریات اسی سامان سے پوری ہو جاتی ہیں) پھر حضرت عمرؓ نے پوچھا تم وہاں سے پیدل چل کر آئے ہو؟ انہوں نے کہاں ہاں۔ حضرت عمرؓ نے پوچھا کیا تمہارا وہاں (تعلق والا) کوئی آدمی ایسا نہیں تھا جو تمہیں سواری کے لئے کوئی جانور دے دیتا؟ انہوں نے کہا وہاں والوں نے مجھے سواری دی نہیں اور میں نے ان سے مانگی نہیں۔ حضرت عمرؓ نے فرمایا وہ برے مسلمان ہیں جن کے پاس سے تم آئے ہو (کہ انہوں نے اپنے گورنر کا ذرا خیال نہیں کیا) حضرت عمیرؓ نے کہا اے عمرؓ! آپ اللہ سے ڈریں اللہ تعالیٰ نے آپ کو غیبت سے منع کیا ہے اور میں نے ان کو دیکھا ہے کہ وہ صبح کی نماز پڑھ رہے تھے (اور جو صبح کی نماز پڑھ لے وہ اللہ کی ذمہ داری میں آجاتا ہے) حضرت عمرؓ نے کہا میں نے تمہیں کہاں بھیجا تھا؟ اور طبرانی کی روایت میں یوں ہے میں نے تم کو جس چیز کی وصولی کے لئے بھیجا تھا وہ کہاں ہے؟ اور وہاں تم نے کیا کیا؟ انہوں نے کہا اے امیر المومنین! آپ کیا پوچھ رہے ہیں (میں سمجھ نہیں سکا) حضرت عمرؓ نے (تعجب سے) کہا سبحان اللہ! (سوال تو بالکل واضح ہے) حضرت عمیرؓ نے کہا اگر یہ ڈر نہ ہوتا کہ نہ بتانے سے آپ غمگین ہو جائیں گے تو میں آپ کو نہ بتاتا۔ آپ نے مجھے وہاں بھیجا۔ وہاں پہنچ کر میں نے وہاں کے نیک لوگوں کو جمع کیا اور مسلمانوں سے مال غنیمت جمع کرنے کا ان کو ذمہ دار بنا دیا۔ جب وہ جمع کر کے لے آئے تو میں نے وہ سارا مال صحیح مصرف پر خرچ کر دیا۔ اگر اس میں شرعاً آپ کا حصہ بھی ہوتا تو میں وہ آپ کے پاس ضرور لے کر آتا۔ حضرت عمرؓ نے کہا تو کیا تم ہمارے پاس کچھ نہیں لائے؟ حضرت عمیرؓ نے فرمایا نہیں، حضرت عمرؓ نے فرمایا حضرت عمیرؓ کے لئے (گورنری حمص کا) عہد نامہ پھر لکھ دو۔ حضرت عمیرؓ نے کہا اب میں نہ آپ کی طرف سے گورنر بننے کے لئے تیار ہوں اور نہ آپ کے

بعد کسی اور کی طرف سے۔ کیونکہ اللہ کی قسم! میں (اس گورنری میں خرابی سے) بچ نہ سکا۔ میں نے ایک نصرانی سے (امارت کے زعم میں) کہا تھا اے فلانے! اللہ تجھے رسوا کرے (اور ذمی کو تکلیف پہنچانا برا کام ہے) اے عمرؓ! آپ نے مجھے گورنر بنا کر ایسی خرابیوں میں مبتلا ہونے کے خطرے میں ڈال دیا ہے۔ اے عمرؓ! میری زندگی کے سب سے برے دن وہ ہیں جن میں میں آپ کے ساتھ پیچھے رہ گیا (اور دنیا سے چلا نہیں گیا) پھر انہوں نے حضرت عمرؓ سے اجازت مانگی۔ حضرت عمرؓ نے ان کو اجازت دے دی۔ وہ اپنے گھر واپس آگئے۔ ان کا گھر مدینہ سے چند میل کے فاصلہ پر تھا۔ جب حضرت عمیرؓ چلے گئے تو حضرت عمرؓ نے فرمایا میرا تو یہی خیال ہے کہ عمیرؓ نے ہم سے خیانت کی ہے (یہ حمص سے ضرور مال لے کر آئے ہیں جسے اپنے ساتھ میرے پاس نہیں لائے بلکہ سیدھے اپنے گھر بھیج دیا ہے) حارث نامی ایک آدمی کو سو دینار دے کر حضرت عمرؓ نے کہا یہ دینار لے جاؤ۔ جاکر عمیرؓ کے ہاں اجنبی مہمان بن کر ٹھہرو۔ اگر ان کے گھر میں فراوانی دیکھو تو ایسے ہی میرے پاس واپس آجاؤ اور اگر تنگی کی سخت حالت دیکھو تو انہیں یہ سو دینار دے دینا۔ حضرت حارث گئے وہاں جاکر دیکھا کہ حضرت عمیرؓ دیوار کے ساتھ ایک کونے میں بیٹھے اپنی قمیض سے جوئیں نکال رہے ہیں۔ انہوں نے جاکر حضرت عمیرؓ کو سلام کیا۔ حضرت عمیرؓ نے (سلام کا جواب دیا اور) کہا اللہ آپ پر رحم کرے۔ آجاؤ ہمارے مہمان بن جاؤ۔ چنانچہ وہ سواری سے اتر کر ان کے ہاں ٹھہر گئے۔ پھر حضرت عمیرؓ نے ان سے پوچھا آپ کہاں سے آئے ہو؟ انہوں نے کہا مدینہ سے حضرت عمیرؓ نے پوچھا آپ نے امیر المومنین کو کس حال میں چھوڑا؟ انہوں نے کہا اچھے حال میں تھے۔ حضرت عمیرؓ نے پوچھا مسلمانوں کو کس حال میں چھوڑا؟ انہوں نے کہا وہ بھی ٹھیک تھے۔ حضرت عمیرؓ نے پوچھا کیا امیر المومنین شرعی حدود قائم نہیں کرتے ہیں؟ انہوں نے کہا کرتے ہیں۔ ان کے بیٹے سے ایک گناہ کبیرہ ہو گیا تھا۔ حضرت عمرؓ نے اس پر حد شرعی قائم کی تھی اور اسے کوڑے لگائے تھے جس سے اس کا انتقال ہو گیا تھا (لیکن صحیح روایت یہ ہے کہ اس واقعہ کے ایک ماہ بعد طبعی موت سے ان کا انتقال ہوا) حضرت عمیر نے کہا اے اللہ! عمرؓ کی مدد فرما جہاں تک میں جانتا ہوں وہ آپ سے بہت زیادہ محبت کرنے والے ہیں۔ چنانچہ وہ حضرت عمیرؓ کے ہاں تین دن مہمان رہے۔ ان کے ہاں صرف جو کی ایک روٹی ہوتی تھی جسے وہ حضرت حارث کو کھلا دیا کرتے اور خود بھوکے رہتے۔ آخر جب فاقہ بہت زیادہ ہو گیا تو انہوں نے حضرت حارث سے کہا تمہاری وجہ سے ہم لوگوں کو فاقہ پر فاقے آگئے اگر تم مناسب سمجھو تو کہیں اور چلے جاؤ۔ اس پر حضرت حارث نے وہ دینار نکال کر ان کو

دیئے اور کہا امیر المومنین نے یہ دینار آپ کے لئے بھیجے ہیں آپ انہیں اپنے کام میں لائیں۔ بس دینار دیکھتے ہی ان کی چیخ نکل گئی اور انہوں نے کہا مجھے ان کی کوئی ضرورت نہیں ہے انہیں واپس لے جاؤ۔ ان کی بیوی نے کہا واپس نہ کرو لے لو۔ آپ کو ضرورت پڑ گئی تو اس میں خرچ کر لینا ورنہ مناسب جگہ خرچ کر دینا (ضرورت مندوں کو دے دینا) حضرت عمیرؓ نے کہا اللہ کی قسم! میرے پاس کوئی ایسی چیز نہیں ہے جس میں میں ان کو رکھ لوں۔ اس پر ان کی بیوی نے اپنی قمیض کے نیچے کا دامن پھاڑ کر انہیں ایک ٹکڑا دیا جس میں انہوں نے وہ دینار رکھ لئے اور فوراً گھر سے باہر گئے اور شہداء اور فقراء میں سب تقسیم کر دیئے اور گھر واپس آگئے۔ حضرت عمرؓ کے قاصد یعنی حضرت حارث کا خیال تھا کہ حضرت عمیرؓ ان کو بھی دیناروں میں سے کچھ دیں گے (لیکن ان کو کچھ نہ دیا) اور ان سے کہا امیر المومنین کو میرا اسلام کہنا۔ چنانچہ حضرت حارث حضرت عمرؓ کے پاس واپس آئے۔ حضرت عمرؓ نے پوچھا تم نے کیا دیکھا؟ حضرت حارث نے کہا میں نے بڑا سخت حال دیکھا۔ حضرت عمرؓ نے پوچھا انہوں نے ان دیناروں کا کیا کیا؟ حضرت حارث نے کہا مجھے پتہ نہیں۔ اس پر حضرت عمرؓ نے حضرت عمیرؓ کو خط لکھا کہ جونہی تمہیں میرا یہ خط ملے ملتے ہی خط رکھنے سے پہلے ہی میری طرف چلے آؤ۔

چنانچہ وہ حضرت عمرؓ کے پاس آئے تو حضرت عمرؓ نے ان سے پوچھا آپ نے ان دیناروں کا کیا کیا؟ انہوں نے کہا میں نے جو مرضی آئی کیا۔ آپ ان دیناروں کے بارے میں کیوں پوچھ رہے ہیں؟ حضرت عمرؓ نے کہا میں تمہیں قسم دے کر کہتا ہوں کہ تم مجھے ضرور بتاؤ کہ تم نے ان کا کیا کیا ہے؟ حضرت عمیرؓ نے کہا میں نے ان کو اپنے لئے اگلے جہاں میں بھیج دیا ہے (یعنی ضرورت مندوں میں تقسیم کر دیئے ہیں) حضرت عمرؓ نے کہا اللہ آپ پر رحم فرمائے اور حکم دیا کہ حضرت عمیرؓ کو ایک وسق (یعنی پانچ من دس سیر) غلہ اور دو کپڑے دیئے جائیں۔ حضرت عمیرؓ نے کہا غلہ کی مجھے ضرورت نہیں ہے کیونکہ میں گھر میں دو صاع (یعنی سات سیر) جو چھوڑ کر آیا ہوں اور ان دو صاع کے کھانے سے پہلے ہی اللہ تعالیٰ اور رزق پہنچا دیں گے۔ چنانچہ غلہ تو لیا نہیں۔ البتہ دونوں کپڑے لے آئے اور یوں کہا فلانی ام فلاں کے پاس کپڑے نہیں ہیں (اسے دے دوں گا) اور اپنے گھر واپس آگئے اور تھوڑے ہی عرصہ کے بعد ان کا انتقال ہو گیا۔ اللہ ان پر رحمت نازل فرمائے۔ جب حضرت عمرؓ کو ان کے انتقال کی خبر ملی تو ان کو بہت رنج و صدمہ ہوا اور ان کے لئے خوب دعائے رحمت و مغفرت کی۔ پھر (ان کو دفن کرنے) حضرت عمرؓ پیدل (مدینہ کے قبرستان) جنت البقیع گئے اور آپ کے ساتھ اور

لوگ بھی پیدل چل رہے تھے۔ حضرت عمرؓ نے اپنے ساتھیوں سے فرمایا تم میں سے ہر آدمی اپنی آرزو اور تمنا ظاہر کرے۔ چنانچہ ایک آدمی نے کہا اے امیر المومنین! میرا دل چاہتا ہے کہ میرے پاس بہت سا مال ہو اور میں اس سے خرید خرید کر اتنے اتنے غلام اللہ کے لئے آزاد کروں۔ دوسرے نے کہا میرا دل چاہتا ہے کہ میرے پاس بہت سا مال ہو جسے میں اللہ کے راستہ میں خرچ کر دوں۔ تیسرے نے کہا میرا دل چاہتا ہے کہ مجھے اتنی جسمانی طاقت مل جائے کہ میں خود زمزم سے ڈول نکال نکال کر بیت اللہ کے حاجیوں کو زمزم پلاؤں۔ حضرت عمرؓ نے فرمایا میرا دل چاہتا ہے کہ میرے پاس عمیرؓ بن سعد جیسا آدمی ہو جسے میں مسلمانوں کے مختلف کاموں میں اطمینان سے لگا سکوں۔[1]

حضرت سعید بن عامر بن حذیم جمحیؓ کا قصہ

حضرت خالد بن معدان رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں حضرت عمر بن خطابؓ نے حضرت سعید بن عامر بن جذیم جمحیؓ کو حمص پر ہمارا گورنر بنایا۔ جب حضرت عمرؓ بن خطاب حمص تشریف لائے تو فرمایا اے حمص والو! تم نے اپنے گورنر کو کیسا پایا؟ اس پر انہوں نے حضرت عمرؓ سے اپنے گورنر کی شکایتیں کیں چونکہ حمص والے بھی اپنے گورنر کی ہمیشہ شکایت کیا کرتے تھے۔ اس وجہ سے حمص کو چھوٹا کوفہ کہا جاتا تھا۔ انہوں نے کہا ہمیں ان سے چار شکایتیں ہیں۔ پہلی تو یہ ہے کہ جب تک اچھی طرح دن نہیں چڑھ جاتا اس وقت تک یہ ہمارے پاس گھر سے باہر نہیں آتے۔ حضرت عمرؓ نے فرمایا واقعی یہ تو بہت بڑی شکایت ہے۔ اس کے علاوہ اور کیا؟ انہوں نے کہا یہ رات کو کسی کی بات نہیں سنتے۔ حضرت عمرؓ نے فرمایا یہ بھی بڑی شکایت ہے اس کے علاوہ اور کیا؟ انہوں نے کہا مہینے میں ایک دن گھر میں ہی رہتے ہیں ہمارے پاس باہر آتے ہی نہیں۔ حضرت عمرؓ نے فرمایا یہ بھی بڑی شکایت ہے۔ اس کے علاوہ اور کیا؟ انہوں نے کہا کبھی کبھی ان کو موت جیسی بے ہوشی کا دورہ پڑتا ہے۔ حضرت عمرؓ نے حمص والوں کو اور ان کے گورنر کو ایک جگہ جمع کیا اور یہ دعا مانگی اے اللہ! سعید بن عامر کے بارے میں (اچھے ہونے کا) میرا جو اندازہ تھا آج اسے غلط نہ ہونے دے۔ اس کے بعد حمص والوں سے فرمایا

---

[1] اخرجه ابو نعيم في الحلية (ج ١ ص ٢٤٧) عن عبدالملك بن هارون بن عنترة عن ابيه عن جده و اخرجه الطبراني ايضا مثله عن عمير بن سعد قال الهيثمي (ج ٩ ص ٣٨٤) وفيه عبدالملك بن ابراهيم بن عنترة و هو متروك انتهى هكذا و قع عن الهيثمي و الذى يظهران الصواب عبدالملك بن هارون بن عنترة كما في كتب اسماء الرجال و قد اخرجه ابن عساكر من طريق محمد بن مزاحم بطوله بمعناه مع زيادات كما في الكنز (ج ٧ ص ٧٩)

تمہیں ان سے کیا شکایت ہے؟ انہوں نے کہا جب تک اچھی طرح دن نہیں چڑھ جاتا اس وقت تک یہ گھر سے ہمارے پاس باہر نہیں آتے۔ حضرت سعید نے کہا اللہ کی قسم! اس کی وجہ بتانا مجھے پسند نہیں تھی لیکن اب میں مجبور اًبتاتا ہوں۔ بات یہ ہے کہ میرے گھر والوں کا کوئی خادم نہیں ہے اس لئے میں خود آٹا گوندھتا ہوں پھر اس انتظار میں بیٹھتا ہوں کہ آٹے میں خمیر پیدا ہو جائے۔ پھر میں روٹی پکاتا ہوں۔ پھر وضو کر کے گھر سے باہر ان لوگوں کے پاس آتا ہوں۔ حضرت عمرؓ نے فرمایا تمہیں ان سے اور کیا شکایت ہے؟ انہوں نے کہا یہ رات کو کسی کی بات نہیں سنتے۔ حضرت عمرؓ نے کہا (اے سعید!) آپ اس بارے میں کیا کہتے ہیں؟ حضرت سعید نے کہا اس کی وجہ بتانا بھی مجھے پسند نہیں ہے۔ بات یہ ہے کہ میں نے دن اور رات کو تقسیم کیا ہے دن اور لوگوں کو دیا ہے اور رات اللہ تعالیٰ کو۔ حضرت عمرؓ نے فرمایا تمہیں ان سے اور کیا شکایت ہے؟ انہوں نے کہا مہینے میں ایک دن یہ ہمارے پاس باہر نہیں آتے۔ حضرت عمرؓ نے فرمایا آپ اس بارے میں کیا کہتے ہیں؟ حضرت سعید نے کہا نہ تو میرے پاس کوئی خادم ہے جو میرے کپڑے دھودے اور نہ میرے پاس اور کپڑے ہیں جنہیں پہن کر میں باہر آسکوں۔ اس لئے میں اپنے کپڑے دھوتا ہوں پھر ان کو سوکھنے کا انتظار کرتا ہوں۔ جب سوکھ جاتے ہیں تو وہ موٹے ہونے کی وجہ سے سخت ہو جاتے ہیں اس لئے میں ان کو رگڑ رگڑ کر نرم کرتا ہوں۔ سارا دن اسی میں گزر جاتا ہے پھر انہیں پہن کر شام کو ان لوگوں کے پاس باہر آتا ہوں۔ حضرت عمرؓ نے پوچھا تمہیں ان سے اور کیا شکایت ہے؟ انہوں نے کہا انہیں کبھی کبھی بے ہوشی کا دورہ پڑ جاتا ہے۔ حضرت عمرؓ نے فرمایا اس بارے میں آپ کیا کہتے ہیں؟ حضرت سعید نے کہا حضرت خبیب انصاریؓ کی شہادت کے وقت میں مکہ میں موجود تھا۔ پہلے قریش نے ان کے گوشت کو جگہ جگہ سے کاٹا پھر ان کو سولی پر لٹکایا اور کہا کیا تم یہ پسند کرتے ہو کہ تمہاری جگہ محمد (ﷺ) ہوں (تمہاری جگہ ان کو سولی دے دی جائے) حضرت خبیب نے کہا اللہ کی قسم! مجھے تو یہ بھی پسند نہیں ہے کہ میں اپنے اہل و عیال میں ہوں اور (اس کے بدلہ میں) حضرت محمد ﷺ کو ایک کانٹا چبھے اور پھر (حضور ﷺ کی محبت کے جوش میں آکر) زور سے پکارا یا محمد ﷺ جب بھی مجھے وہ دن یاد آتا ہے اور یہ خیال آتا ہے کہ میں نے اس حالت میں ان کی مدد نہیں کی اور میں اس وقت مشرک تھا اللہ تعالیٰ پر ایمان نہیں لایا تھا تو میرے دل میں زور سے یہ خیال پیدا ہو جاتا ہے کہ اللہ تعالیٰ میرے اس گناہ کو کبھی معاف نہیں فرمائیں گے بس اس خیال سے مجھے بے ہوشی کا وہ دورہ پڑ جاتا ہے حضرت عمرؓ نے یہ جوابات سن کر فرمایا تمام تعریفیں اس اللہ کے لئے ہیں جس نے ہمیں آپ کی خدمت سے بے

نیاز کر دیا۔ حضرت سعید نے کہا کیا تم اس سے بہتر بات چاہتے ہو؟ کہ ہم یہ دینار اسے دے دیتے ہیں جو ہمیں سخت ضرورت کے وقت دے دے۔ انہوں نے کہا ٹھیک ہے۔ چنانچہ انہوں نے اپنے گھر والوں میں سے ایک آدمی کو بلایا جس پر انہیں اعتماد تھا اور ان دیناروں کو بہت سی تھیلیوں میں ڈال کر اس سے کہا جاکر یہ دینار فلاں خاندان کی بیواؤں، فلاں خاندان کے یتیموں، فلاں خاندان کے مسکینوں اور فلاں خاندان کے مصیبت زدہ لوگوں کو دے آؤ۔ تھوڑے سے دینار بچ گئے تو اپنی بیوی سے کہا لو یہ خرچ کر لو۔ پھر اپنے گورنری کے کام میں مشغول ہو گئے۔ چند دن بعد ان کی بیوی نے کہا کیا آپ ہمارے لئے کوئی خادم نہیں خرید لیتے؟ اس مال کا کیا ہوا؟ حضرت سعید نے کہا وہ مال تمہیں سخت ضرورت کے وقت ملے گا۔[1]

حضرت ابو ہریرہؓ کا قصہ

حضرت ثعلبہ بن ابی مالک قرظی رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں حضرت ابو ہریرہؓ مروان کی جگہ مدینہ کے گورنر تھے ایک دن لکڑیوں کا گٹھڑ اٹھائے ہوئے بازار میں آئے اور بطور مزاح فرمایا اے ابن ابی مالک! امیر کے لئے راستہ کشادہ کر دو۔ میں نے ان سے کہا یہ راستہ تو امیر کے لئے کافی ہے۔ انہوں نے کہا رے امیر کے سر پر لکڑیوں کا گٹھڑ بھی ہے۔ اس لئے ان کے لئے یہ راستہ کافی نہیں ہے۔ اس لئے امیر کے لئے راستہ کشادہ کر دو۔[2]

باب

نبی کریم ﷺ اور آپ کے صحابہ کرامؓ کس طرح اللہ کے راستہ میں اور اللہ کی رضامندی کی جگہوں میں مال کو اور اللہ کی دی ہوئی ہر نعمت کو خرچ کیا کرتے تھے اور یہ خرچ کرنا ان کو کس طرح اپنے اوپر خرچ کرنے سے زیادہ محبوب تھا چنانچہ یہ حضرات فاقہ کے باوجود دوسروں کو اپنے اوپر

[1] اخرجه ابو نعيم في الحلية (ج ١ ص ٢٤٥)

[2] اخرجه ابو نعيم في الحلية (ج ١ ص ٣٨٥)

مقدم رکھتے تھے۔

نبی کریم ﷺ کا خرچ کرنے کی ترغیب دینا

حضرت جریرؓ فرماتے ہیں ہم لوگ دن کے شروع حصہ میں حضور ﷺ کی خدمت میں بیٹھے ہوئے تھے کہ اتنے میں کچھ لوگ آئے جو ننگے بدن اور ننگے پاؤں اور دھاریدار اونی چادریں اور عبا پہنے ہوئے تھے اور تلواریں گردنوں میں لٹکا رکھی تھیں۔ ان میں سے اکثر لوگ قبیلہ مضر کے تھے بلکہ سارے ہی لوگ مضر کے تھے۔ ان کے فاقہ کی حالت دیکھ کر آپ کا چہرہ مبارک بدل گیا۔ پھر آپ گھر تشریف لے گئے (کہ شاید وہاں ان کے لئے کچھ مل جائے لیکن وہاں بھی کچھ نہ ملا یا آپ نماز کی تیاری کرنے گئے ہوں گے) پھر باہر تشریف لا کر حضرت بلالؓ کو حکم فرمایا۔ انہوں نے پہلے اذان دی (ظہر یا جمعہ کی نماز تھی) پھر اقامت کہی۔ آپ نے نماز پڑھائی۔ پھر بیان فرمایا اور یہ آیت تلاوت فرمائی: يَا أَيُّهَا النَّاسُ اتَّقُوا رَبَّكُمُ الَّذِي خَلَقَكُمْ مِنْ نَفْسٍ وَاحِدَةٍ سے لے کر إِنَّ اللَّهَ كَانَ عَلَيْكُمْ رَقِيبًا تک۔ (سورت نساء، آیت: ۱)

ترجمہ: اے لوگو! اپنے پروردگار سے ڈرو جس نے تم کو ایک جاندار سے پیدا کیا اور اس جاندار سے اس کا جوڑا پیدا کیا اور ان دونوں سے بہت سے مرد اور عورتیں پھیلائیں اور تم خدائے تعالیٰ سے ڈرو جس کے نام سے ایک دوسرے سے مطالبہ کیا کرتے ہو اور قرابت سے بھی ڈرو بالیقین اللہ تعالیٰ تم سب کی اطلاع رکھتے ہیں اور سورۃ حشر میں ہے:

اتَّقُوا اللَّهَ وَلْتَنْظُرْ نَفْسٌ مَا قَدَّمَتْ لِغَدٍ۔ (سورت حشر آیت: ۱۸)

ترجمہ: اور اللہ سے ڈرتے رہو اور ہر شخص دیکھ بھال لے کہ کل (قیامت) کے واسطے اس نے کیا ذخیرہ بھیجا ہے۔ آدمی کو چاہئے کہ اپنے دینار، درہم، کپڑے، ایک صاع گندم اور ایک صاع کھجور میں سے کچھ ضرور صدقہ کرے۔ حتیٰ کہ آپ نے فرمایا اگرچہ کھجور کا ایک ٹکڑا ہی ہو تو اسے ہی صدقہ کر دے (یعنی یہ ضروری ہے کہ جس کے پاس زیادہ ہو صرف وہی صدقہ کرے بلکہ جس کے پاس تھوڑا ہے وہ بھی اس میں سے خرچ کرے) راوی کہتے ہیں چنانچہ ایک انصاری ایک تھیلی لے کر آئے (وہ اتنی وزنی تھی کہ) ان کا ہاتھ اسے اٹھانے سے عاجز ہونے لگا بلکہ عاجز ہو ہی گیا تھا۔ پھر تو لوگوں کا تانتا بندھ گیا (اور لوگ بہت سامان لائے) حتیٰ کہ میں نے غلہ اور کپڑے (اور درہم و دینار) کے دو بڑے ڈھیر دیکھے۔ یہاں تک کہ میں نے

۱۔ اخرجه مسلم والنسائي وغيرهما كذافي الترغيب (ج ۱ ص ۵۳)

دیکھا کہ حضور ﷺ کا چہرہ انور (خوشی سے) ایسا چمک رہا ہے کہ گویا کہ آپ کے چہرے پر سونے کا پانی پھیرا ہوا ہے (اس کام کی فضیلت سناتے ہوئے) حضور ﷺ نے فرمایا جو شخص اسلام میں اچھا طریقہ جاری کرتا ہے تو اسے اپنا اجر ملے گا اور اس کے بعد جتنے لوگ اس طریقہ پر عمل کریں گے ان سب کے برابر اسے اجر ملے گا اور ان کے اجر میں سے کچھ کم نہیں ہوگا اور جو اسلام میں برا طریقہ جاری کرتا ہے تو اسے اپنا گناہ ملے گا اور اس کے بعد جتنے لوگ اس طریقہ پر عمل کریں گے ان سب کے برابر گناہ اسے ملے گا اور ان کے گناہ میں سے کچھ کم نہیں ہوگا۔[1] اور اللہ کے راستہ میں خرچ کرنے کے بارے میں حضور ﷺ کے ترغیب دینے کی حدیث گزر چکی ہے۔

حضرت جابرؓ فرماتے ہیں حضور ﷺ بدھ کے دن قبیلہ بنی عمرو بن عوف کے پاس تشریف لے گئے۔ پھر انہوں نے مزید حدیث ذکر کی۔ اس کے بعد یہ مضمون ہے کہ آپ نے فرمایا اے جماعت انصار! انہوں نے عرض کیا لبیک یا رسول اللہ! آپ نے فرمایا زمانہ جاہلیت میں تم لوگ اللہ کی عبادت نہیں کیا کرتے تھے لیکن اس زمانہ میں تم میں یہ خوبیاں تھیں کہ تم یتیموں کا بوجھ اٹھاتے تھے، اپنا مال دوسروں پر خرچ کرتے تھے اور مسافروں کی ہر طرح کی خدمت کرتے تھے یہاں تک کہ جب اللہ تعالیٰ نے تمہیں اسلام کی دولت عطا فرما کر اور اپنے نبی کو بھیج کر تم پر بہت بڑا احسان کیا تو اب تم اپنے مال سنبھال کر رکھنے لگ گئے ہو (حالانکہ مسلمان ہونے کے بعد اور زیادہ خرچ کرنا چاہئے تھا کیونکہ اسلام تو دوسروں پر خرچ کرنے کی ترغیب دیتا ہے) لہذا انسان جو کچھ کھاتا ہے اس پر اجر ملتا ہے بلکہ درندے اور پرندے جو کچھ (باغوں کھیتوں وغیرہ میں سے) کھاتے ہیں اس پر بھی اسے اجر ملتا ہے (بس یہ فضیلت سننے کی دیر تھی کہ) وہ حضرات انصار ایک دم (اپنے باغوں کو) واپس گئے اور ہر ایک نے اپنے باغ کی دیوار میں تیس تیس دروازے کھول دیئے۔[2] (تاکہ ہر ایک آئے اور کھائے)

حضرت انسؓ فرماتے ہیں حضور ﷺ نے سب سے پہلے جو بیان فرمایا اس کی صورت یہ ہوئی کہ آپ منبر پر تشریف لے گئے اور اللہ کی حمد و ثناء بیان کی اور فرمایا:

"اے لوگو! اللہ تعالیٰ نے تمہارے لئے اسلام کو بطور دین کے پسند فرمایا ہے لہذا اسلام میں سخاوت اور حسن اخلاق کے ساتھ اچھی زندگی گزارو۔ غور سے سنو! سخاوت جنت کا ایک

---

[1] اخرجه الحاكم و صححه كذافي الترغيب (ج ٤ ص ١٥٦)

[2] اخرجه ابن عساكر كذافي كنز العمال (ج ٣ ص ٣١٠)

درخت ہے اور اس کی ٹہنیاں دنیا میں جھکی ہوئی ہیں لہذا تم میں سے جو آدمی سخی ہوگا وہ اس درخت کی ایک ٹہنی کو مضبوطی سے پکڑنے والا ہوگا اور وہ یونہی اسے پکڑے رہے گا یہاں تک کہ اللہ تعالیٰ اسے جنت میں پہنچادیں گے۔ غور سے سنو! کنجوسی دوزخ کا ایک درخت ہے اور اس کی ٹہنیاں دنیا میں جھکی ہوئی ہیں لہذا تم میں سے جو آدمی کنجوس ہوگا وہ اس درخت کی ایک ٹہنی کو مضبوطی سے پکڑنے والا ہوگا اور وہ یونہی اسے پکڑے رہے گا یہاں تک کہ اللہ تعالیٰ اسے دوزخ میں پہنچادیں گے۔ پھر آپ نے دو مرتبہ فرمایا تم لوگ اللہ کی وجہ سے سخاوت کو اختیار کرو۔ اللہ کی وجہ سے نجات کو اختیار کرو۔"[۲]

نبی کریم ﷺ اور آپ کے صحابہ کرامؓ کا مال خرچ کرنے کا شوق

حضرت عمرؓ فرماتے ہیں ایک آدمی نے حضور ﷺ کی خدمت میں حاضر ہو کر سوال کیا کہ آپ اسے کچھ عطا فرمادیں۔ آپ نے فرمایا تمہیں دینے کے لئے اس وقت میرے پاس کوئی چیز نہیں ہے۔ تم ایسا کرو کہ میری طرف سے کوئی چیز ادھار پر خرید لو۔ جب میرے پاس کچھ آئے گا تو وہ ادھار ادا کر دوں گا (اس سے معلوم ہوتا ہے کہ حضور ﷺ کو دوسروں کو دینے کا بہت زیادہ شوق تھا) اس پر حضرت عمرؓ نے (ازراہ شفقت) کہا یا رسول اللہ! آپ اسے پہلے دے چکے ہیں (اب مزید دینے کے لئے کیوں اس کا ادھار اپنے ذمہ لے رہے ہیں) جو آپ کے بس میں نہیں ہے اس کا اللہ نے آپ کو مکلف نہیں بنایا۔ آپ کو حضرت عمرؓ کی یہ بات پسند نہ آئی۔ ایک انصاری نے عرض کیا یا رسول اللہ! آپ خرچ کریں اور عرش والے سے کمی کا ڈر نہ رکھیں اس پر حضور ﷺ مسکرائے۔ انصاری کی اس بات پر خوشی اور مسکراہٹ کے آثار حضور ﷺ کے چہرے پر نظر آنے لگے اور حضور ﷺ نے فرمایا اسی کا مجھے (اللہ کی طرف سے) حکم دیا گیا ہے۔[۱]

حضرت جابرؓ فرماتے ہیں ایک آدمی حضور ﷺ کی خدمت میں آیا اور اس نے حضور ﷺ سے مانگا حضور ﷺ نے اسے دے دیا۔ پھر ایک اور آدمی نے آکر حضور ﷺ سے مانگا حضور

---

[۱] اخرجه الترمذی کذافی البداية (ج٦ ص ٥٦) واخرجه ایضا البزار وابن جرير و الخرائطي في مكارم الاخلاق و سعيد بن منصور كمافي الكنز (ج ٤ ص ٤٢) قال الهيثمي (ج ١٠ ص ٢٤٢) رواه البزار و فيه اسحاق بن ابراهيم الحنيني و قد ضعفه الجمهور و ثقه ابن حبان وقال يخطي.

ﷺ نے اس سے وعدہ فرمالیا (کیونکہ دینے کے لئے حضور ﷺ کے پاس کچھ تھا نہیں) اس پر حضرت عمرؓ نے کھڑے ہو کر (ازراہ شفقت) عرض کیا یارسول اللہ! آپ سے فلاں نے مانگا آپ نے اسے دیا پھر فلاں نے مانگا آپ نے اسے بھی دیا (پھر دینے کو کچھ نہ رہا) پھر فلاں نے مانگا آپ نے اس سے دینے کا وعدہ فرمالیا۔ پھر فلاں نے مانگا آپ نے اس سے بھی وعدہ فرمالیا (مطلب یہ تھا کہ آپ کے پاس ہوا کرے تو ضرور دیا کریں اور نہ ہوا کرے تو انکار فرما دیا کریں اس سے آئندہ دینے کا وعدہ نہ کیا کریں) ایسا معلوم ہوا کہ حضور ﷺ کو حضرت عمرؓ کی یہ بات اچھی نہیں لگی۔ پھر حضرت عبداللہ بن حذافہ سہمیؓ نے عرض کیا یارسول اللہ! آپ خرچ کریں اور عرش والے سے کمی کا ڈر نہ رکھیں۔ آپ نے فرمایا مجھے اسی کا حکم دیا گیا ہے۔[1]

حضرت ابن مسعودؓ فرماتے ہیں حضور ﷺ حضرت بلالؓ کے پاس تشریف لے گئے تو آپ نے دیکھا کہ

ان کے پاس کھجور کے چند ڈھیر ہیں۔ آپ نے پوچھا اے بلال! یہ کیا ہے؟ انہوں نے عرض کیا آپ کے مہمانوں کیلئے یہ انتظام کیا ہے (کہ جب بھی وہ آئیں تو ان کے کھانے کا سامان پہلے سے موجود ہو) آپ نے فرمایا کیا تمہیں اس بات کا ڈر نہیں ہے کہ دوزخ کی آگ کا دھواں تم تک پہنچ جائے؟ (یعنی اگر تم ان کے خرچ کرنے سے پہلے ہی مر گئے تو پھر ان کے بارے میں اللہ کے ہاں سوال ہوگا) اے بلال! خرچ کرو اور عرش والے سے کمی کا ڈر نہ رکھو۔[2]

حضرت انس بن مالکؓ فرماتے ہیں حضور ﷺ کے پاس تین پرندے ہدیہ میں آئے۔ آپ نے ایک پرندہ اپنی خادمہ کو دیا۔ اگلے دن وہ پرندہ لے کر حضور ﷺ کی خدمت میں آئی۔ حضور ﷺ نے فرمایا کیا میں نے تجھے منع نہیں کیا تھا کہ اگلے دن کے لئے کچھ نہ رکھا کرو۔ جب اگلا دن آئے گا تو اس دن کی روزی بھی اللہ پہنچائے گا (لہذا آج جو کچھ پاس ہے وہ سارا ہی آج خرچ کر دیا کرو[3]۔ آنے والے دنوں کے لئے ذخیرہ کر کے رکھنا جائز ہے لیکن جو کچھ پاس ہے اسے فوراً خرچ کر دینا اور آئندہ کے لئے اللہ پر توکل کرنا درجہ کمال ہے) حضرت علیؓ

---

[1] اخرجه ابن جرير كذافي الكنز (ج ۳ ص ۳۱۱) [2] اخرجه البزار باسناد حسن و الطبراني واخرجه ابو نعيم في الحليه (ج ۱ ص ۱۴۹) عن عبدالله نحوه ورواه ابو يعلى و الطبراني عن ابي هريرة رضي الله تعالىٰ عنه بنحوه باسناد حسن كما في الترتيب (ج ۲ ص ۱۷۴)

(۳) اخرجه ابو يعلى قال الهيثمي (ج ۱۰ ص ۲۴۱) ورجاله ثقات.

فرماتے ہیں حضرت عمرؓ نے لوگوں سے کہا ہمارے پاس اس مال میں سے کچھ بچ گیا ہے (میں اسے کہاں خرچ کردوں؟) لوگوں نے کہا اے امیر المومنین!

آپ ہمارے اجتماعی کاموں میں ہر وقت مشغول رہتے ہیں جس کی وجہ سے آپ کو اپنے اہل و عیال کو دیکھنے کی اور اپنے پیشہ اور کاروبار میں لگنے کی فرصت نہیں ملتی اس لئے یہ مال آپ لے لیں۔ حضرت عمرؓ نے مجھ سے کہا آپ کیا کہتے ہیں؟ میں نے کہا لوگوں نے آپ کو مشورہ دے ہی دیا ہے۔ انہوں نے کہا نہیں۔ آپ اپنے دل کی بات کہیں۔ اس پر میں نے کہا آپ اپنے یقین کو گمان میں کیوں بدلتے ہیں؟ (آپ کو یقین ہے کہ مال آپ کا نہیں ہے تو پھر آپ کیوں لوگوں سے مشورہ لے کر اور مسلمانوں کا یہ مال خود لے کر اپنے یقین کو گمان میں بدل رہے ہیں؟) حضرت عمرؓ نے کہا آپ جو کہہ رہے ہیں آپ کو اس کی دلیل دینی ہوگی۔ میں نے کہا ہاں میں اس کی دلیل ضرور دوں گا۔ کیا آپ کو یاد ہے کہ حضور اقدس ﷺ نے آپ کو لوگوں سے زکوٰۃ لینے کے لئے بھیجا تھا۔ جب آپ حضرت عباس بن عبد المطلبؓ کے پاس زکوۃ لینے گئے تھے تو انہوں نے آپ کو زکوٰۃ دینے سے انکار کر دیا تھا جس پر آپ دونوں میں کچھ بات ہوئی تھی۔ پھر آپ نے مجھ سے کہا تھا میرے ساتھ حضور ﷺ کے پاس چلو تا کہ ہم حضور ﷺ کو بتائیں کہ حضرت عباس نے ایسے کیا ہے۔ چنانچہ ہم دونوں حضور ﷺ کی خدمت میں گئے تو ہم نے دیکھا کہ آپ کی طبیعت پر گرانی ہے تو ہم واپس آگئے۔ اگلے دن ہم پھر آپ کی خدمت میں گئے تو آپ ہشاش بشاش تھے۔ آپ نے حضور ﷺ کو بتایا کہ حضرت عباس نے اس طرح کیا ہے اس پر حضور ﷺ نے آپ کو کہا تھا کیا تمہیں معلوم نہیں ہے کہ آدمی کا چچا اس کے باپ کی طرح ہوتا ہے؟ اور ہم نے حضور ﷺ کو بتایا کہ ہم پہلے دن آپ کی خدمت میں حاضر ہوئے تھے تو آپ کی طبیعت پر گرانی تھی اور اگلے دن حاضر ہوئے تو آپ ہشاش بشاش تھے۔ حضور ﷺ نے فرمایا تم پہلے دن جب میرے پاس آئے تھے تو میرے پاس صدقہ کے دو دینار بچے ہوئے تھے اس وجہ سے تمہیں میری طبیعت پر گرانی نظر آئی اور اگلے دن جب تم میرے پاس آئے تو میں وہ دینار خرچ کر چکا تھا اس وجہ سے تم نے مجھے ہشاش بشاش پایا۔ حضرت عمرؓ نے کہا (اے علیؓ!) تم نے ٹھیک کہا اللہ کی قسم! تم نے پہلے مجھے کہا اپنے یقین کو گمان میں

---

[1] اخرجه احمد عن ابی البختری و اخرجه ایضا ابو یعلی و الدورقی والبیهقی وابو داؤد و فیه ارسال بین ابی البختری و علی کذا فی الکنز (ج ٤ ص ٣٩) واخرجه ابو نعیم فی الحلیة (ج ٤ ص ٣٨٢) عن ابی البختری قال قال عمر فذکر بمعناه وقال الهیثمی (ج ١٠ ص ٢٣٨) رواه احمد ورجاله رجال الصحیح و کذلك ابو یعلی و البزار الا ان ابا البختری لم یسمع من علی ولا عمر فهو مرسل صحیح انتهی.

کیوں بدلتے ہو؟ اور پھر مجھے یہ سارا قصہ سنایا میں ان دونوں باتوں پر تمہارا شکریہ ادا کرتا ہوں۔[1]

حضرت طلحہ بن عبید اللہؓ فرماتے ہیں۔ حضرت عمرؓ کے پاس مال آیا آپ نے اسے مسلمانوں میں تقسیم کیا لیکن اس میں سے کچھ مال بچ گیا۔ آپ نے اس کے بارے میں لوگوں سے مشورہ لیا۔ لوگوں نے کہا اگر آپ اسے آئندہ پیش آنے والی ضرورت کے لئے رکھ لیں تو زیادہ بہتر ہو گا۔ حضرت علیؓ بالکل خاموش تھے انہوں نے کچھ نہ کہا۔ حضرت عمرؓ نے کہا اے ابو الحسن! کیا ہوا آپ اس بارے میں کچھ نہیں کہہ رہے ہیں؟ انہوں نے کہا لوگوں نے اپنی رائے بتا تو دی ہے۔ حضرت عمرؓ نے کہا نہیں آپ کو بھی اپنا مشورہ ضرور دینا ہو گا۔ حضرت علیؓ نے کہا اللہ تعالیٰ (قرآن مجید میں خرچ کرنے کی جگہیں بتا کر) اس مال کی تقسیم (بتانے) سے فارغ ہو چکے ہیں (آپ کو یہ بچا ہوا مال بھی وہاں ہی خرچ کرنا چاہئے) پھر حضرت علیؓ نے یہ قصہ بیان کیا کہ حضور اقدس ﷺ کے پاس بحرین سے مال آیا تھا (حضور ﷺ نے اسے تقسیم کرنا شروع کیا لیکن) ابھی آپ اس کی تقسیم سے فارغ نہیں ہوئے تھے کہ رات آگئی (تو آپ نے وہ رات مسجد میں گزاری اور) ساری نمازیں مسجد میں پڑھائیں (یعنی سارا دن مسجد میں بیٹھ کر تقسیم کرتے رہے گھر نہ گئے) میں نے دیکھا کہ جب تک آپ نے یہ سارا مال تقسیم نہیں کر لیا آپ کے چہرے پر پریشانی اور فکر کے آثار رہے۔ حضرت عمرؓ نے فرمایا اب تو یہ بقیہ مال آپ کو ہی تقسیم کرنا ہو گا چنانچہ حضرت علیؓ نے اسے تقسیم کیا۔ حضرت طلحہؓ فرماتے ہیں مجھے اس میں سے آٹھ سو درہم ملے۔[1]

حضرت ام سلمہؓ فرماتی ہیں ایک مرتبہ حضور اقدس ﷺ میرے پاس تشریف لائے تو آپ کے چہرہ مبارک کا رنگ بدلا ہوا تھا مجھے ڈر ہوا کہ کہیں یہ کسی درد کی وجہ سے نہ ہو۔ میں نے کہا یا رسول اللہ! آپ کو کیا ہوا؟ آپ کے چہرہ کا رنگ بدلا ہوا ہے آپ نے فرمایا ان سات دینار کی وجہ سے جو کل ہمارے پاس آئے ہیں اور آج شام ہو گئی ہے اور وہ ابھی تک بستر کے کنارے پر پڑے ہوئے ہیں۔ ایک روایت میں یہ ہے کہ وہ سات دینار ہمارے پاس آئے اور ہم ابھی تک ان کو خرچ نہیں کر سکے۔[2]

حضرت سہیل بن سعدؓ فرماتے ہیں حضور اقدس ﷺ کے پاس سات دینار تھے جو آپ نے حضرت عائشہؓ کے پاس رکھوائے ہوئے تھے۔ جب آپ زیادہ بیمار ہوئے تو آپ نے فرمایا اے

---

[1] اخرجه البزار قال الهیثمی (ج ۱۰ ص ۲۳۹) وفیه الحجاج بن ارطاة و هو مدلس

[2] اخرجه احمد و ابو یعلی قال الهیثمی (ج ۱۰ ص ۲۳۸) رجال هما رجال الصحیح

عائشہ! یہ سونا علیؓ کے پاس بھجوا دو۔ اس کے بعد آپ بے ہوش ہو گئے تو حضرت عائشہؓ آپ کے سنبھالنے میں ایسی مشغول ہوئیں کہ وہ دینار بھجوا نہ سکیں۔ یہ بات حضور ﷺ نے کئی مرتبہ ارشاد فرمائی لیکن ہر مرتبہ آپ فرمانے کے بعد بے ہوش ہو جاتے۔ اور حضرت عائشہؓ آپ کے سنبھالنے میں مشغول ہو جاتیں اور وہ دینار نہ بھجوا پاتیں۔ آخر حضور ﷺ نے وہ دینار خود حضرت علیؓ کو بھجوائے اور انہوں نے انہیں صدقہ کر دیا۔ پیر کی رات کو شام کے وقت حضور ﷺ پر نزع کی کیفیت طاری ہونے لگی تو حضرت عائشہؓ نے اپنا چراغ اپنے پڑوس کی ایک عورت کے پاس بھیجا (جو کہ حضور ﷺ کی زوجہ محترمہ تھیں) اور ان سے کہا ہمارے اس چراغ میں اپنے گھی کے ڈبے میں سے کچھ گھی ڈال دو۔ کیونکہ حضور پر نزع کی کیفیت طاری ہو چکی ہے۔[1]

حضرت عائشہؓ فرماتی ہیں حضور ﷺ نے اپنے مرض الوفات میں مجھے حکم دیا کہ جو سونا ہمارے پاس ہے میں اسے صدقہ کر دوں (لیکن میں حضور ﷺ کی خدمت میں مشغول رہی اور صدقہ نہ کر سکی) پھر آپ ﷺ کو افاقہ ہوا۔ آپ ﷺ نے فرمایا تم نے اس سونے کا کیا کیا؟ میں نے کہا میں نے دیکھا کہ آپ بہت زیادہ بیمار ہو گئے ہیں اس لئے میں آپ کی خدمت میں ایسے لگی کہ بھول گئی۔ حضور ﷺ نے فرمایا وہ سونا لے آؤ۔ چنانچہ حضرت عائشہؓ حضور ﷺ کی خدمت میں سات یا نو دینار لائیں۔ ابو حازم راوی کو شک ہوا کہ دینار کتنے تھے؟ جب حضرت عائشہؓ لے آئیں تو حضور ﷺ نے فرمایا اگر محمد (علیہ السلام) کی اللہ سے ملاقات اس حال میں ہوتی (یعنی اگر ان کا انتقال اس حال میں ہوتا) کہ یہ دینار ان کے پاس ہوتے تو محمد (علیہ السلام) کیا گمان کر سکتے؟ (یعنی ان کو بہت ندامت ہوتی) اگر محمد (علیہ السلام) کی اللہ سے ملاقات اس حال میں ہوتی کہ یہ دینار ان کے پاس ہوتے تو یہ دینار محمد (علیہ السلام) کے بھروسے کو اللہ پر نہ رہنے دیتے۔[2]

حضرت عبید اللہ بن عباسؓ فرماتے ہیں مجھ سے حضرت ابو ذرؓ نے فرمایا اے میرے بھتیجے! میں حضور اقدس ﷺ کے ساتھ آپ کا دست مبارک پکڑے ہوئے تھا۔ آپ نے مجھ سے

---

[1] اخرجه الطبراني في الكبير ورواته ثقات محتج بهم في الصحيح ورواه ابن حبان في صحيحه من حديث عائشة بمعناه كذافي الترغيب (ج ٢ ص ١٧٨) [2] اخرجه احمد قال الهيثمي (ج ١٠ ص ٢٤٠) رواه احمد باسانيد و رجال احد ها رجال الصحيح واخرجه البيهقي (ج ٦ ص ٣٥٦) من حديث عائشة بنحوه. [3] اخرجه البزار و اخرجه الطبراني بنحوه قال الهيثمي (ج ٢٠ ص ٢٣٩) باسناد البزار حسن

فرمایا اے ابو ذر! مجھے یہ بات پسند نہیں ہے کہ مجھے احد پہاڑ کے برابر سونا اور چاندی مل جائے اور میں اسے اللہ کے راستہ میں خرچ کر دوں اور مرتے وقت میرے پاس اس میں سے ایک قیراط (دینار کا بیسواں حصہ) ہی بچا ہوا ہو۔ (یعنی میں چاہتا ہوں کہ مرتے دم میرے پاس دینار اور درہم میں سے کچھ بھی نہ ہو) میں نے کہا (آپ قیراط فرمارہے ہیں) یا قطار (یعنی چار ہزار دینار) آپ نے فرمایا میں کم مقدار کہنا چاہتا ہوں اور تم زیادہ کہہ رہے ہو۔ میں آخرت چاہتا ہوں اور تم دنیا۔ ایک قیراط (یعنی قطار نہیں بلکہ قیراط) یہ بات آپ نے مجھ سے تین بار فرمائی۔ [۳]

حضرت ابو ذرؓ حضرت عثمان بن عفان کے پاس آئے (اور انہوں نے اندر آنے کی اجازت مانگی) حضرت عثمانؓ نے ان کو اجازت دی (وہ اندر آگئے) ان کے ہاتھ میں لاٹھی تھی۔ حضرت عثمانؓ نے کہا اے کعب! حضرت عبد الرحمٰنؓ (بن عوف) کا انتقال ہوا ہے اور وہ بہت سامال چھوڑ کر گئے ہیں آپ کا اس بارے میں کیا خیال ہے؟ حضرت کعب نے کہا اگر وہ اس مال کے بارے میں اللہ کا حق یعنی زکوٰۃ ادا کرتے رہے ہیں تو ان کا مواخذہ نہیں ہوگا۔ یہ سن کر حضرت ابو ذر نے اپنی لاٹھی اٹھا کر حضرت کعب کو ماری اور کہا میں نے رسول اللہ ﷺ کو یہ فرماتے ہوئے سنا کہ مجھے یہ بات پسند نہیں ہے کہ اس پہاڑ کے برابر مجھے سونا مل جائے اور میں اسے خرچ کر دوں اور وہ خرچ کرنا اللہ کے ہاں قبول بھی ہو جائے اور میں اپنے پیچھے چھ اوقیہ یعنی دوسو چالیس درہم چھوڑ جاؤں۔ پھر انہوں نے حضرت عثمانؓ کو مخاطب کر کے تین مرتبہ فرمایا میں تمہیں اللہ کا واسطہ دے کر پوچھتا ہوں کہ کیا آپ نے یہ حدیث حضور ﷺ سے سنی ہے؟ انہوں نے کہا جی ہاں سنی ہے۔ [۱] حضرت غزوان بن ابی حاتم سے بھی یہ واقعہ بہت لمبا منقول ہے اور اس میں یہ مضمون ہے کہ حضرت عثمانؓ نے حضرت کعب رحمۃ اللہ علیہ سے فرمایا اے ابو اسحاق! آپ ذرا یہ بتائیں کہ جس مال کی زکوٰۃ ادا کر دی جائے (اور وہ مال آدمی کے پاس ہو دوسروں پر خرچ نہ کیا ہو تو کیا) اس مال والے پر اس مال کے بارے میں جرمانے اور سزا کا خطرہ ہے؟ حضرت کعب نے کہا نہیں۔ حضرت ابو ذرؓ کے پاس ایک لاٹھی تھی۔ انہوں نے کھڑے ہو کر وہ لاٹھی حضرت کعب کے دونوں کانوں کے درمیان سر پر ماری اور پھر فرمایا اے یہودی عورت کے بیٹے! آپ یہ سمجھتے ہیں کہ جب اس نے زکوٰۃ ادا کر دی تو اب اس کے مال میں کسی کا کوئی حق باقی نہ رہا حالانکہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں: وَيُؤْثِرُوْنَ عَلٰٓى اَنْفُسِهِمْ وَلَوْ كَانَ بِهِمْ

---

[۱] اخرجه احمد قال الهيثمي (ج ۱۰ ص ۲۳۹) رواه احمد وفيه ابن الهيعه وقد ضعفه غير واحد ورواه ابويعلى ۱ھ

خَصَاصَةٌ (سورة حشر آیت ۹)

ترجمہ : اور اپنے سے مقدم رکھتے ہیں اگرچہ ان پر فاقہ ہی ہو۔ اور دوسری جگہ فرماتے ہیں : وَيُطْعِمُوْنَ الطَّعَامَ عَلٰى حُبِّهٖ مِسْكِيْناً وَّيَتِيْماً وَّاَسِيْراً ۔ (سورة دهر آیت ۸)

ترجمہ : اور وہ لوگ محض خدا کی محبت سے غریب اور یتیم اور قیدی کو کھانا کھلاتے ہیں اور تیسری جگہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں : وَالَّذِيْنَ فِيْ اَمْوَالِهِمْ حَقٌّ مَّعْلُوْمٌ لِّلسَّائِلِ وَ الْمَحْرُوْمِ (سورة معارج آیت ۲۴، ۲۵)

ترجمہ : اور جن کے مالوں میں سوالی اور بے سوالی سب کا حق ہے۔ اس طرح کی اور آیات حضرت ابوذرؓ ذکر کرتے رہے۔[1]

حضرت عمرؓ فرماتے ہیں ایک دن حضور ﷺ نے ہمیں (اللہ کے راستہ میں) صدقہ کرنے کا حکم فرمایا۔ اس دن میرے پاس کافی مال تھا۔ میں نے اپنے دل میں کہا اگر میں (نیکی میں) حضرت ابوبکرؓ سے آگے بڑھ سکتا ہوں تو آج کے دن ہی بڑھ سکتا ہوں (یعنی میں ان سے آگے بڑھنے کی کوشش تو بہت مرتبہ کر چکا ہوں لیکن کبھی ان سے آگے بڑھ نہیں سکا آج بڑھ سکتا ہوں) چنانچہ میں نے اپنا آدھا مال لا کر حضور ﷺ کی خدمت میں پیش کر دیا۔ حضور ﷺ نے پوچھا تم اپنے گھر والوں کے لئے کیا چھوڑ کر آئے ہو؟ میں نے کہا میں ان کے لئے بھی کچھ چھوڑ آیا ہوں۔ حضور ﷺ نے پھر فرمایا ان کے لئے کیا چھوڑا ہے؟ میں نے کہا جتنا میں لایا ہوں اتنا ہی گھر والوں کے لئے چھوڑ کر آیا ہوں۔ حضرت ابوبکرؓ کے پاس (گھر میں) جو کچھ تھا وہ سب کچھ لے آئے حضور ﷺ نے ان سے پوچھا اے ابوبکرؓ! تم اپنے گھر والوں کے لئے کیا چھوڑ کر آئے ہو؟ حضرت ابوبکرؓ نے کہا میں ان کے لئے اللہ و رسول ﷺ (کی رضامندی) چھوڑ کر آیا ہوں۔ یہ جواب سن کر میں نے اپنے دل میں کہا میں کبھی بھی کسی چیز میں حضرت ابوبکرؓ سے آگے نہیں بڑھ سکتا۔[2]

حضرت حسنؓ فرماتے ہیں ایک آدمی نے حضرت عثمانؓ سے کہا ارے مال والو! نیکیاں تو تم لے گئے ہو کہ تم لوگ صدقہ کرتے ہو، غلاموں کو آزاد کرتے ہو، حج کرتے ہو اور اللہ کے راستہ میں مال خرچ کرتے ہو۔ حضرت عثمانؓ نے فرمایا اور تم لوگ ہم پر رشک کرتے ہو اس

---

[1] اخرجه البيهقي عن غزوان بن ابي حاتم نحوه كما في الكنز (ج ۳ ص ۳۱۰)

[2] اخرجه ابو داؤد والترمذي وقال حسن صحيح والدارمي و الحاكم و البيهقي و ابو نعيم في الحلية وغير هم كما في منتخب الكنز (ج ٤ ص ۳٤۷)

[3] اخرجه البيهقي في شعب الايمان كذافي الكنز (ج ۳ ص ۳۲۰)

آدمی نے کہا ہم لوگ آپ لوگوں پر رشک کرتے ہیں۔ حضرت عثمانؓ نے فرمایا اللہ کی قسم! کوئی آدمی تنگ دستی کی حالت میں ایک درہم خرچ کرے وہ ہم مالداروں کے دس ہزار سے بہتر ہے کیونکہ ہم بہت زیادہ میں سے تھوڑا سا دے رہے ہیں۔ [۳]

حضرت عبید اللہ بن محمد بن عائشہ رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں ایک سائل امیر المومنین حضرت علیؓ کے پاس آکر کھڑا ہوا حضرت علیؓ نے حضرت حسنؓ یا حضرت حسینؓ سے کہا اپنی والدہ کے پاس جاؤ اور ان سے کہو میں نے آپ کے پاس چھ درہم رکھوائے تھے ان میں سے ایک درہم دے دو۔ وہ گئے اور انہوں نے واپس آکر کہا امی جان کہہ رہی ہیں وہ چھ درہم تو آپ نے آٹے کے لئے رکھوائے تھے۔ حضرت علیؓ نے کہا کسی بھی بندے کا ایمان اس وقت تک سچا ثابت نہیں ہو سکتا جب تک کہ اس کو جو چیز اس کے پاس ہے اس سے زیادہ اعتماد اس چیز پر نہ ہو جائے جو اللہ کے خزانوں میں ہے۔ اپنی والدہ سے کہو کہ چھ درہم بھیج دیں چنانچہ انہوں نے چھ درہم حضرت علیؓ کو بھجوا دیئے جو حضرت علیؓ نے اس سائل کو دے دیئے راوی کہتے ہیں حضرت علیؓ نے اپنی نشست بھی نہیں بدلی تھی کہ اتنے میں ایک آدمی ان کے پاس سے ایک اونٹ لئے گزرا جسے وہ بیچنا چاہتا تھا۔ حضرت علیؓ نے کہا یہ اونٹ کتنے میں دو گے؟ اس نے کہا ایک سو چالیس درہم میں۔ حضرت علیؓ نے کہا اسے یہاں باندھ دو۔ البتہ اس کی قیمت کچھ عرصہ کے بعد دیں گے وہ آدمی اونٹ وہاں باندھ کر چلا گیا۔ تھوڑی ہی دیر میں ایک آدمی آیا اور اس نے کہا یہ اونٹ کس کا ہے؟ حضرت علیؓ نے کہا میرا۔ اس آدمی نے کہا کیا آپ اسے بیچیں گے؟ حضرت علیؓ نے کہا ہاں۔ اس آدمی نے کہا کتنے میں؟ حضرت علیؓ نے کہا دو سو درہم میں۔ اس نے کہا میں نے اس قیمت میں یہ اونٹ خرید لیا اور حضرت علیؓ کو دو سو درہم دے کر وہ اونٹ لے گیا حضرت علیؓ نے جس آدمی سے اونٹ ادھار خریدا تھا اسے ایک سو چالیس درہم دیئے اور باقی ساٹھ درہم لا کر حضرت فاطمہؓ کو دیئے۔ انہوں نے پوچھا یہ کیا ہے؟ حضرت علیؓ نے کہا یہ وہ ہے جس کا اللہ تعالیٰ نے اپنے نبی کی زبانی ہم سے وعدہ کیا ہے مَنْ جَآءَ بِالْحَسَنَةِ فَلَهٗ عَشْرُ اَمْثَالِهَا (سورہ انعام آیت ۱۶۰)

ترجمہ: جو شخص نیک کام کرے گا اس کو اس کے دس حصے ملیں گے۔[۱]

حضرت ابیؓ فرماتے ہیں حضور اقدس ﷺ نے مجھے زکوۃ وصول کرنے بھیجا۔ میں ایک آدمی کے پاس سے گزرا۔ جب اس نے اپنے سارے جانور جمع کر دیئے تو میں نے دیکھا کہ ان

---

[۱] اخرجه العسکری کذافی الکنز (ج ۳ ص ۳۱۱)

جانوروں میں اس پر صرف ایک سالہ اونٹنی واجب ہوتی ہے میں نے کہا تم ایک سالہ اونٹنی دے دو۔ کیونکہ زکوٰۃ پر اتنی ہی بنتی ہے۔ اس آدمی نے کہا یہ کم عمر اونٹنی نہ تو دودھ دے سکتی ہے اور نہ سواری کے کام آسکتی ہے۔ البتہ یہ اونٹنی جوان اور خوب موٹی تازی ہے تم اسے لے لو۔ میں نے کہا جس جانور کے لینے کا مجھے حکم نہیں ملا میں اسے نہیں لے سکتا البتہ حضور ﷺ تمہارے قریب ہی ہیں اگر تم مناسب سمجھو تو تم مجھے جو دینا چاہتے ہو وہ خود جا کر حضور ﷺ کی خدمت میں پیش کر دو، اگر وہ قبول فرمالیں گے تو میں بھی قبول کر لوں گا، اگر انہوں نے قبول نہ فرمایا تو پھر میں نہیں لے سکتا۔ اس نے کہا چلو ایسے کر لیتا ہوں۔ چنانچہ وہ میرے ساتھ چل پڑا اور اپنے ساتھ وہ اونٹنی بھی لے لی جو مجھے پیش کی تھی پھر ہم لوگ حضور ﷺ کی خدمت میں پہنچ گئے اس نے کہا اے اللہ کے نبی (ﷺ)! آپ کا قاصد مجھ سے میرے جانوروں کی زکوٰۃ لینے آیا تھا اور اللہ کی قسم! اس سے پہلے نہ تو حضور ﷺ (میرے جانوروں کی زکوٰۃ لینے) آئے اور نہ حضور ﷺ کا قاصد۔ چنانچہ آپ (ﷺ) کے قاصد کے سامنے میں نے اپنے سارے جانور جمع کر دیئے آپ (ﷺ) کے قاصد نے بتایا کہ مجھ پر زکوٰۃ میں صرف ایک سالہ اونٹنی واجب ہے جو کہ نہ دودھ دیتی ہے اور نہ سواری کے کام آسکتی ہے۔ اس لئے میں نے آپ کے قاصد کے سامنے ایک جوان موٹی تازی اونٹنی پیش کی کہ اسے لے لے لیکن انہوں نے اسے لینے سے انکار کر دیا یا رسول اللہ! وہ اونٹنی یہ ہے میں اسے لے کر آپ کی خدمت میں آیا ہوں تو حضور ﷺ نے اس سے فرمایا واجب تو تم پر وہی ایک سالہ اونٹنی ہے تم اپنی مرضی سے اس سے بہتر جانور دینا چاہتے ہو تو اللہ تعالیٰ تمہیں اس کی بہتر جزاء عطا فرمائے ہم اسے قبول کرتے ہیں اس نے (خوشی میں) دوبارہ کہا یا رسول اللہ! وہ اونٹنی یہ ہے میں آپ کے پاس اسے لایا ہوں آپ اسے لے لیں۔ چنانچہ حضور ﷺ نے اسے لینے کا حکم فرما دیا اور اس کے لئے اس کے جانوروں میں برکت کی دعا فرمائی۔ [۱]

حضرت عبداللہ بن زبیرؓ فرماتے ہیں میں نے حضرت عائشہ اور حضرت اسماءؓ سے زیادہ سخی کوئی عورت نہیں دیکھی۔ البتہ ان دونوں کی سخاوت کا طریقہ الگ الگ تھا۔ حضرت عائشہؓ تھوڑی تھوڑی چیز جمع کرتی رہتیں۔ جب کافی چیزیں جمع ہو جاتیں تو پھر ان کو تقسیم فرما دیتیں۔ اور حضرت اسماءؓ تو اگلے دن کے لئے کوئی چیز نہ رکھتیں یعنی جو کچھ تھوڑا بہت آتا اسی دن تقسیم کر دیتیں۔ [۲]

---

[۱] اخرجه احمد و ابو داؤد و ابو يعلى و ابن خزيمة وغيرهم كذا في الكنز (ج ۳ ص ۳۰۹)

[۲] اخرجه البخاري في الادب المفرد (ص ۴۳)

حضرت عبدالرحمٰن بن کعب بن مالک رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں حضرت معاذ بن جبلؓ بہت سخی، نوجوان اور بہت خوبصورت تھے اور اپنی قوم کے نوجوان میں سب سے زیادہ فضیلت والے تھے۔ وہ کوئی چیز بچا کر نہیں رکھتے تھے۔ چنانچہ وہ قرض لیتے رہے (اور دوسروں پر خرچ کرتے رہے) یہاں تک کہ سارا مال قرضہ میں گھر گیا۔ اس پر وہ حضور ﷺ کی خدمت میں گئے اور حضور ﷺ سے عرض کیا کہ وہ قرض خواہوں سے کہیں کہ وہ میرا قرض معاف کر دیں۔ (چنانچہ حضور ﷺ نے ان کی سفارش فرمائی) لیکن قرض خواہوں نے انکار کر دیا۔ اگر یہ قرض خواہ کسی کے کہنے کی وجہ سے کسی کا قرضہ معاف کرنے والے ہوتے تو حضور ﷺ کی وجہ سے ضرور معاف کر دیتے آخر حضور ﷺ نے ان کا قرض ادا کرنے کے لئے ان کا سارا مال بیچ دیا یہاں تک کہ حضرت معاذؓ وہاں سے خالی ہاتھ اٹھے ان کے پاس کوئی چیز نہ بچی۔ جب فتح مکہ کا سال آیا تو حضور ﷺ نے ان کو یمن کے ایک حصہ کا گورنر بنا کر بھیج دیا تاکہ ان کے نقصان کی تلافی ہو سکے۔ حضرت معاذ یمن میں گورنر بن کر ٹھہرے رہے اور وہ سب سے پہلے آدمی ہیں جنہوں نے اللہ کے مال سے یعنی زکوٰۃ کے مال سے تجارت کی۔ چنانچہ یہ یمن میں ٹھہر کر تجارت کرتے رہے یہاں تک کہ ان کے پاس مال جمع ہو گیا اور اتنے عرصہ میں حضور ﷺ کا بھی انتقال ہو گیا۔ جب یہ (مدینہ) واپس آئے تو حضرت عمرؓ نے حضرت ابوبکرؓ سے کہا اس آدمی یعنی حضرت معاذؓ کے پاس قاصد بھیجیں اور جتنے مال سے ان کا گزر اوقات ہو سکے اتنا مال ان کے پاس رہنے دیں، باقی سارا مال ان سے لے لیں۔ حضرت ابوبکرؓ نے کہا حضور ﷺ نے ان کو (یمن) بھیجا ہی اس لئے تھا تاکہ ان کے نقصان کی تلافی ہو جائے لہذا میں تو ان سے از خود کچھ نہیں لوں گا، ہاں اگر یہ خود کچھ دیں تو لے لوں گا۔ جب حضرت ابوبکرؓ نے حضرت عمرؓ کی بات نہ مانی تو حضرت عمرؓ حضرت معاذؓ کے پاس خود چلے گئے۔ ان سے اپنی اس بات کا تذکرہ کیا۔ حضرت معاذؓ نے کہا حضورؐ نے مجھے تو اپنے نقصان کی تلافی کے لئے ہی بھیجا تھا لہذا میں تو آپ کی بات ماننے کے لئے تیار نہیں ہوں (زکوٰۃ کا مال لے کر انہوں نے تجارت کی تھی اس سے جو نفع ہوا وہ انہوں نے رکھ لیا اور اصل زکوٰۃ کا مال واپس کر دیا۔ اس لئے یہ نفع ان کا ہی تھا لیکن حضرت عمرؓ کا مطلب یہ تھا کہ چونکہ اجتماعی مال اس نفع کا ذریعہ بنا ہے اس لئے سارا نفع نہ رکھیں بلکہ بقدر ضرورت رکھ کر باقی نفع بیت المال میں جمع کرا دیں یہ فضیلت کی بات تھی کچھ عرصہ کے بعد) حضرت معاذؓ کی حضرت عمرؓ سے ملاقات ہوئی تو ان سے حضرت معاذؓ نے کہا میں نے آپ کی بات مان لی جیسے آپ کہہ رہے ہیں میں ویسے کر لیتا ہوں۔ میں نے خواب میں دیکھا کہ میں بہت زیادہ پانی میں ہوں اور ڈوبنے سے ڈر رہا ہوں اور اے عمرؓ! پھر آپ نے مجھے ڈوبنے سے بچایا۔ پھر حضرت معاذؓ حضرت ابوبکرؓ کے پاس آئے اور ان کو سارا قصہ سنایا (اور اپنا سارا مال لا کر ان کو دے دیا) اور قسم کھا کر ان سے کہا کہ

نہوں نے ان سے کچھ نہیں چھپایا چنانچہ اپنا کوڑا بھی سامنے لا کر رکھ دیا۔ حضرت ابو بکرؓ نے کہا اللہ کی قسم! میں تم سے یہ مال نہیں لوں گا۔ میں نے تم کو یہ ہدیہ کر دیا ہے۔ حضرت عمرؓ نے کہا اب حضرت معاذؓ کا یہ مال لینا ٹھیک ہے کیونکہ انہوں نے تو یہ سارا مال بیت المال کو دے دیا جس سے یہ مال ان کے لئے حلال اور پاکیزہ ہو گیا۔ اس کے بعد حضرت ابو بکرؓ نے ان کو ہدیہ کیا ہے۔ اس کے بعد حضرت معاذؓ ملک شام چلے گئے۔ [۱]

حضرت ابن کعبؓ بن مالکؓ فرماتے ہیں حضرت معاذ بن جبلؓ ایک جوان، نہایت خوبصورت، بہت سخی آدمی تھے۔ اپنی قوم کے بہترین نوجوانوں میں سے تھے جو آدمی بھی ان سے کوئی چیز مانگتا وہ فوراً اسے دے دیتے اسی وجہ سے (کہ وہ قرضہ لے کر دوسروں کو دے دیتے) ان پر اتنا قرضہ ہو گیا کہ ان کا سارا مال قرضہ میں گھر گیا۔ آگے پچھلی حدیث جیسی ذکر کی۔ [۲]

حضرت جابرؓ فرماتے ہیں حضرت معاذ بن جبلؓ لوگوں میں سب سے زیادہ خوبصورت چہرے والے، سب سے زیادہ اچھے اخلاق والے اور سب سے زیادہ کھلے ہاتھ والے یعنی سخی تھے۔ اسی سخاوت کی وجہ سے بہت سا قرضہ اٹھا لیا (چونکہ سارا دوسروں پر خرچ کر دیتے تھے اس لئے قرض ادا کرنے کیلئے ان کے پاس کچھ تھا نہیں) آخر قرض خواہ ان کے پیچھے پڑ گئے تو یہ ان سے چھپ کر کئی دن اپنے گھر بیٹھے رہے (تھک ہار کر) ان کے قرض خواہ مدد لینے کیلئے حضور ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوئے۔ حضور ﷺ نے قاصد بھیج کر حضرت معاذؓ کو بلایا۔ حضرت معاذؓ حضور کے پاس آئے تو وہ قرض خواہ بھی ان کے ساتھ آگئے اور انہوں نے کہا یا رسول اللہ! ہمیں ان سے ہمارا حق دلوا دیں۔ حضور ﷺ نے (قرض معاف کرنے کی ترغیب دیتے ہوئے) فرمایا جو معاذؓ کا قرضہ معاف کرے اللہ اس پر رحم فرمائے۔ یہ دعا سن کر کچھ قرض خواہوں نے قرضہ معاف کر دیا لیکن باقی قرض خواہوں نے معاف کرنے سے انکار کیا۔ حضور ﷺ نے فرمایا اے معاذ! ان (کا قرض ادا کرنے) کے لئے تو صبر سے کام لو۔ یعنی سارا مال بھی دینا پڑے تو تم دے دو اور صبر سے کام لو۔ آخر حضور ﷺ نے حضرت معاذؓ کا سارا مال لے کر ان کے قرض خواہوں کو دے دیا۔ انہوں نے آپس میں تقسیم کیا تو ہر ایک کو اس کے سات حصوں میں سے پانچ حصے ملے۔ اس پر ان قرض خواہوں نے حضور ﷺ سے کہا (ہمارا باقی قرضہ ادا کرنے کے لئے) انہیں (غلام بنا کر) بیچ دیں۔ حضور ﷺ نے فرمایا۔ اب انہیں چھوڑ دو۔ اب ان سے باقی قرضہ وصول کرنے کے لئے تمہارے پاس کوئی

---

[۱] اخرجه عبدالرزاق وابن راهويه عن عبدالرحمن بن عبدالله بن كعب بن مالك عن ابيه كذافى الكنز (ج ۳ ص ۱۲٦)
[۲] اخرجه ابو نعيم فى الحلية (ج ۱ ص ۲۳۱) من طريق عبدالرزاق باسناده و اخرجه الحاكم عن عبدالرحمن بن كعب بن مالك عن ابيه فذكره مختصرا قال الحاكم هذا حديث صحيح على شرط الشيخين ولم يخرجاه ووافقه الذهبى.

راستہ نہیں رہا۔ اس کے بعد حضرت معاذ بنو سلمہ کے ہاں چلے گئے۔ وہاں ان سے ایک آدمی نے کہا اے ابو عبدالرحمٰن! چونکہ تم بالکل فقیر ہو گئے ہو اس لئے تم جا کر حضور ﷺ سے کچھ مانگ لو۔ انہوں نے کہا میں حضور ﷺ سے کچھ نہیں مانگوں گا۔ حضرت معاذؓ کچھ دن اسی طرح رہے پھر حضور ﷺ نے ان کو بلا کر یمن بھیج دیا اور فرمایا ہو سکتا ہے کہ اللہ تعالیٰ تمہارے نقصان کی تلافی کر دے اور تمہارے قرض کو ادا کروا دے چنانچہ حضرت معاذؓ یمن چلے گئے اور وہیں رہے یہاں تک کہ حضور ﷺ کا انتقال ہو گیا۔ جس سال حضرت ابو بکرؓ نے حضرت عمر بن خطابؓ کو امیر حج بنا کر بھیجا۔ اس سال حضرت معاذؓ بھی حج کے لئے آئے۔ آٹھ ذی الحجہ کو دونوں کی حج پر ملاقات ہوئی۔ دونوں ایک دوسرے سے گلے ملے۔ پھر دونوں نے ایک دوسرے سے حضور ﷺ کے بارے میں تعزیت کی پھر دونوں زمین پر بیٹھ کر آپس میں باتیں کرنے لگے اور پھر حضرت عمرؓ نے حضرت معاذ کے پاس چند غلام دیکھے۔[1]

حضرت عبداللہ (بن مسعود) فرماتے ہیں جب حضور اقدس ﷺ کا انتقال ہو گیا اور لوگوں نے حضرت ابو بکرؓ کو خلیفہ بنا لیا اور حضور ﷺ نے (اپنی زندگی میں) حضرت معاذؓ کو یمن بھیجا تھا تو حضرت ابو بکرؓ نے حضرت عمرؓ کو امیر حج بنا کر بھیجا۔ وہاں مکہ میں حضرت عمرؓ کی حضرت معاذؓ سے ملاقات ہوئی۔ حضرت معاذؓ کے ساتھ بہت سے غلام تھے حضرت عمرؓ نے پوچھا یہ لوگ کون ہیں؟ حضرت معاذؓ نے کہا یہ یمن والوں نے مجھے ہدیہ کئے ہیں اور یہ حضرت ابو بکرؓ کے لئے ہیں۔ حضرت عمرؓ نے ان سے کہا تمہارے لئے میری رائے یہ ہے کہ تم ان سب غلاموں کو حضرت ابو بکرؓ کے پاس لے جاؤ۔ راوی کہتے ہیں حضرت معاذؓ کی اگلے دن حضرت عمرؓ سے پھر ملاقات ہوئی تو حضرت معاذؓ نے ان سے کہا اے ابن الخطاب! آج رات میں نے خواب دیکھا کہ میں آگ میں کودنا چاہتا ہوں اور آپ مجھے کمر سے پکڑے ہوئے ہیں۔ اس لئے اب تو میری یہی رائے ہے کہ میں آپ کی بات مان لوں۔ چنانچہ ان غلاموں کو لے کر حضرت ابو بکرؓ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور ان سے کہا یہ غلام تو مجھے ہدیہ میں ملے ہیں اور یہ غلام آپ کے لئے ہیں۔ حضرت ابو بکرؓ نے کہا ہم تمہارے ہدیہ کی تمہارے لئے منظوری دیتے ہیں اور پھر حضرت معاذؓ وہاں سے نماز کے لئے باہر نکلے (اور انہوں نے نماز پڑھائی) تو انہوں نے دیکھا کہ وہ سب ان کے پیچھے نماز پڑھ رہے ہیں۔ حضرت معاذؓ نے پوچھا تم کس لئے نماز پڑھتے ہو؟ انہوں نے کہا اللہ کے لئے۔ اس پر حضرت معاذؓ نے کہا اب تو تم لوگ بھی اللہ کے ہو گئے ہو اور یہ کہہ کر ان سب کو آزاد کر دیا۔[2]

---

[1] اخرجه الحاكم ايضا فذكر نحو حديث ابن مسعود رضي الله تعالىٰ عنه و هكذا اخرجه ابن سعد (ج ۳ ص ۱۲۳) عن جابر رضي الله تعالىٰ عنه بنحوه۔ [2] اخرجه الحاكم من طريق ابي وائل قال الحاكم (ج ۳ ص ۲۷۲) و وافقه الذهبي صحيح على شرط الصحيحين ولم يخرجاه

اپنی پیاری چیزوں کو خرچ کرنا

حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو خیبر میں ایک زمین ملی۔ انہوں نے حضور ﷺ کی خدمت میں حاضر ہو کر عرض کیا مجھے ایک ایسی زمین ملی ہے کہ اس سے زیادہ عمدہ مال مجھے کبھی نہیں ملا۔ آپ کی کیا رائے ہے کہ میں اس کے بارے میں کیا کروں؟ حضور ﷺ نے فرمایا اگر تم چاہو تو زمین کو وقف کر دو اور اس کی آمدنی کو صدقہ کر دو۔ چنانچہ حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے ان شرائط پر اس زمین کی آمدنی کو صدقہ کیا کہ نہ تو یہ زمین بیچی جا سکے گی، نہ کسی کو ہدیہ کی جا سکے گی اور نہ کسی کو وراثت میں مل سکے گی اور اس کی آمدنی فقیروں، رشتہ داروں، غلاموں کے آزاد کرانے، جہاد فی سبیل اللہ میں مہمانوں پر خرچ کی جائے گی اور جو اس زمین کا متولی بنے اس کیلئے اجازت ہے کہ وہ عام دستور کے مطابق اس کی آمدنی میں سے خود کھا لے اور اپنے دوست کو کھلا دے لیکن اسے اپنے لئے اس میں سے مال جمع کرنے کی اجازت نہیں ہے۔[۱]

حضرت عمرؓ نے حضرت ابو موسیٰ اشعریؓ کو خط لکھا کہ وہ ان کے لئے جلولاء (خراسان کے راستہ میں ایک شہر ہے سن ۱۶ھ میں مسلمانوں نے اسے فتح کیا تھا) کے قیدیوں میں سے ایک باندی خرید لیں (چنانچہ انہوں نے ایک باندی خرید کر حضرت عمرؓ کے پاس بھیج دی وہ حضرت عمرؓ کو بہت اچھی لگی) حضرت عمرؓ نے اس باندی کو بلایا اور فرمایا اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں

لَنْ تَنَالُوا الْبِرَّ حَتّٰى تُنْفِقُوْا مِمَّا تُحِبُّوْنَ (سورت آل عمران آیت ۹۲)

ترجمہ: "تم خیر کامل کو کبھی حاصل نہ کر سکو گے۔ یہاں تک کہ اپنی پیاری چیز کو خرچ نہ کرو گے۔ اور اس باندی کو آزاد کر دیا۔[۲]

حضرت نافع رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں حضرت عبداللہ بن عمرؓ کی ایک باندی تھی۔ جب وہ (اپنے اخلاق و عادات اور حسن و جمال کی وجہ سے) انہیں زیادہ پسند آنے لگی تو اسے آزاد کر کے اپنے ایک آزاد کردہ غلام سے اس کی شادی کر دی۔ پھر اس کا لڑکا پیدا ہوا تو حضرت نافع کہتے ہیں میں نے حضرت عبداللہ بن عمرؓ کو دیکھا کہ وہ اس بچے کو اٹھا کر اس کا بوسہ لیتے اور کہتے واہ واہ! فلانی کی کتنی اچھی خوشبو اس میں سے آرہی ہے ان کی مراد وہی آزاد کردہ باندی تھی۔[۳]

---

[۱] اخرجه الائمة الستة كذافي نصب الراية (ج ۳ ص ۴۷۶)

[۲] اخرجه عبد بن حميد و ابن جرير و ابن المنذر كذافي الكنز (ج ۳ ص ۳۱۴)

[۳] اخرجه ابن سعد ج ٤ ص ۱۲۳

حضرت ابن عمرؓ فرماتے ہیں مجھے ایک مرتبہ لَنْ تَنَالُوا الْبِرَّ حَتّٰى تُنْفِقُوْا مِمَّا تُحِبُّوْنَ والی آیت یاد آئی (آیت کا ترجمہ دو حدیث پہلے گزر چکا ہے) تو میں نے ان تمام چیزوں میں غور کیا جو اللہ نے مجھے دے رکھی تھیں (کہ ان میں سے کون سی چیز مجھے سب سے زیادہ پیاری لگتی ہے) تو مجھے اپنی رومی باندھی مرجانہ سے کوئی چیز زیادہ پیاری نظر نہ آئی۔ اس لئے میں نے کہا یہ مرجانہ اللہ کیلئے آزاد ہے (آزاد کرنے کے بعد بھی دل میں اس سے تعلق باقی رہا جس کی وجہ سے میں یہ کہتا ہوں) کہ اللہ کو دینے کے بعد چیز کو واپس لینا لازم نہ آتا تو میں اس سے ضرور شادی کر لیتا۔[1]

حاکم کی روایت میں اس کے بعد یہ مضمون ہے کہ پھر میں نے اس کی شادی نافع سے کر دی چنانچہ اب وہ نافع کی اولاد کی ماں ہے۔[2]

ابو نعیم نے حلیہ میں بیان کیا ہے کہ حضرت نافع رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں حضرت ابن عمرؓ کی یہ عادت تھی کہ جب انہیں اپنے مال میں سے کوئی چیز زیادہ پسند آنے لگتی تو اسے فوراً اللہ کے نام پر خرچ کر دیتے اور یوں اللہ کا قرب حاصل کر لیتے اور ان کے غلام بھی ان کی اس عادت شریفہ سے واقف ہو گئے تھے۔ چنانچہ بعض دفعہ ان کے بعض غلام نیک اعمال میں خوب زور دکھاتے اور ہر وقت مسجد میں اعمال میں لگے رہتے۔ جب حضرت ابن عمرؓ ان کو اس اچھی حالت پر دیکھتے تو ان کو آزاد کر دیتے۔ اس پر ان کے ساتھی ان سے کہتے اے ابو عبدالرحمٰن اللہ کی قسم! یہ لوگ تو اس طرح آپ کو دھوکہ دے جاتے ہیں (انہیں مسجد سے اور مسجد والے اعمال سے دلی لگاؤ کوئی نہیں ہے صرف آپ کو دکھانے کے لئے یہ کرتے ہیں تاکہ آپ خوش ہو کر انہیں آزاد کر دیں) تو یہ جواب دیتے کہ ہمیں جو اللہ کے اعمال میں لگ کر دھوکہ دے گا ہم اللہ کے لئے اس سے دھوکہ کھا جائیں گے چنانچہ میں نے ایک دن شام کو دیکھا کہ حضرت عبداللہ بن عمرؓ ایک عمدہ اونٹ پر جا رہے ہیں جسے انہوں نے بہت زیادہ قیمت دے کر خریدا تھا۔ چلتے چلتے انہیں اس کی چال بڑی پسند آئی وہیں اونٹ کو بٹھایا اور اس سے نیچے اتر کر فرمایا اے نافع! اس کی نکیل نکال دو اور اس کا کجاوہ اتار دو اور اس پر جھول ڈال دو اور اس کے کوہان کے ایک طرف زخم کر دو (اس زمانے میں یہ زخم اس بات کی نشانی تھا کہ یہ جانور اللہ کے نام پر قربان کیا جائے گا) اور پھر اسے قربانی کے جانوروں میں شامل

---

[1] اخرجه البزار قال الهيثمي (ج ٦ ص ٣٢٦) رواه البزار وفيه من لم اعرفه اه

[2] اخرجه الحاكم (ج ٣ ص ٥٦١) واخرجه ابو نعيم فى الحلية (ج ١ ص ٢٩٥) من طريق مجاهد وغيره

کردو۔[1] ابو نعیم کی ایک اور روایت میں یہ ہے کہ حضرت نافع رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں ایک مرتبہ حضرت ابن عمرؓ اپنی اونٹنی پر جارہے تھے کہ وہ اونٹنی انہیں اچھی لگنے لگی تو فوراً اسے (بٹھانے کے لئے) فرمایا اخ اخ (اس زمانے میں اس آواز سے عرب اونٹ کو بٹھایا کرتے تھے) اور اسے بٹھا کر فرمایا اے نافع! اس سے کجاوہ اتار لو۔ میں یہ سمجھا کہ وہ مجھے کجاوہ اتارنے کو جو فرمارہے ہیں یا تو اپنی کوئی ضرورت اس کجادہ سے پوری کرنا چاہتے ہیں یا آپ کو اس اونٹنی کے بارے میں کوئی شک گزرا ہے (کہ کہیں اس کو کوئی تکلیف تو نہیں ہورہی ہے) چنانچہ میں نے اس سے کجاوہ اتار دیا تو مجھ سے فرمایا دیکھو اس پر جو سامان ہے کیا اس سے دوسری اونٹنی خریدی جاسکتی ہے؟ (یعنی اسے تو اللہ کے نام پر قربان کردیا جائے کیونکہ یہ پسند آگئی ہے اور پسندیدہ مال اللہ کے نام پر قربان کردینا چاہئے اور اس کے سامان کو بیچ کر اس سے سفر کے لئے دوسری اونٹنی خریدلی جائے) میں نے کہا میں آپ کو قسم دے کر کہتا ہوں کہ اگر آپ چاہیں تو اسے بیچ کر اس کی قیمت سے دوسری اونٹنی خرید سکتے ہیں۔ چنانچہ انہوں نے اپنی اس اونٹنی کو جھول پہنائی اور اس کی گردن میں جوتے کا ہار ڈالا (یہ ہار بھی [illegible] کی نشانی تھی کہ اس جانور کو حرم شریف میں لے جاکر قربان کیا جائے گا) اور اسے اپنے قربانی کے اونٹوں میں شامل کردیا اور ان کو جب بھی اپنی کوئی چیز اچھی لگنے لگتی تو اسے فوراً آگے بھیج دیتے۔ (یعنی اللہ کے نام پر خرچ کردیتے تاکہ کل قیامت کو کام آئے) ابو نعیم کی ایک اور روایت میں یہ ہے کہ حضرت نافع رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں حضرت عبداللہ بن عمرؓ کا مستقل معمول یہ تھا کہ جب بھی انہیں اپنے مال میں سے کوئی چیز پسند آجاتی تو فوراً اسے اللہ کے نام پر خرچ کردیتے اور اس کی ملکیت سے دست بردار ہوجاتے اور بعض مرتبہ ایک ہی مجلس میں تیس ہزار اللہ کے لئے دے دیتے اور دو مرتبہ ان کو ابن عامر نے تیس ہزار دیئے تو انہوں نے (مجھ سے) فرمایا اے نافع! میں ڈرتا ہوں کہ کہیں ابن عامر کے درہم مجھے فتنہ میں مبتلا نہ کردیں۔ جا تو آزاد ہے۔ سفر اور رمضان شریف کے علاوہ کبھی بھی پورے مہینے مسلسل گوشت نہیں کھاتے تھے۔ بعض دفعہ پورا مہینہ گزر جاتا اور گوشت کا ایک ٹکڑا بھی نہ چکھتے۔[2]

حضرت سعید بن ابی ہلال رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں ایک مرتبہ حضرت عبداللہ بن عمرؓ نے جحفہ مقام پر قیام فرمایا اور وہ بیمار بھی تھے۔ انہوں نے کہا مچھلی کھانے کو میرا دل چاہ رہا ہے

---

[1] اخرجه ابو نعيم فى الحلية – ج ١ ص ٢٩٤)

[2] اخرجه ابو نعيم فى الحلية (ج ١ ص ٢٩٤) و اخرجه الطبرانى مختصرا كما فى المجمع (ج ٩ ص ٣٤٧) و اخرجه ابن سعد عن نافع مختصرا (ج ٤ ص ١٣٢)

ان کے ساتھیوں نے بہت تلاش کیا پس صرف ایک مچھلی ملی۔ ان کی بیوی حضرت صفیہ بنت ابی عبید نے اس مچھلی کو لیا اور اسے تیار کر کے ان کے سامنے رکھ دیا۔ اتنے میں ایک مسکین ان کے پاس آکر کھڑا ہو گیا۔ انہوں نے اس مسکین سے کہا تم یہ مچھلی لے لو۔ اس پر ان کی بیوی نے کہا سبحان اللہ! ہم نے آپ کی خاطر بڑی مشقت اٹھا کر یہ مچھلی خاص طور پر آپ کے لئے تیار کی ہے (اس لئے اسے تو آپ خود کھائیں) ہمارے پاس سامان سفر ہے اس میں سے اس مسکین کو دے دیں گے۔ انہوں نے (اپنا نام لے کر) کہا عبداللہ کو یہ مچھلی بہت پسند آرہی ہے (اس لئے اس مسکین کو یہی مچھلی دینی ہے۔[1] ابن سعد نے اس جیسی روایت ذکر کی ہے اس میں یہ ہے کہ ان کی بیوی نے کہا ہم اس مسکین کو ایک درہم دے دیتے ہیں، یہ درہم اس مچھلی سے زیادہ اس کے کام آئے گا، آپ یہ مچھلی کھائیں اور اپنی چاہت پوری کریں۔ انہوں نے کہا میری چاہت وہی ہے جو میں کہہ رہا ہوں۔[2]

حضرت انسؓ فرماتے ہیں مدینہ منورہ میں انصار میں سب سے زیادہ کھجوروں کے باغات حضرت ابو طلحہؓ کے پاس تھے اور انہیں اپنے باغوں میں سے سب سے زیادہ محبوب بیر حا باغ تھا جو کہ بالکل مسجد نبوی کے سامنے تھا اس کا پانی بہت عمدہ تھا حضور ﷺ بھی اکثر اس باغ میں تشریف لے جاتے اور اس کا پانی نوش فرماتے۔ جب لَنْ تَنَالُوا الْبِرَّ حَتّٰى تُنْفِقُوْا مِمَّا تُحِبُّوْنَ (سورت آل عمران آیت ۹۲) آیت نازل ہوئی۔

ترجمہ: تم خیر کامل کو کبھی حاصل نہ کر سکو گے یہاں تک کہ اپنی پیاری چیز کو خرچ نہ کرو گے۔ تو حضرت ابو طلحہؓ نے حضور اقدس ﷺ کی خدمت میں حاضر ہو کر عرض کیا یا رسول اللہ! اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں کہ جب تک تم اپنی پیاری چیز خرچ نہیں کرو گے اس وقت تک تم نیکی کے کمال کو نہیں پہنچ سکتے اور مجھے اپنے سارے مال میں سے سب سے زیادہ محبوب بیر حا باغ ہے، میں اسے اللہ کیلئے صدقہ کرتا ہوں اور مجھے امید ہے کہ اللہ تعالیٰ اس نیکی پر مجھے جنت عطا فرمائیں گے اور اس کے اجر کو میرے لئے ذخیرہ بنا کر رکھیں گے جو مجھے قیامت کے دن کام آئے گا۔ یا رسول اللہ! آپ جہاں مناسب سمجھیں اسے خرچ فرمادیں۔ آپ نے خوش ہو کر فرمایا واہ واہ! یہ بڑے نفع والا مال ہے۔ یہ بڑے نفع والا مال ہے۔[3] بخاری میں اس کے بعد یہ مضمون ہے کہ حضور ﷺ نے فرمایا میں نے تمہاری بات سن لی ہے۔ میری رائے

---

[1] اخرجه ابو نعيم في الحلية (ج ١ ص ٢٩٧) [2] اخرجه ايضا من طريق عمر ابن سعد بنحوه واخرجه ابن سعد (ج ٤ ص ١٢٢) عن حبيب بن ابى مرزوق مع زيادة بمعناه—

[3] اخرجه الشيخان كذافي الترغيب (ج ٢ ص ١٤٠)

یہ ہے کہ تم اسے اپنے رشتہ داروں میں تقسیم کردو۔ حضرت ابو طلحہؓ نے عرض کیا یا رسول اللہ! ایسے ہی کروں گا۔ چنانچہ حضرت ابو طلحہؓ نے وہ باغ اپنے رشتہ داروں اور چچازاد بھائیوں میں تقسیم کردیا۔

حضرت محمد بن منکدر رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں جب یہ آیت نازل ہوئی لَنْ تَنَالُوا الْبِرَّ حَتّٰى تُنْفِقُوْا مِمَّا تُحِبُّوْنَ تو حضرت زید بن حارثہؓ اپنی ایک گھوڑی لے کر حضور اقدس ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوئے جس کا نام شبلہ تھا اور انہیں اپنے مال میں سے کوئی چیز اس گھوڑی سے زیادہ محبوب نہیں تھی اور عرض کیا کہ یہ گھوڑی اللہ کیلئے صدقہ ہے حضور ﷺ نے اسے قبول فرما کر ان کے بیٹے حضرت اسامہ بن زیدؓ کو سواری کے لئے دے دی (حضرت زید بن حارثہ کو یہ اچھا نہ لگا کہ ان کی صدقہ کی ہوئی گھوڑی ان کے ہی بیٹے کو مل گئی۔ یوں صدقہ کی ہوئی چیز اپنے ہی گھر (واپس آگئی) حضور ﷺ نے اس ناگواری کا اثر ان کے چہرے میں محسوس فرمایا تو ارشاد فرمایا اللہ تعالیٰ تمہارے اس صدقہ کو قبول کر چکے ہیں (لہٰذا اب یہ گھوڑی جسے بھی مل جائے تمہارے اجر میں کوئی کمی نہیں آئے گی)۔[1] حضرت ابوذرؓ فرماتے ہیں ہر مال میں تین شریک ہوتے ہیں ایک تو تقدیر ہے جو مال کے ہلاک ہونے اور جانوروں کے مرجانے کی صورت میں تیرا مال لے جاتی ہے اور تجھ سے پوچھتی بھی نہیں ہے کہ وہ تیرا عمدہ مال لے جائے یا گھٹیا۔ دوسرا شریک وارث ہے جو اس کا انتظار کر رہا ہے کہ تو (قبر میں) سر رکھے یعنی تو مرجائے اور وہ تیرا مال لے جائے۔ وہ تیرا مال بھی لے جائے گا اور تو اس کی نگاہ میں برا بھی ہوگا اور تیسرا شریک خود ہے۔ لہٰذا تم اس بات کی پوری کوشش کرو کہ تم ان تینوں شریکوں میں سے سب سے کمزور شریک نہ ہو (یعنی تم ان دونوں سے زیادہ مال اللہ کے راستہ میں خرچ کرلو) اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتے ہیں) لَنْ تَنَالُوا الْبِرَّ حَتّٰى تُنْفِقُوْا مِمَّا تُحِبُّوْنَ۔

غور سے سنو! یہ اونٹ مجھے اپنے مال میں سے بہت اچھا لگتا ہے اس لئے میں نے چاہا کہ میں اسے اپنے (کام آنے کے) لئے آگے (آخرت میں) بھیج دوں۔[2]

---

[1] اخرجه سعيد بن منصور و عبد بن حميد و ابن المنذر وابن ابي حاتم و اخرجه ابن جرير عن عمرو بن دينار مثله و عبدالرزاق و ابن جرير عن ايوب بمعناه كما في الدرالمنثور (ج ۲ ص ۵۰)

[2] اخرجه ابو نعيم في الحلية (ج ۱ ص ۱۶۳)

اپنی ضرورت کے باوجود مال دوسروں پر خرچ کرنا

حضرت سہیل بن سعدؓ فرماتے ہیں ایک عورت حضور اقدس ﷺ کی خدمت میں ایک چادر لے کر آئی جو کہ بنی ہوئی تھی اور اس کا کنارہ بھی اسی کے ساتھ بُنا ہوا تھا۔ (یعنی وہ چادر کسی اور کپڑے سے کاٹ کر نہیں بنائی گئی تھی بلکہ کنارے سمیت بطور چادر کے ہی وہ بنی گئی تھی) اور اس عورت نے عرض کیا یا رسول اللہ! میں یہ چادر اس لئے لائی ہوں تاکہ آپ اسے پہن لیں۔ آپ نے اس عورت سے چادر لے لی اور چونکہ آپ کو اس چادر کی واقعی ضرورت تھی اس لئے آپ نے اسے پہن لیا۔ آپ کے صحابہؓ میں سے ایک صاحب نے حضور ﷺ پر وہ چادر دیکھی تو عرض کیا یا رسول اللہ! یہ تو بہت اچھی چادر ہے، یہ تو آپ مجھے پہننے کو دے دیں۔ حضور ﷺ نے فرمایا بہت اچھا (اور یہ کہہ کر چادر اسے دے دی حالانکہ آپ کو خود اس کی ضرورت تھی) جب حضور ﷺ وہاں سے کھڑے ہو کر تشریف لے گئے تو آپ کے صحابہؓ نے ان صاحب کو بہت ملامت کی اور یوں کہا تم نے اچھا نہیں کیا، تم خود دیکھ رہے ہو کہ حضور ﷺ کو خود اس چادر کی ضرورت تھی اسی وجہ سے حضور ﷺ نے اسے لے کر پہن لیا۔ پھر تم نے حضور ﷺ سے وہ چادر مانگ لی اور تمہیں معلوم ہے کہ حضور ﷺ سے جب بھی کوئی چیز مانگی جائے تو حضور ﷺ اس کا انکار نہیں فرماتے بلکہ دے دیتے ہیں۔ ان صحابی نے کہا میں نے تو صرف اس لئے مانگی ہے کہ حضور ﷺ کے پہننے سے چادر بابرکت ہو گئی ہے۔ میں نے حضور ﷺ سے لے کر اسے ہمیشہ اپنے پاس سنبھال کر رکھوں گا تاکہ مجھے اس میں کفن دیا جائے۔ [1]

حضرت سہلؓ فرماتے ہیں کہ حضور اقدس ﷺ کے لئے ایک دھاری دار اونی کالے رنگ کا جوڑا بن کر تیار کیا گیا۔ اس کا کنارہ سفید کیا گیا۔ حضور ﷺ اسے پہن کر اپنے صحابہؓ کے پاس باہر تشریف لائے آپ نے اپنی ران پر (ازراہ خوشی) ہاتھ مار کر فرمایا کیا تم دیکھتے نہیں یہ جوڑا کتنا اچھا ہے۔ ایک اعرابی نے کہا یا رسول اللہ! میرے ماں باپ آپ پر قربان ہوں، یہ تو آپ مجھے دے دیں۔ آپ کی عادت شریفہ یہ تھی کہ جب بھی آپ سے کوئی چیز مانگی جاتی تھی آپ اس کے جواب میں "نہیں" نہیں فرماتے تھے۔ آپ نے فرمایا بہت اچھا! تم لے لو اور یہ کہہ کر وہ جوڑا اسے دے دیا اور اپنے پرانے دو کپڑے منگوا کر پہن لئے اور پھر آپ نے اسی طرح کا جوڑا بنانے کا حکم دیا۔ چنانچہ وہ جوڑا بننا شروع ہو گیا لیکن ابھی وہ بن ہی رہا تھا اور کھڈی پر چڑھا

---

[1] اخرجہ ابن جریر

ہوا تھا کہ حضور ﷺ کا انتقال ہو گیا۔[1]

حضرت ابو عقیل رضی اللہ عنہ کے خرچ کرنے کا قصہ

حضرت ابو عقیلؓ فرماتے ہیں وہ ساری رات (دو صاع (سات سیر) کھجوروں کے عوض اپنی کمر پر رسی باندھ کر کنویں میں سے پانی نکالتے رہے پھر ایک صاع کھجور لا کر اپنے گھر والوں کو دی تا کہ وہ اسے اپنے کام میں لائیں اور دوسرا صاع قرب خداوندی حاصل کرنے کے لئے حضور ﷺ کی خدمت میں پیش کیا اور حضور ﷺ کو بتلادیا کہ یہ صاع محنت کر کے حاصل کیا ہے حضور ﷺ نے فرمایا اسے صدقہ کے مال میں رکھ دو (چونکہ یہ خود غریب اور محتاج تھے اور اس ایک صاع کھجور کی خود ان کو ضرورت تھی اس وجہ سے) منافقوں نے ان کا مذاق اڑاتے ہوئے ان کے بارے میں کہا اللہ تعالیٰ کو اس کے صاع کی کیا ضرورت تھی یہ تو خود اس صاع کا محتاج تھا۔ اس پر اللہ تعالیٰ نے یہ آیتیں نازل فرمائیں: اَلَّذِیۡنَ یَلۡمِزُوۡنَ الۡمُطَّوِّعِیۡنَ مِنَ الۡمُؤۡمِنِیۡنَ فِی الصَّدَقٰتِ وَالَّذِیۡنَ لَا یَجِدُوۡنَ اِلَّا جُهۡدَهُمۡ (سورۃ توبہ آیت ۷۹)

ترجمہ: "یہ (منافقین) ایسے ہیں کہ نفلی صدقہ دینے والے مسلمانوں پر صدقات کے بارے میں طعن کرتے ہیں اور (خصوص) ان لوگوں پر (اور زیادہ) جن کو بجز محنت مزدوری کی آمدنی کے اور کچھ میسر نہیں ہوتا۔ یعنی ان سے تمسخر کرتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ ان کو اس تمسخر کا (تو خاص) بدلہ دے گا اور (مطلق طعن کا یہ بدلہ ملے ہی گا) کہ ان کے لئے آخرت میں دردناک سزا ہوگی۔"[2]

حضرت ابو سلمہ اور حضرت ابو ہریرہؓ فرماتے ہیں حضور ﷺ نے اعلان فرمایا صدقہ کرو کیونکہ میں ایک جماعت بھیجنا چاہتا ہوں۔ اس پر حضرت عبدالرحمٰن بن عوفؓ نے آپ کی خدمت میں حاضر ہو کر عرض کیا یا رسول اللہ! میرے پاس چار ہزار درہم ہیں ان میں سے دو ہزار تو میں اپنے رب کو ادھار دے رہا ہوں (اللہ کو ادھار دینے کا مطلب یہ ہے کہ اب میں یہ مال ضرورت مندوں پر خرچ کر دیتا ہوں اور آخرت میں اس کا بدلہ لوں گا) اور دو ہزار میں اپنے اہل و عیال کو دے رہا ہوں۔ حضور ﷺ نے (خوش ہو کر) ان کو دعا دی اللہ تعالیٰ اس میں بھی برکت دے جو تم دے رہے ہو اور اس میں بھی برکت دے جو تم (گھر والوں کیلئے) رکھ رہے ہو اور ایک انصاری نے رات بھر مزدوری کر کے دو صاع کھجوریں جمع کیں۔

---

[1] عند ابن جریر کذافی کنز العمال (ج ٤ ص ٤٢) [2] اخرجه الطبرانی قال الهیثمی (ج ٧ ص ٣٣) رجاله ثقات الا ان خالد بن یسار لم اجد من وثقه ولا جرحه انتهی

انہوں نے خدمت میں آکر عرض کیا یا رسول اللہ! میں نے (مزدوری کر کے) دو صاع کھجوریں جمع کی ہیں ایک صاع میں اپنے رب کو دے رہا ہوں اور ایک صاع میں اپنے اہل و عیال کیلئے رکھ رہا ہوں۔ اس پر منافقوں نے (زیادہ دینے والے اور کم دینے والے) دونوں قسم کے حضرات میں عیب نکالنے شروع کر دیئے اور کہنے لگے عبدالرحمٰن بن عوف جیسے زیادہ خرچ کرنے والے تو صرف ریا اور دکھاوے کی وجہ سے اتنا خرچ کر رہے ہیں اور یہ غریب اور ضرورت مند آدمی جو ایک صاع کھجور دے رہا ہے اللہ اور رسول ﷺ کو اس کے صاع کی ضرورت نہیں ہے۔ اس پر اللہ تعالیٰ نے الذین یلمزون والی آیت نازل فرمائی۔[1]

حضرت عبداللہ بن زیدؓ کے خرچ کرنے کا قصہ

حضرت عبداللہ بن زید بن عبد ربہؓ جنہوں نے خواب میں (فرشتے کو) اذان (دیتے ہوئے) دیکھا تھا وہ فرماتے ہیں کہ انہوں نے حضور اقدس ﷺ کی خدمت میں حاضر ہو کر عرض کیا یا رسول اللہ! میرا یہ باغ صدقہ ہے۔ میں اللہ اور اس کے رسول (ﷺ) کو دے رہا ہوں وہ جہاں چاہیں خرچ کر دیں۔ جب ان کے والدین کو معلوم ہوا تو انہوں نے حضور ﷺ کی خدمت میں حاضر ہو کر عرض کیا یا رسول اللہ! ہمارا گزارہ تو اسی باغ پر ہو رہا تھا (ہمارے بیٹے نے اسے صدقہ کر دیا) حضور ﷺ نے وہ باغ ان دونوں کو دے دیا۔ پھر جب ان دونوں کا انتقال ہو گیا تو وہ باغ ان کے بیٹے (حضرت عبداللہ بن یزید) کو وراثت میں مل گیا (اور وارث بن کر اس باغ کے مالک ہو گئے)۔[2]

ایک انصاری کے خرچ کرنے کا قصہ

حضرت ابو ہریرہؓ فرماتے ہیں ایک آدمی نے حضور اقدس ﷺ کی خدمت میں حاضر ہو کر عرض کیا مجھے بھوک نے پریشان کر رکھا ہے۔ حضور ﷺ نے اپنی ازواج مطہرات میں سے ایک کے پاس آدمی بھیجا (کہ اگر کچھ کھانے کو ہے تو بھیج دیں) انہوں نے جواب دیا کہ گھر میں کھانے کو کچھ نہیں۔ اس ذات کی قسم جس نے آپ کو حق دے کر بھیجا ہے! میرے پاس پانی کے علاوہ اور کچھ نہیں۔ پھر آپ نے دوسری ازواج کے پاس باری باری پیغام بھیجا تو سب نے

---

[1] عندا لبزار قال البزار لم نسمع احدا اسنده من حديث عمر بن ابي سلمة الا طالوت بن عباد و قال الهيثمي (ج ۷ ص ۳۲) وفيه عمر بن ابي سلمة وثقه العجلي و ابو خثيمة و ابن حبان و ضعفه شعبة وغيره و بقية رجالهما ثقات انتهى [2] اخرجه الحاكم (ج ۳ ص ۳۳۶) قال الذهبي فيه ارسال

یہی جواب دیا کہ گھر میں کھانے کو کچھ نہیں۔ اس ذات کی قسم جس نے آپ کو حق دے کر بھیجا ہے! میرے پاس پانی کے علاوہ اور کچھ نہیں۔ پھر آپ نے (صحابہؓ سے) فرمایا اسے آج رات کون اپنا مہمان بناتا ہے؟ اللہ اس پر اپنی رحمت نازل فرمائے۔ ایک انصاری نے کھڑے ہو کر عرض کیا یا رسول اللہ! میں تیار ہوں۔ چنانچہ وہ اس آدمی کو اپنے گھر لے گئے اور اپنی بیوی سے پوچھا کہ تمہارے پاس کچھ ہے؟ اس نے کہا اور تو کچھ نہیں صرف بچوں کے لئے کچھ کھانے کو ہے۔ اس انصاری نے کہا بچوں کو کسی چیز سے بہلا دینا اور جب وہ کھانا مانگیں تو انہیں سلا دینا اور جب ہمارا مہمان اندر آئے تو چراغ بجھا دینا اور اس کے سامنے ایسے ظاہر کرنا کہ جیسے ہم بھی کھا رہے ہیں اور ایک روایت میں یہ ہے کہ جب وہ مہمان کھانا کھانے لگے تو تو کھڑی ہو کر (ٹھیک کرنے کے بہانے سے) چراغ بجھا دینا۔ چنانچہ وہ سب کھانے کے لئے بیٹھے لیکن صرف مہمان نے کھایا اور انصاری اور ان کی بیوی دونوں نے بھوکے ہی رات گزار دی۔ جب وہ صبح کو حضور ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوئے تو حضور ﷺ نے فرمایا تم دونوں نے آج رات اپنے مہمان کے ساتھ جو سلوک کیا ہے وہ اللہ کو بہت پسند آیا ہے اور ایک روایت میں یہ ہے کہ اس پر یہ آیت نازل ہوئی: وَيُؤْثِرُوْنَ عَلٰٓى اَنْفُسِهِمْ وَلَوْ كَانَ بِهِمْ خَصَاصَةٌ
(سورت الحشر آیت ۹)

ترجمہ: ”اور اپنے سے مقدم رکھتے ہیں اگرچہ ان پر فاقہ ہی ہو۔“[1]

سات گھروں کا قصہ

حضرت ابن عمرؓ فرماتے ہیں بکری کی ایک سری سات گھروں میں گھومتی رہی ہر ایک دوسرے کو اپنے پر ترجیح دیتا رہا۔ حالانکہ ان میں سے ہر ایک کو اس سری کی ضرورت تھی یہاں تک کہ سات گھروں کا چکر کاٹ کر آخر وہ سری اسی پہلے گھر میں واپس آگئی جہاں سے وہ چلی تھی۔[2]

اللہ تعالیٰ کو قرض حسنہ دینے والے

حضرت انسؓ فرماتے ہیں کہ ایک آدمی نے حضور ﷺ کی خدمت میں عرض کیا یا رسول

---

[1] اخرجه مسلم وغيره كذافي الترغيب (ج ٤ ص ١٤٧) واخرجه ايضا البخارى و النسائي وفي رواية لمسلم تسمية هذا لانصارى بابى طلحة كما في التفسير لابن كثير (ج ٤ ص ٣٣٨) وفي رواية الطبراني تسمية هذا الرجل الذى جاء بابي هريرة كذا ذكره الحافظ في الفتح (ج ٨ ص ٤٤٦)

[2] اخرجه ابن جرير كذافي الكنز (ج ٣ ص ١٧٦)

اللہ! فلاں آدمی کا کھجور کا ایک درخت ہے اور مجھے اپنی دیوار کی اصلاح کے لئے اس کی ضرورت ہے آپ اسے حکم فرمادیں کہ وہ درخت مجھے دے دے تاکہ میں اپنی دیوار کو اس کے ذریعہ درست کر سکوں۔ حضور ﷺ نے اس آدمی کو فرمایا تم کھجور کا یہ درخت اسے دے دو، تمہیں اس کے بدلے میں جنت میں کھجور کا درخت ملے گا اس آدمی نے انکار کر دیا (حضرت ابو الدحداحؓ کو پتہ چلا کہ حضور ﷺ اس آدمی سے کھجور کا یہ درخت جنت کے کھجور کے درخت کے بدلہ میں لے کر اس دوسرے آدمی کو دینا چاہتے ہیں تو) حضرت ابو الدحداحؓ اس کھجور والے کے پاس گئے اور اس سے کہا تم میرے اس باغ کے بدلے میں اپنا کھجور کا درخت میرے ہاتھ بیچ دو۔ وہ راضی ہو گیا۔ پھر حضرت ابو الدحداحؓ نے حضور ﷺ کی خدمت میں حاضر ہو کر عرض کیا یا رسول اللہ! میں نے اپنا باغ دے کر کھجور کا وہ درخت خرید لیا ہے اور اب آپ کو دے رہا ہوں آپ اس آدمی کو وہ درخت دے دیں۔ حضور ﷺ نے (خوش ہو کر) کئی بار فرمایا ابو الدحداحؓ کو جنت میں کھجور کے پھلدار اور بڑے بڑے درخت بہت سے ملیں گے۔ پھر انہوں نے اپنی بیوی کے پاس آکر کہا اے ام دحداح! تم اس باغ سے باہر آؤ میں نے اسے جنت کے کھجور کے ایک درخت کے بدلہ میں بیچ دیا ہے۔ ان کی بیوی (بھی ان کی طرح جنت کی طالب تھیں اس لئے انہوں) نے کہا بڑے نفع کا سودا کیا یا اس جیسا جملہ کہا۔[1]

حضرت عبداللہ بن مسعودؓ فرماتے ہیں جب یہ آیت نازل ہوئی: مَنْ ذَا الَّذِیْ یُقْرِضُ اللّٰہَ قَرْضًا حَسَنًا (سورۃ بقرہ آیت ۲۴۵)

ترجمہ: کون شخص ہے ایسا جو اللہ تعالیٰ کو قرض دے اچھے طور پر قرض دینا پھر اللہ تعالیٰ اس (کے ثواب) کو بڑھا کر بہت سے حصے کر دیوے تو حضرت ابو الدحداحؓ نے عرض کیا یا رسول اللہ! کیا واقعی اللہ تعالیٰ ہم سے قرض لینا چاہتے ہیں؟ حضور ﷺ نے فرمایا ہاں۔ حضرت ابو الدحداحؓ نے کہا آپ اپنا ہاتھ ذرا مجھے عنایت فرمائیں۔ آپ نے دست مبارک ان کی طرف بڑھا دیا۔ انہوں نے (حضور ﷺ کا دست مبارک پکڑ کر) عرض کیا میرا ایک باغ ہے جس میں کھجور کے چھ سو درخت ہیں میں نے اپنا وہ باغ اپنے رب کو بطور قرض دے دیا۔ پھر وہاں سے چل کر اپنے باغ میں پہنچے۔ ان کی بیوی حضرت ام دحداح اور ان کے بچے اس باغ میں تھے۔ انہوں نے آواز دی اے ام دحداح! ان کی بیوی نے کہا لبیک۔ انہوں نے کہا باغ سے باہر

---

[1] اخرجه احمد والبغوی و الحاکم کذافی الاصابة (ج ٤ ص ٥٩) قال الهیثمی (ج ٩ ص ٣٢٤) رواه احمد و الطبرانی ورجالهما الصحیح انتهی.

آجاؤ کیونکہ میں نے یہ باغ اللہ تعالیٰ کو قرض دے دیا ہے[1] اور اسی جلد کے صفحہ ۱۹۵ پر گزر چکا ہے کہ حضرت عبدالرحمٰن بن عوفؓ نے عرض کیا یا رسول اللہ! میرے پاس چار ہزار درہم ہیں ان میں سے دو ہزار تو میں اپنے رب کو ادھار دے رہا ہوں۔

لوگوں میں اسلام کا شوق پیدا کرنے کیلئے مال خرچ کرنا

حضرت انسؓ فرماتے ہیں جب بھی حضور اقدس ﷺ سے اسلام (میں داخل کرنے اور اس پر جمانے) کے لئے کوئی چیز مانگی جاتی تو حضور ﷺ وہ چیز ضرور دے دیتے۔ چنانچہ آپ کی خدمت میں ایک آدمی آیا آپ نے حکم دیا کہ اسے صدقہ کی بکریوں میں سے اتنی زیادہ بکریاں دی جائیں جو دو پہاڑوں کے درمیان کی ساری وادی کو بھر دیں وہ بکریاں لے کر اپنی قوم کے پاس واپس گیا اور ان سے کہا اے میری قوم! تم اسلام لے آؤ کیونکہ حضرت محمد ﷺ اتنا زیادہ دیتے ہیں کہ انہیں اپنے اوپر فاقہ کا کوئی ڈر ہی نہیں ہے اور ایک روایت میں یہ ہے کہ بعض دفعہ کوئی آدمی حضور اقدس ﷺ کی خدمت میں صرف دنیا لینے کے ہی ارادے سے آتا لیکن شام ہونے سے پہلے ہی اس کا ایمان (حضور ﷺ کی صحبت اور حسن تربیت اور آپ والی محنت کی برکت سے) اتنا مضبوط ہو جاتا کہ حضور ﷺ کا دین اس کی نگاہ میں دنیا اور دنیا کی تمام چیزوں سے زیادہ محبوب اور عزیز ہو جاتا[2] حضرت زید بن ثابتؓ فرماتے ہیں ایک عربی آدمی نے حضور اقدس ﷺ کی خدمت میں حاضر ہو کر آپ سے دو پہاڑوں کے درمیان کی زمین مانگی آپ نے وہ زمین اس کے نام لکھ دی اس پر وہ مسلمان ہو گیا پھر اس نے اپنی قوم کو جا کر کہا تم اسلام لے آؤ میں تمہارے پاس اس آدمی کے ہاں سے آرہا ہوں جو اس آدمی کی طرح دل کھول کر دیتا ہے جسے فاقہ کا کوئی ڈر نہ ہو[3] صفوان بن امیہ کے اسلام لانے کے قصے میں گزر چکا ہے کہ حضور ﷺ چل پھر کر مال غنیمت دیکھ رہے تھے۔ صفوان بن امیہ بھی آپ کے ساتھ تھے۔ صفوان بن امیہ نے بھی دیکھنا شروع کیا کہ جعرانہ کی تمام گھاٹی جانوروں بکریوں

---

[1] عند ابی یعلی قال الهیثمی (ج ۹ ص ۳۲٤) رواه ابو یعلی و الطبرانی ورجالهما ثقات ورجال ابی یعلی رجال الصحیح انتهی واخرجه البزار عن ابن مسعود رضی اللّٰه تعالیٰ عنه نحوه باسناد ضعیف کما فی المجمع (ج ۳ ص ۱۱۳) واخرجه ایضا ابن منده کما فی الاصابة (ج ٤ ص ۵۹) و ابن ابی حاتم کما فی التفسیر لابن کثیر (ج ۱ ص ۲۹۹) واخرجه عن عمر بن الخطاب رضی الله تعالیٰ عنه بمعناه باسناد ضعیف کما فی المجمع (ج ۳ ص ۱۱۳)

[2] اخرجه احمد کذافی البدایة (ج ٦ ص ٤۲) واخرجه مسلم ایضا نحوه عن انس رضی اللّٰه تعالیٰ عنه (ج ۲ ص ۲۵۳) [3] عند الطبرانی قال الهیثمی (ج ۹ ص ۱۳) وفیه عبدالرحمن بن یحییٰ العذری و قیل فیه مجهول وبقیة رجاله وثقوا انتهی

اور چرواہوں سے بھری ہوئی ہے اور بڑی دیر تک غور سے دیکھتے رہے۔ حضور ﷺ بھی ان کو کنکھیوں سے دیکھتے رہے۔ آپ نے فرمایا اے ابو وہب! (یہ صفوان کی کنیت ہے) کیا یہ (مال غنیمت سے بھری ہوئی) گھاٹی تمہیں پسند ہے؟ انہوں نے کہا جی ہاں آپ نے فرمایا یہ ساری گھاٹی تمہاری ہے اور اس میں جتنا مال غنیمت ہے وہ بھی تمہارا ہے یہ سن کر صفوان نے کہا اتنی بڑی سخاوت کی ہمت صرف نبی ہی کر سکتا ہے اور کلمہ شہادت اشهد ان لا اله الا الله واشهد ان محمداً عبده و رسوله، پڑھ کر وہیں مسلمان ہو گئے۔[1]

جہاد فی سبیل اللہ میں مال خرچ کرنا

حضرت ابو بکرؓ کا مال خرچ کرنا

حضرت اسماءؓ فرماتی ہیں جب حضور اقدس ﷺ (مکہ سے ہجرت کے لئے) روانہ ہوئے اور حضرت ابو بکرؓ بھی آپ کے ساتھ روانہ ہوئے تو حضرت ابو بکرؓ نے اپنے ساتھ اپنا سارا مال پانچ ہزار یا چھ ہزار درہم جتنا بھی تھا، سارا لے لیا اور لے کر حضور ﷺ کے ساتھ چلے گئے۔ پھر ہمارے دادا حضرت ابو قحافہؓ ہمارے گھر آئے ان کی بینائی جا چکی تھی۔ انہوں نے کہا اللہ کی قسم! میرے خیال میں تو ابو بکرؓ تم لوگوں کو جانے کے صدمہ کے ساتھ مال کا صدمہ بھی پہنچا گئے ہیں یعنی خود تو وہ گئے ہی ہیں میرا خیال یہ ہے کہ وہ مال بھی سارا لے گئے ہیں اور تمہارے لئے کچھ نہیں چھوڑا ہے میں نے کہا دادا جان! ہرگز نہیں۔ وہ تو ہمارے لئے بہت کچھ چھوڑ کر گئے ہیں اور میں نے (چھوٹی چھوٹی) پتھریاں لے کر گھر کے اس طاق میں رکھ دیں جس میں حضرت ابو بکرؓ اپنا مال رکھا کرتے تھے (اس زمانے میں درہم و دینار چھوٹی پتھریوں کی طرح کے ہوتے تھے لہذا درہم و دینار کے سائز کی پتھریاں رکھی ہوں گی) پھر میں نے ان پتھریوں پر ایک کپڑا ڈال دیا پھر میں نے اپنے دادا جان کا ہاتھ پکڑ کر ان سے کہا اے دادا جان! اپنا ہاتھ اس مال پر رکھیں۔ چنانچہ انہوں نے اپنا ہاتھ اس پر رکھا (وہ یہ سمجھے کہ یہ درہم و دینار ہی ہیں) تو انہوں نے کہا کوئی بات نہیں اگر وہ تمہارے لئے اتنا مال چھوڑ گئے ہیں تو انہوں نے اچھا کیا۔ اس سے تمہارا گزارہ ہو جائے گا۔ حضرت اسماء کہتی ہیں اللہ کی قسم! انہوں نے ہمارے لئے کچھ نہیں چھوڑا تھا لیکن میں نے یہ کام بڑے میاں (دادا جان) کی تسلی کے لئے

---

[1] اخرجه الواقدی و ابن عساکر عن عبدالله بن الزبیری رضی الله تعالیٰ عنهما کما فی الکنز (ج ۵ ص ۲۹٤)

کیا تھا۔ اور یہ پہلے گزر چکا ہے کہ حضرت ابو بکرؓ نے غزوہ تبوک میں اپنا سارا مال جو کہ چار ہزار درہم تھا خرچ کیا تھا۔

حضرت عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ کا مال خرچ کرنا

حضرت عبدالرحمٰن بن خباب سلمیؓ فرماتے ہیں نبی کریم ﷺ نے بیان فرمایا اور جیش عسرہ (غزوہ تبوک میں جانے والے لشکر) پر خرچ کرنے کی ترغیب دی تو حضرت عثمان بن عفانؓ نے کہا کجاوے اور پالان سمیت سو اونٹ میرے ذمہ ہیں یعنی میں دوں گا۔ پھر حضور ﷺ منبر سے ایک سیڑھی نیچے تشریف لائے اور پھر (خرچ کرنے کی) ترغیب دی تو حضرت عثمانؓ نے پھر کہا کجاوے اور پالان سمیت سو اونٹ میرے ذمہ ہیں۔ حضرت عبدالرحمٰن کہتے ہیں میں نے حضور ﷺ کو دیکھا کہ (حضرت عثمانؓ کے اتنا زیادہ خرچ کرنے پر بہت خوش ہیں اور خوشی کی وجہ سے) ہاتھ کو ایسے ہلا رہے ہیں جیسے تعجب و حیرانی میں انسان ہلایا کرتا ہے۔ اس موقع پر عبدالصمد راوی نے سمجھانے کے لئے اپنا ہاتھ باہر نکال کر ہلا کر دکھایا اور حضور ﷺ فرما رہے تھے اگر اتنا زیادہ خرچ کرنے کے بعد عثمانؓ کوئی بھی (نفل) عمل نہ کرے تو ان کا کوئی نقصان نہیں ہوگا۔ بیہقی کی روایت میں یہ ہے کہ حضور ﷺ نے تین مرتبہ ترغیب دی اور حضرت عثمانؓ نے کجاوے اور پالان سمیت تین سو اونٹ اپنے ذمہ لئے حضرت عبدالرحمٰن کہتے ہیں میں اس وقت موجود تھا جب حضور ﷺ منبر پر یہ فرما رہے تھے اتنا خرچ کرنے کے بعد یا فرمایا آج کے بعد عثمانؓ کا کسی گناہ سے نقصان نہیں ہوگا۔[1]

حضرت عبدالرحمٰن بن سمرہؓ فرماتے ہیں جب حضور اقدس ﷺ جیش عسرہ (یعنی غزوہ تبوک کے لشکر) کو تیار کر رہے تھے تو حضرت عثمانؓ حضور ﷺ کے پاس ایک ہزار دینار لے کر آئے اور لا کر حضور ﷺ کی جھولی میں ڈال دیئے۔ حضور ﷺ ان دیناروں کو الٹتے پلٹتے جا رہے تھے اور یہ کہتے جا رہے تھے آج کے بعد عثمانؓ جو بھی (گناہ صغیرہ یا خلاف اولیٰ) کام کریں گے تو اس سے ان کا نقصان نہیں ہوگا یہ بات آپ نے کئی مرتبہ فرمائی[3]۔ ابو نعیم نے

---

[1] اخرجه ابن اسحاق كذافي البداية (ج ٣ ص ١٧٩) و اخرجه احمد و الطبراني نحوه قال الهيثمي (ج ٦ ص ٥٩) رجال احمد رجال الصحيح غير ابن اسحاق و قد صرح بالسماع انتهى.

[2] اخرجه احمد كذافي البداية (ج ٥ ص ٤) واخرجه ابو نعيم في الحلية (ج ١ ص ٥٩) بنحوه

[3] اخرجه الحاكم (ج ٣ ص ١٠٢) قال الحاكم هذا حديث صحيح الا سناد ولم يخرجاه وقال الذهبي صحيح و اخرجه ابو نعيم في الحلية (ج ١ ص ٥٩) نحوه عن عبدالرحمن و عن ابن عمر.

یہی روایت حضرت ابن عمرؓ سے نقل کی ہے اس میں یہ مضمون ہے کہ حضور ﷺ نے فرمایا اے اللہ! عثمانؓ کے اس کارنامے کو نہ بھولنا اور اس کے بعد عثمانؓ کوئی نیکی کا کام نہ کریں تو اس سے ان کا نقصان نہیں ہوگا۔

حضرت حذیفہ بن یمانؓ فرماتے ہیں حضور ﷺ نے حضرت عثمانؓ کے پاس جیش عسرہ کی مدد کرنے کے لئے پیغام بھیجا تو حضرت عثمانؓ نے دس ہزار دینار حضور ﷺ کے پاس بھیجے۔ لانے والے نے وہ دینار حضور ﷺ کے سامنے ڈال دیئے۔ حضور ﷺ اپنے سامنے ان دیناروں کو اوپر نیچے الٹنے پلٹنے لگے اور حضرت عثمانؓ کے لئے دعا کرنے لگے۔ اے عثمانؓ! اللہ تمہاری مغفرت فرمائے اور جو گناہ تم نے چھپ کر کئے اور علی الاعلان کئے اور جو تم نے مخفی رکھے اور جو گناہ تم سے قیامت تک ہوں گے اللہ ان سب کو معاف فرمائے۔ اس عمل کے بعد عثمانؓ کوئی بھی نیک عمل نہ کریں تو کوئی پرواہ نہیں۔[1] (انسان جب مرتا ہے تو اس کی قیامت قائم ہو جاتی ہے۔ اس لئے مطلب یہ ہے کہ عثمانؓ سے مرتے دم تک جتنے گناہ ہوں اللہ انہیں معاف کرے)

حضرت عبدالرحمٰن بن عوفؓ فرماتے ہیں جب حضرت عثمان بن عفانؓ نے حضور اقدس ﷺ کو جیش عسرہ کی تیاری کے لئے سامان دیا اور سات سو اوقیہ سونا لا کر دیا اس وقت میں بھی وہاں موجود تھا۔[2] حضرت قتادہؓ فرماتے ہیں حضرت عثمانؓ نے غزوہ تبوک میں ہزار سواریاں دیں جن میں پچاس گھوڑے تھے۔[3] حضرت حسن رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں غزوہ تبوک میں حضرت عثمانؓ نے ساڑھے نو سو اونٹنیاں اور پچاس گھوڑے دیئے تھے یا یہ کہا نو سو ستر اونٹنیاں اور تیس گھوڑے دیئے تھے۔[4] اور یہ پہلے گزر چکا کہ غزوہ تبوک میں حضرت عثمانؓ نے ایک تہائی لشکر کو ان کی ضرورت کا سامان دیا تھا یہاں تک کہ کہا جاتا تھا کہ ایک تہائی لشکر کی ضرورت کی ہر چیز انہوں نے مہیا کی تھی۔

حضرت عبدالرحمٰن بن عوفؓ کا مال خرچ کرنا

حضرت انسؓ فرماتے ہیں کہ حضرت عائشہؓ اپنے گھر میں تھیں کہ انہوں نے مدینہ میں ایک شور سنا انہوں نے پوچھا کہ یہ کیا ہے؟ لوگوں نے بتایا کہ عبدالرحمٰن بن عوف کا تجارتی

---

[1] عند ابی عدی و الدار قطنی و ابی نعیم و ابن عساکر کذافی المنتخب (ج ۵ ص ۱۲)

[2] اخرجه ابو یعلی و الطبرانی قال الهیثمی (ج ۹ ص ۸۵) وفیه ابراهیم بن عمر بن ابان وهو ضعیف انتهی

[3] اخرجه ابو نعیم فی الحلیة (ج ۱ ص ۵۹)

[4] عند ابن عساکر کذافی المنتخب (ج ۵ ص ۱۳)

قافلہ ملک شام سے ضرورت کی ہر چیز لے کر آرہا ہے۔ حضرت انسؓ فرماتے ہیں (اس قافلہ میں) سات سو اونٹ تھے اور سارا مدینہ اس شور کی آواز سے گونج اٹھا۔ اس پر حضرت عائشہ نے فرمایا کہ میں نے حضور ﷺ کو یہ فرماتے ہوئے سنا ہے کہ میں نے دیکھا ہے کہ عبدالرحمٰن بن عوف گھٹنوں کے بل گھسٹتے ہوئے جنت میں داخل ہو رہے ہیں۔ یہ بات حضرت عبدالرحمٰن بن عوف کو پہنچی تو انہوں نے کہا میں پوری کوشش کروں گا کہ میں جنت میں (قدموں پر) چل کر داخل ہوں اور یہ کہہ کر اپنا سارا قافلہ مع سارے سامان تجارت اور کجاووں کے، اللہ کے راستہ میں صدقہ کر دیا[1] حضرت زہری رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں حضرت عبدالرحمٰن بن عوفؓ نے حضور ﷺ کے زمانے میں اپنا آدھا مال چار ہزار درہم اللہ کے راستہ میں صدقہ کئے۔ پھر چالیس ہزار صدقہ کئے۔ پھر چالیس ہزار دینار صدقہ کئے۔ پھر پانچ سو گھوڑے اللہ کے راستے میں دیئے۔ پھر ڈیڑھ ہزار اونٹ اللہ کے راستہ میں دیئے ان کا اکثر مال تجارت کے ذریعہ کمایا ہوا تھا[2] حضرت زہری رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں حضرت عبدالرحمٰن بن عوفؓ نے حضور ﷺ کے زمانے میں اپنا آدھا مال صدقہ کیا پھر بعد میں چالیس ہزار دینار صدقہ کئے پھر پانچ سو گھوڑے اور پانچ سو اونٹ صدقہ کئے ان کا اکثر مال تجارت کے ذریعہ کمایا ہوا تھا[3] حصہ اول جہاد کے باب میں یہ گزر چکا ہے کہ حضرت عبدالرحمٰن بن عوف نے غزوہ تبوک میں دو سو اوقیہ صدقہ کئے۔

حضرت حکیم بن حزام رضی اللہ عنہ کا مال خرچ کرنا

حضرت ابو حازم رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں ہم نے مدینہ میں کسی کے بارے میں یہ نہیں سنا کہ اس نے حضرت حکیم بن حزامؓ سے زیادہ سواریاں اللہ کے راستہ میں دی ہوں۔ ایک مرتبہ دو دیہاتی آدمی مدینہ آکر یہ سوال کرنے لگے کہ کون اللہ کے راستہ میں سواری دے گا؟ لوگوں نے ان کو حضرت حکیم بن حزامؓ کے بارے میں بتایا کہ وہ سواری کا انتظام کر دیں گے۔ وہ دونوں حضرت حکیم کے پاس ان کے گھر آگئے۔ حضرت حکیمؓ نے دونوں سے پوچھا کہ وہ

---

[1] اخرجه احمد و اخرجه ابو نعيم فى الحلية (ج ١ ص ٩٨) عن انس رضى اللّٰه تعالىٰ عنه بنحوه و ابن سعد (ج ٣ ص ٩٣) عن حبيب بن ابى مرزوق بمعناه قال البداية (ج ٧ ص ١٦٤) فى سند احمد تفرد به عمارة بن زاذان الصيدلانى و هو ضعيف

[2] اخرجه ابو نعيم فى الحلية (ج ١ ص ٩٩) وهكذاذكره فى البداية (ج ٧ ص ١٦٣) عن معمر عن الزهرى الا انه قال ثم حمل على خمس مائة راحلة فى سبيل الله

[3] اخرجه ايضا ابن المبارك عن معمر كذافى الاصابة (ج ٢ ص ٤١٦)

دونوں کیا چاہتے ہیں؟ جو وہ چاہتے تھے وہ انہوں نے حضرت حکیمؓ کو بتایا۔ حضرت حکیمؓ نے ان دونوں سے کہا تم جلدی نہ کرو (کچھ دیر ٹھہرو) میں ابھی تم دونوں کے پاس باہر آتا ہوں (جب حضرت حکیمؓ باہر آئے تو) حضرت حکیمؓ وہ کپڑا پہنے ہوئے تھے جو مصر سے لایا گیا تھا اور جال کی طرح پتلا اور سستا تھا اور اس کی قیمت چار درہم تھی۔ ہاتھ میں لاٹھی پکڑی ہوئی تھی اور ان کے ساتھ ان کے غلام بھی باہر آئے (اور دونوں دیہاتیوں کو لے کر بازار کی طرف چل دیئے) چلتے چلتے جب وہ کسی کوڑے کرکٹ کے پاس سے گزرتے اور اس میں ان کو کپڑے کا کوئی ایسا ٹکڑا نظر آتا جو اللہ کے راستہ میں دیئے جانے والے اونٹوں کے سامان کی مرمت میں کام آسکتا ہو تو اسے اپنی لاٹھی کے کنارے سے اٹھاتے اور اسے جھاڑتے پھر اپنے غلاموں سے کہتے لو اونٹوں کے سامان کی مرمت کے لئے اسے رکھ لو۔ حضرت حکیم اس طرح ایک کپڑا اٹھا رہے تھے کہ ان میں سے ایک دیہاتی نے اپنے ساتھی سے کہا تیرا ناس ہو۔ ان سے ہماری جان چھڑواؤ۔ اللہ کی قسم! ان کے پاس تو صرف کوڑے سے اٹھائے ہوئے چیتھڑے ہی ہیں (یہ ہمیں سواری کے جانور کیسے دے سکیں گے؟) اس کے ساتھی نے کہا ارے میاں! جلدی نہ کرو۔ ابھی ذرا اور دیکھتے ہیں۔ پھر حضرت حکیم ان دونوں کو بازار لے گئے۔ وہاں انہیں دو موٹی تازی، خوب بڑی اور گابھن اونٹنیاں نظر آئیں انہوں نے ان دونوں کو خریدا اور ان کا سامان بھی خریدا۔ پھر اپنے غلاموں سے کہا جس سامان کی مرمت کی ضرورت ہو اس کی مرمت کپڑے کے ان ٹکڑوں سے کرلو۔ پھر دونوں اونٹنیوں پر کھانا، گندم اور چربی رکھ دی اور ان دونوں دیہاتیوں کو خرچہ بھی دیا۔ پھر ان کو وہ دونوں اونٹنیاں دے دیں۔ جب اتنا کچھ حضرت حکیم نے دیا تو) ایک دیہاتی نے اپنے ساتھی سے کہا میں نے آج ان سے بہتر (سخی) کوئی کپڑے کے ٹکڑے اٹھانے والا نہیں دیکھا۔[1]

حضرت حکیم بن حزامؓ نے اپنا گھر حضرت معاویہؓ کے ہاتھ ساٹھ ہزار میں بیچا۔ لوگوں نے حضرت حکیمؓ سے کہا اللہ کی قسم! حضرت معاویہ نے (سستا خرید کر) آپ کو قیمت میں نقصان پہنچایا ہے۔ حضرت حکیمؓ نے کہا (کوئی بات نہیں) اللہ کی قسم! میں نے بھی یہ گھر زمانہ جاہلیت میں صرف ایک مشک شراب میں (سستے داموں) خریدا تھا (اس حساب سے مجھے تو بہت زیادہ قیمت مل گئی ہے) میں آپ لوگوں کو گواہ بناتا ہوں کہ اس کی ساری قیمت اللہ کے راستہ میں، مسکینوں کی امداد میں اور غلاموں کے آزاد کرانے میں ہی خرچ ہوگی۔ اب بتاؤ ہم دونوں میں سے کون گھاٹے میں رہا؟ اور ایک روایت میں یہ ہے کہ انہوں نے وہ گھر ایک لاکھ

[1] اخرجه الطبراني كذافي مجمع الزوائد (ج ۹ ص ۳۸۴)

میں بیچا تھا۔[1]

حضرت ابن عمر اور دیگر صحابہ کرامؓ کا مال خرچ کرنا

حضرت نافع رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں کہ حضرت ابن عمرؓ نے اپنی ایک زمین دو سو اونٹنیوں کے بدلہ میں بیچی۔ پھر ان میں سے سو اونٹنیاں اللہ کے راستہ میں جانے والوں کو دے دیں اور ان کو اس بات کا پابند کیا کہ وہ لوگ وادی قریٰ سے گزرنے سے پہلے ان میں سے کوئی بھی اونٹنی نہ بیچیں[2] حصہ اول صفحہ ۴۴۸ پر حضور ﷺ کے جہاد کی اور مال خرچ کرنے کی ترغیب دینے کے باب میں گزر چکا ہے کہ حضرت عمر بن خطابؓ نے غزوہ تبوک کے موقع پر ایک سو اوقیہ یعنی چار ہزار درہم دیئے اور حضرت عاصم بن عدیؓ نے نوے وسق (تقریباً نو نے پانچ سو من) کھجور دی اور حضرت عباس، حضرت طلحہ، حضرت سعد بن عبادہ اور حضرت محمد بن مسلمہؓ نے حضور ﷺ کو بہت زیادہ مال لا کر دیا اور حصہ اول ہی میں گزر چکا ہے کہ ایک صحابی نے ایک اونٹنی اللہ کے راستہ میں دی تھی اور حضرت قیس بن سلع انصاریؓ نے جہاد میں بہت سا مال خرچ کیا تھا۔

حضرت زینب بنت جحش رضی اللہ عنہا اور دیگر صحابی عورتوں کا مال خرچ کرنا

حضرت عائشہؓ فرماتی ہیں حضور اقدس ﷺ نے (اپنی ازواج مطہرات سے) فرمایا کہ (میرے دنیا سے جانے کے بعد) تم میں سے سب سے جلدی مجھے وہ ملے گی جس کا ہاتھ سب سے زیادہ لمبا ہوگا۔ حضرت عائشہؓ فرماتی ہیں اس کے بعد ازواج مطہرات آپس میں مقابلہ کیا کرتیں کہ کس کا ہاتھ سب سے لمبا (ہم تو ہاتھ کی لمبائی ہی سمجھتی رہیں) لیکن ہاتھ کے لمبے ہونے سے حضور ﷺ کی مراد سخاوت اور زیادہ مال خرچ کرنا تھا اس وجہ سے) ہم میں سب سے زیادہ لمبے ہاتھ والی حضرت زینبؓ نکلیں کیونکہ وہ اپنے ہاتھ سے کام کیا کرتی تھیں اور (اس کی آمدنی) صدقہ کر دیا کرتی تھیں۔ دوسری روایت میں یہ ہے کہ حضرت عائشہؓ فرماتی ہیں حضور ﷺ کی وفات کے بعد ہم جب اپنے میں سے کسی کے گھر جمع ہو جاتیں تو اپنے ہاتھ دیوار کے ساتھ لمبے کر کے ناپا کرتی تھیں کہ کس کا ہاتھ لمبا ہے؟ ہم ایسا ہی کرتی رہیں یہاں

---

[1] اخرجه الطبراني قال الهيثمي (ج ۹ ص ۳۸٤) رواه الطبراني باسنادين احمد هما حسن انتهى

[2] اخرجه ابو نعيم في الحلية (ج ۱ ص ۲۹٦)

تک کہ (سب سے پہلے) حضرت زینب بنت جحشؓ کا انتقال ہوا۔ حضرت زینبؓ چھوٹے قد کی عورت تھیں اور ہم میں سب سے لمبی نہیں تھیں۔ حضرت زینبؓ کے سب سے پہلے وفات پانے سے ہمیں پتہ چلا کہ ہاتھ کی لمبائی سے حضور ﷺ کی مراد (کثرت سے) صدقہ کرنا ہے۔ حضرت زینبؓ دستکاری اور ہاتھوں کے ہنر کی ماہر تھیں وہ کھال رنگا کرتیں اور کھال سیا کرتیں (سی کر فروخت کر دیتیں اور اس کی قیمت) اللہ کے راستہ میں صدقہ کر دیا کرتیں۔[۱] طبرانی کی روایت میں یہ ہے کہ حضرت عائشہؓ فرماتی ہیں کہ حضرت زینبؓ سوت کاتا کرتی تھیں اور حضور ﷺ کے لشکروں کو دے دیا کرتیں۔ وہ لوگ اس سوت سے سیا کرتے اور اپنے سفر میں دوسرے کاموں میں لاتے۔[۲]

حصہ اول صفحہ ۴۵۲ پر یہ مضمون گزر چکا ہے کہ غزوہ تبوک کی تیاری میں مسلمانوں کی مدد کے لئے عورتوں نے کنگن، بازوبند، پازیب، بالیاں اور انگوٹھیاں بھیجیں۔

فقراء مساکین اور ضرورت مندوں پر خرچ کرنا

حضرت عمیر بن سلمہ دوئلیؒ فرماتے ہیں ایک مرتبہ حضرت عمرؓ دوپہر کو ایک درخت کے سائے میں سو رہے تھے ایک دیہاتی عورت مدینہ آئی اور لوگوں کو بڑے غور سے دیکھتی رہی (کہ ان میں سے کون میرا کام کرا سکتا ہے) اور دیکھتے دیکھتے وہ حضرت عمرؓ تک پہنچ گئی (انہیں دیکھ کر اسے یہ اطمینان ہوا کہ یہ آدمی میرا کام کرا دے گا) اس نے حضرت عمرؓ سے کہا میں ایک مسکین عورت ہوں اور میرے بہت سے بچے ہیں اور امیر المومنین حضرت عمر بن خطابؓ نے حضرت محمد بن مسلمہؓ کو (ہمارے علاقہ میں) صدقات وصول کرنے بھیجا تھا (وہ صدقات وصول کر کے واپس آگئے) اور انہوں نے ہمیں کچھ نہیں دیا۔ اللہ آپ پر رحم فرمائے آپ ہماری ان سے سفارش کر دیں (شاید وہ آپ کی بات مان لیں) تو حضرت عمرؓ نے (اپنے دربان) یرفا کو پکار کر کہا حضرت محمد بن مسلمہؓ کو بلا کر میرے پاس لاؤ۔ اس عورت نے کہا میری ضرورت کے پورا ہونے کی زیادہ بہتر صورت یہ ہے کہ آپ میرے ساتھ ان کے پاس جائیں (اس عورت کو معلوم نہیں تھا کہ ان کا مخاطب آدمی خود امیر المومنین ہے) حضرت عمرؓ نے کہا (میرے بلانے پر) انشاء اللہ وہ تمہارا کام کر دے گا۔ حضرت یرفا نے جا کر حضرت محمد بن مسلمہ سے کہا چلیں آپ کو امیر المومنین بلا رہے ہیں۔ چنانچہ حضرت محمد بن

---

[۱] اخرجه الشیخان و اللفظ لمسلم کذافی الاصابة (ج ٤ ص ٣١٤)

[۲] اخرجه الطبرانی فی الاوسط قال الهیثمی (ج ٨ ص ٢٨٩) ورجاله و ثقوا و فی بعضهم ضعف ا ه

مسلمہ آئے اور انہوں نے کہا السلام علیک یا امیر المومنین! اب اس عورت کو پتہ چلا کہ یہ امیر المومنین ہیں تو وہ بہت شرمندہ ہوئی۔ حضرت عمرؓ نے حضرت محمد بن مسلمہ سے فرمایا اللہ کی قسم! میں تو تم میں سے بہترین آدمی منتخب کرنے میں کوئی کمی نہیں کرتا۔ جب اللہ تعالیٰ تم سے اس عورت کے بارے میں پوچھیں گے تو تم کیا کہو گے؟ یہ سن کر حضرت محمد بن مسلمہؓ کی آنکھوں میں آنسو آگئے۔ پھر حضرت عمرؓ نے فرمایا اللہ تعالیٰ نے اپنے نبی کریم ﷺ کو ہمارے پاس بھیجا۔ ہم نے ان کی تصدیق کی اور ان کا اتباع کیا۔ اللہ تعالیٰ حضور ﷺ کو جو حکم دیتے حضور ﷺ اس پر عمل کرتے۔ حضور ﷺ صدقات (وصول کر کے) اس کے حق دار مساکین کو دیا کرتے اور حضور ﷺ کا معمول یونہی چلتا رہا۔ یہاں تک کہ اللہ تعالیٰ نے ان کو اپنے پاس بلا لیا۔ پھر اللہ تعالیٰ نے حضرت ابو بکرؓ کو حضور ﷺ کا خلیفہ بنایا تو وہ بھی حضور ﷺ کے طریقہ پر ہی عمل کرتے رہے یہاں تک کہ اللہ تعالیٰ نے ان کو بھی اپنے پاس بلا لیا۔ پھر اللہ تعالیٰ نے مجھے ان کا خلیفہ بنا دیا اور میں نے تم میں سے بہترین آدمی کو منتخب کرنے میں کبھی کمی نہیں کی۔ اب اگر میں تمہیں بھیجوں تو اس عورت کو اس سال کا اور گزشتہ سال کا اس کا حصہ (صدقات میں سے) دے دینا اور مجھے معلوم نہیں شاید اب میں تمہیں (صدقات وصول کرنے) نہ بھیجوں۔ پھر حضرت عمرؓ نے اس عورت کے لئے ایک اونٹ منگوایا اور اس عورت کو آٹا اور تیل دیا اور فرمایا یہ لے لو۔ پھر ہمارے پاس خیبر آجانا کیوں کہ اب ہمارا خیبر جانے کا ارادہ ہے۔ چنانچہ وہ عورت خیبر حضرت عمرؓ کے پاس آئی اور حضرت عمرؓ نے دو اونٹ اور منگوائے اور اس عورت سے کہا یہ لے لو۔ حضرت محمد کے تمہارے ہاں آنے تک یہ تمہارے لئے کافی ہو جائیں گے اور میں نے حضرت محمد کو حکم کر دیا ہے کہ وہ تمہیں تمہارا اس سال کا اور گزشتہ سال کا حصہ دے دیں۔[1]

حضرت اسلم رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں میں ایک مرتبہ حضرت عمر بن خطابؓ کے ساتھ بازار گیا۔ حضرت عمرؓ کو ایک جوان عورت ملی اور اس نے کہا اے امیر المومنین! میرا خاوند فوت ہو گیا ہے اور اس نے اپنے پیچھے چھوٹے چھوٹے بچے چھوڑے ہیں اور وہ اللہ کی قسم! (فقر و فاقہ کی وجہ سے) پائے بھی نہیں پکا سکتے (ملک عرب میں پائے مفت ملتے تھے پکا نہیں کرتے تھے) نہ ان کے پاس کوئی کھیتی ہے اور نہ کوئی دودھ کا جانور اور مجھے ڈر ہے کہ قحط سالی سے کہیں وہ مر نہ جائیں اور میں حضرت خفاف بن ایماء غفاریؓ کی بیٹی ہوں۔ میرے والد حضور ﷺ کے ساتھ حدیبیہ میں شریک ہوئے تھے۔ حضرت عمرؓ اس عورت کے پاس کھڑے

---

[1] اخرجه ابو عبيد في الاموال كذافي الكنز (ج ۳ ص ۳۱۹)

(باتیں سنتے) رہے اور آگے نہیں گئے۔ پھر فرمایا خوش آمدید ہو قریبی رشتہ داری نکل آئی (یعنی تمہارے قبیلہ غفار کا ہمارے قبیلہ قریش سے قریبی رشتہ ہے یا تم ایک مشہور صحابی کے خاندان میں سے ہو) پھر حضرت عمرؓ وہاں سے گھر واپس گئے، ان کے گھر میں ایک خوب بوجھ اٹھانے والا اونٹ بندھا ہوا تھا دو بورے غلہ سے بھر کر اس پر رکھ دیئے اور ان دونوں بوروں کے درمیان خرچے کے پیسے اور کپڑے رکھ دیئے اور پھر اس اونٹ کی نکیل اس عورت کو پکڑا کر کہا یہ اونٹ لے جاؤ۔ انشاء اللہ ان چیزوں کے ختم ہونے سے پہلے ہی اللہ تعالیٰ تمہارے لئے بہتر انتظام فرمادیں گے۔ ایک آدمی نے کہا اے امیر المومنین! آپ نے اس عورت کو بہت زیادہ دیا ہے۔ حضرت عمرؓ نے کہا تیری ماں تجھے گم کرے۔ اس عورت کا باپ حضور ﷺ کے ساتھ حدیبیہ میں شریک ہوا تھا اور اللہ کی قسم! میں نے اس عورت کے باپ اور بھائی کو دیکھا ہے کہ ایک عرصہ تک انہوں نے ایک قلعہ کا محاصرہ کئے رکھا۔ پھر انہوں نے اس قلعہ کو فتح کر لیا اور ہم اس میں سے اپنے حصے خوب وصول کر رہے ہیں (چونکہ یہ بہت زیادہ دینی فضائل والے خاندان کی عورت ہے اس وجہ سے میں نے اسے زیادہ دیا ہے)[1]

حضرت سعید بن عامر بن حذیم جمحیؓ کا مال خرچ کرنا

حضرت حسان بن عطیہ رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں جب حضرت عمر بن خطابؓ نے حضرت معاویہؓ کو ملک شام کی گورنری سے معزول کیا تو ان کی جگہ حضرت سعید بن عامر بن حذیم جمحیؓ کو بھیجا۔ وہ اپنی نوجوان بیوی کو بھی ساتھ لے گئے جس کا چہرہ بہت خوبصورت تھا اور وہ قریش قبیلہ کی تھی۔ تھوڑے ہی دن گزرے تھے کہ فاقہ اور سخت تنگی کا دور شروع ہو گیا۔ حضرت عمرؓ کو اس کی اطلاع ملی تو انہوں نے ان کے پاس ایک ہزار دینار بھیجے وہ ہزار دینار لے کر اپنی بیوی کے پاس گھر گئے اور اس سے کہا تم جو یہ دینار دیکھ رہی ہو یہ حضرت عمرؓ نے بھیجے ہیں۔ اس نے کہا میرا دل یہ چاہتا ہے کہ آپ ہمارے لئے سالن کا سامان اور غلہ خرید لیں اور باقی دینار سنبھال کر رکھ لیں آئندہ کام آئیں گے۔ حضرت سعیدؓ نے کہا میں تمہیں اس سے بہتر صورت نہ بتادوں؟ کہ ہم یہ مال ایک تاجر کو دے دیتے ہیں جو اس سے ہمارے لئے تجارت کرتا رہے۔ ہم اس کا نفع کھاتے رہیں اور ہمارے اس سرمائے کی ذمہ داری بھی اس پر ہو گی۔ ان کی بیوی نے کہا پھر تو یہ ٹھیک ہے۔ چنانچہ انہوں نے سالن اور غلہ خرید ا اور دو اونٹ اور دو غلام خریدے۔ غلاموں نے ان اونٹوں پر ضرورت کا سارا سامان اکٹھا کر لیا

[1] اخرجه ابو عبيد في الاموال والبخاري و البيهقي كذافي الكنز (ج ٣ ص ١٤٧)

اورانہوں نے یہ سب کچھ مسکینوں اور ضرورت مندوں میں تقسیم کر دیا۔ کچھ ہی عرصہ کے بعد ان کی بیوی نے ان سے کہا کھانے پینے کا سامان ختم ہو گیا آپ اس تاجر کے پاس جائیں اور جو نفع ہوا ہے اس میں سے کچھ لے کر ہمارے لئے کھانے پینے کا سامان خرید لیں۔ حضرت سعیدؓ خاموش رہے۔ اس نے دوبارہ کہا یہ پھر خاموش رہے آخر اس نے تنگ آکر ان کو ستانا شروع کیا اس پر انہوں نے دن میں گھر آنا چھوڑ دیا صرف رات کو گھر آتے۔ ان کے گھر والوں میں ایک آدمی تھا جو ان کے ساتھ گھر آیا کرتا تھا۔ اس نے ان کی بیوی سے کہا تم کیا کر رہی ہو؟ تم ان کو بہت تکلیف پہنچا چکی ہو وہ تو سارا مال صدقہ کر چکے ہیں۔ یہ سن کر حضرت سعیدؓ کی بیوی کو سارے مال کے صدقہ کرنے پر اتنا افسوس ہوا کہ وہ رونے لگی۔
ایک دن حضرت سعیدؓ اپنی بیوی کے پاس گھر آئے اور اس سے کہا ایسے ہی آرام سے بیٹھی رہو۔ میرے کچھ ساتھی تھے جو تھوڑا عرصہ پہلے مجھ سے جدا ہو گئے ہیں (اس دنیا میں چلے گئے ہیں) اگر مجھے ساری دنیا بھی مل جائے تو بھی مجھے ان کا راستہ چھوڑنا پسند نہیں ہے۔ اگر جنت کی خوبصورت حوروں میں سے ایک حور آسمان دنیا سے جھانک لے تو ساری زمین اس کے نور سے روشن ہو جائے اور اس کے چہرے کا نور چاند سورج کی روشنی پر غالب آجائے اور جو دوپٹہ اسے پہنایا جاتا ہے وہ دنیا اور مافیہا سے زیادہ قیمتی ہے۔ اب میرے لئے یہ تو آسان ہے کہ ان حوروں کی خاطر تجھے چھوڑ دوں لیکن تیری خاطر ان کو نہیں چھوڑ سکتا۔ یہ سن کر وہ نرم پڑ گئی اور راضی ہو گئی۔[1]

ابو نعیم نے ہی اسی واقعہ کو حضرت عبدالرحمٰن بن سابط جمحی رحمۃ اللہ علیہ سے نقل کیا ہے اور اس میں یہ مضمون ہے کہ جب حضرت سعید بن عامرؓ کو تنخواہ ملتی تو گھر والوں کے گزارے کا سامان خرید لیتے اور باقی کو صدقہ کر دیتے تو ان کی بیوی ان سے کہتی آپ کی باقی تنخواہ کہاں ہے؟ وہ کہتے میں نے وہ قرض دے دی ہے (ان کا یہ طرز عمل دیکھ کر) کچھ لوگ ان کے پاس آئے اور ان سے انہوں نے کہا آپ کے گھر والوں کا آپ پر حق ہے، آپ کے سسرال والوں کا آپ پر حق ہے تو حضرت سعید نے کہا میں نے ان کو حقوق کی ادائیگی میں کبھی کسی کو ان پر ترجیح نہیں دی ہے۔ میں موٹی آنکھوں والی حوریں حاصل کرنا چاہتا ہوں تو میں کسی بھی انسان کو اس طرح خوش کرنا نہیں چاہتا کہ اس سے حوروں کے ملنے میں کمی آئے یا وہ نہ مل سکیں کیونکہ اگر جنت کی ایک بھی حور جھانک لے تو اس کی وجہ سے ساری زمین ایسے چمکنے لگے گی جیسے سورج چمکتا ہے۔ میں جنت میں سب سے پہلے جانے والی جماعت سے پیچھے رہ جانے کے

---

[1] اخرجه ابو نعیم فی الحلیة (ج ۱ ص ۲۴٤)

لئے بالکل تیار نہیں ہوں کیونکہ حضور ﷺ کو یہ فرماتے ہوئے سنا ہے کہ اللہ تعالیٰ قیامت کے دن تمام لوگوں کو حساب کے لئے جمع فرمائیں گے تو فقراء مومنین جنت کی طرف ایسے تیزی سے جائیں گے جیسے کبوترا پنے گھونسلے کی طرف تیزی سے پر پھیلا کر اترتا ہے۔ فرشتے ان سے کہیں گے ٹھہرو حساب دے کر جاؤ وہ کہیں گے ہمارے پاس حساب کیلئے کچھ ہے ہی نہیں، ہمیں دیا ہی کیا تھا جس کا ہم حساب دیں۔ اس پر ان کا رب فرمائے گا میرے بندے ٹھیک کہہ رہے ہیں۔ پھر ان کے لئے جنت کا دروازہ کھول دیا جائے گا اور وہ لوگوں سے ستر سال پہلے جنت میں چلے جائیں گے اور اسی حصہ دوم کے صفحہ ۲۷ پر ان ہی حضرت سعید بن عامرؓ کا یہ قصہ گزر چکا ہے کہ انہوں نے اپنی بیوی سے کہا کیا تم اس سے بہتر بات چاہتی ہو؟ کہ ہم یہ دینار اسے دے دیتے ہیں جو ہمیں سخت ضرورت کے وقت دے دے۔ ان کی بیوی نے کہا ٹھیک ہے۔ چنانچہ انہوں نے اپنے گھر والوں میں سے ایک آدمی کو بلایا جس پر انہیں اعتماد تھا اور ان دیناروں کو بہت سی تھیلوں میں ڈال کر اس سے کہا، جا کر یہ دینار فلاں خاندان کی بیواؤں، فلاں خاندان کے یتیموں، فلاں خاندان کے مسکینوں اور فلاں خاندان کے مصیبت زدہ لوگوں کو دے آؤ۔ تھوڑے سے دینار بچ گئے تو اپنی بیوی سے کہا لو یہ خرچ کر لو۔ پھر اپنے گورنری کے کام میں مشغول ہو گئے۔ چند دن بعد ان کی بیوی نے کہا کیا آپ ہمارے لئے کوئی خادم نہیں خرید لیتے؟ اس مال کا کیا ہوا؟ حضرت سعیدؓ نے کہا وہ مال تمہیں سخت ضرورت کے وقت ملے گا۔[1]

حضرت عبداللہ بن عمرؓ کا مال خرچ کرنا

حضرت نافع رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں ایک مرتبہ حضرت عبداللہ بن عمرؓ بیمار ہو گئے۔ ان کیلئے ایک درہم میں انگور کا ایک خوشہ خریدا گیا (جب وہ خوشہ ان کے سامنے رکھا گیا تو) اس وقت ایک مسکین نے آکر سوال کیا۔ انہوں نے کہا یہ خوشہ اسے دے دو (گھر والوں نے وہ خوشہ ایک درہم میں خرید لیا (کیونکہ بازار میں اس وقت انگور نایاب تھا۔ اس لئے اس سے خریدا) اور حضرت ابن عمرؓ کی خدمت میں پیش کر دیا۔ اس مسکین نے آکر پھر سوال کیا آپ نے فرمایا یہ اسے دے دو (گھر والوں نے اسے دے دیا وہ لے کر چل دیا) گھر کے ایک آدمی نے جا کر اس مسکین سے وہ خوشہ پھر ایک درہم میں خرید لیا اور لا کر پھر حضرت ابن عمرؓ کی خدمت میں پیش کر دیا۔ اس مسکین نے آکر پھر سوال کیا آپ نے فرمایا یہ اسے دے دو (گھر

---

[1] اخرجه ابو نعيم في الحلية (ج ١ ص ٢٤٥)

والوں نے اسے دے دیا وہ لے کر چل دیا) پھر گھر کے ایک آدمی نے جا کر اس مسکین سے وہ خوشہ پھر ایک درہم میں خرید لیا (اور لا کر ان کی خدمت میں پیش کر دیا) اس مسکین نے پھر واپس آکر مانگنے کا ارادہ کیا تو گھر والوں نے اسے روک دیا لیکن اگر حضرت ابن عمرؓ کو معلوم ہو جاتا کہ یہ خوشہ اس مسکین سے خرید اگیا ہے اور اسے سوال کرنے سے بھی روکا گیا ہے تو وہ اسے بالکل نہ چکھتے۔[1]

ابو نعیم نے ہی یہ قصہ ایک اور سند سے نقل کیا ہے کہ حضرت ابن عمرؓ ایک مرتبہ بیمار ہوئے ان کا انگور کھانے کو دل چاہا۔ میں نے ان کے لئے انگور کا ایک خوشہ ایک درہم میں خریدا اور لا کر وہ خوشہ ان کے ہاتھ میں دے دیا۔ آگے حدیث کا مضمون پچھلی حدیث کی طرح ہے اور اس کے آخر میں یہ ہے کہ وہ سائل بار بار آتا اور وہ ہر دفعہ اسے خوشہ دینے کا حکم فرمادیتے (اور ہم اسے دے دیتے اور پھر اس سے خرید کر لے آتے) یہاں تک کہ میں نے سائل کو تیسری یا چوتھی مرتبہ کہا تیرا ناس ہو۔ تجھے شرم نہیں آتی (ہر دفعہ واپس آکر پھر مانگ لیتا ہے) چنانچہ میں نے اس سے ایک درہم میں خرید کر ان کی خدمت میں پیش کر دیا (اور وہ سائل منع کر دینے پر اس دفعہ نہ آیا) تو آخر انہوں نے وہ خوشہ کھالیا۔[2]

حضرت عثمان بن ابی العاصؓ کا مال خرچ کرنا

حضرت ابو نضرہ رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں میں ذی الحجۃ کے پہلے عشرہ میں حضرت عثمان بن ابی العاصؓ کے پاس آیا۔ انہوں نے ایک کمرہ (مہمانوں سے) بات چیت کے لئے خالی رکھا ہوا تھا ایک آدمی ان کے پاس سے مینڈھا لے کر گزرا۔ انہوں نے مینڈھے والے سے پوچھا کہ تم نے یہ مینڈھا کتنے میں خریدا ہے؟ اس نے کہا بارہ درہم میں۔ میں نے (دل میں) کہا کاش کہ میرے پاس بھی بارہ درہم ہوتے تو میں بھی ایک مینڈھا خرید کر (عید پر) قربان کرتا اور اپنے اہل و عیال کو کھلاتا۔ جب میں ان کے پاس سے کھڑا ہو کر اپنے گھر آیا تو انہوں نے میرے پیچھے ایک تھیلی بھیجی جس میں پچاس درہم تھے۔ میں نے ان سے زیادہ برکت والے درہم کبھی نہیں دیکھے۔ انہوں نے مجھے وہ درہم ثواب کی نیت سے دیئے اور مجھے ان دنوں ان دراہم کی

---

[1] اخرجه ابو نعيم في الحلية (ج ۱ ص ۲۹۷)

[2] واخرجه ايضا نحو السياق الاول مختصر ا ابن المبارك كما في الاصابة (ج ۲ ص ۲٤۸) والطبراني كما في المجمع (ج ۹ ص ۳٤۷) و ابن سعد (ج ٤ ص ۱۱۷) قال الهيثمي رجال الطبراني رجال الصحيح غير نعيم بن حماد و هو ثقة.

شدید ضرورت تھی۔[1]

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کا مال خرچ کرنا

حضرت امام مالک رحمۃ اللہ علیہ نے موطا میں نقل کیا ہے کہ حضور ﷺ کی زوجہ محترمہ حضرت عائشہؓ نے روزہ رکھا ہوا تھا۔ ان میں سے ایک مسکین نے سوال کیا۔ ان کے گھر میں صرف ایک روٹی تھی۔ انہوں نے اپنی باندی سے کہا یہ روٹی اس مسکین کو دے دو۔ باندی نے ان سے کہا (اس روٹی کے علاوہ) آپ کی افطاری کے لئے اور کچھ نہیں ہے۔ حضرت عائشہ نے کہا (کوئی بات نہیں) تم پھر بھی اسے یہ روٹی دے دو۔ چنانچہ باندی کہتی ہے کہ میں نے اس مسکین کو وہ روٹی دے دی۔ جب شام ہوئی تو ایک ایسے گھر والے نے یا ایک ایسے آدمی نے جو کہ ہمیں ہدیہ نہیں دیا کرتا تھا ہمیں ایک (پکی ہوئی) بکری اور اس کے ساتھ بہت سی روٹیاں ہدیہ میں بھیجیں۔ حضرت عائشہ نے مجھے بلا کر فرمایا اس میں سے کھاؤ یہ تمہاری (روٹی کی) ٹکیہ سے بہتر ہے۔[2]

امام مالک رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں مجھے یہ بات پہنچی ہے کہ ایک مسکین نے حضور ﷺ کی زوجہ محترمہ حضرت عائشہؓ سے کھانا مانگا۔ حضرت عائشہؓ کے سامنے انگور رکھے ہوئے تھے۔ انہوں نے ایک آدمی سے کہا انگور کا ایک دانہ لے کر اسے دے دو۔ وہ حضرت عائشہؓ کی طرف (یا اس دانے کی طرف) تعجب سے دیکھنے لگا تو حضرت عائشہؓ نے کہا کیا تمہیں تعجب ہو رہا ہے اس دانے میں تمہیں کتنے ذرے نظر آرہے ہیں؟ (یہ فرما کر انہوں نے اس آیت کی طرف اشارہ فرمایا فَمَنْ يَّعْمَلْ مِثْقَالَ ذَرَّةٍ خَيْرًا يَّرَهٗ. ترجمہ: سو جو شخص دنیا میں ذرہ برابر نیکی کرے گا وہ وہاں اس کو دیکھ لے گا)

اپنے ہاتھ سے مسکین کو دینا

حضرت عثمان رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں حضرت حارثہ بن نعمانؓ کی بینائی جا چکی تھی انہوں نے اپنی نماز کی جگہ سے لے کر اپنے کمرے کے دروازے تک ایک رسی باندھ رکھی تھی جب دروازے پر کوئی مسکین آتا تو اپنے ٹوکرے میں سے کچھ لیتے اور رسی کو پکڑ کر (دروازے تک جاتے اور) خود اپنے ہاتھ سے اس مسکین کو دیتے۔ گھر والے ان سے کہتے آپ کی جگہ ہم جا کر

---

[1] اخرجه الطبرانی قال الهیثمی (ج ۹ ص ۳۷۱) رجاله رجال الصحیح

[2] اخرجه مالك فی الموطا (ص ۳۹۰) از بلغه عن عائشه رضی الله تعالیٰ عنها

مسکین کو دے آتے ہیں۔ وہ فرماتے میں نے رسول اللہ ﷺ کو فرماتے ہوئے سنا ہے کہ مسکین کو اپنے ہاتھ سے دینا بری موت سے بچاتا ہے۔[1]

حضرت عمرو لیثی رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں ہم حضرت واثلہ بن اسقعؓ کے پاس تھے ان کے پاس ایک مانگنے والا آیا انہوں نے روٹی کا ایک ٹکڑا لیا، اس پر ایک پیسہ رکھا اور خود جا کر روٹی کا وہ ٹکڑا اس کے ہاتھ پر رکھا میں نے ان سے کہا اے ابوالاسقع! کیا آپ کے گھر میں کوئی ایسا آدمی نہیں ہے جو آپ کی جگہ یہ کام کر دے؟ انہوں نے کہا آدمی تو ہے لیکن جب کوئی آدمی مسکین کو صدقہ دینے کے لئے چل کر جائے تو اس کے ہر قدم کے بدلہ میں ایک گناہ معاف کر دیا جاتا ہے اور جب جا کر وہ چیز اس مسکین کے ہاتھ میں رکھ دے تو ہر قدم کے بدلہ میں دس گناہ معاف کر دیئے جاتے ہیں۔[2]

حضرت نافع رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں حضرت ابن عمرؓ روزانہ رات کو اپنے گھر والوں کو جمع کرتے اور سب ان کے بڑے پیالے میں سے کھاتے (کھانے کے دوران) بعض دفعہ وہ کسی مسکین کی آواز سنتے تو اپنے حصہ کا گوشت اور روٹی جا کر اسے دے دیتے جتنی دیر میں وہ مسکین کو دے کر واپس آتے اتنی دیر میں گھر والے پیالہ ختم کر چکے ہوتے۔ اگر مجھے اس پیالہ میں کچھ مل جاتا تو ان کو بھی مل جاتا۔ پھر اسی حال میں حضرت ابن عمرؓ صبح روزہ رکھ لیتے۔[3]

مانگنے والوں پر مال خرچ کرنا

حضرت انسؓ فرماتے ہیں ایک دن حضور ﷺ مسجد میں تشریف لائے آپ کے اوپر نجران (یمن کا ایک شہر) کی بنی ہوئی ایک چادر تھی جس کا کنارہ موٹا تھا۔ آپ کے پیچھے سے ایک دیہاتی آیا۔ اس نے آپ کی چادر کا کنارہ پکڑ کر اس زور سے کھینچا کہ آپ کی گردن مبارک پر اس موٹے کنارے کا نشان پڑ گیا اور اس نے کہا اے محمد! اللہ کا جو مال آپ کے پاس ہے اس میں سے ہمیں بھی دو۔ حضور ﷺ نے اس کی طرف متوجہ ہو کر تبسم فرمایا اور فرمایا اسے ضرور کچھ دو۔[4]

---

[1] اخرجه الطبراني و الحسن بن سفيان عن محمد بن عثمان كذافي الا صابة (ج ١ ص ٢٩٩) واخرجه ابو نعيم في الحلية (ج ١ ص ٣٥٩) وابن سعد (ج ٣ ص ٥٢) عن محمد بن عثمان عن ابيه نحوه

[2] اخرجه ابن عساكر كذافي الكنز (ج ٣ ص ٣١٥) [3] اخرجه ابن سعد (ج ٤ ص ١٢٢)

[4] اخرجه ابن جرير كذافي الكنز (ج ٤ ص ٤٣) واخرجه ايضا الشيخان عن انس رضي الله تعالى عنه بنحوه كما في البداية (ج ٦ ص ٣٨)

حضرت ابو ہریرہؓ فرماتے ہیں ہم لوگ حضور ﷺ کے ساتھ صبح کو مسجد میں بیٹھے رہتے تھے۔ جب حضور ﷺ گھر جانے کیلئے کھڑے ہوتے تو ہم لوگ آپ کے گھر میں داخل ہونے تک کھڑے رہتے۔ چنانچہ ایک دن حضور ﷺ گھر جانے کے لئے کھڑے ہوئے۔ جب آپ مسجد کے درمیان میں پہنچے تو ایک دیہاتی آپ کے پاس پہنچا اور اس نے اس زور سے آپ کی چادر کھینچی کہ آپ کی گردن مبارک سرخ ہو گئی اور اس نے کہا اے محمد (ﷺ) مجھے دو اونٹ دیں کیونکہ یہ دو اونٹ نہ تو آپ اپنے مال میں سے دیں گے اور نہ اپنے والد کے مال میں سے۔ حضور ﷺ نے فرمایا نہیں۔ میں اللہ سے مغفرت چاہتا ہوں۔ جب تک تم مجھے اس کا بدلہ نہیں دو گے میں تمہیں اونٹ نہیں دوں گا۔ یہ بات حضور ﷺ نے تین مرتبہ فرمائی (پھر حضور ﷺ نے اسے معاف فرمادیا بلکہ اس کے ساتھ حسن سلوک کا معاملہ فرمایا) اور پھر ایک آدمی کو بلا کر کہا اسے دو اونٹ دے دو۔ ایک اونٹ جو کا اور دوسرا کھجور کا۔[1]

حضرت نعمان بن مقرنؓ فرماتے ہیں ہم قبیلہ مزینہ کے چار سو آدمی حضور ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوئے۔ حضور ﷺ نے ہمیں اپنے دین کے احکام بتائے (جب ہم حضور ﷺ سے فارغ ہو کر واپس جانے لگے تو) ایک آدمی نے کہا یا رسول اللہ! راستہ کے لئے ہمارے پاس کھانے کی کوئی چیز نہیں ہے۔ حضور ﷺ نے حضرت عمرؓ سے فرمایا انہیں راستہ کیلئے توشہ دے دو۔ حضرت عمرؓ نے کہا میرے پاس تو بس تھوڑی سی بچی ہوئی کھجوریں ہیں میرے خیال میں تو وہ کھجوریں ان کی ضرورت کچھ بھی پوری نہ کر سکیں گی۔ حضور ﷺ نے فرمایا جاؤ اور انہیں راستہ کے لئے توشہ دے دو۔ چنانچہ حضرت عمرؓ ہمیں ایک بالا خانے میں لے گئے۔ وہاں ایک خاکستری جوان اونٹ جتنی کھجوریں رکھی ہوئی تھیں (یعنی بیٹھے ہوئے ایک اونٹ جتنا اونچا کھجوروں کا ایک ڈھیر تھا) حضرت عمرؓ نے کہا آپ یہ کھجوریں لے لیں۔ ہمارے تمام قافلہ والوں نے اپنی ضرورت کے مطابق کھجوریں لے لیں اور میں سب سے آخر میں لینے گیا میں نے دیکھا تو نظر آیا کہ (کھجوریں شروع میں جتنی تھیں اب بھی اتنی ہی ہیں) ان میں سے ایک کھجور بھی کم نہ ہوئی تھی حالانکہ اس ڈھیر میں سے چار سو آدمی کھجوریں لے چکے تھے۔ (یہ حضور ﷺ کے فرمان کی برکت تھی)[2]

حضرت دکین بن سعیدؓ فرماتے ہیں ہم چار سو چالیس آدمی حضور ﷺ کے پاس (سفر کے

---

[1] اخرجه ابن جرير ايضا كذافى الكنز (ج ٤ ص ٤٧) واخرجه ايضا احمد و الا ربعة الا الترمذى عن ابى هريرة رضى الله تعالىٰ عنه بنحوه كما فى البداية (ج ٦ ص ٣٨)

[2] اخرجه احمد و الطبرانى قال الهيثمى (ج ٨ ص ٣٠٤) رجال احمد رجال الصحيح ٥١.

لئے) کھانے کی چیز مانگنے گئے۔ حضور ﷺ نے حضرت عمرؓ کو فرمایا جاؤ اور انہیں سفر کے لئے کچھ دو۔ حضرت عمرؓ نے کہا میرے پاس تو صرف اتنا ہے جس سے میرے اور میرے بچوں کے گرمی کے چار مہینے گزر سکیں (اس سے ان کا کام نہیں چل سکے گا) حضور ﷺ نے فرمایا نہیں، جاؤ اور جو ہے وہ انہیں دے دو۔ حضرت عمرؓ نے کہا یا رسول اللہ! بہت اچھا جیسے آپ فرمائیں۔ میں تو آپ کی ہر بات سنوں گا اور مانوں گا۔ چنانچہ حضرت عمرؓ وہاں سے کھڑے ہوئے اور ہم بھی ان کے ساتھ کھڑے ہوئے۔ حضرت عمرؓ ہمیں اوپر اپنے ایک بالا خانے میں لے گئے اور اپنے نیفہ میں سے چابی نکال کر بالا خانے کا دروازہ کھولا تو بالا خانے میں بیٹھے ہوئے اونٹ کے بچے کے برابر کھجوروں کا ایک ڈھیر تھا۔ حضرت عمرؓ نے کہا آپ لوگ اس میں سے جتنا چاہیں لے لیں۔ چنانچہ ہم میں سے ہر آدمی نے اپنی ضرورت کے لئے کھجوریں اپنی مرضی کے مطابق لیں۔ میں سب سے آخر میں لینے گیا تو میں نے دیکھا تو ایسے لگ رہا تھا جیسے ہم نے اس ڈھیر میں سے ایک بھی کھجور نہ لی ہو۔[1]

حضرت دکینؓ فرماتے ہیں کہ ہم چار سو سوار حضور ﷺ کے پاس کھانے کی کوئی چیز مانگنے آئے۔ پھر آگے پچھلی حدیث جیسا مضمون ذکر کیا اور اس حدیث میں یہ بھی ہے کہ حضرت عمرؓ نے عرض کیا میرے پاس تو صرف چند صاع کھجوریں ہیں جو شاید مجھے اور میری اہل و عیال کو گرمیوں کے لئے کافی نہ ہوں۔ حضرت ابو بکرؓ نے کہا ارے حضور ﷺ کی بات سنو اور مانو! حضرت عمرؓ نے کہا اچھا۔ میں حضور ﷺ کی بات سنتا اور مانتا ہوں۔[2]

حضرت افلح بن کثیر رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں کہ حضرت ابن عمرؓ کسی بھی مانگنے والے کو واپس نہیں کرتے تھے یہاں تک کہ کوڑھی آدمی بھی ان کے ساتھ ان کے پیالہ میں کھانا کھاتا تھا اور اس کی انگلیوں میں سے خون ٹپک رہا ہوتا تھا۔[3]

صحابہ کرامؓ کا صدقہ کرنا

حضرت حسن بصری رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں حضرت ابو بکر صدیقؓ حضور ﷺ کے پاس اپنا صدقہ لائے اور چپکے سے حضور ﷺ کو دیا اور عرض کیا یا رسول اللہ! یہ میری طرف سے صدقہ ہے اور آئندہ جب بھی اللہ تعالیٰ مطالبہ فرمائیں گے میں ضرور صدقہ کروں گا۔ پھر

---

[1] اخرجه احمد و الطبرانی قال الهیثمی (ج ۸ ص ۳۰٤) رجالهما رجال الصحیح وروی ابو داؤد منه طرفا انتهی۔ [2] اخرجه ایضا ابو نعیم فی الحلیة (ج ۱ ص ۳٦٥) ابو نعیم هذا حدیث صحیح و هوا حد دلائل النبی ﷺ [3] اخرجه ابو نعیم فی الحلیة (ج ۱ ص ۳۰۰)

حضرت عمرؓ اپنا صدقہ لائے اور لوگوں کے سامنے ظاہر کر کے حضور ﷺ کو دیا اور عرض کیا یہ میری طرف سے صدقہ ہے اور مجھے اللہ کے ہاں لوٹ کر جانا ہے (میں وہاں اللہ سے اس کا بدلہ لوں گا) حضور ﷺ نے فرمایا تم نے اپنی کمان میں تانت کے علاوہ کچھ اور لگایا (یعنی تم ابو بکرؓ سے پیچھے رہ گئے کہ ان کا جذبہ اللہ کو اور دینے کا ہے اور تمہارا جذبہ اللہ سے بدلہ لینے کا ہے۔ ابو بکرؓ کا جذبہ اعلیٰ و افضل ہے) جو تم دونوں کے بولوں میں فرق ہے وہی تم دونوں کے صدقوں میں فرق ہے (قبول تو دونوں ہوئے لیکن ابو بکرؓ کا صدقہ زیادہ اخلاص اور قربانی والا ہے کہ ان کی توجہ اللہ کو اور دینے کی طرف ہے)۔[1]

حضرت ابن عمرؓ فرماتے ہیں ایک مرتبہ حضور ﷺ نے فرمایا کون ہے جو بیر رومہ (مدینہ کے ایک کنویں کا نام) خرید کر مسلمانوں کے لئے صدقہ کر دے؟ قیامت کے دن سخت پیاس کے وقت اللہ تعالیٰ اس کو پانی پلائیں گے۔ چنانچہ یہ فضیلت سن کر حضرت عثمان بن عفانؓ نے وہ کنواں خرید کر مسلمانوں کے لئے صدقہ کر دیا۔[2]

حضرت بشیر اسلمیؓ فرماتے ہیں جب مہاجرین مدینہ آئے تو ان کو یہاں کا پانی موافق نہ آیا۔ بنو غفار کے ایک آدمی کا کنواں تھا جس کا نام رومہ تھا وہ اس کنویں کے پانی کی ایک مشک ایک مد (تقریباً ۱۴ چھٹانک) میں بیچتا تھا۔ حضور ﷺ نے اس کنویں والے سے فرمایا تم میرے ہاتھ یہ کنواں بیچ دو تمہیں اس کے بدلہ میں جنت میں ایک چشمہ ملے گا۔ اس نے کہا یا رسول اللہ! میرے اور میرے اہل و عیال کے لئے اس کی علاوہ اور کوئی آمدنی کا ذریعہ نہیں ہے اس لئے میں نہیں دے سکتا۔ یہ بات حضرت عثمانؓ کو پہنچی تو انہوں نے وہ کنواں پینتیس ہزار درہم میں خرید لیا پھر حضور ﷺ کی خدمت میں حاضر ہو کر عرض کیا یا رسول اللہ! جیسے آپ ﷺ اس سے جنت کے چشمے کا وعدہ فرمایا تو کیا اگر میں اس کنویں کو خرید لوں تو مجھے بھی جنت میں وہ چشمہ ملے گا؟ حضور ﷺ نے فرمایا ہاں بالکل ملے گا۔ حضرت عثمانؓ نے فرمایا میں نے وہ کنواں خرید کر مسلمانوں کے لئے صدقہ کر دیا ہے۔[3]

حضرت طلحہؓ کی بیوی حضرت سُعدیٰؓ فرماتی ہیں کہ ایک دن حضرت طلحہؓ نے ایک لاکھ درہم صدقہ کئے۔ پھر اس دن ان کو مسجد میں جانے سے صرف اس وجہ سے دیر ہو گئی کہ میں نے ان کے کپڑے کے دونوں کناروں کو ملا کر سیا (لاکھ درہم سب دوسروں کو دے دیئے،

۱۔ اخرجه ابو نعيم في الحلية (ج ١ ص ٣٢) قال ابن كثير اسناده جيد ويعد من المرسلات كذافي المنتخب (ج ٤ ص ٣٤٨)
٢۔ اخرجه ابن عدى وابن عساكر
٣۔ عند الطبراني وابن عساكر كذافي المنتخب (ج ٥ ص ١١)

اپنے پر کچھ نہ لگایا)[1] اور حصہ دوئم صفحہ ۲۰۳ پر گزر چکا ہے کہ حضرت عبدالرحمٰن بن عوفؓ حضور ﷺ کے زمانے میں اپنا آدھا مال چار ہزار (درہم) صدقہ کئے پھر چالیس ہزار صدقہ کئے۔ پھر چالیس ہزار دینار صدقہ کئے۔

حضرت ابو لبابہؓ فرماتے ہیں جب اللہ تعالیٰ نے میری توبہ قبول فرمائی (ان سے غزوہ بنو قریظہ یا غزوہ تبوک کے وقت غلطی سرزد ہوئی تھی) تو میں نے حضور ﷺ کی خدمت میں حاضر ہو کر عرض کیا یا رسول اللہ! میں اپنی قوم کا وہ گھر چھوڑنا چاہتا ہوں جس میں مجھ سے یہ گناہ ہوا ہے اور میں اپنا سارا مال اللہ اور اس کے رسول ﷺ کے لئے صدقہ کرنا چاہتا ہوں۔ حضور ﷺ نے فرمایا اے ابو لبابہ! تہائی مال کا صدقہ تمہارے لئے کافی ہے۔ چنانچہ میں نے تہائی مال صدقہ کر دیا۔[2]

حضرت نعمان بن حمیدؒ فرماتے ہیں میں اپنے ماموں کے ساتھ مدائن شہر میں حضرت سلمانؓ کے پاس گیا وہ کھجور کے پتوں سے کچھ بنا رہے تھے۔ میں نے ان کو یہ فرماتے ہوئے سنا کہ میں ایک درہم کے کھجور کے پتے خریدتا ہوں پھر ان کا کچھ بنا کر تین درہم میں بیچ دیتا ہوں اور پھر ایک درہم کے دوبارہ پتے خریدتا ہوں اور ایک درہم اپنے اہل و عیال پر خرچ کر دیتا ہوں اور ایک درہم صدقہ کر دیتا ہوں۔ اگر (امیر المومنین) حضرت عمر بن خطابؓ بھی مجھے اس سے روکیں گے تو میں نہیں رکوں گا (حضرت سلمان حضرت عمرؓ کی طرف سے مدائن کے گورنر تھے)[3]

صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کا ہدیہ دینا

حضرت ابو مسعودؓ فرماتے ہیں کہ ہم لوگ حضور ﷺ کے ساتھ ایک غزوہ میں تھے۔ لوگوں کو (سخت بھوک کی) مشقت اٹھانی پڑی (جس کی وجہ سے) میں نے مسلمانوں کے چہروں پر غم اور پریشانی کے آثار اور منافقوں کے چہروں پر خوشی کے آثار دیکھے۔ جب حضور ﷺ نے بھی یہ بات دیکھی تو آپ نے فرمایا اللہ کی قسم! سورج غروب ہونے سے پہلے ہی اللہ تعالیٰ آپ لوگوں کے لئے رزق بھیج دیں گے۔ جب حضرت عثمانؓ نے یہ سنا تو انہیں یقین ہو گیا کہ اللہ اور رسول اللہ ﷺ کی بات ضرور پوری ہو گی۔ چنانچہ حضرت عثمانؓ نے چودہ اونٹنیاں کھانے کے سامان سے لدی ہوئی خریدیں اور ان میں سے نو اونٹنیاں حضور ﷺ کی

---

[1] اخرجه ابو نعيم في الحلية (ج ۱ ص ۸۸) [2] اخرجه الحاكم (ج ۳ ص ۶۳۲)
[3] اخرجه ابن سعد (ج ٤ ص ٦٤)

خدمت میں بھیج دیں۔ جب حضور ﷺ نے یہ اونٹنیاں دیکھیں تو فرمایا یہ کیا ہے؟ عرض کیا گیا یہ حضرت عثمانؓ نے آپ کو ہدیہ میں بھیجی ہیں۔ اس پر حضور ﷺ اتنے زیادہ خوش ہوئے کہ خوشی کے آثار آپ کے چہرے پر محسوس ہونے لگے اور منافقوں کے چہروں پر غم اور پریشانی کے آثار ظاہر ہونے لگے۔ میں نے حضور ﷺ کو دیکھا کہ آپ نے دعا کے لئے ہاتھ اتنے اوپر اٹھائے کہ آپ کی بغلوں کی سفیدی نظر آنے لگی اور حضرت عثمانؓ کے لئے ایسی زبردست دعا کی کہ میں نے حضور ﷺ کو نہ اس سے پہلے اور نہ اس کے بعد کسی کے لئے ایسی دعا کرتے ہوئے سنا۔ اے اللہ! عثمانؓ کو (یہ اور یہ) عطا فرما اور عثمانؓ کے ساتھ (ایسا اور ایسا) معاملہ فرما۔[1]

حضرت ابن عباسؓ فرماتے ہیں کہ میں ایک مہینہ یا ایک ہفتہ یا جتنا اللہ چاہیں اس وقت تک مسلمانوں کے کسی ایک گھرانہ کی ضروریات زندگی پوری کروں یہ مجھے اس سے زیادہ محبوب ہے کہ حج پر حج کروں اور ایک دانق (یعنی درہم کے چھٹے حصے) کا طباق (خرید کر) اللہ کی نسبت پر تعلق رکھنے والے اپنے بھائی کو ہدیہ کر دوں یہ مجھے ایک دینار اللہ تعالیٰ کے راستہ میں خرچ کرنے سے زیادہ محبوب ہے (حالانکہ ایک دینار ایک دانق سے بہت زیادہ ہوتا ہے)۔[2]

کھانا کھلانا

حضرت علیؓ فرماتے ہیں میں اپنے کچھ ساتھیوں کو ایک صاع کھانے پر جمع کرلوں یہ مجھے اس سے زیادہ محبوب ہے کہ میں بازار جاؤں اور ایک غلام خرید کر آزاد کردوں (حالانکہ ایک غلام کی قیمت ایک صاع کھانے سے بہت زیادہ ہے۔)[3]

حضرت عبدالواحد بن ایمن اپنے والد حضرت ایمن رحمۃ اللہ علیہ سے نقل کرتے ہیں کہ حضرت جابرؓ کے ہاں کچھ مہمان آئے۔ حضرت جابر ان کے لئے روٹی اور سرکہ لے کر آئے اور فرمایا کھاؤ کیونکہ میں نے حضور ﷺ کو فرماتے ہوئے سنا ہے کہ سرکہ بہترین سالن ہے۔ مہمانوں کے سامنے جو کچھ پیش کیا جائے وہ اسے حقیر سمجھیں اس سے یہ مہمان تباہ و برباد ہو جائیں گے اور میزبان کے گھر میں جو کچھ ہے اسے مہمانوں کے سامنے پیش کرنے میں

---

[1] اخرجه الطبرانی قال الهیثمی (ج ۹ ص ۸۵) رواه الطبرانی وفیه سعید بن محمد الوراق و هو ضعیف و اخرجه ابن عساکر عن ابی مسعود نحوه کما فی المنتخب (ج ۵ ص ۱۲)

[2] اخرجه ابو نعیم فی الحلیة (ج ۱ ص ۳۲۸)

[3] اخرجه البخاری فی الادب و ابن زنجویه کذافی الکنز (ج ۵ ص ۶۵)

حقارت سمجھے تو اس سے یہ میزبان تباہ وبرباد ہو جائے گا۔[1]

حضرت انس بن مالکؓ ایک دفعہ بیمار ہوئے تو کچھ لوگ ان کی عیادت کرنے آئے انہوں نے (اپنی باندی سے) کہا اے باندی! ہمارے ساتھیوں کیلئے کچھ لاؤ چاہے روٹی کے ٹکڑے ہی ہوں کیونکہ میں نے حضور ﷺ کو یہ فرماتے ہوئے سنا ہے کہ اچھے اخلاق جنت کے اعمال میں سے ہیں۔[2]

حضرت شقیق بن سلمہؒ فرماتے ہیں میں اور میرا ایک ساتھی ہم دونوں حضرت سلمان فارسیؓ کے پاس گئے۔ انہوں نے فرمایا اگر حضور ﷺ نے (مہمان کے لئے کھانے میں) تکلف کرنے سے منع نہ کیا ہوتا تو میں آپ لوگوں کے لئے ضرور تکلف کرتا اور پھر روٹی اور نمک لے آئے (گھر میں اور کچھ تھا نہیں) میرے ساتھی نے کہا اگر نمک کے ساتھ پودینہ ہو جائے (تو بہتر ہے چونکہ حضرت سلمانؓ کے پاس پودینہ خریدنے کے لئے بھی پیسے نہیں تھے اس لئے) انہوں نے اپنا لوٹا بھیج کر گروی رکھوایا اور اس کے بدلہ میں پودینہ لے کر آئے۔ جب ہم کھانا کھا چکے تو میرے ساتھی نے کہا تمام تعریفیں اس اللہ کے لئے ہیں جس نے ہمیں دی ہوئی روزی پر قناعت کی توفیق عطا فرمائی۔ یہ سن کر حضرت سلمانؓ نے فرمایا اگر دی ہوئی روزی پر قناعت کرتے تو میرا لوٹا گروی رکھا ہوا نہ ہوتا[3] طبرانی کی ایک روایت میں یہ ہے کہ حضور ﷺ نے ہمیں اس بات سے منع فرمایا کہ ہم مہمان کے لئے اس چیز کا تکلف کریں جو ہمارے پاس نہ ہو۔

حضرت حمزہ بن صہیب رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں حضرت صہیبؓ (لوگوں کو) بہت زیادہ کھانا کھلایا کرتے تھے۔ حضرت عمرؓ نے ان سے فرمایا اے صہیب! تم بہت زیادہ کھانا کھلاتے ہو حالانکہ یہ مال کی فضول خرچی ہے۔ حضرت صہیب نے کہا حضور اقدس ﷺ فرمایا کرتے تھے تم میں سے بہترین آدمی وہ ہے جو کھانا کھلائے اور سلام کا جواب دے۔ حضور ﷺ کے اس

---

[1] اخرجه البيهقي في الشعب كذا في الكنز (ج ٥ ص ٩٦) واخرجه احمد والطبراني عن عبدالله بن عبيد بن عمير بنحوه قال الهيثمي (ج ٨ ص ١٨٠) رواه احمد و الطبراني في الا وسط و ابو يعلى الاانه قال و كفى بالمرء شراان يحتقر ماقرب اليه وفي اسناد ابي يعلى ابو طالب القاص ولم اعرفه بقية رجال ابي يعلى و ثقوا وهو في الصحيح باختصار انتهى. [2] اخرجه الطبراني في الا وسط باسناد جيد عن حميد الطويل كذافي الترغيب (ج ٤ ص ١٥٢) وقال الهيثمي (ج ٨ ص ١٧٧) بعد ماذكره عن الطبراني و اسناده جيداه واخرجه ابن عساكر (ج ١ ص ٤٣٨) بنحوه

[3] اخرجه الطبراني قال الهيثمي (ج ٨ ص ١٧٩) رواه الطبراني ورجاله رجال الصحيح غير محمد بن منصور الطوسي وهو ثقه

فرمان کی وجہ سے میں لوگوں کو خوب کھانا کھلاتا ہوں۔

حضور ﷺ کا کھانا کھلانا

حضرت جابرؓ فرماتے ہیں میں ایک مرتبہ گھر میں بیٹھا ہوا تھا۔ حضور ﷺ میرے پاس سے گزرے تو آپ نے مجھے اشارہ کیا میں اٹھ کر آپ کے پاس چلا گیا۔ آپ نے میرا ہاتھ پکڑ لیا پھر ہم دونوں چلنے لگے۔ یہاں تک کہ آپ اپنی ایک زوجہ محترمہ کے حجرے تک پہنچ گئے اور خود حجرے میں تشریف لے گئے اور پھر مجھے اندر آنے کی اجازت دی۔ میں اندر پردہ والے حصہ میں داخل ہو گیا (بظاہر حضور ﷺ کی زوجہ محترمہ ان سے پردہ میں تھیں اور یہ حجرے کے اس پردہ والے حصہ میں چلے گئے تھے جہاں عام لوگ اجازت سے ہی اندر آسکتے تھے) پھر آپ نے فرمایا دوپہر کا کھانا ہے؟ گھر والوں نے کہا ہاں ہے۔ چنانچہ روٹی کی تین ٹکیاں آپ کے پاس لائی گئیں جن کو (ایک اونچی جگہ پر یا) کھجور کے پتوں کے دستر خوان پر رکھ دیا گیا۔ حضور ﷺ نے ایک ٹکیہ اٹھا کر اس کے دو حصے کئے اور پھر آدھی ٹکیہ اپنے سامنے رکھی اور آدھی میرے سامنے۔ پھر (گھر والوں سے) فرمایا۔ کوئی سالن ہے؟ تو گھر والوں نے کہا اور تو کچھ ہے نہیں۔ بس تھوڑا سا سرکہ ہے۔ حضور ﷺ نے فرمایا یہی سرکہ لے آؤ کیونکہ سرکہ تو بہترین سالن ہے۔[1]

حضرت عبداللہ بن سلامؓ فرماتے ہیں حضور ﷺ نے دیکھا کہ حضرت عثمان ایک اونٹنی لے کر آرہے ہیں جس پر آٹا، گھی اور شہد ہے۔ آپ نے فرمایا اونٹنی کو بٹھاؤ۔ چنانچہ حضرت عثمانؓ نے اونٹنی بٹھا دی۔ پھر آپ نے پتھر کی ایک ہانڈی منگوائی اور اس میں کچھ گھی، شہد اور آٹا ڈالا۔ پھر آپ نے حکم دیا تو اس کے نیچے آگ جلائی گئی یہاں تک وہ پک گیا۔ پھر آپ نے (صحابہؓ سے) فرمایا کھاؤ اور آپ نے خود بھی اس میں سے کھایا پھر آپ نے فرمایا اسے اہل فارس خبیص کہتے ہیں۔[2]

حضرت عبداللہ بن بسرؓ فرماتے ہیں حضور اقدس ﷺ کا اتنا بڑا پیالہ تھا جسے چار آدمی اٹھاتے تھے اور اس کو غراء کہا جاتا تھا۔ جب چاشت کا وقت ہو جاتا اور صحابہ کرام چاشت کی نماز پڑھ لیتے تو وہ پیالہ لایا جاتا۔ اس میں ثرید بنی ہوئی ہوتی۔ سب اس پر جمع ہو جاتے جب لوگ

---

[1] اخرجه مسلم (ج ۲ ص ۱۸۲) واخرجه ايضا اصحاب السنن كما فى جمع الفوائد (ج ۱ ص ۲۹۵)
[2] اخرجه الطبرانى كذافى جمع الفوائد (ج ۱ ص ۲۹۷) قال الهيثمى (ج ۵ ص ۳۸) رواه الطبرانى فى الثلاثة ورجال الصغير والا وسط ثقات

زیادہ ہو جاتے تو حضور ﷺ گھٹنوں کے بل بیٹھ جاتے (چنانچہ ایک مرتبہ آپ گھٹنوں کے بل بیٹھے تو) ایک دیہاتی نے کہا یہ کیسا بیٹھنا ہے ؟ حضور ﷺ نے فرمایا اللہ تعالیٰ نے مجھے متواضع غلام اور سخی آدمی بنایا ہے (اور اس طرح بیٹھنا تواضع کے زیادہ قریب ہے) اور مجھے متکبر اور جان بوجھ کر حق سے ضد رکھنے والا نہیں بنایا پھر آپ نے فرمایا پیالے کے کناروں سے کھاؤ، درمیان کو چھوڑ دو۔ اس پر برکت نازل ہوتی ہے [1]۔

حضرت عبدالرحمٰن بن ابی بکرؓ فرماتے ہیں ہمارے ہاں کچھ مہمان آئے۔ میرے والد رات دیر تک حضور ﷺ سے باتیں کرتے رہتے تھے۔ چنانچہ وہ حضور ﷺ کی خدمت میں چلے گئے اور جاتے وقت کہہ گئے اے عبدالرحمٰن ! اپنے مہمانوں کو کھانا وغیرہ کھلا کر فارغ ہو جانا (اور میرا انتظار نہ کرنا) جب شام ہو گئی تو ہم مہمانوں کے لئے کھانا لے آئے۔ انہوں نے کھانے سے انکار کر دیا اور کہا جب تک صاحب خانہ یعنی حضرت ابو بکرؓ آکر ہمارے ساتھ کھانا نہ کھائیں (اس وقت تک ہم بھی نہیں کھائیں گے) میں نے کہا وہ بہت غصہ والے آدمی ہیں اگر آپ لوگ نہیں کھائیں گے تو مجھے خطرہ ہے کہ وہ مجھ سے سخت ناراض ہوں گے۔ وہ لوگ پھر بھی نہ مانے۔ جب حضرت ابو بکرؓ آئے تو سب سے پہلے انہوں نے مہمانوں کے بارے میں پوچھا کہ کیا آپ لوگ اپنے مہمانوں سے فارغ ہو چکے ہو ؟ گھر والوں نے کہا نہیں۔ اللہ کی قسم ! ہم تو ان سے ابھی فارغ نہیں ہوئے ہیں۔ حضرت ابو بکرؓ نے کہا کیا میں نے عبدالرحمٰن کو نہیں کہا تھا (کہ مہمانوں سے فارغ ہو جانا) ؟ اس پر میں چُھپ گیا۔ انہوں نے کہا اے عبدالرحمٰن ! میں اور زیادہ چُھپ گیا۔ انہوں نے کہا او غُنثَرُ ! یعنی اے بے وقوف ! میں تمہیں قسم دے کر کہتا ہوں کہ اگر تم میری آواز سن رہے ہو تو ضرور میرے پاس آؤ۔ چنانچہ میں آگیا اور میں نے کہا میرا کوئی قصور نہیں ہے، یہ آپ کے مہمان ہیں آپ ان سے پوچھ لیں۔ میں ان کے پاس کھانا لے کر گیا تھا لیکن انہوں نے انکار کر دیا کہ جب تک آپ نہیں آجاتے وہ کھانا نہیں کھاتے۔ حضرت ابو بکرؓ نے ان مہمانوں سے کہا آپ لوگوں کو کیا ہوا۔ آپ لوگ ہماری مہمانی کیوں نہیں قبول کرتے ؟ اللہ کی قسم ! جب تک آپ کھانا نہیں کھائیں گے ہم بھی کھانا نہیں کھائیں گے (مہمانوں نے بھی قسم کھالی) حضرت ابو بکرؓ نے کہا آج رات جیسا شر تو میں نے کبھی نہیں دیکھا۔ آپ لوگوں کا بھلا ہو ! آپ لوگوں کو کیا ہو گیا ہے کہ آپ لوگ ہماری مہمانی قبول نہیں کرتے ہیں ؟ پھر (جب غصہ ٹھنڈا ہوا تو) حضرت ابو بکرؓ نے کہا پہلی قسم یعنی میری قسم تو شیطان کی طرف سے تھی، آؤ اپنی مہمانی کھاؤ۔ چنانچہ کھانا لایا گیا اور آپ نے بسم

۱۔ اخرجہ ابو داؤد کذافی المشکوۃ (ص ۳۶۱)

اللہ پڑھ کر کھانا شروع کیا تو مہمانوں نے بھی کھالیا۔ جب صبح ہوئی تو حضرت ابوبکر و حضور ﷺ کی خدمت میں گئے اور عرض کیا یارسول اللہ! میرے مہمانوں کی قسم تو پوری ہوگئی لیکن میری قسم پوری نہ ہوسکی اور رات کا سارا واقعہ حضور ﷺ کو بتایا۔ حضور ﷺ نے فرمایا بلکہ تم ان سے زیادہ قسم پوری کرنے والے ہو اور ان سے زیادہ اچھے ہو۔ راوی کہتے ہیں مجھ تک یہ بات نہیں پہنچی کہ حضرت ابوبکرؓ (قسم پوری نہ کرنے کا) کفارہ دیا یا نہیں (حضرت ابوبکرؓ نے کفارہ ضرور دیا ہوگا کیونکہ اس صورت میں کفارہ بالاتفاق لازم آتا ہے)۔[1]

حضرت عمر بن خطابؓ کا کھانا کھلانا

حضرت اسلم رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں میں نے حضرت عمرؓ سے کہا سواری اور مال برداری کے اونٹوں میں ایک اندھی اونٹنی ہے۔ حضرت عمرؓ نے کہا وہ اونٹنی کسی کو دے دو۔ وہ اس سے فائدہ اٹھاتے رہیں گے۔ میں نے کہا وہ تو اندھی ہے۔ حضرت عمرؓ نے کہا وہ اسے اونٹوں کی قطار میں باندھ لیں گے (ان کے ساتھ پھرتی رہے گی) میں نے کہا وہ زمین سے (گھاس وغیرہ) کیسے کھائے گی؟ حضرت عمرؓ نے پوچھا وہ جزیہ کے جانوروں میں سے ہے یا صدقہ کے؟ (یہ اس وجہ سے پوچھا کہ جزیہ کا جانور مالدار اور فقیر دونوں کھا سکتے ہیں اور صدقہ کا جانور صرف فقیر ہی کھا سکتا ہے) میں نے کہا نہیں۔ وہ تو جزیہ کے جانوروں میں سے ہے۔ حضرت عمرؓ نے کہا اللہ کی قسم! آپ لوگوں نے تو اسے کھانے کا ارادہ کر رکھا ہے۔ میں نے کہا (میں ویسے نہیں کہہ رہا ہوں بلکہ) اس پر جزیہ کے جانوروں کی نشانی لگی ہوئی ہے۔ اس پر حضرت عمرؓ نے اسے ذبح کرنے کا حکم دیا چنانچہ اسے ذبح کیا گیا۔ حضرت عمرؓ کے پاس نو جوڑے پیالے تھے (حضور ﷺ کی ازواج مطہرات چونکہ نو تھیں اس وجہ سے ان کی تعداد کے مطابق پیالے بھی نو بنا رکھے تھے تاکہ ان سب کو چیز ہدیہ میں بھیجی جا سکے) جب بھی حضرت عمرؓ کے پاس کوئی پھل یا کوئی نادر اور پسندیدہ میوہ آتا تو اسے ان پیالوں میں ڈال کر حضور ﷺ کی ازواج مطہرات کے پاس بھیج دیتے اور اپنی بیٹی حضرت حفصہؓ کے پاس سب سے آخر میں بھیجتے تاکہ اگر کمی آئے تو حضرت حفصہؓ کے حصہ میں آئے۔ چنانچہ حضرت عمرؓ نے اس اونٹنی کا گوشت ان پیالوں میں ڈالا اور پھر حضور ﷺ کی ازواج مطہرات کے پاس بھیج دیا اور اونٹنی کا جو گوشت بچ گیا اسے پکانے کا حکم دیا۔ جب وہ پک گیا تو حضرات مہاجرین و انصار کو بلا کر انہیں کھلا دیا۔[2]

---

[1] اخرجه مسلم (ج ۲ ص ۱۸۶) [2] اخرجه مالك كذافي جمع الفوائد (ج ۱ ص ۲۹۶)

حضرت طلحہ بن عبید اللہؓ کا کھانا کھلانا

حضرت سلمہ بن اکوعؓ فرماتے ہیں حضرت طلحہ بن عبید اللہؓ نے پہاڑ کے کنارے ایک کنواں خریدا اور (اس کی خوشی میں) لوگوں کو کھانا کھلایا تو حضور ﷺ نے فرمایا اے طلحہ! تم بڑے فیاض اور بہت سخی آدمی ہو۔[1]

حضرت جعفر بن ابی طالبؓ کا کھانا کھلانا

حضرت ابو ہریرہؓ فرماتے ہیں کہ حضرت جعفر بن ابی طالبؓ غریبوں مسکینوں کے حق میں سب سے اچھے آدمی تھے۔ وہ ہمیں (اپنے گھر لے جاتے اور جو کچھ گھر میں ہوتا وہ ہمیں کھلا دیتے یہاں تک کہ بعض دفعہ تو گھی کی خالی کپی ہمارے پاس لے آتے جس میں کچھ بھی نہ ہوتا۔ وہ اسے پھاڑ دیتے اور جو کچھ اس میں ہوتا ہم اسے چاٹ لیتے۔[2]

حضرت صہیب رومیؓ کا کھانا کھلانا

حضرت صہیبؓ فرماتے ہیں میں نے حضور ﷺ کے لئے کچھ کھانا تیار کیا۔ میں آپ کے پاس آیا۔ آپ کچھ لوگوں میں بیٹھے ہوئے تھے۔ میں آپ کے سامنے جا کر کھڑا ہو گیا اور میں نے آپ کو اشارہ کیا (کہ کھانے کیلئے تشریف لے چلیں) تو حضور ﷺ نے مجھے اشارہ کر کے پوچھا کہ یہ لوگ بھی (کھانے کیلئے ساتھ چلیں) میں نے کہا نہیں۔ حضور ﷺ خاموش ہو گئے۔ میں اپنی جگہ کھڑا رہا۔ حضور ﷺ نے جب دوبارہ مجھے دیکھا تو میں نے حضور ﷺ کو اشارہ کیا تو حضور ﷺ نے فرمایا اور یہ لوگ بھی۔ میں نے کہا نہیں حضور ﷺ نے اس طرح دو یا تین مرتبہ فرمایا تو میں نے کہا اچھا۔ یہ لوگ بھی (آجائیں) وہ تھوڑا سا کھانا تھا جسے میں نے حضور ﷺ کے لئے تیار کیا تھا۔ چنانچہ حضور ﷺ بھی تشریف لائے اور آپ کے ساتھ وہ لوگ بھی آئے اور ان سب نے کھایا (اللہ نے اتنی برکت عطا فرمائی کہ) کھانا پھر بھی بچ گیا۔[3]

حضرت عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہما کا کھانا کھلانا

حضرت محمد بن قیس رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں حضرت عبد اللہ بن عمرؓ صرف غریبوں کے ساتھ کھانا کھایا کرتے تھے (اور ان کا کھانا اکثر غریب لوگ ہی کھا جایا کرتے اور یہ بھوکے رہ

---

[1] اخرجه الحسن بن سفيان و ابو نعيم في المعرفة كذافي المنتخب (ج ٥ ص ٢٧)

[2] اخرجه ابن سعد (ج ٤ ص ٤١) [3] اخرجه ابو نعيم في الحلية (ج ١ ص ١٥٤)،

جاتے) اس کی وجہ سے ان کا جسم کمزور ہو گیا تھا تو ان کی بیوی نے ان کے لئے کھجوروں کا کوئی شربت تیار کیا۔ جب یہ کھانے سے فارغ ہو جاتے تو وہ ان کو یہ شربت پلا دیتیں اور حضرت ابو بکر بن حفص رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں حضرت عبداللہ بن عمرؓ کھانا تب کھاتے جب ان کے دستر خوان پر کوئی یتیم ہوتا۔[1]

حضرت حسن رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں حضرت ابن عمرؓ جب بھی دوپہر کا یا رات کا کھانا کھاتے تو اپنے آس پاس کے یتیموں کو بلا لیتے۔ ایک دن دوپہر کا کھانا کھانے لگے تو ایک یتیم کو بلانے کے لئے آدمی بھیجا لیکن وہ یتیم ملا نہیں (اس لئے یتیم کے بغیر کھانا شروع کر دیا) حضرت ابن عمرؓ کے لئے میٹھے ستو تیار کئے جاتے تھے جسے وہ کھانے کے بعد پیا کرتے تھے۔ چنانچہ وہ یتیم آ گیا اور یہ حضرات کھانے سے فارغ ہو چکے تھے۔ حضرت ابن عمرؓ نے اپنے ہاتھ میں پینے کے لئے ستو (کا پیالہ) پکڑا ہوا تھا تو وہ پیالہ اس یتیم کو دے دیا اور فرمایا یہ لو۔ میرا خیال ہے تم نقصان میں نہیں رہے۔

حضرت میمون بن مہران رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں حضرت ابن عمرؓ کی بیوی پر کچھ لوگ حضرت ابن عمرؓ کے بارے میں ناراض ہوئے اور ان سے کہا کہ کیا تم ان بڑے میاں پر ترس نہیں کھاتی ہو کہ یہ کمزور ہوتے جا رہے ہیں انہیں کچھ کھلایا پلایا کرو) تو انہوں نے کہا میں ان کا کیا کروں؟ جب بھی ہم ان کے لئے کھانا تیار کرتے ہیں تو وہ ضرور اور لوگوں کو بلا لیتے ہیں جو سارا کھانا کھا جاتے ہیں (یوں دوسروں کو کھلا دیتے ہیں خود کھاتے نہیں) حضرت ابن عمرؓ جب مسجد سے نکلتے تو کچھ غریب لوگ ان کے راستہ میں بیٹھ جاتے تھے (جن کو حضرت ابن عمرؓ ساتھ گھر لے آتے اور ان کو اپنے کھانے میں شریک کر لیتے) ان کی بیوی نے ان غریبوں کے پاس مستقل کھانا پہلے سے بھیج دیا اور ان سے کہلا بھیجا کہ تم یہ کھانا کھا لو اور چلے جاؤ اور حضرت ابن عمرؓ کے راستہ میں نہ بیٹھو۔ حضرت ابن عمرؓ مسجد سے گھر آ گئے (انہیں راستہ میں کوئی غریب بیٹھا ہوا نہ ملا) تو فرمایا فلاں اور فلاں کے پاس آدمی بھیجو (تاکہ وہ کھانے کے لئے آ جائیں آدمی ان کو بلانے گئے لیکن ان میں سے کوئی نہ آیا کیونکہ) ان کی بیوی نے ان غریبوں کو کھانے کے ساتھ یہ پیغام بھی بھیجا تھا کہ اگر تمہیں حضرت ابن عمرؓ بلائیں تو مت آنا (جب کوئی نہ آیا) تو حضرت ابن عمرؓ نے کہا تم لوگ چاہتے ہو کہ میں آج رات کھانا نہ کھاؤں چنانچہ اس رات کھانا نہ کھایا۔[2]

---

[1] اخرجه ابو نعیم (ج ۱ ص ۲۹۸)

[2] اخرجه ابو نعیم (ج ۱ ص ۲۹۸) ایضا و اخرجه ابن سعد (٤ ص ۱۲۲) بنحوه.

حضرت ابو جعفر قاری رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں مجھے میرے مالک (عبد اللہ بن عیاش بن ابی ربیعۃ المخزومی) نے کہا تم حضرت عبد اللہ بن عمرؓ کے ساتھ سفر میں جاؤ اور ان کی خدمت کرو (چنانچہ میں ان کے ساتھ سفر میں گیا) وہ جب بھی کسی چشمہ پر پڑاؤ ڈالتے تو چشمہ والوں کو اپنے ساتھ کھانے کے لئے بلاتے اور ان کے بڑے بیٹے بھی ان کے پاس آکر کھانا کھاتے (تو کھانا کم اور آدمی زیادہ ہونے کی وجہ سے) ہر آدمی کو دو یا تین لقمے ملتے تھے۔ چنانچہ جُحْفَہ مقام پر بھی ان کا قیام ہوا تو وہاں کے لوگ بھی (ان کے بلانے پر) کھانے کے لئے آگئے۔ اتنے میں کالے رنگ کا ایک ننگا لڑکا بھی آگیا۔ حضرت ابن عمرؓ نے اس کو بھی بلایا اس نے کہا مجھے تو بیٹھنے کی جگہ نظر نہیں آرہی ہے۔ یہ سب لوگ بہت مل مل کر بیٹھے ہوئے ہیں حضرت ابو جعفر رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں میں نے دیکھا کہ حضرت ابن عمرؓ اپنی جگہ سے تھوڑا سا ہٹ گئے اور اس لڑکے کو اپنے سینے کے ساتھ لگا کر بٹھالیا۔[1]

حضرت ابو جعفر قاری رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں میں حضرت ابن عمرؓ کے ساتھ مکہ سے مدینہ کو چلا۔ ان کے پاس بہت بڑا پیالہ تھا جس میں ثرید تیار کیا جاتا تھا پھر ان کے بیٹے، ان کے ساتھی اور جو بھی وہاں آجاتا وہ سب اکٹھے ہو کر اس پیالہ میں سے کھاتے اور بعض دفعہ اتنے آدمی اکٹھے ہو جاتے کہ کچھ آدمیوں کو کھڑے ہو کر کھانا پڑتا۔ ان کے ساتھ ان کا ایک اونٹ تھا جس پر نبیذ (وہ پانی جس میں کھجور کچھ دیر ڈال کر اسے میٹھا بنا لیا جائے) اور سادہ پانی سے بھرے ہوئے دو مشکیزے ہوتے تھے۔ کھانے کے بعد ہر آدمی کو ستو اور نبیذ سے بھرا ہوا ایک پیالہ ملتا جس کے پینے سے خوب اچھی طرح پیٹ بھر جاتا۔[2]

حضرت معن رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں حضرت ابن عمرؓ جب کھانا تیار کر لیتے اور ان کے پاس سے کوئی اچھی وضع قطع والا آدمی گزرتا تو حضرت ابن عمرؓ اسے نہ بلاتے لیکن ان کے بیٹے یا بھتیجے اسے بلا لیتے اور جب کوئی غریب آدمی گزرتا تو حضرت ابن عمرؓ اسے بلا لیتے لیکن ان کے بیٹے یا بھتیجے اسے نہ بلاتے تو حضرت ابن عمرؓ فرماتے جو کھانا کھانا نہیں چاہتا اسے یہ لوگ بلاتے ہیں اور جو کھانا چاہتا ہے اسے چھوڑ دیتے ہیں۔[3]

---

[1] اخرجه ابو نعيم (ج ٤ ص ١٩) في الحلية (ج ١ ص ٣٠٢)

[2] اخرجه ابن سعد (ج ٤ ص ١٠٩) [3] اخرجه ابن سعد (ج ٤ ص ١٠٩)

حضرت عبداللہ بن عمرو بن عاصؓ کا کھانا کھلانا

حضرت سلیمان بن ربیعہ رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں کہ انہوں نے حضرت معاویہؓ کے زمانہ خلافت میں حج کیا۔ ان کے ساتھ بصرہ کے علماء کی ایک جماعت بھی تھی جن میں منصر بن حارث ضبی بھی تھے۔ ان لوگوں نے کہا اللہ کی قسم! جب تک ہم حضرت محمد ﷺ کے صحابہؓ میں سے کسی ایسے ممتاز اور پسندیدہ صحابی سے نہ مل لیں جو ہمیں حدیثیں سنائے اس وقت تک ہم لوگ (بصرہ) واپس نہیں جائیں گے۔ چنانچہ ہم لوگوں سے پوچھتے رہے تو ہمیں بتایا گیا کہ ممتاز صحابہؓ میں سے حضرت عبداللہ بن عمرو بن العاصؓ مکہ کے نشیبی حصہ میں ٹھہرے ہوئے ہیں۔ چنانچہ ہم ان کے پاس گئے تو ہم نے دیکھا کہ بہت بڑی مقدار میں سامان لے کر لوگ جا رہے ہیں۔ تین سو اونٹوں کا قافلہ ہے جن میں سو اونٹ تو سواری کے لئے ہیں اور دو سو اونٹوں پر سامان لدا ہوا ہے۔ ہم نے پوچھا یہ سامان کس کا ہے؟ لوگوں نے بتایا کہ یہ حضرت عبداللہ بن عمرو کا ہے۔ ہم نے حیران ہو کر کہا کیا یہ سارا انہی کا ہے؟ ہمیں تو یہ بتایا گیا تھا کہ وہ لوگوں میں سب سے زیادہ متواضع انسان ہیں (اور یہاں نقشہ اور ہی طرح کا نظر آ رہا ہے) لوگوں نے بتایا کہ (یہ سارا سامان ہے تو ان کا ہی لیکن اپنے پر خرچ کرنے کیلئے نہیں ہے بلکہ دوسروں پر خرچ کرنے کیلئے ہے) یہ سو اونٹ تو ان کے مسلمان بھائیوں کے لئے ہیں جن کو یہ سواری کے لئے دیں گے اور ان دو سو اونٹوں کا سامان ان کے پاس مختلف شہروں سے آنے والے مہمانوں کے لئے ہے۔ یہ سن کر ہمیں بہت زیادہ تعجب ہوا۔ لوگوں نے کہا تم تعجب نہ کرو۔ حضرت عبداللہ بن عمروؓ مالدار آدمی ہیں اور وہ اپنے پاس آنے والے ہر مہمان (کی مہمانی بھی کرتے ہیں اور جاتے وقت اسے) زاد راہ دینا اپنے ذمہ مستقل حق سمجھتے ہیں۔ ہم نے کہا ہمیں بتاؤ وہ کہاں ہیں؟ لوگوں نے بتایا وہ اس وقت مسجد حرام میں ہیں چنانچہ ہم انہیں ڈھونڈنے گئے تو دیکھا کہ کعبہ کے پیچھے بیٹھے ہوئے ہیں، چھوٹے قد کے ہیں، آنکھوں میں نمی ہے۔ دو چادریں اوڑھی ہوئی ہیں اور سر پر عمامہ باندھا ہوا ہے اور ان پر قمیض نہیں ہے اور اپنے دونوں جوتے بائیں طرف لٹکائے ہوئے ہیں۔[1]

---

[1] اخرجه ابو نعيم في الحلية (ج ١ ص ٢٩١) واخرجه ابن سعد (ج ٤ ص ١٢) عن سليمان بن الربيع بمعناه مع زيادة.

حضرت سعد بن عبادہؓ کا کھانا کھلانا

ایک مرتبہ حضرت سعد بن عبادہؓ مغز سے بھرا ہوا ایک بڑا پیالہ حضور ﷺ کی خدمت میں لائے۔ حضور ﷺ نے دریافت فرمایا اے ابو ثابت! یہ کیا ہے؟ انہوں نے کہا اس ذات کی قسم جس نے آپ کو حق دے کر بھیجا ہے! میں نے چالیس اونٹ ذبح کئے تھے تو میرا دل چاہا کہ میں آپ کو پیٹ بھر کر مغز کھلاؤں چنانچہ حضور ﷺ نے اسے نوش فرمایا اور حضرت سعدؓ کیلئے دعائے خیر فرمائی[1]

حضرت انسؓ فرماتے ہیں حضرت سعد بن عبادہؓ نے حضور ﷺ کو (اپنے گھر آنے کی) دعوت دی (جب حضور ﷺ ان کے گھر تشریف لے آئے تو) وہ حضور ﷺ کی خدمت میں کھجوریں اور کچھ روٹی کے ٹکڑے لائے جنہیں حضور ﷺ نے نوش فرمایا پھر دودھ کا ایک پیالہ لائے جسے حضور ﷺ نے پی لیا اور پھر ان کیلئے یہ دعا فرمائی تمہارا کھانا نیک آدمی کھائیں اور روزہ دار تمہارے یہاں افطار کریں اور فرشتے تمہارے لئے دعائے رحمت کریں۔ اے اللہ! سعد بن عبادہؓ کی اولاد پر اپنی رحمتیں نازل فرما۔[2] دوسری لمبی حدیث میں حضرت انسؓ فرماتے ہیں حضرت سعد بن عبادہؓ نے حضور ﷺ کے سامنے کچھ تل اور کچھ کھجوریں پیش کیں۔[3]

حضرت عروہ رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں میں نے حضرت سعد بن عبادہؓ کو دیکھا کہ وہ اپنے قلعہ پر کھڑے ہوئے یہ اعلان کر رہے ہیں کہ جو چربی یا گوشت کھانا چاہتا ہے وہ سعد بن عبادہؓ کے ہاں آجائے۔ پھر میں نے (ان کے انتقال کے بعد) ان کے بیٹے کو اسی طرح اعلان کرتے ہوئے دیکھا (پھر ان دونوں باپ بیٹے کے انتقال کے بعد) ایک دن میں مدینہ کے راستہ پر جا رہا تھا اس وقت میں نوجوان تھا کہ اتنے میں حضرت عبداللہ بن عمرؓ عالیہ محلہ میں اپنی زمین پر جاتے ہوئے میرے پاس سے گزرے تو انہوں نے مجھ سے فرمایا اے جوان! جاؤ اور دیکھ کر آؤ کہ سعد بن عبادہؓ کے قلعہ پر کیا کوئی آدمی کھانے پر بلانے کے لئے اعلان کر رہا ہے؟ میں نے دیکھ کر انہیں بتایا کہ کوئی نہیں ہے تو انہوں نے فرمایا تم نے سچ کہا (اتنی زیادہ سخاوت تو ان باپ بیٹے کی ہی خصوصیت تھی اب دہ بات نہ رہی)۔[4]

---

[1] اخرجه بن عساکر کذافی الکنز (ج ۷ ص ۴۰)

[2] اخرجه ابن عساکر کذافی الکنز (ج ۵ ص ۶۶)

[3] اخرجه ابن عساکر ایضا من وجه آخر عن انس مطولا بمعناه کما فی الکنز (ج ۵ ص ۶۶)

[4] اخرجه ابن سعد (ج ۳ ص ۱۴۲)

حضرت ابو شعیب انصاریؓ کا کھانا کھلانا

امام بخاری نے روایت کیا ہے کہ حضرت ابو مسعود انصاریؓ فرماتے ہیں۔ انصار میں ایک آدمی تھے جن کو ابو شعیبؓ کہا جاتا تھا۔ ان کا ایک غلام گوشت بنانے کا ماہر تھا انہوں نے اس غلام سے کہا تم میرے لئے کھانا تیار کرو۔ میں حضور ﷺ کو اور مزید چار آدمیوں کو بلانا چاہتا ہوں۔ چنانچہ انہوں نے حضور ﷺ کو مع چار اور آدمیوں کے کھانے کی دعوت دی۔ حضور ﷺ چار آدمیوں کو ساتھ لے کر چلے تو ایک آدمی خود ہی ان حضرات کے پیچھے پیچھے آنے لگا حضور ﷺ نے حضرت ابو شعیبؓ سے فرمایا تم نے ہم پانچ آدمیوں کو دعودت دی تھی یہ آدمی از خود ہمارے پیچھے آرہا ہے اب اگر تم چاہو تو اسے بھی اجازت دے دو ورنہ رہنے دو۔ حضرت ابو شعیبؓ نے کہا نہیں اسے بھی اجازت ہے۔ امام مسلم نے حضرت ابو مسعودؓ سے ایسی ہی روایت نقل کی ہے اور اس میں یہ ہے کہ حضرت ابو شعیبؓ نے حضور ﷺ کو دیکھا تو حضور کے چہرہ مبارک پر بھوک کے آثار محسوس کئے تو اپنے غلام سے کہا تمہارا بھلا ہو تم ہمارے لئے پانچ آدمیوں کا کھانا تیار کرو۔ آگے پچھلی حدیث جیسا مضمون ذکر کیا ہے۔[1]

ایک درزی کا کھانا کھلانا

حضرت انسؓ فرماتے ہیں ایک درزی نے کھانا تیار کر کے حضور ﷺ کو کھانے کے لئے بلایا۔ میں بھی حضور ﷺ کے ساتھ اس دعوت میں چلا گیا تو اس نے حضور ﷺ کے سامنے جو کی روٹی اور شوربا پیش کیا جس میں کدو اور گوشت کی بوٹیاں تھیں میں نے دیکھا کہ حضور ﷺ پیالہ کے کناروں سے کدو تلاش کر رہے تھے۔ اس دن سے مجھے بھی کدو بہت مرغوب ہو گیا ہے۔[2]

حضرت جابر بن عبد اللہؓ کا کھانا کھلانا

حضرت جابرؓ فرماتے ہیں ہم لوگ خندق کھود رہے تھے کہ اتنے میں ایک سخت چٹان ظاہر ہوئی (جو صحابہؓ سے ٹوٹ نہ سکی) صحابہؓ نے حضور ﷺ کی خدمت میں حاضر ہو کر عرض کیا کہ خندق میں ایک سخت چٹان ظاہر ہوئی ہے۔ حضور ﷺ نے فرمایا میں خود اترتا ہوں۔ پھر

---

[1] اخرجه مسلم (ج ۲ ص ۱۷۶)

[2] اخرجه مسلم (ج ۲ ص ۱۸۰) واللفظ له. و البخاری

آپ کھڑے ہوئے تو آپ کے پیٹ مبارک پر (بھوک کی وجہ سے) پتھر بندھا ہوا تھا۔ کیونکہ تین دن سے ہم لوگوں نے کوئی چیز نہیں چکھی تھی۔ پھر آپ نے کدال لے کر اس زور سے اس چٹان پر ماری کہ وہ ریت کے ڈھیر کی طرح ریزہ ریزہ ہو گئی۔ پھر میں نے عرض کیا یا رسول اللہ! مجھے گھر جانے کی اجازت دیں (آپ نے اجازت دے دی) میں نے گھر جا کر اپنی بیوی سے کہا میں نے حضور ﷺ کی شدید بھوک کی ایسی حالت دیکھی ہے کہ جس کے بعد میں رہ نہیں سکا۔ کیا تمہارے پاس کھانے کو کچھ ہے؟ اس نے کہا کچھ جو اور بکری کا ایک بچہ ہے۔ میں نے بکری کا وہ بچہ ذبح کیا اور اس کا گوشت تیار کیا۔ اس نے جو پیس کر اس کا آٹا گوندھا پھر ہم نے گوشت ہانڈی میں ڈال کر چولہے پر چڑھا دیا۔ اتنے میں آٹا بھی خمیر ہو کر روٹی پکنے کے قابل ہو گیا اور ہانڈی بھی چولہے پر پکنے والی ہو گئی۔ پھر میں نے حضور ﷺ کی خدمت میں جا کر عرض کیا میں نے تھوڑا سا کھانا تیار کیا ہے یا رسول اللہ! آپ تشریف لے چلیں اور ایک دو اور آدمی بھی ساتھ ہو جائیں۔ حضور ﷺ نے پوچھا کھانا کتنا ہے؟ میں نے آپ کو بتا دیا۔ آپ نے فرمایا بڑا عمدہ کھانا ہے اور بہت زیادہ ہے اور اپنی بیوی سے کہہ دو کہ جب تک میں آنہ جاؤں نہ وہ ہانڈی چولہے سے اتارے اور نہ روٹی تنور سے نکالے۔ پھر آپ نے صحابہؓ سے فرمایا اٹھو (کھانے کے لئے چلو) چنانچہ مہاجرین اور انصار کھڑے ہو کر حضور ﷺ کے ساتھ چل پڑے۔ میں جب گھر پہنچا تو میں نے بیوی سے کہا تیرا بھلا ہو حضور ﷺ اپنے ساتھ مہاجرین و انصار اور دوسرے حضرات کو لے کر تشریف لا رہے ہیں۔ میری بیوی نے کہا کیا تم سے حضور ﷺ نے پوچھا تھا (کہ کھانا کتنا ہے؟) میں نے کہا ہاں (پھر حضور ﷺ سب کو لا رہے ہیں تو اب وہ ہی سب کے کھانے کا انتظام کریں گے جب حضور ﷺ ان کے گھر پہنچ گئے تو صحابہؓ سے) حضور ﷺ نے فرمایا اندر آجاؤ اور بھیڑ نہ کرو اور حضور ﷺ روٹی کے ٹکڑے کر کے اس پر گوشت رکھ کر صحابہ کو دیتے جاتے۔ حضور ﷺ جب ہانڈی سے گوشت اور تنور سے روٹی لیتے تو انہیں ڈھانک دیتے۔ اسی طرح آپ صحابہؓ کو گوشت ہانڈی سے نکال کر اور روٹی توڑ توڑ کر دیتے رہے یہاں تک کہ سب سیر ہو گئے اور کھانا پھر بھی بچ گیا اور (میری بیوی سے) حضور ﷺ نے فرمایا اب تم بھی کھا لو اور دوسروں کے گھروں میں بھی بھیج دو۔ کیونکہ تمام لوگوں کو بھوک لگی ہوئی ہے[1] امام بیہقیؒ نے دلائل میں حضرت جابرؓ سے یہی حدیث اس سے زیادہ مکمل طور پر نقل کی ہے اس میں مضمون اس طرح سے ہے کہ جب حضور ﷺ کو کھانے کی مقدار کا علم ہوا تو تمام مسلمانوں کو کہا اٹھو اور جابر کے ہاں چلو۔

---

[1] اخرجه البخاری و تفرد به

حضرت جابر کہتے ہیں کہ حضور ﷺ کا یہ اعلان سن کر اللہ ہی جانتا ہے کہ مجھے کتنی شرم آئی اور میں نے دل میں کہا کہ میں نے تو صرف ایک صاع جو اور ایک بکری کے بچے سے کھانے کا انتظام کیا ہے اور حضور ﷺ ہمارے ہاں اتنی ساری مخلوق کو لے کر آرہے ہیں۔ پھر میں نے گھر جا کر بیوی سے کہا آج تو تم رسوا ہو گئی ہو کیونکہ حضور ﷺ تمام خندق والوں کو لے کر آرہے ہیں۔ میری بیوی نے کہا تم سے حضور ﷺ نے پوچھا تھا کہ کھانا کتنا ہے؟ میں نے کہا ہاں۔ میری بیوی نے کہا اب تو اللہ اور اس کے رسول ﷺ ہی جانیں (ہمیں فکر مند ہونے کی ضرورت نہیں) بیوی کی اس بات سے میری بڑی پریشانی دور ہو گئی۔ پھر حضور ﷺ گھر تشریف لے آئے اور آپ نے فرمایا تم کام کرتی رہو اور گوشت میرے حوالے کرو۔ حضور ﷺ روٹی کا ثرید بنا کر اس پر گوشت ڈالتے جاتے اور اسے بھی ڈھانک دیتے اور اسے بھی (یعنی روٹیوں اور گوشت دونوں کو ڈھانک دیتے) آپ اسی طرح لوگوں کے سامنے رکھتے رہے یہاں تک کہ تمام حضرات سیر ہو گئے اور تنور اور ہانڈی اب بھی پورے بھرے ہوئے تھے۔ پھر حضور ﷺ نے میری بیوی سے فرمایا اب تم خود بھی کھاؤ اور دوسرے گھروں میں بھی بھیجو۔ چنانچہ وہ خود بھی کھاتی رہی اور سارا دن گھروں میں بھیجتی رہی ابن ابی شیبۃ نے اس روایت کو اور زیادہ تفصیل سے نقل کیا ہے اور اس کے آخر میں یہ ہے کہ راوی کہتے ہیں کہ حضرت جابر نے مجھے بتایا کہ کھانا کھانے والوں کی تعداد آٹھ سو تھی یا فرمایا تین سو تھی۔[1]

امام بخاری نے ایک اور سند سے اسی طرح کی حدیث حضرت جابرؓ سے نقل کی ہے جس میں یہ ہے کہ حضور ﷺ نے اونچی آواز سے یہ اعلان فرمایا کہ اے خندق والو! جابر نے دعوت کا کھانا تیار کیا ہے لہٰذا تم سب جلدی سے چلو اور حضور ﷺ نے (مجھ سے) فرمایا جب تک میں آنہ جاؤں تم اپنی ہانڈی کو (چولہے سے) نہ اتارنا اور نہ اپنے آٹے کی روٹیاں پکانا شروع کرنا۔ چنانچہ میں (خندق سے) گھر آیا اور (تھوڑی ہی دیر بعد) حضور ﷺ بھی تشریف لے آئے۔ آپ لوگوں سے آگے آگے تشریف لارہے تھے یہاں تک کہ گھر پہنچ کر میں نے بیوی کو بتلایا کہ حضور ﷺ سب خندق والوں کو لا رہے ہیں اس نے مجھے بہت کچھ کہا کہ آج تو تم رسوا ہو جاؤ گے اور سب تمہیں برا کہیں گے (کہ کھانا تو تھوڑا سا ہے اور کھانے والے بہت زیادہ ہیں جب سب کو کھانا نہیں ملے گا تو رسوائی اور شرمندگی ہو گی) میں نے اس سے کہا تم نے جو کہا تھا میں نے ویسے ہی کیا۔ حضور ﷺ کے تشریف لانے پر میری بیوی نے حضور ﷺ کے

[1] كذافي البداية (ج ٤ ص ٩٧)

سامنے آٹا رکھا حضور ﷺ نے اس میں لعاب مبارک ڈالا اور برکت کی دعا فرمائی۔ پھر آپ ہماری ہانڈی کے پاس تشریف لے گئے اور اس میں بھی لعاب مبارک ڈال کر برکت کی دعا فرمائی۔ پھر فرمایا ایک اور روٹی پکانے والی کو بلالو تاکہ وہ تمہارے ساتھ روٹی پکائے اور اپنی ہانڈی سے پیالے بھر بھر کر دیتی جاؤ لیکن اسے چولہے سے مت اتارنا (پچھلی حدیث میں یہ گزرا ہے کہ حضور ﷺ ہانڈی سے گوشت نکال رہے تھے اس لئے بظاہر یہ بھی حضور ﷺ کے ساتھ نکال رہی ہوں گی) یہ کھانے کیلئے آنے والے ایک ہزار تھے۔ میں اللہ کی قسم کھا کر کہتا ہوں کہ یہ حضرات کھانا کھا کر واپس چلے گئے اور کھانا بچا ہوا تھا اور ہماری ہانڈی اسی طرح جوش کھا رہی تھی اور آٹے کی اسی طرح روٹیاں پک رہی تھیں۔[1]

حضرت جابرؓ فرماتے ہیں کہ میری والدہ نے ایک مرتبہ کھانا تیار کیا اور مجھ سے کہا جاؤ حضور ﷺ کو کھانے کے لئے بلالاؤ۔ چنانچہ میں نے حضور ﷺ کی خدمت میں حاضر ہو کر چپکے سے عرض کیا کہ میری والدہ نے کچھ کھانا تیار کیا ہے حضور ﷺ نے صحابہؓ سے فرمایا کھڑے ہو جاؤ۔ چنانچہ آپ کے ساتھ پچاس آدمی کھڑے ہو کر چل پڑے (آپ ہمارے گھر تشریف لے آئے) اور آپ دروازے پر بیٹھ گئے اور مجھ سے فرمایا دس دس کو اندر بھیجتے جاؤ۔ چنانچہ سب نے خوب سیر ہو کر کھانا کھایا اور کھانا جتنا پہلے تھا اتنا ہی بچ گیا۔ (دس کا اس لئے فرمایا کہ اندر اس سے زیادہ کے بیٹھنے کی جگہ نہ ہو گی)۔[2]

حضرت ابو طلحہ انصاریؓ کا کھانا کھلانا

حضرت انسؓ فرماتے ہیں حضرت ابو طلحہؓ نے حضرت ام سلیمؓ سے کہا میں نے حضور ﷺ کی آواز سنی، بہت کمزور ہو رہی تھی اور صاف پتہ چل رہا تھا کہ یہ کمزوری بھوک کی وجہ سے ہے۔ کیا تمہارے پاس کچھ ہے؟ انہوں نے کہا ہاں ہے۔ پھر انہوں نے جو کی چند روٹیاں نکالیں اور اپنی اوڑھنی کے ایک حصہ میں لپیٹ کر میرے کپڑے کے نیچے چھپادیں اور اوڑھنی کا باقی حصہ مجھے اوڑھا دیا۔ پھر مجھے حضور ﷺ کی خدمت میں بھیج دیا۔ میں یہ لے کر حضور ﷺ کی خدمت میں پہنچا۔ میں نے آپ کو مسجد میں بیٹھا ہوا پایا۔ آپ کے پاس اور لوگ بھی بیٹھے ہوئے تھے۔ میں ان لوگوں کے پاس جا کر کھڑا ہو گیا۔ حضور ﷺ نے فرمایا کیا تمہیں ابو طلحہؓ نے بھیجا ہے؟ میں نے کہا جی ہاں۔ آپ نے فرمایا کیا کھانے کے لئے بھیجا ہے؟ میں نے کہا جی

---

[1] واخرجه مسلم (ج ۲ ص ۱۷۸) عن جابر نحوه

[2] اخرجه الطبرانی قال الهیثمی (ج ۸ ص ۳۰۸)

ہاں (یہ تمام باتیں حضور ﷺ کو اللہ تعالیٰ نے بتائی تھیں) آپ نے اپنے پاس بیٹھے ہوئے لوگوں سے فرمایا چلو اٹھو پھر آپ (ان تمام صحابہؓ کو لیکر) چل پڑے۔ میں ان حضرات کے آگے آگے چل رہا تھا۔ میں نے جلدی سے گھر پہنچ کر حضرت ابو طلحہؓ کو بتایا (کہ حضور ﷺ صحابہؓ کو ساتھ لے کر کھانے کے لئے تشریف لا رہے ہیں اور ہمارے پاس انہیں کھلانے کے لئے کچھ نہیں ہے۔ انہوں نے کہا (جب حضور ﷺ کو پتہ ہے کہ ہمارے پاس کتنا کھانا ہے اور پھر اتنے سارے لوگوں کو لے کر آ رہے ہیں تو اب تو) اللہ اور اس کے رسول ﷺ ہی جانیں (ہمیں فکر مند اور پریشان ہونے کی ضرورت نہیں) چنانچہ حضرت ابو طلحہؓ نے آگے بڑھ کر حضور ﷺ کا راستہ ہی میں استقبال کیا۔ پھر حضور ﷺ حضرت ابو طلحہؓ کے ساتھ گھر کے اندر تشریف لے گئے اور فرمایا اے ام سلیم! تمہارے پاس جو کچھ ہے وہ لے آؤ۔ چنانچہ وہ جو کی روٹیاں لے آئیں۔ حضور ﷺ نے ان کے ٹکڑے کرنے کا حکم دیا تو ان کے چھوٹے چھوٹے ٹکڑے کر دیئے گئے۔ پھر حضرت ام سلیم نے ان پر کُپّی سے گھی نچوڑ کر سالن بنا دیا۔ پھر حضور ﷺ اس کھانے پر تھوڑی دیر کچھ پڑھتے رہے (یعنی برکت کی دعا فرمائی) پھر فرمایا دس آدمیوں کو اندر آنے کی اجازت دے دو۔ چنانچہ حضرت ابو طلحہؓ نے دس آدمیوں کو اندر آنے کی اجازت دی۔ جب انہوں نے خوب سیر ہو کر کھالیا اور باہر چلے گئے تو آپ نے فرمایا اب اور دس آدمیوں کو اجازت دے دو۔ انہوں نے دس کو اجازت دے دی۔ جب ان دس آدمیوں نے بھی خوب سیر ہو کر کھالیا اور باہر چلے گئے تو آپ ﷺ نے فرمایا اب اور دس آدمیوں کو اجازت دے دو۔ اس طرح سب نے پیٹ بھر کر کھانا کھالیا۔ ان حضرات کی تعداد ستر یا اسی تھی۔ طبرانی کی ایک روایت میں یہ ہے کہ یہ حضرات سو کے قریب تھے۔[1]

حضرت اشعث بن قیس کندیؓ کا کھانا کھلانا

حضرت قیس بن ابی حازم رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں جب حضرت اشعثؓ (حضور ﷺ کی وفات کے بعد مرتد ہو گئے تھے اور بعد میں پھر مسلمان ہو گئے تھے اور ان) کو قید کر کے حضرت ابو بکرؓ کے پاس لایا گیا تو انہوں نے ان کی بیڑیاں کھول دیں (اور انہیں اسلام لے آنے کی وجہ سے آزاد کر دیا) اور اپنی بہن سے ان کی شادی کر دی۔ یہ اپنی تلوار سونت کر اونٹوں کے

---

[1] اخرجه مسلم (ج ۲ ص ۱۷۸) واخرجه ایضا البخاری عن انس بنحوه كما فی البدایة (ج ۹ ص ۱۰۵) والامام احمد و ابو یعلی و البغوی كما بسط طرق احادیثهم و الفاظهم فی البدایة و اخرجه الطبرانی ایضا كما فی المجمع (ج ۸ ص ۳۰۶) وقال رواه ابو یعلی و الطبرانی وزادهم زهاء مائة ورجالهما رجال الصحيح

بازار میں داخل ہو گئے اور جس اونٹ یا اونٹنی پر نظر پڑتی اس کی کونچیں کاٹ ڈالتے۔ لوگوں نے شور مچادیا کہ اشعث تو کافر ہو گیا۔ جب یہ فارغ ہوئے تو اپنی تلوار پھینک کر فرمایا اللہ کی قسم! میں نے کفر اختیار نہیں کیا لیکن اس شخص نے یعنی حضرت ابو بکرؓ نے اپنی بہن سے میری شادی کی ہے۔ اگر ہم اپنے علاقہ میں ہوتے تو ہمارا ولیمہ کچھ اور طرح کا ہوتا یعنی بہت اچھا ہوتا۔ اے مدینہ والو! تم ان تمام اونٹوں کو ذبح کر کے کھالو اور اے اونٹوں والو! آؤ اور اپنے اونٹوں کی قیمت لے لو۔[1]

حضرت ابو برزہؓ کا کھانا کھلانا

حضرت حسین بن حکیم رحمۃ اللہ علیہ اپنی والدہ سے نقل کرتے ہیں کہ حضرت ابو برزہؓ کے ہاں صبح و شام ثرید کا ایک بڑا پیالہ بیواؤں، یتیموں اور مسکینوں کے لئے تیار کیا جاتا تھا۔[2]

مدینہ طیبہ میں آنے والے مہمانوں کی مہمانی کا بیان

حضرت طلحہ بن عمروؓ فرماتے ہیں جب بھی کوئی آدمی مدینہ منورہ حضور ﷺ کی خدمت میں آتا اور مدینہ میں اس کا کوئی جاننے والا ہوتا تو وہ اس کا مہمان بن جاتا اور اگر کوئی جاننے والا نہ ہوتا تو وہ حضرات اہل صفہ کے ساتھ ٹھہر جاتا۔ چنانچہ میں بھی صفہ میں ٹھہرا ہوا تھا اور میں نے وہاں ایک آدمی کے ساتھ جوڑی بنالی۔ حضور ﷺ کی طرف سے روزانہ دو آدمیوں کو ایک مد یعنی چودہ چھٹانک کھجوریں ملا کرتی تھیں (اس طرح فی کس سات چھٹانک کھجوریں ملا کرتیں) ایک دن حضور ﷺ نے نماز سے سلام پھیرا۔ تو ہم اہل صفہ میں سے ایک آدمی نے پکار کر کہا یا رسول اللہ! ان کھجوروں نے ہمارے پیٹ جلا ڈالے اور ہماری چادریں پھٹ گئیں۔ یہ سن کر حضور ﷺ منبر کی طرف چلے اور اس پر چڑھ کر اللہ کی حمد و ثناء بیان کی۔ پھر آپ کو اپنی قوم قریش کی طرف سے جو تکلیفیں اٹھانی پڑیں ان کا تذکرہ فرمایا۔ پھر آپ نے یہ بھی فرمایا کہ ایک مرتبہ مجھ پر اور میرے ساتھی پر دس سے زیادہ راتیں ایسی گزریں کہ ہمارے پاس پیلو کے پھل کے علاوہ کھانے کو کچھ نہیں تھا۔ پھر ہم ہجرت کر کے اپنے انصاری بھائیوں کے پاس آئے۔ ان کے ہاں عام غذا کھجور ہے اور وہی زیادہ کھائی جاتی ہے۔ چنانچہ یہ کھجوریں کھلا کر ہی ہمارے ساتھ غم خواری کا معاملہ کرتے ہیں۔ اللہ کی قسم! اگر میرے پاس روٹی اور

---

[1] اخرجه الطبراني كذافي الا صابة (ج ۱ ص ۵۱) والمجمع (ج ۹ ص ۴۱۵) قال الهيثمي رجاله رجال الصحيح غير عبدالمومن بن علي وهو ثقة [2] اخرجه ابن سعد (ج ۴ ص ۳۵)

گوشت ہوتا تو میں تمہیں ضرور کھلاتا (آج تم تنگی سے گزارا کر رہے ہو) لیکن ایک زمانہ ایسا آئے گا کہ تم کعبہ کے پردوں جیسے قیمتی کپڑے پہنو گے اور صبح اور شام تمہارے سامنے کھانے کے بڑے بڑے پیالے لائے جائیں گے۔[1]

حضرت فضالہ لیثیؓ فرماتے ہیں ہم حضور ﷺ کی خدمت میں (مدینہ منورہ) حاضر ہوئے وہاں کا دستور یہ تھا کہ جس آنے والے کا وہاں کوئی جاننے والا ہوتا وہ اس کا مہمان بن جاتا اور اس کے ہاں ٹھہر جاتا اور جس کا کوئی جاننے والا نہ ہوتا تو وہ صفہ میں ٹھہر جاتا۔ چونکہ میرا کوئی جاننے والا نہیں تھا اس لئے میں صفہ میں ٹھہر گیا (صفہ میں اور حضرات مہاجرین بھی تھے) ایک دفعہ جمعہ کے دن ایک آدمی نے پکار کر کہا یا رسول اللہ! کھجوروں نے ہمارے پیٹ جلا ڈالے۔ حضور ﷺ نے فرمایا عنقریب ایسا زمانہ آئے گا کہ تم میں سے جو زندہ رہا اس کے سامنے صبح اور شام کھانے کے بڑے بڑے پیالے لائے جائیں گے اور جیسے کعبہ پر پردے ڈالے جاتے ہیں ایسے قیمتی کپڑے تم پہنو گے۔[2]

حضرت سلمہ بن اکوعؓ فرماتے ہیں حضور ﷺ اپنے صحابہؓ کو نماز پڑھاتے اور نماز سے فارغ ہو کر اپنے صحابہؓ سے فرماتے ہر آدمی کے پاس جتنے کھانے کا انتظام ہے اتنے مہمان اپنے ساتھ لے جائے۔ چنانچہ کوئی آدمی ایک مہمان لے جاتا کوئی دو اور کوئی تین اور جتنے مہمان بچ جاتے ان کو حضور ﷺ اپنے ساتھ لے جاتے۔[3]

حضرت محمد بن سیرین رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں جب شام ہو جاتی تو حضور ﷺ اصحاب صفہ کو اپنے صحابہؓ میں تقسیم فرما دیتے۔ کوئی ایک آدمی لے جاتا کوئی دو اور کوئی تین۔ یہاں تک کہ کوئی آدمی دس مہمان لے جاتا اور حضرت سعد بن عبادہؓ ہر رات اپنے گھر اسی مہمان لے جاتے اور انہیں کھانا کھلاتے۔[4]

حضرت ابو ہریرہؓ فرماتے ہیں ایک مرتبہ حضور ﷺ کا میرے پاس سے گزر ہوا آپ نے فرمایا اے ابو ہریرہ! میں نے عرض کیا لبیک یا رسول اللہ! آپ نے فرمایا جاؤ اہل صفہ کو بلا لاؤ۔

۱۔ اخرجه ابو نعیم فی الحلیة (ج ۱ ص ۳۷۴) واخرجه ایضا الطبرانی و البزار بنحوه قال الهیثمی (ج ۱۰ ص ۳۲۳) رجال البزار رجال الصحیح غیر محمد بن عثمان العقیلی و هو ثقة انتهی و اخرجه ابن جریر کما فی الکنز (ج ۴ ص ۴۱) و احمد و الحاکم و ابن حبان کما فی الاصابة (ج ۲ ص ۲۳۱)

۲۔ اخرجه الطبرانی وفیه المقدام بن داؤد و هو ضعیف وقد وثق و بقیة رجاله ثقات کما قال الهیثمی (ج ۱۰ ص ۳۲۳)

۳۔ اخرجه ابو نعیم فی الحلیة (ج ۱ ص ۳۴۱) واخرجه ایضا ابن ابی الدنیا و ابن عساکر نحوه مختصرا کما فی منتخب الکنز (ج ۵ ص ۱۹۰)

۴۔ اخرجه ابو نعیم فی الحلیة (ج ۱ ص ۳۳۸) صحیح متفق علیه.

اہل صفہ اسلام کے مہمان تھے نہ ان کے اہل و عیال تھے اور نہ ان کے پاس مال تھا۔ جب حضور ﷺ کے پاس صدقہ آتا تو وہ سارا ان کے پاس بھیج دیتے اور اس میں سے خود کچھ بھی استعمال نہ فرماتے اور جب آپ کے پاس ہدیہ آتا تو اسے خود بھی استعمال فرماتے اور ان کو بھی اس میں اپنے ساتھ شریک فرمالیتے اور ہدیہ میں سے کچھ ان کے پاس بھی بھیج دیتے۔[1]

حضرت ابو ذرؓ فرماتے ہیں میں اہل صفہ میں سے تھا جب شام ہوتی تو ہم لوگ حضور ﷺ کے دروازے پر حاضر ہو جاتے۔ آپ صحابہ کرامؓ کو فرماتے تو ہر آدمی اپنے ساتھ ہم میں سے ایک آدمی اپنے گھر لے جاتا۔ آخر میں اہل صفہ میں سے دس یا کم و بیش آدمی بچ جاتے۔ پھر حضور ﷺ کا رات کا کھانا آتا تو ہم (باقی بچ جانے والے) حضور ﷺ کے ساتھ کھانا کھاتے جب ہم کھانے سے فارغ ہو جاتے تو حضور ﷺ فرماتے جاؤ مسجد (نبوی) میں سو جاؤ۔ ایک دن حضور ﷺ میرے پاس سے گزرے۔ میں چہرے کے بل سو رہا تھا آپ نے مجھے پاؤں سے ٹھوکر مار کر فرمایا اے جندب! یہ کیسے لیٹے ہو؟ اس طرح تو شیطان لیٹتا ہے۔[2]

حضرت طخفہ بن قیسؓ فرماتے ہیں ایک مرتبہ حضور ﷺ نے اپنے صحابہؓ سے (اہل صفہ کو اپنے ساتھ لے جانے کے بارے میں) فرمایا کوئی ایک آدمی لے گیا اور کوئی دو۔ آخر میں ہم پانچ آدمی بچ گئے۔ میرے علاوہ چار آدمی اور تھے حضور ﷺ نے ہم سے فرمایا چلو۔ چنانچہ ہم حضور ﷺ کے ساتھ حضرت عائشہؓ کے ہاں گئے۔ حضور ﷺ نے فرمایا اے عائشہ! ہمیں کھلاؤ اور پلاؤ تو حضرت عائشہؓ گندم کا گوشت والا دلیا لے آئیں ہم نے وہ کھا لیا تو پھر کھجور کا حلوہ لے آئیں جس کا رنگ فاختہ جیسا تھا ہم نے وہ بھی کھا لیا تو آپ نے فرمایا اے عائشہ! ہمیں کچھ پلاؤ تو حضرت عائشہؓ دودھ کا ایک چھوٹا پیالہ لے آئیں۔ ہم نے وہ دودھ بھی پی لیا۔ پھر حضور ﷺ نے فرمایا اگر تم چاہو تو یہاں ہی رات گزار لو اور اگر چاہو تو مسجد میں چلے جاؤ۔ ہم نے کہا ہم مسجد جانا چاہتے ہیں (چنانچہ ہم لوگ مسجد جا کر سو گئے) میں مسجد میں پیٹ کے بل لیٹا ہوا تھا کہ ایک آدمی نے مجھے پاؤں سے ہلایا اور کہا کہ اس طرح لیٹنا تو اللہ کو پسند نہیں ہے۔ میں نے دیکھا تو وہ حضور ﷺ تھے۔

حضرت جہجاہ غفاریؓ فرماتے ہیں میں اپنی قوم کے چند لوگوں کے ساتھ (مدینہ منورہ) آیا ہمارا ارادہ اسلام لانے کا تھا۔ ہم لوگوں نے مغرب کی نماز حضور ﷺ کے ساتھ پڑھی۔ سلام پھیرنے کے بعد آپ نے فرمایا ہر آدمی اپنے ساتھ بیٹھنے والے کا ہاتھ پکڑ لے (اور اسے اپنے گھر کھانے کے لئے لے جائے۔ چنانچہ تمام لوگوں کو صحابہؓ لے گئے) اور مسجد میں میرے اور

---

[1] اخرجه ایضا (ج ۱ ص ۳۵۲)
[2] اخرجه ابو نعیم ایضا (ج ۱ ص ۳۴۷)

حضور ﷺ کے علاوہ اور کوئی نہ بچا۔ چونکہ میں لمبا تڑنگا آدمی تھا اس لئے مجھے کوئی نہ لے گیا اور حضور ﷺ مجھے اپنے گھر لے گئے۔ پھر حضور ﷺ میرے لئے ایک بکری کا دودھ نکال کر لائے میں وہ دودھ سارا پی گیا۔ یہاں تک کہ حضور ﷺ سات بکریوں کا دودھ نکال کر لائے اور میں وہ سارا پی گیا۔ پھر حضور ﷺ پتھر کی ایک ہنڈیا میں سالن لائے میں وہ بھی سارا کھا گیا۔ یہ دیکھ کر حضرت ام ایمنؓ نے کہا (یہ آدمی تو سب کچھ کھا پی گیا۔ حضور ﷺ بھوکے رہ گئے اس لئے) جو آج رات حضور ﷺ کے بھوکا رہ جانے کا ذریعہ بنا ہے اللہ اسے بھوکا رکھے۔ حضور ﷺ نے فرمایا اے ام ایمن! خاموش رہو۔ اس نے اپنی روزی کھائی ہے اور ہماری روزی اللہ کے ذمہ ہے۔ صبح کو حضور ﷺ کے صحابہؓ اور یہ باہر سے آئے ہوئے مہمان سب اکٹھے ہوگئے اور ہر مہمان کے پاس رات جو کھانا لایا گیا وہ بتانے لگا۔ میں نے کہا مجھے سات بکریوں کا دودھ لا کر دیا گیا میں وہ سارا پی گیا۔ پھر ایک ہنڈیا میں سالن لایا گیا میں وہ بھی سارا کھا گیا۔ ان سب نے پھر حضور ﷺ کے ساتھ مغرب کی نماز پڑھی (نماز کے بعد) پھر حضور ﷺ نے فرمایا ہر آدمی اپنے ساتھ بیٹھنے والے کا ہاتھ پکڑ لے (اور اپنے گھر لے جا کر کھانا کھلا دے) آج بھی مسجد میں میرے اور حضور ﷺ کے علاوہ اور کوئی نہ بچا۔ میں لمبا تڑنگا آدمی تھا اس لئے مجھے کوئی نہ لے گیا۔ چنانچہ حضور ﷺ مجھے لے گئے اور مجھے ایک بکری کا دودھ نکال کر دیا۔ آج میں اسی سے سیراب ہو گیا اور میرا پیٹ بھر گیا۔ یہ دیکھ کر حضرت ام ایمن نے کہا یا رسول اللہ! کیا یہ ہمارا کل والا مہمان نہیں ہے؟ آپ نے فرمایا ہاں وہی ہے لیکن آج رات اس نے مومن کی آنت میں کھایا ہے اور اس سے پہلے یہ کافر کی آنت میں کھاتا تھا۔ کافر سات آنتوں میں کھاتا ہے اور مومن ایک آنت میں کھاتا ہے (یعنی مومن کو زیادہ کھانے پینے کا فکر اور شوق نہیں ہوتا اور کافر کو ہوتا ہے۔[1]

حضرت واثلہ بن اسقعؓ فرماتے ہیں ہم اہل صفہ میں تھے۔ رمضان کا مہینہ آگیا ہم نے روزے رکھنے شروع کر دیئے۔ جب ہم افطار کر لیتے تو جن لوگوں نے حضور ﷺ سے بیعت کی ہوئی تھی وہ لوگ آتے اور ان میں سے ہر آدمی ہم میں سے ایک آدمی کو اپنے ساتھ لے جاتا اور اسے رات کا کھانا کھلاتا۔ ایک رات ہمیں لینے کوئی نہ آیا پھر صبح ہو گئی۔ پھر اگلی رات آگئی اور ہمیں لینے کوئی نہ آیا۔ پھر ہم لوگ حضور ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور اپنی حالت

---

[1] اخرجه الطبرانی و ابو نعیم و کذافی الکنز (ج ۱ ص ۹۳) واخرجه ایضا ابن ابی شیبة نحوه کما فی الا صابة (ج ۱ ص ۳۵۳) و البزار و ابو یعلی کما فی المجمع (ج ۵ ص ۳۱) وقال فیه موسی ابن عبیدة الربذی و هو ضعیف .

حضور ﷺ کو بتائی حضور ﷺ نے اپنی ازواج مطہرات میں سے ہر ایک کے پاس آدمی بھیجا کہ ان سے پوچھ کر آئے کہ ان کے پاس کچھ ہے؟ تو ان میں سے ہر ایک نے قسم کھا کر یہی جواب بھیجا کہ اس کے گھر میں ایسی کوئی چیز نہیں ہے جسے کوئی جاندار کھا سکے۔ حضور ﷺ نے ان اصحاب صفہ سے فرمایا تم سب جمع ہو جاؤ۔ جب وہ لوگ جمع ہو گئے تو حضور ﷺ نے ان کے لئے یہ دعا فرمائی اے اللہ! میں تجھ سے تیرا فضل اور تیری رحمت مانگتا ہوں۔ اس لئے کہ تیری رحمت تیرے ہی قبضہ میں ہے تیرے علاوہ کوئی اور اس کا مالک نہیں ہے۔ ابھی آپ نے یہ دعا مانگی ہی تھی کہ ایک آدمی نے اندر آنے کی اجازت مانگی (آپ نے اسے اجازت دی) تو وہ ایک بھنی ہوئی بکری اور روٹیاں لے کر آیا۔ حضور ﷺ کے فرمانے پر وہ بکری ہمارے سامنے رکھ دی گئی۔ ہم نے اس میں سے کھایا اور خوب سیر ہو گئے تو حضور ﷺ نے ہم سے فرمایا ہم نے اللہ سے اس کا فضل اور اس کی رحمت مانگی تھی تو یہ کھانا اللہ کا فضل ہے اور اللہ نے اپنی رحمت ہمارے لئے ذخیرہ کر کے (آخرت کے لئے) رکھ لی ہے۔[1]

حضرت عبدالرحمٰن بن ابی بکرؓ فرماتے ہیں اصحابہ صفہ غریب فقیر لوگ تھے۔ حضور ﷺ نے ایک مرتبہ اعلان فرمایا جس کے پاس دو آدمیوں کا کھانا ہے تو وہ (اصحاب صفہ میں سے) تیسرے کو لے جائے اور جس کے پاس چار آدمیوں کا کھانا ہے وہ پانچویں یا چھٹے کو لے جائے۔ چنانچہ حضور ﷺ خود دس آدمیوں کو لے گئے اور (میرے والد) حضرت ابو بکرؓ تین آدمی گھر لے آئے اور گھر میں خود میں تھا اور میرے والد اور والدہ تھیں۔ راوی کہتے ہیں مجھے یہ معلوم نہیں ہے کہ یہ بھی کہا تھا کہ اور میری بیوی تھی اور مزید ایک خادم تھا جو ہمارے اور حضرت ابو بکرؓ دونوں کے گھروں میں کام کرتا تھا (گھر کے افراد کل چار یا پانچ تھے۔ حضور ﷺ نے تو فرمایا تھا کہ چار ہوں تو ایک یا دو لے جانا لیکن حضرت ابو بکرؓ شوق میں تین آدمی لے آئے) خود حضرت ابو بکرؓ نے حضور ﷺ کے ہاں رات کا کھانا کھایا اور پھر عشاء تک وہاں ہی ٹھہرے رہے۔ پھر نماز عشاء کے بعد اور ٹھہر گئے یہاں تک کہ حضور ﷺ نے کھالیا۔ رات کا کافی حصہ گزرنے کے بعد حضرت ابو بکرؓ گھر آئے (وہ سمجھے کہ مہمانوں نے کھانا کھالیا ہوگا) ان کی بیوی نے ان سے کہا آپ اپنے مہمانوں کے پاس کیوں نہیں آئے؟ حضرت ابو بکرؓ نے کہا کیا تم نے ان مہمانوں کو کھانا نہیں کھلایا؟ انہوں نے کہا ہم نے تو ان سے کہا تھا کہ کھانا کھالو لیکن انہوں نے انکار کر دیا اور کہا کہ جب ابو بکرؓ آئیں گے تب کھائیں گے۔ ہم نے بہت زور لگایا لیکن بالکل نہ مانے اور ہم پر غالب آگئے۔ میں یہ سن کر اندر جا کر چھپ گیا۔ (کہ مجھ پر ناراض

[1] اخرجه البيهقي كذافي البداية (ج ٦ ص ١٢٠)

ہوں گے) حضرت ابو بکرؓ نے مجھے ناراض ہوتے ہوئے کہا او بیوقوف! (تم نے ان کو کھانا کیوں نہیں کھلایا؟) اور مجھے خوب برا بھلا کہا (پھر حضرت ابو بکرؓ نے غصہ میں قسم کھالی کہ وہ کھانا نہیں کھائیں گے) اور حضرت ابو بکرؓ نے مہمانوں سے کہا تم کھانا کھاؤ میں یہ کھانا کبھی نہیں کھاؤں گا (اس پر مہمانوں نے بھی قسم کھالی کہ اگر ابو بکرؓ نہیں کھائیں گے تو وہ بھی نہیں کھائیں گے۔ آخر حضرت ابو بکرؓ کا غصہ ٹھنڈا ہوا۔ انہوں نے اپنی قسم توڑی اور مہمانوں کے ساتھ کھانا شروع کر دیا اس پر) حضرت عبدالرحمٰنؓ کہتے ہیں ہم کھانا کھا رہے تھے۔ اللہ کی قسم! ہم جو لقمہ بھی اٹھاتے اس کے نیچے کھانا اس سے بھی زیادہ بڑھ جاتا یہاں تک کہ سب مہمان سیر ہو گئے اور کھانا پہلے سے بھی زیادہ ہو گیا۔ حضرت ابو بکرؓ نے جب دیکھا کہ کھانا پہلے سے بھی زیادہ ہو گیا ہے تو اپنی بیوی سے کہا اے قبیلہ بنو فراس والی خاتون! (دیکھو یہ کیا ہو رہا ہے) بیوی نے کہا کوئی بات نہیں میری آنکھوں کی ٹھنڈک کی قسم! یہ کھانا تو پہلے سے تین گنا ہو گیا ہے۔ پھر حضرت ابو بکرؓ نے بھی وہ کھانا کھایا اور کہا میری (نہ کھانے کی) قسم تو شیطان کی طرف سے تھی۔ پھر انہوں نے اس میں سے ایک لقمہ اور کھایا پھر وہ اٹھا کر یہ کھانا حضور ﷺ کی خدمت میں لے گئے۔ ہم مسلمانوں کا ایک قوم سے معاہدہ ہوا تھا جس کی مدت ختم ہو گئی تھی۔ اس وجہ سے ہم مسلمانوں نے ان کی طرف بھیجنے کے لئے ایک لشکر تیار کیا تھا جس میں بارہ آدمیوں کو ذمہ دار بنا کر ہر ایک کے ساتھ بہت سے مسلمان کر دیئے تھے۔ ذمہ داروں کی تعداد تو معلوم ہے کہ بارہ تھے لیکن ہر ایک کے ساتھ کتنے مسلمان تھے؟ یہ تعداد اللہ ہی جانتے ہیں۔ بہر حال اس سارے لشکر نے اس کھانے میں سے کھایا تھا۔ بعض راویوں نے بارہ ذمہ دار بنانے کے بجائے بارہ جماعتیں بنانے کا تذکرہ کیا ہے۔[1]

حضرت یحییٰ بن عبدالعزیز رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں ایک سال حضرت سعد بن عبادہؓ غزوہ میں جاتے اور ایک سال ان کے بیٹے حضرت قیسؓ جاتے۔ چنانچہ ایک مرتبہ حضرت سعد مسلمانوں کے ہمراہ غزوہ میں گئے ہوئے تھے ان کے پیچھے مدینہ میں حضور ﷺ کے پاس بہت سے مسلمان مہمان آگئے۔ حضرت سعد کو وہاں لشکر میں یہ بات معلوم ہوئی تو انہوں نے کہا اگر قیس میرا بیٹا ہوا تو وہ (میرے غلام نسطاس سے) کہے گا اے نسطاس! چابیاں لاؤ تاکہ میں حضور ﷺ کے لئے ان کی ضرورت کی چیزیں (اپنے والد کے گودام میں سے) نکال لوں۔ اس پر نسطاس کہے گا اپنے والد کی طرف سے اجازت کی کوئی تحریر لاؤ تو میرا بیٹا قیس مار

---

[1] اخرجه البخاری و قد رواه فی مواضع اخر من صحیحه و رواه مسلم کذا فی البدایة (ج ٦ ص ١١٢)

کر اس کی ناک توڑ دے گا اور اس سے زبردستی چابیاں لے کر حضور ﷺ کی ضرورت کا سامان نکال لے گا۔ چنانچہ پیچھے مدینہ میں ایسے ہی ہوا اور حضرت قیس نے حضور ﷺ کو سو وسق (تقریباً پانچ سو پچیس من) لا کر دیئے۔[1]

حضرت میمونہ بنت الحارثؓ فرماتی ہیں ایک سال قحط پڑا تو دیہاتی لوگ مدینہ منورہ آنے لگے۔ حضور ﷺ کے فرمانے پر ہر صحابی ان میں سے ایک آدمی کا ہاتھ پکڑ کر لے جاتا اور اسے اپنا مہمان بنا لیتا اور اسے رات کا کھانا کھلاتا۔ چنانچہ ایک رات ایک دیہاتی آیا (اسے حضور ﷺ اپنے ہاں لے آئے) حضور ﷺ کے پاس تھوڑا سا کھانا اور کچھ دودھ تھا۔ وہ دیہاتی یہ سب کچھ کھا پی گیا اور اس نے حضور ﷺ کے لئے کچھ نہ چھوڑا۔ حضور ﷺ ایک یا دو راتیں اور اس کو ساتھ لاتے رہے اور وہ ہر روز سب کچھ کھا جاتا۔ اس پر میں نے حضور ﷺ سے عرض کیا اے اللہ! اس دیہاتی میں برکت نہ کر کیونکہ یہ حضور ﷺ کا سارا کھانا کھا جاتا ہے اور حضور ﷺ کے لئے کچھ نہیں چھوڑتا پھر وہ مسلمان ہو گیا اور اسے پھر حضور ﷺ ایک رات ساتھ لے کر آئے اس رات اس نے تھوڑا سا کھانا کھایا۔ میں نے حضور ﷺ سے عرض کیا یہ وہی آدمی ہے؟ (جو پہلے سارا کھانا کھا لیا کرتا تھا) حضور ﷺ نے فرمایا (ہاں یہ وہی ہے لیکن پہلے کافر تھا اب مسلمان ہو گیا ہے) کافر سات آنتوں میں کھاتا ہے اور مومن ایک آنت میں کھاتا ہے۔[2]

حضرت اسلم رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں جب (حضرت عمرؓ کے زمانہ خلافت میں) سخت قحط پڑا جسے عام الرمادہ کہا جاتا ہے (رمادہ کے معنی ہلاکت ہیں یا راکھ۔ یعنی ہلاکت کا سال یا وہ سال جس میں لوگوں کے رنگ قحط کی وجہ سے راکھ جیسے ہو گئے تھے) تو ہر طرف سے عرب کھچ کر مدینہ منورہ آگئے۔ حضرت عمرؓ نے کچھ لوگوں کو ان کے انتظام اور ان میں کھانا اور سالن تقسیم کرنے کیلئے مقرر کیا۔ ان لوگوں میں حضرت یزید بن اخت نمر، حضرت مسور بن مخرمہ حضرت عبدالرحمٰن بن عبد قاری اور حضرت عبداللہ بن عتبہ بن مسعودؓ تھے۔ شام کو یہ حضرات حضرت عمرؓ کے پاس جمع ہوتے اور دن بھر کی ساری کارگزاری سناتے۔ ان میں سے ہر ایک آدمی مدینہ کے ایک کنارے پر مقرر تھا اور یہ دیہاتی لوگ ثنیۃ الوداع کے شروع سے لے کر راتج قلعہ، بنو حارثہ بنو عبدالاشہل بقیع اور بنو قریظہ تک ٹھہرے ہوئے تھے اور ان میں

---

[1] اخرجه الدارقطني في كتاب الاسخياء كذافي الاصابة (ج ٣ ص ٥٥٣)

[2] اخرجه الطبراني قال الهيثمي (ج ٥ ص ٣٣) رواه الطبراني بتمامه وروى احمد آخره ورجال الطبراني رجال الصحيح انتهى.

سے کچھ بنو سلمہ کے علاقہ میں بھی ٹھہرے ہوئے تھے بہر حال یہ لوگ مدینہ منورہ کے باہر چاروں طرف ٹھہرے ہوئے تھے۔ ایک رات جب یہ دیہاتی لوگ حضرت عمرؓ کے ہاں کھانا کھا چکے تو میں نے حضرت عمرؓ کو یہ فرماتے ہوئے سنا کہ ہمارے ہاں جو رات کا کھانا کھاتے ہیں ان کی گنتی کرو۔ چنانچہ اگلی رات گنتی کی تو ان کی تعداد سات ہزار تھی۔ پھر حضرت عمرؓ نے فرمایا وہ گھرانے جو یہاں نہیں آتے ہیں ان کی لور بیماروں اور بچوں کی بھی گنتی کرو۔ ان کو گنا تو ان کی تعداد چالیس ہزار تھی۔ پھر چند راتیں اور گزریں تو لوگ اور زیادہ ہو گئے تو حضرت عمرؓ کے فرمانے پر دوبارہ گنا تو جن لوگوں نے حضرت عمرؓ کے ہاں رات کا کھانا کھایا تھا وہ دس ہزار تھے اور دوسرے لوگ پچاس ہزار تھے۔ یہ سلسلہ یونہی چلتا رہا یہاں تک کہ اللہ تعالیٰ نے بارش بھیج دی اور قحط دور فرمادیا۔ جب خوب بارش ہو گئی تو میں نے دیکھا کہ حضرت عمرؓ نے ان انتظامی لوگوں میں سے ہر ایک کی قوم کے ذمہ یہ کام لگایا کہ ان آنے والے لوگوں میں سے جو ان کے علاقے میں ٹھہرے ہوئے ہیں ان کو ان کے دیہات کی طرف واپس بھیج دیں اور انہیں زادراہ اور دیہات تک جانے کے لئے سواریاں بھی دیں اور میں نے دیکھا کہ خود حضرت عمرؓ بھی انہیں بھیجنے میں لگے ہوئے تھے۔ ان قحط زدہ لوگوں میں موتیں بھی بہت ہوئی تھیں۔ میرے خیال میں ان میں سے دو تہائی لوگ مر گئے ہوں گے اور ایک تہائی بچے ہوں گے۔ حضرت عمرؓ کی بہت ساری دیگیں تھیں پکانے والے لوگ صبح تہجد میں اٹھ کر ان دیگوں میں کر کور (ایک قسم کا دلیا) پکاتے پھر صبح یہ دلیہ بیماروں کو کھلا دیتے۔ پھر آٹے میں گھی ملا کر ایک قسم کا کھانا پکاتے۔ حضرت عمرؓ کے کہنے پر بڑی بڑی دیگوں میں تیل ڈال کر آگ پر اتنا جوش دیا جاتا کہ تیل کی گرمی اور تیزی چلی جاتی۔ پھر روٹی کا ثرید بنا کر اس میں یہ تیل بطور سالن کے ڈال دیا جاتا (چونکہ عرب تیل استعمال کرنے کے عادی نہیں تھے) اس لئے تیل استعمال کرنے سے ان کو بخار ہو جاتا تھا۔ قحط سالی کے تمام عرصے میں حضرت عمرؓ نے نہ اپنے کسی بیٹے کے ہاں کھانا کھایا اور نہ اپنی کسی بیوی کے ہاں بلکہ ان قحط زدہ لوگوں کے ساتھ ہی رات کا کھانا کھاتے رہے۔ یہاں تک کہ اللہ تعالیٰ نے (بارش بھیج کر) انسانوں کو زندگی عطا فرمائی۔[1]

حضرت فراس دیلمی رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں حضرت عمرو بن عاصؓ نے مصر سے جو لونٹ بھیجے تھے ان میں سے حضرت عمرؓ روزانہ بیس لونٹ ذبح کر کے اپنے دستر خوان پر (لوگوں کو)

---

[1] اخرجه ابن سعد (ج ۳ ص ۳۱۶)

[2] اخرجه ابن سعد كذافي منتخب الكنز (ج ٤ ص ٣٨٧)

کھلاتے تھے۔ [1]

حضرت اسلم رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں حضرت عمر بن خطابؓ ایک رات گشت کر رہے تھے تو وہ ایک عورت کے پاس سے گزرے جو اپنے گھر کے درمیان میں بیٹھی ہوئی تھی اور اس کے ارد گرد بچے رو رہے تھے اور ایک دیگچی پانی سے بھر کر آگ پر رکھی ہوئی تھی حضرت عمرؓ نے دروازے کے قریب آکر کہا اے اللہ کی بندی! یہ بچے کیوں رو رہے ہیں؟ اس عورت نے کہا بھوک کی وجہ سے رو رہے ہیں۔ حضرت عمرؓ نے کہا یہ دیگچی آگ پر کیسے رکھی ہوئی ہے؟ اس عورت نے کہا بچوں کو بہلانے کے لئے پانی بھر کر رکھی ہوئی ہے تاکہ بچے سو جائیں اور میں نے بچوں کو کہہ رکھا ہے کہ اس میں کچھ ہے۔ یہ سن کر حضرت عمرؓ رونے لگے۔ پھر جس گھر میں صدقے کا مال رکھا ہوا تھا وہاں آئے اور ایک بورا لے کر اس میں کچھ آٹا، چربی، گھی، کھجوریں، کچھ کپڑے اور درہم ڈالے یہاں تک کہ وہ بورا بھر گیا پھر کہا اے اسلم! یہ بورا اٹھا کر میرے اوپر رکھ دو۔ میں نے کہا اے امیر المومنین! آپ کی جگہ میں اٹھا لیتا ہوں۔ حضرت عمرؓ نے مجھ سے کہا اے اسلم! تیری ماں مرے! میں ہی اسے اٹھاؤں گا کیونکہ آخرت میں ان کے بارے میں مجھ سے ہی پوچھا جائے گا۔ چنانچہ حضرت عمرؓ خود ہی اسے اٹھا کر اس عورت کے گھر لائے اور دیگچی لے کر اس میں آٹا اور چربی اور کھجوریں ڈالیں پھر (آگ پر اسے رکھ کر) خود ہی اسے اپنے ہاتھ سے ہلانے لگ گئے اور دیگچی کے نیچے (آگ کو) پھونک مارنے لگ گئے۔ میں کتنی دیر دیکھتا رہا کہ دھواں حضرت عمرؓ کی داڑھی کے درمیان سے نکل رہا ہے یہاں تک کہ ان کے لئے کھانا پک گیا۔ پھر اپنے ہاتھ سے کھانا ڈال کر ان بچوں کو کھلانے لگے۔ یہاں تک کہ بچوں کا پیٹ بھر گیا۔ پھر گھر سے باہر آکر گھٹنوں کے بل تواضع سے بیٹھ گئے لیکن مجھ پر ایسا رعب طاری ہوا کہ میں ڈر کے مارے ان سے بات نہ کر سکا۔ حضرت عمرؓ ایسے ہی بیٹھے رہے یہاں تک کہ بچے کھیل کود میں لگ کر ہنسنے لگے تو حضرت عمرؓ اٹھے اور کہنے لگے اے اسلم! تم جانتے ہو میں بچوں کے سامنے کیوں بیٹھا؟ میں نے کہا نہیں انہوں نے کہا میں نے ان کو روتے ہوئے دیکھا تھا مجھے یہ اچھا نہیں لگا کہ میں ان بچوں کو ہنستے ہوئے دیکھے بغیر ہی چھوڑ کر چلا جاؤں۔ جب وہ ہنسنے لگے تو میرا جی خوش ہو گیا۔ [1] ایک روایت میں یہ ہے کہ حضرت اسلم رحمۃ اللہ علیہ کہتے ایک رات میں حضرت عمرؓ کے ساتھ حرہ واقم (مدینہ کے ایک علاقہ کا نام ہے) کی طرف نکلا۔ جب ہم صرار مقام پر پہنچے تو ہمیں آگ جلتی ہوئی نظر آئی تو حضرت عمرؓ نے

---

[1] اخرجه الدينوري و ابن شاذان و ابن عساكر كذافي منتخب الكنز (ج ٤ ص ٤١٥)

کہا اے اسلم! یہ کوئی قافلہ ہے جو رات ہو جانے کی وجہ سے یہیں ٹھہر گیا ہے چلو ان کے پاس چلتے ہیں۔ ہم ان کے پاس گئے تو ہم نے دیکھا کہ ایک عورت ہے جس کے ساتھ اس کے بچے بھی ہیں آگے پچھلی حدیث جیسا مضمون ذکر کیا ہے۔[1]

کھانا تقسیم کرنا

حضرت انسؓ فرماتے ہیں (دومۃ الجندل مقام کے بادشاہ) اُکیدر نے حلوے کا بھرا ہوا ایک گھڑا حضور ﷺ کی خدمت میں ہدیہ بھیجا۔ نماز سے فارغ ہو کر آپ لوگوں کے پاس سے گزرے اور آپ ان میں سے ہر ایک کو حلوے کا ٹکڑا دیتے جا رہے تھے چنانچہ حضرت جابرؓ کو بھی ایک ٹکڑا دیا۔ پھر ان کے پاس واپس آکر ان کو ایک اور ٹکڑا دیا۔ حضرت جابر نے عرض کیا آپ مجھے ایک دفعہ تو دے چکے ہیں حضور ﷺ نے فرمایا یہ دوسرا ٹکڑا حضرت عبداللہؓ کی بیٹیوں یعنی تمہاری بہنوں کے لئے دیا ہے۔[2]

حضرت حسنؓ فرماتے ہیں دومۃ الجندل کے بادشاہ اُکیدر نے حضور ﷺ کی خدمت میں حلوے کا ایک گھڑا ہدیہ میں بھیجا جسے تم نے دیکھا تھا اور اللہ کی قسم! اس دن خود حضور ﷺ کو اور آپ کے گھر والوں کو اس گھڑے کی ضرورت تھی۔ نماز سے فارغ ہو کر آپ نے ایک آدمی سے فرمایا تو وہ اس گھڑے کو لے کر حضور ﷺ کے صحابہؓ کے پاس گیا۔ وہ جس آدمی کے پاس پہنچتا وہ گھڑے میں ہاتھ ڈال کر اس میں سے حلوہ نکال لیتا اور پھر اسے کھا لیتا چنانچہ وہ حضرت خالد بن ولیدؓ کے پاس پہنچا تو انہوں نے ہاتھ ڈالا (اور اس میں سے دو مرتبہ لیا) اور عرض کیا یا رسول اللہ! اور لوگوں نے ایک مرتبہ لیا ہے اور میں نے دو مرتبہ لیا ہے۔ آپ نے فرمایا (کوئی بات نہیں) تم خود بھی کھا لو اور اپنے اہل و عیال کو بھی کھلاؤ۔[3]

حضرت ابو ہریرہؓ فرماتے ہیں ایک دن حضور ﷺ نے اپنے صحابہؓ میں کھجوریں تقسیم فرمائیں اور ہر ایک کو سات سات کھجوریں دیں اور مجھے بھی آپ نے سات کھجوریں دیں جن میں ایک بغیر گٹھلی والی کھجور بھی تھی جو مجھے ان تمام کھجوروں سے زیادہ اچھی لگی کیونکہ وہ سخت تھی۔ اس لئے اس کے چبانے میں دیر لگی اور میں اسے کافی دیر تک چباتا رہا[4] حضرت

---

[1] ذکرہ البدایۃ (ج ۷ ص ۱۳۶) واخرجہ الطبری (ج ۵ ص ۲۰) بمعناہ مع زیادات

[2] اخرجہ احمد کذافی جمع الفوائد (ج ۱ ص ۲۹۷) قال الهیثمی (ج ۵ ص ۴۴) وفیہ علی بن زید وفیہ ضعف و مع ذلک محدیثہ حسن [3] عند ابن جریر کذافی الکنز (ج ۴ ص ۴۷)

[4] اخرجہ البخاری

انسؓ فرماتے ہیں حضور ﷺ کی خدمت میں کچھ کھجوریں لائی گئیں۔ آپ انہیں صحابہؓ میں تقسیم فرمانے لگے اور آپ اس طرح بیٹھ کر وہ کھجوریں جلدی جلدی کھا رہے تھے جیسے کہ ابھی اٹھنے والے ہوں (کسی ضروری کام سے کہیں جانا ہو گا اس لئے اطمینان سے بیٹھ کر نہ کھائیں)۔[1]

حضرت لیث بن سعد رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں حضرت عمر بن خطابؓ کے زمانہ خلافت میں رمادہ والے سال میں مدینہ منورہ میں لوگوں کو شدید قحط سالی کی وجہ سے بڑی مشقت اٹھانی پڑی چنانچہ انہوں نے مصر حضرت عمرو بن عاصؓ کو یہ خط لکھا:

"اللہ کے بندے عمر امیر المومنین کی طرف سے نافرمان کی طرف جو عاص کے بیٹے ہیں سلام ہو۔ امابعد! اے عمرو! میری جان کی قسم! جب تم خود اور تمہارے ساتھی سیر ہو کر کھا رہے ہوں تو پھر تمہیں اس کی کیا پرواہ کہ میں اور میرے ساتھی ہلاک ہو رہے ہیں۔ ہماری مدد کرو! ہماری مدد کرو!" (چونکہ حضرت عمرؓ کا لہجہ تنبیہ اور عتاب کا ہے۔ اس لئے حضرت عمرو کو نافرمان سے خطاب کیا اور اپنی جان کی قسم کھانے کا اہل عرب میں عام رواج تھا لیکن اس سے قسم مراد نہیں ہوتی تھی بلکہ تاکید مقصود ہوتی تھی)

حضرت عمرؓ اپنے آخری جملے کو بار بار دہراتے رہے۔ حضرت عمرو بن عاص نے جواب میں یہ مضمون لکھا:

"اللہ کے بندے عمر امیر المومنین کی خدمت میں عمرو بن عاص کی طرف سے۔ امابعد! میں مدد کے لئے حاضر ہوں! میں مدد کے لئے حاضر ہوں! میں آپ کی خدمت میں غلہ کا اتنا بڑا قافلہ بھیج رہا ہوں جس کا پہلا اونٹ آپ کے پاس مدینہ میں ہو گا اور اس کا آخری اونٹ میرے پاس مصر میں ہو گا۔ والسلام علیک ورحمۃ اللہ وبرکاتہ،"

چنانچہ حضرت عمرو نے بہت بڑا قافلہ بھیجا جس کا پہلا اونٹ مدینہ میں تھا اور آخری مصر میں اور اونٹ کے پیچھے اونٹ چل رہا تھا۔ جب یہ قافلہ حضرت عمرؓ کے پاس پہنچا تو آپ نے خوب دل کھول کر لوگوں میں تقسیم کیا اور یہ طے کیا کہ مدینہ منورہ اور اس کے آس پاس کے ہر گھر میں ایک اونٹ مع اس پر لدے ہوئے سارے غلہ کے دیا جائے اور حضرت عبدالرحمن بن عوفؓ، حضرت زبیر بن عوامؓ اور حضرت سعد بن ابی وقاصؓ کو لوگوں میں سامان تقسیم کرنے کے لئے بھیجا۔ چنانچہ ان حضرات نے ہر گھر میں ایک اونٹ مع اس پر لدے ہوئے غلہ کے دیا تاکہ وہ غلہ بھی استعمال کریں اور اونٹ ذبح کر کے اس کا گوشت کھائیں اور

[1] عند مسلم (ج ۲ ص ۱۸۰)

اس کی چربی کا سالن بنالیں اور اس کی کھال سے جوتے بنالیں اور جس بوری میں غلہ ہے اسے اپنی ضرورت میں لحاف وغیرہ بنا کر استعمال کر لیں۔ اس طرح اللہ تعالیٰ نے لوگوں کو خوب وسعت عطا فرمائی۔ اس کے بعد راوی نے مزید لمبی حدیث ذکر کی ہے جس میں یہ مضمون ہے کہ مدینہ منورہ اور مکہ مکرمہ تک غلہ پہنچانے کے لئے دریائے نیل سے بحر قلزم تک ایک نہر کھودی گئی ۱ے حضرت اسلم رحمۃ اللہ علیہ اسی واقعہ کو اس طرح بیان کرتے ہیں کہ حضرت عمر بن خطابؓ نے رمادہ والے (قحط کے) سال میں حضرت عمرو بن عاصؓ کو خط لکھا۔ پھر اس قصہ کو بیان کرنے کے بعد حضرت اسلمؒ کہتے ہیں جب اس قافلہ کا پہلا حصہ مدینہ منورہ پہنچا تو حضرت زبیرؓ کو بلا کر فرمایا یہ لونٹ لے کر تم نجد چلے جاؤ اور وہاں کے رہنے والوں میں سے جتنوں کو تم میرے پاس سواری پر لاسکو ان کو میرے پاس لے آؤ اور جن کو نہ لاسکو ان میں ہر گھر کو ایک لونٹ مع اس پر لدے ہوئے غلہ کے دے دو اور ان سے کہہ دو کہ دو چادریں تو پہن لیں اور لونٹ کو ذبح کر کے اس کی چربی کو پگھلا کر تیل بنالیں اور گوشت کو کاٹ کر خشک کر لیں اور اس کی کھال سے جوتی بنالیں اور پھر کچھ گوشت، کچھ چربی اور مٹھی بھر آٹا لے کر اسے پکالیں اور اسے کھالیں۔ اس طرح گزارہ کرتے رہیں یہاں تک کہ اللہ تعالیٰ ان کے لئے مزید روزی کا انتظام فرمادیں لیکن حضرت زبیرؓ نے اس کام کے لئے جانے سے معذرت کر دی۔ حضرت عمرؓ نے فرمایا اللہ کی قسم! تم کو پھر موت تک اتنے بڑے ثواب والے کام کا موقع نہیں مل سکے گا۔ پھر حضرت عمرؓ نے ایک اور آدمی غالباً حضرت طلحہؓ کو بلایا لیکن انہوں نے بھی جانے سے انکار کر دیا۔ پھر حضرت ابو عبیدہ بن جراحؓ کو بلایا (وہ جانے کے لئے تیار ہو گئے) اور چلے گئے۔ آگے انہوں نے حدیث ذکر کی جس میں یہ ہے کہ حضرت عمرؓ نے حضرت ابو عبیدہؓ کو ہزار دینار دیئے جو انہوں نے واپس کر دیئے لیکن حضرت عمرؓ کے کچھ کہنے پر آخر حضرت ابو عبیدہؓ نے قبول کر لئے۔ ۲ے حضرات انصار کے اکرام اور خدمت کے باب میں یہ گزر چکا ہے کہ حضورؐ نے انصار میں اور بنو ظفر میں غلہ تقسیم فرمایا۔

جوڑے پہنانا اور ان کی تقسیم

حضرت حبان بن جزء سلمی اپنے والد حضرت جزی سلمیؓ سے نقل کرتے ہیں کہ وہ اس (صحابی) قیدی کو لے کر حضور ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوئے (جسے ان کی قوم نے قید کر

۱ے اخرجه ابن عبدالحکم۔ ۲ے اخرجه ایضا ابن خزیمة وابو عبیدة والحاکم و البیهقی کذافی المنتخب (ج ٤ ص ٣٩٦) وسیاتی

رکھا تھا) حضرت جزی وہاں حضور ﷺ کے ہاں مسلمان ہو گئے تو حضور ﷺ نے ان کو دو چادریں پہنانے کا ارادہ فرمایا تو ان سے فرمایا کہ تم عائشہؓ کے پاس جاؤ جو چادریں ان کے پاس ہیں ان میں سے وہ تم کو دو چادریں دے دیں گی۔ چنانچہ انہوں نے حضرت عائشہؓ کی خدمت میں حاضر ہو کر عرض کیا اللہ تعالیٰ آپ کو سر سبز و شاداب رکھے[1] آپ کے پاس جو چادریں ہیں ان میں سے دو چادریں پسند کر کے مجھے دے دیں کیونکہ حضور ﷺ نے ان میں سے دو چادریں مجھے دینے کا حکم فرمایا ہے حضرت عائشہؓ نے پیلو کی لمبی مسواک بڑھاتے ہوئے فرمایا یہ اور یہ لے لو اور عرب عورتیں نظر نہیں آتی تھیں (کیونکہ وہ پردہ کرتی تھیں اور اسی وجہ سے حضرت عائشہؓ نے مسواک سے اشارہ کیا)

حضرت جعفر بن محمد اپنے والد حضرت محمد رحمۃ اللہ علیہ سے نقل کرتے ہیں کہ حضرت عمرؓ کے پاس یمن سے جوڑے آئے جو انہوں نے لوگوں کو پہنا دیئے۔ شام کو لوگ وہ جوڑے پہن کر آئے اس وقت حضرت عمرؓ قبر اطہر اور منبر شریف کے درمیان بیٹھے ہوئے تھے۔ لوگ ان کے پاس آکر ان کو سلام کرتے اور ان کو دعائیں دیتے۔ اتنے میں حضرت حسن اور حضرت حسینؓ اپنی والدہ حضرت فاطمہؓ کے گھر سے نکلے اور لوگوں کو پھلانگتے ہوئے آگے بڑھ رہے تھے اور ان کے جسم پر ان جوڑوں میں سے کوئی جوڑا نہیں تھا۔ یہ دیکھ کر آپ غمگین اور پریشان ہو گئے اور آپ کی پیشانی پر بل پڑ گئے اور فرمایا اللہ کی قسم! تم لوگوں کو جوڑے پہنا کر مجھے خوشی نہیں ہوئی (کیونکہ حضور ﷺ کے نواسوں کو تو پہنا نہیں سکا) لوگوں نے عرض کیا اے امیر المومنین! آپ نے اپنی رعایا کو جوڑے پہنا کر اچھا کیا ہے۔ حضرت عمرؓ نے کہا میں اس وجہ سے پریشان ہوں کہ یہ دو لڑکے لوگوں کو پھلانگتے ہوئے آرہے تھے اور ان کے جسم پر ان جوڑوں میں سے کوئی جوڑا نہیں ہے۔ یہ جوڑے ان دونوں سے بڑے ہیں اور یہ دونوں ان جوڑوں سے چھوٹے ہیں (اس وجہ سے ان کو جوڑے نہیں دیئے) پھر انہوں نے یمن کے گورنر کو خط لکھا کہ حضرت حسن اور حضرت حسین کے لئے جلدی سے دو جوڑے بھیجو۔ چنانچہ انہوں نے دو جوڑے بھیجے جو حضرت عمرؓ نے ان دونوں حضرات کو پہنا دیئے[2] اور انصار کے اکرام کے باب میں لوگوں میں جوڑے تقسیم کرنے کے بارے میں حضرت عمرؓ کے ساتھ حضرت اسید بن حضیرؓ اور حضرت محمد بن مسلمہؓ کا قصہ گزر چکا ہے اور عورتوں کے جنگ کرنے کے باب میں یہ بھی گزر چکا ہے کہ حضرت عمرؓ نے حضرت ام عمارہؓ کو اس لئے

---

[1] اخرجه ابو نعيم كذافي المنتخب (ج ۵ ص ۱۵۳)

[2] اخرجه ابن سعد كذافي كنز العمال (ج ۷ ص ۱۰۶)

ایک بڑی چادر دی تھی کہ انہوں نے جنگ احد کے دن جنگ کی تھی۔

حضرت محمد بن سلام رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں حضرت عمر بن خطابؓ نے حضرت شفاء بنت عبداللہ عدویہؓ کو پیغام بھیجا کہ صبح کے وقت میرے پاس آنا۔ وہ فرماتی ہیں میں صبح کے وقت حضرت عمرؓ کے ہاں گئی تو مجھے ان کے دروازے پر حضرت عاتکہ بنت اسید بن ابی العیصؓ ملیں۔ پھر ہم دونوں اندر گئیں۔ وہاں ہم نے کچھ دیر بات کی۔ پھر حضرت عمرؓ نے ایک چادر منگوا کر حضرت عاتکہ کو دی۔ پھر ایک اور چادر منگوائی جو پہلی سے کم درجہ کی تھی۔ وہ مجھے دی۔ میں نے کہا اے عمرؓ! میں ان سے پہلے اسلام لائی ہوں اور میں آپ کی چچازاد بہن ہوں اور یہ نہیں ہیں اور آپ نے مجھے پیغام بھیج کر بلایا ہے اور یہ خود آئی ہیں (ان تمام باتوں کی وجہ سے بڑھیا چادر مجھے ملنی چاہئے) حضرت عمرؓ نے فرمایا میں نے یہ چادر تمہارے لئے ہی اٹھا کر رکھی تھی لیکن جب تم دونوں اکٹھی ہوئیں تو مجھے یہ یاد آیا کہ ان کی حضور ﷺ سے رشتہ داری تم سے زیادہ قریب کی ہے (اور حضور ﷺ کی رشتہ داری میری رشتہ داری سے زیادہ درجہ رکھتی ہے اس لئے میں نے انہیں بڑھیا چادر دی)۔[1]

حضرت اصبغ بن نباتہ رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں ایک شخص نے حضرت علیؓ کی خدمت میں حاضر ہو کر عرض کیا اے امیر المومنین! مجھے آپ سے ایک کام ہے جسے میں آپ کے سامنے پیش کرنے سے پہلے اللہ کے سامنے پیش کر چکا ہوں۔ اگر میرا وہ کام کر دیں گے تو میں اللہ کی بھی تعریف کروں گا اور آپ کا بھی شکریہ ادا کروں گا اور اگر آپ نے وہ کام نہ کیا تو بھی میں اللہ کی تعریف کروں گا اور آپ کو معذور سمجھوں گا کہ یہ کام آپ کے بس میں نہیں ہے۔ حضرت علیؓ نے فرمایا تم اپنا کام زمین پر لکھ کر مجھے بتادو کیونکہ زبان سے مانگنے کی ذلت میں تمہارے چہرے پر دیکھنا پسند نہیں کرتا چنانچہ اس نے زمین پر لکھا کہ میں ضرورت مند ہوں۔ حضرت علیؓ نے فرمایا ایک جوڑا میرے پاس لاؤ۔ چنانچہ وہ جوڑا حضرت علیؓ نے اس آدمی کو دے دیا۔ اس آدمی نے لے کر وہ جوڑا پہن لیا۔ پھر وہ حضرت علیؓ کی تعریف میں یہ اشعار پڑھنے لگا۔

کسوتنی حلۃ تبلیٰ محاسنھا
فسوف اکسوک من حسن الثنا حللا

آپ نے تو مجھے ایک ایسا جوڑا پہنایا ہے جس کی خوبیاں پرانی ہو کر ختم ہو جائیں گی اور میں آپ کو عمدہ تعریف کے (ایسے) جوڑے پہناؤں گا (جن کی خوبیاں ختم نہ ہوں گی)

ان نلت حسن ثنائی نلت مکرمۃ

---

[1] اخرجه زبير بن بكار كذافي الاصابة (ج ٤ ص ٣٥٦)

ولست تبغی بما قد قلته بدلاً

آپ کو میری عمدہ تعریف سے بڑی عزت حاصل ہو گی اور میں نے جو کچھ کہا ہے آپ اس کے بدلہ میں کچھ نہیں چاہتے ہیں۔

ان الثناء لیحی ذکر صاحبه

کالغیث یحی نداه السهل و الجبلا

تعریف تعریف والے کے تذکرے کو اس طرح زندہ رکھتی ہے جس طرح بارش کی تری میدانی اور پہاڑی علاقوں کو زندہ کرتی ہے۔

لا تزهد الدهر فی خیر توفقه

فکل عبد سیجزی بالذی عملا

جس خیر کے کام کی اللہ تمہیں توفیق دے تم زندگی بھر اسے کرتے رہو اور بے رغبتی سے اسے مت چھوڑو کیونکہ ہر بندے کو اپنے کیے ہوئے اعمال کا بدلہ ملے گا۔

(یہ اشعار سن کر) حضرت علیؓ نے فرمایا میرے پاس دینار لاؤ۔ چنانچہ آپ کے پاس سو اشرفیاں لائی گئیں۔ آپ نے وہ اشرفیاں اس آدمی کو دے دیں۔ حضرت اصبغ کہتے ہیں میں نے کہا اے امیر المومنین! آپ اسے ایک جوڑا اور سو دینار دے رہے ہیں حضرت علیؓ نے فرمایا ہاں، میں نے حضور ﷺ کو یہ فرماتے ہوئے سنا ہے کہ لوگوں کے ساتھ ان کے درجے کے مطابق معاملہ کرو اور اس آدمی کا میرے نزدیک یہی درجہ ہے۔[1]

حضرت ابن عباسؓ کے پاس ایک سائل آیا (اور اس نے کچھ مانگا) حضرت ابن عباسؓ نے اس سے کہا کیا تم اس بات کی گواہی دیتے ہو کہ اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں ہے اور محمد ﷺ اللہ کے رسول (ﷺ) ہے؟ اس نے کہا جی ہاں، حضرت ابن عباسؓ نے پوچھا رمضان کے روزے رکھتے ہو؟ اس نے کہا جی ہاں۔ حضرت ابن عباس نے کہا تم نے مانگا ہے اور مانگنے والے کا حق ہوتا ہے اور یہ ہم پر حق ہے کہ ہم تمہارے ساتھ احسان کریں۔ پھر حضرت ابن عباسؓ نے اسے ایک کپڑا دیا اور فرمایا میں نے حضور ﷺ کو یہ فرماتے ہوئے سنا ہے کہ جو مسلمان بھی کسی مسلمان کو کپڑا پہناتا ہے تو جب تک اس کے جسم پر اس کپڑے کا ایک ٹکڑا رہے گا اس وقت تک وہ پہنانے والا اللہ کی حفاظت میں رہے گا۔[2]

---

[1] اخرجه ابن عساکر و ابو موسی المدینی فی کتاب استدعاء اللباس کذافی الکنز (ج ۳ ص ۳۲۴)

[2] اخرجه الترمذی کذافی جمع الفوائد (ج ۱ ص ۱۴۷)

مجاہدین کو کھانا کھلانا

حضرت جابر بن عبداللہؓ فرماتے ہیں حضور ﷺ نے ایک لشکر روانہ فرمایا جس کے امیر حضرت قیس بن سعد بن عبادہؓ تھے۔ سفر میں ان حضرات پر فاقہ آیا تو حضرت قیس نے اپنے ساتھیوں کے لئے نو اونٹ ذبح کر دیئے۔ جب یہ حضرات مدینہ منورہ واپس آئے تو انہوں نے حضور ﷺ کو یہ قصہ سنایا۔ حضور ﷺ نے فرمایا سخاوت تو اس گھرانہ کی خاص صفت ہے [1] حضرت رافع بن خدیج فرماتے ہیں (جب حضرت قیس بن سعدؓ نو اونٹ ذبح کرنے لگے تو) حضرت ابو عبیدہؓ حضرت عمرؓ کو ساتھ لے کر حضرت قیس کے پاس آئے اور ان سے کہا میں آپ کو قسم دے کر کہتا ہوں کہ آپ اونٹ ذبح نہ کریں (اس سے اونٹ کم ہو جائیں گے اور سفر میں دقت ہو گی) لیکن پھر بھی انہوں نے ذبح کر دیئے۔ حضور ﷺ کو یہ سارا قصہ معلوم ہوا تو آپ نے فرمایا ارے یہ تو سخی گھر کا آدمی ہے اور یہ غزوہ خبط کا واقعہ ہے جس میں صحابہؓ نے خبط یعنی درختوں کے پتے کھائے تھے [2] حضرت جابرؓ فرماتے ہیں حضور ﷺ کے زمانے میں ایک مرتبہ حضرت قیس بن سعد بن عبادہؓ گزرے۔ اس وقت ہمیں سخت بھوک لگی ہوئی تھی۔ انہوں نے ہمارے لئے سات اونٹ ذبح کئے (پھر ہم نے سفر کیا) اور سمندر کے کنارے ہم نے پڑاؤ ڈالا۔ وہاں ہمیں ایک بہت بڑی مچھلی ملی۔ ہم تین دن تک اس کا گوشت کھاتے رہے۔ ہم نے اس میں سے اپنی مرضی کے مطابق بہت ساری چربی نکالی اور اپنے مشکیزوں اور بوریوں میں بھر لی اور ہم وہاں سے چل کر حضور ﷺ کی خدمت میں واپس پہنچے اور آپ کو یہ قصہ سنایا اور یہ بھی ساتھیوں نے کہا اگر ہمیں یہ یقین ہوتا کہ مچھلی کا گوشت حضور ﷺ کی خدمت میں پہنچنے تک خراب نہیں ہو گا تو ہم اپنے ساتھ ضرور لاتے۔ [3]

حضرت قیس بن ابی حازم رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں جب حضرت عمرؓ ملک شام تشریف لے گئے تو ان کے پاس حضرت بلالؓ آئے۔ اس وقت حضرت عمرؓ کے پاس لشکروں کے امیر بیٹھے ہوئے تھے تو حضرت بلالؓ نے کہا اے عمرؓ! اے عمرؓ! حضرت عمرؓ نے فرمایا یہ عمرؓ حاضر ہے (کہو کیا کہتے ہو؟) حضرت بلالؓ نے کہا آپ ان لوگوں کے اور اللہ کے درمیان واسطہ ہیں لیکن

[1] اخرجه ابو بكر في الغيلانيات و ابن عساكر

[2] عند ابن ابي الدنيا و ابن عساكر كذافي منتخب الكنز (ج ۵ ص ۲۶۰)

[3] عند الطبراني قال الهيثمي (ج ۵ ص ۳۷) وفيه عبدالله بن صالح كاتب الليث قال عبدالملك بن شعيب بن الليث ثقة مامون وضعفه احمد وغيره وابو حمزة الخولاني لم اعرفه وبقية رجاله ثقات انتهى.

آپ کے اور اللہ کے درمیان کوئی نہیں ہے۔ آپ کے سامنے اور دائیں بائیں جتنے لوگ بیٹھے ہوئے ہیں آپ ان کو اچھی طرح دیکھیں کیونکہ اللہ کی قسم! یہ سب جتنے آپ کے پاس آئے ہوئے ہیں یہ صرف پرندوں کا گوشت کھاتے ہیں۔ حضرت عمرؓ نے کہا تم نے ٹھیک کہا ہے اور جب تک یہ لوگ مجھے اس بات کی ضمانت نہیں دیں گے کہ وہ (اپنے لشکر کے) ہر مسلمان کو دو مد (پونے دو سیر) گندم اور اس کے مناسب مقدار میں سرکہ اور تیل دیا کریں گے اس وقت تک میں اس جگہ سے نہیں اٹھوں گا۔ سب نے کہا اے امیر المومنین! ہم اس کی ضمانت دیتے ہیں۔ یہ ہمارے ذمہ ہے کیونکہ اللہ تعالیٰ نے مال میں بڑی کثرت اور وسعت عطا فرما رکھی ہے۔ حضرت عمرؓ نے فرمایا اچھا پھر ٹھیک ہے (اب میں مجلس سے اٹھتا ہوں اور آپ لوگ جا سکتے ہیں)۔[1]

نبی کریم ﷺ کے خرچ اخراجات کی کیا صورت تھی؟

حضرت عبداللہ ہوزنی رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں حضور ﷺ کے مؤذن حضرت بلالؓ سے حلب میں میری ملاقات ہوئی میں نے عرض کیا اے بلالؓ! آپ ذرا مجھے یہ بتائیں کہ حضور ﷺ کے اخراجات کی کیا صورت تھی؟ انہوں نے فرمایا حضور ﷺ کے پاس کچھ ہوتا تو تھا نہیں۔ آپ کی بعثت کے وقت سے لے کر آپ کی وفات تک یہ خدمت میرے سپرد رہی جس کی صورت یہ تھی کہ جب کوئی مسلمان آپ کے پاس آتا اور آپ اسے ضرورت مند سمجھتے تو آپ ارشاد فرما دیتے۔ میں جا کر کہیں سے قرض لے کر چادر اور کھانے کی کوئی چیز خرید لاتا اور چادر اسے پہنا دیتا اور کھانا کھلا دیتا۔ ایک مرتبہ ایک مشرک مجھے سامنے سے آتا ہوا ملا۔ اس نے کہا اے بلالؓ! مجھے خوب وسعت حاصل ہے تم کسی سے قرض نہ لیا کرو، جب ضرورت ہو مجھ سے ہی لیا کرو۔ میں نے اسی سے قرض لینا شروع کر دیا۔ ایک دن میں وضو کر کے اذان دینے کے لئے کھڑا ہوا ہی تھا کہ وہ مشرک تاجروں کی ایک جماعت کے ساتھ آیا اور مجھے دیکھ کر کہنے لگا او حبشی! میں نے کہا میں حاضر ہوں (کیا کہتے ہو؟) وہ بڑی ترش روئی کے ساتھ پیش آیا اور بہت برا بھلا کہنے لگا اور کہنے لگا تمہیں معلوم ہے کہ مہینہ ختم ہونے میں کتنے دن باقی ہیں؟ میں نے کہا عنقریب ختم ہونے والا ہے۔ اس نے کہا چار دن باقی ہیں۔ اگر تو نے اس مدت میں قرضہ ادا نہ کیا تو میں تجھے اس کے عوض غلام بنا لوں گا۔ میں نے تم کو یہ قرضہ جو

---

[1] اخرجہ ابو عبید کذافی الکنز (ج ۲ ص ۳۱۸) واخرجہ الطبرانی ایضا عن قیس نحوہ قال الهیثمی (ج ۵ ص ۲۱۳) ورجالہ رجال الصحیح خلا عبداللہ بن احمد و ھو ثقۃ مامون۔

دیا ہے وہ تمہاری یا تمہارے ساتھی کی بزرگی کی وجہ سے نہیں دیا ہے بلکہ اس لئے دیا ہے کہ تاکہ تم میرے غلام بن جاؤ پھر تم پہلے جس طرح بکریاں چرایا کرتے تھے اسی طرح تمہیں بکریاں چرانے میں لگادوں۔ (یہ کہہ کر وہ تو چلا گیا) اور ایسی باتیں سن کر لوگوں کے دلوں میں جو خیالات پیدا ہوتے ہیں وہ سب میرے دل میں بھی پیدا ہوئے۔ پھر میں نے جا کر اذان دی جب میں عشاء کی نماز پڑھ چکا اور حضور ﷺ بھی اپنے گھر تشریف لے گئے تو میں نے اندر حاضر ہونے کی اجازت مانگی۔ آپ نے اجازت مرحمت فرمادی۔ میں نے اندر جا کر عرض کیا یا رسول اللہ! میرے ماں باپ آپ پر قربان ہوں۔ جس مشرک کا میں نے آپ سے تذکرہ کیا تھا کہ میں اس سے قرضہ لیتا رہتا ہوں آج اس نے آکر مجھے بہت برا بھلا کہا ہے اور اس وقت نہ آپ کے پاس اس کے قرضے کی ادائیگی کا فوری انتظام ہے اور نہ میرے پاس ہے اور وہ مجھے ضرور رسوا کرے گا اس لئے آپ مجھے اجازت دے دیں میں ان مسلمان قبیلوں میں سے کسی قبیلہ میں چلا جاتا ہوں۔ جب اللہ تعالیٰ اپنے رسول ﷺ کو اتنا دے دیں گے جس سے میرا یہ قرضہ ادا ہو سکے تو پھر میں آجاؤں گا۔ یہ عرض کر کے میں اپنے گھر آیا اور اپنی تلوار، تھیلا، نیزہ اور جوتی اپنے سرہانے رکھ کر مشرق کی طرف منہ کر کے صبح کے انتظار میں لیٹ گیا۔ تھوڑی دیر نیند آئی۔ پھر فکر کی وجہ سے میری آنکھ کھل جاتی۔ لیکن جب یہ دیکھتا کہ ابھی رات باقی ہے تو میں دوبارہ سو جاتا۔ جب صبح کاذب ہو گئی تو میں نے جانے کا ارادہ کیا ہی تھا کہ اتنے میں ایک صاحب نے آکر آواز دی اے بلالؓ! حضور ﷺ کی خدمت میں جلدی چلو۔ میں فوراً چل پڑا۔ وہاں پہنچ کر دیکھا کہ چار اونٹنیاں سامان سے لدی ہوئی بیٹھی ہیں میں نے حضور ﷺ کی خدمت میں حاضری کی اجازت مانگی تو حضور ﷺ نے مجھ سے فرمایا خوش ہو جاؤ! اللہ نے تمہارے قرضہ کی ادائیگی کا انتظام کر دیا ہے۔ میں نے اللہ کا شکر ادا کیا پھر آپ نے فرمایا کیا تمہارا گزر بیٹھی ہوئی چار اونٹنیوں پر نہیں ہوا ہے؟ میں نے کہا جی ہوا ہے۔ آپ نے فرمایا وہ سامان سمیت تمہارے حوالے ہیں تم یہ لے لو اور اپنا قرضہ ادا کر لو میں نے دیکھا تو ان پر کپڑے اور غلہ لدا ہوا تھا جو فدک کے رئیس نے حضور ﷺ کی خدمت میں ہدیہ میں بھیجا تھا۔ چنانچہ میں نے وہ اونٹنیاں لیں اور ان کا سارا سامان اتارا اور ان کے سامنے چارہ ڈالا۔ پھر میں نے فجر کی اذان دی۔ جب حضور ﷺ نماز سے فارغ ہوئے تو میں بقیع چلا گیا اور وہاں جا کر دونوں کانوں میں انگلیاں ڈال کر بلند آواز سے یہ اعلان کیا کہ جس کا بھی اللہ کے رسول ﷺ کے ذمہ قرضہ ہے وہ آجائے۔ چنانچہ وہ کپڑے اور غلہ خریداروں کے سامنے پیش کرتا اور اسے بیچ کر قرضہ ادا کرتا رہا۔ یہاں تک کہ حضور ﷺ پر روئے زمین میں کچھ بھی قرضہ باقی نہ

رہا بلکہ دو یا ڈیڑھ اوقیہ چاندی بچ گئی۔ یعنی اسی یا ساٹھ درہم۔ اسی میں دن کا اکثر حصہ گزر چکا تھا پھر میں مسجد گیا تو آپ وہاں اکیلے بیٹھے ہوئے تھے۔ میں نے آپ کو سلام کیا۔ آپ نے مجھ سے پوچھا جو کام تمہارے ذمہ تھا اس کا کیا ہوا؟ میں نے عرض کیا کہ اللہ کے رسول (ﷺ) کے ذمہ جتنا قرض تھا وہ سب اللہ نے اتروادیا۔ اب کچھ باقی نہیں رہا۔ آپ نے فرمایا اس میں سے کچھ بچا ہے؟ میں نے کہا جی ہاں دو دینار بچے ہیں (قرض ادا کرنے کے بعد دو یا ڈیڑھ لوقیہ چاندی بچی تھی لیکن وہاں سے مسجد تک آتے آتے حضرت بلالؓ لوگوں کو دیتے چلے آئے ہوں گے اس لئے جب مسجد میں پہنچے تو صرف دو دینار باقی رہ گئے) آپ نے فرمایا انہیں بھی تقسیم کر دو تاکہ مجھے راحت حاصل ہو۔ جب تک تم انہیں خرچ کر کے مجھے راحت نہیں پہنچادیتے میں اس وقت تک اپنے کسی گھر میں نہیں جاؤں گا۔ چنانچہ اس دن ہمارے پاس کوئی نہیں آیا (اور وہ خرچ نہ ہو سکے) تو حضور ﷺ نے وہ رات مسجد میں گزاری اور اگلا دن بھی سارا مسجد میں ہی گزارا شام کو دو سوار آئے۔ میں ان دونوں کو لے گیا اور ان دونوں کو کپڑے پہنائے اور غلہ بھی دیا۔ جب آپ عشاء سے فارغ ہوئے تو آپ نے مجھے بلایا اور فرمایا جو تمہارے پاس بچا تھا اس کا کیا بنا؟ میں نے عرض کیا اللہ تعالیٰ نے اس کے خرچ کرنے کی صورت بنا کر آپ کی راحت کی صورت پیدا کر دی ہے۔ آپ نے خوش ہو کر فرمایا اللہ اکبر اور اللہ کا شکر ادا کیا۔ آپ کو یہ ڈر تھا کہ کہیں ایسا نہ ہو کہ آپ کو موت آجائے اور یہ بچا ہوا سامان آپ کے پاس ہی ہو۔ پھر وہاں سے آپ چلے اور میں بھی آپ کے پیچھے پیچھے چلا۔ آپ اپنی ازواج مطہرات میں سے ایک ایک اہلیہ محترمہ کے پاس گئے اور ہر ایک کو الگ الگ سلام کیا اور پھر جس گھر میں رات گزارنی تھی وہاں تشریف لے گئے۔ یہ تھی حضور ﷺ کے خرچ اخراجات کی صورت جس کے بارے میں تم نے پوچھا تھا۔[1]

نبی کریم ﷺ کے خود مال تقسیم کرنے کا اور تقسیم کرنے کی صورت کا بیان

حضرت ام سلمہؓ فرماتی ہیں میں خوب جانتی ہوں کہ حضور ﷺ وصال تک کی مبارک زندگی میں (آپ کے گھر میں) سب سے زیادہ مال کب آیا؟ ایک مرتبہ رات کے پہلے حصہ

---

[1] اخرجه البیهقی کذافی البدایة (ج ٦ ص ٥٥) واخرجه الطبرانی ایضا عن عبدالله نحوه کما فی الکنز (ج ٤ ص ٣٩)

میں آپ کے پاس ایک تھیلی آئی جس میں آٹھ سو درہم اور ایک پرچہ تھا وہ تھیلی آپ نے میرے پاس بھیج دی۔ اس رات میری باری تھی آپ عشاء کے بعد گھر واپس تشریف لائے اور حجرہ شریف میں اپنی نماز کی جگہ میں نماز شروع کر دی۔ میں نے آپ کے لئے اور اپنے لئے بستر بچھایا ہوا تھا۔ میں آپ کا انتظار کرنے لگی لیکن آپ بہت دیر تک نماز پڑھتے رہے۔ نماز کے بعد آپ اپنی نماز کی جگہ سے باہر تشریف لائے اور پھر وہیں واپس چلے گئے اور نماز شروع کر دی۔ اسی طرح بار بار فرماتے رہے یہاں تک کہ فجر کی اذان ہو گئی۔ آپ نے مسجد میں جا کر نماز پڑھائی اور پھر گھر واپس تشریف لائے اور فرمایا وہ تھیلی کہاں ہے جس نے آج ساری رات مجھے پریشان کئے رکھا؟ چنانچہ وہ تھیلی منگوائی اور اس میں جو کچھ تھا وہ سب تقسیم فرما دیا۔ میں نے عرض کیا یا رسول اللہ! آج رات آپ نے ایسا کام کیا جو آپ کبھی نہیں کیا کرتے تھے۔ آپ نے فرمایا میں نماز پڑھتا تھا تو پھر مجھے اس تھیلی کا خیال آجاتا۔ میں جا کر اسے دیکھتا اور پھر واپس آکر نماز شروع کر دیتا (ساری رات اس وجہ سے نہ سو سکا کہ اتنا زیادہ مال میرے پاس ہے تو میں کیسے سو جاؤں۔ جب مال تقسیم ہو گیا تب مجھے چین آیا)[1]

حضرت ابو موسیٰ اشعریؓ فرماتے ہیں حضرت علاء بن حضرمیؓ نے بحرین سے حضور ﷺ کی خدمت میں اسی ہزار بھیجے۔ آپ کے پاس اس سے زیادہ مال نہ اس سے پہلے کبھی آیا اور نہ کبھی اس کے بعد۔ آپ نے ارشاد فرمایا تو وہ اسی ہزار چٹائی پر پھیلا دیئے گئے۔ اس کے بعد نماز کے لئے اذان ہو گئی (نماز سے فارغ ہو کر) آپ اس مال کے پاس جھک کر کھڑے ہو گئے لوگ آنے لگے اور حضور ﷺ ان کو دینے لگے اس دن نہ آپ گن کر دے رہے تھے اور نہ تول کر بلکہ مٹھیاں بھر کر دے رہے تھے۔ اتنے میں حضرت عباسؓ آئے اور انہوں نے عرض کیا یا رسول اللہ! میں نے جنگ بدر کے دن اپنا فدیہ بھی دیا تھا اور عقیل کا بھی دیا تھا کیونکہ اس دن عقیل کے پاس کچھ مال نہیں تھا اس لئے آپ مجھے اس مال میں سے کچھ عنایت فرمائیں۔ حضور ﷺ نے فرمایا لے لو۔ چنانچہ حضرت عباس پر کالے رنگ کی منقش چادر تھی۔ انہوں نے اسے بچھایا اور خوب لپ بھر کر اس میں مال ڈالا پھر اٹھا کر لے جانے لگے تو اٹھا نہ سکے تو انہوں نے سر اٹھا کر عرض کیا یا رسول اللہ! یہ اٹھا کر مجھ پر رکھ دیں۔ اس پر حضور ﷺ مسکرائے۔ یہاں تک کہ آپ کے دندان مبارک نظر آنے لگے۔ آپ نے فرمایا تم نے جتنا مال لیا ہے اس میں سے کچھ واپس کر دو اور جتنا اٹھا سکتے ہو اتنا لے لو۔ چنانچہ انہوں نے ایسا ہی کیا اور جتنا مال اٹھا سکتے تھے اتنا لے گئے اور جاتے ہوئے فرما رہے تھے کہ اللہ تعالیٰ نے دو

[1] اخرجه الطبراني قال الهيثمي (ج ١٠ ص ٣٢٥) رواه الطبراني باسانيد و بعضها جيد.

وعدے فرمائے تھے ان میں سے ایک تو اللہ نے پورا فرمادیا اور دوسرے وعدے کا مجھے پتہ نہیں کہ کیا ہو گا اور اللہ تعالیٰ کے وعدوں کا ذکر قرآن پاک کی اس آیت میں ہے : قُلْ لِّمَنْ فِیْٓ اَیْدِیْكُمْ مِّنَ الْاَسْرٰٓى اِنْ یَّعْلَمِ اللّٰهُ فِیْ قُلُوْبِكُمْ خَیْرًا یُّؤْتِكُمْ خَیْرًا مِّمَّآ اُخِذَ مِنْكُمْ وَیَغْفِرْ لَكُمْ ۔ (سورت انفال آیت ۷۰)

ترجمہ : "آپ کے قبضہ میں جو قیدی ہیں آپ ان سے فرما دیجئے کہ اگر اللہ تعالیٰ کو تمہارے قلب میں ایمان معلوم ہو گا تو جو کچھ (فدیہ میں) تم سے لیا گیا ہے (دنیا میں) اس سے بہتر تم کو دے دے گا اور (آخرت میں) تم کو بخش دے گا۔" اور واقعی یہ مال اس مال سے بہتر ہے جو (بدر کے موقع پر) مجھ سے (فدیہ میں) لیا گیا تھا لیکن مجھے یہ معلوم نہیں کہ اللہ تعالیٰ میری مغفرت کا کیا کریں گے ؟[1]

حضرت ابو بکر صدیقؓ کا مال تقسیم کرنا اور سب کو برابر برابر دینا

حضرت سہل بن ابی حثمہؓ اور دیگر حضرات فرماتے ہیں حضرت ابو بکر صدیقؓ کا بیت المال (مدینہ کے محلّہ) سخ میں تھا جو کہ لوگوں میں مشہور و معروف تھا اور کوئی آدمی اس کا پہرہ نہیں دیا کرتا تھا تو ان سے عرض کیا گیا اے خلیفہ رسول اللہ ! کیا آپ بیت المال کے پہرے کے لئے کسی کو مقرر نہیں فرماتے ؟ انہوں نے فرمایا بیت المال کے بارے میں کسی قسم کا خطرہ نہیں ہے (اس لئے پہرہ دار مقرر کرنے کی ضرورت نہیں) میں نے کہا کیوں ؟ انہوں نے فرمایا اسے تالا لگا ہوا ہے۔ ان کا معمول یہ تھا کہ جو کچھ اس بیت المال میں آتا وہ سارا لوگوں کو دے دیتے۔ یہاں تک کہ بیت المال میں کچھ نہ بچتا۔ پھر جب حضرت ابو بکرؓ سخ محلّہ سے مدینہ منورہ منتقل ہو گئے تو انہوں نے وہاں اس گھر میں اپنا بیت المال بھی منتقل کر لیا جس میں وہ رہا کرتے تھے۔ ان کے پاس قبیلہ بنو سلیم کی کان بھی کھل گئی تھی وہاں سے بھی زکوٰۃ کا مال آنے لگا تھا یہ سب کچھ بیت المال میں رکھا جاتا تھا اور حضرت ابو بکرؓ سونے چاندی کے ٹکڑے کروا کر لوگوں میں وہ مال برابر تقسیم فرماتے۔ آزاد، غلام، مرد، عورت، چھوٹے اور بڑے سب کو برابر حصہ ملا کرتا تھا اور بعض دفعہ اس مال سے اونٹ، گھوڑے اور ہتھیار خرید کر اللہ کے راستہ میں جانے والوں کو دے دیا کرتے۔ ایک سال گرم اونی چادریں خریدی تھیں جو دیہات سے

---

[1] اخرجه الحاكم (ج ٣ ص ٣٢٩) عن حميد بن هلال عن ابى بردة قال الحاكم هذا حديث صحيح على شرط مسلم و لم يخرجاه وقال الذهبى على شرط مسلم و اخرجه ابن سعد (ج ٤ ص ٩) عن حميد بن هلال بمعناه ولم يذكرا باهردة ولا ابا موسى .

لائی گئی تھیں اور سردی کے موسم میں مدینہ کی بیوہ عورتوں میں انہوں نے یہ چادریں تقسیم کی تھیں جب حضرت ابو بکرؓ کا انتقال ہوا اور وہ دفن ہو گئے تو حضرت عمرؓ نے حضرت ابو بکرؓ کے مقرر کردہ بیت المال کے نگرانوں کو بلایا اور ان کو لے کر حضرت ابو بکرؓ کے بیت المال میں گئے۔ ان کے ساتھ حضرت عبدالرحمٰن بن عوف اور حضرت عثمان بن عفانؓ اور دیگر حضرات بھی تھے۔ ان حضرات نے جا کر بیت المال کو کھولا تو اس میں نہ کوئی دینار ملا اور نہ کوئی درہم۔ البتہ مال رکھنے کا ایک موٹا کھردرا کپڑا ملا اسے جھاڑا تو اس میں سے ایک درہم ملا۔ یہ دیکھ کر ان حضرات نے حضرت ابو بکرؓ کے لئے یہ دعا فرمائی کہ اللہ تعالیٰ ان پر رحمت نازل فرمائے اور مدینہ منورہ میں درہم و دینار تولنے والا ایک آدمی تھا جو حضور ﷺ کے زمانے میں تولنے کا کام کیا کرتا تھا اور حضرت ابو بکرؓ کے پاس مال آتا تھا وہ اسے بھی تولتا تھا۔ اس سے پوچھا گیا کہ حضرت ابو بکرؓ کے پاس جو مال آیا اس کی کل مقدار کتنی ہو گی؟ اس نے کہا دو لاکھ[1]

حضرت اسماعیل بن محمد رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں حضرت ابو بکرؓ نے ایک مرتبہ کچھ مال لوگوں میں تقسیم کیا اور سب کو برابر حصہ دیا تو حضرت عمرؓ نے فرمایا اے خلیفہ رسول اللہ! آپ اہل بدر اور دوسرے لوگوں کو برابر رکھ رہے ہیں۔ حضرت ابو بکرؓ نے فرمایا دنیا تو گزارے کی چیز ہے اور بہترین گزارے کی چیز وہ ہے جو درمیانی درجہ کی ہو (لہٰذا اس دنیا میں تو میں نے سب کو برابر رکھا ہے) اور اہل بدر کو دوسرے لوگوں پر جو فضیلت حاصل ہے اس کا اثر اجر و ثواب میں ظاہر ہو گا (کہ آخرت میں ان کا اجر و ثواب برابر نہیں ہو گا بلکہ اہل بدر کا اجر و ثواب دوسروں سے زیادہ ہو گا)[2] حضرت ابن ابی حبیبؒ اور دیگر حضرات کہتے ہیں کہ حضرت ابو بکرؓ کی خدمت میں عرض کیا گیا کہ وہ (سب میں مال برابر تقسیم نہ کریں بلکہ) مال کی تقسیم میں لوگوں میں درجات مقرر کریں (اور جس کے دینی فضائل جتنے زیادہ ہوں اس کو اتنا زیادہ مال دیں) اس پر انہوں نے فرمایا لوگوں کے دینی فضائل کا بدلہ تو اللہ تعالیٰ (قیامت کے دن) عطا فرمائیں گے۔ دنیاوی ضروریات میں سب کے درمیان برابری کرنا ہی بہتر ہے۔[3] حضرت اسلم رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں کہ جب حضرت ابو بکرؓ کو خلیفہ بنایا گیا تو انہوں نے لوگوں میں مال برابر تقسیم کیا تو ان سے بعض صحابہؓ نے عرض کیا کہ اے خلیفہ رسول اللہ! اگر آپ حضرات مہاجرین اور انصار کو دوسروں پر فضیلت دیں (اور ان کو دوسروں سے زیادہ

---

[1] اخرجه ابن سعد كذافي الكنز (ج ۳ ص ۱۳۱)

[2] اخرجه احمد في الزهد [3] عند ابي عبيد كذافي الكنز (ج ۲ ص ۳۰۶)

دیں) تو یہ زیادہ اچھا ہوگا۔ انہوں نے فرمایا تم لوگ چاہتے ہو کہ مال زیادہ دے کر ان کے دینی فضائل ان سے خرید لوں (یہ ہرگز مناسب نہیں ہے) مال کی تقسیم میں ان سب کو برابر رکھنا ایک کو دوسرے پر ترجیح دینے سے بہتر ہے۔ حضرت غفرہ رحمۃ اللہ علیہ کے آزاد کردہ غلام حضرت عمر بن عبداللہ رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں جب حضرت ابو بکرؓ پہلی مرتبہ مال تقسیم کرنے لگے تو ان سے حضرت عمر بن خطابؓ نے کہا حضرات مہاجرین اولین اور اسلام میں سبقت رکھنے والوں کو زیادہ دیں تو حضرت ابو بکرؓ نے فرمایا کیا میں ان سے ان کے اسلام میں پہل کرنے کی نیکی کو (دنیا کے بدلے میں) خرید لوں؟ (نہیں۔ ایسے نہیں ہو سکتا) چنانچہ انہوں نے مال تقسیم کیا اور سب کو برابر دیا۔[1]

حضرت غفرہ رحمۃ اللہ علیہ کے آزاد کردہ غلام حضرت عمر رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں جب حضور ﷺ کا انتقال ہو گیا تو بحرین سے مال آیا تو حضرت ابو بکرؓ نے اعلان فرمایا کہ جس آدمی کا حضور ﷺ کے ذمہ قرضہ ہو یا حضور ﷺ نے اسے کچھ دینے کا وعدہ فرما رکھا ہو وہ کھڑا ہو کر لے لے۔ چنانچہ حضرت جابرؓ نے کھڑے ہو کر کہا حضور ﷺ نے مجھ سے فرمایا تھا اگر میرے پاس بحرین سے مال آئے گا تو میں تمہیں تین مرتبہ اتنا دوں گا اور دونوں ہاتھوں سے لپ بھر کر اشارہ فرمایا تھا۔ حضرت ابو بکرؓ نے ان سے فرمایا اٹھو اور خود اپنے ہاتھ سے لے لو۔ چنانچہ انہوں نے ایک مرتبہ لپ بھر کر لیا اسے گنا گیا تو وہ پانچ سو درہم تھے حضرت ابو بکرؓ نے فرمایا انہیں مزید ایک ہزار گن کر دے دو (تاکہ تین لپیں ہو جائیں) اس کے بعد لوگوں میں دس دس درہم تقسیم کئے اور فرمایا یہ تو وہ وعدے پورے ہو رہے ہیں جو حضور ﷺ نے لوگوں سے کئے تھے۔ اگلے سال اس سے بھی زیادہ مال آیا تو لوگوں میں بیس بیس درہم تقسیم کئے اور پھر بھی کچھ مال بچ گیا تو غلاموں میں پانچ پانچ درہم تقسیم کئے اور فرمایا یہ تمہارے غلام تمہاری خدمت کرتے ہیں اور تمہارے کام کرتے ہیں اس لئے ہم نے ان کو بھی کچھ دے دیا ہے۔ اس پر لوگوں نے عرض کیا اگر آپ حضرات مہاجرین وانصار کو دوسروں سے زیادہ دیں تو یہ زیادہ بہتر ہوگا کیونکہ یہ پرانے ہیں اور حضور ﷺ کے ہاں ان حضرات کا خاص مقام تھا۔ حضرت ابو بکرؓ نے کہا ان لوگوں نے جو کچھ کیا ہے اس کا بدلہ تو اللہ تعالیٰ ہی ان کو دیں گے۔ یہ مال و متاع تو بس گزارے کی چیز ہے اسے برابر تقسیم کرنا کم زیادہ دینے سے بہتر ہے۔ آپ نے اپنے زمانہ خلافت میں اسی اصول پر عمل فرمایا۔ آگے اسی طرح کی حدیث ذکر کی جیسے آگے آئے گی (صفحہ ۲۶۵ پر) حضرت علیؓ کا عدل وانصاف اور برابر تقسیم کرنا گزر چکا ہے۔ اس میں

---

[1] عند البیهقی (ج ٦ ص ٣٤٨)

یہ بھی گزر چکا ہے کہ حضرت علیؓ نے ایک عربی عورت اور ایک آزاد کردہ باندی کو برابر دیا۔ اس پر اس عربی عورت نے کہا اے امیر المومنین! آپ نے اس کو جتنا دیا ہے مجھے بھی اتنا ہی دیا ہے حالانکہ میں عربی ہوں اور یہ آزاد کردہ باندی ہے حضرت علیؓ نے فرمایا میں نے اللہ کی کتاب میں بہت غور سے دیکھا تو اس میں مجھے اولاد اسماعیل علیہ السلام کو اولاد اسحاق علیہ السلام پر کوئی فضیلت نظر نہیں آئی۔[1]

حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کا مال تقسیم کرنا اور پرانوں اور حضور ﷺ کے رشتہ داروں کو زیادہ دینا

حضرت غفرہ رحمۃ اللہ علیہ کے آزاد کردہ غلام حضرت عمر رحمۃ اللہ علیہ پچھلی حدیث جیسا مضمون بیان کرتے ہیں اور اس میں مزید یہ بھی ہے کہ جب حضرت ابو بکرؓ کا انتقال ہو گیا تو حضرت عمرؓ کو خلیفہ بنایا گیا اور اللہ نے ان کے لئے فتوحات کے بڑے دروازے کھولے اور ان کے پاس حضرت ابو بکرؓ کے زمانہ سے بھی زیادہ مال آیا تو حضرت عمرؓ نے فرمایا اس مال کی تقسیم میں حضرت ابو بکرؓ کی اور رائے تھی اور میری اور رائے ہے اور وہ یہ ہے کہ جس نے (حالت کفر میں) حضور ﷺ سے جنگ کی اور جس نے حضور ﷺ کا ساتھ دے کر (کافروں سے) جنگ کی ان دونوں کو میں برابر نہیں کر سکتا۔ چنانچہ انہوں نے حضرات مہاجرین و انصار کو دوسروں سے زیادہ دینے کا فیصلہ کیا اور جو صحابہؓ جنگ بدر میں شریک ہوئے تھے ان کے لئے پانچ پانچ ہزار مقرر کئے اور جو بدر سے پہلے اسلام لائے (لیکن جنگ بدر میں شریک نہیں ہو سکے) ان کے لئے چار چار ہزار مقرر کئے اور حضرت صفیہ اور حضرت جویریہؓ کے علاوہ باقی تمام ازواج مطہرات کے لئے بارہ بارہ ہزار مقرر کئے اور ان دونوں کے لئے چھ چھ ہزار مقرر کئے (کیونکہ باقی تمام ازواج مطہرات تو ہمیشہ آزاد ہی رہیں کبھی باندی نہ بننا پڑا اور ان دونوں کو کچھ تھوڑے سے عرصے کے لئے باندی بننا پڑا تھا) ان دونوں نے چھ چھ ہزار لینے سے انکار کر دیا تو حضرت عمرؓ نے فرمایا میں نے باقی ازواج مطہرات کے لئے بارہ بارہ ہزار اس لئے مقرر کئے ہیں کہ ان سب نے ہجرت کی ہے (اور آپ دونوں نے نہیں کی ہے) ان دونوں نے کہا نہیں آپ نے ان کے لئے ہجرت کی وجہ سے مقرر نہیں کئے ہیں بلکہ ان کے حضور ﷺ سے تعلق کی وجہ سے اتنے مقرر کئے ہیں اور ہمارا بھی حضور ﷺ سے ان جیسا ہی تعلق ہے۔

---

[1] اخرجه البيهقي ايضا وابن ابي شيبة والبزار والحسن بن سفيان كذافي كنز العمال (ج ۳ ص ۱۲۷)

حضرت عمرؓ نے ان دونوں کی بات کو منظور فرمالیا اور تمام ازواج مطہرات کو برابر کر دیا۔ (یعنی ان دونوں کے لئے بھی بارہ بارہ ہزار مقرر کر دیئے) اور حضرت عباسؓ بن عبد المطلبؓ کی حضور ﷺ سے خاص رشتہ داری تھی اس وجہ سے ان کے لئے بارہ ہزار مقرر کئے۔ حضرت اسامہ بن زیدؓ کے لئے چار ہزار اور حضرت حسن و حضرت حسینؓ کے لئے پانچ پانچ ہزار مقرر کئے۔ حضور ﷺ (کے نواسہ ہونے) کی رشتہ داری کی وجہ سے حضرت عمرؓ نے ان دونوں کو ان کے والد (حضرت علیؓ) کے برابر دیا اور (اپنے بیٹے) حضرت عبداللہ بن عمرؓ کے لئے تین ہزار مقرر کئے۔ انہوں نے عرض کیا ابا جان! آپ نے حضرت اسامہ بن زیدؓ کے لئے چار ہزار مقرر کئے ہیں اور میرے لئے تین ہزار۔ حالانکہ ان کے والد (حضرت زید بن حارثہؓ) کو ایسی کوئی فضیلت حاصل نہیں ہے جو آپ کو حاصل نہ ہو (لہذا مجھے بھی ان کے برابر دیں) حضرت عمرؓ نے فرمایا نہیں (اسے اور اس کے والد کو ایسی فضیلت حاصل ہے جو تجھے اور تیرے والد کو حاصل نہیں ہے اور وہ یہ ہے کہ) اس کے والد تمہارے والد سے زیادہ حضور ﷺ کے محبوب تھے اور وہ خود تم سے زیادہ حضور ﷺ کے محبوب تھے اور جو مہاجرین جنگ بدر میں شریک ہوئے تھے ان کے بیٹوں کے لئے دو دو ہزار مقرر کئے۔ حضرت عمرؓ کے پاس سے حضرت عمر بن ابی سلمہؓ گزرے تو فرمایا انہیں ایک ہزار اور دے دو تو حضرت محمد بن عبداللہ (بن جحشؓ) نے عرض کیا آپ انہیں ہم سے زیادہ کیوں دینے لگے ہیں؟ جو فضیلت ہمارے والدوں کو حاصل ہے وہی ان کے والد کو حاصل ہے۔ حضرت عمرؓ نے فرمایا میں نے ان کے لئے دو ہزار تو (ان کے والد) حضرت ابو سلمہؓ کی وجہ سے مقرر کئے ہیں اور مزید ایک ہزار ان کو (ان کی والدہ) حضرت ام سلمہؓ کی وجہ سے دینا چاہتا ہوں (کیونکہ وہ بعد میں حضور ﷺ کی زوجہ محترمہ بن گئی تھیں) اگر حضرت ام سلمہؓ جیسی تیری بھی ماں ہے تو تمہیں بھی ایک ہزار اور دے دوں گا۔ حضرت عثمان بن عبیداللہ بن عثمانؓ کے لئے آٹھ سو مقرر کئے۔ یہ حضرت طلحہ بن عبیداللہؓ کے بھائی ہیں اور حضرت نضر بن انسؓ کے لئے دو ہزار مقرر کئے تو حضرت عمرؓ سے حضرت طلحہؓ نے کہا کہ آپ کے پاس اسی جیسے حضرت (عثمان بن عبیداللہؓ) بن عثمانؓ آئے تو اس کے لئے آپ نے آٹھ سو مقرر کئے اور آپ کے پاس انصار کا ایک لڑکا یعنی حضرت نضر بن انس آیا اس کے لئے آپ نے دو ہزار مقرر کر دیئے۔ حضرت عمرؓ نے فرمایا اس لڑکے یعنی حضرت نضر کے والد سے میری ملاقات جنگ احد کے دن ہوئی۔ انہوں نے مجھ سے حضور ﷺ کے بارے میں پوچھا میں نے کہا میرا تو خیال یہی ہے کہ حضور ﷺ کو (نعوذ باللہ من ذلک) شہید کر دیا گیا ہے۔ یہ سنتے ہی انہوں نے اپنے بازوں چڑھائے اور اپنی تلوار سونت لی اور

کہا اگر حضور ﷺ کو شہید کر دیا گیا ہے تو کیا بات ہے اللہ تعالیٰ تو زندہ ہیں، ان پر تو موت طاری نہیں ہو سکتی (اور ہم جو کچھ کر رہے تھے وہ اللہ کی وجہ سے کر رہے تھے) یہ کہہ کر انہوں نے جنگ شروع کر دی یہاں تک کہ وہ شہید ہو گئے اور یہ یعنی حضرت عثمان بن عبید اللہؓ کے والد حضرت عبید اللہؓ اس وقت بکریاں چرا رہے تھے۔ تو تم چاہتے ہو کہ میں دونوں کو برابر کر دوں؟ حضرت عمرؓ زندگی بھر اسی اصول پر عمل کیا آگے اور مضمون ذکر کیا جس میں سے کچھ مضمون عنقریب آگے آئے گا۔[1]

حضرت انس بن مالکؓ اور حضرت ابن مسیب رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں حضرت عمر بن خطابؓ نے مہاجرین کو پانچ ہزار والوں میں اور انصار کو چار ہزار والوں میں لکھا اور مہاجرین کے جو بیٹے جنگ بدر میں شریک نہیں ہو سکے ان کو چار ہزار والوں میں لکھا۔ ان میں حضرت عمر بن ابی سلمہ بن عبد الاسد مخزومی، حضرت اسامہ بن زیدؓ، حضرت محمد بن عبد اللہ بن جحش اسدی اور حضرت عبد اللہ بن عمرؓ بھی تھے۔ اس پر حضرت عبد الرحمٰن بن عوفؓ نے کہا حضرت ابن عمرؓ ان میں سے نہیں ہیں اور ان کے یہ یہ فضائل ہیں (یہ ان سب سے پہلے اسلام لائے ہیں اور یہ ان سے افضل ہیں لہٰذا ان کو ان سے زیادہ دیا جائے) حضرت ابن عمرؓ نے کہا اگر میرا حق بنتا ہے تو مجھے دیں ورنہ نہ دیں۔ حضرت عمرؓ نے حضرت ابن عوفؓ سے کہا ابن عمرؓ کو پانچ ہزار والوں میں لکھ دو اور مجھے چار ہزار والوں میں۔ اس پر حضرت عبد اللہؓ نے کہا میرا مطلب یہ نہیں تھا۔ حضرت عمرؓ نے فرمایا اللہ کی قسم! میں اور تم دونوں پانچ ہزار والوں میں اکٹھے نہیں ہو سکتے۔[2]

حضرت زید بن اسلم رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں جب حضرت عمر بن خطابؓ نے لوگوں کے لئے وظیفہ مقرر کیا تو حضرت عبد اللہ بن حنظلہؓ کے لئے دو ہزار وظیفہ مقرر کیا۔ پھر حضرت طلحہؓ اپنے بھتیجے کو حضرت عمرؓ کے پاس لائے تو حضرت عمرؓ نے اس کے لئے اس سے کم وظیفہ مقرر کیا۔ اور یوں اس انصاری کو میرے بھتیجے پر فضیلت دے دی؟ (حالانکہ میرا بھتیجا تو مہاجرین میں سے ہے) حضرت عمرؓ نے فرمایا ہاں۔ کیونکہ میں نے اس انصاری کے والد (حضرت حنظلہؓ) کو دیکھا ہے کہ وہ جنگ احد کے دن اپنی تلوار سے ہی اپنا بچاؤ کر رہے تھے اور

---

[1] اخرجه بن ابی شیبة والبزار و البیهقی واللفظ للبزار کما فی المجمع (ج ٦ ص ٤) وقال وفیه ابو معشر نجیح ضعیف یعتبر بحدیثه ا ه

[2] عندالبیهقی (ج ٦ ص ٣٥٠) واخرجه ابن ابی شیبة نحوه کما فی الکنز (ج ٢ ص ٣١٥)

تلوار دائیں بائیں اوپر نیچے اس طرح تیزی سے ہلا رہے تھی جیسے اونٹ اپنی دم ہلاتا ہے (ان کے پاس بچاؤ کے لئے ڈھال بھی نہ تھی تلوار سے ہی ڈھال کا کام لے رہے تھے) [1]

حضرت ناشرہ بن سمی یزنی رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں جابیہ کے دن میں نے حضرت عمرؓ کو لوگوں میں یہ بیان کرتے ہوئے سنا کہ اللہ عزوجل نے مجھے اس مال کا خزانچی اور اسے تقسیم کرنے والا بنایا ہے بلکہ اصل میں تو خود اللہ تعالیٰ ہی تقسیم فرمانے والے ہیں (اب مال تقسیم کرنے میں میرے ذہن میں یہ ترتیب ہے کہ) میں حضور ﷺ کی ازواج مطہرات سے تقسیم شروع کروں گا اور پھر ان کے بعد لوگوں میں جو زیادہ بزرگ ہیں ان کو دوں گا۔ چنانچہ حضرت عمرؓ نے حضرت جویریہ، حضرت صفیہ اور حضرت میمونہؓ کے علاوہ باقی تمام ازواج مطہرات کے لئے دس دس ہزار مقرر کئے۔ اس پر حضرت عائشہؓ نے کہا حضور ﷺ ہم ازواج مطہرات کے درمیان ہر چیز میں برابری کیا کرتے تھے چنانچہ حضرت عمرؓ نے تمام ازواج مطہرات کا وظیفہ ایک جیسا کر دیا۔ پھر فرمایا کہ ان کے بعد میں اپنے مہاجرین اولین ساتھیوں کو دوں گا کیونکہ ہمیں اپنے گھروں سے ظلماً اور زبردستی نکالا گیا۔ پھر ان کے بعد جو زیادہ بزرگ ہوں گے ان کو دوں گا۔ چنانچہ مہاجرین میں سے جو جنگ بدر میں شریک ہوئے ان کے لئے پانچ ہزار مقرر کئے اور جو انصاری جنگ بدر میں شریک ہوئے ان کے لئے چار ہزار مقرر کئے اور جنگ احد میں شریک ہونے والوں کے لئے تین ہزار مقرر کئے اور فرمایا جس نے پہلے ہجرت کی اسے پہلے دوں گا اور جس نے بعد میں ہجرت کی اسے بعد میں دوں گا (لہذا جسے بعد میں ملے وہ دینے والے کو ملامت نہ کرے بلکہ) اپنے آپ کو اس بات پر ملامت کرے کہ اس نے اپنی سواری کیوں بٹھائے رکھی (اور جلدی ہجرت کیوں نہیں کی) اور میں تمہیں حضرت خالد بن ولیدؓ کو معزول کرنے کے اسباب بتانا چاہتا ہوں۔ میں نے ان سے کہا تھا کہ وہ مال صرف کمزور مہاجرین کو دیں لیکن انہوں نے طاقتور، باحیثیت اور زیادہ باتیں کرنے والوں کو سارا مال دے دیا اس لئے میں نے انہیں ہٹا کر ان کی جگہ حضرت ابو عبیدہؓ کو امیر بنادیا ہے۔ اس پر حضرت ابو عمرو بن حفصؓ نے کہا اللہ کی قسم! اے عمر بن خطاب! آپ نے معزول کرنے کا جو سبب بتایا ہے وہ ٹھیک نہیں ہے۔ آپ نے اس شخص کو معزول کیا ہے جسے حضور ﷺ نے امیر بنایا تھا اور آپ نے اس تلوار کو نیام میں رکھ دیا جسے حضور ﷺ نے سونتا تھا اور آپ نے وہ جھنڈا اتار دیا جسے حضور ﷺ نے گاڑا تھا اور آپ کے دل میں چچازاد بھائی سے حسد پیدا ہو گیا

---

[1] عند ابن عساکر کذافی الکنز (ج ۲ ص ۳۱۹)

ہے۔ حضرت عمرؓ نے فرمایا تمہاری ان سے قریبی رشتہ داری ہے اور ابھی تم نو عمر ہو اور اپنے چچازاد بھائی کی خاطر ناراض ہو رہے ہو۔[1]

حضرت عمرؓ کا لوگوں کو وظیفے دینے کیلئے رجسٹر بنانا

حضرت ابوہریرہؓ فرماتے ہیں میں حضرت ابو موسیٰ اشعریؓ کے ہاں سے آٹھ لاکھ درہم لے کر حضرت عمر بن خطابؓ کی خدمت میں حاضر ہوا تو حضرت عمرؓ نے مجھ سے پوچھا کیا لے کر آئے ہو؟ میں نے کہا آٹھ لاکھ درہم۔ پھر حضرت عمرؓ نے فرمایا تیرا بھلا ہو کیا یہ پاکیزہ مال ہے؟ میں نے کہا جی ہاں۔ حضرت عمرؓ نے یہ ساری رات جاگ کر گزاری۔ جب فجر کی اذان ہو گئی تو ان سے ان کی بیوی نے کہا آپ آج رات کیوں نہیں سوئے؟ حضرت عمرؓ نے کہا عمرؓ بن خطاب کیسے سو سکتا ہے جب کہ اس کے پاس لوگوں کے لئے اتنا زیادہ مال آیا ہے کہ ابتداء اسلام سے لے کر آج تک کبھی اتنا نہیں آیا۔ اگر عمرؓ کو اس حال میں موت آجائے کہ یہ مال اس کے پاس رکھا ہوا ہو، اور اس نے اسے صحیح مصرف میں خرچ نہ کیا ہو تو وہ کیسے اللہ کی گرفت سے بچ سکتا ہے۔ جب آپ صبح کی نماز سے فارغ ہوئے تو آپ کے پاس حضور ﷺ کے چند صحابہؓ جمع ہوئے۔ آپ نے ان سے فرمایا آج رات لوگوں کے لئے اتنا زیادہ مال آیا ہے کہ ابتداء اسلام سے لے کر آج تک کبھی اتنا نہیں آیا۔ اس مال کے تقسیم کرنے کے بارے میں ایک بات میرے ذہن میں آئی ہے۔ آپ لوگ بھی مجھے اس بارے میں مشورہ دیں۔ میرا یہ خیال ہے کہ میں لوگوں میں ناپ کر تقسیم کروں۔ ان حضرات نے کہا اے امیر المومنین! ایسا نہ کریں کیونکہ لوگ اسلام میں داخل ہوتے رہیں گے اور آنے والا مال بتدریج زیادہ ہوتا جائے گا (اس لئے یہ یاد رکھنا مشکل ہو گا کہ کس کو دیا ہے اور کس کو نہیں دیا ہے) بلکہ آپ ایک رجسٹر میں لوگوں کے نام لکھ لیں اور اس کے مطابق لوگوں کو مال دیتے رہیں پھر جب بھی لوگوں کی تعداد بڑھی اور مال کی مقدار بھی زیادہ ہوئی تو آپ اس رجسٹر کے مطابق لوگوں کو دیتے رہنا۔ حضرت عمرؓ نے فرمایا (اچھا چلو رجسٹر بنا لیتے ہیں لیکن) اس کا مشورہ دو کہ کس سے دینا شروع کروں۔ ان حضرات نے کہا اے امیر المومنین! آپ اپنے آپ سے شروع کریں کیونکہ آپ ہی خلیفہ اور متولی ہیں اور ان میں سے بعض حضرات نے کہا امیر المومنین ہم سے بہتر جانتے ہیں۔ حضرت عمرؓ نے کہا نہیں۔ ایسے نہیں۔ بلکہ میں تو حضور ﷺ سے شروع کروں گا پھر جو حضور ﷺ کے سب سے زیادہ قریبی رشتہ دار ہیں ان کو دوں گا پھر ان کے بعد

---

[1] اخرجه احمد قال الهيثمي (ج ٦ ص ٣) رواه احمد ورجاله ثقات ا ه واخرجه البيهقي (ج ٦ ص ٩ ٣٤) عن ناشرة بن سمي اليزني نحوه الا انه لم يذكر معذرة عزل خالد و مابعده

جو رشتہ دار ہیں ان کو دوں گا۔ چنانچہ انہوں نے اسی ترتیب پر رجسٹر بنوایا۔ پہلے بنو ہاشم اور بنو مطلب کے نام لکھوائے اور ان سب کو دیا۔ پھر بنو عبد شمس کو دیا پھر بنو نوفل بن عبد مناف کو دیا۔ بنو عبد شمس کو پہلے اس لئے دیا کیونکہ عبد شمس ہاشم کے ماں جائے بھائی تھے (اور نوفل نہیں تھا اس لئے عبد شمس زیادہ قریبی ہوا)۔[1]

حضرت جبیر بن حویرثؓ فرماتے ہیں حضرت عمر بن خطابؓ نے مسلمانوں سے رجسٹر بنانے کے بارے میں مشورہ کیا تو ان سے حضرت علی بن ابی طالبؓ نے کہا (آپ رجسٹر نہ بنائیں بلکہ) ہر سال جتنا مال اکٹھا ہو جایا کرے وہ سارا مسلمانوں میں تقسیم کر دیا کریں اور اس میں سے کچھ نہ بچایا کریں۔ حضرت عثمان بن عفانؓ نے کہا میرا خیال یہ ہے کہ بہت زیادہ مال آ رہا ہے جو تمام لوگوں کو دیا جا سکتا ہے اگر لینے والوں کی تعداد کو شمار نہیں کیا جائے گا تو آپ کو پتہ نہیں چلے گا کہ کس نے لیا اور کس نے نہیں لیا اور مجھے ڈر ہے کہ اس طرح تقسیم کا معاملہ بے قابو ہو جائے گا۔ حضرت ولید بن ہشام بن مغیرہ رحمۃ اللہ علیہ نے کہا میں شام گیا ہوں۔ میں نے وہاں کے بادشاہوں کو دیکھا ہے انہوں نے رجسٹر بھی بنائے ہوئے ہیں اور اپنی فوج بھی باقاعدہ مرتب و منظم بنا رکھی ہے۔ آپ بھی رجسٹر بنا لیں اور باقاعدہ فوج تیار کر لیں۔ حضرت عمرؓ نے حضرت ولیدؓ کی اس رائے کو قبول فرما لیا اور حضرت عقیل بن ابی طالب' حضرت مخرمہ بن نوفل اور حضرت جبیر بن مطعمؓ کو حضرت عمرؓ نے بلا کر ان سے فرمایا رجسٹر میں لوگوں کے نام ان کے درجوں کے مطابق لکھ دو۔ یہ تینوں حضرات قریش کے نسب کو اچھی طرح جانتے تھے چنانچہ انہوں نے رجسٹر میں نام لکھنے شروع کئے۔ پہلے بنو ہاشم کا نام لکھا ۔ پھر حضرت ابو بکرؓ اور ان کی قوم کا نام لکھا۔ اس کے بعد حضرت عمرؓ اور ان کی قوم کا نام لکھا۔ انہوں نے خلافت کی ترتیب کا لحاظ کرتے ہوئے ایسا کیا۔ جب حضرت عمرؓ نے رجسٹر دیکھا تو فرمایا اللہ کی قسم! دل تو میرا بھی یہی چاہتا ہے کہ ترتیب یہی ہوتی لیکن تم لوگ حضور ﷺ کے رشتہ داروں سے شروع کرو اور جو رشتہ میں حضور ﷺ سے جتنا زیادہ قریب ہو اس کا نام اتنا پہلے لکھو۔ بس اس رشتہ میں حضور ﷺ سے جتنا زیادہ قریب ہو اس کا نام اتنا پہلے لکھو۔ بس اس رشتہ داری کے لحاظ سے تم لوگ نام لکھتے جاؤ اس میں جہاں عمر کا نام آ جائے وہاں اس کا بھی نام لکھ دو۔[2]

---

[1] اخرجه ابن سعد (ج ۳ ص ۲۱۶) والبیهقی (ج ٦ ص ۳۵۰) کذافی الکنز (ج ۲ ص ۳۱۵)

[2] عند ابن سعد (ج ۳ ص ۲۱۲) والطبری (ج ۳ ص ۲۷۸) من طریقه کذافی الکنز الجدید (ج ٤ ص ۳٦۳)

حضرت اسلم رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں (جب تینوں حضرات نے بنو ہاشم کے بعد حضرت ابو بکرؓ اور ان کی قوم اور پھر حضرت عمرؓ اور ان کی قوم کے نام رجسٹر میں لکھے اور اس پر حضرت عمرؓ نے انکار فرمایا تو حضرت عمرؓ کی قوم) بنو عدی حضرت عمرؓ کے پاس آئے اور کہنے لگے آپ حضور ﷺ کے خلیفہ ہیں۔ حضرت عمرؓ نے فرمایا نہیں بلکہ یوں کہو کہ آپ ابو بکرؓ کے خلیفہ ہیں اور ابو بکرؓ حضور ﷺ کے خلیفہ ہیں۔ بنو عدی نے کہا اچھا یونہی سہی لیکن آپ اپنا نام وہاں ہی رہنے دیں جہاں ان تینوں حضرات نے لکھا ہے۔ حضرت عمرؓ نے فرمایا واہ واہ اے بنو عدی! تم یہ چاہتے ہو کہ میری پیٹھ پر سوار ہو کر (دوسروں سے پہلے) کھالو اور یوں میں اپنی نیکیاں تم لوگوں کی وجہ سے برباد کر دوں۔ نہیں، اللہ کی قسم، ایسے نہیں ہوگا (بلکہ حضور ﷺ کی رشتہ داری کو بنیاد بنا کر مال تقسیم کیا جائے گا) چاہے تمہارے نام لکھنے کی باری رجسٹر میں سب سے اخیر میں آئے۔ میرے دو ساتھی (یعنی حضور ﷺ اور حضرت ابو بکر صدیقؓ) ایک راستے پر چلے ہیں۔ اگر میں ان کا راستہ چھوڑ دوں گا تو میں ان دونوں کی منزل پر نہیں پہنچ سکوں گا (آخرت میں وہ دونوں کہیں اور ہوں گے اور میں کہیں اور) اللہ کی قسم! ہمیں دنیا میں جو عزت ملی ہے اور آخرت میں ہمیں اپنے اعمال پر اللہ سے ثواب ملنے کی جو امید ہے یہ سب کچھ حضرت محمد ﷺ کی برکت سے ہے، وہی ہمارے لئے باعث شرف ہیں۔ آپ کی قوم تمام عرب میں سب سے زیادہ عزت والی ہے، پھر آپ کے بعد جو رشتہ میں آپ سے جتنا زیادہ قریب ہے وہ اتنی ہی زیادہ عزت والا ہے اور حضور ﷺ ہی کی برکت سے آج تمام عربوں کو عزت ملی ہے۔ اب اگر ہم میں سے کسی کا رشتہ بہت سی پشتوں کے بعد آپ سے ملے اور اس ملنے میں حضرت آدم علیہ السلام تک چند پشتیں باقی رہ جائیں تو بھی اسی کی رعایت کی جائے گی لیکن اس خاندانی شرافت اور حضور ﷺ کے رشتہ کی وجہ سے اس دنیاوی اعزاز کے باوجود اللہ کی قسم! اگر عجمی لوگ قیامت کے دن نیک اعمال لے کر آئیں اور ہم نیک اعمال کے بغیر پہنچیں تو وہ عجمی لوگ ہم سے زیادہ حضور ﷺ کے قریب ہوں گے لہذا کوئی بھی آدمی صرف رشتہ داری پر نگاہ نہ رکھے بلکہ اللہ کے ہاں جو اجر و درجات ہیں انہیں حاصل کرنے کیلئے نیک عمل کرے کیونکہ جو اپنے اعمال میں پیچھے رہ گیا وہ اپنے نسب کی وجہ سے آگے نہیں بڑھ سکے گا۔[1]

---

[1] عند ابن سعد ایضا (ج ۳ ص ۲۱۲) والطبری من طریقه (ج ۴ ص ۲۷۸)

مال کی تقسیم میں حضرت عمرؓ کا حضرت ابو بکرؓ اور حضرت علیؓ کی رائے کی طرف رجوع کرنا

حضرت غفرہ، رحمۃ اللہ علیہ کے آزاد کردہ غلام حضرت عمر بن عبداللہ رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں کہ حضرت ابو بکرؓ کے پاس بحرین سے مال آیا پھر آگے لمبی حدیث بیان کی جیسے کہ پہلے گزر چکی ہے اس میں یہ مضمون بھی ہے کہ جمعہ کے دن حضرت عمرؓ باہر تشریف لائے اور اللہ کی حمد و ثناء کے بعد فرمایا مجھے پتہ چلا ہے کہ تم میں سے کسی نے یہ بات کہی ہے کہ جب عمرؓ کا انتقال ہو جائے گا (یا یوں کہا جب امیر المومنین کا انتقال ہو جائے گا) تو ہم فلاں کو کھڑا کر کے اس سے ایک دم اچانک بیعت ہو جائیں گے۔ آخر حضرت ابو بکرؓ کی (بیعت) خلافت بھی تو اچانک ہی ہوئی تھی۔ ہاں اللہ کی قسم یہ ٹھیک ہے کہ حضرت ابو بکرؓ کی (بیعت) خلافت اچانک ہی ہوئی تھی لیکن اب ہمیں حضرت ابو بکرؓ جیسا آدمی کہاں سے مل سکتا ہے جس کا احترام اور جس کی اطاعت ہم اس طرح کرتے ہوں جس طرح ابو بکرؓ کی کرتے تھے اور حضرت ابو بکرؓ کی رائے یہ تھی کہ مال تمام مسلمانوں میں برابر تقسیم کیا جائے اور میری رائے یہ تھی کہ دینی فضائل کے لحاظ سے مسلمانوں کو مال کم یا زیادہ دیا جائے (اور میں نے اپنے زمانہ خلافت میں اسی پر عمل کیا لیکن اب) اگر میں اگلے سال تک زندہ رہا تو حضرت ابو بکرؓ کی رائے پر عمل کروں گا (اور سب کو برابر مال دوں گا) ان کی رائے میری رائے سے بہتر تھی۔ آگے اور بھی حدیث ذکر کی ہے۔[1]

حضرت عمرؓ کا مال دینا

حضرت حسن رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں ایک مرتبہ حضرت عمرؓ نے لوگوں میں مال تقسیم کیا تو بیت المال میں تھوڑا سا مال بچ گیا۔ حضرت عباسؓ نے حضرت عمرؓ اور دوسرے لوگوں سے کہا ذرا مجھے یہ بتاؤ کہ اگر تم لوگوں میں حضرت موسیٰ علیہ السلام کے چچا ہوتے تو کیا تم ان کا اکرام کرتے؟ سب نے کہا جی ہاں کرتے۔ حضرت عباسؓ نے کہا میں اکرام کا ان سے زیادہ مستحق ہوں کیونکہ میں تمہارے نبی کریم ﷺ کا چچا ہوں۔ حضرت عمرؓ نے لوگوں سے

---

[1] اخرجه البزار قال الهيثمي (ج ٦ ص ٦) وفيه ابو معشر نجيح ضعيف يعتبر بحديثه

(حضرت عباسؓ کو یہ حجاہو امال دینے کے بارے میں) بات کی۔ سب نے راضی ہو کر وہ مال حضرت عباسؓ کو دے دیا۔[1]

حضرت عائشہؓ فرماتی ہیں ایک زنانہ عطر دان حضرت عمر بن خطابؓ کے پاس آیا۔ آپ کے ساتھی اسے دیکھنے لگے کہ یہ کسے دیا جائے؟ حضرت عمرؓ نے فرمایا کیا آپ لوگ اجازت دیتے ہیں کہ میں یہ عطر دان حضرت عائشہؓ کے پاس بھجوادوں کیونکہ حضور ﷺ کو ان سے بہت محبت تھی؟ سب نے کہا جی ہاں اجازت ہے۔ چنانچہ جب وہ عطر دان حضرت عائشہؓ کے پاس پہنچا تو انہوں نے اسے کھولا اور انہیں بتایا گیا کہ یہ حضرت عمر بن خطابؓ نے آپ کے لئے بھیجا ہے۔ حضرت عائشہؓ نے کہا حضور ﷺ کے بعد (حضرت عمرؓ) ابن خطاب پر کتنی زیادہ فتوحات ہو رہی ہیں؟ اے اللہ! مجھے حضرت عمرؓ کے عطایا کے لئے اگلے سال تک زندہ نہ رکھیو۔[2]

حضرت انس بن مالکؓ فرماتے ہیں حضرت ابو بکرؓ نے مجھے صدقات وصول کرنے کا عامل بنا کر ایک علاقہ میں بھیجا۔ جب میں واپس آیا تو حضرت ابو بکرؓ انتقال فرما چکے تھے۔ حضرت عمرؓ نے فرمایا اے انسؓ! کیا تم ہمارے پاس (صدقات کے) جانور لائے ہو؟ میں نے کہا جی ہاں۔ آپ نے فرمایا وہ جانور تو ہمارے پاس لے آؤ اور (جو) مال (تم لائے ہو وہ) تمہارا ہے۔ میں نے کہا وہ مال تو بہت زیادہ ہے۔ حضرت عمرؓ نے فرمایا چاہے بہت زیادہ ہو وہ تمہارا اور وہ چار ہزار تھے۔ چنانچہ میں نے وہ مال لے لیا اور اس طرح میں مدینہ والوں میں سب سے زیادہ مالدار ہو گیا۔[3]

حضرت عبداللہ بن عبید بن عمیر رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں ایک مرتبہ لوگ حضرت عمرؓ کے سامنے عطایا لے رہے تھے (عطایا وہ مال ہے جس کی نہ مقدار مقرر ہو اور نہ اس کے دینے کا وقت) کہ اتنے میں حضرت عمرؓ نے اپنا سر اٹھایا تو ان کی نظر ایک آدمی پر پڑی جس کے چہرے پر تلوار کے زخم کا نشان تھا۔ حضرت عمرؓ نے اس نشان کے بارے میں اس سے پوچھا تو اس نے بتایا کہ وہ ایک غزوہ میں گیا تھا وہاں اسے دشمن کی تلوار سے یہ زخم لگا تھا۔ حضرت عمرؓ نے فرمایا اسے ایک ہزار گن کر دے دو۔ چنانچہ اسے ایک ہزار درہم دے دیئے گئے۔ پھر حضرت عمرؓ اس مال کو تھوڑی دیر الٹتے پلٹتے رہے اس کے بعد فرمایا اسے ایک ہزار درہم اور گن کر دے دو۔ چنانچہ اس آدمی کو ایک ہزار درہم اور دے دیئے گئے۔ یہ بات حضرت عمرؓ نے چار مرتبہ

---

[1] اخرجه ابن سعد [2] اخرجه ابو يعلى قال الهيثمي (ج ٦ ص ٩) رجاله رجال الصحيح

[3] اخرجه ابن سعد كذافي الكنز (ج ٣ ص ١٤٨)

فرمائی اور ہر مرتبہ اسے ایک ہزار دیئے گئے۔ حضرت عمرؓ کی اس کثرت عطا سے اس آدمی کو ایسی شرم آئی کہ وہ باہر چلا گیا۔ حضرت عمرؓ نے اس کے بارے میں پوچھا (کہ وہ کیوں چلا گیا؟) تو لوگوں نے بتایا کہ ہمارا خیال یہ ہے کہ وہ کثرت عطاء کی وجہ سے شرما کر چلا گیا۔ حضرت عمرؓ نے فرمایا اللہ کی قسم! اگر وہ ٹھہرا رہتا تو جب تک ایک درہم باقی رہتا میں اسے دیتا ہی رہتا کیونکہ یہ ایک ایسا آدمی ہے جسے اللہ کے راستہ میں تلوار کا ایسا وار لگا ہے جس سے اس کے چہرے پر کالا نشان پڑ گیا ہے۔[1]

حضرت علی بن ابی طالبؓ کا مال تقسیم کرنا

حضرت علیؓ نے ایک سال تین مرتبہ لوگوں میں مال تقسیم کیا۔ اس کے بعد ان کے پاس اصبہان سے اور مال آگیا تو آپ نے اعلان فرمایا (اے لوگو!) صبح صبح آکر چوتھی مرتبہ مال پھر لے جاؤ۔ میں تمہارا خزانچی نہیں ہوں (کہ یہ مال جمع کر کے رکھوں) چنانچہ وہ سارا مال تقسیم کر دیا یہاں تک کہ رسیاں بھی تقسیم کر دیں۔ کچھ لوگوں نے تو رسیاں لے لیں اور کچھ نے واپس کر دیں۔[2]

حضرت عمر اور حضرت علی رضی اللہ عنہما کا بیت المال کے سارے مال کو تقسیم کرنا

حضرت سعید رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں حضرت عمر بن خطابؓ نے (بیت المال کے خزانچی) حضرت عبداللہ بن ارقمؓ کو فرمایا ہر مہینہ ایک مرتبہ بیت المال کا سارا مال مسلمانوں میں تقسیم کر دیا کرو (اس کے کچھ عرصہ بعد فرمایا) نہیں۔ ہر ہفتہ بیت المال کا سارا مال مسلمانوں میں تقسیم کر دیا کرو۔ اس کے کچھ عرصہ بعد فرمایا روزانہ بیت المال کا سارا مال تقسیم کر دیا کرو۔ اس پر ایک آدمی نے کہا اے امیر المؤمنین! اگر آپ بیت المال میں کچھ مال رہنے دیں تو اچھا ہے مسلمانوں کو اچانک کوئی ضرورت پیش آجاتی ہے اس میں کام آجائے گا یا بیرون والے کسی وقت مدد مانگ لیتے ہیں تو ان کو دیا جا سکتا ہے۔ حضرت عمرؓ نے اس سے فرمایا تمہاری زبان پر یہ شیطان بول رہا ہے اور اس کا جواب اللہ مجھے سکھلا رہا ہے اور اس کے شر سے مجھے بچا رہا ہے اور وہ یہ ہے کہ میں نے ان تمام ضرورتوں کے لئے وہی سب کچھ تیار کیا ہوا ہے جو حضور ﷺ

---

[1] اخرجه ابو نعيم في الحلية (ج ۳ ص ۳۵۵)

[2] اخرجه ابو عبيد في الاموال كذافي الكنز (ج ۲ ص ۳۲۰)

نے تیار کیا ہوا تھا اور وہ ہے اللہ تعالیٰ کی اور اس کے رسول ﷺ کی اطاعت (ہر مصیبت کا علاج اور ہر ضرورت کا انتظام اللہ ورسول ﷺ کی ماننا ہے)[1]

حضرت ابن عمرؓ فرماتے ہیں حضرت عمرؓ کے پاس عراق سے مال آیا۔ حضرت عمرؓ اسے تقسیم فرمانے لگے۔ ایک آدمی نے کھڑے ہو کر کہا اے امیر المومنین! ہو سکتا ہے کبھی دشمن حملہ آور ہو جائے یا مسلمانوں پر اچانک کوئی مصیبت آپڑے تو ان ضرورتوں کے لئے اگر آپ اس مال میں سے کچھ بچا کر رکھ لیں تو اچھا ہے۔ یہ سن کر حضرت عمرؓ نے فرمایا تمہیں کیا ہو گیا۔ اللہ تمہیں مارے! یہ بات تمہاری زبان سے شیطان نے کہلوائی ہے اور اللہ تعالیٰ نے اس کا جواب مجھے بتایا ہے۔ اللہ کی قسم! کل کو پیش آنے والی ضرورت کے لئے میں آج اللہ کی نافرمانی نہیں کر سکتا۔ نہیں (میں مال جمع کر کے نہیں رکھ سکتا بلکہ) میں تو مسلمانوں (کی ضرورتوں) کے لئے وہ کچھ تیار کر کے رکھوں گا جو حضور ﷺ نے تیار کیا تھا (اور وہ ہے اللہ ورسول ﷺ کی اطاعت اور تقویٰ، اور تقویٰ مال جمع کرنا نہیں ہے بلکہ دوسروں پر خرچ کرنا ہے)[2]

حضرت سلمہ بن سعید رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں ایک مرتبہ حضرت عمر بن خطابؓ کے پاس بہت سارا مال لایا گیا تو حضرت عبدالرحمٰن بن عوفؓ نے کھڑے ہو کر کہا اے امیر المومنین! مسلمانوں پر کوئی ناگہانی مصیبت آجاتی ہے یا اچانک کوئی ضرورت پیش آجاتی ہے اس کے لئے اس مال میں سے کچھ بچا کر آپ بیت المال میں رکھ لیں تو بہت اچھا ہو گا۔ حضرت عمرؓ نے فرمایا تم نے ایسی بات کہی ہے جو شیطان ہی سامنے لا سکتا ہے۔ اللہ نے مجھے اس کا جواب سمجھایا ہے اور اس کے فتنہ سے بچالیا ہے۔ آئندہ سال (کی ضروریات) کے ڈر سے میں اس سال اللہ کی نافرمانی کروں۔ میں نے مسلمانوں (کی ضروریات) کے لئے اللہ کا تقویٰ تیار کیا ہوا ہے۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے: وَمَنْ يَتَّقِ اللّٰهَ يَجْعَلْ لَّهٗ مَخْرَجًا وَّيَرْزُقْهُ مِنْ حَيْثُ لَا يَحْتَسِبُ (سورت طلاق آیت ۳،۲)

ترجمہ: "اور جو شخص اللہ سے ڈرتا ہے اللہ تعالیٰ اس کے لئے (مضرتوں سے) نجات کی شکل نکال دیتا ہے اور اس کو ایسی جگہ سے رزق پہنچاتا ہے جہاں اس کا گمان بھی نہیں ہوتا۔" البتہ شیطان کی یہ بات میرے بعد والوں کے لئے فتنہ بن جائے گی۔[3]

حضرت حسن رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں کہ حضرت عمر بن خطابؓ نے حضرت ابو موسیٰؓ کو یہ

---

[1] اخرجه البيهقي (ج ٦ ص ٣٥٧) عن يحي بن سعد بن ابيه

[2] عند ابي نعيم في الحلية (ج ١ ص ٤٥)

[3] عند ابن عساكر كذافي منتخب الكنز (ج ٤ ص ٣٩١)

خط لکھا:

”امابعد! میں یہ چاہتا ہوں کہ سال میں ایک دن ایسا بھی ہو کہ بیت المال میں ایک درہم بھی باقی نہ رہے اور اس میں سے سارا مال نکال کر تقسیم کر دیا جائے تاکہ اللہ تعالیٰ کے سامنے یہ بات کھل کر آجائے کہ میں نے ہر حق والے کو اس کا حق دے دیا ہے۔“[1]

حضرت حسن رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں کہ حضرت عمرؓ نے حضرت حذیفہؓ کو یہ لکھا ہے کہ لوگوں کو ان کے عطایا اور ان کے مقررہ وظیفے سب دے دو۔ حضرت حذیفہؓ نے جواب میں لکھا ہم سب کچھ دے چکے ہیں لیکن پھر بھی بہت مال بچا ہوا ہے۔ حضرت عمرؓ نے انہیں جواب میں لکھا یہ مال غنیمت مسلمانوں کا ہے جو اللہ تعالیٰ نے ان کو دیا ہے یہ عمرؓ یا اس کی آل اولاد کا نہیں ہے اس لئے اسے بھی مسلمانوں میں ہی تقسیم کر دو۔[2]

حضرت علی بن ربیعہؓ والبی رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں ابن نباج نے حضرت علیؓ کی خدمت میں حاضر ہو کر کہا اے امیر المومنین! مسلمانوں کا بیت المال سونے چاندی سے بھر گیا ہے۔ یہ سن کر حضرت علیؓ نے کہا اللہ اکبر! اور ابن نباج پر ٹیک لگا کر کھڑے ہوئے اور مسلمانوں کے بیت المال پر پہنچے اور یہ شعر پڑھا۔

هذا جناى وخياره فيه
وكل جان يده الى فيه

یہ میرے چنے ہوئے پھل ہیں اور جو پھل عمدہ تھے وہ انہی میں ہیں (میں نے انہیں نہیں کھایا اور میرے علاوہ) ہر پھل چننے والے کا ہاتھ اس کے منہ کی طرف جا رہا تھا یعنی میں نے اس بیت المال میں سے کچھ نہیں لیا ہے۔

اے ابن نباج! کوفہ والوں کو میرے پاس لے آؤ۔ چنانچہ لوگوں کو اعلان کر کے بلایا گیا (جب لوگ آگئے تو) حضرت علیؓ نے بیت المال کا سارا مال لوگوں میں تقسیم کر دیا اور تقسیم کرتے ہوئے وہ یوں فرما رہے تھے اے سونے! اے چاندی! میرے علاوہ کسی اور کو دھوکہ دو۔ (اور لوگوں سے کہہ رہے تھے) لے لو۔ لے لو اور یونہی تقسیم کرتے رہے یہاں تک کہ نہ کوئی دینار بچا اور نہ کوئی درہم۔ پھر ابن نباج سے فرمایا اس بیت المال میں پانی چھڑک دو (اس نے پانی چھڑک دیا) پھر آپ نے اس میں دو رکعت نماز پڑھی۔[3]

---

[1] اخرجه ابن سعد (ج ۳ ص ۲۱۸) و ابن عساكر كما فى الكنز (ج ۲ ص ۲۱۷)

[2] اخرجه ابن سعد (ج ۳ ص ۲۱۵)

[3] اخرجه ابو نعيم فى الحلية (ج ۱ ص ۸۱)

حضرت مجمع تیمی رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں حضرت علیؓ بیت المال (کا سارا مال تقسیم کر کے اس) میں جھاڑو دیا کرتے تھے اور اس میں نماز پڑھا کرتے اور وہاں سجدہ اس لئے کیا کرتے تھے تاکہ یہ بیت المال قیامت کے دن آپ کے حق میں گواہی دے۔[1]

حضرت علاء کے والد رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں میں نے حضرت علی بن ابی طالبؓ کو یہ فرماتے ہوئے سنا میں نے تمہارے مال غنیمت میں سے کھجوروں کے اس برتن کے علاوہ اور کچھ نہیں لیا اور یہ بھی مجھے دیہات کے ایک چودھری نے ہدیہ میں دیا تھا۔ پھر حضرت علیؓ بیت المال تشریف لے گئے اور جتنا مال اس میں تھا وہ سارا تقسیم کر دیا اور پھر وہ یہ شعر پڑھنے لگے۔

افلح من کانت له قوصره

یاکل منها کل یوم مره

وہ آدمی کامیاب ہو گیا جس کے پاس ایک ٹوکرا ہو جس میں سے وہ روزانہ ایک مرتبہ کھالے (کامیابی کے لئے تھوڑی دنیا بھی کافی ہے)

حضرت عنترہ شیبانی رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں حضرت علیؓ ہر صنعت والے سے اس کی صنعت کاری اور دستکاری میں سے جزیہ اور خراج وصول کیا کرتے تھے۔ یہاں تک کہ سوئی والوں سے سوئیاں، سوئے، دھاگے اور رسیاں لیا کرتے تھے۔ پھر اسے لوگوں میں تقسیم کر دیا کرتے اور روزانہ بیت المال کا سارا مال شام تک تقسیم کر دیا کرتے اور رات کو اس میں کچھ نہ ہوتا۔ البتہ اگر کسی ضروری کام میں مشغول ہو جاتے اور مال تقسیم کرنے کی اس دن فرصت نہ ملتی تو پھر وہ مال بیت المال میں رات بھر رہ جاتا لیکن اگلے دن صبح صبح جا کر اسے تقسیم کر دیتے اور فرمایا کرتے اے دنیا! مجھے دھوکہ نہ دے، جا کسی اور کو جا کر دھوکہ دے اور یہ شعر پڑھا کرتے:

هذا جنای وخیاره فیه

وکل جان یده الی فیه

یہ میرے چنے ہوئے پھل ہیں اور جو عمدہ پھل تھے وہ ان ہی میں ہیں (میرے علاوہ) ہر پھل چننے والے کا ہاتھ اس کے منہ کی طرف جا رہا تھا۔

حضرت عنترہ رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں میں ایک دن حضرت علیؓ کی خدمت میں حاضر ہوا۔ تھوڑی دیر میں ان کا غلام قنبر آیا اور اس نے کہا اے امیر المومنین! آپ (سارا ہی تقسیم کر

---

[1] اخرجه ابن عبدالبر فی الاستیعاب (ج ۳ ص ۴۹) عن مجمع التیمی نحوه.

دیتے ہیں اور) کچھ بھی باقی نہیں چھوڑتے حالانکہ اس مال میں آپ کے گھر والوں کا بھی حصہ ہے۔ اس لئے میں نے آپ کے لئے کچھ بہت عمدہ مال چھپا کر رکھا ہے۔ حضرت علیؓ نے پوچھا وہ کیا ہے؟ قنبر نے کہا آپ چل کر خود ہی دیکھ لیں کہ وہ کیا ہے؟ چنانچہ حضرت علیؓ چلے اور قنبر ان کو ایک کمرے میں لے گیا وہاں ایک بڑا برتن رکھا ہوا تھا جس پر سونے کا پانی چڑھا ہوا تھا اور وہ سونے چاندی کے برتنوں سے بھرا ہوا تھا۔ جب حضرت علیؓ نے اسے دیکھا تو فرمایا، تیری ماں تجھے گم کرے! تم میرے گھر میں بہت بڑی آگ داخل کرنا چاہتے ہو۔ پھر حضرت علیؓ نے تول تول کر ہر قوم کی سردار کو اس کی حصہ کے مطابق دینا شروع کیا اور پھر یہ شعر پڑھا جس کا ترجمہ ابھی گزرا ہے۔

هذا جناى و خياره فيه　　　و كل جان يده الىٰ فيه

اور فرمایا (اے دنیا!) مجھے دھوکہ مت دے، جا کسی اور کو جا کر دھوکہ دے۔[1]

مسلمانوں کے مالی حقوق کے بارے میں حضرت عمرؓ کی رائے

حضرت اسلم رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں، میں نے حضرت عمرؓ کو یہ فرماتے ہوئے سنا کہ اس مال کے بارے میں مشورہ کرنے کے لئے جمع ہو جاؤ اور غور کرو کہ یہ مال کن لوگوں میں تقسیم کیا جائے (جب مطلوبہ حضرات جمع ہو گئے تو) فرمایا، میں نے ان لوگوں کو اس لئے جمع کیا ہے تاکہ اس مال کے بارے میں مشورہ کر لیا جائے اور غور کر لیا جائے کہ یہ مال کن لوگوں میں تقسیم کیا جائے۔ میں نے اللہ کی کتاب (قرآن مجید) کی چند آیتیں پڑھی ہیں۔ میں نے اللہ تعالیٰ کو یہ فرماتے سنا ہے:

(۱) مَآ اَفَآءَ اللّٰهُ عَلٰى رَسُوْلِهٖ مِنْ اَهْلِ الْقُرٰى فَلِلّٰهِ وَلِلرَّسُوْلِ وَلِذِي الْقُرْبٰى وَالْيَتٰمٰى وَالْمَسٰكِيْنِ وَابْنِ السَّبِيْلِ كَيْ لَا يَكُوْنَ دُوْلَةً بَيْنَ الْاَغْنِيَآءِ مِنْكُمْ وَمَآ اٰتٰىكُمُ الرَّسُوْلُ فَخُذُوْهُ وَمَا نَهٰىكُمْ عَنْهُ فَانْتَهُوْا وَاتَّقُوا اللّٰهَ اِنَّ اللّٰهَ شَدِيْدُ الْعِقَابِ. لِلْفُقَرَآءِ الْمُهٰجِرِيْنَ الَّذِيْنَ اُخْرِجُوْا مِنْ دِيَارِهِمْ وَاَمْوَالِهِمْ يَبْتَغُوْنَ فَضْلًا مِّنَ اللّٰهِ وَرِضْوَانًا وَّيَنْصُرُوْنَ اللّٰهَ وَرَسُوْلَهٗ اُولٰٓئِكَ هُمُ الصّٰدِقُوْنَ.

(سورت حشر　آیت ۷،۸)

ترجمہ: "جو کچھ اللہ تعالیٰ (اس طور پر) اپنے رسول ﷺ کو دوسری بستیوں کے (کافر) لوگوں سے دلوا دے (جیسے فدک اور ایک حصہ خیبر کا) سو وہ بھی اللہ کا حق ہے اور رسول ﷺ

---

[1] اخرجه ابو عبيد كذافي منتخب الكنز (ج ۵ ص ۵۷) و اخرج احمد في الزهد و مسدد عن مجمع نحو ما تقدم عن ابى نعيم فى الحلية كمافى المنتخب (ج ۵ ص ۵۷)

کا اور (آپ کے) قرابت داروں کا اور یتیموں کا اور غریبوں کا اور مسافروں کا تاکہ وہ (مال فئے) تمہارے تونگروں کے قبضہ میں نہ آجائے اور رسول ﷺ تم کو جو کچھ دے دیا کریں وہ لے لیا کرو اور جس چیز (کے لینے) سے تم کو روک دیں (اور بعموم الفاظ یہی حکم ہے افعال اور احکام میں بھی) تم رک جایا کرو اور اللہ سے ڈرو۔ بیشک اللہ تعالیٰ (مخالفت کرنے پر) سخت سزا دینے والا ہے اور ان حاجت مند مہاجرین کا (بالخصوص) حق ہے جو اپنے گھروں سے اور اپنے مالوں سے (جبراً و ظلماً) جدا کر دیئے گئے وہ اللہ تعالیٰ کے فضل (یعنی جنت) اور رضا مندی کے طالب ہیں اور وہ اللہ اور اس کے رسول ﷺ (کے دین) کی مدد کرتے ہیں (اور) یہی لوگ (ایمان کے) سچے ہیں۔" اللہ کی قسم! یہ مال صرف انہی لوگوں کے لئے نہیں ہے۔ پھر اللہ تعالیٰ نے فرمایا۔

(۲) وَالَّذِيْنَ تَبَوَّؤُا الدَّارَ وَالْاِيْمَانَ مِنْ قَبْلِهِمْ يُحِبُّوْنَ مَنْ هَاجَرَ اِلَيْهِمْ وَلَا يَجِدُوْنَ فِيْ صُدُوْرِهِمْ حَاجَةً مِّمَّآ اُوْتُوْا وَيُؤْثِرُوْنَ عَلٰٓى اَنْفُسِهِمْ الاية (سورت حشر آیت ۹)

ترجمہ: اور (نیز) ان لوگوں کا (بھی حق ہے) جو دارالاسلام (یعنی مدینہ) میں ان (مہاجرین) کے (آنے کے) قبل سے قرار پکڑے ہوئے ہیں۔ جو ان کے پاس ہجرت کر کے آتا ہے اس سے یہ لوگ محبت کرتے ہیں اور مہاجرین کو جو کچھ ملتا ہے اس سے یہ (انصار) اپنے دلوں میں کوئی رشک نہیں پاتے اور اپنے سے مقدم رکھتے ہیں اگرچہ ان پر فاقہ ہی ہو اور (واقعی) جو شخص اپنی طبیعت کے بخل سے محفوظ رکھا جاوے ایسے ہی لوگ فلاح پانے والے ہیں۔" اللہ کی قسم! یہ مال صرف ان ہی لوگوں کے لئے نہیں ہے۔ پھر اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے۔

(۳) وَالَّذِيْنَ جَآءُوْ مِنْ بَعْدِهِمْ الاية. (سورت حشر آیت ۱۰)

اور ان لوگوں کا (بھی اس مال فئے میں حق ہے) جو ان کے بعد آئے جو (ان مذکورین کے حق میں) دعا کرتے ہیں کہ اے ہمارے پروردگار ہم کو بخش دے اور ہمارے ان بھائیوں کو (بھی) جو ہم سے پہلے ایمان لا چکے ہیں اور ہمارے دلوں میں ایمان والوں کی طرف سے کینہ نہ ہونے دیجئے۔ اے ہمارے رب! آپ بڑے شفیق (اور) رحیم ہیں۔" پھر فرمایا اللہ کی قسم! اس مال میں ہر مسلمان کا حق معلوم ہوتا ہے چاہے وہ عدن میں بکریاں چرا رہا ہو۔ یہ الگ بات ہے کہ اسے مال دیا جائے یا نہ دیا جائے۔[۱] حضرت مالک بن اوس بن حدثانؓ اسی قصہ کو بیان کرتے ہوئے فرماتے ہیں اس کے بعد حضرت عمرؓ نے یہ آیت آخر تک پڑھی۔

۱۔ اخرجه البيهقي (ج ٦ ص ٣٥١)

(۴) اِنَّمَا الصَّدَقَاتُ لِلْفُقَرَاءِ وَالْمَسَاكِيْنِ (سورت توبہ آیت ۶۰)

ترجمہ: "صدقات تو صرف حق ہے غریبوں کا اور محتاجوں کا اور جو کارکن ان صدقات پر متعین ہیں اور جن کی دل جوئی کرنا (منظور) ہے اور غلاموں کی گردن چھڑانے میں اور قرض داروں کے قرضہ میں اور جہاد میں اور مسافروں میں۔ یہ حکم اللہ کی طرف سے مقرر ہے اور اللہ تعالیٰ بڑے علم والے، بڑی حکمت والے ہیں" اور فرمایا یہ زکوۃ و صدقات تو ان ہی لوگوں کے لئے ہیں (جن کا اس آیت میں ذکر ہے) پھر یہ آیت آخر تک پڑھی۔

(۵) وَاعْلَمُوْا اَنَّمَا غَنِمْتُمْ مِّنْ شَيْءٍ فَاَنَّ لِلّٰهِ خُمُسَهٗ وَلِلرَّسُوْلِ. (سورت انفال آیت ۴۱)

ترجمہ: "اور اس بات کو جان لو کہ جو شی (کفار سے) بطور غنیمت تم کو حاصل ہو تو اس کا حکم یہ ہے کہ کل کا پانچواں حصہ اللہ کا اور اس کے رسول ﷺ کا ہے اور (ایک حصہ) آپ کے قرابت والوں کا ہے اور (ایک حصہ) یتیموں کا ہے اور (ایک حصہ) غریبوں کا ہے اور (ایک حصہ) مسافروں کا ہے۔ اگر تم اللہ پر یقین رکھتے ہو اور اس چیز پر جس کو ہم نے اپنے بندہ (محمد ﷺ) پر فیصلہ کے دن، یعنی جس دن کہ دونوں جماعتیں (مومنین و کفار کی) باہم مقابل ہوئی تھیں، نازل فرمایا تھا اور اللہ (ہی) ہر شے پر پوری قدرت رکھنے والے ہیں" پھر فرمایا یہ مال غنیمت ان ہی لوگوں کے لئے ہے (جن کا اس آیت میں ذکر ہے) پھر یہ آیت آخر تک پڑھی للفقراء المهاجرين . جس کا ترجمہ (۱) میں گزر چکا ہے اور فرمایا یہ مہاجرین لوگ ہیں پھر یہ آیت آخر تک پڑھی والذين تبوؤ الدار والايمان من قبلهم جس کا ترجمہ (۲) میں گزر چکا ہے اور فرمایا اس آیت میں جن لوگوں کا تذکرہ ہے وہ انصار ہیں پھر یہ آیت آخر تک پڑھی۔ وَالَّذِيْنَ جَآءُوْ مِنْۢ بَعْدِهِمْ يَقُوْلُوْنَ رَبَّنَا اغْفِرْ لَنَا وَلِاِخْوَانِنَا الَّذِيْنَ سَبَقُوْنَا بِالْاِيْمَانِ جس کا ترجمہ (۳) میں گزر چکا ہے اور فرمایا اس آیت میں تو سب لوگ آگئے لہذا ہر مسلمان کا اس مال میں حق ہے۔ البتہ تمہارے غلاموں کا اس مال میں کوئی حق نہیں۔ اگر میں زندہ رہا تو انشاء اللہ ہر مسلمان کو اس کا حق پہنچ جائے گا یہاں تک کہ حمیر وادی (جو کہ یمن میں ہے) کے بالائی حصہ کے چرواہے کو بھی اس کا حصہ پہنچ کر رہے گا اور اس مال کو حاصل کرنے میں اس کی پیشانی پر ذرہ برابر پسینہ نہیں آئے گا یعنی اس کے لئے اسے کچھ بھی نہیں کرنا پڑے گا۔[1]

حضرت طلحہ بن عبید اللہؓ کا مال تقسیم کرنا

[1] اخرجه البيهقي ايضا (ج ٦ ص ٣٥٢) واخرجه ايضا ابن جرير عن مالك بن اوس نحوه كما في التفسير لابن كثير (ج ٤ ص ٣٤٠)

حضرت سُعدیؓ فرماتی ہیں ایک دن میں حضرت طلحہ بن عبید اللہؓ کے پاس گئی تو میں نے ان کی طبیعت پر گرانی محسوس کی۔ میں نے ان سے کہا آپ کو کیا ہوا؟ کیا ہماری طرف سے آپ کو کوئی ناگوار بات پیش آئی ہے؟ اگر ایسا ہے تو پھر اس ناگوار بات کو دور کر کے آپ کو راضی کریں گے۔ حضرت طلحہؓ نے کہا نہیں۔ ایسی کوئی بات نہیں ہے۔ تم تو مسلمان مرد کی بہت اچھی بیوی ہو۔ میں اس وجہ سے پریشان ہوں کہ میرے پاس مال جمع ہو گیا ہے اور مجھے سمجھ نہیں آرہا کہ اس کا کیا کروں؟ میں نے کہا اس میں پریشان ہونے کی کیا بات ہے آپ اپنی قوم کو بلالیں اور یہ مال ان میں تقسیم کر دیں۔ حضرت طلحہؓ نے فرمایا اے لڑکے! میری قوم کو میرے پاس لے آؤ (چنانچہ ان کی قوم والے آگئے تو سارا مال ان میں تقسیم کر دیا) میں نے خزانچی سے پوچھا کہ انہوں نے کتنا مال تقسیم کیا۔ خزانچی نے کہا چار لاکھ۔[1]

حضرت حسن رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں حضرت طلحہؓ نے اپنی ایک زمین سات لاکھ میں بیچی تو یہ رقم ایک رات ان کے پاس رہ گئی تو انہوں نے وہ ساری رات اس مال کے ڈر سے جاگ کر گزاری۔ صبح ہوتے ہی وہ ساری رقم تقسیم کر دی۔[2]

حضرت طلحہؓ کی بیوی حضرت سُعدیؓ فرماتی ہیں ایک دن حضرت طلحہؓ میرے پاس آئے وہ مجھے بڑے غمگین نظر آئے۔ میں نے کہا کیا بات ہے مجھے آپ کا چہرہ بڑا پریشان نظر آرہا ہے۔ کیا ہماری طرف سے کوئی ناگوار بات پیش آئی ہے؟ انہوں نے کہا نہیں۔ اللہ کی قسم! تمہاری طرف سے کوئی ناگوار بات پیش نہیں آئی ہے۔ تم تو بہت اچھی بیوی ہو میں اس وجہ سے غمگین و پریشان ہوں کہ میرے پاس بہت مال جمع ہو گیا ہے۔ میں نے کہا آپ آدمی بھیج کر اپنے رشتہ داروں اور اپنی قوم کو بلالیں اور ان میں یہ مال تقسیم کر دیں۔ چنانچہ انہوں نے بلا کر ان میں سارا مال تقسیم کر دیا پھر میں نے خزانچی سے پوچھا کہ انہوں نے کتنا مال تقسیم کیا ہے۔ اس نے بتایا چار لاکھ۔ ان کی روزانہ آمدن ایک ہزار وافی تھی (ایک وافی ایک درہم اور چار دانق کا ہوتا ہے اور ایک درہم میں چھ دانق ہوتے ہیں لہذا ہزار وافی کے ایک ہزار چھ سو چھیاسٹھ درہم اور چار دانق ہوئے) اسی سخاوت کی وجہ سے انہیں طلحہ فیاض کہا جاتا تھا یعنی بہت زیادہ سخی۔[3]

---

[1] اخرجه الطبراني باسناد حسن عن طلحه بن يحيى عن جدته سعدى رضى الله تعالىٰ عنها كذافى الترغيب (ج ٢ ص ١٧٦) وقال الهيثمي (ج ٩ ص ١٤٨) رجاله ثقات واخرجه ابن سعد (ج ٣ ص ١٥٧) وابو نعيم (ج ١ ص ٨٨) بنحوه [2] اخرجه ابو نعيم ايضا فى الحلية (ج ١ ص ٨٩) واخرجه ابن سعد (ج ٣ ص ١٥٧) اطول منه [3] اخرجه الحاكم ايضا (ج ٣ ص ٣٧٨)

حضرت زبیر بن عوامؓ کا مال تقسیم کرنا

حضرت سعید بن عبدالعزیز رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں حضرت زبیر بن عوامؓ کے ہزار غلام تھے جو انہیں مال کما کر دیا کرتے تھے۔ وہ روزانہ شام کو ان سے مال لے کر رات ہی کو سارا تقسیم کر دیتے اور جب گھر واپس جاتے تو اس میں سے کچھ بھی بچا ہوا نہ ہوتا۔[1]

حضرت مغیث بن سمی رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں حضرت زبیرؓ کے ایک ہزار غلام تھے جو انہیں مال کما کر دیا کرتے تھے۔ وہ ان غلاموں کی آمدن میں سے ایک درہم بھی گھر نہیں لے جاتے تھے (بلکہ ساری آمدن دوسروں میں تقسیم کر دیتے تھے)۔[2]

حضرت عبداللہ بن زبیرؓ فرماتے ہیں جنگ جمل کے دن (میرے والد) حضرت زبیرؓ کھڑے ہوئے تو مجھے بلایا میں ان کے پہلو میں آکر کھڑا ہو گیا تو انہوں نے کہا اے میرے بیٹے! آج جو بھی قتل ہو گا اسے فریق مخالف ظالم سمجھے گا اور وہ خود اپنے آپ کو مظلوم سمجھے گا اور مجھے ایسا نظر آرہا ہے کہ میں بھی آج ظلماً قتل ہو جاؤں گا اور مجھے سب سے زیادہ فکر اپنے قرضے کی ہے۔ تمہارا کیا خیال ہے قرضہ ادا کرنے کے بعد ہمارے مال میں سے کچھ بچے گا! اے میرے بیٹے! ہمارا مال بیچ کر قرضہ ادا کر دینا پھر حضرت زبیرؓ نے یہ وصیت فرمائی کہ قرضہ ادا کرنے کے بعد جو مال بچے اس کا ایک تہائی (ورثاء کے علاوہ) دوسروں کو دے دیا جائے اور اس ایک تہائی کا ایک تہائی (یعنی بچے ہوئے مال کا نواں حصہ) حضرت عبداللہ بن زبیرؓ کی اولاد کو دے دیا جائے (کیونکہ حضرت عبداللہ کے بچے بڑے تھے بلکہ ان کی شادیاں بھی ہو چکی تھیں) چنانچہ حضرت عبداللہ کے کچھ بیٹے حضرت خبیب اور حضرت عباد (عمر میں یا مال کے حصہ میں) حضرت زبیرؓ کے بعض بیٹوں کے برابر تھے اور خود حضرت زبیرؓ کے نو بیٹے اور نو بیٹیاں تھیں۔ حضرت عبداللہ فرماتے ہیں حضرت زبیرؓ نے مجھے اپنے قرضہ کے بارے میں وصیت کرتے ہوئے فرمایا اے میرے بیٹے! اگر میرے قرض کی ادائیگی میں کچھ مشکل پیش آئے تو میرے مولیٰ سے مدد لے لینا۔ حضرت عبداللہ کہتے ہیں اللہ کی قسم! میں سمجھ نہ سکا کہ مولیٰ سے ان کی مراد کون ہے؟ اس لئے میں نے پوچھا ابا جان! آپ کے مولیٰ کون ہیں؟

---

[1] اخرجه ابو نعیم فی الحلیة (ج ۱ ص ۹۰) [2] واخرجه البیهقی (ج ۸ ص ۹) عن مغیث مثله واخرجه یعقوب بن سفیان نحوه کما فی الاصابة (ج ۱ ص ۵۴۶)

انہوں نے فرمایا اللہ تعالیٰ۔ چنانچہ حضرت عبداللہ کہتے ہیں جب بھی مجھے ان کے قرضے کے بارے میں کوئی مشکل پیش آتی تو میں کہتا اے زبیرؓ کے مولیٰ! زبیرؓ کا قرضہ ادا کرادیں۔ اللہ تعالیٰ فوراً اس کا انتظام فرما دیتے۔ چنانچہ حضرت زبیرؓ اس دن شہید ہو گئے انہوں نے ترکہ میں کوئی دینار یا درہم نہ چھوڑا۔ البتہ چند زمینیں، مدینہ میں گیارہ گھر، بصرہ میں دو گھر، کوفہ میں ایک گھر اور مصر میں ایک گھر چھوڑا۔ ان چند زمینوں میں سے ایک زمین (مدینہ سے چند میل دور) غابہ کی تھی۔ حضرت زبیرؓ پر اتنا قرضہ اس وجہ سے ہوا کہ ان کے پاس جو آدمی اپنا مال بطور امانت رکھوانے آتا اس سے فرماتے میرے پاس امانت نہ رکھواؤ۔ مجھے ڈر ہے کہ کہیں ضائع نہ ہو جائے اس لئے مجھے قرض دے دو (جب ضرورت ہو لے لینا اور لوگوں سے لے کر دوسروں پر خرچ کر دیتے) حضرت زبیرؓ نہ کبھی امیر بنے اور نہ کبھی خراج زکوٰۃ وغیرہ وصول کرنے کی ذمہ داری لی۔ البتہ حضور ﷺ، حضرت ابوبکر، حضرت عمر اور حضرت عثمانؓ کے ساتھ غزوات میں شریک ہوتے رہے (اور ان غزوات سے جو مال غنیمت ملا اس سے ان کی اتنی جائیداد ہو گئی تھی) بہر حال میں نے اپنے والد کے قرض کا حساب لگایا تو وہ بائیس لاکھ نکلا۔ ایک دن حضرت حکیم بن حزامؓ مجھ سے ملے۔ انہوں نے کہا اے میرے بھتیجے! میرے بھائی (حضرت زبیرؓ) پر کتنا قرض ہے؟ میں نے چھپاتے ہوئے کہا ایک لاکھ (جتنا بتایا اس میں تو سچے ہیں) حضرت حکیم نے کہا اللہ کی قسم! میرے خیال میں تو تمہارا سارا مال اس قرضہ کی ادائیگی کے لئے کافی نہیں ہوگا۔ میں نے کہا اگر بائیس لاکھ قرض ہو تو پھر؟ انہوں نے کہا میرے خیال میں تو تم اسے ادا نہیں کر سکتے۔ اس لئے اگر تمہیں قرضہ کی ادائیگی میں کوئی مشکل پیش آئے تو مجھ سے مدد لے لینا حضرت زبیرؓ نے غابہ کی زمین ایک لاکھ ستر ہزار میں خریدی تھی۔ میں نے اس کی قیمت لگوائی تو سولہ لاکھ قیمت لگی (میں نے اس زمین کے سولہ حصے بنائے تھے ایک حصہ کی قیمت ایک لاکھ لگی) پھر میں نے کھڑے ہو کر اعلان کیا جس کا حضرت زبیرؓ کے ذمہ کوئی حق ہو وہ ہمیں غابہ میں آکر مل لے۔ حضرت عبداللہ بن جعفرؓ کے حضرت زبیرؓ کے ذمہ چار لاکھ درہم تھے انہوں نے مجھ سے آکر کہا اگر تم کہو تو میں تمہاری خاطر یہ قرضہ چھوڑ دیتا ہوں! میں نے کہا نہیں اس کی ضرورت نہیں ہے۔ پھر انہوں نے کہا اگر تم چاہو تو میرا قرضہ آخر میں ادا کر دینا! میں نے کہا نہیں، آپ ابھی لے لیں انہوں نے کہا اچھا پھر مجھے اس زمین میں سے میرے قرضے کے بقدر ٹکڑا دے دو۔ میں نے کہا یہاں سے لے کر وہاں تک آپ کی زمین ہے۔ چنانچہ غابہ کی زمین (اور حضرت زبیرؓ کے گھروں) کو بیچ بیچ کر میں قرضہ ادا کرتا رہا یہاں تک کہ سارا قرضہ ادا ہو گیا اور غابہ کی زمین

(کے سولہ حصوں) میں سے ساڑھے چار حصے بچ گئے۔ میں بعد میں حضرت معاویہؓ (کے زمانہ خلافت میں ان) کے پاس گیا۔ اس وقت ان کے پاس حضرت عمرو بن عثمان، حضرت منذر بن زبیر اور حضرت ابن زمعہؓ بھی تھے۔ حضرت معاویہؓ نے مجھ سے فرمایا تم نے غابہ کی زمین کی کیا قیمت لگائی؟ میں نے کہا (اس کے سولہ حصے کئے تھے اور) ہر حصہ ایک لاکھ کا بنا تھا۔ حضرت معاویہؓ نے پوچھا اب کتنے حصے باقی ہیں؟ میں نے کہا ساڑھے چار حصے۔ حضرت منذر بن زبیرؓ نے کہا ایک حصہ میں نے ایک میں خرید لیا پھر حضرت عمرو بن عثمانؓ نے کہا ایک حصہ میں نے ایک لاکھ میں خرید لیا پھر حضرت ابن زمعہ نے کہا ایک حصہ میں نے ایک لاکھ میں خرید لیا۔ حضرت معاویہؓ نے پوچھا اب کتنے حصے رہ گئے؟ میں نے کہا ڈیڑھ۔ انہوں نے کہا ڈیڑھ لاکھ میں میں نے اسے خرید لیا۔ حضرت عبداللہ بن جعفر نے اپنا حصہ حضرت معاویہ کے ہاتھ چھ لاکھ میں بیچا۔ جب میں حضرت زبیرؓ کے قرضے کی ادائیگی سے فارغ ہوا تو حضرت زبیر کی اولاد یعنی میرے بہن بھائیوں نے کہا اب میراث ہمارے درمیان تقسیم کر دیں۔ میں نے کہا نہیں اللہ کی قسم! میں تم لوگوں کے درمیان میراث اس وقت تک تقسیم نہیں کروں گا جب تک چار سال موسم حج میں یہ اعلان نہیں کر لیتا کہ جس کا حضرت زبیرؓ کے ذمہ کوئی قرضہ ہو وہ ہمارے پاس آجائے ہم اس کا قرضہ ادا کریں گے۔ چنانچہ میں ہر سال موسم حج میں یہ اعلان کرتا رہا جب چار سال گزر گئے تو پھر میں نے ان کے درمیان میراث تقسیم کی۔ حضرت زبیرؓ کی چار بیویاں تھیں۔ حضرت زبیرؓ نے ایک تہائی مال کی وصیت کی تھی۔ وہ تہائی مال دینے کے بعد ہر بیوی کو بارہ لاکھ ملے۔ لہذا ان کا سارا مال پانچ کروڑ دو لاکھ ہوا[1]۔ البدایہ میں علامہ ابن کثیر نے فرمایا ہے کہ ورثاء میں جو مال تقسیم ہوا وہ تین کروڑ چوراسی لاکھ تھا اور ایک تہائی کی جو وصیت کی تھی وہ ایک کروڑ بانوے لاکھ تھا۔ لہذا یہ میراث اور ایک تہائی مل کر پانچ کروڑ چھتر لاکھ ہوا اور پہلے جو قرضہ ادا کیا گیا وہ بائیس لاکھ تھا۔ اس حساب سے قرض ایک تہائی اور میراث مل کر کل مال پانچ کروڑ اٹھانوے لاکھ ہوا۔ یہ تفصیل ہم نے اس لئے بتائی ہے کہ بخاری میں جو مال کی تفصیل ہے اس میں اشکال ہے اس لئے اس کی تفصیل بتانا مناسب نظر آیا۔[2]

حضرت عبدالرحمٰن بن عوفؓ کا مال تقسیم کرنا

حضرت ام بکر بنت مسور رحمۃ اللہ علیہا کہتی ہیں حضرت عبدالرحمٰن بن عوفؓ نے اپنی ایک

---

[1] اخرجه البخاری

[2] كذافي البداية (ج ٧ ص ٢٥٠)

زمین چالیس ہزار دینار میں بکی اور یہ ساری رقم قبیلہ بنو زہرہ، غریب مسلمانوں، مہاجرین اور حضور ﷺ کی ازواج مطہرات میں تقسیم کر دی۔ اس میں سے کچھ رقم حضرت عائشہؓ کی خدمت میں بھیجی۔ انہوں نے پوچھا یہ مال کس نے بھیجا ہے؟ میں نے کہا حضرت عبدالرحمٰن بن عوف نے۔ پھر مال لے جانے والے نے حضرت عبدالرحمٰن بن عوف کے زمین بیچنے اور اس کی قیمت ساری تقسیم کر دینے کا قصہ بیان کیا۔ اس پر حضرت عائشہؓ نے فرمایا کہ حضور ﷺ نے فرمایا تھا کہ میرے بعد تم ازواج مطہرات کے ساتھ شفقت کا معاملہ صرف صابر لوگ ہی کریں گے (پھر حضرت عائشہؓ نے دعا دی) اللہ تعالیٰ عبدالرحمٰن بن عوف کو جنت کے سلسبیل چشمے سے پلائے۔[1]

حضرت جعفر بن برقان رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں مجھے یہ بات پہنچی ہے کہ حضرت عبدالرحمٰن بن عوفؓ نے تیس ہزار گھرانے آزاد کیے[2]۔ (ایک روایت یہ ہے کہ تیس ہزار باندیاں آزاد کیں)

حضرت ابو عبیدہ بن جراحؓ، حضرت معاذ بن جبلؓ اور حضرت حذیفہؓ کا مال تقسیم کرنا

حضرت مالک الدارؒ فرماتے ہیں حضرت عمر بن خطابؓ نے چار سو دینار لے کر ایک تھیلی میں ڈالے اور غلام سے کہا یہ حضرت ابو عبیدہ بن جراحؓ کے پاس لے جاؤ اور انہیں دینے کے بعد گھر میں تھوڑی دیر کے لئے کسی کام میں مشغول ہو جانا اور دیکھنا کہ وہ ان دیناروں کا کیا کرتے ہیں۔ چنانچہ وہ غلام اس تھیلی کو ان کے پاس لے گیا اور ان سے عرض کیا کہ امیر المومنین آپ سے فرما رہے ہیں کہ آپ یہ دینار اپنی ضرورت میں خرچ کر لیں۔ حضرت ابو عبیدہؓ نے فرمایا اللہ تعالیٰ انہیں اس کا صلہ عطا فرمائے اور ان پر رحم فرمائے پھر فرمایا اے باندی! ادھر آؤ۔ یہ سات دینار فلاں کے پاس لے جاؤ، یہ پانچ دینار فلاں کے پاس اور یہ پانچ دینار فلاں کے پاس لے جاؤ۔ اس طرح انہوں نے سارے دینار ختم کر دیئے۔ اس غلام نے واپس آکر حضرت عمرؓ کو ساری بات بتائی۔ حضرت عمرؓ نے اتنے ہی دینار تیار کر کے حضرت

---

[1] اخرجه الحاكم (ج ۳ ص ۳۱۰) قال الحاكم هذا حديث صحيح الا سنادو لم يخرجاه وقال الذهبي ليس بمتصل اه وقد اخرجه ابو نعيم في الحلية (ج ۱ ص ۹۸) و ابن سعد (ج ۳ ص ۹۴) عن المسور بن مخرمة بنحوه الا ان في رواية نعيم لن يحنو عليكم بعدي الا الصالحون .

[2] اخرجه الحاكم (ج ۳ ص ۳۰۸) و ابونعيم في الحلية (ج ۱ ص ۹۹)

معاذ بن جبلؓ کے لئے رکھے ہوئے تھے تو حضرت عمرؓ نے اس غلام سے فرمایا یہ دینار حضرت معاذ بن جبلؓ کے پاس لے جاؤ اور انہیں دینے کے بعد گھر میں کسی کام میں مشغول ہو جانا اور دیکھنا کہ وہ ان دیناروں کا کیا کرتے ہیں۔ چنانچہ وہ غلام دینار لے کر حضرت معاذؓ کی خدمت میں پہنچا اور ان سے عرض کیا کہ امیر المومنین فرما رہے ہیں کہ آپ یہ دینار اپنی ضرورت میں خرچ کر لیں۔ حضرت معاذؓ نے فرمایا اللہ تعالیٰ ان پر رحم فرمائے اور انہیں اس کا صلہ عطا فرمائے۔ پھر فرمایا اے باندی! ادھر آؤ! فلاں کے گھر میں اتنے لے جاؤ، فلاں کے گھر میں اتنے اور فلاں کے گھر میں اتنے لے جاؤ۔ اتنے میں ان کی بیوی آگئی اور انہوں نے کہا اللہ کی قسم! ہم بھی مسکین ہیں ہمیں بھی کچھ دیں تھیلی میں صرف دو دینار بچے ہوئے تھے۔ حضرت معاذؓ نے وہ دینار ان کی طرف لڑھکائے غلام نے واپس آکر حضرت معاذؓ کی تقسیم کا سارا قصہ سنایا۔ اس سے حضرت عمرؓ بہت خوش ہوئے اور فرمایا یہ سب آپس میں بھائی بھائی ہیں اور (دوسروں پر سارا مال خرچ کرنے میں) یہ سب ایک جیسے مزاج کے ہیں۔[1]

حضرت اسلم رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں ایک مرتبہ حضرت عمر بن خطابؓ نے اپنے ساتھیوں سے فرمایا اپنی اپنی تمنا کا اظہار کرو۔ ایک صاحب نے کہا میری دلی تمنا یہ ہے کہ یہ گھر درہموں سے بھر جائے اور میں ان سب کو اللہ کے راستہ میں خرچ کر دوں۔ حضرت عمرؓ نے پھر فرمایا اپنی اپنی تمنا کا اظہار کرو، تو دوسرے صاحب نے کہا میری دلی تمنا یہ ہے کہ یہ گھر سونے سے بھرا ہوا مجھے مل جائے اور میں اسے اللہ کے راستہ میں خرچ کر دوں۔ حضرت عمرؓ نے پھر فرمایا اپنی اپنی تمنا کا اظہار کرو۔ اس پر تیسرے صاحب نے کہا میری دلی تمنا یہ ہے کہ یہ گھر جواہرات سے بھرا ہوا ہو اور میں ان سب کو اللہ کے راستہ میں خرچ کر دوں۔ حضرت عمرؓ نے پھر فرمایا اپنی اپنی تمنا کا اظہار کرو۔ لوگوں نے کہا اتنی بڑی تمناؤں کے بعد اور تمنا کیا ہو سکتی ہے

[1] اخرجه الطبراني ورواته الى مالك الدار ثقات مشهورون و مالك الدار لا اعرفه كذافي الترغيب (ج ٢ ص ١٧٧) وقال الهيثمي (ج٣ ص ١٢٥) رواه الطبراني في الكبير و مالك الدارلم عرفه و بقية رجاله ثقات انتهى قلت ذكره الحافظ في الا صابة (ج ٣ ص ٤٨٤) وقال مالك بن عياض مولى عمرو هو الذى يقال له مالك الدارله ادراك وسمع من ابى بكر الصديق رضى الله تعالىٰ عنه روى عن الشيخين و معاذ و ابى عبيدة، روى عنه ابناه عون و عبدالله و ابو صالح السمان و ذكره ابن سعد في الطبقة الا ولىٰ من التا بعين في اهل المدينة وقال كان معروفا وقال على بن المديني كان مالك الدار خازنا لعمر انتهى وقال في الا صابة وردينا في فوائد داؤد بن عمرو الضبى جمع البغوى من طريق عبدالرحمن بن سعيد بن يربوع المخزومي عن مالك الدار فذ كرا لقصة. ١ ٥ واخرجه ابونعيم في الحلية (ج ١ ص ٢٣٧) عن مالك الدار فذكر مثله و اخرجه ابن سعد (ج ٣ ص ٣٠٠) عن معن بن عيسى قال عرضنا على مالك بن انس. فذكره مختصرا.

حضرت عمرؓ نے فرمایا میری دلی تمنا یہ ہے کہ یہ گھر حضرت ابو عبیدہ بن جراحؓ، حضرت معاذ بن جبلؓ اور حضرت حذیفہ بن یمانؓ جیسے آدمیوں سے بھرا ہوا ہو اور میں انہیں اللہ تعالیٰ کی اطاعت کے مختلف کاموں میں استعمال کروں (کام کے آدمیوں کی زیادہ ضرورت ہے) پھر حضرت عمر نے (ان سب لوگوں کی موجودگی میں) کچھ مال حضرت حذیفہؓ کے پاس بھیجا اور (لے جانے والے سے) فرمایا دیکھنا وہ اس مال کا کیا کرتے ہیں۔ جب حضرت حذیفہؓ کے پاس وہ مال پہنچا تو انہوں نے سارا تقسیم کر دیا۔ پھر حضرت معاذ بن جبلؓ کے پاس کچھ مال بھیجا انہوں نے بھی اسے تقسیم کر دیا۔ پھر حضرت ابو عبیدہؓ کے پاس کچھ مال بھیجا اور (لے جانے والے سے) فرمایا دیکھنا وہ اس مال کا کیا کرتے ہیں (انہوں نے بھی سارا تقسیم کر دیا) پھر حضرت عمرؓ نے فرمایا میں نے تم سے پہلے کہہ دیا تھا (کہ یہ تینوں کام کے آدمی ہیں اور ان کی ایک خوبی یہ ہے کہ مال دوسروں پر خرچ کرتے ہیں)۔[1]

حضرت عبداللہ بن عمرؓ کا مال تقسیم کرنا

حضرت میمون بن مہران رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں حضرت ابن عمرؓ کے پاس ایک مجلس میں بائیس ہزار درہم آئے انہوں نے اس مجلس سے اٹھنے سے پہلے ہی سارے تقسیم کر دیئے۔ حضرت نافع رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں حضرت معاویہؓ نے حضرت ابن عمرؓ کے پاس ایک لاکھ بھیجے۔ سال گزرنے سے پہلے ہی انہوں نے سارے خرچ کر دیئے اور ان میں سے کچھ باقی نہ رہا۔ حضرت ایوب بن وائل راسبی رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں میں مدینہ منورہ آیا تو مجھے حضرت ابن عمرؓ کے ایک پڑوسی نے یہ قصہ سنایا کہ حضرت ابن عمرؓ کے پاس حضرت معاویہؓ کی طرف سے چار ہزار، ایک اور آدمی کی طرف سے چار ہزار اور ایک اور آدمی کی طرف سے دو ہزار (کل دس ہزار) اور ایک جھالر والی چادر آئی۔ پھر وہ بازار گئے اور اپنی سواری کے لئے ایک درہم کا چارہ ادھار خریدا۔ مجھے معلوم تھا کہ ان کے پاس اتنا مال آیا ہے (اس لئے میں بڑا حیران ہوا کہ ان کے پاس اتنا مال آیا ہے اور یہ ایک درہم کا چارہ ادھار خرید رہے ہیں اس لئے) میں ان کی باندی کے پاس گیا اور میں نے اس سے کہا میں تم سے کچھ پوچھنا چاہتا ہوں۔ تم سچ سچ بتانا۔ کیا حضرت ابو عبدالرحمٰنؓ (یہ حضرت ابن عمرؓ کی کنیت ہے) کے پاس حضرت معاویہؓ کی طرف سے چار ہزار اور ایک اور آدمی کی طرف سے چار ہزار اور ایک اور آدمی کی طرف سے دو ہزار اور ایک چادر نہیں آئی ہے؟ اس نے کہا ہاں آئی ہے۔ میں نے کہا میں نے انہیں دیکھا ہے کہ وہ ایک

---

[1] اخرجه البخاری فی التاریخ الصغیر (ص ۲۹) عن زید بن اسلم .

درہم کا چارہ ادھار خرید رہے تھے (تو یہ کیا بات ہے ؟ اتنے مال کے ہوتے ہوئے وہ ادھار کیوں خرید رہے تھے ؟) اس باندی نے کہا رات سونے سے پہلے ہی انہوں نے وہ دس ہزار تقسیم کر دیئے تھے اور پھر وہ چادر اپنی کمر پر ڈال کر باہر چلے گئے تھے اور وہ بھی کسی کو دے دی۔ پھر گھر واپس آئے چنانچہ میں نے (بازار میں جا کر) اعلان کیا اے تاجروں کی جماعت ! تم اتنی دنیا کما کر کیا کرو گے ؟ (حضرت ابن عمرؓ کی طرح دوسروں پر سارا مال خرچ کر دو) کل رات حضرت ابن عمرؓ کے پاس دس ہزار کھرے درہم آئے تھے وہ (انہوں نے رات ہی سارے خرچ کر دیئے اس لئے) آج اپنی سواری کے لئے وہ ایک درہم کا ادھار چارہ خرید رہے تھے۔[1]

حضرت نافع رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں حضرت ابن عمرؓ کے پاس ایک مجلس میں بیس ہزار سے زیادہ درہم آئے تو انہوں نے اس مجلس سے اٹھنے سے پہلے ہی وہ سب تقسیم کر دیئے اور مزید ان کے پاس جو پہلے سے تھے وہ بھی سب دے دیئے اور جو کچھ پاس تھا وہ سب ختم کر دیا تو ایک صاحب آئے جن کو دینے کا ان کا پرانا معمول تھا۔ (اب اپنے پاس تو دینے کے لئے کچھ بچا نہیں تھا اس لئے) جن کو دیا تھا ان میں سے ایک آدمی سے ادھار لے کر ان صاحب کو دیئے۔

حضرت میمون کہتے ہیں بعض لوگ یہ کہتے ہیں کہ حضرت ابن عمرؓ کنجوس ہیں۔ یہ لوگ غلط کہتے ہیں۔ اللہ کی قسم ! جہاں خرچ کرنے سے (آخرت کا) نفع ہوتا ہے وہاں خرچ کرنے میں وہ بالکل کنجوس نہیں ہیں (ہاں اپنے اوپر خرچ نہیں کرتے[2] اور خواہ مخواہ نہیں دیتے)

حضرت اشعث بن قیسؓ کا مال تقسیم کرنا

حضرت ابو اسحاق رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں قبیلہ کندہ کے ایک آدمی پر میرا قرض تھا۔ میں اس کے پاس (قرضہ وصول کرنے کے لئے) فجر سے پہلے آخر رات میں جایا کرتا تھا۔ ایک دن میں حضرت اشعث بن قیسؓ کی مسجد کے پاس سے گزر رہا تھا کہ فجر کی نماز کا وقت ہو گیا۔ میں نے وہیں نماز پڑھی۔ جب امام نے سلام پھیرا تو امام نے ہر آدمی کے سامنے کپڑوں کا ایک جوڑا، جوتی اور ایک جوڑا اور پانچ سو درہم رکھے۔ میں نے کہا میں اس مسجد والوں میں سے نہیں ہوں (لہذا مجھے نہ دو) پھر میں نے پوچھا یہ کیا ہے ؟ (یہ لوگوں کو کیوں دے رہے ہیں ؟) لوگوں نے بتایا حضرت اشعث بن قیس مکہ مکرمہ سے آئے ہیں (اس خوشی میں وہ ہر نمازی کو

---

[1] اخرجه ابو نعيم في الحلية (ج ۱ ص ۲۹۶)

[2] اخرجه ابن سعد (ج ٤ ص ۱۰۹) [3] اخرجه الطبراني قال الهيثمي (ج ۹ ص ٤١٥) وفيه ابو اسرائيل الملائي وقد اختلف فيه وبقية رجاله رجال الصحيح . انتهى

دے رہے ہیں) [3]

حضرت عائشہ بنت ابی بکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہا کا مال تقسیم کرنا

حضرت ام درہ رحمۃ اللہ علیہا کہتی ہیں حضرت عائشہؓ کے پاس ایک لاکھ آئے۔ انہوں نے اسی وقت وہ سارے تقسیم کر دیئے۔ اس دن ان کا روزہ تھا میں نے ان سے کہا آپ نے اتنا خرچ کیا ہے تو کیا آپ اپنے لئے اتنا بھی نہیں کر سکتیں کہ افطار کے لئے ایک درہم کا گوشت منگا لیتیں ؟! انہوں نے کہا (مجھے تو یاد ہی نہیں رہا کہ میرا روزہ ہے) اگر تو مجھے پہلے یاد کرا دیتی تو میں گوشت منگا لیتی۔[1]

ام المومنین حضرت سودہ بنت زمعہؓ کا مال تقسیم کرنا

حضرت محمد بن سیرین رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں حضرت عمرؓ نے حضرت سودہؓ کے پاس درہموں سے بھرا ہوا تھیلا بھیجا۔ حضرت سودہؓ نے پوچھا کیا ہے ؟ لانے والوں نے بتایا یہ درہم ہیں تو (حیران ہو کر تعجب سے) فرمایا ارے کھجوروں کی طرح تھیلے ہیں درہم (یعنی اتنے بڑے تھیلے میں تو کھجوریں ڈالی جاتی ہیں درہم تو تھوڑے ہوا کرتے ہیں۔ حضرت عمرؓ نے بہت زیادہ درہم بھیج دیئے ہیں) اور پھر انہوں نے وہ سارے درہم تقسیم کر دیئے۔[2]

ام المومنین حضرت زینب بن جحشؓ کا مال تقسیم کرنا

حضرت برہ بنت رافع رحمۃ اللہ علیہا کہتی ہیں جب حضرت عمرؓ نے لوگوں میں عطایا تقسیم کیں تو حضرت زینب بنت جحشؓ کے پاس ان کا حصہ بھیجا۔ جب وہ مال ان کے پاس پہنچا تو فرمانے لگیں اللہ تعالیٰ حضرت عمرؓ کی مغفرت فرمائے۔ میری دوسری بہنیں اس مال کو مجھ سے زیادہ اچھے طریقے سے تقسیم کر سکتی ہیں (اس لئے ان کے پاس لے جاؤ) لانے والوں نے کہا یہ سارا مال آپ کا ہی ہے۔ فرمانے لگیں سبحان اللہ! اور ایک کپڑے سے پردہ کر لیا اور فرمایا اسے یہاں رکھ دو اور اس پر کپڑا ڈال دو۔ پھر مجھ سے فرمایا اس کپڑے میں ہاتھ ڈال کر ایک مٹھی بھر کر ہو فلاں کو اور ہو فلاں کو دے آؤ۔ یہ سب ان کے رشتہ دار تھے اور یتیم تھے یوں ہی

---

1. اخرجه ابن سعد كذافي الاصابة (ج ٤ ص ٣٥٠)
2. اخرجه ابن سعد بسند صحيح كذافي الاصابة (ج ٤ ص ٣٣٩)

تقسیم فرماتی رہیں یہاں تک کہ کپڑے کے نیچے تھوڑے سے درہم بچ گئے تو میں نے ان کی خدمت میں عرض کیا اے ام المومنین! اللہ آپ کی مغفرت فرمائے۔ اللہ کی قسم! اس مال میں ہمارا بھی تو حق ہے فرمایا اچھا کپڑے کے نیچے جتنے درہم ہیں وہ سب تمہارے۔ ہمیں کپڑے کے نیچے پچاسی درہم ملے۔ اس کے بعد آسمان کی طرف ہاتھ اٹھا کر حضرت زینبؓ نے یہ دعا مانگی اے اللہ! اس سال کے بعد مجھے حضرت عمرؓ کی عطا نہ ملے۔ چنانچہ (ان کی دعا قبول ہو گئی اور) ان کا انتقال ہو گیا۔[1]

حضرت محمد بن کعب رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں حضرت زینب بنت جحشؓ کا سالانہ وظیفہ بارہ ہزار تھا اور وہ بھی انہوں نے صرف ایک سال لیا اور لینے کے بعد یہ دعا فرمائی اے اللہ! آئندہ سال یہ مال مجھے نہ ملے کیونکہ یہ فتنہ ہی ہے (آئندہ سال سے پہلے ہی مجھے اٹھا لے) پھر اپنے رشتہ داروں اور ضرورت مندوں میں سارا تقسیم کر دیا۔ حضرت عمرؓ کو پتہ چلا کہ انہوں نے سارا مال خرچ کر دیا ہے تو انہوں نے فرمایا یہ ایسی (بلند مرتبہ) خاتون ہیں جن کے ساتھ اللہ نے بھلائی کا ہی ارادہ کیا ہے۔ چنانچہ حضرت عمرؓ گئے اور ان کے دروازے پر کھڑے ہو کر اندر سلام بھجوایا اور کہا مجھے پتہ چلا ہے کہ آپ نے سارا مال تقسیم کر دیا ہے یہ میں ایک ہزار اور بھیج رہا ہوں، اسے آپ اپنے پاس رکھیں (ایک دم خرچ نہ کر دیں) لیکن جب یہ ایک ہزار درہم ان کے پاس پہنچے تو انہوں نے ان کو بھی پہلے کی طرح تقسیم کر دیا۔[2]

دودھ پیتے بچوں کے لئے وظیفہ مقرر کرنا

حضرت ابن عمرؓ فرماتے ہیں ایک تجارتی قافلہ مدینہ منورہ آیا اور انہوں نے عید گاہ میں قیام کیا۔ حضرت عمرؓ نے حضرت عبدالرحمٰن بن عوفؓ سے فرمایا کیا تم اس بات کے لئے تیار ہو کہ ہم دونوں اس قافلہ کا چوروں سے پہرہ دیں؟ (انہوں نے کہا ٹھیک ہے) چنانچہ یہ دونوں حضرات رات بھر قافلہ کا پہرہ بھی دیتے رہے اور باری باری نماز بھی پڑھتے رہے۔ حضرت عمرؓ نے ایک بچے کے رونے کی آواز سنی تو انہوں نے جا کر اس کی ماں سے کہا اللہ سے ڈر اور اپنے بچے کا خیال کر اور پھر حضرت عمرؓ اپنی جگہ واپس آگئے۔ پھر بچے کو رونے کی آواز سنی تو حضرت عمرؓ نے جا کر دوبارہ اس کی ماں کو وہی بات کہی اور اپنی جگہ واپس آگئے۔ جب آخر رات ہوئی تو پھر انہوں نے اس بچے کے رونے کی آواز سنی تو جا کر اس کی ماں سے کہا تیرا بھلا ہو!

---

[1] اخرجه ابن سعد (ج ۳ ص ۳۰۰)

[2] عند ابن سعد ایضا کذافی الاصابة (ج ٤ ص ۳۱٤)

میرا خیال ہے کہ تو بچے کے حق میں بری ماں ہے، کیا بات ہے کہ تیرا بیٹا آج ساری رات آرام نہ کر سکا؟ اس عورت نے کہا اے اللہ کے بندے! آج رات تو (بار بار آآکر) تم نے مجھے تنگ کر دیا۔ میں بہلا پھسلا کر اس کا دودھ چھڑانا چاہتی ہوں لیکن یہ مانتا نہیں۔ حضرت عمرؓ نے پوچھا تو اس کا دودھ کیوں چھڑانا چاہتی ہو؟ اس عورت نے کہا کیونکہ حضرت عمرؓ صرف اس بچے کا وظیفہ مقرر کرتے ہیں جو دودھ چھوڑ چکا ہو۔ حضرت عمرؓ نے پوچھا اس بچے کی عمر کیا ہے؟ اس عورت نے کہا اتنے مہینے کا ہے۔ حضرت عمرؓ نے کہا تیرا بھلا ہو! اس کا دودھ چھڑانے میں جلدی نہ کر (پھر آپ وہاں سے واپس آئے) اور فجر کی نماز پڑھائی اور نماز میں بہت روئے، زیادہ رونے کی وجہ سے ان کا قرآن لوگوں کی سمجھ میں نہیں آرہا تھا۔ سلام پھیرنے کے بعد آپ نے لوگوں سے کہا عمرؓ کے لئے ہلاکت ہو! اس نے مسلمانوں کے کتنے بچے مار ڈالے (کہ عمرؓ نے اصول یہ بنایا کہ دودھ چھڑانے کے بعد بچے کو وظیفہ ملے گا اس وجہ سے نہ معلوم کتنے بچوں کا دودھ قبل از وقت چھڑا دیا گیا ہوگا اور بچوں کو تکلیف ہوئی ہوگی) پھر اپنے منادی کو حکم دیا کہ وہ اعلان کرے کہ خبردار! تم اپنے بچوں کا جلدی دودھ نہ چھڑاؤ کیونکہ ہم ہر دودھ پیتے مسلمان بچے کا بھی وظیفہ مقرر کریں گے اور تمام علاقوں میں بھی (اپنے گورنروں کو) یہ لکھوا بھیجا کہ ہم ہر دودھ پیتے مسلمان بچے کا بھی وظیفہ مقرر کریں گے۔ [1]

بیت المال میں سے اپنے اوپر اور اپنے رشتہ داروں پر خرچ کرنے میں احتیاط برتنا

حضرت عمرؓ نے فرمایا میں اللہ کے مال کو (یعنی مسلمانوں کے اجتماعی مال کو جو بیت المال میں ہوتا ہے) اپنے لئے یتیم کے مال کی طرح سمجھتا ہوں۔ اگر مجھے ضرورت نہ ہو تو میں اس کے استعمال سے بچتا ہوں اور اگر مجھے ضرورت ہو تو ضرورت کے مطابق مناسب مقدار میں اس سے لیتا ہوں۔ دوسری روایت میں یہ ہے کہ میں اللہ کے مال کو اپنے لئے یتیم کے مال کی طرح سمجھتا ہوں۔ اللہ تعالیٰ نے یتیم کے مال کے بارے میں قرآن مجید میں فرمایا ہے: مَنْ كَانَ غَنِيًّا فَلْيَسْتَعْفِفْ وَمَنْ كَانَ فَقِيرًا فَلْيَأْكُلْ بِالْمَعْرُوفِ (سورۃ نساء آیت ٦)

ترجمہ: اور جو شخص مالدار ہو سو وہ تو اپنے کو بالکل بچائے اور جو شخص حاجت مند ہو تو وہ

---

[1] اخرجه ابن سعد (ج ۳ ص ۲۱۷) ابو عبید و ابن عساکر کذافی الکنز (ج ۲ ص ۳۱۷)

[2] اخرجه ابن سعد (ج ۳ ص ۱۹۸)

مناسب مقدار سے کھالے۔[1]

حضرت عروہ رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں کہ حضرت عمرؓ نے فرمایا اس اجتماعی مال میں سے مجھے صرف اتنا لینا جائز ہے جتنا میں اپنی ذاتی کمائی میں سے خرچ کرتا (یہ نہیں کہ بیت المال میں بے احتیاطی اور فضول خرچی کروں)۔[2]

حضرت عمران رحمۃ اللہ علیہ کہتے جب حضرت عمرؓ کو ضرورت پیش آتی تو بیت المال کے نگران کے پاس آتے اور اس سے ادھار لے لیتے۔ بعض دفعہ آپ تنگ دست ہوتے (اور قرض واپس کرنے کا وقت آجاتا) تو بیت المال کا نگران آکر ان سے قرض ادا کرنے کا تقاضا کرتا اور ان کے پیچھے پڑ جاتا۔ آخر حضرت عمرؓ قرض کی ادائیگی کی کہیں سے کوئی صورت بناتے۔ بعض دفعہ ایسا ہوتا کہ آپ کو وظیفہ ملتا تو اس سے قرض ادا کرتے۔[3]

حضرت ابراہیم رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں حضرت عمر بن خطابؓ زمانہ خلافت میں بھی تجارت کیا کرتے تھے۔ چنانچہ ایک مرتبہ آپ نے ایک تجارتی قافلہ ملک شام بھیجنے کا ارادہ کیا تو آپ نے چار ہزار قرض لینے کے لئے حضرت عبدالرحمٰن بن عوفؓ کے پاس آدمی بھیجا۔ حضرت عبدالرحمٰن نے اس قاصد سے کہا جاکر امیر المومنین سے کہہ دو کہ وہ اب بیت المال سے چار ہزار ادھار لے لیں۔ بعد میں بیت المال میں واپس کر دیں۔ جب قاصد نے واپس آکر حضرت عمرؓ کو ان کا جواب بتایا تو حضرت عمرؓ کو اس سے بڑی گرانی ہوئی۔ پھر جب حضرت عمرؓ کی حضرت عبدالرحمٰنؓ سے ملاقات ہوئی تو ان سے کہا تم نے ہی کہا تھا کہ عمرؓ چار ہزار بیت المال سے ادھار لے لے۔ اگر (میں بیت المال سے ادھار لے کر تجارتی قافلہ کے ساتھ بھیج دوں اور پھر) تجارتی قافلہ کی واپسی سے پہلے ہی مر جاؤں تو تم لوگ کہو گے کہ امیر المومنین نے چار ہزار لئے تھے اب ان کا انتقال ہو گیا ہے اس لئے یہ ان کے چار ہزار چھوڑ دو (تم لوگ تو چھوڑ دو گے) اور میں ان کے بدلے میں قیامت کے دن پکڑا جاؤں گا۔ نہیں، میں بیت المال سے بالکل نہیں لوں گا بلکہ میں چاہتا ہوں کہ تم جیسے لالچی اور کنجوس آدمی سے ادھار لوں تاکہ اگر میں مر جاؤں تو وہ میرے مال میں سے اپنا ادھار وصول کر لے۔[4]

حضرت براء بن معرورؓ کے ایک بیٹے کہتے ہیں حضرت عمرؓ ایک مرتبہ بیمار ہوئے۔ ان کیلئے علاج میں شہد تجویز کیا گیا اور اس وقت بیت المال میں شہد کی ایک کپی موجود تھی (انہوں نے

---

[1] عند ابن سعد ایضا کما فی منتخب الکنز (ج ٤ ص ٤١٨)

[2] اخرجه ابن سعد (ج ٣ ص ١٩٨) [3] اخرجه ابن سعد ایضا (ج ٣ ص ١٩٩) واخرجه ایضا ابو عبیدة فی الاموال و ابن عساکر عن ابراهیم نحوه کما فی المنتخب (ج ٤ ص ٤١٨)

خود اس شہد کو نہ لیا بلکہ مسجد میں جاکر منبر پر تشریف لے گئے اور فرمایا مجھے علاج کے لئے شہد کی ضرورت ہے اور شہد بیت المال میں موجود ہے۔ اگر آپ لوگ اجازت دیں تو میں اسے لے لوں ورنہ وہ میرے لئے حرام ہے۔ چنانچہ لوگوں نے خوشی سے ان کو اجازت دے دی ۔[1]

حضرت حسن رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں حضرت عمرؓ کے پاس ایک مرتبہ کہیں سے مال آیا تو ان کی صاحبزادی ام المومنین حضرت حفصہؓ کو اس کی اطلاع پہنچی۔ انہوں نے آکر حضرت عمرؓ سے کہا اے امیر المومنین! اللہ تعالیٰ نے رشتہ داروں کے ساتھ حسن سلوک کا حکم دیا ہے اس لئے اس مال میں آپ کے رشتہ داروں کا بھی حق ہے۔ زت عمرؓ نے ان سے فرمایا اے میری بیٹیا! میرے رشتہ داروں کا حق میرے مال میں ہے اور یہ تو مسلمانوں کا مال غنیمت ہے، تم اپنے باپ کو دھوکہ دینا چاہتی ہو، جاؤ تشریف لے جاؤ! چنانچہ حضرت حفصہؓ کھڑی ہوئیں اور چادر کا دامن گھسیٹتی ہوئی واپس چلی گئیں۔[2]

حضرت اسلم رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں میں نے حضرت عبداللہ بن ارقمؓ کو دیکھا کہ وہ حضرت عمرؓ کے پاس آئے اور عرض کیا اے امیر المومنین! ہمارے پاس جلولاء شہر کے (مال غنیمت کے) کچھ زیورات اور کچھ چاندی کے برتن ہیں آپ دیکھ لیں جس دن آپ فارغ ہوں اس دن آپ ان زیورات اور برتنوں کو دیکھ لیں اور پھر ان کے بارے میں آپ جو ارشاد فرمائیں ہم ویسے کریں گے۔ حضرت عمرؓ نے فرمایا جس دن تم مجھے فارغ دیکھو، یاد کرا دینا چنانچہ ایک دن حضرت عبداللہ بن ارقم نے آکر عرض کیا آج آپ فارغ نظر آرہے ہیں حضرت عمرؓ نے فرمایا ہاں۔ میرے سامنے چمڑے کا دستر خوان بچھا کر اس پر وہ زیورات اور چاندی کے برتن ڈال دو۔ چنانچہ حضرت عبداللہ بن ارقم نے دستر خان بچھا کر وہ سارا مال اس پر ڈال دیا۔ پھر حضرت عمرؓ اس مال کے پاس آکر کھڑے ہو گئے اور فرمایا اے اللہ! آپ نے اس مال کا تذکرہ کرتے ہوئے فرمایا ہے اور یہ آیت آخر تک تلاوت فرمائی۔ زُيِّنَ لِلنَّاسِ حُبُّ الشَّهَوَاتِ ۔ (سورت آل عمران : آیت ۱۴)

ترجمہ : "خوش نما معلوم ہوتی ہے (اکثر) لوگوں کو محبت مرغوب چیزوں کی (مثلاً) عورتیں ہوئیں بیٹے ہوئے، لگے ہوئے ڈھیر، سونے اور چاندی کے نمبر (یعنی شان) لگے ہوئے گھوڑے ہوئے (یا دوسرے) مواشی ہوئے اور زراعت ہوئی (لیکن) یہ سب استعمالی

---

[1] اخرجه ابن عساكر كذافي منتخب الكنز (ج ٤ ص ٤١٨)

[2] اخرجه احمد في الزهد كذافي منتخب الكنز (ج ٤ ص ٤١٢)

چیزیں ہیں دنیوی زندگانی کی اور انجام کار کی خوبی تو اللہ ہی کے پاس ہے۔ اور (اے اللہ!) آپ نے یہ بھی فرمایا ہے "لِكَيْلَا تَأْسَوْا عَلٰى مَا فَاتَكُمْ وَلَا تَفْرَحُوْا بِمَآ اٰتٰكُمْ. (سورت حدید : آیت ۲۳)

ترجمہ : "تاکہ جو چیز تم سے جاتی رہے تم اس پر رنج (اتنا) نہ کرو اور تاکہ جو چیز تم کو عطا فرمائی ہے اس پر اتراؤ نہیں۔ (اے اللہ!) جن مرغوب چیزوں کی محبت ہمارے دلوں میں بھلی اور خوشنما کر دی گئی ہے ان سے خوش ہونے کو چھوڑنا ہمارے بس میں نہیں ہے۔ اے اللہ! ہمیں ان چیزوں کے حق میں صحیح جگہ خرچ کرنے والا بنا اور میں ان کے شر سے تیری پناہ مانگتا ہوں۔ اتنے میں ایک صاحب حضرت عمرؓ کے بیٹے عبدالرحمٰن بن بہیہ کو اٹھا کر لائے (بہیہ حضرت عمرؓ کی باندی تھیں جن سے عبدالرحمٰن پیدا ہوئے تھے بعض حضرات اس باندی کا نام لہیہ بتاتے ہیں) اس بچے نے کہا ابا جان! مجھے ایک انگوٹھی دے دیں۔ حضرت عمرؓ نے فرمایا۔ اپنی ماں کے پاس جا! وہ تجھے ستو پلائے گی۔ راوی کہتے ہیں اللہ کی قسم! حضرت عمرؓ نے اپنے اس بیٹے کو کچھ نہیں دیا۔[1]

حضرت اسماعیل بن محمد بن سعد بن ابی وقاص رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں ایک دفعہ حضرت عمرؓ کے پاس بحرین سے مشک اور عنبر آیا۔ حضرت عمرؓ نے فرمایا اللہ کی قسم! میں چاہتا ہوں کہ مجھے کوئی ایسی عورت مل جائے جو تولنا اچھی طرح جانتی ہو اور وہ مجھے یہ خوشبو تول دے تاکہ میں اسے مسلمانوں میں تقسیم کر سکوں۔ ان کی بیوی حضرت عاتکہ بنت زید بن عمرو بن نفیلؓ نے کہا میں تولنے میں بڑی ماہر ہوں، لائیے میں تول دیتی ہوں۔ حضرت عمرؓ نے فرمایا نہیں۔ تم سے نہیں تلواتا۔ انہوں نے کہا کیوں؟ حضرت عمرؓ نے فرمایا مجھے ڈر ہے کہ تو اسے اپنے ہاتھوں سے ترازو میں رکھے گی (یوں کچھ نہ کچھ خوشبو تیرے ہاتھوں کو لگ جائے گی اور کنپٹی اور گردن کی طرف اشارہ کرتے ہوئے فرمایا) اور یوں تو اپنی کنپٹی اور گردن پر اپنے ہاتھ پھیرے گی اس طرح تجھے مسلمانوں سے کچھ زیادہ خوشبو مل جائے گی۔[2]

حضرت حسن رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں کہ حضرت عمر بن خطابؓ نے ایک لڑکی کو دیکھا جو کمزوری کی وجہ سے لڑکھڑا کر چل رہی تھی۔ حضرت عمرؓ نے پوچھا یہ لڑکی کون ہے؟ تو (ان کے بیٹے) حضرت عبداللہؓ نے کہا یہ آپ کی بیٹی ہے۔ حضرت عمرؓ نے پوچھا یہ میری کون

---

[1] اخرجه ابن ابی شیبة واحمد و ابن ابی الدنیا و ابن ابی حاتم و ابن عساکر کذافی منتخب الکنز (ج ٤ ص ٤١٢) [2] اخرجه احمد فی الزهد کذافی منتخب الکنز (ج ٤ ص ٤١٣)

کی بیٹی ہے؟ حضرت عبداللہ نے کہا یہ میری بیٹی ہے حضرت عمرؓ نے پوچھا یہ اتنی کمزور کیوں ہے؟ حضرت عبداللہ نے کہا آپ کی وجہ سے کیونکہ آپ اسے کچھ نہیں دیتے ہیں۔ حضرت عمرؓ نے فرمایا اے آدمی! اللہ کی قسم! میں تمہیں تمہاری اولاد کے بارے میں دھوکہ میں نہیں رکھنا چاہتا۔ (خود کما کر) تم اپنی اولاد پر خوب خرچ کرو (میں بیت المال میں سے نہیں دوں گا)۔[1]

حضرت عاصم بن عمرؓ فرماتے ہیں جب حضرت عمرؓ نے میری شادی کی تو ایک مہینہ تک اللہ کے مال میں سے (یعنی بیت المال میں سے) مجھے خرچ دیتے رہے پھر اس کے بعد حضرت عمرؓ نے (اپنے دربان) یرفا کو مجھے بلانے بھیجا۔ میں ان کی خدمت میں حاضر ہوا۔ انہوں نے فرمایا میں خلیفہ بننے سے پہلے بھی یہی سمجھتا تھا کہ میرے لئے بیت المال سے اپنے حق سے زیادہ لینا جائز نہیں اور اب خلیفہ بننے کے بعد یہ مال میرے لئے اور زیادہ حرام ہو گیا ہے کیونکہ اب یہ میرے پاس بطور امانت ہے اور میں تمہیں اللہ کے مال میں سے ایک مہینہ خرچ دے چکا ہوں۔ اب تمہیں اس میں سے اور نہیں دے سکتا ہوں۔ ہاں میں تمہاری مدد اس طرح کر سکتا ہوں کہ غابہ میں میرا جو باغ ہے۔ تم اس کا پھل کاٹ کر بیچ دو۔ پھر (اس کے پیسے لے کر) اپنی قوم کے کسی تاجر کے پاس جا کر کھڑے ہو جاؤ اور دیکھو جب وہ کوئی چیز خریدنے لگے تو تم اس کے ساتھ شراکت کر لو (اس سے جو نفع ہو، اس سے) خرچہ لے کر اپنے گھر والوں پر خرچ کرتے رہو۔[2]

حضرت مالک بن اوس بن حدثان رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں حضرت عمر بن خطابؓ کے پاس روم کے بادشاہ کا قاصد آیا۔ حضرت عمرؓ کی بیوی نے ایک دینار ادھار لے کر عطر خریدا اور شیشیوں میں ڈال کر وہ عطر اس قاصد کے ہاتھ روم کے بادشاہ کی بیوی کو ہدیہ میں بھیج دیا۔ جب یہ قاصد بادشاہ کی بیوی کے پاس پہنچا اور اسے وہ عطر دیا تو اس نے وہ شیشیاں خالی کر کے جواہرات سے بھر دیں اور قاصد سے کہا جاؤ یہ حضرت عمر بن خطاب کی بیوی کو دے آؤ۔ جب یہ شیشیاں حضرت عمرؓ کی بیوی کے پاس پہنچیں تو انہوں نے شیشیوں سے وہ جواہرات نکال کر ایک بچھونے پر رکھ دیئے۔ اتنے میں حضرت عمر بن خطاب گھر آ گئے اور انہوں نے پوچھا یہ کیا ہے؟ ان کی بیوی نے ان کو سارا قصہ سنایا۔ حضرت عمر نے وہ تمام جواہرات لے کر

---

[1] اخرجه ابن سعد و ابن شيبة و ابن عساكر كذافي المنتخب (ج ٤ ص ٤١٨)
[2] اخرجه ابن سعد و ابو عبيد في الاموال كذافي المنتخب (ج ٤ ص ٤١٨)

بیچ دیئے اور ان کی قیمت میں سے صرف ایک دینار اپنی بیوی کو دیا اور باقی ساری رقم مسلمانوں کے لئے بیت المال میں جمع کرادی۔[1]

حضرت ابن عمرؓ فرماتے ہیں ایک مرتبہ میں نے کچھ اونٹ خریدے اور ان کو بیت المال کی چراگاہ میں چھوڑ آیا۔ جب وہ خوب موٹے ہوگئے تو میں انہیں (بیچنے کے لئے بازار) لے آیا۔ اتنے میں حضرت عمرؓ بھی بازار تشریف لے آئے اور انہیں موٹے موٹے اونٹ نظر آئے تو انہوں نے پوچھا یہ اونٹ کس کے ہیں۔ لوگوں نے انہیں بتایا کہ یہ حضرت عبداللہ بن عمرؓ کے ہیں تو فرمانے لگے اے عبداللہ بن عمر! واہ واہ! امیر المومنین کے بیٹے کے کیا کہنے! میں دوڑتا ہوا آیا اور میں نے عرض کیا اے امیر المومنین! کیا بات ہے آپ نے فرمایا یہ اونٹ کیسے ہیں؟ میں نے عرض کیا میں نے یہ اونٹ خریدے تھے اور بیت المال کی چراگاہ میں چرنے کے لئے بھیجے تھے۔ (اب میں ان کو بازار لے آیا ہوں) تاکہ میں دوسرے مسلمانوں کی طرح انہیں بیچ کر نفع حاصل کروں۔ حضرت عمرؓ نے فرمایا ہاں بیت المال کی چراگاہ میں لوگ ایک دوسرے کو کہتے ہوں گے امیر المومنین کے بیٹے کے اونٹوں کو چراؤ اور امیر المومنین کے بیٹے کے اونٹوں کو پانی پلاؤ (میرا بیٹا ہونے کی وجہ سے تمہارے اونٹوں کی زیادہ رعایت کی ہوگی اس لئے) اے عبداللہ بن عمرؓ! ان اونٹوں کو بیچو اور تم نے جتنی رقم میں خریدے تھے وہ تو تم لے لو اور باقی زائد رقم مسلمانوں کے بیت المال میں جمع کرادو۔[2]

حضرت محمد بن سیرین رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں حضرت عمرؓ کے سسرال والوں میں سے ایک صاحب آئے اور انہوں نے حضرت عمرؓ سے اشارہ کنایہ میں یہ بات کہی کہ حضرت عمرؓ ان کو بیت المال میں سے کچھ دے دیں تو حضرت عمرؓ نے انہیں ڈانٹ دیا اور فرمایا تم چاہتے ہو کہ میں اللہ کے سامنے خائن بادشاہ بن کر پیش ہوں اور اس کے بعد انہیں اپنے ذاتی مال میں سے دس ہزار درہم دیئے۔[3]

حضرت عنترہ رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں میں (کوفہ کے محلہ) خورنق میں حضرت علی بن ابی طالبؓ کی خدمت میں حاضر ہوا۔ آپ نے ایک پرانی چادر اوڑھ رکھی تھی اور آپ سردی کی وجہ سے کانپ رہے تھے۔ میں نے عرض کیا اے امیر المومنین! اللہ تعالیٰ نے (بیت المال کے) اس مال میں آپ کا اور آپ کے اہل و عیال کا بھی حصہ رکھا ہے (پھر بھی آپ کے پاس

---

[1] اخرجه الدینوری فی المجالسة کذافی منتخب الکنز (ج ٤ ص ٤٢٢)

[2] اخرجه سعید بن منصور و ابن ابی شیبة والبیهقی کذافی المنتخب (ج ٤ ص ٤١٩)

[3] اخرجه ابن سعد (ج ٣ ص ٢١٩) کذافی کنز العمال (ج ٢ ص ٣١٧)

سردی سے بچنے کا کوئی انتظام نہیں ہے)اور آپ سردی سے کانپ رہے ہیں تو انہوں نے فرمایا اللہ کی قسم! میں تمہارے مال میں سے کچھ نہیں لینا چاہتا ہوں اور یہ پرانی چادر بھی وہ ہے جو میں اپنے گھر مدینہ منورہ سے لایا تھا۔[1]

مال واپس کرنا

حضور ﷺ کا اس مال کو قبول نہ کرنا جو آپ کو پیش کیا گیا

حضرت ابن عباسؓ فرماتے ہیں ایک مرتبہ اللہ تعالیٰ نے ایک فرشتہ اپنے نبی ﷺ کی خدمت میں بھیجا۔ اس فرشتے کے ساتھ حضرت جبرائیل علیہ السلام بھی تھے۔ اس فرشتہ نے حضور ﷺ کی خدمت میں عرض کیا اللہ تعالیٰ آپ کو دو باتوں میں اختیار دے رہے ہیں چاہے آپ بندگی والی نبوت اختیار فرمائیں چاہے بادشاہت والی۔ حضور ﷺ حضرت جبرائیلؑ کی طرف اس طرح متوجہ ہوئے گویا کہ آپ ان سے مشورہ لے رہے ہیں تو انہوں نے تواضع اختیار کرنے کا مشورہ دیا۔ اس پر حضور ﷺ نے فرمایا میں تو بندگی والی نبوت چاہتا ہوں۔ حضرت ابن عباسؓ فرماتے ہیں اس کے بعد حضور ﷺ نے وفات تک کبھی ٹیک لگا کر کھانا نہیں کھایا۔[2]

حضرت ابن عباسؓ فرماتے ہیں ایک دن حضور ﷺ اور حضرت جبرائیل علیہ السلام صفا پہاڑی پر تھے آپ نے فرمایا اے جبرائیل! اس ذات کی قسم جس نے تمہیں حق دے کر بھیجا ہے! شام کو محمد ﷺ کے اہل و عیال کے پاس نہ ایک پھنکی آٹا تھا اور نہ ایک مٹھی ستو۔ آپ کی بات ابھی پوری نہیں ہوئی تھی کہ آپ نے آسمان سے دھماکہ کی ایسی زوردار آواز سنی جس سے آپ گھبرا گئے۔ آپ نے حضرت جبرائیل سے پوچھا کیا اللہ نے قیامت قائم ہونے کا حکم دے دیا ہے؟ حضرت جبرائیل نے عرض کیا نہیں بلکہ اللہ تعالیٰ نے آپ کی بات سنتے ہی اسرافیل علیہ السلام کو حکم دیا اور وہ اتر کر آپ کے پاس آئے ہیں چنانچہ حضرت اسرافیل علیہ السلام نے خدمت میں حاضر ہو کر عرض کیا آپ نے جو بات حضرت جبرائیل علیہ السلام سے کہی وہ اللہ تعالیٰ نے سنی اور اللہ نے مجھے زمین کے خزانوں کی چابیاں دے کر آپ کے پاس بھیجا ہے اور مجھے یہ حکم دیا ہے کہ میں آپ کی خدمت میں یہ پیش کروں کہ آپ اگر کہیں تو میں

---

[1] اخرجه ابو عبيد كذافي البداية (ج ٨ ص ٣) واخرجه ايضا ابو نعيم في الحلية (ج ١ ص ٨٢) عن هارون بن عنترة عن ابيه نحوه [2] اخرجه يعقوب بن سفيان وهكذا رواه البخاري في التاريخ والنسائي كذافي البداية (ج ٦ ص ٤٨)

تہامہ کے پہاڑوں کو زمرد، یاقوت، سونے اور چاندی کا بنادوں اور یہ پہاڑ آپ کے ساتھ چلا کریں۔ اب آپ فرمائیں آپ بادشاہت والی نبوت چاہتے ہیں یا بندگی والی۔ حضرت جبرائیل علیہ السلام نے آپ کو تواضع اختیار کرنے کا اشارہ کیا تو آپ نے تین مرتبہ فرمایا نہیں میں بندگی والی نبوت چاہتا ہوں۔[1]

حضرت ابو امامہؓ فرماتے ہیں کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا میرے رب نے مجھ پر یہ بات پیش فرمائی کہ میرے لئے مکہ کے پتھریلے میدان کو سونے کا بنادیا جائے۔ میں نے عرض کیا نہیں ۔اے میرے رب! میں تو یہ چاہتا ہوں کہ ایک دن پیٹ بھر کر کھاؤں اور ایک دن بھوکا رہوں۔ آپ نے دو تین مرتبہ یہی کلمات ارشاد فرمائے تاکہ جب بھوک لگے تو میں آپ کے سامنے عاجزی کروں اور آپ کو یاد کروں اور جب پیٹ بھر کر کھاؤں تو آپ کا شکر ادا کروں اور آپ کی تعریف کروں۔[2]

حضرت علیؓ فرماتے ہیں کہ حضور ﷺ نے فرمایا میرے پاس ایک فرشتہ آیا اور اس نے کہا اے محمد(ﷺ) آپ کے رب آپ کو سلام کہہ رہے ہیں اور فرمارہے ہیں کہ اگر آپ چاہیں تو میں مکہ کے پتھریلے میدان آپ کے لئے سونے کے بنادوں۔ حضرت علیؓ کہتے ہیں حضور ﷺ نے آسمان کی طرف منہ اٹھا کر عرض کیا نہیں، اے میرے رب! میں یہ نہیں چاہتا۔ میں تو یہ چاہتا ہوں کہ ایک دن سیر ہو کر کھاؤں تاکہ آپ کی تعریف کروں اور ایک دن بھوکا رہوں تاکہ آپ سے مانگوں۔[3]

حضرت ابن عباسؓ فرماتے ہیں غزوہ احزاب (یعنی غزوہ خندق) میں ایک مشرک مارا گیا تو مشرکین نے حضور ﷺ کو یہ پیغام بھیجا کہ اس کی لاش ہمیں دے دو ہم آپ کو اس کے بدلہ میں بارہ ہزار دیں گے۔ آپ نے فرمایا نہ اس کی لاش میں خیر ہے اور نہ اس کی قیمت میں (لہذا اس کی لاش کچھ لئے بغیر ہی دے دو) امام احمد نے اس روایت میں یہ الفاظ نقل کئے ہیں کہ حضور ﷺ نے فرمایا اس کی لاش ان مشرکوں کو ویسے ہی دے دو اس لئے کہ اس کی لاش بھی ناپاک ہے اور اس کی قیمت بھی ناپاک ہے۔ چنانچہ آپ نے ان سے کچھ نہیں لیا (اور لاش ان کو ویسے ہی دے دی)۔[4]

---

[1] عند الطبرانی باسناد حسن و البیهقی کذافی الترغیب (ج ٥ ص ١٥٧) وقال الهیثمی (ج ١٠ ص ٣١٥) رواه الطبرانی فی الا وسط وفیه سعدان بن الولید ولم اعرفه و بقیة رجاله رجال الصحیح انتهی .

[2] عندا لترمذی وحسنه کذافی الترغیب (ج ٥ ص ١٥٠)

[3] عندالعسکری کذافی الکنز (ج ٤ ص ٣٩)

[4] اخرجه البیهقی واخرجه الترمذی ایضا وقال غریب کذافی البدایة (ج ٤ ص ١٠٧)

حضرت عکرمہ رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں غزوہ خندق کے دن نوفل یا ابن نوفل اپنے گھوڑے پر سوار تھا۔ وہ گھوڑا گر پڑا جس سے نوفل مر گیا تو (کافروں کے سردار) ابو سفیان نے حضور ﷺ کی خدمت میں اس کی لاش کے بدلہ میں سو اونٹ بھیجے۔ آپ نے انکار فرمادیا اور فرمایا اس کی لاش لے جاؤ۔ اس کا بدلہ بھی ناپاک ہے اور وہ خود بھی ناپاک ہے۔[1]

حضرت عروہ رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں حضرت حکیم بن حزامؓ یمن گئے اور انہوں نے وہاں (حمیر کے نواب) ذویزن کا جوڑا خریدا اور اسے لے کر حضور ﷺ کی خدمت میں مدینہ آئے اور حضور ﷺ کی خدمت میں ہدیہ کے طور پر پیش کیا۔ حضور ﷺ نے لینے سے انکار کر دیا اور فرمایا ہم کسی مشرک کا ہدیہ قبول نہیں کرتے (اس وقت تک حضرت حکیم مسلمان نہیں ہوئے تھے) چنانچہ حضرت حکیم اسے فروخت کرنے لگے تو حضور ﷺ نے اسے خرید لینے کا حکم فرمایا تو وہ جوڑا آپ کے لئے خرید اگیا۔ آپ اسے پہن کر مسجد نبوی میں تشریف لائے۔ حضرت حکیم فرماتے ہیں اس جوڑے میں حضور ﷺ بہت خوبصورت نظر آرہے تھے اور میں نے اس جوڑے میں حضور ﷺ سے زیادہ خوبصورت آدمی کبھی نہیں دیکھا آپ ایسے لگ رہے تھے جیسے چودھویں کا چاند! دیکھتے ہی بے اختیار یہ اشعار میری زبان پر آگئے۔

ماتنظر الحکام بالحکم بعدما
بدا واضح و غرۃ وحجول

جب ایک روشن اور چمکدار ایسی ہستی (یعنی رسول پاک علیہ السلام) ظاہر ہو گئی ہے جس کا چہرہ، ہاتھ اور پیر سبھی چمک رہے ہیں تو اب اس کے بعد حکام حکم دینے کے بارے میں سوچ کر کیا کریں گے؟ (یعنی اب تو حضور ﷺ کی مانی جائے گی ان حاکموں کی نہیں)

اذا قایسوہ المجد اربی علیھم
کمستفرغ ماالذناب سجیل

جب یہ حکام بزرگی اور شرافت میں ان کا مقابلہ کریں گے تو یہ ان سے بڑھ جائیں گے کیونکہ ان پر بزرگی اور شرافت ایسے کثرت سے بہائی گئی ہے جیسے کسی پر پانی سے بھرے ہوئے بڑے بڑے ڈول ڈالے گئے ہوں۔

یہ سن کر حضور ﷺ مسکرانے لگے۔[2]

---

[1] عند ابن ابی شیبة کذافی الکنز (ج ٥ ص ٢٨١) [2] اخرجه ابن جریر کذافی الکنز (ج ٣ ص ١٧٧) واخرجه الطبرانی عن حکیم بن حزم بنحوہ کمافی المجمع (ج ٨ ص ٢٧٨) وقال وفیه یعقوب بن محمد الزهری وضعفه الجمهور و قد وثق . انتهی

حضرت حکیم بن حزامؓ فرماتے ہیں زمانہ جاہلیت میں ہی مجھے حضرت نبی کریم ﷺ سے سب سے زیادہ محبت تھی۔ پھر آپ نے جب نبوت کا دعویٰ کیا اور مدینہ تشریف لے گئے تو میں موسم حج میں یمن گیا وہاں مجھے (حمیر کے نواب) ذی یزن کا جوڑا پچاس درہم میں بکتا ہوا نظر آیا۔ میں نے اسے حضور ﷺ کو ہدیہ دینے کی نیت سے خرید لیا اور میں وہ جوڑا لے کر حضور ﷺ کی خدمت میں (مدینہ منورہ) حاضر ہوا اور میں نے بہت کوشش کی کہ آپ اسے لے لیں لیکن آپ نے انکار کر دیا اور آپ نے فرمایا ہم مشرکوں سے کچھ نہیں لیتے (اور تم مشرک ہو) لیکن اگر تم چاہو تو ہم قیمت دے کر تم سے یہ خرید لیتے ہیں۔ چنانچہ میں نے قیمت لے کر وہ جوڑا حضور ﷺ کو دے دیا۔ پھر میں نے ایک دن دیکھا کہ آپ ﷺ منبر پر تشریف فرما ہیں اور آپ نے وہ جوڑا پہنا ہوا ہے۔ آپ اس جوڑے میں اتنے حسین نظر آ رہے تھے کہ میں نے اتنا حسین کبھی کو نہیں دیکھا۔ پھر آپ نے وہ جوڑا حضرت اسامہ بن زیدؓ کو دے دیا میں نے وہ جوڑا جب اسامہؓ کو پہنے ہوئے دیکھا تو میں نے کہا اے اسامہؓ! تم نے ذی یزن (نواب) کا جوڑا پہن رکھا ہے۔ انہوں نے کہا ہاں۔ میں ذی یزن سے بہتر ہوں اور میرا باپ اس کے باپ سے اور میری ماں اس کی ماں سے بہتر ہے۔ پھر میں مکہ مکرمہ آگیا اور انہیں حضرت اسامہؓ کی بات سنائی جس سے وہ سب بڑے حیران ہوئے (کہ غلام کا بیٹا ہو کر بھی خود کو اور اپنے ماں باپ کو اسلام کی وجہ سے نوابوں سے زیادہ قیمتی سمجھتا ہے)۔ [1]

حضرت عبداللہ بن بریدہ رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں میرے چچا عامر بن طفیل عامری نے مجھے یہ قصہ سنایا کہ عامر بن مالک نے حضور ﷺ کی خدمت میں ایک گھوڑا ہدیہ میں بھیجا اور یہ لکھا کہ میرے پیٹ میں ایک پھوڑا ہے اپنے پاس سے اس کی دوا بھیج دیں۔

عامر بن طفیل کہتے ہیں حضور ﷺ نے گھوڑا واپس کر دیا کیونکہ عامر بن مالک مسلمان نہیں تھے اور ان کو ہدیہ میں شہد کی ایک کپی بھیجی اور فرمایا اس سے اپنا علاج کر لو۔ [2]

حضرت کعب بن مالکؓ فرماتے ہیں کہ ملاعب الاسنہ (نیزوں کا کھلاڑی یہ عامر بن مالک کا لقب ہے) حضور ﷺ کی خدمت میں کچھ ہدیہ لے کر آیا۔ حضور ﷺ نے اس پر اسلام پیش کیا لیکن اس نے مسلمان ہونے سے انکار کر دیا تو حضور ﷺ نے فرمایا میں کسی مشرک کا ہدیہ قبول نہیں کر سکتا۔ [3]

---

[1] عند الحاکم (ج ۳ ص ٤٨٤) قال الحاکم وھذا حدیث صحیح الا سناد ولم یخرجاه وقال الذھبی صحیح۔
[2] اخرجه ابن عساکر
[3] عند ابن عساکر ایضا کذافی کنز العمال (ج ۳ ص ۱۷۷)

حضرت عیاض بن حمار مجاشعیؓ فرماتے ہیں کہ انہوں نے اونٹنی یا کوئی اور جانور حضور ﷺ کی خدمت میں بطور ہدیہ پیش کیا۔ حضور ﷺ نے فرمایا کیا تم مسلمان ہو چکے ہو؟ انہوں نے کہا نہیں۔ آپ نے فرمایا مجھے اللہ تعالیٰ نے مشرکین کا ہدیہ لینے سے منع فرمایا ہے۔[1]

حضرت ابو بکر صدیقؓ کا مال واپس کرنا

حضرت حسن رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں ایک مرتبہ حضرت ابو بکر صدیقؓ نے لوگوں میں بیان فرمایا اور اللہ تعالیٰ کی حمد و ثناء کے بعد فرمایا سب سے بڑی عقل مندی تقویٰ اختیار کرنا ہے۔ پھر آگے اور حدیث ذکر کی جس میں یہ مضمون بھی ہے کہ اگلے دن صبح کو حضرت ابو بکرؓ بازار جانے لگے تو ان سے حضرت عمرؓ نے پوچھا آپ کہاں جا رہے ہیں؟ انہوں نے فرمایا بازار۔ حضرت عمرؓ نے کہا اب آپ پر اتنی بڑی ذمہ داری (خلافت کی وجہ سے) آگئی ہے کہ جس کی وجہ سے اب آپ بازار نہیں جاسکتے (سارا وقت خلافت کی ذمہ داریوں میں لگائیں گے تو پھر یہ ذمہ داریاں پوری ہو سکیں گی) حضرت ابو بکرؓ نے فرمایا سبحان اللہ! اتنا لگنا پڑے گا کہ اہل و عیال کے لئے کمانے کا وقت نہ بچے (تو پھر انہیں کہاں سے کھلاؤں گا) حضرت عمرؓ نے کہا ہم (آپ کے لئے اور آپ کے اہل و عیال کے لئے بیت المال میں سے) مناسب مقدار میں وظیفہ مقرر کر دیتے ہیں۔ حضرت ابو بکرؓ نے فرمایا عمرؓ کا ناس ہو! مجھے ڈر ہے کہ کہیں مجھے اس مال میں سے کچھ لینے کی گنجائش نہ ہو۔ چنانچہ (مشورہ سے ان کا وظیفہ مقرر ہوا اور) انہوں نے دو سال سے زائد عرصہ (خلافت) میں آٹھ ہزار درہم لئے۔ جب ان کی موت کا وقت آیا تو فرمایا میں نے عمرؓ سے کہا تھا مجھے ڈر ہے کہ مجھے اس مال میں سے لینے کی گنجائش بالکل نہیں ہے لیکن عمرؓ اس وقت مجھ پر غالب آگئے اور مجھے ان کی بات مان کر بیت المال میں سے وظیفہ لینا پڑا لہذا جب میں مر جاؤں تو میرے مال میں سے آٹھ ہزار لے کر بیت المال میں واپس کر دینا۔ چنانچہ جب وہ آٹھ ہزار (حضرت ابو بکرؓ کے انتقال کے بعد) حضرت عمرؓ کے پاس لائے گئے تو آپ نے فرمایا اللہ ابو بکرؓ پر رحم فرمائے! انہوں نے اپنے بعد والوں کو مشکل میں ڈال دیا (کہ آدمی اپنی ساری جان اور سارا مال دین پر لگا دے اور دنیا میں کچھ نہ لے)۔[2]

حضرت ابو بکر بن حفص بن عمر رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں حضرت عائشہؓ حضرت ابو بکرؓ کی خدمت میں آئیں اس وقت آپ کو نزع کی تکلیف ہو رہی تھی اور آپ کا سانس سینے میں تھا۔

---

[1] اخرجه ابو داؤد و الترمذی و صححه ابن جریر و البیهقی کذافی الکنز (ج ۳ ص ۱۷۷)
[2] اخرجه البیهقی (ج ٦ ص ۳۵۳)

یہ حالت دیکھ کر حضرت عائشہؓ نے یہ شعر پڑھا:

لعمرك ما يغني الثراء عن الفتى
اذا حشرجت يوما وضاق بها الصدر

تیری جان کی قسم! مال اور قوم کی کثرت نوجوان کو اس دن کوئی فائدہ نہیں دے سکتی۔ جس دن سانس اکھڑنے لگے اور سینہ گھٹنے لگے۔ حضرت ابو بکرؓ نے حضرت عائشہؓ کی طرف غصہ سے دیکھا اور فرمایا اے ام المومنین! یہ بات نہیں ہے۔ یہ تو وہ حالت ہے جس کا ذکر اللہ تعالیٰ نے قرآن مجید میں کیا ہے:

وَجَآءَتْ سَكْرَةُ الْمَوْتِ بِالْحَقِّ ذٰلِكَ مَا كُنْتَ مِنْهُ تَحِيْدُ (سورت ق : آیت ۱۹)

ترجمہ: "اور موت کی سختی (قریب) آپہنچی۔ یہ (موت) وہ چیز ہے جس سے تو بدکتا تھا۔" میں نے تمہیں ایک باغ دیا تھا لیکن میرا دل اس سے مطمئن نہیں اس لئے تم اسے میری میراث میں واپس کر دو۔ میں نے کہا بہت اچھا اور پھر میں نے وہ باغ واپس کر دیا۔ پھر حضرت ابو بکرؓ نے فرمایا ہم جب سے مسلمانوں کے خلیفہ بنے ہیں ہم نے مسلمانوں کا نہ کوئی دینار کھایا ہے اور نہ کوئی درہم۔ البتہ ان کا موٹا جھوٹا کھانا ضرور کھایا ہے اور ایسے ہی ان کے موٹے اور کھردرے کپڑے ضرور پہنے ہیں اور اس وقت ہمارے پاس مسلمانوں کے مال غنیمت میں سے اور تو کچھ نہیں ہے البتہ یہ تین چیزیں ہیں ایک حبشی غلام اور دوسرا پانی والا اونٹ اور تیسرے پرانی لونی چادر۔ جب میں مر جاؤں تو یہ تینوں چیزیں حضرت عمرؓ کے پاس بھیج دینا! اور ان کی ذمہ داری سے مجھے فارغ کر دینا۔ چنانچہ حضرت عائشہؓ نے ایسا ہی کیا۔ جب قاصد وہ چیزیں لے کر حضرت عمرؓ کے پاس آیا تو وہ رونے لگے اور اتنے روئے کہ ان کے آنسو زمین پر گرنے لگے اور وہ فرما رہے تھے اللہ تعالیٰ ابو بکرؓ پر رحم فرمائے۔ انہوں نے اپنے بعد والوں کو مشکل میں ڈال دیا ہے۔ (دنیا میں کچھ نہ لینے کا ایسا اونچا معیار قائم کیا ہے کہ بعد والوں کے لئے اسے اختیار کرنا بہت مشکل ہے) اے غلام! ان چیزوں کو اٹھا کر رکھ لو۔ اس پر حضرت عبدالرحمٰن بن عوفؓ نے کہا سبحان اللہ! آپ حضرت ابو بکرؓ کے اہل و عیال سے حبشی غلام، پانی والا اونٹ اور پرانی لونی چادر جس کی قیمت پانچ درہم ہے چھین رہے ہیں۔ حضرت عمرؓ نے کہا آپ کیا چاہتے ہیں؟ حضرت عبدالرحمٰنؓ نے کہا آپ یہ چیزیں ابو بکرؓ کے اہل و عیال کو واپس کر دیں۔ حضرت عمرؓ نے فرمایا نہیں اس ذات کی قسم ہے جس نے حضرت محمد ﷺ کو حق دے کر بھیجا! یہ میرے زمانہ خلافت میں نہیں ہو گا نہیں ہو گا۔ حضرت ابو بکرؓ تو موت کے وقت ان چیزوں سے جان چھڑا کر گئے اور میں یہ چیزیں ان کے اہل و عیال کو واپس کروں اور موت اس سے

بھی زیادہ قریب ہے (یعنی میں واپس کروں گا تو یہ خوش ہو جائیں گے لیکن اللہ ناراض ہو جائیں گے اس لئے میں یہ کام نہیں کر سکتا۔ مجھے بھی دنیا سے جانا ہے تو وہاں جا کر ابو بکرؓ کو کیا منہ دکھاؤں گا)۔[1]

حضرت عمر بن خطابؓ کا مال واپس کرنا

حضرت عطاء بن یسار رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں حضور اقدس ﷺ نے حضرت عمر بن خطابؓ کو ایک عطیہ بھیجا۔ حضرت عمرؓ نے اسے واپس کر دیا۔ حضور ﷺ نے ان سے پوچھا تم نے یہ کیوں واپس کیا؟ حضرت عمرؓ نے عرض کیا آپ نے ہی ہمیں بتایا ہے کہ ہمارے لئے بہتر یہ ہے کہ ہم کسی سے کچھ نہ لیں۔ حضور ﷺ نے فرمایا میرا مقصد یہ تھا کہ مانگ کر نہ لیا جائے اور جو بغیر مانگے مل رہا ہو تو وہ اللہ کا دیا ہوا رزق ہے اسے لے لینا چاہئے۔ اس پر حضرت عمرؓ نے کہا اس ذات کی قسم جس کے قبضے میں میری جان ہے! آپ کے بعد میں کبھی کسی سے کچھ نہیں مانگوں گا اور جو بغیر مانگے آئے گا اسے ضرور لوں گا۔[2]

حضرت ابن عمرؓ فرماتے ہیں حضرت ابو موسیٰ اشعریؓ نے حضرت عمرؓ کی بیوی حضرت عاتکہ بنت زید بن عمرو بن نفیلؓ کو ایک بچھونا ہدیہ میں بھیجا۔ میرا خیال یہ ہے کہ وہ ایک ہاتھ لمبا اور ایک بالشت چوڑا ہو گا۔ حضرت عمرؓ ان کے پاس آئے اور وہ بچھونا دیکھا تو پوچھا یہ تمہیں کہاں سے ملا ہے؟ انہوں نے کہا یہ مجھے حضرت ابو موسیٰ اشعریؓ نے ہدیہ کیا ہے۔ حضرت عمرؓ نے اسے اٹھایا اور اس زور سے ان کے سر پر مارا کہ ان کے سر کے بال کھل گئے اور پھر فرمایا کہ ابو موسیٰ کو فوراً جلدی سے میرے پاس لاؤ (یعنی دوڑاتے ہوئے اتنی جلدی لاؤ کہ وہ تھک جائیں چنانچہ وہ بڑی تیزی سے چلتے ہوئے حضرت عمرؓ کے پاس آئے اور آتے ہی انہوں نے کہا اے امیر المومنین! آپ میرے بارے میں جلدی نہ کریں۔ حضرت عمرؓ نے فرمایا تم میری عورتوں کو ہدیہ کیوں دیتے ہو؟ پھر وہ بچھونا اٹھا کر ان کے سر پر مارا اور فرمایا اسے لے جاؤ ہمیں اس کی ضرورت نہیں۔[3]

حضرت لیث بن سعد رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں (اسکندریہ کے بادشاہ) مقوقس نے حضرت عمرو بن عاصؓ سے کہا کہ وہ مقطم پہاڑ کا دامن ستر ہزار دینار میں اسے بیچ دیں۔ اتنی زیادہ قیمت

---

[1] اخرجه ابن سعد (ج ۳ ص ۱۹۶) [2] اخرجه مالك هكذا رواه مالك مرسلا ورواه البيهقي عن زيد بن اسلم عن ابيه قال سمعت عمر بن الخطاب يقول فذكره بنحوه كذافي الترغيب (ج ٤ ص ۱۱۸) [3] اخرجه ابن سعد و ابن عساكر كذافي منتخب الكنز (ج ٤ ص ۳۸۳)

سن کر حضرت عمروؓ بہت حیران ہوئے اور مقوقس سے کہا میں اس بارے میں امیر المومنین کو خط لکھ کر پوچھوں گا۔ چنانچہ حضرت عمرو نے حضرت عمرؓ کو اس بارے میں خط لکھا۔ حضرت عمرؓ نے جواب میں یہ لکھا کہ اس سے پوچھو وہ تمہیں اتنی زیادہ قیمت کیوں دے رہا ہے حالانکہ وہ زمین نہ کاشت کے قابل ہے اور نہ اس سے پانی نکالا جا سکتا ہے اور نہ وہ کسی اور کام آسکتی ہے؟ حضرت عمرو نے مقوقس سے پوچھا تو اس نے کہا ہمیں اپنی آسمانی کتابوں میں اس جگہ کی یہ فضیلت ملی ہے کہ اس میں جنت کے درخت ہیں۔ حضرت عمروؓ نے یہ بات حضرت عمرؓ کو لکھی۔ حضرت عمرؓ نے انہیں جواب میں لکھا ہم تو صرف یہی جانتے ہیں کہ جنت کے درخت صرف مومنوں کو ملیں گے لہٰذا تم اس زمین میں اپنے ہاں کے مسلمانوں کو دفنادیا کرو، اور اسے قبرستان بنالو اور کسی قیمت پر اسے مت بیچو۔[1]

حضرت ابو عبیدہ بن جراحؓ کا مال واپس کرنا

حضرت اسلم رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں رمادہ والے سال (سن ۱۸ھ میں حجاز میں زبردست قحط پڑا تھا جو نو ماہ رہا تھا۔ اس سال کو عام الرمادہ یعنی راکھ والا سال کہا جاتا ہے۔ بارش نہ ہونے کی وجہ سے مٹی راکھ کی طرح ہو گئی تھی۔ رنگ بھی ایسا ہو گیا تھا اور راکھ کی طرح اڑتی تھی) عربوں کا سارا علاقہ قحط کی لپیٹ میں آگیا تھا اس وقت حضرت عمر بن خطابؓ نے حضرت عمرو بن عاصؓ کو خط لکھا۔ آگے اور حدیث ہے جس میں یہ مضمون بھی ہے کہ پھر حضرت عمرؓ نے حضرت ابو عبیدہ بن جراحؓ کو بلایا اور قحط زدہ لوگوں میں غلہ وغیرہ تقسیم کرنے کے لئے بھیجا جب وہ اپنے کام سے فارغ ہو کر واپس آئے تو حضرت عمرؓ نے ان کے پاس ایک ہزار دینار بھیجے۔ حضرت ابو عبیدہؓ نے کہا اے ابن خطاب! میں نے آپ کے لئے یہ کام نہیں کیا تھا بلکہ صرف اللہ کے لئے کیا تھا اور میں اس کام پر کچھ نہیں لوں گا۔ حضرت عمرؓ نے فرمایا حضور ﷺ ہمیں بہت سے کاموں کے لئے بھیجا کرتے تھے اور واپسی پر ہمیں کچھ دیا کرتے تھے تو ہمارا لینے کو بالکل دل نہیں چاہتا تھا۔ حضور ﷺ ہمیں فرماتے ہیں انکار نہ کرو۔ اے آدمی! اسے لے لو اور اسے اپنے دینی یا دنیاوی کاموں میں خرچ کر لو۔ یہ سن کر حضرت ابو عبیدہ نے وہ ہزار درہم لے لئے۔[2]

---

[1] اخرجه ابن عبدالحاکم کذافی کنز العمال (ج ۳ ص ۱۵۲)

[2] اخرجه البیهقی (ج ٦ ص ٣٥٤) واخرجه ایضا ابن خزیمة والحاکم نحوه عن اسلم کمافی منتخب الکنز (ج ٤ ص ٣٩٦)

حضرت سعید بن عامرؓ کا مال واپس کرنا

حضرت عبد اللہ بن زیاد رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں حضرت عمر بن خطابؓ نے حضرت سعید بن عامرؓ کو ایک ہزار دینار دینے چاہے تو حضرت سعید بن عامرؓ نے کہا مجھے ان کی ضرورت نہیں جو مجھ سے زیادہ ضرورت مند ہو اسے دے دیں۔ حضرت عمرؓ نے فرمایا ذرا ٹھہرو تو سہی (انکار میں جلدی نہ کرو) میں تمہیں اس بارے میں حضور ﷺ کا ارشاد مبارک سناتا ہوں پہلے اسے سن لو۔ پھر دل چاہے تو لے لینا ورنہ نہ لینا۔ حضور ﷺ نے ایک دفعہ مجھے کوئی چیز عنایت فرمائی تو میں نے انکار میں وہی بات کہی جو تم اب کہہ رہے ہو تو حضور ﷺ نے فرمایا جسے کوئی چیز بغیر سوال اور لالچ کے ملے تو یہ اللہ کی عطا ہے اسے چاہئے کہ وہ اسے لے لے اور واپس نہ کرے۔ حضرت سعیدؓ نے کہا کیا آپ نے یہ بات خود حضور ﷺ سے سنی ہے؟ حضرت عمرؓ نے فرمایا ہاں۔ تو پھر حضرت سعیدؓ نے وہ دینار لے لئے۔[1] حضرت زید بن اسلم رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں حضرت عمرؓ نے حضرت سعید بن عامر بن حذیمؓ سے پوچھا کیا بات ہے اہل شام تم سے بڑی محبت کرتے ہیں؟ (یہ حضرت سعیدؓ شام میں گورنر رہے تھے) حضرت سعیدؓ نے کہا میں ان کے حقوق کا خیال رکھتا ہوں اور ان کے ساتھ غم خواری کرتا ہوں۔ یہ سن کر حضرت عمرؓ نے ان کو دس ہزار دیئے انہوں نے وہ واپس کر دیئے اور یوں کہا میرے پاس بہت سے غلام اور گھوڑے ہیں اور میری حالت اچھی ہے اور میں چاہتا ہوں کہ میں (گورنری کا) جو کام کر رہا ہوں یہ سب مسلمانوں پر صدقہ ہو یعنی اس کام کو کرنے کے بعد مسلمانوں کے بیت المال میں سے کچھ نہ لوں۔ حضرت عمرؓ نے فرمایا تم ایسا نہ کرو کیونکہ ایک مرتبہ حضور ﷺ نے مجھے دس ہزار سے کم مال دیا تھا جب اللہ تعالیٰ تمہیں بغیر سوال اور طلب کے دے رہے ہیں تو اسے لے لو کیونکہ یہ اللہ کی طرف سے عطا ہے جو وہ تمہیں دے رہے ہیں۔[2] حضرت اسلم رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں ایک صاحب شام والوں کو بہت پسند تھے۔ حضرت عمرؓ نے ان سے پوچھا شام والے تم سے کیوں محبت کرتے ہیں؟ انہوں نے کہا میں انہیں ساتھ لے کر غزوہ کرتا ہوں اور ان کے ساتھ غم خواری کرتا ہوں۔ اس پر حضرت عمرؓ نے ان کو دس ہزار پیش کئے اور فرمایا یہ لے لو اور ان کو اپنے غزوہ میں کام لے آنا۔ انہوں نے کہا مجھے ان کی ضرورت نہیں اور آگے پچھلی حدیث جیسا مضمون ذکر کیا۔[3]

۱۔ اخرجه الشاشي وابن عساكر كذافي الكنز (ج ۳ ص ۳۲۵) ۲۔ عند الحاكم (ج ۳ ص ۲۸۶) ۳۔ عند البيهقي وابن عساكر كمافي الكنز (ج ۳ ص ۳۲۵)

حضرت عبداللہ بن سَعدِیؓ کا مال واپس کرنا

حضرت عبداللہ بن سعدیؓ فرماتے ہیں کہ میں حضرت عمر بن خطابؓ کے زمانہ خلافت میں ان کی خدمت میں حاضر ہوا۔ مجھ سے حضرت عمرؓ نے فرمایا کہ مجھے لوگوں نے بتایا کہ تم پر مسلمانوں کے بہت سے اجتماعی کاموں کی ذمہ داریاں ڈالی جاتی ہیں۔ تم وہ کام کر دیتے ہو لیکن بعد میں جب ان کاموں پر تمہیں کچھ دیا جاتا ہے تو تم برا مناتے ہو اور نہیں لیتے ہو۔ کیا یہ ٹھیک ہے؟ میں نے کہا ٹھیک ہے۔ حضرت عمرؓ نے فرمایا نہ لینے سے تمہارا مقصد کیا ہے؟ میں نے کہا میرے پاس بہت سے گھوڑے اور غلام ہیں اور میری معاشی حالت اچھی ہے اس لئے میں چاہتا ہوں میری خدمات کا معاوضہ مسلمانوں پر صدقہ ہو اور میں انکے مال میں سے کچھ نہ لوں۔ حضرت عمرؓ نے فرمایا ایسا مت کرو کیونکہ شروع میں میری بھی یہی نیت تھی جو تم نے کر رکھی ہے۔ اور حضور ﷺ مجھے کچھ عطا فرمایا کرتے تو میں کہہ دیا کرتا تھا مجھ سے زیادہ ضرورت مند کو دے دیں چنانچہ ایک مرتبہ حضور ﷺ نے مجھے کچھ دینا چاہا۔ میں نے اپنے معمول کے مطابق کہہ دیا مجھ سے زیادہ ضرورت مند کو دے دیں تو آپ نے فرمایا ارے میاں یہ لے لو۔ پھر چاہے اپنے پاس رکھ لینا یا صدقہ کر دینا کیونکہ جو مال از خود آئے نہ تم نے اسے مانگا ہو اور نہ طبیعت میں اس کی طلب ہو تو اسے لے لیا کرو اور اگر ایسی صورت نہ ہو تو اپنے آپ کو اس کے پیچھے مت لگاؤ (یعنی زبان سے مانگو مت۔ اور دل میں اس کی طلب ہو اور وہ آئے تو اسے لو مت[1] (حضرت عبداللہ بن سعدیؓ فرماتے ہیں حضرت عمرؓ نے مجھے صدقات وصول کرنے پر مقرر کیا۔ میں نے صدقات وصول کر کے حضرت عمرؓ کو دے دیئے تو انہوں نے مجھے میری اس خدمت کا معاوضہ دینا چاہا۔ اس پر میں نے کہا میں نے تو یہ کام صرف اللہ کے لئے کیا ہے اور اس کا بدلہ اللہ کے ذمہ ہے۔ حضرت عمرؓ نے فرمایا جو میں تمہیں دے رہا ہوں اسے لے لو کیونکہ میں بھی حضور ﷺ کے زمانے میں یہ صدقات وصول کرنے کا کام کیا تھا تو آپ نے اس پر مجھے کچھ دینا چاہا۔ میں نے بھی وہی بات کہی تھی جو تم کہہ رہے ہو تو حضور ﷺ نے فرمایا تھا جب میں تمہیں کوئی چیز مانگے بغیر دیا کروں تو اسے لے کر یا خود کھا لیا کرو یا دوسروں پر صدقہ کر دیا کرو (جمع نہ کیا کرو)[2]

---

[1] اخرجه احمد و الحميدى و ابن ابى شيبة والدارمى و مسلم و النسائى

[2] عند ابن جرير كذافى الكنز (ج ۳ ص ۳۲۵)

حضرت حکیم بن حزامؓ کا مال واپس کرنا

حضرت سعید بن مسیب رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں حضور ﷺ نے جنگ حنین کے دن حضرت حکیم بن حزامؓ کو کچھ عطا فرمایا انہوں نے اسے کم سمجھا (اور حضور ﷺ سے اور مانگا) حضور ﷺ نے انہیں اور دے دیا۔ انہوں نے عرض کیا یا رسول اللہ! آپ نے مجھے دو مرتبہ دیا ہے ان دونوں میں سے کون سا زیادہ بہتر ہے۔ حضور ﷺ نے فرمایا پہلا (جو بن مانگے ملا تھا) اے حکیم بن حزام! یہ مال سرسبز اور میٹھی چیز ہے (جو دیکھنے میں خوش نما اور کھانے میں مزیدار لگتا ہے) جو اسے دل کی سخاوت کے ساتھ لے گا (یعنی دینے والا بھی دل کی خوشی سے دے اور لینے والا بھی لے کر جمع کرنے کی طبیعت والا نہ ہو بلکہ دوسروں کو دینے کا مزاج رکھتا ہو اور استغناء والا ہو) اور اسے اچھے طریقہ سے استعمال کرے گا اس کے لئے اس مال میں برکت دی جائے گی اور جو دل کے لالچ کے ساتھ لے گا اور اسے بری طرح استعمال کرے گا اس کیلئے اس مال میں برکت نہیں ہوگی اور یہ اس آدمی کی طرح ہو جائے گا جو مسلسل کھاتا جا رہا ہے اور اس کا پیٹ نہیں بھرتا۔ اوپر والا ہاتھ (یعنی دینے والا ہاتھ) نیچے والے ہاتھ (یعنی لینے والے ہاتھ) سے بہتر ہے۔ حضرت حکیمؓ نے پوچھا یا رسول اللہ! آپ سے مانگنے میں بھی یہی بات ہے؟ حضور ﷺ نے فرمایا ہاں۔ مجھ سے مانگنے میں بھی حضرت حکیمؓ نے کہا اس ذات کی قسم جس نے آپ کو حق دے کر بھیجا ہے! اب آپ کے بعد کبھی بھی کسی سے کچھ نہیں لوں گا۔ راوی کہتے ہیں اس کے بعد حضرت حکیمؓ نے نہ تو مقررہ وظیفہ قبول کیا اور نہ عطیہ یہاں تک کہ ان کا انتقال ہو گیا اور (جب وہ نہ لیا کرتے تو) حضرت عمرؓ فرمایا کرتے اے اللہ! میں تجھے اس بات پر گواہ بناتا ہوں کہ حکیم بن حزامؓ کو بلاتا ہوں تاکہ وہ اس مال سے اپنا حصہ لے لیں لیکن وہ ہمیشہ انکار کر دیتے ہیں۔ حضرت حکیمؓ حضرت عمرؓ کو یہی کہا کرتے اللہ کی قسم! میں نے نہ آپ سے کچھ لینا ہے اور نہ آپ کے علاوہ کسی اور سے۔ [1]

حضرت حکیم بن حزامؓ فرماتے ہیں میں نے حضور ﷺ سے مانگا حضور ﷺ نے عطا فرمایا میں نے پھر مانگا حضور ﷺ نے پھر عطا فرمایا میں نے پھر تیسری مرتبہ مانگا۔ حضور ﷺ نے پھر عطا فرمایا اور ارشاد فرمایا اے حکیمؓ! یہ مال سرسبز اور میٹھی چیز ہے پھر پچھلی حدیث جیسا مضمون ذکر کیا اس کے بعد یہ مضمون ہے کہ حضرت ابو بکرؓ حضرت حکیمؓ کو کچھ دینے کے لئے بلایا کرتے تو یہ انکار کر دیتے پھر حضرت عمرؓ نے حضرت حکیمؓ کو کچھ دینے کے لئے بلایا تو

۱۔ اخرجه عبدالرزاق كذافي الكنز (ج ۳ ص ۳۲۳)

انہوں نے لینے سے انکار کر دیا۔ اس پر حضرت عمرؓ نے فرمایا اے مسلمانوں کی جماعت! میں آپ لوگوں کو اس بات پر گواہ بناتا ہوں کہ اللہ تعالیٰ نے اس مال غنیمت میں حضرت حکیمؓ کا جو حصہ مقرر کیا ہے وہ حصہ میں نے ان کو پیش کیا ہے لیکن انہوں نے لینے سے انکار کر دیا ہے چنانچہ حضرت حکیمؓ نے حضور ﷺ کے بعد اپنی وفات تک کبھی بھی کسی سے کچھ نہیں لیا[۱] حضرت عروہ رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں حضرت حکیم بن حزامؓ نے حضرت ابو بکرؓ سے ان کی وفات تک کچھ قبول نہیں کیا اور ایسے ہی حضرت عمرؓ سے ان کی وفات تک کچھ قبول نہیں کیا اور نہ حضرت عثمانؓ سے کچھ لیا اور نہ حضرت معاویہؓ سے۔ یہاں تک کہ ان کا اسی حال پر انتقال ہو گیا۔[۲]

حضرت عامر بن ربیعہؓ کا زمین واپس کرنا

حضرت زید بن اسلم رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں ایک عربی شخص حضرت عامر بن ربیعہؓ کا مہمان بنا۔ انہوں نے اس کی خوب خاطر تواضع کی اور اکرام کیا اور ان کے بارے میں حضور ﷺ سے (سفارش کی) بات بھی کی۔ وہ آدمی (حضور ﷺ کے پاس سے) حضرت عامرؓ کے پاس آیا اور کہا میں نے حضور ﷺ سے ایک ایسی وادی بطور جاگیر مانگی تھی کہ پورے عرب میں اس سے اچھی وادی نہیں ہے (حضور ﷺ نے وہ مجھے عطا فرمادی ہے) اب میں چاہتا ہوں کہ اس وادی کا ایک ٹکڑا آپ کو دے دوں جو آپ کی زندگی میں آپ کا ہو اور آپ کے بعد آپ کی اولاد کا۔ حضرت عامرؓ نے کہا مجھے تمہارے اس ٹکڑے کی کوئی ضرورت نہیں ہے کیونکہ آج ایک ایسی سورت نازل ہوئی ہے جس نے ہمیں دنیا ہی بھلادی ہے اور وہ سورت یہ ہے: اِقْتَرَبَ لِلنَّاسِ حِسَابُهُمْ وَهُمْ فِي غَفْلَةٍ مُّعْرِضُوْنَ. (سورت انبیاء آیت ۱)

ترجمہ: "ان (منکر) لوگوں سے ان کا (وقت) حساب نزدیک آپہنچا اور یہ (ابھی) غفلت (ہی) میں (پڑے ہیں اور اعراض) کیے ہوئے ہیں۔"[۳]

حضرت ابو ذر غفاریؓ کا مال واپس کرنا

حضرت ابو ذر غفاریؓ کے بھتیجے حضرت عبداللہ بن صامتؓ فرماتے ہیں میں اپنے چچا (حضرت ابو ذرؓ) کے ساتھ حضرت عثمانؓ کی خدمت میں حاضر ہوا۔ میرے چچا نے حضرت

۱؎ عند الشیخین کذافی الترغیب (ج ۲ ص ۱۰۱) وقال رواہ البخاری و مسلم و الترمذی و النسائی باختصار اھ ۲؎ عند الحاکم (ج ۳ ص ۴۸۳)

۳؎ اخرجہ ابو نعیم فی الحلیۃ (ج ۱ ص ۱۷۹)

عثمانؓ سے کہا مجھے ربذہ بستی میں رہنے کی اجازت دے دیں۔ حضرت عثمانؓ نے فرمایا ٹھیک ہے اجازت ہے اور ہم آپ کے لئے صدقہ کے کچھ اونٹ مقرر کر دیتے ہیں جو صبح شام آپ کے پاس آجایا کریں گے (آپ ان کا دودھ استعمال کر لیا کریں) میرے چچا نے کہا مجھے ان کی ضرورت نہیں۔ ابوذرؓ کو اس کے اونٹوں کا چھوٹا سا گلہ ہی کافی ہے۔ پھر کھڑے ہو گئے اور یہ کہا تم اپنی دنیا میں خوب لگے رہو اور ہمیں اپنے رب اور دین کے لئے چھوڑ دو۔ اس وقت یہ لوگ حضرت عبدالرحمٰن بن عوفؓ کی میراث تقسیم کر رہے تھے اور حضرت عثمانؓ کے پاس حضرت کعبؓ بھی بیٹھے ہوئے تھے۔ حضرت عثمانؓ نے حضرت کعبؓ سے پوچھا کہ آپ اس آدمی کے بارے میں کیا کہتے ہیں جس نے اتنا مال جمع کیا؟ یہ (عبدالرحمٰن بن عوف) اس میں سے زکوٰۃ بھی دیا کرتے تھے اور نیکی کے تمام کاموں میں بھی خرچ کیا کرتے تھے۔ حضرت کعبؓ نے کہا مجھے تو اس آدمی کے بارے میں خیر ہی کی امید ہے۔ یہ سنتے ہی حضرت ابوذرؓ کو غصہ آگیا اور انہوں نے حضرت کعبؓ پر لاٹھی اٹھا کر کہا او یہودی عورت کے بیٹے تجھے کیا خبر؟ اس مال والا قیامت کے دن اس بات کی ضرور تمنا کرے گا کہ کاش دنیا میں بچھو اس کے دل کے نازک ترین حصہ کو ڈنک مار لیتے (اور وہ اتنا مال پیچھے چھوڑ کر نہ مرتا بلکہ سارا مال صدقہ کر دیتا)۔[1] حضرت ابو شعبہ رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں ایک آدمی حضرت ابوذرؓ کے پاس آیا اور انہیں کچھ خرچہ دینا چاہا۔ حضرت ابوذرؓ نے فرمایا ہمارے پاس کچھ بکریاں ہیں جن کا دودھ نکال کر ہم استعمال کر لیتے ہیں، اور سواری اور مال برداری کے لئے کچھ گدھے ہیں اور ایک آزاد کردہ باندی ہے جو ہماری خدمت کرتی ہے اور کپڑوں میں ضرورت سے زائد ایک چوغہ بھی ہے مجھے ڈر ہے کہ ضرورت سے زائد رکھنے پر کہیں مجھ سے اس کا حساب نہ لیا جائے۔[2]

شام کے گورنر حضرت حبیب بن مسلمہؓ نے حضرت ابوذرؓ کی خدمت میں تین سو دینار بھیجے اور یوں کہا کہ انہیں اپنی ضرورت میں خرچ کر لیں۔ حضرت ابوذرؓ نے لانے والے سے کہا یہ ان ہی کے پاس واپس لے جاؤ کیا انہیں ہمارے علاوہ کوئی اور نہ ملا جو اللہ کے بارے میں ہم سے زیادہ دھوکہ میں پڑا ہوا ہو (جو اللہ کے حکموں کو چھوڑ کر اس کے عذاب سے بے خوف ہو کر اس کی نافرمانیوں میں لگا ہوا ہو۔ حضرت ابوذرؓ ضرورت سے زیادہ مال رکھنے کو بھی غلط سمجھتے تھے) ہمارے پاس سایہ میں بیٹھنے کے لئے ایک مکان ہے اور بکریوں کا ایک ریوڑ ہے جو شام کو آجاتا ہے اور ایک آزاد کردہ باندی ہے جو مفت میں ہماری خدمت کر دیتی ہے بس یہی

---

[1] اخرجه ابو نعیم فی الحلية (ج ۱ ص ۱۶۰)

[2] اخرجه ابو نعیم فی الحلية (ج ۱ ص ۱۶۳)

چیزیں ہمارے پاس ہیں اور کچھ نہیں ہے لیکن پھر بھی مجھے ضرورت سے زائد رکھنے کا ڈر لگا رہتا ہے[1] حضرت محمد بن سیرینؒ کہتے ہیں حضرت حارث قریشی جو کہ شام میں رہا کرتے تھے ان کو یہ خبر پہنچی تو حضرت ابو ذرؓ بڑی تنگ دستی میں ہیں تو انہوں نے حضرت ابو ذرؓ کی خدمت میں تین سو دینار بھیج دیئے حضرت ابو ذرؓ نے فرمایا اسے کوئی ایسا اللہ کا بندہ نہیں ملا جو اس کے نزدیک مجھ سے زیادہ بے قیمت ہوتا۔ میں نے حضور ﷺ کو یہ فرماتے ہوئے سنا ہے کہ جس کے پاس چالیس درہم ہیں اور پھر وہ مانگے تو وہ لوگوں سے چمٹ کر سوال کرنے والا ہے (اور اس سے اللہ ورسول ﷺ نے منع فرمایا ہے) اور ابو ذر کے پاس چالیس درہم اور چالیس بکریاں اور دو خادم ہیں۔[2]

حضور ﷺ کے آزاد کردہ غلام حضرت ابو رافعؓ کا مال واپس کرنا

نبی کریم ﷺ کے آزاد کردہ غلام حضرت ابو رافعؓ فرماتے ہیں حضور ﷺ نے فرمایا اے ابو رافع! تمہارا اس وقت کیا حال ہو گا جب تم فقیر ہو جاؤ گے۔ میں نے کہا تو میں ابھی صدقہ کر کے اپنی آخرت کے لئے آگے نہ بھیج دوں (بعد میں تو فقیر ہو جاؤں گا صدقہ کرنے کے لئے کچھ پاس نہ ہو گا) حضور ﷺ نے فرمایا ضرور۔ لیکن آج کل تمہارے پاس کتنا مال ہے؟ میں نے کہا چالیس ہزار اور وہ میں سارے اللہ کے لئے صدقہ کرنا چاہتا ہوں حضور ﷺ نے فرمایا سارا نہیں، کچھ صدقہ کر دو، کچھ اپنے پاس رکھ لو، اور اپنی اولاد کے ساتھ اچھا سلوک کرو۔ میں نے کہا یا رسول اللہ! کیا ان کا بھی ہم پر اسی طرح حق ہے جس طرح ہمارا ان پر ہے۔ حضور ﷺ نے فرمایا ہاں۔ والد پر بچے کا حق یہ ہے کہ وہ اسے اللہ تعالیٰ کی کتاب یعنی قرآن مجید سکھائے اور تیر اندازی اور تیراکی بھی سکھائے اور جب دنیا سے جائے تو ان کے لئے حلال پاکیزہ مال چھوڑ کر جائے۔ میں نے پوچھا میں کس زمانے میں فقیر ہو جاؤں گا؟ حضور ﷺ نے فرمایا میرے بعد۔ ابو سلیم راوی کہتے ہیں میں نے انہیں دیکھا کہ وہ حضور ﷺ کے بعد اتنے فقیر ہو گئے تھے کہ وہ بیٹھے ہوئے کہا کرتے تھے کوئی ہے جو نابینا بوڑھے پر صدقہ کرے۔ کوئی ہے جو اس آدمی پر صدقہ کرے جسے حضور ﷺ نے بتلایا تھا کہ وہ ان کے بعد فقیر ہو جائے گا

---

[1] اخرجه ابو نعيم فى الحلية (ج ۱ ص ۱۶۱)

[2] اخرجه الطبرانى قال الهيثمى (ج ۹ ص ۳۳۱) رجاله رجال الصحيح غير عبدالله بن احمد بن عبدالله بن يونس و هو ثقة اه واخرجه ابو نعيم عن ابن سيرين نحوه.

کوئی ہے جو صدقہ کرے کیونکہ اللہ کا ہاتھ سب سے اوپر ہے اور دینے والے کا ہاتھ درمیان میں ہے اور لینے والے کا ہاتھ سب سے نیچے ہے اور جو مالدار ہوتے ہوئے بغیر ضرورت کے سوال کرے گا تو اس کے جسم پر ایک بد نما داغ ہوگا جس سے وہ قیامت کے دن پہچانا جائے گا اور مالدار کو اور طاقتور انسان کو جس کے جسم کے اعضاء ٹھیک ہوں صدقہ لینا جائز نہیں ہے۔

راوی کہتے ہیں میں نے دیکھا کہ ایک آدمی نے ان کو چار درہم دیئے تو انہوں نے ان میں سے ایک درہم اسے واپس کر دیا تو اس آدمی نے کہا اے اللہ کے بندے! میرا صدقہ واپس نہ کرو۔ انہوں نے فرمایا میں نے اس لئے ایک درہم واپس کیا ہے کہ حضور ﷺ نے مجھے ضرورت سے زیادہ مال رکھنے سے منع فرمایا ہے (اور مجھے ضرورت تین کی ہے) ابو سلیم راوی کہتے ہیں میں نے دیکھا کہ وہ بعد میں اتنے مالدار ہو گئے تھے کہ عشر وصول کرنے والا ان کے پاس بھی آیا کرتا تھا لیکن وہ فرمایا کرتے کاش ابو رافعؓ فقیری کی حالت میں مر جاتا (دوبارہ مالدار نہ بنتا) اور غلام کو جتنے میں خریدتے اتنے پر ہی اسے مکاتب بنا دیتے (غلام کو مکاتب بنانے کی صورت یہ ہے کہ مالک اپنے غلام سے یوں کہے کہ تم مجھے اتنا مال کما کر لا دو تو تم آزاد ہو جاؤ گے)[1]

حضرت عبدالرحمٰن بن ابی بکر صدیقؓ کا مال واپس کرنا

حضرت عبدالعزیز بن عمر بن عبدالرحمٰن بن عوف رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں جب حضرت عبدالرحمٰن بن ابو بکرؓ نے یزید بن معاویہ کی بیعت سے انکار کر دیا تو حضرت معاویہؓ نے ان کے پاس ایک لاکھ درہم بھیجے حضرت عبدالرحمٰن نے انہیں واپس کر دیا اور لینے سے انکار کر دیا اور فرمایا میں اپنا دین دنیا کے بدلہ میں بیچ دوں؟ اور یہ کہہ کر مکہ مکرمہ چلے گئے اور وہیں ان کا انتقال ہو گیا۔[2]

حضرت عبداللہ بن عمر فاروقؓ کا مال واپس کرنا

حضرت میمونؒ کہتے ہیں حضرت معاویہؓ نے حضرت عمرو بن عاصؓ کو چپکے سے اس ٹوہ میں لگایا کہ وہ یہ پتہ چلائیں کہ حضرت عبداللہ بن عمرؓ کے دل میں کیا ارادہ ہے؟ آیا وہ (یزید کی بیعت نہ کرنے اور خود خلیفہ بننے کے لئے) جنگ کرنا چاہتے ہیں یا نہیں تو حضرت عمرو بن عاصؓ نے حضرت عبداللہ بن عمرؓ سے کہا اے ابو عبدالرحمٰن! (یہ حضرت عبداللہ بن عمرؓ کی

۱۔ اخرجه ابو نعيم فى الحلية (ج ۱ ص ۱۸٤) ۲۔ اخرجه الحاكم (ج ۳ ص ٤٧٦) عن ابراهيم بن محمد بن عبدالعزيز بن عمر بن عبدالرحمن بن عوف رضى الله تعالىٰ عنه عن ابيه عن جده و اخرجه الزبير بن بكار عن عبدالعزيز بنحوه كما فى الا صابة (ج ٢ ص ٢٠٨)

کنیت ہے) آپ رسول اللہ ﷺ کے صحابی اور امیر المومنین (حضرت عمرؓ) کے صاحبزادے ہیں اور آپ خلافت کے سب سے زیادہ حق دار ہیں۔ آپ خلیفہ وقت کے خلاف کیوں نہیں اٹھ کھڑے ہوتے؟ اگر آپ ایسا کریں تو ہم آپ سے بیعت ہونے کو تیار ہیں۔ حضرت ابن عمرؓ نے پوچھا کیا آپ کی اس رائے سے تمام لوگوں کو اتفاق ہے؟ حضرت عمروؓ نے کہا ہاں۔ تھوڑے سے آدمیوں کے علاوہ باقی سب متفق ہیں۔ حضرت ابن عمرؓ نے کہا اگر سب مسلمان اس رائے سے اتفاق کرلیں لیکن ہجر مقام کے تین آدمی اتفاق نہ کریں تو بھی مجھے اس خلافت کی ضرورت نہیں ہے۔ اس سے حضرت عمرو بن عاص سمجھ گئے کہ ان کا جنگ کرنے کا ارادہ نہیں ہے۔ پھر حضرت عمرو بن عاصؓ نے پوچھا کیا آپ اس آدمی سے بیعت ہونے کے لئے تیار ہیں جس کی بیعت پر تمام لوگ اتفاق کرنے ہی والے ہیں؟ اور وہ آدمی آپ کے نام اتنی زمین اور اتنا مال لکھ دے گا کہ پھر آپ کو اور آپ کی اولاد کو اور کسی چیز کی ضرورت نہیں رہے گی۔ حضرت ابن عمرؓ نے کہا آپ پر سخت حیرت ہے آپ میرے پاس سے تشریف لے جائیں اور آئندہ کبھی (اس کام کے لئے) میرے پاس نہ آئیں۔ آپ کا بھلا ہو۔ میرا دین آپ لوگوں کے دینار و درہم کی وجہ سے نہیں ہے۔ میں چاہتا ہوں کہ میں اس دنیا سے اس طرح سے جاؤں کہ میرا ہاتھ (دنیا کی آلائشوں سے) بالکل پاک صاف ہو۔[1]

حضرت میمون بن مہران رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں حضرت ابن عمرؓ نے اپنے ایک غلام کو مکاتب بنایا (یعنی اسے فرمایا کہ اتنی رقم دے دوگے تو تم آزاد ہو جاؤ گے) اور مال کی ادائیگی کی قسطیں مقرر کردیں جب پہلی قسط کی ادائیگی کا وقت آیا تو وہ غلام وہ قسط لے کر ان کے پاس آیا۔ انہوں نے اس سے پوچھا یہ مال تم نے کہاں سے حاصل کیا ہے؟ اس نے کہا کچھ مزدوری کر کے کمایا ہے اور کچھ لوگوں سے مانگ کر لایا ہوں۔ حضرت ابن عمرؓ نے فرمایا تم مجھے لوگوں کا میل کچیل کھلانا چاہتے ہو؟ جاؤ۔ تم اللہ کے لئے آزاد ہو اور مال جو تم لے کر آئے ہو وہ بھی تمہارا ہی ہے۔[2]

---

[1] اخرجه ابن سعد (ج ٤ ص ١٢١)

[2] اخرجه ابو نعيم في الحلية (ج ١ ص ٣٠١)

حضرت عبداللہ بن جعفر بن ابی طالبؓ کا مال واپس کرنا

حضرت محمد بن سیرین رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں عراق کے دیہات کے ایک چوہدری نے حضرت ابن جعفرؓ سے کہا کہ وہ اس کی ایک ضرورت کے بارے میں حضرت علیؓ سے سفارش کردیں۔ چنانچہ انہوں نے حضرت علیؓ سے اس کی سفارش کردی۔ حضرت علیؓ نے اس کی وہ ضرورت پوری کردی۔ اس پر اس چوہدری نے حضرت ابن جعفرؓ کے پاس چالیس ہزار بھیجے لوگوں نے بتایا کہ یہ اس چوہدری نے بھیجے ہیں تو انہیں واپس کردیا اور فرمایا ہم نیکی بیچا نہیں کرتے۔ [1]

حضرت عبداللہ بن ارقمؓ کا مال واپس کرنا

حضرت عمرو بن دینار رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں حضرت عثمانؓ نے حضرت عبداللہ بن ارقمؓ کو بیت المال کا ذمہ دار و نگران مقرر کیا اور انہیں تین لاکھ اس خدمت کے عوض دینے چاہے تو حضرت عبداللہ بن ارقم نے لینے سے انکار کردیا اور حضرت امام مالک رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں مجھے یہ بات پہنچی ہے کہ حضرت عثمانؓ نے حضرت عبداللہ بن ارقمؓ کو تیس ہزار بطور معاوضہ کے دینے چاہے لیکن انہوں نے لینے سے انکار کردیا اور کہا کہ میں نے تو اللہ کیلئے کام کیا تھا۔ [2]

حضرت عمرو بن نعمان بن مقرنؓ کا مال واپس کرنا

حضرت معاویہ بن قرہؓ کہتے ہیں میں حضرت عمرو بن نعمان بن مقرنؓ کے ہاں ٹھہرا ہوا تھا جب رمضان شریف کا مہینہ آیا تو ایک آدمی دراہم کی تھیلی لے کر ان کے پاس آیا اور کہا امیر حضرت مصعب بن زبیرؓ آپ کو سلام کہتے ہیں اور کہتے ہیں قرآن کے ہر قاری کی خدمت میں ہماری طرف سے عطیہ ضرور پہنچ گیا ہے (اس لئے آپ کی خدمت میں بھی بھیجا ہے) یہ دراہم اپنی ضرورت میں خرچ کرلیں تو حضرت عمرو بن نعمان نے لانے والے سے کہا جاکر ان سے کہہ دینا اللہ کی قسم! ہم نے قرآن دنیا حاصل کرنے کے لئے نہیں پڑھا اور وہ تھیلی ان کو واپس کردی۔ [3]

۱۔ اخرجه ابن ابی الدنیا و الخرائطی بسند حسن كذافی الاصابة (ج ۲ ص ۲۹۰)
۲۔ اخرجه البغوی من طریق ابن عیینه كذا فی الاصابة (ج ۲ ص ۲۷٤)
۳۔ اخرجه ابن ابی شیبة كذافی الاصابة (ج ۳ ص ۳۱)

حضرت ابو بکر صدیق کی صاحبزادیوں حضرت اسماء اور حضرت عائشہؓ کا مال واپس کرنا

حضرت عبداللہ بن زبیرؓ فرماتے ہیں قتیلہ بنت عبدالعزیٰ بن عبداسعد جو کہ بنو مالک بن حسل قبیلہ میں سے تھیں وہ ابھی مشرک ہی تھیں کہ وہ گوہ، روٹیاں اور گھی ہدیہ میں لے کر اپنی بیٹی حضرت اسماء بنت ابی بکرؓ کے پاس آئیں تو حضرت اسماءؓ نے ان کا ہدیہ لینے سے انکار کر دیا اور انہیں اپنے گھر آنے سے روک دیا۔ حضرت عائشہؓ نے اس بارے میں حضور ﷺ سے پوچھا تو اللہ تعالیٰ نے یہ آیت نازل فرمائی: لَا يَنْهَاكُمُ اللّٰهُ عَنِ الَّذِيْنَ لَمْ يُقَاتِلُوْكُمْ فِي الدِّيْنِ

(سورت ممتحنہ آیت ۸)

ترجمہ: "اور اللہ تعالیٰ تم کو ان لوگوں کے ساتھ احسان اور انصاف کا برتاؤ کرنے سے منع نہیں کرتا جو تم سے دین کے بارے میں نہیں لڑے اور تم کو تمہارے گھروں سے نہیں نکالا۔" چنانچہ حضور ﷺ نے حضرت اسماءؓ کو کہا کہ وہ اپنی والدہ کا ہدیہ قبول کر لیں اور انہیں اپنے گھر آنے دیں۔[1]

حضرت عائشہؓ فرماتی ہیں ایک مسکین عورت میرے پاس آئی وہ مجھے تھوڑی سی چیز ہدیہ کرنا چاہتی تھی مجھے اس کی غربت پر ترس آیا اس لئے مجھے اس سے ہدیہ لینا اچھا نہ لگا۔ حضور ﷺ نے فرمایا تم نے ایسا کیوں نہ کیا کہ تم اس سے ہدیہ قبول کر لیتیں اور پھر اسے ہدیہ کے بدلے میں کچھ دے دیتیں۔ میرا خیال یہ ہے کہ تم نے اس عورت کو حقیر سمجھا ہے۔ اے عائشہؓ! تواضع اختیار کرو کیونکہ اللہ تعالیٰ تواضع کرنے والوں کو پسند کرتے ہیں اور تکبر کرنے والوں کو پسند نہیں کرتے ہیں۔[2]

سوال کرنے سے بچنا

حضرت ابو سعیدؓ فرماتے ہیں ایک مرتبہ ہم لوگ بہت زیادہ محتاج اور بدحال ہو گئے تو مجھے میرے گھر والوں نے کہا کہ میں حضور ﷺ کی خدمت میں جا کر کچھ مانگ لوں۔ چنانچہ میں حضور ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوا وہاں میں نے حضور ﷺ سے سب سے پہلی جو بات سنی

---

[1] اخرجه احمد و البزار قال الهيثمي (ج ۷ ص ۱۲۳) وفيه مصعب بن ثابت وثقه ابن حبان وضعفه جماعة وبقية رجاله رجال الصحيح انتهى [2] اخرجه ابو نعيم في الحلية (ج ٤ ص ۲۰٤)

وہ یہ تھی کہ آپ فرما رہے تھے جو اللہ تعالیٰ سے غنا طلب کرے گا (غنا یہ ہے کہ دل میں دنیا کی طلب و حرص نہ رہے) اسے اللہ تعالیٰ غنا عطا فرمادیں گے اور جو عفت طلب کرے گا (عفت یہ ہے کہ آدمی اللہ کی تمام منع کی ہوئی چیزوں سے اور مانگنے سے رکے اور پاک دامن ہو) اللہ تعالیٰ اسے عفت عطا فرمائیں گے اور جو ہم سے کوئی چیز مانگے گا اور وہ چیز ہمارے پاس موجود ہوئی تو ہم اسے اپنے لئے بچا کر نہیں رکھیں گے بلکہ ہم اسے وہ چیز دے دیں گے۔ یہ سن کر میں نے حضور ﷺ سے کچھ نہ مانگا اور ویسے ہی واپس آگیا (ہم نے فقر و فاقہ اور تکلیفوں کے ساتھ دین کی محنت کی جس کے نتیجہ میں) بعد میں دنیا ہم پر ٹوٹ پڑی۔[1]

حضرت ابو سعیدؓ فرماتے ہیں ایک دن میں نے صبح کو بھوک کی شدت کی وجہ سے پیٹ پر پتھر باندھا ہوا تھا تو میری بیوی یا باندی نے مجھ سے کہا حضور ﷺ کی خدمت میں جاؤ اور ان سے کچھ مانگ لو۔ فلاں آدمی نے حضور ﷺ کی خدمت میں جا کر مانگا تھا حضور ﷺ نے اسے عطا فرمایا ہے۔ چنانچہ میں حضور ﷺ کی خدمت میں گیا تو آپ بیان فرما رہے تھے۔ آپ نے اپنے بیان میں یہ بھی فرمایا جو اللہ سے عفت و پاک دامنی طلب کرے گا اللہ تعالیٰ اسے عفت و پاک دامنی عطا فرمائیں گے اور جو اللہ سے غنا طلب کرے گا اللہ اسے غنی بنادیں گے اور جو ہم سے مانگے گا ہم یا تو اسے دے دیں گے یا اس کے ساتھ غم خواری کریں گے اور جو ہم سے غنا برتتا ہے اور ہم سے مانگتا نہیں ہے وہ ہمیں مانگنے والے سے زیادہ محبوب ہے۔ یہ سن کر میں واپس آگیا اور حضور ﷺ سے کچھ نہ مانگا (جب میں نے حضور ﷺ کی بات پر عمل کیا اور مانگا نہیں اور فاقہ پر صبر کیا اور پھر بھی دین کی محنت پوری طرح کرتا رہا تو اللہ تعالیٰ نے قربانیوں کے ساتھ دین کی محنت کرنے پر جو برکت و رحمت کا وعدہ فرما رکھا ہے وہ پورا فرمایا) اور پھر اللہ تعالیٰ ہمیں دیتے رہے یہاں تک کہ اب میرے علم کے مطابق انصار میں کوئی گھرانہ ہم سے زیادہ مالدار نہیں ہے۔[2]

حضرت عبدالرحمٰن بن عوفؓ فرماتے ہیں حضور ﷺ نے مجھ سے کچھ وعدہ فرما رکھا تھا جب بنو قریظہ یہودیوں کا علاقہ فتح ہو گیا تو میں آپ کی خدمت میں حاضر ہوا تاکہ آپ اپنا وعدہ پورا فرمائیں اور مجھے عطا فرمائیں میں نے سنا کہ آپ فرما رہے تھے جو اللہ سے غنا کو طلب کرے گا اللہ اسے غنی بنادیں گے اور جو قناعت اختیار کرنے گا اللہ اسے قناعت عطا فرمادیں گے (قناعت یہ ہے کہ انسان کو تھوڑی بہت جتنی دنیا ملے اسی پر راضی ہو جائے) جب میں نے یہ سنا تو میں نے اپنے دل میں کہا ایسی بات ہے تو پھر حضور ﷺ سے کچھ نہیں

---

۱ ۔ اخرجه ابن جرير ۲ ۔ اخرجه ابن جرير كذافي الكنز (ج ۳ ص ۳۲۲)

مانگوں گا۔ ۱

حضرت ثوبانؓ فرماتے ہیں کہ حضور ﷺ نے فرمایا جو شخص مجھے اس بات کی ضمانت دے کہ وہ لوگوں سے کچھ نہیں مانگے گا میں اس کے لئے جنت کا ضامن بنتا ہوں۔ میں نے عرض کیا میں اس بات کی ضمانت دیتا ہوں۔ راوی کہتے ہیں کہ حضرت ثوبان کبھی بھی کسی سے کچھ نہیں مانگا کرتے تھے۔ ۲

ابن ماجہ کی روایت میں یہ ہے کہ حضور ﷺ نے حضرت ثوبانؓ سے فرمایا لوگوں سے کچھ نہ مانگا کرو۔ چنانچہ حضرت ثوبان سواری پر سوار ہوتے اور ان کے ہاتھ سے ان کا کوڑا گر جاتا تو کسی سے نہ کہتے کہ یہ مجھے اٹھادو بلکہ خود سواری سے نیچے اتر کر اٹھاتے ۳ اور اعمال اسلام پر بیعت ہونے کے باب میں حضرت ابو امامہؓ کی روایت میں گذرا ہے کہ حضور ﷺ نے حضرت ثوبانؓ کو اس بات پر بیعت کیا کہ وہ کسی سے کچھ نہیں مانگیں گے۔ حضرت ابو امامہ کہتے ہیں کہ میں نے حضرت ثوبانؓ کو مکہ مکرمہ میں بھرے مجمع میں دیکھا کہ وہ سواری پر سوار ہوتے تھے ان کا کوڑا گر جاتا اور بعض دفعہ وہ کوڑا کسی کے کندھے پر گر جاتا اور وہ آدمی کوڑا ان کو دینا چاہتا تو وہ اس سے کوڑا نہ لیتے بلکہ خود سواری سے نیچے اتر کر اس کوڑے کو اٹھاتے ۴ حضرت ابن ابی ملیکہ رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں بعض دفعہ حضرت ابو بکرؓ کے ہاتھ سے اونٹنی کی نکیل چھوٹ کر زمین پر گر جاتی تو وہ اونٹنی کی اگلی ٹانگ پر مار کر اسے بٹھاتے اور نکیل کو خود اٹھاتے۔ لوگ ان سے کہتے آپ ہمیں (اونٹنی کے اوپر سے) فرما دیتے ہم آپ کو نکیل پکڑا دیتے تو فرماتے میرے محبوب حضور ﷺ نے مجھے حکم فرمایا تھا کہ میں لوگوں سے کچھ بھی نہ مانگوں۔ ۵

دنیا کی وسعت اور کثرت سے ڈرنا

حضور ﷺ کا ڈر

حضرت عقبہ بن عامرؓ فرماتے ہیں کہ حضور ﷺ نے آٹھ سال کے بعد شہدائے احد پر اس طرح نماز جنازہ پڑھی گویا کہ آپ زندہ اور مردہ لوگوں کو رخصت فرما رہے ہیں (یعنی آپ کو اندازہ تھا کہ دنیا سے جانے کا وقت قریب آگیا ہے اس لئے زندہ لوگوں کو خاص خاص باتوں کی

۱۔ اخرجه البزار عن ابی سلمة بن عبدالرحمن بن عوف عن ابيه و ابو سلمة لم يسمع من ابيه قاله ابن معين وغيره كذافي الترغيب (ج ۲ ص ۱۰۴)

۲۔ اخرجه احمد و النسائی و ابن ماجة و ابو داؤد باسناد صحيح

۳۔ كذا فی الترغيب (ج ۲ ص ۱۰۱) ۴۔ اخرجه الطبرانی و اخرجه احمد و النسائی عن ثوبان مختصرا ۵۔ عند احمد ايضا كما فی الكنز (ج ۳ ص ۳۲۱)

وصیت اور تاکید فرما رہے تھے اور مردہ لوگوں کے لئے بڑے اہتمام سے دعاء و استغفار فرما رہے تھے کہ پھر اس کا موقع تو رہے گا نہیں) پھر آپ منبر پر تشریف فرما ہوئے اور فرمایا میں تم لوگوں سے پہلے آگے جا رہا ہوں اور میں تمہارے حق میں گواہ ہوں گا اور تم سے وعدہ ہے کہ حوض کوثر پر تم سے ملاقات ہو گی اور میں اپنی اس جگہ سے اس وقت حوض کوثر کو دیکھ رہا ہوں (کیونکہ اللہ تعالیٰ نے درمیان کے تمام پردے ہٹا دیئے ہیں) مجھے تمہارے بارے میں اس بات کا ڈر نہیں ہے کہ تم شرک کرنے لگو بلکہ اس بات کا ڈر ہے کہ تم لوگ دنیا کے حاصل کرنے میں ایک دوسرے سے آگے بڑھنے لگو۔ حضرت عقبہ کہتے ہیں یہ حضور ﷺ کی زیارت کا میرے لئے آخری موقع تھا۔[1]

حضرت عقبہ بن عامرؓ فرماتے ہیں کہ حضور ﷺ ایک دن باہر تشریف لے گئے اور احد والوں کی نماز جنازہ پڑھی پھر پچھلی حدیث والا مضمون بیان فرمایا۔ اس حدیث میں یہ مضمون بھی ہے کہ حضور ﷺ نے فرمایا اللہ کی قسم! میں اس وقت اپنے حوض کو دیکھ رہا ہوں اور مجھے زمین کے تمام خزانوں کی چابیاں دے دی گئی ہیں (جس کی وجہ سے حضور ﷺ کے بعد قیصر و کسریٰ کے خزانے صحابہؓ کو ملے اور کئی ملک فتح ہوئے) اور اللہ کی قسم! مجھے اس بات کا ڈر نہیں ہے کہ تم میرے بعد شرک کرنے لگو گے بلکہ اس بات کا ڈر ہے کہ تم دنیا حاصل کرنے کے شوق میں ایک دوسرے سے آگے بڑھنے لگو گے۔[2]

حضرت عمرو بن عوف انصاریؓ فرماتے ہیں حضور ﷺ نے حضرت ابو عبیدہ بن جراحؓ کو بحرین جزیہ لانے کے لئے بھیجا۔ چنانچہ وہ بحرین سے بہت سا مال (ایک لاکھ اسی ہزار یا دو لاکھ درہم) لے کر آئے۔ حضرات انصار نے جب حضرت ابو عبیدہؓ کے واپس آنے کی خبر سنی تو انہوں نے فجر کی نماز حضور ﷺ کے ساتھ پڑھی۔ جب حضور ﷺ نماز کے بعد ان کی طرف متوجہ ہوئے تو یہ سب حضرات آپ کے سامنے آکر بیٹھ گئے۔ حضور ﷺ انہیں دیکھ کر مسکرائے اور فرمایا میرا خیال ہے کہ تم نے سن لیا ہے کہ ابو عبیدہؓ بحرین سے کچھ لے کر آئے ہیں انہوں نے کہا جی ہاں یا رسول اللہ! (اپنی اس بات کو چھپایا نہیں) آپ نے فرمایا تمہیں خوشخبری دیتا ہوں اور خوشی حاصل ہونے کی امید رکھو (یعنی ابو عبیدہ جو مال لائے ہیں اس میں سے تمہیں ضرور کچھ ملے گا) اللہ کی قسم! مجھے تم پر فقر کا ڈر نہیں ہے بلکہ اس بات کا ڈر ہے کہ تم پر دنیا اس طرح پھیلا دی جائے گی جس طرح تم سے پہلے لوگوں پر پھیلا دی گئی تھی اور تم بھی اس کے حاصل کرنے میں ایک دوسرے سے آگے بڑھنے کی کوشش کرنے

---

[1] اخرجه البخاری (ص ۵۷۸)
[2] عند البخاری فی الرقاق

لگو گے جیسے پہلوں نے کی تھی پھر یہ دنیا تمہیں اسی طرح ہلاک کر دے گی جیسے اس نے ان کو ہلاک کیا تھا۔[1]

حضرت ابو ذرؓ فرماتے ہیں ایک مرتبہ نبی کریم ﷺ بیان فرما رہے تھے کہ اتنے میں ایک دیہاتی کھڑا ہوا جس کی طبیعت میں اجڈ پنا تھا اور اس نے کہا یا رسول اللہ! ہمیں تو قحط نے مار ڈالا۔ آپ نے فرمایا مجھے تم پر قحط کا اتنا ڈر نہیں ہے جتنا اس بات کا ہے کہ تم پر دنیا خوب پھیلا دی جائے گی۔ کاش میری امت سونا نہ پہنتی۔[2]

حضرت ابو سعید خدریؓ ایک حدیث میں فرماتے ہیں کہ حضور ﷺ ایک مرتبہ منبر پر بیٹھے ہم بھی آپ کے ارد گرد بیٹھ گئے۔ پھر آپ نے فرمایا مجھے جن باتوں کا تم پر ڈر ہے ان میں سے ایک یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ تمہارے لئے دنیا کی زیب و زینت اور سر سبزی و شادابی کھول دیں گے (اور تم دنیا سے محبت کرنے لگو گے کیونکہ دنیا کی محبت ہر گناہ کی جڑ ہے)[3]

حضرت سعد بن ابی وقاصؓ فرماتے ہیں حضور ﷺ نے فرمایا مجھے تم پر فقر و فاقہ اور بد حالی کی آزمائش سے زیادہ ڈر خوش حالی اور فراوانی کی آزمائش کا ہے۔ اللہ تعالیٰ تم کو فقر و فاقہ اور بد حالی کے ذریعہ آزما چکے ہیں۔ اس میں تم نے صبر سے کام لیا (اور کامیاب ہو گئے) اور دنیا میٹھی اور سر سبز ہے۔ پتہ نہیں اس آزمائش میں کامیاب ہوتے ہو یا نہیں۔[4]

حضرت عوف بن مالکؓ فرماتے ہیں حضور ﷺ نے ایک مرتبہ اپنے صحابہؓ میں کھڑے ہو کر فرمایا تم فقر و فاقہ سے ڈرتے ہو یا تمہیں دنیا کا فکر و غم لگا ہوا ہے؟ اللہ تعالیٰ فارس اور روم پر تمہیں فتح دے دیں گے اور تم پر دنیا کی بہت زیادہ فراوانی ہو گی اور اس دنیا کی وجہ سے ہی تم لوگ صحیح راستے سے ہٹ جاؤ گے۔[5]

دنیا کی وسعت سے حضرت عمر بن خطابؓ کا ڈرنا اور رونا

حضرت مسور بن مخرمہؓ فرماتے ہیں حضرت عمر بن خطابؓ کے پاس قادسیہ کا کچھ مال غنیمت آیا۔ آپ اس کا جائزہ لے رہے تھے اور اسے دیکھ رہے تھے اور رو رہے تھے ان کے ساتھ حضرت عبد الرحمٰن بن عوفؓ بھی تھے انہوں نے کہا اے امیر المومنین! یہ تو خوشی اور

۱۔ اخرجه الشيخان كذافي الترغيب (ج ٥ ص ١٤١)
۲۔ اخرجه احمد و البزار و رواة احمد رواة الصحيح كذافي الترغيب (ج ٥ ص ١٤٤)
۳۔ اخرجه الشيخان كذافي الترغيب (ج ٥ ص ١٤٤)
۴۔ اخرجه ابو يعلى والبزار وفيه راو لم يسم وبقية رواة الصحيح كذافي الترغيب (ج ٥ ص ١٤٥)
۵۔ اخرجه الطبراني وفي اسناده بقية كذافي الترغيب (ج ٥ ص ١٤٢)

مسرت کا دن ہے۔ حضرت عمرؓ نے کہا ہاں۔ لیکن جن لوگوں کے پاس یہ مال آتا ہے ان میں اس کی وجہ سے آپس میں بغض و عداوت بھی ضرور پیدا ہو جاتی ہے[1] حضرت ابراہیم بن عبدالرحمٰن بن عوف رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں جب حضرت عمرؓ کے پاس کسریٰ کے خزانے آئے تو ان سے حضرت عبداللہ بن ارقم زہریؓ نے کہا آپ اسے بیت المال میں کیوں نہیں رکھ دیتے؟ حضرت عمرؓ نے فرمایا نہیں۔ ہم اسے بیت المال میں نہیں رکھیں گے بلکہ تقسیم کریں گے۔ یہ کہہ کر حضرت عمرؓ رو پڑے تو ان سے حضرت عبدالرحمٰن بن عوف نے کہا اے امیر المومنین! آپ کیوں رو رہے ہیں؟ اللہ کی قسم! یہ تو اللہ کا شکر ادا کرنے اور خوشی و مسرت کا دن ہے۔ حضرت عمرؓ نے فرمایا اللہ تعالیٰ نے جس قوم کو بھی یہ مال دیا ہے اس مال نے ان کے درمیان بغض و عداوت ضرور پیدا کی ہے[2] حضرت حسن رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں کسریٰ کا تاج حضرت عمر بن خطابؓ کی خدمت میں لایا گیا اور ان کے سامنے رکھا گیا (تاج کے ساتھ کسریٰ کی زیب و زینت کا سامان بھی تھا) اس وقت وہاں لوگوں میں حضرت سراقہ بن مالک بن جعشمؓ بھی تھے حضرت عمرؓ نے کسریٰ بن ہرمز کے دونوں کنگن ان کے سامنے رکھ دیئے حضرت سراقہ نے دونوں کنگن اپنے ہاتھوں میں ڈالے تو ان کے کندھوں تک پہنچ گئے۔ جب حضرت عمرؓ نے دونوں کنگن ان کے ہاتھوں میں دیکھے تو فرمایا الحمد للہ! اللہ کی قدرت دیکھو کہ کسریٰ بن ہرمز کے دو کنگن اس وقت بنو مدلج کے ایک دیہاتی سراقہ بن مالک بن جعشمؓ کے دو ہاتھوں میں ہیں۔ پھر فرمایا اے اللہ! مجھے معلوم ہے کہ تیرے رسول حضرت محمد ﷺ یہ چاہتے تھے کہ انہیں کہیں سے مال ملے اور وہ اسے تیرے راستے میں اور تیرے بندوں پر خرچ کریں لیکن تو نے ان پر شفقت فرماتے ہوئے اور ان کے لئے زیادہ خیر والی صورت اختیار کرتے ہوئے ان سے مال کو دور رکھا اور اے اللہ! مجھے معلوم ہے کہ حضرت ابو بکرؓ یہ چاہتے تھے کہ انہیں کہیں سے مال ملے اور وہ اسے تیرے راستے میں اور تیرے بندوں پر خرچ کریں لیکن تو نے ان پر شفقت فرماتے ہوئے اور ان کے لئے زیادہ بہتر والی صورت اختیار کرتے ہوئے ان سے مال کو دور رکھا (اور اب میرے زمانے میں یہ مال بہت زیادہ آ رہا ہے) اے اللہ! میں اس بات سے تیری پناہ چاہتا ہوں کہ یہ مال کا زیادہ آنا کہیں تیری طرف سے عمر

---

[1] اخرجه البيهقي (ج ٦ ص ٣٥٨) و اخرجه الخرائطي ايضا عن المسور مثله كما في الكنز (ج ٢ ص ٣٢١) [2] عند البيهقي ايضا (ج ٦ ص ٣٥٨) واخرجه ابن المبارك و عبدالرزاق و ابن ابي شيبة عن ابراهيم مثله كما في الكنز (ج ٢ ص ٣٢١) واخرجه احمد في الزهد وابن عساكر عن ابراهيم نحوه مختصرا كما في الكنز (ج ٢ ص ١٤٦)

کے خلاف داؤنہ ہو۔ (یعنی کہیں اس سے عمرؓ کے دین اور آخرت کا نقصان نہ ہو) پھر حضرت عمرؓ نے یہ آیت پڑھی:

اَیَحْسَبُوْنَ اَنَّمَا نُمِدُّھُمْ بِہٖ مِنْ مَّالٍ وَّبَنِیْنَ نُسَارِعُ لَھُمْ فِی الْخَیْرَاتِ بَلْ لَّا یَشْعُرُوْنَ.

(سورت مومنون آیت ۵۵ ۵٦)

ترجمہ: "کیا یہ لوگ یوں گمان کر رہے ہیں کہ ہم ان کو جو کچھ مال ولولاد دیتے چلے جاتے ہیں تو ہم ان کو جلدی جلدی فائدہ پہنچا رہے ہیں (یہ بات ہرگز نہیں) بلکہ یہ لوگ (اس کی وجہ) نہیں جانتے"[1]

حضرت ابو سنان دؤلی رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں کہ میں حضرت عمر بن خطابؓ کی خدمت میں گیا۔ ان کے پاس مہاجرین اولین کی ایک جماعت بیٹھی ہوئی تھی۔ آپ نے خوشبو وغیرہ رکھنے کا تھیلا یعنی جامہ دان لانے کے لئے ایک آدمی بھیجا۔ وہ تھیلا ٹوکری یا بوری جیسا تھا۔ یہ تھیلا عراق کے ایک قلعہ سے حضرت عمرؓ کے پاس لایا گیا تھا۔ اس میں ایک انگوٹھی بھی تھی جسے حضرت عمرؓ کے ایک بچے نے لے کر منہ میں ڈال لیا۔ حضرت عمرؓ نے اس سے وہ انگوٹھی لے لی اور پھر رو پڑے۔ پاس بیٹھے ہوئے لوگوں نے ان سے کہا آپ کیوں رو رہے ہیں؟ جب کہ اللہ تعالیٰ نے آپ کو اتنی فتوحات عطا فرما رکھی ہیں اور آپ کو آپ کے دشمن پر غالب کر دیا ہے اور آپ کی آنکھیں (خوشیاں عطا فرما کر) ٹھنڈی کر دی ہیں۔ حضرت عمرؓ نے فرمایا میں نے حضور ﷺ کو یہ فرماتے ہوئے سنا ہے کہ جن لوگوں پر دنیا کی فتوحات ہونے لگتی ہیں اور انہیں دنیا بہت مل جاتی ہے تو ان کے درمیان ایسی بغض وعداوت پیدا ہو جاتی ہے جو قیامت تک چلتی رہتی ہے مجھے اس کا ڈر لگ رہا ہے (اس لئے رو رہا ہوں)[2]

حضرت ابن عباسؓ فرماتے ہیں حضرت عمر بن خطابؓ کا معمول یہ تھا کہ وہ جب نماز سے فارغ ہو جاتے تو لوگوں کی خاطر بیٹھ جاتے۔ جس کو کوئی ضرورت ہوتی تو وہ ان سے بات کر لیتا اور اگر کسی کو کوئی ضرورت نہ ہوتی تو کھڑے ہو جاتے۔ ایک مرتبہ انہوں نے لوگوں کو بہت سی نمازیں پڑھائیں لیکن کسی نماز کے بعد بیٹھے نہیں۔ میں نے (ان کے دربان سے) کہا اے یرفا! کیا امیر المومنین کو کوئی تکلیف یا بیماری ہے؟ اس نے کہا نہیں۔ امیر المومنین کو کوئی تکلیف یا بیماری نہیں ہے۔ میں وہیں بیٹھ گیا۔ اتنے میں حضرت عثمان بن عفانؓ بھی تشریف لے آئے وہ بھی آکر بیٹھ گئے۔ تھوڑی دیر میں یرفا باہر آیا اور اس نے کہا اے ابن عفانؓ

۱۔ عند البیھقی ایضا (ج ٦ ص ۳۵۸) واخرجہ عبد بن حمید و ابن المنذر و ابن عساکر عن الحسن مثلہ کما فی منتخب الکنز (ج ٤ ص ٤١٢)

۲۔ اخرجہ احمد باسناد حسن و البزار و ابو یعلی کذافی الترغیب (ج ٥ ص ١٤٤)

!اے ابن عباسؓ! آپ دونوں اندر تشریف لے چلیں۔ چنانچہ ہم دونوں حضرت عمرؓ کے پاس اندر گئے۔ وہاں ہم نے دیکھا کہ حضرت عمرؓ کے سامنے مال کے بہت سے ڈھیر رکھے ہوئے ہیں اور ہر ڈھیر پر کندھے کی ہڈی رکھی ہوئی تھی (جس پر کچھ لکھا ہوا تھا۔ اس زمانے میں کاغذ کی کمی کی وجہ سے ہڈیوں پر بھی لکھا جاتا تھا) حضرت عمرؓ نے فرمایا میں نے تمام اہل مدینہ پر نگاہ ڈالی تو تم دونوں ہی مجھے مدینہ میں سب سے بڑے خاندان والے نظر آئے ہو، یہ مال لے جاؤ اور آپس میں تقسیم کر لو اور جو بچ جائے وہ واپس کر دینا۔ حضرت عثمانؓ نے تو لپ بھر کر لینا شروع کر دیا لیکن میں نے گھٹنوں کے بل بیٹھ کر عرض کیا کہ اگر کم پڑ گیا تو آپ ہمیں اور دیں گے؟ حضرت عمرؓ نے فرمایا ہے نا پہاڑ کا ایک ٹکڑا۔ یعنی ہے نا اپنے باپ عباس کا بیٹا (کہ ان کی ہی طرح جری، سمجھ دار اور ہوشیار ہے) کیا یہ مال اس وقت اللہ کے پاس نہیں تھا جب حضرت محمد ﷺ اور ان کے صحابہؓ (فقر و فاقہ کی وجہ سے) کھال کھایا کرتے تھے؟ میں نے کہا تھا اللہ کی قسم! جب حضرت محمد ﷺ زندہ تھے تو یہ سب کچھ اللہ کے پاس تھا۔ لیکن اگر اللہ ان کو یہ سب کچھ دیتے تو وہ کسی اور طرح تقسیم کرتے۔ جس طرح آپ کرتے ہیں اس طرح نہ کرتے۔ اس پر حضرت عمرؓ کو غصہ آ گیا اور فرمایا اچھا۔ کس طرح تقسیم کرتے؟ میں نے کہا خود بھی کھاتے اور ہمیں بھی کھلاتے۔ یہ سنتے ہی حضرت عمرؓ اونچی آواز سے رونے لگ پڑے جس سے ان کی پسلیاں زور زور سے ہلنے لگیں پھر فرمایا میں یہ چاہتا ہوں کہ میں اس خلافت سے برابر سرابر چھوٹ جاؤں، نہ اس پر مجھے کچھ انعام ملے اور نہ میری پکڑ ہو۔[1]

حضرت ابن عباسؓ فرماتے ہیں ایک مرتبہ حضرت عمر بن خطابؓ نے مجھے بلایا میں ان کی خدمت میں گیا۔ میں نے دیکھا کہ ان کے سامنے چمڑے کے دستر خوان پر سونا بکھرا پڑا ہے۔ حضرت عمرؓ نے فرمایا آؤ اور یہ سونا اپنی قوم میں تقسیم کر دو۔ اللہ تعالیٰ نے یہ سونا اور مال اپنے نبی کریم ﷺ اور حضرت ابو بکرؓ سے دور رکھا اور مجھے دے رہے ہیں اب اللہ ہی زیادہ جانتے ہیں کہ مجھے یہ مال خیر کی وجہ سے دیا جا رہا ہے یا کہ شر کی وجہ سے۔ پھر فرمایا نہیں۔ اللہ تعالیٰ نے اپنے نبی ﷺ اور حضرت ابو بکرؓ سے یہ مال اس وجہ سے دور نہیں رکھا کہ ان دونوں کے ساتھ شر کا ارادہ تھا اور مجھے اس وجہ سے نہیں دے رہے ہیں کہ میرے ساتھ خیر کا ارادہ ہے (بلکہ معاملہ برعکس معلوم ہوتا ہے)۔[2]

---

[1] اخرجه الحمیدی و ابن سعد (ج ۳ ص ۲۰۷) والبزار و سعید بن منصور و البیهقی (ج ٦ ص ۳۵۸) وغیر هم كذا فی الكنز (ج ۲ ص ۳۲۰) وقال الهیثمی (ج ۱۱ ص ۲٤۲) رواه البزار واسناده جید اه

[2] اخرجه ابو عبید و ابن سعد (ج ۳ ص ۲۱۸) وابن راهویه والشاشی و حسن كذافی الكنز (ج ۲ ص ۳۱۷)

حضرت عبدالرحمٰن بن عوفؓ فرماتے ہیں حضرت عمر بن خطابؓ نے بلانے کے لئے میرے پاس ایک آدمی بھیجا۔ میں ان کی خدمت میں حاضر ہوا۔ جب میں دروازے کے قریب پہنچا تو میں نے اندر سے ان کے زور سے رونے کی آواز سنی۔ میں نے گھبرا کر کہا۔ انا للہ وانا الیہ راجعون۔ اللہ کی قسم! امیر المومنین کو کوئی زبردست حادثہ پیش آیا ہے، (جس کی وجہ سے اتنے زور سے رو رہے ہیں) میں نے اندر جا کر ان کا کندھا پکڑ کر کہا اے امیر المومنین! پریشان ہونے کی کوئی بات نہیں۔ پریشان ہونے کی کوئی بات نہیں۔ انہوں نے کہا نہیں۔ پریشان ہونے کی بہت بڑی بات ہے اور میرا ہاتھ پکڑ کر دروازے کے اندر لے گئے میں نے وہاں جا کر دیکھا کہ اوپر نیچے بہت سے تھیلے رکھے ہوئے ہیں۔ انہوں نے فرمایا اب خطاب کی اولاد کی اللہ کے ہاں کوئی قیمت نہیں رہی۔ اگر اللہ تعالیٰ چاہتے تو میرے دونوں ساتھیوں یعنی نبی کریم ﷺ اور حضرت ابو بکرؓ کو بھی یہ مال دیتے اور وہ دونوں اسے خرچ کرنے میں جو طریقہ اختیار کرتے میں بھی اسے اختیار کرتا۔ میں نے کہا آئیں بیٹھ کر سوچتے ہیں کہ اسے کیسے خرچ کرنا ہے۔ چنانچہ ہم لوگوں نے امہات المومنین (حضور ﷺ کی ازواج مطہرات) کے لئے چار چار ہزار اور مہاجرین کے لئے چار چار ہزار اور باقی لوگوں کے لئے دو دو ہزار درہم تجویز کئے اور یوں وہ سارا مال تقسیم کر دیا۔[1]

حضرت عبدالرحمٰن بن عوفؓ کا دنیا کی وسعت سے ڈرنا اور رونا

حضرت ابراہیمؒ فرماتے ہیں حضرت عبدالرحمٰن بن عوفؓ نے روزہ رکھا ہوا تھا (روزہ کھولنے کے لئے) ان کے پاس کھانا لایا گیا تو اسے دیکھ کر فرمایا حضرت مصعب بن عمیرؓ مجھ سے بہتر تھے۔ انہیں شہید کیا گیا اور پھر انہیں ایسی چادر میں کفن دیا گیا جو اتنی چھوٹی تھی کہ اگر ان کا سر ڈھک دیا جاتا تو ان کے پیر کھل جاتے اور اگر پیر ڈھکے جاتے تو ان کا سر کھل جاتا اور حضرت حمزہؓ مجھ سے بہتر تھے۔ ان کو بھی شہید کیا گیا۔ پھر دنیا کی ہم پر بہت وسعت ہو گئی اور ہمیں اللہ کی طرف سے دنیا بہت زیادہ دی گئی۔ اب ہمیں ڈر ہے کہ کہیں ہماری نیکیوں کا بدلہ دنیا میں ہی تو نہیں دے دیا گیا پھر رونا شروع کر دیا۔ جس کی وجہ سے وہ کھانا نہ کھا سکے۔[2]

حضرت نوفل بن ایاس ہذلیؒ کہتے ہیں حضرت عبدالرحمٰنؓ ہمارے ہم مجلس تھے اور بڑے

---

[1] اخرجه ابو عبيد و العدني كذافي الكنز (ج ۲ ص ۳۱۸)

[2] اخرجه البخاري (ص ۵۷۹) و اخرجه ابو نعيم في الحلية ايضا (ج ۱ ص ۱۰۰)

اچھے ہم مجلس تھے۔ ایک دن ہمیں اپنے گھر لے گئے۔ ہم ان کے گھر میں داخل ہو گئے پھر وہ اندر گئے اور غسل کر کے باہر آئے اور ہمارے ساتھ بیٹھ گئے۔ پھر اندر سے ایک پیالہ آیا جس میں روٹی اور گوشت تھا۔ جب وہ پیالہ سامنے رکھا گیا تو حضرت عبدالرحمٰن بن عوفؓ رو پڑے ہم لوگوں نے ان سے کہا اے ابو محمدؓ! (یہ حضرت عبدالرحمٰن بن عوفؓ کی کنیت ہے) آپ کیوں رو رہے ہیں؟ انہوں نے کہا حضور ﷺ دنیا سے اس حال میں تشریف لے گئے کہ آپ نے اور آپ کے گھر والوں نے کبھی جو کی روٹی پیٹ بھر کر نہیں کھائی اس لئے میرے خیال میں یہ نہیں ہو سکتا کہ اللہ نے ہمیں جو دنیا میں زندہ رکھا ہے اور دنیا کی وسعت ہمیں عطا فرمائی ہے۔ ہماری یہ حالت حضور ﷺ کی حالت سے بہتر ہے اور ہمارے لئے اس میں خیر زیادہ ہو۔[1]

حضرت ام سلمہؓ فرماتی ہیں حضرت عبدالرحمٰن بن عوفؓ میرے پاس آئے اور انہوں نے کہا اے اماں جان! مجھے ڈر ہے کہ میرا مال مجھے ہلاک کر دے گا کیونکہ میں قریش میں سب سے زیادہ مالدار ہوں۔ میں نے کہا اے میرے بیٹے! تم (اپنا مال دوسروں پر) خوب خرچ کرو کیونکہ میں نے حضور ﷺ کو یہ فرماتے ہوئے سنا ہے میرے بعض ساتھی ایسے ہیں جو جدا ہونے کے بعد مجھے دیکھ نہیں سکیں گے۔ حضرت عبدالرحمٰن بن عوفؓ وہاں سے چلے گئے اور ان کی حضرت عمرؓ سے ملاقات ہوئی تو انہوں نے حضرت عمرؓ کو میری والی حدیث سنائی۔ حدیث سن کر حضرت عمرؓ میرے پاس آئے اور فرمایا میں خدا کا واسطہ دے کر پوچھتا ہوں کہ کیا میں ان میں سے ہوں؟ میں نے کہا نہیں آپ ان میں سے نہیں ہیں اور آپ کے اس سوال کا تو میں نے جواب دے دیا لیکن آئندہ آپ کے بعد کسی کو نہیں بتاؤں گی کہ وہ ان میں سے نہیں ہے۔[2]

حضرت خباب بن ارتؓ کا دنیا کی وسعت و کثرت سے ڈرنا اور رونا

حضرت یحییٰ ابن جعدہ رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں حضور ﷺ کے چند صحابہؓ حضرت خبابؓ کی عیادت کرنے آئے۔ انہوں نے ان سے کہا اے ابو عبداللہ! آپ کو خوشخبری ہو آپ حضرت محمد ﷺ کے پاس حوض کوثر پر جائیں گے تو انہوں نے گھر کے اوپر اور نیچے والے حصہ کی طرف اشارہ کرتے ہوئے فرمایا اس گھر کے ہوتے ہوئے میں کیسے (حوض کوثر پر جا سکتا

---

[1] اخرجه ابو نعیم فی الحلیة (ج ۱ ص ۹۹) واخرجه الترمذی و السراج عن نوفل نحوه کما فی الاصابة (ج ۲ ص ۴۱۷) [2] اخرجه البزار قال الهیثمی (ج ۹ ص ۷۲) رجاله رجال الصحیح

ہوں؟) حالانکہ حضور ﷺ نے فرمایا تھا تمہیں اتنی دنیا کافی ہے جتنا ایک سوار کے پاس سواری پر توشہ ہوتا ہے (اور میرے پاس توشہ سے کہیں زیادہ ہے)۔[1]

حضرت طارق بن شہاب رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں حضور ﷺ کے چند صحابہؓ حضرت خبابؓ کی عیادت کرنے گئے تو انہوں نے حضرت خباب سے کہا اے ابو عبداللہؓ! (یہ حضرت خباب کی کنیت ہے) آپ کو خوشخبری ہو۔ کل آپ (انتقال کے بعد) اپنے بھائیوں کے پاس پہنچ جائیں گے۔ یہ سن کر حضرت خباب رو پڑے اور فرمایا مجھے موت سے گھبراہٹ نہیں ہے لیکن تم نے میرے بھائیوں کا نام لے کر مجھے ان لوگوں کی یاد تازہ کرادی ہے جو اپنے نیک اعمال اور دینی محنت کا سارا اجر و ثواب ساتھ لے کر آگے چلے گئے (اور دنیا میں انہیں کچھ نہیں ملا) اور مجھے اس بات کا ڈر ہے کہ ان کے جانے کے بعد ہمیں اللہ نے جو مال و دولت دنیا میں دی ہے وہ کہیں ہمارے ان اعمال کا بدلہ نہ ہو جن کا تم تذکرہ کر رہے ہو۔[2]

حضرت حارثہ بن مضربؒ کہتے ہیں ہم لوگ حضرت خبابؓ کے پاس گئے انہوں نے (اس زمانے کے دستور کے مطابق علاج کے لئے) اپنے پیٹ پر گرم لوہے سے سات داغ لگوا رکھے تھے۔ انہوں نے کہا اگر حضور ﷺ کا یہ ارشاد نہ ہوتا کہ تم میں سے کوئی بھی ہرگز موت کی تمنا نہ کرے تو میں ضرور موت کی تمنا کرتا۔ ایک ساتھی نے عرض کیا (آپ ایسا کیوں فرما رہے ہیں؟) آپ ذرا خیال فرمائیں دنیا میں آپ کو نبی کریم ﷺ کی صحبت حاصل رہی اور انشاء اللہ (مرنے کے بعد) آپ حضور ﷺ کی خدمت میں پہنچ جائیں گے۔ انہوں نے کہا اب جو میرے پاس اتنی دنیا جمع ہو گئی ہے اس کی وجہ سے مجھے ڈر ہے کہ شاید میں ان کی خدمت میں نہ پہنچ سکوں۔ دیکھو یہ گھر میں چالیس ہزار درہم پڑے ہوئے ہیں۔[3]

حضرت حارثؒ کی ایک روایت میں یہ ہے کہ حضرت خبابؓ نے کہا میں نے اپنے آپ کو حضور ﷺ کے ساتھ اس حال میں دیکھا ہے کہ میں ایک درہم کا بھی مالک نہیں تھا اور آج میرے گھر کے ایک کونے میں چالیس ہزار درہم پڑے ہوئے ہیں۔ پھر ان کے لئے جب کفن لایا گیا تو اسے دیکھ کر رو پڑے اور فرمایا (مجھے تو ایسا اچھا اور مکمل کفن مل رہا ہے) اور حضرت حمزہؓ کے کفن کی تو صرف ایک دھاری دار چادر تھی اور وہ بھی اتنی چھوٹی کہ اسے سر پر ڈالا جاتا تو پاؤں ننگے ہو جاتے اور اگر پاؤں ڈھانکے جاتے تو سر ننگا ہو جاتا آخر سر ڈھک کر

۱ـ اخرجه ابو يعلى و الطبراني باسناد جيد كذافي الترغيب (ج ٥ ص ١٨٤)

۲ـ عند ابي نعيم في الحلية (ج ١ ص ١٤٥) واخرجه ابن سعد (ج ٣ ص ١١٨) عن طارق بنحوه

۳ـ عند ابي نعيم في الحلية (ج ١ ص ١٤٤)

پیروں پر اذخر گھاس ڈال دی گئی۔[1] حضرت ابو وائل شقیق بن سلمہ رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں حضرت خباب بن ارتؓ بیمار تھے۔ ہم لوگ ان کی عیادت کرنے گئے تو انہوں نے فرمایا اس صندوق میں اسی ہزار درہم رکھے ہوئے ہیں اور اللہ کی قسم! (یہ کھلے رکھے ہوئے ہیں) میں نے انہیں کسی تھیلی میں ڈال کر اس کا منہ بند نہیں کیا (انہیں جمع کر کے رکھنے کا میرا ارادہ نہیں ہے) اور نہ میں نے کسی مانگنے والے سے انہیں بچا کر رکھا ہے (جو بھی مانگنے والا آیا ہے اسے ضرور دیا ہے میں تو انہیں خرچ کرنے کی پوری کوشش کرتا رہا لیکن یہ پھر بھی اتنے بچ گئے) اور اس کے بعد رو دیئے۔ ہم نے عرض کیا آپ کیوں روتے ہیں؟ انہوں نے فرمایا میں اس وجہ سے روتا ہوں کہ میرے ساتھی اس دنیا سے اس حال میں گئے کہ (دین کے زندہ کرنے کی محنت انہوں نے خوب قربانیوں اور مجاہدوں کے ساتھ کی اور) انہیں دنیا کچھ نہ ملی (یونہی فقر و فاقہ میں یہاں سے چلے گئے۔ اس لئے ان کی محنت اور اعمال کا سارا بدلہ انہیں اگلے جہاں میں ملے گا) اور ہم ان کے بعد یہاں دنیا میں رہ گئے اور ہمیں مال و دولت خوب ملی۔ جو ہم نے ساری مٹی گارہ میں یعنی تعمیرات میں لگا دی[2] اور حضرت ابو اسامہؓ نے جو روایت حضرت ادریسؒ سے کی ہے اس میں یہ ہے کہ حضرت خباب نے یہ بھی فرمایا میرا دل چاہتا ہے کہ یہ دنیا تو مینگنی وغیرہ ہوتی[3] حضرت قیس رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں پھر حضرت خبابؓ نے فرمایا ہم سے پہلے بہت سے ایسے لوگ آگے چلے گئے ہیں جنہیں دنیا کچھ نہیں ملی اور ہم ان کے بعد اس دنیا میں رہ گئے اور ہمیں بہت زیادہ دنیا ملی ہے جسے تعمیرات میں خرچ کرنے کے علاوہ ہمیں اور کوئی مصرف بھی نظر نہیں آرہا اور مسلمان کو ہر جگہ خرچ کرنے کا ثواب ملتا ہے اور (بلا ضرورت) تعمیر میں خرچ کرنے کا ثواب نہیں ملتا۔[4]

حضرت خبابؓ فرماتے ہیں ہم نے حضور ﷺ کے ساتھ اللہ کی رضا کے لئے ہجرت کی۔ اس کا اجر اللہ تعالیٰ ہمیں ضرور عطا فرمائیں گے۔ اب ہمارے کچھ ساتھی تو اس دنیا سے چلے گئے اور انہوں نے اپنے اعمال اور اپنی محنت کا بدلہ دنیا میں کچھ نہیں لیا۔ ان میں سے ایک حضرت مصعب بن عمیرؓ ہیں جو جنگ احد کے دن شہید ہوئے وہ صرف ایک دھاری دار چادر ہی چھوڑ کر گئے تھے اور وہ اتنی چھوٹی تھی کہ جب ہم اس سے ان کا سر ڈھانکتے تو ان کے پاؤں کھل جاتے اور جب اس سے ان کے پاؤں ڈھانکے جاتے تو سر کھل جاتا۔ آخر ہمیں حضور ﷺ

---

[1] اخرجه ابو نعیم (ج ١ ص ١٤٥) من طریق آخر عن حارثة نحوه مختصرا و اخرجه ابن سعد (ج ٣ ص ١١٧) عن حارثة بنحوه [2] عند ابی نعیم فی الحلیة (ج ١ ص ١٤٥)
[3] قاله ابو نعیم. [4] عند ابی نعیم ایضا (ج ١ ص ١٤٦)

نے فرمایا اس چادر سے ان کا سر ڈھانک دو اور ان کے پاؤں پر اذخر گھاس ڈال دو اور ہمارے بعض ساتھیوں کے پھل پک چکے ہیں جنہیں وہ چن رہے ہیں یعنی اب ان کو دنیا کی مال و دولت خوب مل گئی ہے۔[1]

حضرت سلمان فارسیؓ کا دنیا کی کثرت سے ڈرنا اور رونا

قبیلہ بنو عبس کے ایک صاحب کہتے ہیں میں حضرت سلمانؓ کی صحبت میں رہا۔ ایک دفعہ انہوں نے کسریٰ کے ان خزانوں کا تذکرہ کیا جو اللہ نے مسلمانوں کو فتوحات میں دیئے تھے اور فرمایا جس اللہ نے تمہیں یہ خزانے دیئے اور تمہیں یہ فتوحات عطا فرمائیں اس نے حضرت محمد ﷺ کی زندگی میں یہ سارے خزانے روک رکھے تھے (حالانکہ اللہ نے حضور ﷺ کو تمام خیرات وبرکات عطا فرمائی تھیں) اور صحابہؓ اس حال میں صبح کرتے کہ ان کے پاس نہ درہم و دینار ہوتا اور نہ ایک مد (۱۴ چھٹانک) غلہ اے قبیلہ بنو عبس والے! پھر اس کے بعد اب یہ صورت حال ہے۔ پھر ہمارا چند کھلیانوں پر گذر ہوا جہاں اڑا کر دانوں سے بھوسہ الگ کیا جارہا تھا اسے دیکھ کر فرمایا جس اللہ نے تمہیں یہ سب کچھ دیا ہے اور تمہیں یہ فتوحات عطا فرمائی ہیں اس نے حضرت محمد ﷺ کی زندگی میں یہ تمام خزانے روک رکھے تھے اور صحابہؓ اس حال میں صبح کرتے کہ نہ ان کے پاس دینار و درہم ہوتا اور نہ ایک مد غلہ۔ اے عبسی بھائی! پھر اس کے بعد اب (فراوانی کی) یہ صورت حال ہے۔[2]

قبیلہ بنو عبس کے ایک صاحب کہتے ہیں میں ایک مرتبہ حضرت سلمانؓ کے ساتھ دریائے دجلہ کے کنارے چلا جارہا تھا تو انہوں نے فرمایا اے قبیلہ بنو عبس والے! اتر کر پانی پی لو۔ چنانچہ میں نے اتر کر پانی پی لیا۔ پھر انہوں نے پوچھا تمہارے اس پینے سے کیا دجلہ میں کوئی کمی آئی ہے؟ میں نے کہا میرے خیال میں تو کوئی کمی نہیں آئی ہے تو فرمایا علم بھی اسی طرح سے ہے اس میں سے جتنا بھی لے لیا جائے وہ کم نہیں ہوتا۔ پھر فرمایا سوار ہو جاؤ۔ چنانچہ میں سوار ہو گیا پھر گندم اور جو کے کھلیانوں پر ہمارا گزر ہوا۔ انہیں دیکھ کر فرمایا تمہارا کیا خیال ہے اللہ تعالیٰ نے تو ہمیں یہ فتوحات عطا فرمائی ہیں اور اللہ نے یہ سب کچھ حضرت محمد ﷺ کے صحابہؓ سے روکے رکھا تو کیا یہ فتوحات ہمیں اس لئے دیں کہ ہمارے ساتھ خیر کا ارادہ ہے اور ان سے اس لئے روکے رکھیں کہ ان کے ساتھ شر کا ارادہ تھا میں نے کہا مجھے

---

[1] عند البخاری واخرجه ابن سعد (ج ۳ ص ۸۵) وابن ابی شيبة بمثله كما فی الكنز (ج ۷ ص ۸٦)

[2] اخرجه ابو نعيم فی الحلية (ج ص ۱۹۹) عن ابی البختری

معلوم نہیں۔ انہوں نے فرمایا میں جانتا ہوں ہمارے ساتھ شر کا ارادہ ہے اور ان کے ساتھ خیر کا تھا اور حضور ﷺ نے آخری دم تک کبھی تین دن مسلسل پیٹ بھر کر کھانا نہیں کھایا۔[1]

حضرت ابو سفیان رحمۃ اللہ علیہ اپنے اساتذہ سے نقل کرتے ہیں کہ حضرت سلمانؓ بیمار تھے۔ حضرت سعد بن ابی وقاصؓ ان کی عیادت کرنے گئے تو حضرت سلمانؓ رونے لگ پڑے۔ حضرت سعدؓ نے ان سے کہا آپ کیوں رو رہے ہیں؟ آپ تو (انتقال کے بعد) اپنے ساتھیوں سے جا ملیں گے اور حضور ﷺ کے پاس حوض کوثر پر جائیں گے اور حضور ﷺ کا اس حال میں انتقال ہوا کہ وہ آپ سے راضی تھے۔ حضرت سلمانؓ نے کہا میں نہ تو موت سے گھبرا کر رو رہا ہوں اور نہ دنیا کے لالچ کی وجہ سے۔ بلکہ اس وجہ سے رو رہا ہوں کہ حضور ﷺ نے ہمیں یہ وصیت فرمائی تھی کہ گزارے کے لئے تمہارے پاس اتنی دنیا ہونی چاہئے جتنا کہ سوار کے پاس توشہ ہوتا ہے اور (میں اس وصیت کے مطابق عمل نہیں کر سکا کیونکہ) میرے ارد گرد یہ بہت سے کالے سانپ ہیں یعنی دنیا کا بہت سا سامان ہے۔ راوی کہتے ہیں کہ وہ سامان کیا تھا؟ بس ایک لوٹا اور کپڑے دھونے کا برتن اور اسی طرح کی چند اور چیزیں تھیں۔ حضرت سعدؓ نے ان سے کہا آپ ہمیں کوئی وصیت فرما دیں جس پر ہم آپ کے بعد بھی عمل کیں۔ انہوں نے حضرت سعدؓ سے فرمایا جب آپ کسی کام کے کرنے کا ارادہ کرنے لگیں اور کوئی فیصلہ کرنے لگیں اور جب آپ اپنے ہاتھ سے کوئی چیز تقسیم کرنے لگیں تو اس وقت اپنے رب کو یاد کر لیا کریں یعنی کوئی بھی کام کرنے لگیں تو اللہ کا ذکر ضرور کریں۔[2] اور حاکم کی روایت میں یہ ہے کہ اس وقت ان کے ارد گرد (صرف تین برتن) کپڑے دھونے کا برتن، ایک لگن اور ایک لوٹا تھا۔

حضرت انسؓ فرماتے ہیں حضرت سلمانؓ بیمار ہوئے تو حضرت سعدؓ ان کی عیادت کے لئے گئے تو انہوں نے دیکھا کہ حضرت سلمانؓ رو رہے ہیں حضرت سعدؓ نے ان سے پوچھا اے میرے بھائی! آپ کیوں رو رہے ہیں؟ کیا آپ حضور ﷺ کی صحبت میں نہیں رہے؟ کیا فلاں فضیلت اور فلاں فضیلت آپ کو حاصل نہیں؟ حضرت سلمانؓ نے کہا میں ان دو باتوں میں سے کسی بات پر نہیں رو رہا۔ نہ تو دنیا کے لالچ کی وجہ سے اور نہ آخرت کو برا اور ناگوار سمجھنے

---

[1] عندالطبرانی قال الهيثمی (ج ۱۰ ص ۳۲۴) وفيه راو لم يسم وبقية رجاله و ثقوا

[2] اخرجه ابو نعيم فی الحلية (ج ۱ ص ۱۹۵) و اخرجه الحاكم وصححه كما فی الترغيب (ج ۵ ص ۱۲۷) و ابن سعد (ج ٤ ص ٦٥) عن ابی سفيان عن اشياخه نحوه و اخرجه ابن الاعرابی عن ابی سفيان عن اشياخه مختصرا كما فی الكنز (ج ۲ ص ۱٤۷)

کی وجہ سے بلکہ اس وجہ سے رو رہا ہوں کہ حضور ﷺ نے ہمیں ایک وصیت فرمائی تھی۔ میرا خیال یہ ہے کہ میں اس وصیت کی پابندی نہیں کر سکا۔ حضرت سعدؓ نے پوچھا حضور ﷺ نے آپ کو کیا وصیت فرمائی تھی؟ انہوں نے کہا حضور ﷺ نے ہمیں یہ وصیت فرمائی تھی کہ تم میں سے ہر ایک کو اتنی دنیا کافی ہے جتنا سوار کا توشہ ہوتا ہے اور میرا خیال یہ ہے کہ میں حضور ﷺ کی مقرر کردہ اس حد سے آگے بڑھ چکا ہوں (سوار کے توشہ سے زیادہ سامان میرے پاس ہے) اور اے سعدؓ! جب تم فیصلہ کرنے لگو اور جب تم تقسیم کرنے لگو اور جب تم کسی کام کا پختہ ارادہ کرنے لگو تو ان تینوں اوقات میں اللہ سے ڈرتے رہنا۔ حضرت ثابت کہتے ہیں مجھے یہ بات پہنچی ہے کہ حضرت سلمانؓ نے ترکہ میں بیس سے کچھ اوپر درہم اور تھوڑا سا خرچہ چھوڑا تھا۔[1]

حضرت عامر بن عبداللہ رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں جب حضرت سلمان الخیرؓ (مدینہ میں شروع زمانے میں اسلام لانے کی وجہ سے یہ الخیر کہلاتے تھے) کی موت کا وقت قریب آیا تو لوگوں نے ان پر کچھ گھبراہٹ محسوس کی تو انہوں نے کہا اے ابو عبداللہ! (یہ حضرت سلمانؓ کی کنیت ہے) آپ کیوں گھبرا رہے ہیں؟ آپ کو اسلام لانے میں دوسروں پر سبقت حاصل ہے اور آپ حضور ﷺ کے ساتھ اچھی اچھی لڑائیوں میں اور بڑی بڑی جنگوں میں شریک ہوئے ہیں۔ انہوں نے کہا میں اس وجہ سے گھبرا رہا ہوں کہ ہمارے حبیب حضور ﷺ نے دنیا سے جاتے وقت ہمیں یہ وصیت کی تھی کہ تم میں سے ہر آدمی کو سوار کے توشہ جتنا سامان کافی ہونا چاہئے (میں اس وصیت کی پابندی نہیں کر سکا) اس وجہ سے گھبرا رہا ہوں۔ حضرت سلمانؓ کے انتقال کے بعد جب ان کا مال جمع کیا گیا تو اس کی قیمت پندرہ درہم تھی۔ ابن عساکر میں یہ ہے کہ پندرہ دینار تھی۔ ابو نعیم نے حضرت علی بن بذیمہ سے یوں روایت کی ہے کہ حضرت سلمانؓ کے ترکہ کا سامان بیچا گیا تو وہ چودہ درہم میں بکا۔[2]

---

[1] عند ابن ماجة ورواته ثقات كذافي الترغيب (ج ٥ ص ١٢٨)

[2] كذافي الترغيب (ج ٥ ص ١٨٤) واخرجه ابن عساكر عن عامر مثله كما في الكنز (ج ٧ ص ٤٥) الاانه وقع عنده خمسة عشر دينار وهكذا ذكر في الكنز عن ابن حبان وهكذا رواه ابو نعيم في الحلية (ج ١ ص ١٩٧) عن عامر بن عبدالله في هذا الحديث ثم قال كذا قال عمر بن عبدالله دينار واتفق الباقون على بضعة عشر درهما ثم اخرج عن على بن بذيمة قال بيع متاع سلمان فبلغ اربعة عشر درهما وهكذا اخرجه الطبراني عن على قال في الترغيب (ج ٥ ص ١٨٦) واسناده جيدالا ان عليا لم يدرك سلمان

حضرت ابو ہاشم بن عتبہ بن ربیعہ قرشیؓ کا ڈر

حضرت ابو وائلؒ فرماتے ہیں حضرت ابو ہاشم بن عتبہؓ بیمار تھے حضرت معاویہؓ ان کی عیادت کرنے آئے تو دیکھا کہ وہ رو رہے ہیں تو ان سے پوچھا اے ماموں جان! آپ کیوں رو رہے ہیں؟ کیا کسی درد نے آپ کو بے چین کر رکھا ہے؟ یا دنیا کے لالچ میں رو رہے ہیں؟ انہوں نے کہا یہ بات بالکل نہیں ہے بلکہ میں اس وجہ سے رو رہا ہوں کہ حضور ﷺ نے ہمیں ایک وصیت فرمائی تھی۔ ہم اس پر عمل نہیں کر سکے۔ حضرت معاویہؓ نے پوچھا وہ کیا وصیت تھی؟ حضرت ابو ہاشمؓ نے کہا میں نے حضور ﷺ کو یہ فرماتے ہوئے سنا کہ آدمی نے مال جمع کرنا ہی ہے تو ایک خادم اور جہاد فی سبیل اللہ کے لئے ایک سواری کافی ہے اور میں دیکھ رہا ہوں کہ میں نے آج (اس سے زیادہ) مال جمع کر رکھا ہے۔ ابن ماجہ کی روایت میں یوں ہے کہ حضرت سمرہ بن سہم کی قوم کے ایک صاحب کہتے ہیں کہ میں حضرت ابو ہاشم بن عتبہؓ کا مہمان بنا تو ان کے پاس حضرت معاویہؓ آئے۔ ابن حبان کی روایت میں ہے کہ حضرت سمرہ بن سہم کہتے ہیں میں حضرت ابو ہاشم بن عتبہؓ کا مہمان بنا تو وہ طاعون کی بیماری میں مبتلا تھے۔ پھر ان کے پاس حضرت معاویہؓ آئے اور رزین کی روایت میں یہ ہے کہ جب حضرت ابو ہاشمؓ کا انتقال ہو گیا تو ان کے ترکہ کا حساب کیا گیا تو اس کی قیمت تیس درہم بنی تھی اور اس میں وہ پیالہ بھی شمار کیا گیا جس میں وہ آٹا گوندھا کرتے تھے اور اسی میں وہ کھاتے تھے۔[1]

حضرت ابو عبیدہ بن جراحؓ کا دنیا کی کثرت اور وسعت پر ڈرنا اور رونا

حضرت عبداللہ بن عامر کے آزاد کردہ غلام حضرت ابو حسنہ مسلم بن اکیس رحمۃ اللہ علیہ

---

[1] اخرجه الترمذی والنسائی و قدر واه ابن ماجة عن ابی وائل عن سمرة بن سهم عن رجل من قومه لم يسمه قال نزلت علی ابن هاشم بن عتبة فجاء ه معاوية. فذكر الحديث بنحوه ورواه ابن حبان في صحيحه عن سمرة بن سهم قال نزلت علی ابی هآشم بن عتبه و هو مظعون فاتاه معاويه. فذكرالحديث و ذكره زرين فزاد فيه فلمامات حصر ماخلف فبلغ ثلثين درهما وحسبت فيه القصعة التی كان يعجن فيهاو فيها يا كل كذا فی الترغيب (ج ٥ ص ١٨٤) واخرجه البغوی و ابن السكن عن ابی وائل عن سمرة بن سهم عن رجل من قومه كما فی الا صابة (ج ٤ ص ٢٠١) وقال مدوی الترمذی وغيره بسند صحيح عن ابی وائل قال جاء معاوية ابی هاشم فذكره اه واخرج الحديث ايضا الحاكم (ج ٣ ص ٦٣٨) عن ابی وائل و ابن عساكر عن طريق سمرة كما فی الكنز (ج ٢ ص ١٤٩).

کہتے ہیں ایک صاحب حضرت ابو عبیدہ بن جراحؓ کی خدمت میں گئے تو انہوں نے دیکھا کہ وہ رور ہے ہیں تو انہوں نے کہا اے ابو عبیدہؓ! آپ کیوں رو رہے ہیں؟ حضرت ابو عبیدہؓ نے کہا اس وجہ سے رو رہا ہوں کہ ایک دن حضور ﷺ نے ان فتوحات اور مال غنیمت کا تذکرہ کیا جو اللہ تعالیٰ مسلمانوں کو عطا فرمائیں گے۔ اس میں ملک شام فتح ہونے کا بھی ذکر فرمایا اور فرمایا اے ابو عبیدہؓ! اگر تم (ان فتوحات تک) زندہ رہے تو تمہیں تین خادم کافی ہیں۔ ایک تمہاری روزمرہ کی خدمت کے لئے اور دوسرا تمہارے ساتھ سفر کرنے کے لئے اور تیسرا تمہارے گھر والوں کی خدمت کے لئے۔ جو ان کے کام کرتا رہے اور تین سواریاں تمہیں کافی ہیں۔ ایک سواری تمہارے گھر کے لئے۔ دوسری سواری تمہارے ادھر ادھر آنے جانے کے لئے تیسری سواری تمہارے غلام کے لئے (اب حضور ﷺ نے تو تین خادم اور تین سواریاں رکھنے کو فرمایا تھا) اور میں اپنے گھر کو دیکھتا ہوں تو وہ غلاموں سے بھرا ہوا ہے اور اپنے اصطبل کو دیکھتا ہوں تو وہ گھوڑوں اور جانوروں سے بھرا ہوا ہے۔ اب میں اس کے بعد حضور ﷺ سے کس منہ سے ملاقات کروں گا۔ جب کہ آپ نے ہمیں یہ تاکید فرمائی تھی کہ تم میں سے مجھے سب سے زیادہ محبوب اور میرے سب سے زیادہ قریب وہ شخص ہوگا جو (قیامت کے دن) مجھے اسی حال میں ملے جس حال میں مجھ سے جدا ہوا تھا۔[1]

نبی کریم ﷺ اور آپ کے صحابہؓ کرام کا دنیا سے بے رغبتی اختیار کرنا اور دنیا کو استعمال کئے بغیر اس دنیا سے چلے جانا

نبی کریم ﷺ کا زہد

حضرت ابن عباسؓ فرماتے ہیں کہ مجھے حضرت عمر بن خطابؓ نے اپنا یہ قصہ سنایا اور فرمایا میں ایک مرتبہ حضور ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوا تو آپ چٹائی پر تشریف فرما تھے۔ میں اندر جا کر بیٹھ گیا تو میں نے دیکھا کہ آپ نے صرف لنگی باندھی ہوئی ہے اور اس کے علاوہ جسم پر اور کوئی کپڑا نہیں ہے۔ اس وجہ سے آپ کے جسم اطہر پر چٹائی کے نشانات پڑے ہوئے ہیں اور مٹھی بھر ایک صاع (ساڑھے تین سیر) جو اور کیکر کے پتے (جو کھال رنگنے کے کام آتے ہیں) ایک کونے میں پڑے ہوئے ہیں اور ایک بغیر رنگی ہوئی کھال لٹکی ہوئی ہے (اتنا کم سامان دیکھ کر

---

[1] اخرجه احمد قال الهيثمي (ج ١٠ ص ٢٥٣) رواه احمد وفيه راو لم يسم وبقية رجاله ثقات . انتهى و اخرجه ابن عساكر نحوه كما في المنتخب (ج ٥ ص ٧٣)

[2] اخرجه ابن ماجة باسناد صحيح و اخرجه الحاكم و قال صحيح على شرط مسلم.

) میری آنکھوں میں بے اختیار آنسو آ گئے۔ حضور ﷺ نے مجھ سے فرمایا کیوں روتے ہو؟ اے ابن الخطابؓ! میں نے عرض کیا اے اللہ کے نبی (ﷺ)! میں کیوں نہ روؤں جب کہ میں دیکھ رہا ہوں کہ چٹائی کے نشانات آپ کے جسم اطہر پر پڑے ہوئے ہیں اور گھر کی کل کائنات یہ ہے جو مجھے نظر آ رہی ہے، اُدھر کسریٰ اور قیصر تو پھلوں اور نہروں (دنیا کی فراوانی) میں ہوں اور آپ اللہ کے نبی اور برگزیدہ بندے ہو کر آپ کی یہ حالت۔ آپ نے فرمایا اے ابن الخطابؓ! کیا تم اس بات پر راضی نہیں ہو کہ ہمارے لئے آخرت ہو اور ان کے لئے دنیا [۲]۔ اور حاکم نے اس روایت کو ان الفاظ کے ساتھ بیان کیا ہے کہ حضرت عمرؓ فرماتے ہیں میں اجازت لے کر حضور ﷺ کی خدمت میں بالا خانے میں حاضر ہوا تو دیکھا کہ آپ ایک بوریے پر لیٹے ہوئے ہیں اور آپ کے جسم مبارک کا کچھ حصہ مٹی پر ہے اور آپ کے سرہانے ایک تکیہ ہے جس میں کھجور کی چھال بھری ہوئی ہے اور آپ کے سرہانے ایک بغیر رنگی ہوئی کھال لٹکی ہوئی ہے اور ایک کونے میں کیکر کے پتے پڑے ہوئے ہیں۔ چنانچہ میں حضور ﷺ کو سلام کر کے بیٹھ گیا اور میں نے عرض کیا آپ اللہ کے نبی ﷺ اور اس کے خاص بندے (اور آپ کا یہ حال) اور کسریٰ اور قیصر سونے کے تختوں پر اور ریشم و دیباج کے بچھونوں پر ہوں۔ آپ نے فرمایا ان لوگوں کو طیبات اور اچھی چیزیں دنیا میں جلدی دے دی گئی ہیں اور یہ دنیا جلد ختم ہو جانے والی ہے اور ہمیں بعد میں آخرت میں طیبات اور اچھی چیزیں دی جائیں گی۔[۱]

حضرت ابن عباسؓ فرماتے ہیں حضرت عمرؓ حضور ﷺ کی خدمت میں گئے تو دیکھا کہ حضور ﷺ ایک چٹائی پر لیٹے ہوئے ہیں جس کی وجہ سے آپ کے پہلو پر چٹائی کے نشانات پڑے ہوئے ہیں تو حضرت عمرؓ نے کہا یا رسول اللہ (ﷺ)! اگر آپ اس سے زیادہ نرم بستر لے لیتے تو اچھا تھا۔ حضور ﷺ نے فرمایا مجھے اس دنیا سے کیا واسطہ۔ میری اور دنیا کی مثال اس سوار کی سی ہے جو سخت گرم دن میں چلا۔ پھر اس نے تھوڑی دیر ایک درخت کے نیچے آرام کیا پھر اس درخت کو چھوڑ کر چل دیا۔[۲]

---

[۱] رواہ ابن حبان فی صحیحہ عن انس ان عمر رضی اللّٰہ تعالیٰ عنہما دخل علی النبی ﷺ . فذکر نحوہ کذا فی الترغیب (ج ۵ ص ۱۶۱) واخرج حدیث انس ایضا احمد و ابو یعلی بنحوہ قال الهیثمیؒ (ج ۱۰ ص ۳۲۶) رجال احمد رجال الصحیح غیر مبارك بن فضالة وقد و ثقه جماعة وضعفه جماعة انتهی [۲] اخرجه احمد و ابن حبان فی صحیحه و البیهقی کذا فی الترغیب (ج ۵ ص ۱۶۰) و اخرجه الترمذی وصححه و ابن ماجة عن ابن مسعود رضی اللّٰہ تعالیٰ عنه نحوہ و الطبرانی وابو الشیخ عن ابن مسعود نحو حدیث عمر کما فی الترغیب (ج ۵ ص ۱۵۹) و ابن حبان و الطبرانی عن عائشه رضی اللّٰہ تعالیٰ عنها کما فی الترغیب (ج ۵ ص ۱۶۲) والمجمع (ج ۱۰ ص ۳۲۷)

حضرت عائشہؓ فرماتی ہیں ایک انصاری عورت میرے پاس آئی اس نے حضور ﷺ کا بستر مبارک دیکھا کہ ایک چادر ہے جسے دوہرا کر کے بچھایا ہوا ہے (پھر وہ چلی گئی) اور اس نے میرے پاس ایک بستر بھیجا جس کے اندر اون بھری ہوئی تھی۔ جب آپ میرے پاس تشریف لائے تو اسے دیکھ کر فرمایا اے عائشہ! یہ کیا ہے؟ میں نے کہا یا رسول اللہ! فلاں انصاری عورت میرے پاس آئی تھی اس نے آپ کا بستر دیکھا تھا۔ پھر اس نے واپس جا کر میرے پاس یہ بستر بھیجا ہے۔ آپ نے فرمایا اے عائشہ! یہ واپس کر دو۔ اللہ کی قسم! اگر میں چاہتا تو اللہ تعالیٰ میرے ساتھ سونے اور چاندی کے پہاڑ چلا دیتا۔[1]

حضرت انسؓ فرماتے ہیں کہ حضور ﷺ نے اون کا کپڑا پہنا اور پیوند والا جوتا استعمال فرمایا اور کھردرے ٹاٹ کے کپڑے پہنے اور بشع کھانا کھایا۔ حضرت حسن رحمۃ اللہ علیہ سے پوچھا گیا کہ بشع کھانا کون سا ہوتا ہے انہوں نے بتایا کہ موٹے پسے ہوئے جو۔ جنہیں حضور ﷺ پانی کے گھونٹ کے ذریعہ ہی نگلا کرتے تھے۔[2]

حضرت ام ایمنؓ فرماتی ہیں میں نے آٹا چھان کر اس کی حضور ﷺ کے لئے ایک چپاتی پکائی (اور حضور ﷺ کی خدمت میں پیش کی) حضور ﷺ نے پوچھا یہ کیا ہے؟ میں نے کہا یہ کھانے کی ایک قسم ہے جسے ہم اپنے علاقہ (حبشہ) میں پکایا کرتے ہیں تو میرا دل چاہا کہ میں اس میں سے آپ کے لئے ایک چپاتی بناؤں۔ حضور ﷺ نے فرمایا نہیں چھان بورے کو اسی آٹے میں واپس ملا کر گوندھو (اور پھر اس سے میرے لئے روٹی پکاؤ)۔[3]

حضرت ابورافع کی بیوی حضرت سلمیٰؓ فرماتی ہیں حضرت حسن بن علی، حضرت عبداللہ بن جعفر اور حضرت عبداللہ بن عباسؓ میرے پاس آئے اور کہنے لگے آپ ہمارے لئے وہ کھانا تیار کریں جو حضور ﷺ کو پسند تھا۔ میں نے کہا اے میرے بیٹو! میں پکا تو دوں گی لیکن آج تمہیں وہ کھانا اچھا نہیں لگے گا (خیر تم لوگوں کا اصرار ہے تو میں پکا دیتی ہوں) چنانچہ میں اٹھی اور جو لے کر انہیں پیسا اور پھونک مار کر موٹی موٹی بھوسی اڑا دی پھر اس کی ایک روٹی تیار کی پھر اس روٹی پر تیل لگایا اور اس پر کالی مرچ چھڑکی پھر اسے ان کے سامنے رکھا اور میں نے کہا حضور ﷺ کو یہ کھانا پسند تھا۔[4]

---

[1] اخرجه البيهقي و اخرجه ابو الشيخ اطول منه كما في الترغيب (ج ٥ ص ١٦٣)

[2] اخرجه ابن ماجه والحاكم وفيه يوسف بن ابي كثير و هو مجهول عن نوح بن ذكوان وهو را، وقال الحاكم صحيح الاسناد (وعنده خشنا موضع بشعا) كذافي الترغيب (ج ٥ ص ١٢٣)

[3] اخرجه ابن ماجة و ابن ابي الدنيا كتاب الجوع وغيرهما كذافي الترغيب (ج ٥ ص ١٥٤)

[4] اخرجه الطبراني قال الهيثمي (ج ١٠ ص ٣٢٥) رجاله رجال الصحيح غير فائد مولى ابن ابي رافع وهو ثقة وقال في الترغيب (ج ٥ ص ١٥٩) ورواه الطبراني واسناده جيد.

حضرت ابن عمرؓ فرماتے ہیں ایک مرتبہ ہم لوگ حضور ﷺ کے ساتھ باہر نکلے۔ آپ انصار کے ایک باغ میں تشریف لے گئے اور زمین سے کھجوریں چن کر نوش فرمانے لگے اور مجھ سے فرمایا اے ابن عمرؓ! کیا ہوا تم نہیں کھاتے؟ میں نے کہا یا رسول اللہ! ان کھجوروں کے کھانے کو میرا دل نہیں چاہ رہا ہے۔ حضور ﷺ نے فرمایا لیکن میرا دل تو چاہ رہا ہے اور یہ چوتھی صبح ہے جو میں نے کچھ نہیں کھایا۔ اگر میں چاہتا تو میں اپنے رب سے دعا کرتا تو وہ مجھے کسریٰ اور قیصر جیسا ملک دے دیتا۔ اے ابن عمرؓ! تمہارا اس وقت کیا حال ہوگا جب تم ایسے لوگوں میں رہ جاؤ گے جو ایک سال کی روزی ذخیرہ کر کے رکھیں گے اور یقین کمزور ہو جائے گا؟ حضرت ابن عمرؓ کہتے ہیں اللہ کی قسم! ہم ابھی وہاں ہی تھے کہ یہ آیت نازل ہوئی: وَكَأَيِّنْ مِّنْ دَآبَّةٍ لَّا تَحْمِلُ رِزْقَهَا اللّٰهُ يَرْزُقُهَا وَإِيَّاكُمْ وَهُوَ السَّمِيْعُ الْعَلِيْمُ (سورۃ عنکبوت آیت ۶۰)

ترجمہ: "اور بہت سے جانور ایسے ہیں جو اپنی غذا اٹھا کر نہیں رکھتے۔ اللہ ہی ان کو (مقدر) روزی پہنچاتا ہے اور تم کو بھی اور وہ سب کچھ سنتا اور سب کچھ جانتا ہے" پھر آپ نے فرمایا اللہ تعالیٰ نے مجھے نہ تو دنیا جمع کرنے کا اور نہ خواہشات کے پیچھے چلنے کا حکم دیا۔ لہٰذا جو آدمی اس ارادے سے دنیا جمع کرتا ہے کہ بقیہ زندگی میں کام آئے گی تو اسے سمجھ لینا چاہئے کہ زندگی تو اللہ تعالیٰ کے ہاتھ میں ہے (نہ معلوم کتنے دن باقی ہیں) غور سے سنو! میں دینار و درہم بھی جمع نہیں کرتا اور نہ کل کے لئے کچھ بچا کر رکھتا ہوں۔[1]

حضرت عائشہؓ فرماتی ہیں حضور ﷺ کی خدمت میں ایک پیالہ لایا گیا جس میں دودھ اور شہد تھا تو حضور ﷺ نے فرمایا پینے کی دو چیزوں کو ایک بنا دیا اور ایک پیالے میں دو سالن جمع کر دیئے (یعنی دودھ اور شہد میں سے ہر ایک پینے اور سالن کے کام آسکتا ہے) مجھے اس کی ضرورت نہیں ہے۔ غور سے سنو! میں یہ نہیں کہتا کہ یہ حرام ہے لیکن میں یہ پسند نہیں کرتا کہ اللہ تعالیٰ مجھ سے قیامت کے دن ضرورت سے زائد چیزوں کے بارے میں پوچھے میں تو اللہ کے لئے تواضع اختیار کرتا ہوں کیونکہ جو بھی اللہ کے لئے تواضع اختیار کرے گا اللہ اسے بلند کریں گے اور جو تکبر کرے گا اللہ اسے گرائیں گے اور جو (خرچ کرنے میں) میانہ روی اختیار کرے گا اللہ اسے غنی کر دیں گے اور جو موت کو کثرت سے یاد کرے گا اللہ اس سے محبت کریں گے۔[2]

---

[1] اخرجه ابو الشیخ ابن حبان فی کتاب الثواب کذافی الترغیب (ج ۵ ص ۱۴۹) واخرجه ابن ابی حاتم عن ابن عمر مثله وفیه ابو العطوف الجزری وهو ضعیف کما فی التفسیر لا بن کثیر (ج ۳ ص ۴۲۰) [2] اخرجه الطبرانی فی الا وسط کذافی الترغیب (ج ۵ ص ۱۵۸) وقال الهیثمی (ج ۱۰ ص ۳۲۵) وفیه نعیم بن مورع العنبری وقد وثقه ابن حبان وضعفه غیر واحد و بقیة رجاله ثقات

حضرت ابو بکر صدیقؓ کا زہد

حضرت زید بن ارقمؓ فرماتے ہیں ہم لوگ حضرت ابو بکرؓ کے ساتھ تھے۔ آپ نے پینے کے لئے پانی مانگا تو آپ کی خدمت میں شہد ملا ہوا پانی پیش کیا گیا جب آپ نے اسے ہاتھ میں لیا تو رونے لگے اور ہچکیاں مار مار کر رونا شروع کر دیا جس سے ہم سمجھے کہ انہیں کچھ ہو گیا ہے لیکن (رعب کی وجہ سے) ہم نے ان سے کچھ نہ پوچھا۔ جب آپ چپ ہو گئے تو ہم نے کہا اے رسول اللہ ﷺ کے خلیفہ! آپ اتنا زیادہ کیوں روئے؟ انہوں نے فرمایا (شہد ملا ہوا پانی دیکھ کر مجھے ایک واقعہ یاد آگیا تھا اس کی وجہ سے رویا تھا اور وہ واقعہ یہ ہے کہ (میں ایک مرتبہ حضور ﷺ کے ساتھ تھا اتنے میں میں نے دیکھا کہ حضور ﷺ کسی چیز کو اپنے سے دور کر رہے ہیں لیکن مجھے کوئی چیز نظر نہیں آرہی تھی۔ میں نے عرض کیا یا رسول اللہ! یہ کیا چیز ہے جسے آپ دور کر رہے ہیں مجھے تو کوئی چیز نظر نہیں آرہی ہے۔ آپ نے ارشاد فرمایا دنیا میری طرف بڑھی تو میں نے اس سے کہا دور ہو جا تو اس نے کہا آپ تو مجھے لینے والے نہیں ہیں (یعنی یہ تو مجھے یقین ہے کہ آپ مجھے نہیں لیں گے میں ویسے ہی زور لگا رہی ہوں) حضرت ابو بکرؓ نے فرمایا (اس واقعہ کے یاد آنے سے میں رویا تھا) اور شہد ملا ہوا پانی پینا میرے لئے مشکل ہو گیا اور مجھے ڈر لگا کہ اسے پی کر کہیں میں حضور ﷺ کے طریقہ سے ہٹ نہ جاؤں اور دنیا مجھ سے چمٹ نہ جائے۔[1]

حضرت زید بن ارقمؓ فرماتے ہیں ایک مرتبہ حضرت ابو بکرؓ نے پینے کے لئے پانی مانگا تو ان کی خدمت میں ایک برتن لایا گیا جس میں شہد اور پانی تھا۔ جب اسے اپنے منہ کے قریب لے گئے تو رو پڑے اور اتنا روئے کہ آس پاس والے بھی رونے لگ گئے۔ آخر وہ تو خاموش ہو گئے لیکن آس پاس والے خاموش نہ ہو سکے پھر اسے دوبارہ منہ کے قریب لے گئے تو پھر رونے لگے اور اتنا زیادہ روئے کہ ان سے رونے کا سبب پوچھنے کی کسی میں ہمت نہ ہوئی آخر جب ان کی طبیعت ہلکی ہو گئی اور انہوں نے اپنا منہ پونچھا تو لوگوں نے ان سے پوچھا آپ اتنا زیادہ کیوں روئے؟ اس کے بعد پچھلی حدیث جیسا مضمون ذکر کیا اور اس میں یہ بھی ہے کہ حضور ﷺ

---

[1] اخرجه البزار قال الهيثمي (ج ۱۰ ص ۲۵٤) رواه البزار وفيه عبدالواحد بن زيد الزاهد وهو ضعيف عند الجمهور و ذكره ابن حبان في الثقات وقال يعتبر حديثه اذا كان فوقه ثقة ودونه ثقه و بقية رجاله ثقات . انتهى وقال في الترغيب (ج ٥ ص ١٦٨) رواه ابن ابي الدنيا والبزار ورواته ثقات الا عبدالواحد بن زيدوقد قال ابن حبان يعتبر حديثه اذا كان فوقه ثقة و دونه ثقة وهو هنا كذا لك . انتهى

کے دور کرنے سے دنیا ایک طرف کو ہو کر کہنے لگی، اللہ کی قسم! اگر آپ میرے ہاتھ سے چھوٹ گئے ہیں تو (کوئی بات نہیں) آپ کے بعد والے میرے ہاتھ سے نہیں چھوٹ سکیں گے۔ [1]

حضرت عائشہؓ فرماتی ہیں حضرت ابو بکرؓ نے انتقال پر کوئی دینار و درہم ترکہ میں نہ چھوڑا بلکہ انہوں نے انتقال سے پہلے ہی اپنا سارا مال بیت المال میں جمع کرا دیا تھا۔ حضرت عروہؓ فرماتے ہیں حضرت ابو بکرؓ نے خلیفہ بننے کے بعد اپنے تمام دینار و درہم بیت المال میں جمع کرا دیئے تھے اور فرمایا میں اپنے اس مال سے تجارت کیا کرتا تھا اور روزی تلاش کیا کرتا تھا اب مسلمانوں کا خلیفہ بن جانے کی وجہ سے تجارت کی اور کسب معاش کی فرصت نہ رہی۔ [2]

حضرت عطاء بن سائب رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں جب مسلمان حضرت ابو بکرؓ سے بیعت ہو گئے تو وہ حسب معمول صبح کو بازو پر چادریں ڈال کر بازار جانے لگے۔ ان سے حضرت عمرؓ نے پوچھا کہاں کا ارادہ ہے؟ فرمایا بازار جا رہا ہوں۔ حضرت عمرؓ نے عرض کی آپ پر خلافت کی وجہ سے مسلمانوں کی ذمہ داری آچکی ہے اس کا کیا کریں گے؟ فرمایا پھر اہل و عیال کو کہاں سے کھلاؤں؟ حضرت عمرؓ نے عرض کیا حضرت ابو عبیدہؓ کے پاس چلیں وہ آپ کے لئے بیت المال میں کچھ مقرر کر دیں گے۔ دونوں حضرات ان کے پاس تشریف لے گئے تو انہوں نے ایک مہاجر کو اوسطاً جو ملتا تھا نہ کم نہ زیادہ، وہ مقرر کر دیا اور یہ بھی طے کیا کہ ایک جوڑا سردی میں ملا کرے گا اور ایک گرمی میں لیکن پرانا جوڑا واپس کریں گے تو نیا ملے گا اور روزانہ آدھی بکری کا گوشت ملے گا۔ جس میں سری، کلیجی، دل، گردے وغیرہ نہیں ہوں گے۔ [3]

حضرت حمید بن ہلال رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں جب حضرت ابو بکرؓ خلیفہ بنائے گئے تو حضور ﷺ کے صحابہؓ نے کہا رسول اللہ کے خلیفہ کیلئے اتنا وظیفہ مقرر کرو جو ان کے لئے کافی ہو۔ چنانچہ مقرر کرنے والوں نے کہا ہاں ٹھیک ہے۔ ایک تو ان کو (بیت المال سے) پہننے کے لئے دو چادریں ملا کریں گی۔ جب وہ پرانی ہو جایا کریں تو انہیں واپس کر کے ان جیسی اور دو نئی چادریں لے لیا کریں اور دوسرے سفر کے لئے ان کو سواری ملا کرے گی اور تیسرے خلیفہ بننے سے پہلے یہ اپنے گھر والوں کو جتنا خرچہ دیا کرتے تھے اتنا خرچہ ان کو ملا کرے گا اس پر

---

[1] اخرجه ابو نعيم في الحلية (ج ١ ص ٣٠) وهكذا اخرجه الحاكم والبيهقي كما في الكنز (ج ٤ ص ٣٧) [2] اخرجه احمد في الزهد كذا في الكنز (ج ٣ ص ١٣٢)

[3] عند ابن سعد كذافي الكنز (ج ٣ ص ١٢٩)

[4] عند ابن سعد ايضا كذافي الكنز (ج ٣ ص ١٣٠)

حضرت ابو بکرؓ نے فرمایا میں اس پر راضی ہوں۔[۱]

حضرت عمر بن خطابؓ کا زہد

حضرت سالم بن عبد اللہ رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں جب حضرت عمرؓ خلیفہ بنے تو انہوں نے حضرت ابو بکرؓ والے اسی وظیفہ پر اکتفا کیا جو صحابہؓ نے ان کے لئے مقرر کیا تھا چنانچہ وہ کچھ عرصہ اتنا ہی لیتے رہے لیکن وہ ان کی ضرورت سے کم تھا اس لئے ان کے گزر میں تنگی ہونے لگی تو مہاجرین کی ایک جماعت اکٹھی ہوئی جن میں حضرت عثمان، حضرت علی، حضرت طلحہ اور حضرت زبیرؓ بھی تھے۔ حضرت زبیرؓ نے کہا اگر ہم حضرت عمرؓ سے کہیں کہ ہم آپ کے وظیفہ میں اضافہ کرنا چاہتے ہیں تو یہ کیسا رہے گا۔ حضرت علیؓ نے کہا ہم تو پہلے سے ان کا وظیفہ بڑھانا چاہتے ہیں چلو چلتے ہیں۔ حضرت عثمانؓ نے کہا یہ حضرت عمرؓ ہیں پہلے ہمیں ادھر ادھر سے ان کی رائے معلوم کرنی چاہئے (پھر ان سے براہ راست بات کرنی چاہئے) میرا خیال یہ ہے کہ ہم ام المومنین حضرت حفصہؓ کے پاس جاتے ہیں اور ان کے ذریعہ سے حضرت عمرؓ کی رائے معلوم کرتے ہیں اور ان سے کہہ دیں گے کہ وہ حضرت عمرؓ کو ہم لوگوں کے نام نہ بتائیں۔ چنانچہ یہ حضرات حضرت حفصہؓ کے پاس گئے اور ان سے کہا کہ آپ یہ بات ایک جماعت کی طرف سے حضرت عمرؓ سے کریں اور انہیں کسی کا نام نہ بتائیں لیکن اگر وہ یہ بات مان لیں تو پھر نام بتانے میں حرج نہیں ہے۔ یہ بات کہہ کر وہ حضرات حضرت حفصہ کے پاس سے چلے آئے۔ پھر حضرت حفصہؓ حضرت عمرؓ کی خدمت میں گئیں اور نام لئے بغیر ان کی خدمت میں یہ بات پیش کی تو حضرت عمر کے چہرہ پر غصہ کے آثار ظاہر ہو گئے اور انہوں نے پوچھا کہ تمہیں یہ بات کن لوگوں نے کہی ہے؟ حضرت حفصہؓ نے عرض کیا پہلے آپ کی رائے معلوم ہو جائے پھر میں آپ کو ان کے نام بتا سکتی ہوں۔ حضرت عمرؓ نے فرمایا اگر مجھے ان کے نام معلوم ہو جاتے تو میں انہیں ایسی سخت سزا دیتا جس سے ان کے چہروں پر نشان پڑ جاتے۔ تم ہی میرے اور ان کے درمیان واسطہ بنی ہو اس لئے میں تمہیں اللہ کی قسم دے کر پوچھتا ہوں کہ تم یہ بتاؤ کہ تمہارے گھر میں حضور ﷺ کا سب سے عمدہ لباس کون سا تھا؟ انہوں نے کہا گیرو ویئرنگ کے دو کپڑے جنہیں کسی وفد کے آنے پر اور جمعہ کے خطبہ کے لئے پہنا کرتے تھے۔ پھر حضرت عمرؓ نے پوچھا حضور ﷺ نے تمہارے ہاں سب سے عمدہ کھانا کون سا کھایا؟ انہوں نے کہا ایک مرتبہ ہم نے جو کی ایک روٹی پکائی پھر اس گرم گرم روٹی پر گھی کے ڈبے کی تلچھٹ الٹ کر اسے چپڑ دیا جس سے وہ روٹی خوب چکنی چپڑی اور نرم ہو گئی

پھر حضور ﷺ نے خوب مزے لے کر اسے نوش فرمایا اور وہ روٹی آپ کو بہت اچھی لگ رہی تھی۔ پھر حضرت عمرؓ نے پوچھا حضور ﷺ کا تمہارے ہاں سب سے زیادہ نرم بستر کون سا تھا؟ انہوں نے کہا ہمارا ایک موٹا سا کپڑا تھا گرمی میں اس کو چوہرا کر کے بچھا لیتے تھے اور سردی میں آدھے کو بچھا لیتے اور آدھے کو اوڑھ لیتے۔ پھر حضرت عمرؓ نے فرمایا اے حفصہ! ان لوگوں تک یہ بات پہنچا دو کہ حضور ﷺ نے اپنے طرز عمل سے ہر چیز میں ایک اندازہ مقرر فرمایا ہے اور ضرورت سے زائد چیزوں کو اپنی اپنی جگہوں میں رکھا ہے (اور ان میں نہیں لگے) اور کم سے کم پر گزارہ کیا ہے۔ میں نے بھی ہر چیز کا اندازہ مقرر کیا ہے اور اللہ کی قسم! ضرورت سے زائد چیزوں کو ان کی جگہوں میں رکھوں گا اور میں بھی کم سے کم پر گزارہ کروں گا۔ میری اور میرے دو ساتھیوں کی مثال ان تین آدمیوں کی سی ہے جو ایک راستہ پر چلے ان میں سے پہلا آدمی توشہ لے کر چلا اور منزل مقصود تک پہنچ گیا پھر دوسرے نے بھی اسی کا اتباع کیا اور اسی کے راستہ پر چلا تو وہ بھی اسی منزل تک پہنچ گیا۔ پھر تیسرے آدمی نے بھی اسی پہلے کا اتباع کیا۔ اگر وہ ان دونوں کے راستہ کا خود کو پابند بنائے گا اور ان جیسا توشہ رکھے گا تو ان کے ساتھ جا ملے گا اور ان کے ساتھ رہا کرے گا اور اگر وہ ان دونوں کے راستے کو چھوڑ کر کسی اور راستے پر چلے گا تو کبھی بھی ان کے ساتھ نہیں مل سکے گا۔[1]

حضرت حسن بصری رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں بصرہ کی جامع مسجد میں ایک مجلس لگی ہوئی تھی میں ان کے قریب پہنچا تو دیکھا کہ حضور ﷺ کے چند صحابہ حضرت ابوبکر اور حضرت عمرؓ کے زہد، حسن سیرت، اسلام اور ان دینی فضائل کا تذکرہ کر رہے ہیں جو اللہ نے انہیں عطا فرمائے تھے۔ میں ان لوگوں کے بالکل قریب چلا گیا تو میں نے دیکھا کہ حضرت احنف بن قیس تمیمیؒ بھی ان لوگوں میں بیٹھے ہوئے ہیں میں نے سنا وہ اپنا قصہ یوں بیان کر رہے تھے کہ ہمیں حضرت عمر بن خطابؓ نے ایک جماعت کے ساتھ عراق بھیجا۔ اللہ نے ہمیں عراق اور فارس کے مختلف شہروں پر فتح نصیب فرمائی۔ ان علاقوں میں ہمیں فارس اور خراسان کے سفید کپڑے ملے وہ کپڑے ہم نے ساتھ رکھ لئے اور ان کو پہننا شروع کر دیا (ہم لوگ واپس مدینہ منورہ پہنچے) جب ہم لوگ حضرت عمرؓ کی خدمت میں پہنچے تو حضرت عمرؓ نے ہم سے چہرہ پھیر لیا اور ہم سے کوئی بات نہ کی۔ حضور ﷺ کے جو صحابہؓ ہمارے ساتھ تھے انہیں حضرت عمرؓ کے اس رویے سے سخت پریشانی ہوئی۔ پھر ہم لوگ حضرت عمرؓ کے

---

[1] اخرجه الطبرانی (ج ٤ ص ١٦٤) واخرجه ایضا ابن عساکر سالم بن عبداللّٰه فذکر نحوه کما فی منتخب الکنز (ج ٤ ص ٤٠٨)

صاحبزادے حضرت عبداللہ بن عمرؓ کی خدمت میں گئے اور امیر المومنین حضرت عمر بن خطاب کی بے رخی اور سخت رویے کی ان سے شکایت کی۔ انہوں نے کہا امیر المومنین نے تم لوگوں سے بے رخی اس وجہ سے کی ہے کہ انہوں نے تم لوگوں پر ایسا لباس دیکھا ہے جو انہوں نے نہ حضور ﷺ کو پہنے ہوئے دیکھا اور نہ ان کے بعد ان کے خلیفہ حضرت ابو بکرؓ کو پہنے ہوئے دیکھا۔ یہ سنتے ہی ہم لوگ اپنے گھر گئے اور وہ کپڑے اتار دیئے اور وہ کپڑے پہنے جو پہلے سے ہم لوگ حضرت عمرؓ کے سامنے پہنا کرتے تھے اور ان کی خدمت میں دوبارہ حاضر ہوئے اس دفعہ وہ ہمارے استقبال کے لئے کھڑے ہو گئے اور ایک ایک آدمی کو الگ الگ سلام کیا اور ہر ایک سے معانقہ کیا اور ایسے گرم جوشی سے ملے کہ گویا اس سے پہلے انہوں نے ہمیں دیکھا ہی نہیں تھا۔ پھر ہم نے مال غنیمت آپ کی خدمت میں پیش کیا جسے آپ نے ہمارے درمیان برابر برابر تقسیم کر دیا پھر اس مال غنیمت میں کھجور اور گھی کے سرخ اور زرد رنگ کے حلوے کے ٹوکرے آپ کے سامنے پیش کئے گئے۔ اس حلوے کو حضرت عمرؓ نے چکھا تو وہ انہیں خوب مزیدار خوشبودار لگا۔ پھر ہم لوگوں کی طرف متوجہ ہو کر فرمایا اے جماعت مہاجرین وانصار! اللہ کی قسم! مجھے نظر آرہا ہے کہ اس کھانے کی وجہ سے تم میں سے بیٹا اپنے باپ کو اور بھائی اپنے بھائی کو ضرور قتل کرے گا۔ پھر آپ نے اسے تقسیم کرنے کا حکم دیا اور اسے ان مہاجرین اور انصار کی اولاد میں تقسیم کر دیا گیا جو حضور ﷺ کے سامنے شہید ہوئے تھے پھر حضرت عمرؓ کھڑے ہو کر واپس چل پڑے۔ حضور ﷺ کے صحابہؓ آپ کے پیچھے پیچھے چل پڑے اور کہنے لگے اے جماعت مہاجرین وانصار! تم ان حضرت کے زہد اور ان کی ظاہری حالت کو نہیں دیکھتے؟ ہمیں تو ان کی وجہ سے بڑی شرمندگی اٹھانی پڑتی ہے کیونکہ اللہ تعالیٰ نے ان کے ہاتھوں کسریٰ و قیصر کے ملک اور مشرق و مغرب کے علاقے فتح کروائے ہیں اور عرب و عجم کے وفود ان کے پاس آتے ہیں تو وہ ان پر یہ جبہ دیکھتے ہیں جس میں انہوں نے بارہ پیوند لگا رکھے ہیں۔ لہٰذا اے محمد ﷺ کے صحابہؓ کی جماعت! آپ لوگ حضور ﷺ کے ساتھ بڑی بڑی جنگوں اور لڑائیوں میں شریک ہونے والوں میں سے بڑے درجے کے ہیں اور مہاجرین وانصار میں سے شروع زمانے کے ہیں۔ اگر آپ لوگ ان سے یہ مطالبہ کریں کہ وہ یہ جبہ پہننا چھوڑ دیں اور اس کے بجائے کسی نرم کپڑے کا عمدہ جبہ بنالیں جس کے دیکھنے سے لوگوں پر رعب پڑے اور صبح و شام ان کے سامنے کھانے کے بڑے بڑے پیالے لائے جائیں جن میں سے خود بھی کھائیں اور مہاجرین وانصار میں سے جو حاضر ہوں ان کو بھی کھلائیں تو یہ بہت اچھا ہوگا۔ سب لوگوں نے کہا حضرت عمرؓ سے یہ بات صرف دو آدمی کر

سکتے ہیں یا تو حضرت علی بن ابی طالبؓ کر سکتے ہیں کیونکہ وہ حضرت عمرؓ کے سامنے سب سے زیادہ جرأت سے بات کرتے ہیں اور پھر وہ حضرت عمرؓ کے خسر بھی ہیں یا پھر ان کی صاحبزادی حضرت حفصہؓ کر سکتی ہیں کیونکہ وہ حضور ﷺ کی زوجہ محترمہ ہیں اور اسی نبوی نسبت کی وجہ سے حضرت عمرؓ ان کا بہت احترام کرتے ہیں۔ چنانچہ ان حضرات نے حضرت علیؓ سے بات کی۔ حضرت علیؓ نے کہا میں حضرت عمرؓ سے یہ بات نہیں کر سکتا۔ آپ لوگ حضور ﷺ کی ازواج مطہرات کے پاس جاؤ کیونکہ وہ تمام مسلمانوں کی مائیں ہیں وہ حضرت عمرؓ کے سامنے جرأت سے بات کر سکتی ہیں۔ چنانچہ ایک موقع پر حضرت عائشہ اور حضرت حفصہؓ اکٹھی بیٹھی ہوئی تھیں ان حضرات نے جا کر ان دونوں کی خدمت میں اپنی درخواست پیش کی (کہ حضرت عمرؓ سے یہ بات کریں) اس پر حضرت عائشہؓ نے کہا میں ان کی خدمت میں یہ مطالبہ پیش کرتی ہوں۔ حضرت حفصہ نے کہا میرے خیال میں تو حضرت عمرؓ کبھی ایسا نہیں کریں گے آپ ان سے بات کر کے دیکھ لیں آپ کو پتہ چل جائے گا۔ چنانچہ دونوں امیر المومنین کی خدمت میں گئیں تو انہوں نے ان دونوں کو اپنے قریب بٹھایا۔ حضرت عائشہؓ نے کہا اے امیر المومنین! اگر اجازت ہو تو میں آپ سے کچھ بات کروں؟ حضرت عمرؓ نے کہا اے ام المومنین! ضرور کریں حضرت عائشہؓ نے کہا حضور ﷺ اپنے راستے پر چلتے رہے اور آخر کار اللہ تعالیٰ کی جنت اور خوشنودی ان کو حاصل ہو گئی۔ نہ آپ دنیا حاصل کرنا چاہتے تھے اور نہ ہی دنیا آپ کے پاس آئی اور پھر اسی طرح ان کے بعد حضرت ابو بکرؓ ان کے راستہ پر چلے اور انہوں نے حضور ﷺ کی سنتوں کو زندہ کیا اور جھٹلانے والوں کو ختم کیا اور اہل باطل کے تمام دلائل کا منہ توڑ جواب دیا۔ انہوں نے تمام رعایا میں انصاف کیا اور مال سب میں برابر تقسیم کیا اور مخلوق کے رب کو راضی کیا۔ پھر اللہ تعالیٰ نے ان کو اپنی رحمت اور خوشنودی کی طرف اٹھا لیا اور رفیق اعلیٰ میں اپنے نبی کے پاس پہنچا دیا۔ (رفیق اعلیٰ سے مراد حضرات انبیاء کرام علیہم السلام کی جماعت ہے جو اعلیٰ علیین میں رہتے ہیں) نہ وہ دنیا حاصل کرنا چاہتے تھے اور نہ ہی دنیا ان کے پاس آئی لیکن اب اللہ تعالیٰ نے آپ کے ہاتھوں کسریٰ اور قیصر کے خزانے اور ملک فتح کروائے ہیں اور ان دونوں کے خزانے وہاں سے آپ کی خدمت میں پہنچا دیئے گئے ہیں اور مشرق و مغرب کے آخری علاقے بھی آپ کے ماتحت ہو گئے ہیں بلکہ ہمیں تو اللہ تعالیٰ سے امید ہے کہ وہ اس سلسلہ کو اور بڑھائیں گے اور اسلام کو اور زیادہ مضبوط فرمائیں گے۔ اب عجمی بادشاہوں کے قاصد اور عرب کے وفود آپ کے پاس آتے ہیں اور آپ نے یہ جبہ پہن رکھا ہے جس میں آپ نے بارہ پیوند لگا رکھے ہیں اگر آپ مناسب سمجھیں تو اسے اتار دیں اور

اس کی جگہ نرم کپڑے کا عمدہ جبہ پہن لیں جس کے دیکھنے سے لوگوں پر رعب پڑے اور صبح و شام آپ کے سامنے کھانے کے بڑے بڑے پیالے لائے جائیں جن میں سے آپ بھی کھائیں اور مہاجرین وانصار میں سے جو حاضر ہوں ان کو بھی کھلائیں۔ یہ سن کر حضرت عمرؓ بہت روئے پھر فرمایا میں تمہیں اللہ کی قسم دے کر پوچھتا ہوں کیا تمہیں معلوم ہے کہ حضور ﷺ نے اپنی وفات تک مسلسل دس دن یا پانچ دن یا تین دن گندم کی روٹی پیٹ بھر کر کھائی ہو یا کسی دن دوپہر کا کھانا بھی کھایا ہو اور رات کا بھی؟ حضرت عائشہؓ نے کہا نہیں۔ پھر ان کی طرف متوجہ ہو کر حضرت عمرؓ نے فرمایا کیا تمہیں معلوم ہے کہ کبھی حضور ﷺ کے سامنے زمین سے ایک بالشت اونچے دستر خوان پر کھانا رکھا گیا ہو؟ بلکہ آپ کے فرمانے پر کھانا زمین پر رکھا جاتا تھا اور فارغ ہونے کے بعد دستر خوان اٹھا لیا جاتا تھا۔ حضرت عائشہؓ اور حضرت حفصہؓ دونوں نے "کہا ہاں ایسے ہی ہوتا تھا۔ پھر حضرت عمرؓ نے ان دونوں سے فرمایا تم دونوں حضور ﷺ کی بیویاں ہو اور تمام مسلمانوں کی مائیں ہو۔ تم دونوں کا تمام مسلمانوں پر عموماً اور مجھ پر خاص طور سے بڑا حق ہے۔ تم دونوں مجھے دنیا کی ترغیب دینے آئی ہو حالانکہ مجھے اچھی طرح معلوم ہے کہ ایک مرتبہ حضور ﷺ نے اون کا جبہ پہنا تھا وہ بہت کھردرا اور سخت تھا جس کی رگڑ کی وجہ سے ان کے جسم میں خارش ہونے لگ گئی تھی۔ کیا تمہیں بھی یہ بات معلوم ہے؟ دونوں نے کہا جی ہاں معلوم ہے۔ پھر فرمایا کیا تمہیں معلوم ہے کہ حضور ﷺ اکہرے چغے پر سویا کرتے تھے؟ اور اے عائشہؓ! تمہارے گھر میں ایک بوریا تھا جسے حضور ﷺ دن میں بچھونا اور رات کو بستر بنا لیا کرتے تھے۔ جب ہم آپ کی خدمت میں حاضر ہوتے تو آپ کے جسم پر اس بوریے کے نشان ہمیں نظر آیا کرتے تھے اور اے حفصہ! اب تم سنو! تم نے ہی مجھے ایک دفعہ بتایا تھا کہ تم نے حضور ﷺ کے لئے ایک رات بستر دوہرا کر کے بچھا دیا تھا جو آپ کو نرم محسوس ہوا آپ اس پر سو گئے اور ایسے سوئے کہ حضرت بلالؓ کی اذان پر آپ کی آنکھ کھلی تو آپ ؐ نے تم سے فرمایا تھا اے حفصہؓ! یہ تم نے کیا کیا؟ آج رات تم نے میرا بستر دوہرا کر کے بچھا لیا تھا جس کی وجہ سے میں صبح صادق تک سوتا رہا۔ مجھے دنیا سے کیا واسطہ؟ تم نے نرم بستر میں مجھے لگا دیا (جس کی وجہ سے میں تہجد میں نہ اٹھ سکا) اے حفصہؓ! کیا تمہیں معلوم نہیں کہ حضور ﷺ کے اگلے پچھلے تمام گناہ معاف ہو چکے تھے لیکن پھر بھی آپ دن بھر بھوکے رہتے اور رات کا اکثر حصہ سجدہ میں گزار دیتے اور ساری عمر یونہی رکوع اور سجدے میں رونے دھونے اور گڑگڑانے میں گزار دی۔ یہاں تک کہ اللہ تعالیٰ نے ان کو اپنی رحمت اور خوشنودی کی طرف اٹھا لیا۔ عمرؓ کبھی عمدہ کھانا نہیں کھائے گا اور کبھی نرم کپڑا نہیں

پہنے گا وہ اپنے دونوں ساتھیوں کے نقش قدم پر چلے گا اور کبھی دو سالن ایک وقت میں نہیں کھائے گا البتہ نمک اور تیل بھی دو سالن ہیں لیکن ان کو ایک وقت میں استعمال کرے گا اور مہینہ میں صرف ایک دن گوشت کھائے گا تاکہ اس کا مہینہ بھی عام لوگوں کی طرح گزرے پھر حضرت عائشہؓ اور حضرت حفصہؓ دونوں حضرت عمرؓ کے گھر سے نکلیں اور ان کی ساری بات انہوں نے حضور ﷺ کے صحابہؓ کو بتائی۔ چنانچہ حضرت عمرؓ نے لباس اور کھانے وغیرہ کا معیار نہ بدلا بلکہ اسی زاہدانہ طرز پر زندگی گزار دی یہاں تک کہ اللہ عزوجل سے جا ملے۔[1]

حضرت عکرمہ بن خالد رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں حضرت حفصہؓ، حضرت ابن مطیع اور حضرت عبداللہ بن عمرؓ نے حضرت عمرؓ سے یہ بات کی کہ اگر آپ اچھا کھانا کھایا کریں تو اس سے آپ کو حق پر چلنے میں زیادہ قوت حاصل ہوگی۔ اس پر حضرت عمرؓ نے فرمایا مجھے معلوم ہے تم میں سے ہر آدمی میرا خیر خواہ ہے لیکن میں نے اپنے دونوں ساتھیوں حضور ﷺ اور حضرت ابو بکرؓ کو ایک راستہ پر چلتے ہوئے چھوڑا ہے، اگر میں ان دونوں کا راستہ چھوڑ دوں گا تو منزل مقصود میں ان سے نہیں مل سکوں گا۔ یعنی ان والی منزل تک نہیں پہنچ سکوں گا۔[2]

حضرت ابو امامہ بن سہل بن حنیفؓ فرماتے ہیں کہ ایک زمانے تک حضرت عمرؓ نے بیت المال سے کچھ نہ لیا (اور مسلمانوں کے اجتماعی کاموں میں مشغولی کی وجہ سے تجارت میں لگنے کی فرصت بھی نہ تھی) اس وجہ سے ان پر تنگی اور فقر و فاقہ کی نوبت آگئی تو انہوں نے حضور ﷺ کے صحابہؓ کو بلایا اور ان سے مشورہ لیا کہ میں امر خلافت میں بہت مشغول ہو گیا ہوں (کاروبار کی فرصت نہیں ملتی) تو میرے لئے بیت المال میں سے کتنا لینا مناسب ہے؟ حضرت عثمان بن عفانؓ نے کہا آپ بیت المال میں سے خود بھی کھائیں اور دوسروں کو بھی کھلائیں۔ یہی بات حضرت سعید بن زید بن عمرو بن نفیل رضی اللہ عنہ نے کہی حضرت عمرؓ نے حضرت علیؓ سے پوچھا کہ اس بارے میں آپ کیا کہتے ہیں؟ حضرت علیؓ نے کہا آپ دوپہر اور رات کا وقت کا کھانا لے لیا کریں۔ چنانچہ حضرت عمرؓ نے حضرت علیؓ کے مشورے پر عمل کیا۔[3]

حضرت قتادہؒ فرماتے ہیں ہمیں یہ بتایا گیا کہ حضرت عمرؓ فرمایا کرتے تھے اگر میں چاہتا تو تم سب سے زیادہ عمدہ کھانا کھاتا اور تم سے زیادہ نرم کپڑے پہنتا، لیکن میں اپنی نیکیوں کا بدلہ

---

[1] اخرجه ابن عساكر كذا في منتخب كنز العمال (ج ٤ ص ٤٠٨)
[2] اخرجه عبدالرزاق والبيهقي و ابن عساكر كذافي منتخب الكنز (ج ٤ ص ٤١١)
[3] اخرجه ابن سعد كذافي منتخب الكنز (ج ٤ ص ٤١١)

یہاں نہیں لینا چاہتا بلکہ آخرت میں لینا چاہتا ہوں اور ہمیں یہ بھی بتایا گیا ہے کہ جب حضرت عمرؓ بن خطاب ملک شام آئے تو ان کے لئے ایسا عمدہ کھانا تیار کیا گیا کہ انہوں نے اس جیسا کھانا اس سے پہلے کبھی نہیں دیکھا تھا تو اسے دیکھ کر فرمایا ہمیں تو یہ کھانا مل گیا لیکن وہ مسلمان فقراء جن کا اس حال میں انتقال ہوا کہ ان کو پیٹ بھر کر جو کی روٹی بھی نہ ملتی تھی ان کو کیا ملے گا؟ اس پر حضرت عمر بن ولیدؓ نے کہا انہیں جنت ملے گی یہ سن کر حضرت عمرؓ کی آنکھیں ڈبڈبا آئیں اور فرمایا اگر ہمارے حصہ میں دنیا کا یہ مال و متاع ہے اور وہ جنت لے جائیں تو وہ ہم سے بہت آگے نکل گئے اور بڑی فضیلت حاصل کرلی۔[1]

حضرت ابن عمرؓ فرماتے ہیں میں گھر میں اپنے دستر خوان پر کھانا کھا رہا تھا کہ اتنے میں حضرت عمرؓ تشریف لے آئے۔ میں نے ان کے لئے صدر مجلس میں جگہ خالی کر دی (وہ وہاں بیٹھ گئے) پھر انہوں نے بسم اللہ پڑھ کر اپنا ہاتھ بڑھایا اور ایک لقمہ لیا اور پھر دوسرا لیا پھر فرمایا مجھے اس سالن میں چکنائی محسوس ہو رہی ہے جو کہ گوشت کی اپنی نہیں ہے بلکہ الگ سے ڈالی گئی ہے۔ میں نے کہا اے امیر المومنین! میں آج بازار (دو درہم لے کر) گیا تھا میرا خیال تھا کہ میں عمدہ اور چربی والا گوشت خریدوں گا لیکن وہ مہنگا تھا اس لئے میں نے ایک درہم کا کمزور جانور کا گھٹیا گوشت خرید لیا اور ایک درہم کا گھی خرید کر اس میں ڈال دیا (میں نے اپنا خرچہ نہیں بڑھایا) میں نے سوچا اس طرح میرے بیوی بچوں میں سے ہر ایک کو ایک ایک ہڈی تو مل جائے گی۔ یہ سن کر حضرت عمرؓ نے کہا جب بھی حضور ﷺ کے سامنے گوشت اور گھی دونوں آجاتے تو ایک کو نوش فرماتے اور دوسرے کو صدقہ کر دیتے (دونوں کو نوش نہ فرماتے۔ اس لئے میں بھی یہ سالن نہیں کھا سکتا اس میں گوشت بھی ہے اور گھی بھی) میں نے عرض کیا اے امیر المومنین! اس وقت تو آپ یہ سالن کھالیں آئندہ جب بھی گوشت اور گھی مجھے ملے گا میں یہی کروں گا (کہ ایک کو کھالوں گا اور دوسرے کو صدقہ کر دوں گا۔ دونوں کو ملا کر ایک سالن نہیں بناؤں گا) حضرت عمرؓ نے کہا کہ میں اس سالن کو کھانے کے لئے بالکل تیار نہیں ہوں۔[2]

حضرت ابو حازم رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں حضرت عمر بن خطابؓ اپنی بیٹی حضرت حفصہؓ کے ہاں گئے۔ انہوں نے حضرت عمرؓ کے سامنے ٹھنڈا شوربا اور روٹی رکھی اور شوربے پر تیل

---

[1] اخرجه عبد بن حميد و ابن جرير كذافى المنتخب (ج ٤ ص ٤٠٦)

[2] اخرجه ابن ماجه كذافى الكنز (ج ٢ ص ١٤٦)

[3] اخرجه ابن سعد (ج ٣ ص ٢٣٠)

ڈال دیا تو حضرت عمرؓ نے کہا ایک برتن میں دو سالن (ایک شوربا اور دوسرا تیل) میں مرتے دم تک ایسے سالن کو نہیں چکھ سکتا۔ [3]

حضرت انسؓ فرماتے ہیں میں نے زمانہ خلافت میں حضرت عمرؓ بن خطاب کا یہ معمول دیکھا کہ ان کے سامنے ایک صاع (ساڑھے تین سیر) کھجور رکھی جاتی تو اس میں سے کھاتے رہتے یہاں تک کہ اس میں جو ردی قسم کی ہوتی اسے بھی کھا لیتے۔ حضرت سائب بن یزید کہتے ہیں میں نے کئی دفعہ حضرت عمر بن خطابؓ کے ہاں رات کا کھانا کھایا۔ وہ گوشت روٹی کھاتے اور پھر اپنے ہاتھ کو اپنے پاؤں پر پھیر کر صاف کر لیتے اور فرماتے یہ عمرؓ اور آل عمر کے ہاتھ صاف کرنے کا تولیہ ہے [1] حضرت ثابت رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں حضرت جارودؓ نے حضرت عمر بن خطابؓ کے ہاں ایک مرتبہ کھانا کھایا جب حضرت جارود کھانے سے فارغ ہو گئے تو انہوں نے کہا اے باندی! ذرا تولیہ لے آنا۔ وہ اس سے ہاتھ صاف کرنا چاہتے تھے تو حضرت عمرؓ نے فرمایا اپنے سرین سے اپنا ہاتھ صاف کر لو۔ [2]

حضرت عبدالرحمٰن بن ابو لیلی رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں حضرت عمرؓ کے پاس عراق سے کچھ لوگ آئے (حضرت عمرؓ نے ان کو کھانا کھلایا تو) حضرت عمرؓ کو ایسے لگا کہ جیسے انہوں نے کم کھایا ہو (وہ لوگ عمدہ کھانا کھانے کے عادی تھے اور حضرت عمرؓ کا کھانا موٹا جھوٹا اور سادہ تھا) حضرت عمرؓ نے کہا اے عراق والو! اگر میں چاہتا تو میرے لئے بھی عمدہ اور نرم کھانے تیار کئے جاتے جیسے تمہارے لئے کئے جاتے ہیں لیکن ہم دنیا کی چیزیں کم سے کم استعمال کرنا چاہتے ہیں تاکہ ہمیں زیادہ سے زیادہ نیکیوں کا بدلہ آخرت میں مل سکے۔ کیا تم نے سنا نہیں کہ اللہ تعالیٰ نے قرآن مجید میں ایک قوم کے بارے میں یہ فرمایا ہے کہ ان سے قیامت کے دن یہ کہہ دیا جائے گا۔

اَذْهَبْتُمْ طَيِّبٰتِكُمْ فِيْ حَيَاتِكُمُ الدُّنْيَا. (سورت احقاف آیت ۲۰)

ترجمہ: "تم اپنی لذت کی چیزیں اپنی دنیوی زندگی میں حاصل کر چکے۔ [3]

حضرت حبیب بن ابی ثابت رحمۃ اللہ علیہ اپنے ایک ساتھی سے روایت کرتے ہیں کہ عراق کے کچھ لوگ حضرت عمرؓ کے پاس آئے ان میں حضرت جریر بن عبداللہؓ بھی تھے۔ حضرت عمر انؓ کے لئے ایک بڑا پیالہ لائے جس میں روٹی اور تیل تھا اور ان سے فرمایا کھاؤ تو انہوں نے تھوڑا سا کھایا (حضرت عمرؓ سمجھ گئے کہ ان کو یہ سادہ کھانا پسند نہیں آیا) اس پر

---

[1] اخرجه ابن سعد (ج ۳ ص ۲۴۰) [2] عند الدینوری.
[3] اخرجه ابو نعیم فی الحلیة (ج ۱ ص ۴۹)

حضرت عمرؓ نے ان سے فرمایا تم جو کر رہے ہو وہ میں دیکھ رہا ہوں تم لوگ کیا چاہتے ہو؟ یہی چاہتے ہو ناکہ رنگ برنگے کھٹے میٹھے گرم اور ٹھنڈے کھانے ہوں اور ان سب کو پیٹ میں ٹھونس دیا جائے (اور میں ایسا کرنے کے لئے بالکل تیار نہیں ہوں) [1]

حضرت حمید بن ہلال رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں حضرت حفص بن ابی العاصؓ کھانے کے وقت حضرت عمرؓ کے ہاں حاضر تھے لیکن ان کا کھانا نہ کھایا۔ حضرت عمرؓ نے ان سے پوچھا تم ہمارا کھانا کیوں نہیں کھاتے؟ انہوں نے کہا آپ کا کھانا سخت اور موٹا جھوٹا ہے (میں اسے کھا نہیں سکتا) میرے لئے عمدہ اور نرم کھانا پکایا گیا ہے۔ میں واپس جا کر وہ کھاؤں گا۔ حضرت عمرؓ نے فرمایا کیا تمہارا یہ خیال ہے کہ یہ میرے بس میں نہیں ہے کہ میں اپنے آدمیوں کو حکم دوں تو وہ بکری کے بال صاف کر کے اسے بھون لیں اور وہ آٹے کو کپڑے میں چھان کر اس کی پتلی چپاتیاں پکالیں اور وہ ایک صاع کشمش ڈول میں ڈال کر اس پر پانی ڈال دیں جس سے ہرن کے خون کی طرح سرخ مشروب تیار ہو جائے؟ حضرت حفص نے کہا آپ کی یہ بات سن کر تو پتہ چلا کہ آپ اچھی زندگی کے طریقوں اور کھانے پینے کی قسموں کو اچھی طرح سے جانتے ہیں۔ حضرت عمرؓ نے فرمایا ہاں میں جانتا ہوں لیکن اس ذات کی قسم جس کے قبضہ میں میری جان ہے! اگر میں قیامت کے دن اپنی نیکیوں کے بدلہ میں کمی کو برا نہ سمجھتا تو میں بھی تمہارے ساتھ اس زندگی کے مزوں میں ضرور شریک ہو جاتا۔ [2]

حضرت سالم بن عبداللہ رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں حضرت عمرؓ بن خطابؓ فرمایا کرتے تھے اللہ کی قسم! ہمیں اس دنیا کی لذتوں کی کوئی پرواہ نہیں ہے۔ ہمارے کہنے پر لذتوں کے یہ سامان تیار ہو سکتے ہیں۔ جو ان بکروں کے بال صاف کر کے ان کو بھون لیا جائے اور میدے کی عمدہ روٹیاں پکالی جائیں اور ڈول میں کشمش کو پانی ڈال کر اتنی دیر رکھا جائے کہ چکور کی آنکھ جیسے رنگ کا صاف ستھرا مشروب تیار ہو جائے اور پھر ہم ان تمام چیزوں کی کھا پی جائیں۔ ہم یہ سب کچھ کر سکتے ہیں لیکن اس وجہ سے نہیں کرتے ہیں کہ ہم چاہتے ہیں کہ ہماری نیکیوں کا بدلہ آخرت میں ملے یہاں نہ ملے کیونکہ ہم نے اللہ تعالیٰ کا ارشاد سن رکھا ہے:

اذھبتم طیباتکم فی حیاتکم الدنیا (ترجمہ گزر چکا) [3]

حضرت ابو موسیٰ اشعریؓ فرماتے ہیں میں اہل بصرہ کے وفد کے ساتھ حضرت عمر بن

---

[1] عند ابی نعیم ایضا (ج ۱ ص ۴۹) کذا فی منتخب الکنز (ج ۴ ص ۴۰۵)
[2] اخرجه ابن سعد و عبد بن حمید کذا فی منتخب الکنز (ج ۴ ص ۴۰۳)
[3] عند ابی نعیم فی الحلیة (ج ۱ ص ۴۹)

خطابؓ کی خدمت میں آیا۔ ہم ان کی خدمت میں حاضر ہوا کرتے تھے (ہم نے دیکھا کہ) ان کے لئے روزانہ ایک روٹی توڑ کر لائی جاتی ہے اور وہ اسے کبھی گھی سے کبھی تیل سے اور کبھی دودھ سے کھا لیتے ہیں۔ کبھی دھوپ میں خشک کئے ہوئے گوشت کے ٹکڑے بھی لائے جاتے جو پانی میں ابلے ہوئے ہوتے تھے۔ کبھی ہم نے تازہ گوشت بھی ان کے سامنے دیکھا لیکن بہت کم (وہ ہمیں یہی کھانے کھلایا کرتے تھے) ایک دن حضرت عمرؓ نے ہم سے فرمایا اللہ کی قسم! میں دیکھ رہا ہوں کہ تم لوگ میرے کھانے کو گھٹیا سمجھتے ہو اور اچھا نہیں سمجھتے ہو۔ اللہ کی قسم! اگر میں چاہتا تو میں تم سب سے زیادہ عمدہ کھانے والا اور تم سب سے زیادہ ناز و نعمت کی زندگی والا ہوتا۔ غور سے سنو! اللہ کی قسم! میں اونٹ کے سینے اور کوہان کے گوشت (ان دو جگہوں کا گوشت سب سے عمدہ شمار ہوتا ہے) سے بھنے ہوئے گوشت سے چپاتیوں اور رائی کی چٹنی سے ناواقف نہیں ہوں لیکن (میں انہیں قصداً استعمال نہیں کرتا کیونکہ) میں نے اللہ تعالیٰ کا ارشاد سنا ہے کہ وہ ایک قوم کو ان کے کئے ہوئے ایک غلط کام پر عار دلاتے ہوئے فرماتے ہیں:

اَذْهَبْتُمْ طَيِّبٰتِكُمْ فِيْ حَيَاتِكُمُ الدُّنْيَا وَاسْتَمْتَعْتُمْ بِهَا.

ترجمہ: "تم اپنی لذت کی چیزیں اپنی دنیوی زندگی میں حاصل کر چکے اور ان کو خوب برت چکے" حضرت ابو موسیٰؓ نے اپنے ساتھیوں سے کہا اگر تم لوگ امیر المومنین سے بات کر لو کہ وہ تمہارے لئے بیت المال سے کچھ کھانا مقرر کر دیں جسے تم کھالیا کرو تو یہ بہتر ہوگا۔ چنانچہ ان لوگوں نے حضرت عمرؓ سے بات کی۔ حضرت عمرؓ نے فرمایا کیا تم لوگ اپنے لئے وہ کھانا پسند نہیں کرتے جو میں اپنے لئے پسند کرتا ہوں؟ تو ان لوگوں نے کہا اے امیر المومنین! مدینہ منورہ ایسا شہر ہے جہاں (ہمارے لئے) زندگی گزارنا بڑا مشکل کام ہے اور آپ کا کھانا ایسا عمدہ اور مزیدار نہیں ہے جسے کھانے کے لئے کوئی آئے۔ ہم لوگ سر سبز و شاداب علاقے کے رہنے والے ہیں۔ ہمارے امیر ایسے ہیں کہ لوگ شوق سے ان کے پاس آتے ہیں اور ان کا کھانا ایسا عمدہ ہوتا ہے کہ خوب کھایا جاتا ہے۔ یہ سن کر حضرت عمرؓ نے تھوڑی دیر اپنا سر جھکایا پھر سر اٹھا کر فرمایا میں تم لوگوں کے لئے بیت المال سے روزانہ دو بکریاں اور دو بوریاں مقرر کر دیتا ہوں۔ صبح کو ایک بکری اور ایک بوری پکالیا کرو پھر خود بھی کھاؤ اور اپنے ساتھیوں کو بھی کھلاؤ اور پھر حلال مشروب منگا کر پہلے خود پیو پھر اپنے دائیں طرف والے کو پلاؤ پھر اس کے ساتھ والے کو۔ پھر اپنے کام کے لئے کھڑے ہو جاؤ اور ایسے ہی شام کو دوسری بکری اور دوسری بوری پکاؤ۔ خود بھی کھاؤ اور اپنے ساتھیوں کو بھی کھلاؤ۔ غور سے سنو! تم لوگ عام

لوگوں کے گھروں میں اتنا بھیجو کہ ان کا پیٹ بھر جائے اور ان کے اہل و عیال کو کھلاؤ۔ کیونکہ اگر تم لوگ لوگوں سے بداخلاقی سے پیش آؤ گے تو اس سے ان لوگوں کے اخلاق اچھے نہیں ہو سکیں گے اور ان کے بھوکوں کے کھانے کا انتظام نہیں ہو سکے گا۔ اللہ کی قسم! اس سب کے باوجود میرا خیال یہ ہے کہ جس گاؤں سے روزانہ دو بکریاں اور دو بوریاں لی جائیں گی وہ جلد اجڑ جائے گا۔[1]

حضرت عتبہ بن فرقد رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں میں کھجور اور گھی کے حلوے کے ٹوکرے لے کر حضرت عمرؓ کی خدمت میں آیا۔ انہوں نے پوچھا یہ کیا ہے؟ میں نے کہا یہ کچھ کھانے کی چیز ہے جسے میں اس وجہ سے آپ کی خدمت میں لایا ہوں کہ آپ دن کے شروع میں لوگوں کی ضرورتوں میں لگے رہتے ہیں تو میرا دل چاہا کہ جب آپ اس سے فارغ ہو کر گھر جایا کریں تو اس میں سے کچھ کھالیا کریں اس سے انشاء اللہ آپ کو طاقت حاصل ہو جایا کرے گی اس پر حضرت عمرؓ نے ایک ٹوکرے کو کھول کر دیکھا اور فرمایا اے عتبہ! میں تمہیں قسم دے کر پوچھتا ہوں کہ کیا تم نے ہر مسلمان کو ایسا ایک ٹوکرا حلوے کا دے دیا ہے؟ میں نے کہا اے امیر المومنین! میں اگر قبیلہ قیس کا سارا مال بھی خرچ کر دوں تو بھی یہ نہیں ہو سکتا (کہ ہر مسلمان کو حلوے کا ایک ٹوکرا دے دو) حضرت عمرؓ نے کہا پھر تو مجھے تمہارے اس حلوے کی ضرورت نہیں۔ پھر انہوں نے ایک بڑا پیالہ منگوایا جس میں سخت روٹی اور سخت گوشت کے ٹکڑوں سے بنا ہوا ثرید تھا (ہم دونوں اس میں سے کھانے لگے) حضرت عمرؓ میرے ساتھ اسے بڑی رغبت سے کھا رہے تھے۔ میں کوہان کی چربی سمجھ کر ایک سفید ٹکڑے کی طرف ہاتھ بڑھاتا تو اسے اٹھانے کے بعد پتہ چلتا کہ یہ تو پٹھے کا ٹکڑا ہے اور میں گوشت کے ٹکڑے کو چباتا رہتا لیکن وہ اتنا سخت ہوتا کہ میں اسے نگل نہ سکتا آخر جب حضرت عمرؓ کی توجہ ادھر ادھر ہو جاتی تو میں گوشت کے اس ٹکڑے کو منہ سے نکال کر پیالے اور دستر خوان کے درمیان چھپا دیتا۔ پھر حضرت عمرؓ نے نبیذ (کھجور یا کشمش کا شربت) ایک بڑے پیالے میں منگایا جو سرکہ بننے والا تھا (اور خوش ذائقہ نہیں تھا) انہوں نے مجھ سے فرمایا پی لو۔ میں اسے لے کر پینے لگا لیکن حلق سے نیچے بڑی مشکل سے اتارا۔ پھر انہوں نے وہ پیالہ مجھ سے لیا اور اسے پی گئے۔ پھر فرمایا اے عتبہ! سنو ہم روزانہ ایک اونٹ ذبح کرتے ہیں اور اس کی چربی اور عمدہ گوشت باہر سے آنیوالے مسلمانوں کو کھلا دیتے ہیں اس کی گردن آل عمرؓ کو ملتی ہے وہ یہ سخت گوشت کھاتے ہیں اور یہ باسی نبیذ اسلئے پیتے ہیں تاکہ یہ نبیذ پیٹ میں جا کر اس گوشت

---

[1] عندا بن المبارك و ابن سعد كذافي المنتخب (ج ٤ ص ٤٠٢)

کے ٹکڑے ٹکڑے کر کے ہضم کر دے اور یہ سخت گوشت ہمیں تکلیف نہ دے سکے۔[1]

حضرت حسنؒ کہتے ہیں حضرت عمرؓ ایک آدمی کے گھر تشریف لے گئے آپ کو پیاس لگی ہوئی تھی آپ نے اس آدمی سے پانی مانگا وہ شہد لے آیا۔ حضرت عمرؓ نے پوچھا یہ کیا ہے ؟ اس نے کہا شہد ہے۔ انہوں نے فرمایا اللہ کی قسم ! (شہد پینا انسان کی بنیادی ضرورتوں میں سے نہیں ہے بلکہ یہ تو مزے لینے کی چیز ہے اس لئے) شہد ان چیزوں میں سے نہیں ہوگا جن کا مجھ سے قیامت کے دن حساب لیا جائے گا۔[2] حضرت زید بن اسلمؒ کہتے ہیں ایک مرتبہ حضرت عمرؓ نے پینے کا پانی مانگا۔ ایک صاحب پانی میں شہد ملا کر لے آئے تو حضرت عمرؓ نے فرمایا یہ ہے تو بڑا مزیدار لیکن میں سن رہا ہوں کہ اللہ تعالیٰ ایک قوم کی یہ برائی بتا رہے ہیں کہ وہ اپنی خواہشات کو پورا کرنے میں لگ گئے چنانچہ اللہ تعالیٰ فرما رہے ہیں :

اَذْهَبْتُمْ طَيِّبٰتِكُمْ فِيْ حَيَاتِكُمُ الدُّنْيَا وَاسْتَمْتَعْتُمْ بِهَا چنانچہ مجھے اس بات کا ڈر ہے کہ کہیں ایسا نہ ہو کہ ہماری نیکیوں کا بدلہ ہمیں دنیا ہی میں دے دیا جائے اور اس پانی کو نہ پیا۔[3]

حضرت عروہؓ فرماتے ہیں۔ حضرت عمر بن خطابؓ ایلہ شہر تشریف لے گئے اور ان کے ساتھ مہاجرین وانصار بھی تھے۔ حضرت عمرؓ مدینہ سے کافی لمبا سفر کر کے آئے تھے اس لئے مسلسل بیٹھنے کی وجہ سے ان کا کھردرے کپڑے والا کرتہ پیچھے سے پھٹ گیا تھا۔ حضرت عمرؓ نے وہ کرتا پادری کو دیا اور فرمایا اسے دھو بھی دو اور اس میں پیوند بھی لگا دو۔ وہ پادری کرتہ لے گیا اور اسے دھو کر اس میں پیوند بھی لگایا اور اس جیسا ایک اور کرتہ سی کر حضرت عمرؓ کی خدمت میں لے آیا۔ حضرت عمرؓ نے پوچھا یہ کیا ہے ؟ اس پادری نے کہا یہ آپ کا کرتہ ہے جسے میں نے دھو کر پیوند لگا دیا ہے اور یہ دوسرا کرتہ میری طرف سے آپ کی خدمت میں ہدیہ ہے حضرت عمرؓ نے اس نئے کرتے کو دیکھا اور اس پر ہاتھ پھرا (وہ نرم اور باریک تھا) پھر اپنا کرتہ پہن لیا اور اس کا واپس کر دیا اور فرمایا (پرانا) کرتہ اس سے زیادہ پسینہ جذب کرتا ہے (کیونکہ یہ موٹا ہے)۔[4]

حضرت قتادہؓ فرماتے ہیں حضرت عمرؓ زمانہ خلافت میں ایسا اونی جبہ پہنتے تھے جس میں

---

[1] اخرجه هناد كذافي منتخب الكنز (ج ٤ ص ٤٠٤)

[2] اخرجه ابن سعد (ج ٣ ص ٢٣٠) واخرجه ابن عساكر عن الحسن مثله كما في المنتخب (ج ٤ ص ٤٠٤) [3] ذكره رزين كذافي الترغيب (ج ٥ ص ١٦٨)

[4] اخرجه الطبرى (ج ٤ ص ٢٠٣) واخرجه ابن المبارك عن عروة عن عامل لعمر رضي الله تعالىٰ عنه بنحوه كما في المنتخب (ج ٤ ص ٤٠٢)

چمڑے کے پیوند بھی لگے ہوتے تھے اور کندھے پر کوڑا رکھ کر لوگوں کو ادب اور سلیقہ سکھانے کے لئے بازاروں میں چکر لگایا کرتے تھے اور گرے پڑے ٹوٹے ہوئے دھاگے اور رسیاں اور گٹھلیاں زمین سے اٹھا کر لوگوں کے گھروں میں ڈال دیتے تا کہ لوگ انہیں اپنے کام میں لے آئیں۔ [1]

حضرت حسنؒ کہتے ہیں ایک مرتبہ حضرت عمر بن خطابؓ اپنے زمانہ خلافت میں لوگوں میں بیان کر رہے تھے اور انہوں نے ایک لنگی باندھ رکھی تھی جس میں بارہ پیوند تھے۔ [2]

حضرت انسؓ فرماتے ہیں میں نے ایک مرتبہ زمانہ خلافت میں حضرت عمرؓ کو دیکھا کہ انہوں نے اپنے دونوں کندھوں کے درمیان اوپر نیچے تین پیوند لگا رکھے تھے۔ [3]

حضرت ابن عمرؓ فرماتے ہیں حضرت عمرؓ اپنے اور اپنے اہل و عیال کے لئے گزارہ کے قابل خوراک لیا کرتے تھے۔ گرمیوں میں ایک جوڑا پہنتے۔ بعض دفعہ ان کی لنگی پھٹ جاتی تو اسے پیوند لگا لیتے لیکن (نیا جوڑا لینے کے) وقت آنے سے پہلے اس کی جگہ بیت المال سے اور لنگی نہ لیتے اسی سے کام چلاتے رہتے اور جس سال مال زیادہ آتا اس سال ان کا جوڑا پچھلے سال سے اور گھٹیا ہو جاتا۔ حضرت حفصہؓ نے ان سے اس بارے میں بات کی تو فرمایا میں مسلمانوں کے مال میں سے پہننے کے جوڑے لیتا ہوں اور یہ میری ضرورت کے لئے کافی ہیں [4] حضرت محمد بن ابراہیم رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں حضرت عمر بن خطابؓ روزانہ بیت المال سے اپنے اور اپنے اہل و عیال کے لئے دو درہم خرچہ لیا کرتے تھے۔ [5]

حضرت عثمان بن عفانؓ کا زہد

حضرت عبدالملک بن شدادؒ کہتے ہیں میں نے جمعہ کے دن حضرت عثمان بن عفانؓ کو منبر پر دیکھا کہ ان پر عدن کی بنی ہوئی موٹی لنگی تھی جس کی قیمت چار یا پانچ درہم تھی اور گیروے رنگ کی ایک کوفی چادر تھی۔ حضرت حسن رحمۃ اللہ علیہ سے ان لوگوں کے بارے میں پوچھا گیا جو مسجد میں قیلولہ کرتے ہیں تو انہوں نے کہا میں نے حضرت عثمان بن عفانؓ کو دیکھا کہ وہ اپنے زمانہ خلافت میں ایک دن مسجد میں قیلولہ فرما رہے تھے اور جب وہ سو کر اٹھے تو ان کے جسم پر کنکریوں کے نشان تھے (مسجد میں کنکریاں بچھی ہوئی تھیں) اور لوگ (ان کی اس سادہ

---

[1] اخرجه الدينوري ابن عساكر [2] عند احمد في الزهد وهناد و ابن جرير وابي نعيم كذا في المنتخب (ج ٤ ص ٤٠٥) [3] عند مالك كذا في الترغيب (ج ٣ ص ٣٩٦)

[4] اخرجه ابن سعد كذا في المنتخب (ج ٤ ص ٤١١)

[5] اخرجه ابن سعد كذا في المنتخب (ج ٤ ص ٤١١)

اور بے تکلف زندگی پر حیران ہو کر) کہہ رہے تھے یہ امیر المومنین ہیں یہ امیر المومنین ہیں [1]
حضرت شرحبیل بن مسلم رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں حضرت عثمان بن عفانؓ لوگوں کو خلافت والا عمدہ کھانا کھلاتے اور خود گھر جا کر سرکہ اور تیل یعنی سادہ کھانا کھاتے۔

حضرت علی بن ابی طالبؓ کا زہد

قبیلہ ثقیف کے ایک صاحب بیان کرتے ہیں حضرت علیؓ نے مجھے عکبر اقصبہ کا حاکم بنایا اور عراق کے ان دیہات میں مسلمان نہیں رہا کرتے تھے۔ مجھ سے حضرت علیؓ نے فرمایا ظہر کے وقت میرے پاس آنا میں آپ کی خدمت میں گیا مجھے وہاں کوئی روکنے والا دربان نہ ملا۔ حضرت علیؓ بیٹھے ہوئے تھے اور ان کے پاس پیالہ اور پانی کا ایک کوزہ رکھا ہوا تھا انہوں نے ایک چھوٹا تھیلا منگوایا۔ میں نے اپنے دل میں کہا یہ مجھے امانتدار سمجھتے ہیں اس لئے مجھے اس تھیلے میں سے کوئی قیمتی پتھر نکال کر دیں گے۔ مجھے پتہ نہیں تھا کہ اس تھیلے میں کیا ہے؟ اس تھیلے پر مہر لگی ہوئی تھی۔ انہوں نے اس مہر کو توڑا اور تھیلی کو کھولا تو اس میں ستو تھے۔ چنانچہ اس میں سے ستو نکال کر پیالے میں ڈالے اور اس میں پانی ڈالا اور خود بھی پیئے اور مجھے بھی پلائے۔ میں اتنی سادگی دیکھ کر رہ نہ سکا اور میں نے کہا اے امیر المومنین آپ عراق میں رہ کر یہ کھا رہے ہیں حالانکہ عراق میں تو اس سے بہت زیادہ کھانے کی چیزیں ہیں (عراق میں رہ کر صرف ستو کھانا بڑی حیرانگی کی بات ہے) انہوں نے کہا ہاں۔ اللہ کی قسم! میں بخل کی وجہ سے اس پر مہر نہیں لگاتا ہوں بلکہ میں اپنی ضرورت کے مطابق ستو خرید تا ہوں (اور مدینہ سے منگواتا ہوں) ایسے ہی کھلے رہنے دوں تو مجھے ڈر ہے کہ (ادھر ادھر گر نہ جائیں اور اڑ نہ جائیں اور یوں) یہ ختم نہ ہو جائیں تو مجھے عراق کے ستو بنانے پڑیں گے۔ اس وجہ سے میں ان ستوؤں کو اتنا سنبھال کر رکھتا ہوں اور میں اپنے پیٹ میں پاک چیز ہی ڈالنا چاہتا ہوں۔ حضرت اعمش رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں حضرت علیؓ لوگوں کو دوپہر کا اور رات کا کھانا خوب کھلایا کرتے تھے اور خود صرف وہی چیز کھایا کرتے تھے جو ان کے پاس مدینہ منورہ سے آیا کرتی تھی۔ [2]

حضرت عبداللہ بن شریک رحمۃ اللہ علیہ کے دادا بیان کرتے ہیں کہ حضرت علی بن ابی طالبؓ کے پاس ایک مرتبہ فالودہ لایا گیا اور ان کے سامنے رکھا گیا تو فالودے کو مخاطب کر کے فرمایا اے فالودے! تیری خوشبو بہت اچھی ہے اور رنگ بہت خوبصورت ہے اور ذائقہ

---

[1] اخرجه ابو نعيم في الحلية (ج ۱ ص ۶۰) واخرجه احمد كما في صفة الصفوة (ج ۱ ص ۱۱۶) مثله. [2] اخرجه ابو نعيم في الحلية (ج ۱ ص ۸۲)

بہت عمدہ ہے لیکن مجھے یہ پسند نہیں ہے کہ مجھے جس چیز کی عادت نہیں ہے میں خود کو اس کا عادی بناؤں[۱] حضرت زید بن وہب رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں ایک دن حضرت علیؓ ہمارے پاس باہر آئے اور انہوں نے ایک چادر اوڑھی ہوئی تھی اور لنگی باندھی ہوئی تھی جس پر پیوند لگا رکھا تھا۔ کسی نے ان سے اتنے سادہ کپڑے پہننے کے بارے میں کچھ کہا تو فرمایا میں یہ دو سادہ کپڑے اس لئے پہنتا ہوں کہ میں ان کی وجہ سے اکڑ سے بچا رہوں گا اور ان میں نماز بھی بہتر ہو گی اور مومن بندے کے لئے یہ سنت بھی ہیں (یا عام مسلمان بھی ایسے سادہ کپڑے پہننے لگ جائیں گے)[۲] ایک صاحب بیان کرتے ہیں کہ میں نے حضرت علیؓ پر ایک موٹی لنگی دیکھی۔ حضرت علیؓ نے فرمایا میں نے اسے پانچ درہم میں خریدا ہے۔ مجھے جو آدمی اس میں ایک درہم نفع دے گا میں اسے اس کے ہاتھ بیچ دوں گا۔[۳]

حضرت مجمع بن سمعان تیمی رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں حضرت علی بن ابی طالبؓ اپنی تلوار لے کر بازار گئے اور فرمایا مجھ سے میری یہ تلوار خریدنے کے لئے کون تیار ہے؟ اگر لنگی خریدنے کے لئے میرے پاس چار درہم ہوتے تو میں یہ تلوار نہ بیچتا[۴] حضرت صالح بن ابی الاسود رحمۃ اللہ علیہ ایک صاحب سے نقل کرتے ہیں کہ انہوں نے حضرت علیؓ کو دیکھا کہ وہ ایک گدھے پر سوار ہیں اور انہوں نے اپنے دونوں پاؤں ایک جانب لٹکا رکھے ہیں اور فرما رہے ہیں میں ہی وہ آدمی ہوں جس نے دنیا کی توہین کر رکھی ہے۔[۵]

حضرت عبداللہ بن زُرَیرؒ کہتے ہیں میں عید الاضحیٰ کے دن حضرت علی بن ابی طالبؓ کی خدمت میں گیا۔ انہوں نے ہمارے سامنے بھوسی اور گوشت کا حریرہ رکھا۔ ہم نے کہا اللہ آپ کو ٹھیک ٹھاک رکھے اگر آپ ہمیں یہ بطخ کھلاتے تو زیادہ اچھا تھا کیونکہ اب تو اللہ نے مال بہت دے رکھا ہے۔ حضرت علیؓ نے فرمایا اے ابن زریر! میں نے حضور ﷺ کو یہ فرماتے ہوئے سنا ہے کہ خلیفہ وقت کیلئے اللہ کے مال میں سے صرف دو بڑے پیالے لینے حلال ہیں ایک پیالہ اپنے اور اپنے اہل و عیال کیلئے اور دوسرا پیالہ آنیوالے لوگوں کے سامنے رکھنے کیلئے۔[۶]

---

[۱] اخرجه ابو نعیم ایضا (ج ۱ ص ۸۱) واخرجه ایضا الا مام عبداللّٰه بن الا مام احمد فی زوائده عن عبداللّٰه بن شریك مثله كما فی المنتخب (ج ۵ ص ۵۸)

[۲] اخرجه ابن المبارك كذافی المنتخب (ج ۵ ص ۵۸) [۳] اخرجه البیهقی كذافی منتخب الكنز (ج ۵ ص ۵۸) [۴] اخرجه یعقوب بن سفیان كذافی البدایة (ج ۸ ص ۳)

[۵] اخرجه ابو القاسم البغوی كذافی البدایة (ج ۸ ص ۵)

[۶] اخرجه احمد كذافی البدایة (ج ۸ ص ۳)

حضرت ابو عبیدہ بن جراحؓ کا زہد

حضرت عروہؒ فرماتے ہیں حضرت عمر بن خطابؓ حضرت ابو عبیدہ بن جراحؓ کے ہاں گئے تو وہ کجاوے کی چادر پر لیٹے ہوئے تھے اور گھوڑے کو دانہ کھلانے والے تھیلے کو تکیہ بنایا ہوا تھا ان سے حضرت عمرؓ نے فرمایا آپکے ساتھیوں نے جو مکان اور سامان بنا لئے وہ آپ نے کیوں نہیں بنا لئے ؟ انہوں نے کہا اے امیر المومنین ! قبر تک پہنچنے کیلئے یہ سامان بھی کافی ہے اور حضرت معمر راوی کی حدیث میں یہ ہے کہ جب حضرت عمر ملک شام تشریف لے گئے تو لوگوں نے اور وہاں کے سرداروں نے حضرت عمرؓ کا استقبال کیا۔ حضرت عمرؓ نے فرمایا میرا بھائی کہاں ہے ؟ لوگوں نے پوچھا وہ کون ہے ؟ انہوں نے فرمایا حضرت ابو عبیدہؓ لوگوں نے کہا وہ ابھی آپ کے پاس آجائیں گے چنانچہ جب حضرت ابو عبیدہؓ آئے تو سواری سے نیچے اتر کر حضرت عمرؓ نے انہیں گلے لگایا۔ پھر ان کے گھر تشریف لے گئے اور انہیں گھر میں صرف یہ چیزیں نظر آئیں ایک تلوار، ایک ڈھال اور ایک کجاوہ۔ پھر پچھلی حدیث جیسا مضمون ذکر کیا۔[1]

حضرت مصعب بن عمیرؓ کا زہد

حضرت علیؓ فرماتے ہیں میں سردی کے موسم میں صبح کے وقت اپنے گھر سے نکلا۔ بھوک بھی لگی ہوئی تھی بھوک کے مارے برا حال تھا سردی بھی بہت تنگ کر رہی تھی ہمارے ہاں بغیر رنگی ہوئی کھال پڑی ہوئی تھی جس میں سے کچھ بو بھی آرہی تھی اسے میں نے کاٹ کر اپنے گلے میں ڈال لیا اور اپنے سینے سے باندھ لیا تاکہ اس کے ذریعہ سے کچھ تو گرمی حاصل ہو۔ اللہ کی قسم ! گھر میں میرے کھانے کی کوئی چیز نہیں تھی اور اگر حضور ﷺ کے گھر میں بھی کوئی چیز ہوتی تو وہ مجھے مل جاتی (وہاں بھی کچھ نہیں تھا) میں مدینہ منورہ کی ایک طرف کو چل پڑا وہاں ایک یہودی اپنے باغ میں تھا میں نے دیوار کے سوراخ سے اس کی طرف جھانکا اس نے کہا اے اعرابی ! کیا بات ہے ؟ (مزدوری پر کام کرو گے ؟) ایک ڈول پانی نکالنے پر ایک کھجور لینے کو تیار ہو ؟ میں نے کہا ہاں باغ کا دروازہ کھولو۔ اس نے دروازہ کھول دیا۔ میں اندر گیا اور ڈول نکالنے لگا اور وہ مجھے ہر ڈول پر ایک کھجور دیتا رہا۔ یہاں تک کہ میری مٹھی

---

[1] اخرجه ابو نعيم في الحلية (ج ۱ ص ۱۰۱) واخرجه الامام احمد ايضا نحو حديث معمر كما في صفة الصفوة (ج ۱ ص ۱۴۳) وابن المبارك في الزهد من طريق معمر نحوه كما في الاصابة (ج ۲ ص ۲۵۳)

کھجوروں سے بھر گئی اور میں نے کہا اب مجھے اتنی کھجوریں کافی ہیں۔ پھر میں نے وہ کھجوریں کھائیں اور بہتے پانی سے منہ لگا کر پیا۔ پھر میں حضور ﷺ کی خدمت میں آیا اور مسجد میں آپ کے پاس بیٹھ گیا۔ حضور ﷺ اپنے صحابہؓ کی ایک جماعت میں تشریف فرما تھے اتنے میں حضرت مصعب بن عمیرؓ اپنی پیوند والی چادر اوڑھے ہوئے آئے۔ جب حضور ﷺ نے انہیں دیکھا تو ان کا ناز و نعمت والا زمانہ یاد آگیا اور اب ان کی موجودہ حالت فقر و فاقہ والی حالت بھی نظر آرہی تھی اس پر حضور ﷺ کی آنکھوں سے آنسو بہہ پڑے اور آپ رونے لگے پھر آپ نے فرمایا (آج تو فقر و فاقہ اور تنگی کا زمانہ ہے لیکن) تمہارا اس وقت کیا حال ہوگا جب تم میں ہر آدمی صبح ایک جوڑا پہنے گا اور شام کو دوسرا اور تمہارے گھروں پر ایسے پردے لٹکائے جائیں گے جیسے کعبہ پر لٹکائے جاتے ہیں۔ ہم نے کہا پھر تو ہم اس زمانے میں زیادہ بہتر ہوں گے۔ ضرورت کے کاموں میں دوسرے لگا کریں گے ہمیں لگنا نہیں پڑے گا اور ہم عبادت کے لئے فارغ ہو جائیں گے۔ حضور ﷺ نے فرمایا نہیں۔ آج تم اس دن سے زیادہ بہتر ہو (کہ دین کا کام تم تکلیفوں اور مشقت کے ساتھ کر رہے ہو)[1]

حضرت عمرؓ فرماتے ہیں حضور ﷺ نے حضرت مصعب بن عمیرؓ کو سامنے سے آتے ہوئے دیکھا انہوں نے دنبے کی کھال کو اپنی کمر پر باندھ رکھا تھا۔ اس پر حضور ﷺ نے فرمایا اس آدمی کی طرف دیکھو جس کے دل کو اللہ نے نورانی بنا رکھا ہے میں نے ان کا وہ زمانہ بھی دیکھا ہے جس زمانے میں ان کے والدین ان کو سب سے عمدہ کھانا اور سب سے بہتر مشروب پلایا کرتے تھے اور میں نے ان پر وہ جوڑا بھی دیکھا ہے جو انہوں نے دو سو درہم میں خریدا تھا۔ اب اللہ اور اس کے رسول ﷺ کی محبت نے ان کا فقر و فاقہ والا وہ حال کر دیا جو تم لوگ دیکھ رہے ہو۔[2]

حضرت زبیرؓ فرماتے ہیں ایک مرتبہ حضور اقدس ﷺ قباء میں بیٹھے ہوئے تھے اور آپ کے ساتھ چند صحابہؓ بھی تھے۔ اتنے میں حضرت مصعب بن عمیرؓ آتے ہوئے دکھائی دیئے انہوں نے اتنی چھوٹی چادر اوڑھی ہوئی تھی جو ان کے ستر کو پوری طرح ڈھانپ نہیں رہی

---

[1] اخرجه الترمذی وحسنه و ابو یعلی و ابن راهو به کذافی الکنز (ج ۳ص ۳۲۱) وقال الهیثمی (ج ۱۰ ص ۳۱٤) رواه ابو یعلی وفیه راولم یسم وبقیة رجاله ثقات

[2] عند الطبرانی و البیهقی کذافی الترغیب (ج ۳ ص ۳۹۵) واخرجه ایضا الحسن بن سفیان و ابو عبدالرحمن اسلمی والحاکم کما فی الکنز (ج ۷ ص ۸٦) وابو نعیم فی الحلیة (ج ۱ ص ۱۰۸) عن عمر نحو

تھی۔ تمام صحابہؓ نے سر جھکا لیے۔ پاس آکر حضرت مصعبؓ نے سلام کیا۔ صحابہؓ نے انہیں سلام کا جواب دیا۔ حضور ﷺ نے ان کی خوب تعریف کی اور فرمایا میں نے مکہ مکرمہ میں دیکھا ہے کہ ان کے والدین ان کا خوب اکرام کرتے تھے، ان کو ہر طرح کی نعمتیں دیا کرتے تھے اور قریش کا کوئی جوان ان جیسا نہیں تھا لیکن پھر انہوں نے اللہ تعالیٰ کی رضامندی حاصل کرنے اور اس کے رسول ﷺ کی مدد کرنے کے لئے یہ سب کچھ چھوڑ دیا۔ غور سے سنو! تھوڑا عرصہ ہی گزرے گا کہ اللہ تعالیٰ تمہیں فتح کر کے فارس اور روم دے دیں گے اور دنیا کی فراوانی اتنی ہو جائیگی کہ تم میں سے ہر آدمی ایک جوڑا صبح پہنے گا اور ایک جوڑا شام کو اور صبح بڑا پیالہ کھانے کا تمہارے سامنے آئے گا اور شام کو بھی کھانے کا بڑا پیالہ آئے گا۔ صحابہؓ نے عرض کیا یا رسول اللہ! ہم آج بہتر ہیں یا اس دن بہتر ہوں گے۔ آپ نے فرمایا نہیں۔ آج تم لوگ بہتر ہو۔ غور سے سنو تم لوگ دنیا کے بارے میں وہ جان لو جو میں جانتا ہوں تو تمہاری طبیعتیں دنیا سے بالکل سرد ہو جائیں[1] حضرت خبابؓ فرماتے ہیں حضرت مصعبؓ نے اپنی شہادت پر صرف ایک کپڑا چھوڑا تھا جو اتنا چھوٹا تھا کہ جب اس سے ان کا سر ڈھانکتے تھے تو ان کے پاؤں کھل جاتے تھے اور جب پاؤں ڈھانکتے تھے تو ان کا سر کھل جاتا تھا آخر حضور ﷺ نے فرمایا کہ ان کے پیروں پر اذخر گھاس ڈال دو۔[2]

حضرت عثمان بن مظعونؓ کا زہد

حضرت ابن شہابؒ کہتے ہیں ایک دن حضرت عثمان بن مظعونؓ مسجد میں داخل ہوئے انہوں نے ایک چادر اوڑھی ہوئی تھی جو کئی جگہ سے پھٹی ہوئی تھی جس پر انہوں نے کھال کا پیوند لگا رکھا تھا یہ دیکھ کر حضور ﷺ کو ان پر بڑا ترس آیا اور آپ پر رقت طاری ہو گئی اور آپ کی وجہ سے صحابہؓ پر بھی رقت طاری ہو گئی۔ پھر آپ نے فرمایا اس دن تم لوگوں کا کیا حال ہوگا جس دن تم میں سے ہر آدمی ایک جوڑا صبح پہنے گا اور ایک جوڑا شام کو اور کھانے کا ایک بڑا پیالہ اس کے سامنے رکھا جائے گا اور ایک اٹھایا جائے گا اور تم گھروں پر ایسے پردے لٹکاؤ گے جیسے کعبہ پر لٹکائے جاتے ہیں۔ صحابہؓ نے عرض کیا ہم تو چاہتے ہیں کہ ایسا ہو جائے اور ہمیں بھی وسعت اور سہولت حاصل ہو جائے۔ حضور ﷺ نے فرمایا ایسا ضرور ہو کر رہے گا۔ لیکن آج تم لوگ اس دن سے بہتر ہو (کہ دین کا کام مجاہدوں کے ساتھ کر رہے ہو)[3]

---

[1] عند الحاکم (ج ۳ ص ۶۲۸) [2] قال فی الاصابۃ (ج ۳ ص ۴۲۱) وفی الصحیح
[3] اخرجہ ابو نعیم فی الحلیۃ (ج ۱ ص ۱۰۵)

حضرت ابن عباسؓ فرماتے ہیں جس دن حضرت عثمان بن مظعونؓ کا انتقال ہوا اس دن حضور ﷺ ان کے پاس تشریف لے گئے اور حضرت عثمانؓ پر ایسے جھکے کہ گویا ان کو وصیت فرما رہے ہیں پھر آپ نے سر اٹھایا تو صحابہؓ نے آپ کی آنکھوں میں رونے کا اثر دیکھا۔ آپ دوبارہ ان پر جھکے۔ پھر آپ نے سر اٹھایا تو اس دفعہ آپ روتے ہوئے نظر آئے۔ پھر آپ ان پر تیسری مرتبہ جھکے۔ پھر آپ نے سر اٹھایا تو اس دفعہ آپ سسکیاں لے رہے تھے جس سے صحابہؓ سمجھے کہ ان کا انتقال ہو گیا ہے۔ اس پر صحابہؓ بھی رونے لگے تو حضور ﷺ نے فرمایا ٹھہرو۔ یہ آواز سے رونا شیطان کی طرف سے ہے۔ اللہ سے استغفار کرو پھر حضرت عثمانؓ کو خطاب کرتے ہوئے فرمایا اے ابو السائب! تم غم نہ کرو۔ تم دنیا سے چلے گئے اور تم نے دنیا سے کچھ نہ لیا۔[1]

ایک روایت میں یہ ہے کہ حضور ﷺ نے حضرت عثمانؓ کے انتقال کے بعد ان کو خطاب کرتے ہوئے فرمایا اے عثمانؓ! اللہ تم پر رحم فرمائے نہ تو تم نے دنیا سے کوئی فائدہ اٹھایا اور نہ ہی دنیا تمہارے پاس آئی۔[2]

حضرت سلمان فارسیؓ کا زہد

حضرت عطیہ بن عامر رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں میں نے ایک مرتبہ حضرت سلمان فارسیؓ کو دیکھا کہ وہ کھانا کھا رہے تھے۔ ان سے مزید کھانے کا اصرار کیا گیا تو انہوں نے کہا میرے لئے یہی کافی ہے۔ میرے لئے یہی کافی ہے کیونکہ میں نے حضور ﷺ کو یہ فرماتے ہوئے سنا ہے کہ دنیا میں زیادہ پیٹ بھر کر کھانے والے قیامت کے دن زیادہ بھوکے ہوں گے اے سلمانؓ! دنیا مومن کے لئے جیل خانہ ہے اور کافر کے لئے جنت (کہ مومن اللہ تعالیٰ کے احکام کا خود کو پابند کر کے چلتا ہے اور کافر اپنی مرضی پر چلتا ہے)۔[3]

حضرت حسنؓ کہتے ہیں حضرت سلمانؓ کو بیت المال سے پانچ ہزار وظیفہ ملتا تھا اور وہ تقریباً تیس ہزار مسلمانوں کے امیر تھے۔ ان کا ایک چغہ تھا جس کے کچھ حصہ کو نیچے بچھا کر باقی کو

---

[1] اخرجه الطبرانی قال الهیثمی (ج ۹ ص ۳۰۳) ورواه الطبرانی عن عمر بن عبدالعزیز بن مقلاص عن ابیه و لم اعرفهما وبقیة رجاله ثقات انتهی واخرجه ابو نعیم فی الحلیة (ج ۱ ص ۱۰۵) وابن عبد البر فی الاستیعاب (ج ۳ ص ۸۷) عن ابن عباس من غیر طریق عمر بن عبدالعزیز عن ابیه نحوه [2] اخرجه ابو نعیم ایضا عن عبدربه بن سعدی المدنی مختصرا

[3] اخرجه ابو نعیم فی الحلیة (ج ۱ ص ۱۹۸) واخرجه العسکری فی الامثال نحوه کما فی الکنز (ج ۷ ص ۴۵)

لوپر لوڑھ لیا کرتے تھے اور اسی جبّہ کو پہن کر لوگوں میں بیان کیا کرتے تھے۔ جب انہیں وظیفہ ملتا تو اسے اسی وقت آگے خرچ کر دیا کرتے اس میں سے اپنے پاس کچھ نہیں رکھتے تھے اور اپنے ہاتھ سے کھجور کے پتوں کی ٹوکریاں بناتے تھے لور اس کی کمائی سے گزارہ کرتے تھے۔[1]

حضرت اعمش رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں میں نے لوگوں کو یہ قصہ بیان کرتے ہوئے سنا کہ حضرت حذیفہؓ نے حضرت سلمانؓ کو یہ فرمایا اے ابو عبید اللہ! (یہ حضرت سلمان کی کنیت ہے) کیا میں تمہارے لئے ایک کمرہ نہ بنادوں؟ حضرت سلمان کو یہ بات بری لگی تو حضرت حذیفہؓ نے کہا ذرا ٹھہرو تو سہی سن تو لو میں تمہارے لئے کیسا کمرہ بنانا چاہتا ہوں؟ میں تمہارے لئے ایسا کمرہ بنانا چاہتا ہوں کہ جب تم اس میں لیٹو تو تمہارا سر ایک دیوار کو لگے اور پاؤں دوسری دیوار کو اور جب تم کھڑے ہو تو تمہارا سر چھت کو لگے۔ حضرت سلمانؓ نے کہا ایسا معلوم ہوتا ہے کہ تم تو میرے دل میں رہتے ہو یعنی اب تم نے میرے دل کی بات کہی ہے۔[2]

حضرت مالک بن انس رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں حضرت سلمان فارسیؓ (کسی درخت کے) سایہ میں بیٹھا کرتے تھے (اور مسلمانوں کے اجتماعی کاموں کو انجام دیا کرتے تھے) اور سایہ گھوم کر جدھر جاتا خود بھی کھسک کر ادھر ہو جاتے۔ اس کام کے لئے ان کا کوئی گھر نہ تھا۔ ان سے ایک آدمی نے کہا کیا میں آپ کو ایک کمرہ نہ بنادوں کہ گرمیوں میں اس کے سایہ میں رہا کریں اور سردیوں میں اس میں رہ کر سردی سے بچاؤ کر لیا کریں؟ حضرت سلمانؓ نے اس سے فرمایا ہاں بنادو۔ جب وہ آدمی پشت پھیر کر چل پڑا تو حضرت سلمانؓ نے اسے زور سے آواز دے کر کہا کیسا کمرہ بناؤ گے؟ اس آدمی نے کہا ایسا کمرہ بناؤں گا کہ اگر آپ اس میں کھڑے ہوں تو آپ کا سر چھت کو لگے اور اگر آپ اس میں لیٹیں تو آپ کے پاؤں دیوار کو لگیں۔ حضرت سلمانؓ نے کہا پھر ٹھیک ہے۔[3]

حضرت ابوذر غفاریؓ کا زہد

حضرت ابو اسماءؒ کہتے ہیں میں حضرت ابوذرؓ کے پاس گیا اس وقت وہ ربذہ بستی میں تھے۔ ان کے پاس ایک کالی عورت بیٹھی ہوئی تھی جس کے بال بکھرے ہوئے تھے اس پر نہ خوبصورتی کا کوئی اثر تھا اور نہ ہی خوشبو کا۔ حضرت ابوذرؓ نے کہا کیا تم لوگ دیکھتے نہیں ہو کہ یہ

---

[1] اخرجه ابو نعيم في الحلية (ج ۱ ص ۱۹۷) واخرجه ابن سعد (ج ٤ ص ٦٢) عن الحسن بنحوه [2] اخرجه ابو نعيم في الحلية (ج ۱ ص ۲۰۲)

[3] عند ابن سعد (ج ٤ ص ٦٣) عن معن

کالی کلوٹی مجھے کیا کہہ رہی ہے؟ مجھے یہ کہہ رہی ہے کہ میں عراق چلا جاؤں (اور وہاں رہا کروں) میں جب عراق چلا جاؤں گا تو وہاں کے لوگ اپنی دنیا لے کر مجھ پر ٹوٹ پڑیں گے (کیونکہ میں حضور ﷺ کے بڑے صحابہؓ میں سے ہوں اس لئے وہاں والے مجھے خوب ہدیے دیں گے اور یوں میرے پاس دنیا زیادہ ہو جائے گی اور ان کے کام بھی کرنے پڑیں گے جس کی وجہ سے عبادت اور اعمال کا وقت کم ہو جائے گا) اور میرے گہرے دوست (حضرت محمد) ﷺ نے مجھ سے یہ عہد لیا ہے کہ پل صراط سے پہلے ایک پھسلن والا راستہ ہے جب ہم اس سے گزریں تو ہمارا بوجھ اتنا ہلکا ہو اور ایسا سمٹا ہوا ہو کہ ہم اسے اٹھا سکیں یہ ہماری نجات کیلئے زیادہ بہتر ہے۔ بنسبت اس کے کہ ہم اس راستہ پر گزریں اور ہمارا بوجھ بہت زیادہ ہو۔[1]

حضرت عبداللہ بن خراش رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں میں نے حضرت ابو ذرؓ کو ربذہ بستی میں دیکھا کہ وہ اپنے ایک کالے چھپر کے نیچے بیٹھے ہوئے ہیں اور اسی چھپر کے نیچے ان کی کالی عورت بیٹھی ہوئی ہے اور وہ بوری کے ایک ٹکڑے پر بیٹھے ہوئے ہیں ان سے عرض کیا گیا کہ آپ کی اولاد زندہ نہیں رہتی۔ انہوں نے فرمایا اللہ کا شکر ہے کہ وہ انہیں اس فانی گھر میں لے لیتا ہے اور ہمیشہ باقی رہنے والے گھر میں بوقت ضرورت ہمیں واپس کر دے گا اور وہ بچے وہاں کام آئیں گے۔ پھر ساتھیوں نے عرض کیا آپ اس عورت کے علاوہ کوئی اور (خوبصورت) عورت لے لیتے تو اچھا تھا۔ فرمایا میں ایسی عورت سے شادی کروں جس سے مجھ میں تواضع پیدا ہو یہ مجھے اس سے زیادہ محبوب ہے کہ میں ایسی عورت سے شادی کروں جس سے مجھ میں لڑائی پیدا ہو۔ پھر ساتھیوں نے کہا آپ اس سے زیادہ نرم بستر لے لیتے۔ فرمایا اے اللہ! مغفرت فرما اور جو تو نے دیا ہے اس میں سے جتنا جی چاہے لے لے۔[2]

حضرت ابراہیم تیمیؒ کے والد محترم کہتے ہیں حضرت ابو ذرؓ سے کسی نے کہا جیسے فلاں فلاں آدمیوں نے جائیداد بنائی ہے آپ بھی اس طرح جائیداد کیوں نہیں بنا لیتے؟ فرمایا میں امیر بن کر کیا کروں گا؟ مجھے تو روزانہ پانی یا دودھ کا ایک گھونٹ اور ہر ہفتہ گندم ایک قفیز (ایک پیمانہ کا نام ہے جس کی مقدار ہر علاقہ میں مختلف ہوتی ہے مصر میں قفیز سولہ کلوگرام کا ہوتا ہے) کافی ہے۔ ابو نعیم کی ایک روایت میں ہے کہ حضرت ابو ذرؓ نے فرمایا میری روزی حضور ﷺ کے زمانے میں ایک صاع تھی۔ میں مرتے دم تک اس سے زیادہ نہیں کر سکتا۔[3]

---

[1] اخرجه احمد قال في الترغيب (ج ٥ ص ٩٣) رواه احمد ورواته رواة الصحيح اه واخرجه ابو نعيم في الحلية (ج ١ ص ١٦١) عن ابي اسماء وابن سعد (ج ٤ ص ١٧٤) نحوه

[2] اخرجه ابو نعيم في الحلية (ج ١ ص ١٦٠) واخرجه الطبراني عن عبدالله بن خراش نحوه قال الهيثمي (ج ٩ ص ٣٣١) وفيه موسى بن عبيدة وهو ضعيف اه [3] اخرجه ابو نعيم (ج ص ١٦٢)

حضرت ابو الدرداءؓ کا زہد

حضرت ابو الدرداءؓ فرماتے ہیں میں حضور ﷺ کی بعثت سے پہلے تاجر تھا۔ جب حضور ﷺ مبعوث ہوئے تو میں نے تجارت اور عبادت کو جمع کرنا چاہا لیکن ایسا ٹھیک طور سے ہو نہ سکا اس لئے میں نے تجارت چھوڑ دی اور عبادت کی طرف متوجہ ہو گیا۔[1]

حضرت ابو الدرداءؓ سے پچھلی حدیث جیسی حدیث مروی ہے اور اس میں مزید یہ بھی ہے کہ انہوں نے یہ بھی فرمایا کہ اس ذات کی قسم جس کے قبضہ میں میری جان ہے! آج مجھے یہ بات بھی پسند نہیں ہے کہ مسجد کے دروازے پر میری ایک دکان ہو اور مسجد کی نماز باجماعت مجھ سے ایک بھی فوت نہ ہو اور مجھے اس دکان سے روزانہ چالیس دینار نفع ہو جو میں سب اللہ کے راستے میں صدقہ کر دوں۔ ان سے کسی نے پوچھا کہ آپ کو یہ کیوں ناپسند ہے؟ فرمایا حساب کی سختی کی وجہ سے۔[2]

حضرت ابو الدرداءؓ فرماتے ہیں مجھے اس بات سے خوشی نہیں ہو سکتی کہ میں مسجد کے دروازے پر کھڑے ہو کر خرید و فروخت کروں اور روزانہ مجھے تین سو در ہم اس سے نفع ہو اور میں تمام نمازیں مسجد میں جماعت سے ادا کروں۔ میں یہ نہیں کہتا کہ اللہ تعالیٰ نے بیچنے کو حلال نہیں کیا اور سود کو حرام کیا ہے بلکہ میں چاہتا ہوں کہ میں ان لوگوں میں سے ہو جاؤں جنہیں تجارت اور بیچنا اللہ کی یاد سے غافل نہیں کر سکتا۔[3]

حضرت خالد بن حدیر اسلمی رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں میں حضرت ابو الدرداءؓ کی خدمت میں گیا ان کے نیچے کھال یا اون کا بستر تھا اور ان کے اوپر اونی چادر تھی، اور کھال کے جوتے تھے اور وہ بیمار تھے اور انہیں خوب پسینہ آیا ہوا تھا۔ میں نے ان سے کہا اگر آپ چاہتے تو اپنے بستر پر چاندی والا غلاف چڑھا لیتے اور زعفرانی چادر اوڑھتے جو کہ امیر المومنین آپ کے پاس بھیجا کرتے ہیں۔ انہوں نے فرمایا ہمارا ایک گھر ہے جہاں ہم جا رہے ہیں اور اسی کے لئے ہم عمل کر رہے ہیں (کہ جتنا مال آتا ہے سب دوسروں کو دے دیتے ہیں تاکہ اگلے گھر یعنی آخرت میں کام آئے) حضرت حسان بن عطیہ رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں حضرت ابو الدرداءؓ کے کچھ ساتھی ان کے مہمان بنے۔ چنانچہ انہوں نے ان کو کھلایا پلایا اور ان کی مہمانی کی لیکن (گھر میں

---

[1] اخرجه الطبرانی قال الهيثمی (ج ۹ ص ۳۶۷) رجاله رجال الصحيح اه

[2] اخرجه ابو نعيم في الحلية (ج ۱ ص ۲۰۹) وهكذا اخرجه ابن عساكر كما في الكنز (ج ۲ ص ۱۴۹) [3] عند ابی نعیم ایضا من طریق آخر

سامان اور بستر ے وغیرہ کم تھے جس کی وجہ سے) کچھ ساتھیوں نے گھوڑے کی پشت پر کاٹھی کے نیچے جو چادر ڈالی جاتی ہے اس پر رات گزاری اور کچھ اپنے کپڑے پر جیسے تھے ویسے ہی لیٹے رہے۔ جب صبح کو حضرت ابو الدرداء ان کے پاس آئے تو انہوں نے محسوس کیا کہ ان کے یہ مہمان بستروں کے نہ ہونے کی وجہ سے کچھ محسوس کر رہے ہیں تو فرمایا ہمارا ایک گھر ہے ہم اسی کے لئے جمع کر رہے ہیں اور ہم نے لوٹ کر وہیں جانا ہے (اس لئے جتنا مال آتا ہے سب دوسروں پر خرچ کر دیتے ہیں اپنا کچھ نہیں بناتے ہیں)۔[1]

حضرت محمد بن کعبؒ فرماتے ہیں کچھ لوگ سخت سردی کی رات میں حضرت ابو الدرداءؓ کے مہمان بنے۔ حضرت ابو الدرداء نے انکے پاس گرم کھانا تو بھیجا لیکن لحاف نہ بھیجے ان میں سے ایک آدمی نے کہا انہوں نے ہمارے لئے کھانا تو بھیجا لیکن (سردی دور کرنے کا انتظام نہیں کیا اس وجہ سے) اس سخت سردی میں ہمیں کھانا کھانے کا مزا نہ آیا۔ میں تو حضرت ابو الدرداءؓ کو یہ بات ضرور بتاؤں گا۔ دوسرے نے کہا چھوڑو، نہ بتاؤ لیکن وہ نہ مانا اور حضرت ابو الدرداءؓ کے پاس چلا گیا۔ جب وہ دروازے پر جا کر کھڑا ہو گیا تو اس نے دیکھا کہ حضرت ابو الدرداءؓ بیٹھے ہوئے ہیں اور ان کی بیوی پر تھوڑے سے نا قابل ذکر کپڑے ہیں۔ یہ دیکھ کر اس نے واپس جانے کا ارادہ کیا اور حضرت ابو الدرداءؓ سے کہا میرا خیال ہے یہ رات آپ نے بھی ہماری طرح (لحاف کے بغیر) ہی گزاری ہے۔ حضرت ابو الدرداءؓ نے فرمایا ہمارا ایک گھر ہے جہاں ہم نے جانا ہے ہم نے اپنے سارے بستر اور لحاف وہاں پہلے سے بھیج دیئے ہیں اگر ان میں سے کوئی چیز تمہیں یہاں ملتی تو ہم اسے تمہارے پاس ضرور بھیج دیتے۔ ہمارے سامنے ایک بہت سخت گھاٹی ہے جس پر چڑھنا بڑا مشکل ہے۔ ہلکا بوجھ لے کر اس میں سے گزرنے والا زیادہ بوجھ والے سے بہتر ہے۔ سمجھ گئے میں تمہیں کیا کہہ رہا ہوں؟ اس نے کہا جی ہاں سمجھ گیا ہوں۔[2]

امیر کے معیار زندگی بلند کرنے پر نکیر کے باب میں یہ قصہ گزر چکا ہے کہ حضرت عمرؓ حضرت ابو الدرداءؓ کے ہاں جانے لگے تو حضرت عمرؓ نے دروازے کو دھکا دیا تو اس کی کنڈی نہیں تھی۔ ہم اندر گئے تو کمرے میں اندھیرا تھا حضرت عمرؓ ان کو (اندھیرے کی وجہ سے) ٹٹولنے لگے یہاں تک کہ ان کا ہاتھ ابو الدرداءؓ کو لگ گیا پھر ان کے تکیہ کو ٹٹولا تو وہ پالان کا کمبل تھا پھر ان کے بچھونے کو ٹٹولا تو وہ کنکریاں تھیں پھر ان کے اوپر کے کپڑے کو ٹٹولا تو وہ

---

[1] اخرجه ابو نعيم في الحلية (ج ١ ص ٢٢٢)

[2] عند احمد كذافي صفة الصفوة (ج ١ ص ٢٦٣)

باریک سی چادر تھی۔ حضرت عمرؓ نے فرمایا اللہ آپ پر رحم فرمائے کیا میں نے آپ پر وسعت نہیں کی؟ اور کیا میں نے آپ کے ساتھ فلاں فلاں احسان نہیں کئے؟ حضرت ابو الدرداءؓ نے کہا اے عمرؓ! کیا آپ کو وہ حدیث یاد نہیں ہے جو حضور ﷺ نے ہم سے بیان کی تھی؟ حضرت عمرؓ نے پوچھا کون سی حدیث؟ انہوں نے کہا حضور ﷺ نے فرمایا تم میں سے ایک آدمی کے پاس زندگی گزارنے کا اتنا سامان ہونا چاہئے جتنا سوار کے پاس سفر کا توشہ ہوتا ہے۔ حضرت عمرؓ نے فرمایا ہاں (یاد ہے) حضرت ابو الدرداءؓ نے کہا اے عمرؓ! حضور ﷺ کے بعد ہم نے کیا کیا؟ پھر دونوں ایک دوسرے کو حضور ﷺ کی باتیں یاد دلا کر صبح تک روتے رہے۔

حضرت معاذ بن عفراءؓ کا زہد

حضرت ابو ایوبؓ کے غلام حضرت افلحؓ بیان کرتے ہیں کہ حضرت عمرؓ حکم دے کر اہل بدر کے لئے خاص طور سے بڑے عمدہ جوڑوں کا کپڑا تیار کرواتے تھے (پھر اس سے جوڑے بنا کر اہل بدر کو بھیجا کرتے تھے) چنانچہ انہوں نے حضرت معاذ بن عفراءؓ کو ان میں سے ایک جوڑا بھیجا۔ حضرت معاذؓ نے مجھ سے فرمایا اے افلح! یہ جوڑا بیچ دو۔ میں نے وہ جوڑا ڈیڑھ ہزار درہم میں بیچا تو انہوں نے فرمایا جاؤ اس ڈیڑھ ہزار درہم کے میرے لئے غلام خرید لاؤ۔ میں پانچ غلام خرید لایا۔ انہیں دیکھ کر فرمایا جو آدمی ڈیڑھ ہزار درہم کے پانچ غلام خرید کر انہیں آزاد کر سکتا ہے وہ اس رقم کے دو چھلکے (لنگی اور چادر کے) پہن لے واقعی وہ بہت بے وقوف ہے (اے غلامو!) جاؤ تم سب آزاد ہو حضرت عمرؓ کو یہ خبر پہنچی کہ حضرت عمرؓ حضرت معاذؓ کے پاس جو جوڑے بھیجتے ہیں حضرت معاذؓ انہیں پہنتے نہیں ہیں تو حضرت عمرؓ نے ان کے لئے سو درہم کا ایک موٹا جوڑا بنوا کر ان کے پاس بھیج دیا۔ جب قاصد وہ جوڑا لے کر ان کے پاس آیا تو حضرت معاذؓ نے فرمایا میرا خیال یہ ہے کہ حضرت عمرؓ نے یہ جوڑا دے کر تمہیں میرے پاس نہیں بھیجا۔ اس قاصد نے کہا نہیں، آپ کے پاس ہی بھیجا ہے۔ انہوں نے وہ جوڑا لیا اور لے کر حضرت عمرؓ کی خدمت میں آئے اور کہا اے امیر المومنین! کیا آپ نے یہ جوڑا میرے پاس بھیجا ہے؟ حضرت عمرؓ نے فرمایا ہاں میں نے بھیجا ہے۔ ہم پہلے تمہارے پاس ان (قیمتی) جوڑوں میں سے بھجوایا کرتے تھے جو تمہارے اور تمہارے (بدری) بھائیوں کے لئے بنوایا کرتے تھے لیکن مجھے پتہ چلا کہ تم اسے پہنتے نہیں ہو (اس لئے اس دفعہ میں نے تمہارے پاس یہ معمولی جوڑا بھیج دیا) انہوں نے کہا اے امیر المومنین! میں اگر چہ وہ جوڑا پہنتا نہیں لیکن میں یہ چاہتا ہوں کہ آپ کے پاس جو بہترین چیز ہے مجھے اس میں سے ملے۔ چنانچہ حضرت عمرؓ

نے ان کو حسب سابق وہی عمدہ جوڑا دے دیا۔[1]

حضرت لجلاج غطفانیؓ کا زہد

حضرت لجلاج غطفانیؓ فرماتے ہیں جب سے میں حضور ﷺ کے ہاتھ پر مسلمان ہوا ہوں کبھی میں نے پیٹ بھر کر کھانا بھی نہیں کھایا۔ بس بقدر ضرورت کھاتا اور پیتا ہوں امام بیہقیؒ نے اس کے بعد مزید روایت کیا ہے کہ وہ ایک سو بیس سال زندہ رہے۔ پچاس سال جاہلیت میں اور ستر سال اسلام میں۔[2]

حضرت عبداللہ بن عمرؓ کا زہد

حضرت حمزہ بن عبداللہ بن عمرؒ کہتے ہیں حضرت عبداللہ بن عمرؓ اس وقت کھانا کھاتے جب ساتھ کھانے والا کوئی اور بھی ہوتا اور جب کھاتے تو چاہے کھانا کتنا زیادہ ہوتا پیٹ بھر کر نہ کھاتے۔ چنانچہ ایک مرتبہ حضرت ابن مطیع رحمۃ اللہ علیہ ان کی عیادت کرنے آئے تو انہوں نے دیکھا کہ ان کا جسم بہت دبلا ہو چکا ہے تو انہوں نے (ان کی بیوی) حضرت صفیہ رحمۃ اللہ علیہا سے کہا کیا تم ان کی اچھی طرح دیکھ بھال نہیں کرتی ہو؟ اگر تم ان کی دیکھ بھال ٹھیک طرح سے کرو تو ہو سکتا ہے کہ یہ دبلا پن ختم ہو جائے اور کچھ تو جسم ان کا بن جائے اس لئے ان کے لئے عمدہ کھانا خاص طور پر اہتمام سے تیار کیا کرو۔ حضرت صفیہ نے کہا ہم تو ایسا ہی کرتے ہیں لیکن یہ اپنے کھانے پر تمام گھر والوں کو اور (باہر کے) تمام حاضرین کو بلا لیتے ہیں (اور سارا کھانا دوسروں کو کھلا دیتے ہیں خود بہت کم کھاتے ہیں) لہٰذا آپ ہی ان سے اس بارے میں بات کریں تو اس پر حضرت ابن مطیع نے کہا اے عبدالرحمٰن! (یہ ان کی کنیت ہے) اگر آپ کچھ اچھا کھانا کھا لیا کریں تو اس سے آپ کی جسمانی کمزوری دور ہو جائے گی تو انہوں نے فرمایا آٹھ سال مسلسل ایسے گزرے ہیں کہ میں نے کبھی پیٹ بھر کر نہیں کھایا یا صرف ایک مرتبہ ہی پیٹ بھر کر کھایا ہو گا اب تم چاہتے ہو کہ میں پیٹ بھر کر کھایا کروں جبکہ گدھے کی پیاس جتنی (تھوڑی سی) زندگی رہ گئی ہے۔[3]

حضرت عمر بن حمزہ بن عبداللہ رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں میں اپنے والد کے ساتھ بیٹھا ہوا تھا

---

[1] اخرج عمر بن شبة كذافي صفة الصفوة (ج ۱ ص ۱۸۸)

[2] اخرجه الطبراني باسناد لاباس به كذا في الترغيب (ج ۳ ص ۴۲۳) واخرجه ابو العباس السراج في تاريخه و الخطيب في المتفق كما في الاصابة (ج ۲ ص ۳۲۸) وابن عساكر كما في الكنز (ج ۷ ص ۸۶)

[3] اخرجه ابو نعيم في الحلية (ج ۱ ص ۲۹۸)

کہ اتنے میں ایک آدمی گزرا اور اس نے کہا آپ مجھے بتائیں کہ جس دن میں نے آپ کو حضرت عبداللہ بن عمرؓ سے جرف مقام پربات کرتے ہوئے دیکھا تھا آپ نے ان کو کیا کہا تھا؟ انہوں نے کہا میں نے ان سے کہا تھا اے ابو عبدالرحمٰن! آپ کا جسم بہت دبلا ہو گیا اور عمر بہت زیادہ ہو گئی۔ آپ کی مجلس میں بیٹھنے والے نہ آپ کا حق پہچانتے ہیں اور نہ آپ کا مقام۔ آپ یہاں سے گھر واپس جاکر اپنے گھر والوں سے کہیں کہ وہ آپ کے لئے خاص طور سے اچھا سا کھانا تیار کر دیا کریں انہوں نے کہا تیرا بھلا ہو۔ اللہ کی قسم! میں نے گیارہ سال سے بلکہ بارہ سال سے بلکہ تیرہ سال سے بلکہ چودہ سال سے ایک دفعہ بھی پیٹ بھر کر نہیں کھایا اب تو گدھے کی پیاس جتنی (تھوڑی سی) زندگی رہ گئی اب یہ کیسے ہو سکتا ہے؟[۱]

حضرت عبید اللہ بن عدی رحمۃ اللہ علیہ حضرت عبداللہ بن عمر کے غلام تھے وہ عراق سے آئے اور انہوں نے حضرت عبداللہؓ کی خدمت میں حاضر ہو کر انہیں سلام کیا اور عرض کیا میں آپ کے لئے ہدیہ لایا ہوں۔ حضرت عبداللہؓ نے پوچھا کیا ہے؟ انہوں نے کہا جوارش ہے۔ حضرت عبداللہؓ نے پوچھا جوارش کیا چیز ہوتی ہے؟ انہوں نے کہا اس سے کھانا ہضم ہو جاتا ہے۔ حضرت عبداللہؓ نے فرمایا میں نے چالیس سال سے کبھی پیٹ بھر کر نہیں کھایا میں اس جوارش کا کیا کروں گا؟[۲]

حضرت ابن سیرین رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں ایک آدمی نے حضرت ابن عمرؓ سے کہا کیا میں آپ کے لئے جوارش تیار کر دوں؟ حضرت عمرؓ نے پوچھا جوارش کیا چیز ہوتی ہے؟ اس آدمی نے کہا اگر آپ کسی دن کھانا اتنا زیادہ کھالیں کہ سانس لینا بھی مشکل ہو جائے تو پھر اس جوارش کو استعمال کر لیں تو اس سے اس کھانے کو ہضم کرنا آسان ہو جائے گا۔ حضرت ابن عمرؓ نے فرمایا میں نے تو چار ماہ سے کبھی پیٹ بھر کر کھانا نہیں کھایا اور یہ اس وجہ سے نہیں ہے کہ مجھے کھانا ملتا نہیں ہے۔ کھانا تو بہت ہے لیکن میں ایسے لوگوں کے ساتھ رہا ہوں جو ایک وقت پیٹ بھر کر کھاتے تھے اور دوسرے وقت بھوکے رہتے تھے۔[۳]

حضرت ابن عمرؓ فرماتے ہیں جب حضور ﷺ کا انتقال ہوا میں نے نہ اینٹ پر اینٹ رکھی (یعنی کوئی تعمیر نہیں کی) اور نہ ہی کھجور کا کوئی پودا لگایا ہے۔[۴]

حضرت جابرؓ فرماتے ہیں حضرت عبداللہ بن عمرؓ کے علاوہ ہم میں سے جس نے بھی دنیا پائی

---

[۱] عند ابی نعیم [۲] اخرجه ابو نعیم فی الحلیة (ج ۱ ص ۳۰۰) [۳] عند ابی نعیم ایضا و اخرجه ابن سعد (ج ٤ ص ۱۱۰) عن ابن سیرین مختصرا و کذ لك عن نافع مختصرا

[٤] اخرجه ابو نعیم فی الحلیة (ج ۱ ص ۳۰۳) واخرجه ابن سعد (ج ٤ ص ۱۲۵) مثله

دنیا اس کی طرف مائل ہوئی اور وہ دنیا کی طرف مائل ہو گیا! حضرت سدی رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں میں نے صحابہؓ کی ایک جماعت کو دیکھا جو یہ سمجھتے تھے کہ حضور ﷺ صحابہؓ کو (دنیاوی چیزوں کے استعمال میں) جس حالت پر چھوڑ کر گئے تھے اس حالت پر حضرت عبداللہ بن عمرؓ کے علاوہ اور کوئی نہیں رہا۔ ۲

حضرت حذیفہ بن الیمانؓ کا زہد

حضرت ساعدہ بن سعد بن حذیفہ رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں حضرت حذیفہؓ فرمایا کرتے تھے کہ سب سے زیادہ میری آنکھوں کی ٹھنڈک کا باعث اور میرے جی کو سب سے زیادہ محبوب وہ دن ہے جس دن میں اپنے اہل و عیال کے پاس جاؤں اور مجھے ان کے پاس کھانے کی کوئی چیز نہ ملے اور وہ یوں کہیں کہ آج ہمارے پاس کھلانے کے لئے کچھ ہے ہی نہیں اس کی وجہ یہ ہے کہ میں نے حضور ﷺ کو یہ فرماتے ہوئے سنا ہے کہ مریض کو اس کے گھر والے جتنا کھانے سے بچاتے ہیں اللہ تعالیٰ مومن کو اس سے زیادہ دنیا سے بچاتے ہیں اور باپ اپنی اولاد کے لئے خیر کی جتنی فکر کرتا ہے اللہ تعالیٰ اس سے زیادہ مومن کی آزمائش کا اہتمام کرتے ہیں۔ ۳

جو دنیا سے بے رغبتی اختیار نہ کرے اور اس کی لذتوں میں مشغول ہو جائے اس پر نکیر کرنا اور دنیا سے بچنے کی تاکید کرنا

حضرت عائشہؓ فرماتی ہیں ایک مرتبہ حضور ﷺ نے مجھے دیکھا کہ میں نے ایک دن میں دو مرتبہ کھانا کھایا ہے تو مجھ سے فرمایا اے عائشہؓ کیا تم یہ چاہتی ہو کہ صرف پیٹ بھرنا ہی تمہارا مشغلہ ہو؟ ایک دن میں دو مرتبہ کھانا اسراف ہے اور اسراف والوں کو اللہ پسند نہیں فرماتے ہیں۔ ایک روایت میں یہ ہے کہ آپ نے فرمایا اے عائشہؓ! کیا تمہیں اس دنیا میں بس پیٹ بھرنے کی ہی فکر ہے؟ اور کسی چیز کی فکر نہیں ہے۔ ایک دن میں ایک مرتبہ سے زیادہ کھانا اسراف ہے اور اسراف والوں کو اللہ پسند نہیں فرماتے۔ ۴

حضرت عائشہؓ فرماتی ہیں میں حضور ﷺ کے پاس بیٹھی ہوئی رو رہی تھی۔ آپ نے فرمایا تم

---

۱ اخرجه ابو سعید بن الا عرابی بسند صحیح

۲ فی تاریخ ابی العباس السراج بسند حسن کذافی الا صابة (ج ۲ ص ۳۴۷)

۳ اخرجه ابو نعیم فی الحلیة (ج ص ۲۷۷) واخرجه الطبرانی عن ساعدة مثله قال الهیثمی (ج ۱۰ ص ۲۸۵) وفیه من لم اعرفهم ۴ اخرجه البیهقی کذافی الترغیب (ج ۳ ص ۴۲۳)

کیوں رو رہی ہو؟ اگر تم مجھ سے (جنت میں) ملنا چاہتی ہو تو تمہیں دنیا کا اتنا سامان کافی ہونا چاہئے جتنا سوار کا زاد سفر ہوتا ہے اور مال داروں سے میل جول نہ رکھنا۔ ترمذی، حاکم اور بیہقی کی روایت میں مزید الفاظ یہ ہیں اور جب تک کپڑے پر پیوند نہ لگالو اسے پرانا نہ سمجھنا۔ رزین کی روایت میں مزید یہ مضمون ہے کہ حضرت عروہ نے کہا کہ جب تک حضرت عائشہؓ اپنے کپڑے پر پیوند نہ لگا لیتیں اور اسے الٹ نہ لیتیں اس وقت تک نیا کپڑا نہ پہنتیں۔ ایک دن ان کے پاس اسی ہزار حضرت معاویہؓ کی طرف سے آئے تو شام تک ان کے پاس اسی ہزار میں سے ایک درہم بھی نہ بچا۔ ان کی باندی نے کہا آپ نے ہمارے لئے ایک درہم کا گوشت کیوں نہیں خرید لیا؟ تو فرمایا اگر تو مجھے پہلے یاد کرا دیتی تو میں خرید لیتی (مجھے تو گوشت خریدنا یاد ہی نہ رہا) [1]

حضرت ابو جحیفہؓ فرماتے ہیں میں نے ایک دن چربی والے گوشت کا ثرید کھایا پھر میں حضور ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوا اور مجھے ڈکار آرہے تھے۔ حضور ﷺ نے فرمایا اے ابو جحیفہ! ہمارے سامنے ڈکار نہ لو کیونکہ جو دنیا میں زیادہ پیٹ بھر کر کھائیں گے انہیں قیامت کے دن زیادہ بھوک برداشت کرنی پڑے گی۔ چنانچہ اس کے بعد حضرت ابو جحیفہؓ نے آخری دم تک کبھی پیٹ بھر کر کھانا نہ کھایا۔ جب دوپہر کو کھانا کھا لیتے تھے تو رات کو نہ کھاتے اور جب رات کو کھا لیتے تو دن کو نہ کھاتے۔ [2]

حضرت جعدہؓ فرماتے ہیں حضور ﷺ نے ایک بڑے پیٹ والا آدمی دیکھا تو آپ نے اس کے پیٹ میں انگلی مار کر فرمایا اگر یہ کھانا اس پیٹ کے علاوہ کسی اور (فقیر یا ضرورت مند) کے پیٹ میں ہوتا تو تمہارے لئے بہتر تھا ایک روایت میں یہ ہے کہ ایک آدمی نے حضور ﷺ کے بارے میں خواب دیکھا۔ حضور ﷺ نے آدمی بھیج کر اسے بلایا۔ چنانچہ اس نے حاضر خدمت ہو کر حضور ﷺ کو وہ سارا خواب سنایا۔ اس آدمی کا پیٹ بڑا تھا حضور ﷺ نے اس کے پیٹ میں انگلی مار کر فرمایا اگر یہ کھانا اس پیٹ کے علاوہ کسی اور کے پیٹ میں ہوتا تو تمہارے لئے زیادہ بہتر تھا۔ [1]

حضرت یحیٰی بن سعید رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں حضرت عمر بن خطابؓ راستہ میں حضرت

---

[1] عند ابن الا عرابی کذافی الکنز (ج ۲ ص ۱۵۰)   [2] کذافی الترغیب (ج ۵ ص ۱۲۶)

[3] اخرجه الطبرانی قال الهیثمی (ج ۵ ص ۳۱) ورواه الطبرانی فی الا وسط و الکبیر باسانید فی احد اسانید الکبیر محمد بن خالد الکو فی ولم اعرفه و بقیة رجاله ثقات انتهی و اخرجه ابن عبد البر فی الا ستیعاب (ج ٤ ص ۳۷) نحوه واخرجه البزار باسنا دین نحوه مختصرا ورجال احد هما ثقات کما قال الهیثمی (ج ۱۰ ص ۳۲۳) واخرجه ابو نعیم فی الحلیة (ج ۷ ص ۲۵٦) عن ابی جحیفة بمعناه ولم یذ کر قوله فما اکل الی آخره

جابر بن عبداللہؓ سے ملے۔ ان کے ساتھ ایک آدمی نے گوشت اٹھایا ہوا تھا (یعنی گوشت خرید کر اپنے گھر لے جا رہے تھے) حضرت عمرؓ نے فرمایا کیا تم میں سے کوئی آدمی بھی یہ نہیں چاہتا کہ اپنے پڑوسی اور چچازاد بھائی کی وجہ سے اپنے آپ کو بھوکا رکھے؟
(یعنی خود کچھ نہ کھائے اور سارا دوسروں کو کھلا دے) یہ آیت اَذْهَبْتُمْ طَيِّبٰتِكُمْ فِيْ حَيَاتِكُمُ الدُّنْيَا وَاسْتَمْتَعْتُمْ بِهَا۔ (سورہ احقاف آیت ۲۰) تم لوگوں سے کہاں چلی گئی ہے؟ [۱]

حضرت جابر بن عبداللہؓ فرماتے ہیں میں ایک درہم کا گوشت خرید کر جا رہا تھا۔ راستہ میں مجھے حضرت عمر بن خطابؓ ملے۔ انہوں نے پوچھا اے جابر! یہ کیا ہے؟ میں نے کہا میرے گھر والوں کا گوشت کھانے کو بہت دل چاہ رہا تھا اس لئے میں نے ان کیلئے ایک درہم کا گوشت خریدا ہے۔ حضرت عمرؓ میرا یہ جملہ بار بار دہراتے رہے میرے گھر والوں کا گوشت کھانے کو بہت دل چاہ رہا تھا۔ اتنی دفعہ دہرایا کہ مجھے یہ تمنا ہونے لگی کہ کاش یہ درہم میرے پاس سے کہیں گر جاتا اور حضرت عمرؓ سے میری ملاقات نہ ہوتی۔ [۲] حضرت ابن عمرؓ فرماتے ہیں حضرت عمرؓ نے حضرت جابرؓ کے ہاتھ میں ایک درہم دیکھا تو ان سے پوچھا یہ درہم کیا ہے؟ حضرت جابر نے کہا میں اس کا اپنے گھر والوں کے لئے گوشت خریدنا چاہتا ہوں ان کا گوشت کو بہت دل چاہ رہا تھا۔ حضرت عمرؓ نے فرمایا کیا جس چیز کو تم لوگوں کا دل چاہے گا اسے تم ضرور خرید لو گے؟ اذھبتم طیباتکم والی آیت تم لوگوں سے کہاں چلی گئی۔ [۴]

حضرت حسن رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں حضرت عمرؓ اپنے بیٹے حضرت عبداللہؓ کے ہاں گئے اس وقت حضرت عبداللہ کے سامنے گوشت رکھا ہوا تھا۔ حضرت عمرؓ نے پوچھا یہ گوشت کیسا ہے؟ حضرت عبداللہ نے کہا میرا گوشت کھانے کو دل چاہا تھا تو حضرت عمرؓ نے فرمایا تمہارا جس چیز کو دل چاہے گا کیا تم اسے ضرور کھاؤ گے؟ آدمی کے فضول خرچ ہونے کے لئے یہ کافی ہے کہ اس کا جس چیز کو دل چاہے وہ اسے ضرور کھائے۔ [۵]

حضرت سعید بن جبیر رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں حضرت عمر بن خطابؓ کو یہ خبر پہنچی کہ حضرت یزید بن ابی سفیانؓ مختلف قسم کے کھانے کھاتے ہیں تو حضرت عمرؓ نے اپنے غلام یرفا

---

[۱] اخرجه الطبراني قال الهيثمي (ج ۵ ص ۳۱) رواه كله الطبراني ورواه احمد الا انه جعل ان النبي ﷺ هو الذي راى الرؤيا للرجل ورجال الجميع رجال الصحيح غير ابي اسرائيل والجشمي و هو ثقة انتهى

[۲] اخرجه مالك كذافي الترغيب (ج ۳ ص ۴۲۴) [۳] عند البيهقي كذافي الترغيب (ج ۳ ص ۴۲۴) واخرجه ابن جرير عن جابر اطول منه كما في منتخب الكنز (ج ۴ ص ۴۰۷) [۴] اخرجه سعيد بن منصور و عبد بن حميد و ابن المنذر والحاكم و البيهقي كذافي المنتخب (ج ٦ ص ۴۰٦)

[۵] اخرجه عبدالرزاق و احمد في الزهد و العسكري في المواعظ و ابن عساكر كذافي منتخب الكنز (ج ۴ ص ۴۰۱)

سے فرمایا جب تمہیں پتہ چل جائے کہ ان کارات کا کھانا تیار ہو گیا ہے تو مجھے خبر کر دینا۔ چنانچہ جب حضرت یزید کارات کا کھانا تیار ہو گیا تو حضرت یرفا نے حضرت عمرؓ کو خبر کی۔ حضرت عمرؓ تشریف لے گئے اور حضرت یزید کے ہاں پہنچ کر انہیں سلام کیا اور ان سے اندر آنے کی اجازت مانگی، انہوں نے اجازت دی۔ حضرت عمرؓ اندر تشریف لے گئے تو حضرت یزید کارات کا کھانا لایا گیا اور وہ ثرید اور گوشت لے کر آئے۔ حضرت عمرؓ نے ان کے ساتھ کھانا کھایا۔ پھر بھنا ہوا گوشت دستر خوان پر لایا گیا۔ حضرت یزید نے تو اس گوشت کی طرف ہاتھ بڑھایا لیکن حضرت عمرؓ نے اپنا ہاتھ روک لیا اور فرمایا اے یزید بن ابی سفیان! ہائے اللہ۔ کیا ایک کھانے کے بعد دوسرا کھانا؟ اس ذات کی قسم جس کے قبضہ میں میری جان ہے! اگر تم حضور ﷺ اور ان کے صحابہؓ کے طریقہ زندگی سے ہٹ جاؤ گے تو تمہیں بھی ان کے راستہ سے ہٹا دیا جائے گا (جو کہ جنت کے اعلیٰ درجات کو جاتا ہے)۔[1]

حضرت حسنؒ کہتے ہیں ایک مرتبہ حضرت عمرؓ ایک کوڑی کے پاس سے گزرے تو اس کے پاس رک گئے جب آپ نے محسوس کیا کہ آپ کے ساتھیوں کو اس کی گندگی سے ناگواری ہو رہی ہے تو فرمایا یہ ہے تمہاری وہ دنیا جس کا تم لالچ کرتے ہو یا فرمایا جس پر تم بھروسہ کرتے ہو۔[2]

حضرت سلمہ بن کلثومؒ کہتے ہیں۔ حضرت ابو الدرداءؓ نے دمشق میں ایک اونچی عمارت بنائی۔ حضرت عمر بن خطابؓ کو مدینہ منورہ میں اس کی اطلاع ملی تو حضرت ابو الدرداء کو یہ خط لکھا اے عویمر بن ام عویمر! کیا تمہیں روم و فارس کی عمارتیں کافی نہیں ہیں کہ تم اور نئی عمارتیں بنانے لگ گئے ہو؟ اور اے حضرت محمد ﷺ کے صحابہؓ (ہر کام سوچ سمجھ کر کیا کرو کیونکہ) تم دوسروں کیلئے نمونہ ہو (لوگ تمہیں جیسا کرتے ہوئے دیکھیں گے ویسا ہی کرنے لگ جائیں گے)[3] حضرت راشد بن سعدؒ کہتے ہیں حضرت عمرؓ کو خبر ملی کہ حضرت ابو الدرداءؓ نے حمص میں دروازے پر ایک چھجہ بنایا ہے تو حضرت عمرؓ نے انہیں خط لکھا اے عویمر! روم والوں نے جو تعمیرات کی ہیں کیا وہ دنیا کی زیب و زینت کے لئے تمہیں کافی نہیں تھیں؟ حالانکہ اللہ تعالیٰ نے تو دنیا کو اجاڑنے یعنی سادگی کا حکم دے رکھا ہے[4] ابو نعیم کی روایت میں مزید یہ ہے کہا کہ روم والوں نے جو تعمیرات کی ہیں کیا وہ دنیا کی زیب و زینت اور نئی عمارتیں بنانے کیلئے کافی نہیں تھیں؟ حالانکہ اللہ نے تو دنیا کے ویران ہونے کا بتایا ہے۔

---

[1] اخرجه ابن المبارك كذافي منتخب كنز العمال (ج ٤ ص ٤٠١)
[2] اخرجه ابو نعيم في الحلية (ج ١ ص ٤٨) [3] اخرجه ابن عساكر
[4] عند ابن عساكر وهنا دو البيهقي كذافي العمال (ج ٨ ص ٦٢)

جب تمہیں میرا یہ خط ملے فوراً حمص سے دمشق چلے جانا۔ حضرت سفیان راوی کہتے ہیں حضرت عمرؓ نے یہ حکم ان کو بطور سزا کے دیا تھا۔[1]

حضرت یزید بن ابی حبیب رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں مصر میں سب سے پہلے حضرت خارجہ بن حذافہؓ نے بالا خانہ بنایا تھا۔ حضرت عمر بن خطابؓ کو جب اس کی اطلاع ملی تو انہوں نے حضرت عمرو بن عاصؓ کو یہ خط لکھا:

"سلام ہو۔ امابعد! مجھے یہ خبر ملی ہے کہ حضرت خارجہ بن حذافہ نے بالا خانہ بنایا ہے۔ حضرت خارجہ اپنے پڑوسیوں کے پردے کی چیزوں پر جھانکنا چاہتے ہیں۔ لہذا جوں ہی تمہیں میرا یہ خط ملے اس بالا خانے کو گرا دو فقط والسلام"[2]

حضرت عبداللہ رومی رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں میں حضرت ام طلقؓ کے گھر ان کی خدمت میں گیا تو میں نے دیکھا کہ ان کے گھر کی چھت نیچی ہے۔ میں نے کہا اے ام طلقؓ! آپ کی گھر کی چھت بہت ہی نیچی ہے۔ انہوں نے کہا اے میرے بیٹے! حضرت عمر بن خطابؓ نے اپنے گورنروں کو یہ خط لکھا کہ تم اپنی عمارتیں اونچی نہ بناؤ کیونکہ تمہارا سب سے برا دن وہ ہوگا جس دن تم لوگ اونچی عمارتیں بناؤ گے۔[3]

حضرت سفیان بن عیینہ رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں حضرت سعد بن ابی وقاصؓ کوفہ کے گورنر تھے انہوں نے خط لکھ کر حضرت عمر بن خطابؓ سے رہنے کے لئے گھر بنانے کی اجازت مانگی حضرت عمرؓ نے انہیں جواب میں لکھا کہ ایسا گھر بناؤ جس سے تمہاری دھوپ اور بارش سے بچنے کی ضرورت پوری ہو جائے کیونکہ دنیا تو گزارہ کرنے کی جگہ ہے حضرت عمرو بن عاصؓ مصر کے گورنر تھے انہیں حضرت عمرؓ نے یہ لکھا کہ تم اپنے ساتھ اپنے امیر کا جیسا رویہ پسند کرتے ہو تو ویسا ہی رویہ اپنی رعایا کے ساتھ اختیار کرو۔[4]

حضرت سفیان رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں حضرت عمر بن خطابؓ کو خبر ملی کہ ایک آدمی نے پکی اینٹوں سے مکان بنایا ہے تو فرمایا میرا خیال نہیں تھا کہ اس امت میں بھی فرعون جیسے لوگ ہوں گے۔ راوی کہتے ہیں حضرت عمرؓ فرعون کے اس جملہ کی طرف اشارہ فرما رہے تھے:
فَاَوْقِدْ لِیْ یٰهَامٰنُ عَلَی الطِّیْنِ فَاجْعَلْ لِّیْ صَرْحًا (سورت قصص آیت ۳۸)

---

[1] اخرجه ابو نعيم في الحلية (ج ۷ ص ۳۰۵) عن راشد بن سعد مثله وزاد بعد قوله تزين الدنيا
[2] اخرجه ابن عبدالحكم كذا في الكنز (ج ۸ ص ۶۳)
[3] اخرجه ابن سعد و البخاري في الادب كذافي الكنز (ج ۸ ص ۶۳)
[4] اخرجه ابن ابي الدنيا والدينوري كذافي منتخب الكنز (ج ٤ ص ٤٠٦)

ترجمہ :"تو اے ہامان! تم ہمارے لئے مٹی (کی اینٹیں بنوا کر ان) کو آگ میں (پزاوہ لگا کر) پکواؤ۔ پھر (ان پختہ اینٹوں سے) میرے واسطے ایک بلند عمارت بنواؤ۔"[1]

حضرت سالم بن عبداللہؒ کہتے ہیں میرے والد کے زمانہ میں میری شادی ہوئی میرے والد نے لوگوں کو (کھانے کیلئے) بلایا اور ان میں حضرت ابو ایوبؓ کو بھی بلایا تھا۔ گھر والوں نے کمرے کی دیواروں پر سبز پردے لٹکا دیئے۔ حضرت ابو ایوب تشریف لائے۔ انہوں نے اپنا سر جھکایا اور (غور سے) دیکھا تو کمرے پر پردے لٹکے ہوئے تھے۔ انہوں نے (میرے والد سے) فرمایا اے عبداللہ! تم لوگ دیواروں پر پردے لٹکاتے ہو؟ میرے والد نے شرمندہ ہو کر کہا اے ابو ایوب! عورتیں ہم پر غالب آگئیں۔ حضرت ابو ایوب نے فرمایا دوسروں کے بارے میں تو مجھے ڈر تھا کہ ان پر عورتیں غالب آجائیں گی لیکن تمہارے بارے میں مجھے یہ ڈر بالکل نہیں تھا کہ تم پر بھی غالب آجائیں گی۔ نہ میں تمہارے گھر میں داخل ہوں گا اور نہ تمہارا کھانا کھاؤں گا۔[2]

حضرت سلمانؓ فرماتے ہیں میں نے حضرت ابو بکرؓ کی خدمت میں حاضر ہو کر عرض کیا مجھے کچھ نصیحت کر دیں۔ حضرت ابو بکرؓ نے فرمایا اے سلمانؓ! اللہ سے ڈرتے رہو، اور تمہیں معلوم ہونا چاہئے کہ عنقریب بہت سی فتوحات ہوں گی ان میں سے تمہارا حصہ صرف اتنا ہونا چاہئے کہ بقدر ضرورت کھانا اپنے پیٹ میں ڈال لو اور بقدر ضرورت لباس اپنی پشت پر ڈال لو (اپنی ضرورت میں کم سے کم لگا کر باقی سارا دوسروں پر خرچ کر دینا) اور تم یہ بھی جان لو کہ جو آدمی پانچ نمازیں پڑھتا ہے وہ صبح و شام ہر وقت اللہ کی ذمہ داری میں ہوتا ہے۔ لہٰذا تم اہل اللہ میں سے کسی کو ہرگز قتل نہ کرنا کیونکہ تم اس طرح اللہ کی ذمہ داری کو توڑ دو گے اور پھر اللہ تعالیٰ تم کو اوندھے منہ (جہنم کی) آگ میں ڈال دیں گے۔[3]

حضرت حسنؒ کہتے ہیں حضرت سلمان فارسیؓ حضرت ابو بکرؓ کے پاس ان کے مرض الوفات میں گئے اور عرض کیا اے خلیفہ رسول اللہ! مجھے کچھ وصیت کر دیں حضرت ابو بکرؓ نے فرمایا اللہ تعالیٰ تم لوگوں کے لئے ساری دنیا کو فتح کر دیں گے (اور خوب مال غنیمت آئے گا) تم میں سے ہر آدمی ان فتوحات میں سے صرف گزارے کے بقدر ہی لے۔[4]

---

[1] اخرجه ابو نعيم في الحلية (ج ٧ ص ٣٠٤)۔

[2] اخرجه ابن عساكر كذافي كنز العمال (ج ٨ ص ٦٣)

[3] اخرجه احمد في الزهد و ابن سعد (ج ٣ ص ١٣٧) وغيرهما كذافي الكنز (ج ٨ ص ٢٣٣)

حضرت عبدالرحمن بن عوفؓ فرماتے ہیں میں حضرت ابوبکرؓ کے پاس ان کے مرض الوفات میں گیا اور انہیں سلام کیا انہوں نے فرمایا میں دیکھ رہا ہوں کہ دنیا سامنے سے آرہی ہے اگرچہ ابھی تک آئی نہیں ہے لیکن وہ بس آنے ہی والی ہے اور آپ لوگ ریشم کے پردے اور دیباج کے تکیے بناؤ گے اور آذربائیجان کے بنے ہوئے اونی بستروں (جو کہ عمدہ شمار ہوتے ہیں) پر ایسے تکلیف محسوس کرو گے جیسے گویا کہ تم سعدان (بوٹی) کے کانٹوں پر ہو، اللہ کی قسم! تم میں سے کسی ایک کو آگے کر کے بغیر جرم کے اس کی گردن کو اڑا دیا جائے یہ اس کے لئے اس سے بہتر ہے کہ وہ دنیا کی گہرائیوں میں تیر تا رہے۔[۲]

حضرت علی بن رباح رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں میں نے حضرت عمرو بن عاصؓ کو یہ فرماتے ہوئے سنا ہے کہ تم لوگ اس چیز میں رغبت کرنے لگے ہو جس سے حضور اکرم ﷺ بے رغبتی کیا کرتے تھے۔ تم دنیا میں رغبت کرنے لگ گئے ہو اور حضور اس سے بے رغبتی کیا کرتے تھے۔ اللہ کی قسم! ان کی زندگی کی جو رات بھی ان پر آتی تھی اس میں ان پر قرضہ ان کے مال سے ہمیشہ زیادہ ہوا کرتا تھا۔ یہ سن کر حضور ﷺ کے صحابہؓ نے کہا ہم نے حضور ﷺ کو قرض لیتے ہوئے دیکھا ہے۔[۳] امام احمد نے حضرت عمروؓ سے یہ روایت نقل کی ہے کہ انہوں نے فرمایا تمہارا طریقہ تمہارے نبی ﷺ کے طریقے سے کتنا دور ہو گیا ہے۔ حضور ﷺ تو لوگوں میں دنیا سے سب سے زیادہ بے رغبتی والے تھے اور تمام لوگوں میں تم لوگ دنیا کی سب سے زیادہ رغبت رکھنے والے ہو۔[۴]

حضرت میمون رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں حضرت عبداللہ بن عمرؓ کے ایک نوجوان بیٹے نے آپ سے لنگی مانگی اور کہا میری لنگی پھٹ گئی ہے۔ حضرت عبداللہؓ نے کہا لنگی جہاں سے پھٹی ہے وہاں سے کاٹ دو اور باقی کو سی کر پہن لو۔ اس نوجوان کو یہ بات اچھی نہ لگی تو حضرت عبداللہ بن عمرؓ نے اس سے کہا تیرا بھلا ہو اللہ سے ڈرو اور ان لوگوں میں سے ہرگز نہ ہو جو اللہ تعالیٰ کے رزق کو اپنے پیٹوں میں اور اپنی پشتوں پر ڈال دیتے ہیں یعنی اپنا سارا مال کھانے اور

---

[۱] عند الدینوری کذافی الکنز (ج ۲ ص ۱۴۶)

[۲] عند ابی نعیم فی الحلیة (ج ۱ ص ۳۴) واخرجه الطبرانی ایضا عن عبدالرحمن نحوه کما فی المنتخب (ج ٤ ص ۳٦۲) وقال وله حکم الرفع لانه من الا خبار عمایاتی اه

[۳] اخرجه احمد قال فی الترغیب (ج ٥ ص ١٦٦) رواه احمد ورواته رواة الصحیح والحاکم الا انه قال عامر به ثلاث من دهره الا والذی علیه اکثر من الذی له ورواه ابن حبان فی صحیحه مختصرا انتهی [۴] قال الهیثمی (ج ۱ ص ۳۱٥) رجال احمد رجال الصحیح اه و اخرجه ابن عساکر و ابن النجار نحوه کما فی الکنز (ج ۲ ص ۱٤۸)

لباس پر خرچ کر دیتے ہیں۔[۱]

حضرت ثابتؒ کہتے ہیں حضرت ابو ذرؓ حضرت ابو الدرداءؓ کے پاس سے گزرے وہ اپنا گھر بنا رہے تھے حضرت ابو ذرؓ نے کہا تم نے بڑے بڑے پتھر لوگوں کے کندھوں پر لاد دیئے ہیں۔ حضرت ابو الدرداء نے کہا میں تو گھر بنا رہا ہوں۔ حضرت ابو ذرؓ نے پھر وہی پہلا جملہ دہرا دیا۔ حضرت ابو الدرداءؓ نے کہا اے میرے بھائی! شاید میرے اس کام کی وجہ سے آپ مجھ سے ناراض ہو گئے ہیں۔ حضرت ابو ذرؓ نے کہا اگر میں آپ کے پاس سے گزرتا اور آپ اپنے گھر والوں کے پاخانے میں مشغول ہوتے تو یہ مجھے اس کام سے زیادہ محبوب تھا جس میں آپ اب مشغول ہیں۔[۲]

حضرت عائشہؓ فرماتی ہیں میں نے ایک دفعہ ایک نئی قمیض پہنی۔ اسے دیکھ کر خوش ہونے لگی وہ مجھے بہت اچھی لگ رہی تھی۔ حضرت ابو بکرؓ نے فرمایا کیا دیکھ رہی ہو؟ اس وقت اللہ تمہیں (نظر رحمت سے) نہیں دیکھ رہے ہیں میں نے کہا یہ کیوں؟ حضرت ابو بکرؓ نے فرمایا کیا تمہیں معلوم نہیں ہے کہ جب دنیا کی زینت کی وجہ سے بندہ میں عجب (خود کو اچھا سمجھنا) پیدا ہو جاتا ہے تو جب تک بندہ وہ زینت چھوڑ نہیں دیتا اس وقت تک اس کا رب اس سے ناراض رہتا ہے۔ حضرت عائشہؓ فرماتی ہیں میں نے وہ قمیض اتار کر اسی وقت صدقہ کر دی تو حضرت ابو بکرؓ نے فرمایا شاید یہ صدقہ تمہارے اس عجب کے گناہ کا کفارہ ہو جائے۔[۳]

حضرت حبیب بن حمزہ رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں حضرت ابو بکر صدیقؓ کے ایک بیٹے کی وفات کا وقت جب قریب آیا تو وہ جوان کنکھیوں سے ایک تکیہ کی طرف دیکھنے لگا۔ جب اس کا انتقال ہو گیا تو لوگوں نے حضرت ابو بکرؓ سے کہا آپ کا بیٹا کنکھیوں سے اس کو دیکھ رہا تھا۔ جب لوگوں نے ان کے بیٹے کو اس تکیہ سے اٹھایا تو اس تکیہ کے نیچے پانچ یا چھ دینار ملے۔ حضرت ابو بکرؓ نے اپنا ایک ہاتھ دوسرے پر مارا اور وہ بار بار انا للّٰہ وانا الیہ راجعون پڑھتے رہے اور فرمایا میرے خیال میں تو تمہاری کھال ان دیناروں کی سزا برداشت نہیں کر سکتی (کہ تم نے ان کو جمع کر کے رکھا اور خرچ نہ کیا)[۴]

حضرت عبداللہ بن ابی ہذیل رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں جب حضرت عبداللہ بن مسعودؓ نے اپنا گھر بنایا تو حضرت عمارؓ سے کہا آؤ جو گھر میں نے بنایا ہے وہ دیکھو لو۔ چنانچہ حضرت عمار ان کے ساتھ گئے اور گھر دیکھ کر کہنے لگے آپ نے بڑا مضبوط گھر بنایا ہے اور بڑی لمبی اور دور کی

۱۔ اخرجه ابو نعيم فى الحلية (ج ۱ ص ۳۰۱) ۲۔ اخرجه ابو نعيم فى الحلية (ج ۱ ص ۱۶۳)
۳۔ اخرجه ابو نعيم فى الحلية (ج ۱ ص ۳۷) ۴۔ اخرجه ابو نعيم فى الحلية (ج ۱ ص ۳۷)

امیدیں لگائی ہیں حالانکہ آپ جلد ہی دنیا سے چلے جائیں گے۔[1]

حضرت عطاءؒ کہتے ہیں حضرت ابو سعد خدریؓ کو ایک ولیمہ کی دعوت دی گئی (وہ اس میں تشریف لے گئے) اور میں بھی ان کیساتھ تھا وہاں انہوں نے رنگ برنگے کھانے دیکھے تو فرمایا کیا آپ لوگوں کو معلوم نہیں ہے کہ حضور اقدس ﷺ جب دوپہر کو کھانا کھا لیا کرتے تھے تو رات کو کھانا نہیں کھاتے تھے اور جب رات کو کھا لیا کرتے تھے تو دوپہر کو نہیں کھاتے تھے۔[2]

صحابہ کرامؓ نے اپنے باپ، بیٹوں، بھائیوں بیویوں، خاندانوں، مالوں، تجارتوں اور گھروں کے بارے میں کس طرح اپنی نفسانی خواہشات اور ذاتی جذبات بالکل ختم کر دیئے تھے اور کس طرح اللہ، اس کے رسول ﷺ اور ہر اس مسلمان کی محبت کو مضبوطی سے پکڑ لیا تھا جسے اللہ و رسول ﷺ کی نسبت حاصل تھی اور انہوں نے کس طرح ہر اس انسان کا خوب اکرام کیا جسے نسبت محمدی حاصل ہو گئی تھی

اسلام کے تعلقات کو مضبوط کرنے کے لئے جاہلیت کے تعلقات کو بالکل ختم کر دینا

حضرت ابن شوذب رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں جنگ بدر کے دن حضرت ابو عبیدہ بن جراح رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے والد ان کے سامنے آتے، یہ ان کے سامنے سے ہٹ جاتے لیکن جب ان کے والد بار بار ان کے سامنے آئے تو انہوں نے بھی ان کو قتل کرنے کا ارادہ کر لیا اور آخر انہیں قتل کر ہی دیا۔ اس پر اللہ تعالیٰ نے یہ آیت نازل فرمائی:

لَا تَجِدُ قَوْمًا يُّؤْمِنُوْنَ بِاللّٰهِ وَالْيَوْمِ الْاٰخِرِ يُوَآدُّوْنَ مَنْ حَآدَّ اللّٰهَ وَرَسُوْلَهٗ وَلَوْ كَانُوْٓا اٰبَآءَهُمْ اَوْ

---

[1] اخرجه ابو نعيم في الحلية (ج ١ ص ١٤٢)
[2] اخرجه ابو نعيم في الحلية (ج ٣ ص ٣٢٣) قال ابو نعيم غريب من حديث عطاء، لا اعلم عنه راويا الا الوضين بن عطاء.

اَبْنَآءَهُمْ اَوْ اِخْوَانَهُمْ اَوْ عَشِيْرَتَهُمْ اُولٰٓئِكَ كَتَبَ فِيْ قُلُوْبِهِمُ الْاِيْمَانَ (سورت مجادلہ : آیت ۲۲)

ترجمہ : جو لوگ اللہ پر اور قیامت کے دن پر (پورا پورا) ایمان رکھتے ہیں آپ ان کو نہ دیکھیں گے کہ وہ ایسے شخصوں سے دوستی رکھتے ہیں جو اللہ اور اس کے رسول ﷺ کے برخلاف ہیں گو وہ ان کے باپ یا بیٹے یا بھائی یا کنبہ ہی کیوں نہ ہوں، ان لوگوں کے دلوں میں اللہ تعالیٰ نے ایمان ثبت کر دیا۔[1]

حضرت مالک بن عمیرؓ نے زمانہ جاہلیت بھی دیکھا ہے وہ فرماتے ہیں کہ ایک آدمی نے حضور اقدس ﷺ کی خدمت میں آکر عرض کیا کہ میں نے دشمن کے لشکر کا مقابلہ کیا۔ اس لشکر میں میرا باپ بھی تھا۔ میں نے اس سے آپ ﷺ کے بارے میں بڑی سخت بات سنی، مجھ سے رہا نہ گیا اور میں نے نیزہ مار کر اسے قتل کر دیا۔ یہ سن کر حضور ﷺ خاموش رہے پھر ایک اور آدمی نے آکر عرض کیا کہ لڑائی میں میرا باپ میرے سامنے آگیا تھا لیکن میں نے اس چھوڑ دیا۔ میں یہ چاہتا تھا کہ کوئی اور اسے قتل کرے۔ یہ سن کر بھی حضور ﷺ خاموش رہے۔[2]

حضرت ابو ہریرہؓ فرماتے ہیں عبداللہ بن ابی منافق ایک قلعہ کے سائے میں بیٹھا ہوا تھا حضور ﷺ اس کے پاس سے گزرے تو اس نے کہا ابن ابی کبشہ (ابو کبشہ یا تو حضور ﷺ کے نانا کی کنیت ہے یا حضرت حلیمہ سعدیہ کے خاوند کی کنیت ہے اس لئے ابن ابی کبشہ سے حضور ﷺ مراد ہیں) نے ہمارے اوپر گرد و غبار ڈال دیا ہے اس پر اس کے بیٹے حضرت عبداللہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے کہا یا رسول اللہ! اس ذات کی قسم جس نے آپ کو بزرگی عطا فرمائی ہے! اگر آپ چاہیں تو میں اس کا سر آپ کی خدمت میں لے آؤں۔ حضور ﷺ نے فرمایا نہیں بلکہ تم اپنے باپ کے ساتھ حسن سلوک کا معاملہ کرو اور اس کے ساتھ اچھی طرح پیش آؤ۔[3] حضرت عبداللہ بن عبداللہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے حضور اکرم ﷺ سے اپنے باپ کو قتل کرنے کی اجازت مانگی حضور ﷺ نے فرمایا اپنے باپ کو مت قتل کرو۔[4]

حضرت عاصم بن عمر بن قتادہؒ کہتے ہیں حضرت عبداللہ بن عبداللہ بن ابی بن سلولؓ حضور ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور عرض کیا یا رسول اللہ! مجھے یہ خبر پہنچی ہے کہ آپ کو

---

[1] اخرجه ابو نعيم في الحلية (ج ١ ص ١٠١) واخرجه البيهقي (ج٩ ص ٢٧) والحاكم (ج ٣ ص ٢٦٥) عن عبدالله بن شوذب نحوه قال البيهقي هذا منقطع و اخرجه الطبراني ايضا بسند جيد عن ابن شوذب نحوه كما في الاصابة (ج ٢ ص ٢٥٣) [2] اخرجه البيهقي (ج٩ ص ٢٧) قال البيهقي وهذا مرسل جيد [3] اخرجه البزار قال الهيثمي (ج ٩ ص ٣١٨) رواه البزار و رجاله ثقات [4] عند الطبراني.

میرے باپ کی طرف سے جو نازیبا باتیں پہنچی ہیں ان کی وجہ سے آپ چاہتے ہیں کہ میرا باپ عبداللہ بن ابی قتل کر دیا جائے اگر آپ ایسا چاہتے ہیں تو آپ اس کا مجھے حکم فرمائیں میں اس کا سر کاٹ کر آپ کے پاس لے آؤں گا۔ اللہ کی قسم! تمام قبیلہ خزرج کو خوب معلوم ہے کہ اس قبیلہ میں کوئی آدمی مجھ سے زیادہ اپنے باپ کے ساتھ حسن سلوک کرنے والا نہیں تھا۔ اس لئے اب مجھے یہ ڈر ہے کہ آپ کسی اور کو میرے باپ کے قتل کرنے کا حکم دیں گے اور وہ میرے باپ کو قتل کرے گا پھر وہ مجھے لوگوں میں چلتا ہوا نظر آئے گا تو کہیں ایسا نہ ہو کہ میرا نفس زور میں آجائے اور میں اسے قتل کر ڈالوں۔ اس طرح میں کافر کے بدلے مسلمان کو قتل کر بیٹھوں اور یوں میں دوزخ کی آگ میں داخل ہو جاؤں۔ حضور ﷺ نے فرمایا نہیں۔ ہم تو اس کے ساتھ نرمی برتیں گے اور وہ جب تک ہمارے ساتھ رہے گا ہم اسکے ساتھ اچھا سلوک کریں گے۔[1]

حضرت اسامہ بن زیدؓ فرماتے ہیں جب حضور اقدس ﷺ غزوہ بنی مصطلق سے واپس تشریف لائے تو حضرت ابن عبداللہ بن ابی رضی اللہ تعالیٰ عنہ اپنے باپ (ان کا باپ منافقوں کا سردار تھا) پر تلوار سونت کر کھڑے ہو گئے اور اس سے کہا میں اللہ کے لئے اپنے پر یہ لازم کرتا ہوں کہ یہ تلوار اس وقت نیام میں ڈالوں گا جب تم کہو گے کہ محمد (علیہ السلام) زیادہ عزت والے ہیں اور میں زیادہ ذلت والا ہوں۔ آخر ان کے باپ نے زبان سے کہا تیرا ناس ہو! محمد (علیہ السلام) زیادہ عزت والے ہیں اور میں زیادہ ذلت والا ہوں۔ جب حضور ﷺ کو اس واقعہ کی خبر پہنچی تو آپ کو یہ بہت پسند آیا اور آپ نے ان کی تحسین فرمائی۔[2]

حضرت عروہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں حضرت حنظلہ بن ابی عامر اور حضرت عبداللہ بن عبداللہ بن ابی بن سلولؓ نے اپنے اپنے والد کو قتل کرنے کی حضور ﷺ سے اجازت مانگی لیکن حضور ﷺ نے منع فرما دیا۔[3]

حضرت عبدالرحمٰن بن ابی بکرؓ نے (بعد میں اپنے والد) حضرت ابو بکرؓ سے کہا میں نے جنگ احد کے دن آپ کو دیکھ لیا تھا لیکن میں نے آپ سے اپنا منہ پھیر لیا تھا (باپ سمجھ کر چھوڑ دیا تھا) حضرت ابو بکرؓ نے فرمایا لیکن اگر میں تمہیں دیکھ لیتا تو تم سے منہ نہ پھیرتا (بلکہ اللہ کا دشمن سمجھ کر قتل کر دیتا اس وقت تک حضرت عبدالرحمٰن مسلمان نہ ہوئے تھے۔[1]

---

[1] عند ابن اسحاق كذافي البداية (ج ٤ ص ١٥٨)

[2] اخرجه الطبراني قال الهيثمي (ج ٩ ص ٣١٨) وفيه محمد بن الحسن بن زبالة وهو ضعيف

[3] اخرجه ابن شاهين باسناد حسن كذافي الاصابة (ج ١ ص ٣٦١)

حضرت واقدی بیان کرتے ہیں کہ حضرت عبدالرحمٰنؓ نے جنگ بدر کے دن مقابلہ کیلئے للکارا (اس دن یہ کافروں کے ساتھ تھے) تو ان کے مقابلہ کے لئے ان کے والد حضرت ابو بکر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کھڑے ہوئے تو حضور ﷺ نے حضرت ابو بکر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے فرمایا (تم مقابلہ کے لئے نہ جاؤ) ہم نے ابھی تم سے بہت کام لینے ہیں۔[1]

حضرت ابو عبیدہ اور غزوات کے خوب جاننے والے دیگر حضرات بیان کرتے ہیں کہ حضرت عمر بن خطابؓ حضرت سعید بن عاص رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے پاس سے گزرے تو ان سے حضرت عمرؓ نے کہا میں دیکھ رہا ہوں کہ تمہارے دل میں کچھ ہے۔ میرے خیال میں تم یہ سمجھتے ہو کہ میں نے تمہارے باپ (عاص) کو قتل کیا ہے اگر میں نے اسے قتل کیا ہوتا تو میں اس پر تمہارے سامنے کوئی معذرت پیش نہ کرتا۔ میں نے تو اپنے ماموں عاص بن ہشام بن مغیرہ کو قتل کیا تھا۔ میں تمہارے والد کے پاس سے گزرا تھا وہ (زخمی ہو کر زمین پر پڑا ہوا تھا اور) زمین پر ایسے سر مار رہا تھا جیسے (غصہ میں آکر) بیل زمین پر سینگ مارتا ہے۔ بہر حال میں اس سے کترا کر آگے چلا گیا اور اسے اس کے چچازاد بھائی حضرت علیؓ نے قتل کیا ہے اے اور استیعاب اور اصابہ میں اس کے بعد یہ بھی ہے کہ حضرت سعید بن عاصؓ نے حضرت عمرؓ سے کہا اگر آپ اسے قتل کر دیتے تو (ٹھیک تھا کیونکہ) آپ حق پر تھے اور وہ باطل پر تھا۔ حضرت عمرؓ کو ان کی یہ بات بہت اچھی لگی۔

حضرت عائشہؓ فرماتی ہیں جنگ بدر کے دن قتل ہونے والے کافروں کے بارے میں نبی اکرم ﷺ نے حکم دیا کہ ان کو گھسیٹ کر کنویں میں ڈال دیا جائے چنانچہ انہیں اس کنویں میں پھینک دیا گیا۔ پھر حضور ﷺ نے (اس کنویں کے کنارے پر) کھڑے ہو کر فرمایا اے کنویں والو! کیا تم نے اپنے رب کے وعدے کو سچا پایا۔ مجھ سے تو میرے رب نے جو وعدہ کیا تھا میں نے تو اسے سچا پایا۔ صحابہؓ نے عرض کیا یا رسول اللہ! آپ مردہ لوگوں سے بات کر رہے ہیں؟ حضور ﷺ نے فرمایا اب ان کو معلوم ہو گیا ہے کہ ان کے رب نے ان سے جو وعدہ کیا تھا وہ سچا تھا۔ حضرت ابو حذیفہ بن عتبہؓ نے دیکھا کہ ان کے والد کو گھسیٹ کر کنویں میں ڈالا جا رہا ہے تو حضور ﷺ نے ان کے چہرے میں ناگواری کے اثرات محسوس کئے اور فرمایا اے ابو حذیفہ! ایسا معلوم ہوتا ہے کہ تم نے اپنے والد کے متعلق جو منظر دیکھا ہے اس سے تمہیں ناگواری ہو رہی ہے۔ انہوں نے کہا یا رسول اللہ! میرا باپ سردار تھا مجھے امید تھی کہ اللہ تعالیٰ اسے ضرور اسلام کی ہدایت دیں گے لیکن جب اس کا انجام یہ ہوا (کہ کفر پر ذلت کے ساتھ

---

[1] ذکرہ ابن ھشام کذافی البدایة (ج ۳ ص ۲۹۰)

مارا گیا) تو مجھے اس کا رنج ہو رہا ہے۔ حضور ﷺ نے حضرت ابو حذیفہ کے لئے دعائے خیر فرمائی۔[1] حضرت ابو الزناد رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں حضرت ابو حذیفہؓ جنگ بدر میں شریک ہوئے تھے اور انہوں نے اپنے والد عتبہ کو مقابلہ میں لڑنے کی دعوت دی تھی۔ آگے ان اشعار کا تذکرہ کیا ہے جو ان کی بہن حضرت ہند بنت عتبہؓ نے اس بارے میں کہے تھے۔[2]

بنو عبدالدار قبیلہ کے حضرت نبیہ بن وہبؓ فرماتے ہیں جب حضور اقدس ﷺ بدر کے قیدیوں کو لے کر آئے اور انہیں اپنے صحابہؓ میں تقسیم کر دیا تو فرمایا میں تمہیں پر زور تاکید کرتا ہوں کہ ان قیدیوں کے ساتھ اچھا سلوک کرنا۔ حضرت مصعب بن عمیرؓ کے سگے بھائی ابو عزیز بن عمیر بن ہاشم بھی قیدیوں میں تھے حضرت ابو عزیز ہی بیان کرتے ہیں کہ ایک انصاری آدمی مجھے قید کر رہے تھے کہ اتنے میں میرے بھائی مصعب بن عمیر میرے پاس سے گزرے تو اس انصاری سے کہنے لگے دونوں ہاتھوں سے اسے مضبوطی سے پکڑے رکھنا کیونکہ اس کی ماں بہت مالدار ہے وہ تمہیں اس کے فدیہ میں خوب دے گی۔ حضرت ابو عزیز کہتے ہیں صحابہؓ جب مجھے بدر سے لے کر چلے تو میں انصار کی ایک جماعت میں تھا جب بھی وہ دن کو یا رات کو کھانا اپنے سامنے رکھتے تو روٹی مجھے کھلا دیتے اور خود کھجور کھا لیتے کیونکہ حضور ﷺ نے انہیں ہمارے بارے میں تاکید فرما رکھی تھی۔ ان میں جسے بھی روٹی کا ٹکڑا ملتا وہ مجھے دے دیتا۔ مجھے شرم آجاتی اور وہ ٹکڑا واپس کر دیتا لیکن وہ انصاری اسے ہاتھ لگائے بغیر پھر مجھے واپس کر دیتا۔ حضرت ابو الیسرؓ نے حضرت ابو عزیز کو قید کیا تھا جب ان سے حضرت مصعب نے وہ بات کہی تھی (کہ اسے مضبوط پکڑو اس کی ماں بہت مالدار ہے) تو حضرت مصعب سے حضرت ابو عزیز نے کہا تھا آپ (بھائی ہو کر) میرے بارے میں یہ تاکید کر رہے ہیں؟ تو حضرت مصعبؓ نے ان کو کہا یہ (انصاری حضرت ابو الیسر) میرے بھائی ہیں تم نہیں ہو۔ حضرت ابو عزیز کی والدہ نے پوچھا کہ ان قریشی قیدیوں کا فدیہ سب سے زیادہ کیا دیا گیا ہے؟ تو اسے بتایا گیا کہ چار ہزار درہم۔ چنانچہ اس نے حضرت ابو عزیز کے فدیہ میں چار ہزار درہم بھیجے۔[3]

حضرت ایوب بن نعمانؓ کہتے ہیں حضرت مصعب بن عمیرؓ کے سگے بھائی حضرت ابو عزیز بن عمیر جنگ بدر کے دن قید ہوئے تھے اور یہ حضرت محرز بن نضلہؓ کے ہاتھ آئے تھے تو حضرت مصعبؓ نے حضرت محرز سے کہا اسے دونوں ہاتھوں سے مضبوطی سے پکڑے رکھنا

۱؎ اخرجه ابن جرير كذافي الكنز (ج ۵ ص ۲۶۹) واخرجه الحاكم (ج ۳ ص ۲۲۴) عن عائشة نحوه وقال صحيح على شرط مسلم و لم يخرجاه ووافقه الذهبي و ذكره ابن اسحاق نحوه بلا اسناد كمافي البداية (ج ۳ ص ۲۹۴) ۲؎ ذكره الحاكم (ج ۳ ص ۲۲۳) وهكذا اسنده البيهقي (ج ۸ ص ۱۸۶) ۳؎ اخرجه ابن اسحاق كذافي البداية (ج ۳ ص ۳۰۷)

کیونکہ اس کی ماں مکہ میں رہتی ہے اور وہ بہت مالدار ہے۔ اس پر حضرت ابو عزیز نے حضرت مصعبؓ سے کہا اے میرے بھائی! تم میرے بارے میں یہ تاکید کر رہے ہو؟ حضرت مصعبؓ نے کہا محرز میرا بھائی ہے تم نہیں ہو۔ چنانچہ ان کی والدہ نے ان کے فدیہ میں چار ہزار بھیجے۔[1]

حضرت زہری رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں حضور ﷺ (قریش کی بد عہدی کی وجہ سے) مکہ پر چڑھائی کرنا چاہتے تھے ان دنوں حضرت ابو سفیان بن حرب مدینہ منورہ آئے اور حضور ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور حضور ﷺ سے صلح حدیبیہ کی مدت بڑھانے کی بات کی۔ حضور ﷺ نے ان کی طرف کوئی توجہ نہ کی۔ حضرت ابو سفیان وہاں سے کھڑے ہو کر اپنی بیٹی حضرت ام حبیبہؓ کے گھر گئے اور جب حضور ﷺ کے بستر پر بیٹھنے لگے تو حضرت ام حبیبہؓ نے اسے لپیٹ دیا۔ اس پر انہوں نے کہا اے بیٹا! کیا تم مجھے اس بستر کے قابل نہیں سمجھتی ہو یا اس بستر کو میرے قابل نہیں سمجھتی ہو؟ انہوں نے کہا یہ حضور ﷺ کا بستر ہے اور آپ ناپاک مشرک انسان ہیں (آپ اس بستر کے قابل نہیں ہیں) حضرت ابو سفیان نے کہا اے بیٹا! میرے بعد تمہارے اخلاق بگڑ گئے ہیں۔[2] اس کے بعد ابن اسحاق نے یہ ذکر کیا ہے کہ حضرت ام حبیبہؓ نے کہا میں نہیں چاہتی کہ آپ حضور ﷺ کے بستر پر بیٹھیں۔

حضرت ابو الاحوص رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں ہم لوگ حضرت ابن مسعودؓ کی خدمت میں حاضر ہوئے۔ ان کے پاس دینار جیسے خوبصورت تین بیٹے بیٹھے ہوئے تھے ہم ان تینوں کو دیکھنے لگے تو وہ سمجھ گئے اور فرمایا شاید تم ان بیٹوں کی وجہ سے مجھ پر رشک کر رہے ہو (کہ تمہارے بھی ایسے بیٹے ہوں) ہم نے عرض کیا ایسے بیٹے ہی تو آدمی کے لئے قابل رشک ہوا کرتے ہیں اس پر انہوں نے اپنے کمرے کی چھت کی طرف سر اٹھایا جو بہت نیچی تھی جس میں خطاف (ابابیل جیسے پرندے) نے گھونسلا بنا رکھا تھا تو فرمایا میں اپنے ان بیٹوں کو دفن کر کے ان کی قبروں کی مٹی سے اپنے ہاتھوں کی جھاڑوں یہ مجھے اس سے زیادہ پسند ہے کہ اس پرندے کا انڈا گر کر ٹوٹ جائے۔ حضرت ابو عثمان رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں میں کوفہ میں حضرت ابن مسعودؓ کی مجلس میں بیٹھا کرتا تھا ایک دن وہ اپنے چبوترے پر بیٹھے ہوئے تھے اور فلاں فلاں عورتیں ان کی بیویاں تھیں جو بڑے حسب و نسب اور جمال والی تھیں اور ان کی ان دونوں سے بڑی خوبصورت اولاد تھی کہ اتنے میں ان کے سر کے اوپر ایک چڑیا بولنے لگی اور اس نے ان کے سر پر بیٹ کر دی۔ انہوں نے اپنے ہاتھ سے بیٹ پھینک دی اور فرمایا عبداللہ کے سارے

---

۱ ۔ عند الواقدی کذافی نصب الرایة للزیلعی (ج ۳ ص ۴۰۳) ۲ ۔ اخرجه ابن سعد (ج ۸ ص ۷۰) وذکرہ ابن اسحاق نحوہ بلا اسناد کما فی البدایة (ج ۴ ص ۲۸۰)

بچے مر جائیں اور ان کے بعد میں بھی مر جاؤں یہ مجھے اس چڑیا کے مرنے سے زیادہ پسند ہے[1]
(صحابہ کرامؓ کے دلوں میں خلق خدا پر اتنی شفقت تھی کہ انہیں جانور بھی اپنے بچوں سے زیادہ پیارے لگتے تھے)

حضرات اہل الرائے سے مشورہ کے عنوان کے ذیل میں حضرت عمرؓ کا یہ فرمان گزر چکا ہے کہ اللہ کی قسم! (بدر کے قیدیوں کے بارے میں) جو حضرت ابو بکرؓ کی رائے ہے وہ میری نہیں ہے بلکہ میری رائے تو یہ ہے کہ فلاں آدمی جو میرا قریبی رشتہ دار ہے وہ میرے حوالہ کر دیں میں اس کی گردن اڑا دوں اور عقیل کو حضرت علیؓ کے حوالہ کر دیں۔ وہ عقیل کی گردن اڑا دیں اور فلاں آدمی جو حضرت حمزہ کے بھائی ہیں یعنی حضرت عباسؓ وہ حضرت حمزہ کے حوالہ کر دیں۔ حضرت حمزہ ان کی گردن آڑا دیں تاکہ اللہ تعالیٰ کو پتہ چل جائے کہ ہمارے دلوں میں مشرکوں کے بارے میں کسی قسم کی نرمی نہیں ہے۔ حضرات انصار کے ایسے ہی قصے (جلد اول میں) انصار کے (اسلام کے تعلقات کو مضبوط کرنے کے لئے) جاہلیت کے تعلقات کو قربان کرنے کے باب میں گزر چکے ہیں۔

حضرات صحابہ کرامؓ کے دلوں میں حضور ﷺ کی محبت

حضرت عبداللہ بن ابی بکر رضی اللہ تعالیٰ عنہما فرماتے ہیں حضرت سعد بن معاذؓ نے عرض کیا یا نبی اللہ! کیا ہم آپ کے لئے ایک چھپر نہ بنا دیں جس میں آپ رہیں اور آپ کی سواریاں تیار کر کے آپ ﷺ کے پاس کھڑی کر دیں پھر ہم دشمن سے لڑنے چلے جائیں اگر اللہ نے ہمیں عزت دے دی اور ہمیں دشمن پر غالب کر دیا تو پھر تو یہ وہ بات ہو گی جو ہمیں پسند ہے اور اگر خدانخواستہ دوسری صورت پیش آگئی (یعنی ہم ہار جائیں) تو آپ سواریوں پر بیٹھ کر ہماری قوم کے ان لوگوں کے پاس چلے جائیں جو مدینہ منورہ پیچھے رہ گئے ہیں۔ کیونکہ مدینہ منورہ میں ایسے بہت سے لوگ رہ گئے ہیں کہ ہمیں ان سے زیادہ آپ سے محبت نہیں ہے۔ (بلکہ ہمارے برابر ہی ہے) اگر انہیں ذرا بھی اندازہ ہوتا کہ آپ کو لڑائی لڑنی پڑے گی تو وہ ہرگز مدینہ میں پیچھے نہ رہتے۔ اللہ تعالیٰ ان کے ذریعہ آپ کی حفاظت فرمائیں گے وہ آپ کے ساتھ خیر خواہی کا معاملہ کریں گے اور آپ کے ساتھ اللہ کے راستہ میں جہاد کریں گے

[1] اخرجه ابو نعيم في الحلية (ج ١ ص ١٤٣)

یہ سن کر حضور ﷺ نے حضرت سعدؓ کی بڑی تعریف فرمائی اور ان کے لئے دعائے خیر فرمائی اور پھر حضور ﷺ کے لئے ایک چھپر بنایا گیا جس میں آپ رہے۔[1]

حضرت عائشہؓ فرماتی ہیں ایک آدمی نے حضور ﷺ کی خدمت میں حاضر ہو کر عرض کیا یا رسول اللہ! مجھے آپ سے اپنی جان سے اور اپنی اولاد سے بھی زیادہ محبت ہے۔ میں بعض دفعہ گھر میں ہوتا ہوں آپ مجھے یاد آجاتے ہیں تو پھر جب تک حاضر خدمت ہو کر آپ کی زیارت نہ کر لوں مجھے چین نہیں آتا۔ اب مجھے یہ خیال آیا ہے کہ میرا بھی انتقال ہو جائے گا آپ بھی دنیا سے تشریف لے جائیں گے اور آپ تو نبیوں کے ساتھ سب سے اوپر کی جنت میں چلے جائیں گے اور میں نیچے کی جنت میں رہ جاؤں گا تو مجھے ڈر ہے کہ میں وہاں آپ کی زیارت نہ کر سکوں گا (تو پھر میرا جنت میں کیسے دل لگے گا) ابھی حضور ﷺ نے اس کا کچھ جواب نہیں دیا تھا کہ اتنے میں حضرت جبرائیل علیہ السلام یہ آیت لے کر آئے: وَمَنْ يُّطِعِ اللّٰهَ وَالرَّسُوْلَ فَاُولٰٓئِكَ مَعَ الَّذِيْنَ اَنْعَمَ اللّٰهُ عَلَيْهِمْ مِّنَ النَّبِيّٖنَ وَالصِّدِّيْقِيْنَ وَالشُّهَدَآءِ وَالصّٰلِحِيْنَ (سورت نساء آیت ٦٩)

ترجمہ: اور جو شخص اللہ و رسول ﷺ کا کہنا مان لے گا تو ایسے اشخاص بھی ان حضرات کے ساتھ ہونگے جن پر اللہ تعالیٰ نے انعام فرمایا ہے یعنی انبیاء اور صدیقین اور شہداء اور صلحاء[2]

حضرت ابن عباسؓ فرماتے ہیں ایک آدمی نے نبی اکرم ﷺ کی خدمت میں حاضر ہو کر عرض کیا یا رسول اللہ! مجھے آپ سے اتنی زیادہ محبت ہے کہ جب آپ مجھے یاد آجاتے ہیں تو اگر میں آکر آپ کی زیارت نہ کر لوں تو مجھے ایسے لگتا ہے کہ جیسے میری جان نکل جائے گی۔ اب مجھے یہ خیال آیا کہ اگر میں جنت میں گیا بھی تو مجھے آپ سے نیچے کی جنت ملے گی (اور میں وہاں آپ کی زیارت نہ کر سکوں گا) تو مجھے جنت میں بڑی مشقت اٹھانی پڑے گی اس لئے میں چاہتا ہوں جنت کے درجہ میں میں آپ کے ساتھ ہو جاؤں (تاکہ جب دل چاہے گا آپ کی زیارت کر لیا کروں گا) حضور ﷺ نے کچھ جواب نہ دیا۔ اس پر اللہ تعالیٰ نے یہ آیت نازل فرمائی: وَمَنْ يُّطِعِ اللّٰهَ وَالرَّسُوْلَ فَاُولٰٓئِكَ مَعَ الَّذِيْنَ اَنْعَمَ اللّٰهُ عَلَيْهِمْ مِّنَ النَّبِيّٖنَ الآية پھر حضور ﷺ نے

---

[1] اسنده ابن اسحاق كذافى البداية (ج ٣ ص ٢٦٨)

[2] اخرجه الطبرانى قال الهيثمى (ج ٧ ص ٧) رواه الطبرانى فى الصغير والاوسط ورجاله رجال الصحيح غير عبدالله بن عمران العابدى وهو ثقة انتهى واخرجه ابو نعيم فى الحلية (ج ٤ ص ٢٤٠) عن عائشةؓ بهذا السياق والاسناد نحوه وقال هذا حديث غريب من حديث منصور و ابراهيم تفرد به فضيل و عنه العابدى

اس آدمی کو بلایا اور یہ آیت پڑھ کر سنائی۔[1]

بخاری اور مسلم میں یہ حدیث ہے کہ حضرت انسؓ فرماتے ہیں کہ ایک آدمی نے آکر حضور اقدس ﷺ سے پوچھا کہ قیامت کب آئے گی؟ حضور ﷺ نے فرمایا تم نے اس کے لئے کیا تیاری کر رکھی ہے؟ اس نے کہا اور تو کچھ نہیں۔ بس یہ ہے کہ مجھے اللہ اور اس کے رسول ﷺ سے محبت ہے آپ نے فرمایا تم اسی کے ساتھ ہو گے جس سے تمہیں یہاں محبت ہوگی۔ حضرت انس فرماتے ہیں حضور ﷺ نے جو یہ فرمایا ہے کہ تم اسی کے ساتھ ہو گے جس سے تمہیں محبت ہوگی اس سے ہمیں جتنی خوشی ہوئی اتنی خوشی اور کسی چیز سے نہیں ہوئی اور مجھے نبی کریم ﷺ اور حضرت ابو بکرؓ اور حضرت عمرؓ سے محبت ہے اور چونکہ مجھے ان حضرات سے محبت ہے اس وجہ سے مجھے پوری امید ہے کہ میں ان ہی حضرات کے ساتھ ہوں گا۔ بخاری کی ایک روایت میں یہ ہے کہ ایک دیہاتی آدمی حضور اقدس ﷺ کی خدمت میں آیا اور اس نے کہا یا رسول اللہ! قیامت کب قائم ہوگی؟ حضور ﷺ نے فرمایا تیرا بھلا ہو! تم نے اس کے لئے کیا تیاری کر رکھی ہے؟ اس نے کہا اور تو کچھ نہیں تیار کر رکھا ہے۔ بس اتنی بات ضرور ہے کہ مجھے اللہ اور اس کے رسول ﷺ سے محبت ہے۔ آپ نے فرمایا تمہیں جس سے محبت ہوگی تم اسی کے ساتھ ہو گے۔ حضرت انسؓ نے پوچھا یہ بشارت ہمارے لئے بھی ہے (یا صرف اسی دیہاتی کے لئے ہے) حضور ﷺ نے فرمایا ہاں۔ تمہارے لئے بھی ہے۔ اس پر اس دن ہمیں بہت زیادہ خوشی ہوئی۔ ترمذی کی روایت میں اس کے بعد یہ ہے کہ حضرت انسؓ نے فرمایا کہ میں نے حضور ﷺ کے صحابہؓ کو اس سے زیادہ کسی اور چیز سے خوش ہوتے ہوئے نہیں دیکھا۔ ایک آدمی نے پوچھا یا رسول اللہ! ایک آدمی دوسرے سے اس وجہ سے محبت کرتا ہے کہ وہ نیک عمل کرتا ہے لیکن یہ خود وہ نیک عمل نہیں کرتا (تو کیا یہ بھی محبت کی وجہ سے اس کے ساتھ ہوگا؟) حضور ﷺ نے فرمایا آدمی جس سے محبت کرے گا۔ اس کے ساتھ ہوگا۔

حضرت ابو ذرؓ فرماتے ہیں میں نے عرض کیا یا رسول اللہ! ایک آدمی ایک قوم سے محبت کرتا ہے لیکن ان جیسے عمل نہیں کر سکتا (کیا یہ بھی ان کے ساتھ ہوگا) حضور ﷺ نے فرمایا اے ابو ذر! تم اسی کے ساتھ ہو گے جس سے تم محبت کرو گے میں نے کہا مجھے اللہ اور اس کے رسول ﷺ سے محبت ہے۔ حضور ﷺ نے فرمایا تم جس سے محبت کرو گے اسی کے ساتھ ہو گے۔ میں نے اپنا جملہ پھر دہرایا تو حضور ﷺ نے پھر یہی ارشاد فرمایا۔[2]

---

[1] عند الطبرانی قال الهیثمی (ج ۷ ص ۷) رواہ الطبرانی وفیه عطا بن السائب وقد اختلط اھ۔

[2] ...

حضرت ابن عباسؓ فرماتے ہیں ایک مرتبہ نبی اکرم ﷺ کو سخت فاقہ کی نوبت آگئی جس کی حضرت علیؓ کو کسی طرح خبر ہو گئی۔ وہ کسی کام کی تلاش میں نکلے تاکہ کھانے کی کسی چیز کا انتظام ہو جائے اور وہ اسے حضور ﷺ کی خدمت میں پیش کر سکیں چنانچہ وہ ایک یہودی کے باغ میں گئے اور پانی کے سترہ ڈول نکالے۔ ہر ڈول کے بدلے ایک کھجور طے ہوئی تھی۔ یہودی نے اپنی تمام قسم کی کھجوریں حضرت علیؓ کے سامنے رکھ دیں کہ جس میں سے چاہیں لے لیں۔ چنانچہ حضرت علیؓ نے سترہ عجوہ کھجوریں لے لیں اور جاکر حضور ﷺ کی خدمت میں پیش کر دیں حضور ﷺ نے پوچھا اے ابوالحسنؓ! تمہیں یہ کھجوریں کہاں سے مل گئیں؟ حضرت علیؓ نے کہا یا نبی اللہ! مجھے آپ کے سخت فاقہ کی خبر ملی تو میں کسی کام کی تلاش میں گیا تاکہ آپ کے لئے کھانے کی کوئی چیز حاصل کر سکوں۔ حضور ﷺ نے فرمایا کیا تم نے ایسا اللہ اور اس کے رسول ﷺ کی محبت کی وجہ سے کیا ہے؟ حضرت علیؓ نے کہا جی ہاں یا رسول اللہ! حضور ﷺ نے فرمایا جو بندہ بھی اللہ اور اس کے رسول (ﷺ) سے محبت کرتا ہے فقر و فاقہ اس کی طرف اس سے بھی زیادہ تیزی سے آتا ہے جتنی تیزی سے پانی کا سیلاب نچان کی طرف جاتا ہے لہذا جو اللہ اور اس کے رسول ﷺ سے محبت کرے اسے چاہئے کہ وہ بلا اور آزمائش کے لئے ڈھال (یعنی صبر، زہد و قناعت) تیار کر لے۔[1]

حضرت کعب بن عجرہؓ فرماتے ہیں میں حضور اقدس ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوا۔ میں نے دیکھا کہ آپ کا رنگ بدلا ہوا ہے۔ میں نے عرض کیا میرے ماں باپ آپ پر قربان ہوں کیا بات ہے مجھے آپ کا رنگ بدلا ہو نظر آرہا ہے؟ حضور ﷺ نے فرمایا تین دن سے میرے پیٹ میں ایسی کوئی چیز نہیں گئی جو کسی جاندار کے پیٹ میں جا سکتی ہے۔ یہ سنتے ہی میں وہاں سے چلا گیا تو میں نے دیکھا کہ ایک یہودی (کنویں سے پانی نکال کر) اپنے اونٹوں کو پلانا چاہتا ہے۔ میں نے ایک ڈول کے بدلہ میں ایک کھجور مزدوری پر اس کے اونٹوں کو پانی پلانا شروع کیا بالآخر کچھ کھجوریں جمع ہو گئیں جو میں نے حضور ﷺ کی خدمت میں جاکر پیش کر دیں۔ آپ نے پوچھا اے کعبؓ! تمہیں یہ کھجوریں کہاں سے مل گئیں؟ میں نے آپ کو ساری بات بتادی۔ آپ نے فرمایا اے کعبؓ! کیا تمہیں مجھ سے محبت ہے؟ میں نے کہا جی ہاں۔ میرا باپ آپ پر قربان ہو۔ آپ نے فرمایا جو مجھ سے محبت کرتا ہے اس کی طرف فقر اس سے بھی زیادہ تیزی سے آتا ہے جتنی تیزی سے سیلاب نچان کی طرف جاتا ہے۔ اب تم پر اللہ کی طرف سے

---

[1] عند ابی داود کذافی الترغیب (ج ٤ ص ٤٢٩، ٤٣١، ٤٣٣)

[2] اخرجه ابن عساکر کذافی کنز العمال (ج ٣ ص ٣٢١) وقال وفیه حنش.

آزمائش آئے گی اس کے لئے ڈھال تیار کر لو (اس کے بعد میں بیمار ہو گیا اور حضور ﷺ کی خدمت میں نہ جا سکا تو) جب حضور ﷺ نے مجھے چند دن نہ دیکھا تو صحابہؓ سے پوچھا کعبؓ کو کیا ہوا؟ (نظر نہیں آرہا) صحابہؓ نے بتایا کہ وہ بیمار ہیں۔ یہ سن کر آپ پیدل چل کر میرے گھر تشریف لائے اور فرمایا اے کعبؓ! تمہیں خوشخبری ہو! میری والدہ نے کہا اے کعبؓ! تمہیں جنت میں جانا مبارک ہو۔ حضور ﷺ نے فرمایا یہ اللہ پر قسم کھانے والی عورت کون ہے؟ میں نے کہا یا رسول اللہ! یہ میری والدہ ہے حضور ﷺ نے (میری والدہ کو) فرمایا اے ام کعبؓ! تمہیں کیا معلوم؟ شاید کعبؓ نے کوئی بے فائدہ بات کہی ہو اور (مانگنے والے ضرورت مند کو) ایسی چیز نہ دی ہو جس کی خود کعبؓ کو ضرورت نہ ہو[1] کنز کی روایت میں یہ الفاظ ہیں۔ شاید کعبؓ نے لایعنی بات کہی ہو یا ایسی چیز نہ دی ہو جس کی خود اسے ضرورت نہ ہو۔

حضرت حصین بن وحوحؓ فرماتے ہیں جب حضرت طلحہ بن براءؓ حضور ﷺ کی خدمت میں ملنے گئے تو وہ حضور ﷺ سے چمٹنے لگے اور آپ کے پاؤں مبارک کا بوسہ دینے لگے اور عرض کیا یا رسول اللہ! آپ مجھے جو چاہیں حکم دیں میں آپ کے کسی حکم کی نافرمانی نہیں کروں گا۔ حضرت طلحہؓ نو عمر لڑکے تھے اس لئے ان کی اس بات پر حضور ﷺ کو بڑا تعجب ہوا۔ اس پر آپ نے ان سے فرمایا جاؤ اور جا کر اپنے باپ کو قتل کر دو۔ وہ اپنے باپ کو قتل کرنے کے ارادہ سے چل پڑے تو حضور ﷺ نے انہیں بلایا اور فرمایا ادھر آجاؤ۔ مجھے رشتے توڑنے کے لئے نہیں بھیجا گیا اس کے بعد حضرت طلحہؓ بیمار ہو گئے۔ حضور ﷺ ان کی عیادت کے لئے ان کے گھر گئے۔ سردی کا زمانہ تھا خوب سردی پڑ رہی تھی اور بادل بھی تھے جب آپ واپس آنے لگے تو حضرت طلحہؓ کے گھر والوں سے آپ نے کہا مجھے تو طلحہؓ پر موت کے آثار نظر آرہے ہیں جب ان کا انتقال ہو تو مجھے خبر کر دینا تاکہ میں ان کی نماز جنازہ پڑھ سکوں اور ان کی تجہیز و تکفین میں جلدی کرنا۔ حضور ﷺ ابھی قبیلہ بنو سالم بن عوف تک نہیں پہنچے تھے کہ حضرت طلحہؓ کا انتقال ہو گیا اور رات کا وقت ہو گیا تھا حضرت طلحہؓ نے انتقال سے پہلے جو باتیں کیں ان میں یہ وصیت بھی تھی کہ مجھے جلدی سے دفن کر کے مجھے میرے رب کے پاس پہنچا دینا اور حضور ﷺ کو نہ بلانا کیونکہ مجھے ڈر ہے کہ کہیں ایسا نہ ہو کہ حضور ﷺ میری وجہ سے رات کو ہی تشریف لائیں اور راستہ میں یہودی حضور ﷺ کو کوئی تکلیف پہنچا دیں۔ چنانچہ (رات کو

---

[1] اخرجه الطبراني قال الهيثمي (ج ١٠ ص ٣١٤) رواه الطبراني في الاوسط واسناده جيداه وكذا قال في الترغيب (ج ٥ ص ١٥٣) عن شيخه الحافظ ابي الحسن واخرجه ابن عساكر مثله كما في الكنز (ج ٣ ص ٣٢٠)

حضور ﷺ کو اطلاع دیئے بغیر نماز جنازہ پڑھ کر ان کے گھر والوں نے ان کو دفنا دیا اور) صبح کو جب حضور ﷺ کو اس کی اطلاع ہوئی تو آپ حضرت طلحہؓ کی قبر پر تشریف لے گئے اور آپ ﷺ ان کی قبر پر کھڑے ہو گئے اور لوگ بھی آپ کے ساتھ صف بنا کر کھڑے ہو گئے اور آپ نے دونوں ہاتھ اٹھا کر یہ دعا مانگی اے اللہ! تیری ملاقات طلحہؓ سے اس حال میں ہو کہ تو اسے دیکھ کر ہنس رہا ہو اور وہ تجھے دیکھ کر ہنس رہا ہو۔[1]

حضرت طلحہ بن براءؓ فرماتے ہیں کہ میں حضور ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوا۔ میں نے عرض کیا آپ اپنا ہاتھ بڑھائیں تاکہ میں آپ سے بیعت ہو جاؤں۔ حضور ﷺ نے فرمایا اگر میں تمہیں اپنے والدین سے تعلق توڑنے کو کہوں تو بھی تم بیعت ہونے کو تیار ہو؟ میں نے کہا نہیں۔ میں نے دوبارہ حاضر ہو کر عرض کیا آپ اپنا ہاتھ بڑھائیں تاکہ میں آپ سے بیعت ہو جاؤں۔ حضور ﷺ نے فرمایا کس بات پر بیعت ہونا چاہتے ہیں؟ میں نے کہا اسلام پر۔ آپ نے فرمایا اور اگر میں تمہیں والدین سے تعلق توڑنے کو کہوں تو پھر؟ میں نے کہا نہیں۔ میں نے پھر تیسری مرتبہ حاضر ہو کر بیعت کی درخواست کی۔ میری والدہ حیات تھیں اور میں ان کے ساتھ اوروں سے زیادہ حسن سلوک کرتا تھا۔ حضور ﷺ نے مجھ سے فرمایا اے طلحہؓ! ہمارے دین میں رشتہ توڑنا نہیں ہے لیکن میں نے چاہا کہ تمہارے دین میں کسی طرح کا شک نہ رہے۔ راوی کہتے ہیں حضرت طلحہؓ مسلمان ہو گئے اور بڑے اچھے مسلمان بنے۔ اس کے بعد یہ بیمار ہو گئے۔ حضور ﷺ ان کی عیادت کے لئے ان کے گھر تشریف لائے۔ جب حضور ﷺ تشریف لائے تو یہ بے ہوش تھے۔ حضور ﷺ نے فرمایا مجھے تو یہی نظر آرہا ہے کہ آج رات ہی ان کا انتقال ہو جائے گا لیکن اگر انہیں افاقہ ہو تو مجھے پیغام بھجوا دینا۔ آدھی رات کو کہیں وہ ہوش میں آئے تو پوچھا کیا حضور نبی کریم ﷺ میری عیادت کے لئے تشریف لائے؟ گھر والوں نے کہا آئے تھے اور یہ فرما گئے تھے کہ جب تمہیں ہوش آئے تو ہم انہیں پیغام بھیج دیں۔ حضرت طلحہؓ نے کہا اب انہیں پیغام نہ بھیجو کیونکہ رات کا وقت ہے کوئی جانور انہیں کاٹ لے گا یا انہیں کوئی اور تکلیف پہنچ جائے گی۔ جب میں مر جاؤں تو حضور ﷺ کو میرا سلام کہہ دینا اور ان سے عرض کر دینا کہ وہ میرے لئے استغفار فرما دیں۔ حضور ﷺ جب صبح کی نماز سے فارغ ہوئے تو ان کے بارے میں پوچھا لوگوں نے بتایا کہ ان کا انتقال ہو گیا ہے

---

[1] اخرجه الطبرانی کذافی الکنز (ج ۷ ص ۵۰) واخرجه البغوی وابن ابی خیثمة و ابن ابی عاصم و ابن شاهین و ابن السکن کما فی الاصابة (ج ۲ ص ۲۲۷) قال الهیثمی (ج۹ ص ۳۶۵) وقد روی ابو داؤد بعض هذا الحدیث و سکت علیه فهو حسن انشاء الله . انتهی.

اور انتقال سے پہلے انہوں نے کہا تھا کہ آپ (ﷺ) کو نہ بتایا جائے۔ حضور ﷺ نے اسی وقت ہاتھ اٹھا کر یہ دعا مانگی اے اللہ! اس سے تیری ملاقات اس حال میں ہو کہ تو اسے دیکھ کر ہنس رہا ہو اور وہ تجھے دیکھ کر ہنس رہا ہو۔[1]

حضرت زہری رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں۔ حضور ﷺ کی خدمت میں حضرت عبداللہ بن حذافہؓ کی یہ شکایت بیان کی گئی کہ وہ مذاق بہت کرتے ہیں اور بیکار باتیں کرتے ہیں۔ حضور ﷺ نے فرمایا اسے چھوڑ دو۔ اس میں ایک چھپی ہوئی خوبی ہے اور وہ یہ ہے کہ وہ اللہ اور اس کے رسول ﷺ سے محبت کرتا ہے۔[2]

حضرت ادرعؓ فرماتے ہیں۔ میں ایک رات آکر حضور ﷺ کا پہرہ دینے لگا تو وہاں ایک آدمی اونچی آواز سے قرآن پڑھ رہا تھا۔ حضور ﷺ باہر تشریف لے آئے۔ میں نے کہا یا رسول اللہ! یہ (اونچی آواز سے قرآن پڑھنے والا) ریاکار ہے۔ حضور ﷺ نے فرمایا (نہیں) یہ تو عبداللہ ذوالبجادینؓ ہے۔ پھر ان کا مدینہ میں انتقال ہو گیا۔ جب صحابہؓ ان کا جنازہ تیار کر کے انہیں اٹھا کر لے چلے تو حضور ﷺ نے فرمایا ان کے ساتھ نرمی کرو اللہ نے ان کے ساتھ نرمی کا معاملہ کیا ہے۔ یہ اللہ اور اس کے رسول ﷺ سے محبت کیا کرتے تھے۔ جب حضور ﷺ قبرستان پہنچے تو قبر کھودی جا رہی تھی۔ آپ نے فرمایا ان کی قبر خوب کھلی اور کشادہ بناؤ۔ اللہ نے ان کے ساتھ کشادگی کا معاملہ کیا ہے۔ ایک صحابی نے عرض کیا یا رسول اللہ! آپ کو ان کے مرنے کا بڑا غم ہے! آپ نے فرمایا ہاں۔ کیونکہ یہ اللہ اور اس کے رسول ﷺ سے محبت کرتے تھے۔[3]

حضرت عبدالرحمٰن بن سعد رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں میں حضرت ابن عمرؓ کے پاس تھا ان کا پاؤں سو گیا۔ میں نے کہا اے ابو عبدالرحمٰن! آپ کے پاؤں کو کیا ہوا؟ انہوں نے کہا یہاں سے اس کا پٹھا اکٹھا ہو گیا ہے۔ میں نے کہا آپ کو جس سے سب سے زیادہ محبت ہے اس کا نام لے کر پکاریں (انشاء اللہ پاؤں ٹھیک ہو جائے گا) انہوں نے کہا اے محمد ﷺ! اور یہ کہتے ہی ان کا پاؤں ٹھیک ہو گیا اور انہوں نے اسے پھیلا لیا۔[4]

صحابہؓ کرام کے اللہ کے راستہ میں شہید ہونے کے شوق کے باب میں گزر چکا ہے کہ حضرت زید بن دثنہؓ کو قتل کرتے وقت ان سے حضرت ابو سفیان (یہ اس وقت تک اسلام

---

[1] اخرجه الطبراني ايضا عن طلحة بن مسكين قال الهيثمي (ج ۹ ص ۳۶۵) رواه الطبراني مرسلا و عبدربه بن صالح لم اعرفه وبقية رجاله وثقوا انتهى واخرجه ابن السكن نحوه كما في الاصابة (ج ۲ ص ۲۲۷)

[2] اخرجه ابن عساكر كذافي المنتخب (ج ۵ ص ۳۲۳)

[3] اخرجه ابن ماجه و البغوى و ابن منده و ابو نعيم كذافي المنتخب (ج ۵ ص ۲۲۴) وقال في سنده موسى بن عبيدة الربذى ضعيف

[4] اخرجه ابن سعد (ج ۴ ص ۱۵۴)

نہیں لائے تھے) نے کہا اے زید! میں تمہیں اللہ کی قسم دے کر پوچھتا ہوں کیا تم کو یہ پسند ہے کہ محمد (ﷺ) اس وقت ہمارے پاس ہوں اور ہم تمہاری جگہ ان کی گردن مار دیں اور تم اپنے اہل و عیال میں رہو؟ تو حضرت زید نے جواب میں کہا اللہ کی قسم! مجھے تو یہ بھی پسند نہیں کہ محمد ﷺ اس وقت جہاں ہیں وہاں ہی ان کو ایک کانٹا چبھے اور اس تکلیف کے بدلہ میں اپنے اہل و عیال میں بیٹھا ہوا ہوں۔ ابو سفیان نے کہا میں نے کسی کو کسی سے اتنی محبت کرتے ہوئے نہیں دیکھا جتنی محبت محمد (ﷺ) کے صحابہؓ کو محمد ﷺ سے ہے، اور یہ بھی گذر چکا ہے کہ کافر حضرت خبیبؓ کو سولی پر چڑھا کر بلند آواز سے قسم دے کر پوچھ رہے تھے کیا تم یہ پسند کرتے ہو کہ (حضرت) محمد (ﷺ) تمہاری جگہ ہوں (اور ان کو سولی دے دی جائے؟) حضرت خبیبؓ نے فرمایا نہیں۔ عظیم اللہ کی قسم! مجھے تو یہ بھی پسند نہیں ہے کہ میرے بدلہ میں ان کے پاؤں میں ایک کانٹا بھی چبھے۔

صحابہؓ کرام کا حضور ﷺ کی محبت کو اپنی محبت پر مقدم رکھنا

حضرت انسؓ حضرت ابو قحافہؓ کے اسلام لانے کے قصہ میں بیان کرتے ہیں۔ جب حضرت ابو قحافہ نے حضور ﷺ سے بیعت ہونے کے لئے اپنا ہاتھ بڑھایا تو حضرت ابو بکرؓ رو پڑے۔ حضور ﷺ نے فرمایا کیوں روتے ہو؟ حضرت ابو بکرؓ نے عرض کیا اگر اس وقت میرے والد کے ہاتھ کی جگہ آپ کے چچا کا ہاتھ (بیعت ہونے کے لئے) ہوتا اور وہ مسلمان ہوتے اور اللہ تعالیٰ ان کے اسلام لانے سے آپ کی آنکھ ٹھنڈی کر دیتے تو یہ میرے لئے میرے والد کے مسلمان ہونے سے زیادہ خوشی کا باعث ہوتا اور مجھے زیادہ پسند ہوتا (کیونکہ آپ کو چچا کے اسلام لانے سے زیادہ خوشی ہوتی)۔[1]

حضرت ابن عمرؓ فرماتے ہیں حضرت ابو بکرؓ اپنے والد حضرت ابو قحافہؓ کو فتح مکہ کے دن ہاتھ سے پکڑ کر حضور ﷺ کی خدمت میں لے کر آئے کیونکہ وہ بوڑھے بھی تھے اور نابینا بھی۔ حضور ﷺ نے حضرت ابو بکرؓ سے فرمایا ارے تم نے ان بڑے میاں کو گھر میں کیوں نہ رہنے دیا ہم ان کے پاس چلے جاتے؟ حضرت ابو بکرؓ نے کہا یا رسول اللہ! میں نے چاہا کہ اللہ تعالیٰ ان کو (خود چل کر حاضر خدمت ہونے کا) اجر عطا فرمائے۔ مجھے اپنے والد کے اسلام لانے سے جتنی خوشی ہو رہی ہے (آپ کے چچا) ابو طالب کے اسلام لانے سے اس سے زیادہ خوشی ہوتی

---

[1] اخرجه عمر بن شبه و ابو يعلى و ابو بشر سمويه فى فوائده وسنده صحيح و اخرجه الحاكم من هذا الوجه وقال صحيح على شرط الشيخين كذافى الاصابة (ج ٤ ص ١١٦)

کیونکہ اس سے آپ کی آنکھیں ٹھنڈی ہوتیں اور آپ ﷺ کی آنکھوں کو ٹھنڈا کرنا ہی میری زندگی کا مقصود ہے۔ حضور ﷺ نے فرمایا تم ٹھیک کہہ رہے ہو (تمہارے دل میں یہی بات ہے) [1]

حضرت ابن عمرؓ فرماتے ہیں جنگ بدر کے دن دوسرے قیدیوں کے ساتھ حضرت عباسؓ بھی قید ہوئے تھے۔ انہیں ایک انصاری نے قید کیا تھا۔ انصار نے انہیں قتل کرنے کی دھمکی دی تھی۔ حضور ﷺ کو اس کی خبر پہنچی تو آپ نے فرمایا آج رات میں اپنے چچا عباسؓ کی وجہ سے سو نہیں سکا کیونکہ انصار کہہ چکے ہیں کہ وہ عباسؓ کو قتل کر دیں گے حضرت عمرؓ نے کہا کیا میں انصار کے پاس جاؤں؟ (اور ان سے عباسؓ کو لے آؤں) حضور ﷺ نے فرمایا ہاں جاؤ۔ چنانچہ حضرت عمرؓ نے جا کر انصار سے کہا عباسؓ کو چھوڑ دو۔ انصار نے کہا نہیں۔ اللہ کی قسم! ہم انہیں نہیں چھوڑیں گے۔ حضرت عمرؓ نے کہا اگر ان کے چھوڑنے سے اللہ کے رسول ﷺ راضی اور خوش ہوں تو پھر؟ انصار نے کہا اگر ان کے چھوڑنے سے اللہ کے رسول ﷺ راضی اور خوش ہیں تو پھر تم ان کو لے لو۔ چنانچہ حضرت عمرؓ نے انصار سے حضرت عباسؓ کو لے لیا۔ جب وہ حضرت عمرؓ کے ہاتھ میں آگئے تو حضرت عمرؓ نے ان سے فرمایا اے عباسؓ! مسلمان ہو جاؤ اللہ کی قسم! تمہارا مسلمان ہونا مجھے (اپنے باپ) خطاب کے مسلمان ہونے سے زیادہ محبوب ہے اور اس کی وجہ صرف یہ ہے کہ میں نے دیکھا ہے کہ حضور ﷺ کو تمہارا مسلمان ہونا بہت زیادہ پسند ہے۔ [2]

حضرت ابن عباسؓ فرماتے ہیں حضرت عمرؓ نے حضرت عباسؓ سے کہا اسلام لے آؤ تمہارا اسلام لانا مجھے (اپنے باپ) خطاب کے اسلام لانے سے زیادہ محبوب ہے اور اس کی وجہ صرف یہ ہے کہ میں نے دیکھا ہے کہ حضور ﷺ یہ چاہتے ہیں کہ تمہیں اسلام لانے میں سبقت حاصل ہو جائے۔ [3]

حضرت شعبی رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں حضرت عباسؓ نے اپنے کسی کام کو کروانے کے لئے حضرت عمرؓ پر بہت زیادہ تقاضا کیا اور ان سے کہا اے امیر المومنین! آپ ذرا یہ بتائیں کہ اگر آپ کے پاس حضرت موسیٰ علیہ السلام کے چچا مسلمان ہو کر آجاتے تو آپ ان کے ساتھ کیا کرتے؟ حضرت عمرؓ نے کہا اللہ کی قسم! میں ان کے ساتھ بہت اچھا سلوک کرتا حضرت

---

[1] عند الطبرانی والبزار قال الهيثمی (ج ٦ ص ١٧٤) وفيه موسی بن عبيدة وهو ضعيف
[2] اخرجه ابن مردويه والحاكم كذافی البداية (ج ٣ ص ٢٩٨)
[3] عند ابن عساكر كذافی كنز العمال (ج ٧ ص ٦٩)

عباسؓ نے کہا میں نبی کریم حضرت محمد ﷺ کا چچا ہوں حضرت عمرؓ نے کہا اے ابوالفضل! (یہ حضرت عباس کی کنیت ہے) آپ کا کیا خیال ہے؟ اللہ کی قسم! آپ کے والد مجھے اپنے والد سے زیادہ محبوب ہیں۔ حضرت عباسؓ نے کہا واقعی اللہ کی قسم! حضرت عمرؓ نے کہا ہاں۔ اللہ کی قسم! کیونکہ مجھے معلوم ہے کہ آپ کے والد حضور ﷺ کو میرے والد سے زیادہ محبوب ہیں اور میں حضور ﷺ کی محبت کو اپنی محبت پر ترجیح دیتا ہوں۔[1]

حضرت ابو جعفر محمد بن علی رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں حضرت عباسؓ حضرت عمرؓ کے پاس آئے اور ان سے کہا نبی کریم ﷺ نے مجھے بحرین کا علاقہ بطور جاگیر کے دیا تھا۔ حضرت عمرؓ نے پوچھا اس بات کا اور کس کو علم ہے؟ حضرت عباسؓ نے کہا حضرت مغیرہ بن شعبہؓ کو۔ چنانچہ حضرت عباسؓ حضرت مغیرہؓ کو لے آئے۔ اور حضرت مغیرہؓ نے ان کے حق میں گواہی دی لیکن حضرت عمرؓ نے حضرت عباسؓ کے حق میں فیصلہ نہ کیا گویا کہ انہوں نے حضرت مغیرہؓ کی گواہی کو قبول نہ کیا اس پر حضرت عباسؓ نے حضرت عمرؓ کو سخت بات کہہ دی۔ حضرت عمرؓ نے (حضرت عباسؓ کے بیٹے حضرت عبداللہ سے) کہا اے عبداللہ! اپنے والد کا ہاتھ پکڑ لو۔ اللہ کی قسم! اے ابوالفضل! اگر میرے والد خطاب مسلمان ہو جاتے تو ان کے اسلام لانے پر مجھے جتنی خوشی ہوتی مجھے آپ کے اسلام لانے پر اس سے زیادہ خوشی ہوئی تھی کیونکہ آپ کا اسلام حضور ﷺ کی خوشی کا باعث تھا۔[2]

حضرت ابو سعید خدریؓ فرماتے ہیں جب حضور ﷺ مدینہ منورہ تشریف لائے تو شروع میں ہمارا دستور یہ تھا کہ جب ہم میں سے کسی کا انتقال ہونے لگتا ہم لوگ حضور ﷺ کی خدمت میں حاضر ہو کر خبر کرتے۔ حضور ﷺ اس کے پاس تشریف لے جاتے اور اس کے لئے استغفار فرماتے یہاں تک کہ جب اس کا انتقال ہو جاتا تو حضور ﷺ اپنے ساتھیوں کے ساتھ واپس تشریف لے آتے اور کبھی اس کے دفنانے تک وہیں تشریف رکھتے اس طرح آپ کو بعض دفعہ وہاں بڑی دیر لگ جاتی۔ جب ہم لوگوں نے محسوس کیا کہ اس طرح حضور ﷺ کو بڑی مشقت ہوتی ہے تو ہم نے آپس میں ایک دوسرے سے کہا کہ ہم حضور ﷺ کو انتقال ہو جانے کے بعد خبر کیا کریں تو اس سے حضور ﷺ کو زیادہ ٹھہرنے کی مشقت نہ ہو گی چنانچہ پھر ہم لوگ ایسے ہی کرنے لگ گئے اور حضور ﷺ کو ساتھی کے انتقال کے بعد خبر کرتے آپ تشریف لا کر اس کی نماز جنازہ پڑھتے۔ اس کے لئے استغفار کرتے۔ کبھی نماز

۱۔ عند ابن سعد (ج ٤ ص ٢٠)

۲۔ عند ابن سعد (ج ٤ ص ١٤) ایضا

جنازہ سے فارغ ہو کر آپ واپس تشریف لے جاتے اور کبھی دفن تک ٹھہرے رہتے ایک عرصہ تک ہمارا یہی دستور رہا پھر ہم نے آپس میں کہا اللہ کی قسم! اگر ہم لوگ حضور ﷺ کو تشریف لانے کی زحمت نہ دیا کریں بلکہ ہم جنازہ کو اٹھا کر حضور ﷺ کے گھر کے پاس لے جایا کریں پھر حضور ﷺ کو خبر کیا کریں اور حضور ﷺ اپنے گھر کے پاس ہی اس کی نماز جنازہ پڑھا دیا کریں تو اس میں حضور ﷺ کو زیادہ سہولت ہو گی چنانچہ ہم نے پھر ایسا کرنا شروع کر دیا۔ حضرت محمد بن عمرؒ کہتے ہیں اس وجہ سے اس جگہ کو جنازہ گاہ کہا جاتا ہے کیونکہ جنازے اٹھا کر وہاں لائے جاتے تھے اور پھر اس کے بعد سے آج تک یہی سلسلہ چلا آرہا ہے کہ لوگ اپنے جنازے وہاں لاتے ہیں اور وہاں ان پر نماز جنازہ پڑھی جاتی ہے۔[1]

حضرت اسلم رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں حضرت عمر بن خطابؓ حضور ﷺ کی صاحبزادی حضرت فاطمہؓ کے پاس تشریف لے گئے اور فرمایا اے فاطمہؓ! اللہ کی قسم! میں نے ایسا کوئی نہیں دیکھا جس سے حضور ﷺ کو آپ سے زیادہ محبت ہو۔ اللہ کی قسم! آپ کے والد کے بعد آپ سے زیادہ مجھے کسی سے محبت نہیں ہے۔[2]

حضور ﷺ کی عزت اور تعظیم کرنا

حضرت انسؓ فرماتے ہیں صحابہ کرام و مہاجرین اور انصار بیٹھے ہوئے ہوتے تھے اور ان میں حضرت ابو بکر اور حضرت عمرؓ بھی ہوتے۔ حضور ﷺ ان کے پاس تشریف لے آتے تو حضرت ابو بکرؓ اور حضرت عمرؓ کے علاوہ اور کوئی بھی حضور ﷺ کی طرف (عظمت کی وجہ سے) نگاہ نہ اٹھاتا۔ یہ دونوں حضرات آپ کی طرف دیکھتے اور آپ ان دونوں کی طرف دیکھتے دونوں حضور ﷺ کو دیکھ کر مسکراتے اور حضور ﷺ انہیں دیکھ کر مسکراتے (کیونکہ حضورؐ کو ان دونوں حضرات سے بہت تعلق اور بہت زیادہ مناسبت تھی)۔[3]

حضرت اسامہ بن شریکؓ فرماتے ہیں ایک مرتبہ ہم لوگ حضور ﷺ کے پاس ایسے سکون سے بیٹھے ہوئے تھے کہ گویا ہمارے سروں پر پرندے بیٹھے ہوئے ہیں یعنی بالکل حرکت نہیں کر رہے تھے کیونکہ پرندہ ذرا سی حرکت سے اڑ جاتا ہے۔ ہم میں سے کوئی آدمی بات نہیں کر رہا تھا اتنے میں کچھ لوگ حضور ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور انہوں نے پوچھا

---

[1] اخرجه ابن سعد (ج ۱ ص ۲۵۷)

[2] اخرجه الحاکم کذافی کنز العمال (ج ۷ ص ۱۱۱)

[3] اخرجه الترمذی کذافی الشفاء للقاضی عیاض (ج ۲ ص ۳۳)

اللہ کے بندوں میں سے کون اللہ کو سب سے زیادہ محبوب ہے؟ حضور ﷺ نے فرمایا ان میں سے سب سے اچھے اخلاق والا۔[1]

حضرت اسامہ بن شریکؓ فرماتے ہیں میں نبی کریم ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوا تو آپ کے صحابہؓ آپ کے اردگرد ایسے سکون سے بیٹھے ہوئے تھے کہ جیسے ان کے سروں پر پرندے بیٹھے ہوئے ہوں۔[2]

حضرت براء بن عازبؓ فرماتے ہیں میں کسی چیز کے بارے میں حضور ﷺ سے پوچھنے کا ارادہ کرتا لیکن حضور ﷺ کی ہیبت کی وجہ سے دو سال بغیر پوچھے گزار دیتا۔[3]

حضرت زہری رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں کہ مجھے ایک قابل اعتماد انصاری نے یہ بیان کیا ہے کہ حضور ﷺ جب وضو فرماتے یا کھنکارتے تو صحابہؓ جھپٹ کر وضو کا پانی اور کھنکار لے لیتے اور اسے اپنے چہرے اور جسم پر مل لیتے۔ ایک مرتبہ حضور ﷺ نے پوچھا تم ایسا کیوں کر رہے ہو؟ صحابہؓ نے عرض کیا ہم اس سے برکت حاصل کرنا چاہتے ہیں پھر حضور ﷺ نے فرمایا کہ جو آدمی اللہ اور اس کے رسول ﷺ کا محبوب بننا چاہتا ہے اسے چاہئے کہ وہ بات سچی کرے، امانت ادا کرے اور اپنے پڑوسی کو تکلیف نہ پہنچائے۔[4]

امام بخاری نے حضرت مسور بن مخرمہ اور مروانؓ سے صلح حدیبیہ کی جو حدیث بیان کی ہے وہ جلد اول میں صفحہ ۱۶۴ پر گزر چکی ہے کہ پھر حضرت عروہ حضور ﷺ کے صحابہؓ کو بڑے غور سے دیکھنے لگے وہ کہتے ہیں کہ اللہ کی قسم! حضور ﷺ جب بھی تھوکتے تو اسے کوئی نہ کوئی صحابی اپنے ہاتھ پر لے لیتا اور اس کو چہرے اور جسم پر مل لیتا اور حضور ﷺ جب انہیں کسی کام کے کرنے کا حکم دیتے تو صحابہؓ اسے فوراً کرتے اور جب آپ وضو فرماتے تو آپ کے وضو کے پانی کو لینے کے لئے صحابہؓ ایک دوسرے پر ٹوٹ پڑتے اور لڑنے کے قریب ہو جاتے اور جب آپ گفتگو فرماتے تو صحابہؓ آپ کے سامنے اپنی آوازیں پست کر لیتے اور صحابہؓ کے دل میں آپ کی اتنی عظمت تھی کہ وہ آپ کو نظر بھر کر نہیں دیکھ سکتے تھے۔ چنانچہ عروہ اپنے ساتھیوں کے پاس واپس گئے اور ان سے کہا کہ میں بڑے بڑے بادشاہوں کے دربار میں گیا ہوں۔ قیصر و کسریٰ اور نجاشی کے دربار میں گیا ہوں اللہ کی قسم! میں نے ایسا کوئی بادشاہ نہیں

---

[1] اخرجه الطبرانی و ابن حبان فی صحیحه کذافی الترغیب (ج ٤ ص ١٨٧) وقال ورواة الطبرانی محتج بهم فی الصحیح [2] اخرجه الاربعة وصححه الترمذی کذافی ترجمان السنة (ج ١ ص ٣٦٧) [3] اخرجه ابو یعلی و کذافی ترجمان السنة (ج ١ ص ٣٧٠)

[4] اخرجه البیهقی کذافی الکنز (ج ٨ ص ٢٢٨)

دیکھا جس کی تعظیم اس کے درباری اتنی کرتے ہوں جتنی محمد ﷺ کے صحابہؓ محمد ﷺ کی کرتے ہیں۔

حضرت ابو قراد سلمیؓ فرماتے ہیں ہم لوگ نبی کریم ﷺ کے پاس بیٹھے ہوئے تھے۔ آپ نے وضو کے لئے پانی منگوایا۔ پھر آپ نے اس میں ہاتھ ڈال کر وضو کرنا شروع کیا ہم حضور ﷺ کے وضو کے پانی کو ہاتھوں میں لے کر پیتے جاتے۔ یہ دیکھ کر آپ نے فرمایا تم اس طرح کیوں کر رہے ہو؟ صحابہؓ نے عرض کیا اللہ اور اس کے رسول ﷺ کی محبت کی وجہ سے حضور ﷺ نے فرمایا اگر تم چاہتے ہو کہ اللہ اور اس کے رسول ﷺ بھی تم سے محبت کرنے لگیں تو جب تمہارے پاس امانت رکھی جائے اور رکھنے والا مطالبہ کرے تو تم وہ امانت ادا کرو اور جب تم بات کرو تو سچ بولو اور جو تمہارا پڑوسی بن جائے اس کے ساتھ اچھا سلوک کرو۔[1]

حضرت عامر بن عبداللہ بن زبیرؓ فرماتے ہیں کہ ان کے والد (حضرت عبداللہ بن زبیرؓ) نے انہیں یہ قصہ سنایا کہ وہ حضور ﷺ کی خدمت میں گئے حضور ﷺ اس وقت پچھنے لگوا رہے تھے فارغ ہونے کے بعد حضور ﷺ نے فرمایا اے عبداللہ! یہ خون لے جاؤ اور ایسی جگہ ڈال کر آؤ جہاں تمہیں کوئی نہ دیکھے۔ حضور ﷺ کے گھر سے باہر آکر میرے والد نے وہ خون پی لیا۔ جب حضور ﷺ کی خدمت میں واپس پہنچے تو حضور ﷺ نے ان سے پوچھا اے عبداللہ! تم نے خون کا کیا کیا؟ انہوں نے کہا ایسی چھپی ہوئی جگہ میں ڈال کر آیا ہوں کہ مجھے یقین ہے کہ لوگوں میں سے کسی کو پتہ نہ چل سکے گا۔ حضور ﷺ نے فرمایا شاید تم نے اسے پی لیا ہے؟ انہوں نے کہا جی ہاں۔ حضور ﷺ نے فرمایا تم نے خون کیوں پیا؟ لوگوں کو تم سے ہلاکت ہو اور تمہیں لوگوں سے (مروان اور عبدالملک کی طرف سے جو فتنہ پیش آیا اس کی طرف اشارہ ہے) حضرت موسیٰ کہتے ہیں حضرت ابو عاصم نے فرمایا کہ لوگوں کا خیال یہ تھا کہ حضرت عبداللہ بن زبیرؓ میں جو اتنی زیادہ طاقت تھی وہ اس خون کی برکت سے تھی۔[2] ایک روایت میں یہ ہے لوگوں کا خیال ہے کہ حضرت عبداللہ بن زبیرؓ میں جو بہت زیادہ طاقت تھی وہ حضور ﷺ کے خون کی قوت کی وجہ سے تھی (حضور ﷺ کے فضلات اور خون سب پاک تھے)

حضرت عبداللہ بن زبیرؓ کے غلام حضرت کیسان رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں حضرت سلمانؓ

---

[1] اخرجه الطبرانی قال الهیثمی (ج۸ ص ۲۷۱) وفیه عبید بن واقد القیسی وهو ضعیف.

[2] اخرجه ابو یعلی والبیهقی فی الدلائل کذافی الا صابة (ج ۲ ص ۳۱۰) واخرجه الحاکم (ج ۳ ص ۵۵٤) والطبرانی نحوه قال الهیثمی (ج۸ ص ۲۷۰) رواه الطبرانی و البزار با ختصار و رجال البزار رجال الصحیح غیر هنید بن القاسم وهو ثقة انتهی واخرجه ایضا ابن عسا کر نحوه کما فی الکنز (ج ۷ ص ۵۷) مع ذکر قول ابی عاصم

حضور ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوئے تو دیکھا کہ حضرت عبداللہ بن زبیرؓ کے پاس ایک تسلا ہے جس میں سے کچھ پی رہے ہیں اسے پی کر حضرت عبداللہؓ حضور ﷺ کی خدمت میں آئے حضور ﷺ نے فرمایا کام سے فارغ ہو گئے؟ انہوں نے کہا جی ہاں۔ حضرت سلمانؓ نے کہا یا رسول اللہ (ﷺ)! کیا کام تھا؟ حضور ﷺ نے فرمایا میں نے اپنے پچھنے کا دھوون اسے گرانے کیلئے دیا تھا۔ حضرت سلمانؓ نے کہا اس ذات کی قسم! جس نے آپ کو حق دے کر بھیجا ہے! انہوں نے تو اسے پی لیا ہے۔ حضور ﷺ نے فرمایا تم نے اسے پی لیا ہے؟ حضرت عبداللہؓ نے کہا جی ہاں۔ حضور ﷺ نے فرمایا کیوں؟ حضرت عبداللہؓ نے کہا میں نے چاہا کہ حضور ﷺ کا خون مبارک میرے پیٹ میں چلا جائے۔ حضور ﷺ نے حضرت (عبداللہ) بن زبیرؓ کے سر پر ہاتھ پھیر کر ارشاد فرمایا تمہیں لوگوں سے ہلاکت ہو اور لوگوں کو تم سے۔ تمہیں آگ نہیں چھوئے گی صرف اللہ تعالیٰ کی قسم پوری کرنے کے لئے پل صراط پر سے گزرنا پڑے گا۔[1]

حضرت سفینہؓ فرماتے ہیں ایک مرتبہ حضور ﷺ نے پچھنے لگوائے اور فرمایا یہ خون لے جاؤ اور اسے ایسی جگہ دفن کر دو جہاں جانوروں، پرندوں اور انسانوں سے محفوظ رہے میں خون لے گیا اور چھپ کر اسے پی لیا پھر آ کر میں نے حضور ﷺ کو بتایا تو آپ ہنس پڑے۔[2]

حضرت ابو سعید خدریؓ فرماتے ہیں جب جنگ احد کے دن حضور ﷺ کا چہرہ مبارک زخمی ہو گیا تو میرے والد حضرت مالک بن سنانؓ نے حضور ﷺ کے خون کو چوس کر نگل لیا۔ لوگوں نے ان سے کہا ارے میاں! کیا تم خون پی رہے ہو؟ انہوں نے کہا ہاں۔ میں حضور ﷺ کا خون مبارک پی رہا ہوں۔ اس پر حضور ﷺ نے فرمایا ان کے خون کے ساتھ میرا خون مل گیا ہے لہٰذا انہیں جہنم کی آگ نہیں چھوئے گی۔[3]

حضرت حکیمہ بنت امیمہؓ اپنی والدہ سے نقل کرتی ہیں کہ حضور ﷺ کا ایک لکڑی کا پیالہ تھا جسے آپ اپنے تخت کے نیچے رکھتے تھے اور کبھی (رات کو) اس میں پیشاب کر لیا کرتے تھے۔ ایک دفعہ آپ نے کھڑے ہو کر اسے تلاش کیا وہ پیالہ نہ ملا آپ نے پوچھا کہ پیالہ کہاں ہے؟ گھر والوں نے بتایا کہ حضرت ام سلمہؓ کی خادمہ حضرت برہؓ جو ان کے ساتھ حبشہ سے آئی ہے اس نے (اس پیالہ کا پیشاب) پی لیا ہے۔ حضور ﷺ نے فرمایا اس نے جہنم کی آگ

---

[1] عند ابی نعیم فی الحلیة (ج ۱ ص ۳۳۰) واخرجه ابن عساکر عن سلمان نحوه مختصرا ور جالة ثقات کذافی الکنز (ج ۷ ص ۵۶) [2] اخرجه الطبرانی قال الهیثمی (ج ۸ ص ۲۷۰) رجال الطبرانی ثقات [3] اخرجه الطبرانی فی الا وسط قال الهیثمی (ج ۸ ص ۲۷۰) لم ار فی اسناده من اجمع علی ضعفه انتهی

سے بڑی مضبوط آڑ بنالی ہے۔[1]

حضرت ابو ایوبؓ فرماتے ہیں حضور ﷺ جب مدینہ منورہ تشریف لائے تو حضور ﷺ نے میرے ہاں قیام فرمایا۔ حضور ﷺ نیچے ٹھہرے تھے اور میں (مع اہل و عیال) اوپر کی منزل میں۔ جب رات ہو گئی تو مجھے خیال آیا کہ میں اس کمرے کی چھت پر ہوں جس میں نیچے حضور ﷺ ہیں اور میں حضور ﷺ کے اور وحی کے درمیان حائل ہو رہا ہوں۔ اس لئے ساری رات مجھے نیند نہ آئی کہ کہیں ایسا نہ ہو کہ سونے کی حالت میں اوپر ہم کچھ ہلیں جلیں اور اس سے غبار حضور ﷺ پر گرے جس سے حضور ﷺ کو تکلیف ہو۔ صبح کو میں نے حضور ﷺ کی خدمت میں حاضر ہو کر عرض کیا یارسول اللہ! آج ساری رات نہ مجھے نیند آئی اور نہ میری بیوی ام ایوب کو۔ حضور ﷺ نے فرمایا اے ابو ایوبؓ! کیوں؟ میں نے عرض کیا مجھے یہ خیال آگیا کہ میں اس کمرے کی چھت پر ہوں جس میں آپ مجھ سے نیچے ہیں۔ میں کچھ ہلوں گا تو اس سے غبار آپ پر گرے گا جس سے آپ کو تکلیف ہو گی اور دوسری بات یہ کہ میں آپ کے اور وحی کے درمیان حائل ہو رہا ہوں۔ حضور ﷺ نے فرمایا اے ابو ایوب! ایسا نہ کرو کیا میں تمہیں ایسے کلمات نہ سکھادوں کہ جب تم انہیں صبح اور شام دس دس مرتبہ کہو گے تو تمہیں دس نیکیاں ملیں گی اور تمہارے دس گناہ مٹادیئے جائیں گے اور ان کی وجہ سے تمہارے دس درجے بلند کر دیئے جائیں گے اور قیامت کے دن تمہیں دس غلام آزاد کرنے کا ثواب ملے گا اور وہ کلمات یہ ہیں: لا الہ الا اللہ له الملك وله الحمد لا شريك له[2]

حضرت ابو ایوبؓ فرماتے ہیں جب حضور ﷺ میرے مہمان بنے تو میں نے عرض کیا میرے ماں باپ آپ پر قربان ہوں۔ مجھے یہ اچھا نہیں معلوم ہوتا کہ میں اوپر ہوں اور آپ نیچے۔ حضور ﷺ نے فرمایا ہمیں سہولت اسی میں ہے کہ ہم نیچے رہیں کیونکہ ہمارے پاس لوگ آتے رہتے ہیں۔ میں نے ایک رات دیکھا کہ ہمارا گھڑا ٹوٹ گیا اور اس کا پانی فرش پر پھیل گیا۔ میں اور ام ایوب دونوں اپنا کمبل لے کر کھڑے ہو گئے اور اس کمبل سے وہ پانی خشک کرنے لگے ہمیں یہ ڈر تھا کہ ہماری طرف سے کوئی ایسی بات نہ ہو جائے جس سے حضور ﷺ کو تکلیف ہو یعنی چھت سے پانی کہیں حضور ﷺ پر ٹپکنے لگ جائے۔ اس کمبل کے علاوہ ہمارے پاس کوئی اور لحاف بھی نہیں تھا (وہ کمبل گیلا ہو گیا اور ہم نے ساری رات جاگ کر گزاری) ہم کھانا تیار کر کے حضور ﷺ کی خدمت میں بھیج دیا کرتے جب آپ بچا ہوا کھانا

---

[1] اخرجه الطبراني قال الهيثمي (ج ۸ ص ۲۷۱) رجاله رجال الصحيح غير عبدالله بن احمد بن حنبل وحكيمة و كلا هما ثقة. [2] اخرجه الطبراني كذافي الكنز (ج ۱ ص ۲۹٤)

واپس کرتے تو ہم اس جگہ سے خاص طور سے کھانا کھاتے جہاں آپ کی مبارک انگلیاں لگی ہوتیں یوں ہم حضور ﷺ کی برکت حاصل کرنا چاہتے ایک رات آپ نے کھانا واپس کیا ہم نے اس میں لہسن یا پیاز ڈالا تھا ہمیں اس میں حضور ﷺ کی انگلیوں کا کوئی نشان نظر نہ آیا میں نے جا کر حضور ﷺ سے عرض کیا کہ ہم آپ کی انگلیوں والی جگہ سے برکت کے لئے کھانا کھایا کرتے تھے لیکن آج آپ نے کھانا ویسے ہی واپس کر دیا ہے اس میں سے کچھ نہیں کھایا۔ حضور ﷺ نے فرمایا مجھے اس کھانے سے لہسن یا پیاز کی بو محسوس ہوئی اور میں اللہ تعالیٰ سے مناجات کرتا ہوں اور فرشتوں سے بھی بات کرتا ہوں اس لئے میں نہیں چاہتا کہ میرے منہ سے کسی طرح کی بو آئے لیکن آپ لوگ یہ کھانا کھالو[1] ابو نعیم اور ابن عساکر کی روایت میں یہ مضمون یوں ہے :۔

''میں نے عرض کیا یا رسول اللہ! یہ کسی طرح مناسب نہیں ہے کہ میں آپ کے اوپر رہوں، آپ بالا خانہ میں تشریف لے چلیں۔ اس پر حضور ﷺ نے فرمایا کہ میرا سامان منتقل کر دو۔ چنانچہ آپ کا سامان اوپر منتقل کر دیا گیا اور آپ کا سامان بہت تھوڑا سا تھا۔''[2]

حضرت عبداللہ بن عباسؓ فرماتے ہیں حضرت عباسؓ کے گھر کا پرنالہ حضرت عمرؓ کے راستہ پر گرتا تھا۔ ایک دفعہ جمعہ کے دن حضرت عمرؓ نے نئے کپڑے پہنے۔ اس دن حضرت عباسؓ کے لئے دو چوزے ذبح کئے گئے تھے جب حضرت عمرؓ پرنالے کے پاس پہنچے تو ان چوزوں کا خون اس پرنالے سے پھینکا گیا جو حضرت عمرؓ پر گرا۔ حضرت عمرؓ نے فرمایا اس پرنالے کو اکھیڑ دیا جائے اور گھر واپس جا کر وہ کپڑے اتار دیئے اور دوسرے پہنے پھر مسجد میں آکر لوگوں کو نماز پڑھائی۔ اس کے بعد حضرت عباسؓ حضرت عمرؓ کے پاس آئے اور انہوں نے کہا اللہ کی قسم! یہی وہ جگہ ہے جہاں حضور ﷺ نے یہ پرنالہ لگایا تھا حضرت عمرؓ نے حضرت عباسؓ سے کہا میں آپ کو قسم دے کر کہتا ہوں کہ آپ میری کمر پر چڑھ کر یہ پرنالہ وہاں ہی لگائیں جہاں حضور ﷺ نے لگایا تھا چنانچہ حضرت عباسؓ نے ایسا ہی کیا[3]

ابن سعدؒ کی روایت میں یہ اضافہ بھی ہے کہ حضرت عمرؓ نے حضرت عباسؓ کو اپنی گردن پر اٹھایا اور حضرت عباسؓ نے حضرت عمرؓ کے کندھوں پر اپنے پاؤں رکھ کر پرنالہ جہاں تھا

---

[1] عند الطبرانی ایضا ٭ کذافی الکنز (ج ۸ ص ۵۰) وھکذا اخرجه الحاکم (ج ۳ ص ۴۶۱) الا انه لم یذکر فکنا نصنع طعاما الی آخرہ وقال وھذا حدیث صحیح علی شرط مسلم ولم یخرجاہ و وافقه الذھبی.

[2] کذافی الکنز (ج ۸ ص ۵۰) وھکذا اخرجه ابن ابی شیبة و ابن ابی عاصم عن ابی ایوب کما فی الاصابة (ج ۱ ص ۴۰۵)

[3] اخرجه ابن سعد (ج ۴ ص ۱۲) واحمد و ابن عساکر کذافی الکنز (ج ۷ ص ۶۶)

وہاں دوبارہ لگا دیا۔[1]

حضرت ابراہیم بن عبدالرحمٰن بن عبدالقاری رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں میں نے دیکھا کہ حضرت ابن عمرؓ نے اپنا ہاتھ منبر پر اس جگہ رکھا جہاں حضور ﷺ بیٹھا کرتے تھے پھر اسے اپنے چہرے پر رکھ لیا۔[2] حضرت یزید بن عبداللہ بن قسیط رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں میں نے حضور ﷺ کے بہت سے صحابہؓ کو دیکھا کہ جب مسجد خالی ہو جاتی تو حضور ﷺ کی قبر اطہر کی جانب منبر کی جو چمکدار اور چکنی مٹی ہے اسے دائیں ہاتھ سے پکڑ کر قبلہ کی طرف منہ کر کے دعا کرتے تھے۔[3]

حضور ﷺ کے جسم مبارک کا بوسہ لینا

حضرت ابو لیلیٰؓ کہتے ہیں حضرت اسید بن حضیرؓ بڑے نیک، ہنس مکھ اور خوبصورت آدمی تھے ایک مرتبہ وہ حضور ﷺ کے پاس بیٹھے ہوئے باتیں کر کے لوگوں کو ہنسا رہے تھے کہ اتنے میں حضور ﷺ نے ان کے پہلو میں انگلی ماری۔ انہوں نے کہا آپ کے مارنے سے مجھے درد ہو گیا ہے حضور ﷺ نے فرمایا بدلہ لے لو۔ انہوں نے کہا یا رسول اللہ! آپ نے تو قمیص پہنی ہوئی ہے اور میرے جسم پر کوئی قمیص نہیں تھی۔ حضور ﷺ نے اپنی قمیص اوپر اٹھالی۔ یہ (بدلہ لینے کے بجائے) حضور ﷺ کے سینے سے چمٹ گئے اور حضور ﷺ کے پہلو کے بوسے لینے شروع کر دیئے اور پھر یوں کہا یا رسول اللہ! میرے ماں باپ آپ پر قربان ہوں۔ میرا مقصد تو یہ تھا (بدلہ لینے کا تذکرہ تو میں نے ویسے ہی کیا تھا مقصد آپ کا بوسہ لینا تھا)۔[4]

حضرت حبان بن واسع رحمۃ اللہ علیہ اپنی قوم کے چند عمر رسیدہ لوگوں سے روایت کرتے ہیں کہ حضور ﷺ نے جنگ بدر کے دن اپنے صحابہؓ کی صفوں کو سیدھا کیا۔ آپ کے ہاتھ میں نوک اور پر کے بغیر کا ایک تیر تھا جس سے آپ لوگوں کو برابر کر رہے تھے۔ آپ حضرت سواد بن غزیہؓ کے پاس سے گزرے۔ یہ بنو عدی بن نجار قبیلہ کے حلیف تھے اور صف سے باہر

---

[1] اخرجه ابن سعد (ج ٤ ص ١٣) ايضا عن يعقوب بن زيد بنحوه وقد ذكره الهيثمي في المجمع (ج ٤ ص ٢٠٦) عن عبيد الله بن عباس ووقع في نقله مرث بدل الميزاب ولعله تصحيف قال رواه احمد ورجاله ثقات الا ان هشام بن سعد لم يسمع من عبيد الله اه.

[2] اخرجه ابن سعد (ج ١ ص ٢٥٤) [3] عند ابن سعد ايضا.

[4] اخرجه الحاكم (ج ٣ ص ٢٨٨) قال الحاكم هذا حديث صحيح الاسناد ولم يخرجاه ووافقه الذهبي فقال صحيح و اخرجه ابن عساكر عن ابي ليلىؓ مثله كما في الكنز (ج ٧ ص ٣٠١)، الطبراني عن اسيد بن حضير نحوه كما في الكنز (ج ٤ ص ٤٣)

نکلے ہوئے تھے۔ حضور ﷺ نے ان کے پیٹ میں وہ تیر چبھو کر فرمایا اے سواد! سیدھے کھڑے ہو جاؤ۔ انہوں نے عرض کیا یا رسول اللہ! آپ کے تیر چبھونے سے مجھے درد ہو گیا اور اللہ نے آپ کو حق اور انصاف دے کر بھیجا ہے لہذا آپ مجھے بدلہ دیں۔ اس پر آپ نے اپنے پیٹ سے کپڑا ہٹا کر فرمایا لو بدلہ لے لو۔ وہ حضور ﷺ سے چمٹ گئے اور حضور ﷺ کے پیٹ کے بوسے لینے لگے حضور ﷺ نے فرمایا اے سواد! تم نے ایسا کیوں کیا؟ انہوں نے کہا یا رسول اللہ! آپ دیکھ ہی رہے ہیں کہ لڑائی کا موقع آ گیا ہے (شاید میں اس میں شہید ہو جاؤں) تو میں نے چاہا کہ میری آپ سے آخری ملاقات اس طرح ہو کہ میری کھال آپ کی کھال سے مل جائے۔ اس پر آپ نے ان کے لئے دعائے خیر فرمائی [1] حضرت حسن فرماتے ہیں کہ نبی کریم ﷺ کی ایک آدمی سے ملاقات ہوئی جس نے (کپڑوں پر) زرد رنگ لگا رکھا تھا۔ حضور ﷺ کے ہاتھ میں کھجور کی ایک ٹہنی تھی۔ حضور ﷺ نے اس سے فرمایا یہ ورس رنگ اتار دو (ورس یمن کی زرد رنگ کی ایک بوٹی کا نام ہے) پھر آپ نے وہ ٹہنی اس آدمی کے پیٹ میں چبھو کر فرمایا کیا میں نے تم کو اس سے روکا نہیں تھا؟ ٹہنی چبھونے سے اس کے پیٹ پر نشان پڑ گیا لیکن خون نہیں نکلا۔ اس آدمی نے کہا یا رسول اللہ! بدلہ دینا ہو گا۔ لوگوں نے کہا کیا تم اللہ کے رسول ﷺ سے بدلہ لو گے؟ اس نے کہا کسی کی کھال میری کھال سے بڑھیا نہیں ہے حضور ﷺ نے اپنے پیٹ سے کپڑا ہٹا کر فرمایا لو بدلہ لے لو۔ اس آدمی نے حضور ﷺ کے پیٹ کا بوسہ لیا اور کہا میں اپنا بدلہ چھوڑ دیتا ہوں تاکہ آپ قیامت کے دن میری سفارش فرمائیں۔ [2]

حضرت حسن رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں حضور ﷺ نے حضرت سواد بن عمرؓ کو دیکھا کہ انہوں نے خلوق خوشبو لگا رکھی ہے (خلوق ایک قسم کی خوشبو ہے جس کا جزو اعظم زعفران ہوتا ہے) تو حضور ﷺ نے فرمایا اس ورس کو اتار دو۔ پھر آپ نے اس کے پیٹ میں لکڑی یا مسواک چبھوئی اور اسے پیٹ پر ذرا ہلایا جس سے ان کے پیٹ پر نشان پڑ گیا اور آگے پچھلی حدیث جیسا مضمون ذکر کیا۔ [3]

حضرت حسن رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں ایک انصاری آدمی اتنی زیادہ خلوق خوشبو لگایا کرتے تھے کہ وہ کھجور کے خوشے کی ٹہنی کی طرح زرد نظر آتے تھے انہیں سوادہ بن عمروؓ کہا جاتا تھا جب حضور ﷺ انہیں دیکھتے تو خوشبو ان کے کپڑوں سے جھاڑتے چنانچہ ایک دن وہ خلوق

---

[1] اخرجه ابن اسحاق كذافى البدايه (ج ۳ ص ۲۷۱) [2] اخرجه عبدالرزاق كذافى الكنز (ج ۷ ص ۳۰۲) [3] اخرجه ابن سعد (ج ۳ ص ۷۴)

خوشبو لگائے ہوئے آئے۔ حضور ﷺ کے ہاتھ میں ایک چھڑی تھی آپ نے وہ چھڑی ہلکی سی ماری جس سے کچھ زخم ہو گیا تو انہوں نے حضور ﷺ سے کہا یا رسول اللہ! بدلہ دینا ہو گا حضور ﷺ نے وہ چھڑی ان کو دی اور خود حضور ﷺ پر دو کرتے تھے حضور ﷺ انہیں اوپر اٹھانے لگے۔ اس پر لوگوں نے انہیں ڈانٹا اور بدلہ لینے سے روکا۔ لیکن جب حضور ﷺ کے جسم مبارک کا وہ حصہ نظر آیا جہاں خود ان کو زخم لگا تھا تو چھڑی پھینک کر حضور ﷺ کو چمٹ گئے۔ اور حضور ﷺ کو چومنے لگ گئے اور عرض کیا یا نبی اللہ! میں اپنا بدلہ چھوڑ دیتا ہوں تاکہ آپ میری قیامت کے دن سفارش فرمائیں۔[1]

حضور ﷺ سے صحابہ کرامؓ کی محبت کے عنوان کے ذیل میں حضرت حصین بن وحوحؓ کی روایت گزر چکی ہے کہ حضرت طلحہ بن براءؓ جب حضور ﷺ سے ملتے تو آپ سے چمٹ جاتے اور آپ کے دونوں قدموں کے بوسے لینے شروع کر دیتے اور حضرت ابوبکرؓ صدیق کا حضور ﷺ کی وفات کے بعد آپ کی پیشانی کا بوسہ لینے کا تذکرہ عنقریب آئے گا۔

حضور ﷺ کے شہید ہو جانے کی خبر کے مشہور ہونے پر صحابہ کرامؓ کا رونا اور آپ کو بچانے کیلئے ان سے جو کارنامے ظاہر ہوئے ان کا بیان

حضرت انس بن مالکؓ فرماتے ہیں جنگ احد کے دن اہل مدینہ کو شکست ہو گئی تو لوگوں نے کہا حضرت محمد ﷺ قتل ہو گئے ہیں (یہ خبر سن کر سب مردوں، عورتوں نے رونا شروع کر دیا) اور مدینہ کے کونے کونے سے رونے والی عورتوں کی آوازیں بہت آنے لگیں چنانچہ ایک انصاری عورت پردے میں مدینہ سے نکلی (اور میدان جنگ کی طرف چل پڑی) ان کے والد، بیٹے، خاوند اور بھائی چاروں اس جنگ میں شہید ہو چکے تھے یہ ان کے پاس سے گزریں۔ راوی کہتے ہیں مجھے یہ معلوم نہیں ہے کہ ان میں سے پہلے کس کے پاس سے گزریں۔ جب بھی ان میں سے کسی ایک کے پاس سے گزرتیں تو پوچھتیں یہ کون ہے؟ لوگ بتاتے کہ یہ تمہارے والد ہیں بھائی ہیں خاوند ہیں بیٹے ہیں وہ جواب میں یہی کہتیں کہ اللہ کے رسول ﷺ کا کیا ہوا؟ لوگ کہتے حضور ﷺ آگے ہیں یہاں تک کہ وہ حضور ﷺ تک پہنچ گئیں اور حضور ﷺ کے کپڑے کے ایک کونے کو پکڑ کر کہا یا رسول اللہ (ﷺ)! میرے ماں باپ آپ پر قربان ہوں! جب آپ صحیح سالم ہیں تو مجھے اپنے مر جانے والوں کی کوئی پرواہ نہیں۔[2]

---

[1] اخرجه عبدالرزاق ایضا کما فی الکنز (ج ۷ ص ۳۰۲) واخرجه البغوی کما فی الاصابة (ج ۲ ص ۹۶)

[2] اخرجه الطبرانی قال الهیثمی (ج ٦ ص ۱۱۵) ورواه الطبرانی فی الاوسط عن شیخه محمد بن شعیب ولم اعرفه وبقیة رجاله ثقات انتهی

حضرت زبیرؓ فرماتے ہیں جنگ احد کے دن میں حضور ﷺ کے ساتھ مدینہ میں رہا اس دن حضور ﷺ کے صحابہؓ میں سے کوئی بھی مدینہ منورہ میں نہیں رہا تھا (سارے ہی جنگ میں شریک تھے جنگ بہت سخت تھی) اور شہداء کی تعداد بڑھتی جارہی تھی۔ اتنے میں ایک آدمی نے چیخ کر کہا محمد ﷺ شہید ہو گئے ہیں (یہ سن کر) عورتیں رونے لگ گئیں۔ ایک عورت نے کہا رونے میں جلدی نہ کرو میں دیکھ کر آتی ہوں۔ چنانچہ وہ عورت پیدل چل پڑی اور اس کو صرف حضور ﷺ ہی کا غم تھا اور وہ صرف حضور ﷺ کے بارے میں پوچھ رہی تھی۔ [۱]

حضرت سعد بن ابی وقاصؓ فرماتے ہیں حضور ﷺ قبیلہ بنو دینار کی ایک عورت کے پاس سے گزرے اس کا خاوند، بھائی اور باپ حضور ﷺ کے ساتھ جنگ احد میں شہید ہو چکے تھے جب لوگوں نے اسے ان تینوں کی شہادت کی خبر دی تو (اسے حضور ﷺ کی خیریت معلوم کرنے کی فکر اتنی زیادہ تھی کہ اس خبر کا اس پر کوئی اثر نہ ہوا بلکہ) اس نے کہا حضور ﷺ کا کیا ہوا؟ (حضور ﷺ مجھے نظر نہیں آرہے ہیں) لوگوں نے کہا اے ام فلاں! حضور ﷺ خیریت سے ہیں اور الحمد للہ! حضور ﷺ ویسے ہی ہیں جیسا تم چاہتی ہو۔ اس عورت نے کہا حضور ﷺ مجھے دکھاؤ تاکہ میں انہیں (اپنی آنکھوں سے) دیکھ لوں۔ لوگوں نے اس عورت کو حضور ﷺ کی طرف اشارہ کر کے بتایا کہ وہ ہیں۔ جب اس نے حضور ﷺ کو دیکھ لیا تو اس نے کہا آپ (کو صحیح سالم دیکھ لینے) کے بعد اب ہر مصیبت ہلکی اور آسان ہے۔ [۲]

حضرت انسؓ فرماتے ہیں جنگ احد کے دن حضرت ابو طلحہؓ حضور ﷺ کے سامنے کھڑے ہو کر (دشمن پر) تیر چلا رہے تھے اور حضور ﷺ ان کے پیچھے تھے اور وہ حضور ﷺ کے لئے ڈھال بنے ہوئے تھے اور وہ بڑے ماہر تیر انداز تھے جب بھی وہ تیر چلاتے حضور ﷺ اوپر ہو کر دیکھتے کہ تیر کہاں گرا ہے اور حضرت ابو طلحہؓ اپنا سینہ اوپر کر کے کہتے یا رسول اللہ! میرے ماں باپ آپ پر قربان ہوں! آپ ایسے ہی نیچے رہیں کہیں آپ کو کوئی تیر نہ لگ جائے۔ میرا سینہ آپ کے سینے کی حفاظت کے لئے حاضر ہے حضرت ابو طلحہؓ حضور ﷺ کے سامنے خود کو ڈھال بنائے ہوئے تھے اور آپ کی حفاظت کی خاطر خود کو شہید ہونے کے لئے پیش کر رہے تھے اور کہہ رہے تھے یا رسول اللہ! میں بہت مضبوط اور طاقتور ہوں آپ مجھے اپنی تمام

---

[۱] عند البزار قال الهيثمي (ج ٦ ص ١١٥) وفيه عمر بن صفوان وهو مجهول انتهى

[۲] عند ابن اسحاق كذافي البداية (ج ٤ ص ٤٧)

ضرور توں میں استعمال فرمائیں اور جو چاہیں مجھے حکم دیں۔[1]

جلد اول میں حضرت قتادہؓ کی بہادری کے باب میں طبرانی کی روایت سے یہ حدیث گزر چکی ہے کہ حضرت قتادہ بن نعمانؓ فرماتے ہیں کہ حضور ﷺ کو ہدیہ میں ایک کمان ملی آپ نے وہ کمان احد کے دن مجھے دے دی۔ میں اس کمان کو لے کر حضور ﷺ کے سامنے کھڑے ہو کر خوب تیر چلاتا رہا یہاں تک کہ اس کا سرا ٹوٹ گیا۔ میں برابر حضور ﷺ کے چہرے کے سامنے کھڑا رہا اور میں اپنے چہرے پر تیروں کو لیتا رہا۔ جب بھی کوئی تیر آپ کے چہرے کی طرف مڑ جاتا تو میں اپنے سر کو گھما کر تیر کے سامنے لے آتا اور حضور ﷺ کے چہرے کو بچالیتا (چونکہ میری کمان ٹوٹ چکی تھی اس لئے) میں تیر تو چلا نہیں سکتا تھا۔

حضور ﷺ کی جدائی کے یاد آجانے پر صحابہ کرامؓ کا رونا

حضرت ابو سعیدؓ فرماتے ہیں حضور ﷺ مرض الوفات میں ایک دن ہمارے پاس باہر تشریف لائے، ہم لوگ مسجد میں تھے۔ آپ نے سر پر پٹی باندھ رکھی تھی آپ سیدھے منبر کی طرف تشریف لے گئے اور منبر پر بیٹھ گئے۔ ہم بھی آپ کے پیچھے پیچھے چل کر آپ کے پاس بیٹھ گئے اور آپ نے فرمایا اس ذات کی قسم جس کے قبضہ میں میری جان ہے! میں اس وقت حوض (کوثر) پر کھڑا ہوا ہوں اور یہ بھی فرمایا کہ ایک بندے پر دنیا اور اس کی زینت پیش کی گئی لیکن اس نے آخرت کو اختیار کر لیا ہے اور تو کوئی نہ سمجھ سکا (کہ اس بندے سے کون مراد ہے ؟) البتہ حضرت ابو بکرؓ سمجھ گئے (کہ اس سے مراد خود حضور ﷺ ہیں) اور ان کی دونوں آنکھوں میں آنسو بھر آئے اور وہ رو پڑے اور یوں کہا میرے ماں باپ آپ پر قربان ہوں! ہم اپنے ماں باپ اور اپنا مال اور جان سب آپ پر قربان کرتے ہیں اس کے بعد حضور ﷺ (منبر سے) نیچے تشریف لے آئے اور پھر انتقال تک منبر پر تشریف فرما نہ ہوئے۔[2]

حضرت ابن عباسؓ فرماتے ہیں کہ جب اذا جاء نصر اللہ والفتح سورت نازل ہوئی (اور اس میں بتا دیا گیا کہ آپ جس کام کے لئے آئے تھے وہ پورا ہو گیا ہے) تو حضور ﷺ نے حضرت فاطمہؓ کو بلا کر فرمایا مجھے (اس سورت میں) اپنی وفات کی خبر دی گئی ہے یہ سن کر وہ رو پڑیں حضور ﷺ نے ان سے فرمایا مت رو کیونکہ میرے خاندان میں سے تم سب سے پہلے مجھ سے

---

[1] اخرجه احمد كذافي البداية (ج ٤ ص ٢٧) واخرجه ابن سعد (ج ٣ ص ٦٥) عن انس نحوه.

[2] اخرجه ابن ابي شيبة كذافي كنز العمال (ج ٤ ص ٥٨) واخرجه ابن سعد (ج ٢ ص ٤٦) عن ابي سعيد نحوه

ملوگی۔ یہ سن کر وہ ہنسنے لگیں۔ حضور ﷺ کی ایک زوجہ محترمہ یہ منظر دیکھ رہی تھیں انہوں نے (بعد میں) حضرت فاطمہؓ سے پوچھا۔ میں نے تمہیں پہلے روتے ہوئے دیکھا پھر ہنستے ہوئے (اس کی کیا وجہ ہے؟) حضرت فاطمہؓ نے بتایا پہلے حضور ﷺ نے مجھ سے فرمایا مجھے اپنی وفات کی خبر دی گئی ہے یہ سن کر میں رو پڑی تھی۔ پھر حضور ﷺ نے فرمایا مت رو کیونکہ میرے خاندان میں سے تم سب سے پہلے مجھ سے ملوگی تو میں ہنس پڑی تھی۔[1]

حضرت عائشہؓ فرماتی ہیں حضور ﷺ نے اپنی صاحبزادی حضرت فاطمہؓ کو اپنے مرض الوفات میں بلایا اور ان کے کان میں کوئی بات کہی جس پر وہ رو پڑیں۔ حضور ﷺ نے پھر انہیں بلا کر ان کے کان میں کوئی بات کہی جس پر وہ ہنس پڑیں۔ میں نے ان سے اس بارے میں پوچھا تو انہوں نے کہا حضور ﷺ نے پہلے مجھے بتایا کہ اس بیماری میں ان کا انتقال ہو جائے گا تو میں رو پڑی پھر حضور ﷺ نے بتایا کہ میں ان کے خاندان میں سے سب سے پہلے ان سے جا کر ملوں گی تو میں ہنس پڑی۔[2] ابن سعد نے اسی جیسی حدیث حضرت ام سلمہؓ سے بھی نقل کی ہے اور اس میں یہ ہے کہ حضرت ام سلمہ فرماتی ہیں کہ میں نے حضرت فاطمہؓ سے ان کے پہلے رونے اور پھر ہنسنے کی وجہ پوچھی تو انہوں نے کہا حضور ﷺ نے پہلے مجھے بتایا کہ عنقریب ان کا انتقال ہونے والا ہے پھر یہ بتایا کہ میں حضرت مریم بنت عمران علیہا السلام کے بعد جنت کی عورتوں کی سردار ہوں اس پر میں ہنسی تھی۔

حضرت علاءؓ فرماتے ہیں جب نبی کریم ﷺ کی وفات کا وقت قریب آیا تو حضرت فاطمہؓ رونے لگیں۔ حضور ﷺ نے ان سے فرمایا اے میری بٹیا! مت رو۔ جب میرا انتقال ہو جائے تو اناللہ وانا الیہ راجعون پڑھنا کیونکہ اناللہ پڑھ لینے سے انسان کو ہر مصیبت کا بدلہ مل جاتا ہے۔ حضرت فاطمہؓ نے کہا یا رسول اللہ! آپ کا بدل بھی مل جائے گا۔ حضور ﷺ نے فرمایا میرا بدل بھی مل جائے گا۔[3]

حضرت معاذ بن جبلؓ فرماتے ہیں کہ جب حضور ﷺ نے انہیں یمن بھیجا تو حضور ﷺ ان کو ہدایت دینے کے لئے ان کے ساتھ خود بھی (شہر سے) باہر نکلے۔ حضرت معاذؓ سواری پر تھے اور حضور ﷺ ان کی سواری کے ساتھ پیدل چل رہے تھے۔ جب حضور ﷺ ہدایات سے فارغ ہو گئے تو فرمایا اے معاذؓ! شاید اس سال کے بعد آئندہ تم مجھ سے نہ مل سکو اور شاید

---

[1] اخرجه الطبرانی قال الهيثمی (ج ۹ ص ۲۳) رجاله رجال الصحیح غیر حلال بن خباب وهو ثقة وفيه ضعف انتهى [2] اخرجه ابن سعد (ج ۲ ص ۲۹) واخرجه باسناد آخر عنها باطول منه
[3] اخرجه ابن سعد (ج ۲ ص ۳۱۲)

تم میری اس مسجد اور میری قبر کے پاس سے گزرو۔ یہ سن کر حضرت معاذؓ حضور ﷺ کی جدائی کے غم میں پھوٹ پھوٹ کر رونے لگے پھر حضور ﷺ ان کی طرف متوجہ ہوئے اور مدینہ کی طرف منہ کر کے فرمایا (قیامت کے دن) لوگوں میں سے میرے سب سے زیادہ قریب متقی لوگ ہوں گے جو بھی ہوں اور جہاں بھی ہوں (اس کے لئے کسی خاص قوم میں سے ہونا یا میرے شہر میں رہنا ضروری نہیں)[۱] امام احمد نے اسی حدیث کو عاصم بن حمید راوی سے نقل کیا ہے اس میں یہ ہے کہ حضور ﷺ نے یہ بھی فرمایا اے معاذؓ! مت رو کیونکہ (پھوٹ پھوٹ کر) رونا شیطان کی طرف سے ہے۔ (اصل رضا بر قضا ہے)

حضور ﷺ کی وفات کے خوف سے صحابہ کرامؓ کا رونا

حضرت ابن عباسؓ فرماتے ہیں کہ کسی نے حضور ﷺ کی خدمت میں حاضر ہو کر عرض کیا کہ انصار کے مرد اور عورتیں مسجد میں بیٹھے ہوئے رو رہے ہیں حضور ﷺ نے پوچھا وہ کیوں رو رہے ہیں؟ اس نے کہا کہ اس ڈر سے رو رہے ہیں کہ کہیں آپ کا انتقال نہ ہو جائے۔ چنانچہ اس پر حضور ﷺ حجرہ سے باہر تشریف لائے اور اپنے منبر پر بیٹھ گئے۔ آپ ایک کپڑا اوڑھے ہوئے تھے جس کے دونوں کنارے اپنے کندھوں پر ڈال رکھے تھے اور آپ سر پر ایک میلی پٹی باندھے ہوئے تھے۔ حمد و ثناء کے بعد آپ نے فرمایا۔

"اما بعد! اے لوگو! آئندہ لوگ زیادہ ہوتے جائیں گے اور انصار کم ہوتے جائیں گے یہاں تک کہ انصار لوگوں میں ایسے ہو جائیں گے جیسے کھانے میں نمک۔ لہٰذا جو بھی انصار کے کسی کام کا ذمہ دار بنے اسے چاہئے کہ ان کے بھلا کرنے والے کی بھلائی کو قبول کرے اور ان کے برے سے درگزر کرے"۔[۲]

حضرت ام فضل بنت حارثؓ فرماتی ہیں میں حضور ﷺ کے مرض الوفات میں حضور ﷺ کی خدمت میں آئی اور میں رونے لگی۔ حضور ﷺ نے سر اٹھا کر فرمایا کیوں رو رہی ہو؟ میں نے کہا یا رسول اللہ! آپ کے انتقال کے خوف سے اور اس وجہ سے کہ پتہ نہیں آپ کے

---

[۱] اخرجه احمد قال الهيثمی (ج ۹ ص ۲۲) رواه احمد باسنادين ورجال الا سنادين رجال الصحيح غير راشدين بن سعد و عاصم بن حميد وهما ثقتان انتهى.

[۲] اخرجه البزار قال الهيثمی فی المجمع (ج ۱۰ ص ۳۷) رواه البزار عن ابن كرامة عن ابن موسى ولم اعرف الآن اسماء هما وبقية رجاله رجال الصحيح وهو فی الصحيح خلا اوله الى قوله فخرج فجلس انتهى وقال لی هامشه عن ابن حجر ابن كرامة هو محمد بن عثمان بن كرامة وا بن موسى هو عبدالله وهما من رجال الصحيح انتهى واخرجه ابن سعد (ج ۲ ص ۲۵۲) عن ابن عباس نحوه

بعد ہمیں لوگوں کی طرف سے کیسا رویہ برداشت کرنا پڑے گا۔ حضور ﷺ نے فرمایا تمہیں میرے بعد کمزور سمجھا جائے گا۔[1]

حضور ﷺ کا (صحابہ کرام اور امت کو) الوداع کہنا

حضرت عبداللہ بن مسعودؓ فرماتے ہیں ہمارے محبوب نبی کریم ﷺ (میرے والد اور میری جان ان پر قربان ہو) کے انتقال سے چھ دن پہلے ہمیں ان کے انتقال کی خبر ہو گئی تھی۔ جب جدائی کا وقت قریب آیا تو حضور ﷺ نے ہمیں اماں جان حضرت عائشہؓ کے گھر میں جمع فرمایا۔ ہمارے اوپر آپ کی نظر پڑی تو آپ کی آنکھوں سے آنسو بہہ پڑے اور فرمایا مرحباً! تمہیں خوش آمدید ہو! اللہ تمہاری عمر دراز کرے! اللہ تمہاری حفاظت فرمائے۔ اللہ تمہیں ٹھکانہ دے۔ اللہ تمہاری مدد فرمائے۔ اللہ تمہیں بلند فرمائے! اللہ تمہیں ہدایت دے! اللہ تمہیں رزق عطا فرمائے! اللہ تمہیں توفیق عطا فرمائے! اللہ تمہیں سلامت رکھے! اللہ تمہیں قبول فرمائے! میں تمہیں وصیت کرتا ہوں کہ اللہ سے ڈرتے رہنا اور اللہ سے درخواست کرتا ہوں کہ وہ تمہارا خیال رکھے اور تمہارے کام اسی کے سپرد کرتا ہوں۔ میں تمہیں اس بات سے واضح طور پر ڈراتا ہوں کہ اللہ کے مقابلہ میں اس کے بندوں کے متعلق اس کی زمین پر تکبر نہ کرنا کیونکہ اللہ تعالیٰ نے مجھ سے اور تم سے فرمایا ہے:

تِلْكَ الدَّارُ الْاٰخِرَةُ نَجْعَلُهَا لِلَّذِيْنَ لَا يُرِيْدُوْنَ عُلُوًّا فِي الْاَرْضِ وَلَا فَسَادًا وَالْعَاقِبَةُ لِلْمُتَّقِيْنَ

(سورت قصص آیت ۸۳)

ترجمہ: "یہ عالم آخرت ہم ان ہی لوگوں کے لئے خاص کرتے ہیں جو دنیا میں نہ بڑا بننا چاہتے ہیں اور نہ فساد کرنا۔ اور نیک نتیجہ متقی لوگوں کو ملتا ہے۔" اور اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

اَلَيْسَ فِيْ جَهَنَّمَ مَثْوًى لِّلْمُتَكَبِّرِيْنَ (سورت زمر آیت ۶۰)

ترجمہ: "کیا ان متکبرین کا ٹھکانہ جہنم نہیں ہے"؟ پھر آپ نے فرمایا اللہ کا مقرر کردہ وقت اور اللہ تعالیٰ، سدرۃ المنتہیٰ (ساتویں آسمان پر بیری کا ایک درخت ہے فرشتوں کے پہنچنے کی حدو ہیں تک ہے اور یہ ایک مرکزی مقام ہے۔ عرش الٰہی سے احکام یہیں پہنچتے ہیں) جنت الماویٰ (متقیوں کی آرام گاہ والی جنت) لبریز پیالے اور سب سے بلند رفیق (یعنی اللہ تعالیٰ) کی طرف واپس جانے کا وقت بالکل قریب آگیا ہے۔ ہم نے پوچھا یا رسول اللہ! اس وقت آپ کو غسل کون دے؟ آپ نے فرمایا میرے خاندان کے مرد سب سے زیادہ قریب

---

[1] اخرجه احمد قال الهيثمي (ج ۹ ص ۳٤) وفيه يزيد بن ابى زياد ضعفه جماعة

کے رشتہ والا پھر اس کے بعد والا درجہ بدرجہ۔ پھر ہم نے پوچھا ہم آپ کو کس میں کفن دیں؟ آپ نے فرمایا اگر تم چاہو تو میرے ان ہی کپڑوں میں کفن دے دینا یا یمنی جوڑے میں یا مصری کپڑوں میں کفن دے دینا۔ پھر ہم نے کہا ہم میں سے کون آپ کی نماز جنازہ پڑھائے؟ یہ کہہ کر ہم بھی رو پڑے اور حضور ﷺ بھی۔ آپ نے فرمایا ذرا ٹھہرو اللہ تمہاری مغفرت فرمائے اور تمہیں تمہارے نبی ﷺ کی طرف سے بہترین جزاء عطا فرمائے جب تم مجھے غسل دے چکو اور میرے جنازہ کو میرے اس کمرے میں قبر کے کنارے پر رکھ دو تو پھر تم سب تھوڑی دیر باہر چلے جانا کیونکہ سب سے پہلے میرے خلیل اور ہم نشین حضرت جبرائیل علیہ السلام میری نماز جنازہ پڑھیں گے پھر حضرت میکائیل پھر حضرت اسرافیل پھر ملک الموت علیہم السلام اپنے پورے لشکر کے ساتھ پھر سارے فرشتے نماز جنازہ پڑھیں گے پھر تم ایک ایک جماعت بن کر اندر آجانا اور مجھ پر صلوۃ و سلام پڑھنا اور کسی عورت کو نوحہ کر کے نہ رونے دینا ورنہ مجھے تکلیف ہوگی پہلے میرے خاندان کے مرد اندر آکر صلوۃ و سلام پڑھیں پھر تم لوگ۔ تم میری طرف سے اپنے لئے سلام قبول کر لو اور جتنے میرے بھائی اس وقت غائب ہیں انہیں میرا سلام کہہ دینا اور میں تمہیں اس بات پر گواہ بناتا ہوں کہ میرے بعد جو بھی تمہارے دین میں داخل ہو میں اسے بھی سلام کہہ رہا ہوں اور آج سے لے کر قیامت تک جو بھی میرے دین کا اتباع کرے گا میں اسے بھی سلام کہہ رہا ہوں پھر ہم نے کہا یا رسول اللہ! ہم میں سے کون آپ کو قبر میں اتارے؟ آپ نے فرمایا میرے خاندان کے مرد اور ان کے ساتھ بہت سے فرشتے ہوں گے وہ فرشتے تو تمہیں دیکھ رہے ہوں گے لیکن تم انہیں نہ دیکھ سکو گے۔[1]

حضور ﷺ کا وصال مبارک

حضرت یزید بن بابنوس رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں میں اپنے ایک ساتھی کے ساتھ

[1] اخرجه البزار قال الهيثمي (ج ۹ ص ۲۵) رجاله رجال الصحيح غير محمد بن اسماعيل بن سمرة الاحمسي وهو ثقة ورواه الطبراني في الاوسط بنحوه الا انه قال قبل موته بشهر وذكر في اسناده ضعفاء منهم اشعث بن طابق قال الازدي لا يصح حديثه انتهى واخرجه ابو نعيم في الحلية (ج ٤ ص ۱٦۸) عن ابن مسعودؓ بنحوه مطولا بفرق يسير ثم قال هذا حديث غريب من حديث مرة عن عبدالله لم يروه متصل الاسناد الا عبدالملك بن عبدالرحمن و هو ابن الاصبهاني واخرجه ابن سعد (ج ۲ ص ۲٥٦) عن ابن مسعود بنحوه مطولا وفي اسناده الواقدي بمعناه

حضرت عائشہؓ کی خدمت میں گیا۔ ہم نے ان کی خدمت میں اندر آنے کی اجازت چاہی۔ انہوں نے ہمارے لئے ایک تکیہ رکھ دیا اور درمیان میں اپنی طرف پردہ کھینچ لیا (اور ہمیں اندر آنے کی اجازت دے دی اندر جاکر) میرے ساتھی نے کہا اے ام المومنین! آپ عراک کے بارے میں کیا فرماتی ہیں؟ انہوں نے کہا عراک کیا ہوتا ہے؟ میں نے اپنے ساتھی کے کندھے پر ہاتھ مارا حضرت عائشہؓ نے کہا ایسے نہ کرو تم نے اپنے بھائی کو تکلیف پہنچائی ہے اچھا عراک کیا ہوتا ہے؟ حیض کو کہتے ہیں (یعنی تم حالت حیض میں بیوی کے جسم کو ہاتھ اور جسم لگانے کے بارے میں پوچھ رہے ہو) اللہ تعالیٰ نے جو کچھ حیض کے بارے میں فرمایا ہے تم اسی پر عمل کرو (اور اس بارے میں میں اپنا قصہ سناتی ہوں) میں حالت حیض میں ہوتی تھی حضور ﷺ مجھ سے لپٹتے تھے اور میرے سر کا بوسہ لیتے تھے لیکن میرے اور آپ کے جسم کے درمیان ایک کپڑا ہوتا تھا۔ حضور ﷺ کا معمول یہ تھا کہ آپ ﷺ جب میرے دروازے کے پاس سے گزرتے تو اکثر ایسی کوئی بات ارشاد فرماجاتے جس سے مجھے فائدہ ہوتا۔ ایک دن آپ میرے دروازے کے پاس سے گزرے لیکن آپ نے کچھ نہ فرمایا اس کے بعد دو تین مرتبہ اور گزرے لیکن کچھ نہ فرمایا۔ میں نے خادمہ سے کہا اے لڑکی! میرے لئے دروازہ پر تکیہ رکھ دو اور میں نے سر پر پٹی باندھ لی (اور حضور ﷺ کو متوجہ کرنے کے لئے بیمار بن کر تکیہ پر ٹیک لگائی) اتنے میں حضور ﷺ میرے پاس سے گزرے تو فرمایا اے عائشہؓ تمہیں کیا ہوگیا؟ میں نے کہا سر میں درد ہو رہا ہے۔ حضور ﷺ نے فرمایا ہائے میرے سر میں بھی درد ہے پھر آپ تشریف لے گئے۔ ابھی تھوڑی دیر ہی گزری تھی کہ آپ کو ایک کمبل میں اٹھا کر لایا گیا۔ آپ میرے پاس تشریف لے آئے اور ازواج مطہرات کو یہ پیغام بھیجا کہ میں بیمار ہوگیا ہوں اور مجھ میں اتنی ہمت نہیں ہے کہ میں باری باری تمہارے ہاں جاؤں تم مجھے اجازت دے دو تاکہ میں عائشہؓ کے پاس ٹھہر جاؤں چنانچہ میں آپ کی تیمارداری کرنے لگی۔ اس سے پہلے میں نے کبھی کسی کی تیمارداری نہیں کی تھی۔ ایک دن حضور ﷺ کا سر میرے کندھے پر رکھا ہوا تھا کہ اتنے میں حضور ﷺ کا سر میرے سر کی طرف جھک گیا میں سمجھی کہ حضور ﷺ میرے سر کا بوسہ وغیرہ لینا چاہتے ہیں کہ اتنے میں آپ کے منہ مبارک سے ایک ٹھنڈا قطرہ نکل کر میری ہنسلی کے گڑھے میں گرا تو اس سے میرے سارے جسم کے رونگٹے کھڑے ہوگئے۔ میں یہ سمجھی کہ آپ بے ہوش ہوگئے ہیں۔ میں نے آپ ﷺ پر ایک چادر ڈال دی۔ پھر حضرت عمرؓ اور حضرت مغیرہ بن شعبہؓ آئے اور انہوں نے اندر آنے کی اجازت

چاہی میں نے دونوں کو اجازت دے دی اور اپنی طرف پردہ کھینچ لیا۔ حضرت عمرؓ نے حضور ﷺ کو دیکھ کر کہا ہائے بے ہوشی! حضور ﷺ کی بے ہوشی کتنی زیادہ ہے۔ پھر دونوں کھڑے ہو کر چل دیئے۔ جب دروازے کے قریب پہنچے تو حضرت مغیرہؓ نے کہا حضور ﷺ کا انتقال ہو گیا ہے حضرت عمرؓ نے کہا نہیں۔ تم غلط کہتے ہو، اور تم ہمیشہ فتنہ والی بات کرتے ہو۔ جب تک اللہ تعالیٰ منافقوں کو بالکل ختم نہیں کر دیں گے حضور ﷺ کا انتقال نہیں ہو گا پھر حضرت ابو بکرؓ آگئے۔ میں نے وہ پردہ ہٹا دیا۔ حضرت ابو بکرؓ نے حضور ﷺ کو دیکھ کر کہا انا للہ وانا الیہ راجعون۔ اللہ کے رسول ﷺ کا انتقال ہو گیا۔ پھر حضور ﷺ کے سر کی طرف سے انہوں نے اپنا منہ جھکایا اور حضور ﷺ کی پیشانی کا بوسہ لے کر کہا ہائے اللہ کے نبی ﷺ! پھر اپنے سر کو اوپر اٹھایا پھر منہ کو جھکا کر دوبارہ پیشانی کا بوسہ لیا اور کہا ہائے میرے خاص دوست! پھر سر کو اوپر اٹھایا پھر منہ کو جھکا کر تیسری مرتبہ پیشانی کا بوسہ لیا اور کہا ہائے میرے جگری دوست! حضور ﷺ کا انتقال ہو گیا ہے۔ پھر وہ مسجد چلے گئے اور حضرت عمرؓ لوگوں میں بیان کر رہے تھے اور کہہ رہے تھے کہ جب تک اللہ تعالیٰ منافقوں کو بالکل ختم نہیں کر دے گا اللہ کے رسول ﷺ کا انتقال نہیں ہو گا (حضرت ابو بکرؓ کے آنے پر حضرت عمرؓ رک گئے اور) حضرت ابو بکرؓ نے اللہ کی حمد و ثناء کے بعد یہ بیان کیا کہ اللہ تعالیٰ (قرآن مجید میں) فرماتے ہیں
(اِنَّكَ مَيِّتٌ وَّ اِنَّهُمْ مَّيِّتُوْنَ (سورت زمر آیت ۳۰)

ترجمہ: آپ کو بھی مرنا ہے اور ان کو بھی مرنا ہے۔ اور یہ آیت پوری پڑھی اور اللہ تعالیٰ یہ بھی فرماتے ہیں وَمَا مُحَمَّدٌ اِلَّا رَسُوْلٌ قَدْ خَلَتْ مِنْ قَبْلِهِ الرُّسُلُ اَفَاِنْ مَّاتَ اَوْ قُتِلَ انْقَلَبْتُمْ عَلٰى اَعْقَابِكُمْ وَمَنْ يَّنْقَلِبْ عَلٰى عَقِبَيْهِ (سورۃ آل عمران آیت ۱۴۴)

ترجمہ: "اور محمد ﷺ نرے رسول ﷺ ہی تو ہیں آپ سے پہلے اور بھی بہت سے رسول ﷺ گزر چکے ہیں سو اگر آپ کا انتقال ہو جاوے یا آپ شہید ہو جاویں تو کیا تم لوگ الٹے پھر جاؤ گے اور جو شخص الٹا پھر بھی جاوے گا تو خدا تعالیٰ کا کوئی نقصان نہ کرے گا۔" یہ آیت بھی پوری پڑھی۔ اس کے بعد فرمایا جو اللہ کو معبود سمجھتا تھا تو وہ سمجھ لے کہ اللہ تو زندہ ہیں ان پر موت طاری نہیں ہو سکتی اور جو شخص محمد ﷺ کو معبود سمجھتا تھا تو وہ سن لے کہ محمد ﷺ کا انتقال ہو گیا ہے۔ اس پر حضرت عمرؓ نے کہا اچھا کیا یہ آیتیں اللہ کی کتاب (قرآن مجید) میں ہیں؟ (مجھے یہ آیتیں یاد ہی نہ رہیں اب حضرت ابو بکرؓ کے پڑھنے سے یاد آئی ہیں ان میں حضور ﷺ کے انتقال پانے کا ذکر ہے) پھر حضرت عمرؓ نے کہا اے لوگو! یہ ابو بکرؓ ہیں اور یہ مسلمانوں میں بڑے عمدہ اور اعلیٰ کارناموں والے ہیں لہذا ان سے بیعت ہو جاؤ۔ چنانچہ لوگ ان سے

بیعت ہو گئے۔[1]

حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی تجہیز و تکفین

حضرت علی بن ابی طالبؓ فرماتے ہیں جب ہم لوگ حضور ﷺ کی تجہیز و تکفین کی تیاری کرنے لگے تو باہر لوگ بہت تھے اس لئے ہم نے دروازہ اندر سے بند کر دیا اس پر انصار نے پکار کر کہا ہم حضور ﷺ کے ماموں ہیں (حضور ﷺ کی والدہ مدینہ کی تھیں) اور ہمیں اسلام میں نمایاں مرتبہ حاصل ہے اور قریش نے پکار کر کہا ہم حضور ﷺ کے والد کے خاندان کے لوگ ہیں (یعنی انصار اور قریش کے لوگ سب ہی اندر جا کر غسل وغیرہ دینے میں شریک ہونا چاہتے تھے) اس پر حضرت ابو بکرؓ نے بلند آواز سے فرمایا اے مسلمانو! ہر خاندان اور قریبی رشتہ دار اپنے جنازہ کے دوسروں سے زیادہ حق دار ہوتے ہیں (لہذا حضور ﷺ کے چچا حضرت عباسؓ اور چچازاد بھائی زیادہ حقدار ہیں) اس لئے ہم تمہیں خدا کا واسطہ دے کر کہتے ہیں کہ (تم اندر نہ آؤ کیونکہ) اگر تم سب اندر آؤ گے تو جو زیادہ حق دار ہیں وہ پیچھے رہ جائیں گے اللہ کی قسم! اندر صرف وہی آئے گا جسے بلایا جائے گا۔ حضرت علی بن حسینؓ فرماتے ہیں انصار نے پکار کر کہا (حضور ﷺ کی تجہیز و تکفین میں) ہمارا بھی حق ہے حضور ہمارے بھانجے ہیں اور اسلام میں ہمارا مقام بہت بڑا ہے اور انہوں نے یہ مطالبہ حضرت ابو بکرؓ کے سامنے پیش کیا تو انہوں نے فرمایا قریبی رشتہ دار اور خاندان والے اس کام کے زیادہ حق دار ہیں لہذا تم یہ مطالبہ حضرت علی اور حضرت عباسؓ کے سامنے پیش کرو کیونکہ ان کے پاس اندر وہی جائے گا جسے یہ حضرات چاہیں گے۔[2]

حضرت ابن عباسؓ فرماتے ہیں جب حضور ﷺ کی بیماری بڑھ گئی تو آپ کے پاس حضرت عائشہ اور حضرت حفصہؓ تھیں۔ اتنے میں حضرت علیؓ داخل ہوئے تو حضور ﷺ نے انہیں دیکھ کر سر اٹھایا اور فرمایا میرے قریب آجاؤ۔ میرے قریب آجاؤ۔ حضرت علیؓ نے قریب جا کر حضور ﷺ کو اپنے سہارے سے بٹھا لیا اور حضور ﷺ کے وصال تک ان ہی کے پاس رہے۔ جب حضور ﷺ کا انتقال ہو گیا تو حضرت علیؓ نے کھڑے ہو کر اندر سے دروازہ بند کر لیا۔ حضرت عباسؓ اور بنو عبد المطلب (حضور ﷺ کے دادا کے خاندان والے) رضی اللہ

---

[1] اخرجه احمد كذافي البداية (ج ٥ ص ٢٤١) قال الهيثمي (ج٩ ص ٣٣) رجال احمد ثقات ورواه ابو يعلى نحوه مع زيادة باسناد وضعيف انتهى واخرجه ابن سعد (ج ٢ ص ٢٦٧) عن يزيد بن بابنوس نحوه مختصرا۔

[2] اخرجه ابن سعد (ج٢ ص ٦١)

عنہم آکر باہر دروازہ پر کھڑے ہو گئے۔ حضرت علیؓ کہنے لگے میرے والد آپ پر قربان ہوں! آپ زندگی میں بھی پاک تھے اور انتقال کے بعد بھی پاک ہیں اور حضور ﷺ کے جسم سے ایسی عمدہ خوشبو مہک رہی تھی کہ لوگوں نے ویسی خوشبو کبھی نہیں دیکھی تھی پھر حضرت عباسؓ نے حضرت علیؓ سے فرمایا عورتوں کی طرح رونا چھوڑ دو اور اپنے حضرت کی تجہیز و تکفین کی طرف متوجہ ہو جاؤ اس پر حضرت علیؓ نے فرمایا حضرت فضل بن عباسؓ کو اندر میرے پاس بھیج دو۔ انصار نے کہا ہم تمہیں اللہ کا اور حضور ﷺ سے اپنے تعلق کا واسطہ دے کر کہتے ہیں کہ حضور ﷺ کے کفن اور غسل میں ہمارا بھی حصہ ہو (اس پر حضرت علیؓ نے کہا اپنا ایک آدمی اندر بھیج دو) چنانچہ انصار نے اپنا ایک آدمی اندر بھیجا جس کا نام اوس بن خولیؓ تھا وہ ایک ہاتھ میں گھڑا بھی اٹھائے ہوئے تھے۔ یہ حضرات ابھی اندر ہی تھے غسل شروع نہیں کیا تھا کہ انہیں یہ آواز سنائی دی کہ رسول اللہ ﷺ کے کپڑے مت اتارو۔ اور وہ جیسے ہیں ویسے ہی ان کو قمیص میں غسل دے دو (اللہ تعالیٰ نے فرشتے کے ذریعہ ان حضرات کی اس موقع پر رہبری فرمائی) چنانچہ حضرت علیؓ نے حضور ﷺ کو غسل دیا۔ وہ قمیص کے نیچے ہاتھ ڈال کر جسم کو نہلاتے تھے اور حضرت فضل (پردے کے لئے) چادر تھامے ہوئے تھے اور وہ انصاری پانی لا رہے تھے اور حضرت علیؓ نے اپنے ہاتھ پر کپڑا باندھا ہوا تھا۔[1]

حضور ﷺ پر نماز جنازہ پڑھے جانے کی کیفیت

حضرت ابن عباسؓ فرماتے ہیں جب حضور ﷺ کا انتقال ہو گیا تو پہلے مردوں کو جماعتوں کی صورت میں اندر بھیجا گیا اور انہوں نے امام کے بغیر ہی حضور ﷺ کی نماز جنازہ پڑھی۔ وہ نماز پڑھ کر باہر آ گئے پھر عورتوں کو اندر بھیجا گیا اور انہوں نے نماز جنازہ پڑھی پھر بچوں کو اندر داخل کیا گیا اور انہوں نے نماز جنازہ پڑھی[2] پھر غلاموں کو جماعتوں کی صورت میں اندر بھیجا گیا اور انہوں نے نماز جنازہ پڑھی۔ حضور ﷺ کی نماز جنازہ میں ان سب حضرات کا امام کوئی نہیں تھا۔

حضرت سہل بن سعدؓ فرماتے ہیں جب حضور ﷺ کو کفن پہنا دیا گیا تو آپ کو چارپائی پر رکھا گیا اور پھر وہ چارپائی حضور ﷺ کی قبر کے کنارے پر رکھ دی گئی پھر لوگ اپنے ساتھیوں کے

---

[1] اخرجه الطبرانی قال الهیثمی (ج ۹ ص ۳۶) فیه یزید بن ابی زیاد و هو حسن الحدیث علی ضعفه و بقیة رجاله ثقات و روی ابن ماجه بعضه انتهی و اخرجه ابن سعد (ج ۲ ص ۶۳) عن عبداللہ بن الحارث بمعناه [2] اخرجه ابن اسحاق.

ساتھ اندر آتے اور اکیلے اکیلے بغیر امام کے نماز پڑھتے۔ حضرت موسیٰ بن محمد بن ابراہیم رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں مجھے اپنی والدہ کی لکھی ہوئی یہ تحریر ملی کہ جب حضور ﷺ کو کفن پہنا دیا گیا اور انہیں چارپائی پر رکھ دیا گیا تو حضرت ابو بکرؓ اور حضرت عمرؓ اندر تشریف لائے اور ان کے ساتھ اتنے مہاجرین اور انصار بھی تھے جو اس کمرے میں آسکتے تھے۔ ان دونوں حضرات نے کہا السلام علیك ایھا النبی ورحمة الله وبركاته. پھر ان ہی الفاظ کے ساتھ مہاجرین اور انصار نے سلام کیا۔ پھر ان سب نے صفیں بنالیں اور امام کوئی نہ بنا۔ حضرت ابو بکرؓ اور حضرت عمرؓ پہلی صف میں حضور ﷺ کے سامنے تھے ان دونوں حضرات نے کہا اے اللہ! ہم اس بات کی گواہی دیتے ہیں کہ حضور ﷺ پر جو کچھ آسمان سے نازل ہوا تھا حضورؐ نے وہ پہنچا دیا اور انہوں نے اپنی امت کے ساتھ پوری خیر خواہی کی اور اللہ کے راستہ میں انہوں نے خوب محنت کی اور جہاد کیا یہاں تک کہ اللہ تعالیٰ نے اپنے دین کو عزت عطا فرمادی اور اللہ کا کلمہ یعنی دین اسلام پورا ہو گیا اور لوگ اللہ وحدہ لاشریک لہ، پر ایمان لے آئے۔ اے ہمارے معبود! ہمیں ان لوگوں میں سے بنا جو اس بات پر عمل کرتے ہیں جو ان پر اتاری گئی اور ہمیں آخرت میں حضور ﷺ کے ساتھ جمع فرما اور ہمارا ان سے تعارف کرا دینا اور ان کا تعارف ہم سے کیونکہ حضور ﷺ مومنوں کے لئے بڑے شفیق اور مہربان تھے۔ ہم حضور ﷺ پر ایمان لانے کا دنیا میں بدلہ نہیں چاہتے اور نہ اس ایمان کو کسی قیمت پر کبھی بیچیں گے لوگ ان کی دعا پر آمین کہتے جاتے اس طرح لوگ فارغ ہو کر نکلتے جاتے اور دوسرے اندر آجاتے یہاں تک کہ تمام مردوں نے نماز پڑھی پھر عورتوں نے پھر بچوں نے پڑھی۔[۱]

حضرت علیؓ فرماتے ہیں جب حضور ﷺ کو چارپائی پر رکھ دیا گیا تو میں نے کہا حضور ﷺ کی نماز جنازہ کا کوئی امام نہیں بنے گا کیونکہ حضور ﷺ جیسے زندگی میں تمہارے امام تھے ایسے ہی انتقال کے بعد بھی تمہارے امام ہیں اس پر لوگ جماعتوں کی صورت میں داخل ہوتے اور صفیں بنا کر تکبیریں کہتے اور ان کا کوئی امام نہ ہوتا اور میں حضور ﷺ کے سامنے کھڑے ہو کر یہ کہتا جاتا السلام علیك ایھا النبی ورحمة الله وبركاته. اے اللہ! ہم اس بات کی گواہی دیتے ہیں کہ جو ان پر نازل کیا گیا تھا وہ انہوں نے سارا پہنچا دیا اور اپنی امت کی پوری خیر خواہی کی اور اللہ کے راستہ میں خوب محنت کی اور جہاد کیا یہاں تک کہ اللہ تعالیٰ نے اپنے دین کو عزت عطا فرمائی اور اللہ کا کلمہ پورا ہو گیا۔ اے اللہ! ہمیں ان لوگوں میں سے بنا جو اس وحی کا

---

۱ ۔ اخرجه الواقدی کذافی البدایة (ج ۵ ص ۲۶۵) واخرجه ابن سعد (ج ۲ ص ۶۹) ایضا عن الواقدی عن موسی بن محمد بن ابراهیم بن الحارث التیمی نحوه.

اتباع کرتے ہیں۔ جو ان پر نازل کی گئی تھی اور آپ کے بعد ہم کو ثابت قدم رکھ اور آخرت میں ہمیں ان کے ساتھ جمع فرما اور لوگ آمین کہتے جاتے۔ پہلے مردوں نے نماز پڑھی پھر عورتوں نے پھر بچوں نے۔[1]

حضور ﷺ کی وفات پر صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم کی حالت اور ان کا حضور ﷺ کی جدائی پر رونا

حضرت انسؓ فرماتے ہیں حضور ﷺ کا انتقال ہو گیا۔ حضرت ابو بکرؓ نے دیکھا کہ لوگ آپس میں چپکے چپکے باتیں کر رہے ہیں۔ حضرت ابو بکرؓ نے اپنے غلام سے فرمایا جاؤ اور سنو کہ لوگ چپکے چپکے کیا باتیں کر رہے ہیں پھر مجھے آکر بتاؤ اس نے واپس آکر بتایا کہ لوگ کہہ رہے ہیں کہ حضرت محمد ﷺ کا انتقال ہو گیا ہے۔ حضرت ابو بکرؓ یہ سنتے ہی تیزی سے چلے اور وہ فرما رہے تھے کہ ہائے! میری کمر ٹوٹ رہی ہے۔ انہیں اتنا زیادہ غم تھا کہ لوگ یہی سمجھ رہے تھے کہ یہ مسجد تک نہیں پہنچ سکیں گے۔ بہر حال وہ ہمت کر کے کسی طرح مسجد پہنچ ہی گئے۔[2]

حضرت ابن عباسؓ فرماتے ہیں جب حضور ﷺ نے دنیا سے پردہ فرمالیا تو حضرت ابو بکرؓ حضور ﷺ کے حجرہ سے مسجد میں تشریف لائے اس وقت حضرت عمرؓ مسجد میں لوگوں میں بیان کر رہے تھے حضرت ابو بکرؓ نے کہا اے عمرؓ! بیٹھ جاؤ (اس پر حضرت عمرؓ بیٹھ گئے) حضرت ابو بکرؓ نے اللہ تعالیٰ کی حمد و ثناء اور کلمہ شہادت کے بعد فرمایا:

امابعد! تم میں سے جو آدمی حضرت محمد ﷺ کی عبادت کرتا تھا اسے معلوم ہو جانا چاہئے کہ حضرت محمد ﷺ کا انتقال ہو گیا اور جو اللہ تعالیٰ کی عبادت کرتا تھا اسے یقین ہونا چاہئے کہ اللہ تعالیٰ ہمیشہ زندہ رہیں گے ان کی موت نہیں آسکتی اور اللہ تعالیٰ نے قرآن مجید میں فرمایا:

وَمَا مُحَمَّدٌ اِلاَّ رَسُوْلٌ قَدْ خَلَتْ مِنْ قَبْلِهِ الرُّسُلُ اَفَاِنْ مَّاتَ اَوْ قُتِلَ انْقَلَبْتُمْ عَلٰى اَعْقَابِكُمْ۔ آخر تک

(سورت آل عمران آیت ۱۴۴)

ترجمہ: "اور محمد نرے رسول ہی تو ہیں آپ سے پہلے اور بہت سے رسول گزر چکے ہیں سو اگر آپ کا انتقال ہو جاوے یا آپ شہید ہی ہو جاویں تو کیا تم لوگ الٹے پھر جاؤ گے۔" حضرت ابن عباسؓ کہتے ہیں اللہ کی قسم! ایسا معلوم ہو رہا تھا کہ گویا لوگ حضرت ابو بکرؓ کی تلاوت سے

[1] اخرجه ابن سعد (ج ۲ ص ۷۰) ایضا عن عبداللّٰه بن محمد بن عمر بن علی بن ابی طالب عن ابیه عن جده كذا فی الكنز (ج ٤ ص ٥٥)

[2] اخرجه ابن خسرو كذافی الكنز (ج ٤ ص ٤٨)

پہلے اس آیت کو جانتے ہی نہیں تھے کہ یہ بھی اتری ہے۔ تمام لوگوں نے حضرت ابو بکرؓ سے اس آیت کو ایک دم لے لیا اور ہر آدمی اسے پڑھنے لگا اور حضرت عمر بن خطابؓ نے فرمایا اللہ کی قسم! جوں ہی میں نے حضرت ابو بکرؓ کو یہ آیت پڑھتے ہوئے سنا میں تو دہشت کے مارے کانپنے لگ گیا اور میرے پیروں میں اٹھانے کی سکت نہ رہی اور میں زمین پر گر گیا اور جب میں نے حضرت ابو بکرؓ کو یہ آیت پڑھتے ہوئے سنا تب مجھے پتہ چلا کہ حضور ﷺ کا انتقال ہو گیا ہے۔[1]

حضرت عثمان بن عفانؓ فرماتے ہیں حضور ﷺ کا انتقال ہوا تو حضور ﷺ کے صحابہؓ کو اس کا اتنا زیادہ رنج و صدمہ ہوا کہ بعض صحابہؓ کو تو (یہ وسوسہ بھی آنے لگ گیا کہ اب اسلام مٹ جائے گا) میں بھی ان ہی لوگوں میں تھا۔ ایک دن میں مدینہ کی ایک حویلی میں بیٹھا ہوا تھا اور حضرت ابو بکرؓ کی بیعت ہو چکی تھی کہ اتنے میں حضرت عمرؓ میرے پاس سے گزرے لیکن شدت غم کی وجہ سے مجھے ان کے گزرنے کا بالکل پتہ نہ چلا۔ حضرت عمرؓ سیدھے حضرت ابو بکرؓ کے پاس گئے اور ان سے کہا اے خلیفہ رسول اللہ! کیا میں آپ کو ایک عجیب بات نہ بتاؤں؟ میں حضرت عثمانؓ کے پاس سے گزرا اور میں نے انہیں سلام کیا لیکن انہوں نے میرے سلام کا جواب نہ دیا۔ آگے اور حدیث بھی ہے جیسا کہ سلام کے باب میں آئے گی۔[2]

حضرت عبدالرحمٰن بن سعید بن یربوعؒ فرماتے ہیں ایک دن حضرت علی بن ابی طالبؓ آئے انہوں نے سر پر کپڑا ڈالا ہوا تھا اور بہت غمگین تھے۔ حضرت ابو بکرؓ نے ان سے فرمایا کیا بات ہے؟ بڑے غمگین نظر آرہے ہو۔ حضرت علیؓ نے کہا مجھے وہ زبردست غم پیش آیا ہے جو آپ کو نہیں آیا ہے۔ حضرت ابو بکرؓ نے فرمایا سنو یہ کیا کہہ رہے ہیں! میں تمہیں اللہ کا واسطہ دے کر پوچھتا ہوں کیا تمہارے خیال میں کوئی آدمی ایسا ہے جسے مجھ سے زیادہ حضور ﷺ کا غم ہوا ہو؟[3]

حضرت ام سلمہؓ فرماتی ہیں حضور ﷺ (کا انتقال ہو چکا تھا اور ان) کا جنازہ ہمارے گھروں میں رکھا ہوا تھا۔ ہم سب ازواج مطہرات جمع تھیں اور رو رہی تھیں اور اس رات ہم بالکل نہ سوئی تھیں۔ ہم آپ کو چارپائی پر دیکھ کر خود کو تسلی دے رہی تھیں کہ اتنے میں آخر شب میں حضور ﷺ کو دفن کر دیا گیا اور قبر پر مٹی ڈالنے کے لئے ہم نے پھاوڑوں کے چلنے کی آواز سنی تو ہماری بھی چیخ نکل گئی اور مسجد والوں کی بھی، اور سارا مدینہ اس چیخ سے گونج اٹھا۔ اس کے بعد

---

[1] اخرجه عبدالرزاق و ابن سعد و ابن ابی شيبة و احمد و البخاری و ابن حبان وغير هم كذافي الكنز (ج ٤ ص ٤٨)
[2] اخرجه ابن سعد (ج ٤ ص ١٢٨)
[3] اخرجه ابن سعد (ج ٢ ص ٨٤)

حضرت بلالؓ نے فجر کی اذان دی تو جب انہوں نے اذان میں حضور ﷺ کا نام لیا یعنی اشھد ان محمدا رسول اللہ کہا تو زور زور سے رو پڑے اور اس سے ہمارا غم اور بڑھ گیا۔ تمام لوگ آپ کی قبر کی زیارت کے لئے اندر جانے کی کوشش کرنے لگے اس لئے دروازہ اندر سے بند کرنا پڑا۔ ہائے وہ کتنی بڑی مصیبت تھی۔ اس کے بعد جو بھی مصیبت ہمارے اوپر آئی تو حضور ﷺ (کے جانے) کی مصیبت کو یاد کرنے سے وہ مصیبت ہلکی ہو گئی۔[1]

حضرت ابو ذؤیب ہذلیؓ فرماتے ہیں میں مدینہ منورہ آیا تو میں نے دیکھا کہ مدینہ والے اونچی آواز سے ایسے زور زور سے رو رہے ہیں جیسے کہ سارے حاجی احرام کی حالت میں زور سے لبیک کہہ رہے ہوں۔ میں نے پوچھا کیا ہوا؟ لوگوں نے بتایا حضور ﷺ کا انتقال ہو گیا ہے (اس وجہ سے سب لوگ رو رہے ہیں)۔[2]

حضرت عبید اللہ بن عمیرؓ فرماتے ہیں جب حضور ﷺ کا انتقال ہوا اس وقت مکہ مکرمہ اور اس کے آس پاس کے علاقے کے امیر حضرت عتاب بن اسیدؓ تھے۔ جب مکہ والوں کو حضور ﷺ کے انتقال کی خبر ملی تو مسجد حرام میں بیٹھے ہوئے سارے مسلمان زور زور سے رونے لگ گئے اور شدت غم کی وجہ سے حضرت عتابؓ تو مکہ مکرمہ سے باہر ایک گھاٹی میں چلے گئے (تاکہ تنہائی میں بیٹھ کر روتے رہیں) حضرت سہیل بن عمروؓ نے آکر حضرت عتاب کو کہا (تنہائی چھوڑو اور کھڑے ہو کر لوگوں میں بات کرو۔ انہوں نے کہا حضور ﷺ کے انتقال کی وجہ سے مجھ میں بات کرنے کی ہمت نہیں۔ حضرت سہیل نے کہا آپ میرے ساتھ چلیں آپ کی جگہ میں بات کر لوں گا۔ چنانچہ دونوں اس گھاٹی سے نکل کر مسجد حرام آئے اور حضرت سہیل نے کھڑے ہو کر بیان کیا انہوں نے اللہ کی حمد و ثناء کے بعد اپنے بیان میں وہ تمام باتیں کہہ دیں جو حضرت ابو بکرؓ نے مدینہ میں فرمائی تھیں ان میں سے ایک بات بھی تو نہ چھوڑی۔ (اور اللہ تعالیٰ نے ان کو مکہ والوں کے سنبھالنے کا ذریعہ بنالیا) جنگ بدر کے موقع پر حضرت سہیل بن عمرو بھی کافر قیدیوں میں تھے۔ حضرت عمرؓ ان کے آگے کے دانت نکالنا چاہتے تھے تو ان سے حضور ﷺ نے فرمایا تھا اے عمرؓ! تم کیوں ان کے آگے کے دانت نکالنے لگے ہو؟! انہیں چھوڑ دو۔ ہو سکتا ہے اللہ تعالیٰ انہیں (اپنے دین کی خدمت کے لئے) کھڑے ہونے کا ایسا زبردست موقع دے جس سے تمہیں بہت زیادہ خوشی ہو۔ چنانچہ یہ وہی موقع تھا جس کی حضور ﷺ

---

[1] اخرجه الواقدی کذافی البدایة (ج ٥ ص ٢٧١) ورواه ابن سعد مختصرا (ج ٤ ص ١٢١)

[2] اخرجه ابن منده و ابن عساکر کذافی الکنز (ج ٤ ص ٥٨) ابن اسحاق بطوله کما سنذکر فیما قالت الصحابة علی وفاته ﷺ

نے خبر دی تھی اور ان کے اس بیان کا بہت اثر ہوا اور مکہ مکرمہ اور اس کے آس پاس کے سارے علاقے کے مسلمان سنبھل گئے اور حضرت عتاب کی امارت اور مضبوط ہو گئی۔[1]

حضرت ابو جعفرؒ فرماتے ہیں میں نے حضور ﷺ (کے انتقال) کے بعد کبھی حضرت فاطمہؓ کو ہنستے ہوئے نہیں دیکھا ہاں صرف تھوڑا سا مسکرا لیتیں جس سے چہرے کی ایک جانب ذرا لمبی ہو جاتی۔[2]

حضور ﷺ کی وفات پر صحابہ کرامؓ نے کیا کہا

حضرت اسحاق رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں حضور ﷺ کے انتقال پر حضرت ابو بکرؓ نے کہا آج ہم وحی سے اور اللہ تعالیٰ کے پاس سے آنے والے کلام سے محروم ہو گئے۔[3]

حضرت انسؓ فرماتے ہیں جب حضور ﷺ کا انتقال ہوا تو حضرت ام ایمنؓ رونے لگیں تو کسی نے ان سے پوچھا کہ آپ حضور ﷺ کے انتقال پر کیوں رو رہی ہیں؟ تو انہوں نے فرمایا (میں حضور ﷺ کے انتقال پر نہیں رو رہی ہوں) کیونکہ مجھے یقین تھا کہ حضور ﷺ کا عنقریب انتقال ہو جائے گا میں تو اس پر رو رہی ہوں کہ وحی کا سلسلہ اب بند ہو گیا۔[4]

حضرت انسؓ فرماتے ہیں نبی کریم ﷺ کی وفات کے بعد حضرت ابو بکرؓ نے حضرت عمرؓ کو فرمایا آؤ۔ حضرت ام ایمنؓ کی زیارت کرنے چلتے ہیں (میں بھی ان دونوں حضرات کے ساتھ گیا) جب ہم حضرت ام ایمن کے پاس پہنچے تو وہ رونے لگیں۔ ان حضرات نے ان سے فرمایا آپ کیوں روتی ہیں؟ اللہ کے ہاں جا کر اللہ کے رسول ﷺ کو جو کچھ ملا ہے وہ ان کے لئے یہاں سے (ہزاروں گنا) بہتر ہے۔ حضرت ام ایمن نے کہا اللہ کی قسم! میں اس وجہ سے نہیں رو رہی کہ مجھے یہ معلوم نہیں ہے کہ اللہ کے ہاں جا کر اللہ کے رسول ﷺ کو جو کچھ ملا ہے وہ ان کے لئے یہاں سے (ہزاروں گنا) بہتر ہے بلکہ میں تو اس وجہ سے رو رہی ہوں کہ اب آسمان سے وحی آنے کا سلسلہ رک گیا ہے۔ یہ بات ایسی موثر تھی کہ اسے سن کر وہ دونوں حضرات بھی رونے لگ پڑے[5] حضرت طارقؓ فرماتے ہیں جب حضور ﷺ کا انتقال ہوا تو حضرت ام ایمنؓ رونے لگیں۔ کسی نے ان سے کہا اے ام ایمن! آپ کیوں روتی ہیں؟ انہوں

---

[1] اخرجه سيف و ابن عساكر كذافي الكنز (ج ٤ ص ٤٦)

[2] اخرجه ابن سعد (ج ٢ ص ٨٤) [3] اخرجه ابو اسماعيل الهروى في دلائل التوحيد عن محمد بن اسحاق عن ابيه كذافي الكنز (ج ٤ ص ٥٠) [4] اخرجه احمد

[5] عند البيهقي من حديثه كذافي البداية (ج ٥ ص ٢٧٤) واخرجه ايضا ابن ابي شيبة و مسلم و ابو يعلى و ابو عوانة عن انس مثله كما في الكنز (ج ٤ ص ٤٨) و ابن سعد (ج ٨ ص ١٦٤) عن انس نحوه

نے فرمایا میں اس بات پر رو رہی ہوں کہ اب آسمان کی خبریں ہمارے پاس آنی بند ہو گئی ہیں۔[1] ایک روایت میں یہ ہے کہ حضرت ام ایمن نے فرمایا میں اس بات پر رو رہی ہوں کہ دن رات ہمارے پاس آسمان کی خبریں تازہ بتازہ آیا کرتی تھیں یہ سلسلہ اب بند ہو گیا ہے میں اس پر رو رہی ہوں۔ حضرت ام ایمن کی اس بات پر لوگوں کو بہت تعجب ہوا۔[2]

حضرت ابن عمرؓ فرماتے ہیں حضور ﷺ کے انتقال پر لوگ رونے لگے اور کہنے لگے اللہ کی قسم! ہماری تمنا یہ تھی کہ ہم حضور ﷺ سے پہلے مر جاتے کیونکہ اب ہمیں خطرہ ہے کہ آپ کے بعد کہیں ہم فتنوں میں نہ مبتلا ہو جائیں اس پر حضرت معن بن عدیؓ نے فرمایا لیکن اللہ کی قسم! میری تمنا تو یہ نہیں تھی کہ میں حضور ﷺ سے پہلے مر جاتا بلکہ میں تو یہ چاہتا ہوں کہ جیسے میں نے حضور ﷺ کی زندگی میں حضور ﷺ کو سچا مانا اور ان کی تصدیق کی ایسے ہی ان کے انتقال کے بعد ان کی تصدیق کروں۔

حضرت انسؓ فرماتے ہیں جب نبی کریم ﷺ کی بیماری اور بڑھ گئی اور آپ بہت زیادہ بے چین ہو گئے تو حضرت فاطمہؓ نے کہا ہائے ابا جان کی بے چینی! حضور ﷺ نے ان سے فرمایا آج کے بعد تمہارے والد پر کبھی بے چینی نہیں آئے گی۔ پھر جب حضور ﷺ کا انتقال ہو گیا تو حضرت فاطمہؓ نے فرمایا ہائے میرے ابا جان نے رب کی دعوت قبول کرلی۔ ہائے میرے ابا جان کا ٹھکانہ جنت الفردوس بن گیا۔ ہائے میرے ابا جان! ان کی موت پر ہم حضرت جبرائیل سے تعزیت کرتے ہیں۔ پھر جب حضور ﷺ دفن ہو گئے تو حضرت فاطمہؓ نے فرمایا اے انس! تمہارے دل حضور ﷺ پر مٹی ڈالنے کے لئے کیسے آمادہ ہو گئے۔[3]

حضرت فاطمہؓ نے فرمایا اے انسؓ! تمہارے دل کیسے آمادہ ہو گئے کہ تم حضور ﷺ کو مٹی میں دفنا کر واپس آگئے؟ حضرت حماد کہتے ہیں جب حضرت ثابتؓ یہ حدیث بیان کرتے تو اتنا روتے کہ پسلیاں ہلنے لگتیں۔[4]

حضرت عروہؓ فرماتے ہیں (حضور ﷺ کی پھوپھی) حضرت صفیہ بنت عبدالمطلبؓ نے

---

[1] عند ابن ابی شیبة کذافی الکنز (ج ٤ ص ٦٠) واخرجه ایضا ابن سعد (ج ٨ ص ١٦٤) بسند صحیح عن طارق نحوه

[2] اخرجه مالك كذافي البداية (ج ٦ ص ٣٣٩) واخرجه ابن عبدالبر في الا ستيعاب (ج ٣ ص ٤٤٦) من طريق مالك نحوه قال في الاصابة (ج ٣ ص ٤٥٠) وسعيد بن هاشم اى راوى الحديث عن مالك ضعيف و المحفوظ مرسل عروة انتهى وقداخرجه ابن سعد (ج ٣ ص ٤٦٥) عن عروة نحوه.

[3] اخرجه البخاری

[4] اخرجه البخاری والبغوی كذافي الاصابة (ج ٣ ص ٢٦٤) و اخرجه البزار نحوه قال الهیثمی (ج ٩ ص ٣٩) رجاله رجال الصحیح غیر بشر بن آدم وهو ثقة و اخرجه ابن زياده (ج ٧ ص ٨٩)

حضور ﷺ کی وفات پر چند اشعار کہے جن کا ترجمہ یہ ہے :

۱۔ میرا دل غمگین ہے اور میں نے رات اس آدمی کی طرح گزاری جس کا سب کچھ چھن گیا ہو اور میں نے انتظار میں اس آدمی کی طرح ساری رات جاگ کر گزاری جو لٹ گیا ہو، اور اس کے پاس کچھ نہ بچا ہو۔

۲۔ اور یہ سب کچھ ان غموں اور پریشانیوں کی وجہ سے ہے جنہوں نے میری نیند اڑا رکھی ہے کاش کہ مجھے موت کا جام اس وقت پلا دیا جاتا۔

۳۔ جب کہ لوگوں نے کہا مقدر میں لکھی ہوئی موت حضور ﷺ پر آگئی ہے۔

۴۔ جب ہم حضرت محمد ﷺ کے گھر والوں کے پاس گئے تو ہماری گردن کے بال غم کی وجہ سے سفید ہو گئے۔

۵۔ جب ہم نے آپ کے گھروں کو دیکھا کہ اب وہ وحشت ناک ہو گئے ہیں اور میرے حبیب ﷺ کے بعد اب ان میں کوئی نہیں رہا۔

۶۔ تو اس سے مجھ پر بہت بڑا غم طاری ہو گیا جو بہت دیر تک رہے گا اور جو میرے دل میں ایسا پیوست ہوا کہ وہ دل رعب زدہ ہو گیا اور یہ اشعار بھی حضرت صفیہؓ نے کہے جن کا ترجمہ یہ ہے :

۱۔ غور سے سنو! یا رسول اللہ! آپ ہمارے ساتھ سہولت کا معاملہ کرنے والے تھے۔ آپ ہمارے ساتھ اچھا سلوک کرتے تھے اور سخت معاملہ کرنے والے نہ تھے۔

۲۔ آپ ہمارے ساتھ بڑا اچھا سلوک کرنے والے اور نہایت مہربان اور ہمارے نبی ﷺ تھے اور ہر رونے والے کو آج آپ پر رو لینا چاہئے۔

۳۔ میری زندگی کی قسم! میں نبی کریم ﷺ کی موت کی وجہ سے نہیں رو رہی ہوں بلکہ آپ کے بعد آنے والے فتنوں اور اختلافات کی وجہ سے رو رہی ہوں۔

۴۔ حضرت محمد ﷺ کے تشریف لے جانے اور ان کی محبت کی وجہ سے میرے دل پر گرم لوہے سے داغ لگے ہوئے ہیں۔

۵۔ اے فاطمہؓ! حضرت محمد ﷺ کا رب اللہ تعالیٰ اس قبر پر رحمت بھیجے جو یثرب میں آپ کا ٹھکانہ بنی ہے۔

۶۔ میں حضرت حسنؓ کو دیکھ رہی ہوں کہ آپ نے اسے یتیم کر دیا اور اسے اس حال میں

چھوڑ دیا کہ وہ رو رو کر دور چلے جانے والے اپنے نانا کو پکار رہا ہے۔

۷۔ میری ماں، خالہ، چچا اور میری جان اور میری آل اولاد سب اللہ کے رسول ﷺ پر قربان ہیں۔

۸۔ آپ نے صبر فرمایا اور انتہائی صداقت کے ساتھ آپ نے اللہ کا پیغام پہنچادیا اور آپ کا انتقال اس حال میں ہوا کہ آپ دین میں مضبوط اور آپ کی ملت واضح اور آپ کا دین بالکل صاف ستھرا ہے۔

۹۔ اگر عرش کا مالک آپ کو ہم میں باقی رکھتا تو ہم بڑے خوش قسمت ہوتے لیکن (آپ کے انتقال فرمانے کا) اللہ کا فیصلہ پورا ہو کر رہا۔

۱۰۔ اللہ کی طرف سے آپ پر سلام اور تحیہ ہو اور آپ کو خوشی خوشی جنات عدن میں داخل کیا جائے۔[۱] حضرت محمد بن علی بن الحسینؒ فرماتے ہیں جب حضور ﷺ کا انتقال ہوا تو حضرت صفیہؓ (حضور ﷺ کے سامنے) اپنی چادر سے اشارہ کر کے یہ شعر پڑھ رہی تھیں جس کا ترجمہ یہ ہے:

آپ کے بعد پریشان کن حالات اور سخت مصیبتیں پیش آگئی ہیں اگر آپ اس موقع پر تشریف فرما ہوتے تو یہ حالات اور مصیبتیں اتنی زیادہ نہ ہوتیں۔[۲]

حضرت غنیم بن قیسؓ فرماتے ہیں جب نبی کریم ﷺ کا انتقال ہوا تو میں نے اپنے والد کو سنا کہ وہ یہ اشعار پڑھ رہے تھے جن کا ترجمہ یہ ہے:

۱۔ ہوش سے سنو! حضرت محمد ﷺ کے تشریف لے جانے کی وجہ سے میں ہلاک ہو گیا۔ حضور ﷺ کی زندگی میں میرا خاص ٹھکانہ تھا۔

۲۔ جہاں میں ساری رات صبح تک امن و چین سے گزارتا تھا۔[۳]

صحابہ کرام کا حضور ﷺ کو یاد کر کے رونا

حضرت زید بن اسلم رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں ایک رات حضرت عمر بن خطابؓ دیکھ بھال

---

[۱] اخرجه الطبرانی قال الهیثمی (ج ۹ ص ۳۹) رواه الطبرانی و اسناده حسن انتهی

[۲] عندالطبرانی قال الهیثمی (ج ۹ ص ۳۹) رجاله رجال الصحیح الا ان محمد الم یدرك صفیة انتهی

[۳] اخرجه البخاری و البغوی کذافی الاصابة (ج ۳ ص ۲٦٤) و اخرجه البزار نحوه قال الهیثمی (ج ۹ ص ۳۹) رجاله رجال الصحیح غیر بشر بن آدم وهو ثقة و اخرجه ابن زباده (ج ۷ ص ۸۹)

کرنے نکلے تو انہوں نے ایک گھر میں چراغ جلتے ہوئے دیکھا وہ اس گھر کے قریب گئے تو دیکھا کہ ایک بڑھیا کاتنے کے لئے اپنا اون تیر سے دھن رہی ہے اور حضور ﷺ کو یاد کر کے یہ اشعار پڑھ رہی ہے جن کا ترجمہ یہ ہے :

۱۔ حضرت محمد ﷺ پر نیک لوگوں کا درود ہو (یا رسول اللہ !) آپ پر چنے ہوئے بہترین لوگ درود بھیجیں۔

۲۔ آپ راتوں کو خوب عبادت کرنے والے اور صبح سحری کے وقت (اللہ کے سامنے) بہت زیادہ رونے والے تھے۔ موت کے آنے کے بہت سے راستے ہیں۔

۳۔ اور کاش میں جان لیتی کہ کیا میں اور میرے حبیب حضور (ﷺ) کسی گھر میں کبھی اکٹھے ہو سکیں گے ؟

یہ (محبت بھرے اشعار) سن کر حضرت عمرؓ بیٹھ کر رونے لگے اور بڑی دیر تک روتے رہے۔ آخر انہوں نے اس عورت کا دروازہ کھٹکھٹایا اس بڑھیا نے کہا کون ہے ؟ انہوں نے کہا عمرؓ بن خطاب۔ اس بڑھیا نے کہا مجھے عمرؓ سے کیا واسطہ اور عمرؓ اس وقت یہاں کس وجہ سے آئے ہیں ؟ حضرت عمرؓ نے کہا اللہ تم پر رحم فرمائے ! تم دروازہ کھولو تمہارے لئے کوئی ایسی خطرے کی بات نہیں ہے۔ چنانچہ اس بڑھیا نے دروازہ کھولا۔ حضرت عمرؓ اندر گئے اور فرمایا ابھی تم جو اشعار پڑھ رہی تھی ذرا مجھے دوبارہ سنانا۔ چنانچہ اس نے وہ اشعار دوبارہ حضرت عمرؓ کے سامنے پڑھے۔ جب وہ آخری شعر پر پہنچی تو حضرت عمرؓ نے اس سے کہا تم نے آخری شعر میں اپنا اور حضور ﷺ کا تذکرہ کیا ہے کسی طرح تم مجھے بھی اپنے دونوں کے ساتھ شامل کر لو۔ اس نے یہ شعر پڑھا۔ وعمر فاغفرله يا غفار یعنی اے غفار ! عمرؓ کی بھی مغفرت فرما اس پر حضرت عمرؓ خوش ہو گئے اور واپس آگئے۔[1]

حضرت عاصم بن محمدؒ اپنے والد سے نقل کرتے ہیں جب بھی حضرت ابن عمرؓ حضور ﷺ کا تذکرہ کرتے تو ایک دم بے اختیار ان کی آنکھوں سے آنسو بہہ پڑتے۔[2] حضرت مثنیٰ بن سعید ذارع رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں میں نے حضرت انس بن مالکؓ کو یہ فرماتے ہوئے سنا کہ میں ہر رات اپنے حبیب ﷺ کو خواب میں دیکھتا ہوں اور یہ فرما کر رونے لگ پڑے۔[3]

---

[1] اخرجه ابن المبارك و ابن عساكر كذافى منتخب الكنز (٤ ص ٣٨١)

[2] اخرجه ابن سعد (ج ٤ ص ١٦٨)

حضور ﷺ کی شان میں گستاخی کرنے والے کو صحابہؓ کرام کا مارنا

حضرت کعب بن علقمہ رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں حضرت غرفہ بن حارث کندیؓ حضور ﷺ کے صحبت یافتہ صحابی ہیں۔ انہوں نے سنا کہ ایک نصرانی حضور ﷺ کو برا بھلا کہہ رہا ہے تو انہوں نے اسے ایسا مارا کہ اس کی ناک ٹوٹ گئی۔ یہ معاملہ حضرت عمرو بن عاصؓ کے سامنے پیش ہوا۔ حضرت عمرو نے حضرت غرفہ سے فرمایا ہم تو ان سے امن دینے کا معاہدہ کر چکے ہیں۔ حضرت غرفہ نے کہا اللہ کی پناہ۔ یہ لوگ حضور ﷺ کو برا بھلا کہیں اور ہم ان کے معاہدے کا پھر بھی لحاظ کریں؟ ہم نے تو ان شرطوں پر ان سے معاہدہ کیا ہے کہ ہم ان کے عبادت خانوں کو کچھ نہیں کہیں گے یہ اپنے عبادت خانوں میں جو چاہیں کہیں اور ہم ان کی طاقت سے زیادہ بوجھ ان پر نہیں ڈالیں گے اور اگر کوئی دشمن ان پر حملہ کرے گا تو ہم ان کی طرف سے لڑیں گے اور ان کے احکام میں ہم کوئی دخل نہیں دیں گے ہاں اگر یہ ہمارے احکامات پر راضی ہو کر ہمارے پاس فیصلہ کروانے آئیں گے تو ہم اللہ اور اس کے رسول ﷺ کے احکامات کے مطابق ان کے بارے میں فیصلہ کریں گے اور اگر یہ اپنے معاملات کے بارے میں ہم سے الگ تھلگ رہیں گے تو ہم انہیں کچھ نہیں کہیں گے اس پر حضرت عمرو نے کہا تم ٹھیک کہہ رہے ہو۔[1]

حضرت غرفہ بن حارثؓ کو حضور ﷺ کی صحبت حاصل تھی اور انہوں نے حضرت عکرمہ بن ابی جہلؓ کے ساتھ مرتدوں سے جنگ بھی لڑی تھی وہ مصر کے ایک نصرانی کے پاس سے گزرے جس کو مندقون کہا جاتا تھا۔ حضرت غرفہ نے اسے اسلام کی دعوت دی تو اس نصرانی نے حضور ﷺ کا تذکرہ بُرے انداز میں کیا انہوں نے اسے مارا۔ پھر یہ معاملہ حضرت عمرو بن عاصؓ کے سامنے پیش ہوا۔ حضرت عمروؓ نے انہیں بلا کر کہا ہم تو ان سے امن دینے کا معاہدہ کر چکے ہیں اور پھر آگے پچھلی حدیث جیسا مضمون ذکر کیا ہے۔[2]

حضرت کعب بن علقمہ رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں حضرت غرفہ بن حارث کندیؓ کو نبی کریم

---

[1] اخرجه ابن سعد (ج ۷ ص ۲۰)

[2] اخرجه ابن المبارك عن حرملة بن عمران كذافي الا ستيعاب (ج ۳ ص ۱۹۳) واخرجه البخاري في تاريخه عن نعيم بن حماد عن عبدالله بن المبارك عن حرملة باسناده نحوه و اسناده صحيح كما في الا صابة (ج ۳ ص ۱۹۵)

ﷺ کی صحبت حاصل تھی یہ ایک آدمی کے پاس سے گزرے جس کے ساتھ امن دینے کا معاہدہ کیا ہوا تھا۔ حضرت غرفہ نے اسے اسلام کی دعوت دی۔ اس نے نبی کریم ﷺ کو برا بھلا کہہ دیا۔ انہوں نے اسے قتل کر دیا۔ حضرت عمرو بن عاصؓ نے ان سے کہا یہ لوگ معاہدے کی پابندی کی وجہ سے ہم سے مطمئن تھے (تم نے قتل کر کے معاہدہ توڑ دیا) حضرت غرفہ نے کہا ہم نے ان سے اس بات پر امن کا معاہدہ نہیں کیا کہ یہ اللہ اور رسول ﷺ کے بارے میں (برا بھلا کہہ کر) ہمیں تکلیف پہنچائیں۔ [1]

حضور ﷺ کا حکم بجالانا

حضرت عروہ بن زبیرؒ فرماتے ہیں حضور ﷺ نے حضرت عبداللہ بن جحشؓ کو (بطن) نخلہ مقام پر بھیجا اور ان سے فرمایا تم وہاں جاؤ اور قریش کے بارے میں کچھ خبر لے کر آؤ۔ حضور ﷺ نے انہیں لڑنے کا حکم نہیں دیا اور یہ اشہر حرم یعنی جن مہینوں میں کافر لوگ آپس میں لڑا نہیں کرتے تھے ان مہینوں کا واقعہ ہے حضور ﷺ نے انہیں یہ نہیں بتایا تھا کہ انہوں نے کہاں جانا ہے بلکہ انہیں ایک خط لکھ کر دیا (جو کہ بند تھا) اور ان سے فرمایا تم اپنے ساتھیوں کو لے کر جاؤ اور جب چلتے چلتے دو دن ہو جائیں تو یہ خط کھول کر دیکھ لینا اور اس میں میں نے تمہیں جس چیز کا حکم دیا ہو اس پر عمل کر لینا (خط پڑھنے کے بعد) اپنے کسی ساتھی کو اپنے ساتھ جانے پر مجبور نہ کرنا۔ دو دن سفر کرنے کے بعد انہوں نے وہ خط کھولا اور اسے پڑھا تو اس میں لکھا ہوا تھا کہ یہاں سے چل کر مقام نخلہ پر پہنچو اور قریش کے بارے میں جو خبریں تمہیں پہنچیں تم وہ لے کر ہمارے پاس آؤ۔ خط پڑھ کر حضرت عبداللہ بن جحش نے اپنے ساتھیوں سے کہا میں تو اللہ کے رسول ﷺ کی بات سنوں گا بھی اور مانوں گا بھی۔ تم میں سے جسے شہادت کا شوق ہو وہ تو میرے ساتھ چلے میں تو وہاں جا رہا ہوں اور حضور ﷺ کے حکم کو پورا کروں گا اور جسے شوق نہ ہو وہ واپس چلا جائے کیونکہ حضور ﷺ نے مجبور کر کے ساتھ لے جانے سے مجھے منع کیا ہے لیکن وہ تمام صحابہؓ ان کے ساتھ آگے نخلہ گئے (ان میں سے کوئی واپس نہ گیا) جب یہ حضرات بحران پہنچے تو حضرت سعد بن ابی وقاصؓ اور حضرت عتبہ بن غزوانؓ کا اونٹ گم ہو گیا جس پر یہ دونوں حضرات باری باری سوار ہوتے تھے یہ حضرات لوٹ

---

[1] اخرجه الطبرانی قال الهیثمی (ج ٦ ص ١٣) وفیه عبداللّٰه بن صالح کاتب اللیث قال عبدالملك بن شعیب بن اللیث ثقة مامون وضعفه جماعة وبقیة رجاله ثقات واخرجه البیهقی (ج ٩ ص ٢٠٠) نحوه

[2] عند ابن عساکر.

ڈھونڈنے کے لئے پیچھے رہ گئے اور باقی لوگ چل کر مقام نخلہ پہنچ گئے۔ عمرو بن حضرمی، حکم بن کیسان، عثمان بن عبد اللہ اور مغیرہ بن عبد اللہ ان کے پاس سے گزرے یہ لوگ اپنا تجارتی سامان چمڑا اور کشمش طائف سے لے کر آرہے تھے۔ انہوں نے ان کفار کی طرف جھانکا۔ جب کفار نے دیکھا کہ ان کا سر منڈا ہوا ہے تو انہوں نے کہا یہ عمرہ کر کے آرہے ہیں۔ اس لئے تمہیں ان سے کوئی خطرہ نہیں ہے (یہ لڑنے نہیں آئے) یہ رجب کا آخری دن تھا (اور رجب اشہر حرم میں داخل ہے یہ بھی ان چار مہینوں میں سے ہے جن میں کفار عرب آپس میں لڑتے نہیں تھے) اس لئے حضور ﷺ کے صحابہؓ نے آپس میں ان کفار کے بارے میں مشورہ کیا کہ اگر ان کافروں کو آج قتل کرو گے تو شہر حرام یعنی رجب میں قتل کرو گے (جو کہ تمام عربوں کے دستور کے خلاف ہوگا) اور اگر انہیں چھوڑ دو گے تو یہ آج حرم میں داخل ہو کر محفوظ ہو جائیں گے (کہ حدود حرم کے اندر کسی کو قتل کرنا جائز نہیں ہے) اس لئے حضرات صحابہؓ اس پر متفق ہو گئے کہ انہیں آج ہی قتل کر دیا جائے۔ چنانچہ حضرت واقد بن عبد اللہ نے عمرو بن حضرمی کو تیر مار کر قتل کر دیا اور عثمان بن عبد اللہ اور حکم بن کیسان کو گرفتار کر لیا۔ مغیرہ بھاگ گیا یہ حضرات اسے پکڑ نہ سکے۔ ان کافروں کے تجارتی قافلہ پر بھی ان حضرات نے قبضہ کر لیا اور دو قیدیوں اور اس تجارتی سامان کو لے کر یہ حضرات حضورؐ کی خدمت میں واپس پہنچے حضور ﷺ نے ان سے فرمایا اللہ کی قسم! میں نے تمہیں شہر حرام میں لڑنے کا حکم نہیں دیا تھا۔ پھر حضور ﷺ نے دونوں قیدیوں اور اس تجارتی سامان کو روک دیا اور اس میں سے کوئی چیز نہ لی۔ حضور ﷺ کا یہ فرمان سن کر ان حضرات کو بہت ہی زیادہ ندامت ہوئی اور وہ یوں سمجھے کہ ہم تو اب ہلاک ہو گئے اور ان کو مسلمان بھائیوں نے سختی سے ڈانٹا اور جب قریش کو اس واقعہ کی خبر ملی تو انہوں نے کہا محمد (علیہ السلام) نے شہر حرام میں خون بہایا ہے اور اس مہینے میں مال پر قبضہ کیا ہے اور ہمارے آدمیوں کو قید کیا ہے اور شہر حرام کی بے حرمتی کی ہے اور اسے دوسرے مہینوں کی طرح عام مہینہ بنا دیا ہے۔ اس پر اللہ تعالیٰ نے اس بارے میں یہ آیت نازل فرمائی:

يَسْأَلُونَكَ عَنِ الشَّهْرِ الْحَرَامِ قِتَالٍ فِيهِ قُلْ قِتَالٌ فِيهِ كَبِيرٌ وَصَدٌّ عَنْ سَبِيلِ اللَّهِ وَكُفْرٌ بِهِ وَالْمَسْجِدِ الْحَرَامِ وَإِخْرَاجُ أَهْلِهِ مِنْهُ أَكْبَرُ عِنْدَ اللَّهِ وَالْفِتْنَةُ أَكْبَرُ مِنَ الْقَتْلِ. (سورت بقرہ آیت ۲۱۷)

ترجمہ: ”لوگ آپ سے شہر حرام میں قتال کرنے کے متعلق سوال کرتے ہیں۔ آپ فرما دیجئے کہ اس میں خاص طور پر (یعنی عمداً) قتال کرنا جرم عظیم ہے اور اللہ تعالیٰ کی راہ سے روک ٹوک کرنا اور اللہ تعالیٰ کے ساتھ کفر کرنا اور مسجد حرام (کعبہ) کے ساتھ اور جو لوگ

مسجد حرام کے اہل تھے ان کو اس سے خارج کر دینا جرم عظیم ہیں۔ اللہ تعالیٰ کے نزدیک اور فتنہ پردازی کرنا اس قتل خاص سے بدرجہا بڑھ کر ہے۔

اللہ تعالیٰ فرمار ہے ہیں اللہ تعالیٰ کو نہ ماننا قتل سے بھی بڑا گناہ ہے۔ جب یہ آیت نازل ہوئی تو حضور ﷺ نے تجارتی سامان تو لے لیا لیکن قیدیوں کو فدیہ لے کر چھوڑ دیا (نخلہ جانے والے) مسلمانوں نے کہا (یا رسول اللہ!) کیا آپ کو امید ہے کہ ہمیں اس غزوہ پر ثواب ملے گا؟ تو اللہ تعالیٰ نے اس بارے میں یہ آیت نازل فرمادی: اِنَّ الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا وَالَّذِیْنَ هَاجَرُوْا سے لے کر اُولٰٓئِكَ یَرْجُوْنَ رَحْمَةَ اللّٰهِ آخر آیت تک۔ (سورت بقرہ آیت ۲۱۸)

ترجمہ: "حقیقتاً جو لوگ ایمان لائے ہوں اور جن لوگوں نے راہ خدا میں ترک وطن کیا ہو اور جہاد کیا ہو ایسے لوگ تو رحمت خداوندی کے امیدوار ہوا کرتے ہیں اور اللہ تعالیٰ (اس غلطی) کو معاف کر دیں گے اور تم پر رحمت کریں گے۔ اس غزوہ میں جانے والے آٹھ آدمی تھے اور ان کے امیر حضرت عبداللہ بن جحشؓ نویں آدمی تھے۔[1]

حضرت جندب بن عبداللہؓ فرماتے ہیں حضور ﷺ نے ایک جماعت بھیجی اور ان کا امیر حضرت عبیدہ بن حارثؓ کو بنایا۔ جب حضرت عبیدہؓ چلنے لگے تو حضور ﷺ کی محبت کے غلبہ میں (جدائی کی وجہ سے) رونے لگے۔ حضور ﷺ نے ان کی جگہ دوسرے کو بھیج دیا جن کا نام حضرت عبداللہ بن جحشؓ تھا اور انہیں ایک خط لکھ کر دیا اور حضور ﷺ نے انہیں حکم دیا کہ مدینہ سے فلاں جگہ جائیں اور وہاں جا کر یہ خط کھول کر پڑھیں اور پھر اس میں جہاں جانے کو لکھا ہے وہاں چلے جائیں اور اس جگہ پہنچنے سے پہلے یہ خط نہ پڑھیں اور یہ بھی فرمایا اپنے ساتھ کسی کو آگے جانے پر مجبور نہ کرنا۔ چنانچہ جب حضرت عبداللہ بن جحشؓ اس جگہ پہنچے تو انہوں نے وہ خط پڑھا اور خط پڑھ کر انا للّٰہ وانا الیہ راجعون پڑھی اور یہ کہا میں تو اللہ اور اس کے رسول ﷺ کی بات سنوں گا اور مانوں گا۔ ان کے ساتھیوں میں سے دو حضرات واپس چلے گئے اور باقی سب ان کے ساتھ آگے گئے۔ ان حضرات کو ابن الحضرمی ملا تو انہوں نے اس کو قتل کر دیا لیکن یہ معلوم نہ ہو سکا کہ یہ واقعہ رجب کا ہے یا جمادی الثانی کا مشرکوں نے کہا مسلمانوں نے شہر حرام یعنی رجب میں قتل کیا ہے اس پر یہ آیت نازل ہوئی: یَسْئَلُوْنَكَ عَنِ الشَّهْرِ الْحَرَامِ قِتَالٍ فِیْهِ قُلْ قِتَالٌ فِیْهِ كَبِیْرٌ سے لے کر وَالْفِتْنَةُ اَكْبَرُ مِنَ الْقَتْلِ تک۔ اس پر بعض

---

[1] اخرجه البيهقى (ج ۹ ص ۵۸) من طريق ابن اسحاق عن يزيد بن رومان واخرج ابو نعيم هذه القصة من طريق ابى سعيد البقال عن عكرمة عن ابن عباس مطولة و كذا اخرجها الطبرى من طريق اسباط بن نصر عن السدى كما فى الا صابة (ج ۳ ص ۲۷۸)

مسلمانوں نے کہا اگرچہ اس جماعت والوں نے کام تو اچھا کیا ہے لیکن انہیں ثواب نہیں ملے گا۔ اس پر یہ آیت نازل ہوئی: اِنَّ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَالَّذِيْنَ هَاجَرُوْا وَجَاهَدُوْا فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ اُولٰٓئِكَ يَرْجُوْنَ رَحْمَةَ اللّٰهِ وَاللّٰهُ غَفُوْرٌ رَّحِيْمٌ [1]

حضرت ابن عمرؓ فرماتے ہیں حضور ﷺ نے غزوہ خندق کے موقع پر فرمایا کوئی بھی راستہ میں عصر کی نماز نہ پڑھے بلکہ سب بنو قریظہ پہنچ کر نماز پڑھیں (چنانچہ صحابہؓ بنو قریظہ کی طرف چل پڑے) بعض صحابہؓ ابھی راستہ میں ہی تھے کہ نماز کا وقت ہو گیا تو بعض لوگوں نے کہا ہم تو عصر کی نماز وہاں بنو قریظہ پہنچ کر ہی پڑھیں گے اور بعض لوگوں نے کہا ہم تو یہاں راستہ میں ہی نماز پڑھ لیں گے کیونکہ حضور ﷺ کا مقصد (یہ تھا کہ ہم تیز چلیں) یہ نہیں تھا کہ راستہ میں چاہے وقت ہو جائے پھر بھی ہم نماز نہ پڑھیں۔ اس کا حضور ﷺ سے تذکرہ کیا گیا۔ حضور ﷺ نے ان دونوں قسم کے حضرات میں سے کسی کو بھی کچھ نہ کہا۔ [2]

حضرت کعب بن مالکؓ فرماتے ہیں جب حضور ﷺ غزوہ خندق سے واپس ہوئے تو آپ نے (ہتھیار اتار دیئے تھے پھر) دوبارہ ہتھیار لگا لیئے اور طہارت فرمائی۔ دوسرے راوی کی حدیث میں یہ ہے کہ (حضور ﷺ نے غزوہ خندق سے واپس آکر ہتھیار اتار دیئے تھے) پھر حضرت جبرائیل علیہ السلام نے آسمان سے حاضر خدمت ہو کر کہا آپؐ لڑنے والے دشمن (بنو قریظہ) کے خلاف اپنے مددگار جمع کر لیں۔ کیا بات ہے؟ میں دیکھ رہا ہوں کہ آپ نے ہتھیار اتار دیئے ہیں حالانکہ ہم (فرشتوں) نے ابھی تک ہتھیار نہیں اتارے۔ یہ سنتے ہی حضور ﷺ گھبرا کر اٹھے اور لوگوں کو بڑی تاکید سے یہ حکم دیا کہ وہ سب بنو قریظہ پہنچ کر ہی عصر کی نماز پڑھیں۔ چنانچہ صحابہؓ ہتھیار لگا کر چل پڑے اور بنو قریظہ پہنچنے سے پہلے ہی سورج غروب ہونے لگا۔ اس پر صحابہؓ کا نماز عصر کے بارے میں اختلاف ہو گیا۔ کچھ لوگوں نے کہا نماز پڑھ لو۔ حضور ﷺ کا یہ مقصد نہیں تھا کہ تم نماز (وقت پر پڑھنا) چھوڑ دو اور کچھ لوگوں نے کہا حضور ﷺ نے ہمیں بہت زور سے یہ تاکید فرمائی تھی کہ ہم بنو قریظہ پہنچ کر ہی نماز پڑھیں اس لئے ہم حضور ﷺ کا حکم مان کر نماز نہیں پڑھ رہے ہیں لہٰذا ہمیں کوئی گناہ نہیں ہو گا۔ چنانچہ ایک جماعت نے راستہ میں عصر کی نماز ایمان کے ساتھ ثواب کی امید میں پڑھ لی اور دوسری جماعت نے نہ پڑھی بلکہ بنو قریظہ پہنچ کر سورج غروب ہونے کے بعد ایمان کے ساتھ ثواب کی امید میں پڑھ لی۔ حضور ﷺ نے (معلوم ہونے پر) دونوں جماعتوں میں سے

---

[1] اخرجه البيهقي ايضا (ج ۹ ص ۱۱) واخرجه ابن ابی حاتم عن جندب بن عبدالله نحوه كما في البداية (ج ۳ ص ۲۵۱)
[2] اخرجه البخاري وبكذا رواه مسلم

کسی کو کچھ نہ کہا۔[1]

حضرت جابرؓ فرماتے ہیں جب حضور ﷺ نے جنگ حنین کے دن دیکھا کہ لوگ میدان چھوڑ کر جا رہے ہیں تو فرمایا اے عباسؓ! زور سے یہ آواز لگاؤ اے انصار کی جماعت! اے حدیبیہ میں درخت کے نیچے بیعت ہونے والو! (چنانچہ حضرت عباسؓ نے زور سے یہ آواز لگائی) جس پر انصار نے فوراً جواب میں کہا لبیک۔ حاضر ہیں لبیک۔ حاضر ہیں (اور آواز کی طرف آنے لگے) بعض صحابہؓ نے اپنی سواری کو آواز کی طرف موڑنا چاہا لیکن گھبراہٹ اور پریشانی کی وجہ سے وہ سواری نہ مڑ سکی تو وہ اس سواری سے اتر گئے اور سواری کو ویسے ہی چھوڑ دیا اور زرہ کو اتار پھینکا اور تلوار اور ڈھال لے کر اس آواز کی طرف تیزی سے چل پڑے۔ اس طرح حضور ﷺ کے پاس ان میں سے سو آدمی جمع ہو گئے تو آپ نے دشمن کے حالات کا اندازہ لگائے بغیر ہی ان سے جنگ شروع کر دی اور بڑے گھسان کی لڑائی ہوئی۔ پہلی آواز تو انصار کے لئے لگوائی تھی۔ آخر میں خزرج قبیلہ کے لئے آواز لگوائی کیونکہ یہ لوگ جم کر لڑنے والے تھے پھر حضور ﷺ نے اپنی سواریوں کی طرف جھانکا تو آپ کی نظر اس جگہ پڑی جہاں خوب زور شور سے تلواریں چل رہی تھیں اس پر آپ نے فرمایا اب تنور گرم ہوا ہے یعنی خوب گھسان کا رن پڑا ہے۔ حضرت جابر کہتے ہیں (ان سو آدمیوں نے جنگ کی اور اللہ نے فوراً فتح عطا فرما دی) اللہ کی قسم! بھاگ کر جانے والے لوگ ابھی واپس نہیں آئے تھے کہ کافر قیدی حضور ﷺ کے پاس گرفتار ہو کر پہنچ چکے تھے۔ ان قیدیوں کے ہاتھ پیچھے رسیوں سے بندھے ہوئے تھے۔ کافروں میں بہت سے قتل ہوئے اور باقی سب شکست کھا کر بھاگ گئے اور ان کافروں کا سارا مال، سامان آل اولاد اللہ تعالیٰ نے اپنے رسول ﷺ کو بطور غنیمت کے دے دیا۔[2]

حضرت عباسؓ اسی حدیث کو اس طرح ذکر کرتے ہیں کہ حضور ﷺ نے (مجھ سے) فرمایا اے عباس! کیکر (کے درخت کے نیچے بیعت ہونے) والوں کو آواز لگا کر بلاؤ (چنانچہ میں نے آواز لگائی تو) وہ میری آواز سن کر ایسی تیزی سے مڑے جیسے گائے اپنے بچھڑے کی طرف پلٹتی ہے اور وہ سب یا لبیکاہ یا لبیکاہ کہہ رہے تھے۔[3]

حضرت عکرمہؒ فرماتے ہیں جب حضور ﷺ نے (حدیبیہ میں) مکہ والوں سے صلح کی تو

---

[1] اخرجه الطبرانی قال الهیثمی (ج ٦ ص ١٤٠) رجاله رجال الصحیح غیر ابن ابی الهذیل و هو ثقة ا ه واخرجه البیهقی نحوه عن عبید اللّٰه بن کعب بن مالك ومن حدیث عائشة اطول منه کما فی البدایة (ج ٤ ص ١١٧)

[2] اخرجه البیهقی

[3] عند ابن وهب ورواه مسلم عن ابن وهب کذافی البدایة (ج ٤ ص ٢٣١) وقد اخرج ابن سعد (ج ٤ ص ١١) حدیث العباس بطوله فذکر نحوه.

قبیلہ خزاعہ والے زمانہ جاہلیت سے ہی حضور ﷺ کے حلیف چلے آرہے تھے اور قبیلہ بنو بکر والے قریش کے حلیف تھے۔ اس لئے حضور ﷺ کی صلح کے اندر قبیلہ خزاعہ والے بھی آگئے اور قریش کی صلح میں بنو بکر داخل ہو گئے۔ قبیلہ خزاعہ اور بنو بکر کے درمیان پہلے سے لڑائی چلی آرہی تھی اس صلح کے بعد قریش نے ہتھیار اور غلہ سے بنو بکر کی مدد کی اور بنو بکر نے خزاعہ پر اچانک چڑھائی کر دی اور ان پر غالب آکر ان کے کچھ آدمی قتل کر دیئے اس پر قریش کو یہ ڈر ہوا کہ وہ صلح کو توڑ چکے ہیں اس لئے انہوں نے ابو سفیان سے کہا محمد (ﷺ) کے پاس جاؤ اور پورا زور لگاؤ کہ یہ معاہدہ برقرار رہے اور صلح باقی رہے۔ ابو سفیان مکہ سے چلے اور مدینہ پہنچے۔ حضور ﷺ نے فرمایا ابو سفیان تمہارے پاس آیا ہے اس کا کام بنے گا تو نہیں لیکن یہ خوش ہو کر واپس جائے گا۔ چنانچہ ابو سفیان حضرت ابو بکرؓ کے پاس آئے اور ان سے کہا اے ابو بکرؓ! آپ اس معاہدہ کو برقرار اور صلح کو باقی رکھیں۔ حضرت ابو بکرؓ نے کہا اس کا اختیار مجھے نہیں بلکہ اس کا اختیار تو اللہ اور اس کے رسول ﷺ کو ہے۔ پھر وہ حضرت عمر بن خطابؓ کے پاس گئے اور ان سے انہوں نے وہی بات کہی جو حضرت ابو بکرؓ سے کہی تھی۔ حضرت عمرؓ نے کہا تم نے تو خود ہی صلح توڑی ہے اور اب جو صلح نئی ہوا سے خدا پرانا کرے اور جو صلح سخت اور پرانی ہوا سے خدا توڑ دے۔ اس پر ابو سفیان نے کہا میں نے تم جیسا اپنے قبیلہ کا دشمن کوئی نہیں دیکھا۔ پھر وہ حضرت فاطمہؓ کے پاس آئے اور ان سے کہا اے فاطمہؓ! کیا تم ایسا کام کرنے کو خوشی تیار ہو جس سے تم اپنی قوم کی عورتوں کی سردار بن جاؤ پھر ان سے وہی بات کہی جو حضرت ابو بکرؓ سے کہی تھی۔ حضرت فاطمہؓ نے کہا اس کا اختیار مجھے نہیں ہے بلکہ اس کا اختیار تو اللہ اور اس کے رسول ﷺ کو ہے۔ پھر انہوں نے حضرت علیؓ کے پاس جا کر وہی بات کہی جو حضرت ابو بکرؓ سے کہی تھی۔ حضرت علیؓ نے ان سے کہا میں نے تم سے زیادہ بھٹکا ہوا آدمی کبھی نہیں دیکھا۔ تم تو خود اپنے قبیلہ کے سردار ہو اس لئے تم اس معاہدہ کو برقرار رکھو اور اس صلح کو باقی رکھو (کسی کو مت توڑنے دو) اس پر ابو سفیان نے اپنا ایک ہاتھ دوسرے پر مار کر کہا میں نے لوگوں کو ایک دوسرے سے پناہ دی۔ پھر مکہ واپس چلا گیا اور وہاں والوں کو سارا حال بتایا۔ انہوں نے کہا آپ جیسا قوم کا نمائندہ آج تک نہیں دیکھا اللہ کی قسم! آپ نہ تو لڑائی کی خبر لائے ہیں کہ ہم چوکنے ہو کر اس کی تیاری کرتے اور نہ صلح کی خبر لائے ہیں کہ ہم جنگ سے مطمئن ہو کر آرام سے بیٹھ جاتے۔ اس کے بعد آگے فتح مکہ کا قصہ بیان کیا۔[1]

---

[1] اخرجه ابن ابی شيبة كما فی منتخب كنز العمال (ج ٤ ص ١٦٢)

حضرت مصعب بن عمیرؓ کے بھائی حضرت ابو عزیز بن عمیرؓ فرماتے ہیں میں جنگ بدر کے دن کافر قیدیوں میں تھا۔ حضور ﷺ نے صحابہؓ کو فرمایا تم ان قیدیوں کے ساتھ اچھا سلوک کرو اس کی میری طرف سے تم کو پوری تاکید ہے۔ میں انصار کی جماعت میں تھا۔ وہ جب بھی دن کو یا رات کو کھانا سامنے رکھتے تو حضور ﷺ کی تاکید کی وجہ سے مجھے گندم کی روٹی کھلاتے اور خود کھجور کھاتے۔ [1]

حضرت عبدالرحمٰن بن ابی لیلیٰؒ فرماتے ہیں ایک دن حضرت عبداللہ بن رواحہؓ حضور ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوئے حضور ﷺ منبر پر خطبہ دے رہے تھے حضرت عبداللہ نے سنا کہ حضور ﷺ فرما رہے ہیں بیٹھ جاؤ۔ یہ وہیں مسجد سے باہر اسی جگہ بیٹھ گئے اور خطبہ ختم ہونے تک وہیں بیٹھے رہے۔ جب حضور ﷺ کو یہ پتہ چلا تو آپ نے ان سے فرمایا اللہ تعالیٰ اپنی اور اپنے رسول ﷺ کی اطاعت کا شوق تمہیں اور زیادہ نصیب فرمائے۔ [2]

حضرت عائشہؓ فرماتی ہیں حضور ﷺ جمعہ کے دن منبر پر تشریف فرما ہوئے اور فرمایا سب بیٹھ جاؤ۔ حضرت عبداللہ بن رواحہؓ نے مسجد کے باہر سے ہی حضور ﷺ کا یہ فرمان سنا کہ سب بیٹھ جاؤ اور وہیں قبیلہ بنو غنم کے محلّہ میں ہی بیٹھ گئے۔ کسی نے عرض کیا یا رسول اللہ! یہ حضرت عبداللہ بن رواحہ نے آپ کو بیٹھ جاؤ فرماتے ہوئے سنا تو وہیں اپنی جگہ بیٹھ گئے۔ [3]

حضرت عطاءؒ فرماتے ہیں نبی کریم ﷺ ایک مرتبہ خطبہ دے رہے تھے آپ نے لوگوں سے فرمایا بیٹھ جاؤ۔ حضرت عبداللہ بن مسعودؓ اس وقت مسجد کی دروازے پر پہنچ چکے تھے یہ سنتے ہی وہیں بیٹھ گئے آپ نے ان سے فرمایا اے عبداللہؓ! اندر آجاؤ۔ [4] حضرت جابرؓ فرماتے ہیں ایک مرتبہ جمعہ کے دن حضور ﷺ جب منبر پر بیٹھ گئے تو آپ نے فرمایا بیٹھ جاؤ۔ حضرت ابن مسعودؓ یہ سنتے ہی مسجد کے دروازے کے پاس بیٹھ گئے۔ حضور ﷺ نے انہیں دیکھا کہ وہ دروازے کے پاس بیٹھے ہوئے ہیں تو ان سے فرمایا اے عبداللہ بن مسعودؓ! اندر آجاؤ۔ [5]

حضرت انسؓ فرماتے ہیں حضور ﷺ ایک دن باہر تشریف لائے ہم بھی آپ ﷺ کے

---

[1] اخرجه الطبرانى فى الكبير والصغير قال الهيثمى (ج ٦ ص ٨٦) اسناده حسن

[2] اخرجه ابن عساكر كذافى الكنز (ج ٧ ص ٥٢) و اخرجه البيهقى ايضا نحوه عن عبدالرحمن بسند صحيح كما فى الاصابة (ج ٢ ص ٣٠٢)

[3] اخرجه ابن عساكر ايضا كذافى الكنز (ج ٧ ص ٥١) وهكذا اخرجه الطبرانى فى الاوسط والبيهقى من حديث عائشه قال الهيثمى (ج ٩ ص ٣١٦) وفيه ابراهيم بن اسماعيل بن مجمع وهو ضعيف وقال فى الاصابة (ج ٢ ص ٣٠٦) والمرسل اصح

[4] اخرجه ابن ابى شيبة كذا فى الكنز (ج ٧ ص ٥٦)

[5] اخرجه ابن عساكر كذافى الكنز (ج ٧ ص ٥٥)

ساتھ تھے۔ آپ ﷺ نے ایک اونچا قبہ دیکھا تو پوچھا یہ کس کا ہے؟ آپ ﷺ کے صحابہؓ نے عرض کیا فلاں انصاری کا ہے حضور ﷺ سن کر خاموش ہو رہے اور آپ ﷺ نے دل میں یہ بات رکھی کسی دوسرے وقت وہ انصاری حاضر خدمت ہوئے اور لوگوں کی موجودگی میں انہوں نے سلام کیا۔ حضور ﷺ نے اعراض فرمایا (اور سلام کا جواب بھی نہ دیا) چند بار ایسے ہی ہوا (کہ وہ سلام کرتے حضور ﷺ اعراض فرما لیتے) آخر وہ سمجھ گئے کہ حضور ﷺ ناراض ہیں اس لئے اعراض فرما رہے ہیں انہوں نے صحابہؓ سے اس کی وجہ پوچھی اور یوں کہا اللہ کی قسم! میں آج اللہ کے رسول ﷺ کی نظروں کو پھرا ہوا پاتا ہوں خیر تو ہے۔ صحابہؓ نے بتایا کہ حضور ﷺ باہر تشریف لائے تھے تو تمہارا قبہ دیکھا تھا۔ یہ سن کر وہ انصاری فوراً گئے اور قبہ کو گرا کر بالکل زمین کے برابر کر دیا کہ نام و نشان بھی نہ رہا۔ (پھر آکر حضور ﷺ سے عرض بھی نہ کیا) ایک دن حضور ﷺ کا اس جگہ گزر ہوا تو آپ کو وہاں وہ قبہ نظر نہ آیا۔ آپ نے پوچھا اس قبہ کا کیا ہوا؟ صحابہؓ نے عرض کیا قبہ والے انصاری نے آپ کے اعراض کا ہم سے ذکر کیا تھا ہم نے اسے بتا دیا تھا انہوں نے آکر اسے بالکل گرا دیا۔ حضور ﷺ نے فرمایا ہر تعمیر آدمی پر وبال ہے مگر وہ تعمیر جو سخت ضروری اور مجبوری کی ہو۔ یہ روایت ابو داؤد کی ہے اور ابن ماجہ میں یہ روایت ذرا مختصر ہے اور اس میں یہ ہے کہ اس کے بعد کسی موقعہ پر حضور ﷺ کا وہاں سے گزر ہوا۔ حضور ﷺ کو وہ قبہ وہاں نظر نہ آیا حضور ﷺ نے اس کے بارے میں پوچھا تو صحابہؓ نے بتایا کہ جب ان انصاری کو پتہ چلا تو انہوں نے اس قبہ کو گرا دیا۔ حضور ﷺ نے فرمایا اللہ اس پر رحم کرے۔ اللہ اس پر رحم کرے۔

حضرت عبداللہ بن عمرو بن عاصؓ فرماتے ہیں میں حضور ﷺ کے ساتھ قبہ اذاخر گیا (یہ مکہ اور مدینہ کے درمیان ایک جگہ کا نام ہے) میرے اوپر سرخ رنگ کی ایک چادر تھی۔ حضور ﷺ نے میری طرف متوجہ ہو کر فرمایا یہ کیسا کپڑا ہے؟ میں سمجھ گیا کہ حضور ﷺ کو یہ چادر پسند نہیں آئی۔ میں اپنے گھر واپس آیا۔ گھر والے تنور میں آگ جلا رہے تھے میں نے وہ چادر اس میں ڈال دی۔ پھر حضور ﷺ کی خدمت میں آیا۔ آپ نے پوچھا اس چادر کا کیا ہوا؟ میں نے کہا میں نے اسے تنور میں ڈال دیا ہے۔ آپ نے فرمایا اپنے گھر والوں میں سے کسی کو کیوں نہ دے دی؟ (عورتوں کے لئے اس رنگ کے کپڑے پہننے میں حرج نہیں ہے) [1]

حضرت سہل بن حنظلیہ عبشمیؓ فرماتے ہیں نبی کریم ﷺ نے مجھ سے فرمایا خریم اسدی

---

[1] اخرجه الدولابي في الكنى (ج ٢ ص ٤٤)

بہت اچھا آدمی ہے اگر اس میں دو باتیں نہ ہوں ایک تو اس کی سر کے بال بہت بڑے ہیں دوسرے وہ لنگی ٹخنوں کے نیچے باندھتا ہے۔ حضرت خریم کو حضور ﷺ کا یہ ارشاد پہنچا تو فوراً چاقو لے کر بال کو کانوں کے نیچے سے کاٹ دیئے اور لنگی آدھی پنڈلی تک باندھنا شروع کر دی۔ [۱]

حضرت جثامہ بن مساحق بن ربیع بن قیس کنانیؓ حضرت عمرؓ کی طرف سے ہرقل کے پاس قاصد بن کر گئے تھے وہ فرماتے ہیں میں ہرقل کے پاس جا کر بیٹھ گیا میں نے خیال نہ کیا کہ میرے نیچے کیا ہے؟ میں کس پر بیٹھ رہا ہوں؟ وہ سونے کی کرسی تھی۔ جب میں نے اسے دیکھا تو فوراً اس سے اٹھ کر نیچے بیٹھ گیا تو ہرقل ہنس پڑا اور اس نے مجھ سے پوچھا ہم نے یہ کرسی تمہارے اکرام کے لئے رکھی تھی تم اس سے کیوں اٹھ گئے؟ میں نے کہا میں نے حضور ﷺ کو اس جیسی چیزوں سے منع کرتے ہوئے سنا ہے۔ [۲]

حضرت رافع بن خدیجؓ فرماتے ہیں ایک دن میرے ماموں جان میرے پاس آئے اور انہوں نے کہا ہمیں آج حضور ﷺ نے ایک کام سے منع فرمایا ہے جو تمہارے نفع کا تھا لیکن اللہ اور اس کے رسول ﷺ کی بات ماننے میں ہمارا تمہارا زیادہ نفع ہے۔ پھر آگے زمین اجرت پر دینے کے بارے میں حدیث بیان فرمائی۔ [۳]

قبیلہ بنو حارث بن خزرج کے حضرت محمد بن اسلم بن بجرہؓ عمر رسیدہ بڑے میاں تھے وہ اپنا قصہ خود بیان کرتے ہیں کہ بعض دفعہ وہ (اپنے گاؤں سے) مدینہ منورہ کسی کام سے جاتے اور بازار میں اپنا کام پورا کر کے اپنے گاؤں واپس آجاتے۔ جب اپنی چادر اتار کر رکھ دیتے تو انہیں یاد آتا کہ انہوں نے حضور ﷺ کی مسجد میں دو رکعت نماز نہیں پڑھی ہے حالانکہ حضور ﷺ نے ہم سے فرمایا تھا (اے قریب کے دیہات والو!) تم میں سے جو اس بستی (یعنی مدینہ منورہ) میں آئے وہ جب تک اس مسجد (نبوی) میں دو رکعت نماز نہ پڑھ لے اسے اپنے گاؤں واپس نہیں جانا چاہئے۔ چنانچہ یہ اپنی چادر لیتے اور مدینہ واپس جاتے اور حضور ﷺ کی مسجد میں دو رکعت نماز پڑھتے۔ [۴]

۱۔ اخرجه احمد و البخاری فی التاریخ و ابن عسا کر کذافی الکنز (ج ۸ ص ۵۹)

۲۔ اخرجه ابو نعیم کذا فی الکنز (ج ۷ ص ۱۵) واخرجه ابن منده نحوه کما فی الا صابة (ج ۱ ص ۲۲۷)

۳۔ اخرجه عبدالرزاق کما فی کنز العمال (ج ۸ ص ۷۳)

۴۔ اخرجه الحسن بن سفیان و ابونعیم فی المعرفة عن عبدالله بن ابی بکر بن محمد بن عمرو بن حزم کذافی الکنز (ج ۳ ص ۳۴۶) واخرجه ابن منده وقال غریب والطبرانی الا انه سماه مسلم بن اسلم کما فی الاصابة (ج ۳ ص ۴۱۴)

حضرت مغیرہ بن شعبہؓ فرماتے ہیں میں نے انصار کی ایک لڑکی سے منگنی کی اور پھر حضور ﷺ سے اس کا تذکرہ کیا۔ حضور ﷺ نے فرمایا کیا تم نے اسے دیکھا ہے؟ میں نے کہا نہیں۔ حضور ﷺ نے فرمایا اسے دیکھ لو۔ اس سے تم دونوں کے درمیان محبت اور جوڑ بڑھے گا۔ میں نے اس لڑکی کے گھر جا کر اس کے والدین سے اس کا تذکرہ کیا۔ وہ دونوں (حیران ہو کر) ایک دوسرے کو دیکھنے لگے (اور لڑکی دکھانے میں شرم محسوس کرنے لگے) اس لئے میں کھڑا ہو کر گھر سے باہر آگیا۔ اس پر اس لڑکی نے کہا اس آدمی کو میرے پاس لاؤ اور وہ خود پردے کے ایک طرف کھڑی ہوگئی اور اس نے کہا اگر حضور ﷺ نے آپ کو اس بات کا حکم دیا ہے کہ آپ مجھے دیکھیں تو ضرور دیکھ لیں ورنہ میری طرف سے دیکھنے کی بالکل اجازت نہیں ہے۔ چنانچہ میں نے اسے دیکھا اور پھر میں نے اس سے شادی کی۔ میں نے جتنی عورتوں سے شادی کی ان میں سے سب سے زیادہ مجھے اسی سے محبت تھی اور اس کی قدر میری نگاہ میں سب سے زیادہ تھی، حالانکہ میں نے ستر عورتوں سے شادی کی ہے (ایک وقت میں چار سے زیادہ بیویاں نہیں ہوتی تھیں) [1]

ابو داؤد میں یہ روایت ہے کہ حضرت معرور بن سوید رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں میں نے ربذہ بستی میں حضرت ابو ذرؓ کو دیکھا کہ ان کے جسم پر ایک موٹی چادر تھی اور ان کے غلام کے جسم پر بھی ویسی ہی موٹی چادر تھی۔ لوگوں نے کہا اے ابو ذرؓ! اگر آپ اپنے غلام والی چادر لے کر اپنی اس چادر کے ساتھ ملا کر خود پہن لیتے تو آپ کا جوڑا پورا ہو جاتا اور اپنے غلام کو کوئی اور کپڑا پہننے کو دے دیتے تو حضرت ابو ذرؓ نے فرمایا ایک مرتبہ میں نے ایک آدمی کو گالی دی اور اس کی ماں عجمی تھی میں نے اسے ماں کے نام سے عار دلائی (یہ دوسرے آدمی حضرت بلالؓ تھے تو ان سے کہہ دیا کہ ہے نا حبشن کا بیٹا) اس نے جا کر حضور ﷺ سے میری شکایت کر دی۔ حضور ﷺ نے فرمایا اے ابو ذرؓ! تمہارے اندر ابھی تک جاہلیت والی باتیں ہیں یہ غلام تمہارے بھائی ہیں، اللہ نے تمہیں ان پر فضیلت دی ہے۔ لہٰذا جس غلام سے تمہاری طبیعت کا جوڑ نہ بیٹھے تم اسے بیچ دو اور اللہ کی مخلوق کو مت ستاؤ۔ بخاری، مسلم اور ترمذی کی روایت میں یہ ہے کہ حضور ﷺ نے فرمایا یہ غلام تمہارے بھائی ہیں اللہ نے انہیں تمہارا ماتحت بنایا ہے تو اللہ تعالیٰ جس کے بھائی کو اس کا ماتحت بنائیں تو اسے چاہئے کہ جو وہ خود کھاتا ہے اسی میں سے

---

[1] اخرجه سعيد بن منصور وابن النجار كذافي الكنز (ج ٨ ص ٢٨٨)

اپنے ماتحت بھائی کو کھلائے اور جو وہ خود پہنتا ہے اسی میں سے اپنے بھائی کو پہنائے اور اسے ایسا کام نہ کہے جو اس کی طاقت سے زیادہ ہو اور اگر اسے ایسا کام کہہ دے تو پھر اس کی اس کام میں مدد کرے۔[1]

حضور ﷺ کے حکم کیخلاف کرنیوالے پر صحابہ کرامؓ کی سختی

حضرت ابو سلمہ بن عبد الرحمٰن رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں (میرے والد) حضرت عبد الرحمٰن بن عوفؓ نے حضور ﷺ کی خدمت میں جا کر عرض کیا یا رسول اللہ (ﷺ)! مجھے جوئیں بہت پڑ جاتی ہیں اس لئے کیا آپ مجھے ریشم کا کرتہ پہننے کی اجازت دیتے ہیں؟ حضور ﷺ نے انہیں اجازت دے دی۔ جب حضور ﷺ اور حضرت ابو بکرؓ کا انتقال ہو گیا اور حضرت عمرؓ خلیفہ بن گئے تو حضرت عبد الرحمٰن اپنے بیٹے ابو سلمہ کو لے کر سامنے سے آئے ان کے بیٹے نے ریشم کا کرتہ پہنا ہوا تھا۔ حضرت عمرؓ نے فرمایا یہ کیا ہے؟ اور اپنا ہاتھ کرتے کے گریبان میں ڈال کر اسے نیچے تک پھاڑ دیا۔ حضرت عبد الرحمٰن نے ان سے کہا کیا آپ کو معلوم نہیں ہے کہ حضور ﷺ نے مجھے ریشم کی اجازت دے دی تھی؟ حضرت عمرؓ نے فرمایا حضور ﷺ نے تمہیں اس لئے اجازت دی تھی کہ تم نے حضور ﷺ سے جوؤں کی شکایت کی تھی۔ اب یہ اجازت صرف تمہارے لئے ہے تمہارے علاوہ اور کسی کے لئے نہیں ہے۔[2]

حضرت ابو سلمہ رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں حضرت عبد الرحمٰن بن عوفؓ حضرت عمرؓ کے پاس آئے ان کے ساتھ ان کا بیٹا محمد بھی تھا جس نے ریشم کا کرتہ پہن رکھا تھا۔ حضرت عمرؓ نے کھڑے ہو کر اس کرتے کے گریبان کو پکڑا اور اسے پھاڑ ڈالا۔ حضرت عبد الرحمٰن نے کہا اللہ تعالیٰ آپ کی مغفرت فرمائے آپ نے تو بچے کو ڈرا دیا اور اس کا دل اڑا دیا۔ حضرت عمرؓ نے فرمایا آپ بچوں کو ریشم پہناتے ہیں؟ حضرت عبد الرحمٰن نے کہا اس لئے کہ میں خود ریشم پہنتا ہوں حضرت عمرؓ نے فرمایا کیا یہ بچے آپ کی طرح (جوؤں کی کثرت کا شکار) ہیں؟[3]

ابن عساکر اور ابن سیرین رحمۃ اللہ علیہما بیان کرتے ہیں کہ ایک مرتبہ حضرت خالد بن ولیدؓ حضرت عمرؓ کے پاس گئے۔ حضرت خالد نے ریشم کا کرتہ پہنا ہوا تھا۔ حضرت عمرؓ نے ان سے فرمایا اے خالد! یہ کیا پہن رکھا ہے؟ حضرت خالد نے کہا امیر المومنین! اس میں کیا حرج

---

[1] کذافی الترغیب (ج ۳ ص ۴۹۵) واخرجه البیهقی (ج ۸ ص ۷) عن المعرور نحوه و ابن سعد (ج ۴ ص ۲۳۷) عن عون بن عبداللّٰه مختصراً [2] اخرجه ابن سعد (ج ۳ ص ۹۲) و ابن منیع [3] عند ابن عیینه فی جامعه و مسدد و ابن جریر كذافی الكنز (ج ۸ ص ۵۷)

ہے؟ کیا ابن عوفؓ ریشم نہیں پہنتے ہیں؟ حضرت عمرؓ نے فرمایا کیا تم ابن عوف کی طرح (جوؤں کی کثرت میں مبتلا) ہو اور تمہیں بھی وہ فضائل حاصل ہیں جو ابن عوف کو حاصل ہیں؟ اس وقت اس گھر میں جتنے آدمی ہیں میں ان سب کو قسم دے کر کہتا ہوں کہ جس کے سامنے اس کرتے کا جو نسا بھی حصہ ہے وہ اسے پکڑ کر پھاڑ ڈالے۔ چنانچہ سب نے اس کرتے کو اس طرح پھاڑ ڈالا کہ حضرت خالد کے جسم پر اس کا ایک ٹکڑا بھی نہ بچا۔[1]

"حضرات صحابہ کرامؓ کا امر خلافت میں حضرت ابو بکرؓ کو مقدم سمجھنا عنوان کے ذیل میں حضرت عمرؓ کی حدیث گزر چکی ہے جس میں یہ ہے کہ حضور ﷺ کے انتقال کے ایک ماہ بعد حضرت خالد بن سعیدؓ (مدینہ منورہ) آئے۔ انہوں نے دیباج کا ریشمی جبہ پہن رکھا تھا ان کی حضرت عمرؓ اور حضرت علیؓ سے ملاقات ہوئی۔ حضرت عمرؓ نے آس پاس کے لوگوں کو بلند آواز سے کہا اس کے جبہ کو پھاڑ دو کیا یہ ریشم پہن رہا ہے حالانکہ زمانہ امن میں ہمارے مردوں کے لئے اس کا استعمال درست نہیں ہے؟ چنانچہ لوگوں نے ان کا جبہ پھاڑ دیا۔

حضرت عبدہ بن لبابہ رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں مجھے یہ روایت پہنچی ہے کہ ایک مرتبہ حضرت عمر بن خطابؓ مسجد نبوی میں سے گزر رہے تھے۔ مسجد میں ایک صاحب کھڑے ہوئے نماز پڑھ رہے تھے جنہوں نے سبز رنگ کی ایک چادر پہن رکھی تھی جس کی گھنڈیاں ریشم کی تھیں۔ آپ اس کے پہلو میں کھڑے ہو گئے اور اس سے فرمایا ارے میاں! جتنی چاہو لمبی نماز پڑھ لو جب تک تمہاری نماز ختم نہیں ہو جائے گی میں یہاں سے نہیں جاؤں گا۔ جب اس آدمی نے یہ دیکھا تو نماز سے فارغ ہو کر حضرت عمرؓ کے پاس آیا تو حضرت عمرؓ نے اس سے فرمایا ذرا اپنا یہ کپڑا مجھے دکھاؤ اور پھر وہ کپڑا پکڑ کر اس کی ریشم والی تمام گھنڈیاں کاٹ دیں۔ پھر فرمایا لو اپنا کپڑا لے لو۔[2]

حضرت سعید بن سفیان قاری رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں میرے بھائی کا انتقال ہو گیا اور اس نے وصیت کی کہ سو دینار اللہ کے راستہ میں خرچ کئے جائیں۔ میں حضرت عثمان بن عفانؓ کی خدمت میں حاضر ہوا۔ ان کے پاس ایک صاحب بیٹھے ہوئے تھے۔ میں نے ایک قبا پہن رکھی تھی جس کے گریبان اور کالر پر ریشم کی کناری سلی ہوئی تھی جوں ہی ان صاحب نے مجھے دیکھا تو پھاڑنے کے لئے مجھ سے قبا کھینچنے لگے۔ جب حضرت عثمانؓ نے یہ منظر دیکھا تو فرمایا اس آدمی کو چھوڑ دو۔ اس پر انہوں نے مجھے چھوڑ دیا۔ پھر حضرت عثمانؓ نے فرمایا تم لوگوں

---

[1] کذافی کنز العمال (ج ۸ ص ۵۷)

[2] اخرجه ابن جریر کذافی الکنز (ج ۸ ص ۵۷)

نے (قبا کھینچ کر) جلدی کی (یا تم لوگوں نے دنیا میں ریشم استعمال کر کے جلدی کی) پھر حضرت عثمانؓ سے میں نے عرض کیا اے امیر المومنین! میرے بھائی کا انتقال ہو گیا اور اس نے وصیت کی کہ اللہ کے راستہ میں سو دینار خرچ کئے جائیں۔ آپ ارشاد فرمائیں کہ میں اس کی وصیت کس طرح پوری کروں؟ حضرت عثمانؓ نے فرمایا کیا تم نے مجھ سے پہلے کسی اور سے یہ بات پوچھی ہے؟ میں نے کہا نہیں تو انہوں نے فرمایا اگر تم مجھ سے پہلے کسی اور سے یہ بات پوچھتے اور وہ یہ جواب نہ دیتا جو میں دینے لگا ہوں تو میں تمہاری گردن اڑا دیتا (کہ تم نے اس جاہل سے کیوں پوچھا) اللہ تعالیٰ نے ہمیں اسلام کا حکم دیا تو ہم سب اسلام لے آئے اور (اللہ کا شکر ہے کہ) ہم سب مسلمان ہیں۔ پھر اللہ نے ہمیں ہجرت کا حکم دیا تو ہم نے ہجرت کی چنانچہ ہم اہل مدینہ مہاجر ہیں۔ پھر اللہ نے ہمیں جہاد کا حکم دیا تو (اس زمانے میں) تم نے جہاد کیا تو تم اہل شام مجاہد ہو۔ تم یہ سو دینار اپنے اوپر، اپنے گھر والوں پر اور آس پاس کے ضرورت مندوں پر خرچ کر لو۔ کیونکہ اگر تم ایک درہم لے کر گھر سے نکلو اور پھر اس کا گوشت خریدو اور پھر اسے تم بھی کھا لو اور تمہارے گھر والے بھی کھا لیں تو تمہارے لئے سات سو درہم کا ثواب لکھا جائے گا۔ (ضرورت کے وقت گھر والوں پر خرچ کرنے پر صدقہ کا ثواب ملتا ہے اسراف پر پکڑ ہو گی) پھر میں نے حضرت عثمانؓ کے پاس سے باہر آ کر لوگوں سے پوچھا کہ وہ آدمی جو میرا جبہ کھینچ رہا تھا وہ کون تھا؟ لوگوں نے بتایا کہ وہ حضرت علی بن ابی طالبؓ تھے میں ان کے گھر ان کی خدمت میں گیا اور میں نے عرض کیا آپ نے مجھ میں کیا دیکھا تھا؟ انہوں نے فرمایا میں نے رسول اللہ ﷺ کو فرماتے ہوئے سنا ہے کہ عنقریب میری امت عورتوں کی شرمگاہوں کو (یعنی زنا کو) اور ریشم کو حلال سمجھنے لگ جائے گی اور یہ پہلا ریشم ہے جو میں نے کسی مسلمان پر دیکھا ہے پھر میں نے ان کے پاس سے باہر آ کر اس قبا کو بیچ دیا۔[1]

حضرت عبداللہ بن عامر بن ربیعہ رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں حضرت عمر بن خطابؓ نے حضرت قدامہ بن مظعونؓ کو بحرین کا گورنر بنایا۔ یہ حضرت عمرؓ کی صاحبزادی حضرت حفصہؓ اور ان کے بیٹے حضرت عبداللہؓ کے ماموں تھے۔ بحرین سے قبیلہ عبدالقیس کے سردار حضرت جارودؓ حضرت عمرؓ کی خدمت میں آئے اور کہا اے امیر المومنین! حضرت قدامہ نے کچھ پی لیا جس سے انہیں نشہ ہو گیا۔ میں نے ایسا کام دیکھا ہے جس پر اللہ کی حد لازمی آتی ہے اسے آپ تک پہنچانا میں اپنی ذمہ داری سمجھتا ہوں۔ حضرت عمرؓ نے فرمایا تمہارے ساتھ اور کون گواہ ہے؟ انہوں نے کہا حضرت ابوہریرہؓ۔ حضرت عمرؓ نے حضرت ابوہریرہؓ کو بلایا اور ان سے فرمایا

---

[1] اخرجه ابن عساكر (ج ۱ ص ۵۳)

تم کیا گواہی دیتے ہو؟ انہوں نے کہا میں نے ان کو پیتے ہوئے تو نہیں دیکھا البتہ نشہ میں دیکھا کہ قے کر رہے تھے۔ حضرت عمرؓ نے فرمایا آپ نے گواہی دینے میں بہت باریکی سے کام لیا ہے۔ پھر حضرت عمرؓ نے خط لکھ کر حضرت قدامہ کو بحرین سے مدینہ بلایا۔ چنانچہ وہ مدینہ آگئے تو حضرت جارود نے حضرت عمرؓ سے کہا ان پر کتاب اللہ کا حکم جاری کریں۔ حضرت عمرؓ نے فرمایا آپ مدعی ہیں یا گواہ؟ حضرت جارود نے کہا گواہ ہوں۔ حضرت عمرؓ نے فرمایا تو آپ گواہی دے چکے ہیں (اس لئے سزا دینے کا مطالبہ آپ نہیں کر سکتے ہیں) اس پر حضرت جارود خاموش ہو گئے لیکن اگلے دن صبح کو حضرت عمرؓ کے پاس آکر پھر ان سے کہا ان پر اللہ کی حد جاری کریں۔ حضرت عمرؓ نے فرمایا (آپ بار بار سزا کا تقاضا کر رہے ہیں اس لئے) میرے خیال میں آپ خود مدعی ہیں (گواہ نہیں ہیں) اور آپ کے ساتھ صرف ایک ہی گواہ ہے یعنی حضرت ابو ہریرۃؓ (اور ایک گواہ سے آپ کا دعوی ثابت نہیں ہو سکتا) حضرت جارود نے کہا میں آپ کو اللہ کا واسطہ دے کر کہتا ہوں (کہ ان پر حد قائم کریں) حضرت عمرؓ نے فرمایا آپ اپنی زبان روک کر رکھیں نہیں تو (مار مار کر) آپ کا برا حال کر دوں گا۔ حضرت جارود نے کہا اے عمرؓ! یہ تو ٹھیک نہیں ہے کہ شراب تو آپ کا چچازاد بھائی پئے اور آپ سزا مجھے دیں۔ اس پر حضرت ابو ہریرۃؓ نے کہا اے امیر المومنین! اگر آپ کو ہماری گواہی میں شک ہے تو آپ حضرت قدامہ کی بیوی حضرت بنت الولیدؓ کے پاس آدمی بھیج کر ان سے پوچھ لیں۔ چنانچہ حضرت عمرؓ نے حضرت ہند بنت الولیدؓ کے پاس آدمی بھیجا اور قسم دے کر انہیں کہا کہ وہ ٹھیک ٹھیک بتائیں چنانچہ انہوں نے اپنے خاوند کے خلاف گواہی دی۔ حضرت عمرؓ نے حضرت قدامہ سے کہا اب تو میں آپ پر حد ضرور جاری کروں گا۔ حضرت قدامہ نے کہا اگر میں نے پی بھی ہے تو بھی آپ لوگ مجھ پر حد جاری نہیں کر سکتے ہیں۔ حضرت عمرؓ نے فرمایا کیوں؟ حضرت قدامہ نے کہا کیونکہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے: لَيْسَ عَلَى الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ جُنَاحٌ فِيْمَا طَعِمُوْٓا (سورت مائدہ آیت ۹۳)

ترجمہ: ”ایسے لوگوں پر جو ایمان رکھتے ہوں اور نیک کام کرتے ہوں اس چیز میں کوئی گناہ نہیں جس کو وہ کھاتے پیتے ہوں جب کہ وہ لوگ پرہیز رکھتے ہوں اور ایمان رکھتے ہوں اور نیک کام کرتے ہوں پھر پرہیز کرنے لگتے ہوں اور ایمان رکھتے ہوں پھر پرہیز کرنے لگتے ہوں، اور خوب نیک عمل کرتے ہوں اور اللہ تعالیٰ ایسے نیکو کاروں سے محبت رکھتے ہیں۔“

حضرت عمرؓ نے فرمایا آپ اس آیت کا مطلب غلط سمجھے ہیں (اس آیت کا مطلب تو یہ ہے کہ شراب حرام ہونے سے پہلے مسلمانوں نے جو شراب پی ہے اس میں گناہ نہیں ہے کیونکہ اس

زمانہ میں شراب حلال تھی لیکن اب تو شراب حرام ہو چکی ہے اس لئے) اگر آپ اللہ سے ڈرتے تو اس کی حرام کردہ چیز یعنی شراب سے بچتے۔ پھر حضرت عمرؓ نے لوگوں کی طرف متوجہ ہو کر پوچھا قدامہ کو کوڑے لگانے کے بارے میں آپ لوگوں کا کیا خیال ہے؟ لوگوں نے کہا ہماری رائے یہ ہے کہ جب تک یہ بیمار ہیں انہیں کوڑے نہ لگائے جائیں۔ اس پر حضرت عمرؓ نے چند دن سکوت فرمایا۔ پھر ایک دن حضرت عمرؓ نے ان کو کوڑے لگانے کا پختہ ارادہ کر لیا تو پھر لوگوں سے پوچھا کہ اب قدامہ کو کوڑے لگانے کے بارے میں آپ لوگوں کا کیا خیال ہے؟ لوگوں نے کہا ہماری رائے اب بھی یہی ہے کہ جب تک یہ بیمار ہیں انہیں کوڑے نہ لگائے جائیں۔ حضرت عمرؓ نے فرمایا ان کوڑوں کے لگنے سے اگر یہ مر جائیں تو یہ مجھے اس سے زیادہ پسندیدہ ہے کہ مجھے اس حال میں موت آئے کہ یہ حد میری گردن میں پڑی ہو۔ میرے پاس پورا اور مضبوط کوڑا لاؤ۔ (چنانچہ کوڑا لایا گیا) اور حضرت عمرؓ کے فرمان کے مطابق حضرت قدامہؓ کو کوڑے مارے گئے۔ اس پر حضرت قدامہ حضرت عمرؓ سے ناراض ہو گئے اور ان سے بات چیت چھوڑ دی۔ پھر حضرت عمرؓ حج کو گئے اور حضرت قدامہ بھی اس حج میں تھے اور وہ حضرت عمرؓ سے ناراض ہی تھے۔ یہ دونوں حضرات جب حج سے واپس ہوئے اور حضرت عمرؓ سقیا منزل پر اترے تو وہاں انہوں نے آرام فرمایا۔ جب نیند سے اٹھے تو فرمایا قدامہ کو جلدی سے میرے پاس لاؤ۔ اللہ کی قسم! میں نے خواب میں ایک آدمی کو دیکھا جو مجھ سے کہہ رہا ہے قدامہ سے صلح کر لو کیونکہ وہ آپ کے بھائی ہیں اس لئے انہیں جلدی سے میرے پاس لاؤ۔ جب لوگ انہیں بلانے گئے تو انہوں نے آنے سے انکار کر دیا۔ اس پر حضرت عمرؓ نے فرمایا وہ جیسے بھی آتے ہیں انہیں لے کر آؤ (چنانچہ وہ آئے تو) حضرت عمرؓ نے ان سے گفتگو فرمائی (انہیں راضی کیا) اور ان کے لئے استغفار کیا۔[1]

حضرت یزید بن عبید اللہ رحمۃ اللہ علیہ اپنے بعض ساتھیوں سے نقل کرتے ہیں کہ حضرت عبداللہ بن مسعودؓ نے ایک آدمی کو دیکھا کہ وہ جنازے کے ساتھ جا بھی رہا ہے اور ہنس بھی رہا ہے تو فرمایا کہ تم جنازے کے ساتھ چلتے ہوئے بھی ہنس رہے ہو۔ اللہ کی قسم! میں تم سے کبھی بات نہیں کروں گا۔[2]

ارشاد نبوی کیخلاف سرزد ہو جانے پر صحابہ کرامؓ کا خوف و ہراس

---

[1] اخرجه عبدالرزاق و اخرجه ابو علی بن السکن کذافی الاصابة (ج ۳ ص ۲۲۹)

[2] اخرجه البیهقی کذافی الکنز (۸ ص ۱۱۶)

حضرت ابن عباسؓ فرماتے ہیں حضور ﷺ نے جنگ بدر کے دن اپنے صحابہؓ سے فرمایا مجھے یہ معلوم ہوا ہے کہ بنو ہاشم اور بعض دوسرے قبیلوں کے لوگوں کو یہاں زبردستی لایا گیا ہے وہ ہم سے لڑنا نہیں چاہتے لہذا تم میں سے جس کے سامنے بنو ہاشم کا کوئی آدمی آجائے تو وہ اسے قتل نہ کرے اور جس کے سامنے ابو البختری بن ہشام بن حارث بن اسد آجائے وہ اسے قتل نہ کرے اور جس کے سامنے عباس بن عبد المطلب حضور ﷺ کے چچا آجائیں وہ انہیں قتل نہ کرے کیونکہ وہ بھی مجبوراً آئے ہیں۔ اس پر حضرت ابو حذیفہ بن عتبہ بن ربیعہؓ نے کہا ہم تو اپنے باپ بیٹوں اور بھائیوں کو قتل کریں اور عباس کو چھوڑ دیں؟ اللہ کی قسم! اگر عباس میرے سامنے آگئے تو میں تو تلوار سے ان کے ٹکڑے کر دوں گا۔ حضور ﷺ کو جب یہ بات پہنچی تو آپ نے حضرت عمرؓ سے فرمایا اے ابو حفصؓ! حضرت عمرؓ کہتے ہیں اللہ کی قسم! یہ پہلا دن تھا جس دن حضور ﷺ نے میری کنیت ابو حفص رکھی (کنیت سے پکارنے کے بعد آپ نے فرمایا) کیا رسول اللہ کے چچا کے چہرے پر تلوار کا وار کیا جائے گا؟ حضرت عمرؓ نے کہا یا رسول اللہ! مجھے اجازت دیں میں تلوار سے ابو حذیفہ کی گردن اڑا دوں۔ اللہ کی قسم! وہ تو منافق ہو گیا ہے۔ (اس وقت جوش میں حضرت ابو حذیفہ یہ بات کہہ بیٹھے لیکن بعد میں) حضرت ابو حذیفہ نے کہا میں اس دن جو (غلط) بات کہہ بیٹھا تھا میں اب تک اپنے کو (عذاب خداوندی کے) خطرے میں محسوس کر رہا ہوں اور مجھ پر خوف طاری ہے اور میرے اس گناہ کا کفارہ صرف اللہ کے راستے کی شہادت ہی ہو سکتی ہے چنانچہ وہ جنگ یمامہ میں شہید ہو گئے۔[1]

حضرت معبد بن کعبؓ فرماتے ہیں کہ حضور ﷺ نے بنو قریظہ (کے یہودیوں) کا پچیس دن تک محاصرہ فرمایا یہاں تک کہ اس محاصرے سے وہ سخت پریشان ہو گئے اور اللہ تعالیٰ نے ان کے دلوں میں رعب ڈال دیا تو ان کے سردار کعب بن اسد نے بنو قریظہ پر تین باتیں پیش کیں یا تو ایمان لے آؤ یا اپنی عورتوں اور بچوں کو قتل کر کے اپنی موت کی تلاش میں قلعہ سے باہر نکل کر مسلمانوں سے میدان جنگ میں لڑو یا ہفتہ کی رات میں مسلمانوں پر شبخون مارو بنو قریظہ نے (سردار کی تینوں باتوں سے انکار کرتے ہوئے) کہا ہم ایمان بھی نہیں لا سکتے اور (چونکہ ہفتہ کی رات میں دشمن پر حملہ کرنا ہماری شریعت میں حرام ہے اس لئے) ہم ہفتہ کی رات میں لڑائی کو حلال قرار نہیں دے سکتے اور بچوں اور عورتوں کو خود قتل کر دینے کے بعد

---

[1] اخرجه ابن اسحاق كذافي البداية (ج ٣ ص ٢٨٤) واخرجه ابن سعد (ج ٤ ص ٥) والحاكم (ج ٣ ص ٢٢٣) عن ابن عباس نحوه قال الحاكم صحيح على شرط مسلم ولم يخرجاه.

ہماری کیا زندگی ہوگی؟ یہ یہودی (زمانہ جاہلیت میں) حضرت ابو لبابہ بن عبد المنذرؓ کے حلیف تھے۔ اس لئے انہوں نے ان کے پاس آدمی بھیج کر ان سے حضور ﷺ کے فیصلے پر اترنے کے بارے میں مشورہ مانگا۔ انہوں نے اپنے حلق کی طرف اشارہ کر کے بتایا کہ حضور ﷺ تمہارے ذبح کئے جانے کا فیصلہ کریں گے (اس وقت تو وہ حضور ﷺ کی بات بتا گئے لیکن) بعد میں ان کو ندامت ہوئی جس پر وہ حضور ﷺ کی مسجد نبوی میں گئے اپنے آپ کو مسجد (کے ستون) سے باندھ دیا یہاں تک کہ اللہ تعالیٰ نے ان کی توبہ قبول فرمالی۔[۱] ایک روایت میں یہ ہے کہ بنو قریظہ نے کہا اے ابو لبابہ! آپ کی کیا رائے ہے؟ ہم کیا کریں؟ کیونکہ (حضور ﷺ سے) جنگ کرنے کی تو ہم میں طاقت نہیں ہے تو حضرت ابو لبابہ نے اپنے حلق کی طرف اشارہ کیا اور حلق پر انگلیاں پھیر کر انہیں بتا دیا کہ مسلمان انہیں قتل کرنا چاہتے ہیں (اس وقت تو وہ حضور ﷺ کا راز بتا گئے لیکن) جب حضرت ابو لبابہ وہاں سے واپس ہوئے تو انہیں بہت ندامت ہوئی اور وہ سمجھ گئے کہ وہ بڑی آزمائش میں آگئے اس لئے انہوں نے کہا میں اس وقت تک حضور ﷺ کے چہرہ انور کی زیارت نہیں کروں گا جب تک میں اللہ کے سامنے ایسی سچی توبہ نہ کر لوں کہ اللہ تعالیٰ بھی فرمادیں کہ واقعی یہ دل سے توبہ کر رہا ہے اور مدینہ واپس جا کر اپنے آپ کو مسجد کے ایک ستون سے باندھ دیا۔ لوگ بتلاتے ہیں کہ وہ تقریباً بیس دن بندھے رہے۔ جب حضرت ابو لبابہ حضور ﷺ کو کچھ عرصہ نظر نہ آئے تو حضور ﷺ نے فرمایا کیا ابو لبابہ ابھی تک اپنے حلیفوں (کے مشورے) سے فارغ نہیں ہوئے؟ اس پر لوگوں نے بتایا کہ انہوں نے تو سزا کے طور پر خود کو مسجد کے ستون سے باندھ رکھا ہے۔ حضور ﷺ نے فرمایا یہ تو میرے بعد آزمائش میں آگئے اگر یہ (غلطی سرزد ہو جانے کے بعد) میرے پاس آجاتے تو میں ان کے لئے (اللہ سے) استغفار کرتا لیکن جب وہ خود کو سزا کے طور پر ستون سے باندھ چکے ہیں تو اب میں بھی انہیں نہیں کھول سکتا، اللہ ہی ان کے بارے میں فیصلہ کریں گے۔[۲]

حضرت انس بن مالکؓ فرماتے ہیں حضور ﷺ نے حضرت ثابت بن قیسؓ کو چند دن نہ دیکھا تو ان کے بارے میں دریافت فرمایا (کہ وہ کہاں ہیں؟) تو ایک صحابی نے عرض کیا یا رسول اللہ! میں ابھی اس کا پتہ کر کے آتا ہوں۔ چنانچہ وہ صحابی حضرت ثابت کے پاس گئے تو دیکھا کہ

۱۔ اخرجه ابن اسحاق عن ابيه كذافي فتح البارى (ج ۷ ص ۲۹۱)

۲۔ ذكر في البداية (ج ٤ ص ۱۱۹) عن موسى بن عقبة وفي سياقه قال ابن كثير و هكذا رواه ابن لهيعة عن ابى الاسود عن عروة و كذا ذكره محمد بن اسحاق في مغازيه.

وہ اپنے گھر میں سر جھکائے بیٹھے ہوئے ہیں۔ انہوں نے پوچھا کیا بات ہے؟ انہوں نے کہا بڑا برا حال ہے۔ کیونکہ مجھے اونچی آواز سے بولنے کی عادت ہے اور میری آواز حضور ﷺ کی آواز سے اونچی ہو جاتی تھی (اور اب اس بارے میں قرآن کی آیات نازل ہو چکی ہیں جن کے مطابق) میرے پہلے تمام اعمال برباد ہو چکے ہیں اور میں دوزخ والوں میں سے ہو گیا ہوں۔ ان صحابی نے حاضر خدمت ہو کر حضور ﷺ کو بتایا کہ وہ یہ کہہ رہے ہیں۔ حضرت موسیٰ بن انس راوی کہتے ہیں حضور ﷺ نے ان صحابی سے فرمایا جا کہ حضرت ثابت سے کہہ دو کہ تم جہنم والوں میں سے نہیں ہو بلکہ جنت والوں میں سے ہو چنانچہ انہوں نے جا کر حضرت ثابت کو یہ زبردست بشارت سنائی۔[1]

حضرت بنت ثابت بن قیس بن شماسؓ فرماتی ہیں میں نے اپنے والد (حضرت ثابت) کو یہ فرماتے ہوئے سنا کہ جب حضور ﷺ پر یہ آیت نازل ہوئی اِنَّ اللّٰهَ لَا يُحِبُّ كُلَّ مُخْتَالٍ فَخُوْرٍ۔ (سورۃ لقمان آیت ۱۸)

ترجمہ: "بے شک اللہ تعالیٰ کسی تکبر کرنے والے فخر کرنے والے کو پسند نہیں کرتے" تو اس آیت کے مضمون کی وجہ سے وہ سخت پریشان ہو گئے اور دروازہ بند کر کے رونے لگے۔ جب حضور ﷺ کو اس کا پتہ چلا تو حضور ﷺ نے ان کے پاس آدمی بھیج کر اس کا سبب پوچھا۔ انہوں نے کہا کہ اس آیت میں یہ بتایا گیا ہے کہ تکبر کرنے والے فخر کرنے والے کو اللہ پسند نہیں فرماتے ہیں (اور یہ خرابیاں مجھ میں ہیں کیونکہ) مجھے خوبصورتی اور جمال پسند ہے اور میں چاہتا ہوں کہ میں اپنی قوم کا سردار ہوں۔ حضور ﷺ نے فرمایا نہیں تم ان لوگوں میں سے نہیں ہو (جن کو اللہ پسند نہیں کرتے) بلکہ تمہاری زندگی بھی اچھی ہو گی اور تمہیں موت بھی اچھی حالت پر آئے گی اور تمہیں اللہ جنت میں داخل کرے گا اور جب اللہ تعالیٰ نے اپنے رسولؐ پر یہ آیت نازل فرمائی: يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا لَا تَرْفَعُوْٓا اَصْوَاتَكُمْ فَوْقَ صَوْتِ النَّبِيِّ وَلَا تَجْهَرُوْا لَهٗ بِالْقَوْلِ۔ (سورت الحجرات آیت ۲)

ترجمہ: "اے ایمان والو! تم اپنی آوازیں پیغمبر کی آواز سے بلند مت کیا کرو اور نہ ان سے ایسے کھل کر بولا کرو جیسے تم آپس میں ایک دوسرے سے کھل کر بولا کرتے ہو کبھی تمہارے اعمال برباد ہو جائیں اور تم کو خبر بھی نہ ہو۔" تو پھر یہ پہلے کی طرح بہت پریشان ہوئے اور دروازہ بند کر کے رونے لگ گئے۔ جب حضور ﷺ کو اس کا پتہ چلا تو حضور ﷺ نے ان کے پاس آدمی بھیج کر اس کا سبب پوچھا تو انہوں نے بتایا کہ ان کی آواز اونچی ہے اور انہیں اس آیت

---

۱ ۔ اخرجه البخاری

کی وجہ سے ڈر ہے کہ کہیں ان کے اعمال برباد نہ ہو گئے ہوں۔ حضور ﷺ نے فرمایا نہیں۔ تمہاری زندگی قابل تعریف ہو گی اور تمہیں شہادت کا مرتبہ ملے گا اور اللہ تعالیٰ تمہیں جنت میں داخل کرے گا۔[1]

حضرت محمد بن ثابت انصاری رضی اللہ تعالیٰ عنہما فرماتے ہیں حضرت ثابت بن قیسؓ نے عرض کیا یا رسول اللہ! مجھے ڈر ہے کہ میں کہیں ہلاک نہ ہو گیا ہوں۔ حضور ﷺ نے فرمایا کیوں؟ انہوں نے کہا اس وجہ سے کہ اللہ تعالیٰ نے ہمیں اس بات سے روکا ہے کہ جو کام ہم نے نہیں کئے ان پر تعریف کئے جانے کو ہم پسند کریں اور میرا حال یہ ہے کہ میں اپنی تعریف کو بہت پسند کرتا ہوں اور اللہ تعالیٰ نے ہمیں تکبر اور عجب سے منع فرمایا ہے اور میرا حال یہ ہے کہ مجھے خوبصورتی بہت پسند ہے اور اللہ تعالیٰ نے ہمیں آپ کی آواز سے اپنی آواز کو اونچا کرنے سے روکا ہے اور میری آواز بہت اونچی ہے (جو آپ کی آواز سے اونچی ہو جاتی ہے) حضور ﷺ نے فرمایا اے ثابت! کیا تم اس بات پر خوش نہیں ہو کہ قابل تعریف زندگی گزارو اور تمہیں شہادت کا مرتبہ ملے اور اللہ تمہیں جنت میں داخل کرے؟ انہوں نے عرض کیا کیوں نہیں یا رسول اللہ! حضرت محمد بن ثابت کہتے ہیں حضور ﷺ کا فرمان پورا ہوا اور حضرت ثابت نے واقعی قابل تعریف زندگی گزاری اور مسیلمہ کذاب سے جنگ میں شہادت کا مرتبہ پایا۔[2]

صحابہ کرامؓ کا نبی کریم ﷺ کا اتباع کرنا

حضرت عائشہؓ فرماتی ہیں حضور ﷺ کا ایک بوریا تھا جس کا رات کو حجرہ سا بنا کر اس میں آپ نماز پڑھا کرتے اور دن کو اسے بچھا کر اس پر بیٹھ جاتے۔ آہستہ آہستہ لوگ بھی حضور ﷺ کے پاس آکر آپ کی اقتداء میں نماز پڑھنے لگے (یہ تراویح کی نماز تھی) جب لوگ زیادہ ہو گئے تو آپ نے ان کی طرف متوجہ ہو کر فرمایا اے لوگو! تم اعمال اتنے اختیار کرو جتنے اعمال کی پابندی تمہارے بس میں ہے کیونکہ جب تک تم (عمل کرنے سے) نہیں اکتاؤ گے اس وقت تک اللہ تعالیٰ (ثواب دینے کا سلسلہ نہیں روکیں گے اور اللہ تعالیٰ کو سب سے زیادہ محبوب وہ عمل ہے جو ہمیشہ ہو چاہے تھوڑا ہو اور ایک روایت میں یہ ہے کہ حضرت محمد ﷺ کے گھر والے

---

[1] عند الطبرانی عن عطاء الخراسانی قال الهیثمی (ج ۹ ص ۳۲۲) وبنت ثابت بن قیس لم اعرفها وبقیة رجاله رجال الصحیح و الظاهر ان بنت ثابت بن قیس صحابیة فانها قالت سمعت ابی انتهی واخرجه الحاکم (ج ۳ ص ۲۳۵) عن عطاء عن ابنة ثابت بن قیس نحوه مختصرا۔

[2] قال الحاکم صحیح علی شرط الشیخین ولم یخرجاه بهذه السیاقة و وافقه الذهبی

لور خصوصی تعلق والے جب کوئی عمل شروع کرتے ہیں تو پوری پابندی اور اہتمام سے اسے کرتے۔[1]

حضرت انس بن مالکؓ نے حضور ﷺ کے ہاتھ میں ایک دن چاندی کی انگوٹھی دیکھی (اور دوسرے لوگوں نے بھی دیکھی) تو لوگوں نے انگوٹھیاں بنوا کر پہن لیں۔ بعد میں حضور ﷺ نے وہ انگوٹھی اتار دی تو لوگوں نے بھی اتار دیں۔[2] حضرت لبن عمرؓ فرماتے ہیں حضور ﷺ سونے کی انگوٹھی پہنا کرتے تھے۔ ایک دن آپ نے وہ اتار دی اور فرمایا آئندہ میں یہ انگوٹھی کبھی نہیں پہنوں گا۔ یہ دیکھ کر لوگوں نے بھی اپنی انگوٹھیاں اتار دیں۔[3]

حضرت سلمہؓ فرماتے ہیں (صلح حدیبیہ کے موقع پر) قریش نے خارجہ بن کرز کو مسلمانوں کی جاسوسی کرنے کے لئے بھیجا تو اس نے واپس آکر مسلمانوں کی بڑی تعریف کی۔ اس پر قریش نے کہا تم دیہاتی آدمی ہو مسلمانوں نے تمہارے سامنے اپنے ہتھیاروں کو ذرا زور سے ہلایا جن کی آواز سے تمہارا دل اڑ گیا (یعنی مرعوب ہو گیا) تو پھر مسلمانوں نے تم سے کیا کہا اور تم نے ان کو کیا کہا اس سب کا تم کو پتہ ہی نہ چل سکا۔ پھر قریش نے عروہ بن مسعودؓ کو بھیجا (جو اس وقت تک مسلمان نہیں ہوئے تھے) انہوں نے آکر کہا اے محمد (ﷺ)! یہ کیا بات ہے؟ آپ اللہ کی ذات کی طرف دعوت دیتے ہو اور مختلف قبیلوں کے گرے پڑے لوگوں کو لے کر اپنی قوم کے پاس آئے ہو اور آپ ان میں سے بہت سوں کو جانتے ہو اور بہت سوں کو جانتے بھی نہیں ہو اور آپ ان لوگوں کے ذریعہ اپنی قوم سے قطع رحمی کرنا چاہتے ہو اور ان کی بے عزتی کر کے ان کا خون بہانا چاہتے ہو اور ان کے مال پر قبضہ کرنا چاہتے ہو۔ حضور ﷺ نے فرمایا میں تو اپنی قوم کے ساتھ صرف صلہ رحمی کرنے آیا ہوں تاکہ اللہ تعالیٰ ان کے دین سے بہترین لور ان کی زندگی سے بہتر زندگی ان کو عطا فرمائے۔ چنانچہ انہوں نے بھی واپس جا کر قریش کے سامنے مسلمانوں کی بڑی تعریف کی تو مشرکین کے ہاتھوں میں جو مسلمان قیدی تھے انہیں مشرکوں نے لور زیادہ تکلیفیں پہنچانی شروع کر دیں۔ حضور ﷺ نے حضرت عمرؓ کو بلا کر فرمایا اے عمرؓ! کیا (مکہ جاکر) تم اپنے مسلمان قیدی بھائیوں کو میرا پیغام پہنچانے کیلئے تیار ہو؟ انہوں نے عرض کیا نہیں یا رسول اللہ! کیونکہ اللہ کی قسم! مکہ میں اب میرے خاندان کا کوئی آدمی باقی نہیں رہا۔ اس مجمع میں اور بہت سے ساتھی ایسے ہیں جن کا مکہ میں کافی

---

[1] اخرجه الشيخان كذافي الترغيب (ج ٥ ص ٨٩)

[2] اخرجه ابو داؤد و اخرجه البخاري بنحوه

[3] في الصحيحين كذافي البداية (ج ٦ ص ٣)

بڑا خاندان موجود ہے (اور خاندان والے اپنے آدمی کی حفاظت و حمایت کریں گے) چنانچہ حضور ﷺ نے حضرت عثمانؓ کو بلا کر مکہ مکرمہ بھیج دیا۔ حضرت عثمانؓ اپنی سواری پر سوار ہو کر چلے اور مشرکوں کے لشکر میں پہنچ گئے۔ مشرکوں نے ان کا مذاق اڑایا اور ان سے برا سلوک کیا۔ پھر حضرت عثمانؓ کے چچازاد بھائی ابان بن سعید بن عاص نے ان کو اپنی پناہ میں لے لیا اور اپنے پیچھے زین پر بٹھالیا۔ جب حضرت عثمانؓ ان کے پاس پہنچے تو ابان نے ان سے کہا اے میرے چچازاد بھائی! یہ کیا بات ہے؟ آپ مجھے بہت تواضع اور عاجزی والی شکل و صورت میں نظر آرہے ہو۔ ذرا لنگی ٹخنوں سے نیچے لٹکاؤ (تاکہ کچھ متکبرانہ شان پیدا ہو) انہوں نے آدھی پنڈلیوں تک لنگی باندھ رکھی تھی۔ حضرت عثمانؓ نے ان سے فرمایا (میں لنگی نیچے نہیں کر سکتا کیونکہ) ہمارے حضرت کا لنگی باندھنے کا یہی طریقہ ہے چنانچہ انہوں نے مکہ میں جا کر ہر مسلمان قیدی کو حضور ﷺ کا پیغام پہنچادیا۔ ادھر ہم لوگ (حدیبیہ میں) دوپہر کو قیلولہ کر رہے تھے کہ اتنے میں حضور ﷺ کے منادی نے زور سے اعلان کیا کہ بیعت ہونے کے لئے آجاؤ! بیعت ہونے کے لئے آجاؤ! روح القدس (حضرت جبرائیل علیہ السلام) آسمان سے تشریف لائے ہیں چنانچہ ہم سب لوگ حضور ﷺ کی خدمت میں حاضر ہو گئے اس وقت آپ کیکر کے درخت کے نیچے تھے اور ہم آپ سے بیعت ہوئے۔ اللہ تعالیٰ نے اس آیت میں اسی واقعہ کا تذکرہ فرمایا: لَقَدْ رَضِيَ اللّٰهُ عَنِ الْمُؤْمِنِيْنَ اِذْ يُبَايِعُوْنَكَ تَحْتَ الشَّجَرَةِ (سورت فتح: آیت ۱۸)

ترجمہ: "بالتحقیق اللہ تعالیٰ ان مسلمانوں سے خوش ہوا جب کہ یہ لوگ آپ سے درخت (سمرہ) کے نیچے بیعت کر رہے تھے۔" چونکہ اس وقت حضرت عثمانؓ مکہ میں تھے اور یہاں موجود نہیں تھے اس لئے حضور ﷺ نے ان کی بیعت کے لئے اپنا ایک ہاتھ دوسرے ہاتھ پر رکھا کہ یہ عثمانؓ کی بیعت ہو گئی۔ اس پر لوگوں نے کہا (حضرت عثمانؓ) ابو عبداللہ کو مبارک ہو (کہ ان کے بغیر ہی ان کی بیعت ہو گئی اور ادھر) وہ بیت اللہ کا طواف کر رہے ہیں اور ہم یہاں ہیں۔ حضور ﷺ نے فرمایا نہیں ہرگز نہیں چاہے کتنے سال گزر جائیں جب تک میں طواف نہیں کروں گا عثمانؓ ہرگز طواف نہیں کرے گا۔[1]

ابن سعد کی روایت میں یہ ہے کہ ابان نے حضرت عثمانؓ سے کہا اے میرے چچازاد بھائی!

---

[1] اخرجه ابن ابی شیبة عن ایاس بن سلمة کذافی الکنز (ج ۱ ص ۸۴) واخرجه الرویانی و ابو یعلی و ابن عساکر عن ایاس بن سلمة عن ابیه مختصرا کما فی الکنز (ج ۸ ص ۵۶) واخرجه ابن سعد (ج ۱ ص ۴۶۱) عن ایاس بن سلمة عن ابیه مختصرا۔

آپ نے بہت تواضع والی شکل و صورت بنا رکھی ہے ذرا لنگی ٹخنوں سے نیچے لٹکاؤ جیسے کہ آپ کی قوم کا طریقہ ہے۔ حضرت عثمانؓ نے فرمایا نہیں۔ ہمارے حضرت اسی طرح آدھی پنڈلیوں تک لنگی باندھتے ہیں۔ ابان نے کہا اے میرے چچازاد بھائی! بیت اللہ کا طواف کر لو۔ حضرت عثمانؓ نے فرمایا جب تک ہمارے حضرت کوئی کام نہ کرلیں اس وقت تک ہم وہ کام نہیں کرتے۔ ہم تو ان کے نقش قدم پر چلتے ہیں (اس لئے میں طواف نہیں کروں گا)

حضرت زید بن ثابتؓ فرماتے ہیں جنگ یمامہ میں مسیلمہ کذاب مارا گیا اور اس کا فتنہ اور اس کا لشکر ختم ہو گیا لیکن اس جنگ میں صحابہ کرامؓ بڑی تعداد میں شہید ہو گئے بالخصوص قرآن پاک کے حافظوں کی ایک بڑی جماعت شہید ہو گئی تو اس جنگ کے بعد حضرت ابو بکرؓ نے مجھے بلایا۔ میں ان کی خدمت میں گیا تو وہاں ان کے پاس حضرت عمر بن خطابؓ بھی تھے حضرت ابو بکرؓ نے فرمایا یہ (یعنی حضرت عمرؓ) میرے پاس آئے اور یوں کہا اس جنگ یمامہ میں قرآن کے حافظ بہت زیادہ تعداد میں شہید ہو گئے ہیں (ایک روایت کے مطابق اس جنگ میں چودہ سو صحابہؓ شہید ہوئے جن میں سے سات سو صحابہؓ حافظ تھے) مجھے یہ ڈر ہو رہا ہے کہ اگر آئندہ لڑائیوں میں یوں ہی قرآن کے حافظ بڑی تعداد میں شہید ہوتے رہے تو پھر قرآن مجید کا اکثر حصہ جاتا رہے گا اس لئے میرا خیال یہ ہے کہ آپ سارا قرآن ایک جگہ لکھوا کر محفوظ کر لیں (اس سے پہلے سارا قرآن حضور ﷺ کے زمانہ میں ایک جگہ لکھا ہوا نہیں تھا بلکہ متفرق صحابہؓ کے پاس تھوڑا تھوڑا کر کے لکھا ہوا تھا) میں نے حضرت عمرؓ سے کہا ہم اس کام کی جرأت کیسے کریں جسے حضور ﷺ نے نہیں کیا ہے؟ حضرت عمرؓ نے مجھ سے کہا یہ کام سراسر خیر ہی خیر ہے۔ حضرت عمرؓ مجھ پر اصرار کرتے رہے اور ضرورت کا اظہار کرتے رہے یہاں تک کہ اللہ تعالیٰ نے میرا بھی اس کام کے لئے شرح صدر کر دیا جس کے لئے حضرت عمرؓ کا شرح صدر کیا تھا اور میری رائے بھی حضرت عمرؓ کے موافق ہو گئی۔ حضرت زید کہتے ہیں اس وقت حضرت عمرؓ حضرت ابو بکرؓ کے پاس خاموش بیٹھے ہوئے تھے کچھ بات نہیں فرما رہے تھے پھر حضرت ابو بکرؓ نے فرمایا تم جوان ہو سمجھدار ہو، تم پر کسی قسم کی بد گمانی بھی ہمیں نہیں اور تم حضور ﷺ کے فرمانے پر وحی لکھا کرتے تھے اس لئے تم ہی سارے قرآن کو ایک جگہ جمع کر دو۔ حضرت زید کہتے ہیں اللہ کی قسم! اگر حضرت ابو بکرؓ مجھے کسی پہاڑ کے پتھر ادھر سے ادھر منتقل کرنے کا حکم دیتے تو یہ کام میرے لئے قرآن ایک جگہ جمع کرنے سے زیادہ بھاری اور مشکل نہ ہوتا۔ میں نے عرض کیا آپ حضرات ایسا کام کس طرح کر رہے ہیں جسے حضور ﷺ نے نہیں کیا؟ حضرت ابو بکرؓ نے فرمایا یہ کام سراسر خیر ہی خیر ہے اور حضرت ابو بکرؓ بار بار

مجھے فرماتے رہے یہاں تک کہ اللہ تعالیٰ نے میرا بھی اس بارے میں شرح صدر فرمادیا جس بارے میں حضرت ابو بکرؓ اور حضرت عمرؓ کا فرمایا تھا اور میری رائے بھی ان دونوں حضرات کے موافق ہو گئی۔ پھر میں نے قرآن کو تلاش کرنا شروع کیا اور کاغذوں پر، سفید پتھروں پر، چوڑی ہڈیوں پر اور کھجور کی ٹہنیوں پر جو قرآن لکھا ہوا تھا اور جو قرآن حضرات صحابہؓ کے سینوں میں محفوظ تھا اس سب کو جمع کر دیا یہاں تک کہ لَقَدْ جَآءَکُمْ رَسُوْلٌ مِّنْ اَنْفُسِکُمْ عَزِیْزٌ عَلَیْہِ سے لے کر سورت براءت کے آخر تک کی آیات مجھے صرف حضرت خزیمہ بن ثابتؓ کے پاس لکھی ہوئی ملیں اور کسی کے پاس نہ مل سکیں (یہ آیات زبانی تو بہت سے صحابہؓ کو یاد تھیں لیکن لکھی ہوئی کسی اور کے پاس نہیں تھیں۔ باقی قرآن کی ہر آیت کئی صحابہؓ کے پاس لکھی ہوئی ملی) پھر یہ صحیفے جن میں سارا قرآن ایک جگہ لکھا گیا تھا حضرت ابو بکرؓ کی زندگی میں ان کے پاس رہے پھر ان کی وفات کے بعد یہ صحیفے حضرت عمرؓ کے پاس ان کی زندگی میں رہے۔ پھر ان کی وفات کے بعد حضرت حفصہ بنت عمرؓ کے پاس رہے۔[1]

پہلے حضرت ابو بکرؓ کا یہ فرمان گزر چکا ہے کہ اس ذات کی قسم جس کے قبضہ میں میری جان ہے! جس چیز پر حضور ﷺ نے جنگ کی ہے میں اسے چھوڑ دوں اس سے زیادہ مجھے یہ محبوب ہے کہ میں آسمان سے (زمین پر) گر پڑوں۔ لہذا میں تو اس چیز پر ضرور جنگ کروں گا۔ چنانچہ حضرت ابو بکرؓ نے (زکوٰۃ نہ دینے پر) عربوں سے جنگ کی یہاں تک کہ وہ پورے اسلام کی طرف واپس آگئے[2] بخاری، مسلم اور مسند احمد میں حضرت ابو ہریرہؓ کی روایت میں اس طرح ہے کہ حضرت ابو بکرؓ نے فرمایا اللہ کی قسم! جو آدمی نماز اور زکوٰۃ میں فرق کرے گا (یعنی نماز پڑھے اور زکوٰۃ نہ دے) میں اس سے ضرور جنگ کروں گا کیونکہ زکوٰۃ مال کا حق ہے (جیسے کہ نماز جان کا حق ہے) اللہ کی قسم! اگر یہ لوگ ایک رسی حضور ﷺ کو دیا کرتے تھے اور اب مجھے نہیں دیں گے تو میں اس رسی کی وجہ سے بھی ان سے جنگ کروں گا (دین میں ایک رسی کے برابر کمی بھی برداشت نہیں کر سکتا) اور حضرت ابو بکرؓ کا یہ ارشاد بھی گزر چکا ہے کہ اس ذات کی قسم جس کے علاوہ کوئی معبود نہیں! اگر کتے، حضور ﷺ کی ازواج مطہرات کی ٹانگوں کو گھسیٹتے پھریں تو بھی میں اس لشکر کو واپس نہیں بلاؤں گا جسے حضورؐ نے روانہ فرمایا تھا اور میں اس جھنڈے کو نہیں کھول سکتا جسے حضور ﷺ نے باندھا ہے۔ چنانچہ حضرت ابو بکرؓ نے حضرت اسامہؓ کا لشکر روانہ فرمایا۔ حضرت عروہ کی روایت میں یہ بھی گزر چکا ہے کہ حضرت

---

[1] اخرجه الطيالسي و ابن سعد وحامد و البخاري و الترمذي والنسائي و ابن حبان وغيرهم كذافي كنز العمال (ج ۱ ص ۲۷۹)

[2] رواه العدني عن عمرؓ

ابو بکرؓ نے فرمایا اس ذات کی قسم جس کے قبضہ میں میری جان ہے! اگر مجھے یقین ہو جائے کہ درندے مجھے اٹھا کر لے جائیں گے تو بھی میں حضور ﷺ کے حکم کے مطابق اسامہؓ کے لشکر کو ضرور روانہ کروں گا چاہے آبادی میں میرے سوا کوئی بھی باقی نہ رہے تو بھی میں اس لشکر کو روانہ کر کے رہوں گا اور ایک روایت میں ابن عساکر نے حضرت عروہ سے نقل کیا ہے کہ حضرت ابو بکرؓ نے فرمایا کیا میں اس لشکر کو روک لوں جسے حضور ﷺ نے بھیجا تھا؟ اگر میں ایسا کروں تو یہ میری بہت بڑی جسارت ہو گی۔ اس ذات کی قسم جس کے قبضہ میں میری جان ہے! سارے عرب مجھ پر ٹوٹ پڑیں یہ مجھے اس سے زیادہ پسند ہے کہ میں اس لشکر کو جانے سے روک دوں جسے حضور ﷺ نے روانہ فرمایا تھا اے اسامہؓ! تم اپنے لشکر کو لے کر وہاں جاؤ جہاں جانے کا تمہیں حکم ہوا تھا اور فلسطین کے جس علاقہ میں جا کر لڑنے کا حضور ﷺ نے تمہیں حکم دیا تھا وہاں جا کر اہل موتہ سے لڑو تم جنہیں یہاں چھوڑ کر جا رہے ہو اللہ ان کے لئے کافی ہیں۔ حضرت سیف نے حضرت حسنؓ سے نقل کیا ہے کہ حضرت ابو بکرؓ نے حضرت عمرؓ کی ڈاڑھی پکڑ کر کہا اے ابن خطاب! تیری ماں تجھے گم کرے حضور ﷺ نے تو انہیں امیر بنایا ہے اور تم مجھے کہہ رہے ہو کہ میں ان کو ہٹا دوں یہ سب روایتیں (جلد اول میں) تفصیل سے گزر چکی ہیں۔

حضرت سعد بن ابی وقاصؓ فرماتے ہیں حضرت حفصہ بنت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما نے حضرت عمرؓ سے کہا اے امیر المومنین! کیا ہی اچھا ہو تا اگر آپ اپنے ان (کھردرے) کپڑوں سے زیادہ نرم کپڑے پہنتے اور اپنے کھانے سے زیادہ عمدہ کھانا کھاتے کیونکہ اللہ تعالیٰ نے رزق میں بڑی وسعت عطا فرما دی ہے اور مال بھی پہلے سے زیادہ عطا فرمادیا ہے۔ حضرت عمرؓ نے فرمایا تمہارے خلاف دلیل تم سے ہی مہیا کرتا ہوں۔ کیا تمہیں حضور ﷺ کی مشقت اور سختی والی زندگی یاد نہیں۔ چنانچہ حضرت عمرؓ ان کو حضور ﷺ کی تنگی کے واقعات یاد دلاتے رہے یہاں تک کہ وہ رونے لگیں پھر ان سے فرمایا مجھے یہ کہا ہے لیکن میرا فیصلہ یہ ہے کہ جہاں تک میرا بس چلے گا میں مشقت اور تنگی والی حضور ﷺ اور حضرت ابو بکرؓ دونوں حضرات جیسی زندگی گزاروں گا تاکہ مجھے آخرت میں نعمتوں اور راحتوں والی ان دونوں حضرات جیسی زندگی مل سکے[۲] حضرت عمرؓ کے زہد کے باب میں اس بارے میں بہت سی مختصر اور لمبی روایتیں گزر چکی ہیں۔

۱؎ اخرجه البیهقی عن ابی هریرة. ۲؎ اخرجه ابو نعیم فی الحلیة (ج ۱ ص ۴۸) و اخرجه ابن سعد (ج ۳ ص ۱۹۹) عن مصعب بن سعد بنحوه.

حضرت ابو امامہؓ فرماتے ہیں ایک دن حضرت عمر بن خطابؓ اپنے ساتھیوں میں بیٹھے ہوئے تھے کہ ایک کھردرا کرتا پہننے لگے۔ جوں ہی وہ کرتا ہنسلی کی ہڈی سے نیچے ہوا تو انہوں نے فوراً یہ دعا پڑھی: الحمد للّٰہ الذی کسانی ما اواری به عورتی واتجمل به فی حیاتی. پھر لوگوں کی طرف متوجہ ہو کر فرمایا کیا آپ لوگ جانتے ہیں کہ میں نے یہ دعا کیوں پڑھی؟ ساتھیوں نے کہا نہیں۔ آپ بتائیں تو ہمیں پتہ چلے۔ حضرت عمرؓ نے فرمایا ایک دن میں حضور ﷺ کی خدمت میں حاضر تھا آپ کے پاس نئے کپڑے لائے گئے جنہیں آپ نے پہنا پھر یہ دعا پڑھی: الحمد للّٰہ الذی کسانی ما اواری به عورتی واتجمل به فی حیاتی. پھر فرمایا اس ذات کی قسم جس نے مجھے حق دے کر بھیجا! جس مسلمان بندے کو اللہ تعالیٰ نئے کپڑے پہنائیں اور وہ اپنے پرانے کپڑے کسی مسکین مسلمان بندے کو صرف اللہ کے لئے پہنا دے تو جب تک اس مسکین بندے پر ان کپڑوں کا ایک دھاگہ بھی باقی رہے گا اس اس وقت تک یہ پہنانے والا اللہ کی حفاظت، پناہ اور ضمانت میں رہے گا چاہے زندہ ہو یا مر کر قبر میں پہنچ جائے۔ پھر حضرت عمرؓ نے اپنے کرتے کو پھیلا کر دیکھا تو آستین انگلیوں سے لمبی تھی تو حضرت عبداللہؓ سے فرمایا اے میرے بیٹے! ذرا چوڑی چھری لانا وہ کھڑے ہوئے اور چھری لے آئے۔ حضرت عمرؓ نے آستین کو اپنی انگلیوں پر پھیلا کر دیکھا تو جو حصہ انگلیوں سے آگے تھا اسے اس چھری سے کاٹ دیا۔ ہم نے عرض کیا اے امیر المومنین! کیا ہم کوئی درزی نہ لے آئیں جو آستین کا کنارہ سی دے۔ حضرت عمرؓ نے کہا نہیں۔ حضرت ابو امامہ کہتے ہیں بعد میں میں نے دیکھا کہ حضرت عمرؓ کی اس آستین کے دھاگے ان کی انگلیوں پر بکھرے ہوئے تھے اور وہ انہیں روک نہیں رہے تھے۔[1]

حضرت ابن عمرؓ فرماتے ہیں کہ ایک مرتبہ حضرت عمرؓ نے نیا کرتا پہنا پھر مجھ سے چھری منگوا کر فرمایا اے میرے بیٹے! میرے کرتے کی آستین کو پھیلاؤ اور میری انگلیوں کے کنارے پر دونوں ہاتھ رکھ کر جو انگلیوں سے زائد کپڑا ہے اسے کاٹ دو۔ چنانچہ میں نے چھری سے دونوں آستینوں کا زائد کپڑا کاٹ دیا (وہ چھری سے سیدھا نہ کٹ سکا اس لئے) آستین کا کنارہ ناہموار اونچا نیچا ہو گیا۔ میں نے ان سے عرض کیا اے ابا جان! اگر آپ اجازت دیں تو میں قینچی سے برابر کر دوں۔ انہوں نے فرمایا اے میرے بیٹے! ایسے ہی رہنے دو۔ میں نے حضور ﷺ کو ایسے ہی کرتے دیکھا ہے۔ چنانچہ وہ کرتا حضرت عمرؓ کے بدن پر اسی طرح رہا یہاں تک کہ وہ پھٹ گیا اور میں نے کئی دفعہ اس کے دھاگے پاؤں پر گرتے ہوئے دیکھے۔[2]

---

[1] اخرجه هناد كذافي الكنز (ج ۸ ص ۵۵) [2] عند ابي نعيم في الحلية (ج ۱ ص ۴۵)

حضرت اسلم رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں حضرت عمر بن خطابؓ نے حجر اسود کو مخاطب کرتے ہوئے فرمایا سن لے اللہ کی قسم! مجھے معلوم ہے کہ تو ایک پتھر ہے نہ نقصان دے سکتا ہے اور نہ نفع۔ اگر میں نے حضور ﷺ کو تیرا استلام کرتے ہوئے نہ دیکھا ہوتا تو میں تیرا استلام نہ کرتا (استلام یہ ہے کہ حجر اسود کو آدمی چومے یا اسے ہاتھ یا لکڑی لگا کر اسے چومے) پھر حجر اسود کا استلام کیا۔ اس کے بعد فرمایا ہمیں رمل سے کیا لینا؟ (رمل طواف کے پہلے تین چکروں میں اکڑ کر چلنے کو کہتے ہیں) ہم نے رمل مشرکوں کو اپنی قوت) دکھانے کے لئے کیا تھا۔ اب اللہ نے ان کو ہلاک کر دیا (لہذا اب بظاہر ضرورت نہیں ہے) پھر فرمایا رمل ایک ایسا کام ہے جسے حضور ﷺ نے کیا اس لئے ہم اسے چھوڑنا نہیں چاہتے۔ [1]

ایک صحابیؓ فرماتے ہیں میں نے دیکھا کہ حضور ﷺ حجر اسود کے پاس کھڑے ہوئے فرما رہے ہیں مجھے یہ معلوم ہے تم تو ایک پتھر ہو نہ نقصان دے سکتے ہو اور نہ نفع اور پھر حضور ﷺ نے اس کا بوسہ لیا۔ پھر (حضور ﷺ کے بعد) حضرت ابو بکرؓ نے حج کیا اور حجر اسود کے سامنے کھڑے ہوئے اور انہوں نے فرمایا مجھے یہ معلوم ہے کہ تم تو ایک پتھر ہو نہ نقصان دے سکتے ہو اور نہ نفع۔ اگر میں نے حضور ﷺ کو تمہارا بوسہ لیتے ہوئے نہ دیکھا ہوتا تو میں تمہارا بوسہ نہ لیتا۔ [2]

حضرت یعلی بن امیہؓ فرماتے ہیں میں نے حضرت عثمانؓ کے ساتھ طواف کیا تو ہم نے حجر اسود کا استلام کیا میں بیت اللہ کے ساتھ ساتھ چل رہا تھا۔ جب ہم مغربی رکن یعنی رکن عراقی کے قریب پہنچے جو کہ حجر اسود کے بعد آتا ہے تو میں نے ان کا ہاتھ کھینچا تاکہ وہ رکن عراقی کا استلام کریں تو انہوں نے فرمایا تمہیں کیا ہو گیا ہے؟ (میرا ہاتھ کیوں کھینچ رہے ہو) میں نے کہا کیا آپ اس رکن کا استلام نہیں کریں گے؟ انہوں نے فرمایا کیا تم نے حضور ﷺ کے ساتھ طواف نہیں کیا تھا؟ میں نے کہا ہاں کیا تھا۔ انہوں نے فرمایا کیا تم نے انہیں ان دونوں مغربی رکنوں یعنی رکن عراقی اور رکن شامی کا استلام کرتے ہوئے دیکھا تھا میں نے کہا نہیں۔ انہوں نے فرمایا کیا تم حضور ﷺ کا اتباع نہیں کرتے میں نے کہا کرتا ہوں تو پھر فرمایا اس کا استلام چھوڑو اور آگے چلو۔ [3]

حضرت بکر بن عبداللہ رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں ایک دیہاتی نے حضرت ابن عباسؓ سے پوچھا یہ کیا بات ہے؟ آل معاویہ پانی میں شہد ملا کر پلاتے ہیں اور آل فلاں دودھ پلاتے ہیں اور

۱؎ اخرجه البخاری کذافی البداية (ج ٥ ص ٢٥٣)
۲؎ اخرجه ابن ابی شيبة والدار قطنی فی العلل عن عيسىٰ بن طلحة کذافی کنز العمال (ج ٣ ص ٣٤)
۳؎ اخرجه احمد (ج ١ ص ٧٠)

آپ لوگ نبیذ (پانی میں کچھ دیر کھجور یا کشمش پڑی رہے تو اسے نبیذ کہتے ہیں) پلاتے ہیں کیا آپ لوگ کنجوس ہیں (اللہ نے تو بہت دے رکھا ہے لیکن کنجوسی کی وجہ سے نبیذ پلاتے ہیں جو کہ سستی چیز ہے) یا سچ مچ آپ لوگ حاجت مند (اور غریب) ہیں؟ حضرت ابن عباسؓ نے فرمایا ہم لوگ نہ کنجوس ہیں اور نہ حاجت مند اور غریب۔ بلکہ نبیذ پلانے کی وجہ یہ ہے کہ ایک مرتبہ حضور ﷺ ہمارے پاس تشریف لائے۔ سواری پر آپ کے پیچھے حضرت اسامہ بن زید بیٹھے ہوئے تھے۔ آپ نے پانی مانگا تو ہم نے اس سبیل کی نبیذ آپ کی خدمت میں پیش کی جسے آپ نے پی لیا اور فرمایا تم نے بہت اچھا انتظام کیا ہے ایسے ہی کرتے رہنا۔[1]

حضرت جعفر بن تمام رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں ایک آدمی نے آکر حضرت ابن عباسؓ سے کہا ذرا یہ بتائیں کہ آپ لوگ جو لوگوں کو کشمش کی نبیذ پلاتے ہیں کیا یہ سنت ہے جس کا آپ لوگ اتباع کر رہے ہیں یا آپ کو اس میں دودھ اور شہد سے زیادہ سہولت ہے؟ حضرت ابن عباسؓ نے فرمایا حضور ﷺ ایک مرتبہ میرے والد حضرت عباسؓ کے پاس آئے۔ حضرت عباسؓ لوگوں کو نبیذ پلا رہے تھے۔ حضور ﷺ نے فرمایا مجھے بھی پلاؤ۔ حضرت عباسؓ نبیذ کے چند پیالے منگوائے اور حضور ﷺ کی خدمت میں پیش کئے۔ حضور ﷺ نے ان میں سے ایک پیالہ لے کر اسے نوش فرمایا پھر فرمایا تم لوگوں نے اچھا انتظام کر رکھا ہے، ایسے ہی کرتے رہنا چونکہ حضور ﷺ نے نبیذ کے انتظام کو پسند فرمایا اور) فرمایا تم نے اچھا انتظام کر رکھا ہے ایسے ہی کرتے رہنا تو اب حضور ﷺ کے اس فرمان کی وجہ سے نبیذ کے بجائے دودھ اور شہد کی سبیل کا ہونا میرے لئے باعث مسرت نہیں ہے۔[2]

حضرت ابن سیرین رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں میں میدان عرفات میں حضرت ابن عمرؓ کے ساتھ تھا جب وہ قیام گاہ سے چلے تو میں بھی ان کے ساتھ چلا۔ وہ امام حج کی جگہ پر پہنچے اور اس کے ساتھ ظہر اور عصر کی نماز ادا کی پھر انہوں نے جبل رحمت پر وقوف فرمایا۔ میں اور میرے ساتھی بھی ان کے ساتھ تھے یہاں تک کہ (غروب کے بعد) جب امام عرفات سے مزدلفہ کی طرف روانہ ہوا تو ہم بھی حضرت ابن عمرؓ کے ساتھ وہاں سے چل پڑے۔ جب حضرت ابن عمرؓ مازمین مقام سے پہلے ایک تنگ جگہ پہنچے تو انہوں نے اپنی سواری بٹھائی تو ہم نے بھی سواریاں بٹھا دیں۔ ہمارا خیال تھا کہ یہ نماز پڑھنا چاہتے ہیں تو حضرت ابن عمرؓ کے غلام نے جو ان کی سواری کو تھامے ہوئے تھے اس نے کہا نہیں یہ نماز نہیں پڑھنا چاہتے بلکہ انہیں یاد آگیا ہے کہ حضور ﷺ جب اس جگہ پہنچے تھے تو آپ قضائے حاجت کے لئے رکے تھے اس

---

[1] اخرجه احمد

[2] عند ابن سعد (ج ٤ ص ١٦)

لئے یہ بھی یہاں قضائے حاجت کرنا چاہتے ہیں۔[1]

حضرت ابن عمرؓ مکہ اور مدینہ کے درمیان ایک درخت کے پاس جب پہنچتے تو اس کے نیچے دوپہر کو آرام فرماتے اور اس کی وجہ یہ بتایا کرتے کہ حضور ﷺ نے اس درخت کے نیچے دوپہر کو آرام فرمایا تھا۔[2]

حضرت نافع رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں حضرت ابن عمرؓ حضور ﷺ کے آثار و نشانات کا بہت زیادہ اتباع کیا کرتے تھے چنانچہ جس جگہ حضور ﷺ نے (دوران سفر) کوئی نماز پڑھی ہوتی وہاں حضرت ابن عمرؓ ضرور نماز پڑھا کرتے تھے۔ حضور ﷺ کے آثار کا ان کو اتنا زیادہ اہتمام تھا کہ ایک سفر میں حضور ﷺ ایک درخت کے نیچے ٹھہرے تھے تو حضرت ابن عمرؓ اس درخت کا بہت خیال رکھتے اور اس کی جڑ میں پانی ڈالتے تاکہ وہ خشک نہ ہو جائے۔[3]

حضرت مجاہد رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں کہ ہم ایک سفر میں حضرت ابن عمرؓ کے ساتھ تھے۔ چلتے چلتے جب وہ ایک جگہ کے پاس سے گزرے تو راستہ چھوڑ کر ایک طرف کو ہو لیئے۔ ساتھیوں نے ان سے پوچھا کہ آپ نے ایسا کیوں کیا؟ راستہ کیوں چھوڑ دیا؟ انہوں نے فرمایا میں نے حضور ﷺ کو یہاں ایسے ہی کرتے دیکھا تھا اس لئے میں نے بھی ایسے ہی کیا۔[4]

حضرت نافع رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں حضرت ابن عمرؓ مکہ مکرمہ کے راستے میں (سیدھا نہیں چلتے تھے بلکہ کبھی راستے کے دائیں طرف) سواری کو موڑ لیا کرتے تھے (اور کبھی بائیں طرف) اور فرمایا کرتے تھے میں ایسا اس لئے کرتا ہوں تاکہ میری سواری کا پاؤں حضور ﷺ کی سواری کے پاؤں (والی جگہ) پر پڑ جائے[5] حضرت نافع رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں جس وقت حضرت ابن عمرؓ حضور ﷺ کے نشانات قدم پر پاؤں رکھ کر چلا کرتے تھے اگر اس وقت تم انہیں دیکھ لیتے تو کہتے یہ تو مجنون ہیں[6] حضرت عائشہؓ فرماتی ہیں حضور ﷺ نے اپنے اسفار میں جن مقامات میں قیام فرمایا ان کو جس طرح حضرت ابن عمرؓ تلاش کرتے ہیں اس طرح کوئی بھی تلاش نہیں کرتا[7] حضرت عاصم احول رحمۃ اللہ علیہ اپنے استاد سے نقل کرتے ہیں کہ حضرت ابن عمرؓ میں اتباع سنت کا اتنا زیادہ اہتمام تھا کہ جب ان کو کوئی حضور ﷺ کے

۱۔ اخرجه احمد قال في الترغيب (ج ۱ ص ۴۷) رواه احمد ورواة محتج بهم في الصحيح

۲۔ اخرجه البزار باسناد لاباس به كذافي الترغيب (ج ۱ ص ۴۶) وقال الهيثمي (ج ۱ ص ۱۷۵) ورجاله موثقون ۳۔ اخرجه ابن عساكر كذافي كنزالعمال (ج ۷ ص ۵۹)

۴۔ اخرجه احمد و البزار باسنادجيد كذافي الترغيب (ج ۱ ص ۴۶)

۵۔ عند ابی نعيم في الحلية (ج ۱ ص ۳۱۰) ۶۔ عند ابی نعيم ايضا واخرجه الحاكم (ج ۳ ص ۵۶۱) عن نافع نحوه ۷۔ عند ابی سعد (ج ۴ ص ۱۰۷)

نشانات قدم تلاش کرتا ہوا دیکھ لیتا تو وہ یہی سمجھتا کہ ان پر (جنون کا) کچھ اثر ہے۔ حضرت اسلم رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں اگر کسی اونٹنی کا بچہ کسی بیابان جنگل میں گم ہو جائے تو وہ اپنے بچے کو اتنا زیادہ تلاش نہیں کر سکتی جتنا زیادہ حضرت ابن عمرؓ حضرت عمر بن خطابؓ کے نشانات قدم کو تلاش کیا کرتے تھے۔[1]

حضرت عبدالرحمٰن بن امیہ بن عبداللہ رحمۃ اللہ علیہ نے حضرت ابن عمرؓ سے پوچھا کہ قرآن میں خوف کی نماز اور مقیم کی نماز کا ذکر تو ہمیں ملتا ہے لیکن مسافر کی نماز کا کوئی ذکر نہیں ملتا؟ حضرت ابن عمرؓ نے فرمایا ہم عرب والے تمام لوگوں میں سب سے زیادہ اجڈ اور کم علم تھے پھر اللہ نے اپنے نبی ﷺ کو مبعوث فرمایا تو ہم نے حضور ﷺ کو جیسے کرتے ہوئے دیکھا تو ہم بھی ویسے ہی کریں گے (چنانچہ حضور ﷺ نے مسافر والی نماز پڑھی ہے تو ہم بھی پڑھیں گے مطلب یہ ہے کہ ہر حکم کا قرآن میں ذکر ہونا ضروری نہیں ہے بلکہ بہت سے احکام حضور ﷺ کی حدیث سے ثابت ہوتے ہیں)[2] حضرت امیہ بن عبداللہ بن خالد بن اسید رحمۃ اللہ علیہ نے حضرت عبداللہ بن عمرؓ سے پوچھا کہ خوف کی نماز کو قصر کرنے کا حکم تو ہمیں اللہ تعالیٰ کی کتاب میں ملتا ہے لیکن سفر کی نماز کو قصر کرنے کا حکم نہیں ملتا؟ حضرت عبداللہ نے فرمایا ہم نے اپنے نبی کریم ﷺ کو جو کام بھی کرتے ہوئے دیکھا ہے ہم تو اسے ضرور کریں گے (اس کا قرآن میں مذکور ہونا ضروری نہیں ہے۔[3]

حضرت وارد بن ابی عاصم رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں منٰی میں میری ملاقات حضرت ابن عمرؓ سے ہوئی۔ میں نے ان سے پوچھا سفر میں نماز کی کتنی رکعتیں ہوتی ہیں؟ انہوں نے کہا دو رکعتیں میں نے کہا اس وقت ہم لوگ منی میں ہیں (ہماری تعداد بھی بہت ہے اور ہر طرح کا امن بھی ہے تو کیا یہاں بھی دو ہی رکعتیں پڑھی جائیں گی؟) اس کے بارے میں آپ کا کیا خیال ہے؟ میرے اس سوال سے انہیں بڑی گرانی ہوئی اور فرمایا تیرا ناس ہو! کیا تم نے حضور ﷺ کے بارے میں کچھ سنا ہے؟ میں نے کہا جی ہاں۔ سنا ہے اور میں ان پر ایمان بھی لایا ہوں۔ اس پر انہوں نے فرمایا حضور ﷺ جب سفر میں تشریف لے جایا کرتے تو دو رکعت نماز پڑھا کرتے۔ اب تمہاری مرضی ہے چاہے دو رکعت نماز پڑھو چاہے چھوڑ دو۔[4]

حضرت ابو منیب جرشی رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں ایک آدمی نے حضرت ابن عمرؓ سے پوچھا کہ اللہ تعالیٰ نے قرآن میں فرمایا ہے: اِذَا ضَرَبْتُمْ فِی الْاَرْضِ فَلَيْسَ عَلَيْكُمْ جُنَاحٌ (سورۃ نساء:

[1] عند ابی نعیم (ج ۱ ص ۳۱۰)
[2] اخرجه عبدالرزاق
[3] عند ابن جریر
[4] عند ابن جریر ایضا

آیت ۱۰۱)

ترجمہ :"اور جب تم زمین میں سفر کرو سو تم کو اس میں کوئی گناہ نہ ہوگا کہ تم نماز کو کم کر دو اگر تم کو یہ اندیشہ ہو کہ تم کو کافر لوگ پریشان کریں گے "(اب اللہ تعالیٰ نے نماز قصر کرنے کے لئے یہ شرط لگائی ہے کہ کافروں کے ستانے کا ڈر ہو اور) یہاں منیٰ میں اس وقت ہم لوگ بڑے امن سے ہیں کس قسم کا خوف اور ڈر نہیں ہے تو کیا یہاں بھی ہم نماز کو قصر کریں ؟ حضرت ابن عمرؓ نے فرمایا حضور ﷺ تمہارے لئے قابل تقلید نمونہ ہیں (لہذا جب انہوں نے منیٰ میں دو رکعت نماز پڑھی ہے تو تم بھی دو رکعت ہی پڑھو) [1]

حضرت زید بن اسلم رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں میں نے حضرت ابن عمرؓ کو دیکھا کہ وہ نماز پڑھ رہے ہیں اور ان کے کرتے کی گھنڈیاں کھلی ہوئی ہیں (نماز کے بعد) میں نے ان سے اس بارے میں پوچھا تو انہوں نے فرمایا میں نے حضور ﷺ کو ایسے ہی نماز پڑھتے ہوئے دیکھا ہے۔ [2]

حضرت قرہؓ فرماتے ہیں میں قبیلہ مزینہ کی ایک جماعت کے ساتھ حضور ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوا اور ہم آپ سے بیعت ہوئے۔ جب ہم آپ سے بیعت ہوئے اس وقت آپ کی گھنڈیاں کھلی ہوئی تھیں۔ میں نے آپ کے کرتے کے گریبان میں ہاتھ ڈال کر مہر نبوت کو چھوا۔ حضرت عروہ راوی کہتے ہیں کہ میں نے دیکھا کہ (حضرت قرہ کے صاحبزادے) حضرت معاویہ کی اور حضرت معاویہ کے بیٹے کی گھنڈیاں گرمی سردی ہر موسم میں ہمیشہ کھلی رہا کرتی تھیں۔ [3]

حضور ﷺ کو اپنے صحابہؓ، گھر والوں، خاندان والوں اور اپنی امت سے جو نسبت حاصل ہے اس نسبت کا خیال رکھنا

حضرت کعب بن عجرہؓ فرماتے ہیں ایک دن ہم لوگ مسجد نبوی میں حضور ﷺ (کے حجرے) کے سامنے ایک جماعت میں بیٹھے ہوئے تھے اس جماعت میں کچھ ہم انصاری، کچھ مہاجر اور کچھ بنی ہاشم کے لوگ تھے ہماری آپس میں اس بات پر بحث شروع ہو گئی کہ ہم

---

[1] عند ابن جریر ایضا کذافی الکنز (ج ٤ ص ٢٤٠)

[2] اخرجه ابن خزیمة فی صحیحه و البیهقی کذا فی الترغیب (ج ۱ ص ٤٦)

[3] اخرجه ابن ماجه و ابن حبان فی صحیحه واللفظه له عن عروة بن عبداللّٰه بن قشیر قال حدثنی معاویه بن قرة عن ابیه کذافی الترغیب (ج ۱ ص ٤٥) واخرجه ایضا البغوی و ابن السکن کما فی الاصابة (ج ۳ ص ۲۳۳) واخرجه ابن سعد (ج ۱ ص ٤٦٠) نحوه.

میں سے کون حضور ﷺ کے زیادہ قریب اور زیادہ محبوب ہے؟ ہم نے کہا ہم جماعت انصار حضور ﷺ پر ایمان لائے ہیں اور ہم نے آپ کا اتباع کیا ہے اور ہم نے آپ کے ساتھ ہو کر کئی مرتبہ (کافروں سے) لڑائی کی ہے۔ ہم حضور ﷺ کے دشمن کے مقابلہ میں حضور ﷺ کے لشکر کا دستہ ہیں لہذا ہم حضور ﷺ کے زیادہ قریب اور زیادہ محبوب ہیں اور ہمارے مہاجر بھائیوں نے کہا ہم نے اللہ اور رسول ﷺ کے ساتھ ہجرت کی اور ہم نے اپنے خاندانوں، گھر والوں اور مال و دولت کو (ہجرت کے لئے) چھوڑا (یہ ہماری امتیازی صفت اور خصوصی قربانی ہے جو آپ انصار کو حاصل نہیں ہے) اور ہم ان تمام مقامات پر حاضر تھے جہاں آپ لوگ حاضر تھے اور ان تمام جنگوں میں شریک ہوئے جن میں آپ لوگ شریک ہوئے لہذا ہم حضور ﷺ کے زیادہ قریب اور زیادہ محبوب ہیں اور ہمارے ہاشمی بھائیوں نے کہا (ہماری امتیازی صفت یہ ہے کہ) ہم حضور ﷺ کے خاندان کے لوگ ہیں اور ہم ان تمام مقامات پر حاضر تھے جہاں آپ لوگ حاضر تھے اور ان تمام جنگوں میں شریک ہوئے جن میں آپ شریک ہوئے لہذا ہم لوگ حضور ﷺ کے زیادہ قریب اور زیادہ محبوب ہیں۔ اتنے میں حضور ﷺ ہمارے پاس باہر تشریف لائے اور ہماری طرف متوجہ ہو کر فرمایا تم لوگ آپس میں کچھ باتیں کر رہے تھے۔ ہم نے حضور ﷺ کے سامنے اپنی بات عرض کی حضور ﷺ کو اپنے مہاجر بھائیوں کی بات بتائی حضور ﷺ نے فرمایا وہ بھی ٹھیک کہتے ہیں ان کی اس بات کا کون انکار کر سکتا ہے پھر ہم نے حضور ﷺ کو اپنے ہاشمی بھائیوں کی بات بتائی حضور ﷺ نے فرمایا یہ بھی ٹھیک کہتے ہیں ان کی اس بات کا کون انکار کر سکتا ہے، پھر حضور ﷺ نے فرمایا کیا تم لوگوں کا فیصلہ نہ کر دوں؟ ہم لوگوں نے کہا ضرور یا رسول اللہ! ہمارے ماں باپ آپ پر قربان ہوں۔ پھر حضور ﷺ نے فرمایا تم اے جماعت انصار! تو میں تمہارا بھائی ہوں۔ اس پر انصار نے کہا اللہ اکبر! رب کعبہ کی قسم! ہم حضور ﷺ کو لے اڑے اور تم اے جماعت مہاجرین! میں تم میں سے ہوں۔ اس پر مہاجرین نے کہا اللہ اکبر! رب کعبہ کی قسم! ہم حضور ﷺ کو لے اڑے اور تم اے بنو ہاشم! تم میرے ہو اور میرے سپرد ہو۔ اس پر ہم سب راضی ہو کر کھڑے ہوئے اور ہم میں سے ہر ایک حضور ﷺ سے خصوصی تعلق حاصل ہونے کی وجہ سے بڑا خوش ہو رہا تھا۔[1]

حضرت عبداللہ بن ابی اوفیٰؓ فرماتے ہیں حضرت عبدالرحمٰن بن عوفؓ نے حضور ﷺ سے

---

[1] اخرجه الطبراني قال الهيثمي (ج ١٠ ص ١٤) رواه الطبراني وفيه ابو مسكين الا نصاري ولم اعرفه وبقية رجاله ثقات وفي بعضهم خلاف انتهى

حضرت خالد بن ولیدؓ کی شکایت کی۔ حضور ﷺ نے فرمایا اے خالد! جنگ بدر میں شریک ہونے والوں میں سے کسی کو تکلیف نہ پہنچاؤ (اور یہ عبدالرحمٰن بھی بدری ہیں) کیونکہ اگر تم احد پہاڑ کے برابر بھی سونا خرچ کر دو تو بھی ان کے عمل کو نہیں پہنچ سکتے ہو اس پر حضرت خالد نے کہا لوگ مجھے برا بھلا کہتے ہیں میں انہیں ویسا ہی جواب دے دیتا ہوں۔ حضور ﷺ نے (صحابہؓ) سے فرمایا خالد کو تکلیف نہ پہنچاؤ کیونکہ یہ اللہ کی تلواروں میں سے ایک تلوار ہے جسے اللہ تعالیٰ نے کفار پر سونتا ہے۔[1]

حضرت حسن رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں حضرت عبدالرحمٰن بن عوف اور حضرت خالد بن ولیدؓ کے درمیان تو تو میں میں ہو گئی تو حضرت خالد نے کہہ دیا اے ابن عوف! آپ میرے سامنے اس بات کی وجہ سے فخر نہ کریں کہ آپ مجھ سے ایک دو دن پہلے اسلام میں داخل ہوئے ہیں۔ جب یہ بات حضور ﷺ تک پہنچی تو آپ نے فرمایا میری وجہ سے میرے (بدری) صحابہؓ کو چھوڑے رکھو (انہیں کوئی تکلیف نہ پہنچاؤ) کیونکہ اس ذات کی قسم جس کے قبضہ میں میری جان ہے! تم (غیر بدری صحابہؓ) میں سے کوئی بھی احد پہاڑ جتنا سونا خرچ کر دے تو ان کے آدھے مد کے ثواب کو نہیں پہنچ سکتا (آدھا مد سات چھٹانک یعنی آدھ کلو سے کم ہوتا ہے) اس کے بعد حضرت عبدالرحمٰن اور حضرت زبیرؓ میں کوئی تیز بات ہو گئی تو حضرت خالد نے کہا اے اللہ کے نبی (ﷺ)! آپ نے مجھے حضرت عبدالرحمٰن سے (جھگڑنے سے) روکا تھا اور یہ حضرت زبیر ان کو برا بھلا کہہ رہے ہیں۔ حضور ﷺ نے فرمایا یہ دونوں بدری ہیں (درجہ میں برابر ہیں تمہارا درجہ کم تھا) اس لئے یہ آپس میں ایک دوسرے کو کچھ کہہ سکتے ہیں اس میں کوئی حرج نہیں ہے۔[2]

حضرت ابو ہریرہؓ فرماتے ہیں ایک مرتبہ حضرت خالد بن ولید اور حضرت عبدالرحمٰن بن عوفؓ کے درمیان ایسی بات ہو گئی جیسی لوگوں میں ہو جایا کرتی ہے تو حضور ﷺ نے فرمایا میری وجہ سے میرے (بدری) صحابہؓ کو چھوڑے رکھو کیونکہ اگر تم میں سے کوئی آدمی احد پہاڑ جتنا سونا خرچ کر دے تو ان (بدری صحابہؓ) میں سے کسی ایک کے ایک مد بلکہ آدھے مد کے ثواب کو نہیں پہنچ سکتا۔[3]

---

[1] اخرجه الطبرانی قال الهیثمی (ج ۹ ص ۳٤۹) رواه الطبرانی فی الصغیر و الکبیر باختصار والبزار بنحوه و رجال الطبرانی ثقات انتهی واخرجه ایضا ابن عساکر و ابو یعلی کما فی الکنز (ج ۷ ص ۱۳۸) وابن عبدالبر فی الاستیعاب (ج ۱ ص ٤۰۹) عن عبدالله بن ابی اوفیٰؓ مثله

[2] عند ابن عساکر کذافی الکنز (ج ۷ ص ۱۳۸) واخرجه احمد عن انسؓ بنحوه مختصر! قال الهیثمی (ج ۱۰ ص ۱۵) ورجاله رجال الصحیح انتهی

[3] عند البزار قال الهیثمی (ج ۱۰ ص ۱۵) رجاله رجال الصحیح غیر عاصم بن ابی النجود وقدوثق انتهی

حضرت جابر بن عبداللہؓ فرماتے ہیں حضور ﷺ نے فرمایا اللہ تعالیٰ نے نبیوں اور رسولوں کے علاوہ باقی تمام جہان والوں پر میرے صحابہؓ کو فضیلت عطا فرمائی اور پھر میرے لئے میرے صحابہؓ میں سے چار ابوبکر، عمر، عثمان اور علی رحمہم اللہ کو چنا اور انہیں میرا خاص صحابی بنایا۔ ویسے تو میرے تمام صحابہؓ میں خیر ہے اور اللہ تعالیٰ نے میری امت کو تمام امتوں پر فضیلت عطا فرمائی اور میری امت میں سے چار زمانے والوں کو چنا۔ پہلا زمانہ (خود حضور ﷺ کا) دوسرا زمانہ (حضرات صحابہ کرامؓ) تیسرا زمانہ (حضرات تابعین کا) چوتھا زمانہ (حضرات تبع تابعین کا)[1]

حضرت عبدالرحمٰن بن عوفؓ فرماتے ہیں جب حضور ﷺ کے دنیا سے تشریف لے جانے کا وقت قریب آیا تو حضرات صحابہؓ نے عرض کیا یا رسول اللہ! ہمیں کچھ وصیت فرما دیں۔ حضور ﷺ نے فرمایا مہاجرین میں سے جو سابقین اولین ہیں میں تمہیں ان کے ساتھ اور ان کے بعد ان کے بیٹوں کے ساتھ اچھے سلوک کی وصیت کرتا ہوں اگر تم اس وصیت پر عمل نہیں کرو گے تو نہ تمہارا نفلی عمل قبول کیا جائے گا اور نہ فرض[2] بزار کی روایت میں یہ ہے کہ میں سابقین اولین کے ساتھ، ان کے بعد ان کے بیٹوں کے ساتھ اور ان کے بعد ان کے بیٹوں کے بیٹوں کے ساتھ حسن سلوک کی وصیت کرتا ہوں[3] حضرت سعدؓ فرماتے ہیں جب اللہ تعالیٰ نے حضور ﷺ کو بتادیا کہ اب ان کے دنیا سے تشریف لے جانے کا وقت آگیا ہے تو آپ پرانے کپڑوں میں لپٹے ہوئے باہر تشریف لائے اور منبر پر بیٹھ گئے لوگوں نے اور بازار والوں نے آپ کے بارے میں سنا کہ منبر پر تشریف فرما ہیں) تو وہ سب مسجد میں آگئے آپ نے اللہ کی حمد و ثناء کے بعد فرمایا اے لوگو! اس قبیلہ انصار سے جو مجھے تعلق ہے اس کی ہمیشہ رعایت رکھو کیونکہ یہ لوگ میرے لئے معدہ کی طرح ہیں جس میں میں کھاتا ہوں اور یہ میرا صندوق ہیں یعنی ان سے مجھے خاص تعلق ہے میرے بہت سے راز ان کے پاس ہیں یہ میرے خاص معتمد لوگ ہیں لہٰذا تم ان کے نیک آدمی کے نیک عمل کو قبول کرو اور ان کے برے کو معاف کرو۔[4]

حضرت انسؓ فرماتے ہیں حضور ﷺ کے سامنے ایک مرتبہ حضرت مالک بن دخشنؓ کا ذکر

---

[1] اخرجه البزار قال الهيثمي (ج ١٠ ص ١٦) ورجاله ثقات وفي بعضهم خلاف

[2] اخرجه الطبراني قال الهيثمي (ج ١٠ ص ١٧) رواه الطبراني في الا وسط والبزار.

[3] رواه البزار و رجاله ثقات [4] اخرجه الطبراني عن زيد بن سعد قال الهيثمي (ج ١٠ ص ٣٦) وزيد بن سعد بن زيد الا شهلي لم اعرفه و بقية رجاله ثقات انتهى

ہوا تو کچھ لوگوں نے انہیں برا کہا اور یہ بھی کہہ دیا کہ یہ تو منافقوں کا سردار ہے حضور ﷺ نے فرمایا میرے صحابہؓ کو چھوڑے رکھو، میرے صحابہؓ کو برا بھلا مت کہو۔[۱] حضرت ابن عباسؓ فرماتے ہیں حضور ﷺ نے فرمایا جو میرے صحابہؓ کو برا بھلا کہے گا اس پر اللہ تعالیٰ، فرشتوں اور تمام لوگوں کی لعنت ہوگی۔[۲]

حضرت عائشہؓ فرماتی ہیں حضور ﷺ نے فرمایا میرے صحابہؓ کو برا بھلا مت کہو جو میرے صحابہؓ کو برا بھلا کہے اللہ تعالیٰ اس پر لعنت کرے۔[۳]

حضرت سعید بن زید بن عمرو بن نفیلؓ فرماتے ہیں تم لوگ مجھے اپنے ساتھیوں کو برا بھلا کہنے کا حکم دے رہے ہو حالانکہ اللہ تعالیٰ ان پر رحمت فرما چکا اور ان کی مغفرت فرما چکا ہے۔ (اس لئے میں انہیں ہرگز برا نہیں کہوں گا)[۴]

حضرت سعید بن جبیر رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں ایک آدمی نے حضرت ابن عباسؓ کی خدمت میں حاضر ہو کر کہا آپ مجھے کچھ وصیت فرمادیں۔ حضرت ابن عباس نے فرمایا میں تمہیں اللہ سے ڈرنے کی وصیت کرتا ہوں اور رسول اللہ ﷺ کے صحابہؓ کا برائی سے تذکرہ کرنے سے ہمیشہ بچتے رہنا کیونکہ تمہیں معلوم نہیں کہ وہ کیا کارنامے انجام دے گئے ہیں۔[۵]

حضرت ابن عمرؓ فرماتے ہیں حضور ﷺ نے آخری بات یہ فرمائی کہ تم لوگ میرے گھر والوں کے بارے میں میری نیابت کرنا یعنی میرے بعد میری طرح ان کا خیال رکھنا۔[۶]

حضرت ام سلمہؓ فرماتی ہیں حضور ﷺ کی صاحبزادی حضرت فاطمہؓ ایک مرتبہ حضرت حسن اور حضرت حسینؓ کو گود میں اٹھائے ہوئے حضور ﷺ کی خدمت میں آئیں ان کے ایک ہاتھ میں ایک ہانڈی تھی جس میں حضرت حسنؓ کے لئے گرم گرم کھانا تھا۔ حضرت فاطمہؓ نے جب وہ ہانڈی حضور ﷺ کے سامنے رکھ دی تو حضور ﷺ نے فرمایا ابو حسن یعنی حضرت علیؓ کہاں ہیں؟ حضرت فاطمہؓ نے کہا گھر میں ہیں حضورؐ نے انہیں بلالیا (جب وہ آگئے تو) حضورؐ حضرت علی حضرت فاطمہ، حضرت حسن اور حضرت حسینؓ (پانچوں مل کر)

---

[۱] اخرجه البزار قال الهيثمي (ج ۱۰ ص ۲۱) رجاله رجال الصحيح اه

[۲] عند الطبراني قال الهيثمي (ج ۱۰ ص ۲۱) وفيه عبدالله بن فراش وهو ضعيف

[۳] عند الطبراني قال الهيثمي (ج ۱۰ ص ۲۱) رجاله رجال الصحيح غيرعلي بن سهل و هو ثقة

[۴] اخرجه الطبراني قال الهيثمي (ج ۱۰ ص ۲۱) رواه الطبراني في الا وسط ورجاله رجال الصحيح انتهى

[۵] اخرجه الطبراني قال الهيثمي (ج ۱۰ ص ۲۲) وفيه عمر بن عبدالله الثقفي وهو ضعيف انتهى

[۶] اخرجه الطبراني في الا وسط قال الهيثمي (ج ۹ ص ۱۶۳) وفيه عاصم بن عبيدالله وهو ضعيف انتهى

کھانے لگے اور حضور ﷺ نے مجھے کھانے کے لئے نہ بلایا حالانکہ اس سے پہلے جب بھی حضور ﷺ کھانا کھاتے تو مجھے ضرور بلاتے۔ کھانے سے فارغ ہو کر آپ نے ان سب پر اپنی چادر ڈال دی اور فرمایا اے اللہ! جو ان سے دشمنی کرے تو اس سے دشمنی کر اور جو ان سے دوستی کرے تو اس سے دوستی کر۔ [1]

حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما فرماتے ہیں حضور ﷺ نے فرمایا اے بنو عبدالمطلب! میں نے تمہارے لئے اللہ تعالیٰ سے تین چیزیں مانگی ہیں تم میں سے جو (دین پر) قائم ہے اللہ اسے اس پر پختگی عطا فرمائے اور تمہارے جاہل کو علم عطا فرمائے اور تمہارے بے راہ کو سیدھی راہ پر ڈال دے اور میں نے اللہ سے یہ بھی مانگا ہے کہ وہ تمہیں خوب سخی اور رحم دل بنائے اگر کوئی آدمی حجر اسود اور رکن یمانی کے درمیان کھڑا ہو کر عبادت کرے اور نماز پڑھے اور روزہ رکھے (زندگی بھر اتنی بہترین عبادت کرتا رہے) لیکن مرتے وقت اس کے دل میں حضرت محمد (ﷺ) کے گھر والوں سے بغض ہو تو وہ (دوزخ کی) آگ میں داخل ہوگا۔ [2]

حضرت عثمانؓ فرماتے ہیں حضور ﷺ نے فرمایا کہ جس نے اولاد عبدالمطلب میں سے کسی کے ساتھ احسان کیا اور وہ اس کے احسان کا بدلہ دنیا میں نہیں دے سکا تو اس کا بدلہ میرے ذمہ ہے کل (قیامت کے دن) جب مجھ سے ملے تو لے لے۔ [3]

حضرت جابرؓ فرماتے ہیں جب حضرت عمرؓ نے حضرت علیؓ کی صاحبزادی سے شادی کر لی تو میں نے سنا کہ وہ لوگوں کو فرما رہے ہیں تم مجھے مبارکباد کیوں نہیں دیتے ہو؟ میں نے حضور ﷺ کو یہ فرماتے ہوئے سنا ہے کہ قیامت کے دن میرے سسرالی رشتہ اور میرے نسب کے علاوہ ہر سسرالی رشتہ اور ہر نسب ٹوٹ جائے گا (اور اس شادی سے مجھے حضور ﷺ کا سسرالی رشتہ حاصل ہو گیا ہے اس لئے مجھے مبارک باد دو۔ [4]

حضرت محمد بن ابراہیم تیمی رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں حضرت قتادہ بن نعمان ظفریؓ نے ایک

---

[1] اخرجه ابو يعلى قال الهيثمي (۹ ص ۱۶۷) واسناده جيد

[2] اخرجه الطبراني قال الهيثمي (ج ۹ ص ۱۷۱) رواه الطبراني عن شيخه محمد بن زكريا الغلابي وهو ضعيف و ذكره ابن حبان في الثقات وقال يعتبر حديثه اذاروى عن الثقات خان في رواية عن المجاهيل بعض المناكير قلت روى هذا عن سفيان الثورى وبقية رجاله رجال الصحيح انتهى

[3] اخرجه الطبراني في الاوسط قال الهيثمي (ج ۹ ص ۱۷۳) وفيه عبدالرحمن بن ابي الزناد وهو ضعيف انتهى

[4] اخرجه الطبراني قال الهيثمي (ج ۹ ص ۱۷۳) رواه الطبراني في الاوسط والكبير باختصار ورجالهما رجال الصحيح غير الحسن بن سهل وهو ثقة

مرتبہ قریش کی مذمت بیان کی اور ان کے خلاف بے اکرامی کے بول بول دیئے تو حضور ﷺ نے فرمایا اے قتادہ! قریش کو برا بھلا مت کہو کیونکہ تمہیں ان میں ایسے آدمی بھی نظر آئیں گے جن کے اعمال وافعال کے سامنے تمہیں اپنے اعمال وافعال حقیر نظر آئیں گے جب تم ان کو دیکھو گے تو ان پر رشک کرو گے۔ اگر مجھے قریش کے سرکش ہو جانے کا خطرہ نہ ہوتا تو اللہ کے ہاں ان کا جو مقام ہے میں وہ ان کو بتا دیتا۔[1]

حضرت علیؓ فرماتے ہیں نبی کریم ﷺ کے جو ارشادات مجھے معلوم ہیں ان میں سے ایک یہ بھی ہے کہ قریش کو آگے رکھو۔ ان سے آگے نہ بڑھو۔ اگر مجھے قریش کے اترانے کا ڈر نہ ہوتا تو اللہ کے ہاں انہیں جو کچھ ملے گا وہ میں انہیں بتا دیتا۔[2] حضرت عائشہؓ فرماتی ہیں ایک مرتبہ حضور ﷺ میرے پاس تشریف لائے اور فرمایا اگر مجھے قریش کے اکڑنے کا ڈر نہ ہوتا تو اللہ کے ہاں انہیں جو کچھ ملے گا وہ میں انہیں بتا دیتا۔[3]

حضرت ابو ہریرہؓ فرماتے ہیں حضور ﷺ نے فرمایا امانت داری کو قریش میں تلاش کرو کیونکہ قریش کے امانتدار آدمی کو دوسروں کے امانتدار پر ایک فضیلت حاصل ہے اور قریش کے طاقتور آدمی کو دوسروں کے طاقتور آدمی پر دو فضیلتیں حاصل ہیں۔[4]

حضرت رفاعہ بن رافعؓ فرماتے ہیں حضور ﷺ نے حضرت عمرؓ سے فرمایا اپنی قوم کو جمع کرو میں انہیں کچھ کہنا چاہتا ہوں۔ حضرت عمرؓ نے انہیں حضور ﷺ کے گھر کے پاس جمع فرمایا اور اندر حاضر خدمت ہو کر عرض کیا یا رسول اللہ! میں انہیں اندر آپ کی خدمت میں لے آؤں یا آپ باہر ان کے پاس تشریف لے جائیں گے۔ حضور ﷺ نے فرمایا میں ان کے پاس باہر آؤں گا چنانچہ حضور ﷺ ان کے پاس باہر تشریف لائے اور ان سے فرمایا کیا تمہارے اس مجمع میں دوسری قوم کا بھی کوئی آدمی ہے؟ انہوں نے کہا جی ہاں ہے۔ اس مجمع میں ہمارے علاوہ ہمارے حلیف، ہمارے بھانجے اور ہمارے غلام بھی ہیں۔ حضور ﷺ نے فرمایا ہمارے حلیف ہمارے بھانجے اور غلام یہ سب ہم میں سے ہی ہیں۔ تم لوگ اللہ تعالیٰ کا یہ ارشاد کیوں نہیں

---

[1] اخرجه احمد قال الهیثمی (ج ۱۰ ص ۲۳) رواه احمد مرسلاومسند اورجال لفظ المسند علی المرسل و البزار كذالك و الطبرانی مسند اورجال البزار فی المسند رجال الصحیح ورجاله احمد فی المسند و المرسل رجال الصحیح غیر جعفر بن عبدالله بن اسلم فی مسند احمد و هو ثقة وفی بعض رجال الطبرانی خلاف اه. [2] اخرجه الطبرانی قال الهیثمی (ج ۱۰ ص ۲۵) وفیه ابو معشر و حدیثه حسن [3] عند احمد ورجاله رجال الصحیح كما قال الهیثمی (ج ۱۰ ص ۲۵) [4] اخرجه الطبرانی قال الهیثمی (ج ۱۰ ص ۲۶) رواه الطبرانی فی الاوسط و ابو یعلی و اسناده حسن. اه

سنتے کہ اس (مسجد حرام) کے متولی بننے کے لائق صرف متقی لوگ ہیں۔ اگر تم لوگ متقی ہو پھر تو ٹھیک ہے ورنہ تم لوگ سوچ لو، غور کر لو! ایسا نہ ہو کہ کل قیامت کے دن اور لوگ اعمال لے کر آئیں اور تم لوگ گناہوں کا بوجھ لے کر آؤ اور پھر مجھے (تمہارے گناہ دیکھ کر) منہ دوسری طرف کرنا پڑ جائے پھر آپ نے اپنے دونوں ہاتھ اٹھا کر فرمایا اے لوگو! قریش امانتدار لوگ ہیں اس لئے جو بھی ان کی خامیاں اور قصور تلاش کرے گا اللہ تعالیٰ اسے نتھنوں کے بل دوزخ میں ڈالیں گے۔ یہ جملہ آپ نے تین مرتبہ ارشاد فرمایا۔[1]

حضرت ابن عباسؓ فرماتے ہیں کہ حضور ﷺ نے فرمایا بنو ہاشم اور انصار سے بغض رکھنا کفر ہے اور عرب سے بغض نفاق ہے۔[2]

حضرت عائشہؓ فرماتی ہیں ایک مرتبہ حضور ﷺ میرے پاس اندر تشریف لائے آپ فرما رہے تھے اے عائشہؓ! تمہاری قوم میری امت میں سے سب سے پہلے مجھ سے آملے گی۔ جب آپ بیٹھ گئے تو میں نے کہا یا رسول اللہ! اللہ مجھے آپ پر قربان کرے۔ آپ اندر آتے ہوئے ایسی بات فرما رہے تھے جسے سن کر تو میں ڈر گئی۔ حضور ﷺ نے فرمایا وہ کیا ہے؟ میں نے کہا آپ فرما رہے تھے کہ میری قوم آپ کی امت میں سے سب سے پہلے آپ سے آملے گی۔ آپ نے فرمایا ہاں میں نے یہ بات کہی تھی۔ میں نے کہا ایسا کس وجہ سے ہوگا؟ آپ نے فرمایا موت ان کو ہلاک کرتی جائے گی اور اس زمانے کے لوگ ان سے حسد کریں گے۔ میں نے کہا ان کے بعد باقی لوگوں کا کیا حال ہوگا؟ آپ نے فرمایا وہ لوگ چھوٹی ٹڈی کی طرح ہوں گے۔ طاقتور کمزور کو کھا جائے گا یہاں تک کہ ان ہی پر قیامت قائم ہوگی۔ ایک روایت میں یہ ہے کہ حضور ﷺ نے ارشاد فرمایا اے عائشہؓ! لوگوں میں سے سب سے پہلے تمہاری قوم ہلاک ہوگی۔ میں نے عرض کیا اللہ مجھے آپ پر قربان کرے۔ کیا وہ سب زہر کھانے سے ہلاک ہوں گے؟ آپ نے فرمایا نہیں یہ موت انہیں ہلاک کرتی جائے گی اور اس زمانے کے لوگ ان سے حسد کریں گے۔ وہ لوگوں میں سے سب سے پہلے ہلاک ہوں گے۔ میں نے پوچھا ان کے بعد لوگ کتنا عرصہ دنیا میں رہیں گے؟ حضور ﷺ نے فرمایا یہ لوگ تمام لوگوں کے لئے ریڑھ کی ہڈی کی حیثیت رکھتے ہیں جب یہ ہلاک ہو جائیں گے تو پھر باقی تمام لوگ بھی (جلد) ہلاک ہو جائیں گے۔[3]

---

[1] اخرجه البزار قال الهيثمي (ج ١٠ ص ٢٦) رواه البزار و اللفظ له و احمد باختصار وقال كبه الله في النار لوجهه والطبرني بنحوا لبزار ورجال احمد و البزار واسناد الطبراني ثقات انتهى.

[2] اخرجه الطبراني قال الهيثمي (ج ١٠ ص ٢٧) رواه الطبراني ورجاله ثقات انتهى

[3] اخرجه احمد قال الهيثمي (ج ١٠ ص ٢٨) رواه احمد و البزار بعضه والطبراني في الاوسط بعضه ايضا و اسناد الرواية الا ولى عند احمد رجال الصحيح وفي بقية الروايات مقال ٥١.

حضرت عمر بن خطابؓ فرماتے ہیں میں ایک دن حضور ﷺ کے پاس بیٹھا ہوا تھا اتنے میں حضور ﷺ نے فرمایا بتاؤ ایمان والوں میں سب سے بہتر ایمان والا کون ہے ؟ صحابہؓ نے عرض کیا فرشتے۔ آپ نے فرمایا وہ تو ہیں ہی ایسے اور انہیں اس طرح ہونا ہی چاہئے اور اللہ تعالیٰ نے ان کو جو مرتبہ عطا فرما رکھا ہے کیا اس کے لحاظ سے ان کے لئے اس سے کوئی مانع ہے ؟ فرشتوں کے علاوہ (بتاؤ) صحابہؓ نے عرض کیا یا رسول اللہ ! فرشتوں کے بعد انبیاء علیہم السلام ہیں جنہیں اللہ تعالیٰ نے رسالت اور نبوت سے نوازا۔ آپ نے فرمایا وہ تو ہیں ہی ایسے اور انہیں اس طرح ہونا ہی چاہئے اور اللہ تعالیٰ نے انہیں جو مرتبہ عطا فرما رکھا ہے کیا اس کے لحاظ سے ان کے لئے اس سے کوئی مانع ہے ؟ صحابہؓ نے عرض کیا یا رسول اللہ ! (ان کے بعد تو) وہ شہداء ہیں جنہیں نبیوں کے ساتھ شہادت کا درجہ ملا۔ حضور ﷺ نے فرمایا وہ تو ہیں ایسے اور انہیں اس طرح ہونا ہی چاہئے اور جب انہیں اللہ نے شہادت کا مرتبہ عطا فرمایا ہے تو کیا اس کے لحاظ سے ان کے لئے اس سے کوئی مانع ہے ؟ سب سے بہتر ایمان والے تو ان کے علاوہ اور لوگ ہیں صحابہؓ نے عرض کیا یا رسول اللہ ! وہ کون لوگ ہیں ؟ آپ نے فرمایا یہ وہ لوگ ہیں جو اس وقت اپنے آباؤ اجداد کی پشتوں میں ہیں۔ میرے بعد اس دنیا میں آئیں گے اور مجھے دیکھے بغیر مجھ پر ایمان لائیں گے اور میری تصدیق کریں گے۔ قرآن کے سپاروں کو لٹکا ہوا پائیں گے اور اس قرآن پر عمل کریں گے یہ لوگ ایمان والوں میں سب سے بہتر ایمان والے ہیں (بعد میں آنے والوں کو فضیلت صرف اس اعتبار سے ہے کہ یہ حضور ﷺ کو دیکھے بغیر ایمان لائے لہٰذا ان کا ایمان بالغیب زیادہ ہے ورنہ اس پر اجماع ہے کہ صحابہ کرامؓ امت میں سب سے افضل ہیں) [1] حضرت عمروؓ فرماتے ہیں حضور ﷺ نے فرمایا بتاؤ قیامت کے دن اللہ کے ہاں سب سے بڑا مرتبہ مخلوق میں کس کا ہوگا ؟ صحابہؓ نے عرض کیا فرشتوں کا۔ حضور ﷺ نے فرمایا نہیں۔ اللہ کے اتنا قریب ہوتے ہوئے اس سے ان کے لئے کون سی چیز مانع ہے ؟ ان کے علاوہ بتاؤ صحابہؓ نے عرض کیا نبیوں کا۔ حضور ﷺ نے فرمایا جب ان پر وحی نازل ہوتی ہے تو ان کے لئے اس مرتبہ کے حاصل ہونے سے کون سی چیز مانع ہے ؟ ان کے علاوہ بتاؤ۔ صحابہؓ نے عرض کیا یا رسول اللہ ! آپ ہی ہمیں بتادیں۔ آپ نے فرمایا یہ وہ لوگ ہیں جو تمہارے بعد آئیں گے اور مجھے دیکھے بغیر مجھ پر ایمان لائیں گے۔ وہ قرآن کے سپارے لٹکے

[1] اخرجه ابو يعلى قال الهيثمي (ج ١٠ ص ٦٥) رواه ابو يعلى ورواه البزار

ہوئے پائیں گے اور اس پر وہ ایمان لائیں گے۔ یہ ہیں وہ لوگ جن کا مرتبہ قیامت کے دن اللہ کے ہاں ساری مخلوق میں سب سے بڑا ہوگا۔[1]

حضرت ابو جمعہؓ فرماتے ہیں ایک دن ہم لوگوں نے حضور ﷺ کے ساتھ دوپہر کا کھانا کھایا ہمارے ساتھ حضرت ابو عبیدہ بن الجراحؓ بھی تھے انہوں نے کہا یا رسول اللہ! ہم آپ کے ہاتھ پر مسلمان ہوئے اور ہم نے آپ کے ساتھ جہاد کیا کیا کوئی ہم سے بھی افضل ہو سکتا ہے؟ حضور ﷺ نے فرمایا ہاں وہ لوگ جو میرے بعد ہوں گے اور مجھے دیکھے بغیر مجھ پر ایمان لائیں گے۔[2]

حضرت ابو امامہؓ فرماتے ہیں حضور ﷺ نے فرمایا ایک مرتبہ خوشخبری ہو اس آدمی کے لئے جس نے مجھے دیکھا اور پھر مجھ پر ایمان لایا اور سات مرتبہ خوشخبری ہو اس آدمی کے لئے جس نے مجھے دیکھا نہیں اور پھر مجھ پر ایمان لایا۔[3]

حضرت ابو ہریرہؓ فرماتے ہیں حضور ﷺ نے فرمایا میرے بعد ایسے لوگ آئیں گے جن میں سے ہر ایک اس بات کی تمنا کرے گا کہ میری زیارت کے بدلہ میں اپنے اہل و عیال کو مال و دولت کو فدیہ میں دے دے[4] حضرت انسؓ فرماتے ہیں حضور ﷺ نے فرمایا میری بڑی تمنا ہے کہ کاش میں اپنے ان بھائیوں کو دیکھ لیتا جو دیکھے بغیر مجھ پر ایمان لائیں گے[5] ایک روایت میں یہ ہے کہ حضور ﷺ نے فرمایا میری اپنے بھائیوں سے ملاقات کب ہوگی؟ صحابہؓ نے عرض کیا کیا ہم آپ کے بھائی نہیں ہیں؟ حضور ﷺ نے فرمایا تم لوگ تو میرے صحابی (بھی) ہو (اور بھائی بھی ہو) میرے بھائی تو وہ لوگ ہیں جو مجھے دیکھے بغیر مجھ پر ایمان لائیں گے۔[6] حضرت عمار بن یاسرؓ فرماتے ہیں حضور ﷺ نے فرمایا میری امت کی مثال

---

[1] رواہ البزار قال الهيثمي الصواب انه مرسل عن زيد بن اسلم واحد اسنادی البزار المرفوع حسن انتهى [2] عند احمد قال الهيثمي (ج ١٠ ص ٦٦) رواه احمد و ابو يعلى والطبرانی باسانيد واحد اسانيد احمد رجاله ثقات. انتهى

[3] عند احمد قال الهيثمي (ج ١٠ ص ٦٧) رواه احمد و الطبرانی باسانيد و رجالها رجال الصحيح غير ايمن بن مالك الاشعری و هو ثقة انتهى [4] اخرجه البزار قال الهيثمي (ج ١٠ ص ٦٦) وفيه عبدالرحمن بن ابی الزنا دوحديثه حسن وفيه ضعف وبقية رجاله ثقات . اه

[5] عند احمد قال الهيثمي (ج ١٠ ص ٦٦) رواه احمد و ابو يعلى

[6] رواه ابو يعلى قال الهيثمي وفي رجال ابی يعلى محتسب ابو عائذ وثقه ابن حبان و ضعفه ابن عدی و بقية رجال ابی يعلى رجال الصحيح غير الفضل بن الصباح و هو ثقه وفی اسناد احمد جسر و هو ضعيف ورواه الطبرانی فی الاوسط ورجاله رجال الصحيح غير محتسب . انتهى

حضرت عبداللہ بن مسعودؓ نبی کریم ﷺ کا ارشاد نقل کرتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ کے کچھ فرشتے ایسے ہیں جو زمین پر چلتے پھرتے رہتے ہیں اور میری امت کی طرف سے مجھے سلام پہنچاتے رہتے ہیں۔ میری زندگی تمہارے لئے خیر ہے تم مجھ سے باتیں کرتے ہو (اور احکام شرعیہ مجھ سے پوچھتے رہتے ہو) میں (تمہارے سوالوں کا جواب دینے کے لئے) تم سے بات کرتا ہوں اور میری وفات بھی تمہارے لئے خیر ہوگی (اور وہ اس طرح سے کہ) تمہارے اعمال مجھ پر پیش کئے جاتے رہیں گے۔ ان اعمال میں جو اچھے عمل مجھے نظر آئیں گے ان پر اللہ کی تعریف کروں گا (کہ اس کی توفیق سے ہوئے) اور جو برے عمل دیکھوں گا ان پر تمہارے لئے اللہ سے استغفار کروں گا۔[1]

حضرت ابو بردہؓ فرماتے ہیں میں ابن زیاد کے پاس بیٹھا ہوا تھا۔ اس کے پاس حضرت عبداللہ بن یزیدؓ بھی موجود تھے۔ اس کے پاس خارجیوں کے سر کاٹ کر لائے جانے لگے جب وہ کوئی سر لے کر گزرتے تو میں کہتا یہ دوزخ کی آگ میں جائے گا۔ حضرت عبداللہ بن یزید نے فرمایا اے میرے بھتیجے ایسے نہ کہو کیونکہ میں نے حضور ﷺ کو فرماتے ہوئے سنا ہے اس امت (کے گناہوں) کا عذاب دنیا میں ہوگا (یعنی ہو سکتا ہے کہ یہ خارجی جو قتل ہو رہے ہیں تو اس دنیاوی سزا کے بعد ان کو آخرت میں عذاب نہ ہو)[2] حضرت ابو بردہؓ فرماتے ہیں میں عبیداللہ بن زیاد کے پاس سے باہر نکلا تو میں نے دیکھا کہ وہ (خوارج کو) بہت سخت سزا دے رہا ہے تو میں حضور ﷺ کے ایک صحابی کے پاس بیٹھ گیا انہوں نے کہا حضور ﷺ نے فرمایا ہے اس امت کی سزا (دنیا میں) تلوار سے (قتل کئے جانا) ہوگی۔[3]

مسلمانوں کے مال اور جان کا احترام کرنا

بارش کی طرح ہے جس کا پتہ نہیں چلتا کہ پہلے حصہ میں خیر ہے یا آخری حصہ میں؟[4]

---

[1] اخرجه البزار قال الهيثمي (ج ۹ ص ۲٤) رواه البزار ورجاله رجال الصحيح . انتهى

[2] اخرجه البيهقي كذافي الكنز (ج ۳ ص ۸۵) و اخرجه ابو نعيم في الحلية (ج ۸ ص ۳۰۸) عن ابي بردة بنحوه ولفظه في المرفوع ان الله جعل عذاب هذه الامة في الدنيا القتل و اخرجه الطبراني في الكبير و الصغير باختصار والاوسط كذلك ورجال الكبير رجال الصحيح كما قال الهيثمي (ج ۷ ص ۲۲۵)

[3] عند الطبراني قال الهيثمي (ج ۷ ص ۲۲۵) ورجاله رجال الصحيح.

[4] عند احمد و البزار و الطبراني قال الهيثمي (ج ۱۰ ص ٦۸) ورجال البزار رجال الصحيح غير الحسن بن قزعة و عبيد بن سليمان الاغر وهما ثقتان وفي عبيد خلاف يضر . انتهى واخرجه البزار وغيره عن عمران و الطبراني عن ابن عمرؓ كما في المجمع (ج ۱۰ ص ٦۸) وقال ابن حجر في الفتح هو حديث حسن له طريق قدير تقى بهاالي الصحة قاله المناوى (ج ٥ ص ٥۱۷)

حضرت ابن عباسؓ فرماتے ہیں حضور ﷺ کے زمانے میں ایک آدمی قتل ہو گیا اور اس کے قاتل کا پتہ نہ چلا (یہ خبر سن کر) حضور ﷺ اپنے منبر پر تشریف فرما ہوئے اور فرمایا اے لوگو! یہ کیا بات ہے؟ میں تم لوگوں میں موجود ہوں اور ایک آدمی قتل ہو گیا اور اس کے قاتل کا پتہ نہیں چل رہا ہے۔ اگر تمام آسمان والے اور زمین والے مل کر ایک مسلمان کو قتل کر دیں تو بھی اللہ تعالیٰ انہیں بے حد و حساب عذاب دے گا۔[1]

حضرت ابو سعیدؓ فرماتے ہیں کہ حضور ﷺ کے زمانے میں ایک آدمی قتل ہو گیا حضور ﷺ بیان کے لئے منبر پر تشریف فرما ہوئے اور پھر آپ نے تین مرتبہ پوچھا کیا تم لوگ جانتے ہو کہ تم سب کی موجودگی میں کس نے اسے قتل کیا ہے؟ صحابہؓ نے عرض کیا نہیں۔ آپ نے فرمایا قسم ہے اس ذات کی جس کے قبضہ میں محمد کی جان ہے! اگر تمام آسمانوں والے اور تمام زمین والے مل کر ایک مومن کو قتل کر دیں تو بھی اللہ تعالیٰ ان سب کو جہنم میں داخل کرے گا اور ہم سے یعنی ہمارے گھر والوں سے جو بھی بغض رکھے گا اسے اللہ تعالیٰ اوندھے منہ آگ میں داخل کرے گا۔[2]

حضرت اسامہ بن زیدؓ فرماتے ہیں حضور ﷺ نے ہمیں قبیلہ جہینہ کی شاخ ہو حرقہ کی طرف بھیجا ہم نے ان پر صبح صبح حملہ کیا ان میں ایک آدمی ایسا تھا کہ جب وہ لوگ ہماری طرف بڑھتے تو وہ سب سے زیادہ سخت حملہ کرتا اور اور جب وہ پیچھے ہٹتے تو یہ ان کی حفاظت کرتا۔ میں نے اور ایک انصاری نے اسے گھیر لیا جب وہ ہمارے قابو میں آگیا تو اس نے کہا لا الہ الا اللہ یہ سن کر انصاری تو رک گیا لیکن میں نے اسے قتل کر دیا جب حضور ﷺ کو اس واقعہ کی خبر ملی تو آپ نے فرمایا اے اسامہؓ! کیا تم نے اسے لا الہ الا اللّٰہ کہنے کے بعد قتل کر دیا؟ میں نے عرض کیا یا رسول اللہ! اس نے تو قتل سے بچنے کے لئے کہا تھا (مسلمان ہونے کے لئے نہیں کہا تھا) لیکن حضور ﷺ اپنے جملے کو بار بار دہراتے رہے یہاں تک کہ مجھے اس بات کی تمنا ہونے لگی کہ میں آج ہی مسلمان ہوتا (اور مجھ سے یہ گناہ نہ ہی ہوتا)[3] ابن اسحاق کی روایت میں یہ ہے کہ جب ہم لوگ حضور ﷺ کی خدمت میں واپس پہنچے تو ہم نے آپ کو یہ بات بھی بتائی حضور ﷺ نے فرمایا اے اسامہؓ! جب تم سے اس لا الہ الااللّٰہ کے بارے میں پوچھا جائے گا تو اس وقت کون تمہارا مددگار ہوگا؟ میں نے عرض کیا یا رسول اللہ! اس نے تو یہ

---

[1] اخرجه الطبرانی قال الهیثمی (ج ۷ ص ۲۹۷) رجاله رجال الصحیح غیر عطاء بن ابی مسلم وثقه ابن حبان وضعفه جماعة . انتهی

[2] عند البزار قال الهیثمی (ج ۷ ص ۲۹۶) وفیه دائود بن عبدالحمید وغیره من الضعفاء انتهی

[3] اخرجه احمد و اخرجه البخاری و مسلم ایضا.

کلمہ صرف قتل سے بچنے کے لئے کہا تھا آپ نے فرمایا جب تم سے اس لا اله الا اللّٰه کے بارے میں پوچھا جائے گا تو اس وقت کون تمہارا مددگار ہوگا؟ اس ذات کی قسم جس نے حضور ﷺ کو حق دے کر بھیجا حضور ﷺ نے اس جملہ کو اتنی دفعہ دہرایا کہ میں تمنا کرنے لگا کہ میں آج سے پہلے مسلمان ہی نہ ہوا ہوتا بلکہ میں آج ہی مسلمان ہوا ہوتا اور میں اسے قتل نہ کرتا۔ میں نے عرض کیا میں اللہ تعالیٰ سے عہد کرتا ہوں کہ لا اله الا اللّٰه کہنے والے کسی انسان کو کبھی قتل نہیں کروں گا۔ حضور ﷺ نے فرمایا اے اسامہؓ! میرے بعد بھی میں نے عرض کیا آپ کے بعد بھی۔[1]

حضرت اسامہ بن زیدؓ فرماتے ہیں میں نے اور ایک انصاری آدمی نے مرداس بن نہیک پر قابو پالیا۔ جب ہم نے اس پر تلوار سونت لی تو اس نے کہا اشهد ان لا اله الا اللّٰه یہ سن کر ہم رکے نہیں بلکہ اسے قتل کر دیا۔ آگے ابن اسحاق جیسی روایت ذکر کی ہے[2] ایک روایت میں یہ ہے کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا اس نے لا اله الا اللّٰه کہا اور تم نے اسے قتل کر دیا؟ میں نے کہا یا رسول اللہ! اس نے تو کلمہ صرف ہتھیار کے ڈر سے پڑھا تھا۔ آپ نے فرمایا تم نے اس کا دل چیر کر کیوں نہیں دیکھ لیا جس سے تمہیں پتہ چل جاتا کہ اس نے ہتھیار کے ڈر سے کلمہ پڑھا تھا یا نہیں۔ قیامت کے دن جب لا اله الا اللّٰه کے بارے میں پوچھا جائے گا تو اس وقت تمہارا مددگار کون ہوگا؟ حضور ﷺ اپنے جملے کو بار بار دہراتے رہے یہاں تک کہ مجھے یہ تمنا ہونے لگی کہ میں آج ہی مسلمان ہوا ہوتا۔[3]

حضرت بکر بن حارثہؓ فرماتے ہیں حضور ﷺ نے ایک جماعت بھیجی۔ میں بھی اس میں گیا۔ ہماری اور مشرکوں کی جنگ ہوئی میں نے ایک مشرک پر حملہ کیا تو اس نے اسلام کا اظہار کر کے جان بچانی چاہی میں نے اسے پھر بھی قتل کر دیا۔ جب حضور ﷺ کو یہ خبر پہنچی تو آپ ناراض ہوئے اور مجھے اپنے سے دور کر دیا۔ پھر اللہ تعالیٰ نے یہ آیت وحی میں بھیجی وَمَا كَانَ لِمُؤْمِنٍ اَنْ يَّقْتُلَ مُؤْمِناً اِلَّا خَطَاً (سورت نساء آیت ۹۲)

ترجمہ: "اور کسی مومن کی شان نہیں کہ وہ کسی مومن کو قتل کرے لیکن غلطی سے"۔ (چونکہ میں نے اسے غلطی سے قتل کیا تھا اس وجہ سے) حضور ﷺ مجھ سے راضی ہو گئے اور مجھے اپنے قریب کر لیا۔[1]

---

[1] كذافي البداية (ج ٤ ص ٢٢٢) [2] اخرجه ابن عساكر
[3] اخرجه ايضا ابوداؤد والنسائي و الطحاوي وابو عوانة و ابن حبان و الحاكم وغيرهم كذافي كنز العمال (ج ١ ص ٧٨) و اخرجه البيهقي (ج ٨ ص ١٩٢)

حضرت عقبہ بن خالد لیثیؓ فرماتے ہیں حضور ﷺ نے ایک جماعت بھیجی جس نے ایک کافر قوم پر چھاپہ مارا۔ ایک کافر آدمی نے زور سے حملہ کیا تو ایک مسلمان آدمی سونتی ہوئی تلوار لے کر اس کے پیچھے لگ گیا۔ جب وہ مسلمان اس کافر کو مارنے لگا تو اس کافر نے کہا میں مسلمان ہوں۔ میں مسلمان ہوں اس مسلمان نے اس کی بات میں کچھ غور نہ کیا بلکہ تلوار مار کر اسے قتل کر دیا۔ ہوتے ہوتے یہ بات حضور ﷺ تک پہنچ گئی۔ حضور ﷺ نے اس قاتل مسلمان کے بارے میں سخت بات فرمائی جو اس قاتل تک پہنچ گئی۔ ایک دن حضور ﷺ خطبہ دے رہے تھے کہ اتنے میں اس قاتل مسلمان نے کہا یا رسول اللہ! اللہ کی قسم! اس نے تو صرف قتل سے بچنے کے لئے کہا تھا کہ میں مسلمان ہوں۔ حضور ﷺ نے اس مسلمان سے اور اس طرف کے تمام لوگوں سے منہ پھیر لیا اور خطبہ دیتے رہے۔ اس مسلمان نے دوبارہ کہا یا رسول اللہ! اس نے تو صرف قتل سے بچنے کے لئے کہا تھا کہ میں مسلمان ہوں۔ حضور ﷺ نے اس مسلمان سے اور اس طرف کے تمام لوگوں سے منہ پھیر لیا اور خطبہ دیتے رہے لیکن اس مسلمان سے صبر نہ ہو سکا اور اس نے تیسری مرتبہ وہی بات کہی تو اس دفعہ حضور ﷺ اس کی طرف متوجہ ہوئے اور آپ کے چہرے پر ناگواری صاف محسوس ہو رہی تھی۔ آپ نے تین مرتبہ فرمایا اللہ تعالیٰ نے مجھے کسی مومن کے قتل کرنے سے منع فرمایا ہے۔[2]

حضرت ابن عباسؓ فرماتے ہیں حضور ﷺ نے ایک جماعت بھیجی جس میں حضرت مقداد بن اسودؓ بھی تھے۔ جب یہ لوگ کافروں تک پہنچے تو دیکھا کہ وہ سب ادھر ادھر بکھرے ہوئے ہیں البتہ ایک آدمی وہیں بیٹھا ہوا ہے وہ اپنی جگہ سے نہیں ہلا اور اس کے پاس بہت سا مال تھا (مسلمانوں کو دیکھ کر) وہ کہنے لگا اشهد ان لا اله الا اللّٰه حضرت مقداد نے آگے بڑھ کر اسے قتل کر دیا۔ ان سے ان کے ایک ساتھی نے کہا کیا آپ نے ایسے آدمی کو قتل کر دیا جو کلمہ شہادت اشهد ان لا اله الا اللّٰه پڑھ رہا تھا؟ میں یہ بات حضور ﷺ کو ضرور بتاؤں گا۔ جب یہ لوگ حضور ﷺ کی خدمت میں واپس پہنچے تو انہوں نے کہا یا رسول اللہ! ایک آدمی نے کلمہ شہادت اشهد ان لا اله الا اللّٰه پڑھا لیکن اسے حضرت مقداد نے قتل کر دیا۔ حضور ﷺ نے

---

[1] اخرجه الدولابی و ابن منده و ابو نعیم كذافی الكنز (ج ۷ ص ۳۱۶)

[2] اخرجه ابو یعلی قال الهیثمی (ج ۷ ص ۲۹۳) رواه ابو یعلی و احمد باختصار الا انه قال عقبة بن مالك بدل عقبة بن خالد و الطبرانی بطوله و رجاله رجال الصحیح غیر بشر بن عاصم اللیثی و هو ثقة انتهی واخرجه ایضا النسائی و البغوی و ابن حبان عن عقبة بن مالك كما فی الاصابة (ج ۲ ص ۴۹۱) والخطیب فی المتفق و المفترق كما فی الكنز (ج ۱ ص ۷۹) عن عقبة بن مالك نحوه والبیهقی (ج ۹ ص ۱۱۶) وابن سعد (ج ۷ ص ۴۸) عن عقبة بن مالك بنحوه.

فرمایا مقداد کو بلا کر میرے پاس لاؤ (جب حضرت مقداد آئے تو) حضور ﷺ نے فرمایا اے مقداد! کیا تم نے ایسے آدمی کو قتل کر دیا جو لا الہ الا اللہ کہہ رہا تھا تو کل کو لا الہ الا اللہ کے مطالبہ کے وقت تم کیا کرو گے؟ اس پر اللہ تعالیٰ نے یہ آیت نازل فرمائی: يَآ أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوٓا إِذَا ضَرَبْتُمْ فِي سَبِيلِ اللّٰهِ فَتَبَيَّنُوا وَلَا تَقُولُوا لِمَنْ أَلْقَى إِلَيْكُمُ السَّلَامَ لَسْتَ مُؤْمِنًا تَبْتَغُونَ عَرَضَ الْحَيَاةِ الدُّنْيَا فَعِنْدَ اللّٰهِ مَغَانِمُ كَثِيرَةٌ كَذٰلِكَ كُنْتُمْ مِنْ قَبْلُ (سورت نساء آیت ۹۴)

ترجمہ: "اے ایمان والو! جب تم اللہ کی راہ میں سفر کیا کرو تو ہر کام کو تحقیق کر کے کیا کرو اور ایسے شخص کو جو کہ تمہارے سامنے اطاعت ظاہر کرے دنیاوی زندگی کے سامان کی خواہش میں یوں مت کہہ دیا کرو کہ تو مسلمان نہیں ہے کیونکہ خدا کے پاس بہت غنیمت کے مال ہیں۔ پہلے تم بھی ایسے ہی تھے پھر اللہ تعالیٰ نے تم پر احسان کیا سو غور کرو بے شک اللہ تعالیٰ تمہارے اعمال کی پوری خبر رکھتے ہیں۔"

پھر حضور ﷺ نے حضرت مقداد سے فرمایا وہ ایک مومن آدمی تھا جس نے اپنا ایمان چھپا رکھا تھا لیکن وہ کافروں کے ساتھ رہتا تھا۔ اس نے تمہارے سامنے اپنا ایمان ظاہر کیا تم نے اسے قتل کر دیا اور تم بھی تو پہلے مکہ میں اپنا ایمان چھپا کر رکھا کرتے تھے۔[1]

حضرت عبداللہ بن ابی حدردؓ فرماتے ہیں حضور ﷺ نے ہمیں مسلمانوں کی ایک جماعت کے ساتھ اضم مقام کی طرف بھیجا اس جماعت میں حضرت ابو قتادہ حارث بن ربعی اور محلم بن جثامہؓ بھی تھے۔ چنانچہ ہم لوگ مدینہ منورہ سے چلے اور اضم مقام کے اندرونی حصے میں پہنچ گئے۔ وہاں ہمارے پاس سے عامر بن اضبط اسمعی گزرے وہ اپنے اونٹ پر سوار تھے۔ ان کے ساتھ تھوڑا سا سامان اور دودھ کا ایک مشکیزہ بھی تھا۔ انہوں نے ہمیں اسلام و الا سلام کیا۔ ہم تو سلام سن کر ان پر حملہ کرنے سے رک گئے لیکن حضرت محلم بن جثامہ نے ان پر حملہ کر کے اس عداوت کی وجہ سے اسے قتل کر دیا جو ان دونوں کے درمیان پہلے سے تھی۔ جب ہم حضور ﷺ کی خدمت میں واپس پہنچے تو ہم نے حضور ﷺ کو ساری کارگزاری سنائی اس پر ہمارے بارے میں قرآن کی یہ آیت نازل ہوئی: يَآ أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوٓا إِذَا ضَرَبْتُمْ فِي سَبِيلِ اللّٰهِ فَتَبَيَّنُوا وَلَا تَقُولُوا لِمَنْ أَلْقَى إِلَيْكُمُ السَّلَامَ لَسْتَ مُؤْمِنًا تَبْتَغُونَ عَرَضَ الْحَيَاةِ الدُّنْيَا فَعِنْدَ اللّٰهِ مَغَانِمُ كَثِيرَةٌ كَذٰلِكَ كُنْتُمْ مِنْ قَبْلُ فَمَنَّ اللّٰهُ عَلَيْكُمْ فَتَبَيَّنُوا إِنَّ اللّٰهَ كَانَ بِمَا تَعْمَلُونَ خَبِيرًا. (سورت نساء آیت ۹۴)

---

[1] اخرجه البزار قال الهيثمي (ج۷ ص ۹) رواه البزار و اسناده جيد وقال في هامشه رواه الطبراني ايضا في الكبير و الدار قطني في الا فراد

ترجمہ ابھی گزرا ہے۔[1]

حضرت ابن عمرؓ فرماتے ہیں حضور ﷺ نے حضرت محلم بن جثامہؓ کو ایک جماعت میں بھیجا۔ عامر بن اضبط ان لوگوں سے ملے اور انہوں نے ان کو اسلام والا سلام کیا عامر اور حضرت محلمؓ کے درمیان زمانہ جاہلیت میں دشمنی تھی۔ حضرت محلمؓ نے تیر مار کر عامر کو قتل کر دیا۔ یہ خبر حضور ﷺ تک پہنچی تو حضرت عیینہؓ نے (عامر کی حمایت میں) اور حضرت اقرعؓ نے (حضرت محلمؓ کی حمایت میں) حضور ﷺ سے بات کی۔ چنانچہ حضرت اقرع نے کہا یا رسول اللہ! آج تو آپ (حضرت محلمؓ کو) معاف فرمادیں آئندہ نہ فرمادیں۔ حضرت عیینہ نے کہا نہیں نہیں۔ اللہ کی قسم! (بالکل معاف نہ فرمائیں بلکہ حضرت محلمؓ سے بدلہ لیں) تاکہ میری عورتوں پر (عامر کے قتل ہونے سے) جو رنج وصدمہ آیا ہے وہی حضرت محلمؓ کی عورتوں پر بھی آئے۔ اتنے میں حضرت محلمؓ دو چادروں میں لپٹے ہوئے آئے اور حضور ﷺ کے سامنے بیٹھ گئے تاکہ حضور ﷺ ان کیلئے استغفار فرمادیں لیکن حضور ﷺ نے فرمایا اللہ تمہاری مغفرت نہ فرمائے (وہ یہ سن کر رونے لگے اور) وہ اپنی چادروں سے اپنے آنسو پونچھتے ہوئے وہاں سے کھڑے ہوئے اور سات دن نہیں گزرے تھے کہ ان کا انتقال ہو گیا۔ صحابہ کرامؓ نے ان کو دفن کر دیا لیکن زمین نے انہیں باہر پھینک دیا۔ صحابہؓ نے حضور ﷺ کی خدمت میں آکر یہ قصہ سنایا۔ حضور ﷺ فرمایا زمین تو ان سے بھی زیادہ برے کو قبول کر لیتی ہے لیکن اللہ تعالیٰ نے یہ واقعہ دکھا کر یہ چاہا کہ مسلمان کے احترام کے بارے میں تمہیں کچھ نصیحت حاصل ہو پھر صحابہؓ نے ان کی نعش کو ایک پہاڑ کے دو کناروں کے درمیان رکھ دیا اور (چھپانے کیلئے) ان پر پتھر ڈال دیئے اور یہ آیت نازل ہوئی :یٰۤاَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْۤا اِذَا ضَرَبْتُمْ فِیْ سَبِیْلِ اللّٰهِ فَتَبَیَّنُوْا۔[2]

حضرت قبیصہ بن ذؤیبؓ فرماتے ہیں حضور ﷺ کے ایک صحابی نے کافروں کی ایک جماعت پر چھاپہ مارا۔ اس جماعت کو شکست ہو گئی ان صحابی نے شکست کھا کر بھاگتے ہوئے ایک آدمی کا پیچھا کیا اور اس تک جا پہنچے جب اس پر تلوار کا وار کرنا چاہا تو اس آدمی نے کہا لا الہ الا اللہ لیکن یہ صحابی نہ رکے اور اسے قتل کر دیا (وہ صحابی قتل تو کر بیٹھے لیکن) بعد میں ان صحابی کو اس کا بڑا صدمہ ہوا۔ انہوں نے اپنی ساری بات جا کر حضور ﷺ کو بتادی اور یہ عرض کیا اس

---

[1] اخرجه ابن اسحاق و هکذا رواه احمد من طریق ابن اسحاق کذافی البدایة (ج ٤ ص ٢٢٤) والطبرانی کذلك قال الهيثمی (ج ٧ ص ٨) ورجاله ثقات والبیهقی (ج ٩ ص ١١٥) وکذلك ابن سعد (ج ٤ ص ٢٨٢) نحوه

[2] عند ابن جریر من طریق ابن اسحاق کذافی البدایة (ج ٤ ص ٢٢٥)

نے صرف اپنی جان بچانے کے لئے کلمہ پڑھا تھا۔ حضور ﷺ نے فرمایا تم نے اس کا دل چیر کر کیوں نہیں دیکھا؟ کیونکہ دل کی ترجمانی زبان سے ہی کی جاتی ہے۔ تھوڑے ہی عرصہ بعد ان قتل کرنے والے صاحب کا (غم اور صدمہ کی وجہ سے) انتقال ہو گیا۔ جب انہیں دفن کیا گیا تو صبح کے وقت زمین پر پڑے ہوئے ملے (زمین نے انہیں باہر پھینک دیا) ان کے گھر والوں نے حضور ﷺ کی خدمت میں آکر اس کا تذکرہ کیا آپ نے فرمایا انہیں دوبارہ دفن کر دو۔ دوبارہ دفن کیا گیا تو پھر صبح کے وقت زمین کے اوپر پڑے ہوئے ملے۔ ان کے گھر والوں نے حضور ﷺ کو بتایا حضور ﷺ نے فرمایا زمین نے ان کو قبول کرنے سے انکار کر دیا لہذا کسی غار میں ڈال دو۔ [1]

حضرت ابو جعفر محمد بن علیؒ فرماتے ہیں جب فتح مکہ ہو گیا تو حضور ﷺ نے حضرت خالد بن ولیدؓ کو دعوت دینے کے لئے بھیجا اور انہیں جنگ کرنے نہیں بھیجا ان کے ساتھ قبیلہ سلیم بن منصور، قبیلہ مدلج بن مرہ اور بہت سے دوسرے قبیلے تھے۔ جب یہ حضرات قبیلہ بنو جذیمہ بن عامر بن عبد مناۃ بن کنانہ کے پاس پہنچے اور انہوں نے ان حضرات کو دیکھ لیا تو انہوں نے اپنے ہتھیار اٹھا لئے۔ حضرت خالدؓ نے ان سے کہا آپ لوگ ہتھیار رکھ دیں کیونکہ سارے لوگ مسلمان ہو چکے ہیں (آپ لوگ سارے مسلمانوں کا مقابلہ نہیں کر سکو گے) جب انہوں نے ہتھیار رکھ دیئے تو حضرت خالدؓ کے کہنے پر ان کی مشکیں کس لی گئیں (اور مونڈھوں کے پیچھے ہاتھ باندھ دیئے گئے) پھر ان میں سے بہت سوں کو قتل کر دیا۔ جب یہ خبر حضور ﷺ تک پہنچی تو آپ نے دونوں ہاتھ آسمان کی طرف اٹھا کر فرمایا اے اللہ! خالد بن ولیدؓ نے جو کچھ کیا ہے میں اس سے بری ہوں۔ پھر آپ نے حضرت علی بن ابی طالبؓ کو بلا کر فرمایا اے علیؓ! ان لوگوں کے پاس جاؤ اور ان کے معاملہ میں غور کرو اور جاہلیت کی باتیں اپنے دونوں قدموں کے نیچے (زمین میں دفن) کر دو۔ حضرت علیؓ اپنے ساتھ بہت سامال لے کر ان لوگوں کے پاس گئے یہ مال حضور ﷺ نے ان کو دیا تھا۔ چنانچہ حضرت علیؓ نے ان کے تمام قتل ہونے والے افراد کا خون بہا ادا کر دیا اور ان کا جتنا مال لیا گیا تھا اس کا بدلہ بھی دیا یہاں تک کہ کتے کے پانی پینے کا برتن کا بدلہ بھی دیا۔ حتیٰ کہ اس قبیلہ کی طرف سے نہ خون کا مطالبہ رہا اور نہ کسی قسم کے مال کا۔ حضرت علیؓ کے پاس مال بچ گیا۔ فارغ ہو کر حضرت علیؓ نے ان سے فرمایا کیا ایسا جانی یا مالی نقصان رہ گیا ہے جس کا بدلہ تم لوگوں کو نہ ملا ہو؟ ان لوگوں نے کہا نہیں۔ حضرت علیؓ نے کہا ہو سکتا ہے کہ ایسا مالی یا جانی نقصان ابھی باقی ہو جسے نہ تم جانتے

---

[1] اخرجه عبدالرزاق و ابن عساکر کذافی الکنز (ج ۷ ص ۳۱۶)

ہو اور نہ اللہ کے رسولؐ اس لئے یہ جتنا مال باقی رہ گیا ہے یہ سارا مال میں آپ لوگوں کو احتیاطاً دے دیتا ہوں۔ چنانچہ انہوں نے باقی سارا مال بھی دے دیا اور واپس پہنچ کر حضور ﷺ کو ساری کارگزاری سنائی۔ حضور ﷺ نے فرمایا تم نے ٹھیک کیا اور اچھا کیا۔ پھر حضور ﷺ کھڑے ہوئے قبلہ کی طرف منہ کیا اور اپنے دونوں ہاتھوں کو اتنا اونچا اٹھایا کہ بغلوں کے نیچے کا حصہ نظر آنے لگ گیا۔ اور آپ نے تین دفعہ فرمایا اے اللہ! خالد بن ولیدؓ نے جو کچھ کیا ہے میں اس سے بری ہوں۔[1]

حضرت ابن عمرؓ فرماتے ہیں حضور ﷺ نے حضرت خالد بن ولیدؓ کو قبیلہ بنو جذیمہ کی طرف بھیجا۔ حضرت خالد نے ان لوگوں کو اسلام کی دعوت دی (وہ مسلمان تو ہو گئے لیکن) اسلمنا (ہم مسلمان ہو گئے) نہ کہا صبانا صبانا (ہم نے دین بدل لیا) کہنے لگے حضرت خالد نے سب کو گرفتار کر کے ہم میں سے ہر ایک کو ایک ایک قیدی دے دیا۔ ایک دن جب صبح ہوئی حضرت خالد نے حکم دیا کہ ہم میں سے ہر آدمی اپنے قیدی کو قتل کر دے۔ میں نے کہا اللہ کی قسم! نہ میں اپنے قیدی کو قتل کروں گا اور نہ میرے ساتھیوں میں سے کوئی کرے گا۔ ساتھیوں نے واپس پہنچ کر حضور ﷺ سے حضرت خالد کے اس فعل کا تذکرہ کیا۔ حضور ﷺ نے اپنے دونوں ہاتھ اٹھا کر دو مرتبہ فرمایا اے اللہ! جو کچھ خالد نے کیا ہے میں اس سے بری ہوں۔[2] ابن اسحاق کہتے ہیں جو روایت مجھے پہنچی ہے اس میں یہ ہے کہ حضرت خالدؓ اور حضرت عبدالرحمٰن بن عوفؓ کی آپس میں اس بارے میں تیز گفتگو بھی ہوئی تھی۔ چنانچہ حضرت عبدالرحمٰنؓ نے حضرت خالد سے کہا تم اسلام میں جاہلیت والا کام کر رہے ہو حضرت خالد نے کہا میں نے تو آپ کے باپ (کے قتل) کا بدلہ لیا ہے حضرت عبدالرحمٰنؓ نے کہا غلط کہتے ہو۔ اپنے باپ کے قاتل کو تو میں نے خود قتل کیا تھا تم نے تو اپنے چچا فاکہ بن مغیرہ کا بدلہ لیا ہے۔ اس پر دونوں حضرات میں بات بڑھ گئی جب حضور کو اس کا پتہ چلا تو فرمایا اے خالد! نرمی سے بات کرو۔ میرے (پرانے) صحابہؓ کو چھوڑے رکھو۔ اللہ کی قسم! اگر تمہیں احد پہاڑ کے برابر سونا مل جائے اور پھر تم اسے اللہ کے راستہ میں خرچ کر دو تب بھی تم میرے (پرانے) صحابہؓ میں سے کسی ایک صبح یا ایک شام (کے اجر) کو نہیں پہنچ سکتے ہو۔[3]

حضرت صخر احمسیؓ فرماتے ہیں حضور اکرم ﷺ قبیلہ بنو ثقیف سے غزوہ کے لئے تشریف لے چلے تو جب حضرت صخر نے یہ خبر سنی تو وہ حضور کی مدد کرنے کے لئے گھوڑے سواروں

---

[1] اخرجه ابن اسحاق [2] عند احمد و رواه البخاری والنسائی من حدیث عبدالرزاق بنحوه۔ [3] کذافی البدایة (ج ٤ ص ٣١٣)

کی جماعت لے کر چلے جب وہ حضورؐ کی خدمت میں پہنچے تو حضورؐ واپس مدینہ تشریف لے جا چکے تھے اور بنو ثقیف کا قلعہ اور محل ابھی تک فتح نہیں ہوا تھا، حضرت صخرؓ نے عہد کیا کہ میں اس وقت تک اس قلعہ کو نہیں چھوڑوں گا جب تک اس قبیلہ والے حضورؐ کے فیصلہ پر نہیں اتر آتے چنانچہ وہ وہیں ٹھہر گئے اور انہوں نے اس وقت اس قلعہ اور محل کو چھوڑا جب وہ لوگ حضورؐ کے فیصلہ پر اتر آئے اور حضورؐ کی خدمت میں یہ خط لکھا :

امابعد ! یارسول اللہ ! قبیلہ بنو ثقیف نے آپ کے فیصلہ پر اترنا قبول کر لیا ہے۔ میں انہیں لے کر آرہا ہوں وہ میرے گھوڑے سواروں کے ساتھ ہیں حضورؐ نے (جمع کرنے کے لئے) الصلاۃ جامعۃ اعلان کر لیا (کہ نماز میں سب آجائیں کوئی اہم کام ہے) پھر حضورؐ نے (حضرت صخرؓ کے قبیلہ) احمس کے لئے دس مرتبہ یہ دعا کی اے اللہ ! قبیلہ احمس کے سواروں اور پیادہ لوگوں میں برکت فرما دے۔ جب یہ لوگ آگئے تو حضرت مغیرہ بن شعبہؓ نے حضورؐ سے بات کی اور عرض کیا یارسول اللہ ! حضرت صخرؓ نے میری پھوپھی کو گرفتار کر رکھا ہے حالانکہ وہ بھی اس دین میں داخل ہو چکی ہیں جس میں باقی تمام مسلمان داخل ہیں حضورؐ نے حضرت صخرؓ کو بلا کر فرمایا اے صخرؓ ! جب کوئی قوم مسلمان ہو جاتی ہے تو (اسلام لانے کی وجہ سے) ان کی جان اور مال سب محفوظ ہو جاتا ہے اس لئے تم مغیرہ کو ان کی پھوپھی دے دو۔ انہوں نے حضرت مغیرہ کو ان کی پھوپھی دے دی۔ اور حضرت صخرؓ نے حضورؐ کی خدمت میں عرض کیا کہ قبیلہ بنو سلیم ایک پانی یعنی ایک چشمہ پر رہا کرتے تھے وہ اسلام نہیں لائے اور وہ پانی چھوڑ کر بھاگ گئے ہیں یارسول اللہ ! وہ پانی مجھے اور میری قوم کو دے دیں ہم لوگ وہاں رہا کریں گے حضورؐ نے فرمایا ٹھیک ہے اور وہ پانی حضورؐ نے انہیں دے دیا۔ پھر قبیلہ بنو سلیم مسلمان ہو گیا انہوں نے حضورؐ کی خدمت میں آکر عرض کیا یارسول اللہ ! ہم مسلمان ہو گئے تھے۔ پھر ہم حضرت صخرؓ کے پاس گئے تھے تاکہ وہ ہمیں ہمارا پانی دے دیں لیکن انہوں نے انکار کر دیا ہے حضورؐ نے فرمایا اے صخرؓ ! جب کوئی قوم مسلمان ہو جاتی ہے تو ان کا مال اور جان سب کچھ محفوظ ہو جاتا ہے۔ لہذا ان کا پانی واپس کر دو۔ حضرت صخرؓ نے کہا بہت اچھا اے اللہ کے نبی حضرت صخرؓ فرماتے ہیں پہلے حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھ سے حضرت مغیرہؓ کو ان کی پھوپھی واپس دلوائی اور بنو سلم کو ان کا پانی واپس دلوا رہے تھے تو اس وجہ سے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو بہت شرم آرہی تھی تو میں نے دیکھا کہ شرم کی وجہ سے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا چہرہ سرخی میں بدل رہا تھا۔[1]

۱۔ اخرجه ابوداؤد و تفرد به ابوداؤد وفی اسناده اختلاف كذافی البداية (ج ٤ ص ٣٥١) و اخرجه ايضا احمد والدارمي و ابن راهويه والبزار وابن ابي شيبة والطبراني في نصب الراوية (ج ٣ ص ٤١٢) والفريابي في مسنده والبغوي وابن شاهين كمافي الاصابة (ج ٢ ص ١٨٠) والبيهقي في سننه (ج ٩ ص ١١٤)

مسلمان کو قتل کرنے سے بچنا اور ملک کی وجہ سے لڑنے کا ناپسندیدہ ہونا

حضرت اوس بن اوس ثقفیؓ فرماتے ہیں ہم لوگ مدینہ منورہ میں مسجد نبوی کے اندر ایک خیمہ میں ٹھہرے ہوئے تھے ایک مرتبہ حضور ﷺ ہمارے پاس تشریف لائے اتنے میں ایک آدمی آکر حضورؐ سے چپکے چپکے بات کرنے لگ گیا ہمیں پتہ نہ چلا کہ وہ کیا کہہ رہا ہے آپ نے فرمایا جاؤ اور ان سے کہہ دو کہ وہ اسے قتل کر دیں پھر حضورؐ نے اسے بلا کر فرمایا شاید وہ کلمہ شہادت اشهدان لا اله الا الله واشهد ان محمدا رسول الله پڑھتا ہے۔ اس آدمی نے کہا جی ہاں (وہ پڑھتا ہے) حضورؐ نے فرمایا جاؤ اور ان سے کہہ دو کہ اسے چھوڑ دیں کیونکہ مجھے اس بات کا حکم دیا گیا ہے کہ میں لوگوں سے جنگ کروں یہاں تک کہ وہ اس بات کی گواہی دے دیں کہ اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں ہے اور میں اللہ کا رسولؐ ہوں۔ جب وہ یہ کلمہ شہادت پڑھ لیں تو پھر ان کا خون اور مال لینا میرے لئے حرام ہو جاتا ہے ہاں ان میں کوئی شرعی حق بنتا ہے تو اس کا لینا جائز ہے اور ان کا حساب اللہ خود لیں گے۔ [1]

حضرت عبد اللہ بن عدی انصاری فرماتے ہیں کہ ایک مرتبہ حضور ﷺ لوگوں کے درمیان تشریف فرما تھے کہ اتنے میں ایک آدمی ایک منافق کو قتل کرنے کے بارے میں چپکے سے بات کرنے کی حضورؐ سے اجازت مانگنے لگا حضورؐ نے اسے اونچی آواز سے فرمایا کہ وہ لا الہ الا اللہ کی گواہی نہیں دیتا؟ اس آدمی نے کہا گواہی دیتا ہے لیکن اس کی گواہی کا اعتبار نہیں ہے پھر حضورؐ نے فرمایا کیا وہ میرے رسول اللہ ہونے کی گواہی نہیں دیتا؟ اس نے کہا دیتا ہے لیکن اس کی گواہی کا اعتبار نہیں ہے۔ حضورؐ نے فرمایا ان ہی لوگوں (کو قتل کرنے) سے مجھے روکا گیا ہے۔ [2]

حضرت عائشہؓ فرماتی ہیں حضور ﷺ نے فرمایا میرے پاس میرے کسی صحابی کو بلاؤ میں نے کہا حضرت ابوبکرؓ کو۔ آپ نے فرمایا نہیں۔ میں نے کہا حضرت عمرؓ کو آپ نے فرمایا نہیں میں نے کہا آپ کے چچازاد بھائی حضرت علیؓ کو آپ نے فرمایا نہیں۔ میں نے کہا حضرت عثمانؓ کو آپ نے فرمایا ہاں جب وہ آگئے تو آپ نے مجھ سے فرمایا ذرا ایک طرف کو ہٹ جاؤ۔ پھر آپ نے حضرت عثمانؓ سے کان میں بات کرنی شروع کر دی اور حضرت عثمانؓ کا رنگ بدل رہا تھا جب یوم الدار آیا (جس دن حضرت عثمانؓ کے گھر کا محاصرہ کیا گیا) اور حضرت عثمانؓ گھر میں محصور ہو گئے تو

۱۔ اخرجه احمد والدارمی والطحاوی والطیالسی

۲۔ عند عبدالرزاق والحسن بن سفیان کذافی کنز العمال (ج ۱ ص ۷۸)

ہم نے کہا اے امیر المومنین! کیا آپ (باغیوں سے) جنگ نہیں کریں گے؟ حضرت عثمانؓ نے فرمایا نہیں۔ حضورؐ نے مجھ سے ایک عہد لیا تھا میں اس عہد پر پکا رہوں گا جما رہوں گا۔[1]

حضرت ابن عمرؓ فرماتے ہیں کہ حضرت عثمانؓ جس وقت محصور تھے اس وقت انہوں نے جھانک کر ان باغیوں سے پوچھا آپ لوگ مجھے کیوں قتل کرتے ہو؟ کیونکہ میں نے حضور ﷺ کو یہ فرماتے ہوئے سنا ہے کہ کسی آدمی کا خون بہانا صرف تین باتوں کی وجہ سے حلال ہوتا ہے یا تو وہ شادی کے بعد زنا کرے اس صورت میں اسے رجم کیا جائے گا یعنی پتھر مار مار کر مار دیا جائے گا یا وہ کسی کو عمداً جان بوجھ کر قتل کر دے اس صورت میں اسے بھی بدلہ میں قتل کر دیا جائے گا یا اسلام لانے کے بعد نعوذباللہ من ذالک مرتد ہو جائے (اگر سمجھانے سے اسلام میں واپس نہ آیا تو) اسے ارتداد کی سزا میں قتل کیا جائے گا۔ اللہ کی قسم! میں نے تو زمانہ جاہلیت میں کبھی زنا کیا اور نہ اسلام لانے کے بعد میں مرتد ہوا ہوں (میں تو اب بھی مسلمان ہوں) اشهدان لا اله الا الله وان محمد اعبده ورسوله[2]

حضرت ابو امامہؓ فرماتے ہیں جب حضرت عثمانؓ گھر میں محصور تھے میں بھی آپ کے ساتھ گھر میں تھا گھر میں ایک جگہ ایسی تھی کہ جب ہم اس میں داخل ہوتے تو وہاں سے بلاط مقام پر بیٹھے ہوئے لوگوں کی تمام باتیں سن لیتے۔ ایک دن حضرت عثمانؓ کسی ضرورت سے اس میں گئے جب وہاں سے باہر آئے تو ان کا رنگ بدلا ہوا تھا انہوں نے فرمایا وہ لوگ تو اب مجھے قتل کی دھمکی دے رہے ہیں ہم نے کہا اے امیر المومنین! اللہ تعالیٰ ان سے آپ کی کفایت فرمائیں گے پھر انہوں نے فرمایا! یہ لوگ مجھے کیوں قتل کرنا چاہتے ہیں؟ کیونکہ میں نے حضور ﷺ کو فرماتے ہوئے سنا ہے کہ مسلمان کا خون بہانا صرف تین باتوں کی وجہ سے حلال ہوتا ہے یا تو آدمی مسلمان ہونے کے بعد کافر ہو جائے یا شادی کے بعد زنا کرے یا ناحق کسی انسان کو قتل کر دے (میں نے تینوں میں سے کوئی کام نہیں کیا ہے) اللہ کی قسم! نہ میں نے زمانہ جاہلیت میں کبھی زنا کیا ہے اور نہ اسلام لانے کے بعد۔ اور جب سے اللہ نے مجھے دین اسلام کی ہدایت دی ہے کبھی بھی میرے دل میں اس دین کو چھوڑ کر کسی اور دین کو اختیار کرنے کی تمنا پیدا نہیں ہوئی ہے اور نہ میں نے ناحق کسی کو قتل کیا ہے تو اب یہ لوگ مجھے کس وجہ سے قتل کرنا چاہتے ہیں؟[3]

۱۔ اخرجه احمد تفرد به احمد كذافى البداية (ج ۷ ص ۸۱) واخرجه ابن سعد (ج ۳ ص ۴۶) عن ابى سهلة بمعناه اطول منه وزاد قال ابو سهلة فيرون انه ذلك اليوم

۲۔ اخرجه احمد ورواه النسائى كذافى البداية (ج ۷ ص ۱۷۹)

۳۔ عند احمد ايضا وقدرواه اهل السنن الاربعة وقال الترمذى حسن كذافى البداية (ج ۷ ص ۱۷۹) واخرجه ابن سعد (ج ۳ ص ۴۶) عن ابى امامة مثله .

حضرت ابو لیلیٰ کندیؒ کہتے ہیں جن دنوں حضرت عثمانؓ اپنے گھر میں محصور تھے میں بھی ان دنوں وہاں ہی تھا، ایک دن حضرت عثمانؓ نے دریچہ سے باہر جھانک کر (باغیوں سے) فرمایا:

"اے لوگو! مجھے قتل نہ کرو (اگر مجھ سے کوئی غلطی ہو گئی ہے تو) مجھ سے توبہ کرالو، اللہ کی قسم! اگر تم مجھے قتل کرو گے تو پھر کبھی بھی تم اکٹھے نہ نماز پڑھ سکو گے، اور نہ دشمن سے جہاد کر سکو گے اور تم لوگوں میں اختلاف پیدا ہو جائے گا اور دونوں ہاتھوں کی انگلیاں ایک دوسرے میں داخل کر کے فرمایا تمہارا حال بھی ایسا ہو جائے گا پھر یہ آیت پڑھی: یٰقَوْمِ لَا یَجْرِمَنَّکُمْ شِقَاقِیْٓ اَنْ یُّصِیْبَکُمْ مِّثْلُ مَآ اَصَابَ قَوْمَ نُوْحٍ اَوْ قَوْمَ هُوْدٍ اَوْ قَوْمَ صٰلِحٍ وَمَا قَوْمُ لُوْطٍ مِّنْکُمْ بِبَعِیْدٍ (سورت ھود آیت ۸۹)

ترجمہ: "اے میری قوم! میری ضد تمہارے لئے اس کا باعث نہ ہو جائے کہ تم پر بھی اسی طرح کی مصیبتیں آپڑیں جیسی قوم نوح یا قوم ہود یا قوم صالح پر پڑی تھیں اور قوم لوط تو (ابھی) تم سے (بہت) دور (زمانہ میں) نہیں ہوئی۔"

حضرت عثمانؓ نے حضرت عبداللہ بن سلامؓ کے پاس آدمی بھیج کر پوچھا کہ آپ کی کیا رائے ہے؟ انھوں نے جواب دیا آپ اپنا ہاتھ (ان باغیوں سے) روک کر رکھیں اس سے آپ کی دلیل زیادہ مضبوط ہوگی (قیامت کے دن)۔[1]

حضرت مغیرہ بن شعبہؓ فرماتے ہیں جن دنوں حضرت عثمانؓ گھر میں محصور تھے میں ان کی خدمت میں گیا اور میں نے ان سے کہا آپ تمام لوگوں کے امام ہیں اور یہ مصیبت جو آپ پر آئی ہے وہ آپ دیکھ رہے ہیں میں آپ کے سامنے تین تجویزیں پیش کرتا ہوں ان میں سے آپ جون سی چاہیں اختیار فرمالیں یا تو آپ گھر سے باہر آکر ان باغیوں سے جنگ کریں کیونکہ آپ کے ساتھ مسلمانوں کی بہت بڑی تعداد اور بہت زیادہ قوت ہے اور پھر آپ حق پر ہیں اور یہ باغی لوگ باطل پر ہیں یا آپ اپنے اس گھر سے باہر نکلنے کے لئے پیچھے کی طرف ایک نیا دروازہ کھول لیں کیونکہ پرانے دروازے پر تو یہ باغی لوگ بیٹھے ہوئے ہیں۔

اور اس نئے دروازے سے (چپکے سے) باہر نکل کر اپنی سواری پر بیٹھ کر مکہ چلے جائیں کیونکہ یہ باغی لوگ مکہ میں آپ کا خون بہانا حلال نہیں سمجھیں گے یا پھر آپ ملک شام چلے جائیں وہاں شام والے بھی ہیں اور حضرت معاویہؓ بھی ہیں حضرت عثمانؓ نے (ایک بھی تجویز قبول نہ فرمائی اور) فرمایا میں گھر سے باہر نکل کر ان باغیوں سے جنگ کروں یہ نہیں ہو سکتا۔

---

[1] اخرجه ابن سعد (ج ۳ ص ۴۹)

میں نہیں چاہتا کہ حضور ﷺ کے بعد آپ کی امت میں سب سے پہلے (مسلمانوں کا) خون بہانے والا میں ہوں۔ باقی رہی یہ تجویز کہ میں مکہ چلا جاؤں وہاں یہ باغی میرا خون بہانا حلال نہیں سمجھیں گے تو میں اسے بھی اختیار نہیں کر سکتا کیونکہ میں نے حضور کو یہ فرماتے ہوئے سنا ہے کہ قریش کا ایک آدمی مکہ میں بے دینی کے پھیلنے کا ذریعہ بنے گا اس لئے اس پر ساری دنیا کا آدھا عذاب ہوگا میں نہیں چاہتا کہ میں وہ آدمی ہوں اور تیسری تجویز کہ میں ملک شام چلا جاؤں (وہاں شام والے بھی ہیں اور حضرت معاویہؓ بھی ہیں سو میں اپنے دار ہجرت اور حضورؐ کے پڑوس کو ہرگز نہیں چھوڑ سکتا)۔[1]

حضرت ابو ہریرہؓ فرماتے ہیں جب حضرت عثمانؓ گھر میں محصور تھے میں ان کی خدمت میں گیا اور عرض کیا اے امیر المومنین! اب تو آپ کے لئے ان باغیوں سے جنگ کرنا بالکل حلال ہو چکا ہے (لہذا آپ ان سے جنگ کریں اور انہیں بھگا دیں) حضرت عثمانؓ نے فرمایا کیا تمہیں اس بات سے خوشی ہو سکتی ہے کہ تم تمام لوگوں کو قتل کر دو اور مجھے بھی؟ میں نے کہا نہیں، فرمایا اگر تم ایک آدمی کو قتل کرو گے تو گویا کہ تم نے تمام لوگوں کو قتل کر دیا (جیسے کہ سورت مائدہ آیت ۳۲ میں اس کا تذکرہ ہے) یہ سن کر میں واپس آ گیا اور جنگ کا ارادہ چھوڑ دیا۔[2]

حضرت عبداللہ بن زبیرؓ فرماتے ہیں میں نے حضرت عثمانؓ کی خدمت میں عرض کیا اے امیر المومنین! آپ کے ساتھ اس گھر میں ایسی جماعت ہے جو (اپنی صفات کے اعتبار سے) اللہ کی مدد کی ہر طرح حقدار ہے ان سے کم تعداد پر اللہ تعالیٰ مدد فرمادیا کرتے ہیں، آپ مجھے اجازت دے دیں تاکہ میں ان سے جنگ کروں، حضرت عثمانؓ نے فرمایا میں اللہ کا واسطہ دے کر کہتا ہوں کہ کوئی آدمی میری وجہ سے نہ اپنا خون بہائے اور نہ کسی اور کا۔[3] ابن سعدؓ کی ایک روایت میں یہ ہے کہ حضرت عبداللہ بن زبیرؓ فرماتے ہیں جس وقت حضرت عثمانؓ اپنے گھر میں محصور تھے اس وقت میں نے ان سے کہا آپ ان باغیوں سے جنگ کریں اللہ کی قسم! اللہ تعالیٰ نے ان سے جنگ کرنا آپ کے لئے حلال کر دیا ہے حضرت عثمانؓ نے فرمایا نہیں اللہ کی قسم! نہیں، میں ان سے کبھی جنگ نہیں کروں گا آگے اور حدیث ذکر کی ہے حضرت عبداللہ

۱۔ اخرجه احمد كذافي البداية (ج ۷ ص ۲۱۱) قال الهيثمي (ج ۷ ص ۲۳۰) رواه احمد ورجاله ثقات الا ان محمد بن عبدالملك بن مروان لم اجدله سماعامن المغيرة ا ه

۲۔ اخرجه ابن سعد (ج ۳ (ص ۴۸) كذافي منتخب الكنز (ج ۵ ص ۲۵)

۳۔ اخرجه ابن سعد (ج ۳ ص ۴۹)

بن عامر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں محاصرہ کے زمانے میں حضرت عثمانؓ نے فرمایا تم میں سے میرے سب سے زیادہ کام آنے والا وہ آدمی ہے جو اپنے ہاتھ اور ہتھیار کو روک لے (اور باغیوں پر ہاتھ نہ اٹھائے) [1] حضرت ابن سیرینؒ کہتے ہیں حضرت زید بن ثابتؓ نے حضرت عثمانؓ کی خدمت میں حاضر ہو کر عرض کیا کہ یہ انصار دروازے پر حاضر ہیں اور کہہ رہے ہیں اگر آپ فرمادیں تو ہم دو مرتبہ اللہ کے انصار بن کر دکھادیں (ایک مرتبہ تو جب حضور ﷺ نے مدینہ ہجرت فرمائی تھی دوسری مرتبہ آج ان باغیوں سے جنگ کر کے) حضرت عثمانؓ نے فرمایا لڑنا تو بالکل نہیں ہے۔ [2] حضرت ابن سیرین رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں محاصرہ کے زمانہ میں حضرت عثمانؓ کے ساتھ ان کے گھر میں ایسے سات سو حضرات تھے کہ اگر حضرت عثمانؓ ان کو اجازت دے دیتے تو وہ حضرات مار مار کر باغیوں کو مدینہ سے باہر نکال دیتے ان حضرات میں حضرت ابن عمر، حضرت حسن بن علی اور حضرت عبداللہ بن زبیرؓ بھی تھے۔ [3]

حضرت عبداللہ بن ساعدہؓ فرماتے ہیں حضرت سعید بن عاصؓ نے حضرت عثمانؓ کی خدمت میں آکر عرض کیا اے امیر المومنین! آپ کب تک ہمارے ہاتھوں کو روکے رکھیں گے؟ ہمیں تو یہ باغی لوگ کھاگئے کوئی ہم پر تیر چلاتا ہے کوئی ہمیں پتھر مارتا ہے کسی نے تلوار سونتی ہوئی ہے لہذا آپ ہمیں (ان سے لڑنے کا) حکم دیں، حضرت عثمانؓ نے فرمایا اللہ کی قسم! میرا تو ان سے لڑنے کا بالکل ارادہ نہیں، اگر میں ان سے جنگ کروں تو میں یقیناً ان سے محفوظ ہو جاؤں گا لیکن میں انہیں بھی اور انہیں میرے خلاف جمع کر کے لانے والوں کو بھی اللہ کے حوالے کرتا ہوں کیونکہ ہم سب کو اپنے رب کے پاس جمع ہونا ہے تمہیں ان سے جنگ کرنے کا حکم میں کسی صورت میں نہیں دے سکتا حضرت سعیدؓ نے کہا اللہ کی قسم! آپ کے بارے میں کبھی کسی سے نہیں پوچھوں گا، (یعنی باغیوں سے جنگ کر کے میں شہید ہو جاؤں گا زندہ نہیں رہوں گا) چنانچہ حضرت سعیدؓ نے باہر جا کر ان سے جنگ کی یہاں تک کہ ان کا سر زخمی ہو گیا۔ [4]

حضرت عمر بن سعدؓ کہتے ہیں حضرت سعدؓ کے صاحبزادے حضرت عامرؓ نے آکر حضرت سعدؓ کی خدمت میں عرض کیا اے ابا جان! لوگ تو دنیا پر لڑ رہے ہیں اور آپ یہاں بیٹھے ہوئے ہیں حضرت سعدؓ نے فرمایا کیا تم مجھے یہ کہہ رہے ہو کہ میں اس فتنہ میں سردار بن جاؤں نہیں اللہ کی قسم! نہیں میں اس جنگ میں نہیں شریک ہو سکتا، البتہ جنگ میں شریک ہونے کی

۱۔ اخرجه ابن سعد ایضا (ج ۳ ص ۴۸) ۲۔ اخرجه ابن سعد ایضا (ج ۳ ص ۴۸)
۳۔ اخرجه ابن سعد ایضا (ج ۳ ص ۴۹) ۴۔ اخرجه ابن سعد ایضا (ج ۵ ص ۲۳)،

صرف ایک صورت ہے کہ مجھے ایک ایسی تلوار مل جائے کہ میں اگر وہ تلوار کسی مومن کو ماروں تو اس سے اچٹ جائے اور اسے زخمی نہ کرے اور اگر کسی کافر کو ماروں تو اسے قتل کردے (ایسی تلوار چونکہ میرے پاس ہے نہیں اس لئے میں چھپ کر بیٹھا ہوا ہوں کیونکہ) میں نے حضور ﷺ کو فرماتے ہوئے سنا ہے کہ اللہ تعالیٰ اس مالدار کو پسند فرماتے ہیں جو کہ چھپا ہوا ہو اور تقویٰ والا ہو۔[1]

حضرت ابن سیرینؒ کہتے ہیں ایک آدمی نے حضرت سعد بن ابی وقاصؓ سے کہا آپ اہل شوریٰ میں سے ہیں اور اس امر (خلافت) کے دوسروں سے زیادہ حقدار ہیں تو آپ کیوں نہیں جنگ کرتے ہیں؟ انھوں نے فرمایا میں صرف اس صورت میں جنگ کر سکتا ہوں جبکہ لوگ مجھے ایسی تلوار لا کر دیں جس کی دو آنکھیں، ایک زبان اور دو ہونٹ ہوں اور وہ تلوار مومن اور کافر کو پہچانتی ہو (اور کافر کو تو مارتی ہو لیکن مومن پر اثر نہ کرتی ہو) میں نے خوب جہاد کیا (جب کہ کافروں کے خلاف تھا اور بالکل صحیح طریقہ پر تھا آج تو مسلمانوں سے لڑا جا رہا ہے اور وہ بھی طلب دنیا کے لئے) اور میں خوب اچھی طرح جہاد کو جانتا ہوں۔[2]

حضرت اسامہ بن زیدؓ نے جن کا پیٹ بڑھ گیا تھا فرمایا میں اس آدمی سے کبھی جنگ نہیں کروں گا جو لا الہ الا اللّٰہ کہتا ہو، حضرت سعد بن مالکؓ نے فرمایا میں بھی اللہ کی قسم! اس آدمی سے کبھی جنگ نہیں کروں گا جو لا الہ الا اللّٰہ کہتا ہو۔ اس پر ایک آدمی نے کہا کیا اللہ تعالیٰ نے یہ نہیں فرمایا وَقَاتِلُوْهُمْ حَتّٰى لَا تَكُوْنَ فِتْنَةٌ وَّيَكُوْنَ الدِّيْنُ كُلُّهٗ لِلّٰهِ۔

ترجمہ: "اور تم ان کفار (عرب) سے اس حد تک لڑو کہ ان میں فساد عقیدہ (یعنی شرک) نہ رہے اور دین (خالص) اللہ ہی کا ہو جائے، ان دونوں حضرات نے فرمایا (ہم اس آیت پر عمل کر چکے ہیں) ہم نے جنگ کی تھی یہاں تک کہ فساد عقیدہ شرک اور فتنہ کچھ باقی نہ رہا تھا اور دین (خالص) اللہ ہی کا ہو گیا تھا (ادیان باطلہ سارے ختم ہو گئے تھے آج کی جنگ فتنہ ختم کرنے اور اللہ کے دین کے لئے نہیں ہے)۔[3]

حضرت نافعؒ کہتے ہیں حضرت ابن زبیرؓ کے محاصرہ کے زمانہ میں دو آدمیوں نے حضرت

۱۔ اخرجه احمد كذافي البداية (ج ۷ ص ۲۸۳) و اخرجه ابونعيم في الحلية (ج ۱ ص ۹۴) عن عمر بن سعد عن ابيه انه قال لي يا بني الى الفتنة تامرني، فذكر نحوه

۲۔ عندالطبراني قال الهيثمي (ج ۷ ص ۲۹۹) رواه الطبراني ورجاله رجال الصحيح ا ه و اخرجه ابو نعيم في الحلية (ج ۱ ص ۹۴) عن ابن سيرين مثله و ابن سعد (ج ۳ ص ۱۰۱) عن ابن سيرين بمعناه . ۳۔ اخرجه ابن سعد (ج ۲ ص ۴۸) واخرجه ابن مردويه عن ابراهيم التيمي عن ابيه نحوه كما في التفسير لا بن كثير (ج ۲ص ۳۰۹) اخرجه البخاري (ج ۲ ص ۶۴۸)

لن عمرؓ کی خدمت میں آکر کہا لوگ ضائع ہو رہے ہیں اور آپ حضرت عمرؓ کے بیٹے اور حضور ﷺ کے صحابی ہیں آپ یہاں بیٹھے ہوئے ہیں آپ کو باہر نکل کر اس جنگ میں شرکت سے کون سی چیز مانع ہے؟ حضرت لن عمرؓ نے فرمایا یہ بات مانع ہے کہ اللہ تعالیٰ نے میرے مسلمان بھائی کا خون حرام قرار دیا ہے ان دونوں آدمیوں نے کہا کیا اللہ تعالیٰ نے یہ نہیں فرمایا وقاتلو هم حتی لاتکون فتنه (ترجمہ گزر چکا ہے) حضرت لن عمرؓ نے فرمایا ہم نے جنگ کی تھی یہاں تک کہ فتنہ وغیرہ کچھ باقی نہیں رہا تھا اور دین صرف اللہ ہی کا ہو گیا تھا اور تم لوگ اسلئے لڑنا چاہتے ہو تاکہ فتنہ برپا ہو اور اللہ کے علاوہ دوسروں کا دین چل پڑے حضرت نافع کہتے ہیں ایک آدمی نے حضرت لن عمرؓ کی خدمت میں آکر کہا اے ابو عبدالرحمٰن! کیا بات ہے؟ آپ ایک سال حج کرتے ہیں اور ایک سال عمرہ۔ آپ نے جہاد فی سبیل اللہ چھوڑ دیا ہے حالانکہ آپ جانتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے جہاد کی کتنی ترغیب دی ہے؟ حضرت لن عمرؓ نے فرمایا اے میرے بھتیجے اسلام کی بنیاد پانچ چیزوں پر ہے، اللہ اور اس کے رسولؐ پر ایمان لانا، پانچ نمازیں پڑھنا، رمضان کے روزے رکھنا، زکوۃ ادا کرنا اور بیت اللہ کا حج کرنا (اور میں یہ سارے کام کر رہا ہوں میرا دین اسلام پورا قائم ہے) اس آدمی نے کہا اے ابو عبدالرحمٰن! کیا آپ نے اللہ تعالیٰ کا یہ ارشاد نہیں سنا جو قرآن میں ہے؟ وَإِنْ طَائِفَتَانِ مِنَ الْمُؤْمِنِينَ اقْتَتَلُوا فَأَصْلِحُوا بَيْنَهُمَا إِلَى أَمْرِ اللَّهِ (سورت الحجرات آیت ۹) وَقَاتِلُوهُمْ حَتَّى لَا تَكُونَ فِتْنَةٌ (سورت انفال آیت ۳۹)

ترجمہ "اور اگر مسلمانوں میں دو گروہ آپس میں لڑ پڑیں تو ان کے درمیان اصلاح کر دو پھر اگر ان میں ایک گروہ دوسرے پر زیادتی کرے تو اس گروہ سے لڑو جو زیادتی کرتا ہے یہاں تک کہ وہ خدا کے حکم کی طرف رجوع ہو جائے۔" اور دوسری آیت کا ترجمہ یہ ہے تم ان کفار (عرب) سے اس حد تک لڑو کہ ان میں فساد عقیدہ (یعنی شرک) نہ رہے۔" آپ نے فرمایا ہم نے حضور ﷺ کے زمانے میں اس آیت پر عمل کیا تھا۔ اسلام والے تھوڑے تھے اور ہر مسلمان کو دین کی وجہ سے بہت زیادہ مصیبتیں اٹھانی پڑتی تھیں، کافر یا اسے قتل کر دیتے یا اسے طرح طرح کا عذاب دیتے، ہم لوگ جنگ کرتے رہے یہاں تک کہ اسلام والے زیادہ ہو گئے اور فتنہ و فساد یعنی شرک و کفر بالکل ختم ہو گیا اس آدمی نے کہا آپ حضرت عثمان، حضرت علیؓ کے بارے میں کیا فرماتے ہیں؟ (بظاہر یہ آدمی خارجی تھا) انھوں نے فرمایا حضرت عثمانؓ (سے غزوۂ احد کے دن دیگر صحابہؓ کے ساتھ کچھ خطا ہوئی تھی لیکن ان) کو اللہ نے معاف فرما دیا (جیسے کہ اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے ولقد عفا عنکم (سورت آل عمران آیت ۱۵۲) اور اللہ نے ان کو جو معاف فرمایا ہے تم اسے برا سمجھتے ہو، حضرت علیؓ تو حضور ﷺ کے

چچازاد بھائی اور ان کے داماد ہیں اور پھر ہاتھ سے اشارہ کر کے فرمایا اور یہ دیکھو حضورؐ کے گھروں کے بیچ میں حضرت علیؓ کا گھر ہے (یعنی حضرت علیؓ رشتہ میں بھی حضورؐ سے قریب تھے اور ان کا گھر بھی حضورؐ کے گھر سے قریب تھا)۔ [1]

حضرت نافعؒ کہتے ہیں ایک آدمی نے حضرت ابن عمرؓ کی خدمت میں آکر کہا اے ابو عبدالرحمٰن! اللہ تعالیٰ نے قرآن میں جو فرمایا ہے وہ آپ نے نہیں سنا وَاِنْ طَآئِفَتَانِ مِنَ الْمُؤْمِنِيْنَ اقْتَتَلُوْا تو جیسے اللہ تعالیٰ فرما رہے ہیں آپ جنگ کیوں نہیں کرتے ہیں؟ حضرت ابن عمرؓ نے فرمایا اے میرے بھتیجے! میں (مسلمانوں سے) جنگ نہ کروں اور یہ گزشتہ آیت سنا کر مجھے قرآن پر عمل نہ کرنے کی عار دلائی جائے یہ مجھے اس سے زیادہ محبوب ہے کہ مسلمانوں سے جنگ کر کے انہیں قتل کروں اور مجھے دوسری آیت پر عمل نہ کرنے کی عار دلائی جائے اور وہ دوسری آیت یہ ہے: وَمَنْ يَّقْتُلْ مُؤْمِنًا مُّتَعَمِّدًا آخر آیت تک (سورت نساء آیت ۹۳)

ترجمہ، اور جو شخص کسی مسلمان کو قصداً قتل کر ڈالے تو اس کی سزا جہنم ہے کہ ہمیشہ ہمیشہ کو اس میں رہے گا اور اس پر اللہ تعالیٰ غضب ناک ہوں گے اور اس کو اپنی رحمت سے دور کریں گے اور اس کے لئے بڑی سزا کا سامان کریں گے۔ اس آدمی نے کہا اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں وَقَاتِلُوْهُمْ حَتّٰى لَا تَكُوْنَ فِتْنَةٌ حضرت ابن عمرؓ نے فرمایا ہم اس آیت پر عمل کر چکے ہیں پھر آگے پچھلی حدیث جیسی ذکر کی۔ [2] حضرت سعید بن جبیرؒ کہتے ہیں پھر حضرت ابن عمرؓ نے فرمایا کیا تم جانتے ہو کہ فتنہ کسے کہتے ہیں؟ حضور ﷺ مشرکوں سے جنگ کرتے تھے اور ان مشرکوں سے لڑنے جانا بڑی سخت آزمائش کی چیز تھی اور وہ لڑائی تمہاری اس لڑائی کی طرح ملک حاصل کرنے کے لئے نہیں تھی۔ [3]

حضرت ابو العالیہ براء رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں حضرت عبداللہ بن زبیر اور حضرت عبداللہ بن صفوانؓ ایک دن حطیم میں بیٹھے ہوئے تھے کہ اتنے میں حضرت ابن عمرؓ بیت اللہ کا طواف کرتے ہوئے ان دونوں حضرات کے پاس سے گزرے۔ ان دونوں میں سے ایک نے دوسرے سے کہا آپ کا کیا خیال ہے کیا روئے زمین پر ان سے زیادہ بہتر آدمی باقی رہ گیا ہے؟ پھر انہوں نے ایک آدمی سے کہا جب یہ اپنا طواف ختم کر لیں تو انہیں ہمارے پاس بلا لاؤ۔ جب ان کا طواف پورا ہو گیا اور انہوں نے (طواف کے) دو رکعت نفل پڑھ لئے تو ان حضرات کے

---

[1] زاده عثمان بن صالح من طريق بكير بن عبدالله و اخرجه البيهقي (ج ٨ ص ١٩٢) من طريق نافع بنحوه و هكذا اخرجه ابو نعيم في الحلية (ج ١ ص ٢٩٢) عن نافع

[2] عند البخاري ايضا [3] عند البخاري ايضا كما في التفسير لابن كثير (ج ٢ ص ٣٠٨)

قاصد نے ان کی خدمت میں عرض کیا کہ یہ حضرت عبداللہ بن زبیرؓ اور حضرت عبداللہ بن صفوانؓ آپ کو بلا رہے ہیں۔ وہ ان دونوں حضرات کے پاس آئے تو حضرت عبداللہ بن صفوانؓ نے کہا اے ابو عبدالرحمٰنؓ! امیر المومنین حضرت ابن زبیر سے بیعت ہونے سے آپ کو کونسی چیز روک رہی ہے؟ کیونکہ، مدینہ، یمن اور عراق والے سب اور اکثر اہل شام ان سے بیعت ہو چکے ہیں۔ حضرت ابن عمرؓ نے فرمایا۔ اللہ کی قسم! جب تک تم لوگوں نے تلواریں اپنے کندھوں پر رکھی ہوئی ہیں اور تمہارے ہاتھ مسلمانوں کے خون سے رنگے ہوئے ہیں اس وقت تک میں تم سے بیعت نہیں ہو سکتا۔[1] حضرت حسنؒ فرماتے ہیں جب لوگ فتنہ میں پریشان ہو گئے تو انہوں نے حضرت عبداللہ بن عمرؓ کی خدمت میں حاضر ہو کر کہا آپ لوگوں کے سردار ہیں اور سردار کے بیٹے ہیں اور تمام لوگ آپ پر راضی ہیں آپ باہر تشریف لائیں ہم آپ سے بیعت ہونا چاہتے ہیں حضرت ابن عمرؓ نے فرمایا ہرگز نہیں اللہ کی قسم! جب تک میری جان میں جان ہے اس وقت تک میں اپنی وجہ سے ایک سینگی بھر خون نہیں بہنے دوں گا پھر کچھ لوگوں نے آکر حضرت ابن عمرؓ کو ڈرایا اور یوں کہا یا تو آپ باہر تشریف لے چلیں ورنہ اسی بستر پر آپ کو قتل کر دیا جائے گا تو انہوں نے اس کا کچھ اثر نہ لیا اور وہی پہلا جواب دیا اور باہر آنے سے انکار کر دیا حضرت حسنؒ کہتے ہیں اللہ کی قسم! لوگ ان کی وفات تک انہیں بیعت کرنے پر بالکل آمادہ نہ کر سکے۔[2]

حضرت خالد بن سمیرؒ کہتے ہیں لوگوں نے حضرت ابن عمرؓ سے کہا کیا ہی اچھا ہو اگر آپ لوگوں کے امر خلافت کو سنبھال لیں کیونکہ تمام لوگ آپ (آپ کے خلیفہ بننے) پر راضی ہیں حضرت ابن عمرؓ نے فرمایا ذرا یہ بتائیں کہ مشرق میں کسی ایک آدمی نے میرے خلیفہ بننے کی مخالفت کی تو۔ انہوں نے کہا اگر ایک آدمی نے مخالفت کی تو اسے قتل کر دیا جائے گا۔ اور امت کے معاملے کو سدھارنے کے لئے ایک آدمی کو قتل کرنا پڑے تو یہ کوئی ایسی بڑی بات نہیں ہے۔ انہوں نے فرمایا میں تو یہ بھی پسند نہیں کرتا کہ حضرت محمد ﷺ کی امت نیزے کا دستہ پکڑے اور میں اس نیزے کا پھلا پکڑوں اور پھر ایک مسلمان کو قتل کیا جائے اور اس کے بدلے مجھے دنیا و ما فیہا مل جائے[3] حضرت قطنؒ کہتے ہیں ایک آدمی نے حضرت ابن عمرؓ کی خدمت میں حاضر ہو کر کہا حضرت محمد ﷺ کی امت کے لئے آپ سے زیادہ کوئی برا نہیں ہے انہوں نے فرمایا کیوں؟ اللہ کی قسم! میں نے نہ تو ان کا خون بہایا ہے اور نہ ان میں پھوٹ ڈالی

---

١ ۔ عند البیهقی (ج ٨ ص ١٩٢) ٢ ۔ عند ابی نعیم فی الحلیة (ج ١ ص ٢٩٣) واخرجه ابن سعد (ج ٤ ص ١١١) عن الحسن بنحوه ٣ ۔ عند ابن سعد (ج ٤ ص ١١١)

ہے اور نہ ان کی جماعت سے علیحدگی اختیار کی ہے۔ اس آدمی نے کہا اگر آپ (خلیفہ بننا) چاہیں تو آپ کے بارے میں دو آدمی بھی اختلاف نہ کریں گے انہوں نے فرمایا مجھے تو یہ بھی پسند نہیں ہے کہ مجھے خلافت خود بخود ملے اور ایک آدمی کہے نہیں اور دوسرا کہے ہاں (یعنی اگر ایک آدمی بھی اختلاف کرے تو مجھے منظور نہیں ہے)۔ [۱]

حضرت قاسم بن عبدالرحمنؒ کہتے ہیں لوگوں نے پہلے فتنہ (جو کہ حضرت علیؓ اور حضرت معاویہؓ کے درمیان واقع ہوا تھا) کے زمانے میں حضرت ابن عمرؓ سے کہا کیا آپ باہر آکر جنگ میں حصہ نہیں لیتے؟ فرمایا میں نے اس وقت جنگ کی تھی جب کہ بت حجر اسود اور بیت اللہ کے دروازے کے درمیان رکھے ہوئے تھے۔ یہاں تک کہ اللہ تعالیٰ نے بتوں کو سرزمین عرب سے نکل دیا۔ اب میں اس بات کو بہت برا سمجھتا ہوں کہ میں لا الہ الا اللہ کہنے والے سے جنگ کروں۔ ان لوگوں نے کہا اللہ کی قسم! آپ کے دل میں یہ رائے نہیں ہے (صرف کہنے کو ہے) بلکہ آپ یہ چاہتے ہیں کہ حضور ﷺ کے صحابہؓ ایک دوسرے کو ختم کر دیں پھر آپ کے علاوہ جب اور کوئی بچے گا نہیں تو لوگ خود ہی کہنے لگیں گے امیر المومنین بنانے کے لئے عبداللہ بن عمر سے بیعت ہو جاؤ انہوں نے فرمایا اللہ کی قسم! یہ بات بالکل میرے دل میں نہیں ہے بلکہ میرے دل میں یہ ہے کہ جب تم لوگ کہو گے آؤ نماز کی طرف تو میں تمہاری بات مانوں گا اور جب تم کہو گے آؤ کامیابی کی طرف تو میں تمہاری مانوں گا اور جب تم الگ الگ ہو جاؤ گے تو میں تمہارے ساتھ نہیں رہوں گا اور جب تم اکٹھے ہو جاؤ گے تو میں تم سے الگ نہیں ہوں گا۔ [۲]

حضرت نافعؒ کہتے ہیں جن دنوں حضرت ابن زبیرؓ کی طرف سے خلافت کے لئے کوشش چل رہی تھی اور خوارج اور (شیعوں کے) فرقہ خشبیہ کا زور تھا ان دنوں کسی نے حضرت ابن عمرؓ سے کہا آپ ان کے ساتھ بھی نماز پڑھ لیتے ہیں اور ان کے ساتھ بھی۔ حالانکہ یہ تو ایک دوسرے کو قتل کر رہے ہیں اس کی کیا وجہ ہے؟ انہوں نے فرمایا جو کہے گا آؤ نماز کی طرف میں اس کی بات مان لوں گا اور جو کہے گا آؤ کامیابی کی طرف میں اس کی بات مان لوں گا اور جو کہے گا آؤ اپنے مسلمان بھائی کو قتل کر کے اس کا مال لینے کی طرف میں کہہ دوں گا میں نہیں آتا۔ [۳]

حضرت ابو الغریفؒ کہتے ہیں ہم لوگ حضرت حسن بن علیؓ کے مقدمۃ الجیش میں بارہ ہزار آدمی تھے۔ اہل شام سے جنگ کرنے کا اتنا زیادہ جذبہ تھا کہ لگتا تھا کہ ہماری تلواروں سے

۱۔ عند ابن سعد (ج ٤ ص ١١١) ۲۔ عند ابی نعیم فی الحلیة (ج ١ ص ٢٩٤)

۳۔ اخرجه ابن سعد (ج ٤ ص ١٢٥) عن نافع مثله

خون ٹپکنے لگ جائے گا (یا غصہ کی وجہ سے ہماری تلواریں گر جائیں گی) ہمارے لشکر کے امیر ابو العمرطہؓ تھے جب ہمیں خبر ملی کہ حضرت حسنؓ اور حضرت معاویہؓ میں صلح ہو گئی ہے تو غصہ کے مارے ہماری کمر ٹوٹ گئی جب حضرت حسن بن علیؓ کوفہ آئے تو ابو عامر سفیان بن لیل نامی آدمی نے کھڑے ہو کر ان سے کہا السلام علیک اے مسلمانوں کو ذلیل کرنے والے! حضرت حسنؓ نے فرمایا اے ابو عامر! یہ نہ کہو میں نے مسلمانوں کو ذلیل نہیں کیا بلکہ میں طلب ملک کی وجہ سے مسلمانوں کو قتل کرنا پسند نہیں کرتا۔[1]

حضرت شعبیؒ کہتے ہیں جب حضرت حسن بن علی اور حضرت معاویہؓ میں صلح ہو گئی تو حضرت معاویہؓ نے حضرت حسنؓ سے کہا آپ کھڑے ہو کر لوگوں میں بیان کریں اور اپنا موقف انہیں بتائیں چنانچہ حضرت حسن نے کھڑے ہو کر بیان فرمایا اور ارشاد فرمایا۔

"تمام تعریفیں اس اللہ کے لئے ہیں جس نے ہمارے (بڑوں کے) ذریعہ سے تمہارے پہلے لوگوں کو ہدایت نصیب فرمائی اور ہمارے ذریعہ سے تمہارے بعد والوں کے خون کی حفاظت فرمائی۔ غور سے سنو سب سے زیادہ عقلمند وہ ہے جو تقویٰ اختیار کرے اور سب سے زیادہ عاجز وہ ہے جو فسق و فجور میں مبتلا رہے۔ امر خلافت کے مجھ سے زیادہ حقدار تھے یا واقعی میرا حق بنتا تھا بہر حال جو بھی صورت تھی ہم نے اپنا حق اللہ کے لئے چھوڑ دیا ہے تاکہ حضرت محمد ﷺ کی امت کا کام ٹھیک رہے اور انکے خون محفوظ رہیں۔"

پھر حضرت حسنؓ نے حضرت معاویہؓ کی طرف متوجہ ہو کر فرمایا وَإِنْ أَدْرِي لَعَلَّهُ فِتْنَةٌ لَّكُمْ وَمَتَاعٌ إِلَىٰ حِينٍ (سورت انبیاء آیت ۱۱۱ قرآن کی یہ آیت تلاوت فرمائی)

ترجمہ، اور میں (بالتحقیق) نہیں جانتا (کہ کیا مصلحت ہے؟) شاید وہ (تاخیر عذاب) تمہارے لئے (صورۃ) امتحان ہو اور ایک وقت (یعنی موت) تک (زندگی سے) فائدہ پہنچانا ہو۔ پھر آپ نیچے اتر آئے تو حضرت عمروؓ نے معاویہؓ سے کہا تم یہی چاہتے تھے (کہ حضرت حسن دستبرداری کا اعلان کر دیں اور وہ انہوں نے کر دیا)[2]

حضرت جبیر بن نفیرؒ فرماتے ہیں میں نے حضرت حسن بن علیؓ سے کہا کہ لوگ یہ کہتے ہیں کہ آپ خلیفہ بننا چاہتے ہیں حضرت حسنؓ نے فرمایا عرب کے بڑے سردار میرے ہاتھ میں تھے جس سے میں جنگ کرتا تھا وہ اس سے جنگ کرتے تھے اور میں جس سے صلح کرتا تھا

---

[1] اخرجه الحاكم (ج ٣ ص ١٧٥) واخرجه ابن عبدالبر في الاستيعاب (ج ١ ص ٣٧٢) نحوه والخطيب البغدادي كذلك كما في البداية (ج ٨ ص ١٩)

[2] اخرجه ابن عبدالبر في الاستيعاب (ج ١ ص ٣٧٤) واخرجه الحاكم (ج ٣ ص ١٧٥) والبيهقي (ج ٨ ص ١٧٣) عن الشعبي بنحوه

وہ اس سے صلح کرتے تھے لیکن میں نے خلافت کو چھوڑ دیا تاکہ اللہ تعالیٰ خوش ہو جائیں اور حضرت محمد ﷺ کی امت کے خون کی حفاظت ہو جائے تو کیا میں اہل حجاز کے مینڈھوں یعنی کمزور لوگوں کے ذریعہ خلافت کو زبردستی چھیننے کا اب ارادہ کر سکتا ہوں (جب میرے ساتھ بڑے اور طاقتور لوگ تھے اس وقت تو میں خلافت سے دستبردار ہو گیا اب تو میرے ساتھ کمزور لوگ ہیں اب خلافت لینے کا ارادہ کیسے کر سکتا ہوں) [1]

حضرت عامر شعبیؒ کہتے ہیں جب مروان کی ضحاک بن قیس سے جنگ ہوئی تو مروان نے حضرت ایمن بن خریم اسدیؓ کو آدمی بھیج کر بلایا اور کہا کہ ہم چاہتے ہیں کہ آپ ہمارے ساتھ مل کر جنگ کریں حضرت ایمن نے فرمایا میرے والد اور میرے چچا جنگ بدر میں شریک ہوئے تھے دونوں نے مجھ سے یہ عہد لیا تھا کہ جو آدمی لا الہ الا اللہ کی گواہی دے میں اس سے جنگ نہ کروں۔ اگر تم (جنگ کرنے پر) آگ سے چھٹکارے کا پروانہ لا دو تو میں تمہارے ساتھ مل کر جنگ کر سکتا ہوں۔ مروان نے کہا آپ دور ہو جاؤ اور انہیں برا بھلا کہا اس پر حضرت ایمن نے یہ اشعار پڑھے۔

ولست مقاتلا رجلا یصلی على سلطان آخر من قریش

کسی دوسرے قریشی کے حکومت حاصل کرنے کے لئے میں اس آدمی سے جنگ نہیں کر سکتا جو نماز پڑھتا ہو۔

اقاتل مسلما فی غیر شئی فلیس بنافعی ماعشت عیشی

میں بغیر کسی بات کے مسلمان سے جنگ کروں اس سے مجھے زندگی بھر کچھ فائدہ نہیں ہوگا۔

له سلطانه وعلی اثمی معاذ اللہ من جهل وطیش

میری جنگ سے اس بادشاہ کی سلطنت مضبوط ہو، اور مجھے گناہ ہو ایسی جہالت اور غصہ سے اللہ کی پناہ [2] حضرت ابن حکم بن عمرو غفاریؒ کہتے ہیں میرے دادا نے مجھ سے بیان کیا کہ میں حضرت حکم بن عمروؓ کے پاس بیٹھا ہوا تھا کہ اتنے میں ان کے پاس حضرت علی بن ابی طالبؓ کا قاصد آیا اور اس نے کہا اس امر خلافت کے معاملہ میں آپ ہماری مدد کرنے کے سب سے

---

[1] عندالحاکم (ج ۳ ص ۱۷۰) ایضا قال الحاکم هذا اسناد صحیح علی شرط الشیخین ولم یخرجاه ووافقه الذهبی

[2] اخرجه ابویعلی قال الهیثمی (ج ۷ ص ۲۹۶) رواه ابویعلی والطبرانی بنحوه الاانه قال ولست اقاتل رجلا یصلی وقال معاذ اللہ من فشل وطیش و قال اقتل مسلما فی غیر جرم ورجال ابی یعلی رجال الصحیح غیر زکریا بن یحیی احمریه و هوثقة انتهی واخرجه البیهقی (ج ۸ ص ۱۹۳) عن قیس بن ابی حازم و الشعبی بنحوه

زیادہ حقدار ہیں۔ حضرت حکمؓ نے کہا میں نے اپنے خاص دوست آپ کے چچازاد بھائی حضور ﷺ کو فرماتے ہوئے سنا کہ جب حالات ایسے ہو جائیں (یعنی خلافت پر مسلمان آپس میں لڑ پڑیں) تو اس وقت لکڑی کی تلوار بنا لینا (یعنی لڑائی میں حصہ نہ لینا) چنانچہ میں نے لکڑی کی تلوار بنالی ہے۔[1]

حضرت ابو الاشعث صنعانیؒ کہتے ہیں مجھے یزید بن معاویہ نے حضرت عبداللہ بن ابی اوفیٰؓ کے پاس بھیجا، ان کے پاس حضور ﷺ کے بہت سے صحابہؓ بیٹھے ہوئے تھے میں نے کہا آپ لوگ اس وقت لوگوں کو کیا کرنے کا حکم دیتے ہیں؟ حضرت ابن ابی اوفی نے فرمایا حضرت ابو القاسم ﷺ نے مجھے یہ وصیت فرمائی تھی کہ اگر میں (مسلمانوں میں آپس میں لڑنے کے) ایسے حالات کچھ بھی پاؤں تو میں احد پہاڑ پر جا کر اپنی تلوار توڑ دوں اور اپنے گھر بیٹھ جاؤں، میں نے عرض کیا اگر کوئی میرے گھر میں گھس آئے (تو کہاں جاؤں) آپ نے فرمایا اندر والی کوٹھڑی میں جا کر بیٹھ جانا (قتل ہونے کے لئے تیار ہو جانا) اور اسے کہنا (مجھے قتل کر کے) اپنا گناہ اور میرا گناہ اپنے سر لے لے اور دوزخیوں میں شامل ہو جا اور ظالموں کی یہی سزا ہے لہذا میں اپنی تلوار توڑ چکا ہوں (اور گھر میں بیٹھ چکا ہوں) جب کوئی میرے گھر میں گھس آئے گا تو میں اپنی اندر والی کوٹھڑی میں چلا جاؤں گا اور جب وہاں بھی کوئی آجائے گا تو میں گھٹنوں کے بل بیٹھ کر وہی کہہ دوں گا جو حضورؐ نے بتایا تھا۔[2]

حضرت محمد بن مسلمہؓ فرماتے ہیں حضور ﷺ نے فرمایا جب تم دیکھو کہ لوگ دنیا پر لڑ رہے ہیں تو تم اپنی تلوار لے کر پتھریلے میدان میں چلے جانا اور وہاں سب سے بڑی چٹان پر اپنی تلوار مار مار کر توڑ دینا پھر اپنے گھر آکر بیٹھ جانا یہاں تک کہ یا تو (ناحق قتل کرنے والا) خطا کار ہاتھ تمہیں قتل کر دے یا طبعی موت تمہارا فیصلہ کر دے، حضورؐ نے مجھے جس بات کا حکم دیا تھا میں وہ کر چکا ہوں۔[3]

حضرت محمد بن مسلمہؓ فرماتے ہیں حضور ﷺ نے مجھے ایک تلوار عنایت فرمائی اور ارشاد فرمایا اے محمد بن مسلمہ! اس تلوار کو لے کر اللہ کے راستہ میں جہاد کرتے رہو اور جب تم دیکھو کہ مسلمانوں کی دو جماعتیں آپس میں لڑنے لگی ہیں تو یہ تلوار پتھر پر مار کر توڑ دینا اور پھر اپنی زبان اور ہاتھ کو روکے رکھنا یہاں تک کہ یا تو موت آکر فیصلہ کر دے یا خطاکار ہاتھ تمہیں قتل

---

[1] اخرجه الطبراني قال الهيثمي، (ج ۷ ص ۳۰۱) رواه الطبراني و فيه من لم اعرفه

[2] اخرجه البزار قال الهيثمي (ج ۷ ص ۳۰۰) رواه البزار وفيه من لم اعرفهم . انتهى.

[3] اخرجه الطبراني قال الهيثمي (ج ۷ ص ۳۰۱) رجاله ثقات

کردے چنانچہ جب حضرت عثمانؓ شہید کردیے گئے اور لوگوں میں آپس میں لڑائی شروع ہوگئی تو حضرت محمد بن مسلمہ اپنے گھر کے صحن میں رکھی ہوئی چٹان کے پاس گئے اور اس پر مار کر تلوار توڑ دی۔ [1]

حضرت ربعیؒ کہتے ہیں میں نے حضرت حذیفہؓ کے جنازے میں ایک آدمی کو یہ کہتے ہوئے سنا کہ میں نے اس چارپائی والے سے (یعنی حضرت حذیفہؓ سے) سنا ہے کہ فرما رہے تھے کہ میں نے حضور ﷺ سے یہ حدیث سنی ہے اور اس سننے میں مجھے کوئی شک یا تردد نہیں ہے اب اگر تم آپس میں لڑو گے تو میں اپنے گھر کے اندر چلا جاؤں گا، پھر اگر میرے گھر کے اندر کوئی میرے پاس آگیا تو میں اس سے کہوں گا لے (مجھے قتل کر لے اور) میرا اور اپنا گناہ اپنے سر پر رکھ لے۔ [2]

حضرت وائل بن حجرؓ فرماتے ہیں جب ہمیں حضور ﷺ کے مدینہ ہجرت فرمانے کی خبر پہنچی تو میں اپنی قوم کا نمائندہ بن کر چلا یہاں تک کہ میں مدینہ پہنچ گیا اور حضورؐ کی ملاقات سے پہلے آپ کے صحابہؓ سے میری ملاقات ہوئی اور انھوں نے مجھے بتایا کہ تمہارے آنے سے تین دن پہلے حضورؐ نے ہمیں تمہاری بشارت دی تھی اور فرمایا تھا کہ تمہارے پاس وائل بن حجر آرہے ہیں پھر آپ سے ملاقات ہوئی تو آپ نے مجھے خوش آمدید کہا اور مجھے اپنے قریب جگہ دی اور اپنی چادر بچھا کر مجھے اس پر بٹھایا پھر لوگوں کو بلایا چنانچہ سب لوگ جمع ہوگئے پھر حضورؐ منبر پر تشریف فرما ہوئے اور مجھے اپنے ساتھ منبر پر لے گئے میں منبر پر آپ سے نیچے تھا پھر آپ نے اللہ کی حمد وثناء بیان فرمائی اور فرمایا:

"اے لوگو! یہ وائل بن حجر ہیں اور دور دراز کے علاقہ حضر موت سے تمہارے پاس آئے ہیں اپنی خوشی سے آئے ہیں کسی نے انہیں مجبور نہیں کیا ہے اور وہاں شہزادوں میں سے یہی باقی رہ گئے ہیں، اے وائل بن حجر! اللہ تعالیٰ تم میں اور تمہاری اولاد میں برکت نصیب فرمائے۔"

پھر حضورؐ منبر سے نیچے تشریف لے آئے اور مدینہ سے دور ایک جگہ مجھے ٹھہرایا اور حضرت معاویہ بن ابی سفیانؓ سے فرمایا کہ وہ مجھے ساتھ لے جا کر اس جگہ ٹھہرا دیں چنانچہ میں (مسجد سے) چلا اور حضرت معاویہ بھی میرے ساتھ چلے، راستہ میں حضرت معاویہ نے کہا اے وائل! اس گرم زمین نے میرے پاؤں کے تلوے جلا دیے مجھے اپنے پیچھے بٹھالو میں نے

---

[1] عند ابن سعد (ج ۳ ص ۲۰)
[2] اخرجه احمد قال الهيثمي (ج ۷ ص ۳۰۱) رواه احمد و رجاله رجال الصحيح غير الرجل المبهم

کہا میں تمہیں اس لونٹنی پر بٹھانے میں بخل نہ کرتا لیکن تم شہزادے نہیں ہو اس لئے تمہیں ساتھ بٹھانے پر لوگ مجھے طعنہ دیں گے (کہ کیا معمولی آدمی کو ساتھ بٹھا رکھا ہے) اور یہ مجھے پسند نہیں ہے، پھر حضرت معاویہ نے کہا اچھا اپنی جوتی اتار کر مجھے دے دو، اسے پہن کر ہی میں سورج کی گرمی سے خود کو بچاؤں میں نے کہا یہ دو چمڑے تمہیں دینے میں میں بخل نہ کرتا لیکن تم ان لوگوں میں سے نہیں ہو جو بادشاہوں کا لباس پہنتے ہوں اس لئے جوتی دینے پر لوگ مجھے طعنہ دیں گے اور یہ مجھے پسند نہیں ہے، آگے اور حدیث ذکر کی ہے اس کے بعد یہ ہے کہ جب حضرت معاویہ بادشاہ بن گئے تو انہوں نے قریش کے حضرت بسر بن ارطاۃؓ کو بھیجا اور ان سے کہا میں نے اس علاقے والوں کو تو اپنے ساتھ اکٹھا کر لیا ہے (یہ سب تو مجھ سے بیعت ہو گئے ہیں) تم اپنا لشکر لے کر چلو، جب تم حدود شام سے آگے چلے جاؤ تو اپنی تلوار سونت لینا اور جو میری بیعت سے انکار کرے اسے قتل کر دینا اور یوں مدینہ چلے جانا اور مدینہ والوں میں سے جو بھی میری بیعت سے انکار کرے اسے قتل کر دینا اور اگر تمہیں حضرت وائل بن حجر زندہ ملیں تو انہیں میرے پاس لے آنا، چنانچہ حضرت بسر نے ایسے ہی کیا اور وہ جب مجھ تک پہنچ گئے تو مجھے حضرت معاویہ کے پاس لے گئے۔ حضرت معاویہؓ نے میرے شایان شان استقبال کا حکم دیا اور مجھے اپنے دربار میں آنے کی اجازت دی اور مجھے اپنے ساتھ اپنے تخت پر بٹھایا اور مجھ سے کہا کیا میرا یہ تخت بہتر ہے یا آپ کی لونٹنی کی پشت ؟ میں نے کہا اے امیر المومنین! میں کفر و جاہلیت چھوڑ کر نیا نیا اسلام میں داخل ہوا تھا اور جاہلیت والے طور طریقے ابھی ختم نہیں ہوئے تھے اور میں نے سواری پر بٹھانے سے اور جوتی دینے سے جو انکار کیا تھا یہ سب جاہلیت کا اثر تھا۔ اللہ نے ہمارے پاس کامل اسلام بھیجا ہے اس اسلام نے ان تمام کاموں پر پردہ ڈال دیا ہے جو میں نے کئے ہیں حضرت معاویہؓ نے کہا ہماری مدد کرنے سے آپ کو کونسی چیز روکتی ہے ؟ حالانکہ حضرت عثمانؓ نے آپ پر بہت اعتماد کیا تھا اور آپ کو اپنا داماد بنایا تھا، میں نے کہا (میں اس وجہ سے آپ کی مدد نہیں کر رہا ہوں) کیونکہ آپ نے اس شخصیت سے جنگ کی ہے جو آپ سے زیادہ حضرت عثمانؓ کے حقدار ہیں۔ حضرت معاویہؓ نے کہا میں نسب میں حضرت عثمانؓ کے زیادہ قریب ہوں تو وہ حضرت عثمانؓ کے مجھ سے زیادہ کیسے حقدار ہو سکتے ہیں ؟ میں نے کہا حضورؐ نے حضرت علیؓ اور حضرت عثمانؓ کے درمیان بھائی چارہ کرایا تھا (اور آپ ان کے چچازاد بھائی ہیں) اور بھائی چچازاد بھائی سے زیادہ حقدار ہوا کرتا ہے اور دوسری بات یہ بھی ہے کہ میں مہاجرین سے لڑنا نہیں چاہتا، حضرت معاویہؓ نے کہا کیا ہم مہاجرین نہیں ہیں ؟ میں نے کہا ضرور ہیں لیکن کیا ہم دونوں جماعتوں سے الگ نہیں

ہیں؟ اور ایک اور دلیل یہ ہے کہ ایک دفعہ حضور ﷺ کی خدمت میں میں حاضر تھا اور بہت سے لوگ بھی وہاں تھے، حضورؐ نے مشرق کی طرف سر اٹھا رکھا تھا۔ (اور نگاہ بھی مشرق کی طرف تھی، حضورؐ نے ہمیں دیکھا) پھر اپنی نگاہ مشرق کی طرف لے گئے اور آپ نے فرمایا اندھیری سیاہ رات کے ٹکڑوں جیسے فتنے تمہارے اوپر آئیں گے پھر آپ نے بتایا کہ وہ فتنے بہت سخت ہوں گے اور وہ جلدی آنے والے ہیں اور وہ بہت برے ہوں گے ان لوگوں میں سے میں نے حضورؐ سے پوچھا یا رسول اللہ! وہ فتنے کیا ہیں؟ آپ نے فرمایا اے وائل! جب مسلمانوں میں دو تلواریں ٹکرانے لگیں (مسلمانوں کی دو جماعتیں آپس میں لڑ پڑیں) تو تم ان دونوں سے الگ رہنا، حضرت معاویہؓ نے کہا کیا آپ شیعہ ہو گئے ہو؟ (یعنی حضرت علیؓ کے طرفدار اور مددگار ہو گئے ہو، میں نے کہا نہیں، میں تو تمام مسلمانوں کا بھلا چاہتا ہوں حضرت معاویہ نے کہا اگر میں نے آپ کی یہ باتیں پہلے سنی ہوتیں اور مجھے معلوم ہوتیں تو میں آپ کو یہاں نہ بلواتا، میں نے کہا کیا آپ کو معلوم نہیں کہ حضرت عثمانؓ کی شہادت پر حضرت محمد بن مسلمہ نے کیا کیا تھا؟ انہوں نے چٹان پر مار مار کر اپنی تلوار توڑ دی تھی حضرت معاویہ نے کہا یہ انصار تو ہیں ہی ایسے لوگ کہ ان کی ایسی باتیں برداشت کر لی جائیں گی میں نے کہا حضورؐ کے اس فرمان کا ہم کیا کریں؟ کہ جس نے انصار سے محبت کی اس نے میری محبت کی وجہ سے ان سے محبت کی اور جس نے انصار سے بغض رکھا اس نے میرے بغض کی وجہ سے ان سے بغض رکھا پھر حضرت معاویہ نے کہا آپ جونسا شہر چاہیں اپنے لئے پسند کر لیں کیونکہ اب آپ حضر موت واپس نہیں جا سکتے ہیں، میں نے کہا میرا قبیلہ ملک شام میں ہے اور میرے گھر والے کوفہ میں ہیں، حضرت معاویہؓ نے کہا آپ کے گھر والوں میں سے ایک آدمی قبیلہ کے دس آدمیوں سے بہتر ہوگا (اس لئے آپ کوفہ چلے جائیں) میں نے کہا میں حضر موت واپس گیا تھا لیکن وہاں واپس جانے سے مجھے کوئی خوشی نہیں تھی کیونکہ انسان جہاں سے ہجرت کر کے چلا جائے اسے وہاں شدید مجبوری کے بغیر واپس نہیں جانا چاہئے، حضرت معاویہ نے کہا آپ کو کیا مجبوری تھی؟ میں نے کہا حضورؐ نے فتنوں کے بارے میں جو فرمایا تھا جسے میں ابھی ذکر کر چکا ہوں اس کی وجہ سے حضر موت چلا گیا تھا لہذا جب آپ لوگوں میں اختلاف پیدا ہو جائے گا تو ہم آپ لوگوں سے علیحدگی اختیار کر لیں گے اور جب آپ لوگ اکٹھے ہو جائیں گے تو ہم آپ لوگوں کے پاس آ جائیں گے، حضرت معاویہ نے کہا میں نے آپ کو کوفہ کا گورنر بنا دیا آپ وہاں چلے جائیں میں نے کہا میں نبی کریم ﷺ کے بعد کسی کی طرف سے ولایت قبول نہیں کر سکتا، کیا آپ نے دیکھا نہیں کہ حضرت ابو بکرؓ نے مجھے گورنر بنانا چاہا تھا لیکن میں

نے انکار کر دیا تھا پھر حضرت عمرؓ نے بنانا چاہا تھا لیکن میں نے انکار کر دیا تھا پھر حضرت عثمانؓ نے بنانا چاہا تھا لیکن میں نے انکار کر دیا تھا اور ان حضرات کی بیعت بھی میں نے نہیں چھوڑی تھی۔ جب ہمارے علاقہ کے لوگ مرتد ہو گئے تھے تو حضرت ابو بکرؓ کا میرے پاس خط آیا تھا جس کی وجہ سے میں محنت کرنے کھڑا ہو گیا تھا اور سارے علاقہ میں زور لگایا اور گورنری کے بغیر ہی اللہ تعالیٰ نے میرے ذریعہ سے تمام علاقہ والوں کو اسلام میں واپس فرمادیا تھا، پھر حضرت معاویہ نے حضرت عبدالرحمٰن بن ام حکمؓ کو بلا کر کہا تم کوفہ چلے جاؤ میں نے تمہیں وہاں کا گورنر بنادیا ہے اور حضرت وائل کو ساتھ لے جاؤ ان کا اکرام کرنا اور ان کی تمام ضرورتوں کو پورا کرنا اس پر حضرت عبدالرحمٰن نے کہا آپ نے میرے ساتھ بدگمانی سے کام لیا، آپ مجھے ایسے انسان کے اکرام کا حکم دے رہے ہیں جس کا اکرام کرتے ہوئے میں نے حضور ﷺ، حضرت ابو بکرؓ، حضرت عمرؓ، حضرت عثمانؓ اور خود آپ کو دیکھا ہے (لہذا آپ نہ بھی تاکید کریں تو بھی میں ان کا اکرام کروں گا) ان کی اس بات سے حضرت معاویہ بہت خوش ہوئے، میں ان کے ساتھ کوفہ آیا راوی کہتے ہیں کوفہ آنے کے تھوڑے عرصہ بعد ہی حضرت وائل کا انتقال ہو گیا۔[1]

حضرت ابو منہال رحمتہ اللہ علیہ کہتے ہیں جب ابن زیاد کو (بصرہ سے) نکال دیا گیا تو شام میں مروان خلافت کا دعویٰ لے کر کھڑا ہو گیا اور مکہ مکرمہ میں حضرت عبداللہ بن زبیر رضی اللہ عنہما نے خلافت کا دعویٰ کر دیا اور بصرہ میں ان (خارجی) لوگوں نے خلافت کا دعویٰ کر دیا جن کو قاری کہا جاتا تھا اس سے میرے والد صاحب کو بہت زیادہ غم ہوا، انہوں نے مجھ سے کہا تیرا باپ نہ رہے! آؤ حضور ﷺ کے صحابی حضرت ابو برزہ اسلمیؓ کے پاس چلتے ہیں چنانچہ میں والد صاحب کیساتھ گیا اور ہم لوگ حضرت ابو برزہؓ کی خدمت میں انکے گھر حاضر ہوئے، وہ بانس کے بنے ہوئے بالاخانہ کے سائے میں بیٹھے ہوئے تھے اس دن سخت گرمی پڑ رہی تھی، ہم ان کے پاس جا کر بیٹھ گئے، میرے والد ان سے ادھر ادھر کی باتیں کرنے لگے تاکہ وہ بھی اپنے دل کی باتیں کہنے لگیں چنانچہ میرے والد عرض کرتے اے ابو برزہ! کیا آپ نہیں دیکھ رہے؟ (کہ لوگ یوں کر رہے ہیں) کیا آپ نہیں دیکھ رہے؟ (کہ فلاں یہ کر رہا ہے)

حضرت ابو برزہؓ نے سب سے پہلے یہ بات کہی کہ آج صبح سے مجھے قریش کے خاندانوں پر

---

[1] اخرجه الطبراني قال الهيثمي (ج ٩ ص ٣٧٦) رواه الطبراني في الصغير و الكبير و فيه محمد بن حجر و هو ضعيف انتهى .

غصہ آرہا ہے اور مجھے امید ہے اس غصہ پر مجھے اللہ تعالیٰ ثواب عطا فرمائیں گے اے چھوٹے عربوں کی جماعت! تم جانتے ہی ہو کہ زمانہ جاہلیت میں تم لوگوں کی کیا حالت تھی، تعداد تھوڑی تھی لوگوں کی نگاہ میں تمہاری کوئی عزت نہیں تھی اور تم لوگ گمراہ تھے پھر اللہ تعالیٰ نے حضرت محمد ﷺ کے ذریعہ دین اسلام دے کر تم لوگوں کو بلند کر دیا اور آج دنیا میں تمہاری بہت عزت ہے جیسے تم دیکھ رہے ہو لیکن اب دنیا نے تمہیں بگاڑنا شروع کر دیا ہے اور یہ جو ملک شام میں مروان ہے یہ بھی اللہ کی قسم! صرف دنیا کے لئے لڑ رہا ہے اور یہ جو مکہ میں ہے یعنی حضرت ابن زبیرؓ یہ بھی اللہ کی قسم! صرف دنیا کے لئے لڑ رہے ہیں اور یہ لوگ جو تمہارے ارد گرد ہیں جنہیں تم قاری کہتے ہو یہ بھی اللہ کی قسم! صرف دنیا کے لئے لڑ رہے ہیں، جب انھوں نے کسی کو نہ چھوڑا تو ان سے میرے والد نے پوچھا پھر ان حالات میں آپ ہمیں کیا کرنے کا حکم دیتے ہیں؟ انھوں نے کہا میرے خیال میں آج لوگوں میں سب سے بہترین وہ جماعت ہے جس نے خود کو زمین سے چمٹا رکھا ہو (گوشہ گمنامی اختیار کر لیا ہو) یہ فرماتے ہوئے وہ ہاتھ سے زمین کی طرف اشارہ کر رہے تھے، ان کے پیٹ لوگوں کے مال سے بالکل خالی ہوں اور کسی کے خون کا ان کی کمر پر بوجھ نہ ہو۔[1] حضرت شمر بن عطیہؒ کہتے ہیں کہ حضرت حذیفہؓ نے ایک آدمی سے کہا کیا تمہیں اس بات سے خوشی ہوگی کہ تم سب سے بڑے بدکار آدمی کو قتل کر دو اس نے کہا ہاں ہوگی حضرت حذیفہؓ نے کہا (اسے قتل کر کے) تم اس سے زیادہ بڑے بدکار ہو جاؤ گے۔[2]

مسلمان کی جان ضائع کرنے سے بچنا

حضرت انس بن مالکؓ فرماتے ہیں کہ حضرت عمر بن خطابؓ نے مجھ سے پوچھا جب تم کسی شہر کا محاصرہ کرتے ہو تو کیا کرتے ہو؟ میں نے کہا ہم شہر کی طرف کھال کی مضبوط ڈھال دے کر کسی آدمی کو بھیجتے ہیں، حضرت عمرؓ نے فرمایا ذرا یہ بتاؤ اگر شہر والے اسے پتھر ماریں تو اس کا کیا بنے گا؟ میں نے کہا وہ تو قتل ہو جائے گا، حضرت عمرؓ نے فرمایا ایسا نہ کیا کرو اس ذات کی قسم جس کے قبضہ میں میری جان ہے! مجھے اس بات سے بالکل خوشی نہیں ہوگی کہ تم

---

[1] اخرجه البیهقی (ج ۸ ص ۱۹۳) و اخرجه البخاری والاسماعیلی و یعقوب بن سفیان فی تاریخه عن ابن المنهال بنحوه کما فی فتح الباری (ج ۱۳ ص ۵۷).

[2] اخرجه ابو نعیم فی الحلیة (ج ۱ ص ۲۸۰)

لوگ ایک مسلمان کی جان ضائع کر کے ایسا شہر فتح کر لو جس میں چار ہزار جنگجو جوان ہوں۔[1]

مسلمان کو کافروں کے ہاتھ سے چھڑانا

حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا میں ایک مسلمان کو کافروں کے ہاتھ سے چھڑالوں یہ مجھے سارے جزیرۃ العرب (کے مل جانے) سے زیادہ محبوب ہے۔[2]

مسلمان کو ڈرانا، پریشان کرنا

حضرت ابوالحسنؓ بیعت عقبہ میں بھی شریک ہوئے تھے اور جنگ بدر میں بھی، وہ فرماتے ہیں ہم لوگ حضور ﷺ کے پاس بیٹھے ہوئے تھے، ایک آدمی کھڑا ہو کر کہیں چلا گیا اور اپنی جوتیاں وہاں ہی بھول گیا، ایک آدمی نے وہ جوتیاں اٹھا کر اپنے نیچے رکھ لیں، وہ آدمی واپس آکر کہنے لگا میری جوتیاں (کہاں ہیں؟) لوگوں نے کہا ہم نے تو نہیں دیکھیں (تھوڑی دیر وہ پریشان ہو کر ڈھونڈتا رہا) پھر اس کے بعد جس آدمی نے چھپائی تھیں اس نے کہا جوتیاں یہ ہیں اس پر حضورؐ نے فرمایا مومن کو پریشان کرنے کا کیا جواب دو گے؟ اس آدمی نے کہا میں نے تو مذاق میں چھپائی تھیں حضورؐ نے دو یا تین مرتبہ یہی فرمایا مومن کو پریشان کرنے کا کیا جواب دو گے؟[3] حضرت عامر بن ربیعہؓ فرماتے ہیں ایک آدمی نے دوسرے آدمی کی جوتی لے کر مذاق میں غائب کر دی، کسی نے اس کا تذکرہ حضور ﷺ سے کیا حضورؐ نے فرمایا کسی مسلمان کو پریشان مت کرو کیونکہ مسلمان کو پریشان کرنا بہت بڑا ظلم ہے۔[4]

حضرت نعمان بن بشیرؓ فرماتے ہیں ہم لوگ حضور ﷺ کے ساتھ سفر میں چل رہے تھے ایک آدمی کو اپنی سواری پر اونگھ آگئی۔ دوسرے نے اس کے ترکش میں سے ایک تیر نکال لیا جس سے وہ آدمی چونک گیا اور ڈر گیا اس پر حضورؐ نے فرمایا کسی کے لئے یہ حلال نہیں ہے کہ وہ کسی مسلمان کو ڈرائے۔[5]

---

[1] اخرجه البيهقي (ج ۹ ص ۴۲) و اخرجه الشافعي مثله كما في الكنز (ج ۳ ص ۱۶۵) الان عنده هيبنا من جلود [2] اخرجه ابن ابي شيبه كذا في كنزا العمال (ج ۲ ص ۳۱۲)

[3] اخرجه الطبراني كذافي الترغيب (ج ٤ ص۲٦۳) قال الهيثمي (ج ٦ ص ۲۵۳) رواه الطبراني وفيه حسين بن عبدالله بن عبيدالله الهاشمي وهو ضعيف، انتهى و اخرجه ايضا ابن السكن مثله كمافي الاصابة (ج ٤ ص ٤۳)

[4] عندالبزار و الطبراني وا بى الشيخ (بن حيان) في كتاب التوبيخ كذافي الترغيب (ج ٤ ص ۲٤۳) قال الهيثمي (ج ٦ ص ۲۵۳) وفيه عاصم بن عبيدالله وهو ضعيف.

[5] اخرجه الطبراني في الكبير ورواته ثقات .

حضرت عبدالرحمٰن بن ابی لیلیٰؒ کہتے ہیں ہمیں حضور ﷺ کے چند صحابہؓ نے یہ قصہ سنایا کہ ایک مرتبہ صحابہ کرامؓ حضورؐ کے ساتھ چل رہے تھے کہ ان میں سے ایک آدمی کو نیند آگئی دوسرے آدمی نے جا کر اس کی رسی لے لی اور اسے چھپا دیا، جب اس سونے والی کی آنکھ کھلی اور اسے اپنی رسی نظر نہ آئی تو وہ پریشان ہو گیا، اس پر حضورؐ نے فرمایا کسی مسلمان کے لئے یہ حلال نہیں ہے کہ وہ کسی مسلمان کو پریشان کرے۔[1]

حضرت سلیمان بن صردؓ فرماتے ہیں ایک دیہاتی نے حضور ﷺ کے ساتھ نماز پڑھی اس کے پاس ایک رسی بھی تھی جو کسی نے لے لی جب حضورؐ نے سلام پھیرا تو اس دیہاتی نے کہا میری رسی پتہ نہیں کہاں چلی گئی؟ یہ سن کر کچھ لوگ ہنسنے لگے اس پر حضورؐ نے فرمایا جو آدمی اللہ اور آخرت کے دن پر ایمان رکھتا ہے اسے چاہئے کہ وہ کسی مسلمان کو ہرگز پریشان نہ کرے۔[2]

مسلمان کو ہلکا اور حقیر سمجھنا

حضرت عائشہؓ فرماتی ہیں حضرت اسامہؓ ٹھوکر کھا کر دروازے کی چوکھٹ پر گر گئے جس سے ان کی پیشانی پر چوٹ لگ گئی، حضور ﷺ نے فرمایا اے عائشہؓ! اس کا خون صاف کر دو، مجھے ان سے ذرا گھن آئی، اس پر حضورؐ ان کی چوٹ سے خون چوس کر تھوکنے لگے اور فرمانے لگے اگر اسامہؓ لڑکی ہوتا تو میں اسے ایسے کپڑے پہناتا اور ایسے زیور پہناتا پھر میں اس کی شادی کر دیتا۔[3]

حضرت عطاء بن یسارؒ فرماتے ہیں حضرت اسامہ بن زید رضی اللہ عنہما جب شروع میں مدینہ آئے تو ان کو چیچک نکل آئی اور وہ اس وقت اتنے چھوٹے تھے کہ ان کی رینٹ ان کے منہ پر بہتی رہتی تھی، حضرت عائشہؓ کو ان سے گھن آتی تھی ایک دن حضور گھر تشریف لائے اور حضرت اسامہؓ کا منہ دھونے لگے اور انہیں چومنے لگے اس پر حضرت عائشہؓ نے فرمایا اللہ کی قسم! حضورؐ کے اس رویہ کو دیکھنے کے بعد اب میں کبھی بھی ان کو اپنے سے دور نہیں کروں گی۔[4]

حضرت عروہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں حضور ﷺ نے حضرت اسامہ بن زیدؓ کے انتظار

---

[1] عندابی داؤد کذافی الترغیب (ج ٤ ص ٢٦٢) [2] اخرجه الطبرانی قال الهيثمی (ج ٦ ص ٢٥٤) رواه الطبرانی من روايته ابن عيينة عن اسماعيل بن مسلم فان كان هوالعبدی فهومن رجال الصحيح وان كان هوالمكی فهوضعيف وبقية رجاله ثقات، انتهی

[3] اخرجه ابن سعد (ج ٤ ص ٤٣) و اخرجه ابن ابی شيبة نحوه كما فی المنتخب (ج ٥ ص ١٣٥) [4] عند الواقدی و ابن عساكر كذافی المنتخب (ج ٥ ص ١٣٦)

میں عرفات سے (مزدلفہ کو) روانگی موخر فرمادی، جب حضرت اسامہؓ آئے تو لوگوں نے دیکھا کہ نوعمر لڑکے ہیں ناک بیٹھی ہوئی ہے اور رنگ کالا ہے اس پر یمن والوں نے کہا اس (لڑکے) کی وجہ سے ہمیں اتنی دیر روکا گیا، حضرت عروہ فرماتے ہیں اسی وجہ سے یمن والے کفر میں مبتلا ہوئے، حضرت ابن سعد راوی کہتے ہیں میں نے حضرت یزید بن ہارون سے پوچھا کہ حضرت عروہ جو یہ فرمارہے ہیں اسی وجہ سے یمن والے کفر میں مبتلا ہوئے اس کا کیا مطلب ہے؟ انھوں نے کہا اس کا مطلب یہ ہے کہ حضرت ابو بکرؓ کے زمانے میں یمن والے جو مرتد ہوئے وہ حضورؐ کے اس رویہ کو حقیر سمجھنے کی سزا میں ہوئے ابن عساکر کی روایت میں یہ ہے کہ حضرت عروہ نے فرمایا حضورؐ کی وفات کے بعد یمن والے حضرت اسامہؓ (کو حقیر سمجھنے) کی وجہ سے ہی کفر میں مبتلا ہوئے تھے۔[1]

حضرت حسنؒ کہتے ہیں حضرت ابو موسیٰؓ کے پاس کچھ لوگ آئے ان میں سے جو عرب تھے ان کو تو حضرت ابو موسیٰؓ نے دیا اور جو عجمی غلام تھے ان کو نہ دیا، حضرت عمرؓ (کو اس کا پتہ چلا تو) انھوں نے حضرت ابو موسیٰؓ کو یہ لکھا کہ تم نے ان سب کو برابر کیوں نہ دیا؟ آدمی کے برا ہونے کے لئے یہ کافی ہے کہ وہ اپنے مسلمان بھائی کو حقیر سمجھے۔[2] حضرت عمرؓ نے فرمایا کہ آدمی کو برا ہونے کے لئے یہ کافی ہے کہ وہ اپنے مسلمان بھائی کو حقیر سمجھے۔[3]

مسلمان کو غصہ دلانا

حضرت عائذ بن عمرو رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں حضرت ابو سفیانؓ (ابھی کافر تھے وہ) حضرت سلمان، حضرت صہیب اور حضرت بلالؓ کے پاس آئے یہ حضرات صحابہؓ کی جماعت میں بیٹھے ہوئے تھے ان حضرات نے کہا اللہ کی تلواروں نے اللہ کے دشمن کی گردن میں اپنی جگہ ابھی تک نہیں بنائی (یعنی ابھی تک حضرت ابو سفیان کو قتل کیوں نہیں کیا گیا؟) اس پر حضرت ابو بکرؓ نے ان حضرات سے کہا تم لوگ یہ بات قریش کے بزرگ اور ان کے سردار کے بارے میں کہہ رہے ہو؟ اور پھر حضور ﷺ کی خدمت میں آکر حضرت ابو بکرؓ نے یہ بات بتائی، حضورؐ نے فرمایا اے ابو بکرؓ! ایسا معلوم ہوتا ہے کہ شاید تم نے یہ بات کہہ کر ان کو غصہ دلایا ہے اگر تم نے ان کو غصہ دلایا ہے تو پھر تم نے اپنے رب کو غصہ دلایا ہے، حضرت ابو بکرؓ

۱۔ اخرجه ابن سعد (ج ٤ ص ٤٤) كذافي المنتخب (ج ٥ ص ١٣٥)
۲۔ اخرجه ابو عبيد كذافي الكنز (ج ٢ ص ٣١٩)
۳۔ عند احمد في الزهد كذافي الكنز (ج ٢ ص ١٧٢)

ان حضرات کے پاس آئے اور ان سے پوچھا اے بھائیو! کیا میں نے تم کو غصہ دلایا ہے؟ ان حضرات نے فرمایا نہیں، اے بھائی! اللہ تمہاری مغفرت فرمائے۔[1]

حضرت صہیبؓ فرماتے ہیں میں مسجد میں بیٹھا ہوا تھا حضرت ابو بکرؓ اپنا ایک قیدی لے کر میرے پاس سے گزرے وہ اس کے لئے حضور ﷺ سے پناہ لینا چاہتے تھے میں نے حضرت ابو بکرؓ سے کہا یہ آپ کے ساتھ کون ہے؟ انہوں نے فرمایا یہ میرا مشرک قیدی ہے میں اس کے لئے حضورؐ سے امان لینا چاہتا ہوں میں نے کہا اس کی گردن میں تو تلوار کے لئے بہت اچھی جگہ ہے اس پر حضرت ابو بکرؓ کو غصہ آگیا حضورؐ نے انہیں دیکھا تو فرمایا کیا بات ہے تم بڑے غصے میں نظر آرہے ہو؟ حضرت ابو بکرؓ نے کہا میں اپنا یہ قیدی لے کر حضرت صہیب کے پاس سے گزرا تو انہوں نے کہا اس کی گردن میں تو تلوار کے لئے بہت اچھی جگہ ہے (ان کی اس بات سے مجھے غصہ آیا ہوا ہے) حضورؐ نے فرمایا شاید تم نے ان کو کوئی تکلیف پہنچائی ہے؟ حضرت ابو بکرؓ نے کہا نہیں، اللہ کی قسم نہیں، حضورؐ نے فرمایا اگر تم نے ان کو ستایا ہے تو پھر تم نے اللہ اور اس کے رسول کو ستایا ہے۔[2]

مسلمان پر لعنت کرنا

حضرت عمرؓ فرماتے ہیں حضور ﷺ کے زمانہ میں ایک آدمی تھے جن کا نام عبداللہ تھا اور ان کا لقب حمار تھا وہ حضور ﷺ کو ہنسایا کرتے تھے حضورؐ نے انہیں شراب نوشی کی وجہ سے کوڑے بھی لگائے تھے، چنانچہ انہیں ایک دن لایا گیا (انہوں نے شراب پی رکھی تھی) حضورؐ نے حکم دیا کہ انہیں کوڑے لگائے جائیں چنانچہ انہیں کوڑے لگائے گئے اس پر ایک آدمی نے کہا اے اللہ اس پر لعنت بھیج، اسے (شراب پینے کے جرم میں) کتنا زیادہ لایا جاتا ہے حضورؐ نے فرمایا اسے لعنت نہ کرو اللہ کی قسم! جہاں تک میں جانتا ہوں یہ اللہ اور اس کے رسولؐ سے محبت کرتا ہے۔[3] حضرت عمرؓ فرماتے ہیں ایک آدمی کا لقب حمار تھا وہ حضور ﷺ کو گھی کی کپی اور شہد کی کپی ہدیہ میں دیا کرتے تھے جب گھی اور شہد والا ان سے قیمت لینے آتا تو اسے حضورؐ کی خدمت میں لے آتے اور عرض کرتے یا رسول اللہ! اسے اس کے سامان کی قیمت دے دیں اس پر حضورؐ صرف مسکراتے اور کچھ نہ فرماتے اور پھر آپ کے فرمانے پر قیمت اس

---

[1] اخرجه مسلم (ج ۲ ص ۳۰۴) و اخرجه ابو نعیم فی الحلیة (ج ۱ ص ۳۴۶) و ابن عبدالبر فی الاستیعاب (ج ۲ ص ۱۸۱) عن عائذ بن عمرو نحوه [2] اخرجه ابن عساکر کذافی کنز العمال (ج ۷ ص ۴۹) [3] اخرجه البخاری و ابن جریر و البیهقی.

کو دے دی جاتی۔ ایک دن ان کو حضورؐ کی خدمت میں لایا گیا انھوں نے شراب پی رکھی تھی اس پر ایک آدمی نے کہا آگے پچھلی حدیث جیسا مضمون ذکر کیا ہے۔[1]

حضرت زید بن اسلمؓ کہتے ہیں کہ ابن نعمانؓ کو (شراب پینے کی وجہ سے) حضور ﷺ کی خدمت میں لایا گیا آپ نے ان کو کوڑے لگائے اور چار پانچ مرتبہ ایسے ہی ہوا (اسی جرم میں پکڑ کر انہیں لایا جاتا حضورؐ ان کو کوڑے لگاتے) آخر ایک آدمی نے کہہ دیا اے اللہ! اس پر لعنت بھیج، یہ کتنی زیادہ شراب پیتا ہے اور اسے کتنی مرتبہ کوڑے لگائے جا چکے ہیں، حضورؐ نے فرمایا اس پر لعنت نہ بھیجو کیونکہ یہ اللہ اور اس کے رسولؐ سے محبت کرتا ہے۔[2]

حضرت ابو ہریرہؓ فرماتے ہیں نبی کریم ﷺ کے پاس ایک آدمی لایا گیا جس نے شراب پی رکھی تھی، حضورؐ کے فرمانے پر صحابہؓ نے اسے مارا کسی نے اسے اپنی جوتی سے مارا کسی نے ہاتھ سے اور کسی نے کپڑے (کا کوڑا بنا کر اس) سے مارا۔ پھر آپ نے فرمایا اب بس کرو پھر حضورؐ کے فرمانے پر صحابہؓ نے اسے ملامت کی اور اس سے کہا تمہیں اللہ کے رسول ﷺ سے شرم نہیں آتی تم یہ (برا) کام کرتے ہو؟ پھر حضورؐ نے اسے چھوڑ دیا۔

جب وہ پشت پھیر کر چلا گیا تو لوگ اسے بد دعا دینے لگے اور اسے برا بھلا کہنے لگے کسی نے یہاں تک کہہ دیا اے اللہ! اسے رسوا فرما، اے اللہ! اس پر لعنت بھیج، حضورؐ نے فرمایا ایسے نہ کہو اور اپنے بھائی کے خلاف شیطان کے مددگار نہ ہو، بلکہ یہ دعا کرو اے اللہ! اس کی مغفرت فرما، اے اللہ! اسے ہدایت دے، ایک روایت میں یہ ہے کہ تم ایسے نہ کہو، شیطان کی مدد نہ کرو بلکہ یہ کہو اللہ تجھ پر رحم فرمائے۔[3]

حضرت سلمہ بن اکوعؓ فرماتے ہیں جب ہم دیکھتے کہ کوئی آدمی دوسرے کو لعنت کر رہا ہے تو ہم یہی سمجھتے کہ یہ کبیرہ گناہوں کے دروازوں میں سے ایک دروازے پر پہنچ گیا ہے یعنی اس نے کبیرہ گناہ کا ارتکاب کیا ہے۔[4]

مسلمان کو گالی دینا

حضرت عائشہؓ فرماتی ہیں ایک آدمی آکر حضور ﷺ کے سامنے بیٹھ گیا پھر اس نے عرض

---

[1] عند ابی یعلی وسعید بن منصور وغیر هما کذافی الکنز (ج ۳ ص ۱۰۷)

[2] اخرجه عبدالرزاق کذافی الکنز (ج ۳ ص ۱۰۸) و عند ابن سعد (ج ۳ ص ۵۶) عن زید بن اسلم قال ابی بالنعیمان او ابن النعیمان الی النبی ﷺ فذکر نحوه

[3] اخرجه ابن جریر کذافی کنز العمال (ج ۳ ص ۱۰۵)

[4] اخرجه الطبرانی باسناد جید کذافی الترغیب (ج ٤ ص ۲۵۱)

کیا میرے چند غلام ہیں جو مجھ سے جھوٹ بولتے ہیں اور میرے ساتھ خیانت کرتے ہیں اور میری نافرمانی کرتے ہیں اس پر میں انہیں گالی دیتا ہوں اور انہیں مارتا ہوں تو میرا ان کے ساتھ یہ رویہ کیسا ہے؟ حضورؐ نے فرمایا جب قیامت کا دن ہو گا تو انھوں نے جو تجھ سے خیانت کی اور تیری نافرمانی کی اور تجھ سے جھوٹ بولا اس کا حساب کیا جائے گا اور تم نے ان کو جو سزا دی اس کا بھی حساب کیا جائے گا اگر تمہاری سزا ان کے جرم کے برابر ہو گی تو معاملہ برابر برابر ہو جائے گا نہ تمہیں انعام ملے گا اور نہ سزا اور اگر تمہاری سزا ان کے جرم سے کم ہو گی تو تمہیں ان پر فضیلت ہو جائے گی اور اگر تمہاری سزا ان کے جرم سے زیادہ ہو گی تو اس زائد سزا کا تم سے بدلہ لیا جائے گا وہ آدمی یہ سن کر ایک طرف ہو کر زور زور سے رونے لگ گیا، حضورؐ نے اس کو فرمایا کیا تم اللہ تعالیٰ کا یہ ارشاد نہیں پڑھتے وَنَضَعُ الْمَوَازِيْنَ الْقِسْطَ لِيَوْمِ الْقِيَامَةِ فَلَا تُظْلَمُ نَفْسٌ شَيْئًا ۗ وَاِنْ كَانَ مِثْقَالَ حَبَّةٍ مِّنْ خَرْدَلٍ اَتَيْنَا بِهَا ۗ وَكَفٰى بِنَا حَاسِبِيْنَ (سورت انبیاء آیت ۴۷)

ترجمہ: "اور (وہاں) قیامت کے روز ہم میزان عدل قائم کریں گے (اور سب کے اعمال کا وزن کریں گے) سو کسی پر اصلاً ظلم نہ ہو گا اور اگر (کسی کا) عمل رائی کے دانہ کے برابر بھی ہو گا تو ہم اس کو (وہاں) حاضر کر دیں گے اور ہم حساب لینے والے کافی ہیں" تو اس آدمی نے کہا یا رسول اللہ! مجھے اپنے لئے اور ان غلاموں کے لئے اس سے بہتر صورت نظر نہیں آ رہی ہے کہ میں ان سے الگ ہو جاؤں اس لئے میں آپ کو گواہ بناتا ہوں کہ یہ سب غلام آزاد ہیں۔[1]

حضرت ابو ہریرہؓ فرماتے ہیں ایک آدمی حضرت ابو بکرؓ کو برا بھلا کہہ رہا تھا حضور ﷺ بھی وہاں تشریف فرما تھے، حضرت ابو بکرؓ کا جواب نہ دینا حضورؐ کو پسند آ رہا تھا اور حضورؐ مسکرا رہے تھے جب وہ آدمی بہت زیادہ برا بھلا کہنے لگا تو حضرت ابو بکرؓ نے بھی اس کی کسی بات کا جواب دے دیا، اس پر حضورؐ ناراض ہو کر وہاں سے کھڑے ہو کر چل دیئے، حضرت ابو بکرؓ بھی پیچھے چل پڑے اور جا کر حضورؐ سے عرض کیا یا رسول اللہ! وہ مجھے برا بھلا کہہ رہا تھا تو آپ بیٹھے رہے جب میں نے اس کی کسی بات کا جواب دیا تو آپ کو غصہ آ گیا اور آپ کھڑے ہو گئے حضورؐ نے فرمایا پہلے تمہارے ساتھ ایک فرشتہ تھا جو تمہاری طرف سے جواب دے رہا تھا جب تم نے اس کی کسی بات کا جواب دے دیا تو شیطان بیچ میں آ کودا (اور فرشتہ چلا گیا) اور میں شیطان کے ساتھ نہیں بیٹھ سکتا پھر حضورؐ نے فرمایا تین باتیں ایسی ہیں جو بالکل حق ہیں جس بندے پر

---

[1] اخرجه احمد والترمذی کذافی الترغیب (ج ۳ ص ۴۹۹) وقال (ج ۵ ص ٤٦٤) اسناد احمد والترمذی متصلان ورو اتهما ثقات

کوئی ظلم کیا جائے اور وہ اللہ تعالیٰ کی رضا کی خاطر اس ظلم (کا بدلہ لینے) سے چشم پوشی کرے تو اللہ تعالیٰ اس کی زوردار مدد کریں گے اور جو آدمی جوڑ پیدا کرنے کے لئے ہدیہ دینے کا دروازہ کھولتا ہے اللہ تعالیٰ اس کے مال کو خوب بڑھاتے ہیں اور جو مال بڑھانے کی نیت سے مانگنے کا دروازہ کھولتا ہے اللہ تعالیٰ اس کے مال کو اور کم کر دیتے ہیں۔[1]

حضرت بہی رحمتہ اللہ علیہ کہتے ہیں حضرت عبداللہ بن عمرؓ نے حضرت مقداد رضی اللہ عنہ کو برا بھلا کہہ دیا تو حضرت عمرؓ نے فرمایا اگر میں عبداللہ کی زبان نہ کاٹوں تو میرے اوپر نذر واجب ہے، لوگوں نے حضرت عمرؓ سے اس بارے میں بات کی اور ان سے معافی کی درخواست کی حضرت عمرؓ نے کہا مجھے اس کی زبان کاٹنے دو تاکہ آئندہ حضور ﷺ کے کسی صحابی کو گالی نہ دے سکے۔[2]

حضرت بہیؒ کہتے ہیں حضرت عبداللہ بن عمر اور حضرت مقدادؓ کے درمیان ذرا بات بڑھ گئی اور حضرت عبداللہ نے حضرت مقدادؓ کو گالی دے دی، حضرت مقداد نے حضرت عبداللہ کی ان کے والد حضرت عمرؓ سے شکایت کی، تو حضرت عمرؓ نے نذر مان لی کہ وہ حضرت عبداللہ کی زبان ضرور کاٹیں گے جب حضرت عبداللہ کو اپنے والد سے خطرہ ہوا تو انھوں نے کچھ لوگوں کو اپنے والد کے پاس سفارش کے لئے بھیجا (ان کی بات سن کر) حضرت عمرؓ نے فرمایا مجھے اس کی زبان کاٹنے دو تاکہ یہ مستقل قانون بن جائے جس پر میرے بعد بھی عمل ہوتا رہے کہ جو آدمی بھی حضور ﷺ کے کسی صحابی کو گالی دیتا ہو لیا جائے گا اس کی زبان ضرور کاٹی جائے گی۔[3]

مسلمان کی برائی بیان کرنا

حضرت انس بن مالکؓ فرماتے ہیں ایک مرتبہ حضور ﷺ کے پاس ایک آدمی نے دوسرے آدمی کی برائی بیان کی حضورؐ نے اس سے فرمایا یہاں سے اٹھ جا تیرے کلمہ شہادت کا اعتبار نہیں، اس نے کہا یا رسول اللہ! میں آئندہ ایسے نہیں کروں گا، حضورؐ نے فرمایا تم قرآن کا مذاق اڑا رہے ہو، جو قرآن کے حرام کردہ کاموں کو حلال سمجھے وہ قرآن پر ایمان نہیں لایا (قرآن میں مسلمان کی غیبت کو حرام قرار دیا گیا ہے اور تم غیبت کر رہے ہو)[4]

حضرت طارق بن شہابؒ کہتے ہیں کہ حضرت خالد اور سعدؓ کے درمیان کچھ تیز بات

---

[1] اخرجه احمد والطبرانی قال الهيثمی (ج ۸ ص ۱۹۰) رجال احمد رجال الصحیح ورواه ابو داؤد الاانه لم يذكر ثم قال با ابا بكر [2] اخرجه احمد واللالكائی فی السنته وابو القاسم بن بشران فی ماليه وابن عساكر [3] عند ابن عساكر كذافی منتخب كنز العمال (ج ٤ ص ٤٢٤)
[4] اخرجه ابو نعيم كذافی الكنز (ج ۱ ص ۲۳۱)

ہو گئی، حضرت سعدؓ کے پاس بیٹھ کر ایک آدمی حضرت خالد کی برائیاں بیان کرنے لگا حضرت سعدؓ نے کہا چپ رہو۔ ہمارے درمیان جو بات ہوئی تھی وہ (وہیں ختم ہو گئی تھی وہ آگے بڑھ کر) ہمارے دین تک نہیں پہنچ سکتی (کہ اس جھگڑے کی وجہ سے ہم ایک دوسرے کی برائیاں بیان کر کے دین کا نقصان کرلیں)۔[1]

مسلمان کی غیبت کرنا

حضرت ابو ہریرہؓ فرماتے ہیں حضرت (ماعز بن مالک) اسلمیؓ حضور ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور انہوں نے چار مرتبہ اپنے بارے میں اس بات کا اقرار کیا کہ انہوں نے ایک عورت سے حرام کا ارتکاب کیا ہے۔ ہر مرتبہ حضورؐ دوسری طرف منہ پھیر لیتے تھے۔ پھر آگے حدیث کا مضمون اور بھی ہے جس میں یہ بھی ہے کہ حضورؐ کے فرمان پر ان کو رجم کیا گیا۔ پھر حضورؐ نے اپنے دو صحابہؓ کو سنا کہ ان میں سے ایک دوسرے کو کہہ رہا تھا اس آدمی کو دیکھو، اللہ تعالیٰ نے تو اس کے جرم پر پردہ ڈالا تھا لیکن یہ خود اپنے پیچھے پڑ گیا جس کی وجہ سے اسے کتے کی طرح پتھر مارے گئے۔ حضورؐ یہ سن کر خاموش ہو گئے پھر تھوڑی دیر چلنے کے بعد آپ کا گزر ایک مردار گدھے کے پاس سے ہوا جس کا پاؤں پھولنے کی وجہ سے اوپر اٹھا ہوا تھا۔ حضورؐ نے فرمایا فلاں اور فلاں دونوں کہاں ہیں؟ ان دونوں نے عرض کیا یا رسول اللہ! ہم دونوں یہ ہیں۔ آپ نے فرمایا تم دونوں نیچے اترو اور اس مردار گدھے کا گوشت کھاؤ۔ ان دونوں نے کہا یا نبی اللہ! اللہ آپ کی مغفرت فرمائے اس کو کون کھا سکتا ہے؟ آپ نے فرمایا ابھی تم دونوں نے اپنے بھائی کے (پیٹھ پیچھے) بے عزتی کی ہے وہ مردار کھانے سے زیادہ سخت ہے، اس ذات کی قسم جس کے قبضہ میں میری جان ہے! وہ اس وقت جنت کی نہروں میں غوطے لگا رہا ہے۔[2]

حضرت ابن منکدر رحمتہ اللہ علیہ فرماتے ہیں نبی کریم ﷺ نے ایک عورت کو رجم کیا جس کے بارے میں ایک مسلمان نے کہا اس عورت کے تمام نیک اعمال ضائع ہو گئے۔ حضورؐ نے فرمایا نہیں بلکہ اس رجم نے تو اس کے برے عمل کو مٹا دیا اور تم نے جو (اس کی غیبت کا برا)

۱۔ اخرجه ابو نعيم في الحلية (ج ۱ ص ۹۴) اخرجه الطبراني عن طارق مثله قال الهيثمي (ج۷ص ۲۲۳) ورجاله رجال الصحيح انتهى.

۲۔ اخرجه عبدالرزاق وابو داؤد كذافي الكنز (ج ۳ ص ۹۳) واخرجه ابن حبان في صحيحه عن ابي هريره نحوه كذافي الترغيب (ج ۴ ص ۲۸۸) واخرجه البخاري في الادب (ص ۱۰۸) نحوه مختصر او صححه ابن حبان كما قاله الحافظ في الفتح (ج ۱۰ ص ۳۶۱)

عمل کیا ہے اس کا تم سے حساب لیا جائے گا۔[۱]

حضرت عائشہؓ فرماتی ہیں میں نے حضور ﷺ کو کہا کہ حضرت صفیہؓ کی طرف سے آپ کے لئے اتنی بات کافی ہے کہ وہ ایسی اور ایسی ہے یعنی چھوٹے قد والی ہے حضورؐ نے فرمایا تم نے ایسی بات کہی ہے کہ اگر اسے سمندر کے پانی میں ملایا جائے تو یہ بات اس کے پانی کا مزہ خراب کردے۔ حضرت عائشہؓ فرماتی ہیں میں نے ایک مرتبہ حضورؐ کے سامنے کسی آدمی کی نقل اتاردی۔ حضورؐ نے فرمایا مجھے یہ بات بالکل پسند نہیں ہے کہ مجھے اتنا اور اتنا مال مل جائے اور تم میرے سامنے کسی انسان کی نقل اتارو[۲]حضرت عائشہؓ فرماتی ہیں حضرت صفیہؓ بنت حیی ؓ کا اونٹ بیمار ہو گیا۔ حضرت زینبؓ کے پاس زائد اونٹ تھا۔ حضورؐ نے حضرت زینبؓ سے کہا تم صفیہؓ کو ایک اونٹ دے دو۔ حضرت زینبؓ نے کہا میں اور اس یہودن عورت کو اونٹ دوں؟ حضورؐ یہ سن کر ان سے ناراض ہو گئے اور ذوالحجہ، محرم اور صفر چند دن تک حضرت زینبؓ کو حضورؐ نے چھوڑے رکھا (ان کے ہاں نہ جاتے تھے) یہاں تک کہ وہ حضورؐ سے مایوس ہو گئی تھیں۔[۳]

حضرت عائشہؓ فرماتی ہیں میں ایک مرتبہ نبی کریم ﷺ کے پاس بیٹھی ہوئی تھی میں نے ایک عورت کے بارے میں کہا کہ یہ تو لمبے دامن والی ہے۔ حضورؐ نے فرمایا تھو کو تھو کو (جو کچھ منہ میں ہے اسے باہر تھوک دو) چنانچہ میں نے تھوکا تو گوشت کا ایک ٹکڑا نکلا۔[۴]

حضرت زید بن اسلمؒ فرماتے ہیں مرض الوفات میں حضور ﷺ کی ازواج مطہرات حضورؐ کے پاس جمع ہوئیں۔ حضرت صفیہ بنت حیی ؓ نے کہا اللہ کی قسم! میری دلی تمنا ہے کہ آپ کو جو بیماری ہے وہ مجھے ہوتی۔ اس پر دوسری ازواج مطہرات نے (ان کی اس بات کو سچا نہ سمجھا اور اس وجہ سے انہوں نے) آنکھوں سے اشارہ کیا جسے حضورؐ نے دیکھ لیا تو حضورؐ نے فرمایا تم سب کلی کرو۔ انہوں نے کہا یا نبی اللہ! کس چیز سے کلی کریں؟

آپ نے فرمایا تم نے ابھی جو اپنی سوکن (حضرت صفیہؓ) کے بارے میں ایک دوسری کو آنکھ سے اشارہ کیا ہے اس وجہ سے (تم نے مردار کا گوشت کھالیا ہے اس لئے) کلی کرو۔ اللہ کی قسم

۱۔ اخرجه عبدالرزاق كذافي الكنز (ج ۲ ص ۹۳)

۲۔ اخرجه ابو داؤد والترمذى والبيهقى قال الترمذى حديث حسن صحيح

۳۔ عند ابى داؤد ايضا كذافي الترغيب (ج ٤ ص ٢٨٤) واخرجه ابن سعد (ج ٨ ص ١٠٥٨) نحوه وفى حديثه فتر كها رسول الله ﷺ ذا الحجة والمحرم شهرين او ثلاثة لاياتيها قالت زينب حتى يئست عنه

٤۔ عند ابن ابى الدنيا كذا فى التر غيب (ج ٤ ص ٢٨٤)

! یہ اپنی بات میں بالکل سچی ہے۔[۱]

حضرت ابو ہریرہؓ فرماتے ہیں ہم لوگ حضور ﷺ کے پاس بیٹھے ہوئے تھے کہ اتنے میں ایک آدمی کھڑا ہوا (اور چلا گیا) صحابہؓ نے کہا یہ آدمی کس قدر عاجز ہے! طبرانی کی روایت میں ہے! کس قدر کمزور ہے! حضورؐ نے فرمایا تم نے اپنے ساتھی کی غیبت کی اور اس کا گوشت کھایا ہے۔ طبرانی کی روایت میں یہ ہے کہ حضور ﷺ کے پاس سے ایک آدمی کھڑا ہوا۔ لوگوں کو اسکے کھڑے ہونے میں کمزوری نظر آئی تو انہوں نے کہا فلاں آدمی کس قدر کمزور ہے! حضورؐ نے فرمایا تم نے اپنے بھائی کی غیبت کر کے اس کا گوشت کھالیا ہے۔[۲]

حضرت معاذ بن جبلؓ نے پچھلی حدیث جیسی روایت کی ہے اور اس میں مزید مضمون بھی ہے۔ لوگوں نے عرض کیا ہم نے وہی بات کہی ہے جو اس میں موجود ہے۔ حضورؐ نے فرمایا (جبھی تو یہ غیبت ہے) اگر تم وہ بات کہو جو اس میں نہ ہو پھر تو تم اس پر بہتان لگانے والے بن جاؤ گے۔[۳]

حضرت عبداللہ بن عمرو بن عاصؓ فرماتے ہیں حضور ﷺ کے پاس لوگوں نے ایک آدمی کا تذکرہ کیا اور کہا کوئی دوسرا اس کے کھانے کا انتظام کرے تو یہ کھاتا ہے اور کوئی دوسرا اس کو سواری پر کجاوہ کس کردے تو پھر یہ اس پر سوار ہوتا ہے (یہ بہت سست ہے اپنے کام خود نہیں کر سکتا) حضورؐ نے فرمایا تم اس کی غیبت کر رہے ہو۔ ان لوگوں نے کہا یا رسول اللہ! ہم نے وہی بات کہی ہے جو اس میں موجود ہے۔ حضورؐ نے فرمایا غیبت ہونے کے لئے کافی ہے کہ تم اپنے بھائی کا وہ عیب بیان کرو جو اس میں موجود ہے۔[۴]

حضرت ابن مسعودؓ فرماتے ہیں ہم لوگ حضور ﷺ کے پاس بیٹھے ہوئے تھے ایک آدمی اٹھ کر چلا گیا اس کے جانے کے بعد ایک آدمی اس کے عیب بیان کرنے لگ گیا۔ حضورؐ نے فرمایا توبہ کرو۔ اس آدمی نے کہا کس چیز سے توبہ کروں؟ حضورؐ نے فرمایا (غیبت کر کے) تم نے اپنے بھائی کا گوشت کھایا ہے[۵] بیہقی کی روایت میں یہ ہے کہ حضورؐ نے اس آدمی سے کہا

۱۔ اخرجه ابن سعد (ج ۸ ص ۱۲۸) وسنده حسن كمافي الا صابة (ج ٤ ص ٣٤٨) واخرجه ابن سعد ايضا (ج ۲ ص ۳۱۳) من طريق عطا بن يسار بمعناه ۲۔ اخرجه ابو يعلي والطبراني كذافي الترغيب (ج ٤ ص ۲۸۵) قال الهيثمي (ج ۸ ص ٩٤) وفي اسناد هما محمد بن ابي حميد ويقال له حماد و هو ضعيف جدا. انتهى ۳۔ اخرجه الطبراني قال الهيثمي (ج ۸ ص ٩٤) وفيه على بن عاصم وهو ضعيف. ٤۔ اخرجه الاصبهاني باسناد حسن عن عمرو بن شعيب عن ابيه عن جده كذافي الترغيب (ج ٤ ص ۲۸۵) ۵۔ اخرجه ابن ابي شيبة والطبراني واللفظ له ورواته رواة الصحيح كذافي الترغيب (ج ٤ ص ۲۸۵)

تم خلال کرو اس آدمی نے کہا یا رسول اللہ! میں کس وجہ سے خلال کروں؟ میں نے گوشت تو کھایا نہیں۔[1]

حضرت انس بن مالکؓ فرماتے ہیں حضور ﷺ نے لوگوں کو روزہ رکھنے کا حکم دیا اور فرمایا مجھ سے اجازت لئے بغیر کوئی بھی روزہ نہ کھولے۔ چنانچہ تمام لوگوں نے روزہ رکھ لیا شام کو لوگ آکر روزہ کھولنے کی اجازت مانگنے لگے آدمی آکر اجازت مانگتا اور کہتا یا رسول اللہ! میں نے آج سارا دن روزہ رکھا آپ اب مجھے اجازت دے دیں تاکہ میں روزہ کھول لوں اتنے میں ایک آدمی نے آکر کہا یا رسول اللہ! آپ کے گھر کی دو نوجوان عورتوں نے آج سارا دن روزہ رکھا اور ان دونوں کو خود آکر آپ سے اجازت لینے سے شرم آرہی ہے آپ انہیں بھی اجازت دے دیں تاکہ وہ بھی روزہ کھول لیں۔ آپ نے اس آدمی سے منہ پھیر لیا۔ اس نے سامنے آکر پھر اپنی بات پیش کی حضورؐ نے پھر منہ پھیر لیا۔ اس نے تیسری مرتبہ اپنی بات پیش کی حضورؐ نے منہ پھیر لیا۔ اس نے چوتھی مرتبہ بات پیش کی تو اس سے منہ پھیر کر حضورؐ نے فرمایا ان دونوں نے روزہ نہیں رکھا اور اس آدمی کا روزہ کیسے ہو سکتا ہے جو سارا دن لوگوں کا گوشت کھاتا رہا ہو؟ جاؤ اور دونوں سے کہو کہ اگر ان دونوں کا روزہ ہے تو قے کریں اس آدمی نے جا کر ان دونوں عورتوں کو حضورؐ کی بات بتائی تو ان دونوں نے قے کی تو واقعی ہر ایک کی قے میں خون کا جما ہوا ٹکڑا نکلا اس آدمی نے آکر حضورؐ کو بتایا حضورؐ نے فرمایا اس ذات کی قسم جس کے قبضہ میں میری جان ہے! اگر خون کے یہ ٹکڑے ان کے پیٹ میں رہ جاتے تو دونوں کو آگ کھاتی[2] امام احمد کی روایت میں اس طرح ہے کہ حضورؐ نے ان دونوں عورتوں میں سے ایک سے فرمایا قے کرو اس نے قے کی تو پیپ، خون، خون ملی پیپ اور گوشت نکلا جس سے آدھا پیالہ بھر گیا۔

پھر آپ نے دوسری سے فرمایا تم قے کرو اس نے قے کی تو پیپ، خون، خون ملی پیپ اور تازہ گوشت نکلا جس سے پورا پیالہ بھر گیا۔ پھر آپ نے فرمایا ان دونوں نے روزہ تو ان چیزوں سے رکھا تھا جو اللہ نے ان کیلئے حلال کی تھیں لیکن اس چیز سے کھول لیا جو اللہ نے ان پر حرام کی تھی دونوں ایک دوسرے کے پاس بیٹھ کر لوگوں کے گوشت کھانے لگ گئی تھیں۔[3]

حضرت انس بن مالکؓ فرماتے ہیں عرب کے لوگ سفروں میں ایک دوسرے کی خدمت کیا کرتے تھے۔ حضرت ابو بکرؓ اور حضرت عمرؓ کے ساتھ ایک آدمی ہوا کرتا تھا جو ان دونوں کی

---

[1] نقله الهيثمي (ج ۸ ص ۹٤) [2] اخرجه ابوداؤد والطيالسي وابن ابي الدنيا في ذم الغيبة والبيهقي واخرجه احمد وابن ابي الدنيا ايضا والبيهقي من رواية رجل لم يسم عن عبيد مولى رسول الله ﷺ بنحوه [3] كذافي الترغيب (ج ٤ ص ۲۸٦)

خدمت کیا کرتا تھا۔ ایک دفعہ یہ دونوں سو گئے (اور اس کے ذمہ کھانا پکانا تھا وہ بھی سو گیا) جب یہ دونوں اٹھے تو دیکھا کہ وہ کھانا تیار نہیں کر سکا (بلکہ سو رہا ہے) تو ان دونوں حضرات نے کہا کہ یہ تو سوئے ہے۔ ان حضرات نے اسے جگا کر کہا حضور ﷺ کی خدمت میں جا کر عرض کرو کہ ابوبکرؓ و عمرؓ آپ کی خدمت میں سلام عرض کر رہے ہیں اور آپ سے سالن مانگ رہے ہیں (اس نے جا کر حضور ﷺ کی خدمت میں عرض کیا حضور ﷺ نے فرمایا وہ دونوں تو سالن سے روٹی کھا چکے ہیں (اس نے جا کر ان دونوں حضرات کو حضور کا جواب بتایا اس پر) ان دونوں حضرات نے آکر عرض کیا یا رسول اللہ! ہم نے کون سے سالن سے روٹی کھائی ہے؟ حضور ﷺ نے فرمایا اپنے بھائی کے گوشت سے اس ذات کی قسم جس کے قبضہ میں میری جان ہے میں اس کا گوشت تم دونوں کے سامنے والے دانتوں میں دیکھ رہا ہوں۔ ان دونوں حضرات نے عرض کیا یا رسول اللہ! ہمارے لئے استغفار فرما دیجئے۔ حضورؐ نے فرمایا اس سے کہو وہ تم دونوں کے لئے استغفار کرے۔ [1]

مسلمانوں کی پوشیدہ باتوں کو تلاش کرنا

حضرت مسور بن مخرمہؓ فرماتے ہیں کہ حضرت عبدالرحمٰن بن عوفؓ نے ایک رات حضرت عمر بن خطابؓ کے ساتھ مدینہ منورہ کا پہرہ دیا۔ یہ حضرات چلے جا رہے تھے کہ انہیں ایک گھر میں چراغ کی روشنی نظر آئی۔ یہ حضرات اس گھر کی طرف چل پڑے جب اس گھر کے قریب پہنچے تو دیکھا کہ دروازہ بھڑا ہوا ہے اور اندر کچھ لوگ زور زور سے بول رہے ہیں اور شور مچا رہے ہیں۔ حضرت عمرؓ نے حضرت عبدالرحمٰن بن عوف کا ہاتھ پکڑ کر پوچھا کیا تم جانتے ہو یہ کس کا گھر ہے؟

حضرت عبدالرحمٰن نے کہا نہیں حضرت عمرؓ نے فرمایا یہ حضرت ربیعہ بن امیہ بن خلفؓ کا گھر ہے اور یہ سب لوگ اس وقت شراب پئے ہوئے ہیں، آپ کا کیا خیال ہے؟ (ہمیں کیا کرنا چاہئے؟) حضرت عبدالرحمٰن نے کہا میرا خیال یہ ہے کہ ہم تو وہ کام کر بیٹھے جس سے اللہ نے ہمیں روکا ہے اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے: ولا تجسسوا (سورت حجرات آیت ۱۲)

ترجمہ "اور سراغ مت لگاؤ، اور ہم اس گھر والوں کے سراغ لگانے میں لگ گئے ہیں۔ حضرت عمرؓ انہیں اسی حال میں چھوڑ کر واپس چلے گئے۔ [2]

حضرت شعبیؒ کہتے ہیں حضرت عمر بن خطابؓ نے اپنے ایک ساتھی کو کئی دن تک نہ دیکھا تو حضرت ابن عوفؓ سے کہا آؤ فلاں کے گھر جا کر دیکھتے ہیں (کہ وہ کس کام میں لگا ہوا ہے) چنانچہ یہ حضرات اس کے گھر گئے تو دیکھا کہ اس کا دروازہ کھلا ہوا ہے اور وہ بیٹھا ہوا ہے

۱۔ اخرجه الحافظ الضياء المقدسي كتابه المختارة كذافي التفسير لابن كثير (ج ٤ ص ٢١٦)

۲۔ اخرجه عبدالرزاق و عبد بن حميد والخرائطي

اور اس کی بیوی برتن میں ڈال ڈال کر اسے دے رہی ہے، حضرت عمرؓ نے حضرت عبدالرحمٰنؓ سے کہا اس کام میں لگ کر اس نے ہمارے پاس آنا چھوڑا ہوا ہے، حضرت ابن عوفؓ نے حضرت عمرؓ سے کہا آپ کو کیسے پتہ چلا کہ اس برتن میں کیا ہے؟ حضرت عمرؓ نے کہا کیا آپ کو یہ خطرہ ہے کہ ہم تجسّس کر رہے ہیں؟ (جس سے اللہ نے روکا ہے) حضرت عبدالرحمٰنؓ نے کہا بالکل یہ یقیناً تجسّس ہے، حضرت عمرؓ نے کہا اب گناہ سے توبہ کا کیا طریقہ ہے؟ حضرت عبدالرحمٰنؓ نے کہا آپ کو اس کی جو بات معلوم ہوئی ہے وہ اسے نہ بتائیں اور آپ اسے اپنے دل میں اچھا ہی سمجھیں، پھر وہ دونوں حضرات واپس چلے گئے۔[1]

حضرت طاؤسؒ کہتے ہیں کچھ مسافروں نے مدینہ کے ایک کونے میں آکر پڑاؤ ڈالا، حضرت عمر بن خطابؓ ایک رات ان کا پہرہ دینے تشریف لے گئے، جب رات کا کچھ حصہ گزر گیا تو حضرت عمرؓ کا ایک گھر پر گزر ہوا جس میں بیٹھے ہوئے کچھ لوگ کچھ پی رہے تھے، حضرت عمرؓ نے ان کو پکار کر کہا کیا اللہ کی نافرمانی ہو رہی ہے؟ کیا اللہ کی نافرمانی ہو رہی ہے؟ ان میں سے ایک آدمی نے کہا جی ہاں! کیا اللہ کی نافرمانی ہو رہی ہے؟ کیا اللہ کی نافرمانی ہو رہی ہے؟ لیکن اللہ تعالیٰ نے آپ کو ایسا کرنے سے (گھروں کے اندرونی حالات معلوم کرنے سے) منع کیا ہے، یہ سن کر حضرت عمرؓ ان کو اسی حال میں چھوڑ کر واپس چلے گئے۔[2]

حضرت ثور کندیؒ کہتے ہیں حضرت عمر بن خطابؓ رات کو مدینہ میں پہرہ کے لئے گشت کرتے تھے ایک رات انہوں نے ایک آدمی کی آواز سنی جو گھر میں گانا گا رہا تھا، حضرت عمرؓ دیوار پھاند کر اندر اس کے پاس چلے گئے اور یوں کہا اے اللہ کے دشمن! کیا تمہارا یہ خیال ہے کہ تم اللہ کی نافرمانی کرتے رہو گے اور اللہ تم پر پردہ ڈالے رکھیں گے؟ اس آدمی نے کہا اے امیر المومنین! آپ میرے بارے میں جلدی نہ کریں اگر میں نے اللہ کی ایک نافرمانی کی ہے تو آپ نے اللہ کی تین نافرمانیاں کی ہیں پہلی یہ ہے کہ اللہ نے فرمایا ہے وَلَا تَجَسَّسُوْا تم تجسّس نہ کرو اور آپ نے تجسّس کیا ہے اللہ نے فرمایا ہے وَاْتُوا الْبُيُوْتَ مِنْ اَبْوَابِهَا (سورۃ بقرہ آیت ۱۸۹)

"اور گھروں میں ان کے دروازوں سے آؤ"۔ اور آپ دیوار پھاند کر میرے پاس آئے ہیں اور آپ بغیر اجازت کے آئے ہیں حالانکہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے، لَا تَدْخُلُوْا بُيُوْتًا غَيْرَ بُيُوْتِكُمْ حَتّٰى تَسْتَاْنِسُوْا وَتُسَلِّمُوْا عَلٰٓى اَهْلِهَا (سورت نور آیت ۲۷)

۱۔ اخرجه ابن المنذر و سعيد بن منصور كذافي الكنز (ج ۲ ص ۱۶۷)
۲۔ اخرجه عبدالرزاق كذافي الكنز (ج ۲ ص ۱٤۱)

"تم اپنے خاص گھروں کے سوا دوسرے گھروں میں داخل مت ہو جب تک کہ (ان سے) اجازت حاصل نہ کر لو اور (اجازت لینے سے قبل) ان کے رہنے والوں کو سلام نہ کر لو۔"
حضرت عمرؓ نے فرمایا اگر میں تمہیں معاف کر دوں تو تمہارا خود کو خیر میں لگانے کا ارادہ ہے؟
اس نے کہا جی ہاں، اس پر حضرت عمرؓ نے اسے معاف کر دیا اور اسے چھوڑ کر باہر آ گئے۔[1]

حضرت سدیؒ کہتے ہیں ایک مرتبہ حضرت عمر بن خطابؓ باہر تشریف لے گئے ان کے ساتھ حضرت عبداللہ بن مسعودؓ بھی تھے انہیں ایک جگہ آگ کی روشنی نظر آئی یہ اس روشنی کی طرف چل پڑے یہاں تک کہ ایک گھر میں داخل ہو گئے یہ آدھی رات کا وقت تھا اندر جا کر دیکھا کہ گھر میں چراغ جل رہا ہے وہاں ایک بوڑھے میاں بیٹھے ہوئے ہیں اور ان کے سامنے کوئی پینے کی چیز رکھی ہوئی ہے اور ایک باندی انہیں گانا سنا رہی ہے، ان بوڑھے میاں کو اس وقت پتہ چلا جب حضرت عمرؓ اس کے پاس پہنچ گئے، حضرت عمرؓ نے فرمایا آج رات جیسا برا منظر میں نے کبھی نہیں دیکھا کہ ایک بوڑھا اپنی موت کا انتظار کر رہا ہے (اور وہ یہ برا کام کر رہا ہے) اس بوڑھے نے سر اٹھا کر کہا آپ کی بات ٹھیک ہے لیکن اے امیر المومنین! آپ نے جو کیا ہے وہ اس سے بھی زیادہ برا ہے آپ نے گھر میں گھس کر تجسس کیا ہے حالانکہ اللہ تعالیٰ نے تجسس سے منع فرمایا ہے اور آپ اجازت کے بغیر گھر کے اندر آ گئے ہیں، حضرت عمرؓ نے کہا آپ ٹھیک کہہ رہے ہیں اور پھر حضرت عمرؓ دانت سے کپڑا پکڑ کر روتے ہوئے اس گھر سے باہر نکلے اور فرمایا اگر عمرؓ کو اس کے رب نے معاف نہ فرمایا تو اسے اس کی ماں گم کرے یہ بوڑھا یہ سمجھتا تھا کہ وہ اپنے گھر والوں سے چھپ کر یہ کام کرتا ہے اب تو عمرؓ نے اسے یہ کام کرتے ہوئے دیکھ لیا ہے لہٰذا اب وہ بلا جھجک یہ کام کرتا رہے گا، اس بوڑھے نے ایک عرصہ تک حضرت عمرؓ کی مجلس میں آنا چھوڑ دیا، ایک دن حضرت عمرؓ بیٹھے ہوئے تھے وہ بوڑھا ذرا چھپتا ہوا آیا اور لوگوں کے پیچھے بیٹھ گیا، حضرت عمرؓ نے اسے دیکھ لیا تو فرمایا اس بوڑھے کو میرے پاس لاؤ، ایک آدمی نے جا کر اس بوڑھے کو کہا جاؤ امیر المومنین بلا رہے ہیں، وہ بوڑھا کھڑا ہوا اس کا خیال تھا کہ حضرت عمرؓ نے اس رات جو منظر دیکھا تھا آج اس کی سزا دیں گے، حضرت عمرؓ نے فرمایا میرے قریب آ جاؤ، حضرت عمرؓ نے اسے اپنے قریب کرتے رہے یہاں تک کہ اسے اپنے پہلو میں بٹھا لیا پھر فرمایا ذرا اپنا کان میرے نزدیک کرو، حضرت عمرؓ نے اس کے کان کے ساتھ منہ لگا کر کہا غور سے سنو، اس ذات کی قسم جس نے حضرت محمد ﷺ کو حق دے کر اور رسول بنا کر بھیجا ہے! میں نے اس رات تمہیں جو کچھ کرتے ہوئے دیکھا تھا وہ میں

---

[1] اخرجه الخرائطي كذافي الكنز (ج ۲ ص ۱۶۷)

نے کسی کو نہیں بتایا حتیٰ کہ حضرت ابن مسعودؓ اس رات میرے ساتھ تھے لیکن میں نے ان کو بھی نہیں بتایا، اس بوڑھے نے کہا اے امیر المومنین! ذرا اپنا کان میرے قریب کریں پھر اس بوڑھے نے حضرت عمرؓ کے کان کے ساتھ منہ لگا کر کہا اس ذات کی قسم جس نے حضرت محمد ﷺ کو حق دے کر رسولؐ بنا کر بھیجا ہے میں نے بھی وہ کام اب تک دوبارہ نہیں کیا، یہ سن کر حضرت عمرؓ زور زور سے اللہ اکبر کہنے لگے اور لوگوں کو پتہ نہیں تھا کہ حضرت عمرؓ کس وجہ سے اللہ اکبر کہہ رہے ہیں۔[1]

حضرت ابو قلابہؒ فرماتے ہیں حضرت عمرؓ کو کسی نے بتایا کہ حضرت ابو محجن ثقفیؓ اپنے گھر اپنے ساتھیوں کو ساتھ لے کر شراب پیتے ہیں، حضرت عمرؓ تشریف لے گئے یہاں تک کہ حضرت ابو محجنؓ کے پاس ان کے گھر میں چلے گئے تو وہاں ان کے پاس صرف ایک آدمی تھا حضرت ابو محجنؓ نے کہا اے امیر المومنین! یہ (گھر میں اجازت کے بغیر تجسس کے لئے داخل ہونا) آپ کے لئے جائز نہیں ہے اللہ تعالیٰ نے آپ کو تجسس سے منع فرمایا ہے، حضرت عمرؓ نے فرمایا یہ آدمی کیا کہہ رہا ہے؟ حضرت زید بن ثابت اور حضرت عبدالرحمن بن ارقمؓ نے کہا اے امیر المومنین! یہ ٹھیک کہہ رہے ہیں، آپ کا اس طرح اندر جانا واقعی تجسس ہے، حضرت عمرؓ انہیں چھوڑ کر باہر آگئے۔[2]

مسلمان کے عیب کو چھپانا

حضرت شعبیؒ کہتے ہیں ایک آدمی نے آکر حضرت عمر بن خطابؓ کی خدمت میں عرض کیا کہ میری ایک بیٹی تھی جسے میں نے زمانہ جاہلیت میں ایک دفعہ تو زندہ قبر میں دفن کر دیا تھا لیکن پھر مرنے سے پہلے اسے باہر نکال لیا تھا پھر اس نے ہمارے ساتھ اسلام کا زمانہ پایا اور مسلمان ہو گئی پھر اس سے ایسا گناہ سرزد ہو گیا جس پر شرعی سزا لازم آتی ہے اس پر اس نے بڑی چھری سے خود کو ذبح کرنے کی کوشش کی ہم لوگ موقع پر پہنچ گئے اور اسے بچا لیا لیکن اس کے گلے کی کچھ رگیں کٹ گئی تھیں پھر ہم نے اس کا علاج کیا اور وہ ٹھیک ہو گئی اس کے بعد اس نے توبہ کی اور اس کی دینی حالت بہت اچھی ہو گئی اب ایک قوم کے لوگ اس کی شادی کا پیغام دے رہے ہیں میں انہیں اس کی ساری بات بتا دوں؟ حضرت عمرؓ نے کہا اللہ نے تو اس کا عیب چھپایا تھا تم اسے ظاہر کرنا چاہتے ہو اللہ کی قسم! اگر تم نے کسی کو اس لڑکی کی کوئی

---

[1] اخرجه ابو الشيخ كذافي الكنز (ج ۲ ص ۱٤۱)
[2] اخرجه الطبراني كذافي الكنز (ج ۲ ص ۱٤۱)

بات بتائی تو میں تمہیں ایسی سزا دوں گا جس سے تمام شہریوں کو عبرت ہو گی بلکہ اس کی شادی اس طرح کرو جس طرح ایک پاک دامن مسلمان عورت کی کی جاتی ہے۔[1]

حضرت شعبیؒ کہتے ہیں ایک لڑکی سے برا کام ہو گیا جس کی اسے شرعی سزا مل گئی پھر اس کی قوم والے ہجرت کر کے آئے اور اس لڑکی نے توبہ کر لی اور اس کی دینی حالت اچھی ہو گئی، اس لڑکی کی شادی کا پیام اس کے چچا کے پاس آیا تو اسے سمجھ نہ آیا کہ وہ کیا کرے اس کی بات بتائے بغیر شادی کر دے تو یہ بھی ٹھیک نہیں امانتداری کے خلاف ہے اور اگر بتا دے تو یہ بھی ٹھیک نہیں۔ ستر مسلم کے خلاف ہے۔ اس کے چچا نے یہ بات حضرت عمر بن خطابؓ کو بتائی تو حضرت عمرؓ نے فرمایا (بالکل نہ بتاؤ اور) اس کی ایسے شادی کرو جیسے تم اپنی نیک بھلی لڑکیوں کی کرتے ہو۔[2]

حضرت شعبیؒ کہتے ہیں ایک عورت نے آکر حضرت عمرؓ کی خدمت میں کہا اے امیر المومنین! مجھے ایک بچہ ملا اور اس کے ساتھ ایک مصری سفید کپڑا ملا جس میں سو دینار تھے میں نے دونوں کو اٹھا لیا (اور گھر لے آئی) اور اس بچے کے لئے دودھ پلانے والی عورت کا اجرت پر انتظام کیا اب میرے پاس چار عورتیں آتی ہیں اور وہ چاروں اسے چومتی ہیں۔ مجھے پتہ نہیں چلتا کہ ان چاروں میں سے کون اس بچے کی ماں ہے؟ حضرت عمرؓ نے فرمایا اب جب وہ عورتیں آئیں تو مجھے اطلاع کر دینا (وہ عورتیں آئیں تو) اس عورت نے حضرت عمرؓ کو اطلاع کر دی (حضرت عمرؓ اس کے گھر گئے) اور ان میں سے ایک عورت نے کہا تم میں سے کون اس بچے کی ماں ہیں؟ اس عورت نے کہا اللہ کی قسم! آپ نے (معلوم کرنے کا) اچھا انداز اختیار نہیں کیا اللہ تعالیٰ نے ایک عورت کے عیب پر پردہ ڈالا ہے آپ اس کی پردہ دری کرنا چاہتے ہیں۔ حضرت عمرؓ نے فرمایا تم نے ٹھیک کہا ہے۔ پھر اس پہلی عورت سے کہا آئندہ جب یہ عورتیں تمہارے پاس آئیں تو ان سے کچھ نہ پوچھنا اور ان کے بچے کے ساتھ اچھا سلوک کرتی رہنا اور پھر حضرت عمرؓ واپس تشریف لے گئے۔[3]

حضرت صالح بن کرزؒ کہتے ہیں میری ایک باندی سے زنا صادر ہو گیا۔ میں اسے لے کر حضرت حکم بن ایوبؒ کے پاس گیا میں وہاں بیٹھا ہوا تھا کہ اتنے میں حضرت انس بن مالکؓ تشریف لے آئے اور بیٹھ گئے اور فرمایا اے صالح! یہ تمہارے ساتھ باندی کیوں ہے؟ میں نے کہا میری اس باندی سے زنا صادر ہو گیا ہے اب میں اس کا معاملہ امام کے سامنے لے جانا

---

[1] اخرجه هناد و الحارث كذافي الكنز (ج ٢ ص ١٥٠)
[2] عند سعيد بن منصور واليهقي كذافي الكنز (ج ٨ ص ٢٩٦)
[3] اخرجه اليهقي كذافي الكنز (ج ٧ ص ٣٢٩)

چاہتا ہوں تاکہ وہ اسے شرعی سزا دے۔ حضرت انسؓ نے کہا ایسے نہ کرو۔ اپنی باندی کو واپس لے جاؤ اور اللہ سے ڈرو اور اس کے عیب پر پردہ ڈالو۔ میں نے کہا نہیں میں ایسے نہیں کروں گا۔ حضرت انسؓ نے فرمایا ایسے نہ کرو اور میری بات مانو۔ وہ بار بار مجھ پر اصرار فرماتے رہے یہاں تک کہ میں باندی کو واپس گھر لے گیا۔[1]

حضرت عقبہ بن عامرؓ کے منشی حضرت دخین ابو الہیثمؒ کہتے ہیں میں نے حضرت عقبہ بن عامرؓ سے کہا ہمارے چند پڑوسی شراب پیتے ہیں میں ان کے لئے پولیس کو بلانا چاہتا ہوں تاکہ وہ ان کو پکڑ لیں۔ حضرت عقبہؓ نے کہا، ایسے نہ کرو بلکہ ان کو وعظ و نصیحت کرو اور ان کو ڈراؤ۔ میں نے کہا میں نے انہیں روکا تھا لیکن وہ رکے نہیں اس لئے میں تو اب ان کے لئے پولیس کو بلانا چاہتا ہوں تاکہ وہ ان کو پکڑ لیں۔ حضرت عقبہؓ نے کہا تمہارا ناس ہو! ایسے نہ کرو کیونکہ میں نے حضور ﷺ کو یہ فرماتے ہوئے سنا ہے کہ جس نے کسی (مسلمان کے) عیب کو چھپایا تو گویا اس نے زندہ در گور لڑکی کو زندہ کیا۔[2]

حضرت بلال بن سعد اشعریؒ کہتے ہیں حضرت معاویہؓ نے حضرت ابو الدرداءؓ کو خط میں لکھا کہ دمشق کے بد معاشوں کے نام لکھ کر میرے پاس بھیجو تو حضرت ابو الدرداءؓ نے فرمایا میرا دمشق کے بد معاشوں سے کیا تعلق؟ اور مجھے ان کا کہاں سے پتہ چلے گا؟ اس پر ان کے بیٹے حضرت بلال نے کہا میں ان کے نام لکھ دیتا ہوں۔ اور ان کے نام لکھ کر دے دیئے، حضرت ابو الدرداءؓ نے فرمایا تمہیں ان کا پتہ کہاں سے چلا؟ تمہیں ان کا پتہ اس وجہ چلا ہے کہ تم بھی ان میں سے ہو، اس لئے ان کے ناموں کی فہرست اپنے نام سے شروع کرو اور ان کے نام حضرت معاویہ کو نہ بھیجے۔[3]

حضرت شعبیؒ کہتے ہیں حضرت عمر بن خطابؓ ایک گھر میں تھے ان کے ساتھ حضرت جریر بن عبد اللہؓ بھی تھے (اتنے میں کسی کی ہوا خارج ہو گئی جس کی) بدبو حضرت عمرؓ نے محسوس کی تو فرمایا میں تاکید کرتا ہوں کہ جس آدمی کی ہوا خارج ہوئی ہے وہ کھڑا ہو اور جا کر وضو کرے۔ اس پر حضرت جریر نے فرمایا اے امیر المومنین! کیا تمام لوگ وضو نہ کر لیں؟ (اس سے مقصد بھی حاصل ہو جائے گا اور جس کی ہوا خارج ہوئی اس کے عیب پر پردہ بھی پڑا

۱؎ اخرجه عبدالرزاق كذافي الكنز (ج ۳ ص ۹٤)　　۲؎ اخرجه ابو داؤد والنسائي كذافي الترغيب (ج ٤ ص ۱۷) وقال رواه ابو داؤد والنسائي بذكر القصة وبدونها وابن حبان في صحيحه واللفظ له والحاكم وقال صحيح الاسناد قال المنذري رجال اسانيد هم ثقات ولكن اختلف فيه على ابراهيم بن نشيط اختلافا كثيرا　　۳؎ اخرجه البخاري في الادب (ص ۱۸۸)

رہے گا) حضرت عمرؓ نے فرمایا اللہ آپ پر رحم فرمائے آپ جاہلیت میں بھی بہت اچھے سردار تھے اور اسلام میں بھی بہت اچھے سردار ہیں (پردہ پوشی کی کیسی اچھی ترکیب آپ نے بتائی)۔[1]

مسلمانوں سے درگزر کرنا اور اسے معاف کرنا

حضرت علیؓ فرماتے ہیں مجھے حضرت زبیر اور حضرت مقدادؓ کو حضور ﷺ نے بھیجا اور فرمایا تم لوگ یہاں سے چلو اور روضہ خاخ (جو مکہ اور مدینہ کے درمیان مدینہ سے بارہ میل کے فاصلہ پر ایک مقام ہے) پہنچ جاؤ وہاں ایک ہودہ نشین عورت ملے گی اس کے پاس ایک خط ہے وہ اس سے لے آؤ۔ چنانچہ ہم لوگ وہاں سے چلے اور ہمارے گھوڑے ایک دوسرے سے مقابلہ میں خوب تیز دوڑ رہے تھے۔ جب ہم روضہ پہنچے تو ہمیں وہاں ایک ہودہ نشین عورت ملی ہم نے اس سے کہا خط نکال دے اس نے کہا میرے پاس کوئی خط نہیں ہے۔ ہم نے کہا خط نکال دے نہیں تو تیرے سارے کپڑے اتار دیں گے (اور تیری تلاشی لیں گے کیونکہ جاسوس سے مسلمانوں کے راز کا خط لینے کے لئے اس کی آبروریزی کرنا درست ہے) چنانچہ اس نے اپنے سر کے جوڑے میں سے وہ خط نکال کر دے دیا۔ وہ خط لے کر ہم لوگ حضورؐ کی خدمت میں آئے تو وہ خط حضرت حاطب بن ابی بلتعہؓ کی طرف سے مکہ کے چند مشرک لوگوں کے نام تھا جس میں انہوں نے حضور ﷺ کی بات لکھوائی۔ حضور ﷺ نے فرمایا اے حاطب یہ کیا ہے؟ انہوں نے عرض کیا یا رسول اللہ! آپ میرے بارے میں جلدی نہ فرمائیں میں قبیلہ قریش میں سے نہیں ہوں بلکہ ان کا حلیف ہوں اور آپ کے ساتھ جو مکہ کے مہاجرین ہیں ان سب کی مشرکین مکہ سے رشتہ داری کی وجہ سے وہ مشرک مسلمانوں کے جو گھر والے اور مال و دولت مکہ میں ہے ان سب کی حفاظت کرتے ہیں (میرے بھی رشتہ دار مکہ میں ہیں) میں نے سوچا کہ قریش سے میرا نسبی رشتہ تو ہے نہیں اس لئے میں (آپ کا راز بتا کر) ان پر احسان کر دیتا ہوں اس وجہ سے وہ میرے رشتہ داروں کی حفاظت کریں گے۔ میں نے یہ کام اس وجہ سے نہیں کیا کہ میں اپنے دین سے مرتد ہو گیا ہوں یا اسلام کے بعد اب مجھے کفر پسند آگیا ہے۔ حضورؐ نے فرمایا غور سے سنو یہ تم سے بات سچی کہہ رہے ہیں۔ حضرت عمرؓ نے کہا مجھے اجازت دیں میں اس منافق کی گردن اڑادوں حضورؐ نے فرمایا نہیں، یہ جنگ بدر میں شریک ہوئے تھے تمہیں کیا خبر؟ شاید اللہ تعالیٰ نے اہل بدر کی طرف جھانک کر فرمادیا ہو تم جو چاہے کرو میں نے تمہیں بخش دیا ہے پھر اللہ تعالیٰ نے یہ

---

[1] اخرجه ابن سعد كذافي الكنز (ج ۲ ص ۱۵۱)

سورت نازل فرمائی یٰۤاَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا لَا تَتَّخِذُوْا عَدُوِّیْ وَعَدُوَّكُمْ اَوْلِیَآءَ سے لے کر فَقَدْ ضَلَّ سَوَآءَ السَّبِیْلِ تک (سورت ممتحنہ آیت ۱)

ترجمہ: اے ایمان والو! تم میرے دشمنوں اور اپنے دشمنوں کو دوست مت بناؤ کہ ان سے دوستی کا اظہار کرنے لگو حالانکہ تمہارے پاس جو دین حق آچکا ہے وہ اس کے منکر ہیں۔ رسولؐ کو اور تم کو اس بناء پر کہ تم اپنے پروردگار، اللہ پر ایمان لا چکے ہو شہر بدر کر چکے ہیں اگر تم میرے راستہ پر جہاد کرنے کی غرض سے اور میری رضامندی ڈھونڈنے کی غرض سے (اپنے گھروں سے) نکلے ہو۔ تم ان سے چپکے چپکے دوستی کی باتیں کرتے ہو حالانکہ مجھ کو سب چیزوں کا علم ہے تم جو کچھ چھپا کر کرتے ہو اور جو ظاہر کرتے ہو اور (آگے اس پر وعید ہے کہ) جو شخص تم میں سے ایسا کرے گا وہ راہ راست سے بھٹکے گا۔[1] امام احمد نے یہی حدیث حضرت جابرؓ سے نقل کی ہے اس میں یہ ہے کہ حضرت حاطب نے عرض کیا کہ میں نے یہ کام نہ تو حضورؐ کو دھوکہ دینے کے لئے کیا ہے اور نہ منافق ہونے کی وجہ سے کیا ہے، مجھے یقین تھا کہ اللہ تعالیٰ اپنے رسول کو غالب فرمائیں گے اور حضورؐ کا کوئی نقصان نہ ہوگا) اصل بات یہ تھی کہ میں قریش میں اجنبی باہر کا آدمی ہوں اور میری والدہ ان کے ساتھ رہتی ہیں تو میں نے چاہا کہ میں ان پر احسان کر دوں حضرت عمرؓ نے حضورؐ سے کہا کیا میں اس کا سر نہ اڑا دوں؟ حضورؐ نے فرمایا کیا تم اہل بدر میں سے ایک آدمی کو قتل کرو گے؟ تمہیں کیا خبر کہ اللہ تعالیٰ نے اہل بدر کی طرف جھانک کر فرمادیا ہو کہ تم جو چاہے کرو۔[2]

حضرت ابو مطرؒ کہتے ہیں میں نے دیکھا کہ حضرت علیؓ کے پاس ایک آدمی لایا گیا اور لوگوں نے بتایا کہ اس آدمی نے لونٹ چوری کیا ہے۔ حضرت علیؓ نے کہا میرے خیال میں تو تم نے چوری نہیں کی ہے اس نے کہا نہیں میں نے چوری کی ہے۔ حضرت علیؓ نے فرمایا شاید تمہیں شبہ ہو (کہ تمہارا اونٹ ہے یا کسی اور کا) اس نے کہا نہیں۔ میں نے چوری کی ہے۔ حضرت علیؓ نے فرمایا اے قنبر! اسے لے جاؤ اس کی انگلی باندھ دو، آگ جلالو اور جلاد وہا تھ کاٹنے کے لئے بلالو اور میرے واپس آنے کا انتظار کرو۔ جب حضرت علیؓ واپس آئے تو اس آدمی سے کہا

---

[1] اخرجه البخاری واخرجه بقية الجماعة الا ابن ماجه وقال ترمذی حسن صحیح کذافی البداية (ج ٤ ص ٢٨٤) [2] تفرد بهذا الحديث من هذا الوجه الا مام احمد واسناده على شرط مسلم كذافي البداية (ج ٤ ص ٢٨٤) قال الهيثمي (ج ٩ ص ٣٠٣) رواه احمد وابو يعلى ور جال احمد رجال الصحيح . انتهى واخرجه الحاكم ايضا كما في الكنز (ج ٧ ص ١٣٧) واخرجه ايضا ابو يعلى والبزار والطبراني عن عمر قال الهيثمي (ج ٩ ص ٣٠٤) ورجالهم رجال الصحيح اه واحمد وابو يعلى عن ابن عمرؓ ورجال احمد رجال الصحيح كما قال الهيثمي (ج ٩ ص ٣٠٣)

کیا تم نے چوری کی ہے ؟اس نے کہا نہیں۔ حضرت علیؓ نے اسے چھوڑ دیا۔ اس پر لوگوں نے کہا اے امیر المومنین! جب وہ ایک دفعہ آپ کے سامنے اقرار کر چکا ہے تو آپ نے اسے کیوں چھوڑا ہے۔ پھر حضرت علیؓ نے فرمایا حضور ﷺ کے پاس ایک آدمی لایا گیا جس نے چوری کی تھی حضورؐ کے حکم فرمانے پر اس کا ہاتھ کاٹا جانے لگا تو حضورؐ رو پڑے۔ میں نے عرض کیا آپ کیوں روتے ہیں ؟ حضورؐ نے فرمایا میں کیوں نہ روؤں جبکہ میرے امتی کا ہاتھ تم سب کی موجوگی میں کاٹا جا رہا ہے۔ صحابہؓ نے عرض کیا آپ نے اسے معاف کیوں کر دیا ؟آپ نے فرمایا وہ بہت برا حاکم ہے جو شرعی سزا کو معاف کر دے۔ ہاں تم لوگ آپس میں یہ جرائم ایک دوسرے کو معاف کر دیا کرو۔[1] (شرعاً ثابت ہونے کے بعد حاکم معاف نہیں کر سکتا)

حضرت ابو ماجد حنفیؒ کہتے ہیں ایک آدمی حضرت ابن مسعودؓ کے پاس اپنے بھتیجے کو لے کر آیا اس کا بھتیجا نشہ میں مدہوش تھا اس آدمی نے کہا میں نے اسے نشہ میں مدہوش پایا۔ حضرت ابن مسعودؓ نے حکم دیا تو اسے جیل خانہ میں ڈال دیا گیا۔ اگلے دن اسے جیل سے باہر نکالا اور فرمایا اسے مارو لیکن ہاتھ اتنا نہ اٹھاؤ کہ بغل نظر آنے لگے اور ہر عضو کو اس کا حق دو۔ حضرت عبداللہ نے اسے اس طرح کوڑے لگوائے جو زیادہ سخت نہ تھے اور جلاد کا ہاتھ بھی زیادہ اوپر نہیں اٹھتا تھا۔ کوڑے لگوانے کے وقت اس آدمی نے جبہ اور شلوار پہنی ہوئی تھی۔ پھر حضرت ابن مسعودؓ نے فرمایا اللہ کی قسم! یہ آدمی یتیم کا بہت برا سرپرست ہے (اے فلانے) تم نے اسے تمیز نہ سکھائی اور نہ اسے اچھی طرح ادب اور سلیقہ سکھایا۔ اس نے رسوائی والا کام کر لیا تھا لیکن تم نے اس پر پردہ نہ ڈالا۔ پھر حضرت عبداللہ نے فرمایا اللہ تعالیٰ معاف فرمانے والے ہیں۔

اور معاف کرنے کو پسند کرتے ہیں اور جب کسی حاکم کے سامنے کسی کا جرم شرعاً ثابت ہو جائے تو اب اس حاکم پر لازم ہے کہ وہ اس مجرم کو شرعی سزا دے۔ پھر حضرت عبداللہ سنانے لگے کہ مسلمانوں میں سب سے پہلے جس کا ہاتھ کاٹا گیا وہ ایک انصاری آدمی تھا۔ جب اسے حضور ﷺ کی خدمت میں لایا گیا تو غم کے مارے حضورؐ کا برا حال ہو گیا۔ ایسے لگ رہا تھا کہ جیسے کہ حضورؐ کے چہرے پر راکھ چھڑک دی گئی ہو۔ صحابہؓ نے عرض کیا یا رسول اللہ! آپ کو اس آدمی کے لائے جانے سے بہت گرانی ہو رہی ہے ؟ حضورؐ نے فرمایا مجھے گرانی کیوں نہ ہو جب کہ تم لوگ اپنے بھائی کے خلاف شیطان کے مددگار بنے ہوئے ہو ؟(تمہیں وہیں اسے معاف کر دینا چاہئے تھا) اللہ تعالیٰ معاف فرمانے والے ہیں اور وہ معاف کرنے کو پسند فرماتے ہیں (میں معاف نہیں کر سکتا کیونکہ) جب حاکم کے سامنے کوئی جرم شرعاً ثابت ہو جائے تو

---

[1] اخرجه ابو يعلى كذافى الكنز (ج ٣ ص ١١٧)

ضروری ہے کہ وہ اس جرم کی شرعی سزا نافذ کرے۔ پھر آپ نے یہ آیت پڑھی:
وَلْيَعْفُوا وَلْيَصْفَحُوا (سورت نور آیت ۲۲)
ترجمہ ،اور چاہئے کہ وہ معاف کردیں اور درگزر کریں۔[1]

حضرت عمروؓ بن شعیبؓ فرماتے ہیں اسلام میں سب سے پہلے جو حد شرعی قائم کی گئی اس کی صورت یہ ہوئی کہ ایک آدمی حضور ﷺ کی خدمت میں لایا گیا پھر اس کے خلاف گواہوں نے گواہی دی۔ حضورؐ نے فرمایا اس کا ہاتھ کاٹ دیا جائے جب اس آدمی کا ہاتھ کاٹا جانے لگا تو لوگوں نے دیکھا کہ حضورؐ کا چہرہ غم کی وجہ سے ایسا لگ رہا ہے کہ جیسے اس پر راکھ چھڑک دی گئی ہو صحابہؓ نے عرض کیا یا رسول اللہ! آپ کو اس کے ہاتھ کے کٹنے سے سخت صدمہ ہو رہا ہے؟ حضورؐ نے فرمایا مجھے صدمہ کیوں نہ ہو جب کہ تم لوگ اپنے بھائی کے خلاف شیطان کے مددگار بنے ہوئے ہو؟ صحابہؓ نے عرض کیا آپ اسے چھوڑ دیتے (اور ہاتھ کاٹنے کا حکم نہ دیتے) حضورؐ نے فرمایا میرے پاس لانے سے پہلے تم لوگوں نے اسے کیوں نہیں چھوڑ دیا (میں نہیں چھوڑ سکتا کیونکہ) امام کے سامنے جب حد شرعی ثابت ہو جائے تو وہ اسے روک نہیں سکتا۔[2]

حضرت ابن عمرؓ فرماتے ہیں میں حج یا عمرہ میں حضرت عمرؓ کے ساتھ تھا ہم نے ایک سوار آتے ہوئے دیکھا۔ حضرت عمرؓ نے فرمایا میرا خیال یہ ہے کہ یہ ہمیں تلاش کر رہا ہے اس آدمی نے آکر رونا شروع کر دیا۔ حضرت عمرؓ نے فرمایا کیا بات ہے؟ اگر تم مقروض ہو تو ہم تمہاری مدد کریں گے اور تمہیں کسی کا ڈر ہے تو ہم تمہیں امن دیں گے لیکن اگر تمہیں کسی قوم کے پڑوس میں رہنا پسند نہیں ہے تو ہم تمہیں وہاں سے کسی اور جگہ لے جائیں گے۔ اس نے کہا میں قبیلہ بنو تیم کا آدمی ہوں، میں نے شراب پی تھی جس پر حضرت ابو موسیٰؓ نے مجھے کوڑے بھی لگوائے اور میرے سر کے بال بھی منڈوائے اور میرا منہ کالا کر کے لوگوں میں میرا چکر بھی لگوایا اور لوگوں میں یہ اعلان کرایا کہ تم لوگ نہ اس کے پاس بیٹھو اور نہ اس کے ساتھ کھانا کھاؤ اس پر میرے دل میں تین باتیں آئی ہیں یا تو میں تلوار لے کر حضرت ابو موسیٰ کو قتل کر دوں یا میں آپ کے پاس آجاؤں اور آپ میری جگہ بدل دیں اور مجھے ملک شام بھیج دیں کیونکہ ملک شام والے مجھے جانتے نہیں ہیں۔ (اس لئے وہاں رہنا میرے لئے آسان ہو گا) یا میں دشمن سے جا ملوں اور ان کے ساتھ کھاؤں پیوں یہ سن کر حضرت عمرؓ رو پڑے اور فرمایا تم دشمن سے جا ملو اور مجھے بے انتہا مال مل جائے تب بھی مجھے اس سے ذرہ برابر خوشی نہیں ہو گی

---

[1] اخرجه عبدالرزاق وابن ابی الدنیا وابن ابی حاتم والحاكم والبیهقی
[2] عند عبدالرزاق كذافی الكنز (ج ۳ ص ۸۳، ۸۹)

اور میں تو زمانہ جاہلیت میں سب سے زیادہ شراب پینے والا تھا اور یہ شراب پینا زنا جیسا (جرم) نہیں ہے اور حضرت ابو موسیٰ کو یہ خط لکھوایا۔

"سلام علیک۔ امابعد! قبیلہ بنو تیم کے فلاں بن فلاں نے مجھ سے اس اس طرح بیان کیا ہے۔ اللہ کی قسم! اگر آئندہ تم اس طرح دوبارہ کرو گے تو میں تمہارا منہ کالا کر کے لوگوں میں تم کو پھراؤں گا جو میں تم سے کہہ رہا ہوں اگر تم اس کے حق ہونے کو جاننا چاہتے ہو تو یہ حرکت دوبارہ کر کے دیکھو لہٰذا لوگوں میں یہ اعلان کراؤ کہ لوگ اس کے ساتھ بیٹھا کریں اور اس کے ساتھ کھایا کریں اور اگر وہ (آئندہ شراب پینے سے) توبہ کر لے تو تم اس کی گواہی قبول کرو۔"

پھر حضرت عمرؓ نے اسے سواری بھی دی اور دو سو درہم بھی دیئے۔[1]

مسلمان کے نامناسب فعل کی اچھی تاویل کرنا

حضرت ابو عون وغیرہ حضرات کہتے ہیں حضرت خالد بن ولیدؓ نے یہ دعویٰ کیا کہ انہیں جو بات حضرت مالک بن نویرہؓ کی طرف سے پہنچی ہے اس کی بنیاد پر وہ مرتد ہو گئے ہیں۔ حضرت مالک نے اس دعویٰ کا انکار کیا اور کہا میں اسلام پر ہوں میں نے اپنا دین نہیں بدلا۔ حضرت ابو قتادہ اور حضرت عبداللہ بن عمرؓ نے حضرت مالک کو آگے کیا اور حضرت ضرار بن ازور کو حکم دیا جس پر حضرت ضرار نے حضرت مالک کو قتل کر دیا (عدت گزرنے کے بعد) حضرت خالد نے حضرت مالک کی بیوی ام تمیم کو قبضہ میں لے کر اس سے شادی کر لی۔ جب حضرت عمر بن خطابؓ کو یہ خبر پہنچی کہ حضرت خالد نے حضرت مالک کو قتل کر کے ان کی بیوی سے شادی کر لی ہے تو انہوں نے حضرت ابو بکرؓ نے فرمایا میں انہیں رجم نہیں کر سکتا کیونکہ انہوں نے اجتہاد کیا ہے جس میں ان سے غلطی ہو گئی ہے" حضرت عمرؓ نے کہا انہوں نے ناحق قتل کیا ہے اس لئے بدلہ میں آپ انہیں قتل کریں۔ حضرت ابو بکرؓ نے فرمایا میں انہیں قتل بھی نہیں کروں گا کیونکہ انہوں نے اجتہاد کیا ہے جس میں ان سے غلطی ہو گئی ہے۔ حضرت عمرؓ نے کہا تو پھر انہیں معزول ہی کر دیں حضرت ابو بکرؓ نے فرمایا جو تلوار اللہ نے کافروں پر سونتی ہے میں اسے کبھی بھی نیام میں نہیں کر سکتا۔[2]

---

[1] اخرجه البيهقي كذافي الكنز (ج ٣ ص ١٠٧)

[2] اخرجه ابن سعد كذافي الكنز (ج ٣ ص ١٣٢)

گناہ سے نفرت کرنا گناہ کرنیوالے سے نفرت نہ کرنا

حضرت ابو قلابہؒ کہتے ہیں حضرت ابو الدرداءؓ ایک آدمی کے پاس سے گزرے جس سے کوئی گناہ صادر ہو گیا تھا اور لوگ اسے برا بھلا کہہ رہے تھے۔ حضرت ابو الدرداء نے لوگوں سے کہا ذرا یہ تو بتاؤ اگر تمہیں یہ آدمی کسی کنویں میں گرا ہوا ملتا تو کیا تم اسے نہ نکالتے؟

لوگوں نے کہا ضرور نکالتے۔ حضرت ابو الدرداءؓ نے کہا تم اسے برا بھلا نہ کہو اور اللہ کا شکر ادا کرو کہ اس نے تمہیں اس گناہ سے بچا رکھا ہے لوگوں نے کہا کیا آپ کو اس آدمی سے نفرت نہیں ہے؟ انہوں نے فرمایا مجھے اس کے برے عمل سے نفرت ہے جب یہ اسے چھوڑ دے گا تو پھر یہ میرا بھائی ہے۔[1] حضرت ابن مسعودؓ فرماتے ہیں جب تم دیکھو کہ تمہارے بھائی سے کوئی گناہ صادر ہو گیا ہے تو اس کے خلاف شیطان کے مددگار نہ بن جاؤ کہ یہ بددعائیں کرنے لگ جاؤ کہ اے اللہ! اسے رسوا فرما اے اللہ! اس پر لعنت بھیج بلکہ اللہ سے اس کے لئے اور اپنے لئے عافیت مانگو۔ ہم حضرت محمد ﷺ کے صحابہؓ اس وقت تک کسی آدمی کے بارے میں کوئی بات نہیں کہتے تھے جب تک ہمیں یہ معلوم نہ ہو جاتا کہ اس کی موت کس حالت پر ہوئی ہے اگر اس کا خاتمہ بالخیر ہوتا تو ہم یقین کر لیتے کہ اسے بڑی خیر حاصل ہوئی ہے اور اگر اس کا خاتمہ برا ہوتا تو ہم اس کے بارے میں ڈرتے رہتے۔[2]

سینہ کو کھوٹ اور حسد سے پاک صاف رکھنا

حضرت انس بن مالکؓ فرماتے ہیں ہم لوگ حضور ﷺ کے پاس بیٹھے ہوئے تھے کہ اتنے میں آپ نے فرمایا ابھی تمہارے پاس ایک جنتی آدمی آئے گا تو اتنے میں ایک انصاری آئے جن کی ڈاڑھی سے وضو کے پانی کے قطرے گر رہے تھے اور انہوں نے بائیں ہاتھ میں جوتیاں لٹکا رکھی تھیں۔ اگلے دن پھر حضورؐ نے وہی بات فرمائی تو پھر وہی انصاری اسی طرح آئے جس طرح پہلی مرتبہ آئے تھے۔ تیسرے دن پھر حضورؐ نے ویسی ہی بات فرمائی اور وہی انصاری اسی حال میں آئے۔ جب حضورؐ مجلس سے اٹھے تو حضرت عبداللہ بن عمرو بن عاصؓ اس انصاری کے پیچھے گئے اور ان سے کہا میرا والد صاحب سے جھگڑا ہو گیا ہے جس کی وجہ سے میں نے قسم کھائی ہے کہ میں تین دن تک ان کے پاس نہیں جاؤں گا اگر آپ مناسب سمجھیں تو آپ مجھے اپنے ہاں تین دن ٹھہرا لیں۔ انہوں نے کہا ضرور۔ پھر حضرت عبداللہ بیان کرتے

۱۔ اخرجه ابن عساكر كذافي الكنز (ج ۲ ص ۱۷٤) واخرجه ابو نعيم في الحلية (ج ۱ ص ۲۲۵) عن ابي قلابة مثلا ۲۔ اخرجه ايضا ابو نعيم (ج ٤ ص ۲۰۵)

تھے کہ میں نے ان کے پاس تین راتیں گزاریں لیکن میں نے ان کو رات میں زیادہ عبادت کرتے ہوئے نہ دیکھا۔

البتہ جب رات کو ان کی آنکھ کھل جاتی تو بستر پر اپنی کروٹ بدلتے اور تھوڑا سا اللہ کا ذکر کرتے اور اللہ اکبر کہتے اور نماز فجر کے لئے بستر سے اٹھتے ہاں جب بات کرتے تو خیر ہی کی بات کرتے۔ جب تین راتیں گزر گئیں اور مجھے ان کے تمام اعمال عام معمول کے ہی نظر آئے (اور میں حیران ہوا کہ حضورؐ نے ان کے لئے بشارت تو اتنی بڑی دی لیکن ان کا کوئی خاص عمل تو ہے نہیں) تو میں نے ان سے کہا اے اللہ کے بندے! میرا والد صاحب سے کوئی جھگڑا نہیں ہوا نہ کوئی ناراضگی ہوئی اور نہ میں نے انہیں چھوڑنے کی قسم کھائی بلکہ قصہ یہ ہوا کہ میں نے حضور ﷺ کو آپ کے بارے میں تین مرتبہ یہ ارشاد فرماتے ہوئے سنا کہ ابھی تمہارے پاس ایک جنتی آدمی آنے والا ہے اور تینوں مرتبہ آپ ہی آئے۔ اس پر میں نے سوچا کہ میں آپ کے ہاں رہ کر آپ کا خاص عمل دیکھوں اور پھر اس عمل میں آپ کے نقش قدم پر چلوں میں نے آپ کو کوئی بڑا کام کرتے ہوئے تو دیکھا نہیں تو اب آپ بتائیں کہ آپ کا وہ کونسا خاص عمل ہے جس کی وجہ سے آپ اس درجہ کو پہنچ گئے جو حضورؐ نے بتایا؟ انہوں نے کہا میرا کوئی خاص عمل تو ہے نہیں وہی عمل ہیں جو تم نے دیکھے ہیں۔ میں یہ سن کر چل پڑا جب میں نے پشت پھیری تو انہوں نے مجھے بلایا اور کہا میرے اعمال تو وہی ہیں جو تم نے دیکھے ہیں البتہ یہ ایک خاص عمل ہے کہ میرے دل میں کسی مسلمان کے بارے میں کھوٹ نہیں ہے اور کسی کو اللہ نے کوئی خاص نعمت عطا فرما رکھی ہو تو میں اس پر اس سے حسد نہیں کرتا۔ میں نے کہا اسی چیز نے آپ کو اتنے بڑے درجے تک پہنچایا ہے[1] بزار کی روایت میں ان صحابی کا نام حضرت سعد بتایا ہے اور روایت کے آخر میں یہ ہے کہ حضرت سعد نے حضرت عبداللہ سے کہا اے میرے بھتیجے! میرے عمل تو وہی ہیں جو تم نے دیکھے ہیں البتہ ایک عمل یہ ہے کہ میں جب رات کو سوتا ہوں تو میرے دل میں کسی مسلمان کے بارے میں کینہ وغیرہ نہیں ہوتا یا اس جیسی بات ارشاد فرمائی، نسائی، بیہقی اور اصبہانی کی روایت میں یہ ہے کہ اس پر حضرت عبداللہ نے کہا اسی چیز نے آپ کو اس بڑے درجے تک پہنچایا ہے اور یہ ہمارے بس میں نہیں ہے[2]

۱ـ اخرجه احمد با سناد حسن والنسائي ورواه ابو يعلي والبزار بنحوه

۲ـ كذافي الترغيب (ج ٤ ص ٣٢٨) قال الهيثمي (ج ٨ ص ٧٩) رجال احمد رجال الصحيح و كذلك احد اسنادي البزار الا ان سياق الحديث لابن لهيعة اه وقال ابن كثير في تفسيره (ج ٤ ص ٣٣٧) لحديث احمد وهذا اسناد صحيح على شرط الشيخين اه و اخرجه ايضا ابن عساكر و رجاله رجال الصحيح

لن عساکر کی روایت میں یہ ہے کہ ان صاحب کا نام حضرت سعد بن ابی وقاصؓ تھا اور اس روایت کے آخر میں یہ ہے کہ حضرت سعد نے کہا میرے عمل تو وہی ہیں جو تم نے دیکھے ہیں البتہ ایک عمل یہ ہے کہ میرے دل میں کسی مسلمان کے لئے برا جذبہ نہیں اور نہ میں زبان سے برا بول نکالتا ہوں۔ حضرت عبداللہ نے کہا اسی چیز نے آپ کو اس بڑے درجے تک پہنچایا ہے یہ میرے بس میں تو ہے نہیں۔[1]

حضرت زید بن اسلمؒ فرماتے ہیں کچھ لوگ حضرت ابو دجانہؓ کی خدمت میں آئے، وہ بیمار تھے لیکن ان کا چہرہ چمک رہا تھا۔ تو کسی نے پوچھا کہ آپ کا چہرہ کیوں چمک رہا ہے؟ انہوں نے فرمایا مجھے اپنے اعمال میں سے دو عملوں پر سب سے زیادہ بھروسہ ہے ایک تو یہ ہے کہ میں کوئی لایعنی بات نہیں کرتا تھا دوسرے یہ کہ میرا دل تمام مسلمانوں سے بالکل صاف تھا۔[2]

مسلمانوں کی اچھی حالت پر خوش ہونا

حضرت لن بریدہ اسلمیؒ کہتے ہیں ایک آدمی نے حضرت لن عباسؓ کو برا بھلا کہا حضرت لن عباسؓ نے کہا تم مجھے برا بھلا کہتے ہو حالانکہ مجھ میں تین عمدہ صفات پائی جاتی ہیں پہلی یہ کہ جب میں قرآن کی کسی آیت کو پڑھتا ہوں تو میرا دل چاہتا ہے کہ اس آیت کے بارے میں جو کچھ مجھے معلوم ہے وہ تمام لوگوں کو معلوم ہو جائے اور دوسری یہ کہ جب میں مسلمانوں کے حاکم کے بارے میں سنتا ہوں کہ وہ انصاف والے فیصلے کرتا ہے تو اس سے مجھے خوشی ہوتی ہے حالانکہ ہو سکتا ہے کہ مجھے کبھی بھی اپنا مقدمہ اس کے پاس فیصلہ کے لئے لے جانا ہی نہ پڑے اور تیسری یہ کہ جب میں یہ سنتا ہوں کہ مسلمانوں کے فلاں علاقہ میں بارش ہوئی ہے تو اس سے مجھے خوشی ہوتی ہے حالانکہ اس علاقہ میں میرا کوئی چرنے والا جانور نہیں ہوتا۔[3]

لوگوں کے ساتھ نرمی برتنا تاکہ ٹوٹ نہ جائیں

حضرت عائشہؓ فرماتی ہیں ایک آدمی نے حضور ﷺ کی خدمت میں حاضر ہونے کی اجازت مانگی۔ حضورؐ نے فرمایا اپنے خاندان کا برا آدمی ہے (آپ نے اجازت دے دی) جب وہ حاضر خدمت ہوا تو آپ نے بہت خوشی اور مسرت کا اظہار کیا پھر وہ آدمی چلا گیا پھر ایک اور آدمی نے اجازت مانگی حضورؐ نے فرمایا یہ اپنے خاندان کا اچھا آدمی ہے جب وہ اندر گیا تو حضورؐ نے کوئی خوشی اور مسرت کا اظہار نہیں کیا۔ جب وہ چلا گیا تو میں نے عرض کیا یا رسول اللہ! فلاں نے

۱۔ کذافی الکنز (ج ۷ ص ۴۳)   ۲۔ اخرجہ ابن سعد (ج ۳ ص ۱۰۲)

۳۔ اخرجہ الطبرانی قال الهیثمی (ج ۹ ص ۲۸٤) رواه الطبرانی ورجاله رجال الصحیح انتهی واخرجه البیهقی کمافی الاصابة (ج ۲ ص ۳۳٤) وابو نعیم فی الحلیة (ج ۱ ص ۳۲۲) نحوه

اجازت مانگی تو آپ نے اس کے بارے میں فرمایا کہ وہ برا آدمی ہے لیکن جب وہ اندر آگیا تو آپ نے اس کے سامنے بڑی خوشی اور مسرت کا اظہار کیا پھر دوسرے نے اجازت مانگی آپ نے اس کے بارے میں اچھے کلمات فرمائے لیکن جب وہ اندر آگیا تو آپ کو اس کے ساتھ ویسا سلوک کرتے ہوئے میں نے نہیں دیکھا جیسا آپ نے پہلے کے ساتھ کیا تھا۔ حضورؐ نے فرمایا اے عائشہؓ! لوگوں میں سب سے برا آدمی وہ ہے جس کے شر کی وجہ سے لوگ اس سے بچتے ہوں۔[1]

حضرت صفوان بن عسالؓ فرماتے ہیں ہم لوگ نبی کریم ﷺ کے ساتھ ایک سفر میں تھے۔ سامنے سے ایک آدمی آگیا تو آپ نے اسے اپنے قریب بٹھایا جب وہ اٹھ کر چلا گیا تو صحابہؓ نے عرض کیا یا رسول اللہ! جب آپ نے اسے دیکھا تو آپ نے فرمایا یہ اپنے خاندان کا برا فرد ہے اور برا آدمی ہے لیکن جب وہ آگیا تو اسے آپ نے اپنے قریب بٹھایا؟ آپ نے فرمایا منافق ہے میں اسی کے نفاق کی وجہ سے اس کے ساتھ نرمی برت رہا تھا کیونکہ مجھے خطرہ تھا کہ یہ دوسروں کو میرا مخالف بنا دے گا اور انہیں بگاڑ دے گا۔[2]

حضرت بریدہؓ فرماتے ہیں ہم لوگ حضور ﷺ کے پاس بیٹھے ہوئے تھے کہ اتنے میں قریش کا ایک آدمی سامنے سے آیا حضورؐ نے اسے اپنے قریب بٹھایا جب وہ اٹھ کر چلا گیا تو آپ نے فرمایا اے بریدہ! تم اسے جانتے ہو؟ میں نے کہا جی ہاں یہ قریش کے اونچے خاندان کا آدمی ہے اور ان میں سب سے زیادہ مالدار ہے۔ آپ نے تین مرتبہ پوچھا۔ میں نے تینوں مرتبہ یہی جواب دیا۔ آخر میں نے کہا یا رسول اللہ! میں نے اپنی معلومات کے مطابق آپ کو بتایا ہے ویسے آپ مجھ سے زیادہ جانتے ہیں آپ نے فرمایا۔

یہ ان لوگوں میں سے ہے جن (کے نیک اعمال کا اللہ تعالیٰ قیامت کے دن کوئی وزن قائم نہیں فرمائیں گے (کیونکہ ان کے پاس نیک عمل ہیں ہی نہیں)۔[3]

حضرت ابو الدرداءؓ فرماتے ہیں بعض دفعہ ہم لوگ کچھ لوگوں کے سامنے مسکرا رہے ہوتے لیکن ہمارے دل انہیں لعنت کر رہے ہوتے ہیں۔[4]

١ـ اخرجه احمد قال الهيثمي (ج ٨ ص ١٧) رواه احمد ورجاله رجال الصحيح ولي الصحيح بعضه . انتهى واخرجه البخارى في الادب (ص ١٩٠) مختصرا ٢ـ اخرجه ابو نعيم في الحلية (ج ٤ ص ١٩١) قال ابو نعيم هذا حديث غريب ٣ـ اخرجه الطبراني في الا وسط قال الهيثمي (ج ٨ ص ١٧) وفيه عون بن عمارة وهو ضعيف . انتهى ٤ـ اخرجه ابو نعيم في الحلية (ج ١ ص ٢٢٢) واخرجه ابن ابي الدنيا وابراهيم الحربي في غريب الحديث والدينوري في المجالسة عن ابي الدرداء فذكر مثله وزادو نضحك اليهم كمافي فتح البارى (ج١ ص ٤٠٣) وهكذا اخرجه ابن عساكر كمافي الكنز (ج ٢ ص ١٦٢)

مسلمان کو راضی کرنا

حضرت ابو الدرداءؓ فرماتے ہیں ایک مرتبہ میں حضور ﷺ کے پاس بیٹھا ہوا تھا کہ اتنے میں حضرت ابو بکرؓ آئے انہوں نے اپنا کپڑا پکڑ رکھا تھا جس سے ان کے گھٹنے ننگے ہو رہے تھے اور اس کا انہیں احساس نہیں تھا۔ انہیں دیکھ کر حضورؐ نے فرمایا تمہارے یہ ساتھی جھگڑ کر آرہے ہیں۔ حضرت ابو بکرؓ نے آکر سلام کیا اور عرض کیا میرے اور ابن الخطاب (رضی اللہ عنہ) کے درمیان کچھ بات ہو گئی تھی جلدی میں میں ان کو نامناسب بات کہہ بیٹھا لیکن پھر مجھے ندامت ہوئی جس پر میں نے ان سے معافی مانگی لیکن انہوں نے معاف کرنے سے انکار کر دیا تو میں آپ کی خدمت میں حاضر ہو گیا ہوں (اب آپ جیسے فرمائیں) حضورؐ نے فرمایا اے ابو بکرؓ اللہ تمہیں معاف فرمائے ادھر کچھ دیر کے بعد حضرت عمرؓ کو ندامت ہوئی تو انہوں نے حضرت ابو بکرؓ کے گھر آکر پوچھا کیا یہاں ابو بکرؓ ہیں؟ گھر والوں نے کہا نہیں۔ تو وہ بھی حضورؐ کی خدمت میں آگئے اور انہیں دیکھ کر حضورؐ کا چہرہ (غصہ کی وجہ سے) بدلنے لگا جس سے حضرت ابو بکرؓ ڈر گئے اور انہوں نے گھٹنوں کے بل بیٹھ کر دو دفعہ عرض کیا یا رسول اللہ! اللہ کی قسم! قصور میرا زیادہ ہے پھر حضورؐ نے فرمایا اللہ نے مجھے تم لوگوں کی طرف رسولؐ بنا کر بھیجا تھا تو تم سب نے کہا تھا تم غلط کہتے ہو لیکن اس وقت ابو بکرؓ نے کہا تھا آپ ٹھیک کہتے ہیں اور انہوں نے اپنے مال اور جان کے ساتھ میرے ساتھ غم خواری کی پھر آپ نے دو دفعہ فرمایا کیا تم میرے اس ساتھی کو میری وجہ سے چھوڑ دو گے؟ چنانچہ حضورؐ کے اس فرمان کے بعد کسی نے حضرت ابو بکرؓ کو کوئی تکلیف نہ پہنچائی۔[1]

حضرت ابن عمرؓ فرماتے ہیں حضرت ابو بکرؓ نے حضرت عمرؓ کو کچھ برا بھلا کہہ دیا پھر حضرت ابو بکرؓ نے کہا (مجھ سے غلطی ہو گئی اس لئے) اے میرے بھائی! آپ میرے لئے اللہ سے استغفار کریں حضرت عمرؓ کو غصہ آیا ہوا تھا اس لئے خاموش رہے حضرت ابو بکرؓ نے یہ بات کئی مرتبہ کہی لیکن حضرت عمرؓ کا غصہ ٹھنڈا نہ ہوا۔ لوگ حضورؐ کی خدمت میں گئے اور وہاں جا کر بیٹھ گئے اور ساری بات حضورؐ کو بتا دی۔ حضورؐ نے فرمایا (اے عمرؓ) تم سے تمہارا بھائی استغفار کا مطالبہ کر رہا ہے اور تم اس کے لئے استغفار نہیں کر رہے یہ کیا بات ہے؟ حضرت عمرؓ نے کہا اس ذات کی قسم جس نے آپ کو حق دے کر نبی بنا کر بھیجا ہے! یہ جتنی دفعہ مجھ سے استغفار کا مطالبہ کرتے رہے میں ہر دفعہ (چپکے سے) ان کے لئے استغفار کرتا تھا اور آپ کے بعد مجھے

۱۔ اخرجه البخاري كذافي صفة الصفوة (ج ۱ ص ۹۲)

بھی ان سے زیادہ محبوب کوئی نہیں ہے۔ حضورؐ نے فرمایا میرے ساتھی کے بارے میں مجھے تکلیف نہ پہنچایا کرو کیونکہ اللہ تعالیٰ نے مجھے ہدایت اور دین حق دے کر بھیجا تھا تو تم سب نے کہا تھا کہ تم غلط کہتے ہو اور ابو بکرؓ نے کہا تھا آپ ٹھیک کہہ رہے ہیں اگر اللہ تعالیٰ نے (قرآن میں) ان کا نام ساتھی نہ رکھا ہوتا تو میں انہیں خلیل (خاص دوست) بنالیتا۔ بہر حال وہ میرے دینی بھائی تو ہیں ہی اور یہ بھائی چارہ اللہ کی وجہ سے ہے۔ غور سے سنو (مسجد نبوی کی طرف کھلنے والی) ہر کھڑکی بند کر دو لیکن (ابو بکرؓ) لن ابی قحافہ کی کھڑکی کھلی رہنے دو۔[1]

حضرت عائشہؓ فرماتی ہیں حضور ﷺ کی زوجہ محترمہ حضرت ام حبیبہؓ نے مجھے انتقال کے وقت بلایا (میں ان کے پاس گئی تو مجھ سے) کہا ہمارے درمیان کوئی بات ہو جایا کرتی تھی جیسے سوکنوں میں ہوا کرتی ہے تو جو کچھ ہوا ہے اللہ تعالیٰ مجھے بھی معاف کرے اور آپ کو بھی۔ میں نے کہا اللہ تعالیٰ آپ کی ایسی ساری باتیں معاف فرمائے اور ان سے درگزر فرمائے اور ان باتوں کی سزا سے آپ کو محفوظ فرمائے۔ حضرت ام حبیبہؓ نے کہا آپ نے مجھے خوش کیا اللہ آپ کو خوش فرمائے پھر حضرت ام حبیبہؓ نے پیغام بھیج کر حضرت ام سلمہؓ کو بلایا اور ان سے بھی یہی کہا۔[2]

حضرت شعبیؒ کہتے ہیں جب حضرت فاطمہؓ بیمار ہو گئیں تو حضرت ابو بکر صدیقؓ ان کے پاس آئے اور اندر آنے کی اجازت مانگی۔ حضرت علیؓ نے کہا اے فاطمہؓ! یہ حضرت ابو بکرؓ آپ سے اندر آنے کی اجازت مانگ رہے ہیں۔ حضرت فاطمہؓ نے کہا کیا آپ پسند کرتے ہیں کہ میں ان کو اجازت دے دوں؟ حضرت علیؓ نے کہا ہاں۔ حضرت فاطمہؓ نے اجازت دی۔ حضرت ابو بکرؓ اندر آکر حضرت فاطمہؓ کو راضی کرنے لگے اور یوں کہا اللہ کی قسم! میں نے گھربار، مال و دولت، اہل و عیال اور خاندان صرف اس لئے چھوڑا تھا تاکہ اللہ اور اس کے رسولؐ راضی ہو جائیں اور (حضورؐ کے) اہل بیت آپ لوگ راضی ہو جائیں بہر حال حضرت ابو بکرؓ نے انہیں راضی کرتے رہے یہاں تک کہ وہ راضی ہو گئیں۔[3]

حضرت شعبیؒ کہتے ہیں حضرت عمر بن خطابؓ نے کہا مجھے فلاں آدمی سے نفرت ہے۔ کسی نے آکر اس آدمی سے کہا کیا بات ہے حضرت عمرؓ تم سے کیوں نفرت کرتے ہیں؟ جب بہت سے لوگوں نے گھر آکر اس آدمی کو یہ بات کہی تو اس آدمی نے آکر حضرت عمرؓ سے کہا اے عمرؓ! کیا میں نے (مسلمانوں میں اختلاف پیدا کر کے) اسلام میں کوئی شگاف ڈالا ہے؟

۱۔ عند الطبرانی قال الهیثمی (ج ۹ ص ۴۵) رواه الطبرانی ورجاله رجال الصحیح . اھ

۲۔ اخرجه ابن سعد (ج ۸ ص ۱۰۰)

۳۔ اخرجه البیهقی (ج ۲ ص ۳۰۱) قال البیهقی هذا مرسل حسن باسناد صحیح. اھ واخرجه ابن سعد (ج ۸ ص ۲۷) عن عامر (الشعبی) بنحوه مختصرا.

حضرت عمرؓ نے کہا نہیں۔ پھر اس نے کہا کیا میں نے اسلام میں کوئی نئی چیز چلادی ہے؟ (جو سنت کے خلاف ہو) حضرت عمرؓ نے کہا نہیں۔ پھر اس آدمی نے کہا تو پھر آپ کس وجہ سے مجھ نے نفرت کرتے ہیں؟ حالانکہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے وَالَّذِينَ يُؤْذُونَ الْمُؤْمِنِينَ وَالْمُؤْمِنَاتِ بِغَيْرِ مَا اكْتَسَبُوا فَقَدِ احْتَمَلُوا بُهْتَانًا وَإِثْمًا مُّبِينًا (سورت احزاب آیت ۵۸)

اور جو لوگ ایمان والے مردوں کو اور ایمان والی عورتوں کو بدون اس کے کہ انہوں نے کچھ کیا ہو ایذاء پہنچاتے ہیں تو وہ لوگ بہتان اور صریح گناہ کا بار لیتے ہیں اور آپ نے (یہ جملہ کہہ کر) ایذاء پہنچائی ہے اللہ تعالیٰ آپ کو بالکل معاف نہ کرے۔ حضرت عمرؓ نے کہا یہ آدمی ٹھیک کہہ رہا ہے۔ اللہ کی قسم! اس نے نہ تو شگاف ڈالا ہے اور نہ کچھ اور کیا ہے (واقعی مجھ سے غلطی ہو گئی ہے) اے اللہ! میری یہ غلطی معاف فرما اور حضرت عمرؓ اس سے معافی مانگتے رہے یہاں تک کہ اس نے معاف کر دیا۔[1]

حضرت رجاء بن ربیعہؒ فرماتے ہیں میں مدینہ منورہ میں حضور ﷺ کی مسجد میں ایک حلقہ میں بیٹھا ہوا تھا اس حلقہ میں حضرت ابو سعیدؓ اور حضرت عبداللہ بن عمروؓ بھی تھے کہ اتنے میں اس حلقہ پر حضرت حسن بن علیؓ کا گزر ہوا انہوں نے سلام کیا سب حلقہ والوں نے جواب دیا لیکن حضرت عبداللہ بن عمرو خاموش رہے بلکہ کچھ دیر کے بعد وہ حضرت حسنؓ کے پیچھے گئے اور جا کر کہا وعلیک السلام ورحمۃ اللہ پھر (حضرت ابو سعید ساتھ تھے ان سے) کہا یہ وہ انسان ہے جو تمام زمین والوں میں سے آسمان والوں کو سب سے زیادہ محبوب ہے اللہ کی قسم! جنگ صفین کے بعد سے آج تک میں نے ان سے بات نہیں کی تو حضرت ابو سعیدؓ نے کہا آپ ان کے پاس جا کر اپنا عذر ان سے کیوں نہیں بیان کر دیتے؟ انہوں نے کہا بہت اچھا (میں تیار ہوں اتنے میں حضرت حسنؓ اپنے گھر میں اندر جا چکے تھے) حضرت عبداللہ وہاں کھڑے ہو گئے اور حضرت ابو سعیدؓ نے حضرت عبداللہ بن عمروؓ کے لئے اجازت مانگی (ان کو بھی اجازت مل گئی) اور وہ اندر چلے گئے۔ حضرت ابو سعیدؓ نے حضرت عبداللہ بن عمروؓ سے کہا حضرت حسنؓ کے گزرنے پر آپ نے جو بات ہم سے کہی تھی وہ ذرا اب پھر کہہ دیں۔ حضرت عبداللہ نے کہا بہت اچھا میں نے یہ کہا تھا کہ یہ تمام زمین والوں میں سے آسمان والوں کو سب سے زیادہ محبوب ہیں۔ اس پر حضرت حسنؓ نے فرمایا جب تمہیں معلوم ہے کہ میں تمام زمین والوں میں سے آسمان والوں کو سب سے زیادہ محبوب ہوں تو پھر تم نے جنگ صفین کے دن ہم سے جنگ کیوں کی یا تم نے ہمارے مخالفوں کی تعداد میں اضافہ کیوں کیا؟ حضرت عبداللہ نے کہا اللہ کی

---

[1] اخرجه ابن المنذر كذافي الكنز (ج ۱ ص ۲۶۰)

قسم! نہ تو میں نے لشکر کی تعداد میں اضافہ کیا اور نہ میں نے ان کے ساتھ ہو کر تلوار چلائی البتہ میں اپنے والد کے ساتھ گیا تھا۔ حضرت حسنؓ نے کہا کیا آپ کو معلوم نہیں کہ جس کام سے اللہ کی نافرمانی ہو رہی ہو اس کام میں مخلوق کی بات نہیں ماننی چاہئے؟ حضرت عبداللہ نے کہا جب معلوم ہے لیکن میں والد کے ساتھ اس لئے گیا تھا کہ میں حضور ﷺ کے زمانے میں مسلسل روزے رکھا کرتا تھا میرے والد نے حضورؐ سے اس بارے میں میری شکایت کی اور یوں کہا یا رسول اللہ عبداللہ بن عمرو دن بھر روزے رکھتا ہے اور رات بھر عبادت کرتا ہے۔ حضورؐ نے مجھ سے فرمایا کبھی روزے رکھا کرو کبھی افطار کیا کرو اور رات کو کبھی نماز پڑھا کرو اور کبھی سویا کرو کیونکہ میں نماز بھی پڑھتا ہوں اور سوتا بھی ہوں اور روزے بھی رکھتا ہوں اور افطار بھی کرتا ہوں اور حضورؐ نے مجھ سے یہ بھی فرمایا تھا اے عبداللہ! اپنے والد کی بات مانا کرو (چونکہ حضورؐ نے والد کی ماننے کی مجھے بہت تاکید کی تھی اس لئے) جب وہ جنگ صفین میں شریک ہوئے تو مجھے ان کے ساتھ جانا پڑا۔[1]

حضرت رجاء بن ربیعہؒ کہتے ہیں میں حضور ﷺ کی مسجد میں تھا (وہاں اور لوگ بھی تھے) کہ اتنے میں حضرت حسین بن علیؓ وہاں سے گزرے انہوں نے سلام کیا لوگوں نے سلام کا جواب دیا لیکن حضرت عبداللہ عمروؓ (بھی وہاں تھے وہ) خاموش رہے۔ جب لوگ خاموش ہو گئے تو پھر حضرت عبداللہ نے بلند آواز سے کہا وعلیک السلام ورحمۃ اللہ وبرکاتہ، پھر لوگوں کی طرف متوجہ ہو کر کہا میں تمہیں وہ آدمی نہ بتاؤں جو زمین والوں میں سے آسمان والوں کو سب سے زیادہ محبوب ہے؟ لوگوں نے کہا ضرور بتائیں۔ انہوں نے کہا یہی حضرت ہیں جو ابھی یہاں سے گزر گئے ہیں اللہ کی قسم! جنگ صفین کے بعد سے اب تک نہ میں ان سے بات کر سکا ہوں اور نہ انہوں نے مجھ سے بات کی ہے اور اللہ کی قسم! ان کا مجھ سے راضی ہو جانا مجھے احد پہاڑ جتنا مال ملنے سے زیادہ محبوب ہے۔ حضرت ابو سعید نے ان سے کہا تم ان کے پاس چلے کیوں نہیں جاتے؟ انہوں نے کہا میں جانے کو تیار ہوں۔ چنانچہ دونوں حضرات نے طے کیا کہ اگلے دن صبح ان کے پاس جائیں گے (وہ دونوں اگلے دن صبح ان کے پاس گئے) میں بھی دونوں حضرات کے ساتھ گیا۔ حضرت ابو سعید نے اندر آنے کی اجازت مانگی حضرت حسینؓ نے اجازت دے دی۔ میں اور حضرت ابو سعیدؓ اندر چلے گئے۔ حضرت ابو سعیدؓ نے حضرت ابن عمروؓ کے لئے اجازت مانگی لیکن حضرت حسینؓ نے اجازت نہ دی لیکن حضرت ابو سعید

---

[1] اخرجه البزار قال الهيثمي (ج ۹ ص ۱۷۷) رواه البزار و رجاله رجال الصحيح غير هاشم بن البريد وهو ثقة: انتهى

اجازت مانگتے رہے آخر حضرت حسینؓ نے اجازت دے دی۔ حضرت عبداللہ بن عمروؓ اندر آئے انہیں دیکھ کر حضرت ابو سعید اپنی جگہ سے ہٹنے لگے وہ حضرت حسینؓ کے پہلو میں بیٹھے ہوئے تھے تو حضرت حسینؓ نے حضرت ابو سعید کو اپنی طرف کھینچ لیا۔ حضرت ابن عمروؓ کھڑے رہے، بیٹھے نہیں جب حضرت حسینؓ نے یہ منظر دیکھا تو انہوں نے حضرت ابو سعیدؓ کو ذرا پرے کر کے بیٹھنے کی جگہ بنادی۔ وہاں آکر حضرت عبداللہ دونوں کے بیچ میں بیٹھ گئے پھر حضرت ابو سعید نے سارا قصہ سنایا تو حضرت حسینؓ نے کہا تو پھر آپ نے جنگ صفین کے دن مجھ سے اور میرے والد سے جنگ کیوں کی؟ اللہ کی قسم! میرے والد تو مجھ سے بہتر تھے۔ حضرت عبداللہ نے کہا بالکل آپ کے والد آپ سے بھی بہتر ہیں لیکن بات یہ ہے کہ حضرت عمروؓ نے حضورؐ سے میری یہ شکایت کی تھی کہ عبداللہ دن بھر روزے رکھتا ہے اور رات بھر عبادت کرتا ہے۔ حضورؐ نے مجھ سے فرمایا رات کو نماز بھی پڑھا کرو اور سویا بھی کرو اور دن میں روزے بھی رکھا کرو اور افطار بھی کیا کرو اور (اپنے والد) عمرو کی بات مانا کرو۔ جنگ صفین کے موقع پر انہوں نے مجھے قسم دے کر کہا تھا کہ اس میں شرکت کروں۔ اللہ کی قسم! میں نے نہ تو ان کے لشکر میں اضافہ کیا اور نہ میں نے تلوار سونتی اور نہ نیزہ کسی کو مارا اور نہ تیر چلایا۔ حضرت حسینؓ نے کہا کیا تمہیں یہ معلوم نہیں ہے کہ جس کام سے خالق کی نافرمانی ہو رہی ہو اس میں مخلوق کی نہیں ماننی چاہئے؟ حضرت عبداللہ نے کہا معلوم ہے۔ حضرت عبداللہ اپنا عذر بار بار بیان کرتے رہے جس پر آخر حضرت حسینؓ نے ان کے عذر کو قبول کر لیا۔[1]

مسلمان کی ضرورت پوری کرنا

حضرت علیؓ فرماتے ہیں مجھے معلوم نہیں کہ اللہ تعالیٰ نے ان دو نعمتوں میں سے کون سی نعمت سے نواز کر مجھ پر بڑا احسان کیا ہے ایک یہ کہ ایک آدمی یہ امید لگا کر میری طرف خلوص چہرہ کے ساتھ آتا ہے کہ اس کی ضرورت مجھ سے پوری ہو گی اور دوسری یہ کہ اللہ تعالیٰ میرے ہاتھوں اس کی ضرورت آسانی سے پوری کرا دیتے ہیں (اب یہ اس کا مجھ سے اپنی امید لگانا یہ اللہ کی بڑی نعمت ہے یا میرا اس کی ضرورت کو پورا کرنا بڑی نعمت ہے) اور میں کسی مسلمان کی ایک ضرورت پوری کر دوں یہ مجھ زمین بھر سونا چاندی ملنے سے زیادہ محبوب ہے۔[2]

---

[1] اخرجه الطبراني الهيثمي (ج ۹ص ۱۸۷) رواه الطبراني في الا وسط وفيه لين وهو حافظ وبقية رجاله ثقات .انتهى
[2] اخرجه الزسى كذافى الكنز (ج ۳ ص ۳۱۷)

مسلمانوں کی ضرورت کے لئے کھڑا ہونا

حضرت ابو یزیدؒ کہتے ہیں کہ حضرت خولہؓ لوگوں کے ساتھ چلی جارہی تھیں کہ ان سے حضرت عمر بن خطابؓ کی ملاقات ہوئی۔ انہوں نے حضرت عمرؓ سے رکنے کو کہا حضرت عمرؓ رک گئے اور ان کے قریب آگئے اور ان کی طرف سر جھکالیا اور اپنے دونوں ہاتھ ان کے کندھوں پر رکھ کر ان کی بات سننے لگے (چونکہ بہت بوڑھی تھیں اس لئے حضرت عمرؓ نے انہیں سنبھالنے کے لئے ان کے کندھے پر ہاتھ رکھے) اور یوں ہی کھڑے رہے یہاں تک کہ حضرت خولہ نے اپنی بات پوری کرلی اور واپس چلی گئیں۔ اس پر ایک آدمی نے حضرت عمرؓ سے کہا اے امیر المومنین! اس بڑھیا کی وجہ سے آپ نے قریش کے بڑے بڑے مردوں کو روکے رکھا؟ حضرت عمرؓ نے فرمایا یہ وہ عورت ہے جس کی شکایت اللہ تعالیٰ نے سات آسمانوں کے اوپر سے سنی تھی یہ حضرت خولہ بنت ثعلبہ ہیں اللہ کی قسم! اگر یہ رات تک میرے پاس سے نہ ہٹتیں تو میں بھی ان کی بات کے پورا ہونے تک یونہی کھڑا رہتا۔[1]

حضرت ثمامہ بن حزنؒ فرماتے ہیں کہ ایک مرتبہ حضرت عمر بن خطابؓ اپنے گدھے پر چلے جارہے تھے کہ انہیں ایک عورت ملی۔ اس عورت نے کہا ٹھہریئے اے عمرؓ! حضرت عمرؓ ٹھہر گئے۔ اس عورت نے حضرت عمرؓ سے بڑی سختی سے بات کی۔ اس پر ایک آدمی نے کہا اے امیر المومنین! میں نے آج جیسا منظر تو کبھی دیکھا نہیں۔ حضرت عمرؓ نے کہا میں اس عورت کی بات کیوں نہ سنوں جب کہ یہ وہ عورت ہے جس کی بات کو اللہ نے سنا اور اسی عورت کے بارے میں اللہ نے یہ آیت نازل فرمائی قَدْ سَمِعَ اللّٰهُ قَوْلَ الَّتِیْ تُجَادِلُكَ فِیْ زَوْجِهَا (سورت مجادلہ آیت ۱)

ترجمہ، بے شک اللہ تعالیٰ نے اس عورت کی بات سن لی جو آپ سے اپنے شوہر کے معاملہ میں جھگڑتی تھی۔[2]

مسلمان کی ضرورت کے لئے چل کر جانا

حضرت ابن عباسؓ ایک مرتبہ حضور ﷺ کی مسجد میں معتکف تھے۔ آپ کے پاس ایک شخص آیا اور سلام کر کے (چپ چاپ) بیٹھ گیا۔ حضرت ابن عباسؓ نے اس سے فرمایا کہ میں

۱۔ اخرجه ابن ابی حاتم والدارمی والبیهقی

۲۔ عند البخاری فی تاریخه وابن مردویه کذافی الکنز (ج ۱ ص ۲۶۸)

تمہیں غمزدہ اور پریشان دیکھ رہا ہوں کیا بات ہے، اس نے کہا اے رسول اللہؐ کے چچا کے بیٹے میں بے شک پریشان ہوں کہ فلاں کا مجھ پر حق ہے اور (نبی کریم ﷺ کی قبر اطہر کی طرف اشارہ کر کے کہا کہ) اس قبر والے کی عزت کی قسم! میں اس حق کے ادا کرنے پر قادر نہیں۔ حضرت ابن عباسؓ نے کہا اچھا کیا میں اس سے تمہاری سفارش کروں؟ اس نے عرض کیا اگر آپ مناسب سمجھیں تو حضرت ابن عباس یہ سن کر جوتا پہن کر مسجد سے باہر تشریف لائے اس شخص نے عرض کیا آپ اپنا اعتکاف بھول گئے؟ فرمایا بھولا نہیں ہوں بلکہ میں نے اس قبر والے (ﷺ) سے سنا ہے اور ابھی زمانہ کچھ زیادہ نہیں گزرا (یہ لفظ کہتے ہوئے) ابن عباسؓ کی آنکھوں سے آنسو بہنے لگے کہ حضورؐ فرما رہے تھے کہ جو شخص اپنے بھائی کے کام کیلئے چلے اور اس کام میں کامیاب ہو جائے تو اس کیلئے یہ دس سال کے اعتکاف سے افضل ہے اور جو شخص ایک دن کا اعتکاف بھی اللہ کی رضا کے واسطے کرتا ہے تو اللہ تعالیٰ اسکے اور جہنم کے درمیان تین خندقیں آڑ فرما دیتے ہیں جن کی مسافت آسمان، زمین کی مسافت سے بھی زیادہ ہے (اور جب ایک دن کے اعتکاف کی یہ فضیلت ہے تو دس برس کے اعتکاف کی کیا کچھ ہو گی)۔[1]

مسلمان کی زیارت کرنا

حضرت عبداللہ بن قیسؓ فرماتے ہیں حضور ﷺ خصوصی طور پر بھی اور عمومی طور پر بھی انصار کو ملنے بہت جایا کرتے تھے جب کسی سے خصوصی ملاقات کرنی ہوتی تو اس کے گھر تشریف لے جاتے اور جب عمومی ملاقات کرنی ہوتی تو ان کی مسجد میں تشریف لے جاتے (وہاں سب سے ملاقات ہو جاتی)[2] حضرت انسؓ فرماتے ہیں حضور ﷺ انصار کے ایک گھرانے سے ملنے تشریف لے گئے آپ نے ان کے پاس کھانا بھی کھایا جب آپ وہاں سے باہر آنے لگے تو آپ نے کمرے میں نماز پڑھنے کے لئے جگہ بنانے کا حکم دیا تو ان لوگوں نے آپ کے لئے ایک چٹائی بچھا کر اس پر پانی چھڑک دیا (تاکہ نرم ہو جائے) پھر آپ نے اس پر نماز پڑھی اور ان کے لئے دعا فرمائی۔[3]

حضرت انسؓ فرماتے ہیں حضور ﷺ اپنے دو صحابہؓ کے درمیان بھائی چارہ کرا دیتے تھے (تو ان میں آپس میں اتنی محبت ہو جاتی تھی) کہ جب تک ان میں سے ایک دوسرے سے مل نہ لیتا تھا اس وقت تک اسے وہ رات بہت لمبی معلوم ہوتی تھی۔ چنانچہ وہ اپنے بھائی سے بڑی

---

[1] اخرجه الطبرانی والبیهقی واللفظ له والحاکم مختصر او قال صحیح الاسناد کذافی ترغیب (ج ۲ ص ۲۷۲) [2] اخرجه احمد قال الهیثمی (ج ۸ ص ۱۷۳) رواه احمد وفیه راولم یسم وبقیة رجاله رجال الصحیح۔ انتهی [3] اخرجه البخاری فی الادب (ص ۵۲)

محبت اور نرمی سے ملتا اور پوچھتا آپ میرے بعد کیسے رہے؟ اور دوسرے لوگوں کا (جن میں بھائی چارہ نہ ہوتا تھا) یہ حال تھا کہ تین دن کے اندر ہر ایک دوسرے سے مل کر اس کا سارا حال معلوم کر لیا کرتا تھا۔[1]

حضرت عونؒ کہتے ہیں جب حضرت عبداللہ بن مسعودؓ کے ساتھ (کوفہ سے مدینہ) ان کے پاس آئے تو ان سے حضرت عبداللہ نے پوچھا کیا تم ایک دوسرے کے پاس بیٹھے رہتے ہو ان لوگوں نے کہا (جی ہاں) یہ کام ہم نہیں چھوڑ سکتے۔ پھر پوچھا کیا تم لوگ آپس میں ایک دوسرے سے ملتے رہتے ہو؟ ان لوگوں نے کہا جی ہاں اے ابو عبدالرحمٰن! (ہماری تو یہ حالت ہے کہ) ہم میں سے کسی کو اس کا بھائی نہیں ملتا تو وہ اسے پیدل ڈھونڈتا ہوا کوفہ کے آخر تک چلا جاتا ہے اور اسے مل کر ہی واپس آتا ہے۔ حضرت عبداللہ نے فرمایا جب تک تم یہ کام کرتے رہو گے تم لوگ خیر پر رہو گے۔[2]

حضرت ام درداءؓ فرماتی ہیں حضرت سلمانؓ ہمیں ملنے کے لئے مدائن سے پیدل چل کر ملک شام آئے اس وقت انہوں نے گھٹنوں تک کی چھوٹی شلوار پہنی ہوئی تھی۔[3]

ملنے والوں کے لئے آنے والوں کا اکرام کرنا

حضرت ابن عمرؓ فرماتے ہیں میں حضور ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوا۔ حضورؐ نے (اکرام کے لئے) میری طرف ایک تکیہ رکھ دیا جس میں کھجور کی چھال بھری ہوئی تھی لیکن میں (ادب کی وجہ سے) اس پر نہ بیٹھا اور وہ تکیہ یوں ہی میرے اور حضورؐ کے درمیان پڑا رہا۔[4]

حضرت ام سعد بنت سعد بن ربیعؓ فرماتی ہیں کہ میں حضرت ابو بکر صدیقؓ کی خدمت میں گئی انہوں نے میرے لئے اپنا کپڑا بچھا دیا جس پر میں بیٹھ گئی اتنے میں حضرت عمرؓ بھی اندر آگئے انہوں نے پوچھا (کہ یہ عورت کون ہے جس کا یہ اکرام ہو رہا ہے؟) حضرت ابو بکرؓ نے کہا یہ اس شخص کی بیٹی ہے جو مجھ سے بہتر تھا اور آپ سے بھی۔ حضرت عمرؓ نے پوچھا اے خلیفہ رسول! وہ شخص کون ہے؟ حضرت ابو بکرؓ نے کہا یہ اس آدمی کی بیٹی ہے جس کا حضورؐ کے زمانہ میں انتقال ہو گیا اور انہیں جنت میں ٹھکانہ مل گیا اب پیچھے میں اور آپ رہ گئے ہیں۔[5]

---

[1] اخرجه ابو يعلى قال الهيثمي (ج ٨ ص ١٧٤) وفيه عمران بن خالد الخزاعي وهو ضعيف

[2] اخرجه الطبراني وهذا منقطع كذافي الترغيب (ج ٤ ص ١٤٤)

[3] اخرجه البخاري في الادب (ص ٥٢) اخرجه احمد قال الهيثمي (ج ٨ ص ١٧٤) رجاله رجال الصحيح . اه [4] اخرجه الطبراني كذافي الاصابة (ج ٢ ص ٢٧) قال الهيثمي (ج ٩ ص ٣١٠)

[5] الحاكم الطبراني وفيه اسماعيل بن قيس بن سعد بن زيد و هو ضعيف واخرجه (ج ٣ ص ٦٠٧) وصححه وقال الذهبي بل اسماعيل ضعفوه

حضرت انس بن مالکؓ فرماتے ہیں حضرت سلمان فارسیؓ حضرت عمر بن خطابؓ کے پاس آئے حضرت عمرؓ تکیہ پر ٹیک لگائے ہوئے تھے حضرت سلمانؓ کو دیکھ کر انہوں نے وہ تکیہ حضرت سلمان کیلئے رکھ دیا حضرت سلمانؓ نے کہا اللہ اور اس کے رسولؐ نے سچ فرمایا۔ حضرت عمرؓ نے کہا اے ابو عبداللہ ! اللہ ورسول کا وہ فرمان ذرا ہمیں بھی سنائیں۔ حضرت سلمانؓ نے کہا ایک مرتبہ حضور ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوا آپ ایک تکیہ پر ٹیک لگائے ہوئے تھے آپ نے وہ تکیہ میرے لئے رکھ دیا۔ پھر مجھ سے فرمایا اے سلمانؓ ! جو مسلمان اپنے مسلمان بھائی کے پاس جاتا ہے اور وہ میزبان اس کے اکرام کے لئے تکیہ رکھ دیتا ہے اللہ تعالیٰ اس کی مغفرت ضرور فرمائیں گے۔[1]

حضرت انسؓ فرماتے ہیں حضرت سلمانؓ حضرت عمرؓ کے پاس گئے وہ ایک تکیہ پر ٹیک لگائے ہوئے تھے۔ حضرت عمرؓ نے وہ تکیہ حضرت سلمانؓ کے لئے رکھ دیا پھر کہا اے سلمانؓ! جو مسلمان اپنے مسلمان بھائی کے پاس جاتا ہے اور وہ میزبان اس کے اکرام میں تکیہ رکھ دیتا ہے تو اللہ تعالیٰ اس کی مغفرت ضرور فرماتے ہیں۔[2]

حضرت انس بن مالکؓ فرماتے ہیں کہ حضرت عمرؓ حضرت سلمان فارسیؓ کے پاس گئے۔ حضرت سلمانؓ نے ان کیلئے ایک تکیہ رکھ دیا۔ حضرت عمرؓ نے کہا اے ابو عبداللہؓ! یہ کیا ہے؟ حضرت سلمان فارسیؓ نے کہا میں نے حضور ﷺ کو یہ فرماتے ہوئے سنا ہے جس مسلمان کے پاس اس کا مسلمان بھائی آتا ہے وہ اس کے اکرام و تعظیم کے لئے ایک تکیہ رکھ دیتا ہے تو اللہ تعالیٰ اس کی مغفرت ضرور فرما دیتے ہیں[3]۔ حضرت ابراہیم بن نشیطؒ کہتے ہیں کہ میں حضرت عبداللہ بن حارث بن جزء زبیدیؓ کی خدمت میں گیا ان کے نیچے ایک تکیہ تھا انہوں نے اسے اٹھا کر میری طرف پھینکا اور فرمایا جو آدمی اپنے ہم نشین کا اکرام نہ کرے اس کا حضرت احمد ﷺ اور حضرت ابراہیم علیہ السلام سے کوئی تعلق نہیں ہے۔[4]

مہمان کا اکرام کرنا

حضرت سہل بن سعدؓ فرماتے ہیں حضرت ابو اسید ساعدیؓ نے حضور ﷺ کو اپنی شادی (کے ولیمہ) میں بلایا اور اس دن ان کی بیوی ان مہمانوں کی خدمت کر رہی تھی اور وہ دلہن تھی

---

[1] اخرجه الحاكم (ج ٣ ص ٥٩٩) [2] اخرجه الطبراني ايضا قال الهيثمي (ج ٨ ص ١٧٤) وفيه عمران بن خالد الخزاعي وهو ضعيف. اه وفي اسناد الحاكم ايضا عمران هذا

[3] اخرجه الطبراني في الصغير وفيه عمران بن خالد الخزاعي وهو ضعيف

[4] اخرجه الطبراني كذافي الترغيب (ج ٤ ص ١٤٦) وقال رواه الطبراني موقوفا ورجاله ثقات

ان کی بیوی نے کہا کیا تم لوگوں کو پتہ ہے کہ میں نے حضورؐ کیلئے کیا بھگویا تھا؟ میں نے تانبے یا پتھر کے چھوٹے برتن میں رات کو حضورؐ کے لئے کھجوریں بھگوئی تھیں (تاکہ حضورؐ شربت پی سکیں)۔[۱]

ایک صاحب بیان کرتے ہیں دو آدمی حضرت عبداللہ بن حارث بن جزء زبیدیؓ کے پاس گئے وہ ایک تکیہ پر ٹیک لگائے ہوئے تھے انہوں نے اسے اٹھا کر ان دونوں کے لئے رکھ دیا۔ ان دونوں آدمیوں نے کہا ہم تو یہ نہیں چاہتے ہم تو کچھ سننے آئے تھے تاکہ ہمیں اس سے فائدہ ہو۔ حضرت عبداللہ نے فرمایا جو اپنے مہمان کا اکرام نہیں کرتا اس کا حضرت محمد ﷺ اور حضرت ابراہیمؑ سے کوئی تعلق نہیں۔ خوشحالی اور نیک انجامی ہے اس آدمی کے لئے جو اپنے گھوڑے کی رسی اللہ کے راستہ میں پکڑے ہوئے ہے اور روٹی کے ایک ٹکڑے اور ٹھنڈے پانی پر افطار کر لیتا ہے اور بڑی خرابی ہے ان لوگوں کے لئے جو گائے اور بیل کی طرح (مختلف مزیدار کھانے کھانے کے لئے) اپنی زبان گھماتے ہیں اور اپنے خادم سے کہتے ہیں فلاں چیز اٹھالے اور فلاں چیز رکھ دے اور کھانے میں ایسے لگتے ہیں کہ اللہ کا ذکر بالکل نہیں کرتے۔[۲]

قوم کے بڑے اور محترم آدمی کا اکرام کرنا

حضرت جریر بن عبداللہ بجلیؓ حضور ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوئے حضورؐ ایک گھر میں تھے جو صحابہ کرامؓ سے بھرا ہوا تھا۔ حضرت جریر دروازے پر کھڑے ہو گئے انہیں دیکھ کر حضورؐ نے دائیں بائیں جانب دیکھا آپ کو بیٹھنے کی کوئی جگہ نظر نہ آئی۔ حضورؐ نے اپنی چادر اٹھائی اور اسے لپیٹ کر حضرت جریر کی طرف پھینک دیا اور فرمایا اس پر بیٹھ جاؤ۔ حضرت جریرؓ نے چادر لے کر اپنے سینے سے لگائی اور اسے چوم کر حضورؐ کی خدمت میں واپس کر دیا اور عرض کیا یا رسول اللہ! اللہ آپ کا ایسے اکرام فرمائے جیسے آپ نے میرا اکرام فرمایا۔ حضورؐ نے فرمایا جب تمہارے پاس کسی قوم کا قابل احترام آدمی آئے تو اس کا اکرام کرو۔[۳] حضرت ابو ہریرہؓ فرماتے ہیں کہ حضرت جریر بن عبداللہؓ (حضور ﷺ کی خدمت میں) گھر میں حاضر ہوئے گھر صحابہ کرامؓ سے بھرا ہوا تھا انہیں بیٹھنے کی کوئی جگہ نہ ملی۔ حضورؐ نے اپنی چادر ان کی طرف پھینکی اور فرمایا اس پر بیٹھ جاؤ۔ حضرت جریرؓ نے اسے لیا اور سینہ سے لگا کر اسے چوما اور کہا یا رسول اللہ! اللہ آپ کا ایسے اکرام فرمائے جیسے آپ نے میرا اکرام فرمایا۔ حضورؐ نے فرمایا

---

[۱] اخرجه البخاري في الادب (ص ۱۱۰) [۲] اخرجه ابن جرير عن ابراهيم بن شيبان كذافي الكنز (ج ۵ ص ۶۶) [۳] اخرجه الطبراني في الصغير والاوسط قال الهيثمي (ج ۸ ص ۱۵) وفيه عون بن عمرو القيسي وهو ضعيف . اه

جب تمہارے پاس کسی قوم کا بڑا اور محترم آدمی آئے تو تم اس کا اکرام کرو۔[1]

حضرت ابن عباسؓ فرماتے ہیں کہ حضرت عیینہ بن حصنؓ حضور ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوئے اس وقت حضورؐ کے پاس حضرت ابو بکرؓ اور حضرت عمرؓ بھی تھے اور یہ سب حضرات زمین پر بیٹھے ہوئے تھے۔ حضورؐ نے حضرت عیینہ کے لئے گدا منگوایا اور انہیں اس پر بٹھایا اور فرمایا جب تمہارے پاس کسی قوم کا بڑا اور قابل احترام آدمی آئے تو تم اس کا اکرام کرو۔[2]

حضرت عدی بن حاتمؓ جب نبی کریم ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوئے تو حضورؐ نے ان کے لئے ایک تکیہ رکھ دیا لیکن یہ زمین پر ہی بیٹھے اور عرض کیا میں اس بات کی گواہی دیتا ہوں کہ آپ روئے زمین پر نہ تو برتری چاہتے ہیں اور نہ فساد برپا کرنا چاہتے ہیں اور مسلمان ہو گئے۔ صحابہؓ نے کہا یا نبی اللہ! آج ہم نے (عدی کے لئے) آپ کی طرف سے اکرام کا جو منظر دیکھا ہے یہ کبھی بھی کسی کے لئے نہیں دیکھا۔ حضورؐ نے فرمایا ٹھیک کہتے ہو یہ ایک قوم کا بڑا اور محترم آدمی ہے اور جب کسی قوم کا بڑا اور محترم آدمی تمہارے پاس آئے تو تم اس کا اکرام کرو۔[3]

حضرت ابو راشد عبدالرحمٰنؓ فرماتے ہیں میں اپنی قوم کے سو آدمیوں کے ہمراہ حضور ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوا۔ جب ہم حضورؐ کے قریب پہنچ گئے تو ہم رک گئے اور میرے ساتھیوں نے مجھ سے کہا اے ابو مغویہ! تم آگے بڑھو (اور حالات دیکھو) اگر تمہیں اچھے حالات نظر نہ آئیں تو پھر واپس آ کر بتانا ہم اپنے علاقہ کو لوٹ جائیں گے۔ میں عمر میں ان سب سے چھوٹا تھا۔ میں نے حضورؐ کی خدمت میں حاضر ہو کر (جاہلیت کے طریقے پر سلام کیا اور) کہا اے محمدؐ! انعم صباحاً آپ کی صبح اچھی ہو۔ حضورؐ نے فرمایا مسلمان اس طرح ایک دوسرے کو سلام نہیں کرتے میں نے عرض کیا یا رسول اللہ! مسلمان ایک دوسرے کو کس طرح سلام کرتے ہیں حضورؐ نے فرمایا جب تم کسی مسلمان قوم کے پاس پہنچو تو یوں کہو السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ، میں نے کہا السلام علیک یا رسول اللہ ورحمۃ اللہ وبرکاتہ، حضورؐ نے فرمایا وعلیک السلام ورحمۃ اللہ وبرکاتہ، پھر آپ نے فرمایا تمہارا نام کیا ہے؟ اور تم کون ہو؟ میں نے کہا میں ابو مغویہ عبداللات والعزی ہوں۔ حضورؐ نے فرمایا (یہ کنیت اور نام ٹھیک نہیں ہے) بلکہ تم ابو راشد عبدالرحمٰن ہو۔ حضورؐ نے میرا اکرام فرمایا اور مجھے اپنے پاس بٹھایا اور مجھے اپنی چادر پہنائی اور اپنی جوتی اور لاٹھی مجھے عطا فرمائی پھر میں مسلمان ہو گیا۔ پاس بیٹھے ہوئے چند

---

[1] عند الطبرانی فی الاوسط قال الهیثمی (ج ۸ ص ۱٦) رواه الطبرانی فی الاوسط والبزار باختصار کثیر وفیه من لم اعرفهم . انتهی [2] اخرجه الطبرانی قال الهیثمی (ج ۸ ص ۱٦) رواه من لم اعرفهم [3] اخرجه العسکری وابن عساکر کذافی الکنز (ج ۵ ص ۵۵)

لوگوں نے کہا یا رسول اللہؐ! ہم دیکھ رہے ہیں آپ اس آدمی کا بہت اکرام فرما رہے ہیں حضورؐ نے فرمایا یہ اپنی قوم کا سردار اور عزت والا آدمی ہے (اس لئے میں نے اتنا اکرام کیا ہے) جب تمہارے پاس کسی قوم کا سردار آئے تو تم اس کا اکرام کرو آگے اور حدیث بھی ہے۔[1]

قوم کے سردار کی دل جوئی کرنا

حضرت ابو ذرؓ فرماتے ہیں حضور ﷺ نے مجھ سے فرمایا تم جعیل کو کیسا سمجھتے ہو ؟ میں نے کہا مجھے تو وہ اور لوگوں کی طرح مسکین نظر آتے ہیں۔ پھر حضورؐ نے فرمایا تم فلاں کو کیسا سمجھتے ہو ؟ میں نے کہا وہ تو سردار لوگوں میں سے ایک سردار ہے۔ حضورؐ نے فرمایا اگر ان جیسوں سے ساری زمین بھر جائے تو ایک جعیل ان سب سے بہتر ہے۔ میں نے عرض کیا یا رسول اللہ! فلاں ہے تو ایسا لیکن آپ اس کا بہت اکرام کرتے ہیں۔ حضورؐ نے فرمایا یہ اپنی قوم کا سردار ہے۔ میں دل جوئی کے لئے اس کا اتنا اکرام کرتا ہوں[2] حضرت محمد بن ابراہیم تیمیؒ کہتے ہیں ایک آدمی نے عرض کیا یا رسول اللہ! آپ نے حضرت عیینہ بن حصن اور حضرت اقرع بن حابس کو سو سو (اونٹ) دیئے ہیں اور حضرت جعیل کو آپ نے چھوڑ دیا (انہیں کچھ نہ دیا) حضورؐ نے فرمایا اس ذات کی قسم جس کے قبضہ میں میری جان ہے۔ اگر عیینہ اور اقرع سے ساری زمین بھر جائے تو جعیل بن سراقہ ان سب سے بہتر ہیں لیکن میں ان دونوں کو دلجوئی کر رہا ہوں اور جعیل کو ان کے ایمان کے سپرد کرتا ہوں (کہ اللہ ان کی مدد کریں گے)[3]

حضور ﷺ کے گھر والوں کا اکرام کرنا

حضرت یزید بن حیانؒ کہتے ہیں کہ میں حضرت حصین بن سبرہ اور حضرت عمرو بن مسلم تینوں حضرت زید بن ارقمؓ کی خدمت میں گئے۔ جب ہم ان کے پاس بیٹھ گئے تو حضرت حصین نے ان کی خدمت میں عرض کیا اے حضرت زید! آپ نے بہت زیادہ خیر کی باتیں دیکھی ہیں۔ آپ نے حضور ﷺ کو دیکھا ہے ان کی حدیث کو سنا ہے ان کے ساتھ غزوات

۱۔ اخرجه الدولابي في الكنى (ج ۱ ص ۳۱) واخرجه ابن منده من هذا الوجه مختصر اوا بن السكن كمافي الاصابة (ج ۲ ص ۴۰۹) واخرجه أيضا العقيلي كما في منتخب الكنز (ج ۵ ص ۲۱۶)

۲۔ اخرجه ابو نعيم (ج ۱ ص ۳۵۳) كذافي الكنز (ج ۳ ص ۳۲۰) واخرجه الروياني في مسنده وابن عبدالحكم في فتوح مصر واسناده صحيح واخرجه ابن حبان من وجه آخر عن ابي ذرلكن لم يسم جعيلا واخرجه البخاري من حديث سهل بن سعد فابهم جعيلا واباذر.

۳۔ رواه ابن اسحاق في المغازي وهذا مرسل حسن كذافي الاصابة (ج ۱ ص ۲۳۹) واخرجه ابو نعيم في الحلية (ج ۱ ص ۳۵۳) عن محمد ابراهيم نحوه

میں شریک ہوئے ہیں ان کے پیچھے نمازیں پڑھی ہیں اے حضرت زید! آپ نے بہت زیادہ خیر کی باتیں دیکھی ہیں۔ اے حضرت زید! حضورؐ سے سنی ہوئی کوئی حدیث ہمیں بھی سنادیں۔ حضرت زید نے فرمایا اے میرے بھتیجے! اللہ کی قسم! میری عمر زیادہ ہو گئی ہے اور بڑا عرصہ گزر گیا ہے۔ حضورؐ کی جو باتیں میں نے یاد کی تھیں اور سمجھی تھیں ان میں سے کچھ مجھے بھول گئی ہیں لہٰذا جو حدیث میں تمہیں سناؤں وہ تو تم سن لو اور جو میں تمہیں سنا نہ سکوں اس پر تم مجھے مجبور نہ کرو۔ پھر انہوں نے فرمایا ایک دن حضور ﷺ نے مکہ اور مدینہ کے درمیان خم نامی چشمہ کے پاس ہم لوگوں میں کھڑے ہو کر بیان فرمایا پہلے اللہ کی حمد و ثنا بیان کی پھر وعظ و نصیحت فرمائی پھر فرمایا:

"امابعد اے لوگو! غور سے سنو! میں ایک بشر ہی ہوں عنقریب میرے رب کا قاصد (ملک الموت) مجھے بلانے آئے گا جس پر میں چلا جاؤں گا۔ میں تم میں دو بھاری چیزیں چھوڑ کر جا رہا ہوں، ایک اللہ کی کتاب (یعنی قرآن مجید) ہے اس میں ہدایت اور نور ہے لہٰذا اللہ کی کتاب کو لو اور اسے مضبوطی سے پکڑو پھر آپ نے قرآن کے بارے میں خوب ترغیب دی۔ پھر فرمایا دوسری چیز میرے گھر والے ہیں۔ میں تمہیں اپنے گھر والوں کے بارے میں اللہ سے ڈرنے کی وصیت کرتا ہوں۔ میں تمہیں اپنے گھر والوں کے بارے میں اللہ سے ڈرنے کی وصیت کرتا ہوں۔"

حضرت حصین نے پوچھا اے حضرت زید! حضورؐ کے گھر والے کون ہیں؟ کیا حضورؐ کی بیویاں حضورؐ کے گھر والوں میں سے نہیں ہیں؟ انہوں نے کہا حضورؐ کی بیویاں حضور کے گھر والوں میں سے ہیں۔ لیکن حضورؐ کے اصل گھر والے وہ ہیں جن کو حضورؐ کے بعد زکوٰۃ صدقہ لینا حرام ہے حضرت حصین نے پوچھا وہ کون ہیں؟ حضرت زید نے فرمایا آل علیؓ، آل عقیل، آل جعفر اور آل عباسؓ ہیں۔ حضرت حصین نے پوچھا کیا ان سب کو زکوٰۃ صدقہ لینا حرام ہے؟ انہوں نے فرمایا ہاں [۱]۔ حضرت ابن عمرؓ فرماتے ہیں حضرت ابو بکرؓ نے فرمایا حضرت محمد ﷺ کے گھر والوں کے بارے میں حضورؐ کی نسبت کا خیال رکھو۔ [۲]

ام المومنین حضرت عائشہؓ فرماتی ہیں حضور ﷺ اپنے صحابہؓ کے ساتھ تشریف فرما تھے آپ کے پہلو میں حضرت ابو بکر اور حضرت عمرؓ بیٹھے ہوئے تھے کہ اتنے میں حضرت عباسؓ سامنے سے آئے ان کو دیکھ کر حضرت ابو بکرؓ نے بیٹھنے کی جگہ بنادی۔ چنانچہ وہ حضورؐ کے اور

---

[۱] اخرجه مسلم كذافي رياض الصالحين واخرجه ابن جرير كمافي منتخب الكنز (ج ٥ ص ٩٥)
[۲] اخرجه البخاري كذافي منتخب الكنز (ج ٥ ص ٩٤)

حضرت ابو بکرؓ کے سامنے بیٹھ گئے۔ اس پر حضورؐ نے حضرت ابو بکرؓ سے فرمایا فضیلت والوں کی فضیلت کو فضیلت والے ہی جانتے ہیں۔ پھر حضرت عباسؓ حضورؐ سے بات کرنے لگے تو حضورؐ نے اپنی آواز کو بہت ہی زیادہ پست کر لیا۔ اس پر حضرت ابو بکرؓ نے حضرت عمرؓ سے کہا ایسا معلوم ہوتا ہے کہ حضورؐ کو اچانک سخت بیماری پیش آگئی ہے (جس کی وجہ سے حضورؐ آواز اونچی نہیں کر پا رہے ہیں) میرے دل کو اس بیماری سے سخت پریشانی ہے۔ حضرت عباسؓ حضورؐ کے پاس بیٹھے باتیں کرتے رہے اور جب کام پورا ہو گیا تو وہ واپس چلے گئے۔ پھر حضرت ابو بکرؓ نے حضورؐ سے پوچھا یا رسول اللہ! کیا آپ کو ابھی کوئی بیماری پیش آگئی تھی حضورؐ نے فرمایا نہیں۔ حضرت جبرائیلؑ نے تمہیں حکم دیا ہے کہ تم میرے سامنے اپنی آواز پست کر لیا کرو۔[1]

حضرت ابن عباسؓ فرماتے ہیں حضور ﷺ کی مجلس میں حضرت ابو بکرؓ کے لئے بیٹھنے کی ایک خاص جگہ تھی وہاں سے وہ صرف حضرت عباسؓ کے لئے اٹھا کرتے تھے۔ حضرت عباسؓ کے اس اکرام سے حضورؐ کو بہت خوشی ہوتی تھی۔ ایک دن حضرت عباسؓ سامنے سے آئے انہیں دیکھ کر حضرت ابو بکرؓ اپنی جگہ سے ہٹ گئے۔ حضورؐ نے ان کو فرمایا تمہیں کیا ہوا؟ انہوں نے کہا یا رسول اللہ! آپ کے چچا سامنے سے آرہے ہیں۔ حضورؐ نے حضرت عباسؓ کی طرف دیکھا پھر مسکراتے ہوئے حضرت ابو بکرؓ کی طرف متوجہ ہو کر فرمایا یہ عباسؓ سامنے آرہے ہیں انہوں نے سفید کپڑے پہن رکھے ہیں لیکن ان کی اولاد ان کے بعد کالے کپڑے پہنے گی اور ان کی اولاد میں سے بارہ آدمی بادشاہ بنیں گے۔ جب حضرت عباس پہنچ گئے تو انہوں نے کہا یا رسول اللہ! آپ نے ابو بکرؓ کو کچھ فرمایا ہے؟ حضورؐ نے فرمایا میں نے ان کو خیر کی ہی بات کہی ہے۔ حضرت عباسؓ نے کہا میرے ماں باپ آپ پر قربان ہوں آپ ٹھیک فرما رہے ہیں۔ آپ ہمیشہ خیر ہی کی بات فرمایا کرتے ہیں (لیکن ذرا مجھے بتا دیں کہ آپ نے کیا فرمایا ہے) حضورؐ نے فرمایا میں نے کہا تھا میرے چچا عباسؓ آرہے ہیں انہوں نے سفید کپڑے پہن رکھے ہیں اور ان کی اولاد ان کے بعد سیاہ کپڑے پہنے گی اور ان میں سے بارہ آدمی بادشاہ بنیں گے۔[2]

حضرت جعفر بن محمدؒ کے دادا (جو کہ صحابی ہیں) رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں جب حضور ﷺ مجلس میں تشریف فرما ہوتے تو حضرت ابو بکرؓ حضورؐ کے دائیں طرف، حضرت عمرؓ حضورؐ کے بائیں طرف اور حضرت عثمانؓ حضورؐ کے سامنے بیٹھتے اور حضرت عثمانؓ حضورؐ کی راز

---

۱ ۔ اخرجه ابن عساکر کذافی الکنز (ج ۷ ص ۶۸) ۲ ۔ عندالطبرانی قال الهیثمی (ج ۹ ص ۲۷۰) رواه الطبرانی فی الاوسط والکبیر باختصار وفیه جماعة لم اعرفهم. انتهی واخرجه عساکر عن ابن عباس مختصر اکمالی منتخب الکنز (ج ۵ ص ۲۱۱) وقال لم ارفی فی سنده من تکلم فیه

کی باتیں لکھا کرتے تھے۔ جب حضرت عباس بن عبدالمطلب رضی اللہ عنہ آتے تو حضرت ابو بکرؓ اپنی جگہ سے ہٹ جاتے اور وہاں حضرت عباس بیٹھ جاتے۔[1]

حضرت مطلب بن ربیعہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں ایک مرتبہ حضرت عباس رضی اللہ عنہ حضور ﷺ کی خدمت میں آئے حضرت عباسؓ غصہ میں تھے حضورؐ نے فرمایا کیا بات پیش آئی ؟ انہوں نے کہا یا رسول اللہ ! ہم بنو ہاشم کا اور قریش کا کیا بنے گا ؟ حضورؐ نے پوچھا تمہیں ان کی طرف سے کیا بات پیش آئی ہے ؟ حضرت عباسؓ نے کہا جب وہ آپس میں ایک دوسرے سے ملتے ہیں تو بڑی بشاشت سے کھل کر ملتے ہیں اور ہم سے ملتے وقت ان کی یہ حالت نہیں ہوتی ہے۔ یہ سن کر حضور کو اتنا غصہ آگیا کہ آپ کی دونوں آنکھوں کے درمیان کی رگ پھول گئی۔ جب آپ کا غصہ کم ہوا تو آپ نے فرمایا اس ذات کی قسم جس کے قبضہ میں محمدؐ کی جان ہے ! کسی آدمی کے دل میں اس وقت تک ایمان داخل نہیں ہو سکتا جب تک وہ تم (بنو ہاشم) سے اللہ و رسولؐ کی وجہ سے محبت نہ کرے پھر آپ نے فرمایا ان لوگوں کو کیا ہو گیا ہے کہ مجھے عباسؓ کے بارے میں تکلیف دیتے ہیں آدمی کا چچا اس کے باپ کی مانند ہوتا ہے۔[2] حضرت عباس بن عبدالمطلبؓ فرماتے ہیں میں نے عرض کیا یا رسول اللہ ! یہ قریشی لوگ آپس میں ہنس مکھ اور اچھے چہرے کے ساتھ ملتے ہیں اور ہم سے ایسے اجنبی چہروں کے ساتھ ملتے ہیں کہ جیسے ہم ان کو جانتے نہ ہوں حضور کو یہ سن کر بہت غصہ آگیا اور آپ نے فرمایا اس ذات کی قسم جس کے قبضہ میں محمدؐ کی جان ہے ! آدمی کے دل میں ایمان اسی وقت داخل ہو گا جب وہ تم (بنو ہاشم) سے اللہ و رسولؐ کی وجہ سے محبت کرے گا۔[3] حضرت عصمہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں ایک دن حضرت عباس بن عبدالمطلب رضی اللہ عنہ مسجد میں گئے تو انہیں لوگوں کے چہروں میں ناگواری نظر آئی۔ وہ حضور ﷺ کی خدمت میں گھر واپس گئے اور عرض کیا یا رسول اللہ ! نہ معلوم مجھ سے کیا قصور ہو گیا ہے جب بھی مسجد میں جاتا ہوں مجھے لوگوں کے چہروں میں ناگواری نظر آتی ہے۔ آپ مسجد میں تشریف لائے اور فرمایا اے لوگو ؟ جب تک تم عباسؓ سے محبت نہیں کرو گے اس وقت تک تم مومن نہیں بن سکو گے۔[4]

حضرت ابن مسعودؓ فرماتے ہیں حضور ﷺ نے حضرت عمر بن خطابؓ کو لوگوں سے زکوٰۃ وصول کرنے کیلئے بھیجا ان کی سب سے پہلے حضرت عباس بن عبدالمطلبؓ سے ملاقات ہوئی تو

۱؎ عند ابن عساکر ایضا عن جعفر محمد عن ابیه عن جده رضی اللّٰه عنهم کذافی منتخب الکنز (ج ۵ ص ۲۱۴) ۲؎ اخرجه الحاکم ۳؎ عند الحاکم (ج ۳ ص ۳۳۳)

۴؎ عند الطبرانی قال الهیثمی (ج ۹ ص ۲۶۹) وفیه الفضل بن المختار وهو ضعیف

حضرت عمرؓ نے ان سے کہا اے ابوالفضل! اپنے مال کی زکوٰۃ دے دیں۔ حضرت عباسؓ نے ان سے کہا اگر تو ایسا ہوتا اور انہوں نے حضرت عمرؓ کو سخت باتیں کہہ دیں حضرت عمرؓ نے ان سے کہا اگر اللہ کا ڈر نہ ہوتا اور آپ کا حضورؐ کے ہاں جو مرتبہ ہے، اگر اس کا خیال نہ ہوتا تو میں بھی آپ کی کچھ باتوں کا ویسا ہی جواب دیتا۔ پھر یہ دونوں ایک دوسرے سے جدا ہو گئے۔ حضرت عمرؓ نے اپنا راستہ لیا اور حضرت عباسؓ نے اپنا۔ حضرت عمرؓ چلتے چلتے حضرت علی بن ابی طالبؓ کے پاس پہنچ گئے اور انہیں جا کر ساری بات بتائی حضرت علیؓ نے حضرت عمرؓ کا ہاتھ پکڑا اور (دونوں چل پڑے اور) دونوں حضور ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوئے پھر حضرت عمرؓ نے عرض کیا یا رسول اللہ! آپ نے مجھے لوگوں سے زکوٰۃ وصول کرنے بھیجا میری سب سے پہلے ملاقات آپ کے چچا حضرت عباسؓ سے ہوئی میں نے ان سے کہا۔

اے ابوالفضل! اپنے مال کی زکوٰۃ دے دیں۔ اس پر انہوں نے مجھے ایسا اور ویسا کہا اور خوب ڈانٹا اور مجھے سخت باتیں کہیں میں نے ان سے کہا اگر اللہ کا ڈر نہ ہوتا اور حضورؐ کے ہاں جو آپ کا مرتبہ ہے اس کا خیال نہ ہوتا تو میں بھی آپ کی کچھ باتوں کا ویسا ہی جواب دیتا حضورؐ نے فرمایا تم نے ان کا اکرام کیا ہے اللہ تمہارا اکرام فرمائے کیا تمہیں معلوم نہیں ہے کہ آدمی کا چچا اس کے باپ کی مانند ہوتا ہے عباسؓ سے زکوٰۃ کے بارے میں بات نہ کرو کیونکہ ہم ان سے دو سال کی زکوٰۃ پہلے ہی لے چکے ہیں۔[1]

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں کہ ایک آدمی نے حضرت عباسؓ کے والد (عبدالمطلب) کا تذکرہ کیا اور ان کی والد کی بے عزتی کی۔ اس پر حضرت عباسؓ نے اس آدمی کو تھپڑ مار دیا۔ لوگ جمع ہو گئے اور کچھ لوگوں نے کہا اللہ کی قسم! جیسے حضرت عباسؓ نے اسے تھپڑ مارا ہے ایسے ہی ہم حضرت عباسؓ کو ضرور تھپڑ ماریں گے۔ جب حضورؐ کو اس قصہ کا پتہ چلا تو آپ نے لوگوں میں بیان فرمایا اور لوگوں سے پوچھا تاؤ اللہ کے ہاں لوگوں میں سب سے زیادہ باعزت آدمی کون ہے؟ صحابہؓ نے کہا یا رسول اللہ! آپ ہیں۔ حضورؐ نے فرمایا سنو! عباس مجھ سے ہیں اور میں عباس سے ہوں (ہم دونوں کا آپس میں بہت زیادہ تعلق ہے) ہمارے خاندان کے جو لوگ مر چکے ہیں انہیں برا بھلا مت کہو اس سے ہمارے خاندان کے زندہ لوگوں کو تکلیف ہوتی ہے[2] ابن عساکر نے ایسی ہی حدیث حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کی ہے اس میں یہ مضمون بھی ہے صحابہؓ نے عرض کیا یا رسول اللہ! ہم آپ کے

---

[1] اخرجه ابن عساكر كذافي منتخب الكنز (ج ٥ص ٢١٤) واخرجه ابن سعد (ج ٤ ص ٢٧) عن قتادة مختصرا ،
[2] اخرجه الحاكم(ج ٣ص ٣٢٩) قال الحاكم هذا حديث صحيح الاسناد ولم يخرجاه وقال الذهبي صحيح

غصہ سے اللہ کی پناہ چاہتے ہیں آپ ہمارے لئے اللہ سے استغفار کریں (ہم سے غلطی ہو گئی ہے) چنانچہ حضورؐ نے ان کے لئے اللہ سے استغفار فرمایا۔[1]

حضرت ابن شہابؒ کہتے ہیں حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ اور حضرت عمرؓ کا اپنے اپنے زمانہ خلافت میں یہ دستور تھا کہ جب یہ حضرات سواری پر سوار ہو کر کہیں جا رہے ہوتے اور راستہ میں حضرت عباس رضی اللہ عنہ سے ملاقات ہو جاتی تو یہ حضرات (ان کے اکرام میں) سواری سے نیچے اتر جاتے اور سواری کی لگام پکڑ کر حضرت عباسؓ کے ساتھ پیدل چلتے رہتے اور انہیں ان کے گھر یا ان کی بیٹھک تک پہنچا کر پھر ان سے جدا ہوتے۔[2]

حضرت قاسم بن محمدؒ کہتے ہیں حضرت عثمانؓ نے جو بہت سے نئے قانون بنائے ان میں سے ایک قانون یہ بھی تھا کہ ایک آدمی نے ایک جھگڑے میں حضرت عباس رضی اللہ عنہ کے ساتھ حقارت آمیز معاملہ کیا۔ اس پر حضرت عثمانؓ نے اس کی پٹائی کی۔ کسی نے اس پر اعتراض کیا تو اس سے فرمایا کیا یہ ہو سکتا ہے کہ حضور ﷺ تو اپنے چچا کی تعظیم فرمائیں اور میں ان کی تحقیر کی اجازت دے دوں؟ اس آدمی کی اس گستاخی کو جو اچھا سمجھ رہا ہے وہ بھی حضورؐ کی مخالفت کر رہا ہے۔ چنانچہ حضرت عثمانؓ کے اس نئے قانون کو تمام صحابہؓ نے بہت پسند کیا (حضورؐ کے چچا کے گستاخ کی پٹائی ہو گی)۔[3]

حضرت انس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں ایک مرتبہ حضور ﷺ مسجد میں تشریف فرما تھے اور صحابہ کرامؓ آپ کے چاروں طرف بیٹھے ہوئے تھے کہ اتنے میں حضرت علی رضی اللہ عنہ سامنے سے آئے انہوں نے آکر سلام کیا اور کھڑے ہو کر اپنے بیٹھنے کی جگہ دیکھنے لگے۔ حضورؐ اپنے صحابہؓ کے چہروں کو دیکھنے لگے کہ ان میں سے کون حضرت علیؓ کو جگہ دیتا ہے۔ حضرت ابو بکرؓ حضورؐ کے دائیں جانب بیٹھے ہوئے تھے انہوں نے اپنی جگہ سے ذرا ہٹ کر کہا اے ابو الحسنؓ! یہاں آجاؤ اس پر حضرت علیؓ آگے آئے اور اس جگہ حضورؐ اور حضرت ابو بکرؓ کے درمیان بیٹھ گئے۔ ہمیں ایک دم حضورؐ کے چہرہ انور میں خوشی کے آثار نظر آئے پھر حضورؐ نے حضرت ابو بکرؓ کی طرف متوجہ ہو کر فرمایا فضیلت والے کے مقام کو فضیلت والا ہی جانتا ہے۔[4]

حضرت رباح بن حارثؒ فرماتے ہیں (کوفہ کے محلہ) رحبہ میں ایک جماعت حضرت علیؓ کی خدمت میں آئی اور انہوں نے کہا السلام علیک یا مولانا (اے ہمارے آقا) حضرت علیؓ نے کہا

۱۔ کذافی منتخب الکنز (ج ٥ ص ٢١١) واخرجه ابن سعد (ج ٤ ص ١٢٤) عن ابن عباس نحو رواية ابن عساكر. ٢۔ اخرجه ابن عساكر كذافي الكنز (ج ٧ ص ٦٩)

٣۔ اخرجه سيف وابن عساكر كذافي منتخب الكنز (ج ٥ ص ٢١٣)

٤۔ اخرجه ابن الاعرابي كذافي البداية (ج ٧ ص ٣٥٩)

تم لوگ تو عرب ہو میں تمہارا آقا کیسے بن سکتا ہوں ؟ (عجمی لوگ غلام ہوا کرتے ہیں عرب نہیں) انہوں نے کہا ہم نے غدیر خم کے دن حضور ﷺ کو یہ فرماتے ہوئے سنا ہے کہ میں جس کا آقا اور دوست ہوں یہ (علیؓ) بھی اس کا آقا اور دوست ہے (حضورؐ ہمارے آقا تھے۔ لہذا آپ بھی ہمارے آقا ہوئے)

حضرت رباح کہتے ہیں یہ لوگ چلے گئے تو میں ان کے پیچھے گیا اور میں نے پوچھا کہ یہ لوگ کون ہیں ؟ تو لوگوں نے بتایا کہ یہ انصار کے کچھ لوگ ہیں جن میں حضرت ابو ایوب انصاری بھی ہیں۔ [1]

حضرت بریدہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں حضور ﷺ نے ہمیں ایک لشکر میں بھیجا اور حضرت علیؓ کو ہمارا امیر بنایا۔ جب ہم سفر سے واپس آئے تو حضورؐ نے پوچھا تم نے اپنے امیر کو کیسا پایا؟ تو میں نے یا کسی اور نے حضرت علی کی کوئی شکایت حضورؐ سے کر دی۔ میری عادت اکثر زمین کی طرف دیکھنے کی تھی میں نے سر اٹھایا تو دیکھا کہ حضورؐ کا چہرہ انور (غصہ کی وجہ سے) سرخ ہو چکا ہے اور حضورؐ فرما رہے ہیں میں جس کا دوست ہوں علیؓ بھی اس کے دوست ہیں میں نے عرض کیا آئندہ میں آپ کو کبھی بھی حضرت علیؓ کے بارے میں تکلیف نہیں پہنچاؤں گا۔ [2]

حضرت عمرو بن شاس رضی اللہ عنہ صلح حدیبیہ میں شریک ہوئے تھے وہ فرماتے ہیں حضور ﷺ نے حضرت علیؓ کو گھوڑے سواروں کی ایک جماعت میں یمن بھیجا میں بھی ان کے ساتھ گیا۔ حضرت علیؓ نے سفر میں مجھ سے کچھ اعراض برتا جس سے مجھے دل ہی دل میں ان پر غصہ آگیا جس پر میں نے مدینہ کی مختلف مجلسوں میں حضرت علیؓ کی شکایت کی اور جو ملتا اس سے ان کی شکایت کر دیتا ایک دن میں سامنے سے آیا حضورؐ مسجد میں تشریف فرما تھے جب آپ نے مجھے دیکھا کہ میں آپ کی آنکھوں کی طرف دیکھ رہا ہوں تو آپ مجھے دیکھتے رہے یہاں تک میں آپ کے پاس آکر بیٹھ گیا۔ پھر آپ نے فرمایا اے عمرو! غور سے سنو! اللہ کی قسم تم نے مجھے اذیت پہنچائی ہے میں نے کہا انا للّٰہ وانا الیہ راجعون میں اس بات سے اللہ اور اسلام کی پناہ چاہتا ہوں کہ میں اللہ کے رسول کو اذیت پہنچاؤں۔ آپ نے فرمایا جس نے علیؓ کو اذیت پہنچائی اس نے مجھ اذیت پہنچائی۔ [3]

۱۔ اخرجه احمد والطبرانی قال الهیثمی (ج ۹ ص ۱۰٤) رجال احمد ثقات

۲۔ اخرجه البزا رقال الهیثمی (ج ۹ ص ۱۰۸) رواه البزار ورجاله رجال الصحیح ۔ اه

۳۔ اخرجه ابن اسحاق وقد رواه الا مام احمد عن عمرو بن شاس فذکره کذافی البدایة (ج ۷ ص ۳٤٦) قال الهیثمی (ج ۹ ص ۱۲۹) رواه احمد والطبرانی باختصار والبزار اخصر منه ورجال احمد ثقات ۔ انتهی ۔

حضرت سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں میں مسجد میں بیٹھا ہوا تھا میرے ساتھ دو آدمی اور تھے ہم سب نے حضرت علی رضی اللہ عنہ کے بارے میں نازیبا بات کہہ دی۔ اتنے میں سامنے سے حضور ﷺ تشریف لائے۔آپ کے چہرہ انور پر صاف غصہ نظر آرہا تھا۔میں حضورؐ کے غصہ سے اللہ کی پناہ چاہنے لگ گیا۔حضورؐ نے فرمایا تم لوگوں کو کیا ہوا ہے کہ مجھے تکلیف پہنچاتے ہو جس نے علیؓ کو تکلیف پہنچائی اس نے مجھے تکلیف پہنچائی۔[1]

حضرت عروہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں ایک آدمی نے حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی موجودگی میں حضرت علیؓ کی برائی کا تذکرہ کیا حضرت عمرؓ نے (حضور ﷺ کی قبر کی طرف اشارہ کرتے ہوئے) کہا تم اس قبر والے کو جانتے ہو۔یہ حضرت محمد بن عبداللہ بن عبدالمطلب ہیں اور وہ علی بن ابی طالب بن عبدالمطلب ہیں (حضرت علیؓ حضورؐ کے چچازاد بھائی ہیں) ہمیشہ حضرت علیؓ کا تذکرہ خیر کے ساتھ کیا کرو کیونکہ اگر تم ان کو تکلیف پہنچاؤ گے تو اس ذات اقدس کو قبر میں تکلیف پہنچاؤ گے۔[2]

حضرت ابو بکر بن خالد بن عرفطہؒ کہتے ہیں میں حضرت سعد بن مالک رضی اللہ عنہ کی خدمت میں حاضر ہوا اور میں نے ان سے پوچھا کہ مجھے یہ خبر ملی ہے کہ آپ لوگوں کو کوفہ میں حضرت علیؓ کو برا بھلا کہنے پر مجبور کیا جاتا ہے تو کیا آپ نے ان کو کبھی برا بھلا کہا ہے؟ حضرت سعد نے فرمایا اللہ کی پناہ! اس ذات کی قسم جس کے قبضہ میں سعدؓ کی جان ہے! میں نے حضور ﷺ سے حضرت علی رضی اللہ عنہ کی شان کے بارے میں کچھ ایسے فضائل سنے ہیں کہ اگر میرے سر کی مانگ پر آرہ بھی رکھ دیا جائے تو بھی میں حضرت علیؓ کو برا بھلا نہیں کہوں گا۔[3]

حضرت عامر بن سعد بن ابی وقاصؒ کہتے ہیں مجھے میرے والد حضرت سعد رضی اللہ عنہ نے یہ قصہ سنایا کہ حضرت معاویہ بن ابی سفیان رضی اللہ عنہ نے مجھے حکم دیا اور یوں کہا آپ ابو تراب (حضرت علیؓ) کو برا بھلا کیوں نہیں کہتے؟ میں نے کہا حضور ﷺ نے حضرت علیؓ کے بارے میں تین ایسی باتیں ارشاد فرمائی ہیں کہ اگر مجھے ان میں سے ایک بات بھی مل جاتی تو مجھے سرخ اونٹوں سے زیادہ محبوب ہوتی اور تین باتیں مجھے جب تک یاد ہیں میں ان کو برا بھلا نہیں کہہ سکتا۔ ایک غزوہ میں (یعنی غزوہ تبوک میں) جاتے ہوئے حضورؐ نے حضرت علیؓ کو مدینہ میں اپنی جگہ پیچھے چھوڑنا چاہا تو حضرت علیؓ نے حضورؐ کی خدمت میں عرض کیا یا رسول اللہ!

۱۔ اخرجه ابو یعلی كذافی البداية (ج ۷ ص ۳۴۷) قال الهيثمی (ج ۹ ص ۱۲۹) رواه ابو يعلی والبزار باختصار ورجال ابی يعلی رجال الصحيح غير محمود بن خداش وقنان وهما ثقتان انتهى

۲۔ اخرجه ابن عساكر كذافی المنتخب (ج ۵ ص ۴۶)

۳۔ اخرجه ابو يعلی قال الهيثمی (ج ۹ ص ۱۳۰) اسناده حسن

کیا آپ مجھ عورتوں اور بچوں کے ساتھ پیچھے چھوڑ کر جا رہے ہیں؟ حضورؐ نے فرمایا کیا تم اس بات پر راضی نہیں ہو کہ تم میرے لئے ایسے ہو جاؤ جیسے حضرت ہارونؑ حضرت موسیٰؑ کے لئے تھے ہاں اتنی بات ہے کہ میرے بعد کوئی نبی نہیں ہوگا اور غزوہ خیبر میں میں نے حضور ﷺ کو یہ فرماتے ہوئے سنا کہ آج میں جھنڈا اس آدمی کو دوں گا جو اللہ اور اس کے رسول ﷺ سے محبت کرتا ہے اور اللہ اور اسکے رسول ﷺ اس سے محبت کرتے ہیں یہ فضیلت سن کر مجھے بہت شوق ہوا کہ یہ جھنڈا مجھے مل جائے اور اس شوق میں بار بار اپنا سر اٹھاتا (کہ شاید اب حضور ﷺ مجھے بلا کر جھنڈا دیں) لیکن حضور ﷺ نے فرمایا علیؓ کو بلا کر میرے پاس لاؤ۔ حضرت علیؓ آئے تو ان کی آنکھیں دکھ رہی تھیں آپؐ نے ان کی آنکھوں پر لعاب مبارک لگایا اور پھر جھنڈا انہیں دیا اور اللہ تعالیٰ نے ان کے ہاتھوں مسلمانوں کو فتح نصیب فرمائی اور جب یہ آیت نازل ہوئی فَقُلْ تَعَالَوْا نَدْعُ اَبْنَآءَنَا وَاَبْنَآءَكُمْ وَنِسَآءَنَا وَنِسَآءَكُمْ وَاَنْفُسَنَا وَاَنْفُسَكُمْ (سورت آل عمران آیت ۶۱)

ترجمہ "تو آپ فرما دیجئے کہ آجاؤ ہم (اور تم) بلالیں اپنے بیٹوں کو اور تمہارے بیٹوں کو اپنی عورتوں کو اور تمہاری عورتوں کو اور خود اپنے تنوں کو اور تمہارے تنوں کو پھر (ہم سب مل کر) خوب دل سے دعا کریں اس طور پر کہ اللہ کی لعنت بھیجیں ان پر جو (اس بحث میں) ناحق پر ہوں" اس پر حضورؐ نے حضرت علیؓ، حضرت فاطمہ، حضرت حسین رضی اللہ عنہم کو بلایا اور فرمایا اے اللہ! یہ میرے گھر والے ہیں۔ [1]

حضرت ابو نجیحؒ کہتے ہیں جب حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ حج کو آئے تو انہوں نے حضرت سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ کا ہاتھ پکڑ کر کہا اے ابو اسحاق! غزوات کی مشغولی کی وجہ سے کئی سالوں سے ہم لوگ حج نہ کر سکے جس کی وجہ سے ہم حج کی بہت سی سنتیں بھولتے جا رہے ہیں لہذا آپ طواف کریں ہم بھی آپ کے ساتھ طواف کریں گے۔ طواف کے بعد حضرت معاویہ ان کو اپنے ساتھ دار الندوہ لے گئے اور انہیں اپنے ساتھ اپنے تخت پر بٹھایا پھر حضرت علیؓ کا تذکرہ شروع کر دیا اور حضرت علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ کے بارے میں نامناسب کلمات کہنے لگے۔ حضرت سعدؓ نے فرمایا آپ نے مجھے اپنے گھر میں لا کر اپنے تخت پر بٹھایا پھر آپ حضرت علیؓ کو برا بھلا کہنے لگ گئے ہیں اللہ کی قسم! حضرت علیؓ میں تین ایسی باتیں پائی جاتی ہیں کہ اگر ان میں سے ایک بھی مجھے مل جائے تو یہ مجھے ساری دنیا کے مل جانے سے بھی زیادہ محبوب ہے۔ پہلی بات یہ ہے۔

۱؎ اخرجه احمد ومسلم والترمذی

کہ غزوہ تبوک میں جاتے ہوئے حضور ﷺ نے حضرت علیؓ کو فرمایا تھا تم میرے لئے ایسے ہو جیسے حضرت ہارون حضرت موسیٰ کے لئے تھے ہاں اتنی بات ضرور ہے کہ میرے بعد کوئی نبی نہیں ہوگا اگر حضورؐ مجھے یہ فرما دیتے تو یہ مجھے ساری دنیا کے مل جانے سے بھی زیادہ محبوب ہوتا۔ دوسری بات یہ ہے کہ جنگ خیبر کے دن حضورؐ نے حضرت علیؓ کے بارے میں فرمایا میں آج جھنڈا ایسے آدمی کو دوں گا جو اللہ اور اس کے رسولؐ سے محبت کرتا ہے اور اللہ اور اس کے رسول اس سے محبت کرتے ہیں اللہ اس کے ہاتھوں فتح نصیب فرمائیں گے اور وہ میدان سے بھاگنے والا آدمی نہیں اگر حضورؐ میرے بارے میں یہ کلمات فرما دیتے تو یہ مجھے ساری دنیا کے مل جانے سے زیادہ محبوب ہوتا۔ تیسری ان کی بیٹی سے میری شادی ہوتی اور حضرت علیؓ کی طرح میرے ان کے بیٹے ہوتے تو یہ مجھے ساری دنیا کے مل جانے سے زیادہ محبوب ہوتا میں آج کے بعد کبھی تمہارے گھر نہیں آؤں گا۔ یہ فرما کر حضرت سعدؓ نے اپنی چادر جھاڑی اور باہر تشریف لے گئے۔[1]

حضرت ابو عبداللہ جدلیؒ کہتے ہیں میں حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا کی خدمت میں حاضر ہوا تو انہوں نے مجھ سے فرمایا کیا تم سب کے بیچ میں رسول اللہ ﷺ کو برا بھلا کہا جاتا ہے؟ میں نے کہا اللہ کی پناہ سبحان اللہ یا اس جیسا اور کلمہ میں نے کہا انہوں نے فرمایا میں نے حضورؐ کو فرماتے ہوئے سنا ہے کہ جس نے علیؓ کو برا بھلا کہا اس نے مجھے برا بھلا کہا۔[2]

حضرت ابو عبداللہ جدلیؒ کہتے ہیں مجھ سے حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا نے فرمایا کیا تم سب کے بیچ میں حضور ﷺ کو برا بھلا نہیں کہا جاتا؟ میں نے کہا حضورؐ کو کیسے برا بھلا کہا جا سکتا ہے؟ انہوں نے فرمایا کیا حضرت علیؓ کو اور ان سے محبت کرنے والوں کو برا بھلا کہا جاتا ہے حالانکہ حضورؐ ان سے محبت فرماتے تھے۔[3]

حضرت ابو صادق رحمتہ اللہ علیہ کہتے ہیں حضرت علی رضی اللہ عنہ نے فرمایا جو حضور ﷺ کا خاندان تھا وہی میرا خاندان ہے جو حضورؐ کا دین تھا وہی میرا دین ہے لہذا جو میری بے عزتی کر رہا ہے وہ حقیقت میں حضورؐ کی بے عزتی کر رہا ہے۔[4]

حضرت عبدالرحمٰن بن اصبہانی رحمتہ اللہ علیہ کہتے ہیں حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ ایک

۱؎ عندابی زرعة الدمشقی عن عبداللّٰہ بن ابی نجیح عن ابیه کذافی البدایة (ج ۷ ص ۳۴۰ و ۳۴۱) ۲؎ اخرجه احمد قال الهیثمی (ج ۹ ص ۱۳۰) رجاله رجال الصحیح غیرابی عبداللّٰہ الجدلی وهو ثقة ۳؎ عند الطبرانی وابی یعلیٰ قال الهیثمی رجال الطبرانی رجال الصحیح غیر ابی عبداللّٰہ وهوثقة واخرجه ابن ابی شیبة عن ابی عبداللّٰہ نحوه کمافی المنتخب (ج ۵ ص ۴۶)
۴؎ اخرجه الخطیب فی المتفق وابن عساکر کذافی المنتخب (ج ۵ ص ۴۶)

دن حضور ﷺ کے منبر پر تھے کہ اتنے میں حضرت حسن بن علی رضی اللہ عنہما آئے (یہ ابھی کم عمر بچے تھے) انہوں نے کہا آپ میرے نانے ابا کے منبر سے نیچے اتر آئیں۔ حضرت ابو بکرؓ نے کہا تم ٹھیک کہہ رہے ہو یہ تمہارے نانے ابا کے بیٹھنے کی جگہ ہے اور حضرت ابو بکرؓ نے انہیں اپنی گود میں بٹھا لیا اور رو پڑے حضرت علیؓ نے کہا اللہ کی قسم! یہ بچہ میرے کہنے کی وجہ سے نہیں کہہ رہا (بلکہ یہ اپنی طرف سے کہہ رہا ہے) حضرت ابو بکرؓ نے فرمایا آپ ٹھیک کہہ رہے ہیں اللہ کی قسم! مجھے آپ پر کوئی شبہ نہیں۔[1]

حضرت عروہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں ایک دن حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ منبر پر خطبہ دے رہے تھے کہ اتنے میں حضرت حسن رضی اللہ عنہ آئے اور انہوں نے منبر پر چڑھ کر کہا آپ میرے نانے ابا کے منبر سے نیچے اتر آئیں۔ اس پر حضرت علی رضی اللہ عنہ نے کہا یہ بات ہمارے مشورہ کے بغیر ہوئی ہے۔[2]

حضرت ابو البختری ؒ کہتے ہیں ایک دن حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ منبر پر بیان فرما رہے تھے کہ اتنے میں حضرت حسین بن علیؓ نے کھڑے ہو کر کہا آپ میرے نانے ابا کے منبر سے نیچے اتر آئیں۔ حضرت عمرؓ نے فرمایا بے شک یہ تمہارے نانے ابا کا منبر ہے میرے باپ کا نہیں ہے لیکن ایسا کرنے کو تمہیں کس نے کہا؟ اس پر حضرت علیؓ نے کھڑے ہو کر کہا اسے کسی نے نہیں کہا (پھر حضرت علیؓ نے حضرت حسینؓ کو مخاطب ہو کر فرمایا) اور دھوکہ باز! میں تیری خوب پٹائی کروں گا۔ حضرت عمرؓ نے کہا میرے بھتیجے کو کچھ نہ کہنا۔ یہ ٹھیک کہہ رہا ہے یہ اس کے نانے ابا کا منبر ہے۔[3]

حضرت حسین بن علیؓ فرماتے ہیں میں منبر پر چڑھ کر حضرت عمر بن خطابؓ کے پاس گیا اور میں نے ان سے کہا میرے نانے ابا کے منبر سے نیچے اتر جائیں اور اپنے والد کے منبر پر تشریف لے جائیں۔ حضرت عمرؓ نے کہا میرے باپ کا تو کوئی منبر نہیں یہ کہہ کر حضرت عمرؓ نے مجھے اپنے پاس بٹھا لیا۔ پھر وہ منبر سے اتر کر مجھے اپنے گھر لے گئے اور مجھ سے فرمایا اے میرے بیٹے! تمہیں یہ کس نے سکھایا تھا؟ میں نے کہا کسی نے نہیں۔ انہوں نے فرمایا اگر تم ہمارے پاس آیا جایا کرو تو بہت اچھا ہوگا۔ چنانچہ میں ایک دن ان کے ہاں گیا تو وہ حضرت معاویہؓ سے تنہائی میں بات کر رہے تھے اور میں نے دیکھا کہ حضرت ابن عمرؓ دروازے پر کھڑے ہیں انہیں بھی اجازت نہیں ملی ہے یہ دیکھ کر میں واپس آ گیا اس کے بعد جب ان سے

۱۔ اخرجه ابو نعيم والجابری فی جزئه ۲۔ عند ابن سعد كذا فی الكنز (ج ۳ ص ۱۳۲)
۳۔ اخرجه ابن عساكر قال ابن كثير سنده ضعيف كذا فی الكنز (ج ۷ ص ۱۰۵)

ملاقات ہوئی تو انہوں نے مجھ سے فرمایا اے میرے بیٹے! تم ہمارے پاس آتے کیوں نہیں؟ میں نے کہا میں ایک دن آیا تھا آپ حضرت معاویہؓ سے تنہائی میں بات کر رہے تھے اور آپ کے بیٹے حضرت ابن عمرؓ کو بھی اجازت نہیں ملی تھی تو میں نے دیکھا کہ وہ واپس چلے گئے اس لئے میں بھی واپس آگیا۔ حضرت عمرؓ نے فرمایا نہیں تم عبداللہ بن عمرؓ سے زیادہ اجازت ملنے کے حقدار ہو کیونکہ ہمارے سروں پر جو یہ تاج شرافت آج نظر آرہا ہے یہ سب کچھ اللہ تعالیٰ نے آپ کے گھرانہ کی برکت سے دیا ہے اور پھر میرے سر پر حضرت عمرؓ نے شفقتاً ہاتھ رکھا۔[1]

حضرت عقبہ بن حارثؓ کہتے ہیں حضور ﷺ کی وفات کے چند دن بعد میں عصر کی نماز پڑھ کر حضرت ابو بکرؓ کے ساتھ مسجد سے باہر نکلا۔ حضرت علیؓ حضرت ابو بکرؓ کے ساتھ چل رہے تھے کہ اتنے میں حضرت ابو بکرؓ کا حضرت حسن بن علیؓ کے پاس سے گزر ہوا وہ بچوں کے ساتھ کھیل رہے تھے حضرت ابو بکرؓ نے ان کو اپنے کندھے پر بٹھالیا اور یہ شعر پڑھنے لگے۔

بابی شبیہ بالنبی لیس شبیھا بعلی

اس بچہ پر میرا باپ قربان ہو اس کی شکل و صورت نبی کریم ﷺ سے ملتی جلتی ہے۔ حضرت علیؓ سے نہیں ملتی۔ حضرت علیؓ یہ سن کر ہنس رہے تھے۔[2]

حضرت عمیر بن اسحاقؒ کہتے ہیں میں نے دیکھا کہ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کی حضرت حسین بن علیؓ سے ملاقات ہوئی تو حضرت ابو ھریرہؓ نے ان سے کہا آپ اپنے پیٹ کی اس جگہ سے کپڑا ہٹادیں جس جگہ کا بوسہ لیتے ہوئے میں نے حضور ﷺ کو دیکھا تھا۔ چنانچہ حضرت حسنؓ نے اپنے پیٹ سے کپڑا ہٹایا اور حضرت ابو ہریرہؓ نے ان کے پیٹ کا بوسہ لیا ایک روایت میں یہ ہے کہ حضرت ابو ہریرہؓ نے ان کی ناف کا بوسہ لیا۔[3]

حضرت مقبریؒ کہتے ہیں ہم لوگ حضرت ابو ہریرہؓ کے ساتھ بیٹھے ہوئے تھے کہ اتنے میں حضرت حسن بن علیؓ وہاں سے گزرے۔ انہوں نے سلام کیا لوگوں نے سلام کا جواب دیا۔ حضرت ابو ہریرہؓ ہمارے ساتھ تھے لیکن انہیں حضرت حسنؓ کے گزرنے اور سلام کرنے کا پتہ نہیں چلا۔ کسی نے ان سے کہا یہ سلام حضرت حسن بن علیؓ نے کیا تھا وہ فوراً ان کے پیچھے گئے اور ان سے کہا اے میرے سردار! وعلیک السلام کسی نے ان سے پوچھا آپ انہیں میرے

---

[1] عند ابن سعد وابن راهو يه والخطيب كذافي الكنز (ج ٧ ص ١٠٥) قال في الا صابة (ج ١ ص ٣٣٣) سنده صحيح [2] اخرجه ابن سعد احمد والبخارى والنسائى والحاكم كذافى الكنز (ج ٧ص ١٠٣) [3] قال الهيثمى (ج ٩ ص ١٧٧) رواه احمد والطبرانى الا انه قال فكشف عن بطنه ووضع يده على سرته ورجالهما رجال الصحيح غير عمير بن اسحاق وهو ثقة .اه واخرجه ابن النجار عن عمير كمافي الكنز (ج ٧ ص ١٠٤) وفيه فوضع فمه على سرته

سردار کہہ رہے ہیں۔ حضرت ابو ہریرہؓ نے فرمایا میں اس بات کی گواہی دیتا ہوں کہ حضور ﷺ نے فرمایا تھا کہ یہ سردار ہیں۔[1]

حضرت ابو ہریرؓ کے مرض الوفات میں مروان ان کے پاس آیا اور اس نے کہا جب سے ہم آپ کے ساتھ رہ رہے ہیں اس وقت سے آج تک مجھے آپ کی کسی بات پر غصہ نہیں آیا بس اس بات پر غصہ آیا ہے کہ آپ حضرت حسن اور حضرت حسینؓ سے بہت محبت کرتے ہیں۔ یہ سنتے ہی حضرت ابو ہریرہؓ سمٹ کر بیٹھ گئے اور فرمایا میں اس بات کی گواہی دیتا ہوں کہ ہم لوگ ایک سفر میں حضور ﷺ کے ساتھ گئے راستہ میں ایک جگہ حضورؐ تیزی سے چل کر ان کے پاس پہنچے اور فرمایا میرے بیٹوں کو کیا ہوا؟ حضرت فاطمہؓ نے کہا پیاس کی وجہ سے رو رہے ہیں حضورؐ نے اپنے پیچھے مشکیزہ کی طرف ہاتھ بڑھا کر پانی دیکھا (لیکن اس میں پانی نہیں تھا) اس دن پانی بہت کم تھا لوگوں کو تھوڑا تھوڑا پانی مل رہا تھا۔ لوگ بھی پانی تلاش کر رہے تھے۔ حضورؐ نے اعلان فرمایا کسی کے پاس پانی ہے؟ اس اعلان پر ہر آدمی نے اپنے پیچھے اپنے مشکیزہ کو ہاتھ لگا کر دیکھا کہ اس میں پانی ہے یا نہیں لیکن کسی کو بھی پانی کا ایک قطرہ نہ ملا۔ اس پر حضورؐ نے فرمایا (اے فاطمہؓ) ایک بچہ مجھے دے دو۔ انہوں نے پردے کے نیچے سے حضورؐ کو ایک بچہ دے دیا بچہ دیتے ہوئے حضرت فاطمہؓ کے بازوؤں کی سفیدی مجھے نظر آئی۔ حضورؐ نے اپنی زبان مبارک نکالی تو وہ بچہ اسے چوسنے لگ گیا اور چوستے چوستے چپ ہو گیا اور مجھے اس کے رونے کی آواز سنائی نہیں دے رہی تھی (اس نے رونا چھوڑ دیا تھا) دوسرا بچہ ویسے ہی رو رہا تھا چپ نہیں کر رہا تھا۔ پھر حضورؐ نے فرمایا یہ دوسرا بھی مجھے دے دو۔ حضرت فاطمہؓ نے دوسرا بچہ بھی حضورؐ کو دے دیا۔ حضورؐ نے لے کر اس کے ساتھ بھی ویسے ہی کیا وہ بھی چپ ہو گیا اور مجھے کسی کے رونے کی آواز نہیں آرہی تھی۔ پھر حضورؐ نے فرمایا چلو۔ چنانچہ عورتوں کی وجہ سے ہم ادھر ادھر چلے گئے (تاکہ حضورؐ کی عورتوں کے ساتھ ہمارا اختلاط نہ ہو ہم لوگ وہاں سے چل دیئے اور) راستہ کے درمیانی حصہ میں حضورؐ سے دوبارہ جا ملے۔ جب سے میں نے حضورؐ کا حضرت حسنؓ حضرت حسینؓ کے ساتھ یہ مشفقانہ رویہ دیکھا ہے تو میں ان دونوں سے کیوں نہ محبت کروں۔[2]

---

[1] قال الهیثمی (ج ۹ ص ۱۷۸) رجاله ثقات واخرجه ایضا ابو یعلی وابن عساکر عن سعید المقبری نحوه کما فی الکنز (ج ۷ ص ۱۰۴) واخرجه الحاکم (ج ۳ ص ۱۶۹) وصححه

[2] اخرجه الطبرانی قال الهیثمی (ج ۹ ص ۱۸۱) رواه الطبرانی ورجاله ثقات

علماء کرام، بڑوں اور دینی فضائل والوں کا اکرام کرنا

حضرت عمار بن ابی عمارؒ کہتے ہیں ایک دن حضرت زید بن ثابتؓ سوار ہونے لگے تو حضرت ابن عباسؓ نے ان کی رکاب ہاتھ سے پکڑلی۔ اس پر حضرت زید نے کہا اے رسول ﷺ کے چچا کے بیٹے! آپ ایک طرف ہو جائیں (میری رکاب نہ پکڑیں) حضرت ابن عباسؓ نے عرض کیا ہمیں اسی کا حکم دیا گیا ہے کہ ہم اپنے علماء اور بڑوں کے ساتھ ایسے ہی (اکرام کا معاملہ) کریں۔ حضرت زید نے کہا آپ مجھ ذرا اپنا ہاتھ دکھائیں۔ حضرت ابن عباسؓ نے اپنا ہاتھ نکالا حضرت زید نے اسے چوما اور فرمایا ہمیں اپنے نبیؐ کے گھر والوں کے ساتھ ایسے اکرام کرنے کا حکم دیا گیا ہے۔[1]

حضرت شعبیؒ کہتے ہیں حضرت زید بن ثابتؓ سوار ہونے لگے تو حضرت ابن عباس نے ان کی رکاب پکڑ لی۔ حضرت زید نے فرمایا اے اللہ کے رسولؐ کے چچا کے بیٹے! آپ ایک طرف ہو جائیں۔ حضرت ابن عباسؓ نے کہا نہیں۔ ہم علماء کے ساتھ اور بڑوں کے ساتھ ایسے ہی (اکرام کا معاملہ) کیا کرتے ہیں۔[2] حضرت ابن عباسؓ نے حضرت زید بن ثابتؓ کی رکاب پکڑلی اور یوں کہا ہمیں حکم دیا گیا ہے کہ ہم اپنے تعلیم دینے والوں اور اپنے بڑوں کی رکاب پکڑا کریں۔[3]

حضرت ابو امامہؓ فرماتے ہیں ایک مرتبہ حضور ﷺ حضرت ابو بکر، حضرت عمر اور حضرت ابو عبیدہ بن جراح رضی اللہ عنہم اور صحابہؓ کی ایک جماعت کے ساتھ بیٹھے ہوئے تھے آپ کے پاس ایک پیالہ لایا گیا جس میں پینے کی کوئی چیز تھی۔ حضورؐ نے وہ پیالہ حضرت ابو عبیدہؓ کو دیا حضرت ابو عبیدہؓ نے کہا یا نبی اللہ! آپ کا اس پیالہ پر مجھ سے زیادہ حق ہے۔ حضورؐ نے فرمایا تم پیو کیونکہ برکت ہمارے بڑوں کے ساتھ ہے جو ہمارے چھوٹوں پر شفقت نہ کرے اور ہمارے بڑوں کی تعظیم نہ کرے وہ ہم میں سے نہیں ہے۔[4]

---

[1] اخرجه ابن عساكر كذافي الكنز (ج ۷ ص ۳۷)

[2] عند يعقوب بن سفيان باسناد صحيح كذافي الاصابة (ج ۱ ص ۵۶۱) واخرجه الطبراني عن الشعبي نحوه ورجاله رجال الصحيح غير رزين الرماني وهو ثقة كما قال الهيثمي (ج ۹ ص ۳۴۵) واخرجه ابن سعد (ج ٤ ص ۱۷۵) نحوه واخرجه الحاكم (ج ۳ ص ٤۲۳) عن ابي سلمة نحوه وصححه على شرط مسلم ويعقوب بن سفيان عن الشعبي نحو حديث عمار بن ابي عمار كمافي الاصابة (ج ۲ ص ۳۳۲)

[3] عند ابن النجار كذافي الكنز (ج ۷ ص ۳۸)

[4] اخرجه الطبراني قال الهيثمي (ج ۸ ص ۱۵) وفيه علي بن يزيد الهاني وهو ضعيف.

حضرت رافع بن خدیج اور حضرت سہل بن ابی حثمہؓ فرماتے ہیں حضرت عبداللہ بن سہل اور حضرت محیصہ بن مسعود رضی اللہ عنہما خیبر گئے اور کھجوروں کے ایک باغ میں ایک دوسرے سے الگ ہو گئے۔ کسی نے حضرت عبداللہ بن سہل کو قتل کر دیا تو حضرت عبدالرحمٰن بن سہل حضرت حویصہ بن مسعود اور حضرت محیصہ بن مسعودؓ حضور ﷺ کی خدمت میں آئے اور اپنے مقتول ساتھی کے بارے میں حضور ﷺ سے بات کرنے لگے تو حضرت عبدالرحمٰن نے بات شروع کی یہ ان سب میں چھوٹے تھے۔ اس پر حضورؐ نے فرمایا بڑوں کی بڑائی قائم کرو۔ یحییٰ راوی کہتے ہیں کہ حضور کا مطلب یہ تھا کہ جو عمر میں بڑا ہے وہ بات کرے۔ چنانچہ ان حضرات نے اپنے مقتول ساتھی کے بارے میں یہ بات کی۔ حضورؐ نے فرمایا اگر تم لوگوں کے قبیلے کے پچاس آدمی قسم کھالیں تو تم اپنے مقتول کے قصاص کے حقدار بن سکتے ہو۔ انہوں نے عرض کیا یہ ایسا واقعہ ہے جسے ہم نے دیکھا نہیں (اس لئے ہم قسم نہیں کھا سکتے ہیں) حضورؐ نے فرمایا تو پھر اگر یہود کے پچاس آدمی قسم کھالیں تو ان کے ذمہ قصاص نہیں آئے گا انہوں نے عرض کیا یا رسول اللہ! یہ تو کافر لوگ ہیں (یہ جھوٹی قسم کھالیں گے) اس پر حضورؐ نے (جھگڑا ختم کرانے کے لئے) اپنے پاس سے ان کو دیت یعنی خون بہا دی۔[1]

حضرت وائل بن حجر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں (حضر موت میں) ہماری بڑی سلطنت تھی اور وہاں کے تمام لوگ ہماری بات مانتے تھے ہمیں وہاں حضور ﷺ کے اعلان نبوت کی خبر ملی تو میں یہ سب کچھ چھوڑ کر اللہ اور اس کے رسولؐ کے شوق میں وہاں سے چل پڑا۔ میرے پہنچنے سے پہلے ہی حضورؐ اپنے صحابہؓ کو میرے آنے کی خوشخبری سنا چکے تھے۔ جب میں آپ کی خدمت میں پہنچا تو میں نے آپ کو سلام کیا آپ نے سلام کا جواب دیا اور اپنی چادر بچھا کر مجھے اس پر بٹھایا پھر آپ اپنے منبر پر تشریف لے گئے اور مجھ بھی اپنے ساتھ منبر پر بٹھایا۔ آپ نے دونوں ہاتھ اٹھا کر پہلے اللہ کی حمد و ثناء بیان کی اور تمام نبیوں پر درود بھیجا اتنے میں تمام لوگ آپ کے پاس جمع ہو چکے تھے آپ نے فرمایا اے لوگو! یہ وائل بن حجر تمہارے پاس دور دراز کے علاقے حضر موت سے اپنی خوشی سے آئے ہیں کسی نے ان کو آنے پر مجبور نہیں کیا اور یہ اللہ، اس کے رسول اور اس کے دین کے شوق میں آئے ہیں میں نے کہا (یا رسول اللہ) آپ ٹھیک فرما رہے ہیں[2] حضرت وائل بن حجرؓ فرماتے ہیں میں نبی کریم ﷺ کی خدمت میں پہنچا تو آپ نے (صحابہ کرامؓ سے) فرمایا یہ وائل بن حجر نہ تو تم لوگوں کے شوق میں آئے ہیں اور نہ تم لوگوں سے ڈر کر آئے ہیں بلکہ یہ تو اللہ و رسول کی محبت میں آئے ہیں۔ حضورؐ نے اپنی چادر بچھا کر مجھے

---

[1] اخرجه البخاری

[2] اخرجه البزار قال الهیثمی (ج ۹ ص ۳۷۳) وفیه محمد بن حجر وهو ضعیف

اس پر اپنے پہلو میں اٹھایا اور لوگوں میں بیان فرمایا اور فرمایا ان کے ساتھ نرمی سے پیش آؤ کیونکہ یہ بھی اپنی سلطنت چھوڑ کر نئے نئے آئے ہیں۔ میں نے عرض کیا میرے خاندان والوں نے جو کچھ میرا تھا وہ سب مجھ سے چھین لیا۔ حضورؐ نے فرمایا جتنا انہوں نے لے لیا ہے وہ بھی تمہیں دوں گا اور اس کا دگنا اور بھی دے دوں گا۔ آگے اور بھی حدیث ذکر کی ہے۔[1]

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں جب حضرت سعدؓ کے ہاتھ کا زخم ہرا ہو گیا اور اس میں سے خون بہنے لگا تو حضور ﷺ کھڑے ہو کر ان کے پاس گئے اور انہیں اپنے گلے لگالیا اور ان کے خون کے چھینٹے حضورؐ کے چہرے اور داڑھی پر پڑ رہے تھے جو بھی حضورؐ کو خون سے بچانے کی جتنی کوشش کرتا حضورؐ اتنے ہی حضرت سعدؓ کے قریب ہو جاتے یہاں تک کہ ان کا انتقال ہو گیا۔[2]

انصار کے ایک صاحب بیان کرتے ہیں جب حضرت سعد رضی اللہ عنہ نے قبیلہ بنو قریظہ کے بارے میں اپنا فیصلہ سنا دیا اور واپس آگئے تو ان کا زخم پھٹ گیا (اور اس میں سے خون بہنے لگ گیا) حضور ﷺ کو جب اس کا پتہ چلا تو آپ ان کے پاس تشریف لے گئے اور ان کا سر لے کر اپنی گود میں رکھ لیا۔ حضرت سعدؓ کے جسم کو ایک سفید کپڑے سے ڈھانک دیا گیا۔ لیکن وہ کپڑا اتنا چھوٹا تھا کہ اسے چہرے پر ڈالا گیا تو ان کے دونوں پاؤں کھل گئے۔ حضرت سعدؓ گورے چٹے اور بھاری بھر کم آدمی تھے۔ حضورؐ نے فرمایا اے اللہ! سعدؓ نے تیرے راستے میں خوب جہاد کیا ہے اور تیرے رسول کو سچا مانا ہے اور جو کام ان کے ذمہ لگا تھا وہ کام انہوں نے اچھے طریقے سے پورا کر دیا ہے اس لئے تو ان کی روح کو اپنے دربار میں اس طرح قبول فرما جس طرح تو بہترین سے بہترین روح کو قبول فرماتا ہے۔ جب حضرت سعدؓ نے حضورؐ کی یہ دعا سنی تو آنکھیں کھول کر کہا السلام علیک یا رسول اللہ! غور سے سنیے! میں اس بات کی گواہی دیتا ہوں کہ آپ اللہ کے رسول ہیں۔ جب حضرت سعدؓ کے گھر والوں نے دیکھا کہ حضورؐ نے حضرت سعدؓ کے سر کو اپنی گود میں رکھ لیا ہے تو وہ گھبرا گئے تو کسی نے آکر حضورؐ کو بتایا کہ حضرت سعد کے گھر والوں نے جب یہ دیکھا کہ آپ نے ان کا سر اپنی گود میں رکھ لیا ہے تو وہ گھبرا گئے ہیں۔ حضورؐ نے فرمایا (اب یہ تو دنیا سے جانے والے ہیں اور) اس وقت تم اس گھر میں جتنے ہو اتنے فرشتوں نے اللہ تعالیٰ سے سعد کی وفات پر حاضر ہونے کی اجازت مانگی ہے

---

[1] عند الطبرانی قال الهيثمی (ج ۹ ص ۳۷٤) رواه الطبرانی من طريق ميمونه بنت حجر بن عبدالجبار عن عمتها ام يحيیٰ بن عبدالجبار ولم اعر فهما وبقية رجاله ثقات . انتهى

[2] اخرجه ابن سعد (ج ۳ ص ٤٢٦)

راوی کہتے ہیں حضرت سعدؓ کی والدہ رو رو کر یہ شعر پڑھنے لگیں۔

ویل امك سعدًا حزامة وجدًا

اے سعد! تیری ماں کے لئے ہلاکت ہو تو تو ایسا تھا کہ ہر کام پوری احتیاط سے اچھی طرح کیا کرتا تھا اور پوری محنت کرتا تھا۔ کسی نے ان کی والدہ سے کہا کیا آپ حضرت سعدؓ کا مرثیہ کہہ رہی ہیں؟

حضورؐ نے فرمایا اسے چھوڑو یہ سچے شعر کہہ رہی ہیں دوسرے لوگ جھوٹے شعر کہتے ہیں۔

حضرت خارجہ بن زید رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں ایک مرتبہ حضرت عمرؓ کے لئے رات کا کھانا رکھا گیا تاکہ آپ لوگوں کے ساتھ کھانا کھالیں۔ آپ باہر تشریف لائے اور حضرت معیقیب بن ابی فاطمہ دوسیؓ کو حضور ﷺ کی صحبت حاصل تھی وہ حبشہ ہجرت کر کے گئے تھے۔ ان سے حضرت عمرؓ نے فرمایا قریب آکر یہاں بیٹھ جاؤ۔ اللہ کی قسم! اگر تمہارے علاوہ کسی اور کو کوڑھ کی یہ بیماری ہوتی تو وہ مجھ سے ایک نیزے کی مقدار دور بیٹھتا اس سے قریب نہ بیٹھتا۔[1]

حضرت خارجہ بن زیدؓ فرماتے ہیں حضرت عمر بن خطابؓ نے لوگوں کو دوپہر کے کھانے کے لئے بلایا۔ لوگ ڈر گئے لوگوں میں حضرت معیقیبؓ بھی تھے انہیں کوڑھ کی بیماری تھی انہوں نے بھی لوگوں کے ساتھ کھانا شروع کیا تو حضرت عمرؓ نے ان سے فرمایا تم اپنے سامنے اور اپنے قریب سے کھاؤ اگر تمہارے علاوہ کوئی اور ہوتا تو وہ میرے ساتھ اس پیالہ میں نہ کھاتا بلکہ میرے اور اس کے درمیان ایک نیزے کا فاصلہ ہوتا۔[2]

حضرت عبدالواحد بن ابی عون دوسیؒ کہتے ہیں حضرت طفیل بن عمروؓ قبیلہ بنی دوس سے واپس حضور ﷺ کی خدمت میں گئے اور پھر حضورؐ کی وفات تک مدینہ میں حضورؐ کے ساتھ رہے (حضورؐ کی وفات پر) جب عرب کے لوگ مرتد ہو گئے تو وہ مسلمانوں کے ساتھ گئے اور مرتدین کے ساتھ خوب جہاد کیا۔ طلیحہ اور سارے علاقہ نجد کے مرتدین سے فارغ ہو کر یہ حضرات یمامہ چلے گئے ان کے ساتھ ان کے بیٹے حضرت عمرو بن طفیل بھی تھے۔ خود حضرت طفیل جنگ یمامہ میں شہید ہو گئے اور ان کے بیٹے حضرت عمرو زخمی ہو گئے اور ان کا ایک ہاتھ کٹ گیا ایک مرتبہ یہ حضرت عمروؓ حضرت عمرؓ کے پاس بیٹھے ہوئے تھے کہ اتنے میں کھانا لایا گیا حضرت عمرو ایک طرف کو ہو گئے۔ حضرت عمرؓ نے ان سے فرمایا کیا بات ہے؟ شاید تم اپنے کٹے ہوئے (زخمی) ہاتھ کی وجہ سے ایک طرف ہو گئے۔ انہوں نے کہا جی ہاں۔ حضرت عمرؓ نے فرمایا نہیں اللہ کی قسم! میں اس وقت تک اس کھانے کو نہیں چکھوں گا جب تک تم اپنے ہاتھ سے

---

[1] اخرجه ابن سعد (ج ٤ ص ٨٧)　[2] عنده ایضا من وجه آخر

کھانے کو آپس میں نہیں ملاؤ گے کیونکہ اللہ کی قسم! اس وقت یہاں جتنے لوگ ہیں ان میں سے ایک بھی تمہارے علاوہ ایسا نہیں ہے جس کے جسم کا کچھ حصہ جنت میں ہو (ایسے تو صرف تم ہی ہو) پھر حضرت عمرو مسلمانوں کے ساتھ جنگ یرموک میں گئے اور وہاں شہید ہو گئے۔[1]

حضرت حسنؒ کہتے ہیں حضرت عمر بن خطابؓ نے حضرت ابو موسیٰ اشعریؓ کو خط لکھا کہ مجھے پتہ چلا ہے کہ تم لوگوں کے سارے مجمع کو ایک دم اجازت دے دیتے ہو (ایسے نہ کرو بلکہ) جب تمہیں میرا یہ خط مل جائے تو پھر تم یہ ترتیب بناؤ کہ پہلے فضیلت و شرافت والے چیدہ چیدہ لوگوں کو اجازت دو جب یہ لوگ بیٹھ جایا کریں پھر عام لوگوں کو اجازت دو۔[2]

بڑوں کو سردار بنانا

حضرت حکیم بن قیس بن عاصمؒ کہتے ہیں کہ ان کے والد حضرت قیس بن عاصمؓ نے انتقال کے وقت اپنے بیٹوں کو یہ وصیت فرمائی۔

"اللہ سے ڈرتے رہنا اور اپنے بڑے کو سردار بنانا کیونکہ جب کوئی قوم اپنے بڑے کو سردار بناتی ہے تو وہ اپنے آباؤ اجداد کی ٹھیک طرح جانشین بنتی ہے اور جب وہ اپنے سب سے چھوٹے کو سردار بناتی ہے تو اس سے ان کا درجہ برابر والوں کی نگاہ میں کم ہو جاتا ہے۔ اپنے پاس مال رکھو اور اسے حاصل کرو کیونکہ مال سے کریم اور سخت آدمی کو شرافت ملتی ہے اور اسی کے ذریعہ سے انسان کمینے اور کنجوس آدمی کا ضرورت مند نہیں رہتا اور لوگوں سے کچھ نہ مانگنا کیونکہ یہ انسان کے لئے کمائی کا سب سے ادنیٰ اور گھٹیا ذریعہ ہے (جسے سخت مجبوری میں ہی اختیار کرنا چاہئے) جب میں مر جاؤں تو مجھ پر نوحہ نہ کرنا کیونکہ حضور ﷺ پر کسی نے نوحہ نہیں کیا تھا اور جب میں مر جاؤں تو مجھے کسی ایسی جگہ دفن کرنا جس کا قبیلہ بکر بن وائل کو پتہ نہ چل سکے (تاکہ وہ میری قبر کے ساتھ کوئی نامناسب حرکت نہ کر سکیں) کیونکہ میں زمانہ جاہلیت میں ان کو غافل دیکھ کر ان پر چھاپے مارا کرتا تھا"[3]

رائے اور عمل میں اختلاف کے باوجود ایک دوسرے کا اکرام کرنا

حضرت یحییٰ بن سعیدؒ اپنے چچا سے نقل کرتے ہیں کہ ان کے چچا فرماتے ہیں کہ جب ہم

۱؎ اخرجه ابن سعد و ابن عساكر كذافى الكنز (ج ۷ ص ۷۸) ۲؎ اخرجه الدينورى كذافى الكنز (ج ۵ ص ۵۵) ۳؎ اخرجه البخارى فى الادب (ص ۵۴) واخرجه احمد ايضا نحوه كما فى الاصابة (ج ۳ ص ۲۵۳) واخرجه ابن سعد (ج ۷ ص ۲۶) ايضا نحوه

جنگ جمل میں کھڑے ہو گئے اور حضرت علیؓ نے ہماری صفوں کو ترتیب دے دی تو انہوں نے لوگوں میں یہ اعلان کر لیا کہ (چونکہ ہمارے مقابلہ پر مسلمانوں کی ہی ایک جماعت ہے اس لئے) کوئی آدمی نہ تیر چلائے اور نہ نیزہ مارے اور نہ تلوار چلائے اور ان لوگوں سے خود لڑائی شروع نہ کرو اور ان کے ساتھ بہت نرم بات کرو کیونکہ یہ ایسا مقام ہے کہ جو اس میں کامیاب ہو گیا وہ قیامت کے دن بھی کامیاب ہوگا۔ چنانچہ ہم لوگ یوں ہی کھڑے رہے یہاں تک کہ جب دن بلند ہو گیا تو (مقابل لشکر کے) تمام لوگوں نے بلند آواز سے کہا اے حضرت عثمانؓ کے خون کے بدلہ کا مطالبہ کرنے والو! (حملہ کے لئے تیار ہو جاؤ) حضرت محمد حنفیہؒ ہمارے آگے جھنڈا لئے کھڑے تھے تو ان سے حضرت علیؓ نے پکار کر پوچھا اے ابن حنفیہ! یہ لوگ کیا کہہ رہے ہیں؟ انہوں نے ہماری طرف متوجہ ہو کر کہا اے امیر المومنین! (انہوں نے کہا) اے حضرت عثمانؓ کے خون کے بدلہ کا مطالبہ کرنے والو! اس پر حضرت علیؓ نے ہاتھ اٹھا کر یہ دعا مانگی اے اللہ! قاتلین عثمانؓ کو منہ کے بل گرادے۔[1]

حضرت محمد بن عمر بن علی بن ابی طالبؒ کہتے ہیں حضرت علیؓ نے پہلے اہل جمل کو تین دن دعوت دی پھر ان سے جنگ کی جب تیسرا دن ہوا تو حضرت حسن، حضرت حسین اور حضرت عبداللہ بن جعفر رضی اللہ عنہم نے حضرت علیؓ کے پاس آکر کہا انہوں نے ہمیں بہت زیادہ زخمی کر دیا ہے۔ حضرت علیؓ نے کہا اے میرے بھتیجے! مجھے لوگوں کے سارے حالات معلوم ہیں میں ان سے ناواقف نہیں ہوں پھر حضرت علیؓ نے فرمایا پانی ڈال کر لاؤ۔ چنانچہ پانی آیا تو اس سے وضو کر کے حضرت علیؓ نے دو رکعت نماز پڑھی۔ نماز سے فارغ ہو کر انہوں نے ہاتھ اٹھا کر اللہ سے دعا مانگی پھر ان سے فرمایا اگر تم ان لوگوں پر غالب آجاؤ تو بھاگنے والے کا پیچھا نہ کرنا اور کسی زخمی کا کام تمام نہ کرنا اور یہ لوگ میدان جنگ میں جو ہتھیار لائے ہیں ان پر تو قبضہ کر لینا اسکے علاوہ جتنا سامان یا ہتھیار ہیں وہ سب مرنے والے کے ورثاء کے ہیں امام بیہقی فرماتے ہیں یہ حدیث منقطع ہے صحیح یہ ہے کہ حضرت علیؓ نے کچھ نہیں لیا اور کسی مرنے والے کے ہتھیار بھی نہیں لئے۔[2]

حضرت علی بن حسین رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں میں مروان بن حکم کے پاس گیا تو اس نے کہا میں نے آپ کے والد سے زیادہ اچھی طرح غلبہ پانے والا کوئی نہیں دیکھا۔ جنگ جمل کے دن جونہی ہم لوگ شکست کھا کر بھاگے ان کے آدمی نے زور سے اعلان کیا کہ کسی بھاگنے والے کو قتل نہ کیا جائے اور کسی زخمی کا کام تمام نہ کیا جائے۔[3]

---

[1] اخرجه البيهقي (ج ٨ ص ١٨٠)
[2] عند البيهقي ايضا (ج ٨ ص ١٨١)
[3] عند البيهقي ايضا (ج ٨ ص ١٨١)

حضرت عبد خیرؒ کہتے ہیں کسی نے حضرت علیؓ سے اہل جمل (یعنی جو جنگ جمل میں حضرت علیؓ کے مخالف تھے ان) کے بارے میں پوچھا تو حضرت علیؓ نے فرمایا یہ ہمارے بھائی ہیں جنہوں نے ہمارے خلاف بغاوت کی تھی اس لئے ہم نے ان سے جنگ کی تھی اب انہوں نے بغاوت سے توبہ کرلی ہے جسے ہم نے قبول کرلیا ہے۔[1] حضرت محمد بن عمر بن علی بن ابی طالبؒ کہتے ہیں حضرت علیؓ نے جنگ جمل کے دن فرمایا ہم ان مخالفوں پر کلمہ شہادت کی وجہ سے احسان کریں گے (یعنی انہیں قتل نہیں کریں گے) اور جو قتل ہو جائیں گے ان کے سامان اور ہتھیار کا وارث ان کے بیٹوں کو بنائیں گے (ہم نہیں لیں گے)

حضرت ابو البختریؒ کہتے ہیں حضرت علیؓ سے اہل جمل کے بارے میں پوچھا گیا کہ کیا وہ مشرک ہیں؟ تو فرمایا شرک سے تو وہ بھاگ کر آئے ہیں پھر پوچھا کیا وہ منافق ہیں؟ تو فرمایا منافق تو اللہ کا بہت کم ذکر کرتے ہیں (اور یہ لوگ تو اللہ کا بہت ذکر کرتے ہیں اس لئے منافق نہیں ہیں) پھر پوچھا گیا پھر کیا ہیں؟ فرمایا یہ ہمارے بھائی ہیں انہوں نے ہمارے خلاف بغاوت کی تھی۔[2]

حضرت طلحہؓ کے غلام حضرت ابو حبیبہؒ کہتے ہیں جب حضرت علیؓ اہل جمل سے فارغ ہو گئے (اور اس جنگ میں حضرت طلحہؓ حضرت علیؓ کی مخالف جماعت میں تھے اور وہ شہید ہوئے تھے) تو میں حضرت طلحہؓ کے صاحبزادے حضرت عمرانؓ کے ساتھ حضرت علیؓ کی خدمت میں گیا تو انہوں نے حضرت عمرانؓ کو خوب خوش آمدید کہا اور انہیں اپنے قریب بٹھا کر کہا مجھے یقین ہے کہ اللہ تعالیٰ مجھے اور آپ کے والد کو ان لوگوں میں شامل کر دیں گے جن کے بارے میں اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے: وَنَزَعْنَا مَا فِىْ صُدُوْرِهِمْ مِّنْ غِلٍّ اِخْوَانًا عَلٰى سُرُرٍ مُّتَقٰبِلِيْنَ (سورۃ حجر آیت ۴۷)

ترجمہ "اور ان کے دلوں میں جو کینہ تھا ہم وہ سب دور کر دیں گے کہ سب بھائی بھائی کی طرح رہیں گے تختوں پر آمنے سامنے بیٹھا کریں گے" پھر فرمایا اے میرے بھتیجے! فلاں عورت کا کیا حال ہے؟ اور فلاں عورت کا کیا حال ہے؟ ان کے والد (حضرت طلحہؓ) کی اولاد کی ماؤں (یعنی ان کی بیویوں) کے بارے میں پوچھا پھر فرمایا ہم نے ان سالوں میں تمہاری زمین پر اس لئے قبضہ کیئے رکھا تاکہ لوگ تم سے چھین نہ لیں پھر فرمایا اے فلانے! انہیں لے کر ابن قرظہ کے پاس جاؤ اور اسے کہو کہ وہ ان گزشتہ سالوں کی تمام آمدن انہیں دے دے اور ان کی زمین بھی انہیں دے دے۔ ایک کونے میں دو آدمی بیٹھے ہوئے تھے ان میں ایک حارث اعور تھا ان دونوں نے کہا اللہ تعالیٰ (حضرت علیؓ سے) زیادہ بہتر فیصلہ کرنے والے ہیں۔ ہم انہیں قتل کر رہے ہیں اور وہ جنت میں ہمارے بھائی بنیں (یہ کیسے ہو سکتا ہے) اس پر حضرت علیؓ نے

---

[1] عند البيهقي ايضا (ج ٨ ص ١٨٢) [2] اخرجه البيهقي ايضا (ج ٨ ص ١٧٣)

راضی ہو کر) فرمایا تم دونوں یہاں سے اٹھ کر اللہ کی زمین کے سب سے دور والے علاقے میں چلے جاؤ اگر میں اور حضرت طلحہؓ اس آیت کا مصداق نہیں ہیں تو پھر کون ہوگا؟ اے میرے بھتیجے! جب تمہیں کوئی ضرورت ہوا کرے تو تم ہمارے پاس آجایا کرو۔[1]

ابن سعد نے حضرت ربعی بن حراشؒ سے پچھلی حدیث جیسی حدیث نقل کی ہے۔ اس کے آخر میں یہ ہے کہ ان دونوں کی بات سن کر حضرت علیؓ نے زور سے ایک چیخ ماری جس سے سارا محل دہل گیا اور پھر فرمایا جب ہم اس آیت کا مصداق نہیں ہوں گے تو پھر کون ہوگا؟ حضرت ابراہیمؒ کہتے ہیں ابن جرموز نے آکر حضرت علیؓ سے اندر آنے کی اجازت مانگی (ابن جرموز نے جنگ جمل میں حضرت زبیرؓ کو شہید کیا تھا) حضرت علیؓ نے بڑی دیر کے بعد اجازت دی تو اس نے اندر آکر کہا جن لوگوں نے خوب زور شور سے جنگ کی تھی آپ ان کے ساتھ ایسا رویہ اختیار کرتے ہیں! حضرت علیؓ نے فرمایا تیرے منہ میں خاک ہو مجھ یقین ہے کہ میں، حضرت طلحہ اور حضرت زبیرؓ ان لوگوں میں سے ہوں گے جن کے بارے میں اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے وَنَزَعْنَا مَا فِيْ صُدُوْرِهِمْ مِنْ غِلٍّ اِخْوَانًا عَلٰى سُرُرٍ مُّتَقٰبِلِيْنَ[2] حضرت جعفر بن محمد اپنے والد حضرت محمدؒ سے نقل کرتے ہیں کہ حضرت علیؓ نے فرمایا مجھے یقین ہے کہ میں حضرت طلحہ اور حضرت زبیرؓ ان لوگوں میں ہوں گے جن کے بارے میں اللہ نے فرمایا ہے اور پھر پچھلی آیت تلاوت فرمائی :

حضرت عمرو بن غالبؒ کہتے ہیں کہ حضرت عمار بن یاسرؓ نے سنا کہ ایک آدمی ام المومنین حضرت عائشہؓ کے بارے میں نازیبا کلمات کہہ رہا ہے تو اسے ڈانٹ کر فرمایا بکواس بند کرو۔ خدا تجھے خیر سے دور کرے اور گالیاں دینے والے تجھ پر مسلط کرے میں اس بات کی گواہی دیتا ہوں کہ وہ جنت میں بھی حضور ﷺ کی بیوی ہوں گی[3] ترمذی کی حدیث میں یہ ہے کہ حضرت عمار نے فرمایا دفع ہو جا۔ خدا تجھے خیر سے دور کرے، کیا تو حضور ﷺ کی محبوب بیوی کو تکلیف پہنچا رہا ہے؟[4]

حضرت عمرؓ فرماتے ہیں ہماری اماں جان حضرت عائشہؓ نے اپنا ایک موقف اختیار کیا ہے (جو کہ حضرت علیؓ کے خلاف ہے) اور ہمیں معلوم ہے کہ وہ دنیا اور آخرت میں حضور ﷺ کی بیوی ہیں لیکن اللہ تعالیٰ ان کے ذریعہ سے ہمارا امتحان لینا چاہتے ہیں کہ ہم اللہ کی بات مانتے ہیں یا ان کی[5] حضرت ابو وائلؒ فرماتے ہیں جب حضرت علیؓ نے حضرت عمار بن یاسر اور حضرت حسن بن علیؓ کو کوفہ بھیجا تاکہ وہ کوفہ والوں کو (حضرت علیؓ کی مدد کے لیے) تیار

۱۔ اخرجه البيهقى ايضا (ج ٨ ص ١٧٣) واخرجه ابن سعد (ج٣ ص ٢٢٤) عن ابى حبيبة نحوه وعن ربعى بن حراش بمعناه ٢۔ عند ابن سعد ايضا (ج ٣ ص ١١٣) ٣۔ اخرجه ابن عساكر كذافى الكنز (ج ٧ ص ١١٦) و اخرجه ابن سعد (ج ٨ ص ٦٥) ونحوه والترمذى ٤۔ كذافى الاصابة (ج ٤ ص ٣٦٠) ٥۔ عند ابن عساكر وابو يعلى كذافى الكنز (ج ٧ ص ١١٦)

کر کے لے آئیں تو حضرت عمار نے یہ بیان فرمایا کہ میں جانتا ہوں کہ وہ (حضرت عائشہؓ) حضور ﷺ کی دنیا اور آخرت میں بیوی ہیں لیکن اللہ تعالیٰ ان کے ذریعہ سے تمہارا امتحان لینا چاہتے ہیں دیکھنا چاہتے ہیں کہ تم لوگ اللہ کے پیچھے چلتے ہو یا ان کے۔[1]

اپنی رائے کے خلاف بڑوں کے پیچھے چلنے کا حکم

حضرت زید بن وہبؒ کہتے ہیں میں حضرت ابن مسعودؓ کی خدمت میں کتاب اللہ (قرآن مجید) کی ایک آیت پڑھنے گیا۔ انہوں نے مجھے وہ آیت پڑھادی۔ میں نے عرض کیا کہ آپ نے یہ آیت مجھے جس طرح پڑھائی ہے حضرت عمرؓ نے تو مجھے اس کے خلاف اور طرح سے پڑھائی تھی اس پر وہ رونے لگے اور اتنا روئے کہ مجھے ان کے آنسو کنکریوں میں گرتے ہوئے نظر آرہے تھے پھر فرمایا حضرت عمرؓ نے تمہیں جیسے پڑھایا ہے تم ویسے ہی پڑھو کیونکہ اللہ کی قسم! ان کی قرات سَیْلَحِیْن شہر (بغداد کے قریب مشہور شہر تھا) کہ راستہ سے بھی زیادہ واضح ہے۔ حضرت عمرؓ اسلام کا ایک مضبوط قلعہ تھے جس میں اسلام داخل ہوتا تھا اس میں سے نکلتا نہیں تھا اور جب حضرت عمرؓ شہید ہو گئے تو اس قلعہ میں شگاف پڑ گیا ہے اور اسلام اب اس قلعہ سے باہر آرہا ہے اس کے اندر نہیں جارہا ہے۔[2]

اپنے بڑوں کی وجہ سے ناراض ہونا

حضرت شریح بن عبیدؒ کہتے ہیں ایک آدمی نے حضرت ابو الدرداءؓ سے کہا اے قاری لوگو! (اے علماء کی جماعت!) تمہیں کیا ہوا تم ہم سے زیادہ بزدل ہو اور جب تم سے کچھ مانگا جائے تو تم بہت زیادہ کنجوس بن جاتے ہو اور جب تم کھاتے ہو سب سے بڑے لقمے لیتے ہو۔ حضرت ابو الدرداءؓ نے اس سے اعراض فرمالیا اور اسے کوئی جواب نہ دیا۔ حضرت عمرؓ کو اس قصہ کا پتہ چلا تو انہوں نے حضرت ابو الدرداءؓ سے اس کے بارے میں پوچھا تو حضرت ابو الدرداءؓ نے کہا اللہ اسے معاف فرمائے۔ کیا یہ ضروری ہے کہ ہم ان سے جو بات بھی سنیں ہر بات پر ان کی پکڑ کریں؟ جس آدمی نے حضرت ابو الدرداءؓ کو یہ باتیں کہی تھیں حضرت عمرؓ اس کے پاس گئے اور اس کا گریبان پکڑ کر اس کا گلا گھونٹا اور اسے کھینچ کر حضور ﷺ کی خدمت میں لے آئے۔ اس آدمی نے کہا ہم تو محض مشغلہ اور خوش طبعی کر رہے تھے اس پر اللہ تعالیٰ نے اپنے نبیؐ پر یہ آیت وحی میں بھیجی وَلَئِنْ سَأَلْتَهُمْ لَيَقُولُنَّ إِنَّمَا كُنَّا نَخُوضُ وَنَلْعَبُ (سورت توبہ آیت ۶۵)

ترجمہ "اور اگر آپ ان سے پوچھئے تو کہہ دیں گے کہ ہم تو محض مشغلہ اور خوش طبعی کر رہے تھے"[3]

۱۔ اخرجه البيهقي (ج ۸ ص ۱۷۴) قال البيهقي رواه البخاري في الصحيح

۲۔ اخرجه ابن سعد (ج ۳ ص ۳۱۷)   ۳۔ اخرجه ابو نعيم في الحلية (ج ۱ ص ۲۱۰)

حضرت جبیر بن نفیرؒ کہتے ہیں کچھ لوگوں نے حضرت عمر بن خطابؓ سے کہا اے امیر المومنین! ہم نے آپ سے زیادہ انصاف کا فیصلہ کرنے والا اور حق بات کہنے والا اور منافقوں پر آپ سے زیادہ سخت آدمی کوئی نہیں دیکھا لہذا حضور ﷺ کے بعد آپ تمام لوگوں سے زیادہ بہتر ہیں۔ حضرت عوف بن مالکؓ نے کہا تم لوگ غلط کہہ رہے ہو ہم نے وہ آدمی دیکھا ہے جو حضورؐ کے بعد حضرت عمرؓ سے بھی زیادہ بہتر ہے۔ حضرت عمرؓ نے پوچھا اے عوف! وہ کون ہے؟ انہوں نے کہا حضرت ابو بکرؓ حضرت عمرؓ نے فرمایا حضرت عوفؓ ٹھیک کہہ رہے ہیں تم سب غلط کہہ رہے ہو اللہ کی قسم! حضرت ابو بکرؓ مشک سے زیادہ پاکیزہ خوشبو والے تھے اور میں تو اپنے گھر والوں کے اونٹ سے زیادہ بھٹکا ہوا ہوں۔[1]

حضرت حسنؒ کہتے ہیں حضرت عمرؓ نے لوگوں میں اپنے جاسوس چھوڑ رکھے تھے۔ ایک مرتبہ انہوں نے آکر حضرت عمرؓ کو بتایا کہ کچھ لوگ فلاں جگہ جمع ہیں اور وہ آپ کو حضرت ابو بکرؓ سے افضل بتا رہے ہیں۔ حضرت عمرؓ کو بہت غصہ آیا اور آدمی بھیج کر ان سب کو بلایا۔ جب وہ آگئے تو ان سے فرمایا اے بدترین لوگو! اے قبیلے کے شریرو! اے پاکدامن عورت کو بگاڑنے والو! انہوں نے کہا امیر المومنین! آپ ہمیں ایسا کیوں کہہ رہے ہیں؟ ہم سے کیا غلطی ہو گئی ہے؟ حضرت عمرؓ نے تین مرتبہ یوں ہی یہ سخت کلمات کہے پھر فرمایا تم لوگوں نے مجھ میں اور حضرت ابو بکر صدیقؓ میں کیوں فرق ڈالا؟ (اور مجھے ان سے بہتر کیوں بتایا؟) اس ذات کی قسم جس کے قبضہ میں میری جان ہے! میری دلی تمنا ہے کہ مجھے جنت میں ایسی جگہ ملے جہاں سے مجھے حضرت ابو بکرؓ تاحد نگاہ نظر آتے رہیں۔[2] حضرت عمرؓ فرماتے ہیں اس امت کے نبیؐ کے بعد ان میں سب سے افضل حضرت ابو بکر صدیقؓ ہیں لہذا جو بھی میری اس بات کے بعد کوئی اور بات کہے گا وہ بہتان باندھنے والا شمار ہو گا اور اسے بہتان باندھنے والے کی سزا ملے گی۔[3]

حضرت زیاد بن علاقہؒ کہتے ہیں حضرت عمرؓ نے دیکھا کہ ایک آدمی کہہ رہا ہے یہ (یعنی حضرت عمرؓ) ہمارے نبیؐ کے بعد اس امت میں سب سے بہتر ہیں۔ یہ سن کر حضرت عمر اسے کوڑے سے مارنے لگے اور فرمانے لگے یہ منحوس غلط کہہ رہا ہے۔ حضرت ابو بکرؓ مجھ سے، میرے باپ سے، تجھ سے اور تیرے باپ سے بہتر ہیں۔[4]

حضرت ابو زنادؒ کہتے ہیں ایک آدمی نے حضرت علیؓ سے کہا اے امیر المومنین! کیا بات ہے کہ مہاجرین اور انصار نے حضرت ابو بکرؓ کو آگے کر دیا حالانکہ آپ ان سے زیادہ فضائل والے اور ان سے

۱ ۔ اخرجه ابو نعيم في فضائل الصحابة قال ابن كثير اسناده صحيح كذا في منتخب الكنز (ج ٤ ص ٣٥)
۲ ۔ عند اسد بن موسى ۳ ۔ عند اللالكائي
۴ ۔ عند خيثمة في فضائل الصحابة كذا في منتخب الكنز (ج ٤ ص ٣٥٠)

پہلے اسلام لانے والے ہیں اور آپ کو بڑی سبقت حاصل ہے؟ حضرت علیؓ نے فرمایا اگر تو قریش قبیلہ کا ہے تو میرے خیال میں تو قریش قبیلہ کی شاخ عائذہ کا ہے اس نے کہا جی ہاں۔ حضرت علیؓ نے فرمایا اگر مومن اللہ کی پناہ میں نہ ہوتا تو میں تجھے ضرور قتل کر دیتا اور اگر تو زندہ رہا تو تجھے اس طرح ڈراؤں گا کہ تجھے اس سے بچ نکلنے کا راستہ نہیں ملے گا تیرا ناس ہو! حضرت ابو بکرؓ کو چار صفات میں مجھ پر سبقت حاصل ہے۔ ایک یہ کہ انہیں حضورؐ کی زندگی میں امام بنایا گیا۔ دوسری یہ کہ انہوں نے مجھ سے پہلے ہجرت کی اور تیسری یہ کہ ہجرت کے موقع پر وہ حضور ﷺ کے ساتھ غار میں تھے اور چوتھی یہ کہ انہوں نے مجھ سے پہلے اپنے اسلام کو ظاہر فرمایا۔ تیرا ناس ہو! اللہ تعالیٰ نے قرآن میں تمام لوگوں کی مذمت کی ہے اور حضرت ابو بکرؓ کی تعریف بیان کی ہے۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے اِلَّا تَنْصُرُوْهُ فَقَدْ نَصَرَهُ اللّٰهُ (سورہ توبہ آیت ۴۰)

ترجمہ "اگر تم لوگ رسول اللہ ﷺ کی مدد نہ کرو گے تو اللہ تعالیٰ آپ کی مدد اس وقت کر چکا ہے جب کہ آپ کو کافروں نے جلاوطن کر دیا تھا، جب کہ دو آدمیوں میں ایک آپ تھے جس وقت کہ دونوں غار میں تھے جب کہ آپ اپنے ہمراہی سے فرما رہے تھے کہ تم (کچھ) غم نہ کرو یقیناً اللہ تعالیٰ ہمارے ہمراہ ہے۔" [1]

حضرت مغیرہ بن شعبہؓ فرماتے ہیں میں حضرت ابو بکر صدیقؓ کے پاس بیٹھا ہوا تھا کہ اتنے میں ان کی خدمت میں ایک گھوڑا پیش کیا گیا۔ اس پر ایک آدمی نے کہا یہ گھوڑا مجھے سواری کے لئے دے دیں۔ حضرت ابو بکرؓ نے فرمایا میں یہ گھوڑا ایسے لڑکے کو سواری کے لئے دے دوں جسے نا تجربہ کاری کے باوجود گھوڑوں پر سوار کیا گیا ہو یہ مجھے تمہیں دینے سے زیادہ محبوب ہے۔ اس آدمی کو غصہ آگیا اور اس نے کہا میں آپ سے بھی اور آپ کے باپ سے بھی زیادہ عمدہ گھوڑے سوار ہوں۔ جب اس آدمی نے حضور ﷺ کے خلیفہ کی شان میں گستاخی کے یہ کلمات کہے تو مجھے غصہ آگیا اور میں نے کھڑے ہو کر اس کا سر پکڑا اور ناک کے بل اسے گھسیٹا جس سے اس کی ناک سے ایسے خون بہنے لگ گیا۔ جیسے کسی بڑے مشکیزہ کا منہ کھل گیا ہو (چونکہ وہ انصاری تھا اس لئے) انصار نے مجھ سے اس کا بدلہ لینا چاہا۔ حضرت ابو بکرؓ کو جب اس کا پتہ چلا تو فرمایا یہ لوگ یہ سمجھتے ہیں کہ میں انہیں حضرت مغیرہ بن شعبہ سے بدلہ دلواؤں گا میں انہیں ان کے گھروں سے نکال دوں یہ مجھے اس سے زیادہ بہتر معلوم ہوتا ہے کہ میں انہیں ایسے لوگوں سے بدلہ دلواؤں جو اللہ کے لئے اللہ کے بندوں کو برائیوں سے روکتے ہیں۔ [2]

---

[1] اخرجه خيثمه وابن عساكر كذافي منتخب الكنز (ج ٤ ص ٣٥٥) واخرجه العشارى عن ابن عمر بمعناه كما في المنتخب (ج ٤ ص ٤٤٧)

[2] اخرجه الطبراني قال الهيثمي (ج ٩ ص ٣٦١) رواه الطبراني ورجاله رجال الصحيح انتهى

حضرت ابو وائلؒ کہتے ہیں حضرت ابن مسعودؓ نے ایک آدمی کو دیکھا کہ اس نے اپنی لنگی ٹخنے سے نیچے لٹکا رکھی ہے تو اس سے فرمایا اپنی لنگی اوپر کر لو (حضرت ابن مسعود کی لنگی بھی نیچے تھی) اس آدمی نے کہا اے ابن مسعودؓ! آپ بھی اپنی لنگی اوپر کر لیں۔ حضرت عبداللہ (ابن مسعودؓ) نے اس سے فرمایا میں تمہارے جیسا نہیں ہوں میری پنڈلیاں پتلی ہیں اور میں لوگوں کا امام بنتا ہوں (میں لنگی نیچے کر کے لوگوں سے اپنی پنڈلیاں چھپاتا ہوں تاکہ ان کے دل میں مجھ سے نفرت پیدا نہ ہو) کسی طرح سے یہ بات حضرت عمرؓ تک پہنچ گئی تو حضرت عمرؓ اس آدمی کو مارنے لگے اور فرمانے لگے کیا تم ابن مسعودؓ کی بات کا جواب دیتے ہو؟[1]

حضرت علاءؒ اپنے اساتذہ سے یہ قصہ نقل کرتے ہیں کہ ایک مرتبہ حضرت عمرؓ مدینہ میں حضرت ابن مسعودؓ کے گھر پر کھڑے ہوئے اس گھر کی عمارت کو دیکھ رہے تھے۔ ایک قریشی آدمی نے کہا اے امیر المومنین! یہ کام آپ کے علاوہ کوئی اور کرلے گا۔

حضرت عمرؓ نے ایک اینٹ لے کر اسے ماری اور فرمایا کیا تم مجھے حضرت عبداللہ سے متنفر کرنا چاہتے ہو؟[2]

حضرت ابو وائلؒ کہتے ہیں ایک آدمی کا حضرت ام سلمہؓ پر کوئی حق تھا اس نے حضرت ام سلمہؓ کی مخالفت پر قسم کھالی تو حضرت عمرؓ نے اسے ایسے تیس کوڑے لگوائے کہ اس کی کھال پھٹ گئی اور سوج گئی۔[3]

حضرت ام موسیٰؒ فرماتی ہیں حضرت علیؓ کو یہ خبر ملی کہ ابن سبا انہیں حضرت ابو بکر و حضرت عمرؓ سے افضل قرار دیتا ہے تو حضرت علیؓ نے اسے قتل کرنے کا ارادہ کیا تو لوگوں نے ان سے کہا کیا آپ ایسے آدمی کو قتل کرنا چاہتے ہیں جو آپ کی تعظیم کرتا ہے اور آپ کو دوسروں سے افضل قرار دیتا ہے؟ حضرت علیؓ نے فرمایا اچھا اتنی سزا تو ضروری ہے کہ جس شہر میں میں رہتا ہوں وہ اس میں نہیں رہ سکتا۔[4]

حضرت ابراہیمؒ کہتے ہیں حضرت علیؓ کو پتہ چلا کہ عبداللہ بن اسود حضرت ابو بکر اور حضرت عمرؓ کے درجہ کو کم بتاتا ہے تو انہوں نے تلوار منگائی اور اسے قتل کرنے کا ارادہ کر لیا۔ لوگوں نے حضرت علیؓ سے اس کی سفارش کی تو فرمایا جس شہر میں میں رہتا ہوں وہ اس میں نہیں رہ سکتا۔ چنانچہ اسے ملک بدر کر کے ملک شام بھیج دیا۔[5]

---

[1] اخرجه ابن عساكر كذافي الكنز (ج ۷ ص ۵۵)

[2] اخرجه يعقوب بن سفيان وابن عساكر كذافي الكنز (ج ۷ ص ۵۵) [3] اخرجه ابو عبيد في الغريب وسفيان بن عيينه واللالكائي كذافي المنتخب (ج ۵ ص ۱۲۰)

[4] اخرجه ابو نعيم في الحلية (ج ۸ ص ۲۵۳) [5] اخرجه العشاري واللالكائي كذافي المنتخب (ج ٤ ص ٤٤٧)

حضرت کثیرؒ کہتے ہیں کہ ایک آدمی حضرت علیؓ کے پاس آیا اور اس نے کہا آپ تمام انسانوں سے بہتر ہیں حضرت علیؓ نے پوچھا کیا تو نے حضور ﷺ کو دیکھا ہے ؟ اس نے کہا نہیں۔ پھر حضرت علیؓ نے پوچھا کیا تو نے حضرت ابو بکر صدیقؓ کو نہیں دیکھا ؟ اس نے کہا نہیں۔ حضرت علیؓ نے فرمایا اگر تم یہ کہتے ہو کہ میں نے حضور کو دیکھا ہے تو پھر تو میں تمہیں قتل کر دیتا اور اگر تم کہتے کہ میں نے حضرت ابو بکرؓ کو دیکھا ہے تو میں تم پر حد شرعی جاری کر دیتا (کیونکہ تم نے جو کہا ہے یہ بہتان ہے بہتان باندھنے کی سزا دیتا) [1]

حضرت علقمہؒ کہتے ہیں ایک مرتبہ حضرت علیؓ نے ہم لوگوں میں بیان فرمایا پہلے اللہ تعالیٰ کی حمد و ثنا بیان فرمائی پھر فرمایا مجھے یہ خبر ملی ہے کہ کچھ لوگ مجھے حضرت ابو بکر اور حضرت عمرؓ سے افضل قرار دیتے ہیں اگر میں اس کام سے صراحتاً پہلے منع کر چکا ہوتا تو آج میں اس پر ان کو ضرور سزا دیتا کیونکہ میں اسے پسند نہیں کرتا کہ میں نے جس کام سے ابھی روکا نہ ہو اس پر کسی کو سزا دوں لہذا میرے آج کے اس اعلان کے بعد اگر کسی نے ایسی بات کہی تو وہ بہتان باندھنے والا شمار ہوگا اور اسے بہتان باندھنے والے کی سزا ملے گی۔ حضور ﷺ کے بعد لوگوں میں سب سے بہترین حضرت ابو بکرؓ ہیں پھر حضرت عمرؓ ہیں ان کے بعد تو ہم نے کئی نئے کام ایسے شروع کر دیئے ہیں جن کے بارے میں اللہ ہی فیصلہ کرے گا (کہ وہ صحیح ہیں یا غلط)۔ [2]

حضرت سوید بن غفلہؒ کہتے ہیں میں کچھ لوگوں کے پاس سے گزرا جو حضرت ابو بکر اور حضرت عمر رضی اللہ عنہما کا تذکرہ کر رہے تھے اور ان دونوں کے درجے کو گھٹا رہے تھے۔ میں نے حضرت علیؓ کی خدمت میں حاضر ہو کر یہ ساری بات بتائی۔ انہوں نے فرمایا اللہ اس پر لعنت کرے جو اپنے دل میں ان دونوں حضرات کے بارے میں اچھے اور نیک جذبات کے علاوہ کچھ اور رکھے یہ دونوں حضور ﷺ کے بھائی اور ان کے وزیر تھے اور پھر منبر پر تشریف لے جا کر زبردست بیان فرمایا اور اس میں یہ فرمایا :

"لوگوں کو کیا ہو گیا ہے کہ وہ قریش کے دو سرداروں اور مسلمانوں کے دو (معزز و محترم) باپوں کے بارے میں ایسی باتیں کہتے ہیں جن سے میں بیزار اور بری ہوں بلکہ انہوں نے جو غلط باتیں کہی ہیں ان پر سزا دوں گا ؟ اس ذات کی قسم جس نے دانے کو پھاڑا اور جان کو پیدا فرمایا! ان دونوں سے صرف وہی محبت کرے گا جو مومن اور متقی ہوگا اور ان دونوں سے وہی بغض رکھے گا جو بدکار اور خراب ہوگا۔ یہ دونوں حضرات

---

۱ ۔ اخرجه العشاری عن الحسن بن کثیر .

۲ ۔ اخرجه ابن ابی عاصم و ابن شاهین واللالکائی والا صبهانی وابن عساکر

سچائی اور وفاداری کے ساتھ حضور ﷺ کی صحبت میں رہے۔ دونوں حضورؐ کے زمانے میں نیکی کا حکم فرمایا کرتے تھے اور برائی سے روکا کرتے تھے اور سزا دیا کرتے تھے جو کچھ بھی کرتے تھے اس میں حضورؐ کی رائے مبارک کے کچھ بھی خلاف نہیں کیا کرتے تھے اور حضورؐ بھی کسی کی رائے کو ان دونوں حضرات کی رائے جیسا وزنی نہ سمجھتے تھے اور حضورؐ کو ان دونوں سے جتنی محبت تھی اتنی کسی اور سے نہ تھی۔ حضورؐ دنیا سے تشریف لے گئے اور وہ ان دونوں سے بالکل راضی تھے اور (اس زمانے کے تمام لوگ بھی ان سے راضی تھے۔ پھر (حضورؐ کی آخر زندگی میں) حضرت ابو بکرؓ کو نماز کی ذمہ داری دی گئی پھر جب اللہ نے اپنے نبی کو دنیا سے اٹھالیا تو مسلمانوں نے ان پر نماز کی ذمہ داری کو برقرار رکھا بلکہ ان پر زکوٰۃ کی ذمہ داری بھی ڈال دی کیونکہ قرآن میں نماز اور زکوٰۃ کا ذکر ہمیشہ اکٹھا ہی آتا ہے۔ ہو عبد المطلب میں سے میں سب سے پہلے ان کا نام (خلافت کے لئے) پیش کرنے والا تھا۔ انہیں تو خلیفہ بننا سب سے زیادہ ناگوار تھا بلکہ وہ تو چاہتے تھے کہ ہم میں سے کوئی اور ان کی جگہ خلیفہ بن جائے۔ اللہ کی قسم! (حضورؐ کے بعد) جتنے آدمی باقی رہ گئے تھے وہ ان میں سے سب سے بہترین تھے۔ سب سے پہلے اسلام لانے والے تھے۔ حضور ﷺ نے ان کو شفقت اور رحم دلی میں حضرت میکائیلؑ کے ساتھ اور معاف کرنے اور وقار سے چلنے میں حضرت ابراہیمؑ کے ساتھ تشبیہ دی تھی۔ (وہ خلیفہ بن کر) بالکل حضورؐ کی سیرت پر چلتے رہے یہاں تک کہ ان کا انتقال ہو گیا۔ اللہ ان پر رحم فرمائے۔ حضرت ابو بکرؓ نے لوگوں سے مشورہ کر کے اپنے بعد حضرت عمرؓ کو امیر بنایا کچھ لوگ ان کی خلافت پر راضی تھے کچھ راضی نہیں تھے۔ میں ان میں سے تھا جو ان کی خلافت پر راضی تھے لیکن اللہ کی قسم! حضرت عمرؓ نے ایسے عمدہ طریقے سے خلافت کا کام سنبھالا کہ ان کے دنیا سے جانے سے پہلے وہ سب لوگ بھی ان کی خلافت پر راضی ہو چکے تھے جو شروع میں راضی نہیں تھے اور وہ امر خلافت کو بالکل حضورؐ کے اور حضورؐ کے ساتھی یعنی حضرت ابو بکرؓ کے نہج پر لے کر چلے اور وہ ان دونوں حضرات کے نشان قدم پر اس طرح چلے جس طرح اونٹ کا بچہ اپنی ماں کے نشان قدم پر چلتا ہے اور وہ اللہ کی قسم! حضرت ابو بکرؓ کے بعد رہ جانے

والوں میں سب سے بہترین تھے اور بڑے مہربان اور رحم دل تھے ظالم کے خلاف مظلوم کی مدد کیا کرتے تھے پھر اللہ تعالیٰ نے حق کو ان کی زبان پر اس طرح جاری کر دیا تھا کہ ہمیں نظر آتا تھا کہ فرشتہ ان کی زبان پر بول رہا ہے، ان کے اسلام کے ذریعہ اللہ نے اسلام کو عزت عطا فرمائی اور ان کی ہجرت کو دین کے قائم ہونے کا ذریعہ بنایا اور اللہ نے مومنوں کے دل میں ان کی محبت اور منافقوں کے دل میں انکی ہیبت ڈالی ہوئی تھی اور حضور ﷺ نے ان کو دشمنوں کے بارے میں سخت دل اور سخت کلام ہونے میں حضرت جبرائیل علیہ السلام کے ساتھ اور کافروں پر دانت پیسنے اور سخت ناراض ہونے میں حضرت نوحؑ کے ساتھ تشبیہ دی تھی۔ اب بتاؤ تمہیں کون ان دونوں جیسا لا کر دے سکتا ہے؟ ان دونوں کے درجے کو وہی پہنچ سکتا ہے جو ان سے محبت کریگا اور ان کا اتباع کرے گا۔ جو ان دونوں سے محبت کرے گا وہ مجھ سے محبت کرنے والا ہے اور جو ان سے بغض رکھے گا وہ مجھ سے بغض رکھنے والا ہے اور میں اس سے بری ہوں۔ اگر ان دونوں حضرات کے بارے میں میں یہ باتیں پہلے کہہ چکا ہوتا تو میں ان کے خلاف بولنے والوں کو آج سخت سے سخت سزا دیتا۔ لہذا میرے آج کے اس بیان کے بعد جو اس جرم میں پکڑ کر میرے پاس لایا جائے گا اس کو وہ سزا ملے گی جو بہتان باندھنے والے کی سزا ہوتی ہے۔ غور سے سن لو اس امت کے نبی ﷺ کے بعد اس امت میں سب سے بہترین حضرت ابو بکرؓ ہیں پھر حضرت عمرؓ ہیں پھر اللہ ہی جانتے ہیں کہ خیر اور بہتری کہاں ہے۔ میں اپنی یہ بات کہتا ہوں اللہ تعالیٰ میری اور تم سب لوگوں کی مغفرت فرمائے۔"[1]

حضرت ابو اسحاقؒ کہتے ہیں ایک آدمی نے حضرت علی بن ابی طالبؓ سے کہا (نعوذ باللہ من ذلك) حضرت عثمانؓ آگ میں ہیں۔ حضرت علیؓ نے کہا تمہیں اس کا کہاں سے پتہ چلا؟ اس آدمی نے کہا کیونکہ انہوں نے بہت سے نئے کام کیے ہیں حضرت علیؓ نے اس سے پوچھا تمہارا کیا خیال ہے؟ اگر تمہاری کوئی بیٹی ہو تو کیا تم اس کی شادی بغیر مشورے کے کر دو گے؟ اس نے کہا نہیں۔ حضرت علیؓ نے فرمایا حضور ﷺ کی اپنی دو بیٹیوں (کی شادی) کے بارے میں جو رائے تھی کیا اس سے بہتر کوئی رائے ہو سکتی ہے؟ ذرا مجھے یہ بتاؤ کہ حضورؐ جب کسی کام کا ارادہ فرماتے تھے اس کے بارے میں اللہ تعالیٰ سے استخارہ کرتے تھے یا نہیں؟ اس نے کہا کیوں نہیں، حضورؐ استخارہ کرتے تھے۔ حضرت علیؓ نے فرمایا حضورؐ کے استخارہ کرنے پر اللہ

[1] عند خیثمه واللالکائی وابی الحسن البغدادی والشیرازی وابن منده وابن عساکر کذافی منتخب کنز العمال (ج ٤ ص ٤٤٦)

تعالیٰ حضور ﷺ کیلئے خیر اور بہتر صورت کا انتخاب کرتے تھے یا نہیں ؟اس نے کہا کرتے تھے۔ حضرت علیؓ نے فرمایا اچھا یہ بتاؤ کہ حضورؐ نے حضرت عثمانؓ سے اپنی دو بیٹیوں کی جو شادی کی تھی اس میں بھی اللہ تعالیٰ نے ان کے لئے خیر کا انتخاب کیا تھا یا نہیں ؟میں نے تمہاری گردن اڑانے کے بارے میں غور کیا تھا لیکن ابھی اللہ کو یہ منظور نہیں تھا غور سے سنو! اگر تم اس کے علاوہ کچھ کہو گے تو میں تمہاری گردن اڑا دوں گا۔[1]

حضرت سالم کے والد کہتے ہیں مجھے حضور ﷺ کے ایک صحابی ملے جن کی زبان میں کچھ کمزوری تھی جس کی وجہ سے ان کی بات صاف ظاہر نہیں ہوتی تھی انہوں نے (شکایت کے انداز میں) حضرت عثمانؓ کا تذکرہ کیا اس پر حضرت عبداللہؓ نے فرمایا اللہ کی قسم! مجھے تو کچھ سمجھ نہیں آرہا کہ آپ کیا کہہ رہے ہیں ؟اے حضرت محمد ﷺ کے صحابہؓ کی جماعت یہ تو آپ سب جانتے ہیں کہ ہم لوگ حضور ﷺ کے زمانے میں ابو بکرؓ عمرؓ اور عثمانؓ کہا کرتے تھے (یعنی تینوں کا نام اکٹھا لیا کرتے تھے کیونکہ تمام صحابہؓ تینوں کی تعظیم کیا کرتے تھے) اب تو مال ہی مقصود ہو گیا ہے کہ حضرت عثمانؓ اگر اسے مال دے دیں پھر تو حضرت عثمانؓ اسے پسند ہیں۔[2]

حضرت عامر بن سعدؒ کہتے ہیں ایک مرتبہ حضرت سعدؓ پیدل جا رہے تھے کہ ان کا گزر ایک آدمی پر ہوا جو حضرت علی، حضرت طلحہ اور حضرت زبیرؓ کی شان میں نامناسب کلمات کہہ رہا تھا۔ حضرت سعد نے کہا تم ایسے لوگوں کو برا کہہ رہے ہو جنہیں اللہ کی طرف سے بہت فضائل و انعامات مل چکے ہیں۔ اللہ کی قسم! یا تو تم انہیں برا کہنا چھوڑ دو نہیں تو میں تمہارے لئے بد دعا کروں گا اس نے جواب میں کہا یہ تو مجھے ایسے ڈرا رہے ہیں جیسے کہ یہ نبی ہوں۔ حضرت سعد نے یہ بد دعا فرمائی کہ اے اللہ! اگر یہ ان لوگوں کو برا کہہ رہا ہے جنہیں تیری طرف سے بہت سے فضائل و انعامات مل چکے ہیں تو تو اسے عبرتناک سزا دے۔ چنانچہ ایک بختی اونٹنی تیزی سے آئی لوگ اسے دیکھ کر ادھر ادھر ہٹ گئے۔ اس اونٹنی نے اس آدمی کو روند ڈالا (اور اسے مار ڈالا) میں نے دیکھا کہ لوگ حضرت سعد کے پیچھے پیچھے جا رہے تھے اور کہہ رہے تھے اے ابو اسحاق! اللہ نے آپ کی دعا قبول کر لی[3] حضرت مصعب بن سعدؒ کہتے ہیں ایک آدمی نے حضرت علیؓ کو برا کہا تو حضرت سعد بن مالکؓ نے اس کے لئے بد دعا فرمائی۔ چنانچہ ایک اونٹ یا اونٹنی نے آکر اسے مار ڈالا۔ اس پر حضرت سعد نے ایک غلام آزاد کیا اور یہ قسم کھائی کہ آئندہ کسی کے لئے بد دعا نہیں کریں گے۔[4]

۱۔ اخرجه ابن عساكر كذافي المنتخب (ج ٥ ص ١٨) ٢۔ اخرجه ابو نعيم في الحلية (ج ٩ ص ٢٣٥) عن سالم ٣۔ اخرجه الطبراني قال الهيثمي (ج ٩ ص ١٥٤) رجاله رجال الصحيح. ٥١
٤۔ عند الحاكم (ج ٣ ص ٤٩٩)

حضرت قیس بن ابی حازمؒ کہتے ہیں میں مدینہ کے ایک بازار میں چلا جارہا تھا جب میں احجار الزیت مقام پر پہنچا تو میں نے دیکھا کہ بہت سے لوگ جمع ہیں اور ایک آدمی اپنی سواری پر بیٹھا ہوا حضرت علی بن ابی طالبؓ کو برا بھلا کہہ رہا ہے لوگ اس کے چاروں طرف کھڑے ہیں اتنے میں حضرت سعد بن ابی وقاصؓ آکر وہاں کھڑے ہو گئے اور پوچھا کہ یہ کیا ہے ؟ لوگوں نے بتایا کہ ایک آدمی حضرت علی ابن ابی طالبؓ کو برا بھلا کہہ رہا ہے، حضرت سعدؓ آگے بڑھے لوگوں نے انہیں راستہ دیا۔ انہوں نے اس آدمی کے پاس کھڑے ہو کر کہا او فلانے تو کس وجہ سے حضرت علی بن ابی طالبؓ کو برا بھلا کہہ رہا ہے ؟ کیا وہ سب سے پہلے مسلمان نہیں ہوئے؟ کیا انہوں نے سب سے پہلے حضور ﷺ کیساتھ نماز نہیں پڑھی ؟ کیا وہ لوگوں میں سب سے بڑے زاہد اور سب سے بڑے عالم نہیں تھے ؟ ان کے اور بہت سے فضائل ذکر کیئے اور یہ بھی کہا کیا وہ حضورؐ کے داماد نہیں تھے ؟ کیا غزوات میں حضورؐ کا جھنڈا ان کے پاس نہیں ہوتا تھا ؟ پھر قبلہ کی طرف منہ کر کے اپنے ہاتھ اٹھائے اور یہ دعا مانگی اے اللہ ! اگر یہ آدمی تیرے ایک دوست کو برا کہہ رہا ہے تو ان لوگوں کے بکھرنے سے پہلے ان کو اپنی قدرت دکھا۔ چنانچہ ہمارے بکھرنے سے پہلے ہی اللہ کی قدرت ظاہر ہوئی اس کی سواری کے پاؤں زمین میں دھنسنے لگے جس سے وہ سر کے بل ان پتھروں پر زور سے گرا جس سے اس کا سر پھٹ گیا اور اس کا بھیجا باہر نکل آیا اور وہ وہیں مر گیا۔[1]

حضرت رباح بن حارثؒ کہتے ہیں حضرت مغیرہؓ بڑی جامع مسجد میں تشریف فرما تھے اور کوفے والے ان کے دائیں بائیں بیٹھے ہوئے تھے۔ حضرت سعید بن زید نامی ایک صحابی تشریف لائے۔ حضرت مغیرہ نے انہیں سلام کیا اور تخت پر اپنے پیروں کے قریب انہیں بٹھایا اتنے میں کوفہ کا ایک آدمی آیا اور برا بھلا کہنے لگ گیا۔ حضرت سعید نے پوچھا اے مغیرہ ! یہ کسے برا بھلا کہہ رہا ہے ؟ انہوں نے کہا حضرت علی بن ابی طالبؓ کو۔ حضرت سعید نے کہا اے مغیرہ بن شعبہ ! اے مغیرہ بن شعبہ ! کیا میں سن نہیں رہا کہ حضور ﷺ کے صحابہؓ کو آپ کے سامنے برا بھلا کہا جا رہا ہے اور آپ اس پر انکار کر رہے ہیں اور نہ اسے بدلنے کی کوشش کر رہے ہیں ؟ میں گواہی دیتا ہوں کہ یہ بات میرے کانوں نے حضورؐ سے سنی ہے اور میرے دل نے اسے محفوظ کیا ہے اور میں حضورؐ سے غلط بات نقل نہیں کر سکتا کیونکہ میں غلط بات نقل کروں گا تو کل قیامت کے دن جب آپ سے میری ملاقات ہو گی تو حضورؐ مجھ سے اس غلط بات کے

---

۱ ـ عند الحاکم ایضا قال الحاکم (ج ۳ ص ۵۰۰) ووافقه الذهبی هذا الحدیث صحیح علی شرط الشیخین ولم یخرجاه، ۱ھ، و اخرجه ابو نعیم فی الدلائل (ص ۲۰۲) عن ابن طیب نحو السیاق الاول

بارے میں پوچھیں گے ۔ حضورؐ نے فرمایا ہے، ابوبکرؓ جنت میں جائیں گے، طلحہؓ جنت میں جائیں گے، زبیرؓ جنت میں جائیں گے عبدالرحمن بن عوفؓ جنت میں جائیں گے، سعد بن مالکؓ جنت میں جائیں گے اور نویں نمبر پر اسلام لانے والا جنت میں جائے گا اگر میں اس کا نام لینا چاہتا تو لے سکتا تھا اس پر مسجد والوں نے شور مچادیا اور قسم دے کر پوچھنے لگے اے رسول اللہ کے صحابی! وہ نواں آدمی کون ہے ؟ انہوں نے فرمایا تم مجھے اللہ کی قسم دے کر پوچھ رہے ہو اور اللہ بہت بڑے ہیں نواں مسلمان میں ہوں اور حضور ﷺ دسویں ہیں۔ پھر انہوں نے ایک اور قسم کھا کر کہا ایک آدمی کسی موقع پر حضورؐ کے ساتھ رہا ہو جس میں اس کا چہرہ غبار آلود ہوا ہو اور تمہیں حضرت نوحؑ کی عمر مل جائے تو بھی یہ عمل تمہاری زندگی کے تمام اعمال سے زیادہ افضل ہوگا۔[1]

حضرت عبداللہ بن ظالم مازنیؒ کہتے ہیں جب حضرت معاویہؓ کوفہ سے جانے لگے تو حضرت مغیرہ بن شعبہؓ کو کوفہ کا گورنر بنادیا۔ حضرت مغیرہؓ نے خطیب لوگوں کو حضرت علیؓ کو برا بھلا کہنے میں لگادیا۔ میں حضرت سعید بن زیدؓ کے پہلو میں بیٹھا ہوا تھا یہ دیکھ کر حضرت سعیدؓ کو غصہ آگیا اور انہوں نے کھڑے ہو کر میرا ہاتھ پکڑا میں ان کے پیچھے چل دیا انہوں نے فرمایا کیا تم اس آدمی کو دیکھتے نہیں جو اپنی جان پر ظلم کر رہا ہے اور جنتی آدمی کو برا کہنے کا حکم دے رہا ہے ؟ میں نو آدمیوں کے بارے میں گواہی دیتا ہوں کہ وہ جنت میں جائیں گے (ان میں سے ایک حضرت علیؓ ہیں) اگر میں دسویں کے بارے میں بھی گواہی دے دوں تو گناہ گار نہیں ہوں گا۔[2]

بڑوں کی وفات پر رونا

حضرت ابن سیرینؒ کہتے ہیں جب حضرت عمرؓ کو نیزہ مارا گیا تو ان کی خدمت میں پینے کی کوئی چیز لائی گئی (انہوں نے اسے پیا) تو وہ زخم کے راستہ سے باہر آگئی (اور سب کو پتہ چل گیا کہ اب بچنے کی کوئی امید نہیں ہے) حضرت صہیبؓ فرمانے لگے ہائے عمرؓ، ہائے میرے بھائی! آپ کے بعد ہمارا کون ہوگا ؟ حضرت عمرؓ نے ان سے کہا اے میرے بھائی! ایسے نہ کہو کیا آپ جانتے نہیں کہ جس کے مرنے پر اونچی آواز سے رویا جائے گا اسے عذاب دیا جائے گا (بشرطیکہ وہ مرتے وقت اس کی وصیت کر کے گیا ہو)[3] حضرت ابوبردہ کے والد کہتے ہیں جب حضرت عمرؓ کو نیزہ مارا گیا تو حضرت صہیبؓ اونچی آواز سے روتے ہوئے آئے حضرت عمرؓ نے فرمایا کیا مجھ پر ؟ حضرت صہیبؓ

---

[1] اخرجه ابو نعيم في الحلية (ج ١ ص ٩٥) [2] عند ابي نعيم ايضا (ج ١ ص ٩٦) واخرجه احمد وابو نعيم في المعرفة وابن عساكر عن رباح نحو ماتقدم كمافي منتخب الكنز (ج ٥ ص ٧٩)
[3] اخرجه ابن سعد (ج ٣ ص ٣٦٢)

نے کہا جی ہاں! حضرت عمرؓ نے فرمایا کیا آپ کو معلوم نہیں کہ حضور ﷺ نے فرمایا ہے کہ جس آدمی کے مرنے پر رویا جائے گا اسے عذاب دیا جائے گا؟ حضرت مقدام بن معدیکربؓ فرماتے ہیں جب حضرت عمرؓ زخمی ہو گئے تو حضرت حفصہ بنت عمرؓ ان کی خدمت میں آئیں اور انہوں نے کہا اے رسول اللہ کے صحابی! اے رسول اللہ کے سسر! اور اے امیر المومنین! حضرت عمرؓ نے حضرت ابن عمرؓ سے فرمایا اے عبد اللہ! مجھے بٹھا دو میں یہ سب کچھ سن کر اب مزید صبر نہیں کر سکتا چنانچہ حضرت ابن عمرؓ نے انہیں اپنے سینہ سے لگا کر بٹھا لیا تو حضرت حفصہؓ سے کہا تمہارے اوپر جو میرے حق ہیں ان کا واسطہ دے کر میں تمہیں اس بات سے منع کرتا ہوں کہ تم آج کے بعد مجھ پر نوحہ کرو۔ تمہاری آنکھوں پر تو میں کوئی پابندی نہیں لگا سکتا (کیونکہ آنسو سے رونے میں کوئی حرج نہیں ہے) لیکن یہ یاد رکھو کہ جس میت پر نوحہ کیا جائے گا اور جو اوصاف اس میں نہیں ہیں وہ بیان کیئے جائیں گے تو فرشتے اسے لکھ لیں گے۔

حضرت زیدؒ کہتے ہیں حضرت سعید بن زیدؓ رو رہے تھے کسی نے ان سے پوچھا کہ اے ابو الاعور! آپ کیوں رو رہے ہیں؟ انہوں نے کہا میں اسلام (کے نقصان) پر رو رہا ہوں۔ حضرت عمرؓ کی وفات سے اسلام میں ایسا شگاف پڑ گیا ہے جو قیامت تک پر نہیں ہو سکے گا۔ حضرت ابو وائلؒ کہتے ہیں حضرت عبد اللہ بن مسعودؓ نے آکر ہمیں حضرت عمرؓ کے دنیا سے تشریف لے جانے کی خبر دی اس دن میں لوگوں کو جتنا غمگین اور جتنا روتے ہوئے دیکھا۔ پھر حضرت ابن مسعودؓ نے فرمایا اللہ کی قسم! اگر مجھے پتہ چل جاتا تھا کہ حضرت عمرؓ فلاں کتے سے محبت کرتے ہیں تو میں بھی اس سے محبت کرنے لگ جاتا تھا اللہ کی قسم! مجھے یقین ہے کہ کانٹے دار جھاڑیوں کو بھی حضرت عمرؓ کے انتقال کا غم محسوس ہوا ہے۔[1]

حضرت ابو عثمانؒ کہتے ہیں میں نے حضرت عمرؓ کو دیکھا کہ جب انہیں حضرت نعمانؓ کی وفات کی خبر ملی تو وہ اپنے سر پر ہاتھ رکھ کر رونے لگے۔[2]

حضرت ابو اشعث صنعانیؒ کہتے ہیں صنعانیؒ کے گورنر جن کا نام حضرت ثمامہ بن عدیؓ تھا انہیں حضورؐ کی صحبت کا شرف حاصل تھا۔ جب انہیں حضرت عثمانؓ کے انتقال کی خبر ملی تو رونے لگے اور فرمایا اب ہم سے نبوت کے طرز پر چلنے والی خلافت چھین لی گئی ہے اور بادشاہت اور زبردستی لینے کا دور آگیا ہے اور جو آدمی زور لگا کر جس چیز پر غلبہ پالے گا وہ اسے کھا جائے گا۔[3]

۱۔ اخرجه ابن سعد (ج ۳ ص ۳۷۲) بن عبدالملك بن زيد

۲۔ اخرجه ابن ابى الدنيا كذافى الكنز (ج ۸ ص ۱۱۷)

۳۔ اخرجه ابو نعيم كذافى منتخب الكنز (ج ۵ ص ۲۷) و اخرجه ابن سعد (ج ۳ ص ۸۰) نحوه

حضرت زید بن علیؒ کہتے ہیں جس دن حضرت عثمانؓ کے گھر کا محاصرہ کر کے انہیں شہید کر دیا گیا۔ اس دن حضرت زید بن ثابتؓ ان کی شہادت پر رو رہے تھے۔ حضرت ابو صالحؒ کہتے ہیں کہ جب حضرت ابو ہریرہؓ ان مظالم کا ذکر کرتے جو حضرت عثمانؓ پر ڈھائے گئے تھے تو رونے لگ جاتے اور ان کا ہائے ہائے کر کے زور سے رونا مجھے ایسے یاد ہے کہ جیسے میں اسے سن رہا ہوں۔ حضرت یحییٰ بن سعیدؒ کہتے ہیں حضرت ابو حمید ساعدیؓ ان صحابہؓ میں سے تھے جو جنگ بدر میں شریک ہوئے تھے جب حضرت عثمانؓ کو شہید کر دیا گیا تو حضرت ابو حمیدؓ نے یہ نذر مانی کہ اے اللہ! میں نذر مانتا ہوں کہ اب آئندہ فلاں اور فلاں کام نہیں کیا کروں گا اور تیری ملاقات تک یعنی موت تک کبھی نہیں ہنسوں گا۔ [۱]

بڑوں کی موت پر دلوں کی حالت کو بدلا ہوا محسوس کرنا

حضرت ابو سعیدؓ فرماتے ہیں کہ ابھی ہم حضور کو (دفن کر کے اور) مٹی میں چھپا کر بیٹھے ہی تھے کہ ہمیں اپنے دل بدلے ہوئے محسوس ہونے لگ گئے تھے۔ [۲]

حضرت ابی بن کعبؓ فرماتے ہیں جب ہم حضور ﷺ کے ساتھ تھے تو ہم سب کے چہرے ایک طرف تھے لیکن جب آپ ہمیں دنیا میں چھوڑ کر آگے تشریف لے گئے تو ہمارے چہرے دائیں بائیں الگ الگ سمت میں ہو گئے۔ دوسری روایت میں اس طرح ہے کہ جب ہم اپنے نبی کریم ﷺ کے ساتھ تھے تو ہم سب کا رخ ایک طرف تھا۔ جب اللہ نے آپ کو اٹھا لیا تو ہم ادھر ادھر دیکھنے لگے۔ [۳]

حضرت انس بن مالکؓ فرماتے ہیں جب وہ دن آیا جس دن اللہ تعالیٰ نے حضور ﷺ کو دنیا سے اٹھا لیا تو اس دن مدینہ کی ہر چیز تاریک ہو گئی تھی اور ابھی ہم نے حضورؐ کے دفن سے فارغ ہو کر ہاتھ بھی نہیں جھاڑے تھے کہ ہمیں اپنے دل بدلے ہوئے محسوس ہونے لگے۔ [۴]

حضرت انسؓ ہجرت کا قصہ بیان کرتے ہوئے فرماتے ہیں میں اس دن بھی موجود تھا جس دن حضور ﷺ ہمارے پاس مدینہ تشریف لائے اور اس دن سے زیادہ اچھا اور زیادہ روشن دن میں نے کوئی نہیں دیکھا اور میں اس دن بھی موجود تھا جس دن حضورؐ کا انتقال ہوا اور میں نے اس دن سے زیادہ برا اور زیادہ تاریک دن کوئی نہیں دیکھا۔ [۵]

حضرت انس بن مالکؓ فرماتے ہیں جب حضرات شوریٰ (حضرت عمرؓ کی شہادت کے بعد)

۱۔ اخرجه ابن سعد (ج ۳ ص ۸۱) ۲۔ اخرجه البزار قال الهيثمي (ج ۹ ص ۳۸) رجال الصحيح. اه ۳۔ عند ابي نعيم في الحلية (ج ۱ ص ۲۵۴)
۴۔ عند ابن سعد (ج ۲ ص ۲۷۴) ۵۔ عند ابن سعد ايضا (ج ۱ ص ۲۳۴)

ایک جگہ جمع ہوئے اور حضرت ابو طلحہؓ نے ان کا رویہ دیکھا (کہ ہر ایک یہ چاہتا ہے کہ دوسرا خلیفہ بن جائے) تو فرمایا کہ (اب امت کے حالات ایسے ہیں کہ) اگر تم سب امارت کے طالب بن جاؤ تو مجھے اس میں کم خطرہ نظر آرہا ہے اللہ کی قسم! حضرت عمرؓ کے انتقال کی وجہ سے ہر مسلمان گھرانے کے دین اور دنیا میں کمی آئی ہے۔[1]

کمزور اور فقیر مسلمانوں کا اکرام کرنا

حضرت سعد بن ابی وقاصؓ فرماتے ہیں ہم چھ آدمی حضور ﷺ کے ساتھ تھے میں، حضرت ابن مسعودؓ، قبیلہ ہذیل کے ایک صاحب، حضرت بلالؓ اور دو آدمی اور بھی تھے راوی کہتے ہیں میں ان دونوں کے نام بھول گیا تو مشرکوں نے حضورؐ سے کہا کہ ان (چھ آدمیوں) کو اپنی مجلس سے باہر بھیج دیں یہ ایسے اور ایسے یعنی کمزور مسکین قسم کے) لوگ ہیں (اور ہم بڑے مالدار اور سردار لوگ ہیں ہم ان غریبوں کے ساتھ نہیں بیٹھ سکتے) اس پر حضورؐ کے دل میں ایسا کرنے کا خیال آگیا۔ اس پر اللہ تعالیٰ نے آیت نازل فرمائی: وَلَا تَطْرُدِ الَّذِيْنَ يَدْعُوْنَ رَبَّهُمْ بِالْغَدَاةِ وَالْعَشِيِّ يُرِيْدُوْنَ وَجْهَهٗ (سورت انعام آیت ۵۲)

ترجمہ "اور ان لوگوں کو نہ نکالئے جو صبح و شام اپنے پروردگار کی عبادت کرتے ہیں جس سے خاص اس کی رضا ہی کا قصد رکھتے ہیں"۔[2]

حضرت ابن مسعودؓ فرماتے ہیں کہ قریش کے چند سردار حضور ﷺ کے پاس سے گزرے اس وقت حضورؐ کے پاس حضرت صہیب، حضرت بلال، حضرت خباب اور حضرت عمارؓ اور ان جیسے کچھ اور کمزور شکستہ حال مسلمان بیٹھے ہوئے تھے ان سرداروں نے کہا یا رسول اللہ! (ازراہ مذاق حضورؐ کو یا رسول اللہ کہہ کر پکارا) کیا آپ کو اپنی قوم میں سے یہی لوگ پسند آئے؟ کیا ہمیں ان لوگوں کے تابع بن کر چلنا پڑے گا؟ کیا یہی وہ لوگ ہیں جن پر اللہ نے احسان فرمایا ہے؟ ان لوگوں کو آپ اپنے پاس سے دور کر دیں تو پھر شاید ہم آپ کا اتباع کر لیں۔ اس پر اللہ تعالیٰ نے آیت نازل فرمائی: وَاَنْذِرْ بِهِ الَّذِيْنَ يَخَافُوْنَ اَنْ يُّحْشَرُوْٓا اِلٰى رَبِّهِمْ سے لے کر فَتَكُوْنَ مِنَ الظّٰلِمِيْنَ تک۔ (سورت انعام آیت ۵۱)

ترجمہ "اور اس قرآن کے ذریعہ سے ان لوگوں کو ڈرائیے جو اس بات سے اندیشہ رکھتے ہیں کہ اپنے رب کے پاس ایسی حالت میں جمع کیئے جائیں گے کہ جتنے غیر اللہ ہیں نہ انکا کوئی مدد

---

[1] اخرجه ابن سعد (ج ۳ ص ۳۷٤)
[2] اخرجه ابو نعیم فی الحلیة (ج ۱ ص ٤٢٦) و اخرجه الحاکم (ج ۳ ص ۳۱۹) عن سعد مختصرا وقال صحیح علی شرط الشیخین ولم یخرجاه

گار ہو گا اور نہ کوئی شفیع ہو گا اس امید پر کہ وہ ڈر جاویں اور ان لوگوں کو نہ نکالئے جو صبح و شام اپنے پروردگار کی عبادت کرتے ہیں جس سے خاص اس کی رضا ہی کا قصد رکھتے ہیں۔ ان کا حساب ذرا بھی آپ کے متعلق نہیں اور آپ کا حساب ذرا بھی ان کے متعلق نہیں کہ آپ ان کو نکال دیں ورنہ آپ نامناسب کام کرنے والوں میں سے ہو جائیں گے"۔ [1]

حضرت انسؓ اللہ تعالیٰ کے فرمان عبس و تولیٰ کے بارے میں فرماتے ہیں کہ حضرت ابن ام مکتومؓ حضور ﷺ کی خدمت میں آئے۔ اس وقت حضورؐ (مکہ کے سردار) ابی بن خلف سے (دعوت کی) بات کر رہے تھے۔ اس لئے حضورؐ ان کی طرف متوجہ نہ ہوئے اس پر اللہ تعالیٰ نے آیت نازل فرمائی: عَبَسَ وَتَوَلّٰٓى اَنْ جَآءَهُ الْاَعْمٰى (سورت عبس آیت ۱، ۲)

ترجمہ "پیغمبر (ﷺ) چیں بہ جبیں ہو گئے اور متوجہ نہ ہوئے اس بات سے کہ ان کے پاس اندھا آیا"۔ اس کے بعد حضورؐ ہمیشہ ان کا اکرام فرمایا کرتے تھے [2] حضرت عائشہؓ فرماتی ہیں کہ عبس و تولیٰ نابینا حضرت ابن ام مکتومؓ کے بارے میں نازل ہوئی ہے۔ اس کا قصہ یہ ہوا کہ یہ حضور ﷺ کی خدمت میں حاضر ہو کر کہنے لگے آپ مجھے سیدھا راستہ بتا دیں اس وقت حضورؐ کے پاس مشرکین کا ایک بڑا آدمی بیٹھا ہوا تھا حضورؐ نے ان کی طرف توجہ نہ فرمائی بلکہ اسی دوسرے کی طرف ہی متوجہ رہے اور حضورؐ نے اس مشرک سے فرمایا تمہیں میری بات میں کوئی حرج نظر آتا ہے؟ اس نے کہا نہیں۔ اس پر عبس و تولیٰ نازل ہوئی۔ [3]

حضرت خباب بن ارتؓ فرماتے ہیں اقرع بن حابس تمیمی اور عیینہ بن حصن فزاری آئے تو انہوں نے حضور ﷺ کو حضرت عمار حضرت بلال، حضرت خباب بن ارتؓ اور دوسرے کمزور نادار مسلمانوں کے ساتھ بیٹھے ہوئے پایا ان دونوں کو یہ لوگ حقیر نظر آئے اس لئے دونوں نے حضورؐ کو الگ لے جا کر تنہائی میں یہ کہا کہ آپ کے پاس عرب کے وفود آتے ہیں لیکن ہمیں اس بات سے شرم آ رہی ہے کہ (ہم لوگ بڑے آدمی ہیں) ہمیں جب عرب کے لوگ ان غلاموں کے ساتھ بیٹھا ہوا دیکھیں گے تو کیا کہیں گے اس لئے جب ہم آپ کے پاس آیا کریں تو آپ انہیں اٹھا کر بھیج دیا کریں۔ آپ نے کہا ٹھیک ہے۔ پھر ان دونوں نے کہا آپ ہمیں یہ بات لکھ کر دے دیں۔ آپ نے ایک کاغذ منگوایا اور لکھنے کے لئے حضرت علیؓ کو بلایا ہم لوگ

---

[1] اخرجه ابو نعيم في الحلية (ج ١ ص ٣٤٦) واخرجه احمد والطبراني نحوه قال الهيثمي (ج ٧ ص ٢١) رجال احمد رجال الصحيح غير كردوس وهو ثقة انتهى

[2] اخرجه ابو يعلى [3] عند ابي يعلى وابن جرير وروى الترمذي هذا الحديث مثله كذافي التفسير لابن كثير (ج ٤ ص ٤٧٠)

ایک کونے میں بیٹھے ہوئے تھے کہ اتنے میں حضرت جبرائیل علیہ السلام یہ آیتیں لے کر آگئے
وَلَاتَطْرُدِالَّذِیْنَ یَدْعُوْنَ رَبَّهُمْ بِالْغَدٰوةِ وَالْعَشِیِّ یُرِیْدُوْنَ وَجْهَهٗ مَاعَلَیْكَ مِنْ حِسَابِهِمْ مِّنْ شَیْءٍ وَّمَا مِنْ حِسَابِكَ عَلَیْهِمْ مِّنْ شَیْءٍ فَتَطْرُدَهُمْ فَتَكُوْنَ مِنَ الظّٰلِمِیْنَ ۔ وَكَذٰلِكَ فَتَنَّا بَعْضَهُمْ بِبَعْضٍ لِّیَقُوْلُوْٓا اَهٰٓؤُلَآءِ مَنَّ اللّٰهُ عَلَیْهِمْ مِّنْ بَیْنِنَا اَلَیْسَ اللّٰهُ بِاَعْلَمَ بِالشّٰكِرِیْنَ ۔ وَاِذَاجَآءَكَ الَّذِیْنَ یُؤْمِنُوْنَ بِاٰیٰتِنَا (سورت انعام آیت ۵۲ تا ۵۴) پہلی آیت کا ترجمہ گزر چکا ہے۔ دوسری آیت کا ترجمہ "اور اسی طور پر ہم نے ایک کو دوسرے کے ذریعہ سے آزمائش میں ڈال رکھا ہے تاکہ یہ لوگ کہا کریں کیا یہ لوگ ہیں کہ ہم میں سے ان پر اللہ نے فضل کیا یہ بات نہیں کہ اللہ تعالیٰ حق شناسوں کو خوب جانتا ہے اور یہ لوگ جب آپ کے پاس آویں جو کہ ہماری آیتوں پر ایمان رکھتے ہیں تو یوں کہہ دیجئے کہ تم پر سلامتی ہے"۔ اس پر آپ نے وہ کاغذ پھینک دیا اور ہمیں بلالیا۔ ہم آپ کے پاس گئے۔ آپ نے فرمایا سلام علیکم۔ پھر ہم حضورؐ کے اتنے قریب ہوئے کہ ہمارے گھٹنے حضور ﷺ کے گھٹنوں سے جا ملے۔ اور پھر حضورؐ کا یہ معمول تھا کہ جب ہمارے ساتھ بیٹھے ہوتے اور اٹھنا چاہتے تو ہمیں یونہی بیٹھا ہوا چھوڑ کر کھڑے ہو جاتے اس پر اللہ تعالیٰ نے یہ آیت نازل فرمائی : وَاصْبِرْ نَفْسَكَ مَعَ الَّذِیْنَ یَدْعُوْنَ رَبَّهُمْ بِالْغَدٰوةِ وَالْعَشِیِّ یُرِیْدُوْنَ وَجْهَهٗ وَلَا تَعْدُ عَیْنَاكَ عَنْهُمْ (سورت کہف آیت ۲۸)

ترجمہ "اور آپ اپنے آپ کو ان لوگوں کے ساتھ مقید رکھا کیجئے جو صبح و شام (یعنی علی الدوام) اپنے رب کی عبادت محض اس کی رضاجوئی کے لئے کرتے ہیں اور دینوی زندگانی کی رونق کے خیال سے آپ کی آنکھیں (یعنی توجہات) ان سے نہ ہٹنے پائیں۔ اس کے بعد ہم لوگ حضور ﷺ کے ساتھ بیٹھے ہوتے تھے اور جب حضورؐ کے اٹھ کر جانے کا وقت آجاتا تو ہم حضورؐ کو بیٹھا ہوا چھوڑ کر کھڑے ہو جاتے اور جب تک ہم کھڑے نہ ہو جاتے آپ بیٹھے ہی رہتے۔[1] حضرت سلمانؓ فرماتے ہیں عیینہ بن حصن اور اقرع بن حابس اور ان جیسے اور مولفۃ القلوب لوگوں نے (یعنی وہ نو مسلم جن کی حضور ﷺ دل جوئی کیا کرتے تھے) حضور ﷺ کی خدمت میں آکر کہا یا رسول اللہ! اگر آپ مسجد کے اگلے حصہ میں بیٹھ جائیں اور حضرت ابوذر اور حضرت سلمانؓ اور دوسرے مسلمان فقراء کو اور ان کے جبوں کی بدبو کو ہم سے دور کر دیں تو ہم آپ کے پاس بیٹھ کر خلوص و مروت کی باتیں کر لیں اور آپ سے (قرآن و حدیث) لے

---

[1] اخرجه ابو نعیم فی الحلیة (ج ۱ ص ۱۴۶) واخرجه ابن ماجه عن خباب بنحوه کما فی البدایة (ج ۶ ص ۵۶) واخرجه ابن ابی شیبة عن الا قرع بن حابس وعیینة بن حصن نحوه الی آخر الآیة ولم یذکر ما بعده کما فی الکنز العمال (ج ۱ ص ۲۴۵)

لیں۔ یہ فقراء حضرات اون کے جبے پہنا کرتے تھے دوسرے سوتی کپڑے ان کے پاس نہیں ہوتے تھے (ان جبوں سے اون کی بو آیا کرتی تھی) اس پر اللہ تعالیٰ نے یہ آیتیں نازل فرمائیں۔

وَاتْلُ مَآ اُوْحِیَ اِلَیْکَ مِنْ کِتَابِ رَبِّکَ لَا مُبَدِّلَ لِکَلِمٰتِہٖ وَلَنْ تَجِدَ مِنْ دُوْنِہٖ مُلْتَحَدًا وَاصْبِرْ نَفْسَکَ مَعَ الَّذِیْنَ یَدْعُوْنَ رَبَّھُمْ بِالْغَدٰوۃِ وَالْعَشِیِّ یُرِیْدُوْنَ وَجْھَہٗ سے لے کر نَارًا اَحَاطَ بِھِمْ سُرَادِقُھَا تک جن میں اللہ تعالیٰ نے انہیں دوزخ کی دھمکی دی۔ (سورت کہف آیت ۲۷-۲۹)

ترجمہ "اور آپ کے پاس جو آپ کے رب کی کتاب وحی کے ذریعہ سے آئی ہے (لوگوں کے سامنے) پڑھ دیا کیجئے اس کی باتوں کو (یعنی وعدوں کو) کوئی بدل نہیں سکتا اور آپ خدا کے سوا اور کوئی جائے پناہ نہ پاویں گے اور آپ اپنے آپ کو ان لوگوں کے ساتھ مقید رکھا کیجئے جو صبح و شام (یعنی علی الدوام) اپنے رب کی عبادت محض اس کی رضا جوئی کے لئے کرتے ہیں اور دینوی زندگانی کی رونق کے خیال سے آپ کی آنکھیں (یعنی توجہات) ان سے ہٹنے نہ پائیں اور ایسے شخص کا کہنا نہ مانیئے جس کے قلب کو ہم نے اپنی یاد سے غافل کر رکھا ہے اور وہ اپنی نفسانی خواہش پر چلتا ہے اور اس کا (یہ) حال حد سے گزر گیا ہے اور آپ کہہ دیجئے کہ (یہ دین) حق تمہارے رب کی طرف سے (آیا) ہے سو جس کا جی چاہے ایمان لے آوے اور جس کا جی چاہے کافر رہے۔ بے شک ہم نے ایسے ظالموں کے لئے آگ تیار کر رکھی ہے کہ اس آگ کی قناتیں ان کو گھیرے ہونگی۔ اس پر حضورؐ اٹھے اور ان فقیر مسلمانوں کو تلاش کرنے لگے تو حضورؐ کو مسجد کے آخری حصہ میں بیٹھے ہوئے اللہ کا ذکر کرتے ہوئے مل گئے پھر آپ نے فرمایا تمام تعریفیں اس اللہ کیلئے ہیں جس نے مجھے وفات سے پہلے خود ہی اس بات کا حکم دیا کہ میں اپنی امت کے ان لوگوں کے ساتھ ہی رہا کروں پھر آپ نے فرمایا میرا مرنا اور جینا سب تمہارے ساتھ ہوگا۔[1]

حضرت ابو سلمہ بن عبد الرحمٰنؒ کہتے ہیں قیس بن مطاطیہ ایک حلقہ کے پاس آیا اس حلقہ میں حضرت سلمان فارسی، حضرت صہیب رومی اور حضرت بلال حبشیؓ تشریف فرما تھے۔ قیس نے کہا یہ اوس و خزرج (عرب ہیں اور بڑے لوگ ہیں) یہ اس آدمی کی مدد کیلئے کھڑے ہوئے ہیں۔ (یہ بات تو سمجھ میں آتی ہے) لیکن ان (عجمی غریب و فقیر) بے حیثیت لوگ کو کیا ہوا؟ (کہ یہ بھی مدد کے لئے کھڑے ہو گئے ان کی مدد سے فائدہ کیا؟) حضرت معاذ نے کھڑے ہو کر قیس کا گریبان پکڑا اور اسے حضور ﷺ کی خدمت میں لے گئے اور جا کر حضورؐ کو اس کی بات بتائی۔ اس پر حضورؐ غصہ میں (جلدی کی وجہ سے) چادر گھسیٹتے ہوئے کھڑے ہوئے اور مسجد میں تشریف لے گئے اور حضورؐ نے اعلان کے لئے آدمی بھیجا جس نے الصلاۃ

[1] عند ابی نعیم ایضا (ج ۱ ص ۳۴۵)

جامعہ کہہ کر لوگوں میں اعلان کیا (لوگ جمع ہو گئے پھر حضورؐ نے بیان فرمایا) اور اللہ کی حمد و ثناء کے بعد فرمایا اے لوگو! بے شک رب ایک ہے (یعنی اللہ تعالیٰ) اور باپ بھی ایک ہے (یعنی حضرت آدمؑ) اور دین بھی ایک ہے (یعنی اسلام) غور سے سنو! یہ عربیت نہ تمہاری ماں ہے اور نہ تمہارا باپ۔ یہ تو ایک زبان ہے لہذا کوئی بھی عربی زبان میں بات کرنے لگ جائے وہ خود عربی شمار ہوگا۔ قیس کا گریبان پکڑے ہوئے حضرت معاذ نے عرض کیا یا رسول اللہ! آپ اس منافق کے بارے میں کیا فرماتے ہیں؟ حضورؐ نے فرمایا اسے چھوڑ دو یہ دوزخ میں جائے گا۔ چنانچہ حضورؐ کے انتقال کے بعد یہ قیس مرتد ہو گیا اور اسی حال میں مارا گیا۔[1]

والدین کا اکرام کرنا

حضرت بریدہؓ فرماتے ہیں کہ ایک آدمی نے نبی کریم ﷺ کی خدمت میں حاضر ہو کر عرض کیا یا رسول اللہ! میں اپنی ماں کو سخت گرم و پتھریلی زمین میں اپنے کندھوں پر اٹھا کر دو فرسخ یعنی چھ میل لے گیا وہ اتنی گرم تھی کہ میں اگر اس پر گوشت کا ایک ٹکڑا ڈال دیتا تو وہ پک جاتا تو کیا میں نے اس کے احسانات کا بدلہ ادا کر دیا؟ حضورؐ نے فرمایا شاید دردزہ کی ایک ٹیس کا بدلہ ہو گیا ہو (لیکن اس کے احسانات تو اس کے علاوہ اور بہت ہیں)۔[2]

حضرت عائشہؓ فرماتی ہیں حضور ﷺ کی خدمت میں ایک آدمی آیا اس کے ساتھ ایک بڑے میاں بھی تھے۔ حضورؐ نے فرمایا ان کے آگے نہ چلو اور ان سے پہلے نہ بیٹھو اور ان کا نام لے کر نہ پکارو اور ان کو گالی دیئے جانے کا ذریعہ نہ ہو (کہ تم کسی کے باپ کو گالی دے دو وہ جواب میں تمہارے باپ کو گالی دے دے)۔[3]

حضرت ابو غسان ضبیؒ کہتے ہیں میں اپنے والد صاحب کے ساتھ (مدینہ منورہ کے) پتھریلے میدان میں چلا جا رہا تھا کہ اتنے میں حضرت ابو ہریرہؓ سے ملاقات ہو گئی۔ انہوں نے مجھ سے پوچھا کہ یہ کون ہے؟ میں نے کہا یہ میرے والد ہیں۔ انہوں نے فرمایا ان کے آگے مت چلا کرو بلکہ ان کے پیچھے یا ان کے ساتھ پہلو میں چلا کرو اور کسی کو اپنے اور ان کے درمیان نہ آنے دو اور اپنے والد کے مکان کی ایسی چھت پر نہ چلو جس کی منڈیر نہ ہو کیونکہ اس

---

[1] اخرجه ابن عساكر عن مالك عن الزهرى كذافي الكنز (ج ٤ ص ٤٦)

[2] اخرجه الطبراني في الصغير قال الهيثمي (ج ٨ ص ١٣٧) وفيه الحسن بن ابى جعفر وهو ضعيف من غير كذب وليث بن ابى سليم مدلس. انتهى [3] اخرجه الطبراني في الا وسط قال الهيثمي (ج ٨ ص ١٣٧) وفيه على بن سعيد بن بشير شيخ الطبراني وهو لين وقد نقل ابن دقيق العيد انه وثق ومحمد بن عروة بن البر ندلم اعرفه وبقية رجاله رجال الصحيح . انتهى

سے ان کے دل میں (چھت سے تمہارے نیچے گر جانے کا) خطرہ پیدا ہوگا (اور وہ اس سے پریشان ہوں گے) اور گوشت والی ہڈی پر تمہارے والد کی نگاہ پڑ چکی ہو تم اسے نہ کھاؤ ہو سکتا ہے وہ اسے کھانا چاہتے ہوں۔[1]

حضرت عبداللہ بن عمرو بن عاصؓ فرماتے ہیں کہ ایک آدمی نے حضور ﷺ سے جہاد میں جانے کی اجازت مانگی۔ حضورؐ نے فرمایا کیا تمہارے والدین زندہ ہیں؟ اس نے کہا جی ہاں۔ حضورؐ نے فرمایا تم ان دونوں کی خدمت کرو (ان کے محتاج خدمت ہونے کی وجہ سے) تمہارا جہاد یہی ہے[2] مسلم کی ایک روایت میں یہ ہے کہ ایک آدمی نے حضور ﷺ کی خدمت میں حاضر ہو کر کہا میں آپ سے ہجرت اور جہاد پر بیعت ہونا چاہتا ہوں اور اللہ سے اس کا اجر لینا چاہتا ہوں۔ حضورؐ نے فرمایا تم اللہ سے اجر لینا چاہتے ہو؟ اس نے کہا جی ہاں۔ حضورؐ نے فرمایا اپنے والدین کے پاس واپس چلے جاؤ اور ان کی اچھی طرح خدمت کرو اور ابو داؤد کی ایک روایت میں یہ ہے کہ اس آدمی نے کہا میں آپ کی خدمت میں ہجرت پر بیعت ہونے آگیا ہوں لیکن میں اپنے والدین کو روتے ہوئے چھوڑ کر آیا ہوں۔ حضورؐ نے اس سے پوچھا تمہارا یمن میں کوئی ہے؟ اس نے کہا میرے والدین ہیں۔ حضورؐ نے فرمایا تم ان دونوں کے پاس واپس جاؤ اور ان سے اجازت مانگو اگر وہ تمہیں اجازت دے دیں پھر تو تم جہاد میں جاؤ ورنہ ان ہی کی خدمت کرتے رہو۔ ابو یعلی اور طبرانی حضرت انسؓ سے روایت کرتے ہیں کہ ایک آدمی نے حضور ﷺ کی خدمت میں حاضر ہو کر کہا میں جہاد میں جانا چاہتا ہوں لیکن مجھ میں (جہاد میں جانے کی) قدرت نہیں۔ حضورؐ نے فرمایا کیا تمہارے والدین میں سے کوئی زندہ ہے؟ اس نے کہا میری والدہ زندہ ہیں حضورؐ نے فرمایا اپنی والدہ کی خدمت کرتے ہوئے اللہ کے سامنے حاضر ہو جاؤ (یعنی مرتے دم تک تم اس کی خدمت کرتے رہو) جب تم یہ کرو گے تو گویا تم نے حج، عمرہ اور جہاد سبھی کچھ کر لیا۔[3]

حضرت ابو امامہؓ فرماتے ہیں کہ حضور ﷺ نے اعلان فرمایا تم اس بستی میں جانے کی تیاری کر لو جس کے رہنے والے بڑے ظالم ہیں انشاء اللہ تعالیٰ وہ بستی فتح کر کے تمہیں دیں گے۔ حضور کا مقصد خیبر جانا تھا اور آپ نے یہ بھی فرمایا میرے ساتھ اڑیل سواری والا اور کمزور سواری والا ہرگز نہ جائے یہ سن کر حضرت ابو ہریرہؓ نے جا کر اپنی والدہ سے کہا میرا سامان سفر تیار کر دو کیونکہ حضورؐ نے غزوہ کی تیاری کا حکم فرمایا ہے ان کی والدہ نے کہا تم جا رہے ہو حالانکہ تمہیں معلوم ہے کہ میں تمہارے بغیر اندر آ جا نہیں سکتی۔ حضرت ابو ہریرہؓ

---

[1] اخرجه الطبرانی فی الاوسط قال الهيثمی (ج ۸ ص ۱۳۷) وابو غسان وابو غنم الراوی عنه لم اعرفهما وبقية رجاله ثقات

[2] اخرجه الستة الا ابن ماجه

[3] عند ابی يعلى والطبرانی باسناد جيد كذا فی الترغيب (ج ٤ ص ۹۳)

نے کہا میں حضورؐ سے پیچھے نہیں رہ سکتا ان کے والدہ نے اپنا پستان نکال کر اپنے دودھ کا واسطہ دیا (لیکن حضرت ابو ہریرہؓ نہ مانے) تو ان کی والدہ نے چپکے سے حضورؐ کی خدمت میں آکر ساری بات حضورؐ کو بتادی۔ حضورؐ نے فرمایا تم جاؤ تمہارا کام تمہارے بغیر ہی ہو جائے گا اس کے بعد حضرت ابو ہریرہؓ حضورؐ کی خدمت میں آئے تو حضورؐ نے دوسری طرف منہ پھیر لیا۔ حضرت ابو ہریرہؓ نے کہا یا رسول اللہ! میں دیکھ رہا ہوں کہ آپ مجھ سے اعراض فرما رہے ہیں۔ حضورؐ نے فرمایا تمہاری والدہ نے اپنا پستان نکال کر تمہیں اپنے دودھ کا واسطہ دیا لیکن تم نے پھر بھی اس کی بات کو نہ مانا کیا تم یہ سمجھتے ہو کہ تم اپنے دونوں والدین کے پاس یا دونوں میں سے ایک کے پاس رہو گے تو تم اللہ کے راستہ میں نہیں ہو؟ آدمی جب والدین کے پاس رہ کر ان کی خدمت اچھی طرح کرتا ہے اور ان سے حسن سلوک کر کے ان کا حق ادا کرتا ہے تو وہ بھی اللہ کے راستہ میں ہی ہوتا ہے۔ حضرت ابو ہریرہ کہتے ہیں اس کے دو سال بعد میری والدہ کا انتقال ہوا تو میں ان کے انتقال تک کسی غزوہ میں نہیں گیا۔ آگے اور بھی حدیث ہے۔[1]

طبرانی نے حضرت ابن عباسؓ سے روایت کیا ہے کہ ایک مرتبہ حضور ﷺ پانی پلانے کی جگہ پر کھڑے تھے (جہاں قریش حاجیوں کو پانی پلایا کرتے تھے) کہ اتنے میں ایک عورت اپنا بیٹا لے کر حضورؐ کی خدمت میں آئی اور اس نے عرض کیا میرا بیٹا غزوہ میں جانا چاہتا ہے لیکن میں اسے روک رہی ہوں۔ حضورؐ نے اس کے بیٹے سے فرمایا جب تک تمہاری والدہ تمہیں اجازت نہ دے یا اس کا انتقال نہ ہو جائے اس وقت تک تم ان کی خدمت میں رہو اس میں تمہیں ثواب ملے گا۔ طبرانی کی دوسری روایت میں ہے کہ ایک آدمی اور اس کی والدہ دونوں حضور ﷺ کی خدمت میں آئے وہ آدمی جہاد میں جانا چاہتا تھا اور اس کی والدہ اسے روک رہی تھی۔ حضورؐ نے فرمایا اپنی والدہ کے پاس ٹھہرے رہو تمہیں ان کی خدمت میں رہنے پر اتنا ہی اجر ملے گا جتنا جہاد میں جانے سے ملے گا۔[2] حضرت طلحہ بن معاویہ سلمیؓ فرماتے ہیں میں نبی کریم ﷺ کی خدمت میں گیا اور عرض کیا یا رسول اللہ! میں اللہ کے راستہ میں جہاد کے لئے جانا چاہتا ہوں۔ حضورؐ نے فرمایا کیا تمہاری والدہ زندہ ہے! میں نے کہا جی ہاں حضورؐ نے فرمایا والدہ کے پیروں سے چمٹ جاؤ تمہاری جنت وہیں ہے[3] حضرت جاہمہؓ فرماتے ہیں میں جہاد میں جانے کے بارے میں مشورہ کرنے کے لئے حضور ﷺ کی خدمت میں گیا۔ حضورؐ نے

۱۔ اخرجه الطبرانی قال الهیثمی (ج ۵ص ۳۲۳) وفیه علی بن یزید الالهانی وهو ضعیف انتهی. ۲۔ اخرجه الطبرانی وفی الاسنادین رشدین بن کریب وهو ضعیف کما قال الهیثمی (ج ۵ص ۳۲۲) ۳۔ اخرجه الطبرانی قال الهیثمی (ج ۸ص ۱۳۸) رواه الطبرانی عن ابن اسحاق وهو مدلس عن محمد بن طلحة ولم اعرفه وبقیة رجاله رجال الصحیح انتهی

فرمایا کیا تمہارے والدین ہیں؟ میں نے کہا جی ہاں۔ حضورؐ نے فرمایا دونوں کی خدمت میں لگے رہو کیونکہ تمہاری جنت ان دونوں کے قدموں کے نیچے ہے[1] حضرت معاویہ بن جاہمہ سلمیؒ کہتے ہیں کہ حضرت جاہمہؓ نے حضور ﷺ کی خدمت میں حاضر ہو کر کہا یا رسول اللہ! میں غزوہ میں جانا چاہتا ہوں میں اس بارے میں آپ سے مشورہ کرنے آیا ہوں۔ حضورؐ نے پوچھا کیا تمہاری والدہ ہے؟ انہوں نے کہا، ہے۔ حضورؐ نے فرمایا ان کی خدمت میں لگے رہو کیونکہ تمہاری جنت ان کے قدموں کے نیچے ہے۔ حضرت جاہمہ دوسری تیسری مرتبہ مختلف مجلسوں میں جا کر حضورؐ سے یہی پوچھتے رہتے حضورؐ یہی جواب دیتے رہے۔[2]

حضرت ام سلمہؓ کے آزاد کردہ غلام حضرت نعیمؒ کہتے ہیں حضرت ابن عمرؓ حج کرنے گئے۔ چلتے چلتے وہ مکہ اور مدینہ کے درمیان ایک درخت کے پاس پہنچے تو اسے پہچان لیا اور اس کے نیچے بیٹھ گئے پھر فرمایا میں نے دیکھا تھا کہ حضور ﷺ اس درخت کے نیچے بیٹھے ہوئے تھے کہ اتنے میں اس گھاٹی سے ایک آدمی آیا اور حضورؐ کے پاس آکر کھڑا ہو گیا پھر اس نے کہا یا رسول اللہ! میں اس لئے آیا ہوں تاکہ میں آپ کے ساتھ اللہ کے راستہ میں جہاد کیا کروں اور میری نیت صرف اللہ کو راضی کرنے اور آخرت اچھی بنانے کی ہے۔ حضورؐ نے فرمایا کیا تمہارے ماں باپ زندہ ہیں؟ اس نے کہا جی ہاں۔ حضورؐ نے فرمایا واپس جا کر ان کی خدمت کرو اور ان سے اچھا سلوک کرو۔ وہ آدمی یہ سن کر جہاں سے آیا تھا وہاں ہی واپس چلا گیا۔[3]

حضرت حسنؒ فرماتے ہیں حضرت عمر بن خطابؓ نے حضرت ام کلثوم سے شادی کا پیام (ان کے والد حضرت علیؓ کو) دیا۔ حضرت علیؓ نے ان سے کہا ابھی تو وہ چھوٹی ہے۔ حضرت عمرؓ نے فرمایا میں نے حضور ﷺ کو یہ فرماتے ہوئے سنا ہے کہ میرے تعلق اور رشتہ کے علاوہ ہر تعلق اور رشتہ قیامت کے دن ٹوٹ جائے گا۔ اب میں چاہتا ہوں کہ (اس نکاح کے ذریعہ سے) میرا حضورؐ سے تعلق اور رشتہ قائم ہو جائے گا۔ حضرت علیؓ نے حضرت حسن اور حضرت حسینؓ سے فرمایا تم اپنے چچا کی شادی (اپنی بہن سے) کر دو۔

حضرت محمد ابن سیرینؒ کہتے ہیں حضرت عثمان بن عفانؓ کے زمانے میں کھجور کے ایک درخت کی قیمت ہزار درہم تک پہنچ گئی۔ حضرت اسامہؓ نے (درخت بیچنے کے بجائے) اندر سے کھود کر کھجور کے درخت کو کھوکھلا کر دیا اور اس کا گودا نکال کر اپنی والدہ کو کھلا دیا۔ لوگوں

۱؎ اخرجه ابن سعد (ج ٤ ص ١٧) ۲؎ اخرجه ابو یعلی قال الهیثمی (ج ٨ ص ١٣٨) وفیه ابن اسحاق وهو مدلس ثقة وبقیة رجاله رجال الصحیح ان کامولی ام سلمة ناعم وهوا لصحیح وان کان نعیما فلم اعرفه انتهی ۳؎ اخرجه البیهقی عن حسن بن حسن عن ابیه کذافی الکنز (ج ٨ ص ٢٩٦)

نے ان سے کہا آپ نے ایسا کیوں کیا حالانکہ آپ دیکھ رہے ہیں کہ ایک کھجور کی قیمت ہزار درہم تک پہنچ چکی ہے؟ انہوں نے کہا میری والدہ نے کھجور کا گودا مجھ سے مانگا تھا اور میری عادت یہ ہے کہ جب میری والدہ مجھ سے کچھ مانگتی ہیں اور اس کا دینا میرے بس میں ہو تو میں وہ چیز ضرور ان کو دیتا ہوں۔[1]

بچوں کیساتھ شفقت کرنا اور ان سب کیساتھ برابر سلوک کرنا

حضرت عبداللہ بن عمروؓ فرماتے ہیں کہ میں نے ایک مرتبہ دیکھا کہ حضور ﷺ منبر پر بیٹھے ہوئے لوگوں میں بیان فرما رہے تھے کہ اتنے میں حضرت حسین بن علیؓ (گھر سے) نکلے ان کے گلے میں کپڑے کا ایک ٹکڑا تھا جو لٹک رہا تھا اور زمین پر گھسٹ رہا تھا کہ اس میں ان کا پاؤں الجھ گیا اور وہ زمین پر چہرے کے بل گر گئے۔ حضورؐ انہیں اٹھانے کے ارادے سے منبر سے نیچے اترنے لگے صحابہؓ نے جب حضرت حسینؓ کو گرتے ہوئے دیکھا تو انہیں اٹھا کر حضورؐ کے پاس لے آئے۔ حضورؐ نے انہیں لے کر اٹھا لیا اور فرمایا شیطان کو اللہ مارے اولاد تو بس فتنہ اور آزمائش ہی ہے۔ اللہ کی قسم! مجھے تو پتہ ہی نہ چلا کہ میں منبر سے کب نیچے اتر آیا۔ مجھے تو بس اس وقت پتہ چلا جب لوگ اس بچے کو میرے پاس لے آئے۔[2]

حضرت ابو سعیدؓ فرماتے ہیں کہ ایک مرتبہ حضور ﷺ سجدے میں تھے کہ حضرت حسن بن علیؓ آکر آپ کی پشت مبارک پر سوار ہو گئے۔ پھر حضورؐ انہیں ہاتھ سے پکڑ کر کھڑے ہو گئے۔ پھر جب حضورؐ رکوع میں گئے تو وہ حضورؐ کی پشت پر کھڑے ہو گئے پھر حضورؐ نے اٹھ کر انہیں چھوڑ دیا تو وہ چلے گئے۔[3]

حضرت زبیرؓ فرماتے ہیں کہ میں نے ایک مرتبہ دیکھا کہ حضور ﷺ سجدے میں ہیں کہ اتنے میں حضرت حسن بن علیؓ آکر حضورؐ کی پشت مبارک پر سوار ہو گئے۔ آپ نے انہیں نیچے اتارا (بلکہ یوں ہی آپ سجدے میں رہے) یہاں تک کہ وہ ہی خود نیچے اترے اور کبھی آپ ان کے لئے دونوں ٹانگیں کھول دیا کرتے اور وہ ایک طرف سے آکر حضورؐ کے نیچے سے گزر کر دوسری طرف سے نکل جاتے۔[4]

حضرت بہیؒ کہتے ہیں کہ میں نے حضرت عبداللہ بن زبیرؓ سے پوچھا کہ آپ مجھے بتائیں کہ لوگوں میں سے کس کی شکل حضور ﷺ سے سب سے زیادہ ملتی تھی انہوں نے کہا حضرت حسن بن علیؓ کی شکل حضورؐ سے سب سے زیادہ ملتی تھی اور حضورؐ کو ان سے سب سے زیادہ

---

[1] اخرجه ابن سعد (ج ٤ ص ٤٩) [2] اخرجه الطبراني قال الهيثمي (ج ٨ص ١٥٥) رواه الطبراني عن شيخه حسن ولم ينسبه عن عبدالله بن علي الجارودي ولم اعرفهما وبقية رجاله ثقات. انتهى [3] اخرجه البزار قال الهيثمي (ج ٩ص ١٧٥) رواه البزار وفي اسناده خلاف . اه

[4] عند الطبراني قال الهيثمي (ج ٩ص ١٧٥) وفيه علي بن عابس وهو ضعيف . اه

محبت تھی۔ بعض دفعہ حضورؐ کی پشت مبارک پر پڑ جاتے اور جب تک یہ الگ نہ ہو جاتے حضورؐ سجدے سے نہ اٹھتے۔ بعض دفعہ یہ حضورؐ کے پیٹ کے نیچے داخل ہو جاتے تو آپ ان کے لئے اپنے پاؤں کھول دیتے تو وہ ان کے درمیان سے نکل جاتے۔[1]

حضرت عبداللہ بن مسعودؓ فرماتے ہیں حضور ﷺ بعض دفعہ نماز پڑھ رہے ہوتے تھے جب آپ سجدے میں جاتے تو حضرت حسنؓ اور حضرت حسینؓ کود کر آپ کی پشت پر بیٹھ جایا کرتے۔ جب لوگ ان دونوں کو روکنا چاہتے تو حضورؐ انہیں اشارہ فرما دیتے کہ انہیں چھوڑ دو (جو کرتے ہیں انہیں کرنے دو) اور نماز پوری کر کے انہیں (سینے سے لگاتے اور پھر) اپنی گود میں بٹھا لیتے اور ارشاد فرماتے کہ جسے مجھ سے محبت ہے اسے ان دونوں سے بھی محبت کرنی چاہئے۔[2] حضرت انسؓ فرماتے ہیں بعض دفعہ حضور ﷺ سجدے میں ہوتے حضرت حسنؓ اور حضرت حسینؓ میں سے کوئی ایک آکر حضورؐ کی پشت مبارک پر سوار ہو جاتے حضورؐ ان کی وجہ سے سجدہ لمبا فرما دیتے بعد میں لوگ کہا کرتے یا نبی اللہ! آپ نے بڑا لمبا سجدہ کیا؟ آپ فرماتے میرے بیٹے نے مجھے سواری بنا لیا تھا اس لئے مجھے جلدی اٹھنا اچھا نہ لگا۔[3]

حضرت ابو قتادہؓ فرماتے ہیں ایک مرتبہ نبی کریم ﷺ باہر ہمارے پاس تشریف لائے آپ کے کندھے پر (آپ کی نواسی) حضرت امامہ بنت ابی العاصؓ بیٹھی ہوئی تھیں۔ آپ نے اسی طرح نماز پڑھنی شروع کر دی جب رکوع میں جاتے تو انہیں نیچے اتار دیتے اور جب (سجدے سے) سر اٹھاتے تو انہیں پھر اٹھا کر بٹھا لیتے۔[4]

حضرت ابو ہریرہؓ فرماتے ہیں ایک مرتبہ حضور ﷺ ہمارے پاس باہر تشریف لائے آپ کے ایک کندھے پر حضرت حسنؓ بیٹھے ہوئے تھے اور دوسرے کندھے پر حضرت حسینؓ بیٹھے ہوئے تھے آپ کبھی اسے چومتے اور کبھی اسے۔ آپ یوں ہی چلتے چلتے ہمارے پاس پہنچ گئے تو ایک آدمی نے کہا یا رسول اللہ! آپ کو ان دونوں سے محبت ہے۔ حضورؐ نے فرمایا جس نے ان دونوں سے محبت کی اس نے مجھ سے محبت کی اور جس نے ان دونوں سے بغض رکھا اس نے مجھ سے بغض رکھا۔[5]

---

[1] عند البزار قال الهيثمي (ج ۹ص ۱۷۶) وفيه علي بن عابس وهو ضعيف . انتهى

[2] عند ابي يعلى قال الهيثمي (ج ۹ص ۱۷۹) رواه ابو يعلى والبزار وقال فاذاقضى الصلوة ضمهما اليه والطبراني با ختصار ورجال ابي يعلى ثقات وفي بعضهم خلاف . انتهى

[3] عند ابي يعلى قال الهيثمي (ج ۹ص ۱۸۱) وفيه محمد بن ذكوان وثقه ابن حبان وضعفه غيره وبقية رجاله رجال الصحيح . انتهى [4] اخرجه البخارى (ج ۲ص ۸۸۷) واخرجه ابن سعد (ج۸ص ۳۹) عن ابي قتادة نحوه [5] اخرجه احمد قال الهيثمي (ج ۹ص ۱۷۹) رواه احمد رجاله ثقات وفي بعضهم خلاف ورواه البزار ورواه ابن ماجه با ختصار انتهى

حضرت معاویہؓ فرماتے ہیں کہ میں نے دیکھا کہ حضور ﷺ حضرت حسن بن علیؓ کی زبان اور ہونٹ چوس رہے تھے اور جس زبان اور ہونٹ کو حضورؐ نے چوسا ہو اسے کبھی عذاب نہیں ہو سکتا۔[1]

حضرت سائب بن یزیدؓ فرماتے ہیں کہ ایک مرتبہ نبی کریم ﷺ نے حضرت حسنؓ کا بوسہ لیا تو حضرت اقرع بن حابسؓ نے حضور ﷺ سے عرض کیا میرے تو دس بچے پیدا ہوئے میں نے تو ان میں سے ایک کا بھی کبھی بوسہ نہیں لیا۔ حضورؐ نے فرمایا جو لوگوں پر رحم نہیں کرتا اللہ تعالیٰ اس پر رحم نہیں فرماتے۔[2]

حضرت اسود بن خلفؓ فرماتے ہیں ایک مرتبہ حضور ﷺ نے پکڑ کر حضرت حسنؓ کا بوسہ لیا پھر لوگوں کی طرف متوجہ ہو کر فرمایا آدمی اولاد کی وجہ سے کنجوسی کرتا ہے اور نادانی والے کام کرتا ہے (بچوں کی وجہ سے لڑ پڑتا ہے) اور اولاد کی وجہ سے آدمی بزدلی اختیار کر لیتا ہے (کہ میں مر گیا تو میرے بعد بچوں کا کیا ہو گا ؟)[3] حضرت انسؓ فرماتے ہیں حضور ﷺ اپنے اہل و عیال کے ساتھ سب لوگوں سے زیادہ شفقت کرتے تھے۔ حضورؐ کا ایک صاحبزادہ تھا جو مدینہ کے کنارے کے محلّہ میں کسی عورت کا دودھ پیا کرتا تھا اس عورت کا خاوند لوہار تھا۔ ہم اسے ملنے جایا کرتے تو اس لوہار کا سارا گھر بھٹی میں اذخر گھاس جلانے کی وجہ سے دھوئیں سے بھرا ہوا ہوتا تھا۔ حضورؐ اپنے اس بیٹے کو چوما کرتے اور ناک لگا کر اسے سونگھا کرتے۔[4]

حضرت انسؓ فرماتے ہیں ایک عورت اپنی دو بیٹیاں لے کر حضرت عائشہؓ کے پاس آئی۔ حضرت عائشہؓ نے اسے تین کھجوریں دیں اس نے ہر بیٹی کو ایک کھجور دی اور ایک کھجور اپنے منہ رکھنے لگی وہ دونوں بچیاں اسے دیکھنے لگیں اس پر اس نے (اس کھجور کو نہ کھایا بلکہ) اس کھجور کے دو ٹکڑے کر کے ہر ایک کو ایک ٹکڑا دے دیا اور چلی گئی پھر حضورؐ تشریف لائے تو اس عورت کا یہ قصہ انہوں نے حضورؐ کو بتایا۔ حضورؐ نے فرمایا وہ اپنے اس (مشفقانہ رویہ کی) وجہ سے جنت میں داخل ہو گئی ہے۔[5]

حضرت حسن بن علیؓ فرماتے ہیں کہ ایک عورت حضور ﷺ کی خدمت میں آئی اس کے ساتھ اس کے دو بیٹے تھے اس نے حضورؐ سے کچھ مانگا۔ حضورؐ نے اسے تین کھجوریں دے دیں ہر ایک کے لئے ایک کھجور۔ اس عورت نے ہر ایک کو ایک کھجور دی۔ وہ دونوں بچے اپنے حصہ

۱۔ اخرجه احمد قال الهیثمی (ج ۹ ص۱۷۷) رجاله رجال الصحیح غیر عبدالرحمن بن ابی عوف وهوثقة انتهی ۲۔ اخرجه الطبرانی قال الهیثمی (ج ۸ ص۱۵٦) ورجاله ثقات. انتهی و اخرجه البخاری (ج ۲ ص۸۸۷) عن ابی هریرة رضی الله عنه بنحوه ۳۔ عندالبزار ورجاله ثقات کما قال الهیثمی (ج ۸ ص ۱۵۵) ٤۔ اخرجه البخاری فی الادب (ص٥٦) و اخرجه ابن سعد (ج ۱ ص ۸۷) عن انس بمعناه ۵۔ اخرجه البزار قال الهیثمی (ج ۸ ص۱۵۸) وفیه عبیدالله بن فضالة ولم اعرفه وبقیة رجاله رجال الصحیح انتهی.

کی کھجور کھا کر ماں کو دیکھنے لگ گئے۔ اس پر اس عورت نے اپنے حصہ کی اس تیسری کھجور کے دو ٹکڑے کر کے ہر ایک کو آدھی کھجور دے دی۔ اس پر حضورؐ نے فرمایا چونکہ اس عورت نے اپنے بیٹوں پر رحم کیا ہے اس وجہ سے اللہ تعالیٰ نے اس پر رحم فرمادیا ہے۔[1]

حضرت ابو ہریرہؓ فرماتے ہیں ایک آدمی حضور ﷺ کی خدمت میں آیا اس کے ساتھ ایک بچہ بھی تھا جسے وہ (از راہ شفقت) اپنے ساتھ چمٹانے لگا۔ حضورؐ نے پوچھا کیا تم اس بچے پر رحم کر رہے ہو؟ اس نے کہا جی ہاں۔ حضورؐ نے فرمایا تم اس پر جتنا رحم کھا رہے ہو اللہ تعالیٰ اس سے زیادہ تم پر رحم فرما رہے ہیں وہ تو ارحم الراحمین ہیں تمام رحم کرنے والوں میں سے سب سے زیادہ رحم فرمانے والے ہیں۔[2]

حضرت انسؓ فرماتے ہیں کہ ایک آدمی حضور ﷺ کے پاس بیٹھا ہوا تھا کہ اتنے میں اس کا بیٹا آیا اس نے اسے چوم کر اپنی ران پر بٹھالیا۔ پھر اس کی ایک بیٹی آگئی اس نے اسے اپنے سامنے بٹھالیا۔ حضورؐ نے فرمایا تم نے دونوں سے ایک جیسا سلوک کیوں نہیں کیا؟ بیٹی کو نہ چوما اور نہ اسے ران پر بٹھایا۔[3]

پڑوسی کا اکرام کرنا

حضرت معاویہ بن حیدہؓ فرماتے ہیں کہ میں نے عرض کیا یا رسول اللہ! میرے پڑوسی کا کیا حق ہے؟ حضورؐ نے فرمایا اگر وہ بیمار ہو جائے تو تم اس کی عیادت کرو اور اس کا انتقال ہو جائے تو تم اس کے جنازے میں جاؤ اور اگر وہ تم سے قرض مانگے تو تم اسے قرضہ دے دو۔ اور اگر وہ فقیر اور بد حال ہو جائے تو تم اس کی پردہ پوشی کرو (کہ ایسے چپکے سے اس کی مدد کرو کہ کسی کو اس کا پتہ نہ چلے) اور اگر اسے کوئی اچھی چیز حاصل ہو جائے تو تم اسے مبارک باد دو اور اگر اس پر کوئی مصیبت آئے تو تم اس کو تسلی دو اور اپنی عمارت اس کی عمارت سے اونچی نہ بناؤ اس سے اس کی ہوا بند ہو جائے گی اور جب بھی تم ہنڈیا میں کوئی سالن پکاؤ تو چمچہ بھر کر اس میں سے اسے بھی دے دو ورنہ تمہارے سالن کی خوشبو سے اسے بے چینی اور تکلیف ہوگی (کیونکہ اس کے گھر میں کچھ نہیں ہے اور تمہارے ہاں ہے)[4] بیہقی نے شعب الایمان میں ایسی ہی روایت حضرت معاویہؓ سے نقل کی ہے اس میں یہ بھی ہے کہ وہ ننگا ہو تو اسے تم پہناؤ۔[5]

[1] عند الطبرانی فی الصغیر والکبیر قال الهیثمی (ج ۸ ص ۱۵۸) وفیه خدیجے بن معاویة الجعفی وهو ضعیف [2] اخرجه البخاری فی الادب (ص ۵۶) [3] اخرجه البزار قال الهیثمی (ج۸ ص ۱۵۶) رواه البزار فقال حدثنا بعض اصحابنا ولم یسمه وبقیة رجاله ثقات [4] اخرجه الطبرانی قال الهیثمی (ج

حضرت محمد بن عبداللہ بن سلامؓ فرماتے ہیں میں نے حضورؐ کی خدمت میں حاضر ہو کر عرض کیا کہ میرے پڑوسی نے مجھے بڑی تکلیف پہنچائی ہے۔ حضورؐ نے فرمایا صبر کرو۔ میں نے دوسری مرتبہ عرض کیا کہ میرے پڑوسی نے تو مجھے بڑی تکلیف پہنچائی ہے۔ حضورؐ نے فرمایا صبر کرو۔ میں نے تیسری مرتبہ عرض کیا میرے پڑوسی نے تو مجھے تنگ کر دیا۔ حضورؐ نے فرمایا اپنے گھر کا سارا سامان اٹھا کر گلی میں ڈال لو اور تمہارے پاس جو آئے اسے یہ بتاتے رہنا کہ میرے پڑوسی نے مجھے بہت پریشان کیا ہوا ہے اس طرح سب اس پر لعنت بھیجنے لگ جائیں گے (پھر آپ نے فرمایا)

جو اللہ پر اور آخرت کے دن پر ایمان رکھتا ہے اسے اپنے پڑوسی کا اکرام کرنا چاہئے اور جو اللہ پر اور آخرت کے دن پر ایمان رکھتا ہے اسے اپنے مہمان کا اکرام کرنا چاہئے اور جو اللہ پر اور آخرت کے دن پر ایمان رکھتا ہے اسے چاہئے کہ یا تو وہ خیر کی بات کہے یا چپ رہے۔[1]

حضرت عبداللہ بن عمرؓ فرماتے ہیں حضور ﷺ ایک غزوے میں تشریف لے جانے لگے تو فرمایا آج ہمارے ساتھ وہ نہ جائیں جس نے اپنے پڑوسی کو تکلیف پہنچائی ہو اس پر ایک آدمی نے کہا میں نے اپنے پڑوسی کی دیوار کی جڑ میں پیشاب کیا ہے حضور ﷺ نے فرمایا تم آج ہمارے ساتھ مت جاؤ۔[2]

حضرت مقداد بن اسودؓ فرماتے ہیں حضور ﷺ نے اپنے صحابہؓ سے فرمایا زنا کے بارے میں آپ لوگ کیا کہتے ہیں؟ صحابہؓ نے عرض کیا زنا تو حرام ہے اللہ اور رسولؐ نے اسے حرام قرار دیا ہے یہ قیامت تک حرام رہے گا۔ آپ نے فرمایا آدمی دس عورتوں سے زنا کرلے اس کا گناہ پڑوسی کی بیوی سے زنا کرنے سے کم ہے۔ پھر آپ نے فرمایا آپ لوگ چوری کے بارے میں کیا کہتے ہیں؟ صحابہؓ نے عرض کیا چونکہ اللہ اور رسولؐ نے اسے حرام قرار دیا ہے اس لئے یہ حرام ہے۔ آپ نے فرمایا آدمی دس گھروں سے چوری کرلے اس کا گناہ پڑوسی کے گھر سے چوری کرنے سے کم ہے۔[3]

حضرت مطرف بن عبداللہؒ فرماتے ہیں مجھے لوگوں کے واسطہ سے حضرت ابو ذرؓ کی ایک حدیث پہنچی تھی میں چاہتا تھا کہ خود ان سے میری ملاقات ہو جائے (تاکہ وہ حدیث ان سے براہ راست سن لوں) چنانچہ ایک دفعہ ان سے میری ملاقات ہو گئی تو میں نے ان سے کہا اے ابو ذرؓ! مجھے آپ کی طرف سے ایک حدیث پہنچی ہے میں (اس حدیث کو براہ راست آپ سے سننے کے لئے) آپ سے ملنا چاہتا تھا۔ انہوں نے فرمایا اللہ تیرے باپ کا بھلا کرے اب تو تمہاری مجھ سے ملاقات ہو گئی ہے بتاؤ (وہ کون سی حدیث ہے؟) میں نے کہا مجھے یہ حدیث پہنچی ہے کہ حضور ﷺ نے آپ سے فرمایا تھا کہ اللہ تعالیٰ تین آدمیوں کو پسند کرتا ہے اور تین آدمیوں سے بغض رکھتا ہے۔ حضرت ابو ذرؓ نے کہا میرے خیال میں بھی یہ بات نہیں آسکتی کہ میں حضور ﷺ کی طرف سے جھوٹ بیان کروں میں نے کہا وہ تین آدمی کون سے ہیں جن کو

[1] اخرجه ابو نعيم كذافي الكنز (ج ٥ ص ٤٤) [2] اخرجه الطبراني في الاوسط قال الهيثمي (ج ٨ ص ١٧٠) وفيه بحر بن عبدالحميد الحماني وهو ضعيف. اهـ

اللہ تعالیٰ پسند کرتے ہیں ؟ انہوں نے کہا ایک تو وہ آدمی ہے جو اللہ کے راستہ میں جم کر ثواب کی امید میں غزوہ کرے اور زور دار جنگ کرے اور آخر کار وہ شہید ہو جائے اور اس آدمی کا تذکرہ تمہیں اپنے پاس اللہ تعالیٰ کی کتاب میں مل جائے پھر انہوں نے یہ آیت تلاوت فرمائی: اِنَّ اللّٰہَ یُحِبُّ الَّذِیْنَ یُقَاتِلُوْنَ فِیْ سَبِیْلِہٖ صَفًّا کَاَنَّھُمْ بُنْیَانٌ مَّرْصُوْصٌ (سورت صف آیت ۴)

ترجمہ "اللہ تعالیٰ تو ان لوگوں کو (خاص طور پر) پسند کرتا ہے جو اس کے راستہ میں اس طرح سے مل کر لڑتے ہیں کہ گویا وہ ایک عمارت ہے جس میں سیسہ پلایا گیا ہے۔" میں نے کہا دوسرا کون ہے ؟ انہوں نے فرمایا دوسرا وہ آدمی ہے جس کا پڑوسی برا آدمی ہے جو اسے تکلیف پہنچاتا رہتا ہے اور وہ اس کی تکلیفوں پر مسلسل صبر کرتا رہے یہاں تک کہ اللہ تعالیٰ (اس پڑوسی کی اصلاح فرما کر) اسے اور زندگی دے دے یا اسے دنیا سے اٹھا لے۔ آگے اور حدیث بھی ذکر کی ہے[1] حضرت قاسمؒ کہتے ہیں حضرت ابو بکرؓ اپنے بیٹے حضرت عبد الرحمنؓ کے پاس سے گزرے تو وہ اپنے پڑوسی سے جھگڑ رہے تھے۔ حضرت ابو بکرؓ نے فرمایا اپنے پڑوسی سے جھگڑا نہ کرو کیونکہ پڑوسی تو یہاں ہی رہے گا اور (لڑانے والے) باقی لوگ چلے جائیں گے۔[2]

نیک رفیق سفر کا اکرام کرنا

حضرت رباح بن ربیعؓ فرماتے ہیں ہم ایک غزوہ میں حضور ﷺ کے ساتھ گئے۔ حضورؐ نے ہم میں سے ہر تین آدمیوں کو ایک اونٹ سواری کے لئے دیا۔ صحرا اور جنگل میں تو ہم میں سے دو سوار ہو جاتے اور ایک پیچھے سے اونٹ کو چلاتا اور پہاڑوں میں ہم سب ہی اتر جاتے۔ حضورؐ میرے پاس سے گزرے میں اس وقت پیدل چل رہا تھا۔ حضورؐ نے مجھ سے فرمایا اے رباح! میں دیکھ رہا ہوں کہ تم پیدل چل رہے ہو ؟ (کیا بات ہے ؟) میں نے کہا میں تو ابھی اترا ہوں اس وقت میرے دونوں ساتھی سوار ہیں۔ اس کے بعد حضورؐ (آگے چلے گئے اور آپ) کا گزر میرے دونوں ساتھیوں کے پاس سے ہوا جس پر انہوں نے اپنا اونٹ بٹھایا اور دونوں اس سے اتر گئے۔ جب میں ان دونوں کے پاس پہنچا تو دونوں نے کہا تم اس اونٹ پر آگے بیٹھ جاؤ اور (مدینہ) واپسی تک تم یوں ہی بیٹھے رہو۔ ہم دونوں باری باری سوار ہوتے رہیں گے (تم نے اب پیدل نہیں چلنا) میں نے کہا کیوں ؟ ان دونوں نے کہا حضورؐ ہمیں ابھی فرما کر گئے ہیں کہ تمہارا ساتھی بہت نیک آدمی ہے تم اس کے ساتھ اچھی طرح رہو۔[3]

---

[1] اخرجه احمد والطبرانی واللفظ له قال الهیثمی (ج۸ص ۱۷۱) اسناد الطبرانی واحد اسنادی احمد رجاله رجال الصحیح وقد رواه النسائی وغیره غیر ذکر الجار

[2] اخرجه ابن المبارك وابو عبید فی الغریب والخرائطی وعبدالرزاق عن عبدالرحمن بن القاسم کذافی الکنز (ج ۵ص ٤٤) [3] اخرجه الطبرانی کذافی الکنز (ج ۵ ص ٤٢)

لوگوں کے مرتبے کا لحاظ کرنا

حضرت عمرو بن مخراقؒ کہتے ہیں کہ ایک مرتبہ حضرت عائشہؓ کھانا کھا رہی تھیں کہ ان کے پاس سے ایک باوقار آدمی گزرا اسے بلا کر انہوں نے اپنے ساتھ (کھانے پر) بٹھالیا اتنے میں ایک آدمی ان کے پاس سے گزرا (اسے بلایا نہیں بلکہ) اسے (روٹی کا) ایک ٹکڑا دے دیا۔ ان سے کسی نے پوچھا (کہ دونوں کے ساتھ ایک جیسا معاملہ کیوں نہیں کیا) حضرت عائشہؓ نے فرمایا ہمیں حضور ﷺ نے اس بات کا حکم دیا ہے کہ ہم لوگوں کے ساتھ ان کے مرتبے کے مطابق معاملہ کریں (اور ہر ایک کو اس کے درجے پر رکھیں)[1] حضرت میمون بن ابی شبیبؒ کہتے ہیں ایک مانگنے والا حضرت عائشہؓ کے پاس آیا (اور اس نے مانگا) حضرت عائشہؓ نے فرمایا اسے ایک ٹکڑا دے دو پھر ایک باوقار آدمی آیا تو اسے اپنے ساتھ (دستر خوان پر) بٹھالیا۔ کسی نے ان سے پوچھا آپ نے ایسا (الگ الگ معاملہ کیوں کیا) کیوں کیا حضرت عائشہؓ نے فرمایا ہمیں حضور ﷺ نے یہی حکم دیا آگے پچھلی حدیث جیسا مضمون ذکر کیا[2] ابو نعیم نے اس طرح روایت کیا کہ حضرت عائشہؓ ایک سفر میں تھیں تو انہوں نے قریش کے کچھ لوگوں کے لئے دوپہر کا کھانا تیار کرنے کا حکم دیا (جب وہ کھانا تیار ہو گیا تو) ایک مالدار باوقار آدمی آیا آپ نے فرمایا اسے بلالو اسے بلایا گیا تو وہ سواری سے نیچے اترا اور (بیٹھ کر) کھانا کھایا پھر وہ چلا گیا۔ اس کے بعد ایک مانگنے والا آیا تو فرمایا اسے (روٹی کا) ٹکڑا دے دو پھر فرمایا اس مالدار کے ساتھ (اکرام کا) معاملہ کرنا ہی ہمارے لئے مناسب تھا اور اس فقیر نے آکر مانگا تو میں نے اسے اتنا دینے کہ کہہ دیا جس سے وہ خوش ہو جائے۔ حضور ﷺ نے یہی ہمیں حکم دیا آگے پچھلی حدیث جیسا مضمون ذکر کیا[3] پہلے یہ قصہ گزر چکا ہے کہ حضرت علیؓ نے ایک آدمی کو ایک جوڑا اور سو دینار دیئے کسی نے ان سے پوچھا تو فرمایا میں نے حضور ﷺ کو یہ فرماتے ہوئے سنا ہے کہ لوگوں کے ساتھ ان کے درجے کے لحاظ سے پیش آؤ اس آدمی کا میرے نزدیک یہی درجہ تھا۔

مسلمان کو سلام کرنا

قبیلہ مزینہ کے حضرت اغرؓ فرماتے ہیں کہ حضور ﷺ نے مجھے ایک جریب (ایک پیمانہ جس میں چار قفیز غلہ آتا تھا) کھجوریں دینے کا حکم دیا کھجوریں ایک انصاری کے پاس تھیں وہ انصاری دینے

---

[1] اخرجه الخطيب فى المتفق كذافى الكنز (ج ٢ ص ١٤٢) [2] اخرجه ايضا ابو داؤد فى السنن وابن خزيمة فى صحيحه والبزار وابو يعلى وابو نعيم فى المتخرج والبيهقى فى الا دب والعسكرى فى الا مثال [3] لفظ ابى نعيم فى الحلية (ج ٤ ص ٣٧٩) وقدصحيح هذا الحديث الحاكم فى معرفة علوم الحديث وكذا غيره وتعقب با لا نقطاع وبالا ختلاف على راويه فى رفعه قال السخاوى وبا لجملة فحديث عائشة حسن كذافى شرح الا حياء للزبيدى (ج ٦ ص ٢٦٥)

میں ٹال مٹول کرتے رہے میں نے اس بارے میں حضور ﷺ سے بات کی۔ حضورؐ نے فرمایا اے ابو بکرؓ! تم صبح ان کے ساتھ جاؤ اور (اس انصاری سے) لے کر کھجوریں ان کو دے دو۔ حضرت ابو بکرؓ نے مجھ سے کہا صبح نماز پڑھ کر فلاں جگہ آجانا۔ میں نماز پڑھ کر وہاں گیا تو حضرت ابو بکرؓ وہاں موجود تھے ہم دونوں اس انصاری کے پاس گئے۔ راستہ میں جو آدمی بھی حضرت ابو بکرؓ کو دور سے دیکھتا وہ فوراً ان کو سلام کرتا حضرت ابو بکرؓ نے کہا کیا تم دیکھ نہیں رہے کہ یہ لوگ (پہلے سلام کر کے) فضیلت میں تم سے آگے نکل گئے ہیں؟ اب آئندہ سلام میں تم سے آگے کوئی نہ نکلنے پائے اس کے بعد ہمیں جو آدمی بھی دور سے نظر آتا ہم اس کے سلام کرنے سے پہلے ہی فوراً اسے سلام کر دیتے۔ [1]

حضرت زہرہ بن حمیضہؓ فرماتے ہیں میں حضرت ابو بکرؓ کے پیچھے سواری پر سوار تھا جب ہم لوگوں کے پاس سے گزرتے تو حضرت ابو بکرؓ انہیں سلام کرتے لوگ جواب میں ہمارے الفاظ سے زیادہ الفاظ سلام میں ذکر کرتے اس پر حضرت ابو بکرؓ نے فرمایا آج تو لوگ ہم سے خیر میں بہت آگے نکل گئے۔ [2]

حضرت عمرؓ فرماتے ہیں میں سواری پر حضرت ابو بکرؓ کے پیچھے بیٹھا ہوا تھا جب ہم لوگوں کے پاس سے گزرتے تو حضرت ابو بکرؓ السلام علیکم کہتے۔ لوگ جواب میں السلام علیکم رحمۃ اللہ وبرکاتہ، کہتے اس پر حضرت ابو بکرؓ نے فرمایا آج تو لوگ ہم سے بہت آگے نکل گئے۔ [3]

حضرت ابو امامہؓ نے ایک دفعہ وعظ فرمایا تو اس میں یہ فرمایا ہر کام میں صبر کو لازم پکڑو چاہے وہ کام تمہاری مرضی کا ہو یا نہ ہو کیونکہ صبر بہت اچھی خصلت ہے اب تمہیں دنیا پسند آنے لگ گئی ہے اور اس نے اپنے دامن تمہارے سامنے پھیلا دیئے ہیں اور اس نے اپنی زینت والے کپڑے پہن لئے ہیں حضرت محمد ﷺ (کو تو اعمال کا شوق تھا اس لئے وہ) اپنے گھر کے صحن میں بیٹھتے تھے اور یہ کہا کرتے تھے کہ ہم اس لئے یہاں بیٹھے ہیں تاکہ ہم لوگوں کو سلام کریں اور پھر لوگ بھی ہمیں سلام کریں۔ [4]

حضرت انس بن مالکؓ فرماتے ہیں جب ہم حضور ﷺ کے ساتھ چلتے اور راستہ میں کوئی درخت آجاتا جس کی وجہ سے ہم ایک دوسرے سے جدا ہو جاتے تھے تو پھر جب ہم اکٹھے ہوتے تھے تو ایک دوسرے کو سلام کرتے تھے۔ [5]

---

[1] اخرجه الطبرانی فی الکبیر والا وسط واحد اسنادی الکبیر روایة محتج بهم فی الصحیح کذافی الترغیب (ج ٤ ص ٢٠٦) واخرجه ایضا البخاری فی الادب (ص ١٤٥) وابن جریر وابو نعیم والخرائطی کما فی الکنز (ج ٥ ص ٥٢) [2] عن ابن ابی شیبة [3] عند البخاری فی الادب کذافی الکنز (ج ٥ ص ٥٢ و ٥٣) [4] اخرجه ابن عساکر کذافی الکنز (ج ٢ ص ١٥٦)

[5] اخرجه الطبرانی باسناد حسن کذافی الترغیب (ج ٤ ص ٢٠٧) واخرجه البخاری فی الادب (ص ١٤٨) بنحوه.

حضرت طفیل بن ابی بن کعبؒ کہتے ہیں میں حضرت عبداللہ بن عمرؓ کی خدمت میں آیا کرتا وہ میرے ساتھ بازار جاتے جب ہم بازار جاتے تو حضرت عبداللہ کا جس کباڑیے پر، بیچنے والے پر، جس مسکین پر غرضیکہ جس مسلمان پر گزر ہوتا اسے سلام کرتے۔ ایک دن میں ان کی خدمت میں گیا وہ مجھے اپنے ساتھ بازار لے گئے میں نے کہا آپ بازار کس لئے آتے ہیں؟ نہ تو آپ کسی بیچنے والے کے پاس رکتے ہیں اور نہ کسی سامان کے بارے میں پوچھتے ہیں اور نہ قیمت معلوم کرتے ہیں اور نہ بازار کی کسی مجلس میں بیٹھتے ہیں۔ آیئے یہاں ہم بیٹھ جاتے ہیں کچھ دیر باتیں کرتے ہیں۔ حضرت عبداللہ نے فرمایا اے پیٹو! میرا پیٹ بڑا تھا۔ ہم تو سلام کی وجہ سے بازار آتے ہیں لہذا جو ملتا جائے اسے سلام کرتے جاؤ۔ ایک روایت میں یہ ہے کہ ہم تو سلام کی وجہ سے بازار آئے ہیں اس لئے ہمیں جو ملے گا ہم اسے سلام کریں گے۔ [1]

حضرت ابو امامہ باہلیؓ کی جس سے ملاقات ہوتی تھی اسے فوراً سلام کرتے تھے۔ راوی کہتے ہیں میرے علم میں ایسا کوئی آدمی نہیں جس نے انہیں پہلے سلام کیا ہو البتہ ایک یہودی قصداً ایک ستون کے پیچھے چھپ گیا اور (جب حضرت ابو امامہ پاس پہنچے تو) ایک دم باہر آکر اس نے ان کو پہلے سلام کر لیا حضرت ابو امامہ نے اس سے فرمایا اے یہودی! تیرا ناس ہو تو نے ایسا کیوں کیا اس نے کہا میں نے یہ دیکھا کہ آپ سلام بہت زیادہ کرتے ہیں (اور سلام میں پہل کرتے ہیں) اس سے مجھے پتہ چلا کہ یہ کوئی فضیلت والا عمل ہے اس لئے میں نے چاہا کہ یہ فضیلت مجھے بھی حاصل ہو جائے حضرت ابو امامہ نے فرمایا تیرا ناس ہو میں نے حضور ﷺ کو یہ فرماتے ہوئے سنا کہ اللہ تعالیٰ نے السلام علیکم کو ہماری امت (مسلمہ) کے لئے آپس کا سلام بنایا ہے اور ہمارے ساتھ رہنے والے ذمی کافروں کے لئے اسے امن کی نشانی بنایا ہے۔ [2]

حضرت محمد بن زیادؒ کہتے ہیں حضرت ابو امامہؓ اپنے گھر واپس جا رہے تھے میں ان کا ہاتھ پکڑے ہوئے ساتھ چل رہا تھا راستہ میں جس آدمی پر ان کا گزر ہوتا چاہے وہ مسلمان ہو تا یا نصرانی، چھوٹا یا بڑا حضرت ابو امامہؓ اسے السلام علیکم ضرور کہتے۔ جب گھر کے دروازے پر پہنچے تو انہوں نے ہماری طرف متوجہ ہو کر کہا اے میرے بھتیجے! ہمیں ہمارے نبی کریم ﷺ نے اس بات کا حکم دیا ہے کہ ہم آپس میں سلام پھیلائیں [3]۔ حضرت بشیر بن یسارؒ کہتے ہیں کوئی

---

[1] اخرجه ابو نعيم فى الحلية (ج ۱ ص ۳۱۰) واخرجه مالك عن الطفيل بن ابى بن كعب بنحوه وفى رواية انما نغدومن اجل السلام نسلم على من لقينا كما فى جمع الفوائد (ج ۲ ص ۱۴۱) واخرجه البخارى فى الادب (ص ۱۴۸) عن الطفيل بن ابى بنحوه

[2] اخرجه الطبرانى قال الهيثمى (ج ۸ ص ۳۳) رواه الطبرانى عن شيخه بكر بن سهل الدمياطى ضعفه النسائى وقال غيره مقارب الحديث . انتهى [3] عندابى نعيم فى الحلية (ج ٦ ص ۱۱۲)

آدمی حضرت ابن عمرؓ کو ان سے پہلے سلام نہیں کر سکتا تھا۔[1]

سلام کا جواب دینا

حضرت سلمانؓ فرماتے ہیں کہ ایک آدمی نے حضور ﷺ کی خدمت میں آکر کہا السلام علیک یا رسول اللہ! ورحمۃ اللہ آپ نے فرمایا وعلیک السلام ورحمۃ اللہ وبرکاتہ پھر دوسرے نے آکر کہا السلام علیک یا رسول اللہ ورحمۃ اللہ آپ نے فرمایا وعلیک السلام ورحمۃ اللہ وبرکاتہ پھر تیسرے نے آکر کہا السلام علیک یا رسول اللہ ورحمۃ اللہ وبرکاتہ حضور ﷺ نے اس کے جواب میں فرمایا وعلیک اس پر اس نے کہا یا رسول اللہ! فلاں فلاں نے آکر آپ کو سلام کیا (اور میں نے بھی آپ کو سلام کیا آپ نے تینوں کو سلام کا جواب دیا لیکن) ان دونوں کو آپ نے مجھ سے اچھا جواب دیا۔ حضورؐ نے فرمایا تم نے سلام میں کوئی چیز تو چھوڑی نہیں (کیونکہ تم نے السلام علیک یا رسول اللہ! ورحمۃ وبرکاتہ، کہا) اور اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے:

وَاِذَا حُيِّيْتُمْ بِتَحِيَّةٍ فَحَيُّوْا بِاَحْسَنَ مِنْهَآ اَوْ رُدُّوْهَا (سورت نساء آیت ۸۶)

ترجمہ "اور جب تم کو کوئی (مشروع طور پر) سلام کرے تو اس (سلام) سے اچھے الفاظ میں سلام کر دیا ویسے ہی الفاظ کہہ دو" (چونکہ تم نے سلام میں سارے ہی الفاظ کہہ دیئے تھے اس لئے) میں نے تمہارے سلام کا جواب تمہارے ہی الفاظ میں دیا ہے۔[2]

حضرت عائشہؓ فرماتی ہیں کہ حضور ﷺ نے ان سے فرمایا کہ یہ حضرت جبرائیل علیہ السلام تمہیں سلام کہہ رہے ہیں میں نے کہا وعلیک السلام ورحمۃ اللہ وبرکاتہ اور میں کچھ الفاظ اور بڑھانے لگی تو حضورؐ نے فرمایا سلام ان الفاظ پر پورا ہو جاتا ہے۔ حضرت جبرائیلؑ نے کہا رحمة الله وبركاته عليكم اهل البيت.[3]

حضرت انسؓ اور دوسرے حضرات فرماتے ہیں کہ نبی کریم ﷺ نے حضرت سعد بن عبادہؓ سے (اندر آنے کی) اجازت لینے کے لئے فرمایا السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ جواب میں حضرت سعد نے آہستہ سے کہا وعلیک السلام ورحمۃ اللہ اور اتنا آہستہ جواب دیا کہ حضورؐ سن نہ سکے تین دفعہ یہی ہوا کہ حضورؐ سلام فرماتے اور حضرت سعد چپکے سے جواب دیتے۔ اس پر حضورؐ واپس جانے لگے تو حضرت سعد حضورؐ کے پیچھے گئے اور عرض کیا یا رسول اللہ! میرے ماں باپ آپ پر قربان ہوں۔ آپ کا ہر سلام میرے کانوں تک پہنچا اور میں نے آپ کے ہر سلام کا جواب دیا

---

[1] عند البخاري في الادب (ص ١٤٥) [2] اخرجه الطبراني قال الهيثمي (ج ٨ ص ٣٣) فيه هشام بن لاحق قواه النسائي وترك احمد حديثه وبقية رجاله رجال الصحيح . انتهى

[3] اخرجه الطبراني في الاوسط قال الهيثمي (ج ٨ ص ٣٣) رواه الطبراني في الاوسط ورجاله رجال الصحيح وهو في الصحيح باختصار . انتهى

لیکن قصداً آہستہ سے کہا تاکہ آپ سن نہ سکیں میں نے چاہا کہ آپ کے سلام کی برکت زیادہ سے زیادہ حاصل کرلوں۔ پھر وہ حضور کو اپنے گھر لے گئے اور ان کے سامنے تیل پیش کیا۔ حضور نے وہ تیل نوش فرمایا کھانے کے بعد حضورؐ نے یہ دعا فرمائی اکل طعامکم الا برار وصلت علیکم الملائکۃ وافطر عندکم الصائمون[1]

حضرت انسؓ فرماتے ہیں حضور ﷺ انصار کو ملنے جایا کرتے تھے۔ جب آپ انصار کے گھروں میں تشریف لاتے تو انصار کے بچے آکر آپ کے گرد جمع ہو جاتے آپ ان کے لئے دعا فرماد یتے اور ان کے سروں پر ہاتھ پھیرتے اور انہیں سلام کرتے۔ چنانچہ ایک مرتبہ نبی کریم ﷺ حضرت سعدؓ کے دروازے پر آئے اور ان کو سلام کیا اور السلام علیکم ورحمتہ اللہ کہا۔ حضرت سعد نے جواب تو دیا لیکن آہستہ سے دیا تاکہ حضورؐ سن نہ سکیں حضورؐ نے تین دفعہ سلام کیا اور حضور کا معمول یہی تھا کہ تین دفعہ سے زیادہ سلام نہیں کیا کرتے تھے تین دفعہ میں گھر والے اندر آنے کی اجازت دے دیتے تو ٹھیک ورنہ آپ واپس تشریف لے جاتے پھر آگے پچھلی حدیث جیسی حدیث ذکر کی۔[2]

حضرت محمد بن جبیرؒ کہتے ہیں حضرت عمرؓ ایک مرتبہ حضرت عثمانؓ کے پاس سے گزرے حضرت عمرؓ نے انہیں سلام کیا انہوں نے سلام کا جواب نہ دیا۔ حضرت عمرؓ حضرت ابو بکرؓ کے پاس گئے اور ان سے حضرت عثمانؓ کی شکایت کی (یہ دونوں حضرات حضرت عثمانؓ کے پاس آئے) حضرت ابو بکرؓ نے حضرت عثمانؓ سے کہا آپ نے اپنے بھائی کے سلام کا جواب کیوں نہیں دیا حضرت عثمانؓ نے کہا اللہ کی قسم! میں نے (ان کے سلام کو) سنا ہی نہیں۔ میں تو کسی گہری سوچ میں تھا۔ حضرت ابو بکرؓ نے پوچھا آپ کیا سوچ رہے تھے؟ حضرت عثمانؓ نے کہا میں شیطان کے خلاف سوچ رہا تھا کہ وہ ایسے برے خیالات میرے دل میں ڈال رہا تھا کہ زمین پر جو کچھ ہے وہ سارا بھی مجھے مل جائے تو بھی میں ان برے خیالات کو زبان پر نہیں لا سکتا جب شیطان نے میرے دل میں یہ برے خیالات ڈالنے شروع کیئے تو میں نے دل میں کہا اے کاش میں حضور ﷺ سے پوچھ لیتا کہ ان شیطانی خیالات سے نجات کیسے ملے گی؟ حضرت ابو بکرؓ نے فرمایا میں نے حضورؐ سے اس کی شکایت کی تھی اور میں نے حضورؐ سے پوچھا تھا کہ شیطان جو برے خیالات ہمارے دلوں میں ڈالتا ہے ان سے ہمیں نجات کیسے ملی گی؟ حضورؐ نے فرمایا ان سے نجات تمہیں اس طرح ملے گی کہ تم وہ کلمہ کہہ لیا کرو جو میں نے موت کے وقت اپنے چچا کو پیش کیا تھا لیکن انہوں نے وہ کلمہ نہیں پڑھا تھا۔[3]

---

[1] اخرجه احمد عن ثابت البناني وروى ابو داؤد بعضه

[2] رواه البزار ورجاله رجال الصحيح كما قال الهيثمي (ج ٨ ص ٣٤)

[3] اخرجه ابو يعلى كذافي الكنز (ج ١ ص ٧٤) وقال قال البو ميرفي زوائدا لعشرة سنده حسن

یہی واقعہ حضرت عثمانؓ سے اس سے زیادہ تفصیل سے ابن سعد نے نقل کیا ہے اور اس میں یہ ہے کہ حضرت عمرؓ گئے اور حضرت ابو بکرؓ کی خدمت میں جا کر کہا اے خلیفہ رسول اللہ! کیا میں آپ کو حیران کن بات نہ بتاؤں ؟ میں حضرت عثمانؓ کے پاس سے گزرا میں نے انہیں سلام کیا لیکن انہوں نے میرے سلام کا جواب نہ دیا۔ حضرت ابو بکرؓ کھڑے ہوئے اور حضرت عمرؓ کا ہاتھ پکڑا اور دونوں حضرات چل پڑے اور میرے پاس آئے تو مجھ سے حضرت ابو بکرؓ نے کہا اے عثمانؓ! تمہارے بھائی (عمرؓ) نے بتایا ہے کہ وہ تمہارے پاس سے گزرے تھے اور انہوں نے تمہیں سلام کیا تھا لیکن تم نے ان کے سلام کا جواب نہیں دیا تو تم نے ایسا کیوں کیا؟ میں نے کہا اے خلیفہ رسول اللہ! میں نے ایسا تو نہیں کیا۔ حضرت عمرؓ نے کہا بالکل کیا ہے اور اللہ کی قسم! یہ (تکبر) تم بنو امیہ کی پرانی خصلت ہے میں نے کہا (اے عمرؓ) مجھے نہ تو تمہارے گزرنے کا پتہ چلا اور نہ تمہارے سلام کرنے کا۔ حضرت ابو بکرؓ نے کہا آپ ٹھیک کہہ رہے ہیں میرا خیال یہ ہے کہ آپ کسی سوچ میں تھے جس کی وجہ سے آپ کو پتہ نہ چلا۔ میں نے کہا جی ہاں! حضرت ابو بکرؓ نے کہا آپ کیا سوچ رہے تھے ؟ میں نے کہا میں یہ سوچ رہا تھا کہ حضور ﷺ کا انتقال ہو گیا لیکن میں حضورؐ سے یہ نہ پوچھ سکا کہ اس امت کی نجات کس چیز میں ہے ؟ میں یہ سوچ بھی رہا تھا اور اپنی اس کوتاہی پر حیران بھی ہو رہا تھا۔ حضرت ابو بکرؓ نے کہا میں نے حضورؐ سے یہ پوچھا تھا کہ یا رسول اللہ! اس امت کی نجات کس چیز میں ہے ؟ حضورؐ نے فرمایا تھا جو آدمی مجھ سے اس کلام کو قبول کرلے گا جو میں نے اپنے چچا پر پیش کیا تھا لیکن انہوں نے قبول نہیں کیا تھا تو یہ کلمہ اس آدمی کے لئے نجات کا ذریعہ ہوگا۔ حضورؐ نے اپنے چچا پر یہ کلمہ پیش کیا تھا: اشھدان لا الہ الا اللّٰہ واشھدان محمدا رسول اللّٰہ[1]

حضرت سعد بن ابی وقاصؓ فرماتے ہیں میں مسجد میں حضرت عثمان بن عفانؓ کے پاس سے گزرا میں نے انہیں سلام کیا انہوں نے مجھے آنکھ بھر کر دیکھا بھی لیکن میرے سلام کا جواب نہ دیا۔ میں امیر المومنین حضرت عمر بن خطابؓ کی خدمت میں گیا اور میں نے دو دفعہ یہ کہا اے امیر المومنین! کیا اسلام میں کوئی نئی چیز پیدا ہو گئی ہے ؟ حضرت عمرؓ نے پوچھا کیا ہوا ؟ میں نے کہا اور تو کوئی بات نہیں البتہ یہ بات ہے کہ میں ابھی مسجد میں حضرت عثمانؓ کے پاس سے گزرا میں نے ان کو سلام کیا انہوں نے مجھے آنکھ بھر کر دیکھا بھی لیکن میرے سلام کا جواب نہ دیا۔ حضرت عمرؓ نے آدمی بھیج کر حضرت عثمانؓ کو بلوایا اور (جب حضرت عثمانؓ آگئے تو) ان سے فرمایا آپ نے اپنے بھائی (سعدؓ) کے سلام کا جواب کیوں نہیں دیا؟ حضرت عثمانؓ نے کہا میں نے تو ایسا نہیں

۱۔ اخرجہ ابن سعد (ج ۲ ص ۳۱۲)

کیا۔ میں نے کہا آپ نے کیا ہے اور بات اتنی بڑھی کہ انہوں نے اپنی بات پر قسم کھالی اور میں نے اپنی بات پر قسم کھالی۔ تھوڑی دیر کے بعد حضرت عثمانؓ کو یاد آگیا تو انہوں نے فرمایا استغفر اللّٰہ واتوب الیہ آپ میرے پاس سے ابھی گزرے تھے۔ اس وقت میں اس بات کے بارے میں سوچ رہا تھا جو میں نے حضور ﷺ سے سنی تھی اور وہ بات ایسی ہے کہ جب بھی مجھے یاد آتی ہے تو میری نگاہ پر اور میرے دل پر ایک پردہ پڑ جاتا ہے (جس کی وجہ سے نہ کچھ نظر آتا ہے اور نہ کچھ سمجھ آتا ہے) میں نے کہا میں آپ کو وہ بات بتاؤں ایک مرتبہ حضور ﷺ نے دعا کی ابتدائی حصہ کا تذکرہ فرمایا (کہ دعا کے شروع میں اسے پڑھنا چاہیئے) اتنے میں ایک دیہاتی آیا اور حضورؐ اس سے باتوں میں مشغول ہو گئے پھر حضورؐ کھڑے ہو گئے (اور چل پڑے) میں بھی آپ کے پیچھے چل دیا پھر مجھے خطرہ ہوا کہ میرے پہنچنے سے پہلے کہیں حضورؐ گھر کے اندر نہ چلے جائیں اس لئے میں نے زمین پر پاؤں زور سے مارے اس پر حضورؐ میری طرف متوجہ ہوئے اور فرمایا یہ کون ہے ابو اسحاق ہے؟ میں نے کہا جی ہاں۔ حضورؐ نے فرمایا کیا بات ہے؟ میں نے کہا اور تو کوئی بات نہیں ہے بس یہ بات ہے کہ آپ نے دعا کے ابتدائی حصہ کا تذکرہ کیا تھا پھر یہ دیہاتی آگیا تھا اور آپ اس سے باتوں میں مشغول ہو گئے تھے۔ حضورؐ نے فرمایا ہاں وہ مچھلی والے (حضرت یونس) علیہ السلام کی دعا ہے جو انہوں نے مچھلی کے پیٹ میں مانگی تھی لا الٰہ الا انت سبحانك انی کنت من الظالمین ان کلمات کے ساتھ جو مسلمان بھی دعا کرے گا اللہ تعالیٰ اس کی دعا ضرور قبول فرمائیں گے۔[1]

سلام بھیجنا

حضرت ابو البختریؒ کہتے ہیں حضرت اشعث بن قیس اور حضرت جریر بن عبداللہ بجلیؓ حضرت سلمان فارسیؓ سے ملنے آئے اور شہر مدائن کے ایک کنارے میں ان کی جھگی کے اندر گئے۔ اندر جا کر انہیں سلام کیا اور یہ دعائیہ کلمات کہے حیاک اللہ اللہ آپ کو زندہ رکھے۔ پھر ان دونوں نے پوچھا کیا آپ ہی سلمان فارسی ہیں؟ انہوں نے کہا جی ہاں۔ ان دونوں حضرات نے کہا کیا آپ حضور ﷺ کے ساتھی ہیں؟ انہوں نے کہا معلوم نہیں۔ اس پر ان دونوں حضرات کو شک ہو گیا اور انہوں نے کہا شاید یہ وہ سلمان فارسی نہیں جنہیں ہم ملنا چاہتے ہیں۔ حضرت سلمانؓ نے ان دونوں سے کہا میں ہی تمہارا وہ مطلوبہ آدمی ہوں جس سے تم ملنا چاہتے ہو میں نے حضورؐ کو دیکھا ہے اور ان کی مجلس میں بیٹھا ہوں لیکن حضورؐ کا ساتھی وہ ہے جو حضورؐ کے ساتھ جنت میں

[1] اخرجه احمد قال الهيثمي (ج ٧ ص ٦٨) رواه احمد ورجاله رجال الصحيح غير ابراهيم بن محمد بن سعد بن ابى وقاص وهو ثقة وروى الترمذى طرفا من آخره . انتهى واخرجه ايضا ابو يعلى والطبرانى فى الدعاء وصحح عن سعد بن ابى وقاص نحوه كما فى الكنز (ج ١ ص ٢٩٨)

چلا جائے (یعنی اس کا ایمان پر خاتمہ ہو جائے اور مجھے اپنے خاتمہ کے بارے میں پتہ نہیں ہے) آپ لوگ کس ضرورت کے لئے میرے پاس آئے ہیں؟ ان دونوں نے کہا ملک شام میں آپ کے ایک بھائی ہیں ہم ان کے پاس سے آپ کے پاس آئے ہیں۔ حضرت سلمانؓ نے پوچھا وہ کون ہیں ان دونوں نے کہا وہ حضرت ابو الدرداءؓ ہیں حضرت سلمانؓ نے کہا انہوں نے جو ہدیہ تم دونوں کے ساتھ بھیجا ہے وہ کہاں ہے؟ ان دونوں نے کہا انہوں نے ہمارے ساتھ کوئی ہدیہ نہیں بھیجا۔ حضرت سلمانؓ نے کہا اللہ سے ڈرو اور جو امانت لائے ہو وہ مجھے دے دو۔ آج تک جو بھی ان کے پاس سے میرے پاس آیا ہے وہ اپنے ساتھ ان کی طرف سے ہدیہ ضرور لایا ہے۔ ان دونوں نے کہا آپ ہم پر کوئی مقدمہ نہ بنائیں۔ ہمارے پاس ہر طرح کے مال و سامان ہیں آپ ان میں سے جو چاہیں لے لیں۔ حضرت سلمانؓ نے کہا میں تمہارا مال یا سامان لینا نہیں چاہتا میں تو وہ ہدیہ لینا چاہتا ہوں جو انہوں نے تم دونوں کے ساتھ بھیجا ہے ان دونوں نے کہا اللہ کی قسم! انہوں نے ہمارے ساتھ کچھ نہیں بھیجا ہے بس ہم سے اتنا کہا تھا کہ تم لوگوں میں ایک صاحب (ایسے قابل احترام) رہتے ہیں کہ حضور ﷺ جب ان سے تنہائی میں بات کیا کرتے تھے تو کسی اور کو ان کے ساتھ نہ بلاتے تھے جب تم دونوں ان کے پاس جاؤ تو انہیں میری طرف سے سلام کہہ دینا۔ حضرت سلمانؓ نے کہا میں اسکے علاوہ اور کون سا ہدیہ تم دونوں سے چاہتا تھا؟ اور کون سا ہدیہ سلام سے افضل ہو سکتا ہے؟ یہ اللہ کی طرف سے ایک بابرکت اور پاکیزہ کلام ہے۔[1]

مصافحہ اور معانقہ کرنا

حضرت جندبؓ فرماتے ہیں حضور ﷺ جب اپنے صحابہؓ سے ملتے تو جب تک انہیں سلام نہ کر لیتے اس وقت تک ان سے مصافحہ نہ فرماتے۔[2]

ایک آدمی نے حضرت ابو ذرؓ سے کہا میں آپ سے حضور ﷺ کی حدیث کے بارے میں پوچھنا چاہتا ہوں۔ حضرت ابو ذرؓ نے کہا اگر اس میں راز کی کوئی بات نہ ہوئی تو وہ حدیث میں تمہیں سنا دوں گا اس آدمی نے کہا جب آپ حضرات حضورؐ سے ملا کرتے تھے تو کیا حضورؐ آپ لوگوں سے مصافحہ کیا کرتے تھے؟ حضرت ابو ذرؓ نے فرمایا جب بھی حضورؐ سے میری ملاقات ہوئی حضورؐ نے مجھ سے ضرور مصافحہ فرمایا۔[3]

---

[1] اخرجه الطبرانی قال الهیثمی (ج ۸ ص ۴۰) رواه الطبرانی ورجاله رجال الصحیح غیر یحیی بن ابراهیم المسعودی وهو ثقة .انتهی واخرجه ابو نعیم فی الحلیة (ج ۱ ص ۲۰۱) عن ابی البختری مثله

[2] اخرجه الطبرانی قال الهیثمی (ج۸ص ۳۶) رواه الطبرانی وفیه من لم اعرفهم . انتهی

[3] اخرجه احمد والرویانی کذافی الکنز (ج ۵ ص ۵۴)

حضرت ابو ہریرہؓ فرماتے ہیں کہ ایک مرتبہ حضور کی حضرت حذیفہؓ سے ملاقات ہوئی حضورؐ نے ان سے مصافحہ کرنا چاہا۔ حضرت حذیفہؓ نے ایک طرف ہٹ کر عرض کیا کہ میں اس وقت جنبی ہوں۔ حضورؐ نے فرمایا جب کوئی مسلمان اپنے بھائی سے مصافحہ کرتا ہے تو ان دونوں کے گناہ ایسے گر جاتے ہیں جیسے (موسم خزاں میں) درخت کے پتے گر جاتے ہیں۔[۱]

حضرت انسؓ فرماتے ہیں کہ ہم نے عرض کیا یا رسول اللہ! کیا ہم (ملتے وقت) ایک دوسرے کے سامنے جھکا کریں؟ آپ نے فرمایا نہیں ہم نے کہا تو کیا ایک دوسرے سے مصافحہ کیا کریں؟ آپؐ نے فرمایا ہاں (یعنی مصافحہ تو ہر وقت ہونا چاہئے اور معانقہ سفر سے آنے پر ہونا چاہئے ویسے نہیں)۔[۲]

حضرت انسؓ فرماتے ہیں کہ ایک آدمی نے کہا یا رسول اللہ! جب کوئی آدمی اپنے بھائی یا دوست سے ملتا ہے تو کیا وہ اسے چمٹ جائے اور اس کا بوسہ لینے لگے؟ حضورؐ نے فرمایا نہیں۔ پھر اس آدمی نے کہا کیا اس کا ہاتھ پکڑ کر اس سے مصافحہ کرے؟ حضورؐ نے فرمایا ہاں۔[۳] رزین کی روایت میں یہ ہے کہ چمٹنے اور بوسہ لینے کے جواب میں حضورؐ نے فرمایا نہیں۔ ہاں اگر سفر سے آیا ہو تو ایسا کر سکتا ہے۔[۴]

حضرت عائشہؓ فرماتی ہیں جب حضرت زید بن حارثہؓ مدینہ آئے تو اس وقت حضور ﷺ میرے گھر میں تھے انہوں نے آکر دروازہ کھٹکھٹایا حضورؐ (زیادہ خوشی کی وجہ سے) ننگے ہی اپنا کپڑا گھسیٹتے ہوئے کھڑے ہو کر ان کی طرف چل دیئے (یعنی اوپر کا بدن ننگا تھا) اللہ کی قسم! میں نے نہ اس سے پہلے حضور کو (کسی کا) ننگے (استقبال کرتے ہوئے) دیکھا اور نہ اس کے بعد۔ حضورؐ نے جا کر ان سے معانقہ فرمایا اور ان کا بوسہ لیا۔[۵]

حضرت انسؓ فرماتے ہیں کہ نبی کریم ﷺ کے صحابہؓ جب آپس میں ملتے تو ایک دوسرے سے مصافحہ کیا کرتے اور جب سفر سے آیا کرتے تو آپس میں معانقہ کیا کرتے۔[۶] حضرت حسنؓ فرماتے ہیں کہ حضرت عمرؓ کو رات کے کسی حصہ میں اپنا کوئی بھائی یاد آجاتا تو (رات گزارنی مشکل ہو جاتی اور) آپ فرماتے ہائے یہ رات کتنی لمبی ہے (فجر کی) فرض نماز پڑھتے ہی تیزی سے (اس بھائی کی طرف) جاتے اور جب اس سے ملتے تو اسے گلے لگاتے اور اس سے چمٹ

۱۔ اخرجه البزار قال الهيثمي (ج ۸ ص۳۷) وفيه مصعب بن ثابت وثقه ابن حبان وضعفه الجمهور ۲۔ اخرجه الدار قطني وابن ابي شيبة كذافي الكنز (ج ۵ ص ۵٤)

۳۔ عندالترمذی (ج ۲ ص ۹۷) قال الترمذی هذا حديث حسن ٤۔ كمافي جمع الفوائد (ج ۲ ص ۱٤۲) ۵۔ قال الترمذی هذا حديث حسن غريب ٦۔ اخرجه الطبراني قال الهيثمي (ج ۸ ص ۳٦) رواه الطبراني في الا وسط ورجاله رجال الصحيح انتهى

جاتے[1] حضرت عروہؓ فرماتے ہیں کہ جب حضرت عمرؓ ملک شام آئے تو عام لوگ اور وہاں کے بڑے آدمی سب ان کا استقبال کرنے آئے۔ حضرت عمرؓ نے فرمایا میرے بھائی کہاں ہیں؟ لوگوں نے پوچھا وہ کون ہیں؟ آپ نے فرمایا حضرت ابو عبیدہؓ۔ لوگوں نے کہا ابھی آپ کے پاس آتے ہیں۔ چنانچہ جب حضرت ابو عبیدہؓ آئے تو حضرت عمرؓ (سواری سے) نیچے اترے اور ان سے معانقہ کیا پھر اور حدیث ذکر کی جیسے آگے آئے گی۔[2]

مسلمان کے ہاتھ پاؤں اور سر کا بوسہ لینا

حضرت شعبیؒ کہتے ہیں جب حضور ﷺ خیبر سے واپس آئے تو حضرت جعفر بن ابی طالبؓ نے حضورؐ کا استقبال کیا۔ حضورؐ نے انہیں اپنے ساتھ چمٹا لیا اور ان کی آنکھوں کے درمیان بوسہ لیا اور فرمایا مجھے معلوم نہیں کہ مجھے جعفرؓ کے آنے کی زیادہ خوشی ہے یا خیبر کے فتح ہونے کی۔ دوسری روایت میں یہ ہے کہ حضورؐ نے ان کو اپنے ساتھ چمٹا کر ان سے معانقہ کیا۔[3]

حضرت عبدالرحمن بن رزینؒ کہتے ہیں کہ حضرت سلمہ بن اکوعؓ نے فرمایا میں نے اپنے اس ہاتھ سے حضورؐ سے بیعت کی ہے۔ حضرت عبدالرحمٰن کہتے ہیں کہ بیعت کے بعد ہم نے حضرت سلمہ کے ہاتھ کو چوما اور انہوں نے اس سے منع نہ فرمایا[4] حضرت ابن عمرؓ نے نبی کریم ﷺ کے ہاتھ کا بوسہ لیا۔[5] حضرت عمرؓ نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا بوسہ لیا ہے[6]

حضرت کعب بن مالکؓ فرماتے ہیں (غزوہ تبوک سے میرے پیچھے رہ جانے پر) جب اللہ تعالیٰ کی طرف سے میری توبہ قبول ہو جانے کی آیت نازل ہوئی تو میں حضور ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوا اور میں نے حضورؐ کا ہاتھ لے کر چوما۔[7]

حضرت ابو رجاء عطاردیؒ کہتے ہیں میں مدینہ گیا تو میں نے دیکھا کہ لوگ ایک جگہ جمع ہیں اور ان کے بیچ میں ایک آدمی ہے جو دوسرے آدمی کے سر کو چوم رہا ہے اور کہہ رہا ہے کہ میں آپ پر

۱۔ اخرجه المحاملی کذافی الکنز (ج ۵ ص ۴۲) ۲۔ اخرجه ابو نعیم فی الحلیة (ج ۱ ص ۱۰۱)
۳۔ اخرجه ابن سعد (ج ۴ ص ۳۴) ۴۔ اخرجه الطبرانی فی الاوسط قال الهیثمی (ج ۸ ص ۴۲) رجاله ثقات وفی الصحیح منه البیعة اه ۵۔ اخرجه ابو یعلی قال الهیثمی (ج ۸ ص ۴۲) وفیه یزید بن ابی زیاد وهو لین الحدیث وبقیة رجاله رجال الصحیح . انتهی
۶۔ ذکر فی جمع الفوائد (ج ۲ ص ۱۴۳) وقال للموصلی بلین .اه واخرجه ابو داؤد عن ابن عمرؓ بسند حسن کما قال العراقی (ج ۲ ص ۱۸۱) ۷۔ اخرجه الطبرانی قال الهیثمی (ج ۸ ص ۴۲) وفیه یحییٰ بن عبدالحمید الحمانی وهو ضعیف . اه واخرجه ابو بکر بن المقرئی فی کتاب الرخصة فی تقبیل الید بسند ضعیف قاله العراقی (ج ۲ ص ۱۸۱)

قربان جاؤں اگر آپ نہ ہوتے تو ہم ہلاک ہو جاتے میں نے پوچھا یہ چومنے والا کون ہے ؟ اور کس کو چوم رہا ہے ؟ کسی نے بتایا کہ یہ حضرت عمر بن خطابؓ ہیں جو حضرت ابو بکرؓ کے سر کا بوسہ اس وجہ سے لے رہے ہیں کہ سب کی رائے یہ تھی کہ جن مرتدین نے زکوۃ دینے سے انکار کیا ہے ان سے جنگ نہ کی جائے اور اکیلے حضرت ابو بکرؓ کی رائے یہ تھی کہ ان سے جنگ کی جائے اور آخر سب کی رائے کے خلاف حضرت ابو بکرؓ کی رائے پر عمل ہوا اور اس میں اسلام کا بہت فائدہ ہوا۔ [1]

حضرت زارع بن عامرؓ فرماتے ہیں ہم (مدینہ منورہ) آئے تو ہمیں بتایا گیا کہ یہ رسول اللہ ﷺ ہیں تو ہم آپ کے دونوں ہاتھوں اور پاؤں کا بوسہ لینے لگے [2] حضرت مزیدہ عبدیؓ فرماتے ہیں کہ حضرت اشجؓ چلتے ہوئے آئے اور آکر حضور ﷺ کا ہاتھ لے کر اسے چوما۔ حضورؐ نے ان سے فرمایا غور سے سنو! تم میں دو عادتیں ایسی ہیں جن کو اللہ اور اس کے رسولؐ پسند کرتے ہیں۔ حضرت اشج نے عرض کیا کیا یہ عادتیں فطرتاً میرے اندر موجود تھیں یا بعد میں میرے اندر پیدا ہوئی ہیں ؟ حضورؐ نے فرمایا نہیں بلکہ یہ عادتیں تمہارے اندر فطرتاً موجود تھیں۔ انہوں نے کہا تمام تعریفیں اس اللہ کے لئے ہیں جس نے میری فطرت میں ایسی عادتیں رکھ دیں جن کو اللہ اور اس کے رسولؐ پسند کرتے ہیں۔ [3] حضرت تمیم بن سلمہؒ فرماتے ہیں جب حضرت عمرؓ ملک شام پہنچے تو حضرت ابو عبیدہ بن جراحؓ نے ان کا استقبال کیا اور ان سے مصافحہ کیا اور ان کے ہاتھ کا بوسہ لیا پھر دونوں (حضور ﷺ کے زمانے کو یاد کر کے) تنہائی میں بیٹھ کر رونے لگے حضرت تمیم فرمایا کرتے تھے کہ (بڑوں کے) ہاتھ چومنا سنت ہے۔ [4]

حضرت یحیٰی بن حارث ذماریؒ کہتے ہیں میری حضرت واثلہ بن اسقعؓ سے ملاقات ہوئی میں نے عرض کیا کیا آپ نے اپنے اس ہاتھ سے حضور ﷺ سے بیعت کی ہے ؟ انہوں نے کہا جی ہاں۔ میں نے کہا ذرا اپنا ہاتھ مجھے دیں تاکہ میں اسے چوم لوں۔ چنانچہ انہوں نے مجھے اپنا ہاتھ دیا اور میں نے اسے چوما۔ [5]

حضرت یونس بن میسرہؒ کہتے ہیں ہم حضرت یزید بن اسود کے ہاں بیمار پرسی کے لئے گئے اتنے میں حضرت واثلہ بن اسقعؓ بھی وہاں آگئے۔ حضرت یزید نے جب ان کو دیکھا تو اپنا ہاتھ پکڑ لیا اور پھر اسے اپنے چہرے اور سینے پر پھیرا کیونکہ حضرت واثلہ نے (ان ہاتھوں سے) حضور ﷺ سے بیعت کی تھی۔ حضرت واثلہ نے حضرت یزید سے کہا اے یزید! آپ کا اپنے

١۔ اخرجه ابن عساكر كذافي المنتخب (ج ٤ ص ٣٥٠) ٢۔ اخرجه البخارى في الادب (ص ١٤٤) ٣۔ عنده ايضا في الادب (ص ٨٦) ٤۔ اخرجه عبدالرزاق والخرائطي في مكارم الاخلاق والبيهقي وابن عساكر كذافي الكنز (ج ٥ ص ٥٤) ٥۔ اخرجه الطبراني قال الهيثمي (ج ٨ ص ٤٢) وفيه عبدالملك القارى ولم اعرفه وبقية رجاله ثقات انتهى

رب کے بارے میں کیسا گمان ہے؟ انہوں نے کہا بہت اچھا، حضرت واثلہ نے فرمایا تمہیں خوشخبری ہو کیونکہ میں نے حضورؐ کو فرماتے ہوئے سنا ہے کہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں میرا بندہ میرے ساتھ جیسا گمان کرے گا میں اس کے ساتھ ویسا ہی معاملہ کروں گا اگر اچھا گمان کرے گا تو اچھا معاملہ کروں گا اور برا گمان کرے گا تو برا کروں گا۔[1]

حضرت عبدالرحمٰن بن رزینؒ کہتے ہیں کہ ہم ربذہ کے پاس سے گزرے تو ہمیں لوگوں نے بتایا کہ یہاں حضرت سلمہ بن اکوعؓ ہیں چنانچہ ہم ان کے پاس گئے جا کر ہم نے انہیں سلام کیا انہوں نے اپنے دونوں ہاتھ باہر نکال کر فرمایا میں نے ان دونوں ہاتھوں سے حضورؐ سے بیعت کی تھی اور انہوں نے اپنا ہاتھ باہر نکالا۔ ان کا ہاتھ خوب بڑا تھا جیسے کہ اونٹ کا پاؤں ہو چنانچہ ہم نے کھڑے ہو کر ان کے ہاتھ کو چوما۔[2] حضرت ابن جدعانؒ کہتے ہیں کہ حضرت ثابتؒ نے حضرت انسؓ سے پوچھا کہ کیا آپ نے اپنے ہاتھ سے حضور ﷺ کو چھوا ہے؟ حضرت انسؓ نے کہا جی ہاں۔ اس پر حضرت ثابت نے ان کے ہاتھ کو چوما۔[3] حضرت صہیبؒ فرماتے ہیں میں نے دیکھا کہ حضرت علیؓ حضرت عباسؓ کے ہاتھ اور دونوں پاؤں چوم رہے تھے۔[4]

مسلمان کے احترام میں کھڑا ہونا

حضرت عائشہؓ فرماتی ہیں کہ میں نے کوئی آدمی ایسا نہیں دیکھا جو بات چیت میں اور اٹھنے بیٹھنے میں حضرت فاطمہؓ سے زیادہ حضور ﷺ کے مشابہ ہو۔ حضورؐ جب حضرت فاطمہؓ کو آتا ہوئے دیکھتے تو ان کو مرحبا کہتے پھر کھڑے ہو کر ان کا بوسہ لیتے۔ پھر ان کا ہاتھ پکڑ کر لا کر انہیں اپنی جگہ بٹھاتے اور جب حضورؐ ان کے ہاں تشریف لے جاتے تو وہ مرحبا کہتیں پھر کھڑے ہو کر حضورؐ کا بوسہ لیتیں۔ مرض الوفات میں وہ حضورؐ کی خدمت میں آئیں تو حضورؐ نے انہیں مرحبا کہا اور ان کا بوسہ لیا اور پھر چپکے سے ان سے کچھ بات کی جس پر وہ رونے لگ گئیں۔ میں نے عورتوں سے کہا میں تو سمجھتی تھی کہ ان کو یعنی حضرت فاطمہؓ کو عام عورتوں سے بہت زیادہ فضیلت حاصل ہے لیکن یہ بھی ایک عام عورت ہی نکلیں پہلے رو رہی تھیں پھر ایک دم ہنسنے لگ گئیں۔ پھر میں نے حضرت فاطمہؓ سے پوچھا کہ حضورؐ نے تم سے کیا کہا تھا انہوں نے کہا (یہ راز کی بات ہے اگر میں آپ کو بتادوں تو) پھر تو میں راز فاش کرنی والی

۱؎ عند ابی نعیم فی الحلیة (ج ۹ ص ٣٠٦) ۲؎ اخرجه البخاری فی الادب المفرد (ص ١٤٤) واخرجه ابن سعد (ج ٤ ص ٣٩) عن عبدالرحمن بن زید العراقی نحوه

۳؎ اخرجه البخاری ایضا فی الادب (ص ١٤٤)

٤؎ اخرجه البخاری ایضا فی الادب (ص ١٤٤)

ہو جاؤں گی۔ جب حضورؐ کا انتقال ہو گیا تب حضرت فاطمہؓ نے بتایا کہ حضورؐ نے مجھے چپکے سے پہلے یہ کہا تھا کہ میرا انتقال ہو والا ہے اس پر میں رونے لگ گئی تھی اس کے بعد پھر چپکے سے یہ فرمایا تھا کہ تم میرے خاندان میں سے سب سے پہلے مجھ سے آملو گی اس سے مجھے بہت خوشی ہوئی اور یہ بات مجھے بہت اچھی لگی۔ (اس پر ہنسنے لگی تھی)[1] حضرت ہلالؒ فرماتے ہیں جب نبی کریم ﷺ باہر تشریف لاتے تو ہم آپ کے لئے کھڑے ہو جاتے یہاں تک کہ آپ دوبارہ اپنے گھر تشریف لے جاتے۔[2]

حضرت ابو امامہؓ فرماتے ہیں کہ ایک مرتبہ حضور ﷺ اپنی لاٹھی پر ٹیک لگائے ہوئے ہمارے پاس باہر تشریف لائے ہم آپ کیلئے کھڑے ہو گئے۔ حضورؐ نے فرمایا جیسے عجمی لوگ ایک دوسرے کی تعظیم میں (ہاتھ باندھ کر) کھڑے ہوتے ہیں تم ایسے مت کھڑے ہو۔[3]

حضرت عبادہ بن صامتؓ فرماتے ہیں ایک مرتبہ حضور ﷺ ہمارے پاس باہر تشریف لائے۔ اللہ تعالیٰ حضرت ابو بکرؓ پر رحم فرمائے انہوں نے کہا کھڑے ہو جاؤ ہم اس منافق کے خلاف مقدمہ حضورؐ کے سامنے پیش کریں گے۔ حضورؐ نے فرمایا کھڑے تو صرف اللہ تعالیٰ کے لئے ہی ہونا چاہئے کسی اور کے لئے نہیں ہونا چاہئے۔ (آنے والے کے دل میں یہی جذبہ ہونا چاہئے کہ لوگ میرے لئے کھڑے نہ ہوں)[4]

حضرت انسؓ فرماتے ہیں کہ صحابہؓ کرام کو حضور ﷺ کی زیارت جتنی محبوب تھی اتنی کسی اور کی نہیں تھی لیکن جب حضورؐ کو (آتا ہوا) دیکھ لیا کرتے تھے تو کھڑے نہیں ہوا کرتے تھے کیونکہ انہیں معلوم تھا کہ کھڑا ہونا حضورؐ کو پسند نہیں ہے (حضورؐ چاہتے تھے کہ صحابہؓ کے ساتھ بے تکلفی اور سادگی کے ساتھ رہیں تکلفات نہ ہوں)[5]

حضرت ابن عمرؓ فرماتے ہیں کہ نبی کریم ﷺ نے اس بات سے منع فرمایا ہے کہ آدمی کسی کو اس کی جگہ سے اٹھا کر خود اس کی جگہ بیٹھ جائے اور حضرت ابن عمرؓ کا معمول یہ تھا کہ جب ان کے لئے کوئی آدمی اپنی جگہ سے کھڑا ہو جاتا تو اس کی جگہ نہ بیٹھتے۔[6] حضرت ابو خالد والبیؒ کہتے

۱۔ اخرجه البخاری فی الادب (ص ۱۳۷) ۲۔ اخرجه البزار عن محمد بن هلال قال الهیثمی (ج ۸ ص ۴۰) هکذا وجدته فیما جمعته ولعله عن محمد بن هلال عن ابیه عن ابی هریرة وهوا لظاهر فان هلال تابعی ثقة اوعن محمد بن هلال ابن ابی هلال عن ابیه عن جده وهو بعید و رجال البزار ثقات. انتهی ۳۔ اخرجه ابن جریر کذافی الکنز (ج ۵ ص ۵۵) واخرجه ابو داؤد مثله کمافی جمع الفوائد (ج ۲ ص ۱۴۳) ۴۔ اخرجه احمد قال الهیثمی (ج ۸ ص ۴۰) وفیه راولم یسم وابن لهیعة اه ۵۔ اخرجه البخاری فی الادب (ص ۱۳۸) واخرجه الترمذی وصححه کما قال العراقی فی تخریج الا حیاء والا مام احمد وابو داؤد کمافی البدایة (ج ۶ ص ۵۷) ۶۔ اخرجه البخاری فی الادب (ص ۱۶۹) واخرجه ابن سعد (ج ۴ ص ۱۲۰) عن نافع ابن عمر مقتصر اعلی فعله

ہیں ہم لوگ کھڑے ہوئے حضرت علی بن ابی طالبؓ کا انتظار کر رہے تھے تاکہ وہ آگے بڑھیں کہ اتنے میں وہ باہر آئے اور فرمایا کیا بات ہے تم لوگ سینہ تان کر (فوجیوں کی طرح) کھڑے ہوئے نظر آرہے ہو! [1]

حضرت ابو مجلزؒ کہتے ہیں کہ ایک مرتبہ حضرت معاویہؓ باہر آئے باہر حضرت عبداللہ بن عامر اور حضرت عبداللہ بن زبیرؓ بیٹھے ہوئے تھے۔ حضرت عبداللہ بن عامرؓ تو کھڑے ہو گئے لیکن حضرت ابن زبیرؓ بیٹھے رہے اور ان دونوں میں حضرت ابن زبیرؓ بلند مرتبہ اور وزنی تھے۔ حضرت معاویہؓ نے کہا حضور ﷺ نے فرمایا ہے کہ جس کو اس بات سے خوشی ہوتی ہے کہ اللہ کے بندے اس کے لئے کھڑے ہوں اسے دوزخ کی آگ میں اپنا گھر بنالینا چاہئے۔ [2]

مسلمان کی خاطر اپنی جگہ سے ذرا سرک جانا

حضرت واثلہ بن خطاب قرشیؓ فرماتے ہیں ایک آدمی مسجد میں داخل ہوا حضور ﷺ اکیلے بیٹھے ہوئے تھے آپ اس کی وجہ سے اپنی جگہ سے ذرا سرک گئے۔ کسی نے عرض کیا یا رسول اللہ! جگہ تو بہت ہے (پھر آپ کیوں اپنی جگہ سے سرکے؟) حضورؐ نے اس کو فرمایا یہ بھی مومن کا حق ہے کہ جب اس کا بھائی اسے دیکھے تو اپنی جگہ سے اس کی خاطر سرک جائے۔ [3]

حضرت واثلہ بن اسقعؓ فرماتے ہیں کہ ایک آدمی مسجد میں داخل ہوا اس وقت حضور ﷺ مسجد میں اکیلے بیٹھے ہوئے تھے۔ حضورؐ اس آدمی کی وجہ سے اپنی جگہ سے ذرا سرک گئے۔ اس آدمی نے کہا یا رسول اللہ! جگہ تو بہت ہے آپ نے فرمایا یہ بھی مسلمان کا حق ہے [4] اور حضور ﷺ کے گھر والوں کے اکرام کے باب میں یہ قصہ گزر چکا ہے کہ حضرت ابو بکرؓ حضرت علی بن ابی طالبؓ کی وجہ سے اپنی جگہ سے سرکے اور یوں کہا اے ابو الحسنؓ! یہاں آجاؤ۔ چنانچہ حضرت علیؓ حضورؐ کے اور حضرت ابو بکرؓ کے درمیان بیٹھ گئے۔

پاس بیٹھنے والے کا اکرام کرنا

حضرت کثیر بن مرہؒ کہتے ہیں کہ میں جمعہ کے دن مسجد میں گیا تو میں نے دیکھا کہ حضرت عوف بن مالک اشجعیؓ ایک حلقہ میں پاؤں پھیلا کر بیٹھے ہوئے ہیں جب انہوں نے مجھے دیکھا تو اپنے

١۔ اخرجه ابن سعد (ج ٦ ص ٢٨) ٢۔ اخرجه البخاری فی الادب (ص ١٤٤)

٣۔ اخرجه البیهقی وابن عساکر کذافی الکنز (ج ٥ ص ٥٥)

٤۔ عند الطبرانی قال الهیثمی (ج ٨ ص ٤٠) رجاله ثقات الاان ابا عمیر عیسی بن محمد بن النحاس لم اجد له سماعا من ابی الاسود واللّٰه اعلم. انتهی

پاؤں سمیٹ لئے اور فرمایا تم جانتے ہو کہ میں نے کس وجہ سے اپنے پاؤں پھیلا رکھے تھے؟ اس لئے پھیلائے تھے تاکہ کوئی نیک آدمی یہاں آکر بیٹھ جائے۔ حضرت محمد بن عبادہ بن جعفرؒ کہتے ہیں حضرت ابن عباسؓ نے فرمایا میرے نزدیک لوگوں میں سے سب سے زیادہ قابل اکرام میرے پاس بیٹھنے والا ہے اسے چاہئے کہ وہ لوگوں کی گردن پھلانگ کر آئے اور میرے پاس بیٹھ جائے۔[1]

مسلمان کے اکرام کو قبول کرنا

حضرت ابو جعفرؒ کہتے ہیں دو آدمی حضرت علیؓ کے پاس آئے، حضرت علیؓ نے ان کے لئے گدا بچھایا ان میں سے ایک تو گدے پر بیٹھ گیا اور دوسرا زمین پر۔ جو زمین پر بیٹھ گیا اسے حضرت علیؓ نے فرمایا اٹھو اور گدے پر بیٹھو کیونکہ ایسے اکرام کا انکار تو گدھا ہی کر سکتا ہے۔[2]

مسلمان کے راز کو چھپانا

حضرت عمرؓ فرماتے ہیں میری بیٹی حضرت حفصہؓ بیوہ ہو گئیں (ان کے خاوند) حضرت خنیس بن حذافہ سہمیؓ حضور ﷺ کے صحابہؓ میں سے تھے اور جنگ بدر میں شریک ہوئے تھے ان کا مدینہ میں انتقال ہو گیا۔ میری حضرت ابو بکرؓ سے ملاقات ہوئی میں نے ان سے کہا اگر آپ چاہیں تو میں حضرت حفصہ بنت عمرؓ کا آپ سے نکاح کر دوں۔ انہوں نے مجھے کچھ جواب نہ دیا۔ چند دن کے بعد حضورؐ نے حفصہؓ سے شادی کا پیغام دیا۔ آخر میں نے حضورؐ سے اس کی شادی کر دی پھر حضرت ابو بکرؓ مجھے ملے اور انہوں نے کہا تم نے حفصہ کو مجھ پر پیش کیا تھا میں نے تمہیں اس کا کوئی جواب نہیں دیا تھا شاید تمہیں اس سے مجھ پر غصہ آیا ہوگا میں نے کہا آیا تو تھا حضرت ابو بکر نے کہا میں نے اس وقت تمہیں اس لئے جواب نہیں دیا تھا کہ میں نے حضور ﷺ کو حضرت حفصہؓ کا ذکر کرتے ہوئے سنا تھا (جس سے مجھے اندازہ ہوا کہ حضورؐ ان سے شادی کرنا چاہتے ہیں) اور میں حضورؐ کے راز فاش نہیں کرنا چاہتا تھا اگر حضورؐ ان سے شادی نہ کرتے تو میں ضرور کر لیتا۔[3]

حضرت انسؓ فرماتے ہیں کہ میں نے ایک دن حضور ﷺ کی خدمت کی جب میں نے دیکھا کہ میں آپ کی خدمت سے فارغ ہو گیا ہوں تو میں نے (اپنے دل میں) کہا نبی کریم ﷺ اب دوپہر کو آرام فرمائیں گے تو میں آپ کے پاس سے باہر چلا گیا باہر بچے کھیل رہے تھے میں کھڑے ہو کر ان کے کھیل کو دیکھنے لگ گیا اتنے میں حضورؐ تشریف لے آئے اور بچوں

۱۔ اخرجه البخاری فی الادب (ص ۱۶۷)

۲۔ اخرجه ابن ابی شيبة وعبدالرزاق قال عبدالرزاق هذا منقطع كذافی الكنز (ج ۵ ص ۵۵)

۳۔ اخرجه ابونعيم فی الحلية (ج ۱ ص ۳۶۱) واخرجه ايضا احمد و ابن سعد والبخاری والنسائی والبيهقی وابويعلی وابن حبان مع زيادة كمافی المنتخب (ج ۵ ص ۱۲۰)

کے پاس پہنچ کر انہیں سلام کیا پھر حضورؐ نے مجھے بلایا اور کسی کام کے لئے بھیج دیا اور گویا وہ کام میرے منہ میں ہے آپ کا کام پورا کر کے آپ کی خدمت میں (بتانے) گیا اور اس طرح میں دیر سے اپنی والدہ کے پاس پہنچا تو انہوں نے پوچھا آج تم دیر سے کیوں آئے ہو؟ میں نے کہا حضورؐ کی راز کی بات ہے میری والدہ نے پوچھا وہ کام کیا تھا؟ میں نے کہا وہ حضورؐ نے کام سے بھیج دیا تھا، میری والدہ نے کہا ٹھیک ہے حضور کا راز چھپا کر رکھنا چنانچہ میں نے آج تک حضور کا وہ راز کسی انسان کو نہیں بتایا (اے میرے شاگرد!) اگر میں کسی کو بتاتا تو تمہیں تو ضرور بتا دیتا۔[1]

یتیم کا اکرام کرنا

حضرت ابو ہریرہؓ فرماتے ہیں ایک آدمی نے حضور ﷺ سے اپنے دل کی سختی کی شکایت کی تو حضورؐ نے فرمایا یتیم کے سر پر ہاتھ پھیرا کرو اور مسکین کو کھانا کھلایا کرو۔[2]

حضرت ابو الدرداءؓ فرماتے ہیں ایک آدمی حضور ﷺ کی خدمت میں آکر اپنے دل کی سختی کی شکایت کرنے لگا آپ نے فرمایا کیا تم چاہتے ہو کہ تمہارا دل نرم ہو جائے اور تمہاری یہ ضرورت پوری ہو جائے؟ تم یتیم پر شفقت کیا کرو اور اس کے سر پر ہاتھ پھیرا کرو اور اپنے کھانے میں اسے کھلایا کرو اس سے تمہارا دل نرم ہو جائے گا اور تمہاری ضرورت پوری ہو جائے گی۔[3]

حضرت بشیر بن عقربہ جہنیؓ فرماتے ہیں کہ جنگ احد کے دن میری حضور ﷺ سے ملاقات ہوئی میں نے پوچھا میرے والد کا کیا ہوا؟ حضورؐ نے فرمایا وہ تو شہید ہو گئے اللہ تعالیٰ ان پر رحم فرمائے۔ میں یہ سن کر رونے لگ پڑا۔ حضورؐ نے مجھے پکڑ کر میرے سر پر ہاتھ پھیرا اور مجھے اپنے ساتھ اپنی سواری پر سوار کر لیا اور فرمایا کیا تم اس پر راضی نہیں ہو کہ میں تمہارا باپ بن جاؤں اور عائشہ تمہاری ماں۔[4]

والد کے دوست کا اکرام کرنا

حضرت ابن عمرؓ جب مکہ مکرمہ جاتے تو اپنے ساتھ ایک گدھا بھی رکھتے جب اونٹنی پر سفر کرتے کرتے اکتا جاتے تو آرام کرنے کے لئے اس پر بیٹھ جاتے اور ایک پگڑی بھی ساتھ لے

---

[1] اخرجه البخاری فی الادب (ص ۱۶۹) و اخرجه البخاری ایضافی صحیحه و مسلم عن انس رضی الله عنه بنحوه مختصراً کمافی جمع الفوائد (ج ۲ ص ۱۴۸) [2] اخرجه احمد قال الهیثمی (ج ۸ ص ۱۶۰) رجاله رجال الصحیح. ۱ھ [3] عندالطبرانی وفی اسناده من لم یسم وبقیته مدلس کماقال الهیثمی (ج ۸ ص ۱۶۰) [4] اخرجه البزار قال الهیثمی (ج ۸ ص ۱۶۱) وفیه من لایعرف ۱ھ. واخرجه البخاری فی تاریخه عن بشیر بن عقربة نحوه کمافی الاصابة (ج ۱ ص ۱۵۳) وابن منده و ابن عساکر اطول منه کمافی المنتخب (ج ۵ ص ۱۴۶)

جاتے جسے (بوقت ضرورت) سر پر باندھ لیتے ایک دن وہ اس گدھے پر سوار ہو کر جا رہے تھے کہ ایک دیہاتی ان کے پاس سے گزرا۔ حضرت ابن عمرؓ نے اس سے پوچھا کہ کیا تم فلاں ابن فلاں نہیں ہو؟ اس نے کہا ہاں میں وہی ہوں حضرت ابن عمرؓ نے اپنا وہ گدھا دے دیا اور فرمایا اس پر سوار ہو جا اور پگڑی بھی اسے دے دی اور فرمایا اس سے اپنا سر باندھ لینا۔ حضرت ابن عمرؓ کے ایک ساتھی نے ان سے کہا آپ جس گدھے پر آرام کیا کرتے تھے وہ بھی اسے دے دیا اور جس پگڑی سے اپنا سر باندھا کرتے تھے وہ بھی اسے دے دی۔ اللہ آپ کی مغفرت فرمائے۔ (آپ نے ایسا کیوں کیا؟) حضرت ابن عمرؓ نے فرمایا میں نے نبی کریم ﷺ کو فرماتے ہوئے سنا کہ نیکیوں میں سب سے بڑی نیکی یہ ہے کہ آدمی اپنے والد کے انتقال کے بعد اس کے محبت و تعلق والوں سے اچھا سلوک کرے اس دیہاتی کے والد (میرے والد) حضرت عمرؓ کے محبوب دوست تھے[1] ادب المفرد کی روایت میں اس طرح سے ہے کہ حضرت ابن عمرؓ سے ان کے ایک ساتھی نے کہا کیا اس دیہاتی کو دو درہم دینے کافی نہیں تھے؟ حضرت ابن عمرؓ نے فرمایا حضور ﷺ نے فرمایا ہے کہ اپنے والد کے دوستوں سے اچھا سلوک کرو اور ان سے تعلقات ختم نہ کرو نہیں تو اللہ تعالیٰ تمہارے نور کو بجھا دیں گے۔[2]

حضرت ابو اسید ساعدیؓ فرماتے ہیں کہ ایک آدمی نے کہا یا رسول اللہ! کیا میرے والدین کا انتقال کے بعد کوئی ایسا کام ہے جس کے کرنے سے میں والدین کے ساتھ نیکی کرنے والا شمار ہو جاؤں؟ حضورؐ نے فرمایا ہاں ان دونوں کے لئے دعا کرنا، استغفار کرنا اور ان کے جانے کے بعد ان کے وعدے پورے کرنا اور والدین کے ذریعہ سے جو رشتہ داری بنتی ہے اسکا خیال رکھنا اور ان کے دوستوں کا اکرام کرنا۔[3]

مسلمان کی دعوت قبول کرنا

حضرت زیاد بن انعم افریقیؒ کہتے ہیں کہ ہم لوگ حضرت معاویہؓ کے زمانہ خلافت میں ایک غزوہ میں سمندر کا سفر کر رہے تھے کہ ہماری کشتی حضرت ابو ایوب انصاریؓ کی کشتی سے جا ملی جب ہمارا دوپہر کا کھانا آگیا تو ہم نے انہیں (کھانے کے لئے) بلا بھیجا اس پر حضرت ابو ایوبؓ ہمارے پاس آئے اور فرمایا تم نے مجھے بلایا ہے لیکن میں روزے سے ہوں۔ پھر بھی میں تمہاری دعوت ضرور قبول کروں گا کیونکہ میں نے حضور ﷺ کو فرماتے ہوئے سنا کہ مسلمان کے اپنے بھائی پر چھ حق واجب ہیں۔ اگر ان میں سے ایک بھی کام چھوڑے گا تو وہ اپنے بھائی کا حق

[1] اخرجه ابو داؤد والترمذی و مسلم کذافی جمع الفوائد (ج ۲ص ۱۶۹)
[2] اخرجه البخاری فی الادب (ص ۹) بنحوه مختصراً [3] عند ابی داؤد

واجب چھوڑے گا جب اس سے ملے تو اسے سلام کرے جب وہ اسے دعوت دے تو اسے قبول کرے اور اسے جب چھینک آئے تو اسے جواب دے جب بیمار ہو تو اس کی عیادت کرے اور جب اس کا انتقال ہو تو اس کے جنازے میں شریک ہو اور جب وہ اس سے نصیحت کا مطالبہ کرے تو اسے نصیحت کرے۔ آگے پوری حدیث ذکر کی ہے۔[1]

حضرت حمید بن نعیمؒ کہتے ہیں حضرت عمر بن خطاب اور حضرت عثمان بن عفانؓ کو کسی نے کھانے کی دعوت دی جسے ان حضرات نے قبول کر لیا (اور اس کے گھر کھانے کے لئے تشریف لے گئے) جب یہ دونوں حضرات کھانا کھا کر وہاں سے باہر نکلے تو حضرت عمرؓ نے حضرت عثمانؓ سے فرمایا میں اس کھانے میں شریک تو ہو گیا ہوں لیکن اب میرا دل چاہ رہا ہے کہ میں اس میں شریک نہ ہوتا تو اچھا تھا۔ حضرت عثمانؓ نے پوچھا کیوں؟ فرمایا مجھے اس بات کا ڈر ہے کہ اس نے یہ کھانا اپنی شان دکھانے کے لئے کھلایا ہے۔[2]

حضرت مغیرہ بن شعبہؓ نے شادی کی حضرت عثمانؓ امیر المومنین تھے۔ حضرت مغیرہؓ نے ان کو (شادی کے) کھانے پر بلایا۔ جب حضرت عثمانؓ (کھانے کے لئے) تشریف لائے تو فرمایا میرا تو روزہ تھا لیکن میں نے چاہا کہ آپ کی دعوت قبول کر لوں اور آپ کے لئے برکت کی دعا کر دوں (یعنی آنا ضروری ہے کھانا ضروری نہیں ہے)[3]

حضرت سلمان فارسیؓ فرماتے ہیں جب تمہارا کوئی دوست یا پڑوسی یا رشتہ دار سرکاری ملازم ہو اور وہ تمہیں کچھ ہدیہ دے یا تمہاری کھانے کی دعوت کرے تو تم اسے قبول کر لو (اگر اس کی کمائی میں کچھ شبہ ہے تو) تمہیں تو وہ چیز بغیر کوشش کے مل رہی ہے اور (غلط کمائی کا) گناہ اس کے ذمہ ہوگا۔[4]

مسلمانوں کے راستہ سے تکلیف دہ چیز کو دور کر دینا

حضرت معاویہ بن قرہؒ کہتے ہیں میں حضرت معقل مزنیؓ کے ساتھ تھا انہوں نے راستہ سے کوئی تکلیف دہ چیز ہٹائی۔ آگے جا کر مجھے بھی راستہ میں ایک تکلیف دہ چیز نظر آئی میں جلدی سے اس کی طرف بڑھا تو انہوں نے فرمایا اے میرے بھتیجے تم ایسا کیوں کر رہے ہو؟ میں نے کہا آپ کو یہ کام کرتے ہوئے دیکھا تھا اس لئے میں بھی اس کام کو کرنا چاہتا ہوں۔ انہوں نے فرمایا اے میرے بھتیجے تم نے بہت اچھا کیا میں نے نبی کریم ﷺ کو یہ فرماتے ہوئے سنا ہے کہ جو

---

۱ ۔ اخرجه البخاری فی الادب (ص ۱۳٤) ۲ ۔ اخرجه ابن المبارك واحمد فی الزهد كذافی الكنز (ج ۵ ص ٦٦) ۳ ۔ اخرجه احمد فی الزهد كذافی الكنز (ج ۵ ص ٦٦)
٤ ۔ اخرجه عبدالرزاق كذافی الكنز (ج ۵ ص ٦٦)

مسلمانوں کے راستہ سے کسی تکلف دہ چیز کو ہٹائے گا اس کے لئے ایک نیکی لکھی جائے گی اور جس کی ایک نیکی بھی (اللہ کے ہاں) قبول ہو گئی وہ جنت میں داخل ہو گا۔[1]

چھینکنے والے کو جواب دینا

حضرت ابن عمرؓ فرماتے ہیں کہ ہم لوگ نبی کریم ﷺ کے پاس بیٹھے ہوئے تھے کہ اتنے میں آپ کو چھینک آگئی اس پر صحابہؓ نے کہا یرحمك الله! حضورؐ نے فرمایا یهدیکم الله ویصلح بالکم[2]

حضرت عائشہؓ فرماتی ہیں حضور ﷺ کے پاس ایک آدمی کو چھینک آئی اس نے پوچھا یا رسول اللہ! میں (اس چھینک آنے پر) کیا کہوں؟ حضورؐ نے فرمایا الحمد لله کہو، صحابہؓ نے پوچھا یا رسول اللہ! ہم اس کو جواب میں کیا کہیں؟ آپ نے فرمایا تم لوگ یرحمك الله کہو۔ اس آدمی نے کہا میں ان لوگوں کے جواب میں کیا کہوں؟ آپ نے فرمایا تم کہو یهدیکم الله ویصلح بالکم۔[3]

حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ حضور ﷺ ہمیں یہ سکھاتے تھے کہ جب ہم میں سے کسی کو چھینک آجائے تو ہم اسے چھینک کا جواب دیں[4] حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ حضور ﷺ یہ سکھاتے تھے کہ جب تم میں سے کسی کو چھینک آئے تو اسے الحمد للہ رب العالمین۔ کہنا چاہئے اور جب وہ یہ کہہ لے تو اس کے پاس والوں کو یرحمک اللہ کہنا چاہئے جب پاس والے یہ کہہ چکیں تو اسے یغفر الله لی ولکم کہنا چاہئے۔[5]

حضرت ام سلمہؓ فرماتی ہیں کہ نبی کریم ﷺ کے گھر کے ایک کونے میں ایک آدمی کو چھینک آئی تو اس نے کہا الحمد للہ۔ اس پر حضورؐ نے فرمایا یرحمک اللہ پھر گھر کے کونے میں ایک اور آدمی کو چھینک آگئی اور اس نے کہا الحمد للہ رب العالمین حمدا کثیرا طیبا مبارکا فیہ۔ حضورؐ نے فرمایا یہ آدمی (ثواب میں) اس سے انیس درجے بڑھ گیا۔[6]

حضرت انسؓ فرماتے ہیں حضور ﷺ کے پاس دو آدمیوں کو چھینک آئی، حضورؐ نے ایک کی چھینک کا تو جواب دیا لیکن دوسرے کو جواب نہ دیا حضورؐ سے اس کی وجہ پوچھی گئی تو حضورؐ نے

۱۔ اخرجه البخاری فی الادب (ص ۸۷) ۲۔ اخرجه الطبرانی وقال الهیثمی (ج ۸ ص ۵۷) وفیه اسباط بن عزاة ولم اعرفه وبقیة رجاله رجال الصحیح. ۵۱.

۳۔ اخرجه احمد وابویعلی قال الهیثمی (ج ۸ ص ۵۷) وفیه ابومعشر نجیح وهولین الحدیث وبقیة رجاله ثقات واخرجه ابن جزیر والبیهقی عن عائشة رضی الله عنها نحوه کما فی کنز العمال (ج ۵ ص ۵۶) ٤۔ اخرجه الطبرانی واسناده جید کما قال الهیثمی (ج ۸ ص ۵۷)

۵۔ عندالطبرانی ایضا قال الهیثمی وفیه عطا بن السائب وقد اختلط

٦۔ اخرجه ابن جریر کذافی الکنز (ج ۵ ص ۵٦) وقال لاباس بسنده.

فرمایا اس نے تو چھینک کے بعد الحمد للہ کہا تھا اور اس دوسرے نے نہیں کہا تھا (اس لئے میں نے پہلے کو جواب دیا اور دوسرے کو نہیں دیا)[1]

حضرات ابو ہریرہؓ فرماتے ہیں کہ حضور ﷺ کے پاس دو آدمیوں کو چھینک آئی ان میں سے ایک دوسرے سے (دنیاوی لحاظ سے) زیادہ مرتبہ والا تھا۔ بلند مرتبہ والے کو چھینک آئی اس نے الحمد للہ نہیں کہا حضورؐ نے اسے چھینک کا جواب نہ دیا پھر دوسرے کو چھینک آگئی اس نے الحمد للہ کہا تو حضورؐ نے اس کی چھینک کا جواب دیا اس پر اس بلند درجے والے نے کہا مجھے آپ کے پاس چھینک آئی لیکن آپ نے میری چھینک کا جواب نہ دیا اور اسے چھینک آئی تو اس کی چھینک کا جواب دیا۔ حضورؐ نے فرمایا اس نے (چھینکنے کے بعد) اللہ کا نام لیا تھا اس لئے میں نے بھی اللہ کا نام لے دیا اور تم اللہ کو بھول گئے تو میں نے بھی تمہیں بھلا دیا۔[2]

حضرت ابو بردہؓ فرماتے ہیں کہ میں حضرت ابو موسیٰؓ کے پاس گیا وہ اس وقت حضرت ام فضل بن عباسؓ کے گھر میں تھے مجھے چھینک آئی تو انہوں نے میری چھینک کا جواب نہ دیا اور حضرت ام فضل کو چھینک آئی تو حضرت ابو موسیٰ نے ان کی چھینک کا جواب دیا۔ میں نے جا کر اپنی والدہ کو ساری بات بتائی۔ جب حضرت ابو موسیٰ میری والدہ کے پاس آئے تو میری والدہ نے ان کی خوب خبر لی اور فرمایا میرے بیٹے کو چھینک آئی تو آپ نے اس کا کوئی جواب نہ دیا اور حضرت ام فضل کو چھینک آئی تو آپ نے اسے جواب دیا تو حضرت ابو موسیٰ نے میری والدہ سے کہا میں نے حضور ﷺ کو یہ فرماتے ہوئے سنا ہے کہ جب تم میں کسی کو چھینک آئے اور وہ الحمد للہ کہے تو تم اس کی چھینک کا جواب دو اور اگر وہ الحمد للہ نہ کہے تو تم اس کی چھینک کا جواب مت دو اور تیرے بیٹے کو چھینک آئی اور اس نے الحمد للہ نہیں کہا اس لئے میں نے اس کی چھینک کا جواب نہیں دیا اور حضرت ام فضل کو چھینک آئی انہوں نے الحمد للہ کہا اس لئے میں نے ان کی چھینک کا جواب دیا اس پر میری والدہ نے کہا تم نے اچھا کیا۔[3]

حضرت مکحول ازدیؒ کہتے ہیں میں حضرت ابن عمرؓ کے پہلو میں بیٹھا ہوا تھا کہ اتنے میں مسجد کے کونے میں ایک آدمی کو چھینک آئی تو حضرت ابن عمرؓ نے فرمایا اگر تم نے الحمد للہ کہا تو پھر یرحمك اللہ[4]

۱۔ اخرجه الشیخان وابو داؤد والترمذی کذافی جمع الفوائد (ج ۲ ص ۱٤٥)

۲۔ عند احمد والطبرانی قال الهیثمی (ج ۸ ص ۵۸) رجال الصحیح غیر ربعی بن ابراهیم وهو ثقة مامون .اه واخرجه البخاری فی الادب (ص ۱۳٦) والبیهقی وابن النجار وابن شاهین کمافی الکنز (ج ۵ ص ۵۷)

۳۔ اخرجه البخاری فی الادب (ص ۱۳۷)

٤۔ اخرجه البخاری فی الادب (ص ۱۳٦)

حضرت نافعؒ کہتے ہیں کہ حضرت ابن عمرؓ کو چھینک آتی اور کوئی انہیں یرحمك الله کہتا تو یہ اسے جواب میں کہتے یرحمنا الله وایا کم وغفر لنا ولکم ۔[1]

حضرت نافعؒ کہتے ہیں کہ ایک آدمی کو حضرت ابن عمرؓ کے پاس چھینک آئی اس آدمی نے الحمد لله کہا تو حضرت ابن عمرؓ نے اس سے کہا تم نے کنجوسی سے کام لیا جب تم نے اللہ کی تعریف کی ہے تو حضور ﷺ پر بھی درود بھیج دیتے۔ حضرت ضحاک بن قیس یشکریؒ کہتے ہیں کہ ایک آدمی کو حضرت ابن عمرؓ کے پاس چھینک آئی تو اس آدمی نے کہا الحمد لله رب العالمین حضرت عبداللہ بن عمرؓ نے کہا اگر تم اس کے ساتھ والسلام علی رسول الله ملا کر پورا کر دیتے تو زیادہ اچھا تھا۔[2] حضرت ابو جمرہؒ کہتے ہیں کہ میں نے حضرت ابن عباسؓ کو سنا کہ جب وہ کسی کو چھینک کا جواب دیتے تو کہتے عافانا الله وایاکم من النار یرحمکم الله ۔[3]

مریض کی بیمار پرسی کرنا اور اسے کیا کہنا چاہئے

حضرت زید بن ارقمؓ فرماتے ہیں کہ میری آنکھوں میں درد تھا جس کی وجہ سے حضور ﷺ نے میری بیمار پرسی فرمائی۔[4]

حضرت سعد بن ابی وقاصؓ فرماتے ہیں کہ حجۃ الوداع والے سال میں میں بہت زیادہ بیمار ہو گیا تھا جب حضور ﷺ میری عیادت کے لئے تشریف لائے تو میں نے کہا میری بیماری زیادہ ہو گئی ہے اور میں مالدار آدمی ہوں اور میرا اور کوئی وارث نہیں ہے صرف ایک بیٹی ہے تو کیا میں اپنا دو تہائی مال صدقہ کر دوں؟ حضورؐ نے فرمایا نہیں۔ ہاں تہائی مال صدقہ کر دو اور تہائی بھی بہت ہے تم اپنے ورثا کو مالدار چھوڑ جاؤ یہ اس سے بہتر ہے کہ تم ان کو فقیر چھوڑ کر جاؤ اور وہ لوگوں کے سامنے ہاتھ پھیلاتے پھریں اور تم جو بھی خرچہ اللہ کی رضا کے لئے کرو گے اس پر تمہیں اللہ کی طرف سے اجر ضرور ملے گا حتی کہ تم جو لقمہ اپنی بیوی کے منہ میں ڈالو گے اس پر بھی اجر ملے گا۔ میں نے کہا یا رسول اللہ! مجھے تو ایسا لگ رہا ہے کہ اور مہاجرین تو آپ کے ساتھ مکہ سے واپس چلے جائیں گے میں یہاں ہی مکہ میں رہ جاؤں گا اور میرا انتقال یہاں مکہ میں ہو جائے گا اور چونکہ میں مکہ سے ہجرت کر کے گیا تھا تو میں اب یہ نہیں چاہتا کہ میرا یہاں انتقال ہو۔ حضورؐ نے فرمایا نہیں۔ تمہاری زندگی لمبی ہو گی (اور تمہارا اس مرض میں یہاں انتقال نہیں ہو گا) اور تم جو بھی نیک عمل کرو گے اس سے تمہارا درجہ بھی بلند ہو گا

---

١ ۔ اخرجه البيهقي كذافي الكنز (ج ٥ ص ٥٧) واخرجه البخاري في الادب (١٣٦) نحوه
٢ ۔ اخرجه البخاري في الادب (ص ١٢٥)
٣ ۔ اخرجه البيهقي كذافي الكنز (ج ٥ ص ٥٧)
٤ ۔ اخرجه ابو داؤد كذافي جمع الفوائد (ج ١ ص ١٢٤)

اور دوسروں کا بہت نقصان ہوگا (چنانچہ عراق کے فتح ہونے کا ذریعہ بنے) اے اللہ! میرے صحابہؓ کی ہجرت کو آخر تک پہنچا (درمیان میں مکہ میں فوت ہونے سے ٹوٹنے نہ پائے) اور (مکہ میں موت دے کر) انہیں ایڑیوں کے بل واپس نہ کر۔ ہاں قابل رحم سعد بن خولہ ہے (کہ وہ مکہ سے ہجرت کر گئے تھے اور اب یہاں فوت ہوگئے ہیں) ان کے مکہ میں فوت ہونے کی وجہ سے حضورؐ کو ان پر ترس آرہا تھا۔[1]

حضرت جابر بن عبداللہؓ فرماتے ہیں کہ میں ایک دفعہ بیمار ہوگیا تو حضور ﷺ اور حضرت ابو بکرؓ پیدل چل کر میری عیادت کے لئے تشریف لائے میں اس وقت بے ہوش تھا۔ حضورؐ نے وضو فرمایا اور اپنے وضو کا پانی مجھ پر چھڑکا جس سے مجھے افاقہ ہوگیا میں ہوش میں آیا تو دیکھا کہ حضورؐ تشریف فرما ہیں۔ میں نے کہا یا رسول اللہ! میں اپنے مال کے بارے میں کیا فیصلہ کروں؟ تو آپ نے اس کا کوئی جواب نہ دیا یہاں تک کہ میراث کی آیت نازل ہوگئی۔[2]

حضرت اسامہ بن زیدؓ فرماتے ہیں کہ ایک مرتبہ حضور ﷺ ایک گدھے پر سوار ہوئے اس گدھے کے پالان پر فدک کی بنی ہوئی چادر پڑی ہوئی تھی اور مجھے اپنے پیچھے بٹھا کر حضرت سعد بن عبادہؓ کی عیادت کے لئے تشریف لے گئے۔ یہ واقعہ جنگ بدر سے پہلے کا ہے چلتے چلتے حضورؐ کا گزر ایک مجلس پر ہوا جس میں عبداللہ بن ابی ابن سلول بھی تھا ابھی تک عبداللہ نے اسلام کا اظہار نہیں کیا تھا اس مجلس میں مسلمان مشرک بت پرست اور یہودی سب ملے جلے بیٹھے تھے اور اس مجلس میں حضرت عبداللہ بن رواحہؓ بھی تھے۔ جب آپ کی سواری کا گرد و غبار اس مجلس پر پڑا تو عبداللہ بن ابی نے اپنی ناک پر چادر رکھ لی اور کہا ہم پر گرد و غبار نہ ڈالو۔ حضورؐ سلام کر کے وہاں کھڑے ہوگئے اور سواری سے نیچے اتر کر انہیں اللہ کی دعوت دینے لگ گئے اور انہیں قرآن بھی پڑھ کر سنایا۔ عبداللہ بن ابی نے کہا اے آدمی! جو آپ کہہ رہے ہیں اگر یہ حق ہے تو اس سے کوئی بات زیادہ اچھی نہیں ہو سکتی لیکن آپ ہماری مجلسوں میں آکر اپنی بات سنا کر ہمیں تکلیف نہ پہنچایا کریں آپ اپنے ٹھکانہ پر واپس جائیں اور ہم میں سے جو آپ کے پاس آئے اسے آپ اپنی بات سنا دیا کریں۔ حضرت ابن رواحہ نے کہا نہیں یا رسول اللہ! آپ ہماری مجلسوں میں تشریف لایا کریں اور ہمیں اپنی بات سنایا کریں ہمیں یہ بہت پسند ہے۔ اس پر مسلمانوں، مشرکوں اور یہودیوں نے ایک دوسرے کو برا بھلا کہنا شروع

---

[1] اخرجه البخاری (ج ۱ ص ۱۷۴) واللفظ له ومسلم (ج ۲ ص ۳۹) الا ربعة

[2] اخرجه البخاری فی صحیحه (ج ۲ ص ۸۴۳) واخرجه فی الادب (ص ۷۵) مثله

کر دیا اور بات اتنی بڑھی کہ ایک دوسرے پر حملہ آور ہونے ہی والے تھے حضورؐ ان سب کو ٹھنڈا کرتے رہے یہاں تک کہ سب خاموش ہو گئے پھر حضورؐ اپنی سواری پر سوار ہو کر چل پڑے یہاں تک کہ حضرت سعد بن عبادہ کے پاس پہنچ گئے۔ حضورؐ نے ان سے فرمایا اے سعد! ابو حباب یعنی عبداللہ بن ابی نے جو کہا کیا تم نے وہ نہیں سنا؟ حضرت سعد نے عرض کیا یارسول اللہ! آپ اسے معاف کر دیں اور اس سے درگزر فرما دیں۔ اللہ تعالیٰ نے آپ کو سب کچھ عطا فرما دیا حالانکہ آپ کے تشریف لانے سے پہلے (مدینہ کی) اس بستی والوں نے تو اس بات پر اتفاق کر لیا تھا کہ اسے تاج پہنا کر اپنا سردار بنالیں لیکن اتنے میں آپ اللہ تعالیٰ کی طرف سے حق لے کر آگئے جس کی وجہ سے ایسا نہ ہو سکا بس اس وجہ سے اسے آپ سے حسد ہے اور آپ کی سیادت اس کے گلے تلے نہیں اتر رہی ہے آج جو کچھ آپ نے اسے کرتے دیکھا ہے وہ سب اسی غصہ اور حسد کی وجہ سے ہے۔[1]

حضرت ابن عباسؓ فرماتے ہیں حضور ﷺ ایک بیمار دیہاتی کی عیادت کے لئے تشریف لے گئے اور آپ کی عادت یہ تھی کہ جب کسی بیمار کے پاس عیادت کے لئے تشریف لے جاتے تو فرماتے **لا باس طهور ان شاء الله تعالى.**

ترجمہ "کوئی ڈر کی بات نہیں۔ انشاء اللہ یہ بیماری (گناہوں سے) پاکی کا ذریعہ ہے"

چنانچہ اسے بھی وہی کلمات کہے تو اس نے جواب میں کہا آپ اسے پاکی کا ذریعہ کہہ رہے ہیں۔ بات ایسے نہیں ہے بلکہ یہ تو بہت تیز بخار ہے جو ایک بوڑھے پر جوش مار رہا ہے اور یہ بخار تو اسے قبرستان دکھا کر چھوڑے گا۔ حضورؐ نے فرمایا اچھا تو پھر ایسے ہی سہی۔[2] (چنانچہ وہ اسی بیماری میں مر گیا)

حضرت عائشہؓ فرماتی ہیں کہ جب حضور ﷺ مدینہ آئے تو حضرت ابو بکر اور حضرت بلالؓ کو بہت تیز بخار ہو گیا چنانچہ میں ان دونوں حضرات کے پاس گئی اور میں نے کہا اے ابا جان! آپ کیسے ہیں؟ اے بلالؓ! آپ کیسے ہیں؟ حضرت ابو بکرؓ کا جب بخار تیز ہوتا تو وہ یہ شعر پڑھا کرتے

كل امرى مصبح فى اهله   والموت ادنى من شراك نعله

"ہر آدمی اپنے گھر والوں میں رہتا ہے اور اسے کہا جاتا ہے اللہ تمہاری صبح خیر و عافیت والی بنائے حالانکہ موت تو اس کے جوتے کے تسمے سے بھی زیادہ قریب ہے" اور جب حضرت بلالؓ کا بخار اتر جاتا تو وہ (مکہ کو یاد کر کے) یہ شعر پڑھتے۔

الاليت شعرى هل ابيتن ليلة   بوادو حولى اذخر و جليل

---

[1] اخرجه البخاری (ج ۲ ص ۸۴۵)   [2] اخرجه البخاری (ج ۲ ص ۸۴۴)

غور سے سنو! کاش مجھے معلوم ہو جاتا کہ کیا میں کوئی رات (مکہ) کی وادی میں گزار دوں گا اذخر اور میرے ارد گرد (مکہ کا) گھاس اور جلیل گھاس ہو گا۔

وهل اردن يوماً مياه مجنة وهل يبدون لي شامة وطفيل

اور کیا میں کسی دن مجنہ کے چشموں پر اتروں گا اور کیا شامہ اور طفیل نامی (مکہ کے) پہاڑ مجھے نظر آئیں گے۔ میں نے حضورؐ کی خدمت میں جا کر یہ ساری بات بتائی تو حضورؐ نے دعا مانگی اے اللہ! ہمیں مکہ سے جتنی محبت ہے اتنی یا اس سے زیادہ مدینہ کی محبت ہمارے دلوں میں پیدا کر دے اے اللہ! مدینہ کو صحت افزاء مقام بنا دے اور ہمارے لئے اس کے مد اور صاع (دو پیمانوں) میں برکت ڈال دے اور اس کا بخار جحفہ مقام پر منتقل کر دے۔[1]

حضرت ابو ہریرہؓ فرماتے ہیں حضور ﷺ نے فرمایا تم میں سے آج روزہ کس نے رکھا ہے؟ حضرت ابو بکرؓ نے کہا میں نے۔ پھر آپ نے پوچھا تم میں سے آج کسی نے کسی بیمار کی عیادت کی ہے؟ حضرت ابو بکرؓ نے کہا میں نے پھر حضورؐ نے پوچھا تم میں سے آج کون کسی جنازہ میں شریک ہوا ہے؟ حضرت ابو بکرؓ نے کہا میں پھر آپ نے پوچھا آج کس نے کسی مسکین کو کھانا کھلایا ہے؟ حضرت ابو بکرؓ نے کہا میں نے۔ حضورؐ نے فرمایا جو آدمی ایک دن میں یہ سارے کام کرے گا وہ جنت میں ضرور جائے گا۔[2]

حضرت عبداللہ بن نافعؒ کہتے ہیں حضرت ابو موسیٰؓ حضرت حسن بن علیؓ کی عیادت کرنے آئے تو حضرت علیؓ نے فرمایا جو بھی مسلمان کسی بیمار کی عیادت کرتا ہے تو اگر وہ صبح کو کرتا ہے تو اس کے ساتھ ستر ہزار فرشتے جاتے ہیں جو شام تک اس کے لئے استغفار کرتے رہتے ہیں اور اسے (اس عیادت کے بدلہ میں) جنت میں ایک باغ ملے گا اور اگر وہ شام کو عیادت کرتا ہے تو اس کے ساتھ ستر ہزار فرشتے جاتے ہیں جو اس کے لئے استغفار کرتے رہتے ہیں اور اسے جنت میں ایک باغ ملے گا۔[3] حضرت عبداللہ بن نافع کہتے ہیں حضرت ابو موسیٰ اشعریؓ حضرت حسن بن علی بن ابی طالبؓ کی عیادت کرنے آئے تو ان سے حضرت علیؓ نے پوچھا کہ کیا آپ عیادت کی نیت سے آئے ہیں یا صرف ملنے کے لئے آئے ہیں؟ حضرت ابو موسیٰ نے کہا نہیں۔ میں تو عیادت کی نیت سے گیا ہوں اس پر حضرت علیؓ نے پچھلی حدیث جیسا مضمون بیان کیا۔[4]

---

[1] اخرجه البخاری (ج ۲ ص ۸٤٤) [2] اخرجه البخاری فی الادب المفرد (ص ۷۵)

[3] اخرجه ابن جریر والبیهقی کذافی الکنز (ج ۵ ص ۵۰) وقال قال ای البیهقی هکذا رواه اکثر اصحاب شعبة موقوفاوقدروی من غیر وجه عن علی مرفوعا ۔ انتهی وهکذا اخرجه ابو داؤد عن عبدالله بن نافع نحوه موقوفا وقال اسند هذا عن علی عن النبی ﷺ من غیر وجه صحیح

[4] وهکذا اخرجه احمد (ج ۱ ص ۱۲۱)

حضرت ابو فاختہؒ کہتے ہیں حضرت ابو موسیٰ اشعریؓ حضرت حسن بن علیؓ کی عیادت کرنے آئے تو حضرت علیؓ اندر تشریف لائے اور پوچھا اے ابو موسیٰؓ! آپ عیادت کرنے آئے ہیں یا ملنے انہوں نے کہا اے امیر المومنین! نہیں میں تو عیادت کرنے آیا ہوں۔ حضرت علیؓ نے فرمایا میں نے حضور کو یہ فرماتے ہوئے سنا ہے کہ جو مسلمان کسی مسلمان کی عیادت کرتا ہے تو صبح سے شام تک ستر ہزار فرشتے اس کیلئے دعا کرتے ہیں اور اللہ تعالیٰ اس کو جنت میں ایک خریف یعنی باغ عطا فرماتے ہیں۔ راوی کہتے ہیں ہم نے پوچھا اے امیر المومنین! خریف کسے کہتے ہیں حضرت علیؓ نے فرمایا خریف پانی کی وہ نالی ہے جس سے کھجوروں کے باغ کو پانی دیا جاتا ہے۔[1]

حضرت عبداللہ بن یسارؒ کہتے ہیں کہ حضرت عمرو بن حریثؓ حضرت حسن بن علیؓ کی عیادت کرنے آئے تو حضرت علیؓ نے ان سے فرمایا کہ تم حسنؓ کی عیادت کرنے آئے ہو حالانکہ تمہارے دل میں (میرے بارے میں) بہت کچھ ہے۔ حضرت عمروؓ نے ان سے کہا آپ میرے رب تو ہیں نہیں کہ جدھر چاہیں ادھر میرے دل کو پھیر دیں (بس اللہ ہی نے میرے دل میں ایسی رائے ڈالی ہے جو آپ کی رائے کے خلاف ہے) حضرت علیؓ نے فرمایا اس سب (اختلاف رائے) کے باوجود ہم آپ کو آپ کے فائدے کی بات ضرور بتائیں گے میں نے حضور ﷺ کو یہ فرماتے ہوئے سنا ہے کہ جو مسلمان اپنے بھائی کی عیادت کرتا ہے اس کے لئے اللہ تعالیٰ ستر ہزار فرشتے بھیج دیتے ہیں دن میں جس وقت بھی عیادت کرے گا اس وقت سے شام تک وہ اس کے لئے دعا کرتے رہیں گے اور رات کو جس وقت بھی عیادت کرے گا اس وقت سے صبح تک وہ اس کے لئے دعا کرتے رہیں گے۔[2]

حضرت سعیدؒ کہتے ہیں میں حضرت سلمانؓ کے ساتھ تھا وہ (کوفہ کے محلہ) کندہ میں کسی بیمار کی عیادت کرنے گئے۔ اس کے پاس جا کر انہوں نے کہا تمہیں خوشخبری ہو اللہ تعالیٰ مومن کی بیماری کو اس کے گناہوں کے مٹنے کا اور اس سے اللہ کے راضی ہونے کا ذریعہ بناتے ہیں اور فاجر و بدکار کی بیماری تو ایسی ہے کہ جیسے اونٹ کو اس کے گھر والوں نے باندھ دیا پھر اسے کھول دیا۔ اونٹ کو کچھ پتہ نہیں کہ اسے کیوں باندھا تھا اور اسے کیوں چھوڑا ہے؟[3]

حضرت سعید بن وہبؒ کہتے ہیں کہ میں حضرت سلمانؓ کے ساتھ ان کے ایک دوست کی عیادت کرنے گیا جو کہ قبیلہ کندہ کا تھا۔ ان سے حضرت سلمانؓ نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ اپنے مومن بندے کو کسی بیماری یا آزمائش میں مبتلا فرماتے ہیں اور پھر اسے عافیت عطا فرماتے ہیں

---

[1] اخرجه احمد (ج ۱ ص ۹۱) [2] اخرجه احمد ایضا (ج ۱ ص ۹۷) واخرجه البزار قال الهیثمی (ج ۳ ص ۳۱) ورجال احمد ثقات [3] اخرجه البخاری فی الادب (ص ۷۲)

اس سے اس کے زمانہ ماضی کے گناہ معاف ہو جاتے ہیں اور آئندہ زمانہ میں وہ اللہ کی رضا کا طالب ہو جاتا ہے اور اللہ تعالیٰ اپنے فاجر بندے کو بھی کسی بیماری یا آزمائش میں مبتلا کرتے ہیں پھر اسے عافیت عطا فرماتے ہیں لیکن وہ اونٹ کی طرح ہوتا ہے جسے اس کے گھر والوں نے پہلے باندھا تھا پھر اسے کھول دیا اس اونٹ کو کچھ خبر نہیں کہ گھر والوں نے اسے کیوں باندھا تھا پھر اسے کیوں چھوڑا تھا۔[1]

حضرت نافعؒ کہتے ہیں کہ حضرت ابن عمرؓ جب کسی بیمار کی عیادت کرنے جاتے تو اس سے پوچھتے کہ کیا حال ہے؟ اور جب اس کے پاس سے کھڑے ہونے لگتے تو فرماتے خار اللّٰہ لك اللہ تمہیں خیر عطا فرمائے اور مزید کچھ نہ فرماتے۔[2] حضرت عبداللہ بن ابی ہذیلؒ کہتے ہیں کہ ایک مرتبہ حضرت عبداللہ بن مسعودؓ ایک بیمار کی عیادت کرنے گئے ان کے ساتھ کچھ اور لوگ بھی تھے۔ گھر میں ایک عورت تھی جسے ان کا ایک ساتھی دیکھنے لگا تو اس سے حضرت عبداللہ نے کہا اگر تیری آنکھ پھوٹ جاتی تو یہ تیرے لئے (نامحرم کو دیکھنے سے) زیادہ بہتر تھا۔[3]

حضرت ابن عباسؓ فرماتے ہیں کہ حضور ﷺ جب کسی بیمار کی عیادت کے لئے تشریف لے جاتے تو اس کے سرہانے بیٹھ جاتے پھر سات مرتبہ یہ دعا پڑھتے اساٴل اللّٰہ العظیم رب العرش العظیم ان یشفیك اگر اس کی موت میں کچھ دیر ہوتی تو وہ آدمی ضرور ٹھیک ہو جاتا۔[4]

حضرت علیؓ فرماتے ہیں کہ حضور ﷺ جب کسی بیمار کے پاس جاتے تو یہ دعا پڑھتے اذھب الباس رب الناس واشف انت الشافی لا شافی الا انت[5] ابن جریر کی روایت میں یہ الفاظ ہیں لا شفاء الا شفاءك شفاءً لا یغادر سقما۔[6]

حضرت علیؓ فرماتے ہیں کہ حضور ﷺ جب کسی بیمار کی عیادت فرماتے تو اپنا دایاں ہاتھ اس کے دائیں رخسار پر رکھ کر یہ دعا پڑھتے لا باس اذھب الباس رب الناس اشف انت الشافی لا یکشف الضر الا انت[7]

حضرت انسؓ فرماتے ہیں کہ حضور ﷺ جب کسی بیمار کے پاس جاتے تو یہ دعا پڑھتے اذھب الباس رب الناس واشف انت الشافی لا شافی الا انت شفاءً لا یغادر سقما[8]

حضرت عائشہؓ فرماتی ہیں کہ حضور ﷺ جب کسی بیمار کی عیادت فرماتے تو اپنا ہاتھ جسم

۱۔ عند ابی نعیم فی الحلیة (ج ۱ ص ۲۰۶) ۲۔ اخرجه البخاری فی الادب (ص ۷۸)
۳۔ اخرجه البخاری ایضا (ص ۷۸) ٤۔ اخرجه البخاری فی الادب (ص ۷۹)
۵۔ اخرجه ابن ابی شیبة ورواه احمد والترمذی وقال حسن غریب والد ورقی وابن جریر وصححهٗ ٦۔ کذافی الکنز (ج ۵ ص ۵۰) ۷۔ عند ابن مردویه وابی علی الحداد فی معجمه
۸۔ عند ابن ابی شیبة وکذافی الکنز (ج ۵ ص ۵۱)

کے حصہ پر رکھتے جہاں تکلیف ہوتی اور یہ دعا پڑھتے بسم اللہ لا بأس [۱]
حضرت سلمانؓ فرماتے ہیں کہ ایک مرتبہ حضور ﷺ میری عیادت کرنے تشریف لائے جب آپ باہر جانے لگے تو فرمایا اے سلمانؓ! اللہ تمہاری بیماری کو دور کردے اور تمہارے گناہوں کو معاف فرمائے اور تمہیں دین میں اور جسم میں مرتے دم تک عافیت نصیب فرمائے۔ [۲]
حضرت عائشہؓ فرماتی ہیں کہ حضور ﷺ جب کسی مریض کے پاس تشریف لے جاتے یا کوئی مریض آپ کے پاس لایا جاتا تو حضورؐ یہ دعا پڑھتے۔ اذهب البأس رب الناس اشف وانت الشافي لاشفاء الا شفاء ك شفاءً لا يغادر سقماً [۳] حضرت عائشہؓ کی دوسری روایت میں یہ ہے کہ حضور ﷺ ان کلمات کے ساتھ حفاظت کی دعا کرتے اور پچھلی حدیث والے کلمات ذکر کیئے اور آگے حضرت عائشہؓ نے فرمایا کہ مرض الوفات میں جب حضور ﷺ کی بیماری زیادہ ہوگئی تو میں حضور کا ہاتھ لے کر حضورؐ کے جسم پر پھیرنے لگی اور یہی کلمات پڑھنے لگی حضورؐ نے اپنا ہاتھ مجھ سے کھینچ لیا اور فرمایا اے میرے رب! مجھے معاف فرما اور مجھے رفیق (اعلیٰ یعنی اپنے آپ) سے ملادے۔ یہ حضور کا آخری کلام تھا جو میں نے حضورؐ سے سنا۔ [۴]

اندر آنے کی اجازت مانگنا

حضرت انسؓ فرماتے ہیں حضور ﷺ جب سلام فرماتے تو تین دفعہ فرماتے (یعنی اجازت مانگنے کے لئے گھر سے باہر تین دفعہ سلام زور سے فرماتے اجازت مل جاتی تو ٹھیک ورنہ باہر سے واپس چلے جاتے یا مطلب یہ ہے کہ جب مجمع زیادہ ہوتا تو سارے مجمع کو سنانے کے لئے حضورؐ تین دفع سلام فرماتے تھے دائیں طرف اور بائیں طرف اور سامنے یا مطلب یہ ہے کہ حضورؐ جب کسی کو ملنے اس کے گھر جاتے تو تین مرتبہ سلام فرماتے (ایک اجازت لینے کے لئے اور دوسرا اندر جاتے وقت اور تیسرا واپسی کے وقت) اور جب کوئی (اہم) بات فرماتے تو تین مرتبہ فرماتے (تاکہ کم سے کم سمجھ والا بھی بات سمجھ جائے)۔ [۵]
حضرت قیس بن سعدؓ فرماتے ہیں حضور ﷺ ہمیں ملنے کے لئے ہمارے گھر تشریف لائے چنانچہ حضورؐ نے (اجازت کے لئے باہر سے) فرمایا السلام علیکم ورحمۃ اللہ! میرے والد نے (حضورؐ

۱۔ اخرجه ابو يعلى قال الهيثمي (ج ۲ ص ۲۹۹) رجاله موثقون ۲۔ اخرجه الطبراني في الكبير وفيه عمرو بن خالد القرشي وهو ضعيف كما قال الهيثمي (ج ۲ ص ۲۹۹)
۳۔ اخرجه البخاري في صحيحه (ج ۲ ص ۸۴۷) ٤۔ اخرجه ابن سعد (ج ۲ ص ۱٤)
۵۔ اخرجه البخاري في صحيحه (ج ۲ ص ۹۲۳)

کے سلام کا) جواب آہستہ سے دیا۔ میں نے کہا کیا آپ اللہ کے رسول ﷺ کو اجازت دینا نہیں چاہتے ؟انہوں نے کہا ذرا حضور کو بار بار ہمیں سلام کرنے دو۔ حضورؐ نے پھر فرمایا السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ ،(میرے والد) حضرت سعدؓ نے پھر آہستہ سے جواب دیا۔ حضورؐ نے پھر فرمایا السلام علیکم ورحمۃ اللہ !اور اس کے بعد حضورؐ واپس چل پڑے۔ حضرت سعد حضورؐ کے پیچھے گئے اور عرض کیا یا رسول اللہ !میں نے آپ کا ہر سلام سنا ہے اور ہر سلام کا آہستہ جواب دیا ہے بس آہستہ اس لئے جواب دیا تاکہ آپ ہمیں بار بار سلام کریں۔ چنانچہ حضورؐ ان کے ساتھ واپس آئے۔ حضرت سعدؓ نے حضورؐ کیلئے نہانے کا پانی تیار کروایا جس سے حضورؐ نے غسل کیا پھر حضرت سعدؓ نے حضور کو زعفران یا ورس (خوشبودار گھاس) میں رنگی ہوئی چادر دی جسے حضورؐ نے اوڑھ لیا پھر حضورؐ نے ہاتھ اٹھا کر یہ دعا مانگی اے اللہ !تو اپنی رحمتیں اور مہربانی خاندان سعدؓ پر نازل فرما۔ پھر حضورؐ نے کچھ کھانا نوش فرمایا۔ پھر جب حضورؐ نے واپسی کا ارادہ فرمایا تو حضرت سعدؓ نے حضورؐ کے سامنے ایک گدھا پیش کیا جس پر ایک عمدہ چادر ڈال کر تیار کیا گیا تھا۔ حضرت سعدؓ نے کہا اے قیس !اللہ کے رسول ﷺ کے ساتھ جاؤ۔ میں ساتھ چل پڑا۔ حضورؐ نے مجھ سے فرمایا میرے ساتھ سوار ہو جاؤ میں نے انکار کیا۔ حضورؐ نے فرمایا تم سوار ہو جاؤ یا واپس چلے جاؤ اس پر میں واپس چلا گیا۔ ؎۱

حضرت ربعی بن حراشؒ فرماتے ہیں مجھے بنو عامر کے ایک آدمی نے یہ قصہ سنایا کہ میں نے حضور ﷺ کی خدمت میں حاضر ہو کر عرض کیا کیا میں اندر آجاؤں ؟ حضورؐ نے باندی سے فرمایا باہر جا کر اس آدمی سے کہو کہ وہ یوں کہے السلام علیکم کیا میں اندر آجاؤں ؟اس نے اندر آنے کی اجازت لینے میں اچھا طریقہ اختیار نہیں کیا۔ میں نے حضورؐ کی یہ بات باہر سے سن لی اور باندی کے باہر آنے سے پہلے ہی میں نے کہا السلام علیکم کیا میں اندر آجاؤں۔ آگے اور حدیث بھی ذکر کی۔ ؎۲

حضرت ابن عباسؓ فرماتے ہیں حضورؐ اپنے بالا خانے میں تھے کہ حضرت عمرؓ آئے اور انہوں نے کہا السلام علیک یا رسول اللہ !السلام علیکم کیا عمرؓ اندر آجائے ؎۳ خطیب نے اس واقعہ کو ان الفاظ میں ذکر کیا ہے کہ حضرت عمرؓ نے کہا السلام علیک ایہا النبی ورحمۃ اللہ وبرکاتہ السلام علیکم کیا عمرؓ اندر آجائے ؟ ؎۴ حضرت عمرؓ فرماتے ہیں کہ میں نے حضور ﷺ سے تین بار اندر آنے کی اجازت مانگی پھر حضورؐ نے مجھے اجازت دی۔ ؎۵

حضرت ابو ہریرہؓ فرماتے ہیں کہ حضور ﷺ نے آدمی بھیج کو ہمیں بلایا ہم لوگ آئے اور ہم

۱؎ عند ابی داؤد کذافی جمع الفوائد (ج ۲ ص ۱۴۳) ۲؎ اخرجہ البخاری فی الادب المفرد (ص ۱۵۸) واخرجہ ایضا ابو داؤد کما فی جمع الفوائد (۲ ص ۱۴۳)

۳؎ اخرجہ احمد قال الهیثمی (ج ۸ ص ۴۴) رجاله رجال الصحیح . اھ

۴؎ اخرجہ ابو داؤد والنسائی عن عمرؓ نحوہ والخطیب واللفظ له والترمذی کذافی الکنز (ج ۵ ص ۵۱) ۵؎ اخرجہ البیهقی قال البیهقی حسن غریب کذافی الکنز (ج ۵ ص ۵۱)

نے اجازت مانگی۔ [1]

حضرت سفینہؓ فرماتے ہیں کہ میں نبی کریم ﷺ کے پاس تھا کہ اتنے میں حضرت علیؓ آئے اور انہوں نے اجازت لینے کے لئے دروازہ آہستہ سے کھٹکھٹایا حضورؐ نے فرمایا ان کے لئے (دروازہ) کھول دو۔ [2]

حضرت سعد بن عبادہؓ نے دروازے کے سامنے کھڑے ہو کر اندر آنے کی اجازت مانگی۔ حضور ﷺ نے ان سے فرمایا دروازے کے سامنے کھڑے ہو کر اجازت مت مانگو۔ ایک روایت میں یہ ہے کہ حضرت سعدؓ فرماتے ہیں کہ حضور ﷺ گھر میں تھے میں آکر دروازے کے سامنے کھڑا ہو گیا اور میں نے اجازت مانگی۔ حضورؐ نے اشارہ فرمایا ذرا پرے ہٹ جاؤ (میں پرے ہٹ گیا) اور پھر آکر میں نے اجازت مانگی حضورؐ نے فرمایا اجازت لینے کی ضرورت تو صرف نگاہ ہی کی وجہ سے ہوتی ہے۔ [3]

حضرت انس بن مالکؓ فرماتے ہیں کہ ایک آدمی نے حضور ﷺ کے ایک حجرہ میں جھانکا (حضورؐ نے دیکھ لیا) حضورؐ ایک تیر یا کئی تیر کے پھل لے کر اس کی طرف کھڑے ہو کر لپکے میں آپ کو دیکھ رہا تھا کہ گویا آپ اسے اچانک چوکے مارنے کے لئے موقع تلاش کر رہے تھے۔ [4]

حضرت سہل بن سعد ساعدیؓ فرماتے ہیں کہ ایک آدمی نے حضور ﷺ کے دروازے کے سوراخ میں سے جھانکا اس وقت حضورؐ کے ہاتھ میں ایک کنگھی تھی جس سے آپؐ سر کھجا رہے تھے جب حضورؐ نے اسے (جھانکتے ہوئے) دیکھ لیا تو فرمایا اگر مجھے پتہ ہوتا کہ تم مجھے دیکھ رہے ہو تو میں یہ کنگھی تمہاری آنکھ میں مار دیتا۔ نگاہ کی وجہ سے ہی اجازت لینے کا حکم دیا گیا ہے۔ [5]

حضرت ابو سعید خدریؓ فرماتے ہیں کہ میں انصار کی ایک مجلس میں بیٹھا ہوا تھا کہ اتنے میں حضرت ابو موسیٰؓ گھبرائے ہوئے آئے اور کہنے لگے میں نے حضرت عمرؓ سے تین مرتبہ اجازت مانگی لیکن مجھے اجازت نہ ملی آخر میں واپس آ گیا حضرت عمرؓ نے (حضرت ابو موسیٰؓ کو بلایا) اور فرمایا آپ اندر کیوں نہیں آ گئے؟ حضرت ابو موسیٰؓ نے کہا میں نے تین مرتبہ اجازت مانگی تھی لیکن مجھے اجازت نہ ملی تو میں واپس آ گیا اور حضور ﷺ نے فرمایا ہے کہ جب تم میں سے کوئی تین مرتبہ اجازت مانگے اور اسے اجازت نہ ملے تو اسے چاہئے کہ وہ واپس چلا جائے۔ حضرت عمرؓ نے کہا تمہیں اس پر گواہ پیش کرنے ہوں گے کیا آپ لوگوں میں سے کسی نے حضور ﷺ سے یہ بات سنی ہے؟ حضرت ابی نے فرمایا (ہم سب نے حضورؐ سے یہ حدیث

۱۔ اخرجه ابو يعلى قال الهيثمي (ج۸ص ۴۵) رجاله رجال الصحيح غير اسحاق بن اسرائيل وهو ثقة ۲۔ اخرجه الطبراني قال الهيثمي (ج ۸ ص ۴۵) وفيه ضرار بن صرد وهو ضعيف.
۳۔ اخرجه الطبراني ورجال الرواية الثانية رجال الصحيح كما قال الهيثمي (ج ۸ ص ۴۴)
۴۔ اخرجه البخاري (ج ۲ ص ۹۲۲) ۵۔ عنده ايضا (ج ۲ ص ۱۰۲۰)

سنی ہے اس لئے آپ کو یہ حدیث سنانے کیلئے ہم لوگوں میں سے سب سے کم عمر آدمی ہی کھڑا ہوگا۔ میں سب سے چھوٹا تھا میں نے کھڑے ہو کر حضرت عمرؓ کو بتایا کہ حضور ﷺ نے یہ بات ارشاد فرمائی تھی[۱] حضرت عبید بن عمیر راوی نے حضرت عمرؓ کا یہ جملہ نقل کیا ہے کہ حضورؐ کی یہ بات مجھ سے واقعی چھپی رہی۔ بس بازاروں میں خرید و فروخت میں مشغول رہا۔[۲]

حضرت ابو موسیٰؓ فرماتے ہیں میں نے حضرت عمرؓ کی خدمت میں حاضر ہونے کے لئے تین مرتبہ اجازت مانگی مجھے اجازت نہ ملی۔ میں واپس چل پڑا۔ حضرت عمرؓ نے آدمی بھیج کر مجھے بلایا (میں آگیا) تو مجھ سے فرمایا اے اللہ کے بندے! آپ کو میرے دروازے پر انتظار کرنا بڑا مشکل لگا آپ کو معلوم ہونا چاہیے لوگوں کو آپ کے دروازے پر انتظار کرنا ایسے ہی مشکل لگتا ہے میں نے کہا (نہیں میں اس وجہ سے واپس نہیں گیا) بلکہ میں نے آپ سے تین دفعہ اجازت مانگی تھی جب نہ ملی تو میں واپس چلا گیا۔ حضرت عمرؓ نے کہا آپ نے یہ بات کس سے سنی ہے؟ (کہ تین دفعہ میں اجازت نہ ملے تو آدمی واپس چلا جائے) میں نے کہا میں نے یہ بات نبی کریم ﷺ سے سنی ہے۔ حضرت عمرؓ نے کہا یہ کیسے ہو سکتا ہے کہ جو بات ہم نے حضور ﷺ سے نہ سنی ہو وہ آپ حضورؐ سے سن لیں؟ اگر آپ نے اس پر گواہ نہ لائے تو میں آپ کو عبرتناک سزا دوں گا۔ میں وہاں سے باہر آیا اور چند انصار مسجد میں بیٹھے ہوئے تھے میں ان کے پاس آیا میں نے ان سے اس بارے میں پوچھا تو انہوں نے کہا کیا اس میں کسی کو شک ہے؟ میں نے انہیں حضرت عمرؓ کی بات بتائی تو انہوں نے کہا آپ کے ساتھ ہمارا سب سے کم عمر آدمی ہی جائے گا اس پر میرے ساتھ حضرت ابو سعید خدری یا حضرت ابو مسعودؓ کھڑے ہو کر میرے ساتھ حضرت عمر تک گئے اور وہاں جا کر انہوں نے یہ واقعہ سنایا کہ حضور ﷺ ایک مرتبہ حضرت سعد بن عبادہؓ کو ملنے گئے ہم بھی آپ کے ساتھ گئے وہاں پہنچ کر حضورؐ نے سلام کیا لیکن حضورؐ کو (اندر آنے کی) اجازت نہ ملی پھر حضورؐ نے دوبارہ سلام کیا پھر تیسری مرتبہ سلام کیا لیکن حضورؐ کو اجازت نہ ملی تو حضورؐ نے فرمایا جو ہمارے ذمہ تھا وہ ہم نے کر دیا اس کے بعد حضورؐ واپس آگئے۔ پیچھے سے حضرت سعدؓ حضورؐ کی خدمت میں پہنچے اور انہوں نے عرض کیا یا رسول اللہ! اس ذات کی قسم! جس نے آپ کو حق دے کر بھیجا! آپ نے جتنی مرتبہ سلام کیا میں نے ہر مرتبہ آپ کا سلام سنا اور میں نے ہر دفعہ جواب دیا لیکن میں چاہتا تھا کہ آپ مجھے اور میرے گھر والوں کو بار بار سلام کریں (اس لئے میں آہستہ جواب دیتا رہا) اس پر حضرت ابو موسیٰ نے کہا اللہ کی قسم! میں حضور ﷺ کی حدیث کے بارے میں پوری امانت داری سے

۱۔ اخرجہ البخاری (ج ۲ ص ۹۲۳)　　۲۔ عندہ ایضا (ج ۲ ص ۱۰۹۲)

کام لینے والا ہوں۔ حضرت عمرؓ نے فرمایا ہاں (میں آپ کو ایسا ہی سمجھتا ہوں) لیکن میں نے چاہا کہ (مزید اطمینان کے لئے) اچھی طرح سے اس کی تحقیق ہو جائے۔[1]

حضرت عامر بن عبد اللہؒ فرماتے ہیں کہ ان کی ایک باندی حضرت زبیرؓ کی بیٹی کو لے کر حضرت عمر بن خطابؓ کے پاس گئی اور اس نے (دروازے پر پہنچ کر) کہا کیا میں اندر آجاؤں؟ حضرت عمرؓ نے فرمایا نہیں وہ واپس چلی گئی تو حضرت عمرؓ نے فرمایا اسے بلاؤ اور اسے کہو کہ وہ (اجازت لینے کے لیئے) یوں کہے السلام علیکم کیا میں اندر آجاؤں؟[2]

حضرت اسلمؒ کہتے ہیں کہ مجھ سے حضرت عمرؓ نے فرمایا اے اسلم! میرے دروازے پر پہرہ کرو اور کسی سے کوئی چیز ہرگز نہ لینا۔ ایک دن انہوں نے میرے جسم پر نئے کپڑے دیکھے تو پوچھا یہ کپڑے تمہیں کہاں سے مل گئے؟ میں نے کہا حضرت عبید اللہ بن عمرؓ نے مجھے دیئے ہیں۔ حضرت عمرؓ نے فرمایا حضرت عبید اللہؓ سے تو لے لیا کرو اور کسی سے ہرگز نہ لینا۔ پھر میں ایک دن دروازہ پر کھڑا (پہرہ دے رہا) تھا کہ حضرت زبیرؓ آئے انہوں نے مجھ سے پوچھا کہ میں اندر چلا جاؤں۔ میں نے کہا امیر المومنین کچھ دیر کیلئے مشغول ہیں۔ حضرت زبیرؓ نے ہاتھ اٹھا کر اس زور سے میرے کانوں کے پیچھے مارا کہ میری چیخ نکل گئی۔ میں حضرت عمرؓ کے پاس اندر گیا انہوں نے پوچھا تمہیں کیا ہوا؟ میں نے کہا حضرت زبیرؓ نے مجھے مارا ہے اور ان کی ساری بات حضرت عمرؓ کو بتادی۔ اس پر حضرت عمرؓ فرمانے لگے اللہ کی قسم! میں زبیرؓ کو دیکھ لوں گا پھر فرمایا انہیں اندر بھیج دو۔ میں نے انہیں حضرت عمرؓ کے پاس اندر بھیج دیا۔ حضرت عمرؓ نے فرمایا آپ نے اس غلام کو کیوں مارا؟ حضرت زبیرؓ نے کہا یہ کہہ رہا تھا کہ میں تم لوگوں کو اندر نہیں جانے دوں گا۔ حضرت عمرؓ نے فرمایا تو اگر اس نے آپ سے کہا تھا کہ تھوڑی دیر انتظار کرلیں کیونکہ امیر المومنین ذرا مشغول ہیں تو آپ انتظار کر لیتے اور مجھے معذور سمجھ لیتے۔ اللہ کی قسم! جب کسی درندہ کو زخمی کر دیا جاتا ہے تو باقی درندے اسے کھا جاتے ہیں (آپ نے اسے مارا ہے تو دوسرے بھی مارنے لگ جائیں گے)۔[3]

حضرت زید بن ثابتؓ فرماتے ہیں کہ ایک دن حضرت عمر بن خطابؓ میرے پاس آئے اور انہوں نے اندر آنے کی اجازت مانگی میں نے انہیں اجازت دے دی۔ میری باندی میرے سر میں کنگھی کر رہی تھی میں نے اسے روک دیا۔ حضرت عمرؓ نے فرمایا نہیں۔ اسے کنگھی کرنے دو۔ میں نے کہا اے امیر المومنین! اگر آپ میرے پاس پیغام بھیج دیتے تو میں خود ہی آپ کی

---

[1] عندالبخاری ایضا فی الادب المفرد۔ [2] اخرجه البیهقی کذافی الکنز (ج ۵ ص ۵۱)
[3] اخرجه ابن سعد کذافی الکنز (ج ۵ ص ۵۱)

خدمت میں حاضر ہو جاتا۔ حضرت عمرؓ نے فرمایا نہیں۔ ضرورت تو مجھے ہے (اس لئے مجھے ہی آنا چاہئے تھا)۔[1]

ایک صاحب کہتے ہیں کہ ایک مرتبہ فجر کی نماز کے بعد ہم لوگوں نے حضرت عبداللہ بن مسعودؓ سے اندر آنے کی اجازت مانگی۔ انہوں نے ہمیں اجازت دے دی اور اپنی بیوی پر ایک چادر ڈال دی اور فرمایا میں نے اسے پسند نہ کیا کہ تم لوگوں سے انتظار کرواؤں۔[2]

حضرت موسیٰ بن طلحہؒ فرماتے ہیں کہ میں اپنے والد صاحب کے ساتھ اپنی والدہ کے پاس جانے لگا تو والد صاحب (کمرے کے) اندر داخل ہو گئے میں بھی ان کے پیچھے اندر جانے لگا تو وہ میری طرف مڑے اور اس زور سے میرے سینے پر مارا کہ میں سرین کے بل گر گیا پھر فرمایا کیا تم اجازت لئے بغیر اندر آرہے ہو؟[3]

حضرت مسلم بن نذیرؒ کہتے ہیں کہ ایک آدمی نے حضرت حذیفہؓ سے اجازت مانگی اور اندر جھانک کر کہا کیا میں اندر آجاؤں؟ حضرت حذیفہؓ نے فرمایا تیری آنکھ تو اندر آچکی ہے ہاں تیری سرین ابھی اندر نہیں آئی اور ایک آدمی نے کہا کیا میں اپنی ماں سے بھی اندر آنے کی اجازت لوں حضرت حذیفہؓ نے فرمایا اگر والدہ سے اجازت نہ لوگے (تو کبھی تم اپنی والدہ کو ایسی حالت میں دیکھو گے جو تمہیں بالکل اچھی نہ لگے گی۔[4]

حضرت ابو سوید عبدیؒ کہتے ہیں ہم حضرت ابن عمرؓ کے ہاں گئے اور جا کر ہم ان کے دروازے پر بیٹھ گئے تاکہ ہمیں اندر جانے کی اجازت مل جائے۔ جب اجازت ملنے میں دیر ہو گئی تو میں کھڑے ہو کر دروازے کے سوراخ سے اندر دیکھنے لگ گیا۔ حضرت ابن عمرؓ کو اس کا پتہ چل گیا۔ جب انہوں نے ہمیں اجازت دے دی تو ہم اندر جا کر بیٹھ گئے۔ انہوں نے فرمایا تم نے میرے گھر میں جھانکنا کس وجہ سے جائز سمجھا؟ میں نے کہا اجازت ملنے میں دیر ہو رہی تھی اس لئے میں نے دیکھ لیا مستقل دیکھنے کا ارادہ نہیں تھا پھر ساتھیوں نے ان سے کئی باتیں پوچھیں۔ میں نے کہا اے ابو عبدالرحمٰن! آپ جہاد کے بارے میں کیا فرماتے ہیں؟ انہوں نے فرمایا جو جہاد کرے گا وہ اپنے لئے کرے گا۔[5]

۱۔ اخرجه البخاری فی الا دب المفرد (ص ۱۸۹) ۲۔ اخرجه الطبرانی قال الهیثمی (ج۸ص ۴۲) والرجل لم اعرفه وبقیة رجاله رجال الصحیح

۳۔ اخرجه البخاری فی الا دب (ص ۱۵۵) وصحح سنده الحافظ فی الفتح (ج ۱۱ص ۲۰)

۴۔ اخرجه البخاری ایضا (ص ۱۵۹) ۵۔ اخرجه احمد قال الهیثمی (ج۸ص ۴۴) وابو الا سود وبرکة بن یعلی التمیمی لم اعرفهما

مسلمان سے اللہ کے لئے محبت کرنا

حضرت براء بن عازبؓ فرماتے ہیں کہ ہم لوگ نبی کریم ﷺ کے پاس بیٹھے ہوئے تھے کہ اتنے میں حضورؐ نے پوچھا کہ اسلام کا کون سا کڑا سب سے زیادہ مضبوط ہے؟ صحابہؓ نے کہا نماز۔ حضورؐ نے فرمایا نماز بہت اچھی چیز ہے لیکن جو میں پوچھ رہا ہوں وہ یہ نہیں ہے صحابہؓ نے کہا رمضان کے روزے۔ حضورؐ نے فرمایا روزہ بھی اچھی چیز ہے لیکن یہ وہ نہیں ہے۔ صحابہؓ نے کہا جہاد حضورؐ نے فرمایا جہاد بھی اچھی چیز ہے لیکن یہ وہ چیز نہیں ہے پھر فرمایا ایمان کا سب سے مضبوط کڑا یہ ہے کہ تم اللہ کے لئے محبت کرو اور اللہ کے لئے بغض رکھو۔ حضرت ابوذرؓ فرماتے ہیں کہ ایک مرتبہ حضور ﷺ ہمارے پاس تشریف لائے اور فرمایا کیا تم جانتے ہو کون سا عمل اللہ کو سب سے زیادہ محبوب ہے؟ کسی نے کہا نماز اور زکوۃ کسی نے کہا جہاد۔ حضورؐ نے فرمایا اللہ تعالیٰ کو سب سے زیادہ محبوب عمل اللہ کے لئے محبت کرنا اور اللہ کے لئے بغض رکھنا ہے۔[1]

حضرت عائشہؓ فرماتی ہیں حضور ﷺ صرف متقی آدمی سے محبت کیا کرتے تھے۔[2]

حضرت عثمان بن ابی العاصؓ فرماتے ہیں دو آدمی ایسے ہیں کہ جب حضور ﷺ کا انتقال ہوا تو حضورؐ کو ان دونوں سے محبت تھی ایک حضرت عبداللہ بن مسعودؓ دوسرے حضرت عمار بن یاسرؓ۔[3]

حضرت حسنؓ فرماتے ہیں حضور ﷺ حضرت عمرو بن عاصؓ کو لشکر کا امیر بنا کر بھیجتے تھے اور اس لشکر میں حضورؐ کے عام صحابہؓ ہوتے تھے تو کسی نے حضرت عمروؓ سے کہا حضور آپ کو امیر بناتے تھے اور اپنے قریب کرتے تھے اور آپ سے محبت کرتے تھے۔ حضرت عمروؓ نے کہا حضورؐ واقعی مجھے امیر بنایا کرتے تھے لیکن مجھے یہ معلوم نہیں کہ حضورؐ اس طرح میرا دل لگانے کے لئے فرماتے تھے یا واقعی حضورؐ کو مجھ سے محبت تھی لیکن میں تمہیں ایسے دو آدمی بتاتا ہوں کہ جب حضورؐ کا انتقال ہوا اس وقت حضورؐ کو ان سے محبت تھی ایک حضرت عبداللہ بن مسعود اور دوسرے حضرت عمار بن یاسر[4] ابن سعد کی روایت میں اس کے بعد یہ مضمون ہے کہ لوگوں نے کہا اللہ کی قسم! یہ (عمار بن یاسر) جنگ صفین کے دن آپ لوگوں کے ہاتھوں قتل ہوئے تھے۔ حضرت عمروؓ نے کہا آپ لوگ ٹھیک کہہ رہے ہیں واقعی وہ ہمارے ہاتھوں قتل ہوئے تھے۔[5]

حضرت اسامہ بن زیدؓ فرماتے ہیں میں (حضور ﷺ کے دروازے پر) بیٹھا ہوا تھا کہ اتنے

---

[1] عند احمد ایضا وفیه رجل لم یسم وعند ابی داؤد طرف منه کذافی مجمع الزوائد (ج ۱ ص ۹۰)
[2] اخرجه ابو یعلی واسناده حسن کما قال الهیثمی (ج ۱۰ ص ۲۷۴)
[3] اخرجه ابن عساکر. [4] عند ابن عساکر ایضا کذافی المنتخب (ج ۵ ص ۲۳۸)
[5] اخرجه ابن سعد (ج ۳ ص ۱۸۸)

میں حضرت علی اور عباسؓ اندر جانے کی اجازت لینے آئے اور یوں کہا اے اسامہؓ! اندر جاکر حضورؐ سے ہمارے لئے اجازت لے آؤ۔ میں نے اندر جاکر کہا یا رسول اللہ! حضرت علیؓ اور حضرت عباس اندر آنے کی اجازت چاہ رہے ہیں۔ حضورؐ نے فرمایا تمہیں معلوم ہے وہ دونوں کیوں آئے ہیں؟ میں نے کہا نہیں۔ حضورؐ نے فرمایا مجھے معلوم ہے انہیں اندر بھیج دو۔ ان دونوں نے آکر عرض کیا یا رسول اللہ! ہم آپ سے یہ پوچھنے آئے ہیں کہ آپ کو اپنے رشتہ داروں میں سے سب سے زیادہ محبوب کون ہے؟ آپ نے فرمایا فاطمہ بنت محمدؐ رضی اللہ عنہا۔ انہوں نے کہا ہم آپکے گھر والوں کے بارے میں نہیں پوچھ رہے۔ حضورؐ نے فرمایا مجھے لوگوں میں سب سے زیادہ محبوب وہ شخص ہے جس پر اللہ تعالیٰ نے انعام فرمایا ہے اور میں نے بھی اس پر انعام کیا ہے اور وہ اسامہ بن زیدؓ۔ ان دونوں حضرات نے کہا ان کے بعد کون؟ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا پھر علی بن ابی طالب اس پر حضرت عباس نے کہا یا رسول اللہ! آپ نے اپنے چچا کو تو سب سے آخر میں کر دیا۔ حضورؐ نے فرمایا علیؓ نے آپ سے پہلے ہجرت کی ہے (اور ہمارے ہاں درجہ دین کی محنت کے مطابق بنتا ہے)۔[1]

حضرت عمرو بن عاصؓ فرماتے ہیں کسی نے پوچھا یا رسول اللہ! آپ کو لوگوں میں سب سے زیادہ محبوب کون ہے؟ حضورؐ نے فرمایا عائشہؓ۔ اس آدمی نے پوچھا اور مردوں میں سے کون؟ حضورؐ نے فرمایا ابو بکرؓ۔ اس آدمی نے پوچھا پھر کون؟ آپ نے فرمایا ابو عبیدہؓ۔[2] حضرت عمروؓ فرماتے ہیں میں نے پوچھا یا رسول اللہ! آپ کو لوگوں میں سے سب سے زیادہ محبوب کون ہے؟ حضورؐ نے فرمایا عائشہؓ۔ میں نے کہا میں مردوں میں سے پوچھ رہا ہوں۔ حضورؐ نے فرمایا ان کے والد۔[3]

حضرت انسؓ فرماتے ہیں کہ ایک آدمی حضورؐ کے پاس بیٹھا ہوا تھا کہ اتنے میں ایک آدمی گزرا۔ پاس بیٹھے ہوئے اس آدمی نے کہا یا رسول اللہ! مجھے اس آدمی سے محبت ہے حضورؐ نے فرمایا کیا تم نے اسے بتایا ہے؟ اس نے کہا نہیں حضورؐ نے فرمایا اسے بتادو چنانچہ وہ صاحب اس کے پیچھے گئے اور اسے کہا میں آپ سے اللہ کے لئے محبت کرتا ہوں۔ اس آدمی نے جواب میں دعا دی احبک الذی احببتنی لہ جس ذات کی وجہ سے تم نے مجھ سے محبت کی وہ تم سے محبت کرے۔[4]

حضرت ابن عمرؓ فرماتے ہیں کہ ایک مرتبہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس بیٹھا ہوا تھا کہ اتنے میں ایک آدمی نے حضورؐ کے پاس آکر سلام کیا اور پھر واپس چلا گیا۔ میں نے کہا یا رسول اللہ! مجھے

---

[1] اخرجہ الطیالسی والترمذی وصححہ والرویانی والبغوی والطبرانی والحاکم کذافی المنتخب (ج ۵ ص ۱۳۶) [2] عند ابن عساکر کذافی المنتخب (ج ٤ ص ۳۵۱)

[3] عن ابن سعد (ج ۸ ص ٦۷) [4] اخرجہ ابو داؤد کذافی الفوائد (ج ۲ ص ۱٤۷) واخرجہ ابن عساکر وابن النجار عن انس رضی اللہ عنہ وابو نعیم عن الحارث بنحوہ کما فی الکنز (ج ۵ ص ٤۲)

اس آدمی سے محبت ہے۔ حضورؐ نے فرمایا کیا تم نے اسے یہ بات بتادی ہے؟ میں نے کہا نہیں۔ حضورؐ نے فرمایا یہ بات اپنے بھائی کو بتادو۔ چنانچہ میں اسی وقت وہاں سے چل پڑا اور جا کر اسے سلام کیا پھر میں نے اس کا کندھا پکڑ کر کہا اللہ کی قسم! میں آپ سے اللہ کے لئے محبت کرتا ہوں اس نے کہا میں بھی آپ سے اللہ کے لئے محبت کرتا ہوں اور میں نے کہا اگر حضورؐ مجھے اس کا حکم نہ دیتے تو میں یہ (بتانے کا) کام نہ کرتا۔[1]

حضرت عبداللہ بن سرجسؓ فرماتے ہیں میں نے حضور ﷺ کی خدمت میں عرض کیا کہ میں حضرت ابو ذرؓ سے محبت کرتا ہوں۔ حضورؐ نے فرمایا کیا تم نے ان کو یہ بات بتادی ہے؟ میں نے کہا نہیں۔ حضورؐ نے فرمایا انہیں بتادو۔ پھر جب میری حضرت ابو ذرؓ سے ملاقات ہوئی تو میں نے کہا مجھے آپ سے اللہ کے لئے محبت ہے۔ انہوں نے جواب میں مجھے یہ دعا دی احبك الذی اجببتنی له پھر میں نے واپس آکر حضور کو بتایا۔ حضورؐ نے فرمایا اپنی محبت کے بتانے میں بھی اجر و ثواب ملتا ہے۔[2]

حضرت مجاہدؒ کہتے ہیں کہ ایک آدمی حضرت ابن عباسؓ کے پاس سے گزرا تو حضرت ابن عباس نے فرمایا یہ آدمی مجھ سے محبت کرتا ہے۔ لوگوں نے پوچھا اے ابو عباس آپ کو کیسے پتہ چلا؟ انہوں نے کہا اس لئے کہ میں اس سے محبت کرتا ہوں (کیونکہ دل کو دل سے راہ ہوتی ہے اگر تمہیں کسی سے محبت ہے تو سمجھ لو کہ اسے بھی تم سے محبت ہے)۔[3]

حضرت مجاہدؒ کہتے ہیں کہ نبی کریم ﷺ کے ایک صحابی مجھ سے ملے اور پیچھے سے میرا کندھا پکڑ کر انہوں نے کہا غور سے سنو میں تم سے محبت کرتا ہوں۔ میں نے جواب میں دعا دی احبك الذی احببتنی له پھر انہوں نے کہا حضور ﷺ نے فرمایا ہے کہ جب کسی آدمی کو کسی سے محبت ہو تو اسے چاہئے کہ وہ اسے بتادے اگر حضورؐ نے یہ نہ فرمایا ہوتا تو میں تمہیں نہ بتاتا۔ پھر مجھے وہ شادی کا پیام دینے لگے اور یوں کہا دیکھو ہمارے ہاں لڑکی ہے (اور تو اس میں بہت خوبیاں ہیں بس ایک خرابی ہے کہ) وہ کانی ہے (یعنی اس کا عیب بھی بتادیا تاکہ معاملہ صاف رہے)۔[4]

حضرت مجاہدؒ کہتے ہیں کہ حضرت ابن عمرؓ نے مجھ سے فرمایا کہ اللہ کے لئے محبت کرو اور اللہ کے لئے بغض رکھو اور اللہ کے لئے دوستی کرو اور اللہ کے لئے دشمنی کرو۔ کیونکہ اللہ کی

۱ـ عند الطبرانی قال الهیثمی (ج ۱۰ ص ۲۸۲) رواه الطبرانی فی الکبیر والا وسط ورجالهما رجال الصحیح غیر الا زرق بن علی وحسان بن ابراهیم وکلا هما ثقة.

۲ـ عند الطبرانی قال الهیثمی (ج ۱۰ ص ۲۸۲) وفیه من لم اعر فهم ۳ـ اخرجه ابو یعلی وفیه محمد بن قدامه شیخ ابی یعلی ضعفه الجمهور و وثقه ابن حبان وغیره وبقیة رجاله ثقات کما قال الهیثمی (ج ۱۰ ص ۲۷۵) ۴ـ اخرجه البخاری فی الادب المفرد (ص ۸۰)

دوستی اور قرب صرف ان ہی صفات سے حاصل ہو سکتا ہے۔ جب تک آدمی ایسا نہیں بن جائے گا وہ چاہے کتنی نمازیں پڑھ لے اور چاہے کتنے روزے رکھ لے ایمان کا مزہ نہیں چکھ سکتا۔ اب تو لوگوں کا بھائی چارہ صرف دنیاوی امور کی وجہ سے رہ گیا ہے۔[1]

مسلمان سے بات چیت چھوڑ دینا اور تعلقات ختم کر لینا

حضور ﷺ کی زوجہ محترمہ حضرت عائشہؓ کے ماں زاد بھائی حضرت طفیل کے بیٹے حضرت عوفؒ فرماتے ہیں کہ حضرت عائشہؓ نے کچھ خریدا یا کچھ ہدیہ میں دیا تو ان کو پتہ چلا کہ (ان کے بھانجے) حضرت عبداللہ بن زبیرؓ نے اس پر یہ کہا ہے کہ اللہ کی قسم! (یوں کھلا خرچ کرنے سے) یا تو حضرت عائشہؓ از خود رک جائیں ورنہ میں ان پر پابندی لگا کر انہیں روک دوں گا حضرت عائشہؓ نے پوچھا کیا حضرت عبداللہ نے یہ بات کہی ہے؟ لوگوں نے کہا ہاں۔ حضرت عائشہؓ نے کہا میں اللہ کے نذر مانتی ہوں کہ میں ابن زبیرؓ سے کبھی بات نہیں کروں گی۔ جب (بات چیت چھوڑے ہوئے) کافی دن ہو گئے تو حضرت ابن زبیرؓ نے کسی کو اپنا سفارشی بنا کر حضرت عائشہؓ کے پاس بھیجا حضرت عائشہؓ نے فرمایا اللہ کی قسم! میں ابن زبیرؓ کے بارے میں نہ تو کسی کی سفارش قبول کروں گی اور نہ اپنی نذر توڑوں گی۔ جب حضرت ابن زبیرؓ نے دیکھا کہ بہت زیادہ عرصہ گزر گیا ہے تو انہوں نے قبیلہ بنی زہرہ کے حضرت مسور بن مخرمہ اور حضرت عبدالرحمٰن بن اسود بن عبد یغوثؓ سے بات کی اور ان سے کہا میں آپ دونوں کو اللہ کا واسطہ دے کر کہتا ہوں کہ آپ لوگ مجھے حضرت عائشہؓ کے پاس ضرور لے جائیں کیونکہ مجھ سے قطع تعلق کر لینے کی نذر ماننا حضرت عائشہؓ کے لئے جائز نہیں ہے۔ چنانچہ یہ دونوں حضرات اپنی چادروں میں لپٹے ہوئے حضرت ابن زبیرؓ کو لے کر آئے اور حضرت عائشہؓ سے اجازت مانگی اور یوں کہا السلام علیک ورحمۃ اللہ وبرکاتہ کیا ہم اندر آجائیں؟ حضرت عائشہؓ نے کہا آجاؤ ان حضرات نے کہا کیا ہم سب آجائیں؟ حضرت عائشہؓ نے کہا ہاں سب آجاؤ۔ انہیں پتہ نہیں تھا کہ ان دونوں کے ساتھ ابن زبیرؓ بھی ہیں جب یہ حضرات اندر گئے تو حضرت ابن زبیر پردے کے اندر چلے گئے اور حضرت عائشہؓ سے لپٹ گئے اور انہیں اللہ کا واسطہ دے کر رونے لگ گئے اور حضرت مسور اور حضرت عبدالرحمٰن بھی انہیں واسطہ دینے لگے کہ وہ ابن زبیرؓ سے ضرور بات کر لیں اور ان کے عذر کو قبول کر لیں اور یوں کہا آپ کو معلوم ہے کہ حضورؐ نے کسی مسلمان سے قطع تعلق کر لینے سے منع فرمایا ہے اور کسی مسلمان کے لئے جائز نہیں ہے کہ وہ اپنے بھائی کو تین دن سے زیادہ چھوڑے رکھے۔ جب ان حضرات نے (صلہ

---

[1] اخرجه الطبراني وفيه ليث بن ابي سليم والا كثر على ضعفه كما قال الهيثمي (ج ١ ص ٩٠)

رحمی اور معاف کرنے کے) فضائل بار بار یاد دلائے اور مسلمان سے قطع تعلق کر لینے کی ممانعت کا بار بار ذکر کیا تو حضرت عائشہؓ ان دونوں کو سمجھانے لگیں اور رونے لگیں اور کہنے لگیں کہ میں نے نذر مان رکھی ہے اور نذر کو توڑنا بہت سخت ہے لیکن وہ دونوں حضرات اصرار کرتے رہے یہاں تک کہ حضرت عائشہؓ نے حضرت ابن زبیرؓ سے بات کر ہی لی اور اپنی قسم کے توڑنے کے کفارے میں چالیس غلام آزاد کیئے اور جب انہیں اپنی یہ قسم یاد آتی تو اتنا روتیں کہ ان کا دوپٹہ آنسوؤں سے گیلا ہو جاتا۔[1] حضرت عروہ بن زبیرؓ فرماتے ہیں کہ حضور ﷺ اور حضرت ابو بکرؓ کے بعد حضرت عائشہؓ کو تمام لوگوں میں سب سے زیادہ محبت حضرت عبداللہ بن زبیرؓ سے تھی (کیونکہ حضرت عائشہؓ نے اپنے اس بھانجے کی تربیت خود کی تھی) اور وہ بھی حضرت عائشہؓ کے ساتھ تمام لوگوں سے زیادہ اچھا سلوک کرتے تھے۔ حضرت عائشہؓ کی عادت یہ تھی کہ جو کچھ بھی آتا تھا وہ سارے کا سارا صدقہ کر دیتی تھیں کچھ بچا کر نہیں رکھتی تھیں۔ اس پر حضرت ابن زبیرؓ نے کہا حضرت عائشہؓ کے ہاتھوں کو اتنا زیادہ خرچ کرنے سے روکنا چاہیئے۔ حضرت عائشہؓ نے فرمایا کیا میرے ہاتھوں کو روکا جائے گا؟ میں بھی قسم کھاتی ہوں کہ میں ان سے کبھی بات نہیں کروں گی۔ حضرت ابن زبیرؓ (بہت پریشان ہوئے اور) انہوں نے قریش کے بہت سے آدمیوں کو اور خاص طور سے حضور ﷺ کے ننھیال والوں کو اپنا سفارشی بنا کر حضرت عائشہؓ کی خدمت میں بھیجا لیکن حضرت عائشہؓ نے کسی کی سفارش قبول نہ کی آخر حضورؐ کے ننھیال میں سے قبیلہ بنو زہرہ کے حضرت عبدالرحمٰن بن اسود بن عبد یغوث اور حضرت مسور بن مخرمہؓ نے حضرت ابن زبیرؓ سے کہا جب ہم اجازت لے کر اندر جانے لگیں تو تم پردہ کے اندر چلے جانا۔ چنانچہ انہوں نے ایسا ہی کیا (آخر حضرت عائشہؓ کی خدمت میں دس غلام بھیجے جنہیں حضرت عائشہؓ نے (قسم توڑنے کے کفارے میں (آزاد کر دیا اور بعد میں بھی اور غلام آزاد کرتی رہیں یہاں تک کہ چالیس غلام آزاد کر دیئے اور فرمایا (چالیس غلام آزاد کر کے بھی اطمینان نہیں ہو رہا ہے اس لئے) اچھا تو یہ تھا کہ میں نذر میں اپنے ذمہ کوئی عمل مقرر کر لیتی تاکہ اب اسے کر کے میں مطمئن ہو جاتی میں نے تو صرف یہ کہا کہ میں نذر مانتی ہوں کہ ابن زبیرؓ سے بات نہیں کروں گی اور اس میں عمل کی کوئی مقدار مقرر نہیں کی۔[2]

۱۔ اخرجه البخاری (ج۲ص ۸۹۷) واخرجه البخاری فی الادب المفرد (ص ۵۹) عن عوف بن الحارث بن الطفیل نحوه ۲۔ اخرجه البخاری ایضا فی الصحیح (ج ۱ ص ۴۹۷)

آپس میں صلح کرانا

حضرت سہل بن سعد رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ قبا والے آپس میں لڑ پڑے حتی کہ انہوں نے ایک دوسرے پر پتھر برسائے۔ حضور ﷺ کو اس کا پتہ چلا تو فرمایا آؤ چلیں ان کی صلح کرائیں۔[۱] حضرت سہل کی ایک روایت میں یہ ہے کہ بنو عمرو بن عوف کا آپس میں کچھ جھگڑا ہو گیا تو حضور ﷺ اپنے چند صحابہؓ کو لے کر ان میں صلح کرانے تشریف لے گئے آگے اور بھی مضمون ہے۔[۲]

حضرت انسؓ فرماتے ہیں کہ حضور ﷺ کی خدمت میں عرض کیا گیا کہ اگر آپ عبداللہ بن ابی کے پاس تشریف لے جائیں تو یہ بہت مناسب ہو گا۔ چنانچہ حضور گدھے پر سوار ہو کر تشریف لے گئے اور مسلمان آپ کے ساتھ پیدل چل رہے تھے۔ راستہ کی زمین سوریلی تھی جب حضورؐ اس کے پاس پہنچے تو اس (بدبخت) نے کہا آپ مجھ سے دور رہیں اللہ کی قسم! آپ کے گدھے کی بدبو سے مجھے تکلیف ہو رہی ہے اس پر ایک انصاری نے کہا اللہ کی قسم! حضورؐ کا گدھا تم سے زیادہ اچھی خوشبو والا ہے۔ یہ سن کر عبداللہ کی قوم کے ایک آدمی کو غصہ آگیا اور ان دونوں میں گالم گلوچ شروع ہو گئی اس پر ان دونوں میں سے ہر ایک کے ساتھیوں کو غصہ آگیا یہاں تک کہ وہ چھڑیوں ہاتھوں اور جوتوں سے ایک دوسرے کو مارنے لگے۔ حضرت انسؓ فرماتے ہیں کہ ہمیں پھر یہ خبر ملی کہ اس پر یہ آیت نازل ہوئی وَاِنْ طَآئِفَتَانِ مِنَ الْمُؤْمِنِيْنَ اقْتَتَلُوْا فَاَصْلِحُوْا بَيْنَهُمَا (سورت حجرات آیت ۹)

ترجمہ "اور اگر مسلمانوں میں دو گروہ آپس میں لڑ پڑیں تو ان دونوں کے درمیان عدل کے ساتھ اصلاح کر دو"[۳] اور بیمار کی بیمار پرسی کے عنوان کے ذیل میں امام بخاری کی یہ حدیث حضرت اسامہؓ کی راویت سے گزر چکی ہے کہ اس پر مسلمان مشرکین اور یہودیوں نے ایک دوسرے کو برا بھلا کہنا شروع کر دیا اور بات اتنی بڑھی کہ ایک دوسرے پر حملہ آور ہونے والے ہی تھے اس لئے حضورؐ ان سب کو ٹھنڈا کرتے رہے یہاں تک کہ سب خاموش ہو گئے۔

حضرت انس بن مالکؓ فرماتے ہیں کہ اوس اور خزرج انصار کے دو قبیلے تھے اور زمانہ جاہلیت میں ان میں آپس میں بڑی دشمنی تھی جب حضور ﷺ ان کے پاس تشریف لائے تو یہ ساری دشمنی جاتی رہی اور اللہ نے ان کے دلوں میں الفت پیدا فرما دی۔ ایک دفعہ یہ حضرات اپنی

۱۔ اخرجه البخاری (ج ۱ ص ۳۷۱) ۲۔ عند البخاری ایضا (ص ۳۷۰)

۳۔ اخرجه البخاری (ج ۱ ص ۳۷۰)

ایک مجلس میں بیٹھے ہوئے تھے کہ اوس کے ایک آدمی نے اوس کی برائی والا شعر پڑھ دیا وہ دونوں باری باری ایسے اشعار پڑھتے رہے یہاں تک کہ وہ ایک دوسرے سے لڑنے کیلئے اٹھ کھڑے ہوئے اور اپنے ہتھیار لے کر لڑنے کیلئے چل دیئے۔ یہ خبر حضورؐ تک پہنچی اور اس بارے میں وحی بھی نازل ہوئی آپ جلدی سے تشریف لائے اور آپ کی پنڈلیاں کھلی ہوئی تھیں (تاکہ آسانی سے تیز چل سکیں) جب آپ نے ان کو دیکھا تو اونچی آواز سے یہ آیت پڑھی یٰٓاَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوا اتَّقُوا اللّٰهَ حَقَّ تُقٰتِهٖ وَلَا تَمُوْتُنَّ اِلَّا وَاَنْتُمْ مُّسْلِمُوْنَ (سورت آل عمران آیت ۱۰۲)۔

ترجمہ "اے ایمان والو! اللہ تعالیٰ سے ڈرا کرو جیسا ڈرنے کا حق ہے اور بجز اسلام کے اور کسی حالت پر جان مت دینا" آپ نے مزید اور آیات پڑھیں۔ ان آیات کو سنتے ہی ان حضرات نے اپنے ہتھیار پھینک دیئے اور ایک دوسرے کے گلے لگ کر رونے لگے۔[1]

مسلمان سے سچا وعدہ کرنا

حضرت ہارون بن ریابؒ کہتے ہیں کہ جب حضرت عبداللہ بن عمروؓ کی وفات کا وقت قریب آیا تو فرمایا فلاں آدمی کو تلاش کرو کیونکہ میں نے اسے اپنی بیٹی (کی شادی کرنے) کا ایک قسم کا وعدہ کیا تھا میں نہیں چاہتا کہ اللہ سے میری ملاقات اس حال میں ہو کہ نفاق کی تین نشانیوں میں سے ایک نشانی یعنی وعدہ خلافی مجھ میں ہو اس لئے میں آپ لوگوں کو اس بات پر گواہ بناتا ہوں کہ میں نے اپنی بیٹی کی اس سے شادی کر دی ہے۔[2]

مسلمان کے بارے میں بدگمانی کرنے سے بچنا

حضرت انسؓ فرماتے ہیں حضور ﷺ کے زمانے میں ایک آدمی ایک مجلس کے پاس سے گزرا اس آدمی نے سلام کیا جس کا اس مجلس والوں نے جواب دیا جب وہ ان لوگوں سے آگے چلا گیا تو مجلس کے ایک آدمی نے کہا مجھے یہ آدمی بالکل پسند نہیں ہے۔ مجلس کے دوسرے لوگوں نے کہا چپ کرو اللہ کی قسم! ہم تمہاری یہ بات اس آدمی تک ضرور پہنچائیں گے، اے فلانے! جاؤ اور اس نے جو کہا ہے وہ اسے بتادو (چنانچہ اس نے جا کر اس آدمی کو یہ بات بتادی اس پر) اس آدمی نے جا کر حضور کو ساری بات بتادی اور اس آدمی نے جو کہا تھا وہ بھی بتادیا اور یوں کہا یا رسول اللہ! آپ اسے آدمی بھیج کر بلائیں اور اس سے پوچھیں کہ وہ مجھ سے کیوں بغض رکھتا ہے۔ چنانچہ (اس آدمی کے آنے پر) حضورؐ نے اس سے پوچھا کہ تم اس آدمی سے کیوں بغض رکھتے ہو؟ اس آدمی

---

۱ ۔ اخرجه الطبراني قال الهيثمي (ج ۸ ص ۸۰) رواه الطبراني في الصغير غسان بن الربيع وهو ضعيف ۔ اه

۲ ۔ اخرجه ابن عساكر كذافي كنز العمال (ج ۲ ص ۱۵۹)

نے کہا یا رسول اللہ! میں اس کا پڑوسی ہوں اور میں اسے اچھی طرح جانتا ہوں۔ میں نے اسے کبھی نفل پڑھتے ہوئے نہیں دیکھا یہ تو بس یہی (فرض) نماز ہی پڑھتا ہے جسے نیک و بد ہر ایک پڑھتا ہے۔ دوسرے آدمی نے کہا ذرا اس سے یہ پوچھیں کہ کیا کبھی ایسا ہوا ہے کہ میں نے نماز کا وضو ٹھیک نہ کیا ہو یا نماز کو بے وقت پڑھا ہو؟ اس آدمی نے کہا نہیں۔ پھر اس آدمی نے کہا یا رسول اللہ! میں اس کا پڑوسی ہوں اور اسے اچھی طرح جانتا ہوں۔ میں نے اسے کبھی کسی مسکین کو کھانا کھلاتے ہوئے (یعنی نفلی صدقہ کرتے ہوئے) نہیں دیکھا بس یہ تو صرف زکوۃ ادا کرتا ہے جو نیک و بد ہر ایک ادا کر ہی دیتا ہے دوسرے آدمی نے کہا یا رسول اللہ! آپ اس سے پوچھیں کہ کیا اس نے مجھے کسی سائل کو منع کرتے ہوئے دیکھا ہے؟ حضورؐ نے اس سے پوچھا تو اس نے کہا نہیں۔ پھر اس آدمی نے کہا یا رسول اللہ! میں اس کا پڑوسی ہوں اور میں اسے اچھی طرح جانتا ہوں میں نے اسی کبھی نفلی روزہ رکھتے ہوئے نہیں دیکھا یہ تو بس (رمضان کے) مہینے کے ہی روزے رکھتا ہے جنہیں نیک و بد ہر ایک رکھ ہی لیتا ہے۔ دوسرے آدمی نے کہا یا رسول اللہ! آپ اس سے پوچھیں کہ کیا اس نے کبھی یہ دیکھا ہے کہ میں بیمار بھی نہ ہوں اور سفر پر بھی نہ ہوں اور پھر میں نے اس دن روزہ نہ رکھا ہو؟ حضورؐ نے اس سے اس بارے میں پوچھا تو اس نے کہا نہیں۔ اس پر حضورؐ نے اس سے فرمایا میرے خیال میں تو یہ آدمی تم سے بہتر ہے (کیونکہ تم میں کدورت ہے اور اس میں نہیں ہے)۔[1]

مسلمان کی تعریف کرنا اور تعریف کی کون سی صورت اللہ کو ناپسند ہے

حضرت عبادہ بن صامتؓ فرماتے ہیں کہ قبیلہ بنولیث کے ایک آدمی نے حضور ﷺ کی خدمت میں آکر تین مرتبہ عرض کیا یا رسول اللہ! میں آپ کو شعر سنانا چاہتا ہوں (آخر چوتھی مرتبہ میں حضورؐ نے اجازت دے دی) انہوں نے حضورؐ کو وہ اشعار سنائے جن میں حضورؐ کی تعریف تھی سن کر حضورؐ نے فرمایا اگر کوئی شاعر اچھے شعر کہتا ہے تو تم نے بھی اچھے شعر کہے ہیں۔[2]

حضرت خلاد بن سائبؓ فرماتے ہیں میں حضرت اسامہ بن زیدؓ کے پاس گیا انہوں نے میرے منہ پر میری تعریف کی اور یوں کہا کہ میں نے آپ کے منہ پر آپ کی تعریف اس لئے کی کہ میں نے حضور ﷺ کو یہ فرماتے ہوئے سنا ہے کہ جب مومن کے منہ پر اس کی تعریف کی جاتی ہے تو

[1] اخرجه ابن عساکر کذافی کنز العمال (ج ۲ ص ۱۷۰)
[2] اخرجه الطبرانی قال الهیثمی (ج ۸ ص ۱۱۹) وفیه راو لم یسم وعطاء بن السائب اختلط

اس کے دل میں ایمان بڑھ جاتا ہے (کیونکہ تعریف سے وہ پھولے گا نہیں بلکہ اس کا اعمال پر یقین بڑھے گا کہ نیک اعمال کی وجہ سے لوگ تعریف کر رہے ہیں)!

حضرت مطرفؒ کہتے ہیں کہ میرے والد نے اپنا یہ قصہ بیان کیا کہ بنو عامر کے وفد کے ہمراہ میں حضورﷺ کی خدمت میں گیا ہم نے عرض کیا آپ ہمارے سردار ہیں۔ حضورؐ نے فرمایا (حقیقی) سردار تو اللہ تعالیٰ ہیں۔ پھر ہم نے عرض کیا آپ فضیلت میں ہم سب سے بڑے ہیں اور ہم سب سے زیادہ سخی ہیں۔ حضورؐ نے فرمایا ہاں تم یہ کہہ سکتے ہو بلکہ اس میں بھی کچھ کمی کرو تو اچھا ہے شیطان تم پر غلبہ پا کر تمہیں اپنا وکیل نہ بنا لے (ان لوگوں کے مبالغہ پر حضورؐ نے ناپسندیدگی کا اظہار فرمایا) رزین نے حضرت انسؓ سے اس جیسی روایت نقل کی ہے اس میں یہ مضمون بھی ہے کہ حضورؐ نے فرمایا میں یہ نہیں چاہتا کہ اللہ تعالیٰ نے جو درجہ مجھے عطا فرمایا ہے تم مجھے اس سے بڑھاؤ، میں محمد بن عبداللہ کا بندہ اور اس کا رسولؐ ہوں۔[۲]

حضرت انسؓ فرماتے ہیں کہ ایک آدمی نے حضورﷺ کی خدمت میں عرض کیا اے ہم میں سے سب سے بہتر کے بیٹے اور اے ہمارے سردار اور ہمارے سردار کے بیٹے! اس پر آپ نے فرمایا تم میرے بارے میں وہ کہو جو میں تمہیں بتلاتا ہوں تاکہ شیطان تمہیں صحیح راستہ سے ہٹا نہ سکے مجھے اسی درجہ پر رکھو جو اللہ نے مجھے عطا فرمایا ہے میں اللہ کا بندہ اور اس کا رسولؐ ہوں۔[۳]

حضرت ابوبکرؓ فرماتے ہیں حضورﷺ کے پاس ایک آدمی نے دوسرے آدمی کی تعریف کی تو حضورؐ نے اسے تین دفعہ فرمایا تم نے اپنے ساتھی کی گردن توڑ دی۔ تم میں سے کسی نے اگر کسی کی تعریف ضرور ہی کرنی ہو اور اسے اس کی اچھی صفات یقینی طور سے معلوم ہوں تو یوں کہنا چاہیے کہ میرا فلاں کے بارے میں یہ گمان ہے اور اللہ ہی اسے بہتر جانتے ہیں اللہ کے سامنے وہ کسی کو مقدس بنا کر پیش نہ کرے بلکہ یوں کہے میرا گمان یوں ہے میرا خیال یہ ہے۔[۴]

حضرت ابوموسیٰؓ فرماتے ہیں حضورﷺ نے سنا کہ ایک آدمی دوسرے کی تعریف کر رہا ہے اور تعریف میں حد سے آگے بڑھ رہا ہے تو فرمایا تم نے (زیادہ تعریف کر کے) اس آدمی کی کمر توڑ دی۔[۵]

حضرت رجاء بن ابی رجاءؒ کہتے ہیں کہ ایک دن میں حضرت محجن اسلمیؓ کے ساتھ چلا یہاں

۱؎ اخرجه الطبرانی قال الهیثمی (ج ۸ ص ۱۱۹) وفیه ابن لهیعة وبقیة رجاله وثقوا

۲؎ اخرجه ابو داؤد کذافی جمع الفوائد (ج ۲ ص ۱۵۰) ۳؎ عند ابن النجار کذافی الکنز (ج ۲ ص ۱۸۲) واخرجه احمد عن انس نحوه کما فی البدایة (ج ۶ ص ۴۴)

۴؎ اخرجه الشیخان وابو داؤد کذافی جمع الفوائد (ج ۲ ص ۱۵۰)

۵؎ عند البخاری ایضا کمافی الکنز (ج ۲ ص ۱۸۲)

تک کہ ہم بصرہ والوں کی مسجد تک پہنچے تو وہاں مسجد کے دروازوں میں سے ایک دروازے پر حضرت بریدہ اسلمیؓ بیٹھے ہوئے تھے۔ مسجد میں سکبہ نامی آدمی بڑی لمبی نماز پڑھ رہے تھے۔ حضرت بریدہ نے ایک چادر اوڑھی ہوئی تھی اور ان کی طبیعت میں مزاح بہت تھا اس لئے انہوں نے کہا اے مِحجن! کیا آپ بھی ویسی نماز پڑھتے ہیں جیسی سکبہ پڑھتے ہیں۔ حضرت مِحجن نے اس بات کا کوئی جواب نہ دیا اور واپس آگئے اور حضرت مِحجن نے کہا ایک دفعہ حضور ﷺ نے میرا ہاتھ پکڑا پھر ہم لوگ چلنے لگے اور چلتے چلتے ہم احد پہاڑ پر چڑھ گئے۔ حضورؐ نے مدینہ کی طرف منہ کر کے فرمایا ہائے حسرت اور افسوس ایک دن اس بستی کو بستی والے چھوڑ دیں گے حالانکہ اس دن یہ بستی بہت زیادہ آباد ہوگی۔ دجال مدینہ آئے گا لیکن اسے مدینہ کے ہر دروازے پر فرشتہ ملے گا اس لئے وہ مدینہ میں داخل نہیں ہو سکے گا پھر حضورؐ احد پہاڑ سے نیچے اترے جب ہم مسجد پہنچے تو حضورؐ نے ایک آدمی کو رکوع سجدہ کرتے ہوئے نماز پڑھتے ہوئے دیکھا۔ حضورؐ نے مجھ سے پوچھا یہ کون ہے؟ میں نے کہا یا رسول اللہ! یہ فلاں ہے اور اس کی بہت زیادہ تعریف کرنے لگا۔ حضورؐ نے فرمایا بس کرو اس کی تعریف اسے نہ سناؤ ورنہ یہ ہلاک ہو جائے گا پھر آپ چلنے لگے اور جب اپنے حجروں کے پاس پہنچے تو آپ نے اپنے دونوں ہاتھوں کو جھاڑ کر تین دفعہ فرمایا تو تمہارے دین کا سب سے بہترین عمل وہ ہے جو سب سے زیادہ آسان ہو۔[1]

اسی روایت کو امام احمد نے بھی ذرا تفصیل سے نقل کیا ہے ان کی روایت میں یہ ہے کہ حضرت مِحجنؓ نے فرمایا کہ میں حضورؐ کے سامنے اس نمازی کی تعریف مبالغہ کے ساتھ کرنے لگا اور میں نے کہا یا رسول اللہ! یہ فلاں آدمی ہے اور اس میں یہ اور یہ خوبیاں ہیں۔ حضورؐ نے فرمایا خاموش ہو جاؤ اسے یہ باتیں نہ سناؤ ورنہ تم اسے ہلاک کر دو گے۔ پھر حضورؐ چلنے لگے جب ہم حجرہ کے پاس پہنچ گئے تو حضورؐ نے میرا ہاتھ چھوڑ دیا پھر آپ نے فرمایا تمہارے دین کا سب سے بہترین عمل وہ ہے جو سب سے زیادہ آسان ہو، تمہارے دین کا سب سے بہترین عمل وہ ہے جو سب سے زیادہ آسان ہو، تمہارے دین کا سب سے بہترین عمل وہ ہے جو سب سے زیادہ آسان ہو۔[2]

امام احمد کی ایک روایت میں یہ ہے کہ حضرت مِحجنؓ فرماتے ہیں کہ میں نے کہا یا نبی اللہ! یہ فلاں ہیں اور مدینہ والوں میں سے سب سے اچھے ہیں اور مدینہ والوں میں سے سب سے زیادہ نماز پڑھنے والے ہیں۔ حضورؐ نے دو یا تین مرتبہ فرمایا اسے مت سناؤ ورنہ تم اسے ہلاک کر دو

۱۔ اخرجه البخاري في الادب المفرد (ص ۵۱)

۲۔ اخرجه الامام احمد (ج ۵ ص ۳۲) عن رجاء بطوله نحوه

گے۔ پھر فرمایا تم ایسی امت ہو جس کے ساتھ اللہ نے آسانی کا ارادہ فرمایا ہے۔[۱]

حضرت ابراہیم تیمی کے والد بیان کرتے ہیں کہ ہم لوگ حضرت عمر بن خطابؓ کے پاس بیٹھے ہوئے تھے کہ اتنے میں ایک آدمی نے ان کے پاس آکر سلام کیا لوگوں میں سے ایک آدمی نے اس کے منہ پر اس کی تعریف کرنی شروع کر دی۔ حضرت عمرؓ نے فرمایا تم نے تو اس آدمی کو ذبح کر ڈالا اللہ تمہیں ذبح کرے تم اسکے منہ پر اس کے دین کے بارے میں اس کی تعریف کر رہے ہو۔[۲]

حضرت حسنؒ کہتے ہیں کہ ایک مرتبہ حضرت عمرؓ بیٹھے ہوئے تھے ان کے پاس کوڑا بھی رکھا ہوا تھا اور لوگ بھی حضرت عمرؓ کے ارد گرد بیٹھے ہوئے تھے کہ سامنے سے حضرت جارودؓ آئے تو ایک آدمی نے کہا کہ یہ قبیلہ ربیعہ کے سردار ہیں اس کی اس بات کو حضرت عمرؓ نے اور ان کے آس پاس کے لوگوں نے اور خود حضرت جارودؓ نے بھی سن لیا۔ جب حضرت جارودؓ حضرت عمرؓ کے قریب آگئے تو حضرت عمرؓ نے ان کو کوڑا مارا۔ حضرت جارودؓ نے کہا اے امیر المومنین! میں نے آپ کا کیا قصور کیا ہے؟ حضرت عمرؓ نے فرمایا تم نے میرا کیا قصور کیا ہے؟ کیا تم نے اس کی بات کو نہیں سنا ہے؟ حضرت جارودؓ نے کہا سنا ہے تو پھر کیا ہو گیا؟ حضرت عمرؓ نے فرمایا مجھے اس بات کا ڈر ہوا کہ (اس کے تعریفی کلمات سن کر) کہیں تمہارے دل میں (عجب اور کبر بڑائی وغیرہ کا) برا اثر نہ پیدا ہو جائے اس لئے میں نے چاہا کہ یہ سارا اثر جھاڑ دوں۔[۳]

حضرت ہمام بن حارثؒ کہتے ہیں کہ ایک آدمی حضرت عثمانؓ کی تعریف کرنے لگا تو حضرت مقدادؓ جو بھاری بھر کم تھے وہ اس آدمی کی طرف گئے اور گھٹنوں کے بل بیٹھ کر اس کے منہ پر کنکریوں کی لپیں بھر کر ڈالنے لگے۔ حضرت عثمانؓ نے ان سے فرمایا آپ کو کیا ہو گیا؟ حضرت معاذؓ نے کہا حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ جب تم (دنیاوی مفاد میں حاصل کرنے کے لئے اور لوگوں کو بگاڑنے کے لئے) تعریف کرنے والوں کو دیکھو تو ان کے چہروں پر مٹی ڈال دیا کرو (حضرت مقدادؓ نے اس کا ظاہری مطلب مراد لیا ہے لیکن بظاہر حضورؐ کا مقصد یہ ہے کہ اسے کچھ نہ دو)۔[۴]

حضرت ابو معمرؒ کہتے ہیں کہ ایک آدمی کھڑے ہو کر ایک امیر کی تعریف کرنے لگا تو حضرت مقدادؓ اس پر مٹی ڈالنے لگے اور فرمایا حضور ﷺ نے ہمیں اسی بات کا حکم دیا ہے کہ (غلط مقصد کے لیئے) تعریف کرنے والوں کے چہروں پر ہم مٹی ڈالا کریں۔[۵]

۱۔ اخرجه احمد ایضا من طریق عبداللہؒ شقیق واخرجه ابن جریر والطبرانی مختصرا کمافی کنز العمال (ج ۲ ص ۱۸۲) ۲۔ اخرجه ابن ابی شیبة والبخاری فی الا دب عن ابراهیم التیمی عن ابیه کذافی الکنز (ج۲ ص ۱۸۲) ۳۔ اخرجه ابن ابی الدنیا کذافی الکنز (ج ۲ ص ۱٦۷) ٤۔ اخرجه مسلم (ج ۲ ص ٤١٤) واللفظ له وابو دائود (ج ٥ ص ٢٤١)

٥۔ اخرجه مسلم ایضا والترمذی (ج ۲ ص ٦۲) والبخاری فی الادب (ص ٥٠)

حضرت عطاء بن ابی رباحؒ کہتے ہیں کہ حضرت ابن عمرؓ کے پاس ایک آدمی دوسرے آدمی کی تعریف کرنے لگا تو حضرت ابن عمرؓ اس کے چہرے کی طرف مٹی ڈالنے لگے اور فرمایا حضور ﷺ نے فرمایا ہے کہ جب تم تعریف کرنے والوں کو دیکھو تو ان کے چہروں پر مٹی ڈالو۔[1]

حضرت عطاء بن ابی رباحؒ اس کے چہرے پر مٹی ڈالنے لگے اور فرمایا میں نے حضور ﷺ کو فرماتے ہوئے سنا ہے کہ جب تم تعریف کرنے والوں کو دیکھو تو ان کے چہروں پر مٹی ڈالو۔[2]

حضرت نافعؒ اور دیگر حضرات بیان کرتے ہیں کہ ایک آدمی نے حضرت ابن عمرؓ سے کہا اے لوگوں میں سے سب سے بہتر! یا یوں کہا اے لوگوں میں سے سب سے بہتر کے بیٹے! تو حضرت ابن عمرؓ نے فرمایا نہ میں لوگوں میں سے سب سے بہتر ہوں اور نہ سب سے بہتر کا بیٹا ہوں بلکہ اللہ کے بندوں میں سے ایک بندہ ہوں اللہ کی رحمت سے امید رکھتا ہوں اور اس کے عذاب سے ڈرتا ہوں اللہ کی قسم! (بلاوجہ تعریفیں کر کے) تم آدمی کے پیچھے پڑ جاتے ہو اور پھر اسے ہلاک کر کے چھوڑتے ہو (کہ اس کے دل میں عجب و بڑائی پیدا ہو جاتی ہے)۔[3]

حضرت طارق بن شہابؒ کہتے ہیں کہ حضرت عبد اللہؓ نے فرمایا بعض دفعہ آدمی اپنے گھر سے باہر جاتا ہے اور اس کے ساتھ اس کا دین ہوتا ہے لیکن جب وہ واپس آتا ہے تو اس وقت اس کے پاس دین میں سے کچھ باقی نہیں ہوتا اس کی صورت یہ ہے کہ وہ آدمی باہر جا کر ایسے آدمی کے پاس جاتا ہے جو نہ اپنے نفع نقصان کا مالک ہے اور نہ اس کے نفع نقصان کا اور یہ اللہ کی قسمیں کھا کر کہتا ہے کہ آپ ایسے ہیں اور وہ اس حال میں واپس آتا ہے کہ اس کی کوئی ضرورت بھی پوری نہیں ہوئی ہوتی اور وہ (غلط تعریف کر کے) اللہ کو اپنے پر ناراض بھی کر چکا ہوتا ہے۔[4]

صلہ رحمی اور قطع رحمی

حضرت ابن عباسؓ فرماتے ہیں کہ ایک مرتبہ (نبوت سے پہلے) قریش شدید قحط میں مبتلا ہوئے حتی کہ انہیں پرانی ہڈیاں تک کھانی پڑیں اور اس وقت حضور ﷺ اور حضرت ابن عباس بن عبد المطلبؓ سے زیادہ خوش حال قریش میں کوئی نہیں تھا۔ حضورؐ نے حضرت عباسؓ سے فرمایا اے چچا جان! آپ جانتے ہی ہیں کہ آپ کے بھائی ابو طالب کے بچے بہت زیادہ ہیں اور آپ دیکھ ہی رہے ہیں کہ قریش پر سخت قحط آیا ہوا ہے آیئے ان کے پاس جاتے ہیں اور ان کے

۱۔ اخرجه البخاری فی الادب (ص ۵۱) ۲۔ عند احمد والطبرانی قال الهیثمی (ج ۸ ص ۱۱۷) رواه احمد و الطبرانی فی الکبیر والا وسط ورجاله رجال الصحیح .اه

۳۔ عند ابی نعیم فی الحلیة (ج ۱ ص ۳۰۷) ٤۔ اخرجه الطبرانی قال الهیثمی (ج ۸ ص ۱۱۸) رواه الطبرانی با سانیدو رجال احد هارجال الصحیح .

بچے ہم سنبھال لیتے ہیں۔ چنانچہ ان دونوں حضرات نے جا کر ابو طالب سے کہا اے ابو طالب! آپ اپنی قوم کا (برا) حال دیکھ ہی رہے ہیں اور ہمیں معلوم ہے کہ آپ بھی قریش کے ایک فرد ہیں (قحط سے آپ کا حال بھی برا ہو رہا ہے) ہم آپ کے پاس اس لئے آئے ہیں تاکہ آپ کے کچھ بچے ہم سنبھال لیں ابو طالب نے کہا (میرے بڑے بیٹے) عقیل کو میرے لئیے رہنے دو اور باقی بچوں کے ساتھ تم جو چاہو کرو۔ چنانچہ حضور نے حضرت علی رضی اللہ عنہ کو اور حضرت عباسؓ کو لے لیا یہ دونوں ان حضرات کے پاس اس وقت تک رہے جب تک یہ مالدار ہو کر خود کفیل نہ ہو گئے۔ حضرت سلیمان بن داؤد راوی کہتے ہیں کہ حضرت جعفر حضرت عباس کے پاس رہے یہاں تک کہ وہ ہجرت کر کے حبشہ چلے گئے۔[1]

حضرت جابرؓ فرماتے ہیں کہ ایک مرتبہ حضرت جویریہؓ نے حضور ﷺ سے عرض کیا میں یہ غلام آزاد کرنا چاہتی ہوں۔ حضورؐ نے فرمایا تم یہ غلام اپنے اس ماموں کو دے دو جو دیہات میں رہتے ہیں یہ ان کے جانور چرایا کرے گا اس میں تمہیں ثواب زیادہ ملے گا۔[2]

حضرت ابو سعیدؓ فرماتے ہیں جب یہ آیت نازل ہوئی و آت ذا القربی حقه (سورت اسراء آیت ۲۶)

ترجمہ "اور قرابت دار کو اس کا حق (مالی و غیر مالی) دیتے رہنا" حضور ﷺ نے فرمایا اے فاطمہؓ! فدک بستی (کی آمدنی) تمہاری ہے (فدک بستی حجاز میں مدینہ سے دو تین دن کے فاصلہ پر تھی جو حضورؐ کو مال غنیمت میں ملی تھی)۔[3]

حضرت ابو ہریرہؓ فرماتے ہیں کہ ایک آدمی نے کہا یا رسول اللہ! میرے کچھ رشتہ دار ہیں جن کے ساتھ میں صلہ رحمی کرتا ہوں لیکن وہ مجھ سے تعلق توڑتے ہیں میں ان کے ساتھ اچھا سلوک کرتا ہوں وہ میرے ساتھ برا سلوک کرتے ہیں میں برداشت کر کے ان سے درگزر کرتا ہوں وہ میرے ساتھ جہالت کا معاملہ کرتے ہیں (بلاوجہ مجھ پر ناراض ہوتے ہیں اور مجھ پر سختی کرتے ہیں) حضورؐ نے فرمایا اگر تم ویسے ہی ہو جیسا تم کہہ رہے ہو تو گویا تم ان کے منہ میں گرم راکھ کی پھنکی ڈال رہے ہو (تمہارے حسن سلوک کے بدلہ میں برا سلوک کر کے وہ اپنا نقصان کر رہے ہیں) اور جب تک تم ان صفات پر رہو گے اس وقت تک تمہارے

۱۔ اخرجه البزار قال الهيثمي (ج ۸ ص ۱۵۳) وفيه من لم اعرفهم

۲۔ اخرجه البزار ورجاله رجال الصحيح كما قال الهيثمي (ج ۸ ص ۱۵۳)

۳۔ اخرجه الحاكم في تاريخه و ابن النجار قال الحاكم تفرد به ابراهيم بن محمد بن ميمون عن علي بن عابس كذا في الكنز (ج ۲ ص ۱۵۸)

ساتھ اللہ کی طرف سے مددگار رہے گا۔[1]

حضرت عبداللہ بن عمروؓ فرماتے ہیں ایک آدمی نے حضور ﷺ کی خدمت میں حاضر ہو کر کہا یارسول اللہ! میرے کچھ رشتہ دار ایسے ہیں جن کے ساتھ میں رشتہ جوڑتا ہوں اور وہ رشتہ توڑتے ہیں اور میں انہیں معاف کرتا ہوں وہ پھر بھی مجھ پر ظلم کرتے جاتے ہیں میں ان کے ساتھ اچھا سلوک کرتا ہوں وہ میرے ساتھ برا سلوک کرتے ہیں تو کیا میں ان کی برائی کا بدلہ برائی سے نہ دوں؟ حضورؐ نے فرمایا اس طرح تو تم سب (ظلم میں) شریک ہو جاؤ گے بلکہ تم فضیلت والی صورت اختیار کرو اور ان سے صلہ رحمی کرتے رہو جب تک تم ایسا کرتے رہو گے اس وقت تک تمہارے ساتھ ایک مددگار فرشتہ رہے گا۔[2]

حضرت عثمان بن عفانؓ کے آزاد کردہ غلام حضرت ابو ایوب سلیمانؒ کہتے ہیں ایک مرتبہ حضرت ابو ہریرہؓ شب جمعہ میں جمعرات کی شام کو ہمارے پاس تشریف لائے اور فرمایا ہماری اس مجلس میں جو بھی قطع رحمی کرنے والا بیٹھا ہوا ہے میں اسے پوری تاکید سے کہتا ہوں کہ وہ ہمارے پاس سے اٹھ کر چلا جائے۔ اس پر کوئی کھڑا نہ ہوا۔ انہوں نے یہ بات تین دفعہ کہی تو اس پر ایک جوان اپنی پھوپھی کے پاس گیا جس سے اس نے دو سال سے تعلقات ختم کر رکھے تھے اور اسے چھوڑا ہوا تھا وہ جب اپنی پھوپھی کے پاس پہنچا تو پھوپھی نے اس سے پوچھا میاں تم کیسے آگئے؟ اس نے کہا میں نے ابھی حضرت ابو ہریرہؓ کو ایسے اور ایسے فرماتے ہوئے سنا ہے (اس وجہ سے آیا ہوں) پھوپھی نے کہا ان کے پاس واپس جاؤ اور ان سے پوچھو کہ انہوں نے ایسے کیوں فرمایا ہے؟ (اس نوجوان نے واپس جا کر ان سے پوچھا تو) حضرت ابو ہریرہؓ نے فرمایا میں نے حضور ﷺ کو یہ فرماتے ہوئے سنا ہے کہ شب جمعہ میں ہر جمعرات کی شام کو تمام بنی آدم کے اعمال اللہ تعالیٰ کے سامنے پیش کئے جاتے ہیں (اور انسانوں کے اعمال تو قبول ہو جاتے ہیں لیکن) قطع رحمی کرنے والے کا کوئی عمل قبول نہیں ہوتا۔[3]

حضرت اعمشؒ کہتے ہیں کہ ایک دن صبح کی نماز کے بعد حضرت ابن مسعودؓ ایک حلقہ میں بیٹھے ہوئے تھے انہوں نے فرمایا میں قطع رحمی کرنے والے کو اللہ کی قسم دے کر کہتا ہوں کہ وہ ہمارے پاس سے اٹھ کر چلا جائے کیونکہ ہم اپنے رب سے دعا کرنے لگے ہیں اور آسمان کے دروازے قطع رحمی کرنے والے کیلئے بند رہتے ہیں (تو اس کی وجہ سے ہماری دعا بھی قبول نہ ہو گی)[4]

۱؎ اخرجه مسلم (ج ۲ ص ۳۱۵) واخرجه البخاری فی الادب (ص ۱۱) عن ابی هريرة مثله

۲؎ عند احمد وفيه حجاج بن ار طاة وهو مدلس وبقية رجاله ثقات كما قال الهيثمی (ج ۸ ص ۱۵٤)　۳؎ اخرجه البخاری فی الادب (ص ۱۲)　٤؎ اخرجه الطبرانی قال الهيثمی (ج ۸ ص ۱۵۱) رواه الطبرانی ورجاله رجال الصحيح الا ان الاعمش لم يدرك ابن مسعود . انتهی

نبی کریم ﷺ اور آپؐ کے صحابہ کرام کے اخلاق و عادات کیسے تھے اور ان کی آپس کی معاشرت کیسی تھی

حسن اخلاق کا بیان

نبی کریم ﷺ کے اخلاق

حضرت سعد بن ہشامؒ کہتے ہیں میں نے حضرت عائشہؓ کی خدمت میں عرض کیا آپ مجھے بتائیں کہ حضور ﷺ کے اخلاق کیسے تھے؟ انہوں نے فرمایا کیا تم قرآن نہیں پڑھتے ہو؟ میں نے کہا پڑھتا ہوں۔ انہوں نے فرمایا حضورؐ کے اخلاق قرآن ہے (یعنی آپ کے اخلاق قرآن میں مذکور ہیں یا جو اخلاق قرآن میں بیان کیے گئے ہیں وہ سب حضورؐ میں تھے) ابن سعد کی روایت میں اس کے بعد یہ مضمون ہے کہ حضرت قتادہؓ نے فرمایا کہ قرآن لوگوں کے سب سے اچھے اخلاق لے کر آیا ہے۔ [۱]

حضرت ابو الدرداءؓ فرماتے ہیں کہ میں نے حضرت عائشہؓ سے حضور ﷺ کے اخلاق کے بارے میں پوچھا تو انہوں نے ارشاد فرمایا حضورؐ کے اخلاق قرآن ہے جہاں قرآن راضی ہوتا ہے وہاں حضورؐ راضی ہوتے تھے اور جہاں قرآن ناراض ہوتا ہے وہاں حضورؐ ناراض ہوتے تھے [۲]

حضرت زید بن بابنوسؒ کہتے ہیں کہ میں نے حضرت عائشہؓ کی خدمت میں عرض کیا کہ اے ام المومنین! حضور ﷺ کے اخلاق کیسے تھے؟ آگے پچھلی حدیث جیسا مضمون ذکر کیا ہے اس کے بعد یہ ہے کہ حضرت عائشہؓ نے فرمایا کیا تم نے سورت مومنون پڑھی ہے **قد افلح المومنون** سے دس آیتیں پڑھو (میں نے دس آیتیں پڑھیں تو) فرمایا بس ان آیتوں میں جو کچھ بیان ہوا ہے وہ سب کچھ حضورؐ کے اخلاق تھے۔ [۳]

حضرت عائشہؓ فرماتی ہیں کہ کوئی آدمی حضور ﷺ سے زیادہ اچھے اخلاق والا نہیں تھا جب بھی آپ کو آپ کا کوئی صحابی پکارتا یا گھر کا کوئی آدمی پکارتا تو آپؐ اس کے جواب میں لبیک کہتے اسی وجہ سے اللہ تعالیٰ نے یہ آیت نازل فرمائی وَاِنَّكَ لَعَلٰى خُلُقٍ عَظِيْمٍ (سورت نون آیت ۴) ترجمہ "بے شک آپ اخلاق (حسنہ) کے اعلیٰ پیمانے پر ہیں"۔ [۵]

---

[۱] اخرجه مسلم واخرجه احمد عن جبير بن نفير و الحسن البصرى عن عائشة نحوه كمافى البداية (ج ٦ ص ٣٥) [۲] اخرجه ابن سعد (ج ١ ص ٩٠) عن سعد بن هشام عن عائشه نحوه واخرجه ابو نعيم فى دلائل النبوة (ص ٥٦) عن جبير بن نفير عن عائشه نحوه وابن سعد (ج ١ ص ٩٠) عن مسروق عنها نحوه۔ [۳] عند يعقوب بن سفيان [۴] اخرجه البيهقى ورواه النسائى كمافى البداية (ج ٦ ص ٣٥) [۵] اخرجه ابو نعيم فى الدلائل (ص ٥٧) عن عروة

قبیلہ بنو سرہ کے ایک آدمی کہتے ہیں کہ میں نے حضرت عائشہؓ سے کہا کہ آپ مجھے حضور ﷺ کے اخلاق کے بارے میں بتائیں۔ حضرت عائشہؓ نے فرمایا کیا تم قرآن کی یہ آیت وَاِنَّکَ لَعَلٰی خُلُقٍ عَظِیْمٍ نہیں پڑھتے ہو؟ (لو حضورؐ کے حسن اخلاق کا قصہ سنو) ایک مرتبہ حضورؐ اپنے صحابہ کے ساتھ بیٹھے ہوئے تھے۔ میں حضورؐ کے لئے کھانا تیار کر رہی تھی اور حضرت حفصہؓ بھی تیار کر رہی تھیں لیکن انہوں نے مجھ سے پہلے کھانا تیار کر لیا (اور حضورؐ کی خدمت میں بھیج دیا مجھے پتہ چلا کہ وہ کھانا بھیج رہی ہیں تو) میں نے باندی سے کہا جا اور حفصہ کا پیالہ الٹ دے کھانا ادھر ادھر بکھر گیا (اور پیالہ ٹوٹ گیا) حضورؐ نے پیالہ کے ٹکڑے جمع کیے اور جو کھانا زمین پر بکھر گیا تھا اسے بھی جمع کیا اور اس کھانے کو آپؐ اور صحابہ نے نوش فرمایا پھر میں نے اپنا پیالہ بھیجا۔ حضورؐ نے وہ سارا پیالہ حضرت حفصہ کے پاس بھیج دیا۔ اور فرمایا اپنے برتن کی جگہ یہ برتن لے لو اور اس میں جو کھانا ہے اسے کھاؤ۔ میں نے حضورؐ کے چہرے پر اس واقعہ سے ناگواری کا اثر کچھ بھی نہ دیکھا۔[1]

حضرت خارجہ بن زیدؒ کہتے ہیں کہ کچھ لوگ میرے والد حضرت زید بن ثابتؓ کے پاس آئے اور انہوں نے کہا آپ ہمیں حضور ﷺ کے کچھ اخلاق بتائیں۔ حضرت زیدؓ نے فرمایا میں حضورؐ کا پڑوسی تھا جب آپؐ پر وحی نازل ہوتی تو آپؐ میرے پاس پیغام بھیجتے میں آکر وحی لکھ لیتا جب ہم دنیا کا ذکر کرتے تو آپؐ بھی اسکا ذکر فرماتے اور جب ہم آخرت کا ذکر کرتے تو آپؐ بھی ہمارے ساتھ آخرت کا ذکر فرماتے اور جب ہم کھانے پینے کی بات کرتے تو آپؐ بھی کرتے (یعنی آپؐ ہمارے ساتھ گھل مل کر بے تکلفی سے رہتے اور مباح باتوں میں ہمارا ساتھ دیتے) یہ سب کچھ میں حضورؐ کی طرف سے بیان کر رہا ہوں۔[2]

حضرت صفیہ بنت حییؓ فرماتی ہیں کہ میں نے حضور ﷺ سے زیادہ اچھے اخلاق والا کوئی نہیں دیکھا (حضورؐ کے حسن اخلاق کا قصہ تم کو سناتی ہوں) حضورؐ نے خیبر سے واپسی پر مجھے اپنی اونٹنی کے پیچھے بٹھار کھا تھا رات کا وقت تھا میں اونگھنے لگی تو میرا سر کجاوے کی پچھلی لکڑی کے ساتھ ٹکرانے لگا۔ حضورؐ نے اپنے ہاتھ سے مجھے ہلا کر فرمایا اری ٹھہر جا اے بنت حیی! ٹھہر جا (یہ کوئی سونے کا وقت ہے) جب حضورؐ صہباء مقام پر پہنچے تو فرمایا اے صفیہ! مجھے تمہاری قوم (یہود خیبر) کے ساتھ جو کچھ کرنا پڑا میں اس کی تم سے معذرت چاہتا ہوں اصل میں انہوں نے میرے بارے میں

---

[1] عند ابن ابی شیبة عن قیس بن وهب کذافی الکنز (ج ٤ ص ٤٤)

[2] اخرجه ابو نعیم فی الدلائل (ص ٥٧) واخرجه الترمذی (ص ٢٥) نحوه وکذلك البیهقی کما فی البدایة (ج ٦ ص ٤٢) والطبرانی کما فی المجمع (ج ٩ ص ١٧) وقال واسناده حسن وابن ابی دائود فی المصاحف وابو یعلی والرویانی وابن عساکر کمافی المنتخب (ج ٥ ص ١٨٥) واخرجه ابن سعد (ج ١ ص ٩٠) ایضا نحوه

یہ کہا تھا (حضورؐ ان یہودیوں کی بری حرکتوں اور اسلام کے خلاف سازشوں کا ذکر کرتے رہے)۔[1]

حضرت انسؓ فرماتے ہیں کہ حضور ﷺ سب لوگوں سے زیادہ مہربان تھے اللہ کی قسم! سخت سردی کی صبح کو جو بھی غلام یا باندی یا بچہ آپؐ کی خدمت میں پانی لاتا (تاکہ آپ اسے استعمال کرلیں اور پھر وہ اسے برکت کے لئے واپس لے جائے) تو آپؐ انکار نہ فرماتے بلکہ (سخت سردی کے باوجود) آپؐ اس پانی سے چہرہ اور ہاتھ دھو لیتے اور جب بھی آپؐ سے کوئی آدمی بات پوچھتا تو آپؐ پوری توجہ سے اس کی بات سنتے اور اپنا کان اس کے قریب کردیتے اور آپؐ اس کی طرف متوجہ ہی رہتے اور وہی آپ کو چھوڑ جاتا تو جاتا اور جب آپ کا ہاتھ پکڑنا چاہتا تو آپؐ اسے پکڑنے دیتے اور وہی آپ کا ہاتھ چھوڑتا تو چھوڑتا آپؐ نہ چھوڑتے۔[2]

حضرت انس بن مالکؓ فرماتے ہیں کہ حضور ﷺ جب صبح کی نماز پڑھ لیتے تو مدینہ کے خادم یعنی غلام اور باندیاں اپنے برتنوں میں پانی لے کر آتے آپؐ کے پاس جو بھی برتن لایا جاتا آپؐ (برکت کے لئے) اپنا ہاتھ اس میں ڈال دیتے۔ بعض دفعہ یہ لوگ سردیوں کی صبح میں ٹھنڈا پانی لاتے تو حضورؐ اس میں بھی ہاتھ ڈال دیتے۔[3]

حضرت انسؓ فرماتے ہیں جب حضور ﷺ کسی سے مصافحہ فرماتے یا کوئی آپ سے مصافحہ کرتا تو آپ اس سے اپنا ہاتھ نہ چھڑاتے بلکہ وہی آدمی اپنا ہاتھ حضورؐ کے ہاتھ سے علیحدہ کرتا اور اگر کوئی آدمی آپ کی طرف منہ کر کے بات کرتا تو آپ اس کی طرف متوجہ ہی رہتے یہاں تک کہ فارغ ہو کر وہی آدمی آپؐ سے چہرہ پھیر لیتا اور کبھی کسی نے یہ منظر نہیں دیکھا کہ حضورؐ نے اپنے پاؤں اپنے پاس بیٹھنے والے کی طرف پھیلا رکھے ہوں (یعنی ایسا کبھی نہیں ہوا)۔[4]

حضرت انسؓ فرماتے ہیں میں نے کبھی یہ نہیں دیکھا کہ کوئی آدمی حضورؐ کے کان میں بات کررہا ہو اور حضورؐ اس سے اپنا سر دور کرلیں بلکہ وہی آدمی اپنا سر دور کرتا اور یہ بھی کبھی نہیں دیکھا کہ حضورؐ کا ہاتھ کسی آدمی نے پکڑ رکھا ہو اور حضورؐ نے اس سے اپنا ہاتھ چھڑا لیا ہو بلکہ وہی آدمی حضورؐ کا ہاتھ چھوڑتا۔[5]

حضرت ابو ہریرہؓ فرماتے ہیں جب بھی کوئی آدمی حضور ﷺ کا ہاتھ پکڑ لیتا تو حضورؐ اس کا ہاتھ نہ چھوڑتے وہی حضورؐ کا ہاتھ چھوڑتا تو چھوڑتا اور نہ کبھی آپؐ کے گھٹنے پاس بیٹھنے والے

---

[1] اخرجه الطبرانی قال الهیثمی (ج ۹ ص ۱۵) رواه الطبرانی فی الا وسط وابو یعلی باختصار ورجالهما ثقات الا ان الربیع ابن اخی صفیة بنت حیی لم اعرفه اه

[2] اخرجه ابو نعیم فی الدلائل (ص ۵۷) [3] عند مسلم (ج ۲ ص ۲۵۶)

[4] عند یعقوب بن سفیان ورواه الترمذی وابن ماجه کما فی البدایة (ج ۶ ص ۳۹) وابن سعد (ج ۱ ص ۹۹) نحوه [5] عند ابی داؤد تفرد به ابو داؤد کذافی البدایة (ج ۶ ص ۳۹)

کے سامنے پھیلے ہوئے دکھائی دیئے اور جب بھی آپؐ سے کوئی مصافحہ کرتا تو آپؐ پوری طرح اس کی طرف متوجہ ہوتے اور اس وقت تک دوسری طرف متوجہ نہ ہوتے جب تک وہ اپنی بات سے فارغ نہ ہو لیتا۔[1]

حضرت انسؓ فرماتے ہیں مدینہ والوں کی کوئی بچی آکر حضور ﷺ کا ہاتھ پکڑ لیتی تو حضورؐ اس کے ہاتھ سے اپنا ہاتھ نہ چھڑاتے اور پھر وہ جہاں چاہتی حضورؐ کو لے جاتی [2]۔ حضرت انسؓ فرماتے ہیں کہ مدینہ والوں کی باندی حضور ﷺ کا ہاتھ پکڑ لیتی اور اپنی ضرورت کے لئے جہاں چاہے لے جاتی۔ [3]۔ حضرت انسؓ فرماتے ہیں کہ ایک عورت کی عقل میں کچھ خلل تھا اس نے کہا یا رسول اللہ! مجھے آپ سے کچھ کام ہے۔ حضورؐ نے فرمایا اے ام فلاں! تم جونسی گلی چاہو دیکھ لو میں وہاں تمہارا کام کر دوں گا (گلی اس لئے مقرر کروائی تاکہ اس کا کام بھی کر دیں اور اجنبی عورت سے خلوت بھی نہ ہو گلی تو عام گزرگاہ ہوتی ہے چنانچہ اس نے ایک گلی بتائی) حضورؐ نے اس گلی میں جا کر ایک طرف ہو کر علیحدگی میں اس کی بات سنی یہاں تک کہ اس نے اپنی ضرورت کی ساری بات کہہ لی [4]۔ حضرت محمد بن مسلمہؓ فرماتے ہیں میں ایک سفر سے واپس آیا تو حضورؐ نے میرا ہاتھ پکڑ لیا اور چھوڑا ہی نہیں آخر میں نے ہی آپ کا ہاتھ چھوڑا۔[5]

حضرت عائشہؓ فرماتی ہیں جب بھی حضور ﷺ کو دو کاموں میں اختیار دیا جاتا تو جو ان دونوں میں سے زیادہ آسان ہوتا اسے اختیار فرماتے بشرطیکہ وہ کام گناہ نہ ہوتا اگر وہ کام گناہ ہوتا تو آپؐ اس سے سب سے زیادہ دور رہتے اور حضورؐ کبھی بھی اپنی ذات کی وجہ سے نہیں لیتے تھے ہاں کسی کو اللہ کا حرام کردہ کام کرتے ہوئے دیکھتے تو اس سے ضرور بدلہ لیتے لیکن یہ بدلہ لینا اللہ کیلئے ہوتا۔[6]

حضرت عائشہؓ فرماتی ہیں کہ حضور ﷺ نے اپنے ہاتھ سے کبھی اپنے کسی خادم کو یا کسی عورت کو یا کسی اور چیز کو نہیں مارا اللہ کے راستہ میں جہاد کرتے ہوئے کسی کو مارا ہو تو اور بات ہے اور جب بھی آپ کو دو (دنیاوی) کاموں میں اختیار دیا جاتا تو دونوں میں سے جو زیادہ آسان ہوتا وہی آپ کو زیادہ پسند ہوتا۔ بشرطیکہ وہ کام گناہ نہ ہوتا اگر وہ گناہ ہوتا تو حضورؐ اس سے سب سے زیادہ دور رہتے اور آپؐ کے ساتھ کتنی بھی زیادتی کی جاتی آپ اپنی ذات کی وجہ سے

۱۔ عند البزار و الطبرانی و اسناد الطبرانی حسن کما قال الهیثمی (ج ۹ ص ۱۵)

۲۔ عند احمد ورواہ ابن ماجه ۳۔ عند احمد ورواہ البخاری فی کتاب الادب من صحیحه معلقا کمافی البدایة (ج ٦ ص ۳۹) ٤۔ رواہ مسلم فی صحیحه (ج ۲ ص ۲۵٦) واخرجه ابو نعیم فی دلائل النبوة (ص ۵۷) عن انس مثله ۵۔ اخرجه الطبرانی وفیه الجلدبن ایوب وهو ضعیف کما قال الهیثمی (ج ۹ ص ۱۷) ٦۔ اخرجه مالک واخرجه البخاری ومسلم کما فی البدایة (ج ٦ ص ۳٦) واخرجه ابو داؤد والنسائی واحمد کما فی الکنز (ج ٤ ص ٤۷) وابو نعیم فی الدلائل (ص ۵۷)

کبھی کسی سے بدلہ نہ لیتے البتہ کوئی اللہ کا حکم توڑتا تو اس سے اللہ کے لئے بدلہ لیتے۔[1]

حضرت عائشہؓ فرماتی ہیں میں نے کبھی نہیں دیکھا کہ حضور ﷺ نے اپنی ذات کے لئے کبھی کسی کے ظلم کا بدلہ لیا ہو، البتہ جب اللہ کا حکم توڑا جاتا تو حضورؐ اس پر سب سے زیادہ ناراض ہوتے اور جب بھی آپ کو دو کاموں میں اختیار دیا جاتا تو دونوں میں سے جو زیادہ آسان ہوتا اسے ہی اختیار فرماتے بشرطیکہ وہ گناہ نہ ہوتا۔[2]

حضرت ابو عبداللہ جدائی کہتے ہیں میں نے حضرت عائشہؓ سے حضور ﷺ کے اخلاق کے بارے میں پوچھا تو انہوں نے فرمایا حضورؐ نہ تو طبعاً فحش گو تھے اور نہ بتکلف فحش بات کرتے تھے اور نہ بازاروں میں چلاتے اور شور مچاتے تھے اور برائی کا بدلہ برائی سے نہیں دیتے تھے بلکہ معاف فرما دیتے اور درگزر فرماتے۔[3]

حضرت توامہ کے غلام حضرت صالحؒ کہتے ہیں کہ حضرت ابو ہریرہؓ حضور ﷺ کے اوصاف بیان کرتے ہوئے فرماتے کہ حضورؐ جب کسی کی طرف متوجہ ہوتے تو پوری طرح متوجہ ہوتے اور جب کسی سے توجہ ہٹاتے تو ادھر سے اپنا سارا جسم ہٹا لیتے۔ میرے ماں باپ آپ پر قربان۔ نہ آپؐ طبعاً فحش بات کرنے والے تھے اور نہ بتکلف فحش بات کیا کرتے تھے اور نہ آپؐ بازاروں میں شور مچانے والے تھے[4] اور نہ میں نے آپؐ سے پہلے آپؐ جیسا دیکھا اور نہ آپؐ کے بعد۔[5]

حضرت انسؓ فرماتے ہیں کہ حضور ﷺ کو نہ گالی دینے کی عادت تھی اور نہ کسی پر لعنت کرنے کی اور نہ آپؐ طبعاً فحش گو تھے اور جب کسی پر ناراض ہوتے تو یوں فرماتے کہ فلاں کو کیا ہوا؟ اسکی پیشانی خاک آلود ہو جائے[6] حضرت عبداللہ بن عمرؓ فرماتے ہیں نبی کریم ﷺ نہ طبعاً فحش گو تھے اور نہ بتکلف۔ اور آپؐ فرمایا کرتے تھے کہ تم میں سب سے بہترین وہ لوگ ہیں جن کے اخلاق سب سے اچھے ہوں۔[7]

حضرت انسؓ فرماتے ہیں کہ جب حضور ﷺ مدینہ تشریف لائے تو حضرت ابو طلحہؓ میرا ہاتھ پکڑ کر مجھے حضورؐ کی خدمت میں لے گئے اور عرض کیا یا رسول اللہ! انس سمجھدار لڑکا ہے

---

۱ ۔ عند احمد كذافى البداية (ج ٦ ص ٣٦) واخرجه مسلم (ج ٢ ص ٢٥٦) وابو نعيم فى الدلائل مختصرا وعبد لرزاق وعبدبن حميد والحاكم نحو حديث احمد كما فى الكنز (ج ٤ ص ٤٧)

٢ ۔ عند الترمذى فى الشمائل (ص ٢٥) واخرجه ابو يعلى والحاكم كما فى الكنز (ج ٤ ص ٤٧)

٣ ۔ اخرجه ابو دائود والطيالسى وفى آخر الحديث اوقال يعفو يغفر شك ابو دائود والترمذى وقال حسن صحيح كذافى البداية (ج ٦ ص ٣٦) واخرجه ابن سعد (ج ١ ص ٩٠) عن ابى عبدالله عن عائشه نحوه واحمد والحاكم كما فى الكنز (ج ٤ ص ٤٧) ٤ ۔ عند يعقوب بن سفيان

٥ ۔ زاده آدم   ٦ ۔ عند احمد ورواه البخارى

٧ ۔ عند البخارى ايضا ورواه مسلم كذافى البداية (ج ٦ ص ٣٦)

یہ آپ کی خدمت کیا کرے گا۔ حضرت انسؓ فرماتے ہیں کہ میں نے حضورؐ کی سفر حضر میں خدمت کی اللہ کی قسم! میں نے جو کام کیا اس پر آپؐ نے کبھی یہ نہیں فرمایا تم نے ایسا کیوں کیا؟ اور جو کام میں نے نہ کیا ہو اس پر آپ نے کبھی یہ نہیں فرمایا تم نے یہ کام کیوں نہیں کیا۔[1] حضرت انسؓ فرماتے ہیں کہ حضور ﷺ سب سے زیادہ با اخلاق تھے ایک مرتبہ آپؐ نے مجھے کسی کام سے بھیجا میں نے اوپر سے ویسے ہی کہا اللہ کی قسم! میں نہیں جاؤں گا اور دل میں یہ تھا کہ جس کام کا حضورؐ حکم دے رہے ہیں میں اس کے لئے ضرور جاؤں گا چنانچہ میں وہاں سے باہر گیا تو میرا گزر چند بچوں پر ہوا جو بازار میں کھیل رہے تھے (میں وہاں کھڑا ہو گیا) اچانک حضورؐ نے آکر پیچھے سے میری گدی پکڑ لی۔ میں نے حضورؐ کی طرف دیکھا تو حضور ﷺ ہنس رہے تھے۔ آپ نے فرمایا اے چھوٹے سے انس! جہاں جانے کو میں نے تمہیں کہا تھا تم وہاں گئے ہو؟ میں نے کہا جی ہاں ابھی جاتا ہوں۔ اللہ کی قسم! میں نے حضورؐ کی نو سال خدمت کی ہے۔ مجھے یاد نہیں ہے کہ میں نے کوئی (غلط) کام کر دیا ہو تو اس پر حضورؐ نے فرمایا ہو کہ تم نے یہ کام کیوں کیا؟ یا کوئی کام چھوڑ دیا ہو تو یہ فرمایا ہو کہ تم نے یہ کام کیوں نہیں کیا؟[2] حضرت انسؓ فرماتے ہیں میں نے حضور ﷺ کی دس سال خدمت کی اللہ کی قسم! اس سارے عرصہ میں آپ نے نہ تو کبھی مجھے اف فرمایا اور نہ کبھی کسی کام کے لئے یہ فرمایا یہ کیوں کیا؟ یا یہ کیوں نہیں کیا؟[3] حضرت انسؓ فرماتے ہیں میں نے دس سال حضور ﷺ کی خدمت کی کبھی ایسے نہیں ہوا کہ حضورؐ نے مجھے کام بتایا ہو اور میں نے اس میں سستی کی ہو یا اسے بگاڑ دیا ہو اور حضور ﷺ نے مجھے ملامت کی ہو بلکہ اگر آپ ﷺ کے گھر میں سے کوئی مجھے ملامت کرتا تو حضورؐ اسے فرماتے اسے چھوڑو اگر یہ کام ہونا مقدر ہوتا تو ہو جاتا۔[4]

حضرت انسؓ فرماتے ہیں کہ میں نے کئی سال حضور ﷺ کی خدمت کی ہے آپؐ نے نہ کبھی مجھے گالی دی اور نہ کبھی مجھے مارا اور نہ کبھی ڈانٹا اور نہ کبھی تیوری چڑھائی اور اگر آپؐ نے مجھے کوئی کام بتایا اور اس میں مجھ سے سستی ہو گئی تو آپؐ اس پر مجھ سے ناراض نہیں ہوئے بلکہ اگر آپؐ کے گھر والوں میں سے کوئی ناراض ہوتا تو اسے فرماتے اسے چھوڑو اگر یہ کام مقدر ہوتا تو یہ ضرور ہو جاتا۔[5]

حضرت انسؓ فرماتے ہیں کہ جب حضور ﷺ مدینہ تشریف لائے تو میری عمر آٹھ سال تھی۔ میری والدہ مجھے ساتھ لے کر حضورؐ کی خدمت میں گئیں اور عرض کیا، یا رسول اللہ! میرے علاوہ انصار کے تمام مردوں اور عورتوں نے آپ کو کوئی نہ کوئی تحفہ دیا ہے اور میرے

۱۔ اخرجه مسلم (ج ۲ ص ۲۵۳) ۲۔ عند مسلم ایضا ۳۔ عند مسلم ایضا وزاد ابو الربیع بشی لیس مما یصنعه الخادم ولم یذکر قوله واللّٰه واخرجه البخاری عن انس بنحوه
۴۔ عند احمد کذافی البدایة (ج ۶ ص ۳۷) واخرجه ابن سعد (ج ۷ ص ۱۱) عن انس مثله۔
۵۔ عند ابی نعیم فی الدلائل (ص ۵۷)

پاس تحفہ دینے کیلئے اس بیٹے کے علاوہ اور کچھ نہیں ہے اسلئے آپ اسے میری طرف سے قبول فرمالیں جب تک آپ چاہیں گے یہ آپ کی خدمت کرے گا۔ چنانچہ میں نے حضورؐ کی دس سال خدمت کی اس عرصہ میں آپ نے نہ تو کبھی مجھے مارا نہ مجھے گالی دی اور نہ کبھی تیوری چڑھائی۔[۱]

نبی کریم ﷺ کے صحابہؓ کے اخلاق

حضرت عبداللہ بن عمرؓ فرماتے ہیں کہ قریش کے تین آدمی ایسے ہیں جن کے چہرے سب لوگوں سے زیادہ خوبصورت اور جن کے اخلاق سب سے زیادہ اچھے ہیں اور جن میں حیا سب سے زیادہ ہے اگر یہ حضرات تم سے بات کریں تو کبھی غلط بات نہیں کہیں گے اور اگر تم ان سے کوئی بات کروگے تو وہ تمہیں جھوٹا نہیں سمجھیں گے وہ حضرات یہ ہیں۔ حضرت ابو بکر صدیق، حضرت عثمان بن عفان اور حضرت ابو عبیدہ بن جراح رضی اللہ عنہم۔[۲]

حضرت عبداللہ بن عمرؓ فرماتے ہیں کہ قریش کے تین آدمی ایسے ہیں جن کے اخلاق سب سے عمدہ اور جن میں حیا سب سے زیادہ ہے وہ حضرت ابو بکر، حضرت عثمان اور حضرت ابو عبیدہ رضی اللہ عنہم ہیں۔[۳]

حضرت حسن رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ حضور ﷺ نے فرمایا میں اپنے صحابہ میں سے جس کے بھی اخلاق پر گرفت کرنا چاہوں تو کر سکتا ہوں بس ایک ابو عبیدہ بن جراح ایسے ہیں کہ ان کی گرفت نہیں کر سکتا۔[۴]

حضرت عبدالرحمٰن بن عثمان قرشیؒ فرماتے ہیں کہ ایک مرتبہ حضور ﷺ اپنی بیٹی کے پاس تشریف لے گئے وہ (اپنے خاوند) حضرت عثمانؓ کا سر دھو رہی تھیں حضورؐ نے فرمایا اے بیٹا! ابو عبداللہ (یعنی حضرت عثمانؓ) کے ساتھ اچھا سلوک کیا کرو کیونکہ میرے صحابہ میں سے سب سے زیادہ ان کے اخلاق مجھ سے مشابہ ہیں۔[۵]

حضرت ابو ہریرہؓ فرماتے ہیں کہ ایک مرتبہ میں حضور ﷺ کی بیٹی، حضرت عثمانؓ کی اہلیہ محترمہ، حضرت رقیہؓ کے پاس گیا ان کے ہاتھ میں کنگھی تھی انہوں نے کہا ابھی حضورؐ میرے پاس سے باہر تشریف لے گئے ہیں میں ان کے سر کے بالوں میں کنگھی کر رہی تھی۔ حضورؐ نے

---

[۱] عند ابن عساکر کذافی الکنز (ج ۷ ص ۹) [۲] اخرجه ابو نعیم فی الحلیة (ج ۱ ص ۶۵)
[۳] کذافی الا صابة (ج ۲ ص ۲۵۳) وقال فی سنده ابن لهیعة
[۴] اخرجه یعقوب بن سفیان کذافی الا صابة (ج ۲ ص ۲۵۳) وقال هذا مرسل ورجاله ثقات. ه واخرجه الحاکم (ج ۳ ص ۲۶۲) عن الحسن نحوه هذا مرسل غریب ورواته ثقات
[۵] اخرجه الطبرانی قال الهیثمی (ج ۹ ص ۸۱) رجاله ثقات

فرمایا تم نے ابو عبداللہ (یعنی حضرت عثمانؓ) کو کیسا پایا میں نے کہا بہت اچھا حضورؐ نے فرمایا ان کا اکرام کرتی رہو کیونکہ وہ اخلاق میں میرے صحابہ میں سے میرے سب سے زیادہ مشابہ ہیں۔[1]
حضور ﷺ کے آزاد کردہ غلام حضرت اسلمؓ کے صاحبزادے حضرت عبداللہؓ فرماتے ہیں کہ حضور ﷺ نے حضرت جعفرؓ سے فرمایا تم صورت اور اخلاق میں میرے مشابہ ہو۔[2] حضرت علیؓ فرماتے ہیں کہ میں، حضرت جعفر اور حضرت زیدؓ تینوں نبی کریم ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوئے۔ حضورؐ نے حضرت زید سے فرمایا تم ہمارے بھائی اور محبت کرنے والے ساتھی ہو یہ سن کر حضرت زید (خوشی کے مارے) وجد میں آکر اچھلنے لگ گئے۔ پھر حضورؐ نے حضرت جعفر سے فرمایا تم صورت اور سیرت میں میرے مشابہ ہو اس پر حضرت جعفر حضرت زید سے زیادہ اچھلے پھر حضورؐ نے مجھ سے فرمایا تم مجھ سے ہو میں تم سے ہوں یہ سن کر میں حضرت جعفر سے بھی زیادہ اچھلا[3] حضرت اسامہ بن زیدؓ فرماتے ہیں کہ نبی کریم ﷺ نے حضرت جعفرؓ سے فرمایا تمہارے اخلاق میرے اخلاق جیسے ہیں اور تمہاری شکل وصورت مجھ سے ملتی جلتی ہے لہذا تم مجھ سے ہو اور اے علی! تم مجھ سے ہو اور میرے بیٹوں یعنی نواسوں کے والد ہو۔[4]

حضرت عبداللہ بن جعفرؓ فرماتے ہیں میں نے حضور ﷺ سے ایسی بات سنی ہے کہ مجھے یہ بالکل پسند نہیں ہے کہ اس کے بدلہ مجھے سرخ اونٹ مل جائیں (جو کہ عربوں میں سب سے عمدہ مال شمار ہوتا تھا) میں نے حضورؐ کو یہ فرماتے ہوئے سنا کہ جعفر کی صورت اور سیرت مجھ سے ملتی ہے اور اے عبداللہ! اللہ کی ساری مخلوق میں تم اپنے والد کے سب سے زیادہ مشابہ ہو (میں والد کے مشابہ ہوا اور والد حضورؐ کے مشابہ ہیں تو میں بھی حضورؐ کے مشابہ ہو گیا)[5]

حضرت بحیریہؓ کہتی ہیں میرے چچا حضرت خداشؓ نے حضور ﷺ کو ایک پیالہ میں کھاتے ہوئے دیکھا تو انہوں نے حضورؐ سے وہ پیالہ بطور ہدیہ مانگ لیا (حضورؐ نے ان کو وہ پیالہ دے دیا) چنانچہ وہ پیالہ ہمارے ہاں رکھا رہتا تھا حضرت عمرؓ ہم سے فرمایا کرتے تھے کہ وہ پیالہ میرے پاس نکال کر لاؤ ہم زمزم کے پانی سے بھر کر وہ پیالہ حضرت عمرؓ کے پاس لاتے حضرت عمرؓ اس میں سے کچھ پیتے اور کچھ (برکت کے لیئے) اپنے سر اور چہرے پر ڈال لیتے پھر ایک چور نے ہم پر بڑا ظلم کیا کہ وہ ہمارے

---

[1] عند الطبرانی ایضا قال الهیثمی (ج ۹ ص ۸۱) وفیه محمد بن عبداللّٰه یروی عن المطلب ولم اعرفه وبقیة رجاله ثقات . اه واخرجه الحاکم وابن عساکر کمافی المنتخب (ج ۵ ص ٤)

[2] اخرجه احمد واسناده حسن کما قال الهیثمی (ج ۹ ص ۲۷۲)

[3] عند ابن ابی شیبته کذافی المنتخب (ج ۵ ص ۱۳۰) [4] عند الطبرانی قال الهیثمی (ج ۹ ص ۲۷۲) رواه الطبرانی عن شیخه احمد بن عبدالرحمن بن عقال وهو ضعیف انتهی

[5] اخرجه العقیلی وابن عساکر کذا فی المنتخب (ج ۵ ص ۲۲۲)

سامان کے ساتھ چوری کر کے لے گیا۔ پیالہ کی چوری کے بعد حضرت عمرؓ ہمارے پاس آئے اور حسب دستور پیالہ کا مطالبہ کیا ہم نے کہا اے امیر المومنین! وہ پیالہ تو ہمارے سامان کے ساتھ چوری ہو گیا۔

حضرت عمرؓ نے فرمایا وہ چور تو بڑا سمجھدار ہے جو حضورؐ کا پیالہ چرا کر لے گیا۔ راوی کہتے ہیں اللہ کی قسم! حضرت عمرؓ نے نہ تو چور کو برا بھلا کہا اور نہ اس پر لعنت بھیجی۔[1]

حضرت ابن عباسؓ فرماتے ہیں کہ حضرت عیینہ بن حصن بن (حذیفہ بن) بدر (مدینہ) آئے اور وہ اپنے بھتیجے حضرت حر بن قیسؓ کے ہاں ٹھہرے۔ حضرت حر ان لوگوں میں سے تھے جنہیں حضرت عمرؓ اپنے قریب رکھتے تھے اور عبادت گزار علماء ہی حضرت عمرؓ کی مجلس شوری میں ہوتے تھے چاہے وہ جوان ہوتے یا عمر رسیدہ۔ حضرت عیینہ نے اپنے بھتیجے سے کہا اے میرے بھتیجے! تمہیں امیر المومنین کے ہاں بڑا درجہ حاصل ہے تم ان سے میرے لئے آنے کی اجازت حاصل کرو انہوں نے جاکر اپنے چچا کے لئے حضرت عمرؓ سے اجازت مانگی۔ حضرت عمرؓ نے اجازت دے دی۔ جب وہ حضرت عمرؓ کے پاس گئے تو ان سے یہ کہا اے ابن خطاب! دیکھو اللہ کی قسم! آپ ہمیں زیادہ نہیں دیتے ہیں اور ہمارے درمیان عدل کا فیصلہ نہیں کرتے ہیں اس پر حضرت عمرؓ کو غصہ آگیا اور حضرت عیینہ کو سزا دینے کا ارادہ فرمالیا۔ حضرت حر نے کہا اے امیر المومنین اللہ تعالی نے اپنے نبیؐ سے فرمایا خُذِ الْعَفْوَ وَأْمُرْ بِالْعُرْفِ وَأَعْرِضْ عَنِ الْجَاهِلِينَ (سورت اعراف آیت ۱۹۹)

ترجمہ "سرسری برتاؤ کو قبول کر لیا کیجئے اور نیک کام کی تعلیم کر دیا کیجئے اور جاہلوں سے ایک کنارہ ہو جایا کیجئے" اور یہ بھی ان جاہلوں میں سے ہے (اس لئے آپ ان کی اس بات سے کنارہ کر لیں) جب حضرت حر نے یہ آیت پڑھی تو اللہ کی قسم! حضرت عمرؓ وہیں رک گئے۔ (اور سزا دینے کا ارادہ چھوڑ دیا) اور حضرت عمرؓ کی یہ بہت بڑی صفت تھی کہ وہ کسی کام کا ارادہ کر لیتے پھر انہیں بتایا جاتا کہ اللہ کی کتاب اس کام سے روک رہی ہے تو فوراً اس ارادہ کو چھوڑ دیتے اور ایک دم رک جاتے۔[2]

حضرت ابن عمرؓ فرماتے ہیں میں نے ہمیشہ یہی دیکھا کہ جب بھی حضرت عمرؓ کو کسی بات پر غصہ آیا پھر کسی نے ان کے سامنے اللہ کا نام لے لیا یا انہیں آخرت کی پکڑ سے ڈرایا یا ان کے سامنے قرآن کی آیت پڑھ دی تو حضرت عمرؓ غصہ میں جس کام کا ارادہ کر چکے ہوتے تھے اس سے ایک دم رک جایا کرتے تھے۔[3]

---

[1] اخرجه ابن سعد (ج ۷ ص ۵۷) واخرجه ایضا ابن بشر ان فی امالیه کما فی المنتخب (ج ٤ ص ٤٠٠) [2] اخرجه البخاری وابن المنذر وابن ابی حاتم وابن مردویه والبیهقی کذافی المنتخب (ج ٤ ص ٤١٦) [3] عن ابن سعد

حضرت اسلمؒ کہتے ہیں کہ حضرت بلالؓ نے پوچھا اے اسلم! تم لوگوں نے حضرت عمرؓ کو کیسا پایا؟ میں نے کہا بہت اچھا پایا لیکن انہیں غصہ آجاتا ہے تو پھر مسئلہ بڑا مشکل ہو جاتا ہے۔ حضرت بلالؓ نے فرمایا آئندہ اگر تمہاری موجودگی میں حضرت عمرؓ کو غصہ آجائے تو تم ان کے سامنے قرآن پڑھنے لگ جانا انشاء اللہ ان کا غصہ چلا جائے گا حضرت مالک دار (حضرت عمرؓ کے غلام) رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں کہ ایک دن حضرت عمرؓ نے مجھے ڈانٹا اور مارنے کے لئے کوڑا اٹھالیا میں نے کہا میں آپ کو اللہ کا واسطہ دیتا ہوں۔[1] اس پر حضرت عمرؓ نے وہ کوڑا نیچے رکھ دیا اور فرمایا تم نے ایک بڑی ذات کا مجھے واسطہ دیا ہے۔

حضرت عامر بن ربیعہؓ فرماتے ہیں کہ حضرت مصعب بن عمیرؓ شروع سے میرے دوست تھے اور جس دن وہ اسلام لائے اس دن سے لے کر جنگ احد میں شہادت پانے تک وہ میرے ساتھ رہے۔ وہ حبشہ کی دونوں ہجرتوں میں ہمارے ساتھ گئے تھے اور سارے قافلہ میں سے وہ میرے رفیق سفر ہے میں نے کوئی آدمی ان سے زیادہ اچھے اخلاق والا اور مخالفت نہ کرنے والا نہیں دیکھا[2]۔ حضرت حبہ بن جوینؒ کہتے ہیں کہ ہم لوگ حضرت علیؓ کے پاس بیٹھے ہوئے تھے ہم نے حضرت عبداللہ (بن مسعود) رضی اللہ عنہ کی چند باتوں کا تذکرہ کیا اور لوگوں نے ان کی تعریف کی اور یوں کہا اے امیر المومنین! ہم نے کوئی آدمی حضرت عبداللہ بن مسعود سے زیادہ اچھے اخلاق والا اور ان سے زیادہ نرمی سے تعلیم دینے والا اور ہم نشین کے ساتھ ان سے زیادہ اچھا سلوک کرنے والا اور ان سے زیادہ تقوی واحتیاط والا نہیں دیکھا۔ حضرت علیؓ نے فرمایا میں تمہیں اللہ کی قسم دے کر پوچھتا ہوں کہ تم یہ تمام باتیں سچے دل سے کہہ رہے ہو؟ لوگوں نے کہا جی ہاں۔ حضرت علیؓ نے فرمایا کہ اے اللہ! میں تجھے اس بات پر گواہ بناتا ہوں کہ میں بھی ان کے بارے میں وہ تمام باتیں کہتا ہوں جو ان لوگوں نے کہی ہیں بلکہ میں تو ان سے زیادہ کہتا ہوں۔ ایک روایت میں یہ ہے کہ حضرت علیؓ نے یہ بھی فرمایا کہ حضرت ابن مسعود نے قرآن پڑھا اور اس کے حلال کو حلال اور اس کے حرام کو حرام سمجھا (یعنی حلال کو اختیار کیا اور حرام کو چھوڑ دیا) وہ دین کے بہت بڑے فقیہ اور سنت نبویؐ کے زبردست عالم تھے۔[3]

حضرت سالمؒ کہتے ہیں کہ حضرت ابن عمرؓ نے کبھی کسی خادم کو لعنت نہیں کی بس ایک مرتبہ ایک خادم کو لعنت کی تھی تو اسے آزاد کر دیا تھا حضرت زہریؒ کہتے ہیں ایک مرتبہ حضرت ابن عمرؓ نے اپنے خادم کو لعنت کرنے کا ارادہ کیا اور ابھی اتنا ہی کہا تھا اے اللہ اس پر لع کہ رک گئے اور لفظ پورا نہ کیا اور فرمایا میں اس لفظ کو زبان سے کہنا نہیں چاہتا[4] اور صحابہ

---

[1] کذافی المنتخب (ج ٤ ص ٤١٣)
[2] اخرجه ابن سعد (ج٣ص ٨٢)
[3] اخرجه ابن سعد (ج ٣ ص ١١٠)
[4] ابو نعیم فی الحلیة (ج ١ ص ٣٠٧)

کرام کے مال خرچ کرنے کے شوق کے عنوان کے ذیل میں یہ حدیث گزر چکی ہے کہ حضرت معاذ بن جبلؓ لوگوں میں سب سے زیادہ خوبصورت چہرے والے، سب سے زیادہ اچھے اخلاق والے اور سب سے زیادہ کھلے ہاتھ والے یعنی سخی تھے۔[1]

بردباری اور درگزر کرنا

نبی کریم ﷺ کی بردباری

امام بخاری اپنی کتاب میں روایت کرتے ہیں کہ حضرت عبداللہؓ فرماتے ہیں کہ غزوہ حنین میں فتح پانے کے بعد حضور ﷺ نے (تالیف قلب کی وجہ سے مال دینے میں) بہت سے (نئے) لوگوں کو ترجیح دی (اور پرانوں کو نہ دیا نئے لوگوں کو وہ سارا مال غنیمت دے دیا) چنانچہ حضرت اقرع بن حابسؓ کو سو اونٹ دیئے اور حضرت عیینہ بن حصنؓ کو بھی اتنے ہی دیئے اور بھی کچھ لوگوں کو دیا اس پر ایک آدمی نے کہا مال غنیمت کی اس تقسیم میں اللہ کی رضا مقصود نہیں رہی۔ میں نے کہا میں یہ بات حضور کو ضرور بتاؤں گا چنانچہ میں نے حضور کو بتائی۔ حضور ﷺ نے فرمایا اللہ تعالیٰ حضرت موسیٰ علیہ السلام پر رحم فرمائے انہیں تو اس سے بھی زیادہ ستایا گیا تھا لیکن انہوں نے صبر کیا تھا (چنانچہ میں بھی صبر کروں گا) بخاری کی دوسری روایت میں یہ ہے کہ اس پر ایک آدمی نے کہا کہ اللہ کی قسم! اس تقسیم میں عدل و انصاف سے کام نہیں لیا گیا اور نہ اللہ کی رضا اس میں مقصود ہے میں نے کہا میں یہ بات حضور ﷺ کو ضرور بتاؤں گا چنانچہ میں نے جا کر حضور کو بتا دیا حضورؐ نے فرمایا جب اللہ اور اس کے رسول عدل نہیں کریں گے تو پھر اور کون کر سکتا ہے۔ اللہ تعالیٰ موسیٰ علیہ السلام پر رحم فرمائے انہیں تو اس سے بھی زیادہ ستایا گیا تھا لیکن انہوں نے صبر کیا تھا۔

بخاری اور مسلم میں یہ روایت ہے کہ حضرت ابو سعیدؓ فرماتے ہیں کہ ایک مرتبہ ہم لوگ حضور ﷺ کے پاس موجود تھے آپؐ لوگوں میں کوئی چیز تقسیم فرما رہے تھے کہ اتنے میں بنو تمیم کا ایک آدمی ذوالخویصرہ آیا اور اس نے کہا یا رسول اللہ انصاف سے تقسیم فرمائیں۔ حضورؐ نے فرمایا تیرا ناس ہو اگر میں انصاف نہیں کروں گا تو کون انصاف کرے گا (اگر میں انصاف نہیں کروں گا) تو میں ناکام و برباد ہو جاؤں گا جب میں انصاف نہیں کروں گا تو پھر اور کون کرے گا۔ حضرت عمر بن خطابؓ نے عرض کیا یا رسول اللہ! مجھے اجازت دیں میں اس کی گردن اڑا دوں۔ حضورؐ نے فرمایا نہیں اسے چھوڑ دو۔ اس کے ایسے ساتھی ہیں کہ ان کے نماز

١۔ اخرجه الحاكم بطوله

روزے کے مقابلہ میں تم اپنے نماز روزہ کو کم سمجھو گے یہ لوگ قرآن پڑھیں گے لیکن قرآن ان کی ہنسلی سے آگے (ان کے دل کی طرف) نہیں جائے گا۔ (یا قرآن ہنسلی سے آگے بڑھ کر اوپر اللہ کی طرف نہیں جائے گا) اور یہ لوگ اسلام سے ایسے نکل جائیں گے جیسے تیر شکار کو لگ کر اس سے پار ہو کر آگے چلا جاتا ہے تیر کے پھل کو دیکھا جائے تو اس میں کوئی چیز نظر نہیں آئے گی پھر اس کی تانت کو دیکھا جائے (جس سے پھل کو لکڑی پر مضبوط کیا جاتا ہے) تو اس میں کوئی چیز نظر نہیں آئے گی پھر اس کی لکڑی کو دیکھا جائے تو اس میں بھی کوئی چیز نظ نہیں آئے گی اس کے پر کو دیکھا جائے تو اس میں بھی کوئی چیز نظر نہیں آئے گی حالانکہ یہ تیر اس شکار کی اوجھڑی اور خون میں سے گزر کر پار گیا ہے لیکن اس اوجھڑی اور خون کا اثر میں کوئی نشان نظر نہیں آئے گا۔ ان کی نشانی یہ ہے کہ ان میں ایک کالا آدمی ہو گا جس کے ایک بازو کا گوشت عورت کے پستان کی طرح یا گوشت کے ٹکڑے کی طرح ہلتا ہو گا۔ یہ لوگ اس وقت ظاہر ہوں گے جب کہ لوگوں میں اختلاف اور انتشار کا زور ہو گا حضرت ابو سعید فرماتے ہیں میں گواہی دیتا ہوں کہ میں نے یہ حدیث حضور ﷺ سے سنی ہے اور میں گواہی دیتا ہوں کہ ان لوگوں سے حضرت علی رضی اللہ عنہ نے جنگ کی تھی میں بھی ان کے ساتھ تھا۔ حضرت علیؓ نے اس آدمی کو لانے کا حکم دیا لوگ اسے ڈھونڈ کر حضرت علیؓ کے پاس لے آئے اور حضورؐ نے اس کی جو نشانی بتائی تھی وہ میں نے اس میں پوری طرح سے دیکھی[1]

بخاری اور مسلم کی روایت میں ہے کہ حضرت عبداللہ بن عمرؓ فرماتے ہیں کہ جب (منافقوں کا سردار) عبداللہ بن ابی مر گیا تو اس کے صاحبزادے (حضرت عبداللہ بن عبداللہ بن ابی رضی اللہ عنہ) نے نبی کریم ﷺ کی خدمت میں حاضر ہو کر عرض کیا کہ آپ مجھے اپنی قمیض دے دیں میں اس میں اپنے باپ کو کفناؤں گا اور آپ اس کی نماز جنازہ پڑھائیں اور اس کے لئے استغفار فرمائیں چنانچہ حضورؐ نے انہیں اپنی قمیض دے دی اور فرمایا جب جنازہ تیار ہو جائے تو مجھے خبر کر دینا میں اس کی نماز جنازہ پڑھوں گا۔ جب حضورؐ اس کی نماز جنازہ پڑھنے لگے تو حضرت عمرؓ نے آپ کو پیچھے سے کھینچ کر کہا کیا اللہ تعالیٰ نے آپ کو منافقوں کی نماز جنازہ پڑھنے سے منع نہیں فرمایا؟ حضورؐ نے فرمایا اللہ نے مجھے (استغفار کرنے اور نہ کرنے) دونوں باتوں کا اختیار دیا ہے۔ کیونکہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے استغفر لھم او لا تستغفر لھم (سورۃ توبہ آیت ۸۰)

ترجمہ: آپ خواہ ان (منافقین) کے لئے استغفار کریں یا ان کے لئے استغفار نہ کریں"

چنانچہ حضورؐ نے اس کی نماز جنازہ پڑھائی پھر یہ آیت نازل ہوئی ولا تصل علی احد منھم مات

---

[1] كذافي البداية (ج ٤ ص ٣٦٢)

ابدا (سورۃ توبہ آیت ٨٣)

ترجمہ :۔ اور ان میں کوئی مر جائے تو اس کے (جنازہ) پر کبھی نماز نہ پڑھیے" حضرت عمرؓ فرماتے ہیں جب عبداللہ بن ابی مر گیا تو حضور ﷺ کو اس کی نماز جنازہ پڑھانے کے لئے بلایا گیا چنانچہ حضورؐ تشریف لے گئے جب آپؐ نماز پڑھانے کے لئے کھڑے ہوئے تو میں گھوم کر آپؐ کے سامنے کھڑا ہو گیا اور عرض کیا یا رسول اللہؐ! کیا آپ اللہ کے دشمن عبداللہ بن ابی کی نماز جنازہ پڑھانے لگے ہیں جس نے فلاں فلاں دن یہ اور یہ کہا تھا اور میں اس کے دن گنوانے لگا حضورؐ مسکراتے رہے جب میں بہت کچھ کہہ چکا تو آپؐ نے فرمایا اے عمر! پیچھے ہو جاؤ اللہ تعالیٰ نے مجھے (منافقوں کے لئے استغفار کرنے، نہ کرنے کا) اختیار دیا ہے میں نے استغفار کرنے کی صورت کو) اختیار کیا ہے اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے کہ اگر آپ ان کے لئے ستر بار بھی استغفار کریں گے تب بھی اللہ تعالیٰ ان کو نہ بخشے گا اگر مجھے یہ معلوم ہوتا کہ ستر مرتبہ سے زیادہ استغفار کرنے سے اس کی مغفرت ہو جائے گی تو میں ضرور کرتا پھر حضورؐ نے اس کی نماز جنازہ پڑھائی اور جنازہ کے ساتھ قبرستان گئے اور اس کے دفن ہونے تک آپؐ اس کی قبر پر کھڑے رہے بہر حال حضورؐ کے مقابلہ پر جو میں نے جرات سے کام لیا اس پر مجھے بہت حیرانی تھی اللہ اور رسولؐ ہی بہتر جانتے ہیں (کہ اس میں کیا مصلحت تھی) اللہ کی قسم! ابھی اس بات کو تھوڑی دیر ہی گزری تھی کہ یہ دو آیتیں نازل ہوئیں ولا تصل علی احد منهم مات ابدا اس کے بعد حضورؐ نے کسی منافق کی نماز جنازہ نہیں پڑھائی اور نہ اس کی قبر پر کھڑے ہوئے اور اس دنیا سے تشریف لے جانے تک آپ کا یہی دستور رہا[1] حضرت جابر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں جب عبداللہ بن ابی مر گیا تو اس کے صاحبزادے نے حضور ﷺ کی خدمت میں آکر عرض کیا یا رسول اللہ! اگر آپ اس جنازہ میں تشریف نہیں لائیں گے تو لوگ ہمیں ہمیشہ اس کا طعنہ دیتے رہیں گے۔ چنانچہ حضورؐ تشریف لے گئے تو آپ نے دیکھا کہ وہ لوگ اسے قبر میں رکھ چکے ہیں تو آپؐ نے فرمایا قبر میں رکھنے سے پہلے تم نے مجھے کیوں نہیں بتایا چنانچہ اسے قبر سے نکالا گیا اور حضورؐ نے اس پر سر سے لے کر پاؤں تک دم فرمایا آپؐ نے اسے اپنی قمیض پہنائی (کیونکہ اس نے جنگ بدر کے موقع پر حضورؐ کے چچا حضرت عباس رضی اللہ عنہ کو اپنی قمیض پہنائی تھی حضورؐ اس کے اس احسان کا بدلہ دینا چاہتے تھے اور اس کے بیٹے کی دلداری بھی کرنا چاہتے تھے)[2] حضرت جابر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں جب عبداللہ بن ابی کو قبر میں رکھ دیا گیا تب حضور ﷺ اس کے پاس پہنچے چنانچہ حضورؐ کے فرمانے پر اسے باہر نکالا گیا حضورؐ نے اسے

---

[1] عند احمد وهكذا رواه الترمذی وقال حسن صحيح [2] عند احمد ورواه النسائی

اپنے گھٹنوں پر رکھا اور اس پر دم فرمایا اور اسے اپنی قمیض پہنائی۔[۱]

حضرت زید بن ارقم رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ ایک یہودی نے حضور ﷺ پر جادو کیا جس کی وجہ سے آپؐ چند دن بیمار رہے۔ حضرت جبرائیل علیہ السلام نے حاضر ہو کر عرض کیا کہ ایک یہودی نے آپؐ پر جادو کیا ہے اس نے گرہیں لگا کر فلاں کنوئیں میں پھینک دیا ہے آپ آدمی بھیج کر اسے منگوالیں۔ آپؐ نے حضرت علی رضی اللہ عنہ کو بھیجا وہ اسے نکال کر حضورؐ کی خدمت میں لائے حضورؐ نے ان گرہوں کو کھولا تو حضورؐ ایسے ٹھیک ہو کر کھڑے ہوئے کہ جیسے کسی بندھن سے نکلے ہوں (معلوم ہو جانے کے باوجود) حضورؐ نے نہ تو یہ بات آخری دم تک اس یہودی کو بتائی اور نہ اس نے اس کا کوئی ناگوار اثر حضورؐ کے چہرے پر کبھی دیکھا۔[۲]

حضرت عائشہؓ فرماتی ہیں حضور ﷺ پر جادو ہوا تھا جس کے اثر کی وجہ سے آپ کو یہ محسوس ہوتا تھا کہ آپ اپنی بیویوں کے پاس گئے ہیں لیکن حقیقت میں آپ گئے نہیں ہوتے تھے۔ حضرت سفیان راوی کہتے تھے کہ یہ اثر سب سے سخت جادو کا ہوتا ہے۔ حضورؐ نے فرمایا اے عائشہ! کیا تمہیں معلوم ہے کہ میں نے اللہ سے دعا مانگی تھی وہ اللہ نے قبول فرمالی میرے پاس دو فرشتے آئے ایک میرے سر کے پاس بیٹھ گیا اور دوسرا پاؤں کے پاس۔ سر والے نے دوسرے سے کہا ان حضرت کو کیا ہوا ہے؟ دوسرے نے کہا ان پر جادو ہوا ہے پہلے نے پوچھا جادو کس نے کیا ہے؟ دوسرے نے کہا لبید بن اعصم نے جو قبیلہ بنو زریق کا ہے اور یہودیوں کا حلیف اور منافق ہے پہلے نے پوچھا اس نے جادو کس چیز میں کیا ہے؟ دوسرے نے کہا کنگھی پر اور کنگھی سے گرے ہوئے بالوں پر کیا ہے پہلے نے پوچھا یہ چیزیں کہاں ہیں؟ دوسرے نے کہا نر کھجور کے خوشہ کے غلاف میں ذروان کنویں کے اندر جو پتھر رکھا ہوا ہے اس کے نیچے رکھے ہوئے ہیں۔ حضرت عائشہؓ فرماتی ہیں حضورؐ اس کنویں پر تشریف لے گئے اور یہ چیزیں اس میں سے نکالیں اور فرمایا یہ کنواں وہی ہے جو مجھے خواب میں دکھایا گیا ہے۔ اس کنویں کا پانی ایسا سرخ تھا جیسے مہندی والے برتن کو دھونے کے بعد پانی کا رنگ لال ہوتا ہے اور اس کنویں کے کھجوروں کے درخت ایسے وحشت ناک تھے کہ جیسے شیطانوں کے سر ہوں میں نے حضورؐ سے عرض کیا یہ چیزیں آپ نے لوگوں کو کیوں نہ دکھادیں؟ انہیں دفن کیوں کر دیا؟ حضورؐ نے فرمایا اللہ نے مجھے تو (جادو سے) شفا عطا فرمادی ہے اور میں کسی کے خلاف شر و فتنہ کھڑا کرنا نہیں چاہتا۔[۳] امام احمد کی دوسری روایت میں یہ ہے کہ حضرت عائشہؓ فرماتی

۱۔ عند البخاری کذافی التفسیر لا بن کثیر (ج ۲ ص ۳۷۸) ۲۔ اخرجه احمد ورواه النسائی۔
۳۔ عند البخاری ورواه احمد ومسلم

ہیں کہ حضور ﷺ کا چھ ماہ تک یہ حال رہا کہ آپ کو ایسے معلوم ہوتا تھا جیسے آپ بیوی کے پاس گئے ہوں اور حالانکہ حقیقت میں گئے ہوئے ہوتے نہیں تھے پھر آپ کے پاس دو فرشتے آئے آگے اور حدیث بیان کی۔[1]

حضرت انس بن مالکؓ فرماتے ہیں کہ ایک یہودی عورت بکری کے گوشت میں زہر ملا کر حضور ﷺ کے پاس لائی۔ حضورؐ نے اس میں سے کچھ نوش فرمایا (تو آپ کو پتہ چل گیا) اس عورت کو آپ کی خدمت میں لایا گیا۔ حضورؐ نے اس سے اس زہر ملانے کے بارے میں پوچھا تو اس عورت نے صاف کہا میں آپ کو قتل کرنا چاہتی تھی۔ حضورؐ نے فرمایا اللہ تعالیٰ میرے خلاف تمہارے اس منصوبہ کو ہرگز کامیاب کرنے والے نہیں۔ حضرت انسؓ فرماتے ہیں میں زندگی بھر حضور ﷺ کے گلے کے کوے پر اس زہر کا اثر دیکھتا رہا۔[2] حضرت ابو ہریرہؓ فرماتے ہیں کہ ایک یہودی عورت نے بکری کے گوشت میں زہر ملا کر حضورؐ کی خدمت میں بطور دعوت بھیجا (اس میں سے کچھ کھانے کے بعد) حضورؐ نے اپنے صحابہؓ سے فرمایا رک جاؤ اس گوشت میں زہر ملا ہوا ہے۔ حضورؐ نے اس یہودی عورت سے پوچھا کہ تم نے ایسا کیوں کیا؟ اس عورت نے کہا میں یہ معلوم کرنا چاہتی تھی کہ اگر آپ سچے نبی ہیں تو اللہ آپ کو بتا دیں گے (کہ اس میں زہر ہے چنانچہ ایسا ہی ہوا) اور اگر آپ جھوٹے ہیں تو آپ زہر سے ہلاک ہو جائیں گے اور لوگوں کی جان آپ سے چھوٹ جائے (نعوذ باللّٰہ من ذلک) یہ سن کر حضور نے اسے کچھ نہ کہا۔[3] امام احمد حضرت ابو ہریرہؓ والی اس حدیث جیسی حدیث حضرت ابن عباسؓ سے نقل کرتے ہیں۔ اس میں یہ مضمون بھی ہے کہ جب بھی حضورؐ کو اس زہر کی وجہ سے جسم میں تکلیف محسوس ہوا کرتی تو آپؐ سینگی لگواتے چنانچہ ایک مرتبہ سفر میں آپؐ تشریف لے گئے اور آپؐ نے احرام باندھا اور آپؐ کو اس زہر کا اثر محسوس ہوا تو آپؐ نے سینگی لگوائی۔[4]

حضرت جابرؓ فرماتے ہیں کہ خیبر کی ایک یہودی عورت نے ایک بکری کو بھونا اور پھر اس میں زہر ملایا اور پھر حضور ﷺ کی خدمت میں اسے بھیجا۔ حضور ﷺ نے اس کی دستی کو لیا اور اس میں سے نوش فرمانے لگے اور آپؐ کے ساتھ چند صحابہؓ نے بھی اس کا گوشت کھایا پھر حضورؐ نے ان سے فرمایا اپنے ہاتھ روک لو۔ حضورؐ نے آدمی بھیج کر اس عورت کو بلایا اور اس سے فرمایا کیا تم نے اس بکری میں زہر ملایا ہے؟ اس یہودی عورت نے کہا آپ کو یہ بات کس نے بتائی ہے؟ حضورؐ نے فرمایا یہ دستی کا ٹکڑا جو میرے ہاتھ میں ہے اس نے مجھے بتایا ہے اس

۱۔ کذافی التفسیر لابن کثیر (ج ٤ ص ٥٧٤)　　۲۔ اخرجه الشیخان

۳۔ عند البیهقی ورواه ابو داؤد نحوه واحمد والبخاری عن ابی هریرة مطولا

٤۔ عند احمد تفرد به احمد واسناده حسن

عورت نے کہا میں نے سوچا کہ اگر آپ سچے نبی ہوں تو یہ زہریلی بکری آپ کا نقصان نہیں کر سکے گی اور اگر آپ نبی نہیں تو ہماری جان آپ سے چھوٹ جائے گی۔ حضورؐ نے اس عورت کو معاف کر دیا اسے سزا نہ دی اور جن صحابہؓ نے اس بکری کا گوشت کھایا تھا ان میں سے بعض کا انتقال ہو گیا اور اس زہریلی بکری کا جو گوشت آپ نے کھایا تھا اس کی وجہ سے آپؐ نے اپنے کندھے پر سینگی لگوائی۔ حضرت ابو ہند رضی اللہ عنہ نے آپ کو سینگ اور چھری سے سینگی لگائی۔ حضرت ابو ہند انصار کے قبیلہ بنو بیاضہ کے آزاد کردہ غلام تھے۔ ایک روایت میں ہے کہ انتقال کرنے والے صحابی حضرت بشر بن براء رضی اللہ عنہ تھے اور حضورؐ کے فرمانے پر اس عورت کو قتل کر دیا گیا۔[۱] حضرت مروان بن عثمان بن ابی سعید بن معلیٰ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ مرض الوفات میں حضور ﷺ کے پاس حضرت بشر بن براء بن معرور کی بہن آئیں تو حضورؐ نے ان کو فرمایا اے ام بشر! میں نے تمہارے بھائی کے ساتھ جو بکری کا گوشت خیبر میں کھایا تھا اس کی وجہ سے مجھے اس وقت اپنے دل کی رگ کٹتی ہوئی محسوس ہوتی ہے اور تمام مسلمان یہ سمجھ رہے تھے کہ جیسے اللہ تعالیٰ نے حضورؐ کو نبوت سے نوازا ہے ایسے ہی اللہ تعالیٰ نے حضورؐ کی شہادت کا مرتبہ بھی عطا فرمایا ہے۔[۲]

حضرت جعدہ بن خالد بن صمہ جشمی رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ حضور ﷺ نے ایک موٹے آدمی کو دیکھا تو ہاتھ سے اس کے پیٹ کی طرف اشارہ کرتے ہوئے فرمایا اگر یہ (مال) اس جگہ کے علاوہ کسی اور جگہ ہوتا تو تمہارے لئے بہتر تھا پھر حضورؐ کے پاس ایک آدمی لایا گیا اور صحابہ نے بتایا کہ یہ آدمی آپ کو (نعوذ باللّٰه من ذلك) قتل کرنا چاہتا تھا۔ حضورؐ نے اس سے فرمایا ڈرو مت اگر تمہارا ارادہ تھا تو اللہ نے تمہیں اس میں کامیاب نہیں ہونے دیا۔[۳]

حضرت انسؓ فرماتے ہیں صلح حدیبیہ کے موقع پر مکہ کے اسی آدمی ہتھیار لے کر حضور ﷺ کو قتل کرنا چاہتے تھے۔ حضورؐ نے ان کے خلاف بد دعا کی تو وہ سب پکڑے گئے حضرت عفان راوی کہتے ہیں کہ حضورؐ نے ان کو معاف فرما دیا اور یہ آیت نازل ہوئی وَهُوَ الَّذِیْ كَفَّ اَيْدِيَهُمْ عَنْكُمْ وَاَيْدِيَكُمْ عَنْهُمْ بِبَطْنِ مَكَّةَ مِنْ بَعْدِ اَنْ اَظْفَرَكُمْ عَلَيْهِمْ (سورۃ الفتح آیت ۲۴)

ترجمہ:۔ "اور وہ ایسا ہے اس نے ان کے ہاتھ تم سے (یعنی تمہارے قتل سے) اور تمہارے ہاتھ ان (کے قتل) سے عین مکہ (کے قرب) میں روک دیئے بعد اس کے کہ تم کو

۱۔ عند ابی داؤد اخرجه ابو داؤد عن ابی سلمه رضی الله عنه نحو حدیث جابر
۲۔ عند ابن اسحاق وهكذا ذكر موسى بن عقبة عن الزهري عن جابر انتهى من البداية (ج ٤ ص ٢٠٨)
۳۔ اخرجه احمد قال الهيثمي (ج ٢ ص ٢٥) اخرجه احمد والطبرانى بسند صحيح .ا ه.

ان پر قابو دے دیا تھا''[۱] یہی قصہ حضرت عبداللہ بن مغفل رضی اللہ عنہ اور زیادہ تفصیل سے بیان کرتے ہیں اس میں یہ ہے کہ ہم لوگ حدیبیہ میں اسی طرح ٹھہرے ہوئے تھے کہ اچانک ہتھیار لگائے ہوئے تیس نوجوان ظاہر ہوئے وہ ہم پر حملہ کرنا چاہتے تھے۔ حضور ﷺ نے ان کے لئے بد دعا فرمائی تو اللہ تعالیٰ نے ان کی سننے کی طاقت ختم کر دی اس لئے وہ کچھ کر نہ سکے چنانچہ ہم لوگوں نے کھڑے ہو کر ان کو پکڑ لیا۔ حضورؐ نے ان سے پوچھا کیا تم لوگ کسی کی ذمہ داری پر آئے ہو؟ یا کسی نے تمہیں امن دیا ہے؟ ان لوگوں نے کہا نہیں۔ حضورؐ نے انہیں چھوڑ دیا اس پر اللہ تعالیٰ نے یہ آیت نازل فرمائی وَهُوَ الَّذِیْ كَفَّ [۲]

حضرت ابو ہریرہؓ فرماتے ہیں حضرت طفیل بن عمرو دوسیؓ نے حضور ﷺ کی خدمت میں حاضر ہو کر عرض کیا (میرے قبیلہ) دوس نے (میری دعوت) نہیں مانی اور (اسلام قبول کرنے سے) انکار کر دیا اس لئے آپ ان کے خلاف بد دعا کر دیں حضورؐ نے قبلہ کی طرف منہ کر کے ہاتھ اٹھائے لوگوں نے کہا اب تو قبیلہ دوس والے ہلاک ہو گئے (کیونکہ حضورؐ ان کے لئے بد دعا فرمانے لگے ہیں) لیکن حضورؐ نے یہ دعا فرمائی۔ اے اللہ! دوس کو ہدایت نصیب فرما اور انہیں یہاں لے آ۔ اے اللہ! دوس کو ہدایت نصیب فرما اور انہیں یہاں لے آ چنانچہ حضرت طفیل واپس گئے اور خیبر کے موقع پر دوس کے ستر اسی گھرانے مسلمان کر کے لے آئے۔[۳]

نبی کریم ﷺ کے صحابہؓ کی بردباری

حضرت ابو زعراءؒ فرماتے ہیں کہ حضرت علی بن ابی طالبؓ فرمایا کرتے تھے کہ میں، میری پاکیزہ بیویاں اور میری نیک اولاد بچپن میں سب سے زیادہ بردبار تھی اور بڑے ہو کر سب سے زیادہ علم والی بن گئی ہمارے ذریعہ سے اللہ تعالیٰ جھوٹ اور غلط بات کو دور کرتا ہے اور ہمارے ذریعہ سے باؤلے بھیڑیے کے دانتوں کو توڑتا ہے اور جو چیزیں تم سے زبردستی چھینی جاتی ہیں وہ ہمارے ذریعہ سے باؤلے بھیڑیے کے دانتوں کو توڑتا اور جو چیزیں تم گردن کی (غلامی کی) رسیاں کھولتا ہے اور ہمارے ذریعہ سے اللہ شروع کراتا ہے اور اختتام کو پہنچاتا ہے[۴] اور حضرت سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ کا یہ فرمان گزر چکا ہے کہ میں نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ سے زیادہ حاضر دماغ، زیادہ عقلمند، زیادہ علم رکھنے والا اور زیادہ بردبار کوئی نہیں دیکھا۔[۵]

۱۔ اخرجه احمد ورواه مسلم وابو داؤد والترمذی والنسائی ۲۔ اخرجه احمد ایضا والنسائی كذافی التفسیر لابن كثیر (ج ٤ ص ١٩٢) ۳۔ اخرجه الشیخان
٤۔ اخرجه عبدالغنی بن سعید فی ایضاح الاشكال كذافی المنتخب الكنز (ج ٥ ص ٥٠)
٥۔ اخرجه ابن سعد فی مشاورة اهل الرای (ج ١ ص ٤٠٠)

شفقت اور مہربانی

نبی کریم ﷺ کی شفقت

حضرت انسؓ فرماتے ہیں کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا میں بعض دفعہ نماز شروع کرتا ہوں اور میرا خیال یہ ہوتا ہے کہ میں نماز ذرا لمبی پڑھاؤں گا لیکن میں نماز میں کسی بچے کے رونے کی آواز سن لیتا ہوں تو نماز مختصر کر دیتا ہوں کیونکہ مجھے پتہ ہے کہ بچہ رونے سے اس کی ماں پریشان ہوگی۔[1]

حضرت انسؓ فرماتے ہیں کہ ایک آدمی نے حضور ﷺ سے پوچھا کہ میرا باپ کہاں ہے؟ حضورؐ نے فرمایا دوزخ میں۔ جب حضورؐ نے اس جواب پر اس کے چہرے پر ناگواری کا اثر دیکھا تو فرمایا میرا باپ اور تیرا باپ دونوں دوزخ میں ہیں۔ (بہتر یہی ہے کہ حضور ﷺ کے والدین کے جنتی یا دوزخی ہونے کے بارے میں خاموشی اختیار کی جائے کیونکہ بعض روایات میں ان کے جنتی ہونے کا ذکر ہے اور بعض روایات میں یہ ہے کہ قیامت کے دن ان کا امتحان لیا جائے گا اللہ تعالیٰ ہی بہتر جانتے ہیں)[2]

حضرت ابو ہریرہؓ فرماتے ہیں کہ ایک دیہاتی حضور ﷺ کی خدمت میں خون بہا ادا کرنے میں مدد لینے آیا۔ حضورؐ نے اسے کچھ دے دیا۔ پھر حضورؐ نے اس سے پوچھا کیا میں نے تم پر احسان کر دیا؟ اس دیہاتی نے کہا نہ آپ نے احسان کیا اور نہ اچھا سلوک کیا۔ کچھ مسلمانوں کو اس کی اس بات پر غصہ آگیا اور انہوں نے کھڑے ہو کر اسے مارنا چاہا تو حضورؐ نے انہیں اشارہ سے فرمایا کہ رک جاؤ۔ جب حضورؐ وہاں سے کھڑے ہو کر اپنے گھر پہنچے تو اس دیہاتی کو گھر بلا کر فرمایا تم ہمارے پاس کچھ لینے آئے تھے ہم نے تم کو (وہاں صحابہؓ کے سامنے) کچھ دیا جس پر تم نے کچھ نازیبا بات کہہ دی اس کے بعد حضورؐ نے اس دیہاتی کو کچھ اور دیا اور اس سے پوچھا اب تو میں نے تم پر احسان کر دیا اس دیہاتی نے کہا ہاں۔ اللہ تعالیٰ آپ کو میرے گھر والوں اور میرے خاندان کی طرف سے جزائے خیر عطا فرمائے۔ حضورؐ نے فرمایا تم ہمارے پاس آئے تھے اور تم نے مانگا ہم نے تمہیں کچھ دیا لیکن تم نے اس پر نامناسب بات کہہ دی جس کی وجہ سے میرے صحابہؓ کے دل میں تمہارے اوپر غصہ آگیا لہٰذا اب تم ان کے سامنے وہ بات کہہ دینا جو تم نے اب میرے سامنے کہی ہے تاکہ ان کا غصہ جاتا رہے اس نے کہا بہت اچھا چنانچہ جب وہ دیہاتی صحابہؓ کے پاس واپس پہنچا تو حضورؐ نے فرمایا تمہارا یہ ساتھی ہمارے پاس آیا تھا اور اس

۱۔ اخرجه الشیخان کذافی صفة الصفوة (ص ٦٦)

۲۔ اخرجه مسلم انفرد باخراجه مسلم کذافی صفة الصفوة (ج ۱ ص ٦٦)

نے کچھ مانگا تھا جس پر ہم نے اسے کچھ دیا تھا لیکن اس پر اس نے نامناسب بات کہی تھی اب ہم نے اسے گھر بلا کر کچھ اور دیا ہے جس پر اس نے کہا کہ اب وہ راضی ہو گیا ہے کیوں اے دیہاتی بات ایسے ہی ہے نا؟ اس دیہاتی نے کہا جی ہاں اللہ تعالیٰ آپ کو میرے گھر والوں اور میرے خاندان کی طرف سے جزائے خیر عطا فرمائے پھر حضورؐ نے فرمایا میری اور اس دیہاتی کی مثال اس آدمی جیسی ہے جس کی ایک اونٹنی تھی جو بدک گئی لوگ اس کے پیچھے لگ گئے اس سے وہ اور زیادہ بھاگنے لگی اونٹنی والے نے لوگوں سے کہا تم لوگ اس کا پیچھا چھوڑ دو میں اسے پکڑ لوں گا۔ چنانچہ وہ اونٹنی کی طرف چل پڑا اور زمین پر کھڑا ہوا کھجور کا بیکار خوشہ لیکر اسے بلاتا رہا یہاں تک کہ وہ آگئی اور مان گئی۔ آخر اس نے اس پر کجاوہ کسا اور اس پر بیٹھ گیا اس نے پہلے جو بات کہی تھی اس پر اگر میں تمہاری بات مان کر اسے سزا دے دیتا تو یہ دوزخ میں داخل ہو جاتا۔[1]

نبی کریم ﷺ کے صحابہؓ کی شفقت

حضرت اصمعیؒ کہتے ہیں لوگوں نے حضرت عبدالرحمٰن بن عوف رضی اللہ عنہ سے کہا کہ آپ حضرت عمر بن خطابؓ سے بات کریں کہ وہ لوگوں کے ساتھ نرمی اختیار کریں اس وقت تو ان کے رعب کا یہ حال ہے کہ کنواری لڑکیاں بھی اپنے پردے میں ان سے ڈرتی ہیں۔ حضرت عبدالرحمٰن نے جا کر حضرت عمرؓ سے یہ بات کی تو حضرت عمرؓ نے فرمایا میں تو ان کے ساتھ ایسے ہی پیش آؤں گا کیونکہ اگر ان کو پتہ چل جائے کہ میرے دل میں ان لوگوں کے لئے کتنی مہربانی، شفقت اور نرمی ہے تو یہ میرے کندھے سے کپڑے اتار لیں۔[2]

شرم و حیاء

نبی کریم ﷺ کی حیاء

حضرت ابو سعید رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ کنواری لڑکی اپنے پردے میں جتنی شرم و حیاء والی ہوتی ہے۔ حضور ﷺ اس سے زیادہ حیاء والے تھے اور جب حضور کو کوئی بات ناگوار ہوتی تھی تو آپؐ کے چہرے سے اس ناگواری کا صاف پتہ چل جاتا تھا۔[3]

۱۔ اخرجه البزار قال البزار لا نعلمه يروى الا من هذا الوجه قلت وهو ضعيف بحال ابراهيم بن الحكم بن ابان كذافي التفسير لا بن كثير (ج۲ص ٤٠٤) واخرجه ايضا ابن حبان في صحيحه وابو الشيخ وابن الجوزى في الوفاء كما قال الخفاجى (ج ۲ ص ۷۸) ۲۔ اخرجه الدينورى كذافي المنتخب الكنز (ج ٤ ص ٤١٦) ۳۔ اخرجه البخارى ورواه مسلم كذافي البداية (ج ٦ ص ٣٦) والترمذى في الشمائل (ص ٢٦) وابن سعد (ج ١ ص ٩٢) واخرجه الطبرانى عن عمران بن حصين نحوه قال الهيثمى (ج ٩ ص ١٧) رواه الطبرانى با سنادين ورجال احد هما رجال الصحيح .اه

حضرت انس رضی اللہ عنہ سے بھی ایسی حدیث منقول ہے اور اس میں یہ بھی ہے کہ حضور ﷺ نے فرمایا کہ حیاء تو ساری کی ساری خیر ہی خیر ہے[1] حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ نبی کریم ﷺ نے ایک آدمی پر زرد رنگ دیکھا جو آپ کو برا محسوس ہوا جب وہ آدمی اٹھ کر چلا گیا تو آپؐ نے فرمایا اگر تم لوگ اسے یہ کہہ دو کہ وہ زرد رنگ دھوڈالے تو بہت اچھا ہو آپ کی اکثر عادت شریفہ یہ تھی کہ جب کسی کی کوئی چیز ناگوار ہوتی تھی تو آپؐ اس آدمی کے منہ پر براہ راست نہ کہا کرتے۔[2]

حضرت عائشہؓ فرماتی ہیں جب حضور ﷺ کو کسی آدمی کے کسی عیب کی خبر پہنچتی تو اس آدمی کا نام لے کر یوں نہ فرماتے کہ فلاں کو کیا ہو گیا کہ وہ یوں کہتا ہے بلکہ یوں فرماتے کہ لوگوں کو کیا ہو گیا ہے کہ وہ یوں اور یوں کہتے ہیں۔[3]

حضرت عائشہؓ کے آزاد کردہ ایک غلام کہتے ہیں کہ حضرت عائشہؓ نے فرمایا کہ میں نے (حیاء کی وجہ سے) حضور ﷺ کی شرم کی جگہ کبھی نہیں دیکھی۔[4]

نبی کریم ﷺ کے صحابہؓ کی حیاء

حضرت سعید بن عاص رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ نبی کریم ﷺ کی زوجہ محترمہ حضرت عائشہؓ اور حضرت عثمانؓ دونوں نے ان سے یہ واقعہ بیان کیا کہ حضورؐ حضرت عائشہؓ کی چادر اوڑھے ہوئے اپنے بستر پر لیٹے ہوئے تھے کہ اتنے میں حضرت ابو بکرؓ نے اجازت مانگی۔ حضورؐ نے اجازت دے دی اور آپؐ اسی طرح لیٹے رہے اور وہ اپنی ضرورت کی بات کر کے چلے گئے پھر حضرت عمرؓ نے اجازت مانگی حضورؐ نے انہیں بھی اجازت دے دی اور آپؐ اسی طرح لیٹے رہے اور وہ اپنی ضرورت کی بات کر کے چلے گئے۔ حضرت عثمانؓ فرماتے ہیں پھر میں نے اجازت مانگی تو آپؐ اٹھ کر بیٹھ گئے اور حضرت عائشہؓ سے فرمایا کہ تم بھی اپنے کپڑے ٹھیک کر لو (پھر مجھے اجازت دی) میں بھی اپنی ضرورت کی بات کر کے چلا گیا تو حضرت عائشہؓ نے عرض کیا یا رسول اللہ! کیا بات ہے آپؐ نے حضرت عثمانؓ کے آنے پر جتنا اہتمام کیا اتنا حضرت ابو بکرؓ اور حضرت عمرؓ کے آنے پر نہیں کیا؟ حضورؐ نے فرمایا عثمان بہت ہی حیاء والے آدمی ہیں تو مجھے ڈر ہوا کہ اگر میں انہیں اسی حالت میں اجازت دے دوں گا تو وہ اپنی ضرورت کی بات

١۔ اخرجه البزار قال الهيثمی (ج ٩ ص ١٧) رجاله رجال الصحيح غير محمد بن عمر المقدمی وهو ثقة ٢۔ اخرجه احمد ورواه ابو داؤد والترمذی فی الشمائل والنسائی فی اليوم والليلة
٣۔ عند ابی داؤد كذا فی البداية (ج ٦ ص ٣٨)
٤۔ اخرجه الترمذی فی الشمائل (ص ٢٦) عن موسی بن عبدالله بن يزيد الخطمی

کہہ نہ سکیں گے اس حدیث کے بہت سے راوی یہ بھی روایت کرتے ہیں کہ حضورؐ نے حضرت عائشہؓ سے فرمایا کیا میں اس سے حیاء نہ کروں جس سے فرشتے حیاء کرتے ہیں۔[1]

حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ ایک مرتبہ حضور ﷺ (گھر میں) بیٹھے ہوئے تھے اور حضرت عائشہؓ آپؐ کے پیچھے بیٹھی ہوئی تھیں کہ اتنے میں حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ اجازت لے کر اندر آئے۔ پھر حضرت عمرؓ اجازت لے کر اندر آئے پھر حضرت سعد بن مالکؓ اجازت لے کر اندر آئے پھر حضرت عثمانؓ اجازت لے کر اندر آئے حضورؐ باتیں کر رہے تھے اور حضورؐ کے گھٹنے کھلے ہوئے تھے (باقی پر کپڑا ڈال دیا اور اپنی زوجہ محترمہ (حضرت عائشہؓ) سے فرمایا کہ ذرا پیچھے ہٹ کر بیٹھ جاؤ یہ حضرات حضورؐ سے کچھ دیر بات کر کے چلے گئے تو حضرت عائشہؓ نے عرض کیا یا نبی اللہ! میرے والد اور دوسرے صحابہؓ اندر آئے تو آپؐ نے نہ تو گھٹنے پر اپنا کپڑا ٹھیک کیا اور نہ مجھے پیچھے ہونے کو کہا۔ حضورؐ نے فرمایا کیا میں اس آدمی سے حیاء نہ کروں جس سے فرشتے حیاء کرتے ہیں اس ذات کی قسم جس کے قبضہ میں میری جان ہے! فرشتے عثمان سے ایسے ہی حیاء کرتے ہیں جیسے اللہ اور رسول سے کرتے ہیں اگر وہ اندر آتے اور تم میرے پاس بیٹھی ہوتیں تو وہ نہ تو بات کر سکتے اور نہ واپس جانے تک سر اٹھا سکتے۔[2]

حضرت حسنؓ نے حضرت عثمانؓ کے بہت زیادہ باحیا ہونے کا تذکرہ کرتے ہوئے فرمایا کہ بعض دفعہ حضرت عثمان گھر میں ہوتے اور دروازہ بھی بند ہوتا لیکن پھر بھی غسل کے لئے اپنے کپڑے نہ اتار سکتے اور وہ اتنے شرمیلے تھے کہ (غسل کے بعد) جب تک وہ کپڑے سے ستر نہ چھپا لیتے کمر سیدھی نہ کر سکتے یعنی سیدھے کھڑے نہ ہو سکتے۔[3]

حضرت عائشہؓ فرماتی ہیں کہ حضرت ابو بکر صدیقؓ نے فرمایا تم لوگ اللہ سے حیاء کرو کیونکہ میں بیت الخلاء میں جاتا ہوں تو اللہ سے شرما کر اپنے سر کو ڈھک لیتا ہوں۔[4]

حضرت سعد بن مسعودؓ اور حضرت عمارہ بن غراب حصیبیؒ فرماتے ہیں کہ حضرت عثمانؓ بن مظعون رضی اللہ عنہ نے حضور ﷺ کی خدمت میں حاضر ہو کر عرض کیا یا رسول اللہ! مجھے

۱ـ اخرجه احمد ورواه مسلم وابو يعلى عن عائشه ورواه احمد من آخر عن عائشه بنحوه واحمد والحسن من عزمته عن حفصة رضى الله عنها مثل حديث عائشة

۲ـ عند الطبراني هذا حديث غريب من هذا الوجه وفيه زيادة على ماقبله وفي سنده ضعف كذافي البداية (ج ۷ص ۲۰۳و ۲۰۴) وحديث حفصة رضى الله عنها اخرجه الطبراني فى الكبير و الاوسط مطولا وابو يعلى با ختصار كثير واسناده حسن كما قال الهيثمي (ج ۹ص ۸۲) وحديث ابن عمر اخرجه ايضا ابو يعلى نحوه وفيه ابراهيم بن عمر بن ابان وهو ضعيف كما قال الهيثمي (ج ۹ص ۸۲) ۳ـ اخرجه احمد (ج ۱ص ۷۳) قال الهيثمي (ج ۹ص ۸۲) رواه احمد ورجاله ثقات. اه ورواه ابو نعيم فى الحلية (ج ۱ص ۵۶)مثله ۴ـ اخرجه سفيان كذافي الكنز (ج ۲ص ۱۴۴)

یہ بات بالکل پسند نہیں ہے کہ میری بیوی میرے ستر کو دیکھے حضورؐ نے فرمایا کیوں ؟ انہوں نے کہا مجھے اس سے شرم آتی ہے اور مجھے بہت برا لگتا ہے۔ حضور ﷺ نے فرمایا اللہ تعالیٰ نے بیوی کو تمہارا لباس اور تمہیں اس کا لباس بنایا ہے اور (بعض دفعہ) میرے گھر والے میرا ستر اور میں ان کا ستر دیکھ لیتا ہوں۔ حضرت عثمانؓ نے کہا یا رسول اللہ! آپ ایسا کر لیتے ہیں ؟ حضور ﷺ نے فرمایا ہاں حضرت عثمانؓ نے کہا پھر آپ کے بعد کون ہو سکتا ہے ؟ (جس کا ہر کام میں اتباع کیا جائے ایسے تو آپ ہی ہیں) جب حضرت عثمانؓ چلے گئے تو حضور ﷺ نے فرمایا کہ ابن مظعون تو بہت زیادہ حیا، پاکدامن اور ستر چھپا کر رکھنے والے ہیں۔[1]

حضرت ابو مجلزؒ کہتے ہیں کہ حضرت ابو موسیٰؓ نے فرمایا کہ میں تاریک کمرے میں غسل کرتا ہوں تو میں اللہ سے شرم کی وجہ سے جب تک اپنے کپڑے پہن نہ لوں اس وقت تک اپنی کمر سیدھی کر کے کھڑا نہیں ہو سکتا۔[2]

حضرت قتادہؒ فرماتے ہیں کہ حضرت ابو موسیٰؓ جب کسی تاریک کمرے میں غسل کر لیتے تو سیدھے کھڑے نہ ہوتے بلکہ کمر جھکا کر کبڑے بن کر چلتے اور کپڑے لے کر پہن لیتے (پھر سیدھے ہوتے)[3] حضرت انسؓ فرماتے ہیں کہ حضرت ابو موسیٰؓ جب سویا کرتے تو اس ڈر سے کپڑے پہنے رہتے کہ کہیں سوتے میں ان کا ستر نہ کھل جائے[4] حضرت عبادہ بن نسیؒ کہتے ہیں کہ حضرت ابو موسیٰؓ نے کچھ لوگوں کو دیکھا کہ لنگی باندھے بغیر پانی میں کھڑے ہیں تو فرمایا میں مر جاؤں پھر مجھے زندہ کیا جائے پھر مر جاؤں پھر مجھے زندہ کیا جائے پھر مر جاؤں پھر مجھے زندہ کیا جائے۔ یہ مجھے اس سے زیادہ پسند ہے کہ میں ان کی طرح کروں۔[5]

حضرت اشج عبدالقیس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ حضور ﷺ نے فرمایا تمہارے اندر دو خصلتیں ایسی ہیں جنہیں اللہ تعالیٰ پسند فرماتے ہیں میں نے پوچھا وہ دو خصلتیں کون سی ہیں ؟ حضور ﷺ نے فرمایا بردباری اور حیاء میں نے پوچھا یہ پہلے سے میرے اندر تھیں یا اب پیدا ہوئی ہیں ؟ حضورؐ نے فرمایا نہیں، پہلے سے تھیں میں نے کہا تمام تعریفیں اس اللہ کے لئے ہیں جس نے مجھے ایسی دو خصلتوں پر پیدا فرمایا جو اسے پسند ہیں۔[6]

۱۔ اخرجه ابن سعد (ج ۳ ص ۲۸۷) ۲۔ اخرجه ابو نعیم فی الحلیة (ج ۱ ص ۲۶۰) واخرجه ابن سعد (ج ٤ ص ۸٤) عن ابن مجلز نحوه وعن ابن سیرین مثله

۳۔ عند ابی نعیم ایضا ٤۔ عند ابی نعیم (ج ٤ ص ۸۲)

۵۔ اخرجه ایضا ابو نعیم (ج ٤ ص ۸٤)

٦۔ اخرجه ابن ابی شیبة وابو نعیم عن الشیخ کذافی منتخب الکنز (ج ۵ ص ۱٤۰)

تواضع اور عاجزی

حضور ﷺ کی تواضع

حضرت ابو ہریرہؓ فرماتے ہیں کہ ایک مرتبہ حضرت جبرائیلؑ حضور ﷺ کے پاس بیٹھے ہوئے تھے انہوں نے آسمان کی طرف دیکھا کہ آسمان سے ایک فرشتہ اتر رہا ہے تو انہوں نے کہا جب سے یہ فرشتہ پیدا ہوا ہے اس وقت سے اب تک یہ زمین پر کبھی نہیں اترا۔ جب وہ فرشتہ زمین پر اتر گیا تو اس نے کہا اے محمدؐ! آپ کے رب نے مجھے آپ کے پاس یہ پیغام دیکر بھیجا ہے کہ آپ کو بادشاہ اور نبی بناؤں یا بندہ اور رسول؟ حضرت جبرائیلؑ نے کہا اے محمدؐ! آپ اپنے رب کے سامنے تواضع اختیار کریں تو حضورؐ نے فرمایا میں بندہ اور رسول بننا چاہتا ہوں۔[1] حضرت عائشہؓ اس حدیث کو بیان کر کے آخر میں فرماتی ہیں کہ اس کے بعد حضورؐ نے کبھی ٹیک لگا کر کھانا نہیں کھایا۔ فرماتے تھے کہ میں ایسے کھاتا ہوں جیسے غلام کھاتا ہے اور ایسے بیٹھتا ہوں جیسے غلام بیٹھتا ہے۔[2] مال واپس کرنے کے باب میں طبرانی وغیرہ کی روایت سے حضرت ابن عباسؓ کی اسی کے ہم معنی حدیث گزر چکی ہے۔

حضرت ابو غالبؒ کہتے ہیں کہ میں نے حضرت ابو امامہؓ کی خدمت میں عرض کیا کہ آپ ہمیں ایسی حدیث سنائیں جو آپ نے حضور ﷺ سے سنی ہو۔ فرمایا حضورؐ کی ساری گفتگو قرآن (کے مطابق) ہوتی تھی آپ اللہ کا ذکر کثرت سے کرتے تھے اور بیان مختصر کرتے تھے نماز لمبی پڑھتے تھے۔ آپ ناک نہیں چڑھاتے تھے اور اس سے تکبر محسوس نہیں فرماتے تھے کہ مسکین اور کمزور آدمی کے ساتھ جا کر اس کی ضرورت پوری کر کے ہی آئیں۔[3]

حضرت انسؓ فرماتے ہیں کہ حضور ﷺ اللہ کا ذکر کثرت سے کرتے تھے اور لغو بیکار بات بالکل نہ فرماتے تھے گدھے پر سوار ہو جاتے تھے اور اون کا کپڑا پہن لیتے تھے اور غلام کی دعوت قبول فرما لیتے تھے اور اگر تم غزوہ خیبر کے دن حضورؐ کو دیکھتے کہ گدھے پر سوار ہیں جس کی لگام کھجور کی چھال کی بنی ہوئی تھی تو عجیب منظر دیکھتے ترمذی میں حضرت انسؓ کی روایت میں یہ بھی ہے کہ حضورؐ بیمار کی عیادت فرماتے تھے اور جنازہ میں شرکت فرماتے تھے۔[4]

۱۔ اخرجه احمد قال الهيثمي (ج ۹ ص ۱۹) رواه احمد والبزار وابو يعلى ورجال الاولين رجال الصحيح ورواه ابو يعلى باسناد حسن ۲۔ كما قال الهيثمي عن عائشة رضي الله عنها بمعناه مع زيادة في اوله ۳۔ اخرجه الطبراني واسناده حسن كما قال الهيثمي (ج ۹ ص ۲۰) واخرجه البيهقي والنسائي عن عبدالله بن ابي ادنى رضي الله عنه نحوه كما في البداية (ج ۶ ص ۴۵)

۴۔ اخرجه الطيالسي وفي الترمذي وابن ماجه عن انس بعض ذالك كذافي البداية (ج ۶ ص ۴۵) واخرجه ابن سعد (ج ۱ ص ۹۵) عن انس بطوله

حضرت ابو موسیٰؓ فرماتے ہیں کہ حضور ﷺ گدھے پر سوار ہوتے تھے اور اون پہنتے تھے اور بکری کی ٹانگوں کو قابو کر کے اس کا دودھ نکالتے اور مہمان کی خاطر مدارات خود کرتے۔[1]
حضرت ابن عباسؓ فرماتے ہیں کہ حضور ﷺ زمین پر بیٹھا کرتے تھے، زمین پر کھایا کرتے تھے اور بکری کی ٹانگ باندھ کر دودھ نکالا کرتے تھے اور کوئی غلام جو کی روٹی کی دعوت کیا کرتا تو اسے بھی قبول فرما لیا کرتے تھے۔[2] حضرت ابن عباسؓ فرماتے ہیں کہ (مدینہ سے باہر کی آبادی) عوالی کا کوئی آدمی حضور ﷺ کو آدھی رات کے وقت جو کی روٹی پر بلاتا تو بھی آپ اسے قبول فرمالیتے۔[3]

حضرت انسؓ فرماتے ہیں کہ حضور ﷺ کو کوئی آدمی جو کی روٹی اور بدذائقہ چربی کی دعوت دیتا تو آپؐ اسے قبول فرمالیا کرتے (اور اپنا سب کچھ دوسروں پر خرچ کرنے کا یہ عالم تھا کہ) آپ کی ایک زرہ ایک یہودی کے پاس رہن رکھی ہوئی تھی اور انتقال تک آپ کے پاس اتنا مال جمع نہ ہو سکا کہ جسے دے کر آپ اس زرہ کو یہودی سے چھڑا لیتے۔[4] حضرت عمر بن خطابؓ فرماتے ہیں ایک آدمی نے نبی کریم ﷺ کو تین مرتبہ آواز دی حضورؐ ہر مرتبہ جواب میں لبیک لبیک فرماتے۔[5]

حضرت ابو امامہؓ فرماتے ہیں کہ ایک عورت مردوں سے بے حیائی کی باتیں کیا کرتی تھی اور بہت بے باک اور بدکلام تھی ایک مرتبہ وہ حضورؐ کے پاس سے گزری۔ حضورؐ ایک اونچی جگہ پر بیٹھے ہوئے ثرید کھا رہے تھے اس پر اس عورت نے کہا انہیں دیکھو ایسے بیٹھے ہوئے ہیں جیسے غلام بیٹھتا ہے ایسے کھا رہے ہیں جیسے غلام کھاتا ہے یہ سن کر حضورؐ نے فرمایا کونسا بندہ مجھ سے زیادہ بندگی اختیار کرنے والا ہوگا؟ پھر اس عورت نے کہا یہ خود کھا رہے ہیں اور مجھے نہیں کھلا رہے ہیں حضورؐ نے فرمایا تو بھی کھالے۔ اس نے کہا مجھے اپنے ہاتھ سے عطا فرمائیں۔ حضورؐ نے اسے دیا تو اس نے کہا جو آپ کے منہ میں ہے اس میں سے دیں۔ حضورؐ نے اس میں سے دیا جسے اس نے کھالیا (اس کھانے کی برکت سے) سے اس پر شرم و حیاء غالب آگئی اور اس کے

۱۔ اخرجه البيهقي وهذا غريب من هذه الوجه ولم يخرجوه اسناده جيد كذافي البداية (ج ٦ ص ٤٥) واخرجه الطبراني عن ابي موسى مثله ورجاله رجال الصحيح كما قال الهيثمي (ج ٩ ص ٢٠)
٢۔ عند الطبراني واسناده حسن كما قال الهيثمي (ج ٩ ص ٢٠)
٣۔ عند الطبراني ايضا ورجاله ثقات كما قال الهيثمي (ج ٩ ص ٢٠)
٤۔ عند الترمذي في الشمائل (ص ٢٣)　　٥۔ اخرجه ابو يعلى قال الهيثمي (ج ٩ ص ٢٠)
رواه ابو يعلى في الكبير عن شيخه جبارة بن المغلس وثقه ابن نمير وضعفه الجمهور وبقية رجاله ثقات رجال الصحيح . انتهى واخرجه ايضا ابو نعيم في الحلية وتمام والخطيب كما في الكنز (ج ٤ ص ٤٥)

بعد اس نے اپنے انتقال تک کسی سے بے حیائی کی کوئی بات نہ کی۔[1]

حضرت جریرؓ فرماتے ہیں کہ ایک آدمی سامنے سے حضور ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوا تو اس پر کپکپی طاری ہو گئی۔ حضورؐ نے فرمایا تسلی رکھو میں بادشاہ نہیں ہوں میں قریش کی ایسی عورت کا بیٹا ہوں جو سوکھا ہوا گوشت بھی کھالیا کرتی تھی[2] حضرت ابن مسعودؓ فرماتے ہیں کہ ایک آدمی فتح مکہ کے دن حضور ﷺ سے بات کرنے لگا تو اس پر کپکپی طاری ہو گئی آگے پچھلی حدیث جیسا مضمون ہے[3] حضرت عامر بن ربیعہؓ فرماتے ہیں کہ میں حضور ﷺ کے ساتھ مسجد کی طرف نکلا آپؐ کے جوتے کا تسمہ ٹوٹ گیا میں نے ٹھیک کرنے کے لئے حضورؐ سے جوتی لے لی۔ حضورؐ نے میرے ہاتھ سے جوتی لے کر فرمایا تسمہ میرا ٹوٹا اور ٹھیک تم کرو اس سے فوقیت نظر آتی ہے اور میں دوسروں پر اپنی فوقیت پسند نہیں کرتا (بلکہ میں تو سب کے برابر بن کر رہنا چاہتا ہوں)[4]

حضرت عبداللہ بن جبیر خزاعیؓ فرماتے ہیں کہ ایک مرتبہ حضور ﷺ اپنے چند صحابہؓ کے ساتھ جا رہے تھے کسی نے کپڑے سے آپؐ پر سایہ کر دیا جب آپ کو زمین پر سایہ نظر آیا تو آپؐ نے سر اٹھا کر دیکھا تو ایک صاحب چادر سے آپؐ پر سایہ کر رہے تھے۔ حضورؐ نے فرمایا رہنے دو اور کپڑا اس سے لے کر رکھ دیا اور فرمایا میں بھی تم جیسا آدمی ہوں (اپنے لئے امتیازی سلوک نہیں چاہتا)[5]

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ حضرت عباسؓ نے فرمایا میں نے دل میں کہا معلوم نہیں حضور ﷺ مزید اور کب تک ہم میں رہیں گے یہ معلوم کرنے کے لئے حضورؐ کی خدمت میں عرض کیا یا رسول اللہ! اگر آپ سایہ کے لئے ایک چھپر بنا لیں تو بہت اچھا ہو۔ حضورؐ نے فرمایا میں تو لوگوں میں ایسے گھل مل کر رہنا چاہتا ہوں کہ یہ لوگ میری ایڑیاں روندتے رہیں اور میری چادر کھینچتے رہیں یہاں تک کہ اللہ تعالیٰ (دنیا سے اٹھا کر) مجھے ان لوگوں سے راحت دے (میں اپنے لئے الگ جگہ نہیں بنانا چاہتا)[6]

حضرت عکرمہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ حضرت عباسؓ نے فرمایا کہ میں پتہ چلاؤں گا کہ حضور ﷺ ہم میں اور کتنا رہیں گے تو میں نے عرض کیا یا رسول اللہ! میں دیکھ رہا ہوں کہ عام

۱۔ اخرجه الطبراني واسناده ضعيف كما قال الهيثمي (ج ۹ ص ۲۱)

۲۔ اخرجه الطبراني قال الهيثمي (ج ۹ ص ۲۰) وفيه من لم اعرفهم

۳۔ اخرجه البيهقي كما في البداية (ج ٤ ص ۲۹۳)

٤۔ اخرجه البزار قال الهيثمي (ج ۹ ص ۲۱) وفيه من لم اعرفه. ا ه

۵۔ اخرجه الطبراني ورجاله رجال الصحيح كما قال الهيثمي (ج ۹ ص ۲۱)

٦۔ اخرجه البزار ورجاله رجال الصحيح كما قال الهيثمي (ج ۹ ص ۲۱)

لوگوں کے ساتھ رہنے سے آپ کو تکلیف ہوتی ہے ان کا سار اگر دو غبار آپ پر آجاتا ہے اس لئے اگر آپ اپنے لئے ایک تخت بنالیں جس پر بیٹھ کر آپ لوگوں سے بات کیا کریں تو یہ بہتر ہوگا۔ حضور ﷺ نے وہی جواب دیا جو پچھلی حدیث میں گزر گیا۔ حضرت عباسؓ کہتے ہیں کہ آپؐ کے اس جواب سے میں سمجھ گیا کہ اب آپؐ ہم میں تھوڑا عرصہ ہی رہیں گے۔[1]

حضرت اسودؒ کہتے ہیں کہ میں نے حضرت عائشہؓ سے پوچھا کہ جب نبی کریم ﷺ گھر تشریف لاتے تو کیا کیا کرتے تھے؟ حضرت عائشہؓ نے فرمایا کہ گھر والوں کے کام کاج میں لگ جاتے اور جب نماز کا وقت آجاتا تو باہر تشریف لے جاتے اور نماز پڑھاتے۔[2] حضرت عروہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ ایک آدمی نے حضرت عائشہؓ سے پوچھا کہ کیا حضور ﷺ اپنے گھر میں کچھ کیا کرتے تھے؟ حضرت عائشہؓ نے فرمایا ہاں حضورؐ اپنی جوتی خود ہی گانٹھ لیا کرتے ہیں۔ حضرت عمرہؒ کہتی ہیں میں نے حضرت عائشہؓ سے پوچھا کہ حضور ﷺ اپنے گھر میں کیا کیا کرتے تھے؟ حضرت عائشہؓ نے فرمایا حضورؐ بھی انسان ہی تھے اور انسانوں کی طرح آپ اپنے کپڑوں میں سے (شبہ کی وجہ سے) جوئیں نکال لیتے تھے اور اپنی بکری کا دودھ نکالتے تھے اور اپنے کام خود کیا کرتے تھے۔[3] حضرت ابن عباسؓ فرماتے کہ حضور ﷺ اپنے وضو کا پانی کسی کے سپرد نہ فرماتے (بلکہ خود اس سے وضو فرماتے) اور جب آپ کوئی صدقہ دینا چاہتے تو خود دیتے۔[4]

حضرت جابرؓ فرماتے ہیں کہ ایک مرتبہ حضور ﷺ میری عیادت کے لئے تشریف لائے آپؐ خچر پر سوار تھے اور نہ ترکی گھوڑے پر (بلکہ پیدل تشریف لائے تھے)[5] حضرت انسؓ فرماتے ہیں کہ حضور ﷺ نے پرانے کجاوے پر حج فرمایا اور کجاوے پر ایک چادر تھی جس کی قیمت چار درہم بھی نہیں تھی اسکے باوجود آپؐ نے دعا مانگی اے اللہ مجھے ایسے حج کی توفیق عطا فرما جس میں نہ ریا ہو اور نہ شہرت۔[6]

حضرت انسؓ فرماتے ہیں کہ جب حضور ﷺ مکہ میں (فاتحانہ) داخل ہوئے تو لوگ اونچی جگہوں پر چڑھ کر حضور کو دیکھ رہے تھے لیکن تواضع اور عاجزی کی وجہ سے آپ کا سر کجاوے کو لگا ہوا تھا۔[7] حضرت انسؓ فرماتے ہیں کہ فتح مکہ کے دن جب حضور ﷺ مکہ میں داخل ہوئے

۱۔ اخرجه الدارمی کذافی جمع الفوائد (ج ۲ ص ۱۸۰) واخرجه ابن سعد (ج ۲ ص ۱۹۳) عن عکرمه نحوه ۲۔ اخرجه احمد ورواه البخاری وابن سعد (ج ۱ ص ۹۱) نحوه

۳۔ عند البیهقی ورواه الترمذی فی الشمائل کذا فی البدایة (ج ٦ ص ٤٤)

٤۔ عند القزوینی بضعف کذافی جمع الفوائد (ج ۲ ص ۱۸۰) ٥۔ اخرجه البخاری کذافی صفة الصفوة (ج ۱ ص ٦٥) ٦۔ اخرجه الترمذی فی الشمائل (ص ۲٤)

۷۔ اخرجه ابو یعلی قال الهیثمی (ج ٦ ص ۱٦۹) وفیه عبدالله بن ابی بکر المقدمی وهو ضعیف . اه

تھے تو آپؐ کی ٹھوڑی تواضع کی وجہ سے کجاوے پر تھی۔[1] حضرت عبداللہ بن ابی بکرؓ فرماتے ہیں جب حضور ﷺ ذی طوی مقام پر پہنچے تو اپنی سواری پر کھڑے ہو گئے اس وقت آپؐ نے سرخ یمنی دھاری دار چادر سر پر باندھی ہوئی تھی اور اس کا ایک کنارہ منہ پر ڈالا ہوا تھا جب حضورؐ نے دیکھا کہ اللہ تعالیٰ نے فتح مکہ سے سرفراز فرمایا ہے تو حضورؐ نے اللہ کے سامنے عاجزی ظاہر کرنے کے لئے اپنا سر جھکا لیا یہاں تک کہ آپؐ کی ڈاڑھی کجاوے کے درمیانی حصے کو لگ رہی تھی۔[2]

حضرت ابو ہریرہؓ فرماتے ہیں کہ ایک دن میں حضور ﷺ کے ساتھ بازار گیا حضورؐ کپڑا بیچنے والے کے پاس بیٹھ گئے اور چار درہم میں ایک شلوار خریدی بازار والوں نے ایک (سونا چاندی) تولنے والا رکھا ہوا تھا حضورؐ نے اس سے فرمایا تولو اور جھکتا ہوا تولو۔ حضورؐ نے وہ شلوار لے لی میں نے حضور ﷺ سے شلوار لے کر اٹھانی چاہی حضور ﷺ نے فرمایا چیز کا مالک خود اسے اٹھانے کا زیادہ حقدار ہوتا ہے ہاں اگر وہ مالک اتنا کمزور ہو کہ اپنی چیز کو اٹھا نہ سکتا ہو تو پھر اس کا مسلمان بھائی اس کی مدد کر دے میں نے پوچھا یا رسول اللہ! آپ شلوار پہنیں گے؟ حضورؐ نے فرمایا ہاں دن رات سفر حضر میں پہنوں گا کیونکہ مجھے ستر ڈھانکنے کا حکم دیا گیا ہے اور مجھے اس سے زیادہ ستر ڈھانکنے والی کوئی چیز نہ ملی[3] دوسری روایت میں حضرت ابو ہریرہؓ فرماتے ہیں کہ حضور ﷺ نے تولنے والے سے فرمایا تولو اور جھکتا ہوا تولو۔ اس تولنے والے نے کہا میں نے یہ بات کسی اور سے نہیں سنی۔ میں نے اسے کہا کہ تیرے ہلاک ہونے اور تیرے دین کے بگاڑ کے لئے یہ کافی ہے کہ تو اپنے نبی کو نہیں پہچانتا یہ سن کر اس نے ترازو وہیں پھینکی اور کود کر اٹھا اور حضورؐ کے ہاتھ کو لے کر اسے بوسہ دینا چاہا۔ حضور ﷺ نے اس سے اپنا ہاتھ کھینچ لیا اور فرمایا یہ کیا ہے؟ ایسے تو عجم کے لوگ اپنے بادشاہوں کے ساتھ کرتے ہیں اور میں تو بادشاہ نہیں ہوں میں تو آپ لوگوں میں سے ہی ایک آدمی ہوں چنانچہ اس نے جھکتا ہوا تولا اور اپنے تولنے کی اجرت لی۔[4]

۱۔ اخرجه البیهقی ۲۔ رواه ابن اسحاق کذافی البدایة (ج ٤ ص ۲۹۳)

۳۔ اخرجه الطبرانی فی الا وسط وابو یعلی اخرجه من طریق ابن زیاده الواسطی واخرجه احمد فی سنده ابن زیاده وهو وشیخه ضعیفان کذافی نسیم الریاض (ج ۲ ص ۱۰۵) وقال انجبر ضعفه بمتابعته ومنه یعلم الا تخطیة ابن القیم لاوجه لها . انتهی

٤۔ ذکره الهیثمی فی الجمع (ج ٥ ص ۲۱) عن ابی هریرة مثل الحدیث الذی قبله قال الهیثمی رواه ابو یعلی والطبرانی فی الا وسط وفیه یوسف بن زیادو هو ضعیف

نبی کریم ﷺ کے صحابہؓ کی تواضع

حضرت اسلمؒ کہتے ہیں کہ حضرت عمر بن خطابؓ اونٹ پر بیٹھ کر ملک شام تشریف لائے تو لوگ اس بارے میں آپس میں باتیں کرنے لگے (کہ امیر المومنین کو گھوڑے پر سفر کرنا چاہئے تھا اونٹ پر نہیں کرنا چاہئے تھا وغیرہ وغیرہ اس پر حضرت عمرؓ نے فرمایا ان لوگوں کی نگاہ ایسے انسانوں کی سواری کی طرف جا رہی ہے جن کا آخرت میں کوئی حصہ نہیں) اس سے شام کے کفار مراد ہیں۔ [1]

حضرت ہشامؒ کہتے ہیں میں نے دیکھا کہ ایک دفعہ حضرت عمر بن خطابؓ کا ایک عورت پر گزر ہوا جو عصیدہ گھونٹ رہی تھی (عصیدہ وہ آٹا ہے جسے گھی ڈال کر پکایا جائے) حضرت عمرؓ نے اس سے کہا عصیدہ کو اس طرح نہیں گھونٹا جاتا یہ کہہ کر اس سے حضرت عمرؓ نے ڈوئی لے لی اور فرمایا اس طرح گھونٹا جاتا ہے اور اسے گھونٹ کر دکھایا۔ [2] حضرت ہشام بن خالدؒ کہتے ہیں کہ میں نے حضرت عمر بن خطابؓ کو (عورتوں سے) یہ کہتے ہوئے سنا کہ جب تک پانی گرم نہ ہو جائے تم میں سے کوئی عورت آٹا نہ ڈالے اور جب پانی گرم ہو جائے تو تھوڑا تھوڑا کر کے ڈالتی جائے اور ڈوئی سے اس کو ہلاتی جائے اس طرح اچھی طرح مل جائے گا اور ٹکڑے نہیں بنیں گے۔ [3]

حضرت زرؒ کہتے ہیں کہ میں نے دیکھا کہ حضرت عمر بن خطابؓ عید گاہ ننگے پاؤں جا رہے ہیں [4] حضرت عمر مخزومی رحمتہ اللہ علیہ کہتے ہیں کہ حضرت عمر بن خطابؓ نے اعلان کروایا الصلاۃ جامعہ سب نماز میں جمع ہو جائیں ضروری بات کرنی ہے جب لوگ کثرت سے جمع ہو گئے تو حضرت عمرؓ منبر پر تشریف فرما ہوئے اور اللہ کی حمد و ثنا اور درود و سلام کے بعد فرمایا اے لوگو! میری چند خالائیں تھیں جو قبیلہ بنو مخزوم کی تھیں میں ان کے جانور چرایا کرتا تھا وہ مجھے مٹھی بھر کشمش اور کھجور دے دیا کرتی تھیں میں اس پر سارا دن گزارا کرتا تھا اور وہ بہت ہی اچھا دن ہوتا تھا پھر حضرت عمرؓ منبر سے نیچے تشریف لے آئے۔ حضرت عبدالرحمٰن بن عوفؓ نے ان سے کہا اے امیر المومنین! آپ نے اور تو کوئی خاص بات کہی نہیں بس اپنا عیب ہی بیان کیا۔ حضرت عمرؓ نے کہا اے ابن عوف! تیرا بھلا ہو! میں تنہائی میں بیٹھا ہوا تھا میرے نفس نے مجھ سے کہا تو امیر المومنین ہے تجھ سے افضل کون ہو سکتا ہے؟ تو میں نے چاہا کہ اپنے نفس کو اس کی حیثیت بتا دوں [5] ایک روایت میں ہے کہ حضرت عمرؓ نے فرمایا اے لوگو!

---

١ - اخرجه ابن عساكر واخرجه ابن المبارك كذا في المنتخب (ج ٤ ص ٤١٧)

٢ - اخرجه ابن سعد عن حزام بن هشام ٣ - كذافي المنتخب الكنز (ج ٤ ص ٤١٧)

٤ - اخرجه المرقدى في العيدين كذافي المنتخب (ج ٤ ص ٤١٨)

٥ - اخرجه الدنيورى عن محمد بن عمر كذافي المنتخب (ج ٤ ص ٤١٧)

میں نے اپنا یہ حال دیکھا ہے کہ میرے پاس کھانے کی کوئی چیز نہیں ہوتی تھی میں اپنے قبیلہ بنو مخزوم کی خالاؤں کو میٹھا پانی لا کر دیا کرتا تھا وہ مجھے کشمش کی چند مٹھیاں دے دیا کرتی تھیں۔ بس یہ کشمش ہی کھانے کی چیز ہوتی تھی آخر میں یہ بھی فرمایا مجھے اپنے نفس میں کچھ بڑائی محسوس ہوئی تو میں نے چاہا کہ اسے کچھ نیچے جھکاؤں۔ [1]

حضرت حسنؒ کہتے ہیں کہ حضرت عمر بن خطابؓ ایک سخت گرم دن میں سر پر چادر رکھے ہوئے باہر نکلے ان کے پاس سے ایک جوان گدھے پر گزرا تو حضرت عمرؓ نے فرمایا اے جوان! مجھے اپنے ساتھ بٹھا لے وہ نوجوان کود کر گدھے سے نیچے اترا اور اس نے عرض کیا اے امیر المومنین! آپ سوار ہو جائیں حضرت عمرؓ نے فرمایا نہیں پہلے تم سوار ہو جاؤ میں تمہارے پیچھے بیٹھ جاؤں گا تم مجھے نرم جگہ بٹھانا چاہتے ہو اور خود سخت جگہ بیٹھنا چاہتے ہو چنانچہ وہ جوان گدھے پر آگے بیٹھا ہوا تھا اور سب لوگ آپ کو دیکھ رہے تھے۔ [2]

حضرت سنان بن سلمہ ہذلیؒ فرماتے ہیں کہ ایک مرتبہ میں چند لڑکوں کے ساتھ نکلا اور ہم مدینہ میں گری ہوئی ادھ کچری کھجوریں چننے لگے کہ اتنے میں حضرت عمر بن خطابؓ کوڑا لئے ہوئے آگئے جب لڑکوں نے ان کو دیکھا تو وہ سب کھجوروں کے باغ میں ادھر ادھر بکھر گئے لیکن میں وہیں کھڑا رہا اور میری لنگی میں کچھ کھجوریں تھیں جو میں نے وہاں سے چنی تھیں۔ میں نے کہا اے امیر المومنین! یہ کھجوریں وہ ہیں جو ہوا سے نیچے گری ہیں (یعنی میں نے درخت سے نہیں توڑی ہیں) حضرت عمرؓ نے میری لنگی میں رکھی ہوئی ان کھجوروں کو دیکھا اور مجھے نہ مارا میں نے کہا اے امیر المومنین! (میں اب گھر جانا چاہتا ہوں راستہ میں) آگے لڑکے کھڑے ہیں جو میری یہ تمام کھجوریں چھین لیں گے۔ حضرت عمرؓ نے فرمایا نہیں ہر گز نہیں چلو (میں تمہارے ساتھ چلتا ہوں) چنانچہ حضرت عمرؓ میرے ساتھ میرے گھر تک آئے۔ [3]

حضرت مالکؒ کے دادا بیان کرتے ہیں کہ میں نے کئی بار دیکھا کہ حضرت عمرؓ اور حضرت عثمانؓ جب مکہ سے مدینہ واپس آتے تو (مدینہ سے ذرا پہلے) معرس مسجد (ذوالحلیفہ) میں قیام فرماتے اور جب مدینہ منورہ میں داخل ہونے کے لئے سوار ہوتے تو سواری پر پیچھے کسی کو ضرور بٹھاتے اور کوئی نہ ملتا تو کسی لڑکے کو ہی بٹھا لیتے اور اسی حال میں مدینہ میں داخل ہوتے۔ راوی کہتے ہیں میں نے کہا کیا حضرت عمر اور حضرت عثمانؓ اپنے پیچھے تواضع کے خیال سے بٹھایا کرتے تھے؟ تو انہوں نے کہا ہاں تواضع کے خیال سے بھی بٹھاتے تھے اور یہ

۱۔ اخرجه ابن سعد (ج ۳ ص ۲۹۳) عن ابی عمیر الحارث بن عمیر عن رجل بمعناه

۲۔ اخرجه الدینوری كذافي المنتخب (ج ٤ ص ٤١٧) ۳۔ اخرجه ابن سعد (ج ۷ ص ۹۰)

بھی چاہتے تھے کہ پیدل آدمی کو سواری مل جائے اس کا بھی فائدہ ہو جائے اور یہ بھی چاہتے تھے کہ وہ اور بادشاہوں جیسے نہ ہوں (کہ وہ تو کسی عام آدمی کو اپنے پیچھے بٹھاتے نہیں) پھر وہ بتانے لگے کہ اب تو لوگوں نے نیا طریقہ ایجاد کر لیا ہے خود سوار ہو جاتے ہیں اور غلام اور لڑکوں کو اپنے پیچھے پیدل چلاتے ہیں اور یہ بہت ہی عیب کی بات ہے۔[1]

حضرت میمون بن مہرانؒ کہتے ہیں مجھے ہمدانی نے بتایا کہ میں نے حضرت عثمانؓ کو دیکھا کہ آپ خچر پر سوار ہیں اور ان کا غلام نائل ان کے پیچھے بیٹھا ہوا ہے حالانکہ آپ اس وقت خلیفہ تھے۔[2]

حضرت عبداللہ رومیؒ کہتے ہیں کہ حضرت عثمانؓ رات کو اپنے وضو کا انتظام خود کیا کرتے تھے کسی نے ان سے کہا اگر آپ اپنے کسی خادم سے کہہ دیں تو وہ یہ انتظام کر دیا کرے گا۔ حضرت عثمانؓ نے فرمایا رات ان کی اپنی ہے جس میں وہ آرام کرتے ہیں [3] حضرت زبیر بن عبداللہؒ کہتے ہیں کہ میری دادی حضرت عثمانؓ کی خادمہ تھیں۔ انہوں نے مجھے بتایا کہ (تہجد کے وقت) حضرت عثمانؓ اپنے گھر والوں میں سے کسی کو نہ جگاتے ہاں اگر کوئی از خود اٹھا ہوا ہوتا تو اسے بلا لیتے تو وہ آپ کو وضو کے لئے پانی لا دیتا اور آپ ہمیشہ روزہ رکھتے۔[4]

حضرت حسنؒ کہتے ہیں کہ میں نے ایک مرتبہ دیکھا کہ حضرت عثمانؓ مسجد میں ایک چادر میں سوئے ہوئے ہیں اور ان کے پاس کوئی بھی نہیں ہے حالانکہ اس وقت آپ امیر المومنین تھے[5] حضرت انیسہؒ کہتی ہیں کہ محلّہ کی لڑکیاں اپنی بکریاں لے کر (دودھ نکلوانے کے لئے) حضرت ابو بکر صدیقؓ کے پاس آیا کرتی تھیں۔ حضرت ابو بکرؓ انہیں خوش کرنے کے لئے فرمایا کرتے تھے کیا تم چاہتی ہو کہ میں ابن عفراء کی طرح تمہیں دودھ نکال کر دوں حضرات خلفاء اور امراء کی طرز زندگی کے عنوان کے ذیل میں حضرت عائشہؓ، حضرت ابن عمر اور حضرت ابن مسیب وغیرہ حضرات رضی اللہ عنہ کی یہ روایت گزر چکی ہے کہ حضرت ابو بکرؓ تاجر آدمی تھے روزانہ صبح جا کر خرید و فروخت کرتے ان کا بکریوں کا ایک ریوڑ بھی تھا جو شام کو ان کے پاس واپس آتا کبھی اس کو چرانے خود جاتے اور کبھی کوئی اور چرانے جاتا اپنے محلّہ والوں کی بکریوں کا دودھ بھی نکال دیا کرتے جب یہ خلیفہ بنے تو محلّہ کی ایک لڑکی نے کہا (اب تو حضرت ابو بکرؓ خلیفہ بن گئے ہیں لہذا) ہمارے گھر کی بکریوں کا دودھ اب تو کوئی نہیں نکالا کرے گا۔ حضرت ابو بکرؓ نے یہ سن کر فرمایا نہیں۔ میری عمر کی قسم! میں آپ لوگوں کے لئے دودھ ضرور

۱ـ اخرجه البيهقي عن مالك عن عمه عن ابيه كذافي الكنز (ج ۲ ص ۱٤۳) ۲ـ اخرجه ابو نعيم في الحلية (ج ۱ ص ٦۰) ۳ـ اخرجه ابن سعد واحمد في الزهد وابن عساكر كذافي الكنز (ج ۵ ص ٤۸) ٤ـ عند ابن المبارك في الزهد كذافي الاصابة (ج ۲ ص ٤٦۳)

۵ـ اخرجه ابو نعيم في الحلية (ج ۱ ص ٦۰) ٤ اخرجه ابن سعد كذافي المنتخب (ج ٤ ص ۳٦۱)

نکالا کروں گا اور مجھے امید ہے کہ خلافت کی ذمہ داری جو میں نے اٹھائی ہے یہ مجھے ان اخلاق کریمانہ سے نہیں ہٹائے گی جو پہلے سے مجھ میں ہیں۔ چنانچہ خلافت کے بعد بھی محلہ والوں کا دودھ نکالا کرتے تھے اور بعض دفعہ از راہ مذاق محلہ کی لڑکی سے کہتے اے لڑکی! تم کیسا دودھ نکلوانا چاہتی ہو؟ جھاگ والا نکالوں یا بغیر جھاگ کے؟ کبھی وہ کہتی جھاگ والا اور کبھی کہتی بغیر جھاگ کے۔ بہر حال جیسے وہ کہتی ویسے یہ کرتے۔ حضرت صالح کمبل فروشؒ کہتے ہیں کہ میری دادی جان نے یہ بیان کیا کہ میں نے ایک مرتبہ دیکھا کہ حضرت علیؓ نے ایک درہم کی کھجوریں خریدیں اور انہیں اپنی چادر میں ڈال کر اٹھانے لگے تو میں نے ان سے کہا یا کسی مرد نے ان سے کہا اے امیر المومنین! آپ کی جگہ میں اٹھالیتا ہوں۔ حضرت علیؓ نے فرمایا نہیں (میں نے کھجوریں بچوں کیلئے خریدی ہیں اس لئے) بچوں کا باپ ہی ان کے اٹھانے کا زیادہ حقدار ہے۔[1]

حضرت زاذانؒ کہتے ہیں کہ حضرت علیؓ بازار میں تنہا تشریف لے جاتے حالانکہ آپ امیر المومنین تھے جسے راستہ معلوم نہ ہوتا اسے راستہ بتاتے، گمشدہ چیز کا اعلان کرتے، کمزور کی مدد کرتے اور دکاندار اور سبزی فروش کے پاس سے گزرتے تو اسے قرآن کی یہ آیت سناتے تِلْكَ الدَّارُ الْاٰخِرَةُ نَجْعَلُهَا لِلَّذِيْنَ لَا يُرِيْدُوْنَ عُلُوًّا فِي الْاَرْضِ وَلَا فَسَادًا (سورت قصص آیت ۸۳)

ترجمہ "یہ عالم آخرت ہم ان ہی لوگوں کے لئے خاص کرتے ہیں جو دنیا میں نہ بڑا بننا چاہتے ہیں اور نہ فساد کرنا۔" اور فرماتے کہ یہ آیت ان لوگوں کے بارے میں نازل ہوئی ہے جو لوگوں کے حاکم ہیں اور انہیں تمام لوگوں سے واسطہ پڑتا ہے اور وہ عدل و انصاف اور تواضع والے ہیں۔[2]

حضرت جرموزؒ کہتے ہیں میں نے دیکھا کہ حضرت علیؓ گھر سے باہر آرہے ہیں اور انہوں نے قطر کی بنی ہوئی دو سرخی مائل چادریں لپیٹی ہوئی ہیں ایک لنگی آدھی پنڈلی تک اور دوسری اتنی ہی لمبی چادر اپنے اوپر لپیٹی ہوئی ہے ہاتھ میں کوڑا بھی ہے جسے لے کر وہ بازاروں میں جایا کرتے اور بازار والوں کو اللہ سے ڈرنے کا اور عمدہ طریقہ سے بیچنے کا حکم دیا کرتے اور فرماتے پورا تولو اور پورا ناپو اور یہ بھی فرماتے کہ گوشت میں ہوا نہ بھرو (اس طرح گوشت موٹا نظر آئے گا اور لوگوں کو دھوکا لگے گا)[3]

حضرت ابو مطرؒ کہتے ہیں کہ ایک دن میں مسجد سے باہر نکلا تو ایک آدمی نے مجھے پیچھے آواز دے کر کہا اپنی لنگی اونچی کر لے کیونکہ لنگی اونچا کرنے سے پتہ چلے گا کہ تم اپنے رب سے

۱۔ اخرجه البخاری فی الادب (ص ۸۱) واخرجه ابن عساکر کما فی المنتخب (ج ۵ ص ۵۶) وابو القاسم البغوی کما فی البدایة (ج ۸ ص ۵) عن صالح بنحوه ۲۔ اخرجه ابن عساکر کذافی المنتخب (ج ۵ ص ۵۶) واخرجه ابو القاسم البغوی نحوه کمافی البدایة (ج ۸ ص ۵)
۳۔ اخرجه ابن سعد (ج ۳ ص ۱۸) واخرجه ابن عبدالبر فی الا ستیعاب (ج ۳ ص ۴۸)

زیادہ ڈرنے والے ہو، اور اس سے تمہاری لنگی زیادہ صاف رہے گی اور اپنے سر کے بال صاف کرلے اگر تو مسلمان ہے۔ میں نے مڑ کر دیکھا تو وہ حضرت علیؓ تھے اور ان کے ہاتھ میں کوڑا بھی تھا پھر حضرت علیؓ چلتے چلتے اونٹوں کے بازار میں پہنچ گئے تو فرمایا بیچو ضرور لیکن قسم نہ کھاؤ کیونکہ قسم کھانے سے سامان تو بک جاتا ہے لیکن برکت ختم ہو جاتی ہے پھر ایک کھجور والے کے پاس آئے تو دیکھا کہ ایک خادمہ رو رہی ہے۔ حضرت علیؓ نے اس سے پوچھا کیا بات ہے؟ اس خادمہ نے کہا اس نے مجھے ایک درہم کی کھجوریں دیں لیکن میرے آقا نے انہیں لینے سے انکار کر دیا ہے۔ حضرت علیؓ نے کھجور والے سے کہا تم اس سے کھجوریں واپس لے لو اور اسے درہم دے دو کیونکہ یہ تو بالکل بے اختیار ہے (اپنے مالک کی مرضی کے بغیر کچھ نہیں کر سکتی) وہ لینے سے انکار کرنے لگا میں نے کہا کیا تم جانتے ہو کہ یہ کون ہیں؟ اس آدمی نے کہا نہیں۔ میں نے کہا یہ حضرت علیؓ امیر المومنین ہیں اس نے فوراً کھجوریں لے کر اپنی کھجوروں میں ڈال لیں اور اسے ایک درہم دے دیا اور کہا اے امیر المومنین! میں چاہتا ہوں کہ آپ مجھ سے راضی رہیں۔ حضرت علیؓ نے فرمایا جب تم لوگوں کو پورا دو گے تو میں تم سے بہت زیادہ راضی رہوں گا پھر مچھلی والوں کے پاس پہنچ گئے تو فرمایا ہمارے بازار میں وہ مچھلی نہیں بکنی چاہئے جو پانی میں مر کر اوپر تیرنے لگ گئی ہو پھر آپ کپڑے کے بازار میں پہنچ گئے یہ کھدر کا بازار تھا ایک دکاندار سے کہا اے بڑے میاں! مجھے ایک قمیض تین درہم کی دے دو۔ اس دکاندار نے حضرت علیؓ کو پہچان لیا تو اس سے قمیض نہ خریدی پھر دوسرے دکاندار کے پاس گئے جب اس نے بھی پہچان لیا تو اس سے بھی قمیض نہ خریدی پھر ایک نوجوان لڑکے سے تین درہم کی قمیض خریدی (وہ حضرت علیؓ کو نہ پہچان سکا) اور اسے پہن لیا اس کی آستین گٹے تک لمبی تھی اور خود قمیض ٹخنے تک تھی۔ پھر اصل دکاندار کپڑوں کا مالک آگیا تو اسے لوگوں نے بتایا کہ تیرے بیٹے نے امیر المومنین کے ہاتھ تین درہم میں قمیض بیچی ہے تو اس نے بیٹے سے کہا تم نے ان سے دو درہم کیوں نہ لئے۔ چنانچہ وہ دکاندار ایک درہم لے کر حضرت علیؓ کی خدمت میں آیا اور عرض کیا یہ درہم لے لیں۔ حضرت علیؓ نے فرمایا کیا بات ہے؟ اس نے کہا اس قمیض کی قیمت دو درہم تھی میرے بیٹے نے آپ سے تین درہم لے لئے حضرت علیؓ نے فرمایا اس نے اپنی رضامندی سے تین درہم میں بیچی اور میں نے اپنی خوشی سے تین میں خریدی۔[1]

حضرت عطاءؒ کہتے ہیں کہ حضور ﷺ کی صاحبزادی حضرت فاطمہؓ آٹا گوندھتیں اور ان

---

[1] اخرجه ابن راهويه واحمد في الزهد وعبد بن حميد وابو يعلى والبيهقي وابن عساكر وضعف كذافي المنتخب (ج ٥ ص ٥٧)

کے سر کے بال لگن سے ٹکراتے۔[۱]

حضرت مطلب بن عبداللہؒ کہتے ہیں کہ عرب کی بیوہ خاتون یعنی حضرت ام سلمہؓ شام کو تو تمام مسلمانوں کے سردار (حضرت محمد ﷺ) کے ہاں دلہن بن کر آئیں اور رات کے آخری حصہ میں آٹا پینے لگیں۔[۲]

حضرت سلامہ عجلیؒ کہتے ہیں میرا ایک بھانجا گاؤں سے آیا اسے قدامہ کے نام سے پکارا جاتا تھا اس نے مجھ سے کہا میں حضرت سلمان فارسیؓ سے ملنا اور انہیں سلام کرنا چاہتا ہوں چنانچہ ہم انہیں ملنے چلے وہ ہمیں مدائن شہر میں مل گئے وہ ان دنوں بیس ہزار فوج کے امیر تھے وہ تخت پر بیٹھے ہوئے کھجور کے پتوں کی ٹوکری بنا رہے تھے ہم نے انہیں جا کر سلام کیا پھر میں نے عرض کیا اے ابو عبداللہ! میرا بھانجا دیہات سے میرے پاس آیا ہے آپ کو سلام کرنا چاہتا ہے۔ حضرت سلمانؓ نے فرمایا وعلیہ السلام ورحمۃ اللہ میں نے کہا یہ کہتا ہے کہ اسے آپ سے محبت ہے انہوں نے فرمایا اللہ اسے اپنا محبوب بنائے۔[۳]

حضرت حارث بن عمیرہؒ کہتے ہیں میں مدائن میں حضرت سلمان رضی اللہ عنہ کی خدمت میں حاضر ہوا میں نے دیکھا کہ وہ اپنی کھال رنگنے کی جگہ میں دونوں ہاتھوں سے ایک کھال کو رگڑ رہے ہیں جب میں نے انہیں سلام کیا تو انہوں نے کہا ذرا اپنی جگہ ٹھہرنا، ابھی باہر آتا ہوں۔ میں نے کہا میرا خیال ہے کہ آپ نے مجھے پہچانا نہیں۔ انہوں نے کہا نہیں (میں نے تمہیں پہچان لیا ہے) بلکہ میری روح نے تمہاری روح کو پہلے پہچانا میں نے بعد میں تمہیں پہچانا کیونکہ تمام روحیں جمع شدہ لشکر ہیں تو جن روحوں کا آپس میں وہاں تعارف اللہ کی خاطر ہو گیا وہ تو ایک دوسرے سے مانوس نہیں ہوتیں۔[۴]

حضرت ابو قلابہؒ کہتے ہیں کہ ایک آدمی حضرت سلمانؓ کے پاس آیا۔ حضرت سلمان آٹا گوندھ رہے تھے۔ اس آدمی نے کہا یہ کیا ہے؟ (کہ آپ خود ہی آٹا گوندھ رہے ہیں)
انہوں نے فرمایا (آٹا گوندھنے والے) خادم کو ہم نے کسی کام کے لئے بھیج دیا اس لئے ہم نے اسے اچھا نہ سمجھا کہ ہم اس کے ذمہ دو کام لگا دیں۔ پھر اس آدمی نے کہا فلاں صاحب آپ کو سلام کہہ رہے تھے۔ حضرت سلمان نے پوچھا تم کب آئے تھے؟ اس نے کہا اتنے عرصے

۱۔ اخرجه ابو نعیم فی الحلیة (ج ۳ ص ۲۱۲) ۲۔ اخرجه ابن سعد (ج ۸ ص ۹۴)
۳۔ اخرجه ابو نعیم فی الحلیة (ج ۱ ص ۱۹۸) ۴۔ اخرجه ابن عساکر کذافی المنتخب (ج ۵ ص ۱۹۶) واخرجه ابو نعیم فی الحلیة (ج ۱ ص ۱۹۸) عن الحارث مطولا وجعل ما ذکره سلمان من المرفوع

سے آیا ہوا ہوں۔ حضرت سلمانؓ نے فرمایا اگر تم اس کا سلام نہ پہنچاتے تو پھر یہ وہ امانت شمار ہوتی جو تم نے ادا نہیں کی (تمہارے ذمہ باقی رہتی)۔[1]

حضرت عمرو بن ابو قرہ کندیؒ کہتے ہیں کہ میرے والد نے حضرت سلمانؓ کی خدمت میں یہ بات پیش کی کہ وہ ان کی ہمشیرہ سے شادی کرلیں لیکن حضرت سلمانؓ نے انکار کر دیا بلکہ (میرے والد کے آزاد کردہ) بقیرہ نامی باندی سے شادی کرلی۔ پھر (میرے والد) حضرت ابو قرہ کو پتہ چلا کہ حضرت حذیفہؓ اور حضرت سلمانؓ کے درمیان کچھ بات ہوئی ہے تو میرے والد حضرت سلمانؓ کے پاس گئے وہاں جا کر انہوں نے حضرت سلمانؓ کے بارے میں پوچھا تو گھر والوں نے بتایا کہ وہ اپنے سبزی کے کھیت میں ہیں۔ میرے والد وہاں چلے گئے تو وہاں حضرت سلمانؓ کے پاس ایک ٹوکری تھی جس میں سبزی تھی انہوں نے اپنی لاٹھی اس ٹوکری کے دستے میں ڈال کر اپنے کندھے پر رکھی ہوئی تھی پھر وہ لوگ وہاں سے چل پڑے جب حضرت سلمانؓ کے گھر پہنچے اور وہ اپنے گھر کے اندر داخل ہونے لگے تو انہوں نے کہا السلام علیکم پھر انہوں نے (میرے والد) حضرت ابو قرہ کو اندر آنے کی اجازت دی۔ میرے والد نے اندر جا کر دیکھا تو بچھونا بچھا ہوا تھا اور اس کے سرہانے چند کچی اینٹیں تھیں اور تھوڑی سی کچھ اور چیز بھی رکھی ہوئی تھی۔ انہوں نے میرے والد سے کہا تم اپنی (آزاد کردہ) باندی کے اس بستر پر بیٹھ جاؤ جسے وہ اپنے لئے بچھاتی ہے۔[2]

قبیلہ بنو عبد قیس کے ایک صاحب کہتے ہیں کہ میں نے حضرت سلمانؓ کو گدھے پر سوار ایک لشکر میں دیکھا جس کے وہ امیر تھے انہوں نے شلوار پہنی ہوئی تھی جس کی پنڈلیاں (ہوا کی وجہ سے) ہل رہی تھیں لشکر والے کہہ رہے تھے امیر صاحب آرہے ہیں۔ حضرت سلمانؓ نے فرمایا اچھے اور برے کا پتہ تو آج (یعنی دنیا سے جانے) کے بعد (قیامت کے دن) چلے گا[3]۔ قبیلہ بنو عبد قیس کے ایک صاجب کہتے ہیں حضرت سلمان رضی اللہ عنہ ایک لشکر کے امیر تھے میں ان کے ساتھ ساتھ تھا وہ لشکر کے چند جوانوں کے پاس سے گزرے انہیں دیکھ کر ہنسے اور کہنے لگے یہ ہیں تمہارے امیر۔ میں نے حضرت سلمانؓ سے کہا اے ابو عبداللہ! کیا آپ دیکھ نہیں رہے ہیں کہ یہ کیا کہہ رہے ہیں؟ انہوں نے فرمایا انہیں چھوڑو (جو کرتے ہیں کرنے دو) کیونکہ اچھے اور برے کا پتہ تو آج کے بعد (کل قیامت کے دن) چلے گا اگر تمہارا بس چلے تو مٹی کھالینا لیکن دو

---

[1] اخرجه ابو نعيم فى الحلية (ج ١ ص ٢٠١) واخرجه ابن سعد (ج ٤ ص ٦٤) واحمد كما فى صفة الصفوة (ج ١ ص ٢١٨) عن ابى قلابه بنحوه

[2] اخرجه ابو نعيم فى الحلية (ج ١ ص ١٩٨) [3] اخرجه ابو نعيم فى الحلية (ج ١ ص ١٩٩)

آدمیوں کا بھی امیر نہ بننا اور مظلوم اور بے بس و مجبور کی بد دعا سے بچنا کیونکہ ان کی بد دعا کو کوئی نہیں روک سکتا (سیدھی عرش پر جاتی ہے) [1] حضرت ثابت کہتے ہیں کہ حضرت سلمانؓ مدائن کے گورنر تھے وہ گھٹنے تک کی شلوار اور جبہ پہن کر باہر لوگوں میں نکلتے تو لوگ انہیں دکھ کر کہتے گرگ آمد گرگ آمد۔ حضرت سلمان پوچھتے یہ لوگ کیا کہہ رہے ہیں؟ لوگ بتاتے کہ یہ آپ کو اپنے ایک کھلونے سے تشبیہ دے رہے ہیں۔ حضرت سلمان فرماتے کوئی بات نہیں (دنیا میں اچھا یا برا ہونے سے فرق نہیں پڑتا) اصل میں اچھا وہ ہے جو کل اچھا شمار ہو۔ [2]

حضرت ہریمؒ کہتے ہیں میں نے دیکھا کہ حضرت سلمان فارسی رضی اللہ عنہ ایک گدھے پر سوار ہیں جس کی پیٹھ ننگی ہے اور انہوں نے سبلان مقام کی بنی ہوئی چھوٹی سی قمیض پہن رکھی تھی جو نیچے سے تنگ تھی ان کی پنڈلیاں لمبی تھیں ان پر بال بھی بہت تھے قمیص ان کی اونچی تھی جو گھٹنوں تک پہنچ رہی تھی میں نے دیکھا کہ بچے پیچھے سے ان کے گدھے کو بھگا رہے ہیں میں نے بچوں کو کہا کیا تم امیر سے پرے نہیں ہٹتے؟ حضرت سلمانؓ نے فرمایا انہیں چھوڑ دو اچھے برے کا تو کل پتہ چلے گا۔ [3]

حضرت ثابت کہتے ہیں حضرت سلمانؓ مدائن کے گورنر تھے ایک دفعہ قبیلہ بنو تیم اللہ کا ایک شامی آدمی آیا اس کے پاس بھوسے کا ایک گٹھر تھا اسے راستہ میں حضرت سلمانؓ ملے انہوں نے گھٹنے تک کی شلوار اور جبہ پہن رکھا تھا اس آدمی نے انسے کہا آؤ میرا گٹھر اٹھا لو وہ آدمی ان کو پہچانتا نہیں تھا حضرت سلمانؓ نے وہ گٹھر اٹھا لیا جب اور لوگوں نے حضرت سلمانؓ کو دیکھا تو انہوں نے انہیں پہچان لیا اور اس آدمی سے کہا یہ تو (ہمارے) گورنر ہیں۔ اس آدمی نے حضرت سلمانؓ سے کہا میں نے آپ کو پہچانا نہیں حضرت سلمانؓ نے فرمایا نہیں میں تمہارے گھر تک اسے پہنچاؤں گا۔ دوسری سند کی روایت میں یہ ہے کہ حضرت سلمانؓ نے فرمایا میں نے (تمہاری خدمت کی) نیت کی ہے اس لئے جب تک میں اسے تمہارے گھر تک نہیں پہنچا دوں گا اسے (سر سے اتار کر) نیچے نہیں رکھوں گا۔ [4]

حضرت عبداللہ بن بریدہؓ فرماتے ہیں حضرت سلمانؓ اپنے ہاتھوں سے کام کر کے کوئی چیز تیار کیا کرتے تھے جب انہیں اس کام سے کچھ رقم مل جاتی تو گوشت یا مچھلی خرید کر اسے پکاتے پھر کوڑھ کے مریضوں کو بلاتے اور ان کے ساتھ کھاتے۔ [5]

---

1. عند ابن سعد (ج ٤ ص ٦٣)
2. عند ابن سعد ایضا
3. عند ابن سعد ایضا
4. اخرجه ابن سعد (ج ٤ ص ٦٣)
5. اخرجه ابو نعیم فی الحلیة (ج ١ ص ٢٠٠)

حضرت محمد بن سیرینؒ کہتے ہیں کہ جب حضرت عمر بن خطابؓ کسی کو گورنر بنا کر بھیجتے تو اس کے معاہدہ نامہ میں (لوگوں کو) یہ لکھتے کہ جب تک یہ تمہارے ساتھ عدل وانصاف کا معاملہ کرتے رہیں تم ان کی بات سنتے رہو اور مانتے رہو چنانچہ جب حضرت حذیفہؓ کو مدائن کا گورنر بنا کر بھیجا تو ان کے معاہدہ نامہ میں یہ لکھا کہ ان کی بات سنو اور مانو اور جو تم سے مانگیں وہ ان کو دے دو، وہ حضرت عمرؓ کے پاس سے جب چلے تو وہ گدھے پر سوار تھے گدھے پر پالان پڑا ہوا تھا اور اس پر ان کا زاد سفر بھی تھا جب یہ مدائن پہنچے تو وہاں کے مقامی ذمی لوگوں نے اور دیہات کے چودھریوں نے ان کا استقبال کیا اس وقت ان کے ہاتھ میں روٹی اور گوشت والی ہڈی تھی اور گدھے پر پالان پر بیٹھے ہوئے تھے انہوں نے اپنا معاہدہ نامہ ان لوگوں کو پڑھ کر سنایا تو انہوں نے کہا آپ جو چاہیں ہم سے فرمائش کریں۔ انہوں نے فرمایا جب تک میں تم میں رہوں مجھے کھانا اور میرے اس گدھے کو چارہ دیتے رہو پھر وہ کافی عرصہ تک رہے پھر حضرت عمرؓ نے انہیں لکھا کہ (مدینہ) آجاؤ۔ جب حضرت عمرؓ کو پتہ چلا کہ حضرت حذیفہؓ مدینہ پہنچنے والے ہیں تو وہ ان کے راستہ میں ایک جگہ چھپ کر بیٹھ گئے جہاں سے حضرت حذیفہؓ انہیں نہ دیکھ سکیں۔ حضرت عمرؓ نے دیکھا کہ وہ اسی حالت پر واپس آرہے ہیں جس حالت پر گئے تھے تو باہر نکل کر انہیں چمٹ گئے اور فرمایا تو میرا بھائی ہے اور میں تیرا بھائی ہوں[1] حضرت ابن سیرینؒ کہتے ہیں کہ جب حضرت حذیفہؓ مدائن پہنچے تو وہ گدھے پر سوار تھے جس پر پالان پڑا ہوا تھا اور ان کے ہاتھ میں روٹی اور گوشت والی ہڈی تھی جسے وہ گدھے پر بیٹھے ہوئے کھا رہے تھے[2] حضرت طلحہ بن مصرف راوی کی روایت میں یہ بھی ہے کہ انہوں نے اپنے دونوں پاؤں ایک کی طرف لٹکا رکھے تھے۔

حضرت سلیم ابو ہذیلؒ کہتے ہیں کہ میں حضرت جریر بن عبداللہ رضی اللہ عنہ کے دروازے پر رفو کا کام کرتا تھا حضرت جریر گھر سے باہر آتے اور خچر پر سوار ہوتے اور اپنے پیچھے اپنے غلام کو بٹھا لیتے۔[3]

حضرت عبداللہ بن سلام رضی اللہ عنہ بازار میں گزر رہے تھے اور ان کے سر پر لکڑیوں کا ایک گٹھار کھا ہوا تھا کسی نے ان سے کہا آپ ایسا کیوں کر رہے ہیں؟ حالانکہ اللہ نے آپ کو اتنا دے رکھا ہے کہ آپ کو خود اٹھانے کی ضرورت نہیں ہے آپ تو دوسروں سے اٹھوا سکتے ہیں۔ فرمایا

---

۱ ۔ اخرجه ابن سعد كذافي الكنز (ج ۷ ص ۲۳) ۲ ۔ عند ابي نعيم في الحلية (ج ۱ ص ۲۷۷)
۳ ۔ اخرجه الطبراني قال الهيثمي (ج ۹ ص ۳۷۳) وسلمة ومحمد بن منصور الكليبي لم اعرفها وبقية رجاله ثقات انتهى

میں اپنے دل سے تکبر نکالنا چاہتا ہوں کیونکہ میں نے حضور ﷺ کو یہ فرماتے ہوئے سنا ہے کہ وہ آدمی جنت میں نہیں جاسکے گا جس کے دل میں رائی کے دانے کے برابر بھی تکبر ہوگا۔[1]

حضرت علیؓ فرماتے ہیں تواضع کی بنیاد تین چیزیں ہیں۔ آدمی کو جو بھی ملے اسے سلام میں پہل کرے اور مجلس کی اچھی جگہ کے بجائے ادنی جگہ میں بیٹھنے پر راضی ہو جائے اور دکھاوے اور شہرت کو برا سمجھے۔[2]

مزاح اور دل لگی

حضور ﷺ کا مزاح

حضرت ابو ہریرہؓ فرماتے ہیں کہ صحابہ کرامؓ نے عرض کیا یا رسول اللہ! آپ ہم سے مذاق بھی فرما لیتے ہیں آپ نے فرمایا ہاں مگر میں کبھی غلط بات نہیں کہتا۔[3]

ایک آدمی نے حضرت ابن عباسؓ سے پوچھا کہ کیا حضور ﷺ مزاح فرمایا کرتے تھے؟ حضرت ابن عباسؓ نے فرمایا ہاں، اس آدمی نے کہا آپ کا مزاح کیسا ہوتا تھا؟

حضرت ابن عباس نے حضور ؟ کے مزاح کا یہ قصہ سنایا کہ حضورؐ نے اپنی ایک زوجہ محترمہ کو کھلا کپڑا پہننے کو دیا اور فرمایا اسے پہن لو اور اللہ کا شکر ادا کرو اور نئی دلہن کی طرح اس کا دامن گھسیٹ کر چلو۔[4]

حضرت انس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں حضور ﷺ کے اخلاق تمام لوگوں سے عمدہ تھے میرا ایک بھائی ابو عمیر نامی تھا جو دودھ چھوڑ چکا تھا جب حضورؐ ہمارے ہاں تشریف لاتے اور اسے دیکھ لیتے تو فرماتے اے ابو عمیر! تمہارے نُغیر (یعنی لال چڑیا یا بلبل) کا کیا ہوا؟ نغیر پرندے کے ساتھ ابو عمیرؓ کھیلا کرتا تھا بعض دفعہ نماز کا وقت آتا اور آپؐ ہمارے گھر میں ہوتے تو آپ ارشاد فرماتے کہ میرے نیچے جو بچھونا ہے اسے جھاڑ دو اور اس پر پانی چھڑ کو۔ ہم ایسے ہی کرتے پھر حضورؐ آگے کھڑے ہو جاتے ہم آپ کے پیچھے کھڑے ہو جاتے آپ ہمیں نفل نماز پڑھاتے وہ بچھونا کھجور کے پتوں کا بنا ہوا تھا۔[5] دوسری روایت میں یہ ہے کہ حضور ﷺ ہم لوگوں کیساتھ گھل مل کر رہتے تھے حتی کہ آپ میرے چھوٹے بھائی سے فرماتے اے ابو عمیر

---

[1] اخرجه الطبرانی باسناد حسن ورواه الاصبهانی الا انه قال مثقال ذرة من كبر كذافی الترغيب (ج ٤ ص ٣٤٥) [2] اخرجه العسكری كذافی الكنز (ج ٢ ص ١٤٣)

[3] اخرجه الترمذی فی الشمائل (ص ١٧) واخرجه البخاری فی الادب (ص ٤١) عن ابی هريره مثله

[4] اخرجه ابن عساكر وضعفه كذافی الكنز (ج ٤ ص ٤٣) [5] اخرجه احمد وقدرواه الجماعة الا ابا داؤد من طرق عن انس بنحوه كذافی البداية (ج ٦ ص ٣٨)

!نغیر پرندے کا کیا بنا؟[1] حضرت انس بن مالکؓ فرماتے ہیں کہ نبی کریم ﷺ حضرت طلحہؓ کے ہاں تشریف لے گئے تو ان کے ایک بیٹے کو بڑا غمگین دیکھا جس کی کنیت ابو عمیر تھی حضورؐ کا معمول یہ تھا کہ آپ جب ابو عمیر کو دیکھا کرتے تو اس سے مزاح فرمایا کرتے چنانچہ حضورؐ نے فرمایا کیا بات ہے؟ ابو عمیر غمگین نظر آرہا ہے۔ گھر والوں نے بتایا کہ اس کا نغیر پرندہ مر گیا ہے جس سے یہ کھیلا کرتا تھا اس پر حضورؐ اسے (دل لگی کے لیئے) فرمانے لگے اے ابو عمیر !نغیر پرندے کا کیا بنا؟[2]

حضرت انس بن مالکؓ فرماتے ہیں کہ ایک آدمی حضور ﷺ کی خدمت میں آیا اور اس نے حضورؐ سے اپنے لئے سواری مانگی تو حضورؐ نے فرمایا ہم تمہیں اونٹنی کا بچہ دیں گے اس نے عرض کیا یا رسول اللہ! میں اونٹنی کے بچے کا کیا کروں گا (مجھے تو سواری کے لئے جانور چاہئے وہ بچہ تو سواری کے کام نہیں آسکے گا) حضورؐ نے فرمایا ہر اونٹ اونٹنی کا بچہ ہی تو ہوتا ہے۔[3]

حضرت انس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ حضور ﷺ نے ایک دفعہ مجھے از راہ مزاح فرمایا۔ او دو کان والے۔[4]

حضرت انسؓ فرماتے ہیں کہ دیہات کے رہنے والے ایک آدمی کا نام زاہر تھا وہ گاؤں سے حضور ﷺ کے لئے (سبزی ترکاری وغیرہ) ہدیہ لایا کرتے اور جب یہ واپس جانے لگتے تو حضورؐ انہیں شہر کی چیزیں دے دیا کرتے اور حضورؐ فرماتے زاہر ہمارا دیہات ہے اور ہم اس کا شہر ہیں۔ حضورؐ نے پیچھے سے جا کر ان کی کولی ایسی بھری کہ وہ حضورؐ کو دیکھ نہ سکیں یعنی ان کی کمر اپنے سینے سے لگا کر ان کی بغلوں کے نیچے سے دونوں ہاتھ لے جا کر ان کی آنکھوں پر رکھ دیئے۔ حضرت زاہر نے کہا یا رسول اللہ! اگر آپ مجھے بیچیں گے تو مجھے کھوٹا اور کم قیمت پائیں گے حضورؐ نے فرمایا لیکن تم اللہ کے نزدیک کھوٹے اور کم قیمت نہیں ہو بلکہ اللہ کے ہاں تمہاری بڑی قیمت ہے۔[5]

---

[1] اخرجه البخاری فی الادب (ص ۴۲) وهكذا لفظ الترمذی [2] عند ابن سعد (۳ص ۵۰۶)

[3] واخرجه البخاری فی الا دب المفرد (ص ۴۱) عن انس نحوه واخرجه ابن سعد (ج ۸ص ۲۲۴) عن محمد بن قيس رضی الله عنه بمعناه الا انه جعل السائلة ام ايمن رضی الله عنها

[4] اخرجه ابو داؤد كذافی البداية (ج ٦ص ٤٦) واخرجه الترمذی فی الشمائل (ص ١٦) وقال قال ابو اسامة رضی الله عنه يعنی يمازحه واخرجه ابو نعيم وابن عساكر كما فی المنتخب (ج ٥ص ١٤٢) [5] اخرجه احمد وهذا اسناد رجاله كلهم ثقات علی شرط الصحيحين ولم يروه الا الترمذی فی الشمائل ورواه ابن حبان فی صحيحه كذافی البداية (ج ٦ص ٤٦) واخرجه ايضا ابو يعلی والبزار قال الهيثمی ورجال احمد رجال الصحيح واخرجه البزاروالطبرانی عن سالم ابی الجعدعن رجل من اشجع يقال زاهر بن حرام الا شجعی رجل بدوی وكان لا يزال ياتی النبی ﷺ بطرفة او هدية فذكر بمعناه قال الهيثمی (ج ٩ص ٣٦٩) رواه البزاروالطبرانی ورجاله موثقون . اه

حضرت نعمان بن بشیرؓ فرماتے ہیں کہ ایک مرتبہ حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ نے حضور ﷺ سے اندر آنے کی اجازت مانگی حضرت ابو بکرؓ نے سنا کہ حضرت عائشہؓ کی آواز حضورؐ سے اونچی ہو رہی ہے انہوں نے اندر جا کر تھپڑ مارنے کے لئے حضرت عائشہؓ کو پکڑا اور فرمایا تم اپنی آواز اللہ کے رسول سے اونچی کر رہی ہو؟ حضورؐ ابو بکرؓ کو روکنے لگے حضرت ابو بکرؓ اسی غصہ میں واپس چلے گئے۔ جب حضرت ابو بکرؓ چلے گئے تو حضورؐ نے فرمایا دیکھا میں نے تمہیں کیسے آدمی سے چھڑا لیا۔ چند دن کے بعد پھر ابو بکرؓ نے حضورؐ سے اندر آنے کی اجازت مانگی (اجازت ملنے پر اندر گئے) تو دیکھا کہ دونوں میں یعنی حضورؐ اور عائشہؓ میں صلح ہو چکی ہے۔ اس پر حضرت ابو بکر نے عرض کیا جیسے آپ دونوں نے اپنی لڑائی میں شریک کیا تھا ایسے ہی اپنی صلح میں بھی مجھے شریک کر لیں۔ حضور ﷺ نے فرمایا ہم نے تمہیں شریک کر لیا تمہیں شریک کر لیا۔[1]

حضرت عائشہؓ فرماتی ہیں ایک مرتبہ میں حضور ﷺ کے ساتھ سفر میں گئی میں اس وقت نو عمر لڑکی تھی میرے جسم پر گوشت بھی کم تھا اور میرا بدن بھاری نہیں تھا۔ حضورؐ نے لوگوں سے کہا آپ لوگ آگے چلے جائیں۔ چنانچہ سب چلے گئے تو مجھ سے فرمایا آؤ میں تم سے دوڑ میں مقابلہ کروں۔ چنانچہ ہم دونوں میں مقابلہ ہوا تو میں حضورؐ سے آگے نکل گئی اور حضورؐ خاموش رہے۔ پھر میرے جسم پر گوشت زیادہ ہو گیا اور میرا بدن بھاری ہو گیا اور میں پہلے قصہ کو بھول گئی تو پھر میں آپ کے ساتھ سفر میں گئی آپ نے لوگوں سے کہا آگے چلے جاؤ۔ لوگ آگے چلے گئے پھر مجھ سے فرمایا آؤ میں تم سے دوڑ میں مقابلہ کروں چنانچہ ہم دونوں میں مقابلہ ہوا تو حضورؐ مجھ سے آگے نکل گئے۔ حضورؐ ہنسنے لگے اور فرمایا یہ پہلی دوڑ کے بدلے میں ہے (اب معاملہ برابر ہو گیا)۔[2]

حضرت انس بن مالکؓ فرماتے ہیں کہ ایک مرتبہ نبی کریم ﷺ سفر میں چل رہے تھے۔ ایک حدی خواں (حدی ان اشعار کو کہا جاتا ہے جنہیں پڑھنے سے اونٹ اور تیز چلنے لگتے ہیں) حضورؐ کی ازواج مطہرات کے اونٹوں کو حدی پڑھ کر آگے سے چلا رہا تھا اور یہ ازواج مطہرات حضورؐ سے آگے جا رہی تھیں حضورؐ نے (حدی خوان کو) فرمایا اے انجشہ! تیرا بھلا ہو۔ ان کانچ کی شیشیوں کے ساتھ نرمی کرو (اونٹوں کو زیادہ تیز نہ چلاؤ)۔[3] حضرت انسؓ فرماتے ہیں کہ نبی کریم ﷺ اپنی بعض بیویوں کے پاس آئے ان ازواج مطہرات کے ساتھ حضرت ام سلیمؓ بھی تھیں حضورؐ نے فرمایا اے انجشہ! ان شیشیوں کو آہستہ لے کر چلو (اونٹ زیادہ حدی سن کر مستی میں آ گئے تو یہ عورتیں گر جائیں گی یا حدی کے اشعار سے ان کے دل چکنا چور ہو جائیں گے) حضرت

---

[1] اخرجه ابو داؤد كذافي البداية (ج ٦ ص ٤٦) [2] اخرجه احمد كذافي صفة الصفوة (ج ١ ص ٦٨) [3] اخرجه احمد وفي الصحيحين نحوه عن انس كمافي البداية (ج ٦ ص ٤٧)

ابو قلابہ کہتے ہیں حضورؐ نے ایسی بات ارشاد فرمائی ہے اگر تم میں سے کوئی یہ بات کہتا تو تم اسے عیب کی بات سمجھتے اور وہ بات یہ ہے کہ حضورؐ نے فرمایا ان شیشوں کو آہستہ لے کر چلو۔[1]

حضرت حسن رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں ایک بوڑھی عورت نے حضور ﷺ کی خدمت میں حاضر ہو کر عرض کیا یا رسول اللہ! آپ دعا فرمائیں کہ اللہ تعالیٰ مجھے جنت میں داخل کر دے آپؐ نے فرمایا اے فلاں! جنت میں کوئی بوڑھی عورت نہیں جائے گی وہ عورت روتے ہوئے واپس جانے لگی تو آپ نے فرمایا اسے بتادو کہ وہ جنت میں بڑھاپے کی حالت میں داخل نہیں ہو گی (بلکہ جوان کنواری بن کر جنت میں جائے گیا) کیونکہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں: انا انشأ نا ھن انشآ ءً فجعلنا ھن ابکارًا (سورت واقعہ آیت ۳۵، ۳۶)

ترجمہ: "ہم نے (وہاں کی) ان عورتوں کو خاص طور پر بنایا ہے یعنی ہم نے ان کو ایسا بنایا کہ وہ کنواریاں ہیں"۔[2]

حضور ﷺ کے صحابہؓ کا مزاح و دل لگی

حضرت عوف بن مالک اشجعیؓ فرماتے ہیں کہ میں غزوہ تبوک میں حضور ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوا آپ چمڑے کے ایک چھوٹے خیمہ میں تشریف فرما تھے میں نے آپ کو سلام کیا آپ نے سلام کا جواب دیا اور فرمایا اندر آجاؤ میں نے عرض کیا کیا سارا ہی آجاؤں؟ حضورؐ نے فرمایا سارے ہی آجاؤ چنانچہ میں اندر چلا گیا۔ حضرت ولید بن عثمان بن ابو العالیہ فرماتے ہیں کہ حضرت عوف نے جو یہ کہا کہ کیا میں سارا ہی آجاؤں؟ یہ خیمے کے چھوٹے ہونے کی وجہ سے کہا تھا۔[3]

حضرت ابن ابی ملیکہؒ فرماتے ہیں کہ حضرت عائشہؓ نے حضور ﷺ سے کوئی مزاح کی بات کی تو حضرت عائشہؓ کی والدہ نے کہا یا رسول اللہ! اس قبیلہ کی بعض مذاق کی باتیں قبیلہ کنانہ سے ہیں حضورؐ نے فرمایا یہ خاندان ہمارے مذاق کا ایک حصہ ہے۔[4]

حضرت ابو الہیثمؒ کو ایک صاحب نے بتایا کہ انہوں نے خود سنا کہ حضرت ابو سفیان بن حربؓ اپنی بیٹی حضرت ام حبیبہؓ کے گھر میں حضور ﷺ کو بطور مذاق کہہ رہے تھے اللہ کی قسم! جونہی میں نے آپ سے جنگ کرنی چھوڑی تمام عرب نے بھی چھوڑ دی ورنہ آپ کی وجہ سے سینگ والا اور بے سینگ ایک دوسرے سے ٹکرا رہے تھے حضورؐ سن کر مسکراتے رہے اور آپؐ نے فرمایا اے ابو حنظلہ! تم بھی ایسی باتیں کرتے ہو۔[5]

---

[1] عند البخاری فی الادب (ص ۴۱) [2] اخرجه الترمذی فی الشمائل (ص ۱۷)
[3] اخرجه ابو داؤد فی البدایة (ج ۶ ص ۴۶) [4] اخرجه البخاری فی الادب (ص ۴۱)
[5] اخرجه الزبیر بن بکار و ابن عساکر کذا فی الکنز (ج ۴ ص ۴۳)

حضرت بکر بن عبداللہؓ فرماتے ہیں حضور ﷺ کے صحابہؓ مزاح میں ایک دوسرے پر خربوزے پھینکتے تھے لیکن جب حقیقت اور کام کا وقت ہوتا تو اس وقت وہ مرد میدان ہوتے (یعنی اس وقت مزاح نہیں کرتے تھے جب کام نہ ہوتا تو کبھی کبھار کرتے تھے)[1] حضرت قرہؒ کہتے ہیں میں نے حضرت ابن سیرین سے پوچھا کہ کیا حضور ﷺ کے صحابہؓ آپس میں ہنسی مزاح کیا کرتے تھے؟ حضرت ابن سیرین نے کہا ہاں وہ عام لوگوں جیسے ہی تھے چنانچہ حضرت ابن عمرؓ مزاح میں یہ شعر پڑھا کرتے۔

بحت الخمر من مال الندامی ویکرہ ان تفارقہ الفلوس

وہ (بخیل بے اہل لئے) اپنے ہم نشینوں کے مال سے شراب پینا چاہتا ہے اور مال کی جدائی سے اسے بڑی ناگواری ہوتی ہے۔[2]

حضرت ام سلمہؓ فرماتی ہیں حضرت ابوبکرؓ تجارت کی غرض سے بصری (ملک شام کا ایک شہر) تشریف لے گئے ان کے ساتھ حضرت نعیمان اور حضرت سویط بن حرملہ بدری صحابی بھی تھے حضرت سویط کھانے کے سامان کے ذمہ دار تھے۔ حضرت نعیمان نے ان سے کہا مجھے کچھ کھانا کھلادو۔ حضرت سویط نے کہا حضرت ابوبکرؓ گئے ہوئے ہیں جب وہ آجائیں گے تو کھلا دوں گا۔ حضرت نعیمان کی طبیعت میں ہنسی اور مزاح بہت زیادہ تھا وہاں قریب میں کچھ لوگ اپنے جانور لے کر آئے ہوئے تھے۔ حضرت نعیمان نے ان سے جا کر کہا میرا ایک خوب چست اور طاقتور عربی غلام ہے تم لوگ اسے خرید لو ان لوگوں نے کہا بہت اچھا حضرت نعیمان نے کہا بس اتنی بات ہے کہ وہ ذرا باتونی ہے اور شاید وہ یہ بھی کہے کہ میں آزاد ہوں اگر تم اس کے اس کہنے کی وجہ سے اسے چھوڑ دو گے تو پھر رہنے دو یہ سودا مت کرو اور میرے غلام کو نہ بگاڑو۔ انہوں نے کہا نہیں ہم تو اسے خریدیں گے اور اسے نہیں چھوڑیں گے چنانچہ ان لوگوں نے دس جوان اونٹنیوں کے بدلے میں انہیں خرید لیا۔ حضرت نعیمان دس اونٹنیاں ہانکتے ہوئے آئے اور ان لوگوں کو بھی ساتھ لائے اور آکر ان لوگوں سے کہا یہ رہا تمہارا وہ غلام اسے لے لو۔ جب وہ لوگ حضرت سویط کو پکڑنے لگے تو حضرت سویط نے کہا حضرت نعیمان غلط کہہ رہے ہیں میں تو آزاد آدمی ہوں ان لوگوں نے کہا انہوں نے تمہاری یہ بات ہمیں پہلے ہی بتادی تھی چنانچہ وہ لوگ حضرت سویط کے گلے میں رسی ڈال کر لے گئے۔ اس کے بعد حضرت ابوبکرؓ واپس آئے تو انہیں اس قصہ کا پتہ چلا تو وہ اور ان کے ساتھی ان

---

[1] اخرجہ البخاری فی الادب (ص ۴۱)

[2] ذکرہ الہیثمی (ج۸ص ۸۹) ھکذا ذکرہ الھیثمی بلا اسناد وسقط ذکر مخرجہ

خریدنے والوں کے پاس گئے اور ساری بات بتا کر ان کی اونٹنیاں انہیں واپس کیں اور حضرت سویبط کو واپس لے کر آئے پھر مدینہ واپس آ کر ان حضرات نے حضور ﷺ کو یہ سارا واقعہ سنایا تو حضورؐ اور آپ کے صحابہؓ اس قصہ کو یاد کر کے سال بھر ہنستے رہے[1] (ان حضرات کے دل بالکل صاف ستھرے تھے اور حضرت سویبط کو معلوم تھا کہ حضرت نعیمان کی طبیعت میں ہنسی مذاق بہت ہے اس لئے انہوں نے کچھ برا نہ محسوس کیا۔

حضرت ربیعہ بن عثمانؒ فرماتے ہیں کہ ایک دیہاتی آدمی نبی کریم ﷺ کی خدمت میں آیا اور اپنی اونٹنی مسجد سے باہر بٹھا کر مسجد کے اندر چلا گیا حضرت نعیمان بن عمرو انصاریؓ جنہیں النعیمان کہا جاتا ہے ان سے حضورؐ کے بعض صحابہؓ نے کہا ہمارا گوشت کھانے کو بہت دل چاہ رہا ہے اگر تم اس اونٹنی کو ذبح کر دو اور ہمیں اس کا گوشت کھانے کو مل جائے تو بہت مزہ آئے گا حضورؐ بعد میں اونٹنی کی قیمت اس کے مالک کو دے دیں گے چنانچہ حضرت نعیمان نے اس اونٹنی کو ذبح کر دیا پھر وہ دیہاتی باہر آیا اور اپنی اونٹنی کو دیکھ کر چیخ پڑا کہ اے محمدؐ! ہائے ان لوگوں نے میری اونٹنی کو ذبح کر دیا اس پر حضورؐ مسجد سے باہر تشریف لائے اور پوچھا یہ کس نے کیا ہے؟ صحابہؓ نے عرض کیا نعیمان نے حضورؐ نعیمان کے پیچھے چل پڑے اور اس کا پتہ کرتے کرتے آخر حضرت ضباعہ بنت زبیر بن عبد المطلبؓ کے گھر پہنچ گئے حضرت نعیمان اس کے اندر ایک گڑھے میں چھپے ہوئے تھے اور انہوں نے اپنے اوپر کھجور کی ٹہنیاں اور پتے وغیرہ ڈال رکھے تھے چنانچہ ایک آدمی نے اونچی آواز سے تو یہ کہا یا رسول اللہ! میں نے اسے نہیں دیکھا لیکن انگلی سے اس جگہ کی طرف اشارہ کر دیا جہاں حضرت نعیمان چھپے ہوئے تھے۔ حضورؐ نے وہاں جا کر انہیں باہر نکالا تو پتوں وغیرہ کی وجہ سے ان کا چہرہ بدلا ہوا تھا حضورؐ نے ان سے فرمایا تم نے ایسا کیوں کیا؟ انہوں نے کہا یا رسول اللہ! جن لوگوں نے اب آپ کو میرا پتہ بتایا ہے انہوں نے ہی مجھے کہا تھا کہ اس اونٹنی کو ذبح کر دو حضورؐ مسکرانے لگے اور ان کا چہرہ صاف کرنے لگے اور پھر حضورؐ نے اس دیہاتی کو اس اونٹنی کی قیمت ادا کی۔[2]

حضرت عبد اللہ بن مصعبؒ کہتے ہیں حضرت مخرمہ بن نوفل بن اہیب زہریؓ مدینہ منورہ

---

[1] اخرجه احمد واخرجه ابو داؤد الطیالسی والرویانی وقد اخرجه ابن ماجه فقلبه جعل المازح سویبط والمبتاع نعیمان وروى الزبير بن بكار فى كتاب الفكاهة هذا لقصة من طريق اخرى عن ام سلمة الا انه سماه سليط بن حرملة واظنه تصحيفا وقد تعقبه ابن عبدالبر وغيره كذافى الاصابة (ج ۲ ص ۹۸) وقد اخرجه ابن عبدالبر فى الاستيعاب (ج ۲ ص ۲۶) (ج ۳ ص ۵۷۳) حديث ام سلمة من طرق [2] اخرجه ابن عبدالبر فى الاستيعاب (ج ۳ ص ۵۷۵) وهكذا ذكره فى الاصابة (ج ۳ ص ۵۷۰) عن الزبير بن بكار عن ربيعة بن عثمان

میں ایک نابینا بوڑھے میاں تھے ان کی عمر ایک سو پندرہ سال تھی۔ ایک دن وہ مسجد میں پیشاب کرنے کھڑے ہوئے تو لوگوں نے شور مچادیا۔ حضرت نعیمان بن عمر بن رفاعۃ بن حارث بن سواد نجاریؓ ان کے پاس آئے اور انہیں مسجد کے ایک کونے میں لے گئے اور ان سے کہا یہاں بیٹھ کر پیشاب کرلو اور انہیں وہاں بٹھا کر خود وہاں سے چلے گئے تو لوگوں نے شور مچادیا۔ پیشاب کرنے کے بعد انہوں نے کہا تمہارا بھلا ہو مجھے یہاں کون لایا تھا؟ لوگوں نے کہا نعیمان بن عمرو انہوں نے کہا اللہ اس کے ساتھ یہ کرے اور یہ کرے (یعنی انہیں بد دعا دی اور میں بھی نذر مانتا ہوں کہ اگر وہ میرے ہاتھ لگ جائے تو میں انہیں اپنی اس لاٹھی سے بہت زور سے ماروں گا چاہے ان کا کچھ بھی ہو جائے۔ اس واقعہ کو کافی دن گزر گئے یہاں تک کہ حضرت مخرمہ بھی بھول گئے۔ ایک دن حضرت عثمانؓ مسجد کے کونے میں کھڑے ہوئے نماز پڑھ رہے تھے اور حضرت عثمانؓ بڑی یکسوئی سے نماز پڑھا کرتے تھے ادھر ادھر توجہ نہ فرمایا کرتے حضرت نعیمان حضرت مخرمہ کے پاس گئے اور ان سے کہا کیا آپ نعیمان کو مارنا چاہتے ہیں انہوں نے کہا جی ہاں۔ وہ کہاں ہے؟ مجھے بتاؤ۔ حضرت نعیمان نے لاکر انہیں حضرت عثمانؓ کے پاس کھڑا کر دیا اور کہا یہ ہیں مارلو۔ حضرت مخرمہ نے دونوں ہاتھوں سے لاٹھی اس زور سے ماری کہ حضرت عثمانؓ کے سر میں زخم ہو گیا لوگوں نے انہیں بتایا کہ آپ نے تو امیر المومنین حضرت عثمانؓ کو مار دیا۔ حضرت مخرمہ کے قبیلہ بنو زہرہ نے جب یہ سنا تو وہ سب جمع ہو گئے حضرت عثمانؓ نے فرمایا اللہ نعیمان پر لعنت کرے۔ تم نعیمان کو چھوڑ دو کیونکہ وہ جنگ بدر میں شریک ہوا تھا (اس لئے ان کی رعایت کرنی چاہئے) [1]

سخاوت اور جود

سیدنا حضرت محمد رسول ﷺ کی سخاوت

حضرت ابن عباسؓ فرماتے ہیں کہ حضور ﷺ نیکی کے کاموں میں تمام لوگوں سے زیادہ سخی تھے اور آپؐ کی سخاوت کا سب سے زیادہ ظہور رمضان شریف میں ہوتا جب آپؐ کی ملاقات حضرت جبرائیل علیہ السلام سے ہوتی اور حضرت جبرائیلؑ رمضان کی ہر رات میں حضورؐ سے ملا کرتے اور آپ سے قرآن کا ورد کرتے پھر تو آپ خیر اور نیکی کے کاموں میں عام لوگوں کو فائدہ پہنچانے والی ہوا سے بھی زیادہ سخی ہو جاتے۔ [2]

---

[1] اخرجه الزبير عن عمه مصعب بن عبدالله عن جده كذافي الا ستيعاب (ج ۳ص ۵۷۷) وهكذا ذكره في الا صابة (ج ۳ص ۵۷۰) زبير بن بكار [2] اخرجه الشيخان كذافي صفة الصفوة (ج ۱ص ۶۹) واخرجه ابن سعد (ج ۲ص ۱۹۵) عنه نحوه

حضرت جابر بن عبداللہؓ فرماتے ہیں کہ کبھی ایسے نہیں ہوا کہ حضور ﷺ سے کوئی چیز مانگی گئی ہو اور آپؐ نے فرمایا ہو "نہیں"۔[1]

حضرت ابو اسیدؓ فرمایا کرتے تھے کہ حضور ﷺ سے جو چیز بھی مانگی جاتی تھی آپؐ اسے روکتے نہیں تھے (بلکہ دے دیا کرتے تھے)[2] حضرت علیؓ فرماتے ہیں جب حضور ﷺ سے کوئی چیز مانگی جاتی اور آپ کا دینے کا ارادہ ہوتا تو آپ ہاں فرماتے اور (نہ ہونے کی وجہ سے) نہ دینے کا ارادہ فرماتے تو خاموش ہو جاتے اور کسی چیز کے بارے "نہ" نہ فرماتے۔[3]

حضرت ربیع بنت معوذ بن عفراءؓ فرماتی ہیں کہ مجھے میرے والد حضرت معوذ بن عفراء نے ایک صاع تازہ کھجوریں جن پر چھوٹی روئیں دار ککڑیاں رکھی ہوئی تھیں دے کر حضور ﷺ کی خدمت میں بھیجا۔ حضورؐ نے ہاتھ بھر کر وہ زیورات مجھے عطا فرمائے۔ ایک روایت میں یہ ہے کہ حضورؐ نے مجھے اتنے زیور یا سونا عطا فرمایا جس سے میرے دونوں ہاتھ بھر گئے[4] امام احمد کی روایت میں یہ بھی ہے کہ حضورؐ نے یہ بھی فرمایا یہ زیور پہن کر اپنے آپ کو آراستہ کر لینا۔

حضرت ام سنبلہؓ حضور ﷺ کی خدمت میں کچھ ہدیہ لے کر گئیں آپؐ کی ازواج مطہرات نے اسے قبول کرنے سے انکار کر دیا اور کہہ دیا کہ ہم نہیں لیں گی حضورؐ نے ازواج مطہرات کو فرمایا تو انہوں نے لے لیا پھر حضورؐ نے حضرت ام سنبلہ کو ایک وادی بطور جاگیر کے عطا فرمائی، جسے حضرت عبداللہ بن جحش نے بعد میں حضرت حسن بن علیؓ سے خریدا[5] مال خرچ کرنے کے عنوان میں حضور ﷺ کی سخاوت کے قصے گزر چکے ہیں۔

نبی کریم ﷺ کے صحابہؓ کی سخاوت

حضرت ابن عمرؓ فرماتے ہیں کہ ایک عورت نے حضور ﷺ کی خدمت میں حاضر ہو کر عرض کیا کہ میں نے یہ نیت کی ہے کہ میں یہ کپڑا عرب کے سب سے زیادہ سخی آدمی کو دوں گی پاس ہی حضرت سعید بن عاصؓ کھڑے ہوئے تھے حضورؐ نے ان کی طرف اشارہ کرتے

---

[1] اخرجه الشيخان كذافي البداية (ج ٦ ص ٤٣) [2] عند احمد في حديث طويل عن عبدالله بن ابي بكر قال الهيثمي (ج ٩ ص ١٣) ورجاله ثقات الا ان عبدالله بن ابي بكر لم يسمع من ابي سيد. اه [3] عند الطبراني في الاوسط في حديث طويل قال الهيثمي (ج ٩ ص ١٣) وفيه محمد بن كثير الكوفي وهو ضعيف. اه [4] اخرجه الطبراني قال الهيثمي (ج ٩ ص ١٣) واسناد هما حسن. اه واخرجه الترمذي عن الربيع مختصر اكمافي البداية (ج ٦ ص ٥٦)

[5] اخرجه الطبراني في الاوسط قال الهيثمي (ج ٩ ص ١٤) وفيه عمر وبن فيظي ولم اعرفه رجاله ثقات. اه

ہوئے فرمایا اس نوجوان کو دے دو (چنانچہ اس عورت نے حضرت سعید کو وہ کپڑا دے دیا) اسی وجہ سے ان کپڑوں کو سعیدی کپڑے کہا گیا[1] مال خرچ کرنے کے عنوان میں صحابہؓ کی سخاوت کے قصے گزر چکے ہیں۔

ایثار و ہمدردی

حضرت ابن عمرؓ فرماتے کہ ہم پر ایک ایسا زمانہ بھی آیا ہے کہ ہم میں سے کوئی بھی اپنے آپ کو دینار و درہم کا اپنے مسلمان بھائی سے زیادہ حقدار نہیں سمجھتا تھا اور اب ایسا زمانہ آگیا ہے کہ ہمیں دینار و درہم سے اپنے مسلمان بھائی سے زیادہ محبت ہے آگے اور بھی حدیث ہے[2] ایثار کے اور قصے سخت پیاس، کپڑوں کی کمی، انصار کے قصوں اور ضرورت کے باوجود خرچ کرنے کے عنوان میں گزر چکے ہیں۔

صبر کرنا

عام بیماریوں پر صبر کرنا

سیدنا حضرت محمد رسول اللہ ﷺ کا صبر

حضرت ابو سعیدؓ فرماتے ہیں کہ میں حضور ﷺ کی خدمت میں گیا حضور کو بخار چڑھا ہوا تھا آپؐ نے ایک چادر اوڑھی ہوئی تھی میں نے چادر کے اوپر سے ہاتھ رکھا اور عرض کیا یا رسول اللہ! آپ کو کتنا تیز بخار چڑھا ہوا ہے؟ حضورؐ نے فرمایا ہم (انبیاء علیہم الصلاۃ والسلام) پر اسی طرح سخت تکلیف و آزمائش آیا کرتی ہے اور ہمارا اجر و ثواب بھی دگنا ہوتا ہے۔ میں نے کہا یا رسول اللہ! لوگوں میں سے سب سے زیادہ آزمائش کن پر آئی ہے؟ آپؐ نے فرمایا نبیوں پر میں نے کہا پھر کن پر؟ آپؐ نے فرمایا علماء پر میں نے کہا پھر کن پر؟ آپؐ نے فرمایا نیک بندوں پر۔ بعضوں نیک بندوں کے جسم میں اتنی جوئیں پڑ جاتی تھیں کہ اسی میں ان کا انتقال ہو جاتا تھا اور بعضوں پر اتنی تنگدستی آئی تھی کہ انہیں چوغہ کے علاوہ کوئی اور چیز پہننے کو نہ ملتی تھی لیکن تمہیں دنیا ملنے سے جتنی خوشی ہوتی ہے انہیں آزمائش اور تکلیف سے اس سے زیادہ خوشی ہوتی تھی۔[3]

۱۔ اخرجه الزبير بن بكار و ابن عساكر كذافي المنتخب (ج ۵ ص ۱۸۹)

۲۔ اخرجه الطبراني قال الهيثمي (ج ۱۰ ص ۱۸۵) رواه الطبراني اسانيد و بعضها حسن .اه

۳۔ اخرجه ابن ماجه وابن ابي الدنيا والحاكم واللفظ وقال صحيح على شرط مسلم وله شواهد كثيرة كذافي الترغيب (ج ۵ ص ۲۴۳) واخرجه البيهقي كما في الكنز (ج ۲ ص ۱۵۴) وابو نعيم في الحلية (ج ۱ ص ۳۷۰) نحوه

حضرت ابو عبیدہ بن حذیفہؒ فرماتے ہیں کہ ان کی پھوپھی حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا نے فرمایا کہ ہم عورتیں حضور ﷺ کی عیادت کرنے گئیں حضورؐ کو بخار چڑھا ہوا تھا آپؐ کے فرمانے پر پانی کا ایک مشکیزہ درخت پر لٹکایا گیا پھر آپؐ اس کے نیچے لیٹ گئے اور اس مشکیزہ سے پانی کے قطرے آپؐ کے سر پر ٹپکنے لگے چونکہ آپؐ کو بخار بہت تیز تھا اس (کی تیزی کم کرنے کے لئے) آپ نے ایسا کیا تھا۔ میں نے کہا یا رسول اللہ! آپ اللہ تعالیٰ سے یہ دعا کرتے کہ وہ آپ کی بیماری کو دور کر دے تو بہت ہی اچھا ہوتا۔ حضورؐ نے فرمایا تمام انسانوں میں سب سے زیادہ سخت تکلیف و آزمائش انبیا علیہم السلام پر آتی ہے۔ پھر ان پر جو ان کے قریب ہوں پھر ان پر جو ان کے قریب ہوں پھر ان پر جو ان کے قریب ہوں۔[1]

حضرت عائشہؓ فرماتی ہیں کہ ایک مرتبہ حضور ﷺ رات کو بیمار ہو گئے پھر آپ کی بیماری بڑھنے لگی اور آپ اپنے بستر پر کروٹیں بدلنے لگے۔ میں نے کہا ہم میں سے کوئی اس طرح کرتا تو آپؐ ناراض ہوتے۔ حضورؐ نے فرمایا مومن بندوں پر تکلیف زیادہ آتی ہے اور مومن بندے کو جو بھی تکلیف پہنچتی ہے چاہے بیماری ہو یا کانٹا ہی۔ لگے اللہ تعالیٰ اس کی وجہ سے اس کی خطاؤں کو مٹا دیتے ہیں اور اس کے درجے بلند فرما دیتے ہیں۔[2]

نبی کریم ﷺ کے صحابہؓ کرام کا بیماریوں پر صبر

حضرت جابرؓ فرماتے ہیں بخار نے حضور ﷺ کی خدمت میں آنے کی اجازت مانگی حضورؐ نے پوچھا یہ کون ہے؟ بخار نے کہا ام مِلدَم ہو (یہ بخار کی کنیت ہے) حضورؐ نے بخار کو حکم دیا کہ قبا والوں میں چلے جاؤ (چنانچہ بخار ادھر چلا گیا) اور انہیں بخار ہونے لگا اور اللہ ہی جانتا ہے کہ انہیں کتنا بخار ہوا انہوں نے حضورؐ کی خدمت میں حاضر ہو کر بخار کی شکایت کی حضورؐ نے فرمایا تم لوگ کیا چاہتے ہو؟ اگر تم لوگ چاہو تو میں اللہ تعالیٰ سے دعا کر دوں اور اللہ تعالیٰ تمہارا بخار دور کر دے اور اگر تم چاہو تو (تمہارا بخار باقی رہے اور) یہ بخار تمہارے لئے (گناہوں سے) پاکی کا ذریعہ بن جائے ان قبا والوں نے عرض کیا۔ کیا آپ ایسا کر سکتے ہیں؟ حضورؐ نے فرمایا ہاں تو انہوں نے عرض کیا پھر تو بخار کو رہنے دیں۔[3] حضرت سلمانؓ فرماتے ہیں کہ بخار نے

---

[1] اخرجه البيهقى كذافى الكنز (ج ۲ ص ۱۵٤) واخرجه احمد والطبرانى فى الكبير بنحوه قال الهيثمى (ج ۲ ص ۲۹۲) واسناد احمد حسن [2] اخرجه ابن سعد والحاكم والبيهقى كذافى الكنز (ج ۲ ص ۱۵٤) واخرجه احمد نحوه قال الهيثمى (ج ۲ ص ۲۹۲) ورجاله ثقات

[3] اخرجه احمد قال فى الترغيب (ج ٥ ص ۲٦۰) رواه احمد ورواته رواة الصحيح وابو يعلى وابن حبان فى صحيحه .اه

حضور ﷺ سے حاضری کی اجازت چاہی حضورؐ نے اس سے پوچھا تم کون ہو؟ اس نے کہا میں بخار ہوں گوشت کو کاٹتا ہوں اور خون چوس لیتا ہوں حضورؐ نے فرمایا جاؤ قباء والوں کے پاس چلے جاؤ چنانچہ بخار قباء چلا گیا (اور قباء والوں کے چہرے زرد ہو گئے) تو انہوں نے آکر حضور ﷺ سے بخار کی شکایت کی۔ حضورؐ نے فرمایا تم لوگ کیا چاہتے ہو؟ اگر تم چاہو تو میں اللہ سے دعا کروں اور وہ تمہارا بخار دور کر دے اور اگر تم چاہو تو بخار کو رہنے دیں۔[1]

حضرت ابو ہریرہؓ فرماتے ہیں کہ بخار نے حضور ﷺ کی خدمت میں آکر کہا یا رسول اللہ! مجھے آپ اپنے ان صحابہؓ کے پاس بھیج دیں جو آپ کو سب سے زیادہ محبوب ہوں۔ حضورؐ نے فرمایا انصار کے پاس چلے جاؤ چنانچہ بخار ان کے پاس چلا گیا اور سب کو بخار آنے لگا جس کی وجہ وہ سب گر گئے۔ انصار نے حضورؐ کی خدمت میں آکر عرض کیا یا رسول اللہ! ہمارے ہاں بخار آیا ہوا ہے آپ ہمارے لئے صحت و شفا کی دعا فرمادیں حضورؐ نے دعا فرمائی تو بخار چلا گیا ایک عورت حضورؐ کے پیچھے آئی اور عرض کیا یا رسول اللہ! میرے لئے دعا فرمادیں میں بھی انصار میں سے ہوں اس لئے میرے لئے بھی وہی دعا فرمادیں جیسے آپ نے انصار کے لئے دعا فرمائی حضورؐ نے فرمایا تمہیں ان دو باتوں میں سے کونسی زیادہ پسند ہے ایک یہ کہ میں تمہارے لئے دعا کر دوں اور تمہارا بخار چلا جائے اور دوسری یہ کہ تم صبر کرو اور تمہارے لئے جنت واجب ہو جائے؟ اس نے تین دفعہ کہا نہیں۔ اللہ کی قسم یا رسول اللہ! میں صبر کروں گی اور پھر کہا اللہ کی قسم! میں اللہ کی جنت کو خطرے میں نہیں ڈال سکتی۔[2]

حضرت عائشہؓ فرماتی ہیں کہ ایک نوجوان حضور ﷺ کی مجلس میں حاضر ہوا کرتا تھا وہ چند دن نہ آیا تو حضورؐ نے فرمایا کیا بات ہے فلاں نظر نہیں آرہا ہے۔ صحابہؓ نے عرض کیا کہ اسے بخار ہو گیا ہے۔ حضورؐ نے فرمایا اٹھو اس کی عیادت کے لئے چلیں جب حضورؐ اس نوجوان کے گھر میں اس کے پاس گئے تو وہ رونے لگا۔ حضورؐ نے اس سے فرمایا مت رو کیونکہ حضرت جبرائیلؑ نے مجھے خبر دی ہے کہ بخار میری امت کے لئے جہنم کے بدلے میں ہے۔[3]

حضرت ابو سفرؒ کہتے ہیں کہ ایک مرتبہ حضرت ابو بکرؓ بیمار ہوئے تو کچھ لوگ ان کی عیادت کرنے آئے اور انہوں نے عرض کیا اے خلیفہ رسول اللہ! کیا ہم آپ کے لئے کسی طبیب کو نہ

---

[1] عند الطبرانی قال الهيثمی (ج ۲ ص ۳۰۶) وفی هشام بن لاحق وثقه النسائی وضعفه احمد وابن حبان اه واخرجه البيهقی عن سلمان نحوه كما فی البداية (ج ۶ ص ۱۶۰)

[2] اخرجه البيهقی كذافی البداية (ج ۶ ص ۱۶۰) واخرجه البخاری فی الادب (ص ۷۳) عن ابی هريرفبمعناه

[3] اخرجه الطبرانی فی الصغير والا وسط وفی عمر بن راشد ضعفه احمد وغيره ووثقه العجلی كما فی المجمع (ج ۲ ص ۳۰۲)

بلائیں جو آپ کو دیکھ لے؟ حضرت ابو بکرؓ نے فرمایا طبیب مجھے دیکھ چکا ہے (یعنی اللہ تعالیٰ) ان لوگوں نے پوچھا پھر اس طبیب نے آپ کو کیا کہا ہے؟ حضرت ابو بکرؓ نے فرمایا اس نے کہا ہے کہ میں جو چاہتا ہوں کر گزرتا ہوں۔[1] حضرت معاویہ بن قرۃؒ کہتے ہیں کہ حضرت ابو الدرداء رضی اللہ عنہ ایک مرتبہ بیمار ہو گئے تو ان کے پاس ان کے ساتھی آئے اور انہوں نے کہا اے ابو الدرداء آپ کو کیا شکایت ہے؟ انہوں نے کہا کہ مجھے اپنے گناہوں سے شکایت ہے انہوں نے پوچھا آپ کیا چاہتے ہیں؟ انہوں نے فرمایا میں جنت چاہتا ہوں انہوں نے کہا کیا ہم آپ کے لئے کسی طبیب کو بلانہ لائیں؟ انہوں نے فرمایا طبیب نے ہی تو مجھے (بیمار کر کے بستر پر) لٹایا ہے (یعنی اللہ تعالیٰ نے)۔[2]

حضرت عبدالرحمٰن بن غنمؒ کہتے ہیں ملک شام میں طاعون کی وبا پھیلی تو حضرت عمرو بن عاصؓ نے فرمایا یہ طاعون تو عذاب ہے لہٰذا تم لوگ اس سے بھاگ کر وادیوں اور گھاٹیوں میں چلے جاؤ۔ یہ بات جب حضرت شرحبیل بن حسنہؓ کو پہنچی تو انہیں غصہ آگیا اور فرمایا حضرت عمرو بن عاص غلط کہتے ہیں۔ میں تو (شروع زمانہ میں مسلمان ہو کر) حضور ﷺ کی صحبت اختیار کر چکا تھا اور ان دنوں حضرت عمرو بن عاص تو اپنے گھر والوں کے لونٹ سے زیادہ گمراہ تھے (یعنی وہ کافر تھے) یہ طاعون تو تمہارے نبی کی دعا ہے (کیونکہ حضورؐ نے دعا مانگی ہے کہ اے اللہ! میری امت کو نیزوں کے ذریعے بھی اپنے راستہ کی شہادت نصیب فرما اور طاعون کے ذریعہ بھی) اور یہ تمہارے رب کی رحمت ہے (کہ طاعون سے جو مرے گا وہ اللہ کے ہاں شہید شمار ہوگا) اور تم سے پہلے جو نیک لوگ تھے۔ یہ ان کی وفات کا ذریعہ ہے۔ یہ بات حضرت معاذ بن جبلؓ کو پہنچی تو انہوں نے فرمایا اے اللہ! اس طاعون کی بیماری میں سے معاذ کی اولاد کو وافر حصہ نصیب فرما۔ چنانچہ ان کی دو بیٹیاں اسی بیماری میں انتقال کر گئیں اور ان کے بیٹے حضرت عبدالرحمٰن کو بھی طاعون ہو گیا تو حضرت عبدالرحمٰن نے کہا یہ امر واقعی آپ کے رب کی طرف سے (بتلایا گیا) ہے لہٰذا آپ شبہ کرنے والوں میں سے ہرگز نہ بنیں تو حضرت معاذ نے فرمایا تم مجھے انشاء اللہ صبر کرنے والوں میں سے پاؤ گے اور حضرت معاذ کی ہتھیلی کی پشت پر طاعون کا دانہ نکل آیا تو فرمانے لگے یہ دانہ مجھے سرخ اونٹوں سے زیادہ محبوب ہے انہوں نے دیکھا کہ ان کے پاس بیٹھا ہوا ایک آدمی رو رہا ہے فرمایا تم کیوں رو رہے ہو؟ اس آدمی نے کہا میں اس علم کی وجہ سے رو رہا ہوں جو میں آپ سے حاصل کیا کرتا تھا۔ فرمایا مت رو

---

[1] اخرجه ابن سعد (ج٣ص ١٤١) وابن ابی شيبة واحمد فی الزهد وابو نعيم فی الحلية (ج١ص ٣٤) وهنا كذافی الكنز (ج ٢ص ١٥٣)

[2] اخرجه ابو نعيم فی الحلية (ج١ص ٢١٨)واخرجه ابن سعد (ج٧ص ١١٨) عن معاوية مثله

کیونکہ حضرت ابراہیم ایسے علاقہ میں رہتے تھے جہاں کوئی عالم نہیں تھا تو اللہ تعالیٰ نے انہیں علم عطا فرمایا لہذا جب میں مر جاؤں تو ان چار آدمیوں سے علم حاصل کرنا۔ حضرت عبداللہ بن مسعود، حضرت عبداللہ بن سلام، حضرت سلمان اور حضرت ابو الدرداء رضی اللہ عنہم[1] ابو نعیم کی روایت میں یہ ہے کہ حضرت معاذ، حضرت عبیدہ، حضرت شرحبیل بن حسنہ اور حضرت ابو مالک اشعری رضی اللہ عنہ ایک ہی دن طاعون کی بیماری میں مبتلا ہوئے تو حضرت معاذ نے کہا یہ طاعون تمہارے رب کی طرف سے رحمت ہے (کہ اس پر شہادت کا درجہ ملتا ہے) اور تمہارے نبی کریم ﷺ کی دعا ہے اور تم سے پہلے کے نیک بندوں کی روح قبض کرنے کا ذریعہ ہے اے اللہ! آل معاذ کو اس رحمت میں سے وافر حصہ عطا فرما۔ ابھی شام نہیں ہوئی تھی کہ ان کے بیٹے حضرت عبدالرحمٰن طاعون میں مبتلا ہو گئے یہ ان کے سب سے پہلے بیٹے تھے اور اسی کے نام سے ان کی کنیت ابو عبدالرحمٰن تھی اور حضرت معاذ کو اس سے محبت سب سے زیادہ تھی۔ حضرت معاذ نے فرمایا اور انشاء اللہ تم مجھے صبر کرنے والوں میں سے پاؤ گے آخر اسی رات عبدالرحمٰن کا انتقال ہو گیا اور اگلے دن ان کو حضرت معاذ نے دفن کیا۔ پھر حضرت معاذ کو بھی طاعون کی بیماری ہو گئی اور نزاع کی ایسی سخت کیفیت ان کو ہوئی کہ کسی کو نہ ہوئی ہو گی جب بھی موت کی سختی سے ان کو افاقہ ہوتا تو آنکھ کھول کر کہتے اے میرے رب! تو میرا جتنا گلا گھونٹنا چاہتا ہے گھونٹ لے تیری عزت کی قسم! تو جانتا ہے کہ میرا دل تجھ سے بہت محبت کرتا ہے۔[2]

حضرت شہر بن حوشبؒ اپنی قوم کے ایک آدمی حضرت رابہ سے روایت کرتے ہیں کہ جب طاعون کی وبا پھیلنے لگی تو حضرت ابو عبیدہؓ لوگوں میں بیان کرنے کھڑے ہوئے اور فرمایا اے لوگو! یہ بیماری تو تمہارے رب کی رحمت ہے اور تمہارے نبی کی دعا ہے اور تم سے پہلے کے نیک بندوں کی موت کا ذریعہ تھی اور ابو عبیدہ اللہ تعالیٰ سے درخواست کرتا ہے کہ اللہ تعالیٰ ابو عبیدہ کو اس بیماری میں سے اس کا حصہ عطا فرمائے چنانچہ انہیں بھی طاعون کی بیماری ہوئی جس میں ان کا انتقال ہو گیا پھر ان کے بعد حضرت معاذ بن جبلؓ لوگوں کے امیر بنے تو انہوں نے بھی کھڑے ہو کر بیان کیا اور فرمایا اے لوگو! یہ بیماری تمہارے رب کی رحمت ہے اور تمہارے نبی کی دعا ہے اور تم سے پہلے کے نیک بندوں کی موت کا ذریعہ تھی۔ معاذ اللہ تعالیٰ سے درخواست کرتا

---

[1] اخرجه ابن خزيمة وابن عساكر كذافي الكنز (ج۲ص ۳۲۵) واخرجه احمد عن عبدالرحمن بن غنم مختصرا والبزار عنه مطولا كما ذكر الهيثمي(ج۲ص ۳۱۲) وقال اسانيد احمد حسان صحاح .اه واخرجه الحاكم (ج ۱ص ۲۷٦) وابو نعيم في الحلية (ج۱ص ۲٤۰) عن عبدالرحمن مختصرا

[2] اخرجه احمد عن ابى منيب مختصرا ورجاله ثقات وسنده متصل كما قال الهيثمي (ج ۲ص ۳۱۱)

ہے کہ وہ معاذ کی اولاد کو اس بیماری میں سے ان کا حصہ عطا فرمائے۔ چنانچہ ان کے بیٹے عبدالرحمٰن کو طاعون کی بیماری ہوئی اور اس میں انکا انتقال ہو گیا پھر حضرت معاذ نے کھڑے ہو کر اپنے لئے بیمار ہونے کی دعا مانگی تو ان کی ہتھیلی میں طاعون کا دانہ نکل آیا۔ میں نے دیکھا کہ حضرت معاذ اسے دیکھ رہے تھے اور اپنی ہتھیلی کو پلٹ کر فرما رہے تھے (اے ہتھیلی) مجھے یہ بالکل پسند نہیں ہے کہ تجھ میں جو یہ طاعون کی بیماری ہے اس کے بدلے مجھے دنیا کی کوئی چیز مل جائے جب حضرت معاذ کا انتقال ہو گیا تو حضرت عمرو بن عاصؓ کو لوگوں کا امیر بنایا گیا تو انہوں نے کھڑے ہو کر بیان کیا اے لوگو! یہ بیماری جب کسی کو ہوتی ہے تو آگ کی طرح بھڑکتی ہے لہٰذا تم لوگ پہاڑوں میں جا کر اس سے اپنی جان بچاؤ اس پر حضرت واثلہ ہذلیؓ نے فرمایا آپ غلط کہہ رہے ہو اللہ کی قسم! میں اس وقت حضور ﷺ کی صحبت میں رہا ہوں جس وقت آپ میرے اس گدھے سے زیادہ گمراہ تھے (یعنی کافر تھے) حضرت عمرو نے فرمایا آپ جو کہہ رہے ہیں میں اس کا جواب تو نہیں دوں گا لیکن اللہ کی قسم! اب ہم لوگ یہاں نہیں رہیں گے چنانچہ حضرت عمرو بن عاص وہاں سے چلے گئے اور لوگ بھی چلے گئے اور ادھر ادھر بکھر گئے اور اللہ تعالیٰ نے طاعون کی بیماری ان سے دور فرما دی جب حضرت عمر بن خطابؓ کو حضرت عمرو بن عاص کی اس رائے کی اطلاع ملی تو اللہ کی قسم انہوں نے اسے ناپسند نہ فرمایا [1]

حضرت ابو قلابہؒ کہتے ہیں کہ ملک شام میں طاعون کی بیماری پھیلی تو حضرت عمرو بن عاصؓ نے کہا یہ ناپاک بیماری پھیل چکی ہے لہٰذا تم یہاں سے چلے جاؤ اور وادیوں اور گھاٹیوں میں ادھر ادھر بکھر جاؤ۔ حضرت معاذؓ کو جب ان کی اس بات کا پتہ چلا تو انہوں نے ان کی اس بات کی تصدیق نہ فرمائی بلکہ فرمایا نہیں یہ طاعون تو شہادت کا درجہ دلاتا ہے اور اس کی وجہ سے اللہ کی رحمت اترتی ہے اور یہ تمہارے نبی کریم ﷺ کی دعا ہے اے اللہ! معاذ کو اور اس کے گھر والوں کو اپنی رحمت میں سے حصہ عطا فرما۔ حضرت ابو قلابہ کہتے ہیں یہ تو میں سمجھ گیا کہ طاعون تمہارے نبی کی دعا ہے۔ یہاں تک کسی نے مجھے بتایا کہ حضور ﷺ ایک رات نماز پڑھ رہے تھے، پھر آپ نے یہ دعا تین مرتبہ مانگی اے اللہ! پھر یا تو بخار ہو یا طاعون ہو۔ صبح کو حضورؐ کے گھر والوں میں سے کسی نے حضورؐ سے کہا یا رسول اللہ! آج رات میں نے آپ کو ایک خاص دعا مانگتے ہوئے سنا ہے۔ حضورؐ نے فرمایا اچھا تم نے وہ دعا سن لی؟ اس نے کہا جی ہاں حضورؐ نے فرمایا میں نے اپنے رب سے یہ دعا کی کہ میری امت قحط سالی سے ہلاک نہ ہو اللہ تعالیٰ نے یہ دعا قبول فرمالی اور میں نے یہ دعا مانگی کہ ان پر ایسا دشمن مسلط نہ ہو جو ان کو جڑ سے اکھیڑ دے

---

[1] اخرجه ابن اسحاق كذافى البداية (ج ۷ ص ۷۸)

اور بالکل ختم کر دے اور یہ بھی دعا کی کہ ان کا آپس میں اختلاف نہ ہو۔ ان کے مختلف گروہ نہ بنیں اور ان میں آپس میں لڑائی نہ ہو لیکن یہ آخری دعا قبول نہ ہوئی اور اس کا مجھے انکار ہو گیا اس پر میں نے تین مرتبہ عرض کیا کہ پھر میری امت کو بخار ہو یا طاعون۔ [1]

حضرت عروہ بن زبیرؒ فرماتے ہیں کہ طاعون عمواس (ملک شام کی ایک جگہ کا نام ہے) سے حضرت ابو عبیدہ بن جراحؓ اور ان کے گھر والے بچے ہوئے تھے تو انہوں نے یہ دعا مانگی اے اللہ! ابو عبیدہؓ کے گھر والوں کو (اس بیماری میں سے) حصہ نصیب فرما چنانچہ حضرت ابو عبیدہ کی چھوٹی انگلی میں طاعون کی پھنسی نکل آئی تو وہ اسے دیکھنے لگے کسی نے کہا یہ تو (چھوٹی سی ہے) کچھ بھی نہیں ہے تو فرمایا مجھے اللہ کی ذات سے امید ہے کہ وہ اس پھنسی میں برکت نصیب فرمائیں گے اور جب اللہ تعالیٰ تھوڑی چیز میں برکت ڈالتے ہیں تو وہ زیادہ ہو جاتی ہے [2] حضرت حارث بن عمیرہ حارثیؒ کہتے ہیں کہ حضرت ابو عبیدہؓ بن جراحؓ کو طاعون کی بیماری ہوئی تو حضرت معاذ بن جبلؓ نے حضرت حارث کو حال پوچھنے کے لئے حضرت ابو عبیدہ کی خدمت میں بھیجا حضرت ابو عبیدہ نے حضرت حارث کو طاعون کی پھنسی دکھائی جو ان کی ہتھیلی میں نکلی ہوئی تھی اس پر حضرت حارث نے جب یہ پھنسی دیکھی تو وہ ڈر گئے کیونکہ انہیں یہ پھنسی بڑی معلوم ہوئی۔ اس پر حضرت ابو عبیدہ نے اللہ کی قسم کھا کر کہا کہ مجھے یہ بالکل پسند نہیں کہ مجھے اس پھنسی کی جگہ سرخ اونٹ مل جائیں۔ [3]

بینائی کے چلے جانے پر صبر کرنا

نبی کریم ﷺ کے صحابہؓ کا بینائی کے چلے جانے پر صبر کرنا

حضرت زید بن ارقمؓ فرماتے ہیں کہ میری آنکھیں دکھنے آگئیں حضورؐ میری عیادت کے لئے تشریف لائے تو آپ نے فرمایا اے زید! اگر تمہاری آنکھیں ایسے ہی دکھتی رہیں اور ٹھیک نہ ہوئیں تو تم کیا کرو گے؟ میں نے کہا صبر کروں گا اور اللہ سے ثواب کی امید رکھوں گا۔ حضورؐ نے فرمایا اگر تمہاری آنکھیں یوں ہی دکھتی رہیں اور تم نے صبر کیا اور ثواب کی امید رکھی تو تمہیں اس کے بدلہ میں جنت ملے گی [4] حضرت انسؓ فرماتے ہیں کہ حضرت زید بن ارقم کی آنکھیں دکھنے آگئیں میں حضور ﷺ کے ساتھ ان کی عیادت کرنے گیا۔ حضورؐ نے ان سے فرمایا اے زید!

۱۔ اخرجه احمد قال الهیثمی (ج ۲ ص ۳۱۱) رواه احمد وابو قلابة لم یدرك معاذ بن جبل انتهى
۲۔ اخرجه ابن عساكر ۳۔ عنده ایضا كذافی المنتخب (ج ۵ ص ۷۴)
٤۔ اخرجه البخاری فی الادب (ص ۷۸)

تمہاری آنکھوں کو جو تکلیف ہے اگر تم اس پر صبر کرو گے اور اس پر اللہ سے ثواب کی امید رکھو گے تو تم اللہ تعالیٰ سے اس حال میں ملو گے کہ تمہارے اوپر کوئی گناہ نہ ہوگا۔[1]

حضرت زید بن ارقمؓ فرماتے ہیں کہ میں بیمار تھا اس وجہ سے نبی کریم ﷺ میری عیادت کے لئے تشریف لائے حضورؐ نے فرمایا تمہاری اس بیماری سے تو کوئی خطرہ نہیں ہے لیکن تمہارا اس وقت کیا حال ہوگا جب تم میرے بعد زندہ رہو گے اور نابینا ہو جاؤ گے؟ میں نے کہا کہ میں صبر کروں گا اور اللہ سے ثواب کی امید رکھوں گا۔ حضورؐ نے فرمایا پھر تم تو بغیر حساب کے جنت میں داخل ہو جاؤ گے چنانچہ حضرت زید حضورؐ کے انتقال کے بعد واقعی نابینا ہو گئے[2] طبرانی کی روایت میں یہ مضمون بھی ہے کہ حضور ﷺ کی وفات کے بعد حضرت زید نابینا ہو گئے پھر اللہ تعالیٰ نے ان کی نگاہ کی روشنی واپس فرمادی پھر حضرت زید کا انتقال ہوا۔ اللہ ان پر رحمت نازل فرمائے۔[3]

حضرت قاسم بن محمدؒ کہتے ہیں کہ حضرت محمد ﷺ کے ایک صحابیؓ کی بینائی چلی گئی لوگ ان کی عیادت کے لئے آئے تو انہوں نے فرمایا مجھے آنکھوں کی اس لئے ضرورت تھی تاکہ میں ان سے حضور ﷺ کی زیارت کروں جب حضورؐ ہی تشریف لے گئے تو اب اللہ کی قسم! مجھے اس سے بالکل خوشی نہیں ہوگی کہ میری آنکھوں کی یہ تکلیف (یمن کے شہر) تبالہ کے کسی ہرن کو ہو جائے۔[4]

اولاد و اقارب اور دوستوں کی موت پر صبر

سیدنا حضرت محمد رسول اللہ ﷺ کا صبر

حضرت انس بن مالکؓ فرماتے ہیں کہ میں نے (حضور ﷺ کے صاحبزادے) حضرت ابراہیمؓ کو دیکھا کہ حضورؐ کے سامنے ان پر نزاع کی کیفیت طاری تھی یہ دیکھ کر حضورؐ کی آنکھوں میں آنسو آگئے اور آپ نے فرمایا آنکھ آنسو بہا رہی ہے اور دل غمگین ہو رہا ہے لیکن ہم زبان سے وہی بات کہیں گے جس سے ہمارا رب راضی ہو اے ابراہیم! اللہ کی قسم! ہم تمہارے جانے کی وجہ سے غمگین ہیں۔[5]

۱؎ عندا حمد قال الهيثمي (ج۲ص ۳۰۸) وفيه الجعفي وفيه كلام كثير وقدوثقه الثورى وشعبة انتهى ۲؎ عند ابى يعلى وابن عساكر واخرجه البيهقي عن زيد بمعناه كما في الكنز (ج ۲ص ۱۵۷) واخرجه الطبراني في الكبير عن زيد نحوه ۳؎ قال الهيثمي (ج ۲ص ۳۰۹) وبناته بنت بريربن حماد لم اجد من ذكرها ۴؎ اخرجه البخارى في الادب (ص ۷۸) واخرجه ابن سعد (ج۲ص ۸۵) عن القاسم نحوه ۵؎ اخرجه ابن سعد(ج۱ص ۹۰)

حضرت مکحولؒ کہتے ہیں کہ حضور ﷺ حضرت عبدالرحمٰن بن عوفؓ پر سہارا لئے ہوئے اندر تشریف لائے۔ اندر حضرت ابراہیم پر نزع کی حالت طاری تھی جب ان کا انتقال ہو گیا تو حضورؐ کی دونوں آنکھوں سے آنسو بہنے لگے تو حضورؐ کی خدمت میں حضرت عبدالرحمٰن نے عرض کیا یا رسول اللہ! اس سے تو آپ لوگوں کو روکتے ہیں۔ جب مسلمان آپ کو روتا ہوا دیکھیں گے تو وہ بھی رونے لگ جائیں گے۔ جب آپ کے آنسو رک گئے تو آپ نے فرمایا یہ رونا تو رحم یعنی دل کی نرمی کی وجہ سے ہے جو دوسروں پر رحم نہیں کرتا اس پر بھی رحم نہیں کیا جاتا ہم تو لوگوں کو مردہ پر نوحہ کرنے سے روکتے ہیں اور اس بات سے روکتے ہیں کہ مردہ کی ان خوبیوں کا تذکرہ کیا جائے جو اس میں نہیں تھیں۔ اگر اللہ تعالیٰ کا سب کو اکٹھا کر دینے کا وعدہ موت کا چالو راستہ نہ ہوتا اور ہم میں سے بعد میں جانے والوں کا پہلے جانے والوں سے جاملنا نہ ہوتا تو ہمیں اس سے زیادہ غم ہوتا اور ہم اس کے جانے پر غمگین ہیں آنکھ سے آنسو بہہ رہے ہیں دل غمگین ہے لیکن ہم زبان سے ایسی بات نہیں کہیں گے جس سے ہمارا رب ناراض ہو اور اس کی دودھ پینے کی باقی مدت جنت میں پوری کی جائے گی[1]

حضرت اسامہ بن زیدؓ فرماتے ہیں کہ ہم لوگ نبی کریم ﷺ کے پاس بیٹھے ہوئے تھے کہ اتنے میں آپ کی ایک صاحبزادی نے آپ کو بلانے کے لئے ایک آدمی یہ پیغام دے کر بھیجا کہ ان کے بیٹے کا انتقال ہونے والا ہے۔ حضورؐ نے آنے والے قاصد سے فرمایا کہ واپس جا کر میری بیٹی کو بتادو کہ اللہ نے جو چیز ہم سے لے لی وہ بھی اسی کی ہے اور جو ہمیں دی ہے وہ بھی اسی کی ہے اور اللہ تعالیٰ کے ہاں ہر چیز کا وقت مقرر ہے اور اسے کہہ دو کہ وہ صبر کرے اور اللہ سے ثواب کی امید رکھے (وہ قاصد صاحبزادی کے پاس جواب لے کر گیا لیکن صاحبزادی نے اسے دوبارہ بھیج دیا) وہ قاصد دوبارہ آیا اور اس نے کہا کہ وہ آپ کو قسم دے کر کہہ رہی ہیں کہ آپ ان کے پاس ضرور تشریف لے جائیں اس پر حضورؐ کھڑے ہوئے اور آپ کے ساتھ حضرت سعد بن عبادہ حضرت معاذ بن جبل، حضرت ابی بن کعب اور حضرت زید بن ثابتؓ اور چند صحابہ بھی کھڑے ہوئے میں بھی ان حضرات کے ساتھ گیا (جب وہاں پہنچے تو) اس بچے کو اٹھا کر حضورؐ کے پاس لایا گیا بچے کا سانس اکھڑا ہوا تھا (ایسی آواز آ رہی تھی) جیسے کہ وہ پرانے اور سوکھے مشکیزے میں ہو۔ حضورؐ کی دونوں آنکھوں سے آنسو بہنے لگے۔ حضرت سعدؓ نے حضورؐ کی خدمت میں عرض کیا یا رسول اللہؐ! یہ کیا ہے؟ آپؐ نے فرمایا یہ رحم اور شفقت کا مادہ

۱؎ عند ابن سعد ایضا (ج ۱ ص ۸۸) واخرجه ایضا (ج ۱ ص ۸۹) عن عبد الرحمٰن بن عوف اطول منه بمعناه

ہے جسے اللہ تعالیٰ نے اپنے (خاص) بندوں کے دلوں میں رکھا ہے اللہ تعالیٰ اپنے بندوں میں سے ان ہی بندوں پر رحم فرماتے ہیں جو دوسروں پر رحم کرنے والے ہوں۔ [1]

حضرت ابو ہریرہؓ فرماتے ہیں کہ جب حضرت حمزہ بن عبد المطلبؓ شہید ہو گئے تو آپ نے ایسا دردناک منظر دیکھا کہ اس سے زیادہ دردناک منظر کبھی نہ دیکھا تھا۔ آپ نے دیکھا کہ ان کے کان ناک وغیرہ اعضاء کاٹ دیئے گئے ہیں۔ آپ نے فرمایا اللہ کی رحمت تم پر ہو یہاں تک مجھے معلوم ہے تم صلہ رحمی کرنے والے اور بہت زیادہ نیکیاں کرنے والے تھے۔ اللہ کی قسم! اگر تمہارے بعد والے رشتہ داروں کے رنج و غم کے زیادہ ہونے کا خطرہ نہ ہوتا تو میری خوشی اس میں تھی کہ میں تمہیں یہاں ایسے ہی چھوڑ دیتا (اور دفن نہ کرتا اور تمہیں درندے کھا جاتے یوں تمہاری قربانی اور بڑھ جاتی) تاکہ اللہ تعالیٰ تمہیں درندوں کے پیٹوں میں سے جمع کر کے اٹھاتا۔ غور سے سنو! اللہ کی قسم! ان کافروں نے جیسے تمہارے ناک، کان اعضاء کاٹے ہیں میں ان میں سے ستر کافروں کے اسی طرح ناک کان اعضاء کاٹوں گا اس پر حضرت جبرائیلؑ یہ سورت لے کر نازل ہوئے۔ وَاِنْ عَاقَبْتُمْ فَعَاقِبُوْا بِمِثْلِ مَا عُوْقِبْتُمْ بِهٖ آیت کے آخر تک (سورت نحل آیت ۱۲۶، ۱۲۷) ترجمہ: "اور اگر بدلہ لینے لگو تو اتنا ہی بدلہ لو جتنا تمہارے ساتھ برتاؤ کیا گیا اور اگر صبر کرو تو وہ صبر کرنے والوں کے حق میں بہت ہی اچھی بات ہے اور آپ صبر کیجئے اور آپ کا صبر کرنا خدا ہی کی توفیق سے ہے اور ان پر غم نہ کیجئے اور جو کچھ یہ تدبیریں کیا کرتے ہیں اس سے تنگ دل نہ ہو جائیے۔ اس پر حضورؐ نے اپنی اس قسم کو پورا نہ کیا بلکہ اس کا کفارہ ادا کیا۔ [2]

حضرت ابن عباسؓ فرماتے ہیں کہ جب حضورؐ حضرت حمزہؓ (کی شہادت کے بعد ان) پر کھڑے ہوئے تو آپ نے بہت زیادہ دل دکھانے والی حالت دیکھی اس پر آپ نے فرمایا اگر اپنی رشتہ دار عورتوں کے رنج و غم بڑھ جانے کا خطرہ نہ ہوتا تو میں انہیں دفن نہ کرتا اور یہاں ایسے ہی چھوڑ دیتا تاکہ یہ درندوں کے پیٹوں اور پرندوں کی پوٹوں میں چلے جاتے اور وہاں سے اللہ تعالیٰ انہیں میدان حشر میں اٹھاتے۔ ان کی دردناک حالت دیکھ کر حضورؐ نے شدت غم میں فرمایا اگر وہ کافر میرے قابو آگئے تو میں ان میں سے تیس آدمیوں کے ناک کان اعضاء کاٹوں گا اس پر اللہ تعالیٰ نے آیت نازل فرمائی وَاِنْ عَاقَبْتُمْ فَعَاقِبُوْا بِمِثْلِ مَا عُوْقِبْتُمْ بِهٖ وَلَئِنْ صَبَرْتُمْ لَهُوَ خَيْرٌ لِّلصّٰبِرِيْنَ سے لے کر یمکرون تک (ترجمہ پہلے گزر چکا ہے) پھر آپ کے فرمانے

---

[1] اخرجه العباسی و احمد و ابو داؤد والترمذی و ابن ماجه و ابو عوانة و ابن حبان كذافی الكنز (ج ٨ ص ١١٨)

[2] اخرجه البزار و الطبرانی وفيه صالح بن بشير المزنی وهو ضعيف كماقال الهيثمی (ج ٦ ص ١١٩) واخرجه الحاكم (ج ٣ ص ١٩٧) بهذا الاسناد نحوه.

پر حضرت حمزہ کو قبلہ رخ لٹایا گیا اور آپ نے تکبیریں کہہ کر ان کی نماز جنازہ پڑھائی (پھر ان کا جنازہ وہیں رہنے دیا) پھر آپ کے پاس شہداء کو لایا گیا جب بھی کوئی شہید لایا جاتا تو اسے حضرت حمزہ کے پہلو میں رکھ دیا جاتا (چونکہ شہداء ۷۲ تھے اس وجہ سے) آپ نے حضرت حمزہ کی اور دیگر شہداء کی بہتر مرتبہ نماز جنازہ پڑھی پھر آپ نے کھڑے ہو کر ان شہداء کو دفن کیا۔ جب قرآن کی اوپر والی آیت نازل ہوئی تو آپ نے کافروں کو معاف کر دیا اور ان سے درگزر فرمایا اور ان کے ناک، کان اعضاء کاٹنے کا ارادہ چھوڑ دیا۔[1]

حضرت اسامہ بن زیدؓ فرماتے ہیں کہ جب میرے والد شہید ہوئے تو نبی کریم ﷺ نے مجھے دیکھا تو آپ کی آنکھوں میں آنسو آگئے۔ اگلے دن میں پھر آپ کی خدمت میں حاضر ہوا تو آپؐ نے فرمایا کہ آج بھی تمہیں دیکھ کر مجھے وہی رنج و صدمہ ہو رہا ہے جو کل ہوا تھا۔[2]

حضرت خالد بن شمیر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ جب حضرت زید بن حارثہ رضی اللہ عنہ شہید ہو گئے تو حضور ﷺ ان کے گھر تشریف لے گئے وہاں حضورؐ کے سامنے حضرت زیدؓ کی بیٹی بلک بلک کر رونے لگی۔ اس پر آپ بھی رونے لگ گئے اور اتنا روئے کہ آپؐ کے رونے کی آواز آنے لگ گئی۔ حضرت سعد بن عبادہ رضی اللہ عنہ نے حضورؐ کی خدمت میں عرض کیا یا رسول اللہ (ﷺ)! یہ کیا ہے؟ حضورؐ نے فرمایا یہ ایک دوست کا اپنے محبوب دوست کے شوق میں رونا ہے۔[3]

حضرت عائشہؓ فرماتی ہیں کہ حضرت عثمان بن مظعون رضی اللہ عنہ کا انتقال ہو چکا تھا اس کے بعد حضور ﷺ نے اس کا بوسہ لیا اس وقت آپ رو رہے تھے اور آپؐ کی آنکھوں سے آنسو بہہ رہے تھے۔[4] ابن سعد کی روایت میں یہ ہے کہ حضرت عائشہؓ فرماتی ہیں میں نے دیکھا کہ حضورؐ کے آنسو بہہ کر حضرت عثمان بن مظعون کے رخسار پر گر رہے ہیں۔[5]

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے صحابہؓ کا موت پر صبر

حضرت انس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ حضرت حارثہ بن سراقہ رضی اللہ عنہ جنگ بدر کے دن شہید ہوئے تھے اور یہ اس جماعت میں تھے جو لشکر کی دیکھ بھال کرنے والی تھی۔ انہیں اچانک ایک نامعلوم تیر لگا جس سے یہ شہید ہو گئے ان کی والدہ نے حضور ﷺ کی خدمت میں حاضر ہو کر عرض کیا یا رسول اللہ! آپ مجھے بتائیں کہ حارثہ کہاں ہے؟ اگر وہ

۱۔ عند الطبرانی وفیه احمد بن ایوب بن راشد وهو ضعیف قال الهیثمی (ج ٦ ص ١٢٠)

۲۔ اخرجه بن ابی شیبة وابن منیع والبزار والباوردی والدار قطنی فی الافراد وسعید بن منصور كذافی المنتخب (ج ٥ ص ١٣٦) ۳۔ عند ابن سعد (ج ٣ ص ٣٢)

٤۔ اخرجه الترمذی كذافی الاصابة (ج ٢ ص ٤٧٤)

٥۔ اخرجه ابن سعد (ج ٣ ص ٢٨٨) عن عائشه نحوه

جنت میں ہے تو میں صبر کروں گی ورنہ اللہ تعالیٰ بھی دیکھ لیں گے کہ میں کیا کرتی ہوں یعنی کتنا نوحہ کرتی ہوں اس وقت تک نوحہ کرنا حرام نہیں ہوا تھا حضورؐ نے ان سے فرمایا تیرا بھلا ہو! کیا تم بے وقوف ہو گئی ہو؟ (کہ ایک ہی جنت سمجھتی ہو) جنتیں تو آٹھ ہیں اور تمہارے بیٹے کو فردوس اعلیٰ جنت ملی ہے۔[1] ایک روایت میں ہے کہ اگر حارثہ جنت میں ہے تو میں صبر کروں گی اور اگر کہیں اور ہے تو میں اس کی وجہ سے رونے میں سارا زور لگاؤں گی۔ حضور ﷺ نے فرمایا ام حارثہ! وہاں تو کئی جنتیں ہیں اور تمہارا بیٹا فردوس اعلیٰ میں گیا ہے۔[2] طبرانی کی روایت میں یہ ہے کہ حضور ﷺ نے فرمایا اے ام حارثہ! وہاں ایک جنت نہیں ہے بلکہ بہت سی جنتیں ہیں اور وہ فردوس اعلیٰ جنت میں ہے۔ حضرت ام حارثہ نے کہا پھر تو میں صبر کروں گی۔ ابن نجار کی روایت میں یہ ہے کہ حضرت ام حارثہ رضی اللہ عنہا نے کہا یا رسول اللہ (ﷺ)! اگر میرا بیٹا جنت میں ہے تو میں نہ روؤں گی اور نہ غم کا اظہار کروں گی اور اگر وہ جہنم میں ہے تو میں جب تک دنیا میں زندہ رہوں گی روتی رہوں گی۔ حضورؐ نے فرمایا اے ام حارثہ! وہاں ایک جنت نہیں ہے بلکہ کئی جنتیں ہیں اور (تمہارا بیٹا) حارث (پیار کی وجہ سے حارثہ کی جگہ حارث فرمایا) تو فردوس اعلیٰ میں ہے۔ اس پر وہ ہنستی ہوئی واپس آگئیں اور کہہ رہی تھیں واہ واہ اے حارث تیرے کیا کہنے۔[3]

حضرت محمد بن ثابت بن قیس بن شماس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ قبیلہ بنو قریظہ کی لڑائی میں انصار کے ایک صاحب شہید ہو گئے جنہیں خلاد کہا جاتا تھا کسی نے آکر ان کی والدہ سے کہا اے ام خلاد! خلاد شہید ہو گئے تو وہ نقاب پہنے ہوئے باہر آئیں کسی نے کہا تمہارا بیٹا خلاد شہید ہو گیا ہے اور تم نے نقاب پہنا ہوا ہے (تمہیں اظہار غم کے لئے نقاب اتار دینا چاہئے) انھوں نے کہا اگر میرا بیٹا خلاد چلا گیا ہے تو اس کا مطلب یہ تو نہیں ہے کہ میں شرم و حیا کو بھی ہاتھ سے جانے دوں۔ حضور ﷺ کو جب اس کی خبر ملی تو آپؐ نے فرمایا غور سے سنو! خلاد کو دو شہیدوں کا اجر ملا ہے کسی نے پوچھا یا رسول اللہؐ! ایسا کیوں ہوا؟ حضورؐ نے فرمایا اس لئے کہ اہل کتاب نے اسے قتل کیا ہے۔[4]

۱۔ اخرجه الشیخان کذافی البدایة (ج ۳ ص ۲۷٤) واخرجه البیهقی (ج۹ ص ۱٦۷) عن انس نحوه ۲۔ واخرجه ابن ابی شیبة کمافی الکنز (ج ۵ ص ۲۷۳) والحاکم (ج۳ ص ۲۰۸) وابن سعد (ج ۳ ص ٦۸) عن انس بمعناه والطبرانی کمافی الکنز (ج ۵ ص ٦۷۵) عن حصین بن عوف الخثعمی رضی الله عنه ۳۔ اخرجه ابن النجار عن انس مطولا کمافی الکنز (ج۷ ص ٤٦) ٤۔ اخرجه ابن سعد (ج۳ ص ۸۳) واخرجه ابونعیم عن عبدالخبیر بن قیس بن شماس عن ابیه عن جده کمافی الکنز (ج ۲ ص ۱۵۷) واخرجه ایضا ابویعلی من طریق عبدالخبیر بن قیس بن ثابت بن قیس بن شماس عن ابیه عن جده نحوه کمافی الاصابة (ج ۱ ص ٤۵٤) وقال قال ابن منده غریب لانعرفه الامن هذا الوجه. ۵۱

حضرت انس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ (ان کی والدہ) حضرت ام سلیم رضی اللہ عنہا (اپنے خاوند) ابوانس کے پاس آئیں اور کہا آج میں ایسی خبر لائی ہوں جو تمہیں پسند نہیں آئے گی ابوانس نے کہا تم اس دیہاتی کے پاس سے ہمیشہ ایسی خبریں لاتی ہو جو مجھے پسند نہیں آتیں حضرت ام سلیم نے کہا، تھے تو وہ دیہاتی لیکن اللہ تعالیٰ نے انہیں چن لیا اور انہیں پسند کر کے نبی بنایا ہے۔ ابوانس نے کہا اچھا کیا خبر لائی ہو؟ حضرت ام سلیم نے کہا شراب حرام کر دی گئی ابوانس نے کہا آج سے میرے اور تمہارے درمیان جدائی ہو گئی (یعنی میں نے تمہیں طلاق دے دی) اور ابوانس حالت شرک میں ہی مرا اور حضرت ابو طلحہ رضی اللہ عنہ (جو اس وقت تک کافر تھے) حضرت ام سلیم کے پاس (شادی کرنے کے ارادے سے) آئے تو حضرت ام سلیم نے کہا جب تک تم مشرک رہو گے میں تم سے شادی نہیں کر سکتی۔ حضرت ابو طلحہ نے کہا کہ نہیں اللہ کی قسم! جو تم کہہ رہی ہو وہ تم چاہتی نہیں ہو۔ حضرت ام سلیم نے کہا میں کیا چاہتی ہوں؟ حضرت ابو طلحہ نے کہا تم سونا اور چاندی لینا چاہتی ہو (مشرک ہونے کا بہانہ تو تم ویسے ہی کر رہی ہو) حضرت ام سلیم نے کہا کہ میں تمہیں اور اللہ کے نبی کو اس بات پر گواہ بناتی ہوں کہ اگر تم اسلام لے آؤ گے تو میں تم سے اسلام پر راضی ہو جاؤں گی (اور مہر کا مطالبہ نہ کروں گی یہ اسلام ہی مہر ہو گا) حضرت ابو طلحہ نے کہا میرا یہ کام کون کرے گا؟ حضرت ام سلیم نے کہا اے انس! اٹھو اور اپنے چچا کے ساتھ جاؤ چنانچہ (میں اٹھا اور) حضرت طلحہ بھی اٹھے اور انہوں نے اپنا ہاتھ میرے کندھے پر رکھا پھر ہم دونوں چلتے رہے یہاں تک کہ جب ہم لوگ نبی کریم ﷺ کے قریب پہنچے تو حضورؐ نے ہماری گفتگو سن لی۔ حضورؐ نے فرمایا یہ طلحہ ہیں ان کی پیشانی پر اسلام کی رونق ہے چنانچہ حضرت ابو طلحہ نے جا کر حضورؐ کو سلام کیا اور کلمہ شہادت اشہد ان لا الہ الا اللہ واشہد ان محمدا عبدہ ورسولہ پڑھا حضورؐ نے اسلام پر ہی ان کی شادی حضرت ام سلیم سے کرا دی حضرت ام سلیم سے ان کا بیٹا ہوا جب وہ چلنے لگا اور والد کو اس سے بہت پیار ہو گیا تو اللہ تعالیٰ نے اس کی روح قبض کر لی پھر حضرت ابو طلحہ جب گھر آئے تو انہوں نے پوچھا اے ام سلیم! میرے بیٹے کا کیا ہوا؟ حضرت ام سلیم نے کہا پہلے سے بہتر ہے (یہ غلط نہیں کہا اس لئے کہ مومن کی حالت مرنے کی بعد دنیا سے بہتر ہو جاتی ہے) پھر حضرت ام سلیم نے کہا آج آپ نے دوپہر کے کھانے میں دیر کر دی تو کیا آپ دوپہر کا کھانا کھائیں گے؟ پھر فرماتی ہیں کہ میں نے کھانا ان کے سامنے رکھا اور میں نے اس سے کہا کچھ لوگوں نے ایک آدمی سے کوئی چیز بطور عاریت لی۔ پھر وہ عاریت ان کے پاس کچھ عرصہ رہی اور عاریت کے مالک نے آدمی بھیج کر اس عاریت کو اپنے قبضہ میں لے لیا اور اپنی عاریت واپس لے لی تو کیا لوگوں کو اس پر پریشان ہونا چاہئے؟ حضرت ابو طلحہ نے کہا نہیں حضرت ام سلیم نے کہا تو پھر آپ کا بیٹا اس دنیا سے چلا گیا ہے (آپ کو اللہ نے دیا تھا اور اب

اسے واپس لے لیا ہے) حضرت ابو طلحہ نے پوچھا اس وقت وہ کہاں ہے؟ حضرت ام سلیم نے کہا وہ اندر کوٹھری میں ہے چنانچہ حضرت ابو طلحہ نے اندر جاکر اس بچے کے چہرے سے کپڑا ہٹایا اور انا للہ پڑھی اور جاکر حضورؐ کو ام سلیم کی ساری بات بتائی حضورؐ نے فرمایا کہ اس ذات کی قسم جس نے مجھے حق دے کر بھیجا ہے ام سلیم نے چونکہ اپنے اس بیٹے کے مرنے پر صبر کیا ہے اس لئے اللہ تعالیٰ نے ان کے رحم میں ایک اور لڑکے کا حمل شروع کر دیا ہے چنانچہ جب حضرت ام سلیم کے ہاں وہ لڑکا پیدا ہوا تو حضورؐ نے فرمایا اے انس! اپنی والدہ سے جاکر کہو کہ جب تم اپنے بیٹے کی ناف کاٹ لو تو اسے کچھ چکھانے سے پہلے میرے پاس بھیج دو چنانچہ حضرت ام سلیم نے وہ بچہ میرے بازوؤں پر رکھ دیا اور میں نے آکر حضورؐ کے سامنے اس بچے کو رکھ دیا۔ حضورؐ نے فرمایا میرے پاس تین عجوہ کھجوریں لاؤ چنانچہ میں تین کھجوریں لایا۔ حضورؐ نے ان کی گٹھلیاں نکال کر پھینک دیں اور پھر انہیں اپنے منہ میں ڈال کر چبایا اور پھر اس بچے کا منہ کھول کر اس میں ڈال دیں۔ بچہ انہیں زبان سے چوسنے لگا۔ حضورؐ نے فرمایا یہ انصاری ہے اس لئے اسے کھجور پسند ہے پھر فرمایا جاکر اپنی والدہ سے کہو اللہ تعالیٰ تمہارے لئے اس بیٹے میں برکت عطا فرمائے اور اسے نیک اور متقی بنالے۔[1]

بزار کی ایک روایت میں یہ ہے کہ حضرت ام سلیم نے شادی کے پیام کے جواب میں کہا کیا میں آپ سے شادی کرلوں حالانکہ آپ ایسی لکڑی کی عبادت کرتے ہیں جسے میرا فلاں غلام گھسیٹے پھرتا ہے۔

حضرت انسؓ فرماتے ہیں کہ حضرت ابو طلحہؓ کا ایک بیٹا بیمار تھا۔ حضرت ابو طلحہ گھر سے باہر گئے تو پیچھے اس کا انتقال ہو گیا۔ حضرت ابو طلحہ نے واپس آکر پوچھا کہ میرے بیٹے کا کیا ہوا؟ حضرت ام سلیم نے کہا پہلے سے زیادہ سکون میں ہے پھر حضرت ام سلیم نے ان کے سامنے رات کا کھانا رکھا حضرت ابو طلحہ نے کھانا کھایا اور بعد میں ان سے صحبت بھی کی جب وہ فارغ ہو گئے تو حضرت ام سلیم نے کہا بچے کو دفن کردو۔ صبح کو آکر حضرت ابو طلحہ نے ساری بات حضور ﷺ کو بتائی۔ حضور ﷺ نے فرمایا کیا تم نے آج رات صحبت کی ہے؟ انہوں نے کہا جی ہاں۔ حضورؐ نے فرمایا اے اللہ! ان دونوں (کی صحبت) میں برکت فرما۔ چنانچہ ان کے ہاں لڑکا پیدا ہوا۔ حضرت ابو طلحہ نے مجھ سے فرمایا اسے حفاظت سے حضورؐ کی خدمت میں لے جاؤ۔ حضرت ام سلیم نے بچے کے ساتھ مجھے کھجوریں بھی دیں میں اس بچے کو لے کر حضورؐ کی

---

[1] اخرجه البزار قال الهيثمي (ج ٩ ص ٢٦١) رواه البزار و رجاله رجال الصحيح غير احمد بن منصور الرمادي و هو ثقة و في روايته للبزار ايضا قالت له انزوجك وانت تعبد خشبة يجرها عبدي فلان فذكر الحديث ورجاله رجال الصحيح. انتهى و اخرجه ابن سعد (ج ٨ ص ٣١٦) عن انس بدون ذكر قصة اسلام ابي طلحة.

خدمت میں آیا۔ حضورؐ نے بچے کو لیا اور فرمایا کیا اس بچے کے ساتھ کوئی چیز بھی ہے؟ میں نے کہا ہاں کھجوریں ہیں حضورؐ نے وہ کھجوریں لے کر انہیں چبایا اور انہیں اپنے منہ سے نکال کر اس بچے کے منہ میں تالو پر لگادیا اور اس کا نام عبداللہ رکھا۔ بخاری کی دوسری روایت میں یہ ہے کہ حضور ﷺ نے فرمایا امید ہے کہ اللہ تعالیٰ ان دونوں کی اس رات میں برکت عطا فرمائیں گے چنانچہ حضرت سفیان کہتے ہیں کہ ایک انصاری آدمی نے کہا میں نے اس بچے کے نو بیٹے دیکھے جو سب قرآن پڑھے ہوئے تھے۔ [۲]

حضرت قاسم بن محمدؒ فرماتے ہیں کہ حضرت ابو بکرؓ کے بیٹے حضرت عبداللہؓ کو غزوہ طائف میں ایک تیر لگا تھا (جس کا زخم ایک دفعہ تو بھر گیا تھا لیکن) حضور ﷺ کے انتقال کے چالیس دن بعد وہ زخم پھر پھٹ گیا اور اس میں ان کا انتقال ہو گیا۔ حضرت ابو بکر، حضرت عائشہؓ کے پاس آئے اور فرمایا اے بیٹا! اللہ کی قسم! مجھے تو ایسے معلوم ہو رہا ہے کہ جیسے کسی بکری کا کان پکڑ کر اسے ہمارے گھر سے باہر نکال دیا گیا ہو۔ حضرت عائشہؓ نے کہا تمام تعریفیں اس اللہ کے لیے ہیں جس نے آپ کے دل کو مضبوط کر دیا اور اس موقع کی ہدایت پر آپ کو پکا کر دیا (یعنی اس موقع پر صبر و ہمت سے کام لینے کی توفیق عطا فرمادی) پھر حضرت ابو بکر باہر آ گئے پھر اندر آئے اور فرمایا اے بیٹا! کیا تمہیں اس بات کا ڈر ہے کہ تم نے عبداللہ کو زندہ ہی دفن کر دیا ہو؟ حضرت عائشہؓ نے کہا اے ابا جان! انا للّٰہ وانا الیہ راجعون۔ حضرت ابو بکر نے کہا میں شیطان مردود سے اس اللہ کی پناہ چاہتا ہوں جو سننے والا اور جاننے والا ہے اے بیٹا! ہر آدمی کے دل میں دو طرح کے خیالات آتے ہیں ایک اچھے جو فرشتے کی طرف سے آتے ہیں ایک برے جو شیطان کی طرف سے آتے ہیں پھر قبیلہ ثقیف کا وفد (طائف سے) حضرت ابو بکر کے پاس آیا تو وہ تیر جو حضرت ابو بکر کے بیٹے عبداللہ کو لگا تھا وہ ان کے پاس تھا حضرت ابو بکر نے وہ تیر نکال کر انہیں دکھایا اور پوچھا کہ آپ لوگوں میں سے کوئی اس تیر کو پہچانتا ہے؟ تو قبیلہ بنو عجلان کے حضرت سعد بن عبیدؓ نے کہا اس تیر کو میں نے تراشا تھا اور میں نے اس کا پر لگایا تھا اور اس کا پٹھا لگایا تھا اور میں نے ہی یہ تیر مارا تھا۔ حضرت ابو بکر نے فرمایا (میرا بیٹا) عبداللہ بن ابی بکر اسی سے شہید ہوا ہے لہذا تمام تعریفیں اس اللہ کے لیے ہیں جس نے اسے تمہارے ہاتھوں شہادت سے نوازا اور تمہیں اس کے ہاتھ سے (قتل کروا کر) ذلیل نہیں کیا۔ (ورنہ تم دوزخ میں جاتے) بے شک اللہ تعالیٰ وسیع حمایت و حفاظت والے ہیں [۳] بیہقی کی روایت میں یہ ہے کہ اللہ نے تمہیں اس کے ہاتھ سے ذلیل نہیں کیا بے شک اللہ تعالیٰ نے تم دونوں کے لیے (فائدہ میں) وسعت پیدا فرمادی۔ [۴]

---

۱ ۔ عند البخاری (ج ۲ ص ۸۲۲) ۲ ۔ عند البخاری (ج ۱ ص ۱۷٤)
۳ ۔ اخرجه الحاکم (ج ۳ ص ٤۷۷) ٤ ۔ اخرجه البیهقی (ج ۹ ص ۹۷)

حضرت عمرو بن سعیدؒ فرماتے ہیں کہ جب بھی حضرت عثمانؓ کے ہاں کوئی بچہ پیدا ہوتا تو حضرت عثمانؓ اسے منگواتے اسے کپڑے کے ٹکڑے میں لپیٹ کر لایا جاتا پھر وہ اسے ناک لگا کر سونگھتے کسی نے پوچھا آپ اس طرح کیوں کرتے ہیں فرمایا میں اس لئے کرتا ہوں تاکہ میرے دل میں اس کی کچھ محبت پیدا ہو جائے اور پھر اگر اسے کچھ ہو (یعنی بیمار ہو جائے یا مر جائے) تو (اس کی محبت کی وجہ سے) دل کو رنج و صدمہ ہو اور پھر اگر اسے کچھ ہو (یعنی بیمار ہو جائے یا مر جائے) تو (اس کی محبت کی وجہ سے) دل کو رنج و صدمہ ہو اور پھر صبر کیا جائے اور اس کی جنت ملے (جب بچہ سے محبت نہیں ہو گی تو اس کی بیماری یا موت سے صدمہ بھی نہیں ہو گا اور صبر کرنے کی ضرورت نہیں ہو گی)[1] حضرت ابو ذرؓ سے کسی نے پوچھا کیا بات ہے آپ کا کوئی بچہ زندہ نہیں رہتا؟ فرمایا تمام تعریفیں اس اللہ کے لیئے ہیں جو میرے بچوں کو اس فانی گھر سے لے رہا ہے اور ہمیشہ رہنے والے گھر یعنی جنت میں جمع کر رہا ہے[2] حضرت عمر بن عبدالرحمٰن بن زید بن خطابؒ کہتے ہیں کہ جب بھی حضرت عمرؓ کو کوئی رنج و صدمہ پہنچتا تو (اپنے کو تسلی دینے کے لیئے) فرماتے کہ مجھے (میرے بھائی) حضرت زید بن خطابؓ (کی شہادت) کا زبردست صدمہ پہنچا تھا لیکن میں نے اس پر صبر کر لیا تھا (تو یہ اس سے چھوٹا ہے اس پر تو صبر کرنا ہی چاہیئے) حضرت عمرؓ نے اپنے بھائی حضرت زید کے قاتل کو دیکھا تو فرمایا تیرا بھلا ہو! تم نے میرے ایسے بھائی کو قتل کیا ہے جب بھی پروا ہوا چلتی ہے تو مجھے وہ بھائی یاد آجاتا ہے (یعنی مجھے اس سے بہت زیادہ محبت ہے)[3]

حضرت ابن عباسؓ فرماتے ہیں کہ جب حضرت حمزہؓ شہید ہو گئے تو (ان کی ہمشیرہ) حضرت صفیہؓ انہیں تلاش کرتی ہوئی آئیں انہیں معلوم نہیں تھا کہ حضرت حمزہ کے ساتھ کیا ہوا ہے؟ راستہ میں حضرت علی اور حضرت زبیرؓ سے ان کی ملاقات ہوئی حضرت علی نے حضرت زبیر سے کہا نہیں بلکہ آپ اپنی پھوپھی کو بتائیں حضرت صفیہؓ نے ان دونوں سے پوچھا کہ حضرت حمزہ کا کیا ہوا؟ ان دونوں نے ایسا ظاہر کیا جیسے کہ انہیں معلوم نہیں ہے وہ چلتے چلتے حضور ﷺ تک پہنچ گئیں۔ حضورؐ نے انہیں دیکھ کر فرمایا مجھے اس بات کا ڈر ہے کہ صدمہ کی شدت سے ان کے دماغ پر اثر نہ پڑ جائے اس لیے آپ نے ان کے سینے پر ہاتھ رکھ کر دعا فرمائی (اور پھر انہیں بتایا جس پر) حضرت صفیہ نے انا للہ پڑھی اور رونے لگیں پھر حضورؐ تشریف لے گئے اور حضرت حمزہ کے پاس جا کر کھڑے ہو گئے۔ ان کے ناک کان اور دیگر اعضا کٹے ہوئے تھے تو آپ نے فرمایا اگر (رشتہ دار) عورتوں کی پریشانی کا ڈر نہ ہوتا تو میں

۱۔ اخرجه ابن سعد كذافى الكنز (ج ۲ ص ۱۵۷) ۲۔ اخرجه ابو نعيم كذافى الكنز (ج ۲ ص ۱۵۷) ۳۔ اخرجه الحاكم (ج ۳ ص ۲۲۷) واخرجه البيهقى (ج ۹ ص ۹۷) عن عبدالله بن زيد مثله

انہیں (دفن نہ کرتا بلکہ) یہیں چھوڑ دیتا تا کہ کل قیامت کے دن ان کا حشر پرندوں کی پوٹوں اور درندوں کے پیٹوں سے ہوتا پھر آپ کے فرمانے پر شہدا کے جنازوں کو لایا گیا اور آپ ان کی نماز جنازہ پڑھنے لگے اور اس کی صورت یہ ہوئی کہ حضرت حمزہ کے ساتھ نو اور جنازے رکھے جاتے لیکن حضرت حمزہ کا جنازہ وہاں ہی رہنے دیا جاتا پھر نو اور جنازے لائے جاتے آپ سات تکبیروں کے ساتھ ان کی نماز جنازہ پڑھتے یونہی سلسلہ چلتا رہا یہاں تک کہ آپ ان کی نماز جنازہ سے فارغ ہوئے۔[1]

حضرت زبیر بن عوامؓ فرماتے ہیں کہ جنگ احد کے دن ایک عورت سامنے سے تیز چلتی ہوئی نظر آئی۔ ایسا معلوم ہو رہا تھا کہ وہ مقتول شہداء کو دیکھنا چاہتی ہے۔ حضور ﷺ نے اسے پسند نہ فرمایا کہ یہ عورت انہیں دیکھے اس لیئے حضورؐ نے فرمایا عورت! عورت! یعنی اسے روکو مجھے دیکھنے سے اندازہ ہو گیا کہ یہ میری والدہ حضرت صفیہؓ ہیں چنانچہ میں دوڑ کر ان کی طرف گیا اور ان کے شہدا تک پہنچنے سے پہلے میں ان تک پہنچ گیا انہوں نے میرے سینے پر زور سے ہاتھ مارا وہ بڑی طاقتور تھیں اور انہوں نے کہا پرے ہٹ زمین تیری نہیں ہے۔ میں نے کہا حضور ﷺ نے بڑی تاکید سے آپ کو ادھر جانے سے روکا ہے یہ سن کر وہ وہیں رک گئیں اور ان کے پاس دو چادریں تھیں انہیں نکال کر فرمایا یہ دو چادریں میں اپنے بھائی حمزہ کے لیئے لائی ہوں مجھے ان کے شہید ہونے کی خبر مل چکی ہے لہذا ان کو ان میں کفن دے دو چنانچہ ہم لوگ وہ چادریں لے کر کفنانے کے لئے حضرت حمزہ کے پاس گئے وہاں ہم نے دیکھا کہ ایک انصاری شہید بھی پڑے ہوئے ہیں جن کے ساتھ کافروں نے وہی سلوک کیا ہوا ہے جو انہوں نے حضرت حمزہ کے ساتھ کیا تھا تو ہمیں اس میں بڑی ذلت اور شرم محسوس ہوئی کہ حضرت حمزہ کو دو چادروں میں کفن دیا جائے اور انصاری کے پاس ایک بھی چادر نہ ہو چنانچہ ہم نے کہا ایک چادر حضرت حمزہ کی اور دوسری انصاری کی۔ دونوں چادروں کو ناپا تو ایک بڑی تھی اور ایک چھوٹی۔ چنانچہ ہم نے دونوں حضرات کے لیئے قرعہ اندازی کی اور جس کے حصہ میں جو چادر آئی اسے اس میں کفنا دیا۔[2]

حضرت زہری، حضرت عاصم بن یحییٰ اور دیگر حضرات حضرت حمزہؓ کی شہادت کے بارے میں نقل فرماتے ہیں کہ حضرت صفیہ بنت عبدالمطلبؓ اپنے بھائی کو دیکھنے آئیں تو انہیں راستہ میں (ان کے بیٹے) حضرت زبیرؓ ملے انہوں نے کہا کیوں؟ مجھے یہ خبر مل چکی ہے

۱؎ اخرجه الحاكم (ج ۳ ص ۱۹۷) واخرجه ایضا ابن ابی شیبة والطبرانی نحوه عن ابن عباس كمافی المنتخب (ج ۵ ص ۱۷۰) والبزار كمافی المجمع (ج ۶ ص ۱۱۸) وقال فی اسناد والبزار والطبرانی یزید بن ابی زیاده وهو ضعیف ۲؎ عند البزار و احمد وابی یعلی قال الهیثمی (ج ۶ ص ۱۸۸) وفیه عبدالرحمن بن ابی الزناد وهو ضعیف وقدوثق. انتهی

کہ میرے بھائی کے ناک کان اعضاء کاٹے گئے ہیں اور ان کے ساتھ یہ سب کچھ اللہ کی وجہ سے کیا گیا ہے اور جو کچھ ہوا ہے ہم اس پر بالکل راضی ہیں انشاء اللہ میں ہر طرح صبر کروں گی اور اللہ سے ثواب کی امید رکھوں گی۔ حضرت زبیر نے جا کر حضورؐ کو بتایا۔ حضورؐ نے فرمایا اچھا انہیں جانے دو اور نہ روکو۔ چنانچہ وہ حضرت حمزہ کے پاس گئیں اور ان کے لیئے دعائے مغفرت کی پھر حضورؐ کے فرمانے پر حضرت حمزہ کو دفن کیا گیا۔[1]

حضرت ام سلمہؓ فرماتی ہیں ایک دن (میرے خاوند) حضرت ابو سلمہؓ حضور ﷺ کے پاس سے میرے ہاں آئے اور انہوں نے کہا میں نے حضورؐ سے ایک بات سنی ہے جس سے مجھے بہت زیادہ خوشی ہوئی ہے حضورؐ نے فرمایا جب کسی مسلمان پر کوئی مصیبت آتی ہے اور وہ اس پر انا للہ پڑھے اور یہ دعا پڑھے اللھم اجرنی فی مصیبتی واخلف لی خیرا منھا۔ ترجمہ: اے اللہ! مجھے اس مصیبت میں اجر عطا فرما اور جو چیز چلی گئی ہے اس سے بہتر مجھے عطا فرما تو اللہ تعالیٰ اسے اس سے بہتر ضرور عطا فرماتے ہیں۔ حضرت ام سلمہ کہتی ہیں میں نے ان کی اس بات کو یاد رکھا چنانچہ جب حضرت ابو سلمہ کا انتقال ہوا تو میں نے انا للہ پڑھی اور یہ دعا پڑھی۔ دعا تو میں نے پڑھ لی لیکن دل میں یہ خیال آتا رہا کہ ابو سلمہ سے بہتر مجھے کون مل سکتا ہے؟ جب میری عدت ختم ہو گئی تو حضورؐ نے میرے پاس آنے کی اجازت مانگی اس وقت میں کھال رنگ رہی تھی میں نے کیکر کے پتوں والے ہاتھ دھوئے (کھال کے رنگنے میں کیکر کے پتے استعمال ہوتے تھے) پھر میں نے آپ کو اجازت دی اور میں نے آپ کے لیئے چمڑے کا گدا رکھا جس کے اندر کھجور کی چھال بھری ہوئی تھی آپ اس پر بیٹھ گئے اور مجھے اپنے ساتھ شادی کرنے کا پیغام دیا جب آپ بات پوری فرما چکے تو میں نے کہا یا رسول اللہ! یہ تو ہو نہیں سکتا کہ مجھے آپ سے شادی کرنے کی رغبت نہ ہو لیکن ایک بات یہ ہے کہ میری طبیعت میں غیرت بہت ہے تو مجھے اس بات کا ڈر ہے کہ اس غیرت کی وجہ سے آپ میری طرف سے کوئی ایسی بات دیکھیں جس پر اللہ تعالیٰ مجھے عذاب دے۔ دوسری بات یہ ہے کہ میری عمر بھی زیادہ ہو گئی ہے اور تیسری بات یہ ہے کہ میں بال بچوں والی عورت ہوں۔ حضورؐ نے فرمایا تم نے جو غیرت کا ذکر کیا ہے اسے اللہ تعالیٰ دور فرما دیں گے اور تم نے عمر زیادہ ہونے کا جو ذکر کیا ہے تو تمہاری طرح میری عمر بھی زیادہ ہو گئی ہے اور تم نے بچوں کا ذکر کیا ہے تو تمہارے بچے میرے بچے ہیں اس پر میں نے حضورؐ کی بات کو تسلیم کر لیا اور پھر واقعی اللہ تعالیٰ نے مجھے حضرت ابو سلمہ سے بہتر خاوند عطا فرما دیا یعنی رسول اللہ ﷺ۔[2]

---

[1] عند ابن اسحاق فی السیرۃ کذافی الاصابۃ (ج ٤ ص ٣٤٩)

[2] اخرجہ احمد ورواہ النسائی وابن ماجہ والترمذی وقال حسن غریب کذافی البدایۃ (ج ٤ ص ٩١) واخرجہ ابن سعد (ج ٨ ص ٢٣،٣٣)

حضرت عائشہؓ فرماتی ہیں کہ ہم حج یا عمرے سے واپس آئے تو ذوالحلیفہ پر ہمارا استقبال ہوا اور انصاری لڑکے اپنے گھر والوں کا استقبال کر رہے تھے تو لوگ حضرت اسید بن حضیرؓ سے ملے اور انہیں بتایا کہ ان کی بیوی کا انتقال ہو گیا ہے یہ سن کر وہ اپنے منہ پر کپڑا ڈال کر رونے لگے میں نے ان سے کہا اللہ تعالیٰ آپ کی مغفرت فرمائے آپ حضور ﷺ کے صحابی ہیں آپ کو اسلام میں سبقت حاصل ہے اور آپ پرانے مسلمان ہیں آپ کو کیا ہوا کہ آپ ایک عورت کی وجہ سے رو رہے ہیں؟ اس پر انہوں نے سر سے کپڑا ہٹایا اور کہا آپ سچ فرماتی ہیں میری زندگی کی قسم! حضرت سعد بن معاذؓ کے انتقال کے بعد مجھے کسی پر رونے کا حق نہیں پہنچتا کیونکہ حضورؐ نے ان کے بارے میں بڑی فضیلت والی بات فرمائی تھی میں نے پوچھا حضورؐ نے ان کے بارے میں کیا فرمایا تھا؟ انہوں نے کہا حضورؐ نے فرمایا تھا سعد بن معاذؓ کے مرنے پر عرش بھی ہل گیا۔ حضرت عائشہؓ فرماتی ہیں اس وقت حضرت اسید میرے اور حضورؐ کے درمیان چل رہے تھے۔[1]

حضرت عونؒ کہتے ہیں جب حضرت عبداللہ بن مسعودؓ کو ان کے بھائی حضرت عتبہؓ کے انتقال کی خبر ملی تو وہ رونے لگے کسی نے ان سے کہا کیا آپ رو رہے ہیں؟ انہوں نے فرمایا وہ نسب میں میرے بھائی تھے اور ہم دونوں حضور ﷺ کے ساتھ اکٹھے رہے ہیں لیکن اس کے باوجود مجھے یہ پسند نہیں ہے کہ میں ان سے پہلے مرتا بلکہ ان کا پہلے انتقال ہو اور میں صبر کروں اور اللہ سے ثواب کی امید رکھوں یہ مجھے اس سے زیادہ محبوب ہے کہ میں پہلے مروں اور میرے بھائی صبر کر کے اللہ سے ثواب کی امید رکھیں۔[2] حضرت خیثمہؒ فرماتے ہیں کہ جب حضرت عبداللہؓ کو ان کے بھائی حضرت عتبہؓ کے انتقال کی خبر ملی تو ان کی دونوں آنکھوں سے آنسو بہنے لگے اور فرمایا یہ (رونا) رحمت اور شفقت کی وجہ سے ہے جو اللہ تعالیٰ دلوں میں ڈالتے ہیں ابن آدم کا ان (آنسوؤں) پر کوئی اختیار نہیں ہے۔[3]

حضرت عبداللہ بن ابی سلیطؒ فرماتے ہیں کہ میں نے دیکھا کہ حضرت ابو احمد بن جحشؓ (اپنی ہمشیرہ) حضرت زینب بنت جحشؓ کے جنازے کو اٹھائے ہوئے جا رہے ہیں حالانکہ وہ نابینا تھے اور وہ رو رہے تھے۔ پھر میں نے سنا کہ حضرت عمرؓ فرما رہے ہیں اے ابو احمد! جنازے سے ایک طرف ہو جاؤ لوگوں کی وجہ سے تمہیں تکلیف ہو گی۔ ان کے جنازے کو اٹھانے کے لئے

۱ـ اخرجه ابن شيبة واحمد والشاشي وابن عساكر كذافي الكنز (ج ۷ ص ۴۲) واخرجه ابن سعد (ج ۳ ص ۱۲) والحاكم (ج ۳ ص ۲۸۹) عن عائشة نحوه قال الحاكم صحيح على شرط مسلم ولم يخرجاه وقال الذهبي صحيح و اخرجه ابو نعيم ايضا عن عائشة نحوه كمافي الكنز (ج ۸ ص ۱۱۸) الا انه، وقع عنده قال ا فيحق لي ان لا ابكي وقد سمعت رسول الله ﷺ يقول اهتز العرش اعواده لموت سعد بن معاذ وعند الطبراني كمافي المجمع (ج ۹ ص ۳۰۹) فقال ومالي لاابكي وقد سمعت فذكره وقال اسانيدها كلها حسنة ۲ـ اخرجه ابو نعيم في الحلية (ج ۴ ص ۲۵۳) ۳ـ عند ابن سعد (ج ۴ ص ۹۴)

لوگوں کا بڑا ہجوم تھا۔ حضرت ابو احمد نے کہا اے عمر! ہمیں اسی بہن کی وجہ سے ہر خیر ملی ہے اور ان کے جانے پر جو رنج و صدمہ مجھے ہے وہ جنازہ اٹھانے سے کم ہو رہا ہے۔ حضرت عمرؓ نے فرمایا اچھا پھر تو تم چمٹے رہو چمٹے رہو۔[1]

حضرت احنف بن قیسؒ فرماتے ہیں کہ میں نے حضرت عمر بن خطابؓ کو یہ فرماتے ہوئے سنا کہ قریش لوگوں کے سردار ہیں ان میں سے جو بھی کسی دروازے میں داخل ہو گا اس کے ساتھ لوگوں کی ایک بڑی جماعت بھی ضرور داخل ہو گی مجھے ان کی اس بات کا مطلب سمجھ میں نہیں آیا یہاں تک کہ انہیں نیزے سے زخمی کیا گیا جب ان کی وفات کا وقت قریب آیا تو انہوں نے حضرت صہیبؓ کو حکم دیا کہ وہ لوگوں کو تین دن نماز پڑھائیں اور انہوں نے اس بات کا بھی حکم دیا کہ نئے خلیفہ کے مقرر ہونے تک لوگوں کو کھانا پکا کر کھلایا جائے جب لوگ حضرت عمرؓ کے جنازے سے واپس آئے تو دستر خوان بچھائے گئے اور کھانا لا کر رکھا گیا لیکن رنج و غم کی زیادتی کی وجہ سے لوگ کھانا نہیں کھا رہے تھے تو۔ حضرت عباس بن عبد المطلب رضی اللہ عنہ نے فرمایا اے لوگو! حضور ﷺ کا انتقال ہوا ہم نے اس کے بعد کھایا اور پیا پھر حضرت ابو بکرؓ کا انتقال ہوا تو ہم نے ان کے بعد کھایا اور پیا۔ اس لئے کھانا ضروری ہے لہٰذا آپ سب یہ کھانا کھائیں پھر حضرت عباسؓ نے ہاتھ بڑھا کر کھانا شروع کر دیا تو تمام لوگوں نے ہاتھ بڑھایا اور کھانا شروع کر دیا تو اس وقت حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی بات سمجھ آئی کہ قریش لوگوں کے سردار ہیں۔[2]

حضرت ابو عیینہؒ فرماتے ہیں کہ حضرت ابو بکرؓ جب کسی آدمی کو کسی مصیبت پر تسلی دیا کرتے تو فرمایا کرتے آدمی اگر صبر اور حوصلہ سے کام لے تو کوئی مصیبت نہیں ہے اور گھبرانے اور پریشان ہونے میں کوئی فائدہ نہیں ہے۔ موت سے پہلے کا معاملہ بہت آسان ہے اور اس کے بعد کا معاملہ بہت سخت ہے۔ حضور ﷺ کی وفات کے صدمہ کو یاد کر لیا کرو اس سے تمہاری ہر مصیبت ہلکی ہو جائے گی اللہ تعالیٰ تمہیں اجر عظیم عطا فرمائے۔[3]

حضرت سفیان رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں حضرت علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ نے حضرت اشعث بن قیس رضی اللہ عنہ کو ان کے بیٹے کی وفات پر تسلی دی تو فرمایا اگر (بیٹے کے جانے پر) آپ کو رنج و صدمہ ہے تو یہ رشتہ داری کا تقاضا ہے اب اگر آپ صبر کرو گے تو اللہ تعالیٰ آپ کے بیٹے کا بدل عطا فرمائیں گے اگر صبر کرو گے تو بھی تقدیر کا لکھا پورا ہو کر رہے گا

---

[1] اخرجه ابن سعد (ج٨ص ٨٠) [2] اخرجه ابن سعد (ج٤ ص ١٩) كذافى الكنز (ج٧ ص ٦٧) واخرجه الطبرانى نحوه قال الهيثمى (ج٥ ص٩٦) وفيه على بن زيد وحديثه حسن وبقية رجاله رجال الصحيح [3] اخرجه ابن ابى خيثمة والدنيورى فى المجالسة وابن عساكر كذافى الكنز (ج٨ص ١٢٢)

لیکن آپ کو اجر و ثواب ملے گا اور اگر گلہ شکوہ کرو گے تو بھی تقدیر کا لکھا پورا ہو کر رہے گا لیکن آپ کو گناہ ہوگا۔[1]

عام مصائب پر صبر کرنا

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں کہ نبی کریم ﷺ مکہ مکرمہ میں تھے آپ کے پاس ایک انصاری عورت آئی اور اس نے کہا یا رسول اللہؐ ! یہ خبیث (شیطان) مجھ پر غالب آگیا ہے۔ حضورؐ نے اس سے فرمایا تم کو جو تکلیف ہے اگر تم اس پر صبر کرو تو قیامت کے دن تم اس حال میں آؤ گی کہ نہ تم پر کوئی گناہ ہوگا اور نہ تم سے حساب لیا جائے گا اس عورت نے کہا کہ اس ذات کی قسم جس نے آپ کو حق دے کر بھیجا ہے! میں مرتے دم تک (انشاء اللہ) صبر کروں گی البتہ مجھے یہ ڈر رہتا ہے کہ اس حالت میں شیطان مجھے ننگا کر دے گا آپؐ نے اس کے لئے اس بارے میں دعا فرمائی چنانچہ جب اسے محسوس ہوتا کہ شیطانی اثرات شروع ہونے والے ہیں تو وہ آکر کعبہ کے پردوں سے چمٹ جاتی اور شیطان سے کہتی دور ہو جا تو وہ شیطان چلا جاتا[2] حضرت عطار رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ مجھ سے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے فرمایا کیا تمہیں میں جنتی عورت نہ دکھاؤں ؟ میں نے عرض کیا کیوں نہیں ضرور دکھائیں۔ انھوں نے فرمایا یہ کالی عورت حضورؐ کی خدمت میں آئی اور اس نے کہا مجھے مرگی کا دورہ پڑتا ہے۔ جس سے ستر کھل جاتا ہے آپؐ میرے لئے اللہ سے دعا فرمادیں حضورؐ نے فرمایا اگر تم چاہو تو صبر کرو اور تمہیں جنت ملے اگر تم چاہو تو میں تمہارے لئے اللہ سے دعا کردوں کہ وہ تمہیں عافیت عطا فرمائے اس عورت نے کہا نہیں نہیں۔ میں صبر کروں گی بس اللہ سے یہ دعا فرمادیں کہ میرا ستر نہ کھلا کرے[3] یہ قصہ بخاری اور مسلم میں بھی ہے۔ بخاری میں یہ بھی ہے کہ حضرت عطا نے ان ام زفر رضی اللہ عنہا کو دیکھا کہ رنگ ان کا کالا اور قد لمبا ہے اور کعبہ کے پردے پر ٹیک لگا کر بیٹھی ہوئی ہیں۔[4]

حضرت عبد اللہ بن مغفل رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ زمانہ جاہلیت میں ایک بدکار عورت تھی (وہ مسلمان ہو گئی) تو ایک مرد نے اس کی طرف ہاتھ بڑھایا۔ اس عورت نے کہا رک جاؤ اللہ تعالیٰ نے شرک کو ختم کر دیا اور اسلام کو لے آئے ہیں چنانچہ اس آدمی نے اسے چھوڑ دیا اور واپس چلا گیا لیکن مڑ کر اسے دیکھنے لگا یہاں تک کہ اس کا چہرہ ایک دیوار سے ٹکرا گیا اس آدمی نے حضور ﷺ کے خدمت میں آکر سارا واقعہ بیان کیا حضورؐ سے فرمایا اللہ کے ایسے بندے ہو جس کے ساتھ اللہ نے خیر کا ارادہ فرمایا ہے کیونکہ اللہ تعالیٰ جب کسی بندے

---

[1] اخرجه ابن عساكر كذافي الكنز (ج ٨ ص ١٢٢)

[2] اخرجه البزار [3] عند احمد [4] كذافي البدايه (ج ٦ ص ١٦٠)

کے ساتھ خیر کا ارادہ فرماتے ہیں تو اسے اس گناہ کی سزا جلدی دے دیتے ہیں یعنی دنیا میں دے دیتے ہیں اور جب کسی بندے کے ساتھ شر کا ارادہ فرماتے تو اس کے گناہ کی سزا روک لیتے ہیں (دنیا میں نہیں دیتے ہیں) بلکہ اس کی پوری سزا اسے قیامت کے دن دیں گے [1]۔

حضرت عبداللہ بن خلیفہ رحمتہ اللہ علیہ کہتے ہیں کہ میں حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے ساتھ ایک جنازے میں تھا کہ اتنے میں ان کے جوتے کا تسمہ ٹوٹ گیا اس پر انہوں نے انا للہ پڑھی اور فرمایا ہر وہ چیز جس سے تمہیں تکلیف ہو وہ مصیبت ہے (اور مصیبت کے آنے پر انا للہ پڑھنے کا حکم ہے اس لئے میں نے انا للہ پڑھی) [2]۔

حضرت سعید بن مسیبؒ رحمتہ اللہ علیہ کہتے ہیں کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے جوتے کا اگلا تسمہ ٹوٹ گیا تو انہوں نے کہا انا للہ وانا الیہ راجعون۔ لوگوں نے عرض کیا اے امیر المومنین! کیا آپؓ جوتے کے ایک تسمے کی وجہ سے انا للہ پڑھتے ہیں؟ حضرت عمرؓ نے فرمایا ہر وہ چیز جو مومن بندے کو ناگوار لگے وہ اس کے حق میں مصیبت ہے (اور ہر مصیبت میں انا للہ پڑھنی چاہئے) [3]۔

حضرت اسلم رحمتہ اللہ علیہ کہتے ہیں کہ حضرت ابو عبیدہ رضی اللہ عنہ نے حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ کو خط لکھا کہ رومی لشکر جمع ہو رہے ہیں اور ان سے بڑا خطرہ ہے حضرت عمرؓ نے جواب میں یہ لکھا امابعد! جب بھی مومن بندے پر کوئی سختی آتی ہے تو اللہ تعالیٰ اس کے بعد کشادگی ضرور لاتے ہیں اور یہ نہیں ہو سکتا کہ ایک تنگی دو آسانیوں پر غالب آجائے (یہ قرآن کی آیت ان مع العسر یسرا کی طرف اشارہ ہے کہ ایک تنگی کے بعد دو آسانیاں ملتی ہیں) اور اللہ تعالیٰ اپنی کتاب میں فرماتے ہیں یٰٓاَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوا اصْبِرُوْا وَصَابِرُوْا وَرَابِطُوْا وَاتَّقُوا اللّٰهَ لَعَلَّكُمْ تُفْلِحُوْنَ۔ (سورت آل عمران آیت ۲۰۰) ترجمہ اے ایمان والو! خود صبر کرو اور مقابلہ میں صبر کرو مقابلہ کے لئے مستعد رہو اور اللہ تعالیٰ سے ڈرتے رہو تاکہ تم پورے کامیاب ہو جاؤ۔ [4]

حضرت عبدالرحمن بن مہدیؒ کہتے ہیں کہ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کو دو ایسی فضیلتیں حاصل ہیں جو نہ حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کو مل سکیں اور نہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کو۔ ایک تو انہوں نے خلافت کے معاملے میں اپنی ذات کے بارے میں صبر کیا یہاں

---

[1] اخرجه البيهقى كذافى الكنز (ج ٢ ص ١٥٥) [2] اخرجه ابن سعد و ابن ابى شيبة و عبد بن حميد و ابن المنذر والبيهقى

[3] عند المروزى كذافى الكنز (ج ٢ ص ١٥٤)

[4] اخرجه مالك و ابن شيبة وابن الدنيا و ابن جرير و الحاكم و البيهقى كذافى الكنز (ج ٢ ص ١٥٤)

تک کہ مظلوم بن کر شہید ہو گئے اور دوسری یہ کہ تمام لوگوں کو مصحف عثمانی پر جمع فرمایا۔[1]

شکر

سیدنا محمد رسول اللہ ﷺ کا شکر

حضرت عبد الرحمٰن بن عوف رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ حضور ﷺ ایک دن (مسجد سے) باہر نکلے اور اپنے بالاخانے کی طرف تشریف لے گئے پھر اندر جا کر قبلہ کی طرف منہ کر کے سجدے میں گر گئے اور اتنا لمبا سجدہ کیا کہ مجھے یہ گمان ہونے لگا کہ اللہ تعالیٰ نے سجدے میں ہی آپؐ کی روح قبض کر لی ہے۔ میں آپؐ کے قریب جا کر بیٹھ گیا پھر آپؐ نے سجدے سے سر اٹھایا آپؐ نے پوچھا یہ کون ہے؟ میں نے کہا عبد الرحمٰن آپؐ نے فرمایا تمہیں کیا ہوا؟ میں نے کہا رسول اللہ! آپؐ نے اتنا لمبا سجدہ کیا کہ مجھے یہ گمان ہونے لگا کہ اللہ تعالیٰ نے سجدے ہی میں آپؐ کی روح قبض کر لی ہے۔ آپؐ نے فرمایا حضرت جبرائیل علیہ السلام میرے پاس آئے تھے اور انھوں نے مجھے یہ بشارت دی کہ اللہ تعالیٰ فرما رہے ہیں کہ جو آپؐ پر درود بھیجے گا میں اس پر رحمت بھیجوں گا جو آپؐ پر سلام بھیجے گا میں اس پر سلام بھیجوں گا اس لئے میں شکریہ ادا کرنے کے لئے اللہ کے سامنے سجدہ میں گر گیا۔[2]

حضرت معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ میں (ایک رات) حضور ﷺ کی خدمت میں آیا تو آپ کھڑے ہوئے نماز پڑھ رہے تھے اور صبح تک آپؐ کھڑے ہی رہے اور پھر آپؐ نے اتنا لمبا سجدہ کیا کہ مجھے یہ گمان ہونے لگا کہ سجدے میں آپؐ کی روح قبض ہو گئی ہے (نماز اور سجدے سے فارغ ہو کر) حضورؐ نے فرمایا تم جانتے ہو میں نے ایسا کیوں کیا؟ میں نے کہا اللہ اور اس کے رسولؐ ہی زیادہ جانتے ہیں۔ آپؐ نے چار پانچ مرتبہ یہی سوال فرمایا پھر فرمایا میرے رب نے جتنی دیر میرے لئے مقدر فرمائی تھی میں نے اتنی دیر نماز پڑھی پھر میرے رب نے مجھ پر خاص تجلی فرمائی (اور کچھ باتیں فرمائیں) اور اس کے آخر میں مجھ سے پوچھا کہ میں آپ کی امت کے ساتھ کیا کروں گا؟ میں نے کہا اے میرے رب! آپ ہی زیادہ جانتے ہیں پھر میرے رب نے تین یا چار مرتبہ یہی سوال کیا پھر آخر میں مجھ سے فرمایا میں آپ کی امت کے ساتھ کیا کروں گا؟ میں نے کہا اے میرے رب! آپ ہی زیادہ جانتے ہیں میرے رب نے فرمایا میں آپ کو آپ کی امت کے بارے میں غمگین نہیں کروں گا اس وجہ

---

[1] اخرجه ابونعیم فی الحلیة (ج ۱ ص ۵۸)

[2] اخرجه احمد قال الهیثمی (ج ۲ ص ۲۸۷) رواه احمد ورجاله ثقات

سے میں نے اپنے رب کے سامنے سجدہ کیا اور میرا رب تھوڑے عمل پر زیادہ اجر دینے والا ہے اور شکر کرنے والوں کو پسند کرتا ہے۔[1]

حضرت عبد الرحمٰن بن ابی بکر رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں کہ حضور ﷺ کی خدمت میں زیارت کے لئے حاضر ہوا تو دیکھا کہ آپؐ پر وحی نازل ہو رہی ہے۔ جب وحی کا سلسلہ ختم ہوا تو آپؐ نے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے فرمایا میری چادر مجھے دے دو۔ (چادر لے کر) آپؐ باہر تشریف لے گئے جب مسجد کے اندر پہنچے تو وہاں کچھ لوگ بیٹھے ہوئے تھے ان کے علاوہ مسجد میں اور کوئی نہیں تھا آپؐ ان لوگوں کے پاس ایک طرف بیٹھ گئے (کیونکہ کوئی صاحب ان میں بیان کر رہے تھے) جب بیان کرنے والے کا بیان ختم ہو گیا تو آپؐ نے سورت الم تنزیل سجدہ پڑھی پھر آپؐ نے اتنا لمبا سجدہ کیا کہ لوگوں نے آپؐ کے سجدے کی خبر سن کر مسجد میں آنا شروع کر دیا۔ یہاں تک کہ دو میل دور سے بھی لوگ پہنچ گئے اور (اتنے لوگ آگئے کہ) مسجد کم پڑ گئی اور حضرت عائشہؓ نے اپنے گھر والوں کو پیغام بھیجا کہ حضور ﷺ کی خدمت میں پہنچ جاؤ کیونکہ میں نے آج حضور کو ایسا کام کرتے ہوئے دیکھا ہے کہ اس سے پہلے کبھی نہیں دیکھا پھر آپؐ نے اپنا سر اٹھایا تو حضرت ابو بکرؓ نے عرض کیا یا رسول اللہؐ! آپؐ نے بڑا لمبا سجدہ فرمایا حضورؐ نے فرمایا میرے رب نے مجھے یہ عطیہ دیا ہے کہ میری امت میں سے ستر ہزار آدمی جنت میں حساب کے بغیر داخل ہوں گے میں نے اس عطیہ کے شکریہ میں اپنے رب کے سامنے اتنا لمبا سجدہ کیا حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ نے عرض کیا یا رسول اللہؐ! آپ کی امت تو بہت زیادہ اور بہت پاکیزہ ہے آپ اللہ تعالیٰ سے اور مانگ لیتے چنانچہ حضورؐ نے دو تین دفعہ اور مانگا اس پر حضرت عمرؓ نے عرض کیا یا رسول اللہؐ! میرے ماں باپ آپؐ پر قربان ہوں آپؐ نے تو اپنی ساری امت اللہ سے لے لی۔[2]

حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں کہ حضور ﷺ کے پاس سے ایک آدمی گزرا جو کسی پرانی بیماری میں مبتلا تھا۔ حضورؐ نے سواری سے نیچے اتر کر سجدہ شکر ادا کیا (کہ اللہ نے مجھے اس بیماری سے بچا کر رکھا) پھر حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ اس آدمی کے پاس سے گزرے اور انہوں نے بھی نیچے اتر کر سجدہ شکر ادا کیا حضرت عمر رضی اللہ عنہ اس آدمی کے پاس سے گزرے اور انہوں نے بھی نیچے اتر کر سجدہ شکر ادا کیا۔[3]

حضرت علی رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ ایک مرتبہ حضور ﷺ نے اپنے گھر والوں کی

---

[1] اخرجه الطبراني قال الهيثمي (ج۲ ص ۲۸۸) رواه الطبراني في الكبير عن حجاج بن عثمان السكسكي عن معاذ ولم يدرك معاذا فقد ذكره ابن حبان في اتباع التابعين و هو من طريق بقية و قد عنعنه۔ [2] اخرجه الطبراني وفيه موسىٰ بن عبيدة وهو ضعيف كمافي المجمع (ج۲ ص ۲۸۰)

[3] اخرجه الطبراني وفيه عبد العزيز بن عبيد الله و هو ضعيف كمافي المجمع (ج۲ ص ۲۸۹)

جماعت بھیجی اور ان کے لئے دعا فرمائی اے اللہ! اگر تو ان لوگوں کو صحیح سالم واپس لے آئے گا تو میرے ذمہ تیرا یہ حق ہو گا کہ میں تیرا شکریہ اس طرح ادا کروں گا جس طرح ادا کرنے کا حق ہے کچھ ہی دنوں کے بعد وہ لوگ صحیح سالم واپس آگئے تو آپؐ نے فرمایا اللہ کی کامل نعمتوں پر اسی کے لئے تمام تعریفیں ہیں میں نے کہا یا رسول اللہؐ! کیا آپؐ نے یہ نہیں فرمایا تھا اگر اللہ انہیں واپس لائے گا تو میں اللہ کے شکر کا حق ادا کروں گا حضورؐ نے فرمایا (یہ کلمات کہہ کر) کیا میں نے ایسا نہیں کر دیا؟[1]

نبی کریم ﷺ کے صحابہ کا شکر

حضرت انس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ ایک سائل حضور ﷺ کی خدمت میں آیا۔ حضورؐ کے فرمانے پر اسے ایک کھجور دے دی گئی اس نے وہ کھجور پھینک دی پھر ایک اور سائل آیا تو آپؐ نے فرمایا اسے بھی ایک کھجور دے دو اس نے کھجور لے کر کہا سبحان اللہ! حضورؐ کی طرف سے ایک کھجور (یہ تو بہت بڑی نعمت ہے۔ اس کی اس کیفیت سے خوش ہو کر) حضورؐ نے باندی سے فرمایا ام سلمہ کے پاس جاؤ اور ان سے کہو کہ ان کے پاس جو چالیس درہم ہیں وہ اس سائل کو دے دیں۔[2] حضرت حسنؒ فرماتے ہیں کہ ایک سائل نبی کریم ﷺ کی خدمت میں آیا حضورؐ نے اسے ایک کھجور دے دی، اس آدمی نے کہا سبحان اللہ نبیوں میں سے اتنے بڑے نبیؐ اور وہ ایک کھجور صدقہ میں دے رہے ہیں حضورؐ نے فرمایا کہ کیا تمہیں معلوم نہیں ہے کہ اس ایک کھجور میں بہت سارے ذرے ہیں پھر حضورؐ کے پاس دوسرا سائل آیا حضور ﷺ نے اسے بھی ایک کھجور دی اس نے (خوش ہو کر) کہا یہ کھجور مجھے نبیوں میں سے ایک نبی کی طرف سے ملی ہے جب تک میں زندہ رہوں گا یہ کھجور میرے پاس رہے گی اور مجھے امید ہے کہ اس کی برکت ہمیشہ ملتی رہے گی پھر حضورؐ نے (لوگوں کو) اس کے ساتھ بھلائی کرنے کا حکم دیا اور کچھ ہی عرصہ بعد وہ مالدار ہو گیا۔[3]

حضرت سلیمان بن یسار رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ (مکہ اور مدینہ کے درمیان) ضجنان مقام کے پاس سے گزرے تو فرمانے لگے میں نے اپنے آپ کو دیکھا کہ (میں بچپن میں اپنے والد) خطاب کے جانور اس جگہ چرایا کرتا تھا لیکن اللہ کی قسم! میری معلومات کے مطابق وہ سخت مزاج اور درشت گو تھے پھر میں حضرت محمد ﷺ کی امت کا والی بن گیا ہوں پھر یہ شعر پڑھا۔

لاشیء فیما تری الا بشاشتہ   یبقی الالہ ویو دی المال والولد

۱۔ اخرجہ البیہقی کذافی الکنز (ج ۲ ص ۱۵۱)   ۲۔ اخرجہ البیہقی
۳۔ عند البیہقی ایضا کذافی الکنز (ج ٤ ص ٤۲)

جو کچھ تم دیکھ رہے ہو اس میں (ظاہری) بشاشت کے سوا اور کچھ نہیں ہے اللہ کی ذات باقی رہنے والی ہے باقی تمام مال اور اولاد فنا ہو جائے گی۔

اس کے بعد حضرت عمرؓ نے اپنے اونٹ سے فرمایا چل[1] حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا اگر میرے پاس دو سواریاں لائی جائیں ایک شکر کی دوسری صبر کی تو مجھے اس کی پرواہ نہیں ہے کہ میں کس پر سوار ہوا۔[2]

حضرت عکرمہ رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں حضرت عمر رضی اللہ عنہ ایک ایسے مصیبت زدہ آدمی کے پاس سے گزرے جو کوڑھی، نابینا، بہرا اور گونگا تھا آپ نے اپنے ساتھیوں سے پوچھا کیا تمہیں اس میں کوئی اللہ کی نعمت نظر آرہی ہے؟ ساتھیوں نے کہا نہیں۔ حضرت عمرؓ نے فرمایا اس میں بھی اللہ کی نعمت ہے۔ کیا آپ لوگ دیکھ نہیں رہے کہ یہ پیشاب کر لیتا ہے پیشاب قطرہ قطرہ کر کے نہیں کرتا ہے اور نہ مشکل سے نکلتا ہے بلکہ آسانی سے نکل آتا ہے۔ یہ بھی اللہ کی بہت بڑی نعمت ہے۔[3]

حضرت ابراہیم رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے ایک آدمی کو سنا کہ وہ کہہ رہا تھا کہ اے اللہ! میں اپنی ساری جان اور سارا مال تیرے راستہ میں خرچ کرنا چاہتا ہوں حضرت عمرؓ نے فرمایا تم لوگ خاموش کیوں نہیں رہتے؟ اگر کوئی مصیبت آجائے تو صبر کرو اور عافیت ملے تو شکر کرو۔[4]

حضرت انس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ یہ بات میں نے خود سنی ہے کہ حضرت عمرؓ کو ایک آدمی نے سلام کیا۔ حضرت عمرؓ نے سلام کا جواب دیا اور اس سے پوچھا تم کیسے ہو؟ اس نے کہا میں آپ کے سامنے اللہ کی تعریف بیان کرتا ہوں۔ حضرت عمرؓ نے فرمایا یہی جواب میں تم سے سننا چاہتا تھا۔[5]

حضرت حسن بصری رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں کہ حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ نے حضرت ابو موسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ کو یہ لکھا کہ جتنی دنیا ملے اس پر قناعت کرو کیونکہ اللہ تعالیٰ بعض بندوں کو روزی زیادہ دیتے ہیں اور بعض کو کم۔ وہ اس طرح ہر ایک کو آزمانا چاہتے ہیں۔ لہذا جسے روزی زیادہ دی ہے اللہ تعالیٰ دیکھنا چاہتے ہیں کہ وہ اللہ کا شکر کیسے ادا کرتا ہے۔ اللہ تعالیٰ نے اپنے بندے کو جو کچھ عطا فرمایا ہے اس کے بدلہ میں اللہ تعالیٰ کا جو حق بندے پر

---

[1] اخرجه ابن سعد وابن عساکر کذا فی منتخب الکنز (ج ٤ ص ٤١٧)
[2] اخرجه ابن عساکر کذافی المنتخب (ج ٤ ص ١٤٧)
[3] اخرجه عبد بن حمید کذافی الکنز (ج ٢ ص ١٥٤)
[4] اخرجه ابو نعیم فی الحلیة کذافی الکنز (ج ٢ ص ١٥٤)
[5] اخرجه مالک و ابن المبارک و البیهقی کذافی الکنز (ج ٢ ص ١٥١)

بنتا ہے اس کی ادائیگی یہ ہے کہ بندہ اس کا شکر ادا کرے۔ ۱
حضرت عمر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ شکر والوں کے لئے اللہ کی طرف سے ہمیشہ نعمتیں بڑھتی رہتی ہیں لہٰذا تم نعمتوں کی زیادہ طلب کرو کیونکہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے لئن شکرتم لازیدنکم (سورت ابراہیم آیت ۷) ترجمہ اگر تم شکر کرو گے تو تم کو زیادہ نعمت دوں گا۔ ۲
حضرت سلیمان بن موسیٰؒ کہتے ہیں کہ حضرت عثمان بن عفانؓ کو کسی نے بتایا کہ کچھ لوگ برائی میں مشغول ہیں آپ ان کے پاس جائیں۔ حضرت عثمانؓ وہاں گئے دیکھا کہ وہ لوگ تو سب بکھر چکے ہیں البتہ برائی کے اثرات موجود ہیں تو انہوں نے اس بات پر اللہ کا شکر ادا کیا کہ انہوں نے ان لوگوں کو برائی پر نہ پایا اور ایک غلام آزاد کیا ۳ حضرت علی رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں نعمت ملنے پر فوراً اللہ کا شکر ادا کرنا چاہئے اور شکر ادا کرنے سے نعمت اور بڑھتی ہے شکر اور نعمت کا بڑھنا ایک ہی رسی میں بندھے ہوئے ہیں جب بندہ شکر ادا کرنا چھوڑے گا تب اللہ تعالیٰ کی طرف سے نعمت کا بڑھنا بند ہو گا ۴ حضرت محمد بن کعب قرظی رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں کہ حضرت علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ نے فرمایا ایسے نہیں ہو سکتا کہ اللہ تعالیٰ کسی کے لئے شکر کا دروازہ کھول دیں اور اپنی طرف سے نعمت بڑھانے کا دروازہ بند کر دیں اور دعا کا دروازہ کسی کے لئے کھول دیں اور قبولیتِ دعا کا دروازہ بند رکھیں اور توبہ کا دروازہ تو کسی کے لئے کھول دیں اور مغفرت کا دروازہ بند رکھیں میں تمہیں (اس کی تائید میں) اللہ کی کتاب یعنی قرآن میں سے پڑھ کر سناتا ہوں اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے ادعونی استجب لکم (سورت مومن آیت ۶۰) ترجمہ مجھ کو پکارو میں تمہاری درخواست قبول کروں گا۔ اور اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے لئن شکرتم لازیدنکم اور فرمایا ہے اذکرونی اذکرکم (سورت بقرہ آیت ۱۵۲) ترجمہ ان (نعمتوں) پر مجھ کو یاد کرو میں تم کو (عنایت سے) یاد رکھوں گا اور فرمایا ہے وَمَنْ يَعْمَلْ سُوْٓءًا اَوْ يَظْلِمْ نَفْسَهٗ ثُمَّ يَسْتَغْفِرِ اللّٰهَ يَجِدِ اللّٰهَ غَفُوْرًا رَّحِيْمًا (سورت النساء آیت ۱۱۰) ترجمہ اور جو شخص کوئی برائی کرے یا اپنی جان کا ضرر کرے پھر اللہ تعالیٰ سے معافی چاہے تو وہ اللہ تعالیٰ کو بڑی مغفرت والا بڑی رحمت والا پائے گا۔ ۵
حضرت ابو الدرداء رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ میں صبح اور شام اس حال میں کروں کہ لوگ مجھ پر کوئی مصیبت نہ دیکھیں تو میں مصیبت سے محفوظ رہنے کو اپنے اوپر اللہ کی طرف سے بہت بڑی نعمت سمجھتا ہوں ۶ حضرت ابو الدرداء رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں جو آدمی یہ

---

۱ ۔ اخرجه ابن ابی حاتم کذافی الکنز (ج ۲ ص ۱۵۱) ۲ ۔ اخرجه الدینوری کذافی الکنز (ج ۲ ص ۱۵۱) ۳ ۔ اخرجه ابو نعیم فی الحلیة (ج ۱ ص ۱۶۰)
٤ ۔ اخرجه البیهقی ٥ ۔ عند ابن ماجه والعسکری کذافی الکنز (ج ۲ ص ۱۵۱)
٦ ۔ اخرجه ابن عساکر

سمجھتا ہے کہ اللہ کی نعمت صرف کھانا پینا ہے تو اس کی سمجھ کم ہے اور اس کا عذاب نزدیک آچکا ہے۔[۱]

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں جو بندہ خالص پانی پیئے اور وہ پانی بغیر کسی تکلیف کے اندر چلا جائے اور پھر بغیر کسی تکلیف کے (پیشاب کے ذریعہ سے) باہر آجائے تو اس پر شکر ادا کرنا واجب ہو گیا۔[۲]

جب حضرت ابن زبیر رضی اللہ عنہما شہید کر دیئے گئے تو (ان کی والدہ محترمہ) حضرت اسماء بنت ابی بکر رضی اللہ عنہا کی وہ چیز گم ہو گی جو حضور ﷺ نے ان کو عطا فرمائی تھی اور ایک تھیلے میں رکھی رہتی تھی وہ اسے تلاش کرنے لگیں جب وہ چیز مل گی تو سجدے میں گر پڑیں۔[۳]

اجر و ثواب حاصل کرنے کا شوق

سیدنا حضرت محمد رسول اللہ ﷺ کا اجر و ثواب حاصل کرنے کا شوق

حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ غزوہ بدر میں تین آدمیوں کو ایک اونٹ ملا تھا (جس پر وہ باری باری سوار ہوتے تھے) چنانچہ حضرت ابو لبابہ اور حضرت علی رضی اللہ عنہما اونٹ میں حضور ﷺ کے شریک تھے جب حضورؐ کے پیدل چلنے کی باری آتی تو دونوں حضرات نے عرض کیا کہ (آپؐ اونٹ پر سوار رہیں) ہم آپ کی جگہ پیدل چلیں گے حضورؐ نے فرمایا دونوں مجھ سے زیادہ طاقتور بھی نہیں ہو اور نہ میں تم سے زیادہ اجر و ثواب سے مستغنی ہوں (بلکہ مجھے بھی ثواب کی ضرورت ہے اس لئے میں بھی پیدل چلوں گا)[۴]

نبی کریم ﷺ کے صحابہؓ کا اجر و ثواب حاصل کرنے کا شوق

حضرت مطلب بن ابی وداعہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ ایک مرتبہ حضور ﷺ نے ایک آدمی دیکھا جو بیٹھ کر نماز پڑھ رہا تھا حضورؐ نے فرمایا بیٹھ کر نماز پڑھنے والے کو کھڑے ہو کر نماز پڑھنے والے سے آدھا ثواب ملتا ہے یہ سن کر تمام لوگ مشقت اور تکلیف کے باوجود

---

۱ ۔ عند ابن عساکر ایضا کذافی الکنز (ج۲ص ۱۵۲) واخرجه ابو نعیم فی الحلیة (ج۱ص ۲۱۰) عنه نحوه بالو جهین. ۲ ۔ اخرجه ابن ابی الدنیا و ابن عساکر کذافی الکنز (ج۲ص ۱۵۲) ۳ ۔ اخرجه الطبرانی فی الکبیر قال الہیثمی (ج۲ص ۲۹۰) اسناده حسن فی بعض رجاله کلام. ٤ ۔ اخرجه احمد ور واه النسائی کذافی البدایة (ج۳ص ۲۶۹) واخرجه البزار وقال فاذاکانت عقبة رسول ﷺ قال ارکب حتی نمشی عنك والباقی بنحوه فی المجمع (ج٦ص ٦۹) وقال فیه عاصم بن بهدلة و حدیثه حسن و بقیة رجال احمد رجال الصحیح. اه

کھڑے ہو کر نماز پڑھنے لگے۔ لے

حضرت انس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ حضور ﷺ مدینہ منورہ تشریف لائے تو ان دنوں مدینہ میں بخار کا زور تھا چنانچہ لوگوں کو بخار ہونے لگا۔ ایک دن حضورؐ مسجد میں تشریف لائے تو لوگ بیٹھ کر نماز پڑھ رہے تھے آپؐ نے فرمایا بیٹھ کر پڑھنے والے کی نماز ثواب میں کھڑے ہو کر پڑھنے والے سے آدھی ہوتی ہے۔ ۲

حضرت عبداللہ بن عمرو بن عاص رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں کہ جب حضورؐ اور آپ کے صحابہؓ مدینہ آئے تو صحابہؓ کو مدینہ کا بخار چڑھ گیا اور اتنے بیمار ہوئے کہ انھیں بڑی مشقت اٹھانی پڑی۔ البتہ حضورؐ کو اللہ تعالیٰ نے بخار سے محفوظ رکھا۔ صحابہ کرامؓ بخار سے اتنے کمزور ہو گئے تھے کہ وہ بیٹھ کر نماز پڑھا کرتے تھے ایک دن حضورؐ باہر تشریف لائے تو صحابہؓ اسی طرح بیٹھ کر نماز پڑھ رہے تھے تو آپؐ نے ان سے فرمایا یہ جان لو کہ بیٹھ کر پڑھنے والے کی نماز کھڑے ہو کر پڑھنے والے سے آدھی ہوتی ہے یہ فضیلت سن کر تمام مسلمان کمزوری اور بیماری کے باوجود زیادہ ثواب حاصل کرنے کے شوق میں بتکلف کھڑے ہو کر نماز پڑھنے لگے۔ ۳

حضرت ربیعہ بن کعب رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ میں سارا دن حضور ﷺ کی خدمت کیا کرتا تھا اور جب عشاء پڑھ کر حضورؐ گھر تشریف لے جاتے تو میں آپؐ کے دروازے پر بیٹھ جاتا میں کہتا شاید اللہ کے رسولؐ کو کوئی ضرورت پیش آجائے میں کافی دیر تک سنتا رہتا کہ حضور سبحان اللہ وبحمدہ پڑھتے رہتے ہیں میں یونہی بیٹھا رہتا۔ یہاں تک کہ تھک کر واپس چلا جاتا یا نیند آجاتی تو وہاں ہی سو جاتا جب حضورؐ نے دیکھا کہ میں آپؐ کی دل و جان سے خدمت کر رہا ہوں اور آپؐ کا خیال ہوا کہ میرا حضورؐ پر حق بنتا ہے تو آپؐ نے فرمایا اے ربیعہ بن کعب! مجھ سے مانگ لو۔ جو مانگو گے تمھیں ضرور دوں گا۔ میں نے عرض کیا یا رسول اللہؐ میں ذرا سوچ لوں پھر آپ کو بتاؤں گا میں نے دل میں سوچا تو میرے دل میں یہ بات آئی کہ دنیا تو بہر حال ختم ہونے والی اور چلی جانے والی چیز ہے اور بقدر ضرورت مجھے رزق مل ہی رہا ہے۔ اس لئے میں اللہ کے رسولؐ سے اپنی آخرت کے لئے مانگوں گا کیونکہ ان کا اللہ کے ہاں بڑا خاص مقام ہے۔ چنانچہ یہ سوچ کر میں حضورؐ کی خدمت میں حاضر ہوا حضورؐ نے فرمایا اے ربیعہ! تم نے کیا سوچا ہے؟ میں نے عرض کیا یا رسول اللہؐ! میں یہ چاہتا ہوں کہ آپؐ اپنے رب کے ہاں میری سفارش فرمائیں تاکہ وہ مجھے دوزخ کی آگ سے آزاد کر دے۔ حضورؐ نے فرمایا تمھیں یہ

---

۱ اخرجه الطبرانی فی الکبیر قال الهیثمی (ج۲ص ۱۵۰) وفیه صالح بن ابی الاخضر وقد ضعفه الجمهور وقال احمد یعتبر بحدیثه. ا ه ۲ عند احمد عن ابن شهاب ورجاله ثقات کماقال الحافظ فی الفتح (ج۳ص ۳۹۵) وقال زیاد عن ابن اسحاق.

۳ ذکره ابن شهاب الزهری کذافی البدایة (ج۳ص ۲۲۴)

بات کس نے سمجھائی؟ میں نے کہا اس ذات کی قسم جس نے آپ کو حق دے کر بھیجا ہے! مجھے یہ بات کسی نے نہیں سمجھائی بلکہ جب آپؐ نے فرمایا کہ مجھ سے مانگو جو مانگو گے وہ میں تمہیں ضرور دوں گا اور اللہ کے ہاں آپ کو بڑا خاص مقام حاصل ہے تو میں نے اس معاملہ میں غور کیا تو مجھے نظر آیا کہ دنیا ختم ہونے والی اور چلی جانے والی چیز ہے بقدر ضرورت مجھے رزق مل ہی رہا ہے۔ اس لئے میں نے سوچا کہ اللہ کے رسولؐ سے میں اپنی آخرت کے لئے ہی مانگوں یہ سن کر حضور کافی دیر خاموش رہے پھر فرمایا میں تمہاری سفارش ضرور کروں گا لیکن تم اس بارے میں سجدوں کی کثرت سے میری مدد کرو گے۔[1]

مسلم کی روایت میں اس طرح سے ہے کہ حضرت ربیعہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ میں حضورؐ کے پاس رات گزارتا تھا اور وضو کا پانی اور ضرورت کی چیز آپ کی خدمت میں پیش کر دیا کرتا تھا ایک مرتبہ آپؐ نے مجھ سے فرمایا مجھ سے مانگو میں نے عرض کیا میں جنت میں آپ کی رفاقت مانگتا ہوں حضورؐ نے فرمایا یہی یا کچھ اور مانگنا چاہتے ہو؟ میں نے عرض کیا بس یہی آپؐ نے فرمایا اچھا تو تم اس بارے میں سجدوں کی کثرت سے میری مدد کرو۔[2]

حضرت عبدالجبار بن حارث بن مالک حدسی منادی رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ میں سراۃ کے علاقہ سے وفد لے کر حضورؐ کی خدمت میں آیا۔ حضورؐ کی خدمت میں حاضر ہو کر میں نے عربوں کے طریقہ سے یوں سلام کیا کہ آپ کی صبح اچھی ہو حضورؐ نے فرمایا اللہ تعالیٰ نے حضرت محمد ﷺ کو اور ان کی امت کو اس کے علاوہ اور سلام دیا ہے جو وہ ایک دوسرے کو کرتے ہیں۔ میں نے کہا السلام علیک یا رسول اللہ! حضورؐ نے فرمایا وعلیک السلام پھر آپؐ نے پوچھا تمہارا کیا نام ہے؟ میں نے کہا جبار بن حارث حضور نے فرمایا نہیں آج سے تم عبدالجبار بن حارث ہو۔ میں نے کہا بہت اچھا۔ آج سے میرا نام عبدالجبار بن حارث ہے چنانچہ میں اسلام میں داخل ہو گیا اور حضورؐ سے بیعت ہو گیا جب میں بیعت ہو گیا تو لوگوں نے حضور کو بتایا کہ یہ منادی تو اپنی قوم کا بہترین شہسوار ہے چنانچہ حضورؐ نے مجھے ایک گھوڑا سواری کے لئے عنایت فرمایا پھر میں حضورؐ کے ہاں ٹھہر گیا اور آپؐ کے ساتھ جنگوں میں شریک ہو کر کافروں سے خوب لڑتا رہا۔ ایک مرتبہ حضور کو میرے پاس گھوڑے کے ہنہنانے کی آواز نہ آئی تو فرمایا کیا بات ہے حدسی کے گھوڑے کی ہنہنانے کی آواز نہیں آرہی ہے؟ میں نے عرض کیا یا رسول اللہ! مجھے یہ خبر ملی کہ آپ کو میرے گھوڑے کی آواز سے تکلیف ہوتی ہے اس لئے میں نے اسے خصی کر دیا اس پر حضورؐ نے گھوڑوں کو خصی کرنے سے منع فرمایا مجھ سے لوگوں نے کہا کیا ہی اچھا ہوتا کہ تم بھی حضورؐ سے اپنے لئے کوئی خط لے لیتے جیسے تمہارے

۱؎ اخرجه احمد كذافي البداية (ج ۵ ص ۳۳۵) واخرجه الطبراني في الكبير من رواية ابن اسحاق نحوه واخرجه مسلم وابوداؤد مختصرا

۲؎ كذافي الترغيب (ج ۱ ص ۲۱۳)

چچازاد بھائی حضرت نُعیم داری رضی اللہ عنہ نے حضورؐ سے لیا تھا میں نے کہا انھوں نے حضورؐ سے دنیا کی چیز مانگی ہے یا آخرت کی؟ لوگوں نے کہا دنیا کی۔ میں نے کہا دنیا تو میں چھوڑ کر آیا ہوں میں تو حضورؐ سے یہ چاہتا ہوں کہ کل (قیامت کے دن) اللہ کے سامنے میری مدد فرمائیں۔[1]

حضرت عمرو بن تغلب رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ حضور ﷺ نے کچھ لوگوں کو مال دیا اور کچھ لوگوں کو نہ دیا تو جن کو نہ دیا وہ حضورؐ سے کچھ ناراض ہو گئے تو حضورؐ نے فرمایا میں کچھ لوگوں کو اس لئے دیتا ہوں کہ اگر نہ دوں گا تو مجھے ڈر ہے کہ بے صبری کریں گے اور گھبرانے لگ جائیں گے اور جن لوگوں کے دل میں اللہ تعالیٰ نے خیر اور استغنا کے جذبات رکھے ہیں ان کو کسی خیر اور استغفار کے حوالے کر دیتا ہوں اور عمرو بن تغلب بھی ان ہی لوگوں میں سے ہے حضرت عمرو کہتے ہیں مجھے یہ بالکل پسند نہیں ہے کہ حضور ﷺ کے اس فرمان کے بدلے مجھے سرخ اونٹ مل جائیں۔[2]

حضرت عمرو بن حماد رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں کہ ایک صاحب نے ہمیں یہ قصہ بنایا کہ ایک مرتبہ حضرت علی اور حضرت عمر رضی اللہ عنہما طواف کر کے باہر آئے تو ان لوگوں نے دیکھا کہ ایک دیہاتی آدمی اپنی والدہ کو اپنی پشت پر اٹھائے ہوئے ہے اور یہ اشعار پڑھ رہا ہے انا مطيتها لا انفر. واذا الركاب ذعرت لا اذعر. وما حملتني وارضعتني اكثر میں اپنی ماں کی ایسی سواری ہوں جو بدکتی نہیں اور جب سواریاں ڈرنے لگتی ہیں تو میں نہیں ڈرتا اور میری ماں نے جو پیٹ میں مجھے اٹھایا اور جو مجھے دودھ پلایا وہ میری اس خدمت سے کہیں زیادہ ہے لبیک اللهم لبيك حضرت علیؓ نے فرمایا اے ابو حفص! آؤ ہم بھی طواف کریں کیونکہ (اس دیہاتی کی اس اعلیٰ کیفیت کی وجہ سے) رحمت نازل ہو رہی ہے تو وہ ہمیں بھی مل جائے گی پھر وہ دیہاتی مطاف میں داخل ہو کر طواف کرنے لگا اور یہ اشعار پڑھ رہا تھا:

انا مطيتها لا انفر. واذا الركاب ذعرت لا اذعر. وما حملتني وارضعتني اكثر

اور کہہ رہا تھا لبيك اللهم لبيك حضرت علی یہ شعر پڑھنے لگے۔

ان تبرها فالله اشكر يجزيك بالقليل الاكثر

اگر تم اپنی ماں کے ساتھ اچھا سلوک کر رہے ہو تو اللہ تعالیٰ بھی بہت زیادہ قدر دان ہیں وہ تمہیں اس تھوڑی سی خدمت کے بدلے میں بہت زیادہ دیں گے۔[3]

---

[1] اخرجه ابن منده وابن عساكر وقال حديث غريب كذا في المنتخب (ج ٥ ص ٢١٥)
[2] اخرجه البخاري كذا في البداية (ج ٤ ص ٣٦١) واخرجه ابن عبد البر في الاستيعاب (ج ٢ ص ٥١٨) من طرق عن عمرو بن تغلب نحوه
[3] اخرجه البيهقي كذا في الكنز (ج ٨ ص ٣١٠)

حضرت میمون بن مہران رحمتہ اللہ علیہ کہتے ہیں کہ نجدہ حروری (یہ خارجی تھا) کے ساتھی حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما کے اونٹوں کے پاس سے گزرے اور انہیں ہانک کے ساتھ لے گئے۔ ان اونٹوں کا چرواہا آیا اور اس نے کہا اے ابو عبدالرحمٰن! آپ اپنے اونٹوں کے بارے میں ثواب کی نیت کرلیں حضرت عبداللہ نے پوچھا اونٹوں کو کیا ہوا؟ اس چرواہے نے کہا نجدہ (خارجی) کے ساتھی ان کے پاس سے گزرے تھے وہ انہیں لے گئے حضرت عبداللہؓ نے پوچھا یہ کیا بات ہے کہ وہ اونٹ تو لے گئے اور تمہیں چھوڑ گئے؟ اس نے کہا وہ مجھے بھی اونٹوں کے ساتھ لے گئے تھے لیکن میں ان سے کسی طرح چھوٹ کر آگیا حضرت عبداللہؓ نے پوچھا تم انہیں چھوڑ کر میرے پاس کیوں آگئے؟ اس نے کہا مجھے آپ سے محبت ان سے زیادہ ہے حضرت عبداللہ نے کہا کیا تم اس اللہ کی قسم کھا کر کہہ سکتے ہو جس کے سوا کوئی معبود نہیں کہ تم کو مجھ سے محبت ان سے زیادہ ہے اس نے اللہ کی قسم کھا کر یہ بات کہہ دی حضرت عبداللہؓ نے کہا ان اونٹوں کے بارے میں تو ثواب کی نیت میں نے کر ہی لی تھی اب اونٹوں کے ساتھ تمہارے بارے میں بھی کرلیتا ہوں۔ چنانچہ انھوں نے اس غلام کو آزاد کردیا کچھ عرصہ کے بعد کسی نے آکر حضرت عبداللہؓ کو کہا کہ آپ کو اپنی فلاح نام والی اونٹنی لینے کا کچھ خیال ہے؟ وہ بازار میں بک رہی ہے اور اس نے اس اونٹنی کا نام بھی لیا حضرت عبداللہؓ نے کہا میری چادر مجھے دو۔ جب کندھے پر چادر رکھ کر کھڑے ہوگئے تو پھر بیٹھ گئے اور چادر نیچے رکھ دی اور فرمایا میں نے اس اونٹنی کے بارے میں نیت کرلی تھی تو اب میں اس کو لینے کیوں جاؤں؟[1]

حضرت عمرو بن دینار رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما نے اس بات کا ارادہ فرمایا کہ وہ شادی نہیں کریں گے تو ان سے (ان کی بہن) حضرت حفصہ رضی اللہ عنہا نے کہا کہ آپ شادی کریں کیونکہ اگر بچے پیدا ہو کر مر گئے تو آپ کو (صبر کرنے کی وجہ سے) ثواب ملے گا اور اگر وہ بچے زندہ رہے تو وہ آپ کے لئے دعا کرتے رہیں گے۔[2]

حضرت عبدالرحمٰن بن ابزی رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ حضرت عمار بن یاسر رضی اللہ عنہما دریائے فرات کے کنارے صفین کی طرف چلے جارہے تھے تو انھوں نے یہ دعا مانگی اے اللہ! اگر مجھے یہ معلوم ہو جائے کہ تو مجھ سے اس بات سے زیادہ راضی ہوگا کہ میں اپنے آپ کو اس پہاڑ سے نیچے گرادوں اور لڑھکتا ہوا نیچے چلا جاؤں (اور یوں خود کو ہلاک کردوں) تو میں

١۔ اخرجه ابو نعيم فى الحلية (ج ١ ص ٣٠٠) قال فى الاصابة (ج ٢ ص ٣٤٨) اخرجه السراج فى تاريخه وابو نعيم من طريقه بسند صحيح عن ميمون فذكره

٢۔ اخرجه ابن سعد (ج ٤ ص ١٢٥)

اس طرح کرنے کے لئے بالکل تیار ہوں اور اگر مجھے یہ معلوم ہو جائے کہ تو مجھ سے اس بات سے زیادہ راضی ہو گا کہ میں بہت بڑی آگ جلا کر اس میں چھلانگ لگادوں تو میں اس کے لئے بالکل تیار ہوں۔ اے اللہ! اگر مجھے یہ معلوم ہو جائے کہ تو مجھ سے اس بات سے زیادہ راضی ہو گا کہ میں پانی میں چھلانگ لگا کر ڈوب جاؤں تو میں اس کے لئے بالکل تیار ہوں اور میں یہ جنگ صرف تیری وجہ سے لڑ رہا ہوں اور مجھے یقین ہے کہ جب میرا مقصد تجھ کو راضی کرنا ہی ہے تو تو مجھے نامراد و محروم نہیں کرے گا۔[1]

حضرت عبداللہ بن عمرو بن عاصؓ فرماتے ہیں کہ میں آج جتنا خیر کا کام کر رہا ہوں یہ مجھے حضور ﷺ کے ساتھ اس سے دوگنا کام کرنے سے زیادہ محبوب ہے کیونکہ حضورؐ کے ساتھ ہمیں آخرت کی ہی فکر ہوتی تھی دنیا کی فکر ہوتی ہی نہیں تھی اور آج تو دنیا ہماری طرف اندھی چلی آرہی ہے۔[2]

عبادت میں کوشش اور محنت

سیدنا حضرت محمد رسول اللہ ﷺ کی کوشش اور محنت

حضرت علقمہؒ کہتے ہیں کہ میں نے حضرت عائشہؓ سے پوچھا کہ کیا حضور ﷺ (عبادت کے لئے) کوئی دن مخصوص کیا کرتے تھے؟ حضرت عائشہؓ نے فرمایا نہیں۔ آپؐ کے سارے کام دائمی ہوا کرتے تھے اور عبادت کرنے کی جتنی طاقت حضورؐ میں تھی اتنی تم میں سے کس میں ہو گی؟[3]

حضرت مغیرہ بن شعبہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ حضور ﷺ نے نوافل میں اتنا لمبا قیام فرمایا کہ آپؐ کے پاؤں پھٹ گئے کسی نے عرض کیا کیا اللہ تعالیٰ نے آپ کے اگلے پچھلے تمام گناہ معاف نہیں کر دیئے؟ (اس لئے آپ اتنی زیادہ عبادت کیوں کرتے ہیں؟) حضورؐ نے فرمایا تو کیا پھر میں شکر گزار بندہ نہ بنوں؟[4] اس بارے میں مزید واقعات نماز کے باب میں آئیں گے۔

۱۔ اخرجه ابن سعد (ج ۳ ص ۳۵۸) واخرجه ابونعیم فی الحلیة (ج ۱ ص ۱۴۳) عن عبدالرحمٰن بن ابزی عن عمار بنحوه مختصرا ۲۔ اخرجه ابو نعیم فی الحلیة (ج ۱ ص ۲۸۷) واخرجه الطبرانی عن عبداللّٰه نحوه قال الهیثمی (ج ۹ ص ۳۵۷) ورجاله رجال الصحیح ۳۔ اخرجه الشیخان کذافی صفة الصفوة (ص ۷۴) ۴۔ اخرجه الشیخان کذافی البدایة (ج ۷ ص ۵۸) واخرجه ابن سعد (ج ۱ ص ۳۸۴) عن المغیرة نحوه

نبی کریم ﷺ کے صحابہؓ کی کوشش اور محنت

حضرت زبیر بن عبداللہ رحمۃ اللہ علیہ اپنی دادی سے نقل کرتے ہیں جنہیں رُہیمہ کہا جاتا تھا کہ حضرت عثمانؓ ہمیشہ روزہ رکھا کرتے تھے اور ساری رات اللہ کی عبادت کیا کرتے تھے بس شروع رات میں کچھ دیر آرام کرتے۔[1]

حضرت مجاہدؒ کہتے ہیں کہ حضرت ابن زبیرؓ عبادت میں اس درجے کو پہنچے جس درجے کو کوئی نہ پہنچ سکا ایک مرتبہ اتنا زبردست سیلاب آیا کہ اس کی وجہ سے لوگ طواف نہ کر سکتے تھے لیکن حضرت ابن زبیرؓ نے تیر کر طواف کے سات چکر پورے کئے۔[2]

حضرت قطن بن عبداللہؒ کہتے ہیں کہ حضرت ابن زبیرؓ سات دن مسلسل بغیر افطار کے روزے رکھا کرتے تھے جس کی وجہ سے ان کی آنتیں خشک ہو جایا کرتی تھیں اور حضرت ہشام بن عروہؒ کہتے ہیں کہ حضرت عبداللہ بن زبیرؓ سات دن مسلسل کھائے پیئے بغیر روزے رکھا کرتے تھے جب زیادہ بوڑھے ہو گئے تو تین دن مسلسل روزے رکھا کرتے تھے۔[3] ان دونوں حضرات اور دیگر صحابہ کرامؓ کے واقعات نماز کے باب میں آئیں گے۔

بہادری

سیدنا حضرت محمد رسول اللہ ﷺ اور آپؐ کے صحابہؓ کی بہادری

حضرت انسؓ فرماتے ہیں کہ حضور ﷺ لوگوں میں سب سے زیادہ خوبصورت، سب سے زیادہ سخی اور سب سے زیادہ بہادر تھے ایک رات مدینہ والے (کسی آواز کو سن کر) گھبرا گئے تو لوگ اس آواز کی طرف چل پڑے انہیں سامنے سے حضورؐ واپس آتے ہوئے ملے۔ حضورؐ ان سے پہلے آواز کی طرف چلے گئے تھے۔ حضورؐ حضرت ابو طلحہؓ کے گھوڑے پر ننگی پشت پر سوار تھے۔ آپؐ کی گردن میں تلوار لٹک رہی تھی۔ آپؐ فرما رہے تھے ڈرنے کی کوئی بات نہیں اور فرمایا ہم نے اس گھوڑے کو سمندر (کی طرح رواں دواں) پایا حالانکہ مشہور یہ تھا کہ یہ گھوڑا سست اور کمزور ہے (حضورؐ کی برکت سے تیز ہو گیا) مسلم میں حضرت انسؓ کی روایت میں اس طرح ہے کہ ایک مرتبہ مدینہ میں گھبراہٹ کی بات پیش آئی حضورؐ نے حضرت ابو طلحہؓ سے مندوب نامی گھوڑا مانگ کر لیا اور اس پر سوار ہو کر گئے اور واپس آکر فرمایا ہمیں گھبراہٹ کی کوئی چیز نظر نہیں آئی اور ہم نے تو اس گھوڑے کو سمندر کی طرح پایا اور جب لڑائی زوروں پر آتی تو ہم

١ـ اخرجه ابو نعيم في الحلية (ج ١ ص ٥٦) واخرجه ابن [illegible] شيبة نحوه كمافي المنتخب (ج ٥ ص ١٠)

٢ـ اخرجه ابن عساكر كذافي المنتخب (ج ٥ ص ٢٢٦)

٣ـ اخرجه ابن جرير كذافي المنتخب (ج ٥ ص ٢٢٦)

لوگ حضور ﷺ کو آگے کر کے خود کو بچایا کرتے[1] حضرت علی بن ابی طالبؓ فرماتے ہیں کہ جنگ بدر کے دن مشرکوں کے حملہ سے ہم نے حضور ﷺ کی اوٹ لے کر اپنا بچاؤ کیا۔ آپ لوگوں میں سب سے زیادہ نڈر تھے بڑی بے جگری سے لڑے تھے۔[2]

حضرت ابو اسحاقؒ کہتے ہیں یہ بات میں نے خود سنی ہے کہ قبیلہ قیس کے آدمی نے حضرت براء بن عازبؓ سے پوچھا کہ کیا غزوہ حنین کے دن آپ لوگ حضور ﷺ کو چھوڑ کر بھاگ گئے تھے؟ حضرت براء نے فرمایا جی ہاں لیکن حضور نہیں بھاگے تھے قبیلہ ہوازن والے بڑے تیر انداز تھے جب ہم نے ان پر حملہ کیا تو انہیں شکست ہو گئی تو ہم لوگ مال غنیمت سمیٹنے پر ٹوٹ پڑے اس وقت انہوں نے ہم پر تیروں کی بوچھاڑ کر دی میں نے دیکھا کہ حضورؐ اپنے سفید خچر پر سوار ہیں اور اس کی لگام حضرت ابو سفیانؓ پکڑے ہوئے ہیں اور حضور ﷺ فرما رہے ہیں انا النبی لا کذب ترجمہ: میں نبی برحق ہوں اور یہ بات جھوٹ نہیں ہے۔ بخاری کی ایک روایت میں یوں ہے۔ انا النبی لا کذب. انا ابن عبدالمطلب۔

ترجمہ: میں نبی برحق ہوں اور یہ بات جھوٹ نہیں ہے میں عبدالمطلب کا پوتا ہوں۔ "(لوگوں کو ہمت دلانے کے لئے آپؐ نے اپنے خاندان کا تذکرہ کیا) بخاری کی ایک روایت میں یہ ہے کہ پھر حضورؐ اپنے خچر سے نیچے تشریف لے آئے[3] حضرت براءؓ فرماتے ہیں پھر حضور ﷺ نیچے تشریف لے آئے اور اللہ سے مدد طلب فرمائی اور یوں فرمایا انا النبی لا کذب انا بن عبدالمطلب. اللھم نزل نصرک اس میں یہ اضافہ ہے کہ اے اللہ! اپنی نصرت نازل فرما اور جب لڑائی زوروں پر آجاتی تو ہم لوگ حضور ﷺ کی اوٹ میں اپنا بچاؤ کیا کرتے تھے اور اس وقت جو حضورؐ کے شانہ بشانہ لڑتا وہ سب سے زیادہ بہادر شمار ہوتا[4] جہاد کے باب میں صحابہ کرامؓ کی بہادری کے ذیل میں حضرت ابو بکر، حضرت عمر، حضرت علی، حضرت طلحہ، حضرت سعد، حضرت حمزہ، حضرت عباس، حضرت معاذ بن عمرو، حضرت ابو حدرد، حضرت خالد بن ولید، حضرت براء بن مالک، حضرت ابو محجن، حضرت عمار بن یاسر، حضرت عمرو بن معدیکرب اور حضرت عبداللہ بن زبیرؓ کے واقعات گزر چکے ہیں۔

---

[1] اخرجه الشيخان واللفظ لمسلم

[2] عند احمد والبيهقي كذافي البداية (ج ٦ ص ٣٧)

[3] اخرجه البخاري ورواه مسلم والنسائي [4] عند مسلم كذافي البداية (ج ٤ ص ٣٢٨)

تقویٰ اور کمال احتیاط

سیدنا حضرت محمد رسول اللہ ﷺ کا تقویٰ اور کمال احتیاط

حضرت شعیبؒ کے دادا (حضرت عبداللہ بن عمرو بن عاصؓ) فرماتے ہیں کہ حضور ﷺ کو رات کے وقت اپنے پہلو میں پڑی ہوئی کھجور ملی آپؐ نے اسے نوش فرمالیا لیکن پھر آپ کو نیند نہ آئی ازواج مطہرات میں سے کسی نے حضورؐ سے پوچھا یارسول اللہ! آج رات آپ کو نیند نہیں آئی حضورؐ نے فرمایا مجھے خیال آیا کہ ہمارے ہاں تو صدقہ کی کھجوریں بھی تھیں کہیں یہ کھجور ان میں سے نہ ہو (اس خیال کی وجہ سے مجھے نیند نہ آئی)[1]

نبی کریم ﷺ کے صحابہؓ کا تقویٰ اور کمال احتیاط

حضرت محمد بن سیرین رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں کہ میرے علم میں حضرت ابو بکرؓ کے علاوہ کوئی آدمی ایسا نہیں ہے جس نے کھانا کھا کر قے کردیا ہو ان کا قصہ یہ ہے کہ ان کے پاس کھانا لایا گیا جسے انھوں نے کھالیا پھر انہیں کسی نے بتایا کہ یہ کھانا تو حضرت ابن نعیمانؓ لائے تھے، حضرت ابو بکرؓ نے فرمایا تم نے مجھے ابن نعیمان کے منتر پڑھنے کی اجرت میں سے کھلا دیا پھر انھوں نے قے فرمائی[2] حضرت عبدالرحمٰن بن ابی لیلیٰ رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں کہ حضرت ابن نعیمانؓ نبی کریم ﷺ کے صحابہؓ میں سے تھے اور بڑے خوبصورت تھے، کچھ لوگوں نے ان کے پاس آکر کہا کیا آپ کے پاس ایسی عورت کا کوئی علاج ہے جس کو حمل نہیں ٹھہرتا؟ انھوں نے کہا ہے ان لوگوں نے پوچھا وہ علاج کیا ہے؟ حضرت ابن نعیمانؓ نے کہا یہ منتر ہے اے نافرمان رحم! چپ کر اور خون بہانے کا کام چھوڑ دے، اس عورت کو زیادہ بچے جننے سے محروم کیا جارہا ہے اے کاش یہ زیادہ بچے جنتا اس نافرمان رحم میں ہوتا یہ عورت حاملہ ہوجائے یا اسے افاقہ ہوجائے، اس منتر کے بدلے میں ان لوگوں نے انہیں بکری اور گھی ہدیہ میں دیا (یہ واقعہ زمانہ جاہلیت میں پیش آیا تھا) حضرت ابن نعیمانؓ اس میں سے کچھ لے کر حضرت ابو بکرؓ کی خدمت میں آئے حضرت ابو بکرؓ نے اس میں سے کچھ کھالیا (پھر ان کو اس واقعہ کا پتہ چلا) تو کھانے سے فارغ ہو کر حضرت ابو بکرؓ اٹھے اور جو کچھ کھایا وہ سب قے کردیا اور پھر فرمایا آپ لوگ ہمارے پاس کھانے کی چیز لے آتے ہو اور ہمیں بتاتے بھی نہیں کہ یہ چیز کہاں سے آئی ہے؟[3]

---

[1] اخرجه احمد عن عمرو بن شعیب عن ابیه عن جده و تفرد به احمد و اسامة بن زید هوالهیثمی من رجال مسلم کذافی البدایة (ج ٦ ص ٥٩)

[2] اخرجه احمد فی الزهد

[3] عند البغوی قال ابن کثیر اسناده جید حسن کذافی المنتخب (ج ٤ ص ٣٦٠)

حضرت زید بن ارقمؓ فرماتے ہیں کہ حضرت ابو بکر صدیقؓ کا ایک غلام تھا جو مقررہ مقدار میں کما کر انہیں دیا کرتا تھا ایک رات وہ کچھ کھانا لایا حضرت ابو بکرؓ نے اس میں سے ایک لقمہ نوش فرمالیا غلام نے عرض کیا کہ آپ ہر رات دریافت فرمایا کرتے تھے (کہ کہاں سے کما کر لائے ہو؟) لیکن آج رات آپ نے مجھ سے نہ پوچھا آپؓ نے فرمایا کہ بھوک کی شدت کی وجہ سے نہ پوچھ سکا اب بتاؤ یہ کھانا کہاں سے لائے ہو؟ اس نے کہا میں زمانہ جاہلیت میں ایک قوم کے پاس سے گزرا تھا اور میں نے ان کے ایک بیمار پر دم کیا تھا، انھوں نے مجھے کچھ دینے کا وعدہ کیا تھا آج میرا گزر ادھر کو ہوا تو ان کے ہاں شادی ہو رہی تھی، انھوں نے مجھے یہ دیا حضرت ابو بکرؓ نے فرمایا تم تو مجھے ہلاک کرنے لگے تھے اس کے بعد حلق میں انگلی ڈال کر قے کرنے کی کوشش کی مگر ایک لقمہ اور وہ بھی بھوک کی شدت میں کھایا گیا نہ نکلا کسی نے عرض کیا پانی سے ہی قے ہو سکتی ہے انھوں نے پانی کا بہت بڑا پیالہ منگوایا اور پانی پی پی کر قے فرماتے رہے یہاں تک کہ مشکل سے وہ لقمہ نکالا کسی نے عرض کیا اللہ آپ پر رحم فرمائیں یہ ساری مشقت اس ایک لقمہ کی وجہ سے برداشت فرمائی آپ نے ارشاد فرمایا کہ اگر میری جان کے ساتھ بھی یہ لقمہ نکلتا تو بھی میں اس کو نکالتا میں نے حضور ﷺ سے سنا ہے کہ جو بدن حرام مال سے پرورش پائے آگ اس کے لئے بہتر ہے مجھے یہ ڈر ہوا کہ میرے بدن کا کوئی حصہ اس لقمہ سے پرورش نہ پا جائے۔[1]

حضرت زید بن اسلمؒ کہتے ہیں کہ حضرت عمرؓ نے ایک مرتبہ دودھ نوش فرمایا جو انہیں بہت پسند آیا جن صاحب نے پلایا تھا ان سے دریافت فرمایا کہ تمہیں یہ دودھ کہاں سے ملا؟ انھوں نے بتایا کہ میں فلاں پانی پر گیا تھا وہاں صدقہ کے جانور پانی پینے آئے ہوئے تھے ان لوگوں نے ان جانوروں کا دودھ نکال کر ہمیں دیا میں نے اپنے اس مشکیزہ میں وہ دودھ ڈال لیا یہ سن کر حضرت عمرؓ نے منہ میں انگلی ڈال کر وہ سارا دودھ قے کر دیا[2] حضرت مسور بن مخرمہؓ فرماتے ہیں تقویٰ اور احتیاط سیکھنے کے لئے ہم لوگ ہر وقت حضرت عمرؓ کے ساتھ لگے رہتے تھے۔[3]

حضرت شعبیؒ کہتے ہیں کہ حضرت علی بن ابی طالبؓ ایک دن کوفہ میں باہر نکلے اور ایک دروازے پر کھڑے ہو کر انھوں نے پانی مانگا تو اندر سے ایک لڑکی لوٹا اور رومال لیکر نکلی

---

[1] اخرجه ابو نعیم فی الحلية (ج ۱ ص ۳۱) قال ابو نعيم ورواه عبدالرحمن بن القاسم عن ابیه عن عائشةؓ نحوه والمنكدر عن ابيه عن جابرؓ نحوه انتهى وقال ابن الجوزى فى صفة الصفوة (ج ۱ ص ۹۵) وقد اخرج البخارى من افراده من حديث عائشة طرفا من هذا الحديث انتهى واخرج الحسن بن سفيان والد نيورى فى المجالسة عن زيد بن ارقم رضى الله عنه نحوه كما فى المنتخب (ج ٤ ص ۳٦٠) [2] اخرجه مالك والبيهقى كذافى المنتخب (ج ٤ ص ٤١٨)

[3] اخرجه ابن سعد (ج ۳ ص ۲۹۰)

آپ نے اس سے پوچھا اے لڑکی! یہ گھر کس کا ہے؟ اس نے کہا فلاں درہم پرکھنے والے کا ہے تو آپ نے فرمایا میں نے حضور ﷺ کو یہ ارشاد فرماتے ہوئے سنا ہے کہ درہم پر کھنے والے کے کنویں سے پانی نہ پینا اور ٹیکس وصول کرنے والے کے سایہ میں ہرگز نہ بیٹھنا۔[1]

حضرت یحییٰ بن سعیدؒ کہتے ہیں کہ حضرت معاذ بن جبلؓ کی دو بیویاں تھیں ان میں سے جس کی باری کا دن ہوتا اس دن دوسری کے گھر سے وضو نہ کرتے پھر دونوں بیویاں حضرت معاذ کے ساتھ ملک شام گئیں اور وہاں دونوں اکٹھی بیمار ہوئیں اور اللہ کی شان دونوں کا ایک ہی دن انتقال ہوا لوگ اس دن بہت مشغول تھے اس لئے دونوں کو ایک ہی قبر میں دفن کیا گیا۔ حضرت معاذؓ نے دونوں میں قرعہ ڈالا کہ کس کو قبر میں پہلے رکھا جائے[2] حضرت یحییٰؒ کہتے ہیں کہ حضرت معاذ بن جبلؓ کی دو بیویاں تھیں جب ایک کے پاس ہوتے تو دوسری کے ہاں سے پانی بھی نہ پیتے۔[3] حضرت طاؤسؒ کہتے ہیں کہ میں اس بات کی گواہی دیتا ہوں کہ میں نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما کو یہ فرماتے ہوئے سنا کہ میں گواہی دیتا ہوں کہ میں نے حضرت عمرؓ کو لبیک پڑھتے ہوئے سنا اس وقت ہم لوگ عرفات میں کھڑے تھے ایک آدمی نے ان سے پوچھا کیا آپ جانتے ہیں کہ حضرت عمرؓ نے عرفات سے کب کوچ فرمایا؟ حضرت ابن عباسؓ نے فرمایا مجھے معلوم نہیں (یہ انہوں نے احتیاط کی وجہ سے فرمایا) لوگ حضرت ابن عباسؓ کی اس احتیاط سے بہت حیران ہوئے۔[4]

اللہ پر توکل

سیدنا حضرت محمد رسول اللہ ﷺ کا توکل

حضرت جابرؓ فرماتے ہیں کہ میں حضور ﷺ کے ساتھ غزوہ نجد میں گیا جب حضورؐ وہاں سے واپس ہوئے تو دوپہر کے وقت ایک ایسی وادی میں پہنچے جس میں کانٹے دار درخت بہت تھے وہاں حضور ﷺ اور صحابہؓ نے آرام کیا اور صحابہؓ درختوں کے سائے میں ادھر ادھر پھیل گئے۔ حضورؐ بھی ایک درخت کے سایہ میں آرام فرمانے لگے اور حضورؐ نے اپنی تلوار اس درخت پر لٹکا دی۔ ہم سب سو گئے کہ اچانک حضور ﷺ نے ہمیں بلایا ہم آپ کی خدمت میں حاضر ہوئے تو دیکھا کہ ایک دیہاتی آپ کے پاس بیٹھا ہوا تھا آپؐ نے فرمایا کہ میں سویا ہوا تھا اس نے آکر میری تلوار درخت سے اتاری اور اسے نیام میں سے نکال لیا میں اٹھا تو اس کے ہاتھ

١۔ اخرجه ابن عساكر كذافي الكنز (ج ٢ ص ١٦٥) وقال ولم ارني رجاله من تكلم فيه .اه

٢۔ اخرجه ابو نعيم في الحيلته (ج ١ ص ٢٣٤) ٣۔ عند ابي نعيم ايضا من طريق مالك

٤۔ اخرجه ابن سعد كذافي المنتخب (ج ٥ ص ٢٢٩)

میں ننگی تلوار سی ہوئی تھی اس نے مجھ سے کہا آپ کو مجھ سے کون بچائے گا؟ میں نے کہا اللہ، پھر اس نے تلوار کو نیام میں رکھ دیا اور بیٹھ گیا اور حالانکہ اس نے حضورؐ کو قتل کرنے اراد ہ کر لیا تھا لیکن حضور ﷺ نے اسے کوئی سزا نہ دی۔ [1]

حضرت جابرؓ فرماتے ہیں کہ حضور ﷺ قبیلہ محارب اور غطفان سے نخلہ مقام پر جنگ کر رہے تھے۔ جب ان لوگوں نے مسلمانوں کو غفلت میں دیکھا تو ان میں سے ایک آدمی جس کا نام غورث بن حارث تھا وہ آیا اور تلوار لے کر حضورؐ کے سر پر کھڑے ہو کر کہنے لگا آپ کو مجھ سے کون بچائے گا؟ حضورؐ نے فرمایا اللہ! یہ سنتے ہی اس کے ہاتھ سے تلوار نیچے گر گئی حضورؐ نے تلوار اٹھا کر اس سے پوچھا کہ اب تم کو مجھ سے کون بچائے گا؟ اس نے کہا آپ تلوار کے بہترین لینے والے بن جائیے یعنی مجھے معاف کر دیں۔ حضورؐ نے فرمایا کیا تم اس کی گواہی دیتے ہو کہ اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں ہے اس نے کہا نہیں البتہ میں آپ سے یہ عہد کرتا ہوں کہ میں کبھی بھی آپ سے نہیں لڑوں گا اور جو لوگ آپ سے لڑیں گے ان کا بھی ساتھ نہیں دوں گا چنانچہ حضورؐ نے اسے چھوڑ دیا اس نے اپنے ساتھیوں کو جا کر کہا میں تمہارے پاس ایسے آدمی کے پاس سے آرہا ہوں جو لوگوں میں سے بہترین ہیں پھر حضرت جابرؓ نے آگے نماز خوف کا ذکر کیا۔ [2]

نبی کریم ﷺ کے صحابہؓ کا توکل

حضرت یعلی بن مرہؓ فرماتے ہیں کہ ایک رات حضرت علیؓ مسجد تشریف لے گئے اور وہاں وہ نفل نماز پڑھنے لگے ہم نے وہاں جا کر پہرہ دینا شروع کر دیا جب حضرت علیؓ نماز سے فارغ ہو گئے تو وہ ہمارے پاس تشریف لائے اور فرمایا تم لوگ یہاں کیوں بیٹھے ہوئے ہو؟ ہم نے کہا ہم آپ کا پہرہ دے رہے ہیں انہوں نے فرمایا آسمان والوں سے پہرہ دے رہے ہو یا زمین والوں سے؟ ہم نے کہا زمین والوں سے انہوں نے فرمایا زمین پر اس وقت تک کوئی چیز ہو نہیں سکتی جب تک آسمان میں اس کے ہونے کا فیصلہ نہ ہو جائے اور ہر انسان پر دو فرشتے مقرر ہیں جو ہر بلا کو اس سے دور کرتے رہتے ہیں اور اس کی حفاظت کا بڑا مضبوط انتظام ہے جب میری موت کا وقت آجائے گا تو انتظام مجھ سے ہٹ جائے گا اور آدمی کو ایمان کی حلاوت اس وقت تک نہیں مل سکتی جب تک اس کو یہ یقین نہ ہو جائے کہ جو کچھ اچھا یا برا اسے پہنچا ہے وہ اس سے خطا کرنے والا نہیں تھا اور جو اس سے خطا کر گیا وہ اسے پہنچنے والا نہیں تھا۔ [3]

حضرت قتادہؓ فرماتے ہیں جب حضرت علیؓ کی زندگی کی آخری رات آئی تو انہیں قرار نہیں تھا (کبھی اندر جاتے کبھی باہر) گھر والوں کو خطرہ محسوس ہوا (ان کے ساتھ کچھ ہو نہ جائے) تو

۱۔ اخرجه الشیخان ۲۔ عند البیهقی کذافی البدایة (ج ٤ ص ٨٤)

۳۔ اخرجه ابو داؤد وفی القدر وابن عساکر

انہوں نے یہ بات ان کی خدمت میں خدا کا واسطہ دے کر عرض کی انہوں نے فرمایا ہر بندے کے ساتھ دو فرشتے مقرر ہیں کہ جب تک تقدیر کے لکھے ہوئے کا وقت نہ آجائے اس وقت تک وہ ہر بلا اس بندے سے دور کرتے رہتے ہیں اور جب تقدیر کا وقت آجاتا ہے تو پھر وہ دونوں فرشتے اس کے اور تقدیر کے درمیان سے ہٹ جاتے ہیں پھر حضرت علیؓ مسجد تشریف لے گئے جہاں انہیں شہید کر دیا گیا[1] حضرت ابو مجلزؒ کہتے ہیں کہ قبیلہ مراد کے ایک آدمی حضرت علیؓ کے پاس آئے۔ حضرت علیؓ نماز پڑھ رہے تھے نماز کے بعد حضرت علیؓ کی خدمت میں اس نے عرض کیا کہ قبیلہ مراد کے کچھ لوگ آپ کو قتل کرنا چاہتے ہیں اس لئے آپ اپنی حفاظت کا انتظام کرلیں حضرت علیؓ نے فرمایا ہر آدمی کے ساتھ دو فرشتے مقرر ہیں جو ہر اس بلا سے اس کی حفاظت کرتے ہیں جو اس کے مقدر میں لکھی ہوئی نہ ہو اور تقدیر کا جب وقت آجاتا ہے تو یہ مضبوط ڈھال ہے[2] حضرت یحییٰ بن ابی کثیرؒ اور دیگر حضرات کہتے ہیں کہ حضرت علیؓ کی خدمت میں عرض کیا گیا کہ ہم آپ کا پہرہ نہ دیں؟ حضرت علیؓ نے فرمایا ہر آدمی کی موت اس کا پہرہ دے رہی ہے۔[3]

حضرت جعفرؒ کے والد حضرت محمدؒ کہتے ہیں کہ دو آدمی حضرت علیؓ سے اپنے جھگڑے کا فیصلہ کروانے آئے حضرت علیؓ ان دونوں کو لے کر ایک دیوار کے نیچے بیٹھ گئے تو ایک آدمی نے کہا اے امیر المومنین! یہ دیوار گرنے والی ہے انہوں نے فرمایا اپنا کام کرو اللہ ہماری حفاظت کے لئے کافی ہے پھر ان دونوں کی بات سن کر فیصلہ فرمایا اور وہاں سے کھڑے ہوئے پھر وہ دیوار گر گئی۔[4]

حضرت ابو ظبیہؒ کہتے ہیں کہ حضرت عبداللہؓ مرض الوفات میں مبتلا ہوئے تو حضرت عثمان بن عفانؓ ان کی عیادت کے لئے تشریف لائے اور فرمایا آپ کو کیا شکایت ہے؟ حضرت عبداللہؓ نے کہا اپنے گناہوں کی شکایت ہے حضرت عثمانؓ نے فرمایا آپ کیا چاہتے ہیں؟ حضرت عبداللہؓ نے کہا میں اپنے رب کی رحمت چاہتا ہوں۔ حضرت عثمانؓ نے کہا کیا میں آپ کے لئے طبیب کو نہ بلالاؤں؟ حضرت عبداللہؓ نے کہا طبیب نے ہی (یعنی اللہ ہی نے) تو مجھے بیمار کیا ہے حضرت عثمانؓ نے کہا کیا میں آپ کے لئے بیت المال میں سے عطیہ نہ مقرر کردوں؟ حضرت عبداللہ نے کہا مجھے اس کی ضرورت نہیں حضرت عثمانؓ نے فرمایا وہ عطیہ آپ کے بعد آپ کی بیٹیوں کو مل جائے گا۔ حضرت عبداللہؓ نے کہا کیا آپ کو میری بیٹیوں پر فقر کا ڈر ہے؟ میں نے اپنی بیٹیوں کو کہہ رکھا ہے کہ وہ ہر رات سورت واقعہ پڑھ لیا کریں میں نے حضور ﷺ کو یہ فرماتے ہوئے سنا

۱۔ عند ابی داؤد ابن عساکر ایضا ۲۔ عند ابن سعد وابن عساکر کذافی الکنز (ج ۱ ص ۸۸)
۳۔ عند ابی نعیم فی الحلیۃ (ج ۱ ص ۷۵)
٤۔ اخرجه ابو نعیم فی الدلائل (ص ۲۱۱) عن جعفر بن محمد

ہے کہ جو آدمی ہر رات سورت واقعہ پڑھے گا اس پر کبھی فاقہ نہیں آئے گا (لہذا عطیہ کی ضرورت نہیں ہے) ۔[۱] بیماریوں پر صبر کرنے کے عنوان میں حضرت ابو بکر صدیقؓ اور حضرت ابو الدرداءؓ کا ایسا ہی قصہ گزر چکا ہے البتہ اس میں سورت واقعہ کا ذکر نہیں ہے۔

تقدیر پر اور اللہ کے فیصلے پر راضی رہنا

حضرت عمرؓ فرماتے ہیں کہ مجھے اس بات کی کوئی پرواہ نہیں ہے کہ میری صبح کس حالت پر ہوتی ہے۔ میری پسندیدہ حالت پر ہوتی ہے یا ناپسندیدہ حالت پر کیونکہ مجھے معلوم نہیں ہے کہ جو میں پسند کر رہا ہوں اس میں خیر ہے یا جو مجھے پسند نہیں ہے اس میں خیر ہے۔[۲]

حضرت حسنؓ فرماتے ہیں کہ کسی نے حضرت علیؓ سے کہا کہ حضرت ابو ذرؓ فرماتے ہیں کہ مجھے فقر مالداری سے اور بیماری صحت سے زیادہ محبوب ہے حضرت علیؓ نے فرمایا اللہ تعالیٰ ابو ذر پر رحم فرمائے میں تو یہ کہتا ہوں کہ جو آدمی بھی اللہ تعالیٰ پر بھروسہ کرے اور یہ سمجھے کہ اللہ تعالیٰ جو حالت بھی اس کے لئے پسند فرماتے ہیں وہ خیر ہی ہے تو وہ اللہ کی طرف سے بھیجی ہوئی حالت کے علاوہ کسی اور حالت کی کبھی تمنا نہ کرے گا اور یہ کیفیت رضا بر قضا کے مقام کا آخری درجہ ہے۔[۳]

حضرت علیؓ فرماتے ہیں کہ جو اللہ کے فیصلہ پر راضی ہو گا تو اللہ نے جو فیصلہ کیا ہے وہ تو ہو کر رہے گا لیکن اسے (اس پر راضی ہونے کی وجہ سے) اجر ملے گا اور جو اس پر راضی نہ ہو گا تو بھی اللہ کا فیصلہ ہو کر رہے گا لیکن اس کے نیک عمل ضائع ہو جائیں گے۔[۴]

حضرت عبد اللہ بن مسعودؓ فرماتے ہیں کہ قیامت کے دن ہر آدمی اس بات کی تمنا کرے گا کہ کاش وہ دنیا میں گزارے کے قابل ہی کھانا کھاتا اور دنیا میں صبح و شام پیش آنے والے حالات میں انسان کا نقصان تب ہوتا ہے جب ان حالات پر دل میں غصہ اور رنج ہو اور تم میں سے ایک آدمی اپنے منہ میں انگارہ اتنی دیر رکھے کہ وہ بجھ جائے یہ اس کے لئے اس سے بہتر ہے کہ جس کام کے لئے اللہ نے ہونے کا فیصلہ کر رکھا ہے اس کے بارے میں وہ یہ کہے کہ کاش یہ نہ ہوتا۔[۵]

تقویٰ

حضرت کمیل بن زیاد رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں میں حضرت علی بن ابی طالبؓ کے ساتھ

۱۔ اخرجه ابن عساكر كذافي التفسير ابن كثير (ج ٤ ص ٢٨١) ۲۔ اخرجه ابن المبارك وابن ابي الدنيا في الفرج والعسكري في المواعظ كذافي الكنز (ج ٢ ص ١٤٥)
۳۔ اخرجه ابن عساكر كذافي الكنز (ج ٢ ص ١٤٥) ٤۔ اخرجه ابن عساكر كذافي الكنز (ج ٢ ص ١٤٥) ۵۔ اخرجه ابو نعيم في الحلية (ج ١ ص ١٣٧)

باہر نکلا جب آپ قبرستان پہنچے تو قبروں کی طرف متوجہ ہو کر فرمایا اے قبر والو! اے پرانے ہو جانے والو! اے وحشت والو! تمہارے ہاں کے کیا حالات ہیں؟ ہمارے ہاں کے حالات تو یہ ہیں کہ (تمہارے بعد تمہارے) مال تقسیم کر دیئے گئے اور بچے یتیم ہو گئے اور تمہاری بیویوں نے اور خاوند کر لئے تو یہ ہیں ہمارے ہاں کے حالات۔ تمہارے ہاں کے حالات کیا ہیں؟ پھر میری طرف متوجہ ہو کر فرمایا اے کمیل! اگر انہیں جواب دینے کی اجازت ہوتی تو یہ جواب میں کہتے کہ بہترین توشہ تقویٰ ہے پھر حضرت علیؓ رونے لگے اور فرمایا اے کمیل! قبر عمل کا صندوق ہے اور موت کے وقت تمہیں اس کا پتہ چلے گا۔[1]

حضرت قیس بن ابی حازمؒ کہتے ہیں کہ حضرت علیؓ نے فرمایا تم لوگ تقویٰ کے ساتھ عمل کے قبول ہونے کا زیادہ اہتمام کرو کیونکہ تقویٰ کے ساتھ کیا گیا عمل تھوڑا نہیں ہوتا اور جو عمل قبول ہو جائے وہ تھوڑا کیسے شمار ہو سکتا ہے؟[2] حضرت عبد خیرؒ کہتے ہیں کہ حضرت علیؓ نے فرمایا تقویٰ کے ساتھ کیا گیا عمل تھوڑا شمار نہیں ہوتا اور جو عمل قبول ہو جائے وہ تھوڑا کیسے شمار ہو سکتا ہے؟[3]

حضرت ابن مسعودؓ فرماتے ہیں کہ مجھے یہ معلوم ہو جائے کہ اللہ تعالیٰ میرے کسی عمل کو قبول کرلیں گے یہ مجھے اس سے زیادہ محبوب ہے کہ مجھے اتنا سونا مل جائے جس سے ساری زمین بھر جائے۔[4]

حضرت ابو الدرداءؓ فرماتے ہیں کہ (آخرت کی تیاری کرنے والے) عقل مند لوگوں کا سونا اور ان کا روزہ رکھنا کتنا اچھا لگتا ہے اور وہ لوگ (آخرت کی تیاری نہ کرنے والے) بے وقوف لوگوں کی شب بیداری اور روزہ رکھنے کو کس طرح عیب لگاتے ہیں؟ تقویٰ اور یقین والے آدمی کی نیکی کا ذرہ دھوکے میں پڑے ہوئے لوگوں کی پہاڑوں کے برابر عبادت سے زیادہ بڑا فضیلت والا اور (ترازو میں) زیادہ وزنی ہے۔[5] حضرت ابو الدرداءؓ فرماتے ہیں کہ اگر مجھے یہ یقین ہو جائے کہ اللہ تعالیٰ نے میری ایک نماز قبول فرمالی ہے تو یہ مجھے دنیا اور دنیا میں جو کچھ ہے اس سے زیادہ محبوب ہوگا کیونکہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے اِنَّمَا يَتَقَبَّلُ اللّٰهُ مِنَ الْمُتَّقِيْنَ (سورت مائدہ آیت ۲۷) ترجمہ "خدا تعالیٰ متقیوں ہی کا عمل قبول کرتے ہیں"۔[6]

حضرت ابی بن کعبؓ فرماتے ہیں کہ تم میں سے جو آدمی اللہ کے لئے کوئی چیز چھوڑے گا اللہ تعالیٰ اسے اس سے بہتر چیز وہاں سے عطا فرمائیں گے جہاں سے ملنے کا اسے گمان نہ

۱ـ اخرجه الدينوري وابن عساكر كذافي الكنز (ج ۲ ص ۱٤۲)

۲ـ اخرجه ابو نعيم في الحلية وابن عساكر (ج ۱ ص ۲۱۱) ۳ عند ابي نعيم في الحلية وابن ابي الدنيا كذافي الكنز (ج ۲ ص ۱٤۲) ٤ اخرجه يعقوب بن سفيان وابن عساكر كذافي الكنز (ج ۲ ص ۱٤۲) ۵ اخرجه ابو نعيم في الحلية (۱ ص ۲۱۱)

٦ـ عند ابن ابي حاتم كما في التفسير لابن كثير (ج ۲ ص ٤۳)

ہو گا اور جو اس بارے میں سستی کرے گا اور چیز کو اس طرح لے گا کہ کسی کو پتہ نہ چل سکے تو اللہ اس پر اس سے زیادہ سخت مصیبت وہاں لے آئیں گے جہاں سے مصیبت کے آنے کا اسے گمان بھی نہ ہو گا۔ ل

اللہ تعالیٰ کا خوف اور ڈر

سیدنا حضرت محمد رسول اللہ ﷺ کا خوف

حضرت ابن عباسؓ فرماتے ہیں کہ حضرت ابو بکرؓ نے عرض کیا یا رسول اللہ! میں دیکھ رہا ہوں کہ آپ بوڑھے ہو گئے ہیں (کچھ کمزوری کے آثار نظر آنے لگ گئے ہیں) آپؐ نے فرمایا مجھے سورت ہود، سورت واقعہ، سورت مرسلات، سورت عم یتساء لون اور سورۃ اذا الشمس کورت نے بوڑھا کر دیا ۲۔ بیہقی میں یہ روایت ہے کہ حضرت ابو سعیدؓ فرماتے ہیں کہ حضرت عمر بن خطابؓ نے عرض کیا یا رسول اللہ! آپ پر بڑھاپے کے آثار بہت جلد ظاہر ہو گئے حضورؐ نے فرمایا مجھے سورت ہود اور اس جیسی اور سورتوں واقعہ، عم یتساء لون اور اذا الشمس کورت نے بوڑھا کر دیا ہے۔ ۳

حضرت ابو سعیدؓ فرماتے ہیں کہ حضور ﷺ نے فرمایا میں کیسے خوشحال اور مزے دار زندگی والا ہو سکتا ہوں جبکہ صور پھونکنے والا صور منہ میں لے چکا ہے اور اپنی پیشانی جھکائے ہوئے ہے اور کان لگائے انتظار کر رہا ہے کہ کب اسے صور پھونکنے کا حکم دیا جاتا ہے؟ مسلمانوں نے عرض کیا یا رسول اللہ! اب کیا پڑھا کریں؟ حضورؐ نے فرمایا حسبنا اللّٰہ ونعم الوکیل علی اللّٰہ توکلنا پڑھا کرو۔ ۴

حضرت ابن عمرؓ فرماتے ہیں کہ حضور ﷺ نے ایک قاری کو یہ آیت پڑھتے ہوئے سنا ان لدینا انکالا وجحیما (سورت مزمل آیت ۱۲) ترجمہ "ہمارے یہاں بیڑیاں ہیں اور دوزخ ہے" یہ سن کر حضورؐ بے ہوش ہو گئے۔ ۵

نبی کریم ﷺ کے صحابہؓ کا خوف

حضرت سہل بن سعدؓ فرماتے ہیں کہ ایک انصاری نوجوان کے دل میں اللہ کا ڈر اتنا زیادہ پیدا ہو گیا کہ جب بھی اس کے سامنے جہنم کا ذکر ہوتا وہ رونے لگ جاتا اور اس کی کیفیت کا اتنا

۱۔ اخرجه ابن عساكر كذافي الكنز (۲ ص ۱٤۲) ۱۔ اخرجه البيهقي ۲۔ كذافي البداية (ج ٦ ص ٥٩) ۳۔ اخرجه احمد ورواه الترمذی وقال حسن كذافي البداية (ج ٦ ص ٥٦) ٤۔ اخرجه ابن النجار كذافي الكنز (٤ ص ٤۳)

زیادہ غلبہ ہو گیا کہ وہ ہر وقت ہی گھر رہنے لگا باہر نکلنا چھوڑ دیا کسی نے حضور ﷺ سے اس کا تذکرہ کیا تو آپ اس کے گھر تشریف لے گئے وہاں پہنچ کر حضورؐ نے اسے گلے لگالیا اتنے میں اس کی روح پرواز کر گئی اور اس کی لاش نیچے گر گئی حضورؐ نے فرمایا تم اپنے اس ساتھی کی تجہیز و تکفین کرو اللہ کے ڈر نے اس کے جگر کے ٹکڑے کر دیئے[1] حضرت حذیفہؓ سے بھی ایسی ہی حدیث منقول ہے اس میں یہ ہے کہ حضور ﷺ اس نوجوان کے پاس تشریف لے گئے جب اس نوجوان کی حضورؐ پر نگاہ پڑی تو وہ کھڑے ہو کر حضورؐ کے گلے لگ گیا اور اسی میں اس کی جان نکل گئی اور وہ مر کر نیچے گر پڑا حضور ﷺ نے فرمایا تم اپنے ساتھی کی تجہیز و تکفین کرو جہنم کے ڈر نے اس کے جگر کے ٹکڑے کر دیئے اس ذات کی قسم جس کے قبضہ میں میری جان ہے اللہ تعالیٰ نے اسے جہنم سے پناہ عطا فرمادی ہے جو آدمی کسی چیز کی امید کرتا ہے وہ اسے ڈھونڈا کرتا ہے اور جو کسی چیز سے ڈرتا ہے وہ اس سے بھاگتا ہے۔[2]

حضرت ابن عباسؓ فرماتے ہیں کہ جب اللہ تعالیٰ نے اپنے نبی کریم ﷺ پر یہ آیت نازل فرمائی يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا قُوا أَنفُسَكُمْ وَأَهْلِيكُمْ نَارًا وَقُودُهَا النَّاسُ وَالْحِجَارَةُ (سورت تحریم آیت ۶) ترجمہ "اے ایمان والو تم اپنے کو اپنے گھر والوں کو (دوزخ کی) اس آگ سے بچاؤ جس کا ایندھن (اور سوختہ) آدمی اور پتھر ہیں" تو آپؐ نے ایک دن یہ آیت اپنے صحابہؓ کو سنائی۔ سنتے ہی ایک نوجوان بے ہوش ہو کر گر پڑا۔ آپؐ نے اس کے دل پر ہاتھ رکھا تو وہ حرکت کر رہا تھا آپؐ نے فرمایا اے جوان! لا الٰہ الا اللّٰہ پڑھو۔ اس نے کلمہ پڑھا جس پر حضورؐ نے اسے جنت کی بشارت دی۔ صحابہؓ نے عرض کیا یا رسول اللہ! کیا یہ بشارت ہم سے صرف اسی کے لئے ہے؟ حضورؐ نے فرمایا کیا تم نے اللہ تعالیٰ کا یہ ارشاد نہیں سنا ذَالِكَ لِمَنْ خَافَ مَقَامِي وَخَافَ وَعِيدِ (سورت ابراہیم آیت ۱۴) ترجمہ "(اور) یہ ہر اس شخص کے لئے (عام) ہے جو میرے روبرو کھڑے ہونے سے ڈرے اور میری وعید سے ڈرے"[3] حضرت سعید بن مسیبؒ فرماتے ہیں کہ ایک مرتبہ حضرت عمر بن خطابؓ بیمار ہوئے حضورؐ عیادت کے لئے ان کے ہاں تشریف لے گئے۔ حضور ﷺ نے فرمایا اے عمر! اپنے آپ کو کس حال پر پار ہے ہو؟ انہوں نے عرض کیا (اللہ کے فضل و کرم کی امید بھی لگائے ہوئے ہوں اور (اپنے اعمال کی وجہ سے) ڈر بھی رہا ہوں) حضور ﷺ نے فرمایا جس مومن کے دل میں امید اور خوف جمع ہو جاتے ہیں تو اللہ تعالیٰ اس کی امید کو پورا کر دیتے ہیں اور جس چیز سے ڈرتا ہو اس سے اسے بچا لیتے ہیں۔[4]

حضرت حسنؒ فرماتے ہیں کہ حضرت ابوبکر صدیقؓ نے فرمایا کیا تم نے نہیں دیکھا کہ اللہ

---

[1] اخرجه الحاكم وقال صحيح الاسناد والبيهقي من طريقه كذافي الترغيب (ج ٥ ص ٢٢٣)
[2] اخرجه ابن ابي الدنيا وابن قدامة كذافي الكنز (ج ٢ ص ١٤٤) [3] اخرجه الحاكم وصححه كذا في الترغيب (ج ٥ ص ١٩٤) [4] اخرجه البيهقي كذافي الكنز (ج ٢ ص ١٤٥)

تعالیٰ جہاں سختی اور تنگی کی آیت ذکر کرتے ہیں وہاں اس کے قریب ہی نرمی اور وسعت کی آیت بھی ذکر کرتے ہیں اور جہاں نرمی اور وسعت کی آیت ذکر کرتے ہیں وہاں اس کے قریب ہی سختی اور تنگی کی آیت بھی ذکر کرتے ہیں تاکہ مومن کے دل میں رغبت اور ڈر دونوں ہوں اور (بے خوف ہو کر) اللہ سے ناحق تمنائیں نہ کرنے لگے اور (ناامید ہو کر) خود کو ہلاکت میں نہ ڈال دے[1] اور خلفاء کے خوف کے باب میں حضرت ابو بکرؓ اور حضرت عمرؓ کے خوف کے قصے گزر چکے ہیں۔

حضرت عبداللہ بن رومیؒ کہتے ہیں کہ مجھے یہ بات پہنچی ہے کہ حضرت عثمانؓ نے فرمایا اگر مجھے جنت اور دوزخ کے درمیان کھڑا کر دیا جائے اور مجھے معلوم نہ ہو کہ دونوں میں سے کس طرف جانے کا حکم ملے گا تو اس بات کے جاننے سے پہلے ہی مجھے راکھ بن جانا پسند ہوگا کہ دونوں میں سے کس طرف مجھے جانا ہے۔[2]

حضرت ابو عبیدہ بن جراحؓ فرماتے ہیں کاش میں مینڈھا ہوتا میرے گھر والے مجھے ذبح کرتے پھر گوشت کھا لیتے اور میرا شوربا پی لیتے۔ حضرت عمران بن حصینؓ فرماتے ہیں کاش میں ایک ٹیلہ پر پڑی ہوئی راکھ ہوتا جسے آندھی والے دن ہوا اڑا دیتی[3] حضرت قتادہؒ کہتے ہیں کہ حضرت عبداللہؓ کہتے ہیں کہ مجھے یہ بات پہنچی ہے کہ حضرت عمران بن حصینؓ نے فرمایا کاش میں راکھ ہوتا جسے ہوائیں اڑا لے جاتیں۔[4]

حضرت عامر بن مسروقؒ کہتے ہیں کہ حضرت عبداللہؓ کے سامنے ایک آدمی نے کہا مجھے صرف اتنی بات پسند نہیں ہے کہ میں ان لوگوں میں سے ہو جاؤں جن کو دائیں ہاتھ میں اعمال نامے ملیں گے بلکہ مجھے تو مقربین میں سے ہونا زیادہ پسند ہے۔ حضرت عبداللہؓ نے فرمایا یہاں تو ایک آدمی ایسا ہے جو یہ چاہتا ہے کہ مرنے کے بعد اسے دوبارہ زندہ ہی نہ کیا جائے (بلکہ اسے بالکل ہی ختم کر دیا جائے اس سے وہ اپنی ذات مراد لے رہے تھے (اپنے آپ کو تواضعاً جنت کا مستحق نہیں سمجھتے تھے)[5] حضرت حسنؒ کہتے ہیں کہ حضرت عبداللہ بن مسعودؓ نے فرمایا اگر مجھے جنت اور جہنم کے درمیان کھڑا کر کے یہ کہا جائے کہ تم پسند کر لو چاہے جنت اور جہنم میں سے کسی میں چلے جاؤ چاہے راکھ بن جاؤ تو میں راکھ بن جانے کو پسند کروں گا۔[6]

---

[1] اخرجه ابو الشيخ كذافي الكنز (ج ٢ ص ١٤٤)

[2] اخرجه ابو نعيم في الحلية (ج ١ ص ٦٠) واخرجه ايضا احمد في الزهد عن عثمان مثله كما في المنتخب (ج ٥ ص ١٠) [3] اخرجه ابن عساكر كذافي المنتخب (ج ٥ ص ٧٤) واخرجه ابن سعد (ج ٣ ص ٤١٣) عن قتادة عن ابي عبيدة نحوه

[4] عند ابن سعد (ج ٤ ص ٢٦) ايضا. [5] اخرجه ابو نعيم في الحلية (ج ١ ص ١٣٣)

[6] عند ابي نعيم ايضا

حضرت ابو ذرؓ نے فرمایا اللہ کی قسم! جو کچھ میں جانتا ہوں اگر تم وہ جان لو تو تم اپنی بیویوں سے بے تکلف نہ ہو سکو اور تمہیں بستروں پر سکون نہ ملے اللہ کی قسم! میری آرزو ہے کہ کاش اللہ تعالیٰ مجھے درخت بناتے جسے کاٹ دیا جاتا اور جس کے پھل کھا لئے جاتے۔[1] حضرت حزام بن حکیمؒ کہتے ہیں کہ حضرت ابو الدرداءؓ نے فرمایا کہ تم نے جو کچھ مرنے کے بعد دیکھنا ہے اگر تمہیں اب اس کا یقین ہو جائے تو نہ مزے لے کر کھانے کھاؤ اور نہ مزے لے کر کچھ پیو اور نہ گھروں کے سائے میں بیٹھ سکو بلکہ میدانوں کی طرف نکل جاؤ اپنے سینوں کو پیٹ پیٹ کر اپنی جانوں پر روتے رہو اور میری آرزو ہے کہ کاش میں درخت ہوتا جسے کاٹ کر اس کا پھل کھا لیا جاتا۔[2] حضرت ابو درداءؓ فرماتے ہیں میری آرزو ہے کہ کاش میں اپنے گھر والوں کا مینڈھا ہوتا ان کا کوئی مہمان آتا اور وہ میری رگوں پر چھری پھیر کر مجھے ذبح کر لیتے خود بھی گوشت کھاتے اور مہمان کو بھی کھلاتے۔[3] حضرت عبداللہ بن عمر فرماتے ہیں میری آرزو ہے کہ کاش میں یہ والا ستون ہوتا۔[4]

حضرت طاؤسؒ کہتے ہیں کہ حضرت معاذ بن جبلؓ ہمارے علاقے میں تشریف لائے تو ہمارے بڑوں نے ان سے کہا کہ اگر آپ ارشاد فرمائیں تو ان پتھروں اور لکڑیوں کو جمع کر کے آپ کے لئے ایک مسجد بنا دیں انہوں نے فرمایا مجھے اس بات کا ڈر ہے کہ کہیں قیامت کے دن اس مسجد کو اپنی پشت پر اٹھانے کا مجھ مکلف نہ بنا دیا جائے۔[5]

حضرت نافعؒ کہتے ہیں کہ حضرت ابن عمرؓ کعبہ کے اندر تشریف لے گئے تو میں نے سنا کہ وہ سجدے میں پڑے ہوئے یہ کہہ رہے تھے (اے اللہ) تو جانتا ہے کہ صرف تیرے ڈر کی وجہ سے میں نے قریش سے اس دنیا کے بارے میں مزاحمت نہیں کی۔[6] حضرت ابو حازمؒ فرماتے ہیں کہ حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما کا ایک عراقی آدمی پر گزر ہوا جو زمین پر بے ہوش پڑا ہوا تھا انہوں نے پوچھا اسے کیا ہوا؟ لوگوں نے بتایا کہ جب اس کے سامنے قرآن پڑھا جاتا ہے تو اس کی یہ حالت ہو جاتی ہے انہوں نے فرمایا ہم بھی اللہ سے ڈرتے ہیں لیکن ہم تو بے ہوش ہو کر زمین پر نہیں گرتے۔[7]

حضرت شداد بن اوس انصاریؓ جب بستر پر لیٹتے تو کروٹیں بدلتے رہتے اور ان کو نیند نہ آتی اور یوں فرماتے اے اللہ! جہنم نے میری نیند اڑا دی پھر کھڑے ہو کر نماز شروع کر دیتے

---

[1] اخرجه ابو نعيم في الحلية (ج ۱ ص ۱۶٤)
[2] اخرجه ابو نعيم في الحلية (ج ۱ ص ۲۱٦)
[4] عند ابن عساكر كمافي الكنز (ج ۲ ص ۱٤٥)
[5] اخرجه ابن سعد (ج ٤ ص ۱۲)
[6] اخرجه ابو نعيم في الحلية (ج ۱ ص ۱۳٦)
[7] اخرجه ابو نعيم في الحلية (ج ۱ ص ۲۹۲)
[8] عند ابي نعيم ايضا (ج ۱ ص ۳۱۲)

اور صبح تک اس میں مشغول رہتے۔[۱]

حضرت عمرو بن سلمہؒ فرماتے ہیں کہ حضرت عائشہؓ نے فرمایا اللہ کی قسم! میری آرزو ہے کہ کاش میں کوئی درخت ہوتی۔ اللہ کی قسم! میری آرزو ہے کہ کاش میں مٹی کا ڈھیلا ہوتی۔ اللہ کی قسم! میری آرزو ہے کہ کاش اللہ نے مجھے پیدا ہی نہ کیا ہوتا[۲] حضرت ابن ابی ملیکہؒ کہتے ہیں کہ حضرت عائشہؓ کے انتقال سے پہلے ان کی خدمت میں حضرت ابن عباسؓ آئے اور ان کی تعریف کرنے لگ گئے کہ اے رسول اللہ کی زوجہ محترمہ! آپ کو خوشخبری ہو۔ حضور ﷺ نے آپ کے علاوہ اور کسی کنواری عورت سے شادی نہیں کی اور آپ کی (تہمت زنا سے) براءت آسمان سے اتری تھی۔ اتنے میں سامنے سے حضرت ابن زبیرؓ حاضر خدمت ہوئے تو حضرت عائشہؓ نے فرمایا یہ عبداللہ بن عباسؓ میری تعریف کر رہے ہیں اور مجھے یہ بالکل پسند نہیں ہے کہ آج میں کسی سے اپنی تعریف سنوں۔ میری تمنا تو یہ ہے کہ کاش میں بھولی بسری ہو جاتی۔[۳]

اللہ کے خوف سے رونا

سیدنا حضرت محمد رسول اللہ ﷺ کا رونا

حضرت عبداللہؓ فرماتے ہیں کہ حضور ﷺ نے مجھ سے فرمایا مجھے قرآن پڑھ کر سناؤ میں نے عرض کیا میں آپ کو قرآن سناؤں حالانکہ قرآن تو خود آپ پر نازل ہوا ہے۔ حضورؐ نے فرمایا میرا دل چاہتا ہے کہ میں دوسرے سے قرآن سنوں۔ چنانچہ میں نے سورت نساء پڑھنی شروع کر دی اور جب میں فَكَيْفَ اِذَا جِئْنَا مِنْ كُلِّ اُمَّةٍ بِشَهِيْدٍ وَّجِئْنَا بِكَ عَلٰى هٰٓؤُلَآءِ شَهِيْدًا (سورت النساء آیت ۴۱) پر پہنچا تو حضورؐ نے فرمایا بس کرو۔ میں نے آپ کی طرف دیکھا تو آپ کی آنکھیں آنسو بہا رہی تھیں[۴] حضور ﷺ کے رونے کے بعض واقعات نماز کے باب میں آئیں گے۔

نبی کریم ﷺ کے صحابہؓ کا رونا

حضرت ابو ہریرہؓ فرماتے ہیں کہ جب یہ آیت نازل ہوئی اَفَمِنْ هٰذَا الْحَدِيْثِ تَعْجَبُوْنَ وَتَضْحَكُوْنَ وَلَا تَبْكُوْنَ (سورت النجم آیت ۵۹، ۶۰) ترجمہ "سو کیا (ایسے خوف کی باتیں سن کر بھی) تم لوگ اس کلام (الٰہی) سے تعجب کرتے ہو اور ہنستے ہو اور (خوف عذاب سے) روتے نہیں ہو" تو اصحاب صفہ اتنا روئے کہ آنسو ان کے رخساروں پر بہنے لگے حضورؐ نے جب ان

---

[۱] اخرجه ابو نعيم في الحلية (ج ۱ ص ۲٦٤)
[۲] اخرجه ابن سعد (ج ۸ ص ۷٤) [۳] عند ابن سعد ايضا.
[٤] اخرجه البخاري كذافي البداية (ج ٦ ص ٥٩)

کے رونے کی ہلکی ہلکی آواز سنی تو آپ بھی ان کے ساتھ رو پڑے آپ کے رونے کی وجہ سے ہم بھی رو پڑے پھر حضورؐ نے فرمایا جو اللہ کے ڈر سے روئے گا وہ آگ میں داخل نہیں ہوگا اور جو گناہ پر اصرار کرے گا وہ جنت میں داخل نہیں ہوگا۔ اور اگر تم گناہ نہ کرو (اور استغفار کرنا چھوڑ دو) تو اللہ ایسے لوگوں کو لے آئے گا جو گناہ کریں گے (اور استغفار کریں گے) اور اللہ ان کی مغفرت کریں گے۔[1]

حضرت انسؓ فرماتے ہیں کہ حضور ﷺ نے یہ آیت تلاوت فرمائی۔ وَقُوْدُهَا النَّاسُ وَالْحِجَارَةُ (سورت بقرہ آیت ۲۴) ترجمہ "جس کا ایندھن آدمی اور پتھر ہیں" پھر آپؐ نے فرمایا کہ جہنم میں ایک ہزار سال تک آگ جلائی گئی یہاں تک کہ وہ سفید ہو گئی پھر ایک ہزار سال اور جلائی گئی یہاں تک کہ وہ کالی ہو گئی۔ اب یہ آگ کالی اور تاریک ہے اس کا شعلہ کبھی نہیں بجھتا حضورؐ کے سامنے ایک سیاہ رنگ کا آدمی بیٹھا ہوا تھا وہ یہ سن کہ زور زور سے رونے لگا اتنے میں حضرت جبرائیل علیہ السلام آسمان سے اتر آئے اور انہوں نے پوچھا کہ یہ آپ کے سامنے رونے والے کون ہیں؟ حضورؐ نے فرمایا یہ حبشہ کے ہیں اور حضورؐ نے اس کی تعریف کی حضرت جبرائیلؑ نے کہا اللہ تعالیٰ فرما رہے ہیں میری عزت اور میرے جلال کی قسم! عرش پر میرے بلند ہونے کی قسم! جس بندے کی آنکھ دنیا میں میرے ڈر سے روئے گی میں جنت میں اسے خوب ہنساؤں گا۔[2]

حضرت قیس بن ابی حازمؒ فرماتے ہیں کہ میں حضور ﷺ کی خدمت میں حاضر ہونے کے لئے آیا تو حضرت ابوبکرؓ کے قائم مقام بن چکے تھے پہلے تو انہوں نے اللہ کی خوب تعریف بیان کی اور پھر خوب روئے۔[3]

حضرت محمد حسن بن محمد بن علی بن ابی طالبؒ کہتے ہیں کہ حضرت عمر بن خطابؓ جمعہ کے خطبہ میں اذا الشمس کورت پڑھ رہے تھے جب تک علمت نفس ما احضرت پر پہنچے تو (رونے کے غلبہ کی وجہ سے) ان کی آواز بند ہو گئی۔[4]

حضرت حسنؒ کہتے ہیں کہ حضرت عمر بن خطابؓ نے یہ آیتیں پڑھیں اِنَّ عَذَابَ رَبِّكَ لَوَاقِعٌ مَّا لَهٗ مِنْ دَافِعٍ (سورت طور آیت ۷و۸) ترجمہ "بیشک آپ کے رب کا عذاب ضرور ہو کر رہے گا۔ کوئی اس کو ٹال نہیں سکتا۔" تو ان کا سانس پھول گیا (اور وہ بیمار ہو گئے) اور بیس دن تک (ایسے بیمار رہے کہ) لوگ ان کی عیادت کرتے رہے[5] حضرت عبید بن عمیرؒ فرماتے ہیں کہ حضرت عمر بن خطابؓ نے ہمیں فجر کی نماز پڑھائی جس میں سورت یوسف شروع کر

---

[1] اخرجه البیهقی کذافی الترغیب (ج ۵ ص ۱۹۰)　[2] اخرجه البیهقی والا صبهانی کذافی الترغیب (ج ۵ ص ۱۹۴)　[3] اخرجه عبدالرزاق کذافی المنتخب (ج ۵ ص ۲۶۰)　[4] اخرجه الشافعی کذافی المنتخب (ج ۴ ص ۳۸۷)　[5] عند ابی عبید

دی پڑھتے پڑھتے جب وَابْيَضَّتْ عَيْنَاهُ مِنَ الْحُزْنِ فَهُوَ كَظِيمٌ پر پہنچے تو اتنا روئے کہ آگے نہ پڑھ سکے اور رکوع کر دیا۔[۱] حضرت عبداللہ بن شداد بن ہادؒ کہتے ہیں حضرت عمرؓ فجر کی نماز میں سورت یوسف پڑھ رہے تھے میں آخری صف میں تھا جب پڑھتے پڑھتے اِنَّمَا اَشْكُوْ بَثِّيْ وَحُزْنِيْ اِلَى اللّٰهِ پر پہنچے تو میں نے آخری صف سے حضرت عمرؓ کے بلک بلک کر رونے کی آواز سنی[۲]

حضرت ہشام بن حسنؒ کہتے ہیں حضرت عمرؓ قرآن پڑھتے ہوئے جب (عذاب کی) کسی آیت پر گزرتے تو ان کا گلا گھٹ جاتا اور اتنا روتے کہ نیچے گر جاتے اور پھر (کمزور ہو جانے کی وجہ سے) کئی دن گھر رہتے اور لوگ ان کو بیمار سمجھ کر عیادت کرتے رہتے۔[۳]

حضرت عثمان بن عفانؓ کے آزاد کردہ غلام حضرت ہانی رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں کہ جب حضرت عثمانؓ کسی قبر پر کھڑے ہوتے تو اتنا روتے کہ داڑھی تر ہو جاتی ان سے کسی نے پوچھا کہ آپ جنت اور دوزخ کا تذکرہ کرتے ہیں اور نہیں روتے ہیں لیکن قبر کو یاد کر کے روتے ہیں؟ فرمایا میں نے حضور ﷺ کو فرماتے ہوئے سنا ہے کہ قبر آخرت کی منزلوں میں سے پہلی منزل ہے جو اس سے سہولت سے چھوٹ گیا اس کے لئے بعد کی منزلیں سب آسان ہیں اور جو اس میں (عذاب میں) پھنس گیا اس کے لئے بعد کی منزلیں اور بھی زیادہ سخت ہیں اور میں نے حضورؐ سے یہ بھی سنا ہے کہ میں نے کوئی منظر ایسا نہیں دیکھا کہ قبر کا منظر اس سے زیادہ گھبراہٹ والا نہ ہو۔[۴] رزین کی روایت میں یہ بھی ہے کہ حضرت ہانی کہتے ہیں کہ میں نے حضرت عثمانؓ کو ایک قبر پر یہ شعر پڑھتے ہوئے سنا ہے۔

فان تنج منها تنج من ذی عظیمة　　　والا فانی لا اخالك نا جیا

(اے قبر والے!) اگر تم اس گھاٹی سے سہولت سے چھوٹ گئے تو تم بڑی زبردست گھاٹی سے چھوٹ گئے ورنہ میرے خیال میں تمہیں آئندہ کی گھاٹیوں سے نجات نہیں مل سکے گی۔[۵]

حضرت ابن عمرؓ فرماتے ہیں کہ حضرت عمرؓ حضرت معاذ بن جبلؓ کے پاس سے گزرے وہ رو رہے تھے حضرت عمرؓ نے پوچھا آپ کیوں رو رہے ہیں؟ حضرت معاذؓ نے کہا ایک حدیث کی وجہ سے رو رہا ہوں جو میں نے حضور ﷺ سے سنی ہے کہ ریا کا ادنیٰ درجہ بھی شرک ہے اور اللہ کو بندوں میں سے سب سے زیادہ محبوب وہ لوگ ہیں جو متقی ہوں اور ان کے حالات لوگوں سے چھپے ہوئے ہوں یہ لوگ اگر نہ آئیں تو کوئی انہیں تلاش نہ کرے اور اگر آجائیں تو

۱۔ عند ابی عبید کذافی منتخب الکنز (ج ٤ ص ٤٠١)

۲۔ عند عبدالرزاق وسعید بن منصور وابن سعد وابن ابی شیبة والبیهقی

۳۔ اخرجه ابو نعیم فی الحلیة (ج ۱ ص ٥۱)　　٤۔ اخرجه الترمذی وحسنه

٥۔ کذافی الترغیب (ج ٥ ص ۳۲۲) واخرجه ابو نعیم فی الحلیة (ج ۱ ص ٦۱) عن هانی مختصراً.

انہیں کوئی نہ پہچانے یہی لوگ ہدایت کے امام اور علم کے چراغ ہیں۔[1]

حضرت قاسم بن ابی بزہؒ کہتے ہیں کہ ایک صاحب نے یہ واقعہ مجھ سے بیان کیا کہ انہوں نے حضرت ابن عمرؓ کو سورت ویل للمطففین پڑھتے ہوئے سنا ہے جب وہ یَقُوْمُ النَّاسُ لِرَبِّ الْعَالَمِیْنَ ترجمہ: جس دن تمام آدمی رب العالمین کے سامنے کھڑے ہوں گے" پر پہنچے تو رونے لگے اور اتنا روئے کہ بے اختیار ہو کر زمین پر گر گئے اور اس سے آگے نہ پڑھ سکے۔[2]

حضرت نافعؒ کہتے ہیں جب بھی حضرت ابن عمرؓ سورت بقرہ کے آخر کی دو آیتیں پڑھتے تو رونے لگ جاتے۔ اِنْ تُبْدُوْا مَافِیْٓ اَنْفُسِکُمْ اَوْتُخْفُوْہُ یُحَاسِبْکُمْ بِہِ اللّٰہُ ترجمہ "جو باتیں تمہارے نفسوں میں ہیں ان کو اگر تم ظاہر کرو گے یا کہ پوشیدہ رکھو گے حق تعالیٰ تم سے حساب لیں گے۔" اور فرماتے یہ حساب تو بہت سخت ہے[3] حضرت نافعؒ کہتے ہیں کہ حضرت ابن عمرؓ جب اَلَمْ یَاْنِ لِلَّذِیْنَ اٰمَنُوْٓا اَنْ تَخْشَعَ قُلُوْبُھُمْ لِذِکْرِ اللّٰہِ (سورت حدید آیت ۱۶) ترجمہ "کیا ایمان والوں کے لئے اس بات کا وقت نہیں آیا کہ ان کے دل خدا کی نصیحت کے اور جو دین حق (من جانب اللہ) نازل ہوا ہے اس کے سامنے جھک جاویں" پڑھتے تو رونے لگ جاتے اور اتنا روتے کہ چپ کرنا اختیار میں نہ رہتا۔[4]

حضرت یوسف بن ماہکؒ کہتے ہیں میں حضرت ابن عمرؓ کے ساتھ حضرت عبید بن عمیرؓ کے ہاں گیا وہ اپنے ساتھیوں میں بیان کر رہے تھے (حضرت ابن عمرؓ بیان سننے لگے تھوڑی دیر بعد) میں نے دیکھا تو حضرت ابن عمرؓ کی آنکھوں میں سے آنسو بہہ رہے تھے[5] حضرت عبید بن عمیرؓ نے آیت فَکَیْفَ اِذَا جِئْنَا مِنْ کُلِّ اُمَّۃٍ بِشَھِیْدٍ۔ (سورت نساء آیت ۴۱) ترجمہ "سو اس وقت بھی کیا حال ہوگا جب کہ ہم ہر ہر امت میں سے ایک ایک گواہ کو حاضر کریں گے۔" آخر تک پڑھی تو حضرت ابن عمرؓ رونے لگے اور اتنا روئے کہ ان کی داڑھی اور گریبان آنسوؤں سے تر ہو گیا۔ حضرت عبداللہ کہتے ہیں کہ حضرت ابن عمرؓ کے پہلو میں جو شخص بیٹھا ہوا تھا اس نے مجھے بتایا (جب میں نے حضرت ابن عمرؓ کو اتنا زیادہ روتے ہوئے دیکھا) تو میرا دل چاہا کہ میں کھڑے ہو کر حضرت عبید بن عمیرؓ سے کہوں کو اب آپ بیان ختم کر دیں کیونکہ آپ

---

[1] اخرجه الحاكم (ج ۳ ص ۲۷۰) واللفظ وابو نعيم فى الحلية (ج ۱ ص ۱۵) قال الحاكم صحيح الا سناد ولم يخرجاه وقال الذهبى ابو قحذم قال ابو حاتم لا يكتب حديثه وقال النسائى ليس بثقة [2] اخرجه ابو نعيم فى الحلية (ج ۱ ص ۳۰۵) واخرجه احمد نحوه كما فى صفة الصفوة (ج ۱ ص ۲۳٤) [3] عند ابى نعيم واحمد ايضا

[4] عند ابى نعيم ايضا فى الحلية (ج ۱ ص ۳۰۵) واخرجه ابو العباس فى تاريخه بسند جيد كما فى الا صابة (ج ۲ ص ۳٤۹)

[5] اخرجه ابن سعد (ج ٤ ص ۱٦۲) واخرجه ابو نعيم فى الحلية (ج ۱ ص ۳۰۵) عن يوسف بن ماهك مختصرا

ان بڑے میاں کو بہت تکلیف پہنچا چکے ہیں۔[1]

حضرت عبداللہ بن ابی ملیکہؒ کہتے ہیں کہ میں مکہ سے مدینہ تک حضرت ابن عباسؓ کے ساتھ رہا وہ جب بھی کسی جگہ قیام کرتے وہاں وہ آدھی رات اللہ کی عبادت میں کھڑے رہتے حضرت ایوب نے راوی سے پوچھا کہ حضرت ابن عباسؓ کس طرح قرآن پڑھتے ؟ انہوں نے کہا ایک مرتبہ حضرت ابن عباسؓ نے وَجَاءَتْ سَكْرَةُ الْمَوْتِ بِالْحَقِّ ذٰلِكَ مَا كُنْتَ مِنْهُ تَحِيْدُ (سورت قٓ آیت ١٩) ترجمہ "اور موت کی سختی حق کے ساتھ (قریب) آ پہنچی یہ (موت) وہ چیز ہے جس سے تو بدکتا تھا" پڑھی تو خوب ٹھہر ٹھہر کر اسے پڑھتے رہے اور درد بھری آواز سے خوب روتے رہے[2] حضرت ابو رجاءؒ فرماتے ہیں کہ حضرت ابن عباسؓ کے (چہرے پر) آنسوؤں کے بہنے کی جگہ (زیادہ رونے کی وجہ سے) پرانے تسمہ کی طرح تھی[3] حضرت عثمان بن ابی سودہؒ کہتے کہ میں نے دیکھا کہ حضرت عبادہ بن صامتؓ اس مسجد کی دیوار پر جو وادی جہنم کی طرف ہے سینہ رکھے ہوئے رو رہے ہیں میں نے عرض کیا اے ابو الولید! آپ کیوں رو رہے ہیں ؟ انہوں نے فرمایا کہ یہ وہی جگہ ہے جس کے بارے میں حضور ﷺ نے ہمیں بتایا تھا کہ انہوں نے اس جگہ جہنم کو دیکھا تھا۔[4]

حضرت یعلی بن عطاءؒ کہتے ہیں کہ میری والدہ حضرت عبداللہ بن عمرؓ کے لئے سرمہ تیار کیا کرتی تھیں وہ بہت رویا کرتے تھے۔ وہ اپنا دروازہ بند کر کے روتے رہتے یہاں تک کہ ان کی آنکھیں دکھنے لگ جاتیں اس لئے میری والدہ ان کے لئے سرمہ تیار کیا کرتی تھیں۔[5]

حضرت مسلم بن بشرؒ کہتے ہیں ایک مرتبہ حضرت ابو ہریرہؓ اپنی بیماری میں رو رہے تھے کسی نے عرض کیا اے ابو ہریرہؓ! آپ کیوں رو رہے ہیں ؟ انہوں نے فرمایا غور سے سنو میں تمہاری اس دنیا پر تو نہیں رو رہا ہوں بلکہ اس وجہ سے رو رہا ہوں کہ سفر بہت دور کا ہے اور میرا توشہ کم ہے اور میں اس گھاٹی پر چڑھ گیا ہوں جس کے بعد جنت اور دوزخ دونوں کو راستہ جاتا ہے اور مجھے معلوم نہیں ہے کہ ان دونوں میں سے کس کے راستے پر مجھے چلایا جائے گا۔[6]

---

[1] عند ابی سعد (ج ٤ ص ١٦٢)   [2] اخرجه ابو نعيم فى الحلية (ج ١ ص ٣٢٧)
[3] عند ابی نعيم ايضا (ج ١ ص ٣٢٩)   [4] اخرجه ابو نعيم فى الحلية (ج ٦ ص ١١٠)
[5] اخرجه ابو نعيم فى الحلية (ج ١ ص ٢٩٠)
[6] اخرجه ابن سعد (ج ٤ ص ٦٢) واخرجه ابو نعيم فى الحلية (ج ١ ص ٣٨٣)

غور و فکر کرنا اور عبرت حاصل کرنا

نبی کریم ﷺ کے صحابہؓ کا غور و فکر کرنا اور عبرت حاصل کرنا

حضرت ابو ریحانہؓ کے آزاد کردہ غلام حضرت حمزہ بن حبیبؒ کہتے ہیں کہ حضرت ابو ریحانہؓ ایک غزوہ سے واپس آئے تو رات کو کھانا کھایا پھر وضو کیا اور مصلے پر کھڑے ہو کر نماز شروع کر دی اور ایک سورت پڑھنے لگے اور نماز میں ایسے مگن ہوئے کہ اسی میں فجر کی اذان ہو گئی ان کی بیوی نے کہا اے ابو ریحانہ! آپ غزوہ میں گئے تھے جس میں آپ خوب تھک گئے تھے پھر آپ واپس آئے تو کیا آپ پر ہمارا کوئی حق نہیں ہے اور آپ کے اوقات میں ہمارا کوئی حصہ نہیں ہے؟ انہوں نے فرمایا۔ ہے لیکن اللہ کی قسم! تم مجھے یاد آتیں تو تمہارا مجھ پر حق ہوتا ان کی بیوی نے پوچھا تو آپ کس چیز میں منہمک ہو گئے تھے (کہ میرا خیال بھی نہ آیا؟) فرمایا اللہ تعالیٰ نے جنت اور اس کی لذتوں کو جو بیان فرمایا ہے میں انہیں سوچنے لگ گیا تھا بس اسی میں فجر کی اذان کان میں پڑی۔[1]

حضرت محمد بن واسعؒ کہتے ہیں کہ حضرت ابو ذرؓ کی وفات کے بعد ایک آدمی بصرہ سے سفر کر کے حضرت ام ذر (حضرت ابو ذر کی اہلیہؓ کے پاس حضرت ابو ذر کی عبادت کے بارے میں پوچھنے گیا۔ چنانچہ اس آدمی نے حضرت ام ذرؓ کی خدمت میں حاضر ہو کر کہا میں آپ کی خدمت میں اس لئے آیا ہوں تاکہ آپ مجھے حضرت ابو ذرؓ کی عبادت کے بارے میں بتائیں انہوں نے بتایا کہ وہ سارا دن تنہائی میں بیٹھ کر غور و فکر کرتے رہتے تھے۔[2]

حضرت عون بن عبداللہ بن عتبہؒ کہتے ہیں کہ میں نے حضرت ام درداءؓ سے پوچھا کہ حضرت ابو درداءؓ کا سب سے افضل عمل کون سا تھا؟ انہوں نے کہا غور و فکر کرنا اور عبرت حاصل کرنا[3] ابو نعیم نے حضرت عونؒ سے یہ حدیث نقل کی ہے کہ حضرت ام درداءؓ سے پوچھا گیا کہ حضرت ابو درداءؓ سب سے زیادہ کون سا عمل کرتے تھے؟ انہوں نے کہا عبرت حاصل کرنا۔ دوسری روایت میں ہے غور و فکر کرنا[4] حضرت ابو الدرداءؓ فرماتے ہیں ہیں کہ ایک گھڑی کا غور و فکر ساری رات عبادت کرنے سے بہتر ہے[5] حضرت ابو الدرداءؓ فرماتے ہیں کہ بہت سے لوگ خیر کے دروازوں کے کھلنے کا اور شر کے دروازوں کے بند ہونے کا

---

[1] اخرجه ابن المبارك في الزهد كذافي الإصابة (ج ٢ ص ١٥٧)

[2] اخرجه ابو نعيم في الحلية (ج ١ ص ١٦٤) [3] اخرجه ابو نعيم في الحلية (ج ١ ص ٢٠٨) [4] عند ابو نعيم ايضا عن عون وعن سالم بن ابى الجعد نحوه الا انه قال فقالت التفكر واخرجه احمد نحو الحديث الاول عن عون كما فى صفة الصفوة (ج ١ ص ٢٥٨) [5] عند ابى نعيم واحمد ايضا واخرجه ابن سعد (ج ٧ ص ٣٩٢)

ذریعہ بنتے ہیں اور اس پر انہیں بہت زیادہ ثواب ملے گا۔ بہت سے لوگ شر کے دروازوں کے کھلنے کا اور خیر کے دروازوں کے بند ہونے کا ذریعہ بنتے ہیں اور انہیں ان کی وجہ سے بڑا گناہ ہوگا اور ایک گھڑی کا غور و فکر ساری رات کی عبادت سے بہتر ہے[1] حضرت حبیب بن عبداللہؒ کہتے ہیں ایک آدمی حضرت ابو الدرداءؓ کی خدمت میں آیا۔ وہ غزوہ میں جانا چاہتا تھا اس نے عرض کیا اے ابو الدرداءؓ مجھے کچھ وصیت فرمادیں حضرت ابو الدرداءؓ نے فرمایا تم اللہ کو خوشی اور راحت میں یاد رکھو اللہ مصیبت میں تمہیں یاد رکھے گا اور جب تم اپنے دل میں دنیا کی کسی چیز کا اشراف اور رغبت پاؤ تو غور و فکر کرو کہ اس چیز کا کیا انجام ہوگا (کہ مٹی سے بنی ہے اور ایک دن مٹی ہو جائے گی)[2] حضرت سالم بن ابی الجعدؒ کہتے ہیں کہ دو بیل حضرت ابو الدرداءؓ کے پاس سے گزرے جو کام کر رہے تھے۔ ان میں سے ایک کام کرتا رہا اور دوسرا کھڑا ہو گیا تو حضرت ابو الدرداءؓ نے فرمایا اس میں بھی عبرت ہے (کہ جو بیل کام چھوڑ کر کھڑا ہو گیا ہے اسے مالک ڈنڈے سے مارے گا)[3]

نفس کا محاسبہ

حضرت ابو بکرؓ کے آزاد کردہ غلام کہتے ہیں کہ جو اللہ کی رضا کی خاطر اپنے نفس سے بغض رکھے گا (اور اس کی نہیں مانے گا بلکہ اس کی مرضی کے خلاف اللہ والے کام نفس سے کرائے گا) تو اسے اللہ تعالیٰ اپنے غصہ سے محفوظ رکھیں گے۔[4]

حضرت ثابت بن حجاجؒ کہتے ہیں کہ حضرت عمر بن خطابؓ نے فرمایا تم اپنے نفسوں کا اس سے پہلے جائزہ لو کہ اللہ تعالیٰ تمہارا جائزہ لے اور تم اپنے نفسوں کا اس سے پہلے خود محاسبہ کرو کہ اللہ تعالیٰ تمہارا حساب لے۔ تم آج اپنے نفسوں کا محاسبہ کرو گے اس سے کل کو حساب میں آسانی ہوگی اور (قیامت کے دن کی) بڑی پیشی کے لئے (نیک اعمال اختیار کر کے) سنور جاؤ۔ يَوْمَئِذٍ تُعْرَضُونَ لَا تَخْفَىٰ مِنكُمْ خَافِيَةٌ (سورت الحاقہ آیت ۱۸)

ترجمہ "جس روز (خدا کے روبرو حساب کے واسطے) تم پیش کئے جاؤ گے (اور) تمہاری کوئی بات (اللہ تعالیٰ سے) پوشیدہ نہ ہوگی۔"[5]

حضرت انس بن مالکؓ فرماتے ہیں کہ ایک دن میں حضرت عمر بن خطابؓ کے ساتھ باہر

---

1. عن ابن عساکر کذافی الکنز (ج ۲ ص ۱۴۲)
2. اخرجه ابو نعیم فی الحلیة (ج ۱ ص ۲۰۹)
3. عند ابی نعیم ایضا واخرجه احمد ایضا الحدیث الاول عن حبیب نحوه کمافی صفة الصفوة (ج ۱ ص ۲۵۸)
4. اخرجه ابن ابی الدنیا فی محاسبة النفس کذافی الکنز (ج ۲ ص ۱۶۲)
5. اخرجه ابونعیم فی الحلیة (ج ۱ ص ۵۲)

نکلا چلتے چلتے حضرت عمرؓ ایک باغ میں داخل ہو گئے (میں باہر رہ گیا) وہ باغ کے اندر تھے اور میرے اور ان کے درمیان ایک دیوار ہی تھی۔ میں نے سنا کہ وہ اپنے آپ کو خطاب کر کے کہہ رہے ہیں اے امیر المومنین! اللہ کی قسم! تجھے اللہ سے ضرور ڈرنا ہوگا ورنہ اللہ تعالیٰ تجھے ضرور عذاب دیں گے۔[1]

خاموشی اور زبان کی حفاظت

حضرت سماکؒ کہتے ہیں کہ میں نے حضرت جابر بن سمرہؓ سے پوچھا کیا آپ حضور ﷺ کی مجلس میں حاضری دیا کرتے تھے؟ انہوں نے فرمایا ہاں اور حضورؐ اکثر اوقات خاموش رہا کرتے تھے۔[2]

حضرت ابو مالک اشجعیؒ اپنے والد سے نقل کرتے ہیں کہ ہم لوگ حضور ﷺ کی مجلس میں حاضر ہوا کرتے تھے اور اس وقت ہم لوگ نوجوان لڑکے تھے میں نے حضورؐ سے زیادہ خاموش رہنے والا کسی کو نہیں دیکھا جب آپ کے صحابہ آپس میں گفتگو کرتے اور بہت زیادہ باتیں کرتے تو آپ سن کر مسکرا دیتے۔[3]

حضرت عبادہ بن صامتؓ فرماتے ہیں کہ حضور ﷺ ایک دن باہر تشریف لائے اور اپنی سواری پر سوار ہو کر چل پڑے آپ کے صحابہ بھی آپ کے ساتھ تھے ان میں سے کوئی بھی آپ سے آگے نہیں چل رہا تھا حضرت معاذ بن جبلؓ نے عرض کیا یا رسول اللہ! میں اللہ تعالیٰ سے دعا کرتا ہوں کہ وہ ہمارے (مرنے کے) دن کو آپ کے (انتقال کے) دن سے پہلے کر دے۔ اللہ ہمیں آپ (کے انتقال) کا وہ دن نہ دکھائے لیکن اگر وہ دن دیکھنا پڑ گیا تو ہم آپ کے بعد کون سے اعمال کیا کریں؟ یا رسول اللہ! میرے ماں باپ آپ پر قربان ہوں۔ ہم جہاد فی سبیل اللہ کیا کریں حضورؐ نے فرمایا جہاد فی سبیل اللہ بہت اچھا عمل ہے اور لوگوں کو اس کی عادت بھی ہے لیکن اس سے بھی زیادہ (نفس کو) قابو میں لانے والا عمل ہے حضرت معاذؓ نے کہا روزہ اور صدقہ حضورؐ نے فرمایا روزہ اور صدقہ بہت اچھے عمل ہیں اور لوگوں کو ان کی بھی عادت ہے لیکن ان سے بھی زیادہ (نفس کو) قابو میں لانے والا عمل ہے چنانچہ حضرت معاذؓ کو جتنے بھی خیر والے عمل معلوم تھے انہوں نے ان میں سے ہر ایک کا نام لیا حضورؐ ہر ایک کے جواب میں یہی فرماتے رہے کہ لوگوں کو اس کی عادت ہے لیکن اس سے بھی زیادہ (نفس کو) قابو میں

---

[1] اخرجه مالك وابن سعد وابن ابى الدنيا فى محاسبة النفس وابو نعيم فى المعرفة وابن عساكر كذافى المنتخب (ج ٤ ص ٤٠٠) [2] اخرجه احمد والطبرانى فى حديث طويل قال الهيثمى (ج ١٠ ص ٢٩٧) ورجال احمد رجال الصحيح غير شريك وهو ثقة واخرجه ابن سعد (ج ١ ص ٣٧٢) عن سماك نحوه [3] عند الطبرانى قال الهيثمى (ج ١٠ ص ٢٩٨) وفيه ابراهيم بن زكريا العجلى وهو ضعيف . انتهى

لانے والا عمل ہے آخر حضرت معاذؓ نے عرض کیا یا رسول اللہ! لوگوں کو ان تمام اعمال کے کرنے کی عادت ہے تو ان سے بھی زیادہ (نفس کو) قابو میں لانے والا عمل کون سا ہے؟ حضورؐ نے اپنے منہ کی طرف اشارہ کر کے فرمایا خاموش رہنا اور صرف خیر کی بات کرنا حضرت معاذؓ نے عرض کیا جو کچھ ہم زبان سے بولتے ہیں کیا اس پر ہمارا مواخذہ ہوگا؟ حضورؐ نے حضرت معاذؓ کی ران پر ہاتھ مار کر کہا تیری ماں تجھے گم کرے ایسے ایک دو جملے اور کہے اور فرمایا لوگوں کو ان کے نتھنے کے بل جہنم میں ان کی زبانوں کی باتیں ہی تو گرائیں گی جو اللہ اور آخرت کے دن پر ایمان رکھتا ہے اسے چاہیئے کہ خیر کی بات کہے اور شر سے خاموش رہے تم لوگ خیر کی بات کہو تو (اجر و ثواب کو) غنیمت میں پاؤ گے اور شر سے خاموش رہو (دونوں جہاں کی آفتوں سے) بچے رہو گے۔[1]

نبی کریم ﷺ کے صحابہؓ کی خاموشی

حضرت ابو ہریرہؓ فرماتے ہیں کہ حضور ﷺ کے زمانے میں ایک آدمی قتل ہو گیا تو ایک عورت نے اس پر روتے ہوئے کہا ہائے شہید ہونے والے! حضورؐ نے فرمایا خاموش رہو تمہیں کیسے پتہ چلا کہ وہ شہید ہے؟ ہو سکتا ہے کہ وہ لایعنی باتیں کرتا رہا ہو یا ایسی چیزوں کے خرچ کرنے میں کنجوسی سے کام لیتا رہا ہو جن کے خرچ کرنے سے اسے کسی طرح کی کمی نہ آتی۔[2] انسؓ فرماتے ہیں کہ ہم میں سے ایک آدمی جنگ احد میں شہید ہوا اور بھوک کی وجہ سے اس کے پیٹ پر ایک پتھر بندھا ہوا تھا تو اس کی ماں اس کے چہرے سے مٹی صاف کرنے لگی اور کہنے لگی اے میرے بیٹے! تجھے جنت مبارک ہو حضورؐ نے فرمایا تمہیں کیسے پتہ چلا؟ (کہ یہ جنتی ہے) شاید یہ لایعنی بات کرتا رہا ہو یا ایسی چیزوں کو روک کر رکھتا ہو جن کے خرچ کرنے میں کوئی نقصان نہ ہو۔[3]

حضرت خالد بن نمیرؒ کہتے ہیں کہ حضرت عمار بن یاسرؓ بہت زیادہ خاموش، غمگین اور بے چین رہتے اور عام طور پر فرمایا کرتے کہ میں اللہ تعالیٰ کی آزمائش سے اسی کی پناہ چاہتا ہوں۔[4]

حضرت ابو ادریس خولانیؒ کہتے ہیں کہ میں دمشق کی مسجد میں داخل ہوا تو میں نے وہاں ایک حضرت دیکھے جن کے سامنے کے دانت بہت چمک رہے تھے اور وہ بہت زیادہ خاموش

---

[1] اخرجه الطبرانی قال الهیثمی (ج ۱۰ ص ۲۹۹) رجاله رجال الصحیح غیر عمرو بن مالك الجنبی وهو ثقة انتهی [2] اخرجه ابویعلی وفیه عصام بن طلیق وهو ضعیف كما قال الهیثمی (ج ۱۰ ص ۳۰۳) [3] عند ابی یعلی ایضا وفیه یحیی بن یعلی الاسلمی وهو ضعیف كما قال الهیثمی واخرجه الترمذی عن انس مختصرا كما فی المشكاة

[4] اخرجه ابو نعیم فی الحلیة (ج ۱ ص ۱۴۲)

رہنے والے تھے اور ان کے ساتھ جو لوگ تھے ان کی کیفیت یہ تھی کہ ان کا آپس میں کسی معاملہ میں اختلاف ہو جاتا تو وہ اسے ان کے سامنے پیش کرتے اور پھر یہ اس معاملہ میں جو فیصلہ کرتے سب اس سے مطمئن ہو جاتے میں نے پوچھا یہ حضرت کون ہیں؟ لوگوں نے بتایا کہ یہ حضرت معاذ بن جبلؓ ہیں۔[1]

حضرت اسلمؒ کہتے ہیں کہ ایک مرتبہ حضرت عمرؓ نے حضرت ابو بکرؓ کی طرف جھانک کر دیکھا تو وہ اپنی زبان کھینچ رہے تھے۔ حضرت عمرؓ نے کہا اے رسول اللہ کے خلیفہ! آپ کیا کر رہے ہیں؟ حضرت ابو بکرؓ نے فرمایا اسی نے تو مجھے ہلاکت کی جگہوں پر لا کھڑا کیا ہے۔ حضور ﷺ نے فرمایا ہے جسم کا ہر عضو زبان کی تیزی کی شکایت کرتا ہے۔[2]

حضرت ابو وائلؒ کہتے ہیں کہ حضرت عبد اللہؓ ایک مرتبہ صفا پہاڑی پر چڑھے اور زبان کو پکڑ کر کہنے لگے اے زبان! خیر کی بات کہہ غنیمت حاصل کرے گی۔ بری بات نہ کہہ بلکہ چپ رہ ندامت سے بچ جائے گی اور سلامتی میں رہے گی میں نے حضور ﷺ کو فرماتے ہوئے سنا ہے کہ ابن آدم کی اکثر خطائیں اس کی زبان سے صادر ہوتی ہیں۔[3]

حضرت سعید جریریؒ کہتے ہیں کہ ایک آدمی نے یہ واقعہ سنایا کہ میں نے حضرت ابن عباسؓ کو دیکھا کہ وہ اپنی زبان کی نوک پکڑ کر کہہ رہے ہیں تیرا ناس ہو خیر کی بات کہہ غنیمت حاصل کرے گی اور بری بات نہ کہہ بلکہ چپ رہ سلامتی میں رہے گی ایک آدمی نے ان سے پوچھا اے ابن عباسؓ! کیا بات ہے؟ میں دیکھ رہا ہوں کہ آپ اپنی زبان کی نوک پکڑ کر یہ بات کہہ رہے ہیں؟ انہوں نے فرمایا مجھے یہ بات پہنچی ہے کہ بندہ کو قیامت کے دن جتنا غصہ اپنی زبان پر آئے گا اتنا اور کسی چیز پر نہیں آئے گا۔[4]

حضرت ثابت بنانیؒ کہتے ہیں کہ حضرت شداد بن اوسؓ نے ایک دن اپنے ایک ساتھی سے کہا دستر خوان لاؤ تاکہ ہم اس میں مشغول ہو جائیں تو ان کے ایک اور ساتھی نے کہا میں نے جب سے آپ کی صحبت اختیار کی ہے میں نے کبھی آپ سے ایسی بات نہیں سنی۔ انہوں نے کہا اللہ کی قسم! بس یہی ایک بات میری زبان سے اچانک نکل گئی ہے ورنہ جب سے میں حضور ﷺ سے جدا ہوا ہوں ہمیشہ میری زبان سے تلی بات نکلی ہے (یعنی ہمیشہ سوچ سمجھ کر بولتا رہا ہوں بس آج ہی چوک ہو گئی ہے) آئندہ ایسا نہیں ہوگا۔[5]

---

[1] اخرجه الحاكم (ج ۳ ص ۲۶۹)
[2] اخرجه ابو يعلى قال الهيثمي (ج ۱۰ ص ۳۰۲) رجاله رجال الصحيح غير موسى بن محمد بن حبان وقد وثقه ابن حبان اه واخرجه ابو نعيم في الحلية (ج ۱ ص ۳۳) عن اسلم مختصرا
[3] اخرجه الطبراني قال الهيثمي (ج ۱۰ ص ۳۰۰) رجاله رجال الصحيح
[4] اخرجه ابو نعيم في الحلية (ج ۱ ص ۳۲۸)
[5] اخرجه ابو نعيم في الحلية (ج ۱ ص ۲۶۵)

حضرت سلیمان بن موسیٰؒ کہتے ہیں کہ حضرت شداد بن اوسؓ نے ایک دن کہا دستر خوان لاؤ تاکہ ہم بھی اس کے ساتھ کھیل لیں تو اس بول پر ساتھیوں نے ان کی گرفت کی اور یوں کہا حضرت یعلی (حضرت شدادؓ کی کنیت ہے) کو دیکھو آج ان کی زبان سے کیسی بات نکلی ہے۔ انہوں نے فرمایا اے میرے بھتیجو! جب سے میں حضور ﷺ سے بیعت ہوا ہوں ہمیشہ میں نے سوچ سمجھ کر نپی تلی بات ہی کی ہے بس یہی ایک بات اچانک کہہ بیٹھا ہوں یعنی مجھ سے چوک ہو گئی ہے۔ اس بات کو چھوڑو اور تم اس سے بہتر بات لے لو اور وہ یہ دعا ہے اے اللہ! ہم تجھ سے ہر کام میں جلدی نہ کرنے اور ثابت قدمی کو مانگتے ہیں اور رشد وہدایت پر پختگی کو مانگتے اور تجھ سے قلب سلیم اور سچی زبان مانگتے ہیں اور تیرے علم میں جتنی خیر ہے اسے مانگتے ہیں اور ان شرور سے پناہ چاہتے ہیں جنہیں تو جانتا ہے یہ دعا مجھ سے لے لو اور وہ بات جو اچانک نکل گئی ہے اسے چھوڑ دو۔[1] پھر ابو نعیم نے دوسری سند سے اس جیسی روایت بیان کی ہے جس میں یہ ہے کہ جو بات میری زبان سے نکل گئی ہے اسے تم یاد نہ رکھو بلکہ اب جو میں تمہیں کہوں گا اسے یاد کر لو اور وہ یہ ہے کہ میں نے حضور ﷺ کو یہ فرماتے ہوئے سنا ہے کہ لوگ جب سونا اور چاندی کا خزانہ جمع کرنے لگ جائیں تو تم ان کلمات کو خزانہ بنا لینا یعنی انہیں کثرت سے پڑھتے رہنا اے اللہ! میں آپ سے ہر کام میں ثابت قدمی اور رشد وہدایت پر پختگی مانگتا ہوں پھر پچھلی حدیث جیسے الفاظ ذکر کیئے اور مزید یہ دعا بھی ذکر کی اور تو میرے جتنے گناہوں کو جانتا ہے میں تجھ سے ان تمام گناہوں کی مغفرت چاہتا ہوں۔ بیشک تو ہی غیب کی تمام باتوں کو جاننے والا ہے۔[2]

حضرت عیسیٰ بن عقبہؒ کہتے ہیں کہ حضرت عبداللہ بن مسعودؓ نے فرمایا کہ اس ذات کی قسم جس کے علاوہ کوئی معبود نہیں! روئے زمین پر کوئی چیز ایسی نہیں جسے زبان سے زیادہ عمر قید کی ضرورت ہو۔[3] حضرت ابن مسعودؓ نے فرمایا میں تمہیں بے کار باتیں کرنے سے ڈراتا ہوں اور بقدر ضرورت بات کرنا ہی تمہارے لئے کافی ہے۔[4] حضرت ابن مسعودؓ نے فرمایا قیامت کے دن سب سے زیادہ خطائیں ان لوگوں کی ہوں گی جو دنیا میں فضول بحث مباحثہ کرتے رہتے تھے۔[5]

---

۱ ۔ عند ابی نعیم ایضا کذا رواہ سلیمان بن موسیٰ موقو فاورواہ احسان بن عطیة عن شداد بن اوس مرفوعا ۲ ۔ واخرجه ابو نعیم ایضا (ج ۱ ص ۲۶۶) من طریق ابی الا شعث الضعافی وغیرہ مرفوعا نحوہ .واخرجه احمد من طریق حسان بن عطیة عن شداد نحوہ کما فی التفسیر لا بن کثیر (ج ۲ ص ۳۵۱) ۳ ۔ اخرجه ابو نعیم فی الحلیة (ج ۱ ص ۱۳۴) واخرجه الطبرانی نحوہ باسا نید ورجالها ثقات کما قال الهیثمی (ج ۱۰ ص ۳۰۳)

۴ ۔ عند الطبرانی ایضاً وفیه المسعودی وقد اختلط کما قال الهیثمی

۵ ۔ عند الطبرانی ایضا ورجاله ثقات کما قال الهیثمی

حضرت علیؓ فرماتے کہ زبان سارے بدن کی اصلاح کی بنیاد ہے جب زبان ٹھیک ہو جائے تو سارے اعضاء ٹھیک ہو جاتے ہیں اور جب زبان بے قابو ہو جاتی ہے تو تمام اعضاء بے قابو ہو جاتے ہیں[1] ابن ابی الدنیا کی ایک روایت میں یہ ہے کہ اپنی شخصیت کو چھپا پھر تیرا ذکر نہیں ہوا کرے گا (اور تو بگڑنے سے بچ جائے گا) اور خاموشی اختیار کر تو سلامتی میں رہے گا۔ ایک روایت میں یہ ہے کہ خاموشی جنت کی طرف بلانے والی ہے ایک روایت میں حضرت علیؓ سے یہ شعر منقول ہیں:

لا تفش سرك الا اليك　　　فان لكل نصيح نصيحاً

اپنا بھید اپنے تک محفوظ رکھ اور کسی پر ظاہر نہ کر کیونکہ ہر خیر خواہ کے لئے کوئی نہ کوئی خیر خواہ ہوتا ہے۔

فانی راء يت غواة الرجال　　　لا يدعون اديماً صحيحاً

کیونکہ میں نے گمراہ انسانوں کو دیکھا ہے کہ وہ کسی آدمی کو بے داغ صحیح نہیں رہنے دیتے[2]

حضرت ابو الدرداءؓ فرماتے ہیں کہ جیسے تم لوگ بات کرنا سیکھتے ہو ایسے ہی خاموش رہنا بھی سیکھو کیونکہ خاموش رہنا بہت بڑی بردباری ہے اور تمہیں بولنے سے زیادہ سننے کا شوق ہونا چاہئے اور کبھی لایعنی کا بول نہ بولو۔ ہنسی کی بات کے بغیر خواہ مخواہ مت ہنسو اور بلا ضرورت کسی جگہ مت جاؤ[3] حضرت ابو الدرداءؓ فرماتے ہیں کہ مومن کے جسم میں کوئی عضو اللہ تعالیٰ کو اس کی زبان سے زیادہ محبوب نہیں ہے اس کی وجہ سے اللہ اسے جنت میں داخل فرمائیں گے اور کافر کے جسم میں کوئی عضو اللہ تعالیٰ کو اس کی زبان سے زیادہ مبغوض نہیں ہے اسی کی وجہ سے اللہ تعالیٰ اسے جہنم میں داخل کریں گے[4] حضرت ابن عمرؓ فرماتے ہیں کہ بندے کو سب سے زیادہ جس عضو کو پاک کرنے کی ضرورت ہے وہ اس کی زبان ہے[5] حضرت انس بن مالکؓ فرماتے ہیں کوئی بندہ اس وقت تک متقی نہیں بن سکتا جب تک وہ اپنی زبان کی حفاظت نہ کرے[6]

گفتگو

حضرت سیدنا محمد رسول اللہ ﷺ کی گفتگو

بخاری میں حضرت عائشہؓ کی یہ روایت ہے کہ حضور ﷺ کی گفتگو ایسی واضح اور اطمینان سے ہوتی تھی کہ اگر کوئی اس کے کلمات گننا چاہتا تو گن سکتا تھا بخاری میں حضرت عائشہؓ کی

۱۔ اخرجه ابن ابی الدنيا فی الصمت　۲۔ كذافی كنز العمال (ج ۲ ص ۱۰۸)
۳۔ اخرجه ابن عساكر كذا فی الكنز (ج ۲ ص ۱۵۹)　۴۔ عند ابی نعيم فی الحلية (ج ۱ ص ۲۲۰)　۵۔ اخرجه ابو نعيم فی الحلية (ج ۱ ص ۳۰۷)
۶۔ اخرجه ابن سعد (ج ۷ ص ۲۲)

دوسری روایت میں یہ ہے کہ میں تمہیں تعجب کی بات نہ بتاؤں کہ ابو فلاں آئے اور میرے حجرے کے قریب بیٹھ کر حضور اقدس ﷺ کی حدیثیں اتنی آواز سے بیان کرنے لگے کہ مجھے بھی سنائی دے رہی تھیں۔ میں نفل نماز پڑھ رہی تھی اور میری نماز ختم ہونے سے پہلے ہی وہاں سے اٹھ کر چلے گئے اگر مجھے وہ مل جاتے تو میں ان کی تردید کرتی اور انہیں بتاتی کہ حضورؐ تمہاری طرح لگاتار جلدی جلدی گفتگو نہیں فرمایا کرتے تھے۔ یہ روایت امام احمد، مسلم اور ابو داؤد نے بھی ذکر کی ہے اور اس کے شروع میں یہ ہے کہ حضرت عائشہؓ نے فرمایا کیا میں تمہیں حضرت ابو ہریرہؓ کی عجیب بات نہ بتاؤں پھر آگے پچھلی حدیث جیسا مضمون ذکر کیا ہے۔ امام احمد اور ابو داؤد حضرت عائشہؓ کی یہ روایت ذکر کرتے ہیں کہ حضور ﷺ کی گفتگو کا ہر مضمون دوسرے سے ممتاز ہوتا تھا اور ہر ایک آپ کی بات سمجھ جاتا تھا آپ لگاتار جلدی جلدی بات نہیں فرماتے تھے۔ حضرت جابرؓ یا حضرت ابن عمرؓ فرماتے ہیں کہ حضور ﷺ کی گفتگو واضح حروف کے ساتھ ہوتی تھی یا ہر ہر لفظ جدا ہوتا تھا اور اس میں عجلت نہیں پائی جاتی تھی امام احمد اور بخاری حضرت انسؓ سے روایت کرتے ہیں کہ حضور ﷺ جب کوئی اہم بات فرماتے تو اسے تین مرتبہ دہراتے اور جب کسی قوم کے پاس جا کر سلام کرتے تو تین مرتبہ کرتے۔ امام احمد حضرت ثمامہ بن انسؓ سے روایت کرتے ہیں۔

حضرت انسؓ جب کوئی بات کرتے تو اسے تین مرتبہ دہراتے اور وہ یہ بتایا کرتے کہ نبی کریم ﷺ بھی جب کوئی (اہم) بات فرماتے تو اسے تین مرتبہ دہراتے اور اجازت بھی تین مرتبہ لیتے۔ ترمذی میں حضرت ثمامہ بن انسؓ فرماتے ہیں جب حضور ﷺ کوئی (اہم) بات فرماتے تو اسے تین دفعہ دہراتے تاکہ اچھی طرح سمجھ میں آجائے [1] امام احمد اور بخاری حضرت ابو ہریرہؓ سے یہ روایت کرتے ہیں کہ میں نے حضور ﷺ کو فرماتے ہوئے سنا کہ مجھے جامع کلمات دے کر بھیجا گیا ہے (جن کے الفاظ تھوڑے اور معانی زیادہ ہیں) اور رعب کے ذریعہ میری مدد کی گئی ہے ایک مرتبہ میں سو رہا تھا تو زمین کے خزانوں کی چابیاں مجھے دی گئیں اور میرے ہاتھ میں رکھ دی گئیں حضرت عبداللہ بن سلامؓ فرماتے ہیں کہ جب حضور ﷺ بیٹھے ہوئے گفتگو فرما رہے ہوتے تو (اللہ تعالیٰ کی محبت اور وحی کے انتظار میں) بار بار نگاہ آسمان کی طرف اٹھاتے۔ [2]

حضرت عمرو بن عاصؓ فرماتے ہیں کہ حضور ﷺ قوم کے بدترین شخص کی طرف بھی تالیف قلب کے خیال سے پوری طرح متوجہ ہو کر بات فرماتے (جس کی وجہ سے اس کو اپنی خصوصیت کا خیال ہو جاتا تھا) چنانچہ خود میری طرف بھی حضورؐ کی توجہات عالیہ اور کلام کا

---

[1] ثم قال الترمذی حسن صحیح غریب [2] عند ابن اسحاق وھکذا رواہ ابو داؤد فی کتاب الادب من حدیث ابن اسحاق کذافی البدایۃ (ج ٦ ص ٤٠ و ٤١)

رغ بہت زیادہ رہتا تھا حتی کہ میں یہ سمجھنے لگا کہ میں قوم کا بہترین شخص ہوں اسی وجہ سے حضورؐ سب سے زیادہ توجہ فرماتے ہیں میں نے اسی خیال سے ایک دن دریافت کیا کہ یا رسول اللہ! میں افضل ہوں یا عمرؓ۔ حضورؐ نے فرمایا عمرؓ۔ پھر میں نے پوچھا کہ میں افضل ہوں یا عثمان۔ حضورؐ نے فرمایا عثمان۔ جب میں نے حضورِ پاک سے صاف صاف پوچھا تو حضورؐ نے بلا رعایت صحیح صحیح بتا دیا (میری رعایت میں مجھے افضل نہیں فرمایا مجھے اپنی اس حرکت پر بعد میں ندامت ہوئی) اور بڑی تمنا ہوئی کہ کاش میں حضورؐ سے یہ بات نہ پوچھتا۔[1]

مسکرانا اور ہنسنا

سیدنا حضرت محمد رسول اللہ ﷺ کا مسکرانا اور ہنسنا

بخاری اور مسلم میں حضرت عائشہؓ کی روایت ہے کہ میں نے کبھی حضور ﷺ کو زور سے اتنا ہنستے ہوئے نہیں دیکھا کہ آپ کے جبڑے اور کوا نظر آنے لگیں آپ تو بس مسکرایا کرتے تھے۔ ترمذی میں حضرت عبداللہ بن حارث جزءؓ کی روایت ہے میں نے کسی کو حضور ﷺ سے زیادہ مسکرانے والا نہیں دیکھا۔ ترمذی میں ان ہی حضرت عبداللہ بن حارثؓ کی دوسری روایت میں یہ ہے کہ حضور ﷺ کا ہنسنا مسکرانا ہی ہوتا تھا (آخرت والے معاملات میں تو آپ ہنس لیا کرتے تھے دنیا کی باتوں پر صرف مسکرایا کرتے تھے)۔[2] مسلم میں یہ روایت ہے کہ حضرت سماک بن حربؓ کہتے ہیں کہ میں نے حضرت جابر بن سمرۃؓ سے پوچھا کیا آپ حضور ﷺ کی مجلس میں بیٹھا کرتے تھے؟ حضرت جابرؓ نے کہا بہت۔ حضور ﷺ فجر کی نماز پڑھ کر سورج نکلنے تک نماز کی جگہ ہی بیٹھے رہتے۔ جب سورج نکل آتا تب وہاں سے کھڑے ہوتے اس وقت صحابہؓ باتیں کرتے رہتے اور کبھی زمانہ جاہلیت کی کوئی بات کر کے ہنسا کرتے لیکن حضورؐ مسکراتے رہتے۔ طیالسی میں حضرت سماکؓ کی یہ روایت ہے کہ میں نے حضرت جابر بن سمرۃؓ سے پوچھا کہ کیا آپ حضور ﷺ کی مجلس میں بیٹھا کرتے تھے؟ انہوں نے فرمایا جی ہاں لیکن حضورؐ کی خاموشی بہت زیادہ اور آپ کی ہنسی بہت کم تھی۔ آپ کے صحابہؓ آپ کے سامنے کبھی آپس میں ایک دوسرے کو شعر سناتے۔ حضورؐ بھی کبھی کوئی جملہ ان کے امور کے بارے میں ارشاد فرما دیتے صحابہ تو ہنسا کرتے لیکن حضورؐ اکثر مسکرایا ہی کرتے۔[3]

---

[1] اخرجه الترمذی فی الشمائل (ص ۲۵) واخرجه الطبرانی عنه نحوه واسناده حسن كما قال الهيثمی (ج ۹ص ۱۵) وقال فی الصحيح بعضه بغير سياقه

[2] وقال الترمذی صحيح [3] كذافی البداية (ج ٦ص ٤١و ٤٢) واخرجه ابن سعد (ج ١ص ٣٧٢) عن سماك نحوه

حضرت حصین بن یزید کلبیؒ فرماتے ہیں کہ میں نے حضور ﷺ کو کبھی ہنستے ہوئے نہیں دیکھا آپ تو بس مسکرایا ہی کرتے تھے اور آپ کبھی بھوک کی شدت کی وجہ سے پیٹ پر پتھر بھی باندھ لیا کرتے تھے۔[۱]

حضرت عمرہؒ کہتی ہیں کہ میں نے حضرت عائشہؓ سے پوچھا کہ حضور ﷺ جب اپنی بیویوں کے ساتھ تنہائی میں ہوتے تو آپ کا کیا معمول ہوتا تھا؟ حضرت عائشہؓ نے فرمایا تمہارے مردوں کی طرح ان کا معمول ہوتا تھا لیکن یہ بات ضرور ہے کہ آپ لوگوں میں سب سے زیادہ شریف، سب سے زیادہ نرم بہت ہنسنے اور مسکرانے والے تھے۔[۲]

حضرت جابرؓ فرماتے ہیں کہ جب حضور ﷺ کے پاس وحی آتی یا آپ بیان فرماتے تو میں یوں محسوس کرتا کہ آپ ایسی قوم کو ڈرا رہے ہیں جس پر اللہ کا عذاب آیا ہوا ہے اور جب یہ کیفیت جاتی رہتی تو میں دیکھتا کہ آپ کا چہرہ سب سے زیادہ بشاش اور آپ سب سے زیادہ مسکرانے والے اور آپ کا جسم سب سے زیادہ خوبصورت ہے۔[۳] حضرت ابو امامہؓ فرماتے ہیں کہ حضور ﷺ تمام لوگوں سے زیادہ ہنسنے والے اور سب سے زیادہ عمدہ طبیعت والے تھے۔[۴]

حضرت عامر بن سعدؒ کہتے ہیں کہ (میرے والد) حضرت سعدؓ نے فرمایا کہ حضور اقدس ﷺ غزوہ خندق کے دن اتنا ہنسے کہ آپ کے دندان مبارک ظاہر ہو گئے۔ حضرت عامر کہتے ہیں کہ میں نے پوچھا کہ کس بات پر ہنستے تھے؟ حضرت سعدؓ نے کہا کہ ایک کافر ڈھال لئے ہوئے تھا اور میں بڑا ماہر تیر انداز تھا لیکن وہ اپنی ڈھال کو ادھر ادھر کر لیتا تھا جس کی وجہ سے اپنی پیشانی کا بچاؤ کر لیتا تھا۔ (گویا مقابلہ میں حضرت سعد کا تیر لگنے نہ دیتا تھا حالانکہ یہ مشہور تیر انداز تھے) میں نے ایک مرتبہ تیر نکالا (اور اس کو کمان میں کھینچ کر انتظار میں رہا) جس وقت اس نے ڈھال سے سر اٹھایا ایسا لگایا کہ پیشانی سے چوکا نہیں اور وہ فوراً گر گیا۔ اس کی ٹانگ بھی اوپر کو اٹھ گئی اس پر حضورؐ اتنا ہنسے کہ آپؐ کے دندان مبارک ظاہر ہو گئے۔ راوی کہتے ہیں میں نے پوچھا کہ اس میں سے کون سی بات پر حضورؐ ہنسے انہوں نے کہا سعد نے اس آدمی کے ساتھ جو ہوشیاری سے معاملہ کیا اس پر۔[۵]

حضرت ابو ہریرہؓ فرماتے ہیں کہ ایک صاحب نے حضور ﷺ کی خدمت میں حاضر ہو کر

۱۔ اخرجه ابو نعيم وابن عساكر كذافي الكنز (ج ٤ ص ٤٢) واخرجه ابن قانع عن الحصين نحوه ولم يذكر وربما شدالي آخره كما في الاصابة (ج ١ ص ٣٤٠)

۲۔ اخرجه الخرائطي والحاكم كذافي الكنز (ج ٤ ص ٤٧) واخرجه ابن عساكر عن عمرة نحوه كما في البداية (ج ٦ ص ٤٤) واخرجه ابن سعد (ج ١ ص ٩١) بمعناه

۳۔ اخرجه البزار قال الهيثمي (ج ٩ ص ١٧) اسناد حسن

٤۔ عند الطبراني وفيه علي بن يزيد الالهاني وهو ضعيف كما قال الهيثمي (ج ٩ ص ١٧)

۵۔ اخرجه الترمذي في الشمائل (ص ١٦)

عرض کیا یا رسول اللہ! میں تو ہلاک ہو گیا (کیونکہ میں نے اللہ کا حکم توڑ دیا) میں رمضان میں اپنی بیوی سے صحبت کر بیٹھا۔ حضورؐ نے فرمایا کفارے میں ایک غلام آزاد کرو انہوں نے عرض کیا میرے پاس تو غلام نہیں ہے۔ حضورؐ نے فرمایا دو مہینے مسلسل روزے رکھو انہوں نے عرض کیا یہ میرے بس میں نہیں۔ حضورؐ نے فرمایا ساٹھ مسکینوں کو کھانا کھلاؤ۔ انہوں نے عرض کیا میرے پاس کھلانے کے لئے کچھ نہیں۔ تھوڑی دیر کے بعد حضورؐ کی خدمت میں کھجور کے پتوں سے بنے ہوئے ٹوکرے میں کھجوریں آئیں حضورؐ نے فرمایا مسئلہ پوچھنے والے کہاں ہیں؟ (وہ آئے تو) حضورؐ نے فرمایا لو یہ کھجوریں صدقہ کر دو انہوں نے عرض کیا اپنے سے بھی زیادہ فقیر پر صدقہ کروں؟ اللہ کی قسم! مدینہ کے دونوں طرف جو کنکر یلے میدان ہیں ان کے درمیان کوئی گھرانہ ہم سے زیادہ فقیر نہیں ہے اس پر حضورؐ اتنا ہنسے کہ آپ کے دندان مبارک ظاہر ہو گئے اور آپؐ نے فرمایا اچھا (جب تم اتنے ہی ضرورت مند ہو تو) پھر تم ہی اسے اپنے گھر والوں پر خرچ کر لو (بعد میں کفارہ دے دینا)[1]

حضرت ابو ذرؓ فرماتے ہیں کہ حضور اقدس ﷺ نے ارشاد فرمایا کے میں اس شخص کو خوب جانتا ہوں جو سب سے پہلے جنت میں داخل ہو گا اور اس سے بھی واقف ہوں جو سب سے آخر میں جہنم سے نکالا جائے گا قیامت کے دن ایک آدمی دربار الٰہی میں حاضر کیا جائے گا اس کے لئے یہ حکم ہو گا کہ اس کے چھوٹے چھوٹے گناہ اس پر پیش کیے جائیں اور بڑے بڑے گناہ مخفی رکھے جائیں۔ جب اس پر چھوٹے چھوٹے گناہ پیش کیے جائیں گے کہ تو نے فلاں دن فلاں گناہ کیے ہیں تو وہ اقرار کرے گا۔ اس لئے کہ انکار کی گنجائش نہیں ہو گی اور وہ اپنے بڑے گناہوں سے ڈر رہا ہو گا پھر یہ حکم ہو گا کہ اس کو ہر گناہ کے بدلے ایک نیکی دے دو تو وہ شخص یہ حکم سنتے ہی خود بولے گا کہ میرے تو ابھی بہت سے گناہ باقی ہیں جو یہاں نظر نہیں آتے۔ حضرت ابو ذر فرماتے ہیں کہ حضور ﷺ اس کی یہ بات نقل فرما کر اتنے ہنسے کہ آپ کے دندان مبارک ظاہر ہو گئے۔[2]

حضرت عبداللہ بن مسعودؓ فرماتے ہیں کہ حضور اقدس ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ میں اس شخص کو جانتا ہوں جو سب سے آخر میں آگ سے نکلے گا وہ ایک ایسا آدمی ہو گا جو کہ زمین پر گھسٹتا ہوا جہنم سے نکلے گا (جہنم کے عذاب کی شدت کی وجہ سے سیدھا نہ چل سکے گا) اس کو حکم ہو گا کہ جا جنت میں داخل ہو جا۔ وہ وہاں جا کر دیکھے گا کہ لوگوں نے تمام جگہوں پر قبضہ کر رکھا ہے۔ سب جگہیں پر ہو چکی ہیں چنانچہ واپس آ کر عرض کرے گا اے میرے رب! لوگ تو ساری جگہیں لے چکے ہیں (میرے لئے تو اب کوئی جگہ باقی نہیں رہی) وہاں سے ارشاد

۱۔ اخرجه البخاري في صحيحه (ج ۲ ص ۸۹۹)

۲۔ اخرجه الترمذي في الشمائل (ص ۱۶)

ہو گا کہ (دنیا کا) وہ زمانہ بھی تمہیں یاد ہے جس میں تم تھے وہ کہے گا خوب یاد ہے۔ ارشاد ہو گا اچھا کچھ تمنائیں کرو۔ چنانچہ وہ خوب تمناؤں کا اظہار کرے گا وہاں سے ارشاد ہو گا کہ تم کو تمہاری تمنائیں بھی دیں اور دنیا سے دس گنا زیادہ بھی دیا وہ عرض کرے گا آپ بادشاہوں کے بادشاہ ہو کر مجھ سے مذاق فرماتے ہیں حضرت عبداللہؓ کہتے ہیں کہ میں نے دیکھا کہ حضور اتنے ہنسے کہ آپ کے دندان مبارک ظاہر ہو گئے۔[1]

وقار اور سنجیدگی

حضرت خارجہ بن زیدؓ فرماتے ہیں کہ نبی کریم ﷺ اپنی مجلس میں سب سے زیادہ باوقار ہو کر بیٹھتے تھے آپ کے جسم مبارک کا کوئی عضو باہر (لوگوں) کی طرف پھیلا ہوا نہیں ہوتا تھا۔[2]

حضرت شہر بن حوشبؒ فرماتے ہیں کہ حضور ﷺ کے صحابہؓ جب آپس میں بات چیت کرتے اور ان میں حضرت معاذ بن جبلؓ بھی ہوتے تو سب انہیں رعب اور ہیبت کی نگاہ سے دیکھتے[3] حضرت ابو مسلم خولانیؒ کہتے ہیں کہ میں حمص کی ایک مسجد میں گیا تو دیکھا کہ اس میں حضور ﷺ کے تیس کے قریب ادھیڑ عمر صحابہ بیٹھے ہوئے ہیں اور ان میں ایک نوجوان سرمگیں آنکھوں والے، چمکیلے دانتوں والے بھی بیٹھے ہوئے ہیں جو بالکل بات نہیں کر رہے ہیں بلکہ خاموش بیٹھے ہوئے ہیں۔ جب ان لوگوں کو کسی چیز میں شک ہوتا تو وہ اس نوجوان کی طرف متوجہ ہو کر اس سے پوچھتے (اور اس کے جواب سے سب مطمئن ہو جاتے) میں نے اپنے قریب بیٹھے ہوئے ایک ساتھی سے پوچھا کہ یہ کون ہیں؟ اس نے کہا یہ حضرت معاذ بن جبلؓ ہیں۔ اس سے ان کی محبت میرے دل میں سرایت کر گئی میں ان حضرات کے ساتھ رہا یہاں تک کہ یہ حضرات ادھر ادھر چلے گئے[4] ابو مسلم خولانیؒ کہتے ہیں کہ حضرت عمر بن خطابؓ کے شروع خلافت میں ایک دن میں حضور ﷺ کے صحابہؓ کے ساتھ مسجد میں گیا۔ اس دن صحابہ کرامؓ سب سے زیادہ تعداد میں وہاں جمع ہوئے تھے۔ میں اندر جا کر ایک مجلس میں بیٹھ گیا جس میں تیس سے زیادہ صحابہؓ تھے وہ سب حضورؐ کی طرف سے حدیث بیان کر رہے تھے حلقہ میں ایک قوی گہرے گندمی رنگ والے میٹھی گفتگو والے نہایت حسین و جمیل نوجوان بھی تھے اور ان سب میں ان کی عمر سب سے کم تھی جب ان حضرات کو کسی حدیث میں شبہ ہوتا تو وہ اس نوجوان کے سامنے پیش کر دیتے پھر وہ ان حضرات کو ان کی حدیث صحیح

۱۔ عند الترمذی ایضا ۲۔ اخرجه القاضی عیاض فی الشفاء واخرجه ابو داؤد فی المراسیل کما فی شرح الشفاء للخفاجی (ج ۲ ص ۱۱۷)
۳۔ اخرجه ابو نعیم فی الحلیة (ج ۱ ص ۲۳۱) ۴۔ اخرجه ابو نعیم فی الحلیة (ج ۱ ص ۲۳۱)

صحیح سنا دیتے لیکن جب تک ان سے وہ حضرات پوچھتے نہیں یہ انہیں کوئی حدیث نہ سناتے میں نے ان کی خدمت میں عرض کیا اے اللہ کے بندے! آپ کون ہیں؟ انہوں نے فرمایا میں معاذ بن جبل ہوں۔[1]

غصہ پی جانا

حضرت ابو برزہ اسلمیؓ فرماتے ہیں کہ ایک آدمی نے حضرت ابو بکرؓ سے سخت کلامی کی تو میں نے عرض کیا کیا میں اس کی گردن نہ اڑادوں؟ حضرت ابو بکرؓ نے مجھے جھڑک دیا اور فرمایا کہ حضور ﷺ کے بعد اس کام پر گردن اڑانے کا اختیار کسی کو نہیں ہے۔[2]

حضرت عمرؓ نے فرمایا کہ کسی بندے نے غصے کے گھونٹ سے زیادہ بہتر گھونٹ دودھ یا شہد کا کبھی نہیں پیا۔[3]

غیرت

حضرت ابی بن کعبؓ فرماتے ہیں کہ ایک آدمی نے نبی کریم ﷺ کی خدمت میں حاضر ہو کر عرض کیا فلاں آدمی اس کے والد کی بیوی کے پاس جاتا ہے (جو اس کی والدہ نہیں ہے) میں نے کہا اگر تمہاری جگہ میں ہوتا تو میں تو اس کی گردن اڑا دیتا یہ سن کر حضورؐ ہنسے اور فرمایا اے ابی! تم کتنے غیرت مند ہو لیکن میں تم سے زیادہ غیرت والا ہوں اور اللہ مجھ سے بھی زیادہ غیرت والے ہیں۔[4]

بخاری اور مسلم میں حضرت مغیرہؓ کی روایت ہے کہ حضرت سعد بن عبادہؓ نے کہا اگر میں کسی آدمی کو اپنی بیوی کے ساتھ دیکھ لیتا تو تلوار کی دھار سے اسے قتل کر دیتا۔ جب حضور ﷺ کو یہ خبر پہنچی تو آپؐ نے فرمایا کیا تم لوگوں کو سعد کی غیرت سے تعجب ہو رہا ہے؟ اللہ کی قسم! میں سعد سے زیادہ غیرت والا ہوں اور اللہ تعالیٰ مجھ سے زیادہ غیرت والے ہیں اور غیرت ہی کی وجہ سے اللہ نے ظاہری اور باطنی بے حیائی کے کاموں کو حرام قرار دیا ہے اور عذر قبول کرنا اللہ سے زیادہ کسی کو محبوب نہیں۔ اسی وجہ سے اللہ تعالیٰ نے ڈرانے والے اور بشارت سنانے والے (نبی) مبعوث فرمائے اور اپنی تعریف سننا اللہ سے زیادہ کسی کو پسند نہیں اور اسی وجہ سے اللہ نے جنت کا وعدہ فرمایا ہے مسلم میں حضرت ابو ہریرہؓ سے روایت ہے کہ حضرت

۱۔ عند ابی نعیم ایضا ۲۔ اخرجه الطیالسی واحمد الحمیدی وابو داؤد والترمذی وابو یعلی وسعید بن منصور وغیر هم کذافی الکنز (ج ۲ ص ۱۶۱)

۳۔ اخرجه احمد فی الزهد کذافی الکنز

٤۔ اخرجه ابن عساکر کذافی المنتخب (ج ٥ ص ۱۳۲)

سعد بن عبادہؓ نے کہا کہ اگر میں اپنی بیوی کے ساتھ کسی آدمی کو پاؤں تو جب تک میں چار گواہ نہ لے آؤں اس وقت تک کیا میں اسے ہاتھ نہ لگاؤں ؟ حضور ﷺ نے فرمایا ہاں۔ حضرت سعد نے عرض کیا ہر گز نہیں۔ اس ذات کی قسم جس نے آپ کو حق دے کر بھیجا۔ میں تو اس سے پہلے ہی جلدی سے تلوار سے اس کا کام تمام کر دوں گا۔ حضورؐ نے فرمایا، سنو تمہارا سردار کیا کہہ رہا ہے یہ بہت غیرت والے ہیں لیکن میں ان سے زیادہ غیرت والا ہوں اور اللہ تعالیٰ مجھ سے زیادہ غیرت والے ہیں[1] حضرت ابن عباسؓ سے ایک لمبی حدیث اس بارے میں منقول ہے اس میں یہ ہے کہ صحابہؓ نے عرض کیا یا رسول اللہ ! آپ سعد کو کچھ نہ فرمادیں۔ یہ بہت غیرت والے ہیں اسی غیرت کی وجہ سے یہ ہمیشہ کنواری عورت سے ہی شادی کرتے ہیں اور جس عورت کو یہ طلاق دیتے ہیں ہم میں سے کسی کو اس سے شادی کرنے کی ہمت نہیں ہوتی ہے۔ حضرت سعد نے عرض کیا یا رسول اللہ ! مجھے یقین ہے کہ یہ چار گواہ لانے کا حکم حق ہے اور یہ اللہ کی طرف سے آیا ہے لیکن مجھے حیرانی تو اس بات پر ہو رہی ہے کہ کسی کمینی عورت کی رانوں پر کوئی مرد رانیں رکھے ہوئے بدکاری کر رہا ہو اور میں چار گواہ لاؤں گا اتنے میں وہ اپنی شہوت پوری کر کے جا چکا ہوگا۔ (میں تو اس کا کام وہیں تمام کر دوں گا) [2]

حضرت عائشہؓ فرماتی ہیں کہ حضور ﷺ ایک رات میرے پاس سے اٹھ کر باہر چلے گئے میں نے اس سے بڑی غیرت محسوس کی آپ واپس تشریف لائے اور پریشانی میں میں جو کچھ کر رہی تھی اسے دیکھ کر آپ نے فرمایا اے عائشہؓ ! تمہیں کیا ہوا ؟ کیا تمہیں بھی غیرت آگئی میں نے عرض کیا مجھ جیسی (محبوب بیوی) کو آپ جیسے (عظیم خاوند) پر غیرت کیوں نہ آتی حضورؐ نے فرمایا اصل میں بات یہ ہے کہ تمہارا شیطان تمہارے پاس آیا تھا میں نے عرض کیا یا رسول اللہ ! کیا میرے ساتھ شیطان ہے ؟ آپ نے فرمایا ہاں میں نے پوچھا یا رسول اللہ ! کیا آپ کے ساتھ بھی شیطان ہے ؟ حضورؐ نے فرمایا جی ہاں لیکن اللہ نے اس کے خلاف میری مدد فرمائی جس کی وجہ سے وہ مسلمان ہو گیا یا میں اس کے مکر و فریب سے محفوظ رہتا ہوں [3] حضرت عائشہؓ فرماتی ہیں، جب حضور ﷺ نے حضرت ام سلمہؓ سے شادی کی تو مجھے بہت پریشانی ہوئی کیونکہ لوگوں نے ہمیں بتایا تھا کہ وہ خوبصورت ہیں میں نے کسی بہانے سے چھپ کر انہیں دیکھا تو واقعی اللہ کی قسم ! ان کا جتنا حسن و جمال مجھے بتایا گیا تھا اس سے کئی گنا مجھے ان میں نظر آیا پھر میں نے اس کا حضرت حفصہؓ سے ذکر کیا۔

حضرت عائشہؓ اور حضرت حفصہؓ کا آپس میں بہت جوڑ تھا۔ انہوں نے کہا غیرت کی وجہ

---

[1] كذافي المشكوة (ص ۲۷۸) [2] عند مسلم قال الهيثمي (ج ۵ ص ۱۲) رواه ابو يعلى والسياق له واحمد با ختصار عنه ومداراعلى عباد بن منصور وهو ضعيف

[3] اخرجه مسلم كذافي المشكوة (ص ۲۸۰)

سے وہ تمہیں زیادہ خوبصورت نظر آئیں ورنہ وہ اتنی خوبصورت نہیں ہیں جتنا لوگ کہتے ہیں
چنانچہ حضرت حفصہؓ نے کسی بہانے سے چھپ کر انہیں دیکھا اور مجھے آکر کہا میں انہیں دیکھ
آئی ہوں اللہ کی قسم! تم ان کو جتنا خوبصورت بتا رہی ہو وہ اتنا خوبصورت نہیں ہے بلکہ اس کے
قریب بھی نہیں ہیں ہاں خوبصورت ضرور ہیں چنانچہ میں نے حضرت ام سلمہؓ کو پھر جاکر
دیکھا تو اب وہ مجھے ویسی ہی نظر آئیں جیسا کہ حضرت حفصہؓ نے بتایا تھا میری زندگی کی قسم!
میں چونکہ غیرت والی تھی اس لئے پہلے وہ مجھے زیادہ حسین نظر آئی تھیں۔ [۱]

حضرت علیؓ فرماتے ہیں کیا مجھے یہ بات نہیں پہنچی ہے کہ تمہاری عورتیں بازاروں
میں عجمی کافر لوگوں سے ٹکراتی پھرتی ہیں؟ کیا اس پر تمہیں غیرت نہیں آتی؟ جس میں
غیرت نہیں ہے اس میں کوئی خیر نہیں ہے [۲] حضرت علیؓ نے فرمایا غیرت دو طرح کی
ہوتی ہے ایک اچھی غیرت جس کی وجہ سے انسان اپنے اہل و عیال کی اصلاح کرتا ہے اور
دوسری غیرت بری (فاسق فاجر لوگوں کی غیرت) جس کی وجہ سے انسان دوزخ میں چلا
جاتا ہے۔ [۳]

نیکی کا حکم کرنا اور برائی سے روکنا

حضرت ابن مسعودؓ فرماتے ہیں کہ ایک دن حضور ﷺ اندر تشریف لائے اور تین
مرتبہ فرمایا اے ابن مسعود! میں نے بھی جواب میں تین مرتبہ عرض کیا لبیک یا رسول اللہ
! پھر حضورؐ نے فرمایا کیا تم جانتے ہو کہ لوگوں میں سب سے افضل کون ہے؟ میں نے عرض
کیا اللہ اور اس کا رسولؐ ہی زیادہ جانتے ہیں۔ حضورؐ نے فرمایا لوگوں میں سب سے افضل وہ ہے
جس کے عمل سب سے اچھے ہوں بشرطیکہ اسے دین کی سمجھ حاصل ہو جائے پھر آپؐ نے فرمایا
اے ابن مسعود! میں نے عرض کیا لبیک یا رسول اللہ! آپؐ نے فرمایا تم جانتے ہو لوگوں میں
سب سے بڑا عالم کون ہے؟ میں نے عرض کیا اللہ اور اس کا رسولؐ ہی زیادہ جانتے ہیں۔ حضورؐ
نے فرمایا لوگوں میں سب سے بڑا عالم وہ ہے کہ جب لوگوں میں اختلاف ہو جائے تو وہ
(حالات سے متاثر نہ ہو بلکہ) اس موقع پر اس کی سب سے زیادہ نگاہ حق پر ہو چاہے وہ عمل
میں کچھ کم ہو اور اگرچہ وہ سرین کے بل گھسٹ کر چلتا ہو مجھ سے پہلے جو لوگ تھے ان کے
بہتر فرقے بن گئے تھے ان میں سے صرف تین فرقوں کو نجات ملی اور باقی سب ہلاک ہو گئے
ایک تو وہ فرقہ جنہوں نے بادشاہوں کا مقابلہ کیا اور حضرت عیسیٰ بن مریم علیہ السلام کے دین
کی وجہ سے اور اپنے دین کی وجہ سے ان بادشاہوں سے جنگ کی۔ بادشاہوں سے مقابلہ کی

۱۔ اخرجه ابن سعد (ج ۸ ص ۹۴)

۲۔ اخرجه رستة كذا في الكنز (ج ۲ ص ۱۶۱)   ۳۔ عند رستة ايضا

سکت نہیں تھی اور ان میں رہ کر ان کو اللہ کی اور حضرت عیسی بن مریم کے دین کی دعوت دینے کی ہمت نہیں تھی۔ یہ لوگ مختلف علاقوں کی طرف نکل گئے اور رہبانیت اختیار کرلی۔ ان ہی کے بارے میں اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے: وَرَهْبَانِيَّةَ نِ ابْتَدَعُوْهَا مَا كَتَبْنٰهَا عَلَيْهِمْ اِلَّا ابْتِغَآءَ رِضْوَانِ اللّٰهِ۔ (سورت حدید آیت ۲۷) ترجمہ "اور انہوں نے رہبانیت کو خود ایجاد کرلیا ہم نے اس کو ان پر واجب نہ کیا تھا لیکن انہوں نے حق تعالیٰ کی رضا کے واسطے اس کو اختیار کیا تھا سو انہوں نے اس (رہبانیت) کی پوری رعایت نہ کی" پھر حضورؐ نے فرمایا کہ جو مجھ پر ایمان لائے اور میری تصدیق کرے اور میری اتباع کرے وہ اس رہبانیت کی پوری رعایت کرنے والا شمار ہوگا جو میرا اتباع نہ کریں یہی لوگ ہلاک ہونے والے ہیں اور ایک روایت میں یہ ہے کہ ایک فرقہ تو جابر بادشاہوں کے پاس ٹھہرا رہا اور حضرت عیسی علیہ السلام کی دعوت دیتا رہا جس پر انہیں پکڑ کر قتل کیا گیا آروں سے چیرا گیا آگ میں زندہ جلا دیا گیا انہوں نے جان دے دی لیکن صبر کا دامن نہ چھوڑا آگے پچھلی حدیث جیسا مضمون ہے۔[1]

حضرت معاذ بن جبلؓ فرماتے ہیں کہ حضور ﷺ نے فرمایا تم اپنے رب کی طرف سے ایک واضح راستہ پر رہو گے جب تک تم میں دو نشے ظاہر نہ ہو جائیں ایک جہالت کا نشہ دوسرا زندگی کی محبت کا نشہ اور تم امر بالمعروف اور نہی عن المنکر کرتے رہو گے اور اللہ کے راستے میں جہاد کرتے رہو گے لیکن جب دنیا کی محبت تم میں ظاہر ہو جائے گی پھر تم امر بالمعروف اور نہی عن المنکر نہیں کر سکو گے اور اللہ کے راستے میں جہاد نہ کر سکو گے اس زمانے میں قرآن اور حدیث کو بیان کرنے والے ان مہاجرین اور انصار کی طرح ہوں گے جو شروع میں اسلام لائے تھے۔[2]

حضرت انسؓ فرماتے ہیں کیا میں تمہیں ایسے لوگ نہ بتلاؤں جو نہ نبی ہوں گے اور نہ شہید لیکن ان کو اللہ کے ہاں اتنا اونچا مقام ملے گا کہ قیامت کے دن نبی اور شہید بھی انہیں دیکھ کر خوش ہوں گے اور وہ نور کے خاص منبروں پر ہوں گے اور پہچانے جائیں گے صحابہؓ نے پوچھا یا رسول اللہ! وہ کون لوگ ہیں آپ نے فرمایا یہ وہ لوگ ہیں جو اللہ کے بندوں کو اللہ کا محبوب بناتے ہیں اور اللہ تعالیٰ کو اس کے بندوں کا محبوب بناتے ہیں اور لوگوں کے خیر خواہ بن کر زمین پر پھرتے ہیں میں نے عرض کیا یہ بات تو سمجھ میں آتی ہے کہ وہ اللہ کو اس کے بندوں کا محبوب بنائیں لیکن یہ سمجھ میں نہیں آرہا کہ وہ اللہ کے بندوں کو اللہ کا محبوب کیسے بنائیں گے؟ آپ نے

---

[1] اخرجه الطبراني قال الهيثمي (ج ۷ ص ۲۶۰) رواه الطبراني باسناد بن ورجال احد هما رجال الصحيح غير بكير بن معروف وثقه احمد وغيره وفيه ضعف انتهى

[2] اخرجه البزار قال الهيثمي (ج ۷ ص ۲۷۱) وفيه الحسن بن بشر وثقه ابو حاتم وغيره وفيه ضعف انتهى.

فرمایا یہ لوگ اللہ کے بندوں کو ان کاموں کا حکم دیں گے جو کام اللہ کو محبوب اور پسند ہیں اور ان کاموں سے روکیں گے جو اللہ کو پسند نہیں ہیں۔ وہ بندے جب ان کی بات مان کر اللہ کے پسندیدہ کام کرنے لگ جائیں تو یہ بندے اللہ کے محبوب بن جائیں گے۔[1]

حضرت حذیفہؓ فرماتے ہیں کہ میں نے نبی کریم ﷺ کی خدمت میں عرض کیا یا رسول اللہ! امر بالمعروف اور نہی عن المنکر نیک لوگوں کے اعمال کے سردار ہیں ان دونوں کو کب چھوڑ دیا جائے گا؟ آپ نے فرمایا جب تم میں وہ خرابیاں پیدا ہو جائیں گی جو بنی اسرائیل میں پیدا ہوئی تھیں میں نے پوچھا یا رسول اللہ! بنی اسرائیل میں کیا خرابیاں پیدا ہو گئی تھیں؟ آپ نے فرمایا جب تمہارے نیک لوگ دنیا کی وجہ سے فاجر لوگوں کے سامنے دینی معاملات میں نرمی برتنے لگیں اور دینی علم بدترین لوگوں میں آجائے اور بادشاہت چھوٹوں کے ہاتھ لگ جائے تو پھر اس وقت تم زبردست فتنہ میں مبتلا ہو جاؤ گے تم فتنوں کی طرف چلو گے اور فتنے بار بار تمہاری طرف آئیں گے۔[2]

حضرت قیس بن ابی حازمؒ فرماتے ہیں جب حضرت ابو بکرؓ خلیفہ بنے تو وہ منبر پر تشریف فرما ہوئے اور اللہ تعالیٰ کی حمد و ثناء کے بعد فرمایا اے لوگو! تم یہ آیت پڑھتے ہو یٰٓاَیُّھَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا عَلَیْکُمْ اَنْفُسَکُمْ لَا یَضُرُّکُمْ مَّنْ ضَلَّ اِذَا اھْتَدَیْتُمْ (سورت مائدہ آیت ۱۰۵) ترجمہ ”اے ایمان والو! اپنی فکر کرو جب تم راہ پر چل رہے ہو تو جو شخص گمراہ رہے تو اس سے تمہارا کوئی نقصان نہیں“ اور اس کا غلط مطلب لیتے ہو میں نے حضور ﷺ کو یہ فرماتے ہوئے سنا ہے کہ لوگ جب کسی برائی کو دیکھیں اور اسے نہ بدلیں تو اللہ تعالیٰ (برائی کرنے والوں اور نہ کرنے والوں) سب کو سزا دیں گے (کرنے والوں کو کرنے کی وجہ سے اور نہ کرنے والوں کو نہ روکنے کی وجہ سے)[3]

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں کہ جس دن حضرت ابو بکرؓ کا نام خلیفہ رسول اللہ رکھا گیا یعنی وہ خلیفہ بنے اس دن وہ منبر پر بیٹھے اور اللہ تعالیٰ کی حمد و ثناء بیان کی اور حضور ﷺ پر درود بھیجا پھر حضورؐ منبر پر جہاں بیٹھا کرتے تھے دونوں ہاتھ بڑھا کر وہاں رکھے

---

[1] اخرجه البيهقي والنقاش في معجمه وابن النجار عن واقد بن سلامة عن يزيد الرقاشي وواقد و يزيد ضعيفان كذافي الكنز (ج ۲ ص ۱۳۹) [2] اخرجه الطبراني في الا وسط وفيه عمار بن سيف وثقه العجلي وغيره وضعفه جماعة وبقية رجاله ثقات وفي بعضهم خلاف كما قال الهيثمي (ج۷ص ۲۷٦) واخرجه ايضا ابن عساكر وابن النجار عن انس رضي الله عنه وابن ابي الدنيا عن عائشة رضي الله عنها بمعناً كما في الكنز (ج ۲ ص ۱۳۹)

[3] اخرجه ابن ابي شيبة واحمد وعبدبن حميد والعدني وابن منيع والحميدي وابو داؤد والترمذي وقال حسن صحيح وابن ماجه وابو يعلي وابونعيم في المعرفة والدار قطني في العلل وقال جميع رواة ثقات والبيهقي وسعيد بن منصور وغيره هم

پھر فرمایا میں نے حبیب علیہ السلام سے یہاں بیٹھے ہوئے یہ سنا کہ آپ آیت شریفہ یٰۤاَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا عَلَیْكُمْ اَنْفُسَكُمْ لَا یَضُرُّكُمْ مَّنْ ضَلَّ اِذَا اهْتَدَیْتُمْ کا مطلب بیان فرمارہے تھے آپ نے فرمایا ہاں جس قوم میں برائی کے کام ہونے لگیں اور قبیح کاموں کے ذریعہ فساد پھیلایا جانے لگے اور وہ نہ اسے تبدیل کریں اور نہ اس کو برائی سمجھیں تو اللہ تعالیٰ ان سب کو ضرور سزا دے گا اور ان کی دعا قبول نہ ہوگی پھر اپنے دونوں کانوں میں انگلیاں ڈال کر فرمایا اگر میرے دونوں کانوں یہ باتیں حبیب علیہ السلام سے نہ سنی ہوں تو میرے دونوں کان بہرے ہو جائیں۔[1]

حضرت ابوبکرؓ نے فرمایا جب کچھ لوگ ایسے لوگوں کے سامنے گناہ کے کام کریں جو ان سے زیادہ طاقتور اور بااثر ہوں اور وہ ان کو ان کاموں سے نہ روکیں تو ان سب پر اللہ تعالیٰ ایسا عذاب نازل فرمائیں گے جسے ان سے نہیں ہٹائیں گے۔[2]

حضرت عمرؓ نے فرمایا جب تم کسی بے وقوف کو دیکھتے ہو کہ وہ لوگوں کی بے عزتی کر رہا ہے تو تم اس پر انکار کیوں نہیں کرتے؟ لوگوں نے کہا ہم اس کی زبان درازی سے ڈرتے ہیں حضرت عمرؓ نے فرمایا اس طرح تو تم (قیامت کے دن نبیوں کے) گواہ نہیں بن سکو گے۔[3]

حضرت عثمانؓ نے فرمایا امر بالمعروف اور نہی عن المنکر کرتے رہو مبادا وہ وقت آجائے کہ تمہارے بروں کو تم پر مسلط کر دیا جائے اور ان بروں کے خلاف نیک لوگ بد دعا کریں اور وہ قبول نہ کی جائے۔[4]

حضرت علیؓ نے فرمایا تم لوگ امر بالمعروف اور نہی عن المنکر اہتمام سے کرتے رہو اور اللہ کے دین کے لئے کوشش کرتے رہو ورنہ ایسے لوگ تم پر مسلط ہو جائیں گے جو تمہیں دردناک عذاب دیں گے اور اللہ تعالیٰ انہیں عذاب دے گا[5] حضرت علیؓ نے فرمایا تم لوگ امر بالمعروف اور نہی عن المنکر ضرور کرتے رہنا ورنہ تم پر تمہارے برے لوگ مسلط کر دیئے جائیں گے پھر تمہارے نیک لوگ بھی دعا کریں گے تو قبول نہیں ہوگی[6] حضرت علیؓ نے ایک بیان میں ارشاد فرمایا اے لوگو! تم سے پہلے لوگ اس وجہ سے ہلاک ہوئے کہ وہ لوگ گناہوں کا ارتکاب کرتے تھے اور ان ربانی علماء اور دینی مشائخ نے انہیں ان گناہوں سے روکا نہیں جب وہ گناہوں میں حد سے بڑھ گئے اور ربانی علماء اور دینی مشائخ نے انہیں نہ روکا تو آسمانی سزاؤں نے انہیں پکڑ لیا اس لئے تم لوگ امر بالمعروف اور نہی عن المنکر کرتے رہو ورنہ تم پر بھی وہی سزائیں نازل ہوں گی جو ان پر ہوئی تھی اور اس بات کا یقین رکھو کہ امر بالمعروف

۱۔ عند ابن مردویه کذافی کنز العمال (ج ۲ ص ۱۳۸)

۲۔ اخرجه البیهقی کذافی الکنز (ج ۲ ص ۱۳۸)

۳۔ اخرجه ابن ابی شیبة وابو عبید فی الغریب وابن ابی الدنیا فی الصمت کذافی الکنز (ج ۲ ص ۱۳۹)

۴۔ اخرجه ابن ابی شیبة کذافی الکنز (ج ۲ ص ۱۳۹)

۵۔ اخرجه ابن ابی شیبة

۶۔ عند الحارث

اور نہی عن المنکر سے روزی ختم نہیں ہوتی اور موت کا وقت قریب نہیں آتا۔[۱]

حضرت علیؓ فرماتے ہیں کہ جہاد کی تین قسمیں ہیں ایک ہاتھ سے جہاد کرنا دوسرا زبان سے جہاد کرنا تیسرا دل سے جہاد کرنا۔ سب سے پہلے ہاتھ والا جہاد ختم ہوگا، پھر زبان والا ختم ہوگا پھر دل والا۔ جب دل کی یہ کیفیت ہو جائے کہ وہ نیکی کو نیکی نہ سمجھے اور برائی کو برائی نہ سمجھے تو اسے اوندھا کر دیا جاتا ہے یعنی اس کے اوپر والے حصے کو نیچے کر دیا جاتا ہے (پھر خیر اور نیکی کا جذبہ اس میں نہیں رہتا)۔[۲]

حضرت علیؓ فرماتے ہیں کہ سب سے پہلے تم ہاتھ والے جہاد کے سامنے بے بس اور مغلوب ہو گئے پھر دل والے جہاد کے سامنے لہٰذا جس دل کی یہ کیفیت ہو جائے کہ وہ نیکی کو نیکی نہ سمجھے اور برائی کو برائی نہ سمجھے تو اس کے اوپر والے حصے کو ایسے نیچے کر دیا جائے گا جیسے تھیلے کو الٹا کیا جاتا ہے اور پھر تھیلے کے اندر کی ساری چیز بکھر جاتی ہے۔[۳]

حضرت طارق بن شہابؒ کہتے ہیں کہ حضرت عتریس بن عرقوب شیبانی نے حضرت عبداللہؓ کی خدمت میں حاضر ہو کر کہا جو آدمی نیکی کا حکم نہ کرے اور برائی سے نہ روکے وہ ہلاک ہو گیا۔ حضرت عبداللہ نے فرمایا (یہ تو آگے کی بات ہے) وہ آدمی بھی ہلاک ہو گیا جس کا دل نیکی کو نیکی نہ سمجھے اور برائی کو برائی نہ سمجھے۔[۴]

حضرت عبداللہ بن مسعودؓ فرماتے ہیں تین قسم کے انسانوں میں تو خیر ہے ان کے علاوہ کسی میں خیر نہیں ہے ایک وہ آدمی جس نے دیکھا کہ ایک جماعت اللہ کے راستہ میں دشمن سے جنگ کر رہی ہے یہ اپنا مال اور جان لے کر ان کے ساتھ لڑائی میں شریک ہو گیا دوسرا وہ آدمی جس نے زبان سے جہاد کیا اور نیکی کا حکم کیا اور برائی سے روکا۔ تیسرا وہ آدمی جس نے دل سے حق کو پہچانا۔[۵]

حضرت ابن مسعودؓ فرماتے ہیں کہ منافقوں سے اپنے ہاتھ سے جہاد کرو لیکن اگر اس کی طاقت نہ ہو اور ان کے سامنے تیوری چڑھا کر اپنی ناگواری کا اظہار کر سکتے ہو تو پھر یہی کر لینا۔[۶]

۱۔ عند ابن ابی حاتم عنه كذافي الكنز (ج ۲ ص ۱۳۹)

۲۔ اخرجه مسددوالبیهقی وصححه ۳۔ عند ابن ابی شيبة وابی نعيم ونصر فی الحجة كذافي الكنز (ج ۱ ص ۱۳۹) ۴۔ اخرجه الطبرانی قال الهيثمی (ج ۷ ص ۲۷۵) رجاله رجال الصحيح اه واخرجه ايضا ابو نعيم في الحلية (ج ۱ ص ۳۵) عن طارق مثله وابن ابی شيبة ونعيم في الفتن عن ابن مسعود رضی الله عنه نحوه كما في الكنز (ج ۲ ص ۱۴۰)

۱۔ اخرجه الطبرانی قال الهيثمی (ج ۷ ص ۲۷۶) وفيه من لم اعرفه

۲۔ اخرجه ابن عساكر كذافي الكنز (ج ۲ ص ۱۴۰) واخرجه الطبرانی عنه بمعناه قال الهيثمی (ج ۷ ص ۲۷۶) رواه الطبرانی با سنادين في احدهما شريك وهو حسن الحديث وبقية رجاله رجال الصحيح .انتهى

حضرت ابن مسعودؓ فرماتے ہیں جب تم کسی برائی کو ہوتے ہوئے دیکھو اور اسے بند کرنے اور روکنے کی تم میں طاقت نہ ہو تو تمہاری نجات کے لئے اتنا کافی ہے کہ اللہ کو معلوم ہو جائے کہ تم اس برائی کو دل سے برا سمجھتے ہو۔[1] حضرت ابن مسعودؓ فرماتے ہیں کسی جگہ اللہ کی نافرمانی کا کام ہو رہا ہو اور کوئی آدمی اس موقع پر موجود ہو لیکن وہ دل سے اسے برا سمجھتا ہو تو وہ ان لوگوں کی طرح شمار ہو گا جو اس نافرمانی کے موقع پر موجود نہیں ہیں اور جو نافرمانی کے موقع پر موجود تو نہ ہو لیکن وہ اس نافرمانی پر دل سے راضی ہو تو وہ ان لوگوں کی طرح ہو گا جو اس نافرمانی کے موقع پر موجود ہیں۔[2] حضرت ابن مسعودؓ فرماتے ہیں کہ عنقریب بہت سے غلط کام ہوں گے جو ان کاموں کے موقع پر موجود تو نہ تھا لیکن دل سے اسے برا سمجھ رہا تھا وہ اس آدمی کی طرح شمار ہو گا جو موقع پر نہیں تھا۔[3]

حضرت ابن مسعودؓ فرماتے ہیں کہ نیک لوگ اس دنیا سے پہلے جائیں گے پھر شک والے باقی رہ جائیں گے جو نہ کسی نیکی کو نیکی سمجھیں گے اور نہ کسی برائی کو برائی سمجھیں گے۔[4]

حضرت ابو رقادؒ کہتے ہیں کہ میں نو عمر لڑکا تھا ایک مرتبہ میں اپنے آقا کے ساتھ گھر سے نکلا اور چلتے چلتے حضرت حذیفہؓ کی خدمت میں پہنچ گیا وہ فرما رہے تھے کہ حضور ﷺ کے زمانے میں ایک آدمی کوئی بول بولتا تھا جس کی وجہ سے وہ منافق ہو جاتا تھا اور اب میں سنتا ہوں کہ تم لوگ وہ بول ایک مجلس میں چار چار دفعہ بول لیتے ہو۔ دیکھو تم لوگ امر بالمعروف اور نہی عن المنکر ضرور کرتے رہو اور خیر کے کاموں کی ضرور ترغیب دیتے رہو ورنہ اللہ تعالیٰ تم سب کو عذاب سے ہلاک کر دے گا یا پھر تم پر تمہارے بروں کو امیر بنا دے گا اور تمہارے نیک لوگ دعا کریں گے لیکن وہ تمہارے حق میں قبول نہ ہو گی۔[5]

حضرت حذیفہؓ فرماتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ اس پر لعنت فرمائے جو ہم میں سے نہیں ہے اللہ کی قسم تم امر بالمعروف اور نہی عن المنکر ضرور کرتے رہو ورنہ تم آپس میں لڑنے لگو گے اور تمہارے برے تمہارے نیک لوگوں پر غالب آ کر قتل کر دیں گے پھر کوئی امر بالمعروف اور نہی عن المنکر کرنے والا باقی نہ رہے گا۔ پھر اللہ تم سے ایسے ناراض ہوں گے کہ تم اللہ سے دعا کرو گے لیکن وہ تمہاری کوئی دعا قبول نہ کرے گا۔[6] حضرت حذیفہؓ فرماتے ہیں کہ

۱۔ اخرجه ابن ابی شیبة ونعیم کذافی الکنز (ج ۲ ص ۱۴۰)

۲۔ عند ابن ابی شیبة ونعیم ایضا ۳۔ عند نعیم و ابن النجار کذافی الکنز (ج ۲ ص ۱۴۰)

۴۔ اخرجه ابو نعیم فی الحلیة (ج ۱ ص ۱۳۵) واخرجه الطبرانی نحوه ورجاله رجال الصحیح کما قال الهیثمی (ج ۷ ص ۲۸۰) ۵۔ اخرجه ابو نعیم فی الحلیة (ج ۱ ص ۲۷۹) واخرجه ابن ابی شیبة نحوه کما فی الکنز (ج ۲ ص ۱۴۰)

۶۔ عند ابی نعیم فی الحلیة (ج ۱ ص ۲۷۹)

تم پر ایک زمانہ ایسا آئے گا جس میں تم میں سب سے بہترین آدمی وہ شمار ہوگا جو امر بالمعروف اور نہی عن المنکر نہ کرے (اپنی اصلاح کی فکر کرے دوسروں کی اصلاح نہ کرے لیکن ابھی وہ زمانہ نہیں آیا)۔ [۱]

حضرت عدی بن حاتمؓ فرماتے ہیں بہت سے کام ایسے ہیں جن کو گزشتہ زمانے میں برا سمجھا جاتا تھا لیکن وہ آج نیکی کے کام شمار ہوتے ہیں اور بہت سے کام آج برائی کے شمار ہوتے ہیں لیکن آئندہ زمانہ میں انہیں نیکی کا کام سمجھا جانے لگے گا اور تم لوگ اس وقت تک خیر پر رہو گے جب تک تم اس کام کو نیکی نہ سمجھنے لگو جسے تم برائی سمجھتے تھے اور اس کام کو برائی نہ سمجھنے لگو جسے تم نیکی سمجھتے تھے اور جب تک تمہارا عالم تمہارے سامنے حق بات کہتا رہے اور اس کو ہلکا نہ سمجھا جائے [۲]

حضرت ابو الدرداءؓ فرماتے ہیں اگرچہ میں ایک نیکی پر عمل نہیں کر رہا ہوتا ہوں لیکن میں دوسروں کو اس نیکی کے کرنے کا حکم دیتا ہوں اور مجھے اس پر اللہ سے اجر ملنے کی امید ہے [۳]

حضرت ابن عمرؓ فرماتے ہیں کہ جب حضرت عمرؓ لوگوں کو کسی کام سے روکنے کا ارادہ فرماتے تو اپنے گھر والوں سے پہل فرماتے ہیں اور فرماتے تم میں سے جس کے بارے میں مجھے پتہ چلا کہ اس نے وہ کام کیا ہے جس سے میں نے روکا ہے تو میں اس کو دگنی سزا دونگا۔ [۴]

حضرت ابن شہابؒ کہتے ہیں کہ حضرت ہشام بن حکیم بن حزامؓ اپنے ساتھ چند لوگوں کی جماعت بنا کر امر بالمعروف کیا کرتے تھے حضرت عمرؓ کو جب کسی برائی کی خبر ملتی تو فرماتے جب تک میں اور ہشام زندہ ہیں یہ برائی نہیں ہو سکے گی۔ [۵]

حضرت ابو جعفر خطمیؒ کہتے ہیں کہ میرے دادا حضرت عمیر بن حبیب بن خماشہؓ کو بلوغت کے وقت سے حضور ﷺ کی صحبت حاصل ہوئی تھی انہوں نے اپنے بیٹے کو یہ وصیت فرمائی اے بیٹے! بے وقوفوں کے پاس بیٹھنے سے بچو کیونکہ ان کے پاس بیٹھنا بیماری ہے جو بے وقوف کی برداشت کرتا ہے وہ خوش رہتا ہے اور جو اس کی غلط باتوں کا جواب دے گا اسے آخر میں ندامت اٹھانی پڑے گی اور جو بے وقوف کی تھوڑی تکلیف کو برداشت نہیں کرتا اسے پھر زیادہ تکلیف برداشت کرنی پڑتی ہے جب تم میں سے کوئی امر بالمعروف اور نہی عن المنکر کرنا چاہے تو اسے چاہئے کہ وہ اپنے نفس کو تکلیفوں پر صبر کرنے کی عادت ڈالے اور اللہ تعالیٰ

۱۔ عند ابی نعیم ایضا (ج ۱ ص ۲۸۰) واخرجه ابن ابی شیبة عنه نحوه کما فی الکنز (ج ۲ ص ۱٤۰) واخرجه ابن ابی الدنیا فی کتاب الامر بالمعروف والنهی عن المنکر عن المنکر عن ابی سعید الخدری رضی الله عنه نحوه کما فی الکنز (ج ۲ ص ۱٤۰)

۲۔ اخرجه ابن عساکر کذافی الکنز (ج ۲ ص ۱٤۱) ۳۔ اخرجه ابن عساکر کذافی الکنز (ج ۲ ص ۱٤۰) واخرجه ابو نعیم فی الحلیة (ج ۱ ص ۲۱۳) عنه نحوه

۱۔ اخرجه ابن سعد وابن عساکر کذافی الکنز (ج ۲ ص ۱٤۱)

۲۔ اخرجه مالك وابن سعد کذافی الکنز (ج ۲ ص ۱٤۱)

سے ثواب ملنے کا یقین رکھے کیونکہ جسے اللہ سے ثواب ملنے کا یقین ہوگا اسے تکلیفوں کے پیش آنے سے کوئی پریشانی نہیں ہوگی۔[1]

حضرت عبدالعزیز بن ابی بکرہؒ کہتے ہیں کہ حضرت ابو بکرہؓ نے قبیلہ بنو غدانہ کی ایک عورت سے شادی کی۔ پھر اس عورت کا انتقال ہوگیا وہ اس کے جنازے کو اٹھا کر قبرستان لے گئے۔ اس عورت کے بھائیوں نے کہا ہم اس کی نماز جنازہ پڑھائیں گے۔ حضرت ابو بکرہؓ نے ان سے فرمایا ایسے نہ کرو کیونکہ میں اس کی نماز جنازہ پڑھانے کا تم سے زیادہ حقدار ہوں ان بھائیوں نے کہا حضور ﷺ کے صحابی ٹھیک کہہ رہے ہیں چنانچہ انہوں نے نماز جنازہ پڑھائی پھر وہ قبر میں داخل ہونے لگے تو لوگوں نے اتنے زور سے دھکا دیا کہ وہ زمین پر گر گئے اور بے ہوش ہوگئے پھر انہیں اٹھا کر گھر لایا گیا وہاں ان کے بیس بیٹوں اور بیٹیوں کی چیخیں نکل گئیں میں ان بیس میں سب سے چھوٹا تھا جب انہیں ہوش آیا تو فرمایا تم مجھ پر زور زور سے مت روؤ۔ اللہ کی قسم! مجھے ابو بکرہ کی جان سے زیادہ اور کسی کی جان کا نکلنا محبوب نہیں ہے۔ یہ سن کر ہم سب گھبرا گئے اور ہم نے کہا اے ابا جان! کیوں؟ (آپ دنیا سے کیوں جانا چاہتے ہیں؟) انہوں نے فرمایا مجھے اس بات کا ڈر ہے کہیں ایسا زمانہ میری زندگی میں نہ آجائے جس میں میں امر بالمعروف اور نہی عن المنکر نہ کرسکوں اور اس زمانے میں کوئی خیر نہ ہوگی۔[2]

حضرت علی بن زیدؒ کہتے ہیں کہ میں حجاج کے ساتھ محل میں تھا وہ ابن اشعث کی وجہ سے لوگوں کا جائزہ لے رہا تھا کہ اتنے میں حضرت انس بن مالکؓ تشریف لائے جب وہ نزدیک آئے تو حجاج نے کہا (نعوذ باللہ من ذلك) او خبیث! او فتنوں میں چکر لگانے والے! کبھی تم کبھی حضرت علی بن ابی طالبؓ کے ساتھ ہوتے ہو اور کبھی ابن زبیرؓ کے ساتھ اور کبھی ابن اشعث کے ساتھ۔ غور سے سنو میں تمہیں ایسے جڑ سے اکھیڑ دوں گا جیسے گوند کو اکھیڑا جاتا ہے اور میں تمہاری کھال ایسے اتاروں گا جیسے گوہ کی کھال اتاری جاتی ہے حضرت انس نے فرمایا اللہ تعالیٰ امیر کی اصلاح فرمائے۔ وہ اس کلام سے کس کو خطاب کر رہے ہیں حجاج نے کہا میں تمہیں خطاب کر رہا ہوں۔ اللہ تمہارے کانوں کو بہرہ کرے۔ اس پر حضرت انس نے انا للہ پڑھی اور وہاں سے باہر آگئے اور فرمایا اگر مجھے اپنے بچے یاد نہ آجاتے جن پر مجھے اس حجاج کی طرف سے خطرہ ہے تو آج میں کھڑے کھڑے اسی جگہ اسے ایسی کھری کھری سناتا کہ وہ مجھے بالکل جواب نہ دے سکتا۔[3]

۱۔ اخرجه الطبراني في الا وسط ورجاله ثقات كما قال الهيثمي (ج ۷ص ۲۲۶) واخرجه ايضا ابو نعيم واحمد في كتاب الزهد كما في الا صابة (ج ۳ص ۳۰)

۲۔ اخرجه الطبراني ورجاله ثقات كما قال الهيثمي (ج ۷ص ۲۸۰)

۳۔ اخرجه الطبراني قال الهيثمي (ج ۷ص ۲۷٤) وعلي بن زيد ضعيف وقد وثق .اه

حضرت ابن عمرؓ فرماتے ہیں کہ ایک مرتبہ میں نے حجاج کو خطبہ دیتے ہوئے سنا اس نے ایسی بات کہہ دی جو مجھے بالکل غلط نظر آئی۔ میں نے اسے ٹوکنا چاہا لیکن پھر مجھے حضور ﷺ کا فرمان یاد آگیا کہ کسی مومن کے لیے اپنے نفس کو ذلیل کرنا مناسب نہیں میں نے عرض کیا یا رسول اللہ! مومن اپنے نفس کو کیسے ذلیل کرے گا؟ حضورؐ نے فرمایا کہ وہ اپنے آپ کو ایسے امتحان کے لئے پیش کر دے کہ جس کی اس میں طاقت نہ ہو۔[1]

تنہائی اور گوشہ نشینی

حضرت عمرؓ نے فرمایا کہ تنہا رہنے سے برے ساتھیوں سے راحت ملتی ہے۔[2] حضرت عمرؓ نے فرمایا اپنے اوقات میں خلوت اور تنہائی میں بیٹھنے کا حصہ بھی رکھا کرو۔[3]

حضرت معافی بن عمرانؒ کہتے ہیں کہ حضرت عمر بن خطابؓ کا گزر کچھ ایسے لوگوں کے پاس سے ہوا جو ایک ایسے آدمی کے پیچھے چل رہے تھے جسے اللہ کے کسی معاملہ میں سزا ہوئی تھی تو حضرت عمرؓ نے فرمایا ان چہروں کے لئے کوئی خوش آمدید نہیں ہے جو صرف شر کے موقع پر نظر آتے ہیں۔[4]

حضرت عدسہ طائیؒ کہتے ہیں کہ میں سرف مقام پر تھا کہ حضرت عبداللہؓ ہمارے ہاں تشریف فرما ہوئے میرے گھر والوں نے مجھے کچھ چیزیں دے کر ان کی خدمت میں بھیجا ہمارے جو غلام اونٹوں کی خدمت میں تھے وہ چار دن کی مسافت سے ایک پرندہ پکڑ کر لائے میں وہ پرندہ لے کر ان کی خدمت میں گیا تو انہوں نے مجھ سے پوچھا تم یہ پرندہ کہاں سے لائے ہو؟ میں نے کہا ہمارے چند غلام اونٹوں کی خدمت میں تھے وہ چار دن کی مسافت سے یہ پرندہ لائے ہیں۔ حضرت عبداللہؓ نے فرمایا میری دلی آرزو یہ ہے کہ یہ پرندہ جہاں سے شکار کر کے لایا گیا ہے میں وہاں (تنہا) رہا کروں نہ میں کسی سے کسی معاملہ میں کوئی بات کروں اور نہ کوئی مجھ سے بات کرے یہاں تک کہ اللہ تعالیٰ سے جا ملوں۔[5] حضرت قاسمؒ کہتے ہیں کہ ایک آدمی نے حضرت عبداللہؓ کی خدمت میں عرض کیا آپ مجھے کچھ وصیت فرما دیں حضرت عبداللہؓ نے فرمایا تم اپنے گھر میں

۱۔ اخرجه البزار قال الهیثمی (ج ۷ص ۲۷۴)رواه البزار والطبرانی فی الا وسط والكبير باختصار واسناد الطبرانی فی الكبير جيد ورجاله رجال الصحيح غير زكريا يحيىٰ بن ايوب الضرير ذكره الخطيب وروى عنه جماعة ولم يتكلم فيه احد.اه

۲۔ اخرجه ابن ابی شيبه واحمد فی الزهد وابن ابی الدنيا فی العزلة

۳۔ عند احمد فی الزهد وابن حبان الروفة والعسكری فی المواعظ كذافی الكنز (ج۲ص ۱۵۹) واخرجه ابن المبارك فی كتاب الرقائق عن عمر نحوه كما فی فتح الباری (ج ۱۱ ص ۲۶۲)

٤۔ اخرجه الدينوری كذافی الكنز (ج۳ص ۱۵۹)

۵۔ اخرجه الطبرانی قال الهيثمی (ج ۱۰ص ۳۰۴) رجاله رجال الصحيح غير عدسه الطائی وهو ثقة واخرجه ابن عساكر بمعناه مختصرا عن ابن مسعودؓ كما فی الكنز (ج۲ص ۱۵۹)

رہا کرو (باہر نہ جایا کرو) اور اپنی زبان کو (لا یعنی بے کار باتوں سے) روک کر رکھا کرو اور اپنی خطائیں یاد کر کے رویا کرو۔[1] حضرت اسماعیل بن ابی خالدؒ کہتے ہیں کہ حضرت ابن مسعودؓ نے اپنے بیٹے حضرت عبیدہ کو تین وصیتیں کیں فرمایا میں تمہیں اللہ سے ڈرنے کی وصیت کرتا ہوں اور تم اپنے گھر میں ہی رہا کرو اور اپنی خطاؤں پر رویا کرو۔[2]

حضرت حذیفہؓ فرماتے ہیں کہ میری دلی آرزو یہ ہے کہ مجھے کوئی ایسا آدمی مل جائے جو میرے کاروبار کو سنبھال لے اور میں دروازہ بند کر کے گھر میں رہا کروں نہ کوئی میرے پاس آئے نہ میں کسی کے پاس جاؤں یہاں تک کہ میں (اسی حال میں) اللہ سے جا ملوں۔[3]

حضرت ابن عباسؓ فرماتے ہیں کہ اگر وسواس (شیطان) کا ڈر نہ ہوتا تو میں ایسے علاقہ میں چلا جاتا جہاں کوئی جان پہچان والا دل لگانے والا نہ ہوتا (اور تنہائی اختیار کر لیتا) کیونکہ انسان کو (برے) انسان ہی بگاڑتے ہیں۔[4]

حضرت مالکؒ کہتے ہیں کہ میں نے حضرت یحییٰ بن سعیدؒ کو فرماتے ہوئے سنا کہ حضرت ابوالجہم بن حارث بن صمہؓ انصار کے ساتھ نہیں بیٹھا کرتے تھے جب ان سے اکیلے رہنے کے بارے میں کوئی تذکرہ کرتا (کہ آپ الگ تھلگ کیوں رہتے ہیں؟) تو فرماتے ہیں کہ لوگوں کا شر اکیلے رہنے سے زیادہ ہے۔[5]

حضرت ابودرداءؓ نے فرمایا مسلمان کے لئے بہترین عبادت گاہ اس کا گھر ہے جس میں رہ کر وہ اپنے نفس نگاہ اور شرم گاہ کو (برے کاموں سے) روکے رکھتا ہے اور بازار میں بیٹھنے سے بچو کیونکہ اس سے انسان غفلت میں پڑ جاتا ہے اور لغو کاموں میں مشغول ہو جاتا ہے۔[6]

حضرت عبداللہ بن عمروؓ فرماتے ہیں کہ ایک دفعہ حضرت معاذ بن جبلؓ کے پاس سے گزرا تو وہ اپنے دروازے پر کھڑے ہوئے ہاتھ سے ایسے اشارے کر رہے تھے گویا کہ اپنے آپ سے باتیں کر رہے ہوں میں نے عرض اے ابو عبدالرحمٰن! کیا بات ہے؟ آپ اپنے آپ سے باتیں کر رہے ہیں حضرت معاذؓ نے فرمایا معلوم نہیں کیا بات ہے؟ اللہ کا دشمن یعنی شیطان مجھے ان کاموں سے ہٹانا چاہتا ہے جو میں نے حضور ﷺ سے سنے ہیں شیطان یوں کہتا ہے کہ آپ زندگی بھر یوں ہی گھر میں بیٹھ کر مشقت اٹھاتے رہو گے۔ آپ باہر جا کر لوگوں کی مجلس میں کیوں نہیں بیٹھتے؟ میں نے حضور کو فرماتے ہوئے سنا ہے کہ جو آدمی اللہ کے

۱۔ عند ابی نعیم فی الحلیة (ج ۱ ص ۱۳۵) ۲۔ عند الطبرانی قال الهیثمی (ج ۱ ص ۲۹۹) رواه الطبرانی با سنادین ورجال احد هما رجال الصحیح انتهی ۳۔ اخرجه الحاکم کذافی الکنز (ج ۲ ص ۱۵۹) واخرجه ابو نعیم فی الحلیة (ج ۱ ص ۲۷۸) عنه نحوه

٤۔ اخرجه ابن ابی الدنیا فی العزلة عن مالك عن رجل کذافی الکنز (ج ۲ ص ۱۵۹)

۵۔ اخرجه ابن ابی الدنیا فی العزلة کذافی الکنز (ج ۲ ص ۱۵۹)

٦۔ اخرجه ابن عساکر کذافی الکنز (ج ۲ ص ۱۵۹)

راستے میں نکلتا ہے وہ اللہ کی ذمہ داری میں ہوتا ہے اور جو کسی بیمار کی عیادت کرنے جاتا ہے وہ بھی اللہ کی ذمہ داری میں ہوتا ہے اور جو صبح یا شام کو مسجد جاتا ہے وہ بھی اللہ کی ذمہ داری میں ہوتا ہے اور جو مدد کرنے کے لئے امام کے پاس جاتا ہے وہ بھی اللہ کی ذمہ داری میں ہوتا ہے اور جو گھر بیٹھ جاتا ہے اور کسی کی برائی اور غیبت نہیں کرتا وہ بھی اللہ کی ذمہ داری میں ہوتا ہے

اللہ کا دشمن یہ چاہتا ہے کہ میں گھر سے باہر نکلوں اور لوگوں کی مجلس میں بیٹھا کروں۔[1]

قناعت

جو مل جائے اسی پر راضی رہنا

حضرت عبداللہ بن عبیدؒ کہتے ہیں کہ حضرت عمر بن خطابؓ نے حضرت احنفؒ کو ایک قمیض پہنے ہوئے دیکھا حضرت عمرؓ نے پوچھا اے احنف! تم نے قمیض کتنے میں خریدی؟ حضرت احنف نے کہا بارہ درہم میں حضرت عمرؓ نے کہا تمہارا بھلا ہو کیا ہی اچھا ہوتا کہ تم چھ درہم کی قمیض خریدتے اور باقی چھ درہم کسی خیر کے کام میں خرچ کر دیتے جنہیں کہ تم جانتے ہو۔[2]

حضرت حسن بصریؒ کہتے ہیں کہ حضرت عمر بن خطابؓ نے حضرت ابو موسیٰ اشعریؓ کو یہ خط لکھا کہ دنیا میں جتنی روزی مل رہی ہے تم اس پر راضی رہو اور اسی پر قناعت کر لیا کرو کیونکہ رحمان نے اپنے بندوں کو کم زیادہ روزی دی ہے اور یوں اللہ تعالیٰ ہر ایک کو آزمانا چاہتے ہیں جسے روزی زیادہ دی ہے اللہ تعالیٰ دیکھنا چاہتے ہیں کہ یہ کیسے شکر ادا کرتا ہے؟ اور اللہ تعالیٰ کا اصل شکر یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے جو دیا ہے اسے وہاں خرچ کرے جہاں اللہ تعالیٰ چاہتے ہیں۔[3]

حضرت ابو جعفرؒ کہتے ہیں کہ حضرت علیؓ نے ایک مرتبہ گھٹیا اور خشک کھجوریں کھائیں اور پھر پانی پیا۔ پھر اپنے پیٹ پر ہاتھ مار کر فرمایا جسے اس کا پیٹ جہنم میں داخل کرے اللہ اسے اپنی رحمت سے دور رکھے پھر یہ شعر پڑھا:

فانك مهما تعط بطنك سؤله • وفرجك نا لا منتهى الذم اجمعا

تم اپنے پیٹ اور شرمگاہ کی خواہش جتنی بھی پوری کرو گے اتنی ان دونوں کو انتہائی درجے کی مذمت حاصل ہوگی۔[4]

حضرت شعبیؒ کہتے ہیں کہ حضرت علی بن ابی طالبؓ نے فرمایا اے ابن آدم! تو آج کے

١۔ اخرجه الطبراني قال الهيثمي (ج ١٠ ص ٣٠٤) رواه الطبراني في الا وسط والكبير نحوه با ختصار والبزار ورجال احمد رجال الصحيح غير ابن لهيعة وحدثيه حسن على ضعفه .اه

٢۔ اخرجه ابن المبارك كذافي الكنز (ج ٢ ص ١٦١) ٣۔ اخرجه ابن ابي حاتم كذافي الكنز (ج ٢ ص ١٦١) ٤۔ اخرجه العسكري كذافي الكنز (ج ٢ ص ١٦١)

دن کی فکر کر اور کل آئندہ کی فکر نہ کر جلدی کرنے کی ضرورت نہیں کیونکہ اگر کل تجھے موت نہیں آنی ہے تو کل کی روزی تیرے پاس خود ہی آجائے گی اور یہ اچھی طرح سمجھ لے کہ تو اپنی ضرورت سے زیادہ جتنا مال کما رہا ہے وہ تو دوسروں کے لئے جمع کر رہا ہے۔[1]

حضرت سعدؓ نے اپنے بیٹے سے فرمایا اے بیٹے! جب تم غنا حاصل کرنا چاہتے ہو تو وہ تمہیں قناعت سے ملے گی کیونکہ جس میں قناعت نہیں ہوتی اسے کتنا بھی مال مل جائے اسے غنا حاصل نہیں ہو سکتی۔[2]

نکاح میں حضور ﷺ اور آپ کے صحابہؓ کا طریقہ

نبی کریم ﷺ کا حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا سے نکاح

حضرت جابر بن سمرہؓ یا کوئی دوسرے صحابی فرماتے ہیں کہ نبی کریم ﷺ بکریاں چرایا کرتے تھے پھر انہیں چھوڑ کر آپ اونٹ چرانے لگ گئے۔ حضورؐ اور آپ کے شریک اونٹ کرایا پر دیا کرتے تھے انہوں نے حضرت خدیجہؓ کی بہن کو بھی اونٹ کرایہ پر دیا جب وہ لوگ سفر پورا کر چکے تو ان اونٹوں کا کچھ کرایہ حضرت خدیجہؓ کی بہن کے ذمہ رہ گیا حضورؐ نے کا شریک جب حضرت خدیجہؓ کی بہن کے پاس کرایہ کا تقاضہ کرنے جانے لگتا ہے تو حضورؐ سے کہتا آپ بھی میرے ساتھ چلیں حضورؐ فرماتے تم چلے جاؤ مجھے تو شرم آتی ہے۔ ایک دفعہ حضورؐ کا شریک تقاضہ کرنے گیا تو حضرت خدیجہؓ کی بہن نے پوچھا (تم اکیلے تقاضا کرنے آئے ہو) محمدؐ کہاں ہیں؟ حضورؐ کے شریک نے کہا میں نے تو ان سے کہا تھا آؤ چلیں لیکن انہوں نے کہا مجھ شرم آتی ہے۔ حضرت خدیجہؓ کی بہن نے کہا میں نے حضورؐ سے زیادہ حیا والا اور زیادہ پاک دامن اور ایسا اور ایسا آدمی نہیں دیکھا یہ سن کر ان کی بہن حضرت خدیجہؓ کے دل میں حضورؐ کی محبت سرایت کر گئی تو حضرت خدیجہؓ نے حضورؐ کو پیغام بھیج کر بلایا اور کہا کہ آپ میرے والد کے پاس جائیں اور انہیں میرے نکاح کا پیغام دیں حضورؐ نے فرمایا آپ کے والد مالدار آدمی ہیں وہ ایسا نہیں کریں گے حضرت خدیجہؓ نے کہا آپ ان سے جا کر ملیں اور ان سے بات کریں آگے بات میں سنبھال لوں گی جب وہ نشہ میں ہوں اس وقت ان کے پاس جانا۔ چنانچہ حضورؐ نے ایسا ہی کیا انہوں نے حضورؐ سے حضرت خدیجہؓ کی شادی کر دی صبح کو جب وہ اپنی مجلس میں بیٹھے تو کسی نے ان سے کہا آپ نے اچھا کیا (اپنی بیٹی خدیجہ سے) محمدؐ کی شادی کر دی انہوں نے کہا کیا واقعی میں نے شادی کر دی ہے؟ لوگوں نے کہا جی ہاں۔ وہ فوراً وہاں سے کھڑے ہو کر

۱۔ اخرجه الدینوری کذافی الکنز (ج ۲ ص ۱۶۱)

۲۔ اخرجه ابن عساکر کذافی الکنز (ج ۲ ص ۱۶۱)

حضرت خدیجہؓ کے پاس آئے اور یوں کہا لوگ یوں کہہ رہے ہیں کہ میں نے (تمہاری) شادی محمدؐ سے کر دی حضرت خدیجہؓ نے کہا ہاں ٹھیک ہے اب آپ اپنی رائے کو غلط نہ سمجھیں اس لئے کہ حضرت محمد (ﷺ) ایسے اور ایسے بہت عمدہ صفات والے ہیں۔ حضرت خدیجہؓ زور لگاتی رہیں آخر ان کے والد راضی ہو گئے پھر حضرت خدیجہؓ نے دو اوقیہ چاندی یا سونا حضورؐ کے پاس بھیجا اور عرض کیا ایک جوڑا خرید کر مجھے ہدیہ کر دیں اور ایک مینڈھا اور فلاں فلاں چیزیں خرید لیں چنانچہ حضورؐ نے ایسا ہی کیا۔ ایک روایت میں یہ ہے حضرت خدیجہؓ نے کہا جوڑا خرید کر میرے والد کو ہدیہ کر دیں۔

حضرت ابن عباسؓ فرماتے ہیں کہ حضور ﷺ نے حضرت خدیجہؓ (سے شادی) کا تذکرہ کیا اور حضرت خدیجہؓ کے والد حضورؐ سے خدیجہؓ کی شادی پر راضی نہ تھے۔ حضرت خدیجہؓ نے کھانے اور پینے کا انتظام کیا اور اپنے والد اور قریش کے چند آدمیوں کو بلایا چنانچہ ان لوگوں نے (آکر) کھانا کھایا اور شراب پی یہاں تک کہ سب نشہ میں چور ہو گئے تو حضرت خدیجہؓ نے کہا حضرت محمد بن عبداللہ مجھے نکاح کا پیغام دے رہے ہیں آپ ان سے میری شادی کر یں۔ انہوں نے حضورؐ سے حضرت خدیجہؓ کی شادی کر دی۔ اس پر حضرت خدیجہؓ نے اپنے والد کو خلوق خوشبو لگائی اور انہیں جوڑا پہنایا۔ اس زمانے میں شادی کے موقع پر والد کے ساتھ ایسا کرنے کا دستور تھا جب ان کا نشہ اترا تو انہوں نے دیکھا کہ انہوں نے خلوق خوشبو لگا رکھی ہے اور جوڑا پہن رکھا ہے تو انہوں نے کہا مجھے کیا ہوا؟ یہ کیا ہے؟ حضرت خدیجہؓ نے کہا آپ نے حضرت محمد بن عبداللہ سے میری شادی کر دی ہے؟ انہوں نے کہا کیا میں نے ابو طالب کے یتیم سے شادی کر دی ہے؟ نہیں، نہیں میری زندگی کی قسم نہیں۔ حضرت خدیجہؓ نے کہا آپ کو شرم کرنی چاہئے آپ اپنے آپ کو قریش کی نگاہ میں بے وقوف ثابت کرنا چاہتے ہیں لوگوں کو بتانا چاہتے ہیں کہ آپ نشہ میں تھے؟ چنانچہ وہ اپنے والد کو سمجھاتی رہیں یہاں تک کہ وہ راضی ہو گئے۔ [2]

حضرت نفیسہؓ فرماتی ہیں کہ حضرت خدیجہ بنت خویلد رضی اللہ عنہا بڑی سمجھدار دور اندیش، طاقتور اور شریف خاتون تھیں اللہ تعالیٰ نے بھی ان کے ساتھ اکرام اور خیر کا ارادہ فرمالیا وہ اس وقت قریش میں سب سے افضل خاندان والی اور سب سے زیادہ شرافت والی اور سب سے زیادہ مالدار تھیں ان کی قوم کا ہر آدمی ان سے شادی کرنے کی تمنا رکھتا تھا اور ان سے شادی کے لئے بہت مال خرچ کرنے کے لئے تیار تھا۔ جب حضرت محمد ﷺ حضرت خدیجہؓ

---

[1] اخرجه الطبرانی قال الهیثمی (ج ۹ ص ۲۲۲) رواه الطبرانی والبزار ورجال الطبرانی رجال الصحیح غیر ابی خالد الوالبی وهو ثقه ورجال البزار ایضا الا ان شیخ احمد بن یحیی الصوفی ثقة ولکنه لیس من رجال الصحیح وقال فیه قالت وانه غیر مکره بدل مکره. انتهی.

[2] عند احمد والطبرانی ورجا لهما رجال الصحیح کما قال الهیثمی (ج ۹ ص ۲۲۰)

کا تجارتی قافلہ ملک شام سے لے کر واپس آئے تو حضرت خدیجہؓ نے مجھے حضورؐ کی خدمت میں اندازہ لگانے کے لئے بھیجا۔ میں نے جاکر کہا اے محمدؐ! آپ شادی کیوں نہیں کرتے؟ حضورؐ نے فرمایا کہ شادی کرنے کے لئے میرے پاس کچھ نہیں ہے میں نے کہا اگر شادی کا خرچ کا انتظام ہو جائے اور آپ کو خوبصورت، مالدار، شریف اور جوڑ کی عورت سے شادی کی دعوت دی جائے تو کیا آپ قبول نہیں کرلیں گے؟ حضورؐ نے فرمایا وہ عورت کون ہے؟ میں نے کہا حضرت خدیجہؓ۔ حضورؐ نے فرمایا پھر میں تیار ہوں۔ میں نے جاکر حضرت خدیجہؓ کو بتایا تو انہوں نے حضورؐ کو پیغام بھیجا کہ فلاں وقت تشریف لے آئیں اور اپنے چچا عمرو بن اسد کو پیغام بھیجا کہ وہ ان کی شادی کردیں تو وہ آگئے اور حضورؐ بھی اپنے چچوں کے ساتھ تشریف لے آئے اور ایک چچا نے حضورؐ کی شادی کرادی۔ عمرو بن اسد نے کہا یہ ایسے جوڑ کے خاوند ہیں جن کا انکار نہیں کیا جاسکتا اس شادی کے وقت حضورؐ کی عمر پچیس سال تھی اور حضرت خدیجہؓ کی عمر چالیس سال تھی وہ اصحاب فیل کے واقعہ سے پندرہ سال پہلے پیدا ہوئی تھیں۔

حضور ﷺ کا حضرت عائشہؓ اور حضرت سودہ رضی اللہ عنہما سے نکاح

حضرت عائشہؓ فرماتی ہیں کہ جب حضرت خدیجہؓ کا انتقال ہو گیا تو مکہ ہی میں حضرت عثمان بن مظعونؓ کی بیوی حضرت خولہ بنت حکیم بن اوقصؓ نے عرض کیا یا رسول اللہ! کیا آپ شادی نہیں کرتے؟ حضورؐ نے فرمایا کس سے؟ انہوں نے کہا اگر آپ چاہیں تو کنواری سے اور اگر آپ فرمائیں تو بیوہ سے۔ حضورؐ نے فرمایا کنواری کون ہے؟ انہوں نے کہا اللہ کی مخلوق میں آپ کو جو سب سے زیادہ محبوب ہیں ان کی بیٹی حضرت عائشہ بنت ابی بکر رضی اللہ عنہما۔ حضورؐ نے فرمایا بیوہ کون ہے؟ انہوں نے کہا حضرت سودہؓ بنت زمعہؓ جو آپ پر ایمان لائی ہیں اور آپ کے دین کا اتباع کر چکی ہیں حضورؐ نے فرمایا اچھا جاکر دونوں سے میرا ذکر کرو۔ حضرت خولہؓ حضرت ابوبکرؓ کے گھر گئیں وہاں میری والدہ انہیں ملیں حضرت خولہؓ نے کہا اے ام رومان اللہ تعالیٰ کتنی بڑی خیر و برکت آپ لوگوں کو دینا چاہتے ہیں مجھے حضور ﷺ نے عائشہؓ سے شادی کا پیغام دینے کے لئے بھیجا ہے۔ حضرت ام رومانؓ نے کہا میں تو چاہتی ہوں لیکن تم حضرت ابوبکرؓ کا انتظار کرلو وہ آنے ہی والے ہیں چنانچہ جب حضرت ابوبکرؓ آگئے تو حضرت خولہؓ نے کہا اے ابوبکر! اللہ تعالیٰ کتنی بڑی خیر و برکت آپ لوگوں کو دینا چاہتے ہیں مجھے حضور ﷺ نے عائشہؓ سے شادی کا پیغام دینے کے لئے بھیجا ہے۔ حضرت ابوبکرؓ نے کہا کیا عائشہؓ سے حضورؐ کی شادی ہو سکتی ہے؟ یہ تو ان کی بھتیجی ہے۔ حضرت خولہؓ نے واپس جاکر حضورؐ کو حضرت ابوبکرؓ کی یہ بات بتائی حضورؐ نے

فرمایا واپس جاکر حضرت ابو بکرؓ سے کہو تم اسلام میں میرے بھائی ہو اور میں تمہارا بھائی ہوں (یہ خون کا رشتہ نہیں ہے اس لئے) تمہاری بیٹی کی مجھ سے شادی ہو سکتی ہے۔ حضرت خولہؓ نے جاکر حضرت ابو بکرؓ کو بتایا حضرت ابو بکرؓ نے کہا حضور ﷺ کو بلا لاؤ حضورؐ تشریف لائے تو حضرت ابو بکرؓ نے حضورؐ سے میری شادی کر دی۔[1]

حضرت ابو سلمہ اور حضرت یحییٰ بن عبد الرحمٰن بن حاطبؒ کہتے ہیں کہ حضور ﷺ نے حضرت خولہ رضی اللہ عنہا سے کہا واپس جاکر ابو بکرؓ کو بتادو کہ میں تمہارا اور تم میرے اسلامی بھائی ہو اور تمہاری بیٹی کی شادی مجھ سے ہو سکتی ہے۔ حضرت خولہ کہتی ہیں میں نے جاکر حضرت ابو بکرؓ کو حضورؐ کا جواب بتادیا انہوں نے کہا ذرا انتظار کرو یہ کہہ کر حضرت ابو بکرؓ باہر چلے گئے۔ حضرت ام رومانؓ نے کہا مطعم بن عدی نے حضرت ابو بکرؓ کو اپنے بیٹے جبیر کا عائشہؓ کے لئے پیغام دیا تھا اور حضرت ابو بکرؓ نے مطعم سے وعدہ کر لیا تھا اور حضرت ابو بکرؓ کبھی اپنے وعدے کے خلاف نہیں کرتے ہیں (اس لئے وہ مطعم سے بات کرنے گئے ہیں) چنانچہ جب حضرت ابو بکرؓ مطعم کے پاس پہنچے تو اس کے پاس اس کی بیوی بیٹھی ہوئی تھی جو اس کے بیٹے (جبیر) کی ماں تھی۔ مطعم کی بیوی نے حضرت ابو بکرؓ کو ایسی بات کہی جس کی وجہ سے وہ وعدہ پورا کرنا حضرت ابو بکرؓ کے ذمہ نہ رہا جو انہوں نے مطعم سے کیا تھا اس کی صورت یہ ہوئی کہ حضرت ابو بکرؓ نے مطعم سے کہا آپ اس لڑکی (عائشہؓ) کے معاملے میں کیا کہتے ہیں؟ مطعم نے اپنی بیوی کی طرف متوجہ ہو کر کہا اے فلانی! تم کیا کہتی ہو؟ اس نے حضرت ابو بکرؓ کی طرف متوجہ ہو کر کہا اگر ہم اس نوجوان کی شادی (تمہاری بیٹی سے) کر دیں تو شاید تم زور لگا کر میرے بیٹے کو اپنے دین میں داخل کر لو گے۔ حضرت ابو بکرؓ نے مطعم سے کہا آپ کیا کہتے ہیں؟ اس نے کہا یہ جو کچھ کہہ رہی ہے آپ اسے سن ہی رہے ہیں (یعنی میری بات بھی یہی ہے گویا دونوں نے انکار کر دیا) اس طرح دونوں کے انکار سے وہ وعدہ ختم ہو گیا جو حضرت ابو بکرؓ نے مطعم سے کر رکھا تھا۔ وہاں سے واپس آکر حضرت ابو بکرؓ نے حضرت خولہ سے کہا رسول اللہ ﷺ کو بلا لاؤ۔ چنانچہ وہ حضورؐ کو بلا لائیں اور حضرت ابو بکرؓ نے حضورؐ سے حضرت عائشہؓ کی شادی کر دی۔ اس وقت حضرت عائشہؓ کی عمر چھ سال تھی پھر حضرت خولہؓ حضرت سودہ بنت زمعہؓ کے ہاں گئیں اور ان سے کہا اللہ تعالیٰ نے کتنی بڑی خیر و برکت تمہیں دینے کا ارادہ فرمالیا ہے۔ حضرت سودہؓ نے کہا وہ کیسے؟ حضرت خولہؓ نے کہا حضور ﷺ نے مجھے شادی کا پیغام دے کر بھیجا ہے حضرت سودہؓ نے کہا میں تو چاہتی ہوں میرے والد (زمعہ) کے پاس جاؤ اور ان سے تذکرہ کرو۔ وہ بہت بوڑھے، عمر رسیدہ تھے حج میں بھی نہ جا سکے تھے۔

---

[1] اخرجه الطبرانی قال الهیثمی (ج ۹ ص ۲۲۵) رجاله رجال الصحیح غیر محمد بن عمرو بن علقمة وهو حسن الحدیث

حضرت خولہؓ نے جاکر ان کو جاہلیت کے طریقے پر سلام کیا۔ زمعہ نے پوچھا یہ عورت کون ہے؟ حضرت خولہؓ نے کہا خولہ بنت حکیم زمعہ نے پوچھا کیا بات ہے؟ تم کیوں آئی ہو؟ حضرت خولہؓ نے کہا مجھے حضرت محمدؐ بن عبداللہ نے بھیجا ہے وہ سودہؓ سے شادی کرنا چاہتے ہیں زمعہ نے کہا وہ تو بہت عمدہ اور جوڑ کے خاوند ہیں لیکن تمہاری سہیلی (یعنی سودہؓ) کیا کہہ رہی ہے۔ حضرت خولہؓ نے کہا وہ بھی چاہتی ہیں زمعہ نے کہا اچھا حضرت محمدؐ کو میرے پاس بلا لاؤ چنانچہ حضورؐ زمعہ کے پاس گئے اور زمعہ نے حضورؐ سے حضرت سودہؓ کی شادی کر دی حضرت سودہؓ کے بھائی عبد بن زمعہؓ حج سے فارغ ہو کر جب مکہ آئے تو وہ اس شادی کی خبر سن کر اپنے سر پر مٹی ڈالنے لگے لیکن مسلمان ہونے کے بعد کہا کرتے تھے کہ میں بڑا بے وقوف تھا میں نے اس وجہ سے اپنے سر پر مٹی ڈالی تھی کہ حضورؐ نے (میری بہن) سودہؓ بنت زمعہ سے شادی کرلی تھی۔ حضرت عائشہؓ فرماتی ہیں پھر ہم لوگ مدینہ آگئے اور سخ محلہ میں قبیلہ بنو حارث بن خزرج میں ٹھہر گئے۔ ایک دن حضور ﷺ ہمارے گھر تشریف لائے۔ کھجور کے دو تنوں کے درمیان ایک جھولا ڈال رکھا تھا میں اس پر جھولا جھول رہی تھی میری والدہ نے مجھے جھولے سے اتارا میرے سر کے بال بہت چھوٹے تھے انہیں ٹھیک کیا اور پانی سے میرا منہ دھویا پھر مجھے لے کر چلیں اور دروازے پر مجھے کھڑا کر دیا میرا سانس چڑھا ہوا تھا میں وہاں کھڑی رہی یہاں تک کہ میرا سانس ٹھیک ہو گیا پھر مجھے کمرے میں لے گئیں میں نے دیکھا کہ حضورؐ ہمارے گھر میں ایک تخت پر تشریف فرما ہیں اور آپ کے پاس انصار کے بہت سے مرد اور عورتیں بیٹھی ہوئی ہیں۔ میری والدہ نے مجھے اس کمرے میں بٹھا دیا۔

پھر میری والدہ نے کہا یہ آپ کی اہلیہ ہے اللہ تعالیٰ آپ کے لئے اس میں اور اس کے لئے آپ میں برکت نصیب فرمائے یہ سنتے ہی تمام مرد اور عورتیں ایک دم کھڑے ہو چلے گئے یوں میری رخصتی ہو گئی اور حضور ﷺ نے مجھ سے ہمارے ہی گھر میں خلوت فرمائی اور میری شادی پر نہ کوئی اونٹ ذبح ہوا نہ کوئی بکری۔ البتہ حضرت سعد بن عبادہؓ نے حضورؐ کی خدمت میں وہ پیالہ بھیج دیا جو وہ حضورؐ کی خدمت میں اس بیوی کے گھر بھیجا کرتے تھے جس کی باری ہوتی تھی۔ اس وقت میری عمر سات سال تھی (لیکن صحیح روایت یہ ہے کہ اس وقت حضرت عائشہؓ کی عمر نو سال تھی)[1]

---

[1] اخرجه احمد قال الهيثمي (ج ۹ ص ۲۲۷) رواه احمد بعضه صرح فيه بالا تصال عن عائشة واكثره مرسل وفيه محمد بن عمرو بن علقمة وثقه غير واحد وبقية رجاله رجال الصحيح وفي الصحيح طرف منه . انتهى

حضور ﷺ کا حضرت حفصہ بنت عمرؓ سے نکاح

حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ حضرت حفصہؓ کی شادی پہلے حضرت خنیس بن حذافہ سہمیؓ سے ہوئی تھی وہ جنگ بدر میں بھی شریک ہوئے تھے ان کا مدینہ میں انتقال ہو گیا ان کے انتقال کے بعد حضرت عمرؓ کی حضرت عثمانؓ سے ملاقات ہوئی تو ان سے حضرت عمرؓ نے کہا اگر آپ چاہیں تو میں آپ سے حفصہ کی شادی کر دوں۔ حضرت عثمانؓ نے کہا میں ذرا اس بارے میں سوچ لوں چند دن کے بعد حضرت عثمانؓ نے کہا میری تو یہی رائے بنی ہے کہ میں شادی نہ کروں پھر حضرت عمرؓ نے حضرت ابو بکر صدیقؓ سے کہا اگر آپ چاہیں تو میں آپ سے حفصہؓ کی شادی کروں حضرت ابو بکرؓ خاموش رہے حضرت عمرؓ فرماتے ہیں کہ حضرت عثمانؓ کے انکار سے زیادہ غصہ مجھے حضرت ابو بکرؓ کی خاموشی پر آیا پھر چند دن کے بعد حضور ﷺ نے حفصہؓ سے شادی کا پیغام دیا اور میں نے حفصہؓ کی شادی حضورؐ سے کر دی پھر حضرت ابو بکرؓ مجھے ملے اور انہوں نے مجھے کہا تم نے جس وقت حفصہؓ سے شادی کی مجھے پیشکش کی تھی اور میں نے تمہیں اس کا کوئی جواب نہیں دیا تھا شاید تمہیں مجھ پر غصہ آیا ہو گا میں نے کہا ہاں۔ حضرت ابو بکرؓ نے کہا میں نے تمہیں صرف اس وجہ سے جواب نہیں دیا تھا کیونکہ مجھے معلوم تھا کہ حضورؐ نے حفصہ سے شادی کا ذکر کیا ہے اور میں حضورؐ کا راز فاش نہیں کرنا چاہتا تھا اگر حضورؐ اس سے شادی نہ کرتے تو میں کر لیتا[1] ابن حبان کی روایت میں مزید یہ ہے کہ حضرت عمرؓ نے فرمایا کہ میں نے حضرت عثمانؓ کی حضور ﷺ سے شکایت کی (کہ میں ان سے حفصہؓ کی شادی کرنا چاہتا ہوں اور وہ انکار کر رہے ہیں) حضورؐ نے فرمایا حفصہؓ کی عثمانؓ سے بہتر آدمی سے شادی ہو جائے گی اور عثمانؓ کی حفصہؓ سے بہتر عورت سے شادی ہو جائے گی چنانچہ حضورؐ نے حضرت عثمانؓ کی شادی اپنی بیٹی سے کر دی (اور حضرت حفصہؓ سے خود شادی کر لی)[2]

حضور ﷺ کا حضرت ام سلمہ بنت ابی امیہؓ سے نکاح

حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں جب میری عدت پوری ہو گئی تو حضرت ابو بکرؓ نے مجھے شادی کا پیغام بھیجا میں نے انہیں انکار کر دیا پھر حضورؐ نے شادی کا پیغام دے کر ایک آدمی بھیجا میں نے اس سے کہا اللہ کے رسول ﷺ کو بتا دو کہ مجھ میں غیرت کا مضمون بہت زیادہ ہے اور میرے بچے بھی ہیں اور میرا کوئی سرپرست یہاں موجود نہیں ہے (اس

---

[1] اخرجه البخاري والنسائي كذافي جمع الفوائد (ج ۱ ص ۲۱٤)
[2] اخرجه ايضا احمد والبيهقي وابو يعلى وابن حبان كذافي منتخب الكنز (ج ٥ ص ۱۲۰)

آدمی نے جا کر یہ باتیں حضور کو بتائیں) حضورؐ نے فرمایا جا کر ام سلمہ سے کہہ دو کہ تم نے جو کہا ہے کہ مجھ میں غیرت کا مضمون بہت زیادہ ہے تو میں اللہ تعالیٰ سے دعا کروں گا یہ غیرت (کی زیادتی) جاتی رہے گی اور تم نے جو کہا ہے کہ میرے بچے بھی ہیں تو تمہارے بچوں کا بھی انتظام ہو جائے گا اور تم نے جو کہا ہے کہ میرا کوئی سرپرست یہاں نہیں ہے تو تمہارا کوئی موجود یا غیر حاضر سرپرست (مجھ سے شادی کرنے پر) ناراض نہیں ہو گا (اس آدمی نے جا کر حضرت ام سلمہ کو یہ تمام باتیں بتائیں) اس پر حضرت ام سلمہؓ نے اپنے بیٹے حضرت عمرؓ سے کہا اٹھو اور میری شادی اللہ کے رسول ﷺ سے کر دو چنانچہ اس نے میری شادی حضورؐ سے کر دی۔[1]

حضرت ام سلمہؓ فرماتی ہیں کہ جب میں مدینہ آئی تو میں نے مدینہ والوں کو بتایا کہ میں ابو امیہ بن مغیرہ کی بیٹی ہوں لیکن ان لوگوں نے میری اس بات کو نہ مانا پھر ان میں سے کچھ لوگ حج کو جانے لگے تو انہوں نے کہا کیا تم اپنے خاندان والوں کو کچھ لکھو گی چنانچہ میں نے انہیں خط لکھ کر دیا جب وہ لوگ حج کر کے مدینہ واپس آئے تو انہوں نے بتایا کہ یہ ٹھیک کہہ رہی ہیں اس سے مدینہ والوں کی نگاہ میں میری عزت اور بڑھ گئی۔ جب میری بیٹی زینب پیدا ہوئی (اور میری عدت پوری ہو گئی) تو حضور ﷺ میرے پاس تشریف لائے اور مجھے شادی کا پیغام دیا تو میں نے کہا کیا مجھ جیسی عورت کا بھی نکاح ہو سکتا ہے میری عمر اتنی زیادہ ہو گئی ہے کہ اب میرا کوئی بچہ پیدا نہیں ہو گا اور مجھ میں غیرت بہت ہے اور میرے بچے بھی ہیں حضورؐ نے فرمایا میں عمر میں تم سے بڑا ہوں اور تمہاری غیرت کو اللہ تعالیٰ دور کر دے گا اور تمہارے بچے اللہ اور اس کے رسولؐ کے حوالے۔ پھر (میں راضی ہو گئی اور) حضورؐ نے مجھ سے شادی کر لی پھر حضورؐ میرے پاس تشریف لائے اور از راہ شفقت فرماتے ہیں کہ زناب کہاں ہے؟ (زینب کو لاڈ پیار کی وجہ سے زناب فرماتے) ایک دن حضرت عمارؓ آکر زینب کو زور سے لے گئے اور یوں کہا اس کی وجہ سے حضور ﷺ کو اپنی ضرورت پوری کرنے میں دقت پیش آتی ہے میں اسے دودھ پلاتی تھی۔ پھر حضورؐ تشریف لائے اور فرمایا زناب کہاں ہے؟ اس وقت (میری بہن) حضرت قریبہ بنت ابی امیہؓ بھی وہاں تھیں انہوں نے کہا کہ (عمار) ابن یاسرؓ اسے لے گئے اس پر حضورؐ نے فرمایا آج رات میں تمہارے پاس آؤں گا میں نے کھال کا ایک ٹکڑا نکالا (جسے چکی کے نیچے رکھا جاتا تھا تاکہ آٹا اس پر گرے) اور گھڑے میں سے جو کے دانے نکالے اور کچھ چربی نکالی اور پھر چربی میں ملا کر حضورؐ کے لئے مالیدہ تیار کیا چنانچہ وہ رات حضورؐ نے میرے ہاں گزاری اور صبح کو فرمایا تم اپنے خاندان میں عزت والی ہو اگر تم چاہو تو میں تمہارے لئے باری کی سات راتیں مقرر کر دوں لیکن یہ خیال

[1] اخرجه النسائي بسند صحيح كذافي الاصابة (ج ٤ ص ٤٥٩) وجمع الفوائد (ج ١ ص ٢١٤)

رکھنا کہ اگر تمہارے لئے سات راتیں مقرر کردوں گا تو باقی بیویوں کے لئے بھی سات راتیں مقرر کرنی ہوں گی۔[1]

حضور ﷺ کا حضرت ام حبیبہ بنت ابی سفیانؓ سے نکاح

حضرت اسماعیل بن عمروؒ کہتے ہیں کہ حضرت ام حبیبہ بنت ابی سفیانؓ نے فرمایا کہ میں حبشہ میں تھی مجھے پتہ ہی اس وقت چلا جب (حبشہ کے بادشاہ) نجاشیؓ کی ابر ہہؓ نامی باندی ان کی طرف سے قاصد بن کر آئی اور یہ بادشاہ کے کپڑوں اور تیل کی خدمت پر مقرر تھی۔ اس نے مجھ سے اجازت مانگی میں نے اسے اجازت دی اس نے کہا بادشاہ نجاشیؓ یہ کہہ رہے ہیں کہ حضور ﷺ نے مجھے لکھا ہے کہ میں آپ کی شادی حضورؐ سے کردوں میں نے کہا اللہ تمہیں بھی خیر کی بشارت دے (یعنی میں راضی ہوں) پھر اس نے کہا بادشاہ آپ سے یہ کہہ رہے ہیں کہ آپ کسی کو وکیل مقرر کردیں جو آپ کی شادی کردے، اس پر میں نے حضرت خالد بن سعید بن عاصؓ کو (جو کہ میرے چچا تھے) بلا کر اپنا وکیل بنادیا اور میں نے حضرت ابر ہہؓ کو چاندی کے دو کنگن اور چاندی کے دو پازیب جو کہ میں نے پہنے ہوئے تھے اور چاندی کی وہ ساری انگوٹھیاں جو میرے پاؤں کی ہر انگلی میں تھیں سب اتار کر اس بشارت کی خوشخبری میں دے دیں شام کو حضرت نجاشیؓ نے حضرت جعفر بن ابی طالبؓ اور جتنے مسلمان وہاں تھے ان سب کو بلایا اور یہ خطبہ پڑھا کہ تمام تعریفیں اس اللہ کے لئے ہیں جو بادشاہ ہے، سب عیبوں سے پاک ہے، امن دینے والا ہے، زبردست ہے، خرابی درست کرنے والا ہے اور میں اس بات کی گواہی دیتا ہوں کہ اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں ہے اور حضرت محمد ﷺ اس کے بندے اور رسول ہیں اور یہ وہی رسولؐ ہیں جس کی بشارت حضرت عیسیٰ بن مریم علیہما السلام نے دی تھی امابعد ! حضور ﷺ نے یہ حکم فرمایا ہے کہ میں ان کا نکاح ام حبیبہ بنت ابی سفیانؓ سے کردوں چنانچہ میں حضورؐ کے حکم کی تعمیل کر رہا ہوں اور حضورؐ کی طرف سے ان کو چار سو دینار مہر میں دے رہا ہوں یہ کہہ کر حضرت نجاشیؓ نے چار سو دینار ان لوگوں کے سامنے رکھ دیئے اس کے بعد حضرت خالد بن سعیدؓ نے بات شروع کی اور فرمایا تمام تعریفیں اللہ کے لئے ہیں میں اسی کی تعریف کرتا ہوں اور اسی سے مغفرت چاہتا ہوں اور اس بات کی گواہی دیتا ہوں کہ اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں ہے، اور حضرت محمد ﷺ اس کے بندے اور رسولؐ ہیں، اللہ نے ان کو ہدایت اور دین حق دے کر بھیجا تاکہ اس دین حق کو تمام دینوں پر غالب کرے اگرچہ مشرکوں کو یہ بات ناگوار گزرے امابعد ! حضور ﷺ نے جو حکم فرمایا ہے میں اسے قبول کرتا

---

[1] عند ابن عساكر كذافي الكنز (ج ٧ ص ١١٧) واخرجه النسائي بسند صحيح عن ام سلمه نحوه كما في الا صابة (ج ٤ ص ٤٥٩) واخرجه ابن سعد (ج ٨ ص ٩٣) عن ام سلمى سلمه نحوه

ہوں اور میں نے حضورؐ سے ام حبیبہ بنت ابی سفیانؓ کی شادی کر دی اللہ تعالیٰ اپنے رسول کو (اس شادی میں برکت نصیب فرمائے پھر حضرت نجاشیؓ نے وہ دینار حضرت خالد بن سعیدؓ کو دیئے جو حضرت خالدؓ نے لے لئے پھر مسلمان وہاں سے اٹھنے لگے تو حضرت نجاشیؓ نے کہا آپ لوگ بیٹھے رہیں کیونکہ انبیاء علیہم السلام کی سنت یہ ہے کہ جب وہ شادی کرتے ہیں تو ان کی شادی پر کھانا کھلایا جاتا ہے پھر حضرت نجاشیؓ نے کھانا منگوایا جو ان سب نے کھایا اور پھر سب چلے گئے۔[1]

حضرت اسماعیل بن عمرو بن عاصؒ کہتے ہیں حضرت ام حبیبہؓ نے فرمایا کہ میں نے (حبشہ میں) خواب میں دیکھا کہ میرے خاوند عبیداللہ بن جحش کی شکل و صورت بہت بگڑی ہوئی ہے میں گھبرا گئی میں نے کہا اس کی حالت بدل گئی ہے چنانچہ وہ صبح کو کہنے لگا اے ام حبیبہ! میں نے دین کے بارے میں بہت سوچا ہے مجھے تو کوئی دین نصرانیت سے بہتر نظر نہیں آرہا ہے میں تو پہلے نصرانی تھا پھر میں محمدؐ کے دین میں داخل ہوا تھا اب میں پھر نصرانیت میں واپس آگیا ہوں میں نے کہا اللہ کی قسم تمہارے لئے اس طرح کرنے میں بالکل خیر نہیں ہے اور جو خواب میں نے دیکھا تھا وہ میں نے اسے بتایا لیکن اس نے اس کی کوئی پرواہ نہ کی، آخر وہ شراب پینے میں ایسا لگا کہ اسی میں مر گیا پھر میں نے خواب دیکھا کہ کسی آنے والے نے مجھ سے کہا اے ام المومنین! یہ سن کر میں گھبرا گئی، اور میں نے اس کی تعبیر یہ نکالی کہ حضور ﷺ مجھ سے شادی کریں گے ابھی میری عدت ختم ہوئی ہی تھی کہ حضرت نجاشیؓ کا قاصد میرے پاس آیا پھر آگے پچھلی حدیث جیسا مضمون ذکر کیا اس کے بعد یہ مضمون ہے کہ حضرت ام حبیبہؓ نے فرمایا کہ جب وہ مال (یعنی چار سو دینار) میرے پاس آیا تو میں نے حضرت ابرہہؓ کو جنھوں نے مجھے بشارت دی تھی پیغام دے کر بلایا اور میں نے اس سے کہا اس دن میں نے تمہیں جو کچھ دیا تھا وہ تو تھوڑا تھا اس لئے کہ میرے پاس مال نہیں تھا اب میرے پاس مال آگیا ہے یہ پچاس مثقال (پونے انیس تولے) سونا لے لو اور اسے اپنے کام میں لے آؤ اس نے ایک ڈبہ نکالا جس میں میری دی ہوئی تمام چیزیں تھیں اور اس نے وہ مجھے واپس کرتے ہوئے کہا کہ بادشاہ نے مجھے قسم دے کر کہا ہے کہ میں آپ سے کچھ نہ لوں اور میں ہی بادشاہ کے کپڑوں اور خوشبو کو سنبھالتی ہوں اور میں نے حضور ﷺ کے دین کو اختیار کر لیا ہے اور مسلمان ہو گئی ہوں اور بادشاہ نے اپنی تمام بیویوں کو حکم دیا ہے کہ ان کے پاس جتنا عطر ہے وہ سارا آپ کے پاس بھیج دیں چنانچہ اگلے دن عود، ورس، عنبر اور زباد بہت ساری خوشبوئیں لے کر میرے پاس آئی اور یہ تمام خوشبوئیں لے کر میں حضورؐ کی خدمت میں آئی اور آپ دیکھتے کہ یہ خوشبوئیں میرے پاس ہیں اور میں نے لگا رکھی ہیں لیکن آپؐ نے کبھی انکار نہیں فرمایا پھر حضرت ابرہہؓ نے کہا

[1] اخرجه الزبير بن بكار كذافي البداية (ج ٤ ص ١٤٣)

مجھے آپ سے ایک کام ہے کہ آپ حضور ﷺ کی خدمت میں میرا اسلام عرض کر دیں اور انہیں بتادیں کہ میں نے ان کا دین اختیار کر لیا ہے اس کے بعد حضرت ابرہہؓ مجھ پر اور زیادہ مہربان ہو گئی اور اسی نے میرا سامان تیار کر لیا تھا وہ جب بھی میرے پاس آتی تو یہ کہتی جو کام میں نے آپ کو بتایا ہے اسے نہ بھول جانا جب ہم لوگ حضورؐ کی خدمت میں آئے تو میں نے حضورؐ کو ساری بات بتائی کہ کیسے شادی منگنی وغیرہ ہوئی اور حضرت ابرہہؓ نے میرے ساتھ کیسا اچھا سلوک کیا حضورؐ سن کر مسکرائے پھر میں نے حضور کو حضرت ابرہہؓ کا سلام پہنچایا حضورؐ نے جواب میں فرمایا وعلیہا السلام ورحمۃ اللہ وبرکاتہ[1]

حضور ﷺ کا حضرت زینب بنت جحشؓ سے نکاح

حضرت انسؓ فرماتے ہیں کہ جب حضرت زینبؓ کی عدت پوری ہو گئی تو حضور ﷺ نے حضرت زیدؓ کو فرمایا جاؤ اور زینبؓ سے میرے نکاح کا تذکرہ کرو حضرت زیدؓ گئے جب وہ ان کے پاس پہنچے تو وہ آٹے میں خمیر ڈال رہی تھیں حضرت زیدؓ کہتے ہیں جب میں نے ان کو دیکھا تو مجھے اپنے دل میں ان کی ایک عظمت محسوس ہوئی کہ حضورؐ ان سے شادی کرنا چاہتے ہیں (اس لئے یہ بہت بڑے مرتبہ والی عورت ہیں) اور اس عظمت کی وجہ سے میں انہیں دیکھنے کی ہمت نہیں کر سکا اس لئے میں ایڑیوں کے بل مڑا اور ان کی طرف پشت کر کے کہا اے زینب! تمہیں خوشخبری ہو، مجھے رسول ﷺ نے بھیجا ہے وہ تم سے شادی کرنا چاہتے ہیں، حضرت زینبؓ نے کہا میں جب تک اپنے رب سے مشورہ نہ کرلوں اس وقت تک میں کوئی کام نہیں کیا کرتی یہ کہہ کر وہ کھڑی ہو کر اپنی نماز پڑھنے کی جگہ پر چلی گئیں اور ادھر حضورؐ پر قرآن نازل ہوا (جس میں اللہ تعالیٰ نے فرمایا زوجنا کھا ہم نے تمہاری شادی زینب سے کر دی چونکہ اللہ کے شادی کرنے سے حضرت زینبؓ حضورؐ کی بیوی بن گئی تھیں اس وجہ سے حضورؐ تشریف لے گئے اور حضرت زینبؓ کے پاس اجازت لئے بغیر اندر چلے گئے، حضرت انسؓ فرماتے ہیں کہ میں نے دیکھا کہ جب حضورؐ نے ان سے خلوت فرمائی تو حضورؐ نے ہمیں ولیمہ میں گوشت اور روٹی کھلائی اکثر لوگ کھانا کھا کر باہر چلے گئے لیکن کچھ لوگ کھانے کے بعد وہیں گھر میں بیٹھ کر باتیں کرتے رہے، آپ گھر سے باہر تشریف لائے میں بھی آپؐ کے پیچھے پیچھے چل پڑا، آپؐ اپنی بیویوں کے مکانات میں تشریف لے گئے اور اندر جا کر ہر ایک کو سلام کرتے وہ پوچھتیں یا رسول اللہ! آپ نے اپنے گھر والوں کو کیسا پایا؟ اب مجھے یاد نہیں کہ میں نے حضورؐ کو بتایا یا کسی اور نے بتایا کہ لوگ چلے گئے ہیں تو آپ چلے اور (حضرت زینبؓ

[1] اخرجه الحاكم (ج ٤ ص ٢٠) و اخرجه ابن سعد (ج ٨ صض ٩٧) عن اسماعيل بن عمرو سعيد الاموی بمعناه

والے) گھر میں داخل ہونے لگے میں بھی آپؐ کے ساتھ داخل ہونے لگا تو حضورؐ نے میرے اور اپنے درمیان پردہ ڈال دیا اور پردہ کا حکم نازل ہوا اور اس موقع پر اللہ تعالیٰ نے جو آداب مسلمانوں کو سکھائے وہ حضورؐ نے صحابہؓ کو بتائے، لَاتَدْخُلُوْا بُيُوْتَ النَّبِيِّ اِلَّآ اَنْ يُّؤْذَنَ لَكُمْ (سورت احزاب آیت ۵۳) ترجمہ "اے ایمان والو! نبی کے گھروں میں (بے بلائے) مت جایا کرو مگر جس وقت تم کو کھانے کے لئے اجازت دی جائے ایسے طور پر کہ اس کی تیاری کے منتظر نہ رہو لیکن جب تم کو بلایا جاوے (کہ کھانا تیار ہے) تب جایا کرو پھر جب کھانا کھا چکو تو اٹھ کر چلے جایا کرو اور باتوں میں جی لگا کر مت بیٹھے رہا کرو اس بات سے نبی کو ناگواری ہوتی ہے سو وہ تمہارا لحاظ کرتے ہیں اور اللہ تعالیٰ صاف صاف بات کہنے سے (کسی کا) لحاظ نہیں کرتا اور جب تم ان سے کوئی چیز مانگو تو پردے کے باہر سے مانگا کرو یہ بات (ہمیشہ کے لئے) تمہارے دلوں اور ان کے دلوں کے پاک رہنے کا عمدہ ذریعہ ہے اور تم کو جائز نہیں کہ رسول اللہ کو کلفت پہنچاؤ اور نہ یہ جائز ہے کہ تم آپ کے بعد آپ کی بیویوں سے کبھی بھی نکاح کرو یہ خدا کے نزدیک بڑی بھاری (معصیت) کی بات ہے۔"[1] بخاری میں حضرت انسؓ کی روایت ہے کہ حضور ﷺ نے حضرت زینب بنت جحش رضی اللہ عنہا سے خلوت فرمائی اور ولیمہ میں روٹی اور گوشت کھلایا حضورؐ نے کھانے پر بلانے کے لئے مجھے بھیجا لوگ آتے کھانا کھاتے اور باہر چلے جاتے پھر دوسرے لوگ آتے کھا کر باہر چلے جاتے میں لوگوں کو بلا بلا کر بھیجتا رہا یہاں تک کہ جب مجھے بلانے کے لئے کوئی نہ ملا تو میں نے عرض کیا یا نبی اللہ! مجھے کوئی ایسا نہیں مل رہا ہے جسے میں کھانے پر بلاؤں حضورؐ نے فرمایا کھانا اٹھالو باقی لوگ تو چلے گئے لیکن تین آدمی ایسے رہ گئے جو گھر میں بیٹھ کر باتیں کرتے رہے۔ حضورؐ باہر تشریف لے گئے اور حضرت عائشہؓ کے مکان میں داخل ہو گئے اور فرمایا اے گھر والو! السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ۔ حضرت عائشہؓ نے کہا وعلیکم السلام ورحمۃ اللہ وبرکاتہ اللہ تعالیٰ آپ کو اس شادی میں برکت نصیب فرمائے آپ نے اپنے گھر والوں کو کیسا پایا؟ حضورؐ اپنی تمام بیویوں کے گھروں میں تشریف لے گئے اور ان سب سے یہی فرماتے جو حضرت عائشہؓ کو فرمایا تھا اور وہ سب جواب میں حضور کو یہی کہتیں جو حضرت عائشہؓ نے کہا تھا پھر حضورؐ واپس تشریف لائے تو دیکھا وہ تینوں آدمی بیٹھے باتیں کررہے ہیں آپ بہت شرم وحیا والے تھے (اس لئے ان تینوں سے کچھ نہ فرمایا) اور آپؐ پھر حضرت عائشہؓ کے گھر کی طرف تشریف لے گئے اب مجھے یاد نہیں کہ میں نے حضور کو بتایا یا کسی اور نے بتایا کہ وہ لوگ چلے گئے ہیں تو آپ واپس تشریف لے آئے اور جب آپ نے ایک قدم چوکھٹ کے اندر رکھ لیا اور ایک ابھی باہر ہی تھا تو آپ نے میرے درمیان پردہ ڈال لیا اور پردے کی آیت نازل ہوئی۔

---

[1] اخرجه احمد و كذا رواه مسلم والنسائی

حضرت انس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ حضور ﷺ نے ایک زوجہ محترمہ کے ساتھ پہلی رات گزاری تو (میری والدہ) حضرت ام سلیمؓ نے کھجور، گھی اور آٹے کو ملا کر حلوہ تیار کیا اور ایک برتن میں ڈال کر مجھ سے کہا کہ حضور ﷺ کی خدمت میں لے جاؤ اور عرض کرو کہ یہ تھوڑا سا کھانا ہماری طرف سے پیش خدمت ہے۔ اس زمانے میں لوگ بڑی مشقت اور تنگی میں تھے چنانچہ وہ لے کر میں حضورؐ کی خدمت میں حاضر ہوا اور عرض کیا یا رسول اللہ! حضرت ام سلیم نے آپ کی خدمت میں یہ کھانا بھیجا ہے وہ آپ کو سلام کہہ رہی ہیں اور عرض کیا ہے کہ یہ ہماری طرف سے تھوڑا سا کھانا پیش خدمت ہے۔ حضورؐ نے کھانے کو دیکھ کر فرمایا اسے گھر کے کونے میں رکھ دو پھر فرمایا جاؤ اور فلاں فلاں کو بلا لاؤ حضورؐ نے جن کے نام لئے میں نے ان کو بھی بلایا اور جو مسلمان ملا اسے بھی بلایا میں واپس آیا تو گھر، چبوترہ اور صحن لوگوں سے بھرا ہوا تھا راوی کہتے ہیں کہ میں نے پوچھا اے ابو عثمان! (یہ حضرت انسؓ کی کنیت ہے) لوگ کتنے تھے؟ حضرت انسؓ نے کہا تقریباً تین سو۔ پھر حضورؐ نے فرمایا وہ کھانا لے آؤ چنانچہ میں وہ لے آیا اور حضورؐ نے اس پر ہاتھ رکھ کر دعا مانگی اور کچھ پڑھا پھر فرمایا دس دس کا حلقہ بنالو اور بسم اللہ پڑھ کر ہر انسان اپنے سامنے سے کھائے چنانچہ صحابہؓ نے بسم اللہ پڑھ کر کھانا شروع کیا یہاں تک کہ سب نے کھالیا پھر حضورؐ نے فرمایا اس کھانے کو اٹھالو میں نے آکر اٹھایا تو مجھے پتہ نہیں لگ رہا تھا کہ جب میں نے رکھا تھا اس وقت کھانا زیادہ تھا یا اب اٹھاتے وقت زیادہ ہے باقی لوگ تو چلے گئے لیکن کچھ لوگ حضورؐ کے گھر میں بیٹھے باتیں کرتے رہے اور حضورؐ کی زوجہ محترمہ جن سے ابھی شادی ہوئی تھی وہ دیوار کی طرف منہ کر کے بیٹھی ہوئی تھیں۔ یہ لوگ بہت دیر تک باتیں کرتے رہے جس سے حضور ﷺ کو بہت تکلیف ہوئی لیکن حضورؐ سب سے زیادہ شرم و حیا والے ان بیٹھنے والوں کو اگر اس کا اندازہ ہو جاتا تو یہ بیٹھنا ان پر بھی گراں ہوتا (لیکن انہیں اس کا اندازہ نہیں ہو سکا) حضورؐ وہاں سے اٹھ کر گئے اور اپنی تمام بیویوں کو سلام کیا جب ان بیٹھنے والوں نے دیکھا کہ حضورؐ واپس آگئے ہیں تو اس وقت اندازہ ہوا کہ ان کی باتوں سے حضورؐ کو تکلیف ہوئی ہے تو اس پر وہ تیزی سے دروازے کی طرف جھپٹے اور چلے گئے پھر حضورؐ تشریف لائے اور پردہ ڈال دیا آپ اندر گھر میں تشریف لے گئے اور میں صحن میں رہ گیا۔ آپ کو گھر میں تھوڑی دیر ہی گزری تھی کہ اللہ تعالیٰ نے آپ پر قرآن نازل فرمایا آپ یہ آیتیں پڑھتے ہوئے باہر تشریف لائے یَآ اَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا لَا تَدْخُلُوْا بُیُوْتَ النَّبِیِّ اِلَّآ اَنْ یُّؤْذَنَ لَكُمْ اِلٰی طَعَامٍ سے لے کر اِنْ تُبْدُوْا شَیْئًا اَوْ تُخْفُوْهُ فَاِنَّ اللّٰهَ كَانَ بِكُلِّ شَیْءٍ عَلِیْمًا تک حضورؐ نے تمام لوگوں سے پہلے یہ آیتیں پڑھ کر مجھے سنائیں اور مجھے سب سے پہلے ان آیات کے سننے کی سعادت نصیب ہوئی۔ [1]

---

[1] عند ابن ابی حاتم وقد رواہ مسلم والنسائی والترمذی وقال حسن صحیح والبخاری وابن جریر کذافی البدایة (ج ٤ ص ١٤٦) و اخرجه ابن سعد (ج ٨ ص ١٠٤) من طرق عن انس

حضور ﷺ کا حضرت صفیہ بنت حیی بن اخطبؓ سے نکاح

حضرت انس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ جب خیبر میں قیدی جمع کیے گئے تو حضرت دحیہ رضی اللہ عنہ نے آکر عرض کیا یا رسول اللہ! ان قیدیوں میں سے ایک باندی مجھے دے دیں حضور ﷺ نے فرمایا جاکر لے لو چنانچہ انہوں نے حضرت صفیہ بنت حیی رضی اللہ عنہا کو لے لیا تو ایک آدمی نے آکر حضورؐ کی خدمت میں عرض کیا یا نبی اللہ! آپ نے قریظہ اور نضیر کی سردار صفیہ بنت حیی حضرت دحیہؓ کو دے دی وہ تو آپ ہی کے مناسب ہے۔ حضورؐ نے فرمایا اس (صفیہ) کو یہاں لاؤ۔ جب حضورؐ نے انہیں دیکھا تو فرمایا (اے دحیہ) تم اس کی جگہ قیدیوں میں سے کوئی باندی لے لو پھر حضورؐ نے انہیں آزاد کیا اور ان سے شادی کر لی۔[1]

حضرت انس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ ہم لوگ خیبر گئے۔ جب خیبر کا قلعہ اللہ تعالیٰ نے فتح کر کے حضور ﷺ کو دے دیا تو آپ کے سامنے کسی نے حضرت صفیہ بنت حیی بن اخطبؓ کے حسن و جمال کا تذکرہ کیا۔ ان کا خاوند قتل ہو چکا تھا اور ان کی نئی شادی ہوئی تھی اور وہ ابھی دلہن ہی تھیں تو حضورؐ نے انہیں اپنے لئے خاص کر لیا حضورؐ انہیں وہاں سے لے کر چلے جب آپ صہباء مقام کے سدنامی پہاڑ کے قریب پہنچے تو حضرت صفیہؓ حیض سے پاک ہو گئیں تو حضور ﷺ نے ان سے خلوت فرمائی پھر حضورؐ نے چمڑے کے چھوٹے دستر خوان پر کھجور گھی اور آٹے کا حلوہ تیار کیا پھر مجھ سے فرمایا اپنے آس پاس کے لوگوں کو خبر کر دو (کہ ولیمہ تیار ہے) حضرت صفیہؓ کی رخصتی پر حضورؐ کی طرف سے یہی ولیمہ تھا پھر ہم وہاں سے مدینہ چلے تو میں نے دیکھا کہ حضورؐ اونٹ کی کوہان پر چادر سے حضرت صفیہؓ کے لئے پردے کا انتظام فرماتے پھر اونٹ کے پاس بیٹھ کر اپنا گھٹنا کھڑا کر دیتے جس پر اپنا پاؤں رکھ کر حضرت صفیہؓ اونٹ پر سوار ہوتیں۔[2]

حضرت انسؓ فرماتے ہیں کہ حضور ﷺ نے خیبر اور مدینہ کے درمیان حضرت صفیہؓ کے ساتھ تین راتیں گزاریں اور میں نے آپ کے ولیمہ کے لئے لوگوں کو بلایا اس ولیمہ میں نہ روٹی تھی نہ گوشت۔ بلکہ آپ کا ولیمہ یوں ہوا کہ حضورؐ کے ارشاد پر حضرت بلالؓ نے چمڑے کے دستر خوان بچھائے اور ان پر کھجور، پنیر اور گھی رکھ دیا لوگ ایک دوسرے سے پوچھنے لگے کہ حضرت صفیہؓ ام المومنین ہیں یا باندی؟ تو لوگوں نے کہا اگر حضورؐ نے انہیں پردہ کرایا پھر تو یہ ام المومنین ہیں اور اگر پردہ نہ کرایا تو پھر یہ حضورؐ کی باندی ہیں جب آپ وہاں سے چلنے لگے تو آپ نے حضرت صفیہؓ کے لئے اپنے پیچھے کچھ بچھا کر نرم جگہ بنائی اور پردہ لٹکایا۔[3]

۱۔ اخرجہ ابو داؤد واخرجہ البخاری ومسلم ۲۔ عند البخاری
۳۔ عند البخاری ایضا کذافی البدایۃ (ج ٤ ص ١٩٦)

حضرت جابر بن عبداللہؓ فرماتے ہیں کہ جب حضرت صفیہ بنت حیی بن اخطب رضی اللہ عنہا حضور ﷺ کے خیمہ میں داخل ہوئیں تو لوگ وہاں جمع ہو گئے اور میں بھی وہاں پہنچ گیا تاکہ مجھے ولیمہ میں سے کچھ مل جائے حضورؐ نے باہر آکر فرمایا تم اپنی ماں کے پاس سے اٹھ کر چلے جاؤ (یعنی میں نے حضرت صفیہ سے شادی کی ہے اس لئے وہ اب تمہاری ماں بن گئی ہیں) جب عشاء کا وقت ہوا تو ہم دوبارہ حاضر ہوئے پھر حضورؐ ہمارے پاس باہر تشریف لائے آپ کی چادر کے ایک کونے میں ڈیڑھ مد عجوہ عمدہ کھجوریں تھیں اور فرمایا اپنی ماں کا ولیمہ کھالو۔[1]

حضرت ابن عمرؓ فرماتے ہیں کہ حضرت صفیہؓ کی آنکھوں میں نیلا نشان تھا حضور ﷺ نے ان سے پوچھا کہ یہ تمہاری آنکھوں میں نیلا نشان کیسا ہے؟ حضرت صفیہؓ نے کہا میں نے اپنے خاوند سے کہا میں نے خواب میں دیکھا کہ چاند میری گود میں آگیا ہے تو اس نے مجھے تھپڑ مارا اور کہا کیا تم یثرب (مدینہ) کے بادشاہ کو چاہتی ہو؟ حضرت صفیہؓ فرماتی ہیں حضورؐ سے زیادہ مجھے کسی سے بغض نہیں تھا کیونکہ آپ نے میرے والد اور خاوند کو قتل کیا تھا (شادی کے بعد) حضورؐ میرے والد اور خاوند کے قتل کرنے کی وجوہات بیان فرماتے رہے اور یہ بھی فرمایا اے صفیہ! تمہارے والد نے میرے خلاف عرب کے لوگوں کو جمع کیا اور یہ کیا اور یہ کیا غرضیکہ حضورؐ نے اتنی وجوہات بیان کیں کہ آخر میرے دل میں سے حضورؐ کا بغض بالکل نکل گیا۔[2]

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ جب حضور ﷺ حضرت صفیہؓ کے پاس (خیمہ میں) اندر تشریف لے گئے تو حضرت ابو ایوبؓ نے حضورؐ کے دروازے پر ساری رات گزاری جب صبح کو انہوں نے حضورؐ کو دیکھا تو اللہ اکبر کہا اس وقت حضرت ابو ایوبؓ کے پاس تلوار بھی تھی انہوں نے عرض کیا یا رسول اللہ اس لڑکی کی نئی نئی شادی ہوئی تھی اور آپ نے اس کے باپ، بھائی اور خاوند کو قتل کیا ہے مجھے اس کی طرف سے آپ پر اطمینان نہیں تھا (اس وجہ سے میں نے رات یہاں گزاری ہے) حضورؐ مسکرائے اور حضرت ابو ایوبؓ کے بارے میں خیر کے کلمات فرمائے۔[3] ایک روایت میں یہ ہے کہ حضرت ابو ایوبؓ نے عرض کیا کہ میں نے سوچا کہ اگر رات کو کسی وقت حضرت صفیہؓ (آپ کو تکلیف پہنچانے کے لئے) کوئی حرکت کریں تو میں آپ کے قریب ہی ہوں۔

حضرت عطاء بن یسارؒ کہتے ہیں کہ جب حضرت صفیہؓ خیبر سے مدینہ آئیں تو ان کو

۱۔ اخرجه احمد قال الهیثمی (ج ۹ ص ۲۵۱) رواه احمد ورجاله رجال الصحیح واخرجه ابن سعد (ج ۸ ص ۱۲۴) ۲۔ اخرجه الطبرانی قال الهیثمی (ج ۹ ص ۲۵۱) رجاله رجال الصحیح ۳۔ اخرجه الحاکم (ج ٤ ص ۲۸) قال الحاکم هذا حدیث صحیح الا سناد ولم یخرجاه وقال الذهبی صحیح واخرجه ابن عساکر عن عروة بمعناه اطول منه کما فی الکنز (ج ۷ ص ۱۱۹) واخرجه ابن سعد (ج ۲ ص ۱۱٦) عن ابن عباس رضی الله عنه اطول منه .

حضرت حارثہ بن نعمانؓ کے ایک گھر میں ٹھہرایا گیا انصار کی عورتیں سن کر حضرت صفیہؓ کے حسن و جمال کو دیکھنے آنے لگیں۔ حضرت عائشہؓ بھی نقاب ڈالے ہوئے آئیں جب حضرت عائشہؓ وہاں سے باہر نکلیں تو حضورؐ بھی ان کے پیچھے پیچھے نکل آئے اور پوچھا اے عائشہؓ! تم نے کیا دیکھا؟ حضرت عائشہؓ نے کہا میں نے ایک یہودی عورت دیکھی حضورؐ نے فرمایا ایسے نہ کہو کیونکہ یہ تو مسلمان ہو گئی ہے اور بہت اچھی طرح مسلمان ہوئی ہے[1] حضرت سعید بن مسیبؒ سے صحیح سند سے روایت ہے کہ جب حضرت صفیہ رضی اللہ عنہ آئیں تو ان کے کان میں سونے کا بنا ہوا کھجور کا ایک پتہ تھا تو انہوں نے اس میں سے کچھ حضرت فاطمہؓ کو اور ان کے ساتھ آنے والی عورتوں کو ہدیہ کیا۔[2]

حضور ﷺ کا حضرت جویریہ بنت الحارث خزاعیہؓ سے نکاح

حضرت عائشہؓ فرماتی ہیں کہ جب حضور ﷺ نے قبیلہ بنو مصطلق کی قیدی عورتوں کو تقسیم کیا تو حضرت جویریہ بنت حارث رضی اللہ عنہا حضرت ثابت بن قیس بن سماسؓ کے یا ان کے چچازاد بھائی کے حصہ میں آئیں۔ انہوں نے اپنے سے کتابت کی یعنی یہ کہا کہ میں اتنی رقم دے دوں گی تم مجھے آزاد کر دینا اور بہت حسین اور خوبصورت تھیں جو بھی ان کو دیکھتا یہ اس کے دل کو کھینچ لیتیں یہ اپنے ان پیسوں کی ادائیگی میں مدد لینے کے لئے حضور ﷺ کی خدمت میں آئیں اللہ کی قسم! جونہی میں نے ان کو اپنے حجرے کے دروازے پر دیکھا تو مجھے اچھا نہ لگا اور میں سمجھ گئی کہ میں نے ان کی جو خوبصورتی دیکھی ہے حضورؐ کو بھی نظر آئے گی۔ انہوں نے کہا یا رسول اللہ! میں حارث بن ضرار کی بیٹی جویریہ ہوں جو کہ اپنی قوم کے سردار تھے اور اب مجھ پر جو مصیبت آئی ہے وہ آپ سے پوشیدہ نہیں ہے (کہ اب باندی بن گئی ہوں) میں حضرت ثابت بن قیس بن سماس یا ان کے چچازاد بھائی کے حصے میں آئی ہوں اور میں نے پیسوں کی ایک معین مقدار دینے پر ان سے آزاد کرنے کا وعدہ لے لیا ہے اور اب میں ان پیسوں کے بارے میں آپ سے مدد لینے آئی ہوں۔ حضورؐ نے فرمایا کیا تم اس سے بہتر چیز کے لئے تیار ہو۔ انہوں نے کہا یا رسول اللہ! وہ کیا ہے! حضورؐ نے فرمایا میں تمہاری طرف سے سارے پیسے ادا کر دیتا ہوں اور تم سے شادی کر لیتا ہوں انہوں نے کہا جی ہاں یا رسول اللہ! میں بالکل تیار ہوں۔ پھر لوگوں میں یہ خبر مشہور ہو گئی کہ حضورؐ نے جویریہ بنت حارثؓ سے شادی کر لی ہے لوگ کہنے لگے کہ (حضورؐ کے شادی کرنے کے بعد تو یہ حضرت جویرہ کے قبیلہ والے) حضورؐ کے سسرال والے بن گئے اس لئے اس قبیلہ کے جتنے آدمی مسلمانوں کے ہاں قید تھے مسلمانوں نے ان سب کو چھوڑ دیا چنانچہ حضورؐ کی اس شادی کی وجہ سے قبیلہ بنو مصطلق کے سو گھرانے

۱۔ اخرجه ابن سعد ۲۔ كذافي الاصابة (ج ٤ ص ٣٤٧)

آزاد ہوئے حضرت عائشہؓ فرماتی ہیں کہ میرے علم میں ایسی کوئی عورت نہیں ہے جو حضرت جویریہؓ سے زیادہ اپنی قوم کے لئے بابرکت ثابت ہوئی ہو[1] واقدی کی ایک روایت میں یہ ہے کہ ان کے پہلے خاوند کا نام صفوان بن مالک تھا۔

حضرت عروہؓ کہتے ہیں کہ حضرت جویریہ بنت حارثؓ نے فرمایا میں نے حضور ﷺ کے (ہمارے علاقہ میں) تشریف لانے سے تین رات پہلے خواب دیکھا کہ گویا چاند یثرب سے چل کر میری گود میں آگیا ہے کسی کو بھی یہ خواب بتانا مجھے اچھا نہ لگا یہاں تک کہ حضورؐ تشریف لے آئے جب ہم قید ہوگئیں تو مجھے اپنے خواب کے پورا ہونے کی امید ہوگئی حضورؐ نے مجھے آزاد کر کے مجھ سے شادی کر لی اللہ کی قسم! میں نے حضورؐ سے اپنی قوم کے بارے میں کوئی بات نہ کی بلکہ (جب مسلمانوں کو پتہ چلا کہ حضورؐ نے مجھ سے شادی کر لی ہے اور میری قوم حضورؐ کے سسرال والے بن گئے ہیں تو اس نسبت کے احترام میں) مسلمانوں نے خود ہی (میری قوم کے) تمام قیدیوں کو آزاد کر دیا اور اس کا پتہ مجھے اس وقت چلا جب میری ایک چچازاد بہن نے آکر بتایا (کہ وہ آزاد ہوگئی ہے) اس پر میں نے اللہ کا شکر ادا کیا۔[2]

حضور ﷺ کا حضرت میمونہ بنت حارث ہلالیہؓ سے نکاح

حضرت ابن شہابؒ کہتے ہیں کہ حضور ﷺ صلح حدیبیہ کے اگلے سال ذیقعدہ ۷ھ ہجری میں عمرہ کے لئے تشریف لے چلے ذیقعدہ وہی مہینہ ہے جس میں ایک سال پہلے مشرکوں نے مسجد حرام میں جانے سے روکا تھا جب آپ یاجج مقام پر پہنچے تو حضرت جعفر بن ابی طالبؓ کو آگے حضرت میمونہؓ بنت حارث بن حزن عامریہ رضی اللہ عنہا کے پاس بھیجا حضرت جعفر نے حضرت میمونہؓ کو حضورؐ کی طرف سے شادی کا پیغام دیا تو حضرت میمونہؓ نے اپنا معاملہ حضرت عباس بن عبد المطلب رضی اللہ عنہ کے سپرد کر دیا حضرت میمونہؓ کی بہن حضرت ام فضلؓ حضرت عباسؓ کی بیوی تھیں چنانچہ حضرت عباسؓ نے حضرت میمونہؓ کی شادی حضورؐ سے کر دی اس کے بعد حضور ﷺ سرف مقام آکر ٹھہر گئے اور مکہ مکرمہ سے حضرت میمونہؓ وہاں آگئیں اور وہاں ان کی رخصتی ہوئی اور اللہ کی عجب شان جہاں ان کی رخصتی

---

[1] اخرجه ابن اسحاق كذافي البداية (ج ٥ص ١٩٥) واخرجه ابن سعد (ج٨ص ١٦١) عن الوقدى بسنده عن عائشة نحوه ولكن سمى زوجها صفوان بن مالك وهكذا اخرجه الحاكم (ج ٤ص ٢٦) من طريق الواقدى [2] اخرجه الواقدى كذافي البداية (ج ٤ص ١٥٩) واخرجه الحاكم (ج ٤ص ٢٧) من طريق الواقدى عن حزام بن هشام عن ابيه نحوه

ہوئی تھی وہاں ہی بعد میں ان کا انتقال ہوا۔[1]

حضرت ابن عباسؓ فرماتے ہیں کہ حضورؐ نے حضرت میمونہؓ بنت حارث رضی اللہ عنہا سے شادی کی اور مکہ میں تین دن قیام فرمایا تیسرے دن حویطب بن عبدالعزیٰ قریش کی ایک جماعت کے ساتھ آپ کے پاس آیا اور ان لوگوں نے حضورؐ سے کہا آپ کے ٹھہرنے کا وقت پورا ہو گیا ہے لہذا آپ یہاں ہمارے پاس سے چلے جائیں حضورؐ نے فرمایا اس میں تم لوگوں کا کیا حرج ہے کہ تم مجھے یہاں رہنے دو میں رخصتی کراؤں پھر میں ولیمہ کا کھانا تیار کروں جس میں تم بھی شریک ہو جاؤ ان لوگوں نے کہا ہمیں آپ کے کھانے کی کوئی ضرورت نہیں ہے آپ تو بس یہاں سے چلے جائیں۔ آخر حضورؐ میمونہؓ بنت حارثؓ کو وہاں سے لے کر چلے اور سرف مقام پر ان سے رخصتی فرمائی۔[2]

نبی کریم ﷺ کا اپنی بیٹی حضرت فاطمہؓ کی حضرت علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ سے شادی کرنا

حضرت علیؓ فرماتے ہیں حضور ﷺ کے پاس حضرت فاطمہؓ کی شادی کا پیغام آیا تو میری ایک باندی نے مجھ سے کہا کیا آپ کو معلوم ہے کہ حضورؐ کے پاس حضرت فاطمہؓ کی شادی کا پیغام آیا ہے میں نے کہا نہیں اس نے کہا ان کی شادی کا پیغام آچکا ہے۔ آپ حضورؐ کے پاس کیوں نہیں چلے جاتے تاکہ حضورؐ آپ سے شادی کر دیں میں نے کہا کیا میرے پاس ایسی کوئی چیز ہے جس کے ذریعہ میں شادی کر سکوں؟ اس باندی نے کہا اگر آپ حضورؐ کے پاس جائیں گے تو حضورؐ آپ سے ضرور شادی کر دیں گے اللہ کی قسم! وہ مجھے امید دلاتی رہی یہاں تک کہ میں حضورؐ کے پاس چلا گیا جب حضور ﷺ کے سامنے بیٹھا تو مجھ سے بولا نہ گیا اور حضورؐ کے رعب اور دبدبہ کی وجہ سے میں بات نہ کر سکا حضورؐ نے فرمایا تم کیوں آئے ہو؟ کیا تمہیں کوئی ضرورت ہے؟ میں خاموش رہا پھر حضورؐ نے فرمایا شاید تم فاطمہ سے شادی کا پیغام دینے آئے ہو میں نے کہا جی ہاں۔ حضورؐ نے فرمایا مہر میں دینے کے لئے تمہارے پاس کچھ ہے؟ میں نے کہا یا رسول اللہ! کچھ نہیں ہے حضورؐ نے فرمایا میں نے تم کو جو زرہ بطور اسلحہ کے دی تھی اس کا کیا ہوا؟ وہ زرہ قبیلہ حطمہ بن محارب کی بنائی ہوئی تھی اور اس ذات کی قسم جس کے قبضہ میں علی کی جان ہے اس کی قیمت چار درہم نہ تھی (بلکہ چار سو اسی درہم تھی جیسے کہ آگے ابن

---

[1] اخرجه الحاكم (٤ ص ٣٠)

[2] عند الحاكم ووافقه الذهبي هذا حديث صحيح على شرط مسلم ولم يخرجاه

عساکر کی روایت میں آرہا ہے) میں نے کہا وہ میرے پاس ہے حضورؐ نے فرمایا میں نے فاطمہؓ سے تمہاری شادی کر دی ہے تم وہ زرہ فاطمہؓ کو بھیج دو اور اسی کو فاطمہؓ کا مہر سمجھو۔ بس یہ تھا رسول اللہ ﷺ کی بیٹی حضرت فاطمہؓ کا مہر۔[1]

حضرت بریدہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ انصار کے چند لوگوں نے حضرت علیؓ سے کہا تم حضرت فاطمہؓ سے شادی کا پیغام دو چنانچہ حضرت علیؓ حضور ﷺ کی خدمت میں گئے حضورؐ نے فرمایا ابو طالب کے بیٹے (علی) کو کیا کام ہے؟ حضرت علیؓ نے کہا میں رسول اللہ ﷺ کی بیٹی فاطمہؓ سے شادی کا پیغام دینا چاہتا ہوں حضورؐ نے فرمایا مرحباً واہلاً۔ مزید اور کچھ نہ فرمایا۔ حضرت علیؓ باہر آئے تو انصار کے وہی لوگ حضرت علیؓ کا انتظار کر رہے تھے ان لوگوں نے پوچھا کیا ہوا؟ حضرت علیؓ نے کہا اور تو میں کچھ جانتا نہیں آپ نے بس اتنا فرمایا مرحباواہلا ان لوگوں نے کہا حضورؐ نے (یہ جملہ فرما کر) تمہیں اہل بھی عنایت فرمایا اور مرحبا بھی یعنی کشادہ جگہ بھی حضورؐ کی طرف سے تو ان دو میں سے ایک چیز ہی کافی تھی۔ جب حضورؐ نے حضرت علیؓ کی شادی کر دی تو ان سے فرمایا اے علی! دلہن (کے گھر) آنے پر ولیمہ کا ہونا ضروری ہے۔ حضرت سعدؓ نے کہا میرے پاس ایک مینڈھا ہے (میں وہ دے دیتا ہوں) اور انصار نے حضرت علیؓ کے لئے چند صاع مکئی جمع کی جب رخصتی کی رات آئی تو حضورؐ نے فرمایا مجھ سے ملنے سے پہلے کچھ نہ کرنا۔ چنانچہ حضورؐ نے پانی منگا کر اس سے وضو کیا اور وہ پانی حضرت علیؓ پر ڈال دیا اور یہ دعا دی اے اللہ! ان دونوں میں برکت نصیب فرما اور ان دونوں کے لئے اس رخصتی میں برکت نصیب فرما۔[2]

طبرانی اور بزار کی روایت میں یہ ہے کہ انصار کی ایک جماعت نے حضرت علیؓ سے کہا اگر تم فاطمہ سے شادی کا پیغام دو تو بہت اچھا ہو اور آخر میں حضورؐ کی دعا یہ ہے اے اللہ! ان دونوں میں برکت نصیب فرما اور ان کے شیر جیسے دو بچوں میں برکت نصیب فرما رویانی اور ابن عساکر کی روایت میں یہ ہے اے اللہ! ان دونوں میں برکت نصیب فرما ان دونوں پر برکت نصیب فرما ان دونوں کی رخصتی میں برکت نصیب فرما اور ان دونوں کے لئے ان کی نسل میں برکت نصیب فرما اور ایک روایت میں ہے اے اللہ! ان دونوں کے اس جمع ہونے میں برکت نصیب فرما۔

---

[1] اخرجه البيهقى فى الد لا ئل كذافى البداية (ج۳ (۳٦) واخرجه ايضا الدر لد بى فى الذرية الطاهرة كما فى كنز العمال (ج ۷ص ۱۱۳) [2] اخرجه الطبرانى قال الهيثمى (ج ۹ص ۲۰۹) رواه الطبرانى والبزار نحوه ورجالهما رجال الصحيح غير عبدالكريم بن سليط ووثقه ابن حبان انتهى واخرجه الرويانى وابن عساكر نحوه كما فى الكنز (ج ۷ص ۱۱۳) واخرجه ايضا النسائى نحوه كما فى البداية (ج ۷ص ۳٤۱) واخرجه سعد (ج ۸ص ۲۱)عن بريده نحوه

حضرت اسماء بنت عمیس رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ جب حضرت فاطمہؓ رخصت ہو کر حضرت علیؓ بن ابی طالب رضی اللہ عنہ کے ہاں آئیں تو ہمیں ان کے گھر میں یہی چند چیزیں ملیں ایک چٹائی بچھی ہوئی تھی ایک تکیہ تھا جس میں کھجور کی چھال بھری ہوئی تھی اور ایک گھڑا اور ایک مٹی کا لوٹا تھا حضور ﷺ نے حضرت علیؓ کو پیغام بھیجا کہ جب تک میں نہ آجاؤں اس وقت اپنے گھر والوں کے قریب نہ جانا۔ چنانچہ جب حضور تشریف لائے تو فرمایا کیا میرا بھائی یہاں ہے ؟ حضرت ام ایمن رضی اللہ عنہا جو کہ حضرت اسامہ بن زیدؓ کی والدہ تھیں اور وہ ایک حبشی اور نیک عورت تھیں انہوں نے کہا یا رسول اللہ ! جب آپ نے اپنی بیٹی کی شادی حضرت علیؓ سے کر دی تو اب یہ آپ کے بھائی کیسے ہوئے ! حضورؐ نے دیگر صحابہؓ کا آپس میں بھائی چارہ کرایا تھا اور حضرت علیؓ کا بھائی چارہ اپنے ساتھ کیا تھا حضورؐ نے فرمایا اس بھائی چارے کے ساتھ یہ شادی ہو سکتی ہے۔ پھر حضورؐ نے ایک برتن میں پانی منگایا پھر کچھ پڑھ کر حضرت علیؓ کے سینے اور چہرے پر ہاتھ پھیرا پھر حضورؐ نے حضرت فاطمہؓ کو بلایا تو فاطمہؓ اٹھ کر آپ کے پاس آئیں وہ شرم و حیا کی وجہ سے اپنی چادر میں لڑکھڑا رہی تھیں حضورؐ نے اس پانی میں سے کچھ حضرت فاطمہؓ پر چھڑکا اور ان سے کچھ فرمایا اور یہ بھی فرمایا اپنے خاندان میں مجھے جو سب سے زیادہ محبوب تھا اس سے تمہاری شادی کرنے میں میں نے کوئی کمی نہیں کی پھر حضورؐ نے پردے یا دروازے کے پیچھے کسی آدمی کا سایہ دیکھا تو حضورؐ نے فرمایا یہ کون ہے ؟ میں نے کہا اسماء حضورؐ نے فرمایا کیا اسماء بنت عمیس ؟ میں نے کہا جی ہاں یا رسول اللہ ! حضورؐ نے فرمایا کیا تم اللہ کے رسول (ﷺ) کے اکرام کی وجہ سے آئی ہو ؟ میں نے کہا جی ہاں جب کسی جوان لڑکی کی رخصتی ہو تو اس لڑکی کے پاس کسی رشتہ دار عورت کا ہونا ضروری ہے تاکہ اگر اس لڑکی کو کوئی ضرورت پیش آجائے تو یہ عورت اس کی ضرورت پوری کر دے اس پر حضورؐ نے مجھے ایسی زبردست دعا دی کہ میرے نزدیک وہ سب سے زیادہ قابل اعتماد عمل ہے پھر حضرت علیؓ سے فرمایا اپنی بیوی سنبھالو پھر حضورؐ باہر تشریف لے گئے اور اپنے گھر میں داخل ہونے تک حضرت فاطمہؓ حضرت علیؓ دونوں کے لئے دعا فرماتے رہے[1] ایک روایت میں حضرت اسماء بنت عمیسؓ فرماتی ہیں کہ حضور ﷺ کی صاحبزادی حضرت فاطمہؓ کی رخصتی والی رات کو میں بھی وہاں تھی جب صبح ہوئی تو حضورؐ نے آکر دروازہ کھٹکھٹایا حضرت ام ایمنؓ نے کھڑے ہو کر دروازہ کھولا حضورؐ نے فرمایا اے ام ایمن ! میرے بھائی کو بلاؤ انہوں نے کہا کیا وہ آپ کے بھائی ہیں ؟ آپ نے ان سے اپنی بیٹی کی شادی کر دی ہے حضورؐ نے فرمایا اے ام ایمن ! میرے پاس بلا لاؤ عورتیں حضورؐ کی آواز سن کر ادھر ادھر ہو گئیں پھر حضورؐ ایک کونے میں بیٹھ گئے پھر حضرت علیؓ آئے تو حضورؐ نے ان کے لئے دعا فرمائی اور ان پر کچھ پانی چھڑکا پھر

---

[1] اخرجه الطبرانی

فاطمہؓ کو میرے پاس بلا لاؤ جب حضرت فاطمہؓ آئیں تو وہ شرم و حیا کی وجہ سے پسینہ پسینہ ہو رہی تھیں اور چھوٹے چھوٹے قدم رکھ رہی تھیں آپ نے فرمایا چپ ہو جاؤ میں نے تمہاری شادی ایسے آدمی سے کی ہے جو مجھے اپنے خاندان میں سب سے زیادہ محبوب ہے آگے پچھلی حدیث جیسا مضمون ہے۔[1]

حضرت علیؓ فرماتے ہیں جب نبی کریم ﷺ نے حضرت فاطمہؓ کی (مجھ سے) شادی کی تو آپؐ نے پانی منگا کر اس سے کلی کی پھر مجھے اپنے ساتھ اندر لے گئے اور وہ پانی میرے گریبان اور میرے دونوں کندھوں کے درمیان چھڑکا اور قُلْ ھُوَ اللّٰہُ اَحَدٌ، قُلْ اَعُوْذُ بِرَبِّ الْفَلَقِ. قُلْ اَعُوْذُ بِرَبِّ النَّاسِ پڑھ کر مجھ پر دم کیا۔[2] حضرت علی بن ابی طالبؓ فرماتے ہیں کہ میں نے حضور ﷺ کو ان کی بیٹی حضرت فاطمہؓ سے شادی کا پیغام بھیجا پھر میں نے اپنی ایک زرہ اور اپنا کچھ سامان چار سو اسی درہم میں بیچا حضورؐ نے فرمایا اس کے دو تہائی کی خوشبو اور ایک تہائی کے کپڑے خرید لو اور پانی کے ایک گھڑے میں کلی فرمائی اور فرمایا اس سے غسل کرو اور حضرت فاطمہؓ سے فرمایا کہ جب تمہارا بچہ ہو تو اپنے بچے کو میرے آنے سے پہلے دودھ نہ پلانا لیکن حضرت فاطمہؓ نے حضرت حسینؓ کو دودھ پلا دیا البتہ حضرت حسنؓ کو نہ پلایا بلکہ حضورؐ نے ان کے منہ میں کوئی چیز ڈالی جس کا پتہ نہ چلا اسی وجہ سے دونوں بھائیوں میں حضرت حسنؓ زیادہ علم والے تھے۔[3]

حضرت جابرؓ فرماتے ہیں کہ حضرت علیؓ اور حضرت فاطمہؓ کی شادی کے موقع پر ہم بھی موجود تھے ہم نے اس سے اچھی کوئی شادی نہیں دیکھی، بچھونے میں ہم نے کھجور کی چھال بھری اور کھجور اور کشمش ہمارے پاس لائی گئی جسے ہم نے کھایا اور شادی کی رات میں حضرت فاطمہؓ کا بچھونا ایک مینڈھے کی کھال تھی۔[4]

حضرت علیؓ فرماتے ہیں کہ حضور ﷺ نے حضرت فاطمہؓ کو جہیز میں ایک جھالر والی چادر ایک مشکیزہ اور ایک چمڑے کا تکیہ دیا جس میں اذخر گھاس بھرا ہوا تھا۔[5] حضرت عبداللہ بن عمرو رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں جب حضور ﷺ نے حضرت فاطمہؓ کو حضرت علیؓ کے گھر بھیجا تو ان کے ساتھ ایک جھالر والی چادر اور چمڑے کا تکیہ جس میں کھجور کی چھال اور

---

[1] اخرجه الطبراني قال الهيثمي (ج۹ ص ۲۱۰) رواه كله الطبراني ورجال الرواية الاول رجال الصحيح اه [2] اخرجه ابن عساكر كذافي الكنز (ج۷ ص ۱۱۳)

[3] اخرجه ابو يعلى وسعيد بن منصور عن علباء وبن احمد كذافي الكنز (ج ۷ ص ۱۱۲) واخرجه ابن سعد (ج۸ ص ۲۱) عن علباء قصة الطيب والثياب

[4] اخرجه البزار قال الهيثمي (ج۹ ص ۲۰۹) وفيه عبدالله بن ميمون القداح وهو ضعيف اه

[5] اخرجه البيهقي في الدلائل كذافي الكنز (ج۷ ص ۱۱۳)

لذ خر گھاس بھرا ہوا تھا اور ایک مشکیزہ بھی بھیجا وہ دونوں آدھی چادر کو نیچے بچھا لیتے تھے اور آدھی کو اوپر اوڑھ لیتے تھے۔[1]

حضرت ربیعہ اسلمی رضی اللہ عنہ کا نکاح

حضرت ربیعہ اسلمیؓ فرماتے ہیں کہ میں نبی کریم ﷺ کی خدمت کیا کرتا تھا ایک دفعہ حضورؐ نے مجھ سے فرمایا کیا تم شادی نہیں کرتے؟ میں نے کہا نہیں۔ یا رسول اللہ! اللہ کی قسم! نہ میں شادی کرنا چاہتا ہوں اور نہ بیوی کو دینے کے لئے میرے پاس کچھ ہے اور نہ مجھے کوئی ایسی چیز پسند ہے کہ جس میں لگ کر مجھے آپ کو چھوڑنا پڑے۔ یہ سن کر حضورؐ نے مجھ سے اعراض فرمالیا پھر حضورؐ نے مجھ سے دوبارہ فرمایا اے ربیعہ! کیا تم شادی نہیں کرتے؟ میں نے کہا نہ میں شادی کرنا چاہتا ہوں اور نہ بیوی کو دینے کے لئے میرے پاس کچھ ہے اور نہ مجھے کوئی ایسی چیز پسند ہے جس میں لگ کر مجھے آپ کو چھوڑنا پڑے یہ سن کر حضورؐ نے مجھ سے پھر اعراض فرمالیا پھر میں نے دل میں سوچا کہ اللہ کی قسم! رسول اللہ ﷺ میری دنیا اور آخرت کی مصلحت کو مجھ سے زیادہ جانتے ہیں اللہ کی قسم! اگر اس دفعہ حضورؐ نے فرمایا کیا تم شادی نہیں کرتے؟ تو میں کہوں گا ہاں کرتا ہوں یا رسول اللہ! آپ جو ارشاد فرمائیں۔ چنانچہ حضورؐ نے مجھ سے فرمایا اے ربیعہ! کیا تم شادی نہیں کرتے؟ میں نے کہا جی ضرور۔ یا رسول اللہ! آپ جو ارشاد فرمائیں آپ نے فرمایا آل فلاں کے پاس چلے جاؤ اور انصار کے ایک قبیلہ کا نام لیا جو کبھی کبھی حضور ﷺ کی خدمت میں آیا کرتے تھے اور فرمایا جا کر ان سے کہو کہ رسول اللہ ﷺ نے مجھے تمہارے پاس بھیجا ہے حضورؐ فرمارہے ہیں کہ میری شادی اپنی فلاں عورت سے کردو۔ چنانچہ میں نے جا کر ان لوگوں سے کہا کہ مجھے رسول اللہ ﷺ نے تمہارے پاس بھیجا ہے حضورؐ فرمارہے ہیں کہ تم میری شادی فلاں عورت سے کردو۔ ان لوگوں نے کہا خوش آمدید ہو اللہ کے رسول ﷺ کو اور اللہ کے رسول کے قاصد کو اللہ کی قسم! اللہ کے رسول کا قاصد اپنی ضرورت پوری کر کے ہی واپس جائے گا چنانچہ انہوں نے میری شادی کردی اور میرے ساتھ بڑی مہربانی اور شفقت کا معاملہ کیا اور مجھ سے کوئی گواہ بھی نہیں مانگا وہاں سے حضورؐ کی خدمت میں بڑا پریشان واپس آیا اور عرض کیا یا رسول اللہ! میں ایسے لوگوں کے پاس گیا جو بڑے سخی اور بااخلاق ہیں انہوں نے میری شادی کردی اور مجھ سے بڑی شفقت اور مہربانی کا معاملہ کیا اور مجھ سے گواہ بھی نہیں مانگے لیکن اب میرے پاس مہر دینے کے لئے کچھ نہیں ہے حضورؐ نے فرمایا اے بریدہ اسلمی! اس کے لئے کھجور کی گٹھلی کے برابر سونا جمع کرو۔ چنانچہ انہوں نے گٹھلی کے برابر سونا جمع کیا وہ سونا لے کر حضورؐ کی خدمت

[1] عند الطبرانی قال الهيثمي (ج ۹ ص ۲۱۰) وفيه عطاء بن السائب وقد اختلط

میں حاضر ہوا حضورؐ نے فرمایا یہ سونا ان کے پاس لے جاؤ اور ان سے کہو کہ یہ اس عورت کا مہر ہے چنانچہ میں نے ان لوگوں کو جا کر کہا یہ اس عورت کا مہر ہے انہوں نے اسے قبول کر لیا اور بڑے خوش ہوئے اور کہا یہ تو بہت زیادہ ہے اور بڑا پاکیزہ ہے میں پھر پریشان ہو کر حضور ﷺ کی خدمت میں واپس آیا حضورؐ نے فرمایا اے ربیعہ! کیا بات ہے؟ تم پریشان کیوں ہو؟ میں نے کہا یا رسول اللہ! ان لوگوں سے زیادہ بااخلاق کوئی قوم میں نے نہیں دیکھی میں نے ان کو جو مہر دیا اس سے وہ بہت خوش ہوئے اور انہوں نے مجھ سے بڑا اچھا سلوک کیا اور کہا یہ تو بہت زیادہ ہے اور بڑا پاکیزہ ہے لیکن اب میرے پاس ولیمہ کے لئے کچھ نہیں ہے حضورؐ نے فرمایا اے بریدہ! اس کے لئے بکری کا انتظام کرو چنانچہ وہ لوگ ایک موٹا تازہ مینڈھا میرے لئے لے آئے اور حضورؐ نے مجھ سے فرمایا تم عائشہؓ سے جا کر کہو جس ٹوکرے میں اناج ہے وہ بھیج دے چنانچہ حضورؐ نے جو فرمایا تھا وہ جا کر میں نے حضرت عائشہؓ کی خدمت میں عرض کر دیا حضرت عائشہؓ نے کہا اس ٹوکرے میں سات صاع جو ہیں اللہ کی قسم! اللہ کی قسم ہمارے پاس اس کے علاوہ اور کوئی کھانے کی چیز نہیں ہے یہ لے لو۔ میں وہ جو لے کر حضورؐ کی خدمت میں آیا اور حضرت عائشہؓ نے جو فرمایا تھا وہ حضور کو بتا دیا حضورؐ نے فرمایا یہ جو اور مینڈھا ان کے پاس لے جاؤ اور ان سے کہو کہ جو کی روٹی اور مینڈھے کا سالن بنالیں ان لوگوں نے کہا روٹی تو ہم پکا دیں گے لیکن مینڈھا تم پکاؤ چنانچہ میں نے اور قبیلہ اسلم کے چند آدمیوں نے مل کر اسے ذبح کیا اس کی کھال اتاری اور اسے پکایا اس طرح روٹی اور گوشت کا انتظام ہو گیا جسے میں نے ولیمہ میں کھلایا اور کھانے کے لئے میں نے حضور ﷺ کو بلایا پھر اس کے بعد حضورؐ نے مجھے ایک زمین عطا فرمائی اور حضرت ابو بکرؓ کو بھی عطا فرمائی اور دنیا آگئی اور میرا اور حضرت ابو بکرؓ کا کھجور کے ایک درخت کے بارے میں اختلاف ہو گیا میں نے کہا یہ میری حد میں ہے حضرت ابو بکرؓ نے کہا نہیں یہ میری حد میں ہے اس پر میرے اور حضرت ابو بکرؓ میں کچھ بات بڑھ گئی اور انہوں نے مجھے سخت لفظ کہہ دیا جو مجھے ناگوار گزرا لیکن وہ فوراً پشیمان ہوئے اور انہوں نے فرمایا اے ربیعہ! تم بھی مجھے اس جیسا لفظ کہہ لو تا کہ بدلہ ہو جائے۔ میں نے کہا نہیں۔ میں تو نہیں کہوں گا انہوں نے فرمایا تم بھی کہہ لو ورنہ میں جا کر حضورؐ سے عرض کروں گا میں نے کہا نہیں بالکل نہیں کہوں گا اس پر وہ زمین کے جھگڑے کو وہیں چھوڑ کر حضورؐ کی طرف چل پڑے۔ میں بھی ان کے پیچھے چل پڑا۔ اتنے میں (میرے) قبیلہ اسلم کے کچھ لوگوں نے آکر کہا اللہ تعالیٰ ابو بکرؓ پر رحم فرمائے یہ کس بات پر حضورؐ سے شکایت کرنے جا رہے ہیں خود ہی تو انہوں نے تمہیں سخت بات کہی ہے۔ میں نے کہا تم جانتے ہو یہ کون ہیں؟ یہ ابو بکر صدیقؓ ہیں یہ حضورؐ کے غار ثور کے ساتھی ہیں یہ مسلمانوں میں بڑی عمر والے ہیں۔ تم لوگ چلے جاؤ اگر انہوں نے مڑ کر تمہیں دیکھ لیا کہ تم میری مدد کرنے آئے ہو تو وہ ناراض ہو جائیں گے اور

جا کر حضورؐ کو بتائیں گے تو ان کے ناراض ہونے کی وجہ سے حضورؐ ناراض ہو جائیں گے اور ان دونوں کے ناراض ہونے سے اللہ تعالیٰ ناراض ہو جائیں گے تو ربیعہ تو ہلاک ہو جائے گا۔ ان لوگوں نے کہا ہم اب کیا کریں؟ میں نے کہا تم لوگ واپس چلے جاؤ حضرت ابوبکرؓ حضورؐ کی خدمت میں گئے اور میں اکیلا ان کے پیچھے چلتا رہا انہوں نے جا کر سارا واقعہ جیسا ہوا تھا بتایا حضورؐ نے میری طرف سر اٹھا کر فرمایا اے ربیعہ! تمہارا اور صدیق کا کیا معاملہ ہے؟ میں نے عرض کیا یا رسول اللہ ایسے ایسے بات ہوئی تھی انہوں نے مجھے سخت لفظ کہہ دیا جو مجھے ناگوار گزرا پھر انہوں نے مجھ سے کہا تم بھی مجھے اس جیسا لفظ کہہ لو تاکہ بدلہ ہو جائے لیکن میں نے انکار کر دیا حضورؐ نے فرمایا تم نے ٹھیک کیا ان کو بدلہ میں سخت لفظ نہ کہو بلکہ یہ کہہ دو اے ابوبکرؓ! اللہ آپ کی مغفرت فرمائے حضرت حسن راوی کہتے ہیں حضرت ابوبکرؓ۔ اللہ ان پر رحم فرمائے۔ روتے ہوئے واپس گئے (کہ ربیعہ مجھ سے آگے بڑھ گئے)[1]

حضرت جُلیبیب رضی اللہ عنہ کا نکاح

حضرت ابو برزہ اسلمی رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ حضرت جلیبیب رضی اللہ عنہ ایسے آدمی تھے جو عورتوں میں چلے جاتے ان کے پاس سے گزرتے اور ان سے ہنسی مذاق کر لیا کرتے میں نے اپنی بیوی سے کہا حضرت جلیبیبؓ کو کبھی اپنے پاس نہ آنے دینا۔ اگر وہ تمہارے پاس آ گیا تو میں یہ کروں گا اور یہ کروں گا اور انصار کا دستور یہ تھا کہ جب ان کی کوئی عورت بیوہ ہو جاتی تو اس وقت تک اس کی آگے شادی نہ کرتے جب تک یہ پتہ نہ چل جاتا کہ حضور ﷺ کو اس کی ضرورت ہے یا نہیں۔ چنانچہ حضورؐ نے ایک انصاری سے فرمایا اپنی بیٹی کی شادی مجھ سے کر دو اس نے کہا ضرور یا رسول اللہ! بسر و چشم یہ میرے لئے بڑی عزت کی بات ہے اور آنکھوں کی ٹھنڈک کا باعث ہے حضورؐ نے فرمایا لیکن میں خود شادی نہیں کرنا چاہتا اس انصاری نے پوچھا یا رسول اللہ! کس سے شادی کرنا چاہتے ہیں حضورؐ نے فرمایا جلیبیبؓ سے۔ اس انصاری نے کہا ذرا میں اس کی ماں سے مشورہ کر لوں۔ چنانچہ جا کر اپنی بیوی سے کہا کہ رسول اللہ ﷺ تمہاری بیٹی کے لئے شادی کا پیغام دے رہے ہیں اس کی بیوی نے کہا ضرور بسر و چشم۔ انصاری نے کہا کہ حضورؐ اپنے لئے پیغام نہیں دے رہے بلکہ حضرت جلیبیبؓ کے لئے

---

[1] اخرجه احمد والطبرانی قال الهیثمی (ج٤ ص ٢٥٧) رواه احمد والطبرانی وفیه مبارك بن فضالة وحدیثه حسن وبقیة رجال احمد رجال الصحیح اه واخرجه ابو یعلی عن ربیعه نحوه بطوله كما فی البدایة (ج ٥ ص ٣٣٦) والحاكم وغیره قصة النكاح كما فی الكنز (ج ٧ ص ٣٦) وابن سعد (ج ٣ ص ٤٤) قصة مع ابی بكر.

دے رہے ہیں بیوی نے کہا جلیبیب۔ بالکل نہیں۔ جلیبیب بالکل نہیں۔ اللہ کی قسم! اس سے شادی ہم نہیں کریں گے جب وہ انصاری حضورؐ کے پاس جا کر اپنی بیوی کا مشورہ بتانے کے لئے اٹھنے لگے تو اس لڑکی نے کہا میری شادی کا پیغام آپ لوگوں کو کس نے دیا ہے؟ اس کی ماں نے اسے بتایا (کہ حضورؐ نے دیا ہے) تو اس لڑکی نے کہا کیا آپ لوگ اللہ کے رسول ﷺ کی بات کا انکار کرو گے؟ مجھے حضورؐ کے حوالے کر دو وہ مجھے ہرگز ضائع نہیں ہونے دیں گے چنانچہ اس کے والد نے جا کر حضورؐ سے عرض کر دیا کہ میری بیٹی آپ کے اختیار میں ہے جس سے چاہیں شادی کر دیں چنانچہ حضورؐ نے حضرت جلیبیب سے اس کی شادی کر دی پھر حضورؐ ایک غزوہ میں تشریف لے آئے جب اللہ تعالیٰ نے حضور کو فتح نصیب فرما دی تو آپؐ نے فرمایا کون سا ساتھی تم لوگوں کو نظر نہیں آرہا ہے؟ صحابہؓ نے کہا کوئی ایسا نہیں ہے حضورؐ نے فرمایا لیکن مجھے جُلیبیبؓ نظر نہیں آرہا ہے حضورؐ نے فرمایا انہیں تلاش کرو صحابہؓ نے تلاش کیا تو وہ سات کافروں کے پاس شہید پڑے ہوئے ملے کہ انہوں نے ان سات کو قتل کیا پھر انہوں نے انہیں شہید کر دیا صحابہؓ نے کہا یا رسول اللہ! یہ حضرت جلیبیبؓ سات کافروں کے پہلو میں پڑے ہوئے ہیں پہلے انہوں نے انہیں قتل کیا پھر انہوں نے انہیں شہید کر دیا چنانچہ حضورؐ خود ان کے پاس تشریف لے گئے اور دو یا تین مرتبہ فرمایا اس نے سات کو قتل کیا پھر انہوں نے اسے شہید کر دیا۔ یہ میرا ہے اور میں اس کا ہوں پھر حضورؐ نے ان کے جسم کو اپنے بازوؤں پر رکھ لیا پھر ان کے لئے قبر کھودی گئی ان کے لئے اور تو کوئی تخت نہیں تھا بس حضورؐ کے بازو ہی تخت تھے۔ پھر حضور نے خود ان کو قبر میں رکھا اس حدیث میں اس بات کا ذکر نہیں ہے کہ حضورؐ نے انہیں غسل دیا۔ حضرت ثابت کہتے ہیں کہ انصار میں کوئی بیوہ عورت اس لڑکی سے زیادہ خرچ کرنے والی نہیں تھی حضرت اسحاق بن عبداللہ بن ابی طلحہ نے حضرت ثابت سے کہا کہ کیا تمہیں معلوم ہے کہ حضور ﷺ نے اس لڑکی کو کیا دعا دی تھی؟ یہ دعا دی تھی کہ اے اللہ! تو اس پر خیروں کو خوب بہا دے اور اس کی زندگی کو مشقت والی نہ بنا چنانچہ انصار میں کوئی بیوہ عورت اس سے زیادہ خرچ کرنے والی نہ تھی۔[1]

حضرت سلمان فارسی رضی اللہ عنہ کا نکاح

حضرت ابو عبدالرحمٰن سلمیؒ کہتے ہیں کہ حضرت سلمانؓ نے قبیلہ کندہ کی ایک عورت سے شادی کی اور اس کے گھر میں ہی ان کی رخصتی ہوئی۔ جب رخصتی والی رات آئی تو ان کے ساتھ ان کے ساتھی بھی چلتے ہوئے ان کی بیوی کے گھر تک آئے وہاں پہنچ کر حضرت سلمان

[1] اخرجه احمد قال الهيثمى (ج ۹ ص ۳۶۸) رواه احمد ورجاله رجال الصحيح وهو فى الصحيح خاليا عن الخطبه والتزويج انتهى

نے فرمایا اب آپ لوگ واپس چلے جائیں اللہ تعالیٰ آپ لوگوں کو بہت اجر عطا فرمائے اور ان لوگوں کو اندر اپنی بیوی کے پاس نہ لے گئے جیسے کہ بے وقوف لوگوں کا دستور ہے وہ گھر بہت سجا ہوا تھا دیواروں پر پردے پڑے ہوئے تھے یہ دیکھ کر انہوں نے فرمایا کیا تمہارے گھر کو بخار چڑھا ہوا ہے ؟(جو اس پر اتنے پردے لٹکا رکھے ہیں) یا کعبہ کندہ قبیلہ میں آگیا ہے ؟(جو تم نے اس گھر کو اتنا سجا رکھا ہے) گھر والوں نے کہا نہ تو ہمارے گھر کو بخار چڑھا ہوا ہے اور نہ کعبہ کندہ میں آگیا ہے۔ جب ان لوگوں نے دروازے کے پردے کے علاوہ باقی تمام پردے اتار دیئے تب حضرت سلمانؓ گھر کے اندر گئے۔ جب اندر گئے تو انہیں بہت سا سامان نظر آیا تو فرمایا اتنے سامان کی تو میرے خلیل ﷺ نے مجھے وصیت نہیں فرمائی تھی انہوں نے مجھے یہ وصیت فرمائی تھی کہ دنیا میں سے میرا سامان اتنا ہو جتنا ایک سوار کا توشہ سفر ہوتا ہے پھر انہوں نے بہت سی باندیاں دیکھیں فرمایا یہ باندیاں کس کی ہیں انہوں نے کہا یہ آپ کی اور آپ کی بیوی کی ہیں فرمایا میرے خلیل ﷺ نے اتنی باندیاں رکھنے کی مجھے وصیت نہیں فرمائی انہوں نے تو مجھے اس کی وصیت فرمائی تھی کہ میں اتنی رکھوں جن سے میں خود نکاح کر سکوں یا ان کا دوسروں سے نکاح کر سکوں۔ اگر میں اتنی ساری باندیاں رکھوں گا تو یہ تو زناء پر مجبور ہو جائیں گی (اور مالک ہونے کی وجہ سے) ان کے برابر مجھے بھی گناہ ہو گا اور اس سے ان کے گناہ میں کوئی کمی نہ آئے گی پھر جو عورتیں ان کی بیوی کے پاس بیٹھی ہوئی تھیں ان سے فرمایا کیا اب تم میرے پاس سے چلی جاؤ گی ؟ اور مجھے اپنی بیوی کے ساتھ تنہائی کا موقع دو گی ؟ انہوں نے کہا جی ہاں۔ چنانچہ وہ چلی گئیں حضرت سلمانؓ نے جا کر دروازہ بند کیا اور پردہ لٹکا دیا اور آکر اپنی بیوی کے پاس بیٹھ گئے اور اس کی پیشانی پر ہاتھ پھیر کر برکت کی دعا کی اور اس سے کہا کہ جس کام کا تمہیں حکم دوں گا کیا تم اس میں میری اطاعت کرو گی ؟ اس نے کہا آپ ہیں ہی ایسے مقام پر کہ آپ کی بات مانی جائے انہوں نے فرمایا میرے خلیل ﷺ نے مجھے یہ وصیت فرمائی تھی کہ جب میں اپنی بیوی کے ساتھ (پہلی مرتبہ) اکٹھا ہوں تو اللہ کی اطاعت پر اکٹھا ہوں چنانچہ حضرت سلمانؓ اور ان کی بیوی کھڑے ہو کر نماز پڑھنے کی جگہ گئے اور کچھ دیر نماز پڑھی اور پھر دونوں واپس اپنی جگہ پر آگئے اور پھر انہوں نے اس بیوی سے اپنی وہ ضرورت پوری کی جو انسان اپنی بیوی سے کیا کرتا ہے۔ صبح کو ان کے ساتھی ان کے پاس آئے اور پوچھا حضرت آپ نے اپنے گھر والوں کو کیسا پایا ؟ انہوں نے اعراض فرمایا ان لوگوں نے دوبارہ پوچھا تو انہوں نے پھر اعراض فرمایا لوگوں نے تیسری مرتبہ پھر پوچھا تو پہلے تو ان سے اعراض فرمایا پھر فرمایا اللہ تعالیٰ نے پردے اور دروازے بنائے ہی اسی لئے ہیں تاکہ ان کے اندر کی چیزیں چھپی رہیں آدمی کے لئے اتنا ہی کافی ہے کہ وہ ظاہری حالات کے بارے میں پوچھے۔ چھپے ہوئے اندر کے حالات ہرگز نہ پوچھے میں نے حضور ﷺ کو فرماتے ہوئے سنا ہے کہ بیوی کے

ساتھ کے اندر کے حالات بتانے والا اس گدھے اور گدھی کی طرح ہے جو راستہ میں جفتی کر رہے ہوں [1] حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ حضرت سلمانؓ ایک سفر سے واپس آئے تو ان سے حضرت عمرؓ کی ملاقات ہوئی تو حضرت عمرؓ نے کہا آپ اللہ تعالیٰ کے پسندیدہ بندے ہیں حضرت سلمانؓ نے کہا تو پھر آپ (اپنے خاندان میں) میری شادی کرا دیں حضرت عمرؓ اس پر خاموش رہے حضرت سلمانؓ نے کہا آپ مجھے اللہ کا پسندیدہ بندہ تو سمجھتے ہیں لیکن مجھے اپنا داماد بنانا آپ کو پسند نہیں ہے۔ صبح کو حضرت عمرؓ کی قوم کے لوگ حضرت سلمانؓ کے پاس گئے حضرت سلمانؓ نے پوچھا کیا کوئی کام ہے۔ ان لوگوں نے کہا جی ہاں۔ حضرت سلمانؓ نے پوچھا کیا ہے؟ انشاء اللہ آپ لوگوں کا کام ہو جائے گا ان لوگوں نے کہا آپ نے حضرت عمرؓ کو شادی کا پیغام دیا ہے وہ واپس لے لیں حضرت سلمانؓ نے فرمایا میں نے یہ پیغام حضرت عمرؓ کی امارت یا بادشاہت کی وجہ سے نہیں دیا تھا بلکہ میں نے تو اس وجہ سے دیا تھا کہ وہ نیک آدمی ہیں شاید اللہ تعالیٰ میرے اور ان کے اس رشتے سے نیک اولاد پیدا فرما دیں چنانچہ پھر انہوں نے قبیلہ کندہ میں شادی کی اور اس کے بعد پچھلی حدیث جیسا مضمون ذکر کیا۔ [2]

حضرت ابو الدرداء رضی اللہ عنہ کا نکاح

حضرت ثابت بنانیؒ کہتے ہیں کہ حضرت ابو الدرداءؓ حضرت سلمانؓ کے ساتھ قبیلہ بنو لیث کی ایک عورت سے حضرت سلمانؓ کی شادی کا پیغام دینے گئے اور (گھر کے) اندر جا کر حضرت سلمانؓ کے فضائل اور ان کے شروع میں مسلمان ہونے اور ان کے اسلام لانے کے واقعات تفصیل سے بیان کیئے اور انہیں بتایا کہ حضرت سلمانؓ ان کی فلاں نوجوان لڑکی سے شادی کرنا چاہتے ہیں ان لوگوں نے کہا حضرت سلمانؓ سے شادی کرنے کو تو ہم تیار نہیں ہیں البتہ آپ سے کرنے کو تیار ہیں چنانچہ وہ اس لڑکی سے شادی کر کے باہر آئے اور حضرت سلمانؓ سے کہا اندر کچھ بات ہوئی ہے لیکن اسے بتاتے ہوئے مجھے شرم آ رہی ہے بہر حال حضرت ابو الدرداءؓ نے انہیں ساری بات بتائی یہ سن کر حضرت سلمانؓ نے کہا (آپ مجھ سے کیوں شرما رہے ہیں) وہ تو مجھے آپ سے شرمانا چاہیئے کیونکہ میں اس لڑکی کو شادی کا پیغام دے رہا تھا جو اللہ نے آپ کے مقدر میں لکھی ہوئی تھی۔ [3]

---

[1] عند ابی نعیم ایضا و اخرجه الطبرانی عن ابن عباس مختصر او فی اسناد هما الحاج بن فروخ وهو ضعیف کما قال الهیثمی (ج ٤ ص ٢٦١)

[2] اخرجه ابو نعیم فی الحلیة (ج ١ ص ٢٠٠) و اخرجه الطبرانی مثله قال الهیثمی (ج ٤ ص ٢٧٥) ورجاله ثقات الا ان ثابتا لم یسمع من سلمان ولا من ابی الدرداء انتهی

[3] اخرجه ابو نعیم فی الحلیة (ج ١ ص ١٨٥)

حضرت ابو الدرداء رضی اللہ عنہ کا اپنی بیٹی درداء کی ایک غریب سادہ مسلمان سے شادی کرنا

حضرت ثابت بنانیؒ کہتے ہیں کہ یزید بن معاویہ نے حضرت ابو الدرداءؓ کو ان کی بیٹی حضرت درداء سے شادی کا پیغام دیا تو حضرت ابو الدرداءؓ نے ان کو انکار کردیا یزید کے ہم نشینوں میں سے ایک آدمی نے یزید سے کہا اللہ آپ کی اصلاح فرمائے کیا آپ مجھے اجازت دیتے ہیں کہ میں حضرت درداء سے شادی کرلوں؟ یزید نے کہا تیرا ناس ہو دفع ہو جا۔ اس آدمی نے کہا اللہ آپ کی اصلاح فرمائے آپ مجھے اجازت دے دیں۔ یزید نے کہا اچھا۔ چنانچہ اس آدمی نے حضرت درداء سے شادی کا پیغام دیا تو حضرت ابو الدرداء نے اس آدمی سے اپنی بیٹی کی شادی کردی اس پر لوگوں میں یہ بات مشہور ہو گئی کہ یزید نے حضرت ابو الدرداءؓ کو بیٹی سے شادی کا پیغام دیا تو اسے تو انکار کردیا اور ایک عام غریب مسلمان نے اسی بیٹی سے شادی کا پیغام دیا تو اس سے شادی کردی اس پر حضرت ابو الدرداءؓ نے فرمایا میں نے ایسا اپنی بیٹی کے فائدے کی وجہ سے کیا تمہارا کیا خیال ہے کہ (اگر میں درداء کی شادی یزید سے کردیتا تو) ہر وقت اس کے سر پر خواجہ سرا یعنی خصی غلام (خدمت کے لئے) کھڑے رہتے اور گھروں پر نگاہ ڈالتی تو (سونے چاندی کی کثرت کی وجہ سے) اس کی آنکھیں چکاچوند ہو جاتیں لیکن پھر اس کا دین کیسے باقی رہتا (بس ہر وقت دنیا میں لگی رہتی)۔[1]

حضرت علی بن ابی طالبؓ کا اپنی بیٹی حضرت ام کلثوم رضی اللہ عنہا سے حضرت عمر بن خطابؓ کی شادی کرنا

حضرت ابو جعفر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ حضرت عمرؓ نے حضرت علیؓ کو ان کی بیٹی سے شادی کا پیغام دیا حضرت علیؓ نے کہا وہ تو چھوٹی ہے۔ کسی نے حضرت عمرؓ سے کہا (وہ چھوٹی نہیں ہے) بلکہ حضرت علیؓ یہ کہہ کر انکار کرنا چاہتے ہیں اس پر حضرت عمرؓ نے ان سے دوبارہ بات کی (تو حضرت علیؓ راضی ہوگئے اور انہوں نے حضرت عمرؓ سے اپنی بیٹی کا نکاح کردیا) اور انہوں نے کہا میں اسے آپ کے پاس بھیجتا ہوں اگر آپ کو پسند آگئی تو وہ آپ کی بیوی ہے ہی۔ چنانچہ حضرت علیؓ نے حضرت ام کلثومؓ کو حضرت عمرؓ کے پاس بھیجا تو حضرت عمرؓ نے ان کی پنڈلی سے کپڑا ہٹانا چاہا تو انہوں نے کہا کپڑا نیچے ہی رہنے دیں اگر آپ امیر

---

[1] اخرجه ابو نعيم في الحلية (ج ۱ ص ۲۵۱) و اخرجه ايضا الامام احمد مثله كمافي صفة الصفوة (ج ۱ ص ۲۶۰)

المومنین نہ ہوتے تو میں آپ کی آنکھ پر تھپڑ مار تی (واپس جا کر حضرت ام کلثومؓ نے حضرت علیؓ کو ساری بات بتائی تو حضرت علیؓ نے فرمایا وہ ایسا کر سکتے ہیں کیونکہ وہ تمہارے خاوند ہیں) [۱] حضرت محمد (بن علی) رحمتہ اللہ علیہ کہتے ہیں کہ حضرت عمرؓ نے حضرت علی رضی اللہ عنہ کو (ان کی بیٹی) حضرت ام کلثومؓ سے شادی کا پیغام دیا تو حضرت علیؓ نے کہا میں نے تو یہ فیصلہ کیا ہوا ہے کہ اپنی تمام بیٹیوں کی شادی صرف (اپنے بھائی) حضرت جعفر (بن ابی طالب) رضی اللہ عنہ کے بیٹوں سے کروں گا حضرت عمرؓ نے فرمایا نہیں۔ آپ اس کی مجھ سے شادی کر دیں۔ اللہ کی قسم! روئے زمین پر کوئی مرد ایسا نہیں ہے جو اس کے اکرام کا اتنا اہتمام کر سکے جتنا میں کروں گا حضرت علیؓ نے کہا اچھا میں نے (اس بیٹی کا نکاح آپ سے) کر دیا حضرت عمرؓ نے آکر مہاجرین سے کہا مجھے شادی کی مبارکباد دو انہوں نے انہیں مبارکباد دی اور پوچھا آپ نے کس سے شادی کی ہے؟ حضرت عمرؓ نے کہا حضرت علیؓ کی بیٹی سے کیونکہ حضور ﷺ نے فرمایا ہے کہ میرے رشتہ اور تعلق کے علاوہ ہر رشتہ اور تعلق قیامت کے دن ختم ہو جائے گا۔ میں نے اپنی بیٹی کی شادی تو حضورؐ کی تھی اب میں نے چاہا کہ حضورؐ کی نواسی سے میری شادی ہو جائے تو مزید رشتہ کا تعلق حاصل ہو جائے حضرت عطاء خراسانیؒ کی روایت میں یہ ہے کہ حضرت عمرؓ نے حضرت ام کلثومؓ کو مہر میں چالیس ہزار دیئے۔ [۲]

حضرت عدی بن حاتم رضی اللہ عنہ کا اپنی بیٹی سے حضرت عمرو بن حریث رضی اللہ عنہ کی شادی کرنا

حضرت شعبیؒ کہتے ہیں کہ حضرت عمرو بن حریثؓ نے حضرت عدی بن حاتمؓ کو (ان کی بیٹی سے) شادی کا پیغام دیا تو حضرت عدیؓ نے فرمایا مہر کے بارے میں میرا فیصلہ مانو گے تو میں اپنی بیٹی کی آپ سے شادی کروں گا حضرت عمروؓ نے پوچھا آپ کا وہ فیصلہ کیا ہے؟ حضرت عدی نے کہا تم لوگوں کے لئے رسول اللہ ﷺ کا ایک عمدہ نمونہ موجود ہے میرا تمہارے بارے میں یہ فیصلہ ہے کہ حضرت عائشہؓ والا مہر چار سو اسی درہم دو گے [۳] حضرت حمید بن ہلالؒ کہتے ہیں کہ حضرت عمرو بن حریثؓ نے حضرت عدی بن حاتمؓ کو شادی کا پیغام دیا تو حضرت عدیؓ نے کہا میں آپ سے شادی تو کروں گا لیکن مہر کے بارے میں میرا فیصلہ ماننا ہو گا حضرت عمروؓ نے کہا میرے بارے میں آپ کا جو فیصلہ ہے وہ مجھے بتا دیں بعد میں حضرت

---

[۱] اخرجه عبدالرزاق وسعيد بن منصور كذافي الكنز (ج ٨ ص ٢٩١) واخرجه ابن عمر المقدسي عن محمد بن علي نحوه كمافي الاصابة (ج ٤ ص ٤٩٢)

[۲] عند ابن سعد كذافي الاصابة [۳] اخرجه ابن عساكر

عدیؓ نے ان کو یہ پیغام بھیجا کہ میں نے چار سو اسی درہم مہر کا فیصلہ کیا ہے جو حضور ﷺ کی سنت ہے۔[1]

حضرت بلال اور ان کے بھائی رضی اللہ عنہما کا نکاح

حضرت شعبیؒ کہتے ہیں کہ حضرت بلالؓ اور ان کے بھائی نے یمن کے ایک گھرانہ میں اپنی شادی کا پیغام دیا تو حضرت بلال نے یوں فرمایا میں بلال ہوں اور یہ میرا بھائی ہے ہم دونوں حبشہ کے غلام ہیں ہم گمراہ تھے ہمیں اللہ نے ہدایت دی اور ہم دونوں غلام تھے ہمیں اللہ نے آزاد کر دیا اگر آپ لوگ ہم دونوں کی شادی کر دیں گے تو الحمد للہ یعنی ہم اللہ کا شکر ادا کریں گے اور اگر نہیں کرو گے تو اللہ اکبر یعنی اللہ بہت بڑے ہیں وہ کوئی اور انتظام کر دیں گے آپ لوگوں سے کوئی شکایت نہیں ہو گی (ان لوگوں نے ان دونوں کی شادی کر دی) حضرت عمرو بن میمونؒ اپنے والد (حضرت میمونؒ) سے نقل کرتے ہیں کہ حضرت بلالؓ کے ایک بھائی نسب میں اپنی نسبت عرب کی طرف کرتے تھے اور کہتے تھے کہ وہ عربوں میں سے ہیں انہوں نے عرب کی ایک عورت کو شادی کا پیغام بھیجا اس عورت کے رشتہ داروں نے کہا اگر حضرت بلالؓ آئیں گے تو ہم آپ سے شادی کریں گے چنانچہ حضرت بلالؓ آئے اور انہوں نے خطبہ مسنونہ پڑھ کر فرمایا میں بلال بن رباح ہوں اور یہ میرا بھائی ہے لیکن یہ اخلاق اور دین میں برا آدمی ہے اگر تم چاہو تو اس سے شادی کر دو اور اگر چاہو تو چھوڑ دو۔ انہوں نے کہا جس کے آپ بھائی ہوں ہم اس سے ضرور شادی کریں گے چنانچہ انہوں نے اپنی عورت کی حضرت بلالؓ کے بھائی سے شادی کر دی۔[2]

نکاح میں کافروں کے ساتھ مشابہت اختیار کرنے پر انکار

حضرت عبداللہ بن قرط ثمالی رضی اللہ عنہ نبی کریم ﷺ کے صحابہ میں سے تھے وہ حضرت عمرؓ کی طرف سے حمص کے گورنر تھے ایک رات وہ حمص میں پہرہ کے لئے گشت کر رہے تھے کہ اس کے پاس سے ایک بارات دلہن کو لئے ہوئے گزری اور ان لوگوں نے اس دلہن کے سامنے کئی جگہ آگ جلا رکھی تھی انہوں نے کوڑے سے باراتیوں کی ایسی پٹائی کی کہ وہ سب دلہن کو چھوڑ کر بھاگ گئے صبح کو حضرت عبداللہؓ منبر پر بیٹھے اور اللہ کی حمد و ثنا کے بعد فرمایا حضرت ابو جندلہؓ نے حضرت امامہؓ سے شادی کی تو ولیمہ میں حضرت امامہؓ کے لئے چند مٹھی کھانا تیار کیا اللہ تعالیٰ ابو جندلہؓ پر رحم کرے اور امامہ پر رحمت نازل کرے اور اللہ

[1] عند ابن عساکر ایضا کذافی الکنز (ج ۸ ص ۲۹۹)
[2] اخرجه ابن سعد (ج ۳ ص ۲۳۷)

تمہاری رات والی دلہن اور باراتیوں پر لعنت کرے ان لوگوں نے کئی جگہ آگ جلا رکھی تھی اور کافروں کے ساتھ مشابہت اختیار کر رکھی تھی اور اللہ کافروں کے نور کو بجھانے والا ہے۔ [1]

مہر کا بیان

حضرت عائشہؓ فرماتی ہیں کہ حضور ﷺ کا مہر بارہ اوقیہ اور ایک نش تھا جس کے پانچ سو درہم ہوتے ہیں کیونکہ ایک اوقیہ میں چالیس درہم اور ایک نش میں بیس درہم ہوتے ہیں۔ [2] حضرت مسروقؒ کہتے ہیں کہ حضرت عمرؓ منبر پر تشریف فرما ہوئے اور فرمایا میرے علم میں ایسا آدمی کوئی نہ آئے جس نے چار سو سے زیادہ مہر مقرر کیا ہو کیونکہ نبی کریم ﷺ اور آپ کے صحابہؓ کا مہر چار سو درہم یا اس سے کم تھا اگر مہر زیادہ کرنا کوئی تقویٰ اور عزت کی بات ہوتی تو تم لوگ ان مبارک حضرات سے مہر میں آگے نہیں جا سکتے تھے پھر منبر سے نیچے تشریف لے آئے پھر ایک قریشی عورت ان کے سامنے آئی اور اس نے کہا کیا آپ نے لوگوں کو چار سو سے زیادہ مہر رکھنے سے منع کیا ہے؟ حضرت عمر نے کہا ہاں۔ اس عورت نے کہا، کیا آپ نے اللہ تعالیٰ کو قرآن میں یہ فرماتے ہوئے نہیں سنا وَاٰتَیْتُمْ اِحْدٰهُنَّ قِنْطَارًا (سورت نساء آیت ۲۰) ترجمہ "اور تم اس ایک (عورت) کو انبار کا انبار مال دے چکے ہو تو اس میں سے کچھ بھی مت لو" (یعنی اس آیت میں مہر میں بہت زیادہ مال دینے کو اللہ نے ذکر فرمایا جس سے معلوم ہوا کہ زیادہ مہر دینا بھی جائز ہے) یہ سن کر حضرت عمرؓ نے کہا اے اللہ! میں تجھ سے معافی مانگتا ہوں تمام لوگ عمر سے زیادہ سمجھ رکھتے ہیں پھر واپس آکر منبر پر تشریف فرما ہوئے اور فرمایا اے لوگو! میں نے تمہیں چار سو سے زیادہ مہر دینے سے منع کیا تھا لیکن اب تمہیں اجازت ہے کہ جتنا چاہو یا جتنا تمہارا دل کہے تم اتنا مہر دے سکتے ہو۔ [3]

حضرت شعبیؒ کہتے ہیں کہ ایک دن حضرت عمر بن خطابؓ نے بیان فرمایا اللہ کی حمد و ثناء کے بعد فرمایا غور سے سنو عورتوں کے مہر زیادہ مقرر نہ کرو۔ اگر مجھے کسی کے بارے میں پتہ چلا کہ اس نے اس سے زیادہ مہر دیا ہے جتنا خود حضور ﷺ نے دیا تھا یا آپ کی بیٹیوں کو دیا گیا تھا تو میں زائد مہر لے کر بیت المال میں جمع کر دوں گا پھر حضرت عمرؓ منبر سے نیچے اتر آئے تو قریش کی ایک عورت نے ان کے سامنے آکر کہا اے امیر المومنین! کیا اللہ کی کتاب اتباع کی زیادہ حقدار ہے یا آپ کی بات؟ حضرت عمرؓ نے فرمایا اللہ کی کتاب۔ کیا بات ہے؟ اس عورت

---

[1] اخرجه ابو الشيخ في كتاب النكاح عن عروة بن رويم كذافي الاصابة (ج ٤ ص ٣٧)

[2] اخرجه ابن سعد (٨ ص ١٦١) [3] اخرجه سعيد بن منصور وابو يعلي والمحاملي كذافي الكنز (ج ٨ ص ٢٩٨) رواه ابو يعلي في الكبير وفيه مجالد بن سعيد وفيه ضعف وقدوثق انتهى واخرجه ابن سعد (ج ٨ ص ١٦١) من طريق عطاء الخراساني اخصر منه

نے کہا آپ نے لوگوں کو عورتوں کے مہر زیادہ بڑھانے سے منع کیا حالانکہ اللہ تعالیٰ اپنی کتاب میں فرمارہے ہیں وَاٰتَیْتُمْ اِحْدٰھُنَّ قِنْطَارًا فَلَا تَاْخُذُوْا مِنْهُ شَیْئًا (سورت نساء آیت ۲۰) ترجمہ گزر چکا ہے۔ یہ سن کر حضرت عمرؓ نے تین مرتبہ فرمایا ہر ایک عمر سے دین کی سمجھ زیادہ رکھتا ہے پھر منبر پر واپس آکر لوگوں سے فرمایا میں نے تمہیں عورتوں کے مہر بہت زیادہ مقرر کرنے سے منع کیا تھا لیکن اب تمہیں اختیار ہے ہر آدمی اپنے مال میں جو چاہے کرے۔[1]

حضرت عمرؓ نے فرمایا اگر زیادہ مہر آخرت میں درجات اور مرتبہ کی بلندی کا ذریعہ ہوتا تو نبی کریم ﷺ کی بیٹیاں اور بیویاں اس کی زیادہ حقدار تھیں۔[2]

حضرت ابن سیرینؒ کہتے ہیں کہ حضرت عمرؓ نے عورت کو دو ہزار مہر دینے کی اجازت دی اور حضرت عثمانؓ نے چار ہزار کی اجازت دی۔[3]

حضرت نافعؒ کہتے ہیں کہ حضرت ابن عمرؓ نے حضرت صفیہؓ سے چار سو درہم پر شادی کی تو حضرت صفیہؓ نے حضرت ابن عمرؓ کو یہ پیغام بھیجا کہ یہ چار سو تو ہمیں کافی نہیں ہوں گے اس پر حضرت ابن عمرؓ نے حضرت عمرؓ سے چھپ کر دو سو درہم بڑھا دیئے۔[4]

حضرت ابن سیرینؒ کہتے ہیں کہ حضرت حسن بن علیؓ نے ایک عورت سے شادی کی اور اس کے پاس سو باندیاں بھیجیں ہر باندی کے ساتھ ہزار درہم بھیجے (کل لاکھ درہم مہر کے ہو گئے)۔[5]

عورتوں مردوں اور بچوں کی معاشرت اور آپس میں رہن سہن

حضرت عائشہؓ فرماتی ہیں کہ میں نے آٹا دودھ یا گھی ملا کر حضور ﷺ کے لئے حریرہ پکایا اور آپؐ کی خدمت میں پیش کیا حضورؐ میرے اور حضرت سودہؓ کے درمیان بیٹھے ہوئے تھے میں نے حضرت سودہؓ سے کہا آپ بھی کھائیں انہوں نے انکار کیا میں نے کہا یا تو آپ کھائیں ورنہ میں آپ کے منہ پر مل دوں گی انہوں نے پھر بھی انکار کیا تو میں نے حریرہ میں ہاتھ ڈال کر ان کے چہرے پر لیپ دیا اس پر حضورؐ ہنس پڑے پھر حضورؐ نے ان کا ہاتھ حریرہ میں ڈال کر کہا تم عائشہؓ کے چہرے پر مل دو۔ چنانچہ انہوں نے میرے چہرے پر مل دیا تو حضورؐ اس پر بھی ہنسے اتنے میں حضرت عمرؓ وہاں سے گزرے وہ کسی کو پکارتے ہوئے اے عبداللہ! اے عبداللہ کہہ رہے تھے حضورؐ سمجھے کہ حضرت عمرؓ اندر آئیں گے اس پر حضورؐ نے فرمایا (عمر اندر آرہے

---

[1] اخرجه سعيد بن منصور والبيهقي [2] عند ابي عمر بن فضالة في اماليه كذافي كنز العمال (ج ٨ ص ٢٩٨) [3] اخرجه ابن ابي شيبة كذافي الكنز (ج٨ ص ٢٩٨)

[4] اخرجه ابن ابي شيبة كذافي الكنز (ج ٨ ص ٢٩٨)

[5] اخرجه الطبراني قال الهيثمي (ج ٤ ص ٢٨٤) رجاله رجال الصحيح انتهى

ہیں) تم دونوں اٹھو اور اپنے منہ دھولو۔ چونکہ حضورؐ نے عمرؓ کا اتنا خیال فرمایا اس وجہ سے میں ہمیشہ حضرت عمرؓ سے ڈرتی تھی[1] اور ایک روایت میں یہ ہے کہ حضورؐ نے حضرت سودہؓ کی خاطر اپنا گھٹنا نیچے کر دیا تاکہ وہ مجھ سے بدلہ لے سکیں چنانچہ انہوں نے پیالے میں سے کچھ حریرہ لیا اور میرے چہرے پر مل دیا اور حضورؐ ہنس رہے تھے۔

حضور ﷺ کی آزاد کردہ باندی حضرت رزینہؓ فرماتی ہیں کہ حضرت سودہ یمانیہؓ حضرت عائشہؓ کو ملنے آئیں حضرت عائشہؓ کے پاس حفصہ بنت عمرؓ بھی تھیں حضرت سودہؓ خوب بناؤ سنگھار کر کے بڑی اچھی شکل وصورت میں آئی تھیں انہوں نے یمنی چادر اور یمنی اوڑھنی اوڑھی ہوئی تھی انہوں نے گوشہ چشم کے قریب ایلوے اور زعفران کے دو بڑے بڑے نشان لگا رکھے تھے جو گردن کے پھوڑے کے برابر تھے۔ حضرت علیلہ راویہ کہتی ہیں کہ میں نے عورتوں کو دیکھا کہ وہ ایلوا، زعفران وغیرہ زینت کے لئے استعمال کرتی تھیں حضرت حفصہؓ نے حضرت عائشہؓ سے کہا اے ام المومنین! حضور ﷺ تشریف لائیں گے اور یہ ہمارے درمیان چمک رہی ہوں گی ام المومنین حضرت عائشہؓ نے کہا اے حفصہ اللہ سے ڈرو حضرت حفصہؓ نے کہا نہیں۔ میں تو ان کا بناؤ سنگھار سارا ضرور خراب کروں گی۔ حضرت سودہؓ اونچا سنتی تھیں انہوں نے پوچھا تم دونوں کیا باتیں کر رہی ہو؟ حضرت حفصہؓ نے ان سے کہا اے سودہؓ! کانا (دجال) نکل آیا ہے انہوں نے کہا اچھا۔ یہ سن کر بہت زیادہ گھبرا گئیں اور کانپنے لگیں پھر انہوں نے کہا میں کہاں چھپوں؟ حضرت حفصہؓ نے کہا اس خیمہ میں چھپ جاؤ وہاں کھجور کے پتوں کا بنا ہوا ایک خیمہ تھا جس میں لوگ چھپتے تھے یہ جا کر اس میں چھپ گئیں اس میں گردو غبار اور مکڑی کے جالے بہت تھے اتنے میں حضور ﷺ تشریف لے آئے تو دیکھا کہ یہ دونوں ہنس رہی ہیں اور ہنسی کے مارے دونوں سے بولا نہیں جا رہا ہے۔ حضورؐ نے تین مرتبہ پوچھا اتنا کیوں ہنس رہی ہو؟ تو دونوں نے ہاتھ سے اس خیمے کی طرف اشارہ کیا آپ وہاں تشریف لے گئے تو دیکھا کہ حضرت سودہؓ کانپ رہی ہیں حضورؐ نے ان سے پوچھا اے سودہؓ! تمہیں کیا ہوا انہوں نے کہا یا رسول اللہ! کانا نکل آیا ہے حضورؐ نے فرمایا وہ ابھی نہیں نکلا لیکن نکلے گا ضرور۔ وہ ابھی نہیں نکلا لیکن نکلے گا ضرور۔ پھر حضورؐ نے انہیں باہر نکالا اور ان کے کپڑوں اور جسم کے گردو غبار اور مکڑی کے جالے صاف کیئے[2] طبرانی کی روایت میں مضمون اس طرح ہے کہ حضرت حفصہؓ نے حضرت عائشہؓ سے کہا کہ حضورؐ ہمارے پاس

---

[1] اخرجه ابو يعلى قال الهيثمى (ج ٤ ص ٣١٦) رجاله رجال الصحيح خلا محمد بن عمرو بن علقمة وحديثه حسن اه واخرجه ابن عساكر مثله كما فى المنتخب (ج ٤ ص ٣٩٣) وابن النجار نحوه كما فى الكنز (ج ٧ ص ٣٠٢)

[2] اخرجه ابو يعلى قال الهيثمى (ج ٤ ص ٣١٦) رواه ابو يعلى والطبرانى وفيه من لم اعرفهم

تشریف لائیں گے ہم میلی کچیلی نظر آئیں گی اور یہ ہمارے درمیان چمک رہی ہوں گی۔

حضرت عائشہؓ فرماتی ہیں کہ ایک مرتبہ حضور ﷺ بیٹھے ہوئے تھے اتنے میں انہوں نے لوگوں اور بچوں کے شور کی آواز سنی آپ نے دیکھا کہ ایک حبشی عورت ناچ رہی ہے اور لوگ اس کے ارد گرد جمع ہیں آپ نے فرمایا اے عائشہؓ ادھر آؤ اور ذرا دیکھو میں حضورؐ کے کندھوں پر اپنا رخسار رکھ کر کندھے اور سر کے درمیان سے دیکھنے لگی آپ پوچھتے اے عائشہ ابھی تمہارا دل نہیں بھرا میں کہہ دیتی نہیں میں دیکھنا چاہتی تھی کہ حضورؐ کے ہاں میرا درجہ کتنا ہے؟ میں اتنی دیر یوں کھڑی دیکھتی رہی کہ حضورؐ تھک گئے اور کبھی ایک پاؤں پر آرام کرتے اور کبھی دوسرے پر۔ اتنے میں حضرت عمرؓ آگئے تو سارے لوگ اور بچے ادھر ادھر چلے گئے اس پر حضورؐ نے فرمایا کہ میں نے دیکھا کہ عمر کے آنے پر انسانوں اور جنات کے شیطان سب بھاگ گئے[1] حضرت عائشہؓ فرماتی ہیں اللہ کی قسم! میں نے دیکھا کہ نبی کریم ﷺ میرے حجرے کے دروازے پر کھڑے ہوتے اور مسجد (کے صحن) میں حبشی لوگ نیزوں سے کھیل رہے ہوتے اور آپؐ میرے لئے اپنی چادر سے پردہ کرتے تاکہ میں حضورؐ کے کان اور کندھے کے درمیان سے ان کا کھیل دیکھ سکوں۔ پھر آپ میری وجہ سے کھڑے رہتے یہاں تک کہ میں دیکھنا بس کرتی آپ لوگ خود ہی اندازہ لگالیں کہ ایک نو عمر کھیل کود کی شوقین لڑکی کے دیکھنے کی مقدار کیا ہوگی۔[2]

حضرت عائشہؓ فرماتی ہیں کہ حضور ﷺ حضرت زینب بنت جحشؓ کے پاس تشریف لے جاتے اور ان کے ہاں شہد پیا کرتے (اس پر مجھے رشک آیا) میں نے اور حضرت حفصہؓ نے آپس میں طے کیا کہ ہم دونوں میں سے جس کے پاس حضورؐ تشریف لائیں وہ حضورؐ سے یہ کہے کہ مجھے آپ سے مغافیر کی بو آرہی ہے آپ نے مغافیر کھائی ہے (مغافیر ایک بودار گوند ہے یعنی آپ نے جو شہد پیا ہے اس کی مکھی مغافیر کے درخت سے رس چوس لیا ہوگا اور بودار چیز حضورؐ فرشتوں کی وجہ سے استعمال نہیں فرماتے تھے) چنانچہ ہم دونوں میں سے ایک کے پاس حضورؐ تشریف لائے اور اس نے یہ بات حضورؐ سے کہہ دی حضورؐ نے فرمایا نہیں میں نے مغافیر نہیں کھائی البتہ میں نے زینب بنت جحش کے ہاں شہد پیا ہے وہ بھی آئندہ کبھی نہیں پیوں گا پھر یہ آیات نازل ہوئیں۔

يَاأَيُّهَا النَّبِيُّ لِمَ تُحَرِّمُ مَا أَحَلَّ اللَّهُ لَكَ سے لے کر إِنْ تَتُوبَا إِلَى اللَّهِ فَقَدْ صَغَتْ قُلُوبُكُمَا تک ان الفاظ سے حضرت عائشہؓ، حضرت حفصہؓ کو خطاب ہے۔ ان میں یہ آیت بھی ہے وَإِذْ أَسَرَّ النَّبِيُّ إِلَى بَعْضِ أَزْوَاجِهِ حَدِيثًا اس آیت سے مراد یہی ہے جو حضورؐ نے فرمایا کہ میں نے

---

[1] اخرجه ابن عدی و ابن عساكر كما في المنتخب (ج ٤ ص ٣٩٣)

[2] عند الشيخين كما في المشكوة (ص ٢٧٢)

مغافیر نہیں کھائی البتہ شہد پیا ہے۔ ابراہیم بن موسیٰ ہشام سے نقل کرتے ہیں اس آیت سے مراد حضور کا یہ فرمان ہے کہ میں آئندہ ہر گز شہد نہیں پیوں گا میں نے قسم کھالی ہے (اے حفصہ) تم یہ بات کسی کو نہ بتانا۔ آیات کا ترجمہ "اے نبی! جس چیز کو اللہ نے آپ کے لئے حلال کیا ہے آپ (قسم کھا کر (اس کو (اپنے اوپر) کیوں حرام فرماتے ہیں پھر وہ بھی اپنی بیویوں کی خوشنودی حاصل کرنے کے لئے اور اللہ تعالیٰ بخشنے والا مہربان ہے۔ اللہ تعالیٰ نے تم لوگوں کے لئے تمہاری قسموں کا کھولنا (یعنی قسم توڑنے کے بعد اس کے کفارہ کا طریقہ) مقرر فرمادیا ہے اور اللہ تعالیٰ تمہارا کارساز ہے اور وہ بڑا جاننے والا اور بڑی حکمت والا ہے اور جب کہ پیغمبر (ﷺ) نے اپنی کسی بیوی سے ایک بات چپکے سے فرمائی پھر جب اس بی بی نے وہ بات (دوسری بی بی کو) بتلادی اور پیغمبر کو اللہ تعالیٰ نے بذریعہ وحی اس کی خبر کردی تو پیغمبر نے (اس ظاہر کرنے والی بی بی کو) تھوڑی سی بات تو جتلادی اور تھوڑی سی بات کو ٹال گئے سو جب پیغمبر نے اس بی بی کو وہ بات جتلائی وہ کہنے لگی آپ کو اس کی کس نے خبر کردی؟ آپ نے فرمایا مجھ کو بڑے جاننے والے خبر رکھنے والے (یعنی خدا) نے خبر کردی اے (پیغمبر کی) دونوں بیبیو! اگر تم اللہ کے سامنے توبہ کرلو تو تمہارے دل مائل ہو رہے ہیں"[1] حضرت عائشہؓ فرماتی ہیں کہ حضور ﷺ کو حلوا اور شہد پسند تھا جب عصر پڑھ کر آتے تو اپنی بیویوں کے ہاں جاتے اور پہلے کسی ایک کے پاس چلے جاتے چنانچہ ایک دن آپ حفصہ بنت عمرؓ کے ہاں گئے اور روزانہ جتنا ان کے ہاں ٹھہرتے تھے اس سے زیادہ ٹھہرے اس پر مجھے غیرت آئی میں نے اس کی وجہ معلوم کی تو کسی نے مجھے بتایا کہ حضرت حفصہؓ کی قوم کی ایک عورت نے انہیں شہد کی ایک کپی ہدیہ میں دی تھی تو حضرت حفصہؓ نے اس میں سے کچھ شہد حضورؐ کو پلایا ہے (اس وجہ سے حضورؐ کو وہاں دیر لگ گئی) میں نے کہا غور سے سنو! اللہ کی قسم! ہم حضورؐ کے لئے ضرور کوئی تدبیر کریں گی (تاکہ حضورؐ آئندہ حضرت حفصہؓ کے ہاں زیادہ دیر نہ لگایا کریں) میں نے حضرت سودہ بنت زمعہؓ سے کہا کہ حضورؐ آپ کے یہاں آئیں گے حضورؐ جب تشریف لائیں تو آپ ان سے کہیں کہ آپ نے مغافیر کھائی ہے وہ فرمائیں گے نہیں تو آپ ان سے کہیں تو یہ بو کیسی ہے جو مجھے محسوس ہو رہی ہے؟ حضورؐ فرمائیں گے مجھ حفصہؓ نے شہد پلایا ہے تو آپ کہہ دینا کہ اس شہد کی مکھی نے عرفط درخت سے رس چوسا ہوگا (جس کی وجہ سے مغافیر والی بو شہد میں آگئی ہوگی) میں بھی حضورؐ کو یہی بات کہوں گی اے صفیہ! تم بھی حضورؐ کو یہی بات کہنا حضرت سودہؓ کہتی ہیں اللہ کی قسم! (اے عائشہؓ) تمہاری بات ختم ہوئی ہی تھی کہ اتنے میں حضور ﷺ میرے دروازے پر تشریف لے آئے تو تمہارے ڈر کی وجہ سے میں حضورؐ کو تمہاری بات اونچی آواز سے وہیں دروازے پر ہی کہہ دینے لگی تھی لیکن میں نے خود کو

---

[1] اخرجه البخاری واخرجه مسلم مثله

روکا جب حضورؐ میرے پاس پہنچ گئے تو میں نے کہا یا رسول اللہ! کیا آپ نے مغافیر کھائی ہے؟ حضورؐ نے فرمایا نہیں میں نے کہا تو پھر یہ بو کیسی ہے جو مجھے محسوس ہو رہی ہے؟ حضورؐ نے فرمایا حفصہؓ نے مجھے شہد پلایا تھا میں نے کہا شاید اس شہد کی مکھی نے عرفط درخت کا رس چوسا ہو گا حضرت عائشہؓ فرماتی ہیں جب حضورؐ میرے پاس تشریف لائے تو میں نے بھی یہی کہا جب حضورؐ حضرت صفیہؓ کے ہاں گئے تو انہوں نے بھی یہی کہا پھر حضورؐ جب حضرت حفصہؓ کے ہاں گئے تو انہوں نے حضورؐ سے کہا یا رسول اللہ! کیا میں آپ کو اس شہد میں سے پلاؤں؟ حضورؐ نے فرمایا نہیں مجھے اس کی ضرورت نہیں ہے۔ حضرت سودہؓ نے کہا اللہ کی قسم! ہم نے حضورؐ کو شہد پینے سے روکا ہے میں نے ان سے کہا آپ خاموش رہیں۔[1]

حضرت ابن عباسؓ فرماتے ہیں میرے دل میں بڑی آرزو تھی کہ میں حضرت عمرؓ سے حضور ﷺ کی ازواج مطہرات میں سے ان دو عورتوں کے بارے میں پوچھوں جن کے بارے میں اللہ تعالیٰ نے اِنْ تَتُوْبَآ اِلَی اللّٰہِ فَقَدْ صَغَتْ قُلُوْبُکُمَا فرمایا ہے لیکن بہت عرصہ تک مجھے پوچھنے کا موقع نہ ملا آخر ایک مرتبہ حضرت عمرؓ حج پر تشریف لے گئے میں بھی ان کے ساتھ حج پر گیا ہم لوگ سفر کر رہے تھے کہ حضرت عمرؓ ضرورت سے راستے سے ایک طرف کو چلے گئے میں بھی پانی کا برتن لے کر ان کے ساتھ ہو لیا آپ ضرورت سے فارغ ہو کر میرے پاس واپس تشریف لائے میں نے آپ کے ہاتھوں پر پانی ڈالا آپ نے وضو کیا میں نے کہا اے امیر المومنین! نبی کریم ﷺ کی ازواج مطہرات میں سے وہ دو عورتیں کون ہیں جن کے بارے میں اللہ تعالیٰ نے اِنْ تَتُوْبَآ اِلَی اللّٰہِ فَقَدْ صَغَتْ قُلُوْبُکُمَا فرمایا ہے؟ حضرت عمرؓ نے کہا اے ابن عباس! تم پر تعجب ہے (کہ علم میں اتنے مشہور ہو اور پھر تمہیں معلوم نہیں کہ یہ عورتیں کون ہیں) حضرت زہریؒ کہتے ہیں حضرت عمرؓ کو اس سوال پر تعجب تو ہوا لیکن پھر انہوں نے سارا قصہ سنایا کچھ نہیں چھپایا اور فرمایا وہ دونوں حفصہؓ اور عائشہؓ ہیں پھر تفصیل سے سارا قصہ سنانے لگے اور فرمایا ہم قریش قبیلہ والے عورتوں پر غالب تھے جب ہم مدینہ آئے تو دیکھا کہ یہاں کہ مردوں پر عورتیں غالب ہیں تو ہماری عورتیں ان کی عورتوں سے سیکھنے لگیں میرا گھر عوالی میں قبیلہ بنو امیہ بن زید میں تھا۔ میں ایک دن اپنی بیوی پر ذرا ناراض ہوا تو آگے سے جواب دینے لگی میں اس کے یوں جواب دینے سے بڑا حیران ہوا میرے لئے بالکل نئی بات تھی وہ کہنے لگی آپ میرے جواب دینے سے کیوں حیران ہو رہے ہیں وہ تو اللہ کی قسم! حضور ﷺ کی ازواج مطہرات بھی آپ کو جواب دے دیتی ہیں بلکہ بعض تو ناراض ہو کر حضورؐ کو سارا دن رات تک چھوڑے رکھتی ہیں میں یہ سن کر گھر سے چلا اور حفصہؓ کے پاس گیا اور

---

[1] عند البخاری ایضا واخرجه مسلم کذافی التفسیر لا بن کثیر (ج ٤ ص ٣٨٧) وابو داؤد کما فی جمع الفوائد (ج ١ ص ٢٢٩) وابن سعد (ج ٨ ص ٨٥)

میں نے کہا کیا تم رسول اللہ ﷺ کو جواب دیتی ہو؟ اس نے کہا جی ہاں۔ میں نے کہا تم میں سے جو بھی ایسا کرے گی وہ تو اپنا بڑا نقصان کرے گی اور اگر اللہ کے رسولؐ کے ناراض ہونے کی وجہ سے اللہ ناراض ہو گئے تو پھر تو وہ ہلاک و برباد ہو جائے گی اس لئے آئندہ کبھی حضور کو آگے سے جواب نہ دینا اور ان سے کچھ نہ مانگنا اور مجھ سے جو چاہے مانگ لینا اور تم اپنی پڑوسن یعنی حضرت عائشہؓ سے دھوکہ نہ کھاؤ (کہ وہ حضور کو آگے سے جواب دے دیتی ہے اور حضورؐ سے ناراض ہو جاتی ہے وہ ایسا کر سکتی ہے) کیونکہ وہ تم سے زیادہ خوبصورت ہے اور حضور کو اس سے تم سے زیادہ محبت ہے (تم ایسا نہ کرو) حضرت عمرؓ نے فرمایا میرا ایک انصاری پڑوسی تھا ہم دونوں باری باری حضور ﷺ کی خدمت میں جایا کرتے تھے، ایک دن وہ جاتا اور سارے دن میں جو وحی نازل ہوتی یا اور کوئی بات پیش آتی وہ شام کو آکر مجھے بتا دیتا اور ایک دن میں جاتا اور شام کو واپس آکر سب کچھ اسے بتا دیتا ان دنوں ہمارے ہاں اس کا بہت چرچا تھا کہ قبیلہ غسان ہم پر چڑھائی کرنے کے لئے تیاری کر رہا ہے چنانچہ ایک دن میرا یہ پڑوسی حضورؐ کی خدمت میں گیا اور عشاء میں میرے پاس واپس آیا اس نے میرا دروازہ کھٹکھٹایا اور مجھے آواز دی میں باہر آیا اس نے کہا ایک بہت بڑا حادثہ پیش آگیا ہے میں نے کہا کیا ہوا؟ کیا غسان نے چڑھائی کر دی ہے؟ اس نے کہا نہیں بلکہ اس سے بھی بڑا اور زیادہ پریشان کن حادثہ پیش آیا ہے۔ حضور ﷺ نے اپنی ازواج مطہرات کو طلاق دے دی ہے میں نے کہا حفصہؓ تو نامراد ہو گئی اور گھاٹے میں پڑ گئی اور مجھے تو پہلے ہی خطرہ تھا کہ ایسا ہو جائے گا۔ صبح کی نماز پڑھ کر میں نے کپڑے پہنے اور مدینہ گیا وہاں سیدھا حفصہؓ کے ہاں گیا وہ رو رہی تھیں میں نے پوچھا کیا حضورؐ نے تم سب کو طلاق دے دی ہے؟ اس نے کہا یہ مجھے معلوم نہیں ہے البتہ حضورؐ ہم سے الگ ہو کر اس بالا خانہ میں تشریف فرما ہیں پھر میں آپؐ کے سیاہ غلام کے پاس آیا اور اس سے کہا عمر کو اندر آنے کی اجازت لے دو۔ وہ غلام اندر گیا اور باہر آیا پھر اس نے کہا میں نے حضورؐ سے آپ کا ذکر کیا لیکن وہ خاموش رہے پھر میں (مسجد) چلا گیا جب میں منبر کے پاس پہنچا تو دیکھا کہ بہت سے لوگ بیٹھے ہوئے ہیں ان میں سے کچھ لوگ رو رہے ہیں میں کچھ دیر بیٹھا رہا پھر جب میری بے چینی بڑھی تو میں نے جا کر پھر اس غلام سے کہا عمر کو اجازت لے دو وہ غلام اندر گیا پھر اس نے باہر آکر کہا میں نے حضورؐ سے آپ کا ذکر کیا لیکن حضورؐ خاموش رہے۔ میں لوٹنے لگا تو غلام نے مجھے بلایا اور کہا آپ اندر چلے جائیں حضورؐ نے اجازت دے دی ہے میں نے اندر جا کر حضور ﷺ کو سلام کیا آپ ایک خالی بوریئے پر ٹیک لگا کر بیٹھے ہوئے تھے اور بوریئے کے نشانات آپ کے جسم اطہر پر ابھرے ہوئے تھے میں نے عرض کیا یا رسول اللہ! آپ نے اپنی بیویوں کو طلاق دے دی ہے؟ حضورؐ نے فرمایا نہیں۔ میں نے (خوشی کی وجہ سے) کہا اللہ اکبر۔ یا رسول اللہ! آپ نے ہمیں دیکھا ہو گا کہ ہم قریشی لوگ اپنی عورتوں پر غالب تھے جب

ہم مدینہ آئے تو ہمیں یہاں ایسے لوگ ملے جن پر ان کی عورتیں غالب تھیں تو ہماری عورتیں ان کی عورتوں سے سیکھنے لگیں ایک دن میں اپنی بیوی پر ناراض ہوا تو وہ آگے سے مجھے جواب دینے لگی میں اس کے جواب دینے پر بڑا حیران ہوا اس نے کہا آپ میرے جواب دینے پر کیا حیران ہو رہے ہیں حضور ﷺ کی ازواج مطہرات حضور کو جواب دیتی ہیں بلکہ سارا دن رات تک حضور کو چھوڑے رکھتی ہیں میں نے کہا ان میں سے جو بھی ایسا کرے گی وہ نامراد ہو گی اور گھاٹے میں رہے گی اگر اللہ کے رسول کے ناراض ہونے کی وجہ سے اللہ ناراض ہو گئے تو وہ تو ہلاک و برباد ہو جائے گی اس پر حضورؐ مسکرانے لگے میں نے کہا یا رسول اللہ! پھر میں حفصہؓ کے پاس آیا اور میں نے اسے کہا تم اپنی پڑوسن (حضرت عائشہؓ) سے دوھوکہ نہ کھانا وہ تم سے زیادہ خوبصورت ہے اور حضور کو اس سے تم سے زیادہ محبت ہے۔ حضورؐ دوبارہ مسکرائے میں نے کہا یا رسول اللہ! جی لگانے کی اور بات کروں؟ آپ نے فرمایا کرو پھر میں بیٹھ گیا اور سر اٹھا کر حضورؐ کے گھر پر نظر ڈالی تو اللہ کی قسم! مجھے صرف تین کھالیں بغیر رنگی ہوئی نظر آئیں میں نے کہا یا رسول اللہ! آپ دعا کریں کہ اللہ تعالیٰ آپ کی امت پر وسعت فرمادے اللہ تعالیٰ نے روم اور فارس پر وسعت کر رکھی ہے حالانکہ وہ اللہ کی عبادت نہیں کرتے ہیں اس پر آپ سیدھے ہو کر بیٹھ گئے اور آپ نے فرمایا اے ابن خطاب! کیا تم ابھی تک شک میں ہو؟ ان لوگوں کو ان کی نیکیوں کا بدلہ دنیا میں ہی دے دیا گیا ہے۔ میں نے کہا یا رسول اللہ! میرے لئے استغفار فرمادیں چونکہ حضورؐ کو اپنی ازواج مطہرات پر زیادہ غصہ آگیا تھا اس وجہ سے آپ نے قسم کھالی تھی کہ ایک مہینہ تک ان کے پاس نہیں جائیں گے آخر اللہ تعالیٰ نے حضور کو متنبہ فرمایا۔[1]

حضرت ابن عباسؓ فرماتے ہیں کہ حضرت عمر بن خطابؓ نے مجھے بتایا کہ جب نبی کریم ﷺ نے اپنی بیویوں سے علیحدگی اختیار فرمائی تو میں مسجد میں گیا اور دیکھا کہ صحابہ سوچ میں پڑے ہوئے ہیں اور کنکریاں الٹ پلٹ رہے ہیں اور کہہ رہے ہیں کہ حضورؐ نے اپنی بیویوں کو طلاق دے دی ہے اور یہ واقعہ پردے کے حکم کے نازل ہونے سے پہلے کا ہے میں نے دل میں کہا میں اس طلاق والی بات کا پتہ ضرور چلاؤں گا (کہ حضورؐ نے دی ہے یا نہیں) پھر حضرت عمرؓ نے حضرت عائشہ اور حضرت حفصہؓ کے پاس جا کر انہیں نصیحت کرنے کی تفصیل بتائی پھر فرمایا میں حضورؐ کی خدمت میں گیا تو آپ کے غلام حضرت رباحؓ بالا خانے کی دہلیز پر موجود تھے میں نے آواز دے کر کہا اے رباح! مجھے حضورؐ سے اندر آنے کی اجازت لے دو پھر آگے پچھلی حدیث جیسا مضمون ذکر فرمایا پھر فرمایا میں نے عرض کیا یا رسول اللہ! عورتوں کا معاملہ آپ کے لئے کچھ مشکل نہیں ہے اگر آپ نے اپنی بیویوں کو طلاق دے دی ہے تو کوئی فکر اور پریشانی کی بات نہیں ہے کیونکہ اللہ آپ کے ساتھ ہیں اور اللہ کے فرشتے، حضرت

---

[1] اخرجه احمد وقد رواه البخاری ومسلم والترمذی والنسائی

جبرائیل، حضرت میکائیل میں، حضرت ابوبکر اور سارے مسلمان آپ کے ساتھ ہیں اور میں اس بات پر اللہ کی تعریف کرتا ہوں کہ جب بھی میں کوئی بات کہا کرتا تھا تو مجھے امید ہوتی تھی کہ اللہ تعالیٰ ضرور میری بات کی تصدیق فرمائیں گے چنانچہ اس مرتبہ بھی ایسا ہی ہوا اور یہ آیت نازل ہوئی عَسٰی رَبُّهٗۤ اِنْ طَلَّقَكُنَّ اَنْ يُّبْدِلَهٗۤ اَزْوَاجًا خَيْرًا مِّنْكُنَّ اور یہ آیت نازل ہوئی وَاِنْ تَظَاهَرَا عَلَيْهِ فَاِنَّ اللّٰهَ هُوَ مَوْلٰىهُ وَجِبْرِيْلُ وَصَالِحُ الْمُؤْمِنِيْنَ وَالْمَلٰٓئِكَةُ بَعْدَ ذٰلِكَ ظَهِيْرًا (سورت تحریم آیت ۵، ۴) ترجمہ "اگر پیغمبر تم عورتوں کو طلاق دے دیں تو ان کا پروردگار بہت جلد تمہارے بدلے ان کو تم سے اچھی بیبیاں دے دے گا اور اگر (اسی طرح) پیغمبر کے مقابلے میں تم دونوں کاروائیاں کرتی رہیں تو یاد رکھو کہ پیغمبر کا رفیق اللہ ہے اور جبرائیل ہے اور نیک مسلمان ہیں اور ان کے علاوہ فرشتے (آپ کے) مددگار ہیں۔" میں نے پوچھا کیا آپ نے انہیں طلاق دے دی ہے حضورؐ نے فرمایا نہیں۔ پھر میں نے مسجد کے دروازے پر کھڑے ہو کر زور سے اونچی آواز میں اعلان کیا کہ حضورؐ نے اپنی بیویوں کو طلاق نہیں دی ہے اس پر یہ آیت نازل ہوئی وَاِذَا جَآءَهُمْ اَمْرٌ مِّنَ الْاَمْنِ اَوِ الْخَوْفِ اَذَاعُوْا بِهٖ ۭ وَلَوْ رَدُّوْهُ اِلَى الرَّسُوْلِ وَاِلٰٓى اُولِي الْاَمْرِ مِنْهُمْ لَعَلِمَهُ الَّذِيْنَ يَسْتَنْۢبِطُوْنَهٗ مِنْهُمْ (سورت نساء آیت ۸۳) ترجمہ "اور جب ان لوگوں کو کسی امر کی خبر پہنچتی ہے خواہ امن ہو یا خوف تو اس کو مشہور کر دیتے ہیں اور اگر یہ لوگ اس کے رسول کے اور جو ان میں ایسے امور کو سمجھتے ہیں ان کے اوپر حوالہ رکھتے تو اس کو وہ حضرت تو پہچان ہی لیتے جو ان میں اس کی تحقیق کر لیا کرتے ہیں۔" حضرت عمرؓ فرماتے ہیں اس طلاق کے بارے میں میں نے ہی تحقیق کی تھی۔[1]

حضرت جابرؓ فرماتے ہیں کہ حضور ﷺ اپنے مکان میں بیٹھے ہوئے تھے اور لوگ حضورؐ کے دروازے پر بیٹھے ہوئے تھے کہ اتنے میں حضرت ابوبکرؓ آئے اور انہوں نے اندر جانے کی اجازت مانگی لیکن انہیں اجازت نہ ملی پھر حضرت عمرؓ نے آکر اجازت مانگی تو انہیں بھی نہ ملی لیکن تھوڑی دیر کے بعد دونوں حضرات کو اجازت مل گئی دونوں حضرات اندر گئے تو حضورؐ بیٹھے ہوئے تھے اور آپ کے ارد گرد آپ کی ازواج مطہرات بیٹھی ہوئی تھیں حضورؐ بالکل خاموش تھے حضرت عمرؓ نے اپنے دل میں کہا کہ میں ضرور ایسی بات کروں گا جس سے حضورؐ کو ہنسی آجائے تو انہوں نے کہا یا رسول اللہ! اگر آپ دیکھتے کہ میری بیوی بنت زید نے ابھی مجھ سے خرچہ مانگا تھا تو میں نے اس کی گردن پر مارا تھا یہ سن کر حضورؐ ہنس پڑے اور اتنے ہنسے کہ آپ کے دندان مبارک ظاہر ہو گئے۔ پھر حضورؐ نے فرمایا یہ بھی میرے چاروں طرف بیٹھی

---

[1] عند مسلم ایضا کذافی التفسیر لا بن کثیر (ج ٤ ص ٣٨٩) واخرجه الحدیث ایضا عبدالرزاق وابن سعد وابن حبان والبیهقی وابن جریر وابن المنذر وابن مردویه وغیرهم کما فی الکنز (ج ١ ص ٢٦٩)

ہوئی مجھ سے خرچہ مانگ رہی ہیں یہ سن کر حضرت ابو بکرؓ حضرت عائشہؓ کو مارنے کے لئے ان کی طرف اٹھے اور حضرت عمرؓ حضرت حفصہؓ کی طرف اٹھے دونوں کہہ رہے تھے تم دونوں حضورؐ سے وہ کچھ مانگتی ہو جو ان کے پاس نہیں ہے حضورؐ نے ان دونوں حضرات کو مارنے سے روک دیا تو آپ کی ازواج مطہرات کہنے لگیں اللہ کی قسم! اس مجلس کے بعد ہم کبھی حضورؐ سے ایسی چیزیں نہیں مانگیں گی جو حضورؐ کے پاس نہ ہو پھر اللہ نے اختیار دینے والی آیت نازل فرمائی جس میں ازواج مطہرات کو حضورؐ کے پاس

رہنے نہ رہنے میں اللہ نے اختیار دیا ہے حضور سب سے

پہلے حضرت عائشہؓ کے پاس گئے اور ان سے فرمایا میں تمہارے سامنے ایک بات رکھوں گا لیکن میں چاہتا ہوں کہ تم اس میں جلدبازی سے کام نہ لینا بلکہ اپنے والدین سے مشورہ کر کے کوئی فیصلہ کرنا حضرت عائشہؓ نے پوچھا وہ بات کیا ہے حضورؐ نے یہ آیت تلاوت فرمائی یَآ اَیُّھَا النَّبِیُّ قُلْ لِّاَ زْوَاجِكَ (سورت احزاب آیت ۲۸،۲۹) ترجمہ "اے نبی! آپ اپنی بیویوں سے فرما دیجئے کہ تم اگر دنیوی زندگی (کا عیش) اور اس کی بہار چاہتی ہو تو آؤ میں تم کو کچھ مال و متاع (دنیوی) دے دوں اور تم کو خوبی کے ساتھ رخصت کروں اور اگر تم اللہ کو چاہتی ہو اور اس کے رسول کو اور عالم آخرت کو تو تم میں نیک کرداروں کے لئے اللہ تعالیٰ نے اجر عظیم مہیا کر رکھا ہے۔" حضرت عائشہؓ نے کہا کیا میں آپ کے بارے میں والدین سے مشورہ کروں؟ ہرگز نہیں بلکہ میں تو اللہ اور اس کے رسول کو ہی اختیار کروں گی اور میں آپ سے درخواست کرتی ہوں کہ آپ اپنی بیویوں میں سے کسی کو نہ بتائیں کہ میں نے کیا اختیار کیا ہے۔ حضورؐ نے فرمایا اللہ تعالیٰ نے مجھے سختی کرنے والا بنا کر نہیں بھیجا بلکہ سکھانے والا اور آسانی کرنے والا بنا کر بھیجا ہے۔ تمہارے اختیار کے بارے میں جو عورت بھی پوچھے گی میں اسے بتا دوں گا[1] حضرت ابن عباسؓ فرماتے ہیں کہ حضرت عائشہؓ نے فرمایا کہ جب اختیار والی آیت نازل ہوئی تو حضور ﷺ نے اپنی بیویوں میں سے سب سے پہلے مجھ سے پوچھا اور فرمایا میں تمہارے سامنے ایک بات رکھوں گا تم اس میں جلدی فیصلہ نہ کرنا بلکہ اپنے والدین سے مشورہ کر کے فیصلہ کرنا حضورؐ جانتے تھے کہ میرے والدین مجھے حضورؐ کے چھوڑنے کا ہرگز مشورہ نہیں دیں گے پھر حضورؐ نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ نے یہ نازل فرمایا ہے یَآ اَیُّھَا النَّبِیُّ قُلْ لِّاَ زْوَاجِكَ (دو آیتیں) میں نے کہا کیا میں اس بارے میں اپنے والدین سے مشورہ کروں؟ ہرگز نہیں۔ میں تو اللہ، اس کے رسولؐ اور آخرت کو چاہتی ہوں پھر حضورؐ نے اپنی تمام بیویوں کو اختیار دیا لیکن سب نے وہی جواب دیا جو حضرت عائشہؓ نے دیا تھا۔[2]

---

[1] عند ابن ابی حاتم واخرجه البخاری ومسلم عن عائشه مثله [2] عند البخاری ومسلم ایضا واحمد واللفظ له، کذافی التفسیر لابن کثیر (ج ۳ ص ۴۸۱)

حضرت عائشہؓ فرماتی ہیں کہ حضور ﷺ نے ہم ازواج مطہرات کو (اپنے پاس رہنے نہ رہنے میں) اختیار دیا تھا اور ہم نے آپ کے پاس رہنے کو ہی اختیار کیا تھا اور حضورؐ نے اسے ہم پر کوئی طلاق وغیرہ شمار نہ کیا۔

حضرت عائشہؓ فرماتی ہیں کہ حضور ﷺ نے مجھ سے فرمایا کہ جب تم مجھ سے راضی ہوتی ہو اور جب تم مجھ سے ناراض ہوتی ہو تو (اگرچہ تم دونوں حالتیں مجھ سے چھپاتی ہو لیکن) مجھے پتہ چل جاتا ہے میں نے کہا آپ کو اس کا کیسے پتہ چلتا ہے؟ حضورؐ نے فرمایا جب تم مجھ سے راضی ہو تو کہتی ہو نہیں۔ محمد کے رب کی قسم! اور جب تم مجھ سے ناراض ہوتی ہو تو کہتی ہو نہیں ابراہیم کے رب کی قسم! میں نے کہا جی ہاں! اللہ کی قسم یا رسول اللہ! میں صرف آپ کا نام چھوڑتی ہوں دل میں آپ کی محبت میں کمی نہیں ہوتی۔[1]

حضرت عائشہؓ فرماتی ہیں کہ میں حضور ﷺ کے ساتھ ایک سفر میں تھی میں نے دوڑ میں حضور ﷺ سے مقابلہ کیا تو میں حضورؐ سے آگے نکل گئی اور یہ مقابلہ پیدل دوڑنے میں ہوا تھا پھر جب میرا جسم بھاری ہو گیا تو پھر میں نے آپ سے دوڑ میں مقابلہ کیا لیکن اس مرتبہ حضورؐ مجھ سے آگے نکل گئے اور آپؐ نے فرمایا میری یہ جیت تمہاری اس جیت کے بدلہ میں ہے۔[2]

حضرت ابن عباسؓ فرماتے ہیں کہ میں حضرت میمونہؓ (خالہ جان) کا مہمان بنا اور اس رات حضرت میمونہ نے (حیض کی وجہ سے) نماز نہیں پڑھی تھی۔ لیٹتے وقت ایک چادر لائیں پھر دوسری چادر لائیں جسے بستر کے سرہانے رکھ دیا پھر انہوں نے لیٹ کر اپنے اوپر چادر ڈال لی اور اپنے پہلو میں میرے لئے بھی ایک بستر بچھا دیا اور میں ان کے پاس ان کے تکیہ پر سر رکھ کر لیٹ گیا پھر حضور ﷺ تشریف لائے آپؐ عشاء کی نماز پڑھ چکے تھے بستر کے پاس آکر سرہانے سے وہ چادر اٹھائی اور اسے لنگی کے طور پر باندھا اور اپنے دونوں کپڑے اتار کر ٹانگ دیئے پھر حضرت میمونہؓ کے ساتھ ان کی چادر میں لیٹ گئے۔ آخر رات میں آپ کھڑے ہو کر ایک لٹکے ہوئے مشکیزہ کی طرف گئے آپؐ نے اسے کھولا اور اس سے وضو کرنے لگے میرا ارادہ ہوا کہ میں کھڑے ہو کر پانی ڈالوں لیکن پھر میں نے سوچا کہ اس طرح حضورؐ کو پتہ چل جائے گا کہ میں جاگ رہا ہوں اور شاید یہ آپ کو اچھا نہ لگے۔ پھر آپ بستر کے پاس آئے اور لنگی اتار کر دونوں کپڑے پہن لئے پھر نماز پڑھنے کی جگہ تشریف لے گئے اور کھڑے ہو کر نماز پڑھنے لگے پھر میں بھی اٹھا اور وضو کر کے آپؐ کے بائیں طرف کھڑا ہو گیا آپؐ نے پیچھے سے ہاتھ سے مجھے پکڑا اور مجھے اپنے دائیں طرف کھڑا کر لیا آپؐ نے تیرہ رکعتیں پڑھیں میں نے بھی آپؐ کے ساتھ تیرہ رکعتیں پڑھیں پھر آپ بیٹھ گئے میں بھی آپؐ کے ساتھ بیٹھ گیا

---

[1] اخرجه الشيخان كذا في المشكاة (ص ۲۷۲)
[2] اخرجه ابو داؤد كذافي المشكوة (ص ۲۷۳)

پھر آپ کو اونگھ آگئی جس کی وجہ سے آپ کا رخسار مبارک میرے رخسار کے قریب آگیا اور مجھے آپ کی سانس کی آواز ایسے سنائی دے رہی تھی جیسے کہ سونے والے کی ہوتی ہے پھر حضرت بلالؓ نے آکر کہا نماز یا رسول اللہ! حضور کھڑے ہو کر مسجد تشریف لے گئے وہاں آپؐ نے دو رکعت نماز پڑھی حضرت بلالؓ نے نماز کے لئے اقامت کہی۔[1]

حضرت عائشہؓ فرماتی ہیں کہ ایک بڑھیا حضور ﷺ کی خدمت میں آئی حضورؐ نے اس سے پوچھا تم کون ہو اس نے کہا جثامہ مزنیہ حضورؐ نے فرمایا نہیں آج سے تمہارا نام حسانہ مزنیہ ہے تم کیسی ہو؟ تمہارا کیا حال ہے؟ ہمارے بعد تم لوگ کیسے رہے؟ اس نے کہا یا رسول اللہ! خیریت ہے میرے ماں باپ آپ پر قربان ہوں جب وہ باہر چلی گئی تو میں نے کہا یا رسول اللہ! آپؐ نے اس بڑھیا پر بڑی توجہ فرمائی؟ حضورؐ نے فرمایا اے عائشہ! یہ خدیجہؓ کے زمانے میں ہمارے پاس آیا کرتی تھی اور پرانے تعلقات کی رعایت کرنا ایمان میں سے ہے[2] حضرت عائشہؓ فرماتی ہیں ایک بڑھیا حضور ﷺ کے پاس آیا کرتی تھی حضورؐ اس کے آنے سے بہت خوش ہوتے تھے اور اس کا اکرام فرماتے تھے میں نے کہا میرے ماں باپ آپ پر قربان ہوں آپؐ اس بڑھیا کا جتنا خیال فرماتے ہیں اتنا کسی اور کا نہیں فرماتے۔ حضورؐ نے فرمایا یہ حضرت خدیجہؓ کے پاس آیا کرتی تھی اور کیا تمہیں معلوم نہیں کہ تعلق اور محبت والے کا اکرام کرنا ایمان میں سے ہے؟[3]

حضرت ابو الطفیلؓ فرماتے ہیں کہ میں نے دیکھا کہ حضور ﷺ جعرانہ میں گوشت تقسیم فرما رہے تھے میں اس وقت نو عمر لڑکا تھا اور اونٹ کا ایک عضو اٹھا سکتا تھا کہ اتنے میں ایک عورت حضورؐ کے پاس آئی حضورؐ نے اس کے لئے اپنی چادر بچھائی میں نے پوچھا یہ کون ہیں؟ حضورؐ نے بتایا یہ ان کی وہ ماں ہیں جنہوں نے آپ کو بچپن میں دودھ پلایا تھا۔[4]

حضرت عمرؓ فرماتے ہیں کہ میں حضور ﷺ کی خدمت میں گیا تو میں نے دیکھا کہ ایک چھوٹا سا حبشی لڑکا حضورؐ کی کمر دبا رہا ہے میں نے پوچھا یا رسول اللہ! کیا آپ کو کوئی تکلیف ہے؟ حضورؐ نے فرمایا اونٹنی نے آج رات مجھے گرا دیا تھا۔[5]

حضرت قاسم بن عبد الرحمٰنؒ کہتے ہیں کہ حضرت عبداللہ بن مسعودؓ حضور ﷺ کو جوتی پہنایا کرتے تھے پھر لاٹھی لے کر حضورؐ کے آگے چلتے جب حضورؐ اپنی مجلس میں پہنچ جاتے تو وہ حضورؐ کی دونوں جوتیاں اتار کر اپنے بازوؤں میں ڈال لیتے اور حضورؐ کو لاٹھی دے دیتے پھر

---

[1] اخرجه ابن النجار كذافي الكنز (ج ٥ ص ١١٩)

[2] اخرجه البيهقي وابن النجار [3] عند البيهقي ايضا كذافي الكنز (ج ٧ ص ١١٥)

[4] اخرجه البخاري في الادب (ص ١٨٨) [5] اخرجه الطبراني والبزار و ابن السني وابو نعيم وسعيد بن منصور كذافي الكنز (ج ٤ ص ٤٤)

آپؐ مجلس سے اٹھنے لگتے تو حضرت عبداللہؓ حضور کو جوتی پہناتے پھر لاٹھی لے کر حضورؐ کے آگے چلتے یہاں تک کہ وہ حضورؐ سے پہلے حجرے میں داخل ہوتے۔[1]

حضرت ابو ملیحؒ کہتے ہیں کہ جب حضور ﷺ غسل فرماتے تو حضرت عبداللہؓ آپؐ کے لئے پردہ کرتے اور جب آپؐ سو جاتے تو حضرت عبداللہؓ آپ کو اٹھاتے اور آپؐ کے ساتھ اکیلے چلتے۔[2]

حضرت انسؓ فرماتے ہیں کہ جب حضور ﷺ مدینہ تشریف لائے اس وقت میری عمر دس سال تھی اور جب حضورؐ کا انتقال ہوا اس وقت میری عمر بیس سال تھی اور میری والدہ اور خالائیں وغیرہ مجھے حضورؐ کی خدمت کی ترغیب دیا کرتی تھیں۔[3]

حضرت ثمامہؒ کہتے ہیں کہ ایک آدمی نے حضرت انسؓ سے کہا کیا آپ غزوہ بدر میں شریک ہوئے تھے؟ حضرت انس نے فرمایا تیری ماں نہ رہے! میں غزوہ بدر سے کہاں غائب رہ سکتا تھا۔ حضرت محمد بن عبداللہ انصاریؒ کہتے ہیں کہ جب حضور ﷺ بدر تشریف لے گئے تو حضرت انس بن مالکؓ بھی حضورؐ کے ساتھ گئے اس وقت وہ نو عمر لڑکے تھے اور حضورؐ کی خدمت کیا کرتے تھے۔[4]

حضرت انسؓ فرماتے ہیں کہ بیس انصاری نوجوان مختلف ضرورتوں کیلئے ہر وقت حضور ﷺ کے ساتھ رہا کرتے تھے جب آپ کو کوئی کام پیش آتا تو اس کے لئے انہیں بھیج دیتے۔[5]

حضرت عبدالرحمن بن عوفؓ فرماتے ہیں کہ چار یا پانچ صحابی نبی کریم ﷺ سے یا حضورؐ کے دروازے سے کبھی جدا نہ ہوتے تھے بلکہ ہر وقت پڑے رہتے تھے۔[6]

حضرت ابو سعیدؓ فرماتے ہیں کہ ہم لوگ باری باری حضور ﷺ کی خدمت میں رہا کرتے تھے کہ آپ کو کوئی ضرورت ہوگی یا آپؐ کسی کام کے لئے ہمیں بھیج دیں گے۔ اس طرح آخرت کے ثواب کی امید میں باری باری خدمت کرنے والے بہت ہو گئے۔ چنانچہ ایک دن حضورؐ ہمارے پاس باہر تشریف لائے اس وقت ہم لوگ آپس میں رجال کا تذکرہ کر رہے تھے۔ آپؐ نے فرمایا یہ کیا سرگوشی ہو رہی ہے؟ کیا میں نے تمہیں سرگوشی کرنے سے منع نہیں کیا ہے؟[7]

حضرت عاصم بن سفیانؒ کہتے ہیں کہ میں نے حضرت ابو درداءؓ یا حضرت ابو ذرؓ کو یہ

---

[1] اخرجه ابن سعد (ج ۳ ص ۱۵۳)　[2] عند ابن سعد ایضا

[3] اخرجه ابن ابی شیبة وابو نعیم　[4] عند ابن سعد وابن عساکر کذافی المنتخب (ج ۵ ص ۱۴۱)　[5] اخرجه البزار وفیه من لم اعرفهم قاله الهیثمی (ج ۹ ص ۲۲)

[6] عند البزار ایضا وفیه موسی بن عبیدة الترمذی وهو ضعیف کما قال الهیثمی

[7] عند البزار ایضا ورجاله ثقات وفی بعضهم خلاف کما قال الهیثمی

فرماتے ہوئے سنا کہ میں نے حضور ﷺ سے اس بات کی اجازت مانگی کہ میں آپ کے دروازے پر رات گزاروں تاکہ آپ کو رات میں جب بھی کوئی ضرورت پیش آئے تو آپ مجھے اٹھالیں حضورؐ نے اجازت دے دی اور میں نے وہ رات وہاں گزاری۔[1]

حضرت حذیفہؓ فرماتے ہیں کہ میں نے رمضان کے مہینہ میں حضور ﷺ کے ساتھ نماز پڑھی پھر آپؐ کھڑے ہو کر نہانے لگے تو میں نے آپؐ کے لئے پردہ کیا (غسل کے بعد) برتن میں کچھ پانی بچ گیا حضورؐ نے فرمایا اگر تم چاہو تو اس سے غسل کر لو اور چاہو تو اسی میں اور پانی ملا لو میں نے کہا یا رسول اللہ! آپ کا بچا ہوا یہ پانی مجھے اور پانی سے زیادہ محبوب ہے چنانچہ میں نے اسی سے غسل کیا اور حضور میرے لئے پردہ کرنے لگے تو میں نے کہا آپ میرے لئے پردہ نہ کریں حضورؐ نے فرمایا نہیں۔ جس طرح تم نے میرے لئے پردہ کیا اسی طرح میں بھی تمہارے لئے ضرور پردہ کروں گا۔[2]

حضرت انس بن مالکؓ فرماتے ہیں کہ میں نے حضور ﷺ سے زیادہ بچوں پر شفیق اور مہربان کوئی نہیں دیکھا مدینہ کی عوالی بستیوں میں (آپؐ کے صاحبزادے) حضرت ابراہیمؑ کے لئے دودھ پینے کا انتظام ہوا تھا حضورؐ وہاں تشریف لے جاتے ہم آپؐ کے ساتھ ہوتے آپؐ گھر کے اندر تشریف لے جاتے حالانکہ اندر دھواں ہوتا تھا کیونکہ دودھ پلانے والی عورت کے خاوند لوہار تھے آپؐ حضرت ابراہیمؑ کو لے کر چومتے اور پھر واپس کر دیتے جب حضرت ابراہیمؑ کا انتقال ہوا تو حضورؐ نے فرمایا ابراہیم میرا بیٹا ہے دودھ پینے کے زمانے میں اس کا انتقال ہوا ہے اس کے لئے دودھ پلانے والی دو حوریں مقرر ہوئی ہیں جو جنت میں اس کے دودھ پینے کی باقی مدت پوری کریں گے۔[3]

حضرت عبداللہ بن حارثؓ فرماتے ہیں کہ حضور ﷺ حضرت عبداللہ، حضرت عبید اللہ اور کثیر بن عباسؓ کو ایک صف میں کھڑا کرتے اور فرماتے تم میں سے جو پہلے میرے پاس آئے گا اسے یہ انعام ملے گا تو وہ سارے حضورؐ کے پاس پہلے پہنچنے کے لئے ایک دوسرے سے آگے بڑھنے کی کوشش کرتے اور آ کر آپ کی کمر اور سینے پر گرتے حضورؐ انہیں چومتے اور اپنے سے چمٹا لیتے۔[4]

حضرت عبداللہ بن جعفرؓ فرماتے ہیں کہ نبی کریم ﷺ جب سفر سے واپس تشریف لاتے تو آپؐ کے خاندان کے بچے آپ کے استقبال کے لئے مدینہ سے باہر جاتے چنانچہ ایک

---

[1] عند البزار ایضا ورجاله ثقات کما قال الهیثمی (ج ۹ ص ۲۲)
[2] اخرجه ابن عساکر کذافی المنتخب (ج ٥ ص ١٦٤)
[3] اخرجه مسلم (ج ۲ ص ٢٥٤) واخرجه احمد کما فی البدایة (ج ٦ ص ٤٥)
[4] اخرجه احمد قال الهیثمی (ج ۹ ص ۱۷) رواه احمد و اسناده حسن

مرتبہ آپؐ ایک سفر سے واپس تشریف لائے تو مجھے گھر والے پہلے باہر لے گئے تو آپؐ نے مجھے اپنے آگے بٹھالیا پھر لوگ حضرت فاطمہؓ کے دو بیٹوں حضرت حسن اور حضرت حسینؓ میں سے ایک کو لائے انہیں حضورؐ نے اپنے پیچھے بٹھالیا تو اس طرح ہم تین آدمی ایک سواری پر سوار مدینہ میں داخل ہوئے[1] حضرت عبداللہ بن جعفرؓ فرماتے ہیں کہ میں بچوں کے ساتھ کھیل رہا تھا کہ اتنے میں حضور ﷺ میرے پاس سے سواری پر گزرے آپؐ نے مجھے اور حضرت عباسؓ کے ایک نو عمر بیٹے کو سواری پر بٹھالیا اس طرح ہم سواری پر تین آدمی ہو گئے۔[2]

حضرت عبداللہ بن جعفرؓ فرماتے ہیں کہ یہ واقعہ دیکھنے کے قابل تھا کہ میں، حضرت عبید اللہ بن عباس اور حضرت قثم بن عباس رضی اللہ عنہ بچے تھے اور ہم لوگ کھیل رہے تھے کہ اتنے میں حضور ﷺ سواری پر ہمارے پاس سے گزرے آپؐ نے فرمایا (اے لوگو!) یہ بچہ اٹھا کر مجھے دے دو چنانچہ حضورؐ نے مجھے اپنے آگے بٹھالیا پھر فرمایا (قثم) کو بھی اٹھا کر مجھے دے دو (لوگوں نے اٹھا کر دیا) اور انہیں اپنے پیچھے بٹھالیا حضرت عباسؓ کو حضرت عبید اللہؓ سے محبت حضرت قثمؓ سے زیادہ تھی آپ نے حضرت عبید اللہؓ کو رہنے دیا اور حضرت قثمؓ کو اٹھالیا تو اس میں اپنے چچا کی زیادہ محبت کا خیال نہ کیا اور ان سے کوئی شرم محسوس نہ کی پھر آپؐ نے میرے سر پر تین مرتبہ ہاتھ پھیرا جب بھی آپؐ سر پر ہاتھ پھیرتے تو فرماتے اے اللہ! تو جعفر کی اولاد میں جعفر کا خلیفہ بن جا (یعنی وہ تو شہید ہو کر دنیا سے جا چکے اب تو ہی ان کے بچوں کو سنبھال لے)[3]

حضرت عمر بن خطابؓ فرماتے ہیں کہ میں نے حضرت حسن اور حضرت حسینؓ کو حضور ﷺ کے کندھوں پر دیکھا تو میں نے کہا تم دونوں بچوں کے نیچے کتنا عمدہ گھوڑا ہے حضورؐ نے فرمایا یہ دونوں گھوڑے سوار بھی تو کتنے عمدہ ہیں[4] حضرت ابن عباسؓ فرماتے ہیں کہ ایک دن حضور ﷺ حضرت حسنؓ کو کندھے پر اٹھائے ہوئے باہر تشریف لائے تو ایک آدمی نے کہا اے میاں! تم بڑی عمدہ سواری پر سوار ہو حضورؐ نے فرمایا یہ سوار بھی تو بہت عمدہ ہے۔[5]

حضرت براء بن عازبؓ فرماتے ہیں کہ ایک مرتبہ حضور ﷺ نماز پڑھ رہے تھے کہ اتنے میں حضرت حسن اور حضرت حسینؓ دونوں یا دونوں میں سے ایک آئے اور آکر حضورؐ (سجدے

---

[1] اخرجه ابن عساكر [2] عند ابن عساكر ايضا.
[3] عند ابن عساكر ايضا كذافى المنتخب (ج۵ ص ۲۲۲)
[4] اخرجه ابو يعلى كذافى الكنز (ج ۷ ص ۱۰۶) والمجمع (ج ۹ ص ۱۸۲) ورجاله رجال الصحيح كما فى المجمع وقال ورواه البزار باسناد ضعيف واخرجه ابن شاهين كما فى الكنز
[5] عند ابن عساكر كذافى الكنز (ج۷ ص ۱۰۴)

میں تھے وہ حضورؐ) کی پشت پر سوار ہوئے حضورؐ نے جب (سجدہ سے) سر اٹھایا تو انہیں ہاتھ سے تھامے رکھا اور (نماز کے بعد) فرمایا تمہاری سواری کتنی عمدہ ہے۔[1]

حضرت جابرؓ فرماتے ہیں کہ میں ایک مرتبہ حضور ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوا تو میں نے دیکھا کہ حضورؐ اپنے دونوں ہاتھوں اور دونوں گھٹنوں پر چل رہے ہیں اور حضرت حسن اور حضرت حسینؓ آپ کی کمر پر بیٹھے ہوئے تھے اور فرما رہے ہیں تم دونوں کا اونٹ بڑا عمدہ ہے اور تم دونوں بہت اچھا بوجھ ہو۔[2]

حضرت سلمانؓ فرماتے ہیں کہ ہم لوگ حضور ﷺ کے ارد گرد بیٹھے ہوئے تھے کہ اتنے میں حضرت ام ایمنؓ آئیں اور انہوں نے کہا یا رسول اللہ! حسن اور حسینؓ گم ہو گئے ہیں اس وقت دن چڑھ چکا تھا حضورؐ نے صحابہؓ سے فرمایا اٹھو اور میرے دونوں بیٹوں کو تلاش کرو چنانچہ ہر آدمی نے اپنا راستہ لیا اور چل پڑا اور میں حضورؐ کا راستہ لے کر چل پڑا حضورؐ چلتے رہے یہاں تک کہ ایک پہاڑ کے دامن میں پہنچ گئے تو دیکھا کہ حضرت حسنؓ اور حضرت حسینؓ دونوں ایک دوسرے سے چمٹے ہوئے کھڑے ہیں اور پاس ہی ایک کالا ناگ اپنی دم پر کھڑا ہے جس کے منہ سے آگ کی چنگاریاں نکل رہی ہیں (غالباً اللہ نے ناگ بھیجا تاکہ بچوں کو آگے جانے سے روکے) حضورؐ جلدی سے اس ناگ کی طرف بڑھے اس ناگ نے حضورؐ کو مڑ کر دیکھا اور چل پڑا اور ایک سوراخ میں داخل ہو گیا پھر حضورؐ دونوں کے پاس گئے اور دونوں کو ایک دوسرے سے جدا کیا اور دونوں کے چہرے پر ہاتھ پھیرا اور فرمایا میرے ماں باپ تم دونوں پر قربان ہوں تم دونوں اللہ کے ہاں کتنے قابل اکرام ہو پھر ایک کو دائیں کندھے پر اور دوسرے کو بائیں کندھے پر بٹھا لیا میں نے کہا تم دونوں کو خوشخبری ہو کہ تمہاری سواری بہت ہی عمدہ ہے حضورؐ نے فرمایا یہ دونوں بہت عمدہ سوار ہیں اور ان کے والد ان دونوں سے بہتر ہیں۔[3]

حضرت جابرؓ فرماتے ہیں کہ ہم لوگ حضور ﷺ کے ساتھ تھے ہمیں کسی نے کھانے کے لئے بلایا (ہم حضورؐ کے ساتھ کھانے کے لئے چلے تو) راستہ میں حضرت حسینؓ ملے جو بچوں کے ساتھ کھیل رہے تھے حضورؐ جلدی سے لوگوں سے آگے بڑھے اور انہیں پکڑنے کے لئے اپنا ہاتھ آگے بڑھایا حضرت حسینؓ ادھر ادھر بھاگنے لگے۔ حضورؐ اور حضرت حسین آپس میں ہنسنے لگے آخر حضورؐ نے انہیں پکڑ لیا اور ایک ہاتھ ان کی ٹھوڑی پر اور دوسرا ان کے سر اور کانوں کے درمیان رکھا اور اپنے سے چمٹا کر ان کا بوسہ لیا پھر فرمایا حسینؓ مجھ سے ہے اور

---

[1] عند الطبرانی قال الہیثمی (ج ۹ ص ۱۸۲) واسنادہ حسن

[2] عند الطبرانی ایضا قال الہیثمی (ج ۹ ص ۱۸۲) وفیہ مسروح ابو شہاب وہو ضعیف اھ

[3] اخرجہ الطبرانی قال الہیثمی (ج ۹ ص ۱۸۲) وفیہ احمد بن راشد الہلالی وہو ضعیف اھ واخرجہ الطبرانی عن یعلی بن مرۃ مثلہ کما فی الکنز (ج ۷ ص ۱۰۷)

میں حسینؓ سے ہوں۔ جو ان سے محبت کرے اللہ اس سے محبت کرے حسنؓ اور حسینؓ دونوں نواسوں میں سے ہیں۔[1]

نبی کریم ﷺ کے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کی معاشرت

حضرت ابو اسحاق سبیعیؒ کہتے ہیں کہ حضرت عثمان بن مظعون رضی اللہ عنہ کی بیوی میلی کچیلی پرانے کپڑوں میں حضور ﷺ کی ازواج مطہرات کے پاس آئیں انہوں نے پوچھا تمہیں کیا ہوا ہے؟ جو تم نے ایسی شکل وصورت بنا رکھی ہے ان کی بیوی نے کہا حضرت عثمانؓ رات بھر عبادت کرتے ہیں اور دن بھر روزہ رکھتے ہیں۔ کسی نے یہ بات حضورؐ کو بتائی جب حضورؐ کی حضرت عثمان بن مظعونؓ سے ملاقات ہوئی تو آپؐ ان پر ناراض ہوئے اور فرمایا کیا تم میرے نمونہ پر نہیں چلتے ہو؟ انہوں نے کہا کیوں نہیں۔ اللہ مجھے آپؐ پر قربان کرے اس کے بعد ان کی بیوی اچھی شکل وصورت میں عمدہ خوشبو لگا کر آئیں اور جب حضرت عثمانؓ کا انتقال ہوا تو انہوں نے یہ اشعار کہے۔

یاعین جودی بد مع غیر ممنون   علی رزیة عثمان بن مظعون

اے آنکھ! عثمان بن مظعون کی (وفات کی) مصیبت پر ایسے آنسو بہا جو کبھی نہ رکیں۔

علی امرئ بات فی رضوان خالقه   طوبی له من فقید الشخص مدفون

ایسے شخص پر آنسو بہا جو اپنے خالق کو راضی کرنے میں ساری رات گزار دیتا تھا یہ دفن ہو کر گم ہو گئے ہیں۔ ان کے لئے جنت کا طوبیٰ درخت ہے۔

طاب البقیع له سکنی وغر قده   واشرقت ارضه من بعد تفتین

بقیع اور اس کے غرقد درختوں میں اس کا ٹھکانہ بہت ہی عمدہ بنا ہے اور بقیع کی زمین کفار کے دفن ہونے کی وجہ سے فتنہ والی تھی اب حضرت عثمانؓ کے دفن ہونے سے وہ روشن ہو گئی۔

واورث القلب حزناً لا انقطاع له   حتی الممات فما ترقی له شونی

اور ان کی موت سے دل میں ایسا غم پیدا ہوا ہے جو موت تک ختم نہیں ہوگا اور ان کے لئے آنسوؤں کی رگیں کبھی خشک نہ ہوں گی[2] حضرت عروہ کی روایت میں حضرت عثمانؓ کی بیوی کا نام خولہ بنت حکیمؓ بتایا گیا ہے اور یہ کہ وہ حضرت عائشہؓ کے پاس گئی تھیں اور ان کی روایت میں یہ بھی ہے کہ حضور ﷺ نے فرمایا اے عثمان! رہبانیت کو ہمارے لئے قابل اجر

---

[1] اخرجه الطبرانی کذافی الکنز (ج۷ص۱۰۷)   [2] اخرجه ابو نعیم فی الحلیة (ج۱ص ۱۰٦) واخرجه ابن سعد (ج ۳ص ۳۹٤) عن ابی بردة رضی اللّٰه عنه بمعناه وعبدالرزاق عن عروة بنحوه کما فی الکنز (ج ۸ص ۳۰۵) الا انهمایذکر الا شعار

عبادت نہیں بنایا گیا کیا میں تمہارے لئے اچھا نمونہ نہیں ہوں؟ اللہ کی قسم! تم لوگوں میں اللہ سے سب سے زیادہ ڈرنے والا اور اس کی حدود کی سب سے زیادہ حفاظت کرنے والا میں ہوں

حضرت عبداللہ بن عمروؓ فرماتے ہیں کہ میرے والد نے قریش کی ایک عورت سے میری شادی کی جب وہ میرے پاس آئی تو میں نے اس کی کوئی پرواہ نہ کی کیونکہ مجھے نماز روزے عبادت کا بہت شوق تھا۔ ایک مرتبہ (میرے والد) حضرت عمرو بن عاصؓ اپنی بہو (یعنی میری بیوی) کے پاس گئے اور اس سے پوچھا تم نے اپنے خاوند کو کیسا پایا؟ اس نے کہا وہ اچھے آدمی ہیں یا کہا اچھے خاوند ہیں لیکن ابھی تک انہوں نے ہمارے کسی پہلو کو کھول کر دیکھا ہی نہیں اور ہمارے بستر کے قریب ہی نہیں آئے۔ حضرت عمروؓ میری طرف متوجہ ہوئے اور مجھے خوب برا بھلا کہا اور کہا کہ میں نے قریش کی خاندانی عورت سے تیری شادی کی اور تو نے اسے بیچ میں لٹکا رکھا ہے (تو اس کے پاس جاتا ہی نہیں) پھر انہوں نے جا کر حضور ﷺ سے میری شکایت کر دی حضورؐ نے آدمی بھیج کر مجھے بلایا میں حضورؐ کی خدمت میں گیا۔ حضورؐ نے فرمایا کیا تم دن بھر روزہ رکھتے ہو؟ میں نے کہا جی ہاں۔ حضورؐ نے فرمایا کیا تم رات بھر عبادت کرتے ہو؟ میں نے کہا جی ہاں۔ حضورؐ نے فرمایا لیکن میں تو کبھی روزہ رکھتا ہوں اور کبھی افطار کرتا ہوں اور رات کو کبھی نماز پڑھتا ہوں اور کبھی سوتا ہوں اور بیویوں کے پاس بھی جاتا ہوں (یہ میری سنت ہے) اور جو میری سنت سے اعراض کرے وہ مجھ سے نہیں (اس کا مجھ سے کوئی تعلق نہیں ہے) پھر حضورؐ نے فرمایا مہینہ میں ایک قرآن ختم کر لیا کرو میں نے کہا مجھ میں اس سے زیادہ پڑھنے کی طاقت ہے آپؐ نے فرمایا دس دن میں ایک ختم کر لیا کرو میں نے کہا مجھ میں اس سے زیادہ کی طاقت ہے آپؐ نے فرمایا اچھا تین دن میں ختم کر لیا کرو پھر آپؐ نے فرمایا ہر مہینے تین دن روزہ رکھا کرو۔ میں نے کہا مجھ میں اس سے زیادہ کی طاقت ہے آپؐ دن بڑھاتے رہے یہاں تک کہ آپؐ نے فرمایا ایک دن روزہ رکھا کرو اور ایک دن افطار کیا کرو کیونکہ یہ بہترین روزے ہیں اور یہ میرے بھائی داؤد علیہ السلام کے روزے ہیں۔ حضرت حصینؒ کی حدیث میں یہ ہے کہ پھر حضورؐ نے فرمایا عبادت کے ہر شوقین پر کچھ عرصہ ایسا آتا ہے جس میں اسے عبادت کا بہت جوش و جذبہ ہوتا ہے اور جوش و جذبہ کچھ عرصہ چلتا ہے پھر اس میں کمی آجاتی ہے جب کمی آتی ہے تو کوئی اس وقت سنت طریقہ اختیار کرتا ہے اور کوئی بدعت طریقہ کو۔ جس نے جوش و جذبہ کی کمی کے زمانے میں سنت طریقہ کو اختیار کیا وہ ہدایت پا گیا اور جو کسی اور طرف چلا گیا وہ تباہ و برباد ہو گیا۔ حضرت مجاہد کہتے ہیں کہ حضرت عبداللہ بن عمروؓ جب بوڑھے اور کمزور ہو گئے تو وہ کئی دن مسلسل روزے رکھتے پھر اس کے بعد کچھ دن نہ رکھتے تاکہ کچھ طاقت آجائے اور اسی طرح وہ قرآن کی منزل پڑھا کرتے کبھی زیادہ پڑھتے اور کبھی کم۔ لیکن تین یا سات دن میں مقدار پوری کر لیا کرتے پھر اس کے

بعد کمزوری بڑھ جانے کے زمانے میں کہا کرتے تھے کہ میں حضور ﷺ کی رخصت قبول کر لیتا تو یہ مجھے اس کثرت عبادت سے زیادہ محبوب ہوتا جسے میں نے اختیار کیا ہے لیکن میں اس طریقہ کو اختیار کرتے ہوئے حضورؐ سے جدا ہوا ہوں اب مجھے اچھا نہیں لگتا کہ میں اسے چھوڑ کر اور کوئی طریقہ اختیار کروں (یعنی حضورؐ کی زندگی میں آپؐ کے انتقال تک جو معمولات میں نے روزانہ تلاوت کے بنا لئے تھے اب میں ان میں کمی کرنا اچھا نہیں سمجھتا چاہے مجھے کتنی مشقت اختیار کرنی پڑے میں کیا کروں گا)۔[1]

حضرت ابو جحیفہؓ فرماتے ہیں کہ نبی کریم ﷺ نے حضرت سلمانؓ اور حضرت ابو درداءؓ کے درمیان بھائی چارہ کرایا ایک دن حضرت سلمانؓ حضرت ابو درداءؓ کو ملنے آئے تو انہوں نے دیکھا کہ حضرت ام درداءؓ نے پرانے سادہ سے کپڑے پہن رکھے ہیں تو ان سے کہا تمہیں کیا ہوا؟ (تم نے ایسے کپڑے کیوں پہن رکھے ہیں؟) انہوں نے کہا آپ کے بھائی حضرت ابو درداءؓ کو دنیا کی رغبت بالکل نہیں ہے۔ اتنے میں حضرت ابو درداءؓ آ گئے اور انہوں نے حضرت سلمانؓ کے لئے کھانا تیار کیا اور ان سے کہا آپ کھائیں میرا تو روزہ ہے حضرت سلمانؓ نے کہا جب تک آپ نہیں کھائیں گے میں نہیں کھاؤں گا۔ چنانچہ حضرت ابو الدرداءؓ نے کھانا کھا لیا جب رات ہوئی تو حضرت ابو الدرداءؓ عبادت کے لئے کھڑے ہونے لگے۔ حضرت سلمانؓ نے کہا ابھی تو سو جاؤ چنانچہ وہ سو گئے کچھ دیر کے بعد پھر کھڑے ہونے لگے تو حضرت سلمانؓ نے کہا ابھی اور سو جاؤ جب آخیر رات ہوئی تو حضرت سلمانؓ نے کہا اب کھڑے ہو جاؤ پھر دونوں نے نماز پڑھی پھر حضرت سلمانؓ نے ان سے فرمایا آپ کے رب کا بھی آپ پر حق ہے لیکن آپ کے نفس کا بھی آپ پر حق ہے اور آپ کے گھر والوں کا بھی آپ پر حق ہے ہر حق والے کو اس کا حق دو۔ پھر حضرت ابو الدرداءؓ نے جا کر حضور ﷺ کو یہ ساری بات بتائی تو حضورؐ نے فرمایا سلمانؓ نے ٹھیک کہا۔[2]

حضرت اسماء بنت ابی بکرؓ فرماتی ہیں کہ حضرت زبیرؓ نے مجھ سے شادی کی تو ان کے پاس زمین تھی اور ایک گھوڑا تھا اس کے علاوہ ان کے پاس نہ کوئی مال تھا نہ غلام اور نہ کوئی اور چیز گھوڑے کی خدمت کے سارے کام حضرت زبیرؓ کے بجائے میں ہی کرتی تھی اس کی دیکھ بھال کرتی تھی اس کے لئے گھاس چارہ وغیرہ لاتی تھی اور کنویں سے پانی کھینچنے والے اونٹ

---

[1] اخرجه ابو نعيم فى الحلية (ج ۱ ص ۲۸۵) واخرجه ايضا البخارى وانفرد به كما فى صفة الصفوة (ج ۱ ص ۲۷۱) نحوه مطولا

[2] اخرجه البخارى (ج ۱ ص ۲٦٤) واخرجه ابو نعيم فى الحلية (ج ۱ ص ۱۸۸) عن ابى جحيفة نحوه مع زيادات وابو يعلى كما فى الكنز (ج ۱ ص ۱۳۷) والترمذى والبزار وابن خزيمة والدار قطنى والطبرانى وابن حبان كما فى فتح البارى (ج ٤ ص ۱۵۱) واخرجه ابن سعد (ج ٤ ص ۸۵) بالفاظ مختلفة

کے لئے کھجور کی گھٹلیاں کوٹتی تھی اور گھر کا آٹا بھی گوندھتی تھی لیکن مجھے روٹی اچھی پکانی نہیں آتی تھی اس لیے میری انصاری پڑوسن عورتیں روٹی پکا دیا کرتی تھیں وہ بڑی سچی اور مخلص عورتیں تھیں اور حضور ﷺ نے حضرت زبیرؓ کو جو زمین دی تھی وہ مدینہ سے دو تہائی فرسخ یعنی دو میل دور تھی میں وہاں سے اپنے سر پر گھٹلیاں سر پر رکھے ہوئے آرہی تھی کہ راستہ میں حضورؐ (اونٹ پر سوار) مجھے مل گئے آپؐ کے ساتھ صحابہؓ کی ایک جماعت بھی تھی۔ حضورؐ نے مجھے بلایا اور (اونٹ کو بٹھانے کے لئے) اخ اخ فرمایا تاکہ مجھے اپنے پیچھے بٹھالیں مجھے لوگوں کے ساتھ چلنے سے شرم آئی اور مجھے حضرت زبیرؓ کی غیرت یاد آگئی کیونکہ وہ لوگوں میں سب سے زیادہ غیرت والے تھے حضورؐ سمجھ گئے کہ مجھے شرم آرہی ہے اس لئے آپؐ تشریف لے گئے میں نے جاکر حضرت زبیرؓ کو بتایا کہ میں سر پر گٹھلیاں لے کر آرہی تھی راستہ میں مجھے حضور ﷺ ملے آپؐ کے ساتھ صحابہؓ کی ایک جماعت تھی حضورؐ اونٹ بٹھانے لگے تاکہ میں آپؐ کے ساتھ سوار ہو جاؤں لیکن مجھے شرم آگئی اور آپ کی غیرت کا خیال آگیا حضرت زبیرؓ نے کہا اللہ کی قسم! تم حضورؐ کے ساتھ سوار ہو جاتیں اس سے مجھے اتنی گرانی نہ ہوتی جتنی مجھے تمہارے گھٹلیاں سر پر لانے سے ہوئی ہے اس کے بعد حضرت ابو بکرؓ نے میرے پاس ایک باندی بھیجی جس نے گھوڑے کی دیکھ بھال اور خدمت کے تمام کام سنبھال لئے تو مجھے ایسا لگا کہ جیسے انہوں نے مجھے قید سے آزاد کر دیا ہو۔[1]

حضرت عکرمہؒ کہتے ہیں کہ حضرت اسماء بنت ابی بکرؓ حضرت زبیر بن عوامؓ کے نکاح میں تھیں۔ حضرت زبیرؓ ان پر سختی کیا کرتے تھے۔ حضرت اسماءؓ نے جاکر اپنے ابا جان سے حضرت زبیرؓ کی شکایت کی حضرت ابو بکرؓ نے فرمایا اے میری بیٹی! صبر کرو کیونکہ جب کسی عورت کا نیک خاوند ہو پھر وہ خاوند مر جائے اور وہ عورت اس کے بعد اور شادی نہ کرے تو ان دونوں کو جنت میں جمع کر دیا جائے گا۔[2]

حضرت کہمس ہلالیؒ کہتے ہیں کہ میں حضرت عمرؓ کے پاس بیٹھا ہوا تھا اور لوگ بھی بیٹھے ہوئے تھے کہ اتنے میں ایک عورت آکر حضرت عمرؓ کے پاس بیٹھ گئی اور اس نے کہا اے امیر المومنین! میرے خاوند کا شر بڑھ گیا ہے اور اس کی خیر کم ہو گئی ہے۔ حضرت عمرؓ نے پوچھا تمہارا خاوند کون ہے؟ اس نے کہا حضرت ابو سلمہؓ حضرت عمرؓ نے فرمایا! نہیں تو حضور ﷺ کی صحبت حاصل ہے اور وہ سچے آدمی ہیں، حضرت عمرؓ کے پاس ایک آدمی بیٹھا ہوا تھا اس سے حضرت عمرؓ نے فرمایا کیا وہ آدمی ایسے نہیں ہیں؟ اس آدمی نے کہا اے امیر المومنین! آپ نے ان کے بارے

---

[1] اخرجہ ابن سعد (ج ۸ ص ۲۵۰)
[2] عند ابن سعد ایضا (ج ۸ ص ۲۵۱)

میں جو کہا ہے ہمیں بھی یہی معلوم ہے پھر حضرت عمرؓ نے ایک آدمی سے کہا جاؤ ابو سلمہؓ کو میرے پاس بلا کر لاؤ۔ جب حضرت عمرؓ نے اس عورت کے خاوند کے پاس آدمی بھیجا تو وہ عورت اٹھ کر حضرت عمرؓ کے پیچھے آکر بیٹھ گئی۔ تھوڑی دیر میں وہ آدمی اس عورت کے خاوند حضرت ابو سلمہؓ کو بلا کر لے آیا اور وہ آکر حضرت عمرؓ کے سامنے بیٹھ گئے۔ حضرت عمرؓ نے فرمایا یہ میرے پیچھے بیٹھی ہوئی عورت کیا کہہ رہی ہے حضرت ابو سلمہؓ نے پوچھا اے امیر المومنین! یہ عورت کون ہے؟ حضرت عمرؓ نے فرمایا یہ آپ کی بیوی ہے حضرت ابو سلمہؓ نے کہا یہ کیا کہہ رہی ہے؟ حضرت عمرؓ نے فرمایا یہ کہہ رہی ہے کہ آپ کی خیر کم ہو گئی ہے اور آپ کا شر زیادہ ہو گیا ہے۔ حضرت ابو سلمہؓ نے کہا اے امیر المومنین! اس نے بہت بری بات کہی ہے۔ یہ اپنے قبیلہ کی نیک عورتوں میں سے ہے لیکن اس کے پاس کپڑے ان سب عورتوں سے زیادہ ہیں اور گھر میں سہولت اور راحت کا سامان بھی سب سے زیادہ ہے بس اتنی بات ہے کہ اس کا خاوند بوڑھا ہو گیا ہے۔ حضرت عمرؓ نے اس عورت سے کہا اب تم کیا کہتی ہو؟ اس نے کہا یہ ٹھیک کہہ رہے ہیں۔ حضرت عمرؓ کوڑا لے کر اس عورت کی طرف بڑھے اور کوڑے سے اس کی خبر لی پھر فرمایا اے اپنی جان کی دشمن! تو اس کا سارا مال کھا گئی اور اس کی جوانی فنا کر دی اور اب اس کی ایسی شکایت لگا رہی ہے جو اس میں نہیں ہے۔ اس عورت نے کہا اے امیر المومنین! آپ جلدی نہ کریں اللہ کی قسم! آئندہ میں کبھی (شکایت کی) اس مجلس میں نہیں بیٹھوں گی (یعنی کبھی شکایت نہیں لگاؤں گی) پھر حضرت عمرؓ نے فرمایا کہ اس عورت کو تین کپڑے دیئے جائیں اور اس عورت سے کہا میں نے جو تجھے مارا ہے یہ کپڑے اس کے بدلے میں لے لو۔ راوی کہتے ہیں کہ وہ قصہ مجھے ایسا یاد ہے کہ گویا کہ میں اب بھی اس عورت کو کپڑے لے کر اٹھتے ہوئے دیکھ رہا ہوں۔ پھر حضرت عمرؓ نے اس عورت کے خاوند کی طرف متوجہ ہو کر فرمایا تم نے جو مجھے اس کو سزا دیتے ہوئے دیکھا ہے اس کی وجہ سے تم اس کے ساتھ برا سلوک نہ شروع کر دینا۔ انہوں نے کہا میں ایسا نہیں کروں گا چنانچہ وہ میاں بیوی دونوں واپس چلے گئے پھر حضرت عمرؓ نے فرمایا کہ میں نے حضور ﷺ کو یہ فرماتے ہوئے سنا ہے کہ میری امت کا بہترین زمانہ وہ ہے جس میں میں ہوں پھر دوسرا زمانہ پھر تیسرا زمانہ پھر اس کے بعد ایسے لوگ پیدا ہو جائیں گے جو گواہی دینے سے پہلے ہی قسمیں کھانے لگ جائیں گے اور ابھی ان سے گواہی مانگی نہ جائے گی کہ وہ پہلے ہی گواہی دینے لگ جائیں گے اور بازاروں میں شور مچاتے پھریں گے۔[1]

---

[1] اخرجه الطيالسي والبخاري في تاريخه والحاكم في الكنى قال ابن حجر اسناده قوي كذا في الكنز (ج ۸ ص ۳۰۳) واخرجه ايضا ابو بكر بن ابي عاصم كما في الاصابة (ج ٤ ص ۹۳)

حضرت شعبیؒ کہتے ہیں کہ ایک عورت حضرت عمر بن خطابؓ کی خدمت میں آئی اور کہنے لگی کہ میں آپ کے پاس ایسے آدمی کی شکایت کرنے آئی ہوں جو تمام دنیا والوں سے زیادہ بہتر ہیں ان سے بہتر وہی آدمی ہے جو ان سے زیادہ عمل کرے یا ان کے برابر عمل کرے وہ رات سے صبح تک عبادت کرتے ہیں اور صبح سے شام تک روزہ رکھتے ہیں اتنا بتانے کے بعد اس عورت کو شرم آگئی اور اس نے کہا اے امیر المومنین! آپ مجھے معاف فرمادیں۔ حضرت عمرؓ نے فرمایا اللہ تمہیں جزائے خیر عطا فرمائے تم نے اس آدمی کی بہت اچھی تعریف کی ہے میں نے تمہیں معاف کر دیا ہے جب وہ عورت چلی گئی تو حضرت کعب بن سورؓ نے کہا اے امیر المومنین! اس عورت نے آپ سے شکایت کرنے میں کمال کر دیا ہے۔ حضرت عمرؓ نے کہا اس نے کیا شکایت کی ہے؟ حضرت کعب نے کہا اس نے اپنے خاوند کی شکایت کی ہے۔ حضرت عمرؓ نے کہا اس عورت کو میرے پاس لاؤ اور اسی طرح آدمی بھیج کر اس کے خاوند کو بھی بلایا جب وہ دونوں آگئے تو حضرت عمرؓ نے حضرت کعب سے کہا تم ان دونوں میں فیصلہ کرو۔ حضرت کعب نے کہا آپ کے ہوتے ہوئے میں فیصلہ کروں یہ کیسے ہو سکتا ہے؟ حضرت عمرؓ نے کہا تم اسکی شکایت کو سمجھ گئے میں نہ سمجھ سکا اس لئے تم ہی فیصلہ کرو۔ حضرت کعب نے کہا اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں فَانْكِحُوْا مَا طَابَ لَكُمْ مِّنَ النِّسَآءِ مَثْنٰى وَثُلٰثَ وَرُبٰعَ (سورۃ نساء آیت ۳) ترجمہ "اور عورتوں میں سے جو تم کو پسند ہوں نکاح کر لو دو، دو عورتوں سے اور تین تین عورتوں سے اور چار چار عورتوں سے" اس کے خاوند سے کہا تم تین دن روزہ رکھا کرو اور ایک دن افطار کیا کرو اور اس کے پاس رہا کرو اور تین رات نفل عبادت کیا کرو ایک رات اس کے ساتھ گزارا کرو حضرت عمرؓ نے فرمایا تمہارا یہ فیصلہ تو مجھے تمہاری پہلی بات سے بھی زیادہ پسند آیا ہے پھر حضرت عمرؓ نے حضرت کعب کو بصرہ والوں کا قاضی بنا کر بھیج دیا۔[۱] عسکری نے حضرت شعبیؒ سے یہی واقعہ اس سے زیادہ لمبا نقل کیا ہے اور اس میں یہ بھی ہے کہ حضرت عمرؓ نے اس عورت سے کہا تم مجھے سچ بات بتاؤ اور حق بات کے ظاہر کرنے میں کوئی ڈر نہیں ہونا چاہئے۔ اس نے کہا اے امیر المومنین! میں ایک عورت ہوں مجھ میں بھی وہ خواہش ہے جو عورتوں میں ہوا کرتی ہے عبدالرزاق حضرت قتادہؓ سے نقل کرتے ہیں کہ ایک عورت نے آکر حضرت عمرؓ سے کہا میرا خاوند رات بھر عبادت کرتا ہے اور دن بھر روزہ رکھتا ہے حضرت عمرؓ نے فرمایا کیا تم مجھے یہ کہنا چاہتی ہو کہ میں اسے رات کی عبادت سے اور دن کے روزے سے روک دوں؟ وہ عورت چلی گئی دوبارہ آکر اس نے وہی بات پھر کہی حضرت عمرؓ نے پھر وہی جواب دیا۔ اس پر حضرت کعب بن سورؓ نے کہا اے امیر المومنین! اس عورت کا بھی حق ہے۔ حضرت عمرؓ نے کہا کیا حق ہے؟ حضرت کعب نے کہا اللہ تعالیٰ نے اس کے خاوند

---

[۱] اخرجه ابن سعد

کے لئے چار بیویاں حلال قرار دی ہیں تو آپ اس عورت کو چار بیویوں میں سے ایک شمار کر لیں اسے ہر چار راتوں میں سے ایک رات اور ہر چار دنوں میں سے ایک دن ملنا چاہئے چنانچہ حضرت عمرؓ نے اس کے خاوند کو بلا کر کہا کہ ہر چار راتوں میں سے ایک رات اپنی بیوی کے پاس گزارا کرو اور ہر چار دنوں میں سے ایک دن اس کی وجہ سے روزہ نہ رکھا کرو۔[1]

حضرت ابو غرزہؓ حضرت ابن ارقمؓ کا ہاتھ پکڑ کر اپنی بیوی کے پاس لے گئے اور اس سے کہا کہ کیا تم مجھ سے بغض رکھتی ہو؟ اس نے کہا ہاں۔ حضرت ابن ارقمؓ نے کہا آپ نے ایسا کیوں کیا؟ حضرت ابو غرزہؓ نے کہا کیونکہ لوگ میرے بارے میں بہت زیادہ باتیں کرنے لگ گئے تھے حضرت ابن ارقمؓ نے جا کر حضرت عمر بن خطابؓ کو یہ بات بتائی۔ حضرت عمرؓ نے حضرت ابو غرزہؓ کو بلا کر کہا آپ نے ایسا کیوں کیا؟ حضرت ابو غرزہؓ نے کہا کیونکہ لوگ میرے بارے میں بہت زیادہ باتیں کرنے لگ گئے تھے حضرت عمرؓ نے حضرت ابو غرزہؓ کی بیوی کو بلایا وہ بھی آئی اور اس کے ساتھ ایک پھوپھی بھی آئی جسے کوئی نہیں جانتا تھا پھوپھی نے اس سے کہا اگر حضرت عمرؓ تم سے پوچھیں کہ تم نے ایسا صاف جواب کیوں دیا؟ تو تم کہہ دینا کہ انہوں نے قسم دے کر مجھ سے پوچھا تھا (کہ کیا تم مجھ سے بغض رکھتی ہو؟) اس لئے جھوٹ بولنا مجھے برا لگا۔ چنانچہ حضرت عمرؓ نے اس سے پوچھا تم نے یہ بات کیوں کہی؟ حضرت ابو غرزہؓ کی بیوی نے کہا کہ انہوں نے مجھے قسم دے کر پوچھا تھا اس لئے جھوٹ بولنا میں نے مناسب نہ سمجھا حضرت عمرؓ نے فرمایا نہیں۔ تمہیں جھوٹ بول دینا چاہئے تھا اور کوئی اچھی بات کہہ دینی چاہئے تھی (میاں بیوی تعلقات اچھے رکھنے کیلئے ایک دوسرے سے جھوٹی محبت کا اظہار کر سکتے ہیں) کیونکہ تمام گھروں میں حسن معاشرت کی بنیاد (میاں بیوی کی) محبت ہی نہیں ہوتی بلکہ بعض گھروں میں (میاں بیوی میں محبت نہیں ہوتی لیکن حسن معاشرت کی) بنیاد خاندانی شرافت اور اسلام ہوتا ہے۔[2]

حضرت ابو سلمہ بن عبدالرحمن بن عوفؒ کہتے ہیں کہ حضرت عاتکہ بنت زید بن عمرو بن طفیل رضی اللہ عنہا، حضرت عبداللہ بن ابی بکر صدیق رضی اللہ عنہما کے نکاح میں تھیں۔ حضرت عبداللہؓ کو ان سے بہت زیادہ محبت تھی حضرت عبداللہؓ نے ان کو ایک باغ اس شرط پر دیا کہ وہ ان کے مرنے کے بعد کسی سے شادی نہیں کریں گی۔ غزوہ طائف میں حضرت عبداللہؓ کو ایک تیر لگا تھا جس کا زخم اس وقت تو ٹھیک ہو گیا لیکن حضور ﷺ کی وفات کے چالیس دن بعد وہ زخم پھر ہرا ہو گیا جس سے حضرت عبداللہؓ کا انتقال ہو گیا ان کی بیوی

---

[1] كذافي الكنز (ج ۸ص ۳۰۷، ۳۰۸) واخرجه ابن ابي شيبة من طريق ابن سرين والزبير بن بكار في الموفقيات من طريق محمد بن لعن وابن دريد في الا خبار المشورة عن ابي حاتم السجناني عن ابي عبيدة وله طرق كذافي الا صابة (ج ۳ص ۳۱۵)

[2] اخرجه ابن جرير كذافي الكنز (ج۸ص ۳۰۳)

حضرت عاتکہؓ نے مرثیہ میں یہ اشعار کہے۔

وآلیت لا تنفک عینی سخینۃ　　علیک ولا ینفک جلدی اصفرا

مدی الدھر ماغنت حمامۃ ایکۃ　　وما طرد اللیل الصباح المنورا

اور میں نے قسم کھائی ہے کہ زندگی بھر اس وقت تک میری آنکھیں آپ پر گرم آنسو بہاتی رہیں گی (غم کے آنسو گرم ہوتے ہیں) اور میرا جسم گرد آلود رہے گا (یعنی میں زیب و زینت نہیں کروں گی) جب تک گھنے جنگل کی کبوتری گاتی رہے گی اور رات کے بعد روشن صبح آتی رہے گی یعنی ہمیشہ روتی رہوں گی۔

پھر حضرت عمر بن خطابؓ نے ان کو شادی کا پیغام دیا تو انہوں نے جواب میں کہا کہ حضرت عبداللہؓ نے مجھے اس شرط پر ایک باغ دیا تھا کہ میں ان کے بعد شادی نہ کروں گی حضرت عمرؓ نے کہلوایا کہ کسی عالم سے شادی کے بارے میں مسئلہ پوچھ لو تو انہوں نے حضرت علی بن ابی طالبؓ سے پوچھا حضرت علیؓ نے فرمایا حضرت عبداللہ کے ورثہ کو باغ واپس کر دو اور شادی کر لو (چنانچہ انہوں نے وہ باغ واپس کر دیا اور) حضرت عمرؓ نے ان سے شادی کر لی اور حضور ﷺ کے چند صحابہؓ میں سے حضرت علیؓ کا حضرت عبداللہ بن ابی بکرؓ سے بھائی چارہ کا تعلق تھا۔ حضرت علیؓ نے حضرت عمرؓ سے کہا آپ مجھے اجازت دیں تو میں حضرت عاتکہؓ سے کچھ بات کر لوں۔ حضرت عمرؓ نے فرمایا کر لو۔ حضرت علیؓ نے کہا اے عاتکہ (تم نے یہ شعر کہا تھا اب اس کے خلاف کر لیا)

وآلیت لا تنفک عینی سخینۃ

علیک ولا ینفک جلدی اصفراً

میں نے قسم کھائی ہے کہ میری آنکھیں پر گرم آنسو بہاتی رہیں گی اور میرا جسم گرد آلود رہے گا (یہ سن کر حضرت عاتکہؓ زور سے رو پڑیں) حضرت عمرؓ نے فرمایا اللہ آپ کو معاف کرے میری بیوی کا ذہن خراب نہ کریں[1]!

حضرت میمونہؓ کی آزاد کردہ باندی حضرت عدبہؓ فرماتی ہیں کہ حضرت میمونہؓ نے مجھے (اپنے بھانجے) حضرت ابن عباسؓ کے پاس بھیجا میں ان کے پاس گئی تو میں نے دیکھا کہ ان کے گھر میں دو بستر بچھے ہوئے ہیں (ایک ان کا اور ایک انکی بیوی کا) میں نے واپس جا کر حضرت میمونہؓ سے کہا میرے خیال میں تو حضرت ابن عباسؓ نے اپنی بیوی کو چھوڑ رکھا ہے۔ حضرت میمونہؓ نے حضرت ابن عباسؓ کی بیوی بنت سرج کندی کو پیغام بھیج کر بلایا اور ان سے پوچھا (کیا تمہیں حضرت ابن عباسؓ نے چھوڑ رکھا ہے؟) حضرت بنت سرج نے کہا نہیں میرے اور ان کے

---

[1] اخرجه وکیع کذافی الکنز (ج ۸ص ۳۰۲) واخرجه ابن سعد بسند حسن عن یحیی بن عبدالرحمن بن حاطب مختصراکما فی الاصابة (ج ۴ص ۳۵۲)

درمیان کوئی جدائی نہیں وہ تو آجکل مجھے حیض آرہا ہے (اس لئے بستر الگ الگ کر رکھے ہیں) اس پر حضرت میمونہؓ نے حضرت ابن عباسؓ کو یہ پیغام بھیجا کہ تم حضور ﷺ کی سنت سے اعراض کررہے ہو حضورؐ کی حالت حیض میں بھی اپنی بیویوں کے ساتھ لیٹا کرتے تھے البتہ آپ کی بیویاں گھٹنے یا آدھی پنڈلی تک کپڑا ڈال لیا کرتی تھیں۔[1]

حضرت عکرمہؒ کہتے ہیں یہ تو مجھے پتہ نہ چل سکا کہ کھانا کس نے دوسرے کے لئے تیار کیا تھا حضرت ابن عباسؓ نے یا ان کے چچازاد بھائی نے بہر حال یہ حضرات کھانا کھا رہے تھے اور ایک باندی ان کے سامنے کام کررہی تھی کھانا وغیرہ لارہی تھی کہ ان میں سے کسی نے اس باندی سے کہا او زانیہ! تو حضرت ابن عباسؓ نے فرمایا ایسے نہ کہو اگر اس باندی کی وجہ سے تمہیں دنیا میں حد شرعی نہ لگ سکی تو آخرت میں تو ضرور لگے گی اس آدمی نے کہا اگر بات واقعی ایسی ہی ہو جیسی میں نے کہی ہے تو؟ حضرت ابن عباسؓ نے فرمایا (اگر یہ بات ایسی ہو جیسی کہی تو بھری مجلس میں کہنی نہیں چاہئے کیونکہ) اللہ تعالیٰ فحش کو اور قصداً بدکلامی کرنے والے کو پسند نہیں فرماتے اور فحش کو اور بدکلامی والے کو اللہ کے پسند نہ کرنے کی بات حضرت ابن عباسؓ نے خود کہی تھی۔[2]

حضرت ابو عمران فلسطینیؒ کہتے ہیں کہ حضرت عمرو بن عاصؓ کی بیوی ان کے سر میں سے جوئیں نکال رہی تھی ان کی بیوی نے اپنی باندی کو آواز دی باندی نے آنے میں دیر کردی تو ان کی بیوی نے کہا او زانیہ! حضرت عمروؓ نے کہا کیا تم نے اسے زنا کرتے دیکھا ہے؟ ان کی بیوی نے کہا نہیں حضرت عمروؓ نے کہا اللہ کی قسم! تمہیں اس باندی کی وجہ سے قیامت کے دن اسی کوڑے مارے جائیں گے ان کی بیوی نے اس باندی سے معافی مانگی باندی نے معاف کردیا۔ حضرت عمروؓ نے کہا یہ بے چاری تمہیں کیوں معاف نہ کرے یہ تمہاری ماتحت جو ہے اسے آزاد کردو ان کی بیوی نے کہا کیا یہ آزاد کرنا کافی ہو جائے گا؟ (پھر مجھے آخرت میں سزا تو نہیں ملے گی) حضرت عمروؓ نے کہا ہاں امید ہے۔[3]

حضرت ابو المتوکلؒ کہتے ہیں کہ حضرت ابو ہریرہؓ کی ایک حبشن باندی تھی جس کی کسی حرکت کی وجہ سے تمام گھر والے بڑے غمگین اور پریشان تھے۔ ایک دن حضرت ابو ہریرہؓ نے اسے مارنے کے لئے کوڑا اٹھالیا لیکن پھر فرمایا اگر مجھے قیامت کے دن کے بدلے کا ڈر نہ ہوتا تو میں تجھے اس کوڑے سے مار مار کر بے ہوش کردیتا لیکن اب میں تجھے ایسے کے ہاتھ بیچوں گا جو تیری قیمت پوری پوری دے گا (یعنی اللہ تعالیٰ) جا تو اللہ کے لئے آزاد ہے۔[4]

---

[1] اخرجه عبدالرزاق كذافي الكنز (ج ٤ ص ١٣٨) [2] اخرجه البخاري في الادب (ص ٤٩)
[3] اخرجه ابن عساكر كذافي الكنز (ج ٥ ص ٤٨) [4] اخرجه ابو نعيم في الحلية (ج ١ ص ٣٨٤)

حضرت عبداللہ بن قیس یا ابن ابی قیسؒ کہتے ہیں جب حضرت عمرؓ ملک شام تشریف لائے تھے تو میں بھی ان لوگوں میں شامل تھا جنہوں نے حضرت عبیدہؓ کے ساتھ ان کا استقبال کیا تھا۔ حضرت عمرؓ چل رہے تھے کہ انہیں لوزعات شہر کے کرتب دکھانے والے لوگ تلواریں اور نیزے لئے ہوئے ملے۔ حضرت عمرؓ نے کہا ٹھہرو انہیں روکو اور واپس کرو حضرت ابو عبیدہؓ نے کہا اے امیر المومنین! یہ ان عجمیوں کا رواج ہے (کہ امیر کے آنے پر اظہار خوشی کے لئے اپنے کرتب دکھاتے ہیں) اگر آپ ان لوگوں کو اس سے روکیں گے تو یہ لوگ سمجھیں گے کہ آپ ان کا امن کا معاہدہ توڑنا چاہتے ہیں (اس معاہدہ میں ان کو اپنے رواج پر چلنے کی اجازت حاصل ہے) حضرت عمرؓ نے فرمایا پھر ان کو چھوڑ دو کیونکہ اس وقت عمر اور آل عمر سب کو حضرت ابو عبیدہؓ کی اطاعت کرنی پڑے گی۔ [1]

حضرت ابن عمرؓ فرماتے ہیں کہ ایک مرتبہ حضرت عمرؓ نے حضرت زبیر رضی اللہ عنہ سے دوڑ میں مقابلہ کیا تو حضرت زبیرؓ آگے نکل گئے اور انہوں نے کہا رب کعبہ کی قسم! میں آپ سے آگے نکل گیا۔ پھر حضرت عمرؓ نے ان سے دوبارہ مقابلہ کیا اس مرتبہ حضرت عمرؓ آگے نکل گئے تو انہوں نے کہا رب کعبہ کی قسم! میں آپ سے آگے نکل گیا۔ [2]

حضرت سلیم بن حنظلہؒ کہتے ہیں کہ ہم حدیثیں سننے کے لئے حضرت ابی بن کعبؓ کے پاس گئے جب (حدیثیں سنا کر) حضرت ابیؓ کھڑے ہوئے تو ہم بھی آپ کے ساتھ کھڑے ہو کر چلنے لگے۔ حضرت عمرؓ ان سے ملے اور انہوں نے فرمایا کیا تمہیں اس بات کا خیال نہیں ہے کہ یوں لوگوں کے تمہارے ساتھ چلنا خود تمہارے لئے فتنہ اور بگڑنے کا سبب ہے اور ان کے لئے ذلت کا ذریعہ ہے۔ [3]

حضرت ابو البختریؒ کہتے ہیں کہ ایک آدمی حضرت سلمان رضی اللہ عنہ کے پاس آیا اور اس نے کہا آج لوگوں کا معاملہ کتنا عمدہ ہے میں سفر سے آرہا ہوں اللہ کی قسم! میں جس کے ہاں بھی ٹھہرا مجھے ایسے لگا جیسے کہ اپنے باپ کے بیٹے کے ہاں ٹھہرا ہوں ہر ایک نے میرے ساتھ اچھا سلوک کیا اور بڑی مہربانی سے پیش آیا۔ حضرت سلمانؓ نے فرمایا اے میرے بھتیجے! یہ ایمان کے تازہ اور عمدہ ہونے کی نشانی ہے کیا تم دیکھتے نہیں ہو کہ جب جانور پر سامان لادا جائے (اور سفر قریب کا ہو جانور بھی تازہ دم ہو) تو پھر جانور سامان لے کر خوب تیز چلتا ہے اور جب سفر لمبا ہو (اور جانور تھک چکا ہو) تو پھر جانور رک رک کر چلتا ہے اور پیچھے رہ جاتا ہے (اس لئے ایمان کو تازہ کرتے رہو اور اسے عمدہ بناتے رہو)۔ [4]

---

[1] اخرجه ابو عبيده وابن عساكر كذافي الكنز (ج۷ص ۳۳٤) [2] اخرجه الحاملي كذافي الكنز(ج۷ص ۳۳٤) [3] اخرجه ابن ابي شيبة والخطيب في الجامع كذافي الكنز(ج۸ص ٦١)
[4] اخرجه ابو نعيم في الحلية (ج ۱ص ۲۰۳)

حضرت حیہ بنت ابی حیہؒ کہتی ہیں کہ ایک دن عین دوپہر کے وقت ایک آدمی میرے پاس اندر آیا میں نے کہا اے اللہ کے بندے! تمہیں کیا ضرورت پیش آگئی؟ انہوں نے کہا میں اور میرا ایک ساتھی ہم دونوں اپنے اونٹ ڈھونڈنے آئے ہیں میرا ساتھی اونٹ تلاش کرنے چلا گیا ہے اور میں یہاں سایہ میں آیا ہوں تاکہ کچھ دیر سائے میں بیٹھ جاؤں اور کچھ پی بھی لوں میں نے کھڑے ہو کر انہیں تھوڑی سی لسی پلائی اور انہیں پہچاننے کی کوشش کی میں نے کہا اے اللہ کے بندے! آپ کون ہیں؟ انہوں نے کہا ابو بکر میں نے کہا وہی ابو بکرؓ جو حضور ﷺ کے خاص صحابی ہیں جن کا میں سن بھی چکی ہوں؟ انہوں نے کہا جی ہاں پھر میں نے انہیں بتایا کہ زمانہ جاہلیت میں ہماری قبیلہ خثعم کے ساتھ لڑائی رہتی تھی اور ہم آپس میں بھی لڑتے رہتے تھے لیکن اب اللہ تعالیٰ نے ہمیں آپس میں الفت و محبت نصیب فرمادی (یہ سب اسلام کی برکت ہے) میں نے کہا اے اللہ کے بندے! لوگوں میں یہ الفت و محبت کب تک رہے گی انہوں نے فرمایا جب تک امام سیدھے رہیں گے۔ میں نے پوچھا امام کون ہوتے ہیں؟ انہوں نے کہا کیا تم نے دیکھا نہیں کہ ہر قبیلہ میں ایک سردار ہوتا ہے جس کے پیچھے لوگ چلتے ہیں اور اس کی بات مانتے ہیں یہی وہ لوگ ہیں جب تک یہ ٹھیک چلتے رہیں گے لوگوں میں تمام کام ٹھیک رہیں گے۔[1]

حضرت حارث بن معاویہ رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ میں (ملک شام سے) حضرت عمر بن خطابؓ کی خدمت میں حاضر ہوا تو مجھ سے حضرت عمرؓ نے پوچھا تم نے شام والوں کو کس حال میں چھوڑا! میں نے انہیں شام والوں کا حال بتایا تو انہوں نے اللہ کا شکر ادا کیا اور اس کی تعریف کی پھر فرمایا شاید تم لوگ مشرکوں کے ساتھ بیٹھتے ہو؟ میں نے کہا نہیں اے امیر المومنین! حضرت عمرؓ نے فرمایا اگر تم مشرکوں کے ساتھ بیٹھنے لگو گے تو تم ان کے ساتھ کھانے پینے لگ جاؤ گے اور تم لوگ اس وقت تک خیر پر رہو گے جب تک تم یہ (ان کے ساتھ کھانے پینے کا) کام نہیں کرو گے[2] حضرت عیاضؒ کہتے ہیں کہ حضرت عمرؓ نے حضرت ابو موسیٰ اشعریؓ کو اس بات کا حکم دیا کہ وہ اپنا سارا لین دین کھال کے ایک ٹکڑے پر لکھ کر حضرت عمرؓ کو پیش کریں حضرت ابو موسیٰؓ کا ایک نصرانی منشی تھا اس نے سارا حساب لکھ کر حضرت عمرؓ کو پیش کیا جو حضرت عمرؓ نے فرمایا اس کا حافظہ بڑا تیز ہے (پھر اس منشی سے کہا) ہمارے پاس ملک شام سے ایک خط آیا ہے کیا تم چل کر مسجد میں ہمیں وہ خط پڑھ دو گے؟ حضرت ابو موسیٰؓ نے کہا یہ تو یہ کام نہیں کر سکتا۔ حضرت عمرؓ نے فرمایا کیوں، کیا یہ جنبی ہے؟ حضرت ابو موسیٰؓ نے کہا نہیں یہ تو نصرانی ہے راوی کہتے ہیں یہ سن کر حضرت عمرؓ

---

[1] اخرجه مسدود وابن منيع والدارمي قال ابن كثير اسناده حسن جيد كذافي الكنز (ج ۳ ص ۱۶۲)

[2] اخرجه يعقوب بن سفيان والبيهقي وابن عساكر كذافي الكنز (ج ۲ ص ۳۰۰)

نے مجھے ڈانٹا اور میری ران پر مار کر کہا اسے یہاں سے نکال دو پھر یہ آیت پڑھی یٰٓاَیُّھَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا لَا تَتَّخِذُوا الْیَھُوْدَ وَالنَّصٰرٰٓی اَوْلِیَآءَ (سورت مائدہ آیت ۵۱) ترجمہ "اے ایمان والو! تم یہود و نصاریٰ کو دوست مت بنانا"۔[۱]

کھانے پینے میں حضور ﷺ اور آپ ﷺ کے صحابہؓ کا طریقہ

حضرت ابو ہریرہؓ فرماتے ہیں کہ حضور ﷺ کبھی کھانے میں عیب نہیں نکالتے تھے اگر طبیعت چاہتی تو کھا لیتے ورنہ چھوڑ دیتے۔[۲]

حضرت علیؓ فرماتے ہیں کہ حضور ﷺ کو بکری کے گوشت میں سب سے زیادہ دستی پسند تھی۔[۳] حضرت ابن مسعودؓ فرماتے ہیں کہ نبی کریم ﷺ کو دستی بہت پسند تھی اور دستی کے گوشت میں ہی حضور ﷺ کو زہر ڈال کر دیا گیا تھا اور سب کا خیال یہ تھا کہ یہودیوں نے ہی آپ کو زہر دیا تھا۔[۴]

حضرت جابر بن عبداللہؓ فرماتے ہیں کہ نبی کریم ﷺ ہمارے پاس گھر میں تشریف لائے ہم نے آپؐ کے لئے ایک بکری ذبح کی حضورؐ نے (دلداری کے لئے اظہار مسرت کے طور پر) فرمایا کہ بظاہر ان لوگوں کو یہ معلوم ہے کہ ہمیں گوشت پسند ہے آگے حدیث میں مشہور قصّہ ہے۔[۵]

حضرت انسؓ فرماتے ہیں کہ حضور ﷺ کو کدو پسند تھا۔ آپ کے پاس کھانا لایا گیا یا آپ کو کھانے کے لئے بلایا گیا چونکہ مجھے معلوم تھا کہ آپ کو کدو پسند ہے اس لئے میں کدو تلاش کر کے آپ کے سامنے رکھنے لگا۔[۶]

حضرت انسؓ فرماتے ہیں کہ نبی کریم ﷺ جب کھانا کھا لیتے تو اپنی تین انگلیاں چاٹ لیا کرتے۔[۷]

حضرت ابن عباسؓ فرماتے ہیں کہ حضور ﷺ زمین پر بیٹھ کر کھانا کھاتے تھے اور دودھ نکالنے کے لئے بکری کی ٹانگوں کو باندھا کرتے اور جو کی روٹی پر بھی غلام کی دعوت قبول کر لیا کرتے (یعنی آپ بہت متواضع تھے)۔[۸]

حضرت یحییٰ بن ابی کثیرؒ کہتے ہیں کہ حضرت سعد بن عبادہؓ روزانہ ثرید کا ایک پیالہ

---

[۱] اخرجه ابن جرير كذافي الكنز (ج ٤ ص ٣٧)
[۲] اخرجه ابن ابی حاتم كذافي التفسير لا بن كثير (ج ٢ ص ٦٨)
[۳] اخرجه الشيخان كذافي البداية (ج ٦ ص ٤٠)
[۴] اخرجه ابن عساكر كذافي الكنز (ج ٤ ص ٣٧)
[۵] عندا لترمذی فی الشمائل (ص ١٢)
[۶] عند الترمذی ايضا فی الشمائل
[۷] عند الترمذی ايضا
[۸] اخرجه ابن النجار كذافي الكنز (ج ٤ ص ٤٤)

حضور ﷺ کی خدمت میں بھیجا کرتے اور حضورؐ جس بیوی کے ہاں ہوتے وہ وہاں ہی بھیج دیا کرتے۔[1]

حضرت انسؓ فرماتے ہیں کہ حضور ﷺ کے لئے ایک بکری کا دودھ نکالا گیا اس میں سے آپؐ نے کچھ دودھ نوش فرمایا اور پھر پانی لے کر آپؐ نے کلی کی اور فرمایا کہ دودھ میں چکناہٹ ہوتی ہے۔[2]

حضرت ابو بکر صدیقؓ فرماتے ہیں کہ نبی کریم ﷺ نے (سفر میں) ایک جگہ قیام فرمایا وہاں ایک عورت نے اپنے بیٹے کے ساتھ ایک بکری آپؐ کے پاس بھیجی آپ نے اس کا دودھ نکالا پھر اس لڑکے سے کہا یہ اپنی ماں کے پاس لے جاؤ (وہ اپنی ماں کے پاس لے گیا) اس کی ماں نے خوب سیر ہو کر دودھ پیا وہ لڑکا دوسری بکری لے آیا حضورؐ نے اس کا دودھ نکالا اور مجھے پلایا پھر وہ لڑکا ایک اور بکری لے آیا اس کا دودھ نکال کر حضورؐ نے خود نوش فرمایا۔[3]

حضرت ابراہیمؒ فرماتے ہیں کہ حضور ﷺ اپنا دایاں ہاتھ کھانے پینے وضو اور ان جیسے کاموں کے لئے فارغ رکھتے اور اپنا بایاں ہاتھ استنجا ناک صاف کرنے اور ان جیسے کاموں کے لئے رکھتے۔[4]

حضرت جعفر بن عبداللہ بن حکم بن رافعؒ کہتے ہیں کہ میں بچہ تھا اور کبھی ادھر سے کھا رہا تھا کبھی ادھر سے۔ حضرت حکمؓ مجھے دیکھ رہے تھے انہوں نے مجھ سے فرمایا اے لڑکے! ایسے نہ کھاؤ جیسے شیطان کھاتا ہے نبی کریم ﷺ جب کھانا کھاتے تو آپ کی انگلیاں آپ کے سامنے ہی رہتی تھیں (ادھر ادھر نہ جاتی تھیں)۔[5]

حضرت عمر بن ابی سلمہؓ فرماتے ہیں کہ میں ایک دن حضور ﷺ کے ساتھ کھانا کھا رہا تھا تو میں پیالہ کے ارد گرد سے گوشت لینے لگا حضورؐ نے فرمایا اپنے سامنے سے کھاؤ۔[6]

حضرت امیہ بن مخشیؓ فرماتے ہیں کہ حضور ﷺ نے دیکھا کہ ایک آدمی کھانا کھا رہا ہے اس نے بسم اللہ نہیں پڑھی ہے۔ کھاتے کھاتے بس ایک لقمہ رہ گیا جب اسے منہ کی طرف اٹھانے لگا تو اس نے بسم اللہ اولہ واخرہ کہا اس پر حضور ﷺ ہنس پڑے اور فرمایا اللہ کی قسم! شیطان تمہارے ساتھ کھاتا رہا پھر جب تم نے بسم اللہ پڑھی تو جو کچھ اس کے پیٹ میں تھا وہ سب اس نے قے کر دیا اور ایک روایت میں یہ ہے کہ جب تم نے اللہ کا نام

---

[1] اخرجه ابن عساكر كذافي الكنز (ج ٤ ص ٣٧) [2] اخرجه ابن جرير كذافي الكنز (ج ٤ ص ٣٧) [3] عند ابي يعلىٰ كذافي الكنز (ج ٤ ص ٤٤)

[4] اخرجه سعيد بن منصور كذافي الكنز (ج ٨ ص ٤٥)

[5] اخرجه ابو نعيم كذافي الكنز (ج٨ ص ٤٦) وقال في الاصابة (ج١ ص ٣٤٤) سنده ضعيف اھ [6] اخرجه ابن النجار كذافي الكنز (ج٨ ص ٤٦)

لیا تو اس کے پیٹ میں جو کچھ تھا وہ اس نے قے کر دیا۔[1]

حضرت حذیفہؓ فرماتے ہیں کہ ایک دفعہ ہم لوگ حضور ﷺ کے پاس بیٹھے ہوئے تھے کہ اتنے میں کھانے کا ایک پیالہ لا کر رکھا گیا۔ حضورؐ نے کھانے سے ہاتھ روکے رکھا تو ہم نے بھی اپنے ہاتھ روکے رکھے کیونکہ جب تک حضورؐ کھانے کی طرف ہاتھ نہیں بڑھاتے تھے ہم بھی نہیں بڑھاتے تھے اتنے میں ایک دیہاتی آیا ایسے لگ رہا تھا جیسے اسے کوئی دھکے دے کر لا رہا ہو اس نے کھانے کے لئے پیالے کی طرف ہاتھ بڑھایا تو حضور ﷺ نے اس کا ہاتھ پکڑ لیا پھر ایک لڑکی آئی ایسے لگ رہا تھا جیسے اسے کوئی دھکے دے کر لا رہا ہو وہ بھی کھانے میں ہاتھ ڈالنے لگی تو حضورؐ نے اس کا بھی ہاتھ پکڑ لیا اور فرمایا لوگوں کے جس کھانے پر اللہ کا نام نہ لیا جائے وہ کھانا شیطان کے لئے حلال ہو جاتا ہے۔ جب شیطان نے دیکھا کہ ہم نے اپنے ہاتھ روکے ہوئے ہیں تو وہ ان دونوں کو لے کر آیا تاکہ یہ بغیر بسم اللہ کے کھانا شروع کر دیں اور کھانا اس کے لئے حلال ہو جائے اس اللہ کی قسم جس کے سوا کوئی معبود نہیں ہے! شیطان کا ہاتھ ان دونوں کے ہاتھوں کے ساتھ میرے ہاتھ میں ہے۔[2]

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ ایک مرتبہ حضور ﷺ چھ آدمیوں کے ساتھ کھانا کھا رہے تھے کہ اتنے میں ایک دیہاتی داخل ہوا اور ان کے سامنے سے سارا کھانا دو لقموں میں کھا گیا۔ اس پر حضورؐ نے فرمایا اگر یہ بسم اللہ پڑھتا تو یہ کھانا سب کے لئے کافی ہو جاتا۔ جب تم میں سے کوئی کھانا کھانے لگے تو اسے بسم اللہ پڑھنی چاہئے اگر بسم اللہ پڑھنا شروع میں یاد نہ رہے تو جب بسم اللہ یاد آجائے تو بسم اللہ اولہ واخرہ کہہ لے۔[3]

حضرت عبداللہ بن بسر رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں کہ نبی کریم ﷺ میرے والد صاحب کے ہاں آکر ٹھہرے میرے والد حضورؐ کی خدمت میں ستو اور کھجور اور گھی کا بنا ہوا حلوہ لے کر آئے حضورؐ نے اسے کھایا پھر میرے والد پینے کی کوئی چیز لے کر آئے جسے حضورؐ نے نوش فرمایا پھر پیالہ اپنے دائیں طرف کے ایک صاحب کو دے دیا اور آپ جب کھجور کھایا کرتے تو گٹھلی کو اس طرح ڈالا کرتے حضرت عبداللہؓ نے اپنی انگلی سے اس کی پشت کی طرف اشارہ کر کے بتایا جب حضورؐ سوار ہونے لگے تو میرے والد کھڑے ہو کر حضورؐ کے خچر کی لگام پکڑی اور عرض کیا یا رسول اللہ! آپ ہمارے لئے اللہ سے دعا فرما دیں۔ حضورؐ نے یہ دعا فرمائی اے اللہ! ان کو جو روزی تو نے دی ہے اس میں برکت نصیب فرما ان کی مغفرت فرما ان پر رحم فرما۔[4]

حضرت عبداللہ بن بسر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ میرے والد نے میری والدہ سے کہا کہ

---

[1] اخرجه احمد وابو داؤد والنسائی وابن قانع والطبرانی والحاکم وغیر هم کذافی الکنز (ج ۸ ص ۴۵)
[2] اخرجه النسائی کذافی الکنز (ج ۸ ص ۴٦)
[3] اخرجه ابن النجار کذافی الکنز (ج۸ ص ۴۷)
[4] اخرجه ابن ابی شیبة وابو نعیم

اگر تم حضور ﷺ کے لئے کچھ کھانا پکالو تو بہت ہی اچھا ہو۔ چنانچہ میری والدہ نے ثرید تیار کیا پھر میرے والد گئے اور حضور کو بلا کر لے آئے۔ حضورؐ نے ثرید کے درمیان میں سب سے اونچی جگہ پر اپنا ہاتھ رکھا اور فرمایا اللہ کا نام لے کر کھاؤ۔ چنانچہ سب نے پیالے کے کنارے سے کھانا شروع کیا جب سب کھا چکے تو حضورؐ نے فرمایا اے اللہ! ان کی مغفرت فرما ان پر رحم فرما اور ان کے رزق میں برکت نصیب فرما۔[1]

حضرت ابن اعبدؒ کہتے ہیں کہ حضرت علیؓ نے فرمایا اے ابن اعبد! کیا تم جانتے ہو کہ کھانے کا حق کیا ہے؟ میں نے کہا کھانے کا حق کیا ہے؟ حضرت علیؓ نے فرمایا تم یوں کہو بسم اللہ! اے اللہ! جو رزق تو نے ہمیں دیا ہے اس میں برکت نصیب فرما پھر فرمایا کیا تم جانتے ہو کہ جب تم کھانا کھا چکو تو اس کا شکر کیا ہے؟ میں نے کہا کھانے کا شکر کیا ہے؟ انہوں نے فرمایا کھانے کا شکر یہ ہے کہ تم کھانے کے بعد یہ دعا پڑھو الحمد للہ الذی اطعمنا وسقانا۔[2]

حضرت عمرؓ نے فرمایا بہت زیادہ کھانے پینے سے بچو کیونکہ زیادہ کھانے پینے سے جسم خراب ہو جاتا ہے اور اس سے کئی بیماریاں پیدا ہو جاتی ہیں اور نماز میں سستی آجاتی ہے لہذا کھانے پینے میں میانہ روی اختیار کرو کیونکہ میانہ روی سے جسم زیادہ ٹھیک رہتا ہے اور اسراف سے انسان زیادہ دور رہتا ہے اللہ تعالیٰ موٹے عالم کو پسند نہیں فرماتے (جسے اپنا جسم زیادہ کھا پی کر موٹا کرنے کی فکر ہو) اور آدمی تب ہی ہلاک ہوتا ہے جب اپنی شہوتوں کو اپنے دین پر مقدم کر دیتا ہے۔[3]

حضرت ابو محذورہؓ فرماتے ہیں کہ میں حضرت عمر بن خطابؓ کے پاس بیٹھا ہوا تھا کہ اتنے میں حضرت صفوان بن امیہؓ ایک پیالہ لے کر آئے اور حضرت عمرؓ کے سامنے رکھ دیا حضرت عمرؓ نے مسکینوں کو اور آس پاس کے لوگوں کے غلاموں کو بلایا اور ان سب نے حضرت عمرؓ کے ساتھ یہ کھانا کھایا اور پھر حضرت عمرؓ نے فرمایا اللہ تعالیٰ ان لوگوں پر لعنت کرے جو اس بات سے اعراض کرتے ہیں کہ ان کے غلام ان کے ساتھ کھانا کھائیں۔ حضرت صفوانؓ نے کہا ہمیں ان کے ساتھ کھانے سے انکار نہیں لیکن ہمیں عمدہ کھانا اتنا نہیں ملتا جو ہم خود بھی کھالیں اور انہیں بھی کھلا دیں۔ اس لئے ہم کھانا الگ بیٹھ کر کھالیتے ہیں۔[4]

امام مالک بن انسؒ فرماتے ہیں کہ مجھے یہ بتایا گیا کہ حضرت ابن عمرؓ نے ایک مرتبہ جحفہ مقام پر پڑاؤ ڈالا تو ابن عامر بن کریزؒ نے اپنے نانبائی سے کہا تم اپنا کھانا حضرت ابن عمرؓ کے پاس

---

[1] عند الحاکم کذافی الکنز (ج ۸ ص ۴۷) [2] اخرجه ابن ابی شیبة وابن ابی الدنیا فی الدعاء وابو نعیم فی الحلیة والبیهقی کذافی الکنز (ج ۸ ص ۴۶)

[3] اخرجه ابو نعیم کذافی الکنز (ج ۸ ص ۴۷)

[4] اخرجه ابن عساکر کذافی الکنز (ج ۵ ص ۴۸)

لے جاؤ وہ پیالہ لے کر گیا۔ حضرت ابن عمرؓ نے کہا رکھ دو وہ نابیانی دوسرا پیالہ لے کر گیا اور پہلا پیالہ اٹھانے لگا حضرت ابن عمرؓ نے کہا کیا کرنے لگے ہو؟ اس نے کہا میں اس پیالے کو اٹھانے لگا ہوں۔ حضرت ابن عمرؓ نے کہا نہیں دوسرے میں جو کچھ ہے وہ پہلے میں ہی ڈال دو چنانچہ وہ نابیانی جو بھی لاتا اسے پہلے میں ڈلواتے۔ وہ نابیانی غلام جب ابن عامر کے پاس گیا تو اس سے کہا یہ تو اجڈ دیہاتی ہیں حضرت ابن عامر نے اس سے کہا یہ تمہارے سردار ہیں یہ حضرت ابن عمرؓ ہیں۔[1]

حضرت جعفرؒ کہتے ہیں کہ حضرت ابن عباسؓ انار کا ایک دانہ لیتے اور اسے کھا لیتے کسی نے ان سے کہا اے ابن عباس! آپ ایسا کیوں کرتے ہیں؟ حضرت ابن عباسؓ نے فرمایا مجھے یہ خبر پہنچی ہے کہ زمین میں جو انار بھی اُگتا ہے اس میں جنت کا ایک دانہ ضرور ہوتا ہے تو میں ایک ایک دانہ اس خیال سے کھا رہا ہوں کہ شاید جنت والا دانہ یہی ہو۔[2]

حضرت زید بن صوحان رضی اللہ عنہ کے غلام حضرت سالمؒ کہتے ہیں کہ میں اپنے آقا حضرت زید بن صوحانؓ کے ساتھ بازار میں تھا۔ حضرت سلمان فارسیؓ ہمارے پاس سے گزرے انہوں نے ایک وسق (ساٹھ صاع یعنی سوا پانچ من) غلہ خرید رکھا تھا حضرت زیدؓ نے ان سے کہا اے اللہ کے بندے! آپ حضور ﷺ کے ساتھی ہو کر یہ کر رہے ہیں (اتنا غلہ جمع کر رہے ہیں) حضرت سلمانؓ نے کہا انسان جب اپنی روزی جمع کر لیتا ہے تو اس کا نفس مطمئن ہو کر عبادت کے لئے فارغ ہو جاتا ہے اور وسوسہ ڈالنے والا شیطان اس سے ناامید ہو جاتا ہے۔[3]

حضرت ابو عثمان نہدیؒ کہتے ہیں کہ حضرت سلمان فارسیؓ نے فرمایا میں اپنے ہاتھ سے کما کر کھانے کو پسند کرتا ہوں۔[4] حضرت ابو ہریرہؓ فرماتے ہیں کہ میرے پاس پندرہ کھجوریں تھیں پانچ کھجوریں میں نے افطاری میں کھائیں اور پانچ سحری میں اور پانچ کھجوریں میں نے اپنے افطار کے لئے بچالیں۔[5]

حضرت علی بن ابی طالبؓ کے غلام حضرت مسلمؒ کہتے ہیں کہ حضرت علیؓ نے پینے کی کوئی چیز منگوائی میں ان کے پاس پانی کا ایک پیالہ لایا اور میں نے اس پیالہ میں پھونک ماردی تو حضرت علیؓ نے اسے واپس کر دیا اور پینے سے انکار کر دیا اور فرمایا تم ہی اسے پی لو (تمہیں پھونک نہیں مارنی چاہئے تھی)۔[6]

---

[1] اخرجه ابو نعيم في الحلية (ج ۱ ص ۳۰۱) [2] اخرجه ابو نعيم في الحلية (ج ۱ ص ۳۲۳) عن عبدالحميد بن جعفر عن ابيه [3] اخرجه ابو نعيم في الحلية (ج ۱ ص ۲۰۷) [4] عند ابي نعيم ايضا (ج ۱ ص ۲۰۰) [5] اخرجه ابو نعيم في الحلية (ج ۱ ص ۳۸۴) [6] اخرجه ابن سعد (ج ٦ ص ۲۳۷) عن القاسم بن مسلم عن ابيه

لباس میں نبی کریم ﷺ اور آپ ﷺ کے صحابہؓ کرام کا طریقہ

حضرت عبدالرحمن بن ابی لیلیٰؒ کہتے ہیں کہ میں حضرت عمر بن خطابؓ کے ساتھ تھا انہوں نے فرمایا کہ میں نے حضرت ابو القاسم ﷺ کو دیکھا کہ آپؐ نے ایک شامی جبہ پہنا ہوا تھا جس کی آستینیں تنگ تھیں۔[1]

حضرت جندب بن مکیثؓ فرماتے ہیں کہ جب کوئی وفد آتا تو حضور ﷺ اپنے سب سے اچھے کپڑے پہنتے اور اپنے بڑے اور اونچے صحابہؓ کو بھی اس بات کا حکم دیتے چنانچہ میں نے دیکھا کہ جس دن کندہ کا وفد آیا اس دن حضورؐ نے یمنی جوڑا پہنا ہوا تھا اور حضرت ابو بکر اور حضرت عمرؓ نے بھی ایسے ہی کپڑے پہنے ہوئے تھے۔[2]

حضرت سلمہ بن اکوعؓ فرماتے ہیں کہ حضرت عثمان بن عفانؓ آدھی پنڈلی تک لنگی باندھا کرتے تھے اور فرماتے تھے کہ میرے محبوب ﷺ کی لنگی ایسی ہوا کرتی تھی[3]۔ حضرت اشعث بن سلیمؒ کہتے ہیں کہ میں نے اپنی پھوپھی سے سنا وہ اپنے چچا سے نقل کر رہی تھیں کہ میں ایک مرتبہ مدینہ میں چلا جا رہا تھا کہ اتنے میں ایک آدمی نے میرے پیچھے سے کہا اپنی لنگی کو اوپر اٹھالو کہ اس میں تقویٰ بھی زیادہ ہے اور اس سے لنگی بھی زیادہ چلے گی۔ میں نے مڑ کر دیکھا تو وہ حضور ﷺ تھے میں نے عرض کیا یا رسول اللہ! یہ تو سیاہ و سفید دھاریوں والی (ایک معمولی) چادر ہی ہے۔ حضورؐ نے فرمایا کیا تمہیں میرے نمونے پر چلنے کا شوق نہیں ہے؟ میں نے دیکھا تو حضورؐ کی لنگی آدھی پنڈلیوں تک تھی۔[4]

حضرت ابو بردہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ حضرت عائشہؓ نے ایک پیوند والی چادر اور ایک موٹی لنگی نکال کر دکھائی اور فرمایا کہ حضور ﷺ کا ان دو کپڑوں میں انتقال ہوا تھا۔[5]

حضرت ام سلمہؓ فرماتی ہیں کہ حضور ﷺ کو کپڑوں میں قمیض سب سے زیادہ پسند تھی۔[6]
حضرت اسماء بنت یزیدؓ فرماتی ہیں کہ حضور ﷺ کی قمیض کی آستینیں گٹوں تک تھی۔

حضرت جابرؓ فرماتے ہیں کہ جب حضور ﷺ فتح مکہ کے دن مکہ میں داخل ہوئے تو آپؐ نے سیاہ عمامہ پہنا ہوا تھا۔

حضرت عمرو بن حریثؓ فرماتے ہیں کہ ایک دن حضور ﷺ نے سیاہ عمامہ پہن کر لوگوں

---

۱ ۔ اخرجه ابن سعد كذافى الكنز (ج ٤ ص ٣٧) وقال سنده صحيح
۲ ۔ اخرجه ابن سعد (ج ٤ ص ٣٤٦)　　۳ ۔ اخرجه ابن ابى شيبة والترمذى فى الشمائل كذافى الكنز (ج ٨ ص ٥٥)　　٤ ۔ عند الترمذى فى الشمائل (ص ٩)
٥ ۔ عند الترمذى ايضا　　٦ ۔ عند الترمذى ايضا (ص ٥)

میں بیان کیا۔

حضرت ابن عباسؓ فرماتے ہیں ایک مرتبہ حضور ﷺ نے لوگوں میں بیان فرمایا اور آپ کے سر پر چکنی پٹی تھی۔

حضرت نافعؒ کہتے ہیں کہ حضرت ابن عمرؓ نے فرمایا کہ حضور ﷺ جب پگڑی باندھتے تو اس کا شملہ دونوں کندھوں کے درمیان لٹکا لیتے حضرت نافع کہتے ہیں کہ حضرت ابن عمرؓ بھی ایسا ہی کرتے۔ حضرت عبداللہ کہتے ہیں کہ میں نے حضرت قاسم بن محمد اور حضرت سالم دونوں کو بھی ایسا کرتے دیکھا ہے۔ [۱]

کسی نے حضرت عائشہؓ سے حضور ﷺ کے بستر کے بارے میں پوچھا تو انہوں نے فرمایا کہ چمڑے کا بستر تھا جس کے اندر کھجور کے درخت کی چھال بھری ہوئی تھی۔ [۲]

حضرت عائشہؓ فرماتی ہیں کہ ایک انصاری عورت میرے پاس اندر آئی اور اس نے دیکھا کہ حضور ﷺ کا بستر ایک چغہ ہے جسے دوہرا کر کے بچھایا ہوا ہے اس نے جا کر ایک بستر میرے پاس بھیجا جس میں اون بھرا ہوا تھا پھر حضورؐ میرے پاس تشریف لائے اور فرمایا اے عائشہؓ! یہ کیا ہے؟ میں نے کہا یا رسول اللہ! فلاں انصاری عورت میرے پاس آئی اس نے آپ کا بستر دیکھا پھر اس نے جا کر یہ بستر میرے پاس بھیج دیا۔ حضورؐ نے فرمایا اسے واپس کر دو لیکن میں نے واپس نہ کیا کیونکہ میرا دل چاہ رہا تھا کہ یہ بستر میرے گھر میں رہے یہاں تک کہ آپ نے تین دفعہ واپس کرنے کا حکم دیا اور آخر میں فرمایا اے عائشہ! یہ بستر واپس کر دو اللہ کی قسم! اگر میں چاہوں تو اللہ تعالیٰ میرے ساتھ سونے اور چاندی کے پہاڑ چلا دیتے۔ [۳]

حضرت محمدؒ کہتے ہیں کہ کسی نے حضرت عائشہؓ سے پوچھا کہ آپ کے گھر میں حضور ﷺ کا بستر کیا تھا؟ انہوں نے فرمایا چمڑے کا تھا جس میں کھجور کی چھال بھری ہوئی تھی اور کسی نے حضرت حفصہؓ سے پوچھا آپ کے گھر میں حضور ﷺ کا بستر کیا تھا؟ انہوں نے فرمایا کہ حضور ﷺ کا بستر ایک ٹاٹ تھا جسے ہم دوہرا کر کے بچھاتے تھے اس پر حضورؐ آرام فرماتے ایک رات میں نے اپنے دل میں کہا کہ اگر میں اسے چوہرا کر کے بچھا دوں تو زیادہ نرم ہو جائے گا چنانچہ اس رات ہم نے اسے چوہرا کر کے بچھا دیا صبح کو حضورؐ نے فرمایا آج رات تم نے میرے لئے کیا بچھایا تھا؟ ہم نے کہا آپ کا وہی بستر تھا بس آج ہم نے اسے چوہرا کر کے بچھا دیا تھا خیال تھا کہ

۱؎ کذافی الشمائل (ص ۹)

۲؎ اخرجه الشيخان واخرجه ابن سعد (ج ۱ ص ٤٦٤) نحوه

۳؎ عند الحسن بن عرفه اخرجه ابن سعد (ج ۱ ص ٤٦٥) عن عائشه نحوه

اس طرح آپ کا بستر زیادہ نرم ہو جائے گا حضورؐ نے فرمایا کہ اسے پہلی حالت پر کر دو کیونکہ اس کی نرمی نے آج رات مجھے نماز سے روک دیا (یا تو اٹھ ہی نہ سکا یا دیر سے اٹھا)[1]

حضرت عمرؓ فرماتے ہیں کہ میں نے ایک مرتبہ دیکھا کہ حضور ﷺ نے نئے کپڑے منگوا کر پہنے جب آپ کی ہنسلی تک کرتہ پہنچا تو آپؐ نے یہ دعا پڑھی۔ الحمد لله الذي كساني ما اواري به عورتي واتجمل به في حياتي ۔ پھر فرمایا اس ذات کی قسم جس کے قبضہ میں میری جان ہے! جو مسلمان بندہ نیا کپڑا پہنے پھر دعا پڑھے جو میں نے ابھی پڑھی ہے پھر جو پرانے کپڑے اتارے ہوں وہ کسی مسلمان فقیر کو اللہ کے لئے دے دے تو جب تک اس فقیر پر ان کپڑوں میں سے ایک دھاگہ بھی رہے گا یہ بندہ اللہ کی حفاظت میں۔ اللہ کی ذمہ داری اور اللہ کی پناہ میں رہے گا۔ وہ پہنانے والا چاہے زندہ رہے یا مر جائے چاہے زندہ رہے یا مر جائے چاہے زندہ رہے یا مر جائے۔[2]

حضرت علیؓ فرماتے ہیں کہ ایک دن بارش ہوئی تھی میں بقیع کے قریب حضور ﷺ کے پاس بیٹھا ہوا تھا کہ اتنے میں ایک عورت گدھے پر سوار گزری اس پر کرایہ پر دینے والا یعنی گدھے کا مالک بھی تھا وہ زمین کے نشیبی حصہ سے گزرنے لگی تو وہ گر گئی حضورؐ نے چہرہ دوسری طرف فرمالیا لوگوں نے کہا یا رسول اللہ! یہ تو شلوار پہنے ہوئے ہے (لہذا اس کا ستر ننگا نہیں ہوا) آپؐ نے فرمایا اے اللہ! میری امت کی شلوار پہننے والی عورتوں کی مغفرت فرمائے لوگو! شلوار پہنا کرو کیونکہ شلوار سے سب سے زیادہ ستر چھپتا ہے اور جب تمہاری عورتیں باہر نکلا کریں تو شلوار پہنا کر ان کی حفاظت کیا کرو۔[3]

حضرت دحیہ بن خلیفہ کلبیؓ فرماتے ہیں کہ حضور ﷺ نے مجھے ہرقل (بادشاہ روم) کے پاس بھیجا جب میں وہاں سے واپس آیا تو حضورؐ نے مجھے مصر کا بنا ہوا ایک باریک سفید کپڑا دیا اور فرمایا آدھے سے تم اپنی قمیص بنالو اور آدھا اپنی بیوی کو دے دو وہ اس کی اوڑھنی بنالے گی۔ جب میں واپس جانے لگا تو مجھے بلایا اور فرمایا کہ اپنی بیوی سے کہنا کہ وہ اس کے نیچے ایک اور کپڑا بھی اوڑھے تا کہ نیچے کا بدن نظر نہ آئے۔[4]

حضرت اسامہ بن زیدؓ فرماتے ہیں کہ حضرت دحیہ کلبیؓ جو ہدیے لائے تھے ان میں سے

---

[1] عند الترمذي في الشمائل عن جعفر بن محمد عن ابيه كذافي البداية (ج ٦ ص ٥٣) واخرجه ابن سعد (ج ١ ص ٤٦٥) عن عائشة [2] اخرجه ابن المبارك والطبراني والحاكم والبيهقي وغير هم قال البيهقي اسناده غير قوى وحسنه ابن حجر في اماليه كذافي الكنز (ج ٨ ص ٥٥) [3] اخرجه البزار و العقيلي وابن عدى وغير هم واورده ابن الجوزي في الموضوعات فلم يصب والحديث له عدة طرق كذا في الكنز (ج ٨ ص ٥٥)

[4] اخرجه ابن منده وابن عساكر كذافي الكنز (ج ٨ ص ٦١)

ایک سفید کھر درلباریک مصری کپڑا حضورؐ نے مجھے پہننے کو دیا میں نے وہ اپنی بیوی کو دے دیا پھر ایک دن مجھ سے حضورؐ نے فرمایا کیا بات ہے تم وہ مصری سفید باریک کپڑا کیوں نہیں پہنتے؟ میں نے کہا یارسول اللہ! میں نے وہ کپڑا پہننے کو اپنی بیوی کو دے دیا۔ حضورؐ نے فرمایا اپنی بیوی سے کہہ دینا کہ وہ اس کے نیچے بنیان وغیرہ پہنا کرے کیونکہ مجھے ڈر ہے کہ اس کپڑے میں اس کا جسم نظر آئے گا۔[1]

حضرت عائشہؓ فرماتی ہیں کہ میں نے ایک دن کپڑے پہنے اور گھر میں چل رہی تھی اور اپنے دامن اور کپڑوں کو دیکھ رہی تھی (اور خوش ہو رہی تھی) کہ اتنے میں حضرت ابو بکرؓ میرے پاس اندر تشریف لائے اور فرمایا اے عائشہ! اس وقت اللہ تمہیں (رحمت کی نگاہ سے) نہیں دیکھ رہے ہیں [2] حضرت عائشہؓ فرماتی ہیں کہ میں نے ایک مرتبہ نئی قمیض پہنی میں اسے دیکھ کر خوش ہونے لگی وہ مجھے بہت اچھی لگ رہی تھی۔ حضرت ابو بکرؓ نے فرمایا کیا دیکھ رہی ہو؟ اس وقت اللہ تعالیٰ تمہیں نہیں دیکھ رہے ہیں میں نے کہا کیوں؟ انہوں نے فرمایا کہ جب دنیا کی زینت کی وجہ سے بندے کے دل میں عجب کی کیفیت پیدا ہو جائے تو جب تک وہ اس زینت کو اپنے سے دور نہیں کر دے گا اللہ تعالیٰ اس سے ناراض رہیں گے۔ حضرت عائشہؓ فرماتی ہیں کہ میں نے وہ قمیض اتار کر فوراً صدقہ کر دی تو حضرت ابو بکرؓ نے فرمایا شاید یہ صدقہ کرنا اس عجب کا کفارہ بن جائے۔[3]

حضرت عبدالعزیز بن ابی جمیلہ انصاریؒ کہتے ہیں کہ حضرت عمرؓ کی قمیض کی آستین گٹوں سے آگے بڑھی ہوئی نہیں ہوتی تھی [4] حضرت بدیل بن میسرہؒ کہتے ہیں کہ ایک مرتبہ حضرت عمر بن خطابؓ جمعہ کے لئے تشریف لے جا رہے تھے انہوں نے سنبلان مقام کی بنی ہوئی لمبی قمیض پہنی ہوئی تھی اور اپنی تاخیر کی معذرت کرنے لگے اور فرمانے لگے اس قمیض کی وجہ سے مجھے دیر ہو گئی وہ اپنی آستین کو کھینچتے تھے جب اسے چھوڑتے تو وہ انگلیوں کے کنارے تک پھر واپس آجاتی حضرت ہشام بن خالدؒ کہتے ہیں کہ میں نے دیکھا کہ حضرت عمرؓ ناف سے اوپر لنگی باندھا کرتے تھے حضرت عامر بن عبیدہ باہلیؒ کہتے ہیں کہ میں نے حضرت انسؓ سے ریشم ملے ہوئے اونی کپڑے کے بارے میں پوچھا، حضرت انسؓ نے فرمایا میرا دل چاہتا ہے کہ اللہ تعالیٰ اس کپڑے کو پیدا ہی نہ فرماتے اور حضرت عمرؓ اور حضرت ابن عمرؓ کے

---

[1] اخرجه ابن ابی شیبة وابن سعد واحمد والرویانی والباوردی والطبرانی والبیهقی وسعید بن منصور کذافی الکنز (ج ۸ ص ۶۲) [2] اخرجه ابن المبارك وابو نعیم فی الحلیة

[3] عند ابی نعیم فی الحلیة کذافی الکنز (ج ۸ ص ۵۴) قال وهو فی حکم المرفوع

[4] اخرجه ابن سعد

علاوہ نبی کریم ﷺ کے ہر صحابی نے اس کپڑے کو پہنا ہے (یہ کپڑا حلال تھا لیکن اسے عجم کے مالدار لوگ پہنتے تھے اس لئے حضرت انسؓ نے اسے پسند نہ کیا)[1]

حضرت مسروقؒ کہتے ہیں کہ ایک دن حضرت عمرؓ باہر تشریف لائے۔ انہوں نے سوتی جوڑا پہنا ہوا تھا لوگوں نے انہیں تیز نظر سے دیکھا تو انہوں نے یہ شعر پڑھا:

لا شیء فیما تری تبقی بشا شته   یبقی الا له ویو دی المال والولد

دنیا کی جتنی چیزیں تم دیکھ رہے ہو ان میں سے کسی چیز کی چمک دمک باقی نہیں رہے گی اللہ باقی رہیں گے مال اولاد سب ختم ہو جائیں گے پھر فرمایا آخرت کے مقابلہ میں تو دنیا خرگوش کی ایک چھلانگ کی طرح ہے۔[2]

حضرت شداد بن ہاد کے آزاد کردہ غلام حضرت عبداللہؒ کہتے ہیں کہ میں نے ایک جمعہ کے دن حضرت عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ کو منبر پر دیکھا انہوں نے عدن کی بنی ہوئی موٹی لنگی باندھی ہوئی تھی جس کی قیمت چار پانچ درہم تھی اور ایک گیروے رنگ کی کوفی چادر اوڑھی ہوئی تھی ان کے جسم پر گوشت کم تھا داڑھی لمبی اور چہرہ خوبصورت تھا[3] حضرت موسیٰ بن طلحہؒ کہتے ہیں کہ حضرت عثمانؓ جمعہ کے دن لاٹھی پر سہارا لے کر چلتے تھے آپ لوگوں میں سب سے زیادہ حسین و جمیل تھے انہوں نے ایک زرد لنگی باندھ رکھی تھی اور دوسری زرد چادر اوڑھ رکھی تھی وہ چلتے رہتے یہاں تک کہ منبر پر بیٹھ جاتے۔[4]

حضرت سلیم ابو عامرؒ کہتے ہیں کہ میں نے حضرت عثمانؓ بن عفان پر یمانی چادر دیکھی جس کی قیمت سو درہم تھی[5] حضرت محمد بن ربیعہ بن حارثؒ کہتے ہیں کہ حضور ﷺ کے صحابہؓ اپنی عورتوں کے لباس میں اتنی وسعت دیتے تھے جس سے گرمی سردی سے بچاؤ اور آبرو کی حفاظت اور زینت حاصل ہو سکے۔ چنانچہ میں نے حضرت عثمانؓ پر ریشم ملے ہوئے اونی کپڑے کی ایک چادر دیکھی جس کی قیمت دو سو درہم تھی جس کے دونوں طرف کے کنارے پر حاشیہ تھا۔ حضرت عثمانؓ نے فرمایا یہ چادر (میری بیوی) حضرت نائلہ کی ہے میں نے انہیں پہننے کو دی تھی اب میں انہیں خوش کرنے کے لئے خود پہن رہا ہوں۔[6]

حضرت زید بن وہبؒ کہتے ہیں کہ حضرت علیؓ کے پاس بصرہ والوں کا ایک وفد آیا اس میں

---

[1] کذافی منتخب الکنز (ج ٤ ص ٤١٩) وھو صحیح [2] اخرجه ھنادو ابن ابی الدنیا فی قصر الامل کذافی منتخب الکنز (ج ٤ ص ٤٠٥) [3] اخرجه الحاکم (ج ٣ ص ٩٦) واخرجه ایضا الطبرانی عن عبداللہ بن شداد بن الھاد مثله واسناده حسن کما قال الھیثمی (ج ٩ ص ٨٠) [4] اخرجه الحاکم ایضا قال الھیثمی (ج ٩ ص ٨٠) رواه الطبرانی عن شیخه المقدام بن داؤد وھو ضعیف .اھ [5] اخرجه ابن سعد (ج ٣ ص ٥٨)
[6] عند ابن سعد ایضا (ج ٣ ص ٥٨)

ایک خارجی تھا جسے جعد بن نعجہ کہا جاتا تھا اس نے حضرت علیؓ کی قمیص پر ناراضگی کا اظہار کیا حضرت علیؓ نے فرمایا تجھے میری قمیص سے کیا، میری قمیص تکبر سے بہت دور اس لائق ہے کہ مسلمان میرا اقتداء کر سکے۔[۱]

حضرت عمرو بن قیسؒ کہتے ہیں کہ کسی نے حضرت علیؓ سے پوچھا اے امیر المومنین! آپ اپنی قمیض پر پیوند کیوں لگاتے ہیں؟ حضرت علیؓ نے فرمایا اس سے دل میں تواضع پیدا ہوتی ہے اور مومن اس کی اقتداء کر لیتا ہے۔[۲]

حضرت عطاء ابو محمد کہتے ہیں کہ میں نے حضرت علیؓ پر بے دھلے کھدر کی ایک قمیص دیکھی۔[۳]

حضرت عبداللہ بن ابو ہذیلؒ کہتے ہیں کہ میں نے حضرت علیؓ پر رئے مقام کی بنی ہوئی قمیص دیکھی جب حضرت علیؓ اپنے ہاتھ کو لمبا کرتے تو آستین انگلیوں کے کناروں تک پہنچ جاتی اور جب ہاتھ (لمبا کرنا) چھوڑ دیتے تو آدھے بازو کے قریب تک پہنچ جاتی۔[۴]

حضرت علیؓ جب قمیض پہنا کرتے تو آستین کو لمبا کرتے اور جتنی آستین انگلیوں سے آگے بڑھ جاتی اسے کاٹ دیتے اور فرماتے آستیوں کو ہاتھوں سے آگے نہیں بڑھنا چاہئے۔[۵]

حضرت ابو سعید ازدیؒ قبیلہ ازد کے اماموں میں سے تھے وہ فرماتے ہیں کہ میں نے حضرت علیؓ کو دیکھا کہ وہ بازار تشریف لے گئے اور فرمایا کسی کے پاس ایسی قمیض ہے جس کی قیمت تین درہم ہو؟ ایک آدمی نے کہا میرے پاس ہے وہ آدمی وہ قمیض حضرت علیؓ کے پاس لے آیا حضرت علیؓ کو وہ قمیض پسند آگئی اور فرمایا شاید یہ تین درہم سے بہتر ہو یعنی اس کی قیمت تین درہم سے زیادہ ہو اس آدمی نے کہا نہیں اس کی قیمت یہی ہے پھر میں نے دیکھا کہ حضرت علیؓ اپنے کپڑے میں سے درہموں کی گانٹھ کھول رہے تھے پھر کھول کر انہوں نے اسے تین درہم دیئے اور وہ قمیص پہن لی تو اس کی آستین انگلیوں کے کنارے سے آگے بڑھی ہوئی تھی حضرت علیؓ کے فرمانے پر انگلیوں سے زائد حصہ کو کاٹ دیا گیا۔[۶]

حضرت ابو حصین کے ایک آزاد کردہ غلام کہتے ہیں کہ میں نے حضرت علیؓ کو دیکھا کہ وہ باہر تشریف لائے اور ایک کھدر بیچنے والے کے پاس گئے اور اس سے فرمایا کیا تمہارے پاس

---

[۱] اخرجه ابو نعيم في الحلية ج (۱ ص ۸۲) [۲] اخرجه هناد عن عمرو بن قيس مثله كما في المنتخب (ج ۵ ص ۵۷) واخرجه ابن سعد (ج ۳ ص ۲۸) عن عمرو نحوه

[۳] اخرجه ابن ابي شيبة وهناد [۴] عند هناد و ابن عساكر كذافي المنتخب (ج ۵ ص ۵۷) [۵] اخرجه ابن ابي عيينة في جامع والعكسري في المواعظ وسعيد بن منصور والبيهقي وابن عساكر كذافي الكنز (ج ۸ ص ۵۵)

[۶] عند ابي نعيم في الحلية (ج ۱ ص ۸۳)

سبلان شہر کا بنا ہوا لمبا کرتا ہے؟ اس کھدر والے نے ایک کرتا نکالا جسے حضرت علی رضی اللہ عنہ نے پہنا تو وہ ان کی آدھی پنڈلیوں تک آیا پھر انہوں نے دائیں بائیں دیکھ کر فرمایا مجھے تو یہ ٹھیک ہی لگ رہا ہے یہ کتنے کا ہے؟ اس نے کہا اے امیر المومنین! چار درہم کا۔ حضرت علیؓ نے لنگی میں سے کھول کر چار درہم اسے دیئے اور پھر وہاں سے تشریف لے گئے۔[1]

حضرت سعد بن ابراہیمؒ کہتے ہیں کہ حضرت عبدالرحمٰن بن عوفؓ چار پانچ سو کی چادر یا جوڑا پہنا کرتے تھے۔[2]

حضرت قزعہؒ کہتے ہیں میں نے حضرت ابن عمرؓ پر کھردرے کپڑے دیکھے میں نے ان کی خدمت میں عرض کیا اے ابو عبدالرحمٰن! چونکہ آپ نے کھردرے کپڑے پہن رکھے ہیں اس لئے میں آپ کے لئے خراسان کا بنا ہوا نرم کپڑا لایا ہوں انہیں آپ پر دیکھ کر میری آنکھیں ٹھنڈی ہوں گی انہوں نے فرمایا مجھے دکھاؤ میں بھی ذرا دیکھوں۔ چنانچہ انہوں نے اسے ہاتھ لگا کر دیکھا اور فرمایا کیا یہ ریشم ہے؟ میں نے کہا نہیں یہ روئی کا ہے فرمایا مجھے اس بات کا ڈر ہے کہ اسے پہن کر کہیں میں تکبر کرنے والا اور اترانے والا نہ بن جاؤں اور اللہ تعالیٰ کو کوئی تکبر کرنے والا اور اترانے والا پسند نہیں ہے۔[3] حضرت عبداللہ بن حبیشؒ کہتے ہیں کہ میں نے حضرت ابن عمرؓ پر معافر شہر کے بنے ہوئے دو کپڑے دیکھے اور ان کا کپڑا آدھی پنڈلی تک تھا۔[4]

حضرت وقدانؒ کہتے ہیں کہ ایک آدمی نے حضرت ابن عمرؓ سے پوچھا کہ میں کون سے کپڑے پہنا کروں؟ حضرت ابن عمرؓ نے فرمایا ایسے کپڑے پہنو جن میں بے وقوف لوگ تمہیں حقیر نہ سمجھیں اور عقلمند اور بردبار لوگ تم پر ناراض نہ ہوں اس آدمی نے پوچھا ایسے کپڑے کس قیمت کے ہوں گے؟ انہوں نے فرمایا پانچ درہم سے لے کر بیس درہم تک۔[5]

حضرت ابو اسحاقؒ کہتے ہیں کہ میں نے حضرت ابن عمرؓ کو آدھی پنڈلی تک لنگی باندھتے ہوئے دیکھا دوسری روایت میں حضرت ابو اسحاق کہتے ہیں کہ میں نے حضور ﷺ کے کئی صحابہؓ حضرت اسامہ بن زید بن ارقم، حضرت براء بن عازب اور حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہم کو آدھی پنڈلیوں تک لنگی باندھتے ہوئے دیکھا۔[6] حضرت عثمان بن ابی سلیمانؒ کہتے ہیں کہ حضرت ابن عباسؓ نے ہزار درہم کا کپڑا خرید کر پہنا۔[7]

---

[1] اخرجه احمد فی الزهد كذافی البداية (ج ٨ ص ٣) [2] اخرجه ابن سعد (ج ٣ ص ١٣١)
[3] اخرجه ابو نعيم فی الحلية (ج ١ ص ٣٠٢)
[4] عند ابی نعيم ايضا واخرجه ابن سعد (ج ٤ ص ١٧٥) عن عبدالله بن حنش نحوه
[5] عند ابی نعيم (ج ١ ص ٣٠٢) [6] اخرجه ابو نعيم فی الحلية (ج ٤ ص ٣٤١)
[7] اخرجه ابو نعيم فی الحلية (ج ١ ص ٣٢١)

حضرت کثیر بن عبیدؒ کہتے ہیں کہ میں ام المومنین حضرت عائشہؓ کی خدمت میں گیا تو انہوں نے فرمایا ذرا ٹھہرو میں اپنا پھٹا ہوا کپڑا سی لوں میں نے کہا اے ام المومنین! اگر میں باہر جا کر لوگوں کو بتاؤں (کہ ام المومنین حضرت عائشہؓ تو اپنا پھٹا ہوا کپڑا سی رہی ہیں) تو وہ سب آپ کے اس سینے کو کنجوسی شمار کریں (کہ آپ بڑی کنجوس ہیں اس لئے پھٹا ہوا کپڑا سی رہی ہیں) حضرت عائشہؓ نے فرمایا تو اپنا کام کر جو پرانا کپڑا نہیں پہنتا اسے نیا کپڑا پہننے کا کوئی حق نہیں جو دنیا میں پرانا نہیں پہنے گا اسے آخرت میں نیا کپڑا نہیں ملے گا)۔[1]

حضرت ابو سعیدؒ کہتے ہیں کہ ایک آدمی حضرت عائشہؓ کے پاس اندر گیا وہ اس وقت اپنا نقاب سی رہی تھیں اس آدمی نے کہا اے ام المومنین! کیا اللہ تعالیٰ نے مال میں وسعت نہیں عطا فرما رکھی؟ انہوں نے فرمایا ارے میاں ہمیں ایسے ہی رہنے دو جس نے پرانا کپڑا نہیں پہنا اسے نیا پہننے کا کوئی حق نہیں۔[2]

حضرت ہشام بن عروہؒ کہتے ہیں کہ حضرت منذر بن زبیرؓ عراق سے آئے تو انہوں نے (اپنی والدہ) حضرت اسماء بنت ابی بکر رضی اللہ عنہما کی خدمت میں مرو اور قوہ کے بنے ہوئے باریک اور عمدہ جوڑے بھیجے۔ یہ واقعہ ان کی بینائی کے چلے جانے کے بعد کا ہے انہوں نے ان جوڑوں کو ہاتھ لگا کر دیکھا پھر فرمایا اوہو۔ اس (منذر) کے جوڑے ایسے ہی واپس کر دو حضرت منذرؓ کو یہ بات بہت گراں گزری انہوں نے کہا اے اماں جان! یہ کپڑے اتنے باریک نہیں ہیں کہ ان سے جسم نظر آئے۔ حضرت اسماءؓ نے فرمایا اگر جسم نظر نہیں آئے گا تو جسم کی بناوٹ تو ان کپڑوں سے معلوم ہو جائے گی پھر حضرت منذرؓ نے ان کے لئے مرو اور قوہ کے عام اور سادہ کپڑے خرید کر دیئے تو وہ حضرت اسماء رضی اللہ عنہما نے قبول فرما لئے اور فرمایا ایسے کپڑے مجھے پہنایا کرو۔[3]

حضرت انس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ ایک عورت نے آکر حضرت عمر بن خطابؓ کی خدمت میں عرض کیا اے امیر المومنین! میرا کرتا پھٹ گیا ہے حضرت عمرؓ نے فرمایا کیا میں تمہیں اس سے پہلے پہننے کا کپڑا نہیں دے چکا ہوں اس عورت نے کہا دیا تھا لیکن وہ اب پھٹ گیا ہے حضرت عمرؓ نے اس عورت کے لئے ایک عمدہ جوڑا اور دھاگہ منگایا اور اس سے فرمایا جب روٹی یا سالن پکاؤ پھر تو یہ پرانا جوڑا پہنا کرو جب کھانا پکانے سے فارغ ہو جایا کرو تو پھر یہ نیا جوڑا پہنا کرو کیونکہ جو پرانا کپڑا نہ پہنے اسے نیا پہننے کا حق نہیں ہے۔[4]

حضرت خرشہ بن حرؒ کہتے ہیں کہ میں نے دیکھا کہ حضرت عمر بن خطابؓ کے پاس سے ایک نوجوان گزرا جس کی لنگی ٹخنے سے نیچے جا رہی تھی بلکہ وہ اسے زمین پر گھسیٹتے ہوئے جا رہا

---

[1] اخرجه البخاری فی الادب (ص ٦٨) [2] ابن سعد (ج ٨ ص ٧٣)
[3] اخرجه ابن سعد (ج٨ص ٢٥٢) [4] اخرجه البیهقی كذافی الكنز (ج ٨ ص ٥٥)

تھا۔ حضرت عمرؓ نے اسے بلا کر فرمایا کیا تمہیں حیض آتا ہے؟ اس نے کہا مرد کو بھی حیض آتا ہے حضرت عمرؓ نے فرمایا پھر تمہیں کیا ہوا کہ تم نے لنگی قدموں سے نیچے لٹکار کھی ہے؟ پھر حضرت عمرؓ نے ایک چھری منگائی اور اس کی لنگی کا کنارہ پکڑ کر ٹخنوں کے نیچے سے کاٹ دیا حضرت خرشہ کہتے ہیں اب بھی وہ منظر میرے سامنے ہے اور مجھے اس کی ایڑیوں پر لنگی کے دھاگے نظر آرہے ہیں۔[1]

حضرت ابو عثمان نہدیؒ کہتے ہیں کہ ہم لوگ آذربائی جان میں تھے وہاں ہمارے پاس حضرت عتبہ بن فرقدؓ کے ذریعے حضرت عمر بن خطابؓ کا خط آیا جس میں یہ مضمون تھا امابعد! لنگی باندھا کرو اور چادر اوڑھا کرو اور جوتے پہنا کرو اور موزے اتار پھینکو اور شلواریں اتار دو (ان کی جگہ لنگی باندھا کرو) اور اپنے والد حضرت اسماعیل علیہ السلام کا لباس اختیار کرو اور ناز و نعمت کی زندگی اور عجمی لوگوں کا لباس اختیار نہ کرو اور دھوپ میں بیٹھا کرو کیونکہ یہی عربوں کا حمام ہے اور معد بن عدنان جیسی سادہ اور مشقت والی زندگی اختیار کرو اور سخت کھردرے اور پرانے کپڑے پہنو۔ تیروں سے نشانہ بازی کیا کرو گھوڑوں کی رکابیں کاٹ دو اور کود کر گھوڑوں پر سوار ہوا کرو۔ حضور ﷺ نے ایک انگلی سے زیادہ ریشم پہننے سے منع کیا ہے حضرت عمرؓ نے درمیانی انگلی سے اشارہ کیا۔[2]

نبی کریم ﷺ کی ازواج مطہرات کے گھر

حضرت معاذ بن محمد انصاریؒ کہتے ہیں کہ ایک مجلس میں حضرت عمران بن انسؒ بھی تھے اس مجلس میں حضرت عطاء خراسانی قبر اطہر اور منبر کے درمیان بیٹھے ہوئے تھے ان کو میں نے یہ کہتے ہوئے سنا کہ میں نے دیکھا کہ حضور ﷺ کی ازواج مطہرات کے گھر کھجور کی ٹہنیوں کے بنے ہوئے تھے اور ان کے دروازوں پر کالے بالوں کے بنے ہوئے پردے تھے پھر میں اس وقت موجود تھا جب کہ ولید بن عبدالملک بادشاہ کا خط پڑھا جارہا تھا جس میں اس نے حکم دیا تھا کہ نبی کریم ﷺ کی ازواج مطہرات کے گھر مسجد نبوی میں شامل کر دیئے جائیں اس دن سے زیادہ رونے والے میں نے کبھی نہیں دیکھے۔ چنانچہ میں نے حضرت سعید بن مسیبؒ کو اس دن یہ کہتے ہوئے سنا اللہ کی قسم! کاش یہ لوگ ان گھروں کو ان کے حال پر رہنے

---

[1] اخرجه سفيان بن عيينة في جامعه كذافي الكنز (ج ۸ ص ۵۹)
[2] اخرجه ابو ذر الهروي في الجامع والبيهقي كذافي الكنز (ج ۸ ص ۵۸)

دیتے تاکہ مدینہ میں پیدا ہونے والی نسلیں اور اطراف عالم سے آنے والے لوگ دیکھ لیتے کہ حضور ﷺ نے اپنی زندگی میں کس چیز پر اکتفا فرمایا اس سے لوگوں کے دلوں میں دنیا کے بڑھانے اور اس میں فخر کرنے کی بے رغبتی پیدا ہوتی۔ حضرت معاذ کہتے ہیں کہ جب حضرت عطاء خراسانی اپنی بات پوری کر چکے تو حضرت عمران بن ابی انس نے کہا ان میں سے چار گھر کچی اینٹوں کے تھے اور ان کا صحن کھجور کی ٹہنیوں سے بنا ہوا تھا اور پانچ گھر کھجور کی ٹہنیوں کے تھے جن پر گارا لگا ہوا تھا اور ان کا صحن کوئی نہیں تھا۔ ان کے دروازوں پر بالوں کے پردے تھے میں نے پردے کی پیمائش کی تو وہ تین ہاتھ لمبا اور ایک ہاتھ سے زیادہ چوڑا تھا اور آپ نے اس دن لوگوں کے بہت زیادہ رونے کا تذکرہ کیا (تو یہ مجھے بھی یاد ہے) میں بھی ایک ایسی مجلس میں بیٹھا جس میں حضور ﷺ کے صحابہؓ کے چند بیٹے بیٹھے ہوئے تھے جن میں حضرت ابو سلمہ بن عبدالرحمٰن اور حضرت ابو امامہ بن سہل بن حنیف اور حضرت خارجہ بن زید رضی اللہ عنہم بھی تھے اور یہ سب اتنا زیادہ رو رہے تھے کی داڑھیاں تر ہو گئی تھیں اور اس دن حضرت ابو امامہ نے یہ بھی کہا تھا کہ کاش یہ گھر ایسے ہی چھوڑ دیئے جاتے اور انہیں گرایا نہ جاتا تاکہ لوگ (ان گھروں کو دیکھ کر) اونچے اور بڑے گھر نہ بناتے اللہ تعالیٰ نے اپنے نبی کے لئے کیا پسند کیا حالانکہ دنیا کہ خزانوں کی چابیاں ان کے ہاتھ میں تھیں۔[۱]

---

[۱] اخرجه ابن سعد (ج۸ص ۱۶۷) عن الواقدی.
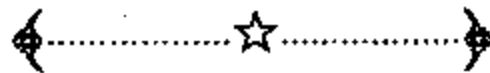
بسم اللہ الرحمٰن الرحیم o

کتاب حیاۃ الصحابہ رضی اللہ عنہم

حصہ سوم

صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کس طرح غیب پر ایمان لایا کرتے تھے اور نبی کریم ﷺ کی بتائی ہوئی خبروں کے مقابلہ میں فانی لذتوں، انسانی مشاہدوں، وقتی محسوسات اور مادی تجربوں کو چھوڑ دیتے تھے اور ایسا معلوم ہوتا تھا کہ گویا انھوں نے غیبی امور کو اپنی آنکھوں سے دیکھ لیا تھا اور اپنے مشاہدات کو وہ جھٹلا دیا کرتے تھے۔

ایمان کی عظمت

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ ایک دن ہم لوگ حضور ﷺ کے ارد گرد بیٹھے ہوئے تھے اور چند ساتھیوں سمیت حضرت ابو بکر اور حضرت عمر رضی اللہ عنہما بھی ہمارے ساتھ تھے، حضورؐ ہمارے درمیان میں سے اٹھ کر چلے گئے، آپ کو واپس آنے میں کافی دیر ہوگئی، ہمیں اس بات کا ڈر ہوا کہ ہم حضورؐ کے ساتھ نہیں ہیں، آپؐ اکیلے گئے ہیں، کہیں اس اکیلے پن میں آپ کو کسی دشمن کی طرف سے کوئی تکلیف نہ پہنچ جائے، اس وجہ سے ہم سب گھبرا کر کھڑے ہوگئے۔ سب سے پہلے میں گھبرا کر اٹھا اور حضورؐ کو تلاش کرنے نکلا۔ چلتے چلتے انصار کے قبیلہ بنو نجار کے ایک باغ کے پاس پہنچا اور میں نے اس باغ کا چکر لگایا تا کہ مجھے باغ کا کوئی دروازہ مل جائے لیکن مجھے کوئی دروازہ نہ ملا۔ پھر مجھے ایک نالی نظر آئی جو باہر کے ایک کنویں سے باغ کے اندر جا رہی تھی، میں سمٹ (اس نالی سے) اندر چلا گیا تو دیکھا کہ حضورؐ وہاں موجود تھے، حضورؐ نے فرمایا تم ابو ہریرہ ہو؟ میں نے عرض کیا جی ہاں یا رسول اللہ! حضورؐ نے فرمایا تمہیں کیا ہوا؟ میں نے

عرض کیا آپ ہمارے درمیان تشریف فرما تھے پھر اٹھ کر چلے گئے پھر کافی دیر گزر گئی لیکن آپ واپس نہ آئے۔ ہمیں اس بات کا ڈر ہوا کہ آپ اکیلے ہیں، ہم میں سے کوئی آپ کے ساتھ نہیں تو اس اکیلے پن میں آپ کو کوئی تکلیف نہ پہنچا دے، اس خیال سے ہم سب گھبرا گئے، سب سے پہلے میں گھبرا کر وہاں سے اٹھا اور آپ کو ڈھونڈنے لگ گیا، ڈھونڈتے ڈھونڈتے میں اس باغ تک پہنچ گیا (باغ کا دروازہ مجھے ملا نہیں اس لئے) میں لومڑی کی طرح سکڑ کر (نالی سے) اندر آ گیا ہوں اور وہ تمام لوگ میرے پیچھے پیچھے آ رہے ہیں حضورؐ نے مجھے اپنے دو جوتے (نشانی کے طور پر) دے کر فرمایا میرے یہ دونوں جوتے لے جاؤ اور اس باغ کے باہر تمہیں جو یہ گواہی دیتا ہوا ملے کہ اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں اور وہ دل سے اس پر یقین کر رہا ہو اسے جنت کی بشارت دے دینا۔ مجھے سب سے پہلے حضرت عمرؓ ملے۔ انھوں نے پوچھا اے ابو ہریرہ یہ جوتے کیا ہیں میں نے کہا یہ دونوں جوتے حضورؐ کے ہیں جنہیں دے کر حضورؐ نے مجھے بھیجا ہے کہ مجھے جو بھی یہ گواہی دیتا ہوا ملے کہ اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں اور دل سے اس پر یقین کر رہا ہو میں اسے جنت کی بشارت دے دوں۔ حضرت عمرؓ نے میرے سینے پر (اس زور سے) مارا کہ میں سرین کے بل زمین پر گر پڑا اور حضرت عمرؓ نے کہا اے ابو ہریرہ! واپس جاؤ میں حضورؐ کی خدمت میں واپس گیا اور رو کر فریاد کرنے لگا حضرت عمرؓ میرے پیچھے پیچھے آ رہے تھے حضورؐ نے فرمایا اے ابوہریرہ تمہیں کیا ہوا۔ میں نے عرض کیا مجھے حضرت عمرؓ باہر ملے تھے جو بشارت دے کر آپ نے مجھے بھیجا تھا وہ میں نے انہیں سنائی تو انھوں نے میرے سینے پر اس زور سے دو ہتھڑ مارا کہ میں سرین کے بل گر گیا اور انھوں نے مجھ سے کہا واپس چلے جاؤ (اتنے میں حضرت عمرؓ بھی وہاں پہنچ گئے) حضورؐ نے حضرت عمرؓ سے فرمایا اے عمر! تم نے ایسا کیوں کیا؟ حضرت عمرؓ نے عرض کیا یا رسول اللہ! میرے ماں باپ آپ پر قربان ہوں، کیا آپؐ نے اپنے دو جوتے دے کر حضرت ابو ہریرہؓ کو اس لئے بھیجا ہے کہ انہیں جو آدمی اس بات کی گواہی دیتا ہوا ملے کہ اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں اور وہ دل سے اس کا یقین کر رہا ہو تو یہ اسے جنت کی بشارت دے دیں، حضورؐ نے فرمایا ہاں۔ حضرت عمرؓ نے عرض کیا آپ ایسا نہ کریں کیونکہ مجھے اس بات کا ڈر ہے کہ لوگ اس بشارت کو سن کر اسی پر بھروسہ کر لیں گے اور (مزید نیک عمل کرنے چھوڑ دیں گے) آپ لوگوں کو عمل کرنے دیں، اس پر حضورؐ نے فرمایا اچھا انہیں عمل کرنے دو۔[۱]

حضرت ابوذر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ ایک رات میں باہر نکلا تو دیکھا کہ حضورؐ اکیلے جا رہے ہیں آپؐ کے ساتھ کوئی نہیں ہے، میں نے اپنے دل میں کہا شاید آپؐ کے ساتھ چلنے سے آپؐ کو ناگواری ہو، اس لئے میں ذرا فاصلے سے ایسی جگہ چلنے لگا جہاں چاند کی روشنی نہیں پڑ رہی

۱۔ اخرجه مسلم كذافي جمع الفوائد (ج ۱ ص ۷)

تھی۔ اتنے میں حضورؐ نے مڑ کر مجھے دیکھا اور فرمایا یہ کون ہے؟ میں نے عرض کیا اللہ مجھے آپ پر قربان کرے میں ابوذر ہوں۔ آپؐ نے فرمایا اے ابوذر! ادھر آؤ، میں کچھ دیر آپؐ کے ساتھ چلا پھر آپؐ نے فرمایا زیادہ مال والے قیامت کے دن کم ثواب والے ہوں گے البتہ جس کو اللہ نے خوب مال دیا اور اس نے دائیں بائیں آگے پیچھے مال خوب لٹایا اور نیکی کے کاموں میں خوب خرچ کیا تو وہ مالدار بھی قیامت کے دن زیادہ اجر و ثواب والا ہوگا۔ پھر حضور کے ساتھ تھوڑی دیر اور چلا۔ اس کے بعد آپؐ نے مجھ سے فرمایا تم یہاں بیٹھ جاؤ اور حضورؐ نے مجھے ایک وسیع ہموار میدان میں بٹھا دیا جس کے اردگرد پتھر ہی پتھر تھے۔ آپؐ نے مجھ سے فرمایا میرے واپس آنے تک یہیں بیٹھے رہنا۔ یہ فرما کر حضورؐ نے ایک پتھریلے میدان میں چلنا شروع کر دیا اور چلتے چلتے اتنی دور چلے گئے کہ مجھے نظر نہیں آرہے تھے، پھر کافی دیر کے بعد آپؐ واپس آئے تو میں نے دور سے سنا کہ آپؐ فرما رہے تھے اگرچہ وہ زنا کرے اور چوری کرے۔ جب آپؐ میرے پاس پہنچ گئے تو مجھ سے رہا نہ گیا اور میں نے آپؐ سے پوچھا اے اللہ کے نبی! اللہ مجھے آپ پر قربان کرے آپ اس پتھریلے میدان میں کس سے باتیں کر رہے تھے، مجھے تو آپ کی باتوں کا جواب دیتا ہوا کوئی سنائی نہ دیا؟ حضورؐ نے فرمایا یہ جبرائیل علیہ السلام تھے جو اس پتھریلے میدان کے کنارے میں میرے سامنے آئے تھے اور انھوں نے کہا تھا آپ اپنی امت کو یہ خوشخبری سنا دیں کہ جو اس حال میں مرے کہ وہ اللہ کے ساتھ کسی کو شریک نہ کرتا ہو وہ جنت میں داخل ہوگا۔ میں نے کہا اے جبرائیل! اگرچہ وہ زنا کرے اور چوری کرے حضرت جبرائیل نے عرض کیا جی ہاں (حضرت ابوذرؓ فرماتے ہیں کہ) میں نے عرض کیا یا رسول اللہ! اگرچہ وہ چوری کرے اور زنا کرے۔ حضورؐ نے فرمایا جی ہاں! اگرچہ وہ شراب پیئے۔[۱] بخاری مسلم اور ترمذی کی اس جیسی ایک روایت میں یہ ہے کہ حضورؐ نے چوتھی مرتبہ میں فرمایا چاہے ابوذر کی ناک خاک میں مل جائے۔ (یعنی ایسا ہی ہوگا اگرچہ ابوذر کی رائے یہ ہے کہ ایسا نہ ہو)

حضرت انسؓ فرماتے ہیں کہ ایک بوڑھے دیہاتی تھے جنہیں علقمہ بن علاثہ کہا جاتا تھا، انھوں نے ایک مرتبہ حضورؐ کی خدمت میں حاضر ہو کر عرض کیا یا رسول اللہ! میں بہت بوڑھا ہوں، اب اس عمر میں قرآن نہیں سیکھ سکتا، لیکن میں اس بات کی گواہی دیتا ہوں کہ اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں اور محمدؐ اللہ کے بندے اور اس کے رسول ہیں اور مجھے اس کا پکا یقین ہے، جب وہ بڑے میاں چلے گئے تو حضورؐ نے فرمایا یہ آدمی بڑا سمجھدار ہے یا فرمایا تمہارا یہ ساتھی بڑا سمجھدار ہے۔[۲]

---

[۱] اخرجہ الشیخان کذافی جمع الفوائد (ج ۱ ص ۷) [۲] اخرجہ ابن عساکر کذافی الکنز (ج ۱ ص ۷۰) و اخرجہ الخرائطی فی مکارم الاخلاق والدارقطنی فی الافراد من حدیث انس واسنادہ ضعیف جدا کمافی الاصابۃ (ج ۲ ص ۵۰۳)

حضرت عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ میں نے حضورؐ کو فرماتے ہوئے سنا کہ میں ایسا کلمہ جانتا ہوں کہ جو آدمی بھی اسے سچے دل سے کہے گا وہ آگ پر ضرور حرام ہو جائے گا۔ اس پر حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ نے کہا کیا میں آپ کو بتاؤں وہ کلمہ کون سا ہے؟ یہ وہ کلمہ اخلاص ہے جس پر اللہ تعالیٰ نے محمد ﷺ اور آپؐ کے صحابہؓ کو جمائے رکھا، اور یہ وہ تقویٰ والا کلمہ ہے جس کی حضورؐ نے اپنے چچا ابو طالب کو مرتے وقت بہت ترغیب دی تھی، یعنی اس بات کی گواہی دینا کہ اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں ہے۔[1]

حضرت یعلیٰ بن شداد رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں کہ میرے والد حضرت شداد رضی اللہ عنہ نے مجھے یہ واقعہ سنایا اس وقت حضرت عبادہ بن صامت رضی اللہ عنہ بھی اس مجلس میں موجود تھے اور وہ میرے والد کی تصدیق کر رہے تھے، میرے والد نے فرمایا کہ ایک دن ہم لوگ نبی کریمؐ کے پاس تھے، آپؐ نے فرمایا کیا تم میں کوئی اجنبی یعنی اہل کتاب (یہود) میں سے ہے؟ ہم نے عرض کیا نہیں یا رسول اللہ! پھر حضورؐ نے فرمایا دروازہ بند کردو (ہم نے دروازہ بند کر دیا) پھر حضورؐ نے فرمایا اپنے ہاتھ اوپر اٹھاؤ اور لا الہ الا اللہ کہو، چنانچہ ہم نے کچھ دیر اپنے ہاتھ اٹھائے رکھے (حضورؐ نے بھی ہاتھ اٹھائے ہوئے تھے) پھر حضورؐ نے اپنے ہاتھ نیچے کئے (اور ہم نے بھی نیچے کئے) پھر آپؐ نے فرمایا الحمدللہ۔ اے اللہ! تو نے مجھے یہ کلمہ دے کر بھیجا اور اس (پر ایمان لانے) کا حکم دیا اور اس پر جنت کا تو نے وعدہ فرمایا اور تو وعدہ خلافی نہیں کرتا۔ پھر فرمایا غور سے سنو، تمہیں بشارت ہو کیونکہ اللہ تعالیٰ نے تمہاری مغفرت کر دی ہے۔[2]

حضرت رفاعہ جہنی رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ ہم لوگ حضور ﷺ کے ساتھ واپس آ رہے تھے۔ جب ہم کدید یا قدید مقام پر پہنچے تو کچھ لوگ آپؐ سے اپنے گھر والوں کے پاس جانے کی اجازت مانگنے لگے۔ حضورؐ ان کو اجازت دینے لگے۔ پھر کھڑے ہو کر حضورؐ نے اللہ کی حمد و ثنا بیان کی پھر فرمایا ان لوگوں کو کیا ہو گیا ہے کہ ان کو درخت کا وہ حصہ جو رسول اللہؐ کے قریب ہے دوسرے حصے سے زیادہ ناپسند ہے۔ بس اس بات کے سنتے ہی سب رونے لگے۔ کوئی ایسا نظر نہیں آ رہا تھا جو رو نہ رہا ہو، ایک آدمی نے کہا اس کے بعد جو اجازت مانگے گا وہ یقیناً بڑا نادان ہو گا، حضورؐ نے پھر اللہ کی حمد و ثنا بیان کی اور خیر کی بات کی اور فرمایا میں اللہ کے ہاں اس بات کی گواہی دیتا ہوں کہ جو بندہ اس حال میں مرے گا کہ وہ اس بات کی سچے دل سے گواہی دے رہا ہو کہ اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں اور میں اللہ کا رسول ہوں اور پھر وہ ٹھیک ٹھیک چلتا رہے تو وہ ضرور جنت میں داخل

---

[1] اخرجہ احمد کذافی المجمع (ج ۱ ص ۱۵) واخرجہ ایضا ابویعلی وابن خزیمۃ وابن حبان والبیھقی وغیرھم کمافی الکنز (ج ۱ ص ۷۳) [2] اخرجہ احمد قال الھیثمی (ج ۱ ص ۱۹) رواہ احمد والطبرانی والبزار و رجالہ موثقون. انتھی.

ہوگا اور میرے رب عزوجل نے مجھ سے وعدہ کیا ہے کہ وہ میری امت میں سے ستر ہزار آدمی جنت میں حساب کتاب اور عذاب کے بغیر داخل کرے گا اور مجھے امید ہے کہ آپ لوگ اور آپ لوگوں کے نیک ماں باپ اور نیک بیوی بچے جنت میں پہلے اپنے ٹھکانوں میں پہنچ جائیں گے پھر وہ ستر ہزار جنت میں داخل ہوں گے۔[۱] ایک روایت میں یہ ہے کہ حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے کہا تھا کہ اس کے بعد آپؐ سے جو اجازت مانگے گا وہ یقیناً بڑا نادان ہوگا۔

حضرت انس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ حضورؐ نے فرمایا اے فلاں! تم نے ایسے اور ایسے کیا ہے؟ اس نے کہا نہیں۔ اس ذات کی قسم جس کے علاوہ کوئی معبود نہیں! میں نے ایسے نہیں کیا، چونکہ حضورؐ کو معلوم تھا کہ اس نے یہ کام کیا ہے، اس لئے آپؐ نے اس سے کئی مرتبہ پوچھا (لیکن ہر مرتبہ وہ یہی جواب دیتا رہا) حضورؐ نے فرمایا چونکہ تم لا الہ الا اللہ کی تصدیق کر رہے ہو اس وجہ سے تمہارے اس گناہ کو مٹا دیا گیا۔[۲] ایک روایت میں یہ ہے کہ حضورؐ نے فرمایا تمہارے لا الہ الا اللہ کی تصدیق کرنے کی وجہ سے تمہارے جھوٹ کا کفارہ ہوگیا۔[۳]

حضرت ابن زبیر رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں کہ حضورؐ نے فرمایا کہ ایک آدمی نے جھوٹی قسم کھائی اور یوں کہا کہ اس اللہ کی قسم جس کے علاوہ کوئی معبود نہیں تو (جھوٹی قسم کھانے کا) گناہ معاف کردیا گیا (کیونکہ اس نے قسم کے ساتھ **لا الہ الا ھو** کے الفاظ بھی کہہ دیئے تو ان الفاظ کی برکت سے وہ گناہ معاف ہوگیا)

حضرت ابوموسیٰ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ حضورؐ نے فرمایا کہ جہنمی لوگ جب جہنم میں اکٹھے ہو جائیں گے اور ان کے ساتھ کچھ قبلہ کو ماننے والے یعنی کچھ مسلمان بھی ہوں گے تو وہ کافر مسلمانوں سے کہیں گے کہ کیا تم لوگ مسلمان نہیں تھے؟ وہ مسلمان جواب دیں گے کیوں نہیں، ہم تو مسلمان تھے، کفار کہیں گے تمہارے اسلام کا تمہیں کیا فائدہ ہوا؟ تم بھی ہمارے ساتھ جہنم میں آگئے، مسلمان جواب میں کہیں گے ہمارے کچھ گناہ تھے جن کی وجہ سے ہم پکڑے گئے اور جہنم میں ڈال دیئے گئے، مسلمانوں کے اس جواب کو اللہ تعالیٰ سنیں گے اور (فرشتوں کو) حکم دیں گے، چنانچہ جہنم میں جتنے قبلہ کو ماننے والے مسلمان ہوں گے وہ سب اس میں سے نکال دیئے جائیں

---

[۱] اخرجه احمد قال الهيثمي (ج ۱ ص ۲۰) رواه احمد وعند ابن ماجه بعضه و رجاله موثقون. اه واخرجه ايضا الدارمي وابن خزيمة وابن حبان والطبراني بطوله كمافي الكنز (ج ۵ ص ۲۸۷) [۲] اخرجه البزار قال الهيثمي (ج ۱ ص ۸۳) رواه البزار وابويعلي بنحوه الاانه قال كفر الله عنك كذبك بتصديقك بلا اله الا الله ورجالهما رجال الصحيح. انتهى وقال في هامشه عن ابن حجر قلت فيه الحارث بن عبيد ابو قدامة وهو كثير المناكير وهذا منها وقد ذكر البزار انه تفرد به. انتهى
[۳] عند الطبراني قال الهيثمي (ج ۱۰ ص ۸۳) ورجاله رجال الصحيح.

گے۔ جب جہنم میں باقی رہ جانے والے کافر یہ منظر دیکھیں گے تو وہ کہیں گے اے کاش! ہم بھی مسلمان ہوتے تو جیسے یہ نکل گئے ہم بھی جہنم سے نکل جاتے۔ پھر حضورؐ نے اعوذ باللہ من الشیطٰن الرجیم پڑھ کر یہ آیات پڑھیں: الٓرٰ تِلْکَ اٰیٰتُ الْکِتٰبِ وَقُرْاٰنٍ مُّبِیْنٍ ۝ رُبَمَا یَوَدُّ الَّذِیْنَ کَفَرُوْا لَوْ کَانُوْا مُسْلِمِیْنَ (سورۃ الحجر آیت۔۱۔۲) ترجمہ: الٓر یہ آیتیں ہیں ایک کامل کتاب اور قرآن واضح کی۔ کافر لوگ بار بار تمنا کریں گے کیا خوب ہوتا اگر وہ مسلمان ہوتے۔[۱] حضرت انسؓ فرماتے ہیں کہ حضور ﷺ نے فرمایا کہ لا الہ الا اللہ والوں میں سے کچھ لوگ اپنے گناہوں کی وجہ سے جہنم میں چلے جائیں گے تو لات اور عزیٰ (بتوں) کو ماننے والے ان سے کہیں گے کہ جب تم بھی ہمارے ساتھ جہنم کی آگ میں ہو تو لا الہ الا اللہ کہنے کا تمہیں کیا فائدہ ہوا؟ اس پر اللہ تعالیٰ کو مسلمانوں کے حق میں غصہ آجائے گا تو اللہ تعالیٰ انہیں وہاں سے نکال کر نہر حیات میں ڈال دیں گے جس سے ان کے جسم جہنم کی جلن سے ایسے صاف ہو جائیں گے جیسے کہ چاند گرہن سے نکل کر صاف ہو جاتا ہے اور جنت میں داخل ہو جائیں گے اور جنت میں یہ لوگ جہنمی کے نام سے پکارے جائیں گے۔[۲] ایک روایت میں یہ ہے کہ چونکہ ان کے چہروں میں کچھ سیاہی ہوگی، اس لئے یہ لوگ جنت میں جہنمی کے نام سے پکارے جائیں گے وہ عرض کریں گے اے رب! تو ہمارا یہ نام ختم کر دے۔ اللہ تعالیٰ انہیں جنت کی نہر میں نہانے کا حکم دیں گے وہ اس نہر میں نہائیں گے تو (وہ سیاہی چلی جائے گی اور) ان کا یہ نام ختم ہو جائے گا۔[۳]

حضرت حذیفہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ حضورؐ نے فرمایا اسلام بھی ایسے پرانا ہو جائے گا جیسے کپڑے کے نقش و نگار پرانے ہو جاتے ہیں۔ کسی کو معلوم نہ ہوگا کہ روزہ، صدقہ اور قربانی کیا چیز ہے؟ اللہ کی کتاب یعنی قرآن پر ایک رات ایسی آئے گی کہ اس کی ایک آیت بھی زمین پر باقی نہ رہے گی۔ (فرشتہ ساری زمین سے سارا قرآن اٹھا کر لے جائے گا) اور لوگوں کی مختلف جماعتیں باقی رہ جائیں گی جن کے بوڑھے مرد اور بوڑھی عورتیں کہیں گی ہم نے اپنے آباء و اجداد کو اس کلمہ لا الہ الا اللہ پر پایا تھا۔ ہم بھی یہی کلمہ پڑھتے ہیں۔ حضرت صلہ (راوی) نے پوچھا کہ جب وہ لوگ یہ نہیں جانتے ہوں گے کہ روزہ، صدقہ اور قربانی کیا چیز ہے تو لا الہ الا اللہ پڑھنے سے انہیں کیا فائدہ ہوگا؟ حضرت حذیفہؓ نے ان سے اعراض فرمالیا، حضرت صلہ نے دوبارہ پوچھا تو حضرت حذیفہؓ نے پھر اعراض فرمالیا۔ جب تیسری مرتبہ پوچھا تو حضرت حذیفہؓ نے ان کی طرف متوجہ ہو کر فرمایا اے صلہ! یہ کلمہ انہیں آگ سے نجات دے گا، یہ کلمہ انہیں آگ سے نجات دے گا،

۱۔ اخرجه الطبرانی و رواه ابن ابی حاتم نحوه وفيه البسملة عوض الاستعاذه
۲۔ عندا لطبرانی و اخرجه الطبرانی ایضاعن ابی سعید الخدریؓ بسیاق آخر نحوه
۳۔ کذافی التفسير ابن کثیر (ج ۲ ص ۵۴۶)

یہ کلمہ انہیں آگ سے نجات دے گا۔[۱]

حضرت علی رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ لوگوں میں سے اللہ تعالیٰ کے ساتھ سب سے زیادہ معاملہ صاف رکھنے والا اور اللہ کو سب سے زیادہ جاننے والا وہ آدمی ہے جو لا الہ الا اللہ والوں سے سب سے زیادہ محبت کرنے والا اور ان کی سب سے زیادہ تعظیم کرنے والا ہو۔[۲]

حضرت سالم بن ابی الجعد رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں کہ حضرت ابوالدرداء رضی اللہ عنہ کو کسی نے بتایا کہ حضرت ابوسعد بن منبہ نے سو غلام آزاد کئے ہیں، حضرت ابوالدرداءؓ نے فرمایا ایک آدمی کے مال میں سے سو غلام بہت زیادہ ہیں لیکن اگر تم کہو تو میں تمہیں اس سے بھی زیادہ فضیلت والے (اعمال) بتادوں۔ ایک تو وہ ایمان جو دن رات ہر وقت دل سے چمٹا ہوا ہو اور دوسرے یہ کہ ہر وقت تمہاری زبان اللہ کے ذکر سے تر رہے۔[۳]

حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ جیسے اللہ تعالیٰ نے تمہاری روزی کو تمہارے درمیان تقسیم کیا ہے، اسی طرح اخلاق کو بھی تمہارے درمیان تقسیم کیا ہے اور اللہ تعالیٰ مال تو اسے بھی دے دیتے ہیں جس سے محبت ہو اور اسے بھی دے دیتے ہیں جس سے محبت نہ ہو لیکن ایمان صرف اسے ہی دیتے ہیں جس سے محبت ہو۔ چنانچہ اللہ تعالیٰ جب کسی بندے سے محبت کرتے ہیں تو اسے ایمان دے دیتے ہیں، لہٰذا جو بخل کی وجہ سے مال نہ خرچ کر سکتا ہو اور بزدلی کی وجہ سے دشمن سے جہاد نہ کر سکتا ہو اور راتوں کو محنت نہ کر سکتا ہو اسے چاہیے کہ وہ لا الـٰه الا اللّٰه والله اكبر والحمدلله وسبحان الله کثرت سے کہا کرے۔[۴]

ایمان کی مجلسیں

حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ حضرت عبداللہ بن رواحہؓ جب حضورؐ کے کسی صحابیؓ سے ملتے تو اس سے کہتے آؤ تھوڑی دیر اپنے رب پر ایمان کو تازہ کریں۔ ایک دن انھوں نے یہ بات ایک آدمی سے کہی اسے غصہ آ گیا اور اس نے جا کر حضورؐ کی خدمت میں عرض کیا یا رسول اللہ! کیا آپ نے حضرت عبداللہ بن رواحہؓ کو نہیں دیکھا کہ وہ آپ کے ایمان کو چھوڑ

۱۔ اخرجه الحاكم (ج ۴ ص ۵۴۵) عن ربعی قال الحاكم هذا حديث صحيح على شرط مسلم ولم يخرجاه وقال الذهبی علی شرط مسلم ۲۔ اخرجه ابونعيم فی الحلية كذافی الكنز (ج ۱ ص ۷۶) ۳۔ اخرجه ابونعيم فی الحلية (ج ۱ ص ۲۱۹) و اخرجه ابن ابی الدنيا موقوفا باسناد حسن عن سالم بن ابی الجعد قال قيل لابی الدرداء ان رجلا اعتق فذكر نحوه كمافی الترغيب (ج ۳ ص ۵۵) ۴۔ اخرجه الطبرانی قال الهيثمی (ج ۱۰ ص ۹۰) رواه الطبرانی موقوفا ورجاله رجال الصحيح. انتهی وقال المنذری فی الترغيب (ج ۲ ص ۹۵) رواته ثقات وليس فی اصلی رفعه. انتهی

کر ایک گھڑی کا ایمان اختیار کر رہے ہیں۔ حضورؐ نے فرمایا اللہ ابن رواحہ پر رحم فرمائے یہ ان مجلسوں کو پسند کرتے ہیں جن پر فرشتے فخر کرتے ہیں۔[۱] حضرت عطاء بن یسارؒ کہتے ہیں کہ حضرت عبداللہ بن رواحہؓ نے اپنے ایک ساتھی سے کہا آؤ ہم ایک گھڑی اپنا ایمان تازہ کر لیں۔ اس نے کہا کیا ہم پہلے سے مومن نہیں ہیں؟ حضرت عبداللہؓ نے کہا، ہیں لیکن ہم اللہ کا ذکر کریں گے تو اس سے ہمارا ایمان بڑھ جائے گا۔[۲] حضرت شریح بن عبداللہؒ کہتے ہیں کہ حضرت عبداللہ بن رواحہؓ اپنے کسی ساتھی کا ہاتھ پکڑ کر کہتے، آؤ ہمارے ساتھ کچھ دیر رہو تا کہ ہم ایمان تازہ کر لیں اور ذکر کی مجلس میں (اللہ کی ذات و صفات کا آپس میں ذکر کرنے) بیٹھ جائیں۔[۳]

حضرت ابوالدرداء رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ حضرت عبداللہ بن رواحہؓ میرا ہاتھ پکڑ کر کہا کرتے، آؤ ہم کچھ دیر اپنا ایمان تازہ کر لیں کیونکہ دل اس ہانڈی سے بھی جلدی پلٹ جاتا ہے جو خوب زور شور سے ابل رہی ہو۔[۴] حضرت ابوالدرداءؓ فرماتے ہیں کہ جب حضرت عبداللہ بن رواحہؓ مجھ سے ملتے تو مجھے کہتے، اے عویمر! ذرا بیٹھ جاؤ کچھ دیر (ایمان کا) مذاکرہ کر لیں، چنانچہ ہم بیٹھ کر مذاکرہ کر لیتے پھر مجھ سے فرماتے یہ ایمان کی مجلس ہے۔ ایمان تمہارے کرتے کی طرح ہے جسے تم نے پہنا ہوا ہوتا ہے پھر تم اسے اتار لیتے ہو۔ اتارا ہوا ہوتا ہے پھر تم اسے پہن لیتے ہو اور دل اس ہانڈی سے بھی جلدی پلٹ جاتا ہے۔ جو خوب زور شور سے ابل رہی ہو۔[۵]

حضرت ابوذرؓ فرماتے ہیں کہ حضرت عمرؓ اپنے ساتھیوں میں سے ایک دو کا ہاتھ پکڑ لیتے اور فرماتے ہمارے ساتھ کچھ دیر رہو تا کہ ہم اپنا ایمان بڑھا لیں اور پھر ہم اللہ تعالیٰ (کی ذات و صفات) کا ذکر کرتے۔[۶]

حضرت اسود بن ہلالؒ کہتے ہیں کہ ہم لوگ حضرت معاذؓ کے ساتھ چل رہے تھے کہ اتنے میں انھوں نے فرمایا آؤ کچھ دیر بیٹھ کر ایمان تازہ کر لیں۔[۷]

ایمان تازہ کرنا

حضرت ابوہریرہؓ فرماتے ہیں کہ حضورؐ نے فرمایا اپنا ایمان تازہ کرتے رہو۔ صحابہؓ نے پوچھا یارسول اللہ! ہم اپنا ایمان کیسے تازہ کریں؟ آپؐ نے فرمایا لا الٰہ الا اللہ کثرت سے کہا کرو۔[۸]

۱۔ اخرجه احمد باسناد حسن كذافي الترغيب (ج ۳ ص ۶۳) وقال الحافظ ابن كثير في البداية (ج ۳ ص ۲۵۸) هذا حديث غريب جدا ۔ ۲۔ قاله البيهقي باسناده ۳۔ قدروى الحافظ ابو القاسم اللالكائي و هذا مرسل من هذين الوجهين انتهى ۴۔ اخرجه الطياسي ۵۔ عند ابن عساكر كذافي الكنز (ج ۱ ص ۱۰۱) ۶۔ اخرجه ابن ابي شيبه واللالكائي في السنه كذافي الكنز (ج ۱۰ ص ۲۰۷) ۷۔ اخرجه ابو نعيم في الحليه (ج ۱ ص ۲۳۵)

۸۔ اخرجه احمد والطبراني قال الهيثمي (ج ۱ ص ۸۲) رجال احمد ثقات وقال المنذري في الترغيب (ج ۳ ص ۷۵) اسناد احمد حسن

اللہ اور رسول ﷺ کی بات کو سچا ماننا اور اس کے مقابلہ میں انسانی تجربات اور اپنے مشاہدات کو غلط سمجھنا

حضرت ابو سعید خدریؓ فرماتے ہیں کہ ایک آدمی نے حضورؐ کی خدمت میں حاضر ہو کر عرض کیا کہ میرے بھائی کو دست آرہے ہیں، حضورؐ نے فرمایا اسے شہد پلاؤ (کیونکہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے کہ شہد میں لوگوں کے لئے شفا ہے) وہ آدمی گیا اور اس نے جا کر اپنے بھائی کو شہد پلایا اور پھر آکر عرض کیا یا رسول اللہ! میں نے اسے شہد پلایا اس سے تو دست اور زیادہ آنے لگے ہیں۔ حضورؐ نے فرمایا جاؤ اور اسے شہد پلاؤ۔ اس نے جا کر شہد پلایا اور پھر آکر عرض کیا یا رسول اللہ! اس کو تو دست اور زیادہ آنے لگے ہیں۔ حضورؐ نے فرمایا اللہ سچ فرماتے ہیں اور تمہارے بھائی کا پیٹ غلط کہتا ہے۔ جاؤ اسے شہد پلاؤ۔ اب جا کر اس نے بھائی کو شہد پلایا تو وہ ٹھیک ہو گیا۔[1]

حضرت عبداللہ بن مسعودؓ کی بیوی حضرت زینبؓ فرماتی ہیں کہ حضرت عبداللہؓ جب ضرورت پوری کر کے گھر واپس آتے اور دروازے پر پہنچتے تو کھنکارتے اور تھوکتے تاکہ ایسا نہ ہو کہ وہ اچانک اندر آئیں اور ہمیں کسی نامناسب حالت میں دیکھ لیں، چنانچہ وہ ایک دن آئے اور انھوں نے کھنکارا اس وقت میرے پاس ایک بوڑھی عورت تھی جو پت کا منتر پڑھ کر مجھ پر دم کر رہی تھی، میں نے اسے پلنگ کے نیچے چھپا دیا۔ حضرت عبداللہ اندر آکر میرے پاس بیٹھ گئے۔ ان کو میری گردن میں ایک دھاگہ نظر آیا۔ انھوں نے کہا یہ دھاگہ کیسا ہے؟ میں نے کہا اس پر منتر پڑھ کر کسی نے مجھے دیا ہے۔ انھوں نے دھاگہ پکڑ کر کاٹ دیا اور فرمایا عبداللہ کے گھر والوں کو شرک کی کوئی ضرورت نہیں۔ میں نے حضورؐ کو یہ فرماتے ہوئے سنا کہ منتر تعویذ اور گنڈا یہ سب شرک ہے۔ (بشرطیکہ ان چیزوں کو ہی خود اثر کرنے والا سمجھے) میں نے ان سے کہا آپ یہ کیسے کہہ رہے ہیں؟ میری آنکھ دکھنے آتی تھی میں فلاں یہودی کے پاس جایا کرتی تھی وہ دم کیا کرتا تھا۔ جب بھی وہ دم کرتا میری آنکھ ٹھیک ہو جاتی۔ حضرت عبداللہؓ نے فرمایا یہ سب کچھ شیطان کی طرف سے تھا۔ شیطان تمہاری آنکھ پر ہاتھ سے کوچا مارتا تھا (جس سے آنکھ دکھنے لگ جاتی تھی) جب وہ یہودی دم کرتا تو وہ اپنا ہاتھ پیچھے ہٹا لیتا (جس سے آنکھ ٹھیک ہو جاتی) تمہیں یہ کافی تھا کہ تم اس موقع پر یہ دعا پڑھ لیتیں جو کہ حضورؐ پڑھا کرتے تھے: **اذھب الباس رب الناس اشف انت الشافی لاشفاء الا شفاء ک شفاء لایغادر سقما۔**[2]

۱۔ اخرجه الشیخان کذافی التفسیر لابن کثیر (ج ۲ ص ۵۷۵)

۲۔ اخرجه احمد کذافی التفسیر لابن کثیر (ج ۲ ص ۴۹۳)

حضرت عکرمہؒ کہتے ہیں کہ حضرت ابن رواحہؓ اپنی بیوی کے پہلو میں لیٹے ہوئے تھے ان کی باندی گھر کے کونے میں (سو رہی) تھی۔ یہ اٹھ کر اس کے پاس چلے گئے اور اس میں مشغول ہو گئے۔ ان کی بیوی گھبرا کر اٹھی اور ان کو بستر پر نہ پایا تو وہ اٹھ کر باہر چلی گئی اور انہیں باندی میں مشغول دیکھا۔ وہ اندر واپس آئی اور چھری لے کر باہر نکلی اتنے میں یہ فارغ ہو کر کھڑے ہو چکے تھے اور اپنی بیوی کو راستے میں ملے۔ بیوی نے چھری اٹھائی ہوئی تھی۔ انھوں نے پوچھا کیا بات ہے؟ بیوی نے کہا ہاں کیا بات ہے؟ اگر میں تمہیں وہاں پا لیتی جہاں میں نے تمہیں دیکھا تھا تو میں تمہارے کندھوں کے درمیان یہ چھری گھونپ دیتی۔ حضرت ابن رواحہؓ نے کہا تم نے مجھے کہاں دیکھا تھا انھوں نے کہا میں نے تمہیں باندی کے پاس دیکھا تھا۔ حضرت ابن رواحہؓ نے کہا تم نے مجھے وہاں نہیں دیکھا تھا (میں باندی کے پاس نہیں گیا۔ میں نے اس کے ساتھ کچھ نہیں کیا۔ اگر میں نے اس کے ساتھ کچھ کیا ہوتا تو میں جنبی ہوتا) اور حضورؐ نے حالت جنابت میں قرآن پڑھنے سے ہمیں منع فرمایا ہے (اور میں ابھی قرآن پڑھ کر تمہیں سنا دیتا ہوں) ان کی بیوی نے کہا اچھا قرآن پڑھو۔ انھوں نے یہ اشعار (اس طرح سے) پڑھے (کہ ان کی بیوی قرآن سمجھتی رہی۔ (محبت بڑھانے کے لئے میاں بیوی کا آپس میں جھوٹ بولنا جائز ہے)۔

اتانا رسول اللّٰہ یتلو کتابہ کما لاح مشھور من الفجر ساطع

ہمارے پاس اللہ کے رسول آئے جو اللہ کی ایسی کتاب پڑھتے ہیں جو کہ روشن اور چمکدار صبح کی طرح چمکتی ہے۔

اتی بالھدی بعد العمی فقلوبنا بہ موقنات ان ماقال واقع

آپ لوگوں کے اندھے پن کے بعد ہدایت لے کر آئے اور ہمارے دلوں کو یقین ہے کہ آپؐ نے جو کچھ کہا ہے وہ ہو کر رہے گا۔

یبیت یجافی جنبہ عن فراشہ اذا ستثقلت بالمشرکین المضاجع

جب مشرکین بستروں پر گہری نیند سو رہے ہوتے ہیں اس وقت آپؐ عبادت میں ساری رات گزار دیتے ہیں، اور آپ کا پہلو بستر سے دور رہتا ہے۔

یہ اشعار سن کر ان کی بیوی نے کہا میں اللہ پر ایمان لاتی ہوں اور میں اپنی نگاہ کو غلط قرار دیتی ہوں۔ پھر صبح کو حضرت ابن رواحہؓ نے حضورؐ کی خدمت میں جا کر یہ واقعہ سنایا تو حضورؐ اتنا ہنسے کہ آپؐ کے دندان مبارک نظر آنے لگے۔[۱]

---

[۱] اخرجہ الدار قطنی (ص ۴۴) و اخرجہ الدار قطنی (ص ۴۵) ایضا من طریق آخر عن عکرمۃ عن ابن عباس رضی اللہ عنھما قال دخل عبداللہ بن رواحۃ رضی اللہ عنہ فذکرہ نحوہ فقال ان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نھی ان یقرا احد ناالقرآن وھو جنب قال فی التعلیق المغنی (ص ۴۵) فیہ سلمۃ بن بھرام وثقہ ابن معین و ابوزرعۃ وضعفہ ابوداؤد انتھی۔

حضرت حبیب بن ابی ثابتؒ کہتے ہیں کہ میں حضرت ابو وائلؒ سے کچھ پوچھنے گیا۔ انھوں نے کہا ہم جنگ صفین میں تھے تو ایک آدمی نے کہا کیا آپؓ نے ان لوگوں کو نہیں دیکھا جو اللہ کی کتاب کی طرف بلائے جا رہے ہیں؟ اس پر حضرت علیؓ نے فرمایا ہاں (میں نے انہیں دیکھا ہے) حضرت سہل بن حنیفؓ نے (اس آدمی کو) کہا، اپنے آپ کو قصوروار ٹھہراؤ کیونکہ ہم نے صلح حدیبیہ کے دن جس دن حضورؐ اور مشرکوں کے درمیان صلح ہوئی تھی یہ دیکھا تھا کہ اگر ہم لڑنا مفید سمجھتے تو ہم مشرکوں سے لڑ سکتے تھے (لیکن ہم نے مفید نہ سمجھا صلح کے بعد) حضرت عمرؓ نے (حضورؐ کی خدمت میں) عرض کیا کیا ہم حق پر اور یہ مشرک باطل پر نہیں ہیں؟ کیا ہمارے شہید جنت میں اور ان کے مقتول جہنم میں نہیں جائیں گے؟ اور ابھی اللہ نے ہمارے درمیان فیصلہ نہیں فرمایا تو ہم واپس کیوں جا رہے ہیں؟ حضورؐ نے فرمایا اے ابن خطاب! میں اللہ کا رسول ہوں، مجھے اللہ تعالیٰ ہرگز ضائع نہیں ہونے دیں گے (اس سے حضرت عمرؓ کا غصہ ٹھنڈا نہ ہوا بلکہ) وہ غصہ میں بھرے سیدھے حضرت ابوبکر صدیقؓ کے پاس گئے اور ان سے کہا، اے ابوبکر! کیا ہم حق پر اور یہ مشرک باطل پر نہیں؟ حضرت ابوبکرؓ نے فرمایا اے ابن خطاب! یہ اللہ کے رسولؐ ہیں اور اللہ تعالیٰ انہیں ہرگز ضائع نہیں ہونے دیں گے پھر سورت الفتح نازل ہوئی۔[1] ایک روایت میں یہ ہے کہ حضرت سہل بن حنیفؓ نے کہا اے لوگو! اپنی رائے کو ناقص سمجھو میں نے حضرت ابو جندلؓ (کے مشرکوں کی طرف واپس کئے جانے) کے دن دیکھا (کہ جب حضورؐ نے انہیں مشرکوں کی طرف واپس کرنے کو مان لیا تو مجھے اس سے اتنی زیادہ گرانی ہوئی) کہ حضورؐ کی بات سے انکار کی اگر مجھ میں طاقت ہوتی تو اس دن میں ضرور انکار کر دیتا۔ ایک روایت میں ہے کہ پھر سورت فتح نازل ہوئی تو حضورؐ نے حضرت عمر بن خطابؓ کو بلایا اور انہیں سورت فتح پڑھ کر سنائی۔[2] اور دعوت الی اللہ کے باب میں صلح حدیبیہ کے قصہ میں بخاری کی لمبی حدیث گزر چکی ہے جسے حضرت مسور بن مخرمہ اور حضرت مروان رضی اللہ عنہما روایت کرتے ہیں اس میں یہ بھی ہے کہ حضرت ابو جندلؓ نے کہا اے مسلمانو! میں تو مسلمان ہو کر آیا تھا اور اب مجھے مشرکوں کی طرف واپس کیا جا رہا ہے کیا تم دیکھ نہیں رہے ہو کہ میں کتنی مصیبتیں اٹھا رہا ہوں؟ اور واقعی انہیں اللہ کی خاطر سخت مصیبتیں پہنچائی گئی تھیں۔

حضرت عمر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ میں نے حضورؐ کی خدمت میں آکر عرض کیا کہ کیا آپؐ اللہ کے برحق نبی نہیں ہیں؟ حضورؐ نے فرمایا، ہوں۔ پھر میں نے کہا کہ کیا ہم حق پر اور ہمارا دشمن باطل پر نہیں ہے؟ آپؐ نے فرمایا، ہاں تم ٹھیک کہتے ہو۔ میں نے عرض کیا پھر ہم کیوں اتنا دب کر صلح کریں؟ آپؐ نے فرمایا میں اللہ کا رسول ہوں، اس کی نافرمانی نہیں کر سکتا اور وہی میرا مددگار ہے۔

---

[1] اخرجه البخاری فی التفسیر وقد رواه البخاری ایضا فی مواضع اخر و مسلم والنسائی من طرق اخر عن سهل بن حنیف به [2] كذافي التفسير لابن كثير (ج ۴ ص ۲۰۰)

میں نے کہا کیا آپؐ نے ہم سے یہ نہیں فرمایا تھا کہ ہم بیت اللہ جا کر اس کا طواف کریں گے؟ آپؐ نے فرمایا ہاں میں نے کہا تھا لیکن کیا میں نے تم کو یہ بھی کہا تھا کہ ہم اسی سال بیت اللہ جائیں گے؟ میں نے عرض کیا نہیں۔ آپؐ نے فرمایا تم بیت اللہ ضرور جاؤ گے اور اس کا طواف کرو گے۔ حضرت عمرؓ فرماتے ہیں کہ میں حضرت ابوبکرؓ کے پاس گیا اور ان سے کہا اے ابوبکر! کیا یہ اللہ کے برحق نبی نہیں ہیں؟ انھوں نے کہا، ہیں۔ میں نے کہا کیا ہم حق پر اور ہمارا دشمن باطل پر نہیں ہے؟ انھوں نے کہا، تم ٹھیک کہتے ہو۔ میں نے کہا پھر ہم کیوں اتنا دب کر صلح کریں؟ حضرت ابوبکرؓ نے کہا اے آدمی! وہ اللہ کے رسول ہیں اور وہ اللہ کی نافرمانی نہیں کر سکتے اور اللہ ان کا مددگار ہے تم ان کا دامن مضبوطی سے تھامے رکھو۔ اللہ کی قسم! وہ حق پر ہیں، میں نے کہا کیا انھوں نے ہم سے یہ نہیں فرمایا تھا کہ ہم بیت اللہ جا کر اس کا طواف کریں گے؟ انھوں نے کہا، ہاں۔ انھوں نے کہا تھا لیکن کیا انھوں نے تم سے یہ بھی کہا تھا کہ تم اسی سال بیت اللہ جاؤ گے؟ میں نے کہا، نہیں۔ انھوں نے کہا تم بیت اللہ ضرور جاؤ گے اور اس کا طواف کرو گے۔ حضرت عمرؓ فرماتے ہیں میں نے اپنی اس گستاخی کی معافی کے لئے بہت سے اعمال خیر کئے۔

حضرت انس بن مالکؓ فرماتے ہیں کہ حدیبیہ سے واپسی پر نبی کریمؐ پر یہ آیت نازل ہوئی۔ لِيَغْفِرَ لَكَ اللّٰهُ مَا تَقَدَّمَ مِنْ ذَنْبِكَ وَمَا تَأَخَّرَ (سورت فتح آیت ۲) ترجمہ ''تاکہ اللہ تعالیٰ آپ کی سب اگلی پچھلی خطائیں معاف فرما دے'' حضورؐ نے فرمایا آج مجھ پر ایک آیت نازل ہوئی ہے جو مجھے روئے زمین کی تمام چیزوں سے زیادہ محبوب ہے۔ پھر حضورؐ نے صحابہ کو یہ آیت سنائی۔ صحابہ نے کہا اے اللہ کے نبی! آپ کو یہ خوشخبری مبارک ہو۔ اللہ تعالیٰ نے بتا دیا ہے کہ وہ آپ کے ساتھ کیا معاملہ فرمائیں گے لیکن یہ نہ پتہ چلا کہ اللہ تعالیٰ ہمارے ساتھ کیا معاملہ فرمائیں گے؟ اس پر حضورؐ پر یہ آیت نازل ہوئی۔ لِيُدْخِلَ الْمُؤْمِنِيْنَ وَالْمُؤْمِنٰتِ جَنّٰتٍ تَجْرِيْ مِنْ تَحْتِهَا الْاَنْهٰرُ سے لے کر فوزا عظیما تک (سورۃ فتح آیت ۵) ترجمہ تاکہ اللہ تعالیٰ مسلمان مردوں اور مسلمان عورتوں کو ایسی بہشت میں داخل کرے جن کے نیچے نہریں جاری ہوں گی جن میں ہمیشہ کو رہیں گے اور تاکہ ان کے گناہ دور کر دے اور یہ اللہ کے نزدیک بڑی کامیابی ہے۔[1]

حضرت انسؓ فرماتے ہیں کہ حدیبیہ سے واپسی میں یہ آیت حضورؐ پر نازل ہوئی اِنَّا فَتَحْنَا لَكَ فَتْحًا مُّبِيْنًا (سورۃ فتح آیت ۱) ترجمہ: بے شک ہم نے آپ کو ایک کھلم کھلا فتح دی۔ ''حضورؐ کے صحابہؓ کو (بیت اللہ کے قریب پہنچ کر) عمرہ کرنے سے روک دیا گیا تھا اور حضورؐ اور صحابہؓ نے حدیبیہ میں قربانی کے جانور ذبح کر دیئے تھے اور سب پر بہت زیادہ رنج و غم طاری تھا۔ حضورؐ نے فرمایا مجھ پر ایک ایسی آیت نازل ہوئی ہے جو مجھے ساری دنیا سے زیادہ محبوب ہے اور پھر

---

[1] اخرجه احمد و اخرجه الشيخان عن انس كما في التفسير لابن كثير (ج ۴ ص ۱۸۳)

حضورؐ نے یہ آیتیں پڑھ کر سنائیں اِنَّا فَتَحْنَا لَکَ فَتْحًا مُّبِیْنًا ۝ لِّیَغْفِرَ لَکَ اللّٰہُ مَا تَقَدَّمَ مِنْ ذَنْبِکَ وَمَا تَاَخَّرَ سے لے کر عزیزا ۝ تک۔ حضورؐ کے صحابہ نے عرض کیا اے اللہ کے نبی! آپ کو مبارک ہو۔ آگے پچھلی حدیث جیسا مضمون ذکر کیا ہے۔[۱]

حضرت مجمع بن جاریہ انصاریؓ پورا قرآن پڑھے ہوئے قاریوں میں سے تھے وہ فرماتے ہیں کہ ہم صلح حدیبیہ کے وقت موجود تھے جب ہم وہاں سے واپس ہوئے تو لوگ اونٹوں کو دوڑا رہے تھے کچھ لوگوں نے دوسروں سے پوچھا کہ ان لوگوں کو کیا ہوا؟ (یہ اونٹ اتنے تیز کیوں دوڑا رہے ہیں) ان لوگوں نے بتایا کہ حضورؐ پر وحی نازل ہوئی ہے تو ہم بھی ان لوگوں کے ساتھ سواریاں تیز دوڑانے لگے۔ جب حضورؐ کے پاس پہنچے تو حضورؐ کراع الغمیم مقام کے نزدیک اپنی سواری پر تشریف فرما تھے۔ آہستہ آہستہ لوگ آپؐ کے پاس جمع ہو گئے۔ پھر آپؐ نے اِنَّا فَتَحْنَا لَکَ فَتْحًا مُّبِیْنًا پڑھ کر سنائی۔ حضورؐ کے پاس صحابہ میں سے ایک صحابی نے عرض کیا یا رسول اللہ! کیا یہ فتح تھی؟ حضورؐ نے فرمایا ہاں اس ذات کی قسم جس کے قبضے میں محمد کی جان ہے یہ یقیناً زبردست فتح تھی۔ آگے اور بھی حدیث ہے۔[۲]

حضرت براءؓ فرماتے ہیں کہ تم لوگ فتح مکہ کو بڑی فتح سمجھتے ہو۔ فتح مکہ بھی بڑی فتح ہے لیکن ہم صلح حدیبیہ کے دن جو بیعت الرضوان ہوئی تھی اسے سب سے بڑی فتح سمجھتے ہیں۔ آگے اور بھی حدیث ہے۔[۳] حضرت جابرؓ فرماتے ہیں ہم بڑی فتح صرف صلح حدیبیہ کو ہی شمار کرتے تھے۔

حضرت قیس بن حجاجؒ اپنے ایک استاد سے نقل کرتے ہیں کہ جب مسلمانوں نے مصر فتح کر لیا اور مصری مہینوں میں سے بونہ نامی مہینہ شروع ہو گیا تو مسلمانوں کے امیر حضرت عمرو بن عاصؓ کے پاس مصر والے آئے اور انھوں نے کہا اے امیر صاحب! ہمارے اس دریائے نیل کے جاری رہنے کے لئے ایک پرانی رسم ہے وہ رسم ہم ادا نہ کریں تو دریائے نیل کا پانی خشک ہو جاتا ہے۔ حضرت عمروؓ نے فرمایا وہ رسم کیا ہے؟ مصر والوں نے کہا وہ رسم یہ ہے جب اس (بونہ) مہینے کی بارہ تاریخ ہو جاتی ہے تو ہم ایک کنواری لڑکی کو تلاش کرتے ہیں جو اپنے ماں باپ کے پاس رہتی ہو۔ اس کے ماں باپ کو (بہت سا مال دے کر) راضی کرتے ہیں۔ پھر اس لڑکی کو سب سے عمدہ زیور اور کپڑے پہناتے ہیں اور پھر اسے دریائے نیل میں ڈال دیتے ہیں۔ حضرت عمروؓ نے ان سے فرمایا یہ کام اسلام میں نہیں ہو سکتا۔ اسلام اپنے سے پہلے کے تمام غلط کاموں کو ختم کر دیتا ہے۔ وہ مصری لوگ بونہ مہینے میں وہاں ہی رہے دریائے نیل میں پانی بالکل نہیں تھا۔ بالآخر

۱۔ عند ابن جریر (ج ۲۶ ص ۴۴) ۲۔ اخرجه احمد ورواه ابوداؤد في الجهاد كما في التفسير لابن كثير (ج ۴ ص ۱۸۳) ۳۔ اخرجه البخاري كما في التفسير لابن كثير (ج ۴ ص ۱۸۲) واخرجه ابن جرير في تفسيره (ج۲۶ ص۴۴) عن البراء نحوه

مصریوں نے مصر چھوڑ کر جانے کا ارادہ کرلیا۔ حضرت عمروؓ نے حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ کو خط میں یہ ساری تفصیل لکھ کر بھیجی حضرت عمرؓ نے جواب میں یہ لکھا کہ تم نے جو کیا وہ بالکل ٹھیک ہے اور میں اس خط کے ساتھ ایک پرچہ بھیج رہا ہوں اسے دریائے نیل میں ڈال دو۔ پھر آگے اور حدیث بھی ہے جیسے کہ تائیدات غیبیہ کے باب میں دریاؤں کے مسخر ہونے کے ذیل میں آئے گی۔ اس کے آخر میں یہ ہے کہ حضرت عمروؓ نے وہ پرچہ دریائے نیل میں ڈال دیا۔ (یہ جمعہ کا دن تھا) ہفتہ کے دن صبح کو لوگوں نے جا کر دیکھا تو وہ حیران رہ گئے کہ ایک ہی رات میں اللہ تعالیٰ نے دریائے نیل میں سولہ ہاتھ پانی چڑھا دیا تھا اور یوں اللہ تعالیٰ نے مصر والوں کو اس غلط رسم کو ختم کرادیا۔ اور آج تک وہ رسم ختم ہے (اس کے بغیر ہی دریائے نیل میں مسلسل پانی چل رہا ہے۔)[۱]

حضرت سہم بن منجابؒ کہتے ہیں کہ ہم حضرت علاء بن حضرمیؓ کے ساتھ ایک غزوے میں گئے ہم چلتے چلتے دارین (جزیرے) کے پاس پہنچ گئے۔ ہمارے اور دارین والوں کے درمیان سمندر تھا۔ حضرت علاءؓ نے یہ دعا مانگی **یا علیم یا حلیم یا علی یا عظیم** ! ہم تیرے بندے ہیں اور تیرے راستہ میں ہیں تیرے دشمن سے جنگ کرنے آئے ہیں۔ اے اللہ! دشمن تک پہنچنے کا ہمارے لئے راستہ بنادے۔ اس کے بعد حضرت علاءؓ ہمیں لے کر سمندر میں اتر گئے اور ہم بھی ان کے ساتھ گھس گئے لیکن سمندر کا پانی ہماری زین کے نمدوں تک بھی نہیں پہنچا اور ہم لوگ ان تک پہنچ گئے۔[۲] حضرت ابو ہریرہؓ سے بھی اس جیسی حدیث منقول ہے۔ اس میں یہ مضمون بھی ہے کہ کسریٰ کے گورنر ابن مکعبر نے جب ہمیں (یوں سمندر پر چل کر آتے ہوئے) دیکھا تو اس نے کہا نہیں اللہ کی قسم! ہم ان لوگوں سے نہیں لڑ سکتے (ان کے ساتھ اللہ کی غیبی مدد ہے)۔ پھر وہ کشتی میں بیٹھ کر فارس چلا گیا۔[۳] اور عنقریب جنگ قادسیہ کے دن حضرت سعد بن ابی وقاصؓ کے دریائے دجلہ پار کرنے کے بارے میں احادیث آئیں گی اور ان میں حضرت حجر بن عدیؓ کا یہ قول بھی آئے گا کہ آپ لوگوں کو پار کر کے دشمن تک پہنچنے سے صرف پانی کی یہ بوند یعنی دریائے دجلہ روک رہا ہے پھر یہ آیت پڑھی: وَمَا كَانَ لِنَفْسٍ اَنْ تَمُوْتَ اِلَّا بِاِذْنِ اللّٰهِ كِتَابًا مُّؤَجَّلًا ۔ (سورۃ آل عمران آیت ۱۴۵) ترجمہ "اور کسی شخص کو موت آنا ممکن نہیں بدون حکم اللہ تعالیٰ کے، اس طور سے کہ اس کی میعاد معین لکھی ہوئی رہتی ہے" پھر حضرت حجر بن عدیؓ نے اپنا گھوڑا دریائے دجلہ میں ڈال دیا۔ جب انہوں نے ڈالا تو تمام لوگوں نے اپنے جانور دریا میں ڈال دیئے۔ جب دشمن کے

۱۔ اخرجه الحافظ ابو القاسم اللالكائي في السنة و اخرجه ايضا ابن عساكر و ابو الشيخ وغيرهما ۲۔ اخرجه ابو نعيم في الحلية (ج ۱ ص ۷) ۳۔ اخرجه ابو نعيم ايضا (ج ۱ ص ۸) و اخرجه ابو نعيم في الدلائل (ص ۲۰۸) عن ابي هريرةؓ والطبراني عنه وابن ابي الدنيا عن سهم بن منجاب والبيهقي عن انس رضي الله عنه كما ستاتي احاديث هولاء في تسخير البحار

لوگوں نے ان کو (یوں دریا پر چل کر) آتے ہوئے دیکھا تو وہ کہنے لگے ''دیو آگئے، دیو آگئے، ''اور دشمن کے لوگ (آخرکار) بھاگ گئے۔ لے

حضرت معاویہ بن حرملؓ کہتے ہیں کہ ایک مرتبہ (مدینہ منورہ کے پتھریلے میدان) حرہ میں آگ نکلی تو حضرت عمرؓ حضرت تمیمؓ کے پاس گئے اور ان سے فرمایا کہ اٹھو اور اس آگ کا انتظام کرو۔ حضرت تمیمؓ نے کہا اے امیر المومنین! میں کون ہوں؟ میں کیا ہوں؟ (تواضع کرنے لگے) حضرت عمرؓ ان پر اصرار کرتے رہے یہاں تک کہ حضرت تمیمؓ کھڑے ہوگئے اور دونوں آگ کی طرف چل پڑے اور میں ان کے پیچھے چلنے لگا۔ وہاں پہنچ کر حضرت تمیمؓ آگ کو اپنے ہاتھ سے دھکا دیتے رہے کہ وہ آگ (اس) گھاٹی میں داخل ہوگئی (جس میں سے نکل کر آئی تھی) اور آگ کے پیچھے حضرت تمیمؓ بھی گھاٹی کے اندر چلے گئے۔ یہ دیکھ کر حضرت عمرؓ فرمانے لگے کہ جس نے یہ منظر نہیں دیکھا وہ دیکھنے والے کے برابر نہیں ہوسکتا (کیونکہ اسے دیکھ کر ایمان تازہ ہوگیا ہے) ۲ے

بحرین کے ایک صاحب ابوسکینہؒ نبی کریم ﷺ کے ایک صحابیؓ سے روایت کرتے ہیں کہ جب نبی کریم ﷺ نے خندق کھودنے کا حکم دیا تو (خندق کھودتے ہوئے) صحابہؓ کے سامنے ایک چٹان آگئی جس نے صحابہؓ کو خندق کھودنے سے روک دیا۔ حضورؐ خندق کے ایک کنارے پر چادر رکھ کر کھڑے ہوئے اور کدال لے کر یہ آیت پڑھی: وتمت کلمۃ ربک صدقا وعدلا لا مبدل لکلمٰتہ وھو السمیع العلیم (سورۃ انعام آیت ۱۱۵) ترجمہ ''اور آپ کے رب کا کلام واقفیت اور اعتدال کے اعتبار سے کامل ہے۔ اس کے کلام کا کوئی بدلنے والا نہیں اور وہ خوب سن رہے ہیں خوب جان رہے ہیں۔'' اور آپؐ نے زور سے کدال چٹان پر ماری اس سے چٹان کا تہائی حصہ ٹوٹ کر گر پڑا۔ حضرت سلمان فارسیؓ کھڑے ہوئے دیکھ رہے تھے۔ حضور ﷺ کے کدال مارنے کے ساتھ ایک چمک ظاہر ہوئی پھر آپؐ نے دوبارہ وہی آیت پڑھ کر کدال ماری تو چٹان کا دوسرا تہائی حصہ بھی ٹوٹ کر گر پڑا اور پھر دوبارہ ایک چمک ظاہر ہوئی جسے حضرت سلمانؓ نے دیکھا حضور ﷺ نے تیسری مرتبہ وہی آیت پڑھ کر کدال ماری تو چٹان کا آخری تیسرا حصہ بھی ٹوٹ کر گر پڑا پھر حضور ﷺ خندق سے باہر تشریف لائے اور اپنی چادر لے کر بیٹھ گئے۔ حضرت سلمانؓ نے عرض کیا یا رسول اللہ! میں نے دیکھا کہ آپ جب بھی چٹان پر چوٹ مارتے تو اس کے ساتھ ایک چمک ظاہر ہوتی۔ نبی کریم ﷺ نے فرمایا اے سلمان! کیا تم نے اسے دیکھ لیا؟ حضرت سلمانؓ نے عرض کیا یا رسول اللہ! اس ذات کی قسم جس نے آپ کو حق دے کر بھیجا ہے، ہاں میں نے اسے دیکھا ہے۔ حضور ﷺ نے فرمایا جب میں نے پہلی دفعہ چوٹ ماری تھی تو اس وقت کسریٰ کا شہر مدائن اور

۱ے اخرجہ ابن ابی حاتم عن حبیب بن ظبیان ۲ے اخرجہ ابو نعیم فی الدلائل ص ۲۱۲ و اخرجہ البیھقی والبغوی کذا فی سیاتی فی التائیدات الغیبیۃ فی اطاعۃ النیران

اس کے آس پاس کے علاقے اور بہت سارے شہر میرے سامنے ظاہر کر دیئے گئے جنہیں میں نے دیکھا۔ وہاں جو صحابہؓ اس وقت موجود تھے انہوں نے حضور ﷺ کی خدمت میں عرض کیا یا رسول اللہ! آپ اللہ سے یہ دعا کریں کہ وہ یہ تمام شہر فتح کر کے ہمیں دے دے اور ان کی اولاد کو ہمارے لئے مال غنیمت بنا دے اور ان کے شہروں کو ہمارے ہاتھوں اجاڑ دے؛ چنانچہ آپ ؐ نے یہ دعا فرمائی اور فرمایا پھر میں نے دوسری مرتبہ چوٹ ماری تو قیصر کے شہر اور آس پاس کے علاقے میرے سامنے ظاہر کر دیئے گئے جنہیں میں نے اپنی آنکھوں سے دیکھا۔ صحابہؓ نے عرض کیا یا رسول اللہ! آپ اللہ سے یہ دعا کریں کہ وہ یہ تمام علاقے فتح کر کے ہمیں دے دے اور ان کی اولاد کو ہمارے لئے مال غنیمت بنا دے اور ان کے شہروں کو ہمارے ہاتھوں اجاڑ دے، چنانچہ آپ ؐ نے یہ دعا فرمائی اور فرمایا پھر میں نے تیسری مرتبہ چوٹ ماری تو حبشہ کے شہر اور اس کے آس پاس کے علاقے میرے سامنے ظاہر کیئے گئے جنہیں میں نے اپنی آنکھوں سے دیکھا پھر حضور ﷺ نے فرمایا جب تک حبشہ والے تمہیں چھوڑے رکھیں تم بھی انہیں چھوڑے رکھو اور جب تک ترک تمہیں چھوڑے رکھیں تم بھی انہیں چھوڑے رکھو۔ یہ حکم شروع میں تھا بعد میں یہ حکم منسوخ ہو گیا۔ (اور ہر ملک میں جانے کا حکم آ گیا) [1] حضرت عمرو بن عوف مزنیؓ ایک حدیث ذکر فرماتے ہیں جسمیں یہ مضمون ہے کہ پھر حضور ﷺ تشریف لائے اور حضرت سلمانؓ سے کدال لے کر اس زور سے ماری کہ چٹان ٹکڑے ٹکڑے ہو گئی اور اس میں سے ایک روشنی نکلی جس سے سارا مدینہ روشن ہو گیا اور ایسے لگا کہ جیسے اندھیری رات میں چراغ جل رہا، حضور اکرمؐ نے ایسے تکبیر کہی جیسے دشمن پر فتح کے وقت کہی جاتی ہے اور مسلمانوں نے بھی تکبیر کہی اور حضورؐ نے دوبارہ کدال ماری تو پھر ایسے ہی ہوا۔ حضورؐ نے تیسری مرتبہ کدال ماری تو پھر ایسے ہی ہوا۔ پھر حضرت سلمانؓ اور مسلمانوں نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے اس کا تذکرہ کیا۔ اور اس روشنی کے بارے میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے پوچھا حضور ﷺ نے فرمایا پہلی چوٹ لگانے سے میرے سامنے حیرہ مقام کے محل اور کسریٰ کا مدائن ایسے روشن ہو گیا جیسے کتے کے نوکدار دانت چمکتے ہیں اور حضرت جبرائیلؑ نے مجھے بتایا کہ میری امت ان پر غلبہ حاصل کرے گی اور دوسری چوٹ لگانے سے روم کے سرخ محل ایسے روشن ہو گئے جیسے کہ کتے کے نوکدار دانت چمکتے ہیں اور حضرت جبرائیل علیہ السلام نے مجھے بتایا کہ میری امت ان پر غلبہ حاصل کرے گی اور تیسری مرتبہ چوٹ لگانے سے صنعا کے محل ایسے روشن ہو گئے جیسے کہ کتے کے نوکدار دانت چمکتے ہیں۔ اور حضرت جبرائیلؑ نے مجھے بتایا کہ میری امت ان پر غلبہ حاصل کر لے گی، اس لئے تم سب خوشخبری حاصل کر و یہ سن کر تمام مسلمان بہت خوش ہوئے اور انہوں نے کہا الحمد للہ سچا وعدہ ہے اور جب کفار کی جماعتیں خندق پر پہنچیں تو مسلمانوں نے کہا یہ تو وہ ہو رہا

---

[1] اخرجه النسائي قال ابن كثير في البداية (ج ۴ص ۱۰۲) هكذا رواه النسائي مطولا وانما روى منه ابو داؤد دعوا الحبشة ما ودعوكم واتركوا الترك ما تركوكم. انتهى

ہے جس کی ہمیں اللہ اور اس کے رسولؐ نے خبر دی تھی اور اللہ تعالیٰ اور اس کے رسولؐ نے سچ فرمایا تھا (اس پر اللہ تعالیٰ نے فرمایا) اس واقعہ نے مسلمانوں کے ایمان اور اطاعت کو اور بڑھا دیا اور منافقوں نے کہا تمہارے رسول تمہیں یہ بتا رہے ہیں کہ وہ یثرب یعنی مدینہ سے ہی حیرہ کے محل اور کسریٰ کا مدائن دیکھ رہے ہیں اور وہ فتح ہو کر تمہیں ملیں گے اور تمہارا حال یہ ہے کہ تم لوگ خندق کھود رہے ہو اور تم لوگ تو میدان میں ان کے سامنے جا ہی نہیں سکتے۔ اس پر منافقوں کے بارے میں یہ آیت نازل ہوئی: وَاِذْ يَقُوْلُ الْمُنٰفِقُوْنَ وَالَّذِيْنَ فِيْ قُلُوْبِهِمْ مَّرَضٌ مَّا وَعَدَنَا اللّٰهُ وَرَسُوْلُهٗۤ اِلَّا غُرُوْرًا (سورۃ احزاب آیت ۱۲) ترجمہ: ”اور جبکہ منافقین اور وہ لوگ جن کے دلوں میں مرض ہے یوں کہہ رہے تھے کہ ہم سے تو اللہ نے اور اس کے رسولؐ نے محض دھوکہ ہی کا وعدہ کر رکھا ہے۔[۱]

تائیدات غیبیہ کے باب میں غزوات میں کھانے کی برکت کے عنوان میں حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما کی ایک لمبی حدیث آرہی ہے جس میں یہ ہے کہ حضورؐ نے فرمایا مجھے چھوڑو، سب سے پہلے میں اس پتھر پر چوٹ ماروں گا، چنانچہ آپؐ نے بسم اللہ پڑھی اور اس پتھر پر ایسی چوٹ ماری جس سے اس کا ایک تہائی حصہ ٹوٹ کر گر گیا اور آپؐ نے فرمایا، اللہ اکبر! رب کعبہ کی قسم! روم کے محلات! آپؐ نے پھر اس پر ایسی چوٹ ماری جس سے ایک اور ٹکڑا ٹوٹ کر گر پڑا آپؐ نے فرمایا اللہ اکبر! رب کعبہ کی قسم! فارس کے محلات! اس پر منافقوں نے کہا کہ ہم تو (اپنی جان بچانے کے لئے) اپنے اردگرد خندق کھود رہے ہیں اور یہ ہم سے فارس اور روم کے محلات کا وعدہ کر رہے ہیں۔[۲]

اور عنقریب تائیدات غیبیہ کے باب میں زہر کے اثر نہ ہونے کے عنوان میں یہ مضمون آئے گا کہ حضرت خالد رضی اللہ عنہ نے زہر پیا اور فرمایا کوئی انسان اپنے وقت سے پہلے نہیں مر سکتا اور یہ بھی آئے گا کہ عمروؓ نے کہا اے عربوں کی جماعت! جب تک تمہارے طبقہ (صحابہؓ) کا ایک فرد بھی باقی رہے گا تم جس کام یا ملک کا ارادہ کرو گے اس کے مالک بن جاؤ گے اور یہ بھی آئے گا کہ عمروؓ نے حیرہ والوں سے کہا میں نے آج جیسا واضح دلیل والا دن کبھی نہیں دیکھا اور نصرت خداوندی کے اسباب کے باب میں آئے گا کہ حضرت ثابت بن اقرمؓ نے کہا اے ابوہریرہ! ایسے لگ رہا ہے کہ آپ دشمن کی بہت زیادہ فوجیں دیکھ رہے ہیں (حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ کہتے ہیں) میں نے کہا جی ہاں۔ حضرت ثابت نے کہا آپ ہمارے ساتھ جنگ بدر میں شریک نہیں ہوئے تھے (اللہ کی طرف سے) ہماری مدد تعداد کی کثرت کی وجہ سے نہیں ہوتی (وہ تو ایمان و اعمال اور داعیانہ جذبات کی وجہ سے ہوتی ہے) اور یہ بھی آئے گا کہ ایک آدمی نے حضرت خالدؓ

۱۔ اخرجه ابن جرير قال ابن كثير في البداية (ج ۴ ص ۱۰۰) وهذا حديث غريب

۲۔ اخرجه الطبراني قال الهيثمي (ج ۶ ص ۱۳۲) رجاله رجال الصحيح غير عبدالله بن احمد بن حنبل ونعيم العنبري و هما ثقتان انتهى.

سے کہا آج رومی کتنے زیادہ اور مسلمان کتنے کم ہیں۔ حضرت خالدؓ نے کہا نہیں رومی کتنے کم اور مسلمان کتنے زیادہ ہیں۔ لشکر نصرت خداوندی سے زیادہ ہوتے ہیں اور نصرت خداوندی سے محروم ہوں تو کم ہو جاتے ہیں۔ کثرت اور قلت کا دارو مدار انسانوں کی تعداد پر نہیں ہے اللہ کی قسم! میری تمنا ہے کہ میرا اشقر نامی گھوڑا تندرست ہو جائے اور رومیوں کی تعداد دگنی ہو جائے اور یہ بھی آ ئے گا کہ حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے حضرت عمرو بن العاص رضی اللہ عنہ کو یہ خط لکھا: امابعد! تمہارا خط میرے پاس آیا جس میں تم نے لکھا ہے کہ رومیوں کے لشکر بہت زیادہ جمع ہو گئے ہیں۔ یاد رکھو! اللہ تعالیٰ نے اپنے نبیؐ کے ساتھ ہماری مدد سامان کی کثرت اور لشکروں کی کثرت کی وجہ سے نہیں کی تھی۔ ہم حضورؐ کے ساتھ غزوے میں جایا کرتے تھے اور ہمارے ساتھ صرف دو گھوڑے ہوتے تھے اور بعض غزوات میں اونٹ اتنے کم ہوتے تھے کہ ہم باری باری ان پر سوار ہوتے تھے۔ اور جنگ احد کے دن ہم حضورؐ کے ساتھ تھے، ہمارے پاس صرف ایک گھوڑا تھا جس پر حضورؐ سوار تھے اور اللہ تعالیٰ ہمارے تمام مخالفوں کے خلاف ہماری پشت پناہی کرتے تھے اور پہلے یہ بھی گزر چکا ہے کہ حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے بڑے سخت حالات کے باوجود حضرت اسامہؓ کا لشکر روانہ فرمایا تھا، ہر طرف سے عرب ان پر ٹوٹ پڑے تھے (چند قبائل کے سوا) سارے عرب والے مرتد ہو گئے تھے اور نفاق ظاہر ہو گیا تھا اور یہودیت اور نصرانیت گردن اٹھانے لگی تھی اور چونکہ حضورؐ کے حادثہ انتقال کا صدمہ تازہ تھا اور صحابہؓ کی تعداد کم اور دشمن کی تعداد زیادہ تھی اس وجہ سے صحابہؓ کی حالت اس بکری جیسی تھی جو سخت سردی والی رات میں بارش میں بھیگ گئی ہو اور صحابہؓ نے حضرت ابوبکرؓ کو یہ مشورہ دیا تھا کہ وہ حضرت اسامہؓ کے لشکر کو روک لیں لیکن حضرت ابوبکرؓ چونکہ صحابہؓ میں سب سے زیادہ سمجھدار اور دور اندیش تھے اس وجہ سے انھوں نے کہا کیا میں اس لشکر کو روک لوں جسے رسول اللہؐ نے بھیجا؟ اگر میں ایسا کروں تو یہ میری بہت بڑی جسارت ہوگی۔ اس ذات کی قسم! جس کے قبضہ میں میری جان ہے سارے عرب مجھ پر ٹوٹ پڑیں یہ مجھے اس سے زیادہ پسند ہے کہ میں اس لشکر کو جانے سے روک دوں جسے حضورؐ نے روانہ فرمایا تھا، اے اسامہ! تم اپنے لشکر کو لے کر وہاں جاؤ جہاں جانے کا تمہیں حکم ہوا تھا اور فلسطین کے جس علاقہ میں جا کر لڑنے کا حضورؐ نے تمہیں حکم دیا تھا وہاں جا کر اہل موتہ سے لڑو، تم جنہیں یہاں چھوڑ کر جا رہے ہو اللہ ان کے لئے کافی ہے۔ اور غزوہ موتہ کے دن کے بیان میں یہ گزر چکا ہے کہ جب دشمن کی تعداد دو لاکھ ہو گئی تو حضرت عبداللہ بن رواحہ رضی اللہ عنہ نے کہا اے میری قوم! اللہ کی قسم! جس شہادت کو تم پسند نہیں کر رہے ہو (حقیقت میں) تم اسی کی تلاش میں نکلے ہو۔ ہم لوگوں سے جنگ تعداد، طاقت اور کثرت کی بنیاد پر نہیں کرتے بلکہ ہم تو لوگوں سے جنگ اس دین کی بنیاد پر کرتے ہیں جس کے ذریعے اللہ نے ہمیں عزت عطا فرمائی ہے، لہٰذا چلو دو کامیابیوں میں سے ایک

کامیابی تو ضرور ملے گی یا تو دشمن پر غلبہ یا اللہ کے راستہ کی شہادت۔ اس پر لوگوں نے کہا اللہ کی قسم! ابن رواحہؓ نے بالکل ٹھیک کہا ہے۔ اس بارے میں صحابہؓ کے کتنے قصے اس کتاب میں جگہ جگہ موجود ہیں بلکہ احادیث غزوات اور سیرت کی کتابوں میں بھی کثرت سے موجود ہیں، لہٰذا انہیں دوبارہ ذکر کر کے ہم اس کتاب کو مزید لمبا نہیں کرنا چاہتے۔

ایمان کی حقیقت اور اس کا کمال

حضرت انسؓ فرماتے ہیں کہ ایک دن حضورؐ مسجد میں تشریف لے گئے تو وہاں حضرت حارث بن مالکؓ سو رہے تھے۔ حضورؐ نے ان کو پاؤں سے ہلایا اور فرمایا اپنا سر اٹھاؤ۔ انھوں نے سر اٹھا کر کہا یا رسول اللہ! میرے ماں باپ آپ پر قربان ہوں۔ حضورؐ نے فرمایا، اے حارث بن مالک! تم نے کس حال میں صبح کی؟ انھوں نے عرض کیا یا رسول اللہ! میں نے پکا سچا مومن ہونے کی حالت میں صبح کی ہے۔ حضورؐ نے فرمایا ہر حق بات کی کوئی حقیقت ہوا کرتی ہے جو تم کہہ رہے ہو اس کی حقیقت کیا ہے؟ حضرت حارثؓ نے عرض کیا میں نے اپنے آپ کو دنیا سے ہٹا لیا اور دن کو میں پیاسا رہتا ہوں یعنی روزہ رکھتا ہوں اور رات کو جاگتا ہوں اور مجھے ایسے معلوم ہوتا ہے کہ جیسے میں اپنے رب کے عرش کو دیکھ رہا ہوں اور جنت والوں کو جنت میں ایک دوسرے کی زیارت کرتے ہوئے دیکھ رہا ہوں اور جہنم والوں کو ایک دوسرے پر بھونکتے ہوئے دیکھ رہا ہوں۔ حضورؐ نے ان سے فرمایا اللہ تعالیٰ نے تمہارا دل نورانی بنا دیا ہے اور تم نے (ایمان کی حقیقت کو) پہچان لیا ہے، لہٰذا تم اس (ایمانی کیفیت) پر پکے رہو۔[1] ایک روایت میں یہ ہے کہ حضورؐ نے فرمایا تم نے (حقیقت کو) دیکھ لیا ہے اب اس کو مضبوطی سے پکڑ لو۔ پھر حضورؐ نے فرمایا، اس بندے کے دل میں اللہ نے ایمان کو روشن کیا ہے۔ انھوں نے عرض کیا اے اللہ کے نبی! آپ میرے لئے اللہ سے شہادت کی دعا فرما دیں۔ حضورؐ نے دعا فرما دی، چنانچہ ایک دن اعلان ہوا کہ اے اللہ کے سوارو! (گھوڑوں پر) سوار ہو جاؤ۔ اس پر یہی سب سے پہلے سوار ہوئے اور یہی سب سے پہلے شہید ہوئے۔[2]

حضرت انسؓ فرماتے ہیں کہ ایک دن حضورؐ تشریف لے جا رہے تھے کہ سامنے سے ایک انصاری نوجوان آئے۔ حضورؐ نے ان سے فرمایا اے حارث! تم نے کس حال میں صبح کی؟ انھوں نے عرض کیا میں نے اللہ پر پختہ ایمان لانے کی حالت میں صبح کی ہے۔ حضورؐ نے فرمایا تم دیکھ لو، کیا کہہ رہے ہو؟ کیونکہ ہر قول کی حقیقت ہوا کرتی ہے۔ انھوں نے عرض کیا یا رسول اللہ! میں نے

۱؎ اخرجه ابن عساكر و اخرجه العسكرى فى الامثال عن انس نحوه الاانه سماه حارثة بن النعمان ۔ ۲؎ كذافى منتخب الكنز (ج ۵ ص ۱۲۰)

اپنا دل دنیا سے ہٹالیا ہے پھر آگے عسکری جیسی حدیث ذکر کی ہے اور مزید کچھ اور مضمون بھی ہے۔[1] اور ایک روایت میں یہ ہے کہ حضورؐ نے فرمایا ہر قول کی کوئی حقیقت ہوا کرتی ہے تمہارے ایمان کی کیا حقیقت ہے؟[2]

حضرت انس بن مالکؓ فرماتے ہیں ایک مرتبہ حضرت معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ حضورؐ کی خدمت میں حاضر ہوئے۔ حضورؐ نے فرمایا تم نے کس حال میں صبح کی؟ حضرت معاذؓ نے عرض کیا میں نے آپ پر ایمان لانے کی حالت میں صبح کی، حضورؐ نے فرمایا ہر بات کی سچائی کی کوئی دلیل ہوتی ہے اور ہر حق بات کی ایک حقیقت ہوتی ہے تمہاری بات کی سچائی کی کیا دلیل ہے؟ حضرت معاذؓ نے عرض کیا اے اللہ کے نبی! جب بھی صبح ہوتی ہے میں یہ سمجھتا ہوں کہ میں شام نہیں کرسکوں گا اور جب بھی شام ہوتی ہے میں یہ سمجھتا ہوں کہ میں صبح نہیں کرسکوں گا اور جب بھی کوئی قدم اٹھاتا ہوں تو یہ گمان کرتا ہوں کہ میں دوسرا قدم نہیں اٹھاسکوں گا اور گویا کہ میں ان تمام امتوں کی طرف دیکھ رہا ہوں جو گھٹنوں کے بل بیٹھی ہوئی ہیں اور انہیں ان کے اعمال نامے کی طرف بلایا جارہا ہے اور ان کے ساتھ ان کے نبی بھی ہیں۔ اور ان کے ساتھ وہ بت بھی ہیں جن کی وہ اللہ کے علاوہ عبادت کیا کرتے تھے اور گویا کہ میں جہنم والوں کی سزا اور جنت والوں کے اجر وثواب کو دیکھ رہا ہوں۔ حضورؐ نے فرمایا تم نے (ایمان کی حقیقت) پہچان لی، اب اسی پر جمے رہنا۔[3] اللہ اور اس کے رسولؐ کی طرف دعوت دینے کے باب میں حضرت سوید بن حارث رضی اللہ عنہ کی یہ حدیث گزر چکی ہے کہ وہ فرماتے ہیں کہ میں اپنی قوم کے سات آدمیوں کا وفد لے کر حضورؐ کی خدمت میں گیا۔ جب ہم آپؐ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور ہم نے آپؐ سے گفتگو کی تو آپ کو ہمارا انداز گفتگو اور انداز نشست و برخاست اور لباس پسند آیا۔ آپؐ نے فرمایا تم کون لوگ ہو؟ ہم نے عرض کیا مومن ہیں۔ اس پر آپ مسکرانے لگے اور فرمایا ہر بات کی ایک حقیقت اور نشانی ہوا کرتی

۱۔ اخرجه ابن النجار كمافي المنتخب (ج ۵ ص ۱۶۱) و اخرجه ابن المبارک في الزهد عن صالح بن مسمار نحو سبق ابن عساكر ۲۔ قال الحافظ في الاصابه (ج ۱ ص ۲۸۹) وهو مفصل و كذا اخرجه عبدالرزاق عن صالح بن مسمار و جعفر بن برقان و اخرجه في التفسير عن يزيد السلمي و جاء موصولا فذكر حديث انس المذكور وقال اخرجه الطبراني وابن مندة و رواه البيهقي في الشعب من طريق يوسف بن عطية الصفار وهو ضعيف جدا وقال البيهقي هذا منكر و قد خبط فيه يوسف فقال مرة الحارث وقال مرة حارثه وقال ابن صاعد هذا الحديث لايثبت موصولا. انتهى مختصرا و اخرجه البزار عن انس قال الهيثمي (ج ۱ ص ۵۷) وفيه يوسف بن عطية لايحتج به والطبراني عن الحارث بن مالک الانصاری انه مر بالنبيؐ فقال (كيف اصبحت يا حارثه؟ فذكر نحو حديث ابن عساكر قال الهيثمي (ج ۱ ص ۵۷) وفيه ابن لهيعة وفيه من يحتاج الى الكشف عنه. ۳۔ اخرجه ابونعيمؒ في الحلية (ج ۱ ص ۲۴۲)

ہے۔ تمہارے اس قول اور ایمان کی کیا حقیقت اور نشانی ہے؟ حضرت سوید فرماتے ہیں ہم نے عرض کیا پندرہ خصلتیں ہیں ان میں سے پانچ خصلتیں تو وہ ہیں جن کے بارے میں آپ کے قاصدوں نے ہمیں حکم دیا کہ ہم ان پر ایمان لائیں اور ان میں سے پانچ خصلتیں وہ ہیں جن کے بارے میں آپ کے قاصدوں نے ہمیں حکم دیا کہ ہم ان پر عمل کریں اور ان میں سے پانچ خصلتیں وہ ہیں جن کو ہم نے زمانہ جاہلیت میں اختیار کیا تھا اور ہم اب تک ان پر قائم ہیں لیکن اگر ان میں سے کسی کو آپ ناگوار سمجھیں تو ہم اسے چھوڑ دیں گے، پھر آگے اللہ اور اس کے فرشتوں اور اس کی کتابوں اور اس کے رسولوں پر اور اچھی بری تقدیر پر ایمان لانے اور ارکان اسلام اور اخلاق طیبہ کے بارے میں حدیث ذکر کی ہے۔

حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں کہ میں نبی کریمؐ کے پاس بیٹھا ہوا تھا کہ اتنے میں قبیلہ بنو حارثہ کے حضرت حرملہ بن زید انصاریؓ آئے اور انھوں نے حضورؐ کے سامنے بیٹھ کر ہاتھ سے زبان کی طرف اشارہ کرتے ہوئے عرض کیا یا رسول اللہ! ایمان یہاں پر ہے اور سینے پر ہاتھ رکھ کر کہا، اور یہاں نفاق ہے اور یہ دل اللہ کا ذکر بہت کم کرتا ہے۔ حضورؐ خاموش رہے، حضرت حرملہؓ نے اپنی بات پھر دہرائی۔ حضورؐ نے حضرت حرملہ کی زبان کا کنارہ پکڑ کر کہا اے اللہ! اس کی زبان کو سچ بولنے والا اور اس کے دل کو شکر کرنے والا بنا دے اور اسے میری محبت نصیب فرما اور جو مجھ سے محبت کرے اس کی محبت بھی اسے نصیب فرما اور اس کے معاملے کو خیر کی طرف موڑ دے۔ حضرت حرملہؓ نے عرض کیا یا رسول اللہ! میرے بہت سے بھائی منافق ہیں۔ میں ان کا سردار تھا۔ کیا میں آپ کو ان کے نام نہ بتاؤں؟ حضورؐ نے فرمایا جو بھی ہمارے پاس اس طرح آئے گا جس طرح تم ہمارے پاس آئے ہم اس کے لئے ایسے ہی استغفار کریں گے جیسے ہم نے تمہارے لئے کیا اور جو نفاق پر ہی ڈٹا رہے گا تو اللہ اس سے خود ہی نبٹ لیں گے۔[1]

اللہ تعالیٰ کی ذات وصفات پر ایمان لانا

حضرت عائشہؓ فرماتی ہیں کہ حضورؐ نے ایک آدمی کو ایک لشکر کا امیر بنا کر بھیجا۔ وہ جب بھی اپنے ساتھیوں کو نماز پڑھاتا تو قُلْ هُوَ اللّٰهُ اَحَدٌ ضرور پڑھتا۔ جب وہ لوگ واپس آئے تو انھوں نے حضورؐ سے اس کا تذکرہ کیا۔ حضورؐ نے فرمایا اس سے پوچھو وہ ایسا کیوں کرتا ہے؟ ان لوگوں نے اس سے پوچھا تو اس نے بتایا کہ چونکہ اس سورت میں رحمٰن کی صفات کا تذکرہ ہے اس

۱۔ اخرجه ابو نعيم كذافي الكنز (ج ٢ ص ٢٥٠) واخرجه ابن الطبراني واسناده لاباس به اخرجه ابن مندة ايضا وينافي فوائد هشام بن عمار رواية احمد بن سليمان من حديث ابي الدرداء رضى الله عنه نحوه كذافي الاصابة (ج ١ ص ٣٢٠)

لئے اس کا پڑھنا مجھے بہت پسند ہے۔ حضورؐ نے فرمایا اسے بتادو کہ اللہ تعالیٰ اس سے محبت کرتے ہیں۔[1]

حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں کہ ایک یہودی عالم نے حضورؐ کی خدمت میں حاضر ہو کر عرض کیا، یا محمدؐ! یا کہا یا رسول اللہ! اللہ تعالیٰ نے آسمانوں کو ایک انگلی پر، زمینوں کو دوسری انگلی پر رکھا، پہاڑوں، درختوں، پانی اور گیلی مٹی کو تیسری انگلی پر اور باقی ساری مخلوق کو چوتھی انگلی پر رکھا اور اللہ تعالیٰ ان تمام چیزوں کو ہلا کر فرماتے ہیں کہ میں ہی بادشاہ ہوں۔ حضورؐ اس یہودی عالم کی اس بات کی تصدیق کرتے ہوئے اتنا ہنسے کہ آپؐ کے دندان مبارک ظاہر ہو گئے۔ پھر آپؐ نے یہ آیت آخر تک پڑھی وَمَا قَدَرُوا اللّٰهَ حَقَّ قَدْرِهٖ وَالْاَرْضُ جَمِيْعًا قَبْضَتُهٗ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ (سورت زمر آیت ۶۷) ترجمہ "اور (افسوس ہے کہ) ان لوگوں نے اللہ تعالیٰ کی کچھ عظمت نہ کی، جیسی عظمت کرنا چاہئے تھی، حالانکہ (اس کی وہ شان ہے کہ) ساری زمین اس کی مٹھی میں ہوگی قیامت کے دن اور تمام آسمان لپٹے ہوں گے اس کے داہنے ہاتھ میں۔ وہ پاک اور برتر ہے ان کے شرک سے۔[2]

حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ حضورؐ سے کسی نے پوچھا کہ قیامت کے دن کافر کو کیسے منہ کے بل اٹھایا جائے گا؟ حضورؐ نے فرمایا جس ذات نے اسے دنیا میں پاؤں کے بل چلایا وہ اس بات پر بھی قادر ہے کہ اسے قیامت کے دن منہ کے بل چلائے۔[3]

حضرت حذیفہ بن اسیدؓ کہتے ہیں کہ ایک مرتبہ حضرت ابوذر رضی اللہ عنہ نے کھڑے ہو کر (اپنی قوم سے) کہا اے بنو غفار! تم بات کیا کرو اور قسم نہ کھایا کرو کیونکہ صادق مصدوق (یعنی جو خود بھی سچ بولتے تھے اور ان سے فرشتہ بھی سچ بات آکر کہتا تھا یعنی حضورؐ) نے مجھے یہ بتایا ہے کہ (قیامت کے دن) لوگوں کو تین جماعتوں میں اٹھایا جائے گا۔ ایک جماعت تو سوار ہوگی اور یہ لوگ کھاتے پیتے اور کپڑے پہنے ہوئے ہوں گے اور ایک جماعت پیدل بھاگ رہی ہوگی اور ایک جماعت کو فرشتے منہ کے بل گھسیٹ کر (جہنم کی) آگ کے پاس جمع کر رہے ہوں گے ان میں سے ایک آدمی نے پوچھا کہ دو جماعتوں کو تو ہم نے پہچان لیا ہے لیکن جو لوگ پیدل بھاگ رہے ہوں گے ان کا یہ حال کیوں ہوگا؟ حضرت ابوذرؓ نے کہا اللہ تعالیٰ سواری پر آفت ڈال دیں گے اور ایک سواری بھی باقی نہ رہے گی۔ یہاں تک کہ ایک آدمی کے پاس ایک پسندیدہ باغ ہوگا وہ

۱ـ اخرجه البيهقي في الاسماء والصفات (ص ۲۰۸) واخرجه الشيخان عن عائشه كما قال البيهقي. ۲ـ اخرجه البيهقي في الاسماء و الصفات (ص ۳۳۵) و اخرجه الشيخان في صحيحيهما كما قال البيهقي ۳ـ اخرجه البيهقي في الاسماء والصفات (ص ۳۵۶) و اخرجه الشيخان و احمد و النسائي و ابن ابي حاتم والحاكم وغيرهم نحوه عن انس كما في الكنز (ج ۷ ص ۲۲۸)

یہ باغ دے کر پالان والی بوڑھی اونٹنی لینا چاہے گا لیکن وہ بھی اسے نہ مل سکے گی۔[1]

حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کے ماں جائے بھائی حضرت طفیل بن عبداللہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ میں نے خواب میں دیکھا کہ نصاریٰ کی ایک جماعت سے میری ملاقات ہوئی۔ میں نے ان سے کہا اگر تم لوگ یہ دعویٰ نہ کرو کہ حضرت مسیح (علیہ السلام) اللہ کے بیٹے ہیں تو تم لوگ بہت اچھے ہو۔ انھوں نے کہا اگر تم لوگ یہ نہ کہو کہ جیسے اللہ نے چاہا اور جیسے محمد (ﷺ) نے چاہا تو تم لوگ بھی بہت اچھے ہو جاؤ۔ پھر میری یہودیوں کی ایک جماعت سے ملاقات ہوئی۔ میں نے ان سے کہا اگر تم لوگ یہ دعویٰ نہ کرو کہ حضرت عزیر (علیہ السلام) اللہ کے بیٹے ہیں تو تم لوگ بہت اچھے ہو۔ انھوں نے کہا تم لوگ بھی تو یہ کہتے ہو کہ جیسے اللہ نے چاہا اور جیسے محمد (ﷺ) نے چاہا۔ میں نے نبی کریمؐ کی خدمت میں حاضر ہو کر یہ خواب سنایا۔ حضورؐ نے فرمایا تم نے یہ خواب کسی کو بتایا ہے؟ میں نے کہا جی ہاں! پھر حضورؐ نے اللہ کی حمد و ثنا بیان فرما کر ارشاد فرمایا تمہارے بھائی نے وہ خواب دیکھا جس کا مضمون تم تک پہنچ چکا ہے، لہٰذا تم لوگ یہ نہ کہا کرو بلکہ یہ کہا کرو جیسے اللہ وحدہ لاشریک لہ نے چاہا۔[2]

حضرت حذیفہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ مسلمانوں میں سے ایک آدمی نے خواب میں دیکھا کہ اہل کتاب میں سے ایک آدمی اسے ملا جس نے کہا تم لوگ اگر شرک نہ کرتے اور جیسے اللہ اور محمدؐ نے چاہا نہ کہتے تو تم لوگ بہت اچھے ہوتے۔ اس آدمی نے اس خواب کا ذکر حضورؐ سے کیا۔ حضورؐ نے فرمایا آپ لوگوں کی یہ بات مجھے بھی پسند نہیں۔ اس لئے آئندہ آپ لوگ یوں کہا کریں جیسے اللہ نے چاہا پھر جیسے فلاں نے چاہا یعنی اللہ اور رسول دونوں کو ایک جملہ میں اکٹھا ملا کر نہ لاؤ بلکہ الگ الگ جملوں میں لے کر آؤ۔[3]

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں۔ ایک آدمی حاضر خدمت ہو کر حضورؐ سے کسی کام کے بارے میں بات کرنے لگا اور بات کرتے کرتے اس نے یوں کہہ دیا جیسے اللہ اور آپؐ چاہیں۔ حضورؐ نے فرمایا کیا تم نے مجھے اللہ کے برابر بنا دیا ہے؟ بلکہ یوں کہو جیسے اکیلا اللہ چاہے۔[4]

حضرت اوزاعی رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں کہ ایک یہودی نے آکر حضورؐ سے مشیت کے بارے میں پوچھا (کہ کس کے چاہنے سے کام ہوتا ہے) حضورؐ نے فرمایا کام تو اللہ ہی کے چاہنے سے

۱؎ اخرجه احمد كذافى التفسير لابن كثير (ج ٣ ص ٦٥) و اخرجه الحاكم (ج ٣ ص ٥٦٣) عن حذيفة عن ابى ذرنحوه وقال هذا حديث صحيح الاسناد والى الوليد بن جميع ولم يخرجاه وقال الذهبى الوليد قدروى له مسلم متابعة واحتج به النسائى. ٢؎ اخرجه البيهقى فى الاسماء والصفات (ص ١١٠) ٣؎ عند البيهقى ايضا ٤؎ اخرجه البيهقى فى الاسماء والصفات (١١٠)

ہوتا ہے۔ اس یہودی نے کہا کہ میں کھڑا ہونا چاہتا ہوں (تو کھڑا ہو جاتا ہوں یعنی میرے چاہنے سے ہوا) حضورؐ نے فرمایا اللہ تعالیٰ نے بھی تمہارے کھڑے ہونے کو چاہ لیا تھا (اس لئے تم کھڑے ہو سکے) پھر اس یہودی نے کہا میں بیٹھنا چاہتا ہوں (تو بیٹھ جاتا ہوں) حضورؐ نے فرمایا اللہ نے بھی تمہارے بیٹھنے کو چاہ لیا تھا۔ اس یہودی نے کہا میں کھجور کے اس درخت کو کاٹنا چاہتا ہوں (تو کاٹ لیتا ہوں) حضورؐ نے فرمایا اللہ نے چاہ لیا تھا کہ تم اس درخت کو کاٹ لو۔ اس یہودی نے کہا میں اس درخت کو باقی رکھنا چاہتا ہوں (تو وہ باقی رہ جاتا ہے) حضورؐ نے فرمایا اللہ نے چاہ لیا تھا کہ تم اسے باقی رکھو۔ حضرت اوزاعی کہتے ہیں کہ پھر حضرت جبرائیل علیہ السلام حضورؐ کے پاس آئے اور عرض کیا اللہ تعالیٰ نے آپ کو یہ دلیل سمجھائی جیسے کہ حضرت ابراہیم علیہ السلام کو سمجھائی تھی یہی مضمون لے کر قرآن کی یہ آیت نازل ہوئی۔ مَا قَطَعْتُمْ مِّنْ لِّيْنَةٍ اَوْ تَرَكْتُمُوْهَا قَآئِمَةً عَلٰٓى اُصُوْلِهَا فَبِاِذْنِ اللّٰهِ وَلِيُخْزِيَ الْفَاسِقِيْنَ (سورۃ حشر آیت ۵) ترجمہ "جو کھجوروں کے درخت کے تنے تم نے کاٹ ڈالے یا ان کو ان کی جڑوں پر کھڑا رہنے دیا ہو سو (دونوں باتیں) اللہ ہی کے حکم (اور رضا) کے موافق ہیں اور تاکہ کافروں کو ذلیل کرے۔"[۱]

حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ جب حضورؐ حدیبیہ سے واپس آرہے تھے تو آپؐ نے رات کے آخری حصہ میں ایک جگہ پڑاؤ ڈالا اور فرمایا ہمارا پہرہ کون دے گا؟ میں نے عرض کیا میں، حضورؐ نے فرمایا تم۔ تم تو سوتے رہ جاؤ گے۔ پھر حضورؐ نے فرمایا، اچھا تم ہی پہرہ دو، چنانچہ میں پہرہ دینے لگا۔ جب صبح صادق ہونے لگی تو حضورؐ کی بات پوری ہوگئی اور مجھے نیند آگئی اور جب سورج کی گرمی ہماری پشت پر پڑی تب ہماری آنکھ کھلی، چنانچہ حضورؐ اٹھے اور ایسے موقع پر جو کیا کرتے تھے وہ کیا۔ پھر آپؐ نے صبح کی نماز پڑھائی۔ پھر فرمایا اگر اللہ چاہتے تو تم یوں سوتے نہ رہ جاتے اور تمہاری نماز قضا نہ ہوتی لیکن اللہ تعالیٰ نے چاہا کہ تمہارے بعد آنے والوں میں سے کوئی سوتا رہ جائے یا نماز پڑھنا بھول جائے تو اس کے لئے عملی نمونہ سامنے آجائے۔[۲]

حضرت عبداللہ بن ابی قتادہ رضی اللہ عنہ وضو والے برتن کی حدیث میں اپنے والد سے نقل کرتے ہیں کہ نبی کریمؐ نے فرمایا (کہ نماز قضا ہو جانے کے موقع پر) جب اللہ تعالیٰ نے چاہا تمہاری روحوں کو قبض فرما لیا اور جب چاہا واپس کر دیا۔ پھر صحابہؓ نے سورج کی روشنی کے سفید ہونے تک (وضو استنجا وغیرہ کی) اپنی ضروریات پوری کیں پھر کھڑے ہو کر حضورؐ نے نماز پڑھائی۔[۳]

حضرت طارق بن شہابؓ کہتے ہیں کہ ایک یہودی نے آکر حضرت عمر بن خطابؓ سے

۱۔ اخرجه البيهقي في الاسماء والصفات (ص ۱۱۱) قال البيهقي هذا وان كان مرسلا فما قبله من الموصولات في معناه يوكده . انتهى ۲۔ اخرجه البيهقي في الاسماء والصفات (ص ۱۰۹)
۳۔ عند البيهقي ايضا و اخرجه البخاري في الصحيح بهذا الاسناد كما قال البيهقي

پوچھا کہ ذرا یہ تو بتائیں کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے وجنۃ عرضھا السمٰوٰت والارض (سورت آل عمران آیت ۱۳۳) ترجمہ "اور جنت جس کی وسعت ایسی ہے جیسے سب آسمان اور زمین۔" (جب سب جگہ جنت ہوگئی) تو پھر جہنم کہاں ہے؟ حضرت عمرؓ نے حضرت محمدؐ کے صحابہؓ سے فرمایا کہ اسے جواب دو لیکن ان میں سے کسی کے پاس اس کا جواب نہیں تھا۔ حضرت عمرؓ نے فرمایا ذرا تم یہ بتاؤ کہ جب رات آکر ساری زمین پر چھا جاتی ہے تو دن کہاں چلا جاتا ہے؟ اس یہودی نے کہا جہاں اللہ چاہتے ہیں وہاں چلا جاتا ہے، حضرت عمرؓ نے فرمایا ایسے ہی جہنم بھی وہاں ہے جہاں اللہ چاہتا ہے۔ اس پر اس یہودی نے کہا کہ اے امیر المومنین! اس ذات کی قسم جس کے قبضہ میں میری جان ہے اللہ تعالیٰ کی نازل کردہ کتاب میں بھی اسی طرح ہے جیسے آپ نے فرمایا۔[1]

حضرت جعفر بن محمدؒ اپنے والد (حضرت محمدؒ) سے نقل کرتے ہیں کہ حضرت علیؓ کو بتایا گیا کہ یہاں ایک آدمی ہے جو مشیت اور ارادے کے بارے میں باتیں کرتا ہے تو حضرت علیؓ نے اس سے فرمایا اے اللہ کے بندے! اللہ نے جیسے چاہا تمہیں ویسے پیدا کیا یا جیسے تم نے چاہا (تمہیں ویسے پیدا کیا)؟ اس نے کہا نہیں بلکہ جیسے اللہ نے چاہا ویسے پیدا کیا۔ حضرت علیؓ نے فرمایا جب وہ چاہتا ہے تمہیں بیمار کرتا ہے یا جب تم چاہتے ہو؟ اس نے کہا نہیں بلکہ جب وہ چاہتا ہے۔ حضرت علیؓ نے فرمایا پھر جب وہ چاہتا ہے تمہیں شفا دیتا ہے یا جب تم چاہتے ہو؟ اس نے کہا نہیں بلکہ جب وہ چاہتا ہے حضرت علیؓ نے فرمایا جہاں تم چاہتے ہو اللہ تمہیں وہاں داخل کرے گا یا جہاں وہ چاہتا ہے؟ اس نے کہا جہاں وہ چاہتا ہے۔ حضرت علیؓ نے فرمایا اللہ کی قسم! اگر تم اس کے علاوہ کچھ اور کہتے تو میں تمہارے اس دو آنکھوں والے سر کو تلوار سے اڑا دیتا۔[2]

حضرت انسؓ فرماتے ہیں کہ صحابہ کرامؓ نے عرض کیا یا رسول اللہ! جب ہم آپ کے پاس ہوتے ہیں تو ہماری بڑی عجیب ایمانی حالت ہوتی ہے لیکن جب ہم آپ سے جدا ہو جاتے ہیں تو وہ حالت نہیں رہتی۔ نبی کریمؐ نے فرمایا تمہارا اپنے رب کے ساتھ کیا معاملہ ہے؟ صحابہؓ نے عرض کیا ہم تنہائی میں بھی اور لوگوں کے سامنے بھی اللہ ہی کو اپنا رب سمجھتے ہیں۔ حضورؐ نے فرمایا، پھر یہ نفاق نہیں ہے۔[3]

حضرت ابو ہریرہؓ فرماتے ہیں کہ ایک دیہاتی نے آکر نبی کریمؐ کی خدمت میں عرض کیا یا رسول اللہ! قیامت کے دن مخلوق کا حساب کون لے گا؟ حضورؐ نے فرمایا، اللہ تعالیٰ۔ اس دیہاتی نے کہا رب کعبہ کی قسم! پھر تو ہم نجات پا گئے۔ حضورؐ نے فرمایا اے دیہاتی! کیسے؟ اس نے عرض کیا

۱؎ اخرجه عبدبن حميد وابن جرير وابن المنذر وابن خسرو وهو لفظه كذافي الكنز (ج ۷ ص ۲۷۷) ۲؎ اخرجه ابن ابى حاتم كذافى التفسير لابن كثير (ج ۳ ص ۲۱۱)
۳؎ اخرجه البزار فى مسنده كذافى التفسير لابن كثير (ج ۴ ص ۳۹۷)

کیونکہ کریم ذات جب کسی پر قابو پالیتی ہے تو معاف کردیتی ہے۔[1]

حضرت سعید بن المسیبؒ کہتے ہیں کہ حضرت عمر بن خطابؓ نے حضرت معاذؓ کو قبیلہ بنو کلاب میں صدقات وصول کرنے کے لئے بھیجا۔ انھوں نے (وہاں جا کر صدقات وصول کرکے) ان ہی میں تقسیم کردیئے اور (اپنے لئے) کوئی چیز نہ چھوڑی اور اپنا جو ٹاٹ لے کر گئے تھے اسے ہی اپنی گردن پر رکھے ہوئے واپس آئے تو ان کی بیوی نے ان سے پوچھا کہ صدقات وصول کرنے والے اپنے گھر والوں کے لئے جو ہدیئے لایا کرتے ہیں اور آپ بھی وہ لائے ہیں، وہ کہاں ہیں؟ حضرت معاذؓ نے کہا میرے ساتھ (مجھے) دبا کر رکھنے والا ایک نگران تھا (اس لئے ہدیئے نہیں لاسکا) ان کی بیوی نے کہا حضورؐ اور حضرت ابوبکرؓ کے ہاں تو آپ امین تھے، حضرت عمرؓ نے آپ کے ساتھ دبا کر رکھنے والا ایک نگران بھیج دیا (وہ آپ کو امین نہیں سمجھتے) ان کی بیوی نے اپنے خاندان کی عورتوں میں اس کا بڑا شور مچایا اور حضرت عمرؓ کی شکایت کی جب حضرت عمرؓ کو یہ خبر پہنچی تو انھوں نے حضرت معاذؓ کو بلا کر پوچھا کیا میں نے تمہارے ساتھ کوئی نگران بھیجا تھا؟ حضرت معاذؓ نے کہا مجھے اپنی بیوی سے معذرت کرنے کے لئے اور کوئی بہانہ نہ ملا۔ یہ سن کر حضرت عمرؓ ہنسے اور انہیں کوئی چیز دی اور فرمایا (یہ دے کر) اسے راضی کرلو۔ ابن جریر کہتے ہیں کہ نگران سے حضرت معاذؓ کی مراد اللہ تعالیٰ ہیں۔[2]

حضرت عائشہؓ فرماتی ہیں کہ تمام تعریفیں اس اللہ کے لئے ہیں جو تمام آوازوں کو سن لیتا ہے۔ ایک عورت اپنا جھگڑا لے کر حضورؐ کے پاس آئی اور حضورؐ سے باتیں کرنے لگی، حالانکہ میں کمرے کے ایک کونے میں تھی لیکن مجھے اس کی بات سنائی نہیں دے رہی تھی (اور اللہ تعالیٰ نے اس کی آواز سن لی) پھر اللہ تعالیٰ نے یہ آیت نازل فرمائی۔ قد سمع اللہ قول التی تجادلک فی زوجھا آخر تک (سورت مجادلہ آیت ۱) ترجمہ ''بے شک اللہ تعالیٰ نے اس عورت کی بات سن لی جو آپؐ سے اپنے شوہر کے معاملہ میں جھگڑتی تھی اور (اپنے رنج وغم کی) اللہ تعالیٰ سے شکایت کرتی تھی اور اللہ تعالیٰ تم دونوں کی گفتگو سن رہا تھا (اور) اللہ (تو) سب کچھ سننے والا، سب کچھ دیکھنے والا ہے۔''[3]

حضرت عائشہؓ فرماتی ہیں بابرکت ہے وہ ذات جو ہر چیز کو سن لیتی ہے، میں حضرت خولہ بنت ثعلبہؓ کی بات سن رہی تھی لیکن کبھی ان کی آواز مجھے آتی تھی اور کبھی نہیں آتی تھی۔ وہ نبی کریمؐ سے اپنے خاوند کی شکایت یوں کر رہی تھیں کہ یارسول اللہ! میرے خاوند نے میرا سارا مال کھالیا

۱۔ اخرجہ ابن النجار کذافی الکنز (ج ۷ ص ۲۷۰)

۲۔ اخرجہ عبدالرزاق والمحاملی فی امالیہ کذافی الکنز (ج ۷ ص ۸۷)

۳۔ اخرجہ الامام احمد و ھکذا رواہ البخاری فی کتاب التوحید تعلیقا کذافی التفسیر لابن کثیر (ج ۴ ص ۳۱۸) واخرجہ البیہقی فی الاسماء والصفات (ص ۱۳۶)

اور میری جوانی ختم کر دی اور میرے پیٹ سے اس کے بہت سے بچے پیدا ہوئے یہاں تک کہ جب میری عمر زیادہ ہو گئی اور میرے بچے ہونے بند ہو گئے تو اس نے مجھ سے ظہار کر لیا (ظہار طلاق کی ایک قسم ہے)۔ اے اللہ! میں تجھ سے اس کی شکایت کرتی ہوں حضرت عائشہؓ فرماتی ہیں کہ حضرت خولہؓ ابھی وہاں سے اٹھی نہیں تھیں کہ حضرت جبرائیل علیہ السلام قَدْ سَمِعَ اللّٰهُ قَوْلَ الَّتِي تُجَادِلُكَ فِي زَوْجِهَا والی آیت لے کر آ گئے حضرت خولہؓ کے خاوند حضرت اوس بن صامت رضی اللہ عنہ تھے۔[1]

حضرت ابن عمرؓ فرماتے ہیں کہ جب حضورؐ کی وفات ہوئی تو حضرت ابوبکرؓ نے کہا اے لوگو! اگر محمد تمہارے معبود تھے جن کی تم عبادت کرتے تھے تو سن لو ان کا انتقال ہو چکا اور اگر تمہارا معبود وہ ہے جو آسمان میں ہے تو پھر تمہارے معبود کا انتقال نہیں ہوا۔ پھر حضرت ابوبکرؓ نے یہ آیت پڑھی وَمَا مُحَمَّدٌ اِلَّا رَسُوْلٌ قَدْ خَلَتْ مِنْ قَبْلِهِ الرُّسُلُ (سورۃ آل عمران آیت ۱۴۴) ترجمہ "محمد نرے رسولؐ ہی تو ہیں آپ سے پہلے اور بھی بہت سے رسول گزر چکے ہیں۔"[2] صحابہ کرامؓ کے حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کی خلافت پر اتفاق کے باب میں حضرت ابوبکرؓ کا خطبہ گزر چکا ہے اس میں یہ ہے کہ حضرت ابوبکرؓ نے فرمایا اللہ تعالیٰ نے حضرت محمد کو اتنی عمر عطا فرمائی اور ان کو اتنا عرصہ دنیا میں باقی رکھا کہ اس عرصہ میں آپؐ نے اللہ کے دین کو قائم کر دیا۔ اللہ کے حکم کو غالب کر دیا۔ اللہ کا پیغام پہنچا دیا اور اللہ کے راستہ میں جہاد کیا پھر آپ کو اللہ نے اسی حالت پر وفات دی اور محمدؐ تمہیں ایک (صاف اور کھلے) راستے پر چھوڑ کر گئے ہیں۔ اب جو بھی ہلاک ہو گا وہ اسلام کی واضح دلیلوں اور کفر و شرک سے) شفاء دینے والے قرآن کو دیکھ کر ہی ہو گا۔ جس آدمی کے رب اللہ تعالیٰ ہیں تو اللہ تعالیٰ ہمیشہ زندہ ہیں جن پر موت نہیں آ سکتی اور جو حضرت محمدؐ کی عبادت کیا کرتا تھا اور ان کو معبود کا درجہ دیا کرتا تھا تو (وہ سن لے کہ) اس کا معبود مر گیا، لہٰذا اے لوگو! اللہ سے ڈرو اور اپنے دین کو مضبوط پکڑ لو اور اپنے رب پر توکل کرو کیونکہ اللہ کا دین موجود ہے اور اللہ تعالیٰ کی بات پوری ہے اور جو اللہ (کے دین) کی مدد کرے گا اللہ اس کی مدد فرمائیں گے اور اپنے دین کو عزت عطا فرمائیں گے اور اللہ تعالیٰ کی کتاب ہمارے پاس ہے جو کہ نور اور شفاء ہے اس کتاب کے ذریعہ اللہ تعالیٰ نے حضرت محمدﷺ کو ہدایت عطا فرمائی اور اس کتاب میں اللہ کی حلال اور حرام کردہ چیزیں مذکور ہیں۔ اللہ کی قسم! اللہ کی مخلوق میں سے جو بھی ہمارے اوپر لشکر لائے گا ہم اس کی پرواہ نہیں کریں گے۔ بیشک اللہ کی تلواریں سَتی ہوئی ہیں اور ہم نے ابھی ان کو رکھا نہیں اور جو ہماری

---

[1] فی روایة لابن ابی حاتم کما فی التفسیر لابن کثیر (ج ۴ ص ۳۱۸)

[2] اخرجه البخاری فی تاریخه و عثمان الداری فی الردعلی الجهمیة والاصبهانی فی الحجه قال ابن کثیر رجال اسناده ثقات کذافی الکنز (ج ۴ ص ۵۱)

مخالفت کرے گا ہم اس سے جہاد کریں گے جیسے کہ ہم حضورؐ کے ساتھ مل کر جہاد کیا کرتے تھے۔ یہ حدیث بیہقی نے حضرت عروہ بن زبیرؓ سے روایت کی ہے۔

حضرت علقمہؒ اپنی والدہ سے نقل کرتے ہیں کہ ایک عورت حضرت عائشہؓ کے گھر آئی اور حضورﷺ کے حجرے (جس میں حضورؐ دفن ہیں اس) کے پاس نماز پڑھنے لگی۔ وہ بالکل ٹھیک ٹھاک تھی۔ جب سجدے میں گئی تو اس نے سجدے سے سر نہ اٹھایا بلکہ اسی حال میں مرگئی۔ حضرت عائشہؓ نے (اس کے یوں اچانک مرجانے پر) فرمایا کہ تمام تعریفیں اس اللہ کیلئے ہیں جو زندہ کرتا ہے اور موت دیتا ہے اور (میرے بھائی) عبدالرحمٰن بن ابی بکرؓ (کی اچانک موت) کے مسئلہ میں مجھے کے عورت اس قصہ سے بڑی عبرت ملی۔ حضرت عبدالرحمٰنؓ دوپہر کو اپنی جگہ سوئے ہوئے تھے۔ جب لوگ انہیں جگانے لگے تو دیکھا کہ ان کا انتقال ہو چکا ہے (چنانچہ ان کو جلدی سے غسل دے کر دفن کر دیا گیا) اس سے میرے دل میں یہ خیال بیٹھ گیا کہ ان کے ساتھ شرارت کی گئی ہے اور وہ زندہ تھے لیکن جلدی میں انہیں دفن کر دیا گیا ہے۔ اب میں نے اس عورت کو یوں ایک دم مرتے دیکھا اس سے مجھے بڑی عبرت ہوئی اور حضرت عبدالرحمٰنؓ کے بارے میں جو میرا غلط خیال تھا، وہ جاتا رہا۔[1]

فرشتوں پر ایمان لانا

حضرت علیؓ فرماتے ہیں کہ (اللہ تعالیٰ نے پانی کے خزانے پر فرشتہ مقرر فرما رکھا ہے اس) فرشتے کے ہاتھوں میں ایک پیمانہ ہے اور اس پیمانے میں سے گزر کر ہی پانی کا ہر قطرہ زمین پر آتا ہے لیکن حضرت نوحؑ (کے طوفان) والے دن ایسا نہ ہوا بلکہ اللہ تعالیٰ نے براہ راست پانی کو حکم دیا اور پانی کو سنبھالنے والے فرشتوں کو حکم نہ دیا جس پر وہ فرشتے پانی کو روکتے رہ گئے لیکن پانی نہ رکا بلکہ فرشتوں پر زور کر کے چل پڑا۔ اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے: انا لما طغی الماء (سورۃ حاقہ آیت ۱۱) ترجمہ ''جبکہ (نوح علیہ السلام کے وقت میں) پانی کو طغیانی ہوئی۔'' اس فرمان کا مطلب یہی ہے کہ پانی (اللہ کا فرمانبردار تھا لیکن) فرشتوں پر سرکش ہو گیا تھا اور (اسی طرح سے اللہ تعالیٰ نے ہوا کے خزانے پر فرشتہ مقرر کر رکھا ہے) اس کے ہاتھ میں ایک پیمانہ ہے ہوا اس میں سے گزر کر زمین پر آتی ہے لیکن قوم عاد (کی ہلاکت) والے دن ایسا نہ ہوا بلکہ اللہ تعالیٰ نے ہوا کو براہ راست (چلنے کا) حکم دیا اور ہوا کو سنبھالنے والے فرشتوں کو حکم نہ دیا اس پر وہ فرشتے ہوا کو روکتے رہ گئے لیکن ہوا زور کر کے چل پڑی۔ اللہ تعالیٰ کا فرمان بریح صرصر عاتیۃ (سورۃ حاقہ آیت ۶) ترجمہ ''ایک تیز وتند ہوا'' وہ ہوا ان فرشتوں کی نافرمان ہو گئی تھی (اور اللہ کی فرمانبردار تھی)۔[2]

حضرت سلمانؓ کی بیوی حضرت بقیرہؓ فرماتی ہیں جب حضرت سلمانؓ کی وفات کا وقت قریب آیا تو

۱۔ اخرجہ الحاکم (ج ۳ ص ۴۷۶) ۲۔ اخرجہ ابن جریر کذافی الکنز (ج ۱ ص ۲۷۳)

انہوں نے مجھے بلایا اس وقت وہ اپنے ایک بالا خانے میں تھے جس کے چار دروازے تھے اور مجھ سے کہا اے بقیرہ! ان دروازوں کو کھول دو کیونکہ آج میرے پاس کچھ ملنے والے آئیں گے اور مجھے معلوم نہیں کہ وہ کون سے دروازے سے میرے پاس آئیں گے پھر اپنا مشک منگوا کر مجھ سے کہا اسے ایک چھوٹے برتن میں پانی میں گھول کر لاؤ۔ میں گھول کر لے آئی تو مجھ سے کہا کہ یہ مشک والا پانی میرے بستر کے چاروں طرف چھڑک دو پھر نیچے چلی جاؤ اور وہاں تھوڑی دیر ٹھہری رہو پھر جب تم اوپر آؤ گی تو تم میرے بستر پر (کوئی چیز) دیکھو گی (چنانچہ میں نے ایسے ہی کیا اور) جب میں اوپر آئی تو دیکھا کہ ان کی روح پرواز کر چکی ہے اور وہ ایسے لگ رہے ہیں کہ جیسے وہ اپنے بستر پر سو رہے ہوں ۔[۱] حضرت شعبیؒ کہتے ہیں کہ جب حضرت سلمانؓ کی وفات کا وقت قریب آیا تو انہوں نے اپنی گھر والی سے کہا میں نے جو مشک والی تھیلی تمہیں چھپا کر رکھنے کے لئے دی تھی وہ لے آؤ۔ وہ کہتی ہیں میں مشک کی وہ تھیلی لے آئی۔ انہوں نے کہا ایک پیالے میں پانی لے آؤ (میں پیالے میں پانی لے آئی) انہوں نے اس میں مشک ڈال کر اسے اپنے ہاتھ سے گھولا۔ پھر کہا اسے میرے چاروں طرف چھڑک دو کیونکہ میرے پاس اللہ کی ایسی مخلوق آنے والی ہے جو خوشبو تو سونگھ لیتی ہے لیکن کھانا نہیں کھاتی پھر تم دروازہ بند کر کے نیچے اتر جاؤ۔ ان کی گھر والی کہتی ہیں کہ میں نے پانی چھڑکا اور نیچے آ گئی اور تھوڑی دیر ہی بیٹھی تھی کہ میں نے آہٹ سنی۔ میں اوپر گئی تو دیکھا کہ ان کا انتقال ہو چکا تھا ۔[۲] ابن سعد ہی میں حضرت عطاء بن سائبؒ کی روایت ہے جس میں یہ قصہ مختصر طور سے ہے، اس میں یہ مضمون ہے کہ حضرت سلمانؓ نے فرمایا آج رات میرے پاس فرشتے آئیں گے جو خوشبو تو سونگھ لیتے ہیں لیکن کھانا نہیں کھاتے اور اسی طرح کے اور قصے تائیدات غیبیہ کے باب میں فرشتوں کے ذریعہ مدد کے ذیل میں انشاء اللہ تعالیٰ آئیں گے۔

تقدیر پر ایمان لانا

حضرت عائشہؓ فرماتی ہیں کہ نبی کریم ﷺ کو انصار کے ایک بچے کے جنازے کے لئے بلایا گیا۔ میں نے کہا اس بچے کو خوشخبری ہو یہ جنت کی چڑیوں میں سے ایک چڑیا ہے اور اس نے کوئی گناہ نہیں کیا اور نہ گناہ کا زمانہ اس نے پایا (یعنی بالغ نہیں ہوا) حضورؐ نے فرمایا اے عائشہؓ! تم جو کچھ کہہ رہی ہو حق اس کے علاوہ کچھ اور ہے۔ اللہ نے جنت کو پیدا فرمایا اور جنت کے لئے کچھ لوگ پیدا فرمائے اور ان کے جنت میں جانے کا فیصلہ اللہ نے اس وقت کیا جبکہ وہ اپنے باپ کی پشتوں میں تھے اور اللہ نے جہنم کی آگ کو پیدا کیا اور اس میں جانے کے لئے کچھ لوگوں کو پیدا کیا اور اللہ نے ان کے لئے جہنم کا فیصلہ اس وقت کیا جبکہ وہ اپنے باپ کی پشتوں میں تھے ۔[۳]

۱۔ اخرجه ابن سعد (ج ۴ ص ۹۲) ۲۔ عند ابن سعد ایضا (ج ۴ ص ۹۲)
۳۔ اخرجه مسلم کذافی التفسیر لابن کثیر (ج ۲ ص ۲۶۸)

حضرت ولید بن عبادہؓ کہتے ہیں کہ میں (اپنے والد) حضرت عبادہؓ کی خدمت میں گیا۔ وہ بیمار تھے۔ میرا اندازہ یہ تھا کہ ان کا اس بیماری میں انتقال ہو جائے گا۔ میں نے عرض کیا اے ابا جان! ذرا کوشش فرما کر مجھے وصیت فرما دیں۔ انہوں نے فرمایا مجھے بٹھا دو۔ جب لوگوں نے انہیں بٹھا دیا تو انہوں نے فرمایا اے میرے بیٹے! تم ایمان کا ذائقہ اس وقت چکھ سکو گے اور اللہ کے علم کی حقیقت کے حق تک اس وقت پہنچ سکو گے جب تم اچھی اور بری تقدیر پر ایمان لے آؤ گے۔ میں نے عرض کیا اے ابا جان! مجھے یہ کیسے پتہ چلے گا کہ کونسی تقدیر اچھی ہے اور کونسی بری ہے؟ انہوں نے فرمایا تم یہ سمجھ لو کہ جو اچھائی یا برائی تمہیں نہیں پہنچی وہ تمہیں پہنچنے والی نہیں تھی اور جو تمہیں پہنچی ہے وہ تمہیں چھوڑنے والی نہیں تھی۔ اے میرے بیٹے! میں نے نبی کریم ﷺ کو فرماتے ہوئے سنا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے سب سے پہلے قلم پیدا فرمایا پھر اس سے فرمایا لکھ! چنانچہ اس نے اسی وقت وہ سب کچھ لکھ دیا جو قیامت تک ہونے والا ہے۔ اے میرے بیٹے! اگر تم اس حال پر مرے کہ تمہارے دل میں یہ یقین نہ ہوا تو جہنم کی آگ میں داخل ہو جاؤ گے۔[1]

حضرت ابو نضرہؒ کہتے ہیں کہ نبی کریم ﷺ کے صحابہؓ میں سے ایک آدمی جن کو ابو عبداللہ کہا جاتا تھا وہ بیمار تھے ان کے ساتھی ان کی عیادت کرنے آئے تو دیکھا کہ وہ رو رہے ہیں۔ ساتھیوں نے ان سے پوچھا آپ کیوں رو رہے ہیں؟ کیا آپ سے نبی کریم ﷺ نے یہ نہیں فرمایا تھا کہ اپنی مونچھوں کو کترا دو اور پھر اسی پر جمے رہو۔ یہاں تک کہ تم مجھ سے (قیامت کے دن) آملو؟ اس میں آپ کے ایمان پر خاتمہ کی اور قیامت کے دن حضورؐ سے ملاقات کی بشارت ہے) انہوں نے کہا ہاں حضورؐ نے یہ فرمایا تھا لیکن میں نے حضور کو یہ بھی فرماتے ہوئے سنا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے (انسانوں کی) ایک مٹھی دائیں ہاتھ میں لی اور دوسری مٹھی دوسرے ہاتھ میں لی اور فرمایا کہ اس (دائیں) مٹھی والے اس (جنت) کے لئے ہیں اور اس (دوسری مٹھی) والے اس (جہنم) کے لیئے ہیں اور مجھے کوئی پرواہ نہیں (کہ کون کس مٹھی میں ہے اور وہ کہاں جائے گا؟) تو مجھے معلوم نہیں کہ میں کونسی مٹھی میں ہوں؟ (اللہ کی ذات تو بہت بے نیاز ہے اس پر کسی کا زور نہیں چلتا)۔[2]

حضرت معاذ بن جبلؓ کی وفات کا وقت جب قریب آیا تو وہ رونے لگے تو ان سے کسی نے پوچھا آپ کیوں رو رہے ہیں؟ حضرت معاذؓ نے فرمایا اللہ کی قسم! نہ تو میں موت سے گھبرا کر رو رہا ہوں اور نہ ہی دنیا کو پیچھے چھوڑ کر جانے کے غم میں رو رہا ہوں بلکہ اس وجہ سے رو رہا ہوں کہ میں نے حضور ﷺ کو فرماتے ہوئے سنا ہے کہ (انسانوں کی) دو مٹھیاں ہیں ایک مٹھی جہنم کی آگ میں

۱۔ اخرجه الامام احمد واخرجه الترمذی عن الولید بن عبادة عن ابيه وقال حسن صحیح غریب كما فی التفسير لابن كثير (ج ۴ ص ۲۶۸)

۲۔ اخرجه احمد قال الهيثمى (ج ۷ ص ۱۸۶) ورجاله رجال الصحيح

جائے گی اور دوسری جنت میں۔) اور مجھے معلوم نہیں ہے کہ میں ان دونوں مٹھیوں میں سے کس میں ہوں؟ [1]

حضرت عبداللہ بن عباسؓ سے کسی آدمی نے کہا کہ ایک آدمی ہمارے پاس آیا ہے جو تقدیر کو جھٹلاتا ہے۔ حضرت ابن عباسؓ اس وقت نابینا ہو چکے تھے انھوں نے فرمایا مجھے اس کے پاس لے جاؤ۔ لوگوں نے کہا، اے ابن عباس! آپ اس کے ساتھ کیا کریں گے؟ انھوں نے فرمایا اس ذات کی قسم جس کے قبضے میں میری جان ہے! اگر وہ میرے قابو آ گیا تو میں اسکی ناک دانتوں سے ایسے کاٹوں گا کہ وہ کٹ کر الگ ہو جائے اور اگر اس کی گردن میرے قابو میں آ گئی تو میں اسے کچل دوں گا کیونکہ میں نے حضور ﷺ کو یہ فرماتے ہوئے سنا ہے کہ گویا کہ میں بنو فہر کی مشرک عورتوں کو خزرج کا طواف کرتے ہوئے اور ان کے سرین ہلتے ہوئے دیکھ رہا ہوں اور یہ (تقدیر کو جھٹلانا) اس امت کا پہلا شرک ہے۔ اس ذات کی قسم جس کے قبضہ میں میری جان ہے! پہلے تو یہ کہیں گے کہ شر اللہ کے مقدر کرنے سے نہیں ہے پھر ان کا یہ برا اور غلط خیال انہیں اس پر لے آئے گا کہ خیر بھی اللہ کے مقدر کرنے سے نہیں ہے۔ [2]

حضرت عطاء بن ابی رباحؒ کہتے ہیں کہ میں حضرت ابن عباسؓ کی خدمت میں آیا وہ زمزم (کے کنویں) سے پانی نکال رہے تھے جس سے ان کے کپڑوں کا نچلا حصہ گیلا ہو چکا تھا۔ میں نے ان سے کہا کچھ لوگوں نے تقدیر پر اعتراض کیا ہے۔ انہوں نے فرمایا اچھا کیا لوگوں نے ایسا کر لیا ہے؟ میں نے کہا جی ہاں۔ انہوں نے فرمایا تقدیر پر اعتراض کرنے والوں کے بارے میں ہی یہ آیات نازل ہوئی ہیں: ذُوْقُوْا مَسَّ سَقَرَ، اِنَّا كُلَّ شَيْءٍ خَلَقْنٰهُ بِقَدَرٍ (سورت قمر آیت ۴۸۔۴۹) ترجمہ ”تو ان سے کہا جائے گا کہ دوزخ (کی آگ) کے لگنے کا مزہ چکھو ہم نے ہر چیز کو اندازے سے پیدا کیا۔“ یہی لوگ اس امت میں سب سے برے ہیں۔ نہ تو ان کے بیماروں کی عیادت کرو اور نہ ان کے مردوں کی نماز جنازہ پڑھو۔ اگر مجھے ان میں سے کوئی نظر آ گیا تو میں اپنی ان دو انگلیوں سے اس کی دونوں آنکھیں پھوڑ دوں گا۔ [3]

حضرت ابن عباسؓ فرماتے ہیں کہ میرا دل یہ چاہتا ہے کہ اگر تقدیر کے انکار کرنے والوں میں سے کوئی میرے پاس آ جائے تو میں اس کے سر کو کچل دوں۔ لوگوں نے پوچھا کیوں؟ انہوں نے فرمایا اس وجہ سے کہ اللہ تعالیٰ نے لوح محفوظ کو ایک سفید موتی سے پیدا کیا ہے۔ اس لوح محفوظ کے دونوں طرف کے پٹے سرخ یاقوت کے ہیں۔ اس کا قلم نور ہے، اس کی کتاب نور ہے۔ اس کی

---

۱ ۔ اخرجه الطبرانی قال الهیثمی (ج ۷ ص ۱۸۷) وفیه البراء بن عبدالله الغنوی وهو ضعیف والحسن لم یدرک معاذ ۲ ۔ اخرجه احمد عن محمد بن عبیدالمکی.
۳ ۔ عند ابن ابی حاتم کذافی التفسیر لابن کثیر (ج ۴ ص ۲۶۷)

چوڑائی آسمان اور زمین کے درمیانی فاصلے کے برابر ہے۔ روز آنہ اللہ تعالیٰ اسے تین سو ساٹھ مرتبہ دیکھتے ہیں اور ہر دفعہ دیکھنے پر (نہ معلوم کتنی مخلوق کو) پیدا کرتے ہیں، زندہ کرتے ہیں اور موت دیتے ہیں۔ عزت دیتے ہیں اور ذلت دیتے ہیں اور جو چاہتے ہیں کرتے ہیں۔[1]

حضرت نافعؒ کہتے ہیں کہ حضرت ابن عمرؓ کا ایک دوست شام کا رہنے والا تھا جس سے ان کی خط وکتابت رہتی تھی۔ ایک دفعہ حضرت ابن عمرؓ نے اسے لکھا کہ مجھے یہ خبر پہنچی ہے کہ تم تقدیر کے بارے میں کچھ اعتراض کرنے لگ گئے ہو، خبردار! آئندہ مجھے کبھی خط نہ لکھنا کیونکہ میں نے حضور ﷺ کو یہ فرماتے ہوئے سنا ہے کہ میری امت میں ایسے لوگ ہوں گے جو تقدیر کو جھٹلائیں گے۔[2]

حضرت نزال بن سبرہؒ کہتے ہیں کہ ایک آدمی نے حضرت علیؓ سے عرض کیا کہ اے امیر المومنین! یہاں کچھ لوگ ایسے ہیں جو یہ کہتے ہیں کہ جو کام آئندہ ہونے والا ہے اس کا پتہ اللہ کو اس وقت چلتا ہے جب وہ کام ہو جاتا ہے۔ حضرت علیؓ نے فرمایا ان کی مائیں ان کو گم کریں یعنی یہ مرجائیں یہ لوگ یہ بات کہاں سے کہہ رہے ہیں؟ تو لوگوں نے بتایا کہ وہ قرآن کی اس آیت سے یہ بات نکالتے ہیں وَلَنَبْلُوَنَّكُمْ حَتّٰى نَعْلَمَ الْمُجَاهِدِيْنَ مِنْكُمْ وَالصّٰبِرِيْنَ وَنَبْلُوَا اَخْبَارَكُمْ (سورت محمد آیت ۳۱) ترجمہ ”اور ہم ضرور تم سب کے اعمال کی آزمائش کریں گے تاکہ ہم ان لوگوں کو معلوم کرلیں جو تم میں جہاد کرنے والے ہیں اور جو ثابت قدم رہنے والے ہیں اور تاکہ تمہاری حالتوں کی جانچ کرلیں۔“ (یوں کہتے ہیں کہ اللہ کو معلوم نہیں ہے، آزمانے سے اللہ کو معلوم ہوگا (نعوذ باللہ من ذلک)۔ حضرت علیؓ نے فرمایا جو علم حاصل نہ کرے وہ ہلاک ہو جائے گا۔ پھر حضرت علیؓ منبر پر تشریف فرما ہوئے اور اللہ تعالیٰ کی حمد وثناء کے بعد فرمایا اے لوگو! علم حاصل کرو اور اس پر عمل کرو اور وہ علم دوسروں کو سکھاؤ اور جسے اللہ کی کتاب میں سے کوئی بات سمجھ میں نہ آئے وہ مجھ سے پوچھ لے۔ مجھے یہ پتہ چلا ہے کہ بعض لوگ یہ کہتے ہیں کہ جو کام آئندہ ہونے والا ہے، اس کا پتہ اللہ کو اس وقت چلتا ہے جب وہ ہو جاتا ہے۔ کیونکہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے: وَلَنَبْلُوَنَّكُمْ حَتّٰى نَعْلَمَ الْمُجَاهِدِيْنَ ترجمہ ”اور ہم ضرور تم سب کے اعمال کی آزمائش کریں گے تاکہ ہم ان لوگوں کو معلوم کرلیں جو تم میں جہاد کرنے والے ہیں“ حالانکہ اللہ کے فرمان ”ہم معلوم کرلیں“ کا مطلب یہ ہے کہ ہم دیکھ لیں کہ جن لوگوں پر جہاد کرنا اور ثابت قدم رہنا فرض کیا گیا ہے کیا انہوں نے جہاد کیا ہے؟ اور میں نے ان کے بارے میں جن مصائب اور حوادث کے آنے کا فیصلہ کیا تھا کیا انہوں نے ان پر صبر کیا ہے؟[3] توکل کے باب میں حضرت علیؓ کا یہ فرمان گزر چکا

۱؎ أخرجه ابو نعيم في الحلية (ج ۱ ص ۳۲۵) ۲؎ اخرجه احمد واخرجه ابو داؤد عن احمد بن حنبل به كما في التفسير لابن كثير (ج ۴ ص ۲۶۸)
۳؎ اخرجه ابن عبدالبر في العلم كذافي الكنز (ج ۱ ص ۲۶۵)

ہے کہ زمین پر اس وقت تک کوئی چیز نہیں ہوسکتی جب تک آسمان میں اس کے ہونے کا فیصلہ نہ ہوجائے اور ہر انسان پر دو فرشتے مقرر ہیں جو ہر بلا کو اس سے دور کرتے رہتے ہیں اور اس کی حفاظت کرتے رہتے ہیں، یہاں تک کہ اس کی تقدیر کا لکھا فیصلہ آجائے اور جب تقدیر کا کوئی فیصلہ آجاتا ہے تو یہ دونوں فرشتے اس کے اور تقدیر کے درمیان سے ہٹ جاتے ہیں اور اللہ کی طرف سے میری حفاظت کا بڑا مضبوط انتظام ہے۔ جب میری موت کا وقت آجائے گا تو وہ انتظام مجھ سے ہٹ جائے گا اور آدمی کو ایمان کی حلاوت اس وقت تک نہیں مل سکتی جب تک کہ اس کو یہ یقین نہ ہوجائے کہ جو کچھ اچھا یا برا اسے پہنچا ہے وہ اس سے ٹلنے والا نہیں تھا اور جو اس سے ٹل گیا ہے وہ اسے پہنچنے والا نہیں تھا۔ ابوداؤد نے اسے تقدیر میں روایت کیا ہے۔

حضرت ابن مسعودؓ فرماتے ہیں کہ حضرت عمر بن خطابؓ منبر پر بیان فرماتے ہوئے یہ اشعار بہت پڑھا کرتے تھے:

خفض علیک فان الا مور   بکف الا له مقادیر ھا

اپنے ساتھ آسانی کا معاملہ کرو (اور گھبراؤ مت) کیونکہ تمام کاموں کی تقدیریں اللہ تعالیٰ کی ہتھیلی میں ہیں۔

فلیس یا تیک منھیھا   ولا قاصر عنک مامور ھا

جس کام کو اللہ نے منع کردیا ہے وہ تمہارے پاس آنہیں سکتا اور جس کے ہونے کا حکم دے دیا وہ تم سے ٹل نہیں سکتا۔[1]

قیامت کی نشانیوں پر ایمان لانا

حضرت ابن عباسؓ فرماتے ہیں کہ جب یہ آیت فَاِذَا نُقِرَ فِی النَّاقُوْرِ (سورۃ مدثر آیت ۸) نازل ہوئی ترجمہ "پھر جس وقت صور پھونکا جائے گا" تو حضور ﷺ نے فرمایا میں زندگی آرام وراحت سے کیسے گزاروں جبکہ صور (پھونکنے) والا (فرشتہ) صور اپنے منہ میں رکھ چکا ہے اور وہ اپنی پیشانی جھکائے انتظار کر رہا ہے کہ کب اسے (اللہ کی طرف سے) حکم ملے اور وہ صور پھونک دے حضورؐ کے صحابہؓ نے عرض کیا پھر ہم کیا دعا کیا کریں؟ آپؐ نے فرمایا یہ دعا پڑھا کرو: حسبنا اللہ ونعم الوکیل علی اللہ توکلنا[2] ایک روایت میں یہ ہے کہ جب حضور ﷺ کے صحابہؓ نے یہ سنا تو ان پر یہ بات بہت گراں ہوئی۔ انہوں نے عرض کیا یا رسول اللہ! ہم کیا

---

[1] اخرجه البیهقی فی الا سماء والصفات (ص ۲۲۳)

[2] اخرجه ابن ابی شیبه والطبرانی وابن مردویه کذا فی الکنز (ج۷ ص ۲۷۰) وقال وهو حسن واخرجه الماوردی عن الا رقم بن ابی الارقم نحوه

کریں؟ آپؐ نے فرمایا آپ لوگ یہ کہو حسبنا اللہ ونعم الوکیل۔

عورتوں کی معاشرت کے باب میں یہ روایت گزر چکی ہے کہ حضرت حفصہؓ نے حضرت سودہؓ سے کہا، کانا (دجال) نکل آیا ہے۔ انہوں نے کہا اچھا! یہ سن کر وہ بہت زیادہ گھبرا گئیں اور کانپنے لگیں۔ پھر انہوں نے کہا میں کہاں چھپوں؟ حضرت حفصہؓ نے کہا اس خیمہ میں چھپ جاؤ، وہاں کھجور کے پتوں کا بنا ہوا خیمہ تھا جس میں لوگ چھپتے تھے یہ جا کر اس میں چھپ گئیں۔ اس میں گرد وغبار اور مکڑی کے جالے بہت تھے پھر آگے حدیث ذکر کی۔ اس میں یہ ہے کہ پھر حضورﷺ وہاں تشریف لے گئے تو دیکھا کہ حضرت سودہؓ کانپ رہی ہیں۔ حضورؐ نے ان سے پوچھا اے سودہ! تمہیں کیا ہوا؟ انھوں نے عرض کیا یا رسول اللہ! کانا دجال نکل آیا ہے۔ حضورؐ نے فرمایا وہ ابھی نکلا تو نہیں لیکن نکلے گا ضرور۔ وہ ابھی نکلا تو نہیں لیکن نکلے گا ضرور۔ پھر حضورؐ نے انھیں باہر نکالا اور ان کے کپڑوں اور جسم کے گرد وغبار اور مکڑی کے جالے صاف کیے۔ اس روایت کو حضورﷺ کی آزاد کردہ باندی حضرت رزینہؓ سے ابو یعلی اور طبرانی نے نقل کیا ہے۔

حضرت سعید بن مسیبؒ کہتے ہیں کہ حضرت ابوبکرؓ نے فرمایا کیا عراق میں خراسان نام کی کوئی جگہ ہے؟ لوگوں نے عرض کیا جی ہاں! آپؓ نے فرمایا دجال وہاں سے نکلے گا۔ نعیم بن حماد نے فتن میں یہ روایت ذکر کی ہے کہ حضرت ابوبکر صدیقؓ نے فرمایا کہ مرو (شہر) کے یہودی فرقے میں سے دجال نکلے گا۔[1]

حضرت عبداللہ بن ابی ملیکہؒ فرماتے ہیں کہ ایک دن میں صبح کو حضرت ابن عباسؓ کے پاس گیا انھوں نے کہا آج رات مجھے صبح تک نیند نہیں آئی۔ میں نے پوچھا کیوں؟ انہوں نے کہا لوگ کہہ رہے تھے کہ دُمدار ستارہ نکل آیا، تو مجھے اس کا ڈر ہوا کہ یہ کہیں (وہ) دھواں نہ ہو (جسے قیامت کی نشانیوں میں سے بتایا گیا ہے) اس وجہ سے مجھے صبح تک نیند نہیں آئی۔[2] حاکم کی روایت میں یہ ہے کہ مجھے ڈر ہوا کہ کہیں دجال نہ نکل آیا ہو۔

قبر اور عالم برزخ میں جو کچھ ہوتا ہے اس پر ایمان لانا

حضرت عبادہ بن نُسیؒ کہتے ہیں کہ جب حضرت ابوبکرؓ کی وفات کا وقت قریب آیا تو انھوں نے

۱۔ اخرجه ابن ابی شیبه کذافی الکنز (ج ۷ ص ۲۶۳)

۲۔ اخرجه ابن جریر وهکذا رواه ابن ابی حاتم عن عبدالله بن ابی ملیکة عن ابن عباس وهذا اسناد صحیح الی ابن عباس کذافی التفسیر لابن کثیر (ج ۴ ص ۱۳۹) واخرجه الحاکم (ج ۴ ص ۴۵۹) عن ابن ابی ملیکة نحوه غیر ان فی روایة فخشیت ان یکون الدجال قد طرق قال الحاکم هذا حدیث صحیح علی شرط الشیخین ولم یخرجاه ووافقه الذهبی

حضرت عائشہؓ سے فرمایا میرے ان کپڑوں کو دھو کر مجھے ان ہی میں کفن دے دینا کیونکہ (مرنے کے بعد) تمہارے باپ کی دو حالتوں میں سے ایک حالت ضرور ہوگی۔ یا تو اسے اس سے بھی اچھے کپڑے (جنت کے) پہنائے جائیں گے یا یہ کفن کے کپڑے بھی بری طرح چھین لیے جائیں گے۔[1] حضرت عائشہؓ فرماتی ہیں کہ جب حضرت ابو بکرؓ کی وفات کا وقت قریب آیا تو میں نے (اظہار غم کے لیے) یہ شعر پڑھا۔

لعمرک مایغنی الثراء عن الفتی　　اذا حشرجت یوما وضاق بها الصدر

آپ کی عمر کی قسم! جس دن موت کے وقت سانس اکھڑنے لگے اور اس کی وجہ سے سینہ گھٹنے لگے تو اس وقت جوان آدمی کو مال کی کثرت نفع نہیں دیتی۔

حضرت ابو بکرؓ نے فرمایا اے میری بیٹا! ایسے نہ کہو بلکہ : وَجَآءَتْ سَكْرَةُ الْمَوْتِ بِالْحَقِّ ذٰلِكَ مَا كُنْتَ مِنْهُ تَحِيْدُ (سورت ق آیت ۱۹) ترجمہ "اور موت کی سختی (قریب) آپہنچی یہ (موت) وہ چیز ہے جس سے تو بدکتا تھا۔" پھر حضرت ابو بکرؓ نے فرمایا میرے یہ دو کپڑے دیکھ لو انہیں دھو کر مجھے ان ہی میں کفن دے دینا کیونکہ نئے کپڑے کی مردے سے زیادہ زندہ کو ضرورت ہے۔ ان کپڑوں کو تو مردے کے جسم کی پیپ اور خون ہی لگے گا (یا یہ کپڑے تو تھوڑی دیر کے نئے ہیں چند دن میں گل سڑ کر ختم ہو جائیں گے)[2] حضرت عائشہؓ فرماتی ہیں کہ جب حضرت ابو بکرؓ کی بیماری اور بڑھ گئی تو میں رونے لگی۔ پھر وہ بیہوش ہو گئے تو میں نے یہ شعر پڑھا

من لایزال دمعه مقنعا　　فانه من دمعه مدفوق

جس کے آنسو ہمیشہ رکے رہے ہوں اس کے آنسو ایک دن ضرور بہیں گے۔ پھر ان کو ہوش آیا تو فرمایا بات ویسے نہیں ہے جیسے تم نے کہی بلکہ اے میری بیٹا! صحیح بات وہ ہے جسے اس آیت میں بتایا گیا ہے: وَجَآءَتْ سَكْرَةُ الْمَوْتِ بِالْحَقِّ ذٰلِكَ مَا كُنْتَ مِنْهُ تَحِيْدُ پھر پوچھا حضورﷺ کا کس دن انتقال ہوا تھا؟ میں نے عرض کیا پیر کے دن۔ فرمایا آج کونسا دن ہے؟ میں نے عرض کیا پیر کا دن۔ فرمایا مجھے اللہ کی ذات سے امید ہے کہ اب سے لیکر رات تک کسی وقت میں اس دنیا سے چلا جاؤں گا؛ چنانچہ منگل کی رات کو ان کا انتقال ہوا اور یہ بھی فرمایا کہ حضورؐ کو کتنے کپڑوں میں دفن کیا گیا تھا؟ میں نے عرض کیا ہم نے حضورؐ کو یمن کی سحول بستی کے بنے ہوئے تین سفید اور نئے کپڑوں میں کفن دیا تھا۔ ان کپڑوں میں نہ کرتا تھا اور نہ عمامہ۔ انھوں نے فرمایا میرے اس کپڑے پر زعفران کا دھبہ لگا ہوا ہے اسے دھولو اور اسکے ساتھ دو نئے کپڑے اور شامل کر لینا۔ میں نے عرض کیا یہ کپڑا تو پرانا ہے۔ فرمایا زندہ کو مردے سے زیادہ نئے کپڑے کی ضرورت ہے۔ کفن کے

۱۔ اخرجه احمد فی الزهد كذافی المنتخب (ج ۴ ص ۳۶۳)

۲۔ عند احمد ایضا وابن سعد والد غولی

کپڑے تو جسم سے نکلنے والے خون اور پیپ سے خراب ہو جائیں گے۔[1]

حضرت یحییٰ بن ابی راشد نصریؒ کہتے ہیں کہ جب حضرت عمر بن خطابؓ کی وفات کا وقت قریب آیا تو اپنے بیٹے سے فرمایا اے میرے بیٹے! جب مجھے موت آنے لگے تو میرے جسم کو (دائیں پہلو کی طرف) موڑ دینا اور اپنے دونوں گھٹنے میری کمر کے ساتھ لگا دینا اور اپنا دایاں ہاتھ میری پیشانی پر اور بایاں ہاتھ میری ٹھوڑی پر رکھ دینا اور جب میری روح نکل جائے تو میری آنکھیں بند کر دینا اور مجھے درمیانے قسم کا کفن پہنانا اگر مجھے اللہ کے ہاں سے خیر ملی تو پھر اللہ تعالیٰ مجھے اس سے بہتر کفن دیں گے اور اگر میرے ساتھ کچھ اور ہوا تو اللہ تعالیٰ اس کفن کو مجھ سے جلدی چھین لیں گے اور میری قبر درمیانی قسم کی بنانا کیونکہ اگر مجھے اللہ کے ہاں خیر ملی تو پھر تو قبر کو تا حد نگاہ کشادہ کر دیا جائے گا اور اگر معاملہ اس کے خلاف ہوا تو پھر قبر میرے لیئے اتنی تنگ کر دی جائے گی کہ میری پسلیاں ایک دوسرے میں گھس جائیں گی۔ میرے جنازے کے ساتھ کوئی عورت نہ جائے اور جو خوبی مجھ میں نہیں ہے اسے مت بیان کرنا کیونکہ اللہ تعالیٰ مجھے تم لوگوں سے زیادہ جانتے ہیں اور جب تم میرے جنازے کو لے کر چلو تو تیز چلنا کیونکہ اگر مجھے اللہ کے ہاں سے خیر ملنے والی ہے تو تم مجھے اس خیر کی طرف لے جا رہے ہو۔ (اس لیئے جلدی کرو) اور اگر معاملہ اس کے خلاف ہے تو تم ایک شر کو اٹھا کر لے جا رہے ہو اسے اپنی گردن سے جلد اتار دو۔[2] امر خلافت کی صلاحیت رکھنے والے حضرات کے مشورے پر امر خلافت کو موقوف کر دینے کے باب میں حضرت عمرؓ کا یہ فرمان گزر چکا ہے کہ جب حضرت عمرؓ نے سمجھ لیا کہ اب تو موت آنے والی ہے تو فرمایا اب اگر میرے پاس ساری دنیا ہو تو میں اسے موت کے بعد آنے والے ہولناک منظر کی گھبراہٹ کے بدلے میں دینے کو تیار ہوں۔ انہوں نے اپنے بیٹے سے کہا اے عبداللہ بن عمر! میرے رخسار کو زمین پر رکھ دو (حضرت ابن عمرؓ کہتے ہیں) میں نے ان کا سر اپنی ران سے اٹھا کر اپنی پنڈلی پر رکھ دیا تو فرمایا نہیں۔ میرے رخسار کو زمین پر رکھ دو؛ چنانچہ انہوں نے اپنی داڑھی اور رخسار کو اٹھا کر زمین پر رکھ دیا اور فرمایا او عمر! اگر اللہ نے تیری مغفرت نہ کی تو پھر اے عمر! تیری بھی اور تیری ماں کی بھی ہلاکت ہے۔ اس کے بعد ان کی روح پرواز کر گئی رحمہ اللہ۔ اس واقعہ کو طبرانی نے حضرت ابن عمرؓ سے ایک لمبی حدیث میں نقل کیا ہے۔[3] رونے کے باب میں یہ حدیث گزر چکی ہے کہ حضرت ہانیؒ کہتے ہیں کہ جب حضرت عثمانؓ کسی قبر پر کھڑے ہوتے تو اتنا

۱۔ عند ابی یعلے وابی نعیم والد غولی والبیھقی کذافی المنتخب (ج۴ ص ۳۶۲) وفی سیاق ابن سعد (ج۳ ص ۱۹۷) انما یصیر الی الصدید والی البلیٰ)

۲۔ اخرجہ ابن سعد (ج۳ ص ۳۵۸) واخرجہ ابن ابی الدنیا فی القبور عن یحیی نحوہ کما فی المنتخب (ج۴ ص ۳۶۷)

۳۔ وحسن اسنادہ الھیثمی (ج۹ ص ۷۶)

روتے کہ داڑھی تر ہو جاتی۔ ان سے کسی نے پوچھا کہ آپؓ جنت اور جہنم کا تذکرہ کرتے ہیں تو نہیں روتے لیکن قبر کو یاد کر کے روتے ہیں؟ آگے پوری حدیث ذکر کی ترمذی نے اس حدیث کو نقل کیا ہے اور اسے حدیث حسن قرار دیا ہے۔

حضرت خالد بن ربیعؒ کہتے ہیں کہ جب حضرت حذیفہؓ کی بیماری بڑھی تو یہ خبر ان کی جماعت اور انصار تک پہنچی۔ یہ لوگ آدھی رات کو یا صبح کے قریب حضرت حذیفہؓ کے پاس آئے (میں بھی ان کے ساتھ تھا) حضرت حذیفہؓ نے پوچھا اب کیا وقت ہے؟ ہم نے عرض کیا آدھی رات ہے یا صبح کے قریب۔ انھوں نے فرمایا میں جہنم کی صبح سے اللہ کی پناہ چاہتا ہوں۔ کیا تم لوگ میرے کفن کے لئے کچھ لائے ہو؟ ہم نے کہا جی ہاں! انھوں نے فرمایا کفن مہنگا نہ بنانا کیونکہ اگر اللہ کے ہاں میرے لیئے خیر ہوئی تو مجھے اس کفن سے بہتر کپڑا مل جائے گا اور اگر دوسری صورت ہوئی تو یہ کفن مجھ سے جلدی چھین لیا جائے گا۔[1]

حضرت ابووائلؒ کہتے ہیں کہ جب حضرت حذیفہؓ کی بیماری بڑھ گئی تو بنوعبس کے کچھ لوگ ان کے پاس آئے۔ حضرت خالد بن ربیع عبسی نے مجھے بتایا حضرت حذیفہؓ مدائن میں تھے ہم آدھی رات کو ان کے پاس گئے آگے پچھلی حدیث جیسا مضمون ذکر کیا ہے۔[2]

حضرت صلہ بن زفرؒ کہتے ہیں کہ حضرت حذیفہؓ نے مجھے اور حضرت ابومسعود کو بھیجا ہم نے ان کے کفن کے لئے دودھاری دار منقش چادریں تین سو درہم میں خریدیں۔ انہوں نے ہم سے کہا تم نے میرے لئے جو کفن خریدا ہے وہ ذرا مجھے دکھاؤ۔ ہم نے انہیں وہ کفن دکھایا۔ انھوں نے کہا یہ کفن تو میرے لئے (مناسب) نہیں ہے۔ میرے لیئے تو دو سفید عام چادریں کافی تھیں۔ ان کے ساتھ قمیض کی بھی ضرورت نہیں کیونکہ قبر میں تھوڑی ہی دیر گزرے گی کہ یا تو ان دو چادروں سے بہتر کفن مجھے مل جائے گا یا پھر ان سے بھی زیادہ برے کپڑے پہنا دیئے جائیں گے؛ چنانچہ ہم نے ان کے لیئے دو سفید چادریں خریدیں۔[3] ابونعیم کی دوسری روایت میں یہ مضمون ہے کہ حضرت حذیفہؓ نے کفن دیکھ کر فرمایا تم اس کفن کا کیا کرو گے؟ اگر تمہارا یہ ساتھی نیک ہوا تو اللہ تعالی اس کے بدلے میں عمدہ کفن دے دیں گے اور اگر یہ نیک نہ ہوا تو قبر کے دونوں کنارے اسے قیامت تک (گیند کی طرح) پھینکتے رہیں گے۔[4] حاکم کی روایت میں یہ ہے کہ اگر تمہارا یہ ساتھی نیک نہ ہوا تو پھر اللہ تعالی یہ کفن قیامت کے دن اس کے چہرے پر ماریں گے۔

۱ـ اخرجه البخاری فی الادب (ص ۴۷)   ۲ـ اخرجه ابو نعیم فی الحلیة (ج ۱ ص ۲۸۲) واخرجه الحاکم فی المستدرک (ج ۳ص ۳۸۰) عن ابی مسعود الانصاریؓ بمعناه مختصرا

۳ـ عند ابی نعیم فی الحلیة (ج ۱ ص ۲۸۳) وعنده ایضا (ج ۱ ص ۲۸۲) عن ابی مسعود مختصرا   ۴ـ اخرجه الحاکم (ج ۳ص ۳۸۰) عن قیس بن ابی حازم نحوه.

حضرت ضحاک بن عبدالرحمٰنؒ کہتے ہیں کہ جب حضرت ابو موسیٰ اشعریؓ کی وفات کا وقت قریب آیا تو انھوں نے اپنے جوانوں کو بلا کر ان سے کہا جاؤ اور میرے لیئے خوب گہری اور چوڑی قبر کھودو۔ وہ گئے اور واپس آکر انھوں نے کہا کہ ہم خوب چوڑی اور گہری قبر کھود آئے ہیں۔ پھر انھوں نے فرمایا اللہ کی قسم! قبر میں دو قسم کے حالات میں سے ایک طرح کے حالات ضرور پیش آئیں گے یا تو میری قبر کو اتنا کشادہ کر دیا جائے گا کہ اس کا ہر کونہ چالیس ہاتھ لمبا ہو جائے گا۔ پھر میرے لیئے جنت کی طرف ایک دروازہ کھول دیا جائے گا اور میں اس میں سے اپنی بیویوں، محلات اور جو کچھ اللہ تعالیٰ نے میرے اکرام واعزاز کے لیئے وہاں تیار کر رکھا ہے وہ سب کچھ دیکھوں گا اور آج مجھے جتنا اپنے گھر کا راستہ آتا ہے اس سے زیادہ مجھے اپنے اس ٹھکانے کا راستہ آتا ہوگا اور قبر سے اٹھائے جانے تک جنت کی ہوا اور راحت کا سامان مجھ تک پہنچتا رہے گا اور اگر خدانخواستہ دوسری حالت ہوئی اور اس سے ہم اللہ کی پناہ چاہتے ہیں۔ تو میری قبر کو مجھ پر اتنا تنگ کر دیا جائے گا کہ جیسے نیزے کی لکڑی نیزے کے پھل میں تنگ ہوتی ہے وہ قبر اس سے بھی زیادہ تنگ ہوگی۔ پھر میرے لیئے جہنم کے دروازوں میں سے ایک دروازہ کھول دیا جائے گا اور میں اس میں سے اپنی زنجیروں بیڑیوں اور جہنم کے قیدی ساتھیوں کو دیکھوں گا اور آج مجھے جتنا اپنے گھر کا راستہ آتا ہے اس سے زیادہ مجھے جہنم میں اپنے ٹھکانے کا راستہ آتا ہوگا اور قبر سے اٹھائے جانے تک جہنم کی گرم ہوا اور گرم پانی کا اثر مجھ تک پہنچتا رہے گا۔[1]

حضرت عائشہؓ فرماتی ہیں کہ حضرت اسید بن حضیرؓ فضیلت والے لوگوں میں سے تھے وہ کہا کرتے تھے کہ میں تین حالتوں میں جیسا ہوتا ہوں اگر میں ہر وقت ویسا رہوں تو میں یقیناً جنت والوں میں سے ہو جاؤں اور مجھے اس میں کوئی شک نہ رہے ایک وہ حالت جبکہ میں خود قرآن پڑھ رہا ہوں یا کوئی اور قرآن پڑھ رہا ہو اور میں سن رہا ہوں۔ دوسری وہ حالت جبکہ میں نبی کریم ﷺ کا خطبہ سن رہا ہوں۔ تیسری وہ حالت جبکہ میں کسی جنازے میں شریک ہوں اور جب بھی میں کسی جنازے میں شریک ہوتا ہوں تو اپنے دل میں صرف یہی سوچتا ہوں کہ اس جنازے کے ساتھ کیا ہوگا اور یہ جنازہ کہاں جا رہا ہے۔[2]

آخرت پر ایمان لانا

حضرت ابو ہریرہؓ فرماتے ہیں کہ ہم نے عرض کیا یا رسول اللہ! جب ہم آپ کو دیکھتے ہیں تو ہمارے دل نرم ہو جاتے ہیں اور آخرت کی فکر والے بن جاتے ہیں لیکن جب ہم آپ سے جدا ہو جاتے ہیں تو ہمیں دنیا اچھی لگنے لگتی ہے اور بیویوں اور بچوں میں مشغول ہو جاتے

۱۔ اخرجه ابو نعيم في الحلية (ج ۱ ص ۲۶۲)

۲۔ اخرجه ابو نعيم والبيهقي وابن عساكر كذافي المنتخب (ج ۵ ص ۱۳۸)

ہیں۔ حضور ﷺ نے فرمایا تم میرے پاس جس حالت پر ہوتے ہو اگر تم ہر وقت اس حالت پر رہو تو فرشتے اپنے ہاتھوں سے تم سے مصافحہ کرنے لگیں اور تمہارے گھروں میں تم سے ملنے آئیں اگر تم گناہ نہ کرو تو اللہ تعالیٰ ایسے لوگوں کو لے آئیں گے جو گناہ کریں گے (اور استغفار کریں گے) تا کہ اللہ تعالیٰ ان کی مغفرت فرمائے۔ ہم نے عرض کیا یا رسول اللہ! ہمیں جنت کے بارے میں بتائیں کہ اس کی عمارت کس چیز سے بنی ہوئی ہے؟ آپؐ نے فرمایا ایک اینٹ سونے کی اور ایک اینٹ چاندی کی ہے۔ اس کا گارا خوب مہکتے ہوئے مشک کا ہے۔ اس کی کنکریاں موتی اور یاقوت ہیں۔ اس کی مٹی زعفران ہے۔ جو جنت میں جائے گا وہ ہمیشہ عیش وعشرت میں رہے گا، کبھی بدحال نہ ہوگا۔ اور ہمیشہ رہے گا۔ کبھی اسے موت نہیں آئے گی اور نہ ہی اس کے کپڑے پرانے ہوں گے اور نہ کبھی اس کی جوانی ختم ہوگی۔ تین آدمی ایسے ہیں جن کی دعا کبھی رد نہیں ہوتی۔ ایک عادل بادشاہ دوسرا روزہ دار جب تک روزہ نہ کھول لے، تیسرے مظلوم کی بددعا جسے بادلوں سے اوپر اٹھالیا جاتا ہے اور اس کے لیئے آسمانوں کے دروازے کھول دیئے جاتے ہیں پھر اللہ تبارک وتعالیٰ فرماتے ہیں میری عزت کی قسم! میں تیری مدد ضرور کروں گا اگرچہ اس میں کچھ دیر ہو جائے۔[1]

حضرت سوید بن غفلہؒ کہتے ہیں کہ حضرت علیؓ پر ایک مرتبہ فاقہ آیا تو انھوں نے حضرت فاطمہؓ سے کہا اگر تم حضور ﷺ کی خدمت میں جا کر کچھ مانگ لو تو اچھا ہے: چنانچہ حضرت فاطمہؓ حضورؐ کے پاس گئیں۔ اس وقت حضورؐ کے پاس حضرت ام ایمنؓ موجود تھیں۔ حضرت فاطمہؓ نے دروازہ کھٹکھٹایا تو حضورؐ نے حضرت ام ایمنؓ سے فرمایا یہ کھٹکھٹاہٹ تو فاطمہؓ کی ہے۔ آج اس وقت آئی ہے پہلے تو کبھی اس وقت نہیں آیا کرتی۔ پھر حضرت فاطمہؓ (اندر آگئیں اور انھوں) نے عرض کیا یا رسول اللہ! ان فرشتوں کا کھانا لآالٰہ الا اللّٰہ سبحان اللّٰہ اور الحمد للّٰہ کہنا ہے۔ ہمارا کھانا کیا ہے؟ آپؐ نے فرمایا اس ذات کی قسم جس نے مجھے حق دے کر بھیجا ہے محمد کے گھرانے کے کسی گھر میں تیس دن سے آگ نہیں جلی۔ ہمارے پاس چند بکریاں آئی ہیں اگر تم چاہو تو پانچ بکریاں تمہیں دے دوں اور اگر چاہو تو تمہیں وہ پانچ کلمات سکھا دوں جو حضرت جبرائیلؑ نے مجھے سکھائے ہیں۔ حضرت فاطمہؓ نے عرض کیا نہیں بلکہ مجھے تو وہی پانچ کلمات سکھا دیں جو آپ کو حضرت جبرائیل علیہ السلام نے سکھائے ہیں۔ حضورؐ نے فرمایا تم یہ کہا کرو: یـا اول الا ولیـن ویـا اخـر اخـریـن ویاذاالقو ۃ الـمتیـن ویـارا حـم الـمسـا کیـن ویا ارحم الـرا حمین! پھر حضرت فاطمہؓ واپس چلی گئیں۔ جب حضرت علیؓ کے پاس پہنچیں تو حضرت علیؓ نے پوچھا کیا ہوا؟ حضرت فاطمہؓ نے عرض کیا میں آپؐ کے پاس سے دنیا لینے گئی تھی لیکن وہاں سے آخرت لے کر آئی ہوں۔ حضرت علیؓ نے فرمایا پھر تو یہ دن تمہارا سب سے بہترین دن ہے۔[2]

۱۔ اخرجه احمد ورویٰ الترمذی وابن ماجة بعضه کما فی التفسیر لابن کثیر (ج ۳ ص ۳۹)

۲۔ اخرجه ابو الشیخ فی جزء من حدیثه

حضرت انس بن مالکؓ فرماتے ہیں ہم لوگ ایک سفر میں حضرت ابو موسیٰؓ کے ساتھ تھے۔ انھوں نے لوگوں کو باتیں کرتے ہوئے اور فصیح و بلیغ گفتگو کرتے ہوئے سنا تو فرمایا اے انس! مجھے ان کی باتوں سے کیا تعلق؟ آؤ ہم اپنے رب کا ذکر کریں کیونکہ یہ لوگ تو اپنی زبان سے کھال ہی اتار دیں گے۔ پھر مجھ سے فرمایا اے انس! کس چیز نے ان لوگوں کو آخرت سے پیچھے کر دیا اور کس چیز نے انہیں آخرت سے روک دیا؟ میں نے عرض کیا خواہشات نے اور شیطان نے۔ حضرت ابو موسیٰؓ نے فرمایا نہیں۔ اللہ کی قسم! نہیں بلکہ انہوں نے اس وجہ سے آخرت کو چھوڑ دیا کہ دنیا تو سامنے ہے اور آخرت بعد میں آئے گی۔ اگر یہ آنکھوں سے آخرت دیکھ لیتے تو اس سے نہ ہٹتے اور شک نہ کرتے۔[1]

قیامت کے دن جو کچھ ہوگا اس پر ایمان لانا

حضرت عمران بن حصینؓ فرماتے ہیں کہ جب یَآ اَیُّھَا النَّاسُ اتَّقُوْا رَبَّکُمْ سے لے کر وَلٰکِنَّ عَذَابَ اللّٰہِ شَدِیْدٌ تک دو آیتیں نازل ہوئیں (سورت حج آیت ۱۔۲) ترجمہ "اے لوگو! اپنے رب سے ڈرو (کیونکہ) یقیناً قیامت (کے دن) کا زلزلہ بڑی بھاری چیز ہوگی جس روز تم لوگ اس (زلزلہ) کو دیکھو گے تمام دودھ پلانے والیاں (مارے ہیبت کے) اپنے دودھ پیتے بچوں کو بھول جائیں اور تمام حمل والیاں اپنا حمل (دن پورے ہونے سے پہلے) ڈال دیں گی اور (اے مخاطب) تجھ کو لوگ نشہ کی سی حالت میں دکھائی دیں گے؛ حالانکہ وہ (واقع میں) نشہ میں نہ ہوں گے لیکن اللہ کا عذاب ہے ہی سخت چیز" تو اس وقت حضور ﷺ سفر میں تھے حضورؐ نے فرمایا تم لوگ جانتے ہو یہ کونسا دن ہے؟ صحابہؓ نے عرض کیا اللہ اور اس کا رسول زیادہ جانتے ہیں۔ حضورؐ نے فرمایا یہ وہ دن ہے جس دن اللہ تعالیٰ حضرت آدم (علیہ السلام) سے فرمائیں گے آگ میں جانے والوں کو بھیج دو۔ وہ عرض کریں گے اے میرے رب! آگ میں جانے والے کتنے ہیں؟ اللہ تعالیٰ فرمائیں گے نو سو ننانوے تو آگ میں جائیں گے اور ایک آدمی جنت میں جائے گا۔ یہ سن کر سارے مسلمان رونے لگ پڑے۔ حضور نے فرمایا میانہ روی اختیار کرو اور ٹھیک ٹھیک چلتے رہو۔ ہر نبوت سے پہلے جاہلیت کا زمانہ ہوا کرتا تھا تو پہلے یہ تعداد ان جاہلیت والوں سے پوری کی جائے گی پھر منافقوں سے پوری کی جائے گی۔ تمہاری اور باقی تمام امتوں کی مثال ایسی ہے جیسے کسی جانور کے پاؤں میں ابھری ہوئی غدود ہو یا جیسے اونٹ کے پہلو میں تل ہو۔ پھر فرمایا مجھے امید

(بقیہ) کذافی الکنز (ج ۱ ص ۲۰۲) وقال ولم أرفی رواته من جرح الا ان صورته صورت المرسل فان کان سوید سمعه من علی فهو متصل

۱۔ اخرجه ابو نعیم فی الحیلة (ج ۱ ص ۲۵۹)

ہے کہ آپ لوگ جنت میں جانے والوں میں سے چوتھائی ہوں گے۔اس پر صحابہؓ نے اللہ اکبر کہا پھر فرمایا مجھے امید ہے آپ لوگ جنت میں جانے والوں کا تہائی حصہ ہوں گے اس پر صحابہؓ نے پھر اللہ اکبر کہا۔پھر آپؐ نے فرمایا مجھے امید ہے کہ آپ لوگ جنت میں جانے والوں میں سے آدھے ہوں گے۔صحابہؓ نے پھر اللہ اکبر کہا۔راوی کہتے ہیں مجھے معلوم نہیں کہ حضورؐ نے دو تہائی بھی فرمایا یا نہیں (لیکن طبرانی اور ترمذی کی دوسری روایت میں یہ ہے کہ یہ امت جنت والوں کا دو تہائی ہوگی یعنی اللہ نے حضورؐ کی امید سے زیادہ کر دیا)۔[۱] اسی آیت کی تفسیر میں بخاری میں یہ روایت ہے کہ حضرت ابو سعیدؓ فرماتے ہیں کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا اللہ تعالیٰ قیامت کے دن فرمائیں گے اے آدم! وہ عرض کریں گے اے ہمارے رب! میں حاضر ہوں، ہر خدمت کے لیئے تیار ہوں۔پھر ان کو بلند آواز سے کہا جائے گا کہ اللہ تعالیٰ آپ کو حکم دے رہے ہیں کہ آپ اپنی اولاد میں سے آگ میں جانے والوں کو نکال لیں۔حضرت آدمؑ پوچھیں گے آگ میں جانے والے کتنے ہیں؟ اللہ تعالیٰ فرمائیں گے ہر ہزار میں سے نو سو ننانوے تو اس وقت ہر حمل والی اپنا حمل ڈال دے گی اور بچہ بوڑھا ہو جائے گا وَتَرَى النَّاسَ سُكٰرٰى وَمَا هُمْ بِسُكٰرٰى وَلٰكِنَّ عَذَابَ اللّٰهِ شَدِيْدٌ (ترجمہ گزر چکا) یہ سن کر صحابہ پر ایسا رنج وغم طاری ہوا کہ ان کے چہرے (غم کے مارے) بدل گئے۔حضورؐ نے فرمایا یاجوج وماجوج میں سے نو سو ننانوے ہوں گے (جو جہنم میں جائیں گے) اور تم میں سے ایک ہوگا (جو جنت میں جائے گا) تم باقی لوگوں میں ایسے ہو جیسے سفید بیل کے پہلو میں کالا بال یا کالے بیل کے پہلو میں سفید بال۔مجھے امید ہے کہ تم جنت والوں کا چوتھائی حصہ ہو گے۔ہم نے اللہ اکبر کہا۔پھر حضورؐ نے فرمایا تم جنت والوں کا تہائی ہو گے۔ہم نے اللہ اکبر کہا۔پھر حضورؐ نے فرمایا تم جنت والوں کے آدھے ہو گے پھر ہم نے اللہ اکبر کہا۔[۲] ایک روایت میں یہ ہے کہ یہ بات صحابہؓ پر بڑی گراں گزری اور ان پر رنج وغم طاری ہو گیا۔

حضرت ابن زبیرؓ فرماتے ہیں کہ جب ثُمَّ اِنَّكُمْ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ عِنْدَ رَبِّكُمْ تَخْتَصِمُوْنَ (سورت زمر آیت ۳۱) نازل ہوئی۔ترجمہ ”پھر قیامت کے روز تم مقدمات اپنے رب کے سامنے پیش کرو گے (اس وقت عملی فیصلہ ہو جائے گا)“ تو حضرت زبیرؓ نے عرض کیا یا رسول اللہ! کیا مقدمات بار بار پیش کیئے جائیں گے؟ حضورؐ نے فرمایا ہاں۔حضرت زبیرؓ نے کہا پھر تو معاملہ بڑا سخت ہوگا ایسے ہی اس حدیث کو امام احمد نے روایت کیا ہے۔اس میں مزید یہ مضمون بھی ہے کہ جب ثُمَّ لَتُسْئَلُنَّ يَوْمَئِذٍ عَنِ النَّعِيْمِ نازل ہوئی (سورۃ

۱۔ اخرجه الترمذی و صححه و كذا رواه الامام احمد و ابن ابی حاتم

۲۔ وقد رواه البخاری ايضا فی غير هذا الموضع و النسائی فی تفسيره كذا فی التفسير لابن كثير (ج ۳ ص ۲۰۴) واخرجه الحاكم (ج ۳ ص ۵۶۸) عن ابن عباسؓ نحوه.

تکاثر آیت ۸) ترجمہ ''پھر (اور بات سنو کہ) اس روز تم سب سے نعمتوں کی پوچھ ہوگی'' تو حضرت زبیرؓ نے پوچھا یارسول اللہ! ہم سے کس نعمت کا سوال ہوگا؟ ہمارے پاس تو صرف یہ دو سردار نعمتیں ہیں، کھجور اور پانی۔[۱]

حضرت عبداللہ بن زبیرؓ فرماتے ہیں کہ جب یہ سورت حضورﷺ پر نازل ہوئی: اِنَّکَ مَیِّتٌ وَّاِنَّھُمْ مَّیِّتُوْنَ ثُمَّ اِنَّکُمْ یَوْمَ الْقِیٰمَةِ عِنْدَ رَبِّکُمْ تَخْتَصِمُوْنَ. (سورت زمر آیت ۳۰-۳۱) ترجمہ ''آپ کو بھی مرنا ہے اور ان کو بھی مرنا ہے پھر قیامت کے روز تم مقدمات اپنے رب کے سامنے پیش کروگے (اس وقت عملی فیصلہ ہو جائے گا)'' تو حضرت زبیر بن عوامؓ نے عرض کیا یارسول اللہ! خاص خاص گناہوں کے ساتھ ہم پر وہ جھگڑے بھی بار بار پیش کیے جائیں گے جو دنیا میں ہمارے آپس میں تھے؟ حضورؐ نے فرمایا ہاں، یہ مقدمات بار بار پیش کیے جاتے رہیں گے یہاں تک کہ ہر حق والے کو اس کا حق مل جائے۔ حضرت زبیرؓ نے کہا اللہ کی قسم پھر تو معاملہ بہت سخت ہے۔[۲]

حضرت قیس بن ابی حازمؒ کہتے ہیں کہ حضرت عبداللہ بن رواحہؓ اپنی بیوی کی گود میں سر رکھے ہوئے تھے کہ اتنے میں رونے لگے پھر ان کی بیوی بھی رونے لگی۔

ابن رواحہؓ نے کہا تم کیوں رو رہی ہو؟ انھوں نے کہا میں نے آپ کو روتے ہوئے دیکھا، اس لیئے میں بھی رونے لگی، حضرت ابن رواحہؓ نے کہا مجھے اللہ تعالیٰ کا یہ فرمان یاد آ گیا وَاِنْ مِّنْکُمْ اِلَّا وَارِدُھَا (سورت مریم آیت ۷۱) ترجمہ ''اور تم میں سے کوئی بھی نہیں جس کا اس (جہنم) پر سے گزر نہ ہو۔'' اب مجھے معلوم نہیں میں جہنم سے نجات پاسکوں گا یا نہیں۔ ایک روایت میں یہ ہے کہ حضرت ابن رواحہؓ اس وقت بیمار تھے۔[۳]

حضرت عبادہ بن محمد بن عبادہ بن صامتؒ کہتے ہیں کہ جب حضرت عبادہؓ کی وفات کا وقت قریب آیا تو انھوں نے فرمایا میرا بستر گھر کے صحن میں باہر نکال دو پھر فرمایا میرے سارے غلام، خادم اور پڑوسی اور وہ تمام آدمی یہاں جمع کرو جو میرے پاس آیا کرتے تھے جب یہ سب ان کے پاس جمع ہو گئے تو فرمایا میرا تو یہی خیال ہے کہ آج کا دن میری دنیا کی زندگی کا آخری دن ہے اور آج کی رات میری آخرت کی پہلی رات ہے اور مجھے معلوم تو نہیں لیکن ہو سکتا ہے کہ میرے ہاتھ سے یا میری زبان سے تم لوگوں کے ساتھ کوئی زیادتی ہو گئی ہو اور اس ذات کی قسم جس کے

۱۔ اخرجه ابن ابی حاتم وقد روی هذه الزیادة الترمذی وحسنه وابن ماجة

۲۔ عند احمد رواه الترمذی وقال حسن صحیح کذافی التفسیر لابن کثیر (ج ۴ ص ۵۲) واخرجه الحاکم فی المستدرک (ج ۴ ص ۵۷۲) نحوه وقال هذا حدیث صحیح الاسناد ولم یخرجاه

۳۔ اخرجه عبدالرزاق کذافی التفسیر لابن کثیر (ج ۳ ص ۱۳۲)

قبضہ میں میری جان ہے مجھے قیامت کے دن اس کا بدلہ دینا پڑے گا۔ میں پورے زور سے تم لوگوں سے درخواست کرتا ہوں کہ تم لوگوں میں سے کسی کے دل میں اگر ایسی کوئی بات ہو تو وہ میری جان کے نکلنے سے پہلے مجھ سے بدلہ لے لے۔ ان سب نے کہا نہیں۔ آپ تو ہمارے لیئے والد کی طرح تھے اور ہمیں ادب سکھاتے تھے۔ راوی کہتے ہیں کہ انھوں نے کبھی کسی خادم کو برا بھلا نہیں کہا تھا۔ پھر انہوں نے کہا جو کچھ بھی ہوا ہو کیا تم نے مجھے معاف کر دیا ہے؟ سب نے کہا جی ہاں۔ فرمایا اے اللہ! تو گواہ ہو جا۔ پھر فرمایا اگر ایسی کوئی بات نہیں ہے تو پھر میری وصیت یاد رکھنا۔ میں پرزور تاکید کرتا ہوں کہ تم میں سے کوئی بھی میرے مرنے پر ہرگز نہ روئے بلکہ جب میری جان نکل جائے تو تم وضو کرنا اور اچھی طرح وضو کرنا اور پھر تم میں سے ہر آدمی مسجد میں جا کر نماز پڑھے پھر عبادہ کے لیئے یعنی میرے لیئے اور اپنے لیئے استغفار کرلے کیونکہ اللہ تبارک وتعالیٰ نے فرمایا ہے: اِسْتَعِيْنُوْا بِالصَّبْرِ وَالصَّلٰوةِ (سورت بقرہ آیت ۴۵-۱۵۳) ترجمہ "صبر اور نماز سے سہارا حاصل کرو۔" پھر مجھے قبر کی طرف جلدی جلدی لے جانا میرے جنازے کے پیچھے آگ لے کر نہ چلنا اور نہ میرے نیچے ارغوانی رنگ کا کپڑا ڈالنا۔[1]

بیت المال میں سے اپنے اوپر اور اپنے رشتہ داروں پر خرچ کرنے میں احتیاط برتنے کے باب میں یہ قصہ گزر چکا ہے کہ جب حضرت عمرؓ نے حضرت عبدالرحمٰن بن عوفؓ سے چار ہزار درہم ادھار مانگے تو حضرت عبدالرحمٰنؓ نے حضرت عمرؓ کے قاصد سے کہا جا کر حضرت عمرؓ سے کہہ دو کہ ابھی وہ بیت المال سے چار ہزار لے لیں پھر بعد میں واپس کر دیں۔ جب قاصد نے واپس آ کر حضرت عمرؓ کو ان کا جواب بتایا تو حضرت عمرؓ کو بڑی گرانی ہوئی۔ پھر جب حضرت عمرؓ کی حضرت عبدالرحمٰنؓ سے ملاقات ہوئی تو ان سے کہا، تم نے کہا تھا کہ عمر چار ہزار بیت المال سے ادھار لے لے اگر میں (بیت المال سے ادھار لے کر تجارتی قافلہ کے ساتھ بھیج دوں اور پھر) تجارتی قافلے کی واپسی سے پہلے مر جاؤں تو تم لوگ کہو گے کہ امیر المومنین نے چار ہزار لیئے تھے اب ان کا انتقال ہو گیا ہے، اس لیئے یہ ان کے چار ہزار چھوڑ دو (تم لوگ تو چھوڑ دو گے) اور میں ان کے بدلے قیامت کے دن پکڑا جاؤں گا۔

اور عنقریب اللہ تعالیٰ کے علم سے اور اس کے رسول ﷺ کے علم سے اثر لینے کے باب میں یہ قصہ آئے گا کہ جب حضرت ابو ہریرہؓ قاری عالم، مالدار اور اللہ کے راستہ میں شہید ہونے والے کے بارے میں اللہ تعالیٰ کے (اخلاص نہ ہونے کی وجہ سے دوزخ میں جانے کے) فیصلے والی حدیث ذکر کرتے تو اتنا زیادہ روتے کہ بیہوش ہو جاتے اور چہرے کے بل گر جاتے یہاں تک کہ حضرت شفی اصبحی انہیں سہارا دیتے اور بہت دیر تک ان کا یہی حال رہتا اور حضرت معاویہؓ جب یہ

---

[1] اخرجه البيهقي وابن عساكر كذافي الكنز (ج ٧ص ٧٩)

حدیث سنتے تو اتنا زیادہ روتے کہ لوگ یہ سمجھتے کہ ان کی تو اب جان نکل جائے گی۔

شفاعت پر ایمان لانا

حضرت عوف بن مالکؓ فرماتے ہیں کہ ایک سفر میں حضورﷺ نے آخر شب میں ایک جگہ پڑاؤ ڈالا۔ ہم بھی آپؐ کے ساتھ تھے۔ ہم میں سے ہر آدمی اپنے کجاوے کی ٹھی کے ساتھ ٹیک لگا کر سو گیا کچھ دیر بعد میری آنکھ کھلی تو مجھے حضور اپنے کجاوے کے پاس نظر نہ آئے۔ اس سے میں گھبرا گیا اور حضور کو تلاش کرنے چل پڑا۔ ڈھونڈتے ڈھونڈتے ایک جگہ مجھے حضرت معاذ بن جبل اور حضرت ابو موسیٰ اشعریؓ ملے۔ وہ دونوں بھی اسی وجہ سے گھبرائے ہوئے تھے جس وجہ سے میں گھبرایا ہوا تھا۔ ہم لوگ یونہی ڈھونڈ رہے تھے کہ اچانک ہمیں وادی کے اوپر کے حصہ سے چکی چلنے جیسی آواز سنائی دی۔ (ہم لوگ اس آواز کی طرف گئے تو دیکھا حضورﷺ رو رہے ہیں) پھر ہم نے حضور کو اپنی بات بتائی۔ حضورؐ نے فرمایا آج رات میرے پاس میرے رب کی طرف سے ایک فرشتہ آیا اور اس نے مجھے دو باتوں میں اختیار دیا کہ یا تو میں شفاعت کروں یا میری آدھی امت جنت میں چلی جائے۔ میں نے شفاعت کو اختیار کر لیا۔ میں نے عرض کیا اے اللہ کے نبیؐ! میں آپ کو اللہ کا اور آپ کی صحبت میں رہنے کا واسطہ دے کر عرض کرتا ہوں کہ آپؐ ہمیں بھی اپنی شفاعت والوں میں شامل کر لیں۔ حضورؐ نے فرمایا آپ لوگ تو میری شفاعت والوں میں ہو ہی۔ پھر ہم لوگ حضورؐ کے ساتھ چل پڑے یہاں تک کہ ہم لوگوں کے پاس پہنچ گئے تو وہ بھی حضور کو اپنی جگہ نہ پا کر گھبرائے ہوئے تھے۔ یہ دیکھ کر حضورؐ نے فرمایا میرے پاس میرے رب کی طرف سے ایک فرشتہ آیا اور اس نے مجھے ان باتوں میں اختیار دیا کہ یا تو میں شفاعت اختیار کر لوں یا میری آدھی امت جنت میں داخل ہو جائے؛ چنانچہ میں نے شفاعت کو اختیار کر لیا۔ صحابہؓ نے حضور کی خدمت میں عرض کیا ہم آپ کو اللہ کا اور آپ کی صحبت میں رہنے کا واسطہ دے کر عرض کرتے ہیں کہ آپؐ ہمیں بھی اپنی شفاعت والوں میں شامل کر لیں۔ جب تمام صحابہؓ آپؐ کے پاس جمع ہو گئے تو آپؐ نے فرمایا میں تمام حاضرین کو اس بات پر گواہ بناتا ہوں کہ میری شفاعت میری امت میں سے ہر اس آدمی کے لیئے ہے جو اس حال میں مرے کہ اللہ کے ساتھ کسی کو شریک نہ ٹھہراتا ہو۔[1]

حضرت عبدالرحمٰن بن ابی عقیلؓ فرماتے ہیں کہ میں قبیلہ ثقیف کے وفد کے ساتھ حضورﷺ کے پاس گیا۔ جب ہم نے دروازے کے پاس سواریاں بٹھائیں تو اس وقت جس ذات کے پاس جا رہے تھے ہمارے نزدیک اس سے زیادہ مبغوض اور کوئی انسان نہیں تھا لیکن جب اس کی خدمت

---

۱ ۔ اخرجه البغوی و ابن عساکر کذافی الکنز (ج ۷ ص ۲۷۱)

میں حاضری دے کر باہر آئے تو اس وقت ہمارے نزدیک اس ذات سے زیادہ محبوب اور کوئی انسان نہیں تھا جس کی خدمت میں ہم گئے تھے۔ ہم میں سے ایک آدمی نے عرض کیا یا رسول اللہ! آپ نے اپنے رب سے حضرت سلیمانؑ جیسا ملک کیوں نہ مانگ لیا؟ اس پر حضورؐ ہنس پڑے اور فرمایا ہو سکتا ہے تمہارے نبی کو اللہ کے ہاں ملک سلیمانی سے بہتر کوئی چیز مل جائے۔ اللہ تعالیٰ نے جو نبی بھی بھیجا اسے ایک خاص دعا ضرور عطا فرمائی۔ کسی نبیؑ نے وہ دعا مانگ کر دنیا لے لی، کسی نبی کی قوم نافرمان تھی تو اس نے اپنی قوم کے خلاف بددعا کی تو وہ ساری قوم ہلاک ہوگئی اور اللہ تعالیٰ نے مجھے بھی وہ خاص دعا عطا فرمائی لیکن میں نے وہ دعا اپنے رب کے ہاں چھپا کر رکھی ہوئی ہے اور وہ دعا یہ ہے کہ میں قیامت کے دن اپنی امت کے لیے شفاعت کروں گا۔[1]

حضرت ام سلمہؓ فرماتی ہیں کہ حضورﷺ نے فرمایا میں اپنی امت کے برے لوگوں کے لیے بہترین آدمی ہوں۔ تو قبیلہ مزینہ کے ایک آدمی نے حضورؐ کی خدمت میں عرض کیا یا رسول اللہ! جب آپ اپنی امت کے بروں کے لیے ایسے ہیں تو ان کے نیکوں کے لیے کیسے ہیں؟ آپؐ نے فرمایا میری امت کے نیک لوگ اپنے اعمال کی برکت سے جنت میں داخل ہو جائیں گے اور میری امت کے برے لوگ میری شفاعت کا انتظار کریں گے۔ غور سے سنو! میری شفاعت قیامت کے دن میری امت کے تمام لوگوں کے لیے ہوگی سوائے اس آدمی کے جو میرے صحابہؓ میں کمی نکالتا ہو۔[2]

حضرت علی بن ابی طالبؓ فرماتے ہیں کہ حضورﷺ نے فرمایا میں اپنی امت کے لیے شفاعت کرتا رہوں گا یہاں تک کہ میرا رب مجھے پکار کر پوچھے گا اے محمد! کیا تم راضی ہو گئے؟ میں کہوں گا جی ہاں میں راضی ہو گیا۔ پھر حضرت علیؓ نے (لوگوں کی طرف) متوجہ ہو کر فرمایا تم عراق والے یہ کہتے ہو کہ قرآن میں سب سے زیادہ امید والی آیت یہ ہے: يَا عِبَادِيَ الَّذِينَ أَسْرَفُوا عَلَىٰ أَنفُسِهِمْ لَا تَقْنَطُوا مِن رَّحْمَةِ اللَّهِ ۚ إِنَّ اللَّهَ يَغْفِرُ الذُّنُوبَ جَمِيعًا ۚ إِنَّهُ هُوَ الْغَفُورُ الرَّحِيمُ (سورت زمر آیت ۵۳) ترجمہ ”آپ کہہ دیجئے کہ اے میرے بندو جنہوں نے (کفر و شرک کر کے) اپنے اوپر زیادتیاں کی ہیں کہ تم خدا کی رحمت سے ناامید مت ہو بالیقین اللہ تعالیٰ تمام (گزشتہ) گناہوں کو معاف فرما دے گا۔ واقعی وہ بڑا بخشنے والا بڑی رحمت والا ہے۔“ میں نے کہا ہم تو یہی کہتے ہیں۔ حضرت علیؓ نے فرمایا لیکن ہم اہل بیت یہ کہتے ہیں کہ اللہ کی کتاب میں سب سے زیادہ امید والی آیت وَلَسَوْفَ يُعْطِيكَ رَبُّكَ فَتَرْضَىٰ ہے (سورت ضحیٰ آیت

۱۔ اخرجه البغوی وابن مندة وابن عساکر قال البغوی لااعلم روی ابن ابی عقیل غیر هذا الحدیث وهو غریب لم یحدث به الامن هذا الوجه کذافی الکنز (ج۷ ص ۲۷۲) واخرجه البخاری والحارث بن ابی اسامه کما فی الاصابة (ج۲ ص ت)

۲۔ اخرجه الشیرازی فی الالقاب وابن النجار کذافی الکنز (ج۷ ص ۲۷۲)

۵) ترجمہ "اور عنقریب اللہ تعالیٰ آپ کو (آخرت میں بکثرت نعمتیں) دے گا سو آپ خوش ہو جائیں گے" اور اس دینے سے مراد شفاعت ہے۔ [۱]

حضرت ابن بریدہؓ کہتے ہیں کہ میرے والد حضرت بریدہؓ حضرت معاویہؓ کے پاس گئے وہاں اس وقت ایک آدمی بات کر رہا تھا۔ حضرت بریدہؓ نے کہا کیا آپ مجھے بات کرنے کی اجازت دیتے ہیں؟ حضرت معاویہؓ نے کہا جی ہاں! اجازت ہے۔ حضرت معاویہؓ کا خیال تھا کہ حضرت بریدہؓ بھی ویسی بات کریں گے جیسی دوسرا کر رہا تھا۔ حضرت بریدہؓ نے کہا میں نے حضور ﷺ کو فرماتے ہوئے سنا کہ مجھے امید ہے کہ میں قیامت کے دن اتنے لوگوں کی شفاعت کروں گا جتنے زمین پر درخت اور پتھر ہیں۔ پھر حضرت بریدہؓ نے کہا اے معاویہ! آپ تو اس شفاعت کے امیدوار ہیں اور حضرت علیؓ اس شفاعت کے امیدوار نہیں ہیں۔ [۲]

حضرت طلق بن حبیبؒ کہتے ہیں میں لوگوں میں سب سے زیادہ شفاعت کو جھٹلایا کرتا تھا یہاں تک کہ ایک دن میری ملاقات حضرت جابر بن عبداللہؓ سے ہوئی اور (اپنی بات کو ثابت کرنے کے لیئے) میں نے ان کو وہ تمام آیتیں پڑھ کر سنا دیں جو مجھے آتی تھیں اور جن میں اللہ تعالیٰ نے جہنم والوں کے جہنم میں ہمیشہ رہنے کا ذکر فرمایا ہے۔ حضرت جابرؓ نے فرمایا اے طلق! کیا تم یہ سمجھتے ہو کہ تم مجھ سے زیادہ اللہ کی کتاب کو پڑھنے والے ہو اور مجھ سے زیادہ رسول اللہ کی سنت کو جاننے والے ہو؟ تم نے جو آیتیں پڑھی ہیں ان سے مراد تو وہ جہنم والے ہیں جو مشرک ہوں اور شفاعت ان لوگوں کے بارے میں ہے جو (مسلمان تھے لیکن وہ) بہت سے گناہ کر بیٹھے اور انھیں (جہنم میں) عذاب دیا جائے گا پھر ان کو (حضورؐ کی شفاعت پر) جہنم سے نکالا جائے گا۔ پھر حضرت جابرؓ نے اپنے دونوں ہاتھ اپنے کانوں کو لگا کر کہا یہ دونوں کان بہرے ہو جائیں اگر میں نے حضور ﷺ کو یہ فرماتے ہوئے نہ سنا ہو کہ جہنم میں ڈالنے کے بعد ان کو اس میں سے نکالا جائے گا جیسے تم قرآن پڑھتے ہو ہم بھی ویسے ہی پڑھتے ہیں۔ [۳]

حضرت یزید الفقیرؒ کہتے ہیں کہ حضرت جابر بن عبداللہؓ حدیثیں بیان فرما رہے تھے میں ان کی مجلس میں جا کر بیٹھ گیا۔ انھوں نے یہ بیان کیا کہ کچھ لوگ جہنم کی آگ سے باہر نکلیں گے۔ ان دنوں میں اس بات کو نہیں مانتا تھا اس لیئے مجھے غصہ آ گیا اور میں نے کہا اور لوگوں پر تو مجھے تعجب نہیں ہے لیکن اے محمد ﷺ کے صحابہؓ! مجھے آپ لوگوں پر بڑا تعجب ہے۔ آپ لوگ یہ کہہ رہے ہیں کہ اللہ تعالیٰ آگ سے کچھ لوگوں کو نکالیں گے حالانکہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں یُرِیْدُوْنَ اَنْ یَّخْرُجُوْا مِنَ النَّارِ وَمَا هُمْ بِخٰرِجِیْنَ مِنْهَا (سورۃ مائدہ آیت ۳۷) ترجمہ "اس بات کی خواہش

۱۔ اخرجہ ابن مردویہ کذافی الکنز (ج ۷ ص ۲۷۳) ۲۔ اخرجہ احمد کذافی التفسیر لابن کثیر (ج ۳ ص ۵۶) ۳۔ اخرجہ ابن مردویہ

کریں گے کہ جہنم سے نکل آویں اور وہ اس سے کبھی نہ نکلیں گے'' حضرت جابرؓ کے ساتھی مجھے ڈانٹنے لگے۔ حضرت جابرؓ خود ان میں سب سے زیادہ بردبار تھے۔ انھوں نے فرمایا اس آدمی کو چھوڑ دو اور فرمایا یہ آیت تو کفار کے بارے میں ہے پھر یہ آیت پڑھی: اِنَّ الَّذِیْنَ کَفَرُوْا لَوْ اَنَّ لَھُمْ مَّافِی الْاَرْضِ جَمِیْعًا وَّمِثْلَہٗ مَعَہٗ لِیَفْتَدُوْا بِہٖ مِنْ عَذَابِ یَوْمِ الْقِیٰمَۃِ سے لے کر وَلَھُمْ عَذَابٌ مُّقِیْمٌ تک (سورۃ مائدہ آیت ۳۶۔۳۷) ترجمہ ''یقیناً جو لوگ کافر ہیں اگر ان کے پاس تمام دنیا بھر کی چیزیں ہوں اور ان چیزوں کے ساتھ اتنی چیزیں اور بھی ہوں تاکہ وہ اس کو دے کر روز قیامت کے عذاب سے چھوٹ جاویں تب بھی وہ چیزیں ہرگز ان سے قبول نہ کی جاویں گی اور ان کو دردناک عذاب ہوگا۔ اس بات کی خواہش کریں گے کہ جہنم سے نکل آئیں اور وہ اس سے کبھی نہ نکلیں گے اور ان کو عذاب دائمی ہوگا۔'' پھر حضرت جابرؓ نے کہا کیا تم قرآن نہیں پڑھتے ہو؟ میں نے کہا پڑھتا ہوں بلکہ میں نے قرآن یاد کیا ہوا ہے۔ انھوں نے کہا کیا اللہ تعالیٰ نے یہ نہیں فرمایا وَمِنَ الَّیْلِ فَتَھَجَّدْ بِہٖ نَافِلَۃً لَّکَ عَسٰٓی اَنْ یَّبْعَثَکَ رَبُّکَ مَقَامًا مَّحْمُوْدًا (سورۃ بنی اسرائیل آیت ۷۹) ترجمہ ''اور کسی قدر رات کے حصہ میں سو اس میں تہجد پڑھا کیجئے جو کہ آپ کے لیے (فرض نمازوں کے علاوہ) زائد چیز ہے امید ہے کہ آپ کا رب آپ کو مقام محمود میں جگہ دے گا یہی وہ مقام ہے (جو شفاعت کبریٰ کا ہے) اللہ تعالیٰ کچھ لوگوں کو ان کے گناہوں کی وجہ سے کچھ عرصہ جہنم میں رکھیں گے اور ان سے بات بھی نہ فرمائیں گے اور جب ان کو وہاں سے نکالنا چاہیں گے نکال لیں گے۔ حضرت یزید الفقیر کہتے ہیں اس کے بعد میں نے کبھی شفاعت کو نہیں جھٹلایا۔[1]

جنت اور جہنم پر ایمان لانا

حضرت حنظلہ کاتب اسیدیؓ جو حضور ﷺ کے کاتبوں میں سے تھے۔ وہ فرماتے ہیں کہ ہم حضورؐ کے پاس تھے۔ حضورؐ نے ہمارے سامنے جنت اور جہنم کا ذکر اس طرح فرمایا کہ گویا ہم دونوں کو آنکھوں سے دیکھ رہے ہیں پھر میں اٹھ کر بیوی بچوں کے پاس چلا گیا اور ان کے ساتھ ہنسنے کھیلنے لگ گیا پھر مجھے وہ حالت یاد آئی جو (حضورؐ کے سامنے) ہماری تھی (کہ ہم دنیا بھولے ہوئے تھے اور جنت اور جہنم آنکھوں کے سامنے تھیں اور اب وہ نہ رہی تھیں) یہ سوچ کر میں باہر نکلا تو حضرت ابوبکرؓ مجھے ملے۔ میں نے کہا اے ابوبکر! میں تو منافق ہوگیا۔ انھوں نے کہا کیا بات ہوئی؟ میں نے کہا ہم لوگ حضور ﷺ کے پاس ہوتے ہیں۔ حضورؐ ہمارے سامنے جنت اور جہنم کا ذکر اس طرح فرماتے ہیں کہ گویا ہم دونوں کو آنکھوں سے دیکھ رہے ہیں۔ جب ہم آپؐ کے پاس سے باہر آجاتے ہیں اور بیوی بچوں اور کام کاج میں لگ جاتے ہیں تو ہم (جنت جہنم سب) بھول

---

[1] عند ابن ابی حاتم کذافی التفسیر لابن کثیر (ج ۲ ص ۵۴)

جاتے ہیں۔ حضرت ابوبکرؓ نے کہا ہمارا بھی یہی حال ہے۔ پھر میں نے جا کر حضورؐ کی خدمت میں یہ ساری بات ذکر کی۔ آپؐ نے فرمایا اے حنظلہ! تمہاری جو حالت میرے پاس ہوتی ہے وہی اگر گھر والوں کے پاس جا کر بھی رہے تو فرشتے تم سے بستروں پر اور راستوں میں مصافحہ کرنے لگیں لیکن حنظلہ! بات یہ ہے کہ گاہے گاہے گاہے گاہے۔[1]

حضرت عبداللہ بن مسعودؓ فرماتے ہیں کہ ایک رات ہم نے حضورﷺ کے پاس جاگ کر گزاری اور صبح ہم حضورؐ کی خدمت میں گئے۔ آپؐ نے فرمایا آج رات مجھے خواب میں انبیاء علیہم السلام اور ان کی تابعدار امتیں دکھائی گئیں۔ ایک ایک نبی میرے پاس سے گزرتا تھا کوئی نبی ایک جماعت میں ہوتا، کسی کے ساتھ تین آدمی ہوتے، کسی کے ساتھ کوئی بھی نہ ہوتا۔ حضرت قتادہؓ نے یہ آیت پڑھی الیس منکم رجل رشید (سورت ہود آیت ۷۸) ترجمہ "کیا تم میں کوئی بھی (معقول آدمی اور) بھلا مانس نہیں" پھر حضورؐ نے فرمایا پھر میرے پاس سے حضرت موسیٰ بن عمران علیہ السلام بنی اسرائیل کی ایک بہت بڑی جماعت کے ساتھ گزرے۔ حضورؐ فرماتے ہیں، میں نے پوچھا یہ کون ہیں؟ اللہ تعالیٰ نے فرمایا یہ آپؐ کے بھائی حضرت موسیٰ بن عمران اور انکے تابعدار امتی ہیں۔ میں نے عرض کیا اے میرے رب! میری امت کہاں ہے۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا اپنی دائیں طرف ٹیلوں میں دیکھو۔ میں نے وہاں دیکھا تو بہت سے آدمیوں کے چہرے نظر آئے پھر اللہ تعالیٰ نے فرمایا کیا آپ راضی ہوگئے؟ میں نے کہا اے میرے رب! میں راضی ہوگیا۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا اب اپنی بائیں طرف آسمان کے کنارے میں دیکھو۔ میں نے وہاں دیکھا تو بہت سے آدمیوں کے چہرے نظر آئے۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا کیا آپ راضی ہوگئے میں نے کہا اے میرے رب! میں راضی ہوگیا۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا ان کے ساتھ ستر ہزار اور بھی ہیں جو جنت میں حساب کے بغیر داخل ہوں گے۔ پھر قبیلہ بنو اسد کے حضرت عکاشہ بن محصنؓ جو کہ بدری تھے وہ کہنے لگے اے اللہ کے نبی! اللہ سے میرے لیئے دعا کریں کہ اللہ تعالیٰ مجھے ان میں شامل کر دے۔ حضورؐ نے دعا فرمائی اے اللہ! اسے ان میں شامل فرما دے۔ پھر ایک اور آدمی نے کہا اے اللہ کے نبی! اللہ سے دعا کریں اللہ مجھے بھی ان میں شامل کر دے۔ حضورؐ نے فرمایا اس دعا میں عکاشہ تم سے سبقت لے گئے۔ پھر حضورؐ نے صحابہؓ سے فرمایا میرے ماں باپ تم پر قربان ہوں اگر تم ستر ہزار والوں میں سے ہو سکتے ہو تو ان میں سے ضرور ہو جاؤ۔ اگر یہ نہ ہو سکے تو تم ٹیلوں والوں میں سے ہو جاؤ اور اگر یہ بھی نہ ہو سکے تو پھر ان میں سے ہو جاؤ جن کو میں نے آسمان کے کنارے میں دیکھا تھا کیونکہ میں نے ایسے بہت سے آدمی دیکھے ہیں جن کے حالات ان تین قسم کے انسانوں کے خلاف ہیں۔ پھر آپؐ نے فرمایا مجھے امید ہے کہ تم جنت والوں کا تہائی حصہ ہو گے اس پر ہم نے اللہ اکبر کہا۔ پھر

۱۔ اخرجه الحسن بن سفيان وابو نعيم كذا في الكنز (ج ا ص ۱۰۰)

حضورؐ نے فرمایا تم جنت والوں میں آدھے ہو گے ہم نے پھر اللہ اکبر کہا۔ پھر آپؐ نے فرمایا مجھے امید ہے کہ تم جنت والوں کا چوتھائی حصہ ہو گے اس پر ہم نے اللہ اکبر کہا۔ پھر حضورؐ نے یہ آیت پڑھی: ثُلَّةٌ مِّنَ الْاَوَّلِيْنَ وَثُلَّةٌ مِّنَ الْاٰخِرِيْنَ (سورۃ واقعہ آیت ۳۹۔۴۰) ترجمہ "(اصحاب الیمین) کا ایک بڑا گروہ اگلے لوگوں میں ہوگا اور ایک بڑا گروہ پچھلے لوگوں سے میں ہوگا" حضرت عبداللہؓ کہتے ہیں کہ ہم آپس میں یہ بات کرنے لگے کہ یہ ستر ہزار کون ہیں؟ ہم نے کہا یہ وہ لوگ ہیں جو اسلام میں پیدا ہوئے اور انھوں نے زندگی میں کبھی شرک نہیں کیا۔ ہوتے ہوتے یہ بات حضورؐ تک پہنچی تو آپؐ نے فرمایا نہیں یہ تو وہ لوگ ہیں جو (علاج کیلئے) جسم پر داغ نہیں لگائیں گے اور کبھی منتر نہیں پڑھیں گے اور نہ کبھی بدفالی لیں گے اور اپنے رب پر توکل کریں گے۔[1]

حضرت سلیم بن عامرؓ کہتے ہیں کہ حضور ﷺ کے صحابہ کہا کرتے تھے کہ اللہ تعالیٰ ہمیں دیہاتی لوگوں کے سوالات سے بڑا نفع پہنچاتے ہیں؛ چنانچہ ایک دن ایک دیہاتی آیا اور اس نے کہا یا رسول اللہ! اللہ تعالیٰ نے جنت میں ایک ایسے درخت کا ذکر کیا ہے جس سے انسان کو تکلیف ہوتی ہے۔ حضورؐ نے پوچھا وہ کونسا درخت ہے؟ اس نے کہا بیری کا درخت کیونکہ اس میں تکلیف دہ کانٹے ہوتے ہیں۔ حضورؐ نے فرمایا کیا اللہ تعالیٰ نے یہ نہیں فرمایا فِيْ سِدْرٍ مَّخْضُوْدٍ (سورۃ واقعہ آیت ۲۸) ترجمہ "وہ ان باغوں میں ہوں گے جہاں بے خار بیریاں ہوں گی" اللہ تعالیٰ نے اس کے کانٹے دور کر دیئے ہیں اور ہر کانٹے کی جگہ پھل لگا دیا ہے۔ اس درخت میں ایسے پھل لگیں گے کہ ہر پھل میں بہتر قسم کے ذائقے ہوں گے اور ہر ذائقہ دوسرے سے مختلف ہوگا۔[2]

حضرت عتبہ بن عبد سلمیؓ فرماتے ہیں کہ میں حضور ﷺ کے پاس بیٹھا ہوا تھا کہ اتنے میں ایک دیہاتی آدمی آیا۔ اس نے کہا یا رسول اللہ! میں نے آپ سے جنت میں ایک ایسے درخت کا ذکر سنا ہے کہ میرے خیال میں اس سے زیادہ کانٹے والا درخت اور کوئی نہیں ہوگا یعنی ببول کا درخت۔ حضورؐ نے فرمایا اللہ تعالیٰ اس کے ہر کانٹے کی جگہ بھرے ہوئے گوشت والے بکرے کے خصیہ کے برابر پھل لگا دیں گے اور اس پھل میں ستر قسم کے ذائقے ہوں گے۔ ہر ذائقہ دوسرے سے مختلف ہوگا۔[3]

حضرت عتبہ بن عبد سلمیؓ فرماتے ہیں کہ ایک دیہاتی حضور ﷺ کی خدمت میں آیا اور اس نے

۱۔ اخرجه ابن ابی حاتم و كذا رواه ابن جرير وهذا الحديث له طرق كثيرة من غير هذا الوجه فی الصحاح وغيرها كذا فی التفسير لابن كثير (ج ۴ ص ۲۹۳) واخرجه الحاكم فی المستدرك (ج ۳ ص ۵۷۸) عن عبدالله بن مسعود بطوله نحوه وقال هذا حديث صحيح الاسناد ولم يخرجاه بهذه السياقة وقال الذهبی صحيح. ۲۔ اخرجه ابن النجار

۳۔ عند ابن ابی داؤد كذا فی التفسير لابن كثير (ج ۴ ص ۲۸۸)

حضورؐ سے حوض کے بارے میں پوچھا اور جنت کا تذکرہ کیا۔ پھر اس دیہاتی نے کہا کیا اس میں پھل بھی ہوں گے؟ حضورؐ نے فرمایا ہاں۔ اس میں ایک درخت ہے جسے طوبیٰ کہا جاتا ہے۔ راوی کہتے ہیں کہ حضورؐ نے کسی اور چیز کا بھی ذکر فرمایا لیکن مجھے معلوم نہ ہو سکا کہ وہ کیا چیز تھی۔ اس دیہاتی نے کہا ہمارے علاقہ کے کس درخت کے مشابہ ہے؟ حضورؐ نے فرمایا تمہارے علاقے کے کسی درخت کے مشابہ نہیں۔ پھر حضورؐ نے فرمایا کیا تم شام گئے ہو؟ اس نے کہا نہیں۔ حضورؐ نے فرمایا وہ شام کے ایک درخت کے مشابہ ہے جس کو اخروٹ کہا جاتا ہے۔ ایک تنے پر اگتا ہے اور اس کی اوپر والی شاخیں پھیلی ہوئی ہوتی ہیں۔ پھر اس دیہاتی نے کہا گچھا کتنا بڑا ہوگا؟ حضورؐ نے فرمایا سیاہ سفید داغوں والا کوا بغیر رکے ایک مہینہ مسلسل اڑ کر جتنا فاصلہ طے کرتا ہے وہ گچھا اس فاصلے کے برابر ہوگا۔ پھر اس دیہاتی نے کہا اس درخت کی جڑ کتنی موٹی ہوگی؟ آپؐ نے فرمایا تمہارے گھر والوں کے اونٹوں میں سے ایک جوان اونٹ چلنا شروع کرے اور چلتے چلتے بوڑھا ہو جائے اور بوڑھا ہونے کی وجہ سے اس کی ہنسلی کی ہڈی ٹوٹ جائے پھر بھی وہ اس کی جڑ کا ایک چکر نہیں لگا سکے گا۔ پھر اس دیہاتی نے پوچھا کیا جنت میں انگور ہوں گے؟ حضورؐ نے فرمایا ہاں! اس نے پوچھا انگور کا دانہ کتنا بڑا ہوگا؟ حضورؐ نے فرمایا کیا تیرے باپ نے کبھی اپنی بکریوں میں سے بڑا بکرا ذبح کیا ہے؟ اس نے کہا جی کیا ہے۔ حضورؐ نے فرمایا پھر اس نے اس کی کھال اتار کر تیری ماں کو دے دی ہو اور اس سے کہا ہو کہ اس کھال کا ہمارے لیئے ڈول بنا دے! اس دیہاتی نے کہا جی ہاں (حضورؐ نے فرمایا وہ دانہ اس ڈول کے برابر ہوگا) پھر دیہاتی نے کہا (جب وہ دانہ ڈول کے برابر ہوگا) تو پھر ایک دانے سے میرا اور میرے گھر والوں کا پیٹ بھر جائے گا۔ حضورؐ نے فرمایا ہاں بلکہ تیرے سارے خاندان کا پیٹ بھر جائے گا۔[1]

حضرت ابن عمرؓ فرماتے ہیں حبشہ کا ایک آدمی حضور ﷺ کے پاس آیا۔ حضورؐ نے فرمایا جو چاہو پوچھو۔ اس نے کہا یا رسول اللہ! آپ کو شکل وصورت، رنگ اور نبوت کی وجہ سے ہم پر فضیلت حاصل ہے ذرا یہ بتائیں کہ اگر میں ان چیزوں پر ایمان لے آؤں جن پر آپ ایمان لائے ہیں اور وہ تمام عمل کروں جو آپ کر رہے ہیں تو کیا میں بھی جنت میں آپ کے ساتھ ہو سکتا ہوں؟ حضورؐ نے فرمایا بالکل ضرور۔ اس ذات کی قسم جس کے قبضہ میں میری جان ہے! کالے حبشی کی سفیدی جنت میں ہزار سال کی مسافت سے نظر آئے گی۔ پھر حضورؐ نے فرمایا جو آدمی لآالــٰـہ الا اللّٰــہ کہے وہ اللہ کی ذمہ داری میں آجاتا ہے اور جو سبحان اللہ وبحمدہ کہے اس کے لئے ایک لاکھ چوبیس ہزار نیکیاں لکھی جاتی ہیں۔ اس پر ایک آدمی نے کہا یا رسول اللہ! اس کے بعد ہم کیسے ہلاک ہوں گے؟ حضورؐ نے فرمایا قیامت کے دن ایک آدمی اتنے اعمال لے کر آئے گا کہ اگر وہ اعمال کسی پہاڑ پر رکھ دیئے جائیں تو پہاڑ کو بھاری لگنے لگیں۔ پھر ان اعمال

[1] اخرجه الامام احمد كذافى التفسير لابن كثير (ج ۴ ص ۲۹۰)

کے مقابلہ میں اللہ کی نعمتیں آئیں گی اور وہ ان سارے اعمال کو ختم کرنے کے قریب ہوں گی؛ البتہ اگر اللہ اسے اپنی رحمت سے ڈھانپ لے تو اس کے اعمال بچ سکیں گے اور جب یہ سورت ھَلْ اَتٰی عَلَی الْاِنْسَانِ حِیْنٌ مِّنَ الدَّھْرِ سے لے کر مُلْکًا کَبِیْرًا تک نازل ہوئی (سورت دہر آیت ۱ تا ۲۰) ترجمہ ''بے شک انسان پر زمانہ میں ایک وقت ایسا بھی آچکا ہے جس میں وہ کوئی چیز قابل تذکرہ نہ تھا (یعنی انسان نہ تھا بلکہ نطفہ تھا)'' تو اس حبشی نے کہا میری آنکھیں بھی وہ سب کچھ جنت میں دیکھیں گی جو آپ کی آنکھیں دیکھیں گی؟ حضور ﷺ نے فرمایا ہاں! یہ سن کر (خوشی کے مارے) وہ رونے لگا اور اتنا رویا کہ اس کی جان نکل گئی۔ حضرت ابن عمرؓ فرماتے ہیں کہ میں نے دیکھا کہ حضورؐ اپنے ہاتھ سے اسے قبر میں اتار رہے تھے۔[1] حضرت عبداللہ بن وہبؒ کہتے ہیں کہ حضرت ابن زیدؓ نے ہمیں بتایا کہ جب حضور ﷺ پر ھَلْ اَتٰی عَلَی الْاِنْسَانِ حِیْنٌ مِّنَ الدَّھْرِ والی سورت نازل ہوئی تو اس وقت آپؐ کے پاس ایک کالا آدمی بیٹھا ہوا تھا۔ حضورؐ نے یہ سورت پڑھ کر سنائی جب حضورؐ اس سورت میں جنت کی نعمتوں کے ذکر پر پہنچے تو اس نے ایک لمبا سانس زور سے لیا اور اس کی جان نکل گئی۔ حضورؐ نے فرمایا جنت کے شوق نے تمہارے ساتھی اور بھائی کی جان لے لی۔[2]

حضرت ابومطرؒ کہتے ہیں کہ میں نے حضرت علیؓ کو فرماتے ہوئے سنا کہ جب حضرت عمر بن خطابؓ کو ابولولوہ نے زخمی کیا تو میں ان کے پاس گیا وہ رو رہے تھے میں نے کہا اے امیر المومنین! آپ کیوں رو رہے ہیں؟ حضرت عمرؓ نے فرمایا میں آسمان کے فیصلے کی وجہ سے رو رہا ہوں۔ مجھے معلوم نہیں کہ مجھے جنت میں لے جایا جائے گا یا جہنم میں؟ میں نے ان سے کہا آپ کو جنت کی بشارت ہو کیونکہ میں نے حضور ﷺ کو بے شمار دفعہ فرماتے ہوئے سنا ہے کہ ابوبکر و عمر جنت کے بڑی عمر کے لوگوں کے سردار ہیں اور دونوں بہت عمدہ آدمی ہیں۔ حضرت عمرؓ نے فرمایا اے علی! کیا تم میرے جنتی ہونے کے گواہ ہو؟ میں نے کہا جی ہاں اور اے حسن! تم اپنے باپ کے گواہ رہنا کہ حضور ﷺ نے فرمایا کہ عمر جنت والوں میں سے ہے۔[3]

حضرت عمرؓ کے زہد کے باب میں گزر چکا ہے کہ انھوں نے اپنی ایک ضیافت کے موقع پر فرمایا کہ ہمیں تو یہ کھانا مل گیا لیکن وہ مسلمان فقراء جن کا اس حال میں انتقال ہوا کہ ان کو پیٹ بھر جو کی روٹی بھی نہ ملتی تھی ان کو کیا ملے گا؟ حضرت عمر بن ولید نے کہا انہیں جنت ملے گی۔ یہ سن کر حضرت عمرؓ کی آنکھیں ڈبڈبا آئیں اور فرمایا اگر ہمارے حصہ میں دنیا کا یہ مال و متاع ہے اور وہ جنت لے جائیں تو وہ ہم سے بہت آگے نکل گئے اور بڑی فضیلت حاصل کر لی۔[4]

۱۔ اخرجه الطبراني كذافي التفسير لابن كثير (ج ۴ ص ۴۵۷)

۲۔ مرسل غريب كذافي التفسير لابن كثير (ج ۴ ص ۴۵۳)   ۳۔ اخرجه ابن عساكر كذافي المنتخب (ج ۴ ص ۴۲۸)   ۴۔ اخرجه عبد بن حميد وغيره عن قتادة

حضرت مصعب بن سعدؒ کہتے ہیں جب میرے والد (حضرت سعد بن ابی وقاصؓ) کی جان نکل رہی تھی۔ ان کا سر میری گود میں تھا۔ میری آنکھوں میں آنسو آ گئے۔ انہوں نے میری طرف دیکھا اور فرمایا اے میرے بیٹے! کیوں روتے ہو؟ میں نے کہا آپ کے مقام کی وجہ سے اور آپ کو مرتے ہوئے دیکھ کر رو رہا ہوں۔ میرے والد نے مجھے کہا مت روئیں کیونکہ اللہ تعالیٰ مجھے کبھی عذاب نہیں دیں گے اور میں یقیناً جنت والوں میں سے ہوں۔ اور مومن بندے جب تک اللہ کے لیئے عمل کریں گے اللہ ان کی نیکیوں کا بدلہ دے گا اور کفار کی نیکیوں کی وجہ سے ان کے عذاب میں تخفیف ہوگی اور مومنین کے وہ عمل جو انہوں نے اللہ کے لیئے کیئے تھے جب وہ ختم ہو جائیں گے تو ان سے کہا جائے گا جس کے لیئے عمل کیا تھا ہر ایک اس کا ثواب بھی اسی سے لے لے۔[1] حضرت ابن شماسہ مہریؒ کہتے ہیں کہ ہم لوگ حضرت عمرو بن عاص کی خدمت میں گئے اور ان کی جان نکل رہی تھی۔ انہوں نے اپنا چہرہ دیوار کی طرف پھیر لیا اور کافی دیر تک روتے رہے۔ ان کا بیٹا انہیں کہتا رہا آپ کیوں رو رہے ہیں؟ کیا آپ کو حضورؐ نے یہ اور یہ بشارت نہیں دی؟ لیکن وہ دیوار کی طرف منہ کر کے روتے رہے پھر ہماری طرف منہ کر کے فرمایا تم جو میرے فضائل شمار کر رہے ہو ان سب سے افضل تو کلمہ شہادت اشھد ان لا الہ الا اللّٰہ و اشھد ان محمدا رسول اللّٰہ ہے لیکن میری زندگی کے تین دور ہیں پہلا دور تو وہ ہے کہ مجھے اس زمانے میں حضور ﷺ سے زیادہ مبغوض کوئی نہیں تھا اور حضورؐ پر قابو پا کر قتل کر دینے سے زیادہ محبوب اور کوئی کام نہیں تھا اگر میں اس حال میں مر جاتا تو میں جہنم والوں میں سے ہوتا پھر اللہ نے میرے دل میں اسلام کی حقانیت ڈال دی اور میں بیعت ہونے کے لیئے حضورؐ کی خدمت میں حاضر ہوا اور میں نے عرض کیا یا رسول اللہ! آپ اپنا دایاں ہاتھ بڑھائیں تا کہ میں آپ سے بیعت ہو جاؤں۔ حضورؐ نے اپنا دست مبارک بڑھا دیا۔ میں نے اپنا ہاتھ پیچھے کر لیا۔ حضورؐ نے فرمایا اے عمرو! تمہیں کیا ہوا؟ میں نے کہا میں کچھ شرط لگانا چاہتا ہوں۔ حضورؐ نے فرمایا کیا شرط لگانا چاہتے ہو؟ میں نے کہا یہ شرط لگانا چاہتا ہوں کہ میری مغفرت ہو جائے۔ حضورؐ نے فرمایا اے عمرو! کیا تم نہیں جانتے کہ اسلام اپنے سے پہلے کے گناہوں کو مٹا دیتا ہے اور ہجرت کرنے سے بھی پہلے کے تمام گناہ معاف ہو جاتے ہیں اور حج کرنے سے بھی پہلے کے تمام گناہ معاف ہو جاتے ہیں اور پھر میرا یہ حال ہو گیا کہ حضورؐ سے زیادہ مجھے کوئی محبوب نہیں تھا اور میری نگاہ میں حضورؐ سے زیادہ اور کوئی عظمت والا نہیں تھا۔ اگر کوئی مجھ سے کہتا کہ حضورؐ کا حلیہ بیان کر دو تو میں بیان نہیں کر سکتا تھا کیونکہ میں حضورؐ کی عظمت اور ہیبت کی وجہ سے آپؐ کو آنکھ بھر کر دیکھ نہیں سکتا تھا۔ اگر میں اس حالت پر مرتا تو مجھے یقین تھا کہ میں جنت والوں میں سے ہوتا۔ اس کے بعد ہمیں بہت سے کام کرنے پڑے۔ اب مجھے معلوم

---

[1] اخرجه ابن سعد (ج ۳ ص ۱۴۷)

نہیں کہ ان کاموں کے کرنے کے بعد اب میرا کیا حال ہوگا؟ لہٰذا جب میں مرجاؤں تو میرے جنازے کے ساتھ نہ کوئی نوحہ کرنے والی عورت جائے اور نہ آگ۔ اور جب تم مجھے دفن کرلو تو میرے اوپر اچھی طرح مٹی ڈالنا اور دفن کر کے میری قبر کے پاس اتنی دیر ٹھہرے رہنا جتنی دیر میں اونٹ کو ذبح کر کے اس کا گوشت تقسیم کر دیا جاتا ہے۔ تم لوگوں کے قریب ہونے سے مجھے انس رہے گا یہاں تک کہ مجھے پتہ چل جائے گا کہ میں اپنے رب کے قاصدوں کے سوالوں کا کیا جواب دیتا ہوں۔[1]

حضرت عبدالرحمٰن بن شماسہؒ کہتے ہیں کہ جب حضرت عمرو بن عاصؓ کی وفات کا وقت قریب آیا تو وہ رونے لگے۔ ان سے ان کے بیٹے حضرت عبداللہؓ نے کہا آپ کیوں رو رہے ہیں؟ کیا آپ موت سے گھبرا رہے ہیں؟ حضرت عمروؓ نے کہا نہیں اللہ کی قسم! نہیں۔ (موت کی وجہ سے نہیں رو رہا ہوں) بلکہ موت کے بعد جو حالات آنے والے ہیں ان کی وجہ سے رو رہا ہوں۔ حضرت عبداللہؓ نے ان سے کہا آپ نے تو خیر کا زمانہ گزارا ہے پھر حضرت عبداللہؓ انہیں یاد کرانے لگے کہ آپ حضورﷺ کے ساتھ رہے ہیں۔ آپ نے شام میں بڑی فتوحات حاصل کی ہیں۔ حضرت عمروؓ نے فرمایا تم نے ان سب سے افضل چیز کو تو چھوڑ دیا اور وہ ہے کلمہ شہادت اشھد ان لا الٰہ الا اللّٰہ پھر آگے حدیث کو مختصر ذکر کیا اور اس کے آخر میں یہ مضمون ہے کہ جب میں مرجاؤں تو کوئی عورت مجھ پر بین نہ کرے اور نہ کوئی تعریف کرنے والا جنازے کے ساتھ جائے اور نہ (جاہلیت کے دستور کے مطابق) میرے جنازے کے ساتھ آگ ہو۔ اب میری لنگی اچھی طرح مضبوطی سے باندھ دو کیونکہ (جان نکالتے وقت) فرشتے مجھ سے جھگڑا کریں گے (تو کہیں اس حالت میں ستر نہ کھل جائے) اور میرے اوپر دونوں طرف اچھی طرح مٹی ڈالنا کیونکہ میرا دایاں پہلو بائیں پہلو سے زیادہ مٹی کا حقدار نہیں ہے اور میری قبر میں کوئی لکڑی اور پتھر استعمال نہ کرنا (تاکہ قبر شاندار نہ بنے)[2] ایک روایت میں یہ ہے کہ اس کے بعد حضرت عمروؓ نے اپنا چہرہ دیوار کی طرف پھیر لیا اور کہنے لگے اے اللہ! تو نے ہمیں بہت سے حکم دیئے لیکن ہم نے تیری نافرمانی کی اور وہ حکم پورے نہ کیئے اور تو نے ہمیں بہت سے کاموں سے روکا لیکن ہم نہ رکے اس لیئے ہماری نجات کی بس ایک ہی صورت ہے تو ہمیں معاف کر دے اور ایک روایت میں یہ ہے کہ انھوں نے اپنا ہاتھ اپنے گلے پر اس طرح رکھا جیسے کہ گلے میں طوق ڈالا جاتا ہے۔ پھر آسمان کی طرف سر اٹھا کر کہا اے اللہ! میں طاقتور بھی نہیں کہ بدلہ لے سکوں اور نہ بے قصور ہوں کہ عذر پیش

۱؎ اخرجه ابن سعد (ج۴ ص ۲۵۸) واخرجه مسلم (ج ا ص ۷۶) بسند ابن سعد بسياقه نحوه

۲؎ اخرجه احمد كذافي البداية (ج۸ ص ۲۶) وقال وقدروى مسلم هذا الحديث فى صحيحه وفيه زيادات على هذا السياق اى سياق احمد

کر سکوں اور نہ ہی مجھے اپنی غلطیوں اور گناہوں سے انکار ہے۔ بلکہ میں تو استغفار کرتا ہوں لآ الہ الا انت وہ یہ کلمات بار بار کہتے رہے یہاں تک کہ ان کا انتقال ہو گیا اور ابن سعد کی روایت کے آخر میں یہ الفاظ ہیں کہ پھر حضرت عمرؓ نے کہا اے اللہ! تو نے ہمیں بہت سے حکم دیئے جنہیں ہم نے پورا نہ کیا اور تو نے ہمیں برے کاموں سے روکا لیکن ہم نے اپنے آپ کو ضائع کر دیا نہ تو میں بے قصور ہوں کہ عذر پیش کروں اور نہ ایسا زوردار ہوں کہ بدلہ لے سکوں لآ الہ الا اللّٰہ انتقال تک ان ہی کلمات کو دہراتے رہے۔[1]

نصرت کے باب میں گزر چکا ہے کہ نبی کریم ﷺ نے انصار سے فرمایا تمہارے اوپر جو ہماری نصرت کا حق تھا وہ تم نے پورا پورا ادا کر دیا۔ اب اگر تم چاہو تو یوں کر لو کہ اپنا خیبر کا حصہ خوشی خوشی مہاجرین کو دے دو اور (مدینہ کے باغات کے) سارے پھل خود رکھ لیا کرو (اور مہاجرین کو اب ان میں سے کچھ نہ دیا کرو یوں مدینہ کا سارا پھل تمہارا اور خیبر کا سارا پھل مہاجرین کا ہو جائے گا) انصار نے کہا (ہمیں منظور ہے) آپ نے ہمارے ذمہ اپنے کئی کام لگائے تھے۔ وہ ہم نے سارے کر دیئے۔ اب ہم چاہتے ہیں کہ ہماری چیز ہمیں مل جائے۔ حضورؐ نے فرمایا وہ جنت تمہیں ضرور ملے گی۔ اسے بزار نے روایت کیا ہے۔

اور جہاد کے باب میں یہ گزر چکا ہے کہ بدر کے دن حضور ﷺ نے لڑنے کے لیئے ابھارا تو حضرت عمیرؓ نے کہا واہ واہ! کیا میرے اور جنت میں داخل ہونے کے درمیان صرف یہی چیز حائل ہے کہ یہ (کافر) لوگ مجھے قتل کر دیں؟ یہ کہہ کر کھجوریں ہاتھ سے پھینک دیں اور تلوار لے کر کافروں سے لڑنا شروع کیا یہاں تک کہ شہید ہو گئے۔ دوسری روایت میں یہ ہے کہ حضور ﷺ نے فرمایا تم واہ واہ کیوں کہہ رہے ہو۔ انھوں نے کہا یا رسول اللہ! اللہ کی قسم! صرف اس امید پر کہہ رہا ہوں کہ میں بھی جنت والوں میں سے ہو جاؤں۔ آپؐ نے فرمایا تم جنت والوں سے ہو۔ پھر وہ اپنی جھولی میں سے کھجوریں نکال کر کھانے لگے۔ پھر کہنے لگے ان کھجوروں کے کھانے تک میں زندہ رہوں یہ تو بڑی لمبی زندگی ہے یہ کہہ کر ان کھجوروں کو پھینک دیا اور شہید ہونے تک کافروں سے لڑتے رہے۔ اس حدیث کو امام احمد وغیرہ نے حضرت انسؓ سے روایت کیا ہے۔

اور جہاد کے باب میں زخمی ہونے کے عنوان میں یہ گزر چکا ہے کہ حضرت انس بن نضرؓ نے کہا واہ واہ! جنت کی خوشبو دار ہوا کیا ہی عمدہ ہے جو مجھے احد پہاڑ کے پیچھے سے آ رہی ہے۔ پھر انھوں نے کافروں سے جنگ شروع کر دی یہاں تک کہ شہید ہو گئے اور صحابہ کرام کے اللہ کے راستے میں شہید ہونے کے شوق میں یہ گزر چکا ہے کہ جب حضرت سعد بن خیثمہؓ سے ان کے والد نے کہا اب ہم دونوں میں سے ایک کا یہاں رہنا ضروری ہو گیا ہے تو حضرت سعدؓ نے کہا اگر جنت

---

[1] اخرجه ابن سعد (ج ۳ ص ۲۶۰) عن عبدالله بن عمروؓ فذكر الحديث فيما اوصاه عمرو.

کے علاوہ کوئی اور چیز ہوتی تو میں (حضورؐ کے ساتھ جانے میں) آپ کو اپنے سے آگے رکھتا۔ میں اپنے اس سفر میں شہادت کی امید لگائے ہوئے ہوں اور حضرت سعد بن ربیعؓ کا قصہ بھی گزر چکا ہے کہ جب حضرت زید بن ثابتؓ نے ان سے کہا کہ اللہ کے رسول ﷺ سلام کہتے ہیں اور تم سے پوچھتے ہیں کہ بتاؤ تم اپنے آپ کو کیسا پا رہے ہو؟ تو حضرت سعدؓ نے ان سے کہا تم حضورؐ سے کہہ دینا کہ یا رسول اللہ! میرا حال یہ ہے کہ میں جنت کی خوشبو پا رہا ہوں اور یہ بھی گزر چکا ہے کہ غزوہ بیر معونہ کے دن حضرت حرام بن ملحانؓ نے کہا تھا کہ رب کعبہ کی قسم! میں کامیاب ہو گیا یعنی جنت ملنے کی کامیابی مل گئی اور حضرت عمار بن یاسرؓ کی بہادری کے عنوان میں یہ گزر چکا ہے کہ حضرت عمارؓ نے کہا اے ہاشمؓ! آگے بڑھو جنت تلواروں کے سائے کے نیچے ہے اور موت نیزوں کے کناروں میں ہے۔ جنت کے دروازے کھولے جا چکے ہیں اور بڑی آنکھوں والی حوریں آراستہ ہو چکی ہیں۔ آج میں اپنے محبوب دوستوں حضرت محمد ﷺ اور ان کی جماعت سے ملوں گا۔ پھر حضرت عمارؓ اور حضرت ہاشمؓ دونوں نے زور دار حملہ کیا اور دونوں شہید ہو گئے اور حضرت عمارؓ کی بہادری کے عنوان میں یہ بھی گزر چکا ہے کہ حضرت عمارؓ نے کہا اے مسلمانو! کیا تم جنت سے بھاگ رہے ہو؟ میں عمار بن یاسر ہوں میری طرف آؤ اور امارت قبول کرنے سے انکار کرنے کے باب میں گزر چکا ہے کہ حضرت ابن عمرؓ نے فرمایا کہ اس سے پہلے کبھی میرے دل میں دنیا کا خیال نہیں آیا تھا میں نے سوچا کہ ان سے جا کر یہ کہوں کہ اس خلافت کی امید و طمع وہ آدمی کر رہا ہے جس نے آپ کو اور آپ کے باپ کو اسلام کی وجہ سے مارا تھا اور (مار مار کر) تم دونوں کو اسلام میں داخل کیا تھا (اس سے حضرت ابن عمرؓ اپنی ذات مراد لے رہے ہیں) لیکن پھر مجھے جنتیں اور نعمتیں یاد آ گئیں تو میں نے ان سے یہ بات کہنے کا ارادہ چھوڑ دیا۔ حضرت ابن عمرؓ نے یہ بات اس وقت کہی تھی جب دومۃ الجندل میں حضرت معاویہؓ نے کہا کون خلافت کی طمع اور امید رکھتا ہے؟ اور حضرت سعید بن عامرؓ کا قصہ پہلے گزر چکا ہے کہ جب انھوں نے صدقہ کیا تو کچھ لوگوں نے ان سے کہا کہ آپ کے گھر والوں کا آپ پر حق ہے۔ آپ کے سسرال والوں کا بھی آپ پر حق ہے تو حضرت سعیدؓ نے کہا میں نے ان کے حقوق کی ادائیگی میں کبھی کسی کو ان پر ترجیح نہیں دی۔ میں موٹی آنکھوں والی حوریں حاصل کرنا چاہتا ہوں تو اس لیے میں کسی بھی انسان کو اس طرح خوش نہیں کرنا چاہتا کہ اس سے حوروں کے ملنے میں کمی آ جائے یا وہ نہ مل سکیں کیونکہ اگر جنت کی ایک بھی حور آسمان سے جھانک لے تو اس کی وجہ سے ساری زمین ایسے چمکنے لگے گی جیسے سورج چمکتا ہے۔ دوسری روایت میں یہ آیا ہے کہ حضرت سعیدؓ نے اپنی بیوی سے کہا ایسے ہی آرام سے بیٹھی رہو میرے کچھ ساتھی تھے جو تھوڑا عرصہ پہلے مجھ سے جدا ہو گئے (اس دنیا سے چلے گئے) اگر مجھے ساری دنیا بھی مل جائے تو بھی مجھے ان کا راستہ چھوڑنا پسند نہیں ہے۔ اگر جنت کی خوبصورت

حوروں میں سے ایک حور آسمان دنیا سے جھانک لے تو ساری زمین اس کے نور سے روشن ہو جائے اور اس کے چہرے کا نور چاند سورج کی روشنی پر غالب آجائے اور جو دوپٹہ اسے پہنایا جاتا ہے وہ دنیا و مافیہا سے زیادہ قیمتی ہے۔ اب میرے لیئے یہ تو آسان ہے کہ ان حوروں کی خاطر تجھے چھوڑ دوں لیکن تیری خاطر ان کو نہیں چھوڑ سکتا۔ یہ سن کر وہ نرم پڑ گئی اور راضی ہو گئی۔ بیماریوں پر صبر کرنے کے باب میں یہ قصہ گزر چکا ہے کہ جب حضور ﷺ نے ایک انصاری عورت سے یہ فرمایا تمہیں ان دو باتوں میں سے کونسی بات پسند ہے۔ ایک یہ کہ میں تمہارے لیئے دعا کروں اور تمہارا بخار چلا جائے دوسری یہ کہ تم صبر کرو اور تمہارے لیئے جنت واجب ہو جائے۔ تو اس انصاری عورت نے تین دفعہ کہا اللہ کی قسم! یا رسول اللہ! میں صبر کروں گی اور پھر کہا میں اللہ کی جنت کو خطرے میں نہیں ڈال سکتی۔ حضرت ابوالدرداء رضی اللہ عنہ کا قصہ بھی گزر چکا ہے کہ جب وہ بیمار ہوئے تو ان کے ساتھیوں نے ان کو کہا آپ کیا چاہتے ہیں؟ حضرت ابوالدرداءؓ نے کہا میں جنت چاہتا ہوں اور اولاد کے مرنے پر صبر کرنے کے باب میں حضرت ام حارثہؓ کا قصہ گزر چکا کہ جب ان کا بیٹا حضرت حارثہؓ بدر کے دن شہید ہوا تو انھوں نے کہا یا رسول اللہ! آپؐ مجھے بتائیں حارثہ کہاں ہے؟ اگر وہ جنت میں ہے تو میں صبر کروں گی ورنہ اللہ تعالیٰ بھی دیکھ لیں گے کہ میں کیا کرتی ہوں یعنی کتنا نوحہ کرتی ہوں۔ اس وقت تک نوحہ کرنا حرام نہیں ہوا تھا۔ دوسری روایت میں یہ ہے کہ حضرت ام حارثہؓ نے کہا یا رسول اللہ! اگر میرا بیٹا جنت میں ہے تو میں نہ روؤں گی اور نہ غم کا اظہار کروں گی اور اگر وہ جہنم میں ہے تو میں جب تک دنیا میں زندہ رہوں گی روتی رہوں گی۔ حضورؐ نے فرمایا اے ام حارثہ! وہاں ایک جنت نہیں ہے بلکہ کئی جنتیں ہیں اور (تمہارا بیٹا) حارث (پیار کی وجہ سے حارثہ کی جگہ حارث فرمایا) تو فردوس اعلیٰ میں ہے۔ اس پر وہ ہنستی ہوئی واپس چلی گئیں اور کہہ رہی تھیں واہ واہ! اے حارث تیرے کیا کہنے!

حضرت عائشہؓ فرماتی ہیں کہ ایک مرتبہ میں جہنم کو یاد کر کے رونے لگی۔ حضور ﷺ نے فرمایا اے عائشہ! تمہیں کیا ہوا؟ میں نے کہا میں جہنم کو یاد کر کے رو رہی ہوں۔ کیا آپ قیامت کے دن اپنے گھر والوں کو یاد رکھیں گے؟ حضورؐ نے فرمایا تین جگہوں پر کوئی کسی کو یاد نہیں رکھے گا ایک تو اعمال کے ترازو کے پاس جب تک یہ نہ معلوم ہو جائے کہ اس کا ترازو (نیک اعمال کی وجہ سے) ہلکا ہو گا یا (گناہوں کی وجہ سے) بھاری۔ دوسرے اعمال نامے ملنے کے وقت۔ جیسے دائیں ہاتھ میں ملے گا وہ کہے گا لو میرا اعمالنامہ پڑھ لو یہاں تک کہ اسے یہ معلوم ہو جائے کہ اعمال نامہ اس کے دائیں ہاتھ میں آئے گا یا بائیں میں اور (سامنے سے ملے گا) یا پشت کے پیچھے سے۔ تیسرے پل صراط کے پاس۔ جب پل صراط جہنم کی پشت پر رکھا جائے گا اس کے دونوں کناروں پر بہت سارے آنکڑے اور کانٹے ہوں گے۔ اللہ تعالیٰ اپنی مخلوق میں سے جسے چاہیں

گے ان آنکڑوں اور کانٹوں میں پھنسا کر روک لیں گے یہاں تک کہ یہ معلوم ہو جائے کہ اس سے نجات پاتا ہے یا نہیں۔[1]

حضرت عبدالعزیز بن ابی رواد کہتے ہیں مجھے یہ روایت پہنچی ہے کہ حضور ﷺ نے یہ آیت پڑھی یَآ اَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا قُوْٓا اَنْفُسَکُمْ وَاَهْلِیْکُمْ نَارًا وَّقُوْدُهَا النَّاسُ وَالْحِجَارَةُ (سورت تحریم آیت ۶) ترجمہ ''اے ایمان والو! تم اپنے آپ کو اور اپنے گھر والوں کو (دوزخ کی) اس آگ سے بچاؤ جس کا ایندھن (اور سوختہ) آدمی اور پتھر ہیں'' اس وقت حضورؐ کے پاس کچھ صحابہؓ بیٹھے ہوئے تھے ان میں ایک بڑے میاں بھی تھے۔ بڑے میاں نے کہا یا رسول اللہ! جہنم کے پتھر دنیا کے پتھر جیسے ہوں گے؟ حضورؐ نے فرمایا اس ذات کی قسم جس کے قبضہ میں میری جان ہے جہنم کی چٹانوں میں سے ایک چٹان دنیا کے تمام پہاڑوں سے زیادہ بڑی ہے۔ یہ سن کر وہ بڑے میاں بے ہوش ہو کر گر پڑے۔ حضورؐ نے اس کے دل پر ہاتھ رکھا تو وہ زندہ تھا۔ حضورؐ نے اسے پکار کر کہا اے بڑے میاں! لا الہ الا اللّٰہ پڑھو۔ اس نے کلمہ پڑھا۔ حضورؐ نے اسے جنت کی بشارت دی۔ حضورؐ کے صحابہؓ نے کہا یہ بشارت ہم میں سے صرف اسی کے لیئے ہے؟ حضور نے فرمایا، ہاں۔ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں ذٰلِکَ لِمَنْ خَافَ مَقَامِیْ وَخَافَ وَعِیْدِ (سورت ابراہیم آیت ۱۴) ترجمہ ''یہ ہر اس شخص کے لیئے (عام) ہے جو میرے رو برو کھڑا ہونے سے ڈرے اور میری وعید سے ڈرے۔'' حاکم کی ایک روایت میں بڑے میاں کے بجائے ایک نوجوان کے بے ہوش ہو کر گرنے کا ذکر ہے۔ اللہ سے ڈرنے کے باب میں یہ قصہ گزر چکا ہے کہ ایک انصاری نوجوان کے دل میں اللہ کا ڈر اتنا زیادہ بیٹھ گیا تھا کہ جب بھی اس کے سامنے جہنم کا ذکر ہوتا تو وہ رونے لگ جاتا۔ اور اس کیفیت کے غلبہ کی وجہ سے وہ ہر وقت گھر ہی رہنے لگا باہر نکلنا چھوڑ دیا۔ کسی نے حضور ﷺ سے اس کا تذکرہ کیا تو آپؐ اس کے گھر تشریف لے گئے۔ جب اس نوجوان کی حضورؐ پر نگاہ پڑی تو وہ کھڑے ہو کر حضورؐ کے گلے لگ گیا اور اسی حال میں اس کی جان نکل گئی اور وہ مر کر نیچے گر پڑا۔ حضورؐ نے فرمایا تم اپنے ساتھی کی تجہیز و تکفین کرو۔ جہنم کے ڈر نے اس کے جگر کے ٹکڑے کر دیئے۔[2] اور شداد بن اوسؓ کا قصہ بھی گزر چکا ہے کہ جب وہ بستر پر لیٹتے تو کروٹیں بدلتے رہتے اور ان کو نیند نہ آتی اور یوں فرماتے اے اللہ! جہنم نے میری نیند اڑا دی ہے پھر کھڑے ہو کر نماز شروع کر دیتے اور صبح تک اس میں مشغول رہتے۔ اس باب کے کچھ قصے حضور ﷺ کے

۱؎ اخرجه الحاكم (ج ۳ ص ۵۷۸) قال الحاكم هذا حديث صحيح اسناده على شرط الشيخين لولا ارسال فيه بين الحسن وعائشه وكذا قال الذهبي ۲؎ اخرجه ابن ابی حاتم هذا حديث مرسل غريب كذافی التفسير لابن كثير (ج ۳ ص ۳۹۱) واخرج الحاكم بمعناه مختصرا من حديث ابن عباسؓ وصححه كما تقدم فی الخوف ۳؎ اخرجه الحاكم وصححه عن سهل وابن ابی الدنيا وغيره عن حذيفه رضہ۔

صحابہؓ کے رونے کے باب میں گزر چکے ہیں اور غزوہ موتہ کے دن کے واقعات میں یہ گزر چکا ہے کہ حضرت عبداللہ بن رواحہؓ رونے لگے اور کہنے لگے کہ غور سے سنو اللہ کی قسم! نہ تو میرے دل میں دنیا کی محبت ہے اور نہ تم لوگوں سے تعلق اور لگاؤ بلکہ میں نے حضور ﷺ کو قرآن کی اس آیت کو پڑھتے ہوئے سنا جس میں دوزخ کی آگ کا تذکرہ ہے: وان منکم الا واردھا کان علی ربک حتما مقضیا (سورت مریم آیت ۷۱) ترجمہ ''اور تم میں سے کوئی بھی نہیں جس کا اس پر سے گزر نہ ہو۔ یہ آپ کے رب کے اعتبار سے لازم ہے جو (ضرور) پورا ہو کر رہے گا۔'' اب مجھے معلوم نہیں کہ اس آگ پر پہنچنے کے بعد واپسی کس طرح ہوگی؟

اللہ تعالیٰ کے وعدوں پر یقین

حضرت نیار بن مکرم اسلمیؓ فرماتے ہیں کہ جب یہ آیت نازل ہوئی الٓمّٓ غُلِبَتِ الرُّوْمُ فِیْٓ اَدْنَی الْاَرْضِ وَھُمْ مِّنْۢ بَعْدِ غَلَبِھِمْ سَیَغْلِبُوْنَ فِیْ بِضْعِ سِنِیْنَ (سورت روم آیت ۱ تا ۴) ترجمہ ''الم ۔اہل روم ایک قریب کے موقع میں مغلوب ہو گئے اور وہ اپنے مغلوب ہونے کے بعد عنقریب تین سال سے لے کر نو سال کے اندر اندر غالب آجائیں گے'' تو اس وقت فارس والے روم والوں پر غالب آئے ہوئے تھے اور مسلمان یہ چاہتے تھے کہ روم والے فارس والوں پر غالب آجائیں کیونکہ مسلمان اور روم والے اہل کتاب تھے اور اس بارے میں اللہ تعالیٰ کا یہ فرمان ہے: وَیَوْمَئِذٍ یَّفْرَحُ الْمُؤْمِنُوْنَ بِنَصْرِ اللّٰہِ یَنْصُرُ مَنْ یَّشَآءُ وَھُوَ الْعَزِیْزُ الرَّحِیْمُ (سورت روم آیت ۴ تا ۵) ترجمہ ''اس روز مسلمان اللہ تعالیٰ کی اس امداد پر خوش ہوں گے وہ جس کو چاہے غالب کر دیتا ہے اور وہ زبردست ہے (اور) رحیم ہے۔'' اور قریش چاہتے تھے کہ فارس والے روم والوں پر غالب رہیں کیونکہ قریش اور فارس والے دونوں نہ تو اہل کتاب تھے اور نہ انہیں مرنے کے بعد دوبارہ زندہ ہونے کا یقین تھا۔ جب اللہ تعالیٰ نے یہ آیت نازل فرمائی تو حضرت ابوبکرؓ مکہ کے مختلف علاقوں میں جا کر بلند آواز سے یہ آیت پڑھنے لگے تو قریش کے کچھ لوگوں نے حضرت ابوبکرؓ سے کہا یہ آیت ہمارے اور تمہارے درمیان فیصلہ کر دے گی آپ کے حضرت یہ کہتے ہیں کہ روم والے فارس والوں پر تین سے لے کر نو سال کے اندر اندر غالب آجائیں گے۔ کیا ہم آپ کے ساتھ اس بات پر شرط نہ لگالیں؟ حضرت ابوبکرؓ نے کہا ٹھیک ہے اور یہ شرط لگانے کے حرام ہونے سے پہلے کا واقعہ ہے؛ چنانچہ حضرت ابوبکرؓ اور مشرکوں نے شرط لگائی اور ہارنے پر جو چیز دینی پڑے گی اسے طے کیا اور مشرکوں نے حضرت ابوبکرؓ سے کہا آپ تین سال سے لے کر نو سال تک کی مدت میں سے کتنے سال طے کرتے ہیں؟ آپ ہمارے اور اپنے درمیان کوئی مدت طے

کر دیں تاکہ اس کے پورا ہونے پر پتہ چلے کہ شرط میں کون ہارتا ہے اور کون جیتتا ہے) چنانچہ انھوں نے چھ سال متعین کر دیئے۔ پھر چھ سال گزرنے پر بھی رومی لوگ غلبہ نہ پاسکے تو مشرکین نے حضرت ابوبکرؓ کی شرط لگائی ہوئی چیز لے لی۔ پھر جب ساتواں سال شروع ہوا تو روم والے فارس والوں پر غالب آگئے۔ مسلمان حضرت ابوبکرؓ پر چھ سال مقرر کرنے پر اب اعتراض کرنے لگے کیونکہ اللہ تعالیٰ نے تو یہ کہا تھا کہ تین سال سے نو سال کے اندر اندر۔ جب نو سال سے پہلے پہلے روم والوں نے فارس والوں پر غلبہ حاصل کرلیا تو اس پر بہت سے لوگ مسلمان ہوگئے۔[1] حضرت براءؓ فرماتے ہیں کہ جب الم ۚ غلبت الروم فی الارض وھم من بعد غلبھم سیغلبون نازل ہوئی تو مشرکوں نے حضرت ابوبکرؓ سے کہا کیا آپ نہیں دیکھ رہے کہ آپ کے حضرت کیا کہہ رہے ہیں؟ یوں کہہ رہے ہیں کہ روم والے فارس والوں پر غالب آجائیں گے۔ حضرت ابوبکرؓ نے فرمایا میرے حضرت بالکل سچ کہتے ہیں ان مشرکوں نے کہا کیا آپ ہم سے اس پر شرط لگانے کو تیار ہیں چنانچہ حضرت ابوبکرؓ نے روم والوں کے غالب آنے کی مدت مقرر کر دی لیکن وہ مدت گزر گئی اور رومی فارس والوں پر غالب نہ آسکے۔ جب حضور ﷺ کو اس کی خبر ہوئی تو آپؐ نے ناگواری کا اظہار فرمایا۔ یہ شرط لگا کر سال مقرر کر دینا حضور کو پسند نہ آیا۔ آپؐ نے حضرت ابو بکرؓ سے فرمایا تم نے ایسا کیوں کیا؟ حضرت ابوبکرؓ نے عرض کیا میں نے اللہ اور اس کے رسول کو سچا سمجھتے ہوئے ایسا کیا۔ حضورؐ نے فرمایا اب مشرکوں کے پاس جاؤ اور شرط میں جو چیز مقرر کی ہے اس کی مقدار بھی بڑھا دو اور مدت بھی بڑھا دو) چنانچہ حضرت ابوبکرؓ نے جا کر مشرکوں سے کہا کیا آپ لوگ دوبارہ شرط لگاؤ گے؟ کیونکہ دوبارہ شرط پہلے سے زیادہ اچھی ہوگی۔ مشرکوں نے کہا ٹھیک ہے (چنانچہ دوبارہ جو مدت متعین کی تھی) اس مدت کے پورا ہونے سے پہلے ہی روم نے فارس پر غلبہ پالیا اور انھوں نے اپنے گھوڑے مدائن میں باندھ دیئے اور رومیہ شہر کی بنیاد رکھی۔ پھر حضرت ابوبکرؓ شرط والا مال لے کر حضور کی خدمت میں آئے اور عرض کیا کہ یہ حرام مال ہے۔ حضورؐ نے فرمایا یہ دوسروں کو دے دو۔[2]

حضرت کعب بن عدیؓ فرماتے ہیں کہ میں اہل حیرہ کے وفد کے ساتھ حضور ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوا۔ آپؐ نے ہم پر اسلام پیش کیا۔ ہم مسلمان ہوگئے اور حیرہ واپس آگئے۔ چند دن گزرے تھے کہ حضور کی وفات کی خبر آگئی جس سے میرے ساتھی تو شک میں پڑ گئے اور کہنے لگے

۱۔ اخرجہ الترمذی ھکذا ساقہ الترمذی ثم قال ھذا حدیث بخت صحیح لانعرفہ الا من حدیث عبدالرحمن بن ابی الزناد ۲۔ عند ابن ابی حاتم واخرجہ الامام احمد والترمذی وحسنہ والنسائی وابن ابی حاتم وابن جریر عن ابن عباس بمعناہ مختصرا کما فی التفسیر لابن کثیر (ج ۳ص ۴۲۳)

اگر وہ نبیؐ ہوتے تو ان کا انتقال نہ ہوتا۔ میں نے کہا نہیں۔ ان سے پہلے اور انبیاء کا بھی تو انتقال ہو چکا ہے۔ میں اسلام پر پکا رہا پھر میں مدینہ کے ارادے سے چل پڑا۔ راستے میں میرا گزر ایک راہب کے پاس سے ہوا۔ ہم اس سے پوچھے بغیر کوئی فیصلہ نہیں کرتے تھے۔ میں نے جا کر اسے کہا جس کام کا میں نے ارادہ کیا ہے اس کے بارے میں بتاؤ۔ اس بارے میں میرے دل میں کچھ کھٹک سی ہے۔ اس راہب نے کہا اپنے نام کی کوئی چیز لاؤ۔ میں ٹخنے کی ہڈی لایا (عربی میں ٹخنے کی ہڈی کو کعب کہتے ہیں اور ان کا نام بھی کعب تھا) اس نے کچھ بال نکالے اور کہا اس ہڈی کو ان بالوں میں ڈال دو۔ میں نے وہ ہڈی ان بالوں میں ڈال دی تو مجھے حضورﷺ بالکل اسی صورت میں نظر آئے جس میں میں نے آپ کو دیکھا تھا اور مجھے آپ کی موت کا منظر بھی سارا اسی طرح نظر آیا جس طرح ہوا تھا (بظاہر جادو کے زور سے یہ سب کچھ نظر آیا) اس سے میرے ایمان کی بصیرت اور بڑھ گئی۔ میں نے حضرت ابوبکرؓ کی خدمت میں حاضر ہو کر یہ سارا قصہ سنایا اور میں ان کے پاس ٹھہر گیا۔ پھر انھوں نے مجھے (اسکندریہ کے بادشاہ) مقوقس کے پاس بھیجا وہاں سے واپس آیا تو پھر حضرت عمرؓ نے مجھے مقوقس کے پاس بھیجا اور جنگ یرموک کے بعد حضرت عمرؓ کا خط لے کر مقوقس کے پاس پہنچا۔ مجھے جنگ یرموک کی اس وقت تک خبر نہیں تھی۔ مقوقس نے کہا مجھے پتہ چلا ہے کہ رومیوں نے عربوں کو قتل کر دیا ہے اور انھیں شکست دے دی ہے۔ میں نے کہا نہیں ایسا نہیں ہو سکتا۔ اس نے کہا کیوں؟ میں نے کہا کیونکہ اللہ تعالیٰ وعدہ خلافی نہیں کرتے۔ اس پر اس نے کہا اللہ کی قسم! عربوں نے رومیوں کو ایسے قتل کیا ہے جیسے قوم عاد کو قتل کیا گیا تھا اور تمہارے نبیؐ نے بالکل سچ کہا۔ پھر اس نے مجھ سے بڑے بڑے صحابہ کے بارے میں پوچھا اور مجھے ان کے لیئے ہدیے دیئے۔ میں نے کہا اس نبیؐ کے چچا حضرت عباسؓ زندہ ہیں۔ ان کے ساتھ بھی حسن سلوک اور صلہ رحمی کرو۔ حضرت کعبؓ کہتے ہیں میں تجارت وغیرہ میں حضرت عمر بن خطابؓ کا شریک تھا۔ جب حضرت عمرؓ نے عطایا کا رجسٹر بنایا تو مجھے (اپنے خاندان) بنو عدی بن کعب میں شمار کر کے میرا بھی حصہ مقرر کیا۔[1]

مرتدین سے جنگ کرنے کے باب میں حضرت ابوبکرؓ کا یہ قول گزر چکا ہے اللہ کی قسم! میں اللہ کی بات کو لے کر کھڑا رہوں گا اور اللہ کے راستے میں جہاد کرتا رہوں گا؛ یہاں تک کہ اللہ تعالیٰ اپنے وعدے کو پورا فرما دیں اور اپنے عہد کو ہمارے لیئے پورا فرما دیں؛ چنانچہ ہم میں سے جو مارا جائے گا وہ شہید ہو کر جنت میں جائے گا اور ہم میں سے جو باقی رہے گا وہ اللہ کی زمین پر خلیفہ اور

۱۔ اخرجه البغوی وقال البغوی لااعلم الکعب بن عدی غیره وهکذا اخرجه ابن قانع عن البغوی ولکنه اقتصر منه الی قوله مات الانبیاء قبله وابن شاهین وابو نعیم وابن السکن بطوله واخرجه ابن فی تاریخ مصر من وجه آخر عن کعب بطوله کما فی الاصابة (ج۳ص ۲۹۸)

اللہ کی عبادت کا وارث بن کر رہے گا۔ اللہ تعالیٰ نے حق کو مضبوط فرمایا۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے اور ان کے فرمان کے خلاف نہیں ہوسکتا وَعَدَ اللّٰہُ الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا مِنْکُمْ وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ لَیَسْتَخْلِفَنَّھُمْ فِی الْاَرْضِ کَمَا اسْتَخْلَفَ الَّذِیْنَ مِنْ قَبْلِھِمْ (سورت نور آیت ۵۵) ترجمہ "(اے مجموعہ امت!) تم میں جو لوگ ایمان لاویں اور نیک عمل کریں ان سے اللہ تعالیٰ وعدہ فرماتا ہے کہ ان کو (اس اتباع کی برکت سے) زمین میں حکومت عطا فرمائے گا جیسا کہ ان سے پہلے (اہل ہدایت) لوگوں کو حکومت دی تھی۔" اور حضرت عمرؓ کا جہاد اور نفر فی سبیل اللہ کے لیئے ترغیب دینے کے باب میں ان کا یہ فرمان گزر چکا ہے کہ جو مہاجرین اللہ کے دین کے لیئے ایک دم دوڑ کر آیا کرتے تھے وہ آج اللہ کے وعدے سے کہاں دور جا پڑے ہیں؟ تم اس سرزمین میں جہاد کے لیئے چلو جس کے بارے میں اللہ تعالیٰ نے یہ فرمایا ہے: لِیُظْھِرَہٗ عَلَی الدِّیْنِ کُلِّہٖ (سورت توبہ آیت ۳۳) ترجمہ "تا کہ اس کو تمام (بقیہ) دینوں پر غالب کردے۔" اللہ اپنے دین کو ضرور غالب کریں گے اور اپنے مددگار کو عزت دیں گے اور اپنے دین والوں کو تمام قوموں کا وارث بنائیں گے۔ اللہ کے نیک بندے کہاں ہیں؟ اور جہاد کے لیئے ترغیب دینے کے باب میں حضرت سعدؓ کا یہ قول گزر چکا ہے کہ اللہ تعالیٰ حق ہیں اور بادشاہت میں ان کا کوئی شریک نہیں اس کی کسی بات کے خلاف نہیں ہوسکتا اور اللہ تعالیٰ نے فرمایا وَلَقَدْ کَتَبْنَا فِی الزَّبُوْرِ مِنْ بَعْدِ الذِّکْرِ اَنَّ الْاَرْضَ یَرِثُھَا عِبَادِیَ الصّٰلِحُوْنَ (سورۃ انبیاء آیت ۱۰۵) ترجمہ "اور ہم (سب آسمانی) کتابوں میں لوح محفوظ (میں لکھنے) کے بعد لکھ چکے ہیں کہ اس زمین (جنت) کے مالک میرے نیک بندے ہوں گے۔" یہ زمین تمہاری میراث ہے اور تمہارے رب نے تمہیں یہ دینے کا وعدہ کیا ہوا ہے اور تین سال سے اللہ تعالیٰ نے تمہیں اس زمین کو استعمال کرنے کا موقع دیا ہوا ہے۔ تم خود بھی اس میں سے کھا رہے ہو اور دوسروں کو بھی کھلا رہے ہو اور یہاں کے رہنے والوں کو قتل کر رہے ہو اور ان کا مال سمیٹ رہے ہو اور آج تک ان کی عورتوں اور بچوں کو قید کر رہے ہو۔ غرضیکہ گزشتہ تمام جنگوں میں تمہارے ناموروں نے ان کو بڑا نقصان پہنچایا ہے اور اب تمہارے سامنے ان کا بہت بڑا لشکر جمع ہو کر آ گیا ہے (اس لشکر کی تعداد دو لاکھ بتائی جاتی ہے) اور تم عرب کے سردار اور معزز لوگ ہو اور تم میں سے ہر ایک اپنے قبیلے کا بہترین آدمی ہے اور تمہارے پیچھے رہ جانے والوں کی عزت تم سے ہی وابستہ ہے۔ اگر تم دنیا کی بے رغبتی اور آخرت کا شوق اختیار کرو تو اللہ تعالیٰ تمہیں دنیا اور آخرت دونوں دے دیں گے۔

اللہ کے رسول ﷺ نے جن چیزوں کی خبر دی ہے ان پر یقین کرنا

حضرت عمارہ بن خزیمہ بن ثابتؓ اپنے چچا سے نقل کرتے ہیں جو کہ حضور ﷺ کے صحابی ہیں کہ ایک مرتبہ نبی کریم ﷺ نے ایک دیہاتی آدمی سے گھوڑا خریدا اور اسے اپنے پیچھے آنے کے لیئے کہا تا کہ اسے گھوڑے کی قیمت دے دیں۔ حضورؐ تیز تیز چلتے ہوئے آگے نکل گئے۔ وہ دیہاتی آہستہ آہستہ چل رہا تھا۔ لوگوں کو معلوم نہیں تھا کہ حضورؐ نے اس سے یہ گھوڑا خرید لیا ہے، اس لیئے لوگ اس سے اس گھوڑے کا سودا کرنے لگے۔ ہوتے ہوتے ایک آدمی نے اس گھوڑے کی قیمت حضورؐ سے زیادہ لگادی تو اس نے حضور کو آواز دے کر کہا اگر آپ یہ گھوڑا خریدنا چاہتے ہیں تو خرید لیں ورنہ میں اسے بیچنے لگا ہوں۔ حضورؐ نے جب اس دیہاتی کی یہ بات سنی تو رک گئے۔ جب دیہاتی آپؐ کے پاس پہنچا تو آپؐ نے اس سے کہا کیا میں نے تم سے یہ گھوڑا خرید نہیں لیا؟ اس نے کہا نہیں۔ اللہ کی قسم! میں نے آپ کو یہ گھوڑا نہیں بیچا۔ حضورؐ نے فرمایا نہیں، میں تم سے یہ گھوڑا خرید چکا ہوں۔ حضورؐ اور وہ دیہاتی آپس میں بات کرنے لگے تو دونوں کے گرد لوگ جمع ہو گئے۔ پھر وہ دیہاتی کہنے لگا آپ اپنا کوئی گواہ لائیں جو اس بات کی گواہی دے کہ میں نے آپؐ کے ہاتھ یہ گھوڑا بیچا ہے۔ جو بھی مسلمان وہاں آتا وہ اس دیہاتی کو یہی کہتا تیرا ناس ہو رسول اللہ ﷺ تو ہمیشہ صرف حق بات ہی کہتے ہیں یہاں تک کہ حضرت خزیمہ بن ثابتؓ بھی آگئے اور انھوں نے حضور کی اور دیہاتی کی گفتگو کو سنا۔ اور دیہاتی کہہ رہا تھا آپ اپنا کوئی گواہ لائیں جو اس بات کی گواہی دے کہ میں نے یہ گھوڑا آپؐ کے ہاتھ بیچا ہے۔ حضرت خزیمہؓ نے فوراً کہا میں اس بات کی گواہی دیتا ہوں کہ تم نے حضورؐ کے ہاتھ یہ گھوڑا بیچا ہے۔ حضورؐ نے حضرت خزیمہؓ کی طرف متوجہ ہو کر فرمایا تم کس بنیاد پر گواہی دے رہے ہو؟ حضرت خزیمہ نے کہا یا رسول اللہ! میں اس بنیاد پر گواہی دے رہا ہوں کہ میں آپ کو سچا مانتا ہوں۔ اس پر حضورؐ نے اکیلے حضرت خزیمہؓ کی گواہی، دو آدمیوں کی گواہی کے برابر قرار دے دی۔[1] حضرت محمد بن عمارہ بن خزیمہؒ کہتے ہیں کہ حضور ﷺ نے فرمایا اے خزیمہ! تم تو ہمارے ساتھ نہیں تھے تو تم کس بنیاد پر گواہی دے رہے ہو؟ انھوں نے کہا یا رسول اللہ! جب میں آپ کو آسمان کی باتوں میں سچا مانتا ہوں تو آپ یہ جو بات کہہ رہے ہیں اس میں آپ کو سچا کیسے نہ مانوں؟ چنانچہ حضورؐ نے ان کی گواہی دو مردوں کی گواہی کے برابر قرار دے دی۔[2] ابن سعد کی

---

۱ ـ اخرجه ابن سعد (ج ۴ ص ۳۷۸) واخرجه ابو داؤد (ص ۵۰۸) عن عمارة بن خزيمة عن عمه
۲ ـ عند ابن سعد ايضا (ج ۴ ص ۳۷۹)

دوسری روایت میں یہ ہے کہ حضرت خزیمہؓ نے کہا مجھے اس بات کا یقین ہے کہ آپ ہمیشہ صرف حق بات ہی کہتے ہیں ہم اس سے بھی بہتر بات یعنی دینی معاملات میں آپ پر ایمان لا چکے ہیں۔ حضورؐ نے ان کی گواہی کو درست قرار دیا۔

حضرت عائشہؓ فرماتی ہیں جب حضورﷺ شب معراج میں مسجد اقصیٰ تشریف لے گئے تو لوگ اس بارے میں باتیں کرنے لگے اور جو لوگ آپؐ پر ایمان لائے تھے اور آپ کی تصدیق کر چکے تھے ان میں سے کچھ لوگ مرتد ہو گئے پھر یہ لوگ حضرت ابوبکرؓ کے پاس گئے اور ان سے جا کر کہا آپ کا اپنے حضرت کے بارے میں کیا خیال ہے، وہ یہ کہہ رہے ہیں کہ وہ آج رات بیت المقدس گئے تھے۔ حضرت ابوبکرؓ نے کہا کیا انھوں نے یہ بات کہی ہے؟ لوگوں نے کہا جی ہاں! حضرت ابوبکرؓ نے کہا اگر انہوں نے یہ بات کہی ہے تو بالکل سچ ہے۔ لوگوں نے کہا تو کیا آپ اس بات کی تصدیق کرتے ہیں کہ وہ آج رات بیت المقدس گئے تھے اور صبح سے پہلے واپس بھی آگئے؟ حضرت ابوبکرؓ نے کہا جی ہاں! میں تو اس سے بھی زیادہ بعید نظر آنے والے امور میں ان کی تصدیق کرتا ہوں اسی وجہ سے حضرت ابوبکرؓ کا نام صدیق رکھا گیا۔[۱] ایک روایت میں یہ ہے کہ حضورؐ پر جو لوگ ایمان لا چکے تھے ان میں سے کچھ لوگ اس موقع پر مرتد ہو گئے اور ان میں سے بہت سے لوگوں نے اس واقعہ کی تصدیق کی۔ بہر حال یہ واقعہ بھی بہت بڑی آزمائش کا تھا۔[۲]

حضرت انسؓ شب معراج کا واقعہ تفصیل سے ذکر کرتے ہیں آخر میں یہ ہے کہ جب مشرکوں نے حضورﷺ کی بات سنی تو وہ حضرت ابوبکر صدیقؓ کے پاس گئے اور ان سے کہا اے ابوبکر! آپ کا اپنے حضرت کے بارے میں کیا خیال ہے۔ وہ بتا رہے ہیں کہ وہ آج رات ایک مہینے کی مسافت پر گئے تھے اور پھر رات کو ہی واپس آگئے۔ آگے پچھلی حدیث جیسا مضمون ہے۔[۳]

حضرت جابر بن عبداللہؓ فرماتے ہیں کہ حضرت عمرؓ کے زمانہ خلافت میں ایک سال ٹڈیاں کم ہو گئیں۔ حضرت عمرؓ نے ٹڈیوں کے بارے میں بہت پوچھا لیکن کہیں سے کوئی خبر نہ ملی تو وہ اس سے بہت پریشان ہوئے؛ چنانچہ انہوں نے ایک سوار ادھر یعنی یمن بھیجا اور دوسرا شام تیسرا عراق بھیجا تا کہ یہ سوار پوچھ کر آئیں کہ کہیں ٹڈی نظر آئی ہے یا نہیں۔ جو سوار یمن گیا تھا وہ وہاں سے ٹڈیوں کی ایک مٹھی لایا اور لا کر حضرت عمرؓ کے سامنے ڈال دیں۔ حضرت عمرؓ نے جب انہیں دیکھا تو تین دفعہ اللہ اکبر کہا پھر فرمایا میں نے حضورﷺ کو یہ فرماتے ہوئے سنا کہ اللہ تعالیٰ نے ایک ہزار قسم

۱۔ اخرجه البيهقي كذافي التفسير لابن كثير (ج ۳ ص ۲۱) واخرجه ابو نعيم عن عائشة نحوه.

۲۔ وقال ابو نعيم وفيه محمد بن كثير المصيصي ضعفه احمد جدا وقال ابن معين صدوق وقال النسائي وغيره ليس بالقوى كما في المنتخب (ج ۴ ص ۳۵۲)

۳۔ اخرجه ابن ابي حاتم كما في التفسير لابن كثير (ج ۳ ص ۷)

کی مخلوق پیدا کی ہے۔ چھ سو سمندر میں اور چار سو خشکی میں اور ان میں سے سب سے پہلے ٹڈی ختم ہوگی۔ جب ٹڈیاں ختم ہو جائیں گی تو پھر اور مخلوقات بھی ایسے آگے پیچھے ہلاک ہونی شروع ہو جائیں گی جیسے موتیوں کی لڑی کا دھاگہ ٹوٹ گیا ہو۔[۱]

حضرت فضالہ بن ابی فضالہ انصاریؒ فرماتے ہیں کہ حضرت علی بن ابی طالب ؓ ینبع میں بیمار تھے اور بیماری کافی شدید تھی۔ میں اپنے والد کے ساتھ ان کی عیادت کرنے ینبع گیا۔ میرے والد صاحب نے ان سے کہا آپ یہاں کیوں ٹھہرے ہوئے ہیں؟ اگر آپ کا یہاں انتقال ہو گیا تو آپ کے پاس صرف جہینہ کے دیہاتی ہوں گے۔ آپ تھوڑی سی تکلیف فرما کر مدینہ تشریف لے چلیں۔ اگر آپ کا وہاں انتقال ہوا تو پھر آپ کے ساتھی آپ کے پاس ہوں گے جو آپ کی نماز جنازہ پڑھیں گے (میرے والد) حضرت ابو فضالہؓ بدری صحابہؓ میں سے تھے (اس لیئے حضرت علیؓ کی نگاہ میں ان کا بڑا مقام تھا) حضرت علیؓ نے فرمایا مجھے یقین ہے کہ میرا اس بیماری میں انتقال نہیں ہوگا کیونکہ حضور ﷺ نے مجھے بتایا تھا کہ جب تک میں امیر نہ بنایا جاؤں اور پھر میری یہ داڑھی میرے اس سر کے خون سے رنگی نہ جائے اس وقت تک میں نہیں مروں گا۔[۲]

حضرت علیؓ فرماتے ہیں کہ میں اونٹ کی رکاب میں پاؤں رکھ چکا تھا کہ اتنے میں حضرت عبداللہ بن سلامؓ میرے پاس آئے اور کہنے لگے آپ کہاں جا رہے ہیں؟ میں نے کہا عراق۔ انہوں نے کہا اگر آپ وہاں گئے تو کوئی آپ کو تلوار مار دے گا۔ حضرت علیؓ کہتے ہیں کہ اللہ کی قسم! میں نے ان سے پہلے یہ بات حضور ﷺ سے سنی ہوئی ہے۔[۳]

حضرت معاویہ بن جریر حضرمیؒ کہتے ہیں کہ حضرت علیؓ نے فرمایا کہ گھوڑے سوار میرے سامنے سے گزریں (چنانچہ سوار گزرنے لگے) پھر حضرت علیؓ کے پاس سے ابن ملجم گزرا۔ حضرت علیؓ نے اس سے اس کا نام اور نسب پوچھا اس نے اپنے باپ کے علاوہ کسی اور کا نام بتادیا۔ حضرت علیؓ نے فرمایا تم غلط کہتے ہو پھر اس نے اپنے باپ کا نام لیا۔ حضرت علیؓ نے فرمایا اب تم نے ٹھیک کہا۔ حضور ﷺ نے مجھے بتایا تھا کہ میرا قاتل یہودیوں میں سے ہوگا۔ یہ ابن ملجم یہودی تھا۔ حضرت علیؓ نے اس سے کہا چلے جاؤ۔[۴] حضرت عبیدہؒ کہتے ہیں کہ جب حضرت علیؓ ابن ملجم کو دیکھتے تو یہ شعر پڑھتے:

---

۱ ۔ اخرجه الحافظ ابو یعلی کذافی التفسیر لابن کثیر (ج ۲ ص ۱۳۱)

۲ ۔ اخرجه ابن احمد فی زوائده وابن ابی شیبة والبزار والحارث وابو نعیم والبیهقی فی الدلائل وابن عساکر کذافی منتخب الکنز (ج ۵ ص ۵۹) وقال ورجاله ثقات

۳ ۔ اخرجه الحمیدی والبزار وابو یعلی وابن حبان والحاکم وغیر هم کذافی المنتخب

۴ ۔ اخرجه ابن عدی وابن عساکر کذافی المنتخب (ج ۵ ص ۶۲)

ارید حباءہ ویرید قتلی عذیرک من خلیلک من مراد

میں اسے عطیہ دینا چاہتا ہوں وہ مجھے قتل کرنا چاہتا ہے۔ تم قبیلہ مراد میں سے اپنا وہ دوست لاؤ جو تمہارا عذر بیان کرے (مراد ابن ملجم کا قبیلہ تھا)۔ ۱

حضرت ابوطفیلؓ کہتے ہیں کہ میں حضرت علی بن ابی طالبؓ کے پاس تھا اس کے پاس عبدالرحمٰن بن ملجم آیا۔ حضرت علیؓ نے حکم دیا کہ اسے عطیہ دیا جائے پھر اپنی داڑھی کی طرف اشارہ کرتے ہوئے فرمایا اس داڑھی کو اوپر کے حصے (کے خون) سے رنگنے سے اس بدبخت کو کوئی نہیں روک سکتا۔ پھر حضرت علیؓ نے یہ اشعار پڑھے:

اشدد حیازیمک للموت فان الموت اٰتیکا!

تو موت کے لیے اپنی کمر کس لے کیونکہ موت تمہیں ضرور آئے گی۔

ولا تجزع من القتل اذا حل بوادیکا

اور جب قتل تمہاری وادی میں اتر جائے تو پھر قتل ہونے سے نہ گھبرانا۔ ۲

حضرت ام عمارؓ جنہوں نے حضرت عمارؓ کی پرورش کی تھی وہ بیان کرتی ہیں کہ ایک مرتبہ حضرت عمارؓ بیمار ہو گئے تو کہنے لگے اس بیماری میں مجھے موت نہیں آئے گی کیونکہ میرے محبوب محمد ﷺ نے مجھے بتایا تھا کہ مسلمانوں کی دو جماعتوں میں لڑائی ہوگی اور میں ان دو جماعتوں کے درمیان شہید ہو کر ہی مروں گا۔ ۳ صحابہ کرامؓ کے اللہ کے راستہ میں شوق شہادت کے قصوں میں حضرت عمارؓ کا یہ قول گزر چکا ہے کہ حضور ﷺ نے مجھ سے فرمایا تھا کہ دنیا میں تمہارا آخری توشہ دودھ کی لسی ہوگی (اور وہ میں پی چکا ہوں اور اب میں دنیا سے جانے والا ہوں) جنگ صفین کے دن حضرت عمارؓ جب لڑ رہے تھے لیکن شہید نہیں ہو رہے تھے اس وقت ان کے حضرت علیؓ کے پاس جانے کا قصہ بھی گزر چکا ہے اور ان کا یہ قول بھی گزر چکا ہے کہ اے امیر المومنین! یہ فلاں دن ہے (یعنی حضورؐ نے مجھے جس دن شہید ہونے کی خوشخبری دی تھی وہ دن یہی ہے) حضرت علیؓ جواب میں فرماتے، ارے اپنے اس خیال کو جانے دو۔ اس طرح تین مرتبہ ہوا۔ پھر ان کے پاس دودھ لایا گیا جسے انھوں نے پی لیا۔ پھر فرمایا کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا تھا کہ دودھ ہی وہ چیز ہے جسے میں دنیا سے جاتے وقت سب سے آخر میں پیوں گا پھر کھڑے ہو کر جنگ کی یہاں تک کہ شہید ہو گئے۔

حضرت خالد بن ولیدؓ کہتے ہیں کہ حضرت ہشام بن ولید بن مغیرہ کی بیٹی حضرت

۱۔ عند عبدالرزاق وابن سعد ووکیع فی الغرر کذافی المنتخب (ج۵ ص ۶۱)

۲۔ عند ابن سعد وابی نعیم کذافی المنتخب (ج۵ ص ۵۹)

۳۔ اخرجہ ابن عساکر کذافی المنتخب (ج۵ ص ۲۴۷)

عمارؓ تیمارداری کیا کرتی تھیں وہ کہتی ہیں کہ حضرت معاویہؓ حضرت عمارؓ کی عیادت کے لیئے آئے۔ جب حضرت معاویہؓ ان کے پاس سے باہر گئے تو کہنے لگے اے اللہ! ان کی موت ہمارے ہاتھوں میں نہ ہو کیونکہ میں نے حضور ﷺ کو یہ فرماتے ہوئے سنا ہے کہ عمارؓ کو ایک باغی جماعت قتل کرے گی۔[1]

حضرت ابراہیم بن اشترؒ اپنے والد سے نقل کرتے ہیں کہ جب حضرت ابوذرؓ کی وفات کا وقت قریب آیا تو ان کی بیوی رونے لگی۔ انھوں نے اپنی بیوی سے کہا تم کیوں رو رہی ہو؟ اس نے کہا میں اس لیئے رو رہی ہوں کہ مجھ میں آپ کو دفن کرنے کی طاقت نہیں اور نہ ہی میرے پاس اتنا کپڑا ہے جو آپ کے دفن کے لیئے کافی ہو۔ حضرت ابوذرؓ نے کہا مت روؤ کیونکہ میں نے حضور ﷺ کو کچھ لوگوں کو فرماتے ہوئے سنا اور ان لوگوں میں میں بھی تھا۔ آپؐ نے فرمایا تم لوگوں میں سے ایک آدمی کی موت جنگل بیابان میں آئے گی اور اس کے جنازے میں مسلمانوں کی ایک جماعت شریک ہوگی۔ اب ان لوگوں میں ہر ایک کا انتقال کسی نہ کسی بستی میں اور مسلمانوں کے مجمع میں ہوا ہے، لہٰذا اب میں ہی ایسا ہوں کہ جسے جنگل بیابان میں موت آئے گی اللہ کی قسم! نہ تو میں غلط کہہ رہا ہوں اور نہ حضورؐ نے مجھ سے غلط بات کی ہے، لہٰذا آنے جانے کے عام راستہ کی طرف دیکھو۔ ان کی بیوی نے کہا حاجیوں کے قافلے واپس جا چکے ہیں اور راستے بند ہو چکے ہیں، بہرحال وہ ٹیلہ پر چڑھ کر کھڑی ہو جاتیں اور راستہ کی طرف دیکھتیں (جب کوئی نظر نہ آتا تو) واپس آکر تیمارداری میں لگ جاتیں اور پھر ٹیلے پر چڑھ کر دیکھتیں، وہ ایسے ہی کر رہی تھیں کہ اچانک انھوں نے دیکھا کہ ایک جماعت ہے جسے ان کی سواریاں تیزی سے لئے چلی آرہی ہیں اور وہ اپنے کجاووں میں بیٹھے ہوئے ایسے لگ رہے تھے جیسے گدھ ہوں۔ ان کی بیوی نے کپڑے سے ان کی طرف اشارہ کیا تو وہ دیکھ کر ان کی طرف آئے یہاں تک کہ ان کے پاس آکر کھڑے ہو گئے اور پوچھا کیا بات ہے؟ ان کی بیوی نے کہا ایک مسلمان مر رہا ہے کیا آپ اس کے کفن کا انتظام کر سکتے ہیں؟ ان لوگوں نے پوچھا وہ کون ہے؟ انھوں نے بتایا وہ ابوذرؓ ہیں۔ یہ سنتے ہی وہ سب کہنے لگے ہمارے ماں باپ حضرت ابوذرؓ پر قربان ہوں اور کوڑے مار کر سواریاں تیز دوڑائیں اور حضرت ابوذرؓ کے پاس پہنچ گئے۔ حضرت ابوذرؓ نے فرمایا تمھیں خوشخبری ہو اور پھر انہیں حضورؐ والی وہی حدیث سنائی پھر فرمایا میں نے حضورؐ سے یہ سنا ہے کہ جن دو مسلمانوں کے دو یا تین بچے مر جائیں اور وہ ثواب کی نیت سے اس پر صبر کرلیں تو دونوں کو جہنم کے دیکھنے سے بھی اللہ بچالیں گے تم لوگ سن رہے ہو اگر میرے پاس کفن کے لئے کوئی کپڑا ہوتا تو مجھے اسی میں کفن دیا جاتا ایسے ہی اگر میری بیوی کے پاس میرے کفن کے قابل کوئی کپڑا ہوتا تو مجھے اسی میں کفن دیا جاتا (ہمارے پاس تو کفن کا کپڑا ہے نہیں، اس لئے آپ لوگ کفن کا کپڑا دیں) لیکن میں اللہ اور اسلام کا واسطہ دے

[1] اخرجہ ابو یعلی و ابن عساکر کذا فی منتخب الکنز (ج ۵ ص ۱۵۷)

کر کہتا ہوں کہ تم میں سے جو آدمی امیر یا چوہدری یا نمبردار یا قاصد رہا ہو وہ مجھے کفن نہ دے تو ان لوگوں میں سے ہر آدمی ان میں سے کسی نہ کسی منصب پر رہ چکا تھا صرف ایک انصاری جوان ایسا تھا جس نے ان میں سے کوئی بھی کام نہیں کیا تھا اس نے کہا میں آپ کو کفن دوں گا کیونکہ آپ نے جتنی باتیں کہی ہیں میں نے ان میں سے کوئی کام نہیں کیا۔ میں نے یہ چادر اوڑھ رکھی ہے اور میرے تھیلے میں دو کپڑے ہیں جنہیں میری ماں نے کات کر میرے لئے بنا تھا میں ان تین کپڑوں میں آپ کو کفن دوں گا۔ حضرت ابوذرؓ نے فرمایا ہاں تم مجھے ضرور کفن دینا، چنانچہ اس انصاری نے انہیں کفن دیا۔ راوی حضرت ابراہیمؒ کہتے ہیں کہ اس جماعت میں حضرت حجر بن ادبر اور (میرے والد) مالک بھی تھے اور یہ سب لوگ یمن کے تھے۔[1]

حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ جب حضرت عثمانؓ نے حضرت ابوذرؓ کو ربذہ بستی کی طرف جلاوطن کر دیا اور تقدیر کی لکھی موت ان کو آنے لگی اور اس وقت ان کے پاس صرف ان کی بیوی اور ان کا ایک غلام تھا تو انھوں نے ان دونوں کو وصیت کی کہ (جب میرا انتقال ہو جائے تو) تم دونوں مجھے غسل دینا اور پھر مجھے کفن دینا پھر میرے جنازے کو راستے کے درمیان رکھ دینا۔ جو بھی پہلا قافلہ آپ لوگوں کے پاس سے گزرے انہیں بتا دینا کہ یہ حضورؐ کے صحابی حضرت ابوذرؓ ہیں۔ ان کے دفن کرنے میں ہماری مدد کرو، چنانچہ جب ان کا انتقال ہو گیا تو ان دونوں نے غسل دے کر کفن پہنا کر ان کا جنازہ راستہ کے درمیان رکھ دیا کہ اتنے میں حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ عراق کی ایک جماعت کے ساتھ وہاں پہنچے۔ یہ لوگ عمرہ کرنے جا رہے تھے۔ ان کے اونٹ جنازے پر چڑھنے ہی لگے تھے کہ وہ لوگ راستہ میں جنازہ دیکھ کر گھبرا گئے، حضرت ابوذرؓ کے غلام نے کھڑے ہو کر کہا یہ نبی کریمؐ کے صحابی حضرت ابوذرؓ ہیں۔ ان کے دفن کرنے میں ہماری مدد کرو۔ یہ سن کر حضرت عبداللہ چیخ مار کر رونے لگے اور فرمانے لگے حضورؐ نے سچ فرمایا تھا کہ (اے ابوذر!) تو اکیلا چلے گا اکیلا مرے گا اور اکیلا اٹھایا جائے گا پھر وہ اور ان کے ساتھی سواریوں سے اترے اور انہیں دفن کیا پھر حضرت عبداللہ بن مسعودؓ نے اپنے ساتھیوں کو حضرت ابوذرؓ والی حدیث سنائی اور حضورؐ نے تبوک جاتے ہوئے حضرت ابوذرؓ کو جو کچھ کہا تھا وہ بھی بتایا۔[2]

حضرت حمید بن منہبؒ کہتے ہیں کہ میرے دادا حضرت خریم بن اوسؓ نے فرمایا کہ میں ہجرت کر کے حضورؐ کی طرف چلا اور جب آپ تبوک سے واپس آئے اس وقت میں آپ کی خدمت میں پہنچا اور میں اسلام میں داخل ہو گیا۔ میں نے حضورؐ کو یہ فرماتے سنا کہ مجھے یہ سفید حیرہ (شہر) دکھایا گیا ہے اور یہ شیماء بنت بقیلہ ازدیہ سفید خچر پر سوار کالا دوپٹہ اوڑھے ہوئے گویا

۱۔ اخرجه ابن سعد (ج ۴ ص ۲۳۳) واخرجه ابو نعیم عن ام ذر نحوه کمافی المنتخب (ج ۵ ص ۱۵۷) ۲۔ عند ابن سعد ایضا (ج ۴ ص ۲۳۴)

کہ مجھے نظر آرہی ہے میں نے کہا یا رسول اللہ! اگر ہم حیرہ میں داخل ہوں اور جو منظر آپؐ نے شیماء کا بتایا ہے اس منظر میں ہمیں ملے تو کیا وہ مجھے مل جائے گی؟ حضورؐ نے فرمایا ہاں! وہ تمہاری (باندی) ہے پھر (حضورؐ کے انتقال کے بعد) بہت سے لوگ مرتد ہوگئے لیکن ہمارے قبیلہ بنو طے میں کوئی مرتد نہ ہوا، چنانچہ ہم حضرت خالد بن ولیدؓ کے ساتھ حیرہ کے ارادے سے چلے، جب ہم حیرہ میں داخل ہونے لگے تو ہمیں سب سے پہلے شیماء بنت بقیلہ اسی حال میں ملی جو حضورؐ نے بتایا تھا، سفید خچر پر سوار کالا دوپٹہ اوڑھے ہوئی تھی۔ میں نے اس پر فوراً قبضہ کرلیا اور میں نے کہا مجھے حضورؐ نے اس کا سارا حال بتایا تھا (اور آپؐ نے مجھے یہ دے دی تھی) حضرت خالدؓ نے مجھ سے گواہ طلب کئے، چنانچہ حضرت محمد بن مسلمہ انصاری اور حضرت محمد بن بشیر انصاریؓ میرے گواہ بنے جس پر حضرت خالدؓ نے مجھے شیماء دے دی، پھر اس شیماء کے پاس اس کا بھائی عبدالمسیح بن بقیلہ صلح کے ارادے سے آیا اور اس نے مجھ سے کہا شیماء کو میرے ہاتھ بیچ دو، میں نے کہا اللہ کی قسم! اس کی قیمت دس سو سے کم نہیں لوں گا، چنانچہ اس نے مجھے ہزار درہم دے دیئے اور میں نے شیماء اس کے سپرد کردی، میرے ساتھیوں نے مجھ سے کہا اگر تم سو ہزار یعنی لاکھ لیتے تو وہ لاکھ بھی تمہیں دے دیتا (اس کے پاس تو پیسے بہت تھے) میں نے کہا مجھے معلوم نہیں تھا کہ دس سو سے بھی بڑا ہندسہ ہوتا ہے۔[1]

حضرت جبیر بن حیہؒ کہتے ہیں کہ عجمی کافر سردار بندارفان نے یہ پیغام بھیجا کہ اے عرب کے لوگو! اپنے میں سے ایک آدمی میرے پاس بھیجو تاکہ ہم اس سے بات کریں، چنانچہ لوگوں نے اس کام کے لئے حضرت مغیرہ بن شعبہؓ کا انتخاب کیا، حضرت جبیر کہتے ہیں کہ میں ان کو دیکھ رہا تھا کہ ان کے لمبے لمبے بال تھے اور وہ کانے تھے، چنانچہ وہ اس سردار کے پاس گئے، جب وہ وہاں سے واپس آئے تو ہم نے ان سے پوچھا کہ اس سردار سے کیا بات ہوئی؟ انھوں نے بتایا کہ میں نے پہلے اللہ کی حمد وثنا بیان کی پھر میں نے کہا (زمانہ جاہلیت میں) ہم لوگ تمام لوگوں سے زیادہ دور گھر والے تھے (آبادی دور دور تھی) سب سے زیادہ بھوکے تھے، سب سے زیادہ بدحال تھے، تمام لوگوں میں ہر خیر سے سب سے زیادہ دور تھے یہاں تک کہ اللہ تعالیٰ نے ہمارے پاس ایک رسول بھیجا جس نے ہم سے دنیا میں اللہ کی مدد کا اور آخرت میں جنت کا وعدہ کیا اور جب سے وہ رسول ہمارے پاس آئے ہیں اس وقت سے ہم اپنے رب کی طرف سے مسلسل کامیابی اور مدد ہی دیکھ رہے ہیں، اور اب ہم تمہارے پاس آئے ہیں اور اللہ کی قسم! ہمیں یہاں بادشاہت اور شاندار زندگی نظر آرہی

---

[1] اخرجه ابونعیم فی الدلائل (ص ۱۹۶) واخرجه الطبرانی عن حمید بطوله کمافی الاصابة (ج ۲ ص ۲۲۴) واخرج البخاری عن حمید مختصر او ابن منده بطوله وقال لایعرف الابهذا الا سناد تفردبه زکریا بن یحییٰ عن زفر کذافی الاصابة (ج ۳ ص ۲۷۱)

ہے ہم اسے چھوڑ کر بدحالی کی طرف کبھی واپس نہیں جائیں گے بلکہ یا تو تم پر غالب آ کر جو کچھ تمہارے قبضے میں ہے وہ سب کچھ لے لیں گے یا پھر یہاں ہی شہید ہو جائیں گے۔[1]

حضرت جبیر بن حیہؒ نے حضرت نعمان بن مقرنؓ کے اہواز والوں کے پاس آدمی بھیجنے کے بارے میں لمبی حدیث ذکر کی ہے اس میں یہ بھی ہے اہواز والوں نے مطالبہ کیا کہ ان کے پاس کوئی آدمی بھیجیں، چنانچہ حضرت نعمانؓ نے حضرت مغیرہ بن شعبہ رضی اللہ عنہ کو بھیجا۔ ان لوگوں کے ترجمان نے کہا تم لوگ کون ہو؟ حضرت مغیرہؓ نے کہا ہم عرب کے کچھ لوگ ہیں۔ ہم سخت بدحالی میں تھے اور بہت طویل عرصے سے پریشانیوں اور مصیبتوں میں مبتلا تھے ہم بھوک کی وجہ سے کھال اور گٹھلی چوسا کرتے تھے اون اور بالوں کے کپڑے پہنا کرتے تھے، درختوں اور پتھروں کی عبادت کیا کرتے تھے۔ ہمارا یہی حال چل رہا تھا کہ آسمانوں اور زمین کے رب نے ہمارے پاس ہم میں سے ایک نبی بھیجا جس کے ماں باپ کو ہم پہچانتے تھے، ہمارے نبیؐ نے ہمیں اس بات کا حکم دیا کہ جب تک تم لوگ ایک اللہ کی عبادت نہ کرو یا جزیہ ادا نہ کرو ہم تم سے جنگ کرتے رہیں اور ہمارے نبیؐ نے ہمیں اللہ کے سارے پیغام پہنچائے ان میں ایک پیغام یہ تھا کہ ہم میں سے جو آدمی قتل (شہید) ہوگا وہ جنت میں اور ایسی نعمتوں میں جائے گا کہ ان جیسی نعمتیں اس نے کبھی نہیں دیکھی ہوں گی، اور ہم میں سے جو زندہ رہ جائے گا وہ تمہاری گردنوں کا مالک ہوگا، تم پر غلبہ پائے گا۔[2]

حضرت طلقؒ کہتے ہیں کہ ایک آدمی نے آ کر حضرت ابوالدرداء رضی اللہ عنہ سے کہا اے ابودرداء! آپ کا گھر جل گیا، انھوں نے فرمایا میرا گھر نہیں جل سکتا پھر دوسرے آدمی نے آ کر وہی بات کہی تو انھوں نے کہا، نہیں میرا گھر نہیں جل سکتا، پھر تیسرے آدمی نے آ کر بھی وہی بات کہی تو اس کو بھی یہی کہا کہ میرا گھر نہیں جل سکتا پھر چوتھے آدمی نے آ کر کہا آگ تو بھڑکی تھی اور آپ کے گھر تک بھی پہنچ گئی تھی لیکن وہاں جا کر بجھ گئی تھی، انھوں نے فرمایا مجھے یقین تھا کہ اللہ تعالیٰ ایسا نہیں کریں گے (یعنی میرے گھر کو جلنے نہیں دیں گے) اس آدمی نے کہا اے ابودرداء! ہمیں پتہ نہیں چل رہا کہ آپ کی کونسی بات زیادہ عجیب ہے؟ پہلے آپ نے کہا میرا گھر نہیں جل سکتا، پھر بعد میں آپ نے کہا مجھے یقین تھا کہ اللہ تعالیٰ ایسا نہیں کریں گے۔ انھوں نے فرمایا میں نے چند کلمات حضورؐ سے سنے ہیں جو آدمی صبح کو یہ کلمات کہہ لے گا شام تک اسے کوئی مصیبت نہیں پہنچے گی وہ کلمات یہ ہیں: اللہم انت ربی لا الہ الا انت علیک توکلت وانت رب العرش الکریم

---

١ ـ اخرجه ابونعيم في الدلائل (ص ١٩٨)   ٢ ـ عندالبيهقي في الاسماء والصفات ورواه البخاري في الصحيح كماقال البيهقي واخرجهما ابونعيم في الدلائل (ص ١٩٩) عن بكر بن عبدالله المزني زياد بن جبير بن حية نحوه ولعله سقط عن في رواية عن جبير بن حية

ماشاء اللّٰہ کان ومالم یشالم یکن ولاحول ولاقوۃ الا باللّٰہ العلی العظیم اعلم ان اللّٰہ علیٰ کل شیئی قدیر وان اللّٰہ قدا حاط بکل شیئی علما اللھم انی اعوذبک من شر نفسی ومن شر کل دابۃ انت اخذ بنا صیتھا ان ربی علی صراط مستقیم ۔ترجمہ اے اللہ! تو میرا رب ہے، تیرے سوا کوئی معبود نہیں، تجھ پر میں نے توکل کیا، تو محترم عرش کا رب ہے۔ جو اللہ (تبارک وتعالیٰ) نے چاہا وہ ہوا اور جو نہ چاہا وہ نہیں ہوا، برائیوں سے بچنے کی قوت اور نیکی کرنے کی طاقت صرف بزرگ و برتر اللہ ہی سے ملتی ہے میں اس بات کو جانتا ہوں کہ اللہ ہر چیز کو جانتا ہے اے اللہ! میں اپنے نفس کے شر سے اور ہر اس جانور کے شر سے تیری پناہ چاہتا ہوں جس کی پیشانی کو تو پکڑنے والا ہے۔ بے شک میرا رب سیدھے راستے پر ہے۔"[1]

دعوت کے باب میں گزر چکا ہے کہ حضرت عدی بن حاتمؓ نے فرمایا کہ اس ذات کی قسم جس کے قبضہ میں میری جان ہے! تیسری بات بھی ضرور ہو کر رہے گی، اس لئے کہ حضور فرما چکے ہیں، صحابہ کرامؓ کا جماعتوں کو دعوت کے لئے بھیجنے کے باب میں یہ گزر چکا ہے کہ حضرت ہشام بن عاصؓ نے جبلہ بن ایہم سے کہا اللہ کی قسم! یہ دربار جہاں تم بیٹھے ہوئے ہو یہ بھی اور انشاء اللہ (تمہارے) بڑے بادشاہ (ہرقل) کا ملک (روم) بھی ہم تم سے ضرور لے لیں گے کیونکہ ہمیں اس کی خبر ہمارے نبی حضرت محمدؐ نے دی ہے۔ حضرت ابوبکر صدیقؓ کا اللہ کے راستہ میں لشکر بھیجنے کا اہتمام کرنے کے باب میں یہ گزر چکا ہے کہ حضرت علیؓ نے کہا میری رائے یہ ہے کہ چاہے آپ خود جائیں چاہے کسی اور کو ان کے پاس بھیج دیں انشاء اللہ کامیابی آپ ہی کو ہوگی۔ آپ کی مدد ضرور ہوگی۔ حضرت ابوبکرؓ نے فرمایا اللہ تمہیں خیر کی بشارت دے یہ تمہیں کہاں سے پتہ چل گیا (کہ کامیابی تو ہمیں ہی ملے گی اور ہماری مدد ضرور ہوگی) حضرت علی نے کہا میں نے حضورؐ کو فرماتے ہوئے سنا کہ یہ دین اپنے دشمنوں پر غالب آ کر رہے گا یہاں تک کہ یہ دین مضبوطی سے کھڑا ہو جائے اور دین والوں کو غلبہ مل جائے گا۔ حضرت ابوبکرؓ نے تعجب سے فرمایا سبحان اللہ! یہ حدیث کتنی عمدہ ہے۔ تم نے یہ حدیث سنا کر مجھے خوش کر دیا۔ اللہ تمہیں ہمیشہ خوش رکھے، اور تائیدات غیبیہ کے باب میں حضرت ابن عمرؓ کا یہ قول آئے گا کہ جب حضرت ابن عمرؓ نے شیر کا کان پکڑ کر مروڑا اور اس کو راستہ سے ہٹایا تو اس کو کہا حضورؐ نے تمہارے بارے میں غلط نہیں کہا ہے، میں نے حضورؐ کو یہ فرماتے ہوئے سنا ہے کہ ابن آدم جس چیز سے ڈرتا ہے اللہ تعالیٰ وہ چیز ابن آدم پر مسلط کر دیتے ہیں اور اگر ابن آدم اللہ تعالیٰ کے علاوہ کسی سے نہ ڈرے تو اللہ تعالیٰ اس پر اپنے علاوہ کسی اور کو مسلط نہیں ہونے دیتے۔

---

[1] اخرجہ البیھقی فی الاسماء والصفات (ص ۱۲۵)

اعمال کا بدلہ ملنے کا یقین

حضرت ابو اسماءؒ کہتے ہیں کہ ایک مرتبہ حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ حضورؐ کے ساتھ دوپہر کا کھانا کھا رہے تھے کہ اتنے میں یہ آیت نازل ہوئی فَمَنْ يَّعْمَلْ مِثْقَالَ ذَرَّةٍ خَيْرًا يَّرَهٗ ؕ وَمَنْ يَّعْمَلْ مِثْقَالَ ذَرَّةٍ شَرًّا يَّرَهٗ (سورت زلزال آیت ۷۔۸) ترجمہ ''سو جو شخص (دنیا میں) ذرہ برابر نیکی کرے گا وہ (وہاں) اس کو دیکھ لے گا اور جو شخص ذرہ برابر بدی کرے گا وہ اس کو دیکھ لے گا'' یہ سن کر حضرت ابوبکرؓ نے کھانا کھانا چھوڑ دیا اور عرض کیا یا رسول اللہ! ہم جو بھی برا کام کریں گے کیا ہمیں اس کا بدلہ ضرور ملے گا؟ حضورؐ نے فرمایا آپ لوگ جو ناگواریاں (دنیا میں) دیکھتے ہو یہ برے عملوں کا بدلہ ہے اور اچھے اعمال کا بدلہ بعد میں آخرت میں دیا جائے گا۔[۱]

حضرت ابو ادریس خولانیؒ کہتے ہیں کہ پھر حضورؐ نے فرمایا اے ابوبکر! (دنیا میں) جو ناگواریاں دیکھتے ہو وہ برے کاموں کی وجہ سے پیش آتی ہیں اور نیک کاموں کا بدلہ جمع کیا جا رہا ہے جو تمہیں قیامت کے دن دیا جائے گا اور اس بات کی تصدیق اللہ کی کتاب کی اس آیت سے ہوتی ہے وَمَآ اَصَابَكُمْ مِّنْ مُّصِيْبَةٍ فَبِمَا كَسَبَتْ اَيْدِيْكُمْ وَيَعْفُوْا عَنْ كَثِيْرٍ (سورۃ شوریٰ آیت ۳۰) ترجمہ اور تم کو (اے گناہ گارو) جو کچھ مصیبت پہنچتی ہے تو وہ تمہارے ہی ہاتھوں کے کئے ہوئے کاموں سے (پہنچتی ہے) اور بہت سے تو درگزر ہی کر دیتا ہے۔''[۲]

حضرت ابوبکر صدیقؓ فرماتے ہیں کہ میں حضورؐ کے پاس تھا تو یہ آیت نازل ہوئی مَنْ يَّعْمَلْ سُوْٓءًا يُّجْزَ بِهٖ وَلَا يَجِدْ لَهٗ مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ وَلِيًّا وَّلَا نَصِيْرًا (سورت نساء آیت ۱۲۳) ترجمہ ''جو شخص کوئی برا کام کرے گا وہ اس کے عوض میں سزا دیا جائے گا اور اس شخص کو خدا کے سوا نہ کوئی یار ملے گا نہ مددگار ملے گا''۔ حضورؐ نے فرمایا اے ابوبکر! مجھ پر جو آیت نازل ہوئی کیا وہ تمہیں میں نہ پڑھا دوں؟ میں نے کہا یا رسول اللہ! ضرور پڑھا دیں، چنانچہ حضورؐ نے مجھے وہ آیت پڑھا دی یہ آیت سنتے ہی مجھے ایسے محسوس ہوا کہ جیسے میری کمر ٹوٹ گئی ہے جس کی وجہ سے میں نے انگڑائی لی۔ حضورؐ نے فرمایا اے ابوبکر! تمہیں کیا ہوا؟ میں نے کہا ہم میں سے کون ایسا ہے جس نے برے کام نہ کئے ہوں؟ اور ہم جو بھی برا کام کریں گے کیا ہمیں اس کا بدلہ ضرور ملے گا؟ حضورؐ نے فرمایا اے ابوبکرؓ! تمہیں اور مومنوں کو برے کاموں کا بدلہ تو دنیا ہی میں مل جائے گا اور تم اپنے رب سے اس حال میں ملاقات کرو گے (یعنی مرتے وقت یہ حالت ہوگی) کہ تم پر کوئی گناہ نہ ہوگا اور دوسروں

۱۔ اخرجه ابن ابی شیبه وابن راهویه وعبدبن حمید والحاکم وغیرهم

۲۔ عند ابن مردویه کذافی الکنز (ج ۱ ص ۲۷۵) وقال اورده الحافظ ابن حجر فی اطرافه فی مسند ابی بکر

کے گناہوں کو جمع کیا جاتا رہے گا اور انہیں ان گناہوں کا بدلہ قیامت کے دن دیا جائے گا۔[1]

حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ میں نے عرض کیا یارسول اللہ! مَنْ یَّعْمَلْ سُوْٓءًا یُّجْزَبِہٖ والی آیت کے بعد حال کس طرح ٹھیک ہوسکتا ہے؟ کیونکہ ہم نے جو بھی برا کام کیا ہے اس کا بدلہ ہمیں ضرور ملے گا۔ حضورؐ نے فرمایا اے ابوبکر! اللہ تعالیٰ تمہاری مغفرت فرمائے کیا تم بیمار نہیں ہوتے؟ کیا تم کبھی تھکتے نہیں؟ کیا تمہیں کبھی کوئی غم پیش نہیں آتا؟ کیا تمہیں کبھی کوئی مشقت نہیں اٹھانی پڑتی؟ کیا تمہیں کبھی کوئی مصیبت پیش نہیں آتی؟ میں نے عرض کیا جی یہ سب کچھ پیش آتا ہے حضورؐ نے فرمایا یہی گناہوں کا بدلہ ہے جو تمہیں دنیا میں مل رہا ہے۔[2]

حضرت محمد بن منتشرؒ کہتے ہیں کہ ایک آدمی نے حضرت عمر بن خطابؓ سے کہا مجھے اللہ کی کتاب میں ایک ایسی آیت معلوم ہے جو کہ بہت سخت ہے یہ سن کر حضرت عمرؓ اس کی طرف بڑھے اور اسے کوڑا مارا (ظاہری الفاظ قرآن کے ادب کے خلاف تھے) اور فرمایا تمہیں کیا ہوا؟ کیا تم نے اس آیت کی گہری تحقیق کرلی ہے جس سے تمہیں اس (کے بہت سخت ہونے) کا پتہ چل گیا ہے؟ وہ آدمی چلا گیا اگلے دن حضرت عمرؓ نے اس آدمی سے کہا جس آیت کا تم نے کل ذکر کیا تھا وہ کون سی ہے؟ اس آدمی نے کہا وہ یہ ہے ومن یعمل سوء ایجزبہ لہٰذا ہم میں سے جو بھی کوئی برا کام کرے گا اسے اس کا بدلہ ضرور ملے گا۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے کہا جب یہ آیت نازل ہوئی تھی تو اس وقت ہمیں کچھ عرصہ تک (پریشانی کی وجہ سے) کھانا پینا بالکل اچھا نہیں لگتا تھا اس کے بعد اللہ تعالیٰ نے رعایت والی آیت نازل کردی (پھر ہماری وہ پریشانی ختم ہوئی) وہ آیت یہ ہے وَمَنْ یَّعْمَلْ سُوْٓءًا اَوْ یَظْلِمْ نَفْسَہٗ ثُمَّ یَسْتَغْفِرِ اللّٰہَ یَجِدِ اللّٰہَ غَفُوْرًا رَّحِیْمًا (سورۃ نساء آیت ۱۱۰) ترجمہ ''اور جو شخص کوئی برائی کرے یا اپنی جان کا ضرر کرے پھر اللہ تعالیٰ سے معافی چاہے تو وہ اللہ تعالیٰ کو بڑی مغفرت والا بڑی رحمت والا پائے گا۔[3]

حضرت ثعلبہؓ فرماتے ہیں کہ حضرت عمرو بن سمرہ بن حبیب بن عبد شمس رضی اللہ عنہ نے نبی کریم ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوکر عرض کیا یارسول اللہ! میں نے فلاں قبیلہ کا ایک اونٹ چوری کیا ہے مجھے (اس گناہ سے) پاک کردیں۔ حضورؐ نے اس قبیلہ والوں کے پاس آدمی بھیج کر پتہ کرایا۔ انھوں نے بتایا کہ ہاں ہمارا ایک اونٹ گم ہے؟ چنانچہ حضورؐ کے فرمانے پر حضرت عمرو بن سمرہؓ کا ہاتھ کاٹا گیا۔ حضرت ثعلبہ کہتے ہیں جب حضرت عمرو کا ہاتھ کٹ کر نیچے گرا اس وقت میں

۱۔ اخرجه عبدبن حميد والترمذی وابن المنذر قال الترمذی غريب وفی اسناده مقال و موسی بن عبيدة يضعف فی الحديث ومولی ابن سباع مجهول وقدروی هذا الحديث من غير هذا الوجه عن ابی بكر وليس له اسناد صحيح ۲۔ عند احمدوابن المنذر وابی يعلی وابن حبان والحاكم والبيهقی وغيرهم كذافی كنز العمال (ج ۱ ص ۲۳۹)

۳۔ اخرجه ابن راهويه كذافی الكنز (ج ۱ ص ۲۳۹)

انہیں دیکھ رہا تھا انھوں نے (اپنے ہاتھ کو خطاب کرتے ہوئے) کہا تمام تعریفیں اس اللہ کے لئے ہیں جس نے مجھے تجھ سے پاک کر دیا ورنہ تو نے تو میرے جسم کو جہنم میں داخل کرنے کا ارادہ کر لیا تھا۔[۱]

حضرت حسنؒ کہتے ہیں کہ حضرت عمران بن حصین رضی اللہ عنہما کے جسم میں ایک بیماری تھی ان کے چند ساتھی ان کے پاس آئے اوران میں سے ایک نے کہا آپ کے جسم میں جو ہم بیماری دیکھ رہے ہیں اس کی وجہ سے ہمیں بہت رنج وصدمہ ہے حضرت عمرانؓ نے فرمایا تم جو بیماری دیکھ رہے ہو اس کی وجہ سے غمگین نہ ہو کیونکہ جو بیماری تم دیکھ رہے وہ گناہوں کی وجہ سے ہے اور جن گناہوں کو اللہ تعالیٰ ویسے ہی معاف فرما دیتے ہیں وہ تو ان سے کہیں زیادہ ہیں پھر انھوں نے یہ آیت پڑھی وَمَآ اَصَابَكُمْ مِّنْ مُّصِيْبَةٍ فَبِمَا كَسَبَتْ اَيْدِيْكُمْ وَيَعْفُوْا عَنْ كَثِيْرٍ ۔[۲]

حضرت ابوضمرہ بن حبیب بن ضمرہؒ کہتے ہیں کہ جب حضرت ابوبکر صدیقؓ کے ایک بیٹے کی وفات کا وقت قریب آیا تو وہ ایک تکیہ کی طرف دیکھنے لگا۔ جب اس کا انتقال ہو گیا تو لوگوں نے کہا ہم نے دیکھا تھا کہ آپ کا بیٹا کنکھیوں سے اس تکیہ کی طرف دیکھ رہا تھا۔ جب لوگوں نے تکیہ اٹھایا تو اس کے نیچے پانچ یا چھ دینار ملے۔ یہ دیکھ کر حضرت ابوبکرؓ کف افسوس ملنے لگے اور بار بار انا للّٰہ وانا الیہ راجعون پڑھتے رہے اور فرماتے رہے میرے خیال میں تو تمہاری کھال ان دیناروں کی سزا برداشت نہیں کر سکتی (کہ تم نے ان کو جمع کر کے رکھا اور انہیں خرچ نہ کیا)[۳] اور مسلمان کو گالی دینے کے عنوان میں یہ گزر چکا ہے کہ ایک آدمی نے حاضر خدمت ہو کر حضورؐ سے اپنے غلاموں (کو سزا دینے) کے بارے میں پوچھا تو آپؐ نے فرمایا کہ جب قیامت کا دن ہوگا تو ان غلاموں نے جو تجھ سے خیانت کی اور تیری نافرمانی کی اور تجھ سے جھوٹ بولا اس کا حساب کیا جائے گا اور تم نے ان کو جو سزا دی اس کا بھی حساب کیا جائے گا اگر تمہاری سزا ان کے جرم کے برابر ہوگی تو معاملہ برابر سرابر ہو جائے گا نہ تمہیں انعام ملے گا نہ سزا اور اگر تمہاری سزا ان کے جرم سے کم نکلی تو تمہیں ان پر فضیلت ہو جائے گی اور اگر تمہاری سزا ان کے جرم سے زیادہ ہوگی تو اس زائد سزا کا تم سے بدلہ لیا جائے گا۔ وہ آدمی یہ سن کر ایک طرف ہو کر زور زور سے رونے لگا۔ حضورؐ نے اس کو فرمایا کیا تم اللہ تعالیٰ کا یہ ارشاد نہیں پڑھتے وَنَضَعُ الْمَوَازِيْنَ الْقِسْطَ لِيَوْمِ الْقِيٰمَةِ آخر تک (سورۃ انبیاء آیت ۴۷) ترجمہ اور (وہاں) قیامت کے روز ہم میزان عدل قائم کریں گے (اور

۱۔ اخرجه ابن ماجه عن عبدالرحمن بن ثعلبة الانصاری عن ابيه كذافي التفسير لابن كثير (ج ۲ ص ۵۶) ۲۔ اخرجه ابن ابی حاتم كذافي التفسير لابن كثير (ج ۴ ص ۱۱۶)

۳۔ اخرجه احمد في الزهد و ابو نعيم في الحلية كذافي الكنز (ج ۲ ص ۱۴۵) وقال وله حكم الرفع لانه اخبار عن حال البرزخ

سب کے اعمال کا وزن کریں گے) سو کسی پر اصلا ظلم نہ ہوگا اور اگر (کسی کا) عمل رائی کے دانہ کے برابر بھی ہوگا تو ہم اس کو (وہاں) حاضر کردیں گے اور ہم حساب لینے والے کافی ہیں۔'' تو اس آدمی نے کہا یا رسول اللہ! مجھے اپنے لئے اور ان غلاموں کے لئے اس سے بہتر صورت نظر نہیں آرہی ہے کہ میں ان سے الگ ہو جاؤں اس لئے میں آپ کو گواہ بناتا ہوں کہ یہ سب غلام آزاد ہیں۔

صحابہ کرامؓ کے ایمان کی پختگی

حضرت ابو ہریرہؓ فرماتے ہیں کہ جب یہ آیت نازل ہوئی لِلّٰہِ مَافِی السَّمٰوٰتِ وَمَافِی الْاَرْضِ وَاِنْ تُبْدُوْا مَافِیْ اَنْفُسِکُمْ اَوْتُخْفُوْہُ یُحَاسِبْکُمْ بِہِ اللّٰہُ فَیَغْفِرُ لِمَنْ یَّشَآءُ وَ یُعَذِّبُ مَنْ یَّشَآءُ وَاللّٰہُ عَلٰی کُلِّ شَیْءٍ قَدِیْرٌ (سورۃ بقرہ آیت ۲۸۴) ترجمہ '' اللہ تعالیٰ ہی کی ملک ہیں سب جو کچھ آسمانوں میں ہیں اور جو کچھ زمین میں ہیں اور جو باتیں تمہارے نفسوں میں ہیں ان کو اگر تم ظاہر کرو گے یا کہ پوشیدہ رکھو گے حق تعالیٰ تم سے حساب لیں گے پھر (بجز کفر و شرک کے) جس کے لیے منظور ہوگا بخش دیں گے اور جس کو منظور ہوگا سزا دیں گے اور اللہ ہر شے پر پوری قدرت رکھنے والے ہیں'' تو اس سے صحابہ کرامؓ کو بہت گرانی اور پریشانی ہوئی اور آکر حضور ﷺ کی خدمت میں دو زانوں ہو کر بیٹھ گئے اور عرض کیا یا رسول اللہ! ہمیں کچھ ایسے اعمال کا مکلّف بنایا گیا ہے جو ہمارے بس میں ہیں جیسے نماز، روزہ جہاد اور صدقہ لیکن اب آپ پر یہ آیت نازل ہوئی ہے (اور اس میں ہمیں ایسے اعمال کا مکلّف بنایا گیا جو ہمارے بس میں نہیں ہیں) حضورؐ نے فرمایا کیا تم چاہتے ہو کہ تم اس آیت کو سن کر سَمِعْنَا وَعَصَیْنَا (ہم نے اللہ کا حکم سن لیا لیکن ہم اسے مانیں گے نہیں) کہو جیسے کہ تم سے پہلے تورات اور انجیل والوں نے کہا تھا؟ نہیں بلکہ تم سَمِعْنَا وَاَطَعْنَا غُفْرَانَکَ رَبَّنَا وَاِلَیْکَ الْمَصِیْرُ کہو یعنی ہم نے سن لیا اور مان لیا۔ اے ہمارے رب! ہم تیری مغفرت چاہتے ہیں اور تیرے پاس ہی لوٹ کر جانا ہے؛ چنانچہ صحابہؓ نے یہ دعا مانگنی شروع کردی اور جب ان کی زبانیں اس دعا سے مانوس ہو گئیں تو اللہ تعالیٰ نے اس کے بعد یہ آیت نازل فرمائی اٰمَنَ الرَّسُوْلُ بِمَآ اُنْزِلَ اِلَیْہِ مِنْ رَّبِّہٖ وَالْمُؤْمِنُوْنَ کُلٌّ اٰمَنَ بِاللّٰہِ وَمَلٰٓئِکَتِہٖ وَکُتُبِہٖ وَرُسُلِہٖ لَانُفَرِّقُ بَیْنَ اَحَدٍ مِّنْ رُّسُلِہٖ وَقَالُوْا سَمِعْنَا وَاَطَعْنَا غُفْرَانَکَ رَبَّنَا وَاِلَیْکَ الْمَصِیْرُ (سورت بقرہ آیت ۲۸۵) ترجمہ '' اعتقاد رکھتے ہیں رسول (ﷺ) اس چیز کا جو ان کے پاس ان کے رب کی طرف سے نازل کی گئی ہے اور مومنین بھی سب کے سب عقیدہ رکھتے ہیں اللہ کے ساتھ اور اس کے فرشتوں کے ساتھ اور اس کی کتابوں کے ساتھ . اور اس کے پیغمبروں کے ساتھ کہ ہم اس کے پیغمبروں میں سے کسی میں تفریق نہیں کرتے اور ان سے سب نے یوں کہا کہ ہم نے (آپ کا ارشاد) سنا اور خوشی سے مانا۔ ہم آپ کی بخشش چاہتے ہیں۔ اے ہمارے

پروردگار اور آپ ہی کی طرف (ہم سب کو) لوٹنا ہے۔" جب صحابہؓ نے حضورؐ کے ارشاد کے مطابق اس طرح کیا تو اللہ تعالیٰ نے پہلی آیت (کے حکم) کو منسوخ کر دیا اور یہ آیت نازل فرمائی لَا یُکَلِّفُ اللّٰهُ نَفْسًا اِلَّا وُسْعَهَا لَهَا مَا كَسَبَتْ وَعَلَيْهَا مَا اكْتَسَبَتْ رَبَّنَا لَا تُؤَاخِذْنَا اِنْ نَّسِيْنَا اَوْ اَخْطَاْنَا سے لے کر آخر تک (سورت بقرہ آیت ۲۸۶) ترجمہ "اللہ تعالیٰ کسی شخص کو مکلف نہیں بناتا مگر اسی کا جو اس کی طاقت (اختیار) میں ہو اس کو ثواب بھی اس کا ملے گا جو ارادہ سے کرے اور اس پر عذاب بھی اسی کا ہوگا جو ارادہ سے کرے۔ اے ہمارے رب ہم پر دارو گیر نہ فرمائیے اگر ہم بھول جائیں یا چوک جائیں آخر آیت تک۔"[۱]

حضرت مجاہدؒ کہتے ہیں میں نے حضرت ابن عباسؓ کی خدمت میں حاضر ہو کر عرض کیا کہ اے ابو عباس! میں حضرت ابن عمرؓ کے پاس تھا انھوں نے یہ آیت پڑھی اور پڑھ کر رونے لگے۔ حضرت ابن عباسؓ نے پوچھا کونسی آیت؟ میں نے کہا وَاِنْ تُبْدُوْا مَا فِيْٓ اَنْفُسِكُمْ اَوْ تُخْفُوْهُ حضرت ابن عباسؓ نے فرمایا جب یہ آیت نازل ہوئی تھی تو اس سے حضور ﷺ کے صحابہؓ بڑے غمگین اور بہت زیادہ پریشان ہوئے تھے۔ انھوں نے عرض کیا یا رسول اللہ! ہم تو ہلاک ہو گئے پہلے تو ہم زبان سے جو بولتے تھے اور جو عمل کرتے تھے اسی پر ہمارا مواخذہ ہوتا تھا اور اب اس آیت میں یہ آ گیا ہے کہ دل میں جو خیال آئے گا اس پر بھی ہمارا مواخذہ ہوگا اور ہمارے دل ہمارے ہاتھ میں نہیں ہیں (اب جو اچھا یا برا خیال از خود ہمارے دل میں آئے گا اس پر بھی ہمارا مواخذہ ہوگا تو ہم ہلاک ہو جائیں گے) اس پر حضورؐ نے ان سے فرمایا تم تو یوں کہو سَمِعْنَا وَاَطَعْنَا چنانچہ صحابہ نے سَمِعْنَا وَاَطَعْنَا کہنا شروع کر دیا پھر اٰمَنَ الرَّسُوْلُ بِمَآ اُنْزِلَ اِلَيْهِ مِنْ رَّبِّهٖ وَالْمُؤْمِنُوْنَ كُلٌّ اٰمَنَ سے لے کر لَا يُكَلِّفُ اللّٰهُ نَفْسًا اِلَّا وُسْعَهَا لَهَا مَا كَسَبَتْ وَعَلَيْهَا مَا اكْتَسَبَتْ تک آیات نازل ہوئیں جن سے پہلا حکم منسوخ ہو گیا اور دل میں جو برے خیالات آتے ہیں ان کو معاف کر دیا گیا اور صرف اعمال پر مواخذہ رہ گیا۔[۲] دوسری روایت میں یہ ہے کہ حضور ﷺ نے فرمایا تم تو یوں کہو سَمِعْنَا وَسَلَّمْنَا یعنی ہم نے سنا، مان لیا اور تسلیم کیا۔ اس پر اللہ تعالیٰ نے ان کے دلوں میں ایمان ڈال دیا۔[۳]

حضرت عبداللہؓ فرماتے ہیں کہ جب وَلَمْ يَلْبِسُوْٓا اِيْمَانَهُمْ بِظُلْمٍ نازل ہوئی (سورت انعام آیت ۸۲) ترجمہ "(جو لوگ ایمان رکھتے ہیں) اور اپنے ایمان کو ظلم کے ساتھ مخلوط نہیں کرتے (ایسوں ہی کے لیئے امن ہے اور وہی راہ پر چل رہے ہیں)" تو یہ آیت حضور ﷺ کے

۱۔ اخرجه احمد ورواه مسلم مثله ۲۔ عند احمد ایضا ۳۔ عند احمد ایضا من طریق سعید بن جبیر عن ابن عباس مختصرا واخرجه مسلم نحوه وابن جریر من طرق اخری عن ابن عباس وهذه طرق صحیحة عن ابن عباس کما فی التفسیر لا بن کثیر (ج ۱ ص ۳۳۸)

صحابہؓ پر بہت گراں گزری اور وہ اس سے بہت پریشان ہوئے اور انھوں نے (حضورؐ کی خدمت میں) عرض کیا ہم میں سے کون ایسا ہے جس نے ظلم نہ کیا ہو؟ (چھوٹے موٹے گناہ تو ہو ہی جاتے ہیں) حضورؐ نے فرمایا تم جو سمجھے ہو یہاں ظلم سے مراد وہ نہیں ہے (بلکہ یہاں ظلم سے مراد شرک ہے) جیسے حضرت لقمان نے اپنے بیٹے سے کہا تھا یٰبُنَیَّ لَا تُشْرِکْ بِاللّٰہِ اِنَّ الشِّرْکَ لَظُلْمٌ عَظِیْمٌ (سورت لقمان آیت ۱۳) ترجمہ "بیٹا! اللہ کے ساتھ کسی کو شریک نہ ٹھہرانا بے شک شرک کرنا بڑا بھاری ظلم ہے۔"[۱] حضرت عبداللہؓ فرماتے ہیں کہ جب اَلَّذِیْنَ اٰمَنُوْا وَلَمْ یَلْبِسُوْٓا اِیْمَانَھُمْ بِظُلْمٍ آیت نازل ہوئی تو حضورﷺ نے فرمایا مجھے (اللہ کی طرف سے) کہا گیا کہ آپ بھی ان میں سے ہیں۔[۲]

حضرت صفیہ بنت شیبہؓ فرماتی ہیں کہ ہم حضرت عائشہؓ کے پاس بیٹھی تھیں ہم نے قریش کی عورتوں کا تذکرہ کیا اور ان کے فضائل بیان کیئے۔ حضرت عائشہؓ نے فرمایا واقعی قریش کی عورتوں کو بڑے فضائل حاصل ہیں لیکن اللہ کی قسم! اللہ کی کتاب کی تصدیق کرنے اور اس پر ایمان لانے میں انصار کی عورتوں سے آگے بڑھا ہوا میں نے کسی کو نہیں دیکھا۔ جب سورت نور کی یہ آیت نازل ہوئی وَلْیَضْرِبْنَ بِخُمُرِھِنَّ عَلٰی جُیُوْبِھِنَّ (سورت نور آیت ۳۱) ترجمہ "اور اپنے دوپٹے اپنے سینوں پر ڈالے رہا کریں۔" تو انصار مردوں نے واپس گھر جا کر اپنی عورتوں کو وہ حکم سنایا جو اللہ نے اس آیت میں نازل فرمایا ہر آدمی اپنی بیوی، اپنی بیٹی اپنی بہن اور اپنی ہر رشتہ دار عورت کو یہ آیت پڑھ کر سناتا۔ ان میں سے ہر عورت سنتے ہی اللہ کی نازل کردہ آیت پر ایمان لانے اور ان کی تصدیق کرنے کے لیئے فوراً کھڑی ہو کر منقش چادر لے کر اس میں لپٹ جاتی؛ چنانچہ حضورؐ کے پیچھے فجر کی نماز میں یہ سب چادروں میں ایسی لپٹی ہوئی آئیں کہ گویا ان کے سروں پر کوے بیٹھے ہوئے ہیں۔[۳]

حضرت مکحولؒ کہتے ہیں کہ ایک بہت بوڑھا آدمی جس کی دونوں بھنویں اس کی آنکھوں پر آپڑی تھیں۔ اس نے عرض کیا یا رسول اللہ! ایک ایسا آدمی جس نے بہت بدعہدی اور بدکاری کی اور اپنی جائز ناجائز ہر خواہش پوری کی اور اس کے گناہ اتنے زیادہ ہیں کہ اگر تمام زمین والوں میں تقسیم کر دیئے جائیں تو وہ سب کو ہلاک کر دیں۔ تو کیا اس کے لیئے توبہ کی کوئی گنجائش ہے؟ نبی کریمﷺ نے فرمایا کیا تم مسلمان ہو چکے ہو؟ اس نے کہا جی ہاں میں کلمہ شہادت اشھد ان لا الہ الا اللہ وحدہ لا شریک لہ واشھد ان محمدا عبدہ ورسولہ پڑھتا ہوں۔ حضورؐ نے فرمایا جب تک تم ایسے (کلمہ شہادت پڑھتے) رہو گے اللہ تعالیٰ تمہاری تمام بدعہدیاں اور بدکاریاں معاف

۱۔ اخرجہ ابن ابی حاتم ورواہ البخاری ۲۔ عند ابن مردویہ کذافی التفسیر لابن کثیر (ج ۲ ص ۱۵۳) ۳۔ اخرجہ ابن ابی حاتم ورواہ ابو داؤد من غیر وجہ عن صفیۃ بنت شیبۃ بہ کذافی التفسیر لا بن کثیر (ج ۳ ص ۲۸۴)

کرتے رہیں گے اور تمہاری برائیوں کو نیکیوں سے بدلتے رہیں گے۔ اس بوڑھے نے کہا یا رسول اللہ! میری تمام بدعہدیاں اور بدکاریاں معاف؟ حضورؐ نے فرمایا ہاں تمہاری تمام بدعہدیاں اور بدکاریاں معاف ہیں۔ یہ سن کر وہ بڑے میاں اللّٰہ اکبر لا الٰہ الا اللّٰہ کہتے ہوئے پیٹھ پھیر کر (خوش خوش) واپس چلے گئے۔[1]

حضرت ابو فروہؓ فرماتے ہیں کہ میں نے حضور ﷺ کی خدمت میں حاضر ہو کر عرض کیا یا رسول اللہ! آپ ذرا یہ بتائیں کہ ایک آدمی نے سارے گناہ کیئے ہیں کوئی چھوٹا بڑا گناہ نہیں چھوڑا، کیا اسکی توبہ قبول ہو سکتی ہے؟ حضورؐ نے فرمایا کیا تم مسلمان ہو گئے ہو میں نے کہا جی ہاں۔ حضورؐ نے فرمایا اب نیکیاں کرتے رہو اور برے کام چھوڑ دو تو اللہ تعالیٰ تمہارے تمام گناہوں کو نیکیاں بنا دیں گے۔ میں نے کہا میری تمام بدعہدیاں اور بدکاریاں بھی معاف ہو جائیں گی۔ حضورؐ نے فرمایا ہاں۔ اس پر حضرت ابو فروہ چل پڑے اور حضور کی نگاہوں سے اوجھل ہونے تک اللہ اکبر کہتے رہے۔[2]

حضرت ابو ہریرہؓ فرماتے ہیں کہ ایک عورت میرے پاس آئی اور اس نے مجھ سے کہا کیا میری توبہ قبول ہو سکتی ہے؟ میں نے زنا کیا تھا جس سے میرے ہاں بچہ پیدا ہوا پھر میں نے اس بچے کو قتل کر ڈالا، میں نے کہا نہیں (تم نے دو بڑے گناہ کیئے ہیں اس لیئے) نہ تو تمہاری آنکھ کبھی ٹھنڈی ہو اور نہ تجھے شرافت و کرامت کبھی حاصل ہو۔ اس پر وہ عورت افسوس کرتی ہوئی اٹھ کر چلی گئی۔ پھر میں نے حضور ﷺ کے ساتھ فجر کی نماز پڑھی اور اس عورت نے جو کچھ کہا تھا اور میں نے اسے جو جواب دیا تھا وہ سب حضورؐ کو بتایا۔ حضورؐ نے فرمایا تم نے اسے برا جواب دیا۔ کیا تم یہ آیتیں وَالَّذِيْنَ لَا يَدْعُوْنَ مَعَ اللّٰهِ اِلٰهًا اٰخَرَ سے لے کر الا من تاب آخر آیت تک نہیں پڑھتے (سورت الفرقان آیت ۶۸ تا ۷۰) ترجمہ "اور جو کہ اللہ تعالیٰ کے ساتھ کسی اور معبود کی پرستش نہیں کرتے اور جس شخص کے قتل کرنے کو اللہ نے حرام فرمایا ہے اس کو قتل نہیں کرتے ہاں مگر حق پر اور وہ زنا نہیں کرتے اور جو شخص ایسے کام کریگا تو سزا سے اس کو سابقہ پڑے گا کہ قیامت کے روز اس کا عذاب بڑھتا چلا جائے گا اور وہ اس (عذاب) میں ہمیشہ ہمیشہ ذلیل (وخوار) ہو کر رہے گا مگر جو (شرک و معاصی سے) توبہ کر لے اور ایمان (بھی) لے آئے اور نیک کام کرتا رہے تو اللہ تعالیٰ ایسے لوگوں کے (گزشتہ) گناہوں کی جگہ نیکیاں عنایت فرمائے گا اور اللہ تعالیٰ غفور الرحیم ہے۔" پھر میں نے یہ آیتیں اس عورت کو پڑھ کر سنائیں۔ اس نے کہا تمام تعریفیں اس اللہ کے لیئے ہیں جس نے میری خلاصی کی صورت بنادی۔[3] ابن جریر کی ایک روایت میں یہ ہے کہ وہ

۱۔ اخرجه ابن ابی حاتم ۲۔ اخرجه الطبرانی كذافی التفسير لا بن كثير (ج ۳ ص ۳۲۸) ۳۔ اخرجه ابن ابی حاتم هذا حديث غريب من هذاالوجه وفی رجاله من لا يعرف وقدرواه ابن جرير بسنده بنحوه

افسوس کرتے ہوئے ان کے پاس سے چلی گئی اور وہ کہہ رہی تھی ہائے افسوس! کیا یہ حسن جہنم کے لیئے پیدا کیا گیا ہے۔اس روایت میں آگے یہ ہے کہ حضورﷺ کے پاس سے حضرت ابو ہریرہؓ واپس آئے اور انھوں نے مدینہ کے تمام محلوں اور گھروں میں اس عورت کو ڈھونڈنا شروع کیا اسے بہت ڈھونڈا لیکن وہ عورت کہیں نہ ملی۔اگلی رات کو وہ خود حضرت ابو ہریرہؓ کے پاس آئی تو حضورؐ نے جو فرمایا تھا وہ حضرت ابو ہریرہؓ نے اسے بتایا۔وہ فوراً سجدے میں گرگئی اور کہنے لگی تمام تعریفیں اس اللہ کے لیئے ہیں جس نے میرے لئے خلاصی کی صورت بنادی اور جو گناہ مجھ سے سرزد ہوگیا تھا اس سے توبہ کا راستہ بنادیا اور اس عورت نے اپنی ایک باندی اور اس کی بیٹی آزاد کی اور اللہ کے سامنے سچی توبہ کی۔[1]

حضرت تمیم داریؓ کے غلام حضرت ابوالحسنؒ کہتے ہیں کہ جب وَالشُّعَرَآءُ يَتَّبِعُهُمُ الْغَاوٗنَ والی آیت نازل ہوئی (سورت شعراء آیت ۲۲۴) ترجمہ "اور شاعروں کی راہ تو بے راہ لوگ چلا کرتے ہیں" تو (مسلمان شعراء) حضرت حسان بن ثابت، حضرت عبداللہ بن رواحہ اور حضرت کعب بن مالکؓ روتے ہوئے حضورﷺ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور عرض کیا کہ جب اللہ تعالیٰ نے اس آیت کو نازل فرمایا تو اللہ کو معلوم تھا کہ ہم لوگ شعراء ہیں (لہذا یہ سخت وعید تو ہمارے لیئے ہوئی) اس پر حضورؐ نے یہ آگے والی آیت تلاوت فرمائی اِلَّا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ ترجمہ "مگر جو لوگ ایمان لائے اور اچھے کام کیئے۔ حضورؐ نے فرمایا یہ دونوں باتیں تم لوگوں میں موجود ہیں وَذَکَرُوا اللّٰہَ کَثِیْرًا ترجمہ "اور انھوں نے (اپنے اشعار میں) کثرت سے اللہ کا ذکر کیا۔" حضورؐ نے فرمایا یہ صفت بھی تم میں موجود ہے وَانْتَصَرُوْا مِنْۢ بَعْدِ مَا ظُلِمُوْا ترجمہ "اور انھوں نے بعد اس کے کہ ان پر ظلم ہو چکا ہے (اس کا) بدلہ لیا۔" حضورﷺ نے فرمایا یہ صفت بھی تم میں ہے (لہذا یہ وعید تم مسلمان شعراء کے لیئے نہیں ہے)۔[2]

حضرت عطاء بن سائبؒ کہتے ہیں کہ سب سے پہلے دن جو میں نے حضرت عبدالرحمٰن بن ابی لیلیٰؒ کو دیکھا اس کی صورت یہ ہوئی کہ میں نے دیکھا کہ ایک گدھے پر ایک بڑے میاں ایک جنازے کے پیچھے پیچھے جا رہے ہیں۔ان کے سر اور داڑھی کے بال سفید ہیں۔میں نے سنا کہ وہ کہہ رہے ہیں کہ مجھے فلاں بن فلاں صحابی نے بتایا کہ انھوں نے حضورﷺ کو یہ فرماتے ہوئے سنا کہ جو اللہ سے ملنا پسند کرتا ہے اللہ تعالیٰ اس سے ملنے کو پسند فرماتے ہیں اور جو اللہ سے ملنے کو ناپسند

۱۔ کذافی التفسیر لابن کثیر (ج۳ص ۳۲۸) ۲۔ اخرجه ابن اسحق واخرجه ابن ابی حاتم وابن جریر من روایة ابن اسحاق واخرجه ابن ابی حاتم عن ابی الحسن مولی بنی نوفل بمعناه ولم یذکر کعبا کما فی التفسیر لابن کثیر (ج۳ص ۳۵۴) واخرجه الحاکم (ج۳ص ۴۸۸) عن ابی الحسن بسیاق ابن ابی حاتم

کرتا ہے اللہ تعالیٰ اس سے ملنے کو ناپسند کرتے ہیں۔ یہ سن کر سب لوگ رونے لگے۔ انھوں نے پوچھا کہ آپ لوگ کیوں رو رہے ہیں۔ لوگوں نے کہا ہم سب ہی (اللہ سے ملنے یعنی) موت کو ناپسند کرتے ہیں۔ انہوں نے فرمایا حضورؐ کے فرمان کا مطلب یہ نہیں ہے بلکہ انسان کے مرنے کا وقت جب قریب آتا ہے تو اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے فَاَمَّآ اِنْ کَانَ مِنَ الْمُقَرَّبِیْنَ فَرَوْحٌ وَّرَیْحَانٌ وَّ جَنَّتُ نَعِیْمٍ (سورت واقعہ آیت ۸۸،۸۹) ترجمہ ''پھر (جب قیامت واقع ہوگی تو) جو شخص مقربین میں سے ہوگا اس کیلئے تو راحت ہے اور (فراغت کی) غذائیں ہیں اور آرام کی جنت ہے'' تو جب اسے (فرشتوں کی طرف سے) ان نعمتوں کی بشارت دی جاتی ہے تو وہ انسان اللہ سے ملنے کو پسند کرنے لگ جاتا ہے اور اللہ تعالیٰ اس کی ملاقات کو اس سے زیادہ پسند کرنے لگ جاتے ہیں۔ اور اللہ تعالیٰ کا دوسرا فرمان یہ ہے وَاَمَّآ اِنْ کَانَ مِنَ الْمُکَذِّبِیْنَ الضَّآلِّیْنَ فَنُزُلٌ مِّنْ حَمِیْمٍ وَّتَصْلِیَۃُ جَحِیْمٍ (سورت واقعہ آیت ۹۲۔۹۳) ترجمہ ''اور جو شخص جھٹلانے والوں (اور) گمراہوں میں سے ہوگا تو کھولتے ہوئے پانی سے اس کی دعوت ہوگی اور دوزخ میں داخل ہونا ہوگا۔'' تو جب اسے ان تکلیفوں کی بشارت دی جاتی ہے تو وہ اللہ سے ملاقات کو ناپسند کرنے لگ جاتا ہے اور اللہ تعالیٰ اس سے ملنے کو اس سے زیادہ ناپسند کرنے لگ جاتے ہیں۔[1]

حضرت عبداللہ بن عمرو بن عاصؓ فرماتے ہیں کہ جب اذا زلزلت الارض زلزالها نازل ہوئی (سورت زلزال آیت ۱) ترجمہ ''جب زمین اپنی سخت جنبش سے ہلائی جائے گی۔'' تو اس وقت حضرت ابوبکر صدیقؓ وہاں (حضورؐ کے پاس) بیٹھے ہوئے تھے وہ یہ سورت سن کر رونے لگے، حضورؐ نے ان سے فرمایا اگر تم لوگ غلطیاں اور گناہ نہیں کرو گے (اور پھر استغفار نہیں کرو گے) تاکہ اللہ تعالیٰ تمہیں بخش دے تو پھر اللہ تعالیٰ ایسے لوگوں کو پیدا کریں گے جو غلطیاں اور گناہ کریں گے (اور استغفار کریں گے) پھر اللہ تعالیٰ انہیں معاف کردیں گے۔[2]

حضرت عمر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ حضورؐ نے مجھ سے فرمایا اے عمر! تمہارا اس وقت کیا حال ہوگا جب تم چار ہاتھ لمبی اور دو ہاتھ چوڑی زمین (یعنی قبر) میں ہو گے اور تم منکر نکیر کو دیکھو گے؟ میں نے عرض کیا یارسول اللہ! منکر نکیر کون ہیں؟ حضورؐ نے فرمایا یہ قبر میں امتحان لینے والے (دو فرشتے) ہیں جو قبر کو اپنے دانتوں سے کریدیں گے اور ان کے بال اتنے لمبے ہوں گے کہ وہ اپنے بالوں کو روندتے ہوئے آئیں گے ان کی آواز زوردار گرج کی طرح ہوگی اور ان کی آنکھیں اچکنے والی بجلی کی طرح چمک رہی ہوں گی۔ ان دونوں کے پاس ایک اتنا بڑا ہتھوڑا ہوگا کہ سارے منیٰ والے مل کر اسے نہ اٹھا سکیں حضورؐ کے ہاتھ میں ایک چھڑی تھی جسے آپؐ ہلا رہے تھے، آپؐ

۱۔ اخرجه احمد كذافي التفسير لابن كثير (ج ۴ ص ۳۰۱)
۲۔ اخرجه ابن جرير كذافي التفسير لابن كثير (ج ۴ ص ۵۴۰)

نے اس کی طرف اشارہ کرتے ہوئے فرمایا لیکن ان دونوں کے لئے اسے اٹھانا میری اس چھڑی سے بھی زیادہ آسان ہوگا۔ وہ دونوں تمہارا امتحان لیں گے اگر تم جواب نہ دے سکے یا تم لڑکھڑا گئے تو پھر وہ تمہیں وہ ہتھوڑا اس زور سے ماریں گے کہ تم راکھ بن جاؤ گے۔ میں نے کہا یارسول اللہ! کیا اس وقت میں اپنی اسی حالت پر ہوں گا؟ (یعنی اس وقت میرے ہوش وحواس ٹھیک ہوں گے) حضورؐ نے فرمایا ہاں، میں نے کہا پھر میں ان دونوں سے نمٹ لوں گا۔[۱] ایک روایت میں اس کے بعد یہ ہے کہ حضورؐ نے فرمایا اس ذات کی قسم جس نے مجھے حق دے کر بھیجا ہے! مجھے حضرت جبرائیل علیہ السلام نے بتایا ہے کہ وہ دونوں تمہارے پاس آئیں گے اور تم سے سوال کریں گے تو تم جواب میں کہو گے میرا رب اللہ ہے تم بتاؤ تم دونوں کا رب کون ہے؟ اور (حضرت) محمد (ﷺ) میرے نبی ہیں تم دونوں کے نبی کون ہیں؟ اور اسلام میرا دین ہے تم دونوں کا دین کیا ہے؟ اس پر وہ دونوں کہیں گے دیکھو کیا، عجیب بات ہے ہمیں پتہ نہیں چل رہا ہے کہ ہمیں تمہارے پاس بھیجا گیا ہے یا تمہیں ہمارے پاس بھیجا گیا ہے۔[۲]

حضرت ابو بحریہ کندیؒ فرماتے ہیں کہ ایک دن حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ باہر تشریف لائے تو دیکھا کہ ایک مجلس ہے جس میں حضرت عثمان بن عفانؓ بھی ہیں، حضرت عمر نے فرمایا تمہارے ساتھ ایک ایسا آدمی بیٹھا ہوا ہے کہ اگر اس کا ایمان کسی بڑے لشکر میں تقسیم کیا جائے تو ان سب کو کافی ہو جائے گا۔ اس سے حضرت عمرؓ کی مراد حضرت عثمان بن عفانؓ تھے۔[۳] اور صحابہ کرامؓ کی صفات کے بارے میں صحابہ کرامؓ کے اقوال کے عنوان میں یہ گزر چکا ہے کہ جب حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے پوچھا گیا کہ کیا نبی کریم ﷺ کے صحابہؓ ہنسا کرتے تھے؟ انھوں نے فرمایا ہاں مگر ایمان ان کے دلوں میں پہاڑوں سے بھی بڑا تھا اور مشقتیں اور تکلیفیں برداشت کرنے کے عنوان میں یہ گزر چکا ہے کہ حضرت عمارؓ کو مشرکین نے پکڑا اور اس وقت تک نہیں چھوڑا جب تک انھوں نے ان کے معبودوں کی تعریف نہ کی تو انھوں نے حضورؐ سے عرض کیا کہ مجھے اتنی تکلیف پہنچائی گئی کہ آخر مجھے مجبور ہو کر آپ کی گستاخی کرنی پڑی اور ان کے معبودوں کی تعریف کرنی پڑی۔ آپؐ نے فرمایا تم اپنے دل کو کیسا پاتے ہو؟ انھوں نے کہا میں اپنے دل کو مطمئن پاتا ہوں۔[۴] اور امیر کا کسی کو اپنے بعد خلیفہ بنانے کے عنوان میں گزر چکا ہے کہ حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ نے فرمایا کیا تم لوگ مجھے میرے رب سے ڈراتے ہو؟ میں کہہ دوں گا اے اللہ! میں نے تیری مخلوق میں سے سب سے بہترین آدمی کو ان کا خلیفہ بنایا تھا۔ دوسری روایت میں یہ ہے کہ آپؐ نے

۱۔ اخرجه ابن ابی داود فی البعث وابوالشیخ فی السنة والحاکم فی الکنی والبیهقی فی کتاب عذاب القبر والاصبهانی فی الحجة وغیر هم کذافی الکنز (ج ۸ ص ۱۲۱) واخرجه سعید بن منصور نحوه.

۲۔ زاده عبدالواحد المقدسی فی کتابه التبصیر کمافی الریاض النضرة (ج ۲ ص ۳۴)

۳۔ اخرجه ابن عساکر کذافی المنتخب (ج ۵ ص ۸)   ۴۔ اخرجه ابونعیم فی الحلیة وابن سعد عن ابی عبیدة وهکذا اخرجه عند ابن جریر والبیهقی کمافی التفسیر لابن کثیر (ج ۲ ص ۵۸۷)

فرمایا میں اللہ کو اور حضرت عمرؓ کو تم لوگوں سے زیادہ جانتا ہوں۔ اور بیت المال کے سارے مال کو تقسیم کردینے کے عنوان میں یہ گزر چکا ہے کہ ایک آدمی نے حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے کہا اے امیر المومنین! ہوسکتا ہے کہ کبھی دشمن حملہ آور ہو جائے یا مسلمانوں پر اچانک کوئی مصیبت آپڑے تو ان ضرورتوں کے لئے اگر آپ اس مال میں سے کچھ بچا کر رکھ لیں تو اچھا ہوگا۔ یہ سن کر حضرت عمرؓ نے فرمایا تمہاری زبان پر شیطان بول رہا ہے اور اس کا جواب اللہ مجھے سکھا رہا ہے اور اس کے شر سے مجھے بچا رہا ہے اور وہ یہ ہے کہ میں نے ان تمام ضرورتوں کے لیئے وہی سب کچھ تیار کیا ہوا ہے جو حضور ﷺ نے تیار کیا تھا اور وہ ہے اللہ تعالیٰ اور اس کے رسولؐ کی اطاعت (ہر مصیبت کا علاج اور ہر ضرورت کا انتظام اللہ و رسول کی ماننا ہے) دوسری روایت میں ہے کہ کل کو پیش آنے والی ضرورت کے لیئے میں آج اللہ کی نافرمانی نہیں کرسکتا اور ایک روایت میں یہ ہے کہ میں نے مسلمانوں (کی ضروریات) کے لیئے اللہ کا تقویٰ تیار کیا ہوا ہے۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے وَمَنْ يَّتَّقِ اللّٰهَ يَجْعَلْ لَّهٗ مَخْرَجًا (سورت طلاق آیت ۲۔۳) ترجمہ ''اور جو شخص اللہ سے ڈرتا ہے اللہ تعالیٰ اس کے لیئے (مضرتوں سے) نجات کی شکل نکال دیتا ہے اور اس کو ایسی جگہ سے رزق پہنچاتا ہے جہاں اس کا گمان بھی نہیں ہوتا'' صحابہؓ کے مال خرچ کرنے کے شوق کے باب میں یہ گزر چکا ہے کہ جب حضرت علیؓ نے سائل کو صدقہ دینے کا ارادہ کیا تو حضرت فاطمہؓ نے کہا وہ چھ درہم تو آپ نے آٹے کے لیئے رکھوائے تھے۔ حضرت علیؓ نے کہا کسی بھی بندے کا ایمان اس وقت تک سچا ثابت نہیں ہوسکتا جب تک کہ اس کو جو چیز اس کے پاس ہے اس سے زیادہ اعتماد اس چیز پر نہ ہو جائے جو اللہ کے خزانوں میں ہے اور مال واپس کرنے کے باب میں یہ گزر چکا ہے کہ حضرت عامر بن ربیعہؓ نے کہا مجھے تمہارے زمین کے اس ٹکڑے کی کوئی ضرورت نہیں کیونکہ آج ایک ایسی سورت نازل ہوئی جس نے ہمیں دنیا ہی بھلا دی ہے اور وہ سورت یہ ہے (اِقْتَرَبَ لِلنَّاسِ حِسَابُهُمْ وَهُمْ فِيْ غَفْلَةٍ مُّعْرِضُوْنَ (سورت انبیا آیت ۱) ترجمہ ''ان (منکر) لوگوں سے ان کا (وقت) حساب نزدیک آپہنچا اور یہ (ابھی غفلت (ہی) میں (پڑے ہیں اور) اعراض کیئے ہوئے ہیں'' اور حضرت عائشہؓ کی حدیث گزر چکی ہے کہ حضرت اسید بن حضیرؓ بڑی فضیلت والے لوگوں میں سے تھے۔ وہ کہا کرتے تھے کہ میں تین حالتوں میں جیسا ہوں اگر ہر وقت ویسا رہوں تو یقیناً جنت والوں میں سے ہو جاؤں اور مجھے اس میں کوئی شک نہ رہے۔ ایک وہ حالت جب کہ میں خود قرآن پڑھ رہا ہوں یا کوئی اور قرآن پڑھ رہا ہو اور میں سن رہا ہوں دوسری وہ حالت جب کہ میں حضور ﷺ کا خطبہ سن رہا ہوں تیسری وہ حالت جب کہ میں کسی جنازے میں شریک ہوں اور جب بھی میں کسی جنازے میں شریک ہوتا ہوں تو اپنے دل میں صرف یہی سوچتا ہوں کہ اس جنازے کے ساتھ کیا ہوگا اور یہ جنازہ کہاں جا رہا ہے؟[۱]

۱۔ اخرجه الحاكم (ج۳ص ۲۸۸) قال الحاكم هذا حديث صحيح الا سناد ولم يخرجاه وقال الذهبى صحيح.

نبی کریم ﷺ اور آپ ؐ کے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کس طرح مسجدوں میں نمازوں کے لئے جمع ہوتے تھے خود انہیں نمازوں کا کتنا شوق تھا اور دوسروں کو نماز کی کتنی ترغیب دیتے تھے اور نمازوں کے اوقات کے بدلنے سے وہ یہ سمجھتے تھے کہ ہمارا اصل کام ایک حکم خداوندی سے دوسرے حکم میں اور ایک عمل صالح سے دوسرے عمل میں لگنا ہے اور انہیں ان اعمال کا حکم دیا جاتا تھا کہ وہ ایمان اور ایمانی صفات کو پکا کریں علم اور علم والے اعمال کو پھیلائیں اور اللہ کے ذکر کو زندہ کریں اور دعا کو اور اس کی قبولیت کی شرائط کو قائم کریں چنانچہ وہ کس طرح سے ان اعمال کی وجہ سے اپنے دنیاوی مشاغل کو چھوڑ دیا کرتے تھے ایسا معلوم ہوتا تھا کہ انہیں ظاہری شکلوں کی طرف کوئی توجہ نہیں ہے بلکہ وہ تو اس ذات سے براہ راست فائدہ حاصل کرتے ہیں جو تمام چیزوں اور شکلوں کو پیدا کرنے والی اور ان میں تصرف کرنے والی ہے۔

نبی کریم ﷺ کا نماز کی ترغیب دینا

حضرت عثمانؓ کے آزاد کردہ غلام حضرت حارثؒ کہتے ہیں کہ ایک دن حضرت عثمانؓ بیٹھے ہوئے تھے ہم بھی ان کے ساتھ بیٹھے ہوئے تھے اتنے میں موذن آیا تو حضرت عثمانؓ نے ایک برتن میں پانی منگوایا میرا خیال یہ ہے کہ اس میں ایک مد (تقریباً ۱۴ چھٹانک) پانی آتا ہوگا اس سے وضو کیا پھر فرمایا کہ جیسا میں نے اب وضو کیا ہے حضور ﷺ کو میں نے ایسا ہی وضو کرتے ہوئے دیکھا پھر حضورؐ نے فرمایا جو میرے اس وضو جیسا وضو کرے گا پھر کھڑے ہو کر ظہر کی نماز پڑھے گا تو اس کی ظہر اور فجر کے درمیان کے گناہ معاف کردیئے جائیں گے پھر وہ عصر کی نماز پڑھے گا تو اس کے ظہر اور عصر کے درمیان کے گناہ معاف کر دیئے جائیں گے پھر وہ مغرب کی نماز پڑھے گا تو مغرب اور عصر کے درمیان کے گناہ معاف کردیئے جائیں گے پھر وہ عشاء کی نماز پڑھے گا تو عشاء اور مغرب کے درمیان کے گناہ معاف کردیئے جائیں پھر وہ ساری رات کروٹیں بدلتے ہوئے گزار دے گا۔ پھر وہ اٹھ کر وضو کر کے فجر کی نماز پڑھے گا تو اس کے فجر اور عشاء کے درمیان کے گناہ معاف کر دیئے جائیں گے۔ یہی وہ نیکیاں ہیں جو گناہوں کو دور کر دیتی ہیں۔ مجلس کے ساتھیوں نے پوچھا، اے عثمان! یہ تو حسنات ہوگئیں تو باقیات صالحات کیا ہوں گی؟ حضرت عثمانؓ نے کہا باقیات صالحات یہ کلمات ہیں لآالـه الا اللّٰه وسبحان اللّٰه والحمد للّٰه واللّٰه اکبر ولاحول ولا قوة الا باللّٰه۔[1]

حضرت ابوعثمانؒ کہتے ہیں کہ میں حضرت سلمانؓ کے ساتھ ایک درخت کے نیچے تھا انہوں نے اس درخت کی ایک خشک ٹہنی پکڑ کر اس کو حرکت دی جس سے اس کے پتے گر گئے پھر مجھ سے کہنے لگے کہ ابوعثمان! تم نے مجھ سے یہ نہ پوچھا کہ میں نے اس طرح کیوں کیا؟ میں نے کہا بتا دیجئے کیوں کیا؟ انھوں نے کہا کہ میں ایک دفعہ نبی اکرم ﷺ کے ساتھ ایک درخت کے نیچے تھا آپؐ نے بھی درخت کی ایک خشک ٹہنی پکڑ کر اسی طرح کیا تھا جس سے اس ٹہنی کے پتے جھڑ گئے تھے پھر حضورؐ نے ارشاد فرمایا تھا کہ سلمان! پوچھتے نہیں کہ میں نے اس طرح کیوں کیا؟ میں نے عرض کیا کہ بتا دیجئے کیوں کیا؟ آپؐ نے ارشاد فرمایا تھا کہ جب مسلمان اچھی طرح سے وضو کرتا ہے پھر پانچوں نمازیں پڑھتا ہے تو اس کی خطائیں اس سے ایسے ہی گر جاتی ہیں جیسے یہ پتے گرتے ہیں۔ پھر آپؐ نے یہ آیت پڑھی وَاَقِمِ الصَّلٰوةَ طَرَفَیِ النَّهَارِ وَزُلَفًا مِّنَ الَّیْلِ اِنَّ الْحَسَنٰتِ یُذْهِبْنَ السَّیِّاٰتِ ذٰلِكَ ذِكْرٰی لِلذّٰكِرِیْنَ (سورت ہود آیت ۱۱۴) ترجمہ "اور آپ نماز کی پابندی رکھئے دن کے دونوں سروں پر اور رات کے کچھ حصوں میں بیشک نیک کام مٹا دیتے ہیں برے

[1] اخرجه احمد باسناد حسن وابو يعلى والبزار كذافي الترغيب (ج ا ص ۲۰۳) وقال الهيثمى (ج ا ص ۲۹۷) رواه احمد وابو يعلى والبزار ورجاله الصحيح غير الحارث بن عبدالله مولى عثمان ابن عفان وهو ثقة وفى الصحيح بعضه انتهى

کاموں کو یہ بات ایک نصیحت ہے نصیحت ماننے والوں کے لیے۔'' ۲

حضرت عامر بن سعد بن ابی وقاصؓ کہتے ہیں کہ میں نے حضرت سعد اور نبی کریم ﷺ کے چند صحابہؓ کو یہ واقعہ بیان کرتے ہوئے سنا کہ حضور ﷺ کے زمانے میں دو بھائی تھے ان میں سے ایک دوسرے سے افضل اور زیادہ نیک تھا تو جو افضل تھا اس کا تو انتقال ہو گیا اور دوسرا ایک عرصہ تک زندہ رہا پھر اس کا بھی انتقال ہو گیا پھر کسی نے حضورؐ کے سامنے یہ کہا کہ پہلا بھائی دوسرے سے فضیلت اور نیکی میں زیادہ تھا حضورؐ نے فرمایا کیا دوسرا نماز نہیں پڑھتا تھا؟ صحابہؓ نے عرض کیا یا رسول اللہ! پڑھتا تھا۔ حضورؐ نے فرمایا تمہیں کیا معلوم اسے اس کی نمازوں نے کہاں تک پہنچا دیا؟ پھر حضورؐ نے اس موقعہ پر فرمایا کہ نماز کی مثال ایسی ہے کہ کسی کے دروازے پر ایک نہر ہو جس کا پانی جاری، گہرا اور میٹھا ہو اور وہ روزانہ اس میں پانچ مرتبہ غسل کرے تو تمہارا کیا خیال ہے کہ کیا اس کی میل میں سے کچھ باقی رہے گا؟ ۱

حضرت ابو ہریرہؓ فرماتے ہیں کہ قبیلہ قضاعہ کی شاخ بنو بلی کے دو آدمی ایک ساتھ مسلمان ہوئے۔ ان میں سے ایک صاحب جہاد میں شہید ہو گئے اور دوسرے صاحب کا ایک سال بعد انتقال ہوا۔ حضرت طلحہ بن عبید اللہؓ کہتے ہیں کہ میں نے خواب میں دیکھا کہ وہ صاحب جن کا ایک سال بعد انتقال ہوا تھا ان شہید سے بھی پہلے جنت میں پہلے داخل ہوتے) میں نے حضورؐ سے خود عرض کیا یا کسی اور نے عرض کیا تو حضور اقدس ﷺ نے فرمایا کہ جن صاحب کا بعد میں انتقال ہوا ان کی نیکیاں نہیں دیکھتے کتنی زیادہ ہو گئیں۔ ایک رمضان المبارک کے پورے روزے بھی ان کے زیادہ ہو گئے اور چھ ہزار اور اتنی اتنی رکعتیں نماز کی ایک سال میں ان کی بڑھ گئیں ۲ ابن ماجہ اور ابن حبان کی روایت کے آخر میں یہ بھی ہے کہ ان دونوں کے درجوں میں اتنا فرق ہے جتنا زمین و آسمان کے درمیان۔

حضرت علیؓ فرماتے ہیں کہ ہم لوگ مسجد میں حضور ﷺ کے ساتھ نماز کا انتظار کر رہے تھے کہ ایک آدمی نے کھڑے ہو کر حضورؐ سے عرض کیا کہ مجھ سے گناہ ہو گیا ہے حضورؐ نے اس سے منہ پھیر لیا۔ جب آپ نماز سے فارغ ہوئے تو اس آدمی نے کھڑے ہو کر دوبارہ وہی بات کہی۔ حضورؐ نے فرمایا کیا تم نے ہمارے ساتھ یہ نماز نہیں پڑھی اور کیا تم نے اس نماز کے لیے اچھی طرح وضو نہیں کیا؟ اس نے کہا کیوں نہیں حضورؐ نے فرمایا یہ نماز تیرے اس گناہ کا کفارہ ہے۔ ۳

---

۲ ـ اخرجه احمد والنسائی والطبرانی

قال المنذری فی الترغیب (ج ا ص ۲۰۱) ورواه احمد محتج بهم فی الصحیح الا علی بن زید.اه

۱ ـ اخرجه احمد قال الهیثمی (ج ا ص ۲۹۷) رواه احمد والطبرانی فی الا وسط الا انه قال ثم عمر الا خر بعده اربعین لیلة ورجال احمد رجال الصحیح .اه واخرجه ایضا مالک والنسائی وابن خزیمة فی صحیحه کما فی الترغیب (ج ا ص ۲۰۶) ۲ ـ اخرجه احمد قال فی الترغیب (ج ا ص ۲۰۸) رواه احمد باسناد حسن ورواه ابن ماجه وابن حبان فی صحیحة والبیهقی کلهم عن طلحة بنحوه اطول منه ۳ ـ اخرجه الطبرانی عن الحارث قال الهیثمی (ج ا ص ۳۰۱) رواه الطبرانی فی الصغیر والا وسط والحارث ضعیف.اه

حضرت عبداللہ بن عمروؓ فرماتے ہیں کہ ایک آدمی نے حضورﷺ کی خدمت میں حاضر ہو کر پوچھا کہ سب سے افضل عمل کونسا ہے؟ حضورؐ نے فرمایا نماز۔ اس نے پوچھا پھر کیا؟ حضورؐ نے فرمایا نماز۔ تین دفعہ حضورؐ نے یہی جواب دیا۔ جب اس نے حضورؐ سے بار بار یہی سوال کیا تو حضورؐ نے فرمایا نماز کے بعد افضل عمل جہاد فی سبیل اللہ ہے۔ اس آدمی نے کہا میرے والدین حیات ہیں۔ حضورؐ نے فرمایا میں تمہیں والدین کے ساتھ حسن سلوک کا حکم دیتا ہوں۔ اس آدمی نے کہا اس ذات کی قسم جس نے آپ کو حق دے کر اور نبی بنا کر بھیجا ہے! میں جہاد ضرور کروں گا اور دونوں کو چھوڑ جاؤں گا۔ حضورؐ نے فرمایا اسے تم مجھ سے زیادہ جانتے ہو (کہ تمہارے والدین محتاج خدمت ہیں یا نہیں اور تمہارے علاوہ کوئی اور خدمت کرنے والا ہے یا نہیں)۔[۱]

حضرت عمرو بن مرہ جہنیؓ فرماتے ہیں کہ ایک آدمی نے حضورﷺ کی خدمت میں حاضر ہو کر عرض کیا یا رسول اللہ! ذرا مجھے یہ بتائیں کہ اگر میں اس بات کی گواہی دوں کہ اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں اور آپ اللہ کے رسول ہیں اور پانچوں نمازیں پڑھوں اور زکوۃ ادا کروں اور رمضان شریف کے روزے رکھوں اور اس میں رات کو نفل نماز بھی پڑھوں تو میں کن لوگوں میں شمار ہوں گا۔ حضورؐ نے فرمایا صدیقین اور شہداء میں۔[۲]

حضرت انسؓ فرماتے ہیں کہ وفات کے وقت حضورﷺ بار بار یہی وصیت فرماتے رہے کہ نماز کا اور اپنے غلاموں کا خیال رکھنا۔ آپؐ یہ وصیت فرماتے رہے یہاں تک کہ غرغرہ کی حالت شروع ہو گئی اور زبان سے یہ کلمات صاف ادا نہیں ہو رہے تھے[۳] امام احمد نے یہی حدیث حضرت انسؓ سے اس طرح نقل کی ہے کہ انتقال کے وقت حضورﷺ بار بار یہی وصیت فرماتے رہے کہ نماز کا اور اپنے غلاموں کا خیال رکھنا۔ آپؐ یہ وصیت فرماتے رہے یہاں تک کہ سینے میں سانس اکھڑ گیا اور آپ کی زبان سے یہ الفاظ پورے طور سے ادا نہیں ہو رہے تھے اور حضرت علیؓ کی روایت میں یوں ہے کہ حضورﷺ نے مجھے اس بات کا حکم دیا کہ میں ان کے پاس بڑی طشتری جیسی پھیلی ہوئی کوئی چیز لاؤں جس پر حضورؐ وہ بات لکھوا دیں جس کے بعد حضورؐ کی امت گمراہ نہ ہو سکے۔ حضرت علیؓ فرماتے ہیں کہ مجھے یہ خطرہ ہوا کہ کہیں میرے جانے کے بعد حضورؐ کا انتقال نہ ہو جائے، اس لیئے میں نے عرض کیا میں آپ کی بات زبانی سمجھ لوں گا اور یاد رکھ لوں گا۔ حضورؐ نے فرمایا میں نماز، زکوۃ اور غلاموں کے خیال رکھنے کی وصیت کرتا ہوں۔ ابن سعد نے حضرت علی رضی

۱؎ اخرجه احمد قال الهيثمى (ج ۱ ص ۳۰۱) وفيه ابن لهيعة وهو ضعيف وقد حسن له الترمذى وبقية رجاله رجال الصحيح . اه واخرجه ايضا ابن حبان فى صحيحه كما فى الترغيب (ج ۱ ص ۲۱۱)

۲؎ اخرجه البزار و ابن خزيمه وابن حبان فى صحيحهما واللفظ لابن حبان كذا فى الترغيب (ج ۱ ص ۲۰۰)

۳؎ اخرجه البيهقى وقد رواه النسائى وابن ماجه

اللہ عنہ سے بھی اسی جیسی حدیث روایت کی ہے اور اس میں یہ بھی ہے کہ پھر حضور نماز، زکوٰۃ اور غلاموں کے خیال رکھنے کی مسلسل وصیت فرماتے رہے یہاں تک کہ آپ کی روح پرواز کر گئی اور اس طرح روح پرواز کرنے تک آپ کلمہ شہادت اشھدان لا الٰہ الا اللّٰہ واشھد ان محمد اعبدہ ورسولہ پڑھنے کی وصیت فرماتے رہے اور یہ بھی فرمایا جو بھی (شہادت کی) ان دونوں باتوں کی گواہی دے گا اسے آگ پر ضرور حرام کر دیا جائے گا۔[۱]

حضرت علیؓ کی دوسری حدیث میں یہ ہے کہ حضور ﷺ نے آخری بات یہ فرمائی، نماز اور غلاموں کے بارے میں اللہ سے ڈرو۔[۲]

حضور ﷺ کے صحابہ کرامؓ کا نماز کی ترغیب دینا

حضرت ابوبکرؓ فرماتے ہیں کہ نماز پڑھنے سے انسان زمین پر اللہ کی حفظ وامان میں آجاتا ہے۔[۳]

حضرت ابوالملیحؒ کہتے ہیں کہ میں نے حضرت عمر بن خطابؓ کو منبر پر یہ فرماتے ہوئے سنا کہ جو نماز نہ پڑھے اس کا کوئی اسلام نہیں۔[۴]

حضرت زید بن ثابتؓ فرماتے ہیں کہ آدمی کا اپنے گھر میں (نفل) نماز پڑھنا نور ہے اور جب آدمی نماز کے لیئے کھڑا ہوتا ہے تو اس کے گناہ اس کے اوپر لٹکا دیئے جاتے ہیں اور وہ جب بھی سجدہ کرتا ہے تو اس سجدے کی وجہ سے اللہ تعالیٰ اس کی خطائیں مٹا دیتے ہیں۔[۵]

حضرت حذیفہؓ فرماتے ہیں کہ بندہ جب وضو کرتا ہے اور اچھی طرح وضو کرتا ہے پھر نماز کے لیئے کھڑا ہو جاتا ہے تو اللہ تعالیٰ اس کی طرف متوجہ ہو کر اس سے سرگوشی کرتے ہیں اور جب تک بندہ دوسری طرف متوجہ نہ ہو اور دائیں بائیں نہ دیکھے اس وقت تک اللہ تعالیٰ اس کی طرف متوجہ رہتے ہیں۔[۶]

حضرت ابن عمرؓ فرماتے ہیں کہ نماز بہت بڑی نیکی ہے اور مجھے اس کی کوئی پرواہ نہیں کہ میرے ساتھ نماز میں کون شریک ہوا۔[۷]

حضرت ابن عمرؓ فرماتے ہیں کہ جو بھی مسلمان کسی اونچی زمین میں جا کر یا پتھروں سے بنی

۱۔ کذافی البدایۃ (ج۵ص ۲۳۸) واخرجہ ایضا ابن سعد (ج ۱ ص ۲۴۳) عن انس مثلہ ۲۔ عند احمد والبخاری فی الادب وابی داؤد وابن ماجہ وابن جریر وصححہ وابی یعلی والبیھقی کذافی الکنز (ج۴ص ۱۸۰)

۳۔ اخرجہ الحکیم کذافی الکنز (ج۴ص ۱۸۰) ۴۔ اخرجہ ابن سعد کذافی الکنز (ج ۴ص ۱۸۰) ۵۔ اخرجہ عبدالرزاق کذافی الکنز (ج۴ص ۱۸۱)

۶۔ اخرجہ عبدالرزاق کذافی الکنز ۷۔ اخرجہ عبدالرزاق کذافی الکنز

ہوئی مسجد میں جا کر نماز پڑھتا ہے تو زمین یہ کہتی ہے کہ اس مسلمان نے اللہ کی زمین پر اللہ کے لیئے نماز پڑھی (اے بندے) جس دن تو اللہ سے ملاقات کرے گا اس دن میں تیرے حق میں گواہی دوں گی۔[۱] حضرت ابن عمرؓ فرماتے ہیں کہ حضرت آدمؑ کی گردن میں پھوڑا نکل آیا۔ انھوں نے نماز پڑھی تو وہ پھوڑا نیچے اتر کر سینے پر آ گیا۔ حضرت آدمؑ نے پھر نماز پڑھی وہ کوکھ میں آ گیا۔ انہوں نے پھر نماز پڑھی تو وہ ٹخنے میں آ گیا۔ انھوں نے پھر نماز پڑھی تو انگوٹھے میں آ گیا۔ انھوں نے پھر نماز پڑھی تو وہ چلا گیا۔[۲]

حضرت ابن مسعودؓ فرماتے ہیں کہ جب تک تم نماز میں ہوتے ہو بادشاہ کا دروازہ کھٹکھٹاتے ہو اور جو بادشاہ کا دروازہ کھٹکھٹاتا ہے اس کے لیئے دروازہ ضرور کھلتا ہے۔[۳] حضرت ابن مسعودؓ فرماتے ہیں اپنی ضرورتیں فرض نمازوں پر اٹھا رکھو یعنی فرض نمازوں کے بعد اپنی ضرورتیں اللہ سے مانگو۔[۴] حضرت ابن مسعودؓ فرماتے ہیں جب تک آدمی کبیرہ گناہوں سے بچتا رہے گا اس وقت تک ایک نماز سے لے کر دوسری نماز تک کے درمیان جتنے گناہ کیئے ہوں گے وہ سارے گناہ اگلی نماز سے معاف ہو جائیں گے۔[۵] حضرت ابن مسعودؓ فرماتے ہیں کہ نمازیں بعد والے گناہوں کے لیئے کفارہ ہوتی ہیں۔ حضرت آدمؑ کے پاؤں کے انگوٹھے میں ایک پھوڑا نکل آیا تھا پھر وہ پھوڑا چڑھ کر پاؤں کی جڑ یعنی ایڑی میں آ گیا پھر چڑھ کر گھٹنوں میں آ گیا پھر کوکھ میں آ گیا پھر چڑھ کر گردن کی جڑ میں آ گیا پھر حضرت آدمؑ نے کھڑے ہو کر نماز پڑھی تو وہ پھوڑا کندھوں سے نیچے آ گیا۔ انھوں نے پھر نماز پڑھی تو وہ اتر کر ان کی کوکھ میں آ گیا پھر نماز پڑھی تو اتر کر گھٹنوں میں آ گیا پھر نماز پڑھی تو اتر کر قدموں میں آ گیا پھر نماز پڑھی تو وہ پھوڑا ختم ہو گیا۔[۶]

حضرت سلمان فارسیؓ فرماتے ہیں کہ بندہ جب نماز کے لئے کھڑا ہوتا ہے تو اس کی خطائیں اس کے سر پر رکھ دی جاتی ہیں اور جب نماز سے فارغ ہوتا ہے تو اس کی خطائیں اس سے ایسے جدا ہو چکی ہوتی ہیں جیسے کھجور کی ٹہنیاں دائیں بائیں گر کر درخت سے جدا ہو جاتی ہیں۔[۷] حضرت سلمان رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ جب بندہ نماز پڑھنے لگتا ہے تو اس کے گناہ اس کے سر کے اوپر جمع ہو جاتے ہیں پھر جب وہ سجدہ کرتا ہے تو وہ گناہ درخت کے پتوں کی طرح گرنے لگ جاتے ہیں۔[۸] حضرت طارق بن شہابؒ نے حضرت سلمانؓ کی عبادت میں محنت کو دیکھنے کے لئے ان کے پاس ایک رات گزاری تو انھوں نے یہ دیکھا کہ (حضرت سلمانؓ رات بھر سوتے

۱۔ اخرجه ابن عساكر ۲۔ عند عبدالرزاق كذافي الكنز (ج ۴ ص ۱۸۱)
۳۔ اخرجه ابونعيم في الحلية (ج ۱ ص ۱۳۰) ۴۔ عند عبدالرزاق
۵۔ عند عبدالرزاق ايضا ۶۔ عند ابن عساكر كذافي الكنز (ج ۸ ص ۱۸۱)
۷۔ اخرجه عبدالرزاق ۸۔ عند ابن زنجويه

رہے اور) رات کے آخری حصے میں انھوں نے کھڑے ہو کر تہجد کی نماز پڑھی، حضرت سلمانؓ کی کثرت عبادت کا جیسا خیال حضرت طارق کا تھا ویسا انھوں نے نہ دیکھا تو انھوں نے حضرت سلمانؓ سے اس کا تذکرہ کیا۔ حضرت سلمانؓ نے فرمایا پانچ نمازوں کی پابندی کرو کیونکہ جب تک آدمی قتل کر دینے والے گناہ یعنی کبیرہ گناہ نہیں کرتا اس وقت تک یہ نمازیں تمام گناہوں کے لئے کفارہ ہوتی ہیں۔ جب رات ہوتی ہے تو لوگ تین جماعتوں میں تقسیم ہو جاتے ہیں۔ ایک جماعت تو وہ ہے جس کے لئے یہ رات رحمت ہے وبال نہیں ہے دوسری جماعت وہ ہے جس کے لئے یہ رات وبال ہے رحمت نہیں ہے تیسری جماعت وہ ہے جس کے لئے یہ رات نہ رحمت ہے اور نہ وبال جس آدمی نے رات کے اندھیرے اور لوگوں کی غفلت کو غنیمت سمجھا اور کھڑے ہو کر ساری رات نماز پڑھتا رہا اس کے لئے تو یہ رات رحمت ہے وبال نہیں ہے اور جس آدمی نے لوگوں کی غفلت اور رات کے اندھیرے کو غنیمت سمجھا اور بے سوچے سمجھے گناہوں میں مشغول رہا اس کے لئے یہ رات وبال ہے رحمت نہیں ہے اور جو آدمی عشاء پڑھ کر سو گیا اس کے لئے یہ رات نہ رحمت ہے اور نہ وبال عبادت میں ایسی رفتار سے بچو جو تمہیں تھکا دے اور پھر تم اسے نباہ نہ سکو۔ اعتدال اور میانہ روی اختیار کرو اور نیک عمل پابندی سے کرو۔[۱]

حضرت ابو موسیٰ اشعریؓ فرماتے ہیں کہ ہم (گناہوں کی بدولت) اپنی جانوں پر آگ جلا لیتے ہیں پھر جب ہم فرض نماز پڑھ لیتے ہیں تو وہ نماز پہلے کے تمام گناہوں کے لئے کفارہ بن جاتی ہے پھر ہم اپنی جانوں پر آگ جلا لیتے ہیں پھر ہم جب نماز پڑھ لیتے ہیں تو وہ نماز پہلے کے تمام گناہوں کے لئے کفارہ بن جاتی ہے۔[۲]

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا نماز کا شوق اور نماز کا بہت زیادہ اہتمام

حضرت انس بن مالکؓ فرماتے ہیں کہ حضورؐ نے فرمایا خوشبو اور عورتیں میرے لئے محبوب بنادی گئی ہیں اور میری آنکھوں کی ٹھنڈک نماز میں رکھی گئی ہے۔[۳]

حضرت ابن عباسؓ فرماتے ہیں کہ حضرت جبرائیل علیہ السلام نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں عرض کیا نماز آپ کے لئے محبوب بنادی گئی ہے۔ لہٰذا آپ اس میں جتنا چاہیں اپنا حصہ لے لیں۔[۴]

حضرت ابن عباسؓ فرماتے ہیں کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم ایک دن تشریف فرما تھے اور لوگ بھی آپ

۱۔ عند ابن زنجویه ایضا کذافی الکنز (ج ۴ ص ۱۸۱) واخرجه الطبرانی فی الکبیر عن طارق بن شهاب نحوه و رجاله موثقون کما قال الهیثمی (ج ۱ ص ۳۰۰)

۲۔ اخرجه عبدالرزاق کذافی الکنز (ج ۴ص ۱۸۲) ۳۔ اخرجه احمد والنسائی

۴۔ عند احمد کذافی البدایة (ج ۶ ص ۵۸) واخرجه الطبرانی ایضا فی الکبیر عن ابن عباس نحوه قال الهیثمی (ج ۲ ص ۲۷۰) وفیه علی بن یزید وفیه کلام وبقیة رجاله رجال الصحیح انتهی

کے اردگرد بیٹھے ہوئے تھے۔ آپ ؐ نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ نے ہر نبی کو کسی نہ کسی عمل کا زیادہ شوق عطا فرمایا تھا، مجھے رات کو نماز پڑھنے کا بہت زیادہ شوق ہے، اس لئے میں جب نماز میں کھڑا ہو جاؤں تو کوئی میرے پیچھے ہرگز نماز نہ پڑھے اور اللہ تعالیٰ نے ہر نبی کے لئے آمدنی کا کوئی نہ کوئی ذریعہ بنایا تھا اور میری آمدنی کا ذریعہ مال غنیمت کا پانچواں حصہ ہے۔ جب میرا انتقال ہو جائے تو پھر یہ پانچواں حصہ میرے بعد کے خلفاء کے لئے ہے۔[۱]

حضرت انس ؓ فرماتے ہیں کہ حضور ؐ نے کھڑے ہو کر اللہ کی اتنی عبادت کی کہ آپ ؐ کے دونوں قدم سوج گئے۔ اس پر آپ کی خدمت میں عرض کیا گیا کہ اللہ تعالیٰ نے آپ ؐ کے اگلے پچھلے گناہ معاف نہیں کر دیئے؟ آپ ؐ نے فرمایا تو کیا میں شکر گزار بندہ نہ بنوں؟[۲] حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضور ﷺ نماز پڑھا کرتے یہاں تک کہ آپ ؐ کے دونوں قدم سوج جاتے۔[۳] حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ حضور ؐ رات کو اتنی نماز پڑھا کرتے کہ آپ ؐ کے دونوں قدم سوج جاتے پھر پچھلی حدیث جیسا مضمون ذکر کیا۔[۴] حضرت نعمان بن بشیر ؓ فرماتے ہیں کہ حضور ؐ رات کو عبادت میں اتنا زیادہ کھڑے رہتے کہ آپ ؐ کے دونوں قدم پھٹ جاتے پھر پچھلی حدیث جیسا مضمون ذکر کیا۔[۵]

حضرت عائشہ ؓ فرماتی ہیں کہ حضور ؐ رات کو عبادت میں اتنا زیادہ کھڑے رہتے کہ آپ ؐ کے قدم ورم کی وجہ سے پھٹ جاتے۔ میں نے حضور کی خدمت میں عرض کیا یا رسول اللہ! جب آپ کی مغفرت ہو چکی ہے تو پھر آپ ؐ یہ کیوں کرتے ہیں؟ پھر پچھلی حدیث جیسا مضمون ذکر کیا۔[۶] حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ حضور ؐ عبادت میں اتنا زیادہ کھڑے رہا کرتے کہ آپ ؐ کے دونوں قدم پھٹ جاتے۔[۷] حضرت انس ؓ فرماتے ہیں کہ حضور ؐ نے اللہ کی اتنی زیادہ عبادت کی کہ آپ ؐ پرانی مشک کی طرح ہو گئے۔ صحابہ نے عرض کیا یا رسول اللہ! آپ ایسا کیوں کرتے ہیں؟ کیا اللہ تعالیٰ نے آپ کے اگلے پچھلے تمام گناہ معاف نہیں کر دیئے؟ حضور ؐ نے فرمایا ہاں کر دیئے ہیں لیکن کیا میں شکر گزار بندہ نہ بنوں۔[۸]

۱۔ اخرجه الطبرانی فی الکبیر قال الهیثمی (ج ۲ ص ۲۷۱) وفیه اسحاق بن عبدالله بن کیسان عن ابیه و اسحاق لینه ابو حاتم (وابوه وثقه ابن حبان وضعفه ابو حاتم وغیره. انتهی

۲۔ اخرجه ابو داؤد کذافی الکنز (ج ۴ ص ۳۶) واخرجه ابویعلی والبزار والطبرانی فی الاوسط ورجاله رجال الصحیح کما قال الهیثمی (ج ۲ ص ۲۷۰)

۳۔ اخرجه البزار قال الهیثمی (ج ۲ ص ۲۷۱) رواه البزار باسانید و رجال احدها الصحیح. اه و هکذا اخرجه الطبرانی فی الکبیر عن ابی حجیفةؓ

۴۔ عند الطبرانی ایضا فی الصغیر والا وسط

۵۔ عند الطبرانی ایضا فی الاوسط کمافی الجمع (ج ۲ ص ۲۷۱)

۶۔ عندالشیخین وعن المغیرةؓ نحوه کمافی الریاض (ص ۴۲۹)

۷۔ عند ابن النجار

۸۔ عند ابن النجار ایضا کذافی الکنز (ج ۴ ص ۳۶)

حضرت حمیدؒ کہتے ہیں کہ حضرت انس بن مالکؓ سے حضورؐ کی رات کی نماز کے بارے میں پوچھا گیا تو انھوں نے فرمایا کہ ہم حضور کو رات کے جس حصہ میں بھی نماز پڑھتا ہوا دیکھنا چاہتے دیکھ لیتے تھے اور رات کے جس حصہ میں بھی سوتا ہوا دیکھنا چاہتے تھے دیکھ لیتے تھے یعنی کبھی آپؐ رات کے شروع میں نماز پڑھتے کبھی درمیان میں اور کبھی آخری حصے میں اور آپؐ کسی مہینہ میں اتنے زیادہ روزے رکھا کرتے کہ ہم کہتے کہ اس مہینہ میں آپؐ ایک دن بھی روزہ نہیں چھوڑیں گے اور کسی مہینہ میں آپؐ بالکل نہ رکھتے یہاں تک کہ ہم کہتے کہ آپؐ ایک دن بھی روزہ نہ رکھیں گے۔[۱]

حضرت عبداللہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ ایک رات میں نے حضورؐ کے ساتھ نماز پڑھنی شروع کی لیکن آپ نے اتنا لمبا قیام فرمایا کہ میں نے برے کام کا ارادہ کر لیا۔ ہم نے پوچھا آپ نے کس کام کا ارادہ کر لیا تھا؟ انھوں نے فرمایا میں نے حضور کو چھوڑ کر بیٹھنے کا ارادہ کر لیا تھا۔[۲]

حضرت ابوذرؓ فرماتے ہیں کہ ایک دفعہ حضورؐ ساری رات نماز میں کھڑے رہے اور فجر تک یہی آیت پڑھتے رہے اِنْ تُعَذِّبْهُمْ فَاِنَّهُمْ عِبَادُكَ وَاِنْ تَغْفِرْ لَهُمْ فَاِنَّكَ اَنْتَ الْعَزِيْزُ الْحَكِيْمُ (سورت مائدہ آیت ۱۱۸) ترجمہ ”اگر آپ ان کو سزا دیں تو یہ آپ کے بندے ہیں اور اگر آپ ان کو معاف فرما دیں تو آپ زبردست ہیں حکمت والے ہیں۔[۳]

حضرت انسؓ فرماتے ہیں کہ ایک مرتبہ حضورؐ کو کچھ تکلیف ہوئی۔ جب صبح ہوئی تو کسی نے عرض کیا یا رسول اللہ! تکلیف کا اثر آپ پر بالکل واضح ہے۔ حضور نے فرمایا تم جو مجھ پر تکلیف کا اثر دیکھ رہے ہو میں نے اس کے باوجود آج رات سات لمبی سورتیں پڑھی ہیں۔[۴]

حضرت حذیفہؓ فرماتے ہیں کہ میں نے ایک رات نبی کریمؐ کے ساتھ نماز پڑھنی شروع کی۔ حضورؐ نے سورت بقرہ شروع فرمائی میں نے کہا سو آیتوں پر رکوع کر دیں گے لیکن آپؐ پڑھتے رہے پھر میں نے کہا آپؐ اس سورت کو دو رکعتوں میں پڑھیں گے لیکن آپؐ پڑھتے رہے پھر میں نے کہا آپؐ اسے ختم کر کے رکوع کر دیں گے لیکن آپؐ نے سورت نساء شروع کر دی اسے ختم کر کے سورت آل عمران شروع کر دی اور اسے بھی پورا پڑھ لیا۔ آپؐ ٹھہر ٹھہر کر پڑھا کرتے تھے آپؐ جب کسی ایسی آیت کے پاس سے گزرتے جس میں تسبیح کا ذکر ہوتا تو آپؐ سبحان اللہ کہنے لگتے اور جب ایسی آیت کے پاس سے گزرتے جس میں (اللہ سے) مانگنے کا ذکر ہوتا تو آپؐ اللہ سے مانگتے اور جب ایسی آیت کے پاس سے گزرتے جس میں پناہ مانگنے کا ذکر ہوتا تو آپؐ پناہ

۱۔ اخرجه الشيخان ۲۔ اخرجه الشيخان ايضا كذافى صفة الصفوة (ج ۱ ص ۷۵)
۳۔ اخرجه احمد كذافى البداية (ج ۶ ص ۵۸)
۴۔ اخرجه ابو يعلى ورجاله ثقات كما قال الهيثمى (ج ۲ ص ۲۷۴)

مانگتے۔ پھر آپؐ نے رکوع کیا اور سبحان ربی العظیم کہنے لگے اور آپ کا رکوع قیام جیسا لمبا تھا پھر سمع اللہ لمن حمدہ فرما کر کھڑے ہو گئے اور تقریباً رکوع جتنی دیر کھڑے رہے پھر سجدہ کیا اور سبحان ربی الاعلیٰ کہنے لگے اور آپؐ کا سجدہ بھی قیام جیسا لمبا تھا۔[۱] حضرت حذیفہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ ایک مرتبہ میں حضورؐ کی خدمت میں حاضر ہوا۔ آپؐ نماز پڑھ رہے تھے میں نے بھی پیچھے کھڑے ہو کر نماز شروع کر دی۔ آپؐ کو معلوم نہیں تھا (کہ میں بھی آپ کی نماز میں شامل ہو گیا ہوں) آپؐ نے سورت بقرہ شروع فرما رکھی تھی میرا خیال تھا کہ یہ سورت ختم کر کے آپؐ رکوع کر لیں گے لیکن آپؐ پڑھتے ہی رہے حضرت سنان راوی کہتے ہیں کہ میرے علم کے مطابق حضرت حذیفہؓ نے یہی فرمایا کہ حضورؐ نے چار رکعت نماز پڑھی حضورؐ کا رکوع قیام کی طرح لمبا ہوتا تھا، حضرت حذیفہؓ فرماتے ہیں کہ میں نے (نماز کے بعد) حضورؐ کو بتایا کہ میں بھی آپ کے پیچھے نماز پڑھ رہا تھا۔ حضورؐ نے فرمایا تم نے مجھے کیوں نہیں بتایا؟ میں نے عرض کیا اس ذات کی قسم جس نے آپ کو حق دے کر بھیجا اب تک میری کمر میں درد ہو رہا ہے۔ حضورؐ نے فرمایا اگر مجھے پتہ چل جاتا کہ تم میرے پیچھے ہو تو میں نماز مختصر کر دیتا۔[۲]

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کو بتایا گیا کہ کچھ لوگ ایک رات میں سارا قرآن ایک مرتبہ یا دو مرتبہ پڑھ لیتے ہیں۔ انھوں نے فرمایا ان لوگوں کا پڑھنا نہ پڑھنا برابر ہے میں حضورؐ کے ساتھ ساری رات کھڑی رہتی تھی۔ آپؐ سورت بقرہ سورت آل عمران اور سورت نساء پڑھا کرتے تھے۔ خوف والی آیت پر گزرتے تو دعا مانگتے اور اللہ کی پناہ چاہتے اور بشارت والی آیت پر گزرتے تو دعا مانگتے اور اس کا شوق ظاہر کرتے۔[۳]

حضرت اسودؒ کہتے ہیں کہ ہم لوگ حضرت عائشہؓ کے پاس تھے ہم نے نماز کی اہمیت عظمت اور پابندی کا تذکرہ کیا تو حضرت عائشہؓ نے فرمایا حضورؐ کا مرض الوفات شروع ہوا نماز کا وقت آیا۔ حضرت بلال رضی اللہ عنہ نے اذان دی تو حضورؐ نے فرمایا ابوبکر سے کہو کہ وہ لوگوں کو نماز پڑھائیں۔ حضورؐ کی ایک بیوی نے عرض کیا حضرت ابوبکر تو بہت رقیق القلب ہیں جلد رو پڑتے ہیں۔ جب آپؐ کی جگہ کھڑے ہوں گے تو لوگوں کو نماز نہیں پڑھا سکیں گے۔ حضورؐ نے وہی بات دوبارہ فرمائی۔ اس نے اپنی بات دوبارہ عرض کی حضورؐ نے تیسری مرتبہ فرمایا تم تو حضرت

۱۔ اخرجه مسلم انفرد باخراجه مسلم وسورة النساء في هذا الحديث مقدمة على آل عمران وكذلك هي في مصحف ابن مسعود كذافي صفة الصفوة (ج ۱ ص ۷۵)

۲۔ عند الطبراني قال الهيثمي (ج ۲ ص ۲۷۵) وفيه سنان بن هارون البرجمي قال ابن معين سنان بن هارون اخو سيف و سنان احسنهما حالا وقال مرة سنان اوثق من سيف وضعفه غير ابن معين . انتهى

۳۔ اخرجه احمد قال الهيثمي (ج ۲ ص ۲۷۲) رواه احمد وجاء عنده في رواية يقرا احدهما القرآن مرتين اوثلاثا وابويعلى و فيه ابن لهيعة وفيه كلام. انتهى

یوسف علیہ السلام کی ساتھن (زلیخا) کی طرح ہو (اوپر سے کچھ اور اندر سے کچھ۔ اوپر سے کہہ رہی ہو کہ ابوبکر بہت روتے ہیں اور اندر دل میں یہ ہے کہ حضورؐ کی جگہ کھڑے ہونے سے لوگ بدفالی لیں گے جیسے کہ زلیخا نے اوپر سے تو عورتوں کا اکرام کیا اور اندر سے مقصود انہیں حضرت یوسفؑ کو دکھانا تھا) ابوبکرؓ سے کہو کہ وہ لوگوں کو نماز پڑھائے، چنانچہ حضرت ابوبکرؓ نماز پڑھانے چلے گئے پھر حضورؐ نے اپنی بیماری میں کچھ کمی محسوس کی تو کمزوری کی وجہ سے آپؐ دو آدمیوں کے سہارے مسجد گئے گویا کہ میں اب بھی دیکھ رہی ہوں کہ آپؐ کے دونوں قدم زمین پر گھسٹتے ہوئے جا رہے ہیں (حضورؐ کو تشریف لاتے ہوئے دیکھ کر) حضرت ابوبکرؓ نے پیچھے ہٹنے کا ارادہ کیا، حضورؐ نے انہیں اشارہ سے فرمایا، وہیں اپنی جگہ رہو پھر حضورؐ جا کر ان کے پہلو میں بیٹھ گئے۔[۱] حضرت عائشہؓ فرماتی ہیں میں نے حضورؐ سے بار بار کہا (کہ ابوبکر نماز نہیں پڑھا سکتے) اور میں نے بار بار اس وجہ سے کہا کہ مجھے ڈر تھا کہ حضورؐ کی جگہ کھڑے ہونے سے لوگ ابوبکرؓ سے بدفالی لیں گے کیونکہ مجھے یقین تھا کہ جو بھی حضورؐ کی جگہ کھڑا ہوگا لوگ اس سے ضرور بدفالی لیں گے اس لئے میں نے چاہا کہ حضورؐ حضرت ابوبکرؓ کے علاوہ کسی اور کو کھڑا کر دیں۔[۲] مسلم کی روایت میں یہ ہے کہ حضرت عائشہؓ فرماتی ہیں کہ میں نے عرض کیا یا رسول اللہ! حضرت ابوبکرؓ بہت رقیق القلب آدمی ہیں جب قرآن پڑھیں گے تو آنسو نہیں روک سکیں گے اس لئے اگر آپؐ ان کے بجائے کسی اور کو فرما دیں تو اچھا ہے۔ حضرت عائشہؓ فرماتی ہیں کہ اللہ کی قسم! میں نے یہ بات صرف اس وجہ سے کہی تھی کہ میں اسے اچھا نہیں سمجھتی تھی کہ حضورؐ کی جگہ سب سے پہلے کھڑے ہونے کی وجہ سے حضرت ابوبکرؓ سے لوگ بدفالی لیں، اس لیئے میں نے یہ بات دو یا تین مرتبہ حضورؐ کی خدمت میں عرض کی لیکن حضورؐ نے آخر میں یہی فرمایا کہ ابوبکرؓ لوگوں کو نماز پڑھائیں تم تو حضرت یوسفؑ کی ساتھن (زلیخا) کی طرح ہو۔[۳]

حضرت عبید اللہ بن عبد اللہؒ کہتے ہیں کہ میں نے حضرت عائشہؓ کی خدمت میں حاضر ہو کر عرض کیا کہ آپ ہمیں حضور ﷺ کی بیماری کے بارے میں کچھ نہیں بتاتیں؟ انھوں نے فرمایا کیوں نہیں۔ ضرور۔ جب حضورؐ کی بیماری بڑھ گئی تو آپؐ نے پوچھا کہ کیا لوگوں نے نماز پڑھ لی ہے؟ ہم نے کہا نہیں۔ یا رسول اللہ! وہ آپ کا انتظار کر رہے ہیں۔ حضورؐ نے فرمایا میرے لیئے لگن میں پانی ڈالو۔ ہم نے پانی ڈالا حضورؐ نے غسل کیا پھر آپ کھڑے ہونے لگے تو بیہوش ہو گئے پھر جب افاقہ ہوا تو آپؐ نے پوچھا کیا لوگوں نے نماز پڑھی لی ہے؟ ہم نے کہا نہیں۔ یا رسول اللہ! وہ آپ کا

۱۔ اخرجه البخاری ۲۔ عند البخاری ایضا من وجه آخر.
۳۔ کذافی البدایة (ج۵ ص ۲۳۲)

انتظار کررہے ہیں۔ آپؐ نے فرمایا میرے لیئے لگن میں پانی رکھو۔ ہم نے پانی رکھا حضورؐ نے غسل کیا پھر آپ کھڑے ہونے لگے تو بیہوش ہو گئے پھر جب افاقہ ہوا تو آپؐ نے پوچھا کیا لوگوں نے نماز پڑھ لی ہے؟ ہم نے کہا نہیں یارسول اللہ! وہ آپ کا انتظار کررہے ہیں۔ آپؐ نے فرمایا میرے لیئے لگن میں پانی رکھو۔ ہم نے پانی رکھا حضورؐ نے غسل کیا پھر آپ کھڑے ہونے لگے تو بیہوش ہو گئے پھر جب افاقہ ہوا تو آپؐ نے پوچھا کیا لوگوں نے نماز پڑھ لی؟ ہم نے کہا نہیں یارسول اللہ! وہ آپ کا انتظار کررہے ہیں اور واقعی لوگ مسجد میں بیٹھے ہوئے عشا کی نماز کے لیئے حضورؐ کا انتظار کررہے تھے اس کے بعد حضورؐ نے حضرت ابوبکرؓ کے پاس یہ پیغام بھیجا کہ وہ لوگوں کو نماز پڑھائیں۔ حضرت ابوبکرؓ بہت نرم دل آدمی تھے، اس لیئے انھوں نے کہا اے عمرؓ! آپ لوگوں کو نماز پڑھائیں۔ حضرت عمرؓ نے کہا نہیں اس کے آپ زیادہ حقدار ہیں چنانچہ ان دنوں حضرت ابوبکرؓ نے نماز پڑھائی اس کے بعد حضورؐ کے باہر آنے کا ذکر کیا جیسے پہلے گزر چکا ہے۔[1]

حضرت انسؓ سے بخاری میں منقول ہے کہ نبی کریم ﷺ کے مرض الوفات کے زمانے میں حضرت ابوبکرؓ لوگوں کو نماز پڑھا رہے تھے جب پیر کا دن ہوا اور صحابہؓ صفیں بنا کر نماز میں کھڑے تھے حضورؐ حجرہ کا پردہ ہٹا کر ہمیں دیکھنے لگے۔ آپ کھڑے ہوئے تھے اور آپ کا چہرہ قرآن کے صفحے کی طرح چمک رہا تھا آپ مسکرا رہے تھے (کہ امت اجتماعی کام میں مشغول ہے جس میں انھوں نے لگایا تھا) حضورؐ کو دیکھ کر ہمیں اتنی زیادہ خوشی ہوئی کہ بس ہم لوگ نماز توڑنے ہی لگے تھے حضرت ابوبکرؓ صف میں کھڑے ہونے کے لیئے ایڑیوں کے بل پیچھے ہٹنے لگے پھر حضورؐ نے ہمیں اشارہ سے فرمایا کہ اپنی نماز پوری کرو اور پردہ ڈال کر واپس اندر تشریف لے گئے اور اسی دن حضورؐ کا وصال ہو گیا۔ دوسری سند سے بخاری میں حضرت انسؓ سے منقول ہے کہ حضور ﷺ تین دن باہر تشریف نہیں لائے (پیر کا دن) نماز کی اقامت ہو رہی تھی حضرت ابوبکرؓ آگے بڑھنے لگے کہ اتنے میں حضورؐ نے فرمایا پردہ اٹھاؤ۔ ساتھ والوں نے پردہ اٹھایا۔ جب حضورؐ کا چہرہ انور نظر آیا تو ایسا عجیب منظر ہم نے کبھی نہیں دیکھا تھا۔ حضرت ابوبکرؓ کو اشارہ سے آگے بڑھنے کو فرمایا اور پردہ ڈال دیا پھر اس کے بعد حضورؐ کی (عام) زیارت نہ ہو سکی اور آپؐ کا انتقال ہو گیا۔[2]

---

۱ اخرجه احمد كذافي البداية (ج۵ص ۲۳۲) واخرجه ایضا البیهقی (ج۸ص ۱۵۱) وابن ابی شيبة كما في الكنز (ج۴ص ۵۹) وابن سعد (ج۲ص ۲۱۸) نحوه

۲ ۔ ورواه مسلم كذافي البداية (ج۵ص ۲۳۵) واخرج ایضا ابو يعلى وابن عساكر وابن خزيمة واحمد عن انس بمعناه بالفاظ مختلفة كما في الكنز (ج۴ص ۵۷) والجمع (ج۵ص ۱۸۱) والبيهقي (ج۹ص ۱۵۲) وابن سعد (ج۲ص ۲۱۶) ایضا بمعناه

نبی کریم ﷺ کے صحابہ رضی اللہ عنہم کا نماز کا شوق اور اس کا بہت زیادہ اہتمام کرنا

حضرت مسور بن مخرمہؓ فرماتے ہیں کہ میں حضرت عمر بن خطابؓ کے پاس گیا (وہ بیہوش تھے اور) ان کے اوپر کپڑا ڈالا ہوا تھا۔ میں نے پوچھا آپ لوگوں کی ان کے بارے میں کیا رائے ہے؟ ان لوگوں نے کہا جیسے آپ مناسب سمجھیں میں نے کہا آپ لوگ انہیں نماز کا نام لے کر پکاریں (نماز کا سنتے ہی ہوش میں آجائیں گے) کیونکہ نماز ہی ایک ایسی چیز ہے جس کی وجہ سے یہ سب سے زیادہ گھبرائیں گے، چنانچہ لوگوں نے کہا امیر المومنین! نماز (کا وقت ہوگیا ہے) اس پر حضرت عمرؓ نے فرمایا اللہ کی قسم! جو آدمی نماز چھوڑ دے اس کا اسلام میں کوئی حصہ نہیں۔ پھر حضرت عمرؓ نے نماز پڑھی اور ان کے زخم میں سے خون بہہ رہا تھا۔[1] حضرت مسورؓ فرماتے ہیں کہ جب حضرت عمرؓ کو نیزہ مارا گیا تو ان پر غشی طاری ہونے لگی کسی نے کہا اگر یہ زندہ ہیں تو پھر یہ نماز کے نام سے جتنی جلدی گھبرا کر اٹھیں گے اتنی جلدی اور کسی چیز کے نام سے نہیں اٹھیں گے کسی نے کہا امیر المومنین نماز ہوچکی ہے اس پر حضرت عمرؓ فوراً ہوش میں آگئے اور فرمایا نماز۔ اللہ کی قسم! جس نے نماز چھوڑ دی اس کا اسلام میں کوئی حصہ نہیں۔ آگے پچھلی حدیث جیسا مضمون ذکر کیا۔[2]

حضرت محمد بن مسکینؒ کہتے ہیں کہ جب باغیوں نے حضرت عثمانؓ کو گھیر لیا تو ان کی بیوی نے ان سے کہا تم انہیں قتل کرنا چاہتے ہو؟ ان کو چاہے تم قتل کر دو چاہے انہیں چھوڑ دو۔ یہ ساری رات نماز پڑھا کرتے تھے اور ایک رکعت میں سارا قرآن پڑھ لیا کرتے تھے۔[3] حضرت انس بن مالکؓ فرماتے ہیں جب باغیوں نے حضرت عثمان بن عفانؓ کو شہید کر دیا تو ان کی بیوی نے کہا تم لوگوں نے ان کو قتل کر دیا ہے، حالانکہ یہ ساری رات عبادت کیا کرتے تھے اور ایک رکعت میں سارا قرآن پڑھ لیتے تھے۔[4]

حضرت عثمان بن عبدالرحمٰن تیمیؒ کہتے ہیں میرے والد نے کہا میں زور لگا کر مقام ابراہیم پر ہی آج رات عبادت کروں گا وہ کہتے ہیں کہ جب میں عشاء کی نماز پڑھ چکا تو مقام ابراہیم پر آکر اکیلا کھڑا ہوگیا۔ میں کھڑا ہوا تھا کہ اتنے میں ایک آدمی آیا اور اس نے اپنا ہاتھ

۱۔ اخرجه الطبرانی فی الاوسط قال الهیثمی (ج ۱ ص ۲۹۵) رجاله رجال الصحیح .اه

۲۔ اخرجه ابن سعد (ج ۳ ص ۳۵۰) ۳۔ اخرجه الطبرانی واسناده حسن کما قال الهیثمی (ج ۹ ص ۹۴) واخرجه ابو نعیم فی الحلیة (ج ۱ ص ۵۷) عن محمد بن سیرین مثله الا ان فی روایة حین اطافوا به یریدون قتله ۴۔ عند ابی نعیم ایضا قال ابو نعیم کذا قال انس بن مالک ورواه الناس فقالوا انس بن سیرین. انتهی

میرے دونوں کندھوں کے درمیان رکھ دیا۔ میں نے دیکھا تو وہ حضرت عثمانؓ بن عفان تھے پھر انھوں نے ام القرآن یعنی سورت فاتحہ سے پڑھنا شروع کیا اور قرآن ختم کیا اور پھر رکوع اور سجدہ کیا پھر (نماز پوری کر کے) اپنے جوتے اٹھائے (اور چلے گئے) اب مجھے معلوم نہیں کہ انھوں نے اس سے پہلے کوئی نماز پڑھی تھی یا نہیں ۔[1] حضرت عثمان بن عبدالرحمٰن تیمی رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں کہ ایک رات میں نے مقام ابراہیم کے پاس حضرت عثمانؓ کو دیکھا کہ وہ آگے بڑھے اور ایک رکعت میں سارا قرآن ختم کر کے اپنی نماز پوری کی ۔[2] حضرت عطا بن ابی رباحؒ کہتے ہیں کہ حضرت عثمانؓ نے ایک مرتبہ لوگوں کو نماز پڑھائی پھر وہ مقام ابراہیم کے پیچھے کھڑے ہوئے اور وتر کی ایک رکعت میں سارا قرآن پڑھ دیا۔ حضرت محمد بن سیرینؒ کہتے ہیں کہ حضرت عثمانؓ ساری رات اللہ کی عبادت کرتے تھے اور ایک رکعت میں سارا قرآن ختم کر لیا کرتے تھے ۔[3]

حضرت مسیب بن رافعؒ کہتے ہیں کہ جب حضرت ابن عباسؓ کی نگاہ جاتی رہی تو ایک آدمی نے حاضر خدمت ہو کر عرض کیا کہ اگر آپ میرے کہنے پر سات دن اس طرح صبر سے گزاریں کہ ان میں آپ چت لیٹ کر اشارے سے نماز پڑھیں تو میں آپ کا علاج کروں گا انشاء اللہ آپ ٹھیک ہو جائیں گے۔ اس پر حضرت ابن عباسؓ نے حضرت عائشہ، حضرت ابو ہریرہؓ اور دوسرے بہت صحابہ کرامؓ سے آدمی بھیج کر اس بارے میں پوچھا۔ ہر ایک نے یہی جواب میں کہا کہ اگر آپ کا ان سات دنوں میں انتقال ہو گیا تو پھر آپ نماز کا کیا کریں گے؟ اس پر انہوں نے اپنی آنکھوں کو ایسے ہی رہنے دیا اور ان کا علاج نہ کروایا ۔[4] حضرت ابن عباسؓ فرماتے ہیں کہ جب میری بینائی چلی گئی تو کسی نے مجھ سے کہا ہم آپ (کی آنکھ) کا علاج کر دیتے ہیں لیکن آپ چند دن نماز پڑھنا چھوڑ دیں۔ میں نے کہا نہیں کیونکہ حضور ﷺ نے ارشاد فرمایا ہے کہ جو آدمی نماز چھوڑے گا وہ اللہ تعالیٰ سے اس حال میں ملے گا کہ اللہ تعالیٰ اس سے ناراض ہوں گے۔[5]

حضرت علی بن ابی حملہ اور اوزاعی رحمۃ اللہ علیہما کہتے ہیں کہ حضرت علی بن عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہم روزانہ ہزار رکعت پڑھا کرتے تھے ۔[6]

حضرت عبداللہ بن مسعودؓ نفلی روزے نہیں رکھا کرتے تھے اور فرماتے تھے جب میں روزہ رکھتا ہوں تو کمزوری ہو جاتی ہے اور اس کی وجہ سے نماز میں کمی آ جاتی ہے اور مجھے روزہ سے زیادہ

۱۔ اخرجه ابو نعيم في الحلية (ج ۱ ص ۵٦) ۲۔ عند ابن مبارك في الزهد وابن سعد وابن ابي شيبة وابن منيع والطحاوي والدار قطني والبيهقي كذافي المنتخب (ج ۵ ص ۹) قال سنده حسن
۳۔ ابن سعد (ج ۳ ص ۷۵) كذافي المنتخب (ج ۵ ص ۹) ۴۔ اخرجه الحاكم (ج ۳ ص ۵۴٦)
۵۔ عند البزار والطبراني قال الهيثمي (ج ۱ ص ۲۹۵) رواه البزار والطبراني في الكبير وفيه سهل بن محمود ذكره ابن ابي حاتم وقال روى عنه احمد بن ابراهيم الدورقي وسعد ان بن يزيد قلت وروى عنه محمد بن عبدالله المخرمي ولم يتكلم فيه وبقية رجاله رجال الصحيح. انتهى
٦۔ عند الطبراني في الكبير قال الهيثمي (ج ۲ ص ۲۵۸) واسناده منقطع. اه

نماز سے محبت ہے وہ اگر روزہ رکھتے تو مہینے میں میں صرف تین دن رکھا کرتے تھے۔ حضرت عبدالرحمٰن بن یزیدؒ کہتے ہیں کہ حضرت عبداللہ بن مسعودؓ بہت کم (نفلی) روزے رکھتے تھے۔ اس بارے میں کسی نے ان سے وجہ دریافت کی تو انھوں نے جواب میں وہی بات کہی جو پچھلی حدیث میں گزری ہے۔[۲] حضرت عبدالرحمٰن بن یزدؒ کہتے ہیں کہ میں نے حضرت عبداللہ بن مسعودؓ سے کم روزہ رکھنے والا کوئی فقیہ نہیں دیکھا تو کسی نے ان سے پوچھا کہ آپ روزے کیوں نہیں رکھتے؟ انھوں نے فرمایا مجھے نماز روزے سے زیادہ پسند ہے۔ روزے رکھتا ہوں تو کمزور ہو جاتا ہوں اور پھر نماز کی ہمت نہیں رہتی۔[۳]

حضرت عائشہؓ فرماتی ہیں کہ ایک رات عشاء کے بعد حضور ﷺ کے پاس آنے میں مجھے دیر ہوگئی۔ جب میں آپؐ کے پاس گئی تو آپؐ نے مجھ سے فرمایا تم کہاں تھیں؟ میں نے کہا آپؐ کے ایک صحابی مسجد میں قرآن پڑھ رہے تھے، میں اسے سن رہی تھی۔ میں نے اس جیسی آواز اور اس جیسی قراءت آپ کے کسی صحابی کی نہیں سنی۔ آپؐ اپنی جگہ سے اٹھے۔ آپؐ کے ساتھ میں بھی اٹھی اور جا کر آپؐ نے کچھ دیر وہ قراءت سنی پھر میری طرف متوجہ ہو کر فرمایا یہ حضرت ابو حذیفہؓ کے غلام سالم ہیں تمام تعریفیں اس اللہ کے لیئے ہیں جس نے میری امت میں اس جیسے آدمی بنائے۔[۴]

حضرت مسروقؒ کہتے ہیں کہ ہم لوگ ایک سفر میں حضرت ابو موسیٰ اشعریؓ کے ساتھ تھے ہمیں ایک رات کھیتی والے باغ میں آگئی، چنانچہ ہم نے اس باغ میں قیام کیا۔ حضرت ابو موسیٰؓ رات کو کھڑے ہو کر نماز پڑھنے لگے حضرت مسروقؒ کہتے ہیں کہ ان کی آواز بہت دلکش اور قراءت بہت عمدہ تھی اور جیسی آیت پر گزرتے اسی طرح کی دعا وغیرہ کرتے پھر یہ دعا پڑھی اے اللہ! تو تمام عیوب سے پاک ہے اور تیری طرف سے ہی سلامتی ملتی ہے اور تو ہی امن دینے والا ہے اور ایماندار کو تو پسند کرتا ہے اور تو ہی نگہبانی کرنے والا ہے اور تو نگہبانی کرنے والے کو پسند کرتا ہے اور تو ہی سچا ہے اور تو سچے کو پسند کرتا ہے۔[۵]

حضرت ابو عثمان نہدیؒ کہتے ہیں کہ میں حضرت ابو ہریرہؓ کا سات رات مہمان بنا تو وہ اور ان کا خادم اور ان کی بیوی تینوں باری باری رات کو عبادت کرتے تھے اور اس کے لیئے انھوں نے رات کے تین حصے کر رکھے تھے۔[۶]

۲۔ اخرجه الطبرانی قال الهیثمی(ج ۲ ص ۲۵۷) رجاله رجال الصحیح وفی بعض طرقه ولم یكن یصلی الضحی .انتهی (۵)اخرجه ایضا ابن جریر كما فی الكنز(ج ۳ص ۱۸۱)
۳۔ اخرجه ابن سعد(ج ۳ص ۱۵۵)
۴۔ اخرجه الحاكم (ج ۳ص ۲۲۵)قال الحاكم ووافقه الذهبی صحیح علی شرط الشیخین ولم یخرجاه
۵۔ اخرجه ابو نعیم فی الحیلة(ج ۱ ص ۲۵۹)
۶۔ اخرجه ابو نعیم فی الحیلة(ج ۱ ص ۳۸۳)

حضرت عبداللہ بن ابی بکرؒ فرماتے ہیں کہ حضرت ابوطلحہؓ اپنے ایک باغ میں (نفل) نماز پڑھ رہے تھے کہ اتنے میں ایک چڑیا اڑی اور وہ راستہ کی تلاش میں ادھر ادھر چکر لگانے لگی لیکن اسے راستہ نہیں مل رہا تھا (کیونکہ باغ بہت گھنا تھا) یہ منظر انہیں پسند آیا اور وہ اسے کچھ دیر دیکھتے رہے پھر انہیں اپنی نماز کا خیال آیا تو اب انہیں یہ یاد نہ رہا کہ وہ کتنی رکعت نماز پڑھ چکے ہیں تو کہنے لگے کہ اس باغ کی وجہ سے یہ مصیبت پیش آئی ہے اور وہ فوراً حضور ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور اپنی نماز کا سارا قصہ سنا کر عرض کیا یا رسول اللہ! (اس باغ کی وجہ سے یہ مصیبت پیش آئی اس لیئے) یہ باغ اللہ کے نام پر صدقہ ہے آپ اسے جہاں چاہیں خرچ فرمادیں۔[1]

حضرت عبداللہ بن ابی بکرؒ فرماتے ہیں کہ ایک انصاری مدینہ کی وادی قف میں اپنے ایک باغ میں نماز پڑھ رہے تھے کھجوریں پکنے کا زمانہ اپنے شباب پر تھا اور خوشے کھجوروں کے بوجھ کی وجہ سے جھکے پڑے تھے۔ ان کی نگاہ ان خوشوں پر پڑی اور کھجوروں کی کثرت کی وجہ سے وہ اچھے معلوم ہوئے پھر انہیں نماز کا خیال آیا تو یہ یاد نہ رہا کہ کتنی رکعت نماز پڑھ چکے ہیں تو وہ کہنے لگے کہ اس باغ کی وجہ سے یہ مصیبت پیش آئی ہے۔ حضرت عثمان بن عفانؓ کا زمانہ خلافت تھا ان انصاری نے حضرت عثمانؓ کی خدمت میں حاضر ہو کر سارا قصہ سنایا اور عرض کیا یہ باغ اللہ کے لیئے صدقہ ہے اسے آپ کسی خیر کے کام میں خرچ کر دیں، چنانچہ اسے حضرت عثمان نے پچاس ہزار میں بیچا۔ اس وجہ سے اس باغ کا نام خمسین یعنی پچاسا پڑ گیا۔[2]

حضرت اسماءؓ فرماتی ہیں کہ ابن زبیرؓ رات بھر اللہ کی عبادت کرتے دن بھر روزہ رکھتے اور (چونکہ وہ مسجد میں زیادہ رہتے تھے، اس لیئے) ان کا نام مسجد کا کبوتر پڑ گیا تھا۔[3]

حضرت عدی بن حاتمؓ فرماتے ہیں کہ جب بھی کسی نماز کا وقت آتا ہے تو میں اس نماز کی تیاری کر چکا ہوتا ہوں اور میرے اندر اس نماز کا شوق پورے زور پر ہوتا ہے۔[4]

مسجدیں بنانا

حضرت ابوہریرہؓ فرماتے ہیں کہ صحابہ کرامؓ مسجد بنانے کے لیئے کچی اینٹیں اٹھا کر لا رہے تھے اور حضور ﷺ بھی ان کے ساتھ تھے (یہ غزوہ خیبر کے بعد کا واقعہ ہے جبکہ مسجد نبوی کی دوسری مرتبہ تعمیر ہوئی) حضورؐ اپنے پیٹ پر ایک اینٹ چوڑائی میں رکھے ہوئے لا رہے تھے۔ سامنے سے میں آیا تو میں سمجھا کہ اس اینٹ کو آپؐ کو اٹھانے میں دشواری ہو رہی ہے اس لئے میں نے

۱۔ اخرجہ مالک کذافی الترغیب (ج ۱ ص ۲۱۲) وقال وعبداللہ بن ابی بکر لم یدرک القصۃ
۲۔ اخرجہ مالک کذافی الاوجز (ج ۲ ص ۲۱۵) ۳۔ اخرجہ ابو نعیم فی الحلیۃ (ج ۱ ص ۳۳۵) ۴۔ اخرجہ ابن عساکر کذافی الکنز (ج ۷ ص ۸۰) واخرجہ ابن المبارک کما فی الاصابۃ (ج ۲ ص ۴۶۸)

عرض کیا یا رسول اللہ! یہ اینٹ مجھے دے دیں۔ حضور ﷺ نے فرمایا اے ابو ہریرہؓ! تم کوئی اور اینٹ لے لو کیونکہ اصل زندگی تو آخرت کی ہے۔[1]

حضرت طلق بن علی (یمامی) رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ میں نے حضور ﷺ کے ساتھ مسجد بنائی۔ حضورؐ (میرے بارے میں کسی صحابی سے) فرما رہے تھے کہ اس یمامی کو گارے کی طرف بڑھاؤ کیونکہ اسے تم سب سے زیادہ اچھی طرح گارا ملانا آتا ہے اور اس کے کندھے بھی تم سب سے زیادہ مضبوط ہیں یعنی تم سب سے زیادہ طاقتور بھی ہے۔[2] حضرت طلق بن علیؓ فرماتے ہیں کہ میں حضور ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوا اس وقت صحابہؓ مسجد بنا رہے تھے حضورؐ کو صحابہ کا یہ کام کچھ پسند نہیں آرہا تھا۔ میں پھاوڑا لے کر اس سے گارا ملانے لگ گیا۔ حضورؐ کو میرا پھاوڑا لے کر اس سے گارا ملانا پسند آیا تو فرمایا اس حنفی (قبیلہ بنو حنیفہ کے آدمی) کو گارا بنانے میں لگا رہنے دو کیونکہ یہ تم سے زیادہ اچھا گارا بنانے والا ہے۔[3] جب حضرت ابن ابی اوفیٰؓ کی بیوی کا انتقال ہوا تو وہ فرمانے لگے کہ اس کا جنازہ اٹھاؤ اور خوب شوق سے اٹھاؤ کیونکہ یہ اور اس کی رشتہ دار عورتیں رات کو اس مسجد کے پتھر اٹھاتی تھیں جس کی بنیاد تقوی پر رکھی گئی ہے اور ہم (مرد) دن میں دو دو پتھر اٹھاتے تھے۔[4]

حضرت عبادہ بن صامتؓ فرماتے ہیں کہ انصار نے آپس میں کہا کہ کب تک حضور ﷺ کھجور کی ٹہنیوں (سے بنی ہوئی مسجد) میں نماز پڑھتے رہیں گے؟ اس پر انصار نے حضورؐ کے لیئے بہت سے دینار جمع کیئے اور وہ لے کر حضورؐ کی خدمت میں آئے اور عرض کیا کہ ہم اس مسجد کو ٹھیک کرنا چاہتے ہیں اور اسے مزین بنانا چاہتے ہیں۔ حضورؐ نے فرمایا میں اپنے بھائی موسیٰؑ کے طرز سے ہٹنا نہیں چاہتا میری مسجد کا چھپر ایسا ہو جیسا کہ حضرت موسیٰؑ کا تھا۔[5] حضرت عبادہ بن صامت رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ انصار نے بہت سا مال جمع کیا اور اسے لے کر حضورؐ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور عرض کیا یا رسول اللہ! اس مال سے مسجد بنائیں اور اسے بہت زیب و زینت والی بنائیں ہم کب تک کھجور کی ٹہنیوں کے نیچے نماز پڑھتے رہیں گے؟ حضورؐ نے فرمایا میں اپنے بھائی موسیٰ علیہ السلام کے طرز سے نہیں ہٹ سکتا۔ ایسا چھپر ہو جیسا موسیٰ کا تھا۔[6] حضرت حسن رحمتہ اللہ علیہ کہتے ہیں کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام کا چھپر اتنا اونچا تھا کہ جب وہ اپنا ہاتھ اٹھاتے تو چھپر کو لگ جاتا تھا۔ حضرت ابن شہاب رحمتہ اللہ علیہ کہتے ہیں کہ حضور ﷺ کے زمانے میں مسجد کے

۱؎ اخرجه احمد قال الهيثمي (ج ۲ ص ۹) رجاله رجال الصحيح. انتهى

۲؎ اخرجه احمد والطبراني قال الهيثمي (ج ۲ ص ۹) رواه احمد والطبراني في الكبير ورجاله موثقون. اه ۳؎ عند احمد ايضا قال الهيثمي (ج ۲ ص ۹) وفيه ايوب بن عتبة واختلف في ثقة

۴؎ اخرجه البزار قال الهيثمي (ج ۲ ص ۱۰) وفيه ابو مالك النخعي وهو ضعيف. اه

۵؎ اخرجه الطبراني في الكبير قال الهيثمي (ج ۲ ص ۱۲) وفيه عيسى بن سنان ضعفه احمد وغيره ووثقه العجلي وابن حبان وابن خراش في رواية. اه ۶؎ عند البيهقي في الدلائل

ستون کھجور کے تنے تھے اور اس کی چھت کھجور کی ٹہنیوں اور پتوں کی تھی اور چھت پر کوئی خاص مٹی بھی نہیں تھی۔ جب بارش ہوا کرتی تھی تو ساری مسجد کیچڑ سے بھر جاتی تھی اور آپ کی مسجد۔ تو بس چھپر جیسی ہی تھی۔[۱]

بخاری میں لیلۃ القدر کی حدیث میں ہے کہ حضورﷺ فرماتے ہیں کہ مجھے خواب میں (لیلۃ القدر) کی یہ نشانی دکھائی گئی ہے کہ میں کیچڑ میں سجدہ کر رہا ہوں لہذا جس نے اللہ کے رسول ﷺ کے ساتھ اعتکاف کیا تھا وہ اب پھر اعتکاف کرے، چنانچہ ہم نے دوبارہ اعتکاف شروع کر دیا۔ اس وقت ہمیں آسمان میں بادل کا کوئی ٹکڑا نظر نہیں آ رہا تھا لیکن تھوڑی دیر کے بعد ایک بادل آیا اور بارش ہوئی اور اتنی ہوئی کہ مسجد کی چھت خوب ٹپکی۔ مسجد کی چھت کھجور کی ٹہنیوں کی تھی اور نماز کھڑی ہوگئی تو میں نے دیکھا کہ حضورﷺ کیچڑ میں سجدہ کر رہے ہیں یہاں تک کہ میں نے آپ کی پیشانی پر کیچڑ کا اثر دیکھا۔[۲]

حضرت خالد بن معدانؒ کہتے ہیں کہ حضرت عبداللہ بن رواحہؓ اور حضرت ابودرداءؓ کے پاس ایک بانس تھا جس سے وہ مسجد کی پیمائش کر رہے تھے کہ اتنے میں حضورﷺ ان کے پاس باہر تشریف لائے اور ان سے فرمایا تم دونوں کیا کر رہے ہو؟ ان دونوں نے عرض کیا ہم رسول اللہ ﷺ کی مسجد ملک شام کے طرز پر بنانا چاہتے ہیں۔ اور اس کا جتنا خرچہ ہوگا وہ انصار پر تقسیم کر دیا جائے گا۔ حضورؐ نے فرمایا یہ بانس مجھے دو۔ آپؐ نے ان دونوں سے وہ بانس لیا پھر چل پڑے اور دروازے پر پہنچ کر آپؐ نے وہ بانس پھینک دیا اور فرمایا ہرگز نہیں (ملک شام کی طرح مسجد کی شاندار عمارت نہیں بنائی) بس گھاس پھوس اور چھوٹی چھوٹی لکڑیاں اور حضرت موسیٰ جیسا سائبان ہو اور (موت کا) معاملہ اس سے بھی زیادہ قریب ہے۔ کسی نے پوچھا حضرت موسیٰؑ کا سائبان کیسا تھا؟ آپؐ نے فرمایا وہ جب کھڑے ہوتے تو ان کا سر چھت کو لگ جاتا۔[۳]

حضرت نافعؒ کہتے ہیں کہ حضرت عمرؓ نے ستون سے لے کر مقصورہ (امام کے لیئے بنائے جانے والے کمرہ) تک مسجد میں اضافہ کیا اور فرمایا اگر میں نے حضورﷺ کا یہ ارشاد نہ سنا ہوتا کہ ہمیں اپنی مسجد کو بڑھانا چاہیے تو میں ہرگز نہ بڑھاتا۔[۴]

حضرت نافعؒ کہتے ہیں کہ حضرت عبداللہ بن عمرؓ نے انہیں بتایا کہ مسجد حضورﷺ کے زمانے میں کچی اینٹ سے بنی ہوئی تھی۔ اس کی چھت کھجور کی ٹہنیوں کی تھی اور اس کے ستون کھجور کے تنوں کے تھے۔ حضرت ابوبکرؓ نے مسجد میں کوئی اضافہ نہ کیا، البتہ حضرت عمرؓ نے اس میں اضافہ کیا اور حضورؐ کے زمانے میں جیسی کچی اینٹ اور کھجور کی ٹہنیوں سے بنی ہوئی تھی ویسی ہی بنائی اور اس

۱۔ رواھما البیھقی ایضا ۲۔ کذافی وفاء الوفاء (ج ۱ ص ۲۴۲)

۳۔ اخرجه ابن زبالة کذافی وفاء الوفاء (ج ۱ ص ۲۴۱) ۴۔ اخرجه احمد.

کے ستون لکڑی کے ہی بنائے پھر حضرت عثمانؓ نے اسے بدل دیا اور اس میں بہت زیادہ اضافہ کیا اور اس کی دیواریں منقش پتھروں اور چونے سے بنائیں اور اس کے ستون منقش پتھروں کے اور اس کی چھت ساکھو کی لکڑی کی بنائی۔[۱] حضرت ابن عمرؓ فرماتے ہیں کہ حضورﷺ کے زمانے میں آپ کی مسجد کے ستون کھجور کے تنوں کے تھے اور مسجد پر کھجور کی ٹہنیوں سے سایہ کیا ہوا تھا پھر حضرت ابو بکرؓ کے زمانہ خلافت میں یہ کھجور کے تنے اور ٹہنیاں بوسیدہ ہو کر ریزہ ریزہ ہونے لگیں تو انہیں ہٹا کر حضرت ابو بکرؓ نے نئے کھجور کے تنے اور نئی ٹہنیاں لگادیں۔ پھر یہ ستون حضرت عثمانؓ کے زمانہ خلافت میں بوسیدہ ہو گئے تو انہیں ہٹا کر حضرت عثمانؓ نے ان کی جگہ پکی اینٹیں لگادیں جو ابتک لگی ہوئی ہیں۔[۲] مسلم میں یہ روایت ہے کہ حضرت محمود بن لبیدؒ کہتے ہیں کہ حضرت عثمان بن عفانؓ نے مسجد بنانے کا ارادہ کیا تو لوگوں نے اسے پسند نہ کیا کیونکہ وہ چاہتے تھے کہ مسجد کو اسی حالت پر رہنے دیں تو حضرت عثمانؓ نے فرمایا کہ میں نے حضورﷺ کو یہ فرماتے ہوئے سنا ہے کہ جو اللہ کیلئے مسجد بنائے گا اللہ تعالیٰ اس کے لیئے اسی جیسا محل جنت میں بنائے گا۔

حضرت مطلب بن عبداللہ بن حطبؒ کہتے ہیں کہ جب ۲۴ھ میں حضرت عثمانؓ بن عفان خلیفہ بنے تو لوگوں نے ان سے مسجد بڑھانے کی بات کی اور یہ شکایت کی کہ جمعہ کے دن جگہ بہت تنگ ہو جاتی ہے حتیٰ کہ انہیں مسجد سے باہر میدان میں نماز پڑھنی پڑتی ہے۔ حضرت عثمانؓ نے اس بارے میں حضورؐ کے اہل الرائے صحابہؓ سے مشورہ کیا تو سب کا اس پر اتفاق ہوا کہ پرانی مسجد کو گرا کر اس میں اضافہ کر دیا جائے، چنانچہ حضرت عثمانؓ نے لوگوں کو ظہر کی نماز پڑھائی پھر منبر پر تشریف فرما ہو کر پہلے اللہ کی حمد و ثنا بیان فرمائی پھر فرمایا اے لوگو! میں نے اس بات کا ارادہ کر لیا ہے کہ میں حضورؐ کی مسجد کو گرا کر اس میں اضافہ کر دوں اور میں گواہی دیتا ہوں کہ میں نے حضور کو یہ فرماتے ہوئے سنا ہے کہ جو اللہ کے لئے مسجد بنائے گا اللہ اس کے لئے جنت میں محل بنائیں گے اور یہ کام مجھ سے پہلے ایک بہت بڑی شخصیت بھی کر چکی ہے۔ حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ نے مسجد کو بڑھایا بھی تھا اور اسے نئے سرے سے بنایا بھی تھا اور میں اس بارے میں حضورؐ کے اہل الرائے صحابہ سے مشورہ بھی کر چکا ہوں۔ ان سب کا اس پر اتفاق ہے کہ مسجد کو گرا کر نئے سرے سے بنایا جائے اور اس میں توسیع بھی کر دی جائے تو لوگوں نے اس بات کی خوب تحسین کی اور ان کے لئے دعا بھی کی۔ اگلے دن صبح کو حضرت عثمانؓ نے کام کرنے والوں کو بلایا (اور انہیں کام میں لگایا) اور خود بھی اس کام میں لگے حالانکہ حضرت عثمانؓ ہمیشہ روزہ رکھا کرتے تھے اور رات بھر نماز پڑھا کرتے تھے اور مسجد سے باہر نہیں جایا کرتے تھے اور آپؓ نے حکم دیا کہ بطن نخل میں چھنا ہوا چونا تیار کیا جائے حضرت عثمانؓ نے ربیع الاول ۲۹ھ میں مسجد کی تعمیر کا کام شروع کیا جو محرم ۳۰ھ میں ختم

۱۔ اخرجه البخاری و ابو داؤد ۲۔ اخرجه ابو داؤد ایضا و سکت علیه عن عطیه

ہوا۔ یوں دس ماہ میں کام پورا ہوا۔[۱]

حضرت جابر بن اسامہ جہنیؓ فرماتے ہیں کہ حضورؐ اپنے صحابہؓ کے ساتھ بازار میں تھے میری آپؐ سے ملاقات ہوئی میں نے پوچھا حضورؐ! کہاں جانے کا ارادہ فرما رہے ہیں؟ لوگوں نے بتایا کہ حضورؐ تمہاری قوم کے لئے مسجد کی جگہ کی نشاندہی کرنا چاہتے ہیں، چنانچہ میں جب وہاں پہنچا تو حضورؐ مسجد کی جگہ کی نشاندہی کر چکے تھے اور آپؐ نے قبلہ کی نشانی کے لئے ایک لکڑی زمین میں گاڑی ہوئی تھی۔[۲]

حضرت عثمان بن عطاؒ کہتے ہیں کہ جب حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ نے بہت سے شہر فتح کر لئے تو ان شہروں کے گورنروں کو خط لکھے، چنانچہ حضرت ابوموسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ بصرہ کے گورنر تھے، انہیں خط میں یہ لکھا کہ سارے شہر کے لئے جمعہ کی نماز کے لئے ایک جامع مسجد بنائیں اور ہر قبیلہ کے لئے الگ الگ مسجد بنائیں (ہر قبیلہ والے پانچوں نمازیں اپنی مسجد میں پڑھا کریں لیکن) جمعہ کے دن سب جامع مسجد میں آ کر جمعہ پڑھا کریں، حضرت سعد بن ابی وقاصؓ کوفہ کے گورنر تھے انہیں بھی حضرت عمرؓ نے یہی لکھا، حضرت عمرو بن عاص مصر کے گورنر تھے انہیں بھی یہی لکھا اور لشکروں کے امیروں کو یہ لکھا کہ دیہات میں رہائش نہ رکھیں بلکہ شہروں میں رہیں اور ہر شہر میں ایک ہی مسجد بنائیں اور جیسے کوفہ بصرہ اور مصر والوں نے مسجدیں بنائی ہیں اس طرح ہر قبیلے والے اپنی اپنی مسجد نہ بنائیں، چنانچہ لوگ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے اس فرمان کے پابند ہو گئے۔[۳]

مسجدوں کو پاک صاف رکھنا

حضرت عروہ بن زبیرؒ حضور ﷺ کے ایک صحابی سے یہ نقل کرتے ہیں کہ حضورؐ ہمیں اپنے محلوں میں مسجدیں تعمیر کرنے اور انہیں اچھی طرح بنانے اور انہیں پاک رکھنے کا حکم دیتے تھے۔[۴]

حضرت عائشہؓ فرماتی ہیں کہ حضورؐ نے اس بات کا حکم دیا کہ محلوں میں مسجدیں بنائی جائیں اور ان کی صفائی کی جائے اور انہیں معطر کیا جائے۔[۵]

۱۔ رواہ یحییٰ کذافی وفاء الوفا (ج ۱ ص ۳۵۵)

۲۔ اخرجہ الطبرانی فی الاوسط والکبیر قال الهیثمی (ج ۲ ص ۱۵) وفیہ معاویہ بن عبداللہ بن حبیب ولم اجد من ترجمہ. انتہی و اخرجہ ابونعیم عن جابر بن اسامہ الجهنی نحوہ کمافی الکنز (ج ۴ ص ۲۶۲) والباوردی عن اسامۃ الحنفی مثلہ کمافی الکنز (ج ۴ ص ۲۶۳)

۳۔ اخرجہ ابن عساکر کذافی الکنز (ج ۴ ص ۲۵۹)

۴۔ اخرجہ احمد قال الهیثمی (ج ۲ ص ۱۱) رواہ احمد و اسنادہ صحیح. اھ

۵۔ عند ابی داؤد والترمذی وابن ماجہ کذافی المشکوۃ (ص ۶۱)

حضرت ابن عباسؓ فرماتے ہیں کہ ایک عورت مسجد میں سے کوڑا وغیرہ اٹھایا کرتی تھی پھر اس کا انتقال ہو گیا اور اس کے دفن ہونے کی حضورؐ کو خبر نہ ہوئی (جب آپ کو پتہ چلا تو) آپؐ نے فرمایا جب تم میں سے کوئی مر جایا کرے تو تم مجھے اس کی خبر کیا کرو اور آپؐ نے اس کی نماز جنازہ پڑھی اور فرمایا میں نے اسے جنت میں دیکھا کہ وہ مسجد میں سے کوڑا وغیرہ اٹھا رہی ہے۔[1]

حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں کہ حضرت عمرؓ ہر جمعہ کے دن حضورؐ کی مسجد کو خوشبو کی دھونی دیا کرتے تھے۔[2]

مساجد کی طرف پیدل چلنا

حضرت ابی بن کعبؓ فرماتے ہیں کہ ایک صاحب مسجد نبویؐ سے اتنا دور رہتے تھے کہ میرے علم میں اور کوئی ان سے زیادہ دور نہیں رہتا تھا لیکن وہ ہر نماز مسجد نبویؐ میں پڑھتے تھے ان کی کوئی نماز نہیں جاتی تھی، ان سے کسی نے کہا کیا ہی اچھا ہوتا اگر آپ کوئی گدھا خرید لیں اور اندھیرے میں اور سخت گرمی میں اس پر سوار ہو کر (مسجد نبوی کو) آیا کریں۔ انھوں نے کہا مجھے اس سے بالکل خوشی نہیں ہوگی کہ میرا گھر بالکل مسجد کے پہلو میں ہو میں تو چاہتا ہوں کہ میرا مسجد کی طرف پیدل چل کر جانا اور اپنے گھر واپس جانا (میرے اعمال نامہ میں) لکھا جائے۔

اس پر حضورؐ نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ نے تمہارے آنے جانے کا سارا ثواب لکھ دیا ہے۔[3]

حضرت ابی بن کعبؓ فرماتے ہیں کہ ایک انصاری کا گھر مدینے میں (مسجد نبویؐ سے) سب سے زیادہ دور تھا لیکن حضورؐ کے ساتھ کی کوئی نماز ان سے فوت نہ ہوتی تھی۔ مجھے ان پر بڑا ترس آیا، اس لیئے میں نے ان سے کہا اے فلانے! اگر تم گدھا خرید لو تو سخت گرمی سے بھی اور زمین کے کیڑے مکوڑوں سے بھی حفاظت ہو جائے گی۔ اس انصاری نے کہا، ارے میاں! ذرا غور سے سنو! اللہ کی قسم مجھے تو یہ بھی پسند نہیں کہ میرا گھر حضرت محمدؐ کے گھر کے بالکل ساتھ ہو۔ مجھے ان کی یہ بات بڑی گراں لگی اور میں نے جا کر حضورؐ کو بتا دی۔ حضورؐ نے انہیں بلا کر پوچھا تو انھوں نے حضورؐ کے سامنے بھی وہی بات کہہ دی اور یہ بھی بتایا کہ مجھے دور سے مسجد پیدل آنے جانے میں

۱۔ اخرجه الطبرانی قال الهیثمی (ج ۲ ص ۱۰) رواه الطبرانی فی الکبیر وقال فی تراجم النساء الخرقا السودا التی کانت تمیط الاذی عن مسجد رسول اللهؐ و ذکر بعد هذا الکلام اسنادا عن انسؓ قال فذکر الحدیث ورجال اسناد انس رجال الصحیح واسناد ابن عباس فیه عبدالعزیز بن فائده هو مجهول وقیل فیه فائد بن عمرو هو وهم انتهی ۲۔ اخرجه ابویعلی قال الهیثمی (ج ۲ ص ۱۱) وفیه عبدالله بن عمر العمری وثقه احمد وغیره واختلف فی الاحتجاج به

۳۔ اخرجه احمد ومسلم والدارمی وابو عوانة وابن خزیمة وابن حبان

ثواب کی امید ہے۔ حضورؐ نے ان سے فرمایا تم جس ثواب کی امید لگا رہے ہو وہ تمہیں ضرور ملے گا۔ حمیدی کی روایت میں یہ بھی ہے کہ حضورؐ نے یہ بھی فرمایا کہ یہ جو قدم بھی مسجد کی طرف اٹھاتے ہیں اس کے بدلہ میں انہیں ایک درجہ ملتا ہے۔[1]

حضرت زید بن ثابتؓ فرماتے ہیں کہ میں ایک مرتبہ حضور ﷺ کے ساتھ پیدل چل رہا تھا۔ ہم نماز کے لیئے (مسجد) جا رہے تھے۔ حضورؐ چھوٹے چھوٹے قدم رکھ رہے تھے۔ حضورؐ نے فرمایا کیا تم جانتے ہو کہ میں کیوں چھوٹے چھوٹے قدم رکھ رہا ہوں؟ میں نے کہا اللہ اور اس کے رسولؐ زیادہ جانتے ہیں۔ آپ ﷺ نے فرمایا آدمی جب تک نماز کی کوشش میں لگا رہتا ہے وہ نماز ہی میں شمار ہوتا ہے۔[2] دوسری روایت میں یہ ہے کہ حضورؐ نے فرمایا میں ایسا اس لیئے کر رہا ہوں تاکہ نماز کی کوشش میں میرے قدم زیادہ ہو جائیں۔

حضرت ثابتؒ کہتے ہیں کہ ایک مرتبہ میں انس بن مالکؓ کے ساتھ (بصرہ کے قریب) زاویہ نامی بستی میں چلا جا رہا تھا کہ اتنے میں انھوں نے اذان کی آواز سنی تو آواز سنتے ہی چھوٹے چھوٹے قدم رکھنے شروع کر دیئے یہاں تک کہ میں (ان کے ساتھ) مسجد میں داخل ہو گیا پھر فرمایا اے ثابت! کیا تم جانتے ہو کہ میں اس طرح کیوں چلا میں نے کہا اللہ اور اس کے رسولؐ زیادہ جانتے ہیں۔ حضرت انسؓ نے فرمایا تاکہ نماز کی تلاش میں میرے قدم زیادہ ہو جائیں۔[3]

قبیلہ بنو طے کے ایک صاحب اپنے والد سے نقل کرتے ہیں کہ حضرت ابن مسعودؓ مسجد جانے کے لیئے گھر سے نکلے اور تیز تیز چلنے لگے تو کسی نے ان سے کہا آپ تو اس طرح چلنے سے منع کرتے ہیں اور خود اس طرح چل رہے ہیں؟ انھوں نے فرمایا میں چاہتا ہوں کہ مجھے نماز کا ابتدائی کنارہ یعنی تکبیر اولی مل جاوے۔[4] حضرت سلمہ بن کہیلؒ کہتے ہیں کہ حضرت ابن مسعودؓ نماز کے لیئے تیزی سے چل رہے تھے کسی نے ان سے اس کی وجہ پوچھی تو فرمایا جن چیزوں کی طرف تم تیزی سے چلتے ہو کیا ان میں نماز اس کی سب سے زیادہ حقدار نہیں ہے۔[5]

حضرت ابوقتادہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ ایک مرتبہ ہم لوگ حضور ﷺ کے ساتھ نماز پڑھ رہے تھے کہ اتنے میں حضورؐ نے اپنے پیچھے کچھ لوگوں کا شور سنا۔ جب آپؐ نماز پوری کر چکے تو

١۔ عند الطیالسی و مسلم و ابن ماجة و اخرجه ایضا ابو داؤد و الحمیدی بمعناه

٢۔ اخرجه الطبرانی قال الهیثمی (ج ٢ ص ٣٢) رواه الطبرانی فی الکبیر و له فی روایة اخری انما فعلت هذا لتکثیر خطای فی طلب الصلاة و فیه الضحاک بن نبراس و هو ضعیف و رواه موقوفا علی زید بن ثابت و رجاله رجال الصحیح . انتهی

٣۔ اخرجه الطبرانی فی الکبیر قال الهیثمی (ج ٢ ص ٣٢) وقد رواه انس عن زید بن ثابت والله اعلم و فیه الضحاک بن نبراس و هو ضعیف انتهی

٤۔ اخرجه الطبرانی فی الکبیر و فیه من لم یسم کما تراه

٥۔ عند الطبرانی ایضا فیه و سلمة لم یسمع من ابن مسعودؓ کما قال الهیثمی (ج ٢ ص ٣٢)

فرمایا تمہیں کیا ہوا؟ ان لوگوں نے کہا ہم نماز کیلئے تیزی سے چل کر آ رہے تھے۔ حضورؐ نے فرمایا ایسا نہ کرو بلکہ آرام سے چلو اور جتنی نماز مل جائے اسے پڑھ لو اور جتنی رہ جائے اسے قضا کر لو۔[۱]

مسجدیں کیوں بنائی گئیں اور صحابہ کرامؓ ان میں کون سے اعمال کرتے تھے

حضرت انسؓ فرماتے ہیں کہ ایک دفعہ ہم لوگ حضور ﷺ کے ساتھ مسجد میں بیٹھے ہوئے تھے کہ اتنے میں ایک دیہاتی آیا اور کھڑے ہو کر مسجد میں پیشاب کرنے لگا تو حضورؐ کے صحابہ نے کہا ارے، ارے، ٹھہرو، ٹھہرو۔ حضورؐ نے فرمایا اسے پیشاب سے نہ روکو اسے چھوڑ دو۔ چنانچہ صحابہؓ نے اسے چھوڑ دیا اور اس نے پیشاب پورا کر لیا۔ پھر حضورؐ نے اسے بلا کر فرمایا ان مسجدوں میں پیشاب یا گندگی والا کوئی کام کرنا کسی طرح ٹھیک نہیں ہے۔ یہ مسجدیں تو اللہ کے ذکر، نماز اور قرآن پڑھنے کے لیئے بنی ہیں۔ یا جیسے حضورؐ نے فرمایا پھر حضورؐ نے لوگوں میں سے ایک آدمی کو حکم دیا اس نے پانی کا ڈول لا کر اس پیشاب پر بہا دیا۔[۲]

حضرت ابو سعید خدریؓ فرماتے ہیں کہ حضرت معاویہؓ ایک مرتبہ گھر سے باہر آئے اور مسجد میں گئے تو وہاں ایک حلقہ لگا ہوا تھا۔ حضرت معاویہؓ نے ان سے پوچھا آپ لوگ یہاں کیوں بیٹھے ہوئے ہیں؟ ان لوگوں نے کہا ہم بیٹھے ہوئے اللہ کا ذکر کر رہے ہیں۔ حضرت معاویہؓ نے کہا کیا اللہ کی قسم! آپ لوگ صرف اس وجہ سے بیٹھے ہیں؟ ان لوگوں نے کہا واقعی ہم صرف اسی وجہ سے بیٹھے ہیں۔ حضرت معاویہؓ نے کہا میں نے کسی بدگمانی کی وجہ سے تم لوگوں کو قسم نہیں دی (بلکہ اس وجہ سے قسم دی جو آگے حدیث میں آ رہی ہے) اور کوئی صحابی ایسا نہیں ہے جس کا حضور ﷺ سے میرے جیسا خاص تعلق ہو اور وہ حضور کی طرف سے حدیثیں مجھ سے کم بیان کرتا ہو (یعنی میرا حضورؐ سے تعلق بھی خاص تھا لیکن میری عادت حضور کی طرف سے حدیثیں بہت کم بیان کرنے کی ہے پھر بھی اس موقع کی ایک حدیث تم لوگوں کو سنا دیتا ہوں، ایک مرتبہ حضورؐ مسجد میں باہر تشریف لائے اور مسجد میں صحابہ کرام حلقہ لگا کر بیٹھے ہوئے تھے۔ حضور ﷺ نے پوچھا آپ لوگ کیوں بیٹھے ہوئے ہیں؟ انھوں نے عرض کیا کہ ہم بیٹھ کر اللہ کا ذکر کر رہے ہیں اور اس بات پر اللہ کی تعریف کر رہے ہیں کہ اس نے ہمیں اسلام کی ہدایت دی اور اسلام کی دولت سے ہمیں نوازا۔ حضورؐ نے فرمایا کیا اللہ کی قسم! صرف اسی وجہ سے بیٹھے ہو؟ انھوں نے عرض کیا اللہ کی قسم! ہم صرف اسی وجہ سے بیٹھے

۱۔ اخرجه الطبرانی فی الاوسط ورجاله رجال الصحیح وهو متفق علیه بلفظ وما سبقکم فاتموا کما قال الهیثمی (ج ۲ ص ۳۱)

۲۔ اخرجه مسلم (ج ۱ ص ۱۳۸) واللفظ له والطحاوی (ج ۱ ص ۸)

ہیں۔ حضورؐ نے فرمایا میں نے کسی بدگمانی کی وجہ سے تمہیں قسم نہیں دی بلکہ ابھی جبرائیلؑ میرے پاس آئے تھے اور یہ خبر سنا گئے کہ اللہ تعالیٰ تم لوگوں کی وجہ سے ملائکہ پر فخر فرما رہے ہیں۔[1]

حضرت ابو واقد حارث بن عوفؓ فرماتے ہیں کہ ایک مرتبہ حضور ﷺ مسجد میں تشریف فرما تھے اور لوگ بھی آپؐ کے ساتھ تھے کہ اتنے میں تین آدمی آئے ان میں سے دو تو آپ کی طرف چلے اور ایک چلا گیا۔ وہ دونوں جا کر حضورؐ کے پاس کھڑے ہو گئے ان میں سے ایک کو حلقہ میں خالی جگہ نظر آئی وہ جا کر اس جگہ بیٹھ گیا اور دوسرا لوگوں کے پیچھے بیٹھ گیا اور تیرا پشت پھیر کر چلا گیا۔ جب آپؐ حلقہ سے فارغ ہوئے تو آپؐ نے فرمایا کیا میں تمہیں ان تین آدمیوں کے بارے میں نہ بتلاؤں؟ ایک نے اللہ کے پاس اپنی جگہ بنائی تو اللہ نے اسے (اپنی رحمت میں) جگہ دے دی اور دوسرا شرما گیا تو اللہ نے بھی اس کے ساتھ حیا کا معاملہ کیا (اپنی رحمت سے محروم نہ فرمایا) اور تیسرے نے (اللہ سے) اعراض کیا تو اللہ نے بھی اس سے اعراض فرما لیا۔[2]

حضرت ابوالقمرؒ فرماتے ہیں کہ ایک مرتبہ ہم لوگ مسجد میں مختلف حلقوں میں بیٹھے ہوئے آپس میں حدیثوں کا مذاکرہ کر رہے تھے کہ اتنے میں حضور ﷺ اپنے ایک حجرے سے باہر مسجد میں تشریف لائے اور تمام حلقوں پر نظر ڈالی اور پھر قرآن والوں کے ساتھ بیٹھ گئے (جو قرآن سیکھ سکھا رہے تھے) اور فرمایا مجھے اس مجلس (میں بیٹھنے) کا حکم دیا گیا ہے۔[3]

حضرت کلیب بن شہابؒ کہتے ہیں کہ ایک مرتبہ حضرت علیؓ نے مسجد میں بہت زیادہ شور کی آوازیں سنیں، لوگ قرآن پڑھ پڑھا رہے تھے تو حضرت علیؓ نے فرمایا ان لوگوں کو خوشخبری ہو یہی لوگ حضور ﷺ کو تمام لوگوں سے زیادہ محبوب تھے۔[4] حضرت کلیبؒ کہتے ہیں کہ حضرت علیؓ کوفہ کی مسجد میں تھے انھوں نے وہاں بہت زیادہ شور کی آوازیں سنیں تو انھوں نے پوچھا یہ لوگ کون ہیں؟ تو ساتھیوں نے بتایا کہ یہ لوگ قرآن پڑھ رہے ہیں اور ایک دوسرے سے قرآن سیکھ رہے ہیں۔ حضرت علیؓ نے فرمایا غور سے سنو! ان ہی لوگوں سے حضور ﷺ کو سب سے زیادہ محبت تھی۔[5]

۱۔ اخرجه مسلم كذافي رياض الصالحين (ص ۵۱۶) و اخرجه ایضا الترمذی والنسائی کمافی جمع الفوائد (ج ۲ ص ۲۳۹) ۲۔ اخرجه الشيخان كذافي رياض الصالحين (ص ۵۱۵) واخرجه ایضا مالک والترمذی کما فی جمع الفوائد (ج ۱ ص ۲۱)

۳۔ اخرجه ابن منده كذافي الاصابة (ج ۴ ص ۱۲۰) واخرجه ابن عبدالبر فی الاستیعاب (ج ۴ ص ۱۶۴) واخرجه ایضا ابو عمر والدنی فی طبقات القراء کما فی الکنز (ج ۱ ص ۲۱۹)

۴۔ اخرجه الطبرانی فی الاوسط كذافي المجمع (ج ۷ ص ۱۶۶) واخرجه ابن منیع بنحوه کما فی الکنز (ج ۱ ص ۲۱۸) ۵۔ عند البزار کما فی المجمع (ج ۷ ص ۱۶۲) وفی اسناد الطبرانی حفص بن سليمان الغاضری وهو متروک ووثقه احمد فی رواية وضعفه فی غيرها وفی اسناد البزار اسحاق بن ابراهيم الثقفی وهو ضعيف.

حضرت ابو ہریرہؓ ایک مرتبہ مدینہ کے بازار سے گزرے تو کھڑے ہو کر بلند آواز سے کہا اے بازار والو! تم لوگ کتنے زیادہ عاجز ہو۔ بازار والوں نے کہا اے ابو ہریرہ! کیا بات ہے؟ انھوں نے کہا بات یہ ہے کہ حضورﷺ کی میراث تقسیم ہو رہی ہے، اور تم لوگ یہاں بیٹھے ہو تو کیا تم لوگ جا کر اس میں سے اپنا حصہ نہیں لیتے؟ لوگوں نے پوچھا کہاں تقسیم ہو رہی ہے؟ انھوں نے فرمایا مسجد میں، چنانچہ وہ بازار والے بہت تیزی سے مسجد گئے اور حضرت ابو ہریرہؓ وہاں ٹھہرے رہے۔ تھوڑی دیر میں وہ لوگ واپس آگئے تو حضرت ابو ہریرہؓ نے ان سے پوچھا تمھیں کیا ہوا؟ (کہ جلدی سے واپس آگئے) انھوں نے کہا اے ابو ہریرہ! ہم مسجد گئے تھے ہم نے اندر جا کر دیکھا تو ہمیں وہاں کوئی چیز تقسیم ہوتی ہوئی نظر نہیں آئی۔ حضرت ابو ہریرہؓ نے ان سے پوچھا کیا تم نے مسجد میں کوئی آدمی نہیں دیکھا؟ انھوں نے کہا ہم نے بہت سے آدمی دیکھے کچھ لوگ نماز پڑھ رہے تھے اور کچھ لوگ قرآن پڑھ رہے تھے اور کچھ لوگ حلال اور حرام کا مذاکرہ کر رہے تھے تو ان سے حضرت ابو ہریرہؓ نے فرمایا تمہارا بھلا ہو یہی اعمال مسجد تو حضرت محمدﷺ کی میراث ہیں۔[1]

حضرت ابن معاویہ کندیؒ کہتے ہیں کہ ملک شام میں میں حضرت عمرؓ کی خدمت میں حاضر ہوا۔ انھوں نے مجھ سے لوگوں کے بارے میں پوچھا کہ شاید ایسے ہوتا ہوگا کہ آدمی بدکے ہوئے اونٹ کی طرح مسجد میں آتا ہوگا اگر اسے اپنی قوم کی مجلس نظر آتی ہو اور جان پہچان والے لوگ نظر آتے ہوں گے تو ان کے پاس بیٹھ جاتا ہوگا ورنہ نہیں۔ میں نے کہا نہیں ایسے نہیں ہے بلکہ مختلف مجلسیں مسجد میں ہوتی ہیں (اور ہر مجلس میں مختلف قوموں کے لوگ ہوتے ہیں) اور لوگ ان میں بیٹھ کر خیر کے اعمال سیکھتے ہیں اور ان کے بارے میں مذاکرہ کرتے ہیں۔ حضرت عمرؓ نے فرمایا جب تک تم ایسے رہو گے خیر پر رہو گے۔[2]

حضرت ابو ہریرہؓ فرماتے ہیں کہ ایک دن ہم لوگ مسجد میں بیٹھے ہوئے تھے کہ اتنے میں حضورﷺ ہمارے پاس تشریف لائے اور فرمایا آؤ یہود کے پاس چلیں چنانچہ (آپؐ صحابہؓ کو لے کر ان کے پاس گئے اور) ان سے فرمایا اسلام لے آؤ سلامتی پا لو گے۔ ان یہودیوں نے کہا آپؐ نے (اللہ کا پیغام) پہنچا دیا۔ آپؐ نے فرمایا میں بھی یہی چاہتا ہوں لیکن پھر بھی تم لوگ اسلام لے آؤ سلامتی میں رہو گے۔ انھوں نے پھر کہا آپؐ نے یہ پیغام پہنچا دیا۔ آپؐ نے فرمایا میں بھی یہی چاہتا ہوں لیکن پھر بھی تم لوگ اسلام لے آؤ سلامتی میں رہو گے۔ پھر آپؐ نے فرمایا اچھی طرح سمجھ لو زمین اللہ اور اس کے رسول کی ہے۔ اب میں تمھیں اس سرزمین سے جلا وطن کرنا چاہتا ہوں، لہٰذا تم میں سے جس کی جو چیز بک سکتی ہے وہ اسے بیچ دے ورنہ اچھی طرح سمجھ لو یہ زمین

۱۔ اخرجه الطبرانی فی الاوسط باسناد حسن کذافی الترغیب (ج ۱ ص ۶۶)

۲۔ اخرجه المروزی وابن ابی شیبة کذافی الکنز (ج ۵ ص ۲۲۹)

اللہ اور اس کے رسول کی ہے۔[1]

حضرت عائشہؓ فرماتی ہیں کہ غزوہ خندق کے دن حضرت سعدؓ زخمی ہوئے ان کو قریش کے حبان بن عرقہ نامی کافر نے تیر مارا تھا جو ان کے بازو کی اکحل نامی رگ میں لگا تھا۔ حضور ﷺ نے ان کے لیئے مسجد میں خیمہ لگوایا تھا تاکہ وہ حضورؐ کے قریب رہیں اور ان کی عیادت کے لیئے بار بار جانے میں سہولت رہے۔ جب حضورؐ غزوہ خندق سے واپس آئے تو آپؐ نے ہتھیار رکھ دیئے اور غسل فرمایا پھر حضرت جبرائیلؑ اپنے سر سے غبار جھاڑتے ہوئے آپؐ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور عرض کیا آپ نے تو ہتھیار رکھ دیئے لیکن اللہ کی قسم! میں نے تو ابھی نہیں رکھے آپ ان کی طرف تشریف لے چلیں۔ حضورؐ نے پوچھا کہاں؟ تو جواب میں حضرت جبرائیلؑ نے بنو قریظہ کی طرف اشارہ کیا، چنانچہ حضورؐ ان کے پاس تشریف لے گئے تو وہ آپؐ کے فیصلہ پر رضا مند ہو گئے۔ حضورؐ نے ان کا فیصلہ حضرت سعدؓ کے ذمہ لگا دیا تو حضرت سعدؓ نے کہا ان کے بارے میں میرا فیصلہ یہ ہے کہ ان میں جولڑنے کے قابل ہیں ان کو قتل کر دیا جائے اور ان کی عورتوں اور بچوں کو قیدی بنالیا جائے اور ان کے سارے مال کو (مسلمانوں میں بطور مال غنیمت کے) تقسیم کر دیا جائے۔ حضرت ہشام راوی کہتے ہیں کہ میرے والد نے مجھے حضرت عائشہؓ کی طرف سے نقل کرتے ہوئے یہ بتایا کہ حضرت سعدؓ نے یہ دعا مانگی اے اللہ! تجھے معلوم ہے کہ مجھے اس قوم سے جہاد کرنے سے کسی اور سے جہاد کرنا زیادہ محبوب نہیں ہے جس قوم نے تیرے رسول کو جھٹلایا اور انھیں (ان کے وطن مکہ سے) نکالا (اس سے مراد قبیلہ قریش ہے) اے اللہ! اب میرا خیال تو یہ ہے کہ تو نے ہمارے اور اس قوم کے درمیان جنگ ختم کر دی ہے یعنی اس غزوہ خندق کے بعد اب ان سے جنگ نہیں ہوگی لیکن اگر قریش سے کوئی جنگ ابھی ہونے والی ہے تو پھر تو تو مجھے ان کے لیئے زندہ رکھ تاکہ تیری رضا کی خاطر میں ان سے لڑوں اور اگر تو نے ان سے لڑائی ختم کر دی ہے تو میری اس رگ کے زخم کو جاری کر اور اسی کی وجہ سے مجھے موت نصیب فرما، چنانچہ ان کے سینے کے زخم سے پھر خون بہنے لگا اور مسجد میں بنو غفار کا بھی ایک خیمہ لگا ہوا تھا یہ خون بہہ کر ان کے خیمہ تک پہنچ گیا جس سے وہ لوگ گھبرا گئے تو اس خیمہ والوں نے کہا اے خیمہ والو! یہ خون کیا ہے جو تمہاری طرف سے ہماری طرف آ رہا ہے؟ جا کر دیکھا تو حضرت سعدؓ کے زخم میں سے خون بہہ رہا تھا جس سے ان کا انتقال ہو گیا۔[2]

حضرت یزید بن عبداللہ بن قسیطؒ فرماتے ہیں کہ اہل صفہ حضور ﷺ کے وہ صحابی تھے جن کا (مدینہ میں) کوئی گھر نہیں تھا، اس لیئے وہ حضورؐ کے زمانے میں مسجد میں سویا کرتے تھے اور دن

۱ـ اخرجه الشیخان وابو داؤد کذافی جمع الفوائد (ج ۲ ص ۴۴)

۲ـ اخرجه الشیخان کذافی جمع الفوائد (ج ۲ ص ۵۲)

پھر اسی میں رہتے تھے ان کا مسجد کے علاوہ اور کوئی ٹھکانہ نہ تھا رات کو جب کھانے کا وقت آتا تو حضورؐ انھیں بلا کر اپنے صحابہ میں تقسیم فرما دیتے پھر بھی ان میں سے کچھ لوگ حضورؐ کے ساتھ رات کا کھانا کھاتے یہ سلسلہ یونہی چلتا رہا یہاں تک کہ اللہ تعالیٰ نے وسعت عطا فرما دی۔[1]

حضرت اسماء بنت یزیدؓ فرماتی ہیں کہ حضرت ابوذر غفاریؓ حضور ﷺ کی خدمت کیا کرتے تھے وہ جب حضورؐ کی خدمت سے فارغ ہوتے تو جا کر مسجد میں ٹھہر جاتے اور یہ مسجد ہی ان کا گھر تھا، اسی میں لیٹا کرتے تھے۔ ایک رات حضورؐ مسجد میں تشریف لے گئے تو حضرت ابوذرؓ کو مسجد میں زمین پر لیٹے ہوئے پایا آپؐ نے انھیں پاؤں مبارک سے ذرا ہلایا۔ وہ اٹھ کر سیدھے بیٹھ گئے تو حضورؐ نے ان سے فرمایا کیا میں تمھیں (مسجد میں) سوتے ہوئے نہیں دیکھ رہا ہوں؟ حضرت ابو ذرؓ نے عرض کیا یا رسول اللہ! پھر میں کہاں سوؤں؟ کیا میرا مسجد کے علاوہ کوئی گھر ہے؟ آگے حدیث امر خلافت کے بارے میں ذکر کی۔[2] حضرت ابوذرؓ حضور ﷺ کی خدمت کیا کرتے تھے اور جب حضورؐ کی خدمت سے فارغ ہو جاتے تو آ کر مسجد میں لیٹ جاتے۔[3] اور اللہ کے راستے کے مہمانوں کی ضیافت کے باب میں مسجد میں سونے کے بارے میں حضرت ابوذرؓ اور دیگر صحابہ کے قصے گزر چکے ہیں۔

حضرت حسنؒ سے مسجد میں دوپہر کو آرام کرنے کے بارے میں پوچھا گیا تو فرمایا میں نے حضرت عثمان بن عفانؓ کو زمانہ خلافت میں مسجد میں دوپہر کو آرام کرتے ہوئے دیکھا۔[4]

حضرت ابن عمرؓ فرماتے ہیں کہ ہم چند نوجوان حضور ﷺ کے زمانے میں مسجد میں رات کو سویا کرتے تھے۔[5] حضرت ابن عمرؓ فرماتے ہیں ہم جمعہ کی نماز پڑھ کر واپس آتے اور پھر دوپہر کو آرام کیا کرتے۔[6]

حضرت زہریؒ کہتے ہیں کہ حضرت عمر بن خطابؓ نے فرمایا جب کوئی آدمی زیادہ دیر تک مسجد میں بیٹھے تو اس کے لیے کمر سیدھی کرنے کے لیے لیٹنے میں کوئی حرج نہیں ہے کیونکہ اس طرح لیٹنے سے اس کا دل نہیں اکتائے گا۔[7]

حضرت خلید ابو اسحاقؒ کہتے ہیں کہ میں نے حضرت ابن عباسؓ سے مسجد میں سونے کے بارے میں پوچھا تو انھوں نے فرمایا اگر تم نماز اور طواف کی وجہ سے سونا چاہتے ہو تو پھر کوئی حرج نہیں۔[8]

۱۔ اخرجه ابن سعد في الطبقات (ج ۲ ص ۲۰) ۲۔ اخرجه احمد قال الهيثمي (ج ۲ ص ۲۲) رواه احمد والطبراني روى بعضه في الكبير وفيه شهر بن حوشب وفيه كلام وقد وثق

۳۔ عند الطبراني في الاوسط وفيه شهر ايضا كما قال الهيثمي ۴۔ اخرجه البيهقي وابن عساكر كذافي الكنز (ج ۴ ص ۲۶۱) ۵۔ اخرجه ابن ابي شيبة

۶۔ عند ابن ابي شيبة ايضا كذافي الكنز (ج ۴ ص ۲۶۱) ۷۔ اخرجه ازسعد (ج ۳ ص ۲۹۴)

۸۔ اخرجه عبدالرزاق كذافي الكنز (ج ۴ ص ۲۶۱)

حضرت جابرؓ فرماتے ہیں کہ جب کسی رات کو تیز ہوا اور آندھی چلا کرتی تو حضور ﷺ گھبرا کر ایک دم مسجد تشریف لے جاتے اور آندھی ختم ہونے تک وہاں ہی رہا کرتے اور جب آسمان میں سورج گرہن یا چاند گرہن ہوتا تو آپ گھبرا کر نماز پڑھنے کی جگہ یا عیدگاہ تشریف لے جاتے۔ ۱

حضرت عطاءؒ کہتے ہیں کہ حضرت یعلی بن امیہ کو حضور ﷺ کی صحبت حاصل تھی وہ جب تھوڑی دیر کے لیئے بھی مسجد میں بیٹھا کرتے تو اعتکاف کی نیت کر لیا کرتے۔ ۲ حضرت عطیہ بن سفیان بن عبداللہؓ فرماتے ہیں کہ قبیلہ ثقیف کا وفد رمضان میں حضور ﷺ کی خدمت میں آیا تو حضورؐ نے ان کے لیئے مسجد میں خیمہ لگوایا پھر جب وہ مسلمان ہو گئے تو انھوں نے حضورؐ کے ساتھ روزے رکھنے شروع کر دیئے۔ ۳ حضرت عثمان بن ابی العاصؓ فرماتے ہیں کہ قبیلہ ثقیف کا وفد حضور ﷺ کی خدمت میں آیا تو حضورؐ نے انہیں مسجد میں ٹھہرایا تا کہ اس سے ان کے دل زیادہ نرم ہوں اس سے آگے اور حدیث ذکر کی جیسے اللہ اور اس کے رسول کی طرف دعوت دینے کے باب میں قبیلہ ثقیف کے اسلام لانے کے قصہ میں گزر چکا ہے۔

حضرت عبداللہ بن زبیرؓ فرماتے ہیں کہ ایک دن ہم نے مسجد میں حضور ﷺ کے ساتھ بھنا ہوا گوشت کھایا پھر نماز کھڑی ہو گئی تو ہم نے صرف کنکریوں سے ہاتھ پونچھے (اور کچھ نہیں کیا اور نماز میں شامل ہو گئے)۔ ۴ حضرت ابن عمرؓ فرماتے ہیں کہ مسجد فضیخ میں حضور ﷺ کی خدمت میں فضیخ لایا گیا جسے آپؐ نے نوش فرمایا، اسی وجہ سے اس مسجد کا نام مسجد فضیخ ہے۔ نیم پختہ کھجور کے شربت کو کہا جاتا ہے۔ ۵ حضرت ابن عمرؓ فرماتے ہیں کہ مسجد فضیخ میں حضور ﷺ کی خدمت میں نیم پختہ کھجور کے شربت فضیخ کے مٹکے لائے گئے۔ آپؐ نے اس شربت کو نوش فرمایا اور اسی وجہ سے اس کا نام مسجد فضیخ رکھا گیا۔ ۶ اور اس سے پہلے مسجد میں مختلف اعمال کے قصے گزر چکے ہیں۔ مال خرچ کرنے کے باب میں کھانا اور مال تقسیم کرنے کے قصے اور بیعت کے باب میں مسجد میں حضرت عثمانؓ کی بیعت کا قصہ اور صحابہؓ کے باہمی اتحاد اور اتفاق رائے کے باب میں مسجد میں حضرت ابو بکرؓ کی بیعت کا قصہ اور اللہ کی طرف دعوت دینے کے باب میں حضرت ضمامؓ کو مسجد میں دعوت دینے اور ان کے اسلام لانے کا قصہ اور مسجد میں حضرت کعب بن زبیرؓ کے اسلام لانے اور مشہور قصیدہ پڑھنے کا قصہ اور صحابہ کے باہمی اتحاد اور اتفاق رائے کے باب میں مسجد اہل شوری کے مشورہ کے

۱۔ اخرجه ابن ابی الدنیا كذافی الكنز (ج ۴ص ۲۸۹) وقال وسنده حسن

۲۔ اخرجه ابو نعیم فی الحلیة (ج ۳ص ۳۱۲)

۳۔ اخرجه الطبرانی فی الكبير قال الهيثمی (ج ۲ص ۲۸) وفيه محمد بن اسحق وهو مدلس وقد عنعنه انتهى ۴۔ اخرجه الطبرانی فی الكبير قال الهيثمی (ج ۲ص ۲۱) وفيه ابن لهيعة وفيه كلام ۵۔ عند احمد ۶۔ عند ابی يعلى قال الهيثمی وفيه عبدالله بن نافع ضعفه البخاری وابو حاتم والنسائی وقال ابن معين يكتب حديثه. انتهى.

لیئے بیٹھنے کا قصہ اور مال خرچ کرنے کے باب میں صبح کے وقت مسجد میں صحابہؓ کا حضورﷺ کے ساتھ بیٹھنے کا قصہ، اور دنیا کی وسعت اور کثرت سے ڈرنے کے باب میں مسجد میں نمازوں کے بعد لوگوں کی ضرورت کے لیئے حضرت عمرؓ کے بیٹھنے کا قصہ، اور اللہ تعالیٰ اور اس کے رسولؐ کی محبت کو مضبوطی سے پکڑ لینے کے باب میں مسجد میں حضرت ابوبکرؓ اور دوسرے صحابہؓ کے رونے کا قصہ۔

حضورﷺ اور آپؐ کے صحابہ کن باتوں کو مسجد میں اچھا نہیں سمجھتے تھے

حضرت ابوسعید خدریؓ کے ایک غلام فرماتے ہیں کہ ایک مرتبہ میں (اپنے آقا) حضرت ابوسعیدؓ کے ساتھ تھا وہ حضورﷺ کے ساتھ جا رہے تھے اتنے میں ہم لوگ مسجد میں داخل ہوگئے تو ہم نے دیکھا کہ مسجد کے بیچ میں ایک آدمی پیٹھ اور ٹانگوں کو کپڑے سے باندھ کر بیٹھا ہوا ہے اور دونوں ہاتھوں کی انگلیاں ایک دوسرے میں ڈال رکھی ہیں۔ حضورؐ نے اسے اشارے سے سمجھانے کی کوشش کی لیکن وہ سمجھ نہ سکا تو حضورؐ نے حضرت ابوسعیدؓ کی طرف متوجہ ہو کر فرمایا کہ جب تم میں سے کوئی مسجد میں ہو تو اپنی انگلیاں ہرگز ایک دوسرے میں نہ ڈالے کیونکہ یہ شیطانی حرکت ہے اور جب تم میں سے کوئی آدمی مسجد میں ہوتا ہے تو وہ مسجد سے باہر جانے تک نماز ہی میں شمار ہوتا ہے۔[1]

حضرت ابوبکر صدیقؓ فرماتے ہیں کہ جب حضورﷺ خیبر فتح کر چکے تو لوگ لہسن پر ٹوٹ پڑے اور اسے خوب کھانے لگے۔ اس پر حضورؐ نے فرمایا جو یہ بودار سبزی کھائے وہ ہرگز ہماری مسجد کے قریب نہ آئے۔[2]

حضرت عمر بن خطابؓ جمعہ کا خطبہ دے رہے تھے۔ انھوں نے خطبہ میں فرمایا، اے لوگو! تم یہ دو بودار چیزیں پیاز اور لہسن کھاتے ہو حالانکہ میں نے حضورﷺ کو دیکھا ہے کہ جب حضورؐ کو مسجد میں کسی سے ان دونوں کی بو محسوس ہوتی تو آپؐ کے فرمانے پر اسے بقیع کی طرف نکال دیا جاتا، لہذا جو انھیں کھانا چاہتا ہے وہ انہیں پکا کر ان کی بو ختم کر لے۔[3]

حضرت ابن عمرؓ فرماتے ہیں کہ ایک دن حضورﷺ بیان فرما رہے تھے کہ بیان کے دوران آپؐ نے مسجد کی سامنے والی دیوار پر کھنکار پڑا ہوا دیکھا تو آپؐ کو لوگوں پر بڑا غصہ آیا پھر آپؐ نے اسے کھرچا اور زعفران منگا کر اس جگہ مل دیا اور فرمایا جب تم میں سے کوئی آدمی نماز پڑھتا ہے تو اللہ

۱۔ اخرجه احمد قال الهيثمي (ج ۲ ص ۲۵) اسناده حسن

۲۔ اخرجه الطبراني قال الهيثمي (ج ۲ ص ۱۷) رواه الطبراني في الاوسط من رواية ابي القاسم مولى ابي بكر ولم اجد من ذكره وبقية رجاله موثقون. انتهى

۳۔ اخرجه مسلم والنسائي وابن ماجه كذافي الترغيب (ج ۱ ص ۱۸۸)

تعالیٰ اس کے چہرے کے سامنے ہوتے ہیں، چنانچہ اس کو اپنے سامنے تھوکنا نہیں چاہئے۔[۱]
حضرت ابوسعیدؓ کی روایت میں ہے کہ پھر حضور ﷺ غصہ سے لوگوں کی طرف متوجہ ہوئے اور فرمایا کیا تم میں سے کوئی یہ بات پسند کرتا ہے کہ کوئی آدمی اس کے سامنے آکر اس کے چہرے پر تھوک دے؟ تم میں سے کوئی آدمی جب نماز میں کھڑا ہوتا ہے تو وہ اپنے رب کے سامنے ہوتا ہے اور فرشتہ اس کے دائیں طرف ہوتا ہے، لہٰذا اسے نہ اپنے سامنے تھوکنا چاہئے اور نہ دائیں طرف۔[۲]

حضرت ابوہریرہؓ فرماتے ہیں کہ جیسے گوشت کا ٹکڑا یا کھال آگ میں سکڑ جاتی ہے ایسے ہی کھنکار مسجد میں پھینکنے سے مسجد سکڑ جاتی ہے (یعنی یہ کام مسجد کو بہت برا لگتا ہے، یہ مسجد کے ادب کے خلاف ہے)۔[۳]

حضرت جابر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ حضرت بنہ جہنی رضی اللہ عنہ نے انہیں بتایا کہ مسجد میں چند لوگوں پر حضورؐ کا گزر ہوا۔ آپؐ نے دیکھا کہ وہ ننگی تلوار ایک دوسرے کو دے رہے ہیں تو آپؐ نے فرمایا جو ایسا کرے اس پر اللہ لعنت فرمائے کیا میں نے تمہیں اس سے روکا نہیں؟ جب تم میں سے کسی نے ننگی تلوار پکڑی ہوئی ہو اور وہ اپنے ساتھی کو دینا چاہے تو اسے چاہئے کہ وہ تلوار کو نیام میں ڈال کر دے۔[۴]

حضرت سلیمان بن موسیٰؒ کہتے ہیں کسی آدمی نے حضرت جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہما سے مسجد میں تلوار ننگی کرنے کے بارے میں پوچھا تو انھوں نے فرمایا ہم اسے اچھا نہیں سمجھتے تھے ایک آدمی مسجد میں تیر صدقہ کیا کرتا تھا۔ حضورؐ نے اسے حکم دیا کہ وہ جب بھی مسجد سے تیر لے کر گزرے تو وہ تیروں کے پھلوں کو اچھی طرح سے پکڑ کر گزرے۔[۵]

حضرت محمد بن عبید اللہؒ کہتے ہیں کہ ہم لوگ مسجد میں حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ کے پاس تھے تو ایک آدمی نے اپنا تیر پلٹا تو حضرت ابوسعیدؓ نے کہا کیا اسے معلوم نہیں کہ حضورؐ نے مسجد میں ہتھیار الٹنے پلٹنے سے منع فرمایا ہے۔[۶]

حضرت بریدہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ ایک آدمی نے مسجد میں گمشدہ جانور کا اعلان کیا اور یہ کہا کون ہے وہ (جس نے سرخ اونٹ دیکھا ہو اور وہ اس کے مالک کو) سرخ اونٹ (دینے) کے لئے بلا رہا ہو؟ اس پر حضورؐ نے فرمایا تمہیں تمہارا اونٹ نہ ملے، مسجدیں تو جن کاموں کے لئے بنائی

۱۔ اخرجه الشيخان و ابو داؤد واللفظ له
۲۔ عند ابن خزيمة في صحيحه كذافي الترغيب (ج ۱ ص ۱۶۳)
۳۔ اخرجه عبدالرزاق كذافي الكنز (ج ۴ ص ۲۶۰)
۴۔ اخرجه البغوى والسكن والطبراني وغيرهم كذافي الكنز (ج ۴ ص ۲۶۲)
۵۔ اخرجه عبدالرزاق كذافي الكنز (ج ۴ ص ۲۶۲)
۶۔ اخرجه الطبراني في الاوسط قال ام (ج ۲ ص ۲۶) وفيه ابو البلاد ضعفه ابو حاتم

گئی ہیں بس انہی کے لئے استعمال ہونی چاہئیں (اور گمشدہ چیز کا اعلان ان کاموں میں سے نہیں ہے) ۔[1]

حضرت ابن سیرینؒ یا کوئی اور صاحب بیان کرتے ہیں کہ حضرت ابن مسعودؓ نے مسجد میں ایک آدمی کو گمشدہ چیز کا اعلان کرتے ہوئے سنا تو حضرت ابن مسعودؓ نے اسے ڈانٹ کر خاموش کر دیا اور فرمایا ہم کو اس سے روکا گیا ہے ۔[2]

حضرت ابن سیرینؒ کہتے ہیں کہ حضرت ابی بن کعب رضی اللہ عنہ نے ایک آدمی کو مسجد میں اپنی گمشدہ چیز کا اعلان کرتے ہوئے سنا تو حضرت ابیؓ اس پر ناراض ہوئے تو اس آدمی نے کہا اے ابوالمنذر! آپ تو ایسی سخت بات نہیں کیا کرتے تھے تو فرمایا (مسجد میں گمشدہ چیز کا اعلان کرنے والے پر) ایسے ہی (غصہ) کرنے کا ہمیں حکم دیا گیا ہے ۔[3]

حضرت سائب بن یزیدؒ فرماتے ہیں کہ ایک مرتبہ میں مسجد میں سویا ہوا تھا کسی نے مجھے کنکری ماری (جس سے میری آنکھ کھل گئی) تو میں نے دیکھا کہ وہ حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ ہیں ۔ انھوں نے فرمایا جاؤ اور ان دونوں کو میرے پاس لے آؤ چنانچہ میں ان دونوں کو حضرت عمرؓ کے پاس لے آیا ۔ حضرت عمرؓ نے پوچھا تم دونوں کون ہو؟ انھوں نے کہا ہم طائف کے ہیں ۔ حضرت عمرؓ نے فرمایا اگر تم دونوں اس شہر کے ہوتے تو میں تم کو دردناک سزا دیتا تم رسول اللہ کی مسجد میں آواز بلند کر رہے ہو ۔[4] حضرت ابراہیمؒ کہتے ہیں کہ حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ نے ایک آدمی کی (اونچی) آواز مسجد میں سنی تو فرمایا کیا تم جانتے ہو کہ تم کہاں ہو؟ کیا تم جانتے ہو کہ تم کہاں ہو؟ اور اونچی آواز کرنے پر حضرت عمرؓ نے یوں ناگواری کا اظہار فرمایا ۔[5]

حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ جب بھی مسجد تشریف لے جاتے تو اونچی آواز سے یہ اعلان فرماتے کہ مسجد میں شور کرنے سے بچو، دوسری روایت میں یہ ہے کہ حضرت عمرؓ بلند آواز سے فرماتے مسجد میں بیکار باتوں سے بچو ۔[6] حضرت ابن عمرؓ فرماتے ہیں کہ حضرت عمرؓ نے مسجد میں شور کرنے سے منع فرمایا اور فرمایا ہماری اس مسجد میں آواز بلند نہ کی جائے ۔[7]

حضرت سالمؒ کہتے ہیں کہ حضرت عمر بن خطابؓ نے مسجد کے ساتھ ایک چبوترہ بنایا جس کا نام بطیحا رکھا اور فرماتے تھے کہ جو آدمی شور مچانا چاہے یا شعر پڑھنا چاہے یا آواز بلند کرنا چاہے

۱؎ اخرجه مسلم والنسائي وابن ماجه كذافي الترغيب (ج ۱ ص ۱۲۷)

۲؎ اخرجه الطبراني في الكبير و ابن سيرين لم يسمع من ابن مسعود كذافي الترغيب (ج ۱ ص ۱۲۷) ۳؎ اخرجه عبدالرزاق كذافي الكنز (ج ۴ ص ۲۶۰)

۴؎ اخرجه البخاري والبيهقي ۵؎ عند ابراهيم بن سعد في نسخة و ابن المبارك عن سعيد بن ابراهيم عن ابيه كذافي الكنز (ج ۴ ص ۲۵۹) ۶؎ اخرجه عبدالرزاق و ابن ابي شيبة والبيهقي ۷؎ عند عبدالرزاق وابن ابي شيبه كذافي الكنز (ج ۴ ص ۲۵۹

اسے چاہئے کہ وہ (مسجد سے) باہر اس چبوترے پر چلا جائے۔ ۱

حضرت طارق بن شہابؓ کہتے ہیں کہ کسی جرم میں پکڑ کر ایک آدمی کو حضرت عمرؓ کے پاس لایا گیا تو انھوں نے فرمایا تم دونوں اسے مسجد سے باہر لے جاؤ اور وہاں اسے مارو۔ ۲

حضرت ابن مسعودؓ نے فجر کی اذان اور اقامت کے درمیانی وقفے میں کچھ لوگوں کو مسجد کی قبلہ والی دیوار کے ساتھ کمر لگا کر بیٹھے ہوئے دیکھا تو فرمایا تم لوگ فرشتوں اور ان کی نماز کے درمیان حائل نہ ہو۔ ۳

حضرت عبداللہ بن عامر الہانیؒ کہتے ہیں کہ حضرت حابس بن سعد طائیؓ کو حضور ﷺ کی صحبت کا شرف حاصل تھا، ایک مرتبہ وہ سحری کے وقت مسجد میں گئے تو انھوں نے دیکھا کہ کچھ لوگ مسجد کے اگلے حصے میں نماز پڑھ رہے ہیں تو فرمایا رب کعبہ کی قسم! یہ لوگ تو ریاکار ہیں انہیں ڈراؤ جو انہیں ڈرائے گا وہ اللہ اور رسولؐ کی اطاعت کرنے والا شمار ہوگا۔ چنانچہ کچھ لوگ ان کے پاس گئے اور انہیں باہر نکال دیا تو حضرت حابسؓ نے فرمایا کہ فرشتے سحری کے وقت مسجد کے اگلے حصے میں نماز پڑھتے ہیں۔ ۴

حضرت مرہ ہمدانیؒ کہتے ہیں میں نے اپنے دل میں سوچا کہ میں کوفہ کی مسجد کے ہر ستون کے پیچھے دو رکعت نماز پڑھوں گا، میں نماز پڑھ رہا تھا کہ اتنے میں حضرت ابن مسعودؓ مسجد میں آگئے، میں اپنی یہ بات ان کو بتانے گیا تو ایک آدمی مجھ سے پہلے ان کے پاس چلا گیا اور میں جو کچھ کر رہا تھا وہ اس آدمی نے ان کو بتا دیا۔ اس پر حضرت ابن مسعودؓ نے فرمایا اگر اسے یہ معلوم ہوتا کہ اللہ تعالیٰ سب سے قریبی ستون کے پاس بھی ہیں تو نماز پوری کرنے تک اس ستون سے آگے نہ بڑھتا (یعنی مسجد کے ہر ستون کے پاس نماز پڑھنا کوئی خاص ثواب کا کام نہیں ہے، ثواب میں نماز کے سارے ستون برابر ہیں۔ ۵

نبی کریم ﷺ اور آپؐ کے صحابہؓ کا اذان کا اہتمام کرنا

حضرت ابوعمیر بن انسؒ اپنے انصاری چچوں سے نقل کرتے ہیں کہ حضورؐ کو نماز کے

۱۔ اخرجه مالک والبیهقی کذافی الکنز (ج ۴ ص ۲۵۹)

۲۔ اخرجه عبدالرزاق کذافی الکنز (ج ۴ ص ۲۶۰)

۳۔ اخرجه الطبرانی فی الکبیر قال الهیثمی (ج ۲ ص ۲۳) و رجاله موثقون

۴۔ اخرجه احمد والطبرانی فی الکبیر قال الهیثمی (۲ ص ۱۶) وفیه عبدالله بن عامر الالهانی ولم اجد من ذکره واخرجه ایضا ابن عساکر و ابو نعیم کمافی الکنز (ج ۴ ص ۲۶۲) و اخرجه ابن سعد (ج ۷ ص ۴۳۱) ایضا نحوه

۵۔ اخرجه الطبرانی قال الهیثمی (ج ۲ ص ۱۶) وفیه عطاء بن السائب وقد اختلط

بارے میں بڑا فکر ہوا کہ اس کے لئے لوگوں کو کیسے جمع کریں کسی نے تجویز پیش کی کہ نماز کا وقت شروع ہونے پر ایک جھنڈا کھڑا کردیا کریں۔ لوگ جب جھنڈے کو دیکھا کریں گے تو ایک دوسرے کو بتادیا کریں گے لیکن آپ ؐ کو یہ رائے پسند نہ آئی۔ پھر کسی نے یہودیوں کے بگل کا تذکرہ کیا آپ کو یہ بھی پسند نہ آیا اور فرمایا یہ تو یہودیوں کا کام ہے پھر کسی نے آپ ﷺ سے گھنٹے کا ذکر کیا تو آپ نے فرمایا یہ تو عیسائیوں کا کام ہے، حضور کی زیادہ فکر کی وجہ سے حضرت عبداللہ بن زید رضی اللہ عنہ کو بہت زیادہ فکر ہو گیا وہ گھر گئے تو انہیں خواب میں اذان دکھائی گئی آگے اور حدیث بھی ذکر کی ۔ا

حضرت عبداللہ بن زید ؓ فرماتے ہیں کہ حضور ﷺ کو نماز کی اطلاع دینے کے بارے میں فکر ہوا۔ جب نماز کا وقت آتا تو حضور ؐ کسی آدمی کو اوپر چڑھادیتے جو ہاتھ سے اشارہ کرتا۔ جو اشارہ دیکھ لیتا وہ آجاتا اور جو نہ دیکھتا اسے نماز کا پتہ نہ چلتا۔ اس کا حضور ﷺ کو بہت زیادہ فکر تھا، بعض صحابہ ؓ نے آپ کی خدمت میں عرض کیا یا رسول اللہ آپ اگر نماز کے وقت گھنٹہ بجانے کا حکم دے دیں تو اچھا ہے، آپ ؐ نے فرمایا یہ تو عیسائیوں کا کام ہے پھر انھوں نے عرض کیا اگر آپ بگل بجانے کا حکم دے دیں تو اچھا ہے۔ آپ ؐ نے فرمایا نہیں یہ تو یہودیوں کا کام ہے حضرت عبداللہ ؓ کہتے ہیں کہ میں اپنے گھر واپس گیا اور حضور ؐ کو اس بارے میں فکر مند دیکھنے کی وجہ سے میں بہت پریشان تھا۔ رات کو فجر سے پہلے مجھے کچھ اونگھ آگئی میں نیند اور بیداری کی درمیانی حالت میں تھا۔ میں نے ایک آدمی کو دیکھا جس نے دو سبز کپڑے پہنے ہوئے تھے وہ مسجد کی چھت پر کھڑا ہوا اور دونوں کانوں میں انگلیاں ڈال کر اذان دینے لگا ۔۲

حضرت انس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ جب حضور ؐ کے زمانے میں نماز کا وقت آتا تو ایک آدمی راستے میں تیز تیز چلتا ہوا جاتا اور اعلان کرتا الصلوۃ۔ الصلوۃ (نماز، نماز) یہ کام لوگوں کو مشکل لگا تو انھوں نے عرض کیا اگر ہم ایک گھنٹہ بنالیں آگے باقی حدیث ذکر کی ۔۳

حضرت نافع بن جبیر، حضرت عروہ، حضرت زید بن اسلم اور حضرت سعید بن مسیب ؒ کہتے ہیں کہ حضور ؐ کے زمانے میں اذان کا حکم ملنے سے پہلے حضور ؐ کا ایک اعلانچی یہ اعلان کرتا الصلوۃ جامعۃ (نماز کا وقت ہو گیا ہے سب جمع ہو جائیں) جب قبلہ (بیت المقدس سے) کعبہ کی طرف تبدیل ہوا تو اذان کا حکم آگیا۔ اس کی صورت یہ ہوئی کہ حضور ؐ کو نماز کے وقت کی اطلاع دینے کا بہت فکر تھا، نماز کے لئے لوگوں کو جمع کرنے کے لئے صحابہ ؓ نے بہت سی چیزوں کا ذکر کیا، کسی نے بگل کا نام لیا اور کسی نے گھنٹے کا، آگے باقی حدیث ذکر کی اور اس کے آخر میں یہ ہے کہ پھر اذان کا

۱۔ اخرجه ابو داؤد ۲۔ اخرجه ابو الشیخ

۳۔ عند ابی الشیخ ایضا کذافی الکنز (ج ۴ ص ۲۶۳، ۲۶۵)

حکم مل گیا اور الصلوۃ جامعۃ کا اعلان اس مقصد کے لئے رہ گیا کہ لوگوں کو جمع کر کے انہیں کسی خاص واقعہ کسی فتح وغیرہ کی اطلاع کر دی جاتی یا انہیں کوئی نیا حکم بتا دیا جاتا اور الصلوۃ جامعۃ کے ذریعہ اس مقصد کے لئے جمع کرنے کے لئے اعلان کیا جاتا چاہے وہ وقت نماز کا نہ ہوتا۔[1]

حضرت سعد قرظ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ جس وقت بھی حضورؐ قباء تشریف لاتے تو حضرت بلال رضی اللہ عنہ اذان دیتے تاکہ لوگوں کو پتہ چل جائے کہ حضورؐ تشریف لے آئے ہیں اور لوگ حضورؐ کے پاس جمع ہو جائیں چنانچہ ایک دن حضورؐ تشریف لائے حضرت بلالؓ آپؐ کے ساتھ نہیں تھے تو حبشی لوگ ایک دوسرے کو دیکھنے لگے، میں نے ایک درخت پر چڑھ کر اذان دی، حضورؐ نے مجھ سے پوچھا اے سعد! تم نے ایسا کیوں کیا؟ میں نے عرض کیا میرے ماں باپ آپؐ پر قربان ہوں میں نے دیکھا کہ آپ کے ساتھ تھوڑے سے لوگ ہیں اور حضرت بلالؓ ساتھ نہیں ہیں اور میں نے دیکھا کہ یہ حبشی لوگ ایک دوسرے کو دیکھ رہے ہیں اور پھر آپؐ کو بھی دیکھ رہے ہیں، اس لئے مجھے ان کی طرف سے آپؐ پر حملہ کا خطرہ ہوا، اس لئے میں نے اذان دی، حضورؐ نے فرمایا تم نے ٹھیک کیا، جب تم میرے ساتھ بلالؓ کو نہ دیکھا کرو تو اذان دے دیا کرو چنانچہ حضرت سعدؓ نے حضورؐ کی زندگی میں تین مرتبہ اذان دی۔[2]

حضرت ابوالوقاصؓ فرماتے ہیں قیامت کے دن اللہ کے ہاں اذان دینے والوں کا (اجر و ثواب میں سے) حصہ جہاد کرنے والوں کے حصے جیسا ہوگا اور موذن اذان اور اقامت کے درمیان اس شہید کی طرح ہوتا ہے جو اللہ کے راستے میں اپنے خون میں لت پت ہو حضرت عبداللہ بن مسعودؓ فرماتے ہیں اگر میں موذن ہوتا تو حج، عمرہ اور جہاد نہ کرنے کی کوئی پرواہ نہ کرتا۔ حضرت عمر بن خطابؓ فرماتے ہیں اگر میں موذن ہوتا تو میرا (دینی) کام پورا ہو جاتا اور میں رات کی عبادت کے لئے نہ اٹھنے کی اور دن کو روزے نہ رکھنے کی پرواہ نہ کرتا، میں نے حضورﷺ کو یہ فرماتے ہوئے سنا کہ اے اللہ! اذان دینے والوں کی مغفرت فرما، میں نے عرض کیا یا رسول اللہ! آپ نے ہمیں اس حال پر پہنچا دیا کہ ہم ثواب اذان کے لئے ایک دوسرے سے تلواروں سے لڑیں گے، حضورؐ نے فرمایا ہرگز نہیں اے عمر! بلکہ عنقریب ایسا زمانہ آئے گا کہ لوگ اذان کمزوروں کے لئے چھوڑ دیں گے حالانکہ اللہ تعالیٰ نے موذنوں کے گوشت کو جہنم کی آگ پر حرام کر دیا ہے۔ حضرت عائشہؓ فرماتی ہیں کہ یہ قرآن کی آیت ہے وَمَنْ اَحْسَنُ قَوْلًا مِّمَّنْ دَعَآ اِلَى اللّٰهِ وَعَمِلَ صَالِحًا وَّقَالَ اِنَّنِیْ مِنَ الْمُسْلِمِیْنَ (سورت حم سجدہ آیت ۳۳) ترجمہ "اور اس سے بہتر کس کی بات ہو سکتی ہے جو (لوگوں کو) اللہ کی طرف بلائے اور (خود بھی) نیک عمل کرے اور کہے کہ میں فرمانبرداروں میں سے ہوں۔" اور اس سے مراد موذن ہے، جب وہ حی علی الصلوۃ کہتا

۱۔ اخرجه ابن سعد (ج ۱ ص ۲۴۶) ۲۔ اخرجه الطبرانی فی الکبیر قال الهیثمی (ج ۱ ص ۳۳۶) وفیه عبدالرحمن بن سعد بن عمار وهو ضعیف

ہے تو اس نے اللہ کی طرف بلایا اور جب نماز پڑھتا ہے تو اس نے خود نیک عمل کیا اور جب وہ اشہد ان لا الہ الا اللہ کہتا ہے تو وہ فرمانبردار مسلمانوں میں شمار ہو جاتا ہے۔ ۱

حضرت ابو معشرؒ کہتے ہیں کہ مجھے یہ بات پہنچی ہے کہ حضرت عمر بن خطابؓ نے فرمایا اگر میں موذن ہوتا تو میں فرض حج تو ضرور ادا کرتا باقی نفلی حج اور عمرہ نہ کرنے کی کوئی پرواہ نہ کرتا اور اگر فرشتے آسمان سے انسانی شکل میں اترا کرتے تو اذان دینے میں کوئی ان سے آگے نہ نکل سکتا۔ ۲

حضرت قیس بن ابی حازمؒ کہتے ہیں ہم لوگ حضرت عمر بن خطابؓ کے پاس گئے تو انھوں نے فرمایا تمہارے موذن کون لوگ ہیں؟ ہم نے کہا ہمارے غلام اور آزاد کردہ غلام تو فرمایا یہ تو تمہارا بہت بڑا نقص ہے، اگر میرے بس میں ہوتا تو خلیفہ نہ بنتا بلکہ موذن بنتا۔ ۳

حضرت علیؓ فرماتے ہیں کہ مجھے اس بات پر بہت افسوس ہے کہ میں نے حضورؐ سے حسن و حسینؓ کے لئے اذان کیوں نہیں مانگ لی، اگر میں مانگتا تو حضورؐ دونوں کو موذن بناتے۔ ۴

حضرت ابن مسعودؓ فرماتے ہیں مجھے یہ پسند نہیں ہے کہ تمہارے موذن نابینا لوگ ہوں کہ وہ طہارت کا اور نماز کے صحیح وقت کا خیال نہیں رکھ سکیں گے) یا قاری لوگ ہوں (کہ ان کے پڑھانے اور تعلیم کا حرج ہوگا۔ ۵

حضرت یحیٰی بکاءؒ کہتے ہیں کہ ایک آدمی نے حضرت ابن عمرؓ سے کہا کہ میں آپ سے اللہ کے لئے محبت کرتا ہوں حضرت ابن عمرؓ نے فرمایا لیکن میں تو تم سے اللہ کے لئے بغض رکھتا ہوں۔ اس آدمی نے پوچھا کیوں؟ حضرت ابن عمرؓ نے فرمایا کیونکہ تم اذان میں گانے کی آواز بناتے ہو اور پھر اذان پر اجرت بھی لیتے ہو۔ ۶

نبی کریمؐ نے حضرت خالد بن سعید بن عاصؓ کو یمن بھیجا اور فرمایا اگر تم کسی بستی کے پاس سے گزرو اور تمہیں وہاں سے اذان کی آواز سنائی نہ دے تو (حملہ کر کے) ان لوگوں کو قیدی بنالینا، چنانچہ قبیلہ بنوزبید کے پاس سے ان کا گزر ہوا تو انھوں نے وہاں سے اذان کی آواز نہ سنی اس پر انھوں نے اس قبیلہ کو قیدی بنالیا۔ پھر حضرت عمرو بن معدیکربؓ حضرت خالد بن سعیدؓ کے پاس آئے اور انھوں نے ان سے اس قبیلہ کے بارے میں بات کی تو حضرت خالد نے وہ قیدی ان کو ہبہ کر دیے۔ ۷

۱۔ اخرجه البيهقي في شعب الايمان و اخرجه ابو الشيخ عن الرصافي في كتاب الاذان مثله كمافي الكنز (ج ۴ ص ۲۶۶) ۲۔ عند ابن زنجويه كذافي الكنز (ج ۴ ص ۲۶۵)

۳۔ اخرجه عبدالرزاق وابن ابي شيبه وابن سعد والبيهقي كذافي الكنز (ج۴ ص ۲۶۵)

۴۔ اخرجه الطبراني في الاوسط قال الهيثمي (ج ۱ ص ۳۲۶) وفيه الحارث وهو ضعيف

۵۔ اخرجه الطبراني في الكبير قال الهيثمي (ج ۲ ص ۲) ورجاله ثقات

۶۔ اخرجه الطبراني في الكبير قال الهيثمي (ج ۲ ص ۳) وفيه يحيیٰ البكاء ضعفه احمد و ابوزرعة وابوداؤد و وثقه يحيیٰ بن سعيد القطان وقال محمد بن سعد كان ثقه ان شاء الله

۷۔ اخرجه ابن عساكر عن خالد بن سعيد عن ابيه كذافي الكنز (ج ۲ ص ۲۹۸)

حضرت طلحہ بن عبداللہ بن عبدالرحمٰن بن ابی بکرؒ کہتے ہیں کہ حضرت ابوبکرؓ جب اپنے امیروں کو مرتدین کے لئے بھیج رہے تھے تو ان کو یہ حکم دے رہے تھے کہ جب تم کسی علاقے کا گھیراؤ کرلو تو اگر تمہیں وہاں اذان سنائی دے تو (لڑائی سے) ہاتھ روک لو اور ان سے پوچھ لو کہ تمہیں ہماری کن باتوں پر اعتراض ہے؟ اور اگر اذان سنائی نہ دے تو ان پر چاروں طرف سے چھاپہ مارو اور انہیں قتل کرو اور (ان کی کھیتیاں) جلاؤ اور انہیں خوب اچھی طرح قتل کرو اور زخمی کرو اور تمہارے نبیؐ کے انتقال کی وجہ سے تم میں کسی قسم کی کمزوری نظر نہ آئے۔[۱] حضرت زہریؒ کہتے ہیں کہ جب حضرت ابوبکر صدیقؓ نے مرتدین سے لڑنے کیلئے صحابہؓ کو بھیجا تو ان سے فرمایا رات کو شب خون مارو لیکن جہاں اذان سنو وہاں حملہ کرنے سے رک جاؤ کیونکہ اذان ایمانی شعار ہے۔[۲]

نبی کریم ﷺ اور آپؐ کے صحابہ کرامؓ کا نماز کا انتظار کرنا

حضرت علی رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں جب مسجد میں نماز کھڑی ہوتی تو حضورؐ دیکھتے اگر لوگ تھوڑے ہوتے تو آپؐ بیٹھ جاتے اور نماز نہ پڑھاتے اور جب دیکھتے کہ لوگ زیادہ جمع ہو گئے ہیں تو نماز پڑھا دیتے۔[۳] حضرت عبداللہ بن اوفی رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ نبی کریم ﷺ جب تک جوتے کی آہٹ سنتے رہتے اس وقت تک انتظار فرماتے رہتے۔[۴]

حضرت عمر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ حضورؐ نے ایک مرتبہ ایک لشکر تیار کیا اس میں آدھی رات ہوگئی پھر آپؐ نماز کے لئے باہر تشریف لائے اور فرمایا اور لوگ تو نماز پڑھ کر گھروں کو واپس جاچکے ہیں لیکن تم نماز کا انتظار کر رہے ہو غور سے سنو! جب تک تم نماز کا انتظار کرو گے اس وقت تک نماز ہی میں شمار ہو گے۔[۵]

حضرت عبداللہ بن عمروؓ فرماتے ہیں کہ ایک مرتبہ حضورؐ نے مغرب کی نماز پڑھائی اس کے بعد کچھ لوگ واپس چلے گئے اور کچھ وہاں مسجد میں ٹھہرے رہے پھر حضورؐ ان کے پاس باہر تشریف لائے اور فرمایا یہ تمہارے رب نے آسمان کے دروازوں میں سے ایک دروازہ کھولا ہوا ہے اور تمہاری وجہ سے فرشتوں پر فخر فرما رہے ہیں اور کہہ رہے ہیں کہ میرے بندوں نے ایک فریضہ ادا کرلیا اور دوسرے کا انتظار کر رہے ہیں۔[۶]

۱۔ اخرجه البيهقي ۲۔ عند عبدالرزاق كذافي الكنز (ج ۳ ص ۱۴۱) ۳۔ اخرجه ابوداؤد ۴۔ عند ابن ابي شيبة كذافي الكنز (ج ۴ ص ۲۴۶) ۵۔ اخرجه ابن ابي شيبة ورجاله ثقات وعنده ايضا وابن جرير عن جابر رضي الله عنه بنحوه كذافي الكنز (ج ۴ ص ۱۹۳)
۶۔ اخرجه ابن جرير كذافي الكنز (ج ۴ ص ۲۴۵) واخرجه ابن ماجه عن ابن عمر رضي الله عنهما بنحوه ورواته ثقات كمافي الترغيب (ج ۱ ص ۲۴۶)

حضرت ابوامامہ ثقفیؒ فرماتے ہیں کہ ایک مرتبہ ظہر کی نماز پڑھانے کے بعد حضرت معاویہؓ دوبارہ مسجد میں آئے (ہم لوگ مسجد میں بیٹھے ہوئے تھے) اور لوگوں سے کہا آپ لوگ اپنی جگہ بیٹھے رہیں میں ابھی آتا ہوں، چنانچہ تھوڑی دیر بعد وہ پھر ہمارے پاس آئے اس وقت انھوں نے چادر اوڑھ رکھی تھی۔ جب وہ عصر کی نماز پڑھا چکے تو انہوں نے کہا کیا میں آپ لوگوں کو وہ کام نہ بتاؤں جو خود حضورؐ نے کیا ہے؟ ہم نے کہا جی ضرور بتائیں حضرت معاویہؓ نے کہا ایک مرتبہ صحابہ کرامؓ نے حضور کے ساتھ ظہر کی نماز پڑھی پھر مسجد میں بیٹھے رہے پھر حضورؐ ان کے پاس سے باہر تشریف لائے اور فرمایا ابھی تک تم لوگ مسجد سے گئے نہیں؟ انھوں نے عرض کیا جی نہیں۔ آپؐ نے فرمایا چونکہ تم نماز کا انتظار کر رہے ہو اس لئے کاش تم دیکھ لیتے کہ تمہارے رب نے آسمان کا ایک دروازہ کھولا اور پھر تمہاری وجہ سے فخر فرماتے ہوئے اپنے فرشتوں کو تمہیں بیٹھے ہوئے دکھایا۔[۱]

حضرت انسؓ فرماتے ہیں کہ ایک رات حضورؐ نے عشاء کی نماز آدھی رات تک موخر فرمائی پھر نماز پڑھانے کے بعد آپؐ صحابہ کی طرف متوجہ ہوئے اور فرمایا اور لوگ تو نماز پڑھ کر سو چکے ہیں لیکن تم جب سے نماز کا انتظار کر رہے ہو اس وقت سے تم نماز ہی میں شمار ہو رہے ہو۔[۲]
حضرت ابوہریرہؓ کی روایت میں یہ ہے کہ حضورؐ نے فرمایا تم میں سے جو آدمی جب تک نماز کی وجہ سے مسجد میں رکا رہتا ہے اس وقت تک وہ نماز ہی میں شمار ہوتا ہے اور فرشتے اس کے لئے یہ دعا کرتے رہتے ہیں اے اللہ! اس کی مغفرت فرما اے اللہ! اس پر رحم فرما اور یہ سلسلہ اس وقت تک جاری رہتا ہے جب تک وہ اپنی نماز کی جگہ سے کھڑا نہ ہو جائے یا اس کا وضو نہ ٹوٹ جائے۔[۳] مسلم اور ابوداؤد کی ایک روایت میں یہ ہے کہ حضورؐ نے فرمایا جب تک بندہ اپنی نماز کی جگہ میں بیٹھ کر اگلی نماز کا انتظار کرتا رہتا ہے اس وقت تک وہ نماز ہی میں شمار ہوتا ہے اور فرشتے اس کے لئے یہ دعا کرتے رہتے ہیں اے اللہ! اس کی مغفرت فرما! اے اللہ! اس پر رحم فرما، اور یہ سلسلہ اس وقت تک جاری رہتا ہے جب تک وہ واپس نہ چلا جائے یا اس کا وضو نہ ٹوٹ جائے کسی نے پوچھا کہ وضو ٹوٹ جانے کی کیا صورت ہے؟ آپؐ نے فرمایا اس کی ہوا آواز کے ساتھ یا بغیر آواز کے خارج ہو جائے۔[۴]

حضرت جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں کہ حضورؐ نے فرمایا کیا میں تمہیں وہ عمل نہ بتاؤں جن کی وجہ سے اللہ تعالیٰ غلطیوں کو مٹا دیتے ہیں اور گناہوں کو ختم کر دیتے ہیں، صحابہؓ نے عرض کیا یا رسول اللہ! ضرور بتائیں۔ آپؐ نے فرمایا ناگواریوں کے باوجود وضو پورا کرنا اور مسجدوں کی طرف قدم زیادہ اٹھانا اور ایک نماز کے بعد دوسری نماز کا انتظار کرنا یہی ہے دشمن کی سرحد پر

۱۔ اخرجه الطبرانی فی الکبیر کذافی المجمع (ج ۲ ص ۳۸) ۲۔ اخرجه البخاری
۳۔ عند البخاری ایضا ۴۔ کذافی الترغیب (ج ۱ ص ۲۴۵)

پہرہ دینا (یہاں دشمن سے مراد شیطان ہے۔)۱

حضرت داؤد بن صالحؒ کہتے ہیں کہ مجھ سے حضرت ابو سلمہؒ نے فرمایا اے میرے بھتیجے! کیا تم جانتے ہو کہ آیت اِصْبِرُوْا وَصَابِرُوْا وَرَابِطُوْا کس بارے میں نازل ہوئی ہے؟ (سورت آل عمران آیت ۲۰۰) ترجمہ ''خود صبر کرو اور مقابلہ میں صبر کرو اور مقابلہ کے لئے مستعد رہو۔'' میں نے کہا نہیں۔ انھوں نے فرمایا کہ میں نے حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کو فرماتے ہوئے سنا ہے کہ حضورؐ کے زمانہ میں دشمن کی سرحد پر پہرہ دینے کے لئے کوئی غزوہ نہیں ہوتا تھا (جس میں ہر وقت پہرہ دینے اور مقابلہ کے لئے مستعد رہنا پڑے) بلکہ دشمن سے مقابلہ کے لئے ہر وقت مستعد رہنے کی صورت یہ تھی کہ ایک نماز کے بعد (مسجد میں بیٹھ کر) دوسری نماز کا انتظار کیا جائے۔۲

حضرت انسؓ فرماتے کہ یہ آیت تَتَجَافٰى جُنُوْبُهُمْ عَنِ الْمَضَاجِعِ (سورت سجدہ آیت ۱۶) اس نماز کے انتظار کے بارے میں نازل ہوئی ہے جسے عتمہ کہا جاتا ہے یعنی نماز عشاء۔ ترجمہ ''ان کے پہلو خوابگاہوں سے علیحدہ ہوتے ہیں۔''۳

نماز با جماعت کی تاکید اور اس کا اہتمام

حضرت عمرو بن ام مکتومؓ فرماتے ہیں کہ میں نے عرض کیا یا رسول اللہ! میں نابینا ہوں میرا گھر دور ہے اور میرا ہاتھ پکڑ کر لے جانے والا تو ایک آدمی ہے لیکن اس کا مجھ سے جوڑ نہیں وہ میری بات نہیں مانتا تو کیا آپ مجھے اس بات کی اجازت دیتے ہیں کہ میں گھر میں نماز پڑھ لیا کروں؟ حضورؐ نے فرمایا کیا تم اذان کی آواز سنتے ہو؟ میں نے کہا جی ہاں۔ حضورؐ نے فرمایا پھر اجازت دینے کی گنجائش نہیں۔۴ امام احمد کی ایک روایت میں یہ ہے کہ حضرت ابن ام مکتومؓ فرماتے ہیں کہ ایک مرتبہ حضورؐ مسجد تشریف لائے۔ آپ ﷺ کو نمازیوں کی تعداد میں کچھ کمی نظر آئی تو آپؐ نے فرمایا میرا ارادہ ہو رہا ہے کہ میں مسجد میں نماز با جماعت کے لئے لوگوں کا کسی کو امام بناؤں اور خود مسجد سے باہر جاؤں اور جو آدمی مجھے نماز با جماعت چھوڑ کر گھر بیٹھا ہوا ملے اس کا گھر جلا دوں۔ اس پر میں نے عرض کیا میرے اور مسجد کے درمیان کھجور کے درخت اور کچھ اور قسم کے درخت ہیں اور ہر وقت مجھے لے کر آنے والا ملتا نہیں کیا میرے لئے اس بات کی گنجائش ہے کہ میں گھر میں نماز پڑھ لیا کروں؟ حضورؐ نے پوچھا کیا تم اقامت کی آواز سنتے ہو؟ میں نے عرض کیا جی ہاں

۱۔ اخرجه ابن حبان فی صحیحه كذافی الترغیب (ج ۱ ص ۲۴۷)

۲۔ اخرجه الحاكم وقال صحيح الاسناد كذافی الترغیب (ج ۱ ص ۲۵۱)

۳۔ اخرجه الترمذی و صححه كذافی الترغیب (ج ۱ ص ۳۶)

۴۔ اخرجه احمد و ابو داؤد و ابن ماجه وابن خزيمة فی صحيحة والحاكم.

،آپؐ نے فرمایا تو پھر نماز کے لئے مسجد میں آیا کرو۔[۱]

حضرت ابن مسعودؓ فرماتے ہیں کہ جس کو اس بات سے خوشی ہو کہ وہ کل قیامت کے دن اللہ کی بارگاہ میں مسلمان بن کر حاضر ہو اسے چاہئے کہ وہ نمازوں کو اس جگہ ادا کرنے کا اہتمام کرے جہاں اذان ہوتی ہے یعنی مسجد میں، اس لئے کہ اللہ تعالیٰ نے تمہارے نبی علیہ الصلوۃ والسلام کے لئے ایسی سنتیں جاری فرمائی ہیں جو سراسر ہدایت ہیں، انہیں میں سے یہ جماعت کی نمازیں بھی ہیں۔ اگر تم اپنے گھروں میں نماز پڑھنے لگو گے جیسا کہ فلاں شخص پڑھتا ہے تو تم اپنے نبی کی سنت چھوڑنے والے بن جاؤ گے اور اگر تم اپنے نبیؐ کی سنت کو چھوڑ دو گے تو گمراہ ہو جاؤ گے جو آدمی اچھی طرح وضو کرے اور پھر کسی مسجد کے ارادے سے چلے تو اللہ تعالیٰ ہر قدم پر اس کے لئے ایک نیکی لکھیں گے اور ایک درجہ بلند کریں گے اور ایک گناہ معاف کر دیں گے اور ہم تو اپنا یہ حال دیکھتے تھے کہ جو شخص کھلم کھلا منافق ہوتا وہ تو جماعت سے رہ جاتا تھا (ورنہ حضورؐ کے زمانے میں عام منافق کو بھی جماعت چھوڑنے کی ہمت نہیں ہوتی تھی) ورنہ جو شخص دو آدمیوں کے سہارے سے گھسٹتا ہوا جا سکتا تھا وہ بھی لا کر صف میں کھڑا کر دیا جاتا تھا دوسری روایت میں یہ ہے کہ ہم تو اپنا حال یہ دیکھتے تھے کہ جو شخص کھلم کھلا منافق ہوتا یا بیمار ہوتا وہ تو جماعت سے رہ جاتا ورنہ جو شخص دو آدمیوں کے سہارے سے چل سکتا تھا وہ بھی نماز میں آ جاتا تھا۔ پھر حضرت ابن مسعودؓ نے فرمایا کہ حضورؐ نے ہمیں ایسی سنتیں سکھائی ہیں جو سراسر ہدایت ہیں۔ ان سنتوں میں سے ایک سنت اس مسجد میں نماز پڑھنا بھی ہے جہاں اذان ہوتی ہو۔[۲] طیالسی کی روایت میں مزید یہ بھی ہے کہ حضرت ابن مسعودؓ نے فرمایا کہ میں دیکھ رہا ہوں کہ تم میں سے ہر ایک نے اپنے گھر میں نماز کی ایک جگہ بنا رکھی ہے جس میں وہ نماز پڑھ رہا ہے اگر تم لوگ مسجدوں کو چھوڑ کر گھروں میں نماز پڑھنے لگ جاؤ گے تو تم اپنے نبی کی سنت کو چھوڑنے والے ہو جاؤ گے۔

حضرت معاذ بن جبلؓ فرماتے ہیں کہ جو شخص یہ چاہے کہ وہ کل اللہ کی بارگاہ میں امن کے ساتھ حاضر ہو وہ ان پانچوں نمازوں کو ایسی جگہ ادا کرے جہاں اذان ہوتی ہے، اس لئے کہ یہ کام ایسی سنتوں میں سے ہے جو سراسر ہدایت ہیں اور اسے تمہارے نبی کریمؐ نے سنت قرار دیا ہے اور کوئی یہ نہ کہے کہ میرے گھر میں نماز کی جگہ ہے میں اس میں نماز پڑھا کروں گا کیونکہ اگر تم ایسا کرو گے تو تم اپنے نبی کی سنت چھوڑنے والے ہو جاؤ گے اور اگر تم اپنے نبی کریمؐ کی سنت کو چھوڑ دو گے تو گمراہ ہو جاؤ گے۔[۳]

۱۔ کذافی الترغیب (ج ۱ ص ۲۳۸)   ۲۔ اخرجه مسلم و ابوداؤد والنسائی وابن ماجه كذافي الترغيب (ج ۱ ص ۲۲۴) و اخرجه ايضا عبدالرزاق والضياء فی المختارة بطوله نحوه كمافي الكنز (ج ۴ ص ۱۸۱) و اخرجه الطيالسی (ص ۴۰) ايضا نحوه

۳۔ اخرجه ابو نعيم فی الحلية (ج ۱ ص ۲۳۵)

حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں کہ ہم اگر کسی کو فجر اور عشاء میں مسجد میں نہ پاتے تو اس کے بارے میں ہمیں بدگمانی ہو جاتی۔[1]

حضرت ابوبکر بن سلیمان بن ابی حثمہؒ کہتے ہیں کہ حضرت عمر بن خطابؓ نے ایک دن حضرت سلیمان بن ابی حثمہؓ کو فجر کی نماز میں نہ پایا پھر حضرت عمرؓ بازار گئے۔ حضرت سلیمانؓ کا گھر مسجد اور بازار کے درمیان تھا۔ حضرت عمرؓ حضرت سلیمانؓ کی والدہ حضرت شفاء رضی اللہ عنہا کے پاس سے گزرے تو ان سے فرمایا آج صبح کی نماز میں میں نے سلیمان کو نہیں دیکھا حضرت شفاءؓ نے کہا کہ وہ رات کو تہجد کی نماز پڑھتے رہے، اس لئے صبح ان کی آنکھ لگ گئی، حضرت عمرؓ نے فرمایا فجر کی جماعت میں شریک ہونا مجھے ساری رات عبادت کرنے سے زیادہ محبوب ہے۔[2]

حضرت ابن ابی ملیکہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ قبیلہ بنو عدی بن کعب کی حضرت شفاء رضی اللہ عنہا رمضان میں حضرت عمرؓ کے پاس آئیں تو حضرت عمرؓ نے ان سے پوچھا کہ کیا بات ہے آج میں نے صبح کی نماز میں (تمہارے خاوند) ابوحثمہؓ کو نہیں دیکھا؟ حضرت شفاءؓ نے کہا آج رات انھوں نے اللہ کی عبادت میں بہت زور لگایا جس کی وجہ سے وہ تھک گئے اور سستی کی وجہ سے فجر کی نماز کیلئے مسجد نہ گئے گھر میں نماز پڑھ کر سو گئے۔ حضرت عمرؓ نے فرمایا اللہ کی قسم! ان کا صبح کی نماز میں شریک ہونا مجھے ساری رات عبادت میں زور لگانے سے زیادہ محبوب ہے۔[3]

حضرت شفاء بنت عبداللہؓ فرماتی ہیں کہ ایک دفعہ رمضان کے مہینے میں حضرت عمر بن خطابؓ میرے پاس میرے گھر آئے اور انھوں نے میرے قریب دو مردوں کو سوتے ہوئے دیکھا تو انھوں نے فرمایا ان دونوں کو کیا ہوا؟ انھوں نے ہمارے ساتھ نماز نہیں پڑھی۔ میں نے کہا اے امیر المومنین! ان دونوں نے لوگوں کے ساتھ عشاء اور تراویح کی نماز پڑھی اور صبح تک نماز پڑھتے رہے اور پھر صبح کی نماز پڑھ کر سو گئے۔ حضرت عمرؓ نے فرمایا صبح کی نماز جماعت کے ساتھ پڑھنا مجھے ساری رات عبادت کرنے سے زیادہ محبوب ہے۔[4]

حضرت ام درداءؓ فرماتی ہیں کہ ایک دن حضرت ابو درداءؓ میرے پاس آئے وہ غصہ میں بھرے ہوئے تھے۔ میں نے پوچھا آپ کو غصہ کیوں آرہا ہے؟ انھوں نے فرمایا اللہ کی قسم! مجھے حضرت محمدؐ کے دین میں سے صرف اسی عمل کا پتہ ہے کہ مسلمان اکٹھے ہو کر جماعت سے نماز

١۔ اخرجه الطبراني وابن خزيمة في صحيحه كذافي الترغيب (ج ١ ص ٢٣٢) و اخرجه سعيد بن منصور عن ابن عمر نحوه كمافي الكنز (ج ٤ ص ٢٤٤) والبزار كمافي المجمع (ج ٢ ص ٤٠) وقال ورجال الطبراني موثقون

٢۔ اخرجه مالك كذافي الترغيب (ج ١ ص ٢٣٥)   ٣۔ عند عبدالرزاق

٤۔ عند عبدالرزاق ايضا كذافي كنز العمال (ج ٤ ص ٢٤٣)

پڑھتے ہیں (اور اب اس میں سستی شروع ہوگئی ہے)۔۱ حضرت نافع ؒ کہتے ہیں کہ جب حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما کی عشاء کی نماز باجماعت فوت ہوجاتی تو پھر وہ باقی ساری رات عبادت کرتے رہتے۔۲ ایک روایت میں یہ ہے کہ جب حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما کی کوئی نماز باجماعت فوت ہوجاتی تو اگلی نماز تک مسلسل نماز پڑھتے رہتے۔۳

حضرت عنبسہ بن ازہر ؒ کہتے ہیں کہ بعض لوگوں کا دستور تھا کہ جب ان میں سے کسی کی شادی ہوتی تو وہ چند دن چھپا رہتا اور فجر کی نماز کے لئے باہر نہ آتا تو حضور ؐ کے صحبت یافتہ صحابی حضرت حارث بن حسان ؓ کی شادی ہوئی وہ فجر کی نماز کے لئے گھر سے باہر آئے تو کسی نے ان سے کہا کہ آج رات ہی تو آپ کی رخصتی ہوئی ہے اور آپ نماز باجماعت کے لئے گھر سے باہر آرہے ہیں؟ انھوں نے فرمایا اللہ کی قسم! جو عورت مجھے صبح کی نماز جماعت کے ساتھ پڑھنے سے روکے وہ بری عورت ہے۔۴

صفوں کو سیدھا کرنا اور ان کی ترتیب بنانا

حضرت براء بن عازب ؓ فرماتے ہیں کہ حضور ؐ صف کے کنارے تشریف لے جاتے اور لوگوں کے سینے اور کندھوں کو سیدھا کراتے اور فرماتے صفیں ٹیڑھی نہ بناؤ ورنہ تمہارے دل ٹیڑھے ہوجائیں گے۔ اللہ تعالیٰ پہلی صف والوں پر رحمت بھیجتے ہیں اور اس کے فرشتے ان کے لئے دعائے رحمت کرتے ہیں۔۵ حضرت براء ؓ فرماتے ہیں کہ حضور ؐ صف میں ایک کنارے سے دوسرے کنارے تک تشریف لے جاتے اور ہاتھ لگا کر ہمارے سینوں اور کندھوں کو سیدھا کرتے اور فرماتے صفیں ٹیڑھی نہ بناؤ۔ آگے پچھلی حدیث جیسا مضمون ذکر کیا۔۶

حضرت جابر بن سمرہ ؓ فرماتے ہیں کہ حضور ؐ ایک دن ہمارے پاس باہر تشریف لائے اور فرمایا کیا تم لوگ ایسے صفیں نہیں بناتے جیسے فرشتے اپنے رب کے پاس صفیں بناتے ہیں۔ ہم نے عرض کیا یارسول اللہ! فرشتے اپنے رب کے پاس صفیں کیسے بناتے ہیں؟ آپ ؐ نے فرمایا کہ وہ پہلی صفوں کو پورا کرتے ہیں (پھر دوسری صفیں بناتے ہیں) اور صفوں میں مل مل کر کھڑے ہوتے ہیں۔۷

حضرت جابر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ ایک دن ہم نے حضور ؐ کے ساتھ نماز پڑھی پھر آپ ؐ نے ہمیں اشارے سے بیٹھنے کو فرمایا تو ہم بیٹھ گئے پھر آپ ؐ نے فرمایا تم لوگ صفیں ایسے کیوں نہیں

۱۔ اخرجه البخاری ۲۔ اخرجه ابونعیم فی الحلیة (ج ۱ ص ۳۰۳) و اخرجه الطبرانی ایضا
۳۔ عند البیهقی کمافی الاصابة (ج ۲ ص ۳۴۹) ۴۔ اخرجه الطبرانی فی الکبیر کذافی مجمع الزوائد (ج ۲ ص ۴۱) ۵۔ اخرجه ابن خزیمه فی صحیحه کذافی الترغیب (ج ۱ ص ۲۸۲) ۶۔ عند ابی داؤد باسناد حسن ۷۔ اخرجه مسلم والاربعة الا الترمذی کذافی الترغیب (ج ۱ ص ۲۸۳)

بناتے جیسے فرشتے بناتے ہیں۔ آگے پچھلی حدیث جیسا مضمون ذکر کیا۔ ۱

حضرت نعمان بن بشیرؓ فرماتے ہیں کہ حضورؐ ہماری صفوں کو ایسا سیدھا کرتے تھے کہ گویا ان کے ذریعے تیر سیدھے کئے جائیں گے۔ کرتے کرتے آپ کو اندازہ ہوا کہ ہم صفیں سیدھا کرنے کی بات اچھی طرح سمجھ گئے ہیں (اور ہم خود ہی صفیں سیدھی بنانے لگ گئے ہیں تو آپؐ نے صفیں سیدھی کرانا چھوڑ دیں) پھر ایک دن آپؐ باہر تشریف لائے اور نماز پڑھانے کے لئے کھڑے ہو گئے اور آپ تکبیر کہنے ہی والے تھے کہ آپؐ نے دیکھا کہ ایک آدمی کا سینہ صف سے باہر نکلا ہوا ہے تو آپؐ نے فرمایا اے اللہ کے بندو اپنی صفیں سیدھی کرو ورنہ اللہ تعالیٰ تمہارے چہرے بدل دیں گے (یا تم میں آپس کی مخالفت پیدا کر دیں گے) ۲ ایک روایت میں یہ ہے کہ حضرت نعمانؓ فرماتے ہیں کہ اس کے بعد میں نے دیکھا کہ وہ آدمی اپنا کندھا اپنے ساتھی کے کندھے کے ساتھ اور اپنا گھٹنا اس کے گھٹنے کے ساتھ اور اپنا ٹخنہ اس کے ٹخنے کے ساتھ ملا رہا ہے۔ ۳

حضرت نافعؒ کہتے ہیں کہ حضرت عمرؓ صفیں سیدھی کرنے کا حکم دیتے (اور اس کے لئے کچھ آدمی بھیجتے جو صفیں سیدھی کراتے) جب وہ لوگ واپس آکر بتاتے کہ صفیں سیدھی ہو گئی ہیں تو پھر حضرت عمرؓ تکبیر کہتے۔ ۴ حضرت ابو عثمان نہدی رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں کہ حضرت عمرؓ صفیں سیدھی کرنے کا حکم دیتے اور فرماتے اے فلانے! آگے بڑھ جا، اے فلانے! ذرا آگے ہو جا اور غالباً یہ بھی فرماتے تھے کہ کچھ لوگ پیچھے ہٹتے رہیں گے، یہاں تک کہ اللہ تعالیٰ انہیں پیچھے کر دیں گے۔ ۵ حضرت ابو عثمان نہدیؒ کہتے ہیں کہ حضرت عمرؓ کو میں نے دیکھا کہ وہ جب نماز پڑھانے کیلئے آگے بڑھتے تو لوگوں کے کندھے اور پاؤں دیکھا کرتے۔ ۶

حضرت ابو نضرہؒ کہتے ہیں کہ جب نماز کھڑی ہونے لگتی تو حضرت عمر بن خطابؓ فرماتے سیدھے ہو جاؤ اے فلانے! آگے ہو جا اے فلانے! پیچھے ہو جا تم لوگ اپنی صفیں سیدھی کرو۔ اللہ تعالیٰ چاہتے ہیں کہ تم لوگ صفیں بنانے میں فرشتوں والا طریقہ اختیار کرو پھر یہ آیت پڑھتے وَإِنَّا لَنَحْنُ الصَّآفُّوْنَ وَإِنَّا لَنَحْنُ الْمُسَبِّحُوْنَ (سورت صافات آیت ۱۶۵۔۱۶۶) ترجمہ "اور (اللہ کے حضور میں حکم سننے کے وقت یا عبادت کے وقت) ہم صف بستہ کھڑے ہوتے ہیں اور ہم (اللہ کی) پاکی بیان کرنے میں بھی لگے رہتے ہیں۔" ۷

۱۔ عند ابی داؤد و ابن ماجه كمافي الكنز (ج ۴ ص ۲۵۵) ۲۔ اخرجه البخاري

۳۔ عند ابی داؤد ابن حبان في صحيحه كذافي الترغيب (ج ۱ ص ۲۸۹)

۴۔ اخرجه مالك وعبدالرزاق والبيهقي ۵۔ عند عبدالرزاق

۶۔ عند عبدالرزاق ايضا كذافي الكنز (ج ۴ ص ۲۵۴)

۷۔ اخرجه عبدبن حميد و ابن جرير و ابن ابی حاتم كذافي الكنز (ج ۴ ص ۲۵۵)

حضرت مالکؒ کہتے ہیں کہ میں حضرت عثمان بن عفانؓ کے ساتھ تھا اور ان سے بات کر رہا تھا کہ وہ میرے لئے کچھ وظیفہ مقرر کردیں کہ اتنے میں نماز کی اقامت ہوگئی۔ میں ان سے بات کرتا رہا اور وہ اپنی جوتیوں سے کنکریاں برابر کرتے رہے یہاں تک کہ وہ لوگ آگئے جن کے ذمہ حضرت عثمانؓ نے صفیں سیدھی کرنا لگایا ہوا تھا اور انھوں نے بتایا کہ صفیں سیدھی ہوگئیں تو حضرت عثمانؓ نے مجھ سے فرمایا تم بھی صف میں سیدھے کھڑے ہو جاؤ۔ اس کے بعد حضرت عثمانؓ نے تکبیر کہی۔ ۱

حضرت علیؓ فرماتے ہیں سیدھے ہو جاؤ تمہارے دل سیدھے ہو جائیں گے اور مل مل کر کھڑے ہو تو تم پر رحم کیا جائے گا۔ ۲

حضرت عبداللہ بن مسعودؓ فرماتے ہیں کہ ہم نے اپنا حال تو یہ دیکھا تھا کہ جب تک صفیں مکمل نہ ہو جاتیں نماز کھڑی نہ ہوتی۔ ۳

حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ ان لوگوں پر رحمت بھیجتے ہیں جو صفوں میں نماز کی پہلی صف کی طرف آگے بڑھتے ہیں اور اس کے فرشتے ان کے لئے دعائے رحمت کرتے ہیں۔ ۴

حضرت عبدالعزیز بن رفیعؒ کہتے ہیں حضرت ابن زبیرؓ کے زمانہ خلافت میں مکہ میں مقام ابراہیم کے پاس حضرت عامر بن مسعود قرشی رضی اللہ عنہ نے پہلی صف میں مجھ سے آگے بڑھنے کی کوشش کی تو میں نے ان سے پوچھا کیا یہ کہا جاتا تھا کہ پہلی صف میں خیر ہے؟ انھوں نے فرمایا ہاں اللہ کی قسم! حضورؐ نے فرمایا اگر لوگوں کو صف اول کے اجر و ثواب کا پتہ چل جائے تو قرعہ ہی سے وہ صف اول میں کھڑے ہو سکیں۔ ۵

حضرت ابن عباسؓ فرماتے ہیں تم لوگ پہلی صف کو لازم پکڑو اور پہلی صف میں بھی دائیں طرف کو لازم پکڑو اور ستونوں کے درمیان صف بنانے سے بچو (کیونکہ وہاں صف کی جگہ نہیں ہوتی) ۶

حضرت قیس بن عبادؒ کہتے ہیں میں ایک دفعہ مدینہ منورہ گیا۔ جب نماز کھڑی ہوئی تو میں آگے بڑھ کر پہلی صف میں کھڑا ہوگیا۔ پھر حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ باہر تشریف لائے اور

۱۔ اخرجه عبدالرزاق والبيهقي عن ابي سهيل بن مالك عن ابيه كذافي الكنز (ج ۴ ص ۲۵۵)
۲۔ اخرجه ابن ابي شيبه كذافي الكنز (ج ۴ ص ۲۵۵)
۳۔ اخرجه احمد قال الهيثمي (ج ۲ ص ۹۰) رجاله رجال الصحيح
۴۔ عند الطبراني وفيه رجل لم يسم كما قال الهيثمي (ج ۲ ص ۹۲) ۵۔ اخرجه الطبراني في الكبير قال الهيثمي (ج ۲ ص ۹۲) رجاله ثقات الا ان عامرا اختلف في صحبت
۶۔ اخرجه الطبراني في الاوسط والكبير قال الهيثمي (ج ۲ ص ۹۲) وفيه اسماعيل بن مسلم المكي و هو ضعيف

صفوں کو چیرتے ہوئے آگے بڑھے ان کے ساتھ ایک آدمی بھی آیا تھا جس کا رنگ گندمی اور داڑھی ہلکی تھی۔ اس نے لوگوں کے چہرے پر ایک نظر ڈالی اور جب اس نے مجھے دیکھا تو مجھے پیچھے ہٹا دیا اور میری جگہ خود کھڑا ہو گیا۔ یہ بات مجھ پر بہت گراں گزری۔ نماز سے فارغ ہو کر وہ میری طرف متوجہ ہوئے اور کہا تم میرے اس رویے کا برا نہ مناؤ اور اس کا غم نہ کرو کیا یہ بات تم پر گراں گزری ہے؟ میں نے حضور ﷺ کو یہ فرماتے ہوئے سنا ہے کہ پہلی صف میں صرف مہاجر اور انصار ہی کھڑے ہوں، میں نے پوچھا کہ یہ صاحب کون ہیں؟ لوگوں نے بتایا کہ یہ حضرت ابی بن کعب رضی اللہ عنہ ہیں۔ [1]

حضرت قیسؒ کہتے ہیں کہ ایک دن میں مدینہ منورہ کی مسجد نبویؐ میں اگلی صف میں نماز پڑھ رہا تھا کہ اتنے میں ایک آدمی میرے پیچھے سے آیا اور اس نے مجھے زور سے کھینچ کر پیچھے کر دیا اور خود میری جگہ کھڑا ہو گیا سلام پھیر کر وہ میری طرف متوجہ ہوئے تو وہ حضرت ابی بن کعبؓ تھے انھوں نے فرمایا اے نوجوان! اللہ تمہیں غمزدہ نہ کرے یہ حضورؐ کی طرف سے ہمیں حکم تھا پھر پچھلی حدیث جیسا مضمون ذکر کیا۔ [2]

امام کا اقامت کے بعد مسلمانوں کی ضروریات میں مشغول ہونا

حضرت اسامہ بن عمیرؓ فرماتے ہیں کہ بعض دفعہ نماز کھڑی ہو جاتی تھی اور کوئی آدمی حضورؐ سے اپنی ضرورت کی بات کرنے لگ جاتا اور حضورؐ کے اور قبلہ کے درمیان کھڑا ہو جاتا اور کھڑے ہو کر حضورؐ سے باتیں کرتا رہتا۔ میں بعض دفعہ دیکھتا کہ حضورؐ کے زیادہ دیر کھڑے رہنے کی وجہ سے کچھ لوگ اونگھنے لگتے۔ [3] حضرت انس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ بعض دفعہ عشاء کی نماز کھڑی ہو جاتی تو حضورؐ کسی آدمی کے ساتھ کھڑے ہو کر بات کرنے لگ جاتے (زیادہ دیر ہو جانے کی وجہ سے) بہت سے صحابہؓ سو جاتے پھر وہ نماز کیلئے اٹھتے۔ [4]

حضرت عروہؓ فرماتے ہیں کہ موذن جب اقامت کہہ دیتا اور لوگ چپ ہو جاتے تو اس کے بعد حضور ﷺ سے کوئی آدمی ضرورت کی بات کرنے لگتا۔ حضورؐ اس کی ضرورت پوری کرتے اور حضرت انس بن مالکؓ نے بتایا کہ حضورؐ کی ایک چھڑی تھی جس پر آپ ٹیک لگا لیا کرتے۔ [5]

حضرت انسؓ فرماتے ہیں حضور ﷺ بہت رحمدل تھے جو بھی آپؐ کے پاس آتا (اور سوال

۱۔ اخرجه الحاكم في المستدرك (ج ۳ ص ۳۰۳) قال الحاكم و وافقه الذهبي هذا حديث تفردبه الحاكم عن قتادة وهو صحيح الاسناد ۲۔ اخرجه ابو نعيم في الحيلة (ج ۱ ص ۲۵۲)
۳۔ اخرجه عبدالرزاق كذافي الكنز (ج ۴ ص ۲۳۴) واخرجه عبدالرزاق ايضا وابو الشيخ في الاذان عن انسؓ مثله كما في الكنز (ج ۴ ص ۲۷۳) ۴۔ عند ابن عساكر كذافي الكنز (۴ ص ۲۷۳) ۵۔ اخرجه ابو الشيخ في الاذان كذافي الكنز (ج ۴ ص ۲۷۳)

کرتا اور آپؐ کے پاس کچھ نہ ہوتا) تو اس سے آپؐ وعدہ کر لیتے (کہ جب کچھ آئے گا تو تمہیں ضرور دوں گا) اور اگر کچھ پاس ہوتا تو اسی وقت اسے دے دیتے۔ ایک مرتبہ نماز کی اقامت ہوگئی ایک دیہاتی نے آکر آپؐ کے کپڑے کو پکڑ لیا اور کہا کہ میری تھوڑی سی ضرورت باقی رہ گئی ہے اور مجھے ڈر ہے کہ میں اسے بھول جاؤں گا، چنانچہ حضورؐ اس کے ساتھ کھڑے ہوگئے۔ جب اس کی ضرورت سے فارغ ہوئے تو پھر آگے بڑھ کر نماز پڑھائی۔[1]

حضرت ابوعثمان نہدیؒ کہتے ہیں کہ بعض دفعہ نماز کھڑی ہو جاتی تھی پھر حضرت عمرؓ کے سامنے آکر کوئی آدمی ان سے بات شروع کر دیتا تو بعض دفعہ حضرت عمرؓ کے زیادہ کھڑے رہنے کی وجہ سے ہم میں سے کچھ آدمی بیٹھ جاتے۔[2]

حضرت موسیٰ بن طلحہؒ کہتے ہیں کہ حضرت عثمان بن عفانؓ منبر پر تھے اور موذن نماز کے لیئے اقامت کہہ رہا تھا اس وقت میں نے سنا کہ وہ لوگوں سے حالات اور چیزوں کے بھاؤ پوچھ رہے تھے۔[3] صفیں سیدھی کرنے کے عنوان میں یہ قصہ گزر چکا ہے کہ حضرت مالکؒ کہتے ہیں کہ میں حضرت عثمانؓ کے ساتھ تھا اور ان سے بات کر رہا تھا کہ اتنے میں نماز کھڑی ہوگئی۔

نبی کریم ﷺ اور صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے زمانہ میں امامت اور اقتداء

صلح حدیبیہ اور فتح مکہ کے بارے میں حضرت عکرمہؒ کی ایک لمبی حدیث ہے۔ اس میں یہ ہے کہ حضرت عباسؓ نے حضرت ابوسفیانؓ سے کہا اے ابوسفیان! مسلمان ہو جاؤ سلامتی پاؤ گے اس پر حضرت ابوسفیانؓ مسلمان ہوگئے پھر حضرت عباسؓ انہیں اپنی قیام گاہ پر لے گئے۔ جب صبح ہوئی تو لوگ وضو کے لیئے بھاگنے دوڑنے لگے۔ حضرت ابوسفیان نے یہ منظر دیکھ کر کہا اے ابو الفضل! ان لوگوں کو کیا ہوا؟ کیا انہیں کوئی حکم ملا ہے؟ حضرت عباسؓ نے کہا نہیں۔ یہ تو نماز کی تیاری کر رہے ہیں۔ حضرت عباسؓ نے انہیں حکم دیا تو انھوں نے بھی وضو کر لیا پھر حضرت عباسؓ انہیں حضور ﷺ کے پاس لے گئے۔ حضورؐ جب نماز شروع کرنے لگے تو آپؐ نے اللہ اکبر کہا۔ اس پر لوگوں نے بھی اللہ اکبر کہا۔ پھر حضورؐ رکوع میں گئے تو لوگ بھی رکوع میں چلے گئے پھر حضورؐ نے سر مبارک اٹھایا تو لوگوں نے بھی سر اٹھا لیا تو حضرت ابوسفیانؓ نے کہا کہ آج جیسا دن میں نے کبھی نہیں دیکھا کہ یہ مسلمان یہاں سے لے کر وہاں تک سارے حضورؐ کی جتنی اطاعت کر رہے ہیں

۱۔ اخرجه البخاری فی الادب المفرد (ص ۴۳) ۲۔ اخرجه ابو الربیع الزهر انی کذافی الکنز (ج ۴ص ۲۳۰) ۳۔ اخرجه ابن حبان کذافی الکنز (ج ۴ص ۲۳۴) واخرجه ابن سعد (ج ۳ص ۵۹) عن موسی نحوه

ان سے زیادہ اطاعت نہ تو شرفاء فارس میں دیکھی اور نہ صدیوں سے حکمرانی کرنے والے رومیوں میں۔ حضرت ابوسفیانؓ نے کہا اے ابوالفضل! تمہارا بھتیجا تو بڑے ملک والا ہو گیا تو حضرت عباسؓ نے ان سے کہا نہیں یہ ملک اور بادشاہت نہیں بلکہ نبوت ہے۔[۱]

حضرت میمونہؓ فتح مکہ کا غزوہ بیان کرتی ہیں تو اس میں یہ بھی فرماتی ہیں کہ حضور ﷺ کھڑے ہو کر وضو کرنے لگے تو صحابہؓ وضو کے پانی پر جھپٹنے لگے اور پانی لے کر اپنے چہروں پر ملنے لگے۔ حضرت ابوسفیانؓ نے کہا اے ابوالفضل! تمہارے بھتیجے کی بادشاہت تو بڑی ہو گئی۔ حضرت عباسؓ نے کہا نہیں یہ بادشاہت نہیں ہے بلکہ نبوت ہے۔ اسی وجہ سے ان لوگوں میں اتنا شوق ہے۔[۲]

حضرت عروہؓ بیان کرتے ہیں کہ یہ رات حضرت ابوسفیانؓ نے حضرت عباسؓ کے پاس گزاری۔ صبح کو حضرت ابوسفیانؓ نے دیکھا کہ لوگ نماز کی تیاری کر رہے ہیں استنجاء اور طہارت کے لیئے کھڑے ادھر ادھر آ جا رہے ہیں تو وہ ڈر گئے (کہ مسلمان شاید حملہ کرنے لگے ہیں) اور انھوں نے حضرت عباسؓ سے پوچھا ان لوگوں کو کیا ہوا؟ حضرت عباسؓ نے کہا ان لوگوں نے اذان سن لی ہے، اس لیئے نماز کی تیاری کے لیئے یہ لوگ ادھر ادھر آ جا رہے ہیں پھر جب نماز ہوئی اور حضرت ابوسفیانؓ نے دیکھا کہ حضورؐ کے رکوع کرنے پر تمام صحابہؓ رکوع میں چلے گئے اور حضورؐ کے سجدہ کرنے پر سب نے سجدہ کیا تو انہوں نے کہا اے عباس! حضورؐ انھیں جس بات کا حکم دیتے ہیں یہ اسے فوراً کرتے ہیں۔ حضرت عباسؓ نے کہا جی ہاں۔ اللہ کی قسم! اگر حضورؐ انھیں کھانا پینا چھوڑنے کا حکم دے دیں تو یہ اسے بھی پورا کر دیں گے۔[۳] نبی کریم ﷺ کے نماز کے شوق کے باب میں حضرت عائشہؓ کی حدیث گزر چکی ہے۔ اس میں یہ ہے کہ اس کے بعد حضورؐ نے حضرت ابوبکرؓ کے پاس یہ پیغام بھیجا کہ وہ لوگوں کو نماز پڑھائیں۔ حضرت ابوبکرؓ بہت نرم دل آدمی تھے۔ اس لئے انھوں نے کہا اے عمر آپ لوگوں کو نماز پڑھائیں۔ حضرت عمرؓ نے کہا نہیں، اس کے آپ زیادہ حقدار ہیں، چنانچہ ان دنوں حضرت ابوبکرؓ نے لوگوں کو نماز پڑھائی۔ بخاری میں حضرت عائشہؓ کی حدیث میں یہ ہے کہ حضور ﷺ نے فرمایا ابوبکرؓ سے کہو کہ وہ لوگوں کو نماز پڑھائیں کسی نے حضورؐ کی خدمت میں عرض کیا کہ ابوبکرؓ تو بہت رقیق القلب ہیں جلد رو پڑتے ہیں۔ جب آپ کی جگہ کھڑے ہوں گے تو لوگوں کو نماز نہیں پڑھا سکیں گے۔ اس نے دوبارہ وہی بات کہی تو حضورؐ نے دوبارہ یہی جواب دیا بلکہ تیسری بار بھی یہی جواب دیا اور فرمایا تم تو حضرت یوسفؑ کی ساتھن (زلیخا) کی طرح ہو (کہ اندر سے کچھ اور اوپر سے کچھ۔ اوپر سے کہہ رہی ہو کہ ابوبکر روتے بہت

۱۔ اخرجه ابن ابی شیبة کذافی الکنز (ج ۵ ص ۳۰۰)

۲۔ عند الطبرانی فی الصغیر والکبیر قال الهیثمی (ج ۶ ص ۱۶۴) وفیه یحیی بن سلیمان بن نضلة وهو ضعیف.

۳۔ ذکره ابن کثیر فی البدایة (ج ۴ ص ۲۹۱)

ہیں اور اندر دل میں یہ ہے کہ حضور کی جگہ کھڑے ہونے سے لوگ بدفالی لیں گے جیسے کہ زلیخا نے اوپر سے تو عورتوں کا اکرام کیا اور اندر سے مقصود انہیں حضرت یوسفؑ کو دکھانا تھا) ابوبکرؓ سے کہو کہ وہ لوگوں کو نماز پڑھائیں۔

حضرت عبداللہ بن زمعہؓ فرماتے ہیں کہ حضورﷺ کی بیماری بڑھ چکی تھی میں آپؐ کے پاس بیٹھا ہوا تھا اور مسلمان بھی تھے حضرت بلالؓ نے حضورؐ کو نماز کی اطلاع دی۔ حضورؐ نے فرمایا کسی سے کہو کہ وہ لوگوں کو نماز پڑھادے، چنانچہ میں وہاں سے باہر گیا تو دیکھا کہ لوگوں میں حضرت عمرؓ تو ہیں اور حضرت ابوبکرؓ نہیں ہیں، میں نے کہا اے عمر! آپ کھڑے ہوں اور لوگوں کو نماز پڑھائیں۔ چنانچہ حضرت عمرؓ کھڑے ہوگئے۔ حضرت عمرؓ کی آواز اونچی تھی جب انھوں نے اللہ اکبر کہا تو حضورؐ نے ان کی آواز سن کر فرمایا ابوبکر کہاں ہیں؟ اللہ اور مسلمان اس کا انکار کررہے ہیں، اللہ اور مسلمان اس کا انکار کررہے ہیں۔ حضورؐ نے حضرت ابوبکرؓ کے پاس آدمی بھیج کر بلایا۔ حضرت عمرؓ نے یہ نماز پڑھائی اس کے بعد حضرت ابوبکرؓ آئے اور پھر انھوں نے لوگوں کو نماز پڑھانی شروع کی۔ حضرت عبداللہ بن زمعہؓ فرماتے ہیں کہ حضرت عمرؓ نے مجھ سے کہا تیرا بھلا ہو! اے ابن زمعہ! تم نے یہ کیا کیا؟ اللہ کی قسم! جب تم نے مجھے نماز پڑھانے کو کہا تو میں یہی سمجھا کہ حضورﷺ نے مجھے اس کا حکم دیا ہے۔ اگر یہ بات نہ ہوتی تو میں کبھی نماز نہ پڑھاتا۔ میں نے کہا اللہ کی قسم! حضورؐ نے مجھے اس کا حکم نہیں دیا لیکن جب مجھے حضرت ابوبکرؓ نظر نہ آئے تو حاضرین میں آپ ہی مجھے نماز پڑھانے کے سب سے زیادہ حقدار نظر آئے۔[1] دوسری روایت میں یہ ہے کہ جب نبی کریمﷺ نے حضرت عمرؓ کی آواز سنی تو حضورؐ نے حجرہ سے سر مبارک باہر نکال کر فرمایا نہیں نہیں لوگوں کو صرف (ابوبکر) ابن ابی قحافہ ہی نماز پڑھائیں۔ یہ بات آپؐ نے بہت غصہ میں فرمائی۔[2] حضرات صحابہ کرامؓ کا امر خلافت میں حضرت ابوبکرؓ کو مقدم سمجھنے کے باب میں یہ گزر چکا ہے کہ حضرت ابوعبیدہؓ نے فرمایا میں اس آدمی سے آگے نہیں بڑھ سکتا جسے حضورؐ نے (نماز میں) ہمارا امام بننے کا حکم دیا ہو اور انھوں نے حضورؐ کے انتقال تک ہماری امامت کی ہو اور حضرت علی اور حضرت زبیرؓ نے فرمایا ہم اچھی طرح سے سمجھتے ہیں کہ حضورؐ کے بعد لوگوں میں خلافت کے سب سے زیادہ حقدار حضرت ابوبکرؓ ہیں۔ یہ حضورؐ کے غار کے ساتھی ہیں اور (قرآن کے الفاظ کے مطابق) ثانی اثنین دو میں سے دوسرے ہیں۔ ہم ان کی شرافت اور بزرگی کو خوب پہچانتے ہیں اور حضورؐ نے اپنی زندگی میں انھیں لوگوں کو نماز پڑھانے کا حکم دیا تھا۔

۱۔ اخرجہ احمد وھکذا رواہ ابو داؤد کما فی البدایۃ (ج ۵ ص ۲۳۲) وھکذا اخرجہ الحاکم (ج ۳ ص ۶۴۱) وقال ھذا حدیث صحیح علی شرط مسلم ولم یخرجاہ

۲۔ عند ابی داؤد کما فی البدایۃ (ج ۵ ص ۲۳۲)

حضرت ابن مسعودؓ فرماتے ہیں جب حضور ﷺ کا انتقال ہو گیا تو انصار نے کہا ایک امیر ہم میں سے ہو اور ایک امیر تم مہاجرین میں سے ہو۔ حضرت عمرؓ انصار کے پاس گئے اور ان سے کہا کیا آپ لوگوں کو معلوم نہیں ہے کہ حضور ﷺ نے حضرت ابو بکرؓ کو حکم دیا تھا کہ وہ لوگوں کو نماز پڑھائیں؟ لہٰذا تم میں سے کس کا دل اس بات سے خوش ہو سکتا ہے کہ وہ آگے ہو کر حضرت ابو بکرؓ کا امام بنے؟ تمام انصار نے کہا ہم حضرت ابو بکرؓ سے آگے بڑھ کر امام بننے سے اللہ کی پناہ چاہتے ہیں۔[۱] حضرت علیؓ فرماتے ہیں کہ حضور ﷺ نے حضرت ابو بکرؓ کو حکم دیا تھا کہ وہ لوگوں کو نماز پڑھائیں اور میں وہاں موجود تھا، غائب نہیں تھا اور بیمار بھی نہیں تھا، چنانچہ حضورؐ نے جس آدمی کو ہمارے دین یعنی نماز کی امامت کے لیئے پسند فرمایا اسی کو ہم نے اپنی دنیا کے لیئے بھی پسند کر لیا۔[۲]

حضرت ابو لیلیٰ کندیؒ کہتے ہیں کہ حضرت سلمانؓ بارہ تیرہ سواروں کے ساتھ آئے۔ یہ تمام سوار حضرت محمد ﷺ کے صحابہؓ میں سے تھے جب نماز کا وقت آیا تو لوگوں نے کہا اے ابو عبداللہ! (نماز پڑھانے کے لیئے) آگے بڑھیں۔ حضرت سلمانؓ نے فرمایا ہم آپ لوگوں کے امام نہیں بنتے اور آپ لوگوں کی عورتوں سے نکاح نہیں کرتے کیونکہ اللہ تعالیٰ نے ہمیں آپ کے ذریعہ ہدایت عطا فرمائی ہے چنانچہ ان لوگوں میں سے ایک آدمی آگے بڑھا اور اس نے چار رکعت نماز پڑھائی۔ جب اس نے سلام پھیرا تو حضرت سلمانؓ نے فرمایا ہمیں چار رکعت کی ضرورت نہیں تھی ہمیں چار کی آدھی یعنی دو رکعت نماز کافی تھی۔ ہم تو سفر میں ہیں، اس لیئے ہمیں رخصت پر عمل کرنے کی زیادہ ضرورت ہے۔[۳]

حضرت ابو قتادہؓ فرماتے ہیں کہ حضرت اسیدؓ کے بیٹوں کے غلام حضرت ابو سعیدؒ نے کھانا تیار کیا پھر انھوں نے حضرت ابوذر، حضرت حذیفہ اور حضرت ابن مسعودؓ کو کھانے کے لیئے بلایا یہ حضرات تشریف لے آئے اتنے میں نماز کا وقت ہو گیا تو حضرت ابوذرؓ نماز پڑھانے کے لیئے آگے بڑھے تو ان سے حضرت حذیفہؓ نے کہا گھر کا مالک آپ کے پیچھے کھڑا ہے وہ امامت کا زیادہ حقدار ہے۔ حضرت ابوذرؓ نے کہا اے ابن مسعود! کیا یہ بات اسی طرح ہے؟ انھوں نے کہا جی ہاں۔ اس پر حضرت ابوذرؓ پیچھے آ گئے۔ حضرت ابو سعیدؒ کہتے ہیں کہ حالانکہ میں غلام تھا لیکن انھوں نے مجھے آگے کیا آخر میں نے ان سب کی امامت کرائی۔[۴] حضرت نافعؒ کہتے ہیں کہ مدینہ کے ایک کنارے میں حضرت عبداللہ بن عمرؓ کی زمین تھی وہاں ایک مسجد میں نماز کھڑی ہونے لگی۔ مسجد کے امام ایک غلام تھے۔ حضرت ابن عمرؓ نماز میں شریک ہونے کے لیئے اس مسجد میں داخل ہوئے

۱؎ اخرجه النسائی کذافی جمع الفوائد (ج ۲ ص ۲۰۲) ۲؎ کذاذکر فی منتخب الکنز (ج ۴ ص ۳۵۴) ۳؎ اخرجه ابو نعیم فی الحلیة (ج ۱ ص ۱۸۹) واخرجه الطبرانی فی الکبیر وابو لیلی ضعفه ابن معین کما قال الهیثمی (ج ۲ ص ۱۵۶) ۴؎ اخرجه عبدالرزاق

تو اس غلام نے ان سے کہا آپ آگے تشریف لے چلیں اور نماز پڑھائیں۔ حضرت ابن عمرؓ نے فرمایا تم اپنی مسجد میں نماز پڑھانے کے زیادہ حقدار ہو، چنانچہ اس غلام نے نماز پڑھائی۔[1]

حضرت عبداللہ بن حنظلہؓ فرماتے ہیں کہ ہم لوگ حضرت قیس بن سعد ابن عبادہؓ کے گھر میں تھے ہمارے ساتھ نبی کریم ﷺ کے چند صحابہؓ بھی تھے ہم نے حضرت قیسؓ سے کہا آپ (نماز پڑھانے کے لیئے) آگے بڑھیں انھوں نے کہا میں ایسا کرنے کے لیئے تیار نہیں ہوں۔ میں نے کہا حضورؐ نے فرمایا ہے آدمی اپنے بستر کے اگلے حصہ کا۔ اپنی سواری کا اگلے حصے کا، اور اپنے گھر میں امام بننے کا زیادہ حقدار ہے، چنانچہ انھوں نے اپنے ایک غلام کو حکم دیا، اس نے آگے بڑھ کر نماز پڑھائی۔[2]

حضرت علقمہؒ کہتے ہیں کہ حضرت عبداللہ بن مسعودؓ حضرت ابوموسی اشعریؓ کو ملنے ان کے گھر گئے وہاں نماز کا وقت آ گیا حضرت ابوموسیؓ نے کہا اے ابوعبدالرحمٰن! آپ (نماز پڑھانے کے لیئے) آگے بڑھیں کیونکہ آپ کی عمر بھی زیادہ ہے اور علم بھی۔ حضرت ابن مسعودؓ نے کہا نہیں آپ آگے بڑھیں کیونکہ ہم آپ کے پاس آپ کے گھر میں اور آپ کی مسجد میں آئے ہیں، اس لیئے آپ زیادہ حقدار ہیں؛ چنانچہ حضرت ابوموسیؓ آگے بڑھے اور انھوں نے اپنی جوتی اتاری اور نماز پڑھائی۔ جب انھوں نے سلام پھیرا تو حضرت ابن مسعودؓ نے ان سے فرمایا کہ آپ نے جوتے کیوں اتارے؟ کیا آپ (حضرت موسیٰ علیہ السلام کی طرح) مقدس وادی میں ہیں؟[3] اور طبرانی کی ایک روایت میں یہ ہے کہ حضرت عبداللہؓ نے ان سے کہا اے ابوموسیٰ! آپ جانتے ہی ہیں کہ یہ بات سنت میں سے ہے کہ گھر والا (نماز پڑھانے کے لیئے) آگے بڑھے لیکن حضرت ابو موسیٰؓ نے آگے بڑھنے سے انکار کر دیا اور ان دونوں حضرات میں سے کسی ایک کے غلام نے آگے بڑھ کر نماز پڑھائی۔

حضرت قیس بن زہیرؒ فرماتے ہیں میں حضرت حنظلہ بن ربیعؓ کے ساتھ حضرت فرات بن حیانؓ کی مسجد میں گیا وہاں نماز کا وقت آ گیا۔ حضرت فراتؓ نے حضرت حنظلہؓ سے کہا آپ (نماز پڑھانے کے لیئے) آگے بڑھیں۔ حضرت حنظلہؓ نے کہا میں آپ کے آگے کھڑا نہیں ہو سکتا کیونکہ آپ عمر میں مجھ سے بڑے ہیں اور آپ نے ہجرت بھی مجھ سے پہلے کی تھی اور پھر مسجد بھی آپ کی اپنی ہے۔ حضرت فراتؓ نے کہا میں نے حضور ﷺ کو آپ کے بارے میں ایک بات

ا۔ عند عبدالرزاق ایضا کذافی الکنز (ج ۴ ص ۲۴۶) ۲۔ اخرجه البزار واخرجه الطبرانی فی الاوسط والکبیر قال الهیثمی (ج ۲ ص ۶۵) وفیه اسحق بن یحی بن طلحة ضعفه احمد وابن معین والبخاری ووثقه یعقوب بن شیبة وابن حبان ۳۔ اخرجه احمد قال الهیثمی (ج ۲ ص ۶۶) ورواه احمد وفیه رجل لم یسم ورواه الطبرانی متصلا برجال ثقات . انتهی واخرجه الطبرانی عن ابراهیم مختصر اورجاله رجال الصحیح کما قال الهیثمی

فرماتے ہوئے سنا تھا (اس کے سننے کے بعد) میں کبھی آپ کے آگے نہیں ہوں گا۔ حضرت حنظلہؓ نے کہا غزوہ طائف میں جس دن میں حضور ﷺ کی خدمت میں گیا تھا اور آپؐ نے مجھے جاسوس بنا کر بھیجا تھا کیا آپ اس دن وہاں موجود تھے؟ حضرت فرات نے کہا جی ہاں۔ پھر حضرت حنظلہؓ آگے بڑھے اور لوگوں کو نماز پڑھائی اس کے بعد حضرت فراتؓ نے کہا اے قبیلہ بنو عجل والو! میں نے ان کو (امامت کے لیئے) اس لیئے آگے بڑھایا کیونکہ حضورؐ نے غزوہ طائف کے دن ان کو جاسوس بنا کر طائف بھیجا تھا۔ واپس آ کر انھوں نے حضور کو حالات بتائے تھے۔ حضورؐ نے فرمایا تھا کہ تم سچ کہتے ہو اب اپنے پڑاؤ پر واپس چلے جاؤ کیونکہ آج رات تم جاگتے رہے ہو۔ جب حضرت حنظلہؓ وہاں سے چلے تو حضورؐ نے ہم سے فرمایا ان کی اور ان جیسے لوگوں کی اقتداء کیا کرو۔[1]

حضرت عبدالرحمٰن بن ابی لیلیٰؒ فرماتے ہیں میں حضرت عمر بن خطابؓ کے ساتھ مکہ مکرمہ گیا تو امیر مکہ حضرت نافع بن علقمہؓ نے باہر آ کر ہمارا استقبال کیا۔ حضرت عمرؓ نے پوچھا کہ آپ اپنے پیچھے مکہ والوں کا امیر کس کو بنا کر آئے ہیں؟ حضرت نافعؓ نے کہا حضرت عبدالرحمٰن بن ابزیؓ کو۔ حضرت عمرؓ نے کہا آپ نے تو مکہ میں ایک غلام کو ایسے لوگوں کا امیر بنا دیا ہے جو قریش میں سے ہیں اور حضور ﷺ کے صحابی ہیں۔ حضرت نافعؓ نے کہا جی ہاں میں نے حضرت عبدالرحمٰنؓ کو سب سے زیادہ اور سب سے اچھا قرآن پڑھنے والا پایا اور مکہ ایسی سرزمین ہے جہاں ساری دنیا کے لوگ آتے ہیں تو میں نے چاہا کہ لوگ (نماز میں) ایسے آدمی سے قرآن سنیں جو اچھا قرآن پڑھتا ہے۔ حضرت عمرؓ نے فرمایا تم نے بہت اچھا کیا واقعی عبدالرحمٰن بن ابزیؓ ان لوگوں میں سے ہیں جن کو اللہ تعالیٰ قرآن کی وجہ سے بلند کرتے ہیں۔[2]

حضرت عبید بن عمیرؒ فرماتے ہیں حج کے موسم میں مکہ کے پاس ایک چشمہ پر ایک جماعت جمع ہو گئی جب نماز کا وقت آیا تو ابو السائب کے خاندان کا ایک آدمی نماز پڑھانے کے لیئے آگے بڑھا۔ اس کی زبان فصیح اور صاف نہیں تھی تو حضرت مسور بن مخرمہؓ نے اسے پیچھے کر دیا اور دوسرے آدمی کو آگے کر دیا۔ یہ بات حضرت عمر بن خطابؓ تک پہنچ گئی۔ وہاں تو حضرت عمرؓ نے انھیں کچھ نہ کہا جب مدینہ منورہ پہنچے تو حضرت عمرؓ نے حضرت مسورؓ سے باز پرس کی۔ حضرت مسورؓ نے کہا اے امیر المومنین! آپ ذرا مجھے مہلت دیں۔ بات یہ ہے کہ اس کی زبان فصیح اور صاف نہیں تھی اور موسم حج کا تھا تو مجھے یہ خطرہ ہوا کہ حجاج کرام اس کی قرات سن کر اسے ہی اختیار کر لیں گے۔ حضرت عمرؓ نے فرمایا پھر تم نے ٹھیک کیا۔[3]

۱؎ اخرجه الطبرانی فی الکبیر قال الهیثمی (ج ۲ ص ۶۵) رواه الطبرانی فی الکبیر و رجاله موثقون اه ورواه ایضا ابو یعلی والبغوی وابن عساکر عن قیس نحوه کما فی الکنز (۷ ص ۲۸) ۲؎ اخرجه ابو یعلی فی مسنده کذا فی منتخب الکنز (ج ۵ ص ۲۱۶) ۳؎ اخرجه عبدالرزاق والبیهقی کذا فی الکنز (ج ۴ ص ۲۴۶)

حضرت طلحہ بن عبید اللہؓ نے کچھ لوگوں کو نماز پڑھائی اور نماز کے بعد ان سے کہا میں امامت کے لیئے آگے بڑھنے سے پہلے آپ سے پوچھنا بھول گیا کیا آپ میرے نماز پڑھانے پر راضی ہیں؟ ان لوگوں نے کہا جی ہاں اور اے حضور ﷺ کے خاص صحابی! آپ کے نماز پڑھانے کو کون نا پسند کر سکتا ہے؟ حضرت طلحہؓ نے فرمایا میں نے حضور کو یہ فرماتے ہوئے سنا کہ جو لوگوں کو نماز پڑھائے اور لوگ اس کے نماز پڑھانے پر راضی نہ ہوں تو اس کی نماز کانوں سے بھی اوپر نہیں جاتی یعنی اللہ تعالیٰ اسے قبول نہیں فرماتے۔[1]

حضرت انس بن مالکؓ بعض دفعہ حضرت عمر بن عبد العزیزؒ کے پیچھے نماز نہ پڑھا کرتے تھے (کیونکہ شروع میں یہ بھی بنو امیہ کے خلفاء کی طرح بعض دفعہ نماز کو اتنی دیر سے پڑھتے تھے کہ نماز کا وقت ختم ہو جاتا تھا بعد میں جب یہ خود خلیفہ بنے تھے تو پھر صحیح وقت پر پڑھنے لگ گئے تھے) تو حضرت عمرؒ نے ان سے پوچھا کہ آپ ایسا کیوں کرتے ہیں؟ حضرت انسؓ نے فرمایا میں نے حضور ﷺ کو نماز پڑھتے ہوئے دیکھا ہے جب تم ان جیسی نماز پڑھتے ہو تو میں تمہارے ساتھ نماز پڑھتا ہوں اور جب تم ان جیسی نماز نہیں پڑھتے ہو تو میں اپنی نماز پڑھ کر گھر چلا جاتا ہوں۔[2]

حضرت ابو ایوبؓ بعض دفعہ مروان بن حکم کے ساتھ نماز نہیں پڑھتے تھے تو ان سے مروان نے پوچھا کہ آپ ایسا کیوں کرتے ہیں؟ حضرت ابو ایوبؓ نے فرمایا میں نے نبی کریم ﷺ کو نماز پڑھتے ہوئے دیکھا ہے اگر تم ان جیسی نماز پڑھتے ہو تو میں تمہارے ساتھ پڑھتا ہوں اور اگر تم ان جیسی نہیں پڑھتے ہو تو میں اپنی نماز پڑھ کر گھر چلا جاتا ہوں۔[3]

حضرت ابو خالد بجلیؒ کہتے ہیں کہ میں نے حضرت ابو ہریرہؓ سے پوچھا کیا حضور ﷺ آپ لوگوں کو اسی طرح نماز پڑھایا کرتے تھے؟ حضرت ابو ہریرہؓ نے فرمایا کیا تمہیں میری نماز میں کوئی اشکال ہے؟ میں نے کہا میں اسی کے بارے میں پوچھنا چاہتا ہوں حضرت ابو ہریرہؓ نے کہا ہاں حضور مختصر نماز پڑھاتے تھے اور حضور کا قیام اتنی دیر ہوتا تھا جتنی دیر میں موذن مینار سے اتر کر صف میں پہنچ جائے۔[4] ایک روایت میں یہ ہے کہ حضرت ابو خالدؒ کہتے ہیں میں نے حضرت ابو ہریرہؓ کو مختصر نماز پڑھاتے ہوئے دیکھا۔

حضرت انس بن مالکؓ فرماتے ہیں ہم لوگ حضور ﷺ کے ساتھ (اتنی مختصر) نماز پڑھا

۱۔ اخرجه الطبرانی قال الهیثمی (ج ۲ ص ۶۸) رواه الطبرانی فی الکبیر من روایة سلیمان بن ایوب الطلحی قال فیه ابو زرعة عامة احادیثه لا یتابع علیها وقال صاحب المیزان صاحب مناکیر وقد وثق ۲۔ اخرجه احمد قال الهیثمی (۲ ص ۶۸) رواه احمد ورجاله ثقات

۳۔ اخرجه الطبرانی قال الهیثمی (ج ۲ ص ۶۸) رواه الطبرانی فی الکبیر ورجاله ثقات

۴۔ اخرجه احمد قال الهیثمی (ج ۲ ص ۷۱) رواه احمد وله فی روایة رایت ابا هریرة صلی صلاة تجوز فیها رواه احمد وروی ابو یعلی الاول ورجالهما ثقات

کرتے تھے کہ آج تم میں سے کوئی اتنی مختصر نماز پڑھادے تو تم اسے بہت بڑا عیب سمجھو۔[1]

حضرت عدی بن حاتمؓ ایک مجلس میں تشریف لے گئے اتنے میں نماز کھڑی ہوگئی ان لوگوں کے امام نے آگے بڑھ کر نماز پڑھائی۔ وہ امام صاحب نماز میں کافی دیر بیٹھے رہے وہ جب نماز سے فارغ ہوئے تو حضرت عدیؓ نے فرمایا تم میں سے جو ہمارا امام بنے اسے چاہئے کہ وہ رکوع سجدہ تو پورا کرے (لیکن قیام اور قعدہ کو لمبا نہ کرے) کیونکہ اس کے پیچھے چھوٹے، بڑے، بیمار، مسافر اور ضرورت مند ہر طرح کے لوگ ہوتے ہیں۔ اس کے بعد جب اگلی نماز کا وقت آیا تو حضرت عدیؓ نے آگے بڑھ کر نماز پڑھائی رکوع سجدہ پورا کیا اور باقی نماز یعنی (قیام اور قعدہ) کو مختصر کیا اور نماز سے فارغ ہو کر فرمایا ہم لوگ حضور ﷺ کے پیچھے اسی طرح نماز پڑھا کرتے تھے۔[2]

حضور ﷺ اور آپؐ کے صحابہ کرامؓ کا نماز میں رونا

حضرت عائشہؓ فرماتی ہیں کہ حضور ﷺ رات گزارا کرتے تھے پھر حضرت بلالؓ اذان دے کر حضور کو بلایا کرتے پھر حضور کھڑے ہو کر غسل کرتے اب بھی مجھے حضورؐ کے رخسار اور بالوں پر پانی گرتا ہوا نظر آرہا ہے۔ پھر حضورؐ باہر تشریف لے جاتے اور نماز پڑھاتے۔ میں حضورؐ کے رونے کی آواز سنا کرتی۔ آگے اور حدیث بھی ذکر کی۔[3]

حضرت عبید بن عمیرؒ فرماتے ہیں کہ میں نے حضرت عائشہؓ سے پوچھا کہ آپ نے حضور ﷺ کی سب سے زیادہ عجیب بات جو دیکھی ہو وہ ہمیں بتادیں۔ پہلے تو وہ خاموش ہوگئیں پھر فرمایا ایک رات حضورؐ نے فرمایا اے عائشہ! مجھے چھوڑو، آج رات میں اپنے رب کی عبادت کروں۔ میں نے عرض کیا اللہ کی قسم! مجھے آپ کا قرب بھی پسند ہے اور جس کام سے آپ کو خوشی ہو وہ بھی پسند ہے۔ چنانچہ حضورؐ اٹھے اور وضو کیا پھر کھڑے ہو کر نماز پڑھنے لگے اور نماز میں روتے رہے اور اتنا روئے کہ آپؐ کی گود گیلی ہوگئی اور بیٹھ کر اتنا روئے کہ آپؐ کی داڑھی آنسوؤں سے تر ہوگئی پھر (سجدہ میں) اتنا روئے کہ زمین تر ہوگئی پھر حضرت بلالؓ حضورؐ کو نماز کی اطلاع دینے آئے جب انہوں نے حضور کو روتے ہوئے دیکھا تو عرض کیا یا رسول اللہ! آپ رو رہے ہیں، حالانکہ اللہ تعالیٰ نے آپ کے اگلے پچھلے تمام گناہ معاف کر دیئے ہیں۔ حضورؐ نے فرمایا تو کیا میں شکر گزار بندہ نہ بنوں؟ آج رات مجھ پر ایسی آیت نازل ہوئی ہے کہ جو آدمی اسے پڑھے اور اس میں غور و فکر نہ کرے اس کے لیئے ہلاکت ہے وہ آیت یہ ہے اِنَّ فِیْ خَلْقِ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ سے لے کر

---

[1] اخرجه احمد قال الهيثمي (ج ۲ ص ۷۱) رواه احمد ورجاله ثقات [2] اخرجه الطبراني قال الهيثمي (ج ۲ ص ۷۳) رواه الطبراني في الكبير بطوله وهو عند الامام احمد باختصار ورجال الحديثين ثقات انتهى [3] اخرجه ابو يعلى قال الهيثمي (ج ۲ ص ۸۹) رجاله رجال الصحيح

آخر تک (سورت آل عمران آیت ١٩٠) ترجمہ "بلاشبہ آسمانوں کے اور زمین کے بنانے میں اور یکے بعد دیگرے رات اور دن کے آنے جانے میں دلائل ہیں اہل عقل کے لیے"۔ ١

حضرت مطرفؒ کے والدؓ بیان کرتے ہیں کہ میں نے حضور ﷺ کو نماز پڑھتے ہوئے دیکھا اور آپؐ کے سینے سے رونے کی ایسی آواز آرہی تھی جیسے چکی کے چلنے کی ہوتی ہے۔ ٢ نسائی کی روایت میں یہ ہے کہ سینے سے رونے کی ایسی آواز آرہی تھی جیسے ہنڈیا پکنے کی ہوتی ہے۔ ٣

حضرت عبداللہ بن شداد بن الہاد رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں کہ میں صبح کی نماز میں آخری صف میں تھا میں نے حضرت عمرؓ کے رونے کی آواز سنی وہ سورت یوسف پڑھ رہے تھے۔ پڑھتے پڑھتے اس آیت تک پہنچے اِنَّمَآ اَشْكُوْا بَثِّىْ وَحُزْنِىْٓ اِلَى اللّٰهِ (سورت یوسف آیت ٨٦) ترجمہ "میں تو اپنے رنج وغم کی صرف اللہ سے شکایت کرتا ہوں" ٤ حضرت ابن عمرؓ فرماتے ہیں میں نے حضرت عمرؓ کے پیچھے نماز پڑھی تو میں نے تین صف پیچھے سے ان کے رونے کی آواز سنی ٥

نماز میں خشوع خضوع

حضرت سہل بن سعدؓ فرماتے ہیں کہ حضرت ابوبکرؓ نماز میں ادھر ادھر متوجہ نہیں ہوا کرتے تھے۔ ٦

حضرت مجاہدؒ کہتے ہیں حضرت عبداللہ بن زبیرؓ نماز میں اس طرح کھڑے ہوتے جیسے کہ وہ لکڑی ہوں اور حضرت ابوبکرؓ بھی ایسے ہی کیا کرتے تھے۔ ٧

حضرت مجاہدؒ کہتے ہیں یہ ہے نماز میں خشوع ۔ حضرت مجاہدؒ کہتے ہیں کہ حضرت عبداللہ بن زبیرؓ جب نماز میں کھڑے ہوتے تو ایسا معلوم ہوتا کہ جیسے وہ کوئی لکڑی ہوں (بالکل حرکت نہ کرتے) اور یہ کہا جاتا تھا کہ یہ بات نماز کے خشوع میں سے ہے۔ ٨

حضرت ابن منکدرؒ کہتے ہیں اگر تم حضرت ابن زبیرؓ کو نماز پڑھتے ہوئے دیکھ لو تو تم کہو گے یہ کسی درخت کی ٹہنی ہے جسے ہوا ہلا رہی ہے اور منجنیق کے پتھر ادھر ادھر گرا کرتے تھے لیکن وہ نماز میں ان پتھروں کی بالکل پرواہ نہ کرتے۔ ٩

١۔ اخرجه ابن حبان فی صحیحه كذافی الترغیب (ج٣ص ٣٢) ٢۔ اخرجه ابو داؤد
٣۔ كذافی الترغیب (ج ١ ص ٢١٥) واخرجه ایضا الترمذی فی الشمائل قال الحافظ (ج ٢ ص ١٤١) واسناده قوی وصححه ابن خزیمة وابن حبان والحاكم ٤۔ اخرجه عبدالرزاق وسعید بن منصور وابن ابی شیبة وابن سعد والبیهقی كذافی منتخب الكنز (ج٣ص ٣٨٧) ٥۔ عند ابی نعیم فی الحلیة (ج ١ ص ٥٢) ٦۔ اخرجه احمد فی الزهد كذافی منتخب الكنز (٣ص ٣٤٧)
٧۔ اخرجه ابن سعد وابن شیبة كذافی منتخب الكنز (ج٣ص ٣٦٠)
٨۔ اخرجه ابو نعیم فی الحلیة (ج ١ ص ٣٣٥) صحیح كما فی الاصابة (ج ٢ ص ٣١٠)
٩۔ اخرجه ابو نعیم فی الحلیة (ج ١ ص ٣٣٥)

حضرت زید بن عبداللہ شیبانیؒ کہتے ہیں کہ میں نے حضرت ابن عمرؓ کو دیکھا کہ جب وہ نماز کے لیئے جاتے تو بہت ہی آہستہ چلتے۔ اگر کوئی چیونٹی ان کے ساتھ چلتی تو وہ اس چیونٹی سے بھی آگے نہ نکل سکتے۔ [1]

حضرت واسع بن حبانؒ کہتے ہیں کہ حضرت ابن عمرؓ نماز میں یہ چاہتے تھے کہ ان کے جسم کی ہر چیز قبلہ رخ رہے یہاں تک کہ وہ اپنے انگوٹھے کو بھی قبلہ رخ رکھتے تھے۔ [2]

حضرت عطاءؒ کہتے ہیں کہ حضرت ابن زبیرؓ جب نماز پڑھا کرتے تو (بالکل حرکت نہ کرتے اور) ایسا معلوم ہوتا کہ وہ کوئی ابھری ہوئی چیز ہیں جسے زمین میں گاڑا ہوا ہے۔ [3]

حضرت اعمشؒ کہتے ہیں کہ حضرت عبداللہؓ جب نماز پڑھتے تو ایسے لگتا کہ جیسے وہ پڑا ہوا کپڑا ہوں۔ [4]

حضرت طاؤسؒ کہتے ہیں میں نے حضرت عبداللہ بن عمرؓ کی طرح نماز میں قبلہ رخ رہنے میں بہت زیادہ اہتمام کرتے ہوئے کسی کو نہیں دیکھا وہ نماز میں اپنا چہرہ ہاتھ اور پاؤں قبلہ رخ رکھنے کا سختی سے اہتمام کرتے تھے۔ [5] حضرت ابو بردہؓ فرماتے ہیں کہ میں نے حضرت ابن عمرؓ کے پہلو میں کھڑے ہو کر نماز پڑھی۔ میں نے انہیں سجدہ میں یہ کہتے ہوئے سنا اے اللہ! تو میرا سب سے زیادہ محبوب بن جا اور مجھے ہر چیز سے زیادہ اپنے سے ڈرنے والا بنا دے اور انھیں سجدہ میں یہ کہتے ہوئے بھی سنا اے میرے رب! چونکہ آپ نے مجھ پر بڑے بڑے انعامات فرمائے ہیں، اس لیئے میں کبھی بھی مجرموں کی مدد نہیں کروں گا۔ [6]

حضرت عائشہؓ کی والدہ حضرت ام رومانؓ فرماتی ہیں کہ میں ایک مرتبہ نماز پڑھ رہی تھی نماز میں ادھر ادھر جھکنے لگی، حضرت ابوبکرؓ نے دیکھ لیا تو مجھے اس زور سے ڈانٹا کہ میں (ڈر کی وجہ سے) نماز توڑنے کے قریب ہو گئی پھر ارشاد فرمایا کہ میں نے حضور ﷺ سے سنا ہے کہ جب کوئی شخص نماز میں کھڑا ہو تو اپنے تمام بدن کو بالکل سکون سے رکھے یہود کی طرح ہلے نہیں۔ بدن کے تمام اعضاء کا نماز میں بالکل سکون سے رہنا نماز کے پورا ہونے کا جزو ہے۔ [7]

۱۔ اخرجه ابن سعد (ج ۴ ص ۱۵۴) ۲۔ اخرجه ابن سعد (ج ۴ ص ۱۵۷)
۳۔ اخرجه ابو نعیم فی الحلیة (ج ۱ ص ۳۳۵) واخرجه الطبرانی فی الکبیر نحوه قال الهیثمی (ج ۲ ص ۱۳۶) ورجاله رجال الصحیح ۴۔ اخرجه الطبرانی فی الکبیر قال الهیثمی (ج ۲ ص ۱۳۶) ورجاله موثقون والاعمش لم یدرک ابن مسعود
۵۔ اخرجه ابو نعیم فی الحلیة (ج ۱ ص ۳۰۳) ۶۔ عند ابی نعیم ایضا ۷۔ اخرجه ابن عدی وابو نعیم فی الحلیة (ج ۹ ص ۳۰۴) وابن عساکر کذا فی الکنز (ج ۴ ص ۲۳۰)

نبی کریم ﷺ کا موکدہ سنتوں کا اہتمام فرمانا

حضرت عبداللہ بن شقیقؒ کہتے ہیں میں نے حضرت عائشہؓ سے حضور ﷺ کی سنت نمازوں کے بارے میں پوچھا تو انھوں نے فرمایا کہ حضور ظہر سے پہلے میرے گھر میں چار رکعت نماز پڑھتے پھر باہر تشریف لے جا کر لوگوں کو نماز پڑھاتے پھر میرے گھر واپس آکر دو رکعت نماز پڑھتے۔ آپ لوگوں کو مغرب کی نماز پڑھاتے پھر میرے گھر واپس آکر دو رکعت نماز پڑھتے پھر آپ لوگوں کو عشاء کی نماز پڑھاتے پھر میرے گھر واپس آکر دو رکعت نماز پڑھتے پھر رات کو نو رکعت نماز پڑھتے جن میں وتر کی نماز بھی شامل ہوتی اور رات کو کبھی بہت دیر تک کھڑے ہو کر نماز پڑھتے اور کبھی بہت دیر تک بیٹھ کر نماز پڑھتے۔ جب کھڑے ہو کر قراءت فرماتے تو کھڑے ہو کر ہی رکوع سجدہ فرماتے اور جب بیٹھ کر قراءت فرماتے تو بیٹھ کر ہی رکوع سجدہ فرماتے اور جب صبح صادق ہو جاتی اور فجر کا وقت ہو جاتا تو آپ دو رکعت نماز پڑھتے پھر باہر تشریف لے جاتے اور لوگوں کو فجر کی نماز پڑھاتے۔[1]

حضرت عائشہؓ فرماتی ہیں کہ نبی کریم ﷺ فجر کی دو سنتوں سے زیادہ اور کسی سنت کا اہتمام نہیں فرماتے تھے۔[2] حضرت عائشہؓ فرماتی ہیں میں نے حضور ﷺ کو فجر سے پہلے کی دو رکعتوں کے لیے جتنی جلدی کرتے ہوئے دیکھا ہے خیر کے کسی کام میں اور مال غنیمت میں اتنی جلدی کرتے ہوئے نہیں دیکھا۔[3]

حضرت عائشہؓ فرماتی ہیں کہ نبی کریم ﷺ ظہر سے پہلے چار رکعت اور صبح سے پہلے دو رکعت کبھی نہیں چھوڑتے تھے۔[4]

حضرت بلالؓ صبح کی نماز کی اطلاع دینے کے لیے حضور ﷺ کے پاس آئے حضرت عائشہؓ ان سے کچھ بات پوچھنے لگ گئیں جس میں دیر ہوگئی اور صبح کا چاندنا زیادہ ہو گیا حضرت بلالؓ نے کھڑے ہو کر حضورؐ کو خبر کی اور مسلسل خبر کرتے رہے لیکن حضورؐ فوری طور پر باہر تشریف نہ لائے بلکہ تھوڑی دیر کے بعد باہر آئے اور لوگوں کو نماز پڑھائی پھر حضرت بلالؓ نے حضورؐ کو بتایا کہ حضرت عائشہؓ مجھ سے کچھ پوچھنے لگ گئی تھیں جس کی وجہ سے مجھے دیر ہوگئی تھی پھر میں نے آپ کو بار بار اطلاع کی لیکن آپ فوراً باہر تشریف نہ لائے بلکہ کچھ دیر میں آئے اس کی کیا وجہ ہے؟ حضورؐ نے فرمایا میں نے فجر کی دو رکعت سنت پڑھی تھیں اس وجہ سے مجھے باہر آنے میں دیر ہوگئی۔ حضرت

۱۔ اخرجه مسلم انفرد باخراجه مسلم كذافي صفة الصفوة (ج ١ ص ٧٥) واخرجه ابو داؤد والترمذى بعضه كما فى جمع الفوائد (ج ١ ص ١١٠) ۲۔ اخرجه الشيخان وغيرهما

۳۔ فى رواية لابن خزيمة كذافى الترغيب (ج ١ ص ٣٦١) ۴۔ اخرجه البخارى.

بلالؓ نے کہا یا رسول اللہ! (آپ سنت نہ پڑھتے کیونکہ) صبح تو بہت زیادہ روشن ہو گئی تھی۔ حضورؐ نے فرمایا اگر صبح اس سے بھی زیادہ روشن ہو جاتی تو بھی میں یہ دو رکعت نماز ضرور پڑھتا اور بہت اچھے اور عمدہ طریقہ سے پڑھتا۔[۱]

حضرت قابوسؒ نقل کرتے ہیں کہ میرے والد نے حضرت عائشہؓ کے پاس یہ پیغام بھیجا کہ کس نماز کو پابندی سے پڑھنا حضور ﷺ کو زیادہ پسند تھا؟ حضرت عائشہؓ نے فرمایا ظہر سے پہلے چار رکعت نماز پڑھتے تھے اور ان میں لمبا قیام فرماتے اور رکوع سجدہ اچھی طرح کرتے۔[۲]

حضرت عبداللہ بن سائبؓ فرماتے ہیں کہ حضور ﷺ ظہر سے پہلے اور زوال کے بعد چار رکعت نماز پڑھتے تھے اور فرمایا کرتے تھے کہ یہ ایسی گھڑی ہے جس میں آسمان کے دروازے کھلتے ہیں۔ میں یہ چاہتا ہوں کہ اس گھڑی میں میرا کوئی نیک عمل اوپر چلا جائے۔[۳]

حضرت علیؓ فرماتے ہیں کہ نبی کریم ﷺ ظہر سے پہلے چار اور ظہر کے بعد دو رکعت پڑھا کرتے تھے۔[۴] حضرت عائشہؓ فرماتی ہیں کہ نبی کریم ﷺ جب ظہر سے پہلے چار رکعت نماز نہ پڑھ سکتے تو انہیں ظہر کے بعد پڑھا کرتے تھے۔[۵]

حضرت ابو ایوبؓ فرماتے ہیں جب حضور ﷺ میرے مہمان بنے تو میں نے دیکھا کہ آپؐ ہمیشہ ظہر سے پہلے چار رکعت نماز پڑھا کرتے تھے کہ جب سورج ڈھل جاتا ہے تو آسمان کے دروازے کھول دیئے جاتے ہیں اور ظہر تک ان میں سے کوئی دروازہ بند نہیں ہوتا، اس لیئے میں چاہتا ہوں کہ اس گھڑی میں میرے لیئے خیر کا کوئی عمل اوپر چلا جائے۔[۶]

حضرت علی رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ حضورؐ عصر سے پہلے چار رکعت نماز پڑھتے تھے۔ چار رکعت کے درمیان بیٹھ کر التحیات پڑھتے اور اس میں (السلام علینا و علی عباداللہ الصالحین کہہ کر) مقرب فرشتوں اور مسلمانوں اور مومنوں پر سلام بھیجتے۔[۷]

حضرت علیؓ فرماتے ہیں نبی کریم ﷺ عصر سے پہلے دو رکعت نماز پڑھا کرتے تھے۔[۸]

۱۔ اخرجه ابوداؤد (ج ۲ ص ۲۵۹) واسناده حسن کما قال النووی فی ریاض الصالحین (ص ۴۱۶) ۲۔ اخرجه ابن ماجه وقابوس هو ابن ابی ظبیان وثق وصحح له الترمذی وابن خزیمة والحاکم لکن المرسل الی عائشة مبهم کذافی الترغیب (ج ۱ ص ۳۶۴)

۳۔ اخرجه احمد والترمذی قال الترمذی حدیث حسن غریب کذافی الترغیب (ج ۱ ص ۳۶۴)

۴۔ اخرجه الترمذی (ص ۵۷) ۵۔ واخرجه ایضا الترمذی وحسنه ۶۔ اخرجه الطبرانی فی الکبیر والاوسط کذافی الترغیب (ج ۱ ص ۳۶۴) والکنز (ج ۴ ص ۱۸۹)

۷۔ اخرجه الترمذی (ص ۵۸) وحسنه ۸۔ اخرجه ابو داؤد واسناده صحیح کما فی الریاض (ص ۴۱۹) واخرجه ابو یعلی والطبرانی فی الکبیر والاوسط عن میمونة رضی الله عنها مثل حدیث علی کمافی المجمع (ج ۲ ص ۲۲۱)

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں کہ حضور ﷺ مغرب کے بعد دو رکعت نماز پڑھتے تھے اور ان میں اتنی لمبی قرات فرماتے تھے کہ مسجد والے صحابہؓ (اپنی اپنی نماز پوری کر کے) ادھر ادھر بکھر جاتے تھے۔[۱]

نبی کریم ﷺ کے صحابہ کرامؓ کا موکدہ سنتوں کا اہتمام کرنا

حضرت عمرؓ نے فجر سے پہلے کی سنتوں کے بارے میں فرمایا کہ یہ دو رکعتیں مجھے سرخ اونٹوں سے زیادہ پسند ہیں۔[۲]

حضرت عبدالرحمٰن بن عبداللہؒ فرماتے ہیں کہ میں حضرت عمر بن خطابؓ کی خدمت میں حاضر ہوا۔ وہ ظہر سے پہلے نماز پڑھ رہے تھے۔ میں نے پوچھا یہ کونسی نماز ہے؟ حضرت عمرؓ نے فرمایا یہ نماز تہجد کی نماز کی طرح شمار ہوتی ہے۔[۳]

حضرت عبداللہ بن عتبہؒ کہتے ہیں کہ میں نے ظہر سے پہلے حضرت عمرؓ کے ساتھ ان کے گھر میں چار رکعت نماز پڑھی۔[۴]

حضرت حذیفہ بن اسیدؒ کہتے ہیں کہ میں نے دیکھا کہ جب زوال کا وقت ہو جاتا تو حضرت علی بن ابی طالبؓ چار رکعت نماز بہت لمبی پڑھتے۔ میں نے ان سے ان رکعتوں کے بارے میں پوچھا تو فرمایا کہ میں نے حضور ﷺ کو یہ رکعتیں پڑھتے ہوئے دیکھا ہے۔ آگے حضرت ابو ایوبؓ جیسی حدیث ذکر کی ہے۔[۵]

حضرت عبداللہ بن یزیدؒ کہتے ہیں حضرت عبداللہ بن مسعودؓ سے سب سے زیادہ تعلق رکھنے والے ایک آدمی نے مجھے بتایا کہ جب سورج ڈھل جاتا تو حضرت ابن مسعودؓ کھڑے ہو کر چار رکعت نماز پڑھتے اور ان میں (سو سے زیادہ آیتوں والی) مئین سورتوں میں سے دو سورتیں پڑھتے۔ پھر جب موذن اذان دیتے تو پورے کپڑے پہنتے اور نماز کے لیئے چلے جاتے۔[۶]

حضرت اسود، حضرت مرہ اور حضرت مسروقؒ کہتے ہیں کہ حضرت عبداللہؓ نے فرمایا دن کی نمازوں میں سے صرف ظہر کی نماز سے پہلے کی چار رکعتیں رات کی تہجد کے برابر ہیں اور دن کی

۱۔ اخرجه الطبرانی فی الكبير قال الهيثمی (ج ۲ ص ۲۳۰) وفيه يحيى بن عبدالحميد الحمانی وهو ضعيف

۲۔ اخرجه ابن ابی شيبة عن سعيد بن جبير كذافی الكنز (ج ۴ ص ۲۰۱)

۳۔ اخرجه ابن جرير كذافی الكنز (ج ۴ ص ۱۸۹)

۴۔ عند ابن ابی شيبة كذافی الكنز (ج ۴ ص ۱۹۸)

۵۔ اخرجه ابن ابی شيبة كذافی الكنز (ج ۴ ص ۱۸۹)

۶۔ اخرجه الطبرانی فی الكبير قال الهيثمی (ج ۲ ص ۲۲۱) وفيه راو لم يسم

تمام نمازوں پر ان چار رکعتوں کو ایسی فضیلت ہے جیسے نماز با جماعت کو اکیلے کی نماز پر۔[۱]

حضرت ابن مسعودؓ فرماتے ہیں کہ صحابہ کرامؓ دن کی نمازوں میں سے صرف ظہر سے پہلے کی چار رکعتوں کو رات کی تہجد کے برابر سمجھتے تھے اور یہ کہتے تھے کہ یہ چار رکعت رات کی چار رکعت کے برابر ہیں۔[۲]

حضرت براءؓ ظہر سے پہلے چار رکعت نماز پڑھا کرتے تھے اور حضرت ابن عمرؓ سے بھی یہی روایت ہے۔[۳] جب سورج ڈھل جاتا تو حضرت ابن عمرؓ مسجد میں جا کر ظہر سے پہلے بارہ رکعت نماز پڑھتے پھر بیٹھ جاتے۔ حضرت نافعؒ کہتے ہیں کہ حضرت ابن عمرؓ ظہر سے پہلے آٹھ رکعت اور ظہر کے بعد چار رکعت پڑھتے۔[۴]

حضرت علیؓ فرماتے ہیں حضور ﷺ نے مجھے تین کاموں کا حکم دیا۔ میں جب تک زندہ رہوں گا انہیں کبھی نہیں چھوڑوں گا ان میں سے ایک کام یہ ہے کہ میں عصر سے پہلے چار رکعت پڑھا کروں، لہٰذا میں جب تک زندہ رہوں گا یہ رکعتیں ضرور پڑھا کروں گا۔[۵] حضرت علیؓ فرماتے ہیں اللہ تعالیٰ اس آدمی پر رحم فرمائے جو عصر سے پہلے چار رکعت نماز پڑھے۔[۶]

حضرت ابو فاختہؒ کہتے ہیں کہ حضرت علیؓ نے فرمایا: مغرب اور عشاء کے درمیان والی نماز کا نام صلوۃ الغفلۃ ہے پھر حضرت علیؓ نے فرمایا لیکن اب تم اس نماز کے بارے میں غفلت میں پڑ چکے ہو (کہ پڑھتے نہیں ہو)۔[۷]

حضرت ابن عمرؓ نے فرمایا جو مغرب کے بعد چار رکعت نماز پڑھے وہ غزوے کے بعد غزوہ کرنے والے کی طرح شمار ہوگا۔[۸]

۱۔ عند الطبرانی فی الکبیر ایضا قال الهیثمی (ج ۲ ص ۲۲۱) وفیه بشیر بن الولید الکندی وثقه جماعة وفیه کلام وبقیة رجاله رجال الصحیح. انتهی وقال المنذری فی ترغیبه (ج ۱ ص ۳۶۵) وهو موقوف لاباس به ۲۔ اخرجه ابن جریر کذافی الکنز (ج ۴ ص ۱۸۹)

۳۔ اخرجه ابن جریر کما فی الکنز (ج ۴ ص ۱۸۹) ۴۔ اخرجه ابن جریر ایضا کذافی الکنز (ج ۴ ص ۱۸۹) ۵۔ اخرجه ابن النجار ۶۔ عند ابن جریر کذافی الکنز (ج ۴ ص ۱۹۱)

۷۔ اخرجه ابن ابی شیبة کذافی الکنز (ج ۴ ص ۱۹۲)

۸۔ اخرجه ابن زنجویه کذافی الکنز (ج ۴ ص ۱۹۳)

نبی کریم ﷺ اور آپ کے صحابہ کرامؓ کا تہجد کی نماز کا اہتمام کرنا

حضرت عبداللہ بن ابی قیسؒ کہتے ہیں کہ حضرت عائشہؓ نے فرمایا تہجد کی نماز نہ چھوڑنا کیونکہ حضور ﷺ کبھی تہجد کی نماز نہیں چھوڑا کرتے تھے اور حضورؐ جب بیمار ہوتے یا تھکے ہوئے ہوتے تو بیٹھ کر تہجد پڑھ لیتے۔[1]

حضرت جابرؓ فرماتے ہیں کہ جب یَآ اَیُّھَا الْمُزَّمِّلُ قُمِ الَّیْلَ اِلَّا قَلِیْلًا (سورت مزمل آیت ۱۔۲) ترجمہ "اے کپڑوں میں لپٹنے والے! رات کو (نماز میں) کھڑے رہا کرو مگر تھوڑی سی رات" نازل ہوئی تو تہجد کی نماز ہم پر فرض ہوگئی اور ہم رات کو اتنی تہجد پڑھتے کہ ہمارے پاؤں سوج جاتے پھر اللہ تعالیٰ نے یہ آیت نازل فرما کر رخصت عنایت فرمادی علم ان سیکون منکم مرضی سے لے کر آخر تک (سورت مزمل آیت ۲۰) ترجمہ "اس کو (یہ بھی) معلوم ہے کہ بعضے آدمی تم میں بیمار ہوں گے" (اس آیت کے نازل ہونے پر تہجد کی فرضیت ختم ہوگئی لیکن نفل نمازوں میں سب سے افضل ہونا باقی رہا)۔[2]

حضرت سعد بن ہشامؒ نے اپنی بیوی کو طلاق دے دی اور پھر مدینہ منورہ گئے تا کہ وہاں کی اپنی ساری جائیداد بیچ کر گھوڑے اور اسلحہ خرید لیں اور مرتے دم تک روم والوں سے جہاد کرتے رہیں۔ راستہ میں ان کی اپنی قوم کے کچھ لوگوں سے ملاقات ہوئی جنہوں نے انھیں بتایا کہ حضور ﷺ کے زمانہ میں ان کی قوم کے کچھ آدمیوں نے بھی ایسا کرنے کا ارادہ کیا تھا لیکن حضور ﷺ نے ان سے فرمایا تھا کیا آپ لوگ میرے طریقے پر نہیں چلتے؟ اور انھیں ایسا کرنے سے منع فرمادیا تھا۔ اس پر حضرت سعدؒ نے اپنی بیوی سے رجوع کرلیا اور ان لوگوں کو اپنے اس رجوع پر گواہ بنایا پھر ہمارے پاس واپس آئے اور حضرت سعدؒ نے ہمیں بتایا کہ میں حضرت ابن عباسؓ کے پاس گیا تھا اور ان سے وتر کے بارے میں پوچھا تھا تو حضرت ابن عباسؓ نے فرمایا کیا میں تمہیں ایسا آدمی نہ بتاؤں جو تمام روئے زمین والوں میں حضور ﷺ کے وتر کو سب سے زیادہ جاننے والا ہے؟ میں نے کہا ضرور بتائیں۔ حضرت ابن عباسؓ نے کہا حضرت عائشہؓ کے پاس جاؤ اور ان سے پوچھو اور وہ جو جواب دیں وہ واپس آکر مجھے بھی بتانا، چنانچہ میں حضرت حکیم بن افلحؒ کے پاس گیا اور میں نے ان سے عرض کیا کہ وہ میرے ساتھ حضرت عائشہؓ کے پاس چلیں۔ حضرت حکیمؒ نے کہا نہیں

---

[1] اخرجه ابو داؤد وابن خزیمة كذافی الترغیب (ج ۱ ص ۳۰۱)

[2] اخرجه البزار قال الهیثمی (ج ۲ ص ۲۵۱) وفیه علی بن زید وفیه كلام وقد وثق. انتهی.

میں تو ان کے قریب بھی نہیں جاؤں گا کیونکہ میں نے انہیں (حضرت علی اور حضرت معاویہ ؓ کی) ان دو جماعتوں کے بارے میں کچھ فرمانے سے منع کیا تھا لیکن وہ نہ مانیں اور اس بارے میں بہت کچھ کر گزریں۔ حضرت سعد کہتے ہیں کہ میں نے حضرت حکیم کو قسم دی تو وہ میرے ساتھ چل پڑے۔ چنانچہ ہم دونوں حضرت عائشہؓ کی خدمت میں حاضر ہوئے۔ حضرت عائشہؓ نے حضرت حکیم کو پہچان لیا اور فرمایا کیا تم حکیم ہو؟ حضرت حکیمؓ نے کہا جی ہاں۔ حضرت عائشہؓ نے پوچھا یہ تمہارے ساتھ کون ہے؟ حضرت حکیم نے کہا یہ سعد بن ہشام ہیں۔ حضرت عائشہؓ نے پوچھا ان کے والد کونسے ہشام ہیں؟ حضرت حکیم نے کہا وہ ابن عامر ہیں۔ اس پر حضرت عائشہؓ نے حضرت عامر کے لیئے دعائے رحمت کی اور فرمایا عامر تو بہت اچھے آدمی تھے پھر میں نے کہا اے ام المومنین! حضور ﷺ کے اخلاق کے بارے میں آپ مجھے بتائیں حضرت عائشہؓ نے فرمایا کیا تم قرآن نہیں پڑھتے ہو؟ میں نے کہا جی ہاں پڑھتا ہوں۔ حضرت عائشہؓ نے فرمایا حضورؐ کے اخلاق قرآن کے مطابق تھے۔ یہ جواب سن کر میں نے مجلس سے اٹھنے کا ارادہ کیا لیکن پھر خیال آیا کہ حضورؐ کے رات کے قیام کے بارے میں بھی پوچھ لوں تو میں نے عرض کیا اے ام المومنین! آپ مجھے حضورؐ کے رات کے قیام کے بارے میں بھی بتائیں۔ حضرت عائشہؓ نے فرمایا کیا تم سورت مزمل نہیں پڑھتے ہو؟ میں نے کہا جی ہاں پڑھتا ہوں۔ حضرت عائشہؓ نے فرمایا اس سورت کے شروع میں اللہ تعالی نے رات کا قیام فرض کیا تھا، چنانچہ حضورؐ اور آپؐ کے صحابہؓ سال بھر مسلسل رات کو اتنا لمبا قیام کرتے رہے کہ ان کے پاؤں سوج گئے اور اللہ تعالی نے بارہ مہینے تک اس سورت کی آخری آیت کو آسمان میں روکے رکھا پھر اللہ تعالی نے آخری حصہ کو نازل فرما کر رات کے قیام میں تخفیف کر دی، چنانچہ رات کا قیام پہلے فرض تھا پھر بعد میں نفل ہو گیا۔ یہ جواب سن کر میں نے اٹھنے کا ارادہ کیا لیکن پھر خیال آیا کہ حضورؐ کے وتر کے بارے میں بھی پوچھ لوں تو میں نے کہا اے ام المومنین! آپ مجھے حضورؐ کے وتر کے بارے میں بھی بتائیں۔ حضرت عائشہؓ نے فرمایا ہم حضورؐ کے لیئے مسواک اور وضو کا پانی تیار کر کے رکھ دیتے تھے تو پھر رات کو جب اللہ آپ کو اٹھاتے تو آپؐ مسواک کر کے وضو کرتے پھر آٹھ رکعت پڑھتے اور ان میں صرف آٹھویں رکعت کے بعد بیٹھتے اور بیٹھ کر ذکر و دعا کرتے اور سلام پھیرے بغیر کھڑے ہو جاتے اور نویں رکعت پڑھتے اس کے بعد بیٹھ کر (التحیات میں) ذکر و دعا کرتے اور پھر اتنی آواز سے سلام پھیرتے جو ہمیں سنائی دیتا پھر سلام کے بعد بیٹھ کر دو رکعت نماز پڑھتے اس طرح اے میرے بیٹے! حضورؐ کی گیارہ رکعت ہو جاتیں۔ پھر جب حضورؐ کی عمر ذرا زیادہ ہو گئی اور آپ کا جسم بھاری ہو گیا تو آپؐ سات رکعت پڑھ کر سلام پھیرتے اور پھر بیٹھ کر دو رکعت پڑھتے اے میرے بیٹے! اس طرح یہ کل نو رکعت ہو جاتیں۔ حضور ﷺ جب کوئی نماز شروع فرماتے تو آپ کو یہ پسند تھا کہ اسے پابندی سے

پڑھیں، اس لیئے اگر نیند کی زیادتی یا درد یا کسی بیماری کی وجہ سے آپ کا رات کا قیام رہ جاتا تو آپ دن میں بارہ رکعت پڑھتے اور مجھے یہ معلوم نہیں ہے کہ حضورؐ نے کبھی ساری رات فجر تک قرآن پڑھا ہو یا رمضان کے علاوہ کسی سارے مہینے کے روزے رکھے ہوں۔ حضرت سعد کہتے ہیں کہ میں پھر حضرت ابن عباسؓ کی خدمت میں گیا اور انھیں حضرت عائشہؓ کی ساری حدیث سنائی تو انھوں نے فرمایا کہ حضرت عائشہؓ نے ٹھیک فرمایا۔ اگر میرا ان کے ہاں آنا جانا ہوتا تو میں خود جا کر ان سے براہ راست یہ حدیث سنتا۔[۱]

حضرت ابن عباسؓ فرماتے ہیں جب سورت مزمل کا شروع کا حصہ نازل ہوا تو صحابہ کرامؓ رات کو اتنی نماز پڑھتے جتنی رمضان کے مہینے میں رات کو پڑھا کرتے تھے اور اس سورت کے شروع کے حصے کے اور آخری حصہ کے نازل ہونے میں ایک سال کا وقفہ تھا۔[۲]

حضرت یحییٰ بن سعیدؒ کہتے ہیں کہ حضرت ابوبکرؓ رات کے شروع میں وتر پڑھ لیتے تھے اور پھر جب رات کو تہجد کے لیئے اٹھتے تو دو دو رکعت نماز پڑھتے۔[۳]

حضرت اسلمؒ کہتے ہیں کہ حضرت عمر بن خطابؓ جتنی دیر اللہ تعالیٰ چاہتے رات کو نماز پڑھتے رہتے۔ جب آدھی رات ہو جاتی تو اپنے گھر والوں کو نماز کے لیئے اٹھاتے اور فرماتے نماز، اور یہ آیت پڑھتے وَاْمُرْ اَهْلَكَ بِالصَّلٰوةِ سے لے کر وَالْعَاقِبَةُ لِلتَّقْوٰى تک (سورت طٰہٰ آیت ۱۳۲) ترجمہ ''اور اپنے متعلقین کو (یعنی اہل خاندان کو یا مومنین کو) بھی نماز کا حکم کرتے رہیئے اور خود بھی اس کے پابند رہیئے ہم آپ سے (اور دوسروں سے) معاش (کموانا) نہیں چاہتے۔ معاش تو آپ کو ہم دیں گے اور بہتر انجام تو پرہیزگاری ہی کا ہے''۔[۴]

حضرت حسنؒ کہتے ہیں حضرت عثمان بن ابی العاصؓ نے حضرت عمر بن خطابؓ (کے انتقال کے بعد ان) کی ایک بیوی سے شادی کی اور شادی کے موقع پر انھوں نے کہا میں نے ان سے شادی مال اور اولاد کے شوق میں نہیں کی بلکہ اس وجہ سے کی ہے کہ وہ مجھے حضرت عمرؓ کی رات (کے معمولات) کے بارے میں بتائیں۔ چنانچہ شادی کے بعد ان سے پوچھا کہ حضرت عمرؓ کی رات کی نماز کس طرح ہوتی تھی؟ انھوں نے کہا وہ عشاء کی نماز پڑھا کرتے اور ہمیں اس بات کا حکم دیتے کہ ان کے سر کے پاس پانی کا برتن رکھ کر ڈھک دیں (چنانچہ ہم ایسا کرتے) وہ رات کو اٹھتے اور پانی میں ہاتھ ڈال کر اسے اپنے چہرے اور ہاتھوں پر پھیرتے پھر اللہ کا ذکر کرتے (پھر

۱۔ اخرجه الامام احمد فی مسنده وقد اخرجه مسلم فی صحیحه بنحوه کذافی التفسیر لابن کثیر (ج۴ص ۴۳۵)
۲۔ اخرجه ابن ابی شیبة کذافی الکنز (ج۴ص ۲۸۱)
۳۔ اخرجه ابن ابی شیبة کذافی الکنز (ج۴ص ۲۷۹)
۴۔ اخرجه مالک والبیهقی کذافی منتخب الکنز (ج۴ص ۳۸۰)

سو جاتے) اس طرح بار بار اٹھتے اور اللہ کا کچھ ذکر کرتے یہاں تک کہ ان کی تہجد کی نماز کا وقت ہو جاتا۔ حضرت ابن بریدہؓ (راوی) نے (حضرت حسنؓ سے) پوچھا آپ کو یہ واقعہ کس نے سنایا؟ انھوں نے کہا حضرت عثمان بن ابی العاصؓ کی صاحبزادی نے۔ حضرت ابن بریدہؓ نے کہا وہ تو قابل اعتماد ہیں۔ ا

حضرت سعید بن مسیبؒ کہتے ہیں حضرت عمر بن خطابؓ آدھی رات کو نماز پڑھنا پسند کرتے۔ ۲

حضرت نافعؒ کہتے ہیں حضرت ابن عمرؓ رات کو کافی دیر تک نماز پڑھتے پھر پوچھتے اے نافع! کیا رات کا آخری حصہ آگیا؟ میں کہتا نہیں، تو پھر نماز پڑھنے لگتے پھر کہتے اے نافع! کیا رات کا آخری حصہ آگیا؟ میں کہتا جی ہاں۔ تو بیٹھ کر صبح صادق تک دعاء استغفار میں لگے رہتے۔ ۳

حضرت محمدؒ کہتے ہیں حضرت ابن عمرؓ جب بھی رات کو اٹھتے تو نماز شروع کر دیتے۔ ۴

حضرت ابو غالبؒ کہتے ہیں حضرت ابن عمرؓ مکہ میں ہمارے ہاں ٹھہرا کرتے اور رات کو تہجد پڑھا کرتے۔ ایک رات صبح صادق سے کچھ دیر پہلے مجھ سے فرمایا اے ابو غالب! کیا تم کھڑے ہو کر نماز نہیں پڑھتے؟ کیا ہی اچھا ہو اگر تم تہائی قرآن پڑھ لو؟ میں نے کہا صبح ہونے والی ہے میں اتنی دیر میں تہائی قرآن کیسے پڑھ سکتا ہوں؟ انھوں نے فرمایا سورت اخلاص قُلْ هُوَ اللّٰهُ اَحَدٌ تہائی قرآن کے برابر ہے۔ ۵

حضرت علقمہ بن قیسؒ کہتے ہیں میں نے حضرت ابن مسعودؓ کے ساتھ ایک رات گزاری۔ شروع رات میں وہ سو گئے پھر کھڑے ہو کر نماز پڑھنے لگے اور قرآن ترتیل۔ سے ایسے ٹھہر ٹھہر کر پڑھ رہے تھے جیسے کہ محلہ کی مسجد میں امام پڑھتا ہے اور گانے جیسی آواز نہ تھی اور اتنی اونچی آواز سے پڑھ رہے تھے کہ آس پاس والے سن لیں اور آواز کو گلے میں گھما نہیں رہے تھے۔ جب صبح صادق میں اتنا وقت رہ گیا جتنا مغرب کی اذان سے لے کر نماز مغرب کے ختم ہونے تک کا ہوتا ہے تو پھر انھوں نے وتر پڑھے۔ ۶

حضرت طارق بن شہابؒ کہتے ہیں کہ میں نے حضرت سلمانؓ کے ہاں ایک رات یہ دیکھنے کے لیئے گزاری کہ وہ رات کو عبادت میں کتنی محنت کرتے ہیں تو یہی دیکھا کہ انھوں نے رات کے آخری حصے میں تہجد کی نماز پڑھی اور جیسا ان کے بارے میں گمان تھا ویسا نظر نہ آیا۔ آخر میں نے یہ بات خود ان سے ذکر کی تو فرمانے لگے کہ ان پانچ نمازوں کی پابندی کرو کیونکہ یہ پانچ نمازیں

۱۔ اخرجه الطبراني ورجاله ثقات كما قال الهيثمي (ج ۹ ص ۷۳)
۲۔ اخرجه ابن سعد كذافي الكنز (ج ۴ ص ۲۷۹) ۳۔ اخرجه ابو نعيم في الحلية (ج ۱ ص ۳۰۳) بسند جيد كما في الاصابة (ج ۲ ص ۳۴۹) ۴۔ اخرجه ابو نعيم ايضا (ج ۱ ص ۳۰۴)
۵۔ عند ابي نعيم ايضا۔ ۶۔ اخرجه الطبراني قال الهيثمي (۲ ص ۲۶۶) رواه الطبراني في الكبير ورجاله رجال الصحيح. انتهى.

ان چھوٹے موٹے زخموں (یعنی صغیرہ گناہوں) کو مٹا دیتی ہیں بشرطیکہ کوئی جان لیوا زخم (یعنی گناہ کبیرہ) نہ ہو۔ جب لوگ عشاء کی نماز پڑھ لیتے ہیں تو تین حصوں میں تقسیم ہو جاتے ہیں کچھ لوگ تو وہ ہیں جن کے لیئے یہ رات وبال ہے رحمت نہیں اور کچھ لوگ وہ ہیں جن کے لیئے رحمت ہے وبال نہیں اور کچھ لوگ وہ ہیں جن کے لیئے نہ وبال ہے نہ رحمت جو لوگ رات کی تاریکی اور لوگوں کی غفلت کو غنیمت سمجھ کر بے دھڑک گناہوں میں لگ جاتے ہیں ان کے لیئے یہ رات وبال ہے رحمت نہیں اور جن کے لیئے یہ رات رحمت ہے وبال نہیں یہ وہ لوگ ہیں جو رات کی تاریکی اور لوگوں کی غفلت کو غنیمت سمجھ کر کھڑے ہو کر نماز پڑھنے لگ جاتے ہیں۔ یہ رات ان کے لیئے رحمت ہے وبال نہیں اور جن کے لیئے نہ رحمت اور نہ وبال یہ وہ لوگ ہیں جو عشاء پڑھ کر سو جاتے ہیں ان کے لیئے نہ رحمت ہے اور نہ وبال۔ تم تیز رفتاری سے بچو اور میانہ روی اختیار کرو اور جتنا کرو اسے پابندی سے کرو۔[۱]

نبی کریم ﷺ اور آپ ؐ کے صحابہ کرام ؓ کا سورج نکلنے سے لے کر زوال تک کے وقت کے درمیان نوافل کا اہتمام کرنا

حضرت ام ہانی فاختہ بنت ابی طالب ؓ فرماتی ہیں فتح مکہ کے موقع پر میں حضور ﷺ کی خدمت میں گئی حضور اس وقت غسل فرما رہے تھے۔ جب آپ غسل سے فارغ ہوئے تو آپ ؐ نے آٹھ رکعت نماز پڑھی اور یہ چاشت کا وقت تھا۔[۲] حضرت عائشہ ؓ فرماتی ہیں حضور ﷺ چاشت کے وقت چار رکعت پڑھا کرتے تھے اور کبھی اس سے زیادہ بھی پڑھتے۔[۳]

حضرت انس بن مالک ؓ فرماتے ہیں کہ میں نے حضور ﷺ کو چاشت کی چھ رکعت نماز پڑھتے ہوئے دیکھا۔ اس کے بعد میں نے یہ رکعتیں کبھی نہیں چھوڑیں۔[۴] حضرت ام ہانی ؓ فرماتی ہیں حضور ﷺ فتح مکہ کے دن میرے پاس تشریف لائے اور چاشت کی چھ رکعت نماز پڑھی۔[۵]

حضرت عبداللہ بن ابی اوفی ؓ نے چاشت کی دو رکعت نماز پڑھی تو ان کی بیوی نے ان سے کہا آپ نے تو دو رکعت نماز پڑھی ہے۔ انھوں نے فرمایا جب حضور ﷺ کو فتح کی بشارت ملی تھی۔ اس

۱۔ اخرجه الطبرانی قال المنذری فی ترغیبه (ج ۱ ص ۲۰۱) رواه الطبرانی فی الکبیر موقوفا باسناد لاباس به ورفعه جماعة. انتهى.
۲۔ اخرجه الشیخان کذافی الریاض (ص ۴۲۴)
۳۔ اخرجه مسلم کذافی الریاض
۴۔ اخرجه الطبرانی فی الاوسط قال الهیثمی (ج ۲ ص ۲۳۷) وفیه سعد بن مسلم الاموی ضعفه البخاری وابن معین وجماعة وذکره ابن حبان فی الثقات وقال یخطی. اه
۵۔ هکذا اخرجه الطبرانی فی الکبیر والاوسط باسناد حسن کما قال الهیثمی (ج ۲ ص ۲۳۸)

وقت بھی آپؐ نے چاشت کی دو رکعت نماز پڑھی تھی اور جب آپ کو ابو جہل کے سر کی بشارت ملی تھی اس وقت بھی دو رکعت نماز پڑھی تھی۔ ۱

حضرت ابن عباسؓ فرماتے ہیں جب پڑھتے پڑھتے میں اس آیت پر گزرا کرتا بالعشی والا شراق (سورت ص آیت ۱۸) ترجمہ "شام اور صبح تسبیح کیا کریں" تو مجھے پتہ نہیں چلتا تھا کہ اس کا کیا مطلب ہے؟ یہاں تک کہ حضرت ام ہانی بنت ابی طالبؓ نے مجھے بتایا کہ حضورﷺ میرے پاس آئے اور ایک پیالہ میں وضو کا پانی منگوایا۔ میں دیکھ رہی تھی کہ اس پیالے میں آٹے کا اثر تھا۔ حضورؐ نے وضو کیا اور پھر چاشت کی نماز پڑھی پھر فرمایا اے ام ہانی! یہ اشراق کی نماز ہے۔ ۲

حضرت ابو ہریرہؓ فرماتے ہیں حضورﷺ نے ایک لشکر بھیجا وہ بہت سا مال غنیمت لے کر بہت ہی جلد واپس آ گیا۔ ایک آدمی نے عرض کیا یا رسول اللہ! ہم نے ایسا لشکر کبھی نہیں دیکھا جو اس سے زیادہ جلدی واپس آ گیا ہو اور اس سے زیادہ مال غنیمت لے کر آیا ہو۔ حضورؐ نے فرمایا کیا میں تمہیں اس سے جلدی واپس آنے والا اور اس سے زیادہ مال غنیمت حاصل کرنے والا آدمی نہ بتاؤں۔ یہ وہ آدمی ہے جو اچھی طرح سے وضو کرے پھر مسجد میں جا کر صبح کی نماز پڑھے پھر اس کے بعد چاشت کی نماز پڑھے تو یہ آدمی بہت زیادہ مال غنیمت لے کر بہت جلد واپس آ گیا ہے۔ ۳

حضرت عطاء ابو محمدؒ کہتے ہیں میں نے حضرت علیؓ کو مسجد میں چاشت کی نماز پڑھتے ہوئے دیکھا۔ ۴

حضرت عکرمہؒ کہتے ہیں حضرت ابن عباسؓ ایک دن چاشت کی نماز پڑھتے اور دس دن چھوڑ دیتے۔ ۵ حضرت عائشہ بنت سعدؓ کہتی ہیں حضرت سعدؓ چاشت کی آٹھ رکعت نماز پڑھا کرتے تھے۔ ۶

۱۔ اخرجه البزار قال الهيثمي (ج ۲ ص ۲۳۸) رواه البزار والطبراني في الكبير ببعضه وفيه شعثاء ولم اجد من وثقها ولا جر حها وروى ابن ماجة الصلوة حين بشر براس ابي جهل فقط انتهى

۲۔ اخرجه الطبراني في الكبير قال الهيثمي (ج ۲ ص ۲۳۸) وفيه حجاج بن نصير ضعفه ابن المديني وجماعة ووثقه ابن معين وابن حبان وهو في الصحيح بغير سياقه. انتهى.

۳۔ اخرجه ابو يعلى قال المنذري في الترغيب (ج ۲ ص ۴۲۸) رواه ابو يعلى ورجال اسناده رجال الصحيح والبزار وابن حبان في صحيحه وبين البزار في رواية ان الرجل ابو بكرؓ وقد روى هذا الحديث الترمذي في الدعوات من جامعه من حديث عمرؓ. انتهى واخرجه ايضا احمد من رواية ابن لهيعة والطبراني باسناد جيد عن عبدالله بن عمروؓ كما في الترغيب (ج ۱ ص ۴۲۷)

۴۔ اخرجه الطبراني في جزء من اسمه عطاء كذافي الكنز (ج ۴ ص ۲۸۱) ۵۔ اخرجه ابن جرير كذافي الكنز (ج ۴ ص ۲۸۲) ۶۔ اخرجه ابن جرير كذافي الكنز (ج ۴ ص ۲۸۳)

ظہر اور عصر کے درمیان نوافل کا اہتمام

حضرت شعبیؒ کہتے ہیں حضرت ابن مسعودؓ چاشت کی نماز نہیں پڑھتے تھے بلکہ ظہر اور عصر کے درمیان نفل پڑھتے تھے اور رات کو بڑی لمبی تہجد پڑھتے۔[۱]

حضرت نافعؒ کہتے ہیں حضرت ابن عمرؓ ظہر سے عصر تک نماز پڑھتے تھے۔[۲]

مغرب اور عشاء کے درمیان نوافل کا اہتمام

حضرت حذیفہؓ فرماتے ہیں میں حضور ﷺ کے پاس گیا اور حضورؐ کے ساتھ مغرب کی نماز پڑھی پھر حضورؐ عشاء تک نماز پڑھتے رہے۔[۳]

حضرت محمد بن عمار بن یاسرؒ کہتے ہیں کہ میں نے حضرت عمار بن یاسرؓ کو مغرب کے بعد چھ رکعت نماز پڑھتے ہوئے دیکھا اور حضرت عمارؓ نے فرمایا میں نے اپنے محبوب حضور ﷺ کو مغرب کے بعد چھ رکعت نماز پڑھتے ہوئے دیکھا اور حضورؐ نے فرمایا کہ جو مغرب کے بعد چھ رکعت نماز پڑھے گا اس کے تمام گناہ معاف کر دیئے جائیں گے چاہے وہ سمندر کی جھاگ کے برابر ہوں۔[۴]

حضرت عبدالرحمٰن بن یزیدؒ کہتے ہیں کہ ایک وقت ایسا ہے جس میں جب بھی میں حضرت عبداللہ بن مسعودؓ کے پاس گیا انہیں نماز پڑھتے ہوئے ہی پایا اور وہ مغرب اور عشاء کے درمیان کا وقت۔ میں نے حضرت عبداللہؓ سے پوچھا ایک وقت ایسا ہے جس میں جب بھی میں آپ کے پاس آتا ہوں تو آپ کو نماز پڑھتے ہوئے پاتا ہوں۔ انہوں نے فرمایا کہ یہ فرصت کا وقت ہے (یا غفلت کی گھڑی ہے اس وقت لوگ اپنے کھانے پینے وغیرہ میں لگ جاتے ہیں اور اللہ سے غافل ہو جاتے ہیں، اس لیے میں غفلت کی اس گھڑی میں عبادت کرتا ہوں)۔[۵] حضرت اسود بن یزیدؒ کہتے ہیں حضرت عبداللہ بن مسعودؓ نے فرمایا غفلت کی گھڑی یعنی مغرب اور عشاء کے درمیان نفل نماز پڑھنا بہترین عمل ہے۔[۶]

حضرت ابن عباسؓ فرماتے ہیں فرشتے ان لوگوں کو گھیر لیتے ہیں جو مغرب اور عشاء کے درمیان نفل پڑھتے ہیں اور یہ اوابین کی نماز ہے۔[۷]

۱۔ اخرجه الطبرانی فی الکبیر قال الهیثمی (ج ۲ ص ۲۵۸) وفیه رجل لم یسم

۲۔ اخرجه ابو نعیم فی الحلیة (ج ۱ ص ۳۰۴) ۳۔ اخرجه النسائی باسناد جید کذافی الترغیب (ج ۱ ص ۳۲۹) ۴۔ اخرجه الطبرانی فی الثلاثة قال الطبرانی تفرد به صالح بن قطن البخاری وقال المنذری فی ترغیبه (ج ۱ ص ۳۲۸) وصالح هذا لا یحضرنی الآن فیه جرح ولا تعدیل. اه ۵۔ اخرجه الطبرانی فی الکبیر قال الهیثمی (ج ۲ ص ۲۳۰) وفیه لیث بن ابی سلیم وفیه کلام ۶۔ عند الطبرانی ایضا قال الهیثمی (ج ۲ ص ۲۳۰) وفیه جابر الجعفی وفیه کلام کثیر

۷۔ اخرجه ابن زنجویه کذافی الکنز (ج ۴ ص ۱۹۳)

گھر میں داخل ہوتے وقت اور گھر سے نکلتے وقت نوافل کا اہتمام

حضرت عبدالرحمٰن بن ابی لیلیٰؒ کہتے ہیں کہ ایک آدمی نے حضرت عبداللہ بن رواحہؓ (کے بعد ان) کی بیوی سے شادی کی۔ اس نے ان کی بیوی سے ان کے کسی خاص عمل کے بارے میں پوچھا۔ اس نے کہا وہ جب بھی گھر سے باہر جانے کا ارادہ کرتے تو دو رکعت نماز پڑھتے اور جب بھی گھر میں داخل ہوتے تو بھی دو رکعت نماز پڑھتے۔ اپنے اس معمول کو کبھی نہیں چھوڑتے تھے۔[1]

تراویح کی نماز

حضرت ابو ہریرہؓ فرماتے ہیں حضور ﷺ رمضان میں رات کو تراویح پڑھنے کی ترغیب دیتے تھے لیکن اس کے واجب ہونے کا حکم نہیں دیتے تھے۔ چنانچہ فرماتے تھے جو رمضان کی راتوں میں تراویح ایمان و یقین کے ساتھ ثواب حاصل کرنے کے شوق میں پڑھے گا اس کے گزشتہ تمام گناہ معاف کر دیئے جائیں گے۔[2] ایک روایت میں یہ ہے کہ پھر حضورؐ کا انتقال ہو گیا اور یہ سلسلہ یونہی چلتا رہا اور پھر حضرت ابو بکرؓ کے زمانے میں اور حضرت عمرؓ کے شروع زمانے میں یہ سلسلہ اسی طرح چلتا رہا۔[3]

حضرت ابو ہریرہؓ فرماتے ہیں کہ حضور ﷺ ایک مرتبہ رمضان میں باہر تشریف لائے تو آپؐ نے دیکھا کہ کچھ لوگ مسجد کے ایک کونے میں نماز پڑھ رہے ہیں۔ حضورؐ نے پوچھا یہ لوگ کون ہیں؟ صحابہؓ نے عرض کیا ان میں قرآن کا حافظ کوئی نہیں ہے اس لیئے حضرت ابی بن کعبؓ انہیں نماز پڑھا رہے ہیں اور یہ ان کے پیچھے پڑھ رہے ہیں۔ حضورؐ نے فرمایا انہوں نے ٹھیک کیا اور ان کا یہ کام بہت اچھا ہے۔[4]

حضرت عبدالرحمٰن بن عبد قاریؒ کہتے ہیں رمضان کی ایک رات میں میں حضرت عمر بن خطابؓ کے ساتھ مسجد میں گیا لوگ مختلف ٹولیوں میں بٹے ہوئے تھے کوئی اپنی نماز پڑھ رہا تھا اور ایک جماعت اس کے ساتھ پڑھ رہی تھی۔ حضرت عمرؓ نے کہا میرا خیال یہ ہو رہا ہے کہ اگر میں ان سب کو ایک حافظ قرآن کے پیچھے کھڑا کر دوں تو یہ زیادہ بہتر رہے گا۔ پھر حضرت عمرؓ نے اس کا پختہ ارادہ کر لیا اور ان سب کو حضرت ابی بن کعبؓ کے پیچھے جمع کر دیا۔ پھر میں حضرت عمرؓ کے ساتھ دوسری رات پھر گیا لوگ اپنے قاری (حضرت ابی بن کعبؓ) کے پیچھے نماز پڑھ رہے تھے۔ حضرت عمرؓ نے فرمایا یہ بہت اچھی بدعت ہے لیکن تم شروع رات میں تو تراویح پڑھتے ہو اور

۱۔ اخرجه ابن المبارك في الزهد بسند صحيح كذافي الاصابة (ج ۲ ص ۳۰۶)
۲۔ اخرجه مسلم كذافي الرياض ۳۔ ذكره في جمع الفوائد عن الستة
۴۔ اخرجه ابو داؤد باسناد ضعيف كذافي جمع الفوائد

آخر رات میں تہجد چھوڑ کر سو جاتے ہو۔ میرے نزدیک تہجد تراویح سے افضل ہے۔ ۱؎

حضرت نوفل بن ایاس ہذلیؒ کہتے ہیں ہم لوگ حضرت عمر بن خطابؓ کے زمانے میں رمضان میں مختلف جماعتوں میں تراویح پڑھا کرتے تھے ایک جماعت یہاں تراویح پڑھ رہی ہے اور ایک وہاں۔ جس امام کی آواز زیادہ اچھی ہوتی لوگ اس کی طرف زیادہ چلے جاتے۔ اس پر حضرت عمرؓ نے فرمایا میرے خیال میں لوگوں نے قرآن کو گانے کی چیز بنالیا ہے۔ غور سے سنو اللہ کی قسم! میرا بس چلا تو اس صورت حال کو ضرور بدل دوں گا۔ چنانچہ تین ہی دن کے بعد حضرت عمرؓ نے حضرت ابی بن کعبؓ کو حکم دیا اور انہوں نے تمام لوگوں کو اکٹھا کر کے تراویح کی نماز پڑھائی۔ پھر حضرت عمرؓ نے آخری صف میں کھڑے ہو کر فرمایا۔ ہے تو یہ (تراویح کا ایک جماعت بن کر پڑھنا) بدعت لیکن ہے بہت عمدہ۔ ۲؎

حضرت ابو اسحٰق ہمدانیؒ کہتے ہیں حضرت علی بن ابی طالبؓ رمضان کی پہلی رات میں باہر تشریف لائے تو دیکھا کہ قندیلیں روشن ہیں اور اللہ کی کتاب پڑھی جا رہی ہے۔ حضرت علیؓ نے فرمایا اے ابن خطاب! جیسے تم نے اللہ کی مسجدوں کو قرآن سے منور کیا ہے ایسے ہی اللہ تعالیٰ تمہاری قبر کو منور فرمائے۔ ۳؎

حضرت عروہؓ فرماتے ہیں حضرت عمر بن خطابؓ نے رمضان میں تراویح کو ایک بڑی جماعت میں پڑھنے کا سلسلہ شروع کیا اور مردوں کے لیئے حضرت ابی بن کعبؓ کو امام مقرر کیا اور عورتوں کے لیئے حضرت سلیمان بن ابی حثمہؓ کو۔ ۴؎

حضرت عمر بن عبداللہ عنسیؒ کہتے ہیں حضرت ابی بن کعب اور حضرت تمیم داریؓ نبی کریم ﷺ کی جگہ کھڑے ہو کر مردوں کو تراویح کی نماز باری باری پڑھایا کرتے تھے اور حضرت سلیمان بن ابی حثمہ مسجد کے صحن میں عورتوں کو تراویح پڑھایا کرتے تھے۔ جب حضرت عثمان بن عفانؓ خلیفہ بنے تو انہوں نے مردوں، عورتوں سب کے لیئے ایک ہی امام مقرر کر دیا یعنی حضرت سلیمان بن ابی حثمہؓ کو۔ اور حضرت عثمانؓ کے فرمانے پر تراویح کے بعد عورتوں کو روک لیا جاتا۔ جب مرد چلے جاتے پھر انہیں چھوڑا جاتا۔ ۵؎

حضرت عرفجہؒ کہتے ہیں حضرت علی بن ابی طالبؓ لوگوں کو رمضان میں تراویح پڑھنے کا حکم دیتے اور مردوں کے لیئے ایک امام مقرر کرتے اور عورتوں کے لیئے دوسرا۔ چنانچہ میں عورتوں کا

۱؎ اخرجه مالک والبخاری وابن خزیمة وغیر هم کذافی الکنز وجمع الفوائد

۲؎ اخرجه ابن سعد (ج۵ص ۵۹)   ۳؎ اخرجه ابن شاهین کذافی الکنز (ج۴ص ۲۸۴) واخرجه الخطیب فی امالیة عن ابی اسحق الهمدانی وابن عساکر عن اسماعیل بن زیاده بمعناه مختصرا کما فی منتخب الکنز (ج۴ص ۳۸۷)   ۴؎ اخرجه الفریابی والبیهقی کذافی الکنز (ج۴ص ۲۸۳)   ۵؎ اخرجه ابن سعد (ج۵ص ۲۶)

امام ہوا کرتا۔ا

حضرت جابر بن عبد اللہؓ فرماتے ہیں کہ حضرت ابی بن کعبؓ نے حضور ﷺ کی خدمت میں حاضر ہو کر عرض کیا یا رسول اللہ! آج رات مجھ سے ایک کام ہو گیا اور یہ واقعہ رمضان کا ہے۔ حضورؐ نے فرمایا اے ابی! کیا ہوا؟ انہوں نے عرض کیا میرے گھر میں چند عورتیں تھیں ان عورتوں نے کہا ہم نے قرآن نہیں پڑھا۔، ہم آپ کے پیچھے تراویح کی نماز پڑھیں گی، چنانچہ میں نے انہیں آٹھ رکعت نماز پڑھائی اور وتر بھی پڑھائے۔ حضورؐ نے اس پر کچھ نہ فرمایا اس طرح آپ کی رضامندی کی بناء پر یہ سنت ہوئی۔۲

صلوۃ التوبہ

حضرت بریدہؓ فرماتے ہیں ایک دن صبح کے وقت حضورؐ نے حضرت بلالؓ کو بلا کر فرمایا اے بلال! تم کس عمل کی وجہ سے مجھ سے پہلے جنت میں چلے گئے؟ آج رات میں جنت میں داخل ہوا تو میں نے اپنے آگے تمہارے چلنے کی آہٹ سنی۔ انھوں نے عرض کیا یا رسول اللہ! جب بھی مجھ سے گناہ ہو جاتا ہے تو میں فوراً دو رکعت صلوۃ التوبہ پڑھتا ہوں اور جب بھی میرا وضو ٹوٹتا ہے تو میں اسی وقت فوراً وضو کر کے دو رکعت نفل (تحیۃ الوضو) پڑھتا ہوں۔۳

صلوۃ الحاجہ

حضرت ثمامہ بن عبد اللہؒ کہتے ہیں حضرت انس بن مالکؓ کے باغ کا مالی سخت گرمی کے زمانے میں ان کے پاس آیا اور ان سے موسم کی خشکی اور بارش نہ ہونے کی شکایت کی۔ حضرت انسؓ نے پانی منگوا کر وضو کیا اور نماز پڑھی پھر مالی سے کہا کیا تمہیں کوئی بادل آسمان میں نظر آ رہا ہے؟ اس نے کہا کوئی نظر نہیں آ رہا ہے۔ حضرت انسؓ نے اندر جا کر پھر نماز پڑھی پھر اسے کہا۔ اس طرح تین چار مرتبہ ہوا۔ تیسری یا چوتھی مرتبہ اس مالی کو دیکھنے کو کہا تو اس نے کہا پرندے کے پر جتنا بادل نظر آ رہا ہے۔ حضرت انسؓ نماز پڑھتے رہے اور دعا مانگتے رہے یہاں تک کہ باغ کے ذمہ دار نے اندر جا کر ان کو بتایا کہ آسمان پر بادل چھا گئے اور بارش ہو چکی ہے تو اس نے فرمایا جو گھوڑا بشر بن شغاف نے بھیجا ہے۔ اس پر سوار ہو کر جاؤ اور دیکھو بارش کہاں تک ہوئی ہے؟ چنانچہ وہ دیکھ کر آیا اور اس نے بتایا کہ بارش مسیرین کے محلات اور غضبان کے محل سے آگے نہیں ہوئی (یعنی حضرت انسؓ کے باغات میں ہی ہوئی ہے، اس سے آگے نہیں ہوئی)۔۴

۱۔ اخرجه البيهقي كذافي الكنز (ج ۴ ص ۲۸۴) ۲۔ اخرجه ابو يعلى قال الهيثمي (ج ۲ ص ۷۴) رواه ابو يعلى والطبراني بنحوه في الاوسط واسناده حسن. ۳۔ اخرجه ابن خزيمة في صحيحه عن عبدالله بن بريدة كذافي الترغيب (ج ۱ ص ۳۲۷)

۴۔ اخرجه ابن سعد (ج ۷ ص ۲۱)

حضرت علیؓ فرماتے ہیں مجھے ایک دفعہ بہت زیادہ درد ہوا۔ حضورؐ کی خدمت میں گیا (اور اپنی تکلیف حضورؐ کو بتائی) حضورؐ نے مجھے اپنی جگہ بٹھایا اور خود کھڑے ہو کر نماز پڑھنے لگے اور اپنے کپڑے کا ایک کنارہ میرے اوپر ڈال دیا پھر فرمایا اے ابن ابی طالب! کوئی بات نہیں تم ٹھیک ہو جاؤ گے۔ میں نے اللہ سے اپنے لئے جو چیز بھی مانگی وہی میں نے تمہارے لئے بھی مانگی اور اللہ سے میں نے جو چیز بھی مانگی وہ اللہ نے مجھے ضرور عطا فرمائی، البتہ مجھے یہ کہا گیا کہ تمہارے بعد کوئی نبی نہیں ہوگا۔ حضرت علیؓ نے فرمایا میں وہاں سے کھڑا ہوا تو سارا درد ختم ہو چکا تھا اور ایسے لگ رہا تھا کہ جیسے مجھے کوئی تکلیف ہی نہ ہوئی ہو۔[1]

حضرت انس بن مالکؓ فرماتے ہیں کہ حضورؐ کے ایک صحابیؓ کی کنیت ابو معلق تھی اور وہ تاجر تھے۔ اپنے اور دوسروں کے مال سے تجارت کیا کرتے تھے اور وہ بہت زیادہ عبادت گزار اور پرہیز گار تھے ایک مرتبہ وہ سفر میں گئے۔ انہیں راستہ میں ایک ہتھیاروں سے مسلح ڈاکو ملا۔ اس نے کہا اپنا سارا سامان یہاں رکھ دو میں تمہیں قتل کروں گا۔ اس صحابیؓ نے کہا تم نے مال لینا ہے وہ لے لو۔ ڈاکو نے کہا نہیں میں تو تمہارا خون بہانا چاہتا ہوں۔ اس صحابیؓ نے کہا مجھے ذرا مہلت دو میں نماز پڑھ لوں۔ اس نے کہا جتنی پڑھنی ہے پڑھ لو۔ چنانچہ انھوں نے وضو کر کے نماز پڑھی اور یہ دعا تین مرتبہ مانگی یاودود یا ذا العرش المجید یافعالا لما یرید اسئلک بعز تک التی لاترام وملکک الذی لایضام و بنورک الذی ملا ارکان عرشک ان تکفینی شر ھذا اللص یامغیث اغثنی تو اچانک ایک گھوڑے سوار نمودار ہوا جس کے ہاتھ میں ایک نیزہ تھا جسے اٹھا کر اس نے اپنے گھوڑے کے کانوں کے درمیان بلند کیا ہوا تھا۔ اس نے اس ڈاکو کو نیزہ مار کر قتل کر دیا۔ پھر وہ اس تاجر کی طرف متوجہ ہوا۔ تاجر نے پوچھا تم کون ہو؟ اللہ نے تمہارے ذریعہ سے میری مدد فرمائی ہے۔ اس نے کہا میں چوتھے آسمان کا فرشتہ ہوں۔ جب آپ نے (پہلی مرتبہ) دعا کی تو میں نے آسمان کے دروازوں کی کھڑ کھڑاہٹ سنی۔ جب آپ نے دوبارہ دعا کی تو میں نے آسمان والوں کی چیخ و پکار سنی پھر آپ نے تیسری مرتبہ دعا کی تو کسی نے کہا یہ ایک مصیبت زدہ کی دعا ہے۔ میں نے اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں عرض کیا کہ اس ڈاکو کو قتل کرنے کا کام میرے ذمہ کر دیں۔ پھر اس فرشتے نے کہا آپ کو خوشخبری ہو کہ جو آدمی بھی وضو کر کے چار رکعت نماز پڑھے اور پھر یہ دعا مانگے اس کی دعا ضرور قبول ہوگی چاہے وہ مصیبت زدہ ہو یا نہ ہو۔[2]

---

[1] اخرجہ ابن ابی عاصم وابن جریر و صححہ والطبرانی فی الاوسط وابن شاھین فی السنۃ کذافی المنتخب (ج ۵ ص ۴۳) [2] اخرجہ ابن ابی الدنیا فی کتاب مجابی الدعوۃ واخرجہ ابو موسیٰ فی کتاب الوظائف بتمامہ کذافی الاصابۃ (ج ۴ ص ۱۸۲)

حضور ﷺ اور آپؐ کے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کس طرح علم
الٰہی حاصل کرنے کا شوق رکھتے تھے اور دوسروں کو اس کی
ترغیب دیتے تھے اور علم الٰہی میں جو ایمان و عمل ہیں ان کو کس
طرح خود سیکھتے اور دوسروں کو سکھاتے تھے اور سفر و حضر، خوش
حالی اور بد حالی، ہر حال میں کس طرح علم الٰہی کے سیکھنے
سکھانے میں لگتے تھے اور کس طرح مدینہ منورہ علی صاحبہا
الف الف صلوۃ و تحیۃ میں آنے والے مہمانوں کو سکھانے کا
اہتمام کرتے تھے اور کس طرح علم، جہاد اور کمائی ان تینوں
کاموں کو جمع کرتے تھے اور مختلف شہروں میں علم پھیلانے
کے لئے آدمیوں کو بھیجا کرتے تھے اور کس طرح اپنے اندر
ان صفات کے پیدا کرنے کا اہتمام کرتے تھے جن کی وجہ
سے علم اللہ کے ہاں قبول ہوتا ہے

نبی کریم ﷺ کا علم کی ترغیب دینا

حضرت صفوان بن عسال مرادیؓ فرماتے ہیں میں حضور ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوا۔ حضورؐ اس وقت اپنی دھاری دار سرخ چادر پر تکیہ لگا کر بیٹھے ہوئے تھے۔ میں نے عرض کیا یا رسول اللہ! میں علم حاصل کرنے آیا ہوں۔ حضورؐ نے فرمایا خوش آمدید ہو طالب علم کو۔ طالب علم کو فرشتے اپنے پروں سے گھیر لیتے ہیں اور پھر ایک دوسرے پر سوار ہوتے رہتے ہیں یہاں تک کہ وہ آسمان دنیا تک پہنچ جاتے ہیں اور وہ اس علم سے محبت کی وجہ سے ایسا کرتے ہیں جسے یہ طالب علم حاصل کر رہا ہے۔[1]

حضرت قبیصہ بن مخارقؓ فرماتے ہیں میں حضور ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوا۔ حضورؐ نے پوچھا کیوں آئے ہو؟ میں نے عرض کیا میری عمر زیادہ ہوگئی ہے میری ہڈیاں کمزور ہوگئی ہیں یعنی میں بوڑھا ہو گیا ہوں۔ میں آپ کی خدمت میں اس لیئے حاضر ہوا ہوں تاکہ آپ مجھے وہ چیز سکھائیں جس سے اللہ تعالیٰ مجھے نفع دے۔ حضورؐ نے فرمایا تم جس پتھر، درخت اور ڈھیلے کے پاس سے گزرے ہو اس نے تمہارے لیئے دعائے مغفرت کی ہے اے قبیصہ! صبح کی نماز کے بعد تین دفعہ سبحان اللّٰہ العظیم وبحمدہ کہو اس سے تم اندھے پن، کوڑھی پن اور فالج سے محفوظ رہو گے۔ اے قبیصہ! یہ دعا بھی پڑھا کرو اللھم انی اسئلک مما عندک وافض علی من فضلک وانشر علی من رحمتک وانزل علی من برکتک ''اے اللہ! میں ان نعمتوں میں سے مانگتا ہوں جو تیرے پاس ہیں اور اپنے فضل کی مجھ پر بارش کر اور اپنی رحمت مجھ پر پھیلا دے اور اپنی برکت مجھ پر نازل کر دے۔''[2]

حضرت سخبرہؓ فرماتے ہیں حضور ﷺ ایک مرتبہ بیان فرما رہے تھے آپؐ کے پاس سے دو آدمی گزرے۔ حضورؐ نے ان سے فرمایا تم دونوں بیٹھ جاؤ تم خیر پر ہو۔ جب حضور کھڑے ہوئے اور صحابہؓ سب حضورؐ کے پاس سے ادھر ادھر چلے گئے تو ان دونوں نے کھڑے ہو کر عرض کیا یا رسول اللہ! آپؐ نے ہم سے فرمایا تھا تم دونوں بیٹھ جاؤ تم خیر پر ہو یہ صرف ہم دونوں کے لیئے ہے یا تمام لوگوں کے لیئے ہے۔ حضورؐ نے فرمایا جو بندہ بھی علم حاصل کرتا ہے تو یہ علم کا حاصل کرنا اس کے پچھلے تمام گناہوں کا کفارہ بن جاتا ہے۔[3]

---

[1] اخرجه احمد والطبرانی باسناد جید واللفظ له وابن حبان فی صحیحه والحاکم وقال صحیح الاسناد کذافی الترغیب (ج ۱ ص ۵۹) [2] اخرجه احمد کذافی جمع الفوائد (ج ۱ ص ۲۱) قال المنذری والهیثمی وفیه رجل لم یسم [3] اخرجه الترمذی مختصرا والطبرانی فی الکبیر واللفظ له کذافی الترغیب (ج ۱ ص ۲۰)

حضرت ابوامامہ باہلیؓ فرماتے ہیں حضور ﷺ کے سامنے دو آدمیوں کا تذکرہ ہوا جن میں سے ایک عابد تھا اور دوسرا عالم۔ حضورؐ نے فرمایا عالم کو عابد پر ایسی فضیلت حاصل ہے جیسی مجھے تمہارے ادنیٰ آدمی پر۔ پھر حضورؐ نے فرمایا جو آدمی لوگوں کو خیر سکھاتا ہے اللہ تعالیٰ اس پر رحمت بھیجتے ہیں اور اللہ کے فرشتے اور تمام آسمانوں والے یہاں تک کہ چیونٹیاں اپنے بلوں میں اور مچھلیاں اس کے لیئے دعائے رحمت کرتی ہیں۔[۱] دوسری روایت میں دو آدمیوں کا ذکر نہیں ہے، البتہ یہ ہے کہ حضور ﷺ نے فرمایا عالم کو عابد پر ایسی فضیلت حاصل ہے جیسی مجھے تمہارے ادنیٰ آدمی پر۔ پھر حضورؐ نے یہ آیت پڑھی اِنَّمَا يَخْشَى اللّٰهَ مِنْ عِبَادِهِ الْعُلَمٰٓؤُا (سورت فاطر آیت ۲۸) ترجمہ "خدا سے اس کے وہی بندے ڈرتے ہیں جو (اس کی عظمت کا) علم رکھتے ہیں۔" اور آگے پچھلی حدیث جیسا مضمون ذکر کیا۔[۲]

حضرت حسنؒ کہتے ہیں حضور ﷺ سے ان دو آدمیوں کے بارے میں پوچھا گیا جو بنی اسرائیل میں تھے ان میں سے ایک عالم تھا اور فرض نماز پڑھ کر بیٹھ جاتا اور لوگوں کو خیر کی باتیں سکھاتا رہتا اور دوسرا دن بھر روزہ رکھتا اور رات بھر عبادت کرتا۔ ان دونوں میں سے کون افضل ہے؟ حضورؐ نے فرمایا یہ عالم جو فرض نماز پڑھ کر بیٹھ جاتا تھا اور لوگوں کو خیر کی باتیں سکھاتا رہتا تھا اسے اس عابد پر جو دن بھر روزہ رکھتا تھا اور رات بھر عبادت کرتا تھا ایسی فضیلت حاصل ہے جیسی مجھے تمہارے ادنیٰ آدمی پر۔[۳]

حضرت عقبہ بن عامرؓ فرماتے ہیں ایک مرتبہ حضور ﷺ باہر تشریف لائے۔ ہم لوگ صفہ میں بیٹھے ہوئے تھے۔ آپؐ نے فرمایا تم میں سے کون شخص اس کو پسند کرتا ہے کہ علی الصبح بازار بطحان یا عقیق میں جائے اور اونچے کوہان والی عمدہ سے عمدہ دو اونٹنیاں کسی قسم کے گناہ اور قطع رحمی کے بغیر پکڑ لائے؟ ہم نے عرض کیا ہم سب اسے پسند کرتے ہیں۔ حضورؐ نے فرمایا کہ مسجد میں جا کر دو آیتوں کا پڑھنا یا پڑھا دینا دو اونٹنیوں سے اور تین آیات کا تین اونٹنیوں سے اسی طرح چار کا چار سے افضل ہے اور ان کے برابر اونٹوں سے افضل ہے۔[۴]

حضرت انسؓ فرماتے ہیں حضور ﷺ کے زمانے میں دو بھائی تھے۔ ان میں سے ایک کمائی کرتا تھا اور دوسرا ہر وقت حضورؐ کے ساتھ رہتا تھا اور حضورؐ سے سیکھتا تھا، کمانے والے بھائی نے حضورؐ سے اپنے بھائی (کے نہ کمانے) کی شکایت کی حضورؐ نے فرمایا شاید تمہیں اس (نہ کمانے والے) بھائی کی برکت سے روزی ملتی ہے۔[۵]

۱۔ اخرجه الترمذی ۲۔ اخرجه الدارمی عن مکحول مرسلا

۳۔ اخرجه الدارمی ایضا مرسلا کذافی المشکوۃ (ص ۲۲، ۲۸)

۴۔ اخرجه مسلم کذافی المشکوۃ (ص ۱۷۵) واخرجه ابو نعیم فی الحلیة (ج ۱ ص ۳۴۱) وفی روایته فیتعلم اویقراء ۵۔ اخرجه الترمذی کذافی جمع الفوائد (ج ۱ ص ۲۰) واخرجه ابن عبدالبر فی جامع بیان العلم (ج ۱ ص ۵۹) بمعناه والحاکم فی المستدرک (ج ۱ ص ۹۴) وصححه علی شرط مسلم ووافقه الذهبی

نبی کریم ﷺ کے صحابہ کرامؓ کا علم کی ترغیب دینا

حضرت ابو طفیلؒ کہتے ہیں حضرت علیؓ فرماتے تھے انبیا علیہم الصلوۃ والسلام کے سب سے زیادہ قریب وہ شخص ہے جو ان کے لائے ہوئے دین کو سب سے زیادہ جاننے والا ہو۔ پھر یہ آیت پڑھا کرتے تھے اِنَّ اَوْلَی النَّاسِ بِاِبْرٰهِیْمَ لَلَّذِیْنَ اتَّبَعُوْهُ وَهٰذَا النَّبِیُّ (سورت آل عمران آیت ۶۸) ترجمہ" بلاشبہ سب آدمیوں میں زیادہ خصوصیت رکھنے والے (حضرت) ابراہیمؑ کے ساتھ البتہ وہ لوگ تھے جنہوں نے ان کا اتباع کیا تھا اور یہ نبی (ﷺ) ہیں" یعنی حضرت محمد ﷺ اور ان کا اتباع کرنے والے صحابہؓ۔ اس لیئے تم اس کو تبدیل نہ کرو لہذا محمدؐ کا دوست وہ ہے جو اللہ کی اطاعت کرے اور محمدؐ کا دشمن وہ ہے جو اللہ کی نافرمانی کرے اگرچہ وہ حضورؐ کا قریبی رشتہ دار ہی کیوں نہ ہو۔[۱]

حضرت کمیل بن زیادؒ کہتے ہیں حضرت علیؓ میرا ہاتھ پکڑ کر مجھے صحرا کی طرف لے چلے۔ جب ہم صحرا میں پہنچ گئے تو حضرت علیؓ بیٹھ گئے اور ایک لمبا سانس لے کر فرمایا اے کمیل بن زیاد! دل برتن ہیں ان میں سے بہترین برتن وہ ہے جو (اپنے اندر کی چیز کو) زیادہ محفوظ رکھنے والا ہو۔ میں تمہیں جو بات کہہ رہا ہوں وہ یاد رکھنا۔ انسان تین قسم کے ہیں ایک عالم ربانی، دوسرے وہ علم حاصل کرنے والا جو نجات کے راستے پر چل رہا ہے، تیسرے وہ کمینے اور رذیل لوگ جو ہر شور مچانے والے کے پیچھے چل پڑتے ہیں اور جدھر کی ہوا چلے ادھر کو ہی رخ کر لیتے ہیں، نہ تو علم کے نور سے کچھ روشنی حاصل کی اور نہ کسی مضبوط مددگار کی پناہ حاصل کی۔ علم مال سے بہتر ہے۔ علم تمہاری حفاظت کرتا ہے اور مال کی حفاظت تمہیں کرنی پڑتی ہے۔ علم عمل کرنے سے بڑھتا ہے اور مال خرچ کرنے سے گھٹتا ہے۔ عالم کی محبت دین ہے جس کا اللہ کے ہاں سے بدلہ ملے گا۔ علم کی وجہ سے عالم کی زندگی میں اس کی بات مانی جاتی ہے اور اس کے مرنے کے بعد اس کا اچھائی سے تذکرہ کیا جاتا ہے۔ جب مال چلا جاتا ہے تو مال کی کارگیری اور مال کی بنیاد پر چلنے والے کام بھی ختم ہو جاتے ہیں۔ مال کے خزانے جمع کرنے والے زندہ بھی ہوں تو بھی وہ (روح اور دل کے اعتبار سے) مردہ شمار ہوتے ہیں اور علماء (مرنے کے بعد بھی) جب تک زمانہ رہے گا باقی رہیں گے۔ (ان کا ذکر خیر ہوتا رہے گا) ان کے جسم دنیا سے چلے جائیں گے لیکن ان کی عظمت کے نقوش دلوں میں باقی رہیں گے۔ اور یہ بات غور سے سنو اور سینے کی طرف اشارہ کر کے حضرت علیؓ نے فرمایا اس جگہ ایک زبردست علم ہے کاش! اس علم کو اٹھانے والے مجھے مل جاتے، اب یا تو ایسے لوگ ملتے ہیں جن کی سمجھ تو تیز ہے لیکن (تقوی اور طہارت کے نہ ہونے کی وجہ سے) ان پر

---

۱ ۔ اخرجه اللا لكائي كذافي الكنز (ج ۱ ص ۲۰۸)

اطمینان نہیں۔ یہ دین کے اسباب کو دنیا کے لیئے استعمال کرتے ہیں اور قرآن میں اللہ تعالیٰ نے جو دلائل بیان کئے ہیں ان سے قرآن کے خلاف ہی ثابت کرتے ہیں (کیونکہ علم کا نور انہیں حاصل نہیں ہے) اور اللہ کی نعمتوں کو اس کے بندوں کے خلاف استعمال کرتے ہیں یا پھر ایسے لوگ ملتے ہیں جو اہل حق کے فرمانبردار تو ہیں لیکن انہیں دین کے زندہ کرنے کی کوئی سمجھ نہیں ہے اور معمولی سا شبہ پیش آتے ہی ان کے دل میں شک پیدا ہو جاتا ہے۔ نہ اس طرف طبیعت جمتی ہے اور نہ اس طرف۔ یا پھر ایسے لوگ ملتے ہیں جو لذتوں میں پڑے ہوئے ہیں اور آسانی سے خواہشات کی بات مان لیتے ہیں یا پھر ایسے لوگ ملتے ہیں جو مال جمع کرنے اور ذخیرہ کرنے کا ہی جذبہ رکھتے ہیں اور یہ آخری دو قسم کے انسان دین کے داعی بھی نہیں ہیں (پہلے دو دین کے داعی تو تھے لیکن ان میں اور خرابیاں تھیں) اور چرنے والے جانور ان دونوں کے زیادہ مشابہ ہیں اور علم والوں کے مرنے سے علم بھی ختم ہو جائے گا لیکن یہ بات بھی ہے کہ زمین کبھی بھی اللہ کے ایسے بندوں سے خالی نہیں ہوتی جو اس لیئے دلائل لے کر کھڑے ہوتے ہیں تاکہ اللہ کے دلائل اور واضح احکام بیکار اور معطل نہ قرار دیئے جائیں۔ ان بندوں کی تعداد چاہے بہت کم ہو لیکن اللہ کے ہاں ان کا درجہ سب سے بڑا ہے اور اللہ کی حجتوں یعنی قرآنی آیات پر جو غلط اعتراضات کیئے جاتے ہیں ان کو اللہ تعالیٰ ان بندوں کے ذریعے دور فرماتے ہیں یہاں تک کہ وہ ان حجتوں کو اپنے جیسے بندوں تک پہنچا کر ان کے دلوں میں اتار دیتے ہیں اور کمال علم کی وجہ سے ہر امر کی حقیقت ان پر واضح ہو جاتی ہے اور جس امر کی حقیقت عیش وعشرت والوں کو دشوار نظر آتی ہے۔ وہ ان کے لیئے بہت آسان ہوتی ہے۔ اور جن کاموں سے جاہل لوگ گھبراتے ہیں اور وحشت محسوس کرتے ہیں ان میں ان کا دل لگتا ہے۔ یہ لوگ اپنے بدن سے تو دنیا میں رہتے ہیں لیکن ان کی روحوں کا تعلق منظر اعلیٰ یعنی آخرت سے ہوتا ہے۔ یہی لوگ اللہ کی زمین پر اس کے خلیفہ ہیں۔ اور اس کے دین کے داعی ہیں۔ ہائے ہائے مجھے ان لوگوں کو دیکھنے کا کتنا شوق ہے۔ میں اپنے لیئے اور تمہارے لیئے اللہ سے استغفار کرتا ہوں، اب اگر تم چاہو تو جا سکتے ہو۔[1]

حضرت معاذ بن جبلؓ فرماتے ہیں علم سیکھو کیونکہ اللہ کے لیئے علم سیکھنا اللہ سے ڈرنا ہے۔ علم کو تلاش کرنا عبادت ہے اور اس کا آپس میں مذاکرہ کرنا تسبیح (کا ثواب دلاتا) ہے اور (سمجھنے کے لیئے) اس میں بحث کرنا جہاد ہے اور نہ جاننے والے کو سکھانا صدقہ ہے اور جو لوگ علم کے اہل ہیں

۱۔ اخرجه ابو نعيم في الحلية(ج ا ص ۷۹)واخرجه ايضا ابن الانباری في المصاحف والمرهبي في العلم ونصر في الحجة وابن عساكر كما في الكنز(ج۵ص ۲۳۱)بنحوه مع اختلاف يسير في الفاظه وزيادة وقد ذكر ابن عبدالبر طرفا منه في كتابه جامع بيان العلم (ج۲ص ۱۱۲)ثم قال هو حديث مشهور عند اهل علم يستغنى عن الاسناد لشهرته عندهم.انتهى

ان پر علم خرچ کرنا اللہ کے تقرب کا ذریعہ ہے کیونکہ علم کے ذریعہ سے حلال وحرام معلوم ہوتا ہے اور علم جنت والوں کے لیئے (جنت کے راستے کا) مینار ہے اور وحشت میں انس کا ذریعہ ہے، مسافری میں ساتھی، تنہائی میں بات کرنے والا نفع وخوشی کے نقصان اور غم کے کاموں کو بتانے والا دشمنوں کے خلاف ہتھیار اور دوستوں کے نزدیک انسان کی زینت کا ذریعہ ہے۔ اللہ تعالیٰ اس کے ذریعے کچھ لوگوں کو بلند مرتبہ کرتے ہیں اور ان کو خیر کے کاموں میں پیشرو اور امام بناتے ہیں۔ ان کے طریقوں کو لوگ اختیار کرتے ہیں اور ان کے کاموں میں ان کی اتباع کرتے ہیں۔ اور ان کی رائے اور فیصلہ پر سب مطمئن ہو جاتے ہیں۔ فرشتے ان کی دوستی اور ان کے ساتھ رہنے کا شوق رکھتے ہیں اور اپنے پروں کو ان پر ملتے ہیں اور ہر طرح کی مخلوق ان کے لیئے دعائے مغفرت کرتی ہے یہاں تک کہ سمندر کی مچھلیاں اور دوسرے جانور اور خشکی کے درندے اور جانور بھی ان کے لیئے دعائے مغفرت کرتے ہیں کیونکہ علم دلوں کو جہالت سے نکال کر زندگی بخشتا ہے اور اندھیرے میں نگاہ کو بصیرت عطا کرتا ہے۔ انسان علم کے ذریعہ سے بہترین لوگوں کے مرتبے کو اور دنیا وآخرت کے بلند درجوں کو پالیتا ہے۔ اس میں غور وفکر کرنے سے روزہ رکھنے کا اور اسے پڑھنے پڑھانے سے راتوں کو عبادت کرنے کا ثواب ملتا ہے۔ علم کی وجہ سے انسان صلہ رحمی کرتا ہے اور حلال اور حرام کا فرق جانتا ہے۔ علم عمل کا امام ہے۔ عمل اس کے تابع ہے خوش قسمت لوگوں کے دلوں میں علم کا الہام ہوتا ہے اور بدقسمت لوگ علم سے محروم رہتے ہیں۔[۱]

حضرت ہارون بن رئاب کہتے ہیں کہ حضرت ابن مسعودؓ فرمایا کرتے تھے تم صبح اس حال میں کرو کہ یا تو (سکھانے والے) عالم ہو یا سیکھنے والے ہو، اس کے علاوہ کچھ اور نہ ہو کیونکہ اس کے علاوہ تو آدمی جاہل ہوتا ہے اور جو آدمی علم حاصل کرنے کی حالت میں صبح کرتا ہے اس کے اس عمل کو پسندیدہ سمجھنے کی وجہ سے فرشتے اس کے لیئے اپنے پر کھول دیتے ہیں۔[۲]

حضرت زیدؒ کہتے ہیں حضرت عبداللہؓ نے فرمایا تم اس حال میں صبح کرو کہ یا تو تم (سکھانے والے) عالم ہو یا سیکھنے والے ہو اور ایسے آدمی نہ بنو جس کی اپنی کوئی رائے نہ ہو اور وہ ہر ایک کے پیچھے چل پڑے۔[۳]

حضرت ابن مسعودؓ فرماتے ہیں اے لوگو! علم اٹھنے سے پہلے علم حاصل کرو اور اس کے اٹھنے کی صورت یہ ہوگی کہ علم والے دنیا سے چلے جائیں گے اور تم لوگ علم حاصل کرو کیونکہ تمہیں معلوم نہیں ہے کہ تمہیں اپنے علم کی کب ضرورت پڑ جائے اور علم حاصل کرو لیکن علم میں مبالغہ اور غلو سے

---

[۱] اخرجه ابو نعيم في الحلية (ج ۱ ص ۲۳۹) واخرجه ابن عبد البر في جامع بيان العلم (ج ۱ ص ۵۵) عن معاذ مرفوعا مثله ثم قال هو حديث حسن جدا ولكن ليس له اسناد قوى ورويناه من طرق شتى موقوفا ثم ذكر بعض اسانيد الموقوف ثم قال و ذكر الحديث بحاله سواء موقوفا على معاذ وقال المنذرى في الترغيب (ج ۱ ص ۵۸) كذا قال ورفعه غريب جدا [۲] اخرجه ابن عبدالبر في جامع بيان العلم (ج ۱ ص ۲۹) [۳] اخرجه ابن عبدالبر في جامعه (ج ۱ ص ۲۹)

بچو اور پرانا طرز اختیار کرو (جو صحابہ کرامؓ میں تھا) کیونکہ عنقریب ایسے لوگ آئیں گے جو اللہ کی کتاب کو تو پڑھیں گے لیکن اسے اپنی پشت کے پیچھے پھینک دیں گے (اس پر عمل نہیں کریں گے)۔[۱]

حضرت ابوالاحوصؒ کہتے ہیں حضرت عبداللہؓ نے فرمایا آدمی عالم بن کر پیدا نہیں ہوتا بلکہ علم تو سیکھنے سے آتا ہے۔[۲]

حضرت عبداللہؓ فرماتے ہیں تم عالم بنو یا علم سیکھنے والے بنو۔ ان دو کے علاوہ کچھ اور نہ بنو۔ اگر ایسا نہیں کر سکتے تو علماء سے محبت کرو، ان سے بغض نہ رکھو۔[۳]

حضرت حسنؒ کہتے ہیں حضرت ابوالدرداءؓ نے فرمایا تو (سکھانے والے) عالم بنو یا طالب علم بنو یا علماء سے محبت کرنے والے اور ان کا اتباع کرنے والے بنو (ان چار کے علاوہ) پانچویں قسم کے مت بنو ورنہ ہلاک ہو جائے گے۔ راوی حضرت حمیدؒ کہتے ہیں میں نے حضرت حسنؒ سے پوچھا پانچویں قسم سے کون مراد ہے؟ انہوں نے کہا اپنی طرف سے دین میں نئی باتیں ایجاد کرنے والا۔[۴]

حضرت ضحاکؒ کہتے ہیں کہ حضرت ابوالدرداءؓ نے فرمایا اے دمشق والو! تم لوگ میرے دینی بھائی ہو علاقے کے پڑوسی ہو اور دشمنوں کے خلاف میرے مددگار ہو لیکن تم مجھ سے دوستی کیوں نہیں رکھتے؟ حالانکہ میرا خرچہ بھی تمہارے ذمہ نہیں ہے دوسروں پر ہے۔ میں دیکھ رہا ہوں کہ تمہارے علماء جا رہے ہیں اور تمہارے جاہل لوگ ان سے علم نہیں سیکھ رہے اور میں دیکھ رہا ہوں کہ اللہ نے جس روزی کی ذمہ داری لے رکھی ہے تم اس کے پیچھے پڑے ہوئے ہو اور اللہ نے تمہیں جن کاموں کا حکم دیا ہے انہیں چھوڑ رکھا ہے۔ غور سے سنو! کچھ لوگوں نے بڑی مضبوط عمارتیں بنائیں اور بہت مال جمع کیا اور بڑی دور کی امیدیں لگائیں لیکن پھر ان کی عمارتیں گر کر قبرستان بن گئیں اور ان کی امیدیں دھوکہ ثابت ہوئیں اور ایسے لوگ خود ہی ہلاک ہو گئے۔ غور سے سنو! علم سیکھو اور سکھاؤ کیونکہ علم سیکھنے والا اور سکھانے والا دونوں اجر میں برابر ہیں۔ اگر یہ دونوں نہ ہوں تو پھر لوگوں میں کوئی خیر نہیں۔[۵]

حضرت حسانؒ کہتے ہیں کہ حضرت ابوالدرداءؓ نے دمشق والوں سے فرمایا کیا تم اس بات پر راضی ہو گئے کہ سالہا سال گندم کی روٹی پیٹ بھر کر کھاتے رہو؟ تمہاری مجلسوں میں اللہ کا نام نہیں لیا جاتا۔ تمہیں کیا ہو گیا تمہارے علماء جا رہے ہیں لیکن تمہارے جاہل علم حاصل نہیں کر رہے؟ اگر

۱۔ اخرجه الطبرانی فی الکبیر قال الهیثمی (ص ۱۲۶) وابو قلابة لم یسمع من ابن مسعود. اه واخرج طرفا منه عبدالرزاق عن ایوب عن ابی قلابة عن ابن مسعود کما فی جامع ابن عبدالبر (ج ۱ ص ۸۷) واخرجه ایضا ابن عبدالبر فیه من طریق شقق عن ابن مسعود

۲۔ اخرجه ابن عبدالبر فی جامعه (ج ۱ ص ۱۰۰) ۳۔ اخرجه الطبرانی فی الکبیر قال الهیثمی (ج ۱ ص ۱۲۲) رجاله رجال الصحیح الا ان عبدالملک بن عمیر لم یدرک ابن مسعود

۴۔ اخرجه ابن عبدالبر فی معه (ج ۱ ص ۲۸) ۵۔ اخرجه ابو نعیم فی الحلیة (ج ۱ ص ۲۱۳)

تمہارے علماء چاہتے تو ان کی تعداد میں اضافہ ہوسکتا تھا اگر تمہارے جاہل علم کو تلاش کرتے تو وہ اسے ضرور پالیتے۔نقصان دینے والی چیزوں کے بجائے اپنے فائدے والی چیزیں اختیار کرو۔اس ذات کی قسم جس کے قبضہ میں میری جان ہے جو امت بھی ہلاک ہوئی ہے اس کی ہلاکت کے دو ہی اسباب تھے ایک تو وہ اپنی خواہشات پر چل رہے تھے اور دوسرے وہ اپنی تعریف کیا کرتے تھے۔[۱] حضرت ابوالدرداءؓ فرماتے ہیں علم کے اٹھنے سے پہلے اسے حاصل کرلو اور علم کے اٹھنے کی صورت یہ ہوگی کہ علماء دنیا سے چلے جائیں گے اور علم سکھانے والے اور سیکھنے والے دونوں اجر میں برابر ہیں۔انسان کہلانے کے مستحق دو ہی آدمی ہیں علم سکھانے والا عالم اور سیکھنے والا۔ان دو کے علاوہ باقی انسانوں میں کوئی خیر نہیں۔[۲]

حضرت ابوالدرداءؓ فرماتے ہیں جو بھی صبح سویرے مسجد کو کوئی خیر کی بات سیکھنے یا سکھانے جاتا ہے اس کے لیئے اس مجاہد کا اجر لکھا جاتا ہے جو مال غنیمت لے کر واپس آتا ہے۔[۳]

حضرت ابوالدرداءؓ فرماتے ہیں کہ جو آدمی یہ سمجھے کہ صبح اور شام علم کے لیئے جانا جہاد نہیں ہے وہ کم عقل اور ناقص رائے والا ہے۔[۴] حضرت ابوالدرداءؓ فرماتے ہیں کہ علم سیکھنے سے ہی حاصل ہوتا ہے۔[۵]

حضرت ابوذر اور حضرت ابوہریرہؓ فرماتے ہیں کہ آدمی کا علم کا ایک باب سیکھ لینا ہمیں اس کے ہزار رکعت نفل پڑھنے سے زیادہ محبوب ہے اور حضور ﷺ نے ارشاد فرمایا ہے جو طالب علم طالب علمی کی حالت میں مرے گا وہ شہید ہوگا۔[۶] ایک روایت میں ان دونوں حضرات کا یہ ارشاد نقل ہے کہ علم کا ایک باب سکھانا ہمیں سو رکعت نفل سے زیادہ محبوب ہے چاہے اس پر عمل ہو رہا ہو یا نہ رہا ہو۔

حضرت علی ازدیؒ کہتے ہیں میں نے حضرت ابن عباسؓ سے جہاد کے بارے میں پوچھا تو انہوں نے فرمایا کیا میں تمہیں ایسا عمل نہ بتادوں جو تمہارے لیئے جہاد سے بہتر ہے؟ تم کسی مسجد میں جا کر قرآن، فقہ یا سنت سکھاؤ۔[۷] حضرت ازدیؒ کہتے ہیں میں نے حضرت ابن عباسؓ سے جہاد کے بارے میں پوچھا تو انہوں نے فرمایا کیا میں تمہیں وہ عمل نہ بتادوں جو تمہارے لیئے جہاد

۱۔ عند ابی نعیم ایضا (ج ۱ ص ۲۲۲) ۲۔ عند ابی نعیم ایضا (ج ۱ ص ۲۱۳) عن معاویة بن قرة عن ابیه ۳۔ اخرجه ابن عبدالبر فی جامعه (ج ۱ ص ۳۲) عن عبدالرحمن بن مسعود الفزاری
۴۔ عند ابن عبدالبر ایضا (ج ۱ ص ۳۱) عن ابن ابی الهذیل
۵۔ عند ابن عبدالبر ایضا (ج ۱ ص ۱۰۰) عن رجاء بن حیوة ۶۔ اخرجه البزار قال المنذری فی الترغیب (ج ۱ ص ۶۱) رواه البزار والطبرانی فی الاوسط الا انه قال خیر له من الف رکعة. انتهی و اخرجه ابن عبدالبر فی جامع بیان العلم (ج ۱ ص ۲۵) عنهما نحوه بزیادة التطوع
۷۔ اخرجه ابن زنجویه کذافی الکنز (ج ۵ ص ۲۳۰)

سے بہتر ہے؟ تم ایک مسجد بناؤ اور اس میں قرآن ۔ نبی کریم ﷺ کی سنتیں اور دین کے فقہی مسائل سکھاؤ۔[۱] حضرت ابن عباسؓ فرماتے ہیں لوگوں کو خیر سکھانے والے کے لیئے ہر چیز دعائے مغفرت کرتی ہے حتی کہ سمندر میں مچھلیاں بھی اس کے لیئے دعائے مغفرت کرتی ہیں۔[۲]

حضرت زر بن حبیش ؒ کہتے ہیں میں حضرت صفوان بن عسال مرادیؓ کی خدمت میں صبح صبح گیا تو انہوں نے پوچھا اے زر! تم صبح صبح کس لیئے آئے ہو؟ میں نے کہا علم حاصل کرنے آیا ہوں ۔ فرمایا تو علم سکھانے والے عالم بنو یا سیکھنے والے بنو۔ ان دو کے علاوہ اور کچھ نہ بنو[۳] حضرت صفوانؓ فرماتے ہیں جو اپنے گھر سے علم حاصل کرنے نکلتا ہے تو فرشتے اس علم سیکھنے والے اور اسے علم سکھانے والے کے لیئے اپنے پر بچھاتے ہیں۔[۴]

نبی کریم ﷺ کے صحابہ کرامؓ کا علمی ولولہ اور شوق

جب حضرت معاذ بن جبلؓ کی وفات کا وقت قریب آیا تو فرمایا دیکھو کیا صبح صادق ہوگئی ہے؟ ایک آدمی نے آکر بتایا کہ ابھی نہیں ہوئی۔ پھر فرمایا دیکھو کیا صبح صادق ہوگئی ہے؟ پھر کسی نے آکر بتایا کہ ابھی نہیں ہوئی۔ بالآخر ایک آدمی نے آکر بتایا کہ صبح صادق ہوگئی ہے تو فرمایا میں اس رات سے اللہ کی پناہ مانگتا ہوں جس کی صبح دوزخ کی آگ کی طرف لے جائے۔ خوش آمدید ہو موت کو، خوش آمدید ہو اس مہمان کو جو بہت لمبے عرصے کے بعد ملنے آیا ہے جس سے مجھے بہت محبت ہے لیکن وہ ایسے وقت آیا ہے جبکہ میرے ہاں فاقہ ہے۔ اے اللہ! میں زندگی بھر تجھ سے ڈرتا رہا لیکن آج تیری رحمت کا امیدوار ہوں، اے اللہ! تجھے اچھی طرح معلوم ہے کہ مجھے دنیا سے اور اس میں زیادہ عرصہ تک رہنے سے اس وجہ سے محبت نہیں ہے تاکہ میں نہریں کھودوں اور درخت لگاؤں بلکہ اس وجہ سے ہے تاکہ میں سخت گرمی کی دوپہر میں پیاس برداشت کروں یعنی گرمیوں میں روزے رکھوں اور مشقت کے مواقع پر مشقت اٹھاؤں اور علم کے حلقوں میں علماء کی خدمت میں دوزانو بیٹھوں۔[۵]

حضرت ابوالدرداءؓ نے فرمایا اگر تین کام نہ ہوتے تو میں اسے پسند کرتا کہ دنیا میں اور نہ رہوں۔ راوی کہتے ہیں کہ میں نے پوچھا کہ وہ تین کام کون سے ہیں؟ انھوں نے فرمایا ایک تو دن اور رات میں اپنے خالق کے سامنے سر زمین پر رکھنا جو میری آخرت کی زندگی میں آگے جمع ہو رہا

۱۔ عند ابن عبدالبر في جامع بيان العلم (ج ۱ ص ۶۲) ۲۔ عند عبدالبر ايضا (ص ۶۳)
۳۔ اخرجه الطبراني في الاوسط قال الهيثمي (ج ۱ ص ۱۲۲) وفيه حفص بن سليمان وثقه احمد و ضعفه جماعة كثيرون انتهى ۴۔ عند الطبراني ايضا في الكبير قال الهيثمي (ج ۱ ص ۱۲۳) وفيه عبدالكريم بن ابي المخارق وهو ضعيف. انتهى ۵۔ اخرجه ابو نعيم في الحلية (ج ۱ ص ۲۳۹) وذكره ابن عبدالبر في جامع بيان العلم (ج ۱ ص ۵۱) بلااسناد

ہے۔ دوسرے سخت گرمیوں کی دوپہر میں (روزہ رکھ کر) پیاسا رہنا تیسرے ایسے لوگوں کے ساتھ بیٹھنا جو عمدہ کلام کو ایسے چنتے ہیں جیسے کہ پھل چنا جاتا ہے۔ آگے اور بھی حدیث ہے۔[۱]

حضرت ابن عباسؓ فرماتے ہیں جب حضورؐ کا انتقال ہوا تو میں نے ایک انصاری آدمی سے کہا آج صحابہ بہت بڑی تعداد میں موجود ہیں آؤ ان سے پوچھ پوچھ کر قرآن وحدیث جمع کر لیں۔ انھوں نے کہا اے ابن عباس! آپ پر بڑا تعجب ہے کیا آپ یہ سمجھتے ہیں کہ حضورؐ کے اتنے بڑے بڑے صحابہؓ کے ہوتے ہوئے بھی لوگوں کو آپ کی ضرورت پڑے گی؟ (انھوں نے میری بات نہ مانی اور اس کے لئے تیار نہ ہوئے تو) میں نے انہیں چھوڑ دیا اور حضورؐ کے صحابہؓ سے پوچھنے لگا اور مجھے پتہ چلتا کہ فلاں صحابی فلاں حدیث بیان کرتے ہیں تو میں ان کے دروازے پر جاتا وہ دوپہر کو آرام کر رہے ہوتے۔ میں ان کے دروازے پر چادر پر ٹیک لگا کر بیٹھ جاتا اور ہوا کی وجہ سے مٹی مجھ پر پڑتی رہتی وہ صحابی (آرام سے فارغ ہو کر) باہر آتے تو مجھے دیکھتے اور کہتے اے حضورؐ کے چچازاد بھائی! آپ کا کیسے آنا ہوا؟ آپ خود کیوں آئے؟ آپ کسی کو میرے پاس بھیج دیتے میں آپ کے پاس آجاتا۔ میں کہتا نہیں (مجھے آپ سے علم حاصل کرنا ہے، اس لئے) میرا حق بنتا ہے۔ کہ میں آپ کی خدمت میں آؤں پھر میں ان سے اس حدیث کے بارے پوچھتا (اس طرح میں نے تفسیر اور احادیث کا بہت بڑا ذخیرہ جمع کر لیا جنہیں حاصل کرنے کے لئے لوگ میرے پاس آنے لگے) وہ انصاری بھی بہت عرصہ تک زندہ رہے اور انھوں نے دیکھا کہ لوگ میرے ارد گرد جمع ہیں اور مجھ سے قرآن وحدیث کے بارے میں پوچھ رہے ہیں۔ اس پر انھوں نے کہا یہ نوجوان واقعی مجھ سے زیادہ سمجھدار نکلا۔[۲]

حضرت ابن عباسؓ نے فرمایا جب دنیا کے مختلف شہر فتح ہو گئے تو لوگ دنیا کی طرف متوجہ ہو گئے اور میں نے اپنی ساری توجہ حضرت عمرؓ (سے قرآن وحدیث لینے) کی طرف لگا دی۔ راوی کہتے ہیں کہ اسی وجہ سے حضرت ابن عباسؓ کی اکثر حدیثیں حضرت عمرؓ ہی سے منقول ہیں۔[۳]

حضرت ابو ہریرہؓ فرماتے ہیں حضورؐ نے مجھ سے فرمایا جس طرح تیرے ساتھی مجھ سے مال غنیمت مانگتے ہیں تم نہیں مانگتے۔ میں نے عرض کیا میں تو آپ سے یہ مانگتا ہوں کہ جو علم اللہ نے آپ کو عطا فرمایا ہے آپ اس میں سے مجھے بھی سکھائیں۔ اس کے بعد میں نے کمر سے دھاری دار چادر اتار کر اپنے اور حضورؐ کے درمیان بچھا دی اور یہ منظر مجھے ایسا یاد ہے کہ اب بھی مجھ کو

۱۔ اخرجه ابونعیم فی الحلیة (ج ۱ ص ۲۱۲)

۲۔ اخرجه الحاکم فی المستدرک (ج ۱ ص ۱۰۶) قال الحاکم و وافقه الذهبی هذا حدیث صحیح علی شرط البخاری و اخرجه ایضا الدارمی والحارث فی مسند یهما عن ابن عباس مثله کما فی الاصابة (ج ۲ ص ۳۳۱) وابن سعد فی طبقاته (ج ۴ ص ۱۸۲) نحوه

۳۔ اخرجه البزار قال الهیثمی (ج ۱ ص ۱۶۱) رجاله رجال الصحیح

اس پر جوئیں چلتی ہوئی نظر آرہی ہیں پھر آپؐ نے مجھے حدیث سنائی جب میں نے وہ حدیث پوری سن لی تو حضورؐ نے فرمایا اب اس چادر کو سمیٹ کر اپنے جسم سے باندھ لو۔ (میں نے ایسے ہی کیا) اس کے بعد حضورؐ جو بھی ارشاد فرماتے مجھے اس میں سے ایک حرف بھی نہیں بھولتا تھا۔ [۱]

حضرت ابو ہریرہؓ فرماتے ہیں لوگ یہ کہتے ہیں کہ ابو ہریرہ حدیثیں بہت زیادہ بیان کرتا ہے ہم سب نے اللہ کے پاس جانا ہے (اگر میں غلط حدیث بیان کروں گا تو اللہ میری پکڑ فرمائیں گے اور جو میرے بارے میں غلط گمان رکھتے ہیں اللہ ان سے بھی پوچھیں گے) اور لوگ یہ بھی کہتے ہیں دوسرے مہاجرین اور انصار صحابہؓ ابو ہریرہ جتنی حدیثیں بیان نہیں کرتے۔ میرے مہاجر بھائی تو بازاروں میں خرید و فروخت میں مشغول رہتے تھے۔ اور میرے انصاری بھائیوں کو اپنی زمینوں اور مویشیوں کی مشغولی تھی اور میں ایک مسکین نادار آدمی تھا اور ہر وقت حضورﷺ کی خدمت میں پیٹ بھر کھانے پر قناعت کر کے حاضر رہتا تھا۔ انصار و مہاجرین جب حضورؐ کی خدمت سے چلے جاتے تو میں پھر بھی حاضر خدمت رہتا۔ وہ حضورؐ سے سن کر اپنے کاموں میں لگ کر بھول جاتے، میں سب کچھ یاد رکھتا۔ ایک دن حضورؐ نے فرمایا تم میں سے جو آدمی بھی اپنا کپڑا میرے سامنے پھیلائے گا اور جب میں اپنی بات پوری کر لوں وہ اسے سمیٹ کر اپنے سینے سے لگائے گا وہ کبھی بھی میری کوئی بات نہیں بھولے گا۔ میں نے فوراً اپنی دھاری دار چادر بچھا دی۔ میری کمر پر اس کے علاوہ اور کوئی کپڑا نہیں تھا۔ پھر جب حضورؐ نے اپنی وہ بات پوری فرمائی تو میں نے چادر سمیٹ کر اپنے سینے سے لگالی۔ اس ذات کی قسم جس نے آپؐ کو حق دے کر بھیجا ہے! مجھے اس میں سے ایک بات بھی آج تک نہیں بھولی۔ اللہ کی قسم! اگر اللہ کی کتاب (قرآن) میں یہ دو آیتیں نہ ہوتیں (جن میں علم کو چھپانے کی ممانعت ہے) تو آپ لوگوں کو کبھی کوئی حدیث بیان نہ کرتا اِنَّ الَّذِيْنَ يَكْتُمُوْنَ مَآ اَنْزَلْنَا مِنَ الْبَيِّنٰتِ وَالْهُدٰى سے لے کر الرَّحِيْمُ تک (سورت بقرہ آیت ۱۵۹۔۱۶۰) ترجمہ ''جو لوگ اخفاء کرتے ہیں ان مضامین کا جن کو ہم نے نازل کیا ہے جو کہ (اپنی ذات میں) واضح ہیں اور (دوسروں کو) ہادی ہیں بعد اس کے کہ ہم ان کو کتاب الٰہی (تورات و انجیل) میں عام لوگوں پر ظاہر کر چکے ہوں، ایسے لوگوں پر اللہ تعالیٰ بھی لعنت فرماتے ہیں اور (دوسرے بہتیرے) لعنت کرنے والے بھی ان پر لعنت بھیجتے ہیں۔ مگر جو لوگ توبہ کر لیں اور اصلاح کر دیں اور (ان مضامین کو) ظاہر کر دیں تو ایسے لوگوں پر میں متوجہ ہو جاتا ہوں اور میری تو بکثرت عادت ہے توبہ قبول کر لینا اور مہربانی فرمانا۔'' [۲]

حضرت ابو ہریرہؓ فرماتے ہیں لوگ کہتے تھے کہ ابو ہریرہ بہت زیادہ حدیثیں بیان کرتا ہے۔ اصل بات یہ ہے کہ میں ہر وقت حضورؐ کے ساتھ رہتا تھا اور صرف پیٹ بھر کھانے پر گزارہ کر لیتا

۱۔ اخرجه ابو نعيم في الحلية (ج ۱ ص ۳۸۱)　۲۔ عند البخاری (ج ۱ ص ۳۱۶)

تھا۔ ان دنوں نہ خمیری روٹی مجھے ملتی تھی اور نہ پہننے کو ریشم اور نہ خدمت کرنے والا کوئی مرد میرے پاس تھا اور نہ کوئی عورت۔ اور بعض دفعہ میں بھوک کی شدت کی وجہ سے اپنا پیٹ کنکریوں کے ساتھ چمٹا دیتا تھا (تاکہ کنکریوں کی ٹھنڈک سے بھوک کی گرمی میں کمی آجائے) اور کبھی ایسا بھی ہوتا تھا کہ قرآن کی آیت مجھے معلوم ہوتی تھی لیکن میں کسی آدمی سے کہتا کہ یہ آیت مجھے پڑھا دو تاکہ وہ مجھے اپنے ساتھ گھر لے جائے اور مجھے کچھ کھلا دے اور مساکین کے حق میں سب سے بہتر حضرت جعفر بن ابی طالبؓ تھے۔ وہ ہمیں گھر لے جاتے اور جو کچھ گھر میں ہوتا، وہ سب کچھ ہمیں کھلا دیتے یہاں تک کہ بعض دفعہ وہ شہد یا گھی کی کپی ہی ہمارے پاس باہر لے آتے۔ اس کپی میں کچھ ہوتا نہیں تھا تو ہم اسے پھاڑ کر اس کے اندر جو ہوتا اسے چاٹ لیتے۔[1]

علم کی حقیقت اور جس چیز پر علم کا لفظ بولا جاتا ہے

حضرت ابوموسیٰؓ فرماتے ہیں حضورؐ نے ارشاد فرمایا اللہ تعالیٰ نے مجھے جو ہدایت اور علم دے کر بھیجا ہے اس کی مثال اس بارش جیسی ہے جو بہت زیادہ ہوئی ہو اور ایک زمین پر برسی ہو جس کا ایک ٹکڑا بہت عمدہ اور زرخیز تھا اس ٹکڑے نے بارش کے پانی کو اپنے اندر جذب کر لیا جس سے گھاس اور چارہ خوب اگا۔ اس زمین میں ایک بنجر اور سخت ٹکڑا تھا جس نے اس پانی کو روک لیا (نہ اپنے اندر جذب کیا اور ڈھلان نہ ہونے کی وجہ سے نہ اسے جانے دیا) تو اللہ تعالیٰ نے اس پانی سے لوگوں کو نفع پہنچایا، چنانچہ انھوں نے اسے پیا اور اپنے جانوروں کو پلایا اور اس سے کاشت کی اور اس زمین کا تیسرا ٹکڑا چٹیل میدان تھا جس میں پانی بھی (ڈھلان کی وجہ سے) نہ رکا اور گھاس وغیرہ بھی نہ اگا۔ یہ مثال اس شخص کی ہے جس نے اللہ کے دین میں سمجھ حاصل کی اور اللہ تعالیٰ نے جو مجھے دے کر بھیجا ہے اس سے اس کو نفع ہوا اس نے خود سیکھا اور دوسروں کو سکھایا اور اس آدمی کی مثال ہے جس نے تکبر کی وجہ سے اس علم و ہدایت کی طرف بالکل توجہ نہ کی اور اللہ کی جو ہدایت دے کر مجھے بھیجا گیا ہے اسے بالکل قبول نہ کیا۔[2]

حضرت ابن مسعودؓ فرماتے ہیں کہ حضورؐ نے فرمایا مجھ سے پہلے اللہ نے جس نبی کو بھی اس کی امت میں بھیجا تو اس امت میں اس کے حواری اور خاص صحابی ضرور ہوتے جو اس کی ہر سنت کو مضبوطی سے پکڑتے اور ٹھیک ٹھیک اس کی پیروی کرتے اور اس کے دین کو بعینہٖ محفوظ رکھتے لیکن بعد میں ایسے نالائق لوگ پیدا ہو جاتے جو ان کاموں کا دعویٰ کرتے جو انھوں نے کئے نہیں ہوتے تھے اور جن کاموں کا حکم نہیں دیا گیا تھا ان کاموں کو کرتے تھے (میری امت میں بھی ایسے لوگ

۱۔ اخرجه البخاری ایضا کذافی الترغیب (ج ۵ ص ۱۷۵)

۲۔ اخرجه الشیخان کذافی المشکوة (ص ۲۰)

آئندہ ہوں گے) جو ان لوگوں کے خلاف اپنے ہاتھ سے جہاد کرے وہ بھی مومن ہے اور جو اپنی زبان سے جہاد کرے وہ بھی مومن ہے اور جو اپنے دل سے جہاد کرے وہ بھی مومن ہے اس کے بعد رائی کے دانے کے برابر بھی ایمان نہیں ہے۔ ۱

حضرت عبداللہ بن عمروؓ فرماتے ہیں کہ حضورؐ نے فرمایا اصل علم تین چیزیں ہیں محکم آیت (یعنی قرآن مجید) قائم دائم سنت یعنی حضورؐ کی وہ حدیث جو قابل اعتماد سند سے ثابت ہو اور قرآن وحدیث کے برابر درجہ رکھنے والے فرائض یعنی اجماع اور قیاس ان کے علاوہ جو کچھ ہے وہ زائد علم ہے (اسے حاصل کرنا ضروری نہیں ہے) ۲ حضرت عمرو بن عوف رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں حضور ﷺ نے فرمایا میں تم میں ایسی دو چیزوں چھوڑ کر جا رہا ہوں کہ جب تک تم ان دونوں کو مضبوطی سے تھامے رکھو گے کبھی گمراہ نہیں ہو گے۔ ایک اللہ کی کتاب اور دوسری اس کے نبی ﷺ کی سنت۔ ۳

حضرت ابو ہریرہؓ فرماتے ہیں کہ نبی کریم ﷺ ایک دن مسجد میں تشریف لائے تو دیکھا کہ بہت سارے لوگ ایک آدمی پر جمع ہیں۔ حضورؐ نے پوچھا یہ کون ہے؟ لوگوں نے کہا یہ ایک علامہ ہے۔ حضورؐ نے پوچھا اس کے علامہ ہونے کا کیا مطلب؟ لوگوں نے کہا یہ عربوں کے نسب، عربی زبان، اشعار اور عربوں کا جن چیزوں میں اختلاف ہے ان سب کو تمام لوگوں سے زیادہ جاننے والا ہے۔ حضورؐ نے فرمایا یہ ایسا علم ہے جس کے جاننے میں کوئی فائدہ نہیں اور اس کے معلوم نہ ہونے میں کوئی نقصان نہیں ہے۔ ۴

حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں کہ علم تین چیزیں ہیں۔ حق بولنے والی کتاب یعنی قرآن مجید، وہ سنت جو قیامت تک چلے گی اور جو بات نہ آتی ہو اس کے بارے میں یہ کہہ دینا کہ میں اسے نہیں جانتا۔ ۵ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں اصل علم اللہ کی کتاب اور اس کے رسول ﷺ کی سنت ہے۔ ان دونوں کو چھوڑ کر جو بھی اپنی رائے سے کچھ کہے گا اس کا پتہ نہیں کہ وہ اسے اپنی نیکیوں میں پائے گا یا اپنی برائیوں میں۔ ۶

حضرت مجاہدؒ کہتے ہیں کہ ایک مرتبہ ہم حضرت ابن عباسؓ کے شاگرد حضرت عطاء، حضرت طاؤس اور حضرت عکرمہ بیٹھے ہوئے تھے اور حضرت ابن عباسؓ کھڑے ہو کر نماز پڑھ رہے تھے کہ اتنے میں ایک آدمی آیا اور اس نے کہا کیا یہاں کوئی مفتی ہے؟ میں نے کہا پوچھو کیا پوچھتے ہو؟ اس نے کہا میں جب بھی

۱۔ اخرجه مسلم كذافى المشكوة (ص ۲۱) ۲۔ اخرجه ابوداؤد و ابن ماجه كذافى المشكوة (ص ۲۷) واخرجه ابن عبدالبر فى جامع بيان العلم (ج ۲ ص ۲۳) نحوه
۳۔ عند ابن عبدالبر ايضا (ج ۱ ص ۲۴) ۴۔ اخرجه ابن عبدالبر فى جامع بيان العلم (ج ۲ ص ۲۳) ۵۔ اخرجه ابن عبدالبر فى جامعه (ج ۲ ص ۲۴)
۶۔ عند ابن عبدالبر ايضا (ج ۲ ص ۲۶)

پیشاب کرتا ہوں تو اس کے بعد منی نکل آتی ہے۔ ہم نے کہا وہی منی جس سے بچہ بنتا ہے؟ اس نے کہا جی ہاں! ہم نے کہا اس سے تمہیں غسل کرنا پڑے گا وہ انا للّٰہ پڑھتا ہوا پشت پھیر کر واپس چلا گیا۔ حضرت ابن عباسؓ نے جلدی جلدی نماز پوری کی اور سلام پھیرتے ہی کہا اے عکرمہ! اس آدمی کو میرے پاس لاؤ۔ چنانچہ حضرت عکرمہ اسے لے آئے تو حضرت ابن عباسؓ ہماری طرف متوجہ ہوئے اور فرمایا تم نے جو اس آدمی کو مسئلہ بتایا ہے وہ تم نے اللہ کی کتاب سے لیا ہے؟ ہم نے کہا نہیں۔ انھوں نے فرمایا کیا تم نے یہ مسئلہ حضورؐ کی سنت سے لیا ہے؟ ہم نے کہا نہیں۔ انھوں نے فرمایا کیا تم نے حضورؐ کے صحابہؓ سے لیا ہے؟ ہم نے کہا نہیں۔ انھوں نے فرمایا پھر کس سے لیا ہے؟ ہم نے کہا ہم نے اپنی رائے سے اسے بتایا ہے۔ انھوں نے فرمایا اسی وجہ سے حضورﷺ فرماتے ہیں کہ ایک فقیہ شیطان پر ہزار عابدوں سے زیادہ بھاری ہے۔ پھر اس آدمی کی طرف متوجہ ہو کر فرمایا ذرا یہ بتاؤ پیشاب کے بعد جب منی نکلتی ہے تو کیا اس وقت تمہارے دل میں شہوت ہوتی ہے؟ اس نے کہا نہیں۔ فرمایا کیا اس کے نکلنے کے بعد تم اپنے جسم میں سستی محسوس کرتے ہو؟ اس نے کہا نہیں تو فرمایا یہ منی معدہ کی خرابی کی وجہ سے نکلتی ہے، لہٰذا تمہارے لئے وضو کافی ہے۔[1]

نبی کریمؐ کے لائے ہوئے علم کے علاوہ دوسرے علم میں مشغول ہونے پر انکار اور سختی

حضرت عمرو بن یحییٰ بن جعدہؓ فرماتے ہیں کہ حضورؐ کی خدمت میں ایک کتاب لائی گئی جو کسی جانور کے کندھے کی ہڈی پر لکھی ہوئی تھی اس پر حضورؐ نے فرمایا کسی قوم کے بے وقوف اور گمراہ ہونے کے لئے یہ کافی ہے کہ اپنے نبی کے لائے ہوئے علم کو چھوڑ کر دوسرے نبی کے علم کی طرف متوجہ ہوں یا اپنے نبی کی کتاب کے علاوہ کسی اور کتاب کی طرف متوجہ ہوں۔ اس پر اللہ تعالیٰ نے یہ آیت نازل فرمائی اَوَلَمْ یَکْفِھِمْ اَنَّآ اَنْزَلْنَا عَلَیْکَ الْکِتٰبَ یُتْلٰی عَلَیْھِمْ (سورت عنکبوت آیت ۵۱) ترجمہ ”کیا ان لوگوں کو یہ بات کافی نہیں ہوئی کہ ہم نے آپ پر یہ کتاب نازل فرمائی جو ان کو سنائی جاتی رہتی ہے۔“

حضرت خالد بن عرفطہؓ کہتے ہیں کہ ایک مرتبہ میں حضرت عمرؓ کے پاس بیٹھا ہوا تھا کہ اتنے میں قبیلہ عبدالقیس کا ایک آدمی ان کے پاس لایا گیا جس کی رہائش سوس شہر میں تھی (یہ خوزستان کا ایک شہر ہے جس میں حضرت دانیال علیہ السلام کی قبر ہے) حضرت عمرؓ نے فرمایا تم فلاں بن فلاں عبدی ہو؟ اس نے کہا جی ہاں حضرت عمرؓ کے پاس ایک لاٹھی تھی وہ انھوں نے اسے ماری، اس نے کہا

---

[1] اخرجه ابن عساكر بسند حسن كذا في كنز العمال (ج ۵ ص ۱۱۸)

اے امیر المومنین میرا کیا قصور؟ حضرت عمرؓ نے فرمایا بیٹھ جاؤ۔ وہ بیٹھ گیا، حضرت عمرؓ نے یہ آیات تین دفعہ پڑھیں بسم اللّٰہ الرحمٰن الرحیم ۝ الٓرٰ تِلْکَ اٰیٰتُ الْکِتٰبِ الْمُبِیْنِ ۝ اِنَّآ اَنْزَلْنٰهُ قُرْاٰنًا عَرَبِیًّا لَّعَلَّکُمْ تَعْقِلُوْنَ ۝ نَحْنُ نَقُصُّ عَلَیْکَ اَحْسَنَ الْقَصَصِ بِمَآ اَوْحَیْنَآ اِلَیْکَ ھٰذَا الْقُرْاٰنَ وَاِنْ کُنْتَ مِنْ قَبْلِهٖ لَمِنَ الْغٰفِلِیْنَ ۝ (سورت یوسف آیت ا۔۳) ترجمہ ''الر۔ یہ آیتیں ہیں ایک کتاب واضح کی ہم نے اس کو اتارا ہے قرآن عربی زبان کا تاکہ تم سمجھو۔ ہم نے جو یہ قرآن آپ کے پاس بھیجا ہے اس کے ذریعہ سے ہم آپ سے ایک بڑا عمدہ قصہ بیان کرتے ہیں اور اس کے قبل آپ محض بے خبر تھے۔'' اور اسے تین دفعہ لاٹھی ماری۔ اس آدمی نے کہا اے امیر المومنین! میرا قصور؟ حضرت عمرؓ نے فرمایا تم نے ہی حضرت دانیال علیہ السلام کی کتابیں لکھی ہیں۔ اس آدمی نے کہا اس بارے میں آپ مجھے جو فرمائیں گے میں وہی کروں گا حضرت عمرؓ نے فرمایا جاؤ اور جا کر ان پر گرم پانی ڈال کر سفید اون سے مل کر ان کو مٹا دو نہ خود پڑھو اور نہ کسی کو پڑھاؤ۔ اگر مجھے پتہ چلا کہ تم نے خود پڑھی ہیں یا کسی کو پڑھائی ہیں تو میں تمہیں سخت سزا دوں گا۔ پھر اس سے فرمایا یہاں بیٹھو۔ وہ حضرت عمرؓ کے سامنے آکر بیٹھ گیا۔ حضرت عمرؓ نے فرمایا ایک دفعہ میں گیا اور اہل کتاب کی ایک کتاب نقل کی اور اسے ایک کھال پر لکھ کر حضورؐ کی خدمت میں لایا۔ حضورؐ نے فرمایا اے عمر! یہ تمہارے ہاتھ میں کیا ہے؟ میں نے عرض کیا یا رسول اللہ! یہ کتاب میں اس لئے لکھ کر لایا ہوں تاکہ ہمارے علم میں اضافہ ہو جائے۔ یہ سنتے ہی حضور کو غصہ آگیا اور اتنا غصہ آیا کہ آپؐ کے دونوں رخسار سرخ ہو گئے پھر (حضورؐ کے ارشاد پر لوگوں کو جمع کرنے کے لئے) الصلوۃ جامعۃ کہہ کر اعلان کیا گیا انصار نے کہا تمہارے نبی ﷺ کو کسی وجہ سے سخت غصہ آیا ہوا ہے، اس لئے ہتھیار لگا کر چلو، ہتھیار لگا کر چلو۔ چنانچہ انصار تیار ہو کر آئے اور آکر حضورؐ کے منبر کو چاروں طرف سے گھیر لیا۔ حضورؐ نے فرمایا اے لوگو! مجھے ایسے کلمات دیئے گئے ہیں جن کے الفاظ کم اور معانی بہت زیادہ ہیں اور وہ مہر کی طرح آخری درجے کے اور فیصلہ کن نوعیت کے کلمات ہیں اور اللہ تعالیٰ نے بہت مختصر کر کے مجھے عطا فرمائے ہیں۔ اور میں تمہارے پاس ایسی ملت لے کر آیا ہوں جو بالکل واضح اور صاف ستھری ہے، لہٰذا تم حیرت اور پریشانی میں مت پڑو اور نہ حیرت میں پڑنے والوں یعنی اہل کتاب سے دھوکہ کھاؤ۔ حضرت عمرؓ فرماتے ہیں میں نے فوراً کھڑے ہو کر عرض کیا میں اللہ کے رب ہونے پر، اسلام کے دین ہونے پر اور آپ کے رسول ہونے پر بالکل راضی ہوں۔ پھر حضور منبر سے نیچے تشریف لے آئے۔[1]

---

[1] اخرجه ابویعلی قال الهیثمی (ج ۱ ص ۱۸۲) وفیه عبدالرحمن الواسطی ضعفه احمد وجماعة. انتهی واخرجه ایضا ابن المنذر وابن ابی حاتم والعقیلی ونصر المقدسی وسعید بن منصور کمافی الکنز (ج ۱ ص ۹۴) واخرجه عبدالرزاق وغیره عن ابراهیم النخعی مختصراً مقتصرا علی الموقوف کمافی الکنز

حضرت جابر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں حضرت عمر بن خطابؓ کو اہل کتاب سے ایک کتاب ملی وہ اسے لے کر نبی کریمؐ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور عرض کیا یارسول اللہ! مجھے اہل کتاب سے ایک بہت اچھی کتاب ملی ہے۔ یہ سنتے ہی حضورؐ کو غصہ آ گیا اور فرمایا اے ابن الخطاب کیا تم ابھی تک اسلام کے امور کے بارے میں حیران و پریشان ہو؟ اس ذات کی قسم جس کے قبضہ میں میری جان ہے! میں تمہارے پاس ایسی ملت لے کر آیا ہوں جو بالکل واضح اور صاف ستھری ہے۔ تم اہل کتاب سے کچھ نہ پوچھو کیونکہ ہو سکتا ہے کہ وہ جواب میں تمہیں حق بات کہہ دیں اور تم اسے جھٹلا دو یا وہ غلط بات کہہ دیں اور تم اسے سچا مان لو (ان کے ہاں حق اور باطل آپس میں ملا ہوا ہے) اس ذات کی قسم جس کے قبضہ میں میری جان ہے! اگر حضرت موسیٰ علیہ السلام زندہ ہوتے تو ان کو بھی میرا ہی اتباع کرنا پڑتا (اس کے علاوہ ان کے لئے بھی کامیابی کا اور کوئی راستہ نہ ہوتا)۔[1]

حضرت عبداللہ بن ثابتؓ فرماتے ہیں حضرت عمر بن خطابؓ نے حضورؐ کی خدمت میں حاضر ہو کر عرض کیا یارسول اللہ! میرا اپنے ایک بھائی کے پاس سے گزر ہوا جو کہ قبیلہ بنو قریظہ میں سے ہے۔ اس نے مجھے تورات میں سے جامع باتیں لکھ کر دی ہیں کیا میں انہیں آپؐ کے سامنے پیش کروں؟ حضرت عبداللہؓ فرماتے ہیں یہ سنتے ہی غصہ کی وجہ سے حضورؐ کا چہرہ بدل گیا تو میں نے کہا (اے عمر!) کیا تم حضورؐ کے چہرے پر غصہ کے آثار نہیں دیکھ رہے ہو؟ انھوں نے فوراً عرض کیا ہم اللہ کے رب ہونے پر، اسلام کے دین ہونے پر اور محمد ﷺ کے رسول ہونے پر راضی ہیں۔ اس پر حضورؐ کا غصہ زائل ہو گیا اور فرمایا اس ذات کی قسم جس کے قبضہ میں میری جان ہے! اگر تم میں حضرت موسیٰؑ ہوتے اور تم مجھے چھوڑ کر ان کا اتباع کر لیتے تو تم گمراہ ہو جاتے۔ دوسری امتوں میں سے تم میرے حصے میں آئے ہو اور دوسرے نبیوں میں سے میں تمہارے حصے میں آیا ہوں۔[2]

حضرت میمون بن مہرانؒ کہتے ہیں کہ ایک آدمی حضرت عمر بن خطابؓ کے پاس آیا اور اس نے کہا اے امیر المومنین! ہم نے جب مدائن شہر فتح کیا تو مجھے ایک کتاب ملی جس کی باتیں مجھے بہت پسند آئیں۔ حضرت عمرؓ نے پوچھا کیا اس کی باتیں اللہ کی کتاب سے لی ہوئی ہیں؟ اس آدمی نے کہا نہیں۔ حضرت عمرؓ نے کوڑا منگا کر اسے مارنا شروع کر دیا یہ آیتیں اسے پڑھ کر سنائیں الٓرٰ ۝ تِلْكَ اٰيَاتُ الْكِتَابِ الْمُبِيْنِ ۝ اِنَّآ اَنْزَلْنٰهُ قُرْاٰنًا عَرَبِيًّا سے لے کر وَاِنْ كُنْتَ مِنْ قَبْلِهٖ لَمِنَ الْغٰفِلِيْنَ تک (سورت یوسف آیت ۱۔۳) ترجمہ اسی باب کے شروع میں گزر چکا ہے۔ پھر حضرت عمرؓ نے فرمایا

۱۔ اخرجه ابن عبدالبر في جامع بيان العلم (ج ۲ ص ۴۲) من طريق ابن ابي شيبة باسناده و اخرجه ايضا احمد و ابو يعلى والبزار عن جابر نحوه قال الهيثمي (ج ۱ ص ۱۷۴) وفيه مجالد بن سعيد ضعفه احمد و يحيى بن سعيد وغيرهما

۲۔ اخرجه احمد والطبراني قال الهيثمي ورجاله رجال الصحيح الاجابر الجعفي وهو ضعيف واخرجه الطبراني في الكبير عن ابي الدرداء بنحوه كمافي المجمع.

تم سے پہلے لوگ صرف اسی وجہ سے ہلاک ہوئے کہ وہ اپنے علماء اور پادریوں کی کتابوں کی طرف متوجہ ہو گئے اور انھوں نے تورات اور انجیل کو چھوڑ دیا یہاں تک کہ یہ دونوں کتابیں بوسیدہ ہو گئیں اور دونوں میں جو علم الٰہی تھا وہ سب جاتا رہا۔[۱]

حضرت حریث بن ظہیرؒ کہتے ہیں کہ حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ نے فرمایا اہل کتاب سے کچھ بھی نہ پوچھا کرو کیونکہ وہ خود گمراہ ہو چکے ہیں، اس لئے تمہیں کبھی بھی ہدایت کی بات نہیں بتائیں گے بلکہ ہوسکتا ہے کہ وہ حق بات بیان کریں اور تم اسے جھٹلا دو

اور وہ غلط بات بیان کریں اور تم اس

کی تصدیق کر دو۔[۲] عبدالرزاق کی روایت میں یہ بھی ہے کہ حضرت ابن مسعودؓ نے فرمایا اگر تم نے ان سے ضرور پوچھنا ہے تو پھر یہ دیکھو کہ جو اللہ کی کتاب کے مطابق ہو وہ لے لو اور جو اس کے خلاف ہو اسے چھوڑ دو۔

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں کہ تم اہل کتاب سے کوئی بات کیسے پوچھتے ہو جبکہ تمہاری یہ کتاب جو اللہ نے اپنے نبی کریمؐ پر نازل فرمائی ہے تمہارے سامنے موجود ہے۔ تمام کتابیں بہت زمانہ پہلے اللہ کے پاس سے آئی ہیں اور یہ ابھی ابھی اللہ کے ہاں سے آئی ہے۔ بالکل تر و تازہ ہے۔ اس میں باہر کی کوئی چیز ملائی نہیں جا سکی کیا اللہ نے تمہیں اپنی کتاب میں یہ نہیں بتایا کہ ان اہل کتاب نے اللہ کی کتاب (تورات اور انجیل) کو بدل دیا ہے اور اس میں تحریف کی ہے اور بہت سی باتیں اپنے پاس سے لکھ کر اس میں شامل کر کے یوں کہنے لگے کہ یہ اللہ کے پاس سے آئی ہیں۔ یہ اس لئے کیا تا کہ کچھ تھوڑا سا دنیاوی فائدہ حاصل ہو جائے۔ وہ علم الٰہی جو تمہارے پاس آیا ہے کیا وہ تمہیں ان سے پوچھنے سے روکتا نہیں؟ (قرآن و حدیث کے ہوتے ہوئے اہل کتاب سے پوچھنے کی ضرورت نہیں ہے) اللہ کی قسم! ہم نے تو کبھی نہیں دیکھا کہ اہل کتاب کا کوئی آدمی اس علم کے بارے میں پوچھ رہا ہو جو اللہ نے تمہارے پاس نازل فرمایا ہے۔[۳]

حضرت ابن عباسؓ فرماتے ہیں تم اہل کتاب سے ان کی کتابوں کے بارے میں پوچھتے ہو حالانکہ تمہارے پاس اللہ کی کتاب ہے جو تمام کتابوں کے بعد سب سے آخر میں ابھی ابھی اللہ کے پاس سے آئی ہے۔ تم اسے پڑھتے بھی ہو اور وہ بالکل تر و تازہ ہے اور اس میں کوئی اور چیز ابھی

۱ـ اخرجه نصر المقدسی كذافی الكنز (ج ۱ ص ۹۵)

۲ـ اخرجه ابن عبدالبر فی جامع بيان العلم (ج ۲ ص ۴۰) واخرجه عبدالرزاق ايضا عن حريث نحوه عن القاسم بن عبدالرحمن عن عبدالله قاله ابن عبدالبر فی جامعه (ج ۲ ص ۴۲) و اخرجه الطبرانی فی الكبير نحو السياق الاول ورجاله موثقون كما قال الهيثمی (ج ۱ ص ۱۹۲)

۳ـ اخرجه ابن عبدالبر فی جامعه (ج ۲ ص ۴۲)

تک ملائی بھی نہیں جا سکی ہے[۱]

اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول ﷺ کے علم سے اثر لینا

حضرت ولید بن ابی ولید ابو عثمان مدنی کہتے ہیں کہ حضرت عقبہ بن مسلم نے ان سے بیان کیا کہ حضرت شفی اصحی نے ان سے بیان کیا کہ میں مدینہ منورہ گیا تو میں نے دیکھا کہ ایک آدمی کے ارد گرد بہت لوگ جمع ہیں۔ میں نے پوچھا یہ صاحب کون ہیں؟ لوگوں نے بتایا کہ یہ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ ہیں۔ میں ان کے قریب جا کر ان کے سامنے بیٹھ گیا۔ وہ لوگوں کو حدیثیں سنا رہے تھے۔ جب وہ خاموش ہو گئے اور سب لوگ چلے گئے اور وہ اکیلے رہ گئے تو میں نے عرض کیا کہ میرے آپ پر جتنے حق بنتے ہیں (کہ میں مسلمان ہوں مسافر ہوں اور طالب علم ہوں وغیرہ) ان سب کا واسطہ دے کر میں درخواست کرتا ہوں کہ آپ مجھے وہ حدیث سنائیں جو آپ نے حضورؐ سے سنی ہے اور خوب اچھی طرح سمجھی ہے۔ حضرت ابو ہریرہؓ نے فرمایا ضرور، میں تمہیں وہ حدیث ضرور سناؤں گا جو حضور ﷺ نے مجھ سے بیان فرمائی اور میں نے اسے خوب اچھی طرح سمجھا ہے۔ پھر حضرت ابو ہریرہؓ نے ایسے زور سے سسکی لی کہ بے ہوش ہونے کے قریب ہو گئے۔ ہم کچھ دیر ٹھہرے رہے پھر انہیں افاقہ ہوا تو فرمایا میں تمہیں وہ حدیث ضرور سناؤں گا جو حضورؐ نے مجھ سے اس گھر میں بیان فرمائی تھی اور اس وقت میرے اور حضورؐ کے علاوہ اور کوئی نہیں تھا پھر اتنے زور سے سسکی لی کہ بے ہوش ہی ہو گئے۔ پھر انہیں افاقہ ہوا اور انھوں نے اپنا چہرہ پونچھا اور فرمایا میں تمہیں وہ حدیث ضرور سناؤں گا جو حضورؐ نے اس وقت مجھ سے بیان فرمائی تھی جبکہ ہم دونوں اس گھر میں تھے اور ہم دونوں کے علاوہ اور کوئی نہیں تھا۔ اس کے بعد پھر حضرت ابو ہریرہؓ نے اتنے زور سے سسکی لی کہ بے ہوش ہو گئے اور منہ کے بل زمین پر گرنے لگے لیکن میں نے انہیں سنبھال لیا اور بہت دیر تک انہیں سہارا دے کر سنبھالے رکھا پھر انہیں افاقہ ہوا تو فرمایا کہ مجھ سے حضورؐ نے یہ بیان فرمایا کہ قیامت کے دن اللہ تعالیٰ بندوں کے درمیان فیصلہ کرنے کی طرف متوجہ ہوں گے اور اس وقت کسی میں اللہ کے سامنے کھڑے ہونے کی طاقت نہ ہوگی بلکہ ہر جماعت گھٹنوں کے بل سر جھکائے ہوئے ہوگی اور اللہ تعالیٰ پہلے تین آدمیوں کو بلائیں گے۔ ایک وہ آدمی جس نے سارا قرآن یاد کیا اور دوسرا وہ آدمی جسے اللہ کے راستے میں شہید کیا گیا اور تیسرا مالدار آدمی۔ پھر اللہ تعالیٰ قرآن کے قاری کو فرمائیں گے جو وحی میں نے اپنے رسول پر نازل کی تھی کیا میں نے وہ تجھے نہیں سکھائی تھی؟ وہ کہے گا اے میرے رب! سکھائی تھی۔ اللہ تعالیٰ فرمائیں گے تو نے جو کچھ سیکھا تھا اس پر کیا عمل کیا؟ وہ کہے گا میں رات دن اس کی تلاوت کرتا تھا۔ اللہ تعالیٰ اس سے فرمائیں گے تو نے یہ سب کچھ اس لئے کیا تا کہ لوگ تجھے قاری کہیں سو یہ تجھے کہا جا چکا

---

[۱] عند ابن ابی شیبۃ کذافی جامع ابن عبدالبر

(اور تیرا مقصد حاصل ہو چکا) پھر مالدار کو لایا جائے گا اور اللہ تعالیٰ اس سے فرمائیں گے کیا میں نے تجھے اس قدر زیادہ وسعت نہیں دی تھی کہ تو کسی کا محتاج نہیں تھا؟ وہ کہے گا جی ہاں بہت وسعت دی تھی۔ اللہ تعالیٰ فرمائیں گے جب میں نے تجھے اتنا زیادہ دیا تو تو نے اس کے مقابلہ میں کیا عمل کیئے؟ وہ کہے گا میں صلہ رحمی کرتا تھا اور صدقہ خیرات دیتا تھا اللہ تعالیٰ فرمائیں گے تو غلط کہتا ہے اور فرشتے بھی کہیں گے تو غلط کہتا ہے پھر اللہ تعالیٰ کہیں گے تو نے سب کچھ اس لئے کیا تھا تا کہ لوگ کہیں کہ فلاں بہت سخی ہے اور یہ کہا جا چکا اور پھر اللہ کے راستے میں شہید ہونے والے کو لایا جائے گا اور اللہ تعالیٰ اس سے فرمائیں گے تمہیں کس وجہ سے قتل کیا گیا؟ وہ کہے گا تو نے اپنے راستہ میں جہاد کرنے کا حکم دیا تھا اس وجہ سے میں نے کفار سے جنگ کی یہاں تک کہ مجھے قتل کر دیا گیا۔ اللہ تعالیٰ فرمائیں گے تو نے یہ سب کچھ اس لئے کیا تھا تا کہ یہ کہا جائے کہ فلاں بہت بہادر ہے اور یہ کہا جا چکا پھر حضور ﷺ نے میرے گھٹنوں پر ہاتھ مار کر فرمایا اے ابو ہریرہ! اللہ کی مخلوق میں یہی تین آدمی ہیں جن کے ذریعہ قیامت کے دن سب سے پہلے آگ کو بھڑکایا جائے گا۔ یہ حدیث حضرت ابو ہریرہؓ سے سن کر حضرت شفی حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کی خدمت میں گئے اور انہیں یہ حدیث سنائی حضرت ابو عثمان کہتے ہیں کہ حضرت علاء بن ابی حکیمؒ حضرت معاویہؓ کے تلوار بردار تھے۔ انھوں نے مجھے یہ واقعہ سنایا کہ ایک آدمی نے حضرت معاویہؓ کے پاس آکر حضرت ابو ہریرہؓ کی طرف سے یہ حدیث سنائی اسے سن کر حضرت معاویہؓ نے فرمایا جب ان تینوں کے ساتھ یہ کیا جائے گا تو باقی لوگوں کے ساتھ کیا ہوگا؟ پھر حضرت معاویہؓ نے رونا شروع کیا اور اتنا زیادہ روئے کہ ہمیں گمان ہونے لگا کہ شاید وہ ہلاک ہو جائیں گے اور ہم نے کہا یہ آدمی تو ہمارے پاس بہت خطرناک خبر لے کر آیا ہے پھر حضرت معاویہؓ کو افاقہ ہوا اور انھوں نے اپنا چہرہ صاف کیا اور فرمایا اللہ اور اس کے رسولؐ نے سچ فرمایا ہے مَنْ كَانَ يُرِيْدُ الْحَيَاةَ الدُّنْيَا وَزِيْنَتَهَا نُوَفِّ اِلَيْهِمْ اَعْمَالَهُمْ فِيْهَا وَهُمْ فِيْهَا لَا يُبْخَسُوْنَ ۝ اُولٰٓئِكَ الَّذِيْنَ لَيْسَ لَهُمْ فِي الْاٰخِرَةِ اِلَّا النَّارُ وَحَبِطَ مَا صَنَعُوْا فِيْهَا وَبَاطِلٌ مَّا كَانُوْا يَعْمَلُوْنَ ۝ (سورۃ ہود آیت ۱۵۔۱۶) ترجمہ" جو شخص (اپنے اعمال خیر سے) محض حیات دنیوی (کی منفعت) اور اس کی رونق (کا حاصل کرنا) چاہتا ہے تو ہم ان لوگوں کے (ان) اعمال (کی جزا) ان کو دنیا ہی میں پورے طور سے بھگتا دیتے ہیں اور ان کے لئے دنیا میں کچھ کمی نہیں ہوتی۔ یہ ایسے لوگ ہیں کہ ان کے لئے آخرت میں بجز دوزخ کے اور کچھ (ثواب وغیرہ) نہیں اور انھوں نے جو کچھ کیا تھا وہ آخرت میں سب کا سب ناکارہ (ثابت) ہوگا اور (واقع میں تو) جو کچھ کر رہے ہیں وہ اب بھی بے اثر ہے۔[1]

---

[1] اخرجه الترمذی (ج ۲ ص ۶۱) قال الترمذی هذا حديث حسن غريب وقال المنذری فی الترغيب (ج ۱ ص ۲۸) ورواه ابن خزيمة فی صحيحه نحو هذا لم يختلف الافی حرف او حرفين وابن حبان فی صحيحه بلفظ الترمذی. انتهى بتغير يسير

حضرت ابوسلمہ بن عبدالرحمٰن بن عوف رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ مروہ پر حضرت عبداللہ بن عمر اور حضرت عبداللہ بن عمرو بن العاصؓ کی آپس میں ملاقات ہوئی وہ دونوں کچھ دیر آپس میں بات کرتے رہے پھر حضرت عبداللہ بن عمروؓ چلے گئے اور حضرت عبداللہ بن عمرؓ وہاں روتے ہوئے رہ گئے تو ایک آدمی نے ان سے پوچھا اے ابوعبدالرحمٰن! آپ کیوں رو رہے ہیں؟ حضرت ابن عمرؓ نے فرمایا یہ صاحب یعنی حضرت عبداللہ بن عمروؓ ابھی بتا کر گئے ہیں کہ انھوں نے حضورؐ کو یہ فرماتے ہوئے سنا کہ جس کے دل میں رائی کے دانے کے برابر بھی تکبر ہوگا اللہ تعالیٰ اسے چہرے کے بل آگ میں ڈال دیں گے۔[۱]

بنونوفل کے آزاد کردہ غلام حضرت ابوالحسنؒ کہتے ہیں کہ جب سورت طٰسم شعراء نازل ہوئی تو حضرت عبداللہ بن رواحہ اور حضرت حسان بن ثابت رضی اللہ عنہما روتے ہوئے حضورؐ کی خدمت میں حاضر ہوئے۔ حضورؐ یہ آیت پڑھ رہے تھے وَالشُّعَرَآءُ يَتَّبِعُهُمُ الْغَاوٗنَ ترجمہ ''اور شاعروں کی راہ تو بے راہ لوگ چلا کرتے ہیں'' پھر حضورؐ وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ پر پہنچے ترجمہ ''ہاں مگر جو لوگ ایمان لائے اور اچھے کام کئے'' تو آپؐ نے فرمایا تم ہو یہ لوگ پھر پڑھا وَذَكَرُوا اللّٰهَ كَثِيْرًا ترجمہ ''اور انھوں نے (اپنے اشعار میں) کثرت سے اللہ کا ذکر کیا'' آپؐ نے فرمایا تم ہو یہ لوگ پھر پڑھا وَانْتَصَرُوْا مِنْۢ بَعْدِ مَا ظُلِمُوْا ترجمہ ''اور انھوں نے بعد اس کے کہ ان پر ظلم ہو چکا ہے (اس کا) بدلہ لیا'' پھر فرمایا تم ہو یہ لوگ (سورت شعراء آیت ۲۲۴۔۲۲۷)[۲]

حضرت ابوصالح رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں جب حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کے زمانے میں یمن والے آئے اور انھوں نے قرآن سنا تو وہ رونے لگے۔ حضرت ابوبکرؓ نے (تواضعا) فرمایا ہم بھی ایسے تھے پھر دل سخت ہو گئے۔ ابونعیم صاحب کتاب کہتے ہیں دل سخت ہو جانے کا مطلب یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کو پہچان کر دل طاقتور اور مطمئن ہو گئے۔[۳]

جو عالم دوسروں کو نہ سکھائے اور جو جاہل خود نہ سیکھے ان دونوں کو ڈرانا اور دھمکانا

حضرت ابزی خزاعی ابوعبدالرحمٰنؓ فرماتے ہیں کہ ایک دن حضورؐ نے بیان فرمایا اور مسلمانوں کی چند جماعتوں کی خوب تعریف کی پھر آپؐ نے فرمایا کیا بات ہے کچھ لوگ ایسے ہیں جو نہ اپنے پڑوسیوں میں دین کی سمجھ پیدا کرتے ہیں اور نہ ان کو سکھاتے ہیں اور نہ انہیں سمجھدار

۱۔ اخرجه احمد و رواته رواة الصحيح كذافى الترغيب (ج ۴ ص ۳۴۵)

۲۔ اخرجه الحاكم (ج ۳ ص ۴۸۸)

۳۔ اخرجه ابو نعيم فى الحلية كذافى الكنز (ج ۱ ص ۲۲۴)

بناتے ہیں اور نہ ان کو بھلائی کا حکم دیتے ہیں اور نہ انہیں برائی سے روکتے ہیں اور کیا بات ہے کچھ لوگ ایسے ہیں جو اپنے پڑوسیوں سے دین کی سمجھ حاصل نہیں کرتے اور ان سے سیکھتے نہیں اور سمجھ و عقل کی باتیں حاصل نہیں کرتے؟ اللہ کی قسم! یا تو یہ لوگ اپنے پڑوسیوں کو سکھانے لگ جائیں اور انہیں سمجھدار بنانے لگ جائیں اور ان میں دین کی سمجھ پیدا کرنے لگ جائیں اور انہیں بھلائی کا حکم دینے اور برائی سے روکنے لگ جائیں اور دوسرے لوگ اپنے پڑوسیوں سے سیکھنے لگ جائیں اور ان سے سمجھ و عقل کی باتیں حاصل کرنے لگ جائیں اور دین کی سمجھ حاصل کرنے لگ جائیں ورنہ میں انہیں اس دنیا میں جلد سزا دوں گا پھر منبر سے نیچے تشریف لائے اور اپنے گھر تشریف لے گئے۔ لوگ ایک دوسرے سے کہنے لگے کہ کیا خیال ہے حضورؐ نے کن لوگوں کی طرف اشارہ فرمایا ہے؟ تو کچھ لوگوں نے کہا ہمارے خیال میں تو قبیلہ اشعر کے لوگوں کی طرف اشارہ فرمایا ہے کیونکہ وہ خود دین کی سمجھ رکھتے ہیں اور ان کے کچھ پڑوسی ہیں جو چشموں پر زندگی گزارنے والے، دیہاتی اور اجڈ لوگ ہیں۔ جب یہ خبر ان اشعری لوگوں تک پہنچی تو انھوں نے حضورؐ کی خدمت میں آکر عرض کیا یا رسول اللہ! آپؐ نے بہت سے لوگوں کی تو تعریف فرمائی لیکن ہمارے بارے میں آپؐ نے کچھ نہیں فرمایا ہے تو ہماری کیا خامی ہے؟ حضورؐ نے فرمایا لوگوں کو چاہئے کہ وہ اپنے پڑوسیوں کو سکھائیں، ان میں دین کی سمجھ پیدا کریں اور انہیں سمجھدار بنائیں اور انہیں نیکی کا حکم کریں اور انہیں برائی سے روکیں اور ایسے ہی دوسرے لوگوں کو چاہئے کہ وہ اپنے پڑوسیوں سے سیکھیں اور ان سے سمجھ و عقل کی باتیں حاصل کریں اور دین کی سمجھ حاصل کریں نہیں تو میں ان سب کو دنیا ہی میں جلد سزا دوں گا۔ ان اشعری لوگوں نے عرض کیا کیا دوسروں کی غلطی پر ہم پکڑے جائیں گے؟ حضورؐ نے اپنی وہی بات دوبارہ ارشاد فرمائی تو انھوں نے پھر عرض کیا کیا ہم دوسروں کی غلطی پر پکڑے جائیں گے؟ حضورؐ نے پھر وہی ارشاد فرمایا تو انھوں نے عرض کیا ہمیں ایک سال کی مہلت دے دیں، چنانچہ حضورؐ نے انہیں ایک سال کی مہلت دی تاکہ وہ ان پڑوسیوں کو سکھائیں۔ ان میں دین کی سمجھ پیدا کریں اور انہیں سمجھدار بنائیں۔ پھر حضورؐ نے یہ آیت تلاوت فرمائی لُعِنَ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا مِنْۢ بَنِيْٓ اِسْرَآءِيْلَ عَلٰي لِسَانِ دَاوٗدَ وَعِيْسَى ابْنِ مَرْيَمَ ذٰلِكَ بِمَا عَصَوْا وَّكَانُوْا يَعْتَدُوْنَ ○ كَانُوْا لَا يَتَنَاهَوْنَ عَنْ مُّنْكَرٍ فَعَلُوْهُ ○ لَبِئْسَ مَا كَانُوْا يَفْعَلُوْنَ ﴿سورت مائدہ آیت ۷۸۔ ۷۹﴾ ترجمہ ”بنی اسرائیل میں جو لوگ کافر تھے ان پر لعنت کی گئی تھی داؤدؑ اور عیسیٰؑ بن مریم کی زبان سے یہ لعنت اس سبب سے ہوئی کہ انھوں نے حکم کی مخالفت کی اور حد سے نکل گئے جو برا کام انھوں نے کر رکھا تھا اس سے باز نہ آتے تھے واقعی ان کا فعل بے شک برا تھا“۔[۱]

۱؎ اخرجه ابن راهويه والبخاري في الوحدان وابن السكن وابن منده والطبراني وابو نعيم وابن عساكر والباوردي وابن مردويه وقال ابن السكن ماله غيره واسناده صالح كذافي الكنز (ج ۲ ص ۱۳۹)

جو بھی علم اور ایمان حاصل کرنا چاہے گا اللہ تعالیٰ اسے ضرور عطا فرمائیں گے

حضرت عبداللہ بن سلمہؒ کہتے ہیں کہ ایک آدمی حضرت معاذ رضی اللہ عنہ کے پاس آیا اور رونے لگا۔ حضرت معاذؓ نے فرمایا کیوں روتے ہو؟ اس آدمی نے کہا نہ تو میں اس وجہ سے روتا ہوں کہ میرے اور آپ کے درمیان کوئی رشتہ داری ہے اور نہ اس وجہ سے روتا ہوں کہ مجھے آپ سے کچھ دنیا ملا کرتی تھی (جو آپ کے انتقال کے بعد مجھے نہیں ملے گی) بلکہ اس وجہ سے روتا ہوں کہ میں آپ سے علم حاصل کیا کرتا تھا اور اب مجھے ڈر ہے کہ یہ علم حاصل کرنے کا سلسلہ ختم ہو جائے گا۔ حضرت معاذؓ نے فرمایا مت رو کیونکہ جو بھی علم اور ایمان حاصل کرنا چاہے گا اللہ تعالیٰ اسے ضرور عطا فرمائے گا جیسے کہ حضرت ابراہیم علیہ السلام کو عطا فرمایا تھا۔ حالانکہ اس وقت علم اور ایمان نہ تھا۔[1]

حضرت یزید بن عمیرہؒ کہتے ہیں کہ جب حضرت معاذ رضی اللہ عنہ کی وفات کا وقت قریب آیا تو ان کے اردگرد بیٹھے ہوئے لوگ رونے لگے۔ حضرت معاذؓ نے فرمایا کیوں روتے ہو؟ انھوں نے کہا ہم اس علم کی وجہ سے روتے ہیں جس کے حاصل کرنے کا سلسلہ آپ کے انتقال پر ٹوٹ جائے گا۔ حضرت معاذؓ نے فرمایا نہیں علم و ایمان قیامت تک اپنی جگہ رہیں گے جو ان دونوں کو تلاش کرے گا وہ انہیں قرآن وسنت رسولؐ میں سے ضرور پالے گا (چونکہ قرآن مجید معیار ہے اس لئے) ہر کلام کو قرآن پر پیش کرو اور قرآن کو کسی کلام پر پیش مت کرو حضرت عمر، حضرت عثمان اور حضرت علی رضی اللہ عنہم سے علم حاصل کرو اگر یہ حضرات نہ ملیں تو پھر ان چار سے حاصل کرو حضرت عویمر (ابوالدرداء) حضرت ابن مسعود، حضرت سلمان اور حضرت ابن سلام رضی اللہ عنہم یہ ابن سلام وہی ہیں جو یہودی تھے پھر مسلمان ہوگئے تھے کیونکہ میں نے حضور ﷺ سے سنا ہے کہ یہ جنت میں بلاحساب جانے والے دس آدمیوں میں سے ہیں اور عالم کی لغزش سے بچو اور جو بھی حق بات لے کر آئے اسے قبول کرلو اور جو غلط بات لے کر آئے اسے قبول نہ کرو چاہے وہ کوئی بھی ہو۔[2]

حضرت یزید بن عمیرہؒ کہتے ہیں جب حضرت معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ کا مرض الوفات شروع ہوا تو کبھی وہ بے ہوش ہو جاتے تھے اور کبھی انہیں افاقہ ہو جاتا تھا۔ ایک دفعہ تو ایسی بے ہوشی طاری ہوئی کہ ہم سمجھے کہ ان کا انتقال ہو گیا ہے پھر انہیں افاقہ ہوا تو میں ان کے سامنے بیٹھا ہوا رو رہا تھا۔ انھوں نے فرمایا کیوں رو رہے ہو؟ میں نے کہا میں نہ تو اس وجہ سے رو رہا ہوں کہ

۱؎ اخرجه ابو نعیم فی الحلیة (ج ۱ ص ۲۳۳)

۲؎ عند ابن عساکر وسیف کمافی الکنز (ج ۷ ص ۸۷)

مجھے آپ سے کوئی دنیا ملا کرتی تھی جواب مجھے نہیں ملا کرے گی اور نہ اس وجہ سے رو رہا ہوں کہ میرے اور آپ کے درمیان کوئی رشتہ داری ہے بلکہ اس وجہ سے رو رہا ہوں کہ آپ سے علم کی باتیں اور صحیح فیصلے سنا کرتا تھا وہ سب اب جاتا رہے گا حضرت معاذؓ نے فرمایا مت رو کیونکہ علم اور ایمان اپنی جگہ رہیں گے جو انہیں تلاش کرے گا وہ انہیں ضرور پالے گا، لہٰذا علم کو وہاں تلاش کرو جہاں حضرت ابراہیم علیہ السلام نے تلاش کیا تھا کیونکہ وہ جانتے نہیں تھے تو انھوں نے اللہ تعالیٰ سے سوال کیا تھا جیسے کہ قرآن میں ہے اِنِّیْ ذَاهِبٌ اِلٰی رَبِّیْ سَیَهْدِیْنِ (سورت صافات آیت ۹۹) ترجمہ "میں تو اپنے رب کی طرف چلا جاتا ہوں وہ مجھ کو (اچھی جگہ) پہنچا ہی دے گا۔" میرے بعد ان چار آدمیوں سے علم حاصل کرنا اگر ان میں سے کسی سے نہ ملے تو پھر ممتاز اور عمدہ لوگوں سے علم کے بارے میں پوچھنا وہ چار یہ ہیں حضرت عبداللہ بن مسعود، حضرت عبداللہ بن سلام حضرت سلمان اور حضرت عویمر ابوالدرداء رضی اللہ عنہم اور حکیم آدمی کی لغزش سے اور منافق کے فیصلے سے بچ کر رہنا۔ میں نے پوچھا مجھے کس طرح حکیم آدمی کی لغزش کا پتہ چل سکتا ہے؟ حضرت معاذؓ نے فرمایا وہ گمراہی کا کلمہ جسے شیطان کسی آدمی کی زبان پر اس طرح جاری کر دیتا ہے جسے وہ بے سوچے سمجھے فوراً بول دیتا ہے اور منافق بھی کبھی حق بات کہہ دیتا ہے، لہٰذا علم جہاں سے بھی آئے تم اسے لے لو کیونکہ حق بات میں نور ہوتا ہے اور جن باتوں کا حق اور باطل ہونا واضح نہ ہو ان سے بچو۔[1]

حضرت عمرو بن میمون رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں کہ ہم لوگ یمن میں رہا کرتے تھے۔ وہاں حضرت معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ آئے اور فرمایا اے یمن والو! اسلام لے آؤ سلامتی پالو گے۔ میں اللہ کے رسول ﷺ کی طرف سے تمہاری طرف قاصد بن کر آیا ہوں۔ حضرت عمرو کہتے ہیں کہ میرے دل میں ان کی محبت ایسی بیٹھی کہ میں ان کے انتقال تک ان سے جدا نہیں ہوا ان کے ساتھ ہی رہا۔ جب ان کے انتقال کا وقت آیا تو میں رونے لگا۔ حضرت معاذؓ نے فرمایا کیوں روتے ہو؟ میں نے کہا اس علم کی وجہ سے روتا ہوں جو آپ کے ساتھ چلا جائے گا۔ حضرت معاذؓ نے فرمایا نہیں۔ علم اور ایمان قیامت تک دنیا میں رہے گا۔ آگے اور حدیث ذکر کی۔[2]

ایمان اور علم و عمل کو بیک وقت اکٹھے سیکھنا

حضرت ابن عمرؓ فرماتے ہیں میں نے اپنی زندگی کا بڑا عرصہ اس طرح گزارا ہے کہ ہم میں سے ہر ایک قرآن سے پہلے ایمان سیکھتا تھا اور جو بھی سورت حضرت محمد ﷺ پر نازل ہوتی تھی ہر ایک اس کے حلال و حرام ایسے سیکھتا تھا جیسے تم قرآن کو سیکھتے ہو اور جہاں وقف کرنا مناسب ہوتا تھا

۱۔ اخرجه الحاكم (ج ۳ ص ۴۲۶) قال الحاكم هذا حديث صحيح على شرط مسلم ولم يخرجاه ۲۔ عند ابن عساكر ايضا كما فى الكنز (ج ۷ ص ۸۷)

اس کو بھی سیکھتا تھا پھر اب میں ایسے لوگوں کو دیکھ رہا ہوں جو ایمان سے پہلے قرآن حاصل کر لیتے ہیں اور سورت فاتحہ شروع سے آخر تک ساری پڑھ لیتے ہیں اور انہیں پتہ نہیں چلتا کہ سورت فاتحہ کن کاموں کا حکم دے رہی ہے اور کن کاموں سے روک رہی ہے اور اس سورت میں کون سی آیت ایسی ہے جہاں جا کر رک جانا چاہئے اور سورت فاتحہ کو ردی کھجور کی طرح بکھیر دیتا ہے یعنی جلدی جلدی پڑھتا ہے۔[۱]

حضرت جندب بن عبداللہ رضی اللہ عنہ فرماتے تھے ہم نوعمر لڑکے حضور ﷺ کے ساتھ ہوا کرتے تھے، پہلے ہم نے ایمان سیکھا پھر ہم نے قرآن سیکھا جس سے ہمارا ایمان اور زیادہ ہو گیا۔[۲]

حضرت علی رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں جب حضورؐ کے زمانے میں ایک آیت یا چند آیتیں یا پوری سورت نازل ہوتی تو اس سے مسلمانوں کا ایمان اور خشوع اور بڑھ جاتا اور وہ آیت یا سورت جس کام سے روکتی سارے مسلمان اس سے رک جاتے۔[۳]

حضرت ابو عبدالرحمٰن سلمیؒ کہتے ہیں کہ نبی کریم ﷺ کے جو صحابہؓ ہمیں پڑھاتے تھے انھوں نے ہمیں بتایا کہ وہ حضور ﷺ سے دس آیتیں پڑھتے اور اگلی دس آیتیں تب شروع کرتے جب پہلی دس آیتوں میں جو علم و عمل ہے اسے اچھی طرح جان لیتے، چنانچہ یوں ہم علم و عمل دونوں سیکھتے۔[۴]

حضرت ابو عبدالرحمٰن سے اسی جیسی دوسری روایت میں یہ مضمون بھی منقول ہے کہ ہم قرآن کو اور اس پر عمل کو سیکھتے تھے اور ہمارے بعد ایسے لوگ قرآن کے وارث بنیں گے جو پانی کی طرح سارا قرآن پی جائیں گے لیکن یہ قرآن ان کی ہنسلی کی ہڈی سے نیچے نہیں اترے گا اور حلق کی طرف اشارہ کر کے فرمایا بلکہ اس سے بھی نیچے نہیں جائے گا۔[۵]

حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں جب ہم نبی کریم ﷺ سے قرآن کی دس آیتیں سیکھتے تو بعد والی آیتیں تب سیکھتے جب پہلی آیتوں میں جو کچھ ہوتا اسے اچھی طرح سیکھ لیتے۔ حضرت شریک راوی سے پوچھا گیا اس سے مراد یہ ہے کہ پہلی آیتوں میں جو عمل ہوتا اسے سیکھ لیتے حضرت شریک نے کہا جی ہاں۔[۶]

۱۔ اخرجه الطبرانی فی الاوسط قال الهیثمی (ج ۱ ص ۱۶۵) رجاله رجال الصحیح. اه

۲۔ اخرجه ابن ماجه (ص ۱۱) ۳۔ اخرجه العسكری وابن مردويه و سنده حسن كذافی الكنز (ج ۱ ص ۲۳۲) ۴۔ اخرجه احمد (ج ۵ ص ۴۱۰) قال الهیثمی (ج ۱ ص ۱۶۵) وفيه عطاء بن السائب اختلط فی آخر عمره. انتهى و اخرجه ابن ابی شيبة عن ابی عبدالرحمن السلمی نحوه كمافی الكنز (ج ۱ ص ۲۳۲) ۵۔ اخرجه ابن سعد (ج ۶ ص ۱۷۲)

۶۔ اخرجه ابن عساكر كذافی الكنز (ج ۱ ص ۲۳۲)

جتنے دینی علم کی ضرورت ہو اتنا حاصل کرنا

حضرت سلمان رضی اللہ عنہ نے حضرت حذیفہؓ سے فرمایا اے قبیلہ بنو عبس والے! علم تو بہت زیادہ ہے اور عمر بڑی تھوڑی ہے، لہٰذا دین پر عمل کرنے کے لئے جتنے علم کی ضرورت پڑتی جائے اتنا علم حاصل کرتے جاؤ اور جس کی ضرورت نہیں اسے چھوڑ دو اور اس کے حاصل کرنے کی مشقت میں نہ پڑو۔[۱]

حضرت ابوالبختریؒ کہتے ہیں کہ قبیلہ بنو عبس کا ایک آدمی حضرت سلمان رضی اللہ عنہ کے ساتھ سفر میں تھا اس آدمی نے دریائے دجلہ سے پانی پیا۔ حضرت سلمانؓ نے اس سے فرمایا اور پی لو۔ اس نے کہا نہیں میں سیر ہو چکا ہوں۔ حضرت سلمانؓ نے فرمایا تمہارا کیا خیال ہے تمہارے پانی پینے سے دریائے دجلہ میں کوئی کمی آئی ہے؟ اس آدمی نے کہا میں نے جتنا پانی پیا ہے اس سے اس دریا میں کیا کمی آئے گی؟ حضرت سلمانؓ نے فرمایا علم بھی اسی دریا کی طرح ہے، لہٰذا جتنا علم تمہیں فائدہ دے اتنا حاصل کر لو۔[۲]

حضرت محمد بن ابی قیلہؒ کہتے ہیں کہ ایک آدمی نے حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما کو خط لکھ کر علم کے بارے میں پوچھا۔ حضرت ابن عمرؓ نے اسے یہ جواب لکھا کہ تم نے مجھے خط لکھ کر علم کے بارے میں پوچھا ہے۔ علم تو بہت زیادہ ہے میں سارا لکھ کر تمہیں نہیں بھیج سکتا، البتہ تم اس بات کی پوری کوشش کرو کہ تمہاری اللہ سے ملاقات اس حال میں ہو کہ تمہاری زبان مسلمانوں کی آبرو سے رکی ہوئی ہو اور تمہاری کمر پر ان کے ناحق خون کا بوجھ نہ ہو اور تمہارا پیٹ ان کے مال سے خالی ہو اور تم مسلمانوں کی جماعت سے چمٹے ہوئے ہو۔[۳]

دین اسلام اور فرائض سکھانا

حضرت ابورفاعہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ میں حضور ﷺ کی خدمت میں پہنچا تو آپؐ بیان فرما رہے تھے، میں نے عرض کیا یا رسول اللہ! ایک اجنبی پردیسی آدمی اپنے دین کے بارے میں پوچھنے آیا ہے جسے کچھ معلوم نہیں ہے کہ اس کا دین کیا ہے؟ حضورؐ بیان چھوڑ کر میرے پاس تشریف لائے پھر ایک کرسی لائی گئی۔ میرا خیال یہ ہے کہ اس کے پائے لوہے کے تھے اور اس پر حضورؐ بیٹھ کر مجھے اللہ کا علم سکھانے لگے پھر منبر پر واپس جا کر اپنا بیان پورا فرمایا۔[۴]

۱؎ اخرجه ابو نعیم فی الحلیة (ج ۱ ص ۱۸۹) عن حفص بن عمر السعدی عن عمه

۲؎ عند ابی نعیم ایضا (ج ۱ ص ۱۸۸) ۳؎ اخرجه ابن عساکر کذافی الکنز (ج ۵ ص ۲۳۰) ۴؎ اخرجه مسلم (ج ۱ ص ۲۸۷) و اخرجه البخاری فی الادب (ص ۱۷۱) نحوه والنسائی فی الزینة کمافی ذخائر المواریث والطبرانی وابو نعیم کمافی کنز العمال (ج ۵ ص ۲ . .

حضرت جریر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ ایک دیہاتی آدمی نبی کریم ﷺ کی خدمت میں آیا اور عرض کیا مجھے اسلام سکھا دیں۔ حضورؐ نے فرمایا تم اس بات کی گواہی دو کہ اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں اور محمد (ﷺ) اس کے بندے اور رسول ہیں اور نماز قائم کرو اور زکوٰۃ ادا کرو اور رمضان کے روزے رکھو اور حج بیت اللہ کرو اور لوگوں کے لئے وہی پسند کرو جو تم اپنے لئے پسند کرتے ہو اور ان کے لئے وہی چیز ناپسند کرو جو اپنے لئے ناپسند کرتے ہو۔[۱] حضرت محمد بن عمارہ بن خزیمہ بن ثابتؒ کہتے ہیں حضرت فروہ بن مسیک مرادی رضی اللہ عنہ کندہ کے بادشاہوں کو چھوڑ کر نبی کریم ﷺ کا اتباع کرنے کے لئے اپنی قوم کے نمائندے بن کر حضورؐ کی خدمت میں آئے اور حضرت سعد بن عبادہ رضی اللہ عنہ کے مہمان بنے اور وہ قرآن، اسلام کے فرائض اور شرعی احکام سیکھتے تھے آگے اور حدیث ذکر کی ہے۔[۲] حضرت ضباعہ بنت زبیر بن عبدالمطلب رضی اللہ عنہما فرماتی ہیں کہ یمن سے بہراء قبیلہ کا وفد آیا جو کہ تیرہ آدمی تھے وہ اپنے اونٹوں کی نکیل پکڑ کر چلتے رہے یہاں تک کہ بنو جدیلہ قبیلہ کے محلہ میں حضرت مقداد بن عمرو رضی اللہ عنہ کے دروازے پر پہنچ گئے۔ حضرت مقداد نے باہر آ کر انہیں خوش آمدید کہا اور انہیں اپنے گھر کے ایک حصے میں ٹھہرایا۔ وہ لوگ حضور ﷺ کی خدمت میں حاضر ہو کر مسلمان ہوئے اور فرائض سیکھے اور چند دن قیام فرمایا اور پھر حضورؐ کی خدمت میں الوداع کہنے کے لئے حاضر ہوئے۔ حضورؐ نے صحابہؓ کو حکم دیا کہ انہیں اب جاتے ہوئے ہدیئے دیئے جائیں پھر وہ لوگ اپنے علاقے کو واپس چلے گئے۔[۳]

حضرت ابن سیرینؒ کہتے ہیں کہ حضرت ابوبکر اور حضرت عمر رضی اللہ عنہما لوگوں کو اسلام سکھایا کرتے تھے اور یہ فرمایا کرتے تھے کہ اللہ کی عبادت کرو اور اس کے ساتھ کسی چیز کو شریک نہ کرو اور جو نماز اللہ نے تم پر فرض کی ہے اسے وقت پر ادا کرو کیونکہ نماز میں کوتاہی کرنا ہلاکت ہے اور دل کی خوشی کے ساتھ زکوٰۃ ادا کرو اور رمضان کے روزے رکھو اور جسے امیر بنایا جائے اس کی بات سنو اور مانو۔[۴]

حضرت حسنؒ فرماتے ہیں کہ ایک دیہاتی حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے پاس آیا اور عرض کیا اے امیر المومنین! مجھے دین سکھا دیں، حضرت عمرؓ نے فرمایا تم اس بات کی گواہی دو کہ اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں، حضرت محمد (ﷺ) اللہ کے رسول ہیں، نماز قائم کرو، زکوٰۃ ادا کرو، حج بیت اللہ کرو، رمضان کے روزے رکھو لوگوں کے ظاہری اعمال دیکھو، ان کے پوشیدہ اور چھپے ہوئے اعمال کو مت تلاش کرو اور ہر اس کام سے بچو جس کو کرنے سے شرم آتی ہو (اور یہ تمام کام بالکل حق اور سچ

---

۱ ۔ اخرجه ابن ابی جریر کذافی الکنز (ج ۱ ص ۷۰)
۲ ۔ اخرجه ابن سعد (ج ۱ ص ۳۲۷) ۳ ۔ اخرجه ابن سعد ایضا (ج ۱ ص ۳۳۱)
۴ ۔ اخرجه عبدالرزاق و ابن ابی شیبة و ابن جریر والسنة فی الایمان کذافی الکنز (ج ۱ ص ۶۹)

ہیں اس لئے) جب اللہ سے ملاقات ہو تو کہہ دینا کہ عمرؓ نے مجھے ان کاموں کا حکم دیا تھا۔[1] حضرت حسن رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں کہ ایک دیہاتی آدمی حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے پاس آیا اور عرض کیا اے امیر المومنین! مجھے دین سکھائیں، اس کے بعد پچھلی حدیث جیسا مضمون ذکر کیا اور آخر میں یہ مضمون بھی ہے کہ پھر حضرت عمرؓ نے فرمایا اے اللہ کے بندے! ان تمام کاموں کو مضبوطی سے تھام لو اور جب اللہ سے ملو تو جو دل میں آئے کہہ دینا۔[2]

حضرت حسنؒ کہتے ہیں حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ کے پاس ایک آدمی آیا اور اس نے کہا اے امیر المومنین! میں دیہات کا رہنے والا ہوں اور مجھے بہت کام ہوتے ہیں اس لئے مجھے ایسے عمل بتائیں جن پر پوری طرح اعتماد کر سکوں اور جن کے ذریعے میں منزل مقصود یعنی اللہ تک یا جنت تک پہنچ سکوں۔ حضرت عمرؓ نے فرمایا اچھی طرح سمجھ لو اور اپنا ہاتھ مجھے دکھاؤ اس نے اپنا ہاتھ حضرت عمرؓ کے ہاتھ میں دے دیا۔ حضرت عمرؓ نے فرمایا اللہ کی عبادت کرو اور اس کے ساتھ کسی چیز کو شریک نہ کرو، نماز قائم کرو، فرض زکوٰۃ ادا کرو، حج اور عمرہ کرو اور (امیر کی) فرمانبرداری کرو، لوگوں کے ظاہری اعمال اور حالات دیکھو، ان کے پوشیدہ اور چھپے ہوئے اعمال اور حالات مت تلاش کرو، ہر وہ کام کرو کہ جس کی خبر لوگوں میں پھیل جائے تو تمہیں نہ شرم اٹھانی پڑے اور نہ رسوائی برداشت کرنی پڑے اور ہر اس کام سے بچو کہ جس کی خبر لوگوں میں پھیل جائے تو تمہیں شرم بھی اٹھانی پڑے اور رسوا بھی ہونا پڑے اس آدمی نے کہا اے امیر المومنین! میں ان تمام باتوں پر عمل کروں گا اور جب اپنے رب سے ملوں گا تو کہہ دوں گا کہ عمرؓ بن خطاب نے مجھے یہ کام بتائے تھے۔ حضرت عمرؓ نے فرمایا ان تمام کاموں کو لے جاؤ اور جب اپنے رب سے ملو تو جو دل چاہے کہہ دینا۔[3]

نماز سکھانا

حضرت ابو مالک اشجعی کے والد رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ جب کوئی آدمی مسلمان ہوتا تو حضور ﷺ اسے سب سے پہلے نماز سکھاتے۔[4]

حضرت حکم بن عمیر رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں کہ حضور ﷺ ہمیں نماز سکھاتے تھے اور فرماتے تھے کہ جب تم نماز کے لئے کھڑے ہونے لگو تو پہلے اللہ اکبر کہو اور اپنے ہاتھوں کو اٹھاؤ لیکن کانوں سے اوپر نہ لے جاؤ اور پھر یہ پڑھو سبحنک اللھم وبحمدک وتبارک اسمک وتعالیٰ

۱۔ اخرجه البيهقي والاصبهاني في الحجة ۲۔ اخرجه ايضا ابن عدى واللالكائي قال البيهقي قال البخاري هذا مرسل لان الحسن لم يدرك عمر كذافي الكنز (ج ۱ ص ۷۰)
۳۔ اخرجه ابن عساكر كذافي الكنز (ج ۸ ص ۲۰۸)
۴۔ اخرجه الطبراني في الكبير والبزار قال الهيثمي (ج ۱ ص ۲۹۳) رجاله رجال الصحيح

جدک ولا الہ غیرک ترجمہ ''اے اللہ تو پاک ہے ہم تیری تعریف کرتے ہیں تیرا نام برکت والا ہے تیری بزرگی بلند ہے اور تیرے سوا کوئی معبود نہیں۔''۱

حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں کہ ہمیں حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ منبر پر اس طرح التحیات سکھاتے تھے جیسے کہ استاد مکتب میں بچوں کو سکھاتا ہے۔۲ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں کہ حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ نے میرا ہاتھ پکڑا اور مجھے التحیات سکھائی اور ارشاد فرمایا کہ حضور ﷺ نے بھی ان کا ہاتھ پکڑ کر انہیں التحیات سکھائی تھی التحیات للّٰہ الصلوات الطیبات المبارکات للّٰہ ۳ حضرت عبدالرحمٰن بن عبد قاریؒ کہتے ہیں کہ انھوں نے حضرت عمر بن خطابؓ کو منبر پر لوگوں کو التحیات سکھاتے ہوئے سنا۔ فرمارہے تھے اے لوگو! کہو التحیات للّٰہ سے لے کر آخر تک۔۴ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں کہ حضور ﷺ ہمیں التحیات اس طرح سکھاتے تھے جیسے ہمیں قرآن کی کوئی سورت سکھاتے تھے۔۵ حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ سے بھی ایسی ہی حدیث منقول ہے۔۶ حضرت ابن مسعودؓ فرماتے ہیں حضور ﷺ نے مجھے التحیات اس طرح سکھائی جس طرح مجھے آپ قرآن کی کوئی سورت سکھایا کرتے تھے اور اس وقت میرا ہاتھ حضورؐ کے ہاتھوں میں تھا پھر اس کے بعد التحیات کو ذکر کیا۔۷ حضرت ابن مسعودؓ فرماتے ہیں کہ حضور ﷺ ہمیں سورتوں کا شروع والا حصہ اور قرآن سکھاتے تھے، چنانچہ ہمیں حضورؐ نے نماز کا خطبہ اور نکاح وغیرہ کسی ضرورت کا خطبہ بھی سکھایا پھر التحیات کا ذکر کیا۔۸ حضرت اسودؒ کہتے ہیں کہ حضرت عبداللہ رضی اللہ عنہ ہمیں التحیات اس طرح سکھاتے تھے جس طرح ہمیں قرآن کی کوئی سورت سکھاتے تھے۔ اس میں ہماری الف اور واؤ کی غلطی بھی پکڑتے تھے۔۹

حضرت زید بن وہبؒ فرماتے ہیں کہ ایک دفعہ حضرت حذیفہ رضی اللہ عنہ مسجد میں تشریف لے گئے تو دیکھا کہ ایک آدمی نماز پڑھ رہا ہے لیکن رکوع سجدہ پورا نہیں کر رہا۔ جب وہ نماز سے فارغ ہوا تو حضرت حذیفہؓ نے اس سے پوچھا کتنے عرصہ سے تم ایسی نماز پڑھ رہے ہو؟ اس نے کہا چالیس سال سے، حضرت حذیفہؓ نے فرمایا تم نے چالیس سال سے ٹھیک نماز نہیں پڑھی اور اگر تم ایسی نماز پڑھتے ہوئے مرگئے تو تم اس حالت پر نہیں مروگے جس پر حضرت محمد ﷺ پیدا کئے گئے تھے پھر اس کی طرف متوجہ ہو کر اسے سکھانے لگے۔ پھر فرمایا آدمی کو چاہئے کہ وہ نماز میں قیام مختصر

۱۔ اخرجہ ابو نعیم کذافی الکنز (ج ۴ ص ۲۰۳) ۲۔ اخرجہ مسدود الطحاوی کذافی الکنز (ج ۴ ص ۲۱۷) ۳۔ اخرجہ الدار قطنی وحسنہ کذافی الکنز (ج ۴ ص ۲۱۷)

۴۔ اخرجہ مالک والشافعی والطحاوی وعبدالرزاق وغیرھم ۵۔ عند ابن ابی شیبۃ

۶۔ عند ابن ابی شیبۃ ایضا ۷۔ عند ابن ابی شیبۃ ایضا

۸۔ عند العسکری فی الامثال

۹۔ عند ابن النجار کذافی کنز العمال (ج ۴ ص ۲۱۸، ۲۱۹)

کرے لیکن رکوع سجدہ پورا کرے۔[۱]

اذکار اور دعائیں سکھانا

حضرت علی بن ابی طالبؓ فرماتے ہیں کہ نبی کریم ﷺ نے مجھ سے فرمایا میں تمہیں پانچ ہزار بکریاں دے دوں یا ایسے پانچ کلمات سکھادوں جن سے تمہارا دین اور دنیا دونوں ٹھیک ہو جائیں، میں نے عرض کیا یا رسول اللہ پانچ ہزار بکریاں تو بہت زیادہ ہیں لیکن آپؐ مجھے وہ کلمات ہی سکھادیں۔ حضورؐ نے فرمایا یہ کہو اللھم اغفرلی ذنبی ووسع لی خلقی وطیب لی کسبی وقنعنی بما رزقتنی ولا تذھب قلبی الی شئی صرفتہ عنی اے اللہ! میرے گناہ معاف فرما اور میرے اخلاق وسیع فرما اور میری کمائی کو پاک فرما اور جو روزی تو مجھے عطا فرمائے اس پر مجھے قناعت نصیب فرما اور جو چیز تو مجھ سے ہٹا لے اس کی طلب مجھ میں باقی نہ رہنے دے۔"[۲]

حضرت عبداللہ بن جعفر رضی اللہ عنہما اپنی بیٹیوں کو یہ کلمات سکھاتے اور انہیں ان کے پڑھنے کی تاکید کرتے اور فرماتے میں نے یہ کلمات حضرت علیؓ سے سیکھے ہیں اور حضرت علیؓ نے فرمایا تھا کہ جب حضورؐ کو کوئی پریشانی یا مشکل کام پیش آتا تو آپؐ یہ کلمات پڑھتے لا الہ الا اللّٰہ الحلیم الکریم سبحانہ تبارک اللّٰہ رب العالمین ورب العرش العظیم والحمدللّٰہ رب العالمین اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں جو بڑا بردبار بڑے کرم والا ہے۔ وہ تمام عیبوں سے پاک ہے۔ اللہ برکت والا ہے جو تمام جہانوں کا رب ہے اور بڑے عرش کا رب ہے اور تمام تعریفیں اللہ کے لئے ہیں جو تمام جہانوں کا رب ہے۔[۳]

حضرت عبداللہ بن جعفرؓ فرماتے ہیں کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے مجھ سے فرمایا اے میرے بھتیجے! میں تمہیں ایسے کلمات سکھاؤں گا جو میں نے حضورؐ سے سنے ہیں۔ موت کے وقت جو ان کلمات کو کہے گا وہ جنت میں ضرور داخل ہوگا لا الہ الا اللّٰہ الحلیم الکریم تین مرتبہ "اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں جو بڑا بردبار بڑے کرم والا ہے۔" الحمد للہ رب العالمین تین مرتبہ "تمام تعریفیں اللہ کے لئے ہیں جو تمام جہانوں کا رب ہے۔" تبارک الذی بیدہ الملک یحیی ویمیت وھو علی کل شیئ قدیر "وہ ذات بابرکت ہے جس کے قبضہ میں تمام بادشاہی ہے۔ وہ زندہ کرتا ہے اور مارتا ہے اور وہ ہر چیز پر قادر ہے۔"[۴]

۱۔ اخرجہ عبدالرزاق وابن ابی شیبۃ والبخاری والنسائی کذافی الکنز (ج ۴ ص ۲۳۰)

۲۔ اخرجہ ابن النجار کذافی الکنز (ج ۱ ص ۳۰۵) ۳۔ اخرجہ النسائی و ابو نعیم کذافی الکنز (ج ۱ ص ۲۹۸) ۴۔ اخرجہ الخرائطی فی مکارم الاخلاق و سندہ حسن کذافی الکنز (ج ۸ ص ۱۱۱)

حضرت سعد بن جنادہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ طائف والوں میں سے میں سب سے پہلے نبی کریم ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوا اور طائف کے جنوب میں واقع پہاڑی سلسلے کے بالائی حصہ سے صبح صبح چلا اور عصر کے وقت منیٰ میں پہنچا پھر پہاڑ پر چڑھا اور اتر کر حضور کی خدمت میں حاضر ہوا اور مسلمان ہوا۔ حضور ؐ نے مجھے قل ھو اللّٰہ احد اور اذازلزلت سکھائی اور یہ کلمات بھی سکھائے۔ سبحان اللّٰہ والحمدللّٰہ ولا الٰہ الا اللّٰہ واللّٰہ اکبر اور فرمایا یہی وہ نیک کلمات ہیں جو باقی رہنے والے ہیں۔[1]

حضرت ابی بن کعب رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ حضرت محمد ﷺ ہمیں سکھاتے کہ صبح کو ہم یہ دعا پڑھیں اصبحنا علی فطرۃ الاسلام و کلمۃ الاخلاص وسنۃ نبینا محمد صلی اللّٰہ علیہ وسلم وملۃ ابراھیم حنیفا وما کان من المشرکین ''ہم نے فطرت اسلام کلمہ اخلاص، اپنے نبی حضرت محمد ﷺ کی سنت اور ابراہیم علیہ السلام کی ملت پر صبح کی سب سے یکسو ہو کر ایک اللہ کے ہو گئے تھے اور وہ مشرکوں میں سے نہیں تھے اور شام کو بھی یہ دعا پڑھیں (صرف اصبحنا کی جگہ امسینا کہہ لیں)۔[2]

حضرت سعد رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ حضور ﷺ ہمیں یہ کلمات اس طرح سکھاتے تھے جس طرح استاد بچوں کو لکھنا سکھاتا ہے اللھم انی اعوذبک من البخل واعوذبک من الجبن واعوذبک ان ارد الی ارذل العمر واعوذبک من فتنۃ الدنیا و عذاب القبر ''اے اللہ! میں بخل سے تیری پناہ مانگتا ہوں اور بزدلی سے تیری پناہ مانگتا ہوں اور میں اس بات سے تیری پناہ مانگتا ہوں کہ مجھے ناکارہ عمر کی طرف پہنچا دیا جائے اور دنیا کے فتنوں سے اور عذاب قبر سے تیری پناہ مانگتا ہوں۔''[3]

حضرت حارث بن نوفل رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ نبی کریم ﷺ نے ہمیں مر جانے والے کے لئے یہ دعا سکھائی اللھم اغفر لاخواننا واخواتنا واصلح ذات بیننا والف بین قلوبنا اللھم ھذا عبدک فلان ابن فلان ولا نعلم الاخیرا وانت اعلم بہ منا فاغفرلنا ولہ ''اے اللہ! ہمارے بھائی اور بہنوں کی مغفرت فرما اور ہمارے آپس کے تعلقات کو ٹھیک فرما اور ہمارے دلوں میں ایک دوسرے کی محبت پیدا فرما اے اللہ! یہ تیرا بندہ فلاں بن فلاں ہے۔ ہمیں تو یہی معلوم ہے کہ یہ بہت نیک تھا اور آپ اسے ہم سے زیادہ جانتے ہیں آپ ہماری اور اس کی مغفرت فرما دیں۔'' اپنی جماعت میں میں سب سے چھوٹا تھا میں نے عرض کیا اگر مجھے اس کی کوئی نیکی

۱۔ اخرجہ الطبرانی کذافی التفسیر لابن کثیر (ج ۳ ص ۸۶)
۲۔ اخرجہ عبداللہ بن احمد فی زوائدہ کذافی الکنز (ج ۱ ص ۲۹۴) ۳۔ اخرجہ ابن جریر کذافی الکنز (ج ۱ ص ۳۰۷)

معلوم نہ ہو تو؟ حضورؐ نے فرمایا تو تم وہی کہو جو تمہیں معلوم ہے۔[1]

حضرت عبادہ بن صامت رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ جب رمضان شریف آتا تو حضور ﷺ ہمیں دعا کے یہ کلمات سکھاتے تھے اللھم سلمنی لرمضان وسلم رمضان لی وسلمه لی متقبلا ترجمہ ''اے اللہ! مجھے رمضان کے لئے صحیح سالم رکھ اور رمضان کو میرے لئے صحیح سالم رکھ یعنی چاند وقت پر نظر آئے بادل وغیرہ نہ ہوں) اور پھر اسے قبول بھی فرما۔[2]

حضرت سلامہ کندی رحمتہ اللہ علیہ کہتے ہیں حضرت علی رضی اللہ عنہ لوگوں کو نبی کریمؐ پر درود پڑھنے کے لئے یہ کلمات سکھاتے تھے اللھم داحی المدحوات وباری المسموكات وجبار القلوب على فطرتها شقيها وسعيدها اجعل شرائف صلواتک و نواحی برکاتک ورأفة تحننك على محمد عبدک ورسولک الخاتم لما سبق والفاتح لما اغلق والمعين على الحق بالحق والدامغ لجيشات الاباطيل كما حمل فاضطلع بامرك بطاعتک مستوفزا فی مرضاتک غير نكل عن قدم ولا وهن في عزم واعيا لوحيک حافظا لعهدک ماضيا على نفاذ امرک حتى اورى قبسالقابس به هديت القلوب بعد خوضات الفتن والاثم وابهج موضحات الاعلام ومنيرات الاسلام ونائرات الاحكام فهو امينک المامون و خازن علمک المخزون و شهیدک یوم الدين وبعيثک نعمة ورسولک بالحق رحمة اللهم افسح له مفسحا فی عدنک و اجزه مضاعفات الخير من فضلک مهنات غير مكدرات من فوز ثوابک المعلول و جزيل عطائک المخزون اللهم اعل على بناء الناس بناءه واكرم مثواه لديک ونزله واتمم له نوره و اجزه من ابتعاثک له مقبول الشهادة و مرضی المقالة ذا منطق عدل و كلام فصل و حجة و برهان عظيم ۔ ترجمہ ''اے اللہ! اے بچھی ہوئی زمینوں کے بچھانے والے! بلند آسمانوں کے پیدا کرنے والے! بدبخت اور نیک بخت دلوں کو ان کی فطرت پر پیدا کرنے والے! اپنی معظم رحمتیں، بڑھنے والی برکتیں اور اپنی خاص مہربانی اور شفقت حضرت محمد ﷺ پر نازل فرما جو کہ تیرے بندے اور رسول ہیں اور جو نبوتیں پہلے گزر چکی ہیں ان کے لئے مہر ہیں اور بند سعادتوں کو کھولنے والے ہیں اور صحیح طریقے سے حق کی مدد کرنے والے ہیں اور جس طرح انہیں ذمہ داری دی گئی اس طرح انھوں نے باطل کے لشکروں کو نیست و نابود کر دیا اور تیری اطاعت کے لئے تیرے حکم کو لے کر کھڑے ہو گئے اور تجھے خوش کرنے کے لئے ہر دم مستعد رہے۔ انھوں نے آگے بڑھنے میں بالکل سستی نہ کی اور نہ عزم و ارادہ میں کچھ کمزوری ظاہر کی تیری وحی کو خوب یاد کیا اور تیرے عہد کی حفاظت کی اور تیرے ہر حکم کو نافذ کیا یہاں

---

[1] اخرجه ابونعيم عن عبدالله بن حارث بن نوفل كذافي الكنز (ج ۸ ص ۱۱۴)

[2] اخرجه الطبراني في الدعا والد يلمي وسنده حسن كذافي الكنز (ج ۴ ص ۳۲۳)

تک کہ روشنی لینے والوں کے لئے نور اسلام کا شعلہ روشن کر دیا۔ آپ ہی کے ذریعہ دلوں کو فتنوں اور گناہوں میں غوطے کھانے کے بعد ہدایت ملی اور آپ نے کھلی اور واضح نشانیوں کو اسلام کے روشن دلائل کو اور منور احکام کو خوب اچھی طرح واضح کر دیا وہ تیرے معصوم اور محفوظ امین ہیں اور تیرے علمی خزانے کے خزانچی اور محافظ ہیں اور قیامت کے دن تیرے گواہ ہیں تو نے انہیں نعمت بنا کر بھیجا ہے اور وہ تیرے سچے رسول ہیں جو رحمت بن کر آئے ہیں اے اللہ! اپنی جنت عدن میں ان کو خوب کشادہ جگہ عطا فرما اور اپنے بار بار دیئے جانے والے ثواب میں سے اور اپنی بڑی عطا کے خزانوں میں سے خوب بڑھا کر صاف ستھری جزا انہیں عطا فرما۔ اے اللہ! ان کی عمارت کو تمام لوگوں کی عمارت سے اونچا فرما اور اپنے ہاں ان کے ٹھکانے اور مہمانی کو خوب عمدہ فرما اور اپنے نور کو ان کے لئے پورا فرما اور تو ان کو یہ بدلہ دے کہ جب ان کو قیامت کے دن اٹھائے تو ان کی گواہی قبول ہو اور ان کی بات تیری پسند کے مطابق ہو اور عدل و انصاف والی ہو اور ان کا کلام صحیح اور غلط میں تمیز کرنے والا ہو اور وہ مضبوط حجت اور بڑی دلیل والے ہوں۔[1]

مدینہ منورہ آنے والے مہمانوں کو سکھانا

حضرت شہاب بن عباد رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں قبیلہ عبد القیس کا جو وفد حضور ﷺ کی خدمت میں گیا تھا ان میں سے ایک صاحب کو اپنے سفر کی تفصیل بتاتے ہوئے اس طرح سنا کہ ہم لوگ حضور ﷺ کی خدمت میں پہنچے آپ ہمارے آنے سے بہت زیادہ خوش ہوئے۔ جب ہم حضور کی مجلس والوں تک پہنچ گئے تو انھوں نے ہمارے لئے کشادہ جگہ بنا دی۔ ہم وہاں بیٹھ گئے۔ حضور نے ہمیں خوش آمدید کہا اور ہمیں دعا دی پھر ہماری طرف دیکھ کر فرمایا تمہارا سردار اور ذمہ دار کون ہے؟ ہم سب نے منذر بن عائذ کی طرف اشارہ کیا۔ حضور نے فرمایا کیا یہ اشج سردار ہے (اشج اسے کہتے ہیں جس کے سر یا چہرے پر کسی زخم کا نشان ہو) ان کے چہرے پر گدھے کے کھر لگنے کے زخم کا نشان تھا اور یہ سب سے پہلا دن تھا جس میں ان کا نام اشج پڑا۔ یہ باقی لوگوں سے پیچھے رہ گئے تھے۔ انھوں نے اپنے وفد کی سواریوں کو باندھا اور ان کا سامان سنبھالا پھر اپنا بیگ نکالا اور سفر کے کپڑے اتار کر نئے کپڑے پہنے پھر وہ حضور کی طرف آئے اس وقت حضور نے پاؤں پھیلا کر تکیہ لگا رکھا تھا جب حضرت اشج حضور کے قریب پہنچے تو لوگوں نے ان کے لئے جگہ بنا دی اور

---

[1] اخرجه الطبراني في الاوسط و ابو نعيم في عوالي سعيد بن منصور كذافي الكنز (ج ١ ص ٢١٤) قال ابن كثير في تفسيره (ج ٣ ص ٥٠٩) هذا مشهور من كلام علي رضي الله عنه وقد تكلم عليه ابن قتيبه في مشكل الحديث و كذا ابو الحسن احمد بن فارس اللغوى في جزء جمعه في فضل الصلوة على النبي صلى الله عليه وسلم الا ان في اسناده نظر و قدروى الحافظ ابو القاسم الطبراني هذا الاثر. انتهى

یوں کہا اے اشج! یہاں بیٹھ جاؤ۔ حضور ﷺ پاؤں سمیٹ کر سیدھے بیٹھ گئے اور فرمایا اے اشج یہاں آ جاؤ چنانچہ وہ حضورؐ کے دائیں طرف آرام سے بیٹھ گئے۔ حضورؐ نے انہیں خوش آمدید کہا اور بہت شفقت اور مہربانی کا معاملہ کیا پھر حضورؐ نے ان سے ان کے علاقے کے بارے میں پوچھا اور ہجر کی ایک ایک بستی صفا مشقر وغیرہ کا نام لیا۔ حضرت اشج نے کہا یا رسول اللہ! میرے ماں باپ آپ پر قربان ہوں آپ تو ہماری بستیوں کے نام ہم سے زیادہ جانتے ہیں۔ حضورؐ نے فرمایا میں تمہارے علاقے میں گیا ہوں اور میں نے خوب گھوم پھر کر دیکھا ہے۔ پھر حضورؐ نے انصار کی طرف متوجہ ہو کر فرمایا اپنے ان بھائیوں کا اکرام کرو کیونکہ یہ تمہاری طرح مسلمان بھی ہیں لیکن ان کے بالوں اور کھال کی رنگت تم سے بہت زیادہ ملتی جلتی ہے۔ اپنی خوشی سے اسلام لائے ہیں ان پر زبردستی نہیں کرنی پڑی اور یہ بھی نہیں کہ مسلمانوں کے لشکر نے حملہ کر کے ان پر غلبہ پا لیا ہو اور ان کا تمام مال مال غنیمت بنا لیا ہو یا انھوں نے اسلام سے انکار کیا ہو اور انہیں قتل کیا گیا ہو (وہ وفد انصار کے ہاں رہا) پھر حضورؐ نے اس وفد سے پوچھا تم نے اپنے بھائیوں کے اکرام اور مہمانی کو کیسا پایا؟* انھوں نے کہا یہ ہمارے بہت اچھے بھائی ہیں انھوں نے رات کو ہمیں نرم نرم بستروں پر سلایا اور عمدہ کھانے کھلائے اور صبح کو ہمیں ہمارے رب کی کتاب اور ہمارے نبی ﷺ کی سنتیں سکھائیں۔ حضورؐ کو انصار کا یہ رویہ بہت پسند آیا اور آپؐ اس سے بہت خوش ہوئے اور پھر آپؐ نے ہم میں سے ہر ایک کی طرف توجہ فرمائی اور ہم نے جو کچھ سیکھا سکھایا تھا اس کا اندازہ لگایا تو ہم میں سے کسی نے التحیات سیکھ لی تھی، کسی نے سورت فاتحہ، کسی نے ایک سورت، کسی نے دو سورتیں، کسی نے ایک سنت اور کسی نے دو سنتیں۔ آگے لمبی حدیث ذکر کی۔[1]

حضرت ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ ہم لوگ حضور ﷺ کے پاس بیٹھے ہوئے تھے کہ اتنے میں آپؐ نے فرمایا تمہارے پاس عبدالقیس کا وفد آ رہا ہے لیکن ہمیں کوئی نظر نہیں آ رہا تھا۔ تھوڑی ہی دیر گزری تھی کہ واقعی وہ وفد پہنچ گیا۔ انھوں نے آ کر حضورؐ کو سلام کیا۔ حضورؐ نے ان سے پوچھا کہ تمہارے توشہ کی کھجوروں میں سے کچھ باقی ہے؟ انھوں نے کہا جی ہاں پھر حضورؐ کے ارشاد فرمانے پر چمڑے کا ایک دسترخوان بچھا دیا گیا اور انھوں نے اپنی بچی ہوئی کھجوریں اس پر ڈال دیں حضورؐ نے اپنے صحابہؓ کو جمع فرما لیا اور اس وفد سے مختلف کھجوروں کے بارے میں فرمانے لگے تم اس کھجور کو برنی اور اسے یہ اور اسے یہ کہتے ہو۔ انھوں نے کہا جی ہاں پھر آپؐ نے اس وفد کو تقسیم کر دیا کہ (مدینے کے رہنے والے) مسلمان ان میں سے ایک ایک کو لے جائیں اور اپنے ہاں ٹھہرائیں اور انہیں قرآن و حدیث پڑھائیں اور نماز سکھائیں۔ ایک ہفتہ وہ یوں ہی سیکھتے

---

[1] اخرجه الامام احمد (ج ۴ ص ۲۰۶) قال المنذری فی الترغیب (ج ۴ ص ۱۵۲) و هذا الحدیث بطوله رواه احمد باسناد صحیح وقال الهیثمی (ج ۸ ص ۱۷۸) ورجاله ثقات

رہے پھر حضورؐ نے سارے وفد کو بلایا (اوران کا امتحان لیا) تو آپؐ نے دیکھا کہ ابھی پورا سیکھے اور سمجھے نہیں ہیں کچھ کمی ہے پھرانہیں دوسرے مسلمانوں کے حوالے کر دیا اور ایک ہفتہ ان کے ہاں رہنے دیا پھرانہیں بلایا (اوران کا امتحان لیا) تو دیکھا کہ انھوں نے سب کچھ پڑھ لیا ہے اور پوری طرح سمجھ لیا ہے پھر اس وفد نے عرض کیا یارسول اللہ! اللہ نے ہمیں بڑی خیر سکھادی ہے اور دین کی سمجھ عطا فرمادی ہے۔ اب ہم اپنے علاقے کو جانا چاہتے ہیں۔ حضورؐ نے فرمایا ضرور چلے جاؤ پھر ان لوگوں نے کہا کہ ہم اپنے علاقے میں جو شراب پیتے ہیں اگر ہم اس کے بارے میں حضورؐ سے پوچھ لیں۔ اس کے بعد آگے حدیث میں اس بات کا ذکر ہے کہ حضورﷺ نے کدو کے تونبے اور درخت کی کھوکھلی جڑ سے بنائے ہوئے برتن اور روغنی مرتبان میں نبیذ بنانے سے منع فرمایا۔[1]

دوران سفر علم حاصل کرنا

حضرت جابر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ حضورﷺ نو سال مدینہ منورہ میں رہے اور اس عرصہ میں آپؐ نے کوئی حج نہیں کیا۔ پھر آپؐ نے لوگوں میں اعلان کروایا کہ اللہ کے رسولﷺ اس سال حج کریں گے تو بہت سارے لوگ مدینہ منورہ آگئے۔ ہر شخص یہ چاہتا تھا کہ وہ حضورؐ کی اقتداء کرے اور وہی کام کرے جو حضورؐ کریں۔ جب ذیقعدہ میں پانچ دن باقی رہ گئے تو آپؐ حج کے لئے تشریف لے چلے۔ ہم بھی آپؐ کے ساتھ تھے۔ جب آپؐ ذوالحلیفہ پہنچے تو حضرت اسماء بنت عمیس رضی اللہ عنہا کے ہاں حضرت محمد بن ابی بکر رضی اللہ عنہما پیدا ہوئے۔ انھوں نے حضورؐ کی خدمت میں پیغام بھیجا کہ میں اب کیا کروں؟ حضورؐ نے فرمایا پہلے غسل کرو پھر کسی کپڑے کی لنگوٹی باندھ لو پھر احرام باندھ لو اور اونچی آواز سے لبیک کہو۔ پھر حضورؐ وہاں سے تشریف لے چلے یہاں تک کہ جب آپؐ کی اونٹنی آپ کو لے کر بیدا نامی اونچے مقام پر پہنچی تو آپؐ نے ان الفاظ سے لبیک پڑھی۔ لبیک اللھم لبیک لبیک لاشریک لک لبیک ان الحمد والنعمة لک والملک لاشریک لک۔"

"اے اللہ حاضر ہوں حاضر ہوں، حاضر ہوں تیرا کوئی شریک نہیں حاضر ہوں۔ تمام تعریفیں، تمام نعمتیں اور ساری بادشاہت تیرے لئے ہے تیرا کوئی شریک نہیں۔" اور لوگوں نے بھی لبیک پڑھی اور کچھ لوگ ذاالمعارج جیسے کلمات پڑھ رہے تھے اور نبی کریمﷺ سن رہے تھے لیکن آپؐ نے ان سے کچھ نہ فرمایا پھر میں نے حضورؐ کے سامنے نگاہ ڈالی تو مجھے حد نگاہ تک آدمی ہی آدمی نظر آئے۔ کوئی سوار تھا کوئی پیدل اور یہی حال آپؐ کے دائیں بائیں اور پیچھے تھا۔ حضرت جابرؓ فرماتے ہیں کہ حضورﷺ ہمارے درمیان تھے۔ آپؐ پر قرآن نازل ہوتا تھا۔ آپؐ اس کی تفسیر بھی

---

[1] اخرجه عبدالرزاق كذافي الكنز (ج ۳ ص ۱۱۳)

جانتے تھے اور قرآن پر جیسا عمل آپؐ کرتے تھے ویسا ہم بھی کرتے تھے۔ آگے اور حدیث بھی ذکر کی ہے آئندہ حضور ﷺ کے خطبات حج کے عنوان کے ذیل میں حضورؐ کے صحابہ کرام کو سفر حج میں سکھانے کے واقعات آجائیں گے اور جہاد میں نکل کر سیکھنے سکھانے کے باب میں اس باب کے کچھ واقعات گزر چکے ہیں۔

حضرت جابر بن ازرق غاضری رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ میں حضور ﷺ کی خدمت میں سواری پر اپنا سامان لے کر حاضر ہوا۔ میں آپؐ کے ساتھ ساتھ چلتا رہا یہاں تک کہ ہم منزل پر پہنچ گئے۔ حضورؐ نے سواری سے اتر کر چمڑے کے ایک خیمے میں قیام فرمایا اور آپؐ کے خیمے کے دروازے پر تیس کوڑے بردار آدمی کھڑے ہو گئے ایک آدمی مجھے دھکے دینے لگا۔ میں نے کہا اگر تم مجھے دھکے دو گے تو میں بھی تمہیں دھکے دوں گا اور اگر تم مجھے مارو گے تو میں بھی تمہیں ماروں گا۔ اس آدمی نے کہا او سب سے برے آدمی! میں نے کہا اللہ کی قسم! تم مجھ سے زیادہ برے ہو۔ اس نے کہا کیسے؟ میں نے کہا میں اطراف یمن سے اس لئے آیا ہوں تاکہ نبی کریم ﷺ سے حدیثیں سنوں اور واپس جا کر اپنے پیچھے والوں کو وہ ساری حدیثیں سناؤں اور تم مجھے روکتے ہو۔ اس آدمی نے کہا تم نے ٹھیک کہا اللہ کی قسم! واقعی میں تم سے زیادہ برا ہوں۔ پھر حضورؐ سواری پر سوار ہوئے اور منیٰ میں جمرہ عقبہ کے پاس سے لوگ آپؐ کے ساتھ چمٹنے لگے اور ان کی تعداد بڑھتی گئی۔ یہ سب لوگ حضورؐ سے مختلف باتیں پوچھنا چاہتے تھے لیکن تعداد زیادہ ہونے کی وجہ سے کوئی بھی آپؐ تک پہنچ نہیں سکتا تھا۔ اتنے میں ایک آدمی آیا جس نے اپنے بال کنوار رکھے تھے۔ اس نے عرض کیا یا رسول اللہ! میرے لئے دعائے رحمت فرما دیں۔ حضورؐ نے فرمایا اللہ بال منڈوانے والوں پر رحمت نازل فرمائے۔ اس آدمی نے پھر کہا میرے لئے دعائے رحمت فرما دیں۔ حضورؐ نے فرمایا اللہ بال منڈوانے والوں پر رحمت نازل فرمائے۔ اس آدمی نے پھر کہا میرے لئے دعائے رحمت فرما دیں۔ حضورؐ نے فرمایا اللہ بال منڈوانے والوں پر رحمت نازل فرمائے۔ یہ دعا آپؐ نے تین مرتبہ فرمائی تو وہ آدمی گیا اور جا کر اس نے اپنے بال منڈوا دیئے۔ اس کے بعد مجھے جو بھی نظر آیا اس کے بال منڈے ہوئے تھے[1]

اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے وَمَا كَانَ الْمُؤْمِنُوْنَ لِيَنْفِرُوْا كَآفَّةً فَلَوْ لَا نَفَرَ مِنْ كُلِّ فِرْقَةٍ مِّنْهُمْ طَآئِفَةٌ لِّيَتَفَقَّهُوْا فِي الدِّيْنِ وَلِيُنْذِرُوْا قَوْمَهُمْ اِذَا رَجَعُوْٓا اِلَيْهِمْ لَعَلَّهُمْ يَحْذَرُوْنَ (التوبہ آیت ۱۲۲)

ترجمہ" اور (ہمیشہ کے لئے) مسلمانوں کو یہ (بھی) نہ چاہئے کہ (جہاد کے واسطے) سب کے سب (ہی) نکل کھڑے ہوں سو ایسا کیوں نہ کیا جائے کہ ان کی ہر بڑی جماعت میں سے ایک چھوٹی

---

[1] اخرجہ ابو نعیم کذافی الکنز (ج ۳ ص ۴۹) و اخرجہ ابن مندہ وقال غریب لایعرف الابھذا الاسناد کمافی الاصابۃ (ج ۱ ص ۲۱۱)

جماعت (جہاد میں) جایا کرے تاکہ باقی ماندہ لوگ دین کی سمجھ بوجھ حاصل کرتے رہیں اور تاکہ یہ لوگ اپنی (اس) قوم کو جبکہ وہ ان کے پاس واپس آدیں ڈراویں تاکہ وہ (ان سے دین کی باتیں سن کر برے کاموں سے) احتیاط رکھیں۔'' اس کی تفسیر کے بارے میں علامہ ابن جریر فرماتے ہیں کہ اس آیت کی تفسیر میں علمائے کرام کے مختلف اقوال ہیں لیکن ان میں سب سے زیادہ ٹھیک قول ان علماء کا ہے جو فرماتے ہیں کہ جہاد کے لئے نکلنے والی چھوٹی جماعت سفر جہاد میں دین کی سمجھ بوجھ حاصل کر کے آئیں گے کیونکہ وہ اپنی آنکھوں سے دیکھیں گے کہ اللہ تعالیٰ دشمنوں اور کفار کے خلاف اپنے دین والوں کی اور اپنے رسولؐ کے صحابہؓ کی مدد فرماتے ہیں تو اس طرح حقیقت اسلام اور اس کے تمام دینوں پر غلبہ پانے کا علم ان نکلنے والوں کو بھی حاصل ہو جائے گا جن کو پہلے سے یہ علم حاصل نہیں تھا۔ اور جب یہ لوگ اپنی قوم میں جا کر ان کو اللہ کی اس غیبی مدد کے واقعات سنائیں گے جس کی وجہ سے مسلمان کافر مشرکوں پر غالب آئے اور اللہ کی نافرمانی کی وجہ سے کافروں پر اللہ کے عذاب اترنے کے عینی مشاہدہ کے واقعات سنائیں گے تو باقی ماندہ لوگ ان واقعات کو سن کر برے کاموں سے اور زیادہ احتیاط کرنے لگیں گے اور ان کا اللہ اور رسولؐ پر ایمان اور زیادہ بڑھ جائے گا۔[1]

جہاد اور علم کو جمع کرنا

حضرت ابو سعید رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ ہم لوگ غزوے میں جایا کرتے تھے اور ایک دو آدمی حضورؐ کی حدیثیں سننے اور یاد رکھنے کے لئے چھوڑ جاتے تھے جب ہم غزوے سے واپس آتے تو وہ حضورؐ کی بیان کردہ تمام حدیثیں ہمیں سنا دیتے اور ان سے سننے کی بنیاد پر ہم حدیث آگے بیان کرتے وقت یوں کہہ دیتے کہ حضورؐ نے فرمایا۔[2]

کمائی اور علم کو جمع کرنا

حضرت ثابت بنانی رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ نے بیان کیا کہ انصار کے ستر آدمی ایسے تھے جو رات ہوتے ہی اپنے ایک معلم کے پاس مدینہ میں چلے جاتے اور رات بھر اس سے قرآن پڑھتے رہتے اور صبح کو ان میں سے جو طاقتور اور صحت مند ہوتے وہ جنگل سے لکڑیاں کاٹ کر لاتے اور پینے کا میٹھا پانی بھر کر لاتے اور جن کے پاس مال کی گنجائش ہوتی وہ بکری ذبح کر کے اس کا گوشت بناتے اور گوشت کے ٹکڑے حضورؐ کے حجروں پر ٹانگ

۱؎ قاله ابن جرير (ج ۱۱ ص ۵۱)

۲؎ اخرجه ابن ابي خيثمة وابن عساكر كذافي الكنز (ج ۵ ص ۲۴۰)

دیتے۔ جب حضرت خبیبؓ کو (مکہ میں) شہید کر دیا گیا تو ان ستر آدمیوں کو حضورؐ نے بھیجا ان میں میرے ماموں حضرت حرام بن ملحان رضی اللہ عنہ بھی تھے۔ یہ قبیلہ بنو سلیم کے ایک قبیلے کے پاس آئے۔ حضرت حرامؓ نے اس جماعت کے امیر سے کہا کیا میں جا کر ان لوگوں کو یہ نہ بتا دوں کہ ہم ان سے لڑنے کے ارادے سے نہیں آئے اس طرح وہ ہمیں چھوڑ دیں گے، جماعت والوں نے کہا ٹھیک ہے، چنانچہ حضرت حرامؓ نے جا کر ان لوگوں کو یہ بات کہی۔ اس پر ایک آدمی نے انہیں ایسا نیزہ مارا جو پار نکل گیا۔ جب حضرت حرامؓ نے دیکھا کہ نیزہ پیٹ میں پہنچ گیا ہے تو انھوں نے کہا اللہ اکبر رب کعبہ کی قسم! میں تو کامیاب ہو گیا۔ اس کے بعد وہ قبیلہ والے ان تمام حضرات پر ٹوٹ پڑے اور سب کو قتل کر دیا اور ایک بھی باقی نہ رہا جو واپس جا کر حضورؐ کو خبر کر سکے۔ اس جماعت کی شہادت پر میں نے حضور ﷺ کو جتنا غمگین دیکھا اتنا کسی جماعت پر نہیں دیکھا، چنانچہ میں نے دیکھا کہ حضورؐ جب بھی فجر کی نماز پڑھتے تو ہاتھ اٹھا کر اس قبیلے کے لئے بددعا کرتے۔[1]

حضرت انس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ چند لوگوں نے نبی کریم ﷺ کی خدمت میں آ کر کہا ہمارے ساتھ چند آدمی بھیج دیں جو ہمیں قرآن و سنت سکھائیں چنانچہ حضورؐ نے ان کے ساتھ انصار کے ستر آدمی بھیج دیئے جن کو (حافظ قرآن ہونے کی وجہ سے) قراء کہا جاتا تھا ان میں میرے ماموں حضرت حرامؓ بھی تھے۔ یہ لوگ قرآن پڑھتے تھے اور رات کو ایک دوسرے سے سنتے سناتے تھے اور علم حاصل کرتے تھے اور دن میں پانی لا کر مسجد میں رکھ دیتے اور جنگل سے لکڑیاں کاٹ کر لاتے اور انہیں بیچ کر اہل صفہ اور فقراء صحابہ کے۔ لئے کھانا خرید کر لاتے۔ حضورؐ نے ان حضرات کو ان لوگوں کے پاس بھیج دیا وہ لوگ ان کے آڑے آئے اور انہیں اس جگہ پہنچنے سے پہلے ہی قتل کر دیا تو ان لوگوں نے کہا اے اللہ! ہماری طرف سے ہمارے نبی کو یہ پیغام پہنچا دے کہ ہم تیرے پاس پہنچ گئے ہیں اور ہم تجھ سے راضی ہیں اور تو ہم سے راضی ہے اور پیچھے سے آ کر میرے ماموں حضرت حرامؓ کو ایک آدمی نے ایسا نیزہ مارا جو پار نکل گیا۔ حضرت حرامؓ نے کہا رب کعبہ کی قسم! میں تو کامیاب ہو گیا۔ حضورؐ نے اپنے بھائیوں سے فرمایا تمہارے بھائی شہید کر دیئے گئے ہیں اور انھوں نے یہ دعا مانگی ہے کہ اے اللہ! ہماری طرف سے ہمارے نبی کو یہ پیغام پہنچا دے کہ ہم تیرے پاس پہنچ گئے ہیں اور ہم تجھ سے راضی ہیں اور تو ہم سے راضی ہے۔[2]

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا میں اور میرا ایک انصاری پڑوسی ہم دونوں قبیلہ بنو امیہ بن زید کے محلّہ میں رہتے تھے جو کہ مدینہ کے علاقہ عوالی میں تھا اور ہم دونوں باری باری حضور ﷺ کی خدمت میں جاتے تھے۔ ایک دن وہ جاتا اور ایک دن میں جب میں جاتا تو اس دن کی وحی وغیرہ کی تمام خبریں لا کر میں اس انصاری کو سنا دیتا۔ جب وہ

۱؎ اخرجه ابو نعيم في الحلية (ج ۱ ص ۱۲۳)   ۲؎ عند ابن سعد (ج ۳ ص ۵۱۴)

جاتا تو وہ آ کر اس دن کی تمام خبریں مجھے سنا دیتا چنانچہ میرا انصاری ساتھی اپنی باری والے دن حضورؐ کی خدمت میں گیا اور واپس آ کر اس نے بہت زور سے میرا دروازہ کھٹکھٹایا اور زور سے کہا کیا عمر اندر ہیں؟ میں گھبرا کر اس کے پاس باہر آیا۔ اس نے کہا بہت بڑی بات پیش آ گئی ہے (کہ حضورؐ نے اپنی بیویوں کو طلاق دے دی ہے) میں حضرت حفصہ رضی اللہ عنہا کے پاس گیا تو وہ رو رہی تھیں۔ میں نے پوچھا کیا تم سب کو حضورؐ نے طلاق دے دی ہے؟ انھوں نے کہا مجھے معلوم نہیں، پھر میں حضورﷺ کی خدمت میں گیا اور میں نے کھڑے کھڑے عرض کیا کیا آپ نے اپنی عورتوں کو طلاق دے دی ہے؟ حضورؐ نے فرمایا نہیں، میں نے (خوشی سے) کہا اللہ اکبر۔[۱]

حضرت براء رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں ہم سب نے حضورﷺ کی ہر حدیث نہیں سنی کیونکہ ہماری جائیداد اور دنیاوی مشاغل بھی تھے (جن کو وقت دینا پڑتا تھا) اور اس زمانے میں لوگ جھوٹ نہیں بولتے تھے اس لئے جو مجلس میں حاضر ہو کر حضورؐ سے حدیث سن لیتا وہ غائب کو سنا دیتا۔[۲] حضرت براء رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں ہم نے ہر حدیث حضورؐ سے نہیں سنی (کچھ سنی ہیں اور کچھ نہیں سنی ہیں) ہم لوگ اونٹ چرانے میں مشغول رہتے تھے ہمارے ساتھی حضورؐ سے حدیث سنتے تھے پھر وہ ہمیں سنا دیا کرتے تھے۔[۳]

حضرت ابو انس مالک بن ابی عامر اصبحی رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں میں حضرت طلحہ بن عبید اللہ رضی اللہ عنہ کے پاس تھا کہ اتنے میں ایک آدمی ان کے پاس اندر آیا اور اس نے کہا اے ابو محمد! اللہ کی قسم ہمیں معلوم نہیں کہ یہ یمنی آدمی حضورﷺ کو زیادہ جانتا ہے یا آپ لوگ؟ یہ تو حضورؐ کی طرف سے ایسی باتیں نقل کرتے ہیں جو حضورؐ نے نہیں فرمائی ہیں۔ وہ آدمی یہ بات حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کے بارے میں کہہ رہا تھا۔ حضرت طلحہؓ نے فرمایا اس بات میں کوئی شک نہیں ہے کہ انھوں نے (یعنی حضرت ابو ہریرہؓ نے) حضورؐ سے وہ حدیثیں سنی ہیں جو ہم نے نہیں سنیں اور انہیں حضورؐ کے وہ حالات معلوم ہیں جو ہمیں معلوم نہیں ہیں۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ ہم مالدار لوگ تھے ہمارے گھر اور بال بچے تھے۔ ہم حضورؐ کی خدمت میں صبح و شام حاضری دیتے تھے اور پھر واپس چلے جاتے۔ حضرت ابو ہریرہؓ مسکین آدمی تھے نہ ان کے پاس مال تھا اور نہ اہل و عیال۔ انھوں نے اپنا ہاتھ نبی کریمﷺ کے ہاتھ میں دے رکھا تھا۔ جہاں حضورؐ تشریف لے جاتے یہ ساتھ جاتے، اس لئے ہمیں اس بات میں کوئی شک نہیں ہے کہ انہیں وہ کچھ معلوم ہے جو ہمیں معلوم نہیں اور

۱۔ اخرجه البخاری (ج ۱ ص ۱۹)   ۲۔ اخرجه الحاکم فی المستدرک (ج ۱ ص ۱۲۷) قال الحاکم هذا حدیث صحیح علی شرط الشیخین ولم یخرجاه و وافقه الذهبی

۳۔ اخرجه الحاکم ایضا فی معرفة علوم الحدیث (ص ۱۴) وهکذا اخرجه احمد ورجاله رجال الصحیح کما قال الهیثمی (ج ۱ ص ۱۵۴) و اخرجه ابو نعیم بمعناه کمافی الکنز (ج ۵ ص ۲۳۸)

انھوں نے وہ کچھ سن رکھا ہے جو ہم نے نہیں سنا اور ہم میں سے کوئی بھی ان پر یہ الزام نہیں لگا سکتا کہ انھوں نے اپنے پاس سے بنا کردہ باتیں حضورؐ کی طرف سے بیان کی ہیں جو حضورؐ نے نہیں فرمائی۔ ۱

کمائی سے پہلے دین سیکھنا

حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا ہمارے اس بازار میں وہی کاروبار کرے جس نے دین کی سمجھ حاصل کر لی ہو۔ ۲

آدمی کا اپنے گھر والوں کو سکھانا

حضرت علی رضی اللہ عنہ نے اللہ تعالیٰ کے فرمان قُوْٓا اَنْفُسَكُمْ وَاَهْلِيْكُمْ نَارًا (سورت تحریم آیت ۶) ترجمہ "تم اپنے کو اور اپنے گھر والوں کو (دوزخ کی) آگ سے بچاؤ" کے بارے میں فرمایا اپنے آپ کو اور اپنے گھر والوں کو خیر والے اعمال سکھاؤ۔ ۳ ایک روایت میں یہ ہے کہ انہیں تعلیم دو اور ادب سکھاؤ۔ ۴

حضرت مالک بن حویرث رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ ہم چند ہم عمر نوجوان حضور ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور ہم آپؐ کے ہاں بیس دن ٹھہرے پھر آپؐ کو اندازہ ہوا کہ ہمارے دلوں میں گھر جانے کا شوق پیدا ہو گیا ہے تو آپؐ نے ہم سے پوچھا کہ گھر کن کن کو چھوڑ آئے ہو؟ آپؐ بہت شفیق، نرم اور رحم دل تھے، اس لئے آپؐ نے فرمایا اپنے گھر واپس چلے جاؤ اور انہیں (جو سیکھا ہے وہ) سکھاؤ اور انہیں (نیک اعمال کا) حکم دو اور جیسے مجھے نماز پڑھتے ہوئے دیکھا ہے ویسے نماز پڑھو اور جب نماز کا وقت آئے تو تم میں سے کوئی ایک اذان دے دیا کرے اور جو تم میں سب سے بڑا ہو وہ تمہاری امامت کیا کرے۔ ۵

دینی ضرورت کی وجہ سے دشمنوں کی زبان وغیرہ سیکھنا

حضرت زید بن ثابت رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں جب حضور ﷺ مدینہ منورہ تشریف لائے تو مجھے حضورؐ کی خدمت میں پیش کیا گیا اور لوگوں نے کہا یا رسول اللہ! یہ لڑکا قبیلہ بنو نجار کا ہے اور جتنا قرآن آپ پر نازل ہو چکا ہے اس میں سے سترہ سورتیں پڑھ چکا ہے۔ چنانچہ میں نے حضورؐ کو

۱۔ اخرجه الحاكم في المستدرك (ج ۳ ص ۵۱۲) قال الحاكم هذا حديث صحيح على شرط الشيخين ولم يخرجاه ۲۔ اخرجه الترمذي كذافي الكنز (ج ۲ ص ۲۰۸)
۳۔ اخرجه الحاكم و صححه على شرطهما كذافي الترغيب (ج ۱ ص ۸۵)
۴۔ اخرجه الطبري في تفسيره (ج ۲۸ ص ۱۰۷) ۵۔ اخرجه البخاري في الادب (۳۲)

قرآن پڑھ کر سنایا جو حضور ﷺ کو بہت پسند آیا تو آپ ﷺ نے فرمایا اے زید! تم میرے لئے یہود کی لکھائی سیکھ لو کیونکہ اللہ کی قسم! مجھے لکھائی کے بارے میں یہود پر کوئی اطمینان نہیں ہے چنانچہ میں نے یہود کی زبان کو اور ان کی لکھائی کو سیکھنا شروع کر دیا مجھے آدھا مہینہ نہیں گزرا تھا کہ میں ان کی زبان کا ماہر ہو گیا، چنانچہ پھر میں حضور ﷺ کی طرف سے یہود کے نام خطوط لکھا کرتا اور جب یہود حضور ﷺ کے نام خط لکھ کر بھیجتے تو میں حضور ﷺ کو پڑھ کر سناتا۔[1] حضرت زید رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ حضور ﷺ نے مجھ سے فرمایا کیا تم سریانی زبان اچھی طرح جانتے ہو؟ کیونکہ میرے پاس سریانی زبان میں خط آتے ہیں۔ میں نے کہا نہیں۔ آپ ﷺ نے فرمایا اسے سیکھ لو، چنانچہ میں نے سترہ دنوں میں سریانی زبان اچھی طرح سیکھ لی۔[2]

حضرت زید رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ حضور ﷺ نے مجھ سے فرمایا میرے پاس (یہود کے) خطوط آتے ہیں میں نہیں چاہتا کہ ہر آدمی انہیں پڑھے کیا تم عبرانی یا سریانی زبان کی لکھائی سیکھ سکتے ہو؟ میں نے کہا جی ہاں، چنانچہ میں نے وہ زبان سترہ دنوں میں اچھی طرح سیکھ لی۔[3]

حضرت عمر بن قیس رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں حضرت ابن زبیر رضی اللہ عنہما کے سو غلام تھے۔ ان میں سے ہر غلام الگ زبان میں بات کرتا تھا اور حضرت ابن زبیرؓ ان میں سے ہر ایک سے اسی کی زبان میں بات کرتے تھے۔ میں جب ان کے دنیاوی مشاغل پر نگاہ ڈالتا تو ایسے لگتا کہ جیسے کہ ان کا پلک جھپکنے کے بقدر بھی آخرت کا ارادہ نہیں ہے اور میں جب ان کی آخرت والے اعمال کی مشغولی پر نگاہ ڈالتا تو ایسے لگتا کہ جیسے کہ ان کا پلک جھپکنے کے بقدر بھی دنیا کا ارادہ نہیں ہے۔[4]

حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا ستاروں کا اتنا علم حاصل کرو جس سے تم خشکی اور سمندر میں صحیح راستہ معلوم کر سکو اس سے زیادہ نہ حاصل کرو۔[5] حضرت عمرؓ نے فرمایا ستاروں کا اتنا علم حاصل کرو جس سے تم راستہ معلوم کر سکو اور نسب بھی اتنے معلوم کرو جس سے تم صلہ رحمی کر سکو۔[6]

حضرت صعصعہ بن صوحان رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں کہ ایک دیہاتی آدمی حضرت علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ کی خدمت میں آیا اور اس نے کہا اے امیر المومنین! آپ یہ آیت کس طرح پڑھتے ہیں لَا یَاْکُلُہٗ اِلَّا الْخَاطِئُوْنَ (اس کا ترجمہ یہ ہے اسے صرف قدم اٹھانے والے کھائیں گے) اشکال یہ ہوتا ہے کہ اللہ کی قسم! قدم تو ہر آدمی اٹھاتا ہے۔ یہ سن کر حضرت علیؓ مسکرائے اور فرمایا یہ آیت اس طرح ہے لَا یَاْکُلُہٗٓ اِلَّا الْخَاطِئُوْنَ اس کا ترجمہ یہ ہے ”یہ کھانا نافرمان لوگ ہی

۱؎ اخرجه ابویعلی و ابن عساکر ۲؎ عندهما ایضا و ابن ابی داؤد

۳؎ عند ابن ابی داؤد و ابن عساکر ایضا کذافی منتخب الکنز (ج ۵ ص ۱۸۵) و اخرجه ابن سعد (ج ۴ ص ۱۷۴) عن زید نحوه ۴؎ اخرجه الحاکم فی المستدرک (ج ۳ ص ۵۴۹) و ابو نعیم فی الحلیة (ج ۱ ص ۳۳۴) ۵؎ اخرجه ابن ابی شیبة و ابن عبدالبر فی العلم

۶؎ عند هناد کذافی الکنز (ج ۵ ص ۲۳۴)

کھائیں گے۔'' اس دیہاتی نے کہا آپ نے ٹھیک فرمایا اے امیر المومنین! اللہ تعالیٰ ایسے نہیں ہیں کہ اپنے بندے کو یونہی (دوزخ میں) جانے دیں۔ حضرت علیؓ نے حضرت ابوالاسود دولی کی طرف متوجہ ہوکر فرمایا اب تو تمام عجمی لوگ اللہ کے دین میں داخل ہوگئے ہیں اس لئے تم ان کے لئے ایسی علامتیں مقرر کرو جن سے وہ اپنی زبان سے صحیح قرات کرسکیں چنانچہ انھوں نے اس کے لئے رفع، نصب اور جر کی اصطلاحات مقرر کیں۔ (جو علم نحو میں پڑھائی جاتی ہیں۔ اس طرح عربی کے علم نحو کی ابتداء ہوئی)[1]

امام کا اپنے کسی ساتھی کو لوگوں کے سکھانے کیلئے چھوڑ کر جانا

حضرت عروہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں جب حضور ﷺ مکہ سے حنین تشریف لے گئے تو اپنے پیچھے حضرت معاذ بن جبلؓ کو مکہ والوں پر امیر بنا کر چھوڑ گئے اور انہیں حکم دیا کہ وہ لوگوں کو قرآن سکھائیں اور ان میں دین کی سمجھ پیدا کریں پھر جب وہاں سے مدینہ واپس جانے لگے تو دوبارہ حضرت معاذ بن جبلؓ کو مکہ والوں پر مقرر فرمایا۔[2] حضرت مجاہد رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں حضور ﷺ جب مکہ سے حنین کی طرف تشریف لے گئے تو اپنے پیچھے حضرت معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ کو چھوڑ گئے تاکہ وہ مکہ والوں میں دین کی سمجھ پیدا کریں اور انہیں قرآن پڑھائیں۔[3]

کیا امام وقت علمی ضرورت کی وجہ سے اپنے ساتھیوں میں سے کسی کو اللہ کے راستہ میں جانے سے روک سکتا ہے؟

حضرت قاسم رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ جس سفر میں تشریف لے جاتے تو اپنے پیچھے حضرت زید بن ثابت رضی اللہ عنہ کو اپنی جگہ ذمہ دار بنا جاتے۔ حضرت عمرؓ نے اور لوگوں کو تمام علاقوں میں تقسیم کر دیا تھا (حضرت زیدؓ کو اپنے پاس رکھا ہوا تھا) حضرت زیدؓ کو بہت ہی ضروری کام کی وجہ سے بھیجتے۔ حضرت عمرؓ سے نام لے کر آدمیوں کے بھیجنے کا مطالبہ ہوتا اور یوں کہا جاتا کہ حضرت زید بن ثابت کو بھیج دیں تو فرماتے میں حضرت زیدؓ کے مرتبہ سے ناواقف نہیں ہوں لیکن اس شہر (مدینہ) والوں کو حضرت زیدؓ کی ضرورت ہے کیونکہ مدینہ والوں کو پیش آنے والے مسائل میں جیسا عمدہ جواب حضرت زیدؓ سے ملتا ہے ایسا کسی اور سے نہیں ملتا۔[4]

حضرت سالم بن عبداللہ رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں کہ جس دن حضرت زید بن ثابت رضی اللہ

۱ے اخرجه البیهقی وابن عساکر وابن النجار کذافی الکنز (ج ۵ ص ۲۳۷)

۲ے اخرجه الحاکم (ج ۳ ص ۲۷۰) ۳ے اخرجه ابن سعد (ج ۴ ص ۱۶۴)

۴ے اخرجه ابن سعد (ج ۴ ص ۱۷۴)

عنہ کا انتقال ہوا اس دن ہم لوگ حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما کے ساتھ تھے۔ میں نے کہا آج لوگوں کے بہت بڑے عالم کا انتقال ہوگیا ہے۔ حضرت ابن عمرؓ نے کہا اللہ آج ان پر رحمت نازل فرمائے یہ تو حضرت عمرؓ کے زمانہ خلافت میں بھی لوگوں کے بہت بڑے عالم تھے۔ حضرت عمرؓ نے لوگوں کو تمام علاقوں میں بکھیر دیا تھا اور انہیں اپنی رائے سے فتویٰ دینے سے منع کر دیا تھا لیکن حضرت زید بن ثابتؓ مدینہ ہی میں رہے اور مدینہ والوں کو اور باہر سے آنے والوں کو فتویٰ دیا کرتے تھے۔[۱]

حضرت ابو عبدالرحمٰن سلمی رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں کہ میں نے حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کو قرآن پڑھ کر سنایا۔ اس پر انہوں نے مجھ سے فرمایا اس طرح تو تم مجھے لوگوں کے کاموں کے بارے میں غور و فکر کرنے سے ہٹا دو گے، اس لئے تم حضرت زید بن ثابتؓ کے پاس چلے جاؤ کیونکہ انہیں اس کام کے لئے مجھ سے زیادہ فرصت ہے اور انہیں پڑھ کر سناؤ، میری اور ان کی قرات ایک جیسی ہے کوئی فرق نہیں ہے۔[۲] اور جلد اول صفحہ نمبر ۳۶۰ پر ابن سعد کی یہ روایت گزر چکی ہے کہ حضرت کعب بن مالک رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ جب حضرت معاذ رضی اللہ عنہ ملک شام کی طرف روانہ ہوگئے تو حضرت عمرؓ فرمایا کرتے تھے کہ حضرت معاذؓ کے شام جانے سے مدینہ والوں کو فقہی مسائل میں اور فتویٰ لینے میں بڑی دقت پیش آرہی ہے۔ کیونکہ حضرت معاذؓ مدینہ میں لوگوں کو فتویٰ دیا کرتے تھے۔ میں نے حضرت ابوبکرؓ سے، اللہ ان پر رحمت نازل فرمائے یہ بات کی تھی کہ وہ حضرت معاذؓ کو مدینہ میں روک لیں کیونکہ لوگوں کو (فتویٰ میں) ان کی ضرورت ہے لیکن انہوں نے مجھے انکار کر دیا اور فرمایا کہ ایک آدمی اس راستہ میں جا کر شہید ہونا چاہتا ہے تو میں اسے نہیں روک سکتا۔ آگے اور حدیث بھی ذکر کی ہے۔

صحابہ کرامؓ کو سکھانے کیلئے مختلف علاقوں میں بھیجنا

حضرت عاصم بن عمر بن قتادہ رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں قبیلہ جدیلہ کی دو شاخوں عضل اور قارہ کے کچھ لوگ غزوہ احد کے بعد حضورﷺ کی خدمت میں آئے اور کہنے لگے ہمارے علاقہ میں لوگ مسلمان ہو چکے ہیں آپ ہمارے ساتھ اپنے چند ساتھی بھیج دیں جو ہمیں قرآن پڑھائیں اور ہم میں دین کی سمجھ پیدا کریں، چنانچہ حضورؐ نے ان کے ساتھ چھ آدمی بھیج دیئے جن میں حضرت حمزہ بن عبدالمطلب رضی اللہ عنہ کے حلیف حضرت مرثد بن ابی مرثد رضی اللہ عنہ بھی تھے اور یہی ان کے امیر تھے پھر اس کے بعد غزوہ رجیع کا مختصر قصہ ذکر کیا۔[۳]

حضرت علی رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ یمن کے کچھ لوگ حضورﷺ کے پاس آئے اور کہنے لگے ہم میں ایسا آدمی بھیج دیں جو ہم میں دین کی سمجھ پیدا کرے اور ہمیں سنتیں سکھائے اور اللہ کی

۱ـ عند ابن سعد ایضا (ج ۴ ص ۱۷۶) ۲ـ عند ابن الانباری کذافی منتخب الکنز (ج ۵ ص ۱۸۴) ۳ـ اخرجه الحاکم (ج ۳ ص ۲۲۲)

کتاب کے مطابق ہمارے جھگڑوں کے فیصلے کرے۔ حضورؐ نے فرمایا اے علی! یمن چلے جاؤ اور ان میں دین کی سمجھ پیدا کرو اور ان کو سنتیں سکھاؤ اور ان کے جھگڑوں کے اللہ کی کتاب کے مطابق فیصلے کرو۔ میں نے عرض کیا یمن والے تو اجڈ لوگ ہیں اور وہ ایسے مقدمات میرے پاس لائیں گے جن کا صحیح فیصلہ مجھے معلوم نہیں ہوگا تو پھر میں کیا کروں گا؟ حضورؐ نے میرے سینے پر ہاتھ مارا اور فرمایا جاؤ اللہ تمہارے دل کو (صحیح فیصلہ کی) ہدایت دے دے گا اور تمہاری زبان کو (صحیح فیصلہ پر) جمادے گا چنانچہ (حضورؐ کی اس دعا کا یہ اثر ہوا کہ) اس دن سے لے کر آج تک مجھے کبھی بھی دو آدمیوں کے درمیان فیصلہ کرنے میں کوئی شک یا تردد نہیں ہوا۔[۱]

حضرت انسؓ فرماتے ہیں کہ یمن والے حضور ﷺ کی خدمت میں آئے اور عرض کیا ہمارے ساتھ ایسا آدمی بھیج دیں جو ہمیں قرآن سکھائے۔ حضورؐ نے حضرت ابو عبیدہؓ کا ہاتھ پکڑ کر انہیں یمن والوں کے ساتھ بھیج دیا اور فرمایا یہ اس امت کے امین ہیں۔[۲] ابن سعد کی روایت میں یہ ہے کہ یمن والوں نے حضور ﷺ سے یہ مطالبہ کیا کہ حضورؐ ان کے ساتھ ایک آدمی ایسا بھیج دیں جو انہیں سنت اور اسلام سکھائے۔

حضرت ابوبکر بن محمد بن عمرو بن حزمؒ کہتے ہیں کہ یہ ہمارے پاس حضور ﷺ کی تحریر ہے جو حضورؐ نے لکھ کر حضرت عمرو بن حزمؓ کو اس وقت عطا فرمائی تھی جب حضورؐ نے انہیں اس لیے یمن بھیجا تھا تاکہ وہاں والوں میں دین کی سمجھ پیدا کریں اور انہیں سنت سکھائیں اور ان سے صدقات وصول کریں اور انہیں تحریر لکھ کر دی اور انہیں ہدایات بھی دیں۔ تحریر میں یہ تھا بسم اللہ الرحمٰن الرحیم یہ اللہ اور اس کے رسول کی طرف سے تحریر ہے یٰۤاَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْۤا اَوْفُوْا بِالْعُقُوْدِ (سورت مائدہ آیت ۱) ترجمہ "اے ایمان والو! عہدوں کو پورا کرو" (حضرت) محمد رسول اللہ ﷺ عمرو بن حزم کو یمن بھیج رہے ہیں اور ان سے یہ عہد لے رہے ہیں کہ وہ اپنی تمام باتوں میں اللہ سے تقویٰ اختیار کریں گے کیونکہ اللہ ان لوگوں کے ساتھ ہے جو تقویٰ اختیار کریں اور نیک کردار ہوں۔[۳]

حضور ﷺ نے حضرت معاذ اور حضرت ابو موسیٰؓ کو یمن بھیجا اور دونوں کو حکم دیا کہ وہ لوگوں کو قرآن سکھائیں۔[۴]

حضرت عمار بن یاسرؓ فرماتے ہیں مجھے حضور ﷺ نے قیس کے ایک قبیلے کی طرف بھیجا تاکہ

۱۔ اخرجه ابن جریر كذافی منتخب الكنز (ج۵ص۳۷)

۲۔ اخرجه الحاكم فی المستدرک (ج۳ص ۲۶۷) قال الحاكم صحيح على شرط مسلم ولم يخرجاه بذكر القرآن ووافقه الذهبی وقال واخرجه مسلم بدون ذكر القرآن واخرجه ابن سعد(ج۳ص ۲۹۹) عن انس بنحوه

۳۔ اخرجه ابن ابی حاتم عن عبدالله بن ابی بكر بن محمد بن عمرو بن حزم كذافی التفسير لابن كثير (ج۲ص۳)

۴۔ اخرجه ابو نعيم فی الحلية (ج۱ص ۲۵۶)

میں انہیں اسلام کے احکام سکھاؤں۔ میں نے وہاں جا کر دیکھا تو وہ تو بد کے ہوئے اونٹوں کی طرح تھے۔ ان کی نگاہیں ہر وقت اوپر اٹھی رہتی تھیں اور ان کو بکری اور اونٹوں کے علاوہ اور کوئی فکر نہیں تھی، اس لیئے میں حضورؐ کی خدمت میں واپس آ گیا تو حضورؐ نے فرمایا اے عمار! کیا کر کے آئے ہو؟ (اپنی کارگزاری سناؤ) میں نے ان کے تمام حالات سنائے اور ان میں جو لاپرواہی اور غفلت تھی وہ بھی بتائی۔ حضورؐ نے فرمایا اے عمار! کیا میں تمہیں ان سے بھی زیادہ عجیب لوگ نہ بتاؤں جو کہ ان باتوں سے واقف تھے جن سے یہ ناواقف ہیں لیکن پھر بھی وہ ان کی طرح غفلت میں پڑے ہوئے ہیں۔ ۱

حضرت حارثہ بن مضربؒ کہتے ہیں کہ حضرت عمرؓ نے جو خط کوفہ والوں کو بھیجا تھا وہ میں نے پڑھا تھا اس میں لکھا ہوا تھا اما بعد! میں تمہارے پاس حضرت عمارؓ کو امیر بنا کر اور حضرت عبداللہؓ کو استاد اور وزیر بنا کر بھیج رہا ہوں۔ یہ دونوں حضور ﷺ کے چیدہ اور برگزیدہ صحابہ میں سے ہیں ان دونوں کی بات سنو۔ اور ان دونوں کی اقتداء کرو۔ اور حضرت عبداللہؓ کو بھیج کر میں نے بڑی قربانی دی ہے کیونکہ مجھے ان کی یہاں ضرورت تھی لیکن میں نے تمہاری ضرورت کو مقدم رکھا۔ ۲

حضرت ابوالاسود دولیؒ کہتے ہیں میں بصرہ گیا تو وہاں حضرت عمران بن حصین ابو نجیدؓ تشریف فرما تھے انہیں حضرت عمر بن خطابؓ نے بصرہ اس لیئے بھیجا تھا تاکہ وہ بصرہ والوں میں دین کی سمجھ پیدا کریں۔ ۳

حضرت محمد بن کعب قرظیؒ کہتے ہیں کہ نبی کریم ﷺ کے زمانے میں انصار میں سے صرف پانچ آدمیوں نے سارے قرآن کو یاد کیا تھا۔ حضرت معاذ بن جبل حضرت عبادہ بن صامت، حضرت ابی بن کعب، حضرت ابوایوب اور حضرت ابوالدرداءؓ۔ حضرت عمر بن خطابؓ کے زمانے میں حضرت یزید بن ابی سفیانؓ نے انہیں خط لکھا کہ شام والے بہت زیادہ مسلمان ہو گئے ہیں اور سارے شہران سے بھر گئے ہیں اور انہیں ایسے آدمیوں کی شدید ضرورت ہے جو انہیں قرآن سکھائیں اور ان میں دین کی سمجھ پیدا کریں۔ اے امیر المومنین! سکھانے والے آدمی بھیج کر آپ میری مدد کریں۔ پھر حضرت عمرؓ نے ان پانچوں حضرات کو بلایا اور ان سے فرمایا تمہارے شامی بھائیوں نے مجھ سے مدد مانگی ہے کہ میں ان کے پاس ایسے آدمی بھیجوں جو انہیں قرآن سکھائیں اور ان میں دین کی سمجھ پیدا کریں۔ اللہ آپ لوگوں پر رحم فرمائے۔ آپ لوگ اپنے میں سے تین آدمی اس کام کے لیئے دے کر میری مدد کریں۔ اب اگر آپ لوگ چاہیں تو قرعہ اندازی کر لیں یا پھر جو اپنا نام از خود پیش کر دے وہ چلا جائے۔ ان حضرات نے کہا نہیں، قرعہ اندازی کی ضرورت نہیں ہے۔ یہ حضرت ابوایوبؓ تو بہت بوڑھے ہیں اور یہ حضرت ابی بن کعبؓ بیمار

۱۔ اخرجه البزار والطبرانی کذافی الترغیب (ج ۱ ص ۹۱) ۲۔ اخرجه ابن سعد (ج ۶ ص ۷)
۳۔ اخرجه ابن سعد (ج ۷ ص ۱۰)

ہیں، چنانچہ حضرت معاذ بن جبل، حضرت عبادہؓ، حضرت ابوالدرداءؓ ملک شام گئے۔ ان سے حضرت عمرؓ نے فرمایا حمص شہر سے شروع کرو کیونکہ تم لوگوں کو مختلف استعداد والا پاؤ گے۔ بعض ایسے بھی ہوں گے جو جلدی سیکھ جائیں گے۔ جب تمہیں کوئی ایسا آدمی نظر آئے تو دوسرے لوگوں کو اس کی طرف متوجہ کر دو (کہ وہ اس سے علم حاصل کریں) جب تم حمص والوں کے بارے میں مطمئن ہو جاؤ تو پھر تم میں سے ایک وہاں ہی ٹھہر جائے اور ایک دمشق چلا جائے اور ایک فلسطین۔ چنانچہ یہ حضرات حمص تشریف لے گئے اور وہاں ٹھہر کر انہیں سکھاتے رہے۔ جب ان کے بارے میں اطمینان ہو گیا تو حضرت عبادہؓ وہاں ٹھہر گئے اور حضرت ابوالدرداءؓ دمشق اور حضرت معاذؓ فلسطین چلے گئے۔ حضرت معاذؓ کا تو طاعون عمواس میں انتقال ہو گیا بعد میں حضرت عبادہؓ فلسطین چلے گئے ان کا بھی وہاں ہی انتقال ہوا، البتہ حضرت ابوالدرداءؓ دمشق ہی رہے اور ان کا وہاں ہی انتقال ہوا۔[1]

علم حاصل کرنے کے لیئے سفر کرنا

حضرت عبداللہ بن محمد بن عقیلؒ کہتے ہیں کہ میں نے حضرت جابر بن عبداللہؓ کو یہ فرماتے ہوئے سنا کہ مجھے یہ خبر پہنچی کہ ایک آدمی نے حضور ﷺ سے ایک حدیث سنی ہے (اور میں نے وہ حدیث حضورؐ سے نہیں سنی تھی اور پتہ چلا کہ وہ صحابی شام میں رہتے ہیں، اس لیئے) میں نے اونٹ خریدا اور اس پر کجاوہ کسا اور ایک ماہ کا سفر کر کے ملک شام پہنچا۔ وہاں جا کر معلوم ہوا کہ وہ صحابی حضرت عبداللہ بن انیسؓ ہیں۔ میں نے ان کے دربان سے کہا ان سے جا کہو کہ دروازے پر جابر آیا ہے۔ انہوں نے کہا کیا عبداللہ کے بیٹے؟ میں نے کہا جی ہاں۔ وہ یہ سنتے ہی ایک دم اپنا کپڑا گھسیٹتے باہر آئے اور میرے گلے لگ گئے اور میں نے بھی انہیں گلے لگالیا۔ پھر میں نے کہا مجھے یہ خبر ملی ہے کہ آپ نے قصاص کے بارے میں حضور ﷺ سے ایک حدیث سنی ہے تو مجھے یہ ڈر ہوا کہ کہیں اس کے سننے سے پہلے آپ کا یا میرا انتقال نہ ہو جائے (اس لیئے میں اتنا لمبا سفر کر کے صرف اسی حدیث کو سننے آیا ہوں) انہوں نے کہا میں نے حضور ﷺ کو یہ ارشاد فرماتے ہوئے سنا کہ اللہ تعالیٰ قیامت کے دن تمام لوگوں کو اس حال میں جمع کریں گے کہ سب ننگے بدن، بغیر ختنے کے اور خالی ہاتھ ہوں گے۔ ہم نے پوچھا خالی ہاتھ ہونے کا کیا مطلب ہے؟ حضورؐ نے فرمایا ان کے ساتھ دنیا کی کوئی چیز نہ ہوگی پھر اللہ تعالیٰ ان میں ایسی آواز سے اعلان فرمائیں گے جسے دور والا بھی اسی طرح سن لے گا جیسے نزدیک والا۔ میں بدلہ لینے والا ہوں اور میں (ہر چیز کا) مالک ہوں جس دوزخی پر کسی جنتی کا کوئی حق ہے وہ اس وقت تک دوزخ میں نہیں جا سکتا جب تک میں اس دوزخی سے اس جنتی کا بدلہ نہ لے لوں اور جس جنتی پر کسی دوزخی کا کوئی حق ہے وہ اس وقت تک

---

[1] اخرجه ابن سعد (ج ۳ ص ۱۷۲) والحاكم كذافي الكنز (ج ا ص ۲۸۱) واخرجه البخاري في التاريخ الصغير (ص ۲۲) عن محمد بن كعب بالسياق المذكور مختصرا.

جنت میں نہیں جا سکتا جب تک میں اس سے اس دوزخی کا بدلہ نہ لے لوں اور اس میں کسی کی رعایت بالکل نہیں کروں گا اگر صرف تھپڑ ہی ظلماً مارا ہوگا تو بھی اس سے تھپڑ کا بدلہ لوں گا۔ ہم نے پوچھا اللہ تعالیٰ بدلہ کس طرح لے کر دیں گے جب کہ ہم اس حال میں آئیں گے کہ ہم ننگے بدن، بغیر ختنے کے اور خالی ہاتھ ہوں گے۔ حضورؐ نے فرمایا یہ بدلہ نیکیوں اور برائیوں کے ذریعہ ہوگا (مظلوم کو ظالم کی نیکیاں مل جائیں گی مظلوم کے گناہ ظالم پر ڈال دیئے جائیں گے)۔۱

حضرت جابرؓ فرماتے ہیں کہ مجھے قصاص کے بارے میں نبی کریم ﷺ سے ایک حدیث پہنچی اور لوگوں میں حدیث بیان کرنے والے صحابی مصر میں تھے، چنانچہ میں نے ایک اونٹ خریدا اور سفر کر کے مصر پہنچا اور اس صحابیؓ کے دروازے پر گیا آگے پچھلی حدیث جیسا مضمون ذکر کیا۔۲

حضرت مسلمہ بن مخلدؓ فرماتے ہیں جس زمانے میں میں مصر کا امیر تھا تو ایک دن دربان نے آکر کہا کہ دروازے پر ایک دیہاتی آدمی اونٹ پر آیا ہے اور اندر آنے کی اجازت طلب کر رہا ہے۔ میں نے پوچھا آپ کون ہیں؟ انہوں نے کہا جابر بن عبداللہ انصاری۔ میں نے بالا خانے سے جھانک کر کہا میں نیچے آجاؤں یا آپ اوپر آئیں گے۔ انہوں نے کہا نہ آپ نیچے اتریں اور نہ مجھے اوپر چڑھنے کی ضرورت ہے مجھے یہ خبر ملی ہے کہ آپ مسلمان کے عیب چھپانے کے بارے میں ایک حدیث حضور ﷺ سے روایت کرتے ہیں میں اسے سننے آیا ہوں۔ میں نے کہا میں نے حضورؐ کو یہ فرماتے ہوئے سنا کہ جو کسی مسلمان کے عیب پر پردہ ڈالے گا تو گویا اس نے زندہ درگور لڑکی کو زندہ کر دیا۔ یہ حدیث سن کر حضرت جابرؓ نے واپس جانے کے لیے سواری کو ہانکا۔۳

حضرت منیبؒ کہتے ہیں کہ میرے چچا نے فرمایا کہ نبی کریم ﷺ کے ایک صحابی کو یہ خبر ملی کہ حضورؐ کے ایک اور صحابی حضورؐ سے یہ روایت بیان کرتے ہیں کہ جو آدمی اپنے مسلمان بھائی (کے عیب) پر دنیا میں پردہ ڈالے گا اللہ تعالیٰ قیامت کے دن اس (کے گناہوں) پر پردہ ڈالیں گے وہ

۱۔ اخرجه احمد والطبرانی فی الکبیر قال الهیثمی (ج ۱ ص ۱۳۳) وعبدالله بن محمد ضعیف. انتهی واخرجه البخاری فی الادب المفرد وابو یعلی فی مسنده کما قال الحافظ فی الفتح (ج ۱ ص ۱۲۷) واخرجه ابن عبدالبر فی جامع بیان العلم (ج ۱ ص ۹۳) بطوله واخرجه الحاکم فی المستدرک (ج ۲ ص ۵۷۴) من طریق عبدالله بن محمد بن عقیل عن جابر بطوله وقال هذا حدیث صحیح الاسناد ولم یخرجاه وقال الذهبی صحیح

۲۔ قال الحافظ وله طریق اخری اخرجها الطبرانی فی مسند الشامیین وتمام فی فوائد من طریق الحجاج بن دینار عن محمد بن المنکدر واسناده صالح وله طریق ثالثة اخرجها الخطیب فی الرحلة من طریق ابی الجارود العنسی عن جابر قال بلغنی حدیث فی القصاص فذکر الحدیث نحوه وفی اسناده ضعف. انتهی ۳۔ اخرجه الطبرانی فی الاوسط قال الهیثمی وفیه ابو سنان القسملی وثقه ابن حبان وابن خراش فی روایة وضعفه احمد والبخاری ویحیی بن معین

روایت بیان کرنے والے صحابیؓ مصر میں تھے تو پہلے صحابیؓ سفر کر کے ان کے پاس مصر گئے اور ان سے حدیث کے بارے میں پوچھا انہوں نے کہا جی ہاں میں نے حضور ﷺ کو یہ فرماتے ہوئے سنا کہ جو آدمی اپنے مسلمان بھائی (کے عیب) پر دنیا میں پردہ ڈالے گا اللہ تعالیٰ قیامت کے دن اس (کے گناہوں) پر پردہ ڈالیں گے۔ پہلے صحابیؓ نے کہا میں نے بھی یہ حدیث حضورؐ سے سنی ہے۔[1] حضرت ابن جریجؒ کہتے ہیں کہ حضرت ابوایوبؓ سواری پر سفر کر کے مصر حضرت عقبہ بن عامرؓ کے پاس گئے اور فرمایا میں آپ سے ایک ایسی حدیث کے بارے میں پوچھنا چاہتا ہوں کہ اس حدیث کے موقع پر جتنے صحابہ حضور ﷺ کی خدمت میں حاضر تھے اب ان میں صرف میں اور آپ باقی رہ گئے ہیں۔ آپ نے مسلمان کی پردہ پوشی کے بارے میں حضورؐ کو یہ فرماتے ہوئے سنا؟ حضرت عقبہؓ نے کہا میں نے حضور ﷺ کو یہ فرماتے ہوئے سنا کہ جو دنیا میں کسی مسلمان (کے عیب) پر پردہ ڈالے گا اللہ تعالیٰ قیامت کے دن اس (کے گناہوں) پر پردہ ڈالیں گے۔ یہ سن کر حضرت ابوایوبؓ مدینہ واپس لوٹ گئے اور جب تک یہ حدیث بیان نہ کر دی اس وقت تک اپنا کجاوہ نہ کھولا۔[2] حضرت ابن جریجؒ کہتے ہیں کہ میں نے مدینہ کے ایک بڑے میاں حضرت ابو سعید اعمیؒ کو سنا کہ وہ حضرت عطاءؒ سے یہ واقعہ بیان کر رہے تھے حضرت ابوایوبؓ نے حضرت عقبہ بن عامرؓ سے ملنے کے لیئے (مصر کا) سفر کیا۔ جب وہ مصر پہنچ گئے تو لوگوں نے ان کے آنے کا تذکرہ حضرت عقبہؓ سے کیا۔ حضرت عقبہؓ ان کے پاس باہر آئے پھر اس کے بعد پچھلی حدیث جیسا مضمون ذکر کیا اس کے بعد یہ ہے کہ یہ حدیث سن کر حضرت ابوایوبؓ اپنی سواری کے پاس آئے اور اس پر سوار ہو کر مدینہ واپس لوٹ گئے اور اپنا کجاوہ بھی نہیں کھولا۔[3]

حضرت عقبہ بن عامرؓ حضرت مسلمہ بن مخلدؓ سے ملنے گئے تو ان کے اور دربان کے درمیان کچھ جھگڑا ہو گیا۔ حضرت مسلمہؓ نے اندر سے ان کی آواز سن لی اور اندر آنے کی اجازت دے دی۔ حضرت عقبہؓ نے کہا میں آپ کو ملنے نہیں آیا بلکہ کسی ضرورت سے آیا ہوں اور وہ یہ ہے کہ کیا آپ کو وہ دن یاد ہے کہ جس دن حضور ﷺ نے فرمایا تھا کہ جسے اپنے بھائی کی کسی برائی کا پتہ چلے اور وہ اس پر پردہ ڈال دے تو اللہ تعالیٰ قیامت کے دن اس پر پردہ ڈالیں گے۔ حضرت مسلمہ نے کہا جی ہاں۔ حضرت عقبہؓ نے کہا بس میں اسی لیئے آیا تھا۔[4]

---

[1] اخرجه احمد عن عبدالملک بن عمیر قال الهیثمی (ج ۱ ص ۱۳۴) ومنیب هذا ان کان ابن عبدالله فقدوثقه ابن حبان وان کان غیره فانی لم ارمن ذکره [2] رواه احمد هکذا منقطع الاسناد. انتهی ماقاله الهیثمی [3] رواه سفیان بن عینیة کذا ذکره ابن عبدالبر فی جامع بیان العلم (ج ۱ ص ۹۳) [4] اخرجه الطبرانی عن مکحول قال الهیثمی (ج ۱ ص ۱۳۴) رواه الطبرانی فی الکبیر هکذا وفی الاوسط عن محمد بن سیرین قال خرج عقبة بن عامر فذکره مختصر اور جال الکبیر رجال الصحیح. انتهی

حضرت عبداللہ بن بریدہؒ کہتے ہیں کہ ایک صحابیؓ نے صرف ایک حدیث سننے کے لیے حضرت فضالہ بن عبیدؓ کے پاس مصر کا سفر کیا۔[۱] دارمی میں اس کے بعد یہ مضمون ہے کہ وہ صحابیؓ جب حضرت فضالہؓ کے پاس پہنچے تو وہ اپنی اونٹنی کو جو ملا ہوا پانی پلا رہے تھے انہیں آتا ہوا دیکھ کر حضرت فضالہؓ نے خوش آمدید کہا۔ انہوں نے کہا میں آپ سے ملنے نہیں آیا بلکہ اس وجہ سے آیا ہوں کہ میں نے اور آپ نے حضور ﷺ کی ایک حدیث سنی تھی مجھے امید ہے کہ وہ آپ کو اب بھی یاد ہوگی۔ حضرت فضالہؓ نے پوچھا وہ کون سی حدیث ہے؟ انہوں نے کہا کہ اس حدیث میں یہ اور یہ مضمون ہے۔

حضرت عبید اللہ بن عدیؒ فرماتے ہیں کہ مجھے پتہ چلا کہ حضرت علیؓ کے پاس ایک حدیث ہے تو مجھے اس بات کا ڈر ہوا کہ کہیں اگر حضرت علیؓ کا انتقال ہوگیا تو پھر شاید مجھے یہ حدیث کسی اور کے پاس نہ مل سکے اس وجہ سے میں سفر کر کے ان کے پاس عراق گیا۔[۲] ابن عساکر میں اس کے بعد یہ مضمون ہے کہ میں نے ان سے اس حدیث کے بارے میں پوچھا انہوں نے مجھے وہ حدیث سنائی اور مجھ سے یہ عہد لیا کہ میں یہ حدیث کسی اور سے بیان نہ کروں اگر وہ ایسا نہ کرتے تو میں آپ لوگوں کو وہ حدیث ضرور سنا دیتا۔ حضرت ابن مسعودؓ کا فرمان آگے آرہا ہے جو بخاری میں منقول ہے کہ اگر مجھے کسی کے بارے میں پتہ چل جائے کہ وہ مجھ سے زیادہ اللہ کی کتاب کو جانتا ہے تو میں ضرور سفر کر کے اس کے پاس جاؤں اور ابن عساکر میں ان کا یہ فرمان منقول ہے کہ اگر مجھے کسی کے بارے میں یہ پتہ چلے کہ اونٹ مجھے اس تک پہنچا سکتے ہیں اور وہ حضرت محمد ﷺ پر نازل ہونے والے علوم کو مجھ سے زیادہ جانتا ہے تو میں ضرور اس کے پاس جاؤں تاکہ میرے علم میں اور اضافہ ہو سکے۔

علم کو قابل اعتماد اہل علم سے حاصل کرنا اور جب علم نااہلوں کے پاس ہوگا تو پھر علم کا کیا حال ہوگا؟

حضرت ابو ثعلبہؓ فرماتے ہیں کہ میں حضور ﷺ سے ملا میں نے عرض کیا یا رسول اللہ! مجھے ایسے آدمی کے حوالے فرما دیں جو اچھی طرح سکھانے والا ہو۔ آپؐ نے مجھے حضرت ابو عبیدہ بن جراحؓ کے حوالے فرما دیا اور ارشاد فرمایا میں نے تمہیں ایسے آدمی کے حوالے کیا ہے جو تمہیں اچھی طرح تعلیم دے گا اور اچھی طرح ادب سکھائے گا۔[۳] طبرانی میں اس کے بعد یہ مضمون ہے کہ جب میں

۱۔ اخرجه ابو داؤد کذافی الفتح الباری (ج ۱ ص ۱۲۸) واخرجہ الدارمی (ص ۵۵) من طریق عبداللہ مثله

۲۔ اخرجه الخطیب کذافی الفتح (ج ۱۰ ص ۱۲۸) واخرجه ابن عساکر عن عبید اللہ نحوه کما فی الکنز العمال (ج ۵ ص ۲۳۹)

۳۔ اخرجه ابن عساکر کذافی الکنز (ج ۷ ص ۹۵) واخرجه الطبرانی عن ابی ثعلبة مثله

حضرت ابو عبیدہ کی خدمت میں پہنچا تو وہ اور حضرت بشیر بن سعد ابو نعمانؓ آپس میں باتیں کر رہے تھے۔ مجھے دیکھ کر وہ دونوں حضرات خاموش ہو گئے۔ میں نے کہا اے ابو عبیدہ! اللہ کی قسم! حضور ﷺ نے تو اس طرح مجھے بیان نہیں کیا یعنی وہ تو مجھے دیکھ کر خاموش نہیں ہوئے تھے۔ انہوں نے کہا بیٹھ جاؤ ہم تم کو حدیث سنائیں گے پھر فرمایا حضورؐ نے ارشاد فرمایا تم میں تو اس وقت نبوت کا دور ہے پھر نبوت کے طرز پر خلافت ہوگی پھر بادشاہت اور جبر ہوگا۔[1]

حضرت انسؓ فرماتے ہیں کہ میں نے عرض کیا یا رسول اللہ! امر بالمعروف اور نہی عن المنکر کب چھوڑا جائے گا؟ آپؐ نے فرمایا جب تم میں وہ باتیں ظاہر ہو جائیں گی جو تم سے پہلے بنی اسرائیل میں ظاہر ہوئی تھیں۔ میں نے پوچھا یا رسول اللہ! وہ باتیں کیا ہیں؟ آپؐ نے فرمایا جب تمہارے نیک اور بہترین آدمیوں میں سستی اور تمہارے برے لوگوں میں بے حیائی ظاہر ہو جائے گی اور بادشاہت تمہارے چھوٹوں میں اور دینی علم تمہارے کمینوں میں منتقل ہو جائے گا۔[2] حضرت ابو امیہ جمحیؓ فرماتے ہیں حضور ﷺ سے قیامت کی نشانیوں کے بارے میں پوچھا گیا آپؐ نے فرمایا قیامت کی ایک نشانی یہ ہے کہ علم چھوٹوں کے پاس تلاش کیا جانے لگے گا۔[3]

حضرت عبداللہ بن عُکیمؒ کہتے ہیں حضرت عمرؓ فرمایا کرتے تھے غور سے سنو! سب سے سچی بات اللہ تعالیٰ کی ہے اور سب سے اچھا طریقہ حضرت محمد ﷺ کا ہے اور سب سے برے کام وہ ہیں جو نئے ایجاد کیے جائیں۔ غور سے سنو! لوگ اس وقت تک خیر پر رہیں گے جب تک ان کے پاس علم ان کے بڑوں کی طرف سے آئے گا۔[4] حضرت بلال بن یحییٰؒ کہتے ہیں کہ حضرت عمر بن خطابؓ نے فرمایا مجھے معلوم ہے کہ لوگ کب سدھرتے ہیں اور کب بگڑتے ہیں؟ جب علم چھوٹے کی طرف سے آئے گا تو بڑا اس کی نافرمانی کرے گا اور جب علم بڑے کی طرف سے آئے گا تو چھوٹا اس کی اتباع کرے گا اور دونوں ہدایت پا جائیں گے۔[5]

حضرت ابن مسعودؓ فرماتے ہیں کہ لوگ اس وقت تک نیکوکار اور اپنے دین پر پختہ رہیں گے جب تک ان کے پاس علم حضرت محمد ﷺ کے صحابہؓ کی طرف سے اور ان کے اپنے بڑوں کی طرف سے آئے گا اور جب ان کے پاس علم ان کے چھوٹوں کی طرف سے آنے لگے گا تو پھر لوگ ہلاک

۱۔ قال الهيثمي (ج ۵ ص ۱۸۹) وفيه رجل لم يسم ورجل مجهول ايضا. انتهى

۲۔ اخرجه ابن عساكر وابن النجار كذا في الكنز (ج ۲ ص ۱۳۹) واخرجه ابن عبدالبر في جامع بيان العلم (ج ۱ ص ۱۵۷) عن انس نحوه وفي رواية والفقه في ارذالكم وفي لفظ آخر عنده عنه والعلم في ارذالكم ۳۔ عند ابن عبدالبر ايضا واخرجه الطبراني عن ابي امية نحوه قال الهيثمي (ج ۱ ص ۱۳۵) وفيه ابن لهيعة وهو ضعيف

۴۔ اخرجه ابن عبدالبر في جامع العلم (ج ۱ ص ۱۵۸) عن هلال الوزن

۵۔ عن ابن عبدالبر ايضا

ہو جائیں گے۔[1] حضرت ابن مسعودؓ فرماتے ہیں لوگ اس وقت تک خیر پر رہیں گے جب تک وہ علم اپنے بڑوں سے حاصل کریں گے اور جب علم اپنے چھوٹوں اور اپنے بروں سے حاصل کرنے لگیں گے تو ہلاک ہو جائیں گے۔[2] حضرت ابن مسعودؓ فرماتے ہیں تم لوگ اس وقت تک خیر پر رہو گے جب تک علم تمہارے بڑوں میں رہے گا۔ اور جب علم تمہارے چھوٹوں میں آ جائے گا تو چھوٹے بڑے کو بیوقوف بنائیں گے۔[3]

حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ سب سے زیادہ گمراہ کرنے والا انسان وہ ہے جو قرآن پڑھے اور اس کے معنی اور مطلب کو نہ سمجھے پھر وہ بچے، غلام، عورت اور باندی کو قرآن سکھائے پھر یہ سب مل کر قرآن کے ذریعے علم والوں سے جھگڑا کریں۔[4]

حضرت ابو حازم رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں کہ حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ نے فرمایا اس امت پر مجھے کسی مومن کی طرف سے کوئی خطرہ نہیں ہے کیونکہ اسے اس کا ایمان برے کام سے روک لے گا اور اس فاسق کی طرف سے بھی کوئی خطرہ نہیں ہے جس کا فاسق ہونا کھلا اور واضح ہو۔ مجھے تو اس امت پر اس آدمی کی طرف سے خطرہ ہے جس نے قرآن تو پڑھا ہے لیکن زبان سے اچھی طرح پڑھ کر وہ صحیح راستہ سے پھسل گیا یعنی زبان سے پڑھنے کو ہی اصل سمجھ لیا اور قرآن کی صحیح تفسیر چھوڑ کر اس نے اپنی طرف سے اس کا مطلب بنا لیا۔[5]

حضرت عقبہ بن عامرؓ کے انتقال کا وقت جب قریب آیا تو انہوں نے فرمایا اے میرے بیٹو! میں تمہیں تین باتوں سے روکتا ہوں انہیں اچھی طرح یاد رکھنا۔ حضور ﷺ کی طرف سے حدیث صرف معتبر اور قابل اعتماد آدمی سے ہی لینا کسی اور سے نہ لینا اور قرضہ لینے کی عادت نہ بنا لینا چاہے چوغہ پہن کر گزارہ کرنا پڑے اور اشعار لکھنے میں نہ لگ جانا ورنہ ان میں تمہارے دل ایسے مشغول ہو جائیں گے کہ قرآن سے رہ جاؤ گے۔[6]

حضرت ابن عباسؓ فرماتے ہیں حضرت عمر بن خطابؓ نے جابیہ مقام میں لوگوں میں بیان فرمایا اور ارشاد فرمایا اے لوگو! تم میں سے جو قرآن کے بارے میں کچھ پوچھنا چاہتا ہے وہ حضرت ابی بن کعبؓ کے پاس جائے اور جو میراث کے بارے میں پوچھنا چاہتا ہے وہ حضرت زید بن ثابتؓ کے پاس جائے اور جو کوئی فقہی مسائل پوچھنا چاہتا ہے وہ حضرت معاذ بن جبلؓ کے پاس

۱۔ اخرجه الطبرانی فی الکبیر والا وسط قال الهیثمی (ج ۱ ص ۱۳۵) و رجاله موثقون. اھ و اخرجه ابن عبدالبر فی جامع العلم (ج ۱ ص ۱۵۹) عن ابن مسعود نحوه

۲۔ عند ابن عبدالبر ایضا ۳۔ عند ابن عبدالبر ایضا

۴۔ اخرجه ابن عبدالبر فی جامع بیان العلم (ج ۲ ص ۱۹۴)

۵۔ اخرجه ابن عبدالبر ایضا ۶۔ اخرجه الطبرانی فی الکبیر قال الهیثمی (ج ۱ ص ۱۴۰) وفی اسناده ابن لهیعة ویحتمل فی هذا علی ضعفه

جائے اور جو مال لینا چاہتا ہے وہ میرے پاس آجائے کیونکہ اللہ نے مجھے مال کا والی اور اس کا تقسیم کرنے والا بنایا ہے۔[1]

طالب علم کو خوش آمدید کہنا اور بشارت سنانا

حضرت صفوان بن عسال مرادیؓ فرماتے ہیں کہ میں نبی کریم ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوا آپؐ اس وقت مسجد میں اپنی سرخ دھاریوں والی چادر پر ٹیک لگائے ہوئے تھے میں نے عرض کیا یا رسول اللہ! میں علم حاصل کرنے آیا ہوں آپؐ نے فرمایا طالب علم کو خوش آمدید ہو پھر آگے اور حدیث ذکر کی جیسے کہ باب کے شروع میں گزر چکی ہے۔[2]

حضرت ابو ہارونؒ کہتے ہیں کہ جب ہم حضرت ابو سعیدؓ کی خدمت میں جاتے تو فرماتے خوش آمدید ہو ان لوگوں کو جن کے بارے میں حضور ﷺ نے ہمیں وصیت فرمائی تھی۔ حضورؐ نے فرمایا تھا لوگ تمہارے تابع ہوں گے اور زمین کے آخری کناروں سے تمہارے پاس دین کی سمجھ حاصل کرنے آئیں گے۔ جب وہ تمہارے پاس آئیں تو ان کے ساتھ اچھا سلوک کرنے کی وصیت مجھ سے قبول کرلو۔[3] حضرت ابو سعید حضور ﷺ کا یہ ارشاد نقل کرتے ہیں کہ تمہارے پاس مشرق کی طرف سے لوگ علم حاصل کرنے آئیں گے۔ جب وہ تمہارے پاس آئیں تو تم ان کے ساتھ اچھا سلوک کرنا۔ راوی کہتے ہیں چنانچہ حضرت ابو سعیدؓ جب ہمیں دیکھتے تو فرماتے خوش آمدید ہو ان لوگوں کو جن کے بارے میں حضور ﷺ نے ہمیں وصیت فرمائی تھی۔[4] ترمذی کی ایک روایت میں مزید یہ بھی ہے کہ اللہ نے تمہیں جو علم عطا فرما رکھا ہے وہ انہیں بھی سکھاؤ۔ ایک روایت میں یہ ہے کہ مختلف دور دراز علاقوں سے لوگ آئیں گے جو تم سے دین کے بارے میں پوچھیں گے۔ جب وہ تمہارے پاس آئیں تو ان کے لیئے جگہ میں گنجائش پیدا کرو اور ان کے ساتھ اچھا سلوک کرنے کی وصیت قبول کرو اور ان کو سکھاؤ۔ ابن عساکر کی روایت میں یہ ہے کہ انہیں سکھاؤ اور انہیں کہو خوش آمدید، خوش آمدید، قریب ہو جاؤ۔[5]

حضرت ابو سعیدؓ کے پاس جب یہ نوعمر جوان آتے تو فرماتے خوش آمدید ہو ان لوگوں کو جن کے بارے میں حضور ﷺ نے ہمیں وصیت فرمائی تھی۔ ہمیں حضورؐ نے حکم دیا تھا کہ ہم ان کے لیئے

۱۔ اخرجه الطبرانی فی الاوسط قال الهیثمی (ج ۱ ص ۱۳۵) وفیه سلیمان بن داؤد بن الحصین لم ارمن ذکره.اه ۲۔ اخرجه الطبرانی واحمد

۳۔ اخرجه الترمذی ۴۔ عند الترمذی ایضا واخرجه ابن ماجة(ص ۲۷)عنه عن ابی سعید بمعناه مختصرا واخرجه الحاکم (ج ۱ ص ۸۸) ایضا من طریق ابی نضرة عن ابی سعید مختصر او قال الحاکم هذا حدیث صحیح ثابت ووافقه الذهبی وقال لا علة له واخرجه ابن جریر وابن عساکر بالسیاق الاول عند الترمذی ۵۔ کما فی الکنز(ج۵ ص ۲۳۵)

مجلس میں گنجائش پیدا کریں اور ان کو حدیث سمجھائیں کیونکہ آپ لوگ ہی ہمارے بعد جگہ سنبھالنے والے ہیں اور احادیث دوسروں کو سنانے والے ہیں اور ان نوجوانوں سے فرمایا کرتے تھے اگر تمہیں کوئی بات سمجھ میں نہ آئے تو مجھ سے سمجھ لینا کیونکہ تم سمجھ کر اٹھو یہ مجھے اس سے زیادہ محبوب ہے کہ تم بے سمجھے اٹھ جاؤ۔ [1]

حضرت اسماعیلؒ کہتے ہیں کہ ہم لوگ حضرت حسنؒ کے پاس عیادت کے لیئے گئے۔ ہماری تعداد اتنی زیادہ تھی کہ سارا گھر بھر گیا تو انہوں نے اپنے پاؤں سمیٹ کر فرمایا ہم لوگ حضرت ابو ہریرہؓ کی عیادت کرنے گئے ہماری تعداد اتنی زیادہ تھی کہ سارا گھر بھر گیا۔ انہوں نے اپنے پاؤں سمیٹ کر فرمایا ہم لوگ حضور ﷺ کی عیادت کرنے گئے اور ہماری تعداد اتنی زیادہ تھی کہ سارا گھر بھر گیا آپؐ پہلو کے بل لیٹے ہوئے تھے جب آپؐ نے ہمیں دیکھا تو اپنے پاؤں سمیٹ لیئے اور فرمایا میرے بعد تمہارے پاس بہت لوگ علم حاصل کرنے آئیں گے تم انہیں خوش آمدید کہنا اور ان سے سلام اور مصافحہ کرنا اور انہیں خوب سکھانا۔ حضرت حسن کہتے ہیں اللہ کی قسم! ہمیں تو ایسے لوگ ملے جنہوں نے نہ تو ہمیں خوش آمدید کہا اور نہ ہم سے سلام اور مصافحہ کیا اور نہ ہمیں سکھایا بلکہ جب ہم ان کے پاس گئے تو ہمارے ساتھ جفا کا معاملہ کیا حضرت حسن بصری صحابہؓ کے بعد والے لوگوں کی شکایت کر رہے ہیں)۔ [2]

حضرت ام درداء رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ جب بھی حضرت ابو درداء رضی اللہ عنہ کوئی حدیث بیان کرتے تو ضرور مسکراتے تو میں نے ان سے کہا مجھے اس بات کا ڈر ہے کہ اس طرح لوگ آپ کو بے وقوف سمجھنے لگیں گے۔ انھوں نے فرمایا حضور ﷺ جب بھی بات فرماتے تو ضرور مسکراتے۔ [3]

علمی مجلسیں اور علماء کے ساتھ اٹھنا بیٹھنا

حضرت ابن عباسؓ فرماتے ہیں کہ ایک آدمی نے پوچھا یا رسول اللہ! ہمارے ساتھ بیٹھنے والوں میں سے کون سب سے بہترین ہے؟ آپؐ نے فرمایا جس کے دیکھنے سے تمہیں اللہ یاد آئے اور جس کی گفتگو سے تمہارے علم میں اضافہ ہو اور جس کے عمل سے تمہیں آخرت یاد آئے۔ [4]

حضرت قرہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ جب حضور ﷺ مجلس میں تشریف فرما ہوتے تو آپؐ کے صحابہ آپؐ کے پاس کئی حلقے بنا کر بیٹھ جاتے (اور آپس میں سیکھنے سکھانے لگ جاتے اور جب

۱۔ اخرجه ابن النجار كذافي الكنز (ج ۵ ص ۲۴۳) ۲۔ اخرجه ابن ماجة (ص ۳۷)

۳۔ اخرجه احمد والطبراني في الكبير قال الهيثمي (ج ۱ ص ۱۳۱) وفيه حبيب بن عمرو قال الدار قطني مجهول

۴۔ اخرجه ابو يعلى قال المنذرى (ج ۱ ص ۷۲) رواته رواة الصحيح الامبارك بن حسان

ضرورت پڑتی تو حضورؐ سے پوچھ لیتے)۔[۱]

حضرت یزید رقاشیؒ کہتے ہیں کہ جب حضرت انسؓ ہمیں حدیث سناتے تو یہ بھی فرماتے یہ حدیث ایسے نہیں سیکھی جاتی تھی جس طرح تم اور تمہارے ساتھی کرتے ہیں کہ ایک آدمی بیٹھ جاتا ہے اور سب اس کے گرد جمع ہو جاتے ہیں اور وہ ان میں بیان کرتا ہے بلکہ صحابہ کرامؓ فجر کی نماز سے فارغ ہو کر کئی حلقے بنا لیتے اور ان حلقوں میں قرآن پڑھتے اور فرائض اور سنتیں سیکھتے۔[۲]

حضرت ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں میں مہاجرین کی ایک جماعت میں ان کے ساتھ بیٹھا ہوا تھا اور ہمارے پاس کپڑے بہت کم تھے جس کی وجہ سے ہم ایک دوسرے کی اوٹ میں بیٹھے ہوئے تھے ہمارے ایک قاری قرآن پڑھ رہے تھے اور ہم سب اللہ کی کتاب سن رہے تھے۔ حضور ﷺ نے فرمایا تمام تعریفیں اس اللہ کے لئے ہیں جس نے میری امت میں ایسے لوگ بھی بنائے ہیں کہ مجھے اپنے آپ کو ان کے پاس بٹھائے رکھنے کا حکم دیا گیا ہے۔ حضورؐ کے تشریف لانے پر گول حلقہ بن گیا اور سب نے چہرے حضورؐ کی طرف کر لئے لیکن آپؐ نے میرے علاوہ اور کسی کو نہیں پہچانا پھر حضورؐ نے فرمایا اے فقراء مہاجرین تمہیں خوشخبری ہو کہ تمہیں قیامت کے دن پورا نور حاصل ہوگا اور تم مالداروں سے آدھا دن پہلے جنت میں داخل ہو جاؤ گے اور یہ آدھا دن پانچ سو برس کا ہوگا۔[۳]

حضرت عبداللہ بن عمروؓ فرماتے ہیں کہ حضور ﷺ کا اپنی مسجد میں دو حلقوں پر گزر ہوا۔ ایک حلقہ والے دعا میں اور اللہ سے راز و نیاز کی باتوں میں لگے ہوئے تھے اور دوسرے حلقہ والے دینی علم سیکھ سکھا رہے تھے۔ حضورؐ نے فرمایا دونوں حلقوں والے خیر پر ہیں لیکن ایک حلقہ والے دوسرے سے بہتر ہیں یہ تو اللہ سے دعا کر رہے ہیں اور اس سے راز و نیاز میں لگے ہوئے ہیں۔ اگر اللہ چاہے گا تو ان کو دے گا اور اگر چاہے گا تو نہیں دے گا۔ یہ دوسرے حلقے والے سیکھ رہے ہیں اور جسے نہیں آتا اسے سکھا رہے ہیں اور مجھے تو سکھانے والا بنا کر ہی بھیجا گیا ہے۔ پھر آپؐ آکر ان کے پاس بیٹھ گئے۔[۴]

حضرت ابو بکر بن ابی موسیٰ رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں کہ حضرت ابو موسیٰ رضی اللہ عنہ عشاء کے بعد حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ کے پاس آئے۔ حضرت عمرؓ نے پوچھا کیسے آنا ہوا؟ حضرت ابو موسیٰؓ نے کہا آپ سے کچھ بات کرنا چاہتا ہوں۔ حضرت عمرؓ نے فرمایا اس وقت؟ حضرت ابو

۱؎ اخرجه البزار وفيه سعيد بن سلام كذبه احمد ۲؎ ويزيد الرقاشي ضعيف كذافي مجمع الزوائد (ج ۱ ص ۱۳۲) ۳؎ اخرجه البيهقي كذافي البداية (ج ٦ ص ٥٧) واخرجه ابونعيم في الحلية (ج ۱ ص ۳۴۲) اطول منه

۴؎ اخرجه ابن عبدالبر في جامع العلم (ج ۱ ص ٥٠) و اخرجه الدارمي نحوه

موسیٰ ؓ نے کہا ہاں ایک ضروری دینی مسئلہ ہے چنانچہ حضرت عمرؓ ان کے پاس بیٹھ گئے اور دونوں بہت دیر تک باتیں کرتے رہے۔ جب باتوں سے فارغ ہوئے تو حضرت ابو موسیٰ ؓ نے کہا اے امیر المومنین! تہجد کی نماز پڑھ لیں۔ حضرت عمرؓ نے فرمایا ہم تو نماز میں ہی تھے۔[۱]

حضرت جندب بن عبداللہ بجلی رحمتہ اللہ علیہ کہتے ہیں میں علم حاصل کرنے مدینہ آیا۔ میں حضور ﷺ کی مسجد میں داخل ہوا تو میں نے دیکھا کہ لوگ حلقے بنا کر بیٹھے ہوئے ہیں اور باتیں کر رہے ہیں۔ میں حلقوں کے پاس سے گزرتا رہا اور چلتے چلتے ایک حلقہ کے پاس پہنچا تو اس میں ایک صاحب تھے جن کا رنگ بدلا ہوا تھا اور ان کے جسم پر دو کپڑے تھے ایسے لگ رہا تھا کہ جیسے ابھی سفر سے آئے ہوں۔ میں نے انہیں فرماتے ہوئے سنا رب کعبہ کی قسم! لوگوں سے بیعت لینے والے بادشاہ ہلاک ہو گئے اور مجھے ان کا غم نہیں اور یہ بات انھوں نے کئی مرتبہ کہی۔ میں ان کے پاس بیٹھ گیا۔ وہ کافی دیر تک حدیثیں بیان فرماتے رہے۔ اس کے بعد وہ کھڑے ہو گئے۔ ان کے کھڑے ہونے کے بعد میں نے ان کے بارے میں پوچھا کہ یہ کون ہیں؟ لوگوں نے بتایا یہ مسلمانوں کے سردار حضرت ابی بن کعب رضی اللہ عنہ ہیں میں ان کے پیچھے ہو لیا یہاں تک کہ وہ اپنے گھر میں داخل ہو گئے۔ ان کا گھر بالکل پرانا سا تھا۔ اس کی شکل وصورت بوسیدہ سی تھی اور ان میں دنیا کی رغبت بالکل نہ تھی۔ بالکل دنیا سے الگ تھلگ تھے۔ ان کی تمام باتیں آپس میں ملتی جلتی تھیں میں نے انہیں سلام کیا انھوں نے سلام کا جواب دیا پھر مجھ سے پوچھا تم کن لوگوں میں سے ہو؟ میں نے کہا عراق والوں میں سے۔ انھوں نے فرمایا عراق والے تو مجھ سے بہت زیادہ سوالات کرتے ہیں۔ جب انھوں نے یہ فرمایا تو مجھے غصہ آ گیا اور میں نے گھٹنے کے بل بیٹھ کر اپنے ہاتھ چہرے تک اٹھا لئے اور قبلہ کی طرف منہ کر لیا اور میں نے دعا کرنی شروع کی۔ اے اللہ! ہم تجھ سے ہی ان لوگوں کی شکایت کرتے ہیں کہ ہم نے بہت مال خرچ کیا اور اپنے جسموں کو خوب تھکایا اور اپنی سواریوں کو چلایا۔ یہ سب کچھ ہم نے علم حاصل کرنے کے لئے کیا۔ جب ہماری ان سے ملاقات ہوئی تو یہ ہمیں ترش روئی سے ملے اور ہمیں ایسے سخت کلمات کہہ دیئے۔ یہ سن کر حضرت ابیؓ رونے لگے اور مجھے راضی کرنے لگے اور فرمانے لگے تیرا بھلا ہو! میرا مطلب یہ ہرگز نہیں تھا۔ پھر فرمانے لگے اے اللہ! اگر تو نے مجھے آئندہ جمعہ تک زندہ رکھا تو میں نے جو کچھ حضور ﷺ سے سن رکھا ہے وہ سب ضرور بیان کر دوں گا اور کسی کی ملامت کی پرواہ نہیں کروں گا۔ اس کے بعد میں ان کے پاس سے واپس آ گیا اور اگلے جمعہ کا انتظار کرنے لگا، لیکن جمعرات کو میں کسی کام سے باہر آیا تو میں نے دیکھا کہ تمام گلیاں لوگوں سے بھری ہوئی ہیں۔ جس گلی میں جاتا ہوں وہاں لوگ ہی لوگ نظر آتے ہیں میں نے پوچھا ان لوگوں کو کیا ہوا؟ لوگوں نے کہا ہمارا خیال ہے

۱۔ اخرجه عبدالرزاق وابن ابی شیبة كذافی الكنز (ج ۵ ص ۲۲۸)

آپ اجنبی مسافر ہیں۔ میں نے کہا جی ہاں۔ لوگوں نے کہا مسلمانوں کے سردار حضرت ابی بن کعبؓ کا انتقال ہوگیا ہے۔ حضرت جندب کہتے ہیں میں عراق واپس آیا تو میری ملاقات حضرت ابوموسیٰ رضی اللہ عنہ سے ہوئی اور میں نے انہیں حضرت ابیؓ کی ساری بات بتائی۔ انھوں نے فرمایا ہائے افسوس! کاش وہ زندہ رہ جاتے تاکہ ہمیں ان کی وہ خاص بات پہنچ جاتی۔[1]

حضرت ہلال بن یساف رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں میں بصرہ آیا اور ایک مسجد میں داخل ہوا تو میں نے دیکھا ایک بڑے میاں جن کے سر اور داڑھی کے بال سفید ہیں ایک ستون سے ٹیک لگا کر لوگوں میں حدیث بیان کر رہے ہیں۔ میں نے پوچھا یہ کون ہیں؟ لوگوں نے بتایا یہ حضرت عمران بن حصین رضی اللہ عنہما ہیں۔[2]

حضرت ابوصالحؒ کہتے ہیں میں نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما کی ایسی زبردست مجلس دیکھی ہے کہ سارے قریش والے اس پر فخر کریں تو بجا ہے۔ یہ واقعی قابل فخر مجلس ہے۔ میں نے ایک دن دیکھا کہ بہت سے لوگ ان کے گھر کے باہر راستہ پر جمع ہیں اور اتنے زیادہ ہیں کہ آنے جانے کی بالکل جگہ نہیں ہے۔ میں نے اندر جا کر حضرت ابن عباسؓ کو بتایا کہ دروازے پر بہت سے لوگ آئے ہوئے ہیں۔ انھوں نے فرمایا میرے لئے وضو کا پانی رکھو چنانچہ وہ وضو کر کے بیٹھ گئے اور فرمایا باہر جاؤ اور لوگوں میں اعلان کرو کہ جو قرآن اور اس کے حروف اور اس کی کسی چیز کے بارے میں کچھ پوچھنا چاہتا ہے وہ اندر آجائے، چنانچہ میں نے باہر جا کر یہ اعلان کیا تو ایک

بہت بڑی تعداد اندر آئی جس سے سارا گھر اور حجرہ بھر گیا اور انھوں نے جو بات بھی پوچھی حضرت ابن عباسؓ نے اس کا جواب دیا اور جتنا انھوں نے پوچھا اتنا بلکہ اس سے کہیں اور زیادہ اپنے پاس سے انہیں بتایا پھر فرمایا اب اپنے دوسرے بھائیوں کو اندر آنے کا موقع دے دو چنانچہ وہ لوگ باہر چلے گئے پھر مجھ سے فرمایا باہر جا کر اب یہ اعلان کرو کہ جو قرآن کی تفسیر اور شرح کے بارے میں کچھ پوچھنا چاہتا ہے وہ اندر آجائے، چنانچہ میں نے باہر جا کر یہ اعلان کیا تو ایک بہت بڑی تعداد اندر آئی جس سے سارا گھر اور حجرہ بھر گیا اور انھوں نے جو بات بھی پوچھی حضرت ابن عباسؓ نے اس کا جواب دیا اور جتنا ان لوگوں نے پوچھا اتنا بلکہ اس سے بھی زیادہ اپنے پاس سے بیان کر دیا پھر فرمایا اب اپنے دوسرے بھائیوں کو اندر آنے کا موقع دے دو۔ چنانچہ وہ لوگ چلے گئے پھر مجھ سے فرمایا باہر جا کر اعلان کر دو کہ جو حلال حرام اور فقہی مسائل پوچھنا چاہتا ہے وہ اندر آجائے، چنانچہ میں نے باہر جا کر یہ اعلان کر دیا تو بہت بڑی تعداد اندر آئی جس سے سارا گھر اور حجرہ بھر گیا اور ان لوگوں نے جو بھی پوچھا اس کا انہیں جواب دیا اور اتنا ہی اور اپنے پاس سے بیان کر دیا پھر ان

۱۔ اخرجہ ابن سعد (ج ۳ ص ۵۰۱) ۲۔ اخرجہ ابن سعد (ج ۴ ص ۲۸)

سے فرمایا اب اپنے دوسرے بھائیوں کو موقع دے دو چنانچہ یہ لوگ باہر چلے گئے پھر مجھ سے فرمایا باہر جا کر یہ اعلان کر دو کہ جو میراث وغیرہ جیسے مسائل پوچھنا چاہتا ہے وہ اندر آ جائے چنانچہ میں نے باہر جا کر یہ اعلان کر دیا تو بہت بڑی تعداد اندر آئی جس سے سارا گھر اور حجرہ بھر گیا اور ان لوگوں نے جو بھی پوچھا حضرت ابن عباسؓ نے اس کا جواب دیا اور اتنا ہی اور اپنے پاس سے بیان کر دیا پھر فرمایا اب اپنے دوسرے بھائیوں کو موقع دے دو چنانچہ وہ لوگ باہر چلے گئے پھر مجھ سے فرمایا باہر جا کر اعلان کر دو کہ جو عربی لغت، اشعار اور انوکھے کلام کے بارے میں پوچھنا چاہتا ہے وہ اندر آ جائے، میں نے باہر جا کر یہ اعلان کر دیا جس پر ایک بہت بڑی تعداد اندر داخل ہوئی جس سے سارا گھر اور حجرہ بھر گیا اور ان لوگوں نے جو بات بھی پوچھی اس کا حضرت ابن عباسؓ نے جواب دیا اور اتنا ہی اور اپنے پاس سے بیان کر دیا۔ اگر سارے قریش حضرت ابن عباسؓ کی اس مجلس پر فخر کریں تو انہیں فخر کرنے کا حق پہنچتا ہے اور میں نے اس جیسا منظر اور کسی کے ہاں نہیں دیکھا۔[1]

حضرت ابن مسعودؓ نے فرمایا بہترین مجلس وہ ہے جس میں حکمت کی باتیں بیان کی جائیں۔[2] دوسری روایت میں یہ الفاظ ہیں کہ بہترین مجلس وہ ہے جس میں خوب حکمت کے موتی بکھیرے جائیں اور رحمت خداوندی کی پوری امید ہو (کیونکہ اس میں ایسے اعمال کئے جاتے ہیں جن کی وجہ سے اللہ کی رحمت نازل ہوتی ہے)[3]

حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں متقی لوگ سردار ہیں اور فقیہ لوگ امت کے رہنما ہیں اور ان کے ساتھ بیٹھنے سے (ایمان وعلم میں) اضافہ ہوتا ہے۔[4]

حضرت ابو جحیفہ رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ قیمتی اور کارآمد نصیحت کے طور پر یہ کہا جاتا تھا کہ بڑی عمر والوں کے پاس بیٹھا کرو اور علماء سے دوستی لگاؤ اور حکمت والے سمجھدار لوگوں سے میل جول رکھو۔ حضرت ابو درداء رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ آدمی کے دینی سمجھ رکھنے کی ایک نشانی یہ بھی ہے کہ اس کا چلنا اور آنا جانا علم والوں کے پاس ہو۔[5] ایک روایت میں مزید یہ الفاظ بھی ہیں اور اس کا بیٹھنا بھی ان کے ساتھ ہو۔[6]

۱۔ اخرجه ابو نعيم فى الحلية (ج ۱ ص ۳۲۰) واخرجه الحاكم (ج ۳ ص ۵۳۸) بنحوه
۲۔ اخرجه الطبرانى فى الكبير كما قال الهيثمى (ج ۱ ص ۱۶۷)
۳۔ اخرجه ابن عبدالبر فى جامع العلم (ج ۱ ص ۵۰)
۴۔ اخرجه الطبرانى فى الكبير قال الهيثمى (ج ۱ ص ۱۲۶) ذكر هذا فى حديث طويل و رجاله موثقون ۵۔ اخرجه ابن عبدالبر فى جامعه (ج ۱ ص ۱۲۶)
۶۔ اخرجه ابو نعيم فى الحلية (ج ۱ ص ۲۱۱) عن ابى الدرداء مثله

علمی مجلس کا احترام اور اس کی تعظیم

حضرت ابو حازم رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں کہ حضرت سہل رضی اللہ عنہ اپنی قوم کی مجلس میں حضور ﷺ کی حدیثیں بیان کر رہے تھے کہ کچھ لوگ آپس میں ایک دوسرے کی طرف متوجہ ہو کر باتیں کرنے لگے۔ انہیں غصہ آ گیا اور فرمایا میں انہیں حضور ﷺ کی وہ حدیثیں سنا رہا ہوں جنہیں میری آنکھوں نے دیکھا ہے اور میرے کانوں نے سنا ہے اور میں یہ دیکھ رہا ہوں کہ یہ لوگ آپس میں ایک دوسرے کی طرف متوجہ ہیں (اور حدیث نہیں سن رہے ہیں) غور سے سنو اللہ کی قسم! اب میں تمہارے درمیان میں سے چلا جاؤں گا اور کبھی بھی تمہارے پاس واپس نہیں آؤں گا۔ میں نے ان سے پوچھا آپ کہاں چلے جائیں گے؟ انھوں نے کہا میں اللہ کے راستے میں جہاد کرنے چلا جاؤں گا۔ میں نے کہا اب جہاد کرنا آپ کے بس میں نہیں ہے کیونکہ نہ آپ گھوڑے پر بیٹھ سکتے ہیں نہ تلوار چلا سکتے ہیں اور نہ نیزہ مار سکتے ہیں (آپ بہت بوڑھے اور کمزور ہو چکے ہیں) انھوں نے فرمایا اے ابو حازم! میں جا کر جہاد کی صف میں کھڑا ہو جاؤں گا کوئی نامعلوم تیر یا پتھر آ کر مجھے لگے گا اور اس طرح اللہ تعالیٰ مجھے شہادت کا درجہ عطا فرما دیں گے۔[1]

علماء اور طلبہ کے آداب

حضرت ابو امامہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ قریش کا ایک جوان حضور ﷺ کی خدمت میں آ کر کہنے لگا یا رسول اللہ! مجھے زنا کی اجازت دے دیں تمام لوگ اس کی طرف متوجہ ہو گئے اور اسے ڈانٹنے لگے اور کہنے لگے ایسی بات نہ کہو ایسی بات نہ کہو۔ حضورؐ نے فرمایا ذرا قریب آ جاؤ۔ وہ حضورؐ کے قریب آ گیا۔ حضورؐ نے فرمایا کیا تم زنا کو اپنی ماں کے لئے پسند کرتے ہو؟ اس نے کہا بالکل نہیں۔ اللہ کی قسم! اللہ مجھے آپ پر قربان کرے۔ حضورؐ نے فرمایا نہ ہی دوسرے لوگ اسے اپنی ماں کے لئے پسند کرتے ہیں۔ پھر آپؐ نے فرمایا کیا تم اسے اپنی بیٹی کے لئے پسند کرتے ہو؟ اس نے کہا بالکل نہیں اللہ کی قسم! یا رسول اللہ! اللہ مجھے آپ پر قربان کرے۔ حضورؐ نے فرمایا اور نہ ہی اور لوگ اسے اپنی بیٹیوں کے لئے پسند کرتے ہیں۔ پھر آپؐ نے فرمایا کیا تم اسے اپنی بہن کے لئے پسند کرتے ہو؟ اس نے کہا بالکل نہیں اللہ کی قسم! یا رسول اللہ! اللہ مجھے آپ پر قربان کرے۔ حضورؐ نے فرمایا نہ ہی دوسرے لوگ اسے اپنی بہنوں کے لئے پسند کرتے ہیں۔ پھر آپ ﷺ نے فرمایا کیا تم اسے اپنی پھوپھی کے لئے پسند کرتے ہو؟ اس نے کہا بالکل نہیں، اللہ کی قسم! یا رسول اللہ! اللہ مجھے آپ پر قربان کرے۔ حضورؐ نے فرمایا اور نہ ہی دوسرے لوگ اسے اپنی پھوپھیوں

۱۔ اخرجه الطبرانی فی الکبیر قال الهیثمی (ج ۱ ص ۱۵۵) وفیه عبدالحمید بن سلیمان وهو ضعیف

کے لئے پسند کرتے ہیں پھر آپ نے فرمایا کیا تم اسے اپنی خالہ کے لئے پسند کرتے ہو؟ اس نے کہا بالکل نہیں۔ اللہ کی قسم! یا رسول اللہ! اللہ مجھے آپ پر قربان کرے۔ حضورؐ نے فرمایا اور نہ ہی دوسرے لوگ اسے اپنی خالاؤں کے لئے پسند کرتے ہیں پھر حضورؐ نے اپنا ہاتھ اس پر رکھ کر یہ دعا مانگی اے اللہ! اس کے گناہ معاف فرما اور اس کے دل کو پاک فرما اور اس کی شرمگاہ کی حفاظت فرما۔ حضرت ابو امامہؓ فرماتے ہیں حضورؐ کے سمجھانے اور دعا فرمانے کے بعد اس جوان کی توجہ اس طرف سے بالکل ہٹ گئی۔[۱]

حضرت ابو امامہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ نبی کریم ﷺ جب کوئی بات ارشاد فرماتے تو اسے تین مرتبہ کہتے تاکہ سننے والے اچھی طرح سمجھ لیں۔[۲]

حضرت شعبی رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے مدینہ والوں کے واعظ حضرت ابن ابی سائب رحمۃ اللہ علیہ سے فرمایا تین کاموں میں میری بات مانو ورنہ میں تم سے سخت لڑائی کروں گی۔ حضرت ابن ابی سائبؒ نے عرض کیا وہ تین کام کیا ہیں؟ اے ام المومنین! میں آپ کی بات ضرور مانوں گا۔ حضرت عائشہؓ نے فرمایا پہلی بات یہ ہے کہ تم دعا میں بتکلف قافیہ بندی سے بچو کیونکہ حضور ﷺ اور آپ کے صحابہؓ اس طرح قصداً نہیں کیا کرتے تھے اور دوسری بات یہ ہے کہ ہفتہ میں ایک دفعہ لوگوں میں بیان کیا کرو اور زیادہ کرنا چاہو تو دو دفعہ ورنہ زیادہ سے زیادہ تین دفعہ کیا کرو اس سے زیادہ نہ کرو ورنہ لوگ (اللہ کی) اس کتاب سے اکتا جائیں گے اور تیسری بات یہ ہے کہ ایسا ہرگز نہ کرنا کہ تم کسی جگہ جاؤ اور وہاں والے آپس میں بات کر رہے ہوں اور تم ان کی بات کاٹ کر اپنا بیان شروع کر دو بلکہ انہیں اپنی بات کرنے دو اور جب وہ تمہیں موقع دیں اور کہیں تو پھر ان میں بیان کرو۔[۳]

حضرت شقیق بن سلمہ رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ ایک دن ہمارے پاس باہر تشریف لائے اور فرمایا مجھے خبر مل جاتی ہے کہ آپ لوگ باہر بیٹھے ہیں لیکن بعض دفعہ میں جان بوجھ کر آپ لوگوں کے پاس باہر نہیں آتا تاکہ میرے زیادہ بیانات اور زیادہ حدیثیں سنانے کی وجہ سے آپ لوگ اکتا نہ جائیں کیونکہ حضور ﷺ وعظ اور بیان میں ہمارا خیال فرماتے تھے تاکہ ہم اکتا نہ جائیں۔[۴] حضرت اعمش رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں کہ حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ کا ایک آدمی پر گزر ہوا جو ایک قوم میں وعظ کہہ رہا تھا۔ حضرت ابن مسعودؓ نے فرمایا اے وعظ و

۱۔ اخرجه احمد والطبرانی قال الهیثمی (ج ۱ ص ۱۲۹) رواه احمد والطبرانی فی الکبیر ورجاله رجال الصحیح ۲۔ اخرجه الطبرانی فی الکبیر واسناده حسن کما قال الهیثمی (ج ۱ ص ۱۲۹)
۳۔ اخرجه احمد قال الهیثمی (ج ۱ ص ۱۹۱) رواه احمد و رجاله رجال الصحیح و رواه ابویعلی بنحوه ۴۔ اخرجه ابن عبدالبر فی جامع العلم (ج ۱ ص ۱۰۵)

نصیحت کرنے والے! لوگوں کو (اللہ کی رحمت سے) ناامید نہ کرنا۔[۱]

حضرت علیؓ نے فرمایا کیا میں تمہیں دین کی سمجھ رکھنے والا حقیقی عالم نہ بتاؤں؟ یہ وہ عالم ہے جو لوگوں کو اللہ کی رحمت سے ناامید نہ کرے اور نہ اللہ تعالیٰ کی نافرمانی کی انہیں کھلی چھٹی دے اور نہ انہیں اللہ کی پکڑ سے بے خوف اور بے فکر ہونے دے اور نہ قرآن کے علاوہ کسی اور چیز میں ایسا لگے کہ قرآن چھوٹ جائے۔ اس عبادت میں خیر نہیں ہے جس میں دینی علم نہ ہو اور اس دینی علم میں خیر نہیں ہے جسے آدمی سمجھا نہ ہو یا جس کے ساتھ پرہیزگاری نہ ہو اور قرآن کی اس تلاوت میں کوئی خیر نہیں جس میں انسان قرآن کے معنی اور مطلب میں غور و فکر نہ کرے۔[۲]

حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں کہ حضور ﷺ نے حضرت معاذ بن جبل اور حضرت ابوموسیٰ رضی اللہ عنہما کو یمن بھیجا تو ان دونوں کو یہ ہدایات دیں کہ آپس میں ایک دوسرے سے تعاون کرنا اور ایک دوسرے کی بات ماننا اور لوگوں کو خوشخبریاں سنانا اور لوگوں کو مت بھگانا چنانچہ (یمن جا کر) حضرت معاذؓ نے لوگوں میں بیان فرمایا اور انہیں اسلام لانے کی اور دینی سمجھ حاصل کرنے کی اور قرآن پڑھنے پڑھانے کی ترغیب دی اور فرمایا میں تمہیں جنت والے اور دوزخ والے بتا دیتا ہوں۔ جب کسی آدمی کا بھلائی کے ساتھ ذکر ہو تو سمجھ لو کہ وہ جنت والوں میں سے ہے اور جب کسی کا برائی کے ساتھ ذکر ہو تو سمجھ لو وہ دوزخ والوں میں سے ہے۔[۳]

حضرت ابوسعید رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ نبی کریم ﷺ کے صحابہ کرامؓ جب آپس میں بیٹھا کرتے تھے تو ان کی باتیں دینی امور کے بارے میں ہی ہوتی تھیں یا پھر خود کوئی سورت پڑھتے یا کسی کو پڑھاتے۔[۴]

حضرت ابن عمرؓ فرماتے ہیں آدمی علم کے اعلیٰ مرتبہ پر اس وقت ہوگا جب اپنے سے اوپر والے سے حسد نہ کرے اور اپنے سے نیچے والے کو حقیر نہ سمجھے اور علم کے بدلہ میں کوئی قیمت نہ چاہے۔[۵]

حضرت عمر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں خود علم سیکھو اور لوگوں کو سکھاؤ اور علم کے لئے وقار اور سکون واطمینان سیکھو اور جس سے علم سیکھو اس کے سامنے بھی تواضع اختیار کرو اور جسے علم سکھاؤ اس کے سامنے بھی تواضع اختیار کرو اور متکبر عالم نہ بنو۔ اس طرح تمہارا جہل تمہارے علم کے سامنے نہیں

۱۔ عند الطبرانی فی الکبیر و رجاله رجال الصحیح ولکن الاعمش لم یدرک ابن مسعود کما قال الهیثمی (ج ۱ ص ۱۹۱) ۲۔ اخرجه ابن الفریس وابو نعیم فی الحلیة (ج ۱ ص ۷۷) وابن عساکر وغیرهم کذافی الکنز العمال (ج ۵ ص ۲۳۱) و اخرجه ابن عبدالبر فی جامع العلم (ج ۲ ص ۴۴) مرفوع نحوه ثم قال لایاتی هذا الحدیث مرفوعا الامن هذا الوجه واکثر هم یوقفو نه علی علی. انتهی ۳۔ اخرجه الطبرانی فی الاوسط قال الهیثمی (ج ۱ ص ۱۶۶) و رجاله موثقون ۴۔ اخرجه الحاکم (ج ۱ ص ۹۴) قال الحاکم هذا حدیث صحیح علی شرط مسلم و وافقه الذهبی۔ ۵۔ اخرجه ابو نعیم فی الحلیة (ج ۱ ص ۳۰۶)

ٹھہر سکے گا بلکہ ختم ہو جائے گا۔[۱]

حضرت علی رضی اللہ عنہ نے فرمایا (تمہیں سکھانے والے) عالم کا یہ حق ہے کہ تم اس سے سوال زیادہ نہ کرو اور اسے جواب دینے کی مشقت میں نہ ڈالو یعنی اسے مجبور نہ کرو اور جب وہ تم سے منہ دوسری طرف پھیر لے تو پھر اس پر اصرار نہ کرو اور جب وہ تھک جائے تو اس کے کپڑے نہ پکڑو اور نہ ہاتھ سے اس کی طرف اشارہ کرو اور نہ آنکھوں سے۔ اور اس کی مجلس کا کچھ نہ پوچھو اور اس کی لغزشیں تلاش نہ کرو اور اگر اس سے کوئی لغزش ہو جائے تو تم اس کا لغزش سے رجوع کا انتظار کرو اور جب وہ رجوع کر لے تو تم اسے قبول کر لو اور یہ بھی نہ کہو کہ فلاں نے آپ کی بات کے خلاف بات کہی ہے اور اس کے کسی راز کا افشاء نہ کرو اور اس کے پاس کسی کی غیبت نہ کرو اس کے سامنے اور اس کے پیٹھ پیچھے دونوں حالتوں میں اس کے حق کا خیال کرو اور تمام لوگوں کو سلام کرو لیکن اسے بھی خاص طور سے کرو اور اس کے سامنے بیٹھو اگر اسے کوئی ضرورت ہو تو دوسروں سے آگے بڑھ کر اس کی خدمت کرو اور اس کے پاس جتنا وقت بھی تمہارا گزر جائے تنگدل نہ ہونا کیونکہ یہ عالم کھجور کے درخت کی طرح ہے جس سے ہر وقت کسی نہ کسی فائدے کے حاصل ہونے کا انتظار رہتا ہے اور یہ عالم اس روزہ دار کے درجہ میں ہے جو اللہ کے راستہ میں جہاد کر رہا ہو جب ایسا عالم مر جاتا ہے تو اسلام میں ایسا شگاف پڑ جاتا ہے جو قیامت تک پر نہیں ہو سکتا اور آسمان کے ستر ہزار مقرب فرشتے طالب علم کے ساتھ (اکرام کے لئے) چلتے ہیں۔[۲]

حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ کی ام ولد باندی حضرت جمیلہ رحمۃ اللہ علیہا کہتی ہیں کہ جب حضرت ثابت بنانی رحمۃ اللہ علیہ حضرت انسؓ کی خدمت میں آتے تو حضرت انسؓ فرماتے اے لونڈیا! ذرا خوشبو لانا تاکہ میں اپنے ہاتھوں کو لگا لوں یہ ثابت کی ماں کا بیٹا یعنی خود حضرت ثابت، جب تک میرے دونوں ہاتھوں کو چوم نہیں لے گا اس وقت تک راضی نہیں ہوگا۔[۳]

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں میں حضرت عمر بن خطابؓ سے ایک بات پوچھنا چاہتا تھا لیکن ان کے رعب اور ہیبت کی وجہ سے میں ان سے دو سال تک نہ پوچھ سکا یہاں تک کہ کسی سفر حج یا سفر عمرہ میں حضرت عمرؓ کسی ضرورت کے لئے مر الظہران کی وادی میں اراک مقام پر اپنے ساتھیوں سے پیچھے رہ گئے اور مجھے تنہائی کا موقع مل گیا تو میں نے کہا اے امیر المؤمنین! میں آپ سے دو سال سے ایک بات پوچھنا چاہتا ہوں لیکن صرف آپ کی ہیبت کی وجہ

۱۔ اخرجه ابن عبدالبر في جامع العلم (ج ۱ ص ۱۳۵) و اخرجه احمد في الزهد والبيهقي وابن ابي شيبة وغيرهم كما في الكنز (ج ۵ ص ۲۲۸) وفي نقله علمكم بجهلكم.

۲۔ اخرجه المرهبي وابن عبدالبر في العلم كذافي الكنز (ج ۵ ص ۲۴۲) والمنتخب (ج ۴ ص ۴۷) و اخرجه الخطيب في الجامع عن علي بمعناه مختصرا كما في الكنز (ج ۵ ص ۲۲۹)

۳۔ اخرجه ابو يعلى قال الهيثمي (ج ۱ ص ۱۳۰) و جميلة هذه لم ارمن لم ترجمها.

سے نہ پوچھ سکا۔ انھوں نے فرمایا ایسا مت کرو۔ جب کسی بات کے مجھ سے پوچھنے کا ارادہ ہوا کرے تو فوراً پوچھ لیا کرو اگر مجھے وہ بات معلوم ہوگی تو میں تمہیں بتادوں گا ورنہ کہہ دوں گا مجھے معلوم نہیں۔ پھر تم اس آدمی سے پوچھ لینا جو اسے جانتا ہو۔ میں نے کہا وہ دو عورتیں کون ہیں جن کے بارے میں اللہ تعالیٰ نے (سورت تحریم میں) فرمایا ہے کہ وہ دونوں حضور ﷺ کے مقابلہ میں ایک دوسرے کی مددگار بنی تھیں حضرت عمرؓ نے فرمایا وہ حضرت عائشہ اور حضرت حفصہ رضی اللہ عنہما تھیں۔ اس کے بعد اور لمبی حدیث ذکر کی ہے۔۱

حضرت سعید بن مسیب رحمتہ اللہ علیہ کہتے ہیں میں نے حضرت سعد بن مالک رضی اللہ عنہ سے کہا میں آپ سے کچھ پوچھنا چاہتا ہوں لیکن آپ سے ڈر بھی لگتا ہے۔ حضرت سعدؓ نے کہا اے میرے بھتیجے! مجھ سے نہ ڈرو جب تمہیں معلوم ہو کہ وہ چیز مجھے معلوم ہے تو تم مجھ سے ضرور پوچھ لو۔ میں نے عرض کیا جب غزوۂ تبوک میں حضور ﷺ اپنے پیچھے حضرت علی رضی اللہ عنہ کو چھوڑ کر گئے تھے تو ان سے کیا فرمایا تھا؟ حضرت سعدؓ نے کہا حضورؐ نے فرمایا تھا اے علی! کیا تم اس بات پر راضی نہیں ہو کہ تم میرے لئے ایسے ہو جاؤ جیسے کہ حضرت ہارون علیہ السلام حضرت موسیٰ علیہ السلام کے لئے تھے (کوہ طور پر جاتے وقت حضرت موسیٰؑ حضرت ہارونؑ کو پیچھے چھوڑ گئے تھے)۲

حضرت عثمان بن عبداللہ بن موہبؒ کہتے ہیں حضرت جبیر بن مطعم رضی اللہ عنہ کا پانی کے ایک چشمہ پر گزر ہوا۔ اس چشمہ والوں نے ان سے میراث کے بارے میں پوچھا تو حضرت جبیرؓ نے فرمایا مجھے معلوم نہیں لیکن تم لوگ میرے ساتھ کسی کو بھیج دو میں معلوم کر کے اسے جواب بتادوں گا، چنانچہ چشمہ والوں نے ان کے ساتھ ایک آدمی بھیج دیا۔ حضرت جبیرؓ نے جا کر حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے اس کے بارے میں پوچھا۔ حضرت عمرؓ نے فرمایا جو عالم اور فقیہ بننا چاہتا ہے اسے ایسے ہی کرنا چاہئے جیسے کہ حضرت جبیر بن مطعمؓ نے کیا۔ ان سے ایسی بات پوچھی گئی جو انہیں معلوم نہیں تھی تو یوں کہہ دیا اللہ اعلم اللہ جانتے ہیں (میں نہیں جانتا)۳

حضرت مجاہدؒ کہتے ہیں کہ کسی نے حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے اولاد کی میراث کے بارے میں پوچھا حضرت ابن عمرؓ نے فرمایا مجھے معلوم نہیں۔ کسی نے ان سے کہا آپ اس کا جواب کیوں نہیں دیتے؟ انھوں نے فرمایا ابن عمر سے وہ چیز پوچھی گئی جو اسے معلوم نہیں اس نے کہہ دیا میں نہیں جانتا (ٹھیک تو کیا)۴ حضرت عروہ رضی اللہ عنہ کہتے ہیں حضرت ابن عمرؓ سے کسی چیز کے

۱۔ اخرجه ابن عبدالبر فی العلم (ج ۱ ص ۱۱۲)
۲۔ اخرجه ابن عبدالبر ایضا و اخرجه ابن سعد (ج ۳ ص ۲۴) عن سعید نحوه مع زیادات
۳۔ اخرجه ابن سعد كذافی الكنز (ج ۵ ص ۲۴۱)
۴۔ اخرجه ابن عبدالبر فی جامع العلم (ج ۲ ص ۵۲)

بارے میں پوچھا گیا تو انھوں نے فرمایا مجھے معلوم نہیں۔ جب وہ پوچھنے والا پشت پھیر کر چل پڑا تو حضرت ابن عمرؓ نے اپنے آپ سے کہا ابن عمر سے ایسی چیز پوچھی گئی جو اسے معلوم نہیں تو اس نے کہہ دیا مجھے معلوم نہیں۔[1]

حضرت عقبہ بن مسلم رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں کہ میں مسلسل چونتیس مہینے حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما کی صحبت میں رہا۔ کئی دفعہ ایسا ہوا کہ آپ سے کوئی چیز پوچھی جاتی تو آپ کہہ دیتے میں نہیں جانتا اور پھر میری طرف متوجہ ہو کر فرماتے کیا تم جانتے ہو یہ لوگ کیا چاہتے ہیں؟ یہ لوگ ہماری پشتوں کو جہنم تک جانے کے لئے پل بنانا چاہتے ہیں۔[2]

حضرت نافع رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں کہ حضرت ابن عمرؓ سے کسی نے ایک مسئلہ پوچھا۔ حضرت ابن عمرؓ نے اپنا سر جھکالیا اور کوئی جواب نہ دیا یہاں تک کہ لوگ یہ سمجھے کہ حضرت ابن عمرؓ نے اس کا سوال ہی نہیں سنا، اس لئے اس آدمی نے کہا اللہ آپ پر رحم فرمائے کیا آپ نے میرا سوال نہیں سنا؟ انھوں نے فرمایا سنا ہے لیکن شاید آپ لوگ یہ سمجھتے ہیں کہ آپ لوگ ہم سے جو کچھ پوچھ رہے ہیں اللہ تعالیٰ ہم سے اس کے بارے میں باز پرس نہیں کرے گا۔ اللہ تم پر رحم کرے ہمیں ذرا مہلت دو تا کہ ہم تمہارے سوال کے بارے میں سوچ لیں۔ اگر ہمیں اس کا کوئی جواب سمجھ میں آ گیا تو ہم تمہیں بتادیں گے اور اگر نہ آیا تو تمہیں بتادیں گے کہ ہمیں معلوم نہیں۔[3]

حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ نے فرمایا اے لوگو! جس آدمی سے ایسی بات پوچھی جائے جو اسے معلوم ہے تو وہ بتادے اور جسے معلوم نہیں ہے وہ کہہ دے اللہ زیادہ جانتا ہے (میں نہیں جانتا) کیونکہ یہ بھی علم میں سے ہے کہ جس بات کو آدمی نہیں جانتا اس کے بارے میں کہہ دے کہ اللہ زیادہ جانتا ہے خود اللہ تعالیٰ نے اپنے نبی کریم ﷺ کو ارشاد فرمایا ہے قل ما اسئلکم علیہ من اجر وما انامن المتکلفین (سورت ص آیت ۸۶) ترجمہ ''آپ کہہ دیجئے کہ میں تم سے اس قرآن (کی تبلیغ) پر نہ کچھ معاوضہ چاہتا ہوں اور نہ میں بناوٹ کرنے والوں سے ہوں۔[4]

حضرت عبداللہ بن بشیرؒ کہتے ہیں کہ حضرت علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ سے ایک مسئلہ پوچھا گیا تو انھوں نے فرمایا مجھے معلوم نہیں پھر فرمایا اس بول سے میرے جگر کو بہت زیادہ ٹھنڈک پہنچی ہے کہ مجھ سے ایسی بات پوچھی گئی جو مجھے معلوم نہیں اور میں نے کہہ دیا مجھے معلوم نہیں۔[5]

حضرت یحییٰ بن سعیدؒ کہتے ہیں کہ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے فرمایا جب کوئی عالم

۱۔ عن ابن سعد (ج ۴ ص ۱۴۴) ۲۔ اخرجه ابن عبدالبر في جامع العلم (ج ۲ ص ۵۴)
۳۔ اخرجه ابن سعد (ج ۴ ص ۱۶۸) ۴۔ اخرجه ابن عبدالبر في جامع العلم (ج ۲ ص ۵۱)
۵۔ اخرجه سعدان بن نصر كذافي الكنز (ج ۵ ص ۲۴۱) و اخرجه الدارمي عن ابي البختري وزاذان عن علي مقتصرا على قوله كمافي الكنز (ج ۵ ص ۲۴۳)

میں نہیں جانتا کہنا چھوڑ دیتا ہے تو سمجھ لو کہ وہ اپنی ہلاکت کی جگہ پر پہنچ گیا ہے۔ حضرت مالک رحمتہ اللہ علیہ کہتے ہیں کہ حضرت ابن عباسؓ فرمایا کرتے تھے کہ جب کوئی عالم میں نہیں جانتا کہنے سے چوک جائے تو سمجھ لو کہ وہ اپنی ہلاکت کی جگہ پر پہنچ گیا ہے۔[1]

حضرت مکحولؒ کہتے ہیں کہ حضرت عمرؓ لوگوں کو حدیثیں سناتے اور جب دیکھتے کہ یہ تھک گئے ہیں اور اکتا گئے ہیں تو انہیں پودے لگانے میں مشغول کر دیتے۔[2]

حضرت عبداللہ بن مصعبؒ کہتے ہیں کہ ایک دفعہ حضرت عمر بن خطابؓ نے فرمایا عورتوں کا مہر چالیس اوقیہ (ایک اوقیہ چالیس درہم کا ہوتا ہے) سے زیادہ مقرر نہ کرو چاہے ذی الغصہ قیس بن حصین حارثی (جیسے سردار) کی بیٹی کیوں نہ ہو جو اس سے زیادہ مقرر کرے گا میں وہ زائد رقم لے کر بیت المال میں جمع کر دوں گا۔ اس پر عورتوں کی صف میں سے ایک عورت کھڑی ہوئی جس کا قد لمبا تھا اور ناک چپٹی تھی اور اس نے کہا آپ کو ایسا کرنے کا اختیار نہیں ہے۔ حضرت عمر نے فرمایا کیوں؟ اس عورت نے کہا کیونکہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے وَإِنْ آتَيْتُمْ إِحْدَاهُنَّ قِنطَارًا فَلَا تَأْخُذُوا مِنْهُ شَيْئًا (سورت نساء آیت ۲۰) ترجمہ ''اور تم اس ایک کو انبار کا انبار مال دے چکے ہو تو تم اس میں سے کچھ بھی مت لو۔'' تو حضرت عمرؓ نے فوراً کہا عورت نے ٹھیک کہا مرد نے غلطی کی یعنی عمر نے۔[3]

حضرت محمد بن کعب قرظیؒ کہتے ہیں کہ ایک آدمی نے حضرت علیؓ سے کوئی مسئلہ پوچھا حضرت علیؓ نے اس کا کچھ جواب دیا اس آدمی نے کہا اے امیر المومنین! مسئلہ اس طرح نہیں ہے بلکہ اس طرح ہے حضرت علیؓ نے فوراً کہا تم نے ٹھیک کہا میری بات غلط تھی وَفَوْقَ كُلِّ ذِي عِلْمٍ عَلِيمٌ (سورت یوسف آیت ۷۶) ترجمہ ''اور ہر جاننے والے کے اوپر اس سے زیادہ جاننے والا ہوتا ہے۔''[4]

حضرت سعید بن مسیب رحمتہ اللہ علیہ کہتے ہیں کہ بعض دفعہ حضرت عمر بن خطاب اور حضرت عثمان بن عفانؓ کا آپس میں کسی مسئلہ میں اتنا جھگڑا ہو جاتا تھا کہ دیکھنے والا یوں سمجھتا تھا کہ اب شاید یہ دونوں کبھی آپس میں اکٹھے نہیں ہوں گے لیکن وہ دونوں جب اس مجلس سے اٹھتے تو ایسے لگتا کہ کوئی بات ہوئی ہی نہیں تھی بالکل ٹھیک ٹھاک ہوتے۔[5]

۱۔ اخرجه ابو داؤد فی تصنیفه لحدیث مالک کذافی جامع بیان العلم (ج ۲ ص ۵۴)
۲۔ اخرجه ابن السمعانی کذا فی الکنز (ج ۵ ص ۲۴۱)
۳۔ اخرجه ابن عبدالبر فی جامع العلم (ج ۱ ص ۱۳۱)
۴۔ اخرجه ابن عبدالبر فی جامعه و اخرجه ابن جریر بلفظه کمافی الکنز (ج ۵ ص ۲۴۱)
۵۔ اخرجه الخطیب فی رواۃ مالک کذافی الکنز (ج ۵ ص ۲۴۱)

آدمی کا اس وجہ سے علم کی مجلس میں آنا چھوڑ دینا تا کہ دوسرے لوگ علم حاصل کر سکیں

حضرت عقبہ بن عامر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ میں بارہ سواروں کی جماعت میں (اپنی بستی سے) چلا اور سفر کر کے مدینہ حضورؐ کی خدمت میں پہنچا۔ ہم آپؐ کے ہاں ٹھہر گئے میرے ساتھیوں نے کہا ہمارے اونٹ کون چرائے گا تا کہ (وہ تو ہمارے اونٹ لے کر چلا جائے اور فارغ ہو کر) ہم جا کر حضورؐ سے علم کی روشنی حاصل کر سکیں اور شام کو جب وہ اونٹ چرا کر واپس آئے گا تو ہم نے جو کچھ دن بھر میں حضورؐ سے سنا ہو گا وہ سب اسے بتا دیں گے؟ میں اونٹ چرانے کے لئے تیار ہو گیا اور چند دن اونٹ چراتا رہا پھر میں نے دل میں سوچا کہ کہیں میرا نقصان تو نہیں ہو رہا کیونکہ میرے ساتھی حضور ﷺ سے وہ حدیثیں سنتے ہیں جو میں نہیں سنتا اور آپؐ سے وہ کچھ سیکھ رہے ہیں جو میں نہیں سیکھ رہا چنانچہ ایک دن (میں اونٹ لے کر نہ گیا اور دوسرے ساتھی اپنے اپنے اونٹ لے کر گئے اور) میں مجلس میں حاضر ہوا تو میں نے ایک آدمی کو یہ کہتے ہوئے سنا کہ حضورؐ نے فرمایا جو پورا وضو کرے گا وہ اپنے گناہوں سے ایسے پاک صاف ہو جائے گا جیسے آج ہی اس کی ماں نے اسے جنا ہو۔ میں یہ فضیلت سن کر بہت خوش ہوا اور واہ واہ کرنے لگا۔ حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ نے کہا ارے میاں اگر تم اس سے پہلے والا کلام سن لیتے تو اور زیادہ حیران ہوتے میں نے کہا اللہ مجھے آپ پر قربان کرے ذرا مجھے وہ کلام تو سنا دیں۔ انھوں نے فرمایا کہ حضور ﷺ نے فرمایا کہ جو اس حال میں مرے کہ اللہ کے ساتھ کسی چیز کو شریک نہ ٹھہراتا ہو تو اللہ تعالیٰ اس کے لئے جنت کے سارے دروازے کھول دیں گے کہ جس سے چاہے داخل ہو جائے اور جنت کے آٹھ دروازے ہیں۔ اس کے بعد حضورؐ ہمارے پاس باہر تشریف لائے۔ میں آپؐ کے سامنے بیٹھ گیا لیکن آپؐ نے مجھ سے منہ پھیر لیا اور تین مرتبہ حضورؐ نے ایسے ہی فرمایا۔ جب آپؐ نے چوتھی مرتبہ بھی ایسے ہی کیا تو میں نے عرض کیا یا نبی اللہ! میرے ماں باپ آپ پر قربان ہوں آپ مجھ سے کیوں منہ پھیر رہے ہیں؟ اس پر آپؐ نے میری طرف متوجہ ہو کر فرمایا تمہیں ایک آدمی (کا مجلس میں آنا) زیادہ پسند ہے یا بارہ (کا) جب میں نے یہ منظر دیکھا تو میں اسی وقت اپنے ساتھیوں کے پاس واپس چلا گیا۔[۱]

حضرت عثمان بن ابی العاص رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ میں ثقیف کے وفد کے ساتھ حضور ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوا۔ ہم نے نبی کریم ﷺ کے دروازے پر اپنے نئے جوڑے پہنے

۱۔ اخرجه ابن عساکر کذافی الکنز (ج ۱ ص ۷۷) و اخرجه ابو نعیم فی الحلیة (ج ۹ ص ۳۰۷) نحوه

میرے ساتھیوں نے کہا ہماری سواریوں کو کون تھام کر رکھے گا؟ لیکن سب کو حضورؐ کی خدمت میں فوراً حاضری دینے کا شوق تھا اور کوئی بھی اس کام کے لئے ٹھہرنا نہیں چاہتا تھا۔ میں ان سب میں چھوٹا تھا میں نے کہا اگر آپ لوگ چاہیں تو میں سواریوں کے لئے یہاں ٹھہرنے کے لئے تیار ہوں لیکن شرط یہ ہے کہ جب آپ لوگ اندر سے باہر آجائیں تو پھر آپ لوگوں کو میری سواری کی وجہ سے یہاں رکنا ہوگا۔ انھوں نے کہا ٹھیک ہے اور وہ سب اندر حضورؐ کی خدمت میں چلے گئے اور وہاں سے فارغ ہو کر باہر واپس آئے اور کہنے لگے آؤ چلیں میں نے کہا، کہاں؟ تمہارے گھر، میں نے کہا میں نے اپنے گھر سے اتنا سفر کیا لیکن جب نبی کریم ﷺ کے دروازے پر پہنچا تو حضورؐ کی خدمت میں حاضری دیئے بغیر میں واپس چلا جاؤں حالانکہ آپ لوگوں نے مجھ سے وعدہ کیا تھا جیسے کہ آپ لوگوں کو معلوم ہے۔ اس پر ساتھیوں نے کہا اچھا جلدی کرو ہم حضورؐ سے ہر بات پوچھ آئے ہیں تمہیں اب کچھ پوچھنے کی ضرورت نہیں۔ چنانچہ میں حضورؐ کی خدمت میں حاضر ہوا اور عرض کیا یا رسول اللہ! آپ میرے لئے اللہ سے دعا فرمادیں کہ مجھے علم اور دین کی سمجھ عطا فرمادے۔ حضورؐ نے فرمایا تم نے کیا کہا؟ میں نے اپنی درخواست دوبارہ پیش کی تو حضورؐ نے فرمایا تم نے ایسی فرمائش کی ہے کہ ویسی تمہارے ساتھیوں میں سے کسی نے نہیں کی۔ جاؤ اب تم ہی اپنے ان ساتھیوں کے بھی امیر ہو اور تمہاری قوم میں سے جو بھی تمہارے پاس آئے تم اس کے امیر ہو۔ آگے اور حدیث بھی ذکر کی ہے۔[۱] دوسری مختصر روایت میں یہ ہے کہ میں حضورؐ کی خدمت میں حاضر ہوا۔ حضورؐ کے پاس ایک قرآن رکھا ہوا تھا وہ میں نے حضورؐ سے مانگا حضورؐ نے مجھے عطا فرمادیا۔

علم کا پڑھنا پڑھانا اور علم کو آپس میں دہرانا اور کن چیزوں کا پوچھنا مناسب ہے اور کن کا مناسب نہیں

حضرت انس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ ہم لوگ نبی کریم ﷺ کے پاس بیٹھے ہوتے تھے اور کبھی ہماری تعداد ساٹھ تک بھی ہو جاتی تھی۔ حضورؐ ہم لوگوں میں حدیث بیان فرماتے پھر اپنی کسی ضرورت سے اندر تشریف لے جاتے ہم لوگ بیٹھ کر اسے آپس میں اتنا دہراتے کہ جب وہاں سے اٹھتے تو وہ حدیث ہمارے دل میں پختہ ہو چکی ہوتی۔[۲]

حضرت ابو موسیٰ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ نبی کریم ﷺ جب فجر کی نماز پڑھ لیتے تو ہم

۱۔ اخرجه الطبراني قال الهيثمي (ج ۹ ص ۳۷۱) رواه الطبراني و رجاله رجال الصحيح غير حكيم بن حكيم بن عباده قدوثق ۲۔ اخرجه ابو يعلى قال الهيثمي (ج ۱ ص ۱۶۱) وفيه يزيد الرقاشي وهو ضعيف

سب آپ کی طرف متوجہ ہو جاتے۔ہم میں سے کوئی آپؐ سے قرآن کے بارے میں کوئی فرائض کے بارے میں اور کوئی خواب کی تعبیر پوچھتا۔[1]

حضرت فضالہ بن عبید رضی اللہ عنہ کے پاس جب ان کے ساتھی آیا کرتے تو ان سے فرمایا کرتے کہ مل کر پڑھا کرو، بشارتیں سنایا کرو اور (علم کو) بڑھاؤ اللہ تعالیٰ تمہاری خیر کو بڑھائے اور تم سے محبت کرے اور جو تم سے محبت کرتا ہے اس سے بھی محبت کرے اور مسائل کو ہمارے سامنے دہراتے رہا کرو کیونکہ مسائل کے آخری حصے کا ثواب پہلے حصے کی طرح ہے اور اپنی گفتگو میں استغفار شامل کرلیا کرو۔[2]

حضرت ابونضرہ رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں کہ میں نے حضرت ابوسعیدؓ کی خدمت میں عرض کیا کہ آپ ہمیں حدیثیں لکھ کر دے دیں۔فرمایا ہرگز لکھ کر نہیں دیں گے، ہم ہرگز حدیث کو قرآن نہیں بنائیں گے بلکہ تم ہم سے حدیثیں ایسے لو جیسے ہم نے نبی کریم ﷺ سے (بغیر لکھے ہوئے زبانی) لی تھیں اور حضرت ابوسعیدؓ یہ بھی فرمایا کرتے تھے کہ حدیثیں آپس میں دہرایا کرو کیونکہ اس طرح پختہ یاد ہو جاتی ہیں۔[3] حضرت ابوسعیدؓ نے فرمایا حدیثوں کا آپس میں مذاکرہ کرتے رہا کرو اس سے حدیثیں اچھی طرح یاد ہو جاتی ہیں۔[4] حضرت علیؓ نے فرمایا حدیثوں کا آپس میں مذاکرہ کرتے رہا کرو کیونکہ اگر تم ایسا نہیں کرو گے تو تمام حدیثیں بھول جاؤ گے۔[5] ابن عبدالبر کی روایت کے شروع میں یہ بھی ہے کہ آپس میں ایک دوسرے سے ملتے رہا کرو۔

حضرت ابن مسعودؓ نے فرمایا حدیثوں کا آپس میں مذاکرہ کرتے رہو کیونکہ مذاکرہ کرنے سے حدیثیں زندہ رہتی ہیں یعنی یاد رہتی ہیں۔[6] حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ نے فرمایا علم کا پڑھنا پڑھانا نفل نماز کا ثواب دلاتا ہے اور حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے فرمایا رات کے کچھ حصے میں علم کا آپس میں مذاکرہ کرنا مجھے رات بھر عبادت کرنے سے زیادہ محبوب ہے۔[7]

حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں کہ حضرت عمر بن خطابؓ نے حضرت علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ سے فرمایا اے ابوحسن! کئی مرتبہ آپ حضور کی مجلس میں موجود ہوتے تھے اور ہم غائب ہوتے تھے اور کبھی ہم موجود ہوتے تھے اور آپ غیر حاضر۔تین باتیں میں آپ سے پوچھنا

۱۔ اخرجه الطبرانی فی الکبیر قال الهیثمی (ج ۱ ص ۱۵۹) وفیه محمد بن عمر الرومی ضعفه ابو داؤد و ابو زرعة ووثقه ابن حبان. اھ ۲۔ اخرجه الطبرانی فی الکبیر قال الهیثمی (ج ۱ ص ۱۶۱) و رجاله موثقون ۳۔ اخرجه الطبرانی فی الاوسط قال الهیثمی (ج ۱ ص ۱۶۱) و رجاله رجال الصحیح ۴۔ اخرجه الحاکم (ج ۱ ص ۹۴) و ابن عبدالبر فی جامع العلم (ج ۱ ص ۱۱۱) ۵۔ اخرجه الحاکم (ج ۱ ص ۹۵) و اخرجه ابن ابی شیبة کمافی جامع العلم (ج ۱ ص ۱۰۱) عن علی مثله ۶۔ اخرجه الحاکم (ج ۱ ص ۹۵)
۷۔ عند ابن عبدالبر فی العلم (ج ۱ ص ۲۲)

چاہتا ہوں کیا آپ کو وہ معلوم ہیں؟ حضرت علیؓ نے فرمایا وہ تین باتیں کیا ہیں؟ حضرت عمرؓ نے فرمایا ایک آدمی کو ایک آدمی سے محبت ہوتی ہے، حالانکہ اس نے اس میں کوئی خیر کی بات نہیں دیکھی ہوتی اور ایک آدمی کو ایک آدمی سے دوری ہوتی ہے حالانکہ اس نے اس میں کوئی بری بات نہیں دیکھی ہوتی اس کی کیا وجہ ہے؟ حضرت علیؓ نے فرمایا ہاں اس کا جواب مجھے معلوم ہے۔ حضورؐ نے فرمایا ہے کہ انسانوں کی روحیں ازل میں ایک جگہ اکٹھی رکھی ہوئی ہیں وہاں وہ ایک دوسرے کے قریب آ کر آپس میں ملتی ہیں جن میں وہاں آپس میں تعارف ہوگیا ان میں یہاں دنیا میں الفت ہو جاتی ہے اور جن میں وہاں اجنبیت رہی وہ یہاں دنیا میں ایک دوسرے سے الگ رہتے ہیں۔ حضرت عمرؓ نے فرمایا یہ ایک بات کا جواب مل گیا۔ دوسری بات یہ ہے کہ آدمی حدیث بیان کرتا ہے کبھی اسے بھول جاتا ہے کبھی یاد آ جاتی ہے اس کی کیا وجہ ہے؟ حضرت علیؓ نے فرمایا میں نے حضور ﷺ کو یہ ارشاد فرماتے ہوئے سنا کہ جیسے چاند کا بادل ہوتا ہے ایسے دل کے لئے بھی بادل ہے۔ چاند خوب چمک رہا ہوتا ہے بادل اس کے سامنے آ جاتا ہے تو اندھیرا ہو جاتا ہے اور جب بادل ہٹ جاتا ہے چاند پھر چمکنے لگتا ہے۔ ایسے ہی آدمی ایک حدیث بیان کرتا ہے وہ بادل اس پر چھا جاتا ہے تو وہ حدیث بھول جاتا ہے اور جب اس سے وہ بادل ہٹ جاتا ہے تو اسے وہ حدیث یاد آ جاتی ہے۔ حضرت عمرؓ نے فرمایا دو باتوں کا جواب مل گیا تیسری بات یہ ہے کہ آدمی خواب دیکھتا ہے تو کوئی خواب سچا ہوتا ہے کوئی جھوٹا۔ اس کی کیا وجہ ہے؟ حضرت علیؓ نے فرمایا جی ہاں اس کا جواب بھی مجھے معلوم ہے۔ میں نے حضور ﷺ کو یہ فرماتے ہوئے سنا کہ جو بندہ یا بندی گہری نیند سو جاتا ہے تو اس کی روح کو عرش تک چڑھایا جاتا ہے جو روح عرش پر پہنچ کر جاگتی ہے اس کا خواب تو سچا ہوتا ہے اور جو اس سے پہلے جاگ جاتی ہے اس کا خواب جھوٹا ہوتا ہے۔ حضرت عمرؓ نے فرمایا میں ان تین باتوں کی تلاش میں ایک عرصہ سے لگا ہوا تھا اللہ کا شکر ہے کہ میں نے مرنے سے پہلے ان کو پالیا۔[1]

حضرت ابراہیم تیمی رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں کہ ایک دن حضرت عمر بن خطابؓ تنہائی میں بیٹھے ہوئے تھے اور اپنے دل میں کچھ سوچ رہے تھے پھر آدمی بھیج کر حضرت ابن عباسؓ کو بلایا۔ جب وہ آ گئے تو ان سے فرمایا اس امت میں کیسے اختلاف ہو سکتا ہے جب کہ ان کی کتاب ایک ہے اور ان کا نبی ایک ہے اور ان کا قبلہ ایک ہے؟ حضرت ابن عباسؓ نے کہا اے امیر المومنین! ہم پر قرآن نازل ہوا ہم نے اسے پڑھا اور ہمیں معلوم ہے کہ قرآن کی یہ آیت کس کے بارے میں نازل ہوئی

---

۱ ۔ اخرجه الطبرانی فی الاوسط قال الهيثمی (ج ۱ ص ۱۶۳) وفيه ازهر بن عبدالله قال العقيلی حديثه غير محفوظ عن ابن عجلان وهذا الحديث يعرف من حديث اسرائيل عن ابی اسحاق عن الحارث عن علی موقوفا وبقية رجاله موثقون. انتهى

ہے لیکن ہمارے بعد کے لوگ قرآن تو پڑھیں گے لیکن انہیں یہ نہیں معلوم ہوگا کہ یہ آیت کس بارے میں نازل ہوئی ہے اس طرح ہر جماعت کی اس بارے میں الگ الگ رائے ہوگی۔ جب ہر جماعت کی الگ الگ رائے ہوگی تو ان میں اختلاف ہو جائے گا اور جب ان میں آپس میں اختلاف ہو جائے گا تو پھر آپس میں لڑ پڑیں گے۔ یہ سن کر حضرت عمرؓ ان پر برسے اور انہیں خوب ڈانٹا۔ حضرت ابن عباسؓ واپس چلے گئے لیکن حضرت ابن عباسؓ نے جو بات کہی تھی وہ بعد میں حضرت عمرؓ کو سمجھ آ گئی تو انہیں بلایا اور ان سے فرمایا وہ اپنی بات ذرا دوبارہ کہنا۔[1]

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں کہ ایک مرتبہ حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ نے فرمایا آج رات میں نے ایک آیت پڑھی جس کی وجہ سے مجھے ساری رات نیند نہیں آئی۔ وہ آیت یہ ہے اَیَوَدُّ اَحَدُکُمْ اَنْ تَکُوْنَ لَهٗ جَنَّةٌ مِّنْ نَّخِیْلٍ وَّ اَعْنَابٍ الآیۃ (سورت بقرہ آیت ۲۶۶) ترجمہ ''بھلا تم میں سے کسی کو یہ بات پسند ہے کہ اس کا ایک باغ ہو کھجوروں کا اور انگوروں کا۔ اس کے (درختوں کے) نیچے نہریں چلتی ہوں اس شخص کے یہاں اس باغ میں اور بھی ہر قسم کے (مناسب) میوے ہوں اور اس شخص کا بڑھاپا آ گیا ہو اور اس کے اہل و عیال بھی ہوں جن میں (کمانے کی) قوت نہیں۔ سو اس باغ پر ایک بگولا آوے جس میں آگ (کا مادہ) ہو پھر وہ باغ جل جاوے'' میں ساری رات یہ سوچتا رہا کہ اللہ تعالیٰ اس آیت میں کیا کہنا چاہتے ہیں اس سے مراد کیا ہے؟ ایک آدمی نے کہا اللہ زیادہ جانتے ہیں۔ حضرت عمرؓ نے فرمایا یہ تو میں بھی جانتا ہوں کہ اللہ زیادہ جانتے ہیں لیکن میں اس لئے پوچھ رہا ہوں کہ اگر آپ لوگوں میں سے کسی کو کچھ معلوم ہے یا اس نے اس بارے میں کچھ سن رکھا ہے تو وہ بتادے اور لوگ تو خاموش رہے لیکن میں نے دھیمی آواز سے کچھ کہا اس پر حضرت عمرؓ نے مجھ سے فرمایا کہو اے میرے بھتیجے! کہو اپنے آپ کو اتنا کم درجہ کا نہ سمجھو میں نے کہا اس مثال سے مراد عمل ہے انھوں نے فرمایا عمل مراد لینے کی کیا دلیل ہے؟ میں نے کہا (دلیل تو کوئی نہیں ہے لیکن) میرے دل میں یہ بات آئی ہے جو میں نے کہہ دی ہے۔ اس پر حضرت عمرؓ مجھے چھوڑ کر خود تفسیر کرنے لگے اور فرمایا اے میرے بھتیجے! تم نے ٹھیک کہا واقعی اس سے عمل ہی مراد ہے۔ ابن آدم جب بوڑھا ہو جاتا ہے اور اس کے اہل و عیال زیادہ ہو جاتے ہیں تو اسے اپنے باغ کی بہت زیادہ ضرورت ہوتی ہے۔ ایسے ہی قیامت کے دن اسے عمل کی سب سے زیادہ ضرورت ہوگی۔ اے میرے بھتیجے! تم نے بالکل ٹھیک کہا۔[2]

۱۔ اخرجه سعید ابن منصور و البیهقی و الخطیب فی الجامع کذافی الکنز (ج ۱ ص ۲۲۸)

۲۔ اخرجه عبد بن حمید وابن المنذر و اخرجه ایضا ابن المبارک وابن جریر و ابن ابی حاتم والحاکم. بمعناه مختصرا کمافی الکنز (ج ۱ ص ۲۳۴) و صححه الحاکم (ج ۳ ص ۵۴۲) علی شرط الشیخین

حضرت ابن عباسؓ فرماتے ہیں کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ مجھے غزوۂ بدر میں شریک ہونے والے بڑے بوڑھوں کے ساتھ اپنی مجلس میں شریک فرمایا کرتے تھے۔ ایک مرتبہ ان سے حضرت عبدالرحمٰن بن عوف رضی اللہ عنہ نے کہا آپ اس نوجوان کو ہمارے ساتھ شریک کرتے ہیں حالانکہ اس جتنے تو ہمارے بیٹے ہیں؟ حضرت عمرؓ نے فرمایا یہ ان لوگوں میں سے ہے جن کو تم جانتے ہو۔ ایک دن حضرت عمرؓ نے انہیں بھی بلایا اور مجھے بھی بلایا۔ میں سمجھ گیا کہ مجھے صرف اس لئے بلایا ہے تاکہ وہ لوگ میری (علمی) حیثیت دیکھ لیں اور فرمایا آپ لوگ اللہ تعالیٰ کے اس فرمان کے بارے میں کیا کہتے ہیں اور پھر (إِذَا جَاءَ نَصْرُ اللّٰهِ وَالْفَتْحُ سے لے کر آخر تک ساری سورت پڑھی۔ ترجمہ ''اے محمدﷺ) جب خدا کی مدد اور (مکہ کی) فتح (مع اپنے آثار کے) آپہنچے (یعنی واقع ہو جائے) اور (آثار جو اس پر متفرع ہونے والے ہیں کہ) آپ لوگوں کو اللہ کے دین (یعنی اسلام) میں جوق در جوق داخل ہوتا ہوا دیکھ لیں تو اپنے رب کی تسبیح وتحمید کیجئے اور اس سے استغفار کی درخواست کیجئے وہ بڑا توبہ قبول کرنے والا ہے۔''

ان میں سے کسی نے کہا اللہ نے ہمیں اس بات کا حکم دیا ہے کہ جب اللہ کی مدد آجائے اور ہمیں فتح نصیب ہو جائے تو ہم اس کی تعریف کریں اور اس سے مغفرت طلب کریں اور کسی نے کہا ہمیں معلوم نہیں۔ بعضوں نے کچھ نہیں کہا بلکہ خاموش رہے پھر حضرت عمرؓ نے مجھ سے فرمایا اے ابن عباس! کیا تم بھی ایسے ہی کہتے ہو؟ میں نے کہا نہیں انہوں نے فرمایا پھر تم کیا کہتے ہو؟ میں نے کہا اس میں حضورﷺ کے دنیا سے تشریف لے جانے کی طرف اشارہ ہے اللہ تعالیٰ نے حضورؐ کو بتایا ہے کہ جب اللہ کی مدد آجائے اور مکہ فتح ہو جائے اور تم لوگوں کو دیکھ لو تو یہ آپ کے دنیا سے جانے کے قریب آنے کی نشانی ہے، لہٰذا آپ اپنے رب کی تسبیح وتحمید کیجئے اور اس سے مغفرت طلب کیجئے وہ بڑا توبہ قبول کرنے والا ہے پھر حضرت عمرؓ نے فرمایا مجھے بھی اس سورت کے بارے میں اتنا ہی معلوم ہے جتنا تمہیں معلوم ہے۔[1]

حضرت ابن عباسؓ فرماتے ہیں کہ میں نے حضرت عمر بن خطابؓ سے اللہ تعالیٰ کے اس فرمان کے بارے میں پوچھا يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا لَا تَسْأَلُوا عَنْ أَشْيَاءَ إِنْ تُبْدَ لَكُمْ تَسُؤْكُمْ (سورت مائدہ آیت ۱۰۱) ترجمہ ''اے ایمان والو! ایسی (فضول) باتیں مت پوچھو کہ اگر تم سے ظاہر کردی جاویں تو تمہاری ناگواری کا سبب ہو'' حضرت عمرؓ نے فرمایا کچھ مہاجرین کو اپنے نسب

---

[1] اخرجه سعيد بن منصور وابن سعيد وابو يعلى وابن جرير وابن المنذر والطبراني وابن مردويه وابو نعيم والبيهقي معافي الدلائل كذافي الكنز (ج ۱ ص ۲۷۶) واخرجه ابو نعيم في الحلية (ج ۱ ص ۳۱۷) نحوه واخرجه الحاكم (ج ۳ ص ۵۳۹) عن ابن عباس قال كان عمرؓ ليلني مع اصحاب النبيﷺ فقال له عبدالرحمن بن عوف اتساله فذكره نحوه مختصرا ثم قال هذا حديث صحيح على شرط الشيخين ووافقه الذهبي

میں کچھ شبہ تھا ایک دن یہ لوگ آپس میں کہنے لگے اللہ کی قسم! ہمارا دل چاہتا ہے کہ ہمارے نسب کے بارے میں اللہ تعالیٰ کچھ قرآن نازل فرما دیں تو کیا ہی اچھا ہو۔ اس پر اللہ تعالیٰ نے یہ آیت نازل فرمائی جو تم نے ابھی پڑھی تھی پھر حضرت عمرؓ نے مجھ سے فرمایا تمہارے یہ ساتھی یعنی حضرت علی بن ابی طالبؓ اگر امیر بن گئے تو یہ زاہد تو ہوں گے لیکن مجھے خود بینی کا ڈر ہے کہ کہیں اس میں مبتلا نہ ہو جائیں۔ میں نے کہا اے امیر المومنین! ہمارے ساتھی (کے فضائل اور درجے) کو تو آپ جانتے ہیں اللہ کی قسم! آپ کیا فرما رہے ہیں؟ (حضور ﷺ کے دنیا سے تشریف لے جانے کے بعد) ان میں کوئی تبدیلی نہیں آئی اور جتنے دن وہ حضورؐ کے ساتھ رہے کبھی حضورؐ کو ناراض نہیں کیا۔ حضرت عمرؓ نے فرمایا حضرت فاطمہؓ کے ہوتے ہوئے حضرت علیؓ نے ابو جہل کی بیٹی کو شادی کا پیغام دینا چاہا تھا جس پر حضورؐ کو گرانی ہوئی تھی۔ میں نے کہا اللہ تعالیٰ نے حضرت آدمؑ کی نافرمانی کے قصے میں فرمایا ہے وَلَمْ نَجِدْ لَهُ عَزْمًا (سورت طٰہٰ آیت ۱۱۵) ترجمہ "ہم نے (اس حکم کے اہتمام میں) ان میں پختگی (اور ثابت قدمی) نہ پائی۔ ایسے ہی ہمارے ساتھی نے حضور ﷺ کو ناراض کرنے میں پختگی نہ دکھائی (بلکہ جونہی پتہ چلا کہ یہ کام حضور ﷺ کو پسند نہیں ہے انہوں نے فوراً اس ارادہ کو چھوڑ دیا) اور یہ تو دل کے وہ خیالات ہیں جن کے آنے کو کوئی روک نہیں سکتا اور اللہ کے دین کی سمجھ رکھنے والے فقیہ اور اللہ کے احکام کے جاننے والے عالم سے بھی کبھی لغزش ہو جاتی ہے، لیکن جب اسے اس پر متنبہ کیا جائے تو فوراً اسے چھوڑ کر اللہ کی طرف رجوع کر لیتا ہے۔ حضرت عمرؓ نے فرمایا اے ابن عباس! جو یہ چاہتا ہے کہ تمہارے (علوم کے) سمندروں میں گھس کر تمہارے ساتھ غوطہ لگائے اور گہرائی تک جا پہنچے وہ ایسا کام کرنا چاہتا ہے جو اس کے بس میں نہیں (یعنی تم نے اپنے دلائل سے مجھے لاجواب کر دیا ہے)۔[1]

حضرت سعد بن ابی وقاصؓ فرماتے ہیں کہ میں حضرت عبداللہ بن عمرؓ کے پاس بیٹھا ہوا تھا کہ اتنے میں سامنے سے مقصورہ والے حضرت خبابؓ ظاہر ہوئے اور کہنے لگے اے عبداللہ بن عمر! کیا آپ نے وہ حدیث سنی ہے جو حضرت ابو ہریرہؓ بیان کر رہے ہیں؟ وہ کہہ رہے ہیں کہ میں نے حضور ﷺ کو یہ فرماتے ہوئے سنا کہ جو گھر سے ہی جنازہ کے ساتھ چلے اور اس کی نماز جنازہ پڑھے اور پھر دفن تک اس کے پیچھے رہے اس کو دو قیراط اجر ملے گا۔ ایک قیراط احد پہاڑ کے برابر ہوتا ہے اور جو نماز جنازہ پڑھ کر واپس آ جائے اس کو احد پہاڑ کے برابر اجر ملے گا یعنی ایک قیراط اجر ملے گا۔ حضرت ابن عمرؓ نے حضرت خباب کو حضرت عائشہؓ کے پاس بھیج دیا کہ ان سے حضرت ابو ہریرہؓ کی اس حدیث کے بارے میں پوچھو اور وہ جو جواب دیں وہ آ کر بتاؤ پھر حضرت ابن عمرؓ ایک مٹھی مسجد کی کنکریاں لے کر ہاتھ میں الٹ پلٹ کرتے رہے یہاں تک کہ وہ قاصد یعنی حضرت خباب واپس آ گئے اور آ کر بتایا کہ حضرت عائشہؓ فرما رہی ہیں کہ حضرت ابو ہریرہؓ نے ٹھیک کہا ہے تو ہاتھ

---

[1] اخرجه الزبير بن بكار في الموفقيات كذافي المنتخب (ج ۵ ص ۲۲۹)

میں جو کنکریاں تھیں انہیں حضرت ابن عمرؓ نے زمین پر پھینک کر کہا پھر تو ہم نے اجر وثواب کے بہت سے قیراط کھو دیئے۔[1] حاکم کی روایت میں اس کے بعد یہ بھی ہے کہ حضرت ابو ہریرہؓ نے فرمایا کہ ہمیں نہ تو زمینداره کی مشغولی تھی اور نہ بازار کے کاروبار اور تجارت کی۔ جس کی وجہ سے ہمیں حضور ﷺ کو چھوڑ کر جانا پڑتا ہو۔ میری چاہت تو بس اتنی تھی کہ حضور ﷺ مجھے یا تو کوئی کلمہ اور بات سکھا دیں یا کھانے کا کوئی لقمہ کھلا دیں اس پر حضرت ابن عمرؓ نے فرمایا اے ابو ہریرہ! واقعی تم ہم سب سے زیادہ حضور کو چمٹے رہتے تھے اسی وجہ سے تم ہم سب سے زیادہ حضور کی حدیثوں کو جاننے والے ہو۔[2]

حضرت ابن عباسؓ فرماتے ہیں کہ میں نے حضور ﷺ کے صحابہ سے بہتر کوئی قوم نہیں دیکھی کہ انہوں نے حضور کی وفات تک حضورؐ سے صرف تیرہ مسئلے ہی پوچھے جن کا قرآن میں ان الفاظ کے ساتھ ذکر ہے یَسْئَلُوْنَکَ عَنِ الشَّهْرِ الْحَرَامِ ' وَ يَسْئَلُوْنَکَ عَنِ الْخَمْرِ وَ الْمَيْسِرِ وَيَسْئَلُوْنَکَ عَنِ الْيَتٰمٰى ' وَ يَسْئَلُوْنَکَ عَنِ الْمَحِيْضِ ' وَ يَسْئَلُوْنَکَ عَنِ الْاَنْفَالِ (صحابہ آپ سے قابل احترام مہینے' شراب اور جوئے' یتیموں' حیض اور مال غنیمت کے بارے میں پوچھتے ہیں) ویسئلونک ماذا ینفقون (صحابہ آپ سے پوچھتے ہیں کہ وہ کیا خرچ کریں) اور وہ صرف اپنے فائدہ کی بات ہی پوچھا کرتے تھے۔ حضرت ابن عباسؓ نے یہ بھی فرمایا بیت اللہ کا سب سے پہلے فرشتوں نے طواف کیا تھا اور حجر اسود اور رکن یمانی کے درمیان کئی نبیوں کی قبریں ہیں۔ جب کسی نبی کو اس کی قوم بہت زیادہ تکلیف دینے لگتی تو وہ انہیں چھوڑ کر بیت اللہ کے پاس آجاتا تو پھر وفات تک یہاں ہی اللہ کی عبادت کرتا رہتا۔[3]

حضرت عائشہؓ فرماتی ہیں کہ انصار کی عورتیں بہت اچھی ہیں دینی مسئلہ پوچھنے اور دین کی سمجھ حاصل کرنے میں حیا نہیں کرتی ہیں۔[4]

حضرت ام سلیمؓ فرماتی ہیں کہ میں حضور ﷺ کی زوجہ محترمہ حضرت ام سلمہؓ کی پڑوسن تھی۔ میں نے (ان کے گھر میں جا کر) عرض کیا یا رسول اللہ! ذرا یہ بتائیں کہ جب کوئی عورت خواب میں یہ دیکھے کہ اس کے خاوند نے اس سے صحبت کی ہے تو کیا اسے غسل کرنا پڑے گا؟ یہ سن کر حضرت ام سلمہؓ نے کہا اے ام سلیم! تمہارے ہاتھ خاک آلود ہوں تم نے تو اللہ کے رسولؐ کے سامنے عورتوں کو رسوا کر دیا۔ میں نے کہا اللہ تعالیٰ حق بات بیان کرنے سے حیا نہیں کرتے۔ ہمیں جب کسی مسئلہ میں مشکل پیش آئے تو اسے نبی کریم ﷺ سے پوچھ لینا اس سے بہتر ہے کہ ہم ایسے ہی اندھیرے

۱۔ اخرجه مسلم عن عامر بن سعد بن ابی وقاص حدثه عن ابيه كذافي الترغيب (ج ۵ ص ۳۰۲) واخرجه الحاكم (ج ۳ ص ۵۱۰) عن الوليد بن عبدالرحمان بسياق آخر بمعناه

۲۔ وبهذا السياق اخرجه ابن سعد (۴ ص ۳۳۲) عن الوليد الاانه لم يذكر قول ابن عمر قال الحاكم هذا حديث صحيح الاسنادولم يخرجاه

۳۔ اخرجه الطبراني في الكبير قال الهيثمي (ج ۱ ص ۱۵۸) وفيه عطاء بن السائب وهو ثقة ولكنه اختلط بقية رجاله ثقات. انتهى واخرجه البزار كما في الاتقان

۴۔ اخرجه ابن عبدالبر في العلم (ج ۱ ص ۸۸)

میں ہیں۔ پھر حضورؐ نے فرمایا اے ام سلیم! تمہارے ہاتھ خاک آلود ہوں اگر اسے (کپڑوں پر یا جسم پر) پانی نظر آئے تو اسے غسل کرنا پڑے گا۔ حضرت ام سلمہؓ نے کہا کیا عورت کا بھی پانی ہوتا ہے؟ حضورؐ نے فرمایا تو پھر بچہ ماں کے کیسے مشابہ ہو جاتا ہے؟ یہ عورتیں مزاج اور طبیعت میں مردوں جیسی ہیں۔[1]

حضرت سعدؓ فرماتے ہیں کہ حضورﷺ کوئی بات ارشاد فرما دیتے تو بعض لوگ ایک دوسرے سے اس کے بارے میں بہت زیادہ سوالات کرتے اور پھر حضورؐ سے پوچھنے لگ جاتے جب پوچھنا شروع کرتے تو اس وقت تو وہ چیز حلال ہوتی لیکن وہ حضورؐ سے اس کے بارے میں اتنے سوالات کرتے کہ آخر وہ چیز اللہ کی طرف سے حرام کر دی جاتی۔[2]

حضرت جابرؓ فرماتے ہیں کہ لعان کی آیتیں زیادہ سوالات کرنے کی وجہ سے نازل ہوئیں۔[3] ایک دن لوگوں نے حضرت ابن مسعودؓ سے بہت زیادہ سوالات کیے تو انہوں نے حضرت حارث بن قیسؒ سے فرمایا اے حار بن قیس! (شفقتاً حارث کو حار کہہ کر پکارا) تمہارا کیا خیال ہے یہ لوگ اتنا زیادہ پوچھ کر کیا کرنا چاہتے ہیں؟ حضرت حارث نے کہا یہ لوگ تو بس سیکھ کر چھوڑ دیں گے۔ حضرت ابن مسعودؓ نے فرمایا اس ذات کی قسم جس کے علاوہ کوئی معبود نہیں! تم نے ٹھیک کہا۔[4]

حضرت ابن عمرؓ نے فرمایا اے لوگو! جو چیز ابھی ہوئی نہیں اس کے بارے میں مت پوچھو کیونکہ حضرت عمرؓ اس آدمی پر لعنت بھیجتے تھے جو اس چیز کے بارے میں پوچھے جو ابھی ہوئی نہیں۔[5] حضرت طاؤسؒ کہتے ہیں کہ حضرت عمرؓ نے فرمایا کسی کے لیے یہ بات حلال نہیں ہے کہ وہ اس چیز کے بارے میں پوچھے جو ابھی ہوئی نہیں۔ کیونکہ اللہ تعالیٰ ان تمام امور کے بارے میں فیصلہ فرما رکھا ہے جو آئندہ ہونے والے ہیں۔[6]

حضرت خارجہ بن زید بن ثابتؒ کہتے ہیں کہ میرے والد حضرت زید بن ثابتؓ سے جب کوئی چیز پوچھی جاتی تھی تو اس وقت تک اس کے بارے میں اپنی سمجھ سے کوئی جواب نہ دیتے تھے جب تک یہ نہ پوچھ لیتے کہ یہ بات ہو چکی ہے یا نہیں؟ اگر وہ ہوئی نہ ہوتی تو اس کا جواب نہ دیتے اور اگر ہو چکی ہوتی تو پھر اس کے بارے میں گفتگو فرماتے اور جب ان سے کوئی مسئلہ پوچھا جاتا تو پوچھتے کہ کیا یہ پیش آ چکا ہے؟ تو کوئی آدمی ان سے کہتا اے ابو سعید! ابھی پیش تو نہیں آیا لیکن ہم پہلے سے اس کا جواب تیار کر رہے ہیں۔ یہ فرماتے اسے چھوڑ دو اور اگر پیش آ چکا ہوتا تو اس کا جواب

۱۔ اخرجه احمد قال الهيثمي (ج ۱ ص ۲۶۵) وهو في الصحيح با ختصار وفي اسناد احمد انقطاع بين ام سليم وَاسحاق ۲۔ اخرجه البزار قال الهيثمي (ج ۱ ص ۱۵۸) وفيه قيس بن الربيع وثقه شعبة وسفيان وضعفه احمد و يحي بن معين وغير هما. انتهى

۳۔ اخرجه البزار قال الهيثمي ورجاله ثقات ۴۔ اخرجه الطبراني في الكبير قال الهيثمي ورجاله موثقون ۵۔ اخرجه ابن عبدالبر في العلم (ج ۲ ص ۱۴۳) ۶۔ عند ابن عبدالبر ايضا

بتا دیتے۔ حضرت مسروقؒ کہتے ہیں کہ میں نے حضرت ابی بن کعبؓ سے ایک مسئلہ پوچھا تو انہوں نے فرمایا کیا یہ پیش آچکا ہے؟ میں نے کہا نہیں تو فرمایا جب تک یہ پیش نہ آئے اس وقت تک مجھے آرام سے رہنے دو۔[۱] ابن سعد کی روایت میں اس طرح ہے کہ حضرت ابیؓ نے فرمایا کہ جب تک یہ پیش نہ آجائے اس وقت تک ہمیں آرام سے رہنے دو جب یہ پیش آجائے گا تب ہم تمہارے لیئے کوشش کر کے اپنی رائے بتا دیں گے۔

حضرت عامرؒ کہتے ہیں کہ حضرت عمارؓ سے ایک مسئلہ پوچھا گیا تو پوچھا کیا یہ مسئلہ پیش آچکا ہے؟ لوگوں نے کہا نہیں تو فرمایا جب تک یہ مسئلہ پیش نہ آجائے اس وقت تک ہمیں چھوڑے رکھو جب یہ پیش آجائے گا تب زور لگا کر اس کا صحیح جواب نکال کر تمہیں بتائیں گے۔[۲]

قرآن سیکھنا اور سکھانا اور پڑھ کر لوگوں کو سنانا

حضرت ابوامامہؓ فرماتے ہیں کہ ایک آدمی نے حضورؐ کی خدمت میں آکر عرض کیا یا رسول اللہ! میں نے فلاں قبیلہ کا حصہ خریدا تو مجھے اس میں اتنا اور اتنا نفع ہوا۔ حضورؐ نے فرمایا کیا میں تمہیں اس سے زیادہ نفع کی صورت نہ بتادوں؟ اس نے کہا کیا اس سے زیادہ نفع ہوسکتا ہے؟ حضورؐ نے فرمایا ہاں۔ آدمی دس آیتیں سیکھ لے (تو اسے اس سے زیادہ نفع مل جائے گا) چنانچہ وہ آدمی گیا اور اس نے دس آیتیں سیکھیں اور آکر حضورؐ کو اس کی اطلاع کی۔[۳]

حضرت ابی بن کعبؓ فرماتے ہیں حضورؐ نے فرمایا کیا میں تمہیں ایسی سورت نہ سکھاؤں کہ اس جیسی سورت تورات، انجیل، زبور اور قرآن (کسی آسمانی کتاب) میں نازل نہیں ہوئی۔ میں نے کہا ضرور سکھائیں۔ حضورؐ نے فرمایا امید ہے اس دروازے سے نکلنے سے پہلے ہی تم اس سورت کو سیکھ لوگے پھر حضور کھڑے ہو گئے اور آپؐ کے ساتھ میں بھی کھڑا ہو گیا پھر آپؐ مجھ سے باتیں کرنے لگے۔ میرا ہاتھ آپؐ کے ہاتھ میں تھا اور میں اس خیال سے پیچھے ہٹنے لگا کہ حضورؐ کہیں مجھے بتانے سے پہلے باہر نہ چلے جائیں۔ جب میں دروازے کے قریب پہنچ گیا تو میں نے عرض کیا یا رسول اللہ! وہ سورت جس کا آپ نے مجھ سے وعدہ کیا تھا؟ آپؐ نے فرمایا جب تم نماز کے لیئے کھڑے ہوتے ہو تو کیا پڑھتے ہو؟ میں نے کہا سورت فاتحہ۔ آپؐ نے فرمایا بس یہی ہے یہی وہ سات آیتیں ہیں جن کو نماز میں بار بار پڑھا جاتا ہے جن کے بارے میں اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے وَلَقَدْ اٰتَیْنٰکَ سَبْعًا مِّنَ الْمَثَانِیْ وَالْقُرْاٰنَ الْعَظِیْمَ (سورت حجر آیت ۸۷) ترجمہ "اور ہم نے

۱۔ اخرجه ابن عبدالبر ایضا (ج ۲ ص ۱۴۲) واخرجه ابن سعد (ج ۳ ص ۵۰۰) عن مسروق
۲۔ اخرجه ابن سعد (ج ۳ ص ۲۵۲) ۳۔ اخرجه الطبرانی قال الهیثمی (ج ۷ ص ۱۶۵) رواه الطبرانی فی الکبیر والاوسط ورجاله رجال الصحیح

آپ کو سات آیتیں دیں جو (نماز میں) مکرر پڑھی جاتی ہیں اور قرآن عظیم دیا۔" یہی وہ چیز ہے جو مجھے خاص طور سے دی گئی ہے۔[1]

حضرت انسؓ فرماتے ہیں کہ ایک دن حضرت ابوطلحہؓ سامنے سے آئے تو دیکھا کہ حضور ﷺ کھڑے ہوئے اصحاب صفہ کو قرآن پڑھا رہے ہیں اور آپؐ نے بھوک کی وجہ سے پیٹ مبارک پر پتھر کا ٹکڑا باندھا ہوا ہے تاکہ کمر سیدھی ہو جائے۔[2]

حضرت انسؓ فرماتے ہیں کہ ایک دن حضرت ابوموسیٰؓ اپنے گھر میں بیٹھے ہوئے تھے۔ آہستہ آہستہ بہت سے لوگ ان کے پاس جمع ہو گئے تو وہ ان کے سامنے قرآن پڑھنے لگے۔ اتنے میں ایک آدمی نے حضور ﷺ کی خدمت میں آکر عرض کیا یا رسول اللہ! میں آپ کو حضرت ابوموسیٰؓ کی عجیب بات نہ بتاؤں؟ وہ گھر میں بیٹھے ہوئے تھے پھر ان کے پاس لوگ جمع ہو گئے تو وہ ان کے سامنے قرآن پڑھنے لگے۔ حضورؐ نے فرمایا کیا تم یہ کر سکتے ہو کہ تم مجھے ایسی جگہ بٹھا دو جہاں ان میں سے مجھے کوئی نہ دیکھ سکے؟ اس نے کہا جی ہاں حضورؐ تشریف لے گئے اور اس آدمی نے حضورؐ کو ایسی جگہ بٹھا دیا جہاں حضورؐ کو ان میں سے کوئی نہیں دیکھ سکتا تھا اور وہاں سے حضورؐ حضرت ابوموسیٰؓ کی تلاوت کو سننے لگے پھر حضورؐ نے فرمایا یہ حضرت داؤدؑ کے لہجہ جیسی آواز میں قرآن پڑھ رہے ہیں۔[3]

حضرت انس بن مالکؓ فرماتے ہیں کہ حضرت اشعریؓ نے مجھے حضرت عمرؓ کے پاس بھیجا۔ حضرت عمرؓ نے مجھ سے فرمایا اشعری بھائی کو کس حال میں چھوڑ کر آئے ہو؟ میں نے کہا میں نے ان کو اس حال میں چھوڑا کہ وہ لوگوں کو قرآن سکھا رہے تھے۔ حضرت عمرؓ نے فرمایا ذرا غور سے سنو! وہ بہت سمجھدار آدمی ہیں لیکن یہ بات انہیں نہ سنانا پھر فرمایا تم نے دیہاتیوں کو کس حال میں چھوڑا؟ میں نے کہا اشعری قبیلہ والے؟ آپ نے فرمایا نہیں بلکہ بصرہ والے میں نے کہا اگر یہ بات بصرہ والے سن لیں تو انہیں بہت بری لگے گی۔ حضرت عمرؓ نے فرمایا یہ بات انہیں نہ بتانا لیکن ہیں وہ لوگ دیہاتی ہی، البتہ ان میں سے جسے اللہ جہاد فی سبیل اللہ کی توفیق دے دے (تو وہ دیہاتی نہیں رہے گا)۔[4]

حضرت ابورجاء عطاردیؒ کہتے ہیں حضرت ابوموسیٰ اشعریؓ بصرہ کی اس مسجد میں ہمارے پاس بار بار تشریف لاتے اور ایک ایک حلقہ میں بیٹھتے اور ان کا یہ منظر اب بھی میری آنکھوں کے سامنے ہے کہ انہوں نے دو سفید چادریں پہنی ہوئی ہیں اور مجھے قرآن پڑھا رہے ہیں اور میں نے سورت اقرا باسم ربک الذی خلق ان سے ہی سیکھی تھی اور یہ سورت حضرت محمد ﷺ پر سب سے پہلے

۱۔ اخرجه البيهقي كذافي الكنز (ج ١ ص ٢٢٠) ۲۔ اخرجه ابو نعيم في الحلية (ج ١ ص ٣٤٢) ۳۔ اخرجه ابو يعلى قال الهيثمي (ج ٩ ص ٣٦٠) رواه ابو يعلى واسناده حسن. اه واخرجه ابن عساكر مثله كما في الكنز (ج ٧ ص ٩٤) ۴۔ اخرجه ابن سعد (ج ٤ ص ١٠٢)

نازل ہوئی تھی۔[۱] حضرت علیؓ فرماتے ہیں کہ جب حضور ﷺ کا انتقال ہو گیا تو میں نے قسم کھائی کہ دو پٹھوں کے درمیان جو قرآن ہے جب تک میں اس سارے کو جمع نہیں کرلوں گا اس وقت تک میں اپنی پیٹھ سے چادر نہیں اتاروں گا یعنی آرام نہیں کروں گا، چنانچہ جب تک میں نے سارا قرآن جمع نہیں کرلیا یعنی یاد نہ کرلیا اپنی پیٹھ سے چادر نہیں اتاری بالکل آرام نہیں کیا۔[۲]

حضرت میمونؒ کہتے ہیں کہ حضرت ابن عمرؓ نے چار سال میں سورت بقرہ سیکھی۔[۳]

قبیلہ اشجع کے ایک صاحب بیان کرتے ہیں کہ مدائن شہر میں لوگوں نے سنا کہ حضرت سلمانؓ مسجد میں ہیں تو لوگ ان کے پاس آنے لگے یہاں تک کہ ان کے پاس ایک ہزار کے قریب آدمی جمع ہو گئے۔ حضرت سلمانؓ کھڑے ہو کر کہنے لگے بیٹھ جاؤ بیٹھ جاؤ۔ جب سب بیٹھ گئے تو انہوں نے سورت یوسف پڑھنی شروع کردی۔ آہستہ آہستہ لوگ بکھرنے لگے اور جانے لگے اور تقریباً سو کے قریب رہ گئے تو حضرت سلمانؓ کو غصہ آگیا اور فرمایا تم لوگ چکنی چپڑی خوشنما باتیں سننا چاہتے ہو۔ میں نے تمہیں اللہ کی کتاب سنانی شروع کی تو تم چلے گئے۔[۴]

حضرت عبداللہ بن مسعودؓ آدمی کو ایک آیت پڑھاتے اور فرماتے جتنی چیزوں پر سورج کی روشنی پڑتی ہے یا روئے زمین پر جتنی چیزیں ہیں یہ آیت ان سب سے بہتر ہے۔ اس طرح آپ پورا قرآن سکھاتے اور ہر آیت کے بارے میں یہ ارشاد فرماتے اور ایک روایت میں یہ ہے کہ جب صبح ہوتی تو لوگ حضرت ابن مسعودؓ کے پاس ان کے گھر آنے لگتے۔ یہ ان سے فرماتے سب اپنی جگہ بیٹھ جائیں پھر ان لوگوں کے پاس سے گزرتے جنہیں قرآن پڑھا رہے ہوتے اور ان سے فرماتے اے فلانے! تم کون سی سورت تک پہنچ گئے ہو؟ وہ اس سورت کی آیت بتاتا تو یہ اس سے آگے والی آیت اسے پڑھاتے پھر فرماتے اس آیت کو سیکھ لو یہ تمہارے لیے ان تمام چیزوں سے بہتر ہے جو زمین اور آسمان کے درمیان ہیں اور کسی کاغذ پر صرف ایک آیت لکھی ہو اسے دیکھنا بھی دنیا و مافیہا سے بہتر ہے پھر دوسری آیت پڑھاتے اور یہی ارشاد فرماتے اور ان سب لوگوں کو یہی بات کہتے۔[۵]

حضرت ابن مسعودؓ فرمایا کرتے تھے اس قرآن کو اپنے اوپر لازم سمجھو کیونکہ یہ اللہ کا دسترخوان ہے اللہ کے اس دسترخوان سے ہر ایک کو ضرور لینا چاہیے اور علم سیکھنے سے ہی حاصل ہوتا ہے۔[۶]

حضرت ابن مسعودؓ فرمایا کرتے تھے اس قرآن کو اپنے اوپر لازم سمجھو کیونکہ یہ اللہ کا دسترخوان ہے جو آدمی اسے جتنا زیادہ سیکھ سکتا ہے اسے اتنا سیکھنا چاہئے خیر سے سب سے زیادہ خالی گھر وہ ہے جس میں اللہ کی کتاب میں سے کچھ نہ ہو اور جس گھر میں اللہ کی کتاب میں سے کچھ نہیں وہ اس

۱۔ اخرجه ابو نعیم فی الحلیة (ج ۱ ص ۲۵۶) ۲۔ اخرجه ابو نعیم فی الحلیة (ج ۱ ص ۶۷)

۳۔ اخرجه ابن سعد (ج ۴ ص ۱۲۱) ۴۔ اخرجه ابو نعیم فی الحلیة (ج ۱ ص ۲۰۳)

۵۔ اخرجه الطبرانی قال الهیثمی (ج ۷ ص ۱۶۷) رواه كله الطبرانی ورجال الجميع ثقات

۶۔ اخرجه البزار قال الهیثمی (ج ۱ ص ۱۲۹) رواه البزار فی حدیث طویل ورجاله موثقون. اه

اجاڑ اور ویران گھر کی طرح ہے جس میں رہنے والا کوئی نہ ہو اور جس گھر میں سورت بقرہ پڑھی جاتی ہے اس گھر سے شیطان نکل جاتا ہے۔[۱]

حضرت حسنؒ کہتے ہیں کہ ایک شخص حضرت عمرؓ کے دروازے پر بہت زیادہ آیا کرتا تھا۔ حضرت عمرؓ نے اس سے فرمایا جا اللہ کی کتاب سیکھ، چنانچہ وہ چلا گیا اور کئی دن تک حضرت عمرؓ کو نظر نہ آیا پھر اس سے حضرت عمرؓ کی ملاقات ہوئی تو حضرت عمرؓ نے نہ آنے پر اس پر کچھ خفگی کا اظہار کیا تو اس نے کہا مجھے اللہ کی کتاب میں وہ کچھ مل گیا ہے جس کے بعد عمر کے دروازے کی ضرورت نہیں رہی۔[۲]

ہر مسلمان کو کتنا قرآن سیکھنا چاہیے

حضرت عمرؓ نے فرمایا ہر مسلمان کے لیئے کم از کم چھ سورتیں سیکھنا ضروری ہے دو سورتیں فجر کی نماز کے لیئے دو سورتیں مغرب کی نماز کے لیئے اور دو سورتیں عشاء کی نماز کے لیئے۔[۳]

حضرت مسور بن مخرمہؓ فرماتے ہیں کہ میں نے حضرت عمر بن خطابؓ کو یہ فرماتے ہوئے سنا سورت بقرہ، سورت نساء، سورت مائدہ، سورت حج اور سورت نور ضرور سیکھو کیونکہ اللہ نے جو اعمال فرض کیئے ہیں وہ سب ان سورتوں میں مذکور ہیں۔[۴] حضرت حارثہ بن مضربؒ کہتے ہیں کہ حضرت عمرؓ نے ہمیں خط میں یہ لکھا کہ سورت نساء، سورت احزاب اور سورت نور سیکھو۔[۵] حضرت عمرؓ نے فرمایا سورت براءت سیکھو اور اپنی عورتوں کو سورت نور سکھاؤ اور انہیں چاند کے زیور پہناؤ۔[۶]

جسے قرآن پڑھنا دشوار ہو وہ کیا کرے

نبی کریم ﷺ کے صحابی حضرت ابو ریحانہؓ نے فرمایا کہ میں حضور ﷺ کی خدمت میں آیا اور آپ کی خدمت میں یہ شکایت کی کہ قرآن میرے ہاتھ سے نکل جاتا ہے یاد نہیں رہتا اور اسے پڑھنا بھی دشوار ہے۔ حضورؐ نے فرمایا ایسے کام کی ذمہ داری مت اٹھاؤ جو تمہارے بس میں نہیں اور تم سجدے زیادہ کرو یعنی نفل نماز کثرت سے پڑھا کرو۔ حضرت عمیرہؒ کہتے ہیں حضرت ابو ریحانہؓ عسقلان تشریف لائے تھے اور وہ سجدے بہت زیادہ کیا کرتے تھے۔[۷]

۱۔ عند ابی نعیم فی الحلیۃ (ج ۱ ص ۱۳۰) ۲۔ اخرجہ ابن ابی شیبۃ کذافی الکنز (ج ۱ ص ۲۱۷) ۳۔ اخرجہ عبدالرزاق فی الکنز (ج ۱ ص ۲۱۷)

۴۔ اخرجہ الحاکم والبیھقی ۵۔ عند ابی عبید ۶۔ عند ابی عبید ایضا وسعید بن منصور وابی الشیخ والبیھقی کذافی الکنز (۱ ص ۲۲۴)

۷۔ اخرجہ عبدالغافر بن سلامۃ الحمصی فی تاریخہ کذافی الاصابۃ (ج ۲ ص ۱۵۶)

قرآن کی مشغولی کو ترجیح دینا

حضرت قرظہ بن کعبؓ فرماتے ہیں ہم عراق کے ارادے سے (مدینہ سے) نکلے تو حضرت عمر بن خطابؓ بھی ہمارے ساتھ حراء مقام تک چلے (جو مدینہ سے تین میل کے فاصلے پر ہے) پھر آپ نے وضو کر کے فرمایا کیا آپ لوگ جانتے ہیں کہ میں آپ لوگوں کے ساتھ کیوں چلا؟ ساتھیوں نے کہا جی ہاں ہم لوگ حضور ﷺ کے صحابہ ہیں، اس لیئے آپ ہمارے ساتھ چلے ہیں حضرت عمرؓ نے فرمایا (یہ وجہ تو خیر ہے ہی لیکن اصل میں میں آپ لوگوں کو ایک خاص بات کہنا چاہتا تھا اور وہ یہ ہے کہ) تم لوگ ایسے علاقہ میں جا رہے ہو کہ وہاں کے لوگ شہد کی مکھی جیسی دھیمی آواز سے قرآن پڑھتے ہیں۔ ان کے سامنے احادیث بیان نہ کرنا ورنہ وہ (قرآن کو چھوڑ کر) تمہارے ساتھ (احادیث میں) مشغول ہو جائیں گے بلکہ قرآن کو (احادیث سے) الگ تھلگ رکھو اور حضور ﷺ کی طرف سے روایت کم کرو اور اب جاؤ میں تمہارے ساتھ (اجر میں) شریک ہوں جب حضرت قرظہ (عراق) پہنچے تو لوگوں نے کہا آپ ہمیں حدیثیں سنائیں فرمایا حضرت ابن خطابؓ نے ہمیں اس کام سے روکا ہے۔[1] ابن عبدالبر کی ایک روایت میں یہ ہے ان کو احادیث نہ سنانا ورنہ تم ان کو ان ہی میں مشغول کر دو گے اور قرآن عمدہ طریقہ سے پڑھنا۔ دوسری روایت میں یہ ہے کہ پھر حضرت عمرؓ نے ہم سے فرمایا کیا تم جانتے ہو میں آپ لوگوں کے ساتھ کیوں نکلا؟ ہم نے کہا آپ ہمیں رخصت کرنا چاہتے ہیں اور ہمارا اکرام کرنا چاہتے ہیں۔ انہوں نے فرمایا یہ تو ہے ہی لیکن میں ایک اور ضرورت کی وجہ سے نکلا ہوں اور وہ یہ ہے کہ تم ایسے علاقہ میں جا رہے ہو اور پھر آگے پچھلی حدیث جیسا مضمون ذکر کیا۔[2]

قرآن کی وہ آیات جن کی مراد اللہ تعالیٰ کے سوا کوئی نہیں جانتا ان کے بارے میں سوال کرنے والے پر سختی

حضرت ابن عمرؓ کے ایک آزاد کردہ غلام کہتے ہیں کہ صبیغ عراقی ملک شام کے مسلمان لشکروں میں قرآن کی (ان) چیزوں کے بارے میں پوچھنے لگا (جن کی مراد اللہ کے سوا کوئی نہیں جانتا) وہ چلتے چلتے مصر پہنچ گیا تو حضرت عمرو بن عاصؓ نے اسے حضرت عمر بن خطابؓ کے پاس بھیج دیا۔ جب

۱؎ اخرجه الحاكم (ج ۱ ص ۱۰۲) قال الحاكم هذا حديث صحيح الاسناد له طرق تجمع ويذاكر بها و قرظة بن كعب الانصاری صحابی سمع من رسول الله ﷺ واما سائر رواته فقد احتجابه. انتهى ووافقه الذهبي فقال صحيح وله طرق. اه واخرجه ابن عبدالبر فی جامع العلم (ج ۲ ص ۱۲۰) عن قرظة مثله

۲؎ اخرجه ابن سعد (ج ۶ ص ۷) بسياق ابن عبدالبر الا ان فی رواية جردوا القرآن

ان کا قاصد خط لے کر حضرت عمرؓ کے پاس آیا تو حضرت عمرؓ نے خط پڑھ کر فرمایا وہ آدمی کہاں ہے؟ قاصد نے کہا قیام گاہ میں ہے۔ حضرت عمرؓ نے فرمایا اس پر نگاہ رکھنا وہ کہیں چلا نہ جائے ورنہ تمہیں سخت سزا دوں گا۔ قاصد اسے حضرت عمرؓ کے پاس لے آیا حضرت عمرؓ نے اس سے پوچھا تم کیا پوچھتے ہو؟ اس نے اپنے سوالات بتائے۔ حضرت عمرؓ نے میرے پاس پیغام بھیجا کہ کھجور کی ٹہنی لاؤ (میں نے جا کر ان کو ٹہنی لادی) انہوں نے صبیغ کو اس ٹہنی سے اتنا مارا کہ اس کی پیٹھ زخمی ہوگئی پھر حضرت عمرؓ نے اسے چھوڑ دیا جب اس کی پیٹھ ٹھیک ہوگئی اور اسے مارنے کے لیے تیسری مرتبہ بلایا تو صبیغ نے کہا اے امیر المومنین! اگر آپ مجھے قتل کرنا چاہتے ہیں تو اچھی طرح قتل کریں اور اگر آپ میرا علاج کرنا چاہتے ہیں تو اب میں ٹھیک ہو گیا ہوں (قرآن کی متشابہ آیات کے بارے میں پوچھنے اور گفتگو کرنے سے میں نے توبہ کرلی ہے) اس پر حضرت عمرؓ نے اسے اپنے علاقہ میں جانے کی اجازت دے دی اور (وہاں کے گورنر) حضرت ابو موسی اشعریؓ کو لکھا کہ صبیغ کے ساتھ کوئی مسلمان نہ بیٹھا کرے۔ اس سے صبیغ بہت زیادہ پریشان ہوا پھر حضرت ابو موسیٰؓ نے حضرت عمرؓ کو لکھا کہ اب صبیغ کی حالت ٹھیک ہوگئی ہے۔ اس پر حضرت عمرؓ نے انہیں لکھا کہ اب لوگوں کو اس کے ساتھ اٹھنے بیٹھنے کی اجازت دے دو۔[۱] حضرت سلیمان بن یسارؒ کہتے ہیں کہ بنو تمیم کے ایک آدمی کو صبیغ بن عسل کہا جاتا تھا۔ وہ مدینہ منورہ آیا۔ اس کے پاس چند کتابیں تھیں اور وہ قرآن کی متشابہ آیات کے بارے میں پوچھا کرتا تھا (جن کی مراد اللہ کے سوا کوئی نہیں جانتا) حضرت عمرؓ کو اس کی اطلاع ملی تو اس کے لیے کھجور کی ٹہنیاں تیار کروائیں اور آدمی بھیج کر اسے بلایا جب وہ حضرت عمرؓ کے پاس آیا تو اس سے پوچھا تو کون ہے؟ اس نے کہا میں اللہ کا بندہ صبیغ ہوں۔ حضرت عمرؓ نے فرمایا میں اللہ کا بندہ عمر ہوں۔ پھر حضرت عمرؓ نے اشارہ کر کے اسے ٹہنیوں سے مارنا شروع کر دیا اور اتنا مارا کہ اس کا سر زخمی ہوگیا اور خون اس کے چہرے پر بہنے لگا تو صبیغ نے کہا اے امیر المومنین! اب بس کر دیں اللہ کی قسم! میرے دماغ میں جو (شیطان) گھسا ہوا تھا وہ اب جاتا رہا۔[۲] ابو عثمان کی روایت میں یہ ہے کہ حضرت عمرؓ نے ہمیں لکھا کہ اس کے ساتھ نہ بیٹھو، چنانچہ جب وہ آتا اور ہم سو آدمی بھی ہوتے تو ہم بکھر جاتے۔ حضرت سعید بن مسیبؒ کہتے ہیں کہ صبیغ تمیمی حضرت عمرؓ کے پاس آیا اور اس نے سورت ذاریات کے بارے میں ان سے پوچھا آگے اور حدیث ذکر کی۔[۳] ابن انباری کی روایت میں یہ ہے کہ پہلے تو صبیغ اپنی قوم کا سردار تھا لیکن اس واقعہ کے بعد اس کی قوم میں اس کی کوئی حیثیت نہ رہی۔[۴]

۱۔ اخرجه الدارمی وابن عبدالحکم وابن عساکر ۲۔ عند الدارمی ایضا وابن الانباری وغیرهما کذافی الکنز (ج ۱ ص ۲۲۸) واخرجه ایضا الخطیب وابن عساکر من طریق انس والسائب بن یزید وابی عثمان الهندی مطولا ومختصرا ۳۔ اخرجه الدار قطنی فی الافراد بسند ضعیف

۴۔ اخرجه ابن الانباری من وجه آخر عن السائب بن یزید عن عمر بسند صحیح واخرجه الاسماعیلی فی جمعه حدیث یحیی بن سعید من هذا الوجه کذافی الاصابة (ج ۲ ص ۱۹۸)

حضرت حسنؒ کہتے ہیں کچھ لوگ مصر میں حضرت عبداللہ بن عمروؓ سے ملے اور ان سے کہا ہمیں اللہ کی کتاب میں ایسی چیز نظر آرہی ہیں جن پر عمل کرنے کا اللہ نے حکم دیا ہے لیکن ان پر عمل نہیں ہو رہا ہے اس لیئے ہم اس بارے میں امیر المومنین سے ملنا چاہتے ہیں چنانچہ حضرت ابن عمروؓ مدینہ آئے اور یہ لوگ بھی ان کے ساتھ مدینہ آئے۔ حضرت ابن عمروؓ نے حضرت عمرؓ سے ملاقات کی اور عرض کیا اے امیر المومنین! کچھ لوگ مجھ سے مصر میں ملے تھے اور انہوں نے کہا تھا کہ ہمیں اللہ کی کتاب میں ایسی چیزیں نظر آرہی ہیں جن پر عمل کرنے کا اللہ نے حکم دیا ہے لیکن ان پر عمل نہیں ہو رہا، اس لیئے اس بارے میں وہ آپ سے ملنا چاہتے ہیں۔ حضرت عمرؓ نے فرمایا انہیں اکٹھا کر کے میرے پاس لے آؤ، چنانچہ حضرت ابن عمروؓ انہیں اکٹھا کر کے حضرت عمرؓ کے پاس لے آئے ان میں سے جو حضرت عمرؓ کے سب سے زیادہ قریب تھا اسے حضرت عمرؓ نے بلایا اور فرمایا میں تمہیں اللہ اور اسلام کا واسطہ دے کر پوچھتا ہوں کیا تم نے سارا قرآن پڑھا ہے؟ اس نے کہا جی ہاں۔ حضرت عمرؓ نے فرمایا کیا تم نے سارا دل میں جمالیا ہے؟ اس نے کہا نہیں۔ حضرت عمرؓ نے فرمایا کیا تم نے سارا قرآن یاد کرلیا ہے؟ کیا تم نے سارے پر عمل کرلیا ہے؟ پھر ان میں سے ایک ایک کو بلا کر ہر ایک سے یہی سوالات کیے پھر فرمایا عمر کو اس کی ماں گم کرے کیا تم عمر کو اس بات کا مکلف بناتے ہو کہ وہ تمام لوگوں کو قرآن پر عمل کرنے کے لیئے کھڑا کردے۔ ہمارے رب کو پہلے سے معلوم ہے کہ ہم سے خطائیں سرزد ہوں گی پھر یہ آیت پڑھی اِنْ تَجْتَنِبُوْا كَبَآئِرَ مَا تُنْهَوْنَ عَنْهُ نُكَفِّرْ عَنْكُمْ سَيِّاٰتِكُمْ وَ نُدْخِلْكُمْ مُّدْخَلًا كَرِيْمًا (سورت نساء آیت ۳۱) ترجمہ "جن کاموں سے تم کو منع کیا جاتا ہے ان میں جو بھاری بھاری کام ہیں اگر تم ان سے بچتے رہے تو ہم تمہاری خفیف برائیاں تم سے دور فرمادیں گے اور ہم تم کو ایک معزز جگہ میں داخل کردیں گے۔" پھر حضرت عمرؓ نے فرمایا کیا مدینہ والوں کو معلوم ہے کہ تم لوگ کس وجہ سے آئے ہو؟ انہوں نے کہا نہیں۔ حضرت عمرؓ نے فرمایا اگر انہیں معلوم ہوتا تو میں تمہارے اوپر رکھ کر ان کو بھی یہی نصیحت کرتا۔ [۱]

قرآن کے سیکھنے سکھانے پر اجرت لینے کو ناپسند سمجھنا

حضرت عبادہ بن صامتؓ فرماتے ہیں کہ خود تو حضور ﷺ (اجتماعی کاموں میں) زیادہ مشغول رہتے تھے، اس لیئے جب کوئی آدمی آپؐ کے پاس ہجرت کر کے آتا تو آپؐ اسے قرآن سکھانے کے لیئے ہم میں سے کسی کے حوالے فرمادیتے چنانچہ حضورؐ نے ایک آدمی میرے حوالے کیا وہ گھر میں میرے ساتھ رہتا تھا۔ میں اسے رات کو گھر میں کھانا کھلاتا اور اسے قرآن پڑھاتا۔ وہ اپنے گھر واپس چلا گیا۔ اسے یہ خیال ہوا کہ اس پر (میرا) کچھ حق ہے، اس لیئے اس

---

[۱] اخرجه ابن جرير كذافي الكنز (ج ۱ ص ۲۲۸)

نے مجھے ایک ایسی کمان ہدیے میں دی کہ میں نے اس سے عمدہ لکڑی والی اور اس سے اچھی مڑنے والی کمان کبھی نہیں دیکھی تھی۔ میں نے حضورؐ کی خدمت میں آکر عرض کیا یا رسول اللہ! آپ کا (اس کمان کے بارے میں) کیا خیال ہے؟ آپؐ نے فرمایا اگر تم اسے گلے میں لٹکاؤ گے تو یہ تمہارے دونوں کندھوں کے درمیان ایک چنگاری ہوگی۔[۱]

حضرت ابی بن کعبؓ نے ایک آدمی کو قرآن کی ایک سورت سکھائی اس نے حضرت ابیؓ کو ایک کپڑا یا چادر ہدیہ میں دی۔ حضرت ابیؓ نے حضورﷺ سے اس کا تذکرہ کیا تو حضورؐ نے فرمایا اگر تم اسے لوگے تو تمہیں آگ کا کپڑا پہنایا جائے گا۔[۲]

حضرت طفیل بن عمروؓ فرماتے ہیں کہ مجھے حضرت ابی بن کعبؓ نے قرآن پڑھایا۔ میں نے انہیں ہدیے میں ایک کمان دی۔ وہ اس کو گلے میں لٹکا کر نبی کریمﷺ کی خدمت میں گئے۔ حضورؐ نے فرمایا اے ابی! یہ کمان تمہیں کس نے دی؟ انہوں نے کہا حضرت طفیل بن عمروؓ نے۔ میں نے انہیں قرآن پڑھایا تھا حضورؐ نے فرمایا تم اسے گلے میں ڈال لو لیکن ہے یہ جہنم کا ایک ٹکڑا۔ حضرت ابیؓ نے کہا یا رسول اللہ! ہم ان کا کھانا بھی کھاتے ہیں۔ حضورؐ نے فرمایا جو کھانا کسی اور کے لیئے پکایا گیا ہو لیکن موقع پر تم بھی پہنچ گئے تو اس کے کھانے میں حرج نہیں ہے اور جو تمہارے لیئے ہی پکایا گیا ہو تو اگر تم اسے کھاؤ گے تو آخرت میں تمہارا اتنا حصہ کم ہو جائے گا۔[۳]

حضرت عوف بن مالکؓ فرماتے ہیں کہ میرے ساتھ ایک آدمی تھا جسے میں قرآن سکھاتا تھا اس نے مجھے ایک کمان ہدیہ میں دی۔ میں نے نبی کریمﷺ سے اس کا تذکرہ کیا۔ حضور نے فرمایا اے عوف! کیا تم یہ چاہتے ہو کہ اللہ سے اس حال میں ملو کہ تمہارے دونوں کندھوں کے درمیان جہنم کی ایک چنگاری ہو۔[۴]

حضرت مثنیٰ بن وائلؒ کہتے ہیں کہ میں حضرت عبداللہ بن بسرؓ کی خدمت میں حاضر ہوا۔ انہوں نے میرے سر پر ہاتھ پھیرا اور میں نے ان کے بازو پر اپنا ہاتھ رکھا ان سے ایک آدمی

۱؎ اخرجه الطبراني والحاكم والبيهقي كذافي الكنز (ج ۱ ص ۲۳۱) قال الحاكم (ج ۳ ص ۳۵۶) بعد ما اخرجه بنحوه هذا حديث صحيح الاسناد ولم يخرجاه ووافقه الذهبي

۲؎ اخرجه عبد بن حميد قال في الكنز (ج ۱ ص ۲۳۱) رواته ثقات. اه واخرجه ايضا ابن ماجة والروياني والبيهقي وضعفه وسعيد بن منصور عنه قال علمت رجلا فاهدى الى قوسافذكر بنحوه كما في الكنز (ج ۱ ص ۲۳۰) ۳؎ اخرجه البغوي وابن عساكر قال البغوي حديث غريب كذافي الكنز (ج ۱ ص ۲۳۱) واخرجه الطبراني في الاوسط بنحوه وفيه عبدربه بن سليمان بن عمير ولم اجد من ترجمه ولا اظنه ادرك الطفيل قاله الهيثمي (ج ۳ ص ۹۵)

۴؎ اخرجه الطبراني في الكبير كذافي الكنز (ج ۱ ص ۲۳۲) وذكره الهيثمي في المجمع (ج ۳ ص ۹۶) عنه فيه اطول منه وقال وفيه محمد بن اسماعيل بن عياش وهو ضعيف. انتهى

نے (قرآن) سکھانے والے کی تنخواہ کے بارے میں پوچھا انہوں نے فرمایا حضور ﷺ کے پاس ایک آدمی اندر آیا جس نے اپنے کندھے پر کمان ڈالی ہوئی تھی وہ کمان حضورؐ کو بہت پسند آئی۔ حضورؐ نے فرمایا تمہاری کمان بہت عمدہ ہے کیا تم نے یہ خریدی ہے؟ اس آدمی نے کہا نہیں، میں نے ایک آدمی کے بیٹے کو قرآن پڑھایا تھا اس نے مجھے یہ ہدیہ میں دی ہے۔ حضورؐ نے فرمایا کیا تم یہ چاہتے ہو کہ اللہ آگ کی کمان تمہارے گلے میں ڈالے؟ اس نے کہا نہیں۔ حضورؐ نے فرمایا تو پھر اسے واپس کر دو۔[۱]

حضرت اسیر بن عمروؒ کہتے ہیں کہ حضرت عمر بن خطابؓ کو خبر ملی کہ حضرت سعدؓ نے کہا ہے کہ جو قرآن سارا پڑھ لے گا اسے میں دو ہزار وظیفہ لینے والوں میں شامل کر دوں گا۔ حضرت عمرؓ نے فرمایا اوہ! کیا اللہ کی کتاب پر وظیفہ دیا جائے گا۔[۲]

حضرت سعد بن ابراہیمؒ کہتے ہیں کہ حضرت عمر بن خطابؓ نے اپنے ایک گورنر کو خط لکھا کہ لوگوں کو قرآن سیکھنے پر کچھ وظیفہ دو اس طرح تو وہ بھی قرآن سیکھنے لگے گا جو صرف وظیفہ کے رجسٹر میں اندراج کروانا چاہتا ہو اس پر حضرت عمرؓ نے انہیں لکھا کہ اچھا لوگوں کو (حضور ﷺ کی) صحبت اور (حضورؐ کی) دوستی کی بنیاد پر دو۔[۳]

حضرت مجاہدؒ کہتے ہیں کہ حضرت عمر بن خطابؓ نے فرمایا اے علم اور قرآن والو! علم اور قرآن پر قیمت مت لو ورنہ زنا کار لوگ تم سے پہلے جنت میں چلے جائیں گے۔[۴] (چونکہ دوسری احادیث میں قرآن پڑھانے پر اجرت لینے کی اجازت بھی آئی ہے، اس لیئے بہتر یہ ہے کہ اجرت نہ لے اور اگر لے تو پڑھانے میں جو وقت خرچ ہوا ہے اجرت کو اس کا بدل سمجھے، پڑھانے کے عمل کا بدل نہ سمجھے۔)

لوگوں میں قرآن کے بہت زیادہ پھیل جانے کے وقت اختلاف پیدا ہونے کا ڈر

حضرت ابن عباسؓ فرماتے ہیں کہ میں حضرت عمر بن خطابؓ کے پاس بیٹھا ہوا تھا کہ اتنے میں ان کے پاس ایک خط آیا جس میں لکھا ہوا تھا کوفہ والوں میں سے بہت سے لوگوں نے اتنا اتنا قرآن پڑھ لیا۔ یہ پڑھ کر (خوشی کی وجہ سے) حضرت عمرؓ نے اللہ اکبر کہا اللہ ان پر رحم فرمائے

۱۔ اخرجه الطبرانی فی الکبیر قال الهیثمی (ج۴ص ۹۶) لمنبی وولده ذکرهما ابن ابی حاتم ولم یخرج واحد منهما وبقیة رجاله ثقات ۲۔ اخرجه ابو عبیده وغیره کذافی الکنز (ج ۱ ص ۲۲۸)
۳۔ اخرجه ابو عبید کذافی الکنز (ج ۱ ص ۲۲۹)
۴۔ اخرجه الخطیب فی الجامع کذافی الکنز (ج ۱ ص ۲۲۹)

میں نے کہا ان میں اختلاف ہو جائے گا۔ انہوں نے فرمایا اوہو! تمہیں یہ کہاں سے پتہ چل گیا؟ اور حضرت عمرؓ کو غصہ آ گیا تو میں اپنے گھر چلا گیا اس کے بعد انہوں نے میرے پاس بلانے کے لیئے آدمی بھیجا۔ میں نے انہیں کوئی عذر کر دیا پھر انہوں نے یہ کہلا کر بھیجا کہ میں تمہیں قسم دے کر کہتا ہوں کہ تمہیں ضرور آنا ہوگا، چنانچہ میں ان کی خدمت میں حاضر ہوا انہوں نے فرمایا تم نے کوئی بات کہی تھی؟ میں نے کہا استغفر اللّٰہ !اب وہ بات دوبارہ نہیں کہوں گا۔ فرمایا میں تمہیں قسم دے کر کہتا ہوں کہ تم نے جو بات کہی تھی وہ دوبارہ کہنی ہوگی۔ میں نے کہا آپ نے فرمایا تھا کہ میرے پاس خط میں یہ لکھا ہوا آیا ہے کہ کوفہ والوں میں سے بہت سے لوگوں نے اتنا اتنا قرآن پڑھ لیا ہے اس پر میں نے کہا تھا کہ ان میں اختلاف ہو جائے گا۔ حضرت عمرؓ نے فرمایا تمہیں یہ کہاں سے پتہ چلا؟ میں نے کہا میں نے یہ آیت وَمِنَ النَّاسِ مَنْ يُّعْجِبُكَ قَوْلُهٗ فِي الْحَيٰوةِ الدُّنْيَا وَيُشْهِدُ اللّٰهَ عَلٰى مَا فِيْ قَلْبِهٖ سے لے کر وَاللّٰهُ لَا يُحِبُّ الْفَسَادَ تک پڑھی (سورت بقرہ ۲۰۴۔۲۰۵) ترجمہ ''اور بعض آدمی ایسے بھی ہیں کہ آپ کو اس کی گفتگو جو محض دنیوی غرض سے ہوتی ہے مزہ دار معلوم ہوتی ہے اور وہ اللہ کو حاضر وناظر بتاتا ہے اپنے مافی الضمیر پر حالانکہ وہ (آپ کی مخالفت میں) نہایت شدید ہے اور جب پیٹھ پھیرتا ہے تو اس دوڑ دھوپ میں پھرتا رہتا ہے کہ شہر میں فساد کر دے اور (کسی کے) کھیت یا مواشی کو تلف کر دے اور اللہ تعالیٰ فساد کو پسند نہیں فرماتے۔'' جب لوگ اس طرح کریں گے تو قرآن والا صبر نہیں کر سکے گا پھر میں نے یہ آیت پڑھی وَاِذَا قِيْلَ لَهُ اتَّقِ اللّٰهَ اَخَذَتْهُ الْعِزَّةُ بِالْاِثْمِ فَحَسْبُهٗ جَهَنَّمُ وَلَبِئْسَ الْمِهَادُ وَمِنَ النَّاسِ مَنْ يَّشْرِيْ نَفْسَهُ ابْتِغَآءَ مَرْضَاتِ اللّٰهِ وَاللّٰهُ رَءُوْفٌ بِالْعِبَادِ (سورت بقرہ آیت ۲۰۶۔۲۰۷) ترجمہ ''اور جب اس سے کوئی کہتا ہے کہ خدا کا خوف کر تو نخوت اس کو اس گناہ پر (دونا) آمادہ کر دیتی ہے سو ایسے شخص کی کافی سزا جہنم ہے اور وہ بری ہی آرام گاہ ہے اور بعض آدمی ایسے بھی ہیں کہ اللہ تعالیٰ کی رضا جوئی میں اپنی جان تک صرف کر ڈالتے ہیں اور اللہ تعالیٰ ایسے بندوں کے حال پر نہایت مہربان ہیں۔'' حضرت عمرؓ نے فرمایا اس ذات کی قسم جس کے قبضہ میں میری جان ہے! تم نے ٹھیک کہا۔[1]

حضرت عبداللہ بن عبید بن عمیرؒ کہتے ہیں کہ حضرت ابن عباسؓ نے فرمایا ایک دفعہ میں حضرت عمرؓ کے ساتھ تھا اور میں نے ان کا ہاتھ پکڑ رکھا تھا حضرت عمرؓ نے فرمایا میرا خیال یہ ہے کہ قرآن لوگوں میں بہت زیادہ پھیل گیا ہے میں نے کہا اے امیر المومنین! مجھے تو یہ بات بالکل پسند نہیں ہے۔ حضرت عمرؓ نے میرے ہاتھ میں سے اپنا ہاتھ کھینچ کر فرمایا کیوں؟ میں نے کہا اس لیئے کہ جب سب لوگ قرآن پڑھیں گے (اور صحیح مطلب سمجھنے کی استعداد نہیں ہوگی) تو اپنے طور سے معنی اور مطلب تلاش کرنے لگیں گے اور جب معنی ومطلب تلاش کرنے لگیں گے تو ان میں

۱۔ اخرجه الحاكم (ج ۳ ص ۵۴۰) قال الحاكم هذا حديث صحيح على شرط الشيخين ووافقه الذهبي

اختلاف ہوجائے گا اور جب ان میں اختلاف ہوجائے گا تو ایک دوسرے کو قتل کرنے لگیں گے۔ یہ سن کر حضرت عمرؓ نے مجھے چھوڑ دیا اور الگ بیٹھ گئے۔ بس وہ دن میں نے جس پریشانی میں گزارا یہ اللہ ہی جانتا ہے پھر ظہر کے وقت ان کا قاصد میرے پاس آیا اور اس نے کہا امیر المومنین بلا رہے ہیں چلو۔ میں ان کے پاس گیا تو انہوں نے فرمایا تم نے کیا بات کہی تھی؟ میں نے اپنی ساری بات دہرا دی۔ حضرت عمرؓ نے فرمایا (سمجھتا تو میں بھی اسے تھا لیکن) میں لوگوں سے یہ بات چھپاتا تھا۔[1]

قرآن کے قاریوں کو نبی کریم ﷺ کے صحابہؓ کی نصیحتیں

حضرت کنانہ عدویؒ کہتے ہیں کہ ملک شام میں مسلمانوں کے جو لشکر تھے ان کے امراء کو حضرت عمر بن خطابؓ نے خط میں یہ لکھا کہ قرآن کے تمام حافظوں کی فہرست میرے پاس بھیج دو تاکہ میں ان کا وظیفہ بڑھاؤں اور انہیں اطراف عالم میں لوگوں کو قرآن سکھانے کے لیئے بھیج دوں۔ اس پر حضرت (ابوموسیٰ) اشعریؓ نے لکھا کہ ہمارے ہاں حافظوں کی تعداد تین سو سے زیادہ ہوگئی ہے۔ جواب میں حضرت عمرؓ نے ان حافظوں کو یہ نصیحتیں لکھیں:

"بسم اللّٰہ الرحمٰن الرحیم ۔ یہ خط اللہ کے بندے عمر کی طرف سے حضرت عبداللہ بن قیس (ابوموسیٰ اشعری) اور ان کے ساتھ جتنے حافظ قرآن ہیں ان سب کے نام ہے۔ سلام علیکم! امابعد! یہ قرآن تمہارے لیئے باعث اجر، سبب شرف وعزت اور (آخرت میں کام آنے والا) ذخیرہ ہے، اس لیئے تم اس کے پیچھے چلو (اپنی خواہشات کو قربان کر کے اس پر عمل کرو) قرآن تمہارے پیچھے نہ چلے (یعنی قرآن کو اپنی خواہشات کے تابع نہ بناؤ) کیونکہ قرآن جس کے پیچھے چلے گا تو قرآن اسے گدی کے بل گرا دے گا۔ پھر اسے آگ میں پھینک دے گا اور جو قرآن کے پیچھے چلے گا قرآن اسے جنت الفردوس میں لے جائے گا۔ تم اس بات کی پوری کوشش کرو کہ قرآن تمہارا سفارشی بنے اور تم سے جھگڑا نہ کرے کیونکہ قرآن جس کی سفارش کرے گا وہ جنت میں داخل ہوگا اور جس سے قرآن جھگڑا کرے گا وہ آگ میں داخل ہوگا اور یہ جان لو کہ قرآن ہدایت کا چشمہ اور علم کی رونق ہے اور یہ رحمٰن کے پاس سے آنے والی سب سے آخری کتاب ہے۔ اس کے ذریعہ سے اللہ تعالیٰ اندھی آنکھوں کو، بہرے کانوں کو اور پردہ پڑے ہوئے دلوں کو کھولتے ہیں اور جان لو کہ بندہ جب رات کو کھڑا ہوتا ہے اور مسواک کر کے وضو کرتا ہے پھر تکبیر کہہ کر (نماز میں) قرآن پڑھتا ہے تو فرشتہ اس کے منہ پر اپنا منہ رکھ کر کہتا ہے اور پڑھ۔ اور پڑھ۔ تم خود پاکیزہ ہو قرآن تمہارے لیئے پاکیزہ ہے اور اگر وہ وضو کرے لیکن مسواک نہ کرے تو فرشتہ اس کی حفاظت کرتا ہے

[1] عند الحاکم ایضا

اور اسی تک محدود رہتا ہے، اس سے آگے کچھ نہیں کرتا۔ غور سے سنو! نماز کے ساتھ قرآن کا پڑھنا محفوظ خزانہ اور اللہ کا مقرر کردہ بہترین عمل ہے، لہذا جتنا ہو سکے زیادہ سے زیادہ قرآن پڑھو۔ نماز نور ہے اور زکوۃ دلیل ہے اور صبر روشن اور چمکدار عمل ہے اور روزہ ڈھال ہے اور قرآن تمہارے لیئے حجت ہوگا یا تمہارے خلاف، لہذا قرآن کا اکرام کرو اور اس کی توہین نہ کرو کیونکہ جو قرآن کا اکرام کرے گا اللہ اس کا اکرام کرے گا اور جو اس کی توہین کرے گا اللہ اس کی توہین کرے گا اور جان لو کہ جو قرآن پڑھے گا اور اسے یاد کرے گا اور اس پر عمل کرے گا اور جو اس میں ہے اس کا اتباع کرے گا تو اس کی دعا اللہ کے ہاں قبول ہوگی۔ اگر اللہ چاہے گا تو اس کی دعا دنیا میں پوری کردے گا ورنہ وہ دعا آخرت میں اس کے لیئے ذخیرہ ہوگی اور جان لو کہ جو کچھ اللہ کے پاس ہے وہ ان لوگوں کے لیئے بہتر اور ہمیشہ رہنے والا ہے جو ایمان والے اور اپنے رب پر توکل کرنے والے ہیں۔"[1]

حضرت ابو کنانہؒ کہتے ہیں کہ حضرت ابو موسیٰؓ نے قرآن کے حافظوں کو جمع کیا۔ ان کی تعداد تقریباً تین سو تھی پھر حضرت ابو موسیٰؓ نے قرآن کی عظمت بیان کی اور فرمایا یہ قرآن تمہارے لیئے باعث اجر ہوگا اور یہ بھی ہو سکتا ہے کہ تمہارے لیئے بوجھ اور وبال بن جائے، لہذا تم قرآن کا اتباع کرو (اپنی خواہشات کو قربان کر کے اس پر عمل کرو) قرآن کو اپنے تابع نہ کرو کیونکہ جو قرآن کے تابع ہوگا اسے قرآن جنت کے باغوں میں لے جائے گا اور جو قرآن کو اپنے تابع کرے گا تو قرآن اسے گدی کے بل گرا کر آگ میں پھینک دے گا۔[2] حضرت ابو اسود دیلیؒ کہتے ہیں کہ حضرت ابو موسیٰؓ نے قرآن کے حافظوں کو جمع کیا اور فرمایا میرے پاس اندر صرف قرآن کے حافظوں کو ہی لاؤ، چنانچہ ہم تقریباً تین سو حافظ ان کی خدمت میں اندر گئے پھر انہوں نے ہمیں نصیحت کی اور فرمایا تم لوگ شہر والوں کے حافظ ہو۔ کہیں ایسے نہ ہو کہ لمبی مدت گزر جانے پر تمہارے دلوں میں سختی آ جائے جیسے کہ اہل کتاب کے دل سخت ہو گئے تھے پھر فرمایا ایک سورت نازل ہوئی تھی جو سورت براءت جتنی لمبی تھی اور سورت براءت کی طرح اس میں سختی اور ڈانٹ ڈپٹ تھی۔ اس وجہ سے ہم کہتے تھے کہ یہ سورت براءت کے مشابہ ہے۔ اس کی ایک آیت مجھے یاد ہے جس کا ترجمہ یہ ہے کہ اگر ابن آدم کو سونے کی دو وادیاں مل جائیں تو وہ تیسری وادی کی تمنا کرنے لگے گا اور ابن آدم کے پیٹ کو صرف (قبر کی) مٹی ہی بھر سکتی ہے اور ایک اور سورت بھی نازل ہوئی تھی جس کے بارے میں ہم کہتے تھے کہ یہ سورت مسبحات کے مشابہ ہے کیونکہ وہ بھی سبح للہ سے شروع ہوتی تھی۔ اس کی ایک آیت مجھے یاد ہے یَآ اَیُّھَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا لِمَ تَقُوْلُوْنَ

۱۔ اخرجه ابن زنجويه كذافي الكنز (ج ۱ ص ۲۱۷)

۲۔ اخرجه ابو نعيم في الحلية (ج ۱ ص ۲۵۷)

مَالَاتَفْعَلُوْنَ (سورت صف آیت ۲) ترجمہ ''اے ایمان والو! ایسی بات کیوں کہتے ہو جو کرتے نہیں ہو'' ہر بات گواہی بنا کر تمہاری گردنوں میں ڈالی جائے گی پھر قیامت کے دن اس کے بارے میں تم سے پوچھ ہوگی۔[1]

حضرت ابن مسعودؓ کے پاس کوفہ کے کچھ لوگ آئے۔ حضرت ابن مسعودؓ نے انہیں سلام کیا اور انہیں اس بات کی تاکید کی کہ وہ اللہ سے ڈریں اور قرآن کے بارے میں آپس میں جھگڑا نہ کریں کیونکہ قرآن میں اختلاف نہیں ہے اور نہ اسے چھوڑا جا سکتا ہے نہ اسے زیادہ پڑھنے سے دل اکتاتا ہے اور کیا آپ دیکھتے نہیں ہیں کہ شریعت اسلام کے حدود، فرائض اور اوامر سب ایک ہی ہیں۔ اگر قرآن میں ایک جگہ کسی کام کا حکم ہوتا اور دوسری جگہ اس کی ممانعت ہوتی تو پھر تو قرآن میں اختلاف ہوتا۔ قرآن میں تمام مضامین ایک دوسرے کی تائید کرنے والے ہیں اور مجھے یقین ہے کہ تم لوگوں میں علم اور دین کی سمجھ اور لوگوں سے زیادہ ہے اور اگر مجھے کسی آدمی کے بارے میں یہ معلوم ہو جائے کہ وہ حضرت محمد ﷺ پر نازل ہونے والے علوم کو مجھ سے زیادہ جاننے والا ہے اور اونٹ مجھے اس تک پہنچا سکتے ہیں تو میں (اس سے علم حاصل کرنے کے لیئے) ضرور اس کے پاس جاتا تاکہ میرے علم میں اضافہ ہو جائے۔ مجھے خوب معلوم ہے کہ حضورؐ پر ہر سال قرآن ایک مرتبہ پیش کیا جاتا تھا اور جس سال آپ کا انتقال ہوا اس سال آپؐ پر دو مرتبہ پیش کیا گیا تھا (رمضان میں حضرت جبرائیلؑ حضور کو سارا قرآن سناتے تھے اور حضورؐ حضرت جبرائیلؑ کو) اور میں جب بھی حضورؐ کو قرآن پڑھ کر سناتا تو حضورؐ ہمیشہ فرماتے کہ میں نے قرآن بہت اچھا پڑھا ہے، لہٰذا جو میری طرح قرآن پڑھتا ہے وہ میری طرح پڑھتا رہے اور اسے غلط سمجھ کر چھوڑے نہیں۔ اور حضورؐ سے اور بھی کئی طرح قرآن پڑھنا ثابت ہے جو ان میں سے کسی ایک طرح قرآن پڑھتا ہو وہ اسے نہ چھوڑے کیونکہ جو ان میں سے کسی ایک طرح کا انکار کرے گا وہ باقی تمام کا انکار کرنے والا شمار ہوگا۔[2]

حضرت عبداللہؓ کے ساتھیوں میں سے ہمدان کے رہنے والے ایک صاحب بیان کرتے ہیں کہ جب حضرت عبداللہؓ کا مدینہ منورہ جانے کا ارادہ ہوا تو انہوں نے اپنے ساتھیوں کو جمع کر کے فرمایا مجھے امید ہے کہ اب آپ لوگوں میں دین، دینی سمجھ اور قرآن کا علم مسلمانوں کے باقی تمام لشکروں سے زیادہ ہو چکا ہے۔ اس کے بعد آگے لمبی حدیث ذکر کی ہے جس میں یہ بھی ہے کہ اس قرآن میں کسی قسم کا اختلاف نہیں اور نہ یہ زیادہ پڑھنے سے پرانا ہوتا ہے اور نہ اس کی عظمت دل میں کم ہوتی ہے۔[3]

۱۔ عند ابی نعیم ایضا ۲۔ اخرجه ابن عساکر کذافی الکنز (ج ۱ ص ۲۳۲)
۳۔ اخرجه الامام احمد (ج ۱ ص ۴۰۵) واخرجه الطبرانی قال الهیثمی (ج ۷ ص ۱۵۳) وفیه من لم یسم وبقیة رجاله رجال الصحیح

حضرت ابن مسعودؓ نے فرمایا کہ قرآن کے حافظ میں مندرجہ ذیل نشانیاں ہونی چاہیں جن سے وہ پہچانا جائے (اس زمانے میں قرآن کا ہر حافظ قرآن کا عالم بھی ہوتا تھا) رات کو لوگ جب سو رہے ہوں تو وہ اللہ کی عبادت کر رہا ہو۔ دن کو لوگ بغیر روزہ کے ہوں تو وہ روزہ دار ہو اور جب لوگ خوش ہو رہے ہوں تو وہ (امت کے غم میں) غمگین ہو اور جب لوگ ہنس رہے ہوں تو وہ (اللہ کے سامنے) رو رہا ہو اور جب لوگ آپس میں مل کر ادھر ادھر کی باتیں کر رہے ہوں تو وہ خاموش ہو اور جب لوگ اکڑ رہے ہوں تو وہ عاجز اور مسکین بنا ہوا ہو۔ اور اسی طرح حافظ قرآن کو رونے والا، غمگین، حکمت والا، بردبار، علم والا اور خاموش رہنے والا ہونا چاہئے۔[1] اور ایک روایت میں یہ ہے کہ تم اس کی پوری کوشش کرو کہ تم سننے والے بنو (یعنی سنانے سے زیادہ اچھے لوگوں کی سنا کرو) اور جب تم سنو کہ اللہ تعالیٰ فرما رہے ہیں اے ایمان والو! تو اپنے کان اس کے حوالے کر دو (یعنی پورے غور سے اسے سنو) کیونکہ اللہ تعالیٰ خیر کے کام کا حکم دے رہے ہوں گے یا کسی برے کام سے روک رہے ہوں گے۔[2]

حضور ﷺ کی احادیث میں مشغول ہونا احادیث میں مشغول ہونے والے کو کیا کرنا چاہیے؟

حضرت ابو ہریرہؓ فرماتے ہیں کہ ایک مرتبہ حضور ﷺ ایک مجلس میں لوگوں سے بات فرما رہے تھے کہ اتنے میں ایک دیہاتی نے آ کر کہا قیامت کب ہوگی؟ حضورؐ (نے اسے کوئی جواب نہ دیا بلکہ) بات فرماتے رہے (کیونکہ حدیث کے درس کا ادب یہ ہے کہ بیچ میں سوال نہ کرنا چاہئے اور نہ جواب دینا چاہئے) بعض لوگوں نے کہا حضورؐ نے اس کی بات تو سن لی ہے لیکن حضورؐ کو پسند نہیں آئی ہے اور بعض لوگوں نے کہا حضورؐ نے اس کی بات سنی ہی نہیں۔ جب آپؐ نے بات پوری فرمالی تو فرمایا قیامت کے بارے میں پوچھنے والا کہاں ہے؟ اس نے کہا میں یہاں ہوں یا رسول اللہ! آپؐ نے فرمایا جب امانت کو ضائع کر دیا جائے تو تم قیامت کا انتظار کرو۔ اس دیہاتی نے پوچھا امانت کا ضائع کرنا کس طرح ہوگا؟ آپؐ نے فرمایا جب کام نااہل کے سپرد کر دیا جائے تو تم قیامت کا انتظار کرو۔[3]

حضرت وابصہؓ رقہ شہر کی سب سے بڑی مسجد میں عید الفطر اور عید الاضحیٰ کے دن کھڑے ہو کر ارشاد فرماتے جب حضور ﷺ نے حجۃ الوداع میں لوگوں کو خطبہ دیا تھا اس وقت میں بھی وہاں موجود

۱۔ اخرجه ابو نعیم فی الحلیة (ج ۱ ص ۱۳۰)   ۲۔ عند ابی نعیم ایضا
۳۔ اخرجه البخاری (ج ۱ ص ۱۴)

تھا۔ آپؐ نے فرمایا اے لوگو! کونسا مہینہ سب سے زیادہ قابل احترام ہے؟ لوگوں نے کہا یہی (حج والا مہینہ) پھر آپؐ نے فرمایا کونسا شہر سب سے زیادہ قابل احترام ہے؟ لوگوں نے کہا یہی (مکہ شہر) پھر آپؐ نے فرمایا تمہارے خون، تمہارے مال اور تمہاری عزتیں ایسے ہی قابل احترام ہے جیسے کہ تمہارا یہ (حج کا) دن تمہارا یہ (حج والا) مہینہ اور تمہارا یہ شہر (مکہ مکرمہ) قابل احترام ہے اور یہ اس دن تک قابل احترام ہیں جس دن تم اپنے رب سے ملاقات کرو گے۔ کیا میں نے (اللہ کا پیغام سارا) پہنچا دیا؟ لوگوں نے کہا جی ہاں! پھر آپؐ نے اپنے دونوں ہاتھ آسمان کی طرف اٹھا کر فرمایا اے اللہ! تو گواہ ہو جا۔ پھر فرمایا اے لوگو! تم میں سے جو یہاں موجود ہے وہ غائبین تک پہنچائے (اس کے بعد حضرت وابصہؓ نے کہا اے لوگو!) تم بھی میرے قریب آ جاؤ تاکہ ہم (حضورؐ کا دین) تم تک پہنچائیں جیسا کہ حضورؐ نے ہم سے فرمایا تھا۔[1]

حضرت مکحولؒ کہتے ہیں کہ حمص میں میں، حضرت ابن ابی زکریا اور حضرت سلیمان بن ابی حبیب، ہم تینوں حضرت ابوامامہؓ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور انہیں سلام کیا۔ انہوں نے فرمایا تمہارا یہ (ہمارے ساتھ) بیٹھنا اللہ کی طرف سے تم تک دین کے پہنچنے کا ذریعہ ہے اور اللہ کی تم پر حجت ہے اور حضور ﷺ نے خود (اللہ کا دین) پہنچایا، لہٰذا تم دوسروں تک پہنچاؤ۔[2] ایک روایت میں حضرت سلیم بن عامرؒ کہتے ہیں کہ ہم لوگ حضرت ابوامامہؓ کے پاس بیٹھا کرتے وہ ہمیں حضور ﷺ کی طرف سے بہت سی حدیثیں سنایا کرتے۔ جب خاموش ہونے لگتے تو فرماتے کیا تم لوگ سمجھ گئے؟ جیسے تم تک یہ حدیثیں پہنچائی گئی ہیں ایسے ہی تم بھی آگے دوسروں تک پہنچاؤ۔[3]

حضرت ابن عباسؓ فرماتے ہیں کہ ایک مرتبہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا اے اللہ! میرے خلفاء ونائبین پر رحم فرما۔ ہم نے عرض کیا یا رسول اللہ! آپ کے خلفاء کون ہیں؟ آپؐ نے فرمایا یہ وہ لوگ ہیں جو میرے بعد آئیں گے اور میری احادیث کی روایت کریں گے اور لوگوں کو حدیثیں سکھائیں گے۔[4]

حضرت عاصم بن محمدؒ اپنے والد حضرت محمدؒ سے نقل کرتے ہیں کہ میں نے حضرت ابوہریرہؓ کو دیکھا کہ وہ جمعہ کے دن باہر تشریف لاتے اور منبر کے دو دستوں کو پکڑ کر کھڑے ہو جاتے اور فرماتے ہمیں ابوالقاسم رسول اللہ الصادق المصدوق ﷺ نے یہ حدیث بیان کی اور پھر مسلسل احادیث بیان کرتے رہتے۔ جب امام کے نماز کے لیئے باہر آنے پر حجرہ کے دروازے کے کھلنے کی آواز

۱؎ اخرجه البزار قال الهیثمی (ج ۱ ص ۱۳۹) ورجاله موثقون.
۲؎ اخرجه الطبرانی ۳؎ قال الهیثمی (ج ۱ ص ۱۴۰) رواهما الطبرانی فی الکبیر واسناد هما حسن ۴؎ اخرجه الطبرانی فی الاوسط کذافی الترغیب (ج ۱ ص ۷۴) واخرجه ایضا ابن النجار والخطیب فی شرف اصحاب الحدیث وغیر هما کمافی الکنز (ج ۵ ص ۲۴۰)

سنتے تو پھر بیٹھتے۔[1]

حضرت اسلمؒ کہتے ہیں کہ جب ہم حضرت عمرؓ کی خدمت میں عرض کیا کرتے کہ آپ ہمیں حضور ﷺ کی طرف سے حدیث بیان فرمادیں تو وہ فرماتے مجھے اس بات کا ڈر ہے کہ میں کہیں کوئی حرف گھٹا یا بڑھا نہ دوں اور حضورؐ نے فرمایا ہے جو جان بوجھ کر میرے بارے میں جھوٹ بولے گا وہ آگ میں جائے گا۔[2]

حضرت عبدالرحمٰن بن حاطبؒ کہتے ہیں کہ میں نے حضور ﷺ کے کسی صحابی کو حضرت عثمانؓ سے زیادہ مکمل اور زیادہ عمدہ طریقہ سے حدیث بیان کرنے والا نہیں دیکھا لیکن پھر بھی وہ حدیث بیان کرنے سے ڈرتے تھے۔[3] حضرت عثمانؓ فرماتے تھے کہ حضور ﷺ کی طرف سے حدیث بیان نہ کرنے کی وجہ یہ نہیں ہے کہ میں آپؐ کے صحابہ میں (آپ کی حدیثوں کا) سب سے زیادہ حافظ نہیں ہوں بلکہ اس کی وجہ یہ ہے کہ میں اس بات کی گواہی دیتا ہوں کہ میں نے حضور ﷺ کو یہ فرماتے ہوئے سنا ہے کہ جو میرے بارے میں ایسی بات کہے جو میں نے نہیں کہی ہے تو وہ اپنا ٹھکانہ آگ میں بنالے اور ایک روایت میں یہ ہے کہ جو میرے بارے میں جھوٹی بات کہے تو وہ اپنا گھر آگ میں بنالے۔[4]

حضرت علی رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ میں جب تمہیں حضور ﷺ کی طرف سے حدیث بیان کرتا ہوں تو (کمال احتیاط کی وجہ سے) میری یہ کیفیت ہو جاتی ہے کہ آسمان سے زمین پر گر جانا مجھے اس سے زیادہ محبوب ہو جاتا ہے کہ میں حضورؐ کی طرف سے ایسی بات کہہ دوں جو آپؐ نے نہ فرمائی ہو اور جب میں تم سے آپس کے معاملات کے بارے میں بات کرتا ہوں تو پھر یہ کیفیت نہیں ہوتی (اور اس میں اتنی احتیاط کی ضرورت نہیں ہوتی) کیونکہ انسانوں سے جنگ تو تدبیر و حکمت اور داؤ سے ہی جیتی جاسکتی ہے۔[5]

حضرت عمرو بن میمون رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں کہ بعض دفعہ پورا سال گزر جاتا لیکن حضرت عبداللہ رضی اللہ عنہ حضور ﷺ کی طرف سے کوئی حدیث بیان نہ کرتے، چنانچہ ایک سال ایسا ہی گزرا اس کے بعد ایک حدیث بیان کی تو ایک دم پریشان ہوگئے اور پیشانی پر پسینہ بہنے لگا اور

۱؎ اخرجه الحاكم (ج۳ص ۵۱۲) قال الحاكم هذا حديث صحيح الاسناد ولم يخرجاه ووافقه الذهبي ۲؎ اخرجه احمد وابن عدى والعقيلى وابو نعيم فى المعرفة كذافى الكنز (ج۵ص ۲۳۹)
۳؎ اخرجه ابن سعد وابن عساكر كذافى المنتخب (ج۵ص ۹)
۴؎ عند احمد و ابى يعلى والبزار قال الهيثمى (ج ۱ ص ۱۴۳) هو حديث رجاله رجال الصحيح والطريق الاول فيها عبدالرحمن بن ابى الزناد و هو ضعيف وقدوثق . انتهى
۵؎ اخرجه الشيخان وغيرهما كذافى الكنز (ج ۵ ص ۲۴۰)

فرمانے لگے یہی الفاظ حضورؐ نے فرمائے تھے یا ان جیسے یا ان کے قریب الفاظ تھے۔[۱]

حضرت مسروق رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں حضرت عبداللہؓ ایک دن حدیث بیان کرنے لگے اور فرمایا میں نے حضور ﷺ کو فرماتے ہوئے سنا (پھر حدیث بیان کی) تو کانپنے لگے اور کپکپی کی وجہ سے کپڑے ہلنے لگے اور فرمایا حضورؐ نے یہی الفاظ فرمائے تھے یا ان جیسے یا ان کے مشابہ الفاظ تھے۔[۲]

حضرت ابوادریس خولانی رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں میں نے دیکھا کہ حضرت ابوالدرداء رضی اللہ عنہ جب حضور ﷺ کی طرف سے حدیث بیان کرنے سے فارغ ہو جاتے تو فرماتے کہ حضورؐ نے یا تو یہی الفاظ فرمائے تھے یا ان جیسے یا ان سے ملتے جلتے الفاظ تھے۔[۳] ابن عبدالبر کی روایت میں یہ ہے کہ آپ نے فرمایا اے اللہ! اگر یہ الفاظ نہیں ہیں تو ان جیسے الفاظ تھے۔[۴]

حضرت محمد بن سیرین رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں کہ جب حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ حضور ﷺ کی طرف سے حدیث بیان کر لیتے تو فرمایا کرتے کہ یا تو حضورؐ نے یہی الفاظ فرمائے تھے یا پھر جیسے آپؐ نے ارشاد فرمایا۔[۵] حضرت ابن سیرین رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں کہ حضرت انسؓ حضورؐ کی طرف سے بہت کم حدیث بیان کیا کرتے اور جب بیان کرتے۔ آگے پچھلی حدیث جیسا مضمون ذکر کیا۔[۶]

حضرت ابوجعفر محمد بن علی رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں کہ حضور ﷺ کے کوئی صحابی حضورؐ سے حدیث سن کر اس کے بیان کرنے میں حضرت عبداللہ بن عمرؓ سے زیادہ احتیاط برتنے والا نہیں تھا۔ یہ حدیث کے الفاظ نہ بڑھاتے تھے اور نہ گھٹاتے تھے اور نہ ان میں کچھ تبدیلی کرتے تھے۔[۷] حضرت شعبی رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں ایک سال تک حضرت ابن عمرؓ کے ساتھ میری نشست رہی۔ میں نے انہیں اس عرصہ میں حضور ﷺ کی طرف سے ایک بھی حدیث بیان کرتے ہوئے نہیں سنا۔[۸]

حضرت عمران بن حصین رضی اللہ عنہما نے فرمایا میں نے حضورؐ سے بہت سی حدیثیں سنی ہیں

۱۔ اخرجه الحاكم (ج ٣ص ٣١٢) قال الحاكم هذاحديث صحيح على شرط الشيخين ولم يخرجاه و وافقه الذهبى ٢۔ اخرجه ابن عبدالبر فى جامع العلم (ج ١ ص ٧٩) و اخرجه ابن سعد (ج ٣ ص ١٥٦) عن عمرو بمعناه وعن مسروق نحوه

٣۔ اخرجه الطبرانى فى الكبير ورجاله ثقات كذافى مجمع الزوائد (ج ١ ص ١٤١) و اخرجه ابن عبدالبر فى الجامع (ج ١ ص ٧٨) عن ربيعة ابن زيدان ابالدرداء رضى الله عنه كان فذكر نحوه.

٤۔ و اخرجه ابو يعلى والرويانى و ابن عساكر عن ابى الدرداء نحوه كمافى الكنز (ج ٥ ص ٢٤٣)

٥۔ اخرجه ابن عبدالبر فى جامع العلم (ج ١ ص ٧٩)

٦۔ اخرجه ايضا احمد و ابو يعلى والحاكم كمافى الكنز (ج ٥ ص ٢٤٠)

٧۔ اخرجه ابن سعد (ج ٣ ص ١٤٤) ٨۔ عند ابن سعد ايضا (ج ٣ ص ١٣٥)

جو مجھے یاد بھی ہیں لیکن میں انہیں صرف اس وجہ سے بیان نہیں کرتا کہ میرے ساتھ کے صحابہ ان حدیثوں میں میری مخالفت کریں گے۔[۱] حضرت مطرف رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں مجھ سے حضرت عمران بن حصین رضی اللہ عنہما نے فرمایا اے مطرف! (مجھے بہت زیادہ حدیثیں یاد ہیں) اللہ کی قسم! مجھے اس کا یقین ہے کہ اگر میں چاہوں تو دو دن مسلسل حضور کریم ﷺ کی طرف سے حدیثیں اس طرح بیان کرسکتا ہوں کہ کوئی حدیث دو دفعہ بیان نہ ہو لیکن مجھے زیادہ حدیثیں بیان کرنا پسند بھی نہیں اور میں زیادہ بیان بھی نہیں کرتا اور اس کی وجہ یہ ہے کہ حضرت محمد ﷺ کے بعض صحابہ بھی اسی طرح (حضور کی مجلس میں) حاضر ہوا کرتے تھے جس طرح میں حاضر ہوا کرتا تھا اور انھوں نے بھی (حضورؐ سے) اسی طرح سنا جس طرح میں نے سنا لیکن وہ کچھ حدیثیں ایسی بیان کرتے ہیں جن کے الفاظ کچھ آگے پیچھے ہوگئے ہیں، چنانچہ حضرت عمرانؓ بعض دفعہ تو یوں فرماتے کہ اگر آپ لوگوں کو میں یہ حدیث بیان کروں کہ میں نے نبی کریم ﷺ کو اس طرح فرماتے ہوئے سنا ہے تو مجھے یقین ہے کہ میں ان الفاظ میں بالکل سچا ہوں گا اور کبھی پورے وثوق سے کہتے کہ میں نے نبی کریم ﷺ کو اس طرح فرماتے ہوئے سنا۔[۲]

حضرت سلیمان بن ابی عبداللہ رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں کہ میں نے حضرت صہیب رضی اللہ عنہ کو فرماتے ہوئے سنا اللہ کی قسم! میں جان بوجھ کر آپ لوگوں کو حدیثیں نہیں سناتا اور یوں نہیں کہتا کہ حضور ﷺ نے فرمایا ہے ہاں اگر آپ لوگ کہیں تو میں حضورؐ کے غزوات میں شریک ہوا ہوں اور ان میں بہت کچھ دیکھا ہے۔ یہ سب کچھ سنانے کو تیار ہوں لیکن یوں کہوں کہ حضور ﷺ نے فرمایا ہے اس کے لئے تیار نہیں ہوں۔[۳]

حضرت مکحول رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں کہ ایک دن میں اور حضرت ابوالازہر دونوں حضرت واثلہ بن اسقع رضی اللہ عنہ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور عرض کیا اے ابوالاسقع! ہمیں ایسی حدیث سنائیں جو آپ نے حضورؐ سے سنی ہو جس میں نہ تو وہم ہو نہ کمی زیادتی ہوانھوں نے فرمایا کیا تم میں سے کسی نے آج رات کچھ قرآن پڑھا ہے؟ ہم نے کہا جی ہاں لیکن ہمیں قرآن اچھی طرح یاد نہیں ہے۔ الف یا واؤ کی زیادتی ہوجاتی ہے تو فرمایا یہ قرآن کتنے عرصہ سے تمہارے درمیان ہے اور تم لوگ اب تک اسے اچھی طرح یاد نہیں کرسکے ہو اور سمجھتے ہو کہ تم لوگوں سے قرآن میں کمی زیادتی ہوجاتی ہے تو پھر تمہارا ان حدیثوں کے بارے میں کیا خیال ہے جنہیں ہم نے حضورؐ سے سنا ہے کیونکہ ہوسکتا ہے ہم نے حضورؐ سے وہ حدیث ایک دفعہ ہی سنی ہو، اس لئے حضورؐ والے الفاظ

۱۔ اخرجه الطبرانی فی الکبیر قال الهیثمی و رجاله موثقون.

۲۔ عند احمد قال الهیثمی (ج ۱ ص ۱۴۱) وفیه ابو هارون الغنوی لم ار من ترجمه

۳۔ اخرجه ابن سعد (ج ۳ ص ۲۲۹) و ابن عساکر کذافی المنتخب (ج ۵ ص ۲۰۳)

بعینہ بیان کرنا تو ہمارے لئے بہت مشکل ہے، البتہ ان کا معنی اور مطلب ہم بیان کر سکتے ہیں تم اسی کو کافی سمجھو۔[۱]

حضرت ابراہیم بن عبدالرحمٰن بن عوف رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں کہ حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ نے انتقال سے پہلے حضور ﷺ کے جن صحابہؓ کے پاس آدمی بھیج کر انہیں اطراف عالم سے (مدینہ منورہ میں) جمع کیا وہ یہ ہیں حضرت عبداللہ بن حذافہ، حضرت ابوالدرداء، حضرت ابوذر اور حضرت عقبہ بن عامر رضی اللہ عنہم جب یہ حضرات آگئے تو ان سے حضرت عمرؓ نے فرمایا آپ لوگوں نے اطراف عالم میں حضور کی طرف سے یہ کیا حدیثیں پھیلا دی ہیں؟ انھوں نے کہا کیا آپ ہمیں (حدیثیں بیان کرنے سے) روکنا چاہتے ہیں؟ آپؓ نے فرمایا نہیں بلکہ آپ لوگ میرے پاس رہیں۔ اللہ کی قسم! جب تک میں زندہ ہوں آپ لوگ مجھ سے جدا نہیں ہو سکتے (یہاں رہ کر حدیثیں بیان کریں) اور اس کی وجہ یہ ہے کہ ہم بھی حدیثیں خوب جانتے ہیں، اس لئے آپ لوگوں کی حدیثوں کو دیکھیں گے کہ کونسی لینی چاہئے اور کونسی چھوڑنی چاہئے۔ چنانچہ یہ حضرات حضرت عمرؓ کے انتقال تک ان کے پاس ہی (مدینہ منورہ میں) رہے۔ ان سے جدا نہ ہوئے۔[۲]

حضرت ابراہیم بن عبدالرحمٰن رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ نے حضرت ابن مسعود، حضرت ابومسعود انصاری اور حضرت ابوالدرداء رضی اللہ عنہم کے پاس پیغام بھیج کر انہیں بلایا اور ان سے فرمایا آپ لوگ حضور کی طرف سے حدیثیں کثرت سے کیوں بیان کر رہے ہیں؟ پھر شہید ہونے تک حضرت عمرؓ نے انہیں (وہیں مدینہ میں) روکے رکھا۔[۳]

حضرت ابن ابی اوفی رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں ہم لوگ حضرت زید بن ارقم رضی اللہ عنہ کی خدمت میں حاضر ہو کر عرض کیا کرتے کہ ہمیں حضور کی طرف سے حدیث بیان فرمادیں وہ فرماتے اب ہم زیادہ بوڑھے ہوگئے ہیں اور بھولنے لگ گئے ہیں اور حضور کی طرف سے حدیث بیان کرنا بڑی ذمہ داری کا کام ہے (اگر اس میں غلطی ہوگئی تو سخت پکڑ ہوگی)۔[۴]

علم کے اہتمام سے زیادہ عمل کا اہتمام ہونا چاہئے

حضرت ابوالدرداء رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں حضورؐ نے فرمایا تم جو چاہے سیکھو لیکن اللہ کی طرف سے فائدہ تب ہی ہوگا جب تم سیکھے ہوئے پر عمل کرو گے۔[۵] حضرت انس رضی اللہ عنہ

۱۔ اخرجه ابن عبدالبر فی جامع العلم (ج ۱ ص ۷۹) ۲۔ اخرجه ابن عساکر کذافی الکنز (ج ۵ ص ۲۳۹) ۳۔ اخرجه الطبرانی فی الاوسط قال الهیثمی هذا اثر منقطع و ابراهیم ولد سنة عشرین ولم یدرک من حیاة عمر الاثلاث سنین انتهی و اخرجه ابن سعد (ج ۴ ص ۱۵۳) عن ابراهیم نحوه و ذکر اباذر بدل ابی مسعود ۴۔ اخرجه ابن عساکر کذافی الکنز (ج ۵ ص ۲۳۹) ۵۔ اخرجه ابن عدی والخطیب

فرماتے ہیں کہ حضورؐ نے فرمایا تم جتنا چاہے علم حاصل کرلو تمہیں علم حاصل کرنے کا ثواب تب ملے گا جب اس پر عمل کرو گے۔[۱] حضرت عبدالرحمٰن بن غنم رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں کہ مجھے حضورؐ کے دس صحابہ نے یہ واقعہ بیان کیا کہ ہم مسجد قبا میں علم سیکھ سکھا رہے تھے کہ اتنے میں حضورؐ ہمارے پاس تشریف لائے اور فرمایا تم جتنا چاہے علم حاصل کرلو۔ اس کے بعد پچھلی حدیث جیسا مضمون ذکر کیا۔[۲]

حضرت علی رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ ایک آدمی نے پوچھا یا رسول اللہ! کون سی چیز میری جہالت کی حجت کو ختم کرے گی؟ آپؐ نے فرمایا علم۔ پھر اس نے پوچھا کون سی چیز علم کی حجت کو ختم کرے گی؟ آپؐ نے فرمایا عمل۔[۳]

حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا اللہ کی کتاب (قرآن) سیکھو۔ اس کی وجہ سے تمہاری پہچان ہوگی اور اس پر عمل کرو اس سے تم اللہ کی کتاب والے ہو جاؤ گے۔[۴]

حضرت علی رضی اللہ عنہ نے فرمایا علم حاصل کرو اس سے تمہاری پہچان ہوگی اور جو علم حاصل کیا ہے اس پر عمل کرو اس سے تم علم والے ہو جاؤ گے کیونکہ تمہارے بعد ایسا زمانہ آئے گا جس میں حق کے دس حصوں میں سے نو کا انکار کر دیا جائے گا اور اس زمانے میں صرف وہ نجات پا سکے گا جو گمنام اور لوگوں سے الگ تھلگ رہنے والا ہوگا۔ یہی لوگ ہدایت کے امام اور علم کے چراغ ہوں گے۔ یہ لوگ جلد باز، بری بات پھیلانے والے اور باتونی نہیں ہوں گے۔[۵] حضرت علی رضی اللہ عنہ نے فرمایا اے حاملین علم! (اے علماء!) علم پر عمل کرو کیونکہ عالم وہ ہے جو علم حاصل کرے پھر اس پر عمل کرے اور اس کا عمل اس کے علم کے مطابق ہو۔ عنقریب ایسے لوگ ہوں گے جو علم حاصل کریں گے لیکن ان کا علم ان کی ہنسلی کی ہڈی سے آگے نہیں جائے گا (اور اللہ کے ہاں نہیں پہنچے گا) ان کا باطن ظاہر کے خلاف ہوگا اور ان کا عمل ان کے علم کے خلاف ہوگا وہ اپنے اپنے حلقے میں بیٹھیں گے اور ایک دوسرے پر فخر کریں گے اور ان کے حلقہ میں بیٹھنے والا انہیں چھوڑ کر دوسرے کے پاس اگر بیٹھے گا تو یہ اس پر ناراض ہوں گے۔ ان کی مجلسوں میں ان کے جو اعمال ہوں گے وہ اللہ کی طرف اوپر نہیں جائیں گے۔[۶]

حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ نے فرمایا اے لوگو! علم حاصل کرو اور آدمی جو علم حاصل

۱۔ عند ابی الحسن بن الاحزم المدینی فی امالیه كذا فی الجامع الصغیر
۲۔ ذكره ابن عبدالبر فی العلم (ج ۲ ص ۶) ۳۔ اخرجه الخطیب فی الجامع وفیه عبدالله بن خراش و هو ضعیف كذافی الكنز (ج ۵ ص ۲۲۹) ۴۔ اخرجه ابن ابی شیبة كذافی الكنز (ج ۵ ص ۲۲۹) ۵۔ اخرجه احمد فی الزهد وابو عبید والدینوری فی الغریب وابن عساكر كذافی الكنز (ج ۵ ص ۲۲۹) ۶۔ ذكره ابن عبدالبر (ج ۲ ص ۷) واخرجه الدار قطنی فی الجامع وابن عساكر والزسی عن علی مثله كمافی الكنز (ج ۵ ص ۲۳۳)

کرے اس پر عمل بھی کرے۔[۱] حضرت عبداللہ بن عُکیم رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں کہ میں نے اس مسجد میں حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ کو سنا کہ انھوں نے گفتگو سے پہلے قسم کھا کر فرمایا تم میں سے ہر آدمی اپنے رب سے تنہائی میں اکیلے ملے گا جیسے کہ تم میں سے ہر ایک چودھویں کا چاند تنہائی میں الگ دیکھتا ہے۔ پھر اللہ تعالیٰ فرمائیں گے اے ابن آدم! تجھے کس چیز نے میرے بارے میں دھوکے میں ڈال دیا؟ (کہ میری نافرمانی کرتا رہا) اے ابن آدم! تو نے رسولوں کو (ان کی دعوت کا) کیا جواب دیا؟ اے ابن آدم! تو نے جو علم حاصل کیا تھا اس پر کیا عمل کیا؟ حضرت عدی بن عدی رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ نے فرمایا جو علم حاصل نہ کرے اس کے لئے ایک مرتبہ ہلاکت ہے اور اگر اللہ تعالیٰ چاہتے تو اسے علم عطا فرما دیتے اور جو علم حاصل کرے اور اس پر عمل نہ کرے اس کے لئے سات مرتبہ ہلاکت ہے۔[۲]

حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ نے فرمایا باتیں تو تمام لوگ بہت اچھی کرتے ہیں لیکن جس کا عمل اس کے قول کے مطابق ہوگا وہی کامیاب ہوگا اور جس کا فعل قول کے خلاف ہوگا وہ (قیامت کے دن) اپنے آپ کو ملامت کرے گا۔[۳] حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ نے فرمایا جو (لوگوں سے مستغنی ہوکر) اللہ (کے کام) میں مشغول ہو جائے گا تمام لوگ اس کے محتاج ہو جائیں گے اور جو اس علم پر عمل کرے گا جو اللہ نے اسے دیا ہے تو تمام لوگ اس علم کے محتاج ہو جائیں گے جو اس کے پاس ہے۔[۴]

حضرت لقمان بن عامر رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں حضرت ابوالدرداء رضی اللہ عنہ فرمایا کرتے تھے میں اپنے رب سے اس بات سے ڈرتا ہوں کہ قیامت کے دن مجھے تمام مخلوق کے سامنے بلا کر فرمائے اے عویمر! میں کہوں لبیک اے میرے رب! پھر وہ فرمائے تم نے جو علم حاصل کیا تھا اس پر کیا عمل کیا تھا؟[۵] حضرت ابوالدرداء رضی اللہ عنہ نے فرمایا مجھے سب سے زیادہ ڈر اس بات کا ہے کہ قیامت کے دن مجھے یہ کہا جائے اے عویمر! کیا تم نے علم حاصل کیا تھا یا جاہل ہی رہے تھے؟ اگر میں کہوں گا کہ میں نے علم حاصل کیا تھا تو نیک کام کا حکم دینے والی ہر آیت اور برے کام سے روکنے والی ہر آیت اپنے حق کا مطالبہ کرے گی۔ حکم دینے والی آیت کہے گی کیا تو نے میرا حکم مانا

۱۔ اخرجه الطبرانی قال الهيثمی (ج ۱ ص ۱۶۴) رجاله موثقون الا ان اباعبيدة لم يسمع من ابيه. انتهی و اخرجه ابو نعيم فی الحلية (ج ۱ ص ۱۳۱) عن علقمة عن عبدالله نحوه

۲۔ اخرجه ابو نعيم فی الحلية و اخرجه ابن عبدالبر فی العلم (ج ۱ ص ۲) عن عبدالله بن عكيم عن ابن مسعود نحو ماتقدم ۳۔ اخرجه ابن عبدالبر فی جامع العلم (ج ۲ ص ۶)

۴۔ عند ابن عبدالبر ایضا (ج ۲ ص ۱۰) و اخرج ابن عساكر ایضا الحديث الاول مثله كمافی الكنز (ج ۵ ص ۲۴۳) ۵۔ اخرجه البيهقی كذافی الترغيب (ج ۱ ص ۹۰) و اخرجه ابو نعيم فی الحلية (ج ۱ ص ۲۱۴) عن لقمان نحوه ۵۔ عند ابی نعيم ایضا

تھا؟ اور روکنے والی آیت کہے گی کیا تو اس برے کام سے رک گیا تھا؟ میں اللہ کی پناہ چاہتا ہوں اس علم سے جو نفع نہ دے اور اس نفس سے جو سیر نہ ہو اور اس دعا سے جو سنی نہ جائے۔ ۱؎ حضرت ابوالدرداء رضی اللہ عنہ نے فرمایا انسان اس وقت تک متقی نہیں بن سکتا جب تک علم حاصل نہ کرے اور علم کے ذریعہ سے حسن و جمال تب حاصل ہو سکتا ہے جب اس پر عمل کرے۔ ۲؎ حضرت ابوالدرداء رضی اللہ عنہ نے فرمایا اللہ کے نزدیک قیامت کے دن لوگوں میں سب سے برے مرتبے والا وہ عالم ہوگا جس نے اپنے علم سے فائدہ نہ اٹھایا ہو (یعنی اس پر عمل نہ کیا ہو) ۳؎

حضرت معاذ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ قیامت کے دن کسی بندے کے دونوں قدم اس وقت تک اپنی جگہ سے نہیں ہل سکیں گے جب تک اس سے چار باتیں نہ پوچھ لی جائیں۔ اس نے اپنے جسم کو کن کاموں میں استعمال کیا؟ اپنی عمر کہاں لگائی؟ اور مال کہاں سے کمایا اور کہاں خرچ کیا؟ اور اپنے علم پر کیا عمل کیا؟ ۴؎ حضرت معاذ رضی اللہ عنہ نے فرمایا تم علم تو جو چاہے سیکھ لو لیکن اللہ تمہیں علم پر اجر تب دیں گے جب تم اس پر عمل کرو گے۔ ۵؎

حضرت انس رضی اللہ عنہ نے فرمایا تم علم تو جو چاہے سیکھ لو لیکن اللہ تعالیٰ تمہیں علم پر اجر تب دیں گے جب تم اس پر عمل کرو گے۔ علماء کا اصل مقصد تو علم کی حفاظت کرنا ہے (کہ اسے یاد رکھا جائے اور اس پر عمل کیا جائے) اور نادان لوگوں کا مقصد تو خالی آگے بیان کر دینا ہے۔ ۶؎

سنت کا اتباع اور سلف صالحین کی اقتداء اور دین میں اپنی طرف سے ایجاد کردہ کام پر انکار

حضرت ابی بن کعب رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ تم لوگ (اللہ والے) صحیح راستہ اور سنت کو لازم پکڑ لو کیونکہ روئے زمین پر جو بندہ بھی صحیح راستہ پر اور سنت پر ہوگا پھر وہ اللہ کا ذکر کرے گا اور اس کے ڈر سے اس کی آنکھوں میں آنسو آ جائیں گے تو اسے اللہ تعالیٰ ہرگز عذاب نہیں دیں گے اور روئے زمین پر جو بندہ بھی صحیح راستہ اور سنت پر ہوگا پھر وہ اپنے دل میں اللہ کو یاد کرے گا اور اللہ کے ڈر سے اس کے رونگٹے کھڑے ہو جائیں گے تو اس کی مثال اس درخت جیسی ہو جائے گی جس کے پتے سوکھ گئے ہوں اور تیز ہوا چلنے سے اس کے پتے بہت زیادہ گرنے لگیں تو ایسے ہی اس کے

۱؎ عند ابی نعیم ایضا ۲؎ اخرجه ابو نعیم فی الحلیة (ج ۱ ص ۲۱۳) وعنده ایضا (ج ۱ ص ۲۱۱) عنه مثل قول ابن مسعود من طریق عدی ۳؎ عند ابی نعیم ایضا (ج ۱ ص ۲۲۳)
۴؎ اخرجه ابن عبدالبر فی جامع العلم (ج ۲ ص ۳) ۵؎ عند ابن عبدالبر ایضا (ج ۲ ص ۶) و اخرجه ابو نعیم فی الحلیة (ج ۱ ص ۲۳۶) عن معاذ مثله
۶؎ اخرجه ابن عبدالبر فی جامع العلم (ج ۲ ص ۶)

گناہوں کو اللہ تعالیٰ بہت زیادہ گرانے لگ جائیں گے اور اللہ کے راستے اور سنت پر درمیانی رفتار سے چلنا اس سے بہتر ہے کہ انسان اللہ کے راستہ کے خلاف اور سنت کے خلاف بہت زیادہ محنت کرے، اس لئے تم دیکھ لو چاہے تم زیادہ محنت کرو چاہے درمیانی رفتار سے چلو لیکن تمہارا ہر عمل انبیاء علیہم السلام کے طریقے اور سنت کے مطابق ہونا چاہئے۔[1]

حضرت سعید بن مسیب رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں کہ حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ جب مدینہ تشریف لائے تو بیان کے لئے کھڑے ہوئے اور اللہ کی حمد و ثنا کے بعد فرمایا اے لوگو! تمہارے لئے سنتیں جاری ہو چکی ہیں اور فرائض مقرر ہو چکے ہیں اور تمہیں ایک صاف اور واضح راستہ دے دیا گیا ہے۔ اب تم لوگ ہی اس راستہ میں دائیں بائیں ہٹ کر لوگوں کو گمراہ کر دو تو یہ الگ بات ہے۔[2]

حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ جمعرات کے دن کھڑے ہو کر فرماتے اصل چیزیں دو ہیں۔ ایک زندگی گزارنے کا طریقہ اور دوسرا کلام۔ سب سے افضل اور سب سے زیادہ سچا کلام اللہ تعالیٰ کا ہے اور سب سے عمدہ طریقہ حضرت محمد ﷺ کا ہے اور تمام کاموں میں سب سے برے کام وہ ہیں جو نئے ایجاد کئے جائیں اور ہر نیا کام (جو قرآن و حدیث سے نہ نکالا گیا ہو وہ) بدعت ہے۔ غور سے سنو! ایسا نہ ہو کہ مدت لمبی ہو جائے اور اس سے تمہارے دل سخت ہو جائیں اور لمبی امیدیں تمہیں (آخرت سے) غافل کر دیں کیونکہ جو چیز آنے والی ہے وہ قریب ہے اور جو آنے والی نہیں ہے وہ دور ہے۔[3]

حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ نے فرمایا سنت پر میانہ روی سے چلنا بدعت پر زیادہ محنت کرنے سے اچھا ہے۔[4]

حضرت عمران بن حصین رضی اللہ عنہما نے فرمایا قرآن بھی نازل ہوا اور حضور ﷺ نے بھی سنتیں مقرر فرمائیں پھر حضرت عمران رضی اللہ عنہ نے فرمایا تم لوگ ہمارا اتباع کرو (کیونکہ ہم نے قرآن و سنت کو پورا اختیار کیا ہوا ہے) اگر ایسا نہیں کرو گے تو گمراہ ہو جاؤ گے۔[5]

حضرت عمران بن حصین رضی اللہ عنہما نے ایک آدمی سے کہا تم احمق ہو کیا تمہیں اللہ کی کتاب میں یہ صاف طور سے لکھا ہوا ملتا ہے کہ ظہر کی نماز میں چار رکعتیں ہیں اور اس میں قرات اونچی آواز

۱۔ اخرج اللالکائی فی السنة کذافی الکنز (ج ۱۰ ص ۹۷) و اخرجه ابو نعیم فی الحلیة (ج ۱ ص ۱۵۳) نحوه ۲۔ اخرجه ابن عبدالبر فی جامع العلم (ج ۲ ص ۱۸۷)

۳۔ اخرجه ابن عبدالبر فی العلم (ج ۲ ص ۱۸۱) ۴۔ اخرجه الحاکم (ج ۱ ص ۱۰۳) قال الحاکم هذا حدیث مسند صحیح علی شرطهما ولم یخرجا و وافقه الذهبی و اخرجه الطبرانی فی الکبیر کمافی المجمع (ج ۱ ص ۱۷۳)

۵۔ اخرجه احمد قال الهیثمی (ج ۱ ص ۱۷۳) وفیه علی بن زید بن جدعان وهو ضعیف

سے نہ کرو؟ پھر حضرت عمرانؓ نے باقی نمازوں اور زکوۃ وغیرہ کا نام لیا (کہ کیا ان کے تفصیلی احکام قرآن میں ہیں؟) کیا تمہیں ان اعمال کی تفصیل اللہ کی کتاب میں ملتی ہے؟ اللہ کی کتاب میں یہ تمام چیزیں اجمالاً ذکر ہوئی ہیں اور سنت رسولؐ نے ان سب کو کھول کر تفصیل سے بیان کیا ہے۔[۱]

حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ نے فرمایا تم میں سے جو کسی کی اقتداء کرنا چاہتا ہے تو اسے چاہئے کہ وہ حضرت محمد ﷺ کے صحابہؓ کی اقتداء کرے کیونکہ وہ اس امت میں سب سے زیادہ نیک دل، سب سے زیادہ گہرے علم والے، سب سے کم تکلف والے، سب سے زیادہ سیدھے طور طریقے والے اور سب سے زیادہ اچھی حالت والے تھے۔ ان لوگوں کو اللہ تعالیٰ نے اپنے نبی کریم ﷺ کی صحبت کے لئے اور اپنے دین کو قائم کرنے کے لئے چنا تھا۔ لہٰذا تم ان کے فضائل و درجات کا اعتراف کرو اور ان کے نقش قدم پر چلو کیونکہ وہ سیدھی راہ پر تھے۔[۲]

حضرت حذیفہ رضی اللہ عنہ فرمایا کرتے تھے اے جماعت علماء! اللہ سے ڈرو اور اپنے سے پہلے لوگوں کے راستہ کو پکڑے رکھو میری زندگی کی قسم! اگر تم اس راستہ پر چلو گے تو تم دوسروں سے بہت آگے نکل جاؤ گے اور اگر تم اسے چھوڑ کر دائیں بائیں چلے جاؤ گے تو تم بہت زیادہ بھٹک جاؤ گے۔[۳]

حضرت مصعب بن سعد رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں میرے والد جب مسجد میں نماز پڑھتے تو مختصر پڑھتے، البتہ رکوع اور سجدہ پورا کرتے اور گھر میں جب نماز پڑھتے تو نماز، رکوع اور سجدہ سب کچھ لمبا کرتے۔ میں نے کہا ابا جان! جب آپ مسجد میں نماز پڑھتے ہیں تو مختصر پڑھتے ہیں اور جب گھر میں نماز پڑھتے ہیں تو لمبی پڑھتے ہیں؟ انھوں نے کہا اے میرے بیٹے! ہم امام ہیں لوگ ہمارے پیچھے چلتے ہیں، ہماری اقتداء کرتے ہیں۔[۴]

حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ نے فرمایا تم اپنے سے پہلے لوگوں کے پیچھے چلو، اپنی طرف سے نئے نئے طریقے مت چلاؤ (تمہیں عقل لڑانے کی ضرورت نہیں ہے) اللہ کے رسول اور صحابہ تمہیں سب کچھ کر کے دے گئے ہیں۔[۵] حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ نے فرمایا حضرت ابوبکر اور حضرت عمر رضی اللہ عنہما سے محبت کرنا اور ان کی فضیلت کا اعتراف کرنا دونوں سنت

۱؎ اخرجه ابن عبدالبر فی جامع بیان العلم (ج ۲ ص ۱۹۱) ۲؎ اخرجه ابن عبدالبرّ فی جامع العلم (ج ۲ ص ۹۷) و اخرج ابو نعیم فی الحلیة (ج ۱ ص ۳۰۵) بمعناه عن ابن عمر رضی الله عنهما کما تقدم فی صفة الصحابة الکرام

۳؎ اخرجه ابن عبدالبر فی العلم (ج ۲ ص ۹۷) و اخرجه ابن ابی شیبة ابن عساکر عن مصعب بن سعد کمافی الکنز (ج ۵ ص ۲۳۳)

۴؎ اخرجه الطبرانی فی الکبیر قال الهیثمی (ج ۱ ص ۱۸۲) رجاله رجال الصحیح

۵؎ اخرجه الطبرانی فی الکبیر قال الهیثمی (ج ۱ ص ۱۸۱) رجاله رجال الصحیح

میں سے ہیں۔ ۱

حضرت علی رضی اللہ عنہ نے فرمایا اپنے زمانہ کے لوگوں کے نقش قدم پر چلنے سے بچو کیونکہ ایک آدمی جنت والوں کے عمل کرتا ہے پھر اللہ کے علم کے مطابق وہ پلٹا کھا جاتا ہے اور دوزخ والوں کے عمل کرنے لگ جاتا ہے اور وہ دوزخی بن کر مرتا ہے اور ایک آدمی دوزخ والوں کے عمل کر رہا ہوتا ہے پھر وہ اللہ کے علم کے مطابق پلٹا کھا جاتا ہے اور جنت والوں کے عمل کرنے لگ جاتا ہے اور جنتی بن کر مرتا ہے۔ اگر تم نے ضرور ہی کسی کے پیچھے چلنا ہے تو پھر تم ان لوگوں کے پیچھے چلو جن کا خاتمہ ایمان و اعمال صالحہ پر ہو چکا ہے اور وہ دنیا سے جا چکے ہیں۔ جو ابھی زندہ ہیں ان کے پیچھے مت چلو! کیونکہ کسی زندہ انسان کے بارے میں اطمینان نہیں کیا جا سکتا نہ معلوم کب گمراہ ہو جائے)۔ ۲

حضرت ابوالبختری رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں کہ ایک آدمی نے حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کو بتایا کہ کچھ لوگ مغرب کے بعد سے مسجد میں بیٹھے ہوئے ہیں اور ان میں ایک آدمی ہے جو کہہ رہا ہے اتنی مرتبہ اللہ اکبر اتنی مرتبہ سبحان اللہ اور اتنی مرتبہ الحمد للہ کہو حضرت عبداللہ نے پوچھا پھر کیا وہ لوگ کہہ رہے ہیں؟ اس آدمی نے کہا جی ہاں۔ فرمایا آئندہ جب تم انہیں ایسا کرتے ہوئے دیکھو تو مجھے آ کر بتانا (چنانچہ اس نے آ کر بتایا تو) حضرت عبداللہؓ ان کے پاس گئے اور انھوں نے ٹوپی والا جبہ پہن رکھا تھا اور ان کے پاس جا کر بیٹھ گئے۔ حضرت عبداللہؓ ذرا تیز مزاج آدمی تھے۔ جب انھوں نے ان لوگوں کو وہ کلمات اس ترتیب سے کہتے ہوئے سنا تو کھڑے ہو کر فرمایا میں عبداللہ بن مسعود ہوں۔ اس اللہ کی قسم جس کے سوا کوئی معبود نہیں تم نے اس بدعت کو لا کر بڑا ظلم کیا ہے اور تم اس طرح تو حضرت محمد ﷺ کے صحابہ سے علم میں آگے نکل گئے ہو (وہ تو اس طرح ذکر نہیں کیا کرتے تھے) حضرت معضد نے کہا ہم تو کوئی بدعت لا کر ظلم نہیں کرنا چاہتے اور نہ ہم علم میں حضورؐ کے صحابہ سے آگے نکل گئے ہیں۔ پھر حضرت عمرو بن عتبہ نے کہا اے ابو عبدالرحمٰن! ہم اللہ سے معافی مانگتے ہیں۔ حضرت ابن مسعودؓ نے فرمایا تم صحیح راستہ پر چلتے رہو بلکہ اسے ہی چمٹے رہو اللہ کی قسم! اگر تم ایسا کرو گے تو تم بہت آگے نکل جاؤ گے اور راستہ سے ہٹ کر دائیں بائیں ہو جاؤ گے تو بہت زیادہ بھٹک جاؤ گے۔ ۳ حضرت ابوالبختری رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کو خبر ملی کہ کچھ لوگ مغرب اور عشاء کے درمیان بیٹھتے ہیں۔ آگے پچھلی حدیث

۱۔ عند ابن عبدالبر فی العلم (ج ۲ ص ۱۸۷)

۲۔ اخرجه ابن عبدالبر فی العلم (ج ۲ ص ۱۱۵)

۳۔ اخرجه ابونعیم فی الحلیة (ج ۴ ص ۳۸۱) و اخرجه ایضا من طریق ابی الزعراء قال جاء المسیب بن نجیة الی عبدالله فقال انی ترکت قوما فی المسجد فذکر نحوه

جیسا مضمون ذکر کیا اور بعد میں یہ ہے کہ حضرت ابن مسعودؓ نے فرمایا تم نے اس بدعت کو شروع کر کے بڑا ظلم کیا ہے کیونکہ اگر یہ بدعت نہیں ہے تو پھر ہمیں حضرت محمد ﷺ کے صحابہ کو (نعوذ باللہ من ذلک) گمراہ قرار دینا پڑے گا۔ اس پر حضرت عمرو بن عتبہ بن فرقد نے کہا میں اللہ سے معافی مانگتا ہوں اے ابن مسعود اور اس کام سے توبہ کرتا ہوں پھر آپ نے انہیں بکھر جانے کا حکم دیا۔

حضرت ابوالبختری رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں کہ حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ نے کوفہ کی مسجد میں دو حلقے دیکھے تو ان دونوں کے درمیان کھڑے ہوگئے اور فرمایا کون سا حلقہ پہلے شروع ہوا تھا؟ ایک حلقہ والوں نے کہا ہمارا تو دوسرے حلقے والوں سے فرمایا تم لوگ اٹھ کر اسی میں آجاؤ اور یوں دو حلقوں کو ایک کر دیا۔[۱] طبرانی کی ایک صحیح اور مختصر روایت میں یہ ہے کہ پھر حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کپڑا اوڑھے ہوئے آئے اور فرمایا جو مجھے جانتا ہے وہ تو مجھے جانتا ہی ہے اور جو نہیں جانتا تو میں تعارف کرا دیتا ہوں کہ میں عبداللہ بن مسعود ہوں کیا تم لوگ حضرت محمد ﷺ اور ان کے صحابہ سے بھی زیادہ ہدایت یافتہ ہو یا تم نے گمراہی کی دم پکڑ رکھی ہے؟

حضرت عمرو بن سلمہ رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں کہ ہم لوگ مغرب اور عشاء کے درمیان حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ کے دروازے پر بیٹھے ہوئے تھے کہ اتنے میں حضرت ابوموسیٰ رضی اللہ عنہ آئے اور فرمایا اے ابوعبدالرحمٰن! ذرا ہمارے پاس باہر آئیں؟ چنانچہ حضرت ابن مسعودؓ باہر آئے اور فرمایا اے ابوموسیٰ! آپ اس وقت کیوں آئے؟ حضرت ابوموسیٰؓ نے فرمایا اللہ کی قسم! میں نے ایک ایسا کام دیکھا ہے جو ہے تو خیر لیکن اسے دیکھ کر میں پریشان ہوگیا ہوں، ہے تو وہ خیر لیکن اس نے مجھے چونکا دیا ہے۔ کچھ لوگ مسجد میں بیٹھے ہوئے ہیں اور ایک آدمی کہہ رہا ہے اتنی دفعہ سبحان اللہ کہو، اتنی دفعہ الحمدللہ کہو، چنانچہ حضرت ابن مسعودؓ اسی وقت چل پڑے اور ہم بھی ان کے ساتھ گئے یہاں تک کہ ان لوگوں کے پاس پہنچ گئے اور فرمایا تم لوگ کتنی جلدی بدل گئے ہو، حالانکہ حضور ﷺ کے صحابہ ابھی زندہ ہیں اور حضورؐ کی بیویاں ابھی جوان ہیں اور حضورؐ کے کپڑے اور برتن ابھی اپنی اصلی حالت پر ہیں ان میں کوئی تبدیلی نہیں آئی۔ تم اپنی برائیاں گنو، میں اس بات کا ضامن ہوں کہ اللہ تعالیٰ تمہاری نیکیاں گننے لگیں گے۔[۲]

حضرت عامر بن عبداللہ بن زبیر رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں میں اپنے والد (حضرت عبداللہ بن زبیر رضی اللہ عنہما) کی خدمت میں حاضر ہوا۔ انھوں نے پوچھا تم کہاں تھے؟ میں نے کہا مجھے کچھ لوگ ملے تھے، میں نے ان سے بہتر آدمی کبھی نہیں دیکھے وہ لوگ اللہ کا ذکر کر رہے تھے۔ پھر ان

---

۱ ـ اخرجه الطبرانی فی الکبیر قال الهیثمی (ج ۱ ص ۱۸۱) رواه الطبرانی فی الکبیر وفیه عطاء بن السائب وهو ثقة ولکنه اختلط ۲ ـ اخرجه الطبرانی فی الکبیر ایضا قال الهیثمی (ج ۱ ص ۱۸۱) وفیه مجالد بن سعید وثقه النسائی وضعفه البخاری و احمد بن حنبل و یحییٰ

میں سے ایک آدمی کانپنے لگا اور تھوڑی دیر میں اللہ کے ڈر سے بے ہوش ہوگیا۔ اس لئے میں ان کے ساتھ بیٹھ گیا تھا۔ انھوں نے کہا، اس کے بعد ان کے ساتھ کبھی نہ بیٹھنا۔ جب انھوں نے دیکھا کہ ان کی اس بات کا میں نے اثر نہیں لیا تو فرمایا میں نے حضور ﷺ کو قرآن پڑھتے ہوئے دیکھا ہے۔ اور میں نے حضرت ابو بکر اور حضرت عمر رضی اللہ عنہما کو بھی قرآن پڑھتے ہوئے دیکھا ہے ان حضرات پر تو ایسی حالت طاری نہیں ہوتی تھی تو تمہارا کیا خیال ہے یہ لوگ حضرت ابو بکرؓ حضرت عمرؓ سے بھی زیادہ اللہ سے ڈرنے والے ہیں؟ اس پر مجھے بات سمجھ میں آگئی کہ بات یونہی ہے اور میں نے ان لوگوں کو چھوڑ دیا۔[۱]

حضرت ابو صالح سعید بن عبدالرحمٰن رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں کہ ابن عتر تجیبی کھڑے ہو کر لوگوں میں قصہ گوئی کر رہا تھا تو اس سے حضور ﷺ کے صحابی حضرت صلہ بن حارث غفاری رضی اللہ عنہ نے فرمایا ہم نے حضورؐ کے عہد کو چھوڑا نہیں ہے اور کوئی قطع رحمی نہیں کی ہے تو پھر تم اور تمہارے ساتھی کہاں سے ہمارے درمیان (قصہ گوئی کے لئے) کھڑے ہو گئے ہو (اور اپنی بڑائی کے اظہار کے لئے یہ قصہ گوئی کر رہے ہو۔)[۲]

حضرت عمرو بن زرارہ رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں میں بیان کر رہا تھا کہ اتنے میں حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ آ کر کھڑے ہو گئے اور فرمایا تم نے گمراہی والی بدعت ایجاد کی ہے یا تم حضرت محمد ﷺ اور ان کے صحابہ سے زیادہ ہدایت والے ہو گئے ہو، میں نے دیکھا کہ یہ بات سنتے ہی تمام لوگ اٹھ کر ادھر ادھر چلے گئے اور میری جگہ پر ایک آدمی بھی نہ رہا۔[۳]

جس رائے کا قرآن وحدیث سے ثبوت نہ ہو ایسی بے اصل رائے سے بچنا

حضرت ابن شہاب رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں کہ ایک دفعہ حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ نے منبر پر فرمایا اے لوگو! حتمی اور درست رائے تو صرف حضور کی ہی تھی کیونکہ اللہ تعالیٰ ہی انہیں یہ رائے سمجھاتے تھے اور ہماری رائے تو بس گمان اور تکلف ہی ہے۔ (اس کا صحیح ہونا ضروری

۱۔ اخرجه ابو نعيم فى الحلية (ج ۳ ص ۱۶۷) ۲۔ اخرجه الطبرانى فى الكبير قال الهيثمى (ج ۱ ص ۱۸۹) واسناده حسن. ا ه و اخرجه ايضا البخارى والبغوى و محمد بن الربيع الجيزى وقال ابن السكن ليس لصلة غير هذا الحديث كذافى الاصابة (ج ۲ ص ۱۹۳)

۳۔ اخرجه الطبرانى قال الهيثمى (ج ۱ ص ۱۸۹) رواه الطبرانى فى الكبير وله اسناد ان احد هما رجاله رجال الصحيح. انتهى

نہیں) ۱۔ حضرت صدقہ بن ابی عبداللہ رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ فرمایا کرتے تھے اپنی رائے پر چلنے والے سنتوں کے دشمن ہیں۔ سستی کی وجہ سے سنتیں یاد نہیں کیں اور جتنی یاد کی تھیں انہیں محفوظ نہیں رکھا۔ اور جب ان سے ایسی بات پوچھی گئی جس کا جواب نہیں آتا تھا تو شرم کے مارے یہ نہیں کہا کہ ہم نہیں جانتے اس لئے سنتوں کے مقابلہ میں اپنی رائے لے آئے۔ ایسے لوگوں سے بالکل بچ کر رہنا۔۲ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا سنت تو وہ ہے جسے اللہ اور اس کے رسول ﷺ نے مقرر فرمایا۔ تم اپنی غلط رائے کو امت کے لئے سنت مت بناؤ۔۳ کنز کی روایت میں اس کے بعد یہ بھی ہے اِنَّ الظَّنَّ لَا یُغْنِیْ مِنَ الْحَقِّ شَیْئًا (سورت نجم آیت ۲۸) ترجمہ "اور یقیناً بے اصل خیالات امر حق (کے اثبات) میں ذرا بھی مفید نہیں ہوئے۔"

حضرت عمر بن دینار رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں کہ ایک آدمی نے حضرت عمرؓ سے کہا اللہ تعالیٰ نے آپ کو جو کچھ سمجھایا ہے آپ اس کے مطابق فیصلہ کریں۔ حضرت عمرؓ نے فرمایا ایسی بات نہ کہو کیونکہ یہ تو حضور کی خصوصیت تھی (کہ ان کی ہر بات اللہ کی طرف سے ہوتی تھی۔ ہمارے دل میں جو بات آتی ہے وہ شیطان کی طرف سے بھی ہو سکتی ہے یہ حضرت عمرؓ کی تواضع ہے۔)۴

حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ نے فرمایا یوں مت کہا کرو کہ بتائیں آپ کی کیا رائے ہے؟ بتائیں آپ کی کیا رائے ہے؟ کیونکہ تم سے پہلے والے اس طرح کہنے کی وجہ سے ہلاک ہوئے اور ایک چیز پر دوسری چیز کا قیاس نہ کیا کرو ورنہ تمہارے قدم جمنے کے بعد پھسل جائیں گے اور جب تم میں سے کسی سے ایسی بات پوچھی جائے جو وہ نہ جانتا ہو تو کہہ دے کہ اللہ ہی جانتے ہیں کیونکہ یہ (کہنا) بھی ایک تہائی علم ہے۔۵

حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں ہر آنے والا سال پہلے سال سے برا ہوگا (اپنی ذات کے اعتبار سے تو) کوئی سال کسی سال سے بہتر نہیں۔ کوئی جماعت کسی جماعت سے بہتر نہیں لیکن ہوگا یوں کہ تمہارے علماء اور تمہارے بھلے اور بہترین لوگ چلے جائیں گے اور پھر ایسے لوگ آجائیں گے۔ جو اپنی رائے سے تمام کاموں میں قیاس کرنے لگ جائیں گے۔ اس طرح اسلام میں شگاف پڑ جائے گا اور وہ گر جائے گا۔۶ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں (دین

۱۔ اخرجه ابن عبدالبر فی جامع العلم (ج ۲ ص ۱۳۴)

۲۔ عند ابن عبدالبر ایضا (ج ۲ ص ۱۳۵) ۳۔ عند ابن عبدالبر ایضا (ج ۲ ص ۱۳۶) و اخرج الحدیث الاول ابن ابی حاتم والبیهقی ایضا عن عمر مثله کمافی الکنز (ج ۵ ص ۲۴۱)

۴۔ اخرجه ابن المنذر کذافی الکنز (ج ۵ ص ۲۴۱)

۵۔ اخرجه الطبرانی قال الهیثمی (ج ۱ ص ۱۸۰) والشعبی لم یسمع من ابن مسعود وفیه جابر الجعفی وهو ضعیف. انتهی ۶۔ اخرجه الطبرانی فی الکبیر قال الهیثمی (ج ۱ ص ۱۸۰) وفیه مجالد بن سعید وقد اختلط اه و اخرجه ابن عبدالبر فی العلم (ج ۲ ص ۱۳۵) بنحوه

میں) اصل تو اللہ کی کتاب اور رسول اللہ ﷺ کی سنت ہے اس کے بعد جو اپنی رائے سے کچھ کہے گا تو مجھے معلوم نہیں کہ اسے وہ اپنی نیکیوں میں پائے گا یا برائیوں میں۔ ۱

حضرت عطاء رحمۃ اللہ علیہ اپنے والد سے نقل کرتے ہیں کہ نبی کریم ﷺ کے ایک صحابی سے کسی چیز کے بارے میں پوچھا گیا۔ انھوں نے فرمایا مجھے اپنے رب سے اس بات سے حیا آتی ہے کہ حضرت محمد ﷺ کی امت کے بارے میں اپنی رائے سے کچھ کہوں۔ ۲

نبی کریم ﷺ کے صحابہؓ کا اجتہاد کرنا

حضرت معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ جب نبی کریم ﷺ نے مجھے یمن بھیجا تو فرمایا جب تمہارے سامنے کوئی مقدمہ پیش ہوگا تو تم کس طرح فیصلہ کرو گے؟ میں نے کہا اللہ کی کتاب کے مطابق حضورؐ نے فرمایا اگر تم اسے اللہ کی کتاب میں نہ پاؤ تو پھر؟ میں نے کہا رسول اللہ ﷺ کی سنت کے مطابق حضورؐ نے فرمایا اگر تم اسے رسول اللہ کی سنت میں نہ پاؤ تو پھر؟ میں نے کہا تو پھر میں اپنی رائے سے اجتہاد کروں گا اور (سوچ بچار میں) کوئی کمی نہیں کروں گا۔ اس پر حضورؐ نے میرے سینے پر ہاتھ مار کر فرمایا تمام تعریفیں اس اللہ کے لئے ہیں جس نے رسول اللہ کے قاصد کو اس چیز کی توفیق عطا فرمائی جس سے اللہ کے رسول خوش ہیں۔ ۳

حضرت محمد بن سیرین رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں کہ نبی کریم ﷺ کے بعد کوئی آدمی حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ سے زیادہ اس چیز سے ڈرنے والا نہیں تھا جسے وہ نہ جانتا ہو اور حضرت ابوبکرؓ کے بعد کوئی آدمی حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے زیادہ ڈرنے والا نہیں تھا۔ ایک مرتبہ حضرت ابوبکرؓ کے سامنے ایک مسئلہ پیش ہوا۔ انھوں نے اس کے لئے اللہ کی کتاب میں کوئی اصل نہ پائی اور نہ ہی سنت میں کوئی نشان پایا تو فرمایا اب میں اپنی رائے سے اجتہاد کروں گا۔ اگر ٹھیک فیصلہ ہوا تو اللہ کی طرف سے اور اگر غلط فیصلہ ہوا تو میری طرف سے اور میں اللہ سے استغفار کرتا ہوں۔ ۴

حضرت شریح رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے انہیں یہ خط لکھا کہ جب تمہارے پاس کوئی مقدمہ آئے تو اس میں اللہ کی کتاب کے مطابق فیصلہ کرو اور اگر تمہارے پاس ایسا مقدمہ آئے جو کتاب اللہ میں نہیں ہے تو پھر اس میں سنت رسول اللہ ﷺ کے مطابق فیصلہ کرو اور اگر ایسا مقدمہ آئے جو نہ کتاب اللہ میں ہے اور نہ سنت رسول میں تو پھر وہ فیصلہ کرو جس پر علماء کا اجماع و اتفاق ہو اور اگر ایسا مقدمہ آئے جو نہ کتاب اللہ میں ہے اور نہ سنت رسولؐ میں اور نہ اس

۱۔ اخرجه ابن عبدالبر في العلم (ج ۲ ص ۱۳۶)

۲۔ اخرجه ابن عبدالبر في العلم (ج ۲ ص ۳۳)

۳۔ اخرجه ابو داؤد و الترمذي والدارمي كذافي المشكوة (ج ۲ ص ۳۱۶)

۴۔ اخرجه ابن سعد وابن عبدالبر في العلم كذافي الكنز (ج ۵ ص ۲۴۱)

میں کسی عالم نے کوئی بات کی ہے تو پھر دو باتوں میں سے ایک بات اختیار کر لو چاہو تو آگے بڑھ کر اپنی رائے سے اجتہاد کر کے فیصلہ کر لو اور چاہو تو پیچھے ہٹ جاؤ (اور کوئی فیصلہ نہ کرو) اور میرے خیال میں پیچھے ہٹنا تمہارے لئے بہتر ہی ہے۔[۱]

حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ نے فرمایا جسے کسی معاملہ میں فیصلہ کرنے کی ضرورت پیش آجائے تو اسے چاہئے کہ کتاب اللہ کے مطابق فیصلہ کرے اور اگر ایسا معاملہ ہو جو کتاب اللہ میں نہیں ہے تو پھر اس میں وہ فیصلہ کرے جو اللہ کے نبی کریم ﷺ نے کیا اور اگر ایسا معاملہ پیش آجائے جو نہ کتاب اللہ میں ہو اور نہ اس کے بارے میں اللہ کے نبیؐ نے کوئی فیصلہ کیا ہو تو پھر اس میں وہ فیصلہ کرے جو نیک لوگوں نے کیا ہو اور اگر ایسا معاملہ پیش آجائے جو نہ کتاب اللہ میں ہو اور نہ اللہ کے نبیؐ اور نیک بندوں نے اس کے بارے میں کوئی فیصلہ کیا ہو تو پھر اپنی رائے سے اجتہاد کرے اور اپنی اس بات پر پکا رہے اور شرمائے نہیں۔ دوسری روایت میں یہ ہے کہ پھر اپنی رائے سے اجتہاد کرے اور یہ ہرگز نہ کہے میرا خیال تو ایسا ہے، البتہ میں ڈرتا بھی ہوں کیونکہ حلال بھی واضح ہے اور حرام بھی واضح ہے، البتہ ان دونوں کے درمیان بہت سے مشتبہ امور ہیں (جن کا حلال یا حرام ہونا واضح نہیں ہے) اس لئے وہ کام چھوڑ دو جن میں کسی قسم کا شک ہے اور وہ کام اختیار کرو جن میں کوئی شک نہیں ہے۔[۲]

حضرت عبداللہ بن ابی یزیدؒ کہتے ہیں کہ میں نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما کا یہ معمول دیکھا کہ جب ان سے کوئی چیز پوچھی جاتی اور وہ اللہ کی کتاب میں ہوتی تو وہ فرما دیتے اور وہ اللہ کی کتاب میں نہ ہوتی لیکن اس کے بارے میں حضورؐ سے کچھ منقول ہوتا تو وہ فرما دیتے اور اگر وہ اللہ کی کتاب میں نہ ہوتی اور حضورؐ سے بھی کچھ منقول نہ ہوتا لیکن حضرت ابوبکر اور حضرت عمر رضی اللہ عنہما کی طرف سے کچھ منقول ہوتا تو وہ فرما دیتے اور اگر وہ اللہ کی کتاب میں نہ ہوتی اور حضورؐ سے حضرت ابوبکر اور حضرت عمرؓ سے بھی کچھ منقول نہ ہوتا تو پھر اپنی رائے سے اجتہاد کرتے۔[۳]

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں جب ہمارے پاس حضرت علی رضی اللہ عنہ کی طرف سے کوئی مضبوط دلیل آجاتی تو ہم اس کے برابر کسی کو نہ سمجھتے (بلکہ اسی کو اختیار کر لیتے)۔[۴]

حضرت مسروق رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں میں نے حضرت ابی بن کعب رضی اللہ عنہ سے کسی چیز کے بارے میں پوچھا تو فرمایا کیا یہ چیز پیش آچکی ہے؟ میں نے کہا نہیں تو فرمایا جب تک یہ پیش نہ آجائے اس وقت تک ہمیں آرام کرنے دو۔ جب پیش آجائے گی تو پھر ہم کوشش کر کے اپنی رائے

۱۔ اخرجه ابن عبدالبر فی العلم (ج ۲ ص ۵۶) عن الشعبی

۲۔ اخرجه ابن عبدالبر فی العلم (ج ۲ ص ۵۷) ۳۔ اخرجه ابن عبدالبر فی العلم (ج ۲ ص ۵۷)

۴۔ عند ابن عبدالبر ایضا و اخرج ابن سعد (ج ۴ ص ۱۸۱) الحدیث الاول بمعناه

بتا دیں گے۔[1]

فتویٰ دینے میں احتیاط سے کام لینا اور صحابہؓ میں کون فتویٰ دیا کرتے تھے؟

حضرت عبدالرحمٰن بن ابی لیلیٰ رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں میں نے حضور ﷺ کے ایک سو بیس صحابہؓ کو مسجد میں پایا کہ ان میں جو حدیث بیان کرنے والے تھے وہ یہ چاہتے تھے کہ ان کا بھائی حدیث بیان کر دے اور انہیں حدیث بیان نہ کرنی پڑے اور ان میں جو بھی مفتی تھے وہ یہ چاہتے تھے کہ ان کا بھائی فتویٰ دے دے اور خود انہیں فتویٰ نہ دینا پڑے۔[2]

حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ نے فرمایا وہ آدمی پاگل ہے کہ اس سے جو بھی فتویٰ پوچھا جائے وہ فوراً فتویٰ دے دے۔[3]

حضرت حذیفہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں لوگوں کو فتویٰ دینے والے آدمی تین طرح کے ہیں۔ ایک تو وہ آدمی جو قرآن کے ناسخ و منسوخ کو جانتا ہے، دوسرا وہ امیر جماعت جسے فتویٰ دیئے بغیر چارہ نہیں اور تیسرا احمق۔[4]

حضرت ابن سیرین رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں کہ حضرت عمرؓ نے حضرت ابومسعود رضی اللہ عنہما سے فرمایا کیا مجھے یہ خبر نہیں ملی کہ تم امیر نہیں ہو پھر بھی تم لوگوں کو فتویٰ دیتے ہو؟ جسے امارت کی راحت ملی ہے اسے ہی امارت کی مشقت بھی اٹھانے دو یعنی جو امیر ہے اسے ہی فتویٰ کی ذمہ داری اٹھانے دو تم فتویٰ نہ دو۔[5]

حضرت ابومنہال رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں میں نے حضرت زید بن ارقم اور حضرت براء بن عازب رضی اللہ عنہم سے سونے چاندی کی خرید و فروخت کے بارے میں پوچھا تو میں نے جس سے بھی پوچھا اس نے یہی کہا تم دوسرے سے پوچھ لو کیونکہ وہ مجھ سے بہتر اور مجھ سے زیادہ جاننے والا ہے۔ اس کے بعد سونے چاندی کی خرید و فروخت کے بارے میں حدیث ذکر کی۔[6]

۱۔ اخرجه ابن عبدالبر فی العلم (ج ۲ ص ۵۸)   ۲۔ اخرجه ابن عبدالبر فی الجامع (ج ۲ ص ۱۶۳) و اخرجه ابن سعد (ج ۶ ص ۱۱۰) عن عبدالرحمن نحوه وزادمن الانصار

۳۔ اخرجه ابن عبدالبر فی جامع العلم (ج ۲ ص ۱۶۵) و هکذا اخرجه عن ابن عباس رضی الله عنهما و اخرجه الطبرانی فی الکبیر عن ابن مسعود نحوه ورجاله موثقون کما قال الهیثمی (ج ۱ ص ۱۸۳)   ۴۔ اخرجه ابن عبدالبر فی جامع العلم (ج ۲ ص ۱۶۶)

۵۔ اخرجه ابن عبدالبر فی جامع العلم (ج ۲ ص ۱۶۶) وزادفی روایة اخری (ج ۲ ص ۱۴۳)

۶۔ اخرجه ابن عبدالبر فی جامع العلم (ج ۲ ص ۱۶۶)

حضرت ابو حصین رضی اللہ عنہ نے فرمایا اب تو ہر آدمی اس مسئلہ میں فتویٰ دے رہا ہے حالانکہ اگر یہ مسئلہ حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ کے سامنے پیش ہوتا تو اس کے لئے وہ تمام بدری صحابہؓ کو جمع کر لیتے (اور پھر ان کے مشورہ سے فتویٰ دیتے)۔[۱]

حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے پوچھا گیا کہ حضورؐ کے زمانے میں کون فتویٰ دیا کرتا تھا؟ انھوں نے فرمایا حضرت ابوبکر اور حضرت عمر رضی اللہ عنہما اور میرے علم میں ان دو کے علاوہ اور کوئی نہیں ہے۔[۲] حضرت قاسم بن محمد رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں حضرت ابوبکر، حضرت عمر، حضرت عثمان اور حضرت علی رضی اللہ عنہم حضورؐ کے زمانے میں فتویٰ دیا کرتے تھے۔[۳]

حضرت فضیل بن ابی عبداللہ بن دینار اپنے والد سے نقل کرتے ہیں کہ حضرت عبدالرحمٰن بن عوف رضی اللہ عنہ ان صحابہ میں سے تھے جو حضورؐ کے زمانے میں اور حضرت ابوبکر، حضرت عمر اور حضرت عثمان رضی اللہ عنہم کے زمانے میں حضورؐ سے سنی ہوئی احادیث کے مطابق فتویٰ دیا کرتے تھے۔[۴]

حضرت ابوعطیہ ہمدانی رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں کہ ایک مرتبہ میں حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کے پاس بیٹھا ہوا تھا کہ اتنے میں ایک آدمی آیا اور اس نے ایک مسئلہ پوچھا حضرت ابن مسعودؓ نے فرمایا کیا تم نے یہ مسئلہ میرے علاوہ کسی اور سے بھی پوچھا ہے؟ اس آدمی نے کہا ہاں میں نے حضرت ابوموسیٰ رضی اللہ عنہ سے بھی پوچھا اور انھوں نے اس کا یہ جواب دیا تھا۔ جواب سن کر حضرت عبداللہؓ نے اس کی مخالفت کی۔ اس پر حضرت ابوموسیٰؓ کھڑے ہوئے اور فرمایا جب تک یہ بڑے عالم تم میں ہیں مجھ سے کچھ نہ پوچھا کرو۔[۵] حضرت ابوعمرو شیبانی رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں کہ حضرت ابوموسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ نے فرمایا جب تک یہ بڑے عالم حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ تم میں ہیں مجھ سے کچھ نہ پوچھا کرو۔[۶]

حضرت سہل بن ابی حثمہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ حضورؐ کے زمانے میں فتویٰ دینے والے حضرات تین مہاجرین میں سے تھے اور تین انصار میں سے تھے حضرت عمر، حضرت عثمان، حضرت علی، حضرت ابی بن کعب، حضرت معاذ بن جبل اور حضرت زید بن ثابت رضی اللہ عنہم۔[۷]

۱۔ اخرجہ ابن عساکر کذافی الکنز (ج ۵ ص ۲۴۱)

۲۔ اخرجہ ابن سعد (ج ۴ ص ۱۵۱)   ۳۔ عند ابن سعد ایضا

۴۔ عند ابن سعد ایضا (ج ۴ ص ۱۵۷) و اخرجہ ابن عساکر عن عبداللہ بن دینار الاسلمی عن ابیہ مثلہ کما فی المنتخب (ج ۵ ص ۷۷)   ۵۔ اخرجہ ابن سعد (ج ۳ ص ۱۶۰)

۶۔ عند ابن سعد ایضا و اخرجہ ابو نعیم فی الفتوی (ج ۱ ص ۱۲۹) عن ابی عطیہ و عامر عن ابی موسیٰ قولہ نحوہ   ۷۔ اخرجہ ابن سعد (ج ۴ ص ۱۶۷)

حضرت مسروق رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں حضورؐ کے صحابہ میں سے فتویٰ دینے والے حضرات یہ تھے حضرت عمر، حضرت علی، حضرت ابن مسعود، حضرت زید، حضرت ابی بن کعب اور حضرت ابو موسیٰ اشعری رضی اللہ عنہم۔ ؎۱

حضرت قبیصہ بن ذویب بن حلحلہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ حضرت زید بن ثابتؓ، حضرت عمر، حضرت عثمان رضی اللہ عنہما کے زمانے میں اور جب تک حضرت علیؓ مدینہ میں رہے اس وقت تک وہ مدینہ میں قضاء، فتویٰ، قرات اور فرائض و میراث میں امام تھے اور حضرت علیؓ کے مدینہ سے چلے جانے کے بعد بھی وہ پانچ سال مزید امام رہے پھر سنہ چالیس میں حضرت معاویہؓ خلیفہ بنے تو بھی یہی امام تھے یہاں تک کہ سنہ پینتالیس میں حضرت زید کا انتقال ہو گیا۔ ؎۲

حضرت عطاء بن یسارؒ کہتے ہیں حضرت عمر اور حضرت عثمانؓ حضرت ابن عباسؓ کو بلایا کرتے تھے اور وہ بھی بدری صحابہؓ کے ساتھ مشورہ دیا کرتے تھے اور حضرت ابن عباسؓ، حضرت عمرؓ اور حضرت عثمانؓ کے زمانے میں فتوی دیا کرتے تھے اور پھر انتقال تک حضرت ابن عباسؓ کا یہی مشغلہ رہا۔ ؎۳

حضرت زیاد بن میناءؒ کہتے ہیں کہ حضرت ابن عباس، حضرت ابن عمر، حضرت ابو سعید خدری، حضرت ابو ہریرہ، حضرت عبداللہ بن عمرو بن عاص، حضرت جابر بن عبداللہ، حضرت رافع بن خدیج، حضرت سلمہ بن اکوع، حضرت ابو واقد لیثی اور حضرت عبداللہ بن بحینہؓ اور ان جیسے اور صحابہؓ مدینہ میں فتوی دیا کرتے تھے اور حضور ﷺ کی طرف سے حدیثیں بیان کیا کرتے تھے۔ حضرت عثمانؓ کے انتقال پر یہ دونوں دینی خدمتیں ان حضرات کو میسر ہوئیں اور یہ سب اپنے انتقال تک ان میں ہی لگے رہے اور پھر ان میں سے فتوی میں زیادہ قابل اعتماد حضرت ابن عباسؓ، حضرت ابن عمرؓ، حضرت ابو سعید خدریؓ، حضرت ابو ہریرہ اور حضرت جابر بن عبداللہؓ تھے۔ ؎۴

حضرت قاسمؒ کہتے ہیں حضرت عائشہؓ حضرت ابو بکر، حضرت عمر اور حضرت عثمانؓ کے زمانے میں مستقل فتوی دیا کرتی تھیں اور پھر انتقال تک ان کا یہی مشغلہ رہا۔ اللہ ان پر رحمت نازل فرمائے۔ میں ہر وقت ان کے ساتھ رہا کرتا تھا اور وہ میرے ساتھ بہت اچھا سلوک فرمایا کرتی تھیں (حضرت قاسمؒ حضرت عائشہؓ کے بھتیجے تھے) آگے اور حدیث ذکر کی۔ ؎۵

نبی کریم ﷺ کے صحابہ کرامؓ کے علوم

حضرت ابو ذرؓ فرماتے ہیں کہ حضور ﷺ ہمیں اس حال میں چھوڑ کر گئے کہ آسمان میں جو بھی

۱؎ عند ابن سعد ایضا (ج ۸ ص ۱۶۸)
۲؎ اخرجه ابن سعد (ج ۴ ص ۱۷۵)
۳؎ اخرجه ابن سعد (ج ۴ ص ۱۸۱)
۴؎ اخرجه ابن سعد (ج ۴ ص ۱۸۷)
۵؎ اخرجه ابن سعد (ج ۴ ص ۱۸۹)

پرندہ اپنے دونوں پروں کو ہلاتا ہے اس سے ہمیں (حضور ﷺ کا سکھایا ہوا) کوئی نہ کوئی علم یاد آجاتا ہے۔ طبرانی کی روایت میں اس کے بعد یہ ہے کہ حضور ﷺ نے فرمایا جو چیز بھی جنت کے قریب کرنے والی اور دوزخ کی آگ سے دور کرنے والی ہے۔ وہ تمہارے لیئے بیان کردی گئی ہے۔[1]

حضرت عمرو بن عاصؓ فرماتے ہیں کہ میں نے حضور ﷺ سے ایک ہزار مثالیں (کہاوتیں) سمجھی ہیں۔[2]

حضرت عائشہؓ نے ایک حدیث ذکر کی جس میں یہ بھی فرمایا کہ (حضور ﷺ کی وفات کے موقع پر) جس چیز کے بارے میں صحابہ کرامؓ میں اختلاف ہوجاتا تو میرے والد (حضرت ابوبکر) ایسی حدیث سناتے جسے سن کر سب مطمئن ہوجاتے اور فیصلہ کن بات سامنے آجاتی۔ صحابہؓ نے یہ سوال کیا کہ حضور ﷺ کو کہاں دفن کیا جائے؟ تو اس بارے میں ہمیں کسی کے پاس کوئی علم (قرآن یا حدیث کا) نہ مل سکا لیکن حضرت ابوبکرؓ نے فرمایا میں نے حضور ﷺ کو فرماتے ہوئے سنا کہ نبی کی جس جگہ روح قبض کی جاتی ہے اسی جگہ اسے دفن کیا جاتا ہے۔ ایسے ہی حضور کی میراث کے بارے میں صحابہؓ میں اختلاف ہوا تو ہمیں اس بارے میں کسی کے پاس کوئی علم نہ مل سکا لیکن حضرت ابو بکرؓ نے فرمایا میں نے حضور ﷺ کو فرماتے ہوئے سنا کہ ہم انبیاء کی جماعت کسی کو وارث نہیں بناتے اور جو کچھ ہم چھوڑتے ہیں وہ صدقہ ہوا کرتا ہے۔[3]

حضرت ابووائلؒ کہتے ہیں کہ حضرت عبداللہؓ نے فرمایا کہ اگر حضرت عمرؓ کے علم کو ترازو کے ایک پلڑے میں رکھا جائے اور تمام زمین والوں کے علم کو دوسرے پلڑے میں رکھا جائے تو حضرت عمرؓ کے علم والا پلڑا جھک جائے گا۔ حضرت اعمشؒ کہتے ہیں میرے دل نے اس بات کو قبول نہ کیا۔ میں نے جا کر حضرت ابراہیمؒ سے اس کا ذکر کیا تو انہوں نے کہا تم اسے نہیں مان رہے ہو اور اللہ کی قسم! حضرت عبداللہؓ نے تو اس سے آگے کی بھی بات کہہ رکھی ہے۔ انہوں نے فرمایا ہے کہ جس دن حضرت عمرؓ دنیا سے گئے اس دن علم کے دس حصوں میں سے نو حصے چلے گئے۔[4]

حضرت عمرؓ کی وفات کے بارے میں ایک لمبی حدیث میں حضرت عبداللہ بن مسعودؓ کا یہ ارشاد منقول

۱۔ اخرجه احمد قال الهيثمي (ج۸ ص ۲۶۳) رواه احمد والطبراني ورجال الطبراني رجال الصحيح غير محمد بن عبدالله بن يزيد المقرى وهو ثقة وفي اسناد احمد من لم يسم. انتهى واخرجه الطبراني عن ابي الدرداء مثل حديث ابي ذر عند احمد قال الهيثمي (ج۸ ص ۲۶۳) ورجاله رجال الصحيح. اه واخرجه ابن سعد (ج ۴ ص ۱۷۰) عن ابي ذر مثله

۲۔ اخرجه احمد قال الهيثمي (ج۸ ص ۲۶۳) واسناده حسن

۳۔ اخرجه البغوى وابن عساكر وغيرهما كذافي منتخب الكنز (ج۴ ص ۳۲۶)

۴۔ اخرجه الطبراني قال الهيثمي (ج۹ ص ۶۹) رواه الطبراني باسانيد ورجال و هذا رجال الصحيح غير اسد بن موسى وهو ثقة. انتهى و اخرجه ابن سعد (ج۳ ص ۱۵۳) نحوه

ہے کہ حضرت عمرؓ ہم میں اللہ کو سب سے زیادہ جاننے والے، اللہ کی کتاب کو ہم سب سے زیادہ پڑھنے والے اور اللہ کے دین کی ہم سب سے زیادہ سمجھ رکھنے والے تھے۔[1]

حضرت حذیفہؓ فرماتے ہیں حضرت عمرؓ کا علم اتنا زیادہ تھا کہ اس کے سامنے تمام لوگوں کا علم اتنا کم لگتا تھا کہ جیسے وہ کسی سوراخ میں چھپا کر رکھا ہوا ہو۔[2] مدینہ کے ایک صاحب کہتے ہیں میں حضرت عمرؓ کے پاس گیا تو مجھے ان کے سامنے فقہا بچوں کی طرح نظر آئے۔ وہ دینی سمجھ اور علم کی وجہ سے تمام فقہا پر حاوی تھے۔[3]

حضرت ابو اسحٰقؒ کہتے ہیں کہ جب حضرت علیؓ نے حضرت فاطمہؓ سے شادی کی تو حضرت فاطمہؓ نے نبی کریم ﷺ کی خدمت میں عرض کیا کہ آپ نے میری ان سے شادی کر دی ہے ان کی آنکھیں کمزور ہیں پیٹ بڑا ہے (شکل وصورت اچھی نہیں) حضورؐ نے فرمایا میں نے تمہاری جن سے شادی کی ہے ان کے فضائل یہ ہیں کہ میرے صحابہ میں سب سے پہلے اسلام لائے اور ان کا علم ان سب سے زیادہ ہے اور یہ ان میں سب سے زیادہ بردبار ہیں (اے فاطمہ! صورت نہ دیکھو سیرت دیکھو)۔[4] حضرت معقل بن یسارؓ کی روایت میں یہ ہے کہ حضورؐ نے فرمایا (اے فاطمہ!) کیا تم اس پر راضی نہیں ہو کہ میں نے تمہاری شادی ایسے آدمی سے کی ہے جو میری امت میں سب سے پرانے اسلام لانے والے، سب سے زیادہ علم والے اور سب سے زیادہ بردبار ہیں۔

حضرت علیؓ فرماتے ہیں کہ اللہ کی قسم! جو آیت بھی نازل ہوئی اس کے بارے میں مجھے معلوم ہے کہ کس معاملہ میں نازل ہوئی؟ اور کہاں نازل ہوئی؟ اور کن لوگوں کے بارے میں نازل ہوئی؟ میرے رب نے مجھے سمجھدار دل اور خوب بولنے والی فصیح زبان دی ہے۔[5] حضرت سعید بن مسیبؒ نے فرمایا حضرت عمرؓ اس مشکل مسئلہ سے اللہ کی پناہ مانگتے تھے جس کے حل کے لیے حضرت ابو حسن یعنی حضرت علیؓ موجود نہ ہوں۔[6]

حضرت مسروقؒ کہتے ہیں حضرت عبداللہؓ نے فرمایا جو سورت بھی نازل ہوئی مجھے معلوم ہے کہ وہ کس بارے میں نازل ہوئی؟ اگر مجھے معلوم ہو جائے کہ کوئی آدمی مجھ سے زیادہ اللہ کی کتاب کو جاننے والا ہے اور اونٹ اور سواریاں مجھے اس تک پہنچا سکتی ہیں تو میں اس کے پاس ضرور جاؤں گا۔[7] حضرت مسروقؒ کہتے ہیں کہ میں حضرت محمد ﷺ کے صحابہؓ کی مجلسوں میں بہت بیٹھا

۱۔ اخرجه الطبراني كذافي مجمع الزوائد (ج ۹ ص ۶۹) ۲۔ اخرجه ابن سعد (ج ۴ ص ۱۵۳)
۳۔ عند ابن سعد ايضا ۴۔ اخرجه الطبراني قال الهيثمي (ج ۹ ص ۱۰۲) هو مرسل صحيح الاسناد .اه واخرجه الطبراني واحمد عن معقل بن يسار فذكر الحديث قال الهيثمي (ج ۹ ص ۱۰۱) وفيه خالد بن طهمان وثقه ابو حاتم وغيره بقية رجاله ثقات ۵۔ اخرجه ابن سعد (ج ۴ ص ۱۵۴)
۶۔ عند ابن سعد ايضا (ج ۴ ص ۱۵۴) ۷۔ اخرجه ابن سعد (ج ۴ ص ۱۵۹)

ہوں۔ میں نے انہیں (دینی فیضان میں) تالاب کی طرح پایا کسی تالاب سے ایک آدمی سیراب ہوتا ہے اور کسی تالاب سے دو اور کسی سے دس اور کسی سے سو آدمی سیراب ہوتے ہیں اور بعض تالاب اتنے بڑے ہوتے ہیں کہ ساری زمین والے اس سے سیراب ہو جائیں۔ میں نے حضرت عبداللہ بن مسعودؓ کو اسی بڑے تالاب کی طرح پایا (ان سے ساری دنیا سیراب ہوتی تھی)۔[1]

حضرت زید بن وہبؒ کہتے ہیں کہ ایک دن حضرت عمرؓ بیٹھے ہوئے تھے کہ سامنے سے حضرت عبداللہؓ آئے۔ جب حضرت عمرؓ نے انہیں آتے ہوئے دیکھا تو فرمایا یہ دین کی سمجھ اور علم سے بھری ہوئی کوٹھی ہیں۔ حضرت اسد بن وداعہؒ کہتے ہیں کہ ایک مرتبہ حضرت عمرؓ نے حضرت ابن مسعودؓ کا ذکر فرمایا اور فرمایا یہ تو علم سے بھری ہوئی کوٹھی ہیں اور انہیں قادسیہ بھیج کر میں نے قادسیہ والوں کو اپنے پر ترجیح دی ہے۔[2]

حضرت ابوالبختریؒ کہتے ہیں کہ ہم لوگ حضرت علیؓ کی خدمت میں گئے اور ہم ان سے حضرت محمد ﷺ کے صحابہؓ کے بارے میں پوچھنے لگے۔ انہوں نے فرمایا کس صحابی کے بارے میں پوچھتے ہو؟ ہم نے کہا حضرت عبداللہ بن مسعودؓ کے بارے میں ہمیں کچھ بتادیں۔ انہوں نے فرمایا انہوں نے قرآن وحدیث کا علم حاصل کیا اور علم کی انتہا کو پہنچ گئے اور یہی بات ان کے زیادہ علم والا ہونے کے لیئے کافی ہے پھر ہم نے عرض کیا حضرت ابوموسیٰؓ کے بارے میں کچھ فرمادیں۔ فرمایا انہیں علم میں اچھی طرح رنگا گیا پھر اچھی طرح رنگ ہو کر باہر نکلے پھر ہم نے عرض کیا حضرت عمار بن یاسرؓ کے بارے میں کچھ بتادیں۔ فرمایا وہ ایسے مومن ہیں جو بھول گئے تھے اور جب انہیں یاد دلایا گیا تو انہیں یاد آ گیا تھا پھر ہم نے عرض کیا ہمیں حضرت حذیفہؓ کے بارے میں کچھ فرمادیں۔ فرمایا وہ حضرت محمد ﷺ کے صحابہ میں منافقوں کو سب سے زیادہ جاننے والے تھے۔ پھر ہم نے عرض کیا حضرت ابوذرؓ کے بارے میں کچھ بتادیں فرمایا انہوں نے علم تو خوب اچھی طرح حاصل کیا تھا اور خوب یاد تھا لیکن پھر اس کے پھیلانے میں کامیاب نہ ہو سکے (آخر میں طبیعت میں سختی زیادہ ہو گئی تھی) پھر ہم نے عرض کیا حضرت سلمان فارسیؓ کے بارے میں کچھ بتائیں فرمایا انہوں نے پہلا علم بھی حاصل کیا تھا (جو پہلے نبی لے کر آئے تھے) اور بعد والا علم بھی حاصل کیا (جو حضور ﷺ لے کر آئے تھے) وہ علم کا ایسا سمندر ہیں جس کی گہرائی کا اندازہ نہیں لگایا جا سکتا اور وہ ہمارے گھرانے میں سے ہیں۔ پھر ہم نے عرض کیا اے امیر المومنین! اب آپ اپنے بارے میں کچھ بتادیں فرمایا تم لوگ اصل میں یہ بات پوچھنا چاہتے تھے۔ میں جب حضور ﷺ سے کچھ پوچھتا تو آپ اس کا جواب ارشاد فرما دیتے اور جب میں خاموش ہو جاتا تو آپ از خود گفتگو کی ابتداء فرماتے۔[3]

ا۔ عند ابن سعد ایضا ۲۔ اخرجہ ابن سعد (ج ۳ ص ۱۶۱)

۳۔ اخرجہ ابن سعد (ج ۳ ص ۱۶۲)

حضرت ابن مسعودؓ نے فرمایا حضرت معاذ بن جبلؓ مقتدا تھے اور اللہ کے فرمانبردار تھے اور سب طرف سے یکسو ہو کر ایک اللہ کے ہو گئے تھے اور وہ مشرکوں میں سے نہیں تھے (حضرت فروہ بن نوفل اشجعی کہتے ہیں) میں نے عرض کیا ابو عبدالرحمٰن یعنی حضرت ابن مسعود سے غلطی ہو گئی ہے۔ یہ الفاظ تو اللہ تعالیٰ نے حضرت ابراہیمؑ کے بارے میں استعمال فرمائے ہیں اِنَّ اِبۡرٰهِيۡمَ كَانَ اُمَّةً قَانِتًا لِّلّٰهِ حَنِيۡفًا ؕ وَلَمۡ يَكُ مِنَ الۡمُشۡرِكِيۡنَ (سورت نحل آیت ۱۲۰) ترجمہ ''بے شک ابراہیم علیہ السلام بڑے مقتدا تھے اللہ تعالیٰ کے فرمانبردار تھے بالکل ایک طرف کے ہو رہے تھے اور وہ شرک کرنے والوں میں سے نہ تھے۔'' حضرت ابن مسعودؓ نے دوبارہ ارشاد فرمایا حضرت معاذ بن جبلؓ مقتدا تھے اور اللہ کے فرمانبردار تھے اور سب طرف سے یکسو ہو کر ایک اللہ کے ہو گئے تھے اور وہ مشرکوں میں سے نہیں تھے اس پر میں سمجھا کہ وہ حضرت معاذؓ کے بارے میں یہ الفاظ جان بوجھ کر استعمال کر رہے ہیں۔ اس پر میں خاموش ہو گیا۔ پھر انھوں نے فرمایا کیا تم جانتے ہو لفظ امت کا کیا مطلب ہے؟ لفظ قانت کا کیا مطلب ہے؟ میں نے کہا اللہ ہی جانتے ہیں (میں نہیں جانتا) فرمایا امت وہ انسان ہے جو لوگوں کو بھلائی اور خیر سکھائے اور قانت وہ ہے جو اللہ و رسول کا فرمانبردار ہو تو حضرت معاذؓ لوگوں کو خیر سکھایا کرتے تھے اور اللہ و رسولؐ کے فرمانبردار تھے۔

حضرت مسروق رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں میں نے حضور ﷺ کے صحابہؓ کو غور سے دیکھا تو میں نے دیکھا کہ صحابہؓ کا علم چھ حضرات پر پہنچ کر ختم ہو گیا حضرت عمر، حضرت علی، حضرت عبداللہ، حضرت معاذ، حضرت ابو الدرداء اور حضرت زید بن ثابت رضی اللہ عنہم پھر میں نے ان چھ حضرات کو غور سے دیکھا تو ان کا علم حضرت علیؓ اور حضرت عبداللہؓ پر پہنچ کر ختم ہو گیا۔

حضرت مسروق رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں میں مدینہ گیا اور نبی کریم ﷺ کے صحابہؓ کے بارے میں پوچھا تو مجھے حضرت زید بن ثابت رضی اللہ عنہ مضبوط علم والوں میں سے نظر آئے۔[۱]

حضرت مسروق رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں کہ حضرت عبداللہ رضی اللہ عنہ نے فرمایا اگر حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما (چھوٹی عمر کے نہ ہوتے اور) ہماری عمر کو پا لیتے تو ہم میں سے کوئی آدمی ان کے (علم کے) دسویں حصے کو نہ پا سکتا۔ اس روایت میں حضرت نضر راوی نے یہ بھی بڑھایا ہے کہ حضرت ابن عباسؓ قرآن کے بہترین ترجمان تھے۔[۲]

حضرت مجاہد رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں کہ زیادہ علم کی وجہ سے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما کو سمندر کہا جاتا تھا۔[۳]

حضرت لیث بن ابی سلیم رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں میں نے حضرت طاؤس رحمۃ اللہ علیہ سے کہا

۱۔ اخرجہ ابن سعد (ج ۴ ص ۱۷۶)   ۲۔ اخرجہ ابن سعد (ج ۴ ص ۱۸۱)
۳۔ اخرجہ ابن سعد (ج ۴ ص ۱۸۱)

اس کی کیا وجہ ہے کہ آپ حضور ﷺ کے اکابر صحابہؓ کو چھوڑ کر ان نو عمر (صحابی) یعنی حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما کے ساتھ ہر وقت رہتے ہیں؟ انھوں نے کہا میں نے حضورؐ کے ستر صحابہؓ کو دیکھا کہ جب ان میں کسی چیز کے بارے میں اختلاف ہو جاتا تو وہ حضرت ابن عباسؓ کے قول کی طرف رجوع کرتے۔[1]

حضرت عامر بن سعد بن ابی وقاصؒ کہتے ہیں میں نے اپنے والد (حضرت سعد بن ابی وقاصؓ) کو فرماتے ہوئے سنا کہ میں نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے زیادہ حاضر دماغ، زیادہ سمجھدار، زیادہ علم والا اور زیادہ بردبار کوئی نہیں دیکھا اور میں نے دیکھا ہے کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ انہیں مشکل مسائل کیلئے بلایا کرتے اور ان سے فرماتے تیار ہو جاؤ یہ مشکل مسئلہ تمہارے پاس آیا ہے (اور ان کے سامنے وہ مشکل مسئلہ رکھتے) پھر حضرت عمرؓ ان ہی کے قول پر فیصلہ کر دیتے حالانکہ ان کے اردگرد بہت سے بدری مہاجر اور انصاری صحابہ بیٹھے ہوئے ہوتے۔[2]

حضرت ابوزناد رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں ایک مرتبہ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما کو بخار ہو گیا تو حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ ان کے پاس عیادت کے لئے تشریف لے گئے اور فرمایا تمہاری بیماری کی وجہ سے ہمارا بڑا نقصان ہو رہا ہے اللہ ہی سے مدد طلب کرتا ہوں۔[3]

حضرت طلحہ بن عبید رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ حضرت ابن عباسؓ کو (اللہ کی طرف سے) بڑی سمجھ، عقل اور بہت علم دیا گیا تھا۔ میں نے کبھی نہیں دیکھا کہ حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ نے کسی (کی رائے) کو ان (کی رائے) پر ترجیح دی ہو۔[4]

حضرت محمد بن ابی بن کعب رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں کہ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما حضرت ابی بن کعب رضی اللہ عنہ کے پاس بیٹھے ہوئے تھے پھر حضرت ابن عباسؓ اٹھ کر چلے گئے تو میں نے حضرت ابی بن کعبؓ کو فرماتے ہوئے سنا کہ یہ اس امت کے بہت بڑے عالم بن جائیں گے کیونکہ انہیں (اللہ کی طرف سے) عقل اور سمجھ بھی خوب ملی ہے اور حضور ﷺ نے ان کے لئے یہ دعا فرمائی ہے کہ اللہ انہیں دین کی سمجھ عطا فرمائے۔[5]

حضرت طاؤس رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں کہ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما تمام لوگوں میں علم کے اعتبار سے ایسے اونچے تھے جیسے کھجور کے چھوٹے درختوں میں لمبا درخت ہوتا ہے۔[6]

حضرت ابووائل رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں کہ میں اور میرا ایک ساتھی حج پر گئے۔ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما حج کے امیر تھے وہ سورت نور پڑھنے لگے اور ساتھ کے ساتھ اس کی تفسیر کرنے

۱۔ اخرجه ابن سعد (ج ۴ ص ۱۸۱) ۲۔ اخرجه ابن سعد (ج ۴ ص ۱۸۳)
۳۔ اخرجه ابن سعد (ج ۴ ص ۱۸۵) ۴۔ اخرجه ابن سعد (ج ۴ ص ۱۸۵)
۵۔ اخرجه ابن سعد (ج ۴ ص ۱۸۵) ۶۔ اخرجه ابن سعد (ج ۴ ص ۱۸۵)

لگے جسے سن کر میرے ساتھی نے کہا سبحان اللہ! اس آدمی کے سر سے کیا کچھ نکل رہا ہے؟ اگر ترک لوگ اسے سن لیں مسلمان ہو جائیں۔[۱] دوسری روایت میں یہ ہے کہ حضرت ابو وائل کہتے ہیں (تفسیر سن کر) میں نے کہا ان جیسی باتیں نہ تو میں نے کسی آدمی سے سنی ہیں اور نہ کہیں دیکھی ہیں۔ اگر فارس اور روم والے یہ سن لیتے تو مسلمان ہو جاتے۔

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں کہ ایک دن میں حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ کی خدمت میں حاضر ہوا۔ انھوں نے مجھ سے ایک مسئلہ پوچھا جو انہیں یمن سے حضرت یعلی بن امیہ رضی اللہ عنہ نے لکھا تھا۔ میں نے انہیں اس کا جواب دیا تو فرمایا میں اس بات کی گواہی دیتا ہوں کہ تم نبوت کے گھرانے سے بولتے ہو۔[۲]

حضرت عطاء رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں کچھ لوگ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما کے پاس اشعار کے لئے آتے کچھ لوگ نسب اور کچھ لوگ عرب کے واقعات معلوم کرنے آتے وہ ہر طرح کے لوگوں کی طرف متوجہ ہوتے اور جس طرح چاہتے خوب گفتگو کرتے۔[۳]

حضرت عبید اللہ بن عبد اللہ بن عتبہ رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں کئی عمدہ صفات کی وجہ سے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما تمام لوگوں پر فوقیت رکھتے تھے وہ گزشتہ علوم کو خوب جانتے تھے اور جب ان کے مشورے کی ضرورت ہوتی تو بہت سمجھداری کا مشورہ دیتے اور بردباری اور جود و سخا ان میں کوٹ کوٹ کر بھری ہوئی تھی۔ میں نے کوئی آدمی ایسا نہیں دیکھا جو ان سے زیادہ حضور ﷺ کی حدیثوں کو اور حضرت ابوبکر، حضرت عمر اور حضرت عثمان رضی اللہ عنہم کے فیصلوں کو جاننے والا ہو اور ان سے زیادہ سمجھداری کی رائے والا ہو اور اشعار کو، عربی لغت کو، قرآن کی تفسیر کو، حساب اور میراث کو اور گزشتہ واقعات کو ان سے زیادہ جاننے والا ہو اور ان سے زیادہ درست رائے والا ہو کسی دن وہ اپنی مجلس میں بیٹھتے تو صرف دین کی سمجھ کے بارے میں بات کرتے اور کسی دن صرف قرآن کی تفسیر کے بارے میں بات کرتے اور کسی دن صرف حضور ﷺ کے غزوات کے بارے میں بات کرتے اور کسی دن اشعار کے بارے میں اور کسی دن عرب کی لڑائیوں کے بارے میں بات کرتے اور میں نے یہی دیکھا کہ جو عالم بھی ان کی مجلس میں آیا وہ آخر کار ان (کی علمی عظمت) کے سامنے ضرور جھک گیا اور جو بھی ان سے کچھ پوچھنے آیا اسے اپنے سوال کا جواب ضرور ملا۔[۴]

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں میں حضور ﷺ کے مہاجر اور انصاری بڑے بڑے صحابہؓ کے ساتھ ہر وقت رہا کرتا تھا اور میں ان سے حضورؐ کے غزوات کے بارے میں اور ان

۱۔ اخرجہ الحاکم (ج ۳ ص ۵۳۷) قال الحاکم ھذا حدیث صحیح الاسناد ولم یخرجاہ

۲۔ اخرجہ ابن سعد (ج ۴ ص ۱۸۴) ۳۔ اخرجہ ابن سعد (ج ۴ ص ۱۸۲)

۴۔ اخرجہ ابن سعد (ج ۴ ص ۱۸۳)

غزوات کے متعلق اترنے والے قرآن کے بارے میں خوب سوالات کرتا تھا اور میں ان میں سے جس کے پاس جاتا وہ میرے آنے سے بہت خوش ہوتا کیونکہ میں حضور کا رشتہ دار (چچازاد بھائی) تھا۔ حضرت ابی بن کعب رضی اللہ عنہ مضبوط اور پختہ علم والوں میں سے تھے۔ میں نے ان سے ایک دن مدینہ میں نازل ہونے والی سورتوں کے بارے میں پوچھا تو انھوں نے فرمایا مدینہ میں ستائیس سورتیں نازل ہوئیں اور باقی مکہ میں۔[1]

حضرت عکرمہ رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں میں نے حضرت عبداللہ بن عمرو بن عاص رضی اللہ عنہما کو فرماتے ہوئے سنا کہ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما گزرے ہوئے علوم اور واقعات کو ہم سب سے زیادہ جاننے والے ہیں اور جو نیا مسئلہ پیش آجائے اور اس کے بارے میں قرآن و حدیث میں کچھ نہ آیا ہو اس کے متعلق وہ سب سے زیادہ دینی سمجھ رکھنے والے ہیں۔ حضرت عکرمہ کہتے ہیں میں نے یہ بات حضرت ابن عباسؓ کو بتائی تو انھوں نے فرمایا حضرت عبداللہ بن عمروؓ کے پاس بہت علم ہے کیونکہ وہ حضور ﷺ سے حلال و حرام کے بارے میں خوب پوچھا کرتے تھے (یعنی حضرت ابن عباسؓ ان کے فضائل کا اعتراف فرما رہے ہیں)۔[2]

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے حج کی راتوں میں دیکھا کہ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما کے اردگرد بہت سے حلقے ہیں اور ان سے مناسک حج کے بارے میں لوگ خوب پوچھ رہے ہیں تو حضرت عائشہؓ نے فرمایا اب جتنے صحابہ باقی رہ گئے ہیں۔ یہ ان میں سے سب سے زیادہ مناسک حج کو جاننے والے ہیں۔[3]

حضرت یعقوب بن زید رحمۃ اللہ علیہ اپنے والد سے نقل کرتے ہیں کہ جب حضرت جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہما کو حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما کے انتقال کی خبر ملی تو انھوں نے ایک ہاتھ دوسرے ہاتھ پر مارا اور فرمایا لوگوں میں سب سے زیادہ علم والے اور سب سے زیادہ بردبار انسان کا انتقال ہو گیا ہے اور ان کے انتقال سے اس امت کا ایسا نقصان ہوا ہے جس کی تلافی کبھی نہیں ہو سکے گی۔[4]

حضرت ابوبکر بن محمد بن عمرو بن حزم رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں جب حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما کا انتقال ہوا تو حضرت رافع بن خدیج رضی اللہ عنہ نے فرمایا آج اس شخصیت کا انتقال ہو گیا جس کے علم کے مشرق سے لے کر مغرب تک کے تمام لوگ محتاج تھے۔[5]

حضرت ابوکلثوم رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں حضرت ابن عباسؓ دفن ہو گئے تو حضرت ابن حنفیہ

۱۔ اخرجه ابن سعد (ج ۴ ص ۱۸۶)　۲۔ اخرجه ابن سعد (ج ۴ ص ۱۸۶)
۳۔ اخرجه ابن سعد (ج ۴ ص ۱۸۴)　۴۔ اخرجه ابن سعد (ج ۴ ص ۱۸۶)
۵۔ اخرجه ابن سعد (ج ۴ ص ۱۸۷)

رحمۃ اللہ علیہ نے کہا اس امت کے عالم ربانی کا انتقال ہو گیا۔[۱]

حضرت عمرو بن دینار رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما نو عمر فقہا میں شمار کئے جاتے تھے۔[۲]

حضرت خالد بن معدانؒ کہتے ہیں کہ اب ملک شام میں حضور ﷺ کے صحابہؓ میں سے کوئی صحابی حضرت عبادہ بن صامت اور حضرت شداد بن اوس رضی اللہ عنہما سے زیادہ قابل اعتماد، زیادہ دینی سمجھ رکھنے والا اور ان سے زیادہ پسندیدہ باقی نہیں رہا۔[۳]

حضرت حنظلہ بن ابی سفیان رحمۃ اللہ علیہ اپنے اساتذہ سے یہ نقل کرتے ہیں کہ حضور ﷺ کے نو عمر صحابہؓ میں سے کوئی صحابی حضرت ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ سے زیادہ دین کی سمجھ رکھنے والا نہیں ہے۔[۴]

مروان بن حکم کے منشی ابو زعیزعہ کہتے ہیں کہ مروان نے حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کو بلایا اور مجھے تخت کے پیچھے بٹھا دیا۔ مروان ان سے پوچھنے لگا اور میں ان کے جواب لکھنے لگا۔ جب ایک سال ہو گیا تو مروان نے انہیں بلا کر پردے کے پیچھے بٹھایا اور ان سے وہی پچھلے سال والے سوالات کئے۔ انھوں نے بعینہ وہی پچھلے سال والے جواب دیئے نہ کوئی حرف کم کیا اور نہ زیادہ اور نہ آگے کیا اور نہ پیچھے۔[۵]

حضرت ابو موسیٰ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں جب بھی حضورؐ کے صحابہؓ کو کسی چیز میں شک ہوا اور انہوں نے اس کے بارے میں حضرت عائشہؓ سے پوچھا تو انہیں ان کے پاس اس چیز کا علم ضرور ملا۔[۶]

حضرت قبیصہ بن ذویبؒ فرماتے ہیں حضرت عائشہؓ تمام لوگوں میں سب سے زیادہ جاننے والی تھیں۔ حضور ﷺ کے اکابر صحابہؓ ان سے مسائل پوچھا کرتے تھے۔[۷] حضرت ابو سلمہؓ فرماتے ہیں میں نے حضرت عائشہؓ سے زیادہ حضورؐ کی سنتوں کو جاننے والا اور بوقت ضرورت ان سے زیادہ سمجھداری کی رائے والا، آیت کی شان نزول کو اور میراث کو ان سے زیادہ جاننے والا نہیں دیکھا۔[۸]

حضرت مسروقؒ سے پوچھا گیا کیا حضرت عائشہؓ علم میراث کو اچھی طرح جانتی تھیں؟ انہوں نے کہا جی ہاں۔ اس ذات کی قسم جس کے قبضہ میں میری جان ہے! میں نے حضور ﷺ کے بزرگ

۱۔ اخرجه ابن سعد (ج ۴ ص ۱۸۳)	۲۔ اخرجه ابن سعد (ج ۴ ص ۱۸۷)
۳۔ اخرجه ابن سعد (ج ۴ ص ۱۸۸)	۴۔ اخرجه ابن سعد (ج ۴ ص ۱۸۸)
۵۔ اخرجه الحاكم (ج ۳ ص ۵۱۰) قال الحاكم هذا حديث صحيح الاسناد ولم يخرجاه وقال الذهبي صحيح۔	۶۔ اخرجه ابن سعد (ج ۴ ص ۱۸۹)
۷۔ اخرجه ابن سعد (ج ۴ ص ۱۸۹)	۸۔ عند ابن سعد ايضا

اکابر صحابہ کو دیکھا کہ وہ حضرت عائشہؓ سے میراث کے بارے میں پوچھا کرتے تھے۔[1]

حضرت محمود بن لبیدؓ کہتے ہیں نبی کریم ﷺ کی تمام ازواج مطہرات کو حضورؐ کی بہت سی حدیثیں یاد تھیں لیکن حضرت عائشہ اور ام سلمہؓ جیسی کوئی نہ تھی اور حضرت عائشہؓ حضرت عمر اور حضرت عثمانؓ کے زمانے میں فتویٰ دیا کرتی تھیں اور پھر انتقال تک ان کا یہ مشغلہ رہا۔ اللہ ان پر رحمت نازل فرمائے اور حضورؐ کے اکابر صحابہؓ حضرت عمر اور حضرت عثمانؓ حضورؐ کے بعد ان کے پاس آدمی بھیج کر سنتیں پوچھا کرتے تھے۔[2]

حضرت معاویہؓ فرماتے ہیں اللہ کی قسم! میں نے حضرت عائشہؓ سے زیادہ فصیح بلیغ اور ان سے زیادہ عقلمند کوئی خطیب نہیں دیکھا۔[3]

حضرت عروہؓ فرماتے ہیں میں نے کوئی عورت ایسی نہیں دیکھی جو حضرت عائشہؓ سے زیادہ طب، فقہ اور اشعار کو جاننے والی ہو۔[4]

حضرت عروہؓ فرماتے ہیں میں نے حضرت عائشہؓ کی خدمت میں عرض کیا میں آپ کے معاملہ میں جتنا سوچتا ہوں اتنا ہی مجھے تعجب ہوتا ہے۔ آپ مجھے تمام لوگوں میں سب سے زیادہ دین کی سمجھ رکھنے والی نظر آتی ہیں تو میں کہتا ہوں اس میں کیا بات ہے۔ آپ حضور ﷺ کی زوجہ محترمہ ہیں اور حضرت ابوبکرؓ کی صاجزادی ہیں (آپ کو دین کی سب سے زیادہ سمجھ والا ہونا ہی چاہئے) آپ مجھے عرب کی لڑائیوں کو، ان کے نسب ناموں کو اور ان کے اشعار کو جاننے والی نظر آتی ہیں تو میں کہتا ہوں اس میں کیا بات ہے؟ آپ کے والد (حضرت ابوبکرؓ) قریش کے بہت بڑے عالم تھے (لہذا ان کی بیٹی کو ایسا ہونا ہی چاہئے) لیکن مجھے اس بات پر تعجب ہے کہ آپ طب بھی جانتی ہیں یہ آپ نے کہاں سے سیکھ لی؟ انہوں نے میرا ہاتھ پکڑ کر (پیار سے نام بدل کر) کہا اے عریہ! جب حضور ﷺ کی بیماریاں زیادہ ہو گئیں تو عرب و عجم کے اطباء ان کے پاس دوائیاں بھیجنے لگے۔ اس طرح میں نے علم طب سیکھ لیا۔ احمد کی روایت میں یہ ہے کہ میں ان دوائیوں سے حضورؐ کا علاج کیا کرتی تھی یہاں سے میں نے طب سیکھی (حضرت عروہ حضرت عائشہؓ کے بھانجے تھے)۔[5]

۱۔ اخرجہ ابن سعد (ج۴ ص ۱۸۹) واخرجہ الطبرانی بلفظہ واسنادہ حسن کما قال الہیثمی (ج۹ ص ۲۴۲) ۲۔ اخرجہ ابن سعد (ج۴ ص ۱۸۹)

۳۔ اخرجہ الطبرانی قال الہیثمی (ج۹ ص ۲۴۳) رجالہ رجال الصحیح

۴۔ عند الطبرانی ایضا واسنادہ حسن کما ذکر الہیثمی (ج۹ ص ۲۴۲)

۵۔ اخرجہ البزار واللفظ لہ واحمد والطبرانی فی الاوسط والکبیر قال الہیثمی (ج۹ ص ۲۴۲) وفیہ عبداللہ بن معاویہ الزبیری قال ابو حاتم مستقیم الحدیث وفیہ ضعف وبقیۃ رجال احمد والطبرانی فی الکبیر ثقات۔ انتہی

ربانی علماء اور بڑے علماء

حضرت عبداللہ بن مسعودؓ نے اپنے ساتھیوں سے فرمایا تم علم کے چشمے، ہدایت کے چراغ، اکثر گھروں میں رہنے والے، رات کے چراغ، نئے دل والے اور پرانے کپڑوں والے بنو۔ آسمان میں پہچانے جاؤ گے اور زمین والوں پر پوشیدہ رہو گے۔[1] ابونعیم میں حضرت علیؓ کی روایت میں زمین والوں پر پوشیدہ رہنے کے بجائے یہ الفاظ ہیں کہ ان صفات کی وجہ سے تمہارا زمین پر بھی ذکر خیر ہوگا۔

حضرت وہب بن منبہؒ کہتے ہیں کہ حضرت ابن عباسؓ کو خبر ملی کہ باب بنی سہم کے پاس کچھ لوگ تقدیر کے بارے میں جھگڑ رہے ہیں وہ اٹھ کر ان کی طرف چلے اور اپنی چھڑی حضرت عکرمہ کو دی اور اپنا ایک ہاتھ اس چھڑی پر رکھا اور دوسرا ہاتھ حضرت طاؤس پر رکھا۔ جب ان کے پاس پہنچے تو ان لوگوں نے خوش آمدید کہا اور اپنی مجلس میں ان کے بیٹھنے کے لیے جگہ بنائی لیکن وہ بیٹھے نہیں بلکہ ان سے فرمایا تم اپنا نسب نامہ بیان کرو تا کہ میں تمہیں پہچان لوں۔ ان سب نے یا ان میں سے کچھ نے اپنا نسب نامہ بیان کیا تو فرمایا کیا تمہیں معلوم نہیں کہ اللہ کے کچھ بندے ایسے ہیں جو گونگے اور بولنے سے عاجز نہیں ہیں بلکہ اللہ کے ڈر سے خاموش رہتے ہیں۔ یہی لوگ فصاحت والے، فضیلت والے، اور اللہ تعالیٰ کی قدرت کے واقعات کو جاننے والے علماء ہیں۔ جب انہیں اللہ کی عظمت کا دھیان آتا ہے تو ان کی عقلیں اڑ جاتی ہیں ان کے دل شکستہ ہو جاتے ہیں اور ان کی زبانیں بند ہو جاتی ہیں۔ جب ان کو اس کیفیت سے افاقہ ہوتا ہے تو وہ پاکیزہ اعمال کے ذریعے سے اللہ کی طرف تیزی سے چلتے ہیں حالانکہ وہ عقلمند اور طاقتور ہوں گے لیکن پھر بھی وہ اپنے آپ کو کوتاہی کرنے والوں میں شمار کریں گے اور اسی طرح وہ نیک اور خطاؤں سے پاک ہوں گے لیکن اپنے آپ کو ظالم اور خطا کار لوگوں میں شمار کریں گے اور اللہ کے لیے زیادہ (اعمال اور قربانی) کو زیادہ نہیں سمجھیں گے اور اللہ کے لیے کم پر وہ راضی نہیں ہوں گے اور اعمال میں اللہ کے سامنے نخرے نہیں کریں گے۔ تم انہیں جہاں بھی ملو گے وہ اہتمام اور فکر سے چلنے والے، ڈرنے والے اور کپکپانے والے ہوں گے۔ حضرت وہب فرماتے ہیں یہ باتیں ارشاد فرما کر حضرت ابن عباسؓ وہاں سے اٹھے اور اپنی مجلس میں واپس تشریف لے آئے۔[2]

حضرت ابن مسعودؓ نے فرمایا اگر علم والے علم کی حفاظت کرتے اور جو علم کے اہل ہیں ان ہی کو علم دیتے تو اپنے زمانے والوں کے سردار ہو جاتے لیکن انہوں نے دنیا والوں کے سامنے اپنا علم

۱۔ اخرجه ابن عبدالبر فی جامع العلم (ج ۱ ص ۱۲۶) و اخرجه ابو نعیم فی الحلیة (ج ۱ ص ۷۷) عن علی بمعناه

۲۔ اخرجه ابو نعیم فی الحلیة (ج ۱ ص ۳۲۵)

رکھ دیا تاکہ ان کی دنیا میں سے کچھ حاصل کرلیں اس وجہ سے علم والے دنیا والوں کی نگاہ میں بے قیمت ہوگئے میں نے تمہارے نبی کریم ﷺ کو فرماتے ہوئے سنا کہ جو تمام فکروں کو ایک فکر یعنی آخرت کی فکر بنادے گا اللہ تعالیٰ اس کی تمام فکروں کی کفایت فرمائیں گے اور جسے دنیاوی افکار نے پراگندہ کردیا تو اللہ کو بھی اس بات کی پرواہ نہیں ہوگی کہ وہ دنیا کی کس وادی میں ہلاک ہوگیا۔[1]

حضرت سفیان بن عیینہؒ کہتے ہیں ہمیں حضرت ابن عباسؓ کی طرف سے ان کا یہ ارشاد پہنچا کہ اگر حاملین علم، علم کو اس کے حق کے ساتھ لیتے اور اس کے مناسب جو آداب ہیں انہیں اختیار کرتے تو اللہ تعالیٰ، اس کے فرشتے اور نیک لوگ ان سے محبت کرتے اور لوگوں کے دلوں میں ان کی ہیبت ہوتی لیکن انہوں نے علم کے ذریعے دنیا حاصل کرنے کی کوشش کی جس کی وجہ سے وہ اللہ کے ہاں مبغوض بن گئے اور لوگوں کی نگاہ میں بھی بے حیثیت ہوگئے۔[2]

حضرت ابن مسعودؓ نے فرمایا تمہارا اس وقت کیا حال ہوگا جب تم میں ایک زبردست فتنہ اٹھے گا جس میں کم عمر تو بڑھ جائے گا اور زیادہ عمر والا بوڑھا ہو جائے گا اور نئے طریقے ایجاد کر کے اختیار کر لیئے جائیں گے اور اگر کسی دن انہیں بدلنے (اور صحیح اور مسنون طریقہ لانے) کی کوشش کی جائے گی تو لوگ کہنے لگیں گے یہ تو بالکل اجنبی اور اوپرا طریقہ ہے۔ اس پر لوگوں نے پوچھا ایسا فتنہ کب ہوگا؟ حضرت ابن مسعودؓ نے فرمایا جب تمہارے امین لوگ کم ہو جائیں گے اور تمہارے امراء و حکام زیادہ ہو جائیں گے اور تمہارے دین کی سمجھ رکھنے والے کم ہو جائیں گے اور تمہارے قرآن پڑھنے والے زیادہ ہو جائیں گے اور دین کے غیر یعنی دنیا کے لیئے دینی علم حاصل کیا جائے گا اور آخرت والے عمل سے دنیا طلب کی جائے گی۔[3] اور ایک روایت میں یہ ہے کہ نئے طریقے گھڑے جائیں گے جس پر لوگ چلنے لگیں گے اور جب اس میں کچھ تبدیلی کی جانے لگے گی تو وہ لوگ کہیں گے ہمارا معروف طریقہ بدلا جارہا ہے اور یہ بھی ہے کہ تمہارے دین کی سمجھ رکھنے والے کم ہو جائیں گے اور تمہارے امراء و حکام خزانے بھرنے لگیں گے۔[4]

حضرت ابوذرؓ فرماتے ہیں یہ بات اچھی طرح جان لو کہ یہ احادیث جن میں اصل یہ ہے کہ ان کے ذریعہ سے اللہ کی رضامندی حاصل کی جائے اگر انہیں کو دنیا کا سامان حاصل کرنے کے لیئے سیکھے گا تو وہ کبھی جنت کی خوشبو نہیں پا سکے گا۔[5]

حضرت عمرؓ نے حضرت کعبؓ (جو کہ تورات کے بھی بڑے عالم تھے) سے پوچھا جب علماء علم

۱۔ اخرجه ابن عساكر كذافي الكنز (ج۵ ص ۲۲۳) واخرجه ابن عبدالبر في جامع العلم (ج ۱ ص ۱۸۷) عن ابن مسعود نحوه ۲۔ اخرجه ابن عبدالبر في العلم (ج ۱ ص ۱۸۸)

۳۔ اخرجه عبدالرزاق كذافي الترغيب (ج ۱ ص ۸۲) واخرجه ابن عبدالبر في العلم (ج ۱ ص ۱۸۸)

۴۔ اخرجه عبدالرزاق كذا في الترغيب (ج ۱ ص ۸۲) واخرجه ابن عبدالبر في العلم (ج ۱ ص ۱۸۸)

۵۔ اخرجه ابن عبدالبر في العلم (ج ۱ ص ۱۸۷)

کو یاد کرلیں گے اور اچھی طرح سمجھ لیں گے تو پھر کون سی چیز ان کے دلوں سے علم کو لے جائے گی؟ حضرت کعب نے کہا دو چیزیں ایک تو دنیا کی لالچ دوسرے لوگوں کے سامنے اپنی حاجتیں لے جانا۔[1]

ایک مرتبہ حضرت علیؓ نے ان فتنوں کا ذکر کیا جو آخری زمانہ میں ہوں گے تو حضرت عمرؓ نے ان سے پوچھا اے علی! یہ فتنے کب ہوں گے؟ فرمایا جب غیر دین یعنی دنیا کے لیئے دینی علم حاصل کیا جائے گا اور عمل کے غیر یعنی عزت اور مال کے لیئے علم سیکھا جائے گا اور آخرت کے عمل سے دنیا طلب کی جائے گی۔[2]

حضرت عمرؓ نے فرمایا میں تمہارے بارے میں دو آدمیوں سے ڈرتا ہوں ایک تو وہ آدمی جو قرآن کی غلط تفسیر کرے گا اور دوسرا وہ آدمی جو ملک کے بارے میں اپنے بھائی سے آگے بڑھنے کی کوشش کرے گا۔[3]

حضرت حسنؒ کہتے ہیں بصرہ کا وفد حضرت عمرؓ کے پاس آیا ان میں احنف بن قیس بھی تھے اور سب کو تو حضرت عمرؓ نے جانے دیا لیکن حضرت احنف بن قیس کو روک لیا اور انہیں ایک سال روکے رکھا اس کے بعد فرمایا تمہیں معلوم ہے میں نے تمہیں کیوں روکا تھا؟ میں نے اس وجہ سے روکا تھا کہ ہمیں حضور ﷺ نے ہر اس منافق سے ڈرایا جو عالمانہ زبان والا ہو مجھے ڈر ہوا کہ شاید تم بھی ان میں سے ہو لیکن (میں نے ایک سال رکھ کر دیکھ لیا کہ) ان شاء اللہ تم ان میں سے نہیں ہو۔[4]

حضرت ابو عثمان نہدی کہتے ہیں میں نے حضرت عمر بن خطابؓ کو منبر پر فرماتے ہوئے سنا کہ اس منافق سے بچو جو عالم ہو۔ لوگوں نے پوچھا منافق کیسے عالم ہو سکتا ہے؟ فرمایا بات تو حق کہے گا لیکن عمل منکرات پر کرے گا۔[5] حضرت عمرؓ نے فرمایا ہم یہ بات کہا کرتے تھے کہ اس امت کو وہ منافق ہلاک کرے گا جو زبان کا علم ہوگا۔[6]

حضرت ابو عثمان نہدی کہتے ہیں میں نے حضرت عمر بن خطابؓ کو منبر پر یہ فرماتے ہوئے سنا کہ اس امت پر سب سے زیادہ ڈر اس منافق سے ہے جو عالم ہو۔ لوگوں نے پوچھا اے امیر المومنین! منافق کیسے عالم ہو سکتا ہے؟ فرمایا وہ زبان کا تو عالم ہوگا لیکن دل اور عمل کا جاہل ہوگا۔[7]

حضرت حذیفہؓ فرماتے ہیں ایسی جگہوں سے بچو جہاں کھڑے ہونے سے انسان فتنوں

۱۔ عند ابن عبدالبرا یضا (ج ۲ ص ۲) عن ابی معن ۲۔ اخرجه عبدالرزاق كذافي الترغيب (ج ۱ ص ۸۲) ۳۔ اخرجه ابن عبدالبر في العلم (ج ۲ ص ۱۹۴) كما في الكنز (ج ۵ ص ۲۳۳)
۴۔ اخرجه ابن سعد وابو يعلى كذافي الكنز (ج ۵ ص ۲۳۲)
۵۔ اخرجه البيهقي وابن النجار ۶۔ عند جعفر الفريابي وابي يعلى ونصر وابن عساكر
۷۔ عند مسدد جعفر الفريابي كذافي الكنز (ج ۵ ص ۲۳۳)

میں مبتلا ہو جاتا ہے۔ کسی نے پوچھا اے ابو عبداللہ! فتنوں کی یہ جگہیں کونسی ہیں؟ فرمایا امراء اور حکام کے دروازے۔ آدمی کسی حاکم یا گورنر کے پاس جاتا ہے اور غلط بات میں اس کی تصدیق کرتا ہے اور اس کی تعریف میں ایسی خوبیاں ذکر کرتا ہے جو اس میں نہیں ہیں۔ حضرت ابن مسعودؓ فرماتے ہیں جیسے اونٹوں کے بیٹھنے کی جگہ میں اونٹ ہوتے ہیں ایسے سلاطین کے دروازوں پر فتنے ہوتے ہیں۔ اس ذات کی قسم جس کے قبضہ میں میری جان ہے! تم ان سلاطین سے جتنی دنیا حاصل کرلو گے وہ سلاطین تمہارے دین میں اتنی کمی کر دیں گے یا اس سے دگنی کمی کر دیں گے۔[1]

علم کا چلا جانا اور اسے بھول جانا

حضرت عوف بن مالک اشجعیؓ فرماتے ہیں ایک دن حضورﷺ نے آسمان کی طرف دیکھا اور فرمایا اس وقت مجھے وہ وقت بتایا گیا ہے جس میں علم اٹھا لیا جائے گا۔ ابن لبیدؓ نامی ایک انصاری صحابی نے عرض کیا یارسول اللہ! جب علم کتابوں میں لکھ دیا جائے گا اور دل اسے سمجھ لیں گے اور محفوظ کرلیں گے تو علم کیسے اٹھا لیا جائے گا؟ حضورؐ نے فرمایا میں تو تمہیں مدینہ والوں میں سب سے زیادہ سمجھدار آدمی سمجھتا تھا پھر حضورؐ نے اس بات کا ذکر کیا کہ یہود و نصاریٰ کے پاس اللہ کی کتاب ہے لیکن پھر بھی گمراہ ہیں۔ راوی کہتے ہیں پھر میری حضرت شداد بن اوسؓ سے ملاقات ہوئی تو میں نے حضرت عوف بن مالکؓ والی حدیث انہیں سنائی۔ حضرت شدادؓ نے فرمایا حضرت عوفؓ نے ٹھیک کہا کیا میں تمہیں وہ چیز نہ بتاؤں جو علم میں سب سے پہلے اٹھائی جائے گی؟ میں نے کہا ضرور فرمایا خشوع۔ یہاں تک کہ تمہیں کوئی خشوع والا نظر نہ آئے گا۔[2] ابن عبدالبر کی روایت میں یہ ہے کہ ایک انصاری صحابی نے عرض کیا جنہیں زیاد بن لبید کہا جاتا تھا یارسول اللہ! علم ہم میں سے اٹھا لیا جائے گا جبکہ ہم میں اللہ کی کتاب ہوگی اور ہم وہ اپنے بیٹوں اور عورتوں کو سکھائیں گے۔ ایک روایت میں یہ ہے کہ حضرت شداد نے فرمایا کیا تم جانتے ہو کہ علم کے اٹھائے جانے کی کیا صورت ہوگی؟ میںؓ نے کہا میں تو نہیں جانتا فرمایا علم کے برتن یعنی علماء اٹھ جائیں گے اور کیا تم جانتے ہو کہ علم کی کونسی صفت اٹھالی جائے گی؟ میں نے کہا نہیں جانتا۔ فرمایا خشوع۔ کوئی خشوع والا نظر نہیں آئے گا۔[3] حضرت ابوالدرداءؓ کی روایت میں ہے کہ حضورؐ نے فرمایا یہ تورات

۱۔ اخرجهما ابن عبدالبر فی العلم (ج ۱ ص ۱۶۷)

۲۔ اخرجه الحاکم (ج ۱ ص ۹۹) قال الحاکم هذا صحیح وقد احتج الشیخان بجمیع رواته و کذا قال الذهبی واخرجه البزار والطبرانی فی الکبیر عن عوف نحوه کما فی مجمع الزوائد (ج ۱ ص ۲۰۰) واخرجه ابن عبدالبر فی العلم (ج ۱ ص ۱۵۲) بنحوه.

۳۔ واخرجه الحاکم ایضا من حدیث ابی الدرداء وابن لبید الانصاریؓ والطبرانی فی الکبیر عن صفوان بن عسال ووحشی بن حربؓ کما فی المجمع بمعناه

اور انجیل یہود و نصاریٰ کے پاس ہے لیکن ان کے کس کام آرہی ہے؟ حضرت وحشیؓ کی روایت میں ہے کہ وہ یہود و نصاریٰ تورات وانجیل کی طرف بالکل توجہ نہیں کرتے ہیں اور حضرت ابن لبیدؓ کی روایت میں ہے کہ ان یہود و نصاریٰ کو تورات وانجیل سے کوئی فائدہ نہیں ہو رہا۔

حضرت عبداللہ بن مسعودؓ نے پوچھا تم لوگ جانتے ہو کہ اسلام کیسے کم ہوگا؟ لوگوں نے کہا جیسے کپڑے کا رنگ اور جانور کا موٹاپا کم ہو جاتا ہے اور زیادہ چھپائے اور دبائے رکھنے سے درہم کم ہو جاتا ہے۔ حضرت ابن مسعودؓ نے فرمایا اسلام کے کم ہونے کی بھی یہی صورت ہوگی لیکن اس کے کم ہونے کی اس سے زیادہ بڑی وجہ علماء کا انتقال کر جانا اور دنیا سے چلے جانا ہے۔[1] حضرت سعید بن مسیبؒ کہتے ہیں میں حضرت زید بن ثابتؓ کے جنازہ میں شریک تھا۔ جب ان کو قبر میں دفن کر دیا گیا تو حضرت ابن عباسؓ نے فرمایا اے لوگو! جو یہ جاننا چاہتا ہے کہ علم کیسے چلا جائے گا تو یہ علم اس طرح جائے گا اللہ کی قسم! آج بہت زیادہ علم چلا گیا۔[2] حضرت عمار بن ابی عمارؒ کہتے ہیں جب حضرت زید بن ثابتؓ کا انتقال ہوا تو ہم جھونپڑی کے سائے میں حضرت ابن عباسؓ کی خدمت میں جا کر بیٹھ گئے۔ انہوں نے فرمایا اس طرح علم چلا جاتا ہے آج بہت زیادہ علم دفن ہو گیا۔[3] حضرت ابن عباسؓ نے حضرت زید بن ثابتؓ کی قبر کی طرف اشارہ کرتے ہوئے فرمایا یوں علم چلا جاتا ہے ایک آدمی ایک چیز جانتا ہے اس چیز کو اور کوئی نہیں جانتا۔ جب یہ آدمی مر جاتا ہے تو جو علم اس کے پاس تھا وہ بھی چلا جاتا ہے۔[4]

حضرت ابن عباسؓ نے فرمایا تم جانتے ہو علم کیسے جاتا ہے اس کے جانے کی صورت یہ ہے کہ علماء زمین سے چلے جائیں۔[5]

حضرت ابن مسعودؓ فرماتے ہیں میں یہ سمجھتا ہوں کہ آدمی علم سیکھ کر بھول جاتا ہے اس کی وجہ گناہوں میں مبتلا ہوتا ہے۔[6]

حضرت عبداللہؓ نے فرمایا علم کی آفت، اسے بھول جانا ہے۔[7]

۱۔ اخرجه الطبرانی فی الکبیر قال الهیثمی (ج ۱ ص ۲۰۲) ورجاله موثقون. اه

۲۔ اخرجه الطبرانی فی الکبیر قال الهیثمی (ج ۱ ص ۲۰۲) وفیه علی بن زید جدعان وفیه ضعف. اه

۳۔ عند ابن سعد (ج ۲ ص ۱۷۷) ۴۔ عند ابن سعد ایضا

۵۔ کذافی المجمع (ج ۱ ص ۲۰۲) ۶۔ اخرجه ابن ابی شیبة کذافی جامع العلم (ج ۱ ص ۱۰۸) ۷۔ اخرجه ابو نعیم فی الحلیة (ج ۱ ص ۱۳۱) واخرجه الطبرانی فی الکبیر ورجاله موثقون الا ان القاسم لم یسمع من جده کما قال الهیثمی (ج ۱ ص ۱۹۹) والمنذری فی الترهیب (ج ۱ ص ۹۲)

ایسے علم کا دوسروں تک پہنچانا جس پر خود عمل نہ کر رہا ہو اور نفع نہ دینے والے علم سے پناہ مانگنا

حضرت جابر بن عبداللہؓ فرماتے ہیں ہم سے حضرت حذیفہؓ نے فرمایا ہمیں یہ علم دیا گیا ہے۔اب ہم یہ علم تم تک پہنچا رہے ہیں اگر چہ ہم اس پر خود عمل نہ کر رہے ہوں۔[1]

حضرت ابو ہریرہؓ فرماتے ہیں حضور ﷺ یہ دعا فرمایا کرتے تھے اللھم انی اعوذبک من الاربع من علم لا ینفع وقلب لا یخشع ونفس لا تشبع ودعاء لا یسمع اے اللہ! میں چار چیزوں سے تیری پناہ چاہتا ہوں اس علم سے جو نفع نہ دے اور اس دل سے جس میں خشوع نہ ہو اور اس نفس سے جو سیر نہ ہو اور اس دعا سے جو سنی نہ جائے۔[2]

نبی کریم ﷺ اور آپؐ کے صحابہ رضی اللہ عنہم کو اللہ کے ذکر کا کتنا شوق تھا اور وہ کس طرح صبح اور شام، دن رات، سفر اور حضر میں ذکر کی پابندی کرتے تھے اور وہ کس طرح دوسروں کو اس کی ترغیب دیتے تھے اور اس کا شوق دلاتے تھے اور ان کے اذکار کیسے تھے؟

نبی کریم ﷺ کا اللہ تعالیٰ کے ذکر کی ترغیب دینا

حضرت ثوبانؓ فرماتے ہیں ہم ایک سفر میں حضور ﷺ کے ساتھ جا رہے تھے اتنے میں مہاجرین نے کہا جب سونے اور چاندی کے بارے میں قرآن نازل ہو چکا (جس میں بتایا گیا کہ جو لوگ مال و دولت اکٹھی کریں اور زکوۃ وغیرہ نہ دیں اللہ کے راستہ میں خرچ نہ کریں انہیں درد ناک عذاب ہوگا) تو اب ہمیں کس طرح پتہ چل جائے کہ کونسا مال بہتر ہے؟ اس پر حضرت عمرؓ نے فرمایا اگر کہو تو میں آپ لوگوں کو یہ بات حضورؐ سے پوچھ دوں۔انہوں نے کہا ضرور۔حضرت عمرؓ حضور کی طرف چل دیئے۔میں بھی اپنے اونٹ کو تیز دوڑاتا ہوا ان کے پیچھے چل پڑا۔حضرت عمرؓ نے عرض کیا یا رسول اللہ! ابھی سونے اور چاندی کے بارے میں قرآن کی آیتیں نازل ہوئی ہیں اس پر مہاجرین کہہ رہے ہیں جب سونے اور چاندی کے بارے میں قرآن نازل ہو چکا تو اب ہمیں کسی طرح پتہ چل جائے کہ کون سا مال بہتر ہے؟ حضورؐ نے فرمایا تم اپنی زبان کو ذکر کرنے والا

۱۔ اخرجہ البیھقی وابن عساکر کذافی الکنز (ج ۷ ص ۲۴)

۲۔ اخرجہ الحاکم (ج ۱ ص ۱۰۴) قال الحاکم ھذا حدیث صحیح ولم یخرجاہ و قال الذھبی صحیح واخرجہ ایضا من حدیث انس رضی اللہ عنہ وصححہ علی شرط مسلم

اور دل کو شکر کرنے والا بنالو اور ایسی مومن عورت سے شادی کرو جو ایمان (والے کاموں) میں تمہاری مدد کرے دوسری روایت میں یہ ہے کہ وہ آخرت (والے کاموں) میں تمہاری مدد کرے۔ اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے وَالَّذِيْنَ يَكْنِزُوْنَ الذَّهَبَ وَالْفِضَّةَ (سورت توبہ آیت ۳۴) ترجمہ ''جو لوگ سونا چاندی جمع کر رکھتے ہیں اور ان کو اللہ کی راہ میں خرچ نہیں کرتے سو آپ ان کو ایک بڑی دردناک سزا کی خبر سنا دیجئے۔'' اس کے بارے میں حضرت علیؓ نے فرمایا کہ نبی کریم ﷺ نے تین مرتبہ ارشاد فرمایا ہلاکت ہو سونے کے لیئے ہلاکت ہو چاندی کے لیئے۔ یہ فرمان حضورؐ کے صحابہ پر بڑا گراں گزرا اور انہوں نے عرض کیا اب ہم کس چیز کو مال بنا کر اپنے پاس رکھیں؟ اس پر حضرت عمرؓ نے فرمایا آگے پچھلی حدیث سے مختصر حدیث ذکر کی۔[۲]

حضرت ابو ہریرہؓ فرماتے ہیں کہ ایک مرتبہ حضور ﷺ مکہ کے راستہ میں تشریف لے جا رہے تھے۔ آپ کا گذر ایک پہاڑ کے پاس سے ہوا جسے جمدان کہا جاتا ہے۔ آپؐ نے فرمایا چلتے رہو یہ جمدان ہے مفردون آگے نکل گئے۔ صحابہؓ نے عرض کیا یا رسول اللہ! مفردون کون لوگ ہیں؟ آپ نے فرمایا اللہ کا بہت زیادہ ذکر کرنے والے مرد اور عورتیں۔[۳]

ترمذی میں ہے کہ صحابہ نے عرض کیا یا رسول اللہ مفردون کون لوگ ہیں آپؐ نے فرمایا جو لوگ اللہ کے ذکر پر فریفتہ ہوں اور ذکر ان کے سارے بوجھ اتار دے گا اور وہ قیامت کے دن بالکل ہلکے پھلکے ہو کر اللہ کے سامنے حاضر ہوں گے۔[۴]

حضرت معاذ بن جبلؓ فرماتے ہیں کہ ایک مرتبہ ہم لوگ حضور ﷺ کے ساتھ جا رہے تھے کہ اتنے میں آپؐ نے ارشاد فرمایا کہاں ہیں آگے نکل جانے والے؟ صحابہؓ نے عرض کیا کچھ لوگ آگے جا چکے ہیں اور کچھ لوگ پیچھے رہ گئے ہیں۔ حضورؐ نے فرمایا (سفر میں آگے نکل جانا مراد نہیں ہے بلکہ) وہ آگے نکل جانے والے کہاں ہیں جو اللہ کے ذکر پر فریفتہ ہوں؟ جو جنت کے باغوں میں چرنا چاہتا ہے اسے چاہیے کہ وہ اللہ کا ذکر زیادہ کرے۔[۵]

حضرت ابو سعید خدریؓ فرماتے ہیں کہ ایک آدمی نے حضور ﷺ سے پوچھا کہ قیامت کے دن اللہ کے نزدیک کون سے بندے سب سے افضل درجہ والے ہوں گے؟ آپؐ نے فرمایا جو اللہ کا بہت زیادہ ذکر کرنے والے ہوں گے۔ حضرت ابو سعیدؓ فرماتے ہیں میں نے عرض کیا یا رسول اللہ!

۱۔ اخرجه ابو نعيم في الحلية (ج ۱ ص ۱۸۲) واخرجه احمد والترمذى وحسنه وابن ماجة عن ثوبان بمعناه ۲۔ اخرجه عبدالرزاق كذافي التفسير لابن كثير (ج ۲ ص ۳۵۱)

۳۔ اخرجه مسلم ۴۔ كذافي الترغيب (ج ۳ ص ۵۹) واخرجه الطبراني عن ابى الدرداءؓ بسياق الترمذى كما في المجمع (ج ۱۰ ص ۷۵)

۵۔ اخرجه الطبراني قال الهيثمي (ج ۱۰ ص ۷۵) وفيه موسى بن عبيدة وهو ضعيف .اه

اللہ کے راستہ میں غزوہ کرنے والوں سے بھی زیادہ افضل ہوں گے؟ آپؐ نے فرمایا ہاں۔ اگر غازی اپنی تلوار کفار اور مشرکین پر اتنی زیادہ چلائے کہ وہ ٹوٹ جائے اور وہ خود خون میں رنگا جائے تو بھی اللہ کا بہت زیادہ ذکر کرنے والے اس سے درجے میں افضل ہوں گے۔[1]

حضرت جابرؓ فرماتے ہیں نبی کریم ﷺ نے فرمایا کسی آدمی نے کوئی عمل ایسا نہیں کیا جو اللہ کے ذکر سے زیادہ عذاب سے نجات دینے والا ہو۔ کسی نے عرض کیا کہ کیا اللہ کے راستہ میں جہاد بھی اللہ کے ذکر سے زیادہ نجات دینے والا نہیں؟ آپؐ نے فرمایا نہیں سوائے اس کے کہ مجاہد اپنی تلوار اتنی چلائے کہ وہ ٹوٹ جائے۔[2]

حضرت معاذ بن انسؓ فرماتے ہیں کہ حضور ﷺ سے ایک آدمی نے پوچھا کون سا مجاہد سب سے زیادہ اجر والا ہے؟ آپؐ نے فرمایا جو ان میں اللہ کا سب سے زیادہ ذکر کرنے والا ہے۔ پھر اس نے پوچھا کون سا نیک بندہ سب سے زیادہ اجر والا ہے؟ آپؐ نے فرمایا جو اللہ کا سب سے زیادہ ذکر کرنے والا ہے۔ پھر اس نے نماز، زکوۃ، حج اور صدقہ میں سے ہر ایک عمل کا ذکر کیا۔ حضورؐ ہر ایک کے جواب میں یہی فرماتے رہے کہ جو اللہ کا سب سے زیادہ ذکر کرنے والا ہے۔ اس پر حضرت ابو بکرؓ نے حضرت عمرؓ سے فرمایا اے ابو حفص! ذکر والے تو ساری خیر لے گئے۔ حضورؐ نے فرمایا بالکل۔[3]

حضرت عبداللہ بن بسرؓ فرماتے ہیں کہ ایک آدمی نے عرض کیا کہ اسلام کے نفلی اعمال بہت زیادہ ہیں آپؐ مجھے کوئی ایسا عمل بتائیں جسے میں مضبوطی سے پکڑ لوں۔ آپؐ نے فرمایا تمہاری زبان ہر وقت اللہ کے ذکر سے تر رہے۔[4]

حضرت مالک بن یخامرؒ کہتے ہیں کہ حضرت معاذ بن جبلؓ نے اپنے ساتھیوں سے فرمایا حضور ﷺ سے جدائی کے وقت میری جو آخری گفتگو حضورؐ سے ہوئی وہ یہ تھی کہ میں نے عرض کیا کونسا عمل اللہ کو سب سے زیادہ محبوب ہے؟ آپؐ نے فرمایا تمہاری موت اس حال میں آئے کہ

۱؎ اخرجه الترمذی قال الترمذی حدیث غریب واخرجه البیهقی مختصرا کذافی الترغیب (ج۳ص ۵۶)

۲؎ اخرجه الطبرانی فی الصغیر والاوسط قال المنذری (ج۳ص ۵۶) والهیثمی (ج۱۰ ص ۷۴) رجالهما رجال الصحیح واخرجه الطبرانی عن معاذ بن جبل نحوه کما فی المجمع (ج۱۰ ص ۷۳)

۳؎ واخرجه احمد قال الهیثمی (ج۱۰ ص ۷۴) رواه احمد الطبرانی الا انه قال سأله فقال ای المجاهدین اعظم اجرا وفیه زبان بن فائده وهو ضعیف وقدوثق وکذالک ابن لهیعة وبقیة رجال احمد ثقات. انتهی

۴؎ اخرجه الترمذی قال الترمذی حدیث حسن غریب واخرجه الحاکم وقال صحیح الاسناد وابن ماجة وابن حبان فی صحیحه کما فی الترغیب (ج۳ص ۵۴)

تمہاری زبان اللہ کے ذکر سے تر ہو۔ بزار کی روایت میں ہے کہ مجھے سب سے افضل اور اللہ کے سب سے زیادہ قریب عمل بتائیں۔

نبی کریم ﷺ کے صحابہ کرامؓ کا ذکر کی ترغیب دینا

حضرت عمرؓ نے فرمایا اپنے آپ کو انسانوں کے تذکرے میں مشغول نہ کرو کیونکہ یہ تو بلاء اور مصیبت ہے بلکہ اللہ کا ذکر اہتمام سے کرو۔[۲] حضرت عمرؓ نے فرمایا اللہ کا ذکر پابندی سے کرو کیونکہ یہ تو سراسر شفاء ہے اور انسانوں کے تذکرے سے بچو کیونکہ یہ سراسر بیماری ہے۔[۳]

حضرت عثمانؓ نے فرمایا اگر ہمارے دل پاک ہوتے تو اللہ کے ذکر سے کبھی نہ اکتاتے۔[۴]

حضرت ابن مسعودؓ نے فرمایا اللہ تعالیٰ کا ذکر کثرت سے کرو اور اس میں بھی کوئی حرج نہیں ہے کہ تم صرف ایسے آدمی کے ساتھ رہو جو اللہ کے ذکر میں تمہاری مدد کرے (اصل یہ ہے کہ انسان اصول و آداب کے ساتھ سب سے مل جل کر رہے اور یہی افضل ہے اور جو صبر نہ کر سکے تو مجبوری کی وجہ سے الگ تھلگ رہا کرے)۔[۵]

حضرت سلمانؓ نے فرمایا اگر ایک آدمی رات بھر گوری چٹی باندیاں تقسیم کرتا ہے اور دوسرا آدمی رات بھر قرآن پڑھتا رہے اور اللہ کا ذکر کرتا ہے تو یہ ذکر والا افضل ہوگا۔[۶]

حضرت حبیب بن عبیدؒ کہتے ہیں ایک آدمی نے حضرت ابوالدرداءؓ کی خدمت میں حاضر ہو کر عرض کیا کہ مجھے کچھ وصیت فرما دیں حضرت ابوالدرداءؓ نے فرمایا تم خوشی میں اللہ کو یاد رکھو اللہ تکلیف میں تمہیں یاد رکھے گا اور جب تمہارا دل دنیا کی کسی چیز کی طرف جھانکے تو تم اس میں غور کرو کہ اس کا انجام کیا ہوگا؟[۷]

حضرت ابوالدرداءؓ نے فرمایا کیا میں تمہیں وہ عمل نہ بتا دوں جو تمہارے اعمال میں سب سے بہتر ہے، تمہارے مالک یعنی اللہ تعالیٰ کو سب سے زیادہ محبوب ہے، تمہارے درجات کو سب سے زیادہ بڑھانے والا ہے اور اس سے بھی بہتر ہے کہ تم دشمن کی لڑائی کرو اور وہ تم کو قتل کریں اور تم ان کو

۱۔ عند الطبرانی قال الهيثمی (ج ۱۰ ص ۷۴) رواه الطبرانی با سانيد وفی هذه الطريق خالد بن يزيد بن عبدالرحمن بن ابی مالک وضعفه جماعة ووثقه ابو زرعة الدمشقی وغيره وبقية رجاله ثقات ورواه البزار من غير طريقه واسناده حسن. انتهى واخرجه ابن ابی الدنيا وابن حبان فی صحيحه كما فی الترغيب (ج ۳ ص ۵۵) وابن النجار كما فی الكنز (ج ۱ ص ۲۰۸)

۲۔ اخرجه ابن ابی الدنيا ۳۔ عند ابن ابی الدنيا ايضا واحمد فی الزهد وهناد كذافی الكنز (ج ۱ ص ۲۰۷) ۴۔ اخرجه ابن المبارک كذافی الكنز (ج ۱ ص ۲۱۸)

۵۔ اخرجه البيهقی كذافی الكنز (ج ۱ ص ۲۰۸) ۶۔ اخرجه ابو نعيم فی الحلية (ج ۱ ص ۲۰۴)

۷۔ اخرجه احمد كذافی الصفوة (ج ۱ ص ۲۵۸)

قتل کرو اور درہم اور دینار تقسیم کرنے سے بھی بہتر ہے؟ لوگوں نے عرض کیا اے ابوالدرداء! وہ عمل کونسا ہے؟ فرمایا اللہ کا ذکر اور اللہ کا ذکر سب سے بڑی نیکی ہے۔[1]

حضرت ابوالدرداءؓ نے فرمایا جن لوگوں کی زبانیں ہر وقت اللہ کے ذکر سے تر رہیں گی ان میں سے ہر آدمی جنت میں ہنستا ہوا داخل ہوگا۔[2]

حضرت معاذ بن جبلؓ نے فرمایا کسی آدمی نے کوئی عمل ایسا نہیں کیا جو اللہ کے ذکر سے زیادہ اللہ کے عذاب سے نجات دینے والا ہو۔ لوگوں نے عرض کیا اے ابوعبدالرحمٰن! کیا جہاد فی سبیل اللہ بھی اس سے زیادہ نجات دینے والا نہیں؟ فرمایا نہیں کیونکہ اللہ تعالیٰ اپنی کتاب میں فرماتے ہیں **ولذکر اللہ اکبر** (سورت عنکبوت آیت ۴۵) ترجمہ ''اور اللہ کی یاد بہت بڑی چیز ہے۔'' ہاں اگر مجاہد اتنی تلوار چلائے کہ وہ ٹوٹ جائے (تو یہ اس سے زیادہ نجات دینے والا ہے)۔[3]

حضرت عبداللہ بن عمروؓ فرماتے ہیں صبح اور شام اللہ کا ذکر کرنا اللہ کے راستہ میں تلواریں توڑ دینے سے اور مال لٹا دینے سے زیادہ افضل ہے۔[4]

نبی کریم ﷺ کا ذکر کرنے کا شوق

حضرت انسؓ فرماتے ہیں کہ حضور ﷺ نے فرمایا میں ایسی جماعت کے ساتھ بیٹھوں جو فجر کی نماز کے بعد سے لے کر سورج نکلنے تک اللہ کا ذکر کرتی رہے یہ مجھے اولاد اسماعیلؑ میں سے ایسے چار غلام آزاد کرنے سے زیادہ محبوب ہے جن میں سے ہر ایک کا خون بہا بارہ ہزار ہو اور میں ایسی جماعت کے ساتھ بیٹھوں جو عصر کی نماز کے بعد سے لے کر سورج غروب ہونے تک اللہ کا ذکر کرتی رہے یہ مجھے اولاد اسماعیل میں سے ایسے چار غلام آزاد کرنے سے زیادہ محبوب ہے جس میں سے ہر ایک کا خون بہا بارہ ہزار ہو۔[5] احمد ابو یعلی حضرت انسؓ سے روایت کرتے ہیں کہ حضور ﷺ نے فرمایا جو عصر پڑھ کر بیٹھ جائے اور شام ہونے تک خیر کی باتوں کا املا کرائے یہ اس آدمی سے افضل ہے جو اولاد اسماعیل میں سے آٹھ غلام آزاد کرے اور ابو یعلی کی دوسری روایت میں یہ ہے کہ حضورؐ نے فرمایا میں ایسے لوگوں کے ساتھ بیٹھوں جو صبح سے لے کر سورج نکلنے تک اللہ کا ذکر کرتے رہیں یہ مجھے ان تمام چیزوں سے زیادہ محبوب ہے جن پر سورج نکلتا ہے۔[6]

۱۔ اخرجه ابو نعیم فی الحلیة (ج ۱ ص ۲۱۹) ۲۔ اخرجه ابو نعیم فی الحلیة (ج ۱ ص ۲۱۹)
۳۔ اخرجه ابو نعیم فی الحلیة (ج ۱ ص ۲۳۵) ۴۔ اخرجه ابن ابی شیبة کذافی الکنز (ج ۱ ص ۲۰۷) ۵۔ اخرجه ابو یعلی قال الهیثمی (ج ۱۰ ص ۱۰۵) وفیه محتسب ابو عائذ وثقه ابن حبان و ضعفه غیره قال الهیثمی (ج ۱۰ ص ۱۰۵) وفی روایة ابی یعلی یزید الرقاشی ضعفه الجمهور وقد وثق وفی روایة احمد لم یذکر یزید الرقاشی اه
۶۔ اخرجه الطبرانی فی الکبیر والا وسط با سانید ضعیفة کذافی مجمع الزوائد (ج ۱۰ ص ۱۰۵)

حضرت سہل بن سعد ساعدیؓ فرماتے ہیں کہ حضور ﷺ نے فرمایا میں صبح کی نماز میں شریک ہوکر سورج نکلنے تک بیٹھ کر اللہ کا ذکر کرتا رہوں یہ مجھے اس سے زیادہ محبوب ہے کہ میں سورج نکلنے تک اللہ کے راستہ میں (مجاہدوں کو) عمدہ گھوڑے دیتا رہوں۔[۱]

حضرت عباس بن عبدالمطلبؓ فرماتے ہیں کہ حضور ﷺ نے فرمایا میں صبح کی نماز سے لے کر سورج نکلنے تک (اللہ کے ذکر کے لیئے) بیٹھا رہوں یہ مجھے اولاد اسمٰعیلؑ میں سے چار غلام آزاد کرنے سے زیادہ محبوب ہے۔ بزار اور طبرانی کی روایت میں یہ ہے کہ حضور ﷺ نے فرمایا کہ میں صبح کی نماز پڑھ کر سورج نکلنے تک اللہ کا ذکر کرتا رہوں یہ مجھے اللہ کے راستے میں سورج نکلنے تک گھوڑا دوڑانے سے زیادہ محبوب ہے۔[۲]

حضرت ابوہریرہؓ فرماتے ہیں کہ حضورؐ نے فرمایا سبحان اللّٰہ والحمدللّٰہ ولا الٰہ الا اللّٰہ واللّٰہ اکبر کہنا مجھے ان تمام چیزوں سے زیادہ محبوب ہے جن پر سورج نکلتا ہے۔[۳]

حضرت ابوامامہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ حضور ﷺ نے فرمایا میں فجر کے بعد بیٹھ کر سورج نکلنے تک اللہ کا ذکر کرتا رہوں اور اللّٰہ اکبر والحمدللّٰہ وسبحان اللّٰہ ولا الٰہ الا اللّٰہ کہتا رہوں یہ مجھے اولاد اسماعیل میں سے دو غلام آزاد کرنے سے زیادہ محبوب ہے اور عصر کے بعد سورج ڈوبنے تک یہ کلمات کہتا رہوں یہ مجھے اولاد اسماعیل میں سے چار غلام آزاد کرنے سے زیادہ محبوب ہے اور ایک روایت میں یہ ہے کہ میں سورج نکلنے تک اللہ کا ذکر کرتا رہوں اللّٰہ اکبر ولا الٰہ الا اللّٰہ و سبحان اللّٰہ کہتا رہوں یہ مجھے اولاد اسماعیل میں سے چار غلام آزاد کرنے سے زیادہ محبوب ہے اور عصر کی نماز سے لے کر سورج ڈوبنے تک اللہ کا ذکر کرنا مجھے اولاد اسماعیلؑ میں سے اتنے اور اتنے غلام آزاد کرنے سے زیادہ محبوب ہے۔[۴]

نبی کریم ﷺ کے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کا ذکر کرنے کا شوق

حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ میں صبح سے لے کر شام تک سارا دن اللہ کا ذکر کرتا رہوں یہ مجھے اس سے زیادہ محبوب ہے کہ میں صبح سے لے کر شام تک سارا دن لوگوں

۱؎ اخرجه البزار ۲؎ قال الهيثمي (ج ۱۰ ص ۱۰۶) رواه البزار والطبراني وفي اسناد هما محمد بن ابي حميد وهو ضعيف. انتهى ۳؎ اخرجه مسلم والترمذي كذافي الترغيب (ج ۳ ص ۸۳) ۴؎ اخرجه احمد قال الهيثمي (ج ۱۰ ص ۱۰۴) رواه كله احمد والطبراني بنحو الرواية الثانية و اسانيده حسنة. انتهى

کو سواری کے لئے عمدہ گھوڑے دیتا رہوں۔[1] حضرت ابو عبیدہ بن عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کو اللہ کے ذکر کے علاوہ کوئی اور بات کرنے سے بہت گرانی ہوتی تھی۔[2] طبرانی کی ایک روایت میں یہ ہے کہ حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ صبح صادق سے لے کر فجر کی نماز تک کسی کو بات کرتے ہوئے سنتے تو اس سے ان کو بہت گرانی ہوتی طبرانی کی دوسری روایت میں یہ ہے کہ حضرت عطاءؒ کہتے ہیں حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ باہر آئے تو دیکھا کہ فجر کے بعد کچھ لوگ باتیں کر رہے ہیں انھوں نے ان لوگوں کو بات کرنے سے منع کیا اور فرمایا تم لوگ یہاں نماز کے لئے آئے ہو، اس لئے یا تو نماز پڑھو یا چپ رہو۔[3]

حضرت ابوالدرداء رضی اللہ عنہ نے فرمایا سو دفعہ اللہ اکبر کہنا مجھے سو دینار صدقہ کرنے سے زیادہ پسند ہے۔[4]

حضرت معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ نے فرمایا صبح سے لے کر رات تک اللہ کا ذکر کرنا مجھے اس سے زیادہ محبوب ہے کہ میں صبح سے لے کر رات تک اللہ کے راستہ میں (مجاہدوں کو) عمدہ گھوڑے سواری کے لئے دیتا رہوں۔[5]

حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں ہم لوگ ایک سفر میں حضرت ابوموسیٰ رضی اللہ عنہ کے ساتھ چل رہے تھے انھوں نے لوگوں کو فصیح اور بلیغ باتیں کرتے ہوئے سنا تو فرمایا اے انس! مجھے ان لوگوں سے کیا تعلق؟ آؤ ہم اپنے رب کا ذکر کریں کیونکہ یہ لوگ تو اپنی زبان سے کھال ادھیڑ دیں گے۔ اس کے بعد آگے ویسی حدیث ذکر کی جیسی آخرت پر ایمان لانے کے باب میں گزر چکی ہے۔[6]

حضرت معاذ بن عبداللہ بن رافع رحمتہ اللہ علیہ کہتے ہیں میں ایک مجلس میں تھا جس میں حضرت عبداللہ بن عمر، حضرت عبداللہ بن جعفر اور حضرت عبداللہ بن ابی عمیرہ رضی اللہ عنہم بھی تھے۔ حضرت ابن ابی عمیرہؓ نے فرمایا میں نے حضرت معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ کو فرماتے ہوئے سنا کہ وہ کلمے ایسے ہیں کہ ان میں سے ایک تو عرش تک پہنچ کر ہی رکتا ہے اس سے پہلے اسے کوئی روکنے والا نہیں اور دوسرا زمین آسمان کے درمیان کے خلا کو بھر دیتا ہے اور وہ ہیں لا الہ الا اللہ واللہ اکبر حضرت ابن عمرؓ نے حضرت ابن ابی عمیرہؓ سے کہا کیا آپ نے خود ان کو یہ فرماتے ہوئے سنا؟

۱۔ اخرجه الطبراني قال الهيثمي (ج ۱۰ ص ۷۵) رواه الطبراني من طريق القاسم عن جده ابن مسعود ولم يسمع منه ۲۔ رواه الطبراني من طريق القاسم قال الهيثمي (ج ۲ ص ۲۱۹) وابو عبيدة لم يسمع من ابيه وبقية رجاله ثقات ۳۔ قال الهيثمي (ج ۲ ص ۲۱۹) وعطاء لم يسمع من ابن مسعود وبقية رجاله ثقات اه ۴۔ اخرجه ابو نعيم في الحلية (ج ۱ ص ۲۱۹)

۵۔ اخرجه ابو نعيم في الحلية (ج ۱ ص ۲۳۵)

۶۔ اخرجه ابو نعيم في الحلية (ج ۱ ص ۲۵۹)

انھوں نے کہا جی ہاں اس پر حضرت ابن عمر اتنا روئے کہ آنسوؤں سے ان کی ڈاڑھی تر ہوگئی (انہیں اس بات کا غم تھا کہ مجھے اب تک حضورؐ کی یہ بات معلوم کیوں نہیں تھی) پھر فرمایا ہمیں ان دونوں کلمات سے بہت تعلق اور محبت ہے۔[1]

حضرت جریری رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں کہ حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ نے ذات عرق مقام سے احرام باندھا اور پھر احرام کھولنے تک ہم نے انہیں اللہ کے ذکر کے علاوہ اور کوئی بات کرتے ہوئے نہیں سنا۔ احرام کھول کر مجھ سے فرمایا اے بھتیجے! احرام اس طرح ہوا کرتا ہے۔[2]

اللہ کے ذکر کی مجلس

حضرت ابو سعید خدریؓ فرماتے ہیں حضور ﷺ نے فرمایا اللہ تعالیٰ قیامت کے دن فرمائیں گے عنقریب حشر والوں کو پتہ چل جائے گا کہ کرم والے کون ہیں؟ کسی نے پوچھا یا رسول اللہ! کرم والے کون ہیں؟ حضورؐ نے فرمایا ذکر کی مجلسوں والے۔[3]

حضرت عمرؓ فرماتے ہیں نبی کریم ﷺ نے نجد کی طرف ایک لشکر بھیجا یہ لشکر بہت سا مال غنیمت لے کر جلد ہی واپس آ گیا۔ ایک آدمی جو اس لشکر کے ساتھ نہیں گیا تھا اس نے کہا ہم نے اس جیسا کوئی لشکر نہیں دیکھا جو اتنا زیادہ مال غنیمت لے کر اتنی جلدی لوٹ آیا ہو۔ حضورؐ نے فرمایا کیا میں تمہیں ایسے لوگ نہ بتا دوں جو ان سے زیادہ مال غنیمت لے کر ان سے بھی زیادہ جلدی واپس آ گئے ہوں؟ یہ وہ لوگ ہیں جو صبح کی نماز میں شریک ہو کر پھر اپنی جگہوں میں بیٹھ کر سورج نکلنے تک اللہ کا ذکر کرتے رہیں۔ یہ ہیں وہ لوگ جو ان سے زیادہ مال غنیمت لے کر ان سے بھی زیادہ جلدی واپس آ گئے ہیں۔ ایک روایت میں یہ ہے کہ یہ وہ لوگ ہیں جو صبح کی نماز پڑھیں پھر اپنی جگہوں میں بیٹھ کر سورج نکلنے تک اللہ کا ذکر کرتے رہیں پھر دو رکعت نماز پڑھ کر اپنے گھر واپس جائیں یہ ہیں وہ لوگ جو ان سے زیادہ مال غنیمت لیکر ان سے زیادہ جلدی واپس آ گئے ہیں۔[4]

۱۔ اخرجه الطبرانی قال المنذری فی الترغیب (ج ۳ ص ۹۳) رواته الی معاذ بن عبدالله ثقات سوی ابن لهیعة و لحدیثه هذا شواهد وقال الهیثمی (ج ۱۰ ص ۸۲) و معاذ بن عبدالله لم اعرفه وابن لهیعة حدیثه حسن وبقیة رجاله ثقات ۲۔ اخرجه ابن سعد (ج ۷ ص ۲۲)

۳۔ اخرجه احمد وابو یعلی وابن حبان فی صحیحه والبیهقی وغیر هم کذافی الترغیب (ج ۳ ص ۲۳) قال الهیثمی (ج ۱۰ ص ۷۶) رواه احمد باسنادین واحد هما حسن وابو یعلی کذلک

۴۔ اخرجه ابن زنجویه والترمذی قال الترمذی غریب لانعرفه الا من هذا الوجه وفیه حماد بن ابی حمید ضعیف کذافی الکنز (ج ۱ ص ۲۹۸) واخرجه البزار عن ابی هریرةؓ بمعناه وفی روایته فقال ابو بکرؓ یا رسول الله ما رأینا بعثا قال الهیثمی (ج ۱۰ ص ۱۰۷) وفیه حمید مولی ابن علقمة وهو ضعیف. اه

حضرت عبدالرحمٰن بن سہل بن حنیفؓ فرماتے ہیں حضور ﷺ اپنے ایک گھر میں تھے آپ پر یہ آیت نازل ہوئی وَاصْبِرْ نَفْسَکَ مَعَ الَّذِیْنَ یَدْعُوْنَ رَبَّھُمْ بِالْغَدَاۃِ وَالْعَشِیِّ آخر تک (سورت کہف آیت ۲۸) ترجمہ ''اور آپ اپنے کو ان لوگوں کے ساتھ مقید رکھا کیجئے جو صبح وشام (یعنی علی الدوام) اپنے رب کی عبادت محض اس کی رضا جوئی کے لیئے کرتے ہیں۔'' حضورؐ ان کو تلاش کرنے نکلے تو دیکھا کہ لوگ اللہ کا ذکر کر رہے ہیں اور ان میں سے کچھ لوگوں کے سر کے بال بکھرے ہوئے ہیں اور کچھ لوگوں کی کھالیں خشک ہیں اور کچھ لوگوں کے پاس صرف ایک ہی کپڑا ہے۔ آپؐ ان کے پاس بیٹھ گئے اور فرمایا تمام تعریفیں اس اللہ کے لیئے ہیں جس نے میری امت میں ایسے لوگ پیدا کیئے جن کے پاس بیٹھنے کا مجھے حکم دیا۔[1]

حضرت ابن عباسؓ فرماتے ہیں نبی کریم ﷺ کا حضرت عبداللہ بن رواحہؓ پر گزر ہوا وہ اپنے ساتھیوں میں بیان کر رہے تھے۔ حضورؐ نے فرمایا غور سے سنو تم لوگ ہی وہ جماعت ہو جن کے پاس بیٹھنے کا اللہ نے مجھے حکم دیا ہے پھر آپؐ نے یہ آیت پڑھی وَاصْبِرْ نَفْسَکَ مَعَ الَّذِیْنَ یَدْعُوْنَ رَبَّھُمْ بِالْغَدَاۃِ وَالْعَشِیِّ سے لے کر وَکَانَ اَمْرُہٗ فُرُطًا تک غور سے سنو تم لوگ جتنے بیٹھے ہوا تنے ہی تمہارے ساتھ فرشتے بھی بیٹھے ہوئے ہیں اگر تم سبحان اللہ کہو گے تو وہ بھی سبحان اللہ کہیں گے اور اگر تم الحمدللہ کہو گے تو وہ بھی الحمد للہ کہیں گے اگر تم اللہ اکبر کہو گے تو وہ بھی اللہ اکبر کہیں گے پھر (مجلس ختم ہو جانے پر) وہ فرشتے اللہ تعالیٰ کے پاس اوپر چلے جائیں گے، حالانکہ اللہ تعالیٰ ان سے زیادہ جانتے ہیں لیکن پھر بھی وہ عرض کریں گے اے ہمارے رب! تیرے بندے سبحان اللہ کہتے رہے تو ہم بھی سبحان اللہ کہتے رہے اور وہ اللہ اکبر کہتے رہے تو ہم بھی اللہ اکبر کہتے رہے اور وہ الحمد للہ کہتے رہے تو ہم بھی الحمد للہ کہتے رہے پھر ہمارے رب فرمائیں گے اے میرے فرشتو! میں تمہیں اس بات پر گواہ بناتا ہوں کہ میں نے ان کی مغفرت کر دی ہے۔ وہ فرشتے عرض کریں گے کہ ان میں تو فلاں فلاں خطا کار بھی تھے۔ اللہ تعالیٰ فرمائیں گے یہ ایسے لوگ ہیں کہ ان کے ساتھ بیٹھنے والا بھی محروم نہیں رہتا۔[2]

حضرت ثابت بنانیؒ کہتے ہیں حضرت سلمانؓ ایک جماعت میں بیٹھے ہوئے تھے جو اللہ تعالیٰ کا ذکر کر رہے تھے حضور ﷺ ان کے پاس سے گزرے تو انہوں نے ذکر کرنا چھوڑ دیا۔ حضورؐ نے فرمایا آپ لوگ کیا کر رہے تھے؟ انہوں نے عرض کیا یا رسول اللہ! ہم اللہ کا ذکر کر رہے تھے۔ حضورؐ نے فرمایا ذکر کرتے رہو کیونکہ میں نے آپ لوگوں پر رحمت کو اترتے ہوئے دیکھا ہے، اس لیئے میں نے چاہا کہ میں بھی آپ لوگوں کے ساتھ اس رحمت میں شامل ہو جاؤں پھر فرمایا تمام تعریفیں

۱۔ اخرجه الطبرانی کذافی التفسیر لابن کثیر (ج۳ص ۸۱) ۲۔ اخرجه الطبرانی فی الصغیر قال الهیثمی (ج۱۰ ص ۷۶) وفیه محمد بن حماد الکوفی وهو ضعیف اھ

اس اللہ کے لیئے ہیں جس نے میری امت میں ایسے لوگ بنائے ہیں جن کے ساتھ بیٹھنے کا مجھے حکم دیا گیا ہے۔[1]

حضرت جابرؓ فرماتے ہیں کہ ایک مرتبہ حضورﷺ ہمارے پاس باہر تشریف لائے اور فرمایا اے لوگو! اللہ تعالیٰ نے فرشتوں کی بہت سی جماعتیں مقرر فرما رکھی ہیں جو کہ زمین پر اللہ کے ذکر کی مجلسوں میں اترتی ہیں اوران کے پاس ٹھہرتی ہیں، لہٰذا تم جنت کے باغوں میں چرا کرو۔ صحابہؓ نے پوچھا جنت کے باغ کہاں ہیں حضورؐ نے فرمایا ذکر کی مجلس (جنت کے باغ ہیں) صبح شام اللہ کا ذکر کیا کرو بلکہ اپنے آپ کو ہمیشہ اللہ کے ذکر میں مشغول رکھو جو یہ جاننا چاہتا ہے کہ اللہ کے ہاں اس کا کیا مرتبہ ہے تو اس کو چاہیئے کہ وہ یہ دیکھ لے کہ اس کے نزدیک اللہ کا کیا مرتبہ ہے؟ کیونکہ بندہ اللہ کو اپنے نزدیک جو درجہ دیتا ہے اللہ تعالیٰ بھی اپنے ہاں اس بندے کو وہی درجہ دیتے ہیں۔[2]

حضرت جابر بن سمرہؓ فرماتے ہیں نبی کریمﷺ جب صبح کی نماز پڑھ لیتے تو بیٹھ جاتے اور سورج نکلنے تک اللہ کا ذکر کرتے رہتے۔[3]

حضرت عبداللہ بن عمروؓ فرماتے ہیں میں نے عرض کیا یا رسول اللہ! ذکر کی مجلسوں کا ثواب کیا ہے؟ حضورﷺ نے فرمایا ذکر کی مجلسوں کا ثواب، جنت ہے جنت۔[4]

حضرت ابن مسعودؓ نے فرمایا ذکر کی مجلسیں علم کے زندہ ہونے کا ذریعہ ہیں اور یہ مجلسیں دلوں میں خشوع پیدا کرتی ہیں۔[5]

مجلس کا کفارہ

حضرت عائشہؓ فرماتی ہیں کہ حضورﷺ جب کسی مجلس میں بیٹھتے یا نماز پڑھ لیتے تو کچھ کلمات پڑھا کرتے۔ میں نے حضورؐ سے ان کلمات کے بارے میں پوچھا تو فرمایا کہ ان کلمات کا فائدہ یہ ہے کہ آدمی نے اگر خیر کی بات کی ہو تو یہ کلمات اس پر قیامت کے دن تک کے لیئے مہر بن جائیں گے اور اگر بری باتیں کی ہوں تو یہ کلمات ان کے لیئے کفارہ بن جاتے ہیں اور وہ کلمات یہ

۱۔ اخرجه ابو نعیم فی الحلیة (ج ا ص ۳۴۲) ۲۔ اخرجه ابن ابی الدنیا وابو یعلی والبزار والطبرانی والحاکم وصححه والبیهقی قال المنذری فی الترغیب (ج۳ص ۲۵) فی اسانیدهم کلها عمر مولی غفرة وبانی الکلام علیه وبقیة اسانیدهم ثقات مشهورون یحتج بهم والحدیث حسن. اه قال الهیثمی (ج۱۰ ص ۷۷) وفیه عمر بن عبدالله مولی غفرة وقدو ثقه غیر واحد وضعفه جماعة وبقیة رجالهم رجال الصحیح. اه ۳۔ اخرجه الطبرانی فی الصغیر قال الهیثمی (ج۱۰ ص ۱۰۷) رجاله ثقات وهو فی الصحیح غیر قوله یذکر الله اه

۴۔ اخرجه الطبرانی واسناد احمد الله کما قال الهیثمی (ج۱۰ ص۷۸) والمنذری (ج۳ص ۲۵)

۵۔ اخرجه ابن عساکر. کذافی الکنز (ج ا ص ۲۰۸)

ہیں سبحانک اللھم وبحمدک لا الہ الا انت استغفرک واتوب الیک ترجمہ ''اے اللہ! میں تیری پاکی اور تیری تعریف بیان کرتا ہوں۔ تیرے سوا کوئی معبود نہیں میں تجھ سے مغفرت طلب کرتا ہوں اور تیری طرف توبہ کرتا ہوں۔''[1]

حضرت ابو برزہ اسلمیؓ فرماتے ہیں حضورﷺ جب مجلس سے اٹھنے کا ارادہ فرماتے تو آخر میں یہ دعا پڑھتے سبحانک اللھم وبحمدک اشھدان لا الہ الا انت استغفرک واتوب الیک تو ایک آدمی نے پوچھا یا رسول اللہ! آپ کچھ کلمات پڑھتے ہیں پہلے تو آپ یہ کلمات نہیں پڑھا کرتے تھے۔ حضورؐ نے فرمایا مجلس میں جو غلطیاں ہو جاتی ہیں یہ کلمات ان کے لیئے کفارہ ہیں۔[2] طبرانی نے حضرت رافع بن خدیجؓ سے اس جیسی حدیث ذکر کی ہے اس میں واتوب الیک کے بعد یہ کلمات بھی ہیں عملت سوءا وظلمت نفسی فاغفر لی انہ لا یغفر الذنوب الا انت ترجمہ ''اور میں نے جو بھی برا کام کیا یا اپنی جان پر ظلم کیا تو اسے معاف کر دے تیرے سوا اور کوئی بھی گناہوں کو معاف نہیں کرتا۔'' ہم لوگوں نے عرض کیا یا رسول اللہ! یہ کلمات آپ نے ابھی کہنے شروع کیئے ہیں۔ حضورؐ نے فرمایا جی ہاں حضرت جبرائیلؑ میرے پاس آئے تھے اور انہوں نے کہا تھا یہ کلمات مجلس کا کفارہ ہیں۔[3]

حضرت زبیر بن عوامؓ فرماتے ہیں ہم لوگوں نے عرض کیا یا رسول اللہ! جب ہم آپ کے پاس سے اٹھ کر چلے جاتے تو ہم زمانہ جاہلیت کی باتیں شروع کر دیتے ہیں۔ حضورﷺ نے فرمایا جب تم ایسی مجلسوں میں بیٹھو جن میں تمہیں اپنے بارے میں ڈر ہو (کہ تم سے غلط باتیں ہوگئی ہوں گی) تو اٹھتے وقت یہ کلمات پڑھ لیا کرو سبحانک اللھم وبحمدک نشھد ان لا الہ الا انت نستغفرک ونتوب الیک اس مجلس میں جو کچھ ہوا ہوگا یہ کلمات اس کے لیئے کفارہ بن جائیں گے۔[4]

حضرت عبداللہ بن عمرو بن عاصؓ فرماتے ہیں کچھ کلمات ایسے ہیں کہ جو شخص بھی کسی حق کی یا باطل کی مجلس سے اٹھتے وقت ان کلمات کو تین مرتبہ پڑھ لے گا تو یہ کلمات اس کی طرف سے (اس مجلس کی تمام غلطیوں کا) کفارہ ہو جائیں گے اور اگر (اس مجلس میں اس سے کوئی غلطی نہ ہوئی ہو بلکہ) وہ مجلس خیر کی اور ذکر کی تھی تو پھر اللہ تعالیٰ ان کلمات کے ذریعہ ایسے مہر لگا دیتے ہیں جیسے انگوٹھی سے لکھی ہوئی تحریر پر لگائی جاتی ہے پھر آگے حضرت عائشہؓ جیسی حدیث ذکر کی۔[5]

۱۔ اخرجہ ابن ابی الدنیا والنسائی واللفظ لھما والحاکم والبیھقی

۲۔ عند ابی داؤد واخرجہ النسائی ایضا واللفظ لہ والحاکم وصححہ والطبرانی فی الثلاثہ مختصرا باسناد جید عن رافع بن خدیجؓ نحوہ حدیث ابی برزۃ

۳۔ کذافی الترغیب (ج ۳ ص ۷۲)

۴۔ اخرجہ الطبرانی فی الصغیر والاوسط قال الھیثمی (ج ۱۰ ص ۱۴۲) وفیہ من لم اعرفہ

۵۔ اخرجہ ابوداؤد وابن حبان فی صحیحہ کذافی الترغیب (ج ۳ ص ۷۲)

قرآن مجید کی تلاوت

حضرت ابو ذرؓ فرماتے ہیں میں نے عرض کیا یا رسول اللہ! مجھے کچھ وصیت فرمادیں۔ حضور ﷺ نے فرمایا اللہ سے ڈرنے کو اپنے لیئے ضروری سمجھو کیونکہ یہ تمام کاموں کی جڑ ہے۔ میں نے عرض کیا یا رسول اللہ! کچھ اور وصیت فرمادیں۔ آپؐ نے فرمایا قرآن کی تلاوت کو ضروری سمجھو کیونکہ تلاوت زمین پر تمہارے لیئے نور اور آسمان میں تمہارے لیئے ثواب کا ذخیرہ ہے۔[1]

حضرت اوس بن حذیفہ ثقفیؓ فرماتے ہیں کہ ہم قبیلہ ثقیف کا وفد بن کر حضور ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوئے ہم میں سے جو احلافی تھے وہ حضرت مغیرہ بن شعبہؓ کے ہاں ٹھہرے اور مالکی حضرات کو حضورؐ نے اپنے خیمہ میں ٹھہرایا حضورؐ عشاء کے بعد ہمارے پاس تشریف لاتے اور ہم سے (کھڑے کھڑے) باتیں کرتے اور اتنی دیر کھڑے رہتے کہ آپؐ (تھک جاتے اور) باری باری دونوں پاؤں پر آرام فرماتے زیادہ تر آپ قریش کی شکایت کرتے اور فرماتے مکہ میں ہمیں کمزور سمجھا جاتا تھا۔ جب ہم مدینہ آگئے تو ہم نے ان سے بدلہ لینا شروع کر دیا اور لڑائیوں میں کبھی وہ جیتتے اور کبھی ہم۔ حضورؐ روزانہ جس وقت ہمارے پاس تشریف لاتے ایک رات اس سے دیر سے تشریف لائے تو ہم نے عرض کیا یا رسول اللہ! آپ روزانہ جس وقت ہمارے پاس تشریف لایا کرتے تھے آج اس سے دیر سے تشریف لائے ہیں (اس کی کیا وجہ ہے؟) آپؐ نے فرمایا میں نے قرآن کی ایک مقدار روزانہ پڑھنے کے لیئے مقرر کر رکھی ہے وہ آج کسی وجہ سے پوری نہ ہو سکی اس لیئے میں نے چاہا کہ اسے پورا کر کے پھر آپ لوگوں کے پاس آؤں۔ اگلے دن صبح کو ہم نے حضورؐ کے صحابہؓ سے پوچھا کہ انہوں نے قرآن ختم کرنے کے کتنے حصے بنا رکھے ہیں؟ انہوں نے بتایا کہ (قرآن ختم کرنے کے کیلئے سات حصے بنا رکھے ہیں) پہلے حصے میں سورت فاتحہ کے بعد والی تین سورتیں، دوسرے حصے میں اس کے بعد والی پانچ سورتیں، تیسرے حصے میں اس کے بعد والی سات سورتیں، چوتھے حصے میں اس کے بعد والی نو سورتیں، پانچویں حصے میں اس کے بعد والی گیارہ سورتیں، چھٹے حصے میں اس کے بعد والی تیرہ سورتیں اور ساتویں حصے میں مفصل والی سورتیں۔[2] ابو داؤد کی روایت میں یہ ہے کہ حضورؐ نے فرمایا اسے پورا کیئے بغیر میں آجاؤں اسے میں نے اچھا نہ سمجھا۔

حضرت مغیرہ بن شعبہؓ فرماتے ہیں حضور ﷺ مکہ اور مدینہ کے درمیان ٹھہرے ہوئے تھے کہ اتنے میں ایک آدمی نے حضورؐ سے اندر آنے کی اجازت مانگی حضورؐ نے فرمایا روزانہ میں جتنا

۱۔ اخرجه ابن حبان فی حدیث طویل كذافی الترغیب (ج۳ص ۸)

۲۔ اخرجه الطيالسی واحمد وابن جرير والطبرانی وابو نعيم فی الحلية (ج ۱ ص ۲۳۲) واخرجه ابو داؤد (ج۲ص ۲۱۰) عن اوس بن حذيفة بنحوه مطولا

قرآن پڑھتا تھا آج رات وہ رہ گیا ہے اس پر میں کسی چیز کو ترجیح نہیں دے سکتا (میں وہ پڑھ رہا ہوں اس لیئے ابھی اجازت نہیں ہے) ۔[۱]

حضرت ابو سلمہؒ کہتے ہیں حضرت عمر بن خطابؓ حضرت ابو موسیٰؓ سے فرمایا کرتے ہمیں ہمارے رب کی یاد دلاؤ تو حضرت ابو موسیٰؓ قرآن پڑھ کر سنایا کرتے ۔[۲]

حضرت حبیب بن ابی مرزوقؒ کہتے ہیں ہمیں یہ روایت پہنچی ہے کہ بعض دفعہ حضرت عمر بن خطابؓ حضرت ابو موسیٰؓ سے فرمایا کرتے ہمیں ہمارے رب کی یاد دلاؤ تو حضرت ابو موسیٰؓ قرآن پڑھا کرتے۔ وہ بہت اچھی آواز سے قرآن پڑھا کرتے تھے۔ حضرت ابو نضرہؒ کہتے ہیں حضرت عمرؓ نے حضرت ابو موسیٰؓ سے فرمایا ہمیں ہمارے رب کا شوق دلاؤ وہ قرآن پڑھنے لگے۔ لوگوں نے کہا نماز۔ حضرت عمرؓ نے فرمایا کیا ہم نماز میں نہیں ہیں؟

حضرت ابن عباسؓ فرماتے ہیں حضرت عمر بن خطابؓ جب گھر تشریف لے جاتے تو قرآن کھول کر اسے پڑھا کرتے ۔[۳]

حضرت عثمانؓ نے فرمایا میں یہ چاہتا ہوں کہ جو دن یا رات آئے میں اس میں قرآن دیکھ کر پڑھا کروں ۔[۴] حضرت عثمانؓ نے فرمایا اگر ہمارے دل پاک ہوتے تو ہم اپنے رب کے کلام سے کبھی بھی سیر نہ ہوتے اور مجھے یہ پسند نہیں ہے کہ میری زندگی میں کوئی دن ایسا آئے جس میں میں دیکھ کر قرآن نہ پڑھوں، چنانچہ حضرت عثمانؓ دیکھ کر اتنا زیادہ قرآن پڑھا کرتے تھے کہ ان کے انتقال سے پہلے ہی ان کا قرآن پھٹ گیا تھا۔[۵]

حضرت ابن مسعودؓ نے فرمایا ہمیشہ دیکھ کر قرآن پڑھا کرو۔[۶] حضرت حبیب بن شہیدؒ کہتے ہیں کہ حضرت نافعؒ سے کسی نے پوچھا کہ حضرت ابن عمرؓ اپنے گھر میں کیا کیا کرتے تھے انہوں نے کہا جو وہ کیا کرتے تھے لوگ اسے نہیں کر سکتے وہ ہر نماز کے لیئے وضو کیا کرتے اور ہر دو نمازوں کے درمیان قرآن پڑھا کرتے ۔[۷] حضرت ابن ابی ملیکہؒ کہتے ہیں حضرت عکرمہ بن ابی جہلؓ قرآن لے کر اپنے چہرے پر رکھا کرتے اور رونے لگ جاتے اور فرماتے یہ میرے رب کا کلام ہے یہ میرے رب کی کتاب ہے ۔[۸]

۱۔ اخرجه ابن ابی داؤد فی المصاحف كذافی الكنز (ج ۱ ص ۲۲۹) ۲۔ اخرجه ابو نعيم فی الحلية (ج ۱ ص ۲۵۸) واخرجه ابن سعد (ج ۴ ص ۱۰۹) عن ابی سلمة نحوه

۳۔ اخرجه ابن ابی داؤد كذافی الكنز (ج ۱ ص ۲۲۴) ۴۔ اخرجه احمد فی الزهد وابن عساكر كذافی الكنز (ج ۱ ص ۲۲۵) ۵۔ عند احمد وابن عساكر ايضا كذافی الكنز (ج ۱ ص ۲۱۸) ۶۔ عند البيهقی فی الاسماء والصفات (ص ۱۸۲)

۷۔ اخرجه ابن ابی داؤد فی المصاحف كذافی الكنز (ج ۱ ص ۲۲۹)

۸۔ اخرجه الحاكم (ج ۳ ص ۲۴۳) قال الذهبی مرسل

حضرت ابن عمرؓ نے فرمایا جو نبی ﷺ پر ایک مرتبہ درود بھیجتا ہے اس کے لیئے دس نیکیاں لکھی جاتی ہیں اور یہ بھی فرمایا کہ جب تم میں سے کوئی آدمی بازار سے اپنے گھر واپس آئے تو اسے چاہئے کہ وہ قرآن کھول کر پڑھا کرے کیونکہ اسے ہر حرف کے بدلے دس نیکیاں ملیں گی۔[1] دوسری روایت میں یہ ہے کہ حضرت ابن عمرؓ نے فرمایا اللہ تعالیٰ اس کے لیئے ہر حرف کے بدلے دس نیکیاں لکھیں گے میں یہ نہیں کہتا ہوں کہ الٓمٓ پر دس نیکیاں ملیں گی بلکہ الف پر دس نیکیاں ملیں گی اور لام پر دس اور میم پر دس۔[2]

دن اور رات میں، سفر اور حضر میں قرآن کی سورتیں پڑھنا

حضرت عقبہ بن عامر جہنیؓ فرماتے ہیں میری حضور ﷺ سے ملاقات ہوئی تو حضورؐ نے مجھے فرمایا اے عقبہ بن عامر! جو تم سے تعلق توڑے تم اس سے تعلق جوڑو جو تمہیں محروم رکھے (اور تمہیں نہ دے) تم اسے دو اور جو تم پر ظلم کرے تم اسے معاف کردو۔ اس کے بعد میری حضورؐ سے پھر ملاقات ہوئی تو مجھ سے فرمایا اے عقبہ بن عامر! کیا میں تمہیں چند ایسی سورتیں نہ سکھادوں کہ ان جیسی سورتیں اللہ نے تورات، زبور، انجیل اور قرآن کسی میں بھی نازل نہیں فرمائیں اور میں ہر رات انہیں ضرور پڑھتا ہوں قُلْ هُوَ اللّٰهُ اَحَدٌ، قُلْ اَعُوْذُ بِرَبِّ الْفَلَقِ اور قُلْ اَعُوْذُ بِرَبِّ النَّاسِ۔ جب سے حضور ﷺ نے مجھے ان سورتوں کے پڑھنے کا حکم دیا ہے اس وقت سے میں ہر رات ان کو ضرور پڑھتا ہوں اور جب حضورؐ نے مجھے ان کے پڑھنے کا حکم دیا ہے تو مجھ پر واجب ہو گیا ہے کہ انہیں نہ چھوڑوں۔[3] حضرت عائشہؓ فرماتی ہیں حضور ﷺ جب رات کو اپنے بستر پر تشریف لاتے تو قُلْ هُوَ اللّٰهُ اَحَدٌ اور قُلْ اَعُوْذُ بِرَبِّ الْفَلَقِ پڑھ کر دونوں ہاتھوں کو ملا کر اپنے اوپر دم کرتے اور جہاں تک ہوسکتا دونوں ہاتھ سارے جسم پر پھیرتے۔ اپنے سر، چہرے اور جسم کے اگلے حصے سے اس کی ابتداء فرماتے اور اس طرح تین مرتبہ فرماتے۔[4] حضرت عائشہؓ فرماتی ہیں حضور ﷺ جب بستر پر تشریف لاتے تو قل ھو اللّٰہ احد اور معوذتین (قل اعوذ برب الفلق اور قل اعوذ برب الناس) پڑھ کر دونوں ہاتھوں پر دم کرتے اور انہیں چہرے، بازو، سینے اور جسم پر جہاں تک ہاتھ پہنچتے پھیرتے۔ جب حضورؐ کی بیماری بڑھ گئی تو آپؐ نے مجھے حکم دیا کہ میں آپؐ کے ساتھ اس طرح کروں۔[5]

۱۔ اخرجه ابن ابی داؤد ۲۔ عند ابن ابی داؤد ایضا فی روایة اخری وفی اسانید هما ثویر مولی جعدة ابن هبیرة کما فی الکنز (ج ۱ ص ۲۱۹)

۳۔ اخرجه ابن عساکر کذا فی الکنز (ج ۱ ص ۲۲۳) ۴۔ اخرجه النسائی

۵۔ عند ابن النجار کذا فی الکنز (ج ۸ ص ۲۸) وعزاه فی جمع الفوائد قرآن الی الستة الا النسائی بمعنی حدیث ابن النجار الا انه قال المعوذات وقل هو الله احد

حضرت جابرؓ فرماتے ہیں نبی کریم ﷺ جب تک الٓمٓ تَنْزِیْل اور تَبَارَکَ الَّذِیْ بِیَدِہِ الْمُلْکُ دونوں سورتیں پڑھ نہ لیتے نہ سوتے۔ حضرت طاؤس کہتے ہیں یہ دونوں سورتیں قرآن کی ہر سورت پر ستر نیکیاں زیادہ فضیلت رکھتی ہیں۔[۱] حضرت عرباض بن ساریہؓ فرماتے ہیں حضور ﷺ جب بستر پر لیٹتے تو سونے سے پہلے مسبحات پڑھتے یعنی وہ سورتیں پڑھتے جن کے شروع میں سبح یا یسبح آتا ہے اور حضورؐ نے فرمایا ان سورتوں میں ایک ایسی آیت ہے جو ہزار آیتوں سے افضل ہے۔[۲] حضرت عائشہؓ فرماتی ہیں کہ جب تک حضور ﷺ سورت زمر اور سورت بنی اسرائیل پڑھ نہ لیتے سویا نہ کرتے۔[۳] حضرت فروہ بن نوفلؓ فرماتے ہیں میں نے نبی کریم ﷺ کی خدمت میں حاضر ہو کر عرض کیا یا رسول اللہ! مجھے کوئی ایسی چیز بتائیں جسے میں لیٹتے وقت پڑھ لیا کروں۔ آپؐ نے فرمایا قُلْ یٰٓاَیُّھَا الْکٰفِرُوْنَ پڑھا کرو کیونکہ اس سورت میں شرک سے بیزاری ہے۔[۴]

حضرت عبداللہ بن مسعودؓ فرماتے ہیں آدمی کے پاس اس کی قبر میں عذاب کے فرشتے آئیں گے وہ پاؤں کی طرف سے آئیں گے تو پاؤں کہیں گے تمہارے لیئے ہماری طرف سے کوئی راستہ نہیں ہے کیونکہ یہ سورت ملک پڑھا کرتا تھا پھر وہ سینے کی طرف سے آئیں گے تو سینہ کہے گا تمہارے لیئے میری طرف سے کوئی راستہ نہیں ہے کیونکہ یہ سورت ملک پڑھا کرتا تھا۔ پھر وہ سر کی طرف سے آئیں گے تو سر کہے گا تمہارے لیئے میری طرف سے کوئی راستہ نہیں کیونکہ یہ سورت ملک پڑھا کرتا تھا۔ یہ سورت مانع ہے۔ یہ عذاب قبر کو روکتی ہے۔ اور تورات میں ہے کہ جس نے کسی رات میں اس سورت کو پڑھا اس نے بہت زیادہ ثواب حاصل کیا اور بہت عمدہ کام کیا۔[۵] نسائی میں حدیث مختصر ہے اور ان الفاظ کے ساتھ ہے کہ جو ہر رات تبارک الذی بیدہ الملک پڑھے گا اللہ تعالیٰ اسے عذاب قبر سے بچائے گا اور ہم لوگ اسے حضور ﷺ کے زمانے میں مانعہ کہا کرتے تھے یعنی عذاب قبر کو روکنے والی۔ اللہ تعالیٰ کی کتاب میں یہ ہے کہ یہ ایسی سورت ہے کہ جو اسے ہر رات پڑھے گا وہ بہت زیادہ ثواب کمانے والا اور بہت عمدہ کام کرنے والا ہوگا۔[۶]

حضرت عمر بن خطابؓ نے فرمایا جو شخص سورت بقرہ، سورت آل عمران اور سورت نساء کسی رات میں پڑھے گا اسے قانتین یعنی فرمانبرداروں میں لکھ دیا جائے گا۔[۷]

حضرت جبیر بن مطعمؓ فرماتے ہیں حضور ﷺ نے مجھ سے فرمایا اے جبیر! کیا تم یہ پسند کرتے

۱۔ اخرجہ الترمذی کذافی جمع الفوائد (ج ۲ ص ۷۶)
۲۔ اخرجہ الترمذی وابو داؤد ۳۔ عندالترمذی ون ،فی جمع الفوائد (ج ۲ ص ۲۶۰)
۴۔ عند الترمذی ایضا (ج ۲ ص ۱۷۶) ۵۔ اخرجہ الحاکم قال الحاکم صحیح الاسناد
۶۔ کذافی الترغیب (ج ۳ ص ۳۸) واخرجہ البیھقی فی کتاب عذاب القبر عن ابن مسعود بطولہ کما فی الکنز (ج ۱ ص ۲۲۳) ۷۔ اخرجہ ابو عبیدہ وسعید بن منصور وعبد بن حمید والبیھقی فی شعب الایمان کذافی الکنز (ج ۱ ص ۲۲۲)

ہو کہ جب تم سفر میں جایا کرو تو تمہاری حالت سب سے اچھی اور تمہارا توشہ سب سے زیادہ ہو؟ میں نے کہا جی ہاں میرے ماں باپ آپ پر قربان ہوں۔ آپؐ نے فرمایا تم یہ پانچ سورتیں پڑھا کرو قل یا ایھا الکافرون، اذا جاء نصر اللہ والفتح، قل ھو اللہ احد، قل اعوذ برب الفلق اور قل اعوذ برب الناس ہر سورت کے شروع میں بھی بسم اللہ الرحمٰن الرحیم پڑھو اور آخر میں بھی بسم اللہ الرحمٰن الرحیم پڑھو (اس طرح سورتیں پانچ ہوں گی اور بسم اللہ چھ مرتبہ ہوگی) حضرت جبیرؓ فرماتے ہیں حالانکہ میں غنی اور مالدار تھا لیکن جب میں سفر میں جایا کرتا تھا تو میں سب سے زیادہ خستہ حالت والا اور سب سے کم توشہ والا ہوتا تھا تو جب مجھے حضورؐ نے یہ سورتیں سکھائیں اور میں نے انہیں پڑھنا شروع کیا تو میں سب سے اچھی حالت والا اور سب سے زیادہ توشہ والا ہو گیا اور پورے سفر میں واپسی تک میرا یہی حال رہتا ہے۔[1]

حضرت عبداللہ بن خبیبؓ فرماتے ہیں ایک رات بہت زیادہ بارش ہوئی تھی اور سخت اندھیرا چھایا ہوا تھا ہم لوگ حضور ﷺ کو تلاش کرنے نکلے تاکہ آپ ہمیں نماز پڑھا دیں آخر آپ ہمیں مل گئے۔ آپؐ نے مجھ سے فرمایا کہو میں نے کچھ نہ کہا آپؐ نے دوبارہ فرمایا کہو میں نے کچھ نہ کہا آپؐ نے تیسری مرتبہ فرمایا کہو میں نے عرض کیا یا رسول اللہ! میں کیا کہوں؟ آپؐ نے فرمایا صبح اور شام تین مرتبہ قل ھو اللہ احد اور معوذتین پڑھا کرو ان کا پڑھنا ہر چیز سے کفایت کرے گا۔[2]

حضرت علیؓ نے فرمایا جو صبح کی نماز کے بعد دس مرتبہ قل ھو اللہ احد پڑھے گا وہ سارا دن گناہوں سے محفوظ رہے گا چاہے شیطان کتنا ہی زور لگائے۔[3]

دن اور رات میں سفر اور حضر میں قرآنی آیات کا پڑھنا

حضرت علیؓ فرماتے ہیں میں نے اس منبر کی لکڑیوں پر حضور ﷺ کو فرماتے ہوئے سنا کہ جو ہر نماز کے بعد آیت الکرسی پڑھے اسے جنت میں جانے سے موت کے علاوہ اور کوئی چیز روکنے والی نہیں ہوگی اور جو اسے بستر پر لیٹتے وقت پڑھے گا اللہ تعالیٰ اسے اس کے گھر پر اس کے پڑوسی کے گھر پر اس کے ارد گرد کے چند اور گھروں پر امن عطا فرمائیں گے۔[4]

حضرت علیؓ نے فرمایا مجھے ایسا کوئی آدمی نظر نہیں آتا جو پیدائشی مسلمان ہو یا بالغ ہو کر مسلمان ہوا ہو اور اس آیت اَللّٰہُ لَا اِلٰہَ اِلَّا ھُوَ الْحَیُّ الْقَیُّوْمُ کو پڑھے بغیر رات گزارتا ہو کاش کہ آپ لوگ

۱۔ اخرجه ابو یعلی الهیثمی (ج ۱۰ ص ۱۳۴) وفيه من لم اعرفهم. اه

۲۔ اخرجه ابو داؤد والترمذی والنسائی باسانید الصحیحه قال الترمذی حدیث حسن صحیح كذافی الاذكار للنووی (ص ۹۶)

۳۔ اخرجه سعید بن منصور وابن الفریس كذافی الكنز (ج ۱ ص ۲۲۳)

۴۔ اخرجه البیهقی فی شعب الایمان قال البیهقی اسناده ضعیف كذافی الكنز (ج ۱ ص ۲۲۱)

جان لیتے کہ اس آیت کا درجہ کتنا بڑا ہے۔ یہ آیت آپ لوگوں کے نبی کو اس خزانے سے دی گئی ہے جو عرش کے نیچے ہے اور آپ لوگوں کے نبیؐ سے پہلے کسی نبی کو نہیں دی گئی اور میں اسے ہر رات تین مرتبہ پڑھ کر سوتا ہوں۔ عشاء کے بعد کی دو رکعتوں میں اور وتر میں بھی اسے پڑھتا ہوں اور بستر پر لیٹتے وقت بھی پڑھتا ہوں۔[1]

حضرت علیؓ فرماتے ہیں میں نے کوئی ایسا عاقل بالغ آدمی نہیں دیکھا جو سورت بقرہ کی آخری آیتوں کو پڑھے بغیر سو جاتا ہو کیونکہ یہ آیتیں اس خزانے سے آئی ہیں جو عرش کے نیچے ہے۔[2]

حضرت عثمانؓ فرماتے ہیں جو آدمی رات کو سورت آل عمران کی آخری آیتیں پڑھے گا اس کے لیے رات بھر کی عبادت کا ثواب لکھا جائے گا۔[3]

حضرت شعبیؒ کہتے ہیں حضرت عبداللہ بن مسعودؓ نے فرمایا جو رات کو کسی گھر میں سورت بقرہ کی دس آیتیں پڑھے گا اس گھر میں صبح تک کوئی شیطان داخل نہیں ہوگا۔ وہ دس آیتیں یہ ہیں سورت بقرہ کی شروع کی چار آیتیں، آیت الکرسی، اس کے بعد کی دو آیتیں اور سورت بقرہ کی آخری تین آیتیں۔[4]

حضرت ابی بن کعبؓ کے کھلیان میں کھجوریں رکھی ہوئی تھیں اور وہ ان کی نگرانی کرتے تھے۔ انہیں محسوس ہوا کہ یہ کھجوریں کم ہو رہی ہیں تو انہوں نے ایک رات ان کھجوروں کا پہرہ دیا تو انہوں نے ایک جانور دیکھا جو بالغ لڑکے جیسا تھا فرماتے ہیں میں نے اسے سلام کیا اس نے میرے سلام کا جواب دیا۔ میں نے کہا جنات کی شکل وصورت ایسی ہوتی ہے؟ اس نے کہا تمام جنات کو معلوم ہے کہ ان میں مجھ سے زیادہ طاقتور کوئی نہیں ہے۔ میں نے کہا تم نے (کھلیان سے کھجوریں چرانے کا کام) کیوں کیا؟ اس نے کہا ہمیں یہ خبر ملی ہے کہ آپ کو صدقہ کرنا بہت پسند ہے تو ہم نے چاہا کہ ہمیں بھی آپ کی کچھ کھجوریں مل جائیں۔ میں نے کہا کونسی چیز ایسی ہے جس کی وجہ سے ہماری تم لوگوں سے حفاظت ہو جائے؟ اس نے کہا یہ آیت الکرسی جو سورت بقرہ میں ہے جو اسے شام کو پڑھے گا وہ صبح تک ہم سے محفوظ رہے گا اور جو اسے صبح کو پڑھے گا وہ شام تک ہم سے محفوظ رہے گا۔ صبح کو حضرت ابیؓ نے جا کر یہ سارا واقعہ حضور ﷺ کو بتایا تو حضورؐ نے فرمایا اس خبیث نے سچ کہا۔[5]

۱۔ اخرجه ابو عبيد في فضائله وابن ابي شيبة والدارمي وغيرهم كذافي الكنز (ج ۱ ص ۲۲۱)

۲۔ اخرجه الدارمي ومسدد ومحمد بن نصر وابن الضريس وابن مردويه كذافي الكنز (ج ۱ ص ۲۲۲)

۳۔ اخرجه الدارمي كذافي الكنز (ج ۱ ص ۲۲۲)

۴۔ اخرجه الطبراني قال الهيثمي (ج ۱۰ ص ۱۱۸) رجاله رجال الصحيح الا ان الشعبي لم يسمع من ابن مسعود. انتهى

۵۔ اخرجه النسائي والحاكم والطبراني وابو نعيم والبيهقي معا في الدلائل وسعيد بن منصور وغيرهم كذافي الكنز (ج ۱ ص ۲۲۱) وقال الهيثمي (ج ۱۰ ص ۱۱۸) رواه الطبراني ورجاله ثقات

حضرت عبداللہ بن بسر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں میں حمص سے چلا اور رات کو زمین کے ایک خاص ٹکڑے میں پہنچا تو اس علاقے کے جنات میرے پاس آگئے اس پر میں نے سورت اعراف کی یہ آیت آخر تک پڑھی اِنَّ رَبَّکُمُ اللّٰہُ الَّذِیْ خَلَقَ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضَ آخر تک (سورت اعراف آیت ۵۴) ترجمہ "بے شک تمہارا رب اللہ ہی ہے جس نے سب آسمانوں اور زمین کو چھ روز میں پیدا کیا پھر عرش پر قائم ہوا۔ چھپا دیتا ہے شب سے دن کو ایسے طور پر کہ وہ شب اس دن کو جلدی سے آلیتی ہے اور سورج اور چاند اور دوسرے ستاروں کو پیدا کیا ایسے طور پر کہ سب اس کے حکم کے تابع ہیں یاد رکھو اللہ ہی کے لئے خاص ہے خالق ہونا اور حاکم ہونا۔ بڑی خوبیوں کے بھرے ہوئے ہیں اللہ تعالیٰ جو تمام عالم کے پروردگار ہیں۔" اس پر ان جنات نے ایک دوسرے سے کہا اب تو صبح تک اس کا پہرہ دو (چنانچہ انھوں نے ساری رات میرا پہرہ دیا) صبح کو میں سواری پر سوار ہو کر وہاں سے چل دیا۔[1]

حضرت علاء بن لجلاج رحمۃ اللہ علیہ نے اپنے بیٹوں سے کہا جب تم مجھے قبر میں رکھنے لگو تو بسم اللہ وعلی ملۃ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کہہ کر مجھے قبر میں رکھنا اور میری قبر پر آہستہ آہستہ مٹی ڈالنا اور میرے سرہانے سورت بقرہ کی شروع کی اور آخر کی آیتیں پڑھنا کیونکہ میں نے حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما کو دیکھا کہ وہ ایسا کرنے کو بہت پسند کرتے تھے۔[2]

حضرت علی رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ جو یہ چاہتا ہے کہ اس کا اجر وثواب بہت بڑے اور مکمل پیمانے میں تولا جائے تو وہ یہ آیتیں تین مرتبہ پڑھے سُبْحَانَ رَبِّکَ رَبِّ الْعِزَّۃِ عَمَّا یَصِفُوْنَ (سورت صافات آیت ۱۸۰) ترجمہ "آپ کا رب جو بڑی عظمت والا ہے ان باتوں سے پاک ہے جو یہ (کافر) بیان کرتے ہیں۔"[3]

حضرت عبداللہ بن عبید بن عمیر رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں کہ حضرت عبدالرحمٰن بن عوف رضی اللہ عنہ جب اپنے گھر میں داخل ہوتے تو اس کے تمام کونوں میں آیت الکرسی پڑھتے۔[4]

کلمہ طیبہ لا الٰہ الا اللہ کا ذکر

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں میں نے عرض کیا یا رسول اللہ! قیامت کے دن لوگوں میں سے کسے آپ کی شفاعت کی سعادت سب سے زیادہ حاصل ہوگی؟ حضورؐ نے فرمایا

۱۔ اخرجه الطبرانی قال الهيثمی (ج ۱۰ ص ۱۳۳) وفيه المسيب بن واضح وقد وثقه غير واحد وضعفه جماعة وبقية رجاله رجال الصحيح انتهى

۲۔ اخرجه ابن عساكر كذافی الكنز (ج ۸ ص ۱۱۹)

۳۔ اخرجه ابن زنجويه فی ترغيبه كذافی الكنز (ج ۱ ص ۲۲۲)

۴۔ ابويعلى قال الهيثمی (ج ۱۰ ص ۱۲۸) رجاله ثقات الا ان عبدالله لم يسمع من ابن عوف. ا ه

چونکہ مجھے معلوم تھا کہ تمہیں احادیث حاصل کرنے کا بہت زیادہ شوق ہے اس وجہ سے میرا خیال یہی تھا کہ تم سے پہلے یہ بات مجھ سے کوئی نہیں پوچھے گا۔ قیامت کے دن میری شفاعت کی سعادت سب سے زیادہ اسے حاصل ہوگی جو لا الہ الا اللہ خالص دل سے کہے گا۔[۱] حضرت زید بن ارقم رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں حضورؐ نے فرمایا جو لا الہ الا اللہ اخلاص سے کہے گا وہ جنت میں داخل ہوگا۔ کسی نے پوچھا اس کا اخلاص کیا ہے؟ آپؐ نے فرمایا اس کا اخلاص یہ ہے کہ یہ کلمہ انسان کو اللہ کے حرام کردہ کاموں سے روک دے۔[۲]

حضرت ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں حضورﷺ نے فرمایا ایک مرتبہ حضرت موسیٰ علیہ السلام نے اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں عرض کیا کہ مجھے کوئی ورد سکھادیں جس سے آپ کو یاد کیا کروں اور آپ کو پکارا کروں۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا لا الہ الا اللہ کہا کرو۔ انھوں نے عرض کیا اے میرے پروردگار! یہ تو ساری ہی دنیا کہتی ہے۔ ارشاد ہوا لا الہ الا اللہ کہا کرو۔ عرض کیا اے میرے رب! میں تو کوئی ایسی خاص چیز مانگتا ہوں جو مجھ ہی کو عطا ہو۔ ارشاد ہوا کہ اگر ساتوں آسمان ساتوں زمینیں ایک پلڑے میں رکھ دی جائیں اور دوسری طرف لا الہ الا اللہ رکھ دیا جائے تو لا الہ الا اللہ والا پلڑا جھک جائے گا۔[۳] اور ایک روایت میں یہ ہے کہ اگر ساتوں آسمان اور میرے علاوہ انہیں آباد کرنے والے اور ساتوں زمینیں ایک پلڑے میں ہوں اور لا الہ الا اللہ دوسرے پلڑے میں ہو تو لا الہ الا اللہ والا پلڑا جھک جائے گا۔[۴]

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں ایک مرتبہ حضورﷺ نے فرمایا کیا میں تمہیں یہ نہ بتاؤں کہ حضرت نوح علیہ السلام نے اپنے بیٹے کو کیا وصیت کی تھی؟ صحابہؓ نے عرض کیا ضرور بتائیں۔ ارشاد فرمایا حضرت نوح نے اپنے بیٹے کو یہ وصیت کی تھی کہ اے میرے بیٹے! میں تمہیں دو باتوں کی وصیت کرتا ہوں اور دو باتوں سے روکتا ہوں میں لا الہ الا اللہ کہنے کی وصیت کرتا ہوں کیونکہ اگر یہ کلمہ ایک پلڑے میں رکھ دیا جائے اور دوسرے پلڑے میں سارے آسمان اور زمینیں رکھ دی جائیں تو کلمہ والا پلڑا جھک جائے گا اور اگر سارے آسمان ایک حلقہ بن جائیں تو بھی یہ کلمہ انہیں توڑ کر آگے چلا جائے گا اور اللہ تعالیٰ تک پہنچ کر رہے گا اور دوسری وصیت یہ کرتا ہوں کہ سبحان اللہ العظیم وبحمدہ کہا کرو کیونکہ یہ ساری مخلوق کی عبادت ہے اور اسی کی برکت سے ان کو رزق دیا جاتا ہے اور فرمایا تمہیں دو باتوں سے روکتا ہوں ایک شرک دوسرا تکبر کیونکہ یہ دونوں بری صفات اللہ

۱۔ اخرجه البخاری كذافی الترغيب (ج ۳ ص ۷۳)

۲۔ عند الطبرانی فی الاوسط كذافی الترغيب (ج ۳ ص ۷۴)

۳۔ اخرجه النسائی و ابن حبان فی صحيحه والحاكم و صححه كذافی الترغيب (ج ۳ ص ۷۵) و اخرجه ابو يعلى عن ابی سعيد نحوه ۴۔ قال الهيثمی (ج ۱۰ ص ۸۲) ورجاله وثقوا و فيهم ضعف

سے روک دیتی ہیں۔ کسی نے پوچھا یا رسول اللہ! کیا یہ بات تکبر میں سے ہے کہ آدمی کھانا تیار کرے اور اس کھانے پر ایک جماعت کو بلائے اور انہیں کھلائے یا صاف ستھرے کپڑے پہنے؟ آپؐ نے فرمایا نہیں یہ دونوں باتیں تکبر میں سے نہیں ہیں۔ تکبر تو یہ ہے کہ تم مخلوق کو بے وقوف بناؤ اور دوسرے لوگوں کو حقیر سمجھو۔ا ایک روایت میں یہ ہے کہ اگر تمام آسمان اور زمینیں اور جو کچھ ان میں ہے یہ سب ایک حلقہ بن جائے اور ان پر لا الہ الا اللہ رکھ دیا جائے تو یہ کلمہ ان سب کو توڑ دے گا۔

حضرت یعلی بن شداد رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں میرے والد حضرت شداد بن اوس رضی اللہ عنہ نے جب مجھے یہ واقعہ بیان کیا اس وقت حضرت عبادہ بن صامت رضی اللہ عنہ وہاں موجود تھے اور وہ میرے والد کی تصدیق کر رہے تھے۔ میرے والد نے مجھے بتایا کہ ایک دن ہم لوگ نبی کریم ﷺ کے پاس بیٹھے ہوئے تھے آپؐ نے فرمایا کیا تم میں کوئی اجنبی آدمی اہل کتاب میں سے ہے؟ ہم نے عرض کیا کوئی نہیں۔ ارشاد فرمایا کواڑ بند کردو۔ اس کے بعد فرمایا ہاتھ اٹھاؤ اور کہو لا الہ الا اللہ ہم نے تھوڑی دیر ہاتھ اٹھائے رکھے (اور کلمہ طیبہ پڑھا) پھر فرمایا الحمد للہ اے اللہ! تو نے مجھے یہ کلمہ دے کر بھیجا ہے اور اس کے پڑھنے کا تو نے مجھے حکم دیا ہے اور اس پر تو نے مجھ سے جنت کا وعدہ کیا ہے اور تو وعدہ کے خلاف نہیں کرتا پھر فرمایا کہ خوش ہو جاؤ۔ اللہ نے تمہاری مغفرت فرمادی۔ ۲

حضرت ابوذر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں میں نے عرض کیا یا رسول اللہ! مجھے کچھ وصیت فرما دیں۔ ارشاد فرمایا جب تم سے کوئی برائی سرزد ہو جائے تو اس کے بعد فوراً کوئی نیکی کا کام کرو اس سے وہ برائی مٹ جائے گی۔ میں نے عرض کیا یا رسول اللہ! کیا لا الہ الا اللہ بھی نیکیوں میں سے ہے؟ آپؐ نے فرمایا یہ تو تمام نیکیوں سے افضل ہے۔ ۳

حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ نے دیکھا کہ لوگ لا الہ الا اللہ اور اللہ اکبر کہہ رہے ہیں تو آپؐ نے فرمایا رب کعبہ کی قسم! یہی ہے یہی ہے لوگوں نے پوچھا یہی کیا ہے؟ آپ نے فرمایا یہی تقویٰ والا کلمہ ہے مسلمان ہی اس کے زیادہ مستحق ہیں اور اس کے اہل ہیں۔ ۴

اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا ہے والزمهم كلمة التقوىٰ (سورت فتح آیت ۲۶) ترجمہ اور اللہ تعالیٰ نے مسلمانوں کو تقویٰ کی بات پر جمائے رکھا۔'' اس کے بارے میں حضرت علی رضی اللہ عنہ

۱۔ اخرجه البزار قال الهيثمي (ج ۱۰ ص ۸۳) وفيه محمد بن اسحاق وهو مدلس و هوثقه وبقية رجاله رجال الصحيح. انتهى و اخرجه الحاكم عن عبدالله نحوه وقال صحيح الاسناد كمافي الترغيب (ج ۳ ص ۷۷)

۲۔ اخرجه احمد باسناد حسن والطبراني وغيرهما كذافي الترغيب (ج ۳ ص ۷۵) وقال الهيثمي (ج ۱۰ ص ۸۱) رواه احمد وفيه راشد بن داؤد و قدوثقه غير واحد وفيه ضعف وبقية رجاله ثقات. انتهى

۳۔ اخرجه احمد قال الهيثمي (ج ۱۰ ص ۸۱) رجاله ثقات الا ان شمر بن عطية حدث به عن اشياخه عن ابي ذرولم يسم احد امنهم

۴۔ اخرجه ابن خسرو و كذافي الكنز (ج ۱ ص ۲۰۷)

نے فرمایا یہ تقویٰ والی بات لا الہ الا اللہ ہے۔ ابن جریر وغیرہ میں اس کے بعد اللہ اکبر بھی ہے۔[1]

سبحان اللہ و الحمدللہ و لا الہ الا اللہ و اللہ اکبر ولاحول ولا قوۃ الا باللہ کے اذکار

حضرت ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں حضورؐ نے فرمایا باقیات صالحات کثرت سے پڑھا کرو۔ صحابہؓ نے پوچھا باقیات صالحات کیا چیزیں ہیں؟ آپؐ نے فرمایا اللّٰہ اکبر ولا الہ الا اللّٰہ وسبحان اللّٰہ والحمد للّٰہ ولاحول ولا قوۃ الا باللّٰہ کہنا۔[2]

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں حضورﷺ نے فرمایا تم لوگ اپنی حفاظت کا سامان لے لو۔ صحابہؓ نے عرض کیا یا رسول اللہ! کیا کوئی دشمن آ گیا ہے؟ آپ نے فرمایا نہیں آگ سے حفاظت کا سامان لے لو اور سبحان اللّٰہ والحمدللّٰہ ولا الہ الا اللّٰہ واللّٰہ اکبر کہا کرو کیونکہ یہ کلمات تم سے آگے جا کر آخرت میں کام آئیں گے اور تمہارے اچھے انجام کا سبب بنیں گے اور یہی وہ اعمال صالحہ ہیں جن کا ثواب باقی رہتا ہے۔ ایک روایت میں یہ ہے کہ یہ نجات دینے والے کلمات ہیں اور اوسط میں طبرانی کی روایت میں لاحول ولاقوۃ الا باللہ کا اضافہ بھی ہے۔[3]

حضرت عمران بن حصین رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں حضورﷺ نے فرمایا کیا تم اس بات کی طاقت رکھتے ہو کہ روزانہ احد پہاڑ کے برابر عمل کر لیا کرو؟ صحابہؓ نے عرض کیا یا رسول اللہ! کون روزانہ احد پہاڑ کے برابر عمل کر سکتا ہے؟ آپؐ نے فرمایا تم سب کر سکتے ہو۔ صحابہؓ نے عرض کیا یا رسول اللہ! کیسے؟ آپؐ نے فرمایا سبحان اللہ کہنا احد سے بڑا ہے اور الحمدللہ کہنا احد سے بڑا ہے اور لا الہ الا اللہ کہنا احد سے بڑا ہے اور اللہ اکبر کہنا احد سے بڑا ہے۔[4]

۱۔ اخرجه عبدالرزاق وابن جرير وابن المنذر و ابن ابى حاتم والحاكم والبيهقى فى الاسماء والصفات كذافى الكنز (ج ۱ ص ۲۶۵) ۲۔ اخرجه احمد ابويعلى والنسائى واللفظ له وابن حبان فى صحيحه والحاكم و صححه كذافى الترغيب (ج ۳ ص ۹۱) وقال الهيثمى (ج ۱ ص ۸۷) لرواية احمد وابى يعلى اسناد هما حسن ۳۔ اخرجه النسائى اللفظ له والحاكم والبيهقى قال الحاكم صحيح على شرط مسلم وفى رواية منجيات بتقديم النون على الجيم و كذارواه الطبرانى فى الاوسط ورواه فى الصغير من حديث ابى هريره فجمع بين اللفظين فقال ومجيبات واسناده جيد قوى كذافى الترغيب (ج ۳ص ۹۲) واخرجه الطبرانى فى الاوسط عن انس رضى الله عنه وفى رواية فانهن مقدمات وهن منجيات ومن معقبات وهن الباقيات والصلحت وفيه كثير بن سليم وهو ضعيف كما قال الهيثمى (ج ۱۰ ص ۸۹) ۴۔ اخرجه ابن الدنيا والنسائى والطبرانى والبزار وقال الهيثمى (ج ۱۰ ص ۹۱) رواه الطبرانى والبزار و رجالهما رجال الصحيح وقال المنذرى فى الترغيب (ج ۳ ص ۹۳) رواه ابن ابى الدنيا والنسائى والطبرانى والبزار كلهم عن الحسن عن عمران ولم يسمع و رجالهم رجال الصحيح الاشيخ النسائى عمرو بن منصور و هوثقة. انتهى

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں میں پودا لگا رہا تھا کہ اتنے میں حضور ﷺ میرے پاس سے گزرے اور فرمایا اے ابوہریرہ! کیا لگا رہے ہو؟ میں نے عرض کیا پودا لگا رہا ہوں، فرمایا کیا میں تمہیں اس سے بہتر پودا نہ بتادوں؟ سبحان اللّٰہ والحمدللّٰہ ولا الٰہ الا اللّٰہ واللّٰہ اکبر کہنا ان میں سے ہر کلمہ کے بدلے جنت میں ایک درخت لگ جائے گا۔[1]

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں حضور ﷺ نے فرمایا جب تم جنت کے باغوں پر گزرو تو خوب چرو۔ میں نے عرض کیا یا رسول اللہ! جنت کے باغ کیا ہیں؟ آپؐ نے فرمایا مسجدیں میں نے عرض کیا ان میں چرنے کی کیا صورت ہے؟ آپؐ نے فرمایا سبحان اللّٰہ والحمدللّٰہ ولا الٰہ الا اللّٰہ واللّٰہ اکبر کہنا۔[2]

حضرت انس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں ایک مرتبہ حضور ﷺ نے ایک ٹہنی پکڑ کر اسے ہلایا تا کہ اس کے پتے گریں لیکن کوئی پتہ نہ گرا۔ آپؐ نے اسے پھر ہلایا تو پھر بھی کوئی پتہ نہ گرا آپؐ نے تیسری مرتبہ ہلایا تو پھر پتے گرنے لگے اس پر حضورؐ نے فرمایا سبحان اللّٰہ والحمدللّٰہ ولا الٰہ الا اللّٰہ واللّٰہ اکبر کہنے سے گناہ ایسے گر جاتے ہیں جیسے درخت سے پتے۔[3]

حضرت سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں ایک دیہاتی نے حضور ﷺ کی خدمت میں حاضر ہو کر عرض کیا کہ آپ مجھے ایسا کلام بتادیں جسے میں پڑھتا رہوں۔ آپؐ نے فرمایا تم یہ پڑھا کرو لا الٰہ الا اللّٰہ وحدہ لاشریک لہ اللّٰہ اکبر کبیرا والحمدللّٰہ کثیرا وسبحان اللّٰہ رب العالمین ولاحول ولاقوۃ الا باللّٰہ العزیز الحکیم اس نے کہا یہ تمام کلمات تو میرے رب کی تعریف کے ہوگئے میرے لئے کیا ہے؟ آپؐ نے فرمایا تم یہ دعا مانگا کرو اللھم اغفرلی وارحمنی واھدنی وارزقنی ''اے اللہ! میری مغفرت فرما، مجھ پر رحم فرما، مجھے ہدایت عطا فرما اور مجھے رزق نصیب فرما۔'' حضرت ابو مالک اشجعی کی روایت میں وعافنی بھی ہے۔'' مجھے عافیت نصیب فرما'' ایک روایت میں یہ ہے کہ اس دعا میں تمہاری دنیا اور آخرت دونوں آگئیں۔[4] حضرت ابن ابی اوفی رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں ایک دیہاتی نے عرض کیا یا رسول اللہ! میں نے قرآن سیکھنے کی بہت کوشش کی لیکن سیکھ نہ سکا۔ اب آپ مجھے کوئی ایسی چیز سکھادیں جو قرآن کی جگہ بھی ہو جائے۔ آپؐ نے فرمایا سبحان اللّٰہ والحمدللّٰہ ولا الٰہ الا اللّٰہ واللّٰہ اکبر پڑھا کرو اس نے انگلیوں پر گنتے ہوئے یہ کلمات کہے اور پھر عرض کیا یا رسول اللہ! یہ سارے کلمات تو میرے رب کی تعریف کے ہوگئے خود

۱؎ اخرجہ ابن ماجۃ باسناد حسن واللفظ لہ والحاکم وقال صحیح الاسناد کذافی الترغیب (ج ۳ ص ۸۳) ۲؎ اخرجہ الترمذی قال الترمذی حدیث غریب لقال المنذری فی الترغیب (ج ۳ ص ۹۷) وھو مع غرابۃ حسن الاسناد ۳؎ اخرجہ احمد قال فی الترغیب (ج ۳ ص ۹۳) رجالہ رجال الصحیح. ا ہ و اخرجہ الترمذی بمعناہ ۴؎ اخرجہ مسلم

میرے لئے کیا ہوا؟ آپؐ نے فرمایا تم یہ دعا مانگا کرو اللھم اغفرلی وارحمنی وعافنی وارزقنی واھدنی یہ سن کر وہ دیہاتی چل دیا۔ آپؐ نے فرمایا یہ دیہاتی دونوں ہاتھوں کو خیر سے بھر کر جا رہا ہے۔ بیہقی کی روایت میں لاحول ولا قوۃ الا باللہ بھی ہے۔[۱]

حضرت ابوذر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں حضورؐ نے فرمایا کیا میں تجھے وہ کلام نہ بتاؤں جو اللہ کو سب سے زیادہ پسند ہے؟ میں نے عرض کیا مجھے وہ کلام ضرور بتائیں جو اللہ کو سب سے زیادہ پسند ہے فرمایا اللہ کو سب سے زیادہ پسند کلام سبحان اللہ وبحمدہ ہے۔[۲] ترمذی کی روایت میں سبحان ربی وبحمدہ ہے۔ مسلم کی ایک روایت میں یہ ہے کہ حضور ﷺ سے پوچھا گیا کونسا کلام سب سے افضل ہے؟ فرمایا وہ کلام جو اللہ تعالیٰ نے اپنے فرشتوں کے لئے یا اپنے بندوں کے لئے چنا اور وہ ہے سبحان اللہ وبحمدہ۔

حضرت ابوطلحہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں حضور ﷺ نے فرمایا جو آدمی لا الٰہ الا اللہ کہے گا وہ جنت میں ضرور داخل ہوگا یا فرمایا جنت اس کے لئے واجب ہو جائے گی اور جو آدمی سو مرتبہ سبحان اللہ وبحمدہ کہے گا اس کے لئے ایک لاکھ چوبیس ہزار نیکیاں لکھی جائیں گی۔ صحابہؓ نے عرض کیا پھر تو ہم میں سے کوئی بھی ہلاک نہ ہوگا۔ آپؐ نے فرمایا ہاں لیکن بات یہ ہے کہ آدمی اتنی نیکیاں لے کر آئے گا کہ کسی پہاڑ پر رکھ دی جائیں تو وہ پہاڑ دب جائے لیکن پھر نعمتیں آئیں گی اور ان کے بدلہ میں وہ نیکیاں سب ختم ہو جائیں گی۔ اس کے بعد پھر اللہ تعالیٰ ہی اپنی رحمت اور فضل سے دستگیری فرمائیں گے۔[۳]

حضرت سعد رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں ہم لوگ حضور ﷺ کے پاس بیٹھے ہوئے تھے کہ اتنے میں آپؐ نے فرمایا کیا تم لوگ روزانہ ایک ہزار نیکیاں کمانے سے عاجز ہو؟ پاس بیٹھے ہوئے لوگوں میں سے ایک صاحب نے پوچھا کہ ہم کس طرح ایک ہزار نیکیاں کما سکتے ہیں؟ فرمایا آدمی سو دفعہ سبحان اللہ کہے تو اس کے لئے ہزار نیکیاں لکھی جائیں گی یا اس کی ہزار خطائیں گرا دی جائیں گی۔ ترغیب میں ہے کہ مسلم کی روایت میں تو "او" ہے جس کا ترجمہ یا لکھا گیا ہے لیکن ترمذی اور نسائی کی روایت میں "و" ہے جس کا ترجمہ یہ ہوگا کہ اور اس کی ہزار خطائیں گرا دی جائیں گی واللہ اعلم۔[۴]

---

[۱] عند ابن ابی الدنیا و رواہ البیھقی مختصر واسنادہ جید کذافی الترغیب (ج ۳ ص ۹۰) و اخرجہ ابو داؤد بتمامہ [۲] اخرجہ مسلم والنسائی و رواہ الترمذی الا انہ قال سبحان ربی وبحمدہ وقال حدیث حسن صحیح [۳] اخرجہ الحاکم و صححہ من حدیث اسحاق بن عبداللہ بن ابی طلحۃ عن ابیہ کذافی الترغیب (ج ۳ ص ۸۱)

[۴] اخرجہ مسلم والترمذی وصححہ والنسائی واخرجہ ایضا ابن ابی شیبۃ وعبدبن حمید وابن حبان وابو نعیم کما فی الکنز (ج ۱ ص ۲۱۱)

حضرت قیس بن سعد بن عبادہؓ فرماتے ہیں کہ میرے والد نے مجھے نبی کریم ﷺ کی خدمت میں خدمت کرنے کے لیئے پیش کیا ایک دن حضورؐ میرے پاس تشریف لائے میں دو رکعت نماز پڑھ کر بیٹھا ہوا تھا آپؐ نے مجھے پاؤں مبارک مار کر فرمایا کیا میں تمہیں جنت کے دروازوں میں سے ایک دروازہ نہ بتادوں؟ میں نے کہا ضرور بتائیں فرمایا لا حول ولا قوۃ الا باللہ (برائیوں سے بچنے کی طاقت اور نیکیاں کرنے کی قوت صرف اللہ ہی سے ملتی ہے۔)[1] حضرت ابوذرؓ فرماتے ہیں میں نبی کریم ﷺ کے پیچھے پیچھے چل رہا تھا کہ اتنے میں آپؐ نے مجھ سے فرمایا اے ابوذر! کیا میں تمہیں جنت کے خزانوں سے ایک خزانہ نہ بتاؤں؟ میں نے کہا ضرور بتائیں فرمایا لا حول ولا قوۃ الا باللہ۔[2]

حضرت عبداللہ بن سعد بن ابی وقاصؓ فرماتے ہیں مجھ سے حضرت ابوایوب انصاریؓ نے فرمایا کیا میں تمہیں ایسا کلمہ نہ سکھادوں جو مجھے حضور ﷺ نے سکھایا تھا؟ میں نے کہا اے چچا جان! ضرور سکھائیں فرمایا جب حضورؐ میرے مہمان بنے تھے تو ایک دن آپؐ نے فرمایا کیا میں تمہیں جنت کے خزانوں میں سے ایک خزانہ نہ بتادوں؟ میں نے عرض کیا یا رسول اللہ! میرے ماں باپ آپ پر قربان ہوں ضرور بتادیں۔ فرمایا لا حول ولا قوۃ الا باللہ کثرت سے پڑھا کرو۔[3]

حضرت ابوایوب انصاریؓ فرماتے ہیں معراج کی رات میں حضور ﷺ کا حضرت ابراہیم علیہ الصلوۃ والسلام پر گزر ہوا تو انہوں نے پوچھا اے جبرائیل! یہ آپ کے ساتھ کون ہیں؟ حضرت جبرائیل نے کہا یہ حضرت محمد ﷺ ہیں تو حضرت ابراہیمؑ نے حضورؐ سے فرمایا اے محمد! اپنی امت سے کہنا کہ وہ جنت کے پودے کثرت سے لگائیں کیونکہ جنت کی مٹی بہت عمدہ ہے اور وہاں بہت کشادہ زمین ہے۔ حضورؐ نے پوچھا جنت کے پودے کیا ہیں؟ حضرت ابراہیمؑ نے فرمایا لا حول ولا قوہ الا باللہ ۔طبرانی کی روایت میں یہ بھی ہے کہ حضرت ابراہیمؑ نے مجھے سلام کیا اور مجھے خوش آمدید کہا اور فرمایا اپنی امت سے کہنا۔[4]

حضرت ابن عباسؓ نے فرمایا جس نے بسم اللہ کہا اس نے اللہ کا ذکر کیا اور جس نے الحمد للہ کہا اس نے اللہ کا شکر ادا کیا اور جس نے اللہ اکبر کہا اس نے اللہ کی عظمت بیان کی اور جس نے لا الہ الا اللہ کہا اس نے اللہ کی توحید بیان کی اور جس نے لا حول ولا قوۃ الا باللہ کہا

---

[1] اخرجه الحاكم وصححه كذافي الترغيب (ج ۳ ص ۱۰۲)

[2] اخرجه ابن ماجة وابن ابي الدنيا وابن حبان في صحيحه كذافي الترغيب (ج ۳ ص ۱۰۵)

[3] اخرجه الطبراني قال الهيثمي (ج ۱۰ ص ۹۸) رواه الطبراني في الكبير والا وسط باسنادين ورجال احد هما ثقات انتهى

[4] اخرجه احمد باسناد حسن وابن ابي الدنيا وابن حبان في صحيحه كذافي الترغيب (ج ۳ ص ۱۰) قال الهيثمي (ج ۱۰ ص ۹۷) ورجال احمد رجال الصحيح غير عبدالله بن عبدالرحمن بن عبدالله بن عمرو هو ثقة

اس نے فرمانبرداری کا اظہار کیا اور اس نے خود کو اللہ کے سپرد کر دیا اور اسے جنت میں اس کی وجہ سے رونق اور خزانہ ملے گا۔[1]

حضرت مطرفؒ کہتے ہیں مجھ سے حضرت عمرانؓ نے فرمایا آج میں تمہیں ایک بات بتاتا ہوں جس سے اللہ تعالیٰ تمہیں بعد میں نفع دیں گے اور وہ یہ ہے کہ تم یہ بات جان لو کہ قیامت کے دن اللہ کے سب سے بہترین بندے وہ ہوں گے جو (دنیا میں) اللہ کی خوب حمد وثناء کرنے والے ہوں گے۔[2]

حضرت ابن عباسؓ فرماتے ہیں کہ حضرت عمرؓ نے فرمایا سبحان اللّٰہ اور لآ الٰہ الا اللّٰہ کا تو ہمیں پتہ چل گیا لیکن الحمد للّٰہ کیا ہے؟ حضرت علیؓ نے فرمایا ایسا کلمہ ہے جسے اللہ نے اپنے لیے پسند فرمایا ہے اور وہ چاہتے ہیں کہ اسے کہا جائے۔[3] حضرت ابوظبیانؒ کہتے ہیں حضرت ابن کواء نے حضرت علیؓ سے سبحان اللہ کے بارے میں پوچھا تو حضرت علیؓ نے فرمایا یہ ایسا کلمہ ہے جسے اللہ نے اپنے لیے پسند فرمایا ہے اور اس میں ہر بری صفت سے اللہ کی پاکی بیان کرنا ہے۔[4]

ایک مرتبہ حضرت عمرؓ نے دو آدمیوں کو مارنے کا حکم دیا تو ان میں سے ایک بسم اللّٰہ اور دوسرا سبحان اللہ کہنے لگا حضرت عمرؓ نے مارنے والے سے کہا تیرا بھلا ہو سبحان اللّٰہ کہنے والے کی پٹائی ذرا ہلکی کرنا کیونکہ اللہ تعالیٰ کا ہر عیب سے پاک ہونا صرف مومن ہی کے دل میں پختہ ہوتا ہے۔[5]

حضرت عبداللہ بن مسعودؓ فرمایا کرتے تھے جب بھی میں تمہیں کوئی بات بتاتا ہوں تو اس کے ساتھ ہی اللہ کی کتاب میں سے وہ آیت ضرور لاتا ہوں جس سے میری اس بات کی تصدیق ہوتی ہے۔ مسلمان بندہ جب سبحان اللّٰہ والحمد للّٰہ ولآ الٰہ الا اللّٰہ واللّٰہ اکبر وتبارک اللّٰہ کہتا ہے تو ایک فرشتہ ان کلمات کو لے کر اپنے پر کے نیچے رکھ لیتا ہے پھر انہیں لے کر اوپر چڑھتا ہے تو وہ فرشتوں کی جس جماعت پر بھی گزرتا ہے وہ ان کلمات کے کہنے والے کے لیے استغفار کرتے ہیں آخر وہ ان کلمات کو لے کر اللہ تعالیٰ کی ذات عالی تک پہنچ جاتا ہے پھر حضرت عبداللہؓ نے یہ آیت پڑھی اِلَیْهِ یَصْعَدُ الْكَلِمُ الطَّیِّبُ وَ الْعَمَلُ الصَّالِحُ یَرْفَعُهٗ (سورت فاطر آیت ۱۰) ترجمہ ''اچھا کلام اسی تک پہنچتا ہے اور اچھا کام اس کو پہنچاتا ہے۔''[6]

۱۔ اخرجه ابو نعیم فی الحلیه (ج ۱ ص ۳۲۲) ۲۔ اخرجه احمد قال الهیثمی (ج ۱۰ ص ۹۵) رواه احمد موقوف وهو شبه المرفوع ورجاله رجال الصحیح

۳۔ اخرجه ابن ابی حاتم ۴۔ عند العسکری فی الامثال واخرجه ابو الحسن البکائی عنه نحوه کما فی الکنز (ج ۱ ص ۲۱۰) ۵۔ اخرجه البیهقی فی شعب الایمان کذافی الکنز (ج ۱ ص ۲۱۰)

۶۔ اخرجه الطبرانی قال الهیثمی (ج ۱۰ ص ۹۰) وفیه المسعودی وهو ثقة ولکنه اختلط وبقیة رجاله ثقات. انتهی واخرجه الحاکم وقال صحیح الاسناد وفی روایة حتی یحیا بهن وجه الرحمن قال المنذری فی ترغیبه (ج ۳ ص ۹۳) کذافی نسختی یحیا بالحاء المهملة وتشدید المثناة تحت ورواه الطبرانی فقال حتی یجئی بالجیم ولعله الصواب

زیادہ اذکار کے بجائے ان جامع اذکار کو اختیار کرنا جن کے الفاظ کم اور معنی زیادہ ہوں

حضرت جویریہؓ فرماتی ہیں کہ نبی کریم ﷺ صبح کی نماز کے وقت میرے پاس سے نماز کے لیئے تشریف لے گئے (اور میں اپنے مصلے پر بیٹھی ہوئی تھی) حضورؐ چاشت کی نماز کے بعد (دوپہر کے قریب) تشریف لائے تو میں اسی حال میں بیٹھی ہوئی تھی۔ حضورؐ نے پوچھا تم اسی حال پر ہو جس پر تمہیں میں نے چھوڑا تھا۔ میں نے کہا جی ہاں۔ آپؐ نے فرمایا میں نے تم سے جدا ہونے کے بعد چار کلمے تین مرتبہ پڑھے۔ اگر ان کو اس سب کے مقابلہ میں تولا جائے جو تم نے صبح سے پڑھا ہے تو وہ غالب ہو جائیں وہ کلمے یہ ہیں سبحان اللہ وبحمدہ عدد خلقه ورضاء نفسه وزنة عرشه ومداد كلماته (اللہ کی پاکی بیان کرتا ہوں اور اس کی تعریف کرتا ہوں اس کی مخلوقات کی تعداد کے بقدر اور اس کی مرضی اور خوشنودی کے بقدر اور اس کے عرش کے وزن کے بقدر اور اس کے کلمات کی مقدار کے بقدر۔) مسلم کی روایت میں اس طرح سے ہے۔ سبحان اللہ عدد خلقه سبحان اللہ رضاء نفسه سبحان اللہ وزنة عرشه سبحان اللہ مداد كلماته نسائی میں اس کے بعد یہ ہے کہ الحمد للہ بھی اس طرح چار مرتبہ۔ نسائی کی دوسری روایت میں یہ کلمات اس طرح ہیں سبحان اللہ وبحمدہ ولا الہ الا اللہ واللہ اکبر عدد خلقه ورضاء نفسه وزنة عرشه ومداد كلماته [1]

حضرت سعد بن ابی وقاصؓ فرماتے ہیں کہ وہ حضور ﷺ کے ساتھ ایک صحابی عورت کے پاس تشریف لے گئے اس کے سامنے کھجور کی گٹھلیاں یا کنکریاں رکھی ہوئی تھیں جن پر وہ تسبیح پڑھ رہی تھی۔ حضورؐ نے فرمایا میں تجھے ایسی چیز بتاؤں جو اس گننے سے آسان ہو یا فرمایا جو اس سے افضل ہو سبحان اللہ عدد ما خلق فی السماء سبحان اللہ عدد ما خلق فی الارض سبحان اللہ عدد ما بین ذلک سبحان اللہ عدد ما هو خالق واللہ اکبر مثل ذلک والحمد للہ مثل ذلک ولا الہ الا اللہ مثل ذلک ولا حول ولا قوۃ مثل ذلک۔ اللہ کی تعریف اس مخلوق کے بقدر کرتی ہوں جو اس نے آسمان میں پیدا کی اور اس مخلوق کے بقدر جو اس نے زمین میں پیدا کی اور اس مخلوق کے بقدر جو ان دونوں زمین وآسمان کے درمیان ہے اور اس مخلوق کے بقدر جسے وہ پیدا کرنے والا ہے اور اس سب کے برابر اللہ اکبر اور اس سب کے برابر الحمد للہ اور اس سب کے برابر لا الہ الا اللہ اور اس سب کے برابر لا حول ولا قوۃ الا باللہ [2]

---

[1] اخرجہ الستۃ الا البخاری کذافی الترغیب (ج ۳ ص ۹۸)

[2] اخرجہ ابو داؤد والترمذی وحسنہ والنسائی وابن حبان فی صحیحہ والحاکم وصححہ کذافی الترغیب (ج ۳ ص ۹۹)

حضرت ابوامامہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں مجھے حضور ﷺ نے دیکھا کہ میں اپنے ہونٹوں کو ہلا رہا ہوں آپؐ نے پوچھا اے ابوامامہ! تم ہونٹ ہلا کر کیا پڑھ رہے ہو؟ میں نے کہا یا رسول اللہ! میں اللہ کا ذکر کر رہا ہوں۔ حضورؐ نے فرمایا کیا میں تمہیں ایسا ذکر نہ بتاؤں جو تمہارے دن رات ذکر کرنے سے زیادہ بھی ہے اور افضل بھی ہے؟ میں نے عرض کیا یا رسول اللہ! ضرور بتائیں۔ فرمایا تم یہ کلمات کہا کرو **سبحان اللّٰہ عدد ماخلق سبحان اللّٰہ ملاماخلق سبحان اللّٰہ عدد مافی الارض سبحان اللّٰہ ملا مافی الارض والسماء سبحان اللّٰہ عدد ما احصی کتابہ سبحان اللّٰہ ملاما احصی کتابہ سبحان اللّٰہ عدد کل شیئ سبحان اللّٰہ ملا کل شیئ الحمدللّٰہ عدد ماخلق والحمدللّٰہ ملا ماخلق والحمدللّٰہ عدد مافی الارض والسماء والحمدللّٰہ ملا مافی الارض والسماء والحمدللّٰہ عدد ما احصی کتابہ والحمدللّٰہ ملا ما احصی کتابہ والحمدللّٰہ عدد کل شیئ والحمد للّٰہ ملا کل شیئ** ۔ میں اللہ کی پاکی بیان کرتا ہوں مخلوق کی تعداد کے برابر، اللہ کی پاکی مخلوق کے بھر دینے کے بقدر، اللہ کی پاکی ان تمام چیزوں کے برابر جو زمین میں ہیں، اللہ کی پاکی ان تمام چیزوں کے بھر دینے کے بقدر جو زمین و آسمان میں ہیں، اللہ کی پاکی ان تمام چیزوں کی تعداد کے برابر جن کو اس کی کتاب نے شمار کیا، اللہ کی پاکی ہر چیز کی تعداد کے برابر اور اللہ کی پاکی ہر چیز کو بھر دینے کے بقدر بیان کرتا ہوں۔ اسی طرح اللہ کی تعریف بیان کرتا ہوں (چاروں چیزوں کے شمار کرنے اور بھر دینے کے برابر)۔[1] طبرانی میں یہ مضمون ہے کہ حضورؐ نے فرمایا کیا میں تمہیں ایسی زبردست چیز نہ بتاؤں کہ اس کے کہنے پر تمہیں اتنا زیادہ ثواب ملے گا کہ اگر تم دن رات عبادت کر کے تھک جاؤ تو بھی اس کے ثواب تک نہ پہنچ سکو؟ میں نے کہا ضرور بتائیں۔ آپؐ نے فرمایا الحمد للہ آخر تک لیکن یہ کلمات مختصر ہیں۔ پھر آپؐ نے فرمایا سبحان اللہ اسی طرح سے اور اللہ اکبر اسی طرح سے۔[2] طبرانی کی دوسری روایت میں یہ ہے کہ حضورؐ نے فرمایا ان کلمات کو سیکھ لو اور اپنے بعد اپنی اولاد کو سکھاؤ۔

حضرت ابوالدرداء رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں حضور ﷺ نے مجھے دیکھا کہ میرے ہونٹ ہل رہے ہیں فرمایا اے ابوالدرداء! کیا پڑھ رہے ہو؟ میں نے کہا اللہ کا ذکر کر رہا ہوں۔ آپؐ نے فرمایا کیا میں تمہیں ایسا ذکر نہ سکھاؤں جو رات کے شروع سے دن تک اور دن کے شروع سے رات تک

---

۱ ۔ اخرجه احمد وابن ابی الدنیا واللفظ له والنسائی وابن خزیمة وابن حبان فی صحیحهما باختصار والحاکم وَ صححه علی شرط الشیخین ۲ ۔ اخرجه الطبرانی باسنادین احدهما حسن کذافی الترغیب (ج ۳ ص ۹۹) و اخرجها الطبرانی ایضا باسناد آخر قال افلا ادلک علی ماهوا کبر من ذکر اللیل علی النهار تقول الحمدلله (فذکره مختصر اوفی روایة وتسبح الله مثلهن وفیه لیث بن ابی سلیم وهو مدلس کما قال الهیثمی (ج ۱۰ ص ۹۳)

مسلسل ذکر کرنے سے افضل ہے۔ میں نے کہا ضرور سکھائیں فرمایا سبحان اللّٰہ عدد ماخلق سبحان اللّٰہ عدد کل شیئ سبحان اللّٰہ ملا ما احصی کتابہ والحمدللّٰہ عدد ماخلق والحمدللّٰہ ملا ماخلق والحمدللّٰہ ملا ما احصی کتابہ ۱؎

حضرت انس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں میں ایک دن حلقہ میں حضور ﷺ کے ساتھ بیٹھا ہوا تھا اتنے میں ایک آدمی آیا اور اس نے حضورؐ کو اور لوگوں کو سلام کیا اور کہا السلام علیکم ورحمتہ اللہ۔ حضورؐ نے جواب میں فرمایا وعلیکم السلام ورحمتہ اللہ وبرکاتہ جب وہ آدمی بیٹھا تو اس نے کہا الحمدللّٰہ حمدا کثیرا طیبا مبارکا فیہ کما یحب ربنا ان یحمد وینبغی لہ میں اللہ کی ایسی تعریف کرتا ہوں جو بہت زیادہ ہو عمدہ اور بابرکت ہو اور ایسی ہو جیسی ہمارے رب کو پسند ہے اور جیسی اس کی شان کے مناسب ہے۔ حضورؐ نے اس سے فرمایا تم نے کیا کہا؟ اس نے دوبارہ یہی کلمات دہرا دیئے۔ آپؐ نے فرمایا اس ذات کی قسم جس کے قبضہ میں میری جان ہے! دس فرشتے ان کلمات کی طرف جھپٹے تھے ان میں سے ہر ایک انہیں لکھنا چاہتا تھا لیکن انہیں سمجھ نہ آیا کہ انہیں کیسے لکھیں، اس لئے وہ کلمات لے کر اوپر اللہ رب العزت کے دربار میں پہنچ گئے تو اللہ تعالیٰ نے فرمایا میرے بندے نے جیسے کہے ہیں ویسے ہی لکھ دو ۲؎

حضرت ابوایوب رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں حضورؐ کی مجلس میں ایک آدمی نے کہا الحمدللّٰہ حمدا کثیرا طیبا مبارکا فیہ تو حضورؐ نے پوچھا کہ یہ کلمات کس نے کہے؟ وہ آدمی خاموش رہا اور یوں سمجھا کہ یہ کلمات جو اچانک اس کی زبان سے نکلے ہیں یہ حضورؐ کو ناگوار گزرے ہیں۔ حضورؐ نے پھر فرمایا وہ کون ہے؟ اس نے ٹھیک بات ہی کہی ہے۔ اس پر اس آدمی نے کہا میں نے کہے ہیں اور مجھے ان سے خیر کی امید ہے۔ فرمایا اس ذات کی قسم جس کے قبضہ میں میری جان ہے! میں نے تیرہ فرشتوں کو دیکھا کہ وہ تمہارے ان کلمات کو اللہ کے دربار میں پیش کرنے کے لئے جھپٹ رہے ہیں۔ ۳؎

حضرت سعید بن جبیر رحمتہ اللہ علیہ کہتے ہیں حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے دیکھا کہ ایک آدمی کے پاس تسبیح ہے جس پر وہ اللہ کا ذکر کر رہا ہے۔ حضرت عمرؓ نے فرمایا تسبیح پر لمبے چوڑے ذکر کرنے کے بجائے اسے یہ کلمات کہنا کافی ہیں (کہ ان میں الفاظ کم ہیں لیکن معنی بہت زیادہ ہیں) سبحان

۱؎ اخرجہ الطبرانی والبزار قال الھیثمی (ج ۱۰ ص ۹۴) وفیہ لیث بن ابی سلیم وھو ثقۃ ولکنہ اختلط وابواسرائیل الملائی حسن الحدیث وبقیۃ رجالھا رجال الصحیح (انتھی وفی ھامشہ عن ابن حجر بل الاکثر علی تضعیفہ وبعضھم وصفہ مع سوء الحفظ والاضطراب بالصدق

۲؎ اخرجہ احمد قال المنذری فی الترغیب (ج ۳ ص ۱۰۳) رواہ احمد ورواتہ ثقات والنسائی وابن حبان فی صحیحہ الا انھما قال کما یحب ربنا ویرضی انتھی ۳؎ عند الطبرانی باسناد حسن واللفظ لہ والبیھقی وابن ابی الدنیا کذافی الترغیب (ج ۳ ص ۱۰۲)

اللہ ملا السموات وملا ماشاء من شیئ بعد میں اللہ کی پاکی اتنی بیان کرتا ہوں جو آسمانوں کو بھردے اور آسمانوں کے بعد اللہ جس چیز کو چاہے، اسے بھردے والحمدللہ ملا السموات والارض وملا ماشاء من شیئ بعد واللہ اکبر ملا السموات والارض وملا ماشاء من شیئ بعد۔[1]

نمازوں کے بعد کے اذکار اور سونے کے وقت کے اذکار

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ فقراء مہاجرین نے حضورﷺ کی خدمت میں حاضر ہو کر عرض کیا کہ مالدار لوگ سارے بلند درجے لے اڑے اور ہمیشہ رہنے والی نعمتیں ان کے حصہ میں آگئیں۔ حضورؐ نے فرمایا کیوں؟ عرض کیا جیسے ہم نماز پڑھتے ہیں ویسے یہ بھی پڑھتے ہیں۔ جیسے ہم روزہ رکھتے ہیں یہ بھی رکھتے ہیں لیکن یہ صدقہ خیرات کرتے ہیں ہم نہیں کر سکتے۔ یہ غلام آزاد کرتے ہیں ہم نہیں کر سکتے۔ حضورؐ نے فرمایا کیا میں تمہیں ایسی چیز نہ بتادوں کہ تم اس پر عمل کر کے اپنے سے پہلوں کو پکڑ لو اور بعد والوں سے بھی آگے بڑھے رہو اور کوئی شخص تم سے اس وقت تک افضل نہ ہو جب تک وہ بھی اس چیز کو نہ کر لے؟ صحابہؓ نے عرض کیا ضرور بتادیجئے۔ ارشاد فرمایا کہ ہر نماز کے بعد سبحان اللہ، اللہ اکبر، الحمدللہ ۳۳۔۳۳ مرتبہ پڑھ لیا کرو (ان حضرات نے شروع کر دیا مگر اس زمانے کے مالدار بھی اسی نمونہ کے تھے۔ انھوں نے بھی معلوم ہونے پر شروع کر دیا) تو فقراء مہاجرین دوبارہ حاضر ہوئے کہ یارسول اللہ! ہمارے مالدار بھائیوں نے بھی سن لیا اور وہ بھی یہی کرنے لگے۔ حضورؐ نے فرمایا یہ اللہ کا فضل ہے جسے چاہے عطا فرمائے۔ راوی حضرت سمی کہتے ہیں میں نے گھر والوں کو یہ حدیث سنائی تو انھوں نے مجھے کہا آپ کو سمجھنے میں غلطی ہوگئی ہے۔ آپ کے استاد نے یوں کہا ہوگا سبحان اللہ الحمدللہ ۳۳۔۳۳ مرتبہ اور اللہ اکبر ۳۴ مرتبہ پڑھا کرو اس پر میں (اپنے استاد) حضرت ابوصالح کے پاس گیا اور گھر والوں کی بات انہیں بتائی۔ انھوں نے میرا ہاتھ پکڑ کر فرمایا اللہ اکبر و سبحان اللہ والحمدللہ ایک مرتبہ اللہ اکبر و سبحان اللہ والحمد للہ دو مرتبہ اس طرح انھوں نے ۳۳ مرتبہ ان کلمات کو گنا (کہ اللہ اکبر بھی اس حدیث میں ۳۳ بار ہے ۳۴ بار نہیں۔[2] ابوداؤد میں یہ روایت اس طرح ہے کہ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں حضرت ابوذر رضی اللہ عنہ نے عرض کیا یارسول اللہ! مالدار تو سارا اجر و ثواب لے گئے آگے پچھلی حدیث جیسا مضمون ذکر کیا اور اس روایت میں یوں ہے کہ تم ہر نماز کے بعد اللہ اکبر ۳۳ مرتبہ، الحمدللہ ۳۳ اور سبحان اللہ ۳۳ مرتبہ کہا کرو اور ان کے آخر میں یہ کہا

۱۔ اخرجه ابن ابی شیبة کذافی الکنز (ج ۱ ص ۲۱۰)
۲۔ اخرجه البخاری ومسلم واللفظ له

کرولا الہ الا اللہ وحدہ لاشریک لہ لہ الملک ولہ الحمدوھو علی کل شئی قدیر جب تم یہ سب کچھ کہہ لو گے تو تمہارے سارے گناہ معاف ہو جائیں گے چاہے سمندر کی جھاگ کے برابر ہوں۔[1] ترمذی اور نسائی میں یہ روایت حضرت ابن عباسؓ سے منقول ہے اور اس میں یہ ہے کہ حضورﷺ نے فقراء مہاجرین سے فرمایا جب تم نماز پڑھ چکو تو سبحان اللہ ۳۳ مرتبہ الحمد للہ ۳۳ مرتبہ اللہ اکبر ۳۴ مرتبہ کہہ لیا کرو۔[2]

حضرت ام درداءؓ فرماتی ہیں حضرت ابوالدرداءؓ کے ہاں ایک مہمان آیا۔ حضرت ابوالدرداءؓ نے اس سے پوچھا کہ تم نے ٹھہرنا ہے تو ہم تمہاری سواری چرنے کے لیے بھیج دیں؟ اور اگر ابھی جانا ہے تو چارہ ساتھ کر دیں اس نے کہا نہیں میں نے ابھی جانا ہے۔ فرمایا میں تمہیں ایسا عمدہ توشہ دوں گا کہ اگر اس سے بہتر توشہ مجھے ملتا تو میں تمہیں وہ دیتا۔ میں نے حضورﷺ کی خدمت میں حاضر ہو کر عرض کیا یارسول اللہ! مالدار لوگ تو دنیا اور آخرت دونوں لے اڑے۔ ہم بھی نماز پڑھتے ہیں وہ بھی نماز پڑھتے ہیں ہم بھی روزہ رکھتے ہیں وہ بھی رکھتے ہیں۔ وہ صدقہ دیتے ہیں ہم صدقہ نہیں دے سکتے۔ حضورؐ نے فرمایا کیا میں ایسا کام نہ بتاؤں کہ جب تم اسے کرو گے تو پہلے والوں میں سے کوئی تم سے آگے نہ نکل سکے گا اور بعد والوں میں سے کوئی تم کو پا نہ سکے گا، البتہ جو یہ عمل کر لے گا وہ تمہیں پالے گا۔ ہر نماز کے بعد ۳۳ مرتبہ سبحان اللہ، ۳۳ مرتبہ الحمد للہ اور ۳۴ مرتبہ اللہ اکبر کہا کرو۔[3]

حضرت قتادہؒ مرسلاً روایت کرتے ہیں کہ کچھ مسلمان فقراء نے عرض کیا یارسول اللہ! مالدار تو سارا اجر و ثواب لے گئے۔ وہ صدقہ کرتے ہیں ہم نہیں کر سکتے وہ خرچ کرتے ہیں ہم نہیں کر سکتے۔ حضورﷺ نے فرمایا ذرا یہ بتاؤ اگر دنیا کا سارا مال ایک دوسرے پر رکھا جائے تو کیا یہ آسمان تک پہنچ جائے گا؟ انہوں نے کہا نہیں یارسول اللہ! فرمایا کیا میں تمہیں ایسی چیز نہ بتاؤں جس کی جڑ زمین میں ہے اور اس کی شاخ آسمان میں؟ تم ہر نماز کے بعد لاالہ الا اللہ واللہ اکبر وسبحان اللہ والحمد للہ دس مرتبہ کہا کرو۔ ان کلمات کی جڑ زمین اور شاخ آسمان میں ہے۔[4]

۱۔ واخرجہ الترمذی وحسنہ والنسائی من حدیث ابن عباسؓ نحوہ

۲۔ کذافی الترغیب (ج ۳ص ۱۱۰) واخرجہ ابن عساکر عن ابی ھریرۃ نحو روایۃ ابی داؤد کما فی الکنز (ج ۱ ص ۲۹۶) والبخاری فی التاریخ والطیالسی وابن عساکر عن ابی ذر نحوہ وزادا وبعد ذلک ذکر الصدقات کما فی الکنز (ج ۳ص ۳۱۵) وقال سندہ حسن واخرجہ البزار عن ابن عمرؓ مطولا جدا کما فی المجمع (ج ۱۰ ص ۱۰۱)

۳۔ اخرجہ احمد والبزار والطبرانی باسانید قال الھیثمی (ج ۱۰ ص ۱۰۰) واحد اسانید الطبرانی رجالہ رجال الصحیح (اہ واخرجہ عبدالرزاق کما فی الکنز (ج ۱ ص ۲۹۶) نحوہ وزادو یجاھدون کما نجاھد وصلوۃ مکتوبۃ

۴۔ اخرجہ عبدالرزاق وابن زنجویہ کذافی الکنز (ج ۱ ص ۲۹۷)

حضرت علیؓ فرماتے ہیں جب حضور ﷺ نے مجھ سے حضرت فاطمہؓ کی شادی کی تو ان کے ساتھ ایک چادر، چمڑے کا ایک گدا جس میں کھجور کی چھال بھری ہوئی تھی، دو چکیاں، ایک مشکیزہ اور دو گھڑے بھیجے۔ میں نے ایک دن حضرت فاطمہؓ سے کہا کنویں سے ڈول کھینچتے کھینچتے میرے سینے میں تکلیف شروع ہوگئی ہے اور تمہارے والد محترم کے پاس اللہ نے قیدی بھیجے ہیں جاؤ اور ان سے خادم مانگ لاؤ۔ حضرت فاطمہؓ نے کہا اللہ کی قسم! میں نے بھی اتنی چکی پیسی ہے کہ میرے ہاتھوں میں گٹے پڑ گئے ہیں، چنانچہ وہ حضورؐ کی خدمت میں گئیں۔ حضورؐ نے فرمایا اے بیٹا! کیسے آئی ہو؟ حضرت فاطمہؓ نے کہا بس آپ کو سلام کرنے آئی ہوں اور شرم کی وجہ سے غلام نہ مانگ سکیں اور یوں ہی واپس آگئیں میں نے ان سے پوچھا کہ کیا ہوا؟ انہوں نے کہا میں شرم کی وجہ سے غلام نہ مانگ سکی پھر ہم دونوں اکٹھے حضورؐ کی خدمت میں گئے اور میں نے عرض کیا یا رسول اللہ! کنویں سے پانی کھینچتے کھینچتے میرے سینے میں تکلیف ہوگئی ہے حضرت فاطمہؓ نے کہا چکی پیستے پیستے میرے ہاتھوں میں گٹے پڑ گئے ہیں۔ اب اللہ نے آپ کے پاس قیدی بھیجے ہیں اور کچھ وسعت عطا فرمائی ہے، اس لیئے ہمیں بھی ایک خادم دے دیں۔ حضورؐ نے فرمایا اللہ کی قسم! صفہ والے سخت فقر و فاقہ میں ہیں اور بھوک کے مارے ان کا برا حال ہے ان پر خرچ کرنے کے لیئے میرے پاس اور کچھ ہے نہیں، اس لیئے یہ غلام بیچ کر میں ساری رقم ان پر خرچ کروں گا، اس لیئے میں تمہیں کوئی خادم نہیں دے سکتا۔ ہم دونوں واپس آگئے۔ ہمارا ایک چھوٹا سا کمبل تھا جب اس سے سر ڈھانکتے تو پاؤں کھل جاتے اور جب پاؤں ڈھانکتے تو سر کھل جاتا۔ رات کو ہم دونوں اس میں لیٹے ہوئے تھے کہ اچانک حضورؐ ہمارے پاس تشریف لے آئے۔ ہم دونوں اٹھنے لگے تو فرمایا اپنی جگہ لیٹے رہو پھر فرمایا تم نے مجھ سے جو خادم مانگا ہے کیا میں تمہیں اس سے بہتر چیز نہ بتا دوں؟ ہم نے کہا ضرور بتا دیں۔ فرمایا یہ چند کلمات مجھے حضرت جبرائیلؑ نے سکھائے ہیں تم دونوں ہر نماز کے بعد دس مرتبہ سبحان اللہ دس مرتبہ الحمد للہ دس مرتبہ اللہ اکبر کہا کرو اور جب بستر پر لیٹا کرو تو ۳۳ مرتبہ سبحان اللہ ۳۳ مرتبہ الحمد للہ اور ۳۴ مرتبہ اللہ اکبر کہا کرو۔ پھر حضرت علیؓ نے فرمایا اللہ کی قسم! جب سے میں نے یہ تسبیحات حضورؐ سے سنی ہیں کبھی نہیں چھوڑیں۔ راوی کہتے ہیں ابن کواء نے حضرت علیؓ سے پوچھا کیا جنگ صفین کی رات کو بھی نہیں چھوڑیں؟ فرمایا اے عراق والو! اللہ تمہیں مارے، جنگ صفین کی رات کو بھی نہیں چھوڑیں۔[1] ابن ابی شیبہ میں حضرت علیؓ کی یہی حدیث اس طرح سے ہے کہ حضور ﷺ نے فرمایا کیا میں تم دونوں کو ایسی چیز نہ بتاؤں جو تمہارے لیئے خادم سے بھی بہتر ہے؟ تم دونوں ہر نماز

---

[1] اخرجه احمد قال المنذری فی الترغیب (ج۳ص ۱۱۲) رواه احمد واللفظ له ورواه البخاری ومسلم وابو داؤد والترمذی وفی هذا السیاق مایستغرب واسناده جید ورواته ثقات وعطاء بن السائب ثقة وقد سمع منه حماد بن سلمةقبل اختلاطه انتهی واخرجه ابن سعد(ج۸ص ۲۵)عن علی مثله واخرجه ایضا الحمیدی وابن ابی شیبة وعبدالرزاق والعدنی وابن جریر والحاکم وغیر هم عن عطاء بن السائب عن ابیه عن علی مطولا وروی النسائی وابن ماجة بعضه کما فی الکنز (ج۸ص ۲۶)

کے بعد ۳۳ مرتبہ سبحان اللہ، ۳۳ مرتبہ الحمد للہ اور ۳۴ مرتبہ اللہ اکبر کہا کرو۔[1] اس طرح یہ سو ہو جائیں گے اور جب رات کو بستر پر لیٹا کرو تو بھی یہی کلمات کہا کرو۔

حضرت ام سلمہؓ فرماتی ہیں حضرت فاطمہؓ گھر کے کام کاج کی شکایت کرنے حضور ﷺ کی خدمت میں آئیں اور عرض کیا یا رسول اللہ! چکی پیسنے کی وجہ سے میرے ہاتھوں میں گٹے پڑ گئے خود ہی چکی پیستی ہوں۔ خود ہی آٹا گوندھتی ہوں۔ حضورؐ نے فرمایا اگر اللہ تمہیں کوئی چیز دینا چاہتے ہیں تو وہ تمہارے پاس خود ہی آ جائے گی لیکن میں تمہیں اس سے بہتر چیز بتاؤں گا جب تم بستر پر لیٹا کرو تو ۳۳ مرتبہ سبحان اللہ ۳۳ مرتبہ الحمد للہ اور ۳۴ مرتبہ اللہ اکبر کہا کرو اس طرح یہ کلمات سو ہو جائیں گے اور یہ تمہارے لیئے خادم سے بہتر ہیں۔ صبح کی نماز کے بعد اور مغرب کی نماز کے بعد دس۔ دس مرتبہ یہ کلمات کہا کرو لآ الٰہ الا اللّٰہ وحدہ لاشریک لہ لہ الملک ولہ الحمد یحیی ویمیت بیدہ الخیر وھو علی کل شیئ قدیر ان میں سے ہر کلمہ کے بدلے میں دس نیکیاں لکھی جائیں گی اور دس گناہ گرائے جائیں گے اور ان میں سے ہر کلمہ کا ثواب اتنا ہوگا جتنا اولاد اسماعیلؑ میں سے ایک غلام آزاد کرنے کا اور اس دن کا شرک کے علاوہ کا ہر گناہ معاف کر دیا جائے گا لا الٰہ الا اللّٰہ وحدہ لا شریک لہ جب تم صبح کو ان کلمات کو کہہ لو گی تو شام کو کہنے تک ہر شیطان سے اور ہر بری حالت سے ان کلمات کی وجہ سے حفاظت ہوگی۔[2]

حضرت جابرؓ فرماتے ہیں جب حضور ﷺ نماز پڑھ لیتے تو ان کلمات کو فرماتے لآ اللہ الا اللہ وحدہ لاشریک لہ لہ الملک ولہ الحمد یحیی ویمیت وھو علی کل شیء قدیرا اللھم لا مانع لما اعطیت ولا معطی لما منعت ولا رادلما قضیت ولا ینفع ذالجد منک الجد۔ اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں وہ اکیلا ہے اس کا کوئی شریک نہیں (سارا) ملک اسی کا ہے اور ساری تعریفیں اسی کے لیئے ہیں وہی زندہ کرتا ہے اور مارتا ہے اور وہی ہر چیز پر قادر ہے۔ اے اللہ! جو نعمت تو دے اسے کوئی روکنے والا نہیں اور جو تو روک لے اسے کوئی دینے والا نہیں اور جو فیصلہ تو کردے اسے کوئی ٹالنے والا نہیں اور تیرے سامنے کسی مالدار کو اس کی دولت کام نہیں دیتی۔"[3]

۱؎ کذافی الکنز وقد بسط فیہ فی طرق حدیث علی ھذا

۲؎ عند احمد قال الهیثمی (ج۱۰ ص ۱۰۸) رواہ احمد والطبرانی بنحوہ اخصر منہ وقال ھی تحر سک مکان وھو واسناد ھما حسن. انتھی. ۳؎ اخرجہ البزار قال الهیثمی (ج۱۰ ص ۱۰۳) واسنادہ حسن واخرجہ البزار ایضا عن ابن عباسؓ مثلہ الا ان فی روایتہ اذا انصرف من صلاتہ وزاد بیدہ الخیر ولم یذکر یحی یمیت ولا قولہ ولا راد لماقضیت قال الهیثمی رواہ البزار والطبرانی بنحوہ الا انہ زاد یحیی ویمیت ولم یقل بیدہ الخیر واسناد ھما حسن واخرجھا لطبرانی عن المغیرةؓ مثل حدیث جابرؓ الا ان فی روایة فی دبر صلاة وزادوھو حی لایموت بیدہ الخیر ولم من قولہ اللھم لا مانع. الی آخرہ قال الهیثمی (ج۱۰ ص ۱۰۳) رجالہ رجال الصحیح وھو فی الصحیح باختصار. اہ

صبح اور شام کے اذکار

بنو ہاشم کے آزاد کردہ غلام عبدالحمید کی والدہ حضورﷺ کی ایک صاحبزادی کی خدمت کیا کرتی تھیں انہوں نے اپنے بیٹے کو بتایا کہ حضورؐ کی صاحبزادی نے مجھے بتایا کہ نبی کریمﷺ مجھے سکھایا کرتے تھے اور فرمایا کرتے تھے صبح کو یہ کلمات کہو سبحان اللّٰہ و بحمدہ لاقوۃ الا باللّٰہ ماشاء اللّٰہ کان ومالم یشا لم یکن اعلم ان اللّٰہ علی کل شیء قدیر وان اللّٰہ قد احاط بکل شیء علماً ''میں اللہ کی پاکی اور اس کی تعریف بیان کرتی ہوں نیکیاں کرنے کی طاقت صرف اللہ ہی سے ملتی ہے۔ جو اللہ نے چاہا وہی ہوا اور جو نہیں چاہا وہ نہیں ہوا۔ میں جانتی ہوں کہ اللہ ہر چیز پر قادر ہے اور اللہ کے علم نے ہر چیز کو گھیرا ہوا ہے۔'' جو ان کلمات کو صبح کہے گا وہ شام تک محفوظ رہے گا اور جو شام کو کہے گا وہ صبح تک محفوظ رہے گا۔[1]

حضرت ابوالدرداءؓ نے فرمایا جو آدمی صبح و شام یہ کلمات سات مرتبہ کہے گا حسبی اللّٰہ لاالٰہ الا ھو علیہ توکلت وھو رب العرش العظیم ''اللہ مجھے کافی ہے اس کے سوا کوئی معبود نہیں اسی پر میں نے توکل کیا وہ عظیم عرش کا رب ہے'' اللہ تعالیٰ ہر فکر و پریشانی سے اس کی کفایت کریں گے چاہے سچے دل سے کہے یا جھوٹے سے۔[2]

بازاروں میں اور غفلت کی جگہوں میں اللہ کا ذکر کرنا

حضرت عصمہؓ فرماتے ہیں حضورﷺ نے فرمایا اللہ تعالیٰ کا سب سے زیادہ پسندیدہ عمل سبحۃ الحدیث ہے اور اللہ کو سب سے زیادہ ناپسندیدہ عمل تحریف ہے۔ ہم نے عرض کیا یا رسول اللہ! سبحۃ الحدیث کیا ہے؟ فرمایا سبحۃ الحدیث یہ ہے کہ لوگ باتیں کر رہے ہوں اور ایک آدمی تسبیح و تہلیل اور اللہ کا ذکر کر رہا ہو پھر ہم نے پوچھا یا رسول اللہ! تحریف کیا ہے؟ آپؐ نے فرمایا تحریف یہ ہے کہ لوگ خیریت سے ہوں اچھے حال پر ہوں اور کوئی پڑوسی یا ساتھی پوچھے تو یوں کہہ دیں کہ ہم برے حال میں ہیں۔[3]

حضرت ابوادریس خولانیؒ کہتے ہیں حضرت معاذؓ نے فرمایا تم لوگوں کے ساتھ بیٹھتے ہو تو وہ لوگ لامحالہ باتیں شروع کر دیں گے جب تم دیکھو کہ وہ (اللہ سے) غافل ہو گئے ہیں تو تم اس وقت اپنے رب کی طرف پورے ذوق شوق سے متوجہ ہو جانا۔ ولید راوی کہتے ہیں حضرت

۱۔ اخرجہ ابوداؤد والنسائی قال المنذری فی مختصر السنن وفی اسنادہ امراۃ مجھولۃ واخرجہ ایضا ابن السنی کما فی تحفۃ الذاکرین (ص ۲۶) ۲۔ اخرجہ ابو داؤد

۳۔ اخرجہ الطبرانی کذافی الترغیب (ج۳ص ۱۹۳) قال الھیثمی (ج ۱۰ ص ۸۱) وفیہ الفضل بن المختار وھو ضعیف

عبدالرحمٰن بن یزید بن جابرؒ سے اس حدیث کا ذکر کیا گیا تو انہوں نے کہا یہ بات ٹھیک ہے اور مجھے حضرت ابوطلحہ حکیم بن دینارؒ نے بتایا کہ صحابہ کرامؓ کہا کرتے تھے کہ مقبول دعا کی نشانی یہ ہے کہ جب تم لوگوں کو غافل دیکھو تو اس وقت تم اپنے رب کی طرف متوجہ ہو جاؤ۔[1]

حضرت ابوقلابہؒ فرماتے ہیں بازار میں دو آدمیوں کی آپس میں ملاقات ہوئی۔ ایک نے دوسرے سے کہا لوگ اس وقت (اللہ سے) غافل ہیں آؤ ہم اللہ سے استغفار کریں۔ چنانچہ دونوں نے ایسا کیا پھر دونوں میں سے ایک کا انتقال ہو گیا۔ دوسرے نے اسے خواب میں دیکھا تو اس نے کہا تمہیں معلوم ہے کہ جب شام کو بازار میں ہماری ملاقات ہوئی تھی تو اللہ نے اس وقت ہماری مغفرت کر دی تھی۔[2]

سفر کے اذکار

حضرت ابولاس خزاعیؓ فرماتے ہیں حضورﷺ نے ہمیں سفر حج کے لیئے صدقہ کے اونٹ دیئے۔ ہم نے عرض کیا یا رسول اللہ! ہمارا خیال یہ ہے کہ یہ اونٹ ہمیں اٹھا نہیں سکیں گے۔ فرمایا ہر اونٹ کے کوہان پر ایک شیطان ہوتا ہے جب تم ان پر سوار ہونے لگو تو جیسے اللہ نے تمہیں حکم دے رکھا ہے تم اللہ کا نام لو پھر انہیں اپنے کام میں لاؤ ان سے اپنی خدمت لو یہ تمہیں اللہ کے حکم سے اٹھا لیں گے۔[3]

حضرت ابن عباسؓ فرماتے ہیں حضورﷺ نے مجھے سواری پر اپنے پیچھے بٹھایا۔ جب آپؐ سواری پر ٹھیک طرح سے بیٹھ گئے تو آپؐ نے ۳ مرتبہ اللّٰہ اکبر ۳ مرتبہ سبحان اللّٰہ اور ایک مرتبہ لآالٰہ الا اللّٰہ کہا پھر میرے اوپر لیٹ کر مسکرانے لگے پھر میری طرف متوجہ ہو کر فرمایا جو بھی آدمی اپنی سواری پر سوار ہو کر وہ کام کرے جو میں نے کیئے ہیں تو اللہ اس کی طرف متوجہ ہو کر ایسے ہی مسکرائیں گے جیسے میں تمہیں دیکھ کر مسکرایا ہوں۔[4]

حضرت ابوملیح بن اسامہؒ کہتے ہیں کہ میرے والد حضرت اسامہؓ نے فرمایا میں سواری پر حضورﷺ کے پیچھے بیٹھا ہوا تھا کہ اتنے میں ہمارے اونٹ کو ٹھوکر لگی میں نے کہا شیطان ہلاک

---

[1] اخرجه ابو نعیم فی الحلية (ج ۱ ص ۲۳۶) [2] اخرجه ابن ابی الدنیا وغیره کذافی الترغیب (ج ۳ ص ۱۹۱) [3] اخرجه احمد والطبرانی قال الهیثمی (ج ۱۰ ص ۱۳۱) رواه احمد والطبرانی باسانید رجال احدها رجال الصحیح غیر محمد بن اسحق وقد صرح بالسماع فی احدها انتهی وذکر فی الاصابة (ج ۴ ص ۱۶۸) فی ترجمه ابی لاس روی عن النبی ﷺ فی الحمل علی اهل الصدقة فی الحج وذکر البخاری حدیثه فی الصحیح تعلیقا واخرج البغوی وغیره عن ابی سهل الخزاعیؓ قال حملنا رسول اللهﷺ علی اهل الحدیث

[4] اخرجه احمد قال الهیثمی (ج ۱ ص ۱۳۱) وفیه ابو بکر بن ابی مریم وهو ضعیف اه

ہو۔ حضورؐ نے فرمایا یہ مت کہو کہ شیطان ہلاک ہو کیونکہ اس سے تو وہ پھول کر کمرے جتنا ہو جائے گا (یوں کہے گا کہ یہ مجھے کچھ سمجھتا ہے جبھی تو مجھے برا کہا) اور کہے گا میری طاقت سے ایسا ہوا بلکہ یوں کہو بسم اللہ اس سے وہ مکھی کی طرح چھوٹا ہو جائے گا۔[1]

حضرت انس بن مالکؓ فرماتے ہیں حضور ﷺ جب کسی اونچی جگہ پر چڑھتے تو یہ دعا پڑھتے اللھم لک الشرف علی کل شرف ولک الحمد علی کل حال ''اے اللہ! ہر اونچی جگہ پر تیرے لیئے بلندی ہے اور ہر حال میں تیرے لیئے تمام تعریفیں ہیں۔''[2]

حضرت انسؓ فرماتے ہیں جب ہم کسی منزل پر اترتے تو کجاوں کے کھولنے تک سبحان اللہ پڑھتے رہتے۔[3] سفر جہاد میں اللہ کے ذکر کرنے کے عنوان میں اس باب کے کچھ قصے گزر چکے ہیں۔

حضرت عوفؒ کہتے ہیں جب حضرت عبداللہ بن مسعودؓ اپنے گھر سے نکلتے تو یہ دعا پڑھتے بسم اللہ توکلت علی اللہ لاحول ولاقوۃ الا باللہ ''اللہ کے نام سے نکلتا ہوں۔ میں نے اللہ پر توکل کیا گناہوں سے بچنے کی طاقت اور نیکی کرنے کی قوت صرف اللہ سے ہی ملتی ہے۔'' حضرت محمد بن کعب قرظیؒ کہتے ہیں یہ دعا تو قرآن میں بھی ہے ارکبوا فیھا بسم اللہ (سورت ہود آیت ۴۱) ترجمہ ''اس کشتی میں سوار ہو جاؤ اس کا چلنا اور اس کا ٹھہرنا اللہ ہی کے نام سے ہے'' اور انہوں نے علی اللہ توکلنا کے الفاظ بیان کیئے ہیں۔[4]

نبی کریم ﷺ پر درود بھیجنا

حضرت ابی بن کعبؓ فرماتے ہیں حضور ﷺ کی عادت شریفہ یہ تھی کہ جب رات کا دو تہائی حصہ گزر جاتا تو آپ کھڑے ہو جاتے اور فرماتے اے لوگو! اللہ کا ذکر کرو۔ اللہ کا ذکر کرو۔ ہلا دینے والی چیز آ گئی (مراد پہلی مرتبہ صور پھونکنا ہے) جس کے بعد ایک پیچھے آنیوالی چیز آئے گی (مراد دوسری مرتبہ صور پھونکنا ہے) موت اپنے اندر لی ہوئی مصیبتوں کے ساتھ آ گئی ہے میں نے عرض

۱۔ اخرجہ الطبرانی قال الھیثمی (ج ۱۰ ص ۱۳۲) رجالہ رجال الصحیح غیر محمد بن حمران وھو ثقۃ واخرجہ احمد باسانید عن ابی تمیمۃ الھجیمی عمن کان روف رسول اللہ ﷺ قال کنت روفہ علی الحمار فعثر الحمار فذکر نحوہ وفی روایۃ وقال صرعتہ بقولی و اذاقلت بسم اللہ تصاغرت الیہ نفسہ حتی یکون اصغر من ذباب ورجالھا کلھا رجال الصحیح

۲۔ اخرجہ احمد وابو یعلی قال الھیثمی وفیہ زیاد النمیری وقدوثق علی ضعفہ وبقیۃ رجالہ ثقات انتھی۔ ۳۔ اخرجہ الطبرانی فی الاوسط قال شعبۃ تسبیحا باللسان واسنادہ جید کما قال الھیثمی (ج ۱۰ ص ۱۳۳) ۴۔ اخرجہ الطبرانی قال الھیثمی (ج ۱۰ ص ۱۲۹) رواہ الطبرانی موقوفا واسنادہ منقطع وفیہ المسعودی وقد اختلط انتھی

کیا یا رسول اللہ! میں آپ پر درود شریف کثرت سے پڑھنا چاہتا ہوں تو میں نے ذکر و دعا کے لیئے جتنا وقت مقرر کر رکھا ہے اس میں سے کتنا وقت آپ پر درود پڑھنے کے لیئے مقرر کر دوں؟ فرمایا جتنا تم چاہو۔ میں نے کہا چوتھائی وقت مقرر کر دوں؟ فرمایا جتنا تم چاہو لیکن اگر اس سے بڑھا دو تو بہتر ہے میں نے کہا دو تہائی کر دوں؟ فرمایا جتنا تم چاہو لیکن اگر بڑھا دو تو بہتر ہے۔ میں نے کہا پھر تو میں سارا وقت ہی آپ کے لیئے کر دیتا ہوں فرمایا پھر تو تمہارے ہر فکر کی کفایت کی جائے گی اور تمہارا ہر گناہ معاف کر دیا جائے گا۔[1]

حضرت عبدالرحمن بن عوفؓ فرماتے ہیں ہم میں سے یعنی نبی کریم ﷺ کے صحابہؓ میں سے چار پانچ صحابیؓ دن رات حضورؐ کے ساتھ رہا کرتے تھے کبھی آپؐ سے جدا نہیں ہوتے تھے تا کہ آپؐ کو جو ضرورت پیش آئے اس میں کام آسکیں چنانچہ ایک دن میں آپؐ کی خدمت میں آیا تو آپؐ کہیں تشریف لے جا رہے تھے۔ میں بھی آپؐ کے پیچھے ہو لیا آپؐ رؤساء انصار کے ایک باغ میں تشریف لے گئے اور نماز شروع کر دی اور سجدہ فرمایا اور بہت لمبا سجدہ کیا میں رونے لگ پڑا۔ میں یہ سمجھا اللہ نے آپ کی روح قبض کر لی ہے پھر آپؐ نے سر اٹھا کر مجھے بلایا اور فرمایا تمہیں کیا ہوا؟ میں نے عرض کیا یا رسول اللہ! آپؐ نے بہت لمبا سجدہ کیا جس کی وجہ سے مجھے اندیشہ ہوا کہ شاید اللہ نے اپنے رسول کی روح قبض کر لی ہے اور اب میں آپ کو کبھی بھی زندہ نہ دیکھ سکوں گا۔ آپؐ نے فرمایا میرے رب نے مجھ پر میری امت کے بارے میں ایک خاص فضل فرمایا ہے اس کے شکرانے میں میں نے اتنا لمبا سجدہ کیا اور وہ یہ ہے کہ میری امت میں سے جو مجھ پر ایک مرتبہ درود بھیجے گا اللہ تعالیٰ اس کے لیئے دس نیکیاں لکھیں گے اور اس کی دس برائیاں مٹا دیں گے۔[2] احمد اور حاکم کی روایت میں یہ ہے کہ حضورؐ نے فرمایا حضرت جبرائیلؑ نے مجھے کہا کیا میں آپ کو خوشخبری نہ سناؤں؟ اللہ تعالیٰ فرما رہے ہیں کہ جو آپ پر درود بھیجے گا میں اس پر رحمت نازل کروں گا اور جو آپ پر سلام بھیجے گا میں اس پر سلام بھیجوں گا، اس لیئے میں نے شکرانے میں اللہ کے لیئے اتنا لمبا سجدہ کیا۔[3]

حضرت ابو طلحہ انصاریؓ فرماتے ہیں ایک دن حضور ﷺ بہت خوش تھے اور خوشی کے آثار آپؐ

۱۔ اخرجه احمد وابن منيع والروياني والحاكم والبيهقي في شعب الايمان وسعيد بن منصور وعبدبن حميد كذافي الكنز (ج ١ ص ٢١٥) وقال لرواية ابن منيع حسن واخرجه الترمذي وقال حسن وصححه الحاكم كما في الترغيب (ج٣ص ١٦١) وابو نعيم كما في الكنز (ج ١ ص ٢١٥) عن حبان ابن منقذ مختصرا مقتصرا على اخره.

۲۔ اخرجه ابو يعلى واللفظ له وابن ابي الدنيا

۳۔ قال الحاكم صحيح كذافي الترغيب (ج٣ص ١٥٥) وقال في روايتهما اي ابي يعلى وابن ابي الدنيا موسى بن عبيدة الزبدي وقال الهيثمي (ج١٠ ص ١٦١) وهو ضعيف

کے چہرے پر نظر آرہے تھے۔ صحابہؓ نے عرض کیا یا رسول اللہ! آج تو آپ بہت ہی خوش ہیں اور خوشی کے آثار آپؐ کے چہرے پر نظر آرہے ہیں۔ فرمایا جی ہاں! میرے پاس میرے رب کی طرف سے ایک فرشتہ آیا اور اس نے کہا آپ کی امت میں سے جو آپ پر ایک مرتبہ درود بھیجے گا اللہ تعالیٰ اس کے لیئے دس نیکیاں لکھیں گے اور اس کی دس برائیاں مٹا دیں گے اور اس کے دس درجے بلند کر دیں گے اور جواب میں اس پر اتنی ہی رحمت نازل کریں گے۔[1]

حضرت کعب بن عجرہؓ فرماتے ہیں کہ ایک مرتبہ حضور ﷺ نے فرمایا منبر کے قریب ہو جاؤ ہم لوگ حاضر ہو گئے جب حضورؐ نے منبر کے پہلے درجہ پر قدم مبارک رکھا تو فرمایا آمین جب دوسرے پر قدم رکھا تو پھر فرمایا آمین جب تیسرے پر قدم رکھا تو پھر فرمایا آمین جب آپؐ فارغ ہو کر نیچے اترے تو ہم نے عرض کیا کہ ہم نے آج آپ سے (منبر پر چڑھتے ہوئے) ایسی بات سنی جو پہلے کبھی نہیں سنی تھی۔ آپؐ نے فرمایا کہ اس وقت حضرت جبرائیلؑ میرے سامنے آئے تھے (جب میں نے پہلے درجہ پر قدم رکھا تو) انہوں نے کہا ہلاک ہو وہ شخص جس نے رمضان کا مبارک مہینہ پایا پھر بھی اس کی مغفرت نہ ہوئی ہو۔ میں نے کہا آمین پھر جب میں دوسرے درجہ پر چڑھا تو انھوں نے کہا ہلاک ہو وہ شخص جس کے سامنے آپ کا ذکر مبارک ہو اور وہ درود نہ بھیجے میں نے کہا آمین جب میں تیسرے درجے پر چڑھا تو انھوں نے کہا ہلاک ہو وہ شخص جس کے سامنے اس کے والدین یا ان میں سے کوئی ایک بڑھاپے کو پاویں اور وہ اس کو جنت میں داخل نہ کرائیں میں نے کہا آمین۔[2]

حضرت ابوذر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں ایک دن میں باہر آیا اور حضور ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوا آپؐ نے فرمایا کیا میں تمہیں لوگوں میں سب سے زیادہ بخیل آدمی نہ بتاؤں؟ صحابہؓ نے عرض کیا یا رسول اللہ! ضرور بتائیں فرمایا جس کے سامنے میرا ذکر ہو اور وہ مجھ پر درود نہ بھیجے تو یہ لوگوں میں سب سے زیادہ بخیل آدمی ہے۔[3]

۱؎ اخرجه احمد والنسائي واخرجه ابن حبان في صحيحه والطبراني بنحوه كذافي الترغيب (ج ۳ ص ۱۵۷) واخرجه ايضا عبدالرزاق بنحوه كما فى الكنز (ج ۱ ص ۲۱۲) وللحديث طرق كثيرة والفاظ مختلفه ۲؎ اخرجه الحاكم و صححه و اخرجه ابن حبان فى صحيحه عن مالک بن الحويرث والبزار والطبراني عن عبدالله بن الحارث بن جزء الزبيدى رضى الله عنه وابن خزيمة وابن حبان عن ابى هريرة رضى الله عنه والطبراني عن ابن عباس رضى الله عنهما بنحوه كمافي الترغيب (ج ۳ ص ۱۶۶) و اخرج الطبراني ايضا حديث كعب و رجاله ثقات كما قال الهيثمي و حديث مالک وفيه عمران بن ابان وثقه ابن حبان وضعفه غير واحد من هذا الطريق اخرجه ابن حبان كما قال الهيثمي (ج ۱۰ ص ۱۶۶)

۳؎ اخرجه ابن ابى عاصم فى كتاب الصلاة كذافى الترغيب (ج ۳ ص ۱۷۰)

حضرت ابو مسعود رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں حضورﷺ ہمارے پاس تشریف لائے اور ہمارے ساتھ حضرت سعد بن عبادہ رضی اللہ عنہ کی مجلس میں بیٹھ گئے حضرت نعمان بن بشیر رضی اللہ عنہ کے والد حضرت بشیر بن سعد رضی اللہ عنہ نے حضورؐ کی خدمت میں عرض کیا یا رسول اللہ! اللہ تعالیٰ نے ہمیں آپ پر درود پڑھنے کا حکم دیا ہے تو یا رسول اللہ! آپ ہمیں بتائیں کہ ہم آپ پر کس طرح درود پڑھا کریں۔ حضورؐ نے سکوت فرمایا یہاں تک کہ ہم تمنا کرنے لگے کہ کاش وہ حضورؐ سے یہ بات نہ پوچھتے پھر حضورؐ نے کچھ دیر کے بعد فرمایا یوں کہا کرو۔ اللھم صل علی محمد و علی ال محمد کما صلیت علی ابراھیم وبارک علی محمد وعلی ال محمد کما بارکت علی ابراھیم فی العالمین انک حمید مجید ''اے اللہ! محمد (ﷺ) پر اور آل محمدؐ پر ایسے درود بھیج جیسے تو نے ابراہیم (علیہ السلام) پر درود بھیجا اور محمدؐ پر اور آل محمدؐ پر ایسے برکت نازل فرما جیسے تو نے ابراہیمؑ پر تمام جہانوں میں برکت نازل فرمائی بے شک تو ہر تعریف کا مستحق اور بڑی شان والا ہے۔'' اور مجھ پر سلام پڑھنے کا طریقہ تو تمہیں (التحیات میں) معلوم ہو چکا ہے۔[1]

حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ نے فرمایا جب تم لوگ حضورﷺ پر درود بھیجنے لگو تو اچھی طرح بھیجا کرو کیونکہ تمہیں پتہ نہیں ہے تمہارا درود تو حضورؐ پر (فرشتوں کے ذریعہ) پیش کیا جاتا ہے لوگوں نے عرض کیا آپ ہمیں سکھا دیں فرمایا یوں کہا کرو اللھم اجعل صلواتک ورحمتک و برکاتک علی سید المرسلین و امام المتقین وخاتم النبین محمد عبدک و رسولک امام الخیر وقائد الخیر و رسول الرحمۃ اللھم ابعثہ مقاما محمودا یغبطہ بہ الا ولون والاخرون ''اے اللہ! اپنی خاص رحمتیں، مہربانی اور اپنی برکتیں اس ذات کے حصے میں کر دے جو تمام رسولوں کے سردار، سب متقیوں کے امام اور آخری نبی ہیں جن کا نام محمدؐ ہے جو تیرے بندے اور رسول ہیں جو خیر کے امام اور پیشوا ہیں اور رحمت والے رسول ہیں۔ اے اللہ! ان کو اس مقام محمود میں اٹھا جس پر تمام اگلے پچھلے لوگ رشک کریں گے۔'' اللھم صل علے محمد و علی ال محمد کما صلیت علی ابراھیم وعلی ال ابراھیم انک حمید مجید اللھم بارک علی محمد و علی ال محمد کما بارکت علی ابراھیم و علی ال ابراھیم انک حمید مجید۔''[2] حضرت علی رضی اللہ عنہ درود کے جو الفاظ سکھایا کرتے تھے وہ پہلے گزر چکے ہیں۔

حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے فرمایا جیسے پانی آگ کو مٹا دیتا ہے، حضورﷺ پر درود بھیجنا اس سے زیادہ خطاؤں کو مٹانے والا ہے اور نبی کریمﷺ پر سلام بھیجنا غلام آزاد کرنے سے

۱۔ اخرجہ مالک و ابن ابی شیبۃ و مسلم والاربعۃ الا ابن ماجۃ و عبدالرزاق وعبد بن حمید کذافی الکنز (ج ۱ ص ۲۱۷)

۲۔ اخرجہ ابن ماجۃ موقوفا باسناد حسن کذافی الترغیب (ج ۳ ص ۱۶۵)

افضل ہے اور حضور ﷺ کی محبت غلام آزاد کرنے سے اور اللہ کے راستہ میں تلوار چلانے سے افضل ہے۔[1]

حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ نے فرمایا جب تک تم اپنے نبی ﷺ پر درود نہیں بھیجتے اس وقت تک دعا آسمان اور زمین کے درمیان رکی رہتی ہے بالکل اوپر نہیں جاتی۔[2] حضرت عمرؓ نے فرمایا جب تک نبی کریم ﷺ پر درود نہیں پڑھ لیا جاتا اس وقت تک دعا ساری کی ساری آسمان سے پہلے رکی رہتی ہے جب درود آجاتا ہے پھر دعا اوپر جاتی ہے۔[3]

حضرت علی رضی اللہ عنہ نے فرمایا جب تک حضرت محمد ﷺ پر درود نہیں پڑھ لیا جاتا اس وقت تک ہر دعا رکی رہتی ہے۔[4]

حضرت علی رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں جو آدمی جمعہ کے دن نبی کریم ﷺ پر سو دفعہ درود پڑھے گا وہ قیامت کے دن اس حال میں آئے گا کہ اس کے چہرے پر خاص قسم کا نور ہوگا جسے دیکھ کر لوگ کہیں گے یہ کونسا عمل کیا کرتا تھا؟ (جس کی وجہ سے اسے یہ نور ملا ہے۔[5]

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے فرمایا نبیوں کے علاوہ کسی اور پر درود بھیجنا مناسب نہیں۔[6]

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے فرمایا کسی کی طرف سے کسی پر درود بھیجنا مناسب نہیں صرف نبی کریم ﷺ پر درود بھیجنا چاہئے۔[7]

استغفار کرنا

حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں ہم شمار کیا کرتے تھے کہ حضور ﷺ ایک ہی مجلس میں

۱ـ اخرجه الخطيب والاصبهانی كذافی الكنز (ج ۱ ص ۲۱۳)

۲ـ اخرجه الترمذی و عند ابن راهويه بسند صحيح عن عمر قال ذكر لی ان الدعا يكون بين السماء والارض فذكر نحوه ۳ـ عند الرهاوی واخرجه الديلمی و عبدالقادر الرهاوی فی الاربعين عن عمر مرفوعا موقوفا من قوله وهوا صح من المرفوع وقال الحافظ العراقی وهوان كان موقوفا عليه فمثله لا يقال من قبل الرای وانما هوامر توفيقی فحكمه حكم المرفوع كما صرح به جماعة من الائمة اهل الحديث والا صول كذافی الكنز (ج ۱ ص ۲۱۳)

۴ـ اخرجه الطبرانی فی الاوسط موقوفا قال المنذری فی ترغيبه رواته ثقات ورفعه بعضهم والموقوف اصح. ۱۰ و اخرجه ايضا البيهقی فی شعب الايمان و عبدالله العيشی فی حديثه وعبدالقادر الرهاوی فی الاربعين كمافی الكنز (ج ۱ ص ۲۱۴)

۵ـ اخرجه البيهقی فی شعب الايمان كذافی الكنز (ج ۱ ص ۲۱۴)

۶ـ اخرجه عبدالرزاق كذافی الكنز (ج ۱ ص ۲۱۶) ۷ـ عند الطبرانی قال الهيثمی (ج ۱۰ ص ۱۶۷) رواه الطبرانی موقوفا و رجاله رجال الصحيح. انتهى

سو دفعہ رب اغفرلی وتب علی انک انت التواب الرحیم کہہ لیتے ''اے میرے رب! میری مغفرت فرما میری توبہ قبول فرما بے شک تو ہی توبہ قبول کرنے والا اور نہایت مہربان ہے۔[۱]

حضرت حذیفہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں میں نے حضور ﷺ سے اپنی زبان کی تیزی کی شکایت کی آپؐ نے فرمایا تم استغفار سے کہاں غفلت میں پڑے ہو؟ میں تو روزانہ اللہ سے سو مرتبہ استغفار کرتا ہوں۔[۲] ابو نعیم کی دوسری روایت میں حضرت حذیفہؓ فرماتے ہیں میں نے حضور ﷺ کی خدمت میں حاضر ہو کر عرض کیا یا رسول اللہ! میری زبان گھر والوں کے بارے میں تیزی کر جاتی ہے جس سے مجھے ڈر ہے کہ یہ تو مجھے آگ میں داخل کر دے گی۔ آگے پچھلی حدیث جیسا مضمون ذکر کیا ہے۔

حضرت انس بن مالکؓ فرماتے ہیں حضور ﷺ ایک سفر میں تھے۔ آپؐ نے فرمایا اللہ سے استغفار کرو۔ ہم نے استغفار کیا فرمایا پورے ستر مرتبہ کرو۔ ہم نے ستر مرتبہ کیا۔ فرمایا جو بندہ اور بندی ایک دن میں ستر مرتبہ اللہ سے استغفار کرے گا اللہ اس کے سات سو گناہ معاف کر دیں گے اور وہ بندہ اور بندی نامراد ہو گیا جو دن اور رات میں سات سو سے زیادہ گناہ کرے۔[۳]

حضرت علی بن ربیعہ رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں مجھے حضرت علیؓ نے اپنے پیچھے بٹھایا اور حرہ کی طرف لے گئے پھر آسمان کی طرف سر اٹھا کر فرمایا اے اللہ! میرے گناہوں کو معاف فرما کیونکہ تیرے علاوہ اور کوئی بھی گناہوں کو معاف نہیں کرتا پھر میری طرف متوجہ ہو کر مسکرانے لگے۔ میں نے کہا اے امیر المومنین! پہلے آپ نے اپنے رب سے استغفار کیا پھر میری طرف متوجہ ہو کر مسکرانے لگے یہ کیا بات ہے؟ انھوں نے فرمایا حضور ﷺ نے ایک دن مجھے اپنے پیچھے بٹھایا تھا پھر مجھے حرہ کی طرف لے گئے تھے پر آسمان کی طرف سر اٹھا کر فرمایا اے اللہ! میرے گناہوں کو معاف فرما کیونکہ تیرے علاوہ اور کوئی بھی گناہوں کو معاف نہیں کرتا پھر میری طرف متوجہ ہو کر مسکرانے لگے۔ میں نے کہا یا رسول اللہ! پہلے آپؐ نے اپنے رب سے استغفار کیا پھر میری طرف متوجہ ہو کر مسکرانے لگے ہیں اس کی کیا وجہ ہے؟ فرمایا میں اس وجہ سے مسکرا رہا ہوں کہ میرا رب اپنے بندے پر تعجب کر کے مسکراتا ہے، اس بندے کو معلوم ہے کہ میرے علاوہ اور کوئی بھی گناہوں کو معاف نہیں کرتا۔[۴]

۱؎ اخرجه ابو داؤد والترمذی ۲؎ اخرجه ابو نعیم فی الحلیة (ج ۱ ص ۲۷۶) و اخرجه ابن ابی شیبة عن حذیفة مثله کمافی الکنز (ج ۱ ص ۲۱۲)

۳؎ اخرجه ابن ابی الدنیا والبیهقی والاصبهانی کذافی الترغیب (ج ۳ ص ۱۳۱) و اخرجه ابن النجار مثله کمافی الکنز (ج ۱ ص ۲۱۲)

۴؎ اخرجه ابن ابی شیبة وابن منیع و صححه کذافی الکنز (ج ۱ ص ۲۱۱)

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں میں نے حضور ﷺ کے بعد کسی کو آپ سے زیادہ استغفر اللہ و اتوب الیہ کہتے ہوئے نہیں دیکھا۔ ''میں اللہ سے مغفرت طلب کرتا ہوں اور توبہ کر کے اسی کی طرف متوجہ ہوتا ہوں۔''[1]

حضرت محمد بن عبداللہ بن محمد بن جابر بن عبداللہ رحمۃ اللہ علیہ اپنے والد حضرت عبداللہ رحمۃ اللہ علیہ سے نقل کرتے ہیں وہ اپنے دادا حضرت جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہما سے روایت کرتے ہیں کہ ایک آدمی نے حضور ﷺ کی خدمت میں حاضر ہو کر دو یا تین مرتبہ کہا ہائے میرے گناہ! ہائے میرے گناہ! حضورؐ نے فرمایا یہ کہو اللھم مغفرتک اوسع من ذنوبی و رحمتک ارجی عندی من عملی ''اے اللہ! تیری مغفرت میرے گناہوں سے زیادہ وسعت والی ہے اور مجھے اپنے عمل سے زیادہ تیری رحمت کی امید ہے۔'' اس نے یہ کہا حضورؐ نے کہا دوبارہ کہو اس نے دوبارہ کہا حضورؐ نے کہا پھر کہو اس نے پھر کہا حضورؐ نے کہا اٹھ جا، اللہ نے تیری مغفرت کر دی ہے۔[2]

حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے ایک آدمی کو یہ کہتے ہوئے سنا استغفر اللّٰہ و اتوب الیہ ''میں اللہ سے مغفرت طلب کرتا ہوں اور اس کے سامنے توبہ کرتا ہوں۔'' فرمایا تیرا بھلا ہو اس کے پیچھے اس کی بہن کو بھی لے آ اور وہ یہ ہے فاغفرلی و تب علی ''تو تو میری مغفرت کر دے اور میری توبہ قبول فرما۔''[3]

حضرت شعبی رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں حضرت علی رضی اللہ عنہ نے فرمایا مجھے اس آدمی پر تعجب ہوتا ہے جو ہلاک ہو جائے حالانکہ نجات کا سامان اس کے پاس تھا پوچھا گیا نجات کا سامان کیا ہے؟ فرمایا استغفار۔[4]

حضرت ابوالدرداء رضی اللہ عنہ نے فرمایا اس آدمی کے لئے خوشخبری ہے جس کے اعمال نامہ میں تھوڑا سا بھی استغفار پایا جائے۔[5]

حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ نے فرمایا جو آدمی بھی تین مرتبہ استغفر اللّٰہ الذی لا الہ الا ھو الحی القیوم و اتوب الیہ میں اس اللہ سے مغفرت طلب کرتا ہوں جس کے سوا کوئی معبود نہیں جو سدا زندہ رہنے والا سب کو قائم رکھنے والا ہے اور میں اس کے سامنے توبہ کرتا ہوں۔'' کہے گا اس کی پوری مغفرت کر دی جائے گی اگرچہ وہ میدان جنگ سے بھاگ کر آیا ہو۔''[6]

۱۔ اخرجه ابویعلی و ابن عساکر کذافی الکنز (ج ۱ ص ۲۱۲) ۲۔ اخرجه الحاکم قال الحاکم رواته مدنیون لایعرف واحد منهم بجرح کذافی الترغیب (ج ۳ ص ۱۳۲)

۳۔ اخرجه احمد فی الزهد وهنا و کذافی الکنز (ج ۱ ص ۲۱۱) ۴۔ اخرجه الدینوری کذافی الکنز (ج ۱ ص ۲۱۱) ۵۔ اخرجه ابن شیبة کذافی الکنز (ج ۱ ص ۲۱۲)

۶۔ اخرجه الطبرانی موقوفا قال الهیثمی (ج ۱۰ ص ۲۱۰) ورجاله وثقوا

حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ نے فرمایا اگر تم لوگوں کو میرے گناہ معلوم ہو جائیں تو میرے پیچھے دو آدمی بھی نہ چلیں اور تم لوگ میرے سر پر مٹی ڈالنے لگو اگر اللہ تعالیٰ میرے گناہوں میں سے ایک گناہ کو بھی معاف کر دے اور مجھے اس کے بدلہ میں عبداللہ ابن روثہ (گوبر کا بیٹا عبداللہ کہہ) کر پکارا جائے تو بھی میں اس پر راضی ہوں۔ ۱

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ نے فرمایا میں روزانہ بارہ ہزار مرتبہ توبہ اور استغفار کرتا ہوں اور یہ مقدار میرے (گناہوں کے) قرضے کے مطابق ہے یا فرمایا اس کے (یعنی اللہ کے مجھ پر) قرضے کے مطابق ہے۔ ۲ ایک روایت میں یہ ہے کہ یہ میرے گناہوں کے برابر ہے۔ ۳

ایک آدمی نے حضرت براء رضی اللہ عنہ سے پوچھا کہ اے ابو عمارہ! اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے ولا تلقوا بایدیکم الی التهلكة (سورت بقرہ آیت ۱۹۵) ترجمہ "اپنے آپ کو اپنے ہاتھوں تباہی میں مت ڈالو" کیا اس سے مراد وہ آدمی ہے جو دشمن سے اتنی جنگ کرتا ہے کہ خود شہید ہو جاتا ہے؟ آپؓ نے فرمایا نہیں بلکہ اس سے مراد تو وہ آدمی ہے جو گناہ کرے اور یوں کہے کہ اللہ اسے معاف نہیں کریں گے۔ ۴

ذکر میں کونسی چیزیں شامل ہیں

حضرت ابو الدرداء رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ حضور ﷺ نے فرمایا قیامت کے دن اللہ تعالیٰ بعض قوموں کا حشر ایسی طرح فرمائیں گے کہ ان کے چہروں میں نور چمکتا ہوا ہوگا، وہ موتیوں کے منبروں پر ہوں گے، لوگ ان پر رشک کرتے ہوں گے وہ انبیاء اور شہداء نہیں ہوں گے ایک دیہاتی نے گھٹنوں کے بل بیٹھ کر عرض کیا یا رسول اللہ! ان کا حال بیان کر دیجئے تاکہ ہم انہیں پہچان لیں حضورؐ نے فرمایا یہ مختلف جگہوں کے اور مختلف خاندانوں کے وہ لوگ ہوں گے جو اللہ کی وجہ سے آپس میں محبت کریں اور ایک جگہ جمع ہو کر اللہ کے ذکر میں مشغول ہوں۔ ۵

حضرت عمرو بن عبسہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں میں نے حضور ﷺ کو فرماتے ہوئے سنا کہ رحمان کے دائیں طرف ایسے لوگ ہوں گے جو انبیاء اور شہداء نہیں ہوں گے۔ اور رحمان کے دونوں ہاتھ دائیں ہیں۔ ان کے چہروں کی سفیدی دیکھنے والوں کی نگاہ کو چکا چوند کر دے گی۔ ان کو جو مقام اور اللہ کا قرب نصیب ہوگا اسے انبیاء اور شہداء بہت اچھا سمجھیں گے۔ کسی نے پوچھا

۱۔ اخرجه الحاكم (ج ۳ ص ۳۱۶) و صححه الحاكم والذهبي
۲۔ اخرجه ابو نعيم في الحلية (ج ۱ ص ۳۸۳) ۳۔ كما ذكر في صفة الصفوة (ج ۱ ص ۲۸۸)
۴۔ اخرجه الحاكم صحيح على شرط هما كذا في الترغيب (ج ۳ ص ۱۳۲)
۵۔ اخرجه الطبراني باسناد حسن

یارسول اللہ! یہ لوگ کون ہیں؟ آپؐ نے فرمایا یہ مختلف قبیلوں کے لوگ ہیں جو اللہ کے ذکر کی وجہ سے آپس میں جمع ہوں اور اچھی اچھی باتوں کو ایسے چن لیں جیسے کھجور۔ کھانے والا اچھی کھجوریں چنتا ہے۔[1]

حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ ایک مرتبہ حضور ﷺ اپنے صحابہؓ کے پاس تشریف لائے وہ آپس میں باتیں کررہے تھے ان لوگوں نے عرض کیا کہ ہم آپس میں زمانہ جاہلیت کے بارے میں بات کررہے تھے کہ کس طرح ہم گمراہ تھے پھر کیسے اللہ نے ہمیں ہدایت عطا فرمائی حضورؐ کو ان کا یہ عمل بہت پسند آیا۔ آپؐ نے فرمایا تم نے بہت اچھا کام کیا اسی طرح رہا کرو اسی طرح کیا کرو۔[2]

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے فرمایا حضرت عمر رضی اللہ عنہ کا تذکرہ کثرت سے کیا کرو کیونکہ جب حضرت عمرؓ کا ذکر ہوگا تو عدل وانصاف کا ذکر بھی ہوگا اور جب عدل وانصاف کا ذکر ہوگا تو اللہ کا ذکر ہوگا۔[3] حضرت عائشہ رضی اللہ عنہما نے فرمایا نبی کریم ﷺ پر درود بھیج کر اور حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ کا تذکرہ کرکے اپنی مجلسوں کو آراستہ کیا کرو۔[4]

ذکر کے آثار اور اس کی حقیقت

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں کہ ایک آدمی نے پوچھا یارسول اللہ! اللہ کے ولی اور دوست کون لوگ ہیں؟ حضور ﷺ نے فرمایا جنہیں دیکھنے سے اللہ یاد آجائے۔[5]

حضرت حنظلہ کاتب اسیدی رضی اللہ عنہ حضور ﷺ کے کاتبوں میں سے تھے وہ فرماتے ہیں ہم لوگ حضورؐ کے پاس تھے حضورؐ نے ہمارے سامنے جنت اور جہنم کا ذکر اس طرح فرمایا کہ گویا ہم دونوں کو آنکھوں سے دیکھ رہے ہیں پھر میں اٹھ کر بیوی بچوں کے پاس چلا گیا اور ان کے ساتھ ہنسنے کھیلنے میں لگ گیا پھر مجھے وہ حالت یاد آگئی جو (حضورؐ کے سامنے) ہماری تھی (کہ دنیا بھولے ہوئے تھے اور جنت اور جہنم آنکھوں کے سامنے تھیں) تو میں گھر سے نکلا آگے پوری حدیث ذکر کی جس طرح کہ جنت اور جہنم پر ایمان لانے کے عنوان میں گزر چکی ہے اس کے آخر میں یہ ہے کہ

۱ـ عند الطبرانی ایضا و اسنادہ مقارب لاباس بہ کذافی الترغیب (ج ۳ ص ۶۶) وقال الھیثمی (ج ۱۰ ص ۷۷) الحدیث عمرو بن عبسۃ رواہ الطبرانی ورجالہ موثقون. انتھی

۲ـ اخرجہ الطبرانی فی الاوسط قال الھیثمی (ج ۱۰ ص ۸۰) وفیہ مبارک بن فضالۃ وقد وثق وضعفہ غیر واحد وبقیۃ رجالہ رجال الصحیح انتھی

۳ـ اخرجہ ابن عساکر کذافی المنتخب (ج ۴ ص ۳۹۱)   ۴ـ عند ابن عساکر ایضا کذافی المنتخب (ج ۴ ص ۳۹۴)   ۵ـ اخرجہ البزار قال الھیثمی (ج ۱۰ ص ۷۸) رواہ البزار عن شیخہ علی بن حرب الرازی ولم اعرفہ وبقیۃ رجالہ وثقوا. انتھی

آپ ؐ نے فرمایا اے حنظلہ! تمہاری جو حالت میرے پاس ہوتی ہے وہی حالت اگر گھر والوں کے پاس جا کر بھی رہے تو فرشتے تم سے بستروں پر اور راستوں میں مصافحہ کرنے لگیں لیکن حنظلہ! بات یہ ہے کہ گاہے گاہے گاہے ہے۔[۱] ایک روایت میں ہے کہ جیسے تم میرے پاس ہوتے ہو ویسے ہی گھر جا کر بھی رہو تو فرشتے تم پر پروں سے سایہ کریں۔[۲]

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں میں نے عرض کیا یا رسول اللہ! جب ہم آپ کے پاس ہوتے ہیں تو ہمارے دل نرم ہو جاتے ہیں اور دنیا کی بے رغبتی اور آخرت کی رغبت کی کیفیت بن جاتی ہے (لیکن جب ہم چلے جاتے ہیں تو پھر یہ کیفیت نہیں رہتی) حضور ﷺ نے فرمایا میرے پاس تمہاری جو کیفیت ہوتی ہے اگر میرے پاس سے جانے کے بعد بھی وہی رہے تو فرشتے تمہاری زیارت کرنے آئیں اور راستوں میں تم سے مصافحہ کریں اگر تم گناہ نہیں کرو گے تو اللہ تعالیٰ ایسے لوگوں کو لے آئیں گے جو اتنے گناہ کریں گے کہ وہ آسمان کے بادلوں تک پہنچ جائیں گے پھر وہ اللہ سے استغفار کریں گے تو ان کے جتنے گناہ ہوں گے اللہ ان سب کو معاف کر دیں گے اور کوئی پرواہ نہیں کریں گے۔[۳]

حضرت عروہ بن زبیر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں ہم لوگ طواف کر رہے تھے میں نے طواف کے دوران حضرت عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہما کو ان کی بیٹی سے شادی کا پیغام دیا تو وہ خاموش رہے اور میرے پیغام کا کوئی جواب نہ دیا میں نے کہا اگر یہ راضی ہوتے تو کوئی نہ کوئی جواب ضرور دیتے اب اللہ کی قسم! میں ان سے اس بارے میں کوئی بات نہیں کروں گا۔ اللہ کی شان وہ مجھ سے پہلے مدینہ واپس پہنچ گئے میں بعد میں مدینہ آیا، چنانچہ میں حضور ﷺ کی مسجد میں داخل ہوا اور جا کر حضور ؐ کو سلام کیا اور آپ کی شان کے مطابق آپ کا حق ادا کرنے کی کوشش کی پھر حضرت ابن عمرؓ کی خدمت میں حاضر ہوا تو انھوں نے خوش آمدید کہا اور فرمایا کب آئے ہو؟ میں نے کہا ابھی پہنچا ہوں۔ انھوں نے فرمایا ہم لوگ طواف کر رہے تھے اور اللہ تعالیٰ کے اپنی آنکھوں کے سامنے ہونے کا دھیان جما رہے تھے کیا اس وقت تم نے مجھ سے (میری بیٹی) حضرت سودہ بنت عبد اللہ کا ذکر کیا تھا حالانکہ تم مجھ سے اس بارے میں کسی اور جگہ بھی مل سکتے تھے؟ میں نے کہا ایسا ہونا مقدر تھا، اس لئے ایسا ہو گیا۔ انھوں نے فرمایا اب تمہارا اس بارے میں کیا خیال ہے؟ میں نے کہا اب تو پہلے سے بھی زیادہ تقاضا ہے، چنانچہ انھوں نے دونوں بیٹوں حضرت سالم اور حضرت عبد اللہ کو بلا کر میری شادی کر دی۔[۴]

---

۱ ۔ اخرجه الحسن بن سفیان و ابو نعیم ۲ ۔ عند الطیالسی و ابی نعیم کذافی الکنز (ج ۱ ص ۱۰۰) ۳ ۔ اخرجه ابن النجار کذافی الکنز (ج ۱ ص ۱۰۱) ۴ ۔ اخرجه ابو نعیم فی الحلية (ج ۱ ص ۳۰۹) و اخرجه ابن سعد (ج ۴ ص ۱۶۷) عن نافع بمعناه مع زيادة

آہستہ آواز سے ذکر کرنا اور بلند آواز سے ذکر کرنا

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں حضور ﷺ بتاتے تھے کہ جس نماز کے لئے مسواک کی جاتی ہے اسے اس نماز پر ستر گنا فضیلت حاصل ہے جس کے لئے مسواک نہ کی جائے اور آپ نے یہ بھی فرمایا ذکر خفی جسے کوئی نہ سنے اسے (بلند آواز والے ذکر پر) ستر گنا فضیلت حاصل ہے اور فرماتے تھے جب قیامت کا دن آئے گا اور اللہ تعالیٰ تمام مخلوقات کو حساب کے لئے جمع کریں گے اور لکھنے والے فرشتے اپنے لکھے ہوئے دفتر لے کر آئیں گے تو اللہ تعالیٰ ان فرشتوں سے فرمائیں گے کیا اس بندے کا کوئی عمل لکھنے سے رہ گیا ہے؟ وہ کہیں گے اے ہمارے رب! ہمیں اس کے جس عمل کا پتہ چلا وہ ہم نے ضرور لکھا ہے پھر اللہ تعالیٰ اس بندے سے کہیں گے تیرا ایک چھپا ہوا عمل میرے پاس ہے جسے تو بھی نہیں جانتا اور میں تجھے اس کا بدلہ دوں گا اور وہ ہے ذکر خفی یعنی آہستہ آواز سے ذکر کرنا۔[1]

جابر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں ہم نے جنت البقیع میں آگ کی روشنی دیکھی تو ہم وہاں گئے تو دیکھا کہ حضور ﷺ قبر میں اترے ہوئے ہیں اور فرما رہے ہیں مجھے یہ آدمی دو چنانچہ انھوں نے قبر کے پاؤں کی طرف سے وہ جنازہ دیا میں نے دیکھا تو یہ وہ صحابی تھے جو اونچی آواز سے ذکر کیا کرتے تھے۔[2]

حضرت ابن اسحاق رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں مجھے حضرت محمد بن ابراہیم تیمی رحمۃ اللہ علیہ نے یہ قصہ سنایا کہ حضرت عبداللہ رضی اللہ عنہ قبیلہ مزینہ کے آدمی تھے اور وہ ذوالبجادین یعنی دو چادر والے کہلاتے تھے۔ وہ یتیم تھے اور اپنے چچا کی تربیت میں تھے اور وہ چچا ان کے ساتھ بہت اچھا سلوک کرتا تھا۔ ان کے چچا کو یہ خبر ملی کہ حضرت عبداللہ مسلمان ہو گئے ہیں۔ اس نے جو کچھ حضرت عبداللہ کو دے رکھا تھا وہ سب ان سے چھین لیا اور انہیں بالکل ننگا کر کے نکال دیا۔ وہ اپنی والدہ کے پاس آئے تو اس نے اپنی ایک دھاری دار چادر کے دو ٹکڑے کر کے انہیں دیئے۔ انھوں نے ایک ٹکڑے کو لنگی بنا کر باندھ لیا اور دوسرے کو اوڑھ لیا پھر وہ حضور ﷺ کی خدمت میں آ گئے۔ حضورؐ نے فرمایا آج سے تم عبداللہ ذوالبجادین ہو اور تم میرے دروازے پر پڑ جاؤ، چنانچہ وہ حضورؐ کے دروازے پر پڑ گئے اور وہ اونچی آواز سے ذکر کیا کرتے تھے۔ حضرت عمرؓ نے کہا کیا یہ ریا کار ہے؟ حضورؐ نے فرمایا نہیں یہ تو آہیں بھر کر رونے والوں میں سے ایک ہے۔ حضرت تیمی رحمۃ اللہ

---

[1] اخرجه ابویعلی قال الهیثمی (ج ۱۰ ص ۸۱) وفیه معاویة بن یحیی الصدفی وهو ضعیف. انتهی [2] اخرجه ابوداؤد کذافی جمع الفوائد (ج ۱ ص ۱۳۷) و اخرجه ابو نعیم فی الحلیة (ج ۳ ص ۳۵۱) عن جابر نحوه مختصرا

علیہ فرماتے ہیں حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ بیان کیا کرتے تھے کہ میں غزوۂ تبوک میں ایک دفعہ آدھی رات کو کھڑا ہوا تو میں نے لشکر کے ایک کونے میں آگ جلتی ہوئی دیکھی میں وہاں گیا تو دیکھا حضور ﷺ اور حضرت ابوبکر اور حضرت عمر رضی اللہ عنہما تشریف فرما ہیں اور حضرت عبداللہ ذوالبجادینؓ کا انتقال ہو چکا ہے اور لوگ ان کی قبر کھود چکے ہیں اور حضورؐ ان کی قبر میں اترے ہوئے ہیں۔ جب ہم انہیں دفن کر چکے تو حضورؐ نے فرمایا اے اللہ! میں اس سے راضی ہوں تو بھی اس سے راضی ہو جا۔[۱] حضرت عقبہ بن عامر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں ایک آدمی جنہیں ذوالبجادین کہا جاتا تھا ان کے بارے میں نبی کریم ﷺ نے فرمایا بے شک یہ آہیں بھر کر رونے والا ہے اور یہ اس وجہ سے فرمایا کہ وہ تلاوت قرآن، دعا اور اللہ کا ذکر کثرت سے اونچی آواز سے کیا کرتے تھے۔[۲]

ذکر اور تسبیحات کو گننا اور تسبیح کا ثبوت

حضرت صفیہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں حضور ﷺ میرے پاس تشریف لائے میرے سامنے چار ہزار گٹھلیاں پڑی ہوئی تھیں جن پر میں سبحان اللہ پڑھ رہی تھی۔ حضورؐ نے فرمایا کیا میں تمہیں اس طرح سبحان اللہ پڑھنا نہ بتاؤں جو تمہارے اب تک کے سبحان اللہ پڑھنے کی مقدار سے زیادہ ہو میں نے کہا ضرور بتائیں فرمایا (سبحان الله عدد خلقه اللہ کی مخلوق کی تعداد کے برابر سبحان اللہ" حاکم کی روایت میں ہے سبحان الله عدد ما خلق من شیئ اللہ نے جو کچھ پیدا کیا ہے اس کے برابر سبحان اللہ۔"[۳] جامع اذکار کے عنوان میں بھی کچھ اذکار گزر چکے ہیں۔

نبی کریم ﷺ کے آزاد کردہ غلام حضرت ابوصفیہؓ کے بارے میں آتا ہے کہ ان کے سامنے چمڑے کا ایک بچھونا رکھا جاتا اور ایک ٹوکرا لایا جاتا جس میں کنکریاں ہوتیں تو وہ ان پر زوال تک سبحان اللہ پڑھتے رہتے پھر اسے اٹھا لیا جاتا پھر جب ظہر پڑھ لیتے تو پھر شام تک سبحان اللہ پڑھتے رہتے۔[۴]

حضرت یونس بن عبید رحمۃ اللہ علیہ اپنی والدہ سے نقل کرتے ہیں وہ کہتی ہیں کہ میں نے مہاجرین کے ایک آدمی حضرت ابوصفیہ رضی اللہ عنہ کو دیکھا کہ وہ گٹھلیوں پر تسبیح پڑھ رہے تھے۔[۵]

۱۔ قال الحافظ فی الاصابة (ج ۲ ص ۳۳۸) رواه البغوی بطوله من هذا الوجه ورجاله ثقات الا ان فيه انقطاعا و اخرجه ابن مندة من طريق سعد بن الصلت عن الاعمش عن ابی وائل عن عبدالله بن مسعود ومن طريق كثير بن عبدالله بن عمرو بن عوف عن ابيه عن جده نحوه

۲۔ اخرجه احمد و جعفر بن محمد الفريابی فی كتاب الذكر. انتهى

۳۔ اخرجه الترمذی و الحاكم و قال الترمذی حديث غريب لانعرفه من حديث صفية الامن هذا الوجه من حديث هاشم بن سعيد الكوفی وليس اسناده بمعروف كذافی الترغيب (ج ۳ ص ۹۹)

۴۔ اخرجه البغوی كذافی البداية (ج ۵ ص ۳۲۲) ۵۔ اخرجه البغوی ايضا وهكذا اخرجه البخاری ای فی غير الصحيح كذافی الاصابة (۴ ص ۱۰۹) وهكذا اخرجه ابن سعد (ج ۷ ص ۱۰)

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کے پاس ایک دھاگہ تھا جس میں دو ہزار گرہیں لگی ہوئی تھیں جب تک ان سب پر تسبیح نہ پڑھ لیتے اس وقت تک سویا نہ کرتے۔[۱] حضرت ابو نضرہ رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں مجھے قبیلہ طفاوہ کے ایک بڑے میاں نے اپنا قصہ سنایا۔ کہتے ہیں میں مدینہ میں حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کا مہمان بنا میں نے نبی کریم ﷺ کا کوئی صحابی ان سے زیادہ عبادت میں محنت کرنے والا اور ان سے زیادہ مہمان کی خیر خبر لینے والا نہیں دیکھا۔ ایک دن میں ان کے پاس تھا اور وہ اپنے تخت پر تھے اور ان کے پاس ایک تھیلی تھی جس میں کنکریاں یا گھٹلیاں تھیں اور ان کے تخت کے نیچے ان کی ایک کالی باندی بیٹھی ہوئی تھی اور وہ ان کنکریوں پر تسبیح پڑھ رہے تھے جب تھیلی کی تمام کنکریاں ختم ہو گئیں تو انھوں نے وہ تھیلی اس باندی کے سامنے ڈال دی۔ اس باندی نے وہ ساری کنکریاں اس تھیلی میں ڈال دیں اور تھیلی اٹھا کر پھر ان کے سامنے رکھ دی آگے لمبی حدیث ذکر کی۔[۲]

حضرت حکیم بن دیلمی رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں حضرت سعد رضی اللہ عنہ کنکریوں پر سبحان اللہ پڑھا کرتے تھے۔[۳]

ذکر کے آداب اور نیکیوں کا بڑھنا

حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما نے فرمایا کہ تم اس کی پوری کوشش کرو کہ اللہ کا ذکر صرف طہارت کی حالت میں کیا کرو۔[۴]

حضرت ابو عثمان نہدی رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں مجھے حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کی طرف سے یہ بات پہنچی کہ انھوں نے فرمایا کہ مجھے یہ حدیث پہنچی ہے کہ اللہ تعالیٰ اپنے بندے کو ایک نیکی کے بدلے دس لاکھ نیکیاں دیتے ہیں۔ حضرت ابو ہریرہؓ نے فرمایا بالکل نہیں میں نے حضور ﷺ کو فرماتے ہوئے سنا کہ اللہ تعالیٰ اسے بیس لاکھ نیکیاں دیں گے پھر یہ آیت پڑھی يُضٰعِفْهَا وَيُؤْتِ مِنْ لَّدُنْهُ اَجْرًا عَظِيْمًا (سورت نساء آیت ۴۰) ترجمہ ''تو اس کو کئی گنا کر دیں گے اور اپنے پاس سے اور اجر عظیم دیں گے۔'' پھر حضرت ابو ہریرہؓ نے فرمایا جب اللہ تعالیٰ اسے اجر عظیم کہہ رہے ہیں تو اس کا اندازہ کون لگا سکتا ہے؟ ایک روایت میں یہ ہے کہ حضرت ابو عثمانؒ کہتے ہیں میں نے حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کی خدمت میں حاضر ہو کر عرض کیا کہ مجھے یہ بات پہنچی ہے کہ آپ فرماتے ہیں کہ نیکی کو دس لاکھ گنا بڑھایا جاتا ہے۔ انھوں نے فرمایا تمہیں اسی بات پر حیرانی ہو رہی

۱؎ اخرجه ابو نعيم فى الحلية (ج ۱ ص ۳۸۳)
۲؎ عند ابى داؤد (ج ۳ ص ۵۵) ۳؎ اخرجه ابن سعد (ج ۳ ص ۱۴۳)
۴؎ اخرجه ابن جرير كذافى الكنز (ج ۱ ص ۲۰۹)

ہے، اللہ کی قسم! میں نے تو حضور کو یہ فرماتے ہوئے سنا آگے پچھلی حدیث جیسا مضمون ذکر کیا۔[1]

نبی کریم ﷺ اور آپ کے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کس طرح دعا میں اللہ کے سامنے گڑگڑایا کرتے تھے اور کن کاموں کے لئے دعا کیا کرتے تھے اور کس وقت دعا کیا کرتے تھے اور ان کی دعائیں کیسی ہوا کرتی تھیں

دعا کے آداب

حضرت معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں حضور ﷺ ایک آدمی کے پاس سے گزرے وہ یہ دعا کر رہا تھا اے اللہ! میں تجھ سے صبر کی توفیق مانگتا ہوں۔ آپ نے فرمایا تو نے تو اللہ سے مصیبت کو مانگ لیا (کیونکہ پہلے کوئی مصیبت آئے گی پھر اس کے بعد صبر ہوگا) تو اللہ سے عافیت کو مانگ (کوئی مصیبت آجائے تو پھر صبر مانگنا چاہئے) اور آپ کا گزر ایک اور آدمی پر ہوا جو یہ دعا مانگ رہا تھا اے اللہ میں تجھ سے پوری نعمت مانگتا ہوں حضور نے فرمایا او آدم کے بیٹے! تم جانتے ہو کہ پوری نعمت کیا ہے؟ اس نے کہا یا رسول اللہ! یہ تو میں نے خیر کی امید میں دعا مانگ لی ہے (مجھے نہیں پتہ کہ پوری نعمت کیا ہوتی ہے) آپ نے فرمایا پوری نعمت یہ ہے کہ آدمی جہنم کی آگ سے بچ جائے اور جنت میں چلا جائے حضور ایک اور آدمی کے پاس سے گزرے وہ کہہ رہا تھا یاذا الجلال والاکرام آپ نے فرمایا ان الفاظ سے پکارنے کی وجہ سے تیرے لئے قبولیت کا دروازہ کھل گیا ہے اب تو مانگ۔[2]

حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں حضور ﷺ ایک آدمی کے پاس گئے وہ کمزوری اور بیماری کی وجہ سے پرندے کے اس بچے کی طرح نظر آرہا تھا جس کے پر کسی نے نوچ لئے ہوں۔ حضور نے اس سے پوچھا کیا تو کوئی خاص دعا مانگا کرتا تھا؟ اس نے کہا میں یہ دعا مانگا کرتا تھا کہ اے اللہ! تو نے مجھے جو سزا آخرت میں دینی ہے وہ دنیا ہی میں جلد دے دے، حضور نے فرمایا تم نے یہ دعا کیوں نہیں مانگی اے اللہ! ہمیں دنیا میں بھی خیر وخوبی عطا فرما اور آخرت میں بھی خیر وخوبی عطا فرما اور ہمیں آگ کے عذاب سے بچالے! چنانچہ اس نے اللہ سے یہ دعا مانگی تو اللہ نے اسے شفا دے دی۔[3]

۱۔ اخرجه احمد قال الهيثمي (ج ۱۰ ص ۱۴۵) رواه احمد باسنادين والبزار بنحوه واحد اسنادي احمد جيد. انتهى
۲۔ اخرجه ابن ابي شيبة كذافي الكنز (ج ۱ ص ۲۹۲)
۳۔ اخرجه ابن ابي شيبه كذافي الكنز (ج ۱ ص ۲۹۰) و اخرجه ابن النجار عنه بنحوه كمافي الكنز

حضرت بشیر بن خصاصیہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں حضور ﷺ نے فرمایا تمام تعریفیں اس اللہ کے لئے ہیں جو تمہیں ربیعہ الفشعم قبیلہ سے یہاں لایا اور پھر تمہیں! اللہ کے رسول کے ہاتھ پر مسلمان ہونے کی توفیق دی میں نے عرض کیا یا رسول اللہ! آپ اللہ سے دعا کریں کہ وہ مجھے آپ سے پہلے موت دے دے۔ حضورؐ نے فرمایا یہ دعا میں کسی کے لئے نہیں کر سکتا۔[1]

حضرت ابی بن کعب رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں حضور ﷺ جب کسی کے لئے دعا فرماتے تو دعا کی ابتداء اپنے سے فرماتے چنانچہ ایک مرتبہ حضرت موسیٰ علیہ السلام کا ذکر فرمایا تو ارشاد فرمایا اللہ کی رحمت ہم پر ہو اور حضرت موسیٰؑ پر ہو اگر وہ صبر کرتے تو وہ اپنے استاد (حضرت خضر علیہ السلام) کی طرف سے اور بہت سی عجیب عجیب باتیں دیکھتے لیکن انھوں نے یہ کہہ دیا اِنْ سَاَلْتُكَ عَنْ شَيْءٍ بَعْدَهَا فَلَا تُصَاحِبْنِىْ قَدْ بَلَغْتَ مِنْ لَّدُنِّىْ عُذْرًا (سورت کہف آیت ۷۶) ترجمہ ''اگر اس مرتبہ کے بعد آپ سے کسی امر کے متعلق کچھ پوچھوں تو آپ مجھ کو اپنے ساتھ نہ رکھئے بے شک میری طرف سے آپ عذر (کی انتہا) کو پہنچ چکے ہیں۔''[2]

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے حضرت ابن ابی السائب رحمۃ اللہ علیہ سے فرمایا جو کہ مدینہ والوں کے واعظ تھے دعا میں بتکلف ایک جیسی عبارت لانے سے بچو کیونکہ میں نے حضور ﷺ اور صحابہؓ کا زمانہ پایا ہے وہ ایسا نہیں کیا کرتے تھے۔[3]

حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے ایک آدمی کو سنا کہ فتنہ سے پناہ مانگ رہا تھا حضرت عمرؓ نے فرمایا اے اللہ! اس کی دعا کے الفاظ سے تیری پناہ چاہتا ہوں پھر اس آدمی سے فرمایا کیا تم اللہ سے یہ مانگ رہے ہو کہ وہ تمہیں بیوی بچے اور مال نہ دے؟ (کیونکہ قرآن میں مال اور اولاد کو فتنہ کہا گیا ہے) تم میں سے جو بھی فتنہ سے پناہ مانگنا چاہتا ہے اسے چاہئے کہ وہ گمراہ کرنے والے فتنوں سے پناہ مانگے۔[4]

حضرت محارب بن دثار کے چچا کہتے ہیں میں آخر شب میں حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کے گھر کے پاس سے گزرا کرتا تھا تو انہیں میں یہ دعا فرماتے ہوئے سنتا تھا اے اللہ! تو نے مجھے بلایا میں نے اس پر لبیک کہا تو نے مجھے حکم دیا میں نے تیری اطاعت کی اور یہ سحری کا وقت ہے، لہٰذا تو میری مغفرت کردے پھر میری حضرت ابن مسعودؓ سے ملاقات ہوئی میں نے ان سے

۱۔ اخرجه ابو نعيم كذافي المنتخب (ج ۵ ص ۱۴۷) ۲۔ اخرجه ابن ابى شيبه و احمد وابو داؤد والنسائي وغيرهم و اخرجه الترمذى نحوه ولم يذكر من قوله فذكر ذات يوم الى آخره وقال حسن غريب صحيح كذافي الكنز (ج ۱ ص ۲۹۰) و اخرجه الطبرانى باسناد حسن عن ابى ايوب رضى الله عنه بلفظ كان اذا دعا بدا بنفسه كمافي المجمع (ج ۱۰ ص ۱۵۲)

۳۔ اخرجه ابن ابى شيبة عن الشعبى كذافي الكنز (ج ۱ ص ۲۹۲)

۴۔ اخرجه ابن ابى شيبة وابو عبيد كذافي الكنز (ج ۱ ص ۲۸۹)

کہا میں نے آپ کو آخر شب میں چند کلمات کہتے ہوئے سنا ہے پھر میں نے وہ کلمات انہیں بتائے تو انھوں نے فرمایا حضرت یعقوب علیہ السلام نے اپنے بیٹوں سے وعدہ فرمایا تھا کہ میں تمہارے لئے اپنے رب سے استغفار کروں گا تو انھوں نے آخر شب میں ان کے لئے دعائے مغفرت کی تھی۔[1]

دعا میں دونوں ہاتھ اٹھانا اور پھر چہرے پر دونوں ہاتھ پھیرنا

حضرت عمر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں حضور ﷺ جب دعا فرماتے تھے تو اپنے دونوں ہاتھ اٹھاتے تھے اور جب دعا سے فارغ ہو جاتے تو دونوں ہاتھ اپنے چہرے پر پھیر لیتے۔[2] حضرت عمر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں حضورؐ جب دعا میں ہاتھ اٹھا لیتے تھے تو جب تک انہیں اپنے چہرے پر نہ پھیر لیتے اس وقت تک نیچے نہ کرتے۔[3] حضرت عمر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں میں نے نبی کریمؐ کو احجار الزیت (مسجد نبوی کے مغرب میں ایک جگہ کا نام ہے) کے پاس دیکھا کہ آپؐ دعا مانگ رہے تھے اور آپ کی ہتھیلیاں منہ کی طرف تھیں۔ جب آپؐ دعا سے فارغ ہو گئے تو آپؐ نے ہتھیلیاں اپنے منہ پر پھیر لیں۔[4]

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں حضور ﷺ دعا میں اتنی دیر ہاتھ اٹھائے رکھتے تھے کہ میں تھک جاتی تھی۔[5] عبدالرزاق میں حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے اس جیسی روایت منقول ہے اس میں یہ بھی ہے کہ حضورؐ نے یہ دعا مانگی اللھم انما انا بشر فلا تعذبنی بشتم رجل شتمتہ و اذیتہ اے اللہ! میں بشر ہی تو ہوں میں نے کسی کو برا بھلا کہا ہو یا کسی کو تکلیف پہنچائی ہو تو اس وجہ سے مجھے عذاب نہ دینا۔[6] ایک مرتبہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے دیکھا کہ حضور ﷺ دونوں ہاتھ اٹھا کر یہ دعا کر رہے ہیں میں بشر ہی تو ہوں اس لئے مجھے سزا نہ دے کسی مومن کو میں نے تکلیف دی ہو یا اسے برا بھلا کہا ہو تو اس وجہ سے مجھے سزا نہ دینا۔[7]

حضرت عروہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ حضور ﷺ کا دیہاتیوں کی ایک قوم کے پاس سے گزر ہوا۔ یہ مسلمان ہو چکے تھے اور کافروں کے لشکروں نے ان کے علاقے کو تباہ و برباد کر دیا تھا۔ حضورؐ نے ان کے لیئے دعا کرنے کے لیئے ہاتھ اپنے چہرے کی طرف اٹھائے تو ایک دیہاتی نے کہا یا رسول اللہ! میرے ماں باپ آپ پر قربان ہوں ہاتھ اور لمبے فرما دیں تو آپؐ نے اپنے

۱؎ اخرجه الطبرانی عن محارب بن دثار قال الهیثمی (ج ۱۰ ص ۱۵۵) وفیه عبدالرحمن بن اسحاق الکوفی وهو ضعیف ۲؎ اخرجه الحاکم ۳؎ عند الحاکم ایضا والترمذی و صححه ۴؎ عند عبدالغنی فی ایضاح الاشکال کذافی الکنز (ج ۱ ص ۲۸۹) ۵؎ اخرجه احمد قال الهیثمی (ج ۱۰ ص ۱۶۸) رواه احمد بثلاثة اسانید و رجالها کلها رجال الصحیح. انتهی
۶؎ کذافی الکنز (ج ۱ ص ۲۹۱) ۷؎ عند البخاری فی الادب المفرد (ص ۹۰)

چہرے کے آگے اور بڑھا دیئے آسمان کی طرف اوپر اور نہ اٹھائے۔[1]

حضرت ابونعیم وہبؒ کہتے ہیں میں نے دیکھا کہ حضرت ابن عمرؓ اور حضرت ابن زبیرؓ دعا کر رہے تھے اور دعا کے بعد انہوں نے اپنی ہتھیلیاں اپنے چہرے پر پھیریں۔[2]

اجتماعی دعا کرنا اور اونچی آواز سے دعا کرنا اور آمین کہنا

حضرت قیس مدنیؒ کہتے ہیں کہ ایک آدمی نے حضرت زید بن ثابتؓ کی خدمت میں حاضر ہو کر کسی چیز کے بارے میں پوچھا انہوں نے فرمایا تم جا کر یہ بات حضرت ابو ہریرہؓ سے پوچھو کیونکہ ایک مرتبہ میں، حضرت ابو ہریرہؓ اور فلاں آدمی ہم تینوں مسجد میں دعا کر رہے تھے اور اپنے رب کا ذکر کر رہے تھے کہ اتنے حضور ﷺ ہمارے پاس تشریف لائے اور ہمارے پاس بیٹھ گئے تو ہم خاموش ہو گئے پھر فرمایا جو تم کر رہے تھے اسے کرتے رہو، چنانچہ میں نے اور میرے ساتھی نے حضرت ابو ہریرہؓ سے پہلے دعا کی اور حضورؐ ہماری دعا پر آمین کہتے رہے پھر حضرت ابو ہریرہؓ نے یہ دعا کی اے اللہ! میرے ان دو ساتھیوں نے جو کچھ تجھ سے مانگا ہے وہ بھی تجھ سے مانگتا ہوں اور ایسا علم بھی مانگتا ہوں جو کبھی نہ بھولے۔ حضورؐ نے فرمایا آمین۔ ہم نے عرض کیا یا رسول اللہ! ہم بھی اللہ سے وہ علم مانگتے ہیں جو کبھی نہ بھولے۔

حضورؐ نے فرمایا یہ دوسی نوجوان (یعنی حضرت ابو ہریرہؓ) تم دونوں سے آگے نکل گئے۔[3]

حضرت جامع بن شدادؒ کے ایک رشتہ دار کہتے ہیں کہ میں نے حضرت عمر بن خطابؓ کو فرماتے ہوئے سنا کہ تین دعائیں ایسی ہیں کہ جب وہ مانگوں تو تم ان پر آمین کہنا اے اللہ! میں کمزور ہوں مجھے قوت عطا فرما، اے اللہ! میں سخت ہوں مجھے نرم کردے، اے اللہ! میں کنجوس ہوں مجھے سخی بنا دے۔[4]

حضرت سائب بن یزیدؒ کہتے ہیں میں نے رمادہ قحط سالی کے زمانے میں حضرت عمر بن خطابؓ کو دیکھا کہ وہ صبح کے وقت عام سادہ سے کپڑے پہنے ہوئے عاجز اور مسکین بن کر جا رہے ہیں اور ان کے جسم پر ایک چھوٹی سی چادر پڑی ہوئی ہے جو گھٹنوں تک مشکل سے پہنچ رہی ہے۔ اونچی آواز سے اللہ سے معافی مانگ رہے ہیں اور ان کی آنکھوں سے رخسار پر آنسو بہہ رہے

۱۔ اخرجه عبدالرزاق كذافي الكنز (ج ا ص ۲۹۱)

۲۔ اخرجه البخاري في الادب المفرد (ص ۹۰) ۳۔ اخرجه الطبراني في الاوسط قال الهيثمي (ج ۹ ص ۳۶۱) وقيس هذا كان قاص عمر بن عبدالعزيز لم يروعنه غير ابنه محمد وبقية رجاله ثقات۔ انتهى ۴۔ اخرجه ابن سعد (ج ۳ ص ۲۷۵)

ہیں اور ان کے دائیں طرف حضرت عباس بن عبدالمطلبؓ ہیں۔ اس دن انہوں نے قبلہ کی طرف منہ کر کے ہاتھ آسمان کی طرف اٹھا کر بہت گڑگڑا کر دعا مانگی لوگ بھی ان کیساتھ دعا مانگ رہے تھے پھر حضرت عباسؓ کے ہاتھ کو پکڑ کر کہا اے اللہ! ہم تیرے رسولؐ کے چچاؓ کو تیرے سامنے سفارشی بناتے ہیں پھر حضرت عباسؓ بہت دیر تک حضرت عمرؓ کے پہلو میں کھڑے ہو کر دعا مانگتے رہے۔ ان کی آنکھوں سے بھی آنسو بہہ رہے تھے۔[1]

حضرت ابو اسیدؓ کے آزاد کردہ غلام حضرت ابو سعیدؒ کہتے ہیں حضرت عمر بن خطابؓ عشاء کے بعد مسجد کا چکر لگاتے اور اس میں جو آدمی بھی نظر آتا اسے مسجد سے نکال دیتے جسے کھڑا ہوا نماز پڑھتے ہوئے دیکھتے اسے رہنے دیتے۔ ایک رات ان کا حضور ﷺ کے چند صحابہؓ پر گزر ہوا جن میں حضرت ابی بن کعبؓ بھی تھے۔ حضرت عمرؓ نے پوچھا یہ لوگ کون ہیں؟ حضرت ابیؓ نے کہا اے امیر المومنین! آپ کے گھر کے چند آدمی ہیں۔ فرمایا نماز کے بعد تم لوگ اب تک یہاں کیوں بیٹھے ہوئے ہو؟ حضرت ابیؓ نے فرمایا ہم بیٹھ کر اللہ کا ذکر کر رہے ہیں۔ اس پر حضرت عمرؓ بھی ان کے پاس بیٹھ گئے اور ان میں سے جو ان کے سب سے قریب تھا اس سے فرمایا تم دعا کراؤ۔ اس نے دعا کرائی اس طرح ان سب سے ایک ایک سے دعا کروائی، چنانچہ سب نے دعا کرائی یہاں تک کہ میری باری آ گئی۔ میں آپؓ کے پہلو میں بیٹھا ہوا تھا فرمایا اب تم دعا کراؤ تو میری زبان بند ہوگئی اور مجھ پر کپکپی طاری ہوگئی جس کا انہیں بھی اندازہ ہو گیا تو فرمایا اور کچھ نہیں تو اتنی ہی دعا کرا دو اللھم اغفرلنا اللھم ارحمنا ''اے اللہ! ہماری مغفرت فرما، اے اللہ! ہم پر رحم فرما'' پھر حضرت عمرؓ نے دعا شروع کی تو ان لوگوں میں سب سے زیادہ آنسوؤں والا اور سب سے زیادہ رونے والا ان کے علاوہ کوئی نہیں تھا پھر حضرت عمرؓ نے فرمایا اب آپ سب لوگ بھی خاموش ہو جائیں اور بکھر جائیں۔[2]

حضرت ابو ہیرہؒ کہتے ہیں حضرت حبیب بن مسلمہ فہریؓ مستجاب الدعوات صحابی تھے انہیں ایک لشکر کا امیر بنایا گیا انہوں نے ملک روم جانے کے راستے تیار کرائے۔ جب دشمن کا سامنا ہوا تو انہوں نے لوگوں سے کہا میں نے حضور ﷺ کو فرماتے ہوئے سنا کہ جو جماعت ایک جگہ جمع ہو اور ان میں سے ایک دعا کرائے اور باقی سب آمین کہیں تو اللہ تعالیٰ ان کی دعا ضرور قبول فرمائیں گے پھر حضرت حبیبؓ نے اللہ کی حمد و ثناء بیان کی اور یہ دعا مانگی اے اللہ! ہمارے خون کی حفاظت فرما اور شہداء والا اجر ہمیں عطا فرما۔ ابھی دعا مانگی ہی تھی کہ اتنے میں دشمن کا سپہ سالار جسے رومی زبان میں ہنباط کہا جاتا ہے وہ آ گیا اور حضرت حبیبؓ کے پاس ان کے خیمے کے اندر چلا گیا گویا اس نے

۱۔ اخرجه ابن سعد ایضا (ج ۳ص ۳۲۱)

۲۔ اخرجه ابن سعد (ج ۳ص ۲۹۴)

اپنی شکست مان لی۔[۱] شہادت کی تمنا اور شہادت کی دعا کے باب میں حضرت معقل بن یسارؓ کی لمبی حدیث گزر چکی ہے جس میں یہ بھی ہے کہ حضرت نعمان بن مقرنؓ نے فرمایا کہ اب میں اللہ تعالیٰ سے دعا کروں گا تم میں سے ہر آدمی اس پر ضرور آمین کہے اس کی میری طرف سے پوری تاکید ہے پھر یہ دعا مانگی اے اللہ! آج نعمان کو شہادت کی موت نصیب فرما اور مسلمانوں کی مدد فرما اور انہیں فتح نصیب فرما۔[۲]

حضرت عقبہ بن عامرؓ فرماتے ہیں ایک صحابی کو ذوالبجادین کہا جاتا تھا ان کے بارے میں نبی کریم ﷺ نے فرمایا کہ یہ آہیں بھر کر رونے والا ہے اور یہ اس وجہ سے فرمایا کہ یہ صحابی بہت زیادہ تلاوت اور اللہ کا ذکر کرنے والے تھے اور اونچی آواز سے دعا کیا کرتے تھے۔[۳]

نیک لوگوں سے دعا کرانا

حضرت عمرؓ فرماتے ہیں میں نے نبی کریم ﷺ سے عمرہ کی اجازت مانگی۔ آپؐ نے اجازت مرحمت فرما دی اور فرمایا اے میرے چھوٹے سے بھائی! اپنی دعاؤں میں ہمیں نہ بھولنا۔ حضرت عمرؓ فرماتے ہیں حضورؐ نے یہ جو مجھے اپنا بھائی فرمایا یہ ایسا کلمہ ہے کہ اگر اس کے بدلے مجھے ساری دنیا بھی مل جائے تو مجھے ہرگز خوشی نہ ہو۔[۴]

حضرت ابوامامہ باہلیؓ فرماتے ہیں ایک مرتبہ نبی کریم ﷺ باہر تشریف لائے آپؐ نے محسوس کیا کہ ہم چاہتے ہیں کہ آپؐ ہمارے لیے دعا فرمائیں تو آپؐ نے یہ دعا فرمائی اللھم اغفر لنا وارحمنا وارض عنا وتقبل منا وادخلنا الجنة ونجنا من النار واصلح لنا شأننا كله۔ اے اللہ! ہماری مغفرت فرما ہم پر رحم فرما ہم سے راضی ہو جا اور ہمارے اعمال قبول فرما ہمیں جنت میں داخل فرما اور ہمیں آگ سے نجات نصیب فرما اور ہمارے تمام احوال کو درست فرما۔ پھر آپؐ نے محسوس فرمایا کہ ہم چاہتے ہیں کہ آپؐ ہمارے لیے اور دعا فرمائیں تو آپؐ نے فرمایا ان دعاؤں میں میں نے تمہارے تمام کاموں کی دعا کر دی ہے۔[۵]

حضرت طلحہ بن عبید اللہؓ فرماتے ہیں ایک آدمی ایک دن باہر نکل گیا اور کپڑے اتار کر گرم

۱۔ اخرجه الطبراني قال الهيثمي (ج ۱۰ ص ۱۷۰) رواه الطبراني ورجاله رجال الصحيح غير ابن لهيعة وهو حسن الحديث. انتهى ۲۔ اخرجه الطبرى وهكذا اخرجه الطبراني ورجاله رجال الصحيح وزادفي رواية فامن القوم كما في المجمع (ج ۶ ص ۲۱۶) وهكذا اخرجه الحاكم (ج ۳ ص ۲۹۴) في حديث طويل ۳۔ اخرجه احمد والطبراني قال الهيثمي (ج ۱۰ ص ۳۶۹) واسنادهما حسن واخرجه ابن جرير ايضا عن عقبة نحوه كما في التفسير لا بن كثير (ج ۲ ص ۳۹۵)

۴۔ اخرجه ابو داؤد والترمذى واخرجه ابن سعد (ج ۳ ص ۲۷۳) عن عمر بمعناه

۵۔ اخرجه ابن ابى شيبة كذا في الكنز (ج ۱ ص ۲۹۱)

زمین پر لوٹ پوٹ ہونے لگا اور اپنے نفس سے کہنے لگا جہنم کی آگ کا مزہ چکھ لے تو رات کو مردار پڑا رہتا ہے اور دن کو بیکار۔ اتنے میں اس نے دیکھا کہ نبی کریم ﷺ ایک درخت کے سایہ میں تشریف فرما ہیں اس نے حضورؐ کی خدمت میں آکر عرض کیا کہ میرا نفس مجھ پر غالب آ گیا حضورؐ نے اس سے فرمایا غور سے سنو (تمہاری تواضع کی اور اپنے نفس کو سزا دینے کی کیفیت اللہ کو بہت پسند آئی ہے) اس وجہ سے تمہارے لیئے آسمان کے دروازے کھول دیئے گئے ہیں اور اللہ تعالیٰ تمہاری وجہ سے فرشتوں پر فخر فرما رہے ہیں پھر حضورؐ نے صحابہ سے فرمایا اپنے اس بھائی سے دعا کا توشہ لے لو (اس کی اس کیفیت کی وجہ سے اس کی دعا اللہ کے ہاں قبول ہو رہی ہے اس سے دعا کرواؤ) چنانچہ ایک آدمی نے کہا اے فلانے! میرے لیئے دعا کر دو۔ حضورؐ نے اس سے فرمایا نہیں صرف ایک کے لیئے نہیں بلکہ سب کے لیئے دعا کرو۔ اس نے یہ دعا کی اے اللہ! تقویٰ کو ان کا توشہ بنا دے اور تمام کاموں میں ان کی پوری رہبری فرما۔ اس دوران حضورؐ نے اس کے لیئے یہ دعا کی اے اللہ! اسے صحیح دعا کرنے کی توفیق عطا فرما تو اس نے کہا اے اللہ! جنت کو ان کا ٹھکانہ بنا دے۔[1] حضرت بریدہؓ فرماتے ہیں حضور ﷺ ایک سفر میں جا رہے تھے کہ اتنے میں آپ کا گزر ایک آدمی پر ہوا جو گرم زمین پر لیٹ کر الٹ پلٹ ہو رہا تھا اور کہہ رہا تھا اے میرے نفس! رات بھر تو سوتا رہتا ہے اور دن کو بیکار رہتا ہے اور جنت کی امید رکھتا ہے جب وہ اپنے نفس کی سزا پوری کر چکا تو حضورؐ نے ہماری طرف متوجہ ہو کر فرمایا تم اپنے اس بھائی کو پکڑ لو (یعنی اس سے دعا کراؤ) ہم نے کہا اللہ آپ پر رحم فرمائے اللہ سے ہمارے لیئے دعا کریں اس پر اس نے یہ دعا کی اے اللہ! تمام کاموں میں ان کی پوری رہبری فرما ہم نے کہا ہمارے لیئے اور دعا کریں اس نے کہا اے اللہ! تقویٰ کو ان کا توشہ بنا دے ہم نے کہا اور دعا کر دیں حضورؐ نے بھی فرمایا ان کے لیئے اور دعا کر دو اور حضورؐ نے یہ دعا فرمائی اے اللہ! اسے (جامع دعا کرنے کی) توفیق عطا فرما، چنانچہ اس نے کہا اے اللہ! جنت کو ان کا ٹھکانہ بنا دے۔[2]

حضرت اسیر بن جابرؒ کہتے ہیں حضرت عمرؓ نے حضرت اویس سے فرمایا تم میرے لیئے دعائے مغفرت کرو۔ حضرت اویس نے کہا میں آپ کے لیئے دعائے مغفرت کیسے کروں آپ تو حضور ﷺ کے صحابی ہیں؟ فرمایا میں نے حضور کو فرماتے ہوئے سنا ہے کہ تمام تابعین میں سب سے بہترین آدمی وہ ہے جسے اویس کہا جائے گا۔[3] مسلم کی روایت میں یہ بھی ہے کہ حضورؐ نے فرمایا

۱۔ اخرجه ابن ابی الدنیا كذافی الكنز (ج ا ص ۲۹۰) ۲۔ اخرجه الطبرانی قال الهيثمی (ج ۱۰ ص ۱۸۵) رواه الطبرانی من طريق ابی عبدالله صاحب الصدقة عن علقمة بن مرثد ولم اعرفه وبقية رجاله ثقات. انتهى واخرجه ابو نعيم عن بريدة نحوه كما فی الكنز (ج ا ص ۳۰۸)
۳۔ اخرجه ابن سعد (ج ۶ ص ۱۶۳) وفی الحديث طول واخراج المرفوع منه مسلم فی صحيحه كمافی الاصابة (ج ا ص ۱۱۵)

لہٰذا تم میں سے جو بھی اویس سے ملے وہ ان سے کہے کہ وہ اس کے لیئے استغفار کریں۔

حضرت عبداللہ رومیؒ کہتے ہیں حضرت انس بن مالکؓ زاویہ بستی میں ٹھہرے ہوئے تھے کسی نے ان سے کہا بصرہ سے آپ کے بھائی آپ کے پاس اس لیئے آئے ہیں تا کہ آپ ان کے لیئے دعا کریں تو انہوں نے یہ دعا کی اے اللہ! ہماری مغفرت فرما اور ہم پر رحم فرما اور ہمیں دنیا میں بھی بہتری عطا فرما اور آخرت میں بھی خیر و بھلائی عطا فرما اور ہمیں جہنم کی آگ کے عذاب سے بچا۔ ان لوگوں نے مزید دعا کی درخواست کی تو انہوں نے وہی دعا پھر کردی اور فرمایا اگر تمہیں یہ چیزیں دے دی گئیں تو دنیا اور آخرت کی خیر تمہیں دے دی جائے گی۔[۱]

گنہگاروں کے لیئے دعا کرنا

حضرت یزید بن اصمؒ کہتے ہیں شام کا ایک آدمی بہت طاقتور اور خوب لڑائی کرنے والا تھا وہ حضرت عمرؓ کی خدمت میں آیا کرتا تھا وہ چند دن حضرت عمرؓ کو نظر نہ آیا تو فرمایا فلاں ابن فلاں کا کیا ہوا؟ لوگوں نے کہا اے امیر المومنین! اس نے تو شراب پینی شروع کردی ہے اور مسلسل پی رہا ہے۔ حضرت عمرؓ نے اپنے منشی کو بلا کر فرمایا خط لکھو ''یہ خط عمر بن خطاب کی طرف سے فلاں بن فلاں کے نام۔ سلام علیک! میں تمہارے سامنے اس اللہ کی تعریف کرتا ہوں جس کے سوا کوئی معبود نہیں جو گناہوں کو معاف کرنے والا، توبہ کو قبول کرنے والا، سخت سزا دینے والا اور بڑا انعام و احسان کرنے والا ہے۔ اس کے سوا کوئی معبود نہیں۔ اسی کی طرف لوٹ کر جانا ہے۔'' پھر حضرت عمرؓ نے اپنے ساتھیوں سے فرمایا تم لوگ اپنے بھائی کے لیئے دعا کرو کہ اللہ تعالیٰ اس کے دل کو اپنی طرف متوجہ فرمادے اور اسے توبہ کی توفیق عطا فرمادے۔ جب اس کے پاس حضرت عمرؓ کا خط پہنچا تو وہ اسے بار بار پڑھنے لگا اور کہنے لگا وہ گناہوں کو معاف کرنے والا، توبہ کو قبول کرنے والا اور سخت سزا دینے والا ہے (اس آیت میں) اللہ نے مجھے اپنی سزا سے ڈرایا ہے اور معاف کرنے کا وعدہ بھی فرمایا ہے۔[۲] ابو نعیم کی روایت میں مزید یہ بھی ہے کہ وہ اسے بار بار پڑھتا رہا پھر رونے لگ گیا پھر اس نے شراب پینی چھوڑ دی اور مکمل طور سے چھوڑ دی۔ جب حضرت عمرؓ کو اس کی یہ خبر پہنچی تو فرمایا ایسے کیا کرو جب تم دیکھو کہ تمہارا بھائی پھسل گیا ہے اسے راہ راست پر لاؤ اور اسے اللہ کی معافی کا یقین دلاؤ اور اللہ سے دعا کرو کہ اسے توبہ کی توفیق عطا فرمائے اور تم اس کے خلاف شیطان کے مددگار نہ بنو (اور اسے اللہ کی رحمت سے ناامید نہ کرو)۔[۳]

۱۔ اخرجه البخاری فی الادب المفرد (ص ۹۳)

۲۔ اخرجه ابن ابی حاتم ورواه الحافظ ابو نعیم من حدیث جعفر بن برقان

۳۔ کذافی التفسیر لابن کثیر (ج ۴ ص ۷۰)

وہ کلمات جن سے دعا شروع کی جاتی ہے

حضرت بریدہؓ فرماتے ہیں حضورﷺ نے ایک آدمی کو یہ کہتے ہوئے سنا اللھم انی اسئلک بانی اشھد انک انت اللہ ولا الہ الا انت الا حد الصمد الذی لم یلد ولم یولد ولم یکن لہ کفوا احد ''اے اللہ! میں تجھ سے اس وسیلہ سے مانگتا ہوں کہ میں اس بات کی گواہی دیتا ہوں کہ بیشک تو ہی اللہ ہے تیرے سوا کوئی معبود نہیں تو اکیلا ہے، بے نیاز ہے جس سے نہ کوئی پیدا ہوا اور نہ وہ کسی سے پیدا ہوا اور نہ کوئی اس کے برابر کا ہے'' آپؐ نے فرمایا تم نے اللہ کے اس اسم اعظم کے ساتھ مانگا ہے کہ جب بھی اس کے ساتھ مانگا جاتا ہے تو اللہ تعالیٰ ضرور دیتے ہیں اور جب اس کے ساتھ اسے پکارا جاتا ہے تو وہ ضرور قبول کرتے ہیں۔[1]

حضرت معاذ بن جبلؓ فرماتے ہیں نبی کریمﷺ نے ایک آدمی کو یہ کہتے ہوئے سنا یاذاالجلال والاکرام حضورؐ نے فرمایا تیرے لیئے قبولیت کا دروازہ کھل گیا ہے اب تو مانگ۔[2]

حضرت انس بن مالکؓ فرماتے ہیں حضورﷺ کا حضرت ابو عیاش زید بن صامت زرقیؓ کے پاس سے گزر ہوا وہ نماز پڑھ رہے تھے اور یہ کہہ رہے تھے اللھم انی اسئلک بان لک الحمد لاالہ الا انت یا حنان یا منان یا بدیع السموات والارض یا ذاالجلال والاکرام ''اے اللہ! میں تجھ سے اس وسیلہ سے مانگتا ہوں کہ تمام تعریفیں تیرے لیئے ہیں تیرے سوا کوئی معبود نہیں۔ اے بڑے مہربان! اے بہت دینے والے! اے آسمانوں اور زمین کو کسی نمونہ کے بغیر بنانے والے! اے بزرگی اور بخشش والے!'' حضورؐ نے فرمایا تم نے اللہ سے اس کے اسم اعظم کے وسیلہ سے مانگا ہے کہ جب اس کے ذریعے سے دعا کی جائے تو اللہ ضرور قبول فرماتے ہیں اور جب اس کے وسیلہ سے اس سے مانگا جائے تو ضرور عطا فرماتے ہیں۔[3] ایک روایت میں یہ الفاظ بھی ہیں: یا حی یاقیوم ''اے سدا زندہ رہنے والے! اے سب کو قائم رکھنے والے!'' حاکم کی روایت میں اس کے بعد یہ الفاظ بھی ہیں اسئلک الجنۃ واعوذبک من النار ''میں تجھ سے جنت مانگتا ہوں اور آگ سے تیری پناہ چاہتا ہوں۔''

حضرت انسؓ فرماتے ہیں حضورﷺ ایک دیہاتی کے پاس سے گزرے وہ اپنی نماز میں دعا

۱۔ اخرجہ ابو داؤد والترمذی وحسنہ وابن ماجۃ وابن حبان فی صحیحہ واخرجہ الحاکم الا انہ قال لقد سالت اللہ باسمہ الاعظم وقال صحیح علی شرطھما کذافی الترغیب (ج۳ص ۱۴۵) واخرجہ النسائی ایضا کما فی اذکار النووی (ص ۵۰۱)

۲۔ اخرجہ الترمذی وحسنہ کذافی الترغیب (ج۳ص ۱۴۵) ۳۔ اخرجہ احمدواللفظ لہ وابن ماجۃ ورواہ ابو داؤد والنسائی وابن حبان فی صحیحہ والحاکم وزاد ھو لاء الا ربعۃ یا حی یا قیوم وقال الحاکم صحیح علی شرط مسلم کذافی الترغیب (ج۳ص ۱۴۶)

مانگ رہا تھا اور کہہ رہا تھا یا من لاتراہ العیون ولا تخالطہ الظنون ولا یصفہ الواصفون ولا تغیرہ الحوادث ولا یخشی الدوائر یعلم مثاقیل الجبال ومکاییل البحار وعدد قطر الامطار وعدد ورق الاشجار وعدد ما اظلم علیہ اللیل واشرق علیہ النھار ولا تواری منہ سماء سماء ولاارض ارضا ولا بحر ما فی قعرہ ولاجبل ما فی وعرہ اجعل خیر عمری آخرہ وخیر عملی خواتیمہ وخیر ایامی یوم القاک فیہ ''اے وہ ذات جس کو آنکھیں نہیں دیکھ سکتیں اور کسی کا خیال وگمان اس تک نہیں پہنچ سکتا اور نہ اوصاف بیان کرنے والے اس کے اوصاف بیان کر سکتے ہیں اور نہ حوادث زمانہ اس پر اثر انداز ہو سکتے ہیں اور نہ اسے گردش زمانہ سے کوئی اندیشہ ہے جو پہاڑوں کے وزن اور سمندروں کے پیمانے اور بارش کے قطروں کی تعداد اور درختوں کے پتوں کی تعداد کو جانتا ہے اور وہ ان تمام چیزوں کو جانتا ہے جن پر رات کی تاریکی چھاتی ہے اور جن پر دن روشنی ڈالتا ہے اور نہ اس سے ایک آسمان دوسرے آسمان کو چھپا سکتا ہے اور نہ ایک زمین دوسری زمین کو اور نہ سمندر ان چیزوں کو چھپا سکتا ہے جو اس کی تہ میں ہیں اور نہ کوئی پہاڑ ان چیزوں کو چھپا سکتا ہے جو اس کی سخت چٹانوں میں ہیں تو میری عمر کے آخری حصے کو سب سے بہترین حصہ بنادے اور میرے آخری عمل کو سب سے بہترین عمل بنادے اور میرا بہترین دن وہ بنا جس دن میری تجھ سے ملاقات ہو'' آپؐ نے ایک آدمی کے ذمہ لگایا کہ جب یہ دیہاتی نماز سے فارغ ہوجائے تو اسے میرے پاس لے آنا چنانچہ وہ نماز کے بعد حضورؐ کی خدمت میں حاضر ہوا۔ حضورؐ کے پاس ایک کان سے کچھ سونا ہدیہ میں آیا ہوا تھا حضورؐ نے اسے وہ سونا ہدیہ میں دیا پھر اس سے پوچھا کہ اے اعرابی! تم کونسے قبیلہ میں سے ہو؟ اس نے کہا یا رسول اللہ! بنی عامر بن صعصعہ قبیلہ میں سے ہوں۔ حضورؐ نے فرمایا کیا تم جانتے ہو میں نے تم کو یہ سونا کیوں ہدیہ کیا ہے؟ اس نے کہا یا رسول اللہ! ہماری آپ کی رشتہ داری ہے اس وجہ سے کیا ہے۔ آپؐ نے فرمایا رشتہ داری کا بھی حق ہوتا ہے لیکن میں نے تمہیں سونا اس وجہ سے ہدیہ کیا ہے کہ تم نے بہت عمدہ طریقہ سے اللہ کی ثنا بیان کی ہے۔[1]

حضرت عائشہؓ فرماتی ہیں میں نے حضور ﷺ کو یہ دعا مانگتے ہوئے سنا اللھم انی اسئلک باسمک الطاھر الطیب المبارک الاحب الیک الذی اذا دعیت بہ اجبت واذا سئلت بہ اعطیت واذا استرحمت بہ رحمت واذا استفرجت بہ فرجت ''اے اللہ! میں تجھ سے تیرے اس نام کے وسیلہ سے سوال کرتا ہوں جو پاک عمدہ، مبارک اور تجھے سب سے زیادہ محبوب ہے جب تجھے اس کے ذریعہ پکارا جاتا ہے تو تو ضرور متوجہ ہوتا ہے اور جب تجھ سے اس کے وسیلے سے

---

[1] اخرجہ الطبرانی فی الاوسط قال الہیثمی (ج ۱۰ ص ۱۵۸) رجالہ رجال الصحیح غیر عبداللہ بن محمد ابی عبدالرحمن الاذرمی وھو ثقۃ. انتھی

مانگا جاتا ہے تو تو ضرور دیتا ہے اور جب تجھ سے اس کے ذریعہ رحم طلب کیا جاتا ہے تو تو ضرور رحم فرماتا ہے اور جب اس کے وسیلہ سے تجھ سے کشادگی مانگی جاتی ہے تو تو ضرور کشادگی دیتا ہے۔'' حضرت عائشہؓ فرماتی ہیں ایک دن حضورؐ نے فرمایا اے عائشہؓ! کیا تمہیں پتہ چلا کہ اللہ نے مجھے وہ نام بتادیا ہے کہ جب اس نام کے وسیلہ سے اس سے دعا کی جاتی ہے تو وہ ضرور قبول فرماتا ہے میں نے عرض کیا یا رسول اللہ! میرے ماں باپ آپ پر قربان ہوں وہ نام مجھے بھی سکھادیں۔ آپؐ نے فرمایا اے عائشہ! تجھے سکھانا مناسب نہیں۔ وہ فرماتی ہیں میں ایک طرف ہو کر بیٹھ گئی پھر میں کھڑی ہوئی اور حضورؐ کے سر کا بوسہ لیا پھر میں نے عرض کیا یا رسول اللہ! مجھے وہ نام سکھادیں۔ حضورؐ نے فرمایا اے عائشہ! تمہارے لیئے مناسب نہیں کہ میں تمہیں سکھاؤں کیونکہ تمہارے لیئے مناسب نہیں کہ تم اس کے ذریعہ دنیا کی کوئی چیز مانگو۔ میں وہاں سے اٹھی اور وضو کر کے دو رکعت نماز پڑھی پھر یہ دعا مانگی اللھم انی ادعوک اللّٰہ وادعوک الرحمٰن وادعوک البرالرحیم وادعوک باسمائک الحسنیٰ کلھا ما علمت منھا وما لم اعلم ان تغفر لی وترحمنی ''اے اللہ! میں تجھے اللہ کہہ کر پکارتی ہوں تجھے رحمٰن کہہ کر پکارتی ہوں تجھے نیکو کار رحیم کہہ کر پکارتی ہوں اور تجھے تیرے ان تمام اچھے ناموں سے پکارتی ہوں جن کو میں جانتی ہوں اور جن کو میں نہیں جانتی ہوں اور یہ سوال کرتی ہوں کہ تو میری مغفرت فرمادے اور مجھ پر رحم فرمادے۔'' حضرت عائشہؓ فرماتی ہیں حضورؐ میری یہ دعا سن کر بہت ہنسے اور فرمایا تم نے جن ناموں سے اللہ کو پکارا ہے ان میں وہ خاص نام بھی شامل ہے۔[1]

حضرت سلمہ بن اکوع اسلمیؓ فرماتے ہیں میں نے حضور ﷺ کو کبھی ایسی دعا مانگتے ہوئے نہیں سنا کہ جس کے شروع میں آپؐ نے یہ الفاظ نہ کہے ہوں سبحان ربی العلی الا علی الوھاب ''میں اپنے رب کی پاکی بیان کرتا ہوں جو کہ بلند، بہت بلند اور بہت دینے والا ہے۔''[2]

حضرت انسؓ فرماتے ہیں اگر حضور ﷺ سو دعائیں بھی مانگتے تو ان کے شروع میں درمیان میں اور آخر میں یہ دعا ضرور مانگتے رَبَّنَآ اٰتِنَا فِی الدُّنْیَا حَسَنَةً وَّفِی الْاٰخِرَةِ حَسَنَةً وَّقِنَا عَذَابَ النَّارِ ''اے ہمارے پروردگار! ہم کو دنیا میں بھی بہتری عنایت کیجئے اور آخرت میں بھی بہتری دیجئے اور ہم کو عذاب دوزخ سے بچایئے۔''[3]

حضرت فضالہ بن عبیدؓ فرماتے ہیں ایک مرتبہ حضور ﷺ تشریف فرما تھے اتنے میں ایک آدمی

۱؎ اخرجه ابن ماجة(ص ۲۹۸) ۲؎ اخرجه احمد قال الهيثمي(ج ۱۰ ص ۱۵۶) رواه احمد والطبراني بنحوه وفيه عمر بن راشد اليمامي وثقه غير واحد وبقية رجاله رجال الصحيح. انتهى واخرجه ابن ابي شيبة عن سلمة بنحوه كما في الكنز(ج ۱ ص ۲۹۰)

۳؎ اخرجه ابن النجار كذافي الكنز(ج ۱ ص ۲۹۰)

نے اندر آکر نماز پڑھی اور پھر اس نے یہ دعا مانگی اللھم اغفرلی وارحمنی "اے اللہ! میری مغفرت فرما اور مجھ پر رحم فرما" حضورؐ نے فرمایا اے نمازی! تم نے دعا مانگنے میں جلدی کی۔ جب تم نماز پڑھ کر بیٹھ جاؤ تو پہلے اللہ کی شایان شان تعریف کرو اور مجھ پر درود بھیجو پھر دعا مانگو پھر ایک اور آدمی نے نماز پڑھی پھر اس نے اللہ کی حمد وثنا بیان کی اور نبی کریم ﷺ پر درود بھیجا تو حضورؐ نے اس سے فرمایا اے نمازی! اب تم دعا کرو ضرور قبول کی جائے گی۔[۱]

حضرت عبداللہ بن مسعودؓ نے فرمایا جب تم میں سے کوئی اللہ سے مانگنا چاہے تو اسے چاہئے کہ اللہ تعالیٰ کی شایان شان حمد وثنا سے ابتداء کرے پھر نبی کریم ﷺ پر درود پڑھے پھر اللہ سے مانگے تو اس طرح مقصد میں کامیابی کی زیادہ امید ہے۔[۲]

نبی کریم ﷺ کی اپنی امت کے لیئے دعائیں

حضرت عباس بن مرداسؓ فرماتے ہیں نبی کریم ﷺ نے عرفات (یعنی حج کے دن نو ذی الحجہ) کی شام کو اپنی امت کے لیئے مغفرت اور رحمت کی دعا مانگی اور بہت دیر تک یہ دعا مانگتے رہے آخر اللہ نے وحی بھیجی کہ میں نے تمہاری دعا منظور کرلی اور ان کے جن گناہوں کا تعلق مجھ سے تھا وہ میں نے معاف کردیئے لیکن انہوں نے ایک دوسرے پر جو ظلم کر رکھا ہے اس کی معافی نہیں ہوسکتی اس پر حضورؐ نے غایت شفقت کی وجہ سے عرض کیا اے رب! تو یہ کرسکتا ہے کہ مظلوم کو اس ظلم سے بہتر بدلہ اپنے پاس سے دے دے اور ظالم کو معاف فرمادے اس شام کو تو اللہ نے یہ دعا قبول نہ فرمائی البتہ مزدلفہ کی صبح کو حضورؐ نے یہ دعا پھر مانگنی شروع کی تو اللہ نے قبول فرمالی اور فرمایا چلو ظالموں کو بھی معاف کردیا۔ اس پر حضور مسکرانے لگے تو بعض صحابہؓ نے عرض کیا! یارسول اللہ! (تہجد کا وقت ہے) آپ اس وقت تو مسکرایا نہیں کرتے تھے کیوں مسکرا رہے ہیں؟ فرمایا میں اس وجہ سے مسکرا رہا ہوں کہ جب اللہ کے دشمن ابلیس کو پتہ چلا کہ اللہ تعالیٰ نے ظالم امتیوں کے بارے میں بھی میری یہ دعا قبول کرلی ہے تو وہ ہلاکت اور بربادی پکارنے لگا اور سر پر مٹی ڈالنے لگا (اسے دیکھ کر میں مسکرا رہا تھا)۔[۳]

حضرت عبداللہ بن عمروؓ فرماتے ہیں حضور ﷺ نے حضرت ابراہیمؑ کے اس قول کی تلاوت فرمائی رَبِّ اِنَّهُنَّ اَضْلَلْنَ كَثِيْرًا مِّنَ النَّاسِ (سورت ابراہیم آیت ۳۶) ترجمہ "اے میرے

۱۔ اخرجه احمد وابوداؤد والترمذی واللفظ له وحسنه والنسائی وابن خزیمه وابن حبان فی صحیحهما کذافی الترغیب (ج ۲ ص ۴۷۱) واخرجه الطبرانی ایضا بنحوه کمافی المجمع (ج ۱۰ ص ۱۵۵) ۲۔ اخرجه الطبرانی قال الهیثمی (ج ۱۰ ص ۱۵۵) رجاله رجال الصحیح الا ان ابا عبیدة لم یسمع من ابیه. انتهی. ۳۔ اخرجه البیهقی

پروردگار! ان بتوں نے بہتیرے آدمیوں کو گمراہ کردیا پھر جو شخص میری راہ پر چلے گا وہ تو میرا ہے اور جو شخص (اس باب میں) میرا کہنا نہ مانے سو آپ تو کثیر المغفرت اور کثیر الرحمت ہیں۔'' اور حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے اس قول کی تلاوت فرمائی اِنْ تُعَذِّبْهُمْ فَاِنَّهُمْ عِبَادُكَ (سورت مائدہ آیت ۱۱۸) ترجمہ ''اگر آپ ان کو سزا دیں تو یہ آپ کے بندے ہیں اور اگر آپ ان کو معاف فرمادیں تو آپ زبردست ہیں حکمت والے ہیں۔'' پھر آپؐ نے دونوں ہاتھ اٹھا کر امت کے لیئے یہ دعا شروع کردی، اے اللہ! میری امت، اے اللہ! میری امت، اے اللہ! میری امت اور آپؐ رونے لگے۔ اس پر اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا اے جبرائیل! تمہارا رب سب کچھ اچھی طرح جانتا ہے لیکن تم محمدؐ کے پاس جاؤ اور ان سے پوچھو کہ وہ کیوں رو رہے ہیں؟ چنانچہ حضرت جبرائیلؑ نے حاضر ہو کر پوچھا حضورؐ نے رونے کی وجہ بتائی (کہ امت کے غم میں رو رہا ہوں۔ حضرت جبرائیلؑ نے واپس آکر اللہ تعالیٰ کو وجہ بتائی) اللہ تعالیٰ نے فرمایا محمدؐ کے پاس جاؤ اور ان سے کہو ہم تم کو تمہاری امت کے بارے میں راضی کریں گے اور تمہیں رنجیدہ اور غمگین نہ ہونے دیں گے۔[1]

حضرت انس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں حضور ﷺ نے اپنی امت کے لئے یہ دعا مانگی اللھم اقبل بقلوبھم علی طاعتک وحط من ورائھم برحمتک ''اے اللہ! ان کے دلوں کو اپنی اطاعت کی طرف متوجہ فرما اور ان کے پیچھے سے اپنی رحمت سے ان کی حفاظت فرما۔[2]

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں ایک دن میں نے دیکھا کہ حضور ﷺ بہت خوش ہیں میں نے عرض کیا یا رسول اللہ! میرے لئے اللہ سے دعا فرمادیں۔ آپؐ نے یہ دعا فرمائی اے اللہ! عائشہ کے اگلے پچھلے تمام گناہ معاف فرما اور جو اس نے چھپ کر کئے اور علی الاعلان کئے وہ بھی سب معاف فرما۔ اس دعا سے خوش ہو کر میں خوشی کے مارے لوٹ پوٹ ہوگئی جس سے میرا سر میری گود میں چلا گیا۔ حضورؐ نے فرمایا کیا تمہیں میری دعا سے بہت خوشی ہو رہی ہے؟ میں نے کہا مجھے آپ کی دعا سے خوشی کیوں نہ ہو؟ آپ نے فرمایا اللہ کی قسم! یہ دعا تو میں اپنی امت کے لئے ہر نماز میں مانگتا ہوں۔[3]

۱۔ اخرجه ابن وهب كذافي التفسير لابن كثير (ج ٢ ص ٥٤٠)

۲۔ اخرجه الطبراني قال الهيثمي (ج ١٠ ص ٢٩) وفيه ابو شيبه و هو ضعيف انتهى.

۳۔ اخرجه البزار قال الهيثمي (ج ٩ ص ٢٤٤) رجاله رجال الصحيح غير احمد بن منصور الرمادي وهو ثقة. انتهى

نبی کریم ﷺ کی خلفاء اربعہ کے لئے دعائیں

حضرت انس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں حضور ﷺ نے یہ دعا مانگی اے اللہ! ابوبکرؓ کو قیامت کے دن میرے ساتھ میرے درجہ میں رکھنا۔[1]

حضرت عمر اور حضرت احباب رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں کہ حضور ﷺ نے یہ دعا مانگی اے اللہ! عمرؓ بن خطاب اور ابوجہل بن ہشام میں سے جو تجھے زیادہ محبوب ہے اس کے ذریعہ اسلام کو عزت عطا فرما۔[2]

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں حضور ﷺ نے یہ دعا مانگی اے اللہ! اسلام کو خاص طور سے عمرؓ بن خطاب کے ذریعہ عزت عطا فرما۔[3]

حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں حضورؐ نے یہ دعا مانگی اے اللہ! اسلام کو عمرؓ کے ذریعے قوت عطا فرما۔[4]

حضرت زید بن اسلم رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے ایک بھورے رنگ کی اونٹنی حضور ﷺ کی خدمت میں بھیجی حضورؐ نے ان کے لئے یہ دعا فرمائی اے اللہ! انہیں پل صراط (آسانی سے اور جلدی سے) پار کرا دینا۔[5]

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا اور حضرت ابوسعید رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں حضور ﷺ نے یہ دعا تین مرتبہ فرمائی اے اللہ! میں عثمانؓ سے راضی ہوں تو بھی ان سے راضی ہو جا۔[6]

حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں حضور ﷺ نے یہ دعا فرمائی اے اللہ! عثمانؓ کے اگلے پچھلے گناہ اور جو گناہ چھپ کر کئے اور جو علی الاعلان کئے اور جو پوشیدہ طور سے کئے اور جو سب کے سامنے کئے سارے معاف فرما۔[7]

حضرت علی رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں ایک دفعہ میں بیمار ہوا میں نبی کریم ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوا۔ آپؐ نے مجھے اپنی جگہ بٹھایا اور خود کھڑے ہو کر نماز شروع فرما دی اور اپنے کپڑے کا ایک کنارہ مجھ پر ڈال دیا پھر نماز کے بعد فرمایا اے ابن ابی طالب! اب تم ٹھیک ہو گئے ہو کوئی فکر نہ

۱۔ اخرجه ابو نعيم في الحلية كذافي المنتخب (ج ۴ ص ۳۴۵)

۲۔ اخرجه احمد والترمذي و صححه و ابن سعد وغيرهم عن عمر رضي الله عنه والنسائي عن خباب رضي الله عنه ۳۔ عند ابن ماجة والحاكم والبيهقي

۴۔ عندالطبراني و احمد كذافي المنتخب (ج ۴ ص ۳۷۰)

۵۔ اخرجه ابن عساكر ۶۔ عند ابن عساكر ايضا عن عائشة وابي سعيد رضي الله عنهما وعند ابي نعيم عن ابي سعيد ۷۔ عندالطبراني في الاوسط و ابي نعيم في الحلية وابن عساكر كذافي المنتخب (ج ۵ ص ۶)

کرو میں نے جو چیز اللہ سے اپنے لئے مانگی اس جیسی میں نے اللہ سے تمہارے لئے بھی مانگی اور میں نے جو چیز بھی اللہ سے مانگی وہ اللہ نے مجھے ضرور دی بس اتنی بات ہے کہ مجھ سے یوں کہا گیا کہ آپ کے بعد کوئی نبی نہیں ہوگا۔ چنانچہ میں وہاں سے اٹھا تو میں بالکل ٹھیک ہو چکا تھا اور ایسے لگ رہا تھا کہ جیسے میں بیمار ہی نہیں ہوا تھا۔[1]

حضرت زید بن یثیع، حضرت سعید بن وہب اور حضرت عمرو بن ذی مر رحمۃ اللہ علیہم کہتے ہیں ہم نے حضرت علی رضی اللہ عنہ کو فرماتے ہوئے سنا کہ میں ہر اس آدمی کو اللہ کا واسطہ دے کر کہتا ہوں جس نے حضور ﷺ کو (حجۃ الوداع سے واپسی پر) غدیر خم کے دن کچھ فرماتے ہوئے سنا کہ وہ ضرور کھڑا ہو جائے، چنانچہ تیرہ آدمی کھڑے ہو گئے اور انھوں نے اس بات کی گواہی دی کہ اس دن حضورؐ نے فرمایا تھا کیا میں مومنوں کے ساتھ خود ان کی جان سے بھی زیادہ تعلق نہیں رکھتا؟ صحابہؓ نے عرض کیا بالکل رکھتے ہیں یا رسول اللہ! پھر حضورؐ نے حضرت علیؓ کا ہاتھ پکڑ کر فرمایا میں جس کا دوست ہوں یہ (حضرت علیؓ) اس کے دوست ہیں اے اللہ! جو ان سے دوستی کرے تو اس سے دوستی کر اور جو ان سے دشمنی کرے تو اس سے دشمنی کر اور جو ان سے محبت کرے تو ان سے محبت کر اور جو ان سے بغض رکھے تو ان سے بغض رکھ اور جو ان کی مدد کرے تو اس کی مدد کر اور جو ان کی مدد چھوڑے تو اس کی مدد چھوڑ دے۔[2]

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے حضورؐ سے حضرت علی رضی اللہ عنہ کے لئے یہ دعا نقل کی ہے اے اللہ! علیؓ کی اعانت فرما اور ان کے ذریعہ سے اعانت فرما اور ان پر رحم فرما اور ان کے ذریعہ سے دوسروں پر رحم فرما اور ان کی مدد فرما اور ان کے ذریعہ سے مدد فرما اے اللہ! جو ان سے دوستی کرے تو اس سے دوستی کر اور جو ان سے دشمنی کرے تو اس سے دشمنی کر۔[3] حضرت علیؓ فرماتے ہیں حضورؐ نے میرے لئے یہ دعا فرمائی اے اللہ! اس کی زبان کو (حق پر) جما دے اور اس کے دل کو ہدایت نصیب فرما۔ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے یہ الفاظ منقول ہیں۔ اے اللہ! اس کو فیصلہ کرنے کا صحیح راستہ دکھلا۔[4]

۱۔ اخرجه ابن ابی عاصم وابن جریر و صححه والطبرانی فی الاوسط وابن شاهین فی السنة كذافی المنتخب (ج ۵ ص ۴۳)

۲۔ اخرجه البزار قال الهیثمی (ج ۹ ص ۱۰۵) رجاله رجال الصحیح غیر فطر بن خلیفة وهو ثقة. انتهی وفی هامش المجمع اخرج له البخاری ایضا ۳۔ عند الطبرانی كذافی المنتخب (ج ۵ ص ۳۲) ۴۔ عندالحاكم فی المنتخب (ج ۵ ص ۳۵)

حضور ﷺ کی حضرت سعد بن ابی وقاص اور حضرت زبیر بن عوام رضی اللہ عنہما کے لئے دعائیں

حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں میں نے حضور ﷺ کو حضرت سعد رضی اللہ عنہ کے لئے یہ دعا کرتے ہوئے سنا اے اللہ! اس کے تیر کو سیدھا نشانہ پر لگا اور اس کی دعا کو قبول فرما اور اسے اپنا محبوب بنا۔[1] حضرت سعد رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں حضور ﷺ نے میرے لئے یہ دعا فرمائی اے اللہ! جب سعد تجھ سے دعا کرے تو اس کی دعا قبول فرما۔[2]

حضرت زبیر بن عوام رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں حضورؐ نے میرے لئے، میری اولاد کی اولاد کے لئے دعا فرمائی۔[3]

حضور ﷺ کی اپنے گھر والوں کے لئے دعائیں

حضورؐ کی ربیبہ محترمہ حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں حضورؐ نے حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا سے فرمایا اپنے خاوند اور دونوں بیٹوں کو میرے پاس لے آؤ چنانچہ وہ ان تینوں کو لے آئیں تو آپؐ نے خیبر والی چادر جو ہمیں خیبر میں ملی تھی اور میں اپنے نیچے بچھاتی تھی ان پر ڈالی اور پھر ان کے لئے یہ دعا فرمائی اے اللہ! یہ محمد (علیہ السلام) کی آل ہے تو محمدؐ کی آل پر اپنی رحمتیں اور برکتیں ایسے نازل فرما جیسے تو نے حضرت ابراہیم علیہ السلام کی آل پر نازل فرمائی تھیں۔ بے شک تو بہت تعریف والا اور بزرگی والا ہے۔[4]

حضرت ابو عمار رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں میں حضرت واثلہ بن اسقع رضی اللہ عنہ کے پاس بیٹھا ہوا تھا کہ اتنے میں کچھ لوگوں نے حضرت علی رضی اللہ عنہ کا تذکرہ کیا اور انہیں کچھ برا بھلا کہہ دیا جب وہ لوگ کھڑے ہو کر چلے گئے تو مجھ سے فرمایا تم ذرا بیٹھے رہو میں اس ہستی کے بارے میں بتاتا ہوں جسے انھوں نے برا بھلا کہا ہے۔ ایک دن میں حضورؐ کے پاس بیٹھا ہوا تھا کہ اتنے میں حضرت علی، حضرت فاطمہ، حضرت حسن، حضرت حسین رضی اللہ عنہم آئے آپؐ نے ان پر اپنی چادر ڈال کر یہ دعا فرمائی اے اللہ! یہ میرے گھر والے ہیں ان سے ناپاکی دور کر اور انہیں اچھی طرح پاک فرما۔ میں نے عرض کیا۔ میں بھی حضورؐ نے فرمایا تم بھی حضرت واثلہؓ فرماتے ہیں اللہ کی قسم!

۱؎ اخرجه ابن عساکر وابن النجار ۲؎ عند الترمذی وابن حبان والحاکم کذافی المنتخب (ج ۵ ص ۷۰) ۳؎ اخرجه ابو یعلی و ابن عساکر کذافی المنتخب (ج ۵ ص ۷۰) ۴؎ اخرجه ابو یعلی قال الهیثمی (ج ۹ ص ۱۶۶) وفیه عقبة بن عبدالله الرفاعی وهو ضعیف و رواه الترمذی باختصار الصلوة

میرے دل کو حضورؐ کے اس فرمان پر تمام اعمال سے زیادہ اعتماد ہے اور ایک روایت میں یہ ہے مجھے حضورؐ کے اس فرمان سے سب سے زیادہ امید ہے۔ ۱

حضرت علی رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں میں نبی کریم ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوا حضورؐ نے ایک چادر بچھا رکھی تھی اس پر حضورؐ، میں، حضرت فاطمہ، حضرت حسن اور حضرت حسین رضی اللہ عنہم سب بیٹھ گئے پھر حضورؐ نے چادر کے چاروں کونے پکڑ کر ہم پر گرہ لگا دی پھر یہ دعا فرمائی اے اللہ! جیسے میں ان سے راضی ہوں تو بھی ان سے راضی ہو جا۔ ۲

حضور ﷺ کی حضرات حسنین رضی اللہ عنہما کیلئے دعائیں

حضرت عبداللہ ابن مسعود رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں حضورؐ نے حضرت حسن حضرت حسین رضی اللہ عنہما کے لئے یہ دعا فرمائی اے اللہ! میں ان دونوں سے محبت کرتا ہوں تو بھی ان سے محبت فرما اور جس نے ان دونوں سے محبت کی اس نے حقیقت میں مجھ سے محبت کی۔ ۳

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے اس دعا کے یہ الفاظ منقول ہیں اے اللہ! میں ان دونوں سے محبت کرتا ہوں تو بھی ان دونوں سے محبت فرما۔ ۴ نسائی اور ابن حبان میں یہ دعا حضرت اسامہ رضی اللہ عنہ سے منقول ہے اس کے آخر میں یہ ہے کہ جو ان دونوں سے محبت کرے تو اس سے بھی محبت فرما اور اس کے شروع میں یہ ہے کہ یہ دونوں میرے بیٹے ہیں اور میری بیٹی کے بیٹے ہیں۔ ۵ ابن ابی شیبہ اور طیالسی میں یہ دعا حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے منقول ہے اس میں مزید یہ بھی ہے کہ جو ان سے بغض رکھے تو اس سے بغض رکھ۔ ۶

بخاری و مسلم وغیرہ میں حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے اور طبرانی میں حضرت سعید بن زید اور حضرت عائشہ رضی اللہ عنہما سے منقول ہے کہ حضور ﷺ نے یہ دعا فرمائی اے اللہ! مجھے حسن سے محبت ہے تو بھی اس سے محبت فرما اور جو اس سے محبت کرے اس سے بھی محبت فرما۔ ۷ ابن عساکر میں حضرت محمد بن سیرین رحمۃ اللہ علیہ سے یہ بھی منقول ہے کہ اے اللہ! اسے بچا اور اس کے ذریعے سے (دوسروں کو) بچا۔ ۸ حضرت براء رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ میں نے دیکھا کہ نبی

۱۔ اخرجه الطبرانی قال الهیثمی (ج ۹ ص ۱۶۷) رواه الطبرانی باسنادین رجال السیاق رجال الصحیح غیر کلثوم بن زیاد و وثقه ابن حبان وفیه ضعف . انتهی

۲۔ اخرجه الطبرانی فی الاوسط قال الهیثمی (ج ۹ ص ۱۶۹) رجاله رجال الصحیح غیر عبید بن طفیل وهو ثقة کنیة ابو سیدان. ا ه

۳۔ اخرجه البزار قال الهیثمی (ج ۹ ص ۱۸۰) واسناده جید

۴۔ عندالبزار ایضا واسناده حسن کما قال الهیثمی

۵۔ کمافی المنتخب (ج ۵ ص ۱۰۵)

۶۔ کمافی المنتخب (ج ۵ ص ۱۰۲)

۷۔ کذافی المنتخب (ج ۵ ص ۱۰۳)

۸۔ کمافی المنتخب (ج ۵ ص ۱۰۴)

کریم ﷺ نے حضرت حسین رضی اللہ عنہ کو کندھے پر اٹھا رکھا ہے اور یہ دعا فرما رہے ہیں اے اللہ! مجھے اس سے محبت ہے تو بھی اس سے محبت فرما۔[1]

حضور ﷺ کی حضرت عباس رضی اللہ عنہ اور ان کے بیٹوں کے لئے دعائیں

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں حضور ﷺ نے یہ دعا فرمائی اے اللہ! عباس کی اور اس کی اولاد کی ظاہری باطنی ہر طرح کی مغفرت فرما اور ان کی اولاد میں تو ان کا خلیفہ بن جا۔[2] ابن عساکر میں حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ کی یہ روایت ہے کہ حضور ﷺ نے یہ دعا فرمائی اے اللہ! عباس کے وہ گناہ جو چھپ کر کئے یا علی الاعلان کئے یا سب کے سامنے کئے یا پردے میں کئے سب معاف فرما اور آئندہ ان سے یا ان کی اولاد سے قیامت تک جو گناہ ہوں وہ سب معاف فرما ابن عساکر اور خطیب میں حضرت ابو ہریرہؓ کی یہ روایت ہے کہ حضور ﷺ نے یہ دعا فرمائی اے اللہ! عباس کی، عباس کی اولاد کی اور جو ان سے محبت کرے اس کی مغفرت فرما۔ ابن عساکر میں حضرت عاصم رحمۃ اللہ علیہ کے والد کی روایت ہے کہ حضور ﷺ نے فرمایا کہ عباس میرے چچا اور میرے والد جیسے ہیں اور میرے آباء واجداد میں سے اب یہی باقی ہیں۔ اے اللہ! ان کے گناہوں کو معاف فرما اور ان کے اچھے عملوں کو قبول فرما اور برے عملوں سے درگزر فرما اور ان کے فائدے کے لئے ان کی اولاد کی اصلاح فرما۔[3]

حضرت ابو اسید ساعدی رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں حضور ﷺ نے حضرت عباس بن عبدالمطلب رضی اللہ عنہ سے فرمایا جب تک میں کل آپ کے گھر نہ آجاؤں اس وقت تک آپ اور آپ کے بیٹے گھر سے کہیں نہ جائیں مجھے آپ لوگوں سے ایک کام ہے، چنانچہ اگلے دن یہ سب لوگ گھر میں حضورؐ کا انتظار کرتے رہے۔ آپؐ چاشت کے بعد ان کے پاس تشریف لائے اور فرمایا السلام علیکم جواب میں ان حضرات نے کہا وعلیکم السلام ورحمۃ اللہ وبرکاتہ پھر حضورؐ نے فرمایا آپ لوگوں نے کس حال میں صبح کی؟ ان لوگوں نے کہا ہم اللہ کی تعریف کرتے ہیں (اچھے حال میں صبح کی) آپؐ نے فرمایا آپ لوگ سمٹ جائیں اور مل کر بیٹھیں، چنانچہ جب وہ اس طرح بیٹھ گئے تو آپؐ نے ان سب پر اپنی ایک چادر ڈال دی پھر یہ دعا فرمائی اے میرے رب! یہ میرے چچا اور میرے والد جیسے ہیں اور یہ سب میرے گھر والے ہیں، لہذا جیسے میں نے ان کو اپنی اس چادر میں چھپا رکھا ہے تو بھی ان کو ایسے ہی آگ سے چھپالے اس پر دروازے کی چوکھٹ اور کمرے کی

---

[1] اخرجه الستة الا ابا داؤد كذافي المنتخب (ج ۵ ص ۱۰۵)

[2] اخرجه الترمذي و حسنه و ابو يعلى [3] كذافي المنتخب (ج ۵ ص ۲۰۷)

دیواروں نے تین دفعہ آمین کہا۔[۱]

حضرت ابن عباسؓ فرماتے ہیں میں (اپنی خالہ) حضرت میمونہؓ کے گھر میں تھا میں نے حضور ﷺ کے لیئے وضو کا پانی رکھا آپؐ نے پوچھا یہ پانی میرے لیئے کس نے رکھا؟ حضرت میمونہؓ نے عرض کیا عبداللہ نے آپؐ نے خوش ہو کر فرمایا اے اللہ! اسے دین کی سمجھ عطا فرما اور اسے قرآن کی تفسیر سکھا۔[۲] ابن نجار میں حضرت ابن عباسؓ سے یہ دعا اس طرح منقول ہے اے اللہ! اسے کتاب سکھا دے اور اسے دین کی سمجھ عطا فرما دے۔[۳] ابن ماجہ، ابن سعد اور طبرانی میں حضرت ابن عباسؓ سے ہی یہ دعا اس طرح منقول ہے اے اللہ! اسے حکمت اور کتاب کی تفسیر سکھا دے۔

حضرت ابن عمرؓ سے یہ دعا اس طرح منقول ہے اے اللہ! اس میں برکت عطا فرما اس کے ذریعہ کتاب کو پھیلا۔[۴]

حضور ﷺ کی حضرت جعفر بن ابی طالب، ان کی اولاد، حضرت زید بن حارثہ اور حضرت ابن رواحہؓ کے لیئے دعائیں

طبرانی اور ابن عساکر میں حضرت ابن عباسؓ سے اور احمد و ابن عساکر میں حضرت عبداللہ بن جعفرؓ سے روایت ہے کہ حضور ﷺ نے یہ دعا فرمائی اے اللہ! جعفر کی اولاد میں تو اس کا خلیفہ بن جا۔ طیالسی، ابن سعد اور احمد وغیرہ میں حضرت عبداللہ بن جعفرؓ سے روایت ہے کہ حضور ﷺ نے تین مرتبہ یہ دعا فرمائی اے اللہ! تو جعفر کے اہل وعیال میں اس کا خلیفہ بن جا اور (ان کے بیٹے) عبداللہ کی خرید وفروخت میں برکت عطا فرما۔ ابن ابی شیبہ میں حضرت شعبیؒ سے منقول ہے بلقاء علاقہ کے غزوہ موتہ میں حضرت جعفر بن ابی طالبؓ جب شہید ہو گئے تو حضور ﷺ نے یہ دعا فرمائی اے اللہ! اب تک تو اپنے جتنے نیک بندوں کا خلیفہ بنا ہے ان سب سے زیادہ اچھی طرح تو جعفر کے اہل وعیال میں اس کا خلیفہ بن جا۔[۵]

حضرت ابو میسرہؒ کہتے ہیں جب حضرت زید بن حارثہ، حضرت جعفر اور حضرت ابن رواحہؓ کی شہادت کی خبر پہنچی تو حضور ﷺ نے کھڑے ہو کر ان تینوں کے حالات بیان کیئے اور ابتداء حضرت زیدؓ سے فرمائی پھر یہ دعا فرمائی اے اللہ! زید کی مغفرت فرما، اے اللہ زید کی مغفرت

۱۔ اخرجه الطبرانی قال الهیثمی (ج۹ ص ۲۷۰) اسناده حسن واخرجه ایضا البیهقی عن ابی اسید بنحوه وابن ماجة عنه مختصرا کما فی البدایة (ج۶ ص ۱۳۳) وابو نعیم فی الدلائل (ص ۱۵۴) عنه بطوله

۲۔ اخرجه ابن ابی شیبة ۳۔ کذافی المنتخب (ج۵ ص ۲۳۱)

۴۔ عند ابی نعیم فی الحلیة کذافی المنتخب (ج۵ ص ۲۲۸)

۵۔ کذافی المنتخب (ج۵ ص ۱۵۵) اخرجه ابن سعد (ج ۴ ص ۳۹) عن الشعبی نحوه

فرما، اے اللہ! زید کی مغفرت فرما، اے اللہ! جعفر اور عبداللہ بن رواحہ کی مغفرت فرما۔[۱]

حضرت یاسرؓ کے خاندان، حضرت ابوسلمہ اور حضرت اسامہ بن زیدؓ کے لیے حضور ﷺ کی دعائیں

احمد اور ابن سعد میں حضرت عثمان بن عفانؓ کی روایت ہے کہ حضور ﷺ نے یہ دعا فرمائی اے اللہ! تو آل یاسر کی مغفرت فرما اور تو نے ان کی مغفرت فرما دی ہے اور ابن عساکر میں حضرت عائشہؓ کی روایت ہے کہ حضور ﷺ نے یہ دعا فرمائی اے اللہ! عمار میں برکت عطا فرما۔ آگے باقی حدیث ذکر کی ہے۔[۲]

حضرت ام سلمہؓ فرماتی ہیں حضور ﷺ نے یہ دعا فرمائی اے اللہ! ابوسلمہ کی مغفرت فرما اور مقربین میں ان کے درجے کو بلند فرما اور ان کے پیچھے رہ جانے والوں میں تو ان کا خلیفہ بن جا اور اے رب العالمین! ہماری اور ان کی مغفرت فرما اور ان کی قبر کو کشادہ اور منور فرما۔[۳]

حضرت اسامہ بن زیدؓ فرماتے ہیں حضور ﷺ مجھے پکڑ کر اپنی ران پر بٹھالیا کرتے تھے اور حضرت حسن بن علیؓ کو بائیں ران پر بٹھالیا کرتے پھر ہم دونوں کو اپنے ساتھ چمٹا کر یوں فرماتے اے اللہ! میں ان دونوں پر رحم کرتا ہوں تو بھی ان دونوں پر رحم فرما۔[۴] ایک روایت میں یہ ہے کہ اے اللہ! مجھے ان دونوں سے محبت ہے تو بھی ان دونوں سے محبت فرما۔

حضرت اسامہ بن زیدؓ فرماتے ہیں (میں لشکر کی تیاری کے لیے مدینہ سے باہر جرف میں ٹھہرا ہوا تھا) جب حضور ﷺ کی بیماری بڑھ گئی تو میں مدینہ واپس آیا اور میرے ساتھ جو لوگ تھے وہ بھی مدینہ آگئے۔ میں آپ کی خدمت میں حاضر ہوا۔ آپؐ خاموش تھے اور بالکل بات نہیں کر رہے تھے۔ حضورؐ میرے اوپر اپنے دونوں ہاتھ رکھ کر پھر اوپر کو اٹھاتے حضورؐ نے بار بار ایسا کیا جس سے میں سمجھا کہ آپؐ میرے لیے دعا فرما رہے ہیں۔[۵]

۱۔ اخرجه ابن سعد (ج ۳ ص ۴۶) ۲۔ کما فی المنتخب (ج ۵ ص ۲۴۵)
۳۔ اخرجه احمد ومسلم وابو داؤد کذافی المنتخب (ج ۵ ص ۲۱۹) ۴۔ اخرجه احمد وابو یعلی والنسائی وابن حبان واخرجه ابن سعد (ج ۴ ص ۶۲) عن اسامة نحوه. ۵۔ عند احمد والترمذی وحسنه والطبرانی وغیرهم کذافی الکنز (ج ۷ ص ۵) والمنتخب (ج ۵ ص ۱۳۲)

حضرت عمرو بن عاص، حضرت حکیم بن حزام، حضرت جریر اور آل بسرؓ کے لیئے حضور ﷺ کی دعائیں

حضرت جابرؓ فرماتے ہیں حضور ﷺ نے یہ دعا تین مرتبہ فرمائی اے اللہ! عمرو بن عاص کی مغفرت فرما کیونکہ جب بھی میں نے انہیں صدقہ دینے کے لیئے بلایا وہ ہمیشہ میرے پاس صدقہ لے کر آئے۔[1]

حضرت حکیمؓ فرماتے ہیں حضور ﷺ نے میرے لیئے یہ دعا فرمائی اے اللہ! تو اس کے ہاتھ کے کاروبار میں برکت عطا فرما۔[2] حضرت حکیمؓ فرماتے ہیں حضور ﷺ نے مجھے ایک دینار دے کر قربانی کا جانور خریدنے کے لیئے بھیجا۔ میں نے ایک دینار میں جانور خرید کر دو دینار میں بیچ دیا اور پھر ایک دینار کی بکری خریدی اور ایک دینار لا کر حضور کی خدمت میں پیش کر دیا۔ حضورؐ نے میرے لیئے برکت کی دعا فرمائی اور فرمایا جو دینار تم لائے ہو اسے صدقہ کر دو۔[3]

حضرت جریرؓ فرماتے ہیں میں گھوڑے پر جم کر بیٹھ نہیں سکتا تھا نیچے گر جایا کرتا تھا میں نے حضور ﷺ سے اس کا تذکرہ کیا آپؐ نے اپنا ہاتھ میرے سینہ پر مارا اور آپؐ کے ہاتھ (کی برکت) کا اثر میں نے اپنے سینے میں محسوس کیا اور آپؐ نے یہ دعا فرمائی اے اللہ! اسے (گھوڑے پر) جما دے اور دوسروں کو ہدایت پر لانے والا اور خود ہدایت یافتہ بنا دے چنانچہ میں اس دعا کے بعد کبھی گھوڑے سے نہیں گرا۔[4] حضرت جریرؓ فرماتے ہیں مجھ سے حضور ﷺ نے فرمایا کیا تم خلصہ بت والا گھر گرا کر مجھے راحت نہیں پہنچاتے؟ یہ زمانہ جاہلیت میں قبیلہ خثعم کا ایک گھر تھا جسے یمنی کعبہ کہا جاتا تھا میں نے عرض کیا یا رسول اللہ! (میں گھوڑے سے) گر جاتا ہوں پھر پچھلی حدیث جیسا مضمون ذکر کیا۔[5]

حضرت عبداللہ بن بسرؓ فرماتے ہیں میں اور میرے والد ہم دونوں اپنے گھر کے دروازے پر بیٹھے ہوئے تھے کہ اتنے میں سامنے سے حضور ﷺ اپنے خچر پر تشریف لائے۔ میرے والد نے عرض کیا یا رسول اللہ! کیا آپ ہمارے گھر نہیں آتے اور کھانا کھا کر ہمارے لیئے برکت کی دعا نہیں کر دیتے؟ چنانچہ آپؐ ہمارے گھر تشریف لے گئے اور کھانا کھا کر یہ دعا فرمائی اے اللہ! ان پر رحم فرما ان کی مغفرت فرما اور ان کے رزق میں برکت نصیب فرما۔ طبرانی کی روایت میں اس کے بعد یہ بھی ہے کہ پھر ہم ہمیشہ اللہ کی طرف سے رزق میں وسعت ہی دیکھتے رہے۔[6]

۱۔ اخرجه الطبرانی کذافی المنتخب (ج۵ص ۲۵۰) ۲۔ اخرجه الطبرانی
۳۔ عند عبدالرزاق وابن ابی شیبة کذافی المنتخب (ج۵ص ۱۲۹) ۴۔ اخرجه الطبرانی
۵۔ اخرجه ابن ابی شیبة کما فی المنتخب (ج۵ص ۱۵۲)
۶۔ اخرجه ابن عساکر کذافی المنتخب (ج۵ص ۲۲۰)

حضرت براء بن معرور، حضرت سعد بن عبادہ اور حضرت ابو قتادہ رضی اللہ عنہم کے لیے حضور ﷺ کی دعائیں

حضرت ثعلبہ بن عمرو غفاریؓ فرماتے ہیں قبیلہ غفار کا ایک آدمی نبی کریم ﷺ کی خدمت میں آیا حضورؐ نے پوچھا تمہارا نام کیا ہے؟ اس نے کہا مہان (جس کا لفظی ترجمہ قابل اہانت ہے) حضورؐ نے فرمایا نہیں بلکہ تم مکرم یعنی قابل اکرام ہو۔ حضورؐ نے مدینہ آنے کے بعد حضرت براء بن معرورؓ کے لیے یہ دعا فرمائی اے اللہ! براء بن معرور پر رحمت نازل فرما اور قیامت کے دن اسے اپنے سے پردہ میں نہ رکھ اور اسے جنت میں داخل فرما اور تو نے واقعی ایسے کر دیا۔[1] حضرت عبداللہ بن ابی قتادہ فرماتے ہیں حضور ﷺ جب مدینہ تشریف لائے تو آپؐ نے سب سے پہلے حضرت براء بن معرورؓ کے لیے دعائے رحمت فرمائی۔ حضورؐ صحابہ کو لے کر وہاں گئے صحابہؓ ان کے سامنے صف بنا کر کھڑے ہو گئے۔ حضورؐ نے ان کے لیے یہ دعا فرمائی اے اللہ! ان کی مغفرت فرما، ان پر رحم فرما، ان سے راضی ہو جا اور تو نے واقعی ایسے کر دیا۔[2]

حضرت قیس بن سعد رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں حضور ﷺ نے یہ دعا فرمائی اے اللہ! اپنی خاص رحمت اور اپنی عام رحمت سعد بن عبادہ کے خاندان پر نازل فرما۔[3]

حضرت ابو قتادہؓ فرماتے ہیں ہم لوگ ایک سفر میں حضور ﷺ کے ساتھ تھے آپؐ (نیند کی وجہ سے) سواری سے ایک طرف کو جھک گئے۔ میں نے آپ کو سہارا دیا یہاں تک کہ آپ کی آنکھ کھل گئی تو آپؐ نے مجھے یہ دعا دی اے اللہ! ابو قتادہ کی ایسے حفاظت فرما جیسے اس نے آج رات میری حفاظت کی اور پھر مجھے فرمایا میرا خیال یہ ہے کہ ہماری وجہ سے تمہیں بڑی مشقت اٹھانی پڑی۔[4]

حضرت انس بن مالک اور دوسرے صحابہ رضی اللہ عنہم کے لیے حضور ﷺ کی دعائیں

حضرت انسؓ فرماتے ہیں (میری والدہ) حضرت ام سلیمؓ نے عرض کیا یا رسول اللہ! انس کے لیے دعا فرما دیں آپؐ نے یہ دعا فرمائی اے اللہ! اس کے مال اور اولاد کو زیادہ فرما دے اور اس کے مال اور اولاد میں برکت عطا فرما آگے اور حدیث ذکر کی۔[5]

۱۔ اخرجه ابن مندة وابن عساكر كذافي المنتخب (ج۵ص ۱۴۴)

۲۔ عند ابن سعد (ج۳ص ۶۲۰) ۳۔ اخرجه ابو داود كذافي المنتخب (ج۵ص ۱۹۰)

۴۔ اخرجه ابو نعيم واخرجه الطبراني مقتصر اعلى الدعاء كذافي المنتخب (ج۵ص ۱۶۱)

۵۔ اخرجه ابو نعيم كما في المنتخب (ج۵ص ۱۴۲)

حضرت ابوالدرداءؓ فرماتے ہیں ایک آدمی کو حرملہ کہا جاتا تھا اس نے نبی کریمؐ کی خدمت میں حاضر ہو کر عرض کیا یا رسول اللہ! ایمان تو بس یہاں ہے اور زبان کی طرف اشارہ کیا اور نفاق یہاں ہے اور دل کی طرف اشارہ کیا اور میں اللہ کا ذکر بس تھوڑا سا کرتا ہوں۔ حضورؐ نے یہ دعا فرمائی اے اللہ! اسے ذکر کرنے والی زبان اور شکر کرنے والا دل عطا فرما اور اسے اس بات کی توفیق عطا فرما کہ یہ اس سے محبت کرے جو مجھ سے محبت کرتا ہے اور ہر کام میں اس کے انجام کو خیر فرما۔[۱]

حضرت تلبؓ فرماتے ہیں میں نے نبی کریم ﷺ کی خدمت میں حاضر ہو کر عرض کیا یا رسول اللہ! میرے لیئے دعائے مغفرت فرما دیں۔ حضورؐ نے فرمایا جب تمہارے لیئے دعا کرنے کی اللہ کی طرف سے اجازت ملے گی تب کروں گا۔ حضورؐ کچھ دیر ٹھہرے پھر میرے لیئے یہ دعا تین مرتبہ فرمائی اے اللہ! تلب کی مغفرت فرما اور اس پر رحم فرما پھر آپؐ نے اپنے چہرے پر ہاتھ پھیرے۔[۲]

حضرت ابوموسیٰؓ فرماتے ہیں حضور ﷺ نے یہ دعا فرمائی اس چھوٹے سے بندے ابو عامر کو درجہ میں قیامت کے دن اکثر لوگوں سے اوپر کر دینا۔[۳]

حضرت حسان بن شدادؓ فرماتے ہیں میری والدہ نے حضور ﷺ کی خدمت میں حاضر ہو کر عرض کیا یا رسول اللہ! میں آپ کی خدمت میں اس لیئے حاضر ہوئی ہوں تا کہ آپ میرے اس بیٹے کے لیئے دعا کر دیں اور اسے بڑا اور اچھا بنا دیں۔ آپؐ نے وضو کیا اور وضو کے بچے ہوئے پانی کو میرے چہرے پر پھیرا اور یہ دعا مانگی اے اللہ اس عورت کے لئے اس کے بیٹے میں برکت عطا فرما اور اسے بڑا اور عمدہ بنا۔[۴]

حضور ﷺ کی اپنے کمزور صحابہؓ کے لیئے دعا

حضرت ابوہریرہؓ فرماتے ہیں حضور ﷺ نے نماز سے سلام پھیرا اور ابھی آپ کا چہرہ قبلہ کی طرف تھا کہ آپؐ نے سر اٹھا کر یہ دعا مانگی اے اللہ! سلمہ بن ہشام عیاش بن ابی ربیعہ، ولید بن ولید اور ان تمام کمزور مسلمانوں کو (ظالم کافروں کے ہاتھ سے) چھڑا دے جو کوئی تدبیر نہیں کر سکتے اور جنہیں کوئی راستہ بجھائی نہیں دیتا۔[۵] ابن سعد کی دوسری روایت میں یہ ہے کہ حضرت ابوہریرہؓ

۱۔ اخرجه الطبرانی قال الهیثمی (ج ۹ ص ۳۰۲) وفیه راو لم یسم وبقیة رجاله ثقات. انتهی

۲۔ اخرجه الطبرانی قال الهیثمی (ج ۹ ص ۳۰۲) وملقام بن التلب روی عنه اثنان وبقیة رجاله وثقوا. انتهی واخرجه ابن سعد (ج ۷ ص ۳۲) وفی روایته قال قلت یا رسول الله استغفرلی فقال لی اذا اذن فذکر مثله

۳۔ اخرجه ابن سعد والطبرانی کذافی المنتخب (ج ۵ ص ۲۳۹)

۴۔ اخرجه ابو نعیم کذافی المنتخب (ج ۵ ص ۱۶۷)

۵۔ اخرجه البزار قال الهیثمی (ج ۱۰ ص ۱۵۲) وفیه علی بن زید وفیه خلاف وبقیة رجاله ثقات وفی الصحیح انه قنت به. انتهی و اخرجه ابن سعد (ج ۴ ص ۱۳۰) عن ابی هریرة نحوه الا ان فی روایة اللهم انج

فرماتے ہیں کہ جب حضور ﷺ نے فجر کے رکوع سے سر اٹھایا تو یہ دعا فرمائی اے اللہ! ولید بن ولید، سلمہ بن ہشام، عیاش بن ابی ربیعہ اور مکہ کے تمام کمزور مسلمانوں کو (کافروں سے) نجات نصیب فرما۔ اے اللہ! قبیلہ مضر کی سخت پکڑ فرما اور انہیں قحط سالی میں ایسے مبتلا فرما جیسے تو نے حضرت یوسفؑ کے زمانہ میں سات سال کا قحط بھیجا تھا۔

حضور ﷺ کی نماز کے بعد کی دعائیں

حضرت معاذ بن جبلؓ فرماتے ہیں کہ حضور ﷺ نے میرا ہاتھ پکڑ کر فرمایا اے معاذ! اللہ کی قسم! میں تم سے محبت کرتا ہوں میں نے عرض کیا یا رسول اللہ! میرے ماں باپ آپ پر قربان ہوں اللہ کی قسم! مجھے بھی آپ سے محبت ہے حضورؐ نے فرمایا اے معاذ! میں تمہیں یہ وصیت کرتا ہوں کہ تم نماز کے بعد یہ دعا کبھی نہ چھوڑنا ہمیشہ مانگنا اللھم اعنی علی ذکرک وشکرک وحسن عبادتک "اے اللہ" اپنے ذکر میں اپنے شکر ادا کرنے میں اور اپنی اچھی طرح عبادت کرنے میں میری مدد فرما" راوی کہتے ہیں حضرت معاذؓ نے اپنے شاگرد صنابحی کو اور صنابحی نے ابو عبدالرحمٰن کو اور ابو عبدالرحمٰن نے عقبہ بن مسلم کو اس دعا کی وصیت فرمائی۔[1]

حضرت عون بن عبداللہ بن عتبہؒ کہتے ہیں ایک آدمی نے حضرت عبداللہ بن عمرو بن عاصؓ کے پہلو میں نماز پڑھی اس نے سنا کہ حضرت عبداللہؓ سلام کے بعد یہ دعا پڑھ رہے ہیں اللھم انت السلام ومنک السلام تبارکت یا ذاالجلال والاکرام "اے اللہ! تو ہی سلامتی دینے والا ہے تیری ہی جانب سے سلامتی نصیب ہوتی ہے۔ تو بہت برکت والا ہے اے عظمت وجلال والے اور اکرام واحسان والے!" پھر اس آدمی نے حضرت عبداللہ بن عمرؓ کے پہلو میں نماز پڑھی تو اس نے انہیں بھی سلام کے بعد یہی دعا پڑھتے ہوئے سنا تو وہ ہنس پڑا۔ حضرت ابن عمرؓ نے اس سے پوچھا میاں کیوں ہنس رہے ہو؟ اس نے کہا میں نے حضرت عبداللہ بن عمروؓ کے پہلو میں نماز پڑھی تھی تو ان کو بھی یہ دعا پڑھتے ہوئے سنا تھا۔ حضرت ابن عمرؓ نے فرمایا خود حضور ﷺ بھی یہ دعا پڑھتے تھے۔[2]

حضرت انس بن مالکؓ فرماتے ہیں نبی کریم ﷺ جب نماز سے فارغ ہوتے تو دایاں ہاتھ اپنے سر پر پھیرتے اور فرماتے بسم اللہ الذی لآالہ الا ھو الرحمن الرحیم اللھم اذھب عنی

---

[1] اخرجه ابو داود والنسائی واللفظ له وابن خزیمة وابن حبان فی صحیحهما والحاکم وصححه علی شرط الشیخین کذافی الترغیب (ج۳ص ۱۱۴)

[2] اخرجه الطبرانی قال الهیثمی (ج۱۰ ص ۱۰۲) رجاله رجال الصحیح. اه واخرجه ابن ابی شیبة عن صلة بن زفر قال سمعت ابن عمر یقول فی دبر الصلاة فذکر الحدیث نحوه الا انه جعل المرفوع عن حدیث عبداللہ بن عمرو کما فی الکنز (ج۱ ص ۲۹۵) واخرجه ابو داؤد (ج۲ص ۳۵۹) عن عائشةؓ ان النبی ﷺ کان اذا سلم قال فذکره

الھم والحزن "اللہ کے نام سے (شروع کرتا ہوں) جس کے سوا اور کوئی معبود نہیں وہ بڑا مہربان اور بہت رحم کرنے والا ہے اے اللہ! تو ہر فکر اور پریشانی مجھ سے دور فرما دے" ایک روایت میں یہ ہے کہ اپنا دایاں ہاتھ اپنی پیشانی پر پھیرتے اور فرماتے اللھم اذھب عنی الغم والحزن "اے اللہ! تو ہر غم اور پریشانی کو مجھ سے دور فرما دے"۔ [1]

حضرت ابوایوبؓ فرماتے ہیں جب بھی میں نے تمہارے نبی کریم ﷺ کے پیچھے نماز پڑھی تو میں نے انہیں نماز سے فارغ ہو کر یہی کہتے ہوئے سنا: اللھم اغفر خطایای وذنوبی کلھا اللھم وانعشنی واجبرنی واھدنی لصالح الاعمال والاخلاق لا یھدی لصالحھا ولا یصرف سیئھا الا انت "اے اللہ! میری تمام خطائیں اور گناہ معاف فرما اے اللہ! مجھے بلندی عطا فرما اور میری کمیوں کو دور فرما اور مجھے نیک اعمال اور اچھے اخلاق کی ہدایت نصیب فرما (اس لیئے کہ) اچھے کاموں اور اچھے اخلاق کی ہدایت تیرے سوا اور کوئی نہیں دے سکتا اور برے کاموں اور برے اخلاق کو تیرے سوا اور کوئی ہم سے دور نہیں کر سکتا"۔ [2]

حضرت ابن عمرؓ فرماتے ہیں جب بھی میں نے تمہارے نبی ﷺ کے پیچھے نماز پڑھی تو نماز سے فارغ ہوتے ہی حضورؐ کو یہی کہتے ہوئے سنا اللھم اغفر لی خطائی وعمدی اللھم اھدنی لصالح الاعمال والاخلاق انہ لا یھدی لصالحھا ولا یصرف سیئھا الا انت "اے اللہ! میں نے جو گناہ بھولے سے کیئے اور جو جان کر کیئے وہ سب معاف فرما" (باقی ترجمہ گزر چکا)۔ [3]

حضرت ام سلمہؓ فرماتی ہیں حضور ﷺ فجر کی نماز کے بعد یہ دعا پڑھتے اللھم انی اسئلک رزقا طیبا وعلما نافعا وعملا متقبلا "اے اللہ! میں تجھ سے پاکیزہ روزی، نفع دینے والا علم اور مقبول عمل کی توفیق مانگتا ہوں"۔ [4]

حضرت عائشہؓ فرماتی ہیں حضور ﷺ ہر نماز کے بعد یہ دعا پڑھا کرتے تھے اللھم رب جبریل ومیکائیل واسرافیل اعذنی من حر النار وعذاب القبر "اے اللہ! اے جبرائیل، میکائیل اور اسرافیل کے رب! مجھے جہنم کی گرمی سے اور قبر کے عذاب سے پناہ عطا فرما"۔ [5]

۱۔ اخرجہ الطبرانی قال الھیثمی (ج ۱۰ ص ۱۱۰) رواہ الطبرانی فی الاوسط والبزار بنحوہ باسانید وفیہ زید العمی وقد وثقہ غیر واحد وضعفہ الجمھور وبقیۃ رجال احد اسنادی الطبرانی ثقات وفی بعضھم خلاف. انتھی ۲۔ اخرجہ الطبرانی قال الھیثمی (ج ۱۰ ص ۱۱۱) رواہ الطبرانی فی الصغیر والاوسط واسنادہ جید. اھ ۳۔ اخرجہ الطبرانی قال الھیثمی (ج ۱۰ ص ۱۷۳) رجالہ وثقوا. اھ ۴۔ اخرجہ الطبرانی فی الصغیر قال الھیثمی (ج ۱۰ ص ۱۱۱) ورجالہ ثقات. انتھی ۵۔ اخرجہ الطبرانی قال الھیثمی (ج ۱۰ ص ۱۱۰) رواہ الطبرانی فی الاوسط عن شیخہ علی بن سعید الرازی وفیہ کلام لا یضر وبقیۃ رجالہ ثقات ورواہ النسائی غیر قولھا فی دبر کل صلوۃ. انتھی

حضرت ابوبکرؓ فرماتے ہیں نبی کریم ﷺ نماز کے بعد یہ دعا پڑھا کرتے تھے اللھم انی اعوذبک من الکفر و الفقر و عذاب القبر ''اے اللہ! میں کفر فقر اور عذاب قبر سے تیری پناہ چاہتا ہوں''۔[1]

حضرت معاویہؓ فرماتے ہیں میں نے سنا کہ جب حضور ﷺ نماز سے فارغ ہوتے تو یہ دعا پڑھتے اللھم لا مانع لما اعطیت ولا معطی لما منعت ولا ینفع ذاالجد منک الجد ''اے اللہ! جو تو دے اسے کوئی روکنے والا نہیں اور جسے تو روکے اسے کوئی دینے والا نہیں اور کسی دولتمند کو اس کی دولت تیری پکڑ سے بچا نہیں سکتی۔[2]

حضرت ابوموسیٰ اشعریؓ فرماتے ہیں حضور ﷺ کی خدمت میں وضو کا پانی لے کر آیا آپؐ نے وضو فرما کر نماز پڑھی پھر یہ دعا پڑھی اللھم اغفرلی ذنبی ووسع لی فی داری وبارک لی فی رزقی ''اے اللہ! میرے گناہ معاف فرما اور میرے گھر میں وسعت عطا فرما اور میرے رزق میں برکت عطا فرما''۔[3]

حضرت زید بن ارقمؓ فرماتے ہیں حضور ﷺ نماز کے بعد یہ کلمات کہا کرتے تھے اللھم ربنا ورب کل شیئی انا شھید انک انت الرب وحدک لا شریک لک اللھم ربنا ورب کل شیئی انا شھید ان محمد اعبدک ورسو لک اللھم ربنا ورب کل شیئی انا شھید ان العباد کلھم اخوۃ اللھم ربنا ورب کل شیئی اجعلنی مخلصا لک واھلی فی کل ساعۃ فی الدنیا والا خرۃ یا ذاالجلال وا لا کرام اسمع واستجب اللہ اکبر الا کبر اللھم نور السموات والا رض اللہ اکبر حسبی اللہ ونعم الوکیل اللہ اکبر الا کبر ''اے اللہ! اے ہمارے اور ہر چیز کے رب! میں اس بات پر گواہ ہوں کہ تو ہی رب ہے تو اکیلا ہے تیرا کوئی شریک نہیں۔ اے اللہ! اے ہمارے اور ہر چیز کے رب! میں اس بات پر گواہ ہوں کہ حضرت محمد (علیہ السلام) تیرے بندے اور رسول ہیں اے اللہ! اے ہمارے اور ہر چیز کے رب! میں اس بات پر گواہ ہوں کہ تمام بندے بھائی ہیں اے اللہ! اے ہمارے اور ہر چیز کے رب! دنیا اور آخرت کے تمام کاموں میں ہر گھڑی مجھے اور میرے گھر والوں کو مخلص بنادے اور بزرگی اور عظمت والے اے اکرام واحسان والے! سن لے اور قبول فرما لے اللہ سب سے بڑا سب سے ہی بڑا ہے۔ اے اللہ! اے آسمانوں اور زمین کے نور! اللہ سب سے بڑا سب سے ہی بڑا ہے اللہ مجھے کافی ہے اور بہترین کارساز ہے اللہ سب سے بڑا سب سے ہی بڑا ہے۔''[4]

۱۔ اخرجہ ابن ابی شیبۃ کذافی الکنز (ج ا ص ۲۹۶)
۲۔ اخرجہ النسائی کذافی الکنز (ج ا ص ۲۹۶) ۳۔ اخرجہ ابن ابی شیبۃ کذافی الکنز (ج ا ص ۳۰۶) ۴۔ اخرجہ ابو داؤد (ج ۲ ص ۳۵۸)

حضرت علیؓ فرماتے ہیں حضور ﷺ جب نماز سے سلام پھیرتے تو یہ دعا فرماتے اللھم اغفرلی ماقدمت وما اخرت وما اسررت وما اعلنت وما اسرفت وما انت اعلم به منی انت المقدم والموخر لا اله الا انت "اے اللہ! میرے اگلے پچھلے گناہ معاف فرما اور وہ گناہ بھی معاف فرما جو میں نے چھپ کر کیئے اور جو میں نے علی الاعلان کیئے اور میں نے جو بے اعتدالیاں کی ہیں اور میرے جن گناہوں کو تو مجھ سے زیادہ جانتا ہے ان سب کو معاف فرما تو ہی آگے اور پیچھے کرنے والا ہے۔ تیرے سوا کوئی معبود نہیں۔"[1]

حضور ﷺ کی صبح اور شام کی دعائیں

حضرت عبداللہ بن قاسمؒ کہتے ہیں نبی کریم ﷺ کی ایک پڑوسن نے مجھے بتایا کہ وہ حضورؐ کو فجر طلوع ہوتے وقت یہ دعا پڑھتے ہوئے سنا کرتی تھی اللھم انی اعوذ بک من عذاب القبر ومن فتنة القبر "اے اللہ! میں قبر کے عذاب سے اور قبر کی آزمائش (منکر نکیر کے سوال) سے تیری پناہ چاہتا ہوں۔"[2]

حضرت ابوہریرہؓ فرماتے ہیں جب صبح ہوتی تو حضور ﷺ یہ پڑھا کرتے اصبحنا واصبح الملک لله والحمد لله لاشریک له لآاله الا هو والیه النشور "ہم نے اور تمام ملک نے اللہ (کی عبادت اور اطاعت) کے لیئے صبح کی اور تمام تعریفیں اللہ کے لیئے ہیں اس کا کوئی شریک نہیں۔ اس کے سوا کوئی معبود نہیں۔ اسی کے پاس موت کے بعد اٹھایا جانا ہے" اور جب شام ہوتی تو یہ پڑھا کرتے امسینا وامسی الملک لله والحمد لله لا شریک له لآ اله الا هو والیه المصیر "ہم نے اور تمام دنیا نے اللہ (کی عبادت واطاعت) کے لیئے شام کی" آگے ترجمہ صبح والی دعا کی طرح ہے۔[3] حضرت ابن مسعودؓ فرماتے ہیں جب شام ہوتی تو حضور ﷺ یہ کلمات کہتے امسینا وامسی الملک لله والحمد لله لآاله الا الله وحده لا شریک له له الملک وله الحمد وهو علی کلی شیئی قدیر رب اسئلک خیر ما فی هذه اللیلة وخیر ما بعدها واعوذ بک من شر ما فی هذه اللیلة وشر ما بعدها رب اعوذ بک من الکسل وسوء الکبر رب اعوذ بک من عذاب فی النار وعذاب فی القبر "ہم نے اور تمام دنیا نے اللہ (کی عبادت واطاعت) کے لیئے شام کی اور تمام تعریفیں اللہ کے لیئے ہیں اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں وہ اکیلا ہے اس کا کوئی شریک نہیں اسی کے لیئے ساری بادشاہت اور ساری تعریفیں ہیں اور وہ ہر چیز پر قادر ہے۔ اے میرے رب! میں تجھ سے اس چیز کی خیر مانگتا ہوں جو اس رات میں ہے اور جو اس کے

۱۔ عند ابی داؤد ایضا ۲۔ اخرجه احمد قال الهیثمی (ج۱۰ ص۱۱۵) رجاله ثقات
۳۔ البزار قال الهیثمی (ج۱۰ ص۱۱۴) واسناده جید

بعد ہے اور اس چیز کے شر سے تیری پناہ مانگتا ہوں جو اس رات میں ہے اور جو اس کے بعد ہے۔ اے میرے رب! میں سستی سے اور برے بڑھاپے سے تیری پناہ چاہتا ہوں۔ اے میرے رب! میں جہنم کے عذاب سے اور قبر کے عذاب سے تیری پناہ مانگتا ہوں' اور جب صبح ہوتی تو بھی یہ کلمات کہتے البتہ شروع میں امسینا وامسی الملک للہ کی جگہ اصبحنا واصبح الملک للہ کہتے۔[۱]

حضرت عبدالرحمٰن بن ابزی رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں نبی کریم ﷺ صبح وشام یہ پڑھا کرتے اصبحنا علی ملة الاسلام اوامسینا علی فطرة الاسلام و علی کلمة الاخلاص و علی دین نبینا محمد صلی اللّٰہ علیه وسلم و علی ملة ابینا ابراهیم حنیفا مسلما وما کان من المشرکین ''ہم نے ملت اسلام پر، اسلامی فطرت پر، کلمہ اخلاص پر اور اپنے نبی حضرت محمد ﷺ کے دین پر اور اپنے باپ حضرت ابراہیم علیہ السلام کی ملت پر صبح کی اور شام کی، حضرت ابراہیمؑ سب سے یکسو ہو کر ایک اللہ کے ہو گئے تھے اور وہ مسلمان تھے اور مشرکوں میں سے نہیں تھے۔''[۲]

حضرت ابو سلام رحمتہ اللہ علیہ کہتے ہیں ایک صاحب حمص کی مسجد میں سے گزرے لوگوں نے کہا انھوں نے نبی کریم ﷺ کی خدمت کی ہے میں اٹھ کر ان کے پاس گیا اور ان سے عرض کیا کہ مجھے کوئی ایسی حدیث بیان کریں جو حضورؐ سے آپ نے براہ راست سنی ہو اور آپ کے اور حضورؐ کے درمیان کوئی واسطہ نہ ہو۔ انھوں نے فرمایا حضورؐ نے فرمایا کہ جو بھی صبح اور شام تین تین مرتبہ یہ کلمات کہے گا تو اس کا اللہ پر یہ حق (اللہ کے فضل سے) ہوگا کہ اللہ اسے قیامت کے دن راضی کرے۔ رضیت بالله ربا وبالاسلام دینا و بمحمد صلی اللّٰہ علیه وسلم نبیا ''میں نے اللہ کو رب، اسلام کو دین اور حضرت محمد ﷺ کو نبی مان لیا اور میں اس پر راضی ہوں۔''[۳]

حضرت عبداللہ ابن عمر رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں میں نے حضور ﷺ کو صبح اور شام کی دعاؤں میں یہ دعا ہمیشہ پڑھتے ہوئے سنا اور آپؐ نے اپنے انتقال تک اس دعا کو کبھی نہیں چھوڑا اللھم انی اسئلک العافیة فی الدنیا و الاخرة اللھم انی اسئلک العفو والعافیة فی دینی و دنیای واھلی ومالی اللھم استر عوراتی وامن روعاتی اللھم احفظنی من بین یدی ومن خلفی وعن یمینی وعن شمالی ومن فوقی و اعوذ بعظمتک ان اغتال من تحتی ''اے اللہ! میں تجھ سے دنیا اور آخرت میں عافیت مانگتا ہوں اور میں تجھ سے معافی مانگتا ہوں اور اپنے دین اور دنیا میں اور اپنے

۱۔ عند مسلم والترمذی وابی داؤد کما فی جمع الفوائد (ج۲ ص ۲۵۸)

۲۔ اخرجه احمد والطبرانی ورجالهما رجال الصحیح کما قال الهیثمی (ج ۱۰ ص ۱۱۶)

۳۔ اخرجه احمد و رواه الطبرانی بنحوه ورجالهما ثقات کما قال الهیثمی (ج ۱۰ ص ۱۱۶) و اخرجه ابو داؤد والنسائی۔

اہل وعیال اور مال میں عافیت وسلامتی چاہتا ہوں اے اللہ! میرے عیوب کی پردہ پوشی فرما اور میرے خوف اور پریشانی کو امن وامان سے بدل دے اے اللہ! آگے سے پیچھے سے دائیں سے بائیں سے اوپر سے میری حفاظت فرما اور میں اس بات سے تیری عظمت کی پناہ چاہتا ہوں کہ مجھے اچانک نیچے سے (زمین میں دھنسا کر) ہلاک کر دیا جائے۔''[1]

حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں مجھے حضور ﷺ نے اس بات کا حکم دیا کہ میں صبح اور شام اور رات کو بستر پر لیٹتے وقت یہ کلمات کہا کروں اللھم فاطر السموات والارض عالم الغیب والشھادۃ انت رب کل شیئ و ملیکہ اشھد ان لا الہ الا انت وحدک لاشریک لک وان محمدا عبدک و رسولک واعوذبک من شرنفسی و شرالشیطن وشرکہ وان اقترف علی نفسی سوءا اواجرہ الی مسلم ''اے اللہ! اے آسمانوں اور زمین کے پیدا فرمانے والے! ہر پوشیدہ اور ظاہر کے جاننے والے! تو ہر چیز کا پروردگار اور مالک ہے۔ میں اس بات کی گواہی دیتا ہوں کہ تیرے سوا کوئی معبود نہیں تو اکیلا ہے تیرا کوئی شریک نہیں اور حضرت محمد (علیہ السلام) تیرے بندے اور رسول ہیں اور میں اپنے نفس کے شر سے اور شیطان کے شر اور پھندے سے اور اس بات سے تیری پناہ چاہتا ہوں کہ میں اپنے نفس پر کسی برائی کا ارتکاب کروں یا کسی مسلمان پر کسی برائی کی تہمت لگاؤں۔''[2]

حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں نبی کریم ﷺ کے پاس ایک آدمی آیا اور اس نے کہا یا رسول اللہ! اللہ کی قسم! مجھے اپنی جان، اپنے اہل وعیال اور مال کے بارے میں بہت ڈر رہتا ہے۔ حضورؐ نے فرمایا صبح اور شام یہ کلمات کہا کرو بسم اللّٰہ علی دینی ونفسی وولدی واھلی ومالی ''میں اپنے دین پر، اپنی جان پر، اپنی اولاد پر، اپنے گھر والوں پر اور اپنے مال پر اللہ کا نام لیتا ہوں۔'' اس آدمی نے یہ کلمات کہنے شروع کر دیئے اور پھر حضور کی خدمت میں آیا۔ حضورؐ نے اس سے پوچھا تمہیں جو ڈر لگتا تھا اس کا کیا ہوا؟ اس نے کہا اس ذات کی قسم جس نے آپ کو حق دے کر بھیجا ہے وہ ڈر بالکل جاتا رہا ہے۔[3]

حضور ﷺ کی سونے کے وقت کی اور سو کر اٹھنے کے وقت کی دعائیں

حضرت انس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں نبی کریم ﷺ جب بستر پر تشریف لے جاتے تو یہ دعا

۱۔ اخرجہ ابن شیبۃ قال جبیر بن سلیمان وھو (ای الاغتیال) الخسف ولا ادری قول النبی ﷺ او قول جبیر کذا فی الکنز (ج ۱ ص ۲۹۴)

۲۔ اخرجہ احمد و ابن منیع و ابو یعلی وابن السنی فی عمل یوم ولیلۃ کذافی الکنز (ج ۱ ص ۲۹۴) و اخرجہ ابو داؤد والترمذی بفرق یسیر فی الالفاظ من حدیث ابی ھریرۃ رضی اللہ عنہ

۳۔ اخرجہ ابن عساکر کذافی الکنز (ج ۱ ص ۲۹۴)

پڑھتے الحمدللّٰہ الذی اطعمنا وسقانا و کفانا و اوانا فکم ممن لا کافی له ولا مؤوی ''اس اللہ کا لاکھ لاکھ شکر ہے جس نے ہمیں کھلایا پلایا اور ہماری تمام ضرورتوں کو پورا کیا اور ہمیں (رات گزارنے کے لئے) ٹھکانہ دیا، اس لئے کہ کتنے لوگ ایسے ہیں جن کا نہ کوئی ضرورت پوری کرنے والا ہے اور نہ کوئی ٹھکانہ دینے والا۔''[1]

حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں نبی کریم ﷺ جب بستر پر لیٹتے تو یہ دعا پڑھتے الحمدللّٰہ الذی کفانی و آوانی واطعمنی و سقانی والحمدللّٰہ الذی من علی فافضل و اعطانی فاجزل الحمدللّٰہ علی کل حال اللھم رب کل شیئ وملیکہ اعوذ باللّٰہ من النار ''اس اللہ کا لاکھ لاکھ شکر ہے جس نے میری تمام ضرورتیں پوری کیں اور مجھے ٹھکانہ دیا اور مجھے کھلایا پلایا اور جس نے مجھ پر خوب احسانات کئے اور بہت زیادہ نعمتیں دیں ہر حال میں اللہ کا شکر ہے اے اللہ! اے ہر چیز کے رب اور مالک! میں آگ سے اللہ کی پناہ چاہتا ہوں۔''[2]

حضرت حذیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں نبی کریم ﷺ جب سونے کا ارادہ فرماتے تو اپنا ہاتھ سر کے نیچے رکھ لیتے پھر یہ دعا پڑھتے۔ اَللّٰھُمَّ قِنِی عَذَابَکَ یَوْمَ تَجْمَعُ (یا تَبْعَثُ کہے) عبادک اے اللہ! جس دن تو اپنے بندوں کو جمع کرے گا اس دن تو مجھے اپنے عذاب سے بچالے۔[3]

حضرت ابوازہر انماری رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں نبی کریم ﷺ جب رات کو بستر پر لیٹتے تو یہ دعا پڑھتے بسم اللّٰہ وضعت جنبی للّٰہ اللھم اغفرلی ذنبی واخسأ شیطانی وفک رھانی واجعلنی فی الندی الاعلی ''میں نے اللہ کے نام کے ساتھ اپنا پہلو (سونے کے لئے بستر پر) رکھا اے اللہ! تو میرے گناہ بخش دے اور میرے شیطان کو (مجھ سے) دور کر دے اور میری گردن کو (ہر ذمہ داری سے) آزاد کر دے اور مجھے اعلیٰ مجلس والوں میں شامل کر دے۔''[4]

حضرت علی رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں نبی کریم ﷺ بستر پر لیٹتے وقت یہ دعا پڑھتے اللھم انی اعوذ بوجھک الکریم وبکلمتک التامات من شر کل دابۃ انت اخذ بناصیتھا اللھم انت تکشف المغرم والماثم اللھم لایھزم جندک ولایخلف وعدک لولا ینفع ذا الجدمنک الجد سبحانک اللھم وبحمدک ''اے اللہ! میں ہر اس جانور کے شر سے تیری کریم ذات کی اور تیرے پورے کلمات کی پناہ چاہتا ہوں جو تیرے قبضہ اور قدرت میں ہے اے اللہ! تو ہی

۱۔ اخرجہ مسلم والترمذی و ابو دائود

۲۔ عند ابی دائود کذافی جمع الفوائد (ج ۲ ص ۲۵۹)

۳۔ اخرجہ الترمذی کذافی جمع الفوائد (ج ۲ ص ۲۶۰) و اخرجہ البزار عن انس رضی اللہ عنہ مثلہ و جزم بلفظ یوم تبعث و اسنادہ حسن کما قال الھیثمی (ج ۱۰ ص ۱۲۳) و اخرجہ ابن ابی شیبۃ وابن جریر و صححہ باللفظین کمافی الکنز (ج ۸ ص ۶۷)

۴۔ اخرجہ ابو دائود کذافی المجمع (ج ۲ ص ۲۶۰)

(بندے کے) قرض اور گناہ کو دور کرتا ہے (لہٰذا میرا قرضہ اتار دے اور میرے گناہ معاف کردے) اے اللہ! تیرے لشکر کو شکست نہیں ہو سکتی اور تیرے وعدے کے خلاف نہیں ہو سکتا اور کسی مالدار کو اس کی مالداری تیرے قہر و غضب سے نہیں بچا سکتی اے اللہ! میں تیری پاکی اور تعریف بیان کرتا ہوں۔''[1]

حضرت عبداللہ بن عمرو رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں حضور ﷺ جب سونے کا ارادہ فرماتے تو یہ دعا پڑھتے اللھم فاطر السموات والارض عالم الغیب والشھادۃ رب کل شیئ و الہ کل شیئ اشھد ان لا الہ الا انت وحدک لاشریک لک و ان محمد اعبدک و رسولک والملائکۃ یشھدون اللھم انی اعوذبک من الشیطن و شرکہ او ان اقترف علی نفسی سوء او اجرہ الی مسلم ''اے اللہ! اے آسمانوں اور زمین کے ایجاد کرنے والے! پوشیدہ اور ظاہر کے جاننے والے! اے ہر چیز کے رب! ہر چیز کے معبود! میں اس بات کی گواہی دیتا ہوں کہ تیرے سوا کوئی معبود نہیں تو اکیلا ہے تیرا کوئی شریک نہیں اور حضرت محمد (ﷺ) تیرے بندے اور رسول ہیں اور فرشتے بھی ان ہی دو باتوں کی گواہی دیتے ہیں اے اللہ! میں شیطان سے اور اس کے (فریب کے) جال سے اور اس بات سے تیری پناہ چاہتا ہوں کہ میں خود کوئی برا عمل کروں یا کسی مسلمان پر برائی کی تہمت لگاؤں۔'' حضرت ابو عبدالرحمٰن کہتے ہیں حضور ؐ نے یہ دعا حضرت عبداللہ بن عمروؓ کو سکھائی تھی اور خود بھی جب سونے کا ارادہ فرماتے تو یہ دعا پڑھا کرتے۔[2] ایک روایت میں یہ ہے کہ حضرت عبداللہ بن عمروؓ نے حضرت عبداللہ بن یزید سے فرمایا کیا میں تمہیں وہ کلمات نہ سکھا دوں جو حضور ؐ نے حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کو سوتے وقت پڑھنے کے لئے سکھائے تھے پھر پچھلی حدیث جیسا مضمون ذکر کیا۔[3]

حضرت عبداللہ بن عمرو رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں نبی کریم ﷺ جب سونے کے لئے لیٹتے تو یہ دعا پڑھتے باسمک ربی فاغفرلی ذنوبی ''اے میرے رب! میں تیرے نام کے ساتھ لیٹتا ہوں میرے تمام گناہوں کو معاف فرما۔''[4]

حضرت علی رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں میں نے حضور ﷺ کے پاس ایک رات گزاری نماز سے

۱؎ اخرجہ ابو داؤد فی الاذکار للنووی انہ لنسائی ایضا و عزاہ فی الکنز (ج ۸ ص ٦٧) الی النسائی وابن جریر وابن ابی الدنیا بنحوہ ۲؎ اخرجہ احمد و اسنادہ حسن کما قال الھیثمی (ج ۱۰ ص ۱۲۲) وفی روایۃ اخری عندہ باسناد حسن و اعوذبک ان اقترف بدل اوان اقترف و اخرجہ الطبرانی نحوہ الا ان فی روایۃ علی نفسی اثما ۳؎ فذکر نحوہ قال الھیثمی (ج ۱۰ ص ۱۲۳) رواہ الطبرانی باسنادین و رجال الروایۃ الاولی رجال الصحیح غیر حی بن عبداللہ المعافری وقدوثقہ جماعۃ وضعفہ غیرھم. انتھی وقدتقدم حدیث ابی بکر فی ھذا.
۴؎ اخرجہ احمد باسناد حسن کذافی المجمع (ج ۱۰ ص ۱۲۳)

فارغ ہو کر جب آپ بستر پر لیٹنے لگے تو میں نے آپ کو یہ دعا پڑھتے ہوئے سنا اللھم اعوذ بمعا فاتک من عقوبتک واعوذ برضاک من سخطک و اعوذبک منک اللھم لا استطیع ثناء علیک ولو حرصت ولکن انت کما اثنیت علی نفسک ''اے اللہ! میں تیری سزا سے تیرے عفوودرگزر کی پناہ چاہتا ہوں اور تیرے غصہ سے تیری رضا کی پناہ چاہتا ہوں اور تجھ سے تیری ہی پناہ چاہتا ہوں اور چاہے مجھے کتنا شوق ہو اور میں کتنا زور لگاؤں تیری تعریف کا حق ادا نہیں کر سکتا۔ تو تو ویسا ہے جیسے تو نے اپنی تعریف کی ہے۔'' [1]

حضرت براء رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں جب حضور ﷺ بستر پر لیٹتے تو یہ دعا پڑھتے اللھم الیک اسلمت نفسی و وجھت وجھی والیک فوضت امری والیک الجات ظھری رغبۃ و رھبۃ الیک لاملجا ولا منجا منک الا الیک امنت بکتابک الذی انزلت ونبیک الذی ارسلت ''اے اللہ! میں نے اپنی جان تیرے سپرد کر دی اور اپنا چہرہ تیری طرف کر دیا اور اپنا معاملہ تیرے سپرد کر دیا اور میں نے تیری رحمت کے شوق میں اور تیرے عذاب کے ڈر سے تجھے اپنا پشت پناہ بنالیا اور تیری پکڑ سے بچنے کا تیری رحمت کے سوا کوئی ٹھکانہ نہیں میں تیری اس کتاب پر ایمان لایا جو تو نے نازل کی اور تیرے اس نبی پر ایمان لایا جو تو نے بھیجا۔'' [2]

حضرت حذیفہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں نبی کریم ﷺ جب بستر پر لیٹتے تو یہ دعا پڑھتے باسمک اللھم احیا و اموت ''اے اللہ! میں تیرے نام پر جیتا ہوں اور اسی پر مروں گا۔'' اور جب صبح ہوتی تو یہ دعا پڑھتے الحمدللّٰہ الذی احیانا بعد ما اماتنا والیہ النشور ''اس اللہ کا بہت بہت شکر ہے جس نے ہمیں مارنے کے بعد پھر زندہ کیا اور اسی کے پاس مر کر جانا ہے۔'' [3]

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں نبی کریم ﷺ جب رات کو بیدار ہوتے تو یہ دعا پڑھتے لا الہ الا انت سبحانک اللھم و بحمدک استغفرک لذنبی واسئلک رحمتک اللھم زدنی علما ولاتزغ قلبی بعد اذھدیتنی وھب لی من لدنک رحمۃ انک انت الوھاب ''تیرے سوا کوئی معبود نہیں اے اللہ! میں تیری پاکی اور تیری تعریف بیان کرتا ہوں اور تجھ سے اپنے گناہوں کی معافی مانگتا ہوں اور تجھ سے تیری رحمت کا سوال کرتا ہوں اے اللہ! مجھے اور علم عطا فرما اور ہدایت دینے کے بعد میرے دل کو (گمراہ کر کے ٹیڑھا نہ کر اور تو مجھے اپنی بارگاہ سے خاص

---

[1] اخرجہ الطبرانی فی الاوسط قال الھیثمی (ج ۱۰ ص ۱۲۴) رجالہ رجال الصحیح غیر ابراھیم بن عبداللہ بن عبدالقادری وقد وثقہ ابن حبان. انتھی و اخرجہ ایضا النسائی ویوسف القاضی فی سننہ عن علی بنحوہ کمافی الکنز (ج ۱ ص ۳۰۴)

[2] اخرجہ ابن جریر و صححہ و ابن ابی شیبۃ کذافی الکنز (ج ۸ ص ۶۷) [3] اخرجہ البخاری و ابوداؤد والترمذی کذافی جمع الفوائد (ج ۲ ص ۲۵۹) و اخرجہ ابن جریر و صححہ عن ابی ذر نحوہ الا انہ قال اللھم باسمک نموت و نحیی کمافی الکنز (ج ۸ ص ۶۷)

رحمت عطا فرما بے شک تو بہت بڑا عطا فرمانے والا ہے۔"[1]

مجلسوں میں اور مسجد اور گھر میں داخل ہونے اور دونوں سے نکلنے کے وقت کی حضور ﷺ کی دعائیں

حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں بہت کم ایسا ہوا کہ نبی کریم ﷺ مجلس سے اٹھے ہوں اور اپنے ساتھیوں کے لئے یہ دعائیں نہ مانگی ہوں (بلکہ اکثر مانگا کرتے تھے) اللھم اقسم لنامن خشیتک ماتحول به بیننا وبین معصیتک ومن طاعتک ما تبلغنابه جنتک ومن الیقین ماتھون به علینا مصیبات الدنیا و متعنا باسماعنا و ابصارنا وقوتنا مآ احییتنا واجعله الوارث منا واجعل ثارنا علی من ظلمنا وانصرنا علی من عادانا ولا تجعل مصیبتنا فی دیننا ولا تجعل الدنیا اکبر همنا ولا مبلغ علمنا ولا تسلط علینا من لایرحمنا "اے اللہ! تو ہمیں اپنا اتنا ڈر نصیب فرما جو ہمارے اور تیری نافرمانی کے درمیان حائل ہو جائے اور ہمیں اپنی ایسی فرمانبرداری نصیب فرما جس کے ذریعے تو ہمیں اپنی جنت میں پہنچا دے اور ایسا یقین نصیب فرما جس سے دنیا کی مصیبتوں کو جھیلنا ہمارے لئے آسان ہو جائے اور تو ہمیں جتنی زندگی نصیب فرمائے اس میں ہمیں اپنے کانوں، آنکھوں اور اپنی قوت سے فائدہ اٹھانے والا بنا اور ان تمام اعضاء کو ہماری زندگی تک باقی رکھ کر ہمارا وارث بنا اور ہمیں اس کی توفیق دے کہ ہم صرف ان لوگوں سے بدلہ لیں جو ہم پر ظلم کریں اور ان لوگوں کے مقابلہ میں ہماری مدد فرما جو ہم سے دشمنی رکھیں اور ہماری مصیبت ہمارے دین پر نہ ڈال اور دنیا کو ہمارا بڑا مقصد نہ بنا اور نہ اس کو ہمارے علم کی انتہا پرواز بنا اور جو ہمارے اوپر رحم نہ کھائے اس کو ہم پر مسلط نہ فرما۔"[2] اس باب سے متعلق کچھ دعائیں کفارہ مجلس کے باب میں گزر چکی ہیں۔

حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں نبی کریم ﷺ جب گھر سے باہر تشریف لے جاتے تو یہ دعا پڑھتے بسم اللّٰہ توکلت علی اللّٰہ اللھم انا نعوذبک ان نزل او نضل او نظلم او نظلم او نجھل او یجھل علینا "اللہ کے نام کے ساتھ میں گھر سے باہر نکل رہا ہوں اور میں نے اللہ پر بھروسہ کیا اے اللہ! ہم اس بات سے تیری پناہ چاہتے ہیں کہ ہم خود صحیح راستہ سے پھسل جائیں یا ہم دوسروں کو گمراہ کر دیں یا ہم کسی پر ظلم کریں یا کوئی ہم پر ظلم کرے یا ہم کسی کے ساتھ نادانی کا معاملہ کریں یا کوئی ہم سے نادانی کا معاملہ کرے۔"[3]

۱۔ اخرجه ابوداؤد كذافى الجمع (ج ۲ ص ۲۶۰)

۲۔ اخرجه الترمذى كذافى جمع الفوائد (ج ۲ ص ۲۶۱)

۳۔ اخرجه ابو داؤد والترمذى والنسائى كذافى الجمع (ج ۲ ص ۲۶۱)

حضرت ابن عمرو بن عاص رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں جب نبی کریم ﷺ مسجد میں داخل ہوتے تو یہ کلمات کہتے اعوذ باللّٰہ العظیم وبوجھہ الکریم وسلطانہ القدیم من الشیطن الرجیم '' میں مردود شیطان سے عظمت والے اللہ، اس کی کریم ذات کی اور اس کی قدیم سلطنت کی پناہ چاہتا ہوں'' آدمی جب یہ کلمات کہتا ہے تو شیطان کہتا ہے باقی سارے دن میں اس آدمی کی مجھ سے حفاظت ہوگئی۔ ؎۱

حضرت فاطمہ بنت حسین رحمۃ اللہ علیہا اپنی دادی حضرت فاطمۃ الکبریٰ رضی اللہ عنہا سے نقل کرتی ہیں کہ جب حضور ﷺ مسجد میں داخل ہوتے تو پہلے اپنے اوپر درود وسلام بھیجتے پھر یہ دعا پڑھتے رب اغفرلی ذنوبی وافتح لی ابواب رحمتک '' اے میرے رب! میرے تمام گناہ معاف فرما اور اپنی رحمت کے دروازے میرے لئے کھول دے'' اور جب مسجد سے باہر نکلتے تو اپنے اوپر درود وسلام بھیجتے اور یہ دعا پڑھتے رب اغفرلی ذنوبی وافتح لی ابواب فضلک '' اے میرے رب! میرے تمام گناہ معاف فرما اور اپنے فضل کے دروازے میرے لئے کھول دے۔'' ؎۲

حضور ﷺ کی سفر میں دعائیں

حضرت علی رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں جب نبی کریم ﷺ سفر کا ارادہ فرماتے تو یہ دعا پڑھتے اللھم بک اصول وبک احول وبک اسیر '' اے اللہ! میں تیری مدد سے حملہ کروں گا اور تیری مدد سے تدبیر کروں گا اور تیری ہی مدد سے چلوں گا۔'' ؎۳

حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں جب حضور ﷺ باہر سفر پر تشریف لے جانے کے لئے اپنے اونٹ پر بیٹھ جاتے تو تین تین مرتبہ الحمدللّٰہ سبحان اللّٰہ، اللّٰہ اکبر کہتے پھر یہ دعا پڑھتے سبحان الذی سخرلنا ھذا وما کنا لہ مقرنین وانا الی ربنا لمنقلبون اللھم انا نسئلک فی سفرنا ھذا البر والتقوی ومن العمل ماترضی اللھم ھون علینا سفرنا ھذا واطوعنا بعد الارض اللھم انت الصاحب فی السفر والخلیفۃ فی الاھل اللھم انی اعوذبک من وعثاء السفر وکابۃ المنظر وسوء المنقلب فی الاھل والمال '' پاک ہے وہ ذات جس نے اس سواری کو ہمارے لئے مسخر کیا اور اس کی مدد کے بغیر اس پر قابو پانے والے نہیں تھے اور بلاشبہ ہم کو اپنے رب کی طرف جانا ہے اے اللہ! ہم تجھ سے اس سفر میں نیکی اور پرہیزگاری کا اور ان اعمال کا

؎۱ اخرجہ ابو داؤد ؎۲ اخرجہ الترمذی و اخرجہ احمد و ابن ماجۃ کمافی المشکوۃ (ص ۶۲) وفی روایتھما قالت اذا دخل المسجد و کذا اذا خرج قال بسم اللہ والسلام علی رسول اللہ بدل صلی علی محمد وسلم وقال الترمذی حدیث فاطمۃ حدیث حسن لیس اسنادہ بمتصل وفاطمۃ بنت الحسین لم تدرک فاطمۃ الکبری

؎۳ اخرجہ احمد والبزار قال الھیثمی (ج ۱۰ ص ۱۳۰) ورجالھما ثقات۔

سوال کرتے ہیں جن سے تو راضی ہوتا ہے اے اللہ! ہمارے اس سفر کو ہمارے لئے آسان فرما اور اس کی مسافت کو جلدی طے کرا دے۔ اے اللہ! تو سفر میں ہمارا ساتھی اور اہل وعیال میں ہمارا خلیفہ اور نائب ہے اے اللہ! میں سفر کی مشقت سے اور تکلیف دہ منظر اور اہل وعیال اور مال و دولت میں بری واپسی سے تیری پناہ چاہتا ہوں۔" اور جب سفر سے واپس ہوتے تو بھی یہ دعا پڑھتے اور مزید یہ کلمات بھی کہتے انبون تائبون عابدون لربنا ساجدون "ہم واپس لوٹنے والے ہیں توبہ کرنے والے ہیں (اللہ کی) عبادت کرنے والے ہیں اور اپنے رب کے سامنے سجدہ کرنے والے ہیں۔"[1] حضرت براء رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں حضور ﷺ جب سفر میں تشریف لے جاتے تو یہ دعا پڑھتے اللھم بلاغا یبلغ خیرا مغفرۃ منک و رضوانا بیدک الخیر انک علی کل شئی قدیر اللھم انت الصاحب فی السفر والخلیفۃ فی الاھل اللھم ھون علینا السفر واطولنا الارض اللھم اعوذبک من وعثاء السفر وکابۃ المنقلب "اے اللہ! میں تجھ سے ایسا ذریعہ مانگتا ہوں جو خیر تک پہنچے اور تیری مغفرت اور رضا مندی کا سوال کرتا ہوں۔ تمام بھلائیاں تیرے ہاتھ میں ہیں۔ بے شک تو ہر چیز پر قادر ہے۔ اے اللہ! تو سفر میں ساتھی اور اہل وعیال میں خلیفہ ہے۔ اے اللہ! سفر ہمارے لئے آسان فرما اور ہمارے لئے زمین لپیٹ دے یعنی تھوڑے وقت میں زیادہ مسافت طے کرا دے اور سفر کی مشقت سے اور تکلیف دہ واپسی سے تیری پناہ چاہتا ہوں۔"[2]

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں نبی کریم ﷺ جب سفر میں ہوتے اور سحری کا وقت ہو جاتا تو یہ دعا پڑھتے سمع سامع بحمداللّٰہ وحسن بلائہ علینا ربنا صاحبنا وافضل علینا عائذا باللّٰہ من النار "سننے والے نے ہم سے اللہ کی حمد وثنا اور اللہ کے ہمیں اچھی طرح آزمانے کو سنا اے ہمارے رب! تو ہمارا ساتھی ہو جا اور ہم پر فضل فرما میں جہنم کی آگ سے اللہ کی پناہ لیتے ہوئے (یہ کہہ رہا ہوں)"[3]

حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں ہم لوگ حضور ﷺ کے ساتھ سفر کرتے تھے۔ جب آپ کی نگاہ اس بستی پر پڑتی جس میں داخل ہونے کا ارادہ ہوتا تو اللھم بارک لنا فیھا "اے اللہ! تو ہمارے لئے اس بستی میں برکت نصیب فرما" تین دفعہ کہتے اور یہ دعا پڑھتے اللھم ارزقنا حیاھا وحببنا الی اھلھا وحبب صالحی اھلھا الینا "اے اللہ! تو ہمیں اسی بستی کی تر و تازگی نصیب فرما۔ بستی والوں کے دل میں ہماری محبت ڈال دے اور بستی کے نیک لوگوں کی محبت ہمیں نصیب فرما۔"[4]

۱۔ اخرجہ مسلم و ابوداؤد والترمذی کذافی جمع الفوائد (ج ۲ ص ۲۶۱)
۲۔ عند ابی یعلی قال الھیثمی (ج ۱۰ ص ۱۳۰) رجالہ رجال الصحیح غیر فطر بن خلیفۃ و ھوثقۃ۔ انتھی
۳۔ اخرجہ مسلم و ابو داؤد و کذافی جمع الفوائد (ج ۲ ص ۲۶۲)
۴۔ اخرجہ الطبرانی فی الاوسط قال الھیثمی (ج ۱۰ ص ۱۳۴) اسنادہ جید

حضرت صہیب رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں حضور ﷺ جب بستی میں داخل ہونا چاہتے اسے دیکھتے ہی یہ دعا پڑھتے اللھم رب السموات السبع وما اظللن ورب الریاح وما ذرین انا نسئلک خیر ھذہ القریۃ وخیر اھلھا ونعوذبک من شرھا و شر اھلھا وشرمافیھا ''اے اللہ! ساتوں آسمانوں اور اس تمام مخلوق کے رب جس پر یہ آسمان سایہ کر رہے ہیں اور ہواؤں کے اوران چیزوں کے رب جن کو ہوا نے اڑایا ہم تجھ سے اس بستی کی اور بستی والوں کی خیر مانگتے ہیں اور اس بستی کے شر سے اور بستی والوں کے اور جو کچھ اس بستی میں ہے اس کے شر سے تیری پناہ چاہتے ہیں۔'' [1] جہاد فی سبیل اللہ کے دوران دعاؤں کے اہتمام کے باب میں حضور ﷺ کی سفر کی دعائیں گزر چکی ہیں۔

صحابہ کرامؓ کو رخصت کرتے وقت کی حضور ﷺ کی دعائیں

حضرت قزعہ رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں مجھ سے حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما نے فرمایا آؤ میں تمہیں اس طرح رخصت کروں جس طرح حضور ﷺ نے مجھے رخصت کیا تھا اور پھر یہ کلمات کہے استودع اللہ دینک وامانتک وخواتیم عملک ''میں تمہارے دین کو اور تمہاری صفت امانت داری کو اور تمہارے ہر عمل کے آخری حصہ کو اللہ کے سپرد کرتا ہوں۔'' [2]

حضرت سالم رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں جب کوئی آدمی سفر میں جانے کا ارادہ کرتا تو حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما اس سے فرماتے میرے قریب آؤ میں تمہیں اس طرح رخصت کروں جس طرح حضور ﷺ ہمیں رخصت کیا کرتے تھے پھر پچھلی حدیث جیسی دعا ذکر کی۔ [3]

حضرت انس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں ایک آدمی نے حضورؐ کی خدمت میں حاضر ہو کر عرض کیا یارسول اللہ! میرا سفر میں جانے کا ارادہ ہے آپ کچھ توشہ عنایت فرمادیں یعنی میرے لئے دعا فرمادیں۔ حضورؐ نے فرمایا اللہ تمہیں تقویٰ کا توشہ دے۔ اس نے عرض کیا کچھ اور دعا فرمادیں۔ حضورؐ نے فرمایا اور اللہ تمہارے گناہ معاف کرے اس نے پھر عرض کیا میرے ماں باپ آپ پر قربان ہوں کچھ اور دعا فرمادیں۔ حضورؐ نے فرمایا جہاں بھی تم ہو وہاں بھلائی کو تمہارے لئے آسان کردے۔ [4]

حضرت قتادہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں جب حضور ﷺ نے مجھے اپنی قوم کا امیر بنایا تو میں نے آپ کا ہاتھ پکڑ کر آپ کو رخصت کیا۔ آپ نے یہ دعا پڑھی جعل اللہ التقویٰ زادک

---

[1] اخرجه الطبرانی قال الهیثمی (ج ۱۰ ص ۱۳۵) رجاله الصحیح غیر عطاء بن ابی مروان وابیهو کلاهما ثقه. انتهی

[2] اخرجه ابو داؤد (ج ۳ ص ۲۳۲) [3] اخرجه الترمذی (ج ۲ ص ۱۸۲) قال الترمذی هذا حدیث حسن صحیح غریب

[4] اخراجه الترمذی (ج ۲ ص ۱۸۲) قال الترمذی هذا حدیث حسن غریب

و غفر ذنبک و وجھک للخیر حیثما توجھت ''اللہ تقویٰ کو تمہارا توشہ بنائے اور تمہارے گناہ کو معاف کرے اور جہاں بھی تم جاؤ وہاں تمہیں خیر کی توفیق عطا فرمائے۔[1]

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں ایک آدمی نے عرض کیا یا رسول اللہ! میرا سفر میں جانے کا ارادہ ہے آپ مجھے کچھ وصیت فرمادیں۔ آپؐ نے فرمایا اللہ کے ڈر کو اور ہر بلندی پر چڑھتے وقت تکبیر کہنے کو لازم پکڑے رکھو۔ جب وہ آدمی پشت پھیر کر چل دیا تو حضورؐ نے یہ دعا فرمائی اللھم اطولہ البعد وھون علیہ السفر ''اے اللہ! اس کے سفر کی مسافت کو جلد طے کرا دے اور سفر اس پر آسان فرمادے۔''[2]

کھانے پینے اور کپڑے پہننے کے وقت حضور ﷺ کی دعائیں

حضرت ابو امامہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں جب حضور ﷺ کے سامنے سے دستر خوان اٹھالیا جاتا تو آپؐ یہ دعا پڑھتے الحمدللہ کثیرا طیبا مبارکا فیہ غیر مکفی و لا مودع و لا مستغنی عنہ ربنا ''تمام تعریفیں اللہ کے لئے ہیں ایسی تعریف جو بہت زیادہ ہو اور پاکیزہ اور بابرکت ہو ہماری یہ تعریف کافی (اور تیری شان کے لائق) نہیں ہو سکتی اور نہ ہم اسے کبھی چھوڑ سکتے اور نہ کبھی اس سے مستغنی ہو سکتے ہیں اے ہمارے رب۔''[3]

حضرت ابو سعید رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں حضور ﷺ جب کھاتے یا پیتے تو فرماتے الحمدللہ الذی اطعمنا وسقانا وجعلنا من المسلمین ''تمام تعریفیں اس اللہ کے لئے ہیں جس نے ہمیں کھلایا پلایا اور ہمیں مسلمانوں میں سے بنایا۔''[4]

حضرت ابو سعید رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں جب حضور ﷺ نیا کپڑا پہنتے تو یہ دعا فرماتے اللھم لک الحمد انت کسوتنی ھذا (اس کے بعد اس کپڑے کا نام کرتا، عمامہ یا چادر وغیرہ لیتے) اسئلک خیرہ وخیر ماصنع لہ واعوذبک من شرہ و شرما صنع لہ ''اے اللہ! تمام تعریفیں تیرے لئے ہیں تو نے ہی مجھے یہ کپڑا پہنایا میں تجھ سے اس کپڑے کی خیر اور جس مقصد کے لئے بنایا گیا ہے اس کی خیر کو مانگتا ہوں اور اس کے شر سے اور جس مقصد کے لئے اسے بنایا گیا ہے اس کے شر سے تیری پناہ چاہتا ہوں۔''[5]

---

[1] اخرجہ الطبرانی والبزار عن ھشام بن قتادۃ الرھاوی قال الھیثمی (ج ۱۰ ص ۱۳۱) رجالھما ثقات

[2] اخرجہ الترمذی (ج ۲ ص ۱۸۲) قال الترمذی ھذا حدیث حسن

[3] اخرجہ البخاری و ابو داؤد والترمذی

[4] عند الترمذی و ابی داؤد کذافی جمع الفوائد (ج ۲ ص ۲۶۴)

[5] اخرجہ الترمذی و ابو داؤد کذافی جمع الفوائد (ج ۲ ص ۲۶۴)

چاند دیکھنے، کڑک سننے، بادل آنے اور تیز ہوا چلنے کے وقت کی حضور ﷺ کی دعائیں

حضرت طلحہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں نبی کریم ﷺ جب نیا چاند دیکھتے تو فرماتے اللھم اھلہ علینا بالیمن والایمان والسلامۃ والاسلام ربی و ربک اللہ "اے اللہ! تو اس چاند کو ہم پر برکت اور ایمان کے ساتھ، سلامتی اور اسلام کے ساتھ نکال (اے چاند!) میرا اور تیرا رب اللہ ہے۔"[۱] حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما نے یہ الفاظ روایت کئے ہیں اللہ اکبر اللھم اھلہ علینا بالامن والامان والسلامۃ والاسلام والتوفیق لما تحب وترضی ربنا وربک اللہ "اللہ سب سے بڑا ہے، اے اللہ! اس چاند کو ہم پر امن وامان سلامتی اور اسلام کے ساتھ اور اپنے محبوب اور پسندیدہ اعمال کی توفیق کے ساتھ نکال (اے چاند!) ہمارا اور تیرا رب اللہ ہے۔"[۲]

حضرت رافع بن خدیج رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں حضور جب نیا چاند دیکھتے تو فرماتے ھلال خیر ورشد "یہ خیر اور ہدایت کا چاند ہے"۔ پھر تین مرتبہ یہ کلمات کہتے اللھم انی اسئلک من خیر ھذا الشھر و خیر القدر و اعوذبک من شرہ "اے اللہ! میں تجھ سے اس مہینے کی بھلائی اور تقدیر کی بھلائی مانگتا ہوں اور اس کے شر سے تیری پناہ چاہتا ہوں۔"[۳]

حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں نبی کریم ﷺ جب بادل گرجنے اور بجلی کڑکنے کی آواز سنتے تو فرماتے اللھم لاتقتلنا بغضبک ولا تھلکنا بعذابک وعافنا قبل ذلک "اے اللہ! ہمیں اپنے غضب سے قتل نہ فرما اور ہمیں اپنے عذاب سے ہلاک نہ فرما اور ہمیں اس سے پہلے ہی عافیت نصیب فرما۔"[۴]

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں جب تیز ہوا چلتی تو نبی کریم ﷺ یہ دعا مانگتے اللھم انی اسئلک خیرھا و خیر مافیھا و خیرما ارسلت بہ واعوذبک من شرھا وشرما فیھا و شرما ارسلت بہ "اے اللہ! میں تجھ سے اس ہوا کی خیر اور جو کچھ اس میں ہے اس کی خیر اور جو کچھ دے کر یہ ہوا بھیجی گئی اس کی خیر مانگتا ہوں اور تجھ سے اس ہوا کے شر سے اور جو کچھ اس میں ہے اس کے شر سے اور جو کچھ دے کر یہ ہوا بھیجی گئی ہے اس کے شر سے پناہ مانگتا ہوں۔"[۵] حضرت عائشہ

۱۔ اخرجہ الترمذی (ج ۲ ص ۱۸۳) ۲۔ اخرجہ ابن عساکر کمافی الکنز (ج ۴ ص ۳۲۶) و اخرجہ الطبرانی ایضا عن ابن عمر مثلہ الاانہ لم یذکر اللہ اکبر وعندہ والا یمان بدل الامان قال الھیثمی (ج ۱۰ ص ۱۳۹) وفیہ عثمان بن ابراھیم الحاطبی وفیہ ضعف

۳۔ اخرجہ الطبرانی واسنادہ حسن کما قال الھیثمی (ج ۱۰ ص ۱۳۹)

۴۔ اخرجہ الترمذی کذافی جمع الفوائد (ج ۲ ص ۲۶۴) ۵۔ اخرجہ الشیخان والترمذی

رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں نبی کریم ﷺ جب آسمان کے کنارے میں اٹھتا ہوا بادل دیکھتے تو کام چھوڑ دیتے اور اگر نماز میں ہوتے تو اسے مختصر کر دیتے پھر یہ کلمات فرماتے اللھم انی اعوذبک من شرھا ''اے اللہ! اس بادل کے شر سے تیری پناہ چاہتا ہوں'' اگر بارش ہو جاتی تو فرماتے اللھم صیبا ھنیئا ''اے اللہ! اسے بہت برسنے والا لیکن بابرکت اور نفع بخش بنا دے۔''[1]

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں حضور ﷺ جب آسمان کے کسی کنارے پر گھرے بادل دیکھتے تو جس کام میں بھی ہوتے اسے چھوڑ دیتے چاہے وہ نماز ہی کیوں نہ ہو اور اس بادل کی طرف متوجہ ہو جاتے اور فرماتے اللھم انا نعوذبک من شرما ارسل بہ ''اے اللہ! ہم اس چیز کے شر سے تیری پناہ چاہتے ہیں جسے دے کر اس بادل کو بھیجا گیا ہے۔'' پھر اگر بارش ہو جاتی تو دو تین دفعہ فرماتے صیبا نافعا ''اسے بہت برسنے والا نفع دینے والا بنا دے۔'' اگر اللہ تعالیٰ اس بادل کو ہٹا دیتے اور بارش نہ ہوتی تو اس پر اللہ تعالیٰ کی حمد و ثنا بیان کرتے۔''[2]

حضرت سلمہ بن اکوع رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں جب ہوا تیز چلتی تو حضور ﷺ فرمایا کرتے اللھم لقحا لا عقیما ''اے اللہ! اسے ایسی ہوا بنا جس سے درختوں پر خوب پھل لگیں اور اسے بانجھ نہ بنا (جس سے کوئی فائدہ نہ ہو)۔''[3]

حضور ﷺ کی وہ دعائیں جن کا وقت مقرر نہیں تھا

حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ نبی کریم ﷺ یہ دعا مانگا کرتے تھے اللھم انی اسئلک الھدی والتقی والعفاف والغنی ''اے اللہ! میں تجھ سے ہدایت، تقویٰ، پاک دامنی اور دل کا غنا مانگتا ہوں۔''[4]

حضرت ابو موسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں نبی کریم ﷺ یہ دعا مانگا کرتے تھے اللھم اغفرلی خطیتی وجھلی واسرافی فی امری وما انت اعلم بہ منی اللھم اغفرلی جدی وھزلی وخطای وعمدی وکل ذلک عندی اللھم اغفرلی ماقدمت وما اخرت وما اسررت وما اعلنت وما انت اعلم بہ منی انت المقدم وانت المؤخر وانت علی کل شئی قدیر ''اے اللہ! میری خطا اور میرے نادانی والے کام اور کاموں میں میرا حد سے بڑھ جانا اور وہ گناہ جنہیں تو مجھ سے زیادہ جانتا ہے سب معاف فرما اور میرے وہ گناہ جو سچ مچ ارادہ سے سرزد ہوئے یا ہنسی مذاق میں ہو گئے یا غلطی سے ہو گئے یا جان بوجھ کر قصداً کئے وہ سب معاف فرما اور یہ سب طرح کے گناہ

۱؎ عند ابی داؤد کذافی جمع الفوائد (ج ۲ ص ۲۶۵)

۲؎ اخرجہ ابن ابی شیبۃ کذافی الکنز (ج ۴ ص ۲۹۰) ۳؎ اخرجہ الطبرانی فی الکبیر والاوسط قال الھیثمی (ج ۱۰ ص ۱۳۵) رجالہ رجال الصحیح غیر المغیرۃ بن عبدالرحمن ھو ثقۃ. انتھی ۴؎ اخرجہ مسلم

میرے پاس ہیں اے اللہ! میرے اگلے پچھلے تمام گناہ معاف فرما اور جو گناہ چھپ کر کئے اور جو علی الاعلان کئے وہ بھی معاف فرما اور جن گناہوں کو تو مجھ سے زیادہ جانتا ہے وہ بھی معاف فرما۔ تو ہی آگے کرنے والا اور پیچھے کرنے والا ہے اور تو ہر چیز پر قدرت رکھنے والا ہے۔''[1]

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں حضور ﷺ یہ دعا مانگا کرتے تھے: اللھم اصلح لی دینی الذی ھو عصمۃ امری واصلح لی دنیای التی فیھا معاشی واصلح لی اخرتی التی فیھا معادی واجعل الحیات زیادۃ لی فی کل خیر واجعل الموت راحۃ لی من کل شر ''اے اللہ! میرا وہ دین سنوار دے جس سے میرے تمام کاموں کی حفاظت ہوتی ہے اور میری وہ دنیا درست فرما دے جس سے میری معاش کا تعلق ہے اور میری آخرت کو بھی ٹھیک کر دے جہاں مجھے لوٹ کر جانا ہے اور زندگی کو میرے لئے ہر خیر میں بڑھنے کا ذریعہ بنا اور موت کو میرے لئے ہر شر سے راحت پانے کا ذریعہ بنا۔''[2]

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں حضور ﷺ یہ دعا مانگا کرتے تھے اللھم لک اسلمت وبک امنت وعلیک توکلت والیک انبت وبک خاصمت اللھم انی اعوذ بعزتک لا الہ الا انت ان تضلنی انت الحی الذی لایموت والجن والانس یموتون۔

''اے اللہ! میں تیرا فرمانبردار ہو گیا اور تجھ پر ایمان لایا اور تجھ پر ہی بھروسہ کیا اور تیری طرف ہی متوجہ ہوا اور تیری مدد سے ہی میں نے اہل باطل سے جھگڑا کیا اے اللہ! میں اس بات سے تیری عزت کی پناہ چاہتا ہوں کہ تو مجھے گمراہ کر دے۔ تیرے سوا کوئی معبود نہیں تو ہی وہ ذات ہے جو ہمیشہ زندہ رہے گی اور اسے موت نہیں آئے گی باقی تمام جنات اور انسان ایک دن مر جائیں گے۔''[3]

حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں حضور ﷺ اکثر یہ دعا مانگا کرتے تھے یا مقلب القلوب! ثبت قلبی علی دینک ''اے دلوں کو پلٹنے والے! میرے دل کو اپنے دین پر جمائے رکھ۔''[4]

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں حضور ﷺ فرمایا کرتے تھے اللھم عافنی فی جسدی و عافنی فی بصری واجعلہ الوارث منی لا الہ الا انت الحلیم الکریم سبحان اللہ رب العرش العظیم والحمدللہ رب العالمین ''اے اللہ! مجھے جسم میں اور نگاہ میں عافیت نصیب فرما اور اس نگاہ کو موت تک باقی رکھ۔ تیرے سوا کوئی معبود نہیں تو بردبار اور کریم ہے میں اللہ کی پاکی بیان کرتا ہوں جو عرش عظیم کا رب ہے اور تمام تعریفیں اس اللہ کے لئے ہیں جو تمام

۱۔ عند مسلم ایضا والبخاری
۲۔ عند مسلم
۳۔ عند مسلم ایضا و البخاری
۴۔ عند الترمذی وقال الترمذی حدیث حسن

جہانوں کا پالنے والا ہے۔''[۱]

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں نبی کریم ﷺ دعا میں یہ کہا کرتے تھے رب اعنی ولاتعن علی وانصرنی ولاتنصر علی وامکرلی ولاتمکر علی واھدنی و یسر ھدای وانصرنی علی من بغی علی رب اجعلنی لک شاکرا لک ذاکرا لک راھبا لک مطواعا الیک مجیبا اومنیبا تقبل توبتی واغسل حوبتی واجب دعوتی وثبت حجتی واھد قلبی وسدد لسانی واسلل سخیمۃ قلبی ''اے میرے رب! میری اعانت فرما اور میرے خلاف کسی کی اعانت نہ فرما اور میری مدد فرما اور میرے خلاف کسی کی مدد نہ فرما اور میرے لئے تدبیر فرما اور میرے خلاف کوئی تدبیر نہ فرما اور مجھے ہدایت نصیب فرما اور ہدایت پر قائم رہنے کو میرے لئے آسان فرما اور جو مجھ پر زیادتی کرے اس کے خلاف میری مدد فرما اے میرے رب! تو مجھے اپنا شکر کرنے والا، اپنا ذکر کرنے والا، اپنے سے ڈرنے والا، اپنا فرمانبردار، اور اپنی طرف متوجہ ہونے والا بنادے میری توبہ قبول فرما میرے گناہ دھودے اور میری دعا قبول فرما اور میری دلیل کو مضبوط فرما اور میرے دل کو ہدایت نصیب فرما اور میری زبان کو ٹھیک رکھ اور میرے دل کے کینہ اور کھوٹ کو نکال دے۔''[۲]

حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں حضور ﷺ یہ دعا بھی مانگا کرتے تھے اللھم انا نسئلک موجبات رحمتک وعزائم مغفرتک والسلامۃ من کل اثم والغنیمۃ من کل بر والفوز بالجنۃ والنجاۃ من النار ''اے اللہ! ہم تجھ سے تیری رحمت کو واجب کرنے والے اعمال اور تیری مغفرت کو ضروری بنانے والے اسباب اور ہر گناہ سے حفاظت اور ہر نیکی کی توفیق اور جنت میں داخلہ کی کامیابی اور دوزخ سے نجات مانگتے ہیں۔''[۳]

حضرت عبداللہ بن عمرو رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں حضور ﷺ یہ دعا مانگا کرتے تھے اللھم اغفرلنا ذنوبنا وظلمنا وھزلنا وجدنا وعمدنا ''اے اللہ! ہمارے تمام گناہوں کو معاف فرما۔ ہمارے ظلم کو اور ہنسی مذاق کے گناہوں کو اور شعوری گناہوں کو اور جو گناہ جان بوجھ کر کئے ان سب کو معاف فرما۔''[۴]

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں حضور ﷺ فرمایا کرتے تھے اللھم احسنت خلقی

---

[۱] عند الترمذی ایضا [۲] عند الترمذی ایضا وابی دائود وابن ماجۃ وفی روایۃ الترمذی اوابا منیبا قال الترمذی حدیث حسن صحیح.

[۳] عندا لحاکم و صححہ علی شرط مسلم کذافی کتاب الاذکار للنووی (ص ۴۹۸)

[۴] اخرجہ احمد والطبرانی قال الھیثمی (ج ۱۰ ص ۱۷۲) واسناد ھما حسن عند احمد والطبرانی ایضا والبزار قال الھیثمی رجالھم رجال الصحیح غیر عون العقیلی و ھو ثقۃ

فاحسن خلقی ''اے اللہ! تو نے میری صورت اچھی بنائی اب سیرت بھی اچھی بنا دے۔''[1]

حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں حضور ﷺ فرمایا کرتے تھے رب اغفر وارحم واهدني السبيل الاقوم ''اے میرے رب! مغفرت فرما اور رحم فرما اور مجھے سیدھے اور پختہ راستہ پر چلا۔''[2]

حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں حضور ﷺ فرمایا کرتے تھے یا ولی الاسلام واهله! ثبتنی به حتی القاک ''اے اسلام کے والی اور اسلام والوں کے مددگار! مجھے اپنی ملاقات کے وقت تک یعنی موت تک اسلام پر جمائے رکھ۔''[3]

حضرت بسر بن ابی ارطاۃ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں میں نے حضور ﷺ کو یہ دعا مانگتے ہوئے سنا اللهم احسن عاقبتنا في الامور كلها واجرنا من خزي الدنيا و عذاب الآخرة ''اے اللہ! تمام کاموں میں ہمارا انجام اچھا فرما اور ہمیں دنیا کی رسوائی سے اور آخرت کے عذاب سے محفوظ فرما'' طبرانی کی روایت میں اس کے بعد یہ بھی ہے کہ حضورؐ نے فرمایا جو یہ دعا مانگتا رہے گا وہ آزمائش میں مبتلا ہونے سے پہلے ہی مر جائے گا۔''[4]

حضرت ابوصرمہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں حضور ﷺ فرمایا کرتے تھے اللهم انی اسئلک غنای وغنی مولای ''اے اللہ! میں تجھ سے اپنے غنا اور اپنے ہر تعلق والے کے غنا کا سوال کرتا ہوں۔''[5]

حضرت ثوبان رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں حضورؐ فرمایا کرتے تھے اللهم انی اسئلک الطيبات وترک المنکرات وحب المساكين وان تتوب علي وان اردت بعبادک فتنة ان تقبضني غير مفتون ''اے اللہ! میں تجھ سے پاکیزہ چیزیں اور منکرات کے چھوڑنے کی ہمت اور مسکینوں کی محبت مانگتا ہوں اور یہ بھی مانگتا ہوں کہ تو میری توبہ قبول فرما لے اور یہ بھی کہ اگر کسی وقت تو اپنے بندوں کو آزمائش میں ڈالنا چاہے تو مجھے اس آزمائش میں ڈالے بغیر اپنے پاس بلا لے۔[6]

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں حضورؐ فرمایا کرتے تھے اللهم اجعل اوسع رزقک علي عند كبر سني وانقطاع عمری ''اے اللہ! بڑھاپے میں اور اخیر عمر میں مجھے سب سے زیادہ

۱۔ اخرجه احمد قال الهيثمي (ج ۱۰ ص ۱۷۳) رجاله رجال الصحيح و اخرجه و ابو يعلى عن ابن مسعود مثله باسناد صحيح ۲۔ اخرجه احمد و ابو يعلى باسنادين حسنين

۳۔ عندالطبرانی في الاوسط و رجاله ثقات كما قال الهيثمي (ج ۱۰ ص ۱۷۳ و ۱۷۶)

۴۔ اخرجه احمد والطبراني قال الهيثمي (ج ۱۰ ص ۱۷۸) رجال احمد واحد اسانيدالطبراني ثقات ۵۔ عند احمد والطبراني قال الهيثمي (ج ۱۰ ص ۱۷۸) احد اسنادی احمد رجاله رجال الصحيح ۶۔ عند البزار قال الهيثمي (ج ۱۰ ص ۱۸۱) اسناده حسن

فراخ روزی عطا فرما۔''[۱]

جامع دعائیں جن کے الفاظ کم اور معنی زیادہ ہیں

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں حضورؐ جامع دعائیں پسند فرماتے تھے اور دوسری دعائیں چھوڑ دیتے تھے۔[۲]

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں ایک مرتبہ حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ حضورؐ کے پاس آئے اور انھوں نے مجھ سے چھپا کر حضورؐ سے کوئی بات کرنی چاہی میں نماز پڑھ رہی تھی حضورؐ نے مجھ سے کہا اے عائشہ! کامل اور جامع دعائیں کیا کرو۔ نماز سے فارغ ہو کر میں نے ان دعاؤں کے بارے میں پوچھا حضورؐ نے فرمایا یہ کہو اللھم انی اسئلک من الخیر کلہ عاجلہ وآجلہ وما علمت منہ ومالم اعلم واعوذبک من الشر کلہ عاجلہ وآجلہ وما علمت منہ ومالم اعلم واسئلک الجنۃ وما قرب الیھا من قول او عمل و اعوذبک من النار وما قرب الیھا من قول او عمل و اسئلک من خیر ما سئلک منہ عبدک ورسولک محمد صلی اللّٰہ علیہ وسلم واستعیذک مما استعاذک منہ عبدک ورسولک محمد صلی اللّٰہ علیہ وسلم واسئلک ما قضیت لی من امر ان تجعل عاقبتہ رشدا ''اے اللہ! میں تجھ سے ہر قسم کی خیر، جلد آنے والی بھی اور دیر سے آنی والی بھی، جو میں جانتا ہوں وہ بھی اور جو نہیں جانتا وہ بھی مانگتا ہوں اور ہر قسم کے شر سے تیری پناہ چاہتا ہوں چاہے وہ شر جلد آنے والا ہو یا دیر سے آنے والا ہو چاہے میں اسے جانتا ہوں یا نہ جانتا ہوں اور میں تجھ سے جنت اور ہر اس قول و فعل کی توفیق مانگتا ہوں جو جنت کے قریب کرے اور دوزخ کی آگ سے اور ہر اس قول و فعل سے تیری پناہ چاہتا ہوں جو دوزخ کے قریب کرے اور میں تجھ سے ہر وہ خیر مانگتا ہوں جو تجھ سے تیرے بندے اور رسول حضرت محمدؐ نے مانگی ہے اور ہر اس چیز سے تیری پناہ چاہتا ہوں جس سے تیرے بندے اور رسول حضرت محمدؐ نے پناہ چاہی اور میں تجھ سے اس بات کا سوال کرتا ہوں کہ جس امر کا تو میرے لئے فیصلہ کرے اس کا انجام میرے لئے اچھا کر دے۔''[۳] حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں حضور ﷺ میرے پاس تشریف لائے میں نماز پڑھ رہی تھی آپ کو کچھ کام تھا مجھے نماز میں دیر ہو گئی۔ آپؐ نے فرمایا اے عائشہ! مجمل اور جامع دعا کیا کرو میں نے نماز سے فارغ ہو کر عرض کیا یا رسول اللہ!

۱؎ عند الطبرانی واسنادہ حسن کما قال الھیثمی (ج ۱۰ ص ۱۸۲)

۲؎ اخرجہ ابن ابی شیبۃ کذافی الکنز (ج ۱ ص ۲۹۱)

۳؎ اخرجہ الحاکم کذافی الکنز (ج ۱ ص ۳۰۶) و اخرجہ احمد و ابن ماجۃ عن عائشۃ نحوہ قال الحاکم ھذا حدیث صحیح الاسناد کمافی الاذکار للنووی (ص ۵۰۶)

مجمل اور جامع دعا کیا ہے؟ آپؐ نے فرمایا تم یہ کہا کرو پھر پچھلی دعا ذکر کی۔[1]

حضرت ابوامامہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں ایک مرتبہ حضورﷺ نے بہت زیادہ دعا مانگی لیکن ہمیں اس میں سے کچھ یاد نہ رہا۔ ہم نے عرض کیا یا رسول اللہ! آپ نے بہت زیادہ دعا مانگی لیکن ہمیں اس میں سے کچھ یاد نہ رہا۔ حضورؐ نے فرمایا کیا میں تمہیں کوئی ایسی جامع دعا نہ بتا دوں جس میں یہ سب کچھ آ جائے؟ تم یہ دعا مانگا کرو اللھم انا نسئلک من خیر ما سئلک منه نبیک محمد صلی اللّٰہ علیه وسلم ونعوذبک من شرما استعاذمنه نبیک محمد صلی اللّٰہ علیه وسلم وانت المستعان وعلیک البلاغ ولاحول ولا قوۃ الا باللّٰہ ''اے اللہ! ہم تجھ سے وہ تمام بھلائیاں مانگتے ہیں جو تجھ سے تیرے نبی حضرت محمدﷺ نے مانگی ہیں اور ان تمام چیزوں سے تیری پناہ مانگتے ہیں جن سے تیرے نبی حضرت محمدﷺ نے پناہ مانگی ہے اور تو ہی وہ ذات ہے جس سے مدد مانگی جاتی ہے اور (ہمیں مقصود تک) پہنچانا (تیرے فضل سے) تیرے ہی ذمہ ہے برائیوں سے بچنے کی طاقت اور نیکیاں کرنے کی قوت تیری توفیق سے ہی ملتی ہے۔''[2]

اللہ کی پناہ چاہنا

حضرت انس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں حضورؐ فرمایا کرتے تھے اللھم انی اعوذبک من العجز والکسل والجبن والھرم والبخل واعوذبک من عذاب القبر واعوذبک من فتنة المحیا والممات وفی روایة وضلع الدین وغلبة الرجال ''اے اللہ! میں عاجز ہو جانے سے، کاہلی سے، بزدلی سے، زیادہ بوڑھا ہو جانے سے اور کنجوسی سے تیری پناہ چاہتا ہوں اور عذاب قبر سے تیری پناہ چاہتا ہوں اور زندگی اور موت کے فتنے سے تیری پناہ چاہتا ہوں اور ایک روایت میں ہے کہ قرض کے بوجھ سے اور لوگوں کے غلبہ اور دباؤ سے (تیری پناہ چاہتا ہوں)''[3]

مسلم میں حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی روایت ہے کہ نبی کریمﷺ دعا میں فرمایا کرتے تھے اللھم انی اعوذبک من شرما عملت ومن شرمالم اعمل ''اے اللہ! میں نے اب تک جو کیا اس کے شر سے بھی پناہ مانگتا ہوں اور جو نہیں کیا اس کے شر سے بھی پناہ مانگتا ہوں۔''

حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں حضورﷺ کی ایک دعا یہ بھی تھی اللھم انی اعوذبک من زوال نعمتک وتحول عافیتک وفجاۃ نقمتک وجمیع سخطک ''اے اللہ! میں تیری نعمت کے چلے جانے سے، تیری دی ہوئی عافیت کے ہٹ جانے سے، اور تیری اچانک پکڑ سے

---

[1] اخرجه البخاری فی الادب المفرد (ص ۹۴)

[2] اخرجه الترمذی (ج ۲ ص ۱۹۰) قال الترمذی هذا حدیث حسن غریب و اخرجه البخاری فی الادب المفرد (ص ۹۹) بمعناه

[3] اخرجه الشیخان

اور تیری ہر طرح کی ناراضگی سے پناہ چاہتا ہوں۔''

حضرت زید بن ارقم رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں میں تمہیں وہی دعا بتانے لگا ہوں جو حضور ﷺ مانگا کرتے تھے اللهم انی اعوذبک من العجز والکسل والجبن والبخل والهرم وعذاب القبر اللهم ات نفسی تقوها وزکها انت خیر من زکاها انت ولیها و مولاها اللهم انی اعوذبک من علم لا ینفع ومن قلب لایخشع ومن نفس لا تشبع ومن دعوۃ لایستجاب لها ''اے اللہ! عاجزی، کاہلی، بزدلی، کنجوسی، رنج وغم اور عذاب قبر سے تیری پناہ چاہتا ہوں اے اللہ! میرے نفس کو تقویٰ عطا فرما اور اسے پاک صاف کردے تو ہی اس کو بہترین پاک صاف کرنے والا ہے تو ہی اس کا مالک اور آقا ہے اے اللہ! میں تیری پناہ چاہتا ہوں اس علم سے جو (دین دنیا میں) نفع نہ دے اور اس دل سے جس میں خشوع نہ ہو اور حریص نفس سے جو کبھی سیر نہ ہو اور اس دعا سے جو قبول نہ ہو۔''

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں نبی کریم ﷺ یہ دعا فرمایا کرتے تھے اللهم انی اعوذبک من فتنة النار و عذاب النار ومن شر الغنی والفقر ''اے اللہ! آگ کے فتنے سے، آگ کے عذاب سے اور مالداری اور فقیری کے شر سے تیری پناہ چاہتا ہوں۔''[1]

حضرت قطبہ بن مالک رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں نبی کریم ﷺ فرمایا کرتے تھے اللهم انی اعوذبک من منکرات الاخلاق و الاعمال والاهواء ''اے اللہ! میں برے اخلاق و اعمال سے اور بری نفسانی خواہشات سے تیری پناہ چاہتا ہوں۔''[2]

حضرت انس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں حضور ﷺ فرمایا کرتے تھے اللهم انی اعوذبک من البرص والجنون والجذام ومن سیئ الاسقام ''اے اللہ! برص (پھلبہری) سے، دیوانگی سے، کوڑھ پن سے اور تمام بری اور موذی بیماریوں سے تیری پناہ چاہتا ہوں۔''[3]

حضرت ابوالیسر صحابی رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں حضور ؐ یہ دعا مانگا کرتے تھے اللهم انی اعوذبک من الهدم و اعوذبک من التردی و اعوذبک من الغرق والحرق والهرم واعوذبک ان یتخبطنی الشیطان عند الموت واعوذبک ان اموت فی سبیلک مدبرا واعوذبک ان اموت لدیغا ''اے اللہ! کسی عمارت کے نیچے دب کر مرنے سے کسی اونچی جگہ سے گر کر مرنے سے اور ڈوب کر یا جل کر مرنے سے اور حد سے زیادہ بوڑھا ہونے سے تیری پناہ چاہتا ہوں اور اس بات سے تیری پناہ چاہتا ہوں کہ موت کے وقت شیطان مجھے خبطی بنادے یعنی عقل خراب کر کے گمراہ کردے اور تیرے راستہ میں میدان جنگ سے پیٹھ پھیر کر بھاگتے ہوئے مرنے سے تیری پناہ

---

[1] عند الاربعة بالاسانید الصحیحه [2] عند الترمذی قال الترمذی حدیث حسن

[3] عند ابی داؤد والنسائی باسنادین صحیحین

چاہتا ہوں اور سانپ وغیرہ کے ڈسنے سے مرنے سے تیری پناہ چاہتا ہوں۔''[1]

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں حضور فرمایا کرتے تھے اللھم انی اعوذبک من الجوع فانہ بئس الضجیع واعوذبک من الخیانۃ فانھا بئست البطانۃ ''اے اللہ! میں بھوک سے تیری پناہ چاہتا ہوں کیونکہ بھوک بہت برا ساتھی ہے اور خیانت سے تیری پناہ چاہتا ہوں، اس لئے کہ یہ بدترین خصلت ہے۔''[2]

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں حضور فرمایا کرتے تھے اللھم انی اعوذبک من الشقاق والنفاق وسوء الاخلاق ''اے اللہ! میں آپس کے جھگڑے، فساد، نفاق اور برے اخلاق سے تیری پناہ چاہتا ہوں۔''[3]

حضرت انس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں نبی کریم ﷺ فرمایا کرتے تھے اللھم انی اعوذبک من العجز والکسل واعوذبک من القسوۃ والغفلۃ والعیلۃ والذلۃ والمسکنۃ واعوذبک من الفسوق والشقاق والنفاق والسمعۃ والریاء واعوذبک من الصمم والبکم والجنون والجذام وسیئ الاسقام ''اے اللہ! عاجز ہو جانے اور سستی سے تیری پناہ چاہتا ہوں اور دل کی سختی، غفلت، فقیری، ذلت و مسکنت سے تیری پناہ چاہتا ہوں، فسق و فجور، آپس کے لڑائی جھگڑے، نفاق اور شہرت وریا سے تیری پناہ چاہتا ہوں بہرہ اور گونگا ہو جانے سے، پاگل پن، کوڑھ اور تمام بری بیماریوں سے تیری پناہ چاہتا ہوں۔''[4] حضرت عقبہ بن عامر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں نبی کریم ﷺ فرمایا کرتے تھے اللھم انی اعوذبک من یوم السوء ومن لیلۃ السوء ومن ساعۃ السوء ومن صاحب السوء ومن جار السوء فی دار المقامۃ ''اے اللہ! برے دن سے، بری رات سے، بری گھڑی سے، برے ساتھی سے اور (مستقل رہائش والے) وطن کے برے پڑوسی سے میں تیری پناہ چاہتا ہوں۔''[5]

حضرت عمر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں حضور پانچ چیزوں سے اللہ کی پناہ اس طرح مانگا کرتے تھے اللھم انی اعوذبک من البخل والجبن وفتنۃ الصدر و عذاب القبر وسوء العمر ''اے اللہ! کنجوسی سے، بزدلی سے، سینے کے فتنہ سے، عذاب قبر سے اور بری عمر یعنی زیادہ بوڑھا ہو جانے سے تیری پناہ چاہتا ہوں۔''[6] حضرت عمر فرماتے ہیں نبی کریم ﷺ، حضرت حسن حضرت حسین

۱؎ عنہ هما و هذا لفظ ابی داؤد ۲؎ عند ابی داؤد والنسائی بالاسناد الصحیح کذافی کتاب الاذکار (ص ۴۹۹) ۳؎ عند ابی داؤد والنسائی کذافی تیسیر الوصول (ج ۲ ص ۸۳)
۴؎ اخرجه الطبرانی فی الصغیر قال الهیثمی (ج ۱۰ ص ۱۴۳) رجاله رجال الصحیح
۵؎ عند الطبرانی ایضا قال الهیثمی (ج ۱۰ ص ۱۴۴) رجاله رجال الصحیح غیر بشر بن ثابت البزار و هو ثقة ۶؎ اخرجه احمد و ابن ابی شیبة وابو داؤد والنسائی وغیرهم

رضی اللہ عنہما کو ان کلمات سے اللہ کی پناہ میں دیا کرتے تھے انی اعیذ کما بکلمات اللّٰہ التامۃ من کل شیطان وھامۃ ومن کل عین لامۃ ''میں تم دونوں کو ہر شیطان سے، موذی زہریلے جانوروں سے اور ہر لگنے والی بری نظر سے اللہ کے ان کلمات کی پناہ میں دیتا ہوں جو پورے ہیں۔'' [1]

جنات سے اللہ کی پناہ چاہنا

حضرت ابو تیاح رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں حضرت عبدالرحمٰن بن حنبش تمیمی رضی اللہ عنہ عمر رسیدہ ہو چکے تھے میں نے ان سے پوچھا کیا آپ نے حضور ﷺ کا زمانہ پایا ہے؟ انھوں نے کہا جی ہاں۔ میں نے کہا جس رات جنات نے حضورؐ کے ساتھ مکر وفریب کرنا چاہا تھا اس رات حضورؐ نے کیا کیا تھا؟ انھوں نے کہا اس رات شیاطین گھاٹیوں اور پہاڑی راستوں سے اتر کر حضورؐ کے پاس آنے لگے۔ ان میں سے ایک شیطان کے ہاتھ میں آگ کا ایک شعلہ تھا جس سے وہ حضورؐ کا چہرہ انور جلانا چاہتا تھا اس پر حضرت جبرائیل علیہ السلام آسمان سے اتر کر حاضر خدمت ہوئے اور عرض کیا اے محمد! پڑھئے حضورؐ نے فرمایا کیا پڑھوں؟ انھوں نے کہا یہ دعا پڑھئے اعوذ بکلمات اللّٰہ التامۃ من شر ما خلق وذراء وبراء ومن شر ما ینزل من السماء ومن شر ما یعرج فیھا ومن شر فتن اللیل والنھار ومن شر کل طارق الا طارقا یطرق بخیر یا رحمٰن ''میں اللہ کے کامل کلمات کی پناہ لیتا ہوں ان تمام چیزوں کے شر سے جنہیں اس نے پیدا فرمایا۔ پھیلا دیا اور جنہیں اس نے بے مثال بنایا اور ہر اس چیز کے شر سے جو آسمان سے اترتی ہے اور ہر اس چیز کے شر سے جو آسمان میں چڑھتی ہے اور رات اور دن کے فتنوں سے اور رات کو پیش آنے والے ہر حادثہ کے شر سے سوائے اس حادثہ کے جو خیر لے کر آئے۔ اے رحمٰن! (چنانچہ حضورؐ نے یہ کلمات کہے جس سے) ان شیاطین کی آگ بجھ گئی اور اللہ نے انہیں شکست دے دی۔ [2]

حضرت ابی بن کعب رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں میں نبی کریم ﷺ کے پاس تھا کہ اتنے میں آپؐ کے پاس ایک دیہاتی آیا اور اس نے عرض کیا اے اللہ کے نبی! میرا ایک بھائی ہے جسے تکلیف ہے۔ حضورؐ نے پوچھا اسے کیا تکلیف ہے؟ اس نے کہا اس پر جنات کا اثر ہے۔ آپؐ نے فرمایا اسے میرے پاس لاؤ۔ وہ دیہاتی اپنے بھائی کو لایا اور اسے حضورؐ کے سامنے بٹھا دیا۔ حضورؐ نے سورت فاتحہ اور مندرجہ ذیل آیتیں پڑھ کر اسے اللہ کی پناہ میں دیا۔ سورت بقرہ کی شروع کی چار آیتیں اور یہ دو آیتیں وَاِلٰـهُكُمْ اِلٰهٌ وَّاحِدٌ اور آیت الکرسی اور سورت بقرہ کی آخری تین اور آل

---

[1] عند ابی نعیم فی الحلیة کذا فی الکنز (ج ۱ ص ۲۱۲)

[2] اخرجه احمد و ابو یعلی قال المنذری فی الترغیب (ج ۳ ص ۱۱۷) ولکل منهما اسناد جید محتج به وقد رواه مالک فی الموطا عن یحیی بن سعید مرسلا ورواه النسائی من حدیث ابن مسعود بنحوه. انتهی و اخرجه ابن ابی شیبة عن مکحول بمعناه مختصرا مع فرق فی الفاظ التعوذ کمافی الکنز (ج ۱ ص ۲۱۲)

عمران کی ایک آیت شَهِدَ اللّٰهُ اَنَّهٗ لَآ اِلٰهَ اِلَّا هُوَ اور اعراف کی ایک آیت اِنَّ رَبَّكُمُ اللّٰهُ اور سورت مومنین کی آخری آیت فَتَعٰلَى اللّٰهُ الْمَلِكُ الْحَقُّ اور سورت جن کی ایک آیت وَّاَنَّهٗ تَعٰلٰى جَدُّ رَبِّنَا اور سورت صافات کی شروع کی دس آیتیں اور سورت حشر کی آخری تین آیتیں اور قُلْ هُوَ اللّٰهُ اَحَدٌ اور معوذ تین یعنی قُلْ اَعُوْذُ بِرَبِّ الْفَلَقِ اور قُلْ اَعُوْذُ بِرَبِّ النَّاسِ (حضورؐ کے اس پڑھنے کی برکت سے) وہ آدمی وہاں سے اس طرح ٹھیک ہو کر اٹھا کہ جیسے اسے کوئی تکلیف ہی نہ تھی۔[1]

رات کو جب نیند نہ آئے یا گھبرا جائے تو کیا کہے؟

حضرت ابوامامہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں حضرت خالد بن ولید رضی اللہ عنہ نے حضورؐ کو بتایا کہ وہ رات کو کچھ ڈراونی چیزیں دیکھتے ہیں جن کی وجہ سے وہ رات کو تہجد کی نماز نہیں پڑھ سکتے۔ حضورؐ نے فرمایا اے خالد بن ولید! کیا میں تمہیں ایسے کلمات نہ سکھا دوں کہ جب تم ان کو تین مرتبہ پڑھ لو گے تو اللہ تعالیٰ تمہاری یہ تکلیف دور کر دیں گے۔ حضرت خالدؓ نے کہا یا رسول اللہ! میرے ماں باپ آپ پر قربان ہوں ضرور سکھائیں میں نے آپ کو اپنی یہ تکلیف اسی لئے تو بتائی ہے۔ حضورؐ نے فرمایا یہ کلمات کہا کرو اعوذ بکلمات اللّٰہ التامة من غضبه وعقابه وشر عباده ومن همزات الشیاطین وان یحضرون ”میں اللہ کے غصہ اور اس کی سزا سے اور اس کے بندوں کے شر سے اور شیاطین کے وساوس سے اور شیاطین کے میرے پاس آنے سے اس کے کامل کلمات کی پناہ چاہتا ہوں۔“ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں چند راتیں ہی گزری تھیں کہ حضرت خالدؓ نے آکر عرض کیا یا رسول اللہ! میرے ماں باپ آپ پر قربان ہوں اس ذات کی قسم جس نے آپ کو حق دے کر بھیجا ہے! جو کلمات آپ نے مجھے سکھائے تھے وہ میں نے تین مرتبہ پورے ہی کئے تھے کہ اللہ تعالیٰ نے میری وہ تکلیف دور کر دی اور اب تو میرا یہ حال ہے کہ شیر کے بن میں اس کے پاس رات کو بھی بلاخوف وخطر جا سکتا ہوں۔[2]

حضرت عبداللہ بن عمرو رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں حضورؐ نے فرمایا جب تم میں سے کوئی نیند میں گھبرا جائے تو یہ دعا پڑھے اعوذ بکلمات اللّٰہ التامات آگے پچھلی جیسی دعا ذکر کی۔ حضرت عبداللہ بن عمرو کا جو بچہ سمجھدار ہوتا اسے تو یہ دعا سکھاتے اور جو ابھی ناسمجھ ہوتا تو یہ دعا کسی کاغذ پر لکھ کر اس کے گلے میں ڈال دیتے۔[3] نسائی کی روایت میں یہ ہے کہ حضرت خالد بن ولید

۱۔ اخرجه احمد والحاکم والترمذی فی الدعوات کذافی الکنز (ج ۱ ص ۲۱۲)

۲۔ اخرجه الطبرانی فی الاوسط کذافی الترغیب (ج ۳ ص ۱۱۲) قال الهیثمی (ج ۱۰ ص ۱۲۷) وفیه الحکم بن عبداللّٰہ الایلی وهو متروک. ۱ ه

۳۔ عند النسائی وابی داؤد والحاکم وصححه والترمذی وحسنه واللفظ عن عمرو بن شعیب عن ابیه عن جده مرفوعا

رضی اللہ عنہ نیند میں گھبرا جایا کرتے تھے۔ انھوں نے حضور ﷺ سے اس کا ذکر کیا۔ حضورؐ نے فرمایا جب تم لیٹا کرو تو یہ دعا پڑھ لیا کرو۔ بسم اللہ آگے پچھلی جیسی دعا ذکر کی۔ امام مالکؒ نے موطا میں لکھا ہے کہ مجھے یہ بات پہنچی ہے کہ حضرت خالد بن ولیدؓ نے حضور ﷺ کی خدمت میں عرض کیا کہ میں سوتے میں ڈر جاتا ہوں۔ حضورؐ نے فرمایا یہ دعا پڑھ لیا کرو اور پچھلی دعا ذکر کی۔ حضرت ولید بن ولیدؓ نے حضورؐ کی خدمت میں عرض کیا یا رسول اللہ! مجھے گھبراہٹ اور وحشت محسوس ہوتی ہے۔ حضورؐ نے فرمایا جب تم بستر پر لیٹا کرو تو یہ دعا پڑھا کرو پھر پچھلی دعا ذکر کی۔[1]

بے چینی، پریشانی اور رنج وغم کے وقت کی دعائیں

حضرت علیؓ فرماتے ہیں حضور ﷺ نے مجھے یہ کلمات سکھائے اور فرمایا جب تمہیں کوئی پریشانی یا سختی پیش آیا کرے تو انہیں پڑھا کرو لا الہ الا اللہ الحلیم الکریم سبحان اللہ وتبارک اللہ رب العرش العظیم والحمدللہ رب العالمین ''اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں جو حلیم اور کریم ہے۔ اللہ پاک اور بابرکت ہے جو کہ عظیم عرش کا رب ہے۔ تمام تعریفیں اللہ کے لیئے ہیں جو تمام جہانوں کا رب ہے۔''[2]

حضرت انسؓ فرماتے ہیں حضور ﷺ جب کسی بات کی وجہ سے پریشان اور بے چین ہوتے تو فرماتے یا حی یا قیوم برحمتک استغیث ''اے ہمیشہ زندہ رہنے والے! اے دوسروں کو قائم رکھنے والے! تیری رحمت کے واسطہ سے فریاد کرتا ہوں''۔[3]

حضرت اسماء بنت عمیسؓ فرماتی ہیں جب حضور ﷺ کو غم یا پریشانی پیش آتی تو فرمایا کرتے اللہ اللہ ربی لا اشرک به شیئا ''اللہ۔ اللہ میرا رب ہے۔ میں اس کے ساتھ کسی چیز کو شریک نہیں کرتا''۔[4] ابن جریر اور ابن ابی شیبہ میں حضرت اسماءؓ کی روایت اس طرح سے ہے کہ مجھے حضور ﷺ نے پریشانی کے وقت پڑھنے کے لیئے یہ کلمات سکھائے اور پچھلے کلمات ذکر کیئے۔[5]

حضرت ابن عباسؓ فرماتے ہیں ہم سب گھر میں تھے حضور ﷺ نے دروازے کی دونوں چوکھٹوں کو پکڑ کر فرمایا اے بنو عبدالمطلب! جب تم لوگوں کو کوئی پریشانی، سختی یا تنگدستی پیش آئے تو یہ

۱۔ کذافی الترغیب (ج ۳ ص ۱۱۶)

۲۔ اخرجه احمد والنسائی وابن جریر وصححه وابن حبان وغیر هم کذافی الکنز (ج ۱ ص ۲۹۸) وصححه ابن حبان واخرجه الحاکم وصححه علی شرط مسلم کما فی تحفة الذ اکرین (ص ۱۹۴) وقد تقدم له طریق فی تعلیم الا ذکار (ج ۳ ص ۱۸۴)

۳۔ اخرجه ابن النجار کذافی الکنز (ج ۱ ص ۲۹۹)

۴۔ اخرجه ابن جریر ۵۔ کما فی الکنز (ج ۱ ص ۳۰۰)

کلمات کہا کرو اللّٰہ اللّٰہ ربنا لا نشرک بہ شیئا۔[۱]

حضرت ابن عباسؓ فرماتے ہیں حضور ﷺ پریشانی کے وقت یہ کلمات پڑھا کرتے تھے لا الہ الا اللّٰہ العظیم الحلیم لا الہ الا اللّٰہ رب العرش العظیم لا الہ الا اللّٰہ رب السموات ورب الارض ورب العرش الکریم ''اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں جو عظیم اور حلیم ہے۔ اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں جو عرش عظیم کا رب ہے۔ اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں جو آسمانوں اور زمین کا رب ہے اور عرش کریم کا رب ہے۔''[۲]

حضرت ثوبانؓ فرماتے ہیں جب حضور ﷺ کسی چیز سے خوف محسوس کرتے تو فرماتے اللّٰہ اللّٰہ ربی لا اشرک بہ شیئا۔[۳]

حضرت ابوالدرداءؓ نے فرمایا جو بندہ بھی سات مرتبہ یہ دعا پڑھے گا چاہے وہ سچے دل سے پڑھے یا جھوٹے دل سے، اللہ تعالیٰ اس کے غم اور پریشانی کو ضرور دور کردیں گے وہ دعا یہ ہے حسبی اللہ لا الہ الا ھو علیہ توکلت وھو رب العرش العظیم ''اللہ مجھے کافی ہے اس کے سوا کوئی معبود نہیں اسی پر میں نے بھروسہ کیا اور وہ عظیم عرش کا رب ہے۔''[۴]

حضرت ابن عباسؓ فرماتے ہیں جسے کوئی فکر یا غم یا پریشانی پیش آئے یا اسے کسی بادشاہ سے خوف ہو اور وہ ان کلمات کے ذریعہ سے دعا کرے گا تو اس کی دعا ضرور قبول ہوگی اسئلک بلا الہ الا انت رب السموات السبع ورب العرش العظیم واسئلک بلا الہ الا انت رب السموات السبع ورب العرش الکریم واسئلک بلا الہ الا انت رب السموات السبع والارضین السبع وما فیھن انک علی کل شیئ قدیر ''میں تجھ سے اس بات کے واسطے سے سوال کرتا ہوں کہ تیرے سوا کوئی معبود نہیں اے ساتوں آسمانوں کے اور عظیم عرش کے رب! اور میں تجھ سے اس بات کے واسطے سے سوال کرتا ہوں کہ تیرے سوا کوئی معبود نہیں اے ساتوں آسمانوں کے اور کریم عرش کے رب! اور میں تجھ سے اس بات کے واسطے سے سوال کرتا ہوں کہ تیرے سوا کوئی معبود نہیں اے ساتوں آسمانوں کے، ساتوں زمینوں کے اور ان تمام چیزوں کے رب! جو ان میں ہیں بیشک تو ہر چیز پر قادر ہے'' پھر تم اللہ سے اپنی ضرورت مانگو۔[۵]

۱۔ عند الطبرانی فی الاوسط والکبیر قال الھیثمی (ج ۱۰ ص ۱۳۷) وفیہ صالح بن عبداللہ ابو یحیی وھو ضعیف. اھ واخرجہ ابن جریر عنہ بنحوہ مع زیادۃ بلفظ اللہ اللہ لاشریک لہ کما فی الکنز (ج ۱ ص ۳۰۰) ۲۔ اخرجہ الشیخان کما فی تحفۃ الذاکرین (ص ۱۹۳)

۳۔ عند ابن عساکر کذافی الکنز (ج ۱ ص ۳۰۰)

۴۔ اخرجہ الحاکم کذافی الکنز (ج ۱ ص ۳۰۰)

۵۔ اخرجہ البخاری فی الادب المفرد (ص ۱۰۵)

ظالم بادشاہ سے ڈر کے وقت کی دعائیں

حضرت علیؓ فرماتے ہیں حضورﷺ نے مجھے ظالم بادشاہ کے پاس اور ہر طرح کے خوف کے وقت پڑھنے کے لیئے یہ کلمات سکھائے لا الٰہ الا اللّٰہ الحلیم الکریم سبحان اللّٰہ رب السمٰوات السبع ورب العرش العظیم والحمدللّٰہ رب العالمین انی اعوذبک من شر عبادک ”اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں جو حلیم اور کریم ہے وہ اللہ پاک ہے جو ساتوں آسمانوں کا اور عظیم عرش کا رب ہے۔ تمام تعریفیں اس اللہ کے لئے ہیں جو تمام جہانوں کا رب ہے۔ میں تیرے بندوں کے شر سے تیری پناہ چاہتا ہوں۔“ [1]

حضرت ابورافع رحمتہ اللہ علیہ کہتے ہیں حضرت عبداللہ بن جعفر رضی اللہ عنہما نے (مجبور ہوکر) حجاج بن یوسف سے اپنی بیٹی کی شادی کی اور بیٹی سے کہا جب وہ تمہارے پاس اندر آئے تو تم یہ دعا پڑھنالا الٰہ الا اللّٰہ الحلیم الکریم سبحان اللّٰہ رب العرش العظیم والحمدللّٰہ رب العالمین ”اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں جو حلیم اور کریم ہے اللہ پاک ہے جو عظیم عرش کا رب ہے اور تمام تعریفیں اللہ کے لئے ہیں جو تمام جہانوں کا رب ہے۔“ حضرت عبداللہؓ نے کہا جب حضورﷺ کو کوئی سخت امر پیش آتا تو آپؐ یہ دعا پڑھتے۔ راوی کہتے ہیں (حضرت عبداللہؓ کی بیٹی نے یہ دعا پڑھی جس کی وجہ سے) حجاج اس کے قریب نہ آسکا۔ [2]

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں جب تم کسی بارعب بادشاہ کے پاس جاؤ اور تمہیں ڈر ہو کہ وہ تمہارے ساتھ زیادتی کرے گا تو تم تین مرتبہ یہ دعا پڑھو اللہ اکبر اللّٰہ اکبر اللّٰہ اعز من خلقہ جمیعا اللّٰہ اعز مما اخاف واحذر اعوذباللّٰہ الذی لا الٰہ الا ھو الممسک السمٰوات السبع ان یقعن علی الارض الا باذنہ من شر عبدک فلان وجنودہ و اتباعہ واشیاعہ من الجن والانس اللھم کن لی جارا من شرھم جل ثناوک وعزجارک و تبارک اسمک ولا الٰہ غیرک ”اللہ سب سے بڑا ہے اللہ سب سے بڑا ہے اللہ اپنی ساری مخلوق سے زیادہ عزت وغلبہ والا ہے اللہ ان سب سے زیادہ عزت وغلبہ والا ہے جن سے میں بچنا چاہتا ہوں۔ میں اس اللہ کی پناہ چاہتا ہوں جس کے سوا کوئی معبود نہیں اور جس نے اپنے حکم سے ساتوں آسمانوں کو زمین پر گرنے سے روک رکھا ہے۔ تیرے فلاں بندے کے شر اور اس کے لشکروں اور اس کے پیچھے چلنے والوں اور اس کی بات ماننے والوں کے شر سے چاہے وہ جنات ہوں یا انسان ہوں اے اللہ! تو میرے لئے ان سب کے شر سے پناہ بن جا۔ تیری ثنا بہت بڑی ہے اور تیری پناہ

۱۔ اخرجہ الخرائطی فی مکارم الاخلاق کذافی الکنز (ج ۱ ص ۲۹۹)
۲۔ عند ابن عساکر کذافی الکنز (ج ۱ ص ۳۰۰)

لینے والا غالب ہوتا ہے اور تیرا نام بابرکت ہے اور تیرے سوا کوئی معبود نہیں۔''[1]

حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں جب تمہیں کسی حاکم کے غیظ وغضب اور زیادتی کا خوف ہو تو یہ دعا پڑھو اللھم رب السمٰوات السبع ورب العرش العظیم کن لی جارا من فلان و احزابه واشیاعه من الجن والانس ان یفرطوا علی وان یطغوا عزجارک وجل ثناؤک ولا الٰه غیرک ''اے اللہ! جو ساتوں آسمانوں اور عرش عظیم کا رب ہے تو میرے لئے فلاں کے شر سے اور اس کی مددگار جماعتوں اور اس کی ماننے والے جنات اور انسانوں کے شر سے پناہ بن جا۔ تاکہ وہ مجھ پر ظلم اور زیادتی نہ کرسکیں۔ تیری پناہ لینے والا باعزت ہوتا ہے اور تیری ثناء بہت بڑی ہے اور تیرے سوا کوئی معبود نہیں ہے۔'' جب تم یہ دعا پڑھو گے تو اس ظالم حاکم کی طرف سے تمہیں کوئی ناگواری پیش نہیں آئے گی۔[2]

حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں حضور ﷺ نے فرمایا جب تم میں سے کسی کو ظالم بادشاہ کا خوف ہو تو وہ یہ دعا پڑھے اور پھر پچھلی دعا ذکر کی، البتہ اس روایت میں یہ الفاظ ہیں کن لی جارا من شر فلان بن فلان یعنی الذی یرید وشر الجن والانس و اتباعھم ان یفرط علی احدمنھم عزجارک وجل ثناؤک ولا الٰه غیرک ''تو میرے لئے فلاں بن فلاں کے شر سے (یہاں اس ظالم بادشاہ کا نام لے) اور جنات اور انسانوں اور ان کے پیچھے چلنے والوں کے شر سے پناہ بن جاتا کہ ان میں سے کوئی بھی مجھ پر زیادتی نہ کرسکے۔ تیری پناہ لینے والا غالب ہوتا ہے اور تیری ثناء بہت بڑی ہے اور تیرے سوا کوئی معبود نہیں۔''[3]

ادائیگی قرض کی دعائیں

حضرت ابووائل رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ ایک مکاتب غلام (مکاتب اس غلام کو کہتے ہیں جسے اس کے آقا نے کہا ہو کہ اگر تم اتنا مال اتنے عرصہ میں ادا کردو گے تو تم آزاد ہو جاؤ گے) نے حضرت علی رضی اللہ عنہ کی خدمت میں آکر عرض کیا کہ میں کتابت میں مقرر شدہ مال ادا کرنے سے عاجز ہو گیا ہوں آپ اس بارے میں میری مدد فرمائیں۔ حضرت علیؓ نے فرمایا کیا میں تمہیں وہ

۱۔ اخرجه ابن ابی شیبة کذافی الکنز (ج ۱ ص ۳۰۰) و اخرجه الطبرانی عن ابن عباس بنحوه بفرق یسیر فی الالفاظ ورجاله رجال الصحیح کما قال الھیثمی (ج ۱۰ ص ۱۳۷) و اخرجه البخاری فی الادب المفرد (ص ۱۰۳) عن ابن عباس بنحوه

۲۔ اخرجه ابن ابی شیبة وابن جریر کذافی الکنز (ج ۱ ص ۳۰۰) و اخرجه البخاری فی الادب المفرد (ص ۱۰۳) عن ابن مسعود موقوفا بمعناه اخصر منه

۳۔ اخرجه الطبرانی قال الھیثمی (ج ۱۰ ص ۱۳۷) وفیه جنادة بن سلم وثقه ابن حبان و ضعفه غیره و بقیة رجاله رجال الصحیح. انتھی

کلمات نہ سکھاؤں جو حضورؐ نے مجھے سکھائے تھے؟ اگر تم پر (یمن کے) صیر پہاڑ کے برابر بھی قرض ہو تو بھی اللہ تمہارا وہ قرض ادا کرا دے گا تم یہ دعا پڑھا کرو اللھم اکفنی بحلالک عن حرامک واغننی بفضلک عمن سواک ''اے اللہ! مجھے اپنا حلال رزق دے کر حرام سے بچا دے اور اپنے فضل و کرم سے مجھے اپنے ماسوا سے بے نیاز کر دے۔''[1]

حضرت ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں حضور ﷺ ایک دن مسجد میں تشریف لائے تو اچانک آپؐ کی نظر ایک انصاری شخص پر پڑی جنہیں ابو امامہ کہا جاتا تھا حضورؐ نے فرمایا اے ابو امامہ! کیا بات ہے تم آج مسجد میں نماز کے وقت کے علاوہ دوسرے وقت میں بیٹھے ہوئے ہو۔ انہوں نے کہا یا رسول اللہ! غموں اور قرضوں نے مجھے گھیر لیا ہے حضورؐ نے فرمایا کیا میں تمہیں ایسا کلام نہ سکھاؤں کہ جب تم اسے کہو گے تو اللہ تمہارا غم دور کر دیں گے اور قرض اتر وادیں گے۔ انھوں نے کہا یا رسول اللہ! ضرور سکھا دیں۔ حضورؐ نے فرمایا صبح اور شام یہ دعا پڑھا کرو اللھم انی اعوذبک من الھم والحزن واعوذبک من العجز والکسل واعوذبک من الجبن والبخل واعوذبک من غلبة الدین و قھر الرجال ''اے اللہ! میں ہر فکر و غم سے تیری پناہ چاہتا ہوں اور عاجز ہو جانے اور سستی سے تیری پناہ چاہتا ہوں اور بزدلی اور کنجوسی سے تیری پناہ چاہتا ہوں اور قرضہ کے غلبہ اور لوگوں کے میرے اوپر دباؤ سے تیری پناہ چاہتا ہوں۔'' حضرت ابو امامہؓ فرماتے ہیں میں نے ایسا کیا تو اللہ نے میرے غم بھی دور کر دیئے اور میرا قرضہ بھی سارا ادا کرا دیا۔[2]

ایک دفعہ جمعہ کے دن حضورؐ نے حضرت معاذ بن جبلؓ کو نہ دیکھا حضورؐ جب نماز سے فارغ ہو گئے تو حضرت معاذؓ کے پاس تشریف لے گئے اور فرمایا اے معاذ! کیا بات ہے آج تم (جمعہ کی نماز میں) نظر نہیں آئے؟ انھوں نے کہا یا رسول اللہ! ایک یہودی کا مجھ پر ایک اوقیہ سونا قرضہ ہے میں گھر سے آپ کی خدمت میں حاضری کے لئے چل پڑا لیکن راستہ میں وہ یہودی مل گیا جس کی وجہ سے دیر ہو گئی۔ حضورؐ نے فرمایا اے معاذ! کیا میں تمہیں ایسی دعا نہ سکھا دوں کہ اگر (یمن کے) صیر پہاڑ جتنا بھی تم پر قرض ہو اور تم یہ دعا پڑھو تو اللہ تعالیٰ تمہارا وہ قرضہ ضرور ادا کرا دیں گے؟ اے معاذ! تم یہ دعا کیا کرو اللھم مالک الملک توتی الملک من تشاء وتنزع الملک ممن تشاء و تعزمن تشاء وتذل من تشاء بیدک الخیر انک علی کل شئی قدیر تولج اللیل فی النھار وتولج النھار فی اللیل و تخرج الحی من المیت و تخرج المیت من الحی و ترزق من تشاء بغیر حساب رحمن الدنیا والاخرة و رحیمھما تعطی منھما من تشاء و تمنع من تشاء ارحمنی رحمة تغنینی بھا عن رحمة من سواک ''اے اللہ! اے تمام ملک کے مالک! تو جس کو

۱۔ اخرجه الترمذی (ج ۲ ص ۱۹۵) قال الترمذی ھذا حدیث حسن غریب

۲۔ اخرجه ابو داؤد (ج ۲ ص ۲۷۰)

چاہے ملک دے دیتا ہے اور جس سے چاہے ملک چھین لیتا ہے اور تو جسے چاہے عزت دیتا ہے اور جسے چاہے ذلت دیتا ہے۔ ہر بھلائی تیرے ہی اختیار میں ہے بلاشبہ تو ہر چیز پر پوری قدرت رکھنے والا ہے۔ تو رات کو دن میں داخل کرتا ہے اور دن کو رات میں داخل کر دیتا ہے (کبھی دن بڑا ہوتا اور کبھی رات) اور تو زندہ کو مردہ سے نکال لیتا ہے اور مردے کو زندہ سے نکال لیتا ہے (پرندہ سے انڈا نکال لیتا ہے اور انڈے سے پرندہ) اور تو جسے چاہتا ہے اسے بے حساب روزی دیتا ہے۔ اے دنیا وآخرت کے رحمٰن! اے دنیا وآخرت کے رحیم! تو دنیا اور آخرت جسے چاہے دے دیتا ہے اور جس سے چاہے روک لیتا ہے۔ تو مجھ پر ایسی خاص رحمت نازل فرما جس کے بعد مجھے تیرے سوا کسی کی ضرورت نہ رہے"۔[1]

حضرت انس بن مالکؓ فرماتے ہیں حضور ﷺ نے حضرت معاذؓ کو فرمایا کیا میں تمہیں ایسی دعا نہ سکھادوں کہ اگر احد پہاڑ جتنا بھی تم پر قرضہ ہو تو بھی اللہ تعالیٰ ضرور اتروا دے گا۔ اے معاذ! تم یہ دعا پڑھو اللھم مالک الملک پچھلی دعا جیسی دعا ذکر فرمائی، البتہ اس میں تولج اللیل سے آخر تک کا ذکر نہیں ہے اور اس میں یہ الفاظ ہیں رحمٰن الدنیا والآخرۃ تعطیھما من تشآء وتمنع منھما من تشآء آگے پچھلی حدیث جیسی دعا ذکر کی۔[2]

حفظ قرآن کی دعا

حضرت ابن عباسؓ فرماتے ہیں ایک مرتبہ ہم لوگ حضور ﷺ کے پاس بیٹھے ہوئے تھے کہ اتنے میں حضرت علی بن ابی طالبؓ نے حضورؐ کی خدمت میں حاضر ہو کر عرض کیا میرے ماں باپ آپ پر قربان ہوں یہ قرآن تو میرے سینے سے نکل گیا۔ مجھے تو ایسے لگ رہا ہے کہ میں قرآن پر قابو نہیں پاسکتا اسے یاد نہیں رکھ سکتا۔ حضورؐ نے ان سے فرمایا کیا میں تمہیں ایسے چند کلمات نہ سکھادوں جن سے تمہیں بھی فائدہ ہو اور جسے تم یہ کلمات سکھاؤ گے اسے بھی فائدہ ہوگا اور جو کچھ تم سیکھو گے وہ تمہارے سینے میں باقی رہے گا؟ حضرت علیؓ نے کہا یا رسول اللہ! جی ہاں مجھے یہ کلمات ضرور سکھادیں۔ حضورؐ نے فرمایا جب جمعہ کی رات آئے تو اگر تم رات کے آخری تہائی حصہ میں اٹھ سکو (تو بہت اچھا ہے) کیونکہ یہ ایسا وقت ہے جس میں فرشتے حاضر ہوتے ہیں اور اس میں دعا قبول ہوتی ہے اور میرے بھائی حضرت یعقوبؑ نے اپنے بیٹوں سے کہا تھا سوف استغفر لکم ربی (سورت یوسف آیت ٩٨) "عنقریب تمہارے لیے اپنے رب سے دعائے مغفرت کروں

١۔ اخرجه الطبرانی قال الهیثمی (ج ١٠ ص ١٨٦) وفیه نصر بن مرزوق ولم اعرفه وبقیة رجاله ثقات الا ان سعید بن المسیب لم یسمع من معاذ

٢۔ عند الطبرانی فی الصغیر قال الهیثمی (ج ١٠ ص ١٨٦) ورجاله ثقات

گا۔'' تو عنقریب سے حضرت یعقوبؑ کی مراد یہی جمعہ کی رات تھی اگر تم آخری تہائی رات میں نہ اٹھ سکو تو پھر درمیان رات میں اٹھو اگر تم یہ بھی نہ کر سکو تو پھر شروع رات میں اٹھو اور چار رکعت نماز پڑھو پہلی رکعت میں سورۃ فاتحہ اور سورت یٰسین اور دوسری رکعت میں سورت فاتحہ اور سورت حٰم اور تیسری رکعت میں سورت فاتحہ اور سورۃ الم تنزیل سجدہ اور چوتھی رکعت میں سورت فاتحہ اور سورت تبارک الذی پڑھو اور جب التحیات سے فارغ ہو جاؤ تو خوب اچھی طرح حمد وثناء بیان کرو اور پھر خوب اچھی طرح مجھ پر اور سارے نبیوں پر درود پڑھو پھر تمام مومن مردوں اور عورتوں کے لیئے اور جو بھائی تم سے پہلے ایمان کے ساتھ گزر چکے ان کے لیئے دعائے مغفرت کرو پھر آخر میں یہ دعا پڑھو اللهم ارحمني بترك المعاصي ابدا ما ابقيتني وارحمني ان اتكلف مالا يعنيني وارزقني حسن النظر فيما يرضيك عني اللهم بديع السموات والارض ذاالجلال والاكرام والعزة التي لا ترام اسئلك يا الله ! يا رحمن ابجلالك ونور وجهك ان تلزم قلبي حفظ كتابك كما علمتني وارزقني ان اتلوه على النحو الذي يرضيك عني اللهم بديع السموات والارض ذاالجلال والاكرام والعزة التي لا ترام اسئلك يا الله ! يا رحمن ! بجلالك ونور وجهك ان تنور بكتابك بصري وان تطلق به لساني وان تفرج به عن قلبي وان تشرح به صدري وان تغسل به بدني فانه لا يعينني على الحق غيرك ولا يوتيه الا انت ولا حول ولا قوة الا بالله العلي العظيم ''اے اللہ! مجھ پر مہربانی فرما تا کہ جب تک زندہ رہوں گناہوں سے بچتا رہوں اور مجھ پر مہربانی فرما جو کام میرے مطلب اور فائدے کے نہ ہوں میں ان میں نہ پڑوں اور مجھے اس بات کی توفیق دے کہ میں ان کاموں کی اچھی طرح فکر کروں جن سے تو مجھ سے راضی ہو جائے اے اللہ! آسمانوں اور زمین کے بے نمونہ پیدا کرنے والے! اے اللہ میں تیری عظمت وجلال کا اور تیری ذات کے نور کا واسطہ دے کر تجھ سے یہ سوال کرتا ہوں کہ جیسے تو نے مجھے اپنی کتاب کا علم عنایت فرمایا ہے ایسے ہی میرے دل کو اس کا یاد رکھنا نصیب فرما اور مجھے اس کی اس طرح تلاوت کرنے کی توفیق عطا فرما جس سے تو مجھ سے راضی ہو جائے اے اللہ ! آسمانوں اور زمین کے بے نمونہ پیدا کرنیوالے! اے عظمت وجلال والے! اے اکرام واحسان والے! اور ایسی عزت والے جس کے حاصل ہونے کا کسی کو وہم وگمان بھی نہیں ہو سکتا اے اللہ! اے رحمٰن! میں تیری عظمت وجلال کا اور تیری ذات کے نور کا واسطہ دے کر تجھ سے سوال کرتا ہوں کہ تو اپنی کتاب کی برکت سے میری نگاہ کو روشن کر دے اور اس کو میری زبان پر جاری کر دے اور اس کی برکت سے میرے دل کے غم کو دور کر دے اور میرا سینہ کھول دے اور اس کی برکت سے میرے بدن کو (گناہوں سے) دھو دے کیونکہ حق بات پر تیرے سوا اور کوئی میری مدد نہیں کر سکتا اور تیرے سوا اور کوئی میری یہ آرزو پوری نہیں کر سکتا اور برائیوں سے بچنے کی طاقت اور نیکی کرنے

کی قوت صرف اللہ سے ہی ملتی ہے جو کہ بزرگ و برتر ہے۔'' اے ابوالحسن! تم تین جمعے یا پانچ جمعے یا سات جمعے تک ایسا کرو اللہ کے حکم سے تمہاری دعا ضرور قبول ہوگی۔ اس ذات کی قسم جس نے مجھے حق دے کر بھیجا ہے! آج تک کبھی کسی مومن کی یہ دعا رد نہیں ہوئی۔ حضرت ابن عباسؓ کہتے ہیں حضرت علیؓ کو پانچ یا سات ہی جمعے گزرے ہوں گے کہ وہ حضورؐ کی مجلس میں حاضر ہوئے اور عرض کیا یا رسول اللہ! پہلے میں تقریباً چار آیتیں پڑھتا تھا اور وہ بھی مجھے یاد نہ ہوتی تھیں اور اب تقریباً چالیس آیتیں پڑھتا ہوں اور ایسی ازبر ہو جاتی ہیں کہ جب پڑھتا ہوں تو ایسے لگتا ہے کہ گویا اللہ کی کتاب میری آنکھوں کے سامنے کھلی رکھی ہے اور پہلے میں حدیث سنتا تھا اور جب اس کو دوبارہ کہتا تھا تو ذہن سے نکل جاتی تھی اور اب بہت سی حدیثیں سنتا ہوں اور جب دوسروں سے نقل کرتا ہوں تو ایک لفظ بھی نہیں چھوٹتا۔ اس پر حضورؐ نے ان سے فرمایا اے ابوالحسن! رب کعبہ کی قسم! تم مومن ہو۔[۱]

نبی کریم ﷺ کے صحابہ کرامؓ کی دعائیں

حضرت حسنؒ کہتے ہیں مجھے یہ بات پہنچی ہے کہ حضرت ابوبکرؓ اپنی دعا میں فرمایا کرتے تھے اللھم انی اسئلک الذی ھو خیر فی عاقبۃ امری اللھم اجعل ماتعطینی من الخیر رضوانک والدرجات العلی فی جنات النعیم ''اے اللہ! میں تجھ سے اپنے ہر کام کے انجام میں خیر کا سوال کرتا ہوں اے اللہ! تو مجھے جس خیر کی توفیق عطا فرمائے اسے اپنی رضا کا اور نعمتوں والی جنتوں میں اونچے درجات کے حاصل ہونے کا ذریعہ بنا۔''[۲]

حضرت معاویہ بن قرہؒ کہتے ہیں حضرت ابوبکر صدیقؓ اپنی دعا میں فرمایا کرتے تھے اللھم اجعل خیر عمری اخرہ وخیر عملی خواتمہ وخیر ایامی یوم القاک ''اے اللہ! میری عمر کا سب سے بہترین حصہ وہ بنا جو اس کا آخر ہو اور میرا سب سے بہترین عمل وہ بنا جو خاتمہ والا ہو اور میرا سب سے بہترین دن وہ بنا جو تیری ملاقات کا دن ہو۔''[۳]

حضرت عبدالعزیز بن سلمہ ماجشونؒ کہتے ہیں مجھے ایک ایسے صاحب نے بیان کیا جنہیں میں سچا سمجھتا ہوں کہ حضرت ابوبکر صدیقؓ اپنی دعا میں فرمایا کرتے تھے اسئلک تمام النعمۃ فی الاشیاء کلھا والشکر لک علیھا حتی ترضی وبعد الرضا والخیرۃ فی جمیع مایکون فیہ الخیرۃ بجمیع میسور الامور کلھا لا بمعسورھا یا کریم ''میں تجھ سے سوال کرتا ہوں کہ تمام چیزوں میں تو نعمت پوری فرمادے اور ان چیزوں پر اتنا شکر ادا کرنے کی توفیق مانگتا ہوں کہ جس

۱۔ اخرجہ الترمذی (ج ۲ ص ۱۹۲) قال الترمذی ھذا حدیث حسن غریب

۲۔ اخرجہ احمد فی الزھد ۳۔ عند سعید بن منصور وغیرہ کذا فی الکنز (ج ۱ ص ۳۰۳)

سے تو راضی ہو جائے اور اس کے بعد یہ درخواست کرتا ہوں کہ جتنی چیزوں میں کسی ایک جانب کے اختیار کرنے کی صورت ہوتی ہے ان میں میں آسان صورت اختیار کروں اور مشکل اختیار نہ کروں اے کریم۔''[۱]

حضرت ابو یزید مدائنیؒ کہتے ہیں حضرت ابو بکرؓ کی ایک دعا یہ بھی تھی اللھم ھب لی ایمانا ویقینا ومعافاۃ ونیۃ ''اے اللہ! مجھے ایمان ویقین، عافیت اور سچی نیت نصیب فرما۔''[۲]

حضرت عمرؓ فرماتے تھے اللھم انی اعوذ بک ان تاخذنی علی عزۃ او تذرنی فی غفلۃ او تجعلنی من الغافلین ''اے اللہ! میں اس بات سے تیری پناہ مانگتا ہوں کہ تو اچانک بے خبری میں میری پکڑ کرے یا مجھے غفلت میں پڑا رہنے دے یا مجھے غافل لوگوں میں سے بنادے۔''[۳]

حضرت حسنؒ کہتے ہیں حضرت عمرؓ فرمایا کرتے تھے اللھم اجعل عملی صالحا واجعلہ لک خالصا ولا تجعل لاحد فیہ شیئا ''اے اللہ! میرے عمل میں اور کسی کا ذرہ بھر بھی حصہ نہ ہونے دے۔''[۴]

حضرت عمرو بن میمونؒ کہتے ہیں حضرت عمر بن خطابؓ اپنی دعا میں یہ بھی کہا کرتے تھے اللھم توفنی مع الابرار ولا تجعلنی فی الاشرار وقنی عذاب النار والحقنی بالاخیار ''اے اللہ! تو مجھے نیک لوگوں کے ساتھ موت دے اور مجھے برے لوگوں میں سے نہ بنا اور مجھے جہنم کے عذاب سے بچا اور مجھے نیک لوگوں کے ساتھ موت دے اور مجھے برے لوگوں میں سے نہ بنا اور مجھے جہنم کے عذاب سے بچا اور مجھے نیک اور بھلے لوگوں کے ساتھ شامل فرما''۔[۵]

حضرت ابو العالیہؒ کہتے ہیں میں اکثر حضرت عمر بن خطابؓ کو یہ کہتے ہوئے سنتا اللھم عافنا واعف عنا ''اے اللہ! ہمیں عافیت نصیب فرما اور ہمیں معاف فرما''۔[۶]

حضرت حفصہؓ فرماتی ہیں میں نے اپنے والد (حضرت عمرؓ) کو یہ کہتے ہوئے سنا اللھم ارزقنی قتلا فی سبیلک ووفاۃ فی بلد نبیک ''اے اللہ! مجھے اپنے راستہ کی شہادت اور اپنے نبیؐ کے شہر کی موت نصیب فرما''۔ میں نے کہا آپ کو یہ دونوں باتیں کیسے حاصل ہو سکتی ہیں؟ حضرت عمرؓ نے فرمایا اللہ جہاں چاہے اپنے فیصلہ کو وجود دے سکتا ہے۔[۷]

حضرت عمرؓ نے یوں دعا کی اللھم اغفرلی ظلمی وکفری ''اے اللہ! میرے ظلم اور میرے کفر کو معاف فرما۔'' ایک آدمی نے کہا یہ ظلم کا لفظ تو ٹھیک ہے لیکن کفر کا کیا مطلب؟ حضرت عمرؓ نے

۱۔ اخرجه ابن ابی الدنیا ۲۔ عند ابن ابی الدنیا ایضا کذافی الکنز (ج ۱ ص ۳۰۳)
۳۔ اخرجه ابن ابی شیبة وابو نعیم فی الحلیة ۴۔ عند احمد فی الزهد
۵۔ عند ابن سعد والبخاری فی الادب ۶۔ عند احمد فی الزهد کذافی الکنز (ج ۱ ص ۳۰۳)
۷۔ عند ابن سعد وابو نعیم فی الحلیة

فرمایا (قرآن میں ہے) ان الانسان لظلوم کفار "سچ یہ ہے کہ آدمی بہت ہی بے انصاف اور بڑا ہی ناشکرا ہے" (یعنی کفر سے ناشکری مراد ہے) ۔[۱]

حضرت ابو عثمان نہدیؒ کہتے ہیں حضرت عمر بن خطابؓ بیت اللہ کا طواف کر رہے تھے میں نے یہ کہتے ہوئے سنا اللھم ان کتبتنی فی السعادۃ فاثبتنی فیھا وان کنت کتبتنی فی الشقاوۃ فامحنی منھا واثبتنی فی السعادۃ فانک تمحو ما تشآء وتثبت وعندک ام الکتاب "اے اللہ! اگر تو نے میرا نام خوش قسمت انسانوں میں لکھا ہے تو میرا نام ان میں لکھا رہنے دے اور اگر میرا نام بدقسمت لوگوں میں لکھا ہوا ہے تو اس میں سے مٹا کر خوش قسمت لوگوں میں لکھ دے کیونکہ تو جو چاہے مٹا سکتا ہے اور جو چاہے باقی رکھ سکتا ہے اور تیرے پاس لوح محفوظ ہے" ۔[۲]

حضرت یزیدؒ کہتے ہیں میں نے حضرت عمر بن خطابؓ کو آدھی رات کے وقت رمادہ قحط کے زمانہ میں حضور ﷺ کی مسجد میں نماز پڑھتے ہوئے دیکھا وہ یہ دعا کر رہے تھے اللھم لا تھلکنا بالسنین وارفع عنا ھذا البلاء "اے اللہ! ہمیں قحط سے ہلاک نہ فرما اور ہم سے یہ مصیبت دور فرما اور وہ یہ دعا بار بار کرتے رہے" ۔[۳]

حضرت یزیدؒ کہتے ہیں میں نے رمادہ قحط کے زمانہ میں حضرت عمر بن خطابؓ پر چادر دیکھی جس پر سولہ پیوند لگے ہوئے تھے اور آپ کی چادر پانچ ہاتھ اور ایک بالشت لمبی تھی اور یہ دعا کر رہے تھے اللھم لا تجعل ھلکۃ امۃ محمد علی رجلی "اے اللہ! حضرت محمد ﷺ کی امت کی ہلاکت میرے زمانہ میں نہ کر" ۔[۴]

حضرت اسلمؒ کہتے ہیں حضرت عمر بن خطابؓ نے فرمایا اللھم لا تجعل قتلی بیدر جل صلی رکعۃ او سجدۃ واحدۃ یحا جنی بھا عندک یوم القیمۃ "اے اللہ! میرا قتل ایسے شخص کے ہاتھوں نہ کر جس نے ایک رکعت ہی پڑھی ہو یا ایک سجدہ ہی کیا ہو اور وہ اس کی وجہ سے قیامت کے دن مجھ سے جھگڑا کرے" (یعنی میری شہادت مسلمان کے ہاتھوں نہ ہو) ۔[۵]

حضرت سعید بن مسیبؒ کہتے ہیں ایک مرتبہ حضرت عمر بن خطابؓ نے کنکریوں کی ایک ڈھیر بنائی پھر اس پر اپنے کپڑے کا کنارہ ڈال کر اس پر سر رکھ کر لیٹ گئے پھر آسمان کی طرف اپنے ہاتھ اٹھا کر یہ دعا کی اللھم کبرت سنی وضعفت قوتی وانتشرت رعیتی فاقبضنی الیک غیر مضیع ولا مفرط "اے اللہ! میری عمر زیادہ ہو گئی اور میرے قویٰ کمزور ہو گئے اور میری رعایا پھیل

---

۱ ۔ عند ابن ابی حاتم ۲ ۔ عند اللالکائی کذافی الکنز (ج ۱ ص ۳۰۳) واخرجہ عبد بن حمید وابن جریر وابن المنذر اخصر منہ کما فی الکنز (ج ۱ ص ۳۰۲)

۳ ۔ عند ابن سعد (ج ۳ ص ۳۱۹) ۵ ۔ اخرجہ البخاری ومالک وابن راھویہ وابو نعیم فی الحلیۃ وصححہ عن زید بن اسلم کذافی المنتخب (ج ۴ ص ۴۱۳) ۴ ۔ عند ابن سعد (ج ۳ ص ۲۲۰)

گئی، لہٰذا اب تو مجھے اپنی طرف اس طرح اٹھا لے کہ نہ
کسی کے حق ضائع کرنے والا ہوں اور نہ کسی کے حق میں کمی کرنے والا ہوں۔"۱

حضرت اسود بن ہلال محاربیؒ کہتے ہیں جب حضرت عمر بن خطابؓ خلیفہ بنے تو انہوں نے منبر پر کھڑے ہو کر اللہ کی حمد وثناء بیان کی پھر فرمایا اے لوگو! غور سے سنو! میں دعا کروں گا تم سب اس پر آمین کہنا اللھم انی غلیظ فلینی وشحیح فسخنی وضعیف فقونی "اے اللہ! میں سخت ہوں مجھے نرم کر دے کنجوس ہوں مجھے سخی بنا دے کمزور ہوں مجھے قوی کر دے۔"۲

حضرت سعید بن مسیبؒ کہتے ہیں حضرت عمرؓ کسی کی نماز جنازہ پڑھاتے تو فرماتے تیرا یہ بندہ دنیا سے رہائی پا گیا اور دنیا دنیا والوں کے لیئے چھوڑ کر چلا گیا اور اب وہ تیرا محتاج ہے تجھے اس کی کوئی ضرورت نہیں وہ اس بات کی گواہی دیا کرتا تھا کہ اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں اور حضرت محمد ﷺ تیرے بندے اور رسول ہیں۔ اے اللہ! اس کی مغفرت فرما اس سے درگزر فرما اور اسے اس کے نبی کے پاس پہنچا دے۔۳

حضرت کثیر بن مدرکؒ کہتے ہیں جب قبر پر مٹی ڈال دی جاتی تو حضرت عمرؓ فرماتے اللھم اسلمہ الیک الاھل والمال والعشیرۃ وذنبہ عظیم فاغفرلہ "اے اللہ! اہل وعیال، مال اور خاندان والوں نے اسے تیرے سپرد کر دیا ہے اور اس کے گناہ بھی بڑے بڑے ہیں اور اس کی مغفرت فرما۔"۴

حضرت علیؓ فرمایا کرتے تھے اعوذ بک من جھد البلاء ودرک الشقاء وشماتۃ الاعداء، واعوذبک من السجن والقید والسوط "(اے اللہ!) بلا ومصیبت کی سختی سے اور بدقسمتی کے پکڑ لینے سے اور دشمنوں کے خوش ہونے سے تیری پناہ چاہتا ہوں اور جیل، بیڑی اور کوڑے سے تیری پناہ چاہتا ہوں۔"۵

حضرت ثوریؒ کہتے ہیں مجھے یہ خبر پہنچی ہے کہ حضرت علی بن ابی طالبؓ یہ دعا کیا کرتے تھے اللھم ان ذنوبی لا تضرک وان رحمتک ایای لا تنقصک "اے اللہ! میرے گناہ تیرا کوئی نقصان نہیں کر سکتے اور تو مجھ پر رحم فرمائے تو اس سے تیرے خزانوں میں کوئی کمی نہیں آئے گی۔"۶

حضرت علیؓ جب نیا چاند دیکھا کرتے تو فرمایا کرتے اللھم انی اسئلک خیر ھذا الشھر وفتحہ ونصرہ وبرکتہ ورزقہ ونورہ وطھورہ واعوذ بک من شرہ وشر ما فیہ وشر ما

۱۔ اخرجہ ابو نعیم فی الحلیۃ (ج ۱ ص ۵۳) ۲۔ عند ابی نعیم فی الحلیۃ ایضا
۳۔ اخرجہ ابو یعلی باسناد صحیح کذافی الکنز (ج۸ ص ۱۱۳)
۴۔ عند البیھقی کذافی الکنز (ج۸ ص ۱۱۹) ۵۔ اخرجہ یوسف القاضی کذافی الکنز (ج ۱ ص ۳۰۴) ۶۔ عند الدینوری کذافی الکنز (ج ۱ ص ۳۰۵)

بعدہ ''اے اللہ! میں تجھ سے اس مہینے کی خیر اور اس کی فتح، نصرت، برکت، رزق، نور، طہارت اور ہدایت مانگتا ہوں اور اس کے شر سے اور جو کچھ اس میں ہے اس کے شر سے اور جو کچھ اس کے بعد ہے اس کے شر سے تیری پناہ چاہتا ہوں۔''[1]

حضرت عمر بن سعید نخعیؒ کہتے ہیں میں نے حضرت علی بن ابی طالبؓ کے پیچھے ابن مکنف کی نماز جنازہ پڑھی۔ حضرت علیؓ نے چار تکبیریں کہیں اور ایک طرف سلام پھیرا پھر انہوں نے ابن مکنف کو قبر میں اتارا اور پھر فرمایا اے اللہ! یہ تیرا بندہ ہے اور تیرے بندے کا بیٹا ہے تیرا مہمان بنا ہے اور تو بہترین میزبان ہے اے اللہ! جس قبر میں یہ داخل ہوا ہے اسے وسیع فرمادے اور اس کے گناہ معاف فرمادے ہم تو اسکے بارے میں خیر ہی جانتے ہیں لیکن تو ہم سے زیادہ جانتا ہے اور یہ کلمہ شہادت اشھدان لا الہ الا اللہ وان محمد ارسول اللہ پڑھا کرتا تھا۔[2]

حضرت ابو ہیاج اسدیؒ کہتے ہیں میں بیت اللہ کا طواف کر رہا تھا کہ اتنے میں میں نے ایک آدمی دیکھا جو صرف یہ دعا مانگ رہا تھا اللھم قنی شح نفسی ''اے اللہ! مجھے میرے نفس کے بخل سے بچادے'' اور کچھ نہیں مانگ رہا تھا میں نے اس سے صرف یہی دعا کرنے کی وجہ پوچھی اس نے کہا جب مجھے میرے نفس کے شر سے بچادیا جائے گا تو میں نہ چوری کروں گا، نہ زنا کروں گا اور نہ کوئی اور برا کام کروں گا۔ میں نے ان کے بارے میں لوگوں سے پوچھا کہ یہ کون ہیں؟ تو لوگوں نے بتایا کہ یہ حضرت عبدالرحمن بن عوفؓ ہیں۔''[3]

حضرت ابو عبیدہؒ کہتے ہیں (میرے والد) حضرت عبداللہ (بن مسعود) رضی اللہ عنہ سے پوچھا گیا کہ جس رات حضور ﷺ نے آپ سے فرمایا تھا کہ مانگو جو مانگو گے تمہیں دیا جائے گا۔ اس رات آپ نے کیا دعا مانگی تھی حضرت عبداللہ رضی اللہ عنہ نے فرمایا میں نے یہ دعا مانگی تھی۔

اللھم انی اسئلک ایما نا لا یرتد ونعیما لا ینفد ومرافقۃ نبیک ﷺ فی اعلی درجۃ الجنۃ جنۃ الخلد ''اے اللہ! میں تجھ سے ایسا ایمان مانگتا ہوں جو باقی رہے اور زائل نہ ہو اور ایسی نعمت مانگتا ہوں جو کبھی ختم نہ ہو اور ہمیشہ رہنے کی جنت کے اعلیٰ درجے میں تیرے نبی کریم ﷺ کی رفاقت مانگتا ہوں''۔[4]

حضرت ابو عبیدہؒ کہتے ہیں میرے والد صاحب نے فرمایا ایک رات میں نماز پڑھ رہا تھا کہ اتنے میں نبی کریم ﷺ حضرت ابو بکرؓ اور حضرت عمرؓ میرے پاس سے گزرے۔ حضورؐ نے فرمایا مانگو

---

[1] اخرجہ ابن النجار کذافی الکنز (ج۴ص ۳۲۶)

[2] اخرجہ البیھقی کذافی الکنز (ج۸ص ۱۱۹)

[3] اخرجہ ابن جریر کذافی التفسیر لا بن کثیر (ج۴ص ۳۳۹)

[4] اخرجہ ابن ابی شیبۃ کذافی الکنز (ج ۱ ص ۳۰۷) واخرجہ ابن عساکر عن کمیل عن عمرؓ مع زیادۃ قصۃ صلاتہ ودعائہ کما فی المنتخب (ج۵ص ۲۳۶)

جو مانگو گے وہ تمہیں دیا جائے گا۔ حضرت عمرؓ کہتے ہیں میں نے بعد میں جا کر حضرت عبداللہؓ سے پوچھا کہ کیا دعا مانگی تھی؟ انہوں نے کہا میری ایک دعا ہے جو میں کبھی نہیں چھوڑتا اور وہ یہ ہے اللھم انی اسئلک ایمانا لا یبید "اے اللہ! میں تجھ سے ہلاک نہ ہونے والا ایمان مانگتا ہوں"۔ پھر آگے پیچھے جیسی دعا ذکر کی ہے اور یہ الفاظ بھی ذکر کیئے ہیں وقرۃ عین لا تنقطع "اور ختم نہ ہونے والی آنکھوں کی ٹھنڈک مانگتا ہوں" ۔[1] ابونعیم کی دوسری روایت میں یہ ہے کہ حضرت ابوبکرؓ نے واپس آکر حضرت عبداللہؓ سے کہا جو دعا تم مانگ رہے تھے وہ ذرا مجھے بھی سناؤ۔ حضرت عبداللہؓ نے کہا پہلے میں نے اللہ کی حمد وثناء اور عظمت بیان کی پھر میں نے یہ کہا لآالٰہ الا انت وعدک حق ولقاؤک حق والجنۃ حق والنار حق ورسلک حق وکتابک حق والنبیون حق ومحمد صلی اللہ علیہ وسلم حق "تیرے سوا کوئی معبود نہیں تیرا وعدہ حق ہے تیری ملاقات حق ہے جنت حق ہے دوزخ حق ہے تیرے رسول برحق ہیں تیری کتاب برحق ہے سارے نبی برحق ہیں۔ محمد ﷺ برحق ہیں۔"[2]

حضرت شقیقؒ کہتے ہیں حضرت عبداللہؓ یہ دعائیں کثرت سے کیا کرتے تھے ربنا اصلح بیننا واھدنا سبل السلام ونجنا من الظلمات الی النور واصرف عنا الفواحش ماظھر منھا وما بطن وبارک لنا فی اسماعنا وابصارنا وقلوبنا وازواجنا وذریٰتنا وتب علینا انک انت التواب الرحیم واجعلنا شاکرین لنعمتک مثنین بھا قائلین بھا واتممھا علینا "اے ہمارے رب! ہمارے آپس کے تعلقات خوشگوار بنادے اور ہمیں اسلام کے راستے دکھا اور ہمیں تاریکیوں سے نجات دے کر روشنی میں لا اور ہم کو ظاہری وباطنی بدکاریوں سے دور رکھ اور ہمارے کانوں کو ہماری آنکھوں کو، ہمارے دلوں کو اور ہمارے بیوی بچوں کو ہمارے حق میں باعث برکت بنادے اور ہماری توبہ قبول فرما۔ بیشک تو ہی بڑا توبہ قبول کرنے والا مہربان ہے اور ہمیں اپنی نعمتوں کا شکر گزار ان کا ثنا خواں اور لوگوں کے سامنے انہیں بیان کرنے والا بنادے اور ان (نعمتوں) کو ہم پر پورا فرمادے۔"[3]

حضرت ابوالاحوصؒ کہتے ہیں میں نے حضرت عبداللہ بن مسعودؓ کو یہ دعا مانگتے ہوئے سنا اللھم انی اسئلک بنعمتک السابغۃ التی انعمت بھا وبلاءک الذی ابتلیتنی وبفضلک الذی افضلت علی ان تدخلنی الجنۃ اللھم ادخلنی الجنۃ بفضلک ومنک ورحمتک "اے اللہ! میں تجھ سے تیری اس نعمت کاملہ کے واسطہ سے جو تو نے مجھ پر کیا یہ سوال کرتا ہوں کہ تو مجھے جنت

۱۔ اخرجه ابو نعیم فی الحلیة (ج ۱ ص ۱۲۷) ۲۔ قال ابو نعیم (ج ۱ ص ۱۳۸) ورواہ سعید بن ابی الحسام عن شریک وادخل سعید بن المسیب بین عون وعبداللہ ثم اسندہ من طریقه
۳۔ اخرجه البخاری فی الادب المفرد (ص ۹۳)

میں داخل کردے۔اے اللہ! تو اپنے فضل واحسان اور رحمت سے مجھے جنت میں داخل کردے۔"[1]

حضرت ابوقلابہؒ کہتے ہیں حضرت ابن مسعودؓ فرمایا کرتے تھے اللھم ان کنت کتبتنی فی اھل الشقاء فامحنی واثبتنی فی اھل السعادۃ "اے اللہ! اگر تو نے میرا نام بدبختی والوں میں لکھا ہوا ہے تو وہاں سے میرا نام مٹا کر خوش قسمت لوگوں میں لکھ دے"[2]

حضرت عبداللہ بن عکیمؒ کہتے ہیں حضرت ابن مسعودؓ یہ دعا مانگا کرتے تھے اللھم زدنی ایمانا ویقینا وفھما وعلما "اے اللہ! میرے ایمان ویقین سمجھ اور علم کو بڑھا دے۔"[3]

حضرت ابو وائلؒ کہتے ہیں میں ایک دن نماز فجر سے فارغ ہو کر ابن مسعودؓ کی خدمت میں گیا۔ ہم نے ان سے اندر آنے کی اجازت مانگی۔ انھوں نے فرمایا اندر آجاؤ۔ ہم نے اپنے دل میں کہا ہم کچھ دیر انتظار کر لیتے ہیں شاید گھر والوں میں سے کسی کو ان سے کوئی کام ہو (تو وہ اپنا کام پورا کر لیں) اتنے میں حضرت ابن مسعودؓ تسبیح پڑھتے ہوئے ہمارے پاس آئے اور فرمایا شاید تم لوگوں نے یہ گمان کیا ہوگا کہ عبداللہ کے (یعنی میرے) گھر والے اس وقت غفلت میں ہوں گے پھر فرمایا اے باندی! دیکھو سورج نکل آیا ہے؟ اس نے کہا نہیں پھر جب اس کو تیسری مرتبہ کہا دیکھو سورج نکل آیا ہے؟ تو اس نے کہا جی ہاں۔ اس پر انہوں نے کہا الحمدللہ الذی وھبنا ھذا الیوم واقا لنا فیہ عثراتنا احسبہ قال ولم یعذ بنا بالنار "تمام تعریفیں اس اللہ کے لیے ہیں جس نے ہمیں یہ دن عطا فرمایا اور اس نے اس دن میں ہماری تمام لغزشیں معاف فرمادیں (تبھی تو ہمیں لغزشوں کے باوجود زندہ رکھا ہوا ہے) راوی کہتے ہیں میرا خیال یہ ہے کہ انہوں نے یہ بھی فرمایا تھا کہ اس نے ہمیں (لغزشوں کی وجہ سے) آگ سے عذاب نہیں دیا۔"[4]

حضرت سلیم بن حنظلہؒ کہتے ہیں حضرت عبداللہ ابن مسعود رضی اللہ عنہ بازار کے دروازے کے پاس آئے اور یہ دعا پڑھی اللھم انی اسئلک من خیرھا وخیر اھلھا واعوذبک من شرھا وشر اھلھا "اے اللہ! میں تجھ سے اس بازار کی خیر اور بازار والوں کی خیر مانگتا ہوں اور اس بازار کے شر اور بازار والوں کے شر سے تیری پناہ چاہتا ہوں۔"[5]

حضرت قتادہ رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ جب کسی بستی میں داخل

۱۔ اخرجہ الطبرانی قال الھیثمی (ج ۱۰ ص ۱۸۵) ورجالہ رجال الصحیح

۲۔ عند الطبرانی ایضا قال الھیثمی رجالہ رجال الصحیح الا ان ابا قلابۃ لم یدرک ابن مسعود

۳۔ عند الطبرانی ایضا قال الھیثمی واسنادہ جید

۴۔ عند الطبرانی ایضا قال الھیثمی (ج ۱۰ ص ۱۱۸) ورجالہ رجال الصحیح

۵۔ عند الطبرانی ایضا قال الھیثمی (ج ۱۰ ص ۱۲۹) رواہ الطبرانی موقوفا ورجالہ رجالہ الصحیح غیر سلیم بن حنظلہ وھو ثقۃ

ہونے کا ارادہ فرماتے تو یہ دعا پڑھتے اللھم رب السمٰوات وما اظلت و رب الشیاطین وما اضلت ورب الریاح وما اذرت اسئلک خیرھا وخیر ما فیھا واعوذ بک من شرھا و شرما فیھا ''اے اللہ! جو کہ تمام آسمانوں کا اور جن پر آسمانوں نے سایہ ڈالا ہے ان تمام چیزوں کا رب ہے جو کہ شیطانوں کا اور جن کو شیطانوں نے گمراہ کیا ہے ان سب کا رب ہے اور جو کہ ہواؤں کا اور ان تمام چیزوں کا رب ہے جنہیں ہواؤں نے اڑایا ہے میں تجھ سے اس بستی کی خیر اور جو کچھ اس بستی میں ہے اس سب کی خیر مانگتا ہوں اور اس کے شر سے اور جو کچھ اس بستی میں ہے اس کے شر سے تیری پناہ چاہتا ہوں۔''[1]

حضرت ثور بن یزیدؒ کہتے ہیں حضرت معاذ بن جبلؓ جب رات کو تہجد کے لیئے اٹھتے تو یہ دعا کرتے۔ اللھم قد نامت العیون و غارت النجوم وانت حی قیوم اللھم طلبی للجنة بطیئی وھربی من النار ضعیف اللھم اجعل لی عندک ھدی ترده الی یوم القیٰمة انک لا تخلف المیعاد ''اے اللہ! آنکھیں سو چکی ہیں اور ستارے غروب ہو گئے ہیں اور تو ہمیشہ زندہ رہنے والا اور ساری کائنات کو قائم رکھنے والا ہے۔ اے اللہ! میرے اندر جنت کی طلب بہت سست ہے اور مجھ میں دوزخ کی آگ سے بھاگنے کا جذبہ بالکل کمزور ہے۔ اے اللہ! مجھے اپنے پاس سے ایسی ہدایت عطا فرما جو قیامت تک چلتی رہے بیشک تو وعدہ خلافی نہیں کرتا۔''[2]

بنو نجار کی ایک عورت کہتی ہیں مسجد کے اردگرد کے گھروں میں میرا گھر سب سے اونچا تھا حضرت بلالؓ روزانہ صبح کو فجر کی اذان میرے گھر کی چھت پر دیا کرتے تھے۔ سحری کے وقت آ کر چھت پر بیٹھ کر صبح صادق کا انتظار کرتے۔ جب صبح صادق نظر آتی تو انگڑائی لیتے پھر یہ دعا پڑھتے اللھم احمدک واستعینک علی قریش ان یقیموا دینک ''اے اللہ! میں تیری تعریف کرتا ہوں اور قریش کے لیئے تجھ سے مدد مانگتا ہوں تاکہ وہ تیرے دین کو قائم کریں۔'' پھر وہ اذان دیتے مجھے بالکل یاد نہیں کہ کسی رات حضرت بلالؓ نے یہ دعائیہ کلمات (اذان سے پہلے چھوڑے) ہوں۔[3]

حضرت بلالؓ کی بیوی حضرت ہند کہتی ہیں حضرت بلالؓ جب بستر پر لیٹتے تو یہ دعا کرتے اللھم تجاوز عن سیئاتی واعذرنی بعلاتی ''اے اللہ! میری برائیوں سے درگزر فرما اور میری بیماریوں کی وجہ سے مجھے معذور قرار دے۔''[4]

۱۔ عند الطبرانی ایضا قال الھیثمی (ج ۱۰ ص ۱۳۵) رجاله رجال الصحیح الا ان قتادہ لم یدرک ابن مسعود. انتھی ۲۔ اخرجه ابو نعیم فی الحلیة (ج ۱ ص ۲۳۳) اخرجه الطبرانی واسناده منقطع کما قال الھیثمی (ج ۱۰ ص ۱۸۵) ۳۔ اخرجه ابن اسحق من طریق عروة و رواه ابوداؤد من حدیثه منفرد ابه کذافی البدایة (ج ۳ ص ۲۳۳)

۴۔ اخرجه الطبرانی قال الھیثمی (ج ۱۰ ص ۱۲۵) ھند لم اعرفھا وبقیة رجاله رجال الصحیح

حضرت زید بن ثابتؓ جب بستر پر لیٹتے تو یہ دعا کرتے اللھم انی اسئلک غنی الا ھل والمولی واعوذبک ان تد عو علی رحم قطعتھا ''اے اللہ! میں تجھ سے اہل وعیال کے اور تمام متعلقین کے غنا کو مانگتا ہوں اور میں اس بات سے تیری پناہ چاہتا ہوں کہ میں رشتہ توڑوں اور وہ رشتہ میرے لیئے بد دعا کرے۔''[۱]

حضرت عروہؒ کہتے ہیں حضرت سعد بن عبادہؓ یہ دعا کیا کرتے اللھم ھب لی حمدا وھب لی مجدا لا مجد الا بفعال ولا فعال الا بمال اللھم لا یصلحنی القلیل ولا اصلح علیہ ''اے اللہ! مجھے تعریف عطا فرما اور مجھے بزرگی عطا فرما اور بزرگی کسی بڑے کام کے ذریعہ سے ہی حاصل ہوسکتی ہے اور کوئی بڑا کام مال کے ذریعہ سے ہی ہوا کرتا ہے اے اللہ! تھوڑا مال میرے حالات درست نہیں کرسکتا اور نہ ہی تھوڑے مال سے میں درست رہ سکتا ہوں (لہذا تو اپنی شان کے مطابق اپنے خزانوں میں سے عطا فرما)۔''[۲]

حضرت بلال بن سعدؒ کہتے ہیں حضرت ابوالدرداءؓ فرمایا کرتے تھے اللھم انی اعوذ بک من تفرقۃ القلب ''اے اللہ! میں دل کے بکھر جانے سے تیری پناہ چاہتا ہوں'' کسی نے پوچھا دل کے بکھر جانے سے کیا مراد ہے؟ فرمایا اس سے مراد یہ ہے کہ اللہ کی طرف سے میرے لیئے ہر وادی میں کچھ مال رکھ دیا جائے (اور مجھے ہر وادی میں جا کر اپنے مقدر کا مال جمع کرنا پڑے)۔[۳]

حضرت اسماعیل بن عبید اللہؒ کہتے ہیں حضرت ابوالدرداءؓ فرمایا کرتے تھے اللھم توفنی مع الا برار ولا تبقنی مع الا شرار ''اے اللہ! مجھے نیک لوگوں کے ساتھ موت دے اور مجھے برے لوگوں کے ساتھ باقی نہ رکھ'' حضرت لقمان بن عامرؒ کہتے ہیں حضرت ابوالدرداءؓ فرمایا کرتے تھے اللھم لا تبتلنی بعمل سوء فادعی بہ رجل سوء ''اے اللہ! مجھے کسی برے عمل میں مبتلا نہ فرما ورنہ مجھے برا آدمی کہہ کر پکارا جائے گا۔''[۴]

حضرت حسان بن عطیہؒ کہتے ہیں حضرت ابوالدرداءؓ فرمایا کرتے تھے اللھم انی اعوذبک ان تلعننی قلوب العلماء ''اے اللہ! میں اس بات سے تیری پناہ چاہتا ہوں کہ علماء کے دل مجھ پر لعنت کریں'' کسی نے پوچھا ان کے دل آپ کو کیسے لعنت کریں گے؟ فرمایا ان کے دل مجھے ناپسند کرنے لگیں۔[۵]

حضرت عبداللہ بن یزید بن ربیعہ دمشقیؒ کہتے ہیں حضرت ابوالدرداءؓ نے فرمایا کہ ایک مرتبہ میں شروع رات میں مسجد گیا وہاں میرا گزر ایک آدمی پر ہوا جو سجدے میں یہ کہہ رہا تھا اللھم انی

۱۔ اخرجہ الطبرانی قال الھیثمی (ج ۱۰ ص ۱۲۵) واسنادہ جید

۲۔ اخرجہ ابن سعد (ج ۳ ص ۶۱۴)

۳۔ اخرجہ ابو نعیم فی الحلیۃ (ج ۱ ص ۲۱۹)

۴۔ عند ابی نعیم ایضا (ج ۱ ص ۲۲۰)

۵۔ عند ابی نعیم ایضا (ج ۱ ص ۲۲۳)

خائف مستجیر فاجر نی من عذابک وسائل فقیر فارزقنی من فضلک لا مذنب فاعتذرولا ذو قوۃ فانتصر ولکن مذنب مستغفر۔ ''اے اللہ! میں ڈرنے والا اور پناہ مانگنے والا ہوں لہذا مجھے اپنے عذاب سے پناہ دے اور مانگنے والا فقیر ہوں لہذا اپنے فضل سے روزی عطا فرما اور جو گناہ مجھ سے ہوئے ہیں ان کے بارے میں میرے پاس کوئی عذر نہیں جسے میں تیرے سامنے پیش کرسکوں اور نہ میں ایسا طاقتور ہوں کہ تجھ سے خود کو بچا سکوں بلکہ میں تو سراپا گناہگار ہوں اور تجھ سے مغفرت کا طلبگار ہوں۔'' راوی کہتے ہیں حضرت ابوالدرداء کو یہ دعائیہ کلمات بہت پسند آئے اور وہ اپنے ساتھیوں کو یہ کلمات سکھانے لگے۔[1]

حضرت ثمامہ بن حزنؒ کہتے ہیں میں نے ایک بڑے میاں کو بلند آواز سے یہ کہتے ہوئے سنا اللھم انی اعوذ بک من الشر لا یخلطه شیئی ''اے اللہ! میں اس شر سے تیری پناہ مانگتا ہوں جس کے ساتھ کچھ بھی خیر ملا ہوا نہ ہو یعنی خالص شر ہو'' میں نے پوچھا یہ بڑے میاں کون ہیں؟ لوگوں نے بتایا حضرت ابوالدرداءؓ ہیں۔[2]

حضرت ابوالدرداءؓ فرماتے تھے اے اللہ! میں اس بات سے تیری پناہ چاہتا ہوں کہ تو میرے بھائی عبداللہ بن رواحہ کے سامنے میرا ایسا کوئی عمل پیش کرے جس سے وہ شرمندہ ہوں (حضرت ابن رواحہ ان کے جاہلیت میں بھائی تھے اور ان کی دعوت پر مسلمان ہوئے تھے)۔[3]

حضرت نافعؒ کہتے ہیں حضرت ابن عمرؓ صفا پر یہ دعا کیا کرتے تھے اللھم اعصمنی بدینک وطواعیتک وطواعیة رسولک اللھم جنبنی حدودک اللھم اجعلنی ممن یحبک ویحب ملائکتک ویحب رسلک ویحب عبادک الصالحین اللھم حببنی الیک والی ملائکتک والی رسلک والی عبادک الصالحین اللھم یسرنی للیسری وجنبنی العسری واغفرلی فی الاخرۃ والاولی واجعلنی من ائمة المتقین اللھم انک قلت ادعونی استجب لکم وانک لا تخلف المیعاد اللھم اذھدیتنی للاسلام فلا تنزعنی منه ولا تنزعه منی حتی تقبضنی وانا علیه ''اے اللہ! اپنے دین کے ذریعہ سے اور اپنی اور اپنے رسول کی اطاعت کے ذریعہ سے میری حفاظت فرما اے اللہ! مجھے اپنے حرام کردہ کاموں سے بچا۔ اے اللہ! مجھ کو ان لوگوں میں سے بنادے جو تجھ سے تیرے فرشتوں سے تیرے رسولوں سے اور تیرے نیک بندوں سے محبت کرتے ہیں۔ اے اللہ! مجھے اپنا اور اپنے فرشتوں کا اپنے رسولوں کا اور اپنے نیک بندوں کا محبوب بنادے۔ اے اللہ! مجھے نیکی کی توفیق عطا فرما اور برائی سے محفوظ فرما اور دنیا و آخرت میں میری مغفرت فرما اور مجھے متقیوں کا امام بنا۔ اے اللہ! تو نے (قرآن میں) فرمایا ہے مجھے پکارو میں

۱۔ اخرجه ابو نعیم فی الحیلة (ج ۱ ص ۲۲۴) ۲۔ اخرجه البخاری فی الادب المفرد (ص ۹۹)
۳۔ اخرجه الحاکم کذافی الکنز (ج ۱ ص ۳۰۶)

تمہاری درخواست قبول کروں گا اور تو وعدے کے خلاف نہیں کرتا۔ اے اللہ! جب تو نے مجھے اسلام کی ہدایت دے دی ہے تو مجھے اسلام سے نہ نکال اور نہ اسے مجھ سے چھین بلکہ جب تو میری روح قبض کرے تو میں اسلام پر ہوں۔'' حضرت ابن عمرؓ صفاء مروہ پر اور عرفات و مزدلفہ میں اور منی کے دو جمروں کے درمیان اور طواف میں اپنی لمبی دعا کے ساتھ یہ دعا بھی مانگتے تھے۔[1]

حضرت عبداللہ بن سبرہؒ کہتے ہیں حضرت ابن عمرؓ صبح کے وقت یہ دعا پڑھتے اللھم اجعلنی من اعظم عبادک عندک نصیبا فی کل خیر تقسمه الغداۃ ونورا تھدی به ورحمة تنشرھا ورزقا تبسطه وضرا تکشفه وبلاء ترفعه وفتنة تصرفھا ''اے اللہ! مجھے اپنے ان بندوں میں سے بنا کہ آج صبح تو جتنی خیریں تقسیم کرے گا ان کا ان خیروں میں تیرے نزدیک سب سے زیادہ حصہ ہو اور جس نور سے تو ہدایت دیتا ہے اور جس رحمت کو تو پھیلاتا ہے اور جس رزق کو تو وسعت دیتا ہے اور جس تکلیف کو تو دور کرتا ہے اور جس آزمائش کو تو ہٹاتا ہے اور جس فتنے کو تو پھیر دیتا ہے سب چیزیں انہیں سب سے زیادہ حاصل ہوں۔''[2]

حضرت سعید بن جبیرؒ کہتے ہیں حضرت ابن عباسؓ فرمایا کرتے تھے اللھم انی اسئلک بنور وجھک الذی اشرقت له السموات والارض ان تجعلنی فی حرزک وحفظک وجوارک وتحت کنفک ''اے اللہ! میں تیری ذات کے اس نور کے واسطہ سے جس کی وجہ سے سارے آسمان اور زمین روشن ہو گئے تجھ سے اس بات کا سوال کرتا ہوں کہ تو مجھے اپنے حفظ وامان میں اپنی پناہ میں اپنے سایہ کے نیچے لے لے۔''[3]

حضرت سعیدؒ کہتے ہیں حضرت ابن عباسؓ فرمایا کرتے تھے اللھم قنعنی وبارک لی فیه واخلف علی کل غائبة بخیر ''اے اللہ! تو نے مجھے جو کچھ دیا ہے اس پر مجھے قناعت نصیب فرما اور اس میں برکت نصیب فرما اور میری جتنی چیزیں اس وقت یہاں موجود نہیں ہیں بلکہ غائب ہیں ان سب چیزوں میں تو خیر کے ساتھ میرا خلیفہ بن جا انہیں اچھی طرح سنبھال لے۔''[4] حضرت طاؤسؒ کہتے ہیں میں نے حضرت ابن عباسؓ کو یہ فرماتے ہوئے سنا اللھم تقبل شفاعة محمد الکبری وارفع درجته العلیا واعطه سوله فی الآخرۃ والاولی کما اتیت ابراھیم وموسی علیھما السلام ''اے اللہ! محمد (ﷺ) کی شفاعت کبری قبول فرما اور ان کے بلند درجے کو اور اونچا فرما اور انہوں نے آپ سے جو کچھ مانگا ہے وہ سب کچھ انہیں دنیا اور آخرت میں عطا فرما جیسے تو نے

۱۔ اخرجه ابو نعیم فی الحلیة (ج ۱ ص ۳۰۸)

۲۔ اخرجه ابو نعیم فی الحلیة (ج ۱ ص ۳۰۴) اخرجه الطبرانی عنه بنحوه قال الھیثمی (ج ۱۰ ص ۱۸۴) ورجاله رجال الصحیح ۳۔ اخرجه البزار قال الھیثمی ورجاله رجال الصحیح ۴۔ اخرجه البخاری فی الادب المفرد (ص ۱۰۱)

حضرت ابراہیم اور حضرت موسیٰ علیہ السلام کو عطا فرمایا۔''[1]

حضرت ام الدرداءؓ فرماتی ہیں حضرت فضالہ بن عبیدؓ یہ دعا کیا کرتے اللھم انی اسئلک الرضا بالقضاء والقدر وبرد العیش بعد الموت ولذۃ النظر الی وجھک والشوق الی لقاء ک فی غیر ضراء مضرۃ ولا فتنۃ مضلۃ ''اے اللہ! میں تجھ سے اس بات کا سوال کرتا ہوں کہ میں تیری ہر تقدیر اور فیصلے پر راضی رہا کروں اور موت کے بعد مجھے عمدہ زندگی نصیب ہو اور تیرے دیدار کی لذت حاصل ہو اور مجھے تیری ملاقات کا شوق نصیب ہو اور تکلیف دہ مصیبت اور گمراہ کن فتنہ سے میری حفاظت ہو''۔ حضرت فضالہؓ کہتے تھے حضور ﷺ یہ تمام دعائیں مانگا کرتے تھے۔[2]

حضرت مقبریؒ کہتے ہیں مروان حضرت ابو ہریرہؓ کے مرض الوفات میں ان کے پاس گیا اور اس نے کہا اے ابو ہریرہ! اللہ آپ کو شفاء عطا فرمائے۔ انہوں نے فرمایا اللھم انی احب لقاء ک فاحب لقائی ''اے اللہ! میں تیری ملاقات کو محبوب رکھتا ہوں تو میرے سے ملاقات کو محبوب بنالے'' چنانچہ وہاں سے چل کر مروان ابھی اصحاب القطا مقام تک نہیں پہنچا تھا کہ پیچھے حضرت ابو ہریرہؓ کا انتقال ہو گیا۔[3]

حضرت عبداللہ بن ہشامؓ کہتے ہیں حضور ﷺ کے صحابہؓ سال یا مہینہ کے شروع ہونے پر یہ دعا پڑھا کرتے تھے اللھم ادخلہ علینا بالامن والایمان والسلامۃ والاسلام ورضوان من الرحمن وجوار من الشیطن ''اے اللہ! اس سال اور مہینے کو امن، ایمان، سلامتی، اسلام، رحمان کی رضا اور شیطان سے پناہ کے ساتھ ہم پر داخل فرما''۔[4]

حضرت ابو امامہ بن سہلؒ کہتے ہیں میں نے حضرت ابو ہریرہؓ سے پوچھا صحابہؓ جب کسی بستی کے پاس پہنچتے یا اس میں داخل ہوتے تو یہ دعا پڑھتے اللھم اجعل لنا فیھا رزقا ''اے اللہ! اس بستی میں ہمارے لیئے رزق مقدر فرما'' وہ یہ دعا کس ڈر سے پڑھا کرتے تھے؟ حضرت ابو ہریرہؓ نے فرمایا بستی کے والی کے ظلم کا اور بارش نہ ہونے کا ڈر ہوتا تھا۔[5]

حضرت ثابتؒ کہتے ہیں حضرت انسؓ جب اپنے بھائی کے لیئے دعا کرتے تو یہ کہتے اللہ اس پر ان نیک لوگوں والی رحمتیں نازل فرمائے جو ظالم اور بدکار نہیں جو رات بھر عبادت کرتے ہیں اور

۱۔ اخرجہ اسمعیل القاضی قال ابن کثیر فی تفسیرہ (ج۳ ص ۵۱۲) اسنادہ جید قوی صحیح. انتھی ۲۔ اخرجہ الطبرانی قال الھیثمی (ج۱۰ ص ۱۷۷) رواہ الطبرانی فی الاوسط والکبیر ورجالھما ثقات. انتھی. ۳۔ اخرجہ ابن سعد (ج۴ ص ۳۳۹)
۴۔ اخرجہ الطبرانی فی الاوسط قال الھیثمی (ج۱۰ ص ۱۳۹) واسنادہ حسن وفی ھامشہ عن ابن حجر فیہ رشدین بن سعد وھو ضعیف ۵۔ اخرجہ البزار قال الھیثمی (ج۱۰ ص ۱۳۵) رجالہ رجال الصحیح غیر قیس بن سالم وھو ثقۃ. انتھی

دن کو روزہ رکھتے ہیں۔[1]

حضرت عبداللہ بن زبیرؓ جب بادل گرجنے کی آواز سنتے تو بات کرنا چھوڑ دیتے اور یہ پڑھتے سبحان الذی یسبح الرعد بحمدہ والملائکۃ من خیفتہ ''وہ ذات پاک ہے جس کے خوف سے رعد فرشتہ اور دوسرے فرشتے اس کی حمد کے ساتھ پاکی بیان کرتے ہیں'' پھر فرماتے یہ زمین والوں کے لیئے اللہ کی طرف سے دھمکی ہے۔[2]

صحابہ کرامؓ کی ایک دوسرے کے لیئے دعائیں

حضرت محمد، حضرت طلحہ، حضرت مہلب، حضرت عمرو اور حضرت سعیدؒ کہتے ہیں حضرت سماک بن مخرمہ، حضرت سماک بن عبید اور حضرت سماک بن خرشہ حضرت عمرؓ کے پاس وفد بن کر آئے حضرت عمرؓ نے فرمایا اللہ آپ لوگوں میں برکت عطا فرمائے اے اللہ! ان کے ذریعہ سے اسلام کو بلند فرما اور ان کے ذریعہ سے اسلام کو مضبوط فرما۔[3]

حضرت عبدالرحمٰن بن کعب بن مالکؒ کہتے ہیں جب میرے والد (حضرت کعب بن مالکؓ) کی بینائی چلی گئی تو میں ان کا رہبر ہوا کرتا تھا۔ جب میں ان کے ساتھ جمعہ کے لیئے جاتا اور وہ اذان سنتے تو حضرت ابوامامہ اسعد بن زرارہؓ کے لیئے استغفار کرتے اور ان کے لیئے دعا کرتے میں نے ان سے پوچھا اے ابا جان! کیا بات ہے آپ جب اذان سنتے ہیں تو ابوامامہؓ کے لیئے استغفار کرتے ہیں اور ان کے لیئے دعائے خیر اور دعائے رحمت کرتے ہیں؟ انہوں نے فرمایا اے میرے بیٹے! انہوں نے حضورﷺ کے آنے سے پہلے ہمیں سب سے پہلے جمعہ پڑھایا تھا اور یہ جمعہ انہوں نے بقیع الخضمات بستی میں بنو بیاضہ قبیلہ کے پتھریلے میدان کے اس حصہ میں پڑھایا تھا جہاں نبیت قبیلہ کو شکست ہوئی تھی میں نے پوچھا اس دن آپ لوگ کتنے تھے؟ فرمایا ہم چالیس آدمی تھے۔[4]

بنو بکر بن وائل کے ایک صاحب کہتے ہیں میں بجستان میں حضرت بریدہ اسلمیؓ کے ساتھ تھا۔ میں حضرت علی، حضرت عثمان، حضرت طلحہ اور حضرت زبیرؓ کے بارے میں ان کی رائے معلوم کرنے کے لیئے ان سب حضرات کے کچھ عیب بیان کرنے لگا۔ اس پر حضرت بریدہؓ نے قبلہ کی طرف منہ کر کے ہاتھ اٹھا کر یہ دعا کی اے اللہ! عثمان کی مغفرت فرما اور علی بن ابی طالب کی

۱۔ اخرجہ البخاری فی الادب المفرد (ص ۹۳)

۲۔ اخرجہ البخاری فی الادب المفرد (ص ۱۰۶) واخرجہ مالک ایضا عن ابن الزبیر مثلہ کما فی المشکوۃ الا انہ لم یذکر من قولہ ثم یقول الی آخرہ

۳۔ اخرجہ ابن عساکر عن سیف بن عمر کذافی المنتخب (ج۵ ص ۱۳۱)

۴۔ اخرجہ ابن ابی شیبۃ والطبرانی وابو نعیم فی المعرفۃ کذافی المنتخب (ج۵ ص ۱۳۶)

مغفرت فرما اور طلحہ بن عبید اللہ کی مغفرت فرما اور زبیر بن عوام کی مغفرت فرما۔ پھر میری طرف متوجہ ہو کر فرمایا تمہارا باپ نہ رہے کیا تم مجھے قتل کرنا چاہتے ہو؟ میں نے کہا اللہ کی قسم! میں آپ کو قتل کرنا نہیں چاہتا بلکہ ان حضرات کے بارے میں آپ کی رائے معلوم کرنا چاہتا ہوں۔ انہوں نے فرمایا ان لوگوں نے اللہ کے کرم سے شروع اسلام میں بڑے کارنامے سرانجام دیئے ہیں (اور ان سے کچھ لغزشیں اختلاف وغیرہ بھی ہوئے ہیں) اب اللہ کی مرضی ہے چاہے تو ان کے کارناموں کی وجہ سے ان کی چھوٹی موٹی لغزشیں معاف فرما دے اور چاہے تو انہیں عذاب دے۔ ان کا حساب تو اللہ کے ذمہ ہے (ہمارے ذمہ نہیں ہے)[۱]

نبی کریم ﷺ اور آپ کے صحابہ کرامؓ کس طرح جمعوں میں، جماعتوں میں، حج اور غزوات میں اور تمام حالات میں بیان کیا کرتے تھے اور لوگوں کو اللہ کا حکم ماننے کی ترغیب دیا کرتے تھے چاہے اللہ کے حکم مشاہدہ اور تجربہ کے خلاف کیوں نہ ہوں اور کس طرح لوگوں کے دلوں میں دنیا اور اس کی فانی لذتوں کی بے رغبتی اور آخرت اور اس کی ہمیشہ رہنے والی لذتوں کا شوق پیدا کیا کرتے تھے اور گویا کہ وہ پوری امت مسلمہ کو مالدار اور غریب کو خواص اور عوام کو اس بات پر کھڑا کرتے تھے کہ اللہ اور اس کے رسول کی طرف سے جو احکام ان کی طرف متوجہ ہیں وہ اپنی جان لگا کر اپنا مال خرچ کر کے ان احکام کو پورا کریں اور وہ امت مسلمہ کو فانی مال اور ختم ہو جانے والے سامان پر کھڑا نہیں کرتے تھے

۱۔ اخرجه ابن سعد (ج۳ص ۲۴۳)

حضرت محمد ﷺ کا پہلا بیان

حضرت ابوسلمہ بن عبدالرحمٰن بن عوفؓ فرماتے ہیں حضور ﷺ نے مدینہ میں سب سے پہلا بیان فرمایا اس کی صورت یہ ہوئی کہ آپؐ نے کھڑے ہو کر پہلے اللہ کی شان کے مطابق حمد وثناء بیان کی پھر فرمایا اما بعد اے لوگو! اپنے لیئے (آخرت میں کام آنے کے لیئے نیک اعمال کا ذخیرہ) آگے بھیجو تم اچھی طرح جان لو تم میں سے ہر آدمی نے ضرور مرنا ہے اور اپنی بکریاں بغیر چرواہے کے چھوڑ کر چلے جانا ہے پھر اس کے اور اس کے رب کے درمیان نہ کوئی ترجمان ہو گا اور نہ کوئی دربان۔ اور اس کا رب اس سے پوچھے گا کیا میرے رسول نے تیرے پاس آ کر میرا دین نہیں پہنچایا تھا؟ کیا میں نے تجھے مال نہیں دیا تھا؟ اور تجھ پر فضل واحسان نہیں کیا تھا؟ اب بتا تو نے اپنے لئے یہاں آگے کیا بھیجا ہے؟ چنانچہ وہ دائیں بائیں دیکھے گا تو اسے کوئی چیز نظر نہ آئے گی پھر وہ اپنے سامنے دیکھے گا تو اسے جہنم کے سوا اور کچھ نظر نہ آئے گا، لہٰذا تم میں سے جو اپنے آپ کو جہنم کی آگ سے کھجور کا ایک ٹکڑا دے کر ہی بچا سکتا ہے اسے چاہئے کہ وہ یہ ٹکڑا دے کر ہی خود کو بچالے اور جسے اور کچھ نہ ملے تو وہ اچھی بات بول کر ہی خود کو بچالے کیونکہ آخرت میں نیکی کا بدلہ دس گنا سے لے کر سات سو گنا تک ملے گا۔ والسلام علی رسول اللہ ورحمۃ اللہ وبرکاتہ حضورؐ نے ایک مرتبہ پھر بیان فرمایا اور ارشاد فرمایا بات یہ ہے کہ تمام تعریفیں اللہ کے لئے ہیں میں اس کی تعریف کرتا ہوں و راس سے مدد طلب کرتا ہوں ہم اپنے نفس کے اور برے اعمال کے شرور سے اللہ کی پناہ چاہتے ہیں۔ جسے اللہ ہدایت دے دے اسے کوئی گمراہ کرنے والا نہیں اور جسے گمراہ کرے اسے کوئی ہدایت دینے والا نہیں اور میں اس بات کی گواہی دیتا ہوں کہ اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں وہ اکیلا ہے اس کا کوئی شریک نہیں۔ سب سے اچھا کلام اللہ کی کتاب ہے وہ آدمی کامیاب ہو گیا جس کے دل کو اللہ نے قرآن سے مزین کیا اور اسے کفر کے بعد اسلام میں داخل کیا اور اس آدمی نے باقی تمام لوگوں کے کلام کو چھوڑ کر اللہ کی کتاب کو اختیار کیا یہ اللہ کی کتاب سب سے عمدہ اور سب سے زیادہ بلیغ کلام ہے جو اللہ سے محبت کرے تم اس سے محبت کرو اور تم اللہ سے محبت اس طرح کرو کہ سارے دل میں رچ جائے اور اللہ کے کلام اور اس کے ذکر سے مت اکتاؤ اور قرآن سے اعراض نہ کرو ورنہ تمہارے دل سخت ہو جائیں گے کیونکہ اللہ تعالیٰ (اعمال میں سے) جو کچھ پیدا کرتے ہیں اس میں سے بعض (اعمال) کو چن لیتے ہیں پسند کر لیتے ہیں چنانچہ اللہ تعالیٰ نے اپنی کتاب کا نام پسندیدہ عمل، پسندیدہ عبادت، نیک کلام اور لوگوں کو حلال وحرام والا جو دین دیا گیا ہے اس میں سے نیک عمل رکھا ہے، لہٰذا تم اللہ کی عبادت کرو اور اس کے ساتھ کسی چیز کو شریک نہ کرو اور اس سے ایسے ڈرو جیسے اس سے ڈرنے کا حق ہے اور تم لوگ اپنے منہ سے جو نیک اور بھلی باتیں بولتے ہو

ان میں تم اللہ سے سچ کہو اور اللہ کی رحمت کی وجہ سے تم ایک دوسرے سے محبت کرو اللہ تعالیٰ اس بات سے ناراض ہوتے ہیں کہ ان سے جو عہد کیا جائے اسے توڑا جائے والسلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ۔[۱]

حضور ﷺ کا خطبہ جمعہ

حضرت سعید بن عبدالرحمٰن جمحی رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں مجھے یہ خبر پہنچی ہے کہ حضور ﷺ نے مدینہ میں بنوسالم بن عوف کے محلّہ میں جو سب سے پہلا جمعہ پڑھایا تھا اس میں یہ خطبہ دیا تھا تمام تعریفیں اللہ کے لئے ہیں میں اس کی تعریف کرتا ہوں اس سے مدد مانگتا ہوں اس سے مغفرت چاہتا ہوں اور اس سے ہدایت طلب کرتا ہوں اور اس پر ایمان لاتا ہوں اور اس کا انکار نہیں کرتا بلکہ جو اس کا انکار کرتا ہے اس سے دشمنی رکھتا ہوں۔ میں اس بات کی گواہی دیتا ہوں کہ اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں وہ اکیلا ہے، اس کا کوئی شریک نہیں اور (حضرت) محمد (ﷺ) اس کے بندے اور رسول ہیں انہیں اللہ نے ہدایت، نور اور نصیحت دے کر وقت بھیجا جبکہ رسولوں کی آمد کا سلسلہ رکا ہوا تھا اور علم بہت کم ہو گیا تھا اور لوگ گمراہ ہو چکے تھے اور زمانے میں خیر و برکت نہیں رہی تھی اور قیامت قریب آ چکی تھی اور کا مقررہ وقت پورا ہونے والا تھا اب جو اللہ اور اس کے رسول کی اطاعت کرے گا وہ ہدایت والا ہوگا اور جوان دونوں کی نافرمانی کرے گا وہ بھٹکا ہوا اور کوتاہی کا مرتکب ہوگا اور بڑی دور کی گمراہی میں جا پڑے گا۔ میں تمہیں اللہ سے ڈرنے کی وصیت کرتا ہوں ایک مسلمان دوسرے مسلمان کو جن باتوں کی تاکید کرتا ہے ان میں سب سے بہتر بات یہ ہے کہ اسے آخرت کی ترغیب دے اور اللہ سے ڈرنے کا حکم دے، لہٰذا تم ان تمام کاموں سے بچو جن کے بارے میں تمہیں اللہ نے اپنی ذات سے ڈرایا ہے اس سے بہتر کوئی نصیحت نہیں اس سے بہتر کوئی یاد دہانی نہیں۔ اپنے رب سے ڈر کر تقویٰ پر عمل کرنا ان تمام چیزوں کے حاصل ہونے کے لئے سچا مددگار ہے جنہیں تم آخرت میں چاہتے ہو اور جو شخص اللہ کی رضا کی نیت سے لوگوں کے سامنے بھی اور ان سے چھپ کر بھی اپنے اور اپنے رب کے درمیان کے معاملے کو ٹھیک کر لے گا تو یہ اس کے لئے دنیا میں ذکر خیر کا ذریعہ ہوگا اور موت کے بعد ذخیرہ آخرت ہوگا جب کہ آدمی کو آگے بھیجے ہوئے اپنے اعمال کی بہت زیادہ ضرورت ہوگی اور جو اپنے اور اپنے رب کے درمیان کے معاملے کو ٹھیک نہیں کرے گا وہ تمنا کرے گا کاش میرے ا ر میرے آگے بھیجے ہوئے برے اعمال میں بہت زیادہ

۱۔ اخرجه البيهقي و هذه الطريق مرسلة كذافي البداية (ج ۳ ص ۲۱۳) وقد اخرج ابن عساكر عن انس رضى الله عنه اول خطبة خطبها رسول الله صلى الله عليه وسلم بالفاظ اخرى مختصرا كما تقدم

مسافت ہوتی اور اللہ تمہیں اپنی ذات (کے غصہ اور سزا) سے ڈراتا ہے اور اللہ بندوں پر بہت مہربان ہے۔ اللہ اپنی ہر بات کو سچ کر دکھاتے ہیں اور اپنے وعدے کو پورا کرتے ہیں ان کے وعدے کے خلاف نہیں ہوسکتا کیونکہ خود اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے مَا یُبَدَّلُ الْقَوْلُ لَدَیَّ وَمَآ اَنَا بِظَلَّامٍ لِّلْعَبِیْدِ (سورت ق آیت ۲۹) ''میرے ہاں (وہ) بات (وعید مذکور کی) نہیں بدلی جاوے گی اور میں (اس تجویز میں) بندوں پر ظلم کرنے والا نہیں ہوں'' لہٰذا دنیا و آخرت کے تمام معاملات میں خفیہ اور اعلانیہ طور سے اللہ سے ڈرو کیونکہ جو اللہ سے ڈرے گا اللہ اس کی تمام برائیوں کو مٹا دے گا اور اسے اجر عظیم عطا فرمائے گا اور جو اللہ سے ڈرے گا اسے بہت بڑی کامیابی ملے گی اور اللہ کا ڈر ہی اس کے غصہ، اس کی سزا اور ناراضگی سے بچاتا ہے اور اللہ کے ڈر سے ہی چہرے (قیامت کے دن) سفید ہوں گے اور رب عظیم راضی ہوں گے اور درجے بلند ہوں گے لہٰذا تم تقویٰ میں سے پورا حصہ لو اور اللہ کی جناب میں کوتاہی نہ کرو اللہ نے تمہیں اپنی کتاب کا علم عطا فرمایا ہے اور اپنا راستہ تمہارے لئے واضح کیا تاکہ اللہ کو سچوں اور جھوٹوں کا پتہ چل جائے اور لوگوں کے ساتھ اچھا سلوک کرو جیسے اس نے تمہارے ساتھ کیا ہے اور اللہ کے دشمنوں سے دشمنی رکھو اور اللہ کے دین کے لئے خوب محنت کرو جیسے کہ محنت کرنے کا حق ہے، اسی نے تمہیں چنا ہے اور اسی نے تمہارا نام مسلمان رکھا ہے تاکہ جسے گمراہ ہوکر برباد ہونا ہے وہ دلیل اور نشانی دیکھ کر پھر برباد ہو اور جسے ہدایت پاکر حقیقی زندگی حاصل کرنی ہے وہ دلیل اور نشانی دیکھ کر حاصل کرے اور نیکیاں کرنے کی طاقت صرف اللہ سے ہی ملتی ہے۔ اللہ کا ذکر کثرت سے کرو اور آج کے بعد والی زندگی یعنی آخرت کے لئے عمل کرو جو اپنے اور اللہ کے تعلق کو ٹھیک کرلے گا اللہ تعالیٰ اس کے اور لوگوں کے درمیان کے معاملات کو خود ٹھیک کردیں گے کیونکہ اللہ کا فیصلہ لوگوں پر چلتا ہے اور لوگوں کا فیصلہ اللہ پر نہیں چلتا۔ اللہ لوگوں کی ہر چیز کے مالک ہیں اور لوگ اللہ کے ہاں کچھ اختیار نہیں رکھتے۔ اللہ سب سے بڑے ہیں اور اللہ عظیم سے ہی نیکی کرنے کی طاقت ملتی ہے۔[1]

غزوات میں حضور ﷺ کے بیانات

نبی کریم ﷺ کے صحابی حضرت جدار رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں ہم لوگ حضورؐ کے ساتھ ایک غزوے میں گئے۔ جب ہمارا دشمن سے سامنا ہوا تو آپؐ نے کھڑے ہوکر اللہ کی حمد وثنا بیان کی پھر فرمایا اے لوگو! تم سبز، زرد اور سرخ رنگ کی مختلف نعمتوں والے ہوگئے ہو اور تمہارے گھروں اور قیام گاہوں میں بہت قسم کی نعمتیں ہیں۔ جب تم دشمن سے لڑو تو قدم قدم آگے بڑھو کیونکہ جب بھی

---

[1] اخرجه ابن جرير (ج ۲ ص ۱۱۵) قال في البداية (ج ۳ ص ۲۱۳) هكذا اورد ابن جرير و في السند ارسال. انتهى و ذكره ايضا القرطبي في تفسيره (ج ۱۸ ص ۹۸) بنحوه مطولا بلا اسناد

کوئی آدمی اللہ کے راستے میں دشمن پر حملہ کرتا ہے تو وہ حوریں اس کی طرف جھپٹتی ہیں اور جب وہ شہید ہوتا ہے تو خون کے پہلے قطرے کے زمین پر گرتے ہی اللہ تعالیٰ اس کے ہر گناہ کو معاف کر دیتے ہیں اور یہ دونوں حوریں اس کے منہ سے غبار کو صاف کرتی ہیں اور کہتی ہیں تمہارا وقت آ گیا ہے وہ ان سے کہتا ہے تم دونوں کا وقت بھی آ گیا ہے۔ ا

حضرت جابر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں حضور ﷺ غزوۂ تبوک کے سفر میں حجر مقام میں ٹھہرے وہاں آپؐ نے کھڑے ہو کر لوگوں میں بیان فرمایا اور فرمایا اے لوگو! تم اپنے نبی سے معجزوں کا مطالبہ نہ کرو یہ حضرت صالح علیہ السلام کی قوم کی جگہ ہے۔ انھوں نے اپنے نبی سے مطالبہ کیا کہ وہ ان کے لئے (معجزے کے طور پر) ایک اونٹنی بھیجیں۔ حضرت صالحؑ نے ان کا یہ مطالبہ پورا کر دیا، چنانچہ وہ اونٹنی اس وسیع اور کشادہ راستہ سے پانی پینے آتی تھی اور اپنی باری کے دن وہ ان کا سارا پانی پی جاتی تھی اور جتنا دودھ پانی کے ناغہ والے دن دیتی تھی اتنا ہی پانی کی باری والے دن بھی دیتی تھی۔ پھر اسی وسیع راستے سے واپس چلی جاتی تھی۔ پھر انھوں نے اس کی ٹانگیں کاٹ ڈالیں۔ اللہ نے انہیں تین دن کی مہلت دی اور اللہ کا وعدہ جھوٹا نہیں ہوتا۔ پھر ان پر (ایک فرشتے کی) چیخ آئی اور اس قوم کے جتنے آدمی آسمان اور زمین کے درمیان تھے ان سب کو اللہ نے اس چیخ سے ہلاک کر دیا صرف ایک آدمی بچا جو اس وقت اللہ کے حرم میں تھا۔ وہ اللہ کے حرم کی وجہ سے اللہ کے عذاب سے بچ گیا۔ کسی نے پوچھا یا رسول اللہ وہ کون تھا؟ آپؐ نے فرمایا ابو رغال۔ ۲

حضرت حسن بن علیؓ فرماتے ہیں حضور ﷺ غزوۂ تبوک کے دن منبر پر تشریف فرما ہوئے اور اللہ کی حمد و ثنا بیان کی پھر فرمایا اے لوگو! میں تمہیں اسی بات کا حکم دیتا ہوں جس کا اللہ تمہیں حکم دیتے ہیں اور اسی چیز سے تمہیں روکتا ہوں جس سے اللہ تمہیں روکتے ہیں، لہٰذا روزی کی تلاش میں درمیانہ راستہ اختیار کرو اس ذات کی قسم جس کے قبضے میں ابو القاسم کی جان ہے! تم میں سے ہر آدمی کو اس کی روزی ایسے ڈھونڈتی ہے جیسے اسے اس کی موت ڈھونڈتی ہے۔ اگر تمہیں روزی میں کچھ مشکل پیش آئے تو اللہ کی اطاعت والے اعمال (تلاوت دعا ذکر توبہ استغفار وغیرہ) کے ذریعہ آسانی طلب کرو۔ ۳

حضرت عبد اللہ بن عمروؓ فرماتے ہیں جب حضور ﷺ نے مکہ فتح کر لیا تو آپؐ نے فرمایا اب تم ہر ایک سے اپنے ہتھیار روک لو اور کسی پر ہتھیار نہ چلاؤ، البتہ قبیلہ خزاعہ والے قبیلہ بنو بکر پر ہتھیار

۱۔ اخرجه الطبرانی والبزار قال الهیثمی (ج ۵ ص ۲۷۵) وفیه العباس بن الفضل الانصاری و هو ضعیف ۲۔ اخرجه الطبرانی قال الهیثمی (ج ۷ ص ۳۸) رواه الطبرانی فی الاوسط والبزار و احمد بنحوه و رجال احمد رجال الصحیح. انتهی

۳۔ اخرجه الطبرانی فی الکبیر کذافی الترغیب (ج ۳ ص ۱۹۶)

اٹھا سکتے ہیں، چنانچہ آپؐ نے بنوخزاعہ کو ہتھیار اٹھانے کی اجازت دے دی لیکن جب عصر کی نماز پڑھ لی تو قبیلہ خزاعہ سے فرمایا اب تم بھی ہتھیار روک لو۔ اگلے دن مزدلفہ میں خزاعہ کے ایک آدمی کو بنوبکر کا ایک آدمی ملا۔ اس نے بنوبکر کا وہ آدمی قتل کر دیا۔ حضورؐ کو جب خبر ملی تو آپؐ بیان کے لیئے کھڑے ہوئے۔ راوی کہتے ہیں میں نے دیکھا کہ حضورؐ اپنی کمر سے بیت اللہ کے ساتھ سہارا لگائے کھڑے ہیں۔ آپؐ نے فرمایا لوگوں میں سے اللہ کا سب سے زیادہ دشمن وہ ہے جو حرم میں کسی کو قتل کرے یا اپنے قاتل کے علاوہ کسی اور کو قتل کرے یا زمانہ جاہلیت کے قتل کے بدلے میں قتل کرے۔ ایک آدمی نے کھڑے ہو کر کہا بیشک فلاں آدمی میرا بیٹا ہے۔ آپؐ نے فرمایا کسی کو اپنا بیٹا بنالینا اسلام میں (جائز) نہیں ہے۔ جاہلیت کی تمام باتیں اب ختم ہو چکی ہیں۔ اولاد عورت کے خاوند کی ہوگی (اگر وہ عورت باندی ہے تو اس کی اولاد باندی کے آقا کی ہوگی) اور زنا کرنے والے مرد کے لیئے اثلب ہے۔ صحابہؓ نے پوچھا اثلب کیا چیز ہے؟ آپؐ نے فرمایا پتھر (یعنی زنا کار کو پتھر مار مار کر مار دیا جائے گا) اور فرمایا فجر کی نماز کے بعد سورج نکلنے تک کوئی نماز نہیں پڑھنی چاہئے اور ایسے ہی [illegible] کے بعد سورج ڈوبنے تک کوئی نماز نہیں پڑھنی چاہئے۔ کسی عورت کی خالہ یا پھوپھی نکاح میں ہو تو اب اس عورت سے نکاح کرنا جائز نہیں ہے۔[1]

حضرت ابن عمرؓ فرماتے ہیں حضورﷺ نے فتح مکہ کے دن بیت اللہ کی سیڑھیوں پر کھڑے ہو کر بیان فرمایا پہلے اللہ کی حمد وثنا بیان کی پھر فرمایا تمام تعریفیں اس اللہ کے لیئے ہیں جس نے اپنا وعدہ پورا کر دیا اور اپنے بندے کی مدد کی اور اکیلے ہی تمام لشکروں کو شکست دی۔ غور سے سنو! خطاء مقتول وہ ہوگا جو کوڑے یا لاٹھی سے قتل ہوا ہو اس کا خون بہا سو اونٹ ہیں جن میں چالیس گابھن اونٹنیاں بھی ہوں۔ توجہ سے سنو! جاہلیت کی ہر فخر کی چیز اور جاہلیت کے زمانہ کا ہر خون میرے ان دو قدموں کے نیچے رکھا ہوا ہے، البتہ بیت اللہ کی خدمت اور حاجیوں کو پانی پلانے کا کام جاہلیت میں جن کے پاس تھا میں نے اب بھی انہیں کے پاس باقی رہنے دیا ہے۔[2] حضرت ابن عمرؓ فرماتے ہیں حضورﷺ نے فتح مکہ کے دن اپنی قصواء اونٹنی پر بیت اللہ کا طواف کیا۔ آپؐ کے دست مبارک میں ایک چھڑی تھی جس کا سرا مڑا ہوا تھا۔ آپؐ اس سے بیت اللہ کے کونوں کا بوسہ لے رہے تھے۔ مسجد حرام میں اونٹنی کے لیئے بیٹھنے کی جگہ آپؐ کو نہ ملی، اس لیئے آپؐ اونٹنی سے اترے تو لوگوں نے آپؐ کو اپنے ہاتھوں میں لے لیا پھر آپؐ اونٹنی کو پانی بہنے کی جگہ کے درمیان لے گئے اور اسے وہاں بٹھا دیا پھر اپنی سواری پر سوار ہو کر لوگوں میں بیان فرمایا۔ پہلے اللہ کی شان کے مطابق حمد وثناء بیان کی پھر فرمایا اے لوگو! جاہلیت کے زمانے میں لوگ کبر ونخوت میں مبتلا تھے اور اپنے آباء

---

[1] اخرجه الطبراني قال الهيثمي (ج ۲ ص ۱۷۸) رجاله ثقات وفي الصحيح منه النهي عن الصلاة بعد الصبح وفي السنن بعضه انتهى

[2] اخرجه ابن ماجه

واجداد کے کارناموں کی بنا پر خود کو بڑا سمجھتے تھے۔اب اللہ نے یہ تمام باتیں ختم کر دی ہیں۔لوگ دو طرح کے ہیں ایک نیک متقی اور پرہیزگار جو کہ اللہ کے ہاں عزت وشرافت والے ہوتے ہیں دوسرے بدکار بدبخت جن کی اللہ کے ہاں کوئی وقعت نہیں ہوتی۔اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں یَـآ اَیُّهَـا النَّـاسُ اِنَّـا خَـلَـقْـنٰـكُمْ مِّنْ ذَكَرٍ وَّ اُنْثٰى وَ جَعَلْنٰـكُمْ شُعُوْبًا وَّ قَبَآئِلَ لِتَعَارَفُوْا اِنَّ اَكْرَمَكُمْ عِنْدَ اللّٰهِ اَتْـقٰـكُمْ اِنَّ اللّٰهَ عَلِيْمٌ خَبِيْرٌ " (سورت حجرات آیت ۱۳) ترجمہ " اے لوگو! ہم نے تم کو ایک مرد اور ایک عورت سے پیدا کیا ہے اور تم کو مختلف قومیں اور مختلف خاندان بنایا تا کہ ایک دوسرے کو شناخت کر سکو۔اللہ کے نزدیک تم سب میں بڑا شریف وہی ہے جو سب سے زیادہ پرہیزگار ہو اللہ خوب جاننے والا پورا خبردار ہے" اس کے بعد آپؐ نے فرمایا میں اپنی یہ بات کہتا ہوں اور میں اپنے لیئے اور تمہارے لیئے اللہ سے مغفرت طلب کرتا ہوں۔[۱]

رمضان کی آمد پر حضور ﷺ کے بیانات

حضرت سلمانؓ فرماتے ہیں حضور ﷺ نے شعبان کی آخری تاریخ میں ہم لوگوں میں بیان فرمایا کہ اے لوگو! تمہارے اوپر ایک مہینہ آ رہا ہے جو بہت بڑا اور مبارک مہینہ ہے۔اس میں ایک رات (شب قدر) ہے جو ہزار مہینوں سے بڑھ کر ہے۔اللہ تعالیٰ نے اس کے روزے کو فرض فرمایا اور اس کے رات کے قیام (یعنی تراویح) کو ثواب کی چیز بنایا ہے۔جو شخص اس مہینہ میں کسی نیکی کے ساتھ اللہ کا قرب حاصل کرے وہ ایسا ہے جیسا کہ غیر رمضان میں فرض ادا کیا اور جو شخص اس مہینہ میں کسی فرض کو ادا کرے وہ ایسا ہے جیسا کہ غیر رمضان میں ستر فرض ادا کرے یہ مہینہ صبر کا ہے اور صبر کا بدلہ جنت ہے اور یہ مہینہ لوگوں کے ساتھ غم خواری کرنے کا ہے۔اس مہینہ میں مومن کا رزق بڑھا دیا جاتا ہے۔جو شخص کسی روزہ دار کا روزہ افطار کرائے اس کے لیئے گناہوں کے معاف ہونے اور آگ سے خلاصی کا سبب ہوگا اور روزہ دار کے ثواب کی مانند اس کو ثواب ہوگا مگر اس روزہ دار کے ثواب میں سے کچھ کم نہیں کیا جائے گا، صحابہؓ نے عرض کیا یا رسول اللہ! ہم میں سے ہر شخص تو اتنی وسعت نہیں رکھتا کہ روزہ دار کو افطار کرائے تو آپؐ نے فرمایا کہ (پیٹ بھر کھلانے پر موقوف نہیں) یہ ثواب تو اللہ تعالیٰ ایک کھجور سے کوئی افطار کرا دے یا ایک گھونٹ پانی پلا دے یا ایک گھونٹ لسی پلا دے اس پر بھی مرحمت فرما دیتے ہیں یہ ایسا مہینہ ہے کہ اس کا اول حصہ اللہ کی رحمت ہے اور درمیانی حصہ مغفرت ہے اور آخری حصہ آگ سے آزادی ہے۔جو شخص اس مہینہ میں اپنے غلام (وخادم) کے بوجھ کو ہلکا کر دے اللہ تعالیٰ اس کی مغفرت فرماتے ہیں اور آگ سے آزادی عطا فرماتے ہیں۔اور اس میں چار چیزوں کی کثرت رکھا کرو جن میں سے دو چیزوں سے تم اللہ کو

---

[۱] اخرجه ابن ابی حاتم وهكذا رواه عبد بن حميد كما فى التفسير لا بن كثير (ج ۴ ص ۲۱۸)

راضی کرلو گے اور دو چیزیں ایسی ہیں کہ جن سے تمہیں چارہ کار نہیں۔ وہ دو چیزیں جن سے تم اپنے رب کو راضی کرو گے وہ کلمہ شہادت اور استغفار کی کثرت ہے اور دوسری چیزیں یہ ہیں کہ جنت کی طلب کرو اور آگ سے پناہ مانگو۔ جو شخص کسی روزہ دار کو پانی پلائے، اللہ تعالیٰ (قیامت کے دن) میرے حوض سے اس کو ایسا پانی پلائیں گے جس کے بعد جنت میں داخل ہونے تک اسے پیاس نہیں لگے گی۔[1]

حضرت انسؓ فرماتے ہیں جب ماہ رمضان قریب آ گیا تو حضور ﷺ نے مغرب کے وقت مختصر بیان فرمایا جس میں ارشاد فرمایا رمضان تمہارے سامنے آ گیا ہے اور تم اس کا استقبال کرنے والے ہو۔ غور سے سنو! رمضان کی پہلی رات میں ہی اہل قبلہ (مسلمانوں) میں سے ہر ایک کی مغفرت کر دی جاتی ہیں۔[2]

حضرت علیؓ فرماتے ہیں جب رمضان المبارک کی پہلی رات ہوئی تو حضور ﷺ نے کھڑے ہو کر اللہ کی حمد وثناء بیان کی اور فرمایا اے لوگو! اللہ تعالیٰ نے تمہارے دشمن جنات (شیاطین) سے خود ہی نمٹ لیا ہے (کیونکہ انہیں قید کر دیا ہے) اور تم سے دعا قبول کرنے کا وعدہ کیا ہے اور فرمایا ہے ادعونی استجب لکم "مجھ کو پکارو میں تمہاری درخواست قبول کروں گا" توجہ سے سنو! اللہ تعالیٰ نے ہر سرکش شیطان پر سات فرشتے مقرر فرما دیئے ہیں اور وہ رمضان ختم ہونے تک چھوٹ نہیں سکتا۔ غور سے سنو! رمضان کی پہلی رات سے لے کر آخری رات تک آسمان کے تمام دروازے کھلے رہیں گے اور اس مہینہ میں ہر دعا قبول ہوتی ہے۔ جب آخری عشرہ کی پہلی ہوتی تو حضور ﷺ لنگی کس لیتے اور عورتوں کے بیچ میں سے نکل جاتے اور اعتکاف فرماتے اور رات بھر عبادت فرماتے۔ کسی نے پوچھا لنگی کسنے کا مطلب کیا ہے؟ حضرت علیؓ نے فرمایا ان دنوں میں عورتوں سے جدا رہتے۔[3]

نماز جمعہ کی تاکید کے بارے میں حضور ﷺ کا بیان

حضرت جابرؓ فرماتے ہیں حضور ﷺ نے ہم میں بیان فرمایا اس میں ارشاد فرمایا اے لوگو! مرنے سے پہلے توبہ کرلو۔ مشغول ہونے سے پہلے اعمال صالحہ میں جلدی لگ جاؤ تمہارا اللہ سے جو تعلق ہے اس کو اللہ کے زیادہ ذکر کرنے سے اور چھپ کر اور برملا خوب صدقہ دینے سے جوڑے

۱۔ اخرجه ابن خزیمة قال المنذری فی الترغیب (ج ۲ ص ۲۱۸) رواه ابن خزیمة فی صحیحه ثم قال صح الخبر ورواه من طریق البیهقی ورواه ابو الشیخ ابن حبان فی الثواب باختصار عنهما. انتهی واخرجه ایضا ابن النجار بطوله کما فی الکنز (ج ۴ ص ۳۲۳)

۲۔ اخرجه ابن النجار کذافی الکنز (ج ۴ ص ۳۲۵)

۳۔ اخرجه الاصبهانی فی الترغیب کذافی الکنز (ج ۴ ص ۳۲۳)

رکھو اس طرح تمہیں رزق دیا جائے گا اور تمہاری مدد کی جائے گی میرے اس مہینہ کے اس دن میں اس سال سے قیامت تک جمعہ کی نماز کو تم پر فرض کر دیا ہے، لہذا جس کا کوئی عادل یا ظالم امام ہو اور وہ میری زندگی میں یا میرے بعد جمعہ کو ہلکا سمجھ کر یا اس کا انکار کر کے اسے چھوڑ دے، اللہ اس کے بکھرے ہوئے کاموں کو جمع نہ فرمائے اور اس کے حالات ٹھیک نہ کرے اور اس کے کسی کام میں برکت نہ فرمائے اور غور سے سنو! اور جب تک وہ اپنے اس گناہ سے توبہ نہیں کرے گا اس کی نہ نماز قبول ہوگی نہ زکوۃ، نہ حج، نہ روزہ اور نہ کوئی اور نیکی۔ جو توبہ کرے گا اللہ اس کی توبہ قبول کرے گا۔ توجہ سے سنو! کوئی عورت ہرگز کسی مرد کی امامت نہ کرے اور نہ کوئی بدوی کسی مہاجر کا امام بنے اور نہ کوئی فاجر بدکار کسی مومن کا امام بنے۔ ہاں اگر وہ فاجر طاقت سے اسے دبا کر مجبور کر دے اور اسے اس کی تلوار اور کوڑے کا ڈر ہو۔[1] حضرت جابر بن عبداللہؓ فرماتے ہیں جمعہ کے دن حضور ﷺ نے کھڑے ہو کر بیان فرمایا اور ارشاد فرمایا جو آدمی مدینہ سے ایک میل دور رہتا ہے اور جمعہ کا دن آجاتا ہے اور وہ جمعہ پڑھنے نہیں آتا اللہ اس کے دل پر مہر لگا دے گا۔ پھر دوسری مرتبہ میں ارشاد فرمایا جو آدمی مدینہ سے دو میل دور رہتا ہے اور جمعہ کا دن آجاتا ہے اور وہ جمعہ پڑھنے نہیں آتا اللہ اس کے دل پر مہر لگا دے گا۔ پھر تیسری مرتبہ میں ارشاد فرمایا جو آدمی مدینہ سے تین میل دور رہتا ہے اور جمعہ کا دن آجاتا ہے اور وہ جمعہ پڑھنے نہیں آتا اللہ اس کے دل پر مہر لگا دے گا۔[2]

حج میں حضور ﷺ کے بیانات وخطبات

حضرت ابن عباسؓ فرماتے ہیں حضور ﷺ نے حجۃ الوداع میں لوگوں کو خطبہ دیا اور فرمایا شیطان اس بات سے تو ناامید ہو گیا ہے کہ تمہاری زمین میں اس کی عبادت کی جائے (یعنی بتوں کی پرستش ہونے لگے) لیکن وہ اس بات پر راضی ہے کہ کفر وشرک کے علاوہ دوسرے ایسے گناہوں میں اس کی مانی جائے جن کو تم لوگ چھوٹا سمجھتے ہو (چونکہ کافر تو کفر وشرک کے بڑے گناہ میں مبتلا ہیں اس لیئے شیطان انہیں چھوٹے گناہوں میں لگانے پر زور نہیں لگاتا اور مسلمان چونکہ بڑے گناہ سے بچے ہوئے ہیں اس وجہ سے شیطان انہیں کفر وشرک سے کم درجہ کے گناہ قتل، جھوٹ، خیانت وغیرہ میں لگانے پر سارا زور لگاتا ہے) لہذا چوکنے ہو جاؤ اے لوگو! میں تمہارے پاس ایسی چیز چھوڑ کر جا رہا ہوں کہ اگر تم اسے مضبوطی سے پکڑو گے تو کبھی گمراہ نہیں ہو گے۔ اللہ کی کتاب اور اس کے نبی ﷺ کی سنت۔ ہر مسلمان دوسرے مسلمان کا بھائی ہے اور سارے مسلمان آپس میں بھائی بھائی ہیں اور کسی آدمی کے لیئے اپنے مسلمان بھائی کے مال کو اس کی رضامندی کے بغیر لینا حلال نہیں اور ظلم نہ کرنا اور میرے بعد کافر نہ بن جانا (یا ناشکرے نہ بن جانا) کہ تم ایک دوسرے کی

---

[1] اخرجه ابن ماجة (ص ۷۶) قال المنذری فی الترغیب (ج ۲ ص ۳۱) ورواه الطبرانی فی الاوسط من حدیث ابی سعید الخدری اخصر منه [2] رواه ابو یعلی باسنادین

گردن اڑانے لگ جاؤ۔ ۱

حضرت ابن عباسؓ فرماتے ہیں حضورﷺ نے ہم لوگوں میں مسجد خیف میں (جو کہ منیٰ میں ہے) بیان فرمایا اللہ کی شان کے مطابق حمد وثنا بیان کی پھر فرمایا جو آخرت کی فکر کرتا ہے اور اسے مقصد بناتا ہے اللہ تعالیٰ اس کے بکھرے ہوئے کاموں کو جمع کر دے گا اور غنا کو اس کی آنکھوں کے سامنے کر دے گا اور دنیا ذلیل ہو کر اس کے پاس آئے گی اور جو دنیا کو مقصد بنا کر اس کی فکر کرتا ہے، اللہ تعالیٰ اس کے جمع شدہ کاموں کو بکھیر دے گا اور محتاجی کو اس کی آنکھوں کے سامنے کر دے گا اور دنیا تو اسے اتنی ہی ملے گی جو مقدر میں ہے۔ ۲

حضرت ابن عمرؓ فرماتے ہیں حضورﷺ نے منیٰ کی مسجد خیف میں ہم لوگوں میں بیان فرمایا ارشاد فرمایا اللہ تعالیٰ اس بندے کو تر وتازہ رکھے جس نے میری بات کو سنا اور کوشش کر کے وہ بات اپنے بھائی سے بیان کی۔ تین چیزیں ایسی ہیں جن میں کسی مسلمان کا دل کمی اور خیانت نہیں کرے گا ایک عمل کو خالص اللہ کے لیے کرنا اور دوسرے حاکم اور امراء کی خیر خواہی کرنا تیسرے مسلمانوں کی جماعت کے ساتھ چمٹے رہنا کیونکہ مسلمانوں کی دعا ان کو ہر طرف سے گھیر لیتی ہے (اور شیطان کے مکر وفریب سے ان کی حفاظت کرتی ہے)۔ ۳

حضرت جابرؓ نے حضورﷺ کے حج کے بارے میں ایک لمبی حدیث ذکر کی ہے جس میں یہ ہے کہ حضورؐ منیٰ سے چلے اور مزدلفہ سے گزرتے ہوئے عرفات پہنچ گئے وہاں جا کر آپؐ نے دیکھا کہ آپ کا خیمہ وادی نمرہ میں لگا ہوا ہے۔ آپؐ اس میں ٹھہر گئے جب زوال کا وقت ہو گیا تو آپؐ نے حکم فرمایا تو قصواء اونٹنی پر کجاوہ رکھا گیا پھر آپؐ وادی کے درمیانی حصہ میں تشریف لے گئے اور لوگوں میں مشہور خطبہ بیان فرمایا جس میں آپؐ نے فرمایا تمہارے خون اور تمہارے مال تم پر ایسے قابل احترام ہیں جیسے کہ تمہارا یہ دن تمہارا یہ مہینہ اور تمہارا یہ شہر قابل احترام ہے۔ غور سے سنو! جاہلیت کا ہر غلط کام اور طور طریقہ میرے ان دو قدموں کے نیچے رکھا ہوا ہے یعنی اسے ختم کر دیا گیا ہے۔ جاہلیت کے تمام خون بھی آج سے ختم ہیں اور میں اپنے خونوں میں سے سب سے پہلے ربیعہ بن حارث کے بیٹے کا خون ختم کراتا ہوں جو کہ بنو سعد کے ہاں دودھ پی رہا تھا اور قبیلہ ہذیل نے اسے قتل کر دیا تھا۔ جاہلیت کے سود بھی ختم کر دیے گئے ہیں اور میں اپنے سودوں میں سے سب

---

۱ ۔ اخرجه الحاكم (ج ا ص ٩٣) قال الحاكم (ج ا ص ٩٣) فقد احتج البخاري باحاديث عكرمة واحتج مسلم بابي اويس وسائر رواته متفق عليهم وهذا الحديث لخطبة النبي ﷺ متفق على اخراجه في الصحيح يا ايها الناس اني قد تركت فيكم مالن تضلو ابعده ان اعتصمتم به كتاب الله وانتم مسؤلون عني فما انتم قائلون وذكر الا عتصام بالسنة في هذه الخطبة غريب ويحتاج اليها. انتهى ووافقه الذهبي ۲ ۔ اخرجه الطبراني وابو بكر الخفاف في معجمه وابن النجار كذافي الكنز (ج٨ ص ٢٠٣) ۳ ۔ اخرجه ابن النجار كذافي الكنز (ج٨ ص ٢٢٨)

سے پہلے حضرت عباس بن عبدالمطلب کا سود معاف کراتا ہوں اب یہ سارا معاف کر دیا ہے اور عورتوں کے بارے میں اللہ سے ڈرو کیونکہ تم نے اللہ کی امانت سے ان کو لیا ہے (تم ان کے مالک نہیں بلکہ امین ہو) اور اللہ کے مقرر کردہ طریقہ نکاح کے ذریعہ تمہارے لیئے وہ عورتیں حلال ہوئیں ہیں تمہارا ان پر یہ حق ہے کہ جس کا آنا تمہیں پسند نہ ہو تو اسے وہ تمہارے گھر میں نہ آنے دیں اگر وہ ایسا کریں تو تم انہیں مارلو لیکن یہ مار سخت نہ ہو اور ان کا تم پر یہ حق ہے کہ دستور کے مطابق انہیں اور کپڑا دو اور میں تم میں سے ایک چیز چھوڑ کر جا رہا ہوں کہ اگر تم اسے مضبوطی سے پکڑ لوگے تو کبھی گمراہ نہیں ہوگے اور وہ ہے اللہ کی کتاب۔ تم سے میرے بارے میں پوچھا جائے گا تو کیا کہو گے؟ صحابہؓ نے عرض کیا ہم گواہی دیتے ہیں کہ آپؐ نے (اللہ کا دین سارا) پہنچا دیا اور امت کی خیر خواہی کی اور خدا کی امانت پہنچا دی۔ پھر آپؐ نے شہادت کی انگلی آسمان کی طرف اٹھائی اور پھر لوگوں کی طرف نیچے جھکائی اور فرمایا اے اللہ! تو گواہ ہو جا، اے اللہ! تو گواہ ہو جا اور تین دفعہ ایسے فرمایا۔[1]

حضرت ابن عباسؓ فرماتے ہیں نحر کے دن یعنی دس ذی الحجہ کو حضور ﷺ نے لوگوں میں بیان فرمایا ارشاد فرمایا اے لوگو! یہ کون سا دن ہے؟ لوگوں نے کہا یہ قابل احترام دن ہے۔ آپؐ نے فرمایا یہ کون سا شہر ہے؟ لوگوں نے کہا یہ قابل احترام شہر ہے۔ آپؐ نے پوچھا یہ کون سا مہینہ ہے؟ لوگوں نے کہا یہ قابل احترام مہینہ ہے۔ آپؐ نے فرمایا تمہارے خون، تمہارے مال اور تمہاری عزتیں ایسے ہی قابل احترام ہیں جیسے کہ تمہارا یہ دن، تمہارا یہ شہر اور تمہارا یہ مہینہ قابل احترام ہے اور اس بات کو کئی مرتبہ فرمایا پھر سر اٹھا کر فرمایا اے اللہ! میں نے پہنچا دیا ہے۔ اے اللہ! میں نے پہنچا دیا ہے۔ حضرت ابن عباسؓ فرماتے ہیں اس ذات کی قسم جس کے قبضہ میں میری جان ہے اس کے بعد حضورؐ نے اپنی امت کو زبردست وصیت فرمائی کہ حاضرین (میرا سارا دین تمام) غائب انسانوں تک پہنچائیں۔ میرے بعد کافر نہ ہو جانا کہ تم ایک دوسرے کی گردن اڑانے لگو۔[2]

حضرت جریرؓ فرماتے ہیں حضور ﷺ نے فرمایا لوگوں کو چپ کراؤ پھر آپؐ نے فرمایا اب تو میں تمہارے حالات اچھے دیکھ رہا ہوں لیکن اس کے بعد میرے علم میں یہ بات نہ آئے کہ تم لوگ کافر بن کر ایک دوسرے کی گردن اڑانے لگے ہو۔ دوسری روایت میں ہے کہ حضورؐ نے حجۃ الوداع میں فرمایا اے جریر! لوگوں کو چپ کراؤ پھر پچھلی حدیث جیسا مضمون ذکر کیا۔[3]

حضرت ام الحصینؓ فرماتی ہیں میں نے حضور ﷺ کے ہمراہ حجۃ الوداع کیا۔ میں نے دیکھا

۱۔ اخرجہ مسلم کذافی البدایۃ (ج۵ ص ۱۴۸) واخرجہ ایضا ابو داؤد وابن ماجۃ کما فی الکنز (ج۳ ص ۲۳)
۲۔ اخرجہ البخاری کذافی البدایۃ (ج۵ ص ۱۹۴) واخرجہ ایضا احمد و ابن ابی شیبۃ عنہ وابن ماجۃ عن ابن عمرؓ والطبرانی عن عمارؓ واحمد و البغوی عن ابی غاویۃؓ کما فی الکنز (ج۳ ص ۲۵)
۳۔ اخرجہ احمد کمافی البدایۃ (ج۵ ص ۱۹۷)

کہ حضرت اسامہ اور حضرت بلالؓ میں سے ایک نے حضور کی اونٹنی کی نکیل پکڑ رکھی ہے اور دوسرا حضور کو گرمی سے بچانے کے لیئے آپ پر اپنے کپڑے سے سایہ کیئے ہوئے ہے یہاں تک کہ حضور نے جمرۃ العقبہ (بڑے شیطان) کو کنکریاں ماریں پھر حضور نے بہت سی باتیں ارشاد فرمائیں پھر میں نے آپ کو فرماتے ہوئے سنا کہ اگر تم پر ناک کان کٹا ہوا غلام امیر بنا دیا جائے جو کالا ہو لیکن وہ تمہیں اللہ کی کتاب کے مطابق لے کر چلے تو تم اس کی ہر بات سنو اور مانو۔[۱]

حضرت ابوامامہؓ فرماتے ہیں حجۃ الوداع کے سال میں نے حضور ﷺ کو خطبہ میں یہ فرماتے ہوئے سنا اللہ تعالیٰ نے ہر حق والے کو اس کا حق خود دے دیا ہے لہٰذا اب وارث کے لیئے وصیت نہیں ہو سکتی اور بچہ بستر کے مالک کا ہوگا اور زانی کو پتھر ملے گا اور سب کا حساب اللہ کے ہاں ہوگا اور جس نے اپنے باپ کے علاوہ کسی اور کی طرف اپنے بیٹے ہونے کی نسبت کی یا جس غلام نے اپنے آقاؤں کے علاوہ کسی اور کی طرف اپنے غلام ہونے کی نسبت کی اس پر قیامت کے دن تک مسلسل اللہ کی لعنت ہوگی۔ کوئی عورت اپنے گھر سے خاوند کی اجازت کے بغیر خرچ نہ کرے۔ کسی نے پوچھا یا رسول اللہ! کھانا بھی نہیں دے سکتی۔ آپ نے فرمایا کھانا تو ہمارے گھر کی چیزوں میں سے سب سے افضل چیز ہے پھر آپ نے فرمایا عاریۃً مانگی ہوئی چیز واپس دینی ہوگی اور جو جانور دودھ پینے کے لیئے کسی کو دیا تھا وہ واپس کرنا ہوگا۔ قرض ادا کرنا ہوگا اور کفیل تاوان کا ذمہ دار ہوگا۔[۲] ابوداؤد کی روایت میں ہے کہ حضرت ابوامامہؓ نے فرمایا کہ میں نے منیٰ میں حضور ﷺ کا بیان سنا۔

حضرت ابوامامہؓ فرماتے ہیں حضور ﷺ جدعاء نامی اونٹنی پر سوار تھے اور اس کی رکاب میں پاؤں رکھ کر آپ بلند ہو رہے تھے تاکہ لوگ آپ کی آواز سن لیں۔ میں نے سنا کہ آپ نے اونچی آواز میں فرمایا کیا تمہیں میری آواز سنائی نہیں دے رہی؟ تو مجمع میں سے ایک آدمی نے کہا آپ ہمیں کیا نصیحت فرمانا چاہتے ہیں؟ آپ نے فرمایا اپنے رب کی عبادت کرو اور پانچ نمازیں پڑھو اور ایک ماہ کے روزے رکھو اور اپنے امیر کی اطاعت کرو اس طرح تم اپنے رب کی جنت میں داخل ہو جاؤ گے۔[۳]

حضرت عبدالرحمٰن بن معاذ تیمیؓ فرماتے ہیں ہم لوگ منیٰ میں تھے وہاں ہم میں حضور ﷺ نے بیان فرمایا اللہ نے ہمارے سننے کی طاقت بہت بڑھا دی، یہاں تک کہ ہم میں سے جو لوگ اپنی قیام گاہوں میں تھے وہ بھی حضور کا بیان سن رہے تھے۔ چنانچہ حضور انہیں حج کے احکام سکھانے

---

۱ - اخرجه مسلم كذافي البداية (ج ۵ ص ۱۹۶) واخرجه النسائي ايضا بنحوه كما في الكنز (ج ۳ ص ۲۲) وابن سعد (ج ۲ ص ۱۸۴) نحوه

۲ - اخرجه احمد ورواه اهل السنن الا ربعة وقال الترمذي حسن

۳ - عند احمد ايضا واخرجه الترمذي وقال حسن صحيح كذافي البداية (ج ۵ ص ۱۹۸)

لگے۔ جب آپؐ جمرے کے پاس پہنچے تو آپؐ نے دونوں کانوں میں شہادت کی انگلیاں ڈال کر اونچی آواز سے فرمایا چھوٹی کنکریاں مارو۔ پھر آپؐ نے حکم دیا تو مہاجرین مسجد (خیف) کے سامنے اور انصار مسجد کے پیچھے ٹھہرے۔ پھر باقی عام لوگ اپنی اپنی جگہوں میں ٹھہرے۔[1] حضرت رافع بن عمرو مزنیؓ فرماتے ہیں جب سورج بلند ہو گیا تو میں نے حضور ﷺ کو منی میں خاکستری رنگ کے خچر پر لوگوں میں بیان کرتے ہوئے سنا اور حضرت علیؓ آپ کی بات لوگوں کو آگے پہنچا رہے تھے اور لوگ کچھ کھڑے تھے اور کچھ بیٹھے۔[2]

حضرت ابو حرہ رقاشیؒ اپنے چچا رضی اللہ عنہ سے نقل کرتے ہیں کہ میں ایام تشریق کے درمیانی دنوں میں حضور ﷺ کی اونٹنی کی نکیل پکڑے ہوئے تھا اور لوگوں کو آپؐ سے ہٹا رہا تھا تو آپؐ نے فرمایا اے لوگو! کیا تم جانتے ہو کہ یہ کون سا مہینہ ہے؟ کون سا دن ہے؟ اور کون سا شہر ہے؟ صحابہؓ نے عرض کیا دن بھی قابل احترام ہے اور مہینہ بھی قابل احترام ہے اور شہر بھی۔ آپؐ نے فرمایا بیشک تمہارے خون، تمہارے مال اور تمہاری عزتیں تمہارے لیئے ایسے ہی قابل احترام ہیں جیسے یہ دن، یہ مہینہ اور یہ شہر قابل احترام ہے اور یہ حکم اللہ سے ملاقات تک کے لیئے ہے یعنی زندگی بھر کے لیئے ہے پھر آپؐ نے فرمایا میری بات سنو تو زندہ رہو گے۔ خبردار ظلم نہ کرنا، خبردار ظلم نہ کرنا۔ خبردار ظلم نہ کرنا۔ کسی مسلمان کا مال اس کی رضامندی کے بغیر لینا جائز نہیں ہے۔ غور سے سنو! زمانہ جاہلیت کا ہر خون، ہر مال اور ہر قابل فخر کام میرے اس قدم کے نیچے قیامت تک کے لیئے رکھا ہوا ہے یعنی ہمیشہ کے لیئے ختم کر دیا گیا ہے اور سب سے پہلے ربیعہ بن حارث بن عبدالمطلب کا خون ختم کیا جاتا ہے جو بنو سعد میں دودھ پی رہا تھا اور قبیلہ ہذیل نے اسے قتل کر دیا تھا۔ غور سے سنو! زمانہ جاہلیت کا ہر سود ختم کیا جائے۔ تمہیں تمہارا اصل سرمایہ مل جائے گا۔ نہ تم کسی پر ظلم کرو گے اور نہ کوئی تم پر ظلم کرے گا۔ غور سے سنو! جس دن اللہ نے آسمانوں اور زمین کو پیدا فرمایا تھا اس دن والی حالت پر زمانہ گھوم کر پھر آ گیا ہے پھر آپؐ نے یہ آیت پڑھی اِنَّ عِدَّةَ الشُّهُوْرِ عِنْدَ اللّٰهِ اثْنَا عَشَرَ شَهْرًا فِيْ كِتَابِ اللّٰهِ يَوْمَ خَلَقَ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضَ مِنْهَا اَرْبَعَةٌ حُرُمٌ ذٰلِكَ الدِّيْنُ الْقَيِّمُ فَلَا تَظْلِمُوْا فِيْهِنَّ اَنْفُسَكُمْ (سورت توبہ آیت ۳۶) "یقیناً شمار مہینوں کا (جو کہ کتاب الٰہی میں) اللہ کے نزدیک (معتبر ہیں) بارہ مہینے (قمری) ہیں جس روز اللہ تعالیٰ نے آسمان اور زمین پیدا کیئے تھے (اسی روز سے اور) ان میں چار خاص مہینے ادب کے ہیں یہی (امر مذکور) دین مستقیم ہے سو تم ان سب مہینوں کے بارے میں (دین کے خلاف کر کے) اپنا نقصان مت کرنا۔" توجہ سے سنو! میرے بعد تم کافر نہ ہو جانا کہ تم ایک دوسرے کی گردن اڑانے لگو۔ غور

ا۔ اخرجه ابو داؤد واخرجه ابن سعد (ج ۲ ص ۱۸۵) واحمد والنسائی کذلک

۲۔ عند ابی داؤد ایضا کذافی البدایة (ج ۵ ص ۲۰۸)

سے سنو! شیطان اس بات سے نا امید ہو گیا ہے کہ نمازی لوگ یعنی مسلمان اس کی عبادت کریں، البتہ وہ تمہیں آپس میں لڑانے کی کوشش میں لگا رہتا ہے اور عورتوں کے بارے میں اللہ سے ڈرو کیونکہ وہ عورتیں تمہارے پاس قیدی ہیں کیونکہ انہیں اپنی ذات کے بارے میں کوئی اختیار نہیں ہے۔ ان کے بھی تمہارے اوپر حق ہیں اور تمہارے بھی ان کے اوپر حق ہیں ان میں سے ایک حق یہ ہے کہ وہ تمہارے علاوہ کسی کو بھی تمہارے بستر پر آنے نہ دیں اور جس کا آنا تمہیں برا لگے اسے گھر میں آنے کی اجازت نہ دیں۔ اگر تمہیں ان کی نافرمانی کا ڈر ہو تو انہیں سمجھاؤ وعظ و نصیحت کرو اور بستروں پر انہیں تنہا چھوڑ دو اور انہیں اس طرح مارو کہ زیادہ تکلیف نہ ہو اور دستور کے مطابق کھانا کپڑا ان کا حق ہے اللہ کی امانت سے تم نے انہیں لیا ہے یعنی تم ان کے امین ہو مالک نہیں اور اللہ کے مقرر کردہ طریقہ سے یعنی نکاح کے ایجاب و قبول سے وہ تمہارے لیئے حلال ہوئی ہیں۔ غور سے سنو! جس کے پاس کوئی امانت ہے تو وہ اسے اس آدمی کو واپس کر دے جس نے اس کے پاس امانت رکھوائی تھی۔ پھر آپؐ نے ہاتھ پھیلا کر فرمایا غور سے سنو! میں نے (اللہ کا سارا دین) پہنچا دیا ہے۔ غور سے سنو! میں نے پہنچا دیا ہے۔ غور سے سنو! میں نے پہنچا دیا ہے اور حاضرین اب غیر حاضر لوگوں تک پہنچائیں کیونکہ بعض دفعہ جسے بات پہنچائی جاتی ہے وہ براہ راست سننے والے سے زیادہ نیک بخت ہوتا ہے۔ حضرت حمید کہتے ہیں حضرت حسن بصریؒ جب حدیث کے اس مضمون پر پہنچے تو فرمایا اللہ کی قسم! صحابہ کرامؓ نے دین ایسے لوگوں کو پہنچایا جو دین کی وجہ سے بہت زیادہ نیک بخت ہو گئے۔[1]

بزار میں حضرت ابن عمرؓ سے اسی کے ہم معنی حدیث منقول ہے۔ اس کے شروع میں یہ بھی ہے حجۃ الوداع کے سفر ایام تشریق کے درمیانی دنوں میں منی میں حضورﷺ پر یہ سورت نازل ہوئی اِذَا جَآءَ نَصْرُ اللّٰهِ وَالْفَتْحُ (سورت نصر) "(اے محمدﷺ جب خدا کی مدد اور (مکہ کی فتح (مع اپنے آثار کے) آ پہنچے" اس سورت سے آپؐ سمجھ گئے کہ اب آپؐ کے دنیا سے جانے کا وقت آ گیا ہے، اس لیئے آپؐ کے فرمانے پر آپ کی قصواء اونٹنی پر کجاوہ رکھا گیا۔ آپؐ اس پر سوار ہو کر گھاٹی پر آ کر لوگوں کے لیئے کھڑے ہو گئے جس پر بے شمار مسلمان وہاں جمع ہو گئے۔ آپؐ نے حمد و ثناء کے بعد فرمایا اما بعد! اے لوگو! جاہلیت کا ہر خون ختم کر دیا ہے۔ اس حدیث میں آگے یہ بھی ہے اے لوگو! شیطان اس بات سے تو نا امید ہو گیا ہے کہ تمہارے علاقے میں آخری وقت تک اس کی عبادت کی جائے لیکن وہ تم سے اس بات پر راضی ہو جائے گا کہ تم چھوٹے موٹے گناہ کرو، اس لیئے تم شیطان سے چوکنے ہو کر رہو، اپنے دین پر پکے رہو اور چھوٹے موٹے گناہ کر کے اسے خوش نہ کرو اور اس روایت میں یہ بھی ہے کہ اے لوگو! میں تم میں ایسی چیز چھوڑ کر جا رہا ہوں کہ اگر تم اسے

ا۔ اخرجه احمد

پکڑے رہو گے تو کبھی گمراہ نہیں ہو گے اور وہ ہے اللہ کی کتاب۔ لہٰذا تم اس پر عمل کرو اور اس روایت کے آخر میں یہ ہے کہ توجہ سے سنو! تمہارے حاضرین غائبین تک پہنچا دیں میرے بعد کوئی نبی نہیں ہے اور تمہارے بعد کوئی امت نہیں ہے۔ پھر آپؐ نے ہاتھ اٹھا کر فرمایا اے اللہ! گواہ ہو جا۔[۱]

حضرت جابر بن عبداللہؓ فرماتے ہیں ایام تشریق کے درمیانی دنوں میں حضور ﷺ نے ہم لوگوں میں الوداعی بیان فرمایا ارشاد فرمایا اے لوگو! تمہارا رب ایک ہے اور تمہارا باپ بھی ایک ہے یعنی حضرت آدم علیہ السلام۔ غور سے سنو! کسی عربی کو عجمی پر اور کسی عجمی کو عرب پر کوئی فضیلت نہیں اور کسی سرخ انسان کو کالے پر اور کسی کالے کو سرخ پر کوئی فضیلت نہیں۔ ایک انسان کو دوسرے انسان پر صرف تقویٰ سے فضیلت ہو سکتی ہے۔ تم میں سے اللہ کے ہاں سب سے زیادہ شرافت والا وہ ہے جو سب سے زیادہ تقویٰ والا ہے۔ توجہ سے سنو! کیا میں نے (اللہ کا دین سارا) پہنچا دیا ہے؟ صحابہؓ نے کہا بالکل یا رسول اللہ! آپؐ نے فرمایا اب حاضرین غائبین تک پہنچا دیں۔[۲]

حضرت عبداللہ بن مسعودؓ فرماتے ہیں حضور ﷺ عرفات میں اپنی کان کٹی ہوئی اونٹنی پر کھڑے ہوئے اور فرمایا کیا تم لوگ جانتے ہو یہ کون سا دن ہے؟ یہ کون سا مہینہ ہے؟ یہ کون سا شہر ہے؟ صحابہؓ نے کہا یہ قابل احترام شہر اور قابل احترام مہینہ اور قابل احترام دن ہے۔ آپؐ نے فرمایا غور سے سنو! تمہارے مال اور تمہارے خون تمہارے لیئے اسی طرح قابل احترام ہیں جیسے تمہارا یہ مہینہ، تمہارا یہ شہر اور تمہارا یہ دن قابل احترام ہے۔ میں تمہاری ضرورتوں کے لیئے تم سے پہلے آگے جا رہا ہوں اور حوض (کوثر) پر تمہیں ملوں گا اور میں تمہاری تعداد کے زیادہ ہونے کی وجہ سے دوسری امتوں پر فخر کروں گا لہٰذا (برے اعمال کر کے کل قیامت کے دن) میرا منہ کالا نہ کرنا۔ غور سے سنو! (کل قیامت کے دن) میں بہت سے لوگوں کو (شفاعت کر کے دوزخ سے) چھڑا لوں گا لیکن کچھ لوگوں کو مجھ سے چھڑا لیا جائے گا (فرشتے چھڑا کر دور لے جائیں گے) میں کہوں گا اے میرے رب! یہ تو میرے ساتھی ہیں۔ اللہ تعالیٰ فرمائیں گے تمہیں معلوم نہیں انہوں نے تمہارے بعد کیا کرتوت کیئے تھے (اس سے وہ لوگ مراد ہیں جو حضور ﷺ کے زمانہ میں مسلمان تھے لیکن حضورؐ کی وفات پر مرتد ہو گئے)۔[۳]

۱۔ قد ذکر حدیث ابن عمر هذا بطوله في البداية (ج۵ص ۲۰۲) واخرج حديث ابي حرة الرقاشي عن عمه البغوي والباوردي وابن مردويه ايضا بطوله كما في الكنز (ج۳ص ۲۶)

۲۔ اخرجه البيهقي قال البيهقي في اسناده بعض من يجهل كذافي الترغيب (ج۴ص ۳۹۲)

۳۔ اخرجه ابن ماجة (ص ۵۶۵) قال ابن ماجة هذا الحديث غريب واخرجه احمد ايضا نحوه كما في الكنز (ج۳ص ۲۵)

دجال، مسلیمہ کذاب، یاجوج ماجوج اور زمین میں دھنسائے جانے کے بارے میں حضور ﷺ کے بیانات

حضرت عبداللہ بن عمرؓ فرماتے ہیں ہم لوگ حجۃ الوداع کے بارے میں (حج سے پہلے) باتیں تو کرتے تھے (کہ ہم لوگ حضور ﷺ کے ساتھ حج کریں گے وغیرہ) لیکن ہمیں یہ خبر نہیں تھی کہ حضور (اپنی امت کو) الوداع فرمانے کے لیئے یہ حج کر رہے ہیں۔ چنانچہ اسی سفر حجۃ الوداع میں حضورؐ نے ایک بیان میں مسیح دجال کا ذکر کیا اور بہت تفصیل سے اس کے بارے میں گفتگو فرمائی پھر فرمایا اللہ نے جس نبی کو بھیجا اس نے اپنی امت کو دجال سے ضرور ڈرایا۔ حضرت نوح علیہ السلام اور ان کے بعد کے سارے نبیوں نے اس سے ڈرایا ہے لیکن اس کی ایک بات ابھی تک بہت لوگوں سے مخفی ہے اور وہ تم لوگوں سے مخفی نہیں رہنی چاہیئے (کہ وہ کانا ہوگا) اور تمہارا رب تبارک وتعالی کانا نہیں ہے۔[1]

حضرت سفینہؓ فرماتے ہیں ایک مرتبہ حضور ﷺ نے ہم میں بیان فرمایا اور ارشاد فرمایا مجھ سے پہلے ہر نبی نے اپنی امت کو دجال سے ڈرایا ہے۔ اس کی بائیں آنکھ کانی ہے اور اس کی دائیں آنکھ میں ناک کی طرف والے گوشہ میں گوشت کا ایک موٹا سا ٹکڑا ہوگا جو آنکھ کی سیاہی پر چڑھا ہوا ہوگا۔ اس کی دونوں آنکھوں کے درمیان کافر لکھا ہوا ہوگا۔ اس کے ساتھ دو وادیاں بھی ہوں گی۔ ایک جنت نظر آئے گی اور دوسری دوزخ۔ لیکن اس کی جنت حقیقت میں دوزخ ہوگی اور اس کی دوزخ جنت ہوگی اور اس کے ساتھ دو فرشتے ہوں گے جو انبیاء علیہم السلام میں سے دو نبیوں کے مشابہ ہوں گے ایک فرشتہ دجال کے دائیں طرف ہوگا اور دوسرا بائیں طرف اور اس میں لوگوں کی آزمائش ہوگی دجال کہے گا کیا میں تمہارا رب نہیں ہوں۔ میں مارتا ہوں اور زندہ کرتا ہوں؟ اس پر ایک فرشتہ کہے گا تو غلط کہتا اس جملہ کو اسکا ساتھی فرشتہ سن سکے گا اور کوئی نہیں سنے گا۔ دوسرا فرشتہ پہلے فرشتہ کو جواب میں کہے گا تم نے ٹھیک کہا اس جملہ کو تمام لوگ سن لیں گے۔ اس سے لوگ یہ سمجھیں گے کہ یہ فرشتہ اس دجال کی تصدیق کر رہا ہے۔ یہ بھی آزمائش کی ایک صورت ہوگی۔ پھر وہ دجال چلے گا اور چلتے چلتے مدینہ پہنچ جائے گا لیکن اسے مدینہ کے اندر جانے کی اجازت نہیں ہوگی۔ پھر وہ کہے گا یہ تو اس عظیم ہستی (یعنی حضرت محمد ﷺ) کی بستی ہے۔ پھر وہ وہاں سے چل کر ملک شام پہنچے گا اور افیق مقام کی گھاٹی کے پاس اللہ اسے ہلاک کریں گے۔[2]

۱۔ اخرجه احمد قال الهیثمی (ج۷ص ۳۳۸) رجاله رجال الصحیح وفی الصحیح بعضه. انتهی

۲۔ اخرجه احمد والطبرانی واللفظ له قال الهیثمی (ج۷ص ۳۴۰) رجاله ثقات وفی بعضهم کلام لا یضر. انتهی.

حضرت جنادہ بن ابی امیہ ازدیؒ کہتے ہیں میں اور ایک انصاری ہم دونوں نبی کریم ﷺ کے ایک صحابیؓ کی خدمت میں گئے اور ان سے عرض کیا ہمیں آپ کوئی ایسی حدیث بیان کریں جو آپ نے حضورؐ سے سنی ہو اور اس میں حضورؐ نے دجال کا ذکر کیا ہو۔ انہوں نے فرمایا ایک مرتبہ حضور ﷺ نے ہم لوگوں میں بیان فرمایا اس میں ارشاد فرمایا میں تمہیں دجال سے ڈراتا ہوں۔ یہ جملہ تین دفعہ فرمایا، پھر فرمایا کوئی نبی ایسا نہیں آیا جس نے دجال سے نہ ڈرایا ہو۔ اے امت والو! وہ تم میں ہوگا وہ گھنگریالے بالوں والا اور گندمی رنگ والا ہوگا۔ اس کی بائیں آنکھ پر ہاتھ پھرا ہوا ہوگا اور وہ مٹی ہوئی ہوگی۔ اس کے ساتھ جنت اور دوزخ ہوگی اور اس کے ساتھ روٹی کے پہاڑ اور پانی کی نہر ہوگی وہ بارش برسائے گا لیکن درخت نہیں اگا سکے گا اور وہ ایک آدمی پر غالب آکر اسے قتل کردے گا اس کے علاوہ اور کسی کو قتل نہیں کر سکے گا وہ زمین پر چالیس دن رہے گا اور پانی کے ہر گھاٹ پر پہنچے گا۔ چار مسجدوں کے قریب نہیں جا سکے گا مسجد حرام، مسجد مدینہ، مسجد طور، مسجد اقصیٰ اور تم پر دجال مشتبہ نہیں ہونا چاہئے وہ (کانا ہوگا) اور تمہارا رب کانا نہیں ہے۔[1]

حضرت ابوامامہ باہلیؓ فرماتے ہیں ایک دن حضور ﷺ نے ہم لوگوں میں بیان فرمایا۔ اس بیان میں آپؐ نے زیادہ تر دجال کے بارے میں گفتگو فرمائی اور جب دجال کا ذکر شروع کیا تو پھر آخر تک اسی کے بارے میں گفتگو فرماتے رہے۔ اس دن آپؐ نے جو کچھ ہم سے فرمایا اس میں یہ بھی تھا کہ اللہ تعالیٰ نے جو بھی نبی بھیجا اس نے اپنی امت کو دجال سے ضرور ڈرایا اور میں آخری نبی ہوں اور تم آخری امت ہو اور وہ یقیناً تم میں ہی ظاہر ہوگا۔ اگر میں تم میں موجود ہوا اور وہ ظاہر ہوا تو میں ہر مسلمان کی طرف سے دلائل سے اس کا مقابلہ کرلوں گا اور اگر میرے بعد تم لوگوں میں ظاہر ہوا تو پھر ہر آدمی خود اپنی طرف سے اس کا مقابلہ کرے اور اللہ ہی ہر مسلمان کا میری طرف سے خلیفہ ہے اور دجال عراق اور شام کے درمیان ایک راستہ میں ظاہر ہوگا اور دائیں بائیں لشکر بھیج کر فساد برپا کرے گا۔ اے اللہ کے بندو! جمے رہنا کیونکہ پہلے تو وہ کہے گا میں نبی ہوں، حالانکہ میرے بعد کوئی نبی نہیں آئے گا۔ پھر وہ کہے گا۔ میں تمہارا رب ہوں حالانکہ مرنے سے پہلے تم اپنے رب کو نہیں دیکھ سکتے۔ اور اس کی دونوں آنکھوں کے درمیان کافر لکھا ہوا ہوگا جسے ہر مومن پڑھے گا، لہٰذا تم میں سے جو اس سے ملے وہ اس کے چہرے پر تھوک دے اور سورت کہف کی شروع کی آیتیں پڑھے۔ وہ ایک آدمی پر غلبہ پاکر پہلے اسے قتل کرے گا پھر اسے زندہ کرے گا لیکن اس کے بعد کسی اور کے ساتھ ایسا نہیں کر سکے گا۔ اس کا ایک فتنہ یہ ہوگا کہ اس کے ساتھ جنت اور دوزخ ہوگی۔ اس کی دوزخ جنت ہوگی اور اس کی جنت دوزخ ہوگی لہٰذا تم میں سے جو اس کی دوزخ میں ڈالے جانے کی آزمائش میں مبتلا ہو، اسے چاہئے کہ وہ اپنی آنکھیں بند کرلے اور اللہ سے مدد مانگے تو دوزخ کی آگ اس کے لیے ایسے ٹھنڈی اور سلامتی والی ہوجائے

---

[1] اخرجه احمد قال الهيثمي (ج ۷ ص ۳۴۳) رجاله رجال الصحيح ۔ انتهى

گی جیسے حضرت ابراہیمؑ کے لیئے ہوگئی تھی۔ اس کا ایک فتنہ یہ بھی ہوگا کہ وہ ایک قبیلہ کے پاس سے گزرے گا وہ سب اس پر ایمان لے آئیں گے اور اس کی تصدیق کریں گے تو وہ ان کے لیئے دعا کرے گا تو اسی دن ان کے لیئے آسمان سے بارش ہوگی اور اسی دن ان کی ساری زمین سر سبز وشاداب ہو جائے گی اور اس دن شام کو ان کے جانور چر کر واپس آئیں گے تو وہ بہت موٹے ہو چکے ہوں گے اور ان کے پیٹ خوب بھرے ہوئے ہوں گے اور ان کے تھنوں سے خوب دودھ بہہ رہا ہوگا اور دوسرے قبیلہ کے پاس سے گزرے گا وہ اس کا انکار کر دیں گے اور اسے جھٹلائیں گے تو وہ ان کے خلاف بددعا کرے گا جس سے ان کے سارے جانور مر جائیں گے اور ایک بھی جانور ان کے پاس نہیں رہے گا۔ اس دنیا میں وہ کل چالیس دن رہے گا جن میں سے ایک دن ایک سال کے برابر ہوگا اور ایک دن ایک مہینہ کے برابر ہوگا اور ایک دن ایک ہفتہ کے برابر ہوگا اور ایک دن عام دنوں جیسا ہوگا۔ اور اس کا آخری دن سراب کی طرح بہت مختصر ہوگا، اتنا مختصر کہ آدمی صبح مدینہ کے ایک دروازے پر ہوگا اور دوسرے دروازے تک پہنچنے سے پہلے ہی شام ہو جائے گی۔ صحابہؓ نے عرض کیا یا رسول اللہ! ان چھوٹے دنوں میں ہم نمازیں کیسے پڑھیں گے؟ آپؐ نے فرمایا تم ان چھوٹے دنوں میں وقت کا اندازہ لگا کر ایسے ہی نمازیں پڑھ لینا جیسے لمبے دنوں میں اندازے سے پڑھو گے۔[1]

حضرت جابرؓ فرماتے ہیں حضور ﷺ نے ایک دن منبر پر کھڑے ہو کر فرمایا اے لوگو! میں نے تم لوگوں کو آسمان سے آنے والی (نئی) خبر کی وجہ سے جمع نہیں کیا۔ اس کے بعد آپؐ نے جساسہ کا ذکر کیا یعنی دجال کے لیئے جاسوسی کرنے والی چیز کا اور اس حدیث میں یہ بھی ہے کہ وہ مسیح ہے۔ چالیس دن میں اس کے لیئے ساری زمین لپیٹ دی جائے گی لیکن وہ طیبہ میں داخل نہیں ہو سکے گا۔ حضورؐ نے فرمایا طیبہ سے مراد مدینہ ہے۔ اس کے ہر دروازے پر تلوار سونتے ہوئے ایک فرشتہ ہوگا جو دجال کو اس میں جانے سے روکے گا اور مکہ میں بھی اسی طرح ہوگا۔[2]

بصرہ والوں میں سے حضرت ثعلبہ بن عباد عبدیؒ کہتے ہیں میں ایک دن حضرت سمرہ بن جندبؓ کے بیان میں شریک ہوا انہوں نے اپنے بیان میں حضور ﷺ کی طرف سے ایک حدیث بیان کی اور سورج گرہن والی حدیث بھی ذکر کی اس میں یہ بھی فرمایا کہ جب حضورؐ دوسری رکعت میں بیٹھ گئے تو اس وقت سورج صاف ہوا اور اس کا گرہن ختم ہوا۔ سلام پھیرنے کے بعد آپؐ نے اللہ کی حمد وثناء بیان کی اور اس بات کی گواہی دی کہ آپ اللہ کے بندے اور رسول ہیں پھر فرمایا اے

۱۔ اخرجه الحاكم (ج۴ص ۵۳۶) قال الحاكم هذا حديث صحيح على شرط مسلم ولم يخرجاه بهذه السياقة ووافقه الذهبي ۲۔ اخرجه ابو يعلى قال الهيثمي (ج۷ص ۳۴۶) رواه ابو يعلى باسنادين رجال احدهما رجال الصحيح. انتهى

لوگو! میں تمہیں اللہ کا واسطہ دے کر کہتا ہوں اگر تمہیں معلوم ہے کہ میں نے اپنے رب کے پیغامات پہنچانے میں کوئی کمی کی ہے تو مجھے ضرور بتاؤ۔ اس پر بہت سے آدمیوں نے کھڑے ہو کر کہا ہم اس بات کی گواہی دیتے ہیں کہ آپ نے اپنے رب کے تمام پیغام پہنچا دیئے ہیں اور اپنی امت کی پوری خیر خواہی کی ہے اور جو کام آپ کے ذمہ تھا وہ پورا کر دیا ہے پھر آپؐ نے فرمایا امابعد! بہت سے لوگوں کا یہ خیال ہے کہ چاند سورج کا گرہن ہونا اور ستاروں کا اپنے نکلنے کی جگہ سے ہٹ جانا زمین کے کسی بڑے آدمی کے مرنے کی وجہ سے ہوتا ہے یہ خیال بالکل غلط ہے۔ یہ گرہن تو اللہ کی قدرت کی نشانیوں میں سے ایک نشانی ہے جس کے ذریعہ اللہ اپنے بندوں کا امتحان لیتے ہیں اور دیکھتے ہیں کہ کون اس نشانی کو دیکھ کر کفر اور گناہوں سے توبہ کر لیتا ہے اور میں نے جتنے وقت میں کھڑے ہو کر نماز گرہن پڑھائی ہے اس میں میں نے دنیا اور آخرت میں تمہیں جو کچھ پیش آئے گا وہ سب دیکھ لیا ہے اللہ کی قسم! قیامت اس وقت تک قائم نہیں ہوگی جب تک تیس جھوٹے ظاہر نہ ہو جائیں گے جن میں آخری کانا دجال ہوگا، اس کی بائیں آنکھ مٹی ہوئی ہوگی بالکل ایسی آنکھ ہوگی جیسی ابو یحییٰ کی آنکھ۔ حضرت ابو یحییٰؓ انصار کے ایک بڑے میاں تھے جو اس وقت حضورؐ کے اور حضرت عائشہؓ کے حجرے کے درمیان بیٹھے ہوئے تھے۔ پھر حضورؐ نے فرمایا جب وہ ظاہر ہوگا تو دعویٰ کرے گا کہ وہ اللہ ہے جو اس پر ایمان لائے گا، اس کی تصدیق کرے گا اور اس کا اتباع کرے گا اسے اس کا گزشتہ کوئی نیک عمل فائدہ نہیں دے گا اور جو اس کا انکار کرے گا اور اس کو جھٹلائے گا اس کو اس کے کسی عمل پر کوئی سزا نہیں دی جائے گی اور حرم اور بیت المقدس کے علاوہ باقی ساری زمین پر ہر جگہ جائے گا اور مسلمان بیت المقدس میں محصور ہو جائیں گے پھر ان پر زبردست زلزلہ آئے گا پھر اللہ تعالیٰ دجال کو ہلاک کریں گے یہاں تک کہ دیوار اور درخت کی جڑ آواز دے گی اے مومن! اے مسلم! یہ یہودی ہے یہ کافر ہے آ اسے قتل کر اور ایسا اس وقت تک نہیں ہوگا جب تک تم ایسی چیزیں نہ دیکھ لو جو تمہارے خیال میں بہت بڑی ہوں گی اور جن کے بارے میں تم ایک دوسرے سے پوچھو گے کہ کیا تمہارے نبی نے اس چیز کے بارے میں کچھ ذکر کیا ہے؟ اور (ایسا اس وقت تک نہیں ہوگا) جب تک کہ کچھ پہاڑ اپنی جگہ سے ہٹ نہ جائیں پھر اس کے فوراً بعد عام موت ہوگی یعنی قیامت قائم ہوگی۔ حضرت ثعلبہ کہتے ہیں اس کے بعد میں نے حضرت سمرہؓ کا ایک اور بیان سنا اس میں انہوں نے یہی حدیث ذکر کی اور ایک لفظ بھی آگے پیچھے نہیں کیا۔[1] احمد اور بزار کی روایت میں یہ بھی ہے کہ جو اللہ کو مضبوطی سے پکڑے گا اور کہے گا میرا رب اللہ ہے جو زندہ ہے اسے موت نہیں آسکتی اس پر (دجال کے) عذاب کا کوئی اثر نہیں ہوگا اور جو (دجال

۱۔ اخرجه احمد قال الهيثمي (ج ۷ ص ۳۴۱) ورجال احمد رجال الصحيح غير ثعلبة بن عباده وثقه ابن حبان. انتهى

سے) کہے گا تو میرا رب ہے وہ فتنہ میں مبتلا ہو گیا۔[1]

حضرت ابو بکرہؓ فرماتے ہیں حضور ﷺ کے کچھ فرمانے سے پہلے ہی لوگوں نے مسیلمہ کے بارے میں بہت باتیں کیں پھر حضورؐ بیان کے لیئے کھڑے ہوئے اور فرمایا اما بعد! اس آدمی کے بارے میں تم لوگ بہت باتیں کر چکے ہو یہ پکا جھوٹا اور ان تیس جھوٹوں میں سے ہے جو قیامت سے پہلے ظاہر ہوں گے اور ہر شہر میں مسیح (دجال) کا رعب پہنچ جائے گا۔ ایک روایت میں اس کے بعد یہ ہے کہ لیکن مدینہ میں دجال مسیح کا رعب داخل نہیں ہو سکے گا کیونکہ اس کے ہر راستہ پر دو فرشتے ہوں گے دجال مسیح کے رعب کو مدینہ سے روک رہے ہوں گے۔[2]

حضرت خالد بن عبداللہ بن حرملہؓ اپنی خالہ سے نقل کرتے ہیں ان کی خالہ فرماتی ہیں حضور ﷺ نے بچھو کے ڈسنے کی وجہ سے سر پر پٹی باندھ رکھی تھی اسی حالت میں آپؐ نے بیان فرمایا اور ارشاد فرمایا تم لوگ کہتے ہو اب کوئی دشمن باقی نہیں بچا لیکن تم لوگ دشمنوں سے جنگ کرتے رہو گے یہاں تک کہ یاجوج ماجوج ظاہر ہوں گے جن کے چہرے چپٹے، آنکھیں چھوٹی، بال سفید مائل بسرخی ہوں گے۔ وہ ہر اونچی جگہ سے دوڑتے چلے آئیں گے۔ ان کے چہرے ایسے ہوں گے جیسے وہ ڈھال جس پر کھال چڑھائی گئی ہو۔[3]

حضرت قعقاع رضی اللہ عنہ کی بیوی حضرت بقیرہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں میں عورتوں کے صفہ (چبوترہ) میں بیٹھی ہوئی تھی میں نے حضور کو بیان فرماتے ہوئے سنا۔ آپؐ بائیں ہاتھ سے اشارہ کرتے ہوئے فرما رہے تھے اے لوگو! جب تم سنو کہ اس طرف یعنی مغرب کی طرف کچھ لوگ زمین میں دھنس گئے ہیں تو سمجھ لو کہ قیامت آ گئی ہے۔[4]

غیبت کی برائی میں حضور ﷺ کا بیان

حضرت براءؓ فرماتے ہیں ایک مرتبہ حضور ﷺ نے ایسی اونچی آواز سے بیان فرمایا کہ گھروں میں پردے میں بیٹھی ہوئی جوان لڑکیوں نے بھی سن لیا۔ آپؐ نے فرمایا اے وہ لوگو! جو زبان سے ایمان لائے ہیں اور ابھی ایمان ان کے دل میں داخل نہیں ہوا، مسلمانوں کی غیبت نہ کیا کرو اور ان کے چھپے عیوب تلاش نہ کیا کرو کیونکہ جو اپنے بھائی کے پوشیدہ عیب تلاش کرے گا اللہ تعالیٰ اس کے عیب تلاش کرے گا اور اللہ جس کے پوشیدہ عیب تلاش کرنے لگے گا اسے اس کے گھر کے بیچ

۱۔ اخرجه احمد والطبرانی قال الهيثمی (ج۷ص ۳۳۲) احد اسانید احمد و الطبرانی ورجاله رجال الصحيح. انتهی ۲۔ اخرجه الحاكم (ج۴ص ۵۴۱)

۳۔ اخرجه احمد والطبرانی قال الهيثمی (ج۸ص ۶) رجالهما رجال الصحيح. انتهی

۴۔ اخرجه احمد والطبرانی قال الهيثمی (ج۸ص ۹) وفيه ابن اسحق وهو مدلس وبقية رجال احد اسنادی احمد رجال الصحيح. انتهی

میں بھی رسوا کر کے چھوڑے گا۔[۱] طبرانی میں حضرت ابن عباسؓ سے اسی جیسی روایت منقول ہے لیکن اس کے الفاظ یہ ہیں کہ ایمان والوں کو تکلیف نہ پہنچاؤ اور ان کی چھپی ہوئی خرابیاں تلاش نہ کرو کیونکہ جو اپنے مسلمان بھائی کی چھپی ہوئی خرابی تلاش کرے گا اللہ تعالیٰ اس کا پردہ پھاڑ دیں گے اور اسے رسوا کر دیں گے۔[۲]

امر بالمعروف اور نہی عن المنکر کے بارے میں حضور ﷺ کا بیان

حضرت عائشہؓ فرماتی ہیں کہ نبی کریم ﷺ میرے پاس تشریف لائے تو میں نے چہرہ انور پر خاص اثر دیکھ کر محسوس کیا کہ کوئی اہم بات پیش آئی ہے۔ حضورؐ نے کسی سے کوئی بات نہ فرمائی بلکہ وضو فرما کر مسجد میں تشریف لے گئے اور میں حجرہ کی دیوار سے لگ کر سننے کھڑی ہوگئی کہ کیا ارشاد فرماتے ہیں؟ حضورؐ منبر پر بیٹھ گئے اور حمد وثناء کے بعد فرمایا اے لوگو! اللہ تعالیٰ تمہیں فرماتے ہیں امر بالمعروف اور نہی عن المنکر کرتے رہو مبادا وہ وقت آجائے کہ تم دعا کرو اور میں قبول نہ کروں اور تم سوال کرو اور میں اسے پورا نہ کروں تم اپنے دشمنوں کے خلاف مدد چاہو اور میں تمہاری مدد نہ کروں۔ بس اتنا ہی بیان فرمایا اور منبر سے نیچے تشریف لے آئے۔[۳]

برے اخلاق سے بچانے کے بارے میں حضور ﷺ کا بیان

حضرت عبداللہ بن عمرؓ فرماتے ہیں ایک مرتبہ حضور ﷺ نے ہم لوگوں میں بیان فرمایا اس میں ارشاد فرمایا ظلم سے بچو کیونکہ قیامت کے دن یہ ظلم بہت سے اندھیرے ہوں گے اور بدکلامی اور بتکلف بدکلامی سے بچو اور لالچ سے بچو کیونکہ تم سے پہلے لوگ لالچ میں آکر بدکاری کے مرتکب ہوئے۔ پھر ایک آدمی نے کھڑے ہو کر عرض کیا یا رسول اللہ! اسلام کا کون سا عمل سب سے افضل ہے؟ آپؐ نے فرمایا یہ کہ مسلمان تمہاری زبان اور ہاتھ سے محفوظ رہیں۔ اسی آدمی نے یا دوسرے نے پوچھا یا رسول اللہ! ہجرت کی کون سی صورت سب سے افضل ہے؟ فرمایا یہ کہ تم ان کاموں کو چھوڑ دو جو تمہارے رب کو ناپسند ہیں۔ ہجرت دو طرح کی ہے ایک شہر والوں کی ہجرت اور ایک دیہات والوں کی ہجرت۔ دیہات والوں کی ہجرت یہ ہے کہ (رہے تو اپنے دیہات میں

۱۔ اخرجه ابو يعلى قال الهيثمى (ج۸ ص ۹۳) رجاله ثقات ۲۔ قال الهيثمى (ج۸ ص ۹۴) ورجاله ثقات واخرجه البيهقى عن البراء نحوه كما فى الكنز (ج۸ ص ۳۰۰)

۳۔ اخرجه ابن ماجة وابن حبان كذافى الترغيب (ج۳ ص ۱۲) واخرجه احمد والبزار بنحوه كما فى المجمع (ج۷ ص ۲۶۲)

لیکن) جب اسے (تقاضے کے لیئے) بلایا جائے تو فوراہاں کہے اور جب اسے حکم دیا جائے تو اسے فوراپورا کرے ۔ شہر والوں کی ہجرت میں آزمائش بھی زیادہ ہے اور اجر بھی زیادہ (کیونکہ اپنا وطن ہمیشہ کے لیئے چھوڑ کر مدینہ آکر رہے گا اور دعوت کے تقاضوں میں ہروقت چلے گا) ۔[1] طبرانی میں حضرت ہرماس بن زیادؓ سے یہی حدیث مختصر طور سے منقول ہے لیکن اس کے شروع میں یہ ہے کہ خیانت سے بچو کیونکہ یہ بہت بری اندرونی صفت ہے ۔[2]

کبیرہ گناہوں سے بچانے کے بارے میں حضور ﷺ کا بیان

حضرت ایمن بن خریمؓ فرماتے ہیں ایک دن حضور ﷺ نے کھڑے ہو کر بیان فرمایا ۔ آپؐ نے ارشاد فرمایا اے لوگو! جھوٹی گواہی اللہ کے ہاں شرک کے برابر شمار ہوتی ہے ۔ یہ بات تین دفعہ ارشاد فرمائی پھر آپؐ نے یہ آیت تلاوت فرمائی فاجتنبوا الرجس من الاوثان واجتنبوا قول الزور "تو تم لوگ گندگی سے یعنی بتوں سے (بالکل) کنارہ کش رہو اور جھوٹی بات سے کنارہ کش رہو ۔"[3]

حضرت انس بن مالکؓ فرماتے ہیں حضور ﷺ نے ہم میں بیان فرمایا اور سود کا ذکر فرمایا اور اسے بہت بڑا گناہ بتایا اور فرمایا آدمی سود میں جو ایک درہم لیتا ہے اللہ کے ہاں اس کا گناہ چھتیس مرتبہ زنا کرنے سے بھی زیادہ ہے اور سب سے بدترین سود مسلمان کی آبروریزی ہے ۔[4]

حضرت ابوموسیٰ اشعریؓ فرماتے ہیں ایک دن حضور ﷺ نے ہم لوگوں میں بیان فرمایا، ارشاد فرمایا اے لوگو! شرک سے بچو کیونکہ شرک چیونٹی کی چال سے بھی زیادہ پوشیدہ ہے اور ہو سکتا ہے کہ یہ بات سن کر کوئی یوں کہے یارسول اللہ! جب شرک چیونٹی کی چال سے بھی زیادہ پوشیدہ ہے تو ہم اس سے کیسے بچیں؟ فرمایا تم یہ دعا پڑھا کرو اللھم انا نعوذبک ان نشرک بک ونحن نعلمہ ونستغفرک لما لا نعلمہ "اے اللہ! ہم اس بات سے تیری پناہ چاہتے ہیں کہ ہمیں معلوم ہو کہ یہ شرک ہے اور ہم پھر تیرے ساتھ وہ شرک کریں اور جس شرک کا ہمیں پتہ ہی نہیں اس کی ہم معافی چاہتے ہیں ۔"[5]

---

۱ ۔ اخرجہ الحاکم وصححہ علی شرط مسلم واللفظ لہ وابو دائود مختصرا کذافی الترغیب (ج۴ص ۱۵۸) ۲ ۔ کذافی الترغیب (ص ۳۶۷)
۳ ۔ اخرجہ احمد والترمذی وقال غریب والبغوی وابن قانع وابو نعیم کذافی الکنز (ج۴ص۷)
۴ ۔ اخرجہ ابن ابی الدنیا کذافی الترغیب (ج۳ص ۲۸۲)
۵ ۔ اخرجہ ابن ابی شیبۃ کذافی الکنز (ج۲ص ۱۲۹)

شکر کے بارے میں حضور ﷺ کا بیان

حضرت نعمان بن بشیرؓ فرماتے ہیں حضور ﷺ نے اس منبر کی لکڑیوں پر ارشاد فرمایا جو تھوڑے پر شکر نہیں کرتا وہ زیادہ پر بھی نہیں کرسکتا اور جو انسانوں کا شکر نہیں کرتا وہ اللہ کا بھی شکر نہیں کرسکتا اور اللہ کی نعمتوں کو بیان کرنا بھی شکر ہے اور انہیں بیان نہ کرنا ناشکری ہے۔ آپس کا جوڑ سراسر رحمت ہے اور آپس کا توڑ عذاب ہے۔ راوی کہتے ہیں حضرت ابوامامہ باہلیؓ نے کہا تم سواد اعظم کو چمٹے رہو یعنی علماء حق سے جڑے رہو۔ یہ آیت فَاِنْ تَوَلَّوْا فَاِنَّمَا عَلَيْهِ مَا حُمِّلَ وَعَلَيْكُمْ مَّا حُمِّلْتُمْ (سورت نور آیت ۵۴) ''پھر اگر تم لوگ (اطاعت سے) روگردانی کروگے تو سمجھ رکھو کہ رسول کے ذمہ وہی (تبلیغ) ہے جس کا ان پر بار رکھا گیا ہے اور تمہارے ذمہ وہ ہے جس کا تم پر بار رکھا گیا ہے اور اگر تم نے ان کی اطاعت کرلی تو راہ پر جا لگو گے'' یعنی نہ ماننے سے منافقوں کا اپنا ہی نقصان ہوگا رسول اللہ ﷺ کا نہیں ہوگا کیونکہ ہم نے ان کے ذمہ جو کام لگایا تھا وہ انہوں نے پورا کردیا، اس لیئے یہ تو کامیاب ہیں، منافق مانیں یا نہ مانیں۔[1]

حضرت ابوذرؓ فرماتے ہیں میں نے حضور ﷺ کو بیان فرماتے ہوئے سنا۔ بیان میں آپؐ نے یہ آیت پڑھی اِعْمَلُوْٓا اٰلَ دَاوٗدَ شُكْرًا ۭ وَقَلِيْلٌ مِّنْ عِبَادِيَ الشَّكُوْرُ (سورت سبا آیت ۱۳) ''اے داؤد کے خاندان والو! تم سب شکریہ میں نیک کام کیا کرو اور میرے بندوں میں شکرگزار کم ہی ہوتے ہیں'' پھر آپؐ نے فرمایا جسے تین خوبیاں مل گئیں اسے اتنا مل گیا جتنا داؤد علیہ السلام کو ملا تھا۔ لوگوں کے سامنے بھی اور چھپ کر بھی ہر حال میں اللہ سے ڈرنا، خوشی اور غصہ دونوں حالتوں میں انصاف سے کام لینا، فقر اور غنا دونوں حالتوں میں میانہ روی۔[2]

بہترین زندگی کے بارے میں حضور ﷺ کا بیان

حضرت علیؓ فرماتے ہیں حضور ﷺ نے ایک مرتبہ بیان فرمایا اس میں ارشاد فرمایا صرف دو آدمیوں کی زندگی بہترین ہے ایک وہ جو سن کر محفوظ رکھے اور دوسرے وہ عالم جو حق بات کہنے والا ہو۔ اے لوگو! آجکل تم لوگ کفار سے صلح کے زمانہ میں ہو اور تم بہت تیزی سے آگے کو جارہے ہو اور تم نے دیکھ لیا کہ دن رات کے گزرنے سے ہر نئی چیز پرانی ہورہی ہے اور ہر دور والی چیز نزدیک آرہی ہے اور ہر چیز کے وعدہ کا وقت آرہا ہے چونکہ جنت میں مقابلہ میں ایک دوسرے سے آگے نکلنے کا میدان بہت لمبا چوڑا ہے، اس لیئے وہاں کی تیاری اچھی طرح کرلو۔ حضرت مقدادؓ نے عرض

۱۔ اخرجه عبدالله بن احمد والبزار والطبرانی قال الهیثمی (ج۵ ص ۲۱۸) رجالهم ثقات

۲۔ اخرجه ابن النجار کذافی الکنز (ج۸ ص ۲۲۲)

کیا یا نبی اللہ! صلح سے کیا مراد ہے؟ آپ نے فرمایا (کفار سے صلح جس سے) آزمائش کا دور ختم ہو گیا اور جب اندھیری رات کے ٹکڑوں کی طرح تم پر بہت سے کام گڈمڈ ہو جائیں (اور پتہ نہ چلے کہ ٹھیک کونسا ہے اور غلط کونسا؟) تو تم قرآن کو لازم پکڑ لو (جسے قرآن ٹھیک کہے اسے تم اختیار کر لو) کیونکہ قرآن ایسا سفارشی ہے جس کی سفارش قبول کی جاتی ہے اور (انسان کی طرف سے ایسا جھگڑا کرنے والا ہے جس کی بات سچی مانی جاتی ہے۔ جو قرآن کو اپنے آگے رکھے گا (اور اس کے مطابق زندگی گزارے گا) قرآن اسے جنت کی طرف لے جائے گا اور جو اسے پس پشت ڈال دے گا، اسے دوزخ کی طرف لے جائے گا اور یہ سب سے بہتر راستہ دکھانے والا ہے۔ یہ دوٹوک فیصلہ کرنے والا کلام ہے۔ لغو اور بیکار چیز نہیں ہے۔ اس کا ایک ظاہر ہے اور ایک باطن۔ ظاہر تو احکام شرعیہ ہیں اور باطن یقین ہے۔ اس کا سمندر بہت گہرا ہے اس کے عجائب بے شمار ہیں۔ علماء اس کے علوم سے کبھی سیر نہیں ہو سکتے۔ یہ اللہ کی مضبوط رسی ہے۔ یہی سیدھا راستہ ہے۔ یہی حق بیان کرنے والا کلام ہے جسے سنتے ہی جنات ایک دم بول اٹھے انا سمعنا قرانا عجبا یهدی الی الرشد فامنا به (سورت جن آیت ۱۔۲)'' (پھر اپنی قوم میں واپس جا کر) انہوں نے کہا کہ ہم نے ایک عجیب قرآن سنا ہے جو راہ راست بتلاتا ہے سو ہم تو اس پر ایمان لے آئے'' جو قرآن کی بات کہتا ہے وہ سچ کہتا ہے جو اس پر عمل کرتا ہے اسے اجر و ثواب ملتا ہے جو اس کے مطابق فیصلہ کرتا ہے وہ عدل کرتا ہے اور جو اس پر عمل کرتا ہے اسے سیدھے راستہ کی ہدایت ملتی ہے۔ اس میں ہدایت کے چراغ ہیں اور یہ حکمت کا مینار ہے اور سیدھے راستہ کی رہنمائی کرتا ہے۔[1]

دنیا کی بے رغبتی کے بارے میں حضور ﷺ کا بیان

حضرت حسین بن علیؓ فرماتے ہیں میں نے ایک مرتبہ دیکھا کہ حضور ﷺ اپنے صحابہ میں کھڑے ہو کر بیان فرما رہے ہیں۔ آپ نے ارشاد فرمایا ہمارے طرز عمل سے ایسا معلوم ہوتا ہے کہ جیسے موت ہمیں نہیں آئے گی بلکہ دوسروں کے مقدر میں موت لکھی ہوئی ہے اور حق کو قبول کر کے اس پر عمل کرنا ہمارے ذمہ نہیں ہے بلکہ دوسروں کے ذمہ ہے۔ اور ایسا معلوم ہوتا ہے کہ جن مردوں کو ہم رخصت کر رہے ہیں وہ چند دن کے لئے سفر میں گئے ہیں اور تھوڑے ہی دنوں میں ہمارے پاس واپس آ جائیں گے اور مرنے والوں کی میراث ہم اس طرح کھاتے ہیں کہ جیسے ان کے بعد ہم نے یہاں ہمیشہ رہنا ہے۔ ہم ہر نصیحت کو بھول گئے ہیں اور آنے والی مصیبتوں سے ہم اپنے آپ کو امن میں سمجھتے ہیں خوشخبری ہو اس آدمی کے لیئے جو اپنے عیبوں کو دیکھنے میں اس طرح سے لگے کہ اسے دوسرے لوگوں کے عیب دیکھنے کی فرصت نہ ملے اور خوشخبری ہو اس آدمی

---

[1] اخرجه العسكری كذافی الكنز (ج ۱ ص ۲۱۸)

کے لیئے جس کی کمائی پاکیزہ ہو اور اس کی اندرونی حالت بھی ٹھیک ہو اور ظاہری اعمال بھی اچھے ہوں اور اس کا راستہ بھی سیدھا ہو۔ اور خوشخبری ہو اس آدمی کے لیئے جس میں کوئی دینی اور اخلاقی کمی نہ ہو اور پھر وہ تواضع اختیار کرے اور اس مال میں سے خرچ کرے جو اس نے بغیر کسی گناہ کے حلال طریقہ سے جمع کیا ہے اور دین کی سمجھ رکھنے والوں اور حکمت و دانائی والوں سے میل جول رکھے اور کمزور اور مسکین لوگوں پر ترس کھائے اور خوشخبری ہو اس آدمی کے لیئے جو اپنا ضرورت سے زائد مال دوسروں پر خرچ کرے اور ضرورت سے زائد بات نہ کرے اور ہر حال میں سنت پر عمل کرے اور سنت چھوڑ کر کسی بدعت کو اختیار نہ کرے۔ پھر آپ منبر سے نیچے تشریف لے آئے۔[۱]

ابن عساکر کی روایت کے شروع میں یہ ہے کہ آپؐ نے اپنی جدعاء نامی اونٹنی پر سوار ہو کر ہم میں بیان فرمایا اور ارشاد فرمایا اے لوگو! اور اس روایت کے آخر میں یہ ہے کہ ہم مردوں کو قبروں میں دفن کرتے ہیں اور پھر ان کی میراث کھاتے ہیں۔ ایک روایت میں یہ ہے کہ اس نے سنت کا اتباع کیا اور سنت کو چھوڑ کر بدعت کی طرف نہیں گیا اور بزار کی روایت میں یہ ہے کہ حضور ﷺ اپنی عضباء نامی اونٹنی پر تھے جو کہ جدعاء نہیں تھی اور اس روایت میں یہ بھی ہے کہ ان مردوں کے گھر ان کی قبریں ہیں اور اس روایت میں یہ بھی ہے کہ اس نے دین کی سمجھ رکھنے والوں سے میل جول رکھا اور شک کرنے والوں اور بدعت اختیار کرنے والوں سے الگ رہا اور اس کے ظاہری اعمال ٹھیک ہوں اور لوگوں کو اپنے شر سے بچائے رکھے۔[۲]

حضرت عائشہؓ فرماتی ہیں ایک مرتبہ حضور ﷺ منبر پر تشریف فرما تھے اور لوگ آپؐ کے ارد گرد بیٹھے ہوئے تھے۔ آپؐ نے فرمایا اے لوگو! اللہ تعالیٰ سے اس طرح حیا کرو جس طرح اس سے حیا کرنے کا حق ہے۔ ایک آدمی نے کہا یا رسول اللہ! ہم اللہ تعالیٰ سے حیا کریں؟ آپؐ نے فرمایا تم میں سے جو آدمی حیا کرنے والا ہے اسے چاہئے کہ وہ رات اس طرح گزارے کہ اس کی موت اس کی آنکھوں کے سامنے ہو اور اپنے پیٹ کی اور پیٹ کے ساتھ جو اور اعضاء (دل شرمگاہ وغیرہ) ہیں ان کی حفاظت کرے اور سر کی اور سر کے اندر جو اعضاء (کان، ناک، آنکھ اور منہ وغیرہ) ہیں ان کی حفاظت کرے۔ موت کو اور قبر میں جا کر بوسیدہ ہو جانے کو یاد رکھے اور دنیا کی زیب و زینت چھوڑ دے۔[۳]

۱۔ اخرجه ابو نعیم فی الحلیة (ج ۳ص ۲۰۲) قال ابو نعیم هذا حدیث غریب من حدیث العترة الطیبة لم نسمعه الا من القاضی الحافظ وروی هذا الحدیث من حدیث انسؓ عن النبی ﷺ. انتهی وقد اخرج حدیث انس ابن عساکر کما فی الکنز (ج ۸ص ۲۰۴)

۲۔ وقال الهیثمی (ج ۱۰ ص ۲۲۹) رواه البزار وفیه النضر بن محرز وغیره من الضعفاء. انتهی

۳۔ اخرجه الطبرانی فی الاوسط ورواه الترمذی عن ابن مسعودؓ بنحوه وقال حدیث غریب کذا فی الترغیب (ج ۵ص ۲۰۰)

حشر کے بارے میں حضور ﷺ کا بیان

حضرت ابن عباسؓ فرماتے ہیں میں نے حضور ﷺ کو منبر پر بیان فرماتے ہوئے سنا۔ آپ فرما رہے تھے تم لوگ اللہ کی بارگاہ میں ننگے پاؤں، ننگے بدن بغیر ختنہ کے حاضر ہوگے۔ ایک روایت میں پیدل بھی ہے اور ایک روایت میں ہے کہ حضور ﷺ نے کھڑے ہو کر ہمیں نصیحت فرمائی۔ ارشاد فرمایا اے لوگو! تمہیں اللہ کی بارگاہ میں ننگے پاؤں اور ننگے بدن بغیر ختنہ جمع کیا جائے گا (اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے) کَمَا بَدَاْنَا اَوَّلَ خَلْقٍ نُّعِیْدُهٗ وَعْدًا عَلَیْنَا اِنَّا كُنَّا فٰعِلِیْنَ (سورت انبیاء آیت ۱۰۴) ''(اور) ہم نے جس طرح اول بار پیدا کرنے کے وقت (ہر چیز کی) ابتداء کی تھی اسی طرح (آسانی سے) اس کو دوبارہ پیدا کر دیں گے۔ یہ ہمارے ذمہ وعدہ ہے اور ہم (ضرور اس کو پورا) کریں گے۔'' غور سے سنو! (قیامت کے دن) تمام انسانوں میں سب سے پہلے حضرت ابراہیمؑ کو کپڑے پہنائے جائیں۔ غور سے سنو! میری امت کے کچھ لوگوں کو لایا جائے گا پھر انہیں بائیں طرف لے جایا جائے گا تو میں کہوں گا اے میرے رب! یہ تو میرے ساتھی ہیں اللہ تعالیٰ فرمائیں گے آپ کو معلوم نہیں ہے کہ انہوں نے آپ کے بعد کیا گل کھلائے؟ اس وقت میں وہی بات کہوں گا جو اللہ کے نیک بندے (حضرت عیسیٰ علیہ السلام) کہیں گے وَكُنْتُ عَلَیْهِمْ شَهِیْدًا مَّا دُمْتُ فِیْهِمْ سے لے کر الْعَزِیْزُ الْحَكِیْمُ تک (سورت مائدہ آیت ۱۱۷۔۱۱۸) اور میں ان پر مطلع رہا جب تک ان میں رہا پھر جب آپ نے مجھے اٹھالیا تو آپ ان پر مطلع رہے اور آپ ہر چیز کی پوری خبر رکھتے ہیں۔ اگر آپ ان کو سزا دیں تو یہ آپ کے بندے ہیں اور اگر آپ ان کو معاف فرما دیں تو آپ زبردست ہیں حکمت والے ہیں۔'' پھر مجھے بتایا جائے گا کہ جب آپ ان سے جدا ہوئے تو انہوں نے ایڑیوں کے بل واپس لوٹنا شروع کر دیا تھا اور ہوتے ہوتے یہ مرتد ہو گئے تھے (چنانچہ حضورؐ کے انتقال کے بعد عرب کے کچھ لوگ مرتد ہو گئے تھے) ایک روایت میں اس کے بعد یہ ہے کہ میں کہوں گا دور ہو جاؤ دور ہو جاؤ۔[۱]

تقدیر کے بارے میں حضور ﷺ کا بیان

حضرت علیؓ فرماتے ہیں حضور ﷺ ایک مرتبہ منبر پر تشریف لے گئے۔ پہلے اللہ کی حمد وثناء بیان کی۔ اس کے بعد فرمایا ایک رجسٹر ایسا ہے جس میں اللہ تعالیٰ نے جنت والوں کے نام ونسب سب تفصیل سے لکھے ہوئے ہیں اور آخر میں ان سب کی مجموعی تعداد لکھی ہوئی ہے اب قیامت تک ان میں کوئی کمی بیشی نہیں ہوگی پھر فرمایا ایک رجسٹر اور ہے جس میں اللہ تعالیٰ نے دوزخ

۱۔ اخرجه الشیخان وغیرهما کذافی الترغیب (ج ۵ ص ۳۴۵)

والوں کے نام اور نسب سب تفصیل سے لکھے ہوئے ہیں اور آخر میں ان سب کی مجموعی تعداد لکھی ہوئی ہے۔ اب قیامت تک ان میں کوئی کمی بیشی نہیں ہوگی۔ جنت میں جانے والا زندگی بھر کیسے بھی عمل کرتا رہے لیکن اس کا خاتمہ جنت والوں کے عمل پر ہوگا اور دوزخ میں جانے والا زندگی بھر کیسے ہی عمل کرتا رہے لیکن اس کا خاتمہ دوزخ والوں کے عمل پر ہوگا۔ بعض دفعہ خوش قسمت لوگ یعنی جن کے مقدر میں جنت جانا لکھا ہوا ہے وہ بدقسمتی کے راستہ پر اس طرح چل رہے ہوتے ہیں کہ یوں کہا جاتا ہے کہ یہ تو بدقسمتوں جیسے ہیں بلکہ ان ہی میں سے ہیں لیکن پھر خوش قسمتی انہیں آلیتی ہے اور انہیں (بدقسمتی کے راستہ سے) چھڑا لیتی ہے اور کبھی بدقسمت لوگ یعنی جن کے مقدر میں دوزخ میں جانا لکھا ہوا ہے وہ خوش قسمتی کے راستہ پر اس طرح چل رہے ہوتے ہیں کہ یوں کہا جاتا ہے کہ یہ تو بالکل خوش قسمتوں جیسے ہیں بلکہ ان ہی میں سے ہیں لیکن پھر بدقسمتی انہیں پکڑ لیتی ہے اور (خوش قسمتی کے راستہ سے) انہیں نکال کر (بدقسمتی کے راستہ پر) لے جاتی ہے اللہ تعالیٰ نے جسے لوح محفوظ میں خوش قسمت (یعنی جنتی) لکھا ہوا ہے اسے اس وقت تک دنیا سے نہیں نکالتے جب تک اس سے مرنے سے پہلے خوش قسمتی والا عمل نہیں کرا لیتے چاہے وہ عمل مرنے سے اتنی ہی دیر پہلے ہو جتنا کہ اونٹنی کے دودھ نکالنے کے درمیان وقفہ ہوتا ہے اور اللہ تعالیٰ نے جسے لوح محفوظ میں بدقسمت (یعنی دوزخی) لکھا ہوا ہے اسے اس وقت تک دنیا سے نہیں نکالتے جب تک اس سے مرنے سے پہلے بدقسمتی والا عمل نہیں کرا لیتے چاہے وہ عمل مرنے سے اتنی ہی دیر پہلے ہو جتنا کہ اونٹنی کے دودھ نکالنے کے درمیان وقفہ ہوتا ہے۔ عمل کا دارومدار آخری وقت کے عمل پر ہے۔[1]

حضور ﷺ کی رشتہ داری کے فائدہ دینے کے بارے میں حضورؐ کا بیان

حضرت ابو سعیدؓ فرماتے ہیں میں نے حضور ﷺ کو منبر پر یہ فرماتے ہوئے سنا کہ لوگوں کو کیا ہو گیا کہ یوں کہتے ہیں رسول اللہ ﷺ کی رشتہ داری قیامت کے دن کوئی فائدہ نہیں دے گی۔ اللہ کی قسم! میری رشتہ داری دنیا اور آخرت میں جڑی ہوئی ہے۔ دونوں جگہ فائدہ دے گی اور اے لوگو! میں تم سے پہلے (تمہاری ضروریات کا خیال کرنے کے لیئے) آگے جارہا ہوں اور قیامت کے دن حوض (کوثر) پر ملوں گا۔ کچھ لوگ (وہاں) کہیں گا یا رسول اللہ! میں فلاں بن فلاں یعنی

۱۔ اخرجہ الطبرانی فی الاوسط وابو سہل الجندنسیابوری کذافی الکنز (ج ۱ ص ۸۷) قال الھیثمی (ج ۷ ص ۲۱۳) رواہ الطبرانی فی الاوسط وفیہ حماد بن واقد الصفار وھو ضعیف۔

آپ کا رشتہ دار ہوں۔ میں کہوں گا نسب کو تو میں نے پہچان لیا لیکن تم نے میرے بعد بہت سے نئے کام ایجاد کیے اور الٹے پاؤں کفر میں واپس چلے گئے (ایمان وعمل کے بغیر میری رشتہ داری کام نہیں دیتی اور ایمان وعمل کے ساتھ خوب کام دیتی ہے)۔[1]

حکام اور صدقات کی وصولی کا کام کرنے والوں کے بارے میں حضور ﷺ کا بیان

حضرت ابوسعیدؓ فرماتے ہیں ایک مرتبہ حضور ﷺ نے ہم لوگوں میں بیان فرمایا اور اس بیان میں یہ ارشاد فرمایا غور سے سنو! قریب ہے کہ مجھے (اس دنیا سے) بلا لیا جائے اور میں یہاں سے چلا جاؤں میرے بعد ایسے لوگ تمہارے حاکم بنیں گے جو ایسے عمل کریں گے جنہیں تم جانتے پہچانتے ہو ان کی اطاعت صحیح اور اصل اطاعت ہے۔ کچھ عرصہ ایسا ہی ہوگا لیکن اس کے بعد ایسے لوگ تمہارے حاکم بن جائیں گے جو ایسے عمل کریں گے جنہیں تم جانتے پہچانتے نہیں ہو جو ان کی قیادت (غلط کاموں میں) کرے گا اور (دنیاوی کاموں میں) ان کا فائدہ چاہے گا وہ خود بھی برباد ہوگا اور دوسروں کو بھی برباد کرے گا جسمانی طور پر تو تم ان سے ملے جلے رہو لیکن غلط اعمال میں تم ان سے الگ رہو البتہ ان میں سے جو اچھے عمل کرے تم اس کے اچھے عمل کرنے کی گواہی دو جو برے عمل کرے تم اس کے برے عمل کرنے کی گواہی دو۔[2]

حضرت ابوحمید ساعدیؓ فرماتے ہیں حضور ﷺ نے ایک آدمی کو صدقات (عشر وزکوۃ) وصول کرنے کے لیئے بھیجا وہ اپنے کام سے فارغ ہو کر حضورؐ کی خدمت میں آیا اور کہنے لگا یا رسول اللہ! یہ مال اور جانور تو آپ کے ہیں اور یہ مجھے ہدیہ میں ملا ہے۔ حضورؐ نے اس سے فرمایا تم اپنے ماں باپ کے گھر بیٹھ کر کیوں نہیں دیکھ لیتے کہ تمہیں ہدیئے ملتے ہیں یا نہیں پھر شام کو حضورؐ بیان کے لیئے کھڑے ہوئے پہلے کلمہ شہادت پڑھا پھر اللہ کے شایان شان تعریف کی پھر فرمایا اما بعد! صدقات کی وصولی کے لیئے جانے والے کو کیا ہوا؟ ہم اسے صدقات وصول کرنے کے لیئے بھیجتے ہیں وہ واپس آ کر ہمیں کہتا ہے یہ تو آپ لوگوں کے کام کی وجہ سے ملا ہے اور یہ مجھے ہدیہ میں ملا ہے۔ وہ اپنے ماں باپ کے گھر میں بیٹھ کر کیوں نہیں دیکھ لیتا کہ اسے ہدیئے ملتے ہیں یا نہیں۔ اس ذات کی قسم جس کے قبضہ میں محمد (ﷺ) کی جان ہے! تم میں سے جو آدمی بھی صدقات کے مال

۱؎ اخرجه ابن النجار كذافي الكنز (ج ا ص ۹۸ ا) واخرجه احمد ايضا عن ابي سعيد نحوه كما في التفسير لا بن كثير (ج ۳ ص ۲۵۶)

۲؎ اخرجه الطبراني قال الهيثمي (ج ۵ ص ۲۳۷) رواه الطبراني في الا وسط عن شيخه محمد بن علي المروزي وهو ضعيف. انتهى

میں تھوڑی سی بھی خیانت کرے گا اور صدقات کے جانوروں میں سے کچھ بھی لے لے گا وہ اسے اپنی گردن پر اٹھائے ہوئے قیامت کے دن لائے گا۔ اونٹ، گائے اور بکری جو لیا ہوگا اسے گردن پر اٹھا کر لائے گا اور ہر جانور اپنی آواز نکال رہا ہوگا۔ میں نے (تمہیں اللہ کا پیغام) پہنچا دیا ہے۔ حضرت ابوحمیدؓ فرماتے ہیں پھر حضورؐ نے اپنا ہاتھ اتنا اوپر اٹھایا کہ ہمیں آپ کی بغلوں کی سفیدی نظر آنے لگی یہ بیان میرے ساتھ حضرت زید بن ثابتؓ نے حضور ﷺ سے سنا ہے، اس لیئے ان سے بھی پوچھ لو۔[1]

انصار کے بارے میں حضور ﷺ کا بیان

حضرت ابوقتادہؓ فرماتے ہیں میں نے انصار کے بارے میں حضور ﷺ کو منبر پر یہ فرماتے ہوئے سنا غور سے سنو! اور لوگ تو میرا اوپر کا کپڑا ہیں اور انصار میرے اندر کا کپڑا ہے یعنی ان سے میرا خاص تعلق ہے اور لوگ اگر ایک وادی میں چلیں اور انصار کسی اور گھاٹی میں چلیں تو میں انصار کی گھاٹی میں چلوں گا اگر ہجرت کو فضیلت نہ ہوتی تو میں انصار میں سے ایک آدمی ہوتا، لہٰذا جو بھی انصار کا حاکم بنے اسے چاہئے کہ وہ ان کے اچھے کے ساتھ اچھا سلوک کرے اور ان کے برے سے درگزر کرے۔ جس نے انہیں ڈرایا اس نے اس چیز کو ڈرایا جو ان دو پہلوؤں کے درمیان ہے یعنی میرے دل کو۔ حضورؐ نے اپنے دل کی طرف اشارہ بھی فرمایا۔[2]

حضرت کعب بن مالک انصاریؓ ان تین صحابہؓ میں سے ہیں جن کی توبہ قبول ہوئی تھی ان کے صاحبزادے حضرت عبداللہؒ کہتے ہیں نبی کریم ﷺ کے ایک صحابیؓ نے میرے والد محترم کو بتایا کہ ایک دن حضور ﷺ سر پر پٹی باندھے ہوئے باہر تشریف لائے اور بیان میں آپؐ نے یہ فرمایا اما بعد! اے جماعت مہاجرین! تمہاری تعداد میں اضافہ ہوتا رہے گا (اور لوگ ہجرت کر کے آتے رہیں گے) لیکن انصار جتنے آج ہیں اتنے ہی رہیں گے ان کی تعداد میں اضافہ نہ ہوگا۔ انصار تو میرے ذاتی کپڑوں کا صندوق ہیں یعنی یہ میرے خاص لوگ ہیں جن کے پاس آ کر میں ٹھہرا ہوں، لہٰذا ان کے کریم آدمی کا اکرام کرو اور ان کے برے آدمی سے درگزر کرو۔[3]

۱۔ اخرجه البخاری (ج ۲ ص ۹۸۲) واخرجه ایضا مسلم وابو داؤد واحمد کما فی الجامع الصغیر
۲۔ اخرجه احمد قال الهیثمی (ج ۱۰ ص ۳۵) رجاله رجال الصحیح غیر یحیی بن النضر الانصاری وهو ثقة۔ ۳۔ عند احمد ایضا قال الهیثمی (ج ۱۰ ص ۳۶) رجاله رجال الصحیح

نبی کریم ﷺ کے مختلف بیانات

حضرت ابوبکر صدیقؓ فرماتے ہیں میں نے منبر کی لکڑیوں پر حضور ﷺ کو یہ فرماتے ہوئے سنا دوزخ کی آگ سے بچو چاہے کھجور کے ایک ٹکڑے کے صدقہ کے ذریعہ سے ہی بچو کیونکہ یہ صدقہ ٹیڑھ پن کو سیدھا کر دیتا ہے اور بری موت سے بچاتا ہے اور جیسے پیٹ بھرے آدمی کو فائدہ دیتا ہے ایسے ہی بھوکے کو بھی فائدہ دیتا ہے یعنی جو بھی صدقہ دے گا اسے اجر و ثواب ملے گا چاہے بھوکا ہو یا پیٹ بھرا۔[1]

حضرت عامر بن ربیعہؓ فرماتے ہیں میں نے حضور ﷺ کو بیان فرماتے ہوئے سنا آپؐ فرما رہے تھے جو مجھ پر درود بھیجے گا تو جب تک وہ درود بھیجتا رہے گا فرشتے اس کے لیئے دعائے رحمت کرتے رہیں گے اب چاہے بندہ اپنے لیئے (فرشتوں سے) تھوڑی دعا کروائے چاہے زیادہ۔[2]

حضرت عبداللہ بن عمروؓ فرماتے ہیں ایک دن حضور ﷺ نے ہم لوگوں میں کھڑے ہو کر بیان فرمایا۔ آپؐ نے ارشاد فرمایا جس آدمی کو اس بات سے خوشی ہو کہ اسے آگ سے دور کر دیا جائے اور جنت میں داخل کر دیا جائے اسے چاہئے کہ اسے اس حال میں موت آئے کہ اس کے دل میں اللہ پر اور آخرت کے دن پر ایمان موجود ہو اور لوگوں کے ساتھ وہ معاملہ کرے جو اپنے ساتھ چاہتا ہے۔[3]

حضرت انس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں ایک مرتبہ حضور ﷺ نے ہم لوگوں میں ایسا زبردست بیان فرمایا کہ میں نے ویسا بیان کبھی نہیں سنا۔ پھر آپؐ نے فرمایا جو کچھ میں جانتا ہوں اگر تم لوگ بھی وہ جان لو تو تمہارا ہنسنا کم ہو جائے اور رونا زیادہ۔ اس پر تمام صحابہؓ اپنے چہروں پر کپڑے ڈال کر رونے لگے۔ ایک روایت میں یہ ہے کہ ایک مرتبہ حضور ﷺ کو اپنے صحابہؓ کے بارے میں کوئی شکایت پہنچی تو آپؐ نے بیان فرمایا اور ارشاد فرمایا میرے سامنے جنت اور جہنم پیش کی گئی اور میں نے (جنت اور جہنم دیکھ کر) جتنا خیر اور شر دیکھا ہے اتنا خیر و شر کبھی نہیں دیکھا اور جو کچھ میں جانتا ہوں اگر تم بھی وہ جان لو تو تم ہنسو کم اور روؤ زیادہ چنانچہ حضورؐ کے صحابہ پر اس سے زیادہ سخت دن کوئی نہیں آیا۔ تمام صحابہؓ سر ڈھانک کر رونے لگے۔[4]

۱۔ اخرجه ابو یعلی والبزار كذافي الترغيب (ج ۲ ص ۱۳۴)

۲۔ اخرجه احمد وابن ابی شيبة وابن ماجة كذافي الترغيب (ج ۳ ص ۱۶۰)

۳۔ اخرجه ابن جرير كذافي الكنز (ج ۱ ص ۷۶)

۴۔ اخرجه الشيخان كذافي الترغيب (ج ۵ ص ۲۲۶)

حضرت ابوسعید رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں ایک مرتبہ حضور ﷺ نے بیان فرمایا اور بیان کرتے کرتے یہ آیت پڑھی۔ اِنَّهٗ مَنْ يَّاْتِ رَبَّهٗ مُجْرِمًا فَاِنَّ لَهٗ جَهَنَّمَ لَا يَمُوْتُ فِيْهَا وَلَا يَحْيٰى (سورت طٰہٰ آیت ۷۴) ''جو شخص (بغاوت کا) مجرم ہوکر اپنے رب کے پاس حاضر ہوگا سو اس کے لیے دوزخ (مقرر) ہے اس میں نہ مرے ہی گا اور نہ جئے ہی گا'' تو حضورؐ نے فرمایا جو اصل دوزخ والے ہیں (اور ہمیشہ اس میں رہیں گے) وہ اس میں نہ مریں گے اور نہ ہی وہ زندوں میں شمار ہوں گے لیکن وہ لوگ جو اصل دوزخ والے نہیں ہیں (بلکہ گناہوں کی وجہ سے کچھ دن کے لیے دوزخ میں گئے ہیں) آگ ان کو کچھ جلائے گی پھر سفارش کرنے والے کھڑے ہوں گے اور ان دوزخیوں کی سفارش کریں گے پھر ان کی جماعتیں بنا کر انہیں دوزخ سے نکال کر نہرِ حیات یا نہرِ حیوان پر لایا جائے گا یہ لوگ اس نہر میں ایسے اُگیں گے جیسے سیلاب کے لائے ہوئے کوڑے کرکٹ میں گھاس اُگتا ہے۔[1]

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک مرتبہ کھڑے ہوکر بیان فرمایا اور ارشاد فرمایا اے لوگو! اللہ رب العالمین کے ساتھ اچھا گمان رکھو۔ بندہ اپنے رب کے ساتھ جیسا گمان رکھے گا اللہ تعالیٰ اس کے ساتھ ویسا ہی معاملہ کرے گا۔[2]

حضرت ابوزہیر ثقفی رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں میں نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو بیان میں یہ فرماتے ہوئے سنا اے لوگو! قریب ہے کہ تم جنت والوں اور دوزخ والوں کو پہچان لو گے یا فرمایا تم اپنے بھلوں اور بروں کو پہچان لو گے۔ ایک آدمی نے پوچھا یا رسول اللہؐ! کیسے؟ آپؐ نے فرمایا پہچاننے کا طریقہ یہ ہے کہ تم لوگ جس کی تعریف کرو گے وہ جنتی اور بھلا ہے۔ اور جس کو برا کہو گے وہ دوزخی اور برا ہے۔ تم لوگ آپس میں ایک دوسرے کے بارے میں گواہ رہو (صحابہ کرامؓ اور کامل ایمان والے جسے اچھا کہیں گے۔ وہ یقیناً اچھا ہوگا اور جسے برا کہیں گے وہ یقیناً برا ہوگا۔[3]

حضرت ثعلبہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں ایک مرتبہ حضور ﷺ نے کھڑے ہوکر بیان فرمایا اور صدقہ فطر دینے کا حکم دیا اور فرمایا ہر آدمی کی طرف سے ایک صاع (ساڑھے تین سیر) کھجور یا ایک صاع جو صدقہ فطر میں دیئے جائیں چاہے وہ آدمی چھوٹا ہو یا بڑا آزاد ہو یا غلام۔[4]

۱؎ اخرجه ابن ابی حاتم كذافى التفسير لابن كثير (ج ۳ ص ۱۵۹) ۲؎ اخرجه ابن ابی الدنیا و ابن النجار كذافى الكنز (ج ۲ ص ۱۴۳) ۳؎ اخرجه الحاكم (ج ۴ ص ۴۳۶) قال الحاكم هذا حديث صحيح الاسناد ولم يخرجاه وقال الذهبي صحيح

۴؎ اخرجه الحسن بن سفيان وابو نعيم عن عبدالله بن ثعلبة كذافى الكنز (ج ۴ ص ۳۳۸)

حضور علیہ السلام کے جامع بیانات جن کے الفاظ کم اور معنی زیادہ ہیں

حضرت عقبہ بن عامر جہنی رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں ہم لوگ غزوۂ تبوک میں جارہے تھے ابھی پہنچنے میں ایک رات کا سفر باقی تھا کہ رات حضور علیہ السلام سوتے رہ گئے اور فجر کی نماز کے لیے آنکھ نہ کھل سکی بلکہ سورج نکل آیا اور ایک نیزہ کے برابر بلند ہو گیا۔ آپؐ نے فرمایا اے بلال! کیا میں نے تمھیں کہا نہیں تھا کہ (ہم تو سونے لگے ہیں) تم ہماری فکر کا خیال رکھنا؟ حضرت بلالؓ نے عرض کیا یا رسول اللہ! (آپ نے فرمایا تو تھا لیکن) مجھے بھی اس ذات نے سلا دیا جس نے آپ کو سلائے رکھا۔ اس کے بعد حضورؐ وہاں سے تھوڑا سا آگے گئے پھر فجر کی نماز قضا پڑھی اس کے بعد اللہ کی حمد و ثناء بیان کی پھر آپؐ نے ارشاد فرمایا اما بعد! سب سے سچی بات اللہ کی کتاب ہے اور سب سے مضبوط کڑا تقویٰ کا کلمہ کلمۂ شہادت ہے اور سب سے بہترین ملت حضرت ابراہیم علیہ السلام کی ملت ہے اور سب سے بہترین طریقہ حضرت محمد علیہ السلام کا طریقہ ہے اور سب سے اعلیٰ بات اللہ کا ذکر ہے اور سب سے اچھا بیان یہ قرآن ہے۔ سب سے بہترین کام وہ ہیں جو عزیمت اور پختگی والے ہوں جن کا کرنا اللہ نے ضروری قرار دیا ہے اور سب سے برے کام وہ ہیں جو نئے ایجاد کیے گئے ہوں اور سب سے اچھی سیرت انبیاء علیہم السلام کی سیرت ہے اور سب سے زیادہ عزت والی موت شہید کی ہے اور سب سے بہترین اندھا پن ہدایت کے بعد گمراہ ہونا ہے اور بہترین علم وہ ہے جو نفع دے اور بہترین سیرت وہ ہے جس پر چلا جائے اور سب سے برا اندھا پن دل کا اندھا پن ہے۔ اوپر والا ہاتھ نیچے والے ہاتھ سے بہتر ہے یعنی دینے والا لینے والے سے بہتر ہے اور جو مال کم ہو اور انسان کی ضروریات کے لیے کافی ہو وہ اس مال سے بہتر ہے جو زیادہ ہو اور انسان کو اللہ سے غافل کر دے اور اللہ سے معذرت چاہنے کا سب سے برا وقت موت کے آنے کا وقت ہے اور سب سے بری ندامت وہ ہے جو قیامت کے دن ہوگی اور کچھ لوگ ہر نماز قضا کر کے پڑھتے ہیں اور کچھ لوگ صرف زبان سے ذکر کرتے ہیں دل سے نہیں کرتے اور سب سے بڑا گناہ زبان کا جھوٹ بولنا ہے اور سب سے بہترین مالداری دل کا غنا ہے اور بہترین توشہ تقویٰ ہے۔ حکمت کی جڑ اللہ کا خوف ہے۔ جو باتیں دل میں جمتی ہیں ان میں سب سے بہترین یقین ہے (اسلام میں) شک کرنا کفر ہے۔ مردہ پر واویلا کرنا جاہلیت کے کاموں میں سے ہے اور مال غنیمت میں خیانت کرنا جہنم کے ڈھیر میں سے ہے اور جس خزانے کی زکوٰۃ نہ دی جائے اس کی سزا یہ ہے کہ جہنم کی آگ سے داغ لگائے جائیں گے۔ شعر و شاعری ابلیس کی بانسری ہے۔ اکثر اشعار شیطانی کاموں کے لیے استعمال ہوتے ہیں۔ شراب تمام گناہوں کا مجموعہ ہے۔ عورتیں شیطان کا جال ہیں۔ عورتوں کو ذریعہ بنا کر شیطان بہت سے برے کام کرا لیتا ہے۔ جوانی دیوانگی کا ایک حصہ

ہے۔ اور سب سے بری کمائی سود کی ہے اور سب سے بری کھانے کی چیز یتیم کا مال ہے اور خوش قسمت وہ ہے جو دوسروں سے نصیحت حاصل کرے اور بد بخت وہ ہے جو اپنی ماں کے پیٹ میں بد بخت ہوا ہے۔ آخر کار تم میں سے ہر آدمی چار ہاتھ جگہ یعنی قبر میں جائے گا اور اعمال کا دارومدار آخری وقت کے عمل پر ہے۔ سب سے بری روایتیں وہ ہیں جو جھوٹی ہوں اور ہر آنے والی چیز قریب ہے۔ مومن کو برا بھلا کہنے سے آدمی فاسق ہو جاتا ہے اور مومن کو قتل کرنا کفر جیسا گناہ ہے اور مومن کی غیبت کرنا خدا کی نافرمانی ہے۔ اس کے مال کا احترام ایسے ہی ضروری ہے جیسے اس کے خون کا احترام ضروری ہے۔ جو اللہ پر قسم کھاتا ہے (مثلاً کہتا ہے اللہ کی قسم فلاں جہنم میں ضرور داخل ہوگا) اللہ تعالیٰ اس کا جھوٹا ہونا ثابت کر دیں گے (اور جس غلط بات کے ہونے کی قسم کھائی تھی اللہ تعالیٰ اس کے خلاف کریں گے) جو دوسروں سے درگزر کرے گا اللہ تعالیٰ اس سے درگزر فرمائیں گے۔ جو اوروں کو معاف کرے گا اللہ تعالیٰ اسے معاف فرمائیں گے۔ جو اپنا غصہ دبائے گا اللہ اسے اجر دیں گے جو مصیبت پر صبر کرے گا اللہ اسے بدلہ دیں گے جو اپنے نیک اعمال سے دنیا میں شہرت چاہے گا اللہ تعالیٰ قیامت کے دن تمام انسانوں کو سنائیں گے کہ یہ عمل اخلاص سے نہیں کرتا تھا بلکہ شہرت کے لیے کرتا تھا۔ جو صبر کرے گا اللہ تعالیٰ اس کا اجر بڑھا ئیں گے۔ جو اللہ کی نافرمانی کرے گا اللہ اسے عذاب دیں گے۔ اے اللہ! میری اور میری امت کی مغفرت فرما۔ اے اللہ! میری اور میری امت کی مغفرت فرما۔ اے اللہ! میری اور میری امت کی مغفرت فرما۔ میں اپنے لئے اور تمہارے لئے اللہ سے مغفرت طلب کرتا ہوں۔[1]

حضرت عیاض بن حمار مجاشعی رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں ایک دن حضور ﷺ نے بیان فرمایا اور بیان میں ارشاد فرمایا مجھے میرے رب نے اس بات کا حکم دیا ہے کہ آج میرے رب نے مجھے جو کچھ سکھایا ہے اور آپ لوگ اسے نہیں جانتے ہو اس میں سے میں آپ لوگوں کو بھی سکھاؤں گا۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے میں نے جو مال اپنے بندوں کو دیا ہے وہ سارا ان کے لئے حلال ہے (لہٰذا کفار عرب نے سائبہ، وصیلہ، بحیرہ وغیرہ نام رکھ کر جو کچھ اپنے اوپر حرام کر لیا ہے وہ حرام نہیں ہوا بلکہ حلال ہے) میں نے اپنے تمام بندوں کو کفر و شرک اور گناہوں سے پاک صاف دین اسلام پر پیدا کیا ہے پھر شیطانوں نے آکر انہیں دین اسلام سے گمراہ کر دیا اور جو میں نے ان کے لئے حلال کیا تھا وہ ان پر حرام کر دیا اور انہیں اس بات کا حکم دیا کہ وہ میرے ساتھ ایسی چیزوں کو شریک

---

[1] اخرجه البيهقي في الدلائل و ابن عساكر في تاريخه و اخرجه ابو نصر البخرى ايضا في كتاب الابانة عن ابى الدرداء رضى الله عنه مرفوعا و اخرجه ابن ابى شيبة و ابونعيم في الحلية و القضاعي في الشهاب عن ابن مسعود رضى الله عنه موقوفا قال بعض شراح الشهاب حسن غريب ورواه العسكرى و الديلمى عن عقبة كذافي الجامع الصغير للسيوطى و شرحه فيض القدير للمناوى (ج ۲ ص ۱۷۹) واخرجه الحاكم ايضا من حديث عقبة كمافي زاد المعاد (ج ۳ ص ۷)

کریں جن کی میں نے کوئی دلیل نہیں اتاری پھر (میری بعثت سے پہلے) اللہ تعالیٰ نے تمام زمین والوں پر نظر ڈالی تو تمام عرب وعجم کو دیکھ کر اللہ کو غصہ آیا (کیونکہ سب کفر وشرک میں مبتلا تھے) لیکن کچھ اہلِ کتاب ایسے تھے جو اپنے سچے دین پر قائم تھے اور اس میں انہوں نے کوئی تبدیلی نہیں کی تھی پھر اللہ تعالیٰ نے فرمایا (اے ہمارے نبی!) میں نے آپ کو اس لئے بھیجا ہے تاکہ میں آپ کا امتحان لوں (کہ آپ میری منشاء پر چلتے ہیں یا نہیں) اور آپ کے ذریعے سے دوسروں کا امتحان لوں (کہ وہ آپ کی دعوت کو مانتے ہیں یا نہیں) اور میں نے آپ پر ایسی کتاب نازل کی ہے جسے پانی دھو سکتا (اس کی لکھائی مٹنے والی نہیں یعنی آپ کے سینے میں محفوظ رہے گی آپ کو بھولے گی نہیں) اور آپ اسے سوتے اور جاگتے میں پڑھا کریں گے یعنی دونوں حالتوں میں آپ کو پکا یاد رہے گا پھر اللہ تعالیٰ نے مجھے اس بات کا حکم دیا کہ میں قریش کو جلا دوں (یعنی انہیں اللہ کی دعوت دوں جو مانے گا وہ کامیاب ہوگا جو نہیں مانے گا وہ برباد ہوگا دوزخ کی آگ میں جلے گا) میں نے عرض کیا اے میرے رب! پھر تو وہ میرا سر کچل دیں گے اور روٹی کی طرح چپٹا کر کے چھوڑیں گے۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا آپ انہیں (مکہ سے) ایسے نکالیں جیسے انہوں نے آپ کو نکالا ہے کہ آپ ان سے جنگ کریں ہم آپ کی مدد کریں گے۔ آپ ان پر خرچ کریں ہم آپ پر خرچ کریں گے۔ آپ ان کی طرف ایک لشکر بھیجیں ہم اس جیسے (فرشتوں کے) پانچ لشکر بھیجیں گے اور آپ اپنے فرمانبرداروں کو لے کر نافرمانوں سے جنگ کریں اور جنتی لوگ تین قسم کے ہوتے ہیں ایک عادل بادشاہ جسے اللہ کی طرف سے نیک اعمال کی خوب توفیق ملی ہو اور وہ خوب صدقہ کرنے والا ہو۔ دوسرے وہ آدمی جو رحم کرنے والا اور ہر رشتہ دار بلکہ ہر مسلمان کے بارے میں نرم دل ہو تیسرے وہ آدمی جو پاک دامن، فقیر، عیالدار اور (فقیری کے باوجود دوسروں پر) صدقہ کرنے والا ہو۔ دوزخی لوگ پانچ قسم کے ہوتے ہیں ایک وہ کمزور آدمی جس میں عقل بالکل نہ ہو، ہر ایک کے پیچھے لگ جاتا ہو۔ دوسرے وہ لوگ جو تم لوگوں میں دوسروں کے پیچھے والے اور ہاں میں ہاں ملانے والے ہیں اور (بدکاری میں مبتلا رہنے کی وجہ سے) ان میں نہ اہل وعیال کی طلب ہے اور نہ مال کی۔ تیسرے وہ خیانت کرنے والا جس میں لالچ اتنی زیادہ ہو کہ وہ چھپ نہ سکے اور چھوٹی چھوٹی چیزوں میں بھی خیانت کرے چوتھے وہ آدمی جس کا صبح شام ہر وقت یہی کام ہے کہ وہ تمہیں، تمہارے اہل وعیال اور مال و دولت کے بارے میں دھوکہ دیتا رہے اور پانچویں آدمی کی خرابیوں میں آپ نے کنجوسی، جھوٹ، بداخلاقی اور بدگوئی کا ذکر کیا۔[1]

حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں ایک دن حضور ﷺ نے عصر کی نماز پڑھائی اور قیامت قائم ہونے تک پیش آنے والی ہر اہم دینی چیز کو ہمارے سامنے ذکر کر دیا جس نے

۱۔ اخرجه احمد و اخرجه ایضاً مسلم والنسائی کما فی التفسیر لابن کثیر (ج ۲ ص ۳۵)

ان تمام چیزوں کو یاد رکھنے کی کوشش کی اسے تو یاد رہیں اور جس نے انہیں بھلا دیا اسے بھول گئیں۔ اس بیان میں آپؐ نے یہ بھی ارشاد فرمایا امابعد! دنیا سرسبز اور میٹھی ہے۔ بڑی مزیدار اور اچھی لگتی ہے۔ بہت خوشنما نظر آتی ہے۔ اللہ تعالیٰ نے تمہیں اپنا خلیفہ بنا کر اور دنیا دے کر دیکھنا چاہتے ہیں کہ تم کیسے عمل کرتے ہو اچھے یا برے (یعنی دنیا کے اصل مالک تو اللہ تعالیٰ ہیں اور تم لوگوں کو اپنا نمائندہ بنایا ہے) اس لئے دنیا کے فتنے سے بچو (بقدر ضرورت حاصل کرو اور ضرورت سے زیادہ آ جائے تو اسے دوسروں پر خرچ کردو) اور عورتوں کے فتنے سے بچو (ان کی باتوں میں آ کر ان کی محبت سے مغلوب ہو کر اللہ کے کسی حکم کی خلاف ورزی نہ کرو) بنی اسرائیل میں سب سے پہلا فتنہ عورتوں کے ذریعے پیش آیا تھا۔ غور سے سنو! آدم کی اولاد کو مختلف قسم کا بنا کر پیدا کیا گیا ہے۔ کچھ تو ایسے ہیں جو مومن پیدا ہوتے ہیں مومن بن کر ساری زندگی گزارتے ہیں اور مومن ہونے کی حالت میں مرتے ہیں اور کچھ ایسے ہیں جو کافر پیدا ہوتے ہیں، اور کافر بن کر زندگی گزارتے ہیں اور کافر ہونے کی حالت میں مرتے ہیں اور کچھ ایسے ہیں جو مومن پیدا ہوتے اور مومن بن کر زندگی گزارتے ہیں، لیکن کافر بن کر مرتے ہیں اور کچھ ایسے ہیں جو کافر پیدا ہوتے ہیں اور کافر بن کر زندگی گزارتے ہیں لیکن مومن بن کر مرتے ہیں۔ توجہ سے سنو! غصہ ایک انگارہ ہے جو ابنِ آدم کے پیٹ میں دہکتا رہتا ہے کیا تم دیکھتے نہیں کہ غصہ میں انسان کی آنکھیں سرخ ہو جاتی ہیں اور اس کے گلے کی رگیں پھول جاتی ہیں لہٰذا جب تم میں سے کسی کو غصہ آئے تو اسے زمین سے چمٹ جانا چاہیے (کھڑا ہو تو بیٹھ جائے، بیٹھا ہو تو لیٹ جائے زمین کی طرح عاجز اور مسکین بن جائے) غور سے سنو! بہترین مرد وہ ہے جسے غصہ دیر سے آئے اور جلدی چلا جائے اور سب سے برا مرد وہ ہے جسے غصہ جلدی آئے اور دیر سے جائے اور جسے غصہ دیر سے آئے اور دیر سے جائے اور جسے غصہ جلدی آئے اور جلدی جائے تو اس کا معاملہ برابر سرابر ہو گیا اس میں ایک اچھی صفت ہے اور ایک بری۔ غور سے سنو! سب سے بہترین تاجر وہ ہے جو عمدہ طریقے سے دے اور عمدہ طریقے سے مطالبہ کرے اور سب سے برا تاجر وہ ہے جو ادا کرنے میں بھی برا ہو اور مطالبہ کرنے میں بھی برا ہو اور جو ادا کرنے میں اچھا ہو لیکن مطالبہ کرنے میں برا ہو یا ادا کرنے میں برا ہو اور مطالبہ کرنے میں اچھا ہو تو اس کا معاملہ برابر سرابر ہو گیا۔ اس میں ایک صفت اچھی ہے اور ایک بری۔ غور سے سنو! ہر بدعہد کو اس کی بدعہدی کے مطابق قیامت کے دن جھنڈا ملے گا (جس سے اس کے اس برے کام کی لوگوں میں شہرت ہو گی) غور سے سنو! سب سے بڑی بدعہدی عام مسلمانوں کے امیر کی بدعہدی ہے۔ غور سے سنو! جسے حق بات معلوم ہے اسے لوگوں کی ہیبت اس حق بات کے کہنے سے ہرگز نہ روکے۔ غور سے سنو! سب سے افضل جہاد ظالم بادشاہ کے سامنے حق بات کہنا ہے۔ غور سے سنو! دنیا کی اتنی عمر گزر گئی ہے

جتنا آج کا دن گزر گیا ہے اور اتنی باقی ہے جتنا آج کا دن باقی ہے۔[۱]

حضرت سائب بن مہجان رحمۃ اللہ علیہ اہلِ شام میں سے ہیں اور انہوں نے صحابہ کرامؓ کا زمانہ بھی پایا ہے۔ وہ کہتے ہیں جب حضرت عمر رضی اللہ عنہ ملک شام تشریف لائے تو انہوں نے (کھڑے ہوکر بیان فرمایا اور پہلے) اللہ کی حمد و ثناء بیان کی اور خوب وعظ و نصیحت فرمائی اور امر بالمعروف و نہی عن المنکر فرمایا پھر حضور ﷺ نے ہم لوگوں میں کھڑے ہوکر بیان فرمایا جیسے میں آپ لوگوں میں کھڑے ہوکر بیان کر رہا ہوں۔ آپ نے ہمیں اس بیان میں اللہ سے ڈرنے کا، صلہ رحمی کرنے کا اور آپس میں صلح صفائی سے رہنے کا حکم دیا اور فرمایا تم لوگ جماعت سے چمٹے رہو اور امیر کی سننے اور ماننے کو لازم پکڑے رکھو کیونکہ اللہ کا ہاتھ جماعت پر ہوتا ہے۔ اکیلے آدمی کے ساتھ شیطان ہوتا ہے اور دو آدمیوں سے شیطان بہت دور ہوتا ہے۔ کسی مرد کو کسی اجنبی عورت کے ساتھ تنہائی میں ہرگز نہیں ہونا چاہئے ورنہ ان کے ساتھ تیسرا شیطان ہوگا جسے اپنی برائی سے رنج ہو اور نیکی سے خوشی ہو یہ اس کے مسلمان اور مومن ہونے کی نشانی ہے اور منافق کی نشانی یہ ہے کہ اسے اپنی برائی سے کوئی رنج نہیں ہوتا اور نیکی سے کوئی خوشی نہیں ہوتی۔ اگر وہ کوئی خیر کا عمل کرلے تو اسے اس عمل پر اللہ سے کسی ثواب کی امید نہیں ہوتی اور اگر وہ کوئی برا کام کرلے تو اسے اس عمل پر اللہ کی طرف سے کسی سزا کا ڈر نہیں ہوتا لہٰذا دنیا کی تلاش میں میانہ روی اختیار کرو کیونکہ اللہ نے تم سب کی روزی کا ذمہ لے رکھا ہے اور ہر انسان نے جو عمل کرنا ہے اس کا وہ عمل ضرور پورا ہوکر رہے گا۔ اپنے نیک اعمال کے لیے اللہ سے مدد مانگا کرو کیونکہ اللہ تعالیٰ جس عمل کو چاہیں مٹا دیں اور جس عمل کو چاہیں باقی رکھیں اور اسی کے پاس لوحِ محفوظ ہے (حضورؐ کا بیان ختم ہوگیا اور پھر حضرت عمرؓ نے بھی بیان ختم کردیا اور ختم کرنے کے لیے فرمایا) وصلی اللّٰہ علی نبینا محمد وعلی الہ وعلیہ السلام ورحمۃ اللّٰہ ''اور اللہ تعالیٰ ہمارے نبی حضرت محمد (ﷺ) اور ان کی آل پر درود بھیجے اور ان پر سلام ہو اور اللہ کی رحمت'' السلام علیکم۔[۲]

حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا آخری بیان

حضرت معاویہ بن ابی سفیان رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں حضور ﷺ نے ایک مرتبہ (مرض الوفات) میں فرمایا مختلف کنوؤں سے سات مشکوں میں (پانی بھر کر) میرے اوپر ڈالو تاکہ (مجھے کچھ افاقہ ہوجائے اور) میں لوگوں کے پاس باہر جاکر انہیں وصیت کروں؛ چنانچہ (پانی ڈالنے

۱۔ اخرجہ احمد والترمذی و الحاکم والبیهقی کذافی الجامع و شرحہ للمناوی وقال المناوی (ج ۲ ص ۱۸۱) وفیه علی بن زید بن جدعان اورده الذهبی فی الضعفاء وقال احمد و یحییٰ لیس بشئ۔ انتهی

۲۔ اخرجه ابن مردویه والبیهقی فی شعب الایمان و ابن عساکر قال البیهقی و ابن عساکر هذه خطبة عمر بن الخطاب علی اهل الشام اثرها عن رسول الله صلی الله علیه وسلم کذافی الکنز (ج ۸ ص ۲۰۷)

سے حضورؐ کو کچھ افاقہ ہوا تو) حضورؐ سر پر پٹی باندھے ہوئے باہر آئے اور منبر پر تشریف فرما ہوئے پھر اللہ کی حمد و ثناء بیان کی پھر فرمایا اللہ کے بندوں میں سے ایک بندے کو یہ اختیار دیا گیا کہ یا تو وہ دنیا میں رہ لے یا اللہ کے ہاں اجر و ثواب ہے اسے لے لے۔ اس بندے نے اللہ کے ہاں کے اجر و ثواب کو اختیار کر لیا (یہاں اس بندے سے مراد خود حضور ﷺ ہیں اور مطلب یہ ہے کہ آپؐ اس دنیا سے جلد تشریف لے جانے والے ہیں) حضورؐ کے اس فرمان کا مطلب حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کے علاوہ اور کوئی نہ سمجھ سکا اور اس پر وہ رونے لگے اور عرض کیا ہم اپنے ماں باپ اور آل اولاد سب آپ پر قربان کرتے ہیں حضورؐ نے فرمایا (اے ابوبکر!) ذرا آرام سے بیٹھے رہو (مت رو) میرے نزدیک ساتھ رہنے اور مال خرچ کرنے کے اعتبار سے لوگوں میں سب سے افضل ابن ابی قحافہ یعنی (حضرت ابوبکرؓ) ہیں۔ مسجد میں جتنے دروازے کھلے ہوئے ہیں سب بند کر دو صرف ابوبکرؓ کا دروازہ کھلا رہنے دو کیونکہ میں نے اس پر نور دیکھا ہے۔[1]

حضرت ایوب بن بشیر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں حضور ﷺ نے اپنے مرض الوفات میں ارشاد فرمایا مجھ پر پانی ڈالو پھر آگے پچھلی جیسی حدیث ذکر کی اور مزید یہ بھی ہے کہ حضورؐ نے اللہ کی حمد و ثناء کے بعد سب سے پہلے شہداء احد کا ذکر فرمایا اور ان کے لیے استغفار کیا اور دعا کی پھر فرمایا اے جماعت مہاجرین! تمہاری تعداد بڑھتی جا رہی ہے اور انصار اپنی اسی حالت پر ہیں ان کی تعداد نہیں بڑھ رہی ہے اور یہ انصار تو میرے خاص تعلق والے ہیں جن کے پاس آ کر مجھے ٹھکانہ ملا ہے۔ لہٰذا تم ان کے کریم آدمی کا اکرام کرو اور ان کے برے سے درگزر کرو۔ پھر حضورؐ نے فرمایا اے لوگو! اللہ کے بندوں میں سے ایک بندے کو اختیار دیا گیا پھر پچھلی حدیث جیسا مضمون ذکر کیا اور اس روایت میں ہے کہ حضورؐ کے اس فرمان کا مطلب لوگوں میں سے صرف ابوبکرؓ ہی سمجھ سکے اور اسی وجہ سے وہ رونے لگے۔[2]

حضرت ابو سعیدؓ فرماتے ہیں ایک مرتبہ حضور ﷺ نے لوگوں میں بیان فرمایا کہ آپؐ نے ارشاد فرمایا اللہ تعالیٰ نے ایک بندے کو اختیار دیا کہ یا تو وہ دنیا میں رہ لے یا اللہ کے ہاں جو کچھ ہے اسے لے لے، چنانچہ اس بندے نے اللہ کے ہاں جو کچھ ہے اس کو اختیار کر لیا اس پر حضرت ابوبکرؓ رو پڑے۔ ہم اس بات پر حیران ہوئے کہ حضورؐ نے تو کسی بندے کے بارے میں خبر دی ہے۔ اس پر یہ حضرت ابوبکر کیوں رو رہے ہیں اس میں تو رونے کی کوئی بات نہیں لیکن ہمیں بعد میں پتہ چلا کہ جس بندے کو اختیار دیا گیا ہے اس سے مراد تو خود حضور ﷺ تھے (اور حضورؐ کے اس فرمان کا

۱۔ اخرجه الطبرانی قال الهیثمی (ج ۹ ص ۴۲) رواه الطبرانی فی الاوسط والکبیر باختصار الا انه زاد و ذکر قتلی احد فصلی علیهم فاکثر و اسناده حسن. انتهی

۲۔ اخرجه البیهقی قال ابن کثیر فی البدایة (ج ۵ ص ۲۲۹) هذا مرسل له شواهد کثیرة. انتهی

مطلب یہ تھا کہ حضورؐ یہ بتا رہے تھے کہ حضورؐ عنقریب اس دنیا سے تشریف لے جانے والے ہیں) یہ بات حضرت ابوبکرؓ ہم میں سب سے زیادہ سمجھنے والے تھے پھر حضورؐ نے فرمایا ابوبکر نے ساتھ رہ کر اور مال خرچ کر کے لوگوں میں سب سے زیادہ مجھ پر احسان کیا ہے اگر میں اپنے رب کے علاوہ کسی کو خلیل یعنی خالص دوست بناتا تو ابوبکر کو بناتا البتہ ان سے اسلامی دوستی و محبت ضرور ہے مسجد میں کھلنے والا ہر دروازہ بند کر دیا جائے صرف ابوبکرؓ کا دروازہ رہنے دیا جائے۔[1]

حضرت ابنِ عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں حضور ﷺ مرض الوفات میں باہر تشریف لائے۔ آپؐ نے سر پر کالی پٹی باندھی ہوئی تھی کندھوں پر چادر اوڑھی ہوئی تھی آپؐ آ کر منبر پر بیٹھ گئے۔ راوی نے آگے حضورؐ کا بیان اور انصار کے بارے میں حضورؐ کی وصیت کا ذکر کیا۔ راوی کہتے ہیں کہ یہ انتقال سے پہلے حضورؐ کی آخری مجلس اور آخری بیان تھا۔[2]

حضرت کعب بن مالکؓ ان تین صحابہؓ میں سے تھے جن کی توبہ قبول کی گئی۔ وہ فرماتے ہیں حضور ﷺ نے کھڑے ہو کر بیان فرمایا پہلے اللہ کی حمد و ثناء بیان کی پھر جنگِ احد کے دن شہید ہونے والے صحابہؓ کیلئے دعائے مغفرت فرمائی پھر فرمایا اے جماعت مہاجرین! پھر اس کے بعد انصاف کے بارے میں حضورؐ کی وصیت کا ذکر کیا جیسے کہ بیہقی کی حضرت ایوبؓ والی حدیث میں گزر چکا۔[3]

حضرت ابوسلمہ بن عبدالرحمٰنؒ کہتے ہیں میں نے حضرت ابوہریرہ اور حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہم کو یہ فرماتے ہوئے سنا کہ ہم لوگوں نے حضور ﷺ کو آخری بیان میں یہ فرماتے ہوئے سنا کہ جو ان پانچ فرض نمازوں کو جماعت کے ساتھ پابندی سے ادا کرے گا وہ کوندتی ہوئی بجلی کی طرح سب سے پہلے پل صراط کو پار کرے گا اور (نبیؐ کا) اچھے طریقہ سے اتباع کرنے والوں کی پہلی جماعت میں اللہ اس کا حشر کرے گا اور جس دن اور رات میں وہ ان پانچ نمازوں کی پابندی کرے گا اس کے بدلے اللہ کے راستہ میں شہید ہونے والے ہزار شہیدوں جیسا اجر ملے گا۔[4]

۱۔ عند احمد و هکذا اخرجه البخاری ومسلم کمافی البدایة (ج ۵ ص ۲۲۹) ۲۔ اخرجه البخاری کذافی البدایة (ج ۵ ص ۲۳۰) و اخرجه ابن سعد (ج ۲ ص ۲۵۱) عن ابی سعید رضی الله عنه بمعناه
۳۔ اخرجه الطبرانی عن عبدالرحمن بن کعب بن مالک عن ابیه قال الهیثمی (ج ۱۰ ص ۳۷) رجاله رجال الصحیح و اخرج الطبرانی ایضا عن عبدالله بن کعب بن مالک عن ابیه قال آخر خطبة جعلنا یارسول الله ﷺ فذکر نحوه باختصار قال الهیثمی (ج ۱۰ ص ۳۷) رواه الطبرانی و رجاله رجال الصحیح. انتهی و اخرجه الحاکم (ج ۳ ص ۷۸) عن عبدالله بن کعب عن ابیه فذکر نحوه وقال هذا حدیث صحیح الاسناد ولم یخرجاه وقال الذهبی صحیح ۴۔ اخرجه الطبرانی فی الاوسط قال الهیثمی (ج ۲ ص ۳۹) وفیه بقیة بن الولید وهو مدلس وقدعنعنه انتهی.

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا فجر سے مغرب تک بیان

حضرت ابو زید انصاری رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں ایک دن حضور ﷺ نے ہمیں صبح کی نماز پڑھائی۔ اس کے بعد آپؐ نے ہم میں ظہر تک مسلسل بیان فرمایا پھر منبر سے نیچے اتر کر ظہر کی نماز پڑھائی پھر عصر تک بیان فرمایا پھر اتر کر عصر کی نماز پڑھائی پھر مغرب تک بیان فرمایا اور جو کچھ ہونے والا ہے وہ سب ہم سے بیان فرمادیا اب جسے حضورؐ کی بتائی ہوئی یہ باتیں جتنی زیادہ یاد رہ گئیں وہ ہم میں اتنا زیادہ جاننے والا ہے۔[1]

بیان کے وقت نبی کریم ﷺ کی حالت

حضرت جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں حضور ﷺ جب لوگوں میں بیان فرماتے تو آپؐ کی آنکھیں سرخ ہو جاتیں اور آواز بلند ہو جاتی اور غصہ تیز ہو جاتا جیسے کہ آپ لوگوں کو دشمن کے لشکر سے ڈرا رہے ہوں اور فرما رہے ہوں کہ دشمن کا لشکر تم پر صبح حملہ کرنے والا ہے شام کو حملہ کرنے والا ہے پھر شہادت کی انگلی اور درمیانی انگلی کو ملا کر ارشاد فرماتے مجھے اور قیامت کو اس طرح ملا کر بھیجا گیا ہے۔ پھر فرماتے سب سے بہترین سیرت محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) کی سیرت ہے اور سب سے برے کام وہ ہیں جو نئے ایجاد کئے گئے ہوں اور ہر بدعت گمراہی ہے اور جو مر جائے اور مال چھوڑ کر جائے تو وہ مال اس کے گھر والوں کا ہے اور جو قرضہ یا چھوٹے بچے چھوڑ کر جائے جنہیں سنبھالنے والا کوئی نہ ہو تو وہ میرے ذمہ ہیں وہ قرضہ میں ادا کروں گا اور ان بچوں کو میں سنبھالوں گا۔[2]

امیر المومنین حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کے بیانات

حضرت عروہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں جب حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ خلیفہ بنے تو انہوں نے لوگوں میں بیان فرمایا پہلے اللہ کی حمد و ثناء بیان کی پھر فرمایا امابعد! اے لوگو! مجھے آپ لوگوں کا ذمہ دار بنایا گیا ہے، حالانکہ میں آپ لوگوں سے بہتر نہیں ہوں اور اب قرآن نازل ہو چکا ہے اور حضور ﷺ سنتیں بیان فرما چکے ہیں اور آپؐ نے ہمیں یہ سکھایا ہے کہ سب سے بڑی عقلمندی تقویٰ ہے اور سب سے بڑی حماقت فسق و فجور ہے اور جو تم لوگوں میں سب سے زیادہ طاقتور ہے (اور وہ طاقت کے زور سے کمزوروں کے حق دبا لیتا ہے) وہ میرے نزدیک کمزور ہے میں کمزور کو اس

۱۔ اخرجه الحاكم (ج ۳ ص ۴۸۷) قال الحاكم صحيح الاسناد ولم يخرجاه و صححه الذهبي

۲۔ اخرجه ابن سعد (ج ۱ ص ۳۷۲) و اخرجه البيهقي في الاسماء و الصفات (ص ۱۳۳) عن جابر نحوه و في رواية علا صوته وقال و رواه مسلم في الصحيح

طاقتور سے اس کا حق دلوا کر رہوں گا اور جو تم میں سب سے زیادہ کمزور ہے (جس کے حق طاقتوروں نے دبا رکھے ہیں) وہ میرے نزدیک طاقتور ہے میں اس کے حق طاقتوروں سے ضرور لے کر دوں گا۔ اے لوگو! میں تو (حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا) اتباع کرنے والا ہوں اور اپنی طرف سے گھڑ کر نئی باتیں لانے والا نہیں ہوں۔ اگر میں اچھے کام کروں تو آپ لوگ ان میں میری مدد کریں اور اگر میں ٹیڑھا چلوں تو مجھے سیدھا کر دیں۔ میں اپنی بات اسی پر ختم کرتا ہوں اور اپنے لئے اور آپ لوگوں کے لئے اللہ سے استغفار کرتا ہوں۔[1] حضرت عبداللہ بن عکیم رحمتہ اللہ علیہ کہتے ہیں جب حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کی بیعت خلافت ہوگئی تو وہ منبر پر تشریف لے گئے اور منبر پر جہاں نبی کریم ﷺ بیٹھا کرتے تھے اس سے ایک سیڑھی نیچے بیٹھے۔ پہلے اللہ کی حمد وثناء بیان کی پھر فرمایا اے لوگو! اچھی طرح سے سمجھ لو کہ سب سے بڑی عقلمندی۔ اس کے بعد پچھلی حدیث جیسا مضمون ذکر کیا اور آخر میں اس مضمون کا اضافہ کیا کہ اپنے نفس کا محاسبہ کرو اس سے پہلے کہ تمہارا محاسبہ (اللہ کی طرف سے) کیا جائے اور جو قوم جہاد فی سبیل اللہ چھوڑ دے گی ان پر اللہ تعالیٰ فقر مسلط کر دیں گے اور جس قوم میں بے حیائی عام ہو جائے گی اللہ تعالیٰ ان سب پر مصیبت بھیجیں گے لہٰذا جب تک میں اللہ کی اطاعت کروں تم لوگ میری اطاعت کرو اور جب میں اللہ اور اس کے رسول کی نافرمانی کروں تو پھر میری اطاعت تمہارے ذمہ نہیں ہے۔ میں اپنی بات اس پر ختم کرتا ہوں اور اپنے لئے اور آپ لوگوں کے لئے اللہ سے استغفار کرتا ہوں۔[2] حضرت حسن رحمتہ اللہ علیہ پچھلی حدیث کا کچھ مضمون ذکر کرتے ہیں اور یہ جو حضرت ابوبکرؓ کا ارشاد ہے کہ سب سے بڑی حماقت فسق و فجور ہے اس کے بعد یہ اضافہ کرتے ہیں غور سے سنو! میرے نزدیک سچ بولنا امانت داری ہے اور جھوٹ بولنا خیانت ہے اور اسی طرح حضرت حسنؒ نے حضرت ابوبکرؓ کے فرمان کہ میں آپ لوگوں سے بہتر نہیں ہوں کے بعد یہ کہا کہ اللہ کی قسم! حضرت ابوبکرؓ ان سب سے بہتر تھے اور اس بات میں کوئی ان سے مزاحمت کرنے والا نہیں تھا لیکن مومن آدمی یوں ہی کسر نفسی کیا کرتا ہے۔ اس کے بعد حضرت حسنؒ نے یہ بھی نقل کیا کہ حضرت ابوبکرؓ نے فرمایا میری تو دلی تمنا ہے کہ آپ لوگوں میں سے کوئی آدمی اس خلافت کا بوجھ اٹھا لیتا اور میں اس ذمہ داری سے بچ جاتا۔ حضرت حسنؒ کہتے ہیں اللہ کی قسم! حضرت ابوبکرؓ نے یہ تمنا والی بات سچے دل سے کہی تھی (وہ واقعی خلیفہ نہیں بننا چاہتے تھے) پھر حضرت ابوبکرؓ نے فرمایا اگر تم لوگ یوں چاہو کہ جس طرح اللہ تعالیٰ وحی کے ذریعے سے اپنے نبیؐ کو سیدھے راستے پر لے آیا کرتے تھے اسی طرح مجھے بھی لے آیا کریں۔ یہ بات تو مجھے حاصل نہیں ہے میں تو عام انسان ہی ہوں، اس لیے تم لوگ میری

۱۔ اخرجه ابن سعد والمحاملی وغیرهما کذافی الکنز (ج ۳ ص ۱۳۰)
۲۔ اخرجه الدینوری فی الکنز (ج ۳ ص ۱۳۵)

نگرانی رکھو۔[۱]

حضرت حسن رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے ایک مرتبہ بیان فرمایا اور ارشاد فرمایا غور سے سنو! اللہ کی قسم! میں آپ لوگوں میں سب سے بہتر نہیں ہوں، اور میں اپنے لئے اس مقام خلافت کو پسند نہیں کرتا تھا مجھے اس کی خواہش نہیں تھی بلکہ میری خواہش تھی کہ آپ لوگوں میں سے کوئی میرے بجائے خلیفہ بن جاتا کیا آپ لوگوں کا خیال یہ ہے کہ میں آپ لوگوں میں بعینہ حضور ﷺ والے طریقہ پر عمل کرلوں گا؟ تو یہ خیال بالکل غلط ہے میں ایسا نہیں کرسکوں گا کیونکہ حضورؐ کی تو وحی کے ذریعہ ہر غلط بات سے حفاظت ہو جاتی تھی اور انہیں تو عصمتِ خداوندی حاصل تھی اور ان کے ساتھ خاص فرشتہ ہر وقت رہتا تھا۔ میرے ساتھ تو شیطان لگا ہوا ہے جو میرے پاس آتا رہتا ہے۔ جب مجھے غصہ آجائے تو مجھ سے بچ کر رہنا کہیں میں آپ لوگوں کی کھالوں اور بالوں پر اثر انداز نہ ہو جاؤں۔ غور سے سنو! آپ لوگ میری نگرانی رکھو اگر میں سیدھا چلوں تو میری مدد کرنا اور اگر میں ٹیڑھا چلوں تو مجھے سیدھا کر دینا۔ حضرت حسنؓ کہتے ہیں کہ ایسا زبردست بیان کیا تھا کہ اللہ کی قسم! اسؓ کے بعد ویسا بیان تو کبھی ہوا ہی نہیں۔[۲] ایک روایت میں یہ ہے کہ میں تو ایک عام انسان ہوں کام ٹھیک بھی کرلیتا ہوں اور غلط بھی ہو جاتے ہیں جب میں ٹھیک کام کروں تو آپ لوگ اللہ کی تعریف کریں (کیونکہ اسی کے کرم سے کام ٹھیک ہوا) اور جب غلط ہو جائے تو مجھے سیدھا کر دینا۔[۳]

حضرت قیس بن ابی حازم رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں حضور ﷺ کی وفات کے ایک مہینہ بعد میں حضورؐ کے خلیفہ حضرت ابوبکرؓ صدیق رضی اللہ عنہ کے پاس بیٹھا ہوا تھا اس کے بعد حضرت قیس نے حضرت ابوبکرؓ کی خلافت کا قصہ ذکر کیا اس کے بعد کہتے ہیں تمام لوگوں کو مسجد نبویؐ میں جمع کرنے کے لیے یہ اعلان کیا گیا الصلوۃ جامعۃ یعنی سب لوگ نماز مسجد نبویؐ میں اکٹھے پڑھیں (مدینہ کی باقی نو مسجدوں میں سے کسی اور میں نہ پڑھیں) اور پھر جب لوگ جمع ہو گئے تو حضرت ابوبکرؓ اس منبر پر تشریف فرما ہوئے جو ان کے بیان اور خطبے کے لئے بنایا گیا تھا۔ انہوں نے اللہ کی حمد وثناء بیان کی اور پھر فرمایا اے لوگو! میری آرزو تو یہ ہے کہ کوئی اور میری جگہ خلیفہ بن جائے اگر تم لوگ مجھ سے یہ مطالبہ کرو کہ میں عین تمہارے نبیؐ کی سنت کے مطابق چلوں تو یہ میرے بس میں نہیں ہے کیونکہ حضورؐ تو معصوم تھے۔ اللہ نے ان کی شیطان سے مکمل حفاظت فرما رکھی تھی اور ان پر آسمان سے وحی اترتی تھی (اور یہ دونوں باتیں مجھے حاصل نہیں ہیں، اس لئے میں بالکل ان جیسا نہیں

۱۔ اخرجہ البیہقی (ج ۶ ص ۳۵۳) ۲۔ اخرجہ ابوذر الھروی و ابن راھویہ کما فی الکنز (ج ۳ ص ۱۲۶) ۳۔ اخرجہ ابوذر الھروی فی الجامع عن قیس بن ابی حازم مختصرا کما فی الکنز (ج ۳ ص ۱۳۶)

ہوسکتا)۔ۃ اور جلد دوم میں طبرانی کی روایت عیسیٰ بن عطیہ کے حوالے سے گزر چکی ہے کہ حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے بیان میں فرمایا اے لوگو! لوگ اسلام میں خوشی اور ناخوشی دونوں طرح داخل ہوئے ہیں لیکن اب وہ سب اللہ کی پناہ اور اس کے پڑوس میں ہیں، اس لئے تم اس کی پوری کوشش کرو کہ اللہ تعالیٰ تم سے اپنی ذمہ داری کا کچھ بھی مطالبہ نہ کرے (یعنی کسی مسلمان کو کسی طرح تکلیف نہ پہنچاؤ) میرے ساتھ بھی ایک شیطان رہتا ہے جب تم دیکھو کہ مجھے غصہ آ گیا ہے تو پھر تم مجھ سے الگ ہو جاؤ کہ کہیں میں تمہارے بالوں اور کھالوں کو تکلیف نہ پہنچا دوں۔ اے لوگو! اپنے غلاموں کی آمدنی کی تحقیق کر لیا کرو کہ حلال ہے یا حرام، اس لئے کہ جس گوشت کی پرورش حرام مال سے ہو وہ جنت میں داخل ہونے کے لائق نہیں۔

حضرت عاصم بن عدی رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں حضور ﷺ کی وفات کے اگلے دن حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کی طرف سے ایک آدمی نے اعلان کیا کہ حضرت اسامہ رضی اللہ عنہ کے لشکر کی روانگی کا کام مکمل ہو جانا چاہیے۔ غور سے سنو! اب حضرت اسامہؓ کے لشکر کا کوئی آدمی مدینہ میں باقی نہیں رہنا چاہیے بلکہ جُرف میں جہاں ان کے لشکر کا پڑاؤ ہے وہاں پہنچ جانا چاہیے اس کے بعد حضرت ابوبکرؓ لوگوں میں بیان کے لئے کھڑے ہوئے پہلے اللہ کی حمد وثناء بیان فرمائی پھر فرمایا اے لوگو! میں تمہارے جیسا ہی ہوں مجھے معلوم تو نہیں لیکن ہوسکتا ہے کہ تم لوگ مجھے اس چیز کا مکلف بناؤ جو صرف حضور ﷺ کے بس میں تھی (اور میرے بس میں نہیں) اللہ تعالیٰ نے حضرت محمد (ﷺ) کو تمام جہانوں پر فوقیت عطا فرمائی تھی اور انہیں چنا تھا اور انہیں تمام آفات سے حفاظت عطا فرمائی تھی اور میں (ان ہی کے) پیچھے چلنے والا ہوں اپنی طرف سے نئی چیزیں گھڑنے والا نہیں ہوں۔ اگر میں سیدھا چلوں تو تم میرے پیچھے چلو اور اگر میں ٹیڑھا چلوں تو تم لوگ مجھے سیدھا کر دو۔ حضور ﷺ کی شان تو یہ تھی کہ جب آپ کا انتقال ہوا تو اس وقت امت میں ایک آدمی بھی ایسا نہیں تھا جو کوڑے کی مار یا اس سے بھی کم ظلم کا مطالبہ کر رہا ہو۔ غور سے سنو! میرے ساتھ بھی ایک شیطان لگا ہوا ہے جو میرے پاس آتا رہتا ہے۔ جب وہ میرے پاس آئے تو مجھ سے تم لوگ الگ ہو جاؤ کہیں میں تمہاری کھالوں اور بالوں کو تکلیف نہ پہنچا دوں۔ تم لوگ صبح اور شام اس موت کے منہ میں ہو جس کا تمہیں علم نہیں کہ کب آ جائے گی۔ تم اس کی پوری کوشش کرو کہ جب بھی تمہاری موت آئے تو تم اس وقت نیک عمل میں لگے ہوئے ہو اور تم ایسا صرف اللہ کی مدد سے ہی کر سکتے ہو لہٰذا جب تک موت نے مہلت دے رکھی ہے اس وقت تک تم لوگ نیک اعمال میں ایک دوسرے سے آگے بڑھنے کی کوشش کرو اس سے پہلے کہ موت آ جائے اور عمل کرنے کا موقع نہ رہے کیونکہ بہت سے لوگوں نے موت کو بھلا رکھا ہے اور اپنے اعمال دوسروں کے لئے کر دیئے

ۃ اخرجه احمد ايضا قال الهيثمي (ج ۵ ص ۱۸۴) وفيه عيسى بن المسيب البجلي وهو ضعيف ۱۰ ه

ہیں۔ لہٰذا تم ان جیسے نہ بنو خوب کوشش کرو اور مسلسل کوشش کرو اور (سستی سے کام نہ لو بلکہ) جلدی کرو اور جلدی کرو کیونکہ موت تمہارے پیچھے لگی ہوئی ہے جو تمہیں تلاش کر رہی ہے اور اس کی رفتار بہت تیز ہے لہٰذا موت سے چوکنے رہو اور آباؤ اجداد، بیٹوں اور بھائیوں (کی موت) سے عبرت حاصل کرو اور زندہ لوگوں کے ان نیک اعمال پر رشک کرو جن پر تم مردوں کے بارے میں رشک کرتے ہو یعنی دنیاوی چیزوں میں زندہ لوگوں پر رشک نہ کرو۔[1]

حضرت سعید بن ابی مریم رحمۃ اللہ کہتے ہیں مجھے یہ بات پہنچی ہے کہ جب حضرت ابوبکرؓ خلیفہ بنائے گئے تو آپؓ منبر پر تشریف فرما ہوئے پہلے اللہ کی حمد وثناء بیان کی۔ پھر فرمایا اللہ کی قسم! اگر ہمارے ہوتے ہوئے تمہارے اجتماعی کاموں کے خراب ہو جانے کا خطرہ نہ ہوتا تو (میں خود خلیفہ نہ بنتا بلکہ) میں یہ چاہتا کہ جو تم میں سے مجھے سب سے زیادہ مغبوض ہے اس کی گردن میں اس امر خلافت کی ذمہ داری ڈال دی جاتی پھر اس کے لئے اس میں کوئی خیر نہ ہوتی۔ غور سے سنو! دنیا اور آخرت میں سب سے زیادہ بد بخت لوگ بادشاہ ہیں۔ اس پر تمام لوگوں نے گردنیں بلند کیں اور سر اٹھا کر حضرت ابوبکرؓ کی طرف دیکھنے لگے۔ پھر حضرت ابوبکرؓ نے فرمایا تم لوگ اپنی جگہ آرام سے بیٹھے رہو تم لوگ جلد باز ہو جو بھی کسی ملک کا بادشاہ بنتا ہے تو اللہ تعالیٰ اسے بادشاہ بنانے سے پہلے اس کے ملک کو جانتے ہیں اور بادشاہ بن جانے پر اس کی آدھی عمر کم کر دیتے ہیں اور اس پر خوف اور غم مسلط کر دیتے ہیں اور جو کچھ خود اس کے اپنے پاس ہے اس سے اس کا دل ہٹا دیتے ہیں اور جو کچھ لوگوں کے پاس ہے اس کا لالچ اس میں پیدا کر دیتے ہیں وہ چاہے کتنے اچھے کھانے کھائے اور عمدہ کپڑے پہنے لیکن اس کی زندگی تنگ ہوگی سکھ چین اسے نصیب نہ ہوگا پھر جب اس کا سایہ ختم ہو جاتا ہے اور اس کی جان نکل جاتی ہے اور اپنے رب کے پاس پہنچ جاتا ہے تو وہ اس سے سختی سے حساب لیتا ہے اور اس کی بخشش کا امکان بہت کم ہوتا ہے بلکہ اس کی بخشش ہی نہیں ہوتی۔ غور سے سنو! مسکین لوگوں کی ہی مغفرت ہوتی ہے۔ غور سے سنو! مسکین لوگوں کی ہی مغفرت ہوتی ہے۔ غور سے سنو! مسکین لوگوں کی ہی مغفرت ہوتی ہے۔[2]

حضرت عبداللہ بن عکیم رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں ایک مرتبہ حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے ہم لوگوں میں بیان فرمایا تو اس میں ارشاد فرمایا امابعد! میں تمہیں اس بات کی وصیت کرتا ہوں کہ تم اللہ سے ڈرو اور اللہ کی شایان شان تعریف کرو اور اللہ کے عذاب کا خوف تو ہونا چاہئے لیکن ساتھ کے ساتھ اس کی رحمت کی امید بھی رکھو اور اللہ سے خوب گڑ گڑا کر مانگو کیونکہ اللہ تعالیٰ نے حضرت زکریا علیہ السلام اور ان کے گھر والوں کی قرآن میں تعریف فرمائی ہے اور ارشاد فرمایا ہے اِنَّهُم

۱۔ اخرجه الطبرانی فی تاریخ (ج ۲ ص ۲۶۰)

۲۔ اخرجه ابن زنجویه فی کتاب الاموال کذافی الکنز (ج ۳ ص ۱۶۲)

كَانُوا يُسَارِعُونَ فِي الْخَيْرَاتِ وَيَدْعُونَنَا رَغَبًا وَّرَهَبًا وَّكَانُوا لَنَا خَاشِعِينَ۔ (سورت انبیاء آیت ۹۰) "یہ سب نیک کاموں میں دوڑتے تھے اور امید و بیم کے ساتھ ہماری عبادت کیا کرتے تھے اور ہمارے سامنے دب کر رہتے تھے۔" پھر اے اللہ کے بندو! تم یہ بھی جان لو کہ اللہ تعالیٰ نے اپنے حق کے بدلہ میں تمہاری جانوں کو گروی رکھا ہوا ہے اور اس پر اللہ نے تم سب سے پختہ عہد لیا ہوا ہے اور اس نے تم سے (دنیا کے) تھوڑے اور ختم ہو جانے والے مال اور سامان کو (آخرت کے) زیادہ اور ہمیشہ رہنے والے اجر کے بدلہ میں خرید لیا ہے اور یہ تم میں اللہ کی کتاب ہے جس کے عجائب ختم نہیں ہو سکتے اور اس کا نور کبھی بجھ نہیں سکتا لہٰذا اس کتاب کے ہر قول کی تصدیق کرو اور اس سے نصیحت حاصل کرو اور اندھیرے والے دن کے لئے اس میں سے روشنی حاصل کرو اللہ نے تمہیں صرف عبادت کے لیے پیدا کیا ہے اور لکھنے والے کریم فرشتوں کو تم پر مقرر کیا ہے جو تمہارے ہر فعل کو جانتے ہیں پھر اے اللہ کے بندو! یہ بھی جان لو کہ تم صبح اور شام اس موت کی طرف بڑھ رہے ہو جس کا وقت مقرر ہے لیکن تمہیں وہ بتایا نہیں گیا تم اس کی پوری کوشش کرو کہ جب تمہاری عمر کا آخری وقت آئے تو تم اس وقت اللہ کے کسی عمل میں لگے ہوئے ہو اور ایسا تو تم صرف اللہ کی مدد سے ہی کر سکتے ہو لہٰذا عمر کے پورے ہونے سے پہلے تمہیں جو مہلت ملی ہوئی ہے اس میں نیک اعمال میں ایک دوسرے سے آگے بڑھو ورنہ تمہیں اپنے برے اعمال کی طرف جانا پڑے گا کیونکہ بہت سے لوگوں نے اپنے آپ کو بھلا رکھا ہے اور اپنی عمر دوسروں کو دے دی ہے یعنی اپنے ایمان و عمل کی انہیں کوئی فکر نہیں ہے میں تمہیں ان جیسا بننے سے سختی سے روکتا ہوں جلدی کرو کیونکہ تمہارے پیچھے موت کا فرشتہ لگا ہوا ہے جو تمہیں تیزی سے تلاش کر رہا ہے اس کی رفتار بہت تیز ہے۔[1]

حضرت عمر بن دینار رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں ایک مرتبہ حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ نے بیان فرمایا اس میں ارشاد فرمایا تمہارے فقر و فاقہ کی وجہ سے میں تمہیں اس بات کی وصیت کرتا ہوں کہ تم اللہ سے ڈرو اور اس کی شان کے مطابق اس کی تعریف کرو اور اس سے مغفرت طلب کرو کیونکہ وہ بہت زیادہ مغفرت کرنے والا ہے اس کے بعد حضرت عبداللہ بن عکیم والی پچھلی حدیث جیسا مضمون ذکر کیا اور مزید یہ مضمون ذکر کیا کہ تم اس بات کو بھی جان لو کہ جو عمل تم خالص اللہ کے لیے کرو گے تو اس طرح تم اپنے رب کی اطاعت کرو گے اور اپنے حق کو محفوظ کر لو گے لہٰذا تم اپنے قرضہ دینے کے زمانہ میں یعنی دنیاوی زندگی میں جو تم نے کمایا ہے وہ سب (اللہ کو) دے دو اور اپنے سامنے ان کو بطور نوافل کے رکھو (یعنی جتنا مال خرچ کرنا فرض ہے وہ تو خرچ کرنا ہی ہے مزید

[1] اخرجه ابو نعيم في الحلية (ج ۱ ص ۳۵) واخرجه ايضا ابن ابي شيبة وهنا دو الحاكم والبيهقي بمثله و روى بعضه ابن ابي الدنيا في قصر الامل كما في الكنز (ج ۸ ص ۲۰۶)

اور بھی خرچ کرو) اس طرح تمہیں شدید ضرورت کے وقت اور عین محتاجی کے زمانے میں اپنی ان کمائیوں کا اور دیئے ہوئے اپنے قرضوں کا پورا پورا بدلہ ملے گا پھر اے اللہ کے بندو ان لوگوں کے بارے میں سوچو جو تم سے پہلے دنیا میں تھے وہ کل کہاں تھے اور آج کہاں ہیں؟ وہ بادشاہ کہاں ہیں جنہوں نے زمین کو خوب بویا اور جوتا تھا خوب کھیتی باڑی کی تھی اور سامان تعمیرات سے زمین کو خوب آباد کیا تھا؟ آج سب لوگ انہیں بھول چکے ہیں اور ان کا تذکرہ تک بھلایا جا چکا ہے، لہٰذا آج وہ ایسے ہیں جیسے کہ وہ کچھ بھی نہ تھے اور ان کے کفر و ظلم کی وجہ سے ان کے گھر اور شہر ویران پڑے ہیں اور وہ بادشاہ خود اس وقت قبر کی تاریکیوں میں ہیں کیا تم ان ہلاک ہونے والوں میں سے کسی کو دیکھتے ہو یا ان میں سے کسی کی ہلکی سی بھی آواز سنتے ہو؟ تمہارے وہ ساتھی اور بھائی آج کہاں ہیں جن کو تم پہچانتے تھے؟ وہ ان اعمال کے بدلے کی جگہ پر پہنچ گئے ہیں جو انہوں نے آگے بھیجے تھے اور بدبختی یا نیک بختی دونوں میں سے کسی ایک کی جگہ پر پہنچ گئے ہیں، اللہ تعالیٰ کے اور اس کی کسی مخلوق کے درمیان کوئی ایسا نسب کا رشتہ نہیں ہے جس کی وجہ سے اللہ اسے خیر دے اور اس سے برائی کو دور کرے۔ اللہ سے یہ باتیں تو صرف اس کی اطاعت اور اس کے حکم کے پیچھے چلنے سے ہی حاصل ہو سکتی ہیں۔ وہ راحت راحت نہیں ہے جس کے بعد جہنم ہو اور وہ تکلیف نہیں جس کے بعد جنت ہو میں اسی پر بات ختم کرتا ہوں اور اپنے لئے اور تمہارے لئے اللہ سے مغفرت طلب کرتا ہوں۔[۱]

حضرت نعیم بن نحہ رحمۃ اللہ علیہ حضرت عبداللہ بن عکیم جیسی حدیث میں حضرت ابوبکرؓ کا بیان نقل کرتے ہیں اور مزید یہ بھی روایت کرتے ہیں کہ حضرت ابوبکرؓ نے فرمایا اس قول میں کوئی خیر نہیں جس سے اللہ کی رضا مقصود نہ ہو اور اس مال میں کوئی خیر نہیں جسے اللہ کے راستہ میں خرچ نہ کیا جائے اور اس آدمی میں کوئی خیر نہیں جس کی نادانی اس کی بردباری پر غالب ہو اور اس آدمی میں کوئی خیر نہیں جو اللہ کے معاملے میں ملامت کرنے والوں کی ملامت سے ڈرے۔[۲]

حضرت عاصم بن عدی رحمۃ اللہ علیہ نے پہلے دوسرا بیان نقل کیا جیسے ہم نے ابھی ذکر کیا پھر حضرت عاصم کہتے ہیں کہ حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ بیان کے لئے کھڑے ہوئے پہلے اللہ کی حمد و ثناء بیان کی پھر فرمایا اللہ تعالیٰ صرف وہی عمل قبول کرتے ہیں جس سے مقصود صرف ان کی ذات عالی ہو، لہٰذا تم اپنے اعمال سے صرف اسی کی ذات کو مقصود بناؤ اور اس کا یقین رکھو کہ تم جو عمل

۱۔ اخرجه ابو نعیم فی الحلیة (ج ۱ ص ۳۵) ۲۔ عند ابی نعیم ایضا فی الحلیة (ج ۱ ص ۳۶) و اخرجه الطبرانی ایضا بطوله من طریق نعیم بنؓ مع الزیادہ التی ذکرها ابونعیم کما ذکر الحافظ ابن کثیر فی تفسیره (ج ۳ ص ۳۴۲) وقال هنا دهذا اسناد جید ورجاله کلهم ثقات و شیخ جریر بن عثمان وهو نعیم بن نمحة لا اعرفه بنفی ولا اثبات غیر ان ابا داؤد السجستانی قد حکم بان شیوخ جریر کلهم ثقات وقد روی لهذه الخطبة شواهد من وجوه اخر. انتهی

خالص اللہ کے لئے کرو گے تو یہ ایک نیکی ہے جو تم نے کی ہے اور بڑا حصہ ہے جسے حاصل کرنے میں تم کامیاب ہو گئے ہو اور یہ تمہاری ایسی آمدنی ہے جو تم نے (اللہ کو) دے دی ہے اور یہ قرض ہے جو تم نے فانی دنیا کے دنوں سے لے کر ہمیشہ باقی رہنے والی آخرت کے لئے آگے بھیج دیا ہے اور یہ قرض تمہیں اس وقت کام آئے گا جب تمہیں اس کی سخت ضرورت ہو گی اے اللہ کے بندو! جو تم میں سے مر گئے ہیں ان سے عبرت حاصل کرو اور جو تم سے پہلے تھے ان کے بارے میں غور کرو کہ وہ کل کہاں تھے اور آج کہاں ہیں؟ ظالم اور جابر لوگ کہاں ہیں؟ اور وہ لوگ کہاں ہیں جن کے میدانِ جنگ میں لڑنے اور غلبہ پالینے کے تذکرے ہوتے تھے؟ زمانے نے ان کو ذلیل کر دیا آج ان کی ہڈیاں بوسیدہ ہو چکی ہیں اور اب تو ان کے تذکرے بھی ختم ہو گئے ہیں۔ خبیث عورتیں خبیث مردوں کے لئے ہیں اور خبیث مرد خبیث عورتوں کے لئے ہیں اور وہ بادشاہ کہاں ہیں جنہوں نے زمین کو خوب بویا اور جوتا تھا اور اسے ہر طرح آباد کیا تھا؟ اب وہ ہلاک ہو چکے ہیں اور ان کا تذکرہ بھی لوگ بھول چکے ہیں اور ایسے ہو گئے ہیں جیسے کہ وہ کچھ نہیں تھے۔ غور سے سنو! اللہ نے ان کی خواہشات کا سلسلہ تو (موت کے ذریعہ سے) ختم کر دیا ہے لیکن گناہوں کی سزا کا سلسلہ باقی رکھا ہوا ہے وہ دنیا سے جا چکے اور انہوں نے جو عمل کئے تھے وہ تو اب ان کے ہیں لیکن جو دنیا ان کے پاس تھی اب وہ دوسروں کی ہو گئی ہے اب ہم ان کے بعد آئے ہیں اگر ہم ان سے عبرت حاصل کریں گے تو نجات پالیں گے اور اگر ہم دھوکے میں پڑے رہے تو ہم بھی ان جیسے ہو جائیں گے۔ کہاں ہیں وہ حسین وجمیل لوگ جن کے چہرے خوبصورت تھے اور وہ اپنی جوانی پر اکڑتے تھے؟ اب وہ مٹی کے ہو چکے ہیں اور جن اعمال کے بارے میں انہوں نے کمی بیشی کی تھی اب وہ اعمال ان کے لئے حسرت کا باعث بنے ہوئے ہیں۔ کہاں ہیں وہ لوگ جنہوں نے بہت سے شہر بنائے تھے اور شہروں کے اردگرد بڑی مضبوط دیواریں بنائی تھیں اور ان میں عجیب وغریب چیزیں بنائی تھیں؟ اور بعد میں آنے والوں کے لئے وہ ان شہروں کو چھوڑ کر چلے گئے اور اب ان کے رہنے کی جگہیں ویران پڑی ہوئی ہیں اور وہ خود قبر کی اندھیریوں میں ہیں کیا تم ان میں سے کسی کو دیکھتے ہو یا ان کی ہلکی سی بھی آواز سنتے ہو؟ تمہارے وہ بیٹے اور بھائی کہاں ہیں جنہیں تم پہچانتے ہو؟ ان کی عمریں ختم ہو گئیں اور جو اعمال انہوں نے آگے بھیجے تھے اب وہ ان اعمال کے پاس پہنچ گئے ہیں اور وہاں ٹھہر گئے ہیں اور موت کے بعد بدبختی یا نیک بختی والی جگہ ان کو مل گئی ہے۔ غور سے سنو! اللہ کا کوئی شریک نہیں۔ اللہ کے اور اس کی کسی مخلوق کے درمیان کوئی ایسا خاص تعلق نہیں ہے جس کی وجہ سے اللہ اسے خیر دے اور اس سے برائی کو ہٹا دے۔ اللہ سے تعلق تو صرف اطاعت سے اور اس کے حکم کے پیچھے چلنے سے بنتا ہے اور اس بات کو جان لو کہ تم ایسے بندے ہو جنہیں ان کے اعمال کا بدلہ ضرور ملے گا اور جو کچھ اللہ کے پاس ہے وہ صرف اس کی

اطاعت سے حاصل ہوسکتا ہے غور سے سنو! وہ راحت راحت نہیں جس کے بعد جہنم ہو اور وہ تکلیف تکلیف نہیں جس کے بعد جنت ہو۔[۱]

حضرت موسیٰ بن عقبہ رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ بیان میں اکثر یہ فرمایا کرتے تھے کہ تمام تعریفیں اس اللہ کے لئے ہیں جو تمام جہانوں کا پالنے والا ہے میں اللہ کی تعریف کرتا ہوں اور ہم اس سے مدد مانگتے ہیں اور موت کے بعد کے اکرام کا اس سے سوال کرتے ہیں کیونکہ میری اور تمہاری موت کا وقت قریب آ گیا ہے اور میں اس بات کی گواہی دیتا ہوں کہ اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں وہ اکیلا ہے اس کا کوئی شریک نہیں اور حضرت محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) اس کے بندے اور رسول ہیں جنہیں اللہ نے حق دے کر خوشخبری سنانے والا اور ڈرانے والا اور روشن چراغ بنا کر بھیجا تا کہ جو شخص زندہ ہے وہ اسے ڈرائیں اور کافروں پر (عذاب کی) حجت ثابت ہو جائے جس نے اللہ اور اس کے رسولؐ کی اطاعت کی وہ ہدایت یافتہ ہو گیا اور جس نے ان دونوں کی نافرمانی کی وہ کھلی گمراہی میں پڑ گیا میں آپ لوگوں کو اس بات کی وصیت کرتا ہوں کہ اللہ سے ڈرو اور اللہ کے اس دین کو مضبوطی سے پکڑو جو اس نے تمہارے لئے شریعت بنایا اور جس کی اس نے تمہیں ہدایت دی اور کلمۂ اخلاص (لاالٰہ الا اللّٰہ محمد رسول اللّٰہ) کے بعد ہدایتِ اسلام کی جامع بات یہ ہے کہ اس آدمی کی بات سنی اور مانی جائے جس کو اللہ نے تمہارے تمام کاموں کا والی اور ذمہ دار بنایا ہے۔ جس نے امر بالمعروف اور نہی عن المنکر کے والی اور ذمہ دار کی اطاعت کی وہ کامیاب ہو گیا جو حق اس کے ذمہ تھا وہ اس نے ادا کر دیا اور اپنی خواہش کے پیچھے چلنے سے بچو اور جو آدمی خواہش کے پیچھے چلنے سے، لالچ میں پڑنے سے اور غصہ میں آنے سے محفوظ رہا وہ کامیاب ہو گیا اور اترانے سے بچو اور اس انسان کا کیا اترانا جو مٹی سے بنا ہے اور عنقریب مٹی میں چلا جائے گا پھر اسے کیڑے کھا جائیں گے۔ آج وہ زندہ ہے اور کل وہ مرا ہوا ہوگا۔ ہر روز اور ہر گھڑی عمل کرتے رہو اور مظلوم کی بددعا سے بچو اور اپنے آپ کو مردوں میں شمار کرو اور صبر کرو کیونکہ ہر عمل صبر کے ذریعہ ہی ہوتا ہے اور چوکنے رہو کیونکہ چوکنا رہنے سے فائدہ ہوتا ہے اور عمل کرتے رہو کیونکہ عمل ہی قبول ہوتے ہیں اور اللہ نے اپنے جس عذاب سے ڈرایا ہے اس سے ڈرتے رہو اور اللہ نے اپنی جس رحمت کا وعدہ کیا ہے اسے حاصل کرنے میں جلدی کرو سمجھنے کی کوشش کرو اللہ تمہیں سمجھا دے گا اور بچنے کی کوشش کرو اللہ تمہیں بچا دے گا کیونکہ اللہ نے وہ اعمال بھی تمہارے سامنے بیان کر دیئے ہیں جن کی وجہ سے تم سے پہلے لوگوں کو اللہ نے ہلاک کیا ہے اور وہ اعمال بھی بیان کر دیئے ہیں جن کی وجہ سے نجات پانے والوں کو نجات ملی اور اللہ نے اپنی کتاب میں اپنا حلال اور حرام اور اپنے پسندیدہ اور ناپسندیدہ اعمال سب بیان کر دیئے

۱۔ قد اخرج هذه الخطبة الطبری فی تاریخه (ج ۲ ص ۲۶۰) باسناد فیه سیف

ہیں اور میں تمہارے بارے میں اور اپنے بارے میں کوئی کوتاہی نہیں کروں گا اور اللہ ہی سے مدد مانگی جاتی ہے اور برائی سے بچنے اور نیکی کرنے کی اطاعت اللہ ہی سے ملتی ہے اور تم اس بات کو جان لو کہ تم عمل خالص اللہ کے لئے کرو گے تو اس طرح تم اپنے رب کی اطاعت کرو گے اور (آخرت میں اجر و ثواب کے) اپنے بڑے حصے کو محفوظ کر لو گے اور قابلِ رشک بن جاؤ گے اور جو اعمال تم نے فرائض کے علاوہ کئے ہیں انہیں اپنے آگے کے لئے نفل بنا لو اس طرح تم جو اللہ کو اعمال کا قرضہ دو گے اس قرضہ کا تمہیں آخرت میں پورا پورا بدلہ ملے گا جبکہ تمہیں اس کی شدید ضرورت ہوگی پھر اے اللہ کے بندو! اپنے ان بھائیوں اور ساتھیوں کے بارے میں سوچو جو دنیا سے جا چکے ہیں جو اعمال انہوں نے آگے بھیجے تھے اب وہ ان اعمال کے پاس پہنچ گئے ہیں اور وہاں ٹھہر گئے ہیں اور موت کے بعد بدبختی اور خوش قسمتی کی جگہ میں پہنچ گئے ہیں۔ اللہ کا کوئی شریک نہیں اللہ کے اور اس کی کسی مخلوق کے درمیان کوئی نسب کا رشتہ نہیں جس کی وجہ سے اللہ اسے کوئی خیر دے یا اس سے کوئی برائی ہٹا دے بلکہ یہ باتیں تو صرف اللہ کی اطاعت سے اور اس کے حکم کے پیچھے چلنے سے ہی حاصل ہو سکتی ہیں اور وہ راحت راحت نہیں جس کے بعد جہنم کی آگ ہو اور وہ تکلیف تکلیف نہیں جس کے بعد جنت ہو۔ میں اسی پر بات ختم کرتا ہوں اور میں تمہارے لئے اور اپنے لئے اللہ سے مغفرت طلب کرتا ہوں اور اپنے نبی پر درود بھیجو صلی اللہ علیہ والسلام علیہ ورحمتہ اللہ وبرکاتہ۔[1]

حضرت یزید بن ہارون رحمتہ اللہ علیہ کہتے ہیں حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے ایک مرتبہ بیان فرمایا اور اس میں ارشاد فرمایا کہ ایک ایسے بندے کو قیامت کے دن لایا جائے گا جسے اللہ نے دنیا میں بہت نعمتیں دی تھیں اور اسے رزق میں خوب وسعت دی تھی اور اسے جسمانی صحت کی نعمت بھی دی تھی لیکن اس نے اپنے رب کی ناشکری کی تھی اسے اللہ کے سامنے کھڑا کیا جائے گا اور کہا جائے گا تم نے آج کے دن کے لئے کیا کیا اور اپنے لئے کونسے عمل آگے بھیجے؟ وہ کوئی نیک عمل آگے بھیجا ہوا نہیں پائے گا اس پر وہ رونے لگے گا اور اتنا روئے گا کہ آنسو ختم ہو جائیں گے پھر اللہ تعالیٰ کے احکام ضائع کرنے کی وجہ سے اسے شرم دلائی جائے گی اور رسوا کیا جائے گا اس پر وہ خون کے آنسو رونے لگے گا پھر اسے شرم دلائی جائے گی اور رسوا کیا جائے گا جس پر وہ اپنے دونوں ہاتھوں کو کہنیوں سمیت کھا جائے گا پھر اللہ کے احکام ضائع کرنے پر اسے شرم دلائی جائے گی اور رسوا کیا جائے گا جس پر وہ اونچی آواز سے روئے گا اور اس کی آنکھیں نکل کر اس کے رخساروں پر آگریں گی اور دونوں آنکھوں میں سے ہر آنکھ تین میل لمبی اور تین میل چوڑی ہوگی پھر اسے شرم دلائی جائے گی اور رسوا کیا جائے گا یہاں تک کہ وہ پریشان ہو کر کہے گا اے میرے رب! مجھے

[1] اخرجه ابن ابی الدنیا فی کتاب الحذر و ابن عساکر کذافی الکنز (ج ۸ ص ۲۰۶)

دوزخ میں بھیج دے اور مجھ پر رحم فرما کر مجھے یہاں سے نکال دے اور اسے اللہ تعالیٰ نے اس آیت میں بیان کیا ہے اَنَّہٗ مَنْ یُّحَادِدِاللّٰہَ وَرَسُوْلَہٗ فَاَنَّ لَہٗ نَارَ جَھَنَّمَ خَالِدًا فِیْھَا ذٰلِکَ الْخِزْیُ الْعَظِیْمُ (سورت توبہ آیت ۶۳) ''جو شخص اللہ کی اور اس کے رسولؐ کی مخالفت کرے گا (جیسا یہ لوگ کررہے ہیں) تو یہ بات ٹھہر چکی ہے کہ ایسے شخص کو دوزخ کی آگ اس طور پر نصیب ہوگی کہ وہ اس میں ہمیشہ رہے گا یہ بڑی رسوائی ہے۔''[1]

حضرت محمد بن ابراہیم بن حارث رحمۃ اللہ کہتے ہیں حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے لوگوں میں بیان فرمایا اور ارشاد فرمایا اس ذات کی قسم جس کے قبضہ میں میری جان ہے! اگر تم تقویٰ اور پاکدامنی اختیار کرو تو تھوڑا عرصہ ہی گزرے گا کہ تمہیں پیٹ بھر کر روٹی اور گھی ملنے لگے گا۔[2]

حضرت عروہ بن زبیر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے ایک مرتبہ لوگوں میں بیان فرمایا اس میں ارشاد فرمایا اے مسلمانوں کی جماعت! اللہ عزوجل سے حیاء کرو۔ اس ذات کی قسم جس کے قبضہ میں میری جان ہے! جب میں قضائے حاجت کے لئے جنگل جاتا ہوں تو میں اپنے رب سے حیاء کی وجہ سے اپنے اوپر کپڑا اوڑھے رہتا ہوں۔[3] حضرت ابن شہاب رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں حضرت ابوبکرؓ نے ایک دن بیان کرتے ہوئے فرمایا اللہ سے حیاء کرو کیونکہ اللہ کی قسم! جب سے میں حضور ﷺ سے بیعت ہوا ہوں اس وقت سے جب بھی قضائے حاجت کے لئے باہر جاتا ہوں تو اپنے رب سے حیاء کی وجہ سے میں اپنا سر کپڑے سے ڈھانکے رکھتا ہوں۔[4]

حضرت ابوبکرؓ ایک دن منبر پر کھڑے ہوئے تو رونے لگے پھر فرمایا پہلے سال حضور ﷺ ہم میں بیان کرنے کے لئے منبر پر کھڑے ہوئے تو رونے لگے اور ارشاد فرمایا اللہ سے معافی بھی مانگو اور عافیت بھی۔ کیونکہ کسی آدمی کو ایمان ویقین کے بعد عافیت سے بہتر کوئی نعمت نہیں دی گئی یعنی سب سے بڑی نعمت تو ایمان ویقین ہے اور اس کے بعد عافیت ہے۔[5]

حضرت اوس رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں ایک دن حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے ہم لوگوں میں بیان فرمایا ارشاد فرمایا پچھلے سال حضور ﷺ نے میری اسی جگہ کھڑے ہو کر بیان فرمایا تھا اس میں ارشاد فرمایا تھا اللہ سے عافیت مانگو کیونکہ کسی کو یقین کے بعد عافیت سے افضل نعمت نہیں دی گئی اور سچ کو لازم پکڑے رہو کیونکہ سچ بولنے سے آدمی نیک اعمال تک پہنچ جاتا ہے۔ سچ اور نیک

۱۔ اخرجه ابو الشیخ کذافی الکنز (ج ۱ ص ۲۴۶)
۲۔ اخرجه ابن ابی الدنیا و الدینوری کذافی الکنز (ج ۸ ص ۲۰۶)
۳۔ اخرجه ابو نعیم فی الحلیة (ج ۱ ص ۳۴) عن عروه بن الزبیر و اخرجه ابن المبارک درسة و ابن ابی شیبة و الخرائطی فی مکارم الاخلاق عن ابن الزبیر نحوه کما فی الکنز (ج ۸ ص ۲۰۶)
۴۔ اخرجه ابن حبان فی روضة العقلاء کذافی الکنز (ج ۵ ص ۱۲۴) وقال وھو منقطع
۵۔ اخرجه الترمذی وحسنه و النسائی کذافی الترغیب (ج ۵ ص ۲۳۳)

اعمال جنت میں لے جاتے ہیں اور جھوٹ سے بچو کیونکہ جھوٹ بولنے سے آدمی فسق و فجور تک پہنچ جاتا ہے اور جھوٹ اور فسق و فجور دوزخ میں لے جاتے ہیں۔ آپس میں حسد نہ کرو ایک دوسرے سے بغض نہ رکھو۔ قطع تعلق نہ کرو۔ ایک دوسرے سے پیٹھ نہ پھیرو اور جیسے تمہیں اللہ نے حکم دیا ہے اللہ کے بندے اور بھائی بھائی بن کر رہو۔[1]

حضرت ابوبکر بن محمد بن عمرو بن حزم رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے ایک مرتبہ بیان فرمایا اور اس میں ارشاد فرمایا حضور ﷺ نے فرمایا نفاق والے خشوع سے اللہ کی پناہ مانگو۔ صحابہؓ نے پوچھا یا رسول اللہ! نفاق والا خشوع کیا ہے؟ آپؐ نے فرمایا دل میں تو نفاق ہو لیکن ظاہر بدن میں خشوع ہو۔[2]

حضرت ابوالعالیہ رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں حضرت ابوبکر صدیقؓ نے ہم میں بیان فرمایا اور اس میں ارشاد فرمایا حضور ﷺ نے فرمایا مسافر (چار رکعت والی نماز کو) دو رکعت پڑھے گا اور مقیم چار رکعت پڑھے گا۔ میری پیدائش کی جگہ مکہ ہے اور میری ہجرت کی جگہ مدینہ ہے اور جب میں ذوالحلیفہ سے مکہ کی طرف روانہ ہوتا ہوں تو دو رکعت نماز پڑھتا ہوں۔[3]

حضرت ابوضمرہ رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں حضرت ابوبکرؓ نے لوگوں میں بیان فرمایا پہلے اللہ کی حمد و ثناء بیان کی پھر فرمایا عنقریب تمہارے لئے ملک شام فتح کر دیا جائے گا پھر تم وہاں نرم زمین میں جاؤ گے اور روٹی اور تیل سے اپنا پیٹ بھرو گے اور وہاں تمہارے لئے مسجدیں بنائی جائیں گی اور اس بات سے بچنا کہ اللہ کے علم میں یہ بات آئے کہ تم لوگ کھیل کود کے لئے ان مسجدوں میں جاتے ہو کیونکہ مسجدیں تو صرف ذکر کے لئے بنائی گئی ہیں۔[4]

حضرت انس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں حضرت ابوبکرؓ ہم میں بیان فرماتے تو انسان کی پیدائش کی ابتدا کا تذکرہ کرتے اور فرماتے انسان پیشاب کی نالی سے دو دفعہ گزر کر پیدا ہوا ہے اور اس کا اس طرح تذکرہ کرتے کہ ہم اپنے آپ کو ناپاک سمجھنے لگے۔[5]

جہاد کے باب میں مرتدین سے جنگ کی ترغیب کے بارے میں اور جہاد کی ترغیب کے بارے میں اور روم سے غزوہ کرنے کے لئے جانے کے بارے میں اور صحابہ کرامؓ کے ملک شام جانے کے وقت حضرت ابوبکرؓ کے بیانات گزر چکے ہیں اور صحابہ کرامؓ کے باہمی اتحاد اور اتفاق رائے کے اہتمام کے باب میں آپس کے انتشار سے ڈرانے اور حضور ﷺ کی وفات کے واقع

۱۔ عند احمد و النسائی و ابن حبان و الحاکم کذافی الکنز (ج ۱ ص ۲۹۱)
۲۔ اخرجه الحکیم و العسکری والبیهقی کذافی الکنز (ج ۴ ص ۲۲۹)
۳۔ ابونعیم فی الحلیۃ و ابن جریر کذافی الکنز (ج ۴ ص ۲۳۹)
۴۔ اخرجه احمد فی الزهد کذافی الکنز (ج ۴ ص ۲۵۹)
۵۔ اخرجه ابن ابی شیبۃ کذافی الکنز (ج ۸ ص ۲۰۵)

ہو جانے اور حضورؐ کے دین کو مضبوطی سے پکڑنے اور خلافت میں قریش کو ترجیح دینے اور خلافت قبول کرنے سے عذر پیش کرنے اور بیعت مسلمانوں کو واپس کرنے اور خلیفہ کی صفات کے بارے میں حضرت ابوبکرؓ کے بیانات گزر چکے ہیں اور امر بالمعروف اور نہی عن المنکر کے باب میں آیت لایضرکم من ضل اذا اھتدیتم کی تفسیر کے بارے میں حضرت ابوبکرؓ کا بیان گزر چکا ہے۔

امیر المومنین حضرت عمر بن خطابؓ کے بیانات

حضرت حمید بن ہلال رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں ایک صاحب حضرت ابوبکرؓ کی وفات کے موقع پر موجود تھے۔ انہوں نے ہمیں بتایا کہ حضرت عمرؓ نے حضرت ابوبکرؓ کے دفن سے فارغ ہو کر قبر کی مٹی ہاتھوں سے جھاڑی پھر اسی جگہ کھڑے ہو کر بیان کیا اور اس میں فرمایا اللہ تعالیٰ تمہارے ذریعہ سے مجھے اور میرے ذریعہ سے تمہیں آزمائیں گے اور اللہ نے مجھے میرے دو حضرات (رسول پاک ﷺ اور حضرت ابوبکرؓ) کے بعد آپ لوگوں میں باقی رکھا ہے اللہ کی قسم! ایسے نہیں ہو سکے گا کہ میرے پاس تمہارا کوئی کام پیش ہو اور میرے علاوہ کوئی اور کام کو کرے اور نہ ہی ایسے ہو سکے گا کہ تمہارا کوئی کام میری غیر موجودگی سے تعلق رکھتا ہو اور میں اس کی کفایت کرنے اور اس کے بارے میں امانت داری اختیار کرنے میں کوتاہی کروں اگر لوگ اچھے عمل کریں گے تو میں ان کے ساتھ اچھا سلوک کروں گا اور اگر برے عمل کریں گے تو میں انہیں عبرت ناک سزا دوں گا۔ وہ بتانے والے صاحب کہتے ہیں اللہ کی قسم! حضرت عمرؓ نے دنیا سے جانے تک پہلے دن کے بیان کردہ اپنے اس اصول کے خلاف نہ کیا ہمیشہ اسی پر قائم رہے۔[1]

حضرت شعبی رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں جب حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ خلیفہ بنے تو وہ منبر پر تشریف فرما ہوئے اور فرمایا اللہ تعالیٰ مجھے ایسا نہیں دیکھنا چاہتے کہ میں اپنے آپ کو منبر کی اس جگہ بیٹھنے کا اہل سمجھوں جہاں ابوبکرؓ بیٹھا کرتے تھے یہ کہہ کر حضرت عمرؓ ایک سیڑھی نیچے ہو گئے پھر اللہ کی حمد و ثناء بیان کی پھر فرمایا قرآن پڑھو اس کے ذریعے سے تم پہچانے جاؤ گے اور قرآن پر عمل کرو اس سے تم قرآن والوں میں سے ہو جاؤ گے اور اعمالنامے کے تولے جانے سے پہلے پہلے تم خود اپنا موازنہ کر لو اور اس دن کی بڑی پیشی کے لئے اپنے آپ کو (نیک اعمال) سے آراستہ کر لو جس دن تم اللہ کے سامنے پیش کئے جاؤ گے اور تمہاری کوئی پوشیدہ سے پوشیدہ بات چھپی نہیں رہ سکے گی اور کسی حق والے کا حق اتنا نہیں بنتا کہ اس کی بات مان کر اللہ کی نافرمانی کی جائے۔ غور سے سنو! میں اللہ کے مال یعنی بیت المال میں سے اتنا لوں گا جتنا یتیم کے والی کو یتیم کے مال میں سے ملتا ہے اگر مجھے اس کی بھی ضرورت نہ ہوئی تو میں یہ بھی نہیں لوں گا اور اگر ضرورت ہوئی تو کام

---

[1] اخرجہ ابن سعد (ج ۳ ص ۲۷۵)

کرنے والے کو عام طور سے جتنا ملتا ہے اس کے مطابق لوں گا۔[1]

حضرت عمرؓ نے ایک بیان میں فرمایا اللہ تعالیٰ کے تم سے حساب لینے سے پہلے پہلے تم اپنا محاسبہ کرلو اس سے اللہ کا حساب آسان ہو جائے گا اور اعمالنامے کے تولے جانے سے پہلے پہلے تم اپنا موازنہ کرلو اور اس دن کی بڑی پیشی کے لئے اپنے آپ کو (نیک اعمال سے) آراستہ کرلو جس دن تم اللہ کے سامنے پیش کئے جاؤ گے اور تمہاری کوئی پوشیدہ سے پوشیدہ بات چھپی نہیں رہ سکے گی۔[2]

حضرت ابوفراس رحمتہ اللہ علیہ کہتے ہیں ایک مرتبہ حضرت عمر بن خطابؓ نے بیان فرمایا اور ارشاد فرمایا اے لوگو! غور سے سنو! پہلے ہمیں آپ لوگوں کے اندرونی حالات اس طرح معلوم ہو جاتے تھے کہ نبی کریم ﷺ ہمارے درمیان تشریف فرما تھے اور وحی نازل ہوا کرتی تھی اور اللہ تعالیٰ ہمیں آپ لوگوں کے حالات بتا دیا کرتے تھے (کہ کون مومن ہے کون منافق اور کس مومن کا درجہ بڑا ہے اور کس کا چھوٹا؟) غور سے سنو! حضورؐ اب تشریف لے جا چکے ہیں اور وحی کا سلسلہ بھی بند ہو چکا، اس لئے اب ہمارے لئے آپ لوگوں کے حالات و درجات معلوم کرنے کا طریقہ وہ ہوگا جو اب ہم بتانے لگے ہیں آپ میں سے جو خیر کو ظاہر کرے گا ہم اس کے بارے میں اچھا گمان رکھیں گے اور اسی وجہ سے اس سے محبت کریں گے اور جو ہمارے سامنے شر ظاہر کرے گا ہم اس کے بارے میں برا گمان رکھیں گے اور اسی وجہ سے اس سے بغض رکھیں گے اور آپ لوگوں کے پوشیدہ اور اندرونی حالات آپ کے اور آپ کے رب کے درمیان ہوں گے یعنی ہم تو ہر ایک کے ظاہر کے مطابق اس کے متعلق فیصلہ کریں گے۔ غور سے سنو! ایک وقت تو ایسا تھا کہ مجھے اس بات کا یقین تھا کہ ہر قرآن پڑھنے والا صرف اللہ کے لئے اور اللہ کے ہاں کی نعمتوں کے لینے کے ارادے سے پڑھ رہا ہے لیکن اب آخر میں آ کر کچھ ایسا اندازہ ہو رہا ہے کہ کچھ لوگ جو کچھ انسانوں کے پاس ہے اسے لینے کے ارادے سے قرآن پڑھتے ہیں۔ تم قرآن کے پڑھنے سے اور اپنے اعمال سے اللہ کی رضامندی کا ہی ارادہ کرو۔ توجہ سے سنو! میں اپنے گورنر آپ لوگوں کے پاس اس لئے نہیں بھیجتا کہ وہ آپ لوگوں کی کھالوں کی پٹائی کریں یا آپ لوگوں کے مال لے لیں بلکہ اس لئے بھیجتا ہوں تاکہ وہ آپ لوگوں کو دین اور سنت سکھائیں۔ جو گورنر کسی کے ساتھ اس کے علاوہ کچھ اور کرے وہ اس گورنر کی بات میرے پاس لے کر آئے۔ اس ذات کی قسم جس کے قبضہ میں میری جان ہے! میں اسے اس گورنر سے ضرور بدلہ لے کر دوں گا۔ غور سے سنو! مسلمانوں کی پٹائی نہ کرو ورنہ تم انہیں ذلیل کردو گے اور اسلامی سرحد سے انہیں گھر واپس جانے سے نہ روکو ورنہ تم

---

[1] اخرجه الدینوری کذافی الکنز (ج ۸ ص ۲۱۰)
و اخرجه الفضائلی عن الشعبی نحوه کما فی ریاض النضرة (ج ۲ ص ۸۹) [2] عند ابن المبارک و سعید بن منصور و احمد فی الزهد و ابن ابی شیبه وغیرهم کذافی الکنز (ج ۸ ص ۲۰۸)

انہیں فتنہ میں ڈال دو گے اور ان کے حقوق ان سے ۔ روکو (بلکہ ادا کرو) ورنہ تم انہیں ناشکری میں مبتلا کر دو گے اور گھنے درختوں والے جنگل میں انہیں لے کر مت پڑاؤ ڈالنا ورنہ (بکھر جانے کی وجہ سے دشمن کا داؤ چل جائے گا اور) وہ ضائع ہو جائیں گے۔[1]

حضرت ابوالعجفاء رحمتہ اللہ علیہ کہتے ہیں ایک مرتبہ حضرت عمرؓ نے بیان میں فرمایا غور سے سنو! عورتوں کے مہر بہت زیادہ مقرر نہ کرو کیونکہ اگر مہر کا زیادہ ہونا دنیا میں عزت کی چیز ہوتی یا اللہ کے ہاں تقویٰ والا کام شمار ہوتا تو نبی کریم ﷺ تم سے زیادہ اس کے حقدار ہوتے۔ حضورؐ نے اپنی کسی بیوی یا بیٹی کا مہر بارہ اوقیہ یعنی چار سو اسی درہم سے زیادہ مقرر نہیں فرمایا تم لوگ مہر بہت زیادہ مقرر کر لیتے ہو لیکن جب دینا پڑتا ہے تو پھر دل میں اس عورت کی دشمنی محسوس کرتے ہو تم مہر دیتے بھی ہو لیکن اس عورت سے کہتے ہو کہ مجھے تیرے مہر کی وجہ سے مشک بھی اٹھانی پڑی اور بہت مشقت بھی اور دوسری بات یہ ہے کہ تمہارے غزوات میں جو آدمی قتل ہو جاتا ہے تم اس کے بارے میں کہتے ہو فلاں شہید ہو کر قتل ہوا یا فلاں نے شہید ہو کر وفات پائی (بغیر تحقیق کے کسی کے شہید ہونے کا حتمی فیصلہ نہ کیا کرو) کیونکہ ہو سکتا ہے کہ وہ تجارت کے ارادے سے ساتھ آیا ہو اور اس نے اپنی سواری کے آخری حصے پر اور کجاوے کی ایک جانب سونا چاندی لاد رکھا ہو (یہ تجارت والا اللہ کے راستے میں نہیں ہے) اس لئے یہ بات نہ کہا کرو بلکہ جیسے حضورؐ نے فرمایا ویسے کہا کرو کہ جو آدمی اللہ کے راستہ میں قتل ہوا یا فوت ہوا وہ جنت میں جائے گا۔[2]

حضرت مسروق رحمتہ اللہ علیہ کہتے ہیں ایک دن حضرت عمر بن خطابؓ منبر پر تشریف فرما ہوئے اور فرمایا اے لوگو! عورتوں کے مہر زیادہ کیوں مقرر کرتے ہو؟ حضور ﷺ اور آپؐ کے صحابہؓ کے زمانے میں مہر چار سو درہم یا اس سے کم ہوا کرتا تھا۔ اگر مہر بہت زیادہ مقرر کرنا اللہ کے ہاں تقویٰ کا یا عزت کا کام ہوتا تو آپ لوگ اس میں حضورؐ اور صحابہؓ سے آگے نہ نکل سکتے۔[3] نکاح کے باب میں اس بیان کی چند روایات ہم ذکر کر چکے ہیں۔

ایک مرتبہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے جابیہ شہر میں بیان فرمایا پہلے اللہ کی حمد و ثناء بیان کی پھر فرمایا جسے اللہ ہدایت دے اسے کوئی گمراہ نہیں کر سکتا اور جسے گمراہ کر دے اسے کوئی ہدایت دینے والا نہیں۔ حضرت عمرؓ کے سامنے ایک پادری بیٹھا ہوا تھا اس نے فارسی میں کچھ کہا۔ حضرت عمرؓ نے اپنے ترجمان سے پوچھا یہ کیا کہہ رہا ہے؟ ترجمان نے بتایا یہ کہہ رہا ہے کہ اللہ تعالیٰ کسی کو گمراہ نہیں

---

[1] اخرجہ ؒ و ابن سعد و مسدود و ابن خزیمة و الحاکم و البیهقی وغیرهم کذافی الکنز (ج ۸ ص ۲۰۹) قال الهیثمی (ج ۵ ص ۲۱۱) ابوفراس لم ارمن جرحه ولاوثقه وبقیة رجاله ثقات. انتهی وقال الحاکم (ج ۴ ص ۴۳۹) هذا حدیث صحیح علی شرط مسلم ولم یخرجاه و وافقه الذهبی)

[2] اخرجه عبدالرزاق والطیالسی و احمد والدارمی والترمذی و صححه و ابو داؤد و النسائی و ابن ماجة وغیرهم

[3] عند سعید بن منصور و ابی ایعلی کذافی الکنز (ج ۸ ص ۲۹۷)

کرتے۔ حضرت عمرؓ نے فرمایا او اللہ کے دشمن! تم غلط کہتے ہو بلکہ اللہ نے تمہیں پیدا کیا اور اسی نے تمہیں گمراہ کیا اور انشاء اللہ وہ تمہیں دوزخ کی آگ میں داخل کرے گا۔ اگر تمہارے (ذمی ہونے کے) عہد کا پاس نہ ہوتا تو میں تمہاری گردن اڑا دیتا پھر فرمایا اللہ تعالیٰ نے جب حضرت آدم علیہ السلام کو پیدا فرمایا تو ان کی ساری اولاد ان کے سامنے بکھیر دی اور جنت والوں کے نام اور ان کے اعمال (لوح محفوظ میں) اسی وقت لکھ دیئے اور اسی طرح دوزخ والوں کے نام اور ان کے اعمال بھی اسی وقت لکھ دیئے پھر اللہ تعالیٰ نے فرمایا یہ لوگ اس (جنت) کے لئے ہیں اور یہ لوگ اس (دوزخ) کے لئے ہیں۔ راوی کہتے ہیں پھر لوگ بکھر گئے اور تقدیر کے بارے میں اختلاف کرنے لگے۔[1] حضرت عبدالرحمٰن بن ابزی رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں کسی آدمی نے آ کر حضرت عمرؓ کو بتایا کہ کچھ لوگ تقدیر کے بارے میں غلط باتیں کرتے ہیں اس پر حضرت عمرؓ نے کھڑے ہو کر بیان فرمایا، ارشاد فرمایا اے لوگو! تم سے پہلی امتیں تقدیر کے بارے میں غلط باتیں کر کے ہی ہلاک ہوئی ہیں۔ اس ذات کی قسم جس کے قبضہ میں عمر کی جان ہے! آئندہ جن دو آدمیوں کے بارے میں میں نے یہ سنا کہ یہ تقدیر کے بارے میں (اپنی عقل سے) باتیں کر رہے ہیں تو میں دونوں کی گردن اڑا دوں گا۔ راوی کہتے ہیں حضرت عمرؓ کا یہ اعلان سن کر تمام لوگوں نے تقدیر کے بارے میں بات کرنی چھوڑ دی پھر حجاج کے زمانے میں شام میں ایک جماعت ظاہر ہوئی جس نے سب سے پہلے تقدیر کے بارے میں بات کرنی شروع کی۔[2]

حضرت باہلی رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں جب حضرت عمر رضی اللہ عنہ ملک شام میں داخل ہوئے تو انہوں نے جابیہ شہر میں کھڑے ہو کر بیان فرمایا ارشاد فرمایا قرآن سیکھو اس سے تمہارا تعارف ہوگا اور قرآن پر عمل کرو اس سے تم قرآن والوں میں سے ہو جاؤ گے اور کسی حقدار کا درجہ اتنا بڑا نہیں ہو سکتا کہ اس کی بات مان کر اللہ کی نافرمانی کی جائے اور اس بات کا یقین رکھو کہ حق بات کہنے سے اور کسی بڑے کو نصیحت کرنے سے نہ تو موت قریب آتی ہے اور نہ اللہ کا رزق دور ہوتا ہے۔ اور اس بات کو جان لو کہ بندے اور اس کی روزی کے درمیان ایک پردہ پڑا ہوا ہے۔ اگر بندہ صبر سے کام لیتا ہے تو اس کی روزی خود اس کے پاس آ جاتی ہے اور اگر بے سوچے سمجھے روزی کمانے میں گھس جاتا ہے (حلال وحرام کی تمیز نہیں کرتا) تو وہ اس پردے کو تو پھاڑ لیتا ہے لیکن اپنے مقدر کی روزی سے زیادہ نہیں پا سکتا گھوڑوں کو سدھاؤ اور تیر چلانا سیکھو اور جوتی پہنا کرو اور مسواک کیا کرو۔ اور موٹا جھوٹا استعمال کرو اور عجمیوں کی عادتیں اختیار کرنے سے اور ظالم جابر لوگوں کے پڑوس سے بچو اور اس سے بھی بچو کہ تمہارے درمیان صلیب بلند کی جائے یا تم اس دسترخوان پر بیٹھو

۱؎ اخرجه ابو داؤد فی کتاب القدریة و ابن جریر و ابن ابی حاتم وغیرهم

۲؎ عند اللالکائی و ابن عساکر وغیرهما کذافی الکنز (ج ۱ ص ۸۶)

جس پر شراب پی جائے اور بغیر لنگی کے حمام میں داخل ہونے سے بھی بچو اور اس سے بھی بچو کہ تم عورتوں کو ایسے ہی چھوڑ دو کہ وہ حمام میں داخل ہوں کیونکہ حمام میں داخل ہونا عورتوں کے لئے جائز نہیں۔ تم جب عجمیوں کے علاقہ میں پہنچ جاؤ اور ان سے معاہدہ کر لو تو پھر کمائی کے ایسے کام اختیار کرنے سے بچو جن کی وجہ سے تمہیں وہاں ہی رہنا پڑ جائے اور ملک عرب میں واپس نہ آسکو کیونکہ تمہیں اپنے علاقہ میں عنقریب واپس آنا ہے اور ذلت اور خواری کو اپنی گردان میں ڈالنے سے بچو۔ عرب کے مال مویشی کو لازم پکڑو جہاں بھی جاؤ انہیں ساتھ لے جاؤ اور یہ بات جان لو کہ شراب تین چیزوں سے بنائی جاتی ہے۔ کشمش، شہد اور کھجور جو اس میں سے پرانی ہو جائے (اور اس میں نشہ پیدا ہو جائے) تو وہ شراب ہے جو کہ حلال نہیں ہے اور جان لو کہ اللہ تعالیٰ قیامت کے دن تین آدمیوں کو پاک نہیں کریں گے اور انہیں (رحمت کی نگاہ سے) نہیں دیکھیں گے اور انہیں اپنے قریب نہیں کریں گے اور انہیں دردناک عذاب ہوگا۔ ایک وہ آدمی جو دنیا لینے کے ارادے سے امام سے بیعت ہو پھر اگر اسے دنیا ملے تو وہ اس بیعت کو پورا کرے ورنہ نہ کرے۔ دوسرا وہ آدمی جو عصر کے بعد (بیچنے کے لئے) سامان لے کر جائے اور اللہ کی جھوٹی قسم کھا کر کہے اس کی اتنی اور اتنی قیمت لگ چکی ہے اور اس کی اس جھوٹی قسم کی وجہ سے وہ سامان بک جائے۔ مومن کو گالی دینا فسق ہے اور اسے قتل کرنا کفر اور تمہارے لئے یہ حلال نہیں کہ تم اپنے بھائی کو تین دن سے زیادہ چھوڑے رکھو اور جو شخص کسی جادوگر، کاہن یا نجومی کے پاس جائے اور جو وہ کہے اسے سچا مانے تو اس نے محمد ﷺ پر نازل ہونے والے دین کا انکار کر دیا۔[1]

حضرت موسیٰ بن عقبہ رحمتہ اللہ علیہ کہتے ہیں حضرت عمر بن خطابؓ نے جابیہ میں یہ بیان فرمایا تھا، اما بعد! میں تمہیں اس اللہ سے ڈرنے کی وصیت کرتا ہوں جو ہمیشہ رہے گا اور اس کے علاوہ ہر ایک فنا ہو جائے گا جو فرمانبرداری کی وجہ سے اپنے دوستوں کا اکرام کرتا ہے اور نافرمانی کی وجہ سے اپنے دشمنوں کو گمراہ کرتا ہے۔ اب جو کسی گمراہی والے کام کو ہدایت والا سمجھ کر کرتا ہے اور ہلاک ہو جاتا ہے یا کسی حق والے کام کو گمراہی والا سمجھ کر چھوڑ دیتا ہے اور ہلاک ہو جاتا ہے تو اس ہلاک ہونے میں اس کے پاس کوئی عذر نہیں ہے اور بادشاہ کو اپنی رعایا کے بارے میں سب سے زیادہ نگرانی اور دیکھ بھال اس بات کی کرنی چاہیے کہ اللہ تعالیٰ نے اپنے جس دین کی ان کو ہدایت نصیب فرمائی اس دین والے احکامات ان لوگوں پر لازم ہیں۔ یہ لوگ ان احکامات کو صحیح طرح سے ادا کریں اور ہم ذمہ داران خلافت کے ذمہ یہ بھی ہے کہ ہم آپ لوگوں کو اللہ کی اس اطاعت کا حکم دیں جس کا اللہ نے آپ لوگوں کو حکم دیا اور اللہ کی اس نافرمانی سے روکیں جس سے اللہ نے آپ لوگوں کو روکا اور قریب اور دور کے آپ تمام لوگوں میں اللہ کے احکام کو قائم کریں اور جو حق کو

---

۱ ۔ اخرجه العدني كذافي الكنز (ج ۸ ص ۲۰۷)

جھکانا چاہتا ہے ہمیں اس کی کوئی پرواہ نہیں اور مجھے معلوم ہے کہ بہت سے لوگ اپنے دین کے بارے میں بہت سی تمنائیں کرتے ہیں کہتے ہیں ہم نمازیوں کے ساتھ نماز پڑھیں گے اور مجاہدوں کے ساتھ مل کر جہاد کریں گے اور ہم ہجرت کی نسبت حاصل کریں گے اور وہ ان کاموں کو کرتے تو ہیں لیکن ان کا حق ادا نہیں کرتے اور ایمان صرف صورت بنا لینے سے نہیں ملتا اور ہر نماز کا ایک وقت ہے جو اللہ نے اس کے لئے مقرر فرمایا ہے اس کے بغیر نماز ٹھیک نہیں ہو سکتی فجر کا وقت شروع ہوتا ہے جب رات ختم ہو جاتی ہے اور روزے دار کے لئے کھانا پینا حرام ہو جاتا ہے۔ فجر میں خوب زیادہ قرآن پڑھا کرو اور ظہر کا وقت سورج کے زوال سے شروع ہو جاتا ہے لیکن گرمیوں میں اس وقت پڑھو جب تمہارا سایہ تمہارے جتنا لمبا ہو جائے۔ اس وقت تک انسان کا دوپہر کا آرام پورا ہو جاتا ہے اور سردیوں میں اس وقت پڑھو جب کہ سورج تمہارے دائیں ابرو پر آ جائے یعنی زوال کے تھوڑی دیر بعد پڑھ لو اور وضو، رکوع اور سجدے میں اللہ نے جو پابندیاں لگا رکھی ہیں وہ سب پوری کرو اور یہ سب اس لئے ہے تاکہ سوتا نہ رہ جائے اور نماز قضا ہو جائے اور عصر کا وقت یہ ہے کہ سورج زرد ہونے سے پہلے ایسے وقت میں پڑھی جائے کہ ابھی سورج سفید اور صاف ہو اور نماز کے بعد آدمی سست رفتار اونٹ پر چھ میل کا فاصلہ غروب سے پہلے طے کر سکے اور مغرب کی نماز سورج ڈوبتے ہی روزہ کھولنے کا وقت ہوتے ہی پڑھی جائے اور عشاء کی نماز سرخی غائب ہو کر رات کا اندھیرا چھانے سے لے کر تہائی رات تک پڑھی جائے جو اس سے پہلے سو جائے اللہ اسے آرام و سکون کی نیند نہ دے۔ یہ نمازوں کے اوقات ہیں۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا اِنَّ الصَّلٰوۃَ کَانَتْ عَلَی الْمُؤْمِنِیْنَ کِتَابًا مَّوْقُوْتًا ۝ (سورت نساء آیت ۱۰۳) ''یقیناً نماز مسلمانوں پر فرض ہے اور وقت کے ساتھ محدود ہے'' اور ایک آدمی کہتا ہے میں نے ہجرت کی ہے حالانکہ اس کی ہجرت کامل نہیں ہے۔ کامل ہجرت والے تو وہ لوگ ہیں جو تمام برائیاں چھوڑ دیں اور بہت سے لوگ کہتے ہیں ہم جہاد کر رہے ہیں حالانکہ جہاد فی سبیل اللہ یہ ہے کہ آدمی دشمن کا مقابلہ بھی کرے اور حرام سے بھی بچے۔ بہت سے لوگ اچھی طرح دشمن سے جنگ کرتے ہیں لیکن ان کا ارادہ اجر لینے کا ہوتا ہے اور نہ اللہ کو یاد کرنے کا۔ اور قتل ہو جانا بھی موت کی ایک صورت ہے یعنی قتل ہونا شہادت اس وقت شمار ہوگا جب کہ صرف اللہ کے کلمہ کو بلند کرنے کی نیت سے جنگ کر رہا ہو اور ہر آدمی اسی نیت پر شمار کیا جائے گا جس نیت سے اس نے جنگ کی ہے۔ ایک آدمی اس لئے جنگ کرتا ہے کہ اس کی طبیعت میں بہادری ہے اور جسے جانتا ہے اور جسے نہیں جانتا ہر ایک کو جنگ کر کے دشمن سے بچاتا ہے ایک آدمی طبعاً بزدل ہوتا ہے وہ تو اپنے ماں باپ کی مدد نہیں کر سکتا بلکہ انہیں دشمن کے حوالے کر دیتا ہے حالانکہ کتا بھی اپنے گھر والوں کے پیچھے سے بھونکتا ہے یعنی بزدل آدمی کتے سے بھی گیا گزرا ہوتا ہے اور جان لو کہ روزہ قابلِ احترام عمل ہے۔ آدمی روزہ رکھ کر جیسے کھانے، پینے اور

عورتوں کی لذت سے بچتا ہے ایسے ہی اگر مسلمانوں کو تکلیف دینے سے بھی بچے تو پھر اس کا روزہ کامل درجہ کا ہوگا اور زکوٰۃ حضور ﷺ نے (اللہ کے فرمانے سے) فرض کی ہے اسے خوشی خوشی ادا کیا جائے اور زکوٰۃ لینے والے پر اپنا احسان نہ سمجھا جائے۔ تمہیں جو نصیحتیں کی جا رہی ہیں انہیں اچھی طرح سمجھ لو جس کا دین لٹ گیا اس کا سب کچھ لٹ گیا خوش قسمت وہ ہے جو دوسرے کے حالات سے عبرت اور نصیحت حاصل کرلے۔ بدبخت وہ ہے جو کہ ماں کے پیٹ میں یعنی ازل سے بدبخت ہوا ہو اور سب سے برے کام وہ ہیں جو نئے گھڑے جائیں اور سنت میں میانہ روی اختیار کرنا بدعت میں بہت زیادہ کوشش کرنے سے بہتر ہے اور لوگوں کے دلوں میں اپنے بادشاہ سے نفرت ہوا کرتی ہے میں اس بات سے اللہ کی پناہ چاہتا ہوں کہ مجھ میں اور تم میں طبعی کینہ پیدا ہوجائے یا میں اور تم خواہشات کے پیچھے چلنے لگ جائیں یا دنیا کو آخرت پر ترجیح دینے لگ جائیں اور مجھے اس بات کا ڈر ہے کہ تم لوگ کہیں ظالموں کی طرف مائل نہ ہو جاؤ اور مالداروں پر تمہیں مطمئن نہیں ہونا چاہیے۔ تم اس قرآن کو لازم پکڑو کیونکہ اس میں نور اور شفاء ہے باقی سب کچھ تو بدبختی کا سامان ہے۔ اللہ تعالیٰ نے مجھے تمہارے جن کاموں کا والی بنایا ہے ان میں جو حق میرے ذمہ تھا وہ میں نے ادا کر دیا ہے اور تمہاری خیر خواہی کے جذبہ سے تمہیں وعظ و نصیحت بھی کر چکا ہوں۔ ہم نے اس بات کا حکم دے دیا ہے کہ تمہیں تمہارے حصے (بیت المال میں سے) دے دیئے جائیں اور تمہارے لشکروں کو ہم جمع کر چکے ہیں اور جہاں جا کر تم نے غزوہ کرنا ہے وہ جگہیں ہم مقرر کر چکے ہیں اور تمہارے پڑاؤ کی جگہیں بھی مقرر کر دی ہیں اور تلواروں سے لڑ کر جو تم نے مالِ غنیمت حاصل کیا ہے اس میں ہم نے تمہارے لئے پوری طرح وسعت کی ہے لہٰذا اب تمہارے پاس اللہ کے حکم کے مقابلہ میں کوئی عذر نہیں ہے بلکہ سارے وہ دلائل ہیں جن سے اللہ کا ہر حکم ماننا تم پر لازم آتا ہے۔ میں اسی پر بات ختم کرتا ہوں اور اپنے لئے اور سب کے لئے اللہ سے استغفار کرتا ہوں۔[1]

سیف راوی نے اسی روایت کے ضمن میں بیان کیا کہ حضرت عمرؓ نے حضرت علی بن ابی طالبؓ کو مدینہ میں اپنی جگہ خلیفہ بنایا پھر گھوڑے پر سوار ہو کر چلے تاکہ سفر تیزی سے پورا ہو۔ چلتے چلتے جابیہ شہر پہنچ گئے۔ وہاں قیام فرمایا وہاں ایک زبردست مؤثر بیان فرمایا اس میں فرمایا اے لوگو! اپنے باطن کی اصلاح کرلو تمہارا ظاہر خود بخود ٹھیک ہو جائے گا۔ تم اپنی آخرت کے لئے عمل کرو تمہاری دنیا کے کام منجانب اللہ خود ہی ہو جائیں گے اور کسی آدمی کے اور حضرت آدم علیہ السلام کے درمیان ایسا کوئی زندہ باپ نہیں ہے جو موت کے وقت اس کے کام آسکے اور نہ کسی آدمی کے اور اللہ کے درمیان نرمی کا کوئی معاہدہ ہے اور جو آدمی اپنے لئے جنت کا راستہ واضح کرنا چاہتا ہے

۱؎ ذکر فی الکنز (ج ۸ ص ۲۱۰)

اسے چاہئے کہ وہ جماعت کو لازم پکڑے رکھے کیونکہ شیطان اکیلے آدمی کے ساتھ ہوتا ہے اور دو آدمیوں سے بہت دور ہوتا ہے، اور کوئی آدمی ہرگز کسی اجنبی عورت کے ساتھ تنہائی اختیار نہ کرے ورنہ شیطان ان دو کے ساتھ تیسرا ہوگا۔ جسے اپنی نیکی سے خوشی ہو اور اپنی برائی سے رنج وصدمہ ہو وہ کامل ایمان والا ہے۔ راوی لکھتے ہیں یہ بیان بہت لمبا ہے جسے ہم نے اختصار سے ذکر کیا ہے۔[1]

حضرت ابن عمرؓ فرماتے ہیں حضرت عمرؓ نے جابیہ میں بیان فرمایا اس میں ارشاد فرمایا جیسے میں تم میں کھڑے ہو کر بیان کر رہا ہوں ایسے ہی ایک مرتبہ حضورﷺ نے ہم میں کھڑے ہو کر بیان فرمایا تھا جس میں آپؐ نے فرمایا تھا کہ تم لوگ میرے صحابہؓ کے بارے میں اچھا معاملہ کرنے کی وصیت قبول کرو اور جو ان کے بعد والے ہیں ان کے بارے میں یہی وصیت قبول کرو اور پھر جو ان کے بعد والے ہیں ان کے بارے میں بھی یہی وصیت قبول کرو یعنی تابعین اور تبع تابعین کے بارے میں۔ ان تین طبقات کے بعد پھر جھوٹ پھیل جائے گا یہاں تک کہ آدمی سے گواہی دینے کا مطالبہ نہیں کیا جائے گا اور خود ہی (جھوٹی) گواہی دینی شروع کر دے گا۔ تم میں سے جو آدمی جنت کے عین بیچ میں جانا چاہتا ہے اسے چاہئے کہ وہ جماعت کو لازم پکڑے رکھے کیونکہ شیطان اکیلے کے ساتھ ہوتا ہے اور دو آدمیوں سے بہت دور ہوتا ہے اور تم میں سے کوئی آدمی کسی اجنبی عورت کے ساتھ ہرگز تنہائی اختیار نہ کرے ورنہ شیطان ان دو کے ساتھ تیسرا ہوگا جسے اپنی نیکی سے خوشی ہو اور اپنی برائی سے رنج وصدمہ ہو وہ ایمان والا ہے۔[2]

حضرت سوید بن غفلہ رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں حضرت عمرؓ نے جابیہ شہر میں لوگوں میں بیان فرمایا ارشاد فرمایا حضورﷺ نے (مردوں کو) ریشم پہننے سے منع فرمایا ہے صرف دو تین یا چار انگلی کے برابر ریشم پہننے کی اجازت دی ہے۔ اس موقع پر حضرت عمرؓ نے سمجھانے کے لئے ہاتھ سے اشارہ بھی فرمایا۔[3] سیف راوی نے بیان کیا کہ طاعون عمواس کے بعد ۱۷ھ کے آخر میں حضرت عمر رضی اللہ عنہ ملک شام آئے جب ذی الحجہ میں وہاں سے مدینہ واپس جانے کا ارادہ فرمالیا تو لوگوں میں بیان فرمایا پہلے اللہ کی حمد وثناء بیان کی پھر فرمایا غور سے سنو! مجھے تمہارا امیر بنایا گیا ہے اور اللہ تعالیٰ نے مجھے تمہارا والی بنایا ہے اس کی وجہ سے جو ذمہ داریاں آتی ہیں میں نے ماشاء اللہ وہ سب ادا کر دی ہیں اور تمہارے حصہ کا مالِ غنیمت تم میں پھیلا دیا ہے اور پڑاؤ ڈالنے کی جگہیں اور غزوہ کرنے کی جگہیں سب تفصیل سے تمہیں بتا دی ہیں جو کچھ ہمارے پاس تھا وہ سب تمہیں پہنچا دیا ہے۔ تمہارے لشکر جمع کر دیئے ہیں اور تمہارے لئے ترقی کی راہیں مہیا کر دی ہیں اور تمہیں ٹھکانے دے دیئے ہیں اور ملک شام میں جنگ کر کے تم نے جو مالِ غنیمت حاصل کیا تھا وہ سب تم

---

[1] قالہ ابن کثیر فی البدایۃ (ج ۷ ص ۵۲) [2] عند احمد (ج ۱ ص ۱۸)
[3] عند احمد ایضا (ج ۱ ص ۵۱)

لوگوں میں وسعت سے تقسیم کر دیا ہے تمہاری خوراک مقرر کر دی ہے اور تمہیں عطایا، روزینہ اور مالِ غنیمت دینے کا ہم نے حکم دے دیا ہے۔ کوئی آدمی ایسی چیز جانتا ہو جس پر عمل کرنا مناسب ہو وہ ہمیں بتائے ہم اس پر انشاء اللہ ضرور عمل کریں گے اور نیکی کرنے کی طاقت صرف اللہ سے ہی ملتی ہے۔[1]

حضرت عروہ بن زبیر رضی اللہ عنہما اور دوسرے حضرات فرماتے ہیں کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے ایک مرتبہ بیان فرمایا پہلے اللہ کی حمد وثناء اس کی شان کے مناسب بیان کی پھر لوگوں کو اللہ تعالیٰ اور آخرت کے دن کے بارے میں یاد دہانی کرائی پھر فرمایا اے لوگو! مجھے تمہارا والی اور امیر بنایا گیا ہے اگر مجھے یہ امید نہ ہوتی کہ میں تم میں سے تمہارے لئے سب سے بہتر، سب سے زیادہ قوی اور پیش آنے والے اہم امور میں سب سے زیادہ مضبوط رہوں گا تو ہرگز میں آپ لوگوں کا امیر نہ بنتا اور عمر کے فکر مند اور غمگین ہونے کے لئے یہ بات کافی ہے کہ اسے حساب کے ٹھیک نکلنے کا انتظار ہے اور حساب اس بات کا کہ تم سے حقوق لے کر کہاں رکھوں اور تم لوگوں کے ساتھ کیسے چلوں۔ میں اپنے رب سے ہی مدد چاہتا ہوں۔ اگر اللہ تعالیٰ اپنی رحمت، مدد اور تائید سے عمر کا تدارک نہ فرمادیں تو عمر کو کسی طاقت اور تدبیر پر کوئی اعتماد نہیں۔[2]

حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے ایک مرتبہ بیان فرمایا اس میں ارشاد فرمایا اللہ تعالیٰ نے مجھے تمہارا امیر بنادیا ہے جتنی چیزیں تمہارے سامنے ہیں ان میں سے جو چیز تمہیں سب سے زیادہ نفع دینے والی ہے میں اسے خوب اچھی طرح جانتا ہوں اور میں اللہ تعالیٰ سے سوال کرتا ہوں کہ وہ اس سب سے زیادہ نفع دینے والی چیز میں میری مدد کرے اور جیسے اور چیزوں میں میری حفاظت کر رہا ہے ایسے ہی اس میں میری حفاظت فرمائے اور جیسے کہ اللہ نے عدل کرنے کا حکم دیا ہے وہ مجھے تم لوگوں کی تقسیم میں عدل کرنے کی توفیق عطا فرمائے۔ میں ایک مسلمان آدمی اور کمزور بندہ ہوں لیکن اگر اللہ میری مدد فرمائے تو پھر کوئی کمزوری نہیں ہے۔ یہ امارت وخلافت جو مجھے دی گئی ہے۔ یہ انشاء اللہ میرے اچھے اخلاق کو نہیں بدل سکے گی اور عظمت اور بڑائی تو صرف اللہ تعالیٰ کے لئے ہے اور بندوں کے لئے اس میں سے کچھ بھی نہیں لہٰذا تم میں سے کوئی آدمی ہرگز یہ نہ کہے کہ جب سے عمر امیر بنا ہے بدل گیا ہے۔ میں اپنے نفس کے حق کو خوب سمجھتا ہوں (یا میں اپنے بارے میں حق بات کو خوب سمجھتا ہوں) میں خود آگے بڑھ کر اپنی بات بیان کرتا ہوں لہٰذا جس آدمی کو کوئی ضرورت ہے یا اس پر کسی نے ظلم کیا ہے یا ہماری بدخلقی کی وجہ سے اسے ہم پر غصہ آیا ہوا ہے تو وہ مجھے بتادے کیونکہ میں بھی تم میں کا ایک آدمی ہوں اور تم لوگ اپنے ظاہر اور باطن میں اور اپنی قابلِ احترام چیزوں اور آبرو میں اللہ سے ڈرتے رہو اور جو حقوق تمہارے اوپر ہیں تم انہیں ادا کرو اور تم

ا۔ ذکرہ فی البدایۃ (ج ۷ ص ۴۹) ایضا ۲۔ اخرجہ ابن جریر الطبری فی تاریخہ (ج ۲ ص ۲۸۱)

ایک دوسرے کو اپنے مقدمات میرے پاس لے کر آنے پر آمادہ نہ کرو کیونکہ میرے اور لوگوں میں سے کسی کے درمیان نرمی یا طرفداری کا کوئی معاہدہ نہیں۔ تم لوگوں کی درستگی مجھے محبوب ہے اور تمہاری ناراضگی مجھ پر بہت گراں ہے۔ تم میں سے اکثر لوگ شہروں میں مقیم ہیں اور تمہارے علاقہ میں نہ کوئی خاص کھیتی باڑی ہے اور نہ دودھ والے جانور زیادہ ہیں بس وہی غلے اور جانور یہاں ملتے ہیں جو اللہ تعالیٰ باہر سے لے آتے ہیں اور اللہ تعالیٰ نے تم سے بہت زیادہ اکرام کا وعدہ کیا ہوا ہے اور میں اپنی امانت کا ذمہ دار ہوں۔ امانت کے بارے میں مجھ سے پوچھا جائے گا لیکن امانت کا جو حصہ میرے سامنے ہے اس کی دیکھ بھال تو میں خود کروں گا یہ کسی کے سپرد نہیں کروں گا لیکن امانت کا جو حصہ مجھ سے دور ہے میں اس کی دیکھ بھال خود نہیں کر سکتا اسے سنبھالنے کے لئے میں تم میں سے ایسے لوگ استعمال کروں گا جو امانتدار ہیں اور عام لوگوں کے لئے خیر خواہی کا جذبہ رکھنے والے ہیں اور انشاء اللہ اپنی امانت ایسے لوگوں کے علاوہ اور کسی کے سپرد نہیں کروں گا۔[1]

ایک مرتبہ حضرت عمرؓ نے بیان فرمایا پہلے اللہ کی حمد وثناء بیان کی پھر نبی کریم ﷺ پر درود بھیجا پھر فرمایا اے لوگو! لالچ کی بعض صورتیں ایسی ہیں جن سے انسان فقیر اور محتاج ہو جاتا ہے اور (لوگوں کے پاس جو کچھ ہے اس سے) ناامیدی کی بعض صورتیں ایسی ہیں جن سے انسان غنی اور بے نیاز ہو جاتا ہے۔ تم وہ چیزیں جمع کرتے ہو جس کو کھا نہیں سکتے اور ان باتوں کی امید لگاتے ہو جنہیں پا نہیں سکتے۔ تم دھوکے والے گھر یعنی دنیا میں ہو اور تمہیں موت تک کی مہلت ملی ہوئی ہے۔ حضور ﷺ کے زمانے میں تو تم لوگ وحی کے ذریعہ سے پکڑے جاتے تھے جو اپنے باطن میں کوئی چیز چھپاتا تھا اس کی اس چیز پر پکڑ ہو جاتی تھی (اس کے اندر کی اس چیز کا پتہ وحی سے چل جاتا تھا) اور جو کسی چیز کو ظاہر کرتا تھا اس کی اس چیز پر گرفت ہو جاتی تھی۔ لہٰذا اب تم لوگ ہمارے سامنے اپنے سب سے اچھے اخلاق ظاہر کر دیا کرو باقی رہے تمہارے اندرونی حالات اور باطن کی نیتیں تو انہیں اللہ خوب جانتا ہے۔ اب جو ہمارے سامنے کسی بری چیز کو ظاہر کرے گا اور یہ دعویٰ کرے گا کہ اس کی اندرونی حالت بہت اچھی ہے ہم اس کی تصدیق نہیں کریں گے اور جو ہمارے سامنے کسی اچھی چیز کو ظاہر کرے گا ہم اس کے بارے میں اچھا گمان رکھیں گے اور یہ بات جان لو کہ کنجوسی کی بعض صورتیں نفاق کا شعبہ ہیں لہٰذا تم خرچ کرو جیسے کہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں خَيْرًا لِّأَنفُسِكُمْ وَمَن يُوقَ شُحَّ نَفْسِهِ فَأُولَٰئِكَ هُمُ الْمُفْلِحُونَ (سورت تغابن آیت ۱۶) "اور (بالخصوص مواقع حکم میں) خرچ (بھی) کیا کرو یہ تمہارے لئے بہتر ہوگا اور جو شخص نفسانی حرص سے محفوظ رہا ایسے ہی لوگ (آخرت میں) فلاح پانے والے ہیں" اے لوگو! اپنے ٹھکانے پاک صاف رکھو اور اپنے تمام امور کو درست کرو اور اللہ سے ڈرو جو تمہارا رب ہے۔ اور اپنی عورتوں کو قبطی

---

[1] عند ابن جرير الطبري بهذ الاسناد

(مصری) کپڑے نہ پہناؤ کیونکہ ان سے اندر جسم نظر تو نہیں آتا لیکن اس کی نوعیت معلوم ہو جاتی ہے۔ اے لوگو! میری تمنا یہ ہے کہ میں برابر سرابر نجات پا جاؤں نہ مجھے انعام ملے اور نہ سزا اور مجھے اس بات کی امید ہے کہ آئندہ مجھے تھوڑی یا زیادہ جتنی عمر ملے گی میں اس میں انشاء اللہ حق پر عمل کروں گا اور ہر مسلمان کا اللہ کے مال میں جتنا حصہ ہے وہ حصہ خود اس کے پاس اس کے گھر پہنچے گا اور اسے اس حصہ کے لینے کے لئے نہ کچھ کرنا پڑے گا اور نہ کبھی تھکنا پڑے گا اور جو مال اللہ نے تمہیں دے رکھے ہیں انہیں درست کرتے رہو اور سہولت کی تھوڑی کمائی اس زیادہ کمائی سے بہتر ہے جس کے لئے بڑی مشقت اٹھانی پڑے اور قتل ہو جانا مرنے کی ایک صورت ہے جو نیک اور بد، ہر آدمی کو حاصل ہو جاتی ہے لیکن ہر قتل ہونے والا اللہ کے ہاں شہید نہیں ہوتا بلکہ شہید وہ ہے جس کی نیت اجر و ثواب لینے کی ہو اور جب تم کوئی اونٹ خریدنا چاہو تو لمبا اور بڑا اونٹ دیکھو اور اسے اپنی لاٹھی مارو اگر تم اسے چوکنے دل والا پاؤ تو اسے خرید لو۔[1]

حضرت عروہ رضی اللہ عنہ اور دوسرے حضرات فرماتے ہیں ایک مرتبہ حضرت عمرؓ نے بیان فرمایا اس میں ارشاد فرمایا اللہ سبحانہ وتعالیٰ نے تم لوگوں پر شکر واجب کیا ہے اور اللہ تعالیٰ نے بغیر مانگے اور بغیر طلب کے جو دنیا اور آخرت کی شرافت تمہیں عطا فرمائی ہے اس بارے میں تمہارے اوپر کئی دلیلیں بنا دی ہیں تم لوگ کچھ نہیں تھے لیکن اس نے تمہیں پیدا کیا اور پیدا بھی اپنے لئے اور اپنی عبادت کے لئے کیا حالانکہ وہ تمہیں (انسان نہ بناتا بلکہ) اپنی سب سے بے قیمت مخلوق بنا سکتا تھا اور اپنی ساری مخلوق تمہارے فائدہ اور خدمت کے لئے بنائی اور تمہیں اپنے علاوہ اور کسی مخلوق کے لئے نہیں بنایا جیسے کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے سَخَّرَ لَكُمْ مَّا فِي السَّمٰوٰتِ وَمَا فِي الْاَرْضِ وَاَسْبَغَ عَلَيْكُمْ نِعَمَهٗ ظَاهِرَةً وَّبَاطِنَةً (سورت لقمان آیت ۲۰) ''اللہ تعالیٰ نے تمام چیزوں کو تمہارے کام میں لگا رکھا ہے جو کچھ آسمانوں میں ہیں اور جو کچھ زمین میں ہیں اور اس نے تم پر اپنی نعمتیں ظاہری اور باطنی پوری کر رکھی ہیں'' اور اس نے تمہیں خشکی اور سمندر کی سواریاں دیں اور پاکیزہ نعمتیں عطا فرمائیں تاکہ تم شکر گزار بنو پھر تمہارے کان اور آنکھیں بنائیں پھر اللہ کی کچھ نعمتیں ایسی ہیں جو تمام بنی آدم کو ملی ہیں اور کچھ نعمتیں ایسی ہیں جو صرف تم دینِ اسلام والوں کو ملی ہیں پھر یہ تمام خاص اور عام نعمتیں تمہاری حکومت میں تمہارے زمانہ میں تمہارے طبقہ میں خوب فراوانی سے ہیں اور ان نعمتوں میں سے ہر نعمت تم میں سے ہر آدمی کو اتنی زیادہ مقدار میں ملی ہے کہ اگر وہ نعمت تمام لوگوں میں تقسیم کر دی جائے تو وہ اس کا شکر ادا کرتے کرتے تھک جائیں اور اس کا حق ادا کرنا ان پر بھاری ہو جائے۔ ہاں اگر وہ اللہ اور اس کے رسول پر ایمان لائیں اور اللہ ان کی مدد کرے تو پھر وہ اس نعمت کا شکر اور اس کا حق ادا کر سکتے ہیں اور اللہ نے تمام روئے زمین پر تمہیں

۱۔ ذکر ابن جریر ایضا فی تاریخہ (ج ۳ ص ۲۸۲)

اپنا خلیفہ بنایا ہوا ہے اور زمین والوں پر تم غالب آئے ہوئے ہو اور اللہ نے تمہارے دین کی خوب مدد کی ہے اور جن لوگوں نے تمہارا دین اختیار نہیں کیا ان کے دو حصے ہو گئے ہیں۔ کچھ لوگ تو اسلام اور اسلام والوں کے غلام بن گئے ہیں (اس سے مراد ذمی لوگ ہیں) جو تمہیں جزیہ دیتے ہیں خون پسینہ ایک کر کے کماتے ہیں اور طلب معاش میں ہر طرح کی مشقت اٹھاتے ہیں مشقت ساری ان کے ذمہ ہے اور ان کی کمائی سے جزیہ کا فائدہ آپ لوگوں کو ملتا ہے اور کچھ لوگ وہ ہیں جو دن رات ہر وقت اللہ کے لشکروں کے حملوں کے منتظر ہیں (اس سے مراد وہ کافر ہیں جن کے پاس صحابہ کرامؓ کے لشکر جانے والے تھے) اللہ نے ان کے دلوں کو رعب سے بھر دیا ہے۔ اب ان کے پاس کوئی جگہ ایسی نہیں ہے جہاں انہیں پناہ مل جائے یا بھاگ کر وہاں چلے جائیں اور اسلامی لشکروں سے کسی طرح بچ جائیں اللہ کے لشکر ان پر چھا گئے ہیں اور ان کے علاقے میں داخل ہو گئے ہیں اور اللہ کے حکم سے ان لشکروں کو زندگی کی وسعت، مال کی بہتات، لشکروں کا تسلسل اور اسلامی سرحدوں کی حفاظت جیسی نعمتوں کے ساتھ عافیت امن و امان جیسی بڑی نعمت بھی حاصل ہے اور جب سے اسلام شروع ہوا ہے کبھی اس امت کے ظاہری حالات اس سے زیادہ اچھے نہیں رہے اور ہر شہر میں مسلمانوں کو جو بڑی بڑی فتوحات ہو رہی ہیں ان پر اللہ ہی کی تعریف ہونی چاہئے اور یہ جو بے حساب نعمتیں حاصل ہیں جن کا اندازہ نہیں لگایا جا سکتا ان کے مقابلہ میں مسلمان کتنا ہی اللہ کا شکر اور ذکر کر لیں اور دین کے لئے کتنی ہی محنت کر لیں وہ ان نعمتوں کے شکر کا حق ادا نہیں کر سکتے ہاں اللہ اگر ان کی مدد فرمائے اور ان کے ساتھ رحم اور مہربانی کا معاملہ فرمائے تو اور بات ہے اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں ہے اور اسی نے ہم پر یہ اتنے انعام و احسان فرمائے ہیں ہم اس سے سوال کرتے ہیں کہ وہ ہمیں اپنی اطاعت والے عمل کرنے کی اور اپنی رضا کی طرف جلدی کرنے کی توفیق عطا فرمائے۔ اے اللہ کے بندو! اللہ کی جو نعمتیں تمہارے پاس ہیں انہیں اپنی مجلسوں میں دو دو ایک ایک ہو کر یاد کرو اور اپنے اوپر اللہ کی نعمت کو پورا کر لو کیونکہ اللہ تعالیٰ نے حضرت موسیٰ علیہ السلام کو فرمایا ہے اَخْرِجْ قَوْمَکَ مِنَ الظُّلُمٰتِ اِلَی النُّوْرِ وَ ذَکِّرْهُمْ بِاَیّٰمِ اللّٰهِ (سورت ابراہیم آیت ۵) ''اپنی قوم کو (کفر کی) تاریکیوں سے (ایمان کی) روشنی کی طرف لاؤ اور ان کو اللہ کے معاملات (نعمت اور نقمت کے) یاد دلاؤ'' اور حضرت محمد ﷺ کو فرمایا ہے وَاذْکُرُوْٓا اِذْ اَنْتُمْ قَلِیْلٌ مُّسْتَضْعَفُوْنَ فِی الْاَرْضِ (سورت انفال آیت ۲۶) ''اور اس حالت کو یاد کرو جبکہ تم قلیل تھے سرزمین میں کمزور شمار کئے جاتے تھے'' جب تم لوگ اسلام سے پہلے کمزور شمار کئے جاتے تھے اور دنیا کی خیر سے محروم تھے اگر اس وقت تم حق کے کسی شعبہ پر ہوتے اس شعبہ پر ایمان لاتے اور اس سے آرام پاتے اور اللہ اور اس کے دین کی معرفت تمہیں حاصل ہوتی اور اس شعبہ سے مرنے کے بعد کی زندگی میں تم لوگ خیر کی امید رکھتے تو یہ تو کوئی بات ہوتی لیکن تم تو زمانہ جاہلیت میں لوگوں

میں سب سے زیادہ سخت زندگی والے اور اللہ کی ذات وصفات سے سب سے زیادہ جاہل تھے پھر اللہ نے اسلام کے ذریعہ تمہیں ہلاکت سے بچایا اب اچھا یہ تھا کہ صرف اسلام ہوتا اس کے ساتھ تمہاری دنیا کا کوئی حصہ نہ ہوتا اور آخرت میں جہاں تم نے لوٹ کر جانا ہے وہاں یہ اسلام تمہارے لئے بھروسہ کی چیز ہوتی اور تم جس مشقت والی زندگی پر تھے اس زندگی میں تم اس بات کے قابل تھے کہ اسلام میں سے اپنے حصہ پر کنجوسی کرو اسی سے چمٹے رہو اور اسے دوسروں پر ظاہر کرو لہٰذا تم میں سے جو آدمی یہ چاہتا ہے کہ اسے دنیا کی فضیلت اور آخرت کی شرافت دونوں باتیں حاصل ہو جائیں تو اسے اس کے حال پر چھوڑ و جو وہ چاہتا ہے اسے چاہنے دو میں تمہیں اس اللہ کی یاد دہانی کراتا ہوں جو تمہارے اور تمہارے دلوں کے درمیان حائل ہے تم اللہ کا حق پہچانو اور اس حق والے عمل کرو اور اپنے نفسوں کو اللہ کی اطاعت پر مجبور کرو تمہیں نعمتوں پر خوش بھی ہونا چاہئے لیکن یہ ڈر بھی ہونا چاہئے کہ نہ معلوم کب یہ نعمتیں تم سے چھن جائیں اور دوسروں کو مل جائیں کیونکہ کوئی چیز ناشکری سے زیادہ نعمت سے محروم کرانے والی نہیں ہے اور شکر کرنے سے نعمت بدل جانے سے محفوظ ہو جاتی ہے اور اس سے نعمت میں اضافہ ہوتا ہے اور یہ کام اللہ کی طرف سے میرے ذمہ واجب ہے کہ میں تمہیں مفید کاموں کا حکم دوں اور نقصان دہ کاموں سے روکوں۔[1]

حضرت کلیب رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں ایک دفعہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے جمعہ کے دن بیان کیا اور اس میں سورت آل عمران کی آیتیں پڑھیں جب اس آیت پر پہنچے اِنَّ الَّذِيْنَ تَوَلَّوْا مِنْكُمْ يَوْمَ الْتَقَى الْجَمْعٰنِ (سورت آل عمران آیت ۱۵۵) ''یقیناً تم میں جن لوگوں نے پشت پھیر دی تھی جس روز کہ دونوں جماعتیں باہم متقابل ہوئیں'' حضرت عمرؓ نے فرمایا جنگِ احد میں ہمیں شکست ہوگئی۔ میں بھاگ کر پہاڑ پر چڑھ گیا میں نے دیکھا کہ میں پہاڑی بکرے کی طرح چھلانگیں لگا کر بھاگ رہا ہوں اور لوگ کہہ رہے تھے کہ حضرت محمد قتل کر دیئے گئے۔ میں نے کہا جو یہ کہے گا حضرت محمد قتل کر دیئے گئے ہیں میں اسے قتل کر دوں گا۔ پھر ہم سب پہاڑ پر جمع ہو گئے اس پر یہ آیت اِنَّ الَّذِيْنَ تَوَلَّوْا مِنْكُمْ يَوْمَ الْتَقَى الْجَمْعٰنِ نازل ہوئی۔[2]

حضرت کلیب رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں ایک دفعہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے ہم لوگوں میں بیان فرمایا اور منبر پر سورت آل عمران پڑھی پھر فرمایا اس سورت کا جنگ احد سے بہت تعلق ہے، ہم جنگِ احد کے دوران حضور ﷺ کو چھوڑ کر ادھر ادھر بکھر گئے تھے میں ایک پہاڑ پر چڑھ گیا۔ میں نے ایک یہودی کو سنا وہ کہہ رہا تھا حضرت محمدؐ قتل کر دیئے گئے۔ میں نے کہا میں جسے بھی یہ کہتے ہوئے سنوں گا کہ حضرت محمدؐ قتل کر دیئے گئے ہیں میں اس کی گردن اڑا دوں گا۔ پھر میں نے دیکھا تو مجھے ایک جگہ حضور نظر آئے اور لوگ آپؐ کے پاس لوٹ کر آ رہے تھے اس پر یہ آیت نازل ہوئی

۱۔ اخرجه ابن جرير ايضاً في تاريخه (ج ۲ ص ۲۸۳)   ۲۔ اخرجه ابن جرير

وما محمد الا رسول (سورت آل عمران آیت ۱۴۴) ''اور محمدؐ نرے رسول ہی تو ہیں۔ آپؐ سے پہلے اور بھی بہت سے رسول گزر چکے ہیں سو اگر آپ کا انتقال ہو جائے یا آپ شہید ہی ہو جاویں تو کیا تم لوگ الٹے پھر جاؤ گے۔''[1]

حضرت عبداللہ بن عدی بن خیار رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں میں نے منبر پر حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ کو فرماتے ہوئے سنا جب بندہ اللہ کی وجہ سے تواضع اختیار کرتا ہے تو اللہ تعالیٰ اس کی قدر و منزلت بڑھا دیتے ہیں اور فرماتے ہیں بلند ہو جا اللہ تجھے بلند کرے۔ یہ اپنے آپ کو حقیر سمجھتا ہے لیکن لوگوں کی نگاہ میں بڑا ہوتا ہے اور جب بندہ تکبر کرتا ہے اور اپنی حد سے آگے بڑھتا ہے تو اللہ تعالیٰ اسے توڑ کر نیچے زمین پر گرا دیتے ہیں اور فرماتے ہیں دور ہو جا اللہ تجھے دور کرے اور یہ اپنے آپ کو بڑا سمجھتا ہے لیکن لوگوں کی نگاہ میں حقیر ہوتا ہے یہاں تک کہ وہ ان کے نزدیک سور سے بھی زیادہ حقیر ہو جاتا ہے۔[2]

حضرت ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں حضرت عمر بن خطابؓ نے ہم میں بیان فرمایا جس میں ارشاد فرمایا ہو سکتا ہے کہ میں آپ لوگوں کو ایسی چیزوں سے روک دیتا ہوں جن میں آپ لوگوں کا فائدہ ہو اور ایسی چیزوں کا حکم دے دیتا ہوں جن میں آپ لوگوں کا فائدہ نہ ہو اور قرآن میں سب سے آخر میں سود کے حرام ہونے کی آیت نازل ہوئی اور حضور ﷺ ہمارے لئے ابھی سود کی اس آیت کی (موٹی موٹی اور بنیادی باتیں تو بیان فرماتے تھے لیکن اس کی تفصیلی اور باریک باریک باتیں بیان نہ کر پائے تھے کہ آپ کی وفات ہو گئی (کیونکہ حضورؐ اس سے زیادہ اہم کاموں میں مشغول تھے) اس لئے جس صورت میں تمہیں سود کا کچھ کھٹکا ہو اسے چھوڑ دیا کرو اور جس میں کوئی کھٹکا نہ ہو وہ اختیار کر لیا کرو۔[3]

حضرت اسود بن یزید رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں حضرت عمر بن خطابؓ نے لوگوں میں بیان فرمایا اور ارشاد فرمایا تم میں سے جو بھی حج کا ارادہ کرے تو وہ صرف میقات سے ہی احرام باندھے اور احرام باندھنے کے لئے حضور ﷺ نے جو میقات مقرر فرمائے ہیں وہ یہ ہیں مدینہ والوں کے لئے اور دوسری جگہ کے رہنے والے مدینہ سے گزریں تو ان کے لئے ذوالحلیفہ میقات ہے اور شام والوں کے لئے اور دوسری جگہ کے رہنے والوں شام سے گزریں تو ان کے لئے جحفہ میقات ہے اور نجد والوں کے لئے اور دوسری جگہ کے رہنے والے نجد سے گزریں تو ان کے لئے قرن میقات ہے اور یمن والوں کے لئے یلملم اور عراق والوں اور باقی تمام لوگوں کے لئے ذاتِ عرق

۱؎ عند ابن المنذر کذافی الکنز (ج ۱ ص ۲۳۸)
۲؎ اخرجه ابو عبید و الخرائطی و الصابونی و عبدالرزاق کذافی الکنز (ج ۲ ص ۱۴۳)
۳؎ اخرجه الخطیب کذافی الکنز (ج ۲ ص ۲۳۲)

میقات ہے۔[۱]

حضرت ابن عباسؓ فرماتے ہیں ایک مرتبہ حضرت عمرؓ نے بیان فرمایا اور اس میں رجم کا یعنی زنا کرنے والوں کو سنگسار کرنے کی سزا کا ذکر کیا اور فرمایا رجم کے بارے میں دھوکہ نہ کھالینا کیونکہ (اگر چہ اس کا قرآن میں ذکر نہیں ہے لیکن) یہ بھی اللہ کی مقرر کردہ سزاؤں میں سے ایک سزا ہے۔ غور سے سنو! حضورﷺ نے خود رجم کیا ہے اور آپؐ کے بعد ہم نے رجم کیا ہے۔ اگر مجھے اس بات کا ڈر نہ ہوتا کہ لوگ یوں کہیں گے کہ عمرؓ نے اللہ کی کتاب میں وہ چیز بڑھادی جو اس میں نہیں تھی تو میں قرآن کے کنارے پر یہ لکھ دیتا کہ عمر بن خطاب، حضرت عبدالرحمن بن عوف، فلاں اور فلاں صحابی اس بات کے گواہ ہیں کہ حضورﷺ نے رجم کیا ہے اور آپؐ کے بعد ہم نے رجم کیا ہے۔ غور سے سنو! تمہارے بعد عنقریب ایسے لوگ آئیں گے جو رجم کو، دجال کو، شفاعت کو، عذابِ قبر کو اور ان لوگوں کو جو جل جانے کے بعد جہنم سے نکلیں گے ان سب چیزوں کو جھٹلائیں گے۔[۲]

حضرت سعید بن مسیب رحمتہ اللہ علیہ کہتے ہیں حضرت عمرؓ جب منیٰ سے واپس ہوئے تو انہوں نے پتھریلے میدان میں اپنی سواری بٹھائی پھر کنکریوں کی ایک ڈھیری بنا کر اپنے کپڑے کا کنارا اس ڈھیری پر ڈالا اور اس پر لیٹ گئے اور آسمان کی طرف دونوں ہاتھ اٹھا کر یہ دعا کی اے اللہ! میری عمر زیادہ ہوگئی ہے اور میری قوت کمزور ہوگئی ہے اور میری رعایا بہت پھیل گئی ہے۔ اس لئے اب مجھے اپنی طرف اس طرح اٹھالے کہ میں تیرے احکام کو نہ ضائع کرنے والا بنوں اور نہ ان میں کمی کرنے والا پھر جب حضرت عمرؓ مدینہ پہنچے تو لوگوں میں بیان فرمایا جس میں ارشاد فرمایا اے لوگو! کچھ اعمال تم پر فرض کئے گئے ہیں اور سنتیں تمہارے لئے صاف بیان کر دی گئی ہیں اور تمہیں ایک واضح اور صاف ملت پر چھوڑا گیا ہے پھر دایاں ہاتھ بائیں ہاتھ پر مار کر فرمایا اس کے بعد بھی تم دائیں بائیں ہو کر لوگوں کو گمراہ کرتے پھرو تو یہ الگ بات ہے پھر تم اس بات سے بچو کہ رجم کی آیت کی وجہ سے ہلاک ہو جاؤ اور تم میں سے کوئی یوں کہے کہ ہمیں کتاب اللہ میں زنا کے بارے میں دو سزائیں نہیں ملتیں (ایک رجم کی اور دوسری کوڑے مارنے کی بلکہ ہمیں تو صرف ایک سزا ملتی ہے یعنی کوڑے مارنے کی) میں نے خود دیکھا کہ حضورﷺ نے رجم کیا ہے اور آپؐ کے بعد ہم نے بھی رجم کیا ہے۔ اللہ کی قسم! اگر مجھے یہ ڈر نہ ہوتا کہ لوگ کہیں گے عمرؓ نے اللہ کی کتاب میں نئی چیز بڑھادی تو میں یہ عبارت قرآن میں لکھ دیتا الشیخ والشیخة اذا زنیا فارجموهما البتة شادی شدہ مرد اور عورت جب زنا کریں تو دونوں کو ضرور رجم کرو کیونکہ (پہلے یہ آیت قرآن میں نازل ہوئی تھی اور) ہم قرآن میں اس کی تلاوت کیا کرتے تھے (بعد میں یہ الفاظ منسوخ ہو گئے لیکن ان کا حکم اب بھی باقی ہے) حضرت سعید کہتے ہیں ابھی ذوالحجہ کا مہینہ ختم نہیں ہوا تھا کہ

۱۔ اخرجه ابن الضياء كذافى الكنز (ج ٣ ص ٣٠)   ٢۔ اخرجه احمد و ابو يعلى و ابو عبيد

حضرت عمرؓ کو نیزہ مار کر زخمی کر دیا گیا(اور اسی میں ان کا انتقال ہو گیا)۔ا

حضرت معدان بن ابی طلحہ یعمری رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں ایک دفعہ جمعہ کے دن حضرت عمر بن خطابؓ منبر پر کھڑے ہوئے پہلے اللہ کی حمد وثناء بیان کی پھر حضور ﷺ اور حضرت ابوبکرؓ کا ذکر کیا پھر فرمایا میں نے ایک خواب دیکھا جس سے میں یہی سمجھا ہوں کہ میرے دنیا سے جانے کا وقت قریب آ گیا ہے۔ میں نے خواب میں دیکھا کہ ایک سرخ مرغے نے مجھے دو دفعہ چونچ ماری ہے۔ میں نے اس خواب کا ذکر (اپنی بیوی) اسماء بنت عمیسؓ سے کیا اس نے کہا اس کی تعبیر یہ ہے کہ عجم کا ایک آدمی آپ کو قتل کرے گا لوگ مجھے کہہ رہے ہیں کہ میں کسی کو اپنا خلیفہ مقرر کر دوں (خلیفہ مقرر کرنا ٹھیک تو ہے لیکن ضروری نہیں ہے) مجھے یقین ہے کہ اللہ تعالیٰ نے جو اپنا دین اور خلافت دے کر اپنے نبی کریم ﷺ کو بھیجا ہے اسے ہرگز ضائع نہیں ہونے دیں گے اگر (دنیا سے جانے کا) میرا معاملہ جلدی ہو گیا تو یہ چھ آدمی جن سے دنیا سے جاتے وقت حضورؐ راضی تھے آپس کے مشورے سے اپنے میں سے کسی ایک کو خلیفہ بنا لیں حضرت عثمانؓ، حضرت علی، حضرت زبیر، حضرت طلحہ، حضرت عبدالرحمٰن بن عوف اور حضرت سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہم۔ تم ان میں سے جس سے بھی بیعت کرو اس کی بات سنو اور مانو اور مجھے معلوم ہے کہ کچھ لوگ اس امر خلافت میں اعتراض کریں گے، حالانکہ یہ وہ لوگ ہیں جن سے میں نے اپنے اس ہاتھ سے اسلام پر جنگ کی ہے اگر وہ لوگ ایسا کریں تو وہ اللہ کے دشمن کافر اور گمراہ ہوں گے (اگر وہ اس اعتراض کو جائز سمجھتے ہیں تو پھر واقعی وہ کافر ہو جائیں گے ورنہ ان کا یہ عمل کافروں کے عمل کے مشابہ ہو جائے گا) میں کوئی ایسی چیز چھوڑ کر نہیں جا رہا ہوں جو میرے نزدیک کلالہ کے معاملہ سے زیادہ اہم ہو (کلالہ وہ آدمی ہے جس کے نہ اولاد ہو اور نہ ماں باپ ہوں) اللہ کی قسم! جب سے میں حضور ﷺ کے ساتھ رہا ہوں حضورؐ نے کسی بھی چیز کے بارے میں میرے ساتھ اتنی سختی نہیں کی جتنی سختی میرے ساتھ اس کلالہ کے بارے میں کی ہے یہاں تک کہ آپؐ نے اپنی انگلی میرے سینہ پر مار کر فرمایا سورت نساء کے آخر میں گرمیوں میں جو آیت (یستفتونک قل اللّٰہ یفتیکم فی الکلالۃ) نازل ہوئی ہے وہ تمہارے لئے کافی ہے اگر میں زندہ رہا تو کلالہ کے بارے میں ایسا فیصلہ کروں گا کہ ہر پڑھے لکھے اور ان پڑھ کو اس کے بارے میں سب کچھ معلوم ہو جائے گا اور میں اللہ کو گواہ بنا کر کہتا ہوں کہ میں شہر کے گورنروں کو اس لئے بھیجتا ہوں تا کہ وہ لوگوں کو دین اور ان کے نبی کریم ﷺ کی سنت سکھائیں اور جو کوئی نیا یا پیچیدہ معاملہ ایسا پیش آ جائے جس کا انہیں حل سمجھ میں نہ آئے تو وہ اسے میرے پاس بھیج دیں پھر اے لوگو! تم یہ دو سبزیاں کھاتے ہو میں تو انہیں برا ہی سمجھتا ہوں ''لہسن اور پیاز ہیں۔ اللہ کی قسم! میں نے اللہ کے نبی ﷺ کو دیکھا ہے کہ انہیں (مسجد میں) جس

ا۔ عند مالک و ابن سعد و مسدود و الحاکم کذافی الکنز (ج ۳ ص ۹۰)

آدمی سے لہسن یا پیاز کی بو آجاتی تھی تو اسے حضورؐ کے فرمانے پر ہاتھ سے پکڑ کر مسجد سے باہر نکال کر جنت البقیع پہنچا دیا جاتا تھا لہٰذا جو شخص لہسن یا پیاز ضرور ہی کھانا چاہتا ہے وہ انہیں پکا کر (ان کی بو) مار دے۔ حضرت عمرؓ نے یہ بیان جمعہ کے دن فرمایا اور اس کے بعد بدھ کے دن انہیں حملہ کر کے زخمی کر دیا گیا جبکہ ذی الحجہ کے ختم ہونے میں چار دن باقی تھے۔[۱]

حضرت یسار بن معرور رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں ایک مرتبہ حضرت عمرؓ نے ہم لوگوں میں بیان فرمایا جس میں ارشاد فرمایا اے لوگو! حضورﷺ نے یہ مسجد بنائی اور مسجد بنانے میں ہم مہاجرین اور انصار بھی آپؐ کے ساتھ تھے۔ جب مسجد میں مجمع زیادہ ہو جائے تو تم میں سے ہر آدمی کو چاہئے کہ وہ اپنے آگے والے بھائی کی پشت پر سجدے کر لے اور حضرت عمرؓ نے کچھ لوگوں کو راستہ میں نماز پڑھتے ہوئے دیکھا تو فرمایا مسجد میں نماز پڑھو۔[۲]

حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں جب حضرت عمرؓ خلیفہ بنے تو انہوں نے لوگوں میں بیان فرمایا جس میں ارشاد فرمایا حضورﷺ نے ہمیں متعہ کی تین دن کے لئے اجازت دی تھی پھر اس کے بعد آپؐ نے ہمیشہ کے لئے متعہ کو حرام فرما دیا تھا (متعہ یہ ہے کہ آدمی ایک مقرر وقت تک کے لئے شادی کرے۔ خیبر سے پہلے متعہ والا نکاح حلال تھا خیبر کے بعد حضورؐ نے حرام قرار دے دیا تھا پھر فتح مکہ کے موقع پر حضورؐ نے متعہ کی صحابہؓ کو اجازت دی تھی پھر تین دن کے بعد اسے ہمیشہ کے لئے حرام قرار دے دیا تھا) اللہ کی قسم! اب مجھے جس کے بارے میں پتہ چلا کہ وہ شادی شدہ ہے اور اس نے متعہ والا نکاح کیا ہے تو میں اسے سنگسار کر دوں گا یا وہ میرے پاس چار ایسے گواہ لے کر آئے جو اس بات کی گواہی دیں کہ حضورﷺ نے متعہ کو حرام کرنے کے بعد پھر حلال کر دیا تھا اور جو غیر شادی شدہ آدمی مجھے ایسا ملا جو متعہ والا نکاح کرے تو میں اسے سو کوڑے ماروں گا یا وہ میرے پاس ایسے چار گواہ لے کر آئے جو اس بات کی گواہی دیں کہ حضورؐ نے متعہ حرام کرنے کے بعد پھر حلال کر دیا تھا۔[۳]

حضرت عبداللہ بن سعید کے دادا کہتے ہیں میں نے حضرت عمر بن خطابؓ کو منبر پر فرماتے ہوئے سنا اے مسلمانوں کی جماعت! اللہ تعالیٰ نے آپ لوگوں کو عجمی ملکوں میں سے ان کی عورتیں اور بچے مال غنیمت میں (باندی اور غلام بنا کر) اتنے دے دیئے ہیں کہ نہ تو اتنے حضورؐ کو دیئے تھے اور نہ حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کو۔ اور مجھے پتہ چلا ہے کہ بہت سے مرد ان عورتوں سے صحبت

۱۔ اخرجه الطيالسي و ابن سعد و ابن شيبة و احمد و ابن حبان و مسلم و النسائي و ابو عوانة و ابو يعلى كذافي الكنز (ج ۳ ص ۱۵۳) ۲۔ اخرجه الطبراني في الاوسط و احمد و الشاشي و البيهقي و سعيد بن منصور كذافي الكنز (ج ۴ ص ۲۵۹)

۳۔ اخرجه ابن عساكر و سعيد ابن منصور وتمام كذافي الكنز (ج ۸ ص ۲۹۳)

کرتے ہیں (کیونکہ یہ باندیاں ہیں اور باندیوں سے صحبت کرنا مالک کے لئے جائز ہے) اب جس عجمی باندی سے تمہارا بچہ پیدا ہو جائے تو تم اسے نہ بیچنا کیونکہ اگر تم ایسا کرو گے تو ہو سکتا ہے کہ آدمی کو پتہ بھی نہ چلے اور وہ اپنی کسی محرم عورت سے صحبت کر لے (ہو سکتا ہے کہ آدمی باندی کو بیچ دے اور باندی سے جو لڑکا پیدا ہوا تھا وہ اسی آدمی کا بیٹا تھا وہ اسی کے پاس رہ گیا بعد میں اس لڑکے نے اسی باندی کو خرید لیا اور اسے پتہ نہیں ہے کہ یہ اس کی ماں ہے)۔[1]

حضرت معرور یا ابن معرور تمیمی رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں حضرت عمر بن خطابؓ منبر پہ چڑھے اور حضور ﷺ والی جگہ سے دو سیڑھی نیچے بیٹھ گئے وہاں میں نے ان کو یہ فرماتے ہوئے سنا میں تمہیں اللہ سے ڈرنے کی وصیت کرتا ہوں اور جسے اللہ تعالیٰ آپ لوگوں کا والی و حاکم بنا دیں اس کی بات سنو اور مانو۔[2]

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں حضرت عمر بن خطابؓ اپنے بیان میں فرمایا کرتے تھے تم میں سے وہ آدمی کامیاب رہا جو خواہش پر چلنے سے، غصہ میں آنے اور لالچ میں پڑنے سے محفوظ رہا اور جسے گفتگو میں سچ بولنے کی توفیق دی گئی کیونکہ سچ اسے خیر کی طرف لے جائے گا اور جو شخص جھوٹ بولے گا وہ گناہ کے کام کرے گا اور جو گناہ کے کام کرے گا وہ ہلاک ہو جائے گا اور گناہ کے کاموں سے بچو اور اس شخص کا کیا گناہ کرنا جو مٹی سے پیدا ہوا اور مٹی کی طرف لوٹ جائے گا۔ آج وہ زندہ ہے کل مردہ ہوگا۔ روزانہ کا کام کرو اور مظلوم کی بددعا سے بچو اور اپنے آپ کو مردوں میں شمار کرو۔[3]

حضرت قبیصہ رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں میں نے حضرت عمر رضی اللہ عنہ کو منبر پر فرماتے ہوئے سنا جو رحم نہیں کرتا اس پر رحم نہیں کیا جاتا جو معاف نہیں کرتا اسے معاف نہیں کیا جاتا جو توبہ نہیں کرتا اس کی توبہ قبول نہیں کی جاتی جو (برے کاموں سے) نہیں بچتا اسے (عذاب سے) نہیں بچایا جاتا۔[4]

حضرت عروہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں حضرت عمرؓ نے اپنے بیان میں فرمایا یہ بات اچھی طرح سمجھ لو کہ لالچ فقر کی نشانی ہے اور ناامیدی سے انسان غنی ہو جاتا ہے۔ آدمی جب کسی چیز سے ناامید ہو جاتا ہے تو آدمی کو اس کی ضرورت نہیں رہتی۔[5]

حضرت عبداللہ بن خراش رحمۃ اللہ علیہ کے چچا کہتے ہیں میں نے حضرت عمر بن خطابؓ کو

۱۔ اخرجه البيهقي عن عبدالله بن سعيد كذافي الكنز (ج ۸ ص ۲۹۲) ۲۔ اخرجه ابن جرير كذافي الكنز (ج ۸ ص ۲۰۸) ۳۔ اخرجه البيهقي كذافي الكنز (ج ۸ ص ۲۰۸)
۴۔ اخرجه البخاري في الادب و ابن خزيمة و جعفر الفريابي كذافي الكنز (ج ۸ ص ۲۰۷)
۵۔ اخرجه ابونعيم في الحلية (ج ۱ ص ۵۰) كذافي الكنز (ج ۸ ص ۲۳۵)

بیان میں یہ فرماتے ہوئے سنا اے اللہ! اپنی امان کے ذریعہ ہماری حفاظت فرما اور ہمیں اپنے دین پر ثابت قدم رکھ۔[۱] اپنے فضل سے ہمیں رزق عطا فرما۔[۲]

حضرت ابو سعید رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں ایک مرتبہ حضرت عمرؓ نے لوگوں میں بیان فرمایا جس میں ارشاد فرمایا اللہ تعالیٰ نے اپنے نبی ﷺ کو جس چیز کی چاہی اجازت دے دی (چنانچہ حضور ﷺ نے پہلے صرف حج کا احرام باندھا تھا بعد میں اللہ تعالیٰ کی اجازت سے اسی احرام میں عمرہ کی نیت بھی کر لی اب ایسا کرنے کی امت کو اجازت نہیں ہے) اور اب اللہ کے نبی اپنے راستہ پر (دنیا سے) تشریف لے جا چکے ہیں لہٰذا حج اور عمرہ کو اللہ کے لئے ایسے پورا کرو جیسے تمہیں اللہ نے حکم دیا ہے اور ان عورتوں کی شرمگاہوں کی حفاظت کرو۔[۳]

حضرت ابن زبیر رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں میں نے حضرت عمر بن خطابؓ کو بیان میں فرماتے ہوئے سنا کہ میں نے حضور ﷺ کو فرماتے ہوئے سنا کہ جو مرد دنیا میں ریشم پہنے گا اسے آخرت میں ریشم نہیں پہنایا جائے گا۔[۴]

حضرت عبدالرحمٰن بن عوف رضی اللہ عنہ کے غلام حضرت ابو عبید رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں میں نے ایک مرتبہ حضرت عمر بن خطابؓ کے ساتھ عید کی نماز پڑھی۔ انہوں نے اذان اور اقامت کے بغیر خطبہ سے پہلے نماز پڑھائی پھر خطبہ دیا اور فرمایا اے لوگو! حضور ﷺ نے ان دو دنوں کے روزے سے منع فرمایا ہے۔ ایک تو عید الفطر کا دن جس دن تم رمضان کے روزوں سے افطار کرتے ہو اور عید مناتے ہو اور دوسرا وہ دن جس دن تم لوگ اپنی قربانی کا گوشت کھاتے ہو۔[۵]

حضرت علقمہ بن وقاص لیثی رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں میں نے حضرت عمر بن خطابؓ کو لوگوں میں بیان کرتے ہوئے سنا وہ فرما رہے تھے میں نے حضور ﷺ کو فرماتے سنا کہ عمل کا دارومدار نیت پر ہے اور آدمی کو عمل پر وہی ملے گا جس کی وہ نیت کرے گا لہٰذا جس کی ہجرت اللہ و رسول کی طرف ہوگی تو اس کی ہجرت اللہ و رسول کی طرف ہی شمار ہوگی اور جس کی ہجرت دنیا حاصل کرنے یا کسی عورت سے شادی کرنے کے لئے ہوگی تو اس کی ہجرت اسی چیز کے لئے شمار ہوگی جس کی نیت سے اس نے ہجرت کی ہوگی۔[۶]

حضرت سلیمان بن یسار رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ نے رمادہ کی قحط سالی کے زمانے میں بیان فرمایا جس میں ارشاد فرمایا اے لوگو! اپنے بارے میں اللہ سے ڈرو

۱۔ اخرجه ابونعیم فی الحلیة (ج ۱ ص ۵۴)
۲۔ زاده احمد فی الزهد و الرویانی واللالکائی و ابن عساکر کما فی الکنز (ج ۱۰ ص ۳۰۳)
۳۔ اخرجه احمد (ج ۱ ص ۱۷)
۴۔ اخرجه احمد (ج ۱ ص ۲۰)
۵۔ اخرجه احمد (ج ۱ ص ۳۴)
۶۔ اخرجه احمد (ج ۱ ص ۴۳)

اور تمہارے جو کام لوگوں سے چھپے ہوئے ہیں ان میں بھی اللہ سے ڈرو مجھے تمہارے ذریعہ سے آزمایا جارہا ہے اور تمہیں میرے ذریعہ سے۔اب مجھے معلوم نہیں کہ اللہ نے ناراض ہو کر جو یہ قحط سالی بھیجی ہے وہ کس سے ناراض ہے؟) وہ مجھ سے ناراض ہے اور تم سے نہیں یا تم سے ناراض ہے مجھ سے نہیں یا مجھ سے اور تم سے دونوں سے ہی ناراض ہے۔آؤ ہم اللہ سے دعا کریں کہ وہ ہمارے دلوں کو ٹھیک کردے اور ہم پر رحم فرمائے اور یہ قحط ہم سے دور کردے۔راوی کہتے ہیں اس دن دیکھا گیا کہ حضرت عمرؓ دونوں ہاتھ اٹھا کر اللہ سے دعا کررہے ہیں اور لوگ بھی دعا کررہے ہیں پھر حضرت عمرؓ اور لوگ تھوڑی دیر روتے رہے پھر حضرت عمرؓ منبر سے نیچے تشریف لے آئے۔[1]

حضرت ابو عثمان نہدی رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں حضرت عمرؓ لوگوں میں بیان کررہے تھے میں ان کے منبر کے نیچے بیٹھا ہوا تھا آپؓ نے بیان فرمایا میں نے حضور ﷺ کو فرماتے ہوئے سنا مجھے اس امت پر سب سے زیادہ ڈر اس منافق کا ہے جو زبان کا خوب جاننے والا ہو یعنی جسے باتیں بنانی خوب آتی ہوں۔[2]

حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے بیانات صحابہ کرامؓ کے باہمی اتحاد اور اتفاق رائے کے باب میں گزر چکے ہیں۔

امیر المومنین حضرت عثمان بن عفانؓ کے بیانات

حضرت ابراہیم بن عبدالرحمٰن مخزومی رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں جب لوگ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ سے بیعت کر چکے تو آپؓ نے آکر لوگوں میں بیان فرمایا۔پہلے اللہ کی حمد و ثناء بیان کی پھر فرمایا اے لوگو! پہلی مرتبہ سوار ہونا مشکل ہوتا ہے آج کے بعد اور بھی دن ہیں۔اگر میں زندہ رہا تو تم ایسا بیان سنو گے جو صحیح ترتیب سے ہوگا۔ہم تو بیان کرنے والے نہیں ہیں اللہ ہمیں بیان کا صحیح طریقہ سکھادیں گے۔[3]

حضرت بدر بن عثمان رحمۃ اللہ علیہ کے چچا بیان کرتے ہیں جب اہل شوریٰ حضرت عثمانؓ سے بیعت ہوگئے تو اس وقت وہ بہت غمگین تھے ان کی طبیعت پر بڑا بوجھ تھا وہ حضور ﷺ کے منبر پر تشریف لائے اور لوگوں میں بیان فرمایا پہلے اللہ کی حمد و ثناء بیان کی پھر نبی کریم ﷺ پر درود بھیجا اس کے بعد فرمایا تم ایسے گھر میں ہو جہاں سے تمہیں کوچ کر جانا ہے اور تمہاری عمر تھوڑی باقی رہ گئی ہے لہٰذا تم جو خیر کے کام کر سکتے ہو موت سے پہلے کرلو۔صبح اور شام موت تمہیں آنے ہی والی ہے۔غور سے سنو! دنیا سراسر دھوکہ ہی دھوکہ ہے۔(اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے) فَلَا تَغُرَّنَّكُمُ الْحَيَاةُ الدُّنْيَا

۱۔ اخرجه ابن سعد (ج ۳ ص ۲۲۲) ۲۔ اخرجه احمد (ج ۱ ص ۴۴)
۳۔ اخرجه ابن سعد (ج ۳ ص ۶۲)

وَلَا يَغُرَّنَّكُم بِاللّٰهِ الْغَرُورُ (سورت لقمان آیت ۳۳) ''سو تم کو دنیوی زندگانی دھوکہ میں نہ ڈالے اور نہ وہ دھوکہ باز (شیطان) اللہ سے دھوکہ میں ڈالے'' اور جو لوگ جا چکے ان سے عبرت حاصل کرو اور خوب محنت کرو اور غفلت سے کام نہ لو کیونکہ موت کا فرشتہ تم سے کبھی غافل نہیں ہوتا کہاں ہیں دنیا کے وہ بھائی اور بیٹے جنہوں نے دنیا میں کھیتی باڑی کی اور اسے خوب آباد کیا اور لمبی مدت تک اس سے فائدہ اٹھایا؟ کیا دنیا نے انہیں پھینک نہیں دیا؟ چونکہ اللہ نے دنیا کو پھینکا ہوا ہے، اس لئے تم بھی اسے پھینک دو اور آخرت کو طلب کرو کیونکہ اللہ نے دنیا کی اور آخرت کی جو کہ دنیا سے بہتر ہے دونوں کی مثال اس آیت میں بیان کی وَاضْرِبْ لَهُم مَّثَلَ الْحَيَاةِ الدُّنْيَا كَمَاءٍ أَنزَلْنَاهُ مِنَ السَّمَاءِ سے لے کر اَمَلًا تک (سورت کہف آیت ۴۵۔۴۶) ''اور آپ ان لوگوں سے دنیاوی زندگی کی حالت بیان فرمایئے کہ وہ ایسی ہے جیسے آسمان سے ہم نے پانی برسایا ہو پھر اس کے ذریعہ سے زمین کی نباتات خوب گنجان ہوگئی ہوں پھر وہ ریزہ ریزہ ہو جاوے کہ اس کو ہوا اڑائے لئے پھرتی ہو اور اللہ تعالیٰ ہر چیز پر پوری قدرت رکھتے ہیں مال اور اولاد حیات دنیا کی ایک رونق ہے اور جو اعمال صالحہ باقی رہنے والے ہیں وہ آپ کے رب کے نزدیک ثواب کے اعتبار سے بھی ہزار درجہ بہتر ہیں اور امید کے اعتبار سے بھی'' بیان کے بعد لوگ حضرت عثمانؓ سے بیعت ہونے لگے۔[1]

حضرت عتبہ رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں حضرت عثمانؓ نے بیعت کرنے کے بعد لوگوں میں بیان کیا جس میں ارشاد فرمایا اما بعد! مجھ پر خلافت کی ذمہ داری ڈالی گئی ہے جسے میں نے قبول کرلیا ہے۔ غور سے سنو! میں (حضور ﷺ اور حضرت ابوبکرؓ کے) پیچھے چلوں گا اور اپنے پاس سے گھڑ کر نئی باتیں نہیں لاؤں گا۔ توجہ سے سنو! اللہ کی کتاب اور اس کے نبی کی سنت کے بعد میرے اوپر تمہارے تین حق ہیں پہلا حق یہ ہے کہ جس چیز میں آپ لوگ متفق ہیں اور اس کا ایک راستہ مقرر کرلیا ہے اس میں میں اپنے سے پہلوں کے طریقہ پر چلوں اور دوسرا حق یہ ہے کہ جس چیز میں آپ سب لوگوں نے مل کر کوئی راستہ مقرر نہیں کیا ہے اس میں میں خیر والوں کے راستے پر چلوں اور تیسرا حق یہ ہے کہ میں آپ لوگوں سے اپنے ہاتھ روکے رکھوں آپ لوگوں کو کسی قسم کی سزا نہ دوں۔ ہاں آپ لوگ ہی خود کوئی ایسا کام کر بیٹھیں جس پر سزا دینا میرے ذمہ واجب ہو تو یہ الگ بات ہے۔ غور سے سنو! دنیا سرسبز و شاداب ہے اور تمام لوگوں کے دلوں میں اس کی رغبت رکھی ہوئی ہے اور بہت لوگ اس کی طرف مائل ہو چکے ہیں، لہٰذا تم دنیا کی طرف مت جھکو اور اس پر بھروسہ نہ کرو یہ بھروسے کے قابل نہیں اور یہ اچھی طرح سمجھ لو کہ یہ دنیا صرف اسے چھوڑتی ہے جو اسے چھوڑ دے۔[2]

---

[1] اخرجه ابن جرير الطبرى فى تاريخه (ج ۲ ص ۳۰۵)

[2] اخرجه ابن جرير ايضا فى تاريخه (ج ۳ ص ۴۴۶) باسناد فيه سيف

حضرت مجاہد رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں ایک مرتبہ حضرت عثمانؓ نے بیان فرمایا اور ارشاد فرمایا اے ابن آدم! یہ بات جان لو کہ موت کا فرشتہ تمہارے لئے مقرر کیا گیا ہے جب سے تم دنیا میں آئے ہو وہ تمہیں چھوڑ کر دوسروں کے پاس جا رہا تھا لیکن اب اس نے دوسروں کو چھوڑ کر تمہارے پاس آنے کا ارادہ کر لیا ہے اس لئے اپنے بچاؤ کا سامان لے لو اور موت کی تیاری کر لو اور غفلت سے کام نہ لو کیونکہ موت کا فرشتہ تم سے بالکل غافل نہیں ہے اور اے ابنِ آدم! جان لو کہ اگر تم اپنے بارے میں غفلت میں پڑ گئے اور تم نے موت کی تیاری نہ کی تو تمہارے علاوہ کوئی اور یہ تیاری نہیں کرے گا اور اللہ سے ملاقات ضروری ہوئی ہے، اس لئے اپنے لئے نیک اعمال لے لو اور یہ کام دوسروں پر نہ چھوڑو۔ فقط والسلام۔[1]

حضرت حسن رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں ایک مرتبہ حضرت عثمان بن عفانؓ نے لوگوں میں بیان فرمایا پہلے اللہ کی حمد و ثناء بیان کی پھر فرمایا اللہ کا تقویٰ اختیار کرو کیونکہ اللہ کا تقویٰ غنیمت ہے۔ سب سے زیادہ عقلمند وہ ہے جو اپنے نفس پر قابو پالے اور موت کے بعد والی زندگی کے لئے عمل کرے اور قبر کے اندھیرے کے لئے اللہ سے نور حاصل کر لے اور بندے کو اس بات سے ڈرنا چاہئے کہ کہیں اللہ تعالیٰ اسے حشر کے دن اندھا بنا کر نہ اٹھائیں حالانکہ وہ دنیا میں آنکھوں والا تھا اور سمجھدار آدمی کو تو چند جامع کلمات کافی ہو جاتے ہیں جن کے الفاظ کم اور معنی زیادہ ہوں اور بہرے آدمی کو تو دور سے پکارنا پڑتا ہے اور یقین رکھو کہ جس کے ساتھ اللہ ہوگا وہ کسی چیز سے نہیں ڈرے گا اور اللہ جس کے خلاف ہوگا وہ اللہ کے علاوہ اور کس سے مدد کی امید کر سکتا ہے؟[2]

حضرت حسن رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں میں نے حضرت عثمانؓ کو منبر پر دیکھا وہ فرما رہے تھے اے لوگو! تم چھپ کر جو عمل کرتے ہو ان میں اللہ سے ڈرو کیونکہ میں نے حضور ﷺ کو فرماتے ہوئے سنا اس ذات کی قسم جس کے قبضہ میں محمد کی جان ہے! جو بھی کوئی عمل چھپ کر کرتا ہے تو اللہ تعالیٰ اسے اس عمل کی چادر علی الاعلان ضرور پہنائیں گے۔ اگر خیر کا عمل کیا ہوگا تو اسے خیر کی چادر پہنائیں گے اور برا عمل کیا ہوگا تو اسے بری چادر پہنائیں گے پھر حضرت عثمانؓ نے یہ آیت پڑھی وَرِيَاشًا وَّلِبَاسُ التَّقْوٰى ذٰلِكَ خَيْرٌ (سورت اعراف آیت ۲۶) اس میں حضرت عثمانؓ نے وریاشاً پڑھا اور وریشانہ پڑھا (جو کہ مشہور قرأت ہے) ''اور زینت اور تقویٰ کا لباس یہ اس سے بڑھ کر ہے'' راوی کہتے ہیں زینت اور تقویٰ والے لباس سے مراد اچھی عادتیں ہیں۔[3]

حضرت عباد بن زاہر رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں میں نے حضرت عثمانؓ کو بیان کرتے ہوئے

۱۔ اخرجه الدینوری فی المجالسة و ابن عساکر کذافی الکنز (ج ۸ ص ۱۰۹)
۲۔ اخرجه الدینوری ابن عساکر کذافی الکنز (ج ۸ ص ۲۲۴)
۳۔ اخرجه ابن جریر و ابن ابی حاتم کذافی الکنز (ج ۲ ص ۱۳۷)

سنا انہوں نے فرمایا اللہ کی قسم! ہم لوگ سفر و حضر میں حضور ﷺ کے ساتھ رہے آپؐ ہمارے بیماروں کی عیادت فرماتے تھے اور ہمارے جنازوں کے ساتھ تشریف لے جاتے تھے اور ہمارے ساتھ غزوہ میں جاتے تھے اور آپؐ کے پاس کم یا زیادہ جتنا ہوتا اسی سے ہم سے غمخواری فرماتے اور اب کچھ لوگ مجھے حضورؐ کے بارے میں بتا رہے ہیں حالانکہ ان لوگوں نے تو شاید حضورؐ کو دیکھا بھی نہیں ہوگا۔[۱] احمد اور ابو یعلی کی روایت میں اس کے بعد یہ ہے اس پر اعین بن امراۃ الفرزدق نے حضرت عثمانؓ کو مخاطب کرتے ہوئے کہا اے نعثل! (مصر کے ایک آدمی کا نام نعثل تھا اس کی داڑھی لمبی تھی حضرت عثمانؓ کی ڈاڑھی بھی لمبی تھی معترضین کو حضرت عثمانؓ میں اس کے علاوہ اور کوئی کمی ملتی نہیں تھی، اس لئے اس سے تشبیہ دیتے ہوئے اس کے نام سے پکارا کرتے تھے) آپ نے تو سب کچھ بدل دیا ہے حضرت عثمانؓ نے پوچھا یہ کون ہے؟ لوگوں نے بتایا یہ اعین ہے تو فرمایا نہیں اے غلام! تو نے بدلا ہے اس پر لوگ اعین پر جھپٹے۔ بنولیث کا ایک آدمی لوگوں کو اعین سے ہٹانے لگا اور وہاں سے بچا کر اعین کو اپنے گھر لے گیا۔[۲]

حضرت مالک رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں میں نے حضرت عثمان بن عفانؓ کو بیان میں فرماتے ہوئے سنا کہ چھوٹی عمر کے غلام کو کما کر لانے کا مکلّف نہ بناؤ کیونکہ اگر تم اسے کمانے کا مکلّف بناؤ گے تو وہ چھوٹا ہونے کی وجہ سے کما نہیں سکے گا اس لئے چوری شروع کر دے گا۔ ایسے ہی جو باندی کوئی کام یا ہنر نہ جانتی ہو اسے بھی کما کر لانے کا مکلّف نہ بناؤ کیونکہ اگر تم اسے کما کر لانے کا مکلّف بناؤ گے تو اسے کوئی کام اور ہنر تو آتا نہیں اس لئے وہ اپنی شرم گاہ کے ذریعہ یعنی زنا کے ذریعہ کمانے لگ جائے گی اور پاکدامنی اختیار کئے رہو کیونکہ اللہ نے تمہیں پاکدامنی عطا فرما رکھی ہے اور کھانے کی صرف وہ چیزیں استعمال کرو جو حلال اور پاکیزہ ہیں۔[۳]

حضرت زبید بن صلت رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں میں نے حضرت عثمانؓ کو منبر پر فرماتے ہوئے سنا اے لوگو! جوا کھیلنے سے بچو یعنی نرد نہ کھیلا کرو کیونکہ مجھے بتایا گیا ہے کہ تم میں سے کچھ لوگوں کے گھروں میں نرد کھیل کے آلات ہیں، اس لئے جس کے گھر میں یہ آلات موجود ہیں وہ یا تو انہیں جلا دے یا توڑ دے اور دوسری مرتبہ حضرت عثمانؓ نے منبر پر فرمایا اے لوگو! میں نے اس نرد کھیل کے بارے میں بات کی تھی لیکن ایسا نظر آ رہا ہے کہ تم لوگوں نے اس کھیل کے آلات کو گھروں سے ابھی نہیں نکالا ہے اس لئے میں نے ارادہ کر لیا ہے کہ حکم دے کر لکڑیوں کے گٹھڑ جمع کراؤں

۱؎ اخرجه احمد و البزار و المروزی و الشاشی و ابویعلی و سعید بن منصور کذافی الکنز (ج ۴ ص ۴۴)
۲؎ قال الهیثمی (ج ۷ ص ۲۲۸) رواه احمد ابویعلی فی الکبیر و رجالهما رجال الصحیح غیر عباد بن زاهر وهو ثقة. انتهی ۳؎ اخرجه الشافعی و البیهقی (ج ۸ ص ۹) عن مالک عن عمه ابی سهیل بن مالک قال البیهقی ورفعه بعضهم عن عثمان من حدیث الثوری ورفعه ضعیف کذافی الکنز (ج ۵ ص ۲۷)

اور جن گھروں میں یہ آلات ہیں ان سب کو آگ لگادوں۔[1]

حضرت عبدالرحمٰن بن حمید کے آزاد کردہ غلام حضرت سالم رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں حضرت عثمانؓ نے منیٰ میں نماز پوری پڑھائی (حضور صلی اللہ علیہ وسلم اور حضرت ابو بکر اور حضرت عمر رضی اللہ عنہما حج کے موقع پر منیٰ کے دنوں میں ظہر، عصر، عشاء تینوں نمازوں میں دو رکعت نماز پڑھاتے رہے۔ شروع میں حضرت عثمانؓ بھی دو رکعت پڑھاتے رہے لیکن پھر چار رکعت پڑھانے لگے تھے) پھر لوگوں میں بیان کیا جس میں فرمایا اے لوگو! اصل سنت تو وہ ہے جو حضور ﷺ اور آپؐ کے ساتھیوں (حضرت ابو بکرؓ اور حضرت عمرؓ) نے کیا لیکن اس سال لوگ حج پر بہت آئے ہیں، اس لئے مجھے ڈر ہوا کہ لوگ دو رکعت پڑھنے کو مستقل سنت نہ بنالیں (اس لئے میں نے چار رکعت پڑھائیں)۔[2]

حضرت قتیبہ بن مسلم رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں حجاج بن یوسف نے ہم میں بیان کیا اور اس نے قبر کا تذکرہ کیا اور مسلسل کہتا رہا کہ یہ قبر تنہائی کا گھر ہے اور اجنبیت اور بیگانگی کا گھر ہے۔ یہاں تک کہ خود بھی رونے لگا اور آس پاس والوں کو بھی رلا دیا پھر کہا میں نے امیر المومنین عبدالملک بن مروان کو کہتے ہوئے سنا کہ ایک مرتبہ حضرت عثمان بن عفانؓ نے ہم میں بیان کیا جس میں فرمایا حضور ﷺ نے جب بھی کسی قبر کو دیکھا یا اس کا تذکرہ کیا تو آپؐ ضرور روئے۔[3]

حضرت سعید بن مسیب رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں میں نے حضرت عثمانؓ کو منبر پر بیان میں فرماتے ہوئے سنا کہ میں بنو قینقاع کے ایک یہودی خاندان سے کھجوریں خریدتا تھا اور آگے نفع پر بیچتا تھا۔ حضور ﷺ کو یہ خبر پہنچی تو فرمایا اے عثمان! جب خریدا کرو تو پیمانہ سے ناپ لیا کرو اور جب بیچا کرو تو [illegible] پیمانہ سے ناپ کر دیا کرو۔[4]

حضرت حسن رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں میں ایک مرتبہ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کی خدمت میں حاضر تھا آپؓ بیان میں تکلیف دہ کتوں کو مار نے کا اور کھیل کے طور پر اڑائے جانے والے کبوتروں کو ذبح کر دینے کا حکم دے رہے تھے (جو دوسرے کبوتروں کو لے آتے ہوں)۔[5]

حضرت بدر بن عثمان رحمۃ اللہ علیہ کے چچا کہتے ہیں کہ مجمع میں حضرت عثمانؓ نے آخری بیان میں یہ فرمایا اللہ تعالیٰ نے تمہیں دنیا اس لئے دی ہے تاکہ تم اس کے ذریعہ سے آخرت حاصل کرو اور اس لئے نہیں دی کہ تم اسی کے ہو جاؤ۔ دنیا فنا ہونے والی ہے اور آخرت ہمیشہ باقی رہنے والی ہے۔ نہ تو فانی دنیا کی وجہ سے اترانے لگو اور نہ اس کی وجہ سے آخرت سے غافل ہو جاؤ۔ فانی

۱؎ اخرجه البيهقي كذافي الكنز (ج ۷ ص ۳۳۲)　۲؎ اخرجه البيهقي و ابن عساكر كذافي الكنز (ج ۴ ص ۲۳۹)

۳؎ اخرجه ابن عساكر كذافي الكنز (ج ۸ ص ۱۰۹)

۴؎ اخرجه احمد (ج ۱ ص ۶۲)　۵؎ اخرجه احمد (ج ۱ ص ۷۲)

دنیا پر ہمیشہ باقی رہنے والی آخرت کو ترجیح دو کیونکہ دنیا ختم ہو جائے گی اور ہم سب نے لوٹ کر اللہ ہی کے پاس جانا ہے اور اللہ تعالیٰ سے ڈرو کیونکہ اللہ سے ڈرنا ہی اس کے عذاب سے ڈھال اور اس کی بارگاہ میں پہنچنے کا وسیلہ ہے اور احتیاط سے چلو کہیں اللہ تمہارے حالات نہ بدل دے اور اپنی جماعت سے چمٹے رہو اور مختلف گروہ نہ بن جاؤ وَاذْكُرُوا نِعْمَةَ اللَّهِ عَلَيْكُمْ إِذْ كُنْتُمْ أَعْدَاءً فَأَلَّفَ بَيْنَ قُلُوبِكُمْ فَأَصْبَحْتُمْ بِنِعْمَتِهِ إِخْوَانًا (سورت آل عمران آیت ۱۰۳) ''اور تم پر جو اللہ تعالیٰ کا انعام ہے اس کو یاد کرو جبکہ تم دشمن تھے پس اللہ تعالیٰ نے تمہارے قلوب میں الفت ڈال دی سو تم خدا تعالیٰ کے انعام سے آپس میں بھائی بھائی ہو گئے'' [1] اور جہاد کے باب میں اللہ تعالیٰ کے راستہ میں پہرہ دینے کی فضیلت میں حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کا بیان گزر چکا ہے۔

امیر المومنین حضرت علی بن ابی طالبؓ کے بیانات

حضرت علی بن حسین رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں امیر المومنین بننے کے بعد حضرت علیؓ نے جو سب سے پہلا بیان فرمایا اس میں پہلے اللہ کی حمد و ثناء بیان کی پھر فرمایا اللہ نے ہدایت دینے والی کتاب نازل فرمائی اور اس میں خیر و شر سب بیان کر دیا، لہٰذا تم خیر کو لو اور شر کو چھوڑ و اور تمام فرائض ادا کر کے اللہ کے ہاں بھیج دو اللہ ان کے بدلے میں تمہیں جنت میں پہنچا دیں گے۔ اللہ نے بہت سی چیزوں کو قابلِ احترام بنایا ہے جو سب کو معلوم ہے لیکن ان تمام چیزوں پر مسلمان کی حرمت کو فوقیت عطا فرمائی ہے اور اللہ نے اخلاص اور وحدانیت کے یقین کے ذریعہ مسلمانوں کو مضبوط کیا ہے اور کامل مسلمان وہ ہے جس کی زبان اور ہاتھ کی ناحق تکلیف سے تمام لوگ محفوظ رہیں۔ کسی مسلمان کو ایذا پہنچانا حلال نہیں ہے، البتہ قصاص اور بدلہ میں جو تکلیف دینا شرعاً واجب ہو جائے اس کی اور بات ہے۔ قیامت اور موت کے آنے سے پہلے پہلے اعمالِ صالحہ کر لو کیونکہ بہت سے لوگ تم سے آگے جا چکے ہیں اور تمہارے پیچھے قیامت آ رہی ہے جو تمہیں ہانک رہی ہے۔ ہلکے پھلکے رہو یعنی گناہ نہ کرو تو اگلوں سے جا ملو گے کیونکہ اگلے لوگ پچھلوں کا انتظار کر رہے ہیں۔ اللہ کے بندو! اللہ کے بندوں اور شہروں کے بارے میں اللہ سے ڈرو تم سے ہر چیز کے بارے میں پوچھا جائے گا حتیٰ کہ زمین کے ٹکڑوں اور جانوروں کے بارے میں بھی پوچھا جائے گا۔ اللہ کی اطاعت کرو اس کی نافرمانی نہ کرو۔ جب تمہیں خیر کی کوئی چیز نظر آئے تو اسے لے لو اور جب شر نظر آئے تو اسے چھوڑ دو اور اس وقت کو یاد رکھو جب تم تھوڑے تھے اور سرزمینِ مکہ میں تم کمزور سمجھے جاتے تھے۔ [2]

ایک مرتبہ حضرت علیؓ نے بیان فرمایا جس میں ارشاد فرمایا آدمی سے اس کے کنبہ کو اتنے

---

[1] اخرجه ابن جرير الطبرى فى تاريخه (ج ۲ ص ۴۴۶) من طريق سيف

[2] اخرجه ابن ... فى تاريخه (ج ۳ ص ۴۵۷) باسناد فيه سيف

فائدے حاصل نہیں ہوتے جتنے کنبہ سے آدمی کو حاصل ہوتے ہیں کیونکہ اگر آدمی کنبہ کی مدد سے اپنا ہاتھ روکتا ہے تو صرف ایک ہاتھ رکتا ہے اور کنبہ والے اپنے ہاتھ روک لیں تو پھر کئی ہاتھ رک جاتے ہیں اور کنبہ کی طرف سے آدمی کو محبت، حفاظت اور نصرت ملتی ہے۔ بعض دفعہ ایک آدمی دوسرے کی خاطر ناراض ہوتا ہے حالانکہ وہ اس دوسرے آدمی کو صرف اس کے خاندانی نسب کی وجہ سے ہی جانتا ہے میں تمہیں اس بارے میں اللہ کی کتاب میں بہت سی آیتیں پڑھ کر سناؤں گا پھر حضرت علیؓ نے یہ آیت پڑھی لَوْ اَنَّ لِیْ بِکُمْ قُوَّۃً اَوْ اٰوِیْ اِلٰی رُکْنٍ شَدِیْدٍ (سورت ہود آیت ۸۰) ''کیا خوب ہوتا اگر میرا تم پر کچھ زور چلتا یا کسی مضبوط پایہ کی پناہ پکڑتا'' اس کے بعد حضرت علیؓ نے فرمایا یہ جو حضرت لوط علیہ السلام نے رکن شدید یعنی مضبوط پایہ فرمایا ہے اس سے مراد کنبہ ہے کیونکہ حضرت لوطؑ کے بعد اللہ نے جو نبی بھی بھیجا وہ اپنی قوم کے بڑے کنبہ میں سے ہوتا تھا پھر حضرت علیؓ نے حضرت شعیب علیہ السلام کے بارے میں یہ آیت پڑھی وَاِنَّا لَنَرٰکَ فِیْنَا ضَعِیْفاً (سورت ہود آیت ۹۱) ''اور ہم تم کو اپنے میں کمزور دیکھ رہے ہیں۔'' حضرت علی نے فرمایا حضرت شعیبؑ چونکہ نابینا تھے، اس لئے ان لوگوں نے آپ کو کمزوری کی طرف منسوب کیا ولو لا رھطک لرجمنک (سورت ہود آیت ۹۱) ''اور اگر تمہارے خاندان کا پاس نہ ہوتا تو ہم تم کو سنگسار کر چکے ہوتے'' حضرت علیؓ نے فرمایا اس ذات کی قسم جس کے سوا کوئی معبود نہیں! انہیں اپنے رب کے جلال کا ڈر تو تھا نہیں البتہ حضرت شعیب کے خاندان کا ڈر تھا۔[۱]

حضرت شعبی رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں جب رمضان شریف آتا۔ تو حضرت علیؓ بیان فرماتے اور اس میں یہ ارشاد فرماتے یہ وہ مبارک مہینہ ہے جس کے روزے کو اللہ نے فرض کیا اور اس کی تراویح کو (ثواب کی چیز بنایا لیکن) فرض نہیں کیا اور آدمی کو یہ بات کہنے سے بچنا چاہئے کہ فلاں روزہ رکھے گا تو میں بھی رکھوں گا اور جب فلاں روزہ رکھنا چھوڑ دے گا تو میں بھی چھوڑ دوں گا۔ غور سے سنو! روزہ صرف کھانے، پینے کے چھوڑنے کا نام نہیں ہے بلکہ انہیں تو چھوڑنا ہے ہی لیکن اصل روزہ یہ ہے کہ آدمی جھوٹ، غلط اور بیہودہ باتوں کو بھی چھوڑ دے۔ توجہ سے سنو! رمضان کے مہینہ کو اس کی جگہ سے آگے نہ لے جاؤ وہیں رہنے دو، اس لئے جب تمہیں رمضان کا چاند نظر آ جائے تو روزے شروع کر دو اور جب عید کا چاند نظر آئے تو روزے رکھنے چھوڑ دو اور اگر رمضان کی ۲۹ کو غروب کے وقت ابر ہو تو پھر مہینہ کی ۳۰ کی گنتی پوری کرو۔ حضرت شعبی کہتے ہیں حضرت علیؓ یہ تمام باتیں فجر اور عصر کے بعد کہا کرتے۔[۲]

ایک مرتبہ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے بیان فرمایا پہلے اللہ کی حمد وثناء بیان کی پھر موت کا

۱۔ اخرجه ابو الشيخ كذافي الكنز (ج ۱ ص ۲۵۰)

۲۔ اخرجه الحسين بن يحيىٰ القطان و البيهقي كذافي الكنز (ج ۴ ص ۳۲۲)

تذکرہ فرمایا چنانچہ ارشاد فرمایا اللہ کے بندو! اللہ کی قسم! موت سے کسی کو چھٹکارا نہیں ہے اگر تم (تیاری کر کے) اس کے لئے ٹھہر جاؤ گے تو بھی وہ تمہیں پکڑ لے گی اور اگر (اس کے لئے تیاری نہیں کرو گے بلکہ) اس سے بھاگو گے تو بھی وہ تمہیں آ پکڑے گی، اس لئے اپنی نجات کی فکر کرو، نجات کی فکر کرو اور جلدی کرو، جلدی کرو اور ایک چیز تلاش میں تمہارے پیچھے لگی ہوئی ہے جو بہت تیز ہے اور وہ ہے قبر۔ لہٰذا قبر کے بھینچنے سے، اس کی اندھیری سے اور اس کی وحشت سے بچو۔ غور سے سنو! قبر یا تو جہنم کے گڑھوں میں سے ایک گڑھا ہے یا جنت کے باغوں میں سے ایک باغ ہے۔ غور سے سنو! قبر روزانہ تین مرتبہ یہ اعلان کرتی ہے میں تاریکی کا گھر ہوں، میں کیڑوں کا گھر ہوں، میں تنہائی کا گھر ہوں۔ غور سے سنو! قبر کے بعد وہ جگہ ہے جو قبر سے بھی زیادہ سخت ہے وہ جہنم کی آگ ہے جو بہت گرم اور بہت گہری ہے جس کے زیور (یعنی سزا دینے کے آلات) لوہے کے ہیں جس کے نگران فرشتے کا نام مالک ہے جس میں اللہ کی طرف سے کسی طرح کی نرمی یا رحم کا ظہور نہیں ہوگا اور توجہ سے سنو! اس کے بعد ایسی جنت ہے جس کی چوڑائی آسمانوں اور زمین کے برابر ہے جو متقیوں کے لئے تیار کی گئی ہے۔ اللہ ہمیں اور آپ کو متقیوں میں سے بنائے اور دردناک عذاب سے بچائے۔[1] حضرت اصبغ بن نباتہ بھی اسی بیان کو اس طرح نقل کرتے ہیں کہ ایک دن حضرت علیؓ منبر پر تشریف فرما ہوئے۔ پہلے انہوں نے اللہ کی حمد و ثناء بیان کی اور موت کا ذکر کیا اور پھر پچھلی حدیث جیسا مضمون ذکر کیا اور قبر جو یہ اعلان کرتی ہے کہ میں تنہائی کا گھر ہوں اس کے بعد اس روایت میں یہ ہے کہ غور سے سنو! قبر کے بعد (قیامت کا) ایک ایسا دن ہے جس میں بچے بوڑھے ہو جائیں گے اور بوڑھے مدہوش۔ اور تمام حمل والیاں (دن پورے ہونے سے پہلے ہی) اپنا حمل ڈال دیں گی اور (اے مخاطب!) تمہیں لوگ نشہ کی حالت میں نظر آئیں گے حالانکہ وہ نشہ میں نہیں ہوں گے لیکن اس دن اللہ کا عذاب بہت سخت ہوگا اور ایک روایت میں اس کے بعد یہ ہے کہ پھر حضرت علیؓ رونے لگے اور ان کے اردگرد کے تمام مسلمان بھی رونے لگے۔[2]

حضرت صالح عجلی رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں ایک دن حضرت علی بن ابی طالبؓ نے بیان فرمایا پہلے اللہ کی حمد و ثناء بیان کی پھر نبی کریم ﷺ پر درود بھیجا پھر فرمایا اللہ کے بندو! دنیاوی زندگی تمہیں دھوکہ میں نہ ڈال دے کیونکہ یہ ایسا گھر ہے جو بلاؤں سے گھرا ہوا ہے اور جس کا ایک دن فنا ہو جانا مشہور ہے اور جس کی خاص صفت بدعہدی کرنا ہے اور اس میں جو کچھ ہے وہ زوال پذیر ہے اور دنیا اپنی جگہ بدلتی رہتی ہے، کبھی کسی کے پاس اور کبھی کسی کے پاس۔ اور اس میں اترنے والے اس کے شر سے ہرگز نہیں بچ سکتے اور دنیا والے خوب فراوانی اور خوشیوں میں ہوتے ہیں اور اچانک

۱۔ اخرجه الصابونی فی المئتین و ابن عساکر کذافی الکنز (ج ۸ ص ۱۱۰)

۲۔ ذکرہ ابن کثیر فی البدایة (ج ۸ ص ۶)

آزمائش اور دھوکہ میں آجاتے ہیں۔ دنیا کے عیش وعشرت میں لگنا قابلِ مذمت کام ہے اور اس کی فراوانی ہمیشہ نہیں رہتی اور دنیا والے خود دنیا کے لئے نشانہ ہیں ان پر دنیا اپنے تیر چلاتی رہتی ہے اور موت کے ذریعہ انہیں توڑتی رہتی ہے۔ اللہ کے بندو! تمہارا دنیا کا راستہ ان لوگوں سے الگ نہیں ہے جو دنیا سے جا چکے ہیں جن کی عمریں تم سے زیادہ لمبی تھیں اور جن کی پکڑ تم سے زیادہ سخت تھی اور جنہوں نے تم سے زیادہ شہر آباد کئے تھے اور جن کی آبادی کے نشانات بہت زیادہ عرصہ تک رہے تھے اور ان کی آوازوں کا شور بہت زمانے تک رہا تھا لیکن اب ان کی یہ آوازیں بالکل خاموش اور بجھ چکی ہیں اور اب ان کے جسم بوسیدہ اور ان کے شہر خالی ہو چکے ہیں اور ان کے تمام نشانات مٹ چکے ہیں اور قلعی اور چونے والے محلات، مزین تختوں اور بچھے ہوئے گاؤتکیوں کے بجائے اب انہیں چٹانیں اور پتھر مل گئے ہیں جو ان کی بغلی قبروں میں رکھے ہوئے ہیں اور گارے سے بنے ہوئے ہیں اور ان کی قبروں کے سامنے کی جگہ ویران اور بے آباد پڑی ہوئی ہے اور مٹی کے گارے سے ان قبروں پر لپائی کی گئی ہے۔ ان قبروں کی جگہ آبادی کے قریب ہے لیکن ان میں رہنے والے بہت دور چلے جانے والے مسافر ہیں۔ ان کی قبریں آبادی کے درمیان ہیں لیکن ان قبروں والے وحشت اور تنہائی محسوس کرتے ہیں۔ ان کی قبریں کسی محلہ میں ہیں لیکن یہ قبروں والے اپنے ہی میں مشغول ہیں اور انہیں آبادی سے کوئی انس نہیں ہے حالانکہ یہ قبروں والے ایک دوسرے کے پڑوسی ہیں اور ان کی قبریں پاس پاس ہیں لیکن ان میں پڑوسیوں والا کوئی جوڑ نہیں ہے اور ان میں آپس میں جوڑ ہو بھی کیسے سکتا ہے جبکہ بوسیدگی نے انہیں پیس رکھا ہے اور چٹانوں اور گیلی مٹی نے انہیں کھا رکھا ہے۔ پہلے یہ لوگ زندہ تھے اب مر چکے ہیں اور عیش ولذت والی زندگی گزار کر اب ریزہ ریزہ ہو چکے ہیں ان کے مرنے پر ان کے دوستوں کو بہت دکھ ہوا اور مٹی میں انہوں نے بسیرا اختیار کر لیا اور ایسے سفر پر گئے ہیں جہاں سے واپسی نہیں۔ ہائے افسوس، ہائے افسوس! ہرگز ایسا نہیں ہوگا یہ اس کی صرف ایک بات ہی بات ہے جس کو وہ کہہ رہا ہے اور ان کے آگے آڑ یعنی عالمِ برزخ ہے اس دن تک کے لئے جس دن لوگ دوبارہ زندہ کئے جائیں گے اور تم بھی ایک دن ان کی طرح قبرستان میں اکیلے رہو گے اور بوسیدہ ہو جاؤ گے اور تمہیں بھی اس لیٹنے کی جگہ کے سپرد کر دیا جائے گا اور یہ قبر کا امانت خانہ تمہیں اپنے میں سمیٹ لے گا تمہارا اس وقت کیا حال ہوگا جب تمام کام ختم ہو جائیں گے اور قبروں کے مردے زندہ کر کے کھڑے کر دیئے جائیں گے اور جو کچھ دلوں میں ہے وہ سب کھول کر رکھ دیا جائے گا اور تمہیں جلال ودبدبہ والے بادشاہ کے سامنے اندر کی ساری باتیں ظاہر کرنے کے لئے کھڑا کر دیا جائے گا پھر گزشتہ گناہوں کے ڈر سے دل اڑنے لگ جائیں گے اور تمہارے اوپر سے تمام رکاوٹیں اور پردے ہٹا دیئے جائیں گے اور تمہارے تمام عیب اور راز ظاہر ہو جائیں گے اور ہر انسان کو اپنے کئے کا بدلہ ملے گا برے کام

کرنے والوں کو اللہ تعالی برا بدلہ اور اچھے کام کرنے والوں کو اچھا بدلہ دیں گے اور اعمالنامہ سامنے رکھ دیا جائے گا تو آپ مجرموں کو دیکھیں گے کہ وہ اس اعمالنامہ میں جو کچھ لکھا ہوا ہے اس سے ڈر رہے ہوں گے اور کہہ رہے ہوں گے ہائے ہماری بدقسمتی! اس اعمالنامہ کی عجیب حالت ہے کہ اس نے لکھے بغیر نہ چھوٹا گناہ چھوڑا اور نہ بڑا۔ اور جو کچھ انہوں نے دنیا میں کیا تھا اسے وہاں سب لکھا ہوا موجود پائیں گے اور آپ کا رب کسی پر ظلم نہیں کرے گا اللہ تعالیٰ ہمیں اور آپ کو اپنی کتاب پر عمل کرنے والا اور اپنے دوستوں کے پیچھے چلنے والا بنائے تاکہ ہمیں اور آپ کو اپنے فضل سے ہمیشہ رہنے کے گھر یعنی جنت میں جگہ عطا فرمائے بیشک وہ تعریف کے قابل بزرگی والا ہے۔[۱]
ابن جوزی نے حضرت علیؓ کے اسی بیان کو تفصیل سے ذکر کیا ہے لیکن شروع میں اس مضمون کا اضافہ کیا ہے کہ حضرت علی بن ابی طالبؓ نے بیان فرمایا اور ارشاد فرمایا تمام تعریفیں اللہ ہی کے لئے ہیں میں اسی ذات کی تعریف کرتا ہوں اور اسی سے مدد طلب کرتا ہوں اور اسی پر ایمان لاتا ہوں اور اسی پر بھروسہ کرتا ہوں اور اس بات کی گواہی دیتا ہوں کہ اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں وہ اکیلا ہے اس کا کوئی شریک نہیں اور حضرت محمد (ﷺ) اس کے بندے اور رسول ہیں جنہیں اللہ نے ہدایت اور دین حق دے کر بھیجا تاکہ ان کے ذریعہ سے اللہ تمہاری تمام بیماریوں کو دور کر دے اور تمہیں غفلت سے بیدار کر دے اور یہ بات جان لو کہ ایک دن تم لوگوں نے مرنا ہے اور مرنے کے بعد قیامت کے دن تم لوگوں کو اٹھایا جائے گا اور اعمال پر لا کر کھڑا کر دیا جائے گا اور پھر ان اعمال کا بدلہ تمہیں دیا جائے گا، لہٰذا دنیاوی زندگی تمہیں دھوکہ میں نہ ڈال دے پھر آگے پچھلی حدیث جیسا مضمون ذکر کیا۔[۲]

حضرت جعفر بن محمد رحمۃ اللہ علیہ کے دادا کہتے ہیں حضرت علیؓ ایک جنازے کے ساتھ تشریف لے گئے۔ جب اس میت کو قبر میں رکھا جانے لگا تو اس کے گھر والے اور رشتہ دار سب اونچی آواز سے رونے لگے۔ حضرت علیؓ نے فرمایا کیوں روتے ہو؟ غور سے سنو! اللہ کی قسم! ان لوگوں کے مرنے والے نے اب قبر میں جا کر جو منظر دیکھ لیا ہے اگر یہ لوگ بھی وہ منظر دیکھ لیں تو یہ اپنے مردے کو بھول جائیں موت کے فرشتے نے بار بار ان لوگوں کے پاس آنا ہے یہاں تک کہ ان میں سے ایک بھی باقی نہیں رہے گا پھر (بیان کے لئے) کھڑے ہوئے اور فرمایا اللہ کے بندو! میں تمہیں اس اللہ سے ڈرنے کی وصیت کرتا ہوں جس نے تمہارے لئے مثالیں بیان کیں، تمہاری موت کا وقت مقرر کیا اور تمہارے ایسے کان بنائے کہ ان میں جو بات پہنچتی ہے اسے سمجھ کر محفوظ کر لیتے ہیں اور ایسی آنکھیں عطا فرمائیں کہ جو کچھ پردے میں ہے اسے وہ ظاہر کر دیتی ہیں

۱۔ اخرجه الدينورى و ابن عساكر عن عبدالله بن صالح العجلى عن ابيه كذافى الكنز (ج ۸ ص ۲۱۹) والمنتخب (ج ۶ ص ۳۲۴) ۲۔ ذكرها ابن الجوزى فى صفة الصفوة (ج ۱ ص ۱۲۴)

اور ایسے دل دیئے جو ان مصائب اور مشکلات کو سمجھتے ہیں جو ان کی صورتوں کی ترکیب میں ان کو پیش آتے ہیں اور اس چیز کو بھی سمجھتے ہیں جس نے ان دلوں کو آباد کیا یعنی ذکر الٰہی کو۔ اللہ تعالیٰ نے تمہیں بیکار پیدا نہیں کیا اور تم سے نصیحت والی کتاب یعنی قرآن کو ہٹایا بھی نہیں (بلکہ تمہیں نصیحت والی کتاب عطا فرمائی) بلکہ پوری نعمتوں سے تمہیں نوازا اور مکمل عطیات دیئے اور اللہ تعالیٰ نے تمہارا پوری طرح احاطہ اور شمار کیا ہوا ہے اور خوشی اور نفع کی حالت میں اور نقصان اور رنج کی حالت میں آپ لوگ جو کچھ کرتے ہیں اللہ تعالیٰ نے اس کا بدلہ تیار کیا ہوا ہے۔ اللہ کے بندو! اللہ سے ڈرو اور دین کی طلب میں مزید کوشش کرو اور خواہشات کے ٹکڑے کر دینے والی اور لذتوں کو توڑ دینے والی چیز یعنی موت سے پہلے پہلے نیک عمل کر لو کیونکہ دنیا کی نعمتیں ہمیشہ نہیں رہیں گی اور اس کے دردناک حادثات سے امن نہیں ہے دنیا ایک دھوکہ ہے جس کی شکل بدلتی رہتی ہے اور کمزور سا سایہ ہے اور ایسا سہارا ہے جو جھک جاتا ہے یعنی بوقت ضرورت کام نہیں آتا شروع میں یہ دھوکہ نیا نظر آتا ہے لیکن جلد ہی پرانا ہو کر گزر جاتا ہے اور اپنے پیچھے چلنے والے کو اپنی شہوتوں میں تھکا کر اور دھوکہ کا دودھ پلا کر ہلاک کر دیتا ہے۔ اللہ کے بندو! عبرت کی چیزوں سے نصیحت پکڑو اور قرآنی آیتوں اور نبوی حدیثوں سے عبرت حاصل کرو اور ڈرانے والی چیزوں سے ڈر جاؤ اور وعظ و نصیحت کی باتوں سے نفع حاصل کرو یوں سمجھو کہ موت نے اپنے پنجے تم میں گاڑ دیئے ہیں اور مٹی کے گھر نے تمہیں اپنے اندر سمیٹ لیا ہے اور بڑے سخت اور ہولناک مناظر تم پر اچانک آ گئے ہیں (ان مناظر کی تفصیل یہ ہے کہ) صور پھونک دیا گیا ہے اور قبروں میں سے تمام انسانوں کو اٹھایا جا رہا ہے اور اللہ تعالیٰ اپنی زبردست قدرت سے تمام انسانوں کو ہانک کر محشر میں لا رہے ہیں اور حساب کے لئے کھڑا کر رہے ہیں اور ہر انسان کے ساتھ اللہ نے ایک فرشتہ لگا رکھا ہے جو اسے محشر کی طرف ہانک رہا ہے اور ہر انسان کے ساتھ ایک فرشتہ ہے جو اس کے خلاف اس کے برے اعمال کی گواہی دے رہا ہے اور زمین اپنے رب کے نور سے چمک اٹھی ہے اور اعمال کے حساب کا دفتر لا کر رکھ دیا گیا ہے اور انبیاءؑ اور گواہ سب حاضر کر دیئے گئے ہیں اور ان کے درمیان انصاف کے ساتھ فیصلہ کیا جا رہا ہے اور ان پر کسی طرح کا ظلم نہیں کیا جا رہا ہے اس دن کی وجہ سے تمام شہر تھرا رہے ہیں اور ایک اعلان کرنے والا اعلان کر رہا ہے اور یہ اولین اور آخرین کی باہمی معاملات کا دن ہے اور اللہ کی طرف سے خاص تجلی ظاہر ہو رہی ہے اور سورج بے نور ہو رہا ہے جگہ جگہ وحشی جانور گھبرا کر اکٹھے ہو گئے ہیں اور چھپے ہوئے تمام راز کھل گئے ہیں اور شریر لوگ ہلاک ہو رہے ہیں اور انسانوں کے دل کانپ رہے ہیں اور جہنم والوں پر اللہ کی طرف سے ہلاک کر دینے والا رعب اور رلانے والی سزا اتر رہی ہے۔ جہنم کو ظاہر کر دیا گیا ہے اسے دیکھنے میں اب کوئی آڑ نہیں ہے۔ اس میں آنکڑے اور شور ہے اور کڑک جیسی بھیانک آواز ہے۔ جہنم سخت غصہ میں ہے اور دھمکیاں

دے رہی ہے اور اس کی آگ بھڑک رہی ہے اور اس کا گرم پانی ابل رہا ہے اور اس کی گرم ہوا میں اور تیزی آ رہی ہے اور اس میں ہمیشہ رہنے والے کا کوئی غم اور پریشانی دور نہیں کی جائے گی اور اس جہنم میں رہنے والوں کی حسرتیں کبھی ختم نہیں ہوں گی اور اس جہنم کی بیڑیاں کبھی توڑی نہیں جائیں گی اور ان جہنمیوں کے ساتھ فرشتے ہیں جو انہیں گرم پانی کی آگ میں داخل ہونے کی خوشخبری دے رہے ہیں اور انہیں اللہ کے دیدار سے روک دیا گیا ہے اور انہیں دوستوں سے جدا کر دیا گیا ہے اور سب جہنم کی آگ کی طرف چلے جا رہے ہیں۔ اللہ کے بندو! اللہ سے اس آدمی کی طرح ڈرو جس نے دب کر عاجزی اختیار کر لی ہو اور (دشمن سے) ڈر کر کوچ کر گیا ہو اور جسے برے کاموں سے ڈرایا گیا ہو اور دیکھ بھال کر ان سے رک گیا ہو اور جلدی جلدی تلاش کرنے لگا ہو اور بھاگ کر نجات حاصل کر لی ہو اور آخرت کے لئے اس نے نیک اعمال آگے بھیج دیئے ہوں جہاں لوٹ کر جانا ہے اور نیک اعمال کے توشہ سے اس نے مدد حاصل کی ہو اور بدلہ لینے اور دیکھنے میں اللہ کافی ہے اور جھگڑنے اور حجت کرنے میں اللہ کی کتاب کافی ہے اور جنت ثواب کے لئے اور جہنم وبال اور سزا کے لئے کافی ہے اور میں اپنے لئے اور آپ لوگوں کے لئے اللہ سے مغفرت طلب کرتا ہوں۔[1]

ایک مرتبہ حضرت علیؓ نے بیان فرمایا پہلے اللہ کی حمد وثناء بیان کی پھر فرمایا امابعد! دنیا نے پشت پھیر لی ہے اور جدائی کا اعلان کر دیا ہے اور آخرت سامنے آ رہی ہے اور بلندی سے جھانک رہی ہے۔ آج گھوڑے دوڑانے کا یعنی عمل کا میدان ہے کل تو ایک دوسرے سے آگے نکلنا ہوگا۔ غور سے سنو! تم آجکل دنیاوی امیدوں کے دنوں میں ہو لیکن ان کے پیچھے موت آ رہی ہے اور جس نے امید کے دنوں میں موت کے آنے سے پہلے نیک اعمال میں کوتاہی کی وہ ناکام ونامراد ہو گیا۔ توجہ سے سنو! جیسے تم خوف کے وقت عمل کرتے ہو ایسے ہی دوسرے اوقات میں بھی شوق اور رغبت سے عمل کیا کرو۔ غور سے سنو! میں نے ایسی کوئی چیز نہیں دیکھی جو جنت جیسی ہو اور پھر بھی اس کا طالب سویا ہوا ہو اور نہ ہی ایسی کوئی چیز دیکھی جو جہنم جیسی ہو اور پھر بھی اس سے بھاگنے والا سوتا رہے۔ غور سے سنو! جو حق سے نفع نہیں اٹھاتا اسے باطل ضرور نقصان پہنچاتا ہے۔ جسے ہدایت سیدھے راستے پر نہ چلا سکی، اسے گمراہی سیدھے راستے سے ہٹا دے گی۔ غور سے سنو! آپ لوگوں کو یہاں سے کوچ کرنے کا اور سفر آخرت کا حکم مل چکا ہے اور اس سفر کا توشہ بھی آپ لوگوں کو بتا دیا گیا ہے۔ اے لوگو غور سے سنو! یہ دنیا تو ایسا سامان ہے جو سامنے موجود ہے اور اس میں سے اچھا برا ہر ایک کھا رہا ہے اور اللہ نے آخرت کا جو وعدہ فرما رکھا ہے وہ بالکل سچا ہے اور وہاں وہ بادشاہ فیصلہ کرے گا جو بڑی قدرت والا ہے۔ غور سے سنو! شیطان تمہیں فقیر اور محتاج ہونے سے ڈراتا ہے

[1] اخرجه ابو نعيم في الحلية (ج ۱ ص ۷۷) عن جعفر بن محمد عن ابيه عن جده

اور تمہیں بے حیائی کے کاموں کا حکم دیتا ہے اور اللہ تعالیٰ اپنی طرف سے مغفرت اور فضل کا وعدہ فرماتے ہیں اور اللہ تعالیٰ بہت وسعت والے اور خوب جاننے والے ہیں۔ اے لوگو! اپنی موجودہ زندگی میں اچھے عمل کر لو انجام کار محفوظ رہو گے کیونکہ اللہ تعالیٰ نے فرمانبردار سے جنت اور نافرمان سے جہنم کا وعدہ فرما رکھا ہے۔ جہنم کی آگ میں جہنمیوں کا چیخنا کبھی ختم نہ ہوگا۔ اس کے قیدی کو کبھی چھڑایا نہیں جا سکے گا اور اس میں جس کی ہڈی ٹوٹے گی تو کبھی جڑ نہ سکے گی اس کی گرمی بہت سخت ہے وہ بہت گہری ہے اور اس کا پانی خون اور پیپ ہے اور مجھے تم پر سب سے زیادہ خطرہ دو باتوں کا ہے۔ ایک خواہشات کے پیچھے چلنے کا دوسرے امیدیں لمبی رکھنے کا۔[۱] اور ایک روایت میں یہ بھی ہے کہ خواہشات کے پیچھے چلنے سے انسان حق سے ہٹ جاتا ہے اور لمبی امیدوں کی وجہ سے آخرت بھول جاتا ہے۔

حضرت زیاد اعرابی رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں (خوارج کے) فتنہ کے بعد اور نہروان شہر سے فارغ ہونے کے بعد امیر المومنین حضرت علی بن ابی طالبؓ کوفہ کے منبر پر تشریف فرما ہوئے پہلے اللہ کی حمد و ثناء بیان کی پھر آنسوؤں کی وجہ سے ان کے گلے میں پھندا لگ گیا اور اتنا روئے کہ آنسوؤں سے ڈاڑھی تر ہوگئی اور آنسو نیچے گرنے لگے پھر انہوں نے اپنی ڈاڑھی (جھاڑی تو اس کے قطرے کچھ لوگوں پر جا گرے تو ہم یہ کہا کرتے تھے حضرت علیؓ کے آنسو جس پر گرے ہیں اسے اللہ تعالیٰ جہنم پر حرام کر دیں گے پھر حضرت علیؓ نے فرمایا اے لوگو! ان میں سے نہ بنو جو بغیر کچھ کئے آخرت کی امید رکھتے ہیں اور لمبی امیدوں کی وجہ سے توبہ کو ٹالتے رہتے ہیں۔ دنیا کے بارے میں باتیں تو زاہدوں جیسی کرتے ہیں لیکن دنیا کے کام ان لوگوں کی طرح کرتے ہیں جن میں دنیا کی رغبت اور شوق ہو۔ اگر انہیں دنیا ملے تو وہ سیر نہیں ہوتے اور اگر نہ ملے تو ان میں قناعت بالکل نہیں ہے۔ جو نعمتیں انہیں اللہ دے رہا ہے ان کا شکر کر نہیں سکتے اور پھر چاہتے ہیں کہ نعمتیں اور بڑھ جائیں۔ دوسروں کو نیک کاموں کا حکم کرتے ہیں لیکن خود نہیں کرتے اوروں کو برے کاموں سے روکتے ہیں لیکن خود نہیں رکتے۔ محبت تو نیک لوگوں سے کرتے ہیں لیکن ان کے والے عمل نہیں کرتے اور ظالموں سے بغض رکھتے ہیں لیکن خود ظالم ہیں اور (دنیا کے) جن کاموں پر کچھ ملنے کا صرف گمان ہی ہے ان کا نفس ان سے وہ کام تو کروا لیتا ہے اور (آخرت کے) جن کاموں پر ملنا یقینی ہے وہ کام ان سے نہیں کروا سکتا۔ اگر انہیں مال مل جائے تو فتنہ میں پڑ جاتے ہیں۔ اگر بیمار ہو جائیں تو غمگین ہو جاتے ہیں اگر فقیر ہو جائیں تو ناامید ہو کر کمزور پڑ جاتے ہیں۔ وہ گناہ بھی کرتے ہیں اور نعمتیں بھی استعمال کرتے ہیں عافیت ملتی ہے تو شکر نہیں کرتے اور جب کوئی

۱۔ اخرجه الدینوری و ابن عساکر کذافی الکنز (ج ۸ ص ۲۲۰) والمنتخب (ج ۶ ص ۳۲۴) و ذکر ابن کثیر فی البدایة (ج ۸ ص ۷) هذه الخطبة بطولها عن وکیع عن عمرو بن منبه عن اوفی بن دلهم

آزمائش آتی ہے تو صبر نہیں کرتے ایسے نظر آتا ہے جیسے دوسروں کو موت سے ڈرایا گیا ہے انہیں نہیں اور آخرت کے سارے وعدے اور وعید دوسروں کے لئے ہیں۔ اے موت کا نشانہ بننے والو! اور موت کے پاس گروی رکھے جانے والو! اے بیماریوں کے برتنو! اے زمانے کے لوٹے ہوئے لوگو! اے زمانہ پر بوجھ نہ بننے والو! اے زمانہ کے پھلو! اے حادثات کی کلیو! اے دلائل کے سامنے گونگے بن جانے والو! اے فتنہ میں ڈوبے ہوئے لوگو! اے وہ لوگو جن کے اور عبرت کی چیزوں کے درمیان رکاوٹیں ہیں! میں حق بات کہہ رہا ہوں آدمی صرف اپنے آپ کو پہچان کر ہی نجات پا سکتا ہے اور آدمی اپنے ہاتھوں ہی ہلاک ہوتا ہے۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا یٰۤاَیُّهَا الَّذِیۡنَ اٰمَنُوۡا قُوۡۤا اَنۡفُسَكُمۡ وَ اَهۡلِیۡكُمۡ نَارًا (سورت تحریم آیت ۶)۔ ''اے ایمان والو! تم اپنے کو اور اپنے گھر والوں کو (دوزخ کی) اس آگ سے بچاؤ'' اللہ تعالیٰ ہمیں اور آپ کو ان لوگوں میں سے بنائے جو وعظ و نصیحت سن کر قبول کر لیتے ہیں اور جب ان کو عمل کی دعوت دی جاتی ہے تو وہ اسے قبول کر کے عمل کر لیتے ہیں۔[۱]

حضرت یحییٰ بن یعمر رحمتہ اللہ علیہ کہتے ہیں ایک مرتبہ حضرت علی بن ابی طالبؓ نے لوگوں میں بیان فرمایا پہلے اللہ کی حمد وثناء بیان کی پھر فرمایا اے لوگو! تم سے پہلے لوگ صرف گناہوں کے ارتکاب کی وجہ سے ہی ہلاک ہوئے ان کے علماء اور فقہاء نے انہیں روکا نہیں اللہ نے ان پر سزائیں نازل کیں۔ غور سے سنو! نیکی کا حکم کرو اور برائی سے روکو اس سے پہلے کہ تم پر بھی وہ عذاب اترے جو ان پر اترا تھا اور یہ سمجھ لو کہ نیکی کا حکم کرنے اور برائی سے روکنے سے نہ رزق کم ہوتا ہے اور نہ موت جلدی آتی ہے۔ آسمان سے تقدیر کے فیصلے بارشوں کے قطروں کی طرح اترتے ہیں، چنانچہ ہر انسان کے اہل وعیال مال و جان کے بارے میں کم ہو جانے یا بڑھ جانے کا جو فیصلہ اللہ نے مقدر میں لکھا ہوا ہے وہ آسمان سے اترتا ہے۔ اب جب تمہارے اہل وعیال مال و جان میں کسی قسم کا نقصان ہو اور تمہیں دوسروں کے اہل وعیال مال و جان میں نقصان کے بجائے اور اضافہ نظر آئے تو اس سے تم فتنہ میں نہ پڑ جانا۔ مسلمان آدمی اگر دنایت و کمینگی کا ارتکاب کرنے والا نہ ہو تو اسے جب بھی یہ نقصان یاد آئے گا وہ عاجزی، انکساری، دعا اور التجاء کا مظاہرہ کرے گا (اور یوں اسے باطنی نفع ہوگا) اور کمینے لوگوں کو اس پر بہت غصہ آئے گا۔ جیسے کہ کامیاب ہونے والا جوئے باز، تیروں سے جوا کھیلنے میں پہلی دفعہ ہی ایسی کامیابی کا انتظار کرتا ہے جس سے خوب مال ملے اور تاوان وغیرہ اسے نہ دینا پڑے ایسے ہی خیانت سے پاک مسلمان آدمی جب اللہ سے دعا کرتا ہے تو دو اچھائیوں میں سے ایک کی اسے امید ہوتی ہے (کہ یا تو جو مانگا ہے وہ دنیا میں مل جائے گا اور اگر وہ نہ ملا تو پھر اس دعا کے دنیا میں قبول نہ ہونے کے بدلہ میں آخرت میں اسے

۱۔ اخرجه ابن النجار كذافي الكنز (ج ۸ ص ۲۲۰) والمنتخب (ج ۶ ص ۳۲۵)

ثواب ملے گا) جو اللہ کے پاس ہے وہ اس کے لئے بہتر ہے یا پھر اللہ اسے مال دیں گے اور اس کے اہل وعیال میں خوب کثرت ہوگی اور وہ خوب مالدار ہوگا۔ کھیتی دوطرح کی ہے (ایک دنیا کی دوسری آخرت کی) دنیا کی کھیتی مال اور بیٹے ہیں اور آخرت کی کھیتی نیک اعمال ہیں اور کبھی اللہ تعالیٰ بعض لوگوں کو دونوں قسم کی کھیتیاں عطا فرماتے ہیں۔ حضرت سفیان بن عیینہ کہتے ہیں حضرت علی ابن ابی طالبؓ کے علاوہ اور کون ایسا ہے جو یہ بات اتنے اچھے طریقہ سے کہہ سکے۔[1] البدایۃ کی روایت اسی جیسی ہے اور اس کے آخر میں یہ ہے یا تو اللہ اس کی دعا دنیا میں پوری کر دیں گے اور وہ بہت زیادہ مال اور اولاد والا ہو جائے گا۔ خاندانی شرافت اور دین کی نعمت بھی اسے حاصل ہوگی یا پھر اسے اس دعا کا بدلہ آخرت میں دیں گے۔ اور آخرت (دنیا سے ہزار درجہ) بہتر اور ہمیشہ رہنے والی ہے۔ کھیتیاں دو ہیں دنیا کی کھیتی مال اور تقویٰ ہے (بظاہر مال اور اولاد ہے) اور آخرت کی کھیتی باقی رہنے والے اعمال صالحہ ہیں۔[2]

حضرت ابو وائل رحمتہ اللہ علیہ کہتے ہیں ایک مرتبہ حضرت علیؓ نے کوفہ میں لوگوں میں بیان فرمایا میں نے انہیں اس بیان میں یہ کہتے ہوئے سنا اے لوگو! جو جان بوجھ کر محتاج بنتا ہے وہ محتاج ہو ہی جاتا ہے اور جس کی عمر بہت زیادہ ہو جاتی ہے وہ مختلف بیماریوں اور کمزوریوں میں مبتلا ہو جاتا ہے جو بلا اور آزمائش کے لئے تیاری نہیں کرتا جب اس پر آزمائش آتی ہے تو وہ صبر نہیں کر سکتا۔ جو کسی چیز پر قابو پالیتا ہے وہ اپنے کو دوسروں پر ترجیح دیتا ہے۔ جو کسی سے مشورہ نہیں کرتا اسے ندامت اٹھانی پڑتی ہے اور اس گفتگو کے بعد یہ فرمایا تھا عنقریب ایسا زمانہ آئے گا کہ اسلام کا صرف نام اور قرآن کا صرف ظاہری نشان باقی رہ جائے گا اور یہ بھی فرمایا تھا غور سے سنو! آدمی کو سیکھنے میں حیا نہیں کرنی چاہئے اور جس آدمی سے ایسی بات پوچھی جائے جسے وہ نہیں جانتا تو اسے یہ کہنے میں حیا نہیں کرنی چاہئے کہ میں نہیں جانتا۔ تمہاری مسجدیں ویسے تو اس دن آباد ہوں گی لیکن تمہارے دل اور جسم اجڑے ہوئے اور ہدایت سے خالی ہوں گے۔ آسمان کے سایہ تلے رہنے والے تمام انسانوں میں سب سے برے تمہارے فقہاء ہوں گے ان میں سے ہی فتنہ ظاہر ہوگا اور ان ہی میں لوٹ کر واپس آئے گا اس پر ایک آدمی نے کھڑے ہو کر کہا اے امیر المومنین! ایسا کب ہوگا؟ حضرت علیؓ نے فرمایا جب علم تمہارے گھٹیا لوگوں میں ہوگا اور تمہارے سرداروں میں زنا اور بے حیائی عام ہوگی اور بادشاہت تمہارے چھوٹے لوگوں میں ہوگی (جنہیں نہ تجربہ ہوگا نہ سمجھ ہوگی) اس وقت قیامت قائم ہوگی۔[3]

۱۔ اخرجه ابن ابی الدنیا و ابن عساکر کذافی الکنز (ج ۸ ص ۲۲۰) و منتخبه (ج ۶ ص ۳۲۶)
۲۔ ذکره فی البدایة (ج ۸ ص ۸) عن ابن ابی الدنیا باسناده عن یحیی فذکر من قوله ان الامر ینزل من السماء الی آخره نحوه
۳۔ اخرجه البیهقی کذافی الکنز (ج ۸ ص ۲۱۸)

حضرت علی رضی اللہ عنہ ایک دن لوگوں میں بیان کے لئے کھڑے ہوئے اور ارشاد فرمایا تمام تعریفیں اللہ کے لئے ہیں جو مخلوق کو پیدا کرنے والا، (رات میں سے) پھاڑ کر صبح کو نکالنے والا، مردوں کو زندہ کرنے والا اور قبروں میں جو مدفون ہیں انہیں قیامت کے دن اٹھانے والا ہے اور میں اس بات کی گواہی دیتا ہوں کہ اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں اور اس بات کی گواہی دیتا ہوں کہ حضرت محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) اس کے بندے اور رسول ہیں اور میں تمہیں اللہ سے ڈرنے کی وصیت کرتا ہوں۔ بندہ جن اعمال کو اللہ کے قرب کے لئے وسیلہ بنا سکتا ہے ان میں سب سے افضل ایمان اور جہاد فی سبیل اللہ ہے اور کلمہ اخلاص ہے، اس لئے کہ وہ عین انسانی فطرت کے مطابق ہے اور نماز قائم کرنا ہے کیونکہ وہ ہی اصل مذہب ہے اور زکوۃ دینا ہے کیونکہ وہ اللہ کے دینی فرائض میں سے ہے اور رمضان کے روزے رکھنا ہے کیونکہ یہ اللہ کے عذاب سے ڈھال ہے اور بیت اللہ کا حج ہے کیونکہ یہ فقر کے دور کرنے اور گناہوں کے ہٹانے کا سبب ہے اور صلہ رحمی کرنا ہے کیونکہ اس سے مال بڑھتا ہے اور عمر لمبی ہوتی ہے اور گھر والوں کی محبت (دوسروں کے دلوں میں) بڑھتی ہے اور چھپ کر صدقہ کرنا ہے کیونکہ اس سے خطائیں مٹ جاتی ہیں اور رب کا غصہ ٹھنڈا پڑ جاتا ہے اور لوگوں کے ساتھ نیکی اور بھلائی کرنا ہے کیونکہ یہ بری موت اور ہولناک جگہوں سے بچاتا ہے اور اللہ کا ذکر خوب کرو کیونکہ اللہ کا ذکر سب سے اچھا ذکر ہے اور اللہ تعالیٰ نے متقی لوگوں سے جن چیزوں کا وعدہ فرمایا ہے ان چیزوں کا اپنے اندر شوق پیدا کرو کیونکہ اللہ کا وعدہ سب سے سچا وعدہ ہے اور اپنے نبی کریم ﷺ کی سیرت کی اقتداء کرو کیونکہ ان کی سیرت سب سے افضل سیرت ہے اور ان کی سنتوں پر چلو کیونکہ ان کی سنتیں سب سے افضل طریقہ زندگی ہیں اور اللہ کی کتاب سیکھو کیونکہ وہ سب سے افضل کلام ہے اور دین کی سمجھ حاصل کرو کیونکہ یہی دلوں کی بہار ہے اور اللہ کے نور سے شفا حاصل کرو کیونکہ یہ دلوں کی تمام بیماریوں کی شفاء ہے۔ اس کی تلاوت اچھی طرح کیا کرو کیونکہ (اس کے اندر) سب سے عمدہ قصے ہیں۔ جب اسے تمہارے سامنے پڑھا جائے تو اسے کان لگا کر سنو اور خاموش رہو تا کہ تم پر اللہ کی رحمت ہو اور جب تمہیں اس کے علم کے حاصل کرنے کی توفیق مل گئی ہے تو اس پر عمل کرو تا کہ تمہیں ہدایت کامل درجہ کی مل جائے کیونکہ جو عالم اپنے علم کے خلاف عمل کرتا ہے وہ راہ حق سے ہٹے ہوئے اس جاہل جیسا ہے جو اپنی جہالت کی وجہ سے درست نہیں ہو سکا بلکہ میرا خیال تو یہ ہے کہ جو عالم اپنے علم کو چھوڑ بیٹھا ہے اس کے خلاف حجت زیادہ بڑی ہوگی اور اس پر حسرت زیادہ عرصہ تک رہے گی اور اس کے مقابلہ میں جہالت حیران و پریشان رہنے والے جاہل کے خلاف حجت چھوٹی اور اس پر حسرت کم ہوگی۔ ویسے تو دونوں گمراہ ہیں اور دونوں ہلاک ہوں گے اور تردد میں نہ پڑو ورنہ تم شک میں پڑ جاؤ گے اور اگر تم شک میں پڑ گئے تو ایک دن کافر بن جاؤ گے اور اپنے لئے آسانی اور رخصت والا راستہ اختیار نہ کرو

ورنہ تم غفلت میں پڑ جاؤ گے اور اگر تم حق سے غفلت برتنے لگ گئے تو پھر خسارہ والے ہو جاؤ گے۔ غور سے سنو! یہ سمجھداری کی بات ہے کہ تم بھروسہ کرو لیکن اتنا بھروسہ نہ کرو کہ دھوکہ کھالو اور تم میں سے اپنے آپ کا سب سے زیادہ خیرخواہ وہ ہے جو اپنے رب کی سب سے زیادہ اطاعت کرنے والا ہے اور تم میں سے اپنے آپ کو سب سے زیادہ دھوکہ دینے والا وہ ہے جو اپنے رب کی سب سے زیادہ نافرمانی کرنے والا ہے۔ جو اللہ کی اطاعت کرے گا وہ امن میں رہے گا اور خوش رہے گا اور جو اللہ کی نافرمانی کرے گا وہ ڈرتا رہے گا اور اسے ندامت اٹھانی پڑے گی پھر تم اللہ سے یقین مانگو اور اس کے سامنے عافیت کا شوق ظاہر کرو۔ دل کی سب سے بہتر دائمی کیفیت یقین ہے۔ فرائض سب سے افضل عمل ہیں اور جو نئے کام اپنے پاس سے گھڑے جاتے ہیں وہ سب سے برے ہیں۔ ہر نئی بات بدعت ہے اور ہر نئی بات گھڑنے والا بدعتی ہے جس نے کوئی نئی بات گھڑی اس نے (دین) ضائع کر دیا۔ جب کوئی بدعتی نئی بدعت نکالتا ہے تو وہ اس کی وجہ سے کوئی نہ کوئی سنت ضرور چھوڑتا ہے اصل نقصان والا وہ ہے جس کا دینی نقصان ہوا ہو اور نقصان والا وہ ہے جو اپنے آپ کو خسارے میں ڈال دے۔ ریاکاری شرک میں سے ہے اور اخلاص عمل و ایمان کا حصہ ہے۔ کھیل کود کی مجلسیں قرآن بھلا دیتی ہیں اور ان میں شیطان شریک ہوتا ہے اور یہ مجلسیں ہر گمراہی کی دعوت دیتی ہیں اور عورتوں کے ساتھ زیادہ بیٹھنے سے دل ٹیڑھے ہو جاتے ہیں اور ایسے آدمی کی طرف سب کی نگاہیں اٹھتی ہیں۔ عورتیں شیطان کے جال ہیں۔ اللہ کے ساتھ سچائی کا معاملہ کرو کیونکہ اللہ تعالیٰ سچے کے ساتھ ہے اور جھوٹ سے اجتناب کرو کیونکہ جھوٹ ایمان کا مخالف عمل ہے۔ غور سے سنو! سچ نجات اور عزت کی بلند جگہ پر ہے اور جھوٹ ہلاکت اور بربادی کی بلند جگہ پر ہے۔ غور سے سنو! حق بات کہو اس سے تم پہچانے جاؤ گے اور حق پر عمل کرو اس سے تم حق والوں میں سے ہو جاؤ جس نے تمہارے پاس امانت رکھوائی ہے اسے اس کی امانت واپس کرو۔ جو رشتہ دار تم سے قطع رحمی کرے تم اس کے ساتھ صلہ رحمی کرو اور جو تمہیں نہ دے بلکہ محروم کرے تم اس کے ساتھ احسان کرو جب تم کسی سے معاہدہ کرو تو اسے پورا کرو۔ جب فیصلہ کرو تو عدل و انصاف والا کرو۔ آباؤ اجداد کے کارناموں پر ایک دوسرے پر فخر نہ کرو۔ اور ایک دوسرے کو برے لقب سے نہ پکارو۔ آپس میں حد سے زیادہ مذاق نہ کرو اور ایک دوسرے کو غصہ نہ دلاؤ۔ اور کمزور، مظلوم، مقروض مجاہد فی سبیل اللہ مسافر اور سائل کی مدد کرو اور غلاموں کو آزادی دلوانے میں مدد کرو اور بیوہ اور یتیم پر رحم کرو اور سلام پھیلاؤ اور جو تمہیں سلام کرے تم اسے ویسا ہی جواب دو یا اس سے اچھا جواب دو۔ نیکی اور تقویٰ کے کاموں میں ایک دوسرے کی مدد کرو گناہ اور زیادتی کے کاموں میں ایک دوسرے کی مدد نہ کرو اور اللہ سے ڈرو کیونکہ اللہ سخت سزا دینے والا ہے اور مہمان کا اکرام کرو پڑوسی سے اچھا سلوک کرو۔ بیماروں کی عیادت کرو اور جنازے کے ساتھ جاؤ۔ اللہ کے

بندو! بھائی بھائی بن کر رہو۔ امابعد! دنیا منہ پھیر کر جا رہی ہے اور اپنے رخصت ہونے کا اعلان کر رہی ہے اور آخرت سایہ ڈال چکی ہے اور جھانک رہی ہے۔ آج دوڑانے کے لئے گھوڑے تیار کرنے کا دن ہے کل قیامت کو ایک دوسرے سے آگے بڑھنا ہوگا اور آگے بڑھ کر جنت میں جانا ہوگا اگر آگے بڑھ کر جنت میں نہ جا سکا تو پھر اس کا انجام جہنم کی آگ ہے۔ توجہ سے سنو! تمہیں ان دنوں عمل کرنے کی مہلت ملی ہوئی ہے۔ اس کے بعد موت ہے جو بہت تیزی سے آ رہی ہے جو مہلت کے دنوں میں موت کے آنے سے پہلے اپنے ہر عمل کو اللہ کے لئے خالص کرے گا وہ اپنے عمل کو اچھا اور خوبصورت بنالے گا اور اپنی امید کو پائے گا اور جس نے اس میں کوتاہی کی اس کے عمل خسارے والے ہو جائیں گے اس کی امید پوری نہ ہوگی بلکہ امید کی وجہ سے اس کا نقصان ہوگا۔ لہٰذا اللہ کے ثواب کے شوق میں اس کے عذاب سے ڈر کر عمل کرو اگر کبھی نیک اعمال کی رغبت اور شوق کا تم پر غلبہ ہو تو اللہ کا شکر کرو اور اس شوق کے ساتھ خوف پیدا کرنے کی کوشش کرو اور اگر کبھی اللہ کے خوف کا غلبہ ہو تو اللہ کا ذکر کرو اور اس خوف کے ساتھ کچھ شوق ملانے کی کوشش کرو کیونکہ اللہ نے مسلمانوں کو بتایا ہے کہ اچھے عمل پر اچھا بدلہ ملے گا اور جو شکر کرے گا اللہ اس کی نعمت بڑھائے گا۔ میں نے جنت جیسی کوئی چیز نہیں دیکھی کہ جس کا طالب سو رہا ہو اور میں نے اس سے زیادہ کمانے والا نہیں دیکھا جو اس دن کے لئے نیک اعمال کماتا ہے جس دن کے لئے اعمال کے ذخیرے جمع کئے جاتے ہیں اور جس دن دلوں کے تمام بھید کھل جائیں گے اور تمام بری چیزیں اس دن جمع ہو جائیں گی جسے حق سے کوئی فائدہ نہ ہوا اسے باطل نقصان پہنچائے گا جسے ہدایت سیدھے راستہ پر نہ چلا سکی اسے گمراہی سیدھے راستہ سے ہٹا دے گی۔ جسے یقین سے کوئی فائدہ نہ ہوا اسے شک نقصان پہنچائے گا اور جسے اس کی موجودہ چیز نفع نہ پہنچا سکی اسے اس کی دور والی غیر حاضر چیز بالکل نفع نہیں پہنچا سکے گی یعنی جو براہ راست مجھ سے بیان سن کر فائدہ نہ اٹھا سکے وہ میرے نہ سنے ہوئے بیانات سے تو بالکل فائدہ نہیں اٹھا سکے گا تمہیں کوچ کر کے سفر میں جانے کا حکم دیا جا چکا ہے اور سفر میں کام آنے والا توشہ بھی تمہیں بتایا جا چکا ہے۔ توجہ سے سنو! مجھے آپ لوگوں پر سب سے زیادہ دو چیزوں کا ڈر ہے ایک لمبی امیدیں دوسرے خواہشات پر چلنا لمبی امیدوں کی وجہ سے انسان آخرت بھول جاتا ہے اور خواہشات پر چلنے کی وجہ سے حق سے دور ہو جاتا ہے توجہ سے سنو! دنیا پیٹھ پھیر کر جا رہی ہے اور آخرت سامنے سے آ رہی ہے اور دونوں کے طالب اور چاہنے والے ہیں اگر تم سے ہو سکے تو آخرت والوں میں سے بنو اور دنیا والوں میں سے نہ بنو کیونکہ آج عمل کرنے کا موقع ہے لیکن حساب نہیں ہے۔ کل حساب ہوگا لیکن عمل کا موقع نہیں ہوگا۔ [1]

---

[1] ذکرہ ابن کثیر فی البدایۃ (ج ۷ ص ۳۰۷) قال الحافظ ابن کثیر و ھذہ خطبۃ بلیغۃ نافعۃ جامعۃ للخیر ناھیۃ عن الشر و قد روی لھا شواھد من وجوہ اخر متصلۃ و للہ الحمد و المنۃ. انتھی

حضرت ابو خیرہ رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں میں حضرت علیؓ کے ساتھ رہا یہاں تک کہ وہ کوفہ پہنچ گئے اور منبر پر تشریف فرما ہوئے۔ پہلے اللہ کی حمد وثناء بیان کی پھر فرمایا تم اس وقت کیا کرو گے جب تمہارے نبی کی آل پر تمہارے سامنے فوج حملہ آور ہوگی؟ کوفہ والوں نے کہا ہم اللہ کو ان کے بارے میں زبردست بہادری دکھائیں گے۔ حضرت علیؓ نے فرمایا اس ذات کی قسم جس کے قبضہ میں میری جان ہے! تمہارے سامنے ان پر فوج حملہ آور ہوگی اور تم مقابلہ پر آ کر ان کو خود قتل کرو گے پھر یہ شعر پڑھنے لگے:

هم اوردوه بالغرور و غردوا

اجيبوا دعاه لا نجاة ولا عذرا

وہ اسے دھوکے سے لے آئیں گے اور پھر اونچی آواز سے یہ گائیں گے کہ اس (کے مخالف یعنی یزید) کی دعوت (بیعت) قبول کرلو اسے قبول کئے بغیر تمہیں نجات نہیں ملے گی اور اس میں تمہارا کوئی عذر قبول نہیں کیا جائے گا۔[1]

حضرت ابراہیم تیمی رحمۃ اللہ علیہ کے والد (حضرت یزید بن شریک رحمۃ اللہ علیہ) کہتے ہیں ہم میں حضرت علیؓ نے بیان فرمایا جس میں ارشاد فرمایا کہ ہمارے پاس اللہ کی کتاب اور اس صحیفے کے علاوہ کچھ اور لکھا ہوا ہے جسے ہم پڑھتے رہتے ہیں تو وہ بالکل غلط کہتا ہے اور اس صحیفے میں زکوٰۃ اور دیت کے اونٹوں کی عمر اور زخموں کے مختلف احکام کے بارے میں لکھا ہوا ہے اور اس صحیفے میں یہ بھی ہے کہ حضور ﷺ نے ارشاد فرمایا مدینہ کا حرم عیر پہاڑ سے ثور پہاڑ تک ہے۔ یہ سارا علاقہ قابلِ احترام ہے، لہٰذا جو اس علاقہ میں خود کوئی نئی چیز ایجاد کرے یا نئی چیز ایجاد کرنے والے کو ٹھکانہ دے تو اس پر اللہ، فرشتوں اور تمام لوگوں کی لعنت ہوگی اور اللہ تعالیٰ قیامت کے دن اس کے کسی فرض اور نفل عمل کو قبول نہیں فرمائیں گے اور جو اپنے باپ کے علاوہ کسی اور کی طرف اپنے نسب کی نسبت کرے گا اور جو غلام اپنے آقا کے علاوہ کسی اور کے غلام ہونے کا دعویٰ کرے گا تو ان دونوں پر اللہ، فرشتوں اور تمام لوگوں کی لعنت ہوگی اور اللہ تعالیٰ قیامت کے دن ان کے کسی فرض اور نفل عمل کو قبول نہیں فرمائیں گے۔ تمام مسلمانوں کی ذمہ داری ایک ہے جس کے لئے کم درجے کا مسلمان بھی سعی کرے گا (یعنی ادنیٰ درجہ کا مسلمان بھی کسی کافر یا دشمن کے آدمی کو امان دے دے تو اب اسے تمام مسلمانوں کی طرف سے امان مل جائے گی)۔[2]

حضرت ابراہیم نخعی رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں حضرت علقمہ بن قیس رحمۃ اللہ علیہ نے اس منبر پر ہاتھ مار کر کہا حضرت علیؓ نے اس منبر پر ہم میں بیان کیا۔ پہلے انہوں نے اللہ کی حمد وثناء بیان کی اور

۱۔ اخرجه الطبراني قال الهيثمي (ج ۹ ص ۱۹۱) و فيه سعيد بن وهب متاخر و لم اعرفه وبقية رجاله ثقات. انتهى ۲۔ اخرجه احمد في مسنده (ج ۱ ص ۸۱) عن ابراهيم التيمي عن ابيه

کچھ دیر اللہ کی ذات وصفات کا تذکرہ کیا پھر فرمایا حضور ﷺ کے بعد تمام لوگوں میں سب سے بہتر حضرت ابوبکرؓ ہیں پھر حضرت عمرؓ ہیں پھر ہم نے ان کے بعد بہت سے نئے کام کئے ہیں جن کا اللہ ہی فیصلہ کرے گا۔[1] حضرت ابوجحیفہؓ فرماتے ہیں حضرت علیؓ منبر پر تشریف فرما ہوئے۔ پہلے اللہ کی حمد وثناء بیان کی پھر نبی کریم ﷺ پر درود بھیجا پھر فرمایا حضورؐ کے بعد اس امت میں سب سے بہترین آدمی حضرت ابوبکرؓ ہیں پھر دوسرے نمبر پر حضرت عمرؓ ہیں اور اللہ تعالیٰ جہاں چاہتے ہیں خیر رکھ دیتے ہیں۔[2] مسند احمد میں حضرت وہب سوائیؓ سے اسی کے ہم معنی روایت مذکور ہے، البتہ اس میں یہ مضمون نہیں ہے کہ پھر ہم نے بہت سے نئے کام کئے اور اس میں حضرت علیؓ کا یہ فرمان ہے کہ ہم اس بات کو بعید نہیں سمجھتے تھے کہ حضرت عمرؓ کی زبان پر فرشتہ بولتا ہے۔

حضرت علقمہ رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں حضرت علیؓ نے ہم لوگوں میں بیان فرمایا پہلے اللہ کی حمد و ثناء بیان کی پھر فرمایا مجھے یہ خبر پہنچی ہے کہ کچھ لوگ مجھے حضرت ابوبکر وحضرت عمر رضی اللہ عنہما پر فضیلت دیتے ہیں اگر میں اس کام سے لوگوں کو منع کر چکا ہوتا تو آج میں اس پر ضرور سزا دیتا اور روکنے سے پہلے سزا دینا مجھے پسند نہیں بہرحال اب سب سن لیں کہ آئندہ میرے اس بیان کے بعد جو بھی اس بارے میں ذرا سی بھی بات کرے گا وہ میرے نزدیک بہتان باندھنے والا ہوگا اسے وہی سزا ملے گی جو بہتان باندھنے والے کی ہوتی ہے۔ حضور ﷺ کے بعد لوگوں میں سب سے بہترین حضرت ابوبکرؓ ہیں پھر حضرت عمرؓ ہیں پھر ہم نے ان حضرات کے بعد بہت سے نئے کام کئے ہیں اللہ تعالیٰ ان کے بارے میں جو چاہیں گے فیصلہ فرمائیں گے۔[3] حضرت زید بن وہب رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں حضرت سوید بن غفلہ حضرت علی رضی اللہ عنہ کے زمانہ خلافت میں ان کی خدمت میں حاضر ہوئے اور عرض کیا اے امیر المومنین! میں چند لوگوں کے پاس سے گزرا جو حضرت ابوبکرؓ اور حضرت عمرؓ کی شان میں نامناسب کلمات کہہ رہے تھے یہ سن کر حضرت علیؓ اٹھے اور منبر پر تشریف فرما ہوئے اور فرمایا اس ذات کی قسم جس نے دانے کو (زمین میں جانے کے بعد) پھاڑا اور جان کو پیدا کیا! ان دونوں حضرات سے وہی محبت کرے گا جو مومن اور صاحب فضل وکمال ہوگا اور ان سے بغض صرف بد بخت اور بے دین ہی رکھے گا۔ حضرات شیخین کی محبت اللہ کا قرب حاصل ہونے کا ذریعہ ہے اور ان حضرات سے بغض ونفرت بے دینی ہے۔ لوگوں کو کیا ہوا کہ وہ حضور ﷺ کے دو بھائیوں، دو وزیروں، دو خاص ساتھیوں، قریش کے دو سرداروں اور مسلمانوں کے دو روحانی باپوں کا نامناسب کلمات سے ذکر کرتے ہیں۔ جو بھی ان حضرات کا ذکر برائی سے

۱۔ اخرجه احمد (ج ۱ ص ۱۲۷) ۲۔ عند احمد ایضا (ج ۱ ص ۱۰۶)

۳۔ اخرجه ابن ابی عاصم و ابن شاهین و اللالکائی فی السنة و الاصبهانی فی الحجة و ابن عساکر کذافی المنتخب (ج ۴ ص ۴۴۲)

کرے گا میں اس سے بری ہوں اور میں اسے اس وجہ سے سزا دوں گا۔[۱] حضرت علیؓ کا یہ بیان اکابر کی وجہ سے ناراض ہونے کے باب میں پوری تفصیل سے گزر چکا ہے۔

حضرت علی بن حسین رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں جب حضرت علی بن ابی طالبؓ جنگ صفین سے واپس آئے تو ان سے بنو ہاشم کے ایک نوجوان نے کہا اے امیر المومنین! میں نے آپ کو جمعہ کے خطبہ میں یہ کہتے ہوئے سنا اے اللہ! تو نے جس عمل کے ذریعہ سے خلفاء راشدین کی اصلاح فرمائی اسی کے ذریعہ سے ہماری بھی اصلاح فرما تو یہ خلفاء راشدین کون ہیں؟ اس پر حضرت علیؓ کی دونوں آنکھیں ڈبڈبا آئیں اور فرمایا خلفاء راشدین حضرت ابوبکر اور حضرت عمر رضی اللہ عنہما ہیں جو کہ ہدایت کے امام اور اسلام کے بڑے زبردست عالم ہیں جن سے حضور ﷺ کے بعد ہدایت حاصل کی جاتی ہے۔ جو ان دونوں کا اتباع کرے گا اسے صراطِ مستقیم کی ہدایت ملے گی اور جو ان دونوں کی اقتداء کرے گا وہ رشد والا ہو جائے گا۔ جو ان دونوں کو مضبوطی سے پکڑے گا وہ اللہ کی جماعت میں شامل ہو جائے گا اور اللہ کی جماعت والے ہی فلاح پانے والے ہیں۔[۲]

بنو تمیم کے ایک بڑے میاں کہتے ہیں حضرت علیؓ نے ایک مرتبہ ہم میں بیان فرمایا جس میں ارشاد فرمایا لوگوں پر ایسا زمانہ آئے گا جس میں لوگ ایک دوسرے کو کاٹ کھائیں گے اور مالدار اپنے مال کو روک کر رکھے گا بالکل خرچ نہیں کرے گا حالانکہ اسے اس کا حکم نہیں دیا گیا تھا (بلکہ اسے تو ضرورت سے زائد سارا مال دوسروں پر خرچ کرنے کا حکم دیا گیا تھا) اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے وَلَا تَنسَوُا الْفَضْلَ بَيْنَكُمْ (سورت بقرہ آیت ۲۳۷) ''اور آپس میں احسان کرنے سے غفلت مت کرو۔'' برے لوگ زور پر ہوں گے غالب آ جائیں گے۔ نیک لوگ بالکل دب جائیں گے اور مجبور لوگوں سے خرید و فروخت کی جائے گی (یا تو انہیں خرید و فروخت پر کسی طرح مجبور کیا جائے گا یا وہ قرضے وغیرہ کی وجہ سے مجبور ہو کر اپنا سامان وغیرہ سستے داموں بیچیں گے) حالانکہ حضور ﷺ نے مجبور انسان سے اس طرح خریدنے سے اور دھوکہ کی خرید و فروخت سے اور پکنے سے پہلے پھل بیچ دینے سے منع فرمایا ہے۔[۳]

حضرت عبدالرحمٰن بن عوف رضی اللہ عنہ کے آزاد کردہ غلام حضرت ابوعبید رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں میں حضرت علیؓ کے ساتھ عید الضحیٰ کی نماز میں شریک ہوا حضرت علیؓ نے خطبہ سے پہلے اذان اور اقامت کے بغیر عید کی نماز پڑھائی پھر خطبہ دیا اس میں ارشاد فرمایا اے لوگو! حضور ﷺ نے تمہیں تین دن کے بعد قربانی کا گوشت کھانے سے منع فرمایا ہے لہٰذا تم لوگ تین دن (تو گوشت

۱۔ عند ابی نعیم فی الحلیۃ کذافی المنتخب (ج ۴ ص ۴۴۳) ۲۔ اخرجه اللالکائی و ابو طالب العشاری و نصر فی الحجۃ کذافی المنتخب (ج ۴ ص ۴۴۴)

۳۔ اخرجه احمد (ج ۱ ص ۱۱۶)

کھاؤاس) کے بعد نہ کھاؤ (حضورؐ نے پہلے تو منع فرمایا تھا لیکن بعد میں تین دن کے بعد بھی کھانے کی اجازت دے دی تھی) ۱

حضرت ربعی بن حراش رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں میں نے حضرت علیؓ کو بیان میں یہ کہتے ہوئے سنا کہ حضور ﷺ نے فرمایا میرے بارے میں جھوٹ نہ بولو کیونکہ جو میرے بارے میں جھوٹ بولے گا وہ جہنم کی آگ میں داخل ہوگا۔ ۲

حضرت ابوعبدالرحمٰن سلمی رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں حضرت علیؓ نے بیان کیا جس میں ارشاد فرمایا اے لوگو! اپنے غلام اور باندیوں پر شرعی حدود قائم کرو چاہے وہ شادی شدہ ہوں یا غیر شادی شدہ، کیونکہ حضور ﷺ کی ایک باندی سے زنا صادر ہوگیا تھا تو حضورؐ نے مجھے حکم دیا کہ میں اس پر حد شرعی قائم کروں۔ میں اس کے پاس گیا تو دیکھا کہ اس کے ہاں کچھ دیر پہلے بچہ پیدا ہوا ہے تو مجھے ڈر ہوا کہ اگر میں اسے کوڑے ماروں گا تو وہ مرجائے گی۔ میں نے حضورؐ کی خدمت میں آکر یہ بات عرض کی۔ آپؐ نے فرمایا تم نے اچھا کیا۔ ۳

حضرت عبداللہ بن سبع رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں حضرت علیؓ نے ہم سے بیان فرمایا جس میں ارشاد فرمایا اس ذات کی قسم جس نے دانے کو پھاڑا اور جان کو پیدا کیا! میری یہ ڈاڑھی سر کے خون سے ضرور رنگین ہوگی یعنی مجھے قتل کیا جائے گا اس پر لوگوں نے کہا آپ ہمیں بتائیں کہ وہ (آپ کو قتل کرنے والا) آدمی کون ہے؟ اللہ کی قسم! ہم اس کے سارے خاندان کو تباہ کردیں گے۔ حضرت علیؓ نے فرمایا میں تمہیں اللہ کا واسطہ دے کر کہتا ہوں کہ میرے قاتل کے علاوہ کوئی اور ہرگز قتل نہ ہو۔ لوگوں نے کہا اگر آپ کو یقین ہے کہ عنقریب آپ کو قتل کردیا جائے گا تو آپ کسی کو اپنا خلیفہ مقرر فرمادیں فرمایا نہیں بلکہ میں تو تمہیں اسی کے سپرد کرتا ہوں جس کے سپرد حضور ﷺ کر کے گئے تھے (یعنی حضورؐ نے اپنے بعد کسی کو خلیفہ مقرر نہیں کیا تھا بلکہ اللہ کے حوالے کیا تھا میں بھی ایسے ہی کرتا ہوں)۔ ۴

حضرت علاء رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں حضرت علیؓ نے بیان فرمایا جس میں ارشاد فرمایا اے لوگو! اس ذات کی قسم جس کے سوا کوئی معبود نہیں! میں نے تمہارے مال میں سے اس شیشی کے علاوہ اور کچھ نہیں لیا اور اپنے کرتے کی آستین سے خوشبو کی ایک شیشی نکال کر فرمایا یہ ایک گاؤں کے چودھری نے مجھے ہدیہ کی ہے۔ ۵

۱۔ اخرجه احمد (ج ۱ ص ۱۴۱) ۲۔ اخرجه احمد (ج ۱ ص ۱۵۰) و اخرجه الطیالسی (ص ۱۷) عن ربعی مثله ۳۔ اخرجه احمد (ج ۱ ص ۱۵۶)
۴۔ اخرجه احمد (۱ ص ۱۵۶) ۵۔ اخرجه عبدالرزاق و ابوعبید فی الاموال و الحاکم فی الکنیٰ و ابونعیم فی الحلیة عن ابی عمر و بن العلاء عن ابیه کذافی المنتخب (ج ۵ ص ۵۴)

حضرت عمیر بن عبدالملک رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں حضرت علیؓ نے کوفہ کے منبر پر ہم لوگوں میں بیان فرمایا جس میں ارشاد فرمایا اگر میں خود حضور ﷺ سے نہ پوچھتا تو آپؐ مجھے خود بتا دیتے اور اگر میں آپؐ سے خیر کے بارے میں پوچھتا تو آپؐ اس کے بارے میں بتاتے۔ آپؐ نے اپنے رب کی طرف سے مجھے یہ حدیث سنائی ہے کہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں میرے اپنے عرش کے اوپر بلند ہونے کی قسم! جس بستی والے اور جس گھر والے اور جنگل میں اکیلے رہنے والے سب میری نافرمانی پر ہوں جو کہ مجھے ناپسند ہے پھر یہ اسے چھوڑ کر میری اطاعت اختیار کر لیں جو مجھے پسند ہے تو میرا عذاب جو انہیں ناپسند ہے ان سے ہٹا کر اپنی رحمت کو ان کی طرف توجہ کر دوں گا جو انہیں پسند ہے اور جس بستی والے اور جس گھر والے اور جنگل میں اکیلے رہنے والے سب میری اطاعت پر ہوں جو مجھے پسند ہے وہ اسے چھوڑ کر میری نافرمانی اختیار کر لیں جو مجھے ناپسند ہے، تو میری رحمت جو انہیں پسند ہے وہ ان سے ہٹا کر اپنا غصہ ان کی طرف متوجہ کر دوں گا جو انہیں ناپسند ہے۔[1]

امیر المومنین حضرت حسن بن علیؓ کے بیانات

حضرت ہبیرہ رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں جب حضرت علی ابن ابی طالبؓ کا انتقال ہو گیا تو حضرت حسن بن علیؓ کھڑے ہو کر منبر پر تشریف فرما ہوئے اور فرمایا اے لوگو! آج رات ایسی ہستی دنیا سے اٹھالی گئی ہے جن سے پہلے لوگ آگے نہیں جا سکے اور جنہیں پچھلے لوگ پا نہیں سکیں گے۔ حضور ﷺ انہیں کسی جگہ بھیجتے تو انہیں دائیں طرف سے حضرت جبرائیل علیہ السلام اور بائیں طرف سے حضرت میکائیل علیہ السلام اپنے گھیرے میں لے لیتے اور جب تک اللہ انہیں فتح نہ دیتے یہ واپس نہ آتے یہ صرف سات سو درہم چھوڑ کر گئے ہیں۔ آپؓ اس سے ایک خادم خریدنا چاہتے تھے آج ستائیں (۲۷) رمضان کی رات میں ان کی روح قبض کی گئی ہے اسی رات میں حضرت عیسیٰ بن مریم علیہما السلام کو آسمانوں کی طرف اٹھایا گیا ایک روایت میں ہے وہ سونا چاندی کچھ بھی چھوڑ کر نہیں گئے صرف سات سو درہم چھوڑ کر گئے ہیں جو ان کے بیت المال میں سے ملنے والے وظیفہ میں سے بچے ہیں۔ اس روایت میں اس سے آگے نہیں ہے۔[2]

جب حضرت علیؓ شہید ہو گئے تو حضرت حسنؓ نے کھڑے ہو کر بیان فرمایا پہلے اللہ کی حمد و ثناء بیان کی پھر فرمایا امابعد! آج رات تم نے ایک آدمی کو قتل کر دیا ہے اسی رات میں قرآن پاک نازل ہوا۔ اسی میں حضرت عیسیٰ بن مریم علیہما السلام کو اٹھایا گیا اور اسی رات میں حضرت موسیٰ علیہ السلام

---

[1] اخرجه ابن مردويه كذافي الكنز (ج ٨ ص ٢٠٣) [2] اخرجه ابن سعد (ج ٣ ص ٣٨)
و عند ابى نعيم فى الحلية (ج ١ ص ٢٥) عن هبيرة بالسياق الثانى بمعناه و اخرجه احمد (ج ١ ص ١٩٩) عنه مختصرا

کے خادم حضرت یوشع بن نون رحمتہ اللہ علیہ کو شہید کیا گیا اور اسی میں بنی اسرائیل کی توبہ قبول ہوئی۔[۱] طبرانی کی روایت میں اس کے بعد یہ ہے کہ پھر حضرت حسنؓ نے فرمایا جو مجھے جانتا ہے وہ تو جانتا ہے اور جو مجھے نہیں جانتا میں اسے اپنا تعارف کرا دیتا ہوں میں حضرت محمد ﷺ کا بیٹا حسن ہوں (میں حضور کو اپنا باپ اس وجہ سے کہہ رہا ہوں کہ حضرت یوسف علیہ السلام نے حضرت ابراہیم اور حضرت اسحاق علیہما السلام کو اپنا باپ کہا ہے، حالانکہ یہ دونوں ان کے دادا پڑدادا تھے) پھر انہوں نے یہ آیت پڑھی جس میں حضرت یوسفؑ کا قول ہے وَاتَّبَعْتُ مِلَّةَ اٰبَآئِیۡ اِبْرَاهِيْمَ وَ اِسْحٰقَ وَ يَعْقُوْبَ (سورت یوسف آیت ۳۸) ''اور میں نے اپنے ان باپ دادوں کا مذہب اختیار کر رکھا ہے ابراہیمؑ کا، اسحاقؑ کا اور یعقوبؑ کا۔'' پھر اللہ کی کتاب میں سے کچھ اور پڑھنے لگے پھر (حضورؐ کے مختلف نام لے کر) فرمایا میں بشارت دینے والے کا بیٹا ہوں۔ میں ڈرانے والے کا بیٹا ہوں میں نبی کا بیٹا ہوں میں اللہ کے حکم سے اللہ کی دعوت دینے والے کا بیٹا ہوں میں روشن چراغ کا بیٹا ہوں۔ میں اس ذات کا بیٹا ہوں جنہیں رحمتہ للعالمین بنا کر بھیجا گیا میں اس گھرانے کا فرد ہوں جن سے اللہ نے گندگی دور کردی اور جنہیں خوب اچھی طرح پاک کیا میں اس گھرانے کا فرد ہوں جن کی محبت اور دوستی کو اللہ نے فرض قرار دیا، چنانچہ جو قرآن حضرت محمد ﷺ پر اللہ نے نازل کیا اس میں اللہ نے فرمایا ہے قُلْ لَّآ اَسْئَلُكُمْ عَلَيْهِ اَجْرًا اِلَّا الْمَوَدَّةَ فِی الْقُرْبٰى (سورت شوریٰ آیت ۲۳) ''آپ (ان سے) یوں کہئے کہ میں تم سے کچھ مطلب نہیں چاہتا بجز رشتہ داری کی محبت کے۔''[۲] طبرانی کی دوسری روایت میں یہ مضمون بھی ہے کہ حضور ﷺ انہیں جھنڈا دیا کرتے اور جب جنگ میں گھمسان کا رن پڑتا تو جبرائیل علیہ السلام ان کے دائیں جانب آ کر لڑتے۔ راوی کہتے ہیں یہ رمضان کی اکیسویں رات تھی۔[۳] حاکم کی روایت میں یہ بھی ہے کہ میں نبوی گھرانہ میں سے ہوں حضرت جبرائیل علیہ السلام (آسمان سے) اتر کر ہمارے پاس آیا کرتے تھے اور ہمارے پاس سے (آسمان کو) اوپر جایا کرتے تھے۔ اس روایت میں اسی آیت کا یہ حصہ بھی ہے وَمَنْ يَّقْتَرِفْ حَسَنَةً نَّزِدْ لَهٗ فِيْهَا حُسْنًا (سورت شوریٰ آیت ۲۳) ''اور جو شخص کوئی نیکی کرے گا ہم اس میں اور خوبی زیادہ کردیں گے۔'' یہاں نیکی کرنے سے مراد ہمارے سارے گھرانے سے محبت کرنا ہے۔[۴]

۱۔ عند ابی یعلی و ابن جریر و ابن عساکر عن الحسن کما فی المنتخب (ج ۵ ص ۱۶۱)

۲۔ اخرجه الطبرانی عن ابی الطفیل فذکر بمعنی روایتی ابن سعد و روایة ابی یعلی وغیره

۳۔ قال الهیثمی (ج ۹ ص ۱۴۶) رواه الطبرانی فی الاوسط و الکبیر باختصار و ابویعلی باختصار والبزار بنحوه و رواه احمد باختصار کثیر و اسناد احمد و بعض طرق البزار و الطبرانی فی الکبیر حسان. انتهی.

۴۔ اخرجه الحاکم فی المستدرک (ج ۳ ص ۱۷۲) عن علی بن الحسین رضی الله عنهما روایة ابی الطفیل قال الذهبی لیس بصحیح و سکت الحاکم

حضرت ابو جمیلہ رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں حضرت علیؓ کی شہادت کے بعد حضرت حسن بن علی رضی اللہ عنہما خلیفہ بنے ایک دفعہ وہ لوگوں کو نماز پڑھا رہے تھے کہ اتنے میں ایک آدمی نے آگے بڑھ کر ان کی سرین پر خنجر مارا جس سے وہ زخمی ہو گئے اور چند ماہ بیمار رہے پھر کھڑے ہو کر انہوں نے بیان فرمایا تو اس میں بیان فرمایا اے عراق والو! ہمارے بارے میں اللہ سے ڈرو کیونکہ ہم تمہارے امراء بھی ہیں اور مہمان بھی اور ہم اس گھرانے کے ہیں جس کے بارے میں اللہ تعالیٰ نے فرمایا اِنَّمَا یُرِیۡدُ اللّٰہُ لِیُذۡہِبَ عَنۡکُمُ الرِّجۡسَ اَہۡلَ الۡبَیۡتِ وَ یُطَہِّرَکُمۡ تَطۡہِیۡرًا (سورت احزاب آیت ۳۳) ''اللہ تعالیٰ کو یہ منظور ہے کہ اے گھر والو تم سے آلودگی کو دور رکھے اور تم کو (ہر طرح ظاہراً و باطناً) پاک صاف رکھے'' حضرت حسنؓ اس موضوع پر کافی دیر گفتگو فرماتے رہے یہاں تک کہ مسجد کا ہر آدمی روتا ہوا نظر آنے لگا۔[1] ابن ابی حاتم کی روایت میں یہ ہے کہ حضرت حسنؓ ان باتوں کو بار بار کہتے رہے یہاں تک کہ مسجد کا ہر آدمی آواز سے رونے لگا۔[2]

حضرت شعبی رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ نے حضرت حسن بن علیؓ سے نخیلہ مقام پر صلح کی تو حضرت معاویہؓ نے ان سے کہا جب یہ (صلح کی) بات طے ہو گئی ہے تو آپ کھڑے ہو کر گفتگو کریں اور لوگوں کو بتا دیں کہ آپ نے خلافت چھوڑ دی ہے اور اسے میرے حوالے کر دیا ہے، چنانچہ حضرت حسنؓ اٹھے اور منبر پر بیان کیا۔ حضرت شعبیؒ کہتے ہیں میں اس بیان کو سن رہا تھا حضرت حسنؓ نے پہلے اللہ کی حمد و ثناء بیان کی پھر فرمایا امابعد! سب سے زیادہ سمجھداری تقویٰ اختیار کرنا ہے اور سب سے بڑی حماقت گناہوں میں مبتلا ہونا ہے میرا اور معاویہؓ کا خلافت کے بارے میں آپس میں اختلاف تھا یا تو یہ میرا حق تھا جسے میں نے حضرت معاویہؓ کے لئے اس لئے چھوڑ دیا تا کہ اس امت کا آپس میں معاملہ ٹھیک رہے اور ان کے خون محفوظ رہیں یا کوئی اور اس خلافت کا مجھ سے زیادہ حقدار ہے تو اب میں نے یہ خلافت ان کے حوالے کر دی ہے اور یہ آیت تلاوت فرمائی وَاِنۡ اَدۡرِیۡ لَعَلَّہٗ فِتۡنَۃٌ لَّکُمۡ وَ مَتَاعٌ اِلٰی حِیۡنٍ (سورت انبیاء آیت ۱۱۱) ''اور میں (بالتعیین) نہیں جانتا (کہ کیا مصلحت ہے) شاید وہ (تاخیر عذاب) تمہارے لئے (صورتاً) امتحان ہو اور ایک وقت (یعنی موت) تک (زندگی سے) فائدہ پہنچانا ہو۔''[3]

حضرت شعبی رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں جب حضرت حسن بن علی رضی اللہ عنہما نے حضرت معاویہؓ سے صلح کی تو انہوں نے نخیلہ مقام میں ہم میں بیان کیا اور کھڑے ہو کر اللہ کی حمد و ثناء بیان

۱۔ اخرجه الطبرانی قال الهیثمی (ج ۹ ص ۱۷۲) رجاله ثقات. انتهی

۲۔ اخرجه ابن ابی حاتم عن ابی جمیلة نحوه کما فی التفسیر لابن کثیر (ج ۳ ص ۴۸۶)

۳۔ اخرجه الطبرانی فی الکبیر قال الهیثمی (ج ۴ ص ۲۰۸) وفیه مجالدبن سعید وفیه کلام وقد وثق وبقیة رجاله رجال الصحیح. انتهی.

کی اور پچھلی حدیث جیسا مضمون بیان کیا اور آخر میں مزید یہ بھی ہے میں اسی پر اپنی بات ختم کرتا ہوں اور میں اپنے لئے اور تمہارے لئے اللہ سے استغفار کرتا ہوں۔[1]

حضرت حسن بن علی رضی اللہ عنہما نے اپنے اس بیان میں یہ بھی فرمایا اما بعد! اے لوگو! اللہ تعالیٰ نے ہمارے پہلوں کے ذریعہ سے (یعنی حضور ﷺ کے ذریعہ سے) تمہیں ہدایت دی اور ہمارے پچھلوں کے ذریعہ (یعنی میرے ذریعہ) تمہارے خون کی حفاظت کی۔ اس خلافت کی تو ایک خاص مدت ہے اور دنیا تو آنے جانے والی چیز ہے کبھی کسی کے پاس ہوتی ہے کبھی کسی کے پاس۔ اللہ تعالیٰ نے اپنے نبی کریم ﷺ سے فرمایا ہے وَاِنْ اَدْرِیْ لَعَلَّهٗ فِتْنَةٌ لَّكُمْ وَمَتَاعٌ اِلٰى حِيْنٍ (سورت انبیاء آیت ۱۱۱) ترجمہ گزر چکا ہے۔[2]

امیر المومنین حضرت معاویہ بن ابی سفیانؓ

حضرت محمد بن کعب قرظی رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں حضرت معاویہ بن ابی سفیانؓ ایک دن مدینہ میں بیان فرما رہے تھے اس میں ارشاد فرمایا اے لوگو! اللہ تعالیٰ جو چیز دینا چاہے اسے کوئی روک نہیں سکتا اور جسے وہ روک لے اسے کوئی دینے والا نہیں اور کسی مالدار کو اس کی مالداری اللہ کے ہاں کوئی کام نہیں دے سکتی۔ اللہ جس کے ساتھ خیر کا ارادہ فرماتے ہیں اسے دین کی سمجھ عطا فرماتے ہیں۔ میں نے یہ ساری باتیں (منبر کی) ان لکڑیوں پر حضور ﷺ سے سنی ہیں۔[3]

حضرت حمید بن عبدالرحمٰن رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں حضرت معاویہؓ نے ہم میں بیان فرمایا میں نے انہیں بیان میں یہ کہتے ہوئے سنا کہ میں نے نبی کریم ﷺ کو فرماتے ہوئے سنا کہ جس کے ساتھ اللہ تعالیٰ بھلائی کا ارادہ فرماتے ہیں اسے دین کی سمجھ عطا فرماتے ہیں اور میں تو صرف تقسیم کرنے والا ہی ہوں اور دیتے تو صرف اللہ ہی ہیں اور یہ امت ہمیشہ حق پر اور اللہ کے دین پر قائم رہے گی اور جو ان کی مخالفت کرے گا وہ انہیں نقصان نہیں پہنچا سکے گا اور یہ صورت حال اللہ کے حکم کے آنے تک یعنی قیامت کے قائم ہونے تک ایسے ہی رہے گی۔[4]

حضرت عمیر بن ہانی رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں حضرت معاویہ بن ابی سفیانؓ نے لوگوں میں بیان فرمایا جس میں ارشاد فرمایا میں نے حضور ﷺ کو فرماتے ہوئے سنا میری امت میں سے ہمیشہ ایک جماعت اللہ کے دین کو لے کر کھڑی رہے گی ان کی مخالفت کرنے والے اور ان کی مدد چھوڑنے والے کوئی بھی ان کا نقصان نہ کر سکیں گے اور اللہ کے حکم کے آنے تک یعنی قیامت کے

۱۔ اخرجه الحاکم (ج ۳ ص ۱۷۵) من طریق مجالد و اخرجه البیهقی (ج ۸ ص ۱۷۳) من طریقه عنه نحوه ۲۔ ذکرہ ابن جریر فی تاریخه (ج ۴ ص ۱۲۴)

۳۔ اخرجه ابن عبدالبر فی جامع بیان العلم (ج ۱ ص ۲۰) ۴۔ عند ابن عبدالبر ایضاً.

قائم ہونے تک وہ ایسے ہی رہیں گے اور ایک روایت میں یہ ہے کہ وہ لوگوں پر غالب رہیں گے۔ حضرت عمیر بن ہانی کہتے ہیں اس پر حضرت مالک بن یخامرؒ نے کھڑے ہو کر کہا میں نے حضرت معاذ بن جبلؓ کو فرماتے ہوئے سنا کہ (میرے خیال میں) یہ جماعت آج کل شام میں ہے۔[1] حضرت یونس بن حلبس جبلانی سے اسی جیسی حدیث مروی ہے اور اس میں مزید یہ بھی ہے پھر حضرت معاویہؓ نے اس آیت کو بطور دلیل کے ذکر کیا یٰعِیْسٰی اِنِّیْ مُتَوَفِّیْکَ وَرَافِعُکَ اِلَیَّ وَمُطَهِّرُکَ مِنَ الَّذِیْنَ کَفَرُوْا وَجَاعِلُ الَّذِیْنَ اتَّبَعُوْکَ فَوْقَ الَّذِیْنَ کَفَرُوْا اِلٰی یَوْمِ الْقِیٰمَۃِ (سورت آل عمران آیت ۵۵) ''اے عیسیٰ (کچھ غم نہ کرو) بیشک میں تم کو وفات دینے والا ہوں اور (فی الحال) میں تم کو اپنی طرف اٹھائے لیتا ہوں اور تم کو ان لوگوں سے پاک کرنے والا ہوں جو منکر ہیں اور جو لوگ تمہارا کہنا ماننے والے ہیں ان کو غالب رکھنے والا ہوں اور ان لوگوں پر جو کہ (تمہارے) منکر ہیں روز قیامت تک۔''[2] حضرت مکحول رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں حضرت معاویہؓ نے منبر پر بیان کرتے ہوئے فرمایا میں نے حضور ﷺ کو فرماتے ہوئے سنا اے لوگو! علم تو سیکھنے سے آتا ہے اور دین کی سمجھ تو حاصل کرنے سے آتی ہے اور جس کے ساتھ اللہ خیر کا ارادہ فرماتے ہیں اسے دین کی سمجھ عطا فرماتے ہیں اور اللہ تعالیٰ کے بندوں میں سے اللہ سے صرف وہی ڈرتے ہیں (جو اس کی قدرت کا) علم رکھتے ہیں اور میری امت میں سے ایک جماعت ہمیشہ حق پر قائم رہے گی جو لوگوں پر غالب رہے گی اور مخالفین اور دشمنوں کی انہیں کوئی پرواہ نہیں ہوگی اور یہ لوگ قیامت تک یونہی غالب رہیں گے۔[3]

امیر المؤمنین حضرت عبداللہ بن زبیرؓ کے بیانات

حضرت محمد بن عبداللہ ثقفی رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں ایک دفعہ حج کے موقع پر میں حضرت ابن زبیرؓ کے خطبہ میں شریک ہوا۔ ہمیں ان کے بارے میں اسی وقت پتہ چلا جب وہ یوم الترویہ (آٹھویں ذی الحجہ) سے ایک دن پہلے احرام باندھ کر ہمارے پاس باہر آئے وہ ادھیڑ عمر کے خوبصورت آدمی تھے وہ سامنے سے آ رہے تھے۔ لوگوں نے کہا یہ امیر المؤمنین ہیں پھر وہ منبر پر تشریف فرما ہوئے اس وقت ان پر احرام کی دو سفید چادریں تھیں پھر انہوں نے لوگوں کو سلام کیا لوگوں نے انہیں سلام کا جواب دیا پھر انہوں نے بڑی اچھی آواز سے لبیک پڑھا ایسی اچھی آواز میں نے کبھی ہی سنی ہوگی پھر اللہ کی حمد و ثناء بیان کی اس کے بعد فرمایا امابعد! تم لوگ مختلف علاقوں سے وفد بن کر اللہ کے پاس آئے ہو، لہٰذا اللہ پر بھی اس کے فضل سے یہ لازم ہے کہ وہ اپنے پاس وفد بن کر آنے

---

[1] عند احمد و ابی یعلی و یعقوب بن سفیان وغیرھم [2] عند ابن عساکر
[3] عند ابن عساکر ایضا کذافی الکنز (ج ۷ ص ۱۳۰)

والوں کا اکرام کرے۔ اب جوان اخروی نعمتوں کا طالب بن کر آیا ہے جو اللہ کے پاس ہیں تو اللہ سے طلب کرنے والا محروم نہیں رہتا، لہذا اپنے قول کی عمل سے تصدیق کرو کیونکہ قول کا سہارا عمل ہے اور اصل نیت دل کی ہوتی ہے ان دنوں میں اللہ سے ڈرو کیونکہ ان دنوں میں اللہ تعالیٰ تمام گناہوں کو معاف کر دیتے ہیں۔ آپ لوگ مختلف علاقوں سے آئے ہیں آپ لوگوں کا مقصد نہ تجارت ہے اور نہ مال حاصل کرنا اور نہ ہی دنیا لینے کی امید میں آپ لوگ یہاں آئے ہیں پھر حضرت ابن زبیرؓ نے لبیک پڑھا اور لوگوں نے بھی پڑھا۔ پھر انہوں نے بڑی لمبی گفتگو فرمائی پھر فرمایا اما بعد! اللہ تعالیٰ نے اپنی کتاب میں فرمایا ہے اَلْحَجُّ اَشْهُرٌ مَّعْلُوْمَاتٌ (سورت بقرہ آیت ۱۹۷) ''(زمانہ) حج چند مہینے ہیں جو معلوم ہیں۔'' فرمایا وہ تین مہینے ہیں شوال ذیقعدہ اور ذی الحجہ کے دس دن فَمَنْ فَرَضَ فِيْهِنَّ الْحَجَّ فَلَا رَفَثَ ''سو جو شخص ان میں حج مقرر کرے تو پھر (اس کو) نہ کوئی فحش بات (جائز) ہے'' یعنی بیوی سے صحبت کرنا وَلَا فُسُوْقَ ''اور نہ کوئی بے حکمی (درست) ہے'' یعنی مسلمانوں کو برا بھلا کہنا وَلَا جِدَالَ ''اور نہ کسی قسم کا نزاع زیبا ہے'' یعنی لڑائی جھگڑا کرنا وَمَا تَفْعَلُوْا مِنْ خَيْرٍ يَّعْلَمْهُ اللّٰهُ وَتَزَوَّدُوْا فَاِنَّ خَيْرَ الزَّادِ التَّقْوٰى ''اور جو نیک کام کرو گے خدائے تعالیٰ کو اس کی اطلاع ہوتی ہے اور (جب حج کو جانے لگو) خرچ ضرور لے لیا کرو کیونکہ سب سے بڑی بات خرچ میں (گداگری سے) بچا رہنا ہے'' اور اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے لَيْسَ عَلَيْكُمْ جُنَاحٌ اَنْ تَبْتَغُوْا فَضْلًا مِّنْ رَّبِّكُمْ ''تم کو اس میں ذرا بھی گناہ نہیں کہ (حج میں) معاش کی تلاش کرو چنانچہ اللہ نے حاجیوں کو تجارت کی اجازت دے دی پھر اللہ نے فرمایا فَاِذَآ اَفَضْتُمْ مِّنْ عَرَفَاتٍ ''پھر جب تم لوگ عرفات سے واپس آنے لگو'' اور عرفات ٹھہرنے کی وہ جگہ ہے جہاں حاجی لوگ سورج کے غروب تک وقوف کرتے ہیں پھر وہاں سے واپس آتے ہیں فَاذْكُرُوا اللّٰهَ عِنْدَ الْمَشْعَرِ الْحَرَامِ ''تو مشعر حرام کے پاس (مزدلفہ میں شب کو قیام کر کے) خدائے تعالیٰ کو یاد کرو'' یہ مزدلفہ کے وہ پہاڑ ہیں جہاں حاجی رات کو ٹھہرتے ہیں وَاذْكُرُوْهُ كَمَا هَدٰىكُمْ ''اور اس طرح یاد کرو جس طرح تم کو بتلا رکھا ہے''۔ حضرت ابن زبیرؓ نے فرمایا یہ حکم عام نہیں ہے بلکہ صرف مکہ شہر والوں کے لئے ہے کیونکہ مکہ والے مزدلفہ میں وقوف کرتے ہیں اور عرفات نہیں جاتے تھے، اس لئے وہ مزدلفہ سے واپس آتے تھے۔ جبکہ باقی لوگ عرفات جاتے تھے اور وہاں سے واپس آتے تھے تو اللہ نے ان کے فعل پر انکار کرتے ہوئے فرمایا ثُمَّ اَفِيْضُوْا مِنْ حَيْثُ اَفَاضَ النَّاسُ ''پھر تم سب کو ضرور ہے کہ اسی جگہ ہو کر واپس آؤ جہاں اور لوگ جا کر وہاں سے واپس آتے ہیں'' یعنی وہاں سے واپس آ کر اپنے مناسک حج پورے کرو۔ زمانہ جاہلیت کے حاجیوں کا دستور یہ تھا کہ وہ حج سے فارغ ہو کر اپنے آباؤ اجداد کے کارناموں کا ذکر کر کے ایک دوسرے پر فخر کرتے تھے اس پر اللہ تعالیٰ نے یہ آیتیں نازل فرمائیں فَاذْكُرُوا اللّٰهَ كَذِكْرِكُمْ

اٰبَآءَکُمْ اَوْ اَشَدَّ ذِکْرًا فَمِنَ النَّاسِ مَنْ یَّقُوْلُ رَبَّنَآ اٰتِنَا فِی الدُّنْیَا وَمَا لَہٗ فِی الْاٰخِرَۃِ مِنْ خَلَاقٍ وَمِنْھُمْ مَّنْ یَّقُوْلُ رَبَّنَآ اٰتِنَا فِی الدُّنْیَا حَسَنَۃً وَّفِی الْاٰخِرَۃِ حَسَنَۃً وَّقِنَا عَذَابَ النَّارِ (سورت بقرہ آیت ۲۰۰، ۲۰۱) ''تو حق تعالیٰ کا ذکر کیا کرو، جس طرح تم اپنے آباؤ اجداد کا ذکر کیا کرتے ہو بلکہ یہ ذکر اس سے (بدرجہا) بڑھ کر ہے سو بعضے آدمی (جو کہ کافر ہیں) ایسے ہیں جو کہتے ہیں کہ اے ہمارے پروردگار ہم کو (جو کچھ دینا ہو) دنیا میں دے دیجئے اور ایسے شخص کو آخرت میں (بوجہ انکار آخرت کے) کوئی حصہ نہ ملے گا اور بعضے آدمی (جو کہ مومن ہیں) ایسے ہیں جو کہتے ہیں کہ اے ہمارے پروردگار ہم کو دنیا میں بھی بہتری عنایت کیجئے اور آخرت میں بھی بہتر دیجئے اور ہم کو عذابِ دوزخ سے بچایئے۔'' یعنی دنیا میں رہ کر دنیا کے لئے بھی محنت کرتے ہیں اور آخرت کے لئے بھی۔ پھر حضرت ابنِ زبیرؓ نے اس آیت تک تلاوت فرمائی وَاذْکُرُوا اللّٰہَ فِیْٓ اَیَّامٍ مَّعْدُوْدَاتٍ (سورت بقرہ آیت ۲۰۳) ''اور اللہ تعالیٰ کا ذکر کرو کئی روز تک'' اور فرمایا اس سے ایام تشریق مراد ہیں اور ان دنوں کے ذکر میں سُبْحَانَ اللّٰہ، الحمدللّٰہ کہنا، لاالٰہ الا اللّٰہ کہنا، اللّٰہ اکبر کہنا اور اللہ کی عظمت والے کلمات کہنا سب شامل ہے پھر حضرت ابنِ زبیرؓ نے میقات یعنی لوگوں کے احرام باندھنے کی جگہوں کا ذکر کیا، چنانچہ فرمایا مدینہ والوں کے لئے احرام باندھنے کی جگہ ذوالحلیفہ ہے اور عراق والوں کے لئے عقیق ہے اور نجد والوں اور طائف والوں کے لئے قرن ہے اور یمن والوں کے لئے یلملم ہے۔ اس کے بعد اہلِ کتاب کے کافروں کے لئے یہ بددعا کی اے اللہ! اہلِ کتاب کے ان کافروں کو عذاب دے جو تیری آیتوں کا انکار کرتے ہیں اور تیرے رسولوں کو جھٹلاتے ہیں اور تیرے راستہ سے روکتے ہیں۔ اے اللہ! انہیں عذاب بھی دے اور ان کے دل بدکار عورتوں جیسے بنادے۔ اس طرح بہت لمبی دعا کی پھر فرمایا یہاں کچھ لوگ ایسے ہیں جن کے دلوں کو اللہ نے ایسے اندھا کر دیا جیسے ان کی آنکھوں کو اندھا کیا وہ حج تمتع کا یہ فتویٰ دیتے ہیں کہ ایک آدمی مثلاً خراسان سے حج کا احرام باندھ کر آیا تو یہ اس سے کہتے ہیں عمرہ کر کے حج کا احرام کھول دو پھر یہاں سے حج کا احرام باندھ لینا (حالانکہ جب وہ حج کا احرام باندھ کر آیا ہے تو وہ حج کر کے ہی احرام کھول سکتا ہے اس سے پہلے نہیں) اللہ کی قسم! حج کا احرام باندھ کر آنے والے کو صرف ایک صورت میں تمتع کی یعنی عمرہ کر کے احرام کھول دینے کی اجازت ہے جبکہ اسے حج سے روک دیا جائے پھر حضرت ابنِ زبیر نے لبیک پڑھا اور تمام لوگوں نے پڑھا۔ راوی کہتے ہیں میں نے لوگوں کو اس دن سے زیادہ روتے ہوئے کسی دن نہیں دیکھا۔[۱]

---

[۱] اخرجه الطبرانی فی الکبیر قال الهیثمی (ج ۳ ص ۲۵۰) وفیه سعید بن المرزبان وقد وثق وفیه کلام کثیر وفیه غیره ممن لم اعرفه. انتهی واخرجه ابونعیم فی الحلیة (ج ۱ ص ۳۳۲) عن محمد بن عبدالله الثقفی نحوه الاانه لم یذکر من قوله وتکلم بکلام کثیر الی قوله الا لمحصر وفی اسناده سعید بن المرزبان

حضرت ہشام بن عروہ رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں حضرت عبداللہ بن زبیرؓ نے اپنے بیان میں فرمایا اچھی طرح سمجھ لو کہ بطن عرنہ کے علاوہ سارا عرفات ٹھہرنے کی جگہ ہے اور خوب جان لو کہ بطن محسر کے علاوہ سارا مزدلفہ ٹھہرنے کی جگہ ہے۔ ۱؎

حضرت عباس بن سہل بن سعد ساعدی انصاری رحمہ اللہ کہتے ہیں میں نے مکہ کے منبر پر حضرت ابن زبیرؓ کو بیان میں یہ فرماتے ہوئے سنا اے لوگو! حضور ﷺ فرمایا کرتے تھے اگر ابن آدم کو سونے کی ایک وادی دے دی جائے تو وہ دوسری وادی کی تمنا کرنے لگے گا اور اگر اسے دوسری وادی دے دی جائے تو تیسری کی تمنا کرنے لگے گا اور ابن آدم کے پیٹ کو (قبر کی) مٹی کے سوا اور کوئی چیز نہیں بھر سکتی اور جو اللہ کے سامنے توبہ کرتا ہے اللہ اس کی توبہ قبول فرما لیتے ہیں۔ ۲؎

حضرت عطاء بن ابی رباح رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں حضرت ابن زبیرؓ نے ہم لوگوں میں بیان کرتے ہوئے فرمایا حضور ﷺ نے فرمایا میری اس مسجد میں ایک نماز مسجد حرام کے علاوہ دوسری مساجد کی ہزار نماز سے افضل ہے اور مسجد حرام کی ایک نماز (میری مسجد کی نماز پر) سو گنا فضیلت رکھتی ہے۔ حضرت عطاءؒ کہتے ہیں اس طرح مسجد حرام کی نماز کو دوسری مسجد کی نماز پر لاکھ گنا فضیلت حاصل ہو جائے گی۔ حضرت عطاء کہتے ہیں میں نے حضرت ابن زبیر سے پوچھا اے ابو محمد! یہ لاکھ گنا فضیلت صرف مسجد حرام میں ہے یا سارے حرم میں ہے؟ انہوں نے فرمایا نہیں سارے حرم میں ہے کیونکہ سارا حرم مسجد (کے حکم میں) ہے۔ ۳؎

حضرت زبیر ابن زبیرؓ کے آزاد کردہ غلام حضرت وہب بن کیسان رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں حضرت ابن زبیرؓ نے عید کے دن عید کی نماز پڑھائی، پھر کھڑے ہو کر خطبہ پڑھا۔ میں نے انہیں خطبہ میں یہ کہتے ہوئے سنا اے لوگو! عید کی نماز سے پہلے خطبہ پڑھنا ہرگز درست نہیں۔ عید کے بعد خطبہ پڑھنا اللہ اور رسول کی طرف سے مقرر کردہ طریقہ ہے۔ ۴؎

حضرت ثابت رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں میں نے حضرت ابن زبیرؓ کو بیان میں یہ کہتے ہوئے سنا کہ حضرت محمد ﷺ نے فرمایا ہے جو مرد دنیا میں ریشم پہنے گا وہ آخرت میں نہیں پہن سکے گا۔ ۵؎

حضرت ابو الزبیر رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں میں نے حضرت عبداللہ بن زبیرؓ کو اس منبر پر یہ فرماتے ہوئے سنا حضور ﷺ جب نماز کے بعد سلام پھیرتے تو یہ کلمات پڑھتے لا الٰہ الا اللّٰہ وحدہ لاشریک لہ لہ الملک ولہ الحمد وھو علیٰ کل شیئ قدیر لاحول ولا قوۃ الا باللّٰہ ولا نعبد الا ایاہ اھل النعمۃ والفضل والثناء الحسن لا الٰہ الا اللّٰہ مخلصین لہ الدین وَلَوْ کَرِہَ الْکَافِرُوْنَ

۱؎ اخرجہ ابن جریر فی تفسیرہ (ج ۲ ص ۱۶۸) ۲؎ اخرجہ ابو نعیم فی الحلیۃ (ج ۱ ص ۳۳۷)
۳؎ اخرجہ ابو داؤد الطیالسی (ص ۱۹۵) ۴؎ اخرجہ احمد فی مسندہ (ج ۴ ص ۴)
۵؎ اخرجہ احمد (ج ۴ ص ۵)

''اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں وہ یکتا ہے اس کا کوئی شریک نہیں، ساری بادشاہت اسی کے لئے ہے تمام تعریفیں اسی کے لئے ہیں وہ ہر چیز پر قدرت رکھنے والا ہے۔ برائی سے بچنے اور نیکی کے کرنے کی طاقت صرف اسی سے ملتی ہے۔ ہم صرف اسی کی عبادت کرتے ہیں وہ نعمت فضل اور اچھی تعریف والا ہے۔ اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں۔ ہم پورے اخلاص کے ساتھ دین پر چل رہے ہیں چاہے یہ کافروں کو برا لگے''۔[۱]

حضرت ثویر رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں میں نے حضرت عبداللہ بن زبیرؓ کو منبر پر یہ فرماتے ہوئے سنا کہ یہ عاشورا (دس محرم) کا دن ہے اس میں روزہ رکھو کیونکہ حضور ﷺ نے اس دن کے روزے کا حکم دیا ہے۔[۲]

حضرت کلثوم بن جبر رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں حضرت ابن زبیرؓ دینی امور میں بڑی مشکل سے رعایت کرتے تھے انہوں نے ایک مرتبہ ہم میں بیان فرمایا اس میں ارشاد فرمایا اے مکہ والو! مجھے قریش کے کچھ لوگوں کے بارے میں یہ خبر پہنچی ہے کہ وہ نردشیر کھیل کھیلتے ہیں (یہ شطرنج جیسا کھیل ہے) حالانکہ اللہ تعالیٰ نے تو فرمایا اِنَّمَا الْخَمْرُ وَالْمَيْسِرُ (سورت مائدہ آیت ۹۰) ''بات یہی ہے کہ شراب اور جوا اور بت وغیرہ اور قرعہ کے تیر یہ سب گندی باتیں شیطانی کام ہیں سو ان سے بالکل الگ رہو تا کہ تم کو فلاح ہو'' اور میں اللہ کی قسم کھا کر کہتا ہوں کہ میرے پاس جو آدمی ایسا لایا گیا جو یہ کھیل کھیلتا ہوگا تو میں اس کے بال اور کھال ادھیڑ دوں گا اور سخت سزا دوں گا اور اس کا سامان اسے دے دوں گا جو اسے میرے پاس لائے گا۔[۳]

حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کے بیانات

حضرت ابوالدرداء رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں ایک مرتبہ حضور ﷺ نے مختصر بیان فرمایا بیان سے فارغ ہو کر آپ ؐ نے فرمایا اے ابوبکر! تم کھڑے ہو کر بیان کرو چنانچہ انہوں نے حضور ؐ سے کم بیان کیا جب وہ بیان سے فارغ ہو گئے تو حضور ؐ نے فرمایا اے عمر! اب تم اٹھو اور بیان کرو چنانچہ وہ کھڑے ہوئے اور انہوں نے حضور ؐ سے بھی اور حضرت ابوبکرؓ سے بھی کم بیان کیا۔ جب وہ بیان سے فارغ ہو گئے تو آپ ؐ نے فرمایا اے فلانے! اب تم کھڑے ہو کر بیان کرو اس نے کھڑے ہو کر خوب منہ بھر کر باتیں کیں حضور ؐ نے اسے فرمایا خاموش ہو جاؤ اور بیٹھ جاؤ کیونکہ خوب منہ بھر کر باتیں کرنا شیطان کی طرف سے ہے اور بعض بیان جادو کی طرح اثر انداز ہوتے ہیں پھر آپ ؐ نے (حضرت عبداللہ بن مسعودؓ سے) فرمایا اے ابن ام عبد! اب تم کھڑے ہو کر بیان کرو۔ انہوں نے

۱۔ اخرجه احمد (ج ۴ ص ۵) ۲۔ اخرجه احمد (ج ۴ ص ۶)

۳۔ اخرجه البخاری فی الادب (ص ۱۸۶)

کھڑے ہو کر پہلے اللہ کی حمد و ثناء بیان کی پھر کہا اے لوگو! اللہ تعالیٰ ہمارے رب ہیں اور اسلام ہمارا دین ہے اور قرآن ہمارا امام ہے اور بیت اللہ ہمارا قبلہ ہے اور ہاتھ سے حضورؐ کی طرف اشارہ کر کے کہا اور یہ ہمارے نبی ہیں اور اللہ اور اس کے رسولؐ نے جو کچھ ہمارے لئے پسند کیا ہم نے بھی اسے اپنے لئے پسند کیا اور جو کچھ اللہ اور اس کے رسولؐ نے ہمارے لئے ناپسند کیا ہم نے بھی اسے اپنے لئے ناپسند کیا۔ اس پر حضورؐ نے فرمایا ابنِ ام عبد نے ٹھیک کہا، ابن ام عبد نے ٹھیک اور سچ کہا اللہ تعالیٰ نے جو کچھ میرے لئے اور میری امت کے لئے پسند کیا وہ مجھے بھی پسند ہے اور جو کچھ ابن ام عبد نے پسند کیا وہ بھی مجھے پسند ہے۔[1] ابن عساکر کی روایت میں اس کے بعد یہ بھی ہے کہ جو کچھ اللہ نے میرے لئے اور میری امت کے لئے ناپسند کیا وہ مجھے بھی ناپسند ہے اور جو کچھ ابن ام عبد نے ناپسند کیا وہ مجھے بھی ناپسند ہے۔[2] ابن عساکر کی دوسری روایت میں ہے کہ حضور ﷺ نے حضرت ابنِ مسعودؓ سے فرمایا اب تم بات کرو، چنانچہ شروع میں انہوں نے اللہ کی حمد و ثناء بیان کی اور حضورؐ پر درود و سلام بھیجا پھر کلمہ شہادت پڑھا پھر یہ کہا ہم اللہ کے رب ہونے پر اور اسلام کے دین ہونے پر راضی ہیں اور میں نے بھی آپ لوگوں کے لئے وہی پسند کیا جو اللہ اور اس کے رسول نے پسند کیا اس پر حضورؐ نے فرمایا میں بھی تمہارے لئے وہی پسند کرتا ہوں جو تمہارے لئے ابن ام عبد یعنی حضرت ابن مسعودؓ نے پسند کیا۔[3]

حضرت ابوالاحوص جشمی رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں ایک دن حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ بیان فرما رہے تھے کہ اتنے میں انہیں دیوار پر سانپ چلتا ہوا نظر آیا انہوں نے بیان چھوڑ کر چھڑی سے اسے اتنا مارا کہ وہ مر گیا پھر فرمایا میں نے حضور ﷺ کو یہ فرماتے ہوئے سنا کہ جس نے کسی سانپ کو مارا تو گویا اس نے ایسے مشرک آدمی کو مارا جس کا خون بہانا حلال ہو گیا ہو۔[4]

حضرت ابو وائل رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں جب حضرت عثمان بن عفانؓ خلیفہ بنے تو حضرت ابن مسعودؓ مدینہ سے کوفہ کو روانہ ہوئے آٹھ دن سفر کرنے کے بعد انہوں نے ایک جگہ بیان کیا پہلے اللہ کی حمد و ثناء بیان کی پھر فرمایا اما بعد! امیر المؤمنین حضرت عمر بن خطابؓ کا انتقال ہوا تو ہم نے لوگوں کو اس دن سے زیادہ روتے ہوئے کسی دن نہیں دیکھا پھر ہم حضرت محمد ﷺ کے صحابہ جمع ہوئے اور ایسے آدمی کے تلاش کرنے میں کوئی کمی نہیں کی جو ہم میں سب سے بہتر ہو اور ہر لحاظ سے ہم پر فوقیت رکھنے والا ہو، چنانچہ ہم نے امیر المؤمنین حضرت عثمانؓ سے بیعت کر لی ہے۔ آپ

---

[1] اخرجه الطبراني قال الهيثمي (ج ۹ ص ۲۹۰) رجاله ثقات الا ان عبيدالله بن عثمان بن خثيم لم يسمع من ابى الدردا والله اعلم انتهى [2] اخرجه ابن عساكر عن سعيد بن جبير عن ابى الدردا مثله قال ابن عساكر سعيد بن جبير لم يدرك اباالدرداء [3] اخرجه ابن عساكر كذافي المنتخب (ج ۵ ص ۲۳۷) [4] اخرجه احمد (ج ۱ ص ۴۲۱)

لوگ بھی ان سے بیعت ہو جائیں ۔[1]

حضرت عتبہ بن غزوان رضی اللہ عنہ کے بیانات

حضرت خالد بن عمیر عدوی رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں حضرت عتبہ بن غزوانؓ بصرہ کے گورنر تھے ۔ ایک مرتبہ انہوں نے ہم لوگوں میں بیان کیا تو پہلے اللہ کی حمد و ثناء بیان کی پھر فرمایا امابعد! دنیا نے اپنے ختم ہو جانے کا اعلان کر دیا ہے اور پیٹھ پھیر کر تیزی سے جا رہی ہے اور دنیا میں سے بس تھوڑا سا حصہ باقی رہ گیا ہے جیسے برتن میں اخیر میں تھوڑا سا رہ جاتا ہے اور آدمی اسے چوس لیتا ہے اور تم یہاں سے منتقل ہو کر ایسے جہاں میں چلے جاؤ گے جو کبھی ختم نہیں ہوگا لہٰذا جو اچھے اعمال تمہارے پاس موجود ہیں ان کو لے کر اگلے جہان میں جاؤ ہمیں یہ بتایا گیا ہے کہ جہنم کے کنارے سے ایک پتھر پھینکا جائے گا جو ستر سال تک جہنم میں گرتا رہے گا لیکن پھر بھی اس کی تہہ تک نہیں پہنچ سکے گا ۔ اللہ کی قسم! یہ جہنم بھی ایک دن انسانوں سے بھر جائے گی کیا تمہیں اس پر تعجب ہو رہا ہے؟ اور ہمیں یہ بھی بتایا گیا ہے کہ جنت کے دروازے کے دو پٹوں کے درمیان چالیس سال کا فاصلہ ہے لیکن ایک دن ایسا آئے گا کہ جنتیوں کے ہجوم کی وجہ سے اتنا چوڑا دروازہ بھی بھرا ہوا ہوگا اور میں نے وہ زمانہ بھی دیکھا ہے کہ ہم حضور ﷺ کے ساتھ صرف سات آدمی تھے اور میں بھی ان میں شامل تھا اور ہمیں کھانے کو صرف درختوں کے پتے ملتے تھے جنہیں مسلسل کھانے کی وجہ سے ہمارے جبڑے بھی زخمی ہو گئے تھے اور مجھے ایک گری پڑی چادر ملی تھی میں نے اس کے دو ٹکڑے کئے ایک ٹکڑے کو میں نے لنگی بنا لیا اور ایک کو حضرت سعد بن مالکؓ نے ۔ ایک زمانہ میں تو ہمارے فقر و فاقہ کا یہ حال تھا اور آج ہم میں سے ہر ایک کسی نہ کسی شہر کا گورنر بنا ہوا ہے اور میں اس بات سے اللہ تعالیٰ کی پناہ چاہتا ہوں کہ میں اپنی نگاہ میں تو بڑا ہوں اور اللہ کے ہاں چھوٹا ہوں ۔[2] حاکم کی روایت کے آخر میں یہ مضمون بھی ہے کہ ہر نبوت کی لائن دن بدن کم ہوتی چلی گئی ہے اور بالآخر اس کی جگہ بادشاہت نے لے لی ہے اور میرے بعد تم اور گورنروں کا تجربہ کر لو گے ۔[3] ابن سعد میں اس روایت کے شروع میں یہ مضمون ہے کہ حضرت عتبہؓ نے بصرہ میں سب سے پہلا یہ بیان کیا کہ تمام تعریفیں اللہ کے لئے ہیں میں اس کی تعریف بیان کرتا ہوں اور اس سے مدد مانگتا ہوں

---

۱ ۔ اخرجه ابن سعد (ج ۳ ص ۲۳) ۲ ۔ اخرجه مسلم كذافى الترغيب (ج ۵ ص ۱۷۹)

۳ ۔ اخرجه الحاكم فى المستدرک (ج ۲ ص ۲۹۱) عن خالد نحوه قال الحاكم صحيح على شرط مسلم ولم يخرجاه وذكره ابن الجوزى فى صفة الصفوة (ج ۱ ص ۱۵۲) عن مسلم وقال انفردبه مسلم وليس لعتبة فى الصحيح غيره وهكذا ذكره النابلسى فى ذخائر المواريث (ج ۲ ص ۲۲۹) وعزاه الى مسلم وابن ماجه فى الزهد و الترمذى فى صفة جهنم و اخرجه احمد فى مسنده (ج ۴ ص ۱۷۴) عن خالد نحوه زيادة زادها الحاكم و اخرجه ابونعيم فى الحلية (ج ۱ ص ۱۷۱) بمعناه

اور اس پر ایمان لاتا ہوں اور اسی پر بھروسہ کرتا ہوں اور اس بات کی گواہی دیتا ہوں کہ اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں اور حضرت محمد (ﷺ) اس کے بندے اور رسول ہیں۔ اما بعد! اے لوگو! آگے پچھلی حدیث جیسا مضمون ذکر کیا ہے۔[۱]

حضرت حذیفہ بن یمان رضی اللہ عنہ کے بیانات

حضرت ابوعبدالرحمٰن سلمی رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں حضرت حذیفہ بن یمانؓ مدائن شہر کے گورنر تھے۔ ہمارے اور مدائن کے درمیان ایک فرسخ یعنی تین میل کا فاصلہ تھا۔ میں اپنے والد کے ساتھ مدائن جمعہ پڑھنے گیا، چنانچہ وہ منبر پر تشریف فرما ہوئے۔ پہلے اللہ کی حمد وثناء بیان کی پھر فرمایا قیامت قریب آ گئی اور چاند کے ٹکڑے ہو گئے۔ غور سے سنو! چاند کے تو ٹکڑے ہو چکے ہیں۔ توجہ سے سنو! دنیا نے جدائی کا اعلان کر دیا ہے۔ غور سے سنو! آج تو تیاری کا دن ہے کل کو ایک دوسرے سے آگے نکلنے کا مقابلہ ہے میں نے اپنے والد سے کہا ان کے نزدیک آگے نکلنے کا کیا مطلب ہے؟ انہوں نے کہا اس کا مطلب یہ ہے کہ کون جنت کی طرف آگے بڑھتا ہے۔[۲] ابن جریر کی روایت کے شروع میں یہ مضمون ہے غور سے سنو! اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے اقتربت الساعة وانشق القمر (سورت قمر آیت ۱) ''قیامت نزدیک آ پہنچی اور چاند شق ہو گیا'' غور سے سنو! بیشک قیامت قریب آ چکی ہے۔ اس روایت کے آخر میں یہ ہے کہ میں نے اپنے والد سے پوچھا کیا سچ مچ کل لوگوں کا آگے نکلنے میں مقابلہ ہوگا؟ میرے والد نے کہا اے میرے بیٹے! تم تو بالکل نادان ہو اس سے تو اعمال میں ایک دوسرے سے آگے بڑھنا مراد ہے پھر اگلا جمعہ آیا ہم جمعہ میں آئے حضرت حذیفہؓ نے پھر بیان فرمایا غور سے سنو! اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے **اقتربت الساعة وانشق القمر** ''توجہ سے سنو! دنیا نے جدائی کا اعلان کر دیا ہے۔ غور سے سنو! آج تیاری کا دن ہے کل ایک دوسرے سے آگے نکلنے کا مقابلہ ہوگا اور (تیاری نہ کرنے والے کا) انجام جہنم کی آگ ہے اور آگے نکل جانے والا وہ ہے جو جنت کی طرف سبقت لے جائے گا۔[۳]

حضرت کردوس رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں ایک دفعہ حضرت حذیفہؓ نے مدائن شہر میں بیان فرمایا جس میں ارشاد فرمایا اے لوگو! تم نے اپنے غلاموں کے ذمہ لگایا ہے کہ وہ مال کما کر تمہیں دیں وہ اپنی کمائی لا کر تمہیں دیتے ہیں ان کی کمائیوں کا خیال رکھو اگر وہ حلال کی ہوں تو کھا لو ورنہ چھوڑ دو کیونکہ میں نے حضور ﷺ کو فرماتے ہوئے سنا ہے کہ جو گوشت حرام سے پرورش پائے گا وہ جنت

۱۔ اخرجه سعد (ج ۷ ص ۶) عن مصعب بن محمد بن شرجيل بطوله مع زيادة الحاكم

۲۔ اخرجه ابونعيم فى الحلية (ج ۱ ص ۲۸۱)   ۳۔ اخرجه ابن جرير عن ابى عبدالرحمن السلمى بنحوه كما فى التفسير (ج ۴ ص ۲۶۱) واخرجه الحاكم فى المستدرك (ج ۴ ص ۲۰۹) عن ابى عبدالرحمن نحوه وقال هذا حديث صحيح الاسناد ولم يخرجاه وقال الذهبى صحيح

میں نہیں جا سکے گا۔[۱]

حضرت ابوداؤد احمری رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں حضرت حذیفہؓ نے مدائن شہر میں ہم لوگوں میں بیان فرمایا جس میں ارشاد فرمایا اے لوگو! اپنے غلاموں کی کمائی کی تحقیق کرتے رہو اور یہ معلوم کرو کہ وہ کہاں سے کما کر تمہارے پاس لاتے ہیں کیونکہ حرام سے پرورش پانے والا گوشت کبھی بھی جنت میں داخل نہیں ہو سکے گا اور یہ بات جان لو کہ شراب کا بیچنے والا، خریدنے والا اور اپنے لئے بنانے والا یہ سب شراب پینے والے کی طرح ہیں۔[۲]

حضرت ابوموسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ کا بیان

حضرت قسامہ بن زہیر رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں ایک مرتبہ حضرت ابوموسیٰؓ نے بصرہ میں لوگوں میں بیان فرمایا جس میں ارشاد فرمایا اے لوگو! رویا کرو اگر رونا نہ آئے تو رونے جیسی شکل ہی بنالیا کرو کیونکہ جہنم والے اتنا روئیں گے کہ ان کے آنسو ختم ہو جائیں گے پھر وہ خون کے اتنے آنسو روئیں گے کہ اگر ان آنسوؤں میں کشتیاں چلائی جائیں تو وہ بھی چل جائیں۔[۳]

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما کا بیان

حضرت شقیق رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں حضرت ابن عباسؓ ایک مرتبہ موسم حج کے امیر تھے انہوں نے ہم میں بیان فرمایا انہوں نے سورت بقرہ شروع کر دی آیتیں پڑھتے جاتے تھے اور ان کی تفسیر کرتے جاتے تھے۔ میں اپنے دل میں کہنے لگا نہ تو میں نے ان جیسا آدمی دیکھا اور نہ ان جیسا کلام کبھی سنا اگر فارس اور روم والے ان کا کلام سن لیں تو سب مسلمان ہو جائیں۔[۴]

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ کا بیان

حضرت ابو یزید مدینیؒ کہتے ہیں حضرت ابوہریرہؓ نے مدینہ میں حضور ﷺ کے منبر پر کھڑے ہو کر بیان فرمایا اور حضورؐ کے کھڑے ہونے کی جگہ سے ایک سیڑھی نیچے کھڑے ہوئے اور ارشاد فرمایا تمام تعریفیں اس اللہ کے لئے ہیں جس نے ابوہریرہؓ کو اسلام کی ہدایت دی اور تمام تعریفیں اس اللہ کے لئے ہیں جس نے ابوہریرہ کو قرآن سکھایا اور تمام تعریفیں اس اللہ کے لئے ہیں جس نے حضرت محمد ﷺ کی صحبت میں رہنے کا موقع عنایت فرما کر ابوہریرہ پر بڑا احسان فرمایا تمام تعریفیں اس اللہ کے لئے ہیں جس نے مجھے خمیری روٹی کھلائی اور اچھا کپڑا پہنایا تمام تعریفیں اس اللہ کے

---

۱ ۔ عند ابی نعیم ایضا (ج ۱ ص ۲۸۱) ۲ ۔ عند عبدالرزاق کما فی الکنز (ج ۳ ص ۲۱۸)

۳ ۔ اخرجه ابن سعد (ج ۴ ص ۱۱۰) واخرجه ابونعیم فی الحلیة (ج ۱ ص ۲۶۱) عن قسامة نحوه و احمد فی مسنده عنه نحوه ۴ ۔ اخرجه ابو نعیم الحلیة (ج ۱ ص ۳۲۴)

لئے ہیں جس نے بنتِ غزوان سے میری شادی کرادی، حالانکہ پہلے میں پیٹ بھر کھانے کے بدلے اس کے پاس مزدوری پر کام کرتا تھا اور وہ مجھے سواری دیا کرتی تھی اب میں اسے سواری دیتا ہوں جیسے وہ دیا کرتی تھی پھر فرمایا عربوں کے لئے ہلاکت ہو کہ ایک بہت بڑا شر قریب آ گیا ہے اور ان کے لئے ہلاکت ہو کہ عنقریب بچے حاکم بن جائیں گے اور لوگوں میں اپنی مرضی اور خواہش کے فیصلے کریں گے اور غصہ میں آ کر لوگوں کو ناحق قتل کریں گے۔ اے (حضرت ابراہیمؑ کے بیٹے) فروخ کے بیٹو! یعنی عجم کے رہنے والو! (حضرت ابراہیمؑ کے اس بیٹے کی اولاد عجم کہلاتی ہے) تمہیں خوشخبری ہو اس ذات کی قسم جس کے قبضہ میں میری جان ہے! اگر دین ثریا ستارے کے پاس لٹکا ہوا ہوتا تو بھی تمہارے کچھ آدمی اسے ضرور حاصل کر لیتے۔[1]

حضرت ابوحبیبہ رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں جن دنوں حضرت عثمانؓ اپنے گھر میں محصور تھے میں ان کی خدمت میں ان کے گھر گیا وہاں میں نے دیکھا حضرت ابوہریرہؓ حضرت عثمانؓ سے لوگوں سے بات کرنے کی اجازت مانگ رہے ہیں۔ حضرت عثمانؓ نے انہیں اجازت دے دی، چنانچہ وہ بیان کے لئے کھڑے ہوئے پہلے اللہ کی حمد و ثناء بیان کی پھر فرمایا میں نے حضور ﷺ کو فرماتے ہوئے سنا کہ میرے بعد تم پر ایک بڑا فتنہ اور بڑا اختلاف ظاہر ہوگا ایک صحابیؓ نے حضورؐ سے پوچھا یا رسول اللہ! ان حالات میں آپ ہمیں کیا کرنے کا حکم کرتے ہیں؟ حضورؐ نے فرمایا امیر اور اس کے ساتھیوں کو مضبوطی سے پکڑے رہنا یہ فرماتے ہوئے حضرت ابوہریرہؓ حضرت عثمانؓ کی طرف اشارہ فرما رہے تھے۔[2]

حضرت عبداللہ بن سلام رضی اللہ عنہ کا بیان

حضرت عبداللہ بن سلام رضی اللہ عنہ کے پوتے حضرت محمد بن یوسف رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں میں نے حجاج بن یوسف سے اندر آنے کی اجازت مانگی اس نے مجھے اجازت دے دی۔ میں نے اندر جا کر سلام کیا۔ حجاج کے تخت کے قریب دو آدمی بیٹھے ہوئے تھے حجاج نے ان سے کہا انہیں جگہ دے دو۔ انہوں نے مجھے جگہ دے دی۔ میں وہاں بیٹھ گیا حجاج نے مجھ سے کہا اللہ نے آپ کے والد کو بہت خوبیاں عطا فرمائی تھیں کیا آپ وہ حدیث جانتے ہیں جو آپ کے والد نے عبدالملک بن مروان کو آپ کے دادا حضرت عبداللہ بن سلام کی طرف سے سنائی تھی؟ میں نے کہا آپ پر اللہ رحم فرمائے کون سی حدیث؟ حدیثیں تو بہت ہیں حجاج نے کہا مصریوں نے حضرت عثمانؓ کا محاصرہ کیا تھا ان کے بارے میں حدیث۔ میں نے کہا ہاں وہ حدیث مجھے معلوم ہے اور

---

[1] اخرجه ابونعيم فى الحلية (ج ۱ ص ۳۸۳) [2] اخرجه الحاكم (۴ ص ۴۳۳) قال الحاكم هذا حديث صحيح الاسناد ولم يخرجاه وقال الذهبي صحيح.

وہ یہ ہے کہ حضرت عثمانؓ محصور تھے حضرت عبداللہ بن سلامؓ تشریف لائے اور حضرت عثمانؓ کے گھر میں داخل ہونا چاہا تو اندر موجود لوگوں نے ان کے لئے راستہ بنا دیا جس سے وہ اندر داخل ہو گئے اور انہوں نے حضرت عثمانؓ سے کہا السلام علیک یا امیر المؤمنین حضرت عثمانؓ نے فرمایا وعلیک السلام یا عبداللہ بن سلام! کیسے آنا ہوا؟ حضرت ابن سلامؓ نے کہا میں تو یہ پختہ عزم لے کر آیا ہوں کہ یہاں سے ایسے ہی نہیں جاؤں گا (بلکہ آپ کی طرف سے ان مصریوں سے لڑوں گا) پھر یا تو شہید ہو جاؤں گا یا اللہ آپ کو فتح نصیب فرما دیں گے۔ مجھے تو یہی نظر آ رہا ہے یہ لوگ آپ کو قتل کر دیں گے۔ اگر ان لوگوں نے آپ کو قتل کر دیا تو یہ آپ کے لئے تو بہتر ہوگا لیکن ان کے لئے بہت برا ہوگا۔ حضرت عثمانؓ نے فرمایا آپ کے اوپر میرا جو حق ہے اس کا واسطہ دے کر کہتا ہوں کہ آپ ان کے پاس ضرور جائیں اور انہیں سمجھائیں۔ ہو سکتا ہے کہ اللہ تعالیٰ آپ کے ذریعہ سے خیر کو لے آئیں اور شر کو ختم کر دیں حضرت ابن سلامؓ نے اپنا ارادہ چھوڑ دیا اور حضرت عثمانؓ کی بات مان لی اور ان مصریوں کے پاس باہر آئے جب مصریوں نے ان کو دیکھا تو وہ سب ان کے پاس اکٹھے ہو گئے وہ یہ سمجھے کہ حضرت ابن سلامؓ کوئی خوشی کی بات لائے ہیں چنانچہ حضرت ابن سلامؓ بیان کے لئے کھڑے ہوئے پہلے اللہ کی حمد و ثناء بیان کی پھر فرمایا امابعد! اللہ نے حضرت محمد ﷺ کو خوشخبری سنانے والا اور ڈرانے والا بنا کر بھیجا تھا جو ان کی اطاعت کرتا تھا اسے جنت کی بشارت دیتے تھے اور جو نافرمانی کرتا تھا اسے جہنم سے ڈراتے تھے آخر اللہ تعالیٰ نے حضور کا اتباع کرنے والوں کو تمام دین والوں پر غالب کر دیا اگرچہ یہ بات مشرکوں کو بہت ناگوار گزری اللہ تعالیٰ نے حضورؐ کے لئے بہت سی رہنے کی جگہیں پسند فرمائیں اور ان میں سے مدینہ منورہ کو منتخب فرمایا اور اسے ہجرت کا گھر اور ایمان کا گھر قرار دیا (ہر جگہ سے مسلمان ہجرت کر کے وہاں آتے رہے اور ایمان سیکھتے رہے) اللہ کی قسم! جب سے حضور ﷺ مدینہ تشریف لائے ہیں اس وقت سے لے کر آج تک ہر وقت فرشتے اسے ہر طرف سے گھیرے رہتے ہیں اور جب سے حضورؐ مدینہ تشریف لائے ہیں اس وقت سے لے کر آج تک اللہ کی تلوار آپ لوگوں سے نیام میں ہے (یعنی مسلمان قتل نہیں ہو رہے ہیں) پھر فرمایا اللہ تعالیٰ نے حضرت محمد ﷺ کو حق دے کر بھیجا لہٰذا جسے ہدایت ملی اسے اللہ کے دین سے ملی اور جو گمراہ ہوا وہ واضح اور کھلی دلیل کے آنے کے بعد گمراہ ہوا۔ پہلے زمانے میں جو بھی نبیؑ شہید کیا گیا اس کے بدلے میں ستر ہزار جنگجو جوان قتل کئے گئے ان میں سے ہر ایک اس نبی کے بدلے میں قتل ہوا اور جو بھی خلیفہ شہید کیا گیا اس کے بدلے میں ۲۵ ہزار جنگجو جوان قتل کئے گئے ان میں سے ہر ایک اس خلیفہ کے بدلے میں قتل ہوا لہٰذا تم جلد بازی میں کہیں ان بڑے میاں کو قتل نہ کر دو۔ اللہ کی قسم! تم میں سے جو آدمی بھی انہیں قتل کرے گا وہ قیامت کے دن اللہ کے ہاں اس حال میں پیش ہوگا کہ اس کا ہاتھ کٹا ہوا اور شل ہوگا۔ اور یہ بات اچھی طرح

جان لو کہ ایک باپ کا اپنے بیٹے پر جتنا حق ہوتا ہے اتنا ہی ان بڑے میاں کا تمہارے اوپر ہے۔ راوی کہتے ہیں یہ سن کر وہ سارے باغی کھڑے ہوگئے اور کہنے لگے یہودی جھوٹے ہیں، یہودی جھوٹے ہیں (چونکہ حضرت عبداللہ بن سلامؓ پہلے یہودی تھے اور بعد میں مسلمان ہوئے، اس لئے بطور طعنہ کے انہوں نے ایسا کہا) حضرت عبداللہؓ نے فرمایا تم غلط کہتے ہو اللہ کی قسم! یہ بات کہہ کر تم گنہگار ہوگئے ہو میں یہودی نہیں ہوں میں تو مسلمان ہوں۔ یہ بات اللہ اور اس کے رسولؐ اور سارے مومن جانتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ نے میرے بارے میں قرآن کی یہ آیت نازل فرمائی ہے قُلْ كَفٰى بِاللّٰهِ شَهِيْدًا بَيْنِيْ وَبَيْنَكُمْ وَمَنْ عِنْدَهٗ عِلْمُ الْكِتٰبِ (سورت رعد آیت ۴۳) ''آپ فرما دیجئے کہ میرے اور تمہارے درمیان (میری نبوت پر) اللہ تعالیٰ وہ شخص جس کے پاس کتاب (آسمانی) کا علم ہے کافی گواہ ہیں۔'' (جس کے پاس گزشتہ آسمانی کتاب کا علم ہے اس سے مراد حضرت عبداللہ بن سلامؓ اور ان جیسے دوسرے یہودی علماء ہیں جو تورات کی بتائی ہوئی نشانیاں دیکھ کر مسلمان ہوگئے تھے) اور میرے بارے میں اللہ تعالیٰ نے یہ آیت بھی نازل فرمائی ہے قُلْ اَرَءَيْتُمْ اِنْ كَانَ مِنْ عِنْدِ اللّٰهِ وَكَفَرْتُمْ بِهٖ وَشَهِدَ شَاهِدٌ مِّنْ بَنِيْٓ اِسْرَآءِيْلَ عَلٰى مِثْلِهٖ فَاٰمَنَ وَاسْتَكْبَرْتُمْ (سورت احقاف آیت ۱۰) ''آپ کہہ دیجئے کہ تم مجھ کو یہ بتاؤ کہ اگر یہ قرآن منجانب اللہ ہو اور تم اس کے منکر ہو اور بنی اسرائیل میں سے کوئی گواہ اس جیسی کتاب پر گواہی دے کر ایمان لے آوے اور تم تکبر ہی میں رہو۔'' پھر راوی نے حضرت عثمانؓ کی شہادت کے بارے میں حدیث ذکر کی۔[1]

حضرت حسین بن علی رضی اللہ عنہما کا بیان

حضرت محمد بن حسن رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں جب عمر بن سعد نے (لشکر لے کر) حضرت حسینؓ کے پاس پڑاؤ کیا اور حضرت حسینؓ کو یقین ہوگیا کہ یہ لوگ انہیں قتل کر دیں گے تو انہوں نے اپنے ساتھیوں میں کھڑے ہو کر بیان کیا۔ پہلے اللہ کی حمد و ثناء بیان کی پھر فرمایا جو معاملہ تم دیکھ رہے ہو وہ سر پر آن پڑا ہے (ہمیں قتل کرنے کے لئے لشکر آ گیا ہے) دنیا بدل گئی ہے اور اوپری ہوگئی ہے۔ اس کی نیکی پیٹھ پھیر کر چلی گئی ہے اور دنیا کی نیکی میں صرف اتنا رہ گیا جتنا برتن کے نچلے حصہ میں رہ جایا کرتا ہے بس گھٹیا زندگی رہ گئی ہے جیسے مضرصحت چراگاہ ہوا کرتی ہے جس کا گھاس کھانے سے ہر جانور بیمار ہو جاتا ہے۔ کیا آپ لوگ دیکھتے نہیں ہیں کہ حق پر عمل نہیں کیا جارہا اور باطل سے رکا نہیں جارہا (ان حالات میں) مومن کو اللہ سے ملاقات کا شوق ہونا چاہئے۔ میں تو اس وقت موت کو بڑی سعادت کی چیز اور ظالموں کے ساتھ زندگی کو پریشانی اور بے چینی کی چیز سمجھتا

---

[1] اخرجه الطبراني عن عبدالملک بن عمير قال الهيثمي (ج ۹ ص ۹۳) رجاله ثقات

ہوں۔[1] حضرت عقبہ بن ابی العیزار کی روایت تاریخ ابنِ جریر میں اس طرح ہے کہ حضرت حسینؓ نے ذی حسم مقام میں کھڑے ہو کر بیان کیا اور اللہ کی حمد و ثناء بیان کی اور پچھلی حدیث جیسا مضمون ذکر کیا۔[2] حضرت عقبہ بن ابی العیزار رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں حضرت حسینؓ نے بیضہ مقام میں اپنے ساتھیوں میں اور حر بن یزید کے ساتھیوں میں بیان کیا پہلے اللہ کی حمد و ثناء بیان کی پھر فرمایا اے لوگو! حضور ﷺ نے فرمایا ہے کہ جو آدمی ایسے ظالم سلطان کو دیکھے جو اللہ کی حرام کردہ چیزوں کو حلال سمجھے اور اللہ سے کئے ہوئے معاہدے کو توڑے اور حضور ﷺ کی سنت کا مخالف ہو اور اللہ کے بندوں کے بارے میں گناہ اور زیادتی کے کام کرتا ہو اور پھر وہ آدمی اس بادشاہ کو اپنے قول اور فعل سے نہ بدلے تو اللہ پر حق ہوگا کہ وہ اسے اس جرم کے لائق جگہ یعنی جہنم میں داخل کرے۔ غور سے سنو! ان لوگوں نے شیطان کی اطاعت کو لازم پکڑ لیا ہے اور رحمان کی اطاعت چھوڑ دی ہے اور فساد کو غالب کر دیا ہے اور اللہ کی مقرر کردہ حدود کو چھوڑ دیا ہے اور مالِ غنیمت پر خود قبضہ کر لیا ہے اور اللہ کی حرام کردہ چیزوں کو حلال اور اللہ کی حلال کردہ چیزوں کو حرام قرار دے دیا ہے۔ ان لوگوں کو بدلنے کا سب سے زیادہ حق مجھ پر ہے۔ تمہارے خط میرے پاس آئے تھے اور تمہارے قاصد بھی مسلسل آتے رہے کہ تم مجھ سے بیعت ہونا چاہتے ہو اور مجھے بے یار و مددگار نہیں چھوڑو گے اب اگر تم اپنی بیعت پر پورے اترتے ہو تو تمہیں پوری ہدایت ملے گی اور پھر میں بھی علی کا بیٹا حسین ہوں اور محمد ﷺ کی صاحبزادی فاطمہ کا بیٹا ہوں۔ میری جان تمہاری جان کے ساتھ ہے اور میرے گھر والے تمہارے گھر والوں کے ساتھ ہیں۔ تم لوگوں کے لئے میں بہترین نمونہ ہوں اور اگر تم نے ایسا نہ کیا اور عہد توڑ دیا اور میری بیعت کو اپنی گردن سے اتار پھینکا تو میری جان کی قسم! ایسا کرنا تم لوگوں کے لئے کوئی اجنبی اور اوپری چیز نہیں ہے بلکہ تم لوگ تو ایسا میرے والد میرے بھائی اور میرے چچازاد بھائی (مسلم بن عقیل) کے ساتھ بھی کر چکے ہو۔ جو تم لوگوں سے دھوکہ کھائے وہ اصل دھوکہ میں پڑا ہوا ہے تم اپنے حصے سے چوک گئے اور تم نے (خوش قسمتی میں سے) اپنا حصہ ضائع کر دیا اور جو عہد توڑے گا تو اس کا نقصان خود اسی کو ہوگا اور عنقریب اللہ تعالیٰ تم لوگوں سے مستغنی کر دے گا تم لوگوں کی مجھے ضرورت نہ رہے گی والسلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ۔[3]

---

[1] اخرجه الطبرانی قال الهیثمی (ج ۹ ص ۱۹۳) محمد بن الحسن هذا هو ابن زبالة متروک ولم یدرک القصة . انتهی [2] ذکر ابن جریر فی تاریخه (ج ۴ ص ۳۰۵) هذه الخطبة عن عقبة بن ابی العیزار
[3] ذکره ایضا ابن جریر عن عقبة بن ابی العیزار

حضرت یزید بن شجرہ رضی اللہ عنہ کا بیان

حضرت مجاہد رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں حضرت یزید بن شجرہ رضی اللہ عنہ ان لوگوں میں سے تھے جن کا عمل ان کے قول کی تصدیق کرتا تھا انہوں نے ایک مرتبہ ہم میں بیان فرمایا جس میں ارشاد فرمایا اے لوگو! اللہ نے جو نعمتیں تمہیں دی ہیں انہیں یاد رکھو اور اللہ کی یہ نعمتیں کتنی اچھی ہیں ہم سرخ، سبز اور زرد رنگ برنگے کپڑے دیکھ رہے ہیں اور گھروں میں جو سامان ہے وہ اس کے علاوہ ہے۔ حضرت یزیدؓ یہ بھی فرماتے تھے کہ جب لوگ نماز کے لئے صفیں بنالیتے ہیں اور لڑائی کے لئے صفیں بنالیتے ہیں تو آسمان کے، جنت کے اور دوزخ کے دروازے کھول دیئے جاتے ہیں اور موٹی آنکھوں والی حوریں سجائی جاتی ہیں اور وہ جھانک کر دیکھنے لگ جاتی ہیں۔ جب آدمی آگے بڑھتا ہے تو وہ کہتی ہیں اے اللہ! اس کی مدد فرما اور جب آدمی پیٹھ پھیرتا ہے اور پیچھے ہٹتا ہے تو اس سے پردہ کر لیتی ہیں اور کہتی ہیں اے اللہ اس کی مغفرت فرما، لہٰذا تم پورے زور سے جنگ کرو۔ میرے ماں باپ تم پر قربان ہوں اور موٹی آنکھوں والی حوروں کو رسوا نہ کرو۔ کیونکہ جب خون کا پہلا قطرہ زمین پر گرتا ہے تو اس نے جتنے گناہ کئے ہوتے ہیں وہ سب معاف ہو جاتے ہیں اور دو حوریں آسمان سے اترتی ہیں اور اس کے چہرے کو صاف کرتی ہیں اور کہتی ہیں ہم سے ملاقات کا وقت آگیا ہے پھر اسے سو جوڑے پہنائے جاتے ہیں جو بنی آدم کی بنائی کے نہیں ہوتے بلکہ جنت کی پیداوار کے ہوتے ہیں اور وہ اتنے باریک اور لطیف ہوتے ہیں کہ وہ سو جوڑے دو انگلیوں کے درمیان رکھ دیئے جائیں تو سارے دونوں کے درمیان آجائیں اور حضرت یزیدؓ فرمایا کرتے تھے کہ مجھے بتایا گیا ہے کہ تلواریں جنت کی چابیاں ہیں۔[1]

حضرت مجاہد رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں حضرت یزید بن شجرہ رہاویؓ شام کے گورنروں میں سے ایک گورنر تھے۔ حضرت معاویہؓ انہیں لشکروں کا امیر بنایا کرتے تھے۔ ایک دن انہوں نے ہم لوگوں میں بیان فرمایا جس میں ارشاد فرمایا اے لوگو! اللہ تعالیٰ نے جو نعمتیں تمہیں عطا فرمائی ہیں انہیں یاد رکھو۔ اگر تم غور سے دیکھو تو تمہیں بھی وہ سیاہ، سرخ، سبز اور سفید رنگ برنگی نعمتیں نظر آجائیں گی جو مجھے نظر آرہی ہیں اور گھروں میں بھی کتنی نعمتیں ہیں اور جب نماز کھڑی ہوتی ہے تو آسمان کے، جنت کے اور جہنم کے دروازے کھول دیئے جاتے ہیں اور حوروں کو سجایا جاتا ہے اور وہ زمین کی طرف جھانکتی ہیں (اور جب میدانِ جنگ میں مسلمان صفیں بناتے ہیں تو اس وقت بھی یہ سب کچھ ہوتا ہے) اور جب مسلمان جنگ کی طرف متوجہ ہو کر آگے بڑھتا ہے تو وہ حوریں کہتی ہیں (اے

---

[1] اخرجه الطبراني قال الهيثمي (ج ٥ ص ٢٩٤) رواه الطبراني من طريقين رجال احدهما رجال الصحيح. انتهى

اللہ! اس کو جما دے۔ اے اللہ! اس کی مدد فرما اور جب کوئی پشت پھیر کر میدان سے بھاگتا ہے تو وہ حوریں اس سے پردہ کر لیتی ہیں اور کہتی ہیں اے اللہ! اس کی مغفرت فرما اے اللہ! اس پر رحم فرما لہٰذا تم دشمن کے چہروں پر پورے زور سے حملہ کرو۔ میرے ماں باپ تم پر قربان ہوں جب کوئی آگے بڑھتے ہوئے زخمی ہو کر گرتا ہے تو خون کے پہلے قطرے کے گرتے ہی اس کے گناہ ایسے گر جاتے ہیں جیسے خزاں میں درختوں کے پتے گرتے ہیں اور موٹی آنکھوں والی دو حوریں اتر کر اس کے پاس آتی ہیں اور اس کے چہرے سے گرد و غبار صاف کرتی ہیں۔ وہ ان دونوں سے کہتا ہے، میں تم دونوں کے لئے ہوں۔ وہ کہتی ہیں نہیں ہم دونوں آپ کے لئے ہیں اور اسے ایسے سو جوڑے پہنائے جاتے ہیں کہ اگر انہیں اکٹھا کر کے میری ان دو انگلیوں (درمیانی اور شہادت کی انگلیوں) کے درمیان رکھا جائے تو وہ باریکی اور لطافت کی وجہ سے سارے ان کے درمیان آ جائیں اور وہ بنی آدم کے بنے ہوئے نہیں ہیں بلکہ جنت کے کپڑوں میں سے ہیں۔ تم لوگوں کے نام، نشانیاں، حلیئے، تنہائی کی باتیں اور مجلسیں سب چیزیں اللہ کے پاس لکھی ہوئی ہیں۔ جب قیامت کا دن آئے گا تو کسی سے کہا جائے گا اے فلانے! یہ تیرا نور ہے اور کسی سے کہا جائے گا اے فلانے! تیرے لئے کوئی نور نہیں ہے اور جیسے سمندر کا ساحل ہوتا ہے ایسے ہی جہنم کا بھی ساحل ہے وہاں کیڑے مکوڑے، حشرات الارض اور کھجور کے درخت جتنے لمبے سانپ اور خچر کے برابر بچھو ہیں۔ جب جہنم والے اللہ سے فریاد کریں گے کہ ہمارا جہنم کا عذاب ہلکا کر دیا جائے تو ان سے کہا جائے گا کہ جہنم سے نکل کر ساحل پر چلے جاؤ وہ نکل کر وہاں آئیں گے تو کیڑے مکوڑے حشرات الارض ان کے ہونٹوں، چہروں اور دوسرے اعضاء کو پکڑ لیں گے اور انہیں نوچ کھائیں گے تو اب یہ فریاد کرنے لگیں گے کہ ہمیں ان سے چھڑوایا جائے اور جہنم میں واپس جانے دیا جائے اور جہنم والوں پر خارج کا عذاب بھی مسلط کیا جائے گا اور جہنمی اتنا کھجائے گا کہ اس کی ہڈی ننگی ہو جائے گی۔ فرشتہ کہے گا اے فلانے! کیا تجھے اس خارش سے تکلیف ہو رہی ہے؟ وہ کہے گا ہاں فرشتہ کہے گا تو جو مسلمانوں کو تکلیف دیا کرتا تھا یہ اس کے بدلہ میں ہے۔[1]

حضرت عمیر بن سعد رضی اللہ عنہ کا بیان

حضرت سعد بن سوید رحمتہ اللہ علیہ کہتے ہیں حضرت عمیر بن سعدؓ نبی کریم ﷺ کے صحابہؓ میں سے تھے اور حمص کے گورنر تھے وہ منبر پر فرمایا کرتے تھے غور سے سنو! اسلام کی ایک مضبوط دیوار ہے اور اس کا ایک مضبوط دروازہ ہے۔ اسلام کی دیوار عدل و انصاف ہے اور اس کا دروازہ حق ہے

۱۔ اخرجه الحاكم (ج ٣ ص ٤٩٣) و اخرجه ايضا ابن المبارك في الزهد و ابن منلة و البيهقي من طريق مجاهد موقوفا مطولا كما في الاصابة (ج ٣ ص ١٥٨)

لہٰذا جب دیوار توڑ دی جائے گی اور دروازے کے ٹکڑے ٹکڑے کر دیئے جائیں گے تو اسلام مفتوح ہو جائے گا اور جب تک سلطان قوی ہوگا اسلام مضبوط رہے اور سلطان کی قوت تلوار سے قتل کرنے یا کوڑے مارنے سے نہیں ہے بلکہ حق کے فیصلے کرنے اور عدل وانصاف کرنے سے ہے۔[۱]

حضرت عمیر رضی اللہ عنہ کے والد

حضرت سعد بن عبید القاری رضی اللہ عنہ کا بیان

حضرت سعد بن عبید رضی اللہ عنہ نے لوگوں میں بیان فرمایا تو ارشاد فرمایا کل دشمن سے ہماری مڈبھیڑ ہوگی اور کل ہم شہید ہو جائیں گے، لہٰذا ہمارے جسم پر جو خون لگا ہوا ہو اسے مت دھونا اور ہمارے جسم پر جو کپڑے ہوں گے وہی ہمارا کفن ہوں گے۔[۲]

حضرت معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ کا بیان

حضرت سلمہ بن سبرہ رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں ملک شام میں حضرت معاذ بن جبلؓ نے ہم لوگوں میں بیان فرمایا تو ارشاد فرمایا تم لوگ ایمان والے ہو تم لوگ جنتی ہو اللہ کی قسم! مجھے امید ہے کہ تم لوگوں نے روم وفارس کے جن لوگوں کو قیدی بنالیا ہے اللہ انہیں بھی جنت میں داخل کرے گا اور اس کی وجہ یہ ہے کہ ان میں سے کوئی جب تمہارا کوئی کام کر دیتا ہے تو تم شکریہ میں اسے یہ تعریفی اور دعائیہ کلمات کہتے ہو تم نے اچھا کیا۔ تم پر اللہ رحم فرمائے۔ تم نے اچھا کیا تم کو اللہ برکت عطا فرمائے (تمہاری ان دعاؤں کی برکت سے اللہ انہیں ایمان دے کر جنت میں داخل کر دے گا) پھر حضرت معاذؓ نے یہ آیت پڑھی وَيَسْتَجِيبُ الَّذِينَ آمَنُوا وَعَمِلُوا الصَّالِحَاتِ وَيَزِيدُهُم مِّن فَضْلِهِ (سورت شوریٰ آیت ۲۶) ''اور (اللہ تعالیٰ) ان لوگوں کی عبادت قبول کرتا ہے جو ایمان لائے اور انہوں نے نیک عمل کئے اور ان کو اپنے فضل سے اور زیادہ (ثواب) دیتا ہے۔''[۳]

حضرت ابو الدرداء رضی اللہ عنہ کا بیان

حضرت حوشب فرازی رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں میں نے حضرت ابو الدرداءؓ کو منبر پر بیان میں یہ فرماتے ہوئے سنا کہ میں اس دن سے بہت ڈرتا ہوں جس دن میرا رب مجھے پکار کر کہے گا اے عویمر! میں کہوں گا لبیک پھر میرا رب کہے گا تو نے اپنے علم پر کیا عمل کیا؟ اللہ کی کتاب کی وہ

۱؎ اخرجه ابن سعد (ج ۴ ص ۲۷۵) ۲؎ اخرجه ابن سعد (ج ۳ ص ۴۵۸)
۳؎ اخرجه ابن جریر و ابن ابی حاتم كذافی التفسير لابن كثير (ج ۴ ص ۱۱۵)

آیت بھی آئے گی جو کسی برے عمل سے روکنے والی ہے اور وہ آیت بھی آئے گی جو کسی نیک عمل کا حکم دینے والی ہے اور ہر آیت مجھ سے اپنے حق کا مطالبہ کرے گی۔ اب اگر میں نے اس نیک عمل کو نہیں کیا ہوگا تو وہ حکم دینے والی آیت میرے خلاف گواہی دے گی اور اگر میں نے اس برے کام کو نہیں چھوڑا ہوگا تو وہ روکنے والی آیت میرے خلاف گواہی دے گی۔ اب بتاؤ میں کیسے چھوٹ سکتا ہوں۔ [1]

نبی کریم ﷺ اور صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کس طرح سفر اور حضر میں لوگوں کو وعظ اور نصیحت کیا کرتے تھے اور دوسروں کی نصیحت قبول کیا کرتے تھے اور کس طرح دنیا کی ظاہری چیزوں اور اس کی لذتوں سے نگاہ ہٹا کر آخرت کی نعمتوں اور لذتوں کی طرف پھیر لیتے تھے اور اللہ تعالیٰ سے اس طرح ڈراتے تھے کہ آنکھوں سے آنسو جاری ہو جاتے اور دل ڈرنے لگ جاتے گویا کہ آخرت ان کے سامنے ایک نمایاں اور کھلی ہوئی حقیقت تھی اور محشر کے حالات ان کی آنکھوں کے سامنے ہر وقت رہتے تھے اور وہ کس طرح اپنے وعظ و نصیحت کے ذریعے امت محمدیہؐ کے ہاتھوں کو پکڑ کر انہیں آسمانوں اور زمین کے پیدا کرنے والے کی طرف متوجہ کرتے اور اس طرح اپنے وعظ و نصیحت کے ذریعہ شرکِ جلی اور خفی کی تمام باریک رگوں کو کاٹ دیتے۔

---

[1] اخرجه ابن عساكر كذافي الكنز (ج ٧ ص ٧٨)

نبی کریم ﷺ کی نصیحتیں

حضرت ابوذر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں میں نے عرض کیا یارسول اللہ! حضرت ابراہیمؑ کے صحیفے کیا تھے؟ آپؐ نے فرمایا ان صحیفوں میں صرف مثالیں اور نصیحتیں تھیں (مثلاً ان میں یہ مضمون بھی تھا) اے مسلط ہونے والے بادشاہ! جسے آزمائش میں ڈالا جاچکا ہے اور جو دھوکہ میں پڑا ہوا ہے میں نے تجھے اس لئے نہیں بھیجا تھا کہ تو جمع کر کے دنیا کے ڈھیر لگالے میں نے تو تجھے اس لئے بھیجا تھا کہ کسی مظلوم کی بددعا کو میرے پاس آنے نہ دے کیونکہ جب کسی مظلوم کی بددعا میرے پاس پہنچ جاتی ہے تو پھر میں اسے رد نہیں کرنا چاہتا وہ مظلوم کافر ہی کیوں نہ ہو اور جب تک عقل مند آدمی کی عقل مغلوب نہ ہوجائے اس وقت تک اسے چاہئے کہ وہ اپنے اوقات کی تقسیم کرے۔ کچھ وقت اپنے رب سے راز و نیاز کی باتیں کرنے کے لئے ہونا چاہئے کچھ وقت اپنے نفس کے محاسبے کے لئے ہونا چاہئے کچھ وقت اللہ تعالیٰ کی کاریگری اور اس کی مخلوقات میں غور وفکر کرنے کے لئے ہونا چاہئے اور کچھ وقت کھانے پینے کی ضروریات کے لئے فارغ ہونا چاہئے اور عقل مند کو چاہئے کہ صرف تین کاموں کے لئے سفر کرے یا تو آخرت کا توشہ بنانے کے لئے یا اپنی معاش ٹھیک کرنے کے لئے یا کسی حلال لذت اور راحت کو حاصل کرنے کے لئے اور عقل مند کو چاہئے کہ وہ اپنے زمانہ (کے حالات) پر نگاہ رکھے اور اپنی حالت کی طرف متوجہ رہے اور اپنی زبان کی حفاظت کرے اور جو بھی اپنی گفتگو کا اپنے عمل سے محاسبہ کرے گا وہ کوئی بیکار بات نہیں کرے گا بلکہ صرف مقصد کی بات کرے گا۔ میں نے عرض کیا یارسول اللہ حضرت موسیٰ علیہ السلام کے صحیفے کیا تھے؟ آپؐ نے فرمایا ان میں سب عبرت کی باتیں تھیں (مثلاً ان میں یہ مضمون بھی تھا کہ) مجھے اس آدمی پر تعجب ہے جسے موت کا یقین ہے اور وہ پھر خوش ہوتا ہے۔ مجھے اس آدمی پر تعجب ہے جسے جہنم کا یقین ہے اور وہ پھر ہنستا ہے۔ مجھے اس آدمی پر تعجب ہے جسے تقدیر کا یقین ہے اور وہ پھر اپنے آپ کو بلاضرورت تھکاتا ہے۔ مجھے اس آدمی پر تعجب ہے جس نے دنیا کو دیکھا اور یہ بھی دیکھا کہ دنیا آنی جانی چیز ہے ایک جگہ رہتی نہیں اور پھر مطمئن ہوکر اس سے دل لگاتا ہے۔ مجھے اس آدمی پر تعجب ہے جسے کل قیامت کے حساب کتاب کا یقین ہے اور پھر عمل نہیں کرتا۔ میں نے عرض کیا یارسول اللہ! آپ مجھے کچھ وصیت فرمادیں۔ آپؐ نے فرمایا میں تمہیں اللہ سے ڈرنے کی وصیت کرتا ہوں کیونکہ یہ تمام کاموں کی جڑ ہے۔ میں نے عرض کیا یارسول اللہ! کچھ اور فرمادیں۔ آپؐ نے فرمایا تلاوت قرآن اور اللہ کے ذکر کی پابندی کرو کیونکہ یہ زمین پر تمہارے لئے نور ہے اور آسمان میں تمہارے لئے ذخیرہ ہے۔ میں نے عرض کیا یارسول اللہ! کچھ اور فرمادیں۔ آپؐ نے فرمایا زیادہ ہنسنے سے بچو کیونکہ اس سے دل مردہ ہوجاتا ہے اور چہرے کا نور

جاتا رہتا ہے۔ میں نے عرض کیا یا رسول اللہ! کچھ اور فرمادیں۔ آپؐ نے فرمایا جہاد کو لازم پکڑلو کیونکہ یہی میری امت کی رہبانیت ہے۔ میں نے عرض کیا یا رسول اللہ! کچھ اور فرمادیں۔ آپؐ نے فرمایا زیادہ دیر خاموش رہا کرو کیونکہ اس سے شیطان دفع ہو جاتا ہے اور اس سے تمہیں دین کے کاموں میں مدد ملے گی۔ میں نے عرض کی یا رسول اللہ! مجھے کچھ اور فرمادیں۔ آپؐ نے فرمایا مسکینوں سے محبت رکھو اور ان کے ساتھ اٹھنا بیٹھنا رکھو۔ میں نے عرض کیا یا رسول اللہ! کچھ اور فرمادیں۔ آپؐ نے فرمایا (دنیاوی مال و دولت اور ساز و سامان میں) ہمیشہ اپنے سے نیچے والے کو دیکھا کرو اوپر والے کو مت دیکھا کرو کیونکہ اس طرح کرنے سے تم اللہ کی دی ہوئی نعمتوں کو حقیر نہیں سمجھو گے۔ میں نے عرض کیا یا رسول اللہ! کچھ اور فرمادیں آپؐ نے فرمایا حق بات کہو چاہے وہ کڑوی کیوں نہ ہو میں نے عرض کیا یا رسول اللہ! کچھ اور فرمادیں۔ آپؐ نے فرمایا جب تمہیں اپنے عیب معلوم ہیں تو دوسروں (کے عیب دیکھنے) سے رک جاؤ اور جو برے کام تم خود کرتے ہو ان کی وجہ سے دوسروں پر ناراض مت ہو۔ تمہیں عیب لگانے کے لئے یہ بات کافی ہے کہ تم اپنے عیبوں کو تو جانتے نہیں اور دوسروں میں عیب تلاش کر رہے ہو اور جن حرکتوں کو خود کرتے ہو ان کی وجہ سے دوسروں پر ناراض ہوتے ہو۔ پھر حضورؐ نے میرے سینے پر ہاتھ مار کر فرمایا اے ابوذر! حسن تدبیر کے برابر کوئی عقلمندی نہیں اور ناجائز، مشتبہ اور نامناسب کاموں سے رکنے کے برابر کوئی تقویٰ نہیں اور حسنِ اخلاق جیسی کوئی خاندانی شرافت نہیں۔[1]

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں ایک دن حضور ﷺ نے اپنے صحابہؓ سے پوچھا تمہاری اور تمہارے اہل و عیال، مال اور عمل کی کیا مثل ہے؟ صحابہؓ نے عرض کیا اللہ اور اس کے رسول زیادہ جانتے ہیں۔ آپؐ نے فرمایا تمہاری اور تمہارے اہل و عیال، مال اور عمل کی مثالیں اس آدمی جیسی ہے جس کے تین بھائی ہوں۔ جب اس کی موت کا وقت قریب آیا تو اس نے بھائیوں کو بلا کر ایک بھائی سے کہا تم دیکھ رہے ہو میرے مرنے کا وقت قریب آ گیا ہے۔ اب تم میرے کیا کام آ سکتے ہو؟ اس نے کہا میں تمہارے یہ کام کر سکتا ہوں کہ میں تمہاری تیمارداری کروں گا اور تمہاری خدمت سے اکتاؤں گا نہیں اور تمہارا ہر کام کروں گا جب تم مرجاؤ گے تمہیں غسل دوں گا اور تمہیں کفن پہناؤں گا اور دوسروں کے ساتھ تمہارے جنازے کو اٹھاؤں گا کبھی تمہیں اٹھاؤں گا اور کبھی راستہ کی تکلیف دہ چیز تم سے ہٹاؤں گا اور جب دفنا کر واپس آؤں گا تو پوچھنے والوں کے سامنے تمہاری

۱۔ اخرجه ابن حبان فی صحیحه واللفظ له و الحاکم و صححه قال المنذری فی الترغیب (ج ۳ ص ۲۷۳) انفرد به ابراهیم بن هشام بن یحیی الغسانی عن ابیه وهو حدیث طویل فی اوله ذکر الانبیاء علیهم السلام ذکرت منه القطعة لما فیها من الحکم العظیمة و المواعظ الجسیمة ۔ انتهی وقد اخرج الحدیث بتمامه ابو نعیم فی الحلیة (ج ۱ ص ۱۶۶) من طریق ابراهیم بن هشام و اخرجه ایضا بتمامه الحسن بن سفیان و ابن عساکر کما فی الکنز (ج ۸ ص ۲۰۱)

خوبیاں بیان کر کے تمہاری تعریف کروں گا۔ اس کا یہ بھائی تو اس کے اہل و عیال اور رشتہ دار ہیں۔ اس بھائی کے بارے میں تم لوگوں کا کیا خیال ہے؟ صحابہؓ نے عرض کیا یا رسول اللہ! اس کے کوئی خاص فائدے کی بات تو ہم نے سنی نہیں آپؐ نے فرمایا پھر اس نے اپنے دوسرے بھائی سے کہا کیا تم دیکھ رہے ہو کہ موت کی مصیبت میرے سر پر آ گئی ہے تو اب تم میرے کیا کام آ سکتے ہو؟ اس نے کہا جب تک آپ زندہ ہیں میں تو اسی وقت تک آپ کے کام آ سکوں گا جب آپ مر جائیں گے تو آپ کا راستہ الگ اور میرا راستہ الگ۔ یہ بھائی اس کا مال ہے۔ یہ تمہیں کیسا لگا؟ صحابہؓ نے کہا یا رسول اللہ! اس کے فائدے کی کوئی بات ہمارے سننے میں تو نہیں آئی۔ آپؐ نے فرمایا پھر اس نے تیسرے بھائی سے کہا تم دیکھ ہی رہے ہو موت میرے سر پر آ گئی ہے اور تم نے میرے اہل و عیال اور مال کا جواب بھی سن لیا ہے تو اب تم میرے کیا کام آ سکتے ہو؟ اس نے کہا میں قبر میں تمہارا ساتھی ہوں گا اور وحشت میں تمہارا جی بہلاؤں گا اور اعمال تلنے کے دن ترازو میں بیٹھ کر اسے بھاری کروں گا۔ یہ بھائی اس کا عمل ہے۔ اس کے بارے میں تم لوگوں کا کیا خیال ہے؟ صحابہؓ نے عرض کیا یا رسول اللہ! یہ بہترین بھائی اور بہترین ساتھی ہے۔ حضورؐ نے فرمایا بات بھی اسی طرح ہے۔ حضرت عائشہؓ فرماتی ہیں حضرت عبداللہ بن کرز رضی اللہ عنہ نے کھڑے ہو کر عرض کیا یا رسول اللہ! کیا آپ مجھے اس بات کی اجازت دیتے ہیں کہ میں اس مثال کے بارے میں کچھ اشعار کہوں؟ آپؐ نے فرمایا ہاں اجازت ہے۔ حضرت عبداللہؓ چلے گئے اور ایک ہی رات کے بعد اشعار تیار کر کے حضور ﷺ کی خدمت میں حاضر ہو گئے انہیں دیکھ کر لوگ بھی جمع ہو گئے انہوں نے حضورؐ کے سامنے کھڑے ہو کر یہ اشعار پڑھے:

فانی و اهلی و الذی قدمت یدی — کداع اللّٰہ صحبه ثم قائل

لاخوته اذ هم ثلاثة اخوة — اعینوا علی امر بی الیوم نازل

میں اور میرے اہل و عیال اور میرے وہ عمل جو میرے ہاتھوں نے آگے بھیج دیئے ہیں ان سب کی مثال ایسی ہے کہ جیسے ایک آدمی کے تین بھائی تھے اس نے ساتھیوں اور بھائیوں کو بلا کر ان سے کہا آج مجھ پر موت کی مصیبت آنے والی ہے اس بارے میں میری مدد کرو۔

فراق طویل غیر متق به — فماذا لدیکم فی الذی هو غائل

بہت لمبی جدائی ہے جس کا کوئی بھروسہ نہیں اب بتاؤ اس ہلاک کرنے والی موت کے بارے میں تم لوگ میری کیا مدد کر سکتے ہو؟

فقال امرؤ منهم انا الصاحب الذی — اطیعک فیها شئت قبل التزایل

ان تینوں میں سے ایک بولا کہ میں تمہارا ساتھی ہوں لیکن جدا ہونے سے پہلے تم جو کہو گے تمہاری وہ بات مانوں گا۔

فاما اذا جد الفراق فاننی لما بیننا من خلة غیر واصل

اور جب جدائی ہو جائے گی تو پھر میں آپس کی دوستی کو باقی نہیں رکھ سکتا اسے نہیں نباہ سکتا۔

فخذ ما اردت الان منی فاننی سیسلک بی فی مھیل من مھائل

اب تو تم مجھ سے جو چاہے لے لو لیکن جدائی کے بعد مجھے کسی ہولناک راستہ پر چلا دیا جائے گا پھر کچھ نہیں لے سکو گے۔

فان تبقنی لاتبق فاستنفد ننی وعجل صلاحا قبل حتف معاجل

پھر اگر تم مجھے باقی رکھنا چاہو گے تو باقی نہیں رکھ سکو گے لہٰذا مجھے خرچ کر کے ختم کر دو اور جلد آنے والی موت سے پہلے جلدی اپنے عمل ٹھیک کر لو۔

وقال امرو قد کنت جدا احبہ واؤثرہ من بینھم فی التفاضل

پھر وہ آدمی بولا جس سے مجھے بہت محبت تھی اور زیادہ دینے اور بڑھانے میں میں اسے باقی تمام لوگوں پر ترجیح دیتا تھا۔

غنائی انی جاھدلک ناصح اذاجد جد الکرب غیر مقاتل

اس نے کہا میں آپ کا اتنا کام کر سکتا ہوں کہ جب پریشان کن موت واقعی آ جائے گی تو آپ کو بچانے کی کوشش کروں گا آپ کا بھلا چاہوں گا لیکن میں آپ کی طرف سے لڑ نہیں سکوں گا۔

ولکننی باک علیک و معول ومشن بخیر عند من ھو سائل

البتہ آپ کے مرنے پر روؤں گا اور خوب اونچی آواز سے روؤں گا اور آپ کے بارے میں جو بھی پوچھے گا میں اس کے سامنے آپ کی خوبیاں بیان کر کے آپ کی تعریف کروں گا۔

ومتبع الماشین امشی مشیعا اعین برفق عقبة کل حامل

اور آپ کے جنازے کو لے کر جو لوگ چلیں گے میں بھی رخصت کرنے کے لئے ان کے پیچھے چلوں گا اور ہر اٹھانے والے کی باری میں نرمی سے اٹھا کر اس کی مدد کروں گا۔

الی بیت مثواک الذی انت مدخل ارجع مقرونا بما ھو شاغل

میں جنازے کے ساتھ اس گھر تک جاؤں گا جہاں آپ کا ٹھکانہ ہے جس میں لوگ آپ کو داخل کر دیں گے پھر واپس آ کر میں ان کاموں میں لگ جاؤں گا جن میں میں مشغول تھا۔

کان لم یکن بینی وبینک خلة ولاحسن ودمرة فی التباذل

اور چند ہی دنوں کے بعد ایسی حالت ہو جائے گی کہ گویا میرے اور آپ کے درمیان کوئی دوستی ہی نہیں تھی اور نہ ہی کوئی عمدہ محبت تھی جس کی وجہ سے ہم ایک دوسرے پر خرچ کرتے تھے۔

فذلک اھل المرء ذاک غناء ھم ولیس وان کانوا حراصا بطائل

یہ مرنے والے کے اہل وعیال اور رشتہ دار ہیں یہ بس اتنا ہی کام آ سکتے ہیں اگرچہ انہیں مرنے

والے کو فائدہ پہنچانے کا بہت تقاضا ہے لیکن یہ اس سے زیادہ فائدہ نہیں پہنچا سکتے۔

وقال امرء منهم انا الاخ لاترى اخالک مثلی عند کرب الزلازل

ان میں سے تیسرے بھائی نے کہا میں آپ کا اصلی بھائی ہوں اور ہلا دینے والی پریشانی موت کے آنے پر آپ کو میرے جیسا کوئی بھائی نظر نہیں آئے گا۔

لدى القبر تلقاني هنالک قاعدا اجادل عنک القول رجع التجادل

آپ مجھے قبر کے پاس ملیں گے میں وہاں بیٹھا ہوا ہوں گا اور باتوں میں آپ کی طرف سے جھگڑا کروں گا اور ہر سوال کا جواب دوں گا۔

واقعد یوم الوزن فی الکفة التی تکون علیها جاهدا فی التثاقل

اور اعمال تولے جانے کے دن یعنی قیامت کے دن میں اس پلڑے میں بیٹھوں گا جس کو بھاری کرنے کی آپ پوری کوشش کر رہے ہوں گے۔

فلا تنسنی واعلم مکانی فاننی علیک شفیق ناصح غیر خاذل

لہٰذا آپ مجھے بھلا نہ دینا اور میرے مرتبہ کو جان لو کیونکہ میں آپ کا بڑا شفیق اور بہت خیر خواہ ہوں اور کبھی آپ کو بے یار و مددگار نہیں چھوڑوں گا۔

فذلک ماقدمت من کل صالح تلاقیه ان احسنت یوم التواصل

یہ آپ کے وہ نیک اعمال ہیں جو آپ نے آگے بھیجے ہیں اگر آپ ان کو اچھی طرح کریں گے تو ایک دوسرے سے ملاقات کے دن یعنی قیامت کے دن آپ کی ان اعمال سے ملاقات ہو جائے گی۔

یہ اشعار سن کر حضور ﷺ بھی رونے لگے اور سارے مسلمان بھی۔ اس کے بعد حضرت عبداللہ بن کرز مسلمانوں کی جس جماعت کے پاس سے گزرتے وہ انہیں بلا کر ان سے ان اشعار کی فرمائش کرتے اور جب حضرت عبداللہ انہیں یہ اشعار سناتے تو وہ سب رونے لگ جاتے۔[1]

امیر المؤمنین حضرت عمر بن خطابؓ کی نصیحتیں

ایک مرتبہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے ایک آدمی کو یہ نصیحت فرمائی لوگوں میں لگ کر اپنے سے غافل نہ ہو جاؤ کیونکہ تم سے اپنے بارے میں پوچھا جائے گا لوگوں کے بارے میں نہیں پوچھا جائے گا۔ ادھر ادھر پھر کر دن نہ گزار دیا کرو کیونکہ تم جو بھی عمل کرو گے وہ محفوظ کر لیا جائے گا جب تم

---

[1] اخرجه الرامهرمزی فی الامثال کذافی الکنز (ج ۸ ص ۱۲۳) و اخرجه ایضا جعفر الفریابی فی کتاب الکنی له وابن ابی عاصم فی الواحدان وابن شاهین وابن مندة فی الصحابة وابن ابی الدنیا فی الکفالة کلهم من طریق محمد بن عبدالعزیز الزهری عن ابن شهاب عن عروة عن عائشة رضی الله عنها نحوه کمافی الاصابة (ج ۲ ص ۳۶)

سے کوئی برا کام ہوجایا کرے تو اس کے بعد فوراً کوئی نیکی کا کام کرلیا کرو کیونکہ جس طرح نئی نیکی پرانے گناہ کو بہت زیادہ تلاش کرتی ہے اور اسے جلدی سے پالیتی ہے اس طرح اس سے زیادہ تلاش کرنے والی میں نے کوئی چیز نہیں دیکھی ہے۔[1]

حضرت عمرؓ نے فرمایا جو چیز تمہیں تکلیف دیتی ہے اس سے تم کنارہ کشی اختیار کرلو اور نیک آدمی کو دوست بناؤ لیکن ایسا آدمی مشکل سے ملے گا اور اپنے معاملات میں ان لوگوں سے مشورہ لو جو اللہ سے ڈرتے ہیں۔[2]

حضرت سعد بن مسیب رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں حضرت عمر بن خطابؓ نے لوگوں کے لئے اٹھارہ باتیں مقرر کیں جو سب کی سب حکمت و دانائی کی باتیں تھیں۔ انہوں نے فرمایا (۱) جو تمہارے بارے میں اللہ کی نافرمانی کرے تم اسے اس جیسی اور کوئی سزا نہیں دے سکتے کہ تم اس کے بارے میں اللہ کی اطاعت کرو (۲) اور اپنے بھائی کی بات کو کسی اچھے رخ کی طرف لے جانے کی پوری کوشش کرو۔ ہاں اگر وہ بات ہی ایسی ہو کہ اسے اچھے رخ کی طرف لے جانے کی تم کوئی صورت نہ بنا سکو تو اور بات ہے (۳) اور مسلمان کی زبان سے جو بول بھی نکلا ہے اور تم اس کا کوئی بھی خیر کا مطلب نکال سکتے ہو تو اس سے برے مطلب کا گمان مت کرو (۴) جو آدمی خود ایسے کام کرتا ہے جس سے دوسروں کو بدگمانی کا موقع ملے تو وہ اپنے سے بدگمانی کرنے والے کو ہرگز ملامت نہ کرے (۵) جو اپنے راز کو چھپائے گا اختیار اس کے ہاتھ میں رہے گا (۶) اور سچے بھائیوں کے ساتھ رہنے کو لازم پکڑو۔ ان کے سایہ خیر میں زندگی گزارو کیونکہ وسعت اور اچھے حالات میں وہ لوگ تمہارے لئے زینت کا ذریعہ اور مصیبت میں حفاظت کا سامان ہوں گے (۷) اور ہمیشہ سچ بولو چاہے سچ بولنے سے جان ہی چلی جائے (۸) بے فائدہ اور بیکار کاموں میں نہ لگو (۹) جو بات ابھی پیش نہیں آئی اس کے بارے میں مت پوچھو کیونکہ جو پیش آچکا ہے اس کے تقاضوں سے ہی کہاں فرصت مل سکتی ہے (۱۰) اپنی حاجت اس کے پاس نہ لے جاؤ جو یہ نہیں چاہتا کہ تم اس میں کامیاب ہو جاؤ (۱۱) جھوٹی قسم کو ہلکا نہ سمجھو ورنہ اللہ تمہیں ہلاک کردیں گے (۱۲) بدکاروں کے ساتھ نہ رہو ورنہ تم ان سے بدکاری سیکھ لو گے (۱۳) اپنے دشمن سے الگ رہو (۱۴) اپنے دوست سے بھی چوکنے رہو لیکن اگر وہ امانتدار ہے تو پھر اس کی ضرورت نہیں اور امانتدار صرف وہی ہوسکتا ہے جو اللہ سے ڈرنے والا ہو (۱۵) اور قبرستان میں جا کر خشوع اختیار کرو (۱۶) اور جب اللہ کی فرمانبرداری کا کام کرو تو عاجزی اور تواضع اختیار کرو (۱۷) اور جب اللہ کی نافرمانی ہوجائے تو اللہ کی پناہ چاہو (۱۸) اور اپنے تمام امور میں ان لوگوں سے مشورہ کیا کرو جو

۱؎ اخرجه الدینوری كذافی الكنز (ج ۸ ص ۲۰۸)

۲؎ اخرجه البیهقی كذافی الكنز (ج ۸ ص ۲۰۸)

اللہ سے ڈرتے ہیں کیونکہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں اِنَّمَا یَخْشَی اللّٰہَ مِنْ عِبَادِہِ الْعُلَمٰٓؤُا (سورت فاطر آیت ۲۸) ''خدا سے اس کے وہی بندے ڈرتے ہیں جو (اس کی عظمت کا) علم رکھتے ہیں۔''[۱]

حضرت محمد شہاب رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں حضرت عمر بن خطابؓ نے فرمایا لایعنی کاموں میں نہ لگو اور اپنے دشمن سے کنارہ کشی اختیار کرو اور اپنے دوست سے اپنی حفاظت کرو لیکن اگر وہ امانتدار ہے تو پھر ضرورت نہیں کیونکہ امانتدار انسان کے برابر کوئی چیز نہیں ہو سکتی اور کسی بدکار کی صحبت میں نہ رہو ورنہ وہ تمہیں بھی بدکاری سکھا دے گا اور کسی بدکار کو اپنا راز نہ بتاؤ اور اپنے تمام کاموں میں ان لوگوں سے مشورہ لو جو اللہ سے ڈرتے ہیں۔[۲]

حضرت سمرہ بن جندب رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں حضرت عمرؓ نے فرمایا مرد بھی تین قسم کے ہوتے ہیں اور عورتیں بھی تین قسم کی ہوتی ہیں۔ ایک عورت تو وہ ہے جو پاکدامن، مسلمان نرم طبیعت، محبت کرنے والی، زیادہ بچے دینے والی ہو اور زمانہ کے فیشن کے خلاف اپنے گھر والوں کی مدد کرتی ہو (سادہ رہتی ہو) اور گھر والوں کو چھوڑ کر زمانہ کے فیشن پر نہ چلتی ہو۔ لیکن تمہیں ایسی عورتیں بہت کم ملیں گی۔ دوسری وہ عورت ہے جو خاوند سے بہت زیادہ مطالبے کرتی ہو اور بچے جننے کے علاوہ اس کا اور کوئی کام نہ ہو۔ تیسری وہ عورت ہے جو خاوند کے گلے کا طوق ہو اور جوں کی طرح سے چمٹی ہوئی ہو (یعنی بد اخلاق بھی ہو اور اس کا مہر بھی زیادہ ہو جس کی وجہ سے اس کا خاوند اسے چھوڑ نہ سکتا ہو) ایسی عورت کو اللہ تعالیٰ جس کی گردن میں چاہتے ہیں ڈال دیتے ہیں اور جب چاہتے ہیں اس کی گردن سے اتار لیتے ہیں۔ اور مرد بھی تین قسم کے ہوتے ہیں ایک پاکدامن، منکسر المزاج، نرم طبیعت،، درست رائے والا، اچھے مشورے دینے والا۔ جب اسے کوئی کام پیش آتا ہے تو خود سوچ کر فیصلہ کرتا ہے اور ہر کام کو اس کی جگہ رکھتا ہے۔ دوسرا وہ مرد ہے جو سمجھدار نہیں اس کی اپنی کوئی رائے نہیں ہے لیکن جب اسے کوئی کام پیش آتا ہے تو وہ سمجھدار درست رائے والے لوگوں سے جا کر مشورہ کرتا ہے اور ان کے مشورے پر عمل کرتا ہے۔ تیسرا وہ مرد جو حیران و پریشان ہو اسے صحیح اور غلط کا پتہ نہیں چلتا یوں ہی ہلاک ہو جاتا ہے کیونکہ اپنی سمجھ پوری نہیں اور سمجھدار اور صحیح مشورہ دینے والوں کی مانتا نہیں۔[۳] حضرت احنف بن قیسؒ کہتے ہیں حضرت عمر بن خطابؓ نے مجھ سے فرمایا اے احنف! جو آدمی زیادہ ہنستا ہے اس کا رعب کم ہو جاتا ہے۔ جو مذاق زیادہ کرتا ہے لوگ اسے ہلکا اور بے حیثیت سمجھتے ہیں جو باتیں زیادہ کرتا ہے اس کی لغزش زیادہ ہو جاتی ہیں جس کی لغزشیں زیادہ ہو جاتی ہیں اس کی حیا کم ہو جاتی ہے اور جس کی حیا کم ہو جاتی

۱۔ اخرجه الخطيب و ابن عساكر و ابن النجار كذافي الكنز (ج ۸ ص ۲۳۵)

۲۔ عند ابي نعيم في الحلية (ج ۱ ص ۵۵) ۳۔ اخرجه ابن ابي شيبة و ابن ابي الدنيا والخرائطي والبيهقي و ابن عساكر كذافي الكنز (ج ۸ ص ۲۳۵)

ہے اس کی پرہیزگاری کم ہوجاتی ہے اور جس کی پرہیزگاری کم ہوجاتی ہے اس کا دل مردہ ہوجاتا ہے۔[1] حضرت عمرؓ نے فرمایا جو زیادہ ہنستا ہے اس کا رعب کم ہوجاتا ہے اور جو مذاق زیادہ کرتا ہے لوگوں کی نگاہ میں وہ بے حیثیت ہوجاتا ہے اور کسی کام کو زیادہ کرتا ہے وہ اسی کام کے ساتھ مشہور ہوجاتا ہے اس کے بعد پچھلی حدیث جیسا مضمون ذکر کیا ہے۔[2]

حضرت عمرؓ فرماتے ہیں اللہ کے کچھ بندے ایسے ہیں جو باطل کو کلیۃ چھوڑ کر اسے مٹا دیتے ہیں اور حق کا بار بار تذکرہ کر کے اسے زندہ کرتے ہیں۔ جب انہیں کسی عمل کی ترغیب دی جاتی ہے تو وہ اس کا اثر لیتے ہیں اور وہ ڈر جاتے ہیں اور ڈر کی وجہ سے کبھی بے خوف نہیں ہوتے۔ جن چیزوں کو انہوں نے آنکھ سے نہیں دیکھا انہیں یقین کی طاقت سے دیکھ لیتے ہیں اور یقین کو ان غیبی امور کے ساتھ ملاتے ہیں جن سے کبھی جدا نہیں ہوتے۔ خوفِ خداوندی نے ان کو عیوب سے بالکل پاک صاف کردیا۔ ہمیشہ باقی رہنے والی نعمتوں کی وجہ سے دنیا کی فانی لذتوں کو چھوڑ دیتے ہیں۔ دنیا کی زندگی ان کے لئے نعمت ہے اور موت ان کے لئے باعثِ عزت ہے۔ اور بڑی بڑی آنکھوں والی حوروں سے ان کی شادی کردی جائے گی اور ہمیشہ نوعمر رہنے والے لڑکے ان کی خدمت کریں گے۔[3]

حضرت عمر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں تم کتاب اللہ کے برتن اور علم کے چشمے بن جاؤ یعنی قرآن اپنے اندر اتار لو پھر علم اندر سے پھوٹ کر نکلے گا اور اللہ تعالیٰ سے ایک دن میں ایک دن کی روزی مانگو اور ایک روایت میں یہ بھی ہے کہ کثرت سے توبہ کرنے والوں کے پاس بیٹھا کرو کیونکہ ان کے دل سب سے زیادہ نرم ہوتے ہیں۔[4]

حضرت عمرؓ فرماتے ہیں جو اللہ سے ڈرے گا وہ کبھی کسی پر اپنا غصہ نہیں نکالے گا یعنی کسی سے انتقام نہیں لے گا بلکہ اپنا غصہ پیئے گا اور جو اللہ سے ڈرے گا وہ اپنی مرضی کا ہر کام نہیں کرسکے گا اور اگر قیامت کا دن نہ ہوتا تو جو تمہیں نظر آرہا ہے وہ نہ ہوتا بلکہ افراتفری کا کچھ اور عالم ہوتا۔[5]

حضرت عمرؓ فرماتے ہیں جو لوگوں کے ساتھ انصاف کرتا ہے اور اس کے لئے اپنی جان پر جو مشقت جھیلنی پڑے اسے جھیلتا ہے۔ اسے اپنے تمام کاموں میں کامیابی ملے گی اور اللہ تعالیٰ کی فرمانبرداری کی وجہ سے ذلت اٹھانا نافرمانی کی عزت کی بنسبت نیکی کے زیادہ قریب ہے۔[6]

حضرت امام مالک رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں مجھے یہ روایت پہنچی ہے کہ حضرت عمر بن خطابؓ

۱۔ اخرجه الطبرانی فی الاوسط قال الهیثمی (ج ۱۰ ص ۳۰۲) وفیه وربد بن مجاشع ولم اعرفه وبقیة رجاله ثقات۔ اھ ۲۔ اخرجه ابن ابی الدنیا و العسکری والبیهقی وغیرهم کما فی الکنز (ج ۹ ص ۲۳۵)

۳۔ اخرجه ابونعیم فی الحلیة (ج ۱ ص ۵۵) ۴۔ اخرجه ابونعیم فی الحلیة (ج ۱ ص ۵۱)

۵۔ اخرجه ابن ابی الدنیا و الدینوری فی المجالسة والحاکم فی الکنی کذافی الکنز (ج ۸ ص ۲۳۵)

۶۔ اخرجه الخرائطی وغیره کذافی الکنز (ج ۸ ص ۲۳۵)

نے فرمایا آدمی تقویٰ سے عزت پاتا ہے اور اسے دین سے شرافت ملتی ہے۔ آدمی کی مروت اور مردانگی عمدہ اخلاق ہیں۔ بہادری اور بزدلی خداداد صفات ہیں۔ بہادر آدمی تو ان لوگوں کی طرف سے بھی لڑتا ہے جنہیں جانتا ہے اور ان کی طرف سے بھی لڑتا ہے جنہیں نہیں جانتا اور بزدل آدمی تو اپنے ماں باپ کو بھی چھوڑ کر بھاگ جاتا ہے۔ دنیا والوں کی نگاہ میں عزت مال سے ملتی ہے لیکن اللہ کے ہاں تقویٰ سے ملتی ہے۔ تم کسی فارسی، عجمی اور نبطی سے صرف تقویٰ کی وجہ سے بہتر ہو سکتے ہو عربی ہونے کی وجہ سے نہیں ہو سکتے۔[1]

حضرت سفیان ثوری رحمتہ اللہ علیہ کہتے ہیں حضرت عمر بن خطابؓ نے حضرت ابو موسیٰ اشعریؓ کو خط میں یہ لکھا کہ حکمت و دانائی عمر بڑی ہونے سے حاصل نہیں ہوتی بلکہ یہ تو اللہ کی دین ہے جسے اللہ چاہتے ہیں دیتے ہیں اور کمینے کاموں اور گھٹیا اخلاق سے بچو۔[2]

حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے اپنے صاحبزادے عبداللہ بن عمرؓ کو خط میں یہ لکھا امابعد! میں تمہیں اللہ سے ڈرنے کی وصیت کرتا ہوں کیونکہ جو اللہ سے ڈرتا ہے اللہ اسے ہر شر اور فتنے سے بچاتے ہیں اور جو اللہ پر توکل کرتا ہے اللہ تعالیٰ اس کے تمام کاموں کی کفایت کرتے ہیں اور جو اللہ کو قرض دیتا ہے یعنی دوسروں پر اپنا مال اللہ کے لئے خرچ کرتا ہے، اللہ تعالیٰ اسے بہترین بدلہ عطا فرماتے ہیں اور جو اللہ کا شکر ادا کرتا ہے اللہ تعالیٰ اس کی نعمت کو بڑھاتے ہیں اور تقویٰ ہر وقت تمہارا نصب العین، تمہارے اعمال کا سہارا اور ستون اور تمہارے دل کی صفائی کرنے والا ہونا چاہئے۔ جس کی کوئی نیت نہیں ہوگی اس کا کوئی عمل معتبر نہیں ہوگا۔ جس نے ثواب لینے کی نیت سے عمل نہ کیا اسے کوئی اجر نہیں ملے گا۔ جس میں نرمی نہیں ہوگی اسے اپنے مال سے بھی فائدہ نہیں ہوگا۔ جب تک پہلا کپڑا پرانا نہ ہو جائے نیا نہیں پہننا چاہئے۔[3]

حضرت جعفر بن برقان رحمتہ اللہ علیہ کہتے ہیں مجھے یہ روایت پہنچی ہے کہ حضرت عمر بن خطابؓ نے اپنے ایک گورنر کو خط لکھا خط کے آخر میں یہ مضمون تھا فراخی اور وسعت والے حالات میں سختی والے حساب سے پہلے (جو قیامت کے دن ہوگا) اپنے نفس کا خود محاسبہ کرو کیونکہ جو فراخی اور وسعت والے حالات میں سختی کے حساب سے پہلے اپنے نفس کا محاسبہ کرے گا وہ انجام کار خوش ہوگا بلکہ اس کے حالات قابلِ رشک ہوں گے اور جس کو دنیا کی زندگی نے (اللہ سے، آخرت سے اور دین سے) غافل رکھا اور وہ برائیوں میں مشغول رہا تو انجام کار وہ ندامت اٹھائے گا اور حسرت وافسوس کرتا رہے گا۔ جو نصیحت تمہیں کی جا رہی ہے اسے یاد رکھو تاکہ تمہیں جن کاموں سے روکا

۱۔ اخرجہ ابن ابی شیبۃ والعسکری و ابن جریر و الدار قطنی و ابن عساکر کذافی الکنز (ج ۸ ص ۲۳۵) ۲۔ اخرجہ ابن ابی الدنیا و الدینوری کذافی الکنز (ج ۲ ص ۲۳۵)
۳۔ اخرجہ ابن ابی الدنیا و ابوبکر الصولی و ابن عساکر کذافی الکنز (ج ۸ ص ۲۰۷)

جا رہا ہے تم ان سے رک سکو۔[1]

حضرت عمرؓ نے حضرت معاویہ بن ابی سفیانؓ کو خط میں یہ مضمون لکھا امابعد! حق کو ہر حال میں لازم پکڑ و اس طرح حق تمہارے لئے اہلِ حق کے مراتب کھول دے گا اور ہمیشہ حق کے مطابق فیصلہ کرو۔[2]

امیر المؤمنین حضرت علی بن ابی طالبؓ کی نصیحتیں

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں حضرت عمرؓ نے جب حضرت علیؓ سے فرمایا اے ابوالحسن! مجھے کچھ نصیحت کرو۔ حضرت علیؓ نے کہا آپ اپنے یقین کو شک نہ بنائیں (یعنی روزی کا ملنا یقینی ہے اس کی تلاش میں اس طرح اور اتنا نہ لگیں کہ گویا آپ کو اس میں کچھ شک ہے) اور اپنے علم کو جہالت نہ بنائیں (جو علم پر عمل نہیں کرتا وہ اور جاہل دونوں برابر ہوتے ہیں) اور اپنے گمان کو حق نہ سمجھیں (یعنی آپ اپنی رائے کو وحی کی طرح حق نہ سمجھیں) اور یہ بات آپ جان لیں کہ آپ کی دنیا تو صرف اتنی ہے کہ جو آپ کو ملی اور آپ نے اسے آگے چلا دیا یا تقسیم کر کے برابر کر دیا یا پہن کر پرانا کر دیا۔ حضرت عمرؓ نے فرمایا اے ابوالحسن! آپ نے سچ کہا۔[3]

حضرت علی بن ابی طالبؓ نے حضرت عمرؓ سے کہا اے امیر المومنین اگر آپ کی خوشی یہ ہے کہ آپ اپنے دونوں ساتھیوں حضور ﷺ اور حضرت ابوبکرؓ سے جا ملیں تو آپ اپنی امیدیں مختصر کریں اور کھانا کھائیں لیکن پیٹ نہ بھریں اور لنگی بھی چھوٹی پہنیں اور کرتے پر پیوند لگائیں اور اپنے ہاتھ سے جوتی گانٹھیں اس طرح کریں گے تو ان دونوں سے جا ملیں گے۔[4]

حضرت علیؓ نے فرمایا خیر یہ نہیں ہے کہ تمہارا مال اور تمہاری اولاد زیادہ ہو جائے بلکہ خیر یہ ہے کہ تمہارا علم زیادہ ہو اور تمہاری بردباری کی صفت بڑی ہو اور اپنے رب کی عبادت میں تم لوگوں سے آگے نکلنے کی کوشش کرو۔ اگر تم سے نیکی کا کام ہو جائے تو اللہ کی تعریف کرو اور اگر برائی کا کام ہو جائے تو اللہ سے استغفار کرو اور دنیا میں صرف دو آدمیوں میں سے ایک کے لئے خیر ہے ایک تو وہ آدمی جس سے کوئی گناہ ہو گیا اور پھر اس نے توبہ کر کے اس کی تلافی کر لی دوسرا وہ آدمی جو نیک کاموں میں جلدی کرتا ہو اور جو عمل تقویٰ کے ساتھ ہو وہ کم شمار نہیں ہو سکتا کیونکہ جو عمل اللہ کے ہاں قبول ہو وہ کیسے کم شمار ہو سکتا ہے (کیونکہ قرآن میں ہے کہ اللہ متقیوں کے عمل کو قبول فرماتے ہیں)۔[5]

۱۔ اخرجه البیهقی فی الزهد و ابن عساکر کذافی الکنز (ج ۸ ص ۲۰۸)

۲۔ اخرجه ابوالحسن بن رزقویه فی جزئه کذافی الکنز (ج ۸ ص ۲۰۸) ۳۔ اخرجه ابن عساکر کذافی الکنز (ج ۸ ص ۲۲۱) ۴۔ اخرجه البیهقی کذافی الکنز (ج ۸ ص ۲۱۹)

۵۔ اخرجه ابونعیم فی الحلیة (ج ۱ ص ۷۵) و اخرجه ابن عساکر فی امالیه عن علی رضی الله عنه نحوه کما فی الکنز (ج ۸ ص ۲۲۱)

حضرت عقبہ بن ابوالصہباء رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں جب ابن ملجم نے حضرت علیؓ کو خنجر مارا تو حضرت حسنؓ ان کی خدمت میں حاضر ہوئے۔ حضرت حسنؓ رو رہے تھے حضرت علیؓ نے فرمایا اے میرے بیٹے! کیوں رو رہے ہو؟ عرض کیا میں کیوں نہ روؤں جبکہ آج آپ کا آخرت کا پہلا دن اور دنیا کا آخری دن ہے۔ حضرت علیؓ نے فرمایا چار اور چار (کل آٹھ) چیزوں کو پلے باندھ لو۔ ان آٹھ چیزوں کو تم اختیار کرو گے تو پھر تمہارا کوئی عمل تمہیں نقصان نہیں پہنچا سکے گا۔ حضرت حسنؓ نے عرض کیا ابا جان! وہ چیزیں کیا ہیں؟ فرمایا سب سے بڑی مالداری عقلمندی ہے یعنی مال سے بھی زیادہ کام آنے والی چیز عقل اور سمجھ ہے اور سب سے بڑی فقیری حماقت اور بے وقوفی ہے۔ سب سے زیادہ وحشت کی چیز اور سب سے بڑی تنہائی عجب اور خود پسندی ہے اور سب سے زیادہ بڑائی اچھے اخلاق ہیں۔ حضرت حسنؓ فرماتے ہیں میں نے کہا اے ابا جان! یہ چار چیزیں تو ہو گئیں، مجھے باقی چار چیزیں بھی بتا دیں۔ فرمایا بے وقوف کی دوستی سے بچنا کیونکہ وہ فائدہ پہنچاتے پہنچاتے تمہارا نقصان کر دے گا اور جھوٹے کی دوستی سے بچنا کیونکہ جو تم سے دور ہے یعنی تمہارا دشمن ہے اسے تمہارے قریب کر دے گا اور جو تمہارے قریب ہے یعنی تمہارا دوست ہے اسے تم سے دور کر دے گا (یا وہ دور والی چیز کو نزدیک اور نزدیک والی چیز کو دور بتائے گا اور تمہارا نقصان کر دے گا) اور کنجوس کی دوستی سے بھی بچنا کیونکہ جب تمہیں اس کی سخت ضرورت ہو گی وہ اس وقت تم سے دور ہو جائے گا اور بدکار کی دوستی سے بچنا کیونکہ وہ تمہیں معمولی سی چیز کے بدلے میں بیچ دے گا۔[1]

حضرت علیؓ نے فرمایا توفیق خداوندی سب سے بہترین قائد ہے اور اچھے اخلاق بہترین ساتھی ہیں عقلمندی بہترین مصاحب ہے حسنِ ادب بہترین میراث ہے اور عجب وخود پسندی سے زیادہ سخت تنہائی اور وحشت والی کوئی چیز نہیں۔[2]

حضرت علی رضی اللہ عنہ نے فرمایا اسے مت دیکھو کہ کوئی بات کر رہا ہے بلکہ یہ دیکھو کہ کیا بات کہہ رہا ہے۔ حضرت علیؓ نے فرمایا ہر بھائی چارہ ختم ہو جاتا ہے صرف وہی بھائی چارہ باقی رہتا ہے جو لالچ کے بغیر ہو۔[3]

۱۔ اخرجه ابن عساکر کذافی الکنز (ج ۸ ص ۲۳۶)
۲۔ عند البیهقی و ابن عساکر کذافی الکنز (ج ۸ ص ۲۳۶)
۳۔ اخرجه ابن السمعانی فی الدلائل

حضرت ابوعبیدہ بن جراحؓ کی نصیحتیں

حضرت نمران بن مخمر ابوالحسن رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں حضرت ابوعبیدہ بن جراحؓ لشکر میں چلے جا رہے تھے فرمانے لگے بہت سے لوگ ایسے ہیں جو اپنے کپڑوں کو تو خوب اجالا اور سفید کر رہے ہیں لیکن اپنے دین کو میلا کر رہے ہیں یعنی دین کا نقصان کر کے دنیا اور ظاہری شان و شوکت حاصل کر رہے ہیں۔ غور سے سنو! بہت سے لوگ دیکھنے میں تو اپنے نفس کا اکرام کرنے والے ہوتے ہیں لیکن حقیقت میں وہ اپنے نفس کی بے عزتی کرنے والے ہوتے ہیں۔ پرانے گناہوں کو نئی نیکیوں کے ذریعے سے ختم کرو۔ اگر تم میں سے کوئی اتنے گناہ کر لے جس سے زمین و آسمان کے درمیان کا خلاء بھر جائے اور پھر وہ ایک نیکی کر لے تو یہ نیکی ان سب گناہوں پر غالب آ جائے گی۔[1]

حضرت سعید بن ابی سعید مقبری رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں، حضرت ابوعبیدہ بن جراحؓ کی قبر اردن میں ہے۔ جب وہ طاعون میں مبتلا ہوئے تو وہاں جتنے مسلمان تھے ان سب کو بلا کر فرمایا میں تمہیں وصیت کرنے لگا ہوں اگر تم اسے قبول کرو گے تو ہمیشہ خیر پر رہو گے، نماز کو قائم کرو، زکوۃ ادا کرو، رمضان کے روزے رکھو، صدقہ خیرات دو، حج اور عمرہ کرتے رہو، ایک دوسرے کو وصیت کرو، اپنے امیروں کی خیر خواہی کرو، ان کو دھوکہ نہ دو اور دنیا تمہیں اللہ کی یاد سے غافل نہ کرنے پائے۔ اگر کسی آدمی کو ہزار برس کی زندگی بھی مل جائے تو آخر اسے اسی جگہ جانا ہوگا جہاں آج تم مجھے جاتا ہوا دیکھ رہے ہو اللہ تعالیٰ نے تمام بنی آدم پر موت کو لکھ دیا ہے، لہٰذا ان سب کو مرنا ہے اور ان میں سب سے زیادہ عقلمند وہ ہے جو اپنے رب کی سب سے زیادہ اطاعت کرنے والا اور اپنی آخرت کے لئے سب سے زیادہ عمل کرنے والا ہے۔ والسلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ، اے معاذ بن جبل! آپ لوگوں کو نماز پڑھائیں اور پھر حضرت ابوعبیدہؓ کا انتقال ہو گیا پھر حضرت معاذؓ نے لوگوں میں کھڑے ہو کر فرمایا اے لوگو! تم اللہ کے سامنے اپنے گناہوں سے سچی توبہ کرو کیونکہ جو بندہ بھی گناہوں سے توبہ کر کے اللہ کے سامنے حاضر ہوگا تو اس کا اللہ پر یہ حق ہوگا کہ اللہ اس کے سارے گناہ معاف کر دے لیکن اس توبہ سے قرض معاف نہیں ہوگا وہ تو ادا ہی کرنا ہوگا کیونکہ بندہ اپنے قرضہ کے بدلے میں گروی رکھ دیا جائے گا تم میں سے جس نے اپنے بھائی کو چھوڑا ہوا ہے اسے چاہئے کہ وہ خود جا کر اپنے بھائی سے ملاقات کرے اور اس سے مصافحہ کرے کسی مسلمان کو اپنا بھائی تین دن سے زیادہ نہیں چھوڑنا چاہئے کیونکہ یہ بہت بڑا گناہ ہے۔[3]

۱۔ عند ابن السمعانی کذافی الکنز (ج ۸ ص ۲۳۶) ۲۔ اخرجہ ابو نعیم فی الحلیۃ (ج ۱ ص ۱۰۲) ۳۔ اخرجہ ابن عساکر کذافی منتخب الکنز (ج ۵ ص ۷۴)

حضرت ابوعبیدہ رضی اللہ عنہ نے فرمایا مومن کے دل کی مثال چڑیا جیسی ہے جو ہر دن نامعلوم کتنی مرتبہ ادھر ادھر پلٹتا رہتا ہے (اس لئے آدمی مشورہ کے تابع ہو کر چلے) ۔[1]

حضرت معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ کی نصیحتیں

حضرت محمد بن سیرین رحمتہ اللہ علیہ کہتے ہیں حضرت معاذ بن جبلؓ کے پاس ان کے ساتھی بیٹھے ہوئے تھے جو انہیں سلام کرنے اور رخصت کرنے آئے ہوئے تھے۔ اتنے میں حضرت معاذؓ کے پاس ایک آدمی آیا۔ حضرت معاذؓ نے اس سے فرمایا میں تمہیں دو باتوں کی وصیت کرتا ہوں اگر تم نے ان دونوں کی پابندی کی تو تم ہر شر اور فتنہ سے محفوظ رہو گے۔ دنیا کا جو تمہارا حصہ ہے اس کی بھی تمہیں ضرورت ہے اس کے بغیر بھی گزارہ نہیں لیکن تمہیں آخرت کے حصہ کی اس سے زیادہ ضرورت ہے، اس لئے دنیا کے حصے پر آخرت کے حصے کو ترجیح دو اور آخرت کا ایسا انتظام کرو کہ تم جہاں بھی جاؤ وہ تمہارے ساتھ جائے ۔[2]

حضرت عمرو بن میمون اودی رحمتہ اللہ علیہ کہتے ہیں حضرت معاذ بن جبلؓ نے ہم لوگوں میں کھڑے ہو کر فرمایا اے بنی اود! میں اللہ کے رسول ﷺ کا قاصد ہوں۔ اچھی طرح جان لو کہ سب کو لوٹ کر اللہ کے ہاں جانا ہے پھر جنت میں جانا ہوگا یا جہنم میں اور وہاں جا کر ہمیشہ رہنا ہوگا وہاں سے آگے کہیں جانا نہیں ہوگا اور ایسے جسموں میں ہم ہمیشہ رہیں گے جنہیں موت نہیں آئے گی ۔[3]

حضرت معاویہ بن قرہ رحمتہ اللہ علیہ کہتے ہیں حضرت معاذ بن جبلؓ نے اپنے بیٹے سے فرمایا جب تم نماز پڑھنے لگو تو دنیا سے جانے والے کی طرح نماز پڑھا کرو اور یوں سمجھا کرو کہ اب دوبارہ نماز پڑھنے کا موقع نہیں ملے گا اور اے میرے بیٹے! یہ بات جان لو کہ مومن جب مرتا ہے تو اس کے پاس دو قسم کی نیکیاں ہوتی ہیں ایک تو وہ نیکی جو اس نے آگے بھیج دی دوسری وہ جسے وہ دنیا میں چھوڑ کر جا رہا ہے یعنی صدقہ جاریہ ۔[4]

حضرت عبداللہ بن سلمہ رحمتہ اللہ علیہ کہتے ہیں ایک آدمی نے حضرت معاذ بن جبلؓ کی خدمت میں عرض کیا مجھے کچھ سکھا دیں فرمایا تم میری بات مانو گے؟ اس نے کہا مجھے تو آپ کی بات ماننے کا بہت شوق ہے فرمایا کبھی روزہ رکھا کرو کبھی افطار کیا کرو اور رات کو کبھی نماز پڑھا کرو اور کبھی سو جایا کرو اور کمائی کرو اور گناہ نہ کرو اور تم پوری کوشش کرو کہ تمہاری موت مسلمان ہونے

---

[1] اخرجه ابونعيم في الحلية (ج ۱ ص ۱۰۲) [2] اخرجه ابونعيم في الحلية (ج ۱ ص ۲۳۴)
[3] اخرجه ابونعيم في الحلية (ج ۱ ص ۲۳٦) [4] اخرجه ابونعيم في الحلية (ج ۱ ص ۲۳۴)

کی حالت میں آئے اور مظلوم کی بددعا سے بچو۔[۱]

حضرت معاذ بن جبلؓ نے فرمایا تین کام ایسے ہیں جو انہیں کرے گا وہ اپنے آپ کو بیزاری اور نفرت کے لئے پیش کرے گا یعنی لوگ اس سے بیزار ہو کر نفرت کریں گے بغیر تعجب کی بات کے ہنسنا اور بغیر جاگے رات بھر سونا اور بغیر بھوک کے کھانا۔[۲]

حضرت معاذ بن جبلؓ نے فرمایا تنگدستی کی آزمائش سے تم لوگوں کا امتحان لیا گیا اس میں تو تم کامیاب ہوگئے تم نے صبر سے کام لیا اب خوشحالی کی آزمائش میں ڈال کر تمہارا امتحان لیا جائے گا اور مجھے تم پر سب سے زیادہ ڈر عورتوں کی آزمائش کا ہے جب وہ سونے چاندی کے کنگن پہن لیں گی اور شام کی باریک اور یمن کی پھولدار چادریں پہن لیں گی تو وہ مالدار مرد کو تھکا دیں گی اور فقیر مرد کے ذمہ ایسی چیزیں لگا دیں گی جو اسے میسر نہیں ہوں گی۔[۳]

حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کی نصیحتیں

حضرت ابن مسعودؓ نے فرمایا مجھے اس آدمی پر بہت غصہ آتا ہے جو مجھے فارغ نظر آتا ہے نہ آخرت کے کسی عمل میں لگا ہوا ہے اور نہ دنیا کے کسی کام میں۔[۴] حضرت ابن مسعودؓ نے فرمایا مجھے تم میں سے کوئی آدمی ایسا نہیں ملنا چاہئے جو رات کو مردہ پڑا رہے اور دن کو قطرب کیڑے کی طرح پھدکتا پھرے۔ یعنی رات بھر تو پڑا سوتا رہے اور دن بھر کے کاموں میں خوب بھاگ دوڑ کرے۔[۵]

حضرت عبداللہ رضی اللہ عنہ نے فرمایا دنیا کا صاف حصہ تو چلا گیا اور گدلا حصہ رہ گیا ہے لہٰذا آج تو موت ہر مسلمان کے لئے تحفہ ہے۔[۶] ایک روایت میں یہ ہے کہ دنیا تو پہاڑ کی چوٹی کے تالاب کی طرح ہے جس کا صاف حصہ جا چکا ہو اور گدلا حصہ رہ گیا ہو۔[۷]

حضرت عبداللہؓ نے فرمایا غور سے سنو! وہ ناگوار اور ناپسندیدہ چیزیں کیا ہی اچھی ہیں ایک موت اور دوسری فقیری۔ اور اللہ کی قسم! انسان کی دو ہی حالتیں ہوتی ہیں یا مالداری یا فقیری۔ اور مجھے اس کی کوئی پرواہ نہیں ہے کہ ان دونوں میں سے کونسی حالت میں مجھے مبتلا کیا جائے۔ اگر مالداری کی حالت ہوگی تو میں اپنے مال کے ذریعہ سے لوگوں کے ساتھ غمخواری اور مہربانی کا معاملہ کروں گا (اور یوں اللہ کا حکم پورا کروں گا) اور اگر فقیری کی حالت ہوگی تو صبر کروں گا (اور

۱۔ اخرجه ابونعیم فی الحلیة (ج ۱ ص ۲۳۳) ۲۔ اخرجه ابونعیم فی الحلیة (ج ۱ ص ۲۳۷)
۳۔ اخرجه ابونعیم فی الحلیة (ج ۱ ص ۲۳۶) ۴۔ اخرجه ابونعیم فی الحلیة (ج ۱ ص ۱۳۰) و اخرجه عبدالرزاق عنه نحوه کما فی الکنز (ج ۸ ص ۲۳۲)
۵۔ عند ابی نعیم فی الحلیة ۶۔ اخرجه ابونعیم فی الحلیة (ج ۱ ص ۱۳۱)
۷۔ عنده ایضا (ج ۱ ص ۱۳۲)

یوں اللہ کا حکم پورا کروں گا) ۔[1]

حضرت عبداللہ رضی اللہ عنہ نے فرمایا کوئی بندہ اس وقت تک ایمان کی حقیقت تک نہیں پہنچ سکتا جب تک وہ ایمان کی چوٹی تک نہ پہنچ جائے اور اس وقت تک ایمان کی چوٹی تک نہیں پہنچ سکتا جب تک کہ اس کے نزدیک فقیری مالداری سے اور چھوٹا بننا بڑا بننے سے زیادہ محبوب نہ ہو جائے اور اس کی تعریف کرنے والا اور اس کی بڑائی کرنے والا دونوں اس کے نزدیک برابر نہ ہو جائیں (نہ تعریف سے اثر لے اور نہ بڑائی سے) حضرت عبداللہؓ کے شاگردوں نے اس کی وضاحت کرتے ہوئے بتایا کہ اس کا مطلب یہ ہے کہ حلال کمائی کے ساتھ فقیری حرام کمائی کی مالداری سے اور اللہ کی اطاعت کرتے ہوئے چھوٹا بننا اللہ کی نافرمانی کے ساتھ بڑا بننے سے زیادہ محبوب ہو اور حق بات میں تعریف کرنے والا اور برائی کرنے والا برابر ہو ۔[2]

حضرت ابن مسعودؓ نے فرمایا اس اللہ کی قسم جس کے سوا کوئی معبود نہیں! جو بندہ اسلام کی حالت پر صبح اور شام کرتا ہے کوئی دنیاوی مصیبت اس کا نقصان نہیں کر سکتی ۔[3]

حضرت حجیرہ رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں حضرت عبداللہ بن مسعودؓ جب بیان کے لئے بیٹھتے تو فرماتے تم سب دن اور رات کی گزرگاہ میں ہو تمہاری عمریں کم ہو رہی ہیں اور سارے اعمال حفاظت سے رکھے جا رہے ہیں اور موت اچانک آئے گی جو خیر بوئے گا وہ اپنی پسند کی چیز کاٹے گا اور جو شر بوئے گا وہ ندامت و حسرت کاٹے گا۔ انسان جیسا بوئے گا ویسا اسے ملے گا (اور ہر انسان کو اس کے مقدر کا ضرور مل کر رہے گا لہٰذا) سست آدمی کے مقدر میں جو لکھا ہوا ہے وہ اسے مل کر رہے گا اور کوئی تیز آدمی اس سے آگے بڑھ کر اس کے مقدر کا نہیں لے سکتا اور خوب زیادہ کوشش کرنے والا انسان وہ چیز حاصل نہیں کر سکتا جو اس کے مقدر میں نہیں ہے اور جسے کوئی خیر ملتی ہے وہ اللہ کے دینے سے ہی ملتی ہے اور جس کے کسی شر سے حفاظت ہوتی ہے وہ اللہ ہی کے کرنے سے ہوتی ہے متقی لوگ ہی سردار ہوتے ہیں اور فقہاء لوگ امت کے قائد ہیں ان کے ساتھ بیٹھنے سے دین کی سمجھ بڑھتی ہے ۔[4]

حضرت ابن مسعودؓ فرماتے ہیں تم میں سے ہر ایک مسلمان ہے اور اس کے پاس جتنا مال ہے وہ سب اسے عاریت پر ملا ہے اور مہمان نے ہر حال میں آگے جانا ہی ہوتا ہے اور عاریت پر

---

[1] اخرجه ابو نعيم فى الحلية (ج ١ ص ١٣٢) [2] اخرجه ابو نعيم فى الحلية (ج ١ ص ١٣٢) و اخرجه احمد عنه مثله كما فى صفة الصفوة (ج ١ ص ١٦٤)

[3] اخرجه ابو نعيم فى الحلية (ج ١ ص ١٣٢)

[4] اخرجه ابو نعيم فى الحلية (ج ١ ص ١٣٣) عن عبدالرحمن بن حجيرة عن ابيه و اخرجه الامام احمد عن عبدالرحمن بن حجيرة عن ابيه عن ابن مسعود رضى الله عنه انه كان يقول اذا قعد انكم فذكر مثله كما فى صفة الصفوة (ج ١ ص ١٦١)

مانگی ہوئی چیز اس کے مالک کو واپس کرنی ہی پڑتی ہے۔[1]

حضرت عبدالرحمٰن بن عبداللہ بن مسعودؓ کہتے ہیں کہ ایک آدمی نے میرے والد (حضرت عبداللہ بن مسعودؓ) کی خدمت میں آ کر عرض کیا کہ مجھے ایسے کارآمد کلمات سکھا دیں جو مختصر ہوں لیکن ان کے معنی زیادہ ہوں فرمایا اللہ کی عبادت کرو اور اس کے ساتھ کسی کو شریک نہ کرو اور قرآن کے تابع بنو وہ جدھر چلے تم بھی ادھر کو اس کے ساتھ چلو اور جو بھی تمہارے پاس حق لے کر آئے تم اسے قبول کرو چاہے وہ لے کر آنے والا دور کا یعنی دشمن ہو اور تمہیں ناپسند ہو اور جو بھی تمہارے پاس باطل اور غلط بات لے کر آئے اسے رد کر دو چاہے وہ لے کر آنے والا تمہارا محبوب اور رشتہ دار یا دوست ہو۔[2]

حضرت ابو مسعودؓ نے فرمایا حق (نفس پر) بھاری ہوتا ہے لیکن اس کا انجام اچھا ہوتا ہے اور باطل ہلکا لگتا ہے لیکن اس کا انجام برا ہوتا ہے اور انسان کی بہت سی خواہشیں ایسی ہوتی ہیں کہ جن کے نتیجے میں انسان کو بڑے لمبے غم اٹھانے پڑتے ہیں۔[3]

حضرت ابن مسعودؓ نے فرمایا کبھی دلوں میں نیک اعمال کا بڑا شوق اور جذبہ ہوتا ہے اور کبھی شوق اور جذبہ بالکل نہیں رہتا تو جب دل میں شوق اور جذبہ ہو تو اسے تم لوگ غنیمت سمجھو اور جب شوق اور جذبہ بالکل نہ ہو تو دل کو اس کے حال پر چھوڑ دو۔[4]

حضرت منذر رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں کچھ چودھری صاحبان حضرت عبداللہ بن مسعودؓ کی خدمت میں حاضر ہوئے تو ان کی موٹی موٹی گردنیں اور جسمانی صحت دیکھ کر لوگ تعجب کرنے لگے۔ حضرت عبداللہؓ نے فرمایا تمہیں بعض ایسے کافر نظر آئیں گے جن کی جسمانی صحت سب سے زیادہ اچھی ہوگی لیکن ان کے دل سب سے زیادہ بیمار ہوں گے اور تمہیں بعض ایسے مومن ملیں گے جن کے دل سب سے زیادہ تندرست ہوں گے لیکن ان کے جسم سب سے زیادہ بیمار ہوں گے۔ اللہ کی قسم! اگر تمہارے دل تو بیمار ہوں (ان میں کفر و شرک کی بیماریاں ہوں) لیکن تمہارے جسم خوب صحتمند ہوں تو اللہ کی نگاہ میں تمہارا درجہ گندگی کے کیڑے سے بھی کم ہوگا۔[5]

حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ نے فرمایا اللہ کی ملاقات کے بغیر مومن کو چین نہیں آ سکتا اور جس کا چین اور راحت اللہ کی ملاقات میں ہے تو سمجھ لو اس کی اللہ سے ملاقات ہوگئی۔[6]

حضرت ابن مسعودؓ نے فرمایا تم میں سے کوئی آدمی دین میں کسی زندہ انسان کے پیچھے ہرگز نہ چلے کیونکہ زندہ آدمی کا کیا اعتبار نہ معلوم کب تک ایمان کی حالت میں رہے اور کب کافر

۱۔ اخرجه ابونعيم فى الحلية (ج ۱ ص ۱۳۴)
۲۔ اخرجه ابونعيم فى الحلية (ج ۱ ص ۱۳۴)
۳۔ اخرجه ابونعيم (ج ۱ ص ۱۳۴)
۴۔ اخرجه ابونعيم (ج ۱ ص ۱۳۴)
۵۔ اخرجه ابونعيم (ج ۱ ص ۱۳۵)
۶۔ اخرجه ابونعيم فى الحلية (ج ۱ ص ۱۳۶)

ہو جائے (خود براہ راست قرآن وحدیث سے تم اپنے لئے دینی رہنمائی حاصل کرو اور کسی کے پیچھے نہ چلو لیکن اگر ایسا نہ کر سکو) اور تم ضرور ہی کسی دوسرے کی امید کی اقتداء کرنا چاہو تو پھر ان لوگوں کی اقتداء کرو جو دنیا سے جا چکے ہیں کیونکہ زندہ آدمی کے بارے میں کوئی اطمینان نہیں کہ کب کس فتنہ میں مبتلا ہو جائے۔[1]

حضرت ابن مسعودؓ نے فرمایا تم میں سے کوئی آدمی ہرگز اِمَّعَہ نہ بنے لوگوں نے پوچھا اے ابوعبدالرحمٰن! امعہ کون ہوتا ہے؟ فرمایا امعہ وہ ہوتا ہے (جس کی اپنی عقل سمجھ کچھ نہ ہو اور) یوں کہے کہ میں تو لوگوں کے ساتھ ہوں۔ اگر یہ ہدایت والے راستہ پر چلیں گے تو میں بھی ہدایت والے راستہ پر چلوں گا اور اگر یہ گمراہی والے راستہ پر چلیں گے تو میں بھی گمراہی والے راستہ پر چلوں گا۔ غور سے سنو! تم میں سے ہر آدمی اپنے دل کو اس پر ضرور پکا رکھے کہ اگر ساری دنیا کے لوگ بھی کافر ہو جائیں تو بھی وہ کفر اختیار نہیں کرے گا۔[2]

حضرت ابن مسعودؓ نے فرمایا تین باتوں پر میں قسم کھاتا ہوں بلکہ چوتھی بات پر بھی قسم کھالوں تو میں اس قسم میں سچا ہوں گا۔ جس آدمی کا اسلام میں حصہ ہے اسے اللہ تعالیٰ اس آدمی جیسا نہیں بنائیں گے جس کا اسلام میں کوئی حصہ نہ ہو اور یہ ہرگز نہیں ہو سکتا کہ اللہ تعالیٰ کسی بندے سے دنیا میں محبت کریں اور قیامت کے دن اسے کسی دوسرے کے سپرد کر دیں اور آدمی دنیا میں جن لوگوں سے محبت کرے گا قیامت کے دن انہی کے ساتھ آئے گا اور چوتھی بات جس پر میں قسم کھاؤں تو میں سچا ہوں گا وہ یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ دنیا میں جس کی پردہ پوشی کریں گے آخرت میں بھی اس کی پردہ پوشی ضرور کریں گے۔[3]

حضرت عبداللہؓ نے فرمایا جو دنیا کو چاہے گا وہ آخرت کا نقصان کرے گا اور جو آخرت کو چاہے گا وہ دنیا کا نقصان کرے گا، لہٰذا ہمیشہ باقی رہنے والی آخرت کی وجہ سے فانی دنیا کا نقصان کرلو (لیکن آخرت کا نہ کرو)۔[4]

حضرت ابن مسعودؓ نے فرمایا سب سے سچی بات اللہ کی کتاب ہے اور سب سے مضبوط حلقہ تقویٰ کا کلمہ ہے اور سب سے بہترین ملت حضرت ابراہیم علیہ السلام کی ملت ہے اور سب سے عمدہ طریقہ حضرت محمد ﷺ کا طریقہ ہے اور سب سے بہترین سیرت انبیاء علیہم السلام والی سیرت ہے اور سب سے اعلیٰ بات اللہ کا ذکر ہے اور بہترین قصے قرآن میں ہیں اور بہترین کام وہ ہیں جن کا انجام بہترین ہو اور سب سے برے کام وہ ہیں جو نئے گھڑے جائیں اور جو مال کم ہو لیکن انسان کی ضروریات کے لئے کافی ہو وہ اس مال سے بہتر ہے جو زیادہ ہو اور انسان کو اللہ

۱؎ اخرجه ابو نعيم في الحلية (ج ١ ص ١٣٦) ۲؎ عند ابي نعيم ايضا
۳؎ اخرجه ابو نعيم في الحلية (ج ١ ص ١٣٧) ۴؎ اخرجه ابو نعيم في الحلية (ج ١ ص ١٣٨)

ہے اور آخرت سے غافل کردے تم کسی جان کو (برے کاموں سے اور ظلم سے) بچالو یہ تمہارے لئے اس امارت سے بہتر ہے جس میں تم عدل وانصاف سے کام نہ لے سکو اور موت کے وقت کی ملامت سب سے بری ملامت ہے اور قیامت کے دن کی شرمندگی سب سے بری شرمندگی ہے اور ہدایت ملنے کے بعد گمراہ ہو جانا سب سے بری گمراہی ہے اور دل کا غنا سب سے بہترین غنا ہے (پیسہ پاس نہ ہو لیکن دل غنی ہو) اور سب سے بہترین توشہ تقویٰ ہے اور اللہ تعالیٰ دل میں جتنی باتیں ڈالتے ہیں ان میں سب سے بہترین بات یقین ہے اور شک کرنا کفر میں شامل ہے اور دل کا اندھا پن سب سے برا اندھا پن ہے اور شراب تمام گناہوں کا مجموعہ ہے اور عورتیں شیطان کا جال ہیں اور جوانی پاگل پن کی ایک قسم ہے اور میت پر نوحہ کرنا جاہلیت کے کاموں میں سے ہے اور بعض لوگ جمعہ میں سب سے آخر میں آتے ہیں اور صرف زبان سے اللہ کا ذکر کرتے ہیں دل بالکل متوجہ نہیں ہوتا اور سب سے بڑی خطا جھوٹ بولنا ہے اور مسلمان کو گالی دینا فسق ہے اور اس سے جنگ کرنا کفر ہے اور اس کے مال کا احترام کرنا اسی طرح ضروری ہے جس طرح اس کے خون کا احترام کرنا۔ جو لوگوں کو معاف کرے گا اللہ اسے معاف کرے گا جو غصہ پی جائے۔ اللہ اسے اجر دے گا اور جو اوروں سے درگزر کرے گا اللہ اس سے درگزر کرے گا اور جو مصیبت پر صبر کرے گا اللہ اسے بہت عمدہ بدلہ دیں گے اور سب سے بری کمائی سود کی ہے اور سب سے برا کھانا یتیم کا مال ہے اور خوش قسمت وہ ہے جو دوسروں سے نصیحت حاصل کرے اور بدقسمت وہ ہے جو ماں کے پیٹ میں ازل سے بدبخت ہو گیا ہو اور تم میں سے ہر ایک کو اتنا کافی ہے جس سے اس کے دل میں قناعت پیدا ہو جائے۔ تم میں سے ہر ایک کو بالآخر چار ہاتھ جگہ یعنی قبر میں جانا ہے اور اصل معاملہ آخرت کا ہے اور عمل کا دارومدار اس کے انجام پر ہے اور سب سے بری روایتیں جھوٹی روایتیں ہیں اور سب سے اعلیٰ موت شہادت والی موت ہے اور جو اللہ کی آزمائش کو پہچانتا ہے وہ اس پر صبر کرتا ہے اور جو نہیں پہچانتا وہ اس کا انکار کرتا ہے اور جو بڑا بنتا ہے اللہ اسے نیچا کرتے ہیں۔ جو دنیا سے دوستی کرتا ہے دنیا اس کے قابو میں نہیں آتی۔ جو شیطان کی بات مانے گا وہ اللہ کی نافرمانی کرے گا جو اللہ کی نافرمانی کرے گا اللہ اسے عذاب دیں گے۔[1]

حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ نے فرمایا جو دنیا میں دکھاوے کی وجہ سے عمل کرے گا اللہ قیامت کے دن اس کے گناہ اور عیوب لوگوں کو دکھائیں گے اور جو دنیا میں شہرت کے لئے عمل کرے گا اللہ اس کے گناہ قیامت کے دن لوگوں کو سنائیں گے اور جو بڑا بننے کے لئے خود کو اونچا کرے گا اللہ اسے نیچا کریں گے اور جو عاجزی کی وجہ خود کو نیچا کرے گا اللہ تعالیٰ اسے بلند کردیں گے۔[2]

۱۔ اخرجه ابونعيم في الحلية (ج ١ ص ١٣٨)

۲۔ اخرجه ابونعيم في الحلية (ج ١ ص ١٣٨)

حضرت سلمان فارسی رضی اللہ عنہ کی نصیحتیں

حضرت جعفر بن برقان رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں ہمیں یہ بات پہنچی کہ حضرت سلمان فارسیؓ فرمایا کرتے تھے کہ مجھے تین آدمیوں پر ہنسی آتی ہے اور تین چیزوں سے رونا آتا ہے ایک تو اس آدمی پر ہنسی آتی ہے جو دنیا کی امیدیں لگا رہا ہے، حالانکہ موت اسے تلاش کر رہی ہے۔ دوسرے اس آدمی پر جو غفلت میں پڑا ہوا ہے اور اس سے غفلت نہیں برتی جا رہی یعنی فرشتے اس کا ہر برا عمل لکھ رہے ہیں اور اسے ہر عمل کا بدلہ ملے گا۔ تیسرے منہ بھر کر ہنسنے والے پر جسے معلوم نہیں ہے کہ اس نے اپنے رب کو خوش کر رکھا ہے یا ناراض۔ اور مجھے تین چیزوں سے رونا آتا ہے پہلی چیز محبوب دوستوں یعنی حضرت محمد ﷺ اور ان کی جماعت کی جدائی دوسری موت کی سختی کے وقت آخرت کے نظر آنے والے مناظر کی ہولناکی تیسری اللہ رب العالمین کے سامنے کھڑا ہونا جبکہ مجھے یہ معلوم نہیں ہوگا کہ میں جہنم میں جاؤں گا یا جنت میں۔[1]

حضرت سلمان رضی اللہ عنہ نے فرمایا جب اللہ تعالیٰ کسی بندے کے ساتھ برائی اور ہلاکت کا ارادہ فرماتے ہیں تو اس سے حیا نکال لیتے ہیں جس کا نتیجہ یہ ہوتا ہے کہ تم دیکھو گے کہ لوگ بھی اس سے بغض رکھتے ہیں اور وہ بھی لوگوں سے بغض رکھتا ہے۔ جب وہ ایسا ہو جاتا ہے تو پھر اس سے رحم کرنے اور ترس کھانے کی صفت نکال دی جاتی ہے جس کا نتیجہ یہ ہوتا ہے کہ تم دیکھو گے کہ وہ بد اخلاق، اکھڑ طبیعت اور سخت دل ہو گیا ہے جب وہ ایسا ہو جاتا ہے تو پھر اس سے امانتداری کی صفت چھین لی جاتی ہے جس کا نتیجہ یہ ہوتا ہے کہ تم دیکھو گے وہ لوگوں سے خیانت کرتا ہے اور لوگ بھی اس سے خیانت کرتے ہیں جب وہ ایسا ہو جاتا ہے تو پھر اسلام کا پٹہ اس کی گردن سے اتار لیا جاتا ہے اور پھر اللہ اور اس کی مخلوق بھی اس پر لعنت کرتی ہے اور وہ بھی دوسروں پر لعنت کرتا ہے۔[2]

حضرت سلمان رضی اللہ عنہ نے فرمایا اس دنیا میں مومن کی مثال اس بیمار جیسی ہے جس کا طبیب اور معالج اس کے ساتھ ہو جو اس کی بیماری اور اس کے علاج دونوں کو جانتا ہو۔ جب اس کا دل کسی ایسی چیز کو چاہتا ہے جس میں اس کی صحت کا نقصان ہو تو وہ معالج اسے اس سے منع کر دیتا ہے اور کہہ دیتا ہے اس کے قریب بھی نہ جاؤ کیونکہ اگر تم نے اسے کھایا تو یہ تمہیں ہلاک کر دے گی اسی طرح وہ معالج اسے نقصان دہ چیز سے روکتا رہتا ہے، یہاں تک کہ وہ بالکل تندرست ہو جاتا ہے اور اس کی بیماری ختم ہو جاتی ہے اسی طرح مومن کا دل بہت سی ایسی دنیاوی چیزوں کو چاہتا رہتا ہے جو دوسروں کو اس سے زیادہ دی گئی ہیں لیکن اللہ تعالیٰ موت تک اسے ان

۱۔ اخرجه ابو نعیم فی الحلیة (ج ۱ ص ۲۰۷) ۲۔ اخرجه ابو نعیم فی الحلیة (ج ۱ ص ۲۰۳)

سے منع کرتے رہتے ہیں اور ان چیزوں کو اس سے دور کرتے رہتے ہیں اور مرنے کے بعد اسے جنت میں داخل کر دیتے ہیں۔[1]

حضرت یحییٰ بن سعید رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں حضرت ابوالدرداءؓ (دمشق میں رہتے تھے انہوں) نے حضرت سلمان فارسیؓ کو خط لکھا کہ آپ (دمشق کی) پاک سرزمین میں تشریف لے آئیں حضرت سلمانؓ نے انہیں جواب میں لکھا کہ زمین کسی کو پاک نہیں بناتی انسان تو اپنے عمل سے پاک اور مقدس بنتا ہے اور مجھے یہ بات پہنچی ہے کہ آپ کو وہاں طبیب (یعنی قاضی) بنا دیا گیا ہے۔ اگر آپ کے ذریعہ سے بیماروں کو صحت مل رہی ہے یعنی آپ عدل وانصاف والے فیصلے کر رہے ہیں تو پھر تو بہت اچھی بات ہے شاباش ہو آپ کو اور اگر آپ کو طب نہیں آتی اور زبردستی حکیم وطبیب بنے ہوئے ہیں تو پھر آپ کسی انسان کو (غلط فیصلہ کر کے) مار ڈالنے سے بچیں ورنہ آپ کو جہنم میں جانا ہوگا، چنانچہ حضرت ابوالدرداءؓ جب بھی دو آدمیوں میں فیصلہ کرتے اور وہ دونوں پشت پھیر کر جانے لگتے تو انہیں دیکھ کر فرماتے میں تو اللہ کی قسم! اناڑی حکیم ہوں تم دونوں میرے پاس آ کر اپنا سارا قصہ دوبارہ سناؤ (یعنی بار بار تحقیق کر کے فیصلہ کرتے)۔[2]

حضرت ابوالدرداء رضی اللہ عنہ کی نصیحتیں

حضرت حسان بن عطیہ رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں حضرت ابوالدرداءؓ فرمایا کرتے تھے تم لوگ اس وقت تک خیر پر رہو گے جب تک کہ تم اپنے بھلے لوگوں سے محبت کرتے رہو گے اور تم میں حق بات کہی جائے اور تم اسے پہچانتے رہو گے کیونکہ حق بات کو پہچاننے والا حق پر عمل کرنے والے کی طرح شمار ہوتا ہے۔[3]

حضرت ابوالدرداءؓ نے فرمایا تم لوگوں کو ان چیزوں کا مکلف نہ بناؤ جن کے وہ (اللہ کی طرف سے) مکلف نہیں ہیں لوگوں کا رب تو ان کا محاسبہ نہ کرے اور تم ان کا محاسبہ کرو، یہ ٹھیک نہیں۔ اے ابن آدم! تو اپنی فکر کر کیونکہ جو لوگوں میں نظر آنے والے عیوب تلاش کرے گا اس کا غم لمبا ہوگا اور اس کا غصہ ٹھنڈا نہیں ہو سکے گا۔[4]

حضرت ابوالدرداء رضی اللہ عنہ نے فرمایا اللہ کی عبادت اس طرح کرو کہ گویا تم اسے دیکھ

۱؎ اخرجه ابونعيم في الحلية (ج ۱ ص ۲۰۷) ۲؎ اخرجه ابونعيم فى الحلية (ج ۱ ص ۲۰۵)
۳؎ اخرجه ابونعيم فى الحلية (ج ۱ ص ۲۱۰) و اخرجه البيهقى فى شعب الايمان و ابن عساكر عن ابى الدرداء مثله كما فى الكنز (ج ۸ ص ۲۲۴) ۴؎ اخرجه ابونعيم فى الحلية (ج ۱ ص ۲۱۱)

رہے ہو اور اپنے آپ کو مردوں میں شمار کرو اور جان لو کہ تھوڑا مال جو تمہاری ضروریات کے لئے کافی ہو وہ اس زیادہ مال سے بہتر ہے جو تمہیں اللہ سے غافل کر دے اور یہ بھی جان لو کہ نیکی کبھی پرانی نہیں ہوتی اور گناہ بھلایا نہیں جاتا۔[1]

حضرت ابوالدرداء ؓ نے فرمایا خیر یہ نہیں ہے کہ تمہارا مال یا تمہاری اولاد زیادہ ہو جائے بلکہ خیر یہ ہے کہ تمہاری بردباری بڑھ جائے اور تمہارا علم زیادہ ہو اور تم اللہ کی عبادت میں لوگوں سے آگے نکلنے میں مقابلہ کرو اگر تم نیکی کرو تو اللہ کی تعریف کرو اور اگر کوئی برا کام ہو جائے تو اللہ سے استغفار کرو۔[2]

حضرت سالم بن ابی الجعد رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں حضرت ابوالدرداء ؓ نے فرمایا آدمی کو اس سے بچتے رہنا چاہئے کہ مومنوں کے دل اس سے نفرت کرنے لگ جائیں اور اسے پتہ بھی نہ چلے پھر فرمایا کیا تم جانتے ہو ایسا کیوں ہوتا ہے؟ میں نے کہا نہیں۔ فرمایا بندہ خلوت میں اللہ کی نافرمانیاں کرتا ہے اس وجہ سے اللہ تعالیٰ اس کی نفرت مومنوں کے دل میں ڈال دیتے ہیں اور اسے پتہ بھی نہیں چلتا۔[3]

حضرت ابوالدرداء ؓ فرماتے تھے ایمان کی چوٹی اللہ کے فیصلے کی وجہ سے پیش آنے والی تکلیفوں پر صبر کرنا اور تقدیر پر راضی ہونا اور توکل میں مخلص ہونا اور اللہ کی ہر بات کو بے چون و چرا مان لینا اور اللہ کے سامنے گردن جھکا لینا ہے۔[4]

حضرت ابوالدرداء ؓ فرماتے تھے ہلاکت ہو اس شخص کے لئے جو بہت زیادہ مال جمع کرنے والا ہو اور مال کے لالچ میں اس طرح منہ پھاڑے ہوئے ہو کہ گویا پاگل ہو گیا ہے اور لوگوں کے پاس جو دنیا ہے بس اسے دیکھتا رہتا ہے کہ کسی طرح مجھے مل جائے اور جو اپنے پاس ہے نہ اسے دیکھتا ہے اور نہ اس پر شکر کرتا ہے اگر اس کے بس میں ہو تو رات کو بھی دن سے ملا دے یعنی دن کو تو کماتا ہے اس کا بس چلے تو وہ رات کو بھی کمایا کرے۔ اس کے لئے ہلاکت ہو اس کا حساب بھی سخت ہوگا اور اس پر عذاب بھی سخت ہوگا۔[5]

حضرت ابوالدرداء رضی اللہ عنہ فرماتے تھے اے دمشق والو! کیا تمہیں شرم نہیں آتی؟ اتنا مال جمع کر رہے ہو جسے تم کھا نہیں سکتے اور اتنے گھر بنا رہے ہو جن میں تم رہ نہیں سکتے اور اتنی بڑی امیدیں لگا رہے ہو جن تک تم پہنچ نہیں سکتے اور تم سے پہلے قوموں کی قومیں مال جمع کر کے محفوظ کر لیتی تھیں اور انہوں نے بڑی لمبی امیدیں لگا رکھی تھیں اور بڑی مضبوط عمارتیں بنائیں تھیں

۱؎ اخرجه ابو نعیم فی الحلیة (ج ۱ ص ۲۱۲) ۲؎ اخرجه ابو نعیم فی الحلیة (ج ۱ ص ۲۱۲)
۳؎ اخرجه ابو نعیم (ج ۱ ص ۲۱۵) ۴؎ اخرجه ابو نعیم فی الحلیة (ج ۱ ص ۲۱۶)
۵؎ اخرجه ابو نعیم فی الحلیة (ج ۱ ص ۲۱۷)

لیکن اب وہ سب ہلاک ہو چکی ہیں اوران کی امیدیں دھوکہ ثابت ہوئیں اوران کے گھر قبر بن چکے ہیں یہ قومِ عاد ہے جن کے مال اور اولاد سے عدن سے عمان تک کا سارا علاقہ بھرا ہوا تھا لیکن اب مجھ سے عاد کا سارا ترکہ دو درہم میں خریدنے کے لئے کون تیار ہے؟ ا حضرت عون بن عبداللہ رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں جب حضرت ابوالدرداءؓ نے دیکھا کہ مسلمانوں نے غوطہ میں نئی عمارتیں بنالی ہیں اور نئے نئے باغات لگالئے ہیں تو ان کی مسجد میں کھڑے ہوکر بلند آواز سے اعلان فرمایا اے دمشق والو! تو تمام دمشق والے ان کے پاس جمع ہو گئے۔ انہوں نے اللہ کی حمد و ثناء بیان کی پھر فرمایا کیا تمہیں شرم نہیں آتی پھر پچھلی حدیث جیسا مضمون ذکر کیا۔ ۲

حضرت صفوان بن عمرو رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں حضرت ابوالدرداءؓ فرمایا کرتے تھے اے مال والو! اپنے مال کو صدقہ وغیرہ میں خرچ کر کے اپنی کھالوں کے لئے آخرت کی ٹھنڈک کا انتظام کرلو (صدقہ وغیرہ کرنے سے تم لوگ جہنم کی گرمی سے بچ جاؤ گے) مبادا کہ تمہاری موت کا وقت قریب آجائے اور تمہارے مال میں ہم اور تم برابر ہو جائیں تم اپنے مال کو دیکھ رہے ہو اور ہم بھی تمہارے ساتھ اسے دیکھ رہے ہیں (اس وقت تم اپنے مال کو صرف دیکھ سکو گے خرچ نہیں کرسکو گے) حضرت ابوالدرداءؓ نے فرمایا مجھے تم پر اس بات کا ڈر ہے کہ تم چھپی ہوئی خواہش کی وجہ سے نعمت استعمال کرو گے تو وہ نعمت تمہیں غفلت میں ڈال دے گی اور یہ اس وقت ہوگا جب تم کھانا پیٹ بھر کر کھاؤ گے لیکن علم سے بھوکے رہو گے اسے کچھ بھی حاصل نہیں کرو گے۔ یہ بھی فرمایا تم میں سب سے بہتر وہ ہے جو اپنے ساتھی سے یہ کہے آؤ مرنے سے پہلے ہم روزے رکھ لیں اور تم میں سب سے برا وہ ہے جو اپنے ساتھی سے یہ کہے آؤ مرنے سے پہلے ہم کھا پی لیں اور کھیل تماشہ کرلیں۔ ایک دفعہ حضرت ابوالدرداءؓ کا چند لوگوں پر گزر ہوا جو مکان بنا رہے تھے تو ان سے فرمایا تم دنیا میں نئی نئی عمارتیں کھڑی کر رہے ہو حالانکہ اللہ تو اس کے اجاڑنے کا ارادہ کئے ہوئے ہیں اور اللہ جس چیز کا ارادہ کر لیتے ہیں اسے وجود میں ضرور لے آتے ہیں اور اس میں کوئی رکاوٹ نہیں بن سکتا۔ حضرت مکحول رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں حضرت ابوالدرداءؓ اجاڑ جگہیں تلاش کیا کرتے تھے اور جب کوئی اجاڑ جگہ مل جاتی تو فرماتے اے رہنے والوں کو اجاڑنے والی اجاڑ جگہ! تجھ میں بسنے والے پہلے لوگ کہاں ہیں؟ ۳

حضرت ابوالدرداءؓ نے فرمایا تین چیزیں مجھے بہت پسند ہیں لیکن عام لوگوں کو پسند نہیں ہیں فقر، بیماری اور موت۔ ۴ اور یہ بھی فرمایا اپنے رب کی ملاقات کے شوق کی وجہ سے مجھے موت

۱۔ اخرجه ابو نعيم في الحلية (ج ۱ ص ۲۱۷)
۲۔ اخرجه ابن ابي حاتم كما في التفسير لابن كثير (ج ۲ ص ۳۴۱)
۳۔ اخرجه ابو نعيم في الحلية (ج ۱ ص ۲۱۸) ۴۔ اخرجه ابو نعيم في الحلية (ج ۱ ص ۲۱۷)

سے محبت ہے اور اپنے رب کے سامنے عاجزی ظاہر کرنے کی وجہ سے مجھے فقر سے محبت ہے اور گناہوں کے لئے کفارہ ہونے کی وجہ سے مجھے بیماری سے محبت ہے۔[۱]

حضرت شرحبیل رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں حضرت ابوالدرداءؓ جب کوئی جنازہ دیکھتے تو فرماتے تم صبح کو جارہے ہو شام کو ہم بھی تمہارے پاس آجائیں گے یا تم شام کو جارہے ہو، صبح کو ہم بھی آجائیں گے۔ جنازہ ایک زبردست اور موثر نصیحت ہے لیکن لوگ کتنی جلدی غافل ہوجاتے ہیں۔ نصیحت حاصل کرنے کے لئے موت کافی ہے ایک ایک کرکے لوگ جارہے ہیں اور آخر میں ایسے لوگ رہتے جارہے ہیں جنہیں کچھ سمجھ نہیں ہے (جنازہ دیکھ کر پھر اپنے دنیاوی کاموں میں لگے رہتے ہیں)۔[۲]

حضرت عون بن عبداللہ رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں حضرت ابوالدرداءؓ نے فرمایا جو دوسروں کے حالات معلوم کرے گا اسے اپنی پسند کے حالات نظر نہیں آئیں گے (کیونکہ خیر والے آدمی کم ہوا کرتے ہیں) اور جو پیش آنے والے دردناک حالات کے لئے صبر تیار نہیں کرے گا وہ آخرکار بےبس و عاجز ہوجائے گا۔ اگر تم لوگوں کو برا بھلا کہو گے تو لوگ بھی تمہیں برا بھلا کہیں گے اگر تم انہیں کہنا چھوڑ دو گے تو وہ تمہیں نہیں چھوڑیں گے۔ حضرت عون نے پوچھا تو اس صورت میں آپ میرے لئے کیا فرماتے ہیں؟ فرمایا لوگ تمہیں برا بھلا کہیں تو تم ان سے بدلہ آج نہ لو بلکہ یہ ان کے ذمہ ادھار رہنے دو جس دن تمہیں اس بدلہ کی شدید ضرورت ہوگی اس دن ان سے اس کا بدلہ لے لینا یعنی قیامت کے دن۔[۳]

حضرت ابوالدرداءؓ نے فرمایا جو موت کو کثرت سے یاد کرے گا اس کا اترانا اور حسد دونوں ختم ہوجائیں گے۔[۴]

حضرت ابوالدرداءؓ نے فرمایا کیا بات ہے میں دیکھ رہا ہوں کہ جس روزی کی اللہ نے ذمہ داری لے رکھی ہے اس کے لئے تو تم بہت فکر اور کوشش کرتے ہو اور اللہ نے جو عمل تمہارے ذمہ لگائے ہیں انہیں تم ضائع کررہے ہو۔ جانوروں کا علاج کرنے والا گھوڑوں کو جتنا جانتا ہے میں اس سے زیادہ تمہارے بڑوں کو جانتا ہوں یہ وہ لوگ ہیں جو نماز وقت گزرنے کے بعد پڑھتے ہیں اور قرآن سنتے تو ہیں لیکن دل سے نہیں سنتے اور غلاموں کو آزاد تو کردیتے ہیں لیکن وہ پھر بھی آزاد نہیں ہوتے ان سے غلاموں کی طرح خدمت لیتے رہتے ہیں۔[۵]

حضرت ابوالدرداءؓ نے فرمایا زندگی بھر خیر کو تلاش کرتے رہو اور اللہ کی رحمت کے جھونکوں

۱۔ عند ابی نعیم ایضا ۲۔ اخرجه ابونعیم فی الحلیة (ج ۱ ص ۲۱۷)
۳۔ اخرجه ابونعیم فی الحلیة (ج ۱ ص ۲۱۸)
۴۔ اخرجه ابونعیم فی الحلیة (ج ۱ ص ۲۲۰) ۵۔ اخرجه ابونعیم فی الحلیة (ج ۱ ص ۲۲۱)

کے سامنے خود کو رلاتے رہو کیونکہ اللہ کی رحمت کے جھونکے چلتے رہتے ہیں جنہیں اللہ اپنے جن بندوں پر چاہتے ہیں بھیج دیتے ہیں اور اللہ سے یہ سوال کرو کہ وہ تمہارے عیبوں پر پردہ ڈالے اور تمہاری خوف کی جگہوں کو امن والا بنائے۔ [1]

حضرت عبدالرحمٰن بن جبیر بن نفیر رحمتہ اللہ علیہ کہتے ہیں ایک آدمی نے حضرت ابوالدرداءؓ کی خدمت میں عرض کیا آپ مجھے کوئی ایسی بات سکھا دیں جس سے اللہ مجھے نفع دے فرمایا ایک نہیں دو، تین، چار، بلکہ پانچ باتیں سکھانے کو تیار ہوں جن پر عمل کرنے والے کو اللہ تعالیٰ بلند درجے عطا فرمائیں گے پھر فرمایا صرف پاکیزہ روزی کھاؤ اور صرف پاکیزہ مال کماؤ اور صرف پاکیزہ روزی گھر میں لاؤ اور اللہ سے یہ مانگو کہ وہ تمہیں ایک دن میں ایک دن کی روزی عطا فرمائے اور جب تم صبح اٹھو تو اپنے آپ کو مردوں میں شمار کرو گویا کہ تم ان میں جا ملے ہو، اپنی آبرو کو اللہ کی خاطر قربان کر دو لہٰذا جو تمہیں برا بھلا کہے یا گالی دے یا تم سے لڑے تم اسے اللہ کے لئے چھوڑ دو اور جب تم سے کوئی برا کام ہو جائے تو فوراً اللہ سے استغفار کرو۔ [2]

حضرت ابوالدرداءؓ نے فرمایا انسان کا دل دنیا کی محبت میں جوان رہتا ہے اگرچہ بڑھاپے کی وجہ سے اس کی ہنسلی کی دونوں ہڈیاں آپس میں مل جائیں لیکن جن کے دلوں کو اللہ نے تقویٰ کے لئے آزما لیا ہے ان کے دل دنیا کی محبت میں جوان نہیں رہتے اور ایسے کامل متقی لوگ بہت کم ہوتے ہیں۔ [3]

حضرت ابوالدرداءؓ نے فرمایا تین کام ایسے ہیں جن کو کرنے سے ابن آدم کے سارے کام قابو میں آجائیں گے تم اپنی مصیبت کا کسی سے شکوہ نہ کرو اور اپنی بیماری کسی کو مت بتاؤ اور اپنی زبان سے اپنی خوبیاں بیان نہ کرو اور اپنے آپ کو مقدس اور پاکیزہ نہ سمجھو۔ [4]

حضرت ابوالدرداءؓ نے فرمایا مظلوم کی اور یتیم کی بددعا سے بچو کیونکہ ان دونوں کی بددعا رات کو اللہ کی طرف چلتی ہے جبکہ لوگ سوئے ہوئے ہوتے ہیں۔ ایک روایت میں یہ ہے کہ مجھے لوگوں میں اس پر ظلم کرنا سب سے زیادہ مبغوض ہے جو بالکل بے بس اور بے کس ہو اور اللہ کے علاوہ کسی اور سے میرے خلاف مدد نہ لے سکے۔ [5]

حضرت معمرؒ اپنے ایک ساتھی سے روایت کرتے ہیں کہ حضرت ابوالدرداءؓ نے حضرت سلمانؓ کو خط میں یہ لکھا کہ اے میرے بھائی! اپنی صحت اور فراغت کو اس بلا کے آنے سے پہلے غنیمت سمجھو جس کو تمام

۱۔ اخرجه ابونعيم في الحلية (ج ۱ ص ۲۲۱) ۲۔ اخرجه ابونعيم في الحلية (ج ۱ ص ۲۲۲)

۳۔ اخرجه ابونعيم في الحلية (ج ۱ ص ۲۲۳) و اخرجه ابن عساكر عن ابي الدرداء مثله كما في الكنز (ج ۸ ص ۲۲۴)

۴۔ اخرجه ابونعيم في الحلية (ج ۱ ص ۲۲۴) ۵۔ اخرجه ابونعيم في الحلية (ج ۱ ص ۲۲۱)

بندے مل کر ٹال نہیں سکتے (اس بلا سے مراد موت ہے) اور مصیبت زدہ کی دعا کو غنیمت سمجھو اور اے میرے بھائی! مسجد تمہارا گھر ہونا چاہئے یعنی مسجد میں زیادہ وقت اعمال میں گزرے کیونکہ میں نے حضور ﷺ کو یہ فرماتے ہوئے سنا کہ مسجد ہر متقی کا گھر ہے اور مسجد جن لوگوں کا گھر ہوگی ان کے لئے اللہ نے یہ ذمہ داری لے رکھی ہے کہ انہیں خوشی اور راحت نصیب ہوگی اور وہ پل صراط کو پار کر کے اللہ کی رضامندی حاصل کریں گے اور اے میرے بھائی! یتیم پر رحم کرو اسے اپنے قریب کرو اور اسے اپنے کھانے میں سے کھلاؤ کیونکہ ایک مرتبہ ایک آدمی نے حضور ﷺ کی خدمت میں حاضر ہو کر اپنے دل کی سختی کی شکایت کی تو حضورؐ نے فرمایا کیا تم چاہتے ہو کہ تمہارا دل نرم ہو جائے اس نے کہا جی ہاں حضورؐ نے فرمایا یتیم کو اپنے سے قریب کرو اس کے سر پر ہاتھ پھیرو اور اسے اپنے کھانے میں سے کھلاؤ اس سے تمہارا دل نرم ہو جائے گا اور تمہاری ہر ضرورت پوری ہوگی اور اے میرے بھائی! اتنا جمع نہ کرو جس کا تم شکر ادا نہ کرسکو کیونکہ میں نے حضور ﷺ کو فرماتے ہوئے سنا کہ وہ دنیا والا انسان جس نے اس دنیا کے خرچ کرنے میں اللہ کی اطاعت کی تھی اسے قیامت کے دن اس حال میں لایا جائے گا کہ وہ آگے آگے ہوگا اور اس کا مال پیچھے ہوگا وہ جب بھی پل صراط پر لڑکھڑائے گا تو اس کا مال اسے کہے گا تم بے فکر ہو کر چلتے رہو (تم جہنم میں نہیں گر سکتے کیونکہ) مال کا جو حق تمہارے ذمہ تھا وہ تم نے ادا کیا تھا پھر حضورؐ نے فرمایا جس آدمی نے اس دنیا کے بارے میں اللہ کی اطاعت نہیں کی تھی اسے اس حال میں لایا جائے گا کہ اس کا مال اس کے کندھے کے درمیان ہوگا اور اس کا مال اسے ٹھوکر مار کر کہے گا تیرا ناس ہو تو نے میرے بارے میں اللہ کے حکم پر عمل کیوں نہیں کیا؟ یہ مال اس کے ساتھ بار بار ایسے ہی کرتا رہے گا یہاں تک کہ وہ ہلاکت کو پکارنے لگے گا اور اے میرے بھائی! مجھے یہ بتایا گیا ہے کہ تم نے ایک خادم خریدا ہے حالانکہ میں نے حضور ﷺ کو فرماتے ہوئے سنا ہے کہ بندہ کا اللہ سے اور اللہ کا بندے سے تعلق اس وقت تک رہتا ہے جب تک کہ اس کی خدمت نہ کی جائے اپنے کام وہ خود کرے اور جب اس کی خدمت ہونے لگتی ہے تو اس پر حساب واجب ہو جاتا ہے۔ ام درداء نے مجھ سے ایک خادم مانگا اور میں ان دنوں مالدار بھی تھا لیکن میں نے چونکہ حساب والی حدیث سن رکھی تھی اس وجہ سے مجھے خادم خریدنا پسند نہ آیا اور اے میرے بھائی! میرے لئے اور تمہارے لئے کون اس بات کی ضمانت دے سکتا ہے کہ ہم قیامت کے دن ایک دوسرے سے مل سکیں گے اور ہمیں حساب کا کوئی ڈر نہ ہوگا؟ اور اے میرے بھائی! حضور ﷺ کے صحابی ہونے کی وجہ سے دھوکے میں مت آ جانا کیونکہ ہم نے حضورؐ کے بعد بہت لمبا عرصہ گزار لیا ہے اور اللہ ہی خوب جانتا ہے کہ ہم نے حضورؐ کے بعد کیا کیا ہے۔[1]

حضرت عبدالرحمٰن بن محمد محاربی رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں مجھے یہ بات پہنچی ہے کہ حضرت

---

[1] اخرجه ابونعيم في الحلية (ج ۱ ص ۲۱۴) واخرجه ايضا ابن عساكر بن محمد بن واسع قال كتب ابو الدرداء الى سلمان فذكر نحوه الا انه لم يذكر وان ام الدرداء سالتني الى اخره كما في الكنز (ج ۸ ص ۲۲۴)

ابوالدرداءؓ نے اپنے ایک بھائی کو خط میں یہ لکھا امابعد! تمہارے پاس جتنی دنیا ہے وہ تم سے پہلے دوسروں کے پاس تھی اور تمہارے بعد پھر دوسروں کے پاس چلی جائے گی اس میں سے تمہاری صرف اتنی ہے جوتم نے اپنے لئے آگے بھیج دی یعنی اللہ کے نام پر دوسروں پر خرچ کر دی لہٰذا اپنے آپ کو اپنی نیک اولاد پر ترجیح دو یعنی دوسروں پر خرچ کر جاؤ گے تو تمہارے کام آئے گی ورنہ تمہارے بعد تمہاری اولاد کو مل جائے گی کیونکہ تم ایسی ذات کے پاس پہنچ جاؤ گے جو تمہارا کوئی عذر قبول نہیں کرے گی اور تم ان لوگوں کے لئے جمع کر رہے ہو جو تمہاری کبھی تعریف نہیں کریں گے اور تم دو طرح کے آدمیوں کے لئے جمع کر رہے ہو یا تو وہ تمہارے مال میں اللہ کے حکم پر عمل کرے گا اور تم تو اس مال کو دوسروں پر خرچ کرنے کی سعادت حاصل نہ کر سکے لیکن یہ سعادت اسے مل جائے گی یا وہ اس مال میں اللہ کی نافرمانی پر عمل کرے گا اور چونکہ یہ مال تم نے اس کو جمع کر کے دیا ہے، اس لئے اس کے غلط خرچ کرنے کا ذریعہ بننے کی وجہ سے تم خود بد بخت بن جاؤ گے بہر حال اللہ کی قسم! ان دونوں میں سے کوئی بھی اس بات کا حقدار نہیں ہے کہ تم اس کی وجہ سے اپنی کمر پر بوجھ لاد کر اس کی سزا کو کم کراؤ لہٰذا تم اسے اپنی ذات پر ترجیح مت دو اور جو جا چکے ہیں ان کے لئے اللہ کی رحمت کی امید رکھو اور جو باقی رہ گئے ہیں ان کے بارے میں اللہ کی عطا پر اعتماد کرو والسلام [1]

حضرت ابوالدرداء رضی اللہ عنہ نے حضرت مسلمہ بن مخلدؓ کو خط میں یہ لکھا امابعد! بندہ جب اللہ کے حکم پر عمل کرتا ہے تو اللہ اس سے محبت کرنے لگتے ہیں اور جب اللہ اس سے محبت کرنے لگتے ہیں تو اس کی محبت اپنی مخلوق میں ڈال دیتے ہیں اور جب بندہ اللہ کی نافرمانی والا عمل کرتا ہے تو اللہ اس سے نفرت کرنے لگتے ہیں اور جب اللہ اس سے نفرت کرنے لگتے ہیں تو اس کی نفرت اپنی مخلوق میں ڈال دیتے ہیں۔[2]

حضرت ابوالدرداءؓ نے فرمایا اسلام صرف بے چوں و چرا حکم ماننے کا نام ہے۔ خیر صرف جماعت میں ہے اور انسان اللہ اور خلیفہ اور عام مسلمانوں کے ساتھ خیر خواہی کرے۔[3]

حضرت ابوذر رضی اللہ عنہ کی نصیحتیں

حضرت سفیان ثوری رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں ایک مرتبہ حضرت ابوذر غفاریؓ نے کعبہ کے پاس کھڑے ہو کر فرمایا اے لوگو! میں جندب غفاری ہوں اس بھائی کے پاس آ جاؤ جو تمہارا خیر خواہ اور بڑا شفیق ہے اس پر لوگوں نے انہیں چاروں طرف سے گھیر لیا تو فرمایا ذرا یہ بتاؤ کہ جب تم میں سے کسی کا سفر کا ارادہ ہوتا ہے تو کیا وہ اتنا مناسب زادِ راہ نہیں لیتا جس سے وہ منزل مقصود تک پہنچ

۱؎ اخرجه ابو نعيم في الحلية (ج ۱ ص ۲۱۲) ۲؎ اخرجه ابن عساكر كذافي الكنز (ج ۸ ص ۲۲۵)
۳؎ اخرجه ابن عساكر كذافي الكنز (ج ۸ ص ۲۲۷)

جائے؟ لوگوں نے کہا لیتا ہے۔ فرمایا قیامت کے راستہ کا سفر تو سب سے لمبا سفر ہے لہٰذا اتنا زادِراہ لے لو جس سے یہ سفر ٹھیک طرح ہو جائے لوگوں نے کہا وہ زادِراہ کیا ہے جس سے ہمارا یہ سفر ٹھیک طرح ہو جائے؟ فرمایا حج کرو اس سے تمہارے بڑے بڑے کام ہو جائیں گے اور سخت گرم دن میں روزے رکھو کیونکہ قیامت کا دن بہت لمبا ہے اور رات کے اندھیرے میں دو رکعت نماز پڑھو یہ دو رکعتیں قبر کی تنہائی میں کام آئیں گی یا تو خیر کی بات کہو یا پھر چپ رہو شر کی بات مت کرو کیونکہ ایک بہت بڑے دن میں اللہ کے سامنے کھڑے ہونا ہے اپنا مال صدقہ کرو تاکہ قیامت کی مشکلات سے نجات پا سکو اس دنیا میں دو باتوں کے لئے کسی مجلس میں بیٹھو یا تو آخرت کی تیاری کے لئے یا حلال روزی حاصل کرنے کے لئے۔ ان دو کاموں کے علاوہ کسی اور کام کے لئے مجلس میں بیٹھنے سے تمہارا نقصان ہوگا فائدہ نہیں ہوگا ایسی مجلس کا ارادہ بھی نہ کرو مال کے دو حصے کرو ایک حصہ اپنے اہل وعیال پر خرچ کرو اور دوسرا حصہ اپنی آخرت کے لئے آگے بھیج دو ان دو جگہوں کے علاوہ کہیں اور خرچ کرو گے تو اس سے تمہارا نقصان ہوگا فائدہ نہیں ہوگا لہٰذا اس کا ارادہ بھی نہ کرو پھر حضرت ابوذرؓ نے بلند آواز سے فرمایا اے لوگو! دنیا کے لالچ نے تمہیں مار ڈالا اور تم جتنا لالچ کرتے ہو اس کو تم کبھی حاصل نہیں کر سکتے۔[1]

حضرت عبداللہ بن محمد رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں میں نے ایک قابلِ اعتماد انسان کو یہ کہتے ہوئے سنا کہ ہمیں یہ بات پہنچی ہے کہ حضرت ابوذرؓ فرمایا کرتے تھے اے لوگو! میں تمہارا خیر خواہ اور بڑا شفیق ہوں۔ رات کے اندھیرے میں نماز پڑھا کرو۔ یہ نماز قبر کی تنہائی میں کام آئے گی۔ دنیا میں روزے رکھو قبروں سے اٹھائے جانے کے دن کی گرمی میں کام آئیں گے اور دشوار دن سے ڈر کر صدقہ دیا کرو اے لوگو! میں تمہارا خیر خواہ اور بڑا شفیق ہوں۔[2]

حضرت ابوذرؓ نے فرمایا لوگوں کے ہاں بچے پیدا ہوتے ہیں جو ایک دن مر جائیں گے اور لوگ عمارتیں بناتے ہیں جو ایک دن گر جائیں گی۔ لوگوں کو فانی دنیا کا بڑا شوق ہے اور ہمیشہ رہنے والی آخرت کو چھوڑ دیتے ہیں۔ غور سے سنو! دو چیزیں عام لوگوں کو ناپسند ہیں لیکن ہیں وہ بہت اچھی۔ ایک موت اور دوسرا فقر۔[3] حضرت حبان بن ابی جبلہ رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں حضرت ابوالدرداءؓ نے فرمایا تمہارے بچے پیدا ہو رہے ہیں جو ایک دن مر جائیں گے اور تم عمارتیں بنا رہے ہو جو ایک دن اجڑ جائیں گی۔ فانی دنیا کے تم حریص ہو لیکن باقی رہنے والی آخرت کو چھوڑ دیتے ہو غور سے سنو! تین چیزیں لوگوں کو پسند نہیں ہیں لیکن ہیں بہت اچھی ایک موت دوسرے بیماری، تیسرے فقر۔[4]

---

[1] اخرجه ابو نعيم في الحلية (ج ۱ ص ۱۶۵) [2] اخرجه ابو نعيم في الحلية (ج ۱ ص ۱۶۵)
[3] اخرجه ابو نعيم في الحلية (ج ۱ ص ۱۶۳) [4] عند ابن عساكر كما في الكنز (ج ۸ ص ۲۲۳)

حضرت حذیفہ بن یمان رضی اللہ عنہ کی نصیحتیں

حضرت ابوطفیل رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں میں نے حضرت حذیفہؓ کو یہ فرماتے ہوئے سنا کہ اے لوگو! اور لوگ تو حضور ﷺ سے خیر کے بارے میں پوچھا کرتے تھے لیکن میں شر کے بارے میں پوچھا کرتا تھا تو کیا تم لوگ زندوں میں سے مردہ کے بارے میں نہیں پوچھتے؟ پھر فرمایا اللہ تعالیٰ نے حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کو مبعوث فرمایا انہوں نے لوگوں کو گمراہی سے ہدایت کی طرف اور کفر سے ایمان کی طرف بلایا پھر جس کا مقدر اچھا تھا اس نے حضورؐ کی دعوت کو قبول کر لیا اور جو لوگ مردہ تھے وہ حق کو قبول کر کے زندہ ہو گئے اور جو زندہ تھے وہ باطل پر چلتے رہنے کی وجہ سے مردہ ہو گئے پھر (حضورؐ کے انتقال سے) نبوت چلی گئی پھر نبوت کی نہج پر خلافت آ گئی اب اس کے بعد ظلم والی بادشاہت ہوگی۔ جوان کے ظلم پر دل، زبان اور ہاتھ سے انکار کرے گا تو وہ پورے حق پر عمل کرنے والا ہوگا اور جو ہاتھ کو روک لے گا اور صرف دل اور زبان سے انکار کرے گا وہ حق کے ایک حصہ کو چھوڑنے والا ہوگا اور جو ہاتھ اور زبان کو روک لے گا اور صرف دل سے انکار کرے گا وہ حق کے دو حصوں کو چھوڑنے والا ہوگا اور جو دل سے بھی انکار نہیں کرے گا وہ انسان زندوں میں سے مردہ ہے۔[1]

حضرت حذیفہ رضی اللہ عنہ نے فرمایا دل چار قسم کے ہوتے ہیں ایک وہ دل جس پر پردہ پڑا ہوا ہے۔ یہ تو کافر کا دل ہے دوسرا دو منہ والا دل یہ منافق کا دل ہے تیسرا وہ صاف ستھرا دل جس میں چراغ روشن ہے یہ مومن کا دل ہے چوتھا وہ دل جس میں نفاق بھی ہے اور ایمان بھی۔ ایمان کی مثال درخت جیسی ہے جو عمدہ پانی سے بڑھتا ہے اور نفاق کی مثال پھوڑے جیسی ہے جو پیپ اور خون سے بڑھتا ہے۔ ایمان اور نفاق میں سے جس کی صفات غالب آ جائیں گی وہی غالب آ جائے گا۔[2]

حضرت حذیفہؓ نے فرمایا فتنہ دلوں پر ڈالا جاتا ہے تو جس دل میں وہ فتنہ پوری طرح داخل ہو جاتا ہے اس میں ایک کالا نقطہ لگ جاتا ہے اور جو دل اس فتنہ سے انکار کرتا ہے اس میں سفید نقطہ لگ جاتا ہے اب تم میں سے جو یہ جاننا چاہتا ہے کہ اس پر فتنہ کا اثر پڑا ہے یا نہیں وہ یہ دیکھے کہ جس چیز کو پہلے وہ حلال سمجھتا تھا اب اسے حرام سمجھنے لگ گیا ہے یا جس چیز کو وہ پہلے حرام سمجھتا تھا اب اسے حلال سمجھنے لگ گیا ہے تو بس سمجھ لے کہ اس پر فتنہ کا پورا اثر ہو گیا ہے۔[3]

حضرت حذیفہؓ نے فرمایا فتنوں سے بچ کر رہو اور کوئی آدمی خود اٹھ کر فتنے کی طرف نہ جائے

۱۔ اخرجه ابونعیم فی الحلیة (ج ۱ ص ۲۷۴) ۲۔ اخرجه ابونعیم فی الحلیة (ج ۱ ص ۲۷۶)

۳۔ اخرجه ابونعیم فی الحلیة (ج ۱ ص ۲۷۲)

کیونکہ اللہ کی قسم! جو بھی از خود اٹھ کر فتنوں کی طرف جائے گا اسے فتنے ایسے بہا کر لے جائیں گے جیسے سیلاب کوڑے کے ڈھیروں کو بہا کر لے جاتا ہے۔ فتنہ جب آتا ہے تو بالکل حق جیسا لگتا ہے یہاں تک کہ جاہل کہتا ہے کہ یہ تو حق جیسا ہے (اس وجہ سے لوگ فتنہ میں مبتلا ہو جاتے ہیں) لیکن جب جاتا ہے تو اس وقت صاف پتہ چل جاتا ہے کہ یہ تو فتنہ تھا، لہٰذا جب تم فتنہ کو دیکھو تو اس سے بچ کر رہو اور گھروں میں بیٹھ جاؤ اور تلواریں توڑ ڈالو اور کمان کی تانت کے ٹکڑے کر دو۔ [۱]

حضرت حذیفہؓ نے فرمایا فتنے رک جاتے ہیں اور پھر اچانک شروع ہو جاتے ہیں اس لئے اس کی پوری کوشش کرو کہ تمہیں ان دنوں میں موت آ جائے جن دنوں فتنہ رکا ہوا ہو (مرنے کے کوشش سے مراد مرنے کی تمنا اور اس کی دعا ہے)۔ [۲]

حضرت حذیفہ رضی اللہ عنہ نے فرمایا فتنہ تین آدمیوں کے ذریعہ سے آتا ہے ایک تو اس ماہر اور طاقتور عالم کے ملحد ہو جانے کے ذریعے سے جو اٹھنے والی ہر چیز کا تلوار کے ذریعہ سے قلع قمع کر دیتا ہے دوسرے اس بیان والے کے ذریعہ سے جو فتنہ کی دعوت دیتا ہے تیسرے سردار اور حاکم کے ذریعہ سے۔ عالم اور بیان کرنے والے کو تو فتنہ منہ کے بل گرا دیتا ہے، البتہ سردار کو فتنہ خوب کریدتا ہے اور پھر جو کچھ اس کے پاس ہوتا ہے اس سب کو فتنہ میں مبتلا کر دیتا ہے۔ [۳]

حضرت حذیفہؓ نے فرمایا فتنہ، خالص شراب سے زیادہ عقل کو لے جاتا ہے۔ [۴]

حضرت حذیفہؓ نے فرمایا لوگوں پر ایسا زمانہ آئے گا کہ اس زمانہ میں فتنوں سے صرف وہی آدمی نجات حاصل کر سکے گا جو ڈوبنے والے کی طرح دعا کرے گا۔ [۵]

حضرت اعمش رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں مجھے یہ بات پہنچی ہے کہ حضرت حذیفہؓ فرمایا کرتے تھے تم میں وہ لوگ سب سے بہترین نہیں ہیں جو دنیا کو آخرت کی وجہ سے یا آخرت کو دنیا کی وجہ سے چھوڑ دیتے ہیں بلکہ سب سے بہترین لوگ وہ ہیں جو دنیا اور آخرت دونوں کے لئے محنت کرتے ہیں۔ [۶]

حضرت ابی بن کعب رضی اللہ عنہ کی نصیحتیں

حضرت ابوالعالیہ رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں ایک آدمی نے حضرت ابی بن کعبؓ کی خدمت میں عرض کیا مجھے کچھ وصیت فرما دیں۔ فرمایا اللہ کی کتاب کو امام بنا لو اور اس کے قاضی اور فیصلہ کرنے والا، حکم ہونے پر راضی رہو کیونکہ اسی کو تمہارے رسول ﷺ تمہارے لئے پیچھے چھوڑ کر گئے ہیں۔ یہ

۱۔ اخرجه ابو نعیم فی الحلیة (ج ۱ ص ۲۷۳) ۲۔ اخرجه ابو نعیم فی الحلیة (ج ۱ ص ۲۷۴)
۳۔ اخرجه ابو نعیم فی الحلیة (ج ۱ ص ۲۷۴) ۴۔ اخرجه ابو نعیم فی الحلیة (ج ۱ ص ۲۷۴)
۵۔ اخرجه ابو نعیم فی الحلیة (ج ۱ ص ۲۷۴) ۶۔ اخرجه ابو نعیم فی الحلیة (ج ۱ ص ۲۷۸)

ایسا سفارشی ہے جس کی سفارش مانی جاتی ہے اور ایسا گواہ ہے جس پر کوئی تہمت نہیں لگائی جا سکتی۔ اس میں تمہارا اور تم سے پہلے لوگوں کا تذکرہ ہے اور اس میں تمہارے آپس کے جھگڑوں کا فیصلہ ہے اور اس میں تمہارے بعد والوں کے حالات ہیں۔[1]

حضرت ابی بن کعبؓ نے فرمایا جو بندہ بھی کسی چیز کو اللہ کے لئے چھوڑ دیتا ہے اللہ اس کے بدلے میں اس سے بہتر چیز اس کو وہاں سے دیتے ہیں جہاں سے ملنے کا اسے گمان نہیں ہوتا اور جو بندہ کسی چیز کو ہلکا سمجھ کر اسے وہاں سے لے لیتا ہے جہاں سے لینا ٹھیک نہیں تو پھر اللہ تعالیٰ اسے اس سے زیادہ سخت چیز وہاں سے دیتے ہیں جہاں سے ملنے کا اسے گمان بھی نہیں ہوتا۔[2]

حضرت ابی بن کعب رضی اللہ عنہ نے فرمایا مومن چار حالتوں کے درمیان رہتا ہے۔ اگر کسی تکلیف میں مبتلا ہوتا ہے تو صبر کرتا ہے اور اگر کوئی نعمت ملتی ہے تو شکر کرتا ہے اور اگر بات کرتا ہے تو سچ بولتا ہے اور اگر کوئی فیصلہ کرتا ہے تو انصاف والا فیصلہ کرتا ہے۔ اور ایسے مومن کے بارے میں اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے نُوْرٌ عَلٰی نُوْرٍ (سورت نور آیت ۳۵) یہ مومن پانچ قسم کے نوروں میں چلتا پھرتا ہے۔ اس کا کلام نور ہے اور اس کا علم نور ہے۔ یہ اندر جاتا ہے تو نور میں جاتا ہے۔ یہ باہر نکلتا ہے تو نور سے باہر نکلتا ہے اور قیامت کے دن یہ نور کی طرف لوٹ کر جائے گا اور کافر پانچ قسم کی ظلمتوں (اندھیروں) میں چلتا پھرتا ہے اس کا کلام ظلمت ہے اس کا عمل ظلمت ہے اور اندر جاتا ہے تو ظلمت میں اور باہر آتا ہے تو ظلمت سے اور قیامت کے دن یہ بے شمار ظلمتوں کی طرف لوٹ کر جائے گا۔[3]

حضرت ابونضرہؒ کہتے ہیں ایک آدمی کو جبر یا جُبَیر کہا جاتا تھا انہوں نے کہا میں نے حضرت عمرؓ کے زمانہ خلافت میں ان سے ایک باندی لینے کا ارادہ کیا۔ میں سفر کر کے رات کے وقت مدینہ پہنچا۔ مجھے اللہ تعالیٰ نے بڑی ذہانت اور بات کرنے کا بڑا سلیقہ عطا فرمایا ہوا ہے۔ میں حضرت عمرؓ کی خدمت میں گیا اور دنیا کے بارے میں بات شروع کی اور دنیا کے چھوٹے ہونے کو بیان کرنے لگا اور اس کا حال ایسا بنا کر چھوڑا کہ گویا دنیا کسی چیز کے برابر نہیں ہے۔ حضرت عمرؓ کے پہلو میں ایک صاحب بیٹھے ہوئے تھے جب میں بات پوری کر چکا تو انہوں نے فرمایا تمہاری ساری بات تقریباً ٹھیک تھی لیکن تم نے دنیا کی جو برائی بیان کی یہ ٹھیک نہیں تھا اور تم جانتے ہو کہ دنیا کیا ہے؟ دنیا کے ذریعہ سے تو ہم جنت تک پہنچیں گے اور یہی آخرت کے لئے زادِ راہ ہے اور دنیا ہی میں تو تمہارے وہ اعمال ہیں جن کا بدلہ تو تم کو آخرت میں ملے گا۔ غرضیکہ انہوں نے دنیا کے بارے میں جو بات کرنی شروع کی تو پتہ چلا کہ یہ تو دنیا کو مجھ سے زیادہ جانتے ہیں۔ میں نے عرض کیا اے

۱۔ اخرجه ابونعيم في الحلية (ج ۱ ص ۲۵۳) ۲۔ اخرجه ابونعيم في الحلية (ج ص ۱ ۲۵۳)
۳۔ اخرجه ابونعيم في الحلية (ج ۱ ص ۲۵۵)

امیر المومنین! یہ آپ کے پہلو میں بیٹھے ہوئے صاحب کون ہیں؟ فرمایا یہ مسلمانوں کے سردار حضرت ابی بن کعب رضی اللہ عنہ ہیں۔[1]

ایک آدمی نے حضرت ابی بن کعبؓ کی خدمت میں عرض کیا اے ابوالمنذر! آپ مجھے کچھ وصیت فرمادیں۔ فرمایا لایعنی کام میں ہرگز نہ لگو اور دشمن سے کنارہ کش رہو اور دوست کے ساتھ چوکنے ہو کر چلو (دوستی میں تم سے غلط کام نہ کروالے) زندہ آدمی کی ان ہی باتوں پر رشک کرو جن پر مرجانے والے پر رشک کرتے ہو یعنی نیک اعمال اور اچھی صفات پر۔ اور اپنی حاجت اس آدمی سے طلب نہ کرو جسے تمہاری حاجت پوری کرنے کی پرواہ نہیں ہے۔[2]

حضرت زید بن ثابت رضی اللہ عنہ کی نصیحتیں

حضرت عبداللہ بن دینار بہرانی رحمتہ اللہ علیہ کہتے ہیں حضرت زید بن ثابتؓ نے حضرت ابی بن کعبؓ کو خط میں یہ لکھا امابعد! اللہ تعالیٰ نے زبان کو دل کا ترجمان بنایا اور دل کو خزانہ اور حکمران بنایا دل زبان کو جو حکم دیتا ہے زبان اسے پورا کرتی ہے جب دل زبان کی موافقت پر ہوتا ہے تو گفتگو مرتب اور مناسب ہوتی ہے اور نہ زبان سے کوئی لغزش ہوتی ہے اور نہ وہ ٹھوکر کھاتی ہے اور جس انسان کا دل اس کی زبان سے پہلے نہ ہو یعنی دل اس کی نگرانی اور دیکھ بھال نہ کرے تو اس کی بات عقل و سمجھ والی نہیں ہوگی۔ جب آدمی اپنی زبان کو بات کرنے میں کھلا اور آزاد چھوڑ دے گا اور زبان دل کی مخالفت کرے گی تو اس طرح وہ آدمی اپنی ناک کاٹ ڈالے گا یعنی خود کو ذلیل کرلے گا اور جب آدمی اپنے قول کا اپنے فعل سے موازنہ کرے گا تو عملی صورت سے ہی اس کے قول کی تصدیق ہوگی اور یہ کہاوت عام طور سے بیان کی جاتی ہے کہ جو بخیل بھی تمہیں ملے گا وہ باتوں میں تو بڑا سخی ہوگا لیکن عمل میں بالکل کنجوس ہوگا اس کی وجہ یہ ہے کہ اس کی زبان اس کے دل سے آگے رہتی ہے یعنی بولتی بہت ہے اور دل کے قابو میں نہیں ہے اور یہ کہاوت بھی عام طور سے بیان کی جاتی ہے کہ جب کوئی آدمی اپنے کہے کی پابندی نہ کرے یعنی اس پر عمل نہ کرے حالانکہ اس بات کو کہتے وقت وہ جانتا تھا کہ یہ بات حق ہے اور اس پر عمل کرنا واجب ہے تو کیا تم اس کے پاس شرف و عزت اور مردانگی پاؤ گے؟ اور آدمی کو چاہئے کہ وہ لوگوں کے عیبوں کو نہ دیکھے کیونکہ جو لوگوں کے عیب دیکھتا ہے اور اپنے عیبوں کو ہلکا سمجھتا ہے وہ اس آدمی کی طرح ہے جو بتکلف ایسا کام کر رہا ہے جس کا اسے حکم نہیں دیا گیا والسلام۔[3]

---

[1] اخرجه البخاري في الادب كذافي المنتخب (ج ۵ ص ۱۲۶)

[2] اخرجه ابن عساكر كذافي الكنز (ج ۸ ص ۲۲۳)

[3] اخرجه ابن عساكر كذافي الكنز (ج ۸ ص ۲۲۴)

حضرت عبداللہ ابن عباس رضی اللہ عنہما کی نصیحتیں

حضرت ابن عباسؓ نے فرمایا اے گناہ کرنے والے! گناہ کے برے انجام سے مطمئن نہ ہو جانا کیونکہ گناہ کرنے کے بعد بعض ایسی باتیں ہوتی ہیں جو گناہ سے بھی بڑی ہوتی ہیں گناہ کرتے ہوئے تمہیں اپنے دائیں بائیں کے فرشتوں سے شرم نہ آئے تو تم نے جو گناہ کیا ہے یہ اس سے بھی زیادہ بڑا گناہ ہے تمہیں معلوم نہیں ہے کہ اللہ تمہارے ساتھ کیا کریں گے اور پھر تم ہنستے ہو تمہارا یہ ہنسنا گناہ سے بھی بڑا ہے اور جب تمہیں گناہ کرنے میں کامیابی حاصل ہو جاتی ہے اور تم اس گناہ پر خوش ہوتے ہو تو تمہاری یہ خوشی اس گناہ سے بھی بڑی ہے اور جب تم گناہ نہ کر سکو اور اس پر تم غمگین ہو جاؤ تو تمہارا یہ غمگین ہونا اس گناہ کے کر لینے سے زیادہ بڑا ہے۔ گناہ کرتے ہوئے ہوا کے چلنے سے تمہارے دروازے کا پردہ ہل جائے اس سے تم ڈرتے ہو اور اللہ تمہیں دیکھ رہا ہے اس سے تمہارا دل پریشان نہیں ہوتا تو یہ کیفیت اس گناہ کے کر لینے سے زیادہ بڑا گناہ ہے۔ تمہارا بھلا ہو۔ کیا تم جانتے ہو حضرت ایوب علیہ السلام سے کیا چوک ہوئی تھی جس کی وجہ سے اللہ نے ان کے جسم کو ایک بیماری میں مبتلا کر دیا تھا اور ان کا سارا مال ختم کر دیا تھا؟ ان سے چوک یہ ہوئی تھی کہ ایک مسکین پر ظلم ہو رہا تھا اس مسکین نے حضرت ایوبؑ سے مدد مانگی تھی اور کہا تھا کہ یہ ظلم رکوا دیں۔ حضرت ایوبؑ نے اس کی مدد نہیں کی تھی اور ظالم کو اس مسکین پر ظلم کرنے سے نہیں روکا تھا اس پر اللہ تعالیٰ نے اس آزمائش میں ڈال دیا تھا۔[1]

حضرت ابن عباسؓ نے فرمایا فرائض کا اہتمام کرو اور اللہ نے اپنے جو حق تمہارے ذمے لگائے ہیں انہیں ادا کرو اور ان کی ادائیگی میں اللہ سے مدد مانگو کیونکہ جب اللہ کو کسی بندے کے بارے میں پتہ چلتا ہے کہ وہ سچی نیت سے اور اللہ کے ہاں جو ثواب ہے اسے حاصل کرنے کے شوق میں عمل کر رہا ہے تو اس سے ناگواریاں ضرور ہٹا دیتے ہیں اور اللہ حقیقی بادشاہ ہیں جو چاہتے ہیں کرتے ہیں۔[2]

حضرت ابن عباسؓ نے فرمایا اللہ تعالیٰ نے ہر مومن اور فاجر بندے کیلئے حلال روزی مقرر فرما رکھی ہے اگر وہ اس روزی کے آنے تک صبر کرتا ہے تو اللہ اسے حلال روزی دیتے ہیں اور اگر وہ بے صبری کرتا ہے اور حرام میں سے کچھ لے لیتا ہے تو اللہ اس کی اتنی حلال روزی کم کر دیتے ہیں۔[3]

۱۔ اخرجه ابو نعیم فی الحلیة (ج ۱ ص ۳۲۴) و اخرجه ابن عساکر عن ابن عباس نحوه الی قوله و یحک هل تدری کما فی الکنز (ج ۲ ص ۲۳۸) ۲۔ اخرجه ابو نعیم فی الحلیة (ج ۱ ص ۳۲۶)
۳۔ اخرجه ابو نعیم فی الحلیة (ج ۱ ص ۳۲۶)

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما کی نصیحتیں

حضرت ابن عمرؓ نے فرمایا بندے کو جب بھی دنیا کی کوئی چیز ملتی ہے تو اس کی وجہ سے اللہ کے ہاں اس کا درجہ کم ہو جاتا ہے اگر چہ وہ اللہ کے ہاں عزت وشرف والا ہو۔[1]

حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما نے فرمایا بندہ اس وقت تک ایمان کی حقیقت کو نہیں پہنچ سکتا جب تک کہ آخرت پر دنیا کو ترجیح دینے کی وجہ سے لوگوں کو کم عقل نہ سمجھے۔[2]

حضرت مجاہد رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں میں حضرت ابن عمرؓ کے ساتھ چلا جا رہا تھا کہ اتنے میں ان کا ایک ویران جگہ پر گزر ہوا۔ انہوں نے مجھ سے فرمایا تم یہ کہو اے ویرانے! تیرے ہاں رہنے والوں کا کیا بنا؟ میں نے کہا اے ویرانے! تیرے ہاں رہنے والوں کا کیا بنا؟ حضرت ابن عمرؓ نے فرمایا وہ سب خود تو چلے گئے البتہ ان کے اعمال باقی رہ گئے۔[3]

حضرت عبداللہ بن زبیرؓ کی نصیحتیں

حضرت وہب بن کیسان رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں حضرت عبداللہ بن زبیرؓ نے مجھے یہ نصیحت لکھ کر بھیجی۔ امابعد! تقوے والے لوگوں کی کچھ نشانیاں ہوتی ہیں جن سے وہ پہچانے جاتے ہیں اور وہ خود بھی جانتے ہیں کہ ان کے اندر یہ نشانیاں ہیں اور وہ نشانیاں یہ ہیں مصیبت پر صبر کرنا، رضا برقضا، نعمتوں پر شکر کرنا اور قرآن کے حکم کے سامنے جھک جانا۔ امام کی مثال بازار جیسی ہے جو چیز بازار میں چلتی ہے اور جس کا رواج ہوتا ہے وہی چیز بازار میں لائی جاتی ہے اسی طرح امام کے پاس اگر حق کا رواج چل پڑے تو اس کے پاس حق ہی لایا جائے گا اور حق والے ہی اس کے پاس آئیں گے اور اگر اس کے پاس باطل کا رواج چل پڑے تو باطل والے ہی اس کے پاس آئیں گے اور باطل ہی اس کے پاس چلے گا۔[4]

حضرت حسن بن علی رضی اللہ عنہما کی نصیحتیں

حضرت حسن بن علیؓ نے فرمایا جو دنیا کو طلب کرتا ہے دنیا اسے لے بیٹھتی ہے اور جو دنیا سے بے رغبتی اختیار کر لیتا ہے تو اسے اس کی پرواہ بھی نہیں ہوتی کہ کون دنیا استعمال کر رہا ہے۔ دنیا کی طلب والا اس آدمی کا غلام ہوتا ہے جو دنیا کا مالک ہوتا ہے اور جس کے دل میں دنیا کی طلب نہیں ہوتی اسے تھوڑی دنیا کافی ہو جاتی ہے اور جس کے دل میں طلب ہوتی ہے اسے ساری دنیا بھی مل جائے تو بھی اس کا کام نہیں چلتا اور جس کا آج کا دن دینی اعتبار سے کل گزشتہ کی طرح ہے تو وہ

۱۔ اخرجه ابو نعيم فى الحلية (ج ۱ ص ۳۰۶) ۲۔ اخرجه ابو نعيم فى الحلية (ج ۱ ص ۳۰۶)
۳۔ اخرجه ابو نعيم فى الحلية (ج ۱ ص ۳۱۲) ۴۔ اخرجه ابو نعيم فى الحلية (ج ۱ ص ۳۳۶)

دھوکے میں ہے اور جس کا آج کا دن کل آئندہ سے بہتر ہے یعنی کل آئندہ میں اس کی دینی حالت آج سے خراب ہوگئی تو وہ سخت نقصان میں ہے اور جو اپنی ذات کے بارے میں نقصان کی چھان بین نہیں کرتا تو وہ بھی نقصان میں ہے اور جو نقصان میں چل رہا ہے اس کا مرجانا ہی بہتر ہے۔[1]

حضرت حسن بن علیؓ نے فرمایا یہ جان لو کہ حلم اور بردباری زینت ہے اور وعدہ پورا کرنا مردانگی ہے اور جلد بازی بے وقوفی اور سفر کرنے سے انسان کمزور ہو جاتا ہے اور کمینہ لوگوں کے ساتھ بیٹھنا عیب کا کام ہے اور فاسق فاجر لوگوں کے ساتھ میل جول رکھنے سے انسان پر تہمت لگتی ہے۔[2]

حضرت حسن بن علیؓ نے فرمایا لوگ چار قسم کے ہوتے ہیں ایک تو وہ جسے بھلائی میں سے بہت حصہ ملا لیکن اس کے اخلاق اچھے نہیں دوسرا وہ جس کے اخلاق تو اچھے ہیں لیکن بھلائی کے کاموں میں اس کا کوئی حصہ نہیں تیسرا وہ جس کے نہ اخلاق اچھے ہیں اور نہ بھلائی کے کاموں میں اس کا کوئی حصہ ہے۔ یہ تمام لوگوں میں سب سے برا ہے۔ چوتھا وہ جس کے اخلاق بھی اچھے ہیں اور بھلائی کے کاموں میں اس کا حصہ بھی خوب ہے یہ لوگوں میں سب سے افضل ہے۔[3]

حضرت شداد بن اوس رضی اللہ عنہ کی نصیحتیں

حضرت یاد بن ماہک رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں حضرت شداد بن اوسؓ فرمایا کرتے تھے آپ لوگوں نے خیر نہیں دیکھی اس کے اسباب دیکھے ہیں اور شر نہیں دیکھا اس کے اسباب دیکھے ہیں۔ ساری کی ساری خیر اپنی تمام صورتوں کے ساتھ جنت میں ہے اور سارا کا سارا شر اپنی تمام صورتوں کے ساتھ جہنم کی آگ میں ہے اور دنیا تو وہ سامان ہے جو سامنے موجود ہے نظر آ رہا ہے جس میں سے نیک اور برے سب کھا رہے ہیں اور آخرت ایک سچا وعدہ ہے جس میں سب پر غالب آنے والے بادشاہ یعنی اللہ تعالیٰ فیصلہ کریں گے اور دنیا اور آخرت میں سے ہر ایک کے بیٹے یعنی ہر ایک کے چاہنے والے ہیں لہٰذا تم آخرت کے بیٹوں میں سے بنو اور دنیا کے بیٹوں میں سے نہ بنو۔

حضرت ابوالدرداءؓ نے فرمایا بعض لوگوں کو علم تو مل جاتا ہے لیکن بردباری نہیں ملتی اور حضرت ابو یعلیٰؓ (یہ حضرت شدادؓ کی کنیت ہے) کو علم بھی ملا اور بردباری بھی۔[4]

حضرت جندب بجلی رضی اللہ عنہ کی نصیحتیں

حضرت جندب بجلی رضی اللہ عنہ نے فرمایا اللہ سے ڈرو اور قرآن پڑھو کیونکہ قرآن اندھیری رات کا نور ہے اور چاہے دن میں مشقت اور فاقہ ہو لیکن قرآن پڑھنے سے دن میں رونق آ جاتی

۱۔ اخرجه ابن النجار كذافي الكنز (ج ۸ ص ۲۲۲)

۲۔ اخرجه ابن عساكر كذافي الكنز (ج ۸ ص ۲۳۷) ۳۔ اخرجه ابن عساكر كذافي الكنز (ج ۸ ص ۲۳۷)

۴۔ اخرجه ابونعيم في الحلية (ج ۱ ص ۲۶۴)

ہے اور جب کوئی مصیبت تمہارے مال اور تمہارے جسم میں سے کسی ایک پر آنے لگے تو کوشش کرو کہ مال کا نقصان ہو جائے اور جان کا نہ ہو اور جب مصیبت تمہاری جان اور تمہارے دین میں سے کسی ایک پر آنے لگے تو کوشش کرو کہ جان کا نقصان ہو جائے لیکن دین کا نہ ہو اور اصل ناکام اور نامراد وہ ہے جو اپنے دین میں ناکام و نامراد ہو اور حقیقت میں ہلاک ہونے والا وہ ہے جس کا دین برباد ہو جائے۔ غور سے سنو! جنت میں جانے کے بعد کوئی فقر و فاقہ نہیں ہوگا اور جہنم میں جانے کے بعد غنا اور مالداری کی کوئی صورت باقی نہیں رہے گی کیونکہ جہنم کا قیدی کبھی چھوٹ نہیں سکے گا اور اس کا زخمی کبھی ٹھیک نہیں ہوگا اور نہ اس کی آگ کبھی بجھے گی اور اگر کسی مسلمان نے کسی مسلمان کا مٹھی بھر خون بہایا ہوگا تو یہ اس کے لئے جنت میں جانے سے رکاوٹ بن جائے گا اور اب بھی جنت کے کسی دروازے سے داخل ہونا چاہے گا تو وہاں اسے یہ خون دھکے دیتا ہوا ملے گا اور جان لو کہ آدمی کو مرنے کے بعد جب دفن کر دیا جاتا ہے تو سب سے پہلے اس کا پیٹ سڑتا ہے اور اس میں سے بدبو آنے لگتی ہے لہٰذا اس بدبو کے ساتھ حرام روزی سے گندگی کا اضافہ نہ کرو اور اپنے مسلمان بھائیوں کے مال کے بارے میں اللہ سے ڈرو اور خون بہانے سے بچو۔[1]

حضرت ابو امامہ رضی اللہ عنہ کی نصیحتیں

حضرت عامر بن سلیم رحمتہ اللہ علیہ کہتے ہیں ہم ایک جنازے کے ساتھ باب دمشق میں گئے۔ ہمارے ساتھ حضرت ابو امامہ باہلیؓ بھی تھے۔ جب وہ نماز جنازہ پڑھا چکے اور لوگ جنازے کو دفن کرنے لگے تو انہوں نے فرمایا اے لوگو! تم اب تو صبح و شام ایسی جگہ کر رہے ہو جہاں تم لوگ اپنے اپنے حصہ کی نیکیاں اور برائیاں جمع کر رہے ہو پھر حضرت ابو امامہؓ نے قبر کی طرف اشارہ کرتے ہوئے فرمایا عنقریب یہاں سے کوچ کر کے اس (قبر والی) جگہ آ جاؤ گے یہ قبر تنہائی کا گھر ہے اندھیرے کا گھر ہے کیڑوں کا گھر ہے اور تنگی کا گھر ہے لیکن جس کے لئے اللہ قبر کو کشادہ کر دیں تو یہ الگ بات ہے پھر قیامت کے دن تم لوگ یہاں سے منتقل ہو کر میدان حشر میں پہنچ جاؤ گے اور وہاں اللہ کا ایک حکم آئے گا جس سے بہت سے چہرے سفید اور بہت سے سیاہ ہو جائیں گے پھر وہاں سے دوسری جگہ چلے جاؤ گے۔ اس جگہ سب لوگوں پر سخت اندھیرا چھا جائے گا پھر نور تقسیم کیا جائے گا مومن لوگوں کو تو نور مل جائے گا لیکن کافروں اور منافقوں کو ایسے ہی چھوڑ دیا جائے گا انہیں کچھ بھی نور نہیں ملے گا اور اللہ تعالیٰ نے اپنی کتاب میں اس مثال کو ان الفاظ میں بیان کیا ہے:

اَوْ كَظُلُمٰتٍ فِىْ بَحْرٍ لُّجِّىٍّ يَّغْشٰهُ مَوْجٌ مِّنْ فَوْقِهٖ مَوْجٌ مِّنْ فَوْقِهٖ سَحَابٌ ظُلُمٰتٌۢ بَعْضُهَا فَوْقَ بَعْضٍ اِذَاۤ اَخْرَجَ يَدَهٗ لَمْ يَكَدْ يَرٰىهَا وَمَنْ لَّمْ يَجْعَلِ اللّٰهُ لَهٗ نُوْرًا فَمَا لَهٗ مِنْ نُّوْرٍ (سورت نور آیت

---

[1] اخرجه البيهقي في شعب الايمان كذافي الكنز (ج ٨ ص ٢٢٢)

۴۰) ''یا وہ ایسے ہیں جیسے بڑے گہرے سمندر کے اندرونی اندھیرے کہ اس کو ایک بڑی لہر نے ڈھانک لیا ہو اس (لہر) کے اوپر دوسری لہر اس کے اوپر بادل (ہے غرض) اوپر تلے بہت سے اندھیرے (ہی اندھیرے) ہیں کہ اگر (کوئی ایسی حالت میں) اپنا ہاتھ نکالے (اور دیکھنا چاہے) تو دیکھنے کا احتمال بھی نہیں اور جس کو اللہ ہی نور (ہدایت) نہ دے اس کو (کہیں سے بھی) نور نہیں میسر ہوسکتا'' اور کافر و منافق مومن کے نور سے روشنی حاصل نہیں کرسکیں گے جیسے اندھا بینا کی دیکھنے کی طاقت سے کوئی فائدہ حاصل نہیں کرسکتا۔ منافق مرد اور منافق عورتیں ایمان والوں سے (پل صراط پر) کہیں گے اُنْظُرُوْنَا نَقْتَبِسْ مِنْ نُّوْرِكُمْ قِيْلَ ارْجِعُوْا وَرَآءَكُمْ فَالْتَمِسُوْا نُوْرًا (سورۃ حدید آیت ۱۳) ''(ذرا) ہمارا انتظار کرلو ہم بھی تمہارے نور سے کچھ روشنی حاصل کرلیں۔ ان کو جواب دیا جائے گا کہ تم اپنے پیچھے لوٹ جاؤ پھر (وہاں سے) روشنی تلاش کرو۔'' اس طرح اللہ تعالیٰ منافقوں کو ان کی چالبازی کی سزا دیں گے جیسے کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے يُخٰدِعُوْنَ اللّٰهَ وَهُوَ خَادِعُهُمْ (سورۃ نساء آیت ۱۴۲) ''چالبازی کرتے ہیں اللہ سے حالانکہ اللہ تعالیٰ اس چال کی سزا ان کو دینے والے ہیں۔'' پھر کفار اور منافقین اسی جگہ واپس آئیں گے جہاں نور تقسیم ہوا تھا لیکن انہیں وہاں کچھ نہیں ملے گا پھر وہ دوبارہ مسلمانوں کے پاس آئیں گے پھر ان کے اور مسلمانوں کے درمیان ایک دیوار قائم کردی جائے گی، جس میں ایک دروازہ (بھی) ہوگا۔ بَاطِنُهٗ فِيْهِ الرَّحْمَةُ وَظَاهِرُهٗ مِنْ قِبَلِهِ الْعَذَابُ (سورت حدید آیت ۱۳) ''(جس کی کیفیت یہ ہے کہ) اس کے اندرونی جانب میں رحمت ہوگی اور بیرونی جانب کی طرف عذاب ہوگا۔'' حضرت سلیم بن عامرؒ کہتے ہیں یوں منافق دھوکے میں پڑے رہیں گے یہاں تک کہ نور تقسیم ہوجائے گا اور اللہ تعالیٰ منافق اور مومنوں کو الگ الگ کردیں گے۔[1]

حضرت سلیمان بن حبیب رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں میں ایک جماعت کے ساتھ حضرت ابوامامہ کی خدمت میں حاضر ہوا تو میں نے دیکھا کہ وہ تو دبلے پتلے عمر رسیدہ بڑے میاں ہیں اور ان کا ظاہری منظر جو نظر آرہا تھا ان کی عقل اور ان کی گفتگو اس سے کہیں زیادہ اچھی تھی۔ انہوں نے سب سے پہلے ہم سے یہ بات کی کہ اس مجلس میں بیٹھنے کی وجہ سے اللہ تعالیٰ اپنے احکام تم تک پہنچا رہے ہیں اور یہ مجلس تم پر اللہ کی حجت ہے کیونکہ حضور ﷺ کو جو کچھ دے کر بھیجا گیا تھا آپ نے وہ سب کچھ اپنے صحابہؓ کو پہنچا دیا تھا اور آپؐ کے صحابہؓ نے جو کچھ حضورؐ سے سنا تھا وہ سب آگے پہنچا دیا، لہٰذا تم جو کچھ سن رہے ہو اسے آگے پہنچا دینا۔ تین آدمی ایسے ہیں جو اللہ کی ذمہ داری میں ہیں یہاں تک کہ اللہ تعالیٰ یا تو انہیں جنت میں داخل کریں گے یا اجر و ثواب اور غنیمت دے کر

۱۔ اخرجه ابن ابی حاتم كذافی التفسير لابن كثير (ج ۴ ص ۳۰۸) (۲) اخرجه البيهقی فی الاسماء والصفات (ص ۳۴۰) عن سليم بن عامر نحوه

انہیں واپس کریں گے ایک تو وہ آدمی جو اللہ کے راستہ میں نکلا یہ بھی اللہ کی ذمہ داری میں ہے یہاں تک کہ اللہ تعالیٰ یا تو اسے (شہادت کا مرتبہ دے کر) جنت میں داخل کریں گے یا اجر وثواب اور مالِ غنیمت دے کر واپس کریں گے۔ دوسرا وہ آدمی جس نے وضو کیا پھر مسجد گیا وہ بھی اللہ کی ذمہ داری میں ہے یہاں تک کہ اللہ تعالیٰ یا تو اسے (موت دے کر) جنت میں داخل کریں گے یا اجر وثواب اور مالِ غنیمت دے کر واپس کریں گے۔ تیسرا وہ آدمی جو اپنے گھر میں سلام کر کے داخل ہو پھر فرمایا جہنم پر ایک بڑا پل ہے جس سے پہلے سات چھوٹے پل ہیں۔ ان میں سے درمیان والے پل پر حقوق العباد کا فیصلہ ہوگا چنانچہ ایک بندے کو لایا جائے گا جب وہ درمیان والے پل پر پہنچ جائے گا تو اس سے پوچھا جائے گا تم پر قرضہ کتنا تھا؟ وہ اپنے قرضہ کا حساب لگانے لگے گا۔ پھر حضرت ابوامامہؓ نے یہ آیت پڑھی وَلَا يَكْتُمُونَ اللّٰهَ حَدِيثًا (سورۃ نساء آیت ۴۲) ''اور اللہ تعالیٰ سے کسی بات کا اخفانہ کرسکیں گے'' پھر وہ بندہ کہے گا اے میرے رب! مجھ پر اتنا اتنا قرضہ تھا اللہ تعالیٰ فرمائیں گے اپنا قرضہ ادا کرو وہ کہے گا میرے پاس تو کوئی چیز نہیں ہے اور مجھے معلوم بھی نہیں کہ میں کس چیز سے قرضہ اتار سکتا ہوں پھر فرشتوں سے کہا جائے گا اس کی نیکیاں لے لو (اور اس کے قرض خواہوں کو دے دو) چنانچہ اس کی نیکیاں لے کر قرض خواہوں کو دی جاتی رہیں گی یہاں تک کہ اس کے پاس ایک بھی نیکی باقی نہیں رہے گی۔ جب اس کی تمام نیکیاں ختم ہو جائیں گی تو کہا جائے گا اس سے مطالبہ کرنے والوں کے گناہ لے کر اس پر ڈال دو، چنانچہ مجھے یہ بات پہنچی ہے کہ بہت سے لوگ پہاڑوں کے برابر نیکیاں لے کر آئیں گے اور اپنے حقوق کا ان سے مطالبہ کرنے والوں کو ان سے نیکیاں لے کر دی جاتی رہیں گی یہاں تک کہ ان کی ایک بھی نیکی باقی نہیں رہے گی پھر مطالبہ کرنے والوں کے گناہ ان پر ڈالے جائیں گے یہاں تک کہ وہ گناہ پہاڑوں کے برابر ہو جائیں گے۔ پھر حضرت ابوامامہؓ نے فرمایا جھوٹ سے بچو کیونکہ جھوٹ فسق وفجور کی رہبری کرتا ہے اور فسق وفجور جہنم کا راستہ دکھاتے ہیں اور سچ بولنے کو لازم پکڑو کیونکہ سچ نیکی کا راستہ دکھاتا ہے اور نیکی جنت کا راستہ دکھاتی ہے۔ پھر فرمایا اے لوگو! تم تو زمانہ جاہلیت والوں سے زیادہ گمراہ ہو۔ اللہ تعالیٰ نے تمہیں درہم و دینار اس لئے دیئے ہیں کہ تم ایک درہم اور ایک دینار اللہ کے راستے میں خرچ کر کے سات سو درہم اور سات سو دینار کا ثواب حاصل کرو اور پھر تم لوگ تھیلیوں میں درہم و دینار بند کر کے رکھتے ہو اور اللہ کے راستہ میں خرچ نہیں کرتے ہو۔ غور سے سنو! اللہ کی قسم! یہ تمام فتوحات ایسی تلواروں کے ذریعہ سے ہوئی ہیں جن میں زینت کے لئے سونا اور چاندی لگا ہوا نہیں تھا بلکہ کچا پٹھا، سیسہ اور لوہا لگا ہوا تھا۔[1]

---

[1] اخرجه ابن عساكر كذافي الكنز (ج ۸ ص ۲۲۳)

حضرت عبداللہ بن بسر رضی اللہ عنہ کی نصیحتیں

حضرت عبداللہ بن بسر رضی اللہ عنہ نے فرمایا متقی لوگ سردار ہیں اور علماء قائد و رہنما ہیں۔ ان کے ساتھ بیٹھنا عبادت ہے بلکہ عبادت سے بڑھ کر ہے اور دن و رات کے گزرنے کی وجہ سے تمہاری عمریں کم ہوتی جا رہی ہیں لیکن تمہارے اعمال کو بڑی حفاظت سے رکھا جا رہا ہے، لہٰذا تم زادِ سفر تیار کر لو اور یوں سمجھو کہ تم لوٹنے کی جگہ یعنی آخرت میں پہنچ گئے ہو۔[1]

جب نبی کریم ﷺ اور آپؐ کے صحابہ کرامؓ نے مادی اسباب کو چھوڑ دیا اور روحانی اسباب کو مضبوطی سے پکڑ لیا اور حضورؐ کی طرح سے صحابہ کرامؓ کو اقوامِ عالم کی ہدایت کا اور انہیں دعوت دینے کا فکر تھا اور وہ حضرات دعوت و جہاد کے سلسلہ میں حضور ﷺ کے اخلاق اور عادات کے ساتھ متصف ہو گئے تھے تو کس طرح سے انہیں ہر وقت غیبی تائید حاصل رہتی تھی۔

فرشتوں کے ذریعے مدد

حضرت سہل بن سعد رضی اللہ عنہ کہتے ہیں حضرت ابو اسیدؓ نے بینائی جانے کے بعد فرمایا اے میرے بھتیجے! میں اور تم اگر میدانِ بدر میں ہوتے اور اللہ تعالیٰ میری بینائی واپس کر دیتے تو میں تمہیں وہ گھاٹی دکھاتا جہاں سے فرشتے نکل کر ہمارے لشکر میں آئے تھے اور اس بات میں کسی قسم کا شک و شبہ نہیں ہے۔[2]

حضرت عروہؓ نے فرمایا حضرت جبرائیل علیہ السلام جنگِ بدر کے دن حضرت زبیرؓ کی شکل و صورت پر اترے تھے انہوں نے سر پر زرد رنگ کی پگڑی باندھی ہوئی تھی جس کا کچھ کپڑا ان کے چہرے پر بھی تھا۔[3]

۱؎ اخرجه البيهقى وابن عساكر كذافى الكنز (ج۸ ص۲۲۴)

۲؎ اخرجه البيهقى وهكذاعند ابن اسحق كذافى البداية (ج ۳ ص ۲۸۰) و اخرجه الطبرانى عن سهل بن سعد مثله قال الهيثمى (ج ۶ ص ۸۴) وفيه سلامة بن روح وثقه ابن حبان وضعفه غيره لغفلة فيه

۳؎ اخرجه الطبرانى قال الهيثمى (ج ۶ ص ۸۴) هومرسل صحيح الاسناد

حضرت عباد بن عبداللہ بن زبیرؓ نے فرمایا حضرت زبیر بن عوامؓ کے سر پر غزوہ بدر کے دن زرد پگڑی تھی جس کا کچھ کپڑا ان کے چہرے پر تھا، چنانچہ فرشتے آسمان سے اترے تو ان کے سروں پر زرد پگڑیاں تھیں ۔[1]

حضرت ابن عباسؓ نے فرمایا غزوہ بدر کے دن فرشتوں کی نشانی سفید پگڑیاں تھیں جن کے شملے پشت پر لٹکے ہوئے تھے (بعض فرشتوں کی پگڑیاں سفید تھیں اور بعض کی زرد) اور غزوۂ حنین کے دن ان کی نشانی سبز پگڑیاں تھیں اور غزوۂ بدر کے دن تو فرشتوں نے جنگ کی تھی باقی کسی غزوے کے دن جنگ نہیں کی تھی، البتہ شریک ہو کر مسلمانوں کی تعداد بڑھاتے تھے اور ان کی مدد کرتے تھے کسی کافر پر حملہ نہیں کرتے تھے ۔[2] حضرت عکرمہ رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں حضورﷺ کے آزاد کردہ غلام حضرت ابو رافعؓ نے فرمایا میں حضرت عباس بن عبدالمطلبؓ کا غلام تھا اور اسلام ہمارے گھر میں داخل ہو چکا تھا، چنانچہ حضرت عباسؓ، ان کی اہلیہ حضرت ام فضلؓ اور میں، ہم سب مسلمان ہو چکے تھے لیکن حضرت عباسؓ اپنی قوم سے ڈرتے تھے اور ان کے خلاف کرنے کو پسند نہیں کرتے تھے اور اپنے اسلام کو چھپاتے تھے اور بہت زیادہ مالدار تھے ان کا بہت سا مال ان کی قوم میں بکھرا ہوا تھا۔ ابولہب بھی جنگِ بدر میں نہیں گیا تھا اور اس نے اپنی جگہ عاص بن ہشام بن مغیرہ کو بھیجا تھا باقی تمام کافروں نے بھی یہی کیا تھا جو خود اس جنگ میں نہیں گیا تھا، اس نے اپنی جگہ کسی نہ کسی کو بھیجا تھا۔ جب اسے جنگِ بدر میں کفار قریش کے شکست کھانے کی خبر ملی تو اللہ نے اسے خوب رسوا اور ذلیل کیا اور ہمیں اس خبر سے اپنے اندر بہت قوت اور غلبہ محسوس ہوا۔ حضرت ابو رافعؓ کہتے ہیں میں ایک کمزور آدمی تھا اور زمزم کے خیمے میں تیر بنایا کرتا تھا انہیں چھیلا کرتا تھا، اللہ کی قسم! میں خیمے میں بیٹھا ہوا تیر چھیل رہا تھا اور حضرت ام فضلؓ میرے پاس بیٹھی ہوئی تھیں اور یہ جو خبر آئی تھی اس سے ہم بہت خوش تھے کہ اتنے میں ابولہب بری طرح پاؤں گھسیٹتا ہوا آیا اور خیمے کی رسی پر آ کر بیٹھ گیا اور اس کی پشت میری پشت کی طرف تھی وہ یوں بیٹھا ہوا تھا کہ اتنے میں لوگوں نے کہا یہ ابوسفیان ہے جو جنگِ بدر سے واپس آیا اس ابوسفیان کا نام مغیرہ بن حارث بن عبدالمطلب ہے (یہ ابوسفیان اور ہیں اور جو ابوسفیان قریش کے سردار اور ہر جنگ کے سپہ سالار تھے وہ اور ہیں ان کا نام صخر بن حرب بن امیہ ہے) ابولہب نے ابوسفیان سے کہا میرے پاس آؤ کیونکہ میری زندگی کی قسم! صحیح خبر تو تمہارے پاس ہے وہ ابولہب کے پاس آ کر بیٹھ گیا اور لوگ بھی پاس آ کر کھڑے ہو گئے ابولہب نے کہا اے میرے بھتیجے! ذرا یہ تو بتاؤ کہ لوگوں کو کیا ہوا؟ کیسے شکست ہو گئی؟ اس نے کہا اللہ کی قسم! ہم لڑنے کے لئے مسلمانوں کے سامنے کھڑے ہی ہوئے

۱؎ اخرجه الحاكم (ج ٣ ص ٣٦١) و اخرجه الطبراني عن اسامة بن عمير بمعناه و ابن عساكر عن عبدالله بن زبير نحوه كما في الكنز (ج ۵ ص ٢٦٨) ٢؎ اخرجه ابونعيم في الدلائل (ص ١٧٠)

تھے کہ مسلمان ہم پر چھا گئے اور جسے چاہتے قتل کر دیتے تھے اور جسے چاہتے تھے قید کر لیتے تھے اور اللہ کی قسم! میں اس میں اپنے لشکر کا کوئی قصور نہیں سمجھتا کیونکہ ہمارا مقابلہ تو مسلمانوں سے ہوا ہی نہیں بلکہ ہمارے مقابلہ میں تو ایسے لوگ آ گئے تھے جن کا رنگ سفید تھا اور وہ زمین و آسمان کے درمیان چتکبرے گھوڑوں پر سوار تھے اور وہ لوگ تو کسی چیز کو چھوڑتے نہیں تھے۔ ان کے سامنے کوئی چیز ٹھہر نہیں سکتی تھی۔ حضرت ابو رافعؓ کہتے ہیں میں نے خیمہ کی رسی ہاتھ میں اٹھائی اور کہا اللہ کی قسم! یہ تو فرشتے تھے (چونکہ کفارِ قریش فرشتوں کو مانتے نہیں تھے اس وجہ سے) ابولہب نے ہاتھ اٹھا کر مجھے زور سے مارا میں اس سے گتھ گیا اس نے مجھے اٹھا کر زمین پر پٹخا اور پھر میرے سینے پر بیٹھ کر مجھے مارنے لگا۔ میں کمزور آدمی تھا اس پر حضرت ام فضلؓ نے کھڑے ہو کر خیمہ کا ایک کھونٹا لیا اور زور سے ابولہب کے سر پر مارا جس سے اس کے سر میں بڑا زخم ہو گیا اور یوں کہا چونکہ اس غلام کا آقا موجود نہیں ہے، اس لئے تو نے اسے کمزور سمجھ رکھا ہے۔ ابولہب اٹھا اور رسوا ہو کر پشت پھیر کر چلا گیا (کہ مکہ کے اس سردار نے آج ایک غلام اور ایک عورت سے مار کھائی) اللہ کی قسم! وہ اس کے بعد صرف سات دن ہی زندہ رہا پھر اللہ نے اسے چیچک میں مبتلا کر دیا جس سے وہ مر گیا۔ یونس کی روایت میں مزید یہ بھی ہے کہ ابولہب کے دو بیٹے تھے انہوں نے اس کی لاش کو مرنے کے بعد تین دن ویسے ہی پڑا رہنے دیا، اسے دفن نہیں کیا یہاں تک کہ وہ سڑ گیا اور اس میں بدبو پیدا ہو گئی اور قریش کے لوگ طاعون کی طرح چیچک سے بھی ڈرتے تھے اور اس سے بچتے تھے آخر قریش کے ایک آدمی نے ان دونوں سے کہا تم دونوں کا ناس ہو! کیا تمہیں شرم نہیں آتی تمہارا باپ گھر میں پڑا سڑ رہا ہے تم اسے دفن نہیں کرتے دونوں نے کہا یہ چیچک اور اس کے زخم ایک متعدی بیماری ہے، اس لئے ہمیں ڈر ہے کہ ہمیں نہ ہو جائے۔ اس نے کہا چلو میں تمہاری مدد کرتا ہوں، چنانچہ تینوں نے دور سے اس پر پانی پھینک کر غسل دیا، اس کے قریب نہ گئے پھر اسے اٹھا کر مکہ کے بالائی حصہ میں لے گئے اور ایک دیوار کے سہارے اسے لٹا کر اس پر پتھر ڈال دیئے۔[1]

حضرت ام برثن رحمۃ اللہ علیہا کے غلام حضرت عبدالرحمٰن ان صحابی سے نقل کرتے ہیں جو غزوہ حنین میں حالتِ کفر میں شریک ہوئے تھے اور بعد میں مسلمان ہوئے تھے وہ فرماتے ہیں جب میدان جنگ میں ہمارا اور حضور ﷺ کا آمنا سامنا ہوا تو مسلمان ہمارے سامنے اتنی دیر بھی

---

[1] اخرجه ابن اسحق كذافي البداية (ج ٣ ص ٣٠٨) واخرجه ابن سعد في طبقاته (ج ٤ ص ٧٣) والحاكم في مستدركه (ج ٣ ص ٣٢١) من طريق ابن اسحق نحوه مطولا واخرجه ايضا الطبراني و البزار عن ابي رافع بطوله قال الهيثمي (ج ٦ ص ٨٩) وفي اسناده حسين بن عبدالله بن عبيدالله وثقه ابوحاتم وغيره وضعفه جماعة وبقية رجاله ثقات. انتهى و اخرجه الحاكم (ج ٣ ص ٣٢٢) ايضا من طريق يونس عن ابن اسحق عن الحسين بن عبدالله عن عكرمة عن ابن عباس ابي رافع نحوه و اخرجه ابونعيم في الدلائل (ص ١٧٠) عن عكرمة عن ابي رافع مختصرا

نہیں ٹھہر سکے جتنی دیر میں ایک بکری کا دودھ نکالا جاتا ہے ان کے پاؤں اکھڑ گئے اور انہیں شکست ہوگئی اور ہم تلواریں ہلاتے ہوئے حضورؐ کے سامنے پہنچ گئے۔ جب ہم حضورؐ پر چھا گئے تو ایک دم ہمارے اور حضورؐ کے درمیان ایسے لوگ آ گئے جن کے چہرے بڑے خوبصورت تھے انہوں نے کہا (تمہارے) چہرے بگڑ جائیں لہٰذا تم واپس چلے جاؤ۔ بس ان لوگوں کی اتنی سی بات سے ہمیں شکست ہوگئی۔ ۱

حضرت ابن برثنؓ کے آزاد کردہ غلام حضرت عبدالرحمٰنؒ کہتے ہیں ایک صاحب جو غزوۂ حنین کے دن مشرکوں کے ساتھ تھے انہوں نے مجھے واقعہ یوں بتایا کہ جب ہم نے انہیں شکست دے دی تو ہم ان کا پیچھا کر رہے تھے یہاں تک کہ ہم لوگ سفید خچر والے سوار تک پہنچ گئے۔ ہم نے دیکھا تو وہ حضور ﷺ تھے۔ حضورؐ کے پاس ہمیں گورے چٹے خوبصورت چہرے والے لوگ ملے۔ انہوں نے ہم سے کہا (تمہارے) چہرے بگڑ جائیں تم واپس چلے جاؤ بس اس پر ہمیں شکست ہوگئی اور صحابہؓ ہمارے اوپر سوار ہو گئے اور وہ جیت گئے۔ یہ تھا ہماری شکست کا قصہ۔ ۲

حضرت جبیر بن مطعم رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں غزوۂ حنین کے دن ہم لوگ حضور ﷺ کے ساتھ تھے اور لوگ لڑ رہے تھے میری آسمان پر اچانک نظر پڑی تو مجھے ایک کالی چادر آسمان سے اترتی ہوئی نظر آئی جو ہمارے اور کافروں کے درمیان آکر گر پڑی۔ وہ چیونٹیاں تھیں جو بکھر گئیں اور ساری وادی میں پھیل گئیں اس کے بعد کافروں کو ایکدم شکست ہوگئی۔ ہمیں ان چیونٹیوں کے فرشتے ہونے میں کوئی شک نہیں تھا۔ ۳

حضرت عبداللہ بن فضل رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں حضور ﷺ نے جنگِ احد کے دن حضرت مصعب بن عمیرؓ کو جھنڈا دیا۔ جب حضرت مصعبؓ شہید ہو گئے تو ایک فرشتے نے اس جھنڈے کو پکڑ لیا جو کہ حضرت مصعبؓ کی شکل میں تھا۔ دن کے آخری حصہ میں حضورؐ اسے فرمانے لگے اے مصعبؓ آگے بڑھو۔ اس فرشتے نے حضورؐ کی طرف متوجہ ہو کر کہا میں مصعبؓ نہیں ہوں تب حضورؐ کو پتہ چلا کہ یہ فرشتہ ہے جو حضرت مصعبؓ کی مدد و نصرت کے لئے آیا ہے۔ ۴

حضرت انسؓ نے فرمایا جب حضور ﷺ قبیلہ بنو قریظہ کی طرف تشریف لے گئے اس وقت حضرت جبرائیل علیہ السلام اپنی سواری پر سوار ہو کر قبیلہ بنی غنم کی گلی میں سے گزرے تھے جس سے اس گلی میں غبار اٹھا تھا وہ غبار اب بھی گویا کہ مجھے نظر آ رہا ہے۔ ۵

۱۔ اخرجه البيهقي عن عوف كذافي البداية (ج ۴ ص ۳۳۲)

۲۔ اخرجه ابن جرير عن عوف الاعرابي كذافي التفسير لابن كثير (ج ۲ ص ۳۴۵)

۳۔ اخرجه ابن اسحق رواه البيهقي من طريقه كذافي البداية (ج ۴ ص ۳۳۴)

۴۔ اخرجه ابن سعد (ج ۳ ص ۱۲۱)

۵۔ اخرجه ابونعيم في الدلائل (ص ۱۸۲) واخرجه ابن سعد (ج ۲ ص ۷۶) عن انس نحوه

حضرت حمید بن ہلال رحمۃ اللہ علیہ نے بنو قریظہ کے غزوے کے بارے میں پوری حدیث بیان کی اور اس میں یہ بھی ہے کہ حضور ﷺ اور آپ کے صحابہؓ نے (غزوۂ خندق سے فارغ ہو کر) ہتھیار رکھ دیئے تو حضرت جبرائیل علیہ السلام حضور کی خدمت میں حاضر ہوئے۔ حضورؐ حضرت جبرائیلؑ کے پاس باہر تشریف لائے۔ حضرت جبرائیلؑ اپنے گھوڑے کے سینے پر سہارا لے کر کھڑے ہوئے تھے اور ان کی پلکوں پر خوب غبار پڑا ہوا تھا۔ حضورؐ نیچے تشریف لائے تو حضرت جبرائیل نے عرض کیا ہم نے تو ابھی تک ہتھیار نہیں رکھے، بنو قریظہ کی طرف تشریف لے چلیں (ان سے جنگ کرنی ہے) حضورؐ نے فرمایا میرے ساتھی تھکے ہوئے ہیں آپ انہیں چند دن کی مہلت دے دیں تو اچھا ہے۔ حضرت جبرائیلؑ نے عرض کیا نہیں آپ ابھی وہاں تشریف لے چلیں میں اپنے اس گھوڑے کو ان کے قلعوں میں گھسا دوں گا اور ان کے سارے قلعے گرا کر زمین کے برابر کر دوں گا، چنانچہ حضرت جبرائیلؑ اور ان کے ساتھ جتنے فرشتے تھے یہ سب وہاں سے پشت پھیر کر چلے تو انصار کے قبیلہ بنی غنم کی گلیوں میں غبار اڑنے لگا۔[1]

فرشتوں کا مشرکوں کو قید کرنا اور ان سے جنگ کرنا

حضرت سہیل بن عمرو رضی اللہ عنہ نے فرمایا میں نے جنگِ بدر کے دن بہت سے گورے چٹے آدمی دیکھے جو چتکبرے گھوڑوں پر آسمان اور زمین کے درمیان سوار تھے ان پر نشانیاں لگی ہوئی تھیں وہ بعد میں جنگ بھی کر رہے تھے اور کافروں کو قید بھی کر رہے تھے۔[2]

حضرت براء رضی اللہ عنہ وغیرہ حضرات فرماتے ہیں ایک انصاری صحابی حضرت عباسؓ کو قید کر کے لائے (حضرت عباسؓ نے اس وقت تک اپنا مسلمان ہونا ظاہر نہیں کیا تھا اس لئے وہ جنگِ بدر میں کافروں کے ساتھ تھے) حضرت عباسؓ نے عرض کیا یا رسول اللہ! انہوں نے مجھے قید نہیں کیا بلکہ مجھے تو ایسے آدمی نے قید کیا ہے جس کے سر کا شروع کا حصہ گنجا تھا اور اس کی شکل و صورت ایسی اور ایسی تھی۔ حضور ﷺ نے ان انصاری سے فرمایا اللہ نے ایک کریم فرشتے کے ذریعہ تمہاری مدد فرمائی ہے۔[3]

حضرت علیؓ نے غزوۂ بدر کے بارے میں ایک لمبی حدیث بیان فرمائی ہے۔ اس میں یہ بھی ہے کہ ایک انصاری صحابی حضرت عباس بن عبد المطلبؓ کو قید کر کے لائے۔ حضرت عباسؓ نے عرض کیا یا رسول اللہ! اللہ کی قسم! انہوں نے مجھے قید نہیں کیا مجھے تو اس آدمی نے قید کیا ہے جو کنپٹی

---

۱ ۔ عند ابن سعد ایضا (ج ۲ ص ۷۷)

۲ ۔ اخرجه ابن عساکر والواقدی کذافی الکنز (ج ۵ ص ۲۶۸)

۳ ۔ اخرجه احمد قال الهیثمی (ج ۶ ص ۷۶) رجاله رجال الصحیح. انتهی

سے گنجا تھا اس کا چہرہ سب سے زیادہ خوبصورت تھا اور چتکبرے گھوڑے پر سوار تھا اب وہ مجھے مسلمانوں میں نظر نہیں آرہا۔ ان انصاری نے عرض کیا یا رسول اللہ! میں نے انہیں قید کیا ہے حضورؐ نے فرمایا ارے میاں! خاموش رہو۔ اللہ نے ایک کریم فرشتے کے ذریعے تمہاری مدد فرمائی ہے۔[1]

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں حضرت عباسؓ کو بنو سلمہ کے حضرت ابوالیُسَر کعب بن عمروؓ نے قید کیا تھا حضرت ابوالیسر ایک پست قد آدمی تھے اور حضرت عباسؓ قد آور اور بڑے ڈیل ڈول والے تھے۔ حضور ﷺ نے حضرت ابوالیسرؓ سے فرمایا اے ابوالیسر! تم نے عباس کو کیسے قید کر لیا؟ انہوں نے عرض کیا یا رسول اللہ! انہیں قید کرنے میں ایک آدمی نے میری مدد کی ہے میں نے نہ جنگ سے پہلے اسے دیکھا ہے اور نہ اب جنگ کے بعد وہ نظر آرہا ہے۔ اس کی شکل وصورت ایسی اور ایسی تھی۔ حضورؐ نے فرمایا ایک کریم فرشتے نے اس میں تمہاری مدد کی ہے۔[2]

حضرت ابنِ عباسؓ فرماتے ہیں ایک مشرک آگے تھا اور ایک انصاری مسلمان اس کے پیچھے دوڑ رہا تھا کہ اتنے میں اس مسلمان نے اپنے اوپر کی جانب کوڑا مارنے کی آواز سنی اور ایک گھوڑے سوار کو یہ کہتے ہوئے سنا اے حیزوم! (یہ حضرت جبرائیل علیہ السلام کے گھوڑے کا نام ہے) آگے بڑھ۔ اس مسلمان نے دیکھا تو وہ مشرک پشت کے بل نیچے گرا ہوا تھا اور کوڑے کی مار سے اس کی ناک زخمی تھی اور چہرہ پھٹا ہوا تھا اور یہ سارا حصہ نیلا ہو چکا تھا۔ اس انصاری نے حضور ﷺ کی خدمت میں حاضر ہو کر یہ واقعہ بیان کیا۔ حضورؐ نے فرمایا تم سچ کہتے ہو یہ تیسرے آسمان سے مدد آئی تھی، چنانچہ مسلمانوں نے اس دن ستر کافروں کو قتل کیا اور ستر کو قید کیا۔[3] حضرت ابنِ عباسؓ فرماتے ہیں کہ قبیلہ بنی غفار کے ایک آدمی نے بیان کیا کہ میں اور میرے ایک چچازاد بھائی ہم دونوں ایک پہاڑ پر چڑھے جہاں سے ہمیں میدانِ بدر اچھی طرح نظر آرہا تھا ہم دونوں ان دنوں مشرک تھے اور یہ انتظار کر رہے تھے کہ کسے شکست ہوتی ہے تا کہ ہم جیتنے والوں کے ساتھ مل کر لوٹ مار کریں۔ ہم ابھی پہاڑ پر تھے کہ اتنے میں ہمارے قریب سے ایک بادل گزرا جس میں سے ہمیں گھوڑے کے ہنہنانے کی آواز سنائی دی اور کسی کو یہ کہتے ہوئے سنا اے حیزوم آگے بڑھ۔ یہ سن کر میرے چچازاد بھائی کے دل کا پردہ پھٹ گیا اور وہ وہیں مر گیا میں بھی مرنے کے قریب

---

[1] عند ابن ابی شیبة و احمد و ابن جریر و صححه والبیهقی فی الدلائل کما ذکره، فی الکنز (ج ۵ ص ۲۶۶) و عزاه الهیثمی (ج ۶ ص ۷۵) الی احمد والبزار وقال رجال احمد رجال الصحیح غیر حارثة بن مضرب وهو ثقة

[2] اخرجه ابن سعد (ج ۴ ص ۱۲) و اخرجه احمد عن ابن عباس نحوه وزاد الحدیث بعد ذلک فی فداء العباس وغیره قال الهیثمی (ج ۶ ص ۸۶) وفیه راو لم یسم وبقیة رجاله ثقات و اخرجه ابو نعیم فی الدلائل (ص ۱۶۹) عن ابن عباس بسیاق ابن سعد

[3] اخرجه مسلم کذافی البدایة (ج ۳ ص ۲۷۹) و اخرجه ابو نعیم فی الدلائل (ج ۲ ص ۱۷۰) عن ابن عباس فی حدیث طویل فی غزوة بدر نحوه

ہو گیا تھا لیکن مشکل سے اپنے آپ کو سنبھالا۔[1]

حضرت ابو طلحہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں ہم لوگ ایک غزوہ میں حضور ﷺ کے ساتھ تھے دشمن سے مقابلہ ہوا۔ میں نے حضور کو یہ دعا کرتے ہوئے سنا ﴿مٰلِكِ يَوْمِ الدِّيْنِ ۝ اِيَّاكَ نَعْبُدُ وَاِيَّاكَ نَسْتَعِيْنُ ۝﴾ "اے روزِ جزا کے مالک! ہم تیری ہی عبادت کرتے ہیں اور تجھ ہی سے مدد مانگتے ہیں۔" میں نے دیکھا کہ دشمن کے آدمی گرتے چلے جا رہے ہیں اور فرشتے انہیں آگے سے پیچھے سے مار رہے ہیں۔[2]

حضرت ابو امامہ بن سہل رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں میرے والد (حضرت سہیلؓ) نے فرمایا اے میرے بیٹے! ہم نے غزوۂ بدر میں اللہ کی غیبی نصرت کی وجہ سے اپنا یہ حال دیکھا تھا کہ ہم میں سے کوئی آدمی مشرک کے سر کی طرف اشارہ کر دیتا تو اس کا سر تلوار لگنے سے پہلے ہی جسم سے کٹ کر نیچے گر جاتا۔[3]

حضرت ابو واقد لیثیؓ فرماتے ہیں میں ایک مشرک کا پیچھا کر رہا تھا تاکہ میں اس پر تلوار کا وار کروں لیکن میری تلوار اس تک پہنچنے سے پہلے ہی اس کا سر کٹ کر زمین پر گر گیا جس سے میں سمجھ گیا کہ میرے علاوہ کسی اور (نظر نہ آنے والی مخلوق یعنی فرشتے) نے اسے قتل کیا ہے۔[4]

حضرت سہل بن ابی حثمہؓ فرماتے ہیں حضرت ابو بردہ حارثیؓ جنگِ بدر کے دن (مشرکوں کے) تین سر اٹھائے ہوئے حضور ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوئے۔ حضورؐ نے جب انہیں دیکھا تو فرمایا تمہارا دایاں ہاتھ کامیاب رہا۔ انہوں نے عرض کیا یا رسول اللہ! ان میں سے دو کو تو میں نے قتل کیا اور تیسرے کی صورت یہ ہوئی کہ میں نے ایک خوبصورت خوبرو اور گورا چٹا آدمی دیکھا جس نے اس کا سر تن سے جدا کر دیا۔ حضورؐ نے فرمایا وہ فلاں فرشتہ تھا۔[5]

حضرت محمود بن لبید رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں حضرت حارث بن صمہؓ نے فرمایا حضور ﷺ ایک گھاٹی میں تھے آپؐ نے مجھ سے پوچھا کیا تم نے عبدالرحمٰن بن عوف کو دیکھا؟ میں نے عرض کیا

---

[1] اخرجه ابو نعیم ایضا [2] اخرجه ابو نعیم فی الدلائل (ص ۱۶۴)

[3] اخرجه البیهقی کذافی البدایة (ج ۳ ص ۲۸۱) و اخرجه الحاکم (ج ۳ ص ۴۰۹) عن ابی امامة مثله الا ان فی روایته و ان احد نایشیر بسیفه قال الحاکم صحیح الاسناد ولم یخر جاه و صححه الذهبی و اخرجه الطبرانی عن ابی امامة نحو روایة الحاکم قال الهیثمی (ج ۶ ص ۸۴) وفیه محمد بن یحیی الاسکندرانی قال ابن یونس روی مناکیر [4] اخرجه ابن اسحاق کذافی البدایة (ج ۳ ص ۲۸۱) و اخرجه احمد عن ابی داؤد المازنی و کان شهد بدرا قال انی لاتبع فذکر نحوه قال الهیثمی (ج ۶ ص ۸۳) وفیه رجل لم یسم و اخرجه ابو نعیم فی الدلائل (ص ۱۷۰) عن ابی داؤد المازنی نحوه وفی روایة انی لاتبع رجلا من المشرکین یوم بدر [5] اخرجه الطبرانی فی الاوسط قال الهیثمی (ج ۶ ص ۸۳) وفیه عبدالعزیز بن عمران وهو ضعیف. انتهی

جی ہاں، یارسول اللہ! میں نے انہیں پہاڑ کے دامن میں دیکھا تھا اور کافروں کی ایک فوج نے ان پر حملہ کیا ہوا تھا اس لئے میں نیچے اترنے لگا (تا کہ ان کی مدد کروں) لیکن راستہ میں آپؐ مجھے نظر آ گئے تو میں انہیں چھوڑ کر آپؐ کے پاس آ گیا۔ حضورؐ نے فرمایا غور سے سنو! فرشتے ان کے ساتھ مل کر کافروں سے جنگ کر رہے ہیں۔ حضرت حارثؓ کہتے ہیں میں وہاں سے حضرت عبدالرحمٰنؓ کی طرف چل پڑا۔ میں نے وہاں جا کر دیکھا کہ مشرکوں کا لشکر جا چکا ہے اور حضرت عبدالرحمٰنؓ کے چاروں طرف سات مشرک قتل ہوئے پڑے ہیں۔ میں نے کہا آپ کا دایاں ہاتھ کامیاب ہو گیا کیا آپ نے اکیلے ان سب کو قتل کیا ہے؟ انہوں نے کہا یہ ارطات بن عبد شرجیل اور یہ کافر ان دو کو تو میں نے قتل کیا ہے اور باقی ان پانچ کو اس شخص نے قتل کیا ہے جو مجھے نظر نہیں آ رہا تھا۔ میں نے کہا اللہ اور اس کے رسولؐ نے سچ کہا۔[1]

حضرت ابن عباسؓ نے فرمایا حضور ﷺ مکہ میں کچھ لوگوں کے پاس سے گزرے وہ پیچھے سے اشارہ کر کے حضورؐ کے بارے میں کہنے لگے یہ وہ آدمی ہے جو یہ دعویٰ کرتا ہے کہ وہ نبی ہے اور اس وقت حضورؐ کے ساتھ حضرت جبرائیل علیہ السلام بھی تھے۔ حضرت جبرائیلؑ نے ان کافروں کی طرف انگلی سے اشارہ کیا تو ایک دم ان کے جسم پر ناخن جیسے نشان پڑ گئے جو بعد میں زخم بن گئے اور سڑ گئے جس سے ان میں بدبو پیدا ہو گی اور اس وجہ سے کوئی بھی ان کے قریب نہ جا سکا۔ اس پر اللہ تعالیٰ نے یہ آیت نازل فرمائی اِنَّا کَفَیْنٰکَ الْمُسْتَھْزِءِیْنَ (سورت حجر آیت ۹۵) "یہ لوگ جو ہنستے ہیں (اور) اللہ تعالیٰ کے ساتھ دوسرا معبود قرار دیتے ہیں ان سے آپ کے لئے ہم کافی ہیں۔"[2]

حضرت ابن عباسؓ نے فرمایا اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے اِنَّا کَفَیْنٰکَ الْمُسْتَھْزِءِیْنَ تو یہ ہنسنے والے اور مذاق اڑانے والے کافر ولید بن مغیرہ، اسود بن عبدالغیوث، اسود بن مطلب ابو زمعہ جو کہ قبیلہ بنو اسد بن عبدالعزیٰ میں سے تھا، حارث بن عبطل سہمی اور عاصی بن وائل تھے۔ حضرت جبرائیلؑ حضور ﷺ کے پاس آئے تو حضورؐ نے ان سے کافروں کی شکایت کی۔ حضرت جبرائیلؑ نے کہا آپ مجھے یہ لوگ دکھا دیں۔ چنانچہ حضورؐ نے انہیں ولید بن مغیرہ دکھایا حضرت جبرائیلؑ نے ولید کے بازو کی بڑی رگ کی طرف بس ایک اشارہ ہی کیا حضورؐ نے فرمایا آپ نے تو کچھ بھی نہیں کیا؟ حضرت جبرائیلؑ نے کہا اب آپ کو کچھ کرنے کی ضرورت نہیں میں نے اس کی سزا کا انتظام کر دیا ہے۔ پھر حضورؐ نے انہیں حارث بن عبطل سہمی دکھایا۔ حضرت جبرائیلؑ نے اس کے پیٹ

۱۔ اخرجه الطبرانی و البزار قال الهیثمی (ج ٦ ص ١١٤) وفیه عبدالعزیز بن عمران وهو ضعیف. انتهی واخرجه ایضا ابن منده و ابونعیم عن الحارث بن الصمة نحوه کما فی المنتخب (ج ٥ ص ٧٦) وزاد فیه فهویت الیه لا منعه وفی روایة فاجده بین نضر سبعة صرعی وفی روایة وهذان

۲۔ اخرجه الطبرانی قال الهیثمی (ج ٧ ص ٤٦) رواه الطبرانی فی الاوسط والبزار بنحوه وفیه یزید بن درهم ضعفه ابن معین و وثقه الفلاس. انتهی

کی طرف اشارہ کیا حضورؐ نے فرمایا آپ نے کچھ تو کیا ہے نہیں؟ حضرت جبرائیلؑ نے کہا اب آپ کو کچھ کرنے کی ضرورت نہیں میں نے اس کا انتظام کر دیا ہے پھر حضورؐ نے عاصی بن وائل دکھایا حضرت جبرائیلؑ نے اس کے تلوے کی طرف اشارہ کیا۔ حضورؐ نے فرمایا آپ نے کچھ تو کیا ہے نہیں؟ حضرت جبرائیلؑ نے کہا اب آپ کو کچھ کرنے کی ضرورت نہیں، میں نے اس کا انتظام کر دیا ہے، چنانچہ ولید بن مغیرہ کا یہ ہوا کہ وہ قبیلہ خزاعہ کے ایک آدمی کے پاس سے گزرا جو اپنا تیر چھیل رہا تھا وہ تیر ولید کے بازو کی بڑی رگ کو لگ گیا جس سے وہ رگ کٹ گئی اور اسود بن مطلب اندھا ہو گیا بعض کہتے ہیں ویسے ہی اندھا ہو گیا بعض کہتے ہیں وہ ایک درخت کے نیچے اترا وہ کہنے لگا اے میرے بیٹو! کیا تم مجھ سے ہٹاتے نہیں میں تو ہلاک ہو گیا میری آنکھوں میں کانٹے چبھ رہے ہیں اس کے بیٹوں نے کہا ہمیں تو کچھ نظر نہیں آ رہا۔ کچھ دیر اسے یوں ہی کانٹے چبھتے رہے پھر اس کی دونوں آنکھیں اندھی ہو گئیں اور اسود بن عبد یغوث کے سر میں پھوڑے نکل آئے جن سے وہ مر گیا اور حارث بن عبطل کے پیٹ میں صفراء یعنی زرد پانی کا زور ہو گیا آخر پاخانہ منہ کے راستے سے آنے لگا جس سے وہ مر گیا اور عاصی بن وائل چلا جا رہا تھا اس کے پاؤں میں شبرقہ نامی کانٹے دار جھاڑی کا کانٹا لگ گیا جس سے اس کا پاؤں سوج گیا اور وہ مر گیا۔[1]

حضرت انس بن مالکؓ فرماتے ہیں کہ حضور ﷺ کے ایک صحابی کی کنیت ابو معلق تھی اور وہ تاجر تھے اپنے اور دوسروں کے مال سے تجارت کیا کرتے تھے اور وہ بہت عبادت گزار اور پرہیزگار تھے۔ ایک مرتبہ وہ سفر میں گئے انہیں راستہ میں ایک ہتھیاروں سے مسلح ڈاکو ملا اس نے کہا اپنا سارا سامان یہاں رکھ دو میں تمہیں قتل کروں گا۔ اس صحابی نے کہا تم نے مال لینا ہے وہ لے لو ڈاکو نے کہا نہیں میں تو تمہارا خون بہانا چاہتا ہوں۔ اس صحابی نے کہا مجھے ذرا مہلت دو میں نماز پڑھ لوں۔ اس نے کہا جتنی پڑھنی ہے پڑھ لو، چنانچہ انہوں نے وضو کر کے نماز پڑھی اور یہ دعا تین مرتبہ مانگی یاودود یاذا العرش المجید یافعالا لما یرید اسئلک بعزتک التی لاترام و ملکک الذی لایضام و بنورک الذی ملأ ارکان عرشک ان تکفینی شر ھذا اللص یامغیث اغثنی ”اے بہت محبت کرنے والے! اے بڑے عرش والے! اے ہر اس کام کو کر لینے والے جس کا تو ارادہ کر لے! میں تیری اس عزت کے واسطے سے جس کو کوئی مانگنے کا سوچ بھی نہیں سکتا اور تیری اس بادشاہت کے واسطے سے جس پر کوئی غالب نہیں آ سکتا اور تیرے اس نور کے واسطے سے جس نے تیرے عرش کے تمام کونوں کو بھرا ہوا ہے۔ یہ سوال کرتا ہوں کہ تو مجھے اس ڈاکو کے شر سے بچا لے، اے فریادرس میری فریاد کو پہنچ۔“ تو اچانک ایک گھوڑے سوار نمودار ہوا جس

---

[1] عند الطبرانی فی الاوسط قال الھیثمی (ج ۷ ص ۴۷) وفیہ محمد بن عبدالحکم النیسابوری ولم اعرفہ و بقیۃ رجالہ ثقات. انتھی.

کے ہاتھ میں ایک نیزہ تھا جسے اٹھا کر اس نے اپنے گھوڑے کے کانوں کے درمیان بلند کیا ہوا تھا اس نے اس ڈاکو کو نیزہ مار کر قتل کر دیا پھر وہ اس تاجر کی طرف متوجہ ہوا تاجر نے پوچھا تم کون ہو؟ اللہ نے تمہارے ذریعے سے میری مدد فرمائی ہے۔ اس نے کہا میں چوتھے آسمان کا فرشتہ ہوں۔ جب آپ نے (پہلی مرتبہ) دعا کی تو میں نے آسمان کے دروازوں کی کھڑکھڑاہٹ سنی۔ جب آپ نے دوبارہ دعا کی تو میں نے آسمان والوں کی چیخ وپکار سنی پھر آپ نے تیسری مرتبہ دعا کی تو کسی نے کہا یہ ایک مصیبت زدہ کی دعا ہے میں نے اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں عرض کیا کہ اس ڈاکو کو قتل کرنے کا کام میرے ذمہ کر دیں پھر اس فرشتے نے کہا آپ کو خوشخبری ہو کہ جو آدمی بھی وضو کر کے چار رکعت نماز پڑھے اور پھر یہ دعا مانگے اس کی دعا ضرور قبول ہوگی چاہے وہ مصیبت زدہ ہو یا نہ ہو۔[1]

حضرت لیث بن سعد رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں مجھے یہ بات پہنچی ہے کہ حضرت زید بن حارثہؓ نے اپنا قصہ اس طرح سنایا کہ میں نے طائف میں ایک آدمی سے کرایہ پر خچر لیا کرایہ پر دینے والے نے یہ شرط لگائی کہ وہ راستہ میں جس منزل پر چاہے گا مجھے ٹھہرائے گا، چنانچہ وہ مجھے ایک ویرانے کی طرف لے کر چل پڑا اور وہاں پہنچ کر اس نے کہا یہاں اتر جاؤ میں وہاں اتر گیا تو دیکھا کہ بہت سے لوگ وہاں قتل ہوئے پڑے تھے۔ جب وہ مجھے قتل کرنے لگا تو میں نے کہا مجھے ذرا دو رکعت نماز پڑھنے دو اس نے کہا پڑھ لو تم سے پہلے ان لوگوں نے بھی نماز پڑھی تھی لیکن نماز سے انہیں کوئی فائدہ نہیں ہوا تھا۔ جب میں نماز پڑھ چکا تو وہ مجھے قتل کرنے کے لئے آگے بڑھا تو میں نے کہا یاارحم الراحمین! تو اس نے ایک آواز سنی کہ اسے قتل نہ کرو۔ وہ ایک دم ڈر گیا اور اس آواز والے کو تلاش کرنے گیا تو اسے کوئی نظر نہ آیا وہ واپس آیا تو میں نے اونچی آواز سے کہا یاارحم الراحمین! اس طرح تین مرتبہ ہوا پھر اچانک گھوڑے پر ایک سوار نمودار ہوا اس کے ہاتھ میں لوہے کا ایک نیزہ تھا اس نیزے کے سرے سے آگ کا شعلہ نکل رہا تھا۔ اس سوار نے اس کو اس زور سے نیزہ مارا کہ پار ہو کر کمر کی طرف نکل آیا اور وہ مر کر زمین پر گر گیا پھر مجھ سے کہا جب تم نے پہلی مرتبہ یاارحم الراحمین! کہہ کر پکارا تھا تو اس وقت میں ساتویں آسمان پر تھا۔ جب تم نے دوبارہ پکارا تھا تو میں آسمان دنیا پر تھا جب تم نے تیسری بار پکارا تھا تو میں آپ کے پاس پہنچ گیا۔[2]

صحابہ کرامؓ کا فرشتوں کو دیکھنا

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں ایک مرتبہ حضور ﷺ نے کسی شخص کی آواز سنی تو آپ جلدی سے اٹھے اور گھر کے باہر اس کے پاس گئے۔ میں بھی دیکھنے کے لئے آپؐ کے پیچھے گئی تو

۱۔ اخرجه ابن ابی الدنیا و اخرجه ابو موسیٰ فی کتاب ابو طائف بتمامه کذافی الاصابة (ج ۳ ص ۱۸۲)
۲۔ اخرجه ابن عبدالبر فی الاستیعاب (ج ۱ ص ۵۴۸)

میں نے دیکھا کہ ایک آدمی اپنے ترکی گھوڑے کی گردن کے بالوں پر سہارا لگائے کھڑا ہے۔ جب میں نے ذرا غور سے دیکھا تو ایسے لگا کہ یہ حضرت دحیہ کلبیؓ ہیں اور وہ پگڑی باندھے ہوئے ہیں جس کا شملہ ان کے کندھوں کے درمیان لٹکا ہوا ہے۔ جب حضورؐ میرے پاس اندر تشریف لائے تو میں نے عرض کیا کہ آپؐ بہت تیزی سے اٹھ کر باہر گئے تھے میں نے بھی باہر جا کر دیکھا تو وہ حضرت دحیہ کلبیؓ تھے (ان کی وجہ سے آپ کو اتنی جلدی کرنے کی ضرورت نہیں تھی) حضورؐ نے فرمایا کیا تم نے انہیں دیکھا ہے؟ میں نے عرض کیا جی ہاں! فرمایا یہ حضرت جبرائیلؑ تھے انہوں نے مجھے کہا ہے کہ میں بنو قریظہ پر حملہ کرنے کے لئے چلوں۔[۱] حضرت سعید بن مسیب رحمۃ اللہ علیہ بنو قریظہ کے بارے میں لمبی حدیث بیان کرتے ہیں جس میں یہ مضمون بھی ہے کہ نبی کریمؐ بنو قریظہ تشریف لے چلے تو راستہ میں نبی کریم ﷺ کا صحابہ کرامؓ کی کئی مجلسوں پر گزر ہوا۔ حضورؐ نے ان سے پوچھا کیا ابھی تمہارے پاس سے کوئی گزرا ہے؟ ان سب نے کہا جی ہاں! ابھی حضرت دحیہ کلبیؓ گزرے تھے جو سفید خچر پر سوار تھے ان کے نیچے ایک ریشمی چادر بھی تھی۔ حضورؐ نے فرمایا وہ حضرت دحیہؓ نہیں تھے بلکہ حضرت جبرائیلؑ تھے جنہیں بنو قریظہ اس لئے بھیجا ہے تا کہ وہ ان کے قلعوں کو ہلا کر ان کے دلوں میں رعب ڈال دیں۔[۲]

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں حضور ﷺ ایک مرتبہ ایک انصاری کی عیادت کے لئے تشریف لے گئے۔ جب حضورؐ ان کے گھر کے قریب پہنچے تو حضورؐ نے سنا کہ وہ انصاری گھر کے اندر کسی سے بات کر رہے ہیں جب حضورؐ اجازت لے کر اندر تشریف لے گئے تو آپ کو وہاں کوئی نظر نہ آیا۔ آپؐ نے ان سے پوچھا ابھی میں سن رہا تھا کہ تم کسی سے باتیں کر رہے تھے۔ انہوں نے عرض کیا یا رسول اللہ! لوگوں نے میرے بخار کی وجہ سے جو باتیں کیں ان سے مجھے بہت غم وصدمہ ہوا اس وجہ سے میں اندر آ گیا پھر میرے پاس اندر ایک آدمی آیا آپ کے بعد میں نے ایسا کوئی آدمی نہیں دیکھا جو اس سے زیادہ عمدہ مجلس والا اور زیادہ اچھی بات والا ہو۔ حضورؐ نے فرمایا یہ حضرت جبرائیلؑ تھے اور تم میں کچھ لوگ ایسے بھی ہیں کہ اگر وہ اللہ پر قسم کھالیں تو اللہ ان کی قسم ضرور پوری کردے۔[۳]

حضرت ابن عباسؓ فرماتے ہیں میں اپنے والد کے ساتھ حضور ﷺ کی خدمت میں حاضر تھا۔ آپؐ کے پاس ایک آدمی تھا جو آپؐ کے کان میں چپکے چپکے باتیں کر رہا تھا جس کی وجہ سے آپؐ نے میرے والد سے اعراض کئے رکھا۔ جب ہم حضورؐ کے پاس سے باہر آئے تو میرے والد

۱۔ اخرجه ابونعیم فی الدلائل (ص ۱۸۲) و اخرجه ابن سعد (ج ۴ ص ۲۵۰) عن عائشه نحوه
۲۔ اخرجه ابو نعیم (ص ۱۸۲) ۳۔ اخرجه البزار و الطبرانی قال الهیثمی (ج ۱۰ ص ۴۱) رواه البزار و الطبرانی فی الکبیر والا وسط و اسانید هم حسنة. انتهی

نے کہا اے میرے بیٹے! کیا تم نے اپنے چچازاد بھائی کو نہیں دیکھا کہ انہوں نے مجھ سے اعراض کئے رکھا۔ میں نے کہا ان کے پاس تو ایک آدمی تھا جو ان کے کان میں چپکے چپکے باتیں کر رہا تھا۔ ہم پھر دوبارہ حضورؐ کی خدمت میں گئے میرے والد نے عرض کیا یا رسول اللہ! میں نے اپنے بیٹے عبداللہ سے یہ اور یہ بات کہی اس نے مجھے بتایا کہ آپ کے پاس ایک آدمی تھا جو آپؐ کے کان میں چپکے چپکے باتیں کر رہا تھا تو کیا آپ کے پاس کوئی تھا؟ حضورؐ نے فرمایا اے عبداللہ! کیا تم نے اسے دیکھا ہے؟ میں نے کہا جی ہاں! حضورؐ نے فرمایا یہ حضرت جبرائیلؑ تھے ان ہی وجہ سے میں آپ کی طرف متوجہ نہ ہو سکا۔ ۱؎ حضرت ابن عباسؓ نے فرمایا حضرت عباسؓ نے مجھے کسی کام سے حضور ﷺ کی خدمت میں بھیجا۔ حضورؐ کے پاس کوئی آدمی بیٹھا ہوا تھا، اس لئے میں نے حضورؐ سے کوئی بات نہ کی بلکہ ویسے ہی واپس آ گیا بعد میں حضورؐ نے پوچھا کیا تم نے اس آدمی کو دیکھا تھا؟ میں نے عرض کیا جی ہاں! فرمایا یہ حضرت جبرائیلؑ تھے۔ اس کے بعد حضورؐ نے میرے بارے میں فرمایا انہیں علم خوب دیا جائے گا لیکن مرنے سے پہلے ان کی بینائی جاتی رہے گی (چنانچہ بعد میں اللہ نے ایسے ہی کیا)۔ ۲؎

حضرت عروہ بن رویمؒ کہتے ہیں حضرت عرباض بن ساریہ رضی اللہ عنہ حضور ﷺ کے صحابہؓ میں سے تھے بہت بوڑھے ہو گئے تھے اور چاہتے تھے کہ انہیں موت آ جائے، اس لئے یہ دعا کرتے تھے اے اللہ! میری عمر بڑی ہو گئی اور میری ہڈیاں پتلی اور کمزور ہو گئیں لہٰذا مجھے اپنے پاس اٹھا لے۔ حضرت عرباضؓ فرماتے ہیں ایک دن میں دمشق کی مسجد میں تھا وہاں مجھے ایک نوجوان نظر آیا جو بہت حسین و جمیل تھا۔ اس نے سبز جوڑا پہنا ہوا تھا۔ اس نے کہا آپ یہ کیا دعا کرتے ہیں؟ میں نے اس سے کہا اے میرے بھتیجے! پھر میں کیا دعا کروں؟ اس نے کہا یہ دعا کریں اے اللہ! میرے عمل اچھے کر دے اور مجھے موت تک پہنچا دے۔ میں نے کہا اللہ تم پر رحم کرے تم کون ہو؟ اس نے کہا میں ربیائیل (وہ فرشتہ) ہوں جو مومنوں کے دلوں سے تمام غم نکالتا ہوں۔ ۳؎

فرشتوں کا صحابہ کرامؓ کو سلام کرنا اور ان سے مصافحہ کرنا

حضرت مطرف بن عبداللہ رحمۃ اللہ علیہ کہتے میں حضرت عمران بن حصینؓ نے مجھ سے فرمایا اے مطرف! یہ بات جان لو کہ فرشتے میرے سر کے پاس اور میرے کمرے کے پاس اور حطیم کعبہ کے پاس آ کر مجھے سلام کیا کرتے تھے اور اب میں نے اپنے آپ کو (علاج کے لئے) لوہے سے

۱؎ اخرجه الطبرانی و احمد قال الهیثمی (ج ۹ ص ۲۷۶) رواه احمد و الطبرانی فی باسانید و رجاله رجال الصحیح. انتهی ۲؎ عند الطبرانی قال الهیثمی (ج ۹ ص ۲۷۷) رواه الطبرانی باسانید و رجاله ثقات. ۳؎ اخرجه الطبرانی قال الهیثمی (ج ۱۰ ص ۱۸۴) وعروة وثقه غیر واحد و سعید بن مقلاص لم اعرفه وبقیة رجاله رجال الصحیح. انتهی

داغ دیا تو یہ بات جاتی رہی، چنانچہ جب ان کے زخم ٹھیک ہو گئے تو مجھ سے فرمایا اے مطرف! جان لو کہ جو بات جاتی رہی تھی وہ اب پھر دوبارہ شروع ہو گئی ہے لیکن اے مطرف! میرے مرنے تک میرا یہ راز چھپائے رکھنا۔[۱]

حضرت مطرف رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں حضرت عمران بن حصینؓ نے مجھ سے فرمایا کیا تمہیں پتہ چلا کہ فرشتے مجھے سلام کیا کرتے تھے؟ لیکن جب میں نے اپنے آپ کو داغ دیا تو پھر سلام کا یہ سلسلہ ختم ہو گیا۔ میں نے کہا وہ فرشتے آپ کے سر کی طرف سے آتے تھے یا پیروں کی طرف سے انہوں نے فرمایا نہیں۔ وہ تو سر کی طرف سے آتے تھے میں نے کہا میرا خیال یہ ہے کہ آپ کے مرنے سے پہلے یہ سلسلہ پھر شروع ہو جائے گا کچھ عرصہ کے بعد مجھ سے انہوں نے فرمایا کیا تمہیں پتہ چلا کہ سلام کا سلسلہ پھر شروع ہو گیا ہے؟ اس کے چند دن بعد ہی ان کا انتقال ہو گیا۔[۲]

حضرت قتادہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں فرشتے حضرت عمران بن حصینؓ سے مصافحہ کیا کرتے تھے لیکن جب انہوں نے اپنے آپ کو داغ دیا تو فرشتے ہٹ گئے۔[۳]

صحابہ کرامؓ کا فرشتوں سے گفتگو کرنا

حضرت سلمہ بن عطیہ اسدی رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں حضرت سلمان رضی اللہ عنہ ایک آدمی کی عیادت کے لئے گئے وہ نزع کی حالت میں تھا تو حضرت سلمانؓ نے فرمایا اے فرشتے! ان کے ساتھ نرمی کرو اس بیمار آدمی نے کہا وہ فرشتہ کہہ رہا ہے میں ہر مومن کے ساتھ نرمی کرتا ہوں۔[۴]

صحابہ کرامؓ کا فرشتوں کی باتیں سننا

حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں ایک مرتبہ حضرت ابی بن کعبؓ نے فرمایا میں مسجد میں جاؤں گا اور اللہ کی ایسی تعریف کروں گا کہ ویسی کسی نے نہیں کی ہو گی چنانچہ جب وہ نماز پڑھ کر اللہ کی حمد وثناء بیان کرنے کے لئے بیٹھے تو انہوں نے اچانک اپنے پیچھے سے ایک بلند آواز سنی کہ کوئی کہنے والا کہہ رہا ہے اے اللہ! تمام تعریفیں تیرے لئے ہیں اور ساری بادشاہت تیری ہے اور ساری خیریں تیرے ہاتھ میں ہیں اور سارے چھپے اور پوشیدہ امور تیری طرف ہی لوٹتے ہیں ساری تعریفیں تیرے لئے ہیں تو ہر چیز پر قادر ہے میرے پچھلے سارے گناہ معاف فرما اور آئندہ زندگی میں ہر گناہ اور ہر ناگواری سے میری حفاظت فرما اور ان پاکیزہ اعمال کی مجھے توفیق عطا فرما جن سے تو مجھ سے راضی ہو جائے اور میری توبہ قبول فرما۔ حضرت ابیؓ نے حضور ﷺ کی

۱۔ اخرجه الحاكم (ج ۳ ص ۴۷۲) ۲۔ عند ابن سعد (ج ۴ ص ۲۸۹)
۳۔ اخرجه ابن سعد (ج ۴ ص ۲۸۸) ۴۔ اخرجه ابو نعيم في الحلية (ج ۱ ص ۲۰۴)

خدمت میں حاضر ہو کر سارا قصہ سنایا آپ نے فرمایا یہ حضرت جبرائیلؑ تھے۔[۱]

فرشتوں کا صحابہ کرامؓ کی زبان پر بولنا

حضرت ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں حضور ﷺ نے فرمایا جس نے عمر (رضی اللہ عنہ) سے بغض کیا اس نے مجھ سے بغض کیا اور جس نے عمرؓ سے محبت کی اس نے مجھ سے محبت کی اور عرفات کی شام کو اللہ نے مسلمانوں پر عام طور سے فخر کیا لیکن عمرؓ پر خاص طور سے فخر کیا اور اللہ نے جو نبی بھی بھیجا اس کی امت میں ایک محدث ضرور پیدا کیا اور اگر میری امت میں کوئی محدث ہوگا تو وہ عمرؓ ہوں گے۔ صحابہؓ نے پوچھا یا رسول اللہ! محدث کون ہوتا ہے؟ حضورؐ نے فرمایا جس کی زبان پر فرشتے بات کرتے ہیں۔[۲]

حضرت انس بن حلیس رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں فارس والے ہم سے شکست کھا کر بہر سیر قلعہ کے اندر چلے گئے تھے اور ہم نے بہر سیر کا محاصرہ کیا ہوا تھا تو بادشاہ کے قاصد نے قلعہ کے اوپر سے جھانک کر ہمیں کہا بادشاہ آپ لوگوں سے کہہ رہا ہے کیا آپ لوگ اس شرط پر صلح کرنے کے لئے تیار ہیں کہ دریائے دجلہ کا جو کنارہ ہماری طرف ہے وہاں سے لے کر ہمارے پہاڑ تک کی جگہ ہماری ہو اور دوسرے کنارے سے لے کر تمہارے پہاڑ تک کی جگہ تمہاری ہو؟ کیا ابھی تک تمہارا پیٹ نہیں بھرا؟ اللہ کبھی تمہارا پیٹ نہ بھرے تو حضرت ابو مفزر اسود بن قطبہؓ لوگوں سے آگے بڑھے اور اللہ نے ان سے ایسی بات کہلوادی جس کا نہ انہیں پتہ چلا کہ انہوں نے کیا کہا ہے اور نہ ہمیں۔ وہ قاصد واپس چلا گیا اور ہم نے دیکھا کہ وہ ٹکڑیاں بن کر بہر سیر سے مدائن شہر جارہے ہیں۔ ہم نے کہا اے ابوالمفزر! آپ نے اسے کیا کہا تھا؟ انہوں نے کہا اس ذات کی قسم جس نے حضرت محمد ﷺ کو حق دے کر بھیجا ہے مجھے کچھ پتہ نہیں میں نے کیا کہا تھا مجھے تو بس اتنا پتہ ہے کہ اس وقت مجھ پر خاص قسم کا سکینہ نازل ہوا تھا اور مجھے امید ہے کہ مجھ سے خیر کی بات کہلوائی گئی ہے۔ لوگ باری باری آکر ان سے یہ بات پوچھتے رہے یہاں تک کہ حضرت سعدؓ نے اس بارے میں سنا وہ ہمارے پاس تشریف لائے اور فرمایا اے ابو مفزر! تم نے کیا کہا تھا؟ اللہ کی قسم! وہ تو سارے بھاگ رہے ہیں۔ حضرت ابو مفزر نے انہیں بھی وہی جواب دیا جو ہمیں دیا تھا پھر حضرت سعدؓ نے لوگوں میں (قلعہ پر حملہ کرنے کا) اعلان کرایا اور ان کو لے کر صف آراء ہو گئے اور منجنیقیں قلعہ پر مسلسل پتھر پھینکنے لگیں اس پر قلعہ کی دیوار پر کوئی آدمی ظاہر نہ ہوا اور نہ ہی شہر میں سے نکل کر کوئی باہر آیا بس

۱۔ اخرجہ ابن ابی الدنیا فی کتاب الذکر کذافی الترغیب (ج ۳ ص ۱۰۱)

۲۔ اخرجہ الطبرانی فی الاوسط قال الھیثمی (ج ۹ ص ۶۹) وفیہ ابو سعد خادم الحسن البصری و لم اعرفہ و بقیۃ رجالہ ثقات. انتھی

ایک آدمی امان پکارتا ہوا باہر آیا ہم نے اسے امان دی اس نے کہا اب اس شہر میں کوئی نہیں رہا تو تم کیوں رکے ہوئے ہو؟ اس پر لشکر والے دیوار پھاند کر اندر چلے گئے اور ہم نے اسے فتح کر لیا اس میں نہ کوئی چیز ملی اور نہ کوئی انسان۔ بس شہر سے باہر چند آدمی ملے جنہیں ہم نے قید کر لیا ہم نے ان لوگوں سے اور امن لینے والے آدمی سے پوچھا کہ یہ سب لوگ کیوں بھاگ گئے؟ انہوں نے کہا بادشاہ نے قاصد بھیجا تھا جس نے آپ لوگوں کو صلح کی پیش کش کی آپ لوگوں نے اسے یہ جواب دیا کہ ہماری اور تمہاری صلح تب ہوگی جب ہم افریذین شہر کے شہد کو کوثی شہر کے ترنج کے ساتھ ملا کر کھا لیں گے اس پر بادشاہ نے کہا ہائے ہماری بربادی! غور سے سنو! فرشتے ان کی زبانوں پر بولتے ہیں اور عربوں کی طرف سے ہمیں جواب دیتے ہیں اللہ کی قسم! اگر فرشتہ اس آدمی کی زبان پر نہیں بھی بولا تو بھی یہ جواب ایسا ہے جو اللہ کی طرف سے اس کی زبان پر جاری کیا گیا ہے تاکہ ہم ان کے مقابلہ سے باز آجائیں اس پر سارے شہر والے دور والے شہر مدائن چلے گئے۔[1]

صحابہ کرامؓ کے قرآن کو سننے کے لئے فرشتوں کا اترنا

حضرت ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں ایک رات حضرت اسید بن حضیرؓ اپنے کھلیان میں قرآن پڑھ رہے تھے کہ اتنے میں ان کا گھوڑا ابدکنے لگا۔ وہ رک گئے تو گھوڑا بھی رک گیا۔ انہوں نے دوبارہ پڑھنا شروع کیا تو وہ پھر بدکنے لگا وہ رک گئے تو گھوڑا بھی رک گیا۔ انہوں نے پھر تیسری مرتبہ پڑھنا شروع کیا تو وہ پھر بدکنے لگا۔ حضرت اسیدؓ فرماتے ہیں مجھے ڈر ہوا کہ کہیں یہ گھوڑا (میرے بیٹے) یحییٰ کو نہ روند ڈالے میں کھڑا ہو کر گھوڑے کے پاس گیا تو مجھے اپنے سر کے اوپر ایک سائبان نظر آیا جس میں بہت سے چراغ تھے پھر اس سائبان نے آسمان پر چڑھنا شروع کیا یہاں تک کہ میری نگاہوں سے اوجھل ہو گیا۔ میں نے صبح حضور ﷺ کی خدمت میں حاضر ہو کر عرض کیا یا رسول اللہ! آج آدھی رات کو میں اپنے کھلیان میں قرآن پڑھ رہا تھا کہ اتنے میں میرا گھوڑا بدکنے لگا۔ حضور! نے فرمایا تم اپنے معمول کے مطابق آدھی رات کو قرآن پڑھتے ہو۔ میں نے اگلی رات پھر قرآن پڑھا وہ گھوڑا پھر بدکا۔ میں نے حضورؐ سے عرض کیا۔ حضورؐ نے فرمایا پڑھتے رہو اے ابن حضیر! میں نے پھر پڑھا وہ پھر بدکا۔ حضورؐ نے فرمایا اے ابن حضیر! پڑھتے رہو۔ یحییٰ گھوڑے کے قریب تھا تو مجھے ڈر ہوا کہ کہیں گھوڑا اسے روند نہ ڈالے اس لئے میں نے قرآن پڑھنا چھوڑ دیا تو مجھے سائبان سا نظر آیا جس میں بہت سے چراغ تھے وہ آسمان میں چڑھنے لگا یہاں تک کہ نگاہوں سے اوجھل ہو گیا۔ حضور ﷺ نے فرمایا یہ فرشتے تھے جو تمہارا قرآن سننے آئے

---

[1] اخرجه ابن جرير في تاريخه (ج ۳ ص ۱۱۸)

تھے۔ اگر تم قرآن پڑھتے رہتے تو صبح کو سارے لوگ ان فرشتوں کو دیکھتے اور یہ فرشتے ان لوگوں سے چھپ نہ سکتے۔[1] حاکم کی روایت میں ہے کہ حضرت اسیدؓ فرماتے ہیں میں نے ادھر دیکھا تو مجھے چراغ کی مانند بہت سی چیزیں نظر آئیں جو زمین و آسمان کے درمیان لٹکی ہوئی تھیں۔ میں نے عرض کیا یا رسول اللہ! اسے دیکھ کر میرے بس میں نہ رہا کہ میں آگے پڑھوں حضورؐ نے فرمایا یہ فرشتے تھے جو تمہارے قرآن پڑھنے کی وجہ سے اترے تھے۔ اگر تم آگے پڑھتے رہتے تو بہت سے عجائبات دیکھتے۔[2] ایک روایت میں ہے کہ حضور ﷺ نے فرمایا یہ فرشتے تمہاری آواز کی وجہ سے اتنے قریب آئے تھے اور اگر تم پڑھتے رہتے تو صبح کو لوگ ان کو دیکھتے اور یہ ان سے چھپ نہ سکتے۔

فرشتوں کا صحابہ کرامؓ کے جنازوں کو خود غسل دینا

حضرت محمود بن لبید رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں جنگ احد کے دن قبیلہ بنو عمرو بن عوف کے حضرت حنظلہ بن ابی عامرؓ کا اور حضرت ابوسفیان بن حربؓ کا (جو کہ اس وقت تک مسلمان نہیں ہوئے تھے) مقابلہ ہوا جب حضرت حنظلہؓ حضرت ابوسفیانؓ پر غالب آ گئے تو شداد بن اسود جسے ابن شعوب کہا جاتا تھا، نے دیکھا کہ حضرت حنظلہ حضرت ابوسفیانؓ پر چڑھ بیٹھے ہیں تو اس نے تلوار کے وار سے حضرت حنظلہؓ کو شہید کر دیا۔ جنگ کے بعد حضور ﷺ نے فرمایا تمہارے اس ساتھی کو یعنی حضرت حنظلہؓ کو فرشتے غسل دے رہے ہیں۔ ان کے گھر والوں سے پوچھو کہ کیا بات ہے۔ ان کی بیوی سے پوچھا گیا تو انہوں نے بتایا جونہی انہوں نے مسلمانوں کی شکست کی آواز سنی تھی اسی وقت گھر سے چل پڑے تھے اور اس وقت انہیں نہانے کی حاجت تھی۔ حضورؐ نے فرمایا اسی وجہ سے فرشتوں نے انہیں غسل دیا ہے۔[3]

حضرت محمود بن لبید رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں جب غزوۂ خندق کے دن حضرت سعدؓ کے بازو کی رگ میں تیر لگنے سے زخم ہو گیا تو وہ بہت زیادہ بیمار ہو گئے۔ اس لئے انہیں رفیدہ نامی عورت کے پاس منتقل کر دیا گیا آگے اور بھی حدیث ذکر کی ہے اس میں یہ بھی ہے کہ ان کے انتقال کی

۱۔ اخرجه بخاری و مسلم واللفظ له ۲۔ اخرجه الحاکم بنحوه باختصار وقال صحیح علی شرط مسلم کذافی الترغیب (ج ۳ ص ۱۳) واخرجه ابن حبان والطبرانی والبیهقی عن اسید بن حضیر نحو روایة الحاکم کما فی الکنز (ج ۷ ص ۷) واخرجه ایضا ابو عبید فی فضائله و احمد و البخاری معلقا والنسائی وغیرهم عنه مختصرا۔

۳۔ اخرجه ابونعیم فی الحلیة (ج ۱ ص ۳۵۷) و اخرجه ابن اسحق المغازی عن عاصم بن عمرو اخرج السراج من طریق ابن اسحق ایضا عن یحییٰ بن عباد بن عبدالله بن زبیر عن ابیه عن جده نحوه کما فی الاصابة (ج ۱ ص ۳۶۱) و اخرجه الحاکم (ج ۳ ص ۲۰۴) من طریق ابن اسحق عن یحییٰ بن عباد بن عبدالله عن ابیه عن جده بمعناه وقال هذا حدیث صحیح علی شرط مسلم ولم یخرجاه

خبر پر حضور ﷺ تشریف لے گئے اور ہم بھی آپ کے ساتھ چل پڑے۔ آپ اتنی تیزی سے چلے کہ ہماری جوتیوں کے تسمے ٹوٹنے لگے اور ہمارے کندھوں سے چادریں گرنے لگیں۔ صحابہؓ نے بطور شکایت عرض کیا یا رسول اللہ! آپؐ نے تیز چل کر ہمیں تھکا دیا۔ حضورؐ نے فرمایا مجھے اس بات کا ڈر تھا کہ جیسے فرشتوں نے حضرت حنظلہؓ کو غسل دے دیا تھا کہیں ان کو بھی فرشتے ہم سے پہلے غسل نہ دے دیں۔ ۱؎

حضرت عاصم بن عمر بن قتادہ رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں حضور ﷺ سو گئے جب آپؐ بیدار ہوئے تو آپ کے پاس حضرت جبرائیلؑ یا کوئی اور فرشتہ آیا اور اس نے کہا آپ کی امت میں سے آج رات کون فوت ہوا ہے جن کے مرنے پر آسمان والے خوش ہو رہے ہیں؟ آپؐ نے فرمایا اور تو مجھے کوئی معلوم نہیں، البتہ سعدؓ رات کو بہت بیمار تھے۔ سعدؓ کا کیا ہوا؟ صحابہؓ نے عرض کیا یا رسول اللہ! ان کا انتقال ہو گیا تھا ان کی قوم کے لوگ انہیں اٹھا کر اپنے محلہ میں لے گئے ہیں حضورؐ نے فجر کی نماز پڑھائی پھر حضرت سعدؓ کی طرف تشریف لے چلے۔ آپؐ کے ساتھ صحابہؓ بھی تھے آپؐ اتنے تیز چلے کہ صحابہ کو دقت پیش آنے لگی اور تیزی کی وجہ سے ان کے جوتوں کے تسمے ٹوٹنے لگے اور ان کی چادریں کندھوں سے گرنے لگیں۔ ایک آدمی نے عرض کیا یا رسول اللہ! آپ نے تو لوگوں کو مشقت میں ڈال دیا۔ آپؐ نے فرمایا مجھے یہ ڈر ہے کہ جیسے فرشتوں نے ہم سے پہلے حنظلہ کو غسل دے دیا تھا کہیں ان کو بھی نہ دے دیں۔ ۲؎

فرشتوں کا صحابہ کرامؓ کے جنازوں کا اکرام کرنا

جب حضرت جابر رضی اللہ عنہ کے والد شہید ہوئے تو وہ ان کے چہرے سے کپڑا ہٹا کر رونے لگے۔ لوگوں نے انہیں منع کیا تو حضور ﷺ نے فرمایا تم اپنے والد کو رو ؤ یا نہ رو ؤ تمہاری مرضی ہے لیکن (اللہ کے ہاں ان کا اتنا بڑا درجہ ہے کہ) آپ لوگوں کے اٹھانے تک فرشتے ان پر اپنے پروں سے سایہ کرتے رہے۔ ۳؎ حضرت جابرؓ کی دوسری روایت میں بھی یہی ہے کہ حضور ﷺ نے فرمایا جنازے کے اٹھانے تک فرشتے اپنے پروں سے ان پر سایہ کرتے رہے۔ ۴؎

حضرت سلمہ بن اسلم رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ ہم لوگ دروازے پر تھے اور حضور ﷺ بھی تھے ہمارا ارادہ تھا کہ جب حضورؐ اندر تشریف لے جائیں گے تو ہم بھی آپؐ کے پیچھے اندر چلے جائیں گے اندر کمرے میں صرف حضرت سعدؓ تھے جنہیں کپڑے سے ڈھکا ہوا تھا اور کوئی بھی نہیں تھا۔ آپؐ اندر تشریف لے گئے تو میں نے دیکھا کہ آپؐ بہت آہستہ آہستہ قدم رکھ رہے ہیں اور

۱؎ اخرجه ابن سعد (ج ۳ ص ۴۲۷) ۲؎ اخرجه ايضا (ج ۳ ص ۴۲۳)

۳؎ اخرجه الشيخان كذافي البداية (ج ۴ ص ۴۴) ۴؎ عند ابن سعد (ج ۳ ص ۵۶۱)

ایسے چل رہے ہیں کہ گویا کسی کی گردن پھلانگ رہے ہیں یہ دیکھ کر میں رک گیا اور حضورؐ نے مجھے اشارے سے فرمایا ٹھہر جاؤ۔ میں خود بھی رک گیا اور جو میرے پیچھے تھے ان کو بھی روک دیا۔ حضورؐ کچھ دیر وہاں بیٹھے پھر باہر تشریف لے آئے۔ میں نے عرض کیا یا رسول اللہ! مجھے تو اندر کوئی نظر نہیں آ رہا تھا لیکن آپ آہستہ آہستہ اس طرح چل رہے تھے کہ جیسے آپ کسی کی گردن پھلانگ رہے ہوں حضورؐ نے فرمایا اندر فرشتے بہت زیادہ تھے مجھے بھی بیٹھنے کی جگہ تب ملی جب ایک فرشتے نے اپنے دو پروں میں سے ایک کو سمیٹ لیا پھر میں بیٹھ سکا اور حضور ﷺ حضرت سعدؓ کو فرما رہے تھے، اے ابو عمرو! (یہ حضرت سعدؓ کی کنیت ہے) تمہیں مبارک ہو۔ اے ابو عمرو! تمہیں مبارک ہو! ابو عمرو! تمہیں مبارک ہو۔[1]

حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں حضور ﷺ نے فرمایا سعد بن معاذؓ کی وجہ سے ایسے ستر ہزار فرشتے اترے ہیں جنہوں نے اس سے پہلے کبھی زمین پر قدم نہیں رکھا اور جب حضرت سعدؓ دفن ہو گئے تو آپؐ نے فرمایا سبحان اللہ! اگر قبر کے بھینچنے سے کسی کو چھٹکارا ملتا تو سعد کو ضرور مل جاتا۔[2] حضرت سعد بن ابراہیمؒ کہتے ہیں جب حضرت سعدؓ کا جنازہ باہر نکالا گیا تو کچھ منافقوں نے کہا سعدؓ کا جنازہ کتنا ہلکا ہے حضور ﷺ نے فرمایا ستر ہزار فرشتے اترے ہیں جو سعدؓ کے جنازے میں شریک ہوئے ہیں اور ان فرشتوں نے آج سے پہلے کبھی زمین پر قدم نہیں رکھا۔[3]

حضرت حسن رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں حضرت سعد بن معاذؓ بڑے بھاری بھرکم جسیم آدمی تھے جب ان کا انتقال ہوا اور لوگ ان کا جنازہ لے کر جا رہے تھے تو منافق بھی ان کے جنازے کے پیچھے چل رہے تھے منافق کہنے لگے ہم نے آج جیسا ہلکا آدمی تو کبھی دیکھا نہیں (یہ ان کے گناہ گار ہونے کی نشانی ہے) اور کہنے لگے کیا آپ جانتے ہیں ایسا کیوں ہے؟ اس وجہ سے ہے کہ انہوں نے بنو قریظہ کے یہودیوں کے بارے میں غلط فیصلہ کیا تھا جب حضور ﷺ سے اس بات کا تذکرہ کیا گیا تو آپؐ نے فرمایا اس ذات کی قسم جس کے قبضہ میں میری جان ہے! فرشتے ان کا جنازہ اٹھائے ہوئے تھے (اس لئے ان کا جنازہ ہلکا لگ رہا تھا)۔[4]

دشمنوں کے دلوں میں صحابہ کرامؓ کا رعب

حضرت معاویہ بن حیدہ قشیریؓ فرماتے ہیں میں نبی کریم ﷺ کی خدمت میں حاضری کے ارادہ سے آیا۔ جب مجھے آپؐ کی خدمت میں لایا گیا تو آپؐ نے فرمایا غور سے سنو! میں نے اللہ

۱؎ اخرجه ابن سعد (ج ۳ ص ۴۲۸) ۲؎ اخرجه البزار قال الهيثمي (ج ۹ ص ۳۰۸) رواه البزار باسنادين و رجال احدهما رجال الصحيح. انتهى و اخرجه ابن سعد (ج ۳ ص ۴۲۹) عن ابن عمر بمعناه ۳؎ اخرجه ابن سعد (ج ۳ ص ۴۳۰) ۴؎ عند ابن سعد ايضا (ج ۳ ص ۴۳۰)

تعالیٰ سے سوال کیا ہے کہ دو چیزوں سے میری مدد کرے ایک تو تم لوگوں پر ایسی قحط سالی ڈالے جو تمہیں جڑ سے اکھیڑ دے اور دوسرے تمہارے دلوں میں ہمارا رعب ڈال دے۔ میں نے دونوں ہاتھوں سے اشارہ کرتے ہوئے عرض کیا آپ بھی غور سے سن لیں میں نے اتنی اور اتنی مرتبہ (یعنی انگلیوں کی تعداد کے مطابق دس مرتبہ) قسم کھائی تھی کہ نہ آپ پر ایمان لاؤں گا اور نہ آپ کا اتباع کروں گا لیکن آپ کی اس بددعا کی وجہ سے قحط سالی میری جڑیں اکھیڑتی رہی اور میرے دل میں آپ کا رعب بڑھتا رہا یہاں تک کہ میں آج آپ کے سامنے کھڑا ہوں۔[1]

حضرت سائب بن یسار رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں حضرت یزید بن عامر سوائیؓ سے ہم لوگ پوچھتے تھے کہ اللہ تعالیٰ نے غزوۂ حنین کے دن جو رعب مشرکوں کے دل میں ڈالا تھا اس کی کیا صورت ہوئی تھی؟ تو حضرت یزیدؓ ہمیں سمجھانے کے لئے کنکری لے کر طشت میں پھینکتے تھے جس سے طشت میں آواز ہوتی تھی پھر حضرت یزیدؓ فرماتے ہیں بس اس جیسی آواز ہم اپنے پیٹ میں محسوس کرتے تھے (حضرت یزیدؓ غزوۂ حنین میں مشرکوں کے ساتھ تھے اس لئے اپنا حال بتا رہے ہیں)۔[2]

اللہ تعالیٰ کی طرف سے صحابہ کرامؓ کے دشمنوں کی پکڑ

حضرت زید بن اسلم وغیرہ حضرات کہتے ہیں حضرت سراقہ بن مالک رضی اللہ عنہ (ابھی مسلمان نہیں ہوئے تھے ہجرت کے موقع پر انہوں) نے حضور ﷺ کی تلاش میں جانے نہ جانے کے بارے میں تین دفعہ تیروں سے فال نکالی تھی ہر دفعہ فال میں نہ جانا نکلتا تھا لیکن وہ پھر بھی حضورؐ کی تلاش میں گھوڑے پر سوار ہو کر چل پڑے اور حضورؐ اور آپؐ کے ساتھیوں تک پہنچ گئے حضورؐ نے ان کے لئے بددعا کی کہ ان کے گھوڑے کے پاؤں زمین میں گڑ جائیں، چنانچہ ایسے ہی ہوا اور ان کے گھوڑے کے پاؤں زمین میں دھنس گئے اس پر انہوں نے کہا اے محمد! (ﷺ) آپ اللہ سے دعا کریں کہ وہ میرے گھوڑے کو چھوڑ دے میں آپ کی تلاش میں آنے والوں کو واپس کروں گا، چنانچہ حضورؐ نے ان کے لئے دعا کی اے اللہ! اگر یہ سچا ہے تو اس کے گھوڑے کو چھوڑ دے۔ اس پر ان کے گھوڑے کے پاؤں زمین سے باہر نکل آئے۔[3]

حضرت عمیر بن اسحاق رحمۃ اللہ علیہ کی روایت میں یہ ہے کہ حضرت سراقہؓ نے کہا اے دونوں حضرات! میرے لئے اللہ سے دعا کر دیں میں آپ دونوں سے وعدہ کرتا ہوں کہ دوبارہ

۱۔ اخرجه الطبرانی فی الاوسط قال الهیثمی (ج ٦ ص ٦٦) اسناده حسن و رواه النسائی وغیره غیر ذکر الرعب والسنة. انتهی ۲۔ اخرجه البیهقی کذافی البدایة (ج ۴ ص ۳۳۳)
۳۔ اخرجه ابن سعد (۱ ص ۱۸۸)

آپ حضرات کا پیچھا نہیں کروں گا چنانچہ ان دونوں حضرات نے دعا کی تو اس کا گھوڑا باہر نکل آیا اس نے پھر پیچھا کرنا شروع کر دیا جس پر پھر گھوڑے کے پاؤں زمین میں دھنس گئے تو انہوں نے کہا میرے لئے اللہ سے دعا کر دیں اور اب پکا وعدہ کرتا ہوں کہ اب پیچھا نہیں کروں گا اور حضرت سراقہؓ نے ان حضرات کی خدمت میں زاد سفر اور سواری بھی پیش کی ان حضرات نے فرمایا اس کی تو ضرورت نہیں ہے بس تم ہمارا پیچھا چھوڑ دو۔ اپنی ذات سے ہمیں نقصان نہ پہنچاؤ انہوں نے کہا بہت اچھا ایسے ہی کروں گا۔[۱]

حضرت ابو معبد خزاعی رضی اللہ عنہ حضور ﷺ کے سفر ہجرت کی لمبی حدیث بیان کرتے ہیں اس میں یہ بھی ہے کہ حضرت سراقہؓ نے کہا اے محمد! (صلی اللہ علیہ وسلم) آپ اللہ سے دعا کریں کہ وہ میرے گھوڑے کو چھوڑ دے میں واپس چلا جاؤں گا اور جتنے لوگ مجھے آپ کی تلاش میں ملیں گے میں ان سب کو واپس لے جاؤں گا، چنانچہ حضورؐ نے دعا فرمائی جس سے ان کا گھوڑا باہر نکل آیا انہیں واپسی میں بہت سے لوگ ملے جو حضورؐ نے دعا فرمائی جس سے ان کا گھوڑا باہر نکل آیا انہیں واپسی میں بہت سے لوگ ملے جو حضورؐ کو تلاش کر رہے تھے۔ انہوں نے ان سب سے کہا واپس چلے جاؤ اس طرف کا سارا علاقہ میں اچھی طرح دیکھ آیا ہوں اور تمہیں معلوم ہی ہے کہ نشاناتِ قدم پہنچاننے کے بارے میں میری نگاہ کتنی تیز ہے، چنانچہ وہ سب واپس چلے گئے۔[۲]

حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ ہجرت کی حدیث بیان کرتے ہیں اس میں یہ بھی ہے کہ حضرت ابو بکرؓ نے مڑ کر دیکھا تو انہیں ایک گھوڑے سوار نظر آیا جو بالکل قریب آ چکا تھا۔ انہوں نے کہا اے اللہ کے نبی! یہ گھوڑے سوار تو ہمارے بالکل پاس آ گیا ہے۔ حضور ﷺ نے اس طرف متوجہ ہو کر دعا مانگی اے اللہ! اسے پچھاڑ دے۔ حضرت انسؓ فرماتے ہیں حضورؐ کے دعا فرماتے ہی گھوڑے نے اسے پچھاڑ دیا اور خود ہنہناتے ہوئے کھڑا ہو گیا، چنانچہ اس سوار نے کہا اے اللہ کے نبی! آپ مجھے جو بھی حکم دیں میں اس کے لئے تیار ہوں۔ حضورؐ نے فرمایا آگے مت آؤ اپنی جگہ ٹھہرے رہو (بلکہ واپس چلے جاؤ) اور کسی کو ہماری طرف نہ آنے دینا۔ حضرت انسؓ فرماتے ہیں کہ وہ سوار یعنی حضرت سراقہ رضی اللہ عنہ دن کے شروع میں تو حضورؐ کے خلاف کوشش کرنے والے تھے اور دن کے آخر میں ہتھیار کی طرح حضورؐ کے لئے حفاظت کا ذریعہ بن گئے۔[۳] اور پہلی جلد میں صفحہ ۳۶۶ پر ہجرت کے باب میں نبی کریم ﷺ کی ہجرت کے بارے میں حضرت براء رضی اللہ عنہ کی روایت میں حضرت سراقہؓ کا قصہ گزر چکا ہے۔

حضرت ابن عباسؓ فرماتے ہیں اربد بن قیس اور عامر بن طفیل حضور ﷺ سے ملنے مدینہ

۱۔ اخرجہ ابن سعد ایضا (ج ۱ ص ۲۳۲) ۲۔ عند ابن سعد ایضا
۳۔ اخرجہ ابن سعد (ج ۱ ص ۲۳۵)

آئے۔ جب یہ دونوں حضورؐ کے پاس آئے تو حضورؐ بیٹھے ہوئے تھے۔ یہ دونوں بھی حضورؐ کے سامنے بیٹھ گئے۔ عامر بن طفیل نے کہا اے محمد ﷺ اگر میں اسلام لے آؤں تو آپ مجھے کیا خاص چیز دیں گے حضورؐ نے فرمایا تمہیں بھی وہ تمام حقوق حاصل ہوں گے جو سارے مسلمانوں کو حاصل ہیں اور تم پر بھی وہ تمام ذمہ داریاں ہوں گی جو ان پر ہیں۔ عامر بن طفیل نے کہا اگر میں اسلام لے آؤں تو کیا آپ اپنے بعد خلیفہ بننے کا حق مجھے دیں گے۔ حضورؐ نے فرمایا یہ حق نہ تمہیں مل سکتا ہے اور نہ تمہاری قوم کو البتہ تمہیں گھڑ سوار دستہ کا کمانڈر بنا دیں گے۔ عامر نے کہا میں تو اب بھی نجد کی گھڑ سوار فوج کا کمانڈر ہوں۔ اچھا آپ ایسا کریں دیہات کی حکومت مجھے دے دیں اور شہروں کی حکومت آپ لے لیں۔ آپؐ نے فرمایا نہیں ایسے نہیں ہو سکتا۔ جب دونوں حضورؐ کے پاس سے واپس جانے لگے تو عامر نے کہا خبردار اللہ کی قسم میں سارے مدینہ کو آپ کے خلاف گھوڑے سوار اور پیادہ فوج سے بھر دوں گا۔ حضورؐ نے فرمایا اللہ تمہیں ایسا کرنے سے روک دے گا تم ایسا نہیں کر سکو گے۔ جب اربد اور عامر باہر نکلے تو عامر نے کہا اے اربد میں محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) کو باتوں میں مشغول کر لوں گا تم تلوار سے ان کا کام تمام کر دینا کیونکہ جب تم محمدؐ کو قتل کر دو گے تو لوگ زیادہ سے زیادہ خون بہا پر راضی ہو جائیں گے اس سے زیادہ کا مطالبہ نہیں کریں گے اور لڑائی کو اچھا نہیں سمجھیں گے ہم انہیں خون بہا دے دیں گے اربد نے کہا ٹھیک ہے میں تیار ہوں۔ چنانچہ دونوں واپس آئے اور عامر نے کہا اے محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) آپ ذرا میرے ساتھ کھڑے ہوں میں آپ سے بات کرنا چاہتا ہوں۔ حضورؐ اٹھ کر اس کے ساتھ گئے وہ دونوں ایک دیوار کے ساتھ بیٹھ گئے۔ حضورؐ بھی ان کے ساتھ بیٹھ گئے اور عامر سے باتیں کرنے لگے اربد نے حضورؐ پر تلوار سونتنے کا ارادہ کیا جب اس نے تلوار کے قبضہ پر ہاتھ رکھا تو اس کا ہاتھ خشک ہو گیا اور وہ تلوار نہ سونت سکا اس طرح اسے کافی دیر ہو گئی۔ حضورؐ نے مڑ کر اربد کی طرف دیکھا تو اس کی یہ بزدلانہ حرکت نظر آئی۔ حضورؐ دونوں کو چھوڑ کر آ گئے۔ عامر اور اربد حضورؐ کے پاس سے چلے اور جب حرہ راقم یعنی پتھریلے میدان میں پہنچے تو دونوں وہاں ٹھہر گئے۔ حضرت سعد بن معاذ اور حضرت اسید بن حضیرؓ دونوں ان کے پاس گئے اور ان سے کہا اے اللہ کے دشمنو! اٹھو اور یہاں سے چلے جاؤ اللہ تم دونوں پر لعنت کرے۔ عامر نے پوچھا اے سعد! یہ آپ کے ساتھ کون ہے؟ حضرت سعدؓ نے کہا یہ اسید بن حضیر الکاتب یعنی پڑھے لکھے آدمی ہیں۔ چنانچہ وہ دونوں وہاں سے چل پڑے۔ جب وہ مقام رقم میں پہنچے تو اللہ نے اربد پر ایسی بجلی گرائی جس سے وہ وہیں مر گیا۔ عامر وہاں سے آگے چلا۔ جب وہ مقام خریم پہنچا تو اللہ نے اس کے جسم میں ایک پھوڑا پیدا کر دیا اور اسے قبیلہ بنی سلول کی ایک عورت کے گھر میں رات گزارنی پڑی (یہ قبیلہ عربوں میں گھٹیا شمار ہوتا تھا) وہ پھوڑا حلق میں ہوا تھا۔ وہ اپنے پھوڑے کو ہاتھ لگاتا اور کہتا یہ اتنی بڑی گلٹی ہے جتنی بڑی اونٹ کی ہوتی

ہے۔ میں سلولیہ عورت کے گھر میں پڑا ہوا ہوں اور میں اس کے گھر میں مرنا نہیں چاہتا (اول تو قبیلہ سب سے گھٹیا ہے پھر عورت کا گھر یہ دونوں باتیں ذلت کی ہیں) پھر وہ اپنے گھوڑے پر سوار ہوا اور اسے ایڑ لگائی اور یوں واپسی میں اپنے گھوڑے پر ہی مر گیا اور ان دونوں کے بارے میں اللہ تعالیٰ نے یہ آیت نازل فرمائیں اَللّٰہُ یَعْلَمُ مَا تَحْمِلُ کُلُّ اُنْثٰی سے لے کر وَمَا لَھُمْ مِّنْ دُوْنِہٖ مِنْ وَّالٍ تک (سورت رعد آیت ۸۔۱۱) ''اللہ تعالیٰ کو سب خبر رہتی ہے جو کچھ کسی عورت کو حمل رہتا ہے اور جو کچھ رحم میں کمی وبیشی ہوتی ہے اور ہر شے اللہ کے نزدیک ایک خاص انداز سے (مقرر) ہے وہ تمام پوشیدہ اور ظاہر چیزوں کو جاننے والا ہے۔ سب سے بڑا (اور) عالیشان ہے تم میں سے جو شخص کوئی بات چپکے سے کہے اور جو پکار کر کہے اور جو شخص رات میں کہیں چھپ جاوے اور جو دن میں چلے پھرے یہ سب برابر ہیں۔ ہر شخص (کی حفاظت) کے لئے فرشتے (مقرر) ہیں جن کی بدلی ہوتی رہتی ہے۔ کچھ اس کے آگے اور کچھ اس کے پیچھے کہ وہ بحکم خدا اس کی حفاظت کرتے ہیں۔ واقعی اللہ تعالیٰ کسی قوم کو (اچھی) حالت میں تغیر نہیں کرتا جب تک وہ لوگ خود اپنی (صلاحیت کی) حالت کو نہیں بدل دیتے اور جب اللہ تعالیٰ کسی قوم پر مصیبت ڈالنا تجویز کر لیتا ہے تو پھر اس کے ہٹنے کی کوئی صورت ہی نہیں اور کوئی خدا کے سوا ان کا مددگار نہیں رہتا۔'' حضرت ابن عباسؓ نے فرمایا اللہ کے حکم سے باری باری آنے والے فرشتے حضرت محمد ﷺ کی حفاظت کرتے ہیں پھر انہوں نے اربد پر بجلی گرنے کا واقعہ بیان کیا اور فرمایا وَیُرْسِلُ الصَّوَاعِقَ (سورت رعد آیت ۱۳) ''اور وہ بجلیاں بھیجتا ہے۔''[1]

کنکریاں اور مٹی پھینکنے سے صحابہ کرامؓ کے دشمنوں کی شکست

حضرت حارث بن بدل رحمۃ اللہ علیہ ایک صحابی سے نقل کرتے ہیں وہ صحابی فرماتے ہیں میں غزوۂ حنین کے دن حضور ﷺ کے مقابلہ پر مشرکوں کے ساتھ تھا پہلے تو حضرت عباس بن عبدالمطلب اور حضرت ابوسفیان بن حارثؓ کے علاوہ حضورؐ کے تمام صحابہ شکست کھا گئے۔ حضورؐ نے زمین سے ایک مٹی اٹھا کر ہمارے چہروں پر پھینکی جس سے ہمیں شکست ہوگئی اور مجھے ایسے محسوس ہو رہا تھا کہ ہر درخت اور ہر پتھر ہمارے پیچھے دوڑ رہا ہے۔[2]

حضرت عمرو بن سفیان ثقفیؓ وغیرہ حضرات فرماتے ہیں جنگِ حنین کے دن پہلے مسلمانوں کو شکست ہوئی اور حضور ﷺ کے ساتھ حضرت عباس بن عبدالمطلب اور حضرت ابوسفیان بن حارثؓ

۱۔ اخرجه الطبرانی کذافی التفسیر لابن کثیر (ج ۲ ص ۵۰۶)

۲۔ اخرجه الطبرانی و ابونعیم و ابن عساکر کذافی الکنز (ج ۵ ص ۳۰۴) و اخرجه ابن منده و ابن عساکر عنه مختصر کما فی الکنز

کے علاوہ اور کوئی نہ رہا پھر حضورؐ نے کنکریوں کی ایک مٹھی اٹھا کر کافروں کے چہروں پر پھینکی جس سے ہمیں شکست ہوگئی اور ہمیں یہ محسوس ہو رہا تھا کہ ہر پتھر اور ہر درخت گھوڑے سوار ہے جو ہمیں تلاش کر رہا ہے۔ حضرت عمرو ثقفیؓ کہتے ہیں میں نے اپنے گھوڑے کو تیز دوڑایا یہاں تک کہ طائف میں داخل ہو گیا۔ [1]

حضرت حکیم بن حزام رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں ہم نے سنا کہ ایک آواز آسمان سے زمین کی طرف آئی وہ آواز ایسی تھی جیسی طشت میں کنکری کے گرنے کی ہوتی ہے اور حضورؐ نے وہ کنکری اٹھا کر ہماری طرف پھینک دی جس سے ہمیں شکست ہوگئی۔ [2]

حضرت حکیم بن حزامؓ فرماتے ہیں جنگِ بدر کے دن اللہ تعالیٰ نے حضور ﷺ کو حکم دیا جس پر آپؐ نے کنکریوں کی مٹھی لی اور ہمارے سامنے آکر اسے ہم پر پھینک دیا اور فرمایا تمہارے چہرے بگڑ جائیں اس پر ہمیں شکست ہوگئی اور اسی پر اللہ نے یہ آیت نازل فرمائی وَمَا رَمَيْتَ اِذْ رَمَيْتَ وَلٰكِنَّ اللّٰهَ رَمٰى (سورت انفال آیت ۱۷) ''اور آپ نے خاک کی مٹھی نہیں پھینکی جس وقت آپ نے پھینکی تھی لیکن اللہ تعالیٰ نے وہ پھینکی۔'' [3]

حضرت ابن عباسؓ فرماتے ہیں حضور ﷺ نے حضرت علیؓ سے فرمایا مجھے ایک مٹھی کنکریاں دو حضرت علیؓ نے حضورؐ کو ایک مٹھی کنکریاں دیں حضورؐ نے وہ مٹھی میں لے کر کافروں کے چہروں پر پھینک دیں اللہ کی قدرت سے ہر کافر کی دونوں آنکھیں کنکریوں سے بھر گئیں پھر یہ آیت نازل ہوئی وَمَا رَمَيْتَ اِذْ رَمَيْتَ وَلٰكِنَّ اللّٰهَ رَمٰى (سورت انفال آیت ۱۷)۔ [4]

حضرت یزید بن عامر سوائیؓ فرماتے ہیں حضور ﷺ نے زمین سے ایک مٹھی لی اور مشرکوں کی طرف متوجہ ہو کر ان کے چہروں پر پھینک دی اور فرمایا واپس چلے جاؤ تمہارے چہرے بگڑ جائیں چنانچہ جو کافر بھی اپنے بھائی سے ملتا تھا اس سے اپنی دونوں آنکھوں میں خاک پڑ جانے کی شکایت کرتا۔ [5]

صحابہ کرامؓ کو دشمنوں کا کم دکھائی دینا

حضرت عبداللہ بن مسعودؓ فرماتے ہیں غزوۂ بدر کے دن کفار ہمیں بہت تھوڑے دکھائی دے رہے تھے یہاں تک میرے قریب جو ساتھی تھا میں نے اس سے کہا تمہارے خیال میں یہ کافر ستر ہوں گے اس نے کہا میرے خیال میں سو ہوں گے پھر ہم نے ان کے ایک آدمی کو پکڑا اور اس سے

---

[1] اخرجه يعقوب بن سفيان كذافي البداية (ج ۳ ص ۳۳۲)
[2] اخرجه الطبراني في الكبير والاوسط قال الهيثمي (ج ٦ ص ۸۴) اسناده حسن
[3] عند الطبراني ايضا قال الهيثمي (ج ٦ ص ۸۴) اسناده حسن
[4] عند الطبراني ايضا قال الهيثمي (ج ٦ ص ۸۴) رجاله رجال الصحيح اه
[5] عند البيهقي كذافي البداية (ج ۳ ص ۳۳۳)

اس بارے میں پوچھا تو اس نے کہا ہم ہزار تھے۔[1]

پروا ہوا کے ذریعہ صحابہ کرامؓ کی مدد

حضرت سعید بن جبیر رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں غزوۂ خندق مدینہ میں ہوا تھا حضرت ابوسفیان بن حربؓ (اس وقت تک مسلمان نہیں ہوئے تھے وہ) قریش کو اور اپنے پیچھے چلنے والے تمام قبائلِ عرب کو لے کر مدینہ پر حملہ آور ہوئے تھے ان قبائل میں کنانہ، عیینہ بن حصن، غطفان، طلیحہ، بنو اسد، ابو الاعور اور بنو سلیم شامل تھے اور قریظہ کے یہودیوں اور حضور ﷺ کے درمیان پہلے سے معاہدہ تھا جسے انہوں نے توڑ دیا اور مشرکوں کی مدد کی ان کے بارے میں اللہ تعالیٰ نے یہ آیت نازل فرمائی وَاَنْزَلَ الَّذِيْنَ ظَاهَرُوْهُمْ مِّنْ اَهْلِ الْكِتَابِ مِنْ صَيَاصِيْهِمْ (سورت احزاب آیت ۲۶) ''اور جن اہلِ کتاب نے ان کی مدد کی تھی ان کو ان کے قلعوں سے نیچے اتار دیا۔'' حضرت جبرائیلؑ ہوا کو ساتھ لے کر آئے۔ جب حضورؐ نے حضرت جبرائیلؑ کو دیکھا تو تین دفعہ فرمایا غور سے سنو! تمہیں خوشخبری ہو پھر اللہ نے ان پر ایسی ہوا بھیجی جس نے ان کے خیمے پھاڑ دیئے اور ان کی دیگیں الٹ دیں اور ان کے کجاوے مٹی میں دبا دیئے اور خیموں کے باندھنے کے کھونٹے توڑ دیئے اور وہ لوگ ایسے گھبرا کر بھاگے کہ کوئی مڑ کر دوسرے کو نہیں دیکھتا تھا اس پر اللہ نے یہ آیت نازل فرمائی اِذْ جَاءَتْكُمْ جُنُوْدٌ فَاَرْسَلْنَا عَلَيْهِمْ رِيْحًا وَّجُنُوْدًا لَّمْ تَرَوْهَا (سورت احزاب آیت ۹) ''جب تم پر بہت سے لشکر چڑھ آئے پھر ہم نے ان پر ایک آندھی بھیجی اور ایسی فوج بھیجی جو تم کو دکھائی نہ دیتی تھی۔'' کفار کے بھاگنے کے بعد حضورؐ مدینہ واپس آگئے۔[2]

حضرت حمید بن ہلال رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں نبی کریم ﷺ اور قریظہ کے درمیان کچا پکا معاہدہ تھا جب غزوۂ خندق میں کفار کے گروہ اپنے لشکر لے کر آئے تو قریظہ نے وہ معاہدہ توڑ دیا اور مشرکوں کی مدد کی پھر اللہ نے فرشتوں کے لشکر اور ہوا بھیجی جس سے یہ گروہ بھاگ گئے اور قریظہ کے یہود نے اپنے قلعہ میں پناہ لی اس کے بعد غزوۂ بنو قریظہ کے بارے میں حدیث ذکر کی۔[3]

حضرت ابن عباسؓ فرماتے ہیں غزوۂ خندق کی ایک رات کو مشرقی ہوا شمالی ہوا کے پاس آئی اور کہنے لگی چل اور حضور ﷺ کی مدد کر شمالی ہوا نے کہا آزاد اور شریف عورت رات کو نہیں چلا کرتی (اس لئے میں نہیں چلوں گی) چنانچہ جس ہوا کے ذریعہ حضورؐ کی مدد کی گئی وہ پُروا یعنی مشرقی ہوا تھی۔[4]

۱۔ اخرجه الطبرانی كذافی المجمع (ج ٦ ص ٨٣) و اخرجه ابن ابی حاتم و ابن جرير عن ابن مسعود نحوه كما فی التفسير لابن كثير (ج ٢ ص ٣١٥) ٢۔ اخرجه ابن سعد (ج ٢ ص ٧١)
٣۔ عند ابن سعد ايضا (ج ٢ ص ٧٧) ٤۔ اخرجه البزار قال الهيثمی (ج ٦ ص ٢٦) رجاله رجال الصحيح و اخرجه ابن ابی حاتم عن ابن عباس و ابن جرير عن عكرمة بمعناه كما فی التفسير لابن كثير (ج ٣ ص ٤٧٠)

دشمنوں کا زمین میں دھنس جانا اور ہلاک ہونا

حضرت بریدہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں ایک کافر نے جنگِ احد کے دن کہا اے اللہ! اگر محمد (علیہ السلام) حق پر ہیں تو تو مجھے زمین میں دھنسا دے چنانچہ وہ اسی وقت زمین میں دھنس گیا۔[1]

حضرت نافع بن عاصمؒ کہتے ہیں بنو ہذیل کے عبداللہ بن قمہ نے حضور ﷺ کے چہرے کو زخمی کیا تھا اللہ تعالیٰ نے اس پر ایک بکرا مسلط کر دیا جس نے اسے سینگ مار مار کر مار ڈالا۔[2]

صحابہ کرامؓ کی بددعا سے بینائی کا چلا جانا

حضرت عبداللہ بن مغفل مزنیؓ فرماتے ہیں ہم حدیبیہ میں حضور ﷺ کے ساتھ تھے اس کے بعد صلح حدیبیہ کے بارے میں حدیث ذکر کی ہے اس میں یہ بھی ہے کہ ہم اسی حال میں تھے کہ تیس نوجوان ہتھیار لگائے ہوئے سامنے آئے اور ہمارے مقابلہ کے لئے تیار ہو گئے۔ حضورؐ نے ان کے لئے بددعا فرمائی تو اللہ نے اسی وقت ان کی بینائی ختم کر دی اور ہم نے جا کر انہیں پکڑ لیا حضورؐ نے ان سے پوچھا کہ کیا تم لوگ کسی سے معاہدہ کر کے آئے ہو؟ کیا کسی نے تمہیں امن دیا ہے؟ انہوں نے کہا نہیں تو۔ حضورؐ نے انہیں چھوڑ دیا اس پر اللہ تعالیٰ نے یہ آیت نازل فرمائی وَهُوَ الَّذِیْ كَفَّ اَیْدِیَهُمْ عَنْكُمْ وَاَیْدِیَكُمْ عَنْهُمْ بِبَطْنِ مَكَّةَ مِنْۢ بَعْدِ اَنْ اَظْفَرَكُمْ عَلَیْهِمْ وَكَانَ اللّٰهُ بِمَا تَعْمَلُوْنَ بَصِیْرًا (سورت فتح آیت ۲۴) ''اور وہ ایسا ہے کہ اس نے ان کے ہاتھ تم سے (یعنی تمہارے قتل سے) اور تمہارے ہاتھ ان (کے قتل) عین مکہ (کے قرب) میں روک دیئے بعد اس کے کہ تم کو ان پر قابو دے دیا تھا اور اللہ تعالیٰ تمہارے کاموں کو دیکھ رہا تھا۔[3]

حضرت زاذانؒ کہتے ہیں حضرت علیؓ نے ایک حدیث بیان کی ایک آدمی نے اس حدیث کو جھٹلایا۔ حضرت علیؓ نے فرمایا اگر تو جھوٹا ہے تو میں تیرے لئے بددعا کروں گا۔ اس نے کہا کر دیں، چنانچہ حضرت علیؓ نے اس کے لئے بددعا کی تو اسی مجلس میں اس کی بینائی جاتی رہی۔[4]

حضرت عمار رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں حضرت علی رضی اللہ عنہ نے ایک آدمی سے حدیث بیان کی اس نے اس حدیث کو جھٹلا دیا تو وہ آدمی وہاں سے اٹھنے سے پہلے ہی اندھا ہو گیا۔[5]

حضرت زاذان رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں ایک آدمی نے حضرت علیؓ سے ایک حدیث بیان کی

۱۔ اخرجه البزار قال الهيثمي (ج ٦ ص ١٢٢) رجاله رجال الصحيح

۲۔ اخرجه ابونعيم في الدلائل (ص ١٧٦) ۳۔ اخرجه احمد قال الهيثمي (ج ٦ ص ١٤٥) رجاله رجال الصحيح . ۱۵ و اخرجه النسائي نحوه كما في التفسير لابن كثير. (ج ٤ ص ١٩٢)

۴۔ اخرجه الطبراني في الاوسط قال الهيثمي (ج ٩ ص ١١٦) و فيه عمار الحضرمي ولم اعرفه وبقية رجاله ثقات. انتهى ۵۔ اخرجه ابو نعيم في الدلائل (ص ٢١١)

حضرت علیؓ نے کہا میرے خیال میں تم مجھ سے جھوٹ بول رہے ہو اس نے کہا نہیں میں نے جھوٹ نہیں بولا۔ حضرت علیؓ نے کہا اگر تم نے جھوٹ نہیں بولا ہے تو میں تمہارے لیے بددعا کروں گا اس نے کہا کردیں۔ حضرت علیؓ نے بددعا کی وہ اسی مجلس میں اندھا ہو گیا۔[1]

حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں اروی بنت اویس عورت نے کسی چیز کے بارے میں حضرت سعید بن زیدؓ سے جھگڑا کر رکھا تھا۔ مروان نے کچھ لوگوں کو حضرت سعیدؓ کے پاس بھیجا تاکہ وہ اروی کے بارے میں ان سے گفتگو کریں۔ حضرت سعیدؓ نے فرمایا یہ لوگ سمجھتے ہیں کہ میں اس عورت پر ظلم کر رہا ہوں، حالانکہ میں نے حضور ﷺ کو فرماتے ہوئے سنا کہ جو ظلم کر کے کسی سے ایک بالشت زمین لے گا تو قیامت کے دن ساتوں زمینوں میں سے ایک بالشت زمین طوق بنا کر اس کے گلے میں ڈال دی جائے گی۔ اے اللہ! اگر اروی جھوٹی ہے تو اسے موت نہ دے جب تک کہ وہ اندھی نہ ہو جائے اور اس کی قبر اس کے کنویں میں بنا دے۔ اللہ کی قسم! اسے موت تب ہی آئی جب اس کی بینائی جاتی رہی۔ ایک دفعہ وہ اپنے گھر میں بڑی احتیاط سے چل رہی تھی کہ وہ اپنے کنویں میں گر گئی اور وہ کنواں ہی اس کی قبر بن گیا۔[2]

حضرت ابوبکر محمد بن عمرو بن حزم رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں اروی نامی عورت نے حضرت سعید بن زیدؓ کے ظلم کی جھوٹی شکایت کر کے مروان سے مدد چاہی۔ حضرت سعیدؓ نے یہ بددعا کی اے اللہ! یہ اروی دعویٰ کر رہی ہے کہ میں نے اس پر ظلم کیا ہے۔ اگر یہ جھوٹی ہے تو تو اسے اندھا کر دے اور اسے اس کے کنویں میں گرا دے اور میرے حق میں ایسی روشن دلیل ظاہر کر جس سے سارے مسلمانوں کو صاف نظر آ جائے کہ میں نے اس پر ظلم نہیں کیا۔ اسی دوران وادی عقیق میں ایسا زبردست سیلاب آیا کہ اس سے پہلے کبھی ایسا سیلاب نہیں آیا تھا۔ سیلاب کی وجہ سے وہ حد صاف واضح ہو گئی جس میں حضرت سعیدؓ اور اروی کا اختلاف تھا اور اس میں حضرت سعیدؓ بالکل سچے نکلے پھر ایک مہینہ نہیں گزرا تھا کہ اروی اندھی ہو گئی اور ایک دفعہ وہ اپنی اسی زمین کا چکر لگا رہی تھی کہ اچانک اپنے کنویں میں گر گئی اور جب ہم چھوٹے بچے تھے تو سنا کرتے تھے کہ لوگ ایک دوسرے کو کہا کرتے تھے اللہ تجھے ایسے اندھا کرے جیسے اروی کو اندھا کیا۔ ہم یہی سمجھتے تھے کہ اروی سے مراد جنگلی پہاڑی بکریاں ہیں (کیونکہ عربی زبان میں اروی کا یہی ترجمہ ہے) یہ تو بعد میں ہمیں اس قصہ کا پتہ چلا اور اس سے معلوم ہوا کہ اروی سے مراد تو ایک عورت ہے جسے حضرت سعید بن زیدؓ کی بددعا لگی تھی اور چونکہ اللہ نے ان کی بددعا پوری کر دی تھی اس لئے لوگ یہ بات کہتے تھے۔[3]

۱۔ عند ابن ابی الدنیا کذافی البدایۃ (ج ۸ ص ۵)

۲۔ اخرجہ ابونعیم فی الحلیۃ (ج ۱ ص ۹۶) و اخرجہ ایضا عن عروۃ نحوہ

۳۔ عند ابی نعیم ایضا (ج ۱ ص ۹۷)

حضرت ابو رجا عطاردی رحمۃ اللہ علیہ نے کہا حضرت علیؓ کو اور حضورﷺ کے گھرانے میں سے کسی کو برا بھلا نہ کہو کیونکہ ہمارا ایک پڑوسی بنو جہیم کا تھا اس نے گستاخی کی اور یوں کہا کیا تم لوگوں نے اس فاسق حسین بن علی کو نہیں دیکھا! اللہ انہیں قتل کرے یہ گستاخی کرتے ہی اللہ نے اس کی دونوں آنکھوں میں دو سفید نقطے پیدا کر دیئے اور اس کی بینائی کو ختم کر دیا۔[۱]

حضورﷺ اور صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کی دعا سے بینائی کا واپس آ جانا

حضرت ابن عباسؓ فرماتے ہیں ایک مرتبہ حضورﷺ مسجد حرام میں اونچی آواز سے قرآن پڑھ رہے تھے جس سے قریش کے کچھ لوگوں کو تکلیف ہوئی اور وہ حضورؐ کو پکڑنے کے لئے کھڑے ہوئے تو ایک دم ان کے ہاتھ ان کی گردنوں کے ساتھ بندھ گئے اور وہ اندھے ہو گئے انہیں کچھ نظر نہیں آ رہا تھا انہوں نے حضورؐ کی خدمت میں آ کر کہا اے محمد! ہم تمہیں اللہ کا اور رشتہ داری کا واسطہ دیتے ہیں (کہ دعا کر کے ہمیں اس مصیبت سے نکال دیں) قریش کے ہر خاندان کی حضورؐ سے رشتہ داری تھی، چنانچہ حضورﷺ نے دعا کی تو ان کی یہ مصیبت جاتی رہی اس پر یہ آیتیں نازل ہوئیں یٰسٓ o وَالْقُرْاٰنِ الْحَكِيْمِ o اِنَّكَ لَمِنَ الْمُرْسَلِيْنَ سے لے کر سَوَآءٌ عَلَيْهِمْ ءَاَنْذَرْتَهُمْ اَمْ لَمْ تُنْذِرْهُمْ لَا يُؤْمِنُوْنَ تک (سورت یٰس آیت ۱۔۱۰) ”یٰس۔ قسم ہے قرآن با حکمت کی کہ بے شک آپ منجملہ پیغمبروں کے ہیں اور ان کے حق میں آپ کا ڈرانا یا نہ ڈرانا دونوں برابر ہیں۔ یہ ایمان نہ لاویں گے“ تک چنانچہ ان لوگوں میں سے کوئی آدمی ایمان نہیں لایا۔[۲]

حضرت قتادہ بن نعمانؓ فرماتے ہیں کسی نے حضورﷺ کو ہدیہ میں کمان دی جو جنگِ احد کے دن حضورؐ نے مجھے عطا فرمائی۔ میں حضورؐ کے سامنے کھڑا ہو کر اس سے تیر چلاتا رہا یہاں تک کہ اس کا ایک کنارہ ٹوٹ گیا پھر میں حضورؐ کے چہرے کے سامنے اسی جگہ کھڑا رہا اور آنے والے تیروں کو اپنے چہرے پر لیتا رہا۔ جب بھی کوئی تیر حضورؐ کے چہرے کی طرف آتا تو میں حضورؐ کے چہرے کو بچانے کے لئے اپنا چہرہ اور سر اس کے آگے کر دیتا اور یہ سب کچھ میں بغیر تیر چلائے کر رہا تھا (کیونکہ کمان تو ٹوٹ چکی تھی) آخری تیر مجھے اس طرح لگا کہ میری آنکھ نکل کر میرے رخسار پر گر گئی۔ پھر مشرکوں کا لشکر بکھر گیا پھر میں اپنی آنکھ ہتھیلی میں پکڑ کر دوڑ کر حضورؐ کی خدمت میں گیا۔ جب حضورؐ نے میری آنکھ کو دیکھا تو حضورؐ کی دونوں آنکھوں میں آنسو آ گئے پھر آپؐ نے یہ دعا

۱۔ اخرجه الطبرانی قال الهیثمی (ج ۹ ص ۱۹۲) رجاله رجال الصحیح. انتهی

۲۔ اخرجه ابونعیم فی دلائل النبوة (ص ۲۳)

فرمائی اے اللہ! قتادہؓ نے اپنے چہرے کو تیرے نبی کے سامنے رکھا تھا (جس کی وجہ سے اس کی آنکھ باہر نکل آئی ہے) اب اس کی اس آنکھ کو دونوں آنکھوں میں سب سے زیادہ خوبصورت اور زیادہ تیز نظر والی بنا دے (پھر حضورؐ نے وہ آنکھ اپنے ہاتھ سے اندر رکھ دی) چنانچہ وہ آنکھ دونوں آنکھوں میں زیادہ خوبصورت اور زیادہ تیز نظر والی ہوگئی تھی۔[1]

حضرت محمود بن لبید رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں جنگِ احد کے دن حضرت قتادہؓ کی آنکھ زخمی ہوگئی تھی اور باہر نکل کر ان کے رخسار پر گرگئی تھی جسے نبی کریم ﷺ نے اپنی جگہ واپس رکھ دیا تو وہ آنکھ دوسری آنکھ سے بھی زیادہ اچھی ہوگئی تھی۔[2] ابونعیم کی روایت میں ہے کہ وہ آنکھ دونوں آنکھوں میں سے زیادہ خوبصورت اور زیادہ تیز ہوگئی تھی۔[3]

حضرت عاصم بن عمر بن قتادہ رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں، حضرت قتادہ بن نعمانؓ کی آنکھ جنگ بدر کے دن زخمی ہوگئی تھی اور آنکھ کا ڈیلا نکل کر ان کے رخسار پر آ گیا تھا۔ صحابہؓ نے اسے کاٹنا چاہا تو کچھ لوگوں نے کہا نہیں۔ ٹھہرو۔ پہلے ہم حضور ﷺ سے مشورہ کرلیں۔ حضورؐ سے مشورہ کیا تو آپؐ نے فرمایا مت کاٹو۔ پھر حضرت قتادہؓ کو حضورؐ نے بلایا اور ہتھیلی ڈیلے پر رکھ کر اسے دبایا اور اندر کر دیا۔ چنانچہ وہ آنکھ ایسی ٹھیک ہوئی کہ پتہ نہیں چلتا تھا کہ کونسی ضائع ہوئی تھی۔[4]

حضرت عبیدہ رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں جنگِ احد کے دن حضرت ابوذرؓ کی آنکھ زخمی ہوگئی تھی۔ حضور ﷺ نے اس پر اپنا لعاب لگایا تو وہ دوسری سے بھی زیادہ اچھی ہوگئی تھی۔[5]

حضرت رفاعہ بن رافعؓ فرماتے ہیں جنگِ بدر کے دن مجھے ایک تیر لگا جس سے میری آنکھ پھوٹ گئی حضور ﷺ نے اس پر لعاب لگایا اور میرے لئے دعا فرمائی جس سے مجھے آنکھ میں کوئی تکلیف محسوس نہیں ہوئی۔[6]

قبیلہ بنو سلامان کے ایک آدمی کی والدہ بیان کرتی ہیں کہ میرے ماموں حضرت حبیب بن فویک رحمۃ اللہ علیہ نے مجھے بتایا کہ ان کے والد کو لوگ حضور ﷺ کی خدمت میں لے گئے ان کی آنکھیں بالکل سفید تھیں اور انہیں کچھ نظر نہیں آتا تھا۔ حضورؐ نے ان سے آنکھیں سفید ہونے کی

۱؎ اخرجه الطبرانی قال الهیثمی (ج ۸ ص ۲۹۷) فی اسناده من لم اعرفهم ۱ ہ و اخرجه ابونعیم فی الدلائل (ص ۱۷۴) عن قتادة نحوه ابن سعد (ج ۳ ص ۴۵۳) عن عاصم بن عمر بن قتادة مختصرا

۲؎ اخرجه الدار قطنی و ابن شاهین و اخرج الدار قطنی والبیهقی عن ابی ان الحذری عن قتادة نحوه کذافی الاصابة (ج۳ ص ۲۲۵) ۳؎ اخرجه ابونعیم فی الدلائل (ص ۱۷۴) عن قتاده نحوه

۴؎ اخرجه البغوی و ابویعلی کذافی الاصابة (ج ۳ ص ۲۲۵) قال الهیثمی (ج ۸ ص ۲۹۸) و فی اسناده ابی یعلی یحیی بن عبدالحمید الحمانی وهو ضعیف.

۵؎ اخرجه ابویعلی عن عبدالرحمن بن الحارث بن عبیدة قال الهیثمی (ج ۸ ص ۲۹۸) و فیه عبدالعزیز بن عمران وهو ضعیف ۶؎ اخرجه ابونعیم فی الدلائل (ص ۲۲۳)

وجہ پوچھی تو میرے والد نے کہا میں اپنے ایک اونٹ کو سدھار رہا تھا کہ اتنے میں میرا پاؤں کسی سانپ کے انڈے پر پڑ گیا جس سے میری بینائی جاتی رہی۔ حضورؐ نے ان کی آنکھوں پر دم فرمایا جس سے وہ ایک دم بینا ہو گئے۔ میرے ماموں کہتے ہیں میں نے دیکھا کہ میرے والد کی عمر اسّی سال ہو چکی تھی اور ان کی دونوں آنکھیں سفید تھیں لیکن وہ سوئی میں دھاگہ ڈال لیتے تھے۔[1] طبرانی کی روایت میں یہ ہے کہ میرے والد نے حضورؐ کو یہ بتایا کہ (جب میرا پاؤں سانپ کے انڈے پر پڑا تو) اس وقت میں اپنی اونٹنیوں کے تھنوں پر دودھ نکالنے کے لئے ہاتھ پھیر رہا تھا۔[2] ابونعیم کی روایت میں یہ ہے کہ میں اپنے اونٹ کو سدھار رہا تھا۔

حضرت سعد بن ابراہیم رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں حضرت زنیرہؓ رومی باندی تھیں۔ وہ مسلمان ہوئیں تو ان کی بینائی جاتی رہی اس پر مشرکوں نے کہا لات وعزیٰ ہمارے بتوں نے ان کو اندھا کر دیا ہے۔ حضرت زنیرہؓ نے کہا (نہیں، انہوں نے نہیں کیا) میں لات اور عزیٰ (کے معبود ہونے) کا انکار کرتی ہوں پھر اللہ تعالیٰ نے ان کی بینائی واپس کر دی۔[3] حضرت انس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں مجھ سے حضرت ام ہانی بنت ابی طالبؓ نے فرمایا جب حضرت ابوبکرؓ نے حضرت زنیرہؓ کو آزاد کیا تو ان کی بینائی جاتی رہی۔ اس پر کفار قریش نے کہا انہیں لات اور عزیٰ ہی نے اندھا کیا ہے۔ حضرت زنیرہؓ نے کہا یہ لوگ غلط کہتے ہیں بیت اللہ کی قسم! لات وعزیٰ کسی کام نہیں آسکتے اور کچھ نفع نہیں دے سکتے، چنانچہ اللہ تعالیٰ نے ان کی بینائی واپس کر دی۔[4]

صحابہ کرامؓ کے لا الہ الا اللہ اور اللہ اکبر کہنے سے دشمنوں کے بالاخانوں کا ہل جانا

حضرت ہشام بن عاص اموی رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں (دورِ صدیقی میں) مجھے اور ایک اور آدمی کو روم کے بادشاہ ہرقل کے پاس اسلام کی دعوت دینے کے لیے بھیجا گیا، چنانچہ ہم سفر میں روانہ ہوئے اور دمشق کے غوطہ مقام پر پہنچے اور جبلہ بن ایہم غسانی (شاہِ غسان) کے ہاں ٹھہرے۔ ہم نے جبلہ کے پاس جانا چاہا تو اس نے اپنا قاصد ہم سے بات کرنے کے لئے بھیجا۔ ہم نے کہا اللہ کی قسم! ہم کسی قاصد سے بات نہیں کریں گے ہمیں تو بادشاہ کے پاس بھیجا گیا ہے۔

۱۔ اخرجه ابن ابی شیبة قال ابن السكن لم يروه غير محمد بن بشير لا اعلم لحبيب غيره كذافي الاصابة (ج ۱ ص ۳۰۸) واخرجه الطبرانی ایضا عن رجل من سلامان بن سعد عن امه مثله

۲۔ قال الهيثمی (ج ۸ ص ۲۹۸) وفيه من لم اعرفهم ا ه واخرجه ابونعيم في الدلائل (ص ۲۲۳) بهذا الاسناد نحوه

۳۔ اخرجه الفاكهی و ابن منده

۴۔ عند محمد بن عثمان بن ابی شيبة في تاريخه كذافي الاصابة (ج ۴ ص ۳۱۲)

اگر بادشاہ ہمیں اجازت دے تو ہم اس سے بات کریں گے ورنہ ہم اس قاصد سے بات نہیں کریں گے۔ قاصد نے واپس جا کر بادشاہ کو ساری بات بتائی جس پر بادشاہ نے ہمیں اجازت دے دی (ہم اندر گئے) اس نے کہا بات کرو چنانچہ میں نے اس سے بات کی اور اسے اسلام کی دعوت دی۔ اس نے کالے کپڑے پہنے ہوئے تھے میں نے کہا آپ نے یہ کالے کپڑے کیا پہن رکھے ہیں؟ اس نے کہا میں نے یہ کپڑے پہن کر قسم کھائی ہے کہ جب تک تمہیں ملک شام سے نکال نہ دوں یہ کپڑے نہیں اتاروں گا ہم نے کہا تمہارے بیٹھنے کی اس جگہ کی قسم! انشاء اللہ! یہ جگہ بھی ہم آپ سے لے لیں گے بلکہ شہنشاہ اعظم (شاہ روم) کا ملک بھی لے لیں گے۔ ہمیں یہ بات ہمارے نبی حضرت محمد ﷺ نے بتائی ہے۔ اس نے کہا تم وہ لوگ نہیں ہو (جو ہم سے ہمارا ملک چھین لیں) بلکہ وہ تو وہ لوگ ہوں گے جو دن کو روزے رکھتے ہوں گے اور رات کو عبادت کرتے ہوں تو بتاؤ تمہارے روزے کس طرح ہیں؟ ہم نے اس کو روزے کے بارے میں بتایا تو اس کا سارا چہرہ سیاہ ہو گیا اور اس نے کہا چلو پھر اس نے ہمارے ساتھ شاہِ روم کے پاس ایک قاصد بھیجا، چنانچہ ہم وہاں سے چلے۔ جب ہم شہر کے قریب پہنچے تو ہمارے ساتھ جو قاصد تھا اس نے ہم سے کہا آپ لوگوں کی یہ سواریاں بادشاہ کے شہر میں داخل نہیں ہو سکتیں، اگر آپ لوگ کہیں تو ہم سواری کے لئے ترکی گھوڑے اور خچر دے دیں۔ ہم نے کہا اللہ کی قسم! ہم تو ان ہی سواریوں پر شہر میں داخل ہوں گے۔ ان لوگوں نے بادشاہ کے پاس پیغام بھیجا کہ یہ لوگ تو نہیں مان رہے ہیں بادشاہ ہرقل نے انہیں حکم دیا کہ ہم لوگ اپنی سواریوں پر ہی آ جائیں، چنانچہ ہم تلواریں لٹکائے ہوئے شہر میں داخل ہوئے اور بادشاہ کے بالا خانے تک پہنچ گئے۔ ہم نے بالا خانہ کے نیچے اپنی سواریاں بٹھا دیں وہ ہمیں دیکھ رہا تھا ہم نے لا الٰہ الا اللہ و اللہ اکبر کہا تو اللہ جانتا ہے وہ بالا خانہ ہلنے لگا اور ایسے ہل رہا تھا جیسے درخت کی ٹہنی کو ہوا ہلا رہی ہو۔ ہرقل نے ہمارے پاس پیغام بھیجا کہ تم لوگوں کو اس بات کی اجازت نہیں ہے کہ تم اپنے دین کی باتیں ہمارے سامنے زور سے کہو پھر اس نے پیغام بھیجا کہ اندر آ جاؤ ہم اس کے پاس گئے وہ اپنے قیمتی بچھونے پر بیٹھا ہوا تھا اور اس کے پاس روم کے تمام جرنیل اور سپہ سالار بیٹھے ہوئے تھے۔ اس کی مجلس میں ہر چیز سرخ تھی اس کے چاروں طرف سرخی تھی اور اس کے کپڑے بھی سرخ تھے۔ ہم اس کے قریب گئے تو وہ ہنسنے لگا اور کہنے لگا اگر آپ لوگ مجھے ویسے ہی سلام کرتے جیسے آپس میں کرتے ہو تو اس میں کیا حرج تھا؟ اس کے پاس ایک آدمی تھا جو فصیح عربی بولتا تھا اور بہت باتیں کرتا تھا (جو ترجمانی کر رہا تھا) ہم نے کہا جس طرح ہم آپس میں سلام کرتے ہیں اس طرح آپ کو سلام کرنا ہمارے لئے جائز نہیں اور جس طرح آپ کو سلام کیا جاتا ہے اس طرح سلام کرنا ویسے جائز نہیں۔ اس نے پوچھا آپ لوگ آپس میں کیسے سلام کرتے ہیں؟ ہم نے کہا السلام علیکم! اس نے کہا آپ لوگ اپنے بادشاہ کو

کس طرح سلام کرتے ہیں؟ ہم نے کہا اسی طرح اس نے کہا وہ آپ لوگوں کو جواب کیسے دیتا ہے؟ ہم نے کہا ان ہی الفاظ سے۔ پھر اس نے پوچھا آپ لوگوں کا سب سے بڑا کلام کیا ہے؟ ہم نے کہا لاالٰہ الا اللّٰہ واللّٰہ اکبر۔ اللہ جانتا ہے ان کلمات کے کہتے ہی وہ بالا خانہ پھر ہلنے لگا اور بادشاہ سر اٹھا کر دیکھنے لگا پھر اس نے کہا اچھا یہ ہیں وہ کلمات جن کے کہنے سے یہ بالا خانہ ہلنے لگا تھا تو جب یہ کلمات آپ لوگ اپنے گھروں میں کہتے ہیں تو کیا وہ بھی ہلنے لگتے ہیں؟ ہم نے کہا نہیں یہ بات تو ہم نے صرف آپ کے ہاں دیکھی ہے۔ اس نے کہا میری آرزو یہ ہے کہ آپ لوگ جب بھی یہ کلمات کہیں تو لوگوں کی ہر چیز ہلنے لگے چاہے مجھے اس کے لئے اپنا آدھا ملک دینا پڑے۔ ہم نے کہا کیوں؟ اس نے کہا اس لئے کہ اگر ایسا ہو جائے تو پھر یہ نبوت کی نشانی نہ ہوگی بلکہ لوگوں کی شعبدہ بازی میں سے ہوگا پھر اس نے بہت سے سوالات کئے جن کے ہم نے جوابات دیئے پھر اس نے کہا آپ لوگوں کے نماز روزے کس طرح ہوتے ہیں؟ اس کی ہم نے تفصیل بتائی پھر اس نے کہا اب آپ لوگ اٹھیں اور چلے جائیں پھر اس کے حکم دینے پر ہمیں بہت عمدہ مکان میں ٹھہرایا گیا اور بہت زیادہ مہمانی کا اہتمام کیا گیا۔ ہم وہاں تین دن ٹھہرے رہے پھر ایک رات اس نے ہمارے پاس پیغام بھیجا ہم اس کے پاس گئے اس نے کہا اپنی بات دوبارہ کہو ہم نے اپنی ساری بات کہہ دی پھر اس نے ایک چیز منگوائی جو بڑی چوکور پٹاری کی طرح تھی اور اس پر سونے کے پانی کا کام کیا ہوا تھا اس میں چھوٹے چھوٹے خانے بنے ہوئے تھے جن کے دروازے تھے اس نے تالا کھول کر ایک خانہ کھولا اور اس میں کالے رنگ کے ریشم کا ایک کپڑا نکالا اسے ہم نے پھیلایا تو اس پر ایک آدمی کی سرخ رنگ کی تصویر بنی ہوئی تھی جس کی آنکھیں بڑی اور سرین موٹے تھے اور اتنی لمبی گردن میں نے کسی کی نہیں دیکھی۔ اس کی داڑھی نہیں تھی، البتہ سر کے بالوں کی دو مینڈھیاں تھیں اللہ نے جتنے انسان بنائے ان میں سب سے زیادہ خوبصورت تھا۔ بادشاہ نے کہا کیا آپ لوگ اسے پہچانتے ہیں؟ ہم نے کہا نہیں اس نے کہا یہ حضرت آدم علیہ السلام ہیں ان کے بال عام لوگوں سے زیادہ تھے پھر اس نے دوسرا دروازہ کھول کر کالے ریشم کا ایک کپڑا نکالا جس پر سفید تصویر بنی ہوئی تھی۔ اس آدمی کے بال گھنگھریالے تھے، آنکھیں سرخ، سر بڑا اور داڑھی خوبصورت تھی۔ اس نے کہا کیا آپ لوگ اسے پہچانتے ہیں؟ ہم نے کہا نہیں۔ اس نے کہا یہ حضرت نوح علیہ السلام ہیں پھر اس نے ایک دروازہ کھول کر کالے ریشم کا ایک کپڑا نکالا اس پر ایک آدمی کی تصویر تھی جو بہت سفید تھا۔ اس کی آنکھیں خوبصورت، پیشانی ستی ہوئی، رخسار لمبے، داڑھی سفید تھی۔ ایسے لگ رہا تھا جیسے مسکرا رہا ہو۔ اس نے کہا کیا آپ لوگ اسے پہچانتے ہیں؟ ہم نے کہا نہیں۔ اس نے کہا یہ حضرت ابراہیم علیہ السلام ہیں پھر اس نے ایک دروازہ کھولا اس میں سفید تصویر تھی اللہ کی قسم! وہ حضور ﷺ کی تصویر تھی اس نے کہا کیا

انہیں پہچانتے ہو؟ ہم نے کہا ہاں یہ حضرت محمد ﷺ ہیں اور ہم خوشی کے مارے رونے لگے اور اللہ جانتا ہے کہ وہ اپنی جگہ سے ایک دم اٹھا اور کچھ دیر کھڑا رہا پھر بیٹھ گیا پھر کہا اللہ کی قسم! یہ وہی ہیں ہم نے کہا ہاں بے شک یہ وہی ہیں گویا کہ آپ ان کو ہی دیکھ رہے ہیں پھر کچھ دیر وہ اسی تصویر کو دیکھتا رہا پھر کہنے لگا یہ تصویر تھی تو آخری خانے میں لیکن میں نے آپ لوگوں کا امتحان لینے کے لئے ذرا جلدی نکال لی تا کہ پتہ چلے کہ آپ لوگوں کی معلومات کیا ہیں پھر اس نے ایک اور دروازہ کھول کر اس میں سے کالے رنگ کے ریشم کا ایک کپڑا نکالا جس پر گندمی رنگ والے، سیاہی مائل آدمی کی تصویر تھی جس کے بال بہت زیادہ گھنگھریالے، آنکھیں اندر گھسی ہوئیں، نگاہ تیز، منہ چڑھا ہوا اور دانت ایک دوسرے پر چڑھے ہوئے اور ہونٹ سمٹا ہوا تھا اور ایسے معلوم ہو رہا تھا جیسے کہ غصہ میں ہو اس نے کہا کیا انہیں پہچانتے ہو؟ ہم نے کہا نہیں۔ اس نے کہا یہ حضرت موسیٰ علیہ السلام ہیں اور ان کے پہلو میں ایک اور تصویر تھی جو بالکل ان جیسی تھی البتہ ان کے سر پر تیل لگا ہوا تھا پیشانی چوڑی تھی اور ان کی آنکھوں میں کچھ بھینگا پن تھا اس نے کہا کیا انہیں پہچانتے ہو؟ ہم نے کہا نہیں۔ اس نے کہا یہ حضرت ہارون بن عمران علیہ السلام ہیں پھر اس نے ایک اور دروازہ کھول کر سفید ریشم کا ایک کپڑا نکالا جس پر ایک آدمی کی تصویر تھی جس کا رنگ گندمی، بال سیدھے اور قد درمیانہ تھا اور وہ ایسے نظر آ رہے تھے کہ جیسے غصہ میں ہوں۔ اس نے کہا کیا ان کو پہچانتے ہو؟ ہم نے کہا نہیں۔ اس نے کہا یہ حضرت لوط علیہ السلام ہیں پھر اس نے ایک اور دروازہ کھول کر سفید ریشم کا ایک کپڑا نکالا جس پر ایک سفید آدمی کی تصویر تھی سفیدی میں کچھ سرخی ملی ہوئی تھی ناک اونچی، رخسار ہلکے اور چہرہ حسین و جمیل تھا۔ اس نے کہا کیا انہیں پہچانتے؟ ہم نے کہا نہیں۔ اس نے کہا یہ حضرت اسحٰق علیہ السلام ہیں پھر ایک اور دروازہ کھول کر اس نے سفید ریشم کا ایک کپڑا نکالا اس پر ایک تصویر تھی جو حضرت اسحٰقؑ کے مشابہ تھی صرف یہ فرق تھا کہ ان کے ہونٹ پر تل تھا اس نے کہا کیا انہیں پہچانتے ہیں؟ ہم نے کہا نہیں۔ اس نے کہا یہ حضرت یعقوب علیہ السلام ہیں پھر اس نے ایک اور دروازہ کھول کر کالے ریشم کا ایک کپڑا نکالا جس میں ایک سفید آدمی کی تصویر تھی جس کا چہرہ خوبصورت، ناک اونچی اور قد اچھا تھا۔ اس کے چہرے پر نور بلند ہو رہا تھا۔ اس کے چہرے سے خشوع معلوم ہو رہا تھا اور اس کا رنگ مائل بسرخی تھا۔ اس نے کہا کیا آپ لوگ انہیں پہچانتے ہیں؟ ہم نے کہا نہیں۔ اس نے کہا یہ تمہارے نبیؐ کے دادا حضرت اسماعیل علیہ السلام ہیں پھر اس نے ایک اور دروازہ کھول کر سفید ریشم کا ایک کپڑا نکالا جس میں حضرت آدم علیہ السلام جیسی تصویر تھی اور ان کا چہرہ سورج کی طرح چمک رہا تھا اس نے کہا کیا انہیں پہچانتے ہیں؟ ہم نے کہا نہیں۔ اس نے کہا یہ حضرت یوسف علیہ السلام ہیں۔ پھر اس نے ایک اور دروازہ کھول کر سفید ریشم کا ایک کپڑا نکالا جس میں سرخ رنگ کے آدمی کی تصویر تھی جس کی پنڈلیاں پتلی، آنکھیں چھوٹی

اور کمزور، پیٹ بڑا اور قد درمیانہ تھا۔ تلوار بھی گلے میں لٹکائی ہوئی تھی اس نے پوچھا کیا انہیں پہچانتے ہیں؟ ہم نے کہا نہیں۔ اس نے کہا یہ حضرت داؤد علیہ السلام ہیں پھر اس نے ایک اور دروازہ کھول کر اس میں سے سفید ریشم کا ایک کپڑا نکالا جس میں ایک آدمی کی تصویر تھی جس کے سرین بڑے، پاؤں لمبے تھے اور وہ ایک گھوڑے پر سوار تھے اس نے کہا کیا آپ انہیں پہچانتے ہیں؟ ہم نے کہا نہیں۔ اس نے کہا یہ سلیمان بن داؤد علیہما السلام ہیں پھر اس نے ایک اور دروازہ کھول کر اس میں سے کالے ریشم کا ایک کپڑا نکالا جس میں سفید تصویر تھی وہ بالکل جوان تھے، داڑھی بے انتہا کالی اور بال بہت زیادہ، آنکھیں اور چہرہ بہت خوبصورت تھا۔ اس نے کہا کیا انہیں پہچانتے ہیں؟ ہم نے کہا نہیں۔ اس نے کہا یہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام ہیں۔ ہم نے پوچھا آپ کو یہ تصویریں کہاں سے ملی ہیں؟ کیونکہ ہمیں یقین ہے کہ انبیاء علیہم السلام کو جو شکل و صورت عطا فرمائی گئی تھی یہ اس کے مطابق ہیں اس لئے ہم نے اپنے نبی پاک علیہ السلام کی تصویر ان کی شکل و صورت کے مطابق بنی ہوئی دیکھی ہے۔ اس نے کہا حضرت آدم علیہ السلام نے اپنے رب سے یہ سوال کیا تھا کہ میری اولاد میں سے جتنے نبی ہوں گے وہ مجھے دکھا دیں اس پر اللہ تعالیٰ نے انبیاء علیہم السلام کی یہ تصویریں حضرت آدمؑ پر اتاری تھیں اور سورج ڈوبنے کی جگہ کے پاس جو حضرت آدمؑ کا خزانہ تھا اس میں یہ تصویریں رکھی ہوئی تھیں جن کو وہاں سے نکال کر ذوالقرنین نے حضرت دانیال علیہ السلام کو دی تھیں پھر ہرقل نے کہا غور سے سنیں! اللہ کی قسم! اس کے لئے میں دل سے تیار ہوں کہ میں اپنے ملک کو چھوڑ دوں اور آپ لوگوں میں جو اپنے غلاموں کے ساتھ سب سے برا سلوک کرتا ہو میں اس کا مرتے دم تک کے لئے غلام بن جاؤں (لیکن اسلام میں داخل ہونے کے لئے تیار نہیں) پھر اس نے بہت عمدہ تحفے دے کر ہمیں رخصت کیا۔ جب ہم حضرت ابوبکر صدیقؓ کے پاس پہنچے تو ہم نے ان کو ساری کارگزاری سنائی ہرقل نے ہمیں جو کچھ دکھایا جو کچھ کہا اور جو تحفے دیئے وہ سب ہم نے ان کو بتا دیئے۔ یہ سن کر حضرت ابوبکرؓ رو پڑے اور فرمایا یہ بے چارہ ہرقل مسکین ہے اگر اللہ کا اس کے ساتھ بھلائی کا ارادہ ہوتا تو یہ بھلائی کا کام کر لیتا یعنی اسلام میں داخل ہو جاتا اور حضرت ابوبکرؓ نے یہ بھی فرمایا کہ حضورؐ نے ہمیں بتایا تھا کہ یہود و نصاریٰ کی کتابوں میں حضرت محمد ﷺ کے حلیہ مبارک اور صفات وغیرہ کا ذکر موجود ہے۔[1] حضرت ہشام بن عاصؓ کی اس حدیث میں تو ان تصویروں میں حضرت ابوبکرؓ کی تصویر کا ذکر نہیں ہے لیکن

---

[1] اخرجه الحاكم وهكذا اورده الحافظ ابوبكر البيهقي في كتاب دلائل النبوة عن الحاكم اجازة فذكره و اسناده لاباس به كذافي التفسير لابن كثير (ج ٢ ص ٢٥١) وذكره في الكنز (ج ٥ ص ٣٢٢) عن البيهقي بتمامه ثم قال قال ابن كثير هذا حديث جيد الاسناد و رجاله ثقات. انتهى و اخرجه ابونعيم في الدلائل النبوة (ص ٩) عن موسى بن عقبة فذكر القصة بنحوها.

بیہقی نے حضرت جبیر بن مطعمؓ سے یہی حدیث روایت کی ہے کہ اس میں حضرت ابوبکرؓ کی تصویر کا ذکر اس طرح ہے (کہ بصریٰ شہر کے نصاریٰ مجھے ایک گرجا گھر میں لے گئے اس میں بہت سی تصویریں تھیں) پھر انہوں نے مجھ سے کہا دیکھو کیا اس نبی کی تصویر ان میں نظر آ رہی ہے؟ میں نے دیکھا تو ان میں حضور ﷺ کی تصویر بھی تھی اور حضرت ابوبکرؓ کی تصویر بھی تھی۔ وہ حضورؐ کی ایڑی پکڑے ہوئے تھے۔ انہوں نے مجھ سے کہا کیا تمہیں ان کی تصویر نظر آئی؟ میں نے کہا جی ہاں انہوں نے حضورؐ کی تصویر کی طرف اشارہ کر کے کہا کیا وہ یہ ہیں؟ میں نے کہا جی ہاں میں گواہی دیتا ہوں کہ وہ یہی ہیں پھر انہوں نے کہا تم ان کو پہچانتے ہو جو ان کی ایڑی پکڑے ہوئے ہیں؟ میں نے کہا جی ہاں انہوں نے کہا ہم گواہی دیتے ہیں کہ یہ تمہارے حضرت یعنی تمہارے نبیؐ ہیں اور یہ ان کے بعد ان کے خلیفہ ہیں۔[1] طبرانی کی روایت میں یہ ہے کہ میں نے کہا یہ ان کی ایڑی کے پاس کھڑا ہوا آدمی کون ہے؟ اس نصرانی نے کہا تمہارے نبیؐ کے علاوہ ہر نبی کے بعد نبی ضرور ہوتا تھا لیکن تمہارے نبی کے بعد کوئی نبی نہیں آئے گا اور یہ ان کے بعد ان کے خلیفہ ہیں تو یہ حضرت ابوبکرؓ کی تصویر تھی۔[2] (پہلے نبیوں کی شریعت میں جاندار کی تصویر کی اجازت تھی لیکن ہماری شریعت میں اجازت نہیں)۔

قبیلہ غسان اور قبیلہ بنوقین کے چند مشائخ بیان کرتے ہیں کہ حمص کی لڑائی میں اللہ تعالیٰ نے مسلمانوں کے صبر کا بدلہ یہ دیا کہ حمص والوں پر زلزلہ آیا اور اس کی صورت یہ ہوئی کہ مسلمان ان کے مقابلہ کے لئے کھڑے ہوئے تو انہوں نے زور سے اللہ اکبر کہا جس کی وجہ سے شہر حمص میں رومیوں پر زلزلہ آ گیا اور دیواریں پھٹ گئیں تو وہ سب گھبرا کر اپنے ان سرداروں اور اصحابِ شوریٰ کے پاس گئے جو ان کو مسلمانوں سے صلح کرنے کی دعوت دینے لگے لیکن ان لوگوں نے ان سرداروں اور اصحابِ شوریٰ کی یہ بات نہ مانی بلکہ اس پر ان کے ساتھ ذلت آمیز رویہ اختیار کیا مسلمانوں نے دوبارہ پھر زور سے اللہ اکبر کہا جس سے بہت سے گھر اور دیواریں گر گئیں اور شہر والے پھر گھبرا کر سرداروں اور اصحاب شوریٰ کے پاس گئے تو انہوں نے کہا کیا تم دیکھتے نہیں کہ یہ اللہ کا عذاب ہے اس پر شہر والوں نے صلح کی بات مان لی۔ آگے اور بھی حدیث ہے۔[3]

دور دراز علاقوں تک صحابہ کرامؓ کی آواز کا پہنچ جانا

حضرت ابن عمرؓ فرماتے ہیں حضرت عمرؓ نے ایک لشکر روانہ کیا اور ان کا امیر ایک آدمی کو بنایا

۱؎ اخرجه البخاری فی التاریخ مختصرا کما فی البدایة (ج ۶ ص ۲۳) ۲؎ اخرجه الطبرانی فی الکبیر والاوسط قال الهیثمی (ج ۸ ص ۲۳۴) وفیه من لم اعرفهم ا ه و اخرجه ابونعیم فی الدلائل النبوه (ص ۹) نحو روایة البیهقی ۳؎ ذکره ابن جریر فی تاریخه (ج ۳ ص ۹۷)

جنہیں ساریہؓ کہا جاتا تھا ایک دفعہ حضرت عمرؓ جمعہ کا خطبہ دے رہے تھے کہ ایک دم انہوں نے تین مرتبہ پکار کر کہا اے ساریہؓ! لشکر کو لے کر پہاڑ کی طرف ہو جاؤ پھر اس لشکر کا قاصد آیا حضرت عمرؓ نے اس سے حالات پوچھے اس نے کہا اے امیر المومنین ہمیں شکست ہو رہی تھی کہ اتنے میں ہم نے ایک بلند آواز تین مرتبہ سنی اے ساریہ! پہاڑ کی طرف ہو جاؤ، چنانچہ ہم نے اپنی پشتیں پہاڑ کی طرف کر دیں جس پر اللہ نے کفار کو شکست دے دی پھر لوگوں نے حضرت عمرؓ سے کہا آپ ہی نے تو بلند آواز سے یہ کہا تھا۔[1]

حضرت ابن عمرؓ فرماتے ہیں حضرت عمرؓ جمعہ کے دن خطبہ دے رہے تھے تو خطبہ میں کہنے لگے اے ساریہؓ! پہاڑ کی طرف ہو جاؤ اور جس نے بھیڑیے کو بکریوں کا چرواہا بنایا اس نے بکریوں پر ظلم کیا۔ لوگ ایک دوسرے کو حیران ہو کر دیکھنے لگے۔ حضرت علیؓ نے ان سے فرمایا پریشان مت ہو حضرت عمرؓ خود بتائیں گے کہ انہوں نے یہ کیوں کہا ہے۔ جب حضرت عمرؓ نماز سے فارغ ہوئے تو لوگوں نے ان سے پوچھا انہوں نے فرمایا میرے دل میں ایک دم خیال آیا کہ مشرکوں نے ہمارے بھائیوں کو شکست دے دی ہے اور وہ ایک پہاڑ کے پاس سے گزر رہے ہیں یہ ہمارے بھائی اگر پہاڑ کی طرف مڑ جائیں تو ان کو صرف ایک طرف سے ہی لڑنا پڑے گا (اور اس طرح ان کو فتح ہو جائے گی) اور اگر یہ لوگ پہاڑ سے آگے نکل گئے تو پھر (ان کو ہر طرف سے لڑنا پڑے گا اور) یہ ہلاک ہو جائیں گے بس اس پر میری زبان سے وہ کلمات نکل گئے جو آپ لوگوں نے سنے ہیں پھر ایک مہینے کے بعد (اس لشکر کی طرف سے فتح کی) خوشخبری دینے والا آیا اور اس نے بتایا کہ ہم لوگوں نے اس دن حضرت عمرؓ کی آواز سنی تھی اور آواز سن کر ہم لوگ پہاڑ کی طرف ہو گئے تھے جس سے اللہ نے ہمیں فتح نصیب فرمادی۔[2] خطیب اور ابنِ عساکر کی روایت میں یہ ہے کہ لوگوں نے حضرت علیؓ سے کہا کیا آپ نے حضرت عمرؓ کو منبر پر خطبہ کے دوران یا ساریہؓ کہتے ہوئے نہیں سنا؟ حضرت علیؓ نے فرمایا تمہارا بھلا ہو حضرت عمرؓ کو کچھ نہ کہو وہ جو بھی کام کرتے ہیں اس کی کوئی نہ کوئی وجہ ضرور ہوتی ہے۔

ابو نعیم کی روایت میں یہ ہے کہ حضرت عمرؓ نے فرمایا میرے دل میں یہ خیال آیا کہ دشمن نے حضرت ساریہؓ کو پہاڑ کی پناہ لینے پر مجبور کر دیا ہے تو اس خیال سے میں نے یہ کہہ دیا کہ شاید اللہ کا کوئی بندہ میری آواز حضرت ساریہؓ تک پہنچا دے یعنی کوئی فرشتہ یا مسلمان جن پہنچا دے۔[3]

۱؎ اخرجه البيهقي و اللالكائي في شرح السنة والدير عاقولي في فوائده و ابن الاعرابي في كرامات الاولياء وهكذا ذكره حرملة في جمعه لحديث ابن وهب وهو اسناد حسن.

۲؎ رواه ابن مردويه كذافي الاصابة (ج ۲ ص ۳) واخرجه أيضاً ابونعيم في الدلائل (ص ۱۹۰) و ابو عبدالرحمن السلمي في الاربعين و اخرجه الخطيب في رواة مالک و ابن عساكر عن ابن عمر كما في المنتخب (ج۴ ص ۳۸۶) قال ابن كثير في البداية (ج ۷ ص ۱۳۱) وفي صحة من حديث مالک نظر. انتهى

۳؎ اخرجه ابونعيم في الدلائل (ص ۲۱۰) من طريق نصر بن طريف

ابو نعیم کی دوسری روایت میں یہ ہے کہ پھر حضرت عبدالرحمٰن بن عوفؓ حضرت عمرؓ کے پاس گئے۔ حضرت عمرؓ کو حضرت عبدالرحمٰنؓ پر مکمل اعتماد اور اطمینان تھا۔ حضرت عبدالرحمٰنؓ نے کہا مجھے آپ کی وجہ سے لوگوں کو برا بھلا کہنا پڑتا ہے اس کی سب سے بڑی وجہ یہ ہے کہ آپ ہمیشہ ایسا کام کر دیتے ہیں جس کی بظاہر کوئی وجہ نظر نہیں آتی اور یوں لوگوں کو باتیں کرنے کا موقع مل جاتا ہے۔ آپ نے یہ کیا کیا؟ کہ خطبہ دیتے دیتے آپ ایک دم اے ساریہؓ! پہاڑ کی طرف ہو جاؤ زور سے کہنے لگے۔ حضرت عمرؓ نے کہا اللہ کی قسم! میں اپنے آپ کو قابو میں نہ رکھ سکا۔ میں نے دیکھا کہ حضرت ساریہ کا لشکر ایک پہاڑ کے پاس لڑ رہا ہے اور ان پر آگے سے پیچھے سے ہر طرف سے حملہ ہو رہا ہے اس پر میں اپنے آپ کو قابو میں نہ رکھ سکا اور ایک دم میری زبان سے نکل گیا اے ساریہؓ! پہاڑ کی طرف ہو جاؤ اور میں نے یہ اس لئے کہا تا کہ یہ لوگ پہاڑ کی طرف ہو جائیں (اور انہیں صرف ایک طرف سے لڑنا پڑے) کچھ ہی عرصہ کے بعد حضرت ساریہؓ کا قاصد ان کا خط لے کر آیا جس میں لکھا تھا کہ جمعہ کے دن ہمارا دشمن سے مقابلہ ہوا ہم نے صبح نماز پڑھ کر لڑائی شروع کی یہاں تک کہ جمعہ کا وقت ہو گیا اور سورج کا کنارہ ڈھل گیا تو ہم نے سنا کہ کسی آدمی نے دو مرتبہ زور سے یہ اعلان کیا اے ساریہؓ! پہاڑ کی طرف ہو جاؤ، چنانچہ ہم پہاڑ کی طرف ہو گئے اس طرح ہم دشمن پر غالب آنے لگے یہاں تک کہ اللہ نے انہیں شکست دے دی اور ان کو قتل کر دیا۔ حضرت عبدالرحمٰن نے کہا لوگوں نے حضرت عمرؓ کے اس عمل پر خواہ مخواہ اعتراض کیا تھا اس آدمی کو چھوڑے رکھو اسے کچھ نہ کہو کیونکہ اس کی الٹی بھی سیدھی ہوتی ہے۔[1] واقدی میں زید بن اسلم اور یعقوب بن زید کی روایت میں اس طرح ہے کہ لوگوں نے حضرت عمر بن خطابؓ سے پوچھا یہ آپ نے کیا کہہ دیا تھا؟ حضرتؓ نے فرمایا اللہ کی قسم! میں نے حضرت ساریہ کو وہی بات کہی جو اللہ کی طرف سے میری زبان پر جاری ہوئی۔

حضرت عزہ بنت عیاض بن ابی قرصافہ رحمتہ اللہ علیہا کہتی ہیں رومیوں نے حضرت ابو قرصافہؓ کے ایک بیٹے کو گرفتار کر لیا تھا جب نماز کا وقت ہوتا تو حضرت ابو قرصافہؓ عسقلان شہر کی فصیل کی دیوار پر چڑھ کر زور سے کہتے اے فلانے! نماز کا وقت ہو گیا ہے اور ان کا بیٹا روم کے شہر میں ان کی یہ آواز سن لیا کرتا۔[2]

---

۱ عند ابی نعیم فی الدلائل (ص ۲۱۱) من طریق عمر و بن الحارث و اخرجه الواقدی عن زید بن اسلم و یعقوب بن زید کما فی البدایة (ج ۷ ص ۱۳۱) قال ابن کثیر فهذه طرق یشد بعضها بعضا. انتهی علی ان طریق ابن وهب حسنه ابن کثیر ثم الحافظ ابن حجر رحمهما الله تعالی

۲ اخرجه الطبرانی قال الهیثمی (ج ۹ ص ۳۹۶) رجاله ثقات ا ه

صحابہ کرامؓ کا غیبی آوازیں سننا جن کا بولنے والا نظر نہیں آتا تھا

حضرت ابن عباسؓ فرماتے ہیں جب حضور ﷺ کا انتقال ہوا تو غسل دینے والوں میں اختلاف ہوگیا کہ غسل کے لئے حضورؐ کا کرتا اتارا جائے یا نہ اتارا جائے تو ان سب نے ایک غیبی آواز کو سنا کہ کوئی کہہ رہا ہے کہ تم اپنے نبی کو کرتے ہی میں غسل دے دو آواز تو آرہی تھی لیکن بولنے والے کا پتہ نہیں چل رہا تھا کہ کون ہے؟ چنانچہ حضورؐ کو کرتے ہی میں غسل دیا گیا۔[1] حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی روایت میں یہ ہے کہ کسی کہنے والے نے کہا تم انہیں کپڑوں سمیت ہی غسل دے دو، کہنے والے کا پتہ نہیں چل رہا تھا۔

حضرت ابن عباسؓ فرماتے ہیں حضور ﷺ نے سمندر کا سفر کرنے والے ایک لشکر کا حضرت ابوموسیٰ رضی اللہ عنہ کو امیر بنایا تو رات کے وقت کشتی ان کو لیئے جارہی تھی کہ اچانک ایک منادی نے اوپر سے انہیں پکار کر کہا کیا میں تمہیں وہ فیصلہ نہ بتادوں جو اللہ نے اپنے بارے میں کیا ہوا ہے؟ اور وہ یہ ہے کہ جو آدمی (روزہ رکھ کر) گرم دن میں اللہ کے لئے پیاسا رہے گا تو اللہ پر اس کا یہ حق ہے کہ اسے بڑی پیاس والے دن یعنی قیامت کے دن اچھی طرح پانی پلائے۔[2]

حضرت ابوموسیٰؓ فرماتے ہیں ایک دفعہ ہم لوگ سمندری غزوے میں گئے، چنانچہ ہم سمندر میں سفر کررہے تھے ہوا بالکل موافق تھی اور بادبان اٹھے ہوئے تھے ہم نے ایک منادی کو یہ اعلان کرتے ہوئے سنا اے کشتی والو! ٹھہر جاؤ میں تمہیں ایک خبر دینا چاہتا ہوں اس نے یہ اعلان مسلسل سات مرتبہ کیا۔ میں نے کشتی کے اگلے حصہ پر کھڑے ہوکر کہا تو کون ہے؟ اور کہاں سے آیا ہے؟ کیا تجھے نظر نہیں آرہا ہے کہ ہم کہاں ہیں؟ کیا ہم یہاں رک سکتے ہیں؟ تو اس نے جواب میں کہا کیا میں آپ لوگوں کو وہ فیصلہ نہ بتاؤں جو اللہ نے اپنے بارے میں کیا ہے میں نے کہا ضرور بتاؤ۔ اس نے کہا اللہ نے اپنے بارے میں یہ فیصلہ کیا ہے کہ جو گرم دن میں اپنے آپ کو اللہ کے لئے (روزہ رکھ کر) پیاسا رکھے گا اس کا اللہ پر یہ حق ہوگا کہ اللہ اسے قیامت کے دن سیراب کرے، چنانچہ حضرت ابوموسیٰؓ اس سخت گرم دن کی تلاش میں رہتے جس میں انسان کی کھال جل جائے اور اس دن روزہ رکھتے۔[3]

حضرت سعد بن جبیر رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں حضرت ابن عباسؓ کا طائف میں انتقال ہوا۔ میں ان کے جنازے میں شریک ہوا تو اتنے میں ایک پرندہ آیا اس جیسی شکل وصورت کا پرندہ کبھی

---

[1] اخرجه ابن سعد (ج ۲ ص ۲۷۶) و اخرجه ایضا عن عائشه رضی اللّٰه عنها بمعناه

[2] اخرجه الحاكم (ج ۲ ص ۴۶۷) قال الحاكم هذا حديث صحيح الاسناد و لم يخرجاه وقال الذهبي ابن المؤمل ضعيف

[3] اخرجه ابو نعيم فی الحلية (ج ۱ ص ۲۶۰) عن ابی بردة

کسی نے نہیں دیکھا تھا وہ پرندہ آ کر ان کے جسم میں داخل ہو گیا ہم دیکھتے رہے اور سوچتے رہے کہ کیا اب باہر نکلے گا لیکن کسی نے اسے باہر نکلتے نہ دیکھا اور جب انہیں دفن کیا گیا تو کسی نے قبر کے کنارے پر یہ آیت پڑھی اور پڑھنے والے کا کچھ پتہ نہ چلا یٰۤاَیَّتُهَا النَّفْسُ الْمُطْمَئِنَّةُ ۝ ارْجِعِیْۤ اِلٰی رَبِّکِ رَاضِیَةً مَّرْضِیَّةً ۝ فَادْخُلِیْ فِیْ عِبَادِیْ وَادْخُلِیْ جَنَّتِیْ (سورت فجر آیت ۲۷۔۳۰) ''(اور جو اللہ کے فرمانبردار تھے ان کو ارشاد ہوگا) اے اطمینان والی روح تو اپنے پروردگار (کے جوارِ رحمت) کی طرف چل اس طرح سے کہ تو اس سے خوش اور وہ تجھ سے خوش پھر (ادھر چل) تو میرے (خاص) بندوں میں شامل ہو جا (کہ یہ بھی نعمت روحانی ہے) اور میری جنت میں داخل ہو جا۔''[1] حاکم میں اسماعیل بن علی اور عیسیٰ بن علی کی روایت میں یہ ہے کہ وہ سفید پرندہ تھا اور ہیثمی کی روایت میں یہ ہے کہ وہ سفید پرندہ تھا جسے بگلا کہا جاتا ہے میمون بن مہران کی روایت میں ہے کہ جب ان پر مٹی ڈال دی گئی تو ہم نے ایک آواز سنی تو ہم سن رہے تھے لیکن بولنے والا نظر نہیں آ رہا تھا۔[2] میمون بن مہران کی دوسری روایت میں ہے کہ جب حضرت ابن عباسؓ کا انتقال ہوا اور انہیں کفن پہنایا جانے لگا تو ایک سفید پرندہ تیزی سے ان پر گرا اور ان کے کفن کے اندر چلا گیا۔ اسے بہت تلاش کیا گیا لیکن نہ ملا۔ حضرت ابن عباسؓ کے آزاد کردہ غلام حضرت عکرمہؒ نے کہا کیا تم لوگ بیوقوف ہو؟ (جو پرندہ تلاش کر رہے ہو) یہ تو ان کی بینائی ہے جس کے بارے میں حضور ﷺ نے ان سے وعدہ فرمایا تھا کہ وفات کے دن انہیں واپس مل جائے گی پھر جب لوگ جنازہ قبر پر لے گئے اور انہیں لحد میں رکھ دیا گیا تو غیبی آواز نے چند کلمات کہے جنہیں ان سب لوگوں نے سنا جو قبر کے کنارے پر تھے پھر میمون نے پچھلی آیات ذکر کیں۔

جنات اور غیبی آوازوں کا صحابہ کرامؓ کی مدد کرنا

حضرت ابو ہریرہؓ فرماتے ہیں حضرت خریم بن فاتک رضی اللہ عنہ نے حضرت عمر بن خطابؓ سے کہا اے امیر المومنین! کیا آپ کو نہ بتاؤں کہ میرے اسلام لانے کی ابتدا کیسے ہوئی؟ حضرت عمرؓ نے فرمایا ضرور بتاؤ۔ انہوں نے کہا میں ایک مرتبہ اپنے جانور تلاش کر رہا تھا اور ان کے نشانات پر چل رہا تھا کہ اسی میں براق العزاف مقام پر مجھے رات آ گئی تو میں نے اونچی آواز سے پکار کر کہا میں اس وادی کے (جن) بادشاہ کی پناہ چاہتا ہوں اس کی قوم کے بیوقوفوں سے۔ تو غیب سے کسی نے بلند آواز سے کہا

۱۔ اخرجه الحاکم (ج ۳ ص ۵۴۳) و اخرجه الطبرانی قال الهیثمی (ج ۹ ص ۲۸۵) و رجاله رجال الصحیح و روی عن عبداللہ بن یامین عن ابیه نحوه الا انه قال جاء طائر ابیض یقال له الغرنوق. انتهی

۲۔ اخرجه ابو نعیم فی الحلیة (ج ۱ ص ۳۲۹) عن میمون بن مهران فی حدیث طویل کما فی المنتخب (ج ۵ ص ۲۳۰)

ویحک عذ باللہ ذی الجلال　　والمجد والنعماء والافضال

تیرا بھلا ہو اللہ کی پناہ مانگ جو جلال، بزرگی، نعمت اور فضل والا ہے

واقرا ایات من الانفال　　ووحد اللّٰہ ولا تبال

سورت انفال کی آیتیں پڑھ اور اللہ کو ایک مان اور کسی کی پرواہ نہ کر۔ یہ سن کر میں بہت زیادہ ڈر گیا۔ جب میری جان میں جان آئی تو میں نے کہا

یاایھا الھاتف ماتقول　　ارشد عندک ام تضلیل

بین لنا ھدیت ما الحویل

''اے غیبی آواز دینے والے! تو کیا کہہ رہا ہے؟ کیا تو صحیح راستہ دکھانا چاہتا ہے یا گمراہ کرنا چاہتا ہے؟ اللہ تجھے ہدایت دے ہمیں صاف صاف بتا کہ کیا صورت ہے؟ اس نے جواب میں کہا۔

ان رسول اللہ ذوالخیرات　　بیثرب یدعو الی النجاۃ

یامر بالصوم والصلاۃ　　ویزجر الناس عن الھنات

''تمام خیروں کو۔ لےکر آنے والے اللہ کے رسولؐ یثرب میں نجات کی دعوت دے رہے ہیں وہ نماز اور روزے کا حکم دیتے ہیں اور شر والے کاموں سے لوگوں کو روکتے ہیں۔'' میں نے اپنی سواری آگے بڑھا کر کہا۔

ارشد نی رشد اھدیت　　لاجعت ولا عریت

''مجھے سیدھا راستہ بتا اللہ تجھے ہدایت دے تو کبھی بھوکا ننگا نہ ہو اور تو ہمیشہ طاقتور سردار بنا رہے اور جو خیر تجھے ملی ہے اس کا مجھ پر زیادہ بوجھ نہ ڈال۔'' وہ یہ اشعار پڑھتا ہوا میرے پیچھے آیا

صاحبک اللّٰہ وسلّم نفسکا　　وبلغ الاھل و ادی رحلکا

امن بہ افلج ربی حقکا　　وانصرہ اعز ربی نصر کا

''اللہ ہمیشہ تیرا ساتھی ہو اور تیری جان کو صحیح سالم رکھے اور تجھے گھر والوں تک پہنچائے اور تیری سواری کو بھی پہنچائے۔''

''تو اللہ کے رسولؐ پر ایمان لا میرا رب تیرے حق کو بامراد کرے اور اس رسولؐ کی مدد کر میرا رب تیری اچھی طرح نصرت کرے۔''

میں نے کہا اللہ تجھ پر رحم کرے تو کون ہے؟ اس نے کہا میں اثال کا بیٹا عمرو ہوں اور اللہ کے رسولؐ کی طرف سے نجد کے مسلمان جنات کا امیر ہوں تمہارے گھر پہنچنے تک تمہارے اونٹوں کی حفاظت ہوگی تمہیں اب فکر کرنے کی ضرورت نہیں ہے، چنانچہ میں جمعہ کے دن مدینہ میں داخل ہوا۔ حضرت ابوبکر صدیقؓ میرے پاس باہر آئے اور کہا اللہ تجھ پر رحم کرے اندر آجاؤ ہمیں تمہارے مسلمان ہونے کی خبر پہنچ چکی ہے۔ میں نے کہا مجھے اچھی طرح وضو کرنا نہیں آتا، چنانچہ انہوں نے

مجھے وضو کرنا سکھایا پھر میں مسجد میں داخل ہوا میں نے حضورؐ کو منبر پر بیان کرتے ہوئے دیکھا آپؐ بالکل چودھویں رات کے چاند کی طرح لگ رہے تھے۔ آپؐ فرما رہے تھے جو مسلمان اچھی طرح وضو کرتا ہے اور پھر سوچ سمجھ کر دھیان سے ایسی نماز پڑھتا ہے جس کی ہر طرح حفاظت کرتا ہے وہ جنت میں ضرور داخل ہوگا پھر حضرت عمر بن خطابؓ نے مجھ سے کہا تم اپنی اس حدیث پر گواہ لاؤ نہیں تو میں تمہیں سزا دوں گا، چنانچہ قریش کے بزرگ حضرت عثمان بن عفانؓ نے میرے حق میں گواہی دی جسے حضرت عمرؓ نے قبول کر لیا۔[1]

ابو نعیم نے دلائل النبوۃ میں حضرت ابو ہریرہؓ سے اسی جیسی حدیث نقل کی ہے جس میں اشعار اس طرح ہیں

ارشدنی رشد ابها هدیتا	لاجعت یاهذا ولا عریتا
ولا صحبت صاحبا مقیتا	لابتوین الخیر ان ثویتا

"مجھے صحیح راستہ بتا اللہ تجھے ہدایت عطا فرمائے اے فلانے! تو نہ کبھی بھوکا ہوا اور نہ کبھی ننگا اور نہ کبھی ایسے ساتھی کے ساتھ رہے جس سے لوگ نفرت کرتے ہوں اور اگر تو مر جائے تو تیری خیر ختم نہ ہو بلکہ ہمیشہ باقی رہے۔"[2] حضرت حسن کہتے ہیں حضرت عمرؓ نے حضرت ابن عباسؓ سے فرمایا مجھے کوئی ایسی حدیث سناؤ جس سے حیرت بھی ہو اور خوشی بھی ہو تو حضرت ابن عباسؓ نے مجھے حضرت خریم بن فاتک رضی اللہ عنہ کا یہ واقعہ سنایا پھر پچھلی حدیث جیسا مضمون ذکر کیا۔[3]

حضرت ابن عمرؓ فرماتے ہیں میں نے جب بھی سنا کہ حضرت عمرؓ نے کسی چیز کے بارے میں کہا ہو کہ میرا گمان یہ ہے کہ یہ اس طرح ہے تو وہ اسی طرح ہوتی جس طرح ان کا گمان ہوتا، چنانچہ ایک مرتبہ وہ بیٹھے ہوئے تھے کہ ان کے پاس سے ایک خوبصورت آدمی گزرا۔ حضرت عمرؓ نے فرمایا یا تو میرا اندازہ غلط ہے یا یہ آدمی ابھی تک اپنے جاہلیت والے دین پر ہے یا پھر یہ جاہلیت میں کاہن تھا اسے میرے پاس لاؤ لوگ اس آدمی کو بلا کر لائے تو حضرت عمرؓ نے اس سے اپنی بات کہی اس نے کہا میں نے آج جیسا دن کبھی نہیں دیکھا کہ کسی مسلمان آدمی کے منہ پر ایسی بات صاف کہہ دی گئی ہو۔ حضرت عمرؓ نے کہا میں تمہیں پُر زور تاکید کرتا ہوں کہ تم مجھے ساری بات بتاؤ۔ اس آدمی نے کہا میں جاہلیت میں کاہن تھا۔ حضرت عمرؓ نے کہا جو جن تمہارے پاس آتا تھا اس کا سب سے عجیب و غریب قصہ کیا ہے؟ اس نے کہا ایک دن میں بازار میں تھا وہ جن میرے پاس

۱۔ اخرجه الرویانی و ابن عساکر کذافی الکنز (ج ۷ ص ۳۳) ۲۔ اخرجه ابونعیم فی الدلائل النبوة (ص ۳۰) ۳۔ اخرجه الطبرانی عن محمد بن ابی الحسن عن ابیه کذافی الاصابة (ج ۳ ص ۳۵۳) قال الهیثمی (ج ۸ ص ۲۵۱) رواه الطبرانی وفیه من لم اعرفهم و اخرجه الحاکم (ج ۳ ص ۲۲۱) من طریق الحسن بن محمد بن علی عن ابیه قال قال عمر فذکر بمعناه قال الذهبی لم یصح و اخرجه الاموی ایضا کما فی البدایة (ج ۲ ص ۳۵۳)

گھبرایا ہوا آیا اور اس نے یہ شعر پڑھے

الم تر الجن و ابلاسها ویأسها من بعد انکاسها

ولحوقها بالقلاص واحلاسها

''کیا تم نے دیکھا نہیں کہ تمام جنات حیران وپریشان ہیں اور (پہلے تو آسمان پر چڑھ جاتے تھے اور) اب آسمان سے ناامید ہوکر واپس آ رہے ہیں بلکہ اسلام میں داخل ہوکر جوان اونٹنیوں اور ان پر کجاوے کے نیچے بچھائی جانے والی چادروں والے عربوں کے ساتھ مل رہے ہیں۔'' حضرت عمرؓ نے کہا اس نے سچ کہا میں بھی ایک دن کفار کے معبودوں کے پاس سویا ہوا تھا کہ ایک آدمی ایک بچھڑا لایا اور اس نے اسے ذبح کیا پھر کسی چیخنے والے نے زور سے چیخ کر کہا میں نے اس سے زیادہ سخت چیخ کبھی نہیں سنی تھی اس نے کہا اے جلیح! (یہ کسی آدمی کا نام ہے) یہ کامیابی والا کام ہے ایک فصیح آدمی لا الٰہ الا اللّٰہ کہہ رہا ہے۔ سب لوگ گھبرا کر اٹھ گئے میں نے کہا میں تو یہاں ہی رہوں گا جب پتہ چل جائے گا کہ اس آواز کے پس پردہ کیا ہے تب یہاں سے جاؤں گا اس نے پھر پکار کر کہا اے جلیح! یہ کامیابی والا کام ہے ایک فصیح آدمی لا الٰہ الا اللّٰہ کہہ رہا ہے پھر میں وہاں سے اٹھا کچھ عرصہ بعد ہی ہمیں بتایا گیا کہ یہ نبی ہیں یہ روایت صرف بخاری میں ہے اور یہ کاہن آدمی حضرت سواد بن قاربؓ ہیں۔[1]

حضرت محمد بن کعب قرظی رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں ایک دن حضرت عمر بن خطابؓ بیٹھے ہوئے تھے کہ اتنے میں ان کے پاس سے ایک آدمی گزرا۔ کسی نے پوچھا اے امیر المومنین کیا آپ اس گزرنے والے کو جانتے ہیں؟ حضرت عمرؓ نے پوچھا، یہ کون ہے؟ لوگوں نے کہا یہ حضرت سواد بن قاربؓ ہیں جنہیں ان کے پاس آنے والے جن نے حضور ﷺ کے ظاہر ہونے کی خبر دی تھی، چنانچہ حضرت عمرؓ نے پیغام دے کر انہیں بلایا اور فرمایا کیا آپ ہی سواد بن قارب ہیں؟ انہوں نے کہا جی ہاں! حضرت عمرؓ نے فرمایا کیا تم زمانہ جاہلیت میں کہانت کا کام کرتے تھے؟ اس پر حضرت سوادؓ کو غصہ آ گیا اور کہا اے امیر المومنین! جب سے میں مسلمان ہوا ہوں کبھی کسی نے میرے منہ پر ایسی بات نہیں کہی ہے حضرت عمرؓ نے کہا سبحان اللّٰہ! ہم تو جاہلیت میں شرک پر تھے اور یہ شرک تمہاری کہانت سے زیادہ برا تھا۔ تمہارے تابع جن نے حضور ﷺ کے ظاہر ہونے کی جو خبر دی تھی وہ مجھے بتاؤ انہوں نے کہا اے امیر المومنین! جی ہاں! ایک رات میں لیٹا ہوا تھا اور بیداری اور نیند کے درمیان کی حالت میں تھا میرا جن میرے پاس آیا اور مجھے پاؤں مار کر کہا اے سواد بن قارب! اٹھ اور میری بات سن اور اگر تیرے اندر عقل ہے تو تو سمجھ لے کہ (قریش کی شاخ) لوی بن غالب میں ایک رسول مبعوث ہوا ہے جو اللہ کی اور اس کی عبادت کی دعوت دیتا ہے پھر یہ شعر پڑھنے لگا

۱۔ وقدروی حدیثه من وجوه اخر مطولة بابسط من روایة البخاری

عجبت للجن و تطلابها	و شدها العیس باقتابها
تهوی الی مکة تبغی الهدی	ما صادق الجن ککذابها
فارحل الی الصفوة من هاشم	لیس قدا ماها کاذنابها

''مجھے اس بات پر تعجب ہے کہ جنات حق کو تلاش کر رہے ہیں اور سفید اونٹوں پر کجاوے باندھ کر ہر طرف سفر کر رہے ہیں یہ سب ہدایت حاصل کرنا چاہتے ہیں، اس لئے مکے جا رہے ہیں۔ سچا جن اور جھوٹا جن دونوں ایک جیسے نہیں ہو سکتے لہٰذا تم سفر کر کے اس ہستی کے پاس جاؤ جو بنی ہاشم میں چیدہ اور عمدہ اور ہدایت میں پہل کرنے والا دیر کرنے والے کی طرح نہیں ہوگا۔ بلکہ اس سے افضل ہوگا۔''

میں نے اس جن سے کہا مجھے سونے دو مجھے شام سے بہت نیند آ رہی ہے۔ اگلی رات وہ میرے پاس پھر آیا اور اس نے پھر پاؤں مار کر کہا اے سواد بن قارب! اٹھ اور میری بات سن اور اگر تیرے اندر عقل ہے تو سمجھ لے کہ لوی بن غالب میں ایک رسول مبعوث ہوا ہے جو اللہ اور اس کی عبادت کی دعوت دے رہا ہے پھر وہ یہ شعر پڑھنے لگا۔

عجبت للجن و تحیارها	و شدها العیس باکوارها
تهوی الی مکة تبغی الهدیٰ	ماموٴمنو الجن ککفارها
فارحل الی الصفوة من هاشم	بین روابیها و احجارها

''مجھے اس بات پر تعجب ہے کہ جنات حیران پریشان ہیں اور سفید اونٹوں پر کجاوے باندھ کر ہر طرف کا سفر کر رہے ہیں۔ یہ سب ہدایت حاصل کرنا چاہتے ہیں اس لئے مکے جا رہے ہیں۔ مومن جن کافر جن جیسے نہیں ہو سکتے لہٰذا تم سفر کر کے اس ہستی کے پاس جاؤ جو بنی ہاشم میں چیدہ اور برگزیدہ ہیں اور مکہ کے ٹیلوں اور پتھروں کے درمیان رہتے ہیں۔

''میں نے اس سے کہا مجھے سونے دو مجھے شام سے بہت نیند آ رہی ہے۔ تیسری رات وہ پھر میرے پاس آیا اور پھر پاؤں مار کر کہا اے سواد بن قارب! اٹھ اور میری بات سن اور اگر تیرے اندر عقل ہے تو سمجھ لے کہ لوی بن غالب میں ایک رسول مبعوث ہوا ہے جو اللہ کی اور اس کی عبادت کی دعوت دے رہا ہے پھر وہ یہ اشعار پڑھنے لگا

عجبت للجن وتجساسها	و شدها العیس باحلاسها
تهوی الی مکة تبغی الهدیٰ	ماخیر الجن کانجاسها
فارحل الی الصفوة من هاشم	واسم بعینیک الی راسها

''مجھے اس بات پر تعجب ہے کہ جنات حق کو تلاش کر رہے ہیں اور سفید اونٹوں پر کجاوے کے نیچے ٹاٹ رکھ کر ہر طرف کا سفر کر رہے ہیں یہ سب ہدایت حاصل کرنا چاہتے ہیں، اس لئے مکے

جارہے ہیں اور خیر والا جن ناپاک جن کی طرح نہیں ہو سکتا لہٰذا تم سفر کر کے اس ہستی کے پاس جاؤ جو بنی ہاشم میں برگزیدہ ہیں اور آنکھیں بلند کر کے مکہ کی چوٹی کی طرف دیکھو۔'' چنانچہ میں اٹھا اور میں نے کہا اللہ نے میرے دل کو اچھی طرح جانچ لیا ہے یعنی جن کی بات صحیح معلوم ہوتی ہے اور میں اونٹنی پر سوار ہو کر چل دیا پھر میں مدینہ آیا تو وہاں حضور ﷺ اپنے صحابہؓ میں تشریف فرما تھے، میں نے قریب جا کر عرض کیا میری درخواست بھی سن لیں آپؐ نے فرمایا کہو میں نے یہ اشعار پڑھے

اتانی نجی بعد ھدء ورقدۃ	ولم یک فیما قد بلوت بکاذب
ثلاث لیال قولہ کل لیلۃ	اتاک رسول من لوی بن غالب
فشمرت عن ذیل الازار ووسطت	بی الذعلب الوجناء خیر السباسب
فاشھد ان اللّٰہ لاشیئ غیرہ	وانک مامون علی کل غائب
وانک ادنی المرسلین وسیلۃ	الی اللّٰہ یاابن الاکرمین الا طایب
فمرنا بما یاتیک یا خیر من مشی	وان کان فیما جاء شیب الذوائب
وکن لی شفیعا یوم لاذو شفاعۃ	سواک بمغن عن سواد بن قارب

''ابتدائی رات کے کچھ حصے کے گزر جانے اور میرے کچھ سو لینے کے بعد مجھ سے سرگوشی کرنے والا جن میرے پاس تین رات آتا رہا اور جہاں تک میں نے اسے آزمایا وہ جھوٹا نہیں تھا اور ہر رات مجھ سے یہی کہتا رہا کہ تمہارے پاس ایک رسول آیا ہے جو قبیلہ لوی بن غالب میں سے ہے اس پر میں نے سفر کے لئے اپنی لنگی چڑھالی اور (میں نے سفر شروع کر دیا) تیز رفتار بڑے رخساروں والی اونٹنی مجھے لے کر ہموار اور وسیع غبار آلود میدانوں میں چلتی رہی۔ میں گواہی دیتا ہوں کہ اللہ تعالیٰ کے علاوہ کوئی چیز (عبادت کے لائق) نہیں اور آپ غیب کی ہر بات کے بارے میں قابلِ اعتماد ہیں اور اے قابلِ احترام اور پاکیزہ لوگوں کے بیٹے! آپ اللہ تک پہنچنے کے لئے تمام رسولوں میں سب سے زیادہ قریبی وسیلہ ہیں اور اے روئے زمین پر چلنے والوں میں سب سے اچھے! آپ ہمیں ان تمام اعمال کا حکم دیں جو آپ کے پاس اللہ کی طرف سے آرہے ہیں۔ ہم ان اعمال کو ضرور کریں گے چاہے ان اعمال کی محنت میں ہمارے بال سفید ہو جائیں اور آپ میرے اس دن سفارشی بن جائیں جس دن آپ کے علاوہ اور کوئی سفارشی سواد بن قارب کے کسی کام نہیں آسکتا۔'' میرے اشعار سن کر حضور ﷺ اور تمام صحابہ بہت زیادہ خوش ہوئے حتیٰ کہ ان سب کے چہروں میں خوشی نمایاں نظر آنے لگی۔ حضرت محمدؒ کعب قرظی راوی کہتے ہیں یہ قصہ سنتے ہی حضرت عمر رضی اللہ عنہ اٹھ کر حضرت سوادؓ سے چمٹ گئے اور فرمایا میری دلی خواہش تھی کہ میں تم سے یہ سارا قصہ سنوں۔ کیا اب بھی وہ جن تمہارے پاس آتا ہے؟ حضرت سوادؓ نے کہا جب سے میں نے

قرآن پڑھنا شروع کیا ہے وہ نہیں آیا۔ اور اس جن کی جگہ اللہ کی کتاب نعم البدل ہے۔ پھر حضرت عمرؓ نے فرمایا ہم ایک دن قریش کے ایک قبیلہ میں تھے جن کو آل ذریح کہا جاتا ہے۔ انہوں نے اپنا ایک بچھڑا ذبح کیا اور قصاب اس کا گوشت بنا رہا تھا کہ اتنے میں ہم سب نے بچھڑے کے پیٹ میں سے آواز سنی اور بولنے والی کوئی چیز ہمیں نظر نہیں آ رہی تھی وہ یہ کہہ رہا تھا اے آل ذریح! یہ کامیابی والا کام ہے۔ ایک پکارنے والا پکار کر فصیح زبان میں کہہ رہا ہے کہ وہ اس بات کی گواہی دیتا ہے کہ اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں۔ [1] حضرت براءؓ کی روایت میں ہے کہ حضرت سواد بن قاربؓ نے فرمایا میں ہندوستان میں ٹھہرا ہوا تھا تو ایک رات میرا تابع جن میرے پاس آیا پھر سارے قصے کے بعد آخری اشعار سنانے کے بعد یہ ہے کہ اشعار سن کر حضورؐ اتنے ہنسے کہ آپؐ کے دندان مبارک نظر آنے لگے اور آپؐ نے فرمایا اے سواد! تم کامیاب ہو گئے۔

حضرت محمد بن کعب قرظی رحمۃ اللہ علیہ کی دوسری روایت میں ہے کہ حضرت سوادؓ فرماتے ہیں کہ جن کی باتوں سے میرے دل میں اسلام کی محبت بیٹھ گئی اور اسلام کا شوق پیدا ہو گیا۔ صبح کو میں نے اونٹنی پر کجاوہ کسا اور مکہ کی طرف چل پڑا راستہ میں لوگوں نے بتایا کہ نبی کریم ﷺ ہجرت کر کے مدینہ جا چکے ہیں، چنانچہ میں مدینہ چلا گیا اور وہاں جا کر حضورؐ کے بارے میں پوچھا لوگوں نے بتایا کہ حضورؐ مسجد میں ہیں میں مسجد گیا اور اونٹنی کے پاؤں کو رسی باندھ کر اندر گیا تو حضورؐ تشریف فرما تھے اور لوگ آپؐ کے اردگرد تھے۔ میں نے عرض کیا یا رسول اللہ! میری درخواست سن لیں۔ حضرت ابوبکرؓ نے کہا حضورؐ کے قریب آ جاؤ میں آگے بڑھتا رہا یہاں تک کہ حضورؐ کے سامنے پہنچ گیا تو حضورؐ نے فرمایا کہو اور تمہارا جن جو تمہارے پاس آتا رہا اس کے بارے میں بتاؤ۔ [2]

حضرت عباس بن مرداس سلمی رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں میرے اسلام لانے کی ابتداء اس طرح ہوئی کہ جب میرے والد مرداس کے مرنے کا وقت قریب آیا تو انہوں نے مجھے ضمار نامی بت کے خیال رکھنے کی وصیت کی۔ میں نے اس بت کو ایک کمرے میں رکھ لیا اور روزانہ اس کے پاس جانے لگا۔ جب نبی کریم ﷺ کا ظہور ہوا تو ایک دفعہ میں نے آدھی رات کو ایک آواز سنی جس سے میں ڈر گیا اور چھلانگ لگا کر اٹھا اور مدد لینے کے لئے ضمار کے پاس گیا تو میں نے دیکھا کہ اسی

۱۔ رواہ الحافظ ابو یعلی الموصلی و ھذا منقطع من ھذا الوجہ ولیشھدلہ روایۃ البخاری و اخرجہ الخرائطی فی ھواتف الجان عن ابی جعفر محمد بن علی و ابن عساکر عن سواد بن قارب و البراء رضی اللہ عنھما انتھی مختصرا من البدایۃ (ج ۲ ص ۳۳۲)

۲۔ اخرجہ الحاکم (ج ۳ ص ۶۰۸) واخرجہ الطبرانی ایضا عن محمد بن کعب بسیاق الحاکم کما فی المجمع (ج ۸ ص ۲۴۸) وقد اخرج الحدیث ایضا الحسن سفیان و البیھقی عن محمد بن کعب و البخاری فی التاریخ البغوی والطبرانی عن سواد بن قارب والبیھقی عن البراء وابن ابی خیثمہ والرویانی عن ابی جعفر الباقر و ابن شاھین عن انس بن مالک کما بسط طرق ھولاء فی الاصابۃ (ج ۲ ص ۹۶)

کے پیٹ میں سے آواز آ رہی ہے اور وہ یہ اشعار کہہ رہا ہے

قل للقبیلة من سلیم کلها	هلک الانیس وعاش اهل المسجد
اودیٰ ضمار و کان یعبد مدة	قبل الکتاب الی النبی محمد
ان الذی ورث النبوة والهدیٰ	بعد ابن مریم من قریش مهتد

''سارے قبیلہ سلیم سے کہہ دو کہ بت اور ان کے پوجنے والے مردہ باد اور مسجد والے زندہ باد۔ ضمار بت ہلاک ہو گیا اور نبی کریم حضرت محمد (ﷺ) کے پاس کتاب کے آنے سے پہلے اس کی عبادت کی جاتی تھی اور قبیلہ قریش کی جو ہستی (حضرت عیسیٰ) ابن مریم (علیہ السلام) کے بعد نبوت اور ہدایت کی وارث ہوئی ہے وہ ہدایت یافتہ ہے۔''

حضرت عباسؓ فرماتے ہیں میں نے یہ ساری بات لوگوں سے چھپا کر رکھی اور کسی کو نہ بتائی جب کفار غزوۂ احزاب سے واپس آئے تو ایک مرتبہ میں ذاتِ عرق کے پاس مقام عقیق کے ایک کنارے پر اپنے اونٹوں میں سویا ہوا تھا میں نے ایک دم آواز سنی (جس سے میری آنکھ کھل گئی) اور میں نے دیکھا کہ ایک آدمی شتر مرغ کے پَر کے اوپر بیٹھا ہوا کہہ رہا ہے وہ نور حاصل کر لو جو منگل کی رات کو غضباء نامی اونٹنی والے پر بنوعنقاء کے بھائیوں کے علاقہ میں یعنی مدینہ میں اترا ہے۔ اس کے جواب میں اس کی بائیں جانب سے ایک غیبی آواز دینے والے نے یہ اشعار کہے

بشر الجن و ابلاسها	ان وضعت المطی احلاسها

و کلأت السماء احراسها

''جنات کو خبر دے دو کہ جنات اس وجہ سے حیران و پریشان ہیں کہ اونٹنیوں نے اپنے پالان رکھ دیے ہیں اور آسمان کے چوکیداروں نے آسمان کی حفاظت شروع کر دی ہے۔'' حضرت عباسؓ کہتے ہیں میں خوفزدہ ہو کر ایک دم اٹھا اور سمجھ گیا کہ حضرت محمد ﷺ (اللہ کے بھیجے ہوئے) رسول ہیں چنانچہ میں گھوڑے پر سوار ہوا اور بہت تیزی سے سفر کیا یہاں تک کہ میں حضورؐ کی خدمت میں پہنچ کر آپؐ سے بیعت ہو گیا پھر واپس آ کر میں نے ضمار کو آگ سے جلا دیا۔ میں دوبارہ حضورؐ کی خدمت میں حاضر ہوا اور یہ اشعار آپ کو سنائے

لعمرک انی یوم اجعل جاهلا	ضمار لرب العالمین مشارکا
وترکی رسول الله والاوس حوله	اولئک انصار له ما اولائکا
کتارک سهل الارض والحزن یبتغی	لیسلک فی وعث الامور المسالکا
فآمنت بالله الذی انا عبده	وخالفت من امسی یرید المهالکا
ووجهت وجهی نحو مکة قاصدا	ابایع نبی الاکرمین المبارکا
نبی اتانا بعد عیسی بناطق	من الحق فیه الفصل فیه کذلکا

امین علی الفرقان اول شافع — واول مبعوث یجیب الملائکا

تلافی عری الاسلام بعد انتقاضها — فاحکمها حتی اقام المناسکا

عنیتک یاخیر البریة کلها — توسطت فی الفرعین والمجد مالکا

وانت المصفّٰی من قریش اذاسمت — علی ضمرها تبقی القرون المبارکا

اذا انتسب الحیان کعب ومالک — وجدنک محضا والنساء العوارکا

''آپ کی زندگی کی قسم! جب میں جاہل تھا تو میں نے ضمار بت کو رب العالمین کا شریک بنا رکھا تھا اور میں نے اللہ کے رسول کو چھوڑا ہوا تھا اور قبیلہ اوس ہر وقت آپؐ کے چاروں طرف جاں نثار تھا یہ سب آپؐ کے مددگار بنے ہوئے تھے اور یہ کیا ہی اچھے لوگ ہیں اور میری مثال اس آدمی جیسی تھی جو نرم زمین کو چھوڑ کر سخت زمین کو تلاش کرے تاکہ مشکل کاموں کے راستے پر چلے پھر میں اس اللہ پر ایمان لے آیا جس کا میں بندہ ہوں اور میں نے اس آدمی کی مخالفت کی جو (ایمان چھوڑ کر) ہلاکت کے راستوں پر چلنا چاہتا ہے اور میں نے کریم لوگوں کے مبارک نبیؐ سے بیعت ہونے کے ارادے سے اپنا رخ مکہ کی طرف کر لیا۔ عیسیٰ علیہ السلام کے بعد ہمارے پاس ایسے نبیؐ آئے ہیں جو بولتا ہوا قرآن لے کر آئے ہیں اور اس میں ایسی باتیں ہیں جن سے حق اور باطل جدا جدا ہو جاتا ہے اور واقعی اس میں ایسی باتیں ہیں حضور قرآن کے امین ہیں اور (قیامت کے دن) سب سے پہلے سفارش کریں گے اور سب سے پہلے اٹھائے جائیں گے اور فرشتوں کو جواب دیں گے۔ اسلام کے دستے ٹوٹ چکے تھے آپؐ نے ان سب کو جوڑ دیا اور انہیں خوب مضبوط کیا اور سارے احکامِ الٰہی زندہ کر دیئے۔ اے ساری مخلوق میں سب سے بہترین شخص! آپ ہی میرے مقصود ہیں آپؐ اگلوں پچھلوں میں اعلیٰ نسب والے ہیں اور قبیلہ مالک میں بزرگی میں سب سے آگے ہیں جب قریش بھوک اور کمزوری کے باوجود بلندیاں حاصل کر رہے ہیں تو آپؐ نے ان میں سے سب سے زیادہ صاف ستھرے اور پاکیزہ ہیں اور آپؐ تمام زمانوں میں بابرکت رہیں گے جب قبیلہ کعب اور قبیلہ مالک اپنا اپنا نسب بیان کریں گے تو ہم آپ کو خالص نسب والا اور عورتوں کو گندا پائیں گے''۔[1] اور خرائطی کی روایت میں پہلے تین اشعار کے بعد یہ ہے کہ حضرت عباس بن مرداسؓ فرماتے ہیں کہ میں خوفزدہ ہو کر نکلا اور اپنی قوم کے پاس آیا اور انہیں سارا قصہ سنایا اور اپنی قوم بنو حارثہ کے تین سو آدمی لے کر حضور ﷺ کی خدمت میں مدینہ گیا اور وہاں جا کر

---

[1] اخرجه ابو نعیم فی الدلائل (ص ۳۳) واخرجه الخرائطی عن العباس بن مرداس مختصرا کما فی البدایة (ج ۲ ص ۳۴۱) ورواه ابو نعیم فی الدلائل کما فی البدایة (ج ۲ ص ۳۴۲) و اخرجه الطبرانی ایضا بهذا الاسناد نحوه قال الهیثمی (ج ۸ ص ۲۴۷) وفیه عبدالله بن عبدالعزیز اللیثی ضعفه الجمهور و وثقه سعید بن منصور وقال کان مالک یرضاه وبقیة رجاله وثقوا انتهی

مسجد میں داخل ہوئے۔ جب حضورؐ نے مجھے دیکھا تو فرمایا اے عباسؓ! تمہارے اسلام لانے کی کیا صورت ہوئی؟ میں نے آپؐ کو سارا قصہ سنایا جس سے آپؐ بہت خوش ہوئے اور یوں میں اور میری قوم والے سب مسلمان ہو گئے۔

حضرت جابر بن عبداللہؓ فرماتے ہیں نبی کریم ﷺ کے مبعوث ہونے کی خبر مدینہ میں سب سے پہلے اس طرح ملی کہ مدینہ کی ایک عورت کا ایک جن تابع تھا ایک دفعہ وہ سفید پرندے کی شکل میں آیا اور اس کی دیوار پر بیٹھ گیا اس عورت نے اس سے کہا تم نیچے کیوں نہیں آتے تا کہ ہم آپس میں باتیں کریں اور ایک دوسرے کو حالات بتائیں۔ اس نے کہا مکہ میں ایک نبیؐ مبعوث ہوئے ہیں جنہوں نے زنا کو حرام قرار دیا ہے اور ہمارا چین سکون چھین لیا ہے (پہلے ہم آسمان پر جا کر وہاں کی خبریں لے آتے تھے اب وہاں نہیں جا سکتے، اس لئے پریشان ہیں) [1]

حضرت علی بن حسین رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں حضور ﷺ کے بارے میں مدینہ میں سب سے پہلی خبر اس طرح آئی کہ ایک عورت کا نام فاطمہ تھا اس کے پاس ایک جن آیا کرتا تھا، چنانچہ ایک دن وہ جن آیا اور دیوار پر کھڑا ہو گیا اس عورت نے کہا تم نیچے کیوں نہیں آتے؟ اس نے کہا نہیں اب وہ رسول مبعوث ہو گئے ہیں جنہوں نے زنا کو حرام کر دیا ہے۔ [2]

حضرت عثمان بن عفانؓ فرماتے ہیں حضور ﷺ کی بعثت سے پہلے ہم ایک تجارتی قافلہ میں ملک شام گئے۔ جب ہم ملک شام کی حدود میں داخل ہو گئے تو وہاں ایک نجومی عورت ہمارے سامنے آئی اور اس نے کہا کہ میرا (جن) ساتھی میرے دروازے پر آ کر کھڑا ہو گیا میں نے کہا کیا تو اندر نہیں آئے گا؟ اس نے کہا اب اس کی کوئی صورت نہیں ہے کیونکہ احمد ﷺ کا ظہور ہو گیا ہے اور ایسا حکم آ گیا ہے جو میرے بس میں نہیں ہے۔ میں وہاں سے جب مکہ واپس آیا تو دیکھا کہ مکہ میں حضور ﷺ کا ظہور ہو چکا ہے اور وہ اللہ تعالیٰ کی دعوت دے رہے ہیں۔ [3]

حضرت مجاہد رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں ایک بڑے میاں نے جاہلیت کا زمانہ پایا تھا انہیں ابن عیسیٰ کہا جاتا تھا غزوۂ رودس میں ہم اور وہ اکٹھے تھے (رودس ملک شام کا ایک جزیرہ ہے) انہوں نے مجھے اپنا یہ واقعہ سنایا کہ میں اپنے خاندان کی ایک گائے ہانکے جا رہا تھا کہ اتنے میں میں نے اس کے پیٹ سے یہ آواز سنی اے آل ذریح! ایک صاف اور واضح بات ہے کہ ایک آدمی بلند آواز سے لا الہ الا اللہ کہہ رہا ہے وہ بڑے میاں کہتے ہیں پھر ہم مکہ آئے تو ہم نے دیکھا کہ وہاں نبی

---

[1] اخرجه ابو نعيم في الدلائل (ص ٢٩) واخرجه احمد والطبراني في الاوسط ورجاله وثقوا كما قال الهيثمي (ج ٨ ص ٢٤٣) واخرجه ابن سعد (ج ١ ص ١٩٠) ايضا نحوه

[2] اخرجه الواقدي كذافي البداية (ج ٢ ص ٣٢٨)

[3] اخرجه الواقدي عن عاصم بن عمر كذافي البداية (ج ٢ ص ٣٣٨) و اخرجه ابو نعيم في الدلائل (ص ٢٩) من طريق الوقدي نحوه

کریم ﷺ کا ظہور ہو چکا ہے۔[1]

حضرت ابن عباسؓ فرماتے ہیں کہ ایک کافر جن نے مکہ میں ابوقبیس پہاڑ پر آواز دی وہ نظر نہیں آرہا تھا، اس نے یہ اشعار کہے

قبح اللّٰہ رای کعب بن فہر	ما ارق العقول و الا حلام
دینھا انھا یعنف فیھا	دین ابائھا الحماۃ الکرام
حالف الجن جن بصریٰ علیکم	و رجال النخیل و الاطام
ھل کریم لکم لہ نفس حر	ماجد الوالدین و الاعمام
یوشک الخیل ان تروھا تھادی	تقتل القوم فی بلاد التھام
ضارب ضربۃ تکون نکالا	و رواحا من کربۃ و اغتمام

''کعب بن فہر یعنی قریش کی رائے کو اللہ برا کرے ان کی عقل اور سمجھ کس قدر کمزور ہے (قریش میں جو مسلمان ہو چکے ہیں) ان کا دین یہ ہے کہ وہ اپنے حفاظت کرنے والے بزرگ آباؤ اجداد کے دین یعنی بت پرستی کو برا بھلا کہتے ہیں بصریٰ کے جنات نے اور کھجور کے درختوں اور قلعوں کے علاقہ یعنی مدینہ کے رہنے والے انصار نے (اسلام لاکر اور اسے پھیلانے کی محنت کر کے) عام جنات کی مخالفت کی ہے اور اس طرح تمہیں نقصان پہنچایا ہے کیا تم میں ایسا بااخلاق آدمی نہیں ہے جو شریف النفس ہو اور جس کے والدین اور سارے چچا بزرگی والے ہوں؟ عنقریب تم گھوڑوں والا لشکر دیکھو گے جو ایک دوسرے سے آگے بڑھ رہے ہوں گے اور تہامہ کے علاقہ میں (مسلمانوں کی) اس قوم کو قتل کریں گے اور مسلمانوں پر تلواروں سے ایسی ضربیں لگائیں گے جن میں ان کے لیے عبرتناک سزا ہوگی اور تمہارے لئے بے چینی اور غم سے راحت ہوگی (یہ کافر جن مشرکوں کو جھوٹی خوشخبری دے رہا ہے)۔'' حضرت ابن عباسؓ فرماتے ہیں یہ بات سارے مکہ میں پھیل گئی اور مشرکین ایک دوسرے کو یہ اشعار سنانے لگے اور ایمان والوں کو مزید ایذاء دینے اور مار ڈالنے کے ارادے کرنے لگے اس پر حضور ﷺ نے فرمایا یہ ایک شیطان تھا جس نے لوگوں سے بتوں کے بارے میں بات کی ہے اسے مسعر کہا جاتا ہے اللہ اسے رسوا کریں گے، چنانچہ تین دن گزرنے کے بعد اسی پہاڑ پر ایک غیبی آواز دینے والے نے یہ اشعار پڑھے

نحن قتلنا مسعرا	لما طغی و استکبرا
و سفّہ الحق و سن المنکر	قنعتہ سیفا جروفا مبترا

بشتمہ نبینا المطھرا

''جب مسعر نے سرکشی اور تکبر کیا اور حق کو بیوقوفی کی چیز بتایا اور منکر چیز کو چلایا تو ہم نے اسے قتل

[1] اخرجہ احمد قال الھیثمی (ج ۸ ص ۲۴۳) و رجالہ ثقات

کر دیا۔ میں نے ایسی تلوار سے اس کے سرپر وار کیا جو کام پورا کر دینے والی اور ٹکڑے ٹکڑے کرنے والی ہے۔ یہ سب کچھ اس وجہ سے کیا کہ اس نے ہمارے پاک نبی کی شان میں برے کلمات استعمال کیے تھے۔"

حضورﷺ نے فرمایا یہ ایک قوی ہیکل جن تھا جسے مسحج کہا جاتا تھا میں نے اس کا نام عبداللہ رکھا تھا یہ مجھ پر ایمان لایا تھا اس نے مجھے بتایا کہ وہ مسعر کو تین دن سے تلاش کر رہا تھا اس پر حضرت علی بن ابی طالبؓ نے عرض کیا یا رسول اللہ! اللہ اسے جزائے خیر دے۔[1]

حضرت عبداللہ بن محمود رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں کہ مجھے یہ خبر پہنچی ہے کہ قبیلہ خثعم کے چند آدمی کہتے تھے کہ جن باتوں کی وجہ سے ہمیں اسلام کی دعوت ملی ان میں سے ایک بات یہ ہے کہ ہم بت پرست قوم تھے ایک دن ہم لوگ اپنے ایک بت کے پاس تھے کہ کچھ لوگ اس بت کے پاس اپنا ایک فیصلہ لے کر آئے انہیں امید تھی کہ جس بات میں ہمارا اختلاف ہو رہا ہے اس کا حل ہمیں اس بت سے مل جائے گا کہ اتنے میں ایک غیبی آواز دینے والے نے انہیں آواز دے کر کہا

یاایها الناس ذووالاجسام	من بین اشیاخ الی غلام
ماانتم وطائش الاحلام	ومسند الحکم الی الاصنام
اکلکم فی حیرة نیام	ام لاترون ماالذی امام
من ساطع یجلود جی الظلام	قد لاح للناظر من تهام
ذاک نبی سید الانام	قد جاء بعد الکفر بالاسلام
اکرمه الرحمان من امام	ومن رسول صادق الکلام
اعدل ذی حکم من الاحکام	یامر بالصلاة والصیام
والبر والصلاة للارحام	ویزجر الناس عن الاثام
والرجس والا وثان والحرام	من هاشم فی ذروة السنام

مستعلنا فی البلد الحرام

"اے جسم والے انسانو! اے بوڑھے بچے چھوٹے بڑے تمام انسانو! تم بالکل بے عقل ہو اور اپنے فیصلے تم نے بتوں کے سپرد کر رکھے ہیں کیا تم سب حیرت میں سوئے ہوئے ہو؟ کیا تمہیں وہ چیز نظر نہیں آ رہی جو میرے سامنے ہے؟ وہ ایک روشن نور ہے جو اندھیرے کی اندھیری کو بھی دور کر رہا ہے۔ وہ نور دیکھنے والوں کے لئے تہامہ کے پہاڑوں سے ظاہر ہو رہا ہے۔ یہ وہ نبی ہیں

---

[1] اخرجه ابونعیم فی الدلائل (ص ۳۰) و اخرجه الاموی فی مغازیه عن ابن عباس نحوه کما فی البدایة (ج ۲ ص ۳۴۸) و اخرجه الفاکهی فی کتاب مکه عن ابن عباس عن عامر بن ربیعة و من طریق حمید بن عبدالرحمن بن عوف عن ابیه بنحوه کما فی الاصابة (ج ۲ ص ۷۸)

جو تمام مخلوق کے سردار ہیں اور کفر کے بعد اسلام لے کر آئے ہیں رحمان نے ان کا خاص اکرام فرمایا ہے۔ یہ امام، رسول، سچی گفتگو کرنے والے اور سب سے زیادہ انصاف والا فیصلہ کرنے والے ہیں وہ نماز، روزے، نیکی اور صلہ رحمی کا حکم دیتے ہیں اور لوگوں کو گناہوں سے، پلیدی سے، بتوں سے اور حرام کاموں سے روکتے ہیں اور وہ قبیلہ بنو ہاشم میں سے ہیں اور سب سے اعلیٰ نسب والے ہیں اور اللہ کے قابلِ احترام شہر مکہ میں وہ یہ سارے کام علی الاعلان کر رہے ہیں۔"

جب ہم نے یہ سنا تو ہم اس بت کے پاس سے اٹھ کر آ گئے اور نبی کریم ﷺ کی خدمت میں حاضر ہو کر مسلمان ہو گئے۔[1]

حضرت تمیم داری رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں جب نبی کریم ﷺ مبعوث ہوئے اس وقت میں شام میں تھا میں اپنی کسی ضرورت سے سفر میں نکلا تو راستہ میں رات آ گئی۔ میں نے کہا میں آج رات اس وادی کے بڑے سردار (جن) کی پناہ میں ہوں (زمانہ جاہلیت میں عربوں کا خیال تھا کہ ہر جنگل اور ہر وادی پر کسی جن کی حکومت ہوتی ہے) جب میں بستر پر لیٹا تو ایک منادی نے آواز لگائی۔ وہ مجھے نظر نہیں آ رہا تھا اس نے کہا تم اللہ کی پناہ مانگو کیونکہ جنات اللہ کے مقابلہ میں کسی کو پناہ نہیں دے سکتے۔ میں نے کہا اللہ کی قسم! تم کیا کہہ رہے ہو؟ اس نے کہا ان پڑھوں میں اللہ کی طرف سے آنے والے رسولؐ ظاہر ہو چکے ہیں۔ ہم نے (مکہ میں) حجون مقام پر ان کے پیچھے نماز پڑھی ہے اور ہم مسلمان ہو گئے ہیں اور ہم نے ان کا اتباع اختیار کر لیا ہے اور اب جنات کے تمام مکر و فریب ختم ہو گئے ہیں اب (وہ آسمان پر جانا چاہتے ہیں تو) ان کو ستارے مارے جاتے ہیں تم محمد ﷺ کے پاس جاؤ جو رب العالمین کے رسول ہیں اور مسلمان ہو جاؤ۔ حضرت تمیمؓ کہتے ہیں میں صبح کو دیرایوب بستی میں گیا اور وہاں ایک پادری کو سارا قصہ سنا کر اس سے اس کے بارے میں پوچھا اس نے کہا جنات نے تم سے سچ کہا ہے وہ نبی حرم (مکہ) میں ظاہر ہوں گے اور ہجرت کر کے حرم (مدینہ) جائیں گے۔ وہ تمام انبیاء سے بہتر ہیں کوئی اور تم سے پہلے ان تک نہ پہنچ جائے، اس لئے جلدی جاؤ۔ حضرت تمیمؓ کہتے ہیں میں ہمت کر کے چل پڑا اور حضور ﷺ کی خدمت میں حاضر ہو کر مسلمان ہو گیا۔[2]

حضرت واثلہ بن اسقعؓ فرماتے ہیں حضرت حجاج بن علاط بہزی سلمیؓ کے مسلمان ہونے کی صورت یہ ہوئی کہ وہ اپنی قوم کے کچھ سواروں کے ساتھ مکہ کے ارادے سے نکلے رات کو یہ لوگ ایک وحشت ناک اور خوفناک وادی میں پہنچے تو گھبرا گئے ان کے ساتھیوں نے ان سے کہا اے ابوکلاب! (یہ حضرت حجاج کی کنیت ہے) اٹھو اور اپنے لئے اور اپنے ساتھیوں کے لئے (اس

۱۔ اخرجه الخرائطي كذافي البداية (ج ۲ ص ۳۴۳) واخرجه ابونعيم في الدلائل (ص ۳۳) عن رجل من خثعم نحوه مختصرا

۲۔ اخرجه ابونعيم كذافي البداية (ج ۲ ص ۳۵۰)

وادی کے سردار جن سے) امن مانگو حضرت حجاجؓ نے کھڑے ہو کر یہ اشعار پڑھے:

اعیذ نفسی و اعیذ صحبی من کل جنی بھذا النقب

حتیٰ او وب سالما ورکبی

''میں اپنے آپ کو اور اپنے ساتھیوں کو ہر اس جن سے پناہ دیتا ہوں جو اس پہاڑی راستے میں موجود ہے تا کہ میں اور میرے ساتھی صحیح سالم اپنے گھر واپس پہنچ جائیں۔''

اس کے بعد حضرت حجاج نے کسی نظر نہ آنے والے کو یہ آیت پڑھتے ہوئے سنا یٰمَعْشَرَ الْجِنِّ وَالْاِنْسِ اِنِ اسْتَطَعْتُمْ اَنْ تَنْفُذُوْا مِنْ اَقْطَارِ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ فَانْفُذُوْا لَا تَنْفُذُوْنَ اِلَّا بِسُلْطٰنٍ (سورت رحمان آیت ۳۳) ''اے جن اور انسان کے گروہ! اگر تم کو یہ قدرت ہے کہ آسمان اور زمین کی حدود سے کہیں باہر نکل جاؤ تو (ہم بھی دیکھیں) نکلو مگر بدون زور کے نہیں نکل سکتے (اور زور ہے نہیں پس نکلنے کا وقوع بھی محتمل نہیں)'' جب یہ لوگ مکہ پہنچے تو انہوں نے قریش کی ایک مجلس میں یہ بات بتائی قریش نے کہا اے ابو کلاب! آپ ٹھیک کہہ رہے ہو، اللہ کی قسم! یہ کلام بھی اسی کلام میں سے ہے جس کے بارے میں محمد ﷺ دعویٰ کرتے ہیں کہ ان پر یہ کلام اللہ کی طرف سے نازل ہوا ہے حضرت حجاجؓ نے کہا اللہ کی قسم! خود میں نے بھی سنا ہے اور میرے ساتھ ان لوگوں نے بھی سنا ہے۔ یہ باتیں ہو ہی رہی تھیں کہ اتنے میں عاصی بن وائل آیا لوگوں نے اس سے کہا اے ابو ہشام! ابو کلاب جو کہہ رہا ہے کیا آپ نے وہ نہیں سنا؟ اس نے پوچھا ابو کلاب کیا کہہ رہا ہے؟ لوگوں نے اسے ساری بات بتائی اس نے کہا آپ لوگ اس پر تعجب کیوں کر رہے ہیں؟ جس جن نے ان کو وہاں یہ کلام سنایا ہے وہی جن یہ کلام محمد (ﷺ) کی زبان پر جاری کرتا ہے۔ حضرت حجاجؓ کہتے ہیں عاصی کی اس بات کی وجہ سے میرے ساتھی میری رائے سے یعنی اسلام لانے سے رک گئے لیکن اس سب سے میری بصیرت میں اضافہ ہوا (پھر ہم لوگ اپنے علاقہ میں واپس آ گئے) ایک عرصہ کے بعد میں نے حضورؐ کے بارے میں پوچھا تو مجھے بتایا گیا کہ وہ مکہ سے مدینہ تشریف لے جا چکے ہیں میں اونٹنی پر سوار ہو کر چل دیا اور مدینہ حضور کی خدمت میں پہنچ گیا اور میں نے وادی میں جو سنا تھا وہ حضورؐ کو بتایا۔ حضورؐ نے فرمایا اللہ کی قسم! تم نے حق بات سنی ہے اللہ کی قسم! یہ اسی کلام میں سے ہے جو میرے رب نے مجھ پر نازل کیا ہے۔ اے ابو کلاب! تم نے حق بات سنی ہے۔ میں نے عرض کیا یا رسول اللہ! آپ مجھے اسلام سکھا دیں۔ حضورؐ نے مجھ سے کلمۂ اخلاص کی گواہی طلب فرمائی اور فرمایا اب تم اپنی قوم کے پاس جاؤ اور انہیں ان تمام باتوں کی دعوت دو جن کی میں نے تمہیں دعوت دی ہے کیونکہ یہ حق ہیں۔[1]

---

[1] اخرجه ابن ابی الدنیا فی هواتف الجان و ابن عساکر وفیه ایوب بن سوید و محمد بن عبدالله اللیثی ضعیفان کذافی منتخب الکنز (ج ۵ ص ۱۶۳)

حضرت ابی بن کعب رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کچھ لوگ مکہ کے ارادے سے چلے اور راستہ سے بھٹک گئے۔ جب انہوں نے دیکھا کہ اب تو موت آنے والی ہے تو انہوں نے کفن پہنے اور مرنے کے لئے لیٹ گئے اتنے میں درختوں کے بیچ میں سے ایک جن نکل کر ان کے پاس آیا اور کہنے لگا میں ان لوگوں میں سے اکیلا باقی رہ گیا ہوں جنہوں نے نبی کریم ﷺ کو قرآن پڑھتے ہوئے سنا تھا میں نے حضور کو یہ بھی فرماتے ہوئے سنا کہ مومن مومن کا بھائی ہے اور سفر میں آگے جا کر حالات معلوم کر کے اسے بتانے والا ہے اور راستہ بھٹک جانے کی صورت میں اسے راستہ بتانے والا ہے اسے بے یار و مددگار نہیں چھوڑتا۔ یہ ہے پانی اور یہ ہے تمہارا راستہ پھر اس نے انہیں پانی کی جگہ بتائی اور راستہ دکھایا۔[1]

قبیلہ بنو سہم بن مرہ کے سعید شیم رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں میرے والد گرامی نے مجھے یہ واقعہ بیان کیا کہ عیینہ بن حصن جو لشکر خیبر کے یہودیوں کی مدد کے لئے لے کر گیا تھا میں بھی اس لشکر میں تھا ہم نے عیینہ کے لشکر میں یہ آواز سنی اے لوگو! اپنے گھر والوں کی خبر لو دشمن نے ان پر حملہ کر دیا ہے۔ یہ سنتے ہی سارے لشکر والے واپس چلے گئے ایک دوسرے کا انتظار بھی نہیں کیا ہمیں اس آواز کا کچھ پتہ نہ چلا کہ کہاں سے آئی تھی اس لئے ہمیں یقین ہے کہ یہ آواز آسمان سے آئی تھی۔[2]

حضور ﷺ اور صحابہ کرامؓ کے لئے جنات اور شیاطین کا مسخر ہونا

حضرت ابو ہریرہؓ فرماتے ہیں حضور ﷺ نے فرمایا ایک دفعہ میں سویا ہوا تھا ایک شیطان میرے سامنے آیا میں نے اس کا گلا پکڑ کر اس زور سے گھونٹا کہ اس کی زبان باہر نکل آئی اور اپنے انگوٹھے پر مجھے اس کی زبان کی ٹھنڈک محسوس ہونے لگی اللہ تعالیٰ حضرت سلیمان علیہ السلام پر رحم فرمائے اگر ان کی دعا نہ ہوتی تو وہ شیطان بندھا ہوا ہوتا اور تم سب اسے دیکھتے۔[3]

حضرت ابو ہریرہؓ فرماتے ہیں حضور ﷺ نے فرمایا آج رات ایک سرکش جن چھوٹ کر میرے پاس نماز خراب کرنے آ گیا اللہ نے مجھے اسے پکڑنے کی قدرت دے دی۔ میں نے اسے پکڑ لیا۔ میرا ارادہ ہوا کہ میں اسے مسجد کے کسی ستون سے باندھ دوں تا کہ صبح کو آپ سب لوگ اسے دیکھ لیں لیکن مجھے اپنے بھائی حضرت سلیمان علیہ السلام کی یہ دعا یاد آ گئی رَبِّ اغْفِرْ لِیْ وَهَبْ لِیْ مُلْكًا لَّا یَنْۢبَغِیْ لِاَحَدٍ مِّنْۢ بَعْدِیْ (سورت ص آیت ۳۵) ''اے میرے رب! میرا (پچھلا) قصور معاف کر اور (آئندہ کے لئے) مجھ کو ایسی سلطنت دے کہ میرے سوا (میرے

۱۔ اخرجه ابو نعيم في الدلائل (ص ۱۲۸)
۲۔ اخرجه البغوی كذافي الاصابة (ج ۲ ص ۱۶۲)
۳۔ اخرجه ابو نعيم في الدلائل (ص ۱۳۰)

زمانے میں) کسی کو میسر نہ ہو۔" آپؐ نے فرمایا میں نے اسے ذلیل اور رسوا کر کے واپس کر دیا۔ا؎
حضرت ابوالدرداءؓ کی روایت میں یہ ہے کہ اگر ہمارے بھائی حضرت سلیمانؑ کی دعا نہ ہوتی تو وہ صبح کو بندھا ہوا ہوتا اور مدینہ والوں کے بچے اس سے کھیل رہے ہوتے۔

حضرت بریدہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں مجھے یہ خبر پہنچی کہ حضرت معاذ بن جبلؓ نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانے میں شیطان کو پکڑا تھا میں حضرت معاذؓ کے پاس گیا اور میں نے کہا مجھے یہ خبر پہنچی ہے کہ آپ نے حضورؐ کے زمانے میں شیطان کو پکڑا تھا۔ انہوں نے کہا جی ہاں۔ حضورؐ نے صدقہ کی کھجوریں جمع کر کے مجھے دیں میں نے وہ کھجوریں اپنے ایک کمرے میں رکھ دیں۔ مجھے روزانہ ان کھجوروں میں کمی نظر آتی تھی میں نے حضورؐ سے اس کی شکایت کی حضورؐ نے فرمایا یہ شیطان کا کام ہے تم اس کی گھات لگاؤ، چنانچہ میں رات کو اس کی گھات میں بیٹھا جب کچھ رات گزر گئی تو شیطان ہاتھی کی صورت میں آیا۔ جب دروازے کے پاس پہنچا تو شکل بدل کر دروازے کی درزوں سے اندر داخل ہو گیا اور کھجوروں کے پاس جا کر انہیں لقمہ بنا کر کھانے لگ گیا میں نے اپنے کپڑے اچھی طرح باندھے اور جا کر اسے درمیان سے پکڑ لیا اور میں نے کہا اشھد ان لاالہ الا اللّٰہ و ان محمدا عبدہ ورسولہ اے اللہ کے دشمن! تو آ کر صدقہ کی کھجوروں میں سے لے رہا ہے، حالانکہ فقراء صحابہ تجھ سے زیادہ ان کھجوروں کے حقدار ہیں۔ میں تجھے حضور ﷺ کے پاس لے جاؤں گا وہ تجھے رسوا کریں گے۔ اس نے مجھ سے عہد کیا کہ وہ دوبارہ نہیں آئے گا۔ میں صبح حضورؐ کی خدمت میں گیا حضورؐ نے فرمایا تمہارے قیدی نے کیا کیا؟ میں نے کہا اس نے مجھ سے عہد کیا کہ وہ دوبارہ نہیں آئے گا۔ حضورؐ نے فرمایا وہ ضرور آئے گا، اس لئے اس کی گھات لگانا، چنانچہ میں نے دوسری رات بھی اس کی گھات لگائی تو اس نے پہلی رات کی طرح پھر کیا میں نے بھی اس کے ساتھ وہی معاملہ کیا اس نے پھر مجھ سے عہد کیا کہ وہ دوبارہ نہیں آئے گا اس پر میں نے اسے چھوڑ دیا اور میں صبح صبح بتانے کے لئے حضورؐ کی خدمت میں گیا تو حضورؐ کا اعلانچی یہ اعلان کر رہا تھا معاذ کہاں ہے؟ (میں حضورؐ کی خدمت میں گیا) حضورؐ نے مجھ سے فرمایا اے معاذ! تمہارے قیدی کا کیا ہوا؟ اس نے سارا قصہ بتایا۔ حضورؐ نے فرمایا وہ ضرور آئے گا تم اس کی گھات میں رہنا۔ میں تیسری رات پھر اس کی گھات میں بیٹھا تو اس نے اسی طرح کیا میں نے بھی اس کے ساتھ اسی طرح کیا اور پکڑ کر اس سے کہا اے اللہ کے دشمن! تو دو دفعہ مجھ سے عہد کر چکا ہے اب تیسری مرتبہ ہے میں تجھے حضورؐ کی خدمت میں ضرور لے جاؤں گا وہ تجھے رسوا کریں گے اس نے کہا میں عیالدار شیطان ہوں اور نصیبین سے آپ کے پاس آتا ہوں (جو کہ ملک شام کی ایک جگہ ہے) اگر مجھے ان کھجوروں کے علاوہ کچھ اور مل جاتا تو میں آپ کے پاس نہ آتا۔ ہم آپ کے اسی

ا؎ عند ابی نعیم ایضا و اخرجہ ایضا عن ابی الدرداء رضی اللہ عنہ مطولا

شہر میں رہا کرتے تھے لیکن جب آپ کے پاس حضرتؐ مبعوث ہوئے اور ان پر دو آیتیں نازل ہوئیں تو ان آیتوں نے ہمیں یہاں سے بھگا دیا اور ہم جا کر نصیبین رہنے لگے۔ اور جس گھر میں یہ دونوں آیتیں پڑھی جاتی ہیں اس گھر میں شیطان تین دن تک داخل نہیں ہوتا۔ اگر آپ مجھے چھوڑ دیں تو میں آپ کو وہ دونوں آیتیں سکھا دوں گا۔ میں نے کہا ٹھیک ہے۔ اس نے کہا آیت الکرسی اور سورۃ بقرہ کی آخری آیات امن الرسول سے لے کر آخر تک پھر میں نے اسے چھوڑ دیا اور صبح حضورؐ کو بتانے کے لئے گیا تو حضورؐ کا اعلانچی اعلان کر رہا تھا کہ معاذ بن جبل کہاں ہے؟ جب میں آپؐ کی خدمت میں پہنچا تو آپؐ نے فرمایا تمہارے قیدی کا کیا بنا؟ میں نے کہا اس نے مجھ سے عہد کیا کہ وہ دوبارہ نہیں آئے گا اور اس نے جو کچھ کہا تھا وہ بھی میں نے حضورؐ کو بتایا۔ حضورؐ نے فرمایا خبیث ہے تو جھوٹا لیکن اس دفعہ اس نے تم سے سچی بات کہی ہے۔ حضرت معاذؓ کہتے ہیں میں بعد میں یہ آیتیں پڑھنے لگ گیا تو پھر کھجوروں کا کم ہونا ختم ہو گیا۔[1]

حضرت ابو ہریرہؓ فرماتے ہیں حضورﷺ نے رمضان کے صدقہ فطر کی حفاظت میرے ذمہ لگائی۔ ایک دن ایک آدمی آ کر اس میں سے لپیں بھر کر لینے لگا۔ میں نے اسے پکڑ لیا اور کہا میں تمہیں حضورﷺ کے پاس ضرور لے جاؤں گا۔ اس نے کہا میں محتاج ہوں اور مجھ پر بچوں کی ذمہ داری ہے اور مجھے بہت ہی زیادہ ضرورت ہے۔ میں نے اسے چھوڑ دیا۔ صبح کو حضورؐ نے فرمایا اے ابو ہریرہ! آج رات تمہارے قیدی کا کیا ہوا؟ میں نے کہا یا رسول اللہ! اس نے سخت ضرورت مند ہونے اور اہل وعیال کی شکایت کی مجھے اس پر ترس آ گیا میں نے اسے چھوڑ دیا۔ حضورؐ نے فرمایا غور سے سن لو! اس نے تم سے جھوٹ بولا ہے اور وہ پھر آئے گا چونکہ حضورؐ نے فرمایا تھا کہ وہ پھر آئے گا اس لئے مجھے یقین ہو گیا کہ وہ ضرور آئے گا میں اس کی گھات میں بیٹھ گیا وہ آ کر لپیں بھر کر لینے لگ گیا۔ میں نے اسے پکڑ کر کہا میں تمہیں حضورؐ کے پاس ضرور لے جاؤں گا اس نے کہا مجھے چھوڑ دو کیونکہ میں محتاج ہوں بہت سے بچوں کی مجھ پر ذمہ داری ہے اب میں دوبارہ نہیں آؤں گا۔ مجھے اس پر ترس آ گیا، اس لئے میں نے اسے چھوڑ دیا صبح کو حضورﷺ نے مجھ سے فرمایا اے ابو ہریرہؓ! تمہارے قیدی کا کیا ہوا؟ میں نے کہا یا رسول اللہ اس نے سخت ضرورتمند ہونے کی اور بچوں کی شکایت کی مجھے اس پر ترس آ گیا میں نے اسے چھوڑ دیا۔ حضورؐ نے فرمایا غور سے سن! اس نے تم سے جھوٹ کہا ہے وہ پھر آئے گا چنانچہ حضورؐ نے فرمایا تھا کہ وہ پھر آئے گا اس لئے میں سمجھ گیا کہ وہ پھر ضرور آئے گا۔ میں اس کی گھات میں بیٹھ گیا وہ آ کر پھر لپیں بھر کر لینے لگا۔ میں

---

[1] اخرجه الطبراني قال الهيثمي (ج ٦ ص ٣٢٢) رواه الطبراني عن شيخه يحيىٰ ابن عثمان بن صالح وهو صدوق انشاء الله قال الذهبي قال ابن ابي حاتم وقد تكلموا فيه وبقية رجاله وثقوا. انتهى واخرجه ابونعيم في الدلائل (ص ٢١٧) عن ابي الاسود الدئلي عن معاذ نحوه

نے اسے پکڑ کر کہا میں تمہیں حضورؐ کے پاس ضرور لے جاؤں گا دو دفعہ تم کہہ چکے ہو کہ دوبارہ نہیں آؤں گا لیکن تم پھر آ جاتے ہو۔ اب یہ تیسری مرتبہ ہے اور آخری مرتبہ ہے۔ اس نے کہا مجھے اب چھوڑ دو میں تمہیں ایسے کلمات سکھاؤں گا جن سے اللہ تمہیں نفع پہنچائے گا۔ جب تم بستر پر لیٹا کرو تو آیت الکرسی اَللّٰہُ لَآ اِلٰہَ اِلَّا ھُوَ اَلْحَیُّ الْقَیُّوْمُ آخر تک پڑھا کرو تو صبح تک اللہ کی طرف سے تمہارے لئے ایک حفاظت کرنے والا فرشتہ مقرر رہے گا اور صبح تک کوئی شیطان تمہارے قریب نہیں آ سکے گا میں نے اس کا راستہ چھوڑ دیا۔ صبح حضورؐ نے مجھ سے فرمایا تمہارے قیدی کا کیا ہوا؟ میں نے کہا اس نے کہا تھا کہ وہ مجھے چند ایسے کلمات سکھائے گا جن سے اللہ تعالیٰ مجھے نفع دیں گے آپؐ نے فرمایا غور سے سنو! ہے تو وہ جھوٹا لیکن تم سے اس نے بات سچی کہی ہے اور تم جانتے ہو کہ تم تین راتوں سے کس سے باتیں کر رہے ہو؟ میں نے کہا نہیں۔ آپؐ نے فرمایا یہ ایک شیطان ہے۔[1]

حضرت ابو ایوب انصاریؓ فرماتے ہیں میرا ایک طاق تھا جس میں کھجوریں رکھی رہتی تھیں ایک بھوتنی آ کر ان میں سے کھجوریں لے جایا کرتی تھی میں نے نبی کریم ﷺ سے اس کی شکایت کی۔ حضورؐ نے فرمایا جاؤ جب تم اسے دیکھو تو کہنا بسم اللہ حضور تمہیں بلا رہے ہیں ان کے پاس چلو! میں نے اسے پکڑ لیا تو اس نے قسم کھائی کہ وہ دوبارہ نہیں آئے گی پھر آگے پچھلی حدیث جیسا مضمون ذکر کیا ہے۔[2] اور اسی تیسری جلد میں صفحہ ۲۰۲ پر حضرت ابی بن کعبؓ کی اسی جیسی حدیث گزر چکی ہے۔

حضرت ابو وائل رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں حضرت عبد اللہ رضی اللہ عنہ نے فرمایا حضور ﷺ کے ایک صحابیؓ کو ایک شیطان ملا تو انہوں نے اس شیطان سے کشتی کی اور اسے گرا کر اس کے انگوٹھے کو دانتوں سے کاٹا اس شیطان نے کہا مجھے چھوڑ دو میں تمہیں ایسی آیت سکھاؤں گا کہ ہم میں سے جو بھی اس آیت کو سنتا ہے وہ پیٹھ پھیر کر بھاگ جاتا ہے۔ اس مسلمان نے اسے چھوڑ دیا تو شیطان نے وہ آیت سکھانے سے انکار کر دیا۔ اس مسلمان نے اس سے پھر کشتی کی اور اسے گرا کر اس کے انگوٹھے کو کاٹا اور اسے کہا مجھے وہ آیت بتا (اس نے کہا مجھے چھوڑ دو میں بتاؤں گا مسلمان نے اسے چھوڑ دیا لیکن) اس نے بتانے سے انکار کر دیا۔ جب مسلمان نے تیسری مرتبہ اسے کشتی میں گرا دیا تو اس شیطان نے کہا یہ سورت بقرہ کی آیت اَللّٰہُ لَآ اِلٰہَ اِلَّا ھُوَ الْحَیُّ الْقَیُّوْمُ آخر تک ہے۔ حضرت عبد اللہؓ سے کسی نے پوچھا اے ابو عبد الرحمٰن! وہ مسلمان کون تھا؟ حضرت عبد اللہؓ نے فرمایا حضرت عمرؓ کے علاوہ اور کون ہو سکتا ہے۔[3]

۱۔ اخرجه البخاری کذافی المشکوۃ ص ۱۸۵) ۲۔ اخرجه ترمذی کما فی الترغیب (ج ۳ ص ۳۳) قال الترمذی حدیث حسن غریب واخرجه ابونعیم فی الدلائل (ص ۲۱۷) عن ابی ایوب بمعناہ و اخرجه الطبرانی عن ابی اسید الساعدی رضی اللہ عنه بمعنی حدیث ابی ایوب قال الهیثمی (ج ۲ ص ۳۲۳) رجاله و ثقوا کلهم وفی بعضهم ضعف۔ ۳۔ اخرجه الطبرانی

حضرت ابن مسعودؓ نے فرمایا نبی کریم ﷺ کے ایک صحابیؓ کو ایک جن ملا انہوں نے اس جن سے کشتی لڑی اور اسے گرادیا جن نے ان سے کہا دوبارکشتی لڑو دوبارہ کشتی ہوئی تو پھر انہوں نے اس کو گرادیا ان صحابیؓ نے اس جن سے کہا تم مجھے دبلے پتلے نظر آ رہا ہو اور تمہارا رنگ بھی بدلا ہوا ہے اور تمہارے بازو کتے کے بازوؤں کی طرح چھوٹے ہیں تو کیا تم سب جن ایسے ہی ہوتے ہو یا ان میں سے تم ہی ایسے ہو؟ اس جن نے کہا نہیں اللہ کی قسم! میں تو ان میں بڑے جسم والا اور طاقتور ہوں آپ مجھ سے تیسری مرتبہ کشتی کرو اگر اس دفعہ آپ نے مجھے گرادیا تو میں آپ کو ایسی چیز سکھاؤں گا جس سے آپ کو فائدہ ہوگا چنانچہ تیسری مرتبہ کشتی ہوئی تو اس مسلمان نے اس کو پھر گرادیا اور اس سے کہا لاؤ مجھے سکھاؤ اس جن نے کہا کیا آپ آیت الکرسی پڑھتے ہیں؟ اس مسلمان نے کہا جی ہاں اس جن نے کہا آپ اس آیت کو جس گھر میں پڑھیں گے اس گھر سے شیطان نکل جائے گا اور نکلتے ہوئے گدھے کی طرح اس کی ہوا خارج ہو رہی ہوگی اور صبح تک پھر اس گھر میں نہیں آئے گا۔ حاضرین میں سے ایک آدمی نے کہا اے ابوعبدالرحمٰن! یہ نبی کریم ﷺ کے کون سے صحابی تھے؟ اس سوال پر چیں بہ چیں ہو کر حضرت عبداللہؓ اس کی طرف متوجہ ہوئے اور فرمایا یہ حضرت عمرؓ کے سوا کون ہو سکتا ہے۔[1] حضرت مجاہد رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا ہمیں یہ بتایا جاتا تھا کہ حضرت عمرؓ کے زمانہ خلافت میں شیاطین زنجیروں میں بندھے ہوئے تھے جب وہ شہید ہو گئے تو پھر یہ آزاد ہو کر پھیل گئے۔[2]

حضرت عامر بن عبداللہ بن الزبیر رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں حضرت عبداللہ بن زبیرؓ قریش کے سواروں کی ایک جماعت کے ساتھ عمرہ سے واپس آ رہے تھے جب یناصب پہاڑ کے پاس پہنچے تو انہیں ایک درخت کے پاس ایک آدمی نظر آیا۔ حضرت ابن زبیرؓ اپنے ساتھیوں سے آگے بڑھ کر اس آدمی کے پاس پہنچے اور اسے سلام کیا اس آدمی نے ان کی پرواہ نہ کی اور ہلکی آواز سے سلام کا جواب دیا۔ حضرت ابن زبیرؓ سواری سے نیچے اترے اس پر اس آدمی نے کوئی اثر نہ لیا اور اپنی جگہ سے بالکل نہ ہلا۔ حضرت ابن زبیرؓ نے کہا سائے سے پرے ہٹ جاؤ وہ تو ناگواری کے ساتھ ایک طرف ہٹ گیا۔ حضرت ابن زبیرؓ فرماتے ہیں میں وہاں بیٹھ گیا اور میں نے اس کا ہاتھ پکڑ کر کہا تو کون ہے؟ اس نے کہا میں جن ہوں۔ اس کے یہ کہتے ہی (غصہ کی وجہ سے) میرے جسم کا ہر بال کھڑا ہو گیا۔ میں نے اسے زور سے کھینچ کر کہا تم جن ہو کر اس طرح میرے سامنے آتے ہو۔ اب

۱۔ عند الطبرانی قال الهيثمی (ج ۹ ص ۷۱) رواهما الطبرانی باسنادين و رجال الرواية الثانية رجال الصحيح الا ان الشعبی لم يسمع من ابن مسعود ولكنه ادركه و رواة الطريق الاولىٰ فيهم المسعودی وهو ثقة ولكنه اختلط فبان لنا صحة رواية المسعودی برواية الشعبی واللّٰه اعلم. انتهى واخرجه ابونعيم فی الدلائل (ص ۱۳۱) من طريق عاصم عن زر عن عبداللّٰه بمعناه.

۲۔ اخرجه ابن عساكر كذافی المنتخب (ج ۴ ص ۳۸۵)

جو میں نے غور سے دیکھا تو اس کے پاؤں جانور جیسے تھے۔ میں نے جو ذرا زور دکھایا تو وہ نرم پڑ گیا میں نے اسے ڈانٹا اور کہا تم ذمی ہو کر میرے سامنے آئے ہو وہ وہاں سے بھاگ گیا اتنے میں میرے ساتھی بھی آ گئے۔ انہوں نے مجھ سے پوچھا کہ آپؓ کے پاس جو آدمی تھا وہ کہاں گیا؟ میں نے کہا یہ جن تھا جو بھاگ گیا۔ یہ سنتے ہی ان میں سے ہر ایک اپنی سواری سے نیچے گر گیا پھر میں نے سب کو اٹھا کر ان کی سواری سے باندھ دیا اور میں ان کو لے کر حج پر گیا لیکن اس وقت تک ان کی عقلیں ٹھیک نہیں ہوئی تھیں۔ ۱؎ حضرت احمد بن ابی الحواری کہتے ہیں میں نے حضرت ابو سلیمان دارانی کو یہ واقعہ بیان کرتے ہوئے سنا کہ حضرت ابن زبیرؓ چاندنی رات میں اپنی سواری پر نکلے اور جا کر تبوک میں پڑاؤ ڈالا ان کی اچانک نظر پڑی تو انہیں اپنی سواری پر ایک بوڑھا بیٹھا ہوا نظر آیا جس کے سر اور داڑھی کے بال سفید تھے۔ حضرت ابن زبیرؓ نے اس پر حملہ کیا جس سے وہ سواری سے ایک طرف ہو گیا اور حضرت ابن زبیرؓ اپنی سواری پر سوار ہو کر آگے چل دیئے اس بوڑھے نے بلند آواز سے کہا اے ابن زبیرؓ! اللہ کی قسم! اگر آپ کے دل میں میرا ڈر بال کے برابر بھی بیٹھ جاتا تو میں آپ کی عقل خراب کر دیتا۔ حضرت ابن زبیرؓ نے فرمایا او ملعون! کیا تیری وجہ سے میرے دل میں ذرہ برابر ڈر پیدا ہو سکتا ہے؟ ۲؎

صحابہ کرامؓ کا جمادات یعنی بے جان چیزوں کی آوازیں سننا

حضرت سوید بن یزید رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں میں نے ایک دن حضرت ابوذرؓ کو مسجد میں اکیلے بیٹھے ہوئے دیکھا میں نے موقع غنیمت سمجھا اور جا کر ان کے پاس بیٹھ گیا اور ان سے حضرت عثمانؓ کا تذکرہ کیا۔ انہوں نے فرمایا میں تو حضرت عثمانؓ کے بارے میں ہمیشہ خیر کی بات کہتا ہوں کیونکہ میں نے حضورﷺ کے پاس ان کے بارے میں ایک خاص چیز دیکھی ہے۔ میں حضورؐ کی تنہائی کے مواقع تلاش کرتا رہتا تھا اور اس تنہائی میں حضور! سے سیکھا کرتا تھا، چنانچہ ایک دن میں گیا تو حضورؐ باہر تشریف لائے اور ایک طرف چل دیئے میں بھی آپؐ کے پیچھے ہو لیا۔ ایک جگہ جا کر آپؐ بیٹھ گئے میں بھی آپؐ کے پاس بیٹھ گیا۔ آپؐ نے فرمایا اے ابوذر! کیوں آئے ہو؟ میں نے عرض کیا اللہ اور رسولؐ کی محبت کی وجہ سے۔ پھر حضرت ابوبکرؓ آئے اور سلام کر کے حضورؐ کے دائیں طرف بیٹھ گئے۔ حضورﷺ نے ان سے پوچھا اے ابوبکر! کیسے آنا ہوا؟ انہوں نے کہا اللہ اور رسول! کی محبت کی وجہ سے۔ پھر حضرت عمرؓ آ گئے اور حضرت ابوبکرؓ کے دائیں طرف بیٹھ گئے۔ حضورؐ نے فرمایا اے عمر! کیسے آنا ہوا؟ انہوں نے کہا اللہ اور رسول کی محبت کی وجہ سے۔ پھر

۱؎ رواہ ابن المبارک ۲؎ وقد روی لھذہ الحکایۃ شواھد من وجوہ اخری جیدۃ کذافی البدایۃ (ج ۸ ص ۳۳۵)

حضرت عثمانؓ آئے اور حضرت عمرؓ کے دائیں جانب بیٹھ گئے۔ حضورؐ نے فرمایا اے عثمان! کیسے آنا ہوا؟ انہوں نے کہا اللہ اور رسول کی محبت کی وجہ سے۔ پھر حضورؐ نے سات یا نو کنکریاں اپنے ہاتھ میں لیں اور وہ کنکریاں تسبیح پڑھنے لگیں اور میں نے شہد کی مکھی کی طرح ان کی بھنبھناہٹ سنی پھر حضورؐ نے انہیں رکھ دیا تو وہ خاموش ہو گئیں پھر حضورؐ نے وہ کنکریاں اٹھا کر حضرت ابوبکرؓ کے ہاتھ میں رکھ دیں وہ کنکریاں پھر تسبیح پڑھنے لگیں اور میں نے شہد کی مکھی جیسی ان کی بھنبھناہٹ سنی پھر حضورؐ نے انہیں رکھ دیا تو وہ خاموش ہو گئیں۔ پھر حضورؐ نے انہیں لے کر حضرت عثمانؓ کے ہاتھ میں رکھ دیا وہ کنکریاں پھر تسبیح پڑھنے لگیں اور میں نے شہد کی مکھی جیسی بھنبھناہٹ سنی پھر حضورؐ نے انہیں رکھ دیا تو وہ خاموش ہو گئیں۔ [1] بیہقی کی روایت میں یہ بھی ہے کہ پھر حضورﷺ نے وہ کنکریاں لے کر حضرت عمرؓ کے ہاتھ میں رکھ دیں وہ تسبیح پڑھنے لگیں اور میں نے شہد کی مکھی جیسی بھنبھناہٹ سنی پھر حضورؐ نے انہیں رکھ دیا تو وہ خاموش ہو گئیں۔ اس روایت کے آخر میں یہ بھی ہے کہ حضورؐ نے فرمایا یہ نبوت کی خلافت ہے۔ [2] طبرانی کی روایت میں یہ بھی ہے کہ پھر حضورؐ نے وہ کنکریاں حضرت علیؓ کو دیں (تو وہ تسبیح پڑھنے لگیں) پھر حضورؐ نے وہ کنکریاں رکھ دیں تو وہ خاموش ہو گئیں۔ [3] طبرانی کی دو سندوں میں سے ایک سند میں یہ بھی ہے کہ حلقہ میں جتنے آدمی تھے ان سب نے ہر ایک کے ہاتھ میں ان کنکریوں کی تسبیح سنی پھر حضورؐ نے وہ کنکریاں ہمیں دے دیں۔ تو ہم میں سے کسی کے پاس بھی ان کنکریوں نے تسبیح نہ پڑھی۔ [4] حضرت عبداللہ بن مسعودؓ فرماتے ہیں ہم قرآنی آیات کو اور حضورﷺ کے معجزوں کو برکت سمجھا کرتے تھے لیکن آپ لوگ یہ سمجھتے ہو کہ یہ کفار کو ڈرانے کے لئے ہوا کرتے تھے۔ ہم ایک سفر میں نبی کریمﷺ کے ساتھ تھے۔ پانی کم ہو گیا۔ حضورؐ نے فرمایا بچا ہوا پانی لاؤ صحابہؓ ایک برتن میں تھوڑا سا پانی لائے حضورؐ نے اس برتن میں اپنا ہاتھ مبارک ڈالا پھر فرمایا آؤ پاک اور برکت والے پانی کی طرف اور برکت اللہ کی طرف سے آرہی ہے۔ حضرت ابن مسعودؓ کہتے ہیں میں نے دیکھا کہ حضورؐ کی انگلیوں کے درمیان سے پانی پھوٹ رہا ہے اور (یہ حضورؐ کا معجزہ تھا اسی طرح دوسرا معجزہ یہ ہے کہ) کبھی کھانا کھایا جا رہا تھا اور

---

۱ اخرجه البزار قال الهيثمي (ج ۸ ص ۲۹۹) رواه البزار باسنادين و رجال احد هما ثقات و في بعضهم ضعف. انتهى قلت لم يقع في نقل الهيثمي عن البزار ذكر عمر في تسبيح الحصى و قد اخرجه البيهقي كما في البداية (ج ۶ ص ۱۳۲) عن سويد عن ابي ذر فذكر الحديث نحوه.

۲ و اخرجه ابونعيم في الدلائل (ص ۲۱۵) عن سويدبن ابي ذر نحوه الا انه لم يذكر مازاده البيهقي واخرجه الطبراني في الاوسط عن ابي ذر مختصرا ۳ قال الهيثمي (ج ۵ ص ۱۷۹) وفيه محمد بن ابي حميد وهو ضعيف.) اه وقال الهيثمي ايضا (ج ۸ ص ۲۹۹) رواه الطبراني في الاوسط عن ابي ذر

۴ و اخرجه ابو نعيم في الدلائل (ص ۵۳) من طريق سويد مختصرا ومن طريق جبير بن نفير الحضرمي بطوله و زاد ليسمع تسبيحهن من في الحلقة

ہم اس کی تسبیح سن رہے ہوتے تھے۔[1] حضرت عباسؓ کے لئے حضور ﷺ کے دعا کرنے کے باب میں یہ گزر چکا ہے کہ دروازے کی چوکھٹ اور کمرے کی دیواروں نے تین دفعہ آمین کہا۔[2]

حضرت جابر بن عبداللہؓ فرماتے ہیں حضور ﷺ جمعہ کے دن کھجور کے تنے کے سہارے سے خطبہ دیا کرتے تھے ایک انصاری عورت یا مرد نے کہا یا رسول اللہ! کیا ہم آپ کے لئے منبر نہ بنادیں؟ آپؐ نے فرمایا اگر تم چاہو تو بنادو، چنانچہ انہوں نے حضورؐ کے لئے منبر بنایا (جو مسجد میں محراب کے پاس رکھ دیا گیا) جب جمعہ کے دن حضورؐ منبر کے پاس پہنچے تو وہ تنا بچے کی طرح چیخنے لگا۔ حضورؐ منبر سے نیچے اتر کر اس کے پاس آئے اور اسے اپنے سے چمٹالیا تو وہ اس بچے کی طرح رونے لگا جسے چپ کرایا جارہا ہو۔ حضرت جابرؓ نے فرمایا وہ تنا اس وجہ سے رو رہا تھا کہ وہ پہلے اپنے پاس اللہ کا ذکر سنا کرتا تھا (اور اب نہیں سن سکے گا)۔[3] حضرت جابرؓ کی دوسری روایت میں یہ ہے کہ جب حضور ﷺ کے لئے منبر بن گیا اور اسے مسجد میں لاکر رکھا گیا اور حضورؐ اس پر تشریف فرما ہوگئے تو ہم نے اس تنے میں سے حاملہ اونٹنی جیسی آواز سنی جسے سن کر حضورؐ اس کے پاس تشریف لائے اور اپنا ہاتھ اس پر رکھا جس سے اسے سکون ہوا اور وہ خاموش ہوگیا۔[4] احمد کی ایک روایت میں یہ ہے کہ جب حضورؐ کا منبر بن گیا اور آپؐ اس پر تشریف فرما ہوئے تو وہ تنا بے چین ہوگیا اور اونٹنی کی طرح رونے لگا جسے تمام مسجد والوں نے سنا۔ آپؐ منبر سے اتر کر اس کے پاس تشریف لے گئے اور اسے گلے لگالیا جس سے وہ خاموش ہوگیا۔[5] ابونعیم کی روایت میں یہ ہے کہ حضورؐ نے فرمایا اگر میں اسے اپنی بغل میں نہ لیتا تو قیامت تک روتا رہتا۔ امام احمدؒ نے حضرت انسؓ سے بھی منبر بنانے کی حدیث نقل کی ہے اس میں حضرت انسؓ فرماتے ہیں کہ جب حضور ﷺ خطبہ دینے کے لئے اس لکڑی کی بجائے منبر پر تشریف فرما ہوئے تو میں نے اس لکڑی کو پریشان حال عاشق کی طرح روتے ہوئے سنا اور وہ لکڑی روتی ہی رہی یہاں تک کہ حضورؐ منبر سے نیچے اترے اور چل کر اس کے پاس تشریف لائے اور اسے سینہ سے لگایا تو پھر اس لکڑی کو سکون ہوا۔ علامہ بغوی نے بھی اس حدیث کو حضرت انسؓ سے ذکر کیا ہے اور اس میں یہ بھی ہے کہ جب حضرت حسن اس حدیث کو بیان کیا کرتے تو رویا کرتے اور فرماتے اے اللہ کے بندو! چونکہ حضور ﷺ کا اللہ کے ہاں بڑا درجہ ہے اس وجہ سے یہ لکڑی حضورؐ کے شوق میں روئی تھی تو آپ لوگوں کو حضورؐ کی زیارت کا

۱۔ اخرجه البخاری ورواه الترمذی وقال حسن صحیح کذافی البدایة (ج ۶ ص ۹۷)
۲۔ اخرجه الطبرانی من ابی اسید وحسن اسناده الهیثمی و اخرجه ایضا البیهقی وابو نعیم فی الدلائل وابن ماجه ۳۔ اخرجه البخاری ۴۔ عند البخاری ایضا من طریق آخر و اخرجه ایضا احمد والبزار من طرق عن جابر ۵۔ وهذا اسناد علی شرط مسلم ولم یخرجوه کما قال ابن کثیر فی البدایة (ج ۲ ص ۱۲۹) و اخرجه ابن عبدالبر فی جامع بیان العلم (ج ۲ ص ۱۹۷) عن جابر بهذا الاسناد مثله و اخرجه ابونعیم فی الدلائل (ص ۱۴۳)

شوق اس سے زیادہ ہونا چاہئے۔[۱] ابو یعلی کی روایت میں ہے کہ حضورؐ نے فرمایا اس ذات کی قسم جس کے قبضہ میں محمدؐ کی جان ہے! اگر میں اسے اپنے سے نہ چمٹاتا تو یہ اللہ کے رسول کی جدائی کے غم میں یونہی قیامت تک روتا رہتا پھر حضورؐ کے فرمانے پر اسے دفن کر دیا گیا۔[۲]

حضرت ابوالبختری رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں ایک مرتبہ حضرت ابوالدرداءؓ اپنی ہنڈیا کے نیچے آگ جلا رہے تھے اور حضرت سلمانؓ ان کے ہاں آئے ہوئے تھے۔ حضرت ابوالدرداءؓ نے ہنڈیا میں سے آواز سنی پھر وہ آواز اونچی ہوئی اور وہ بچے کی طرح تسبیح پڑھنے کی آواز تھی پھر وہ ہنڈیا نیچے گر پڑی اور الٹی ہوگئی پھر اپنی جگہ واپس چلی گئی لیکن اس میں سے کوئی چیز نہ گری حضرت ابوالدرداءؓ پکار کر کہنے لگے اے سلمان! عجیب کام دیکھو ایسا عجیب کام تو نہ آپ نے دیکھا ہوگا اور نہ آپ کے ابا جان نے۔ حضرت سلمان نے کہا اگر آپ خاموش رہتے تو اللہ کی اور بڑی بڑی نشانیاں سنتے۔[۳]

حضرت قیس رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں جب حضرت ابوالدرداءؓ حضرت سلمانؓ کو خط لکھتے یا حضرت سلمانؓ حضرت ابوالدرداءؓ کو خط لکھتے تو پیالے والی نشانی انہیں ضرور یاد دلاتے۔ حضرت قیسؒ کہتے ہیں ہم یہ بات بیان کرتے تھے کہ یہ دونوں حضرات پیالہ میں سے کھانا کھا رہے تھے تو پیالہ اور پیالے کے اندر کا کھانا دونوں تسبیح پڑھتے رہے۔[۴]

حضرت جعفر بن ابی عمران کہتے ہیں ہمیں یہ روایت پہنچی ہے کہ حضرت عبداللہ بن عمرو بن عاصؓ نے ایک مرتبہ آگ کی آواز سنی تو انہوں نے کہا میں بھی۔ کسی نے پوچھا اے ابن عمرو! آپ نے یہ کیا کہا؟ انہوں نے کہا اس ذات کی قسم جس کے قبضے میں میری جان ہے! یہ آگ جہنم کی بڑی آگ میں واپس لوٹائے جانے سے پناہ مانگ رہی ہے۔[۵]

صحابہ کرامؓ کا قبر والوں کی باتیں سننا

حضرت یحییٰ بن ابی ایوب خزاعی رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں میں نے ایک صاحب کو یہ واقعہ بیان کرتے ہوئے سنا حضرت عمرؓ کے زمانے میں ایک عبادت گزار نوجوان تھا جو ہر وقت مسجد میں رہتا تھا اور حضرتؓ کو بہت پسند تھا اس کا ایک بوڑھا باپ تھا وہ نوجوان عشاء کی نماز پڑھ کر اپنے باپ کے پاس چلا جاتا تھا اس کے گھر کا راستہ ایک عورت کے دروازے پر پڑتا تھا وہ عورت اس پر

۱۔ رواہ ابونعیم عن انس فذکرہ کمافی البدایۃ (ج ۶ ص ۱۲۷) و اخرجہ ابن عبدالبر فی جامع بیان العلم (ج ۲ ص ۱۹۷) بسیاق البغوی و اخرجہ ایضا ابویعلی ۲۔ و اخرجہ الترمذی وقال صحیح غریب من ھذا الوجہ کمافی البدایۃ (ج ۶ ص ۱۲۶) وفی الباب عن ابی ابن کعب و سھل بن سعد وعبداللہ بن عباس وابن عمر وابی سعید و عائشۃ و ام سلمۃ رضی اللہ عنھم کمابسط احادیث ھولاء ابن کثیر فی البدایۃ (ج ۶ ص ۱۲۵) ۳۔ اخرجہ ابونعیم فی الحلیۃ (ج ۱ ص ۲۲۴)
۴۔ اخرجہ ابونعیم فی الحلیۃ (ج ۱ ص ۲۲۴) ۵۔ اخرجہ ابونعیم فی الحلیۃ (ج ۱ ص ۲۸۹)

فریفتہ ہوگئی اور اس نوجوان کی وجہ سے وہ اس کے راستہ پر کھڑی رہتی۔ ایک رات وہ نوجوان اس کے پاس سے گزرا تو وہ عورت اسے بہلانے پھسلانے لگی۔ آخر نوجوان اس کے پیچھے چل پڑا جب اس عورت کے گھر کا دروازہ آیا تو وہ اندر چلی گئی لیکن جب یہ نوجوان اندر جانے لگا تو اسے ایک دم اللہ کا دھیان آ گیا اور وہ غلط خیال دل سے سب جاتا رہا اور یہ آیت اس کی زبان پر جاری ہوگئی اِنَّ الَّذِيْنَ اتَّقَوْا اِذَا مَسَّهُمْ طَآئِفٌ مِّنَ الشَّيْطَانِ تَذَكَّرُوْا فَاِذَا هُمْ مُّبْصِرُوْنَ (سورت اعراف آیت ۲۰۱) ''یقیناً جو لوگ خدا ترس ہیں جب ان کو کوئی خطرہ شیطان کی طرف سے آ جاتا ہے تو وہ یاد میں لگ جاتے ہیں سو یکایک ان کی آنکھیں کھل جاتی ہیں۔'' یہ آیت پڑھتے ہی وہ نوجوان بے ہوش ہو کر گر گیا تو اس عورت نے اپنی ایک باندی کو بلایا اور دونوں نے مل کر اسے اٹھایا اور اس کے گھر کے دروازے پر جا کر اسے بٹھا دیا اور دروازہ کھٹکھٹا کر واپس آ گئیں۔ اس کا باپ اس کی تلاش میں باہر نکلا تو دیکھا کہ وہ بے ہوش پڑا ہوا ہے۔ باپ نے اپنے گھر والوں کو بلایا اور اسے اٹھا کر اندر پہنچایا۔ کافی رات گزرنے کے بعد اسے ہوش آیا تو اس کے باپ نے اس سے پوچھا اے بیٹے! تجھے کیا ہوا؟ اس نے کہا خیر ہے باپ نے کہا تجھے اللہ کا واسطہ دیتا ہوں ضرور بتا۔ اس نے سارا واقعہ بتایا باپ نے کہا تم نے کون سی آیت پڑھی تھی؟ اس نے وہی آیت پڑھی۔ پڑھتے ہی بے ہوش کر پھر گر گیا اب اسے ہلا کر دیکھا تو اس کی روح پرواز کر چکی تھی اسے غسل دے کر باہر لائے اور رات کو ہی اسے دفن کر دیا۔ صبح کو ان لوگوں نے حضرت عمرؓ کو سارا قصہ سنایا۔ حضرت عمرؓ نے اس کے والد کے پاس جا کر تعزیت کی اور فرمایا مجھے کیوں خبر نہ کی؟ باپ نے کہا اے امیر المومنین! رات تھی حضرت عمرؓ نے فرمایا ہمیں اس کی قبر پر لے جاؤ، چنانچہ حضرت عمرؓ اور ان کے ساتھی قبر پر گئے۔ حضرت عمرؓ نے فرمایا اے فلانے! وَلِمَنْ خَافَ مَقَامَ رَبِّهٖ جَنَّتَانِ (سورت رحمان آیت ۴۶) ''اور جو شخص اپنے رب کے سامنے کھڑے ہونے سے (ہروقت) ڈرتا رہتا ہے اس کے لئے (جنت میں) دو باغ ہوں گے۔'' تو اس نوجوان نے قبر کے اندر سے جواب دیا اور دو دفعہ کہا اے عمر! میرے رب نے مجھے جنت میں وہ باغ دے دیئے ہیں۔[1] بیہقی کی روایت میں ہے کہ اس نوجوان نے کہا اے چچا جان! حضرت عمرؓ کو جا کر میرا اسلام کہو اور ان سے پوچھو کہ جو اپنے رب کے سامنے کھڑے ہونے سے ڈرے اس کو کیا بدلہ ملے گا؟ اس روایت کے آخر میں ہے کہ حضرت عمرؓ نے اس کی قبر پر کھڑے ہو کر کہا تمہارے لئے دو باغ ہیں، تمہارے لئے دو باغ ہیں۔

حضرت محمد بن حمیر رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں ایک مرتبہ حضرت عمر بن خطابؓ کا بقیع الغرقد قبرستان پر گزر ہوا تو انہوں نے فرمایا السلام علیکم! اے قبرستان والو! ہمارے ہاں کی خبریں تو یہ ہیں

[1] اخرجه الحاكم كذافي الكنز (ج ۱ ص ۲۶۷) و اخرجه ابن عساكر في ترجمة عمرو بن جامع من تاريخه فذكره كما في التفسير لابن كثير (ج ۲ ص ۲۷۹) و اخرجه البيهقي عن الحسن مختصرا كما في الكنز (ج ۱ ص ۲۶۷)

کہ تمہاری عورتوں نے اور شادی کر لی تمہارے گھروں میں دوسرے لوگ رہنے لگ گئے۔ تمہارا سارا مال تقسیم کر دیا گیا۔ جواب میں غیب سے یہ آواز آئی کہ ہمارے ہاں کی خبریں یہ ہیں کہ ہم نے جو نیک اعمال آگے بھیجے تھے ان کا اجر و ثواب ہم نے پالیا اور جو مال ہم نے اللہ کے لئے دوسروں پر خرچ کیا اس کا ہمیں یہاں نفع مل گیا۔ اور جو مال ہم پیچھے چھوڑ آئے اتنا ہمیں نقصان ہوا۔[1]

صحابہ کرامؓ کا عذاب میں مبتلا لوگوں کے عذاب کو دیکھنا

حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں ایک دفعہ میں میدانِ بدر کے کنارے چلا جارہا تھا کہ اتنے میں ایک آدمی ایک گڑھے سے باہر نکلا اس کی گردن میں زنجیر پڑی ہوئی تھی اس نے مجھے پکار کر کہا اے عبداللہ! مجھے پانی پلادے، اے عبداللہ! مجھے پانی پلادے، اے عبداللہ! مجھے پانی پلادے۔ اب مجھے معلوم نہیں کہ اسے میرا نام معلوم تھا یا اس نے ویسے ہی عربوں کے دستور کے مطابق عبداللہ کہہ کر پکارا اور نام معلوم نہیں تھا پھر اسی گڑھے سے ایک اور آدمی باہر نکلا اس کے ہاتھ میں کوڑا تھا اس نے مجھے پکار کر کہا اے عبداللہ! اسے پانی نہ پلانا کیونکہ یہ کافر ہے پھر اسے کوڑا مارا جس پر وہ آدمی اپنے گڑھے میں واپس چلا گیا۔ میں جلدی سے حضور ﷺ کی خدمت میں گیا اور سارا واقعہ حضور کو بتایا آپؐ نے مجھ سے فرمایا کیا تم نے اسے دیکھا ہے؟ میں نے کہا جی ہاں! حضورؐ نے فرمایا یہ اللہ کا دشمن ابوجہل تھا اور اسے قیامت کے دن تک یونہی عذاب ہوتا رہے گا۔[2]

صحابہ کرامؓ کا مرنے کے بعد باتیں کرنا

حضرت سعید بن مسیب رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں قبیلہ بنو حارث بن خزرج کے حضرت زید بن خارجہ انصاریؓ کا حضرت عثمان بن عفانؓ کے زمانہ میں انتقال ہوا تو لوگوں نے ان پر کپڑا ڈال دیا پھر لوگوں نے ان کے سینہ میں آواز کی حرکت سنی پھر وہ بول پڑے اور کہنے لگے حضرت احمد، حضرت احمد (صلی اللہ علیہ وسلم) کا نام لوحِ محفوظ میں ہے۔ حضرت ابوبکر صدیقؓ نے سچ کہا، سچ کہا وہ اپنی ذات کے بارے میں کمزور تھے لیکن اللہ کے معاملے میں طاقتور تھے۔ یہ سب کچھ لوحِ محفوظ میں ہے۔ حضرت عمر بن خطابؓ نے سچ کہا، سچ کہا وہ طاقتور اور امانت دار تھے یہ بات بھی لوحِ محفوظ میں ہے۔ حضرت عثمان بن عفانؓ نے سچ کہا، سچ کہا وہ ان تینوں حضرات کے طریقہ پر ہیں۔ امن امان کے چار سال گزر گئے دو سال رہ گئے ہیں پھر فتنے آئیں گے اور زوردار آدمی کمزور

---

[1] اخرجه ابن ابی الدنیا و ابن السمعانی کذافی الکنز (ج ۸ ص ۱۲۳)

[2] اخرجه الطبرانی قال الهیثمی (ج ۶ ص ۸۱) رواه الطبرانی فی الاوسط و فیه من لم اعرفه. انتهی.

کو کھا جائے گا اور قیامت قائم ہو جائے گی اور عنقریب تمہارے لشکر کی طرف زبردست خبر آئے گی۔ اریس کا کنواں ایک زبردست چیز ہے اور یہ کنواں کیا زبردست چیز ہے؟ حضرت سعیدؒ کہتے ہیں پھر بنو خطمہ کے ایک آدمی کا انتقال ہوا لوگوں نے اس پر کپڑا ڈالا تو اس کے سینہ میں بھی آواز کی حرکت سنی پھر وہ بول پڑا کہنے لگا۔ بنو حارث بن خزرج کے آدمی نے سچ کہا، سچ کہا۔[1]

حضرت نعمان بن بشیر رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں حضرت زید بن خارجہ رضی اللہ عنہ ظہر، عصر کے درمیان مدینہ کے ایک راستہ پر چلے جا رہے تھے۔ چلتے چلتے ان کا انتقال ہو گیا اور وہ زمین پر گر گئے۔ اٹھا کر انہیں ان کے گھر لایا گیا اور دو کپڑوں اور ایک چادر سے انہیں ڈھانپ دیا گیا مغرب، عشاء کے درمیان انصار کی عورتیں ان کے پاس جمع ہو کر اونچی آواز سے رونے لگیں اتنے میں انہوں نے چادر کے نیچے سے دو مرتبہ آواز سنی اے لوگو! خاموش ہو جاؤ حضرت زیدؓ کے چہرے اور سینے سے کپڑا ہٹایا گیا تو انہوں نے کہا محمد رسول اللہ جو کہ ان پڑھ نبی ہیں اور تمام نبیوں کے لئے مہر ہیں یہ بات لوحِ محفوظ میں ہے (اس کے بعد وہ خاموش ہو گئے) پھر کچھ دیر کے بعد ان کی زبان پر یہ الفاظ جاری ہوئے حضرت ابو بکر صدیقؓ نے سچ کہا، سچ کہا جو کہ اللہ کے رسول ﷺ کے خلیفہ ہیں قوی اور امین ہیں۔ وہ اپنے بدن کے اعتبار سے تو کمزور تھے لیکن اللہ کے معاملے میں بہت مضبوط اور طاقتور تھے اور یہ بات پہلی کتاب یعنی لوحِ محفوظ میں ہے پھر ان کی زبان سے یہ الفاظ تین مرتبہ ادا ہوئے سچ کہا، سچ کہا اور درمیانے جو کہ اللہ کے بندے امیر المومنین ہیں رضی اللہ عنہ جو اللہ کے بارے میں کسی کی ملامت سے نہیں ڈرتے تھے اور طاقتور کو کمزور کے کھا جانے سے روکتے تھے یہ بات بھی پہلی کتاب یعنی لوحِ محفوظ میں ہے پھر ان کی زبان سے یہ الفاظ ادا ہوئے سچ کہا، سچ کہا پھر انہوں نے کہا حضرت عثمان امیر المومنینؓ جو کہ مسلمانوں پر بہت مہربان ہیں۔ دو گزر گئے چار رہ گئے پھر لوگوں میں اختلاف ہو جائے گا اور جوڑ باقی نہ رہ سکے گا اور درخت بھی روئیں گے یعنی کسی کا احترام و اکرام باقی نہ رہے گا اور قیامت قریب آ جائے گی اور لوگ ایک دوسرے کو کھانے لگیں گے۔[2] دوسری روایت میں ہے کہ حضرت نعمان بن بشیرؓ فرماتے ہیں جب حضرت زید بن خارجہؓ کا انتقال ہوا تو میں حضرت عثمانؓ کا انتظار کر رہا تھا میں نے سوچا کہ دو رکعت نماز ہی پڑھ لوں (اور نماز شروع کر دی) اتنے میں حضرت زیدؓ نے اپنے چہرے سے کپڑا ہٹا کر کہا السلام علیکم! السلام علیکم! گھر والے باتیں کر رہے تھے میں نے نماز میں ہی کہا سبحان اللہ! سبحان اللہ! پھر حضرت زیدؓ نے کہا سب خاموش ہو جائیں، سب خاموش ہو جائیں باقی حدیث پچھلی

---

۱ ۔ اخرجه البيهقي و اخرجه البيهقي عن الحاكم فذكره باسناده وقال هذا اسناد صحيح وله شواهد كذافي البداية (ج ٦ ص ١٥٦) ورواه ابن ابي الدنيا و البيهقي ايضا من وجه آخر بالبسط من هذا واطول و صححه البيهقي كذافي البداية (ج ٦ ص ٢٩٣) ۲ ۔ اخرجه الطبراني

حدیث جیسی ہے۔[1] طبرانی نے اوسط میں یہ روایت ذکر کی ہے کہ تین خلفا میں سب سے زیادہ مضبوط جو اللہ کے بارے میں کسی کی ملامت کی پرواہ نہیں کرتے تھے اور کسی طاقتور کو کسی کمزور کو کھانے نہیں دیتے تھے وہ اللہ کے بندے اور امیر المومنین تھے انہوں نے سچ کہا، سچ کہا یہ لوح محفوظ میں ہے پھر حضرت زیدؓ نے کہا حضرت عثمانؓ امیر المومنین ہیں اور وہ لوگوں کے بہت زیادہ قصور معاف کر دیتے ہیں۔ دو گزر گئے ہیں چار باقی ہیں۔ پھر لوگوں میں اختلاف ہو جائے گا اور ایک دوسرے کو کھانے لگ جائیں گے اور کوئی نظم برقرار نہ رہ سکے گا اور بڑے بڑے بہادر روئیں گے پھر مسلمانوں کی ترقی رک جائے گی اور یہ بھی کہا کہ یہ بات اللہ نے لکھی ہوئی ہے اور اسے مقدر فرما رکھا ہے اے لوگو! اپنے امیر کی طرف متوجہ ہو جاؤ اس کی بات سنو اور مانو پھر جسے والی بنایا جائے گا اس کا خون محفوظ رہے گا اور اللہ کا فیصلہ مقدر ہو چکا ہے۔ اللہ اکبر! یہ جنت ہے اور یہ جہنم ہے اور سارے نبی اور صدیق سلام علیکم کہہ رہے ہیں اے عبداللہ بن رواحہ! کیا آپ کو میرے والد حضرت خارجہؓ اور حضرت سعدؓ کا کچھ پتہ چلا؟ یہ دونوں حضرت جنگ احد میں شہید ہوئے تھے كَلَّا إِنَّهَا لَظَىٰ ، نَزَّاعَةً لِّلشَّوَىٰ تَدْعُو مَنْ أَدْبَرَ وَتَوَلَّىٰ وَجَمَعَ فَأَوْعَىٰ (سورت معارج آیت ۱۵۔۱۸) "یہ ہرگز نہ ہوگا (بلکہ) وہ آگ ایسی شعلہ زن ہے جو کھال (تک) اتار دے گی (اور) اس شخص کو (خود) بلا دے گی جس نے (دنیا میں حق سے) پیٹھ پھیری ہوگی اور (اطاعت سے) بے رخی کی ہوگی اور جمع کیا ہوگا پھر اس کو اٹھا کر رکھا ہوگا۔" حضرت زیدؓ کی آواز بند ہو گئی اس حدیث میں یہ بھی ہے کہ حضرت زیدؓ نے یہ بھی کہا یہ حضرت احمدؐ اللہ کے رسول ہیں۔ سلام علیک یا رسول اللہ! ورحمۃ اللہ وبرکاتہ۔[2] حضرت نعمان بن بشیرؓ فرماتے ہیں ہم میں سے ایک آدمی کا انتقال ہوا جنہیں حضرت زید بن خارجہؓ کہا جاتا تھا ہم نے ایک کپڑے سے انہیں ڈھانک دیا اور میں کھڑے ہو کر نماز پڑھنے لگا۔ اتنے میں کچھ شور سنائی دیا تو میں ان کی طرف متوجہ ہوا۔ میں نے دیکھا کہ ان کا جسم حرکت کر رہا ہے پھر وہ کہنے لگے لوگوں میں سب سے زیادہ طاقتور (تین خلفاء ہیں) درمیان والے اللہ کے بندے امیر المومنین حضرت عمرؓ ہیں جو اپنے کام میں بھی خوب طاقتور اور اللہ کے کام میں بھی خوب طاقتور تھے اور امیر المومنین حضرت عثمان بن عفانؓ پاکدامن اور انتہائی پاکباز ہیں جو بہت سے قصور معاف کر دیتے ہیں دو راتیں گزر گئی ہیں اور چار باقی ہیں پھر لوگوں میں اختلاف ہو جائے گا اور ان میں کوئی نظم برقرار نہیں رہ سکے گا۔ اے لوگو! اپنے امام کی طرف متوجہ ہو جاؤ اور

---

[1] قال الهيثمي (ج ۵ ص ۱۸۰) رواه كله الطبراني في الكبير والاوسط باختصار كثير باسنادين ورجال احدهما في الكبير ثقات. انتهى واخرجه ايضا البيهقي عن ابن ابي الدنيا باسناده عن النعمان بن بشير بطوله

[2] واخرجه البيهقي من غير طريق ابن ابي الدنيا فذكره وقال هذا اسناد صحيح كما في البداية (ج ٦ ص ١٥٧) والحديث اخرجه ايضا ابن منده و ابو نعيم وغيرهما كما في الاصابة (ج ۲ ص ۲۳)

سنو اور مانو۔ یہ اللہ کے رسولؐ اور عبداللہ بن رواحہؓ ہیں پھر (حضرت ابن رواحہؓ سے) کہا میرے والد حضرت خارجہ بن زیدؓ کا کیا بنا؟ پھر کہا اریس کنواں ظلماً لے لیا گیا اس کے بعد ان کی آواز بند ہوگئی ۔[1]

صحابہ کرامؓ کے مردوں کا زندہ ہونا

حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں ہم ایک انصاری جوان کی عیادت کے لئے گئے جلد ہی اس کا انتقال ہوگیا۔ ہم نے اس کی آنکھیں بند کر کے اس پر کپڑا ڈال دیا۔ ہم میں سے ایک آدمی نے اس کی والدہ سے کہا اپنے بیٹے کے صدمہ پر صبر کرو اور اس پر ثواب کی امید رکھو۔ اس کی والدہ نے کہا کیا اس کا انتقال ہوگیا ہے؟ ہم نے کہا جی ہاں۔ اس پر اس کی والدہ نے اپنے دونوں ہاتھ آسمان کی طرف اٹھائے اور یہ دعا مانگی اے اللہ! میں تجھ پر ایمان لائی اور میں ہجرت کر کے تیرے پاس آئی اور جب بھی مجھ پر کوئی مصیبت یا سختی آئی اور میں نے تجھ سے دعا کی تو نے وہ مصیبت اور سختی ضرور ہٹائی۔ میں تجھ سے سوال کرتی ہوں کہ تو مجھ پر یہ مصیبت مت ڈال۔ اس کے یہ دعا مانگتے ہی (اس کا بیٹا زندہ ہو گیا اور) چہرے سے کپڑا ہٹا کر بیٹھ گیا اور تھوڑی دیر بعد جب ہم نے کھانا کھایا تو اس نے بھی ہمارے ساتھ کھایا۔[2] بیہقی کی روایت میں یہ ہے کہ یہ حضرت ام السائب رضی اللہ عنہا بوڑھی اور نابینا تھیں۔

حضرت عبداللہ بن عون رحمہ اللہ کہتے ہیں حضرت انسؓ نے فرمایا میں نے اس امت میں ایسی تین باتیں پائی ہیں کہ وہ اگر بنی اسرائیل میں ہوتیں تو کوئی امت ان کا مقابلہ اور ان کی برابری نہ کرسکتی۔ ہم نے کہا کہ اے ابوحمزہ! وہ تین باتیں کیا ہیں؟ انہوں نے فرمایا ایک مرتبہ ہم لوگ صفہ میں حضور ﷺ کے پاس بیٹھے ہوئے تھے کہ اتنے میں ایک مہاجر عورت حضور ﷺ کی خدمت میں آئی اور اس کے ساتھ اس کا ایک بیٹا بھی تھا جو کہ بالغ تھا حضورؐ نے اس عورت کو (مدینہ کی) عورتوں کے سپرد کر دیا اور اس کے بیٹے کو ہمارے ساتھ شامل کر دیا۔ کچھ ہی عرصہ کے بعد وہ مدینہ کی وبا میں مبتلا ہوگیا اور چند دن بیمار رہ کر فوت ہوگیا۔ حضورؐ نے اس کی آنکھیں بند کیں اور ہمیں اس کا جنازہ تیار کرنے کا حکم دیا۔ جب ہم نے اسے غسل دینا چاہا تو حضورؐ نے فرمایا جا کر اس کی والدہ کو بتا دو، چنانچہ میں نے اسے بتا دیا وہ آئی اور بیٹے کے پیروں کے پاس بیٹھ گئی اور اس کے دونوں پاؤں پکڑ کر اس نے یہ دعا مانگی اے اللہ! میں اپنی خوشی سے مسلمان ہوئی اور میرے دل کا میلان بتوں سے

---

[1] اخرجه الطبراني قال الهيثمي (ج ٧ ص ٢٣٠) رجاله رجال الصحيح. انتهى و اخرجه هشام بن عمار في كتاب البعث كما في البداية (ج ٦ ص ١٥٧)

[2] اخرجه ابن ابي الدنيا و اخرجه البيهقي من طريق صالح بن بشير احد زهاد البصرة و عبادها مع لين في حديثه عن انس فذكر القصة

بالکل ہٹ گیا، اس لئے میں نے انہیں چھوڑا ہے اور تیری وجہ سے بڑے شوق سے میں نے ہجرت کی اور مجھ پر یہ مصیبت بھیج کر بتوں کے پوجنے والوں کو خوش نہ کر اور جو مصیبت میں اٹھا نہیں سکتی وہ مجھ پر نہ ڈال۔ حضرت انسؓ فرماتے ہیں ابھی اس کی والدہ کی دعا ختم نہیں ہوئی تھی کہ اس کے بیٹے نے اپنے قدموں کو ہلایا اور اپنے چہرے سے کپڑا ہٹایا (اور زندہ ہو کر بیٹھ گیا) اور بہت عرصہ تک زندہ رہا یہاں تک کہ حضورﷺ کا انتقال ہو گیا اور اس کے سامنے اس کی ماں کا بھی انتقال ہوا پھر آگے اور حدیث ذکر کی جیسے کہ ہم عنقریب ذکر کریں گے۔[1]

صحابہ کرامؓ کے شہداء میں زندگی کے آثار

حضرت ابونضرہ رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں حضرت جابر بن عبداللہؓ نے فرمایا جب جنگِ احد کا وقت ہوا تو رات کو میرے والد نے بلا کر کہا میرا خیال یہی ہے کہ میں کل حضورؐ کے صحابہؓ میں سب سے پہلے شہید ہو جاؤں گا اور اللہ کی قسم! میں کسی کو ایسا نہیں چھوڑ کر جا رہا ہوں جو حضورؐ کی ذات کے بعد مجھے تم سے زیادہ پیارا ہو اور مجھ پر قرضہ بھی ہے وہ میری طرف سے ادا کر دینا اور اپنی بہنوں کے بارے میں حسن سلوک کی وصیت قبول کرو، چنانچہ صبح کو سب سے پہلے وہی شہید ہوئے اور میں نے انہیں ایک اور صحابیؓ کے ساتھ ایک قبر میں دفن کر دیا پھر میرا جی نہ مانا کہ میں انہیں ایک قبر میں کسی دوسرے کے ساتھ رہنے دوں تو میں نے انہیں چھ مہینے کے بعد قبر سے نکالا تو وہ بالکل ایسے تھے جیسے کہ اس دن تھے جس دن میں نے انہیں قبر میں رکھا تھا صرف ان کے کان میں کچھ فرق آیا ہوا تھا۔[2] ابن سعد کی روایت میں اس طرح سے ہے کہ چھ مہینے گزرنے کے بعد میری طبیعت میں شدید تقاضا ہوا کہ میں انہیں الگ دفن کروں، چنانچہ میں نے انہیں قبر سے نکالا تو میں دیکھ کر حیران رہ گیا کہ زمین نے ان کے جسم کو بالکل نہیں کھایا تھا صرف کان کی لَو پر کچھ اثر تھا اور ابن سعد کی دوسری روایت میں یہ ہے کہ مجھے ان کے جسم میں کوئی فرق نظر نہ آیا البتہ ان کی داڑھی کے چند بالوں میں کچھ فرق تھا جو زمین سے لگے ہوئے تھے۔[3]

حضرت ابوزبیر رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں حضرت جابر رضی اللہ عنہ نے فرمایا جب حضرت معاویہؓ نے پانی کا چشمہ جاری کیا تو اعلان کیا گیا کہ ہم اپنے جنگِ احد کے شہیدوں کو منتقل کر لیں،

---

۱ ۔ اخرجه البيهقي كذافي البداية (ج ٦ ص ١٥٤ ، ٢٥٩) وقال في البداية (ج ٦ ص ٢٩٢) وهذا اسناد رجاله ثقات ولكن فيه انقطاع بين عبدالله بن عون و انس والله اعلم انتهى واخرجه ابونعيم في الدلائل (ص ٢٢٤) من طريق صالح عن ثابت عن انس نحو ماتقدم

۲ ۔ اخرجه الحاكم (ج ٣ ص ٢٠٣) قال الحاكم هذا حديث صحيح على شرط مسلم و اخرجه ابن سعد (ج ٣ ص ٥٦٢) عن ابى نضرة عنه نحوه مختصرا

۳ ۔ واخرجه البخارى عن عطاء عن جابر بنحو لفظ الحاكم كما في البداية (ج ٤ ص ٤٣)

چنانچہ ہم نے انہیں چالیس سال کے بعد نکالا تو ان کے جسم بالکل نرم تھے اور ان کے ہاتھ پاؤں مڑ جاتے تھے۔[1] ابو نعیم کی ایک روایت میں یہ ہے کہ حضرت ابو الزبیر کہتے ہیں کہ حضرت جابرؓ نے فرمایا لوگوں نے اپنے شہیدوں کو چالیس سال کے بعد قبروں سے نکالا تو وہ بالکل تروتازہ تھے۔[2]

ابن اسحٰق نے مغازی میں اس قصہ کو ذکر کیا ہے وہ کہتے ہیں میرے والد نے انصار کے چند مشائخ سے نقل کیا ہے کہ جب حضرت معاویہؓ نے پانی کا وہ چشمہ چلایا جو شہداء کی قبروں کے پاس سے گزرتا تھا تو اس کا پانی ان قبروں میں جانے لگا۔ ہم نے جا کر حضرت عمروؓ اور حضرت عبداللہؓ کو نکالا تو ان پر دو چادریں تھیں جن سے ان کے چہروں کو ڈھانکا ہوا تھا اور دونوں کے پیروں پر کچھ گھاس پڑی ہوئی تھی اور ان کے جسم ادھر ادھر مڑ جاتے تھے اور ایسے معلوم ہوتا تھا جیسے کل ہی یہ دونوں دفن کئے گئے ہوں۔[3]

حضرت جابر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں حضرت معاویہ بن ابی سفیانؓ کے زمانہ خلافت میں ایک آدمی میرے پاس آیا اور اس نے کہا حضرت معاویہؓ کے کارندوں نے آپ کے والد کی قبر کو اکھاڑ پھینکا اور ان کے جسم کا کچھ حصہ ظاہر ہو گیا ہے۔ میں نے جا کر دیکھا تو وہ بالکل ویسے ہی تھے جیسے کہ میں نے ان کو دفن کیا تھا۔ ان کے جسم میں کوئی تبدیلی نہیں آئی تھی۔ میدانِ جنگ میں جو زخم ان کو آئے تھے بس وہی تھے اس کے بعد میں نے ان کو پھر دفن کر دیا۔[4]

حضرت عبدالرحمٰن بن عبداللہ بن عبدالرحمٰن بن ابی صعصعہؒ کہتے ہیں مجھے یہ بات پہنچی ہے کہ حضرت عمرو بن جموح انصاری سلمیؓ اور حضرت عبداللہ بن عمرو انصاری سلمیؓ دونوں جنگِ احد میں شہید ہوئے اور دونوں کو ایک قبر میں دفن کیا گیا تھا۔ دونوں کی قبروں کے پاس سے ایک برساتی نالہ گزرتا تھا ایک مرتبہ برساتی نالہ کے پانی سے ان حضرات کی قبر کھل گئی اس پر جگہ بدلنے کیلئے ان کی قبر کو کھودا گیا تو ان حضرات کے جسموں میں کوئی تبدیلی نہیں آئی تھی اور ایسے معلوم ہوتا تھا کہ جیسے کل ہی دفن کئے گئے ہوں دونوں میں سے ایک صاحب زخمی ہوئے تھے اور ان کا ہاتھ زخم پر رکھ کر انہیں دفن کر دیا گیا تھا اب ان کا ہاتھ زخم سے ہٹا کر چھوڑا گیا تو وہ اپنی جگہ زخم پر واپس آ گیا جیسے کہ پہلے تھا۔ قبر کھودنے کا یہ واقعہ جنگِ احد کے چھیالیس سال بعد پیش آیا تھا۔[5]

---

[1] اخرجه ابن سعد (ج ۳ ص ۵۶۳) و اخرجه ابونعیم فی الدلائل (ص ۲۰۷) عن ابی الزبیر عن جابر نحوه [2] اخرجه ابن ابی شیبة عن جابر نحوه کما فی الکنز (ج ۵ ص ۲۷۳)

[3] وله شاهد باسناد صحیح عند ابن سعد من طریق ابی الزبیر عن جابر کذا فی فتح الباری (ج ۳ ص ۱۴۲)

[4] عند احمد فی حدیث طویل قال الشیخ الشمهودی فی وفاء الوفا (ج ۲ ص ۱۱۶) رواه احمد برجال الصحیح خلا نبیح العنزی وهو ثقة. انتهی واخرجه الدارمی عن جابر نحوه کما فی الاوجز (ج ۴ ص ۱۰۸) [5] اخرجه مالک فی الموطا قال ابو عمر لم تختلف الرواة فی قطعه ویتصل معناه من وجوه صحاح قاله الزرقانی کما فی الاوجز (ج ۴ ص ۱۰۷)

حضرت عبداللہ بن عمرو رضی اللہ عنہ سرخ رنگ کے تھے اور ان کے سر پر بال نہیں تھے اور ان کا قد لمبا نہیں تھا اور حضرت عمرو بن جموح رضی اللہ عنہ لمبے قد والے تھے، اس لئے جنگ احد کے دن صحابہ نے دونوں حضرات کو پہچان لیا تھا اور دونوں کو ایک ہی قبر میں دفن کیا تھا۔ ان حضرات کی قبر ایک برساتی نالہ کے قریب تھی ایک مرتبہ اس کا پانی ان کی قبر میں داخل ہو گیا تھا جس کی وجہ سے ان کی قبر کھودی گئی تو دونوں حضرات پر دو کالی سفید دھاریوں والی چادریں تھیں حضرت عبداللہ کے چہرے پر زخم تھا ان کا ہاتھ ان کے زخم پر رکھا ہوا تھا۔ جب ان کا ہاتھ زخم سے ہٹایا گیا تو خون پھر بہنے لگا اور جب زخم پر رکھا گیا تو خون رک گیا۔ حضرت جابرؓ نے فرمایا میں نے دیکھا تو ایسے لگا کہ جیسے میرے والد اپنی قبر میں سو رہے ہوں اور ان کی جسمانی حالت میں کسی قسم کی تبدیلی نہیں آئی تھی حضرت جابرؓ سے پوچھا گیا کہ آپ نے ان کا کفن بھی دیکھا تھا انہوں نے کہا ہاں انہیں صرف ایک دھاری دار چادر میں کفن دیا گیا تھا جس سے ان کا چہرہ چھپ گیا تھا اور ان کے پاؤں پر حرمل پودے ڈال دیئے گئے تھے ہیں وہ چادر بھی اسی حال میں ٹھیک ملی اور ان کے پیروں پر حرمل پودے بھی اپنی اصلی حالت پر تھے، حالانکہ دفنانے کے چھیالیس سال بعد ان کی قبر کھودی گئی تھی۔[1]

حضرت جابرؓ فرماتے ہیں جب حضرت معاویہؓ نے جنگِ احد کے چالیس سال بعد احد کے شہداء کے پاس سے نہر چلائی تو ان کی طرف سے ہم شہداء کے ورثاء میں اعلان کیا گیا کہ ہم اپنے شہداء کو سنبھال لیں ہم نے وہاں جا کر انہیں نکالا کدال حضرت حمزہؓ کے پاؤں کو لگا تو اس میں سے خون بہنے لگا۔[2] حضرت عمرو بن دینار اور حضرت ابوزبیرؒ کہتے ہیں کہ کدال حضرت حمزہ کے پاؤں کو لگا تو اس میں سے خون بہنے لگا، حالانکہ ان کو دفن ہوئے چالیس سال ہو چکے تھے۔[3] شیخ سمہودی رحمۃ اللہ علیہ کی تحقیق یہ ہے کہ یہ واقعہ تین مرتبہ پیش آیا۔ ایک مرتبہ دفن کے چھ مہینے بعد دوسری مرتبہ چالیس سال بعد جب وہاں نہر چلائی گئی اور تیسری مرتبہ چھیالیس سال بعد جب برساتی نالہ کا پانی قبر میں داخل ہوا تھا اس کی وجہ یہ ہے کہ ہر واقعہ کے بارے میں متعدد روایات منقول ہیں اور یہ صحابہؓ کی کھلی کرامت ہے اور اسی وجہ سے یہ واقعہ بار بار پیش آیا۔[4]

صحابہ کرامؓ کی قبروں سے مشک کی خوشبو کا آنا

حضرت محمد بن شرحبیل رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں ایک آدمی نے حضرت سعد بن معاذ رضی اللہ عنہ کی قبر سے ایک مٹھی مٹی لی۔ جب اس نے مٹھی کھولی تو وہ مشک تھی اس پر حضور ﷺ نے خوش ہو کر

١۔ عند ابن سعد (ج ٣ ص ٥٦٢) ٢۔ اخرجه البيهقي كذافي البداية (ج ٤ ص ٤٣) ٣۔ عند ابي نعيم في الدلائل (ص ٢٠٧) ٤۔ قد حققه الشيخ السمهودي في وفاء الوفاء (ج ٢ ص ١١٦. ١١٧) واستحسنه شيخنا في الاوجز (ج ٤ ص ١١١)

فرمایا سبحان اللہ، سبحان اللہ اور خوشی کے آثار حضورؐ کے چہرے پر نظر آ رہے تھے۔[۱] ابن سعد میں دوسری روایت یہ ہے کہ حضرت محمد بن شرحبیل کہتے ہیں ایک آدمی نے حضرت سعد بن معاذؓ کی قبر سے مٹھی بھر مٹی لی اور مٹی لے کر چلا گیا پھر کچھ دیر بعد اس نے مٹھی کو دیکھا تو وہ مشک تھی۔ حضرت ابوسعید خدریؓ فرماتے ہیں میں بھی ان لوگوں میں تھا جنہوں نے بقیع میں حضرت سعدؓ کی قبر کھودی تھی ہم جب بھی مٹی کھودتے تو اس میں سے ہمیں مشک کی خوشبو آتی اور یہ خوشبو کا سلسلہ یونہی چلتا رہا یہاں تک کہ ہم لحد تک پہنچ گئے۔[۲]

مقتول صحابہؓ کا آسمان کی طرف اٹھایا جانا

حضرت عروہ رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں جب صحابہؓ غزوۂ بئر معونہ میں شہید ہو گئے اور حضرت عمرو بن امیہ ضمریؓ قید ہو گئے تو عامر بن طفیل نے ایک شہید صحابیؓ کی طرف اشارہ کر کے پوچھا کہ یہ کون ہے؟ حضرت عمرو بن امیہ نے کہا یہ حضرت عامر بن فہیرہؓ ہیں۔ عامر بن طفیل کہتا ہے میں نے ان کے شہید ہونے کے بعد دیکھا کہ ان کو آسمان کی طرف اٹھایا جا رہا ہے پھر میں نے آسمان کی طرف دیکھا تو آسمان ان کے اور زمین کے درمیان تھا پھر ان کی نعش کو واپس زمین پر رکھ دیا گیا پھر حضور ﷺ کے پاس ان شہید صحابہؓ کی خبر پہنچی تو آپ نے صحابہؓ کو ان کی شہادت کی خبر دی اور فرمایا تمہارے ساتھی شہید کر دیئے گئے ہیں اور انہوں نے اپنے رب سے یہ سوال کیا کہ اے ہمارے رب! ہمارے بھائیوں کو ہماری خبر کر دے اور یہ بھی بتا دے کہ ہم تجھ سے راضی ہیں اور تو ہم سے راضی ہے۔ اس طرح حضورؐ نے صحابہؓ کو ان کی خبر دی ان شہید ہونے والوں میں حضرت عروہ بن اسماء بن صلتؓ اور منذر بن عمروؓ بھی تھے تو نیک فال لینے کی نیت سے حضرت زبیر بن عوامؓ نے اپنے ایک بیٹے کا نام عروہ اور دوسرے کا نام منذر رکھا۔[۳] اور واقدی نے ذکر کیا کہ حضرت عامر بن فہیرہ کے قاتل جبار بن سلمی کلابی تھے وہ کہتے ہیں جب میں نے انہیں نیزہ مارا تو انہوں نے کہا رب کعبہ کی قسم! میں کامیاب ہو گیا میں نے بعد میں پوچھا کہ یہ خود قتل ہو رہے ہیں لیکن یہ کہہ رہے ہیں میں کامیاب ہو گیا تو اس کامیابی کا کیا مطلب؟ لوگوں نے کہا وہ کامیابی جنت کی ہے۔ میں نے کہا

---

[۱] اخرجه ابونعيم في المعرفة كذافي الكنز (ج ۷ ص ۴۱) وقال سنده صحيح واخرجه ابن سعد (ج ۳ ص ۴۳۱) عن محمد بن شرجيل بن حسنة نحوه الا انه لم يذكر المرفوع

[۲] اخرجه ابن سعد (ج ۳ ص ۴۳۱) ايضا عن ربيح بن عبدالرحمن بن ابى سعد الخدرى عن ابيه عن جده رضى الله عنه

[۳] اخرجه البخارى هكذا وقع فى رواية البخارى مرسلاعن عروة وقدرواه البيهقى عن هشام عن ابيه عن عائشة رضى الله عنها فساق من حديث الهجرة و ادرج فى آخره ماذكره البخارى ههنا وروى الواقدى عن ابى الاسود وعروة فذكر القصة وشان عامر بن فهيرة واخبار عامر بن طفيل انه رفع الى السماء

انہوں نے سچ کہا پھر اسی بات پر میں مسلمان ہوگیا۔

حضرت عروہ رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں بعد میں حضرت عامر بن فہیرہ رضی اللہ عنہ کا جسم وہاں کہیں نہ ملا صحابہؓ یہی سمجھتے ہیں کہ فرشتوں نے انہیں دفن کر دیا تھا۔[1] واقدی میں ہے کہ حضورؐ نے فرمایا فرشتوں نے ان کے جسم کو دفن کیا اور ان کو علیین میں جگہ دی گئی۔[2] حضرت عروہ رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں عامر بن طفیل نے شہید ہونے والے صحابہ میں سے ایک کے بارے میں کہا تھا کہ جب وہ قتل ہوگئے تو انہیں آسمان اور زمین کے درمیان میں اٹھالیا گیا یہاں تک کہ آسمان مجھے ان کے نیچے نظر آ رہا تھا لوگوں نے بتایا کہ وہ حضرت عامر بن فہیرہؓ تھے۔[3] حضرت زہری کہتے ہیں مجھے یہ بات پہنچی ہے کہ ان لوگوں نے حضرت عامر بن فہیرہؓ کے جسم کو بہت تلاش کیا لیکن انہیں کہیں نہ ملا، اس لئے لوگوں کو یقین ہے کہ فرشتوں نے انہیں دفن کر دیا۔[4]

مرنے کے بعد صحابہ کرامؓ کے جسم کی حفاظت

حضرت عمرو بن امیہؓ فرماتے ہیں نبی کریم ﷺ نے مجھے اکیلے کو جاسوس بنا کر قریش کی طرف بھیجا۔ میں حضرت خبیبؓ کی (اس) لکڑی کے پاس گیا (جس پر حضرت خبیبؓ کو سولی پر چڑھایا گیا تھا اور ان کا جسم ابھی تک اس پر لٹک رہا تھا) اور مجھے جاسوسوں کا بھی ڈر تھا کہ کہیں ان کو پتہ نہ لگ جائے، چنانچہ لکڑی پر چڑھ کر میں نے حضرت خبیبؓ کو کھولا جس سے وہ زمین پر گر گئے پھر میں (چھپنے کے لئے) تھوڑی دور ایک طرف کو چلا گیا پھر میں نے آ کر دیکھا تو حضرت خبیبؓ مجھے کہیں نظر نہ آئے اور ایسے لگا کہ جیسے زمین انہیں نگل گئی ہو اور اس وقت تک ان کا کوئی نشان نظر نہیں آیا۔[5] حضرت عمرو بن امیہؓ فرماتے ہیں حضور ﷺ نے مجھے اکیلے کو جاسوس بنا کر بھیجا تھا۔ میں حضرت خبیبؓ کی لکڑی کے پاس گیا پھر آگے پچھلی حدیث جیسا مضمون ذکر کیا۔[6]

حضرت ضحاکؒ فرماتے ہیں نبی کریم ﷺ نے حضرت مقداد اور حضرت زبیرؓ کو حضرت خبیبؓ کو سولی کی لکڑی سے نیچے اتارنے کے لئے بھیجا۔ وہ دونوں تنعیم پہنچے (جہاں مکہ سے باہر حضرت

۱۔ کذافی مغازی موسی بن عقبة کذافی البدایة (ج ۴ ص ۷۲) وقداخرج ابونعیم فی الدلائل (ص ۱۸۲) هذه القصة من طریق الواقدی عن عروة بطولها ۲۔ واخرجه ابن سعد (ج ۳ ص ۲۲۱) عن الواقدی نحوه بطوله ۳۔ اخرجه ابونعیم فی الحلیة (ج ۱ ص ۱۱۰) و اخرجه ایضاعن عروة عن عائشة نحو روایة البخاری الا انه لم یذکر من قوله ثم وضع الی آخره ۴۔ اخرجه ابو نعیم ایضا و اخرجه ابو نعیم فی الدلائل (ص ۱۸۶) عن عروة نحوه وابن سعد (ج ۳ ص ۲۳۱) عن عروة نحوه

۵۔ اخرجه احمد والطبرانی قال الهیثمی (ج ۵ ص ۳۲۱) وفیه ابراهیم بن اسماعیل بن مجمع وهو ضعیف. انتهی ۶۔ اخرجه البیهقی من طریق ابراهیم بن اسمعیل عن جعفر بن عمرو بن امیة عن ابیه کما فی البدایة (ج ۴ ص ۶۷) و اخرجه ابونعیم فی الدلائل (ص ۲۲۷) من طریق ابراهیم بن اسمعیل باسناده نحو روایة البیهقی و اخرجه ابن ابی شیبة عن عمرو بن امیة نحوه کما الاصابة (ج ۱ ص ۴۱۹)

خبیبؓ کو سولی دی گئی تھی) تو انہیں وہاں حضرت خبیبؓ کے ارد گرد چالیس آدمی نشہ میں بدمست ملے۔ ان دونوں نے حضرت خبیبؓ کو لکڑی سے اتارا پھر حضرت زبیرؓ نے ان کی نعش کو اپنے گھوڑے پر رکھ لیا۔ ان کا جسم بالکل تر و تازہ تھا اس میں کوئی تبدیلی نہیں آئی تھی پھر مشرکوں کو ان حضرات کا پتہ چل گیا انہوں نے ان حضرات کا پیچھا کیا جب مشرک ان کے پاس پہنچ گئے تو حضرت زبیرؓ نے (مجبور ہو کر) حضرت خبیبؓ کی نعش کو نیچے پھینک دیا جسے فوراً زمین نے نگل لیا اسی وجہ سے حضرت خبیبؓ کا نام بلیع الارض رکھا گیا (اس کا ترجمہ یہ ہے وہ آدمی جسے زمین نے نگل لیا تھا)۔[1]

حضرت انسؓ فرماتے ہیں میں نے اس امت میں ایسی تین باتیں پائی ہیں کہ وہ اگر بنی اسرائیل میں ہوتیں تو کوئی امت ان کا مقابلہ اور ان کی برابری نہ کر سکتی اس کے بعد حدیث کا کچھ حصہ ابھی گزرا ہے اس کے بعد یہ مضمون ہے کہ کچھ عرصہ ہی گزرا تھا کہ حضرت ابن حضرمیؓ کا انتقال ہو گیا اور ہم نے غسل دے کر ان کا جنازہ تیار کر دیا پھر قبر کھود کر انہیں دفن کر دیا۔ دفن کے بعد ایک آدمی آیا اور اس نے پوچھا یہ کون ہیں؟ ہم نے کہا یہ اس زمانہ کے انسانوں میں سب سے بہترین ہیں یہ حضرت ابن حضرمیؓ ہیں۔ اس نے کہا یہ زمین مردوں کو باہر پھینک دیتی ہے۔ اگر آپ لوگ ان کو ایک دو میل دور لے جا کر دفن کر دو تو اچھا ہے کیونکہ وہاں کی زمین مردوں کو قبول کر لیتی ہے ہم نے کہا ہمارے اس ساتھی کے لئے ان کے احسانات اور نیکی کا یہ بدلہ تو مناسب نہیں ہے کہ ہم انہیں یہاں دفن رہنے دیں۔ اس طرح تو ان کی نعش باہر آ جائے گی اور انہیں درندے کھا جائیں گے چنانچہ ہم سب نے اس پر اتفاق کیا کہ قبر کھود کر انہیں نکالا جائے اور دوسری جگہ دفن کیا جائے۔ ہم نے قبر کھودنی شروع کر دی۔ جب ہم لحد پر پہنچے تو ہم دیکھ کر حیران رہ گئے کیونکہ لحد میں ان کی نعش موجود نہیں تھی اور اس میں تا حدِ نگاہ نور چمک رہا تھا ہم نے لحد پر دوبارہ مٹی ڈال دی اور وہاں سے چل دیئے۔[2] حضرت ابو ہریرہؓ نے بھی اس واقعہ کو بیان کیا ہے اس میں یہ مضمون ہے کہ حضرت ابن حضرمیؓ کو ہم لوگوں نے ریت میں دفن کر دیا۔ وہاں سے کچھ دور ہی ہم گئے تھے تو ہم نے کہا کوئی درندہ آ کر انہیں کھا جائے گا ہم نے واپس آ کر انہیں قبر میں دیکھا تو وہ ہمیں وہاں نظر نہ آئے۔[3] حضرت ابو ہریرہؓ فرماتے ہیں ہم نے ان کے لئے تلواروں سے قبر کھودی لیکن لحد نہ بنائی اور انہیں دفن کر کے آگے چل دیئے حضور ﷺ کے ایک صحابیؓ نے کہا ہم نے ان کو دفن تو کر دیا ہے لیکن قبر میں ان کے لئے لحد نہیں بنائی یہ ہم نے اچھا نہیں کیا۔ اس پر ہم لحد بنانے کے لئے

۱۔ ذکرہ ابو یوسف فی کتاب اللطائف کذافی الاصابۃ (ج ۱ ص ۴۱۹)

۲۔ اخرجہ البیھقی کذافی البدایۃ (ج ۶ ص ۱۵۵) وھذا اسناد رجالہ ثقات ولکن فیہ انقطاع کما فی البدایۃ (ج ۶ ص ۲۹۲) ۳۔ عند الطبرانی فی الثلاثۃ قال الھیثمی (ج ۹ ص ۳۷۶) وفیہ ابراھیم بن معمر الھروی ولم اعرفہ وبقیۃ رجالہ ثقات۔ انتھی

واپس آئے تو ہمیں ان کی قبر کی جگہ ہی نہ ملی۔ ۱

حضرت ابو ہریرہؓ فرماتے ہیں حضور ﷺ نے ایک لشکر بھیجا اور ان پر حضرت عاصم بن ثابت بن ابی الافلحؓ کو امیر بنایا پھر آگے حضرت خبیب بن عدیؓ کا لمبا قصہ ذکر کیا ہے اور اس کے بعد یہ ہے کہ حضرت عاصمؓ نے کہا میں کسی مشرک کے عہد میں آنا نہیں چاہتا (آخر شہید ہو گئے) انہوں نے اللہ سے یہ عہد کیا تھا کہ یہ کسی مشرک کو ہاتھ نہیں لگائیں گے اور نہ کوئی مشرک انہیں ہاتھ لگا سکے۔ حضرت عاصمؓ نے جنگِ بدر کے دن قریش کے ایک بڑے سردار کو قتل کیا تھا، اس لئے قریش نے ایک جماعت بھیجی جو ان کے جسم کا کچھ حصہ کاٹ کر لائے تو اللہ تعالیٰ نے شہد کی مکھیوں کا یا بھڑوں کا ایک غول بھیج دیا جس نے ان کے بدن کو چاروں طرف سے گھیر کر انہیں کافروں سے بچا لیا اسی وجہ سے انہیں حمی الدبر کہا جاتا تھا (اس کا ترجمہ ہے وہ آدمی جسے شہد کی مکھیوں یا بھڑوں نے دشمن سے بچایا)۔ ۲ حضرت عروہؓ اسی قصہ میں یہ ذکر کرتے ہیں کہ مشرکوں نے اس بات کا ارادہ کیا کہ ان کا سر کاٹ کر مشرکین مکہ کے پاس بھیج دیں لیکن اللہ تعالیٰ نے شہد کی مکھیاں یا بھڑیں بھیج دیں جنہوں نے انہیں ہر طرف سے گھیر لیا وہ مشرکوں کے چہروں پر اڑتی تھیں اور انہیں کاٹتی تھیں اس طرح انہوں نے مشرکوں کو حضرت عاصمؓ کا سر کاٹنے نہ دیا۔ ۳

درندوں کا صحابہ کرامؓ کے تابع ہونا اور ان سے باتیں کرنا

حضرت حمزہ بن ابی اسید رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں حضور ﷺ ایک انصاری کے جنازے کے لئے بقیع تشریف لے گئے راستہ میں ایک بھیڑیا اپنے بازو پھیلائے ہوئے بیٹھا تھا حضورؐ نے فرمایا یہ تمہاری بکریوں میں سے اپنا حصہ مقرر کروانے آیا ہے لہٰذا اس کا حصہ مقرر کر دو۔ صحابہؓ نے عرض کیا جو آپ کی رائے ہو یا رسول اللہ! آپؐ نے فرمایا ہر چرنے والے ریوڑ میں سے ہر سال ایک بکری (اسے دے دیا کرو) صحابہؓ نے عرض کیا یہ تو زیادہ ہے۔ حضورؐ نے اشارہ کر کے بھیڑیے سے کہا تم چپکے سے جھپٹا مار کر لے جایا کرو۔ پھر وہ بھیڑیا چلا گیا۔ ۴ حضرت مطلب بن عبداللہ بن حنطب رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں حضور ﷺ مدینے میں تھے ایک بھیڑیا آ کر آپ کے سامنے کھڑا ہو گیا۔ حضورؐ نے فرمایا یہ درندوں کی طرف سے نمائندہ بن کر آیا ہے اگر تم چاہو تو اس کے لئے کچھ حصہ مقرر کر دو یہ اسے لے گا اور اس سے زیادہ لینے کی کوشش نہیں کرے گا اور اگر چاہو تو اسے اس کے حال پر چھوڑ دو اور اپنے جانور اس سے بچانے کی کوشش کرو اور یہ داؤ لگا کر تمہارے جانور جتنے

۱۔ ذکرہ ابن سعد (ج ۴ ص ۳۶۳) و اخرجہ ابو نعیم فی الدلائل (ص ۲۰۸) عن ابی ہریرۃ نحو روایۃ الطبرانی ۲۔ اخرجہ الشیخان کذافی الاصابۃ (ج ۲ ص ۲۴۵)
۳۔ عند ابی نعیم فی الدلائل (ص ۱۸۳) ۴۔ اخرجہ البیہقی

لے گیا وہ اس کا حصہ۔ صحابہؓ نے کہا یا رسول اللہ! ہمارا دل تو نہیں چاہتا کہ ہم اسے کچھ اپنے ہاتھ سے خود دیں۔ حضورؐ نے تین انگلیوں سے اشارہ کر کے بھیڑیے سے کہا تم جھپٹا مار کر لے جایا کرو، چنانچہ وہ بھیڑیا آواز نکالتا ہوا واپس چلا گیا۔[1]

قبیلہ جہینہ کے ایک صاحب کہتے ہیں جب حضور ﷺ نماز پڑھ چکے تو سو کے قریب بھیڑیے بھیڑیوں کے نمائندے بن کر آئے اور آ کر بیٹھ گئے حضورؐ نے فرمایا یہ بھیڑیوں کا وفد آپ لوگوں کے پاس آیا ہے یہ چاہتے ہیں کہ آپ لوگ اپنے جانوروں میں سے ان کا حصہ مقرر کر کے انہیں دے دیا کریں اور باقی جانوروں کے بارے میں آپ لوگ بالکل بے فکر اور بے خوف ہو کر رہا کریں۔ صحابہؓ نے حضورؐ سے فقر و فاقہ اور تنگی کی شکایت کی۔ حضورؐ نے فرمایا انہیں واپس بھیج دو (اور بتا دو کہ آپ لوگ ان کی تجویز پر عمل نہیں کر سکتے)۔ چنانچہ وہ بھیڑیے آوازیں نکالتے ہوئے مدینہ سے چلے گئے۔[2]

حضور ﷺ کے آزاد کردہ غلام حضرت سفینہؓ فرماتے ہیں میں سمندر میں سفر کر رہا تھا جس کشتی میں میں تھا وہ ٹوٹ گئی۔ میں اس کے ایک تختہ پر بیٹھ گیا۔ اس تختہ نے مجھے ایسے گھنے جنگل میں لا پھینکا جس میں شیر تھے ایک شیر مجھے کھانے کے لئے آیا۔ میں نے کہا اے ابوالحارث! (یہ شیر کی کنیت ہے) میں حضور ﷺ کا غلام ہوں۔ اس پر اس نے اپنا سر جھکا دیا اور آگے بڑھ کر مجھے کندھا مارا (اور میرے آگے آگے چل پڑا)، یہاں تک کہ مجھے جنگل سے باہر لا کر راستہ پر ڈال دیا پھر آہستہ سے آواز نکالی جس سے میں سمجھا کہ یہ مجھے رخصت کر رہا ہے یہ میری اس شیر سے آخری ملاقات تھی۔[3]

حضرت سفینہؓ فرماتے ہیں میں سمندر میں سفر کر رہا تھا ہماری کشتی ٹوٹ گئی (ہم ایک جنگل میں پہنچ گئے) ہمیں آگے راستہ نہیں مل رہا تھا وہاں ایک شیر ایکدم ہمارے سامنے آیا جسے دیکھ کر میرے ساتھی پیچھے ہٹ گئے میں نے شیر کے قریب جا کر کہا میں حضور ﷺ کا صحابی سفینہ ہوں ہم راستے سے بھٹک گئے ہیں (ہمیں راستہ بتاؤ) وہ میرے آگے چل پڑا اور چلتے چلتے ہمیں راستے پر لا کھڑا کیا پھر اس نے مجھے ذرا دھکا دیا گویا کہ وہ مجھے راستہ دکھا رہا تھا پھر ایک طرف کو ہٹ گیا میں سمجھ گیا کہ یہ اب ہمیں رخصت کر رہا ہے۔[4]

---

[1] رواہ الواقدی عن رجل سماہ [2] عند ابی نعیم و اخرجہ البیھقی و البزار عن ابی ہریرۃ رضی اللہ عنہ مختصرا کذافی البدایۃ (ج ٦ ص ١٤٦) [3] اخرجہ الحاکم (ج ٣ ص ٦٠٢) عن محمد بن المنکدر قال الحاکم ھذا حدیث صحیح علی شرط مسلم ولم یخرجاہ و وافقہ الذھبی و اخرجہ البخاری فی التاریخ الکبیر (ق ١ ج ٢ ص ١٧٩) عن ابن المنکدر قال سمعت سفینۃ . فذکر نحوہ و ھکذا اخرجہ ابونعیم فی الحلیۃ (ج ١ ص ٣٦٩) والدلائل (ص ٢١٢) عن ابن المنکدر عن سفینۃ و اخرجہ ابن مندہ کما فی البدایۃ (ج ٥ ص ٣١٩) والطبرانی کما فی المجمع (ج ٩ ص ٣٦٦) عن سفینہ نحوہ
[4] عند البزار قال الھیثمی (ج ٩ ص ٣٦٧) رجالھما ای البزار والطبرانی وثقوا

حضرت ابن منکدر رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں حضور ﷺ کے آزاد کردہ غلام حضرت سفینہؓ ملک روم میں اپنے لشکر سے بچھڑ گئے یا ان کو وہاں رومیوں نے قید کرلیا تھا یہ کسی طرح قید سے بھاگ نکلے اور اپنا لشکر تلاش کررہے تھے تو وہ اچانک ایک شیر کے پاس پہنچے۔ انہوں نے کہا اے ابوالحارث! میں حضور ﷺ کا غلام ہوں اور میرے ساتھ ایسے اور ایسے ہوا (انہوں نے لشکر سے بچھڑنے اور قید سے بھاگنے کا سارا واقعہ تفصیل سے اسے سنایا) وہ شیر دم ہلاتا ہوا آگے آکر ان کے پاس کھڑا ہوگیا (اور اس طرح اس نے اپنے تعلق اور فرمانبرداری کا اظہار کیا پھر آگے آگے چل پڑا) اور راستہ میں جب کسی جانور کی آواز کسی طرف سے سنتا تو دوڑ کر اس کی طرف جاتا اور اسے بھگا دیتا پھر ان کے پاس ان کے پہلو میں آجاتا۔ سارے راستہ میں وہ ایسے ہی کرتا رہا یہاں تک کہ اس نے انہیں ان کے لشکر تک پہنچادیا اور پھر واپس چلا گیا۔[1]

حضرت وہب بن ابان قریشی رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں ایک مرتبہ حضرت ابن عمرؓ ایک سفر میں گئے۔ وہ چلے جارہے تھے کہ راستہ میں ایک جگہ انہیں کچھ لوگ کھڑے ہوئے ملے انہوں نے پوچھا کیا بات ہے؟ یہ لوگ کیوں کھڑے ہیں؟ لوگوں نے بتایا آگے راستہ پر ایک شیر ہے جس سے یہ خوفزدہ ہیں۔ حضرت ابن عمرؓ اپنی سواری سے نیچے اترے اور چل کر اس شیر کے پاس گئے اور اس کے کان کو پکڑ کر مروڑا اور اس کی گردن پر تھپڑ مار کر اسے راستہ سے ہٹا دیا پھر (واپس آتے ہوئے آپ نے فرمایا) حضور ﷺ نے تمہیں غلط بات نہیں فرمائی میں نے حضور ﷺ کو فرماتے ہوئے سنا ابنِ آدم پر وہی چیز مسلط ہوتی ہے جس سے ابنِ آدم ڈرتا ہے اگر ابنِ آدم اللہ کے سوا کسی اور چیز سے نہ ڈرے تو اس پر اللہ کے علاوہ اور کوئی چیز مسلط نہ ہو ابنِ آدم اسی چیز کے حوالے کردیا جاتا ہے جس چیز سے اسے نفع یا نقصان ملنے کا یقین ہوتا ہے۔ اگر ابن آدم اللہ کے علاوہ کسی اور چیز سے نفع یا نقصان کا یقین نہ رکھے تو اللہ اسے کسی اور چیز کے بالکل حوالہ نہ کرے۔[2]

حضرت عوف بن مالکؓ فرماتے ہیں میں اریحا مقام کے ایک گرجا گھر میں دوپہر کو سو رہا تھا اب تو یہ مسجد بن چکا ہے اور اس میں نماز پڑھی جاتی ہے جب میری آنکھ کھلی تو میں نے دیکھا کہ کمرہ میں ایک شیر ہے جو میری طرف آرہا ہے۔ میں گھبرا کر اپنے ہتھیاروں کی طرف اٹھا شیر نے مجھ سے کہا ٹھہر جاؤ مجھے ایک پیغام دے کر تمہارے پاس بھیجا گیا ہے تاکہ تم اسے آگے پہنچادو میں نے کہا تمہیں کس نے بھیجا ہے؟ اس نے کہا مجھے اللہ نے آپ کے پاس اس لئے بھیجا ہے تاکہ آپ بہت سفر کرنے والے معاویہ کو یہ بتادیں کہ وہ جنت والوں میں سے ہیں میں نے کہا یہ

۱۔ اخرجه البيهقي كذافي البداية (ج ٦ ص ١٤٧)

۲۔ اخرجه ابن عساكر و اخرجه ابن عساكر عن نافع مختصرا نحوه كما في الكنز (ج ٧ ص ٥٩)

معاویہؓ کونسے ہیں؟ اس نے کہا حضرت ابوسفیانؓ کے بیٹے (رضی اللہ عنہ)۔ ل

حضرت ابوسعید خدریؓ فرماتے ہیں ایک بھیڑیے نے ایک بکری پر حملہ کر کے اسے پکڑ لیا بکری کا چرواہا بھیڑیے کے پیچھے بھاگا اور اس نے زور لگا کر بھیڑیے سے بکری کو چھڑوا لیا تو بھیڑیا اپنی دم پر بیٹھ کر کہنے لگا کیا تم اللہ سے نہیں ڈرتے جو روزی اللہ نے مجھے پہنچائی وہ تم مجھ سے چھینتے ہو۔ اس چرواہے نے کہا کیا عجیب بات ہے کہ بھیڑیا مجھ سے انسانوں کی طرح بات کر رہا ہے۔ بھیڑیے نے کہا کیا میں تمہیں اس سے زیادہ عجیب بات نہ بتاؤں یثرب میں حضرت محمد ﷺ گزشتہ زمانے کی خبریں لوگوں کو بتا رہے ہیں۔ یہ سنتے ہی وہ چرواہا اپنی بکریاں ہانک کر مدینہ پہنچ گیا اور بکریوں کو مدینہ کے ایک کونے میں ایک جگہ اکٹھا کر کے حضورؐ کی خدمت میں حاضر ہوا اور آپ کو سارا قصہ سنایا۔ حضورؐ کے فرمانے پر مدینہ میں اعلان کیا گیا کہ آج سب (مسجد نبویؐ میں) نماز اکٹھے پڑھیں (اپنی مسجدوں میں نہ پڑھیں) جب لوگ جمع ہو گئے تو آپؐ نے باہر آ کر اس چرواہے سے فرمایا انہیں وہ واقعہ سناؤ۔ اس نے تمام لوگوں کے سامنے وہ واقعہ بیان کیا۔ حضورؐ نے فرمایا اس نے سچ کہا ہے اس ذات کی قسم جس کے قبضے میں محمد کی جان ہے! اس وقت تک قیامت قائم نہ ہوگی جب تک درندے انسانوں سے باتیں نہ کرنے لگیں اور آدمی سے اس کے کوڑے کا سرا اور اس کی جوتی کا تسمہ بات نہ کرنے لگے اس کے گھر والوں نے اس کے بعد جو گڑ بڑ کی ہے وہ اسے اس کی ران نہ بتائے۔ ۲ قاضی عیاض نے ذکر کیا ہے کہ بھیڑیے سے حضرت اہبان بن اوسؓ نے بات کی تھی، اس لئے انہیں بھیڑیے سے بات کرنے والا کہہ کر پکارا جاتا تھا اور ابن واہب نے روایت کی ہے کہ بھیڑیئے سے بات کرنے کا واقعہ حضرت ابوسفیان بن حرب اور حضرت صفوان بن امیہؓ کے ساتھ بھی پیش آیا تھا انہوں نے دیکھا کہ ایک بھیڑیا ایک ہرن کو پکڑنے کی کوشش کر رہا ہے اتنے میں ہرن حرم میں داخل ہو گیا تو وہ بھیڑیا واپس جانے لگا۔ اس سے ان دونوں کو تعجب ہوا اس پر اس بھیڑیئے نے کہا اس سے زیادہ عجیب بات یہ ہے کہ حضرت محمد بن عبداللہ (ﷺ) مدینہ میں تمہیں جنت کی دعوت دے رہے ہیں اور تم انہیں جہنم کی آگ کی طرف دعوت دے رہے ہو۔ (یہ دونوں حضرات اس وقت تک اسلام میں داخل نہیں ہوئے تھے، اس لئے

ا۔ اخرجه الطبرانی قال الهیثمی (ج ۹ ص ۳۵۷) و فیه ابوبکر بن ابی مریم وقد اختلط. انتهی.

۲۔ اخرجه احمد (ج ۳ ص ۸۳) وهذا اسناد صحیح علی شرط الصحیح وقد صححه البیهقی ولم یروه الاالترمذی من قوله والذی نفسی بیده الی آخر ثم قال هذا حدیث حسن غریب صحیح کذافی البدایة (ج ۶ ص ۱۴۳) وللحدیث طریق اخری عند احمد والبیهقی والحاکم و ابی نعیم و اخرجه احمد عن ابی هریرة رضی اللّٰه عنه وابو نعیم عن انس رضی اللّٰه عنه والبیهقی عن ابن عمر رضی اللّٰه عنهما کمابسط ابن کثیر فی البدایة (ج ۶ ص ۱۴۳ و ۱۴۵) وقد تکلم القاضی عیاض علی حدیث الذئب فذکر عن ابی هریرة و ابی سعید و عن اهبان بن اوس رضی اللّٰه عنهم

حضرت صفوانؓ سے) حضرت ابوسفیانؓ نے کہا لات وعزیٰ کی قسم! اگر تم نے مکہ میں اس بات کا تذکرہ کر دیا تو سارے مکہ والے مکہ چھوڑ دیں گے (اور مدینہ چلے جائیں گے)۔[1]

صحابہ کرامؓ کے لئے دریاؤں اور سمندروں کا مسخر ہونا

حضرت قیس بن حجاج اپنے استاد سے نقل کرتے ہیں کہ حضرت عمرو بن عاصؓ نے جب مصر فتح کر لیا تو عجمی مہینوں میں سے بونہ مہینے کے شروع ہونے پر مصر والے ان کے پاس آئے اور کہا امیر صاحب! ہمارے اس دریائے نیل کی ایک عادت ہے جس کے بغیر یہ چلتا نہیں۔ حضرت عمروؓ نے اُن سے پوچھا وہ عادت کیا ہے؟ انہوں نے کہا جب اس مہینے کی بارہ راتیں گزر جاتی ہیں تو ہم ایسی کنواری لڑکی تلاش کرتے ہیں جو اپنے والدین کی اکلوتی لڑکی ہوتی ہے، اس کے والدین کو راضی کرتے ہیں اور اسے سب سے اچھے کپڑے اور زیور پہنا کر دریائے نیل میں ڈال دیتے ہیں۔ حضرت عمروؓ نے کہا یہ کام اسلام میں تو ہو نہیں سکتا کیونکہ اسلام اپنے سے پہلے کے تمام (غلط) طریقے ختم کر دیتا ہے، چنانچہ مصر والے بونہ، ابیب اور مسری تین مہینے ٹھہرے رہے اور آہستہ آہستہ دریائے نیل کا پانی ختم ہو گیا۔ یہ دیکھ کر مصر والوں نے مصر چھوڑ کر کہیں اور چلے جانے کا ارادہ کر لیا۔ جب حضرت عمرو نے یہ دیکھا تو انہوں نے اس بارے میں حضرت عمر بن خطابؓ کو خط لکھا حضرت عمرؓ نے جواب میں لکھا آپ نے بالکل ٹھیک کیا بیشک اسلام اپنے سے پہلے کے تمام غلط طریقے ختم کر دیتا ہے میں آپ کو ایک پرچہ بھیج رہا ہوں جب آپ کو میرا خط ملے تو آپ میرا وہ پرچہ دریائے نیل میں ڈال دیں۔ جب خط حضرت عمروؓ کے پاس پہنچا تو انہوں نے وہ پرچہ کھولا اس میں یہ لکھا ہوا تھا "اللہ کے بندے امیر المومنین عمرؓ کی طرف سے مصر کے دریائے نیل کے نام۔ اما بعد! اگر تم اپنے پاس سے چلتے ہو تو مت چلو اور اگر تمہیں اللہ واحد قہار چلاتے ہیں تو ہم اللہ واحد قہار سے سوال کرتے ہیں کہ وہ تجھے چلا دے۔" چنانچہ حضرت عمروؓ نے صلیب کے دن سے ایک دن پہلے یہ پرچہ دریائے نیل میں ڈالا ادھر مصر والے مصر سے جانے کی تیاری کر چکے تھے کیونکہ ان کی ساری معیشت اور زراعت کا انحصار دریائے نیل کے پانی پر تھا۔ صلیب کے دن صبح لوگوں نے دیکھا کہ دریائے نیل میں سولہ ہاتھ پانی چل رہا ہے اس طرح اللہ تعالیٰ نے مصر والوں کی اس بری رسم کو ختم کر دیا۔[2] (اس دن سے لے کر آج تک دریائے نیل مسلسل چل رہا ہے)۔

قبیلہ بنو سعد کے غلام حضرت عروہ اعمیٰ کہتے ہیں حضرت ابو ریحانہؓ ایک مرتبہ سمندر کا سفر

۱۔ کذافی البدایة (ج ۶ ص ۱۴۶) ۲۔ اخرجه ابن عبدالحکیم فی فتوح مصر و ابوشیخ فی العظمة و ابن عساکر کذافی المنتخب الکنز (ج ۴ ص ۳۸۰) و اخرجه الحافظ ابوالقاسم اللالکائی الطبری فی کتاب السنة عن قیس بن الحجاج نحوه کما فی التفسیر لا بن کثیر (ج ۳ ص ۴۶۴)

کرر ہے تھے وہ اپنی کچھ کاپیاں سی رہے تھے اچانک ان کی سوئی سمندر میں گرگئی انہوں نے اسی وقت یوں دعا مانگی اے میرے رب! میں تجھے قسم دیتا ہوں کہ تو میری سوئی ضرور واپس کر دے، چنانچہ اسی وقت وہ سوئی (سطح سمندر پر) ظاہر ہوئی اور حضرت ابو ریحانہ نے وہ سوئی پکڑ لی۔[1]

حضرت ابو ہریرہؓ فرماتے ہیں جب نبی کریم ﷺ نے حضرت علاء بن الحضرمیؓ کو بحرین کی طرف بھیجا تو میں بھی ان کے پیچھے ہولیا میں نے ان کی تین باتیں دیکھیں مجھے یہ پتہ نہیں چلا کہ ان میں سب سے زیادہ عجیب بات کونسی ہے۔ ایک بات تو یہ ہے جب ہم سمندر کے کنارے پر پہنچے تو انہوں نے کہا بسم اللہ پڑھ کر سمندر میں گھس جاؤ۔ چنانچہ ہم بسم اللہ پڑھ کر (بغیر کشتیوں کے) سمندر میں گھس گئے اور ہم نے (اپنے جانوروں پر سوار ہوکر) سمندر پار کرلیا اور ہمارے اونٹوں کے پاؤں بھی گیلے نہیں ہوئے۔ دوسری بات یہ ہے کہ وہاں سے جب ہم واپس آرہے تھے تو ایک وسیع بیابان میں ہمارا گزر ہوا۔ ہمارے پاس پانی بالکل نہیں تھا۔ ہم نے ان سے شکایت کی انہوں نے دو رکعت نماز پڑھ کر دعا مانگی تو ایک دم آسمان پر ڈھال کی طرح کا بادل آیا اور خوب برسا اور اس نے اپنے سارے دہانے کھول دیئے۔ ہم نے خود بھی پانی پیا اور اپنے جانوروں کو بھی پلایا تیسری بات یہ ہے کہ ان کا انتقال ہوگیا۔ ہم نے ان کو ریت میں دفن کر دیا۔ ابھی ہم وہاں سے تھوڑا سا آگے گئے تھے کہ ہمیں خیال آیا کہ اس علاقہ کی زمین پکی نہیں ہے۔ ریتلا علاقہ ہے کوئی درندہ آکر ان کی قبر کھود کر انہیں کھا جائے گا اس خیال سے ہم واپس آئے تو قبر تو ان کی صحیح سالم تھی لیکن جب ہم نے ان کی قبر کھودی تو ہمیں ان کی نعش قبر میں نظر نہ آئی۔[2] ابو نعیم کی روایت میں یہ بھی ہے کہ جب (ہم سمندر پار کر کے جزیرہ میں پہنچ گئے اور) ہمیں کسریٰ کی طرف سے مقرر کردہ گورنر ابن مکعبر نے یوں جانوروں پر آتے دیکھا تو اس نے کہا نہیں اللہ کی قسم! نہیں۔ ہم ان کا مقابلہ نہیں کر سکتے پھر کشتی میں بیٹھ کر ایران چلا گیا۔[3]

حضرت انسؓ فرماتے ہیں میں نے اس امت میں تین باتیں پائی ہیں پھر اس کے بعد لمبی حدیث ذکر کی ہے۔ اس میں یہ مضمون بھی ہے کہ پھر حضرت عمر بن خطابؓ نے ایک لشکر تیار کیا اور حضرت علاء بن حضرمیؓ کو ان کا امیر بنایا۔ میں بھی اس غزوہ میں گیا تھا۔ جب ہم غزوہ کی جگہ پہنچے تو ہم نے دیکھا کہ دشمن کو ہمارا پتہ چل گیا تھا اور وہ پانی کے تمام نشان مٹا کر وہاں سے جا چکا تھا۔ گرمی پڑ رہی تھی اور پیاس کے مارے ہمارا اور ہمارے جانوروں کا برا حال ہوگیا تھا اور جمعہ کا دن تھا جب

١۔ اخرجه ابراهيم بن الجنيد في كتاب الاولياء كذافي الاصابة (ج ٢ ص ١٥٧)

٢۔ اخرجه ابونعيم في الدلائل (ص ٢٠٨) و اخرجه ابونعيم ايضا في الحلية (ج ١ ص ٨) عن ابي هريرة نحوه مقتصرا على قصة البحر ٣۔ و اخرجه الطبراني في الثلاثة عن ابي هريرة نحوه قال الهيثمي (ج ٩ ص ٣٧٦) وفيه ابراهيم بن معمر الهروي ولم اعرفه وبقية رجاله ثقات.

سورج غروب ہونے لگا تو حضرت علاءؓ نے ہمیں دو رکعت نماز پڑھائی پھر انہوں نے آسمان کی طرف ہاتھ اٹھائے اور ہمیں آسمان میں بادل کا کہیں نام ونشان نظر نہیں آ رہا تھا اللہ کی قسم! حضرت علاءؓ نے ابھی ہاتھ نیچے نہیں کئے تھے کہ اللہ تعالیٰ نے ہوا بھیج دی اور ایک بادل ظاہر کر دیا اور وہ بادل اتنے زور سے برسا کہ سارے نالے تالاب اور وادیاں پانی سے بھر گئیں اور ہم نے خود پانی پیا اور اپنے جانوروں کو بھی پلایا اور اپنے مشکیزوں اور برتنوں کو بھر لیا پھر ہم اپنے دشمن کے پاس پہنچے وہ لوگ اپنی جگہ چھوڑ کر خلیج پار کر کے سمندر میں ایک جزیرے میں جا چکے تھے اس خلیج کے کنارے کھڑے ہو کر حضرت علاءؓ نے ان الفاظ سے اللہ کو پکارا یا علی! یا عظیم! یا حلیم! یا کریم! پھر ہم سے کہا اللہ کا نام لے کر اس سمندر کو پار کرو، چنانچہ ہم وہ سمندر پار کرنے لگے ہمارے جانوروں کے کھر بھی گیلے نہیں ہو رہے تھے تھوڑی ہی دیر میں ہم نے دشمن کو جا لیا۔ ہم نے انہیں قتل بھی کیا اور گرفتار بھی کیا اور انہیں غلام بھی بنایا اس کے بعد ہم پھر اسی خلیج کے کنارے پر آئے اور حضرت علاءؓ نے اللہ کو پھر انہی ناموں سے پکارا اور ہم پھر اس خلیج کو اس طرح پار کرنے لگے کہ ہمارے جانوروں کے کھر گیلے نہیں ہو رہے تھے آ گئے اور حدیث بھی ذکر کی۔[1]

حضرت سہم بن منجاب رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں ہم حضرت علاء بن حضرمیؓ کے ساتھ غزوے میں گئے پھر سارا واقعہ ذکر کیا اور دعا میں یہ الفاظ ذکر کئے یا علیم! یا حلیم! یا علی! یا عظیم! ہم تیرے بندے ہیں اور تیرے راستہ میں اور تیرے دشمن سے لڑنے کے ارادے سے نکلے ہیں ہمیں ایسی بارش عطا کر جس سے ہمارے پینے اور وضو کے پانی کا انتظام ہو جائے اور جب ہم اسے چھوڑ کر جائیں تو ہمارے علاوہ اور کسی کا اس میں حصہ نہ ہو اور سمندر کی دعا میں یہ الفاظ ہیں اور ہمارے لئے اپنے دشمن تک پہنچنے کا راستہ بنا دے۔[2] ابو نعیم کی روایت میں ہے کہ حضرت علاءؓ ہمیں لے کر سمندر میں گھس گئے جب ہم اندر گئے تو پانی ہماری سواریوں کے نمدوں تک بھی نہیں پہنچا اور ہم دشمن تک پہنچ گئے اور ابن جریر نے اپنی تاریخ میں اور ابن کثیر نے البدایہ میں یہ قصہ یوں بیان کیا ہے کہ حضرت ابو بکرؓ نے حضرت علاء بن حضرمیؓ کو بحرین کے مرتدین سے لڑنے کے لئے بھیجا اور اس میں یہ قصہ بھی ذکر کیا کہ جن اونٹوں پر لشکر کا زادِ سفر اور خیمے اور پینے کا پانی لدا ہوا تھا وہ سارے اونٹ سامان سمیت بھاگ گئے تھے اور پھر خود ہی سامان سمیت آ گئے تھے اور یہ قصہ بھی ذکر کیا کہ اللہ تعالیٰ نے مسلمانوں کے پڑاؤ کی جگہ کے ساتھ ہی صاف وشفاف خالص پانی کا حوض پیدا فرما دیا اور یہ بھی ذکر کیا کہ ان حضرات نے مرتدین سے جنگ

---

[1] اخرجه البیهقی و ذکر البخاری فی تاریخ لهذه القصة اسناد آخر [2] قد اسنده ابن ابی الدنیا کذافی البدایة (ج ٦ ص ١٥٥) واخرجه ابونعیم فی الحلیة (ج ١ ص ٧) عن سهم بن منجاب نحو روایة ابن ابی الدنیا مقتصرا علی قصة البحر

کی ہے۔[1] ابن کثیر نے یہ قصہ یوں ذکر کیا ہے کہ حضرت علاءؓ نے مسلمانوں سے کہا آؤ (بحرین جزیرے کے علاقے) دارین چلتے ہیں تاکہ وہاں جاکر دشمن سے جنگ کریں اس پر سارے مسلمان فوراً تیار ہوگئے وہ ان مسلمانوں کو لے کر چل پڑے یہاں تک کہ ساحل سمندر پر پہنچ گئے پہلے تو ان کا خیال ہوا کہ کشتیوں کے ذریعے دارین کا سفر کرلیں لیکن پھر یہ سوچا کہ سفر کافی لمبا ہے کشتیوں میں جاتے جاتے دیر لگ جائے گی اتنے میں اللہ کے دشمن وہاں سے آگے چلے جائیں گے اور پھر یہ دعا پڑھتے ہوئے اپنے گھوڑے کو لے کر سمندر میں گھس گئے یا ارحم الراحمین! یا حکیم! یا کریم! یا احد! یا صمد! یا حی! یا محی! یا قیوم! یا ذالجلال والاکرام! لا الٰہ الا انت یا ربنا! اور لشکر کو بھی حکم دیا کہ وہ یہ دعا پڑھتے ہوئے سمندر میں گھس جائیں، چنانچہ انہوں نے بھی ایسا کیا اور اس طرح اللہ کے حکم سے ان سب کو لے کر حضرت علاءؓ خلیج کو پار کر گئے وہ سمندر میں نرم ریت جیسی جگہ پر چل رہے تھے جس پر اتنا کم پانی تھا کہ اونٹوں کے پاؤں بھی نہیں ڈوبے تھے اور وہ پانی گھوڑوں کے گھٹنوں تک بھی نہیں پہنچ رہا تھا۔ یہ سفر کشتی میں ایک رات ایک دن میں طے ہوتا تھا لیکن حضرت علاءؓ نے سمندر پار کیا اور جزیرہ کے ساحل پر پہنچ گئے

وہاں جاکر دشمن سے
جنگ کی اور ان پر غلبہ حاصل کیا اور ان کا مال غنیمت سمیٹا اور پھر اپنی پہلی جگہ واپس بھی آگئے اور یہ سارے کام صرف ایک دن میں ہوگئے۔[2]

حضرت ابن رفیل رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں بہرسیر قریب والا شہر تھا اور دریائے دجلہ کے پار دور والا شہر تھا جب حضرت سعدؓ نے بہرسیر کو فتح کرکے اس میں پڑاؤ ڈال لیا تو انہوں نے کشتیاں تلاش کیں تاکہ لوگ دریائے دجلہ پار کرکے دور والے شہر جاسکیں اور اسے فتح کرسکیں لیکن انہیں کوئی کشتی نہ مل سکی کیونکہ ایرانی لوگ تمام کشتیاں سمیٹ کر وہاں سے لے جا چکے تھے چنانچہ مسلمان صفر مہینے کے کئی دن بہرسیر میں ٹھہرے رہے اور حضرت سعدؓ کے سامنے اس بات کا اظہار کرتے رہے کہ (کشتیوں کے بغیر ہی) دریا پار کرلیا جائے لیکن شفقت کی وجہ سے وہ مسلمانوں کو ایسا کرنے نہیں دیتے تھے وہاں کے کچھ عجمی کافروں نے آکر انہیں دریا پار کرنے کے لئے وہ گھاٹ بتایا جو وادی کی سخت جگہ پہنچا دیتا تھا لیکن حضرت سعدؓ تردد میں پڑگئے اور اس گھاٹ میں سے جانے سے انکار کردیا اتنے میں دریا کا پانی چڑھ گیا پھر حضرت سعدؓ نے خواب دیکھا کہ دریا میں پانی بہت زیادہ چڑھا ہوا ہے لیکن مسلمانوں کے گھوڑے دریا میں گھسے ہیں اور پار ہوگئے ہیں۔ اس

۱؎ اخرجہ ابونعیم فی الدلائل (ص ۲۰۹) واخرجہ ابن جریر فی تاریخہ (ج ۳ ص ۱۲۲) عن ابی عثمان وغیرہ نحوہ
۲؎ قالہ فی البدایۃ (ج ۶ ص ۳۲۹) وھکذا ذکرہ ابن جریر (ج ۲ ص ۵۲۶) عن السری عن شعیب عن سیف باسنادہ عن منجاب بن راشد فذکر القصۃ بطولها جدا.

خواب کو دیکھ کر انہوں نے دریا پار کرنے کا پختہ ارادہ کر لیا اور لوگوں کو جمع کر کے بیان کیا اور اللہ کی حمد وثناء کے بعد فرمایا تمہارا دشمن اس دریا کی وجہ سے تم سے محفوظ ہو گیا ہے تم لوگ تو ان تک نہیں پہنچ سکتے لیکن وہ لوگ جب چاہیں کشتیوں میں بیٹھ کر تم پر حملہ آور ہو سکتے ہیں۔ تمہارے پیچھے ایسی کوئی چیز نہیں ہے جس سے تم پر حملہ کا خطرہ ہو میں نے پکا ارادہ کر لیا ہے کہ دریا پار کر کے دشمن پر حملہ کیا جائے۔ تمام مسلمانوں نے بیک زبان کہا آپ ضرور ایسا کریں اللہ ہمیں اور آپ کو ہدایت پر پکا رکھے پھر حضرت سعدؓ نے لوگوں کو دریا پار کرنے کی دعوت دیتے ہوئے فرمایا آپ لوگوں میں سے کون اس بات کے لیے تیار ہے کہ پہل کرے اور دریا پار کر کے گھاٹ کے دوسرے کنارے پر قبضہ کر لے اور اس کنارے کی دشمن سے حفاظت کرے تاکہ دشمن مسلمانوں کو اس کنارے تک پہنچنے سے روک نہ سکے۔ اس پر حضرت عاصم بن عمروؓ فوراً تیار ہو گئے اور ان کے بعد اور چھ سو (۶۰۰) بہادر آدمی تیار ہو گئے حضرت سعدؓ نے حضرت عاصمؓ کو ان کا امیر بنایا حضرت عاصمؓ ان کو لے کر چلے پھر دجلہ کے کنارے کھڑے ہو کر اپنے ساتھیوں سے کہا آپ میں سے کون میرے ساتھ چلنے کو تیار ہے تاکہ ہم گھاٹ کے پرلے کنارے کو دشمن سے محفوظ کر لیں اس پر ان میں سے ساٹھ (۶۰) آدمی تیار ہو گئے۔ حضرت عاصمؓ نے ان کو دو حصوں میں تقسیم کیا آدھے لوگوں کو گھوڑوں پر اور آدھے لوگوں کو گھوڑیوں پر بٹھایا تاکہ گھوڑوں کے لئے تیرنے میں آسانی رہے پھر وہ جلد دجلہ میں داخل ہو گئے (اور دریا کو اللہ کی مدد سے پار کر لیا) جب حضرت سعدؓ نے دیکھا کہ حضرت عاصمؓ نے گھاٹ کے پرلے کنارے پر قبضہ کر کے محفوظ کر لیا ہے تو انہوں نے تمام لوگوں کو دریا میں گھس جانے کا حکم دے دیا اور فرمایا یہ دعا پڑھو نستعين بالله و نتوكل عليه و حسبنا الله ونعم الوكيل لاحول ولا قوة الا بالله العلي العظيم اور لشکر کے اکثر لوگ ایک دوسرے کے پیچھے چلنے لگے اور گہرے پانی پر بھی چلتے رہے حالانکہ دریائے دجلہ بہت جوش میں تھا اور بہت جھاگ پھینک رہا تھا اور ریت اور مٹی کی وجہ سے اس کا رنگ سیاہ ہو رہا تھا اور لوگوں کی دو دو کی جوڑیاں بنی ہوئی تھیں اور وہ دریا پار کرتے ہوئے آپس میں اس طرح باتیں کر رہے تھے جس طرح زمین پر چلتے ہوئے کیا کرتے تھے۔ ایران والے یہ منظر دیکھ کر حیران رہ گئے کیونکہ اس کا انہیں وہم وگمان بھی نہیں تھا وہ لوگ گھبرا کر ایسے جلدی میں بھاگے کہ اپنا اکثر مال وہاں ہی چھوڑ گئے اور ۱۶ ہجری صفر کے مہینہ میں مسلمان اس شہر میں داخل ہوئے اور کسریٰ کے خزانوں میں جو تین ارب تھے ان پر بھی مسلمانوں کا قبضہ ہو گیا اور شیرویہ اور اس کے بعد کے بادشاہوں نے جو کچھ جمع کیا تھا اس پر بھی قبضہ ہو گیا۔[۱]

۱۔ اخرجه ابونعيم في الدلائل (ص ۲۰۸) و ذكره الطبري في تاريخه (ج ۳ ص ۱۱۹) عن سيف مع بادات و ذكره في البداية (ج ۷ ص ۶۴) بطوله

حضرت ابوبکر بن حفص بن عمر رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں گھوڑے مسلمانوں کو لے کر پانی پر تیر رہے تھے حضرت سعدؓ کے ساتھ حضرت سلمانؓ چل رہے تھے اور سعدؓ کہہ رہے تھے اللہ ہمیں کافی ہے اور وہ بہترین کارساز ہے اللہ کی قسم! اگر ہمارے لشکر میں بدکاری اور گناہ اتنے نہیں ہیں جو نیکیوں پر غالب آجائیں تو اللہ ضرور اپنے دوست کی مدد کریں گے اور اپنے دین کو غالب کریں گے اور اپنے دشمن کو شکست دیں گے۔ حضرت سلمانؓ نے ان سے کہا اسلام ابھی نیا ہے اور اللہ کی قسم! مسلمانوں کے لئے آج سمندر اور دریا ایسے مسخر کر دیے گئے ہیں جیسے ان کے لئے خشکی مسخر تھی۔ غور سے سنیں! اس ذات کی قسم جس کے قبضہ میں سلمان کی جان ہے مسلمان جیسے دریا میں فوج در فوج داخل ہوئے ہیں ایسے ہی اس سے فوج در فوج نکل بھی ضرور جائیں گے، چنانچہ مسلمان دریا کے ایک کنارے سے دوسرے کنارے تک ایسے چھا گئے کہ پانی کسی جگہ بھی نظر نہیں آرہا تھا اور خشکی پر چلتے ہوئے وہ جتنی باتیں آپس میں کر رہے تھے اب اس سے زیادہ کر رہے تھے اور جیسے حضرت سلمانؓ نے کہا تھا مسلمان آخر دریا سے باہر نکل گئے۔ نہ ان کی کوئی چیز گم ہوئی اور نہ ان میں سے کوئی ڈوبا۔[1]

حضرت ابوعثمان نہدی رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں سارے مسلمان صحیح سالم پار ہوگئے، البتہ بارق چشمے کا رہنے والا ایک آدمی جسے غرقدہ کہا جاتا تھا وہ اپنی سرخ گھوڑی کی پشت سے نیچے گر گیا اور وہ منظر اب تک میری آنکھوں کے سامنے ہے کہ اس کی گھوڑی اپنی گردن کے بالوں سے پسینہ جھاڑ رہی تھی گرنے والے صاحب پانی کے اوپر ہی تھے حضرت قعقاع بن عمروؓ نے اپنے گھوڑے کی لگام ان کی طرف موڑی اور اپنے ہاتھ سے انہیں پکڑ کر کھینچتے رہے یہاں تک کہ وہ بھی دریا کے پار ہوگئے اور لشکر میں سے کسی کی بھی کوئی چیز پانی میں نہیں گری صرف ایک پیالہ گرا تھا جو ایک پرانی رسی سے بندھا ہوا تھا وہ رسی ٹوٹ گئی اس لئے پیالہ گر گیا اور پانی اسے بہا کر لے گیا پیالے والے کے جوڑی دار نے عار دلاتے ہوئے اس سے کہا تمہارے پیالے کو تقدیر کا ایسا تیر لگا کہ وہ پانی میں گر گیا۔ پیالہ والے نے کہا نہیں، اللہ کی قسم! مجھے اس بات کا یقین ہے کہ اللہ تعالیٰ پورے لشکر میں صرف میرا پیالہ ہرگز نہیں لیں گے، چنانچہ دریا کی موجوں نے وہ پیالہ ساحل پر پھینک دیا اور گھاٹ کے پرلے کنارے کے پہرہ دینے والوں میں سے ایک آدمی کی نگاہ اس پیالے پر پڑی اس نے اپنے نیزے سے اسے اٹھالیا اور جب سارا لشکر دریا پار کر گیا تو وہ پیالہ لے کر لشکر میں آگیا اور پیالے کے مالک کو تلاش کرنے لگا۔ آخر وہ مالک مل گیا اور اس نے پیالہ لے لیا۔[2]

---

[1] اخرجه ابونعيم في الدلائل (ص ٢٠٩) واخرجه ابن جرير الطبري في تاريخه (ج ٣ ص ١٢١) عن ابي بكر بن حفص نحوه مع زيادة في اوله [2] اخرجه ابونعيم في الدلائل (ص ٢٠٩) و اخرجه ابن جرير في تاريخه (ج ٣ ص ٣٣) عن ابي عثمان وغيره نحوه

حضرت عمیر صائدی رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں جب حضرت سعدؓ لوگوں کو لے کر دجلہ میں داخل ہونے لگے تو سب لوگوں نے جوڑیاں بنالیں حضرت سلمانؓ حضرت سعد کے جوڑی دار تھے اور پانی پر ان کے ساتھ ساتھ چل رہے تھے۔ حضرت سعدؓ نے یہ آیت پڑھی ذٰلِکَ تَقْدِیْرُ الْعَزِیْزِ الْعَلِیْمِ (سورت یاسین آیت ۳۸) ''یہ اندازہ باندھا ہوا ہے اس (خدا) کا جو زبردست، علم والا ہے۔'' دریا میں پانی بہت چڑھا ہوا تھا اور گھوڑا کچھ دیر سیدھا کھڑا رہتا جب تھک جاتا تو دریا میں ایک ٹیلہ ظاہر ہو جاتا جس پر وہ زمین کی طرح کھڑے ہو کر آرام کر لیتا۔ مدائن شہر میں اس سے زیادہ عجیب منظر کبھی پیش نہیں آیا تھا چونکہ پانی کے بہت زیادہ ہونے کے باوجود جگہ جگہ ٹیلے ظاہر ہوئے تھے اس وجہ سے اس دن کو ٹیلوں کا دن کہا جاتا تھا۔[1] ابونعیم نے بھی حضرت عمیر صائدی سے اسی جیسی روایت نقل کی ہے لیکن اس کی روایت میں مضمون اس طرح سے ہے کہ مدائن میں اس سے زیادہ عجیب واقعہ کبھی پیش نہیں آیا تھا اور چونکہ جو بھی تھک جاتا تھا اس کے سامنے فوراً ایک ٹیلہ نمودار ہو جاتا تھا جس پر وہ آرام کر لیتا تھا، اس لئے اس دن کو ٹیلوں والا دن کہا جاتا تھا۔[2]

حضرت قیس بن ابی حازم رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں جب ہم دجلہ میں داخل ہوئے تو وہ کناروں تک لبالب بھرا ہوا تھا۔ جب ہم اس جگہ پہنچے جہاں پانی سب سے زیادہ تھا وہاں گھوڑے سوار کچھ دیر کھڑا رہا تو پانی اس کی پیٹی تک بھی نہ پہنچا۔[3]

حضرت حبیب بن صہبان رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں مسلمانوں میں سے ایک آدمی جن کا نام حجر بن عدی تھا، انہوں نے کہا کیا تمہیں پار کر کے دشمن تک جانے سے صرف پانی کا یہ قطرہ ہی روک رہا ہے۔ پانی کے قطرے سے مراد وہ دریائے دجلہ لے رہے تھے، حالانکہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے وَمَا كَانَ لِنَفْسٍ اَنْ تَمُوْتَ اِلَّا بِاِذْنِ اللّٰهِ كِتٰبًا مُّؤَجَّلًا (سورت آل عمران آیت ۱۴۵) ''اور کسی شخص کو موت آنا ممکن نہیں بدون حکم خدا تعالیٰ کے اس طور سے کہ اس کی میعاد معین لکھی ہوئی رہتی ہے۔'' پھر انہوں نے اپنا گھوڑا دریائے دجلہ میں ڈال دیا۔ جب انہوں نے ڈالا تو تمام لوگوں نے اپنے گھوڑے ڈال دیئے۔ جب دشمن نے انہیں یوں دریا پار کرتے ہوئے دیکھا تو کہنے لگے یہ تو دیو ہیں دیو اور پھر وہ سارے بھاگ گئے۔[4] حضرت حبیب بن صہبان ابو مالک رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں جب مسلمان مدائن والے دن دریائے دجلہ پار کر رہے تھے تو دشمن انہیں دریا پار کرتا ہوا دیکھ کر فارسی میں کہنے لگا یہ تو دیو ہیں اور پھر آپس میں ایک دوسرے سے کہنے لگے اللہ کی قسم! تمہیں اب انسانوں سے نہیں بلکہ جنات سے لڑنا ہوگا اس سے وہ مرعوب

۱۔ اخرجه ابن جریر فی تاریخه (ج ۳ ص ۱۲۲) ۲۔ اخرجه ابونعیم فی الدلائل (ص ۲۰۹)
۳۔ اخرجه ابن جریر فی تاریخه (ج ۳ ص ۱۲۳) و اخرجه ابونعیم فی الدلائل (ص ۲۱۰) عن قیس نحوه
۴۔ اخرجه ابن حاتم کذافی التفسیر لابن کثیر (ج ۱ ص ۲۱۰)

ہو گئے اور انہیں شکست ہو گئی۔[1]

حضرت اعمش رحمۃ اللہ علیہ اپنے ایک ساتھی سے نقل کرتے ہیں کہ جب ہم دجلہ کے پاس پہنچے تو وہ بہت چڑھا ہوا تھا اور عجمی لوگ دریا کے اس پار تھے ایک مسلمان نے بسم اللہ پڑھ کر اپنا گھوڑا دریا میں ڈال دیا اور وہ ڈوبا نہیں بلکہ اس کا گھوڑا پانی کے اوپر چلنے لگا۔ یہ دیکھ کر باقی تمام لوگوں نے بھی بسم اللہ پڑھ کر اپنے گھوڑے دریا میں ڈال دیئے اور وہ سب پانی کے اوپر چلنے لگے۔ جب عجمی لوگوں نے انہیں دیکھا تو کہنے لگے یہ تو دیو ہیں، دیو ہیں۔ پھر ان کا جدھر منہ اٹھا ادھر بھاگ گئے۔[2]

آگ کا صحابہ کرامؓ کی اطاعت کرنا

حضرت معاویہ بن حرمل رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں میں مدینہ منورہ گیا تو حضرت تمیم داریؓ مجھے اپنے ساتھ کھانے کے لئے لے گئے میں نے کھانا تو خوب کھایا لیکن مجھے بھوک بہت زیادہ تھی اس وجہ سے میرا پیٹ پوری طرح نہیں بھرا کیونکہ میں تین دن سے مسجد میں ٹھہرا ہوا تھا اور کچھ نہیں کھایا تھا ایک دن اچانک مدینہ کے پتھریلے میدان میں آگ ظاہر ہوئی حضرت عمرؓ نے آ کر حضرت تمیمؓ سے کہا اٹھو اور اس آگ کے بجھانے کا انتظام کرو۔ حضرت تمیمؓ نے کہا اے امیر المومنین! میں کون ہوتا ہوں؟ اور میری کیا حیثیت ہے؟ لیکن حضرت عمرؓ اصرار فرماتے رہے جس پر وہ حضرت عمرؓ کے ساتھ چل دیئے۔ میں بھی ان دونوں حضرات کے پیچھے چل دیا اور وہ دونوں حضرات آگ کے پاس گئے وہاں جا کر حضرت تمیمؓ اپنے ہاتھ سے آگ کو اس طرح دھکے دینے لگے یہاں تک کہ آگ گھاٹی میں اسی جگہ واپس داخل ہو گئی جہاں سے نکلی تھی۔ آگ کے پیچھے حضرت تمیم بھی اندر داخل ہو گئے اور حضرت عمرؓ فرما رہے تھے (یہ ایمانی منظر) نہ دیکھنے والا دیکھنے والے جیسا نہیں ہو سکتا۔[3]

حضرت معاویہ بن حرمل رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں میں نے حضرت عمرؓ کی خدمت میں حاضر ہو کر عرض کیا اے امیر المومنین! آپ کے لشکر کے قابو پانے سے پہلے ہی میں نے توبہ کر لی۔ حضرت عمرؓ نے پوچھا تم کون ہو؟ میں نے کہا میں مسلمہ کذاب کا داماد معاویہ بن حرمل ہوں۔ حضرت عمرؓ نے فرمایا جاؤ اور جو مدینہ والوں میں سب سے بہترین آدمی ہے اس کے مہمان بن جاؤ میں حضرت تمیم داریؓ کا مہمان بن گیا ایک دفعہ مدینہ کے پتھریلے میدان میں آگ نکل آئی اس وقت ہم لوگ

۱۔ عند ابی نعیم فی الدلائل (ص ۲۱۱) و اخرجه ابن جریر فی تاریخه (ج ۳ ص ۱۲۳) عن حبیب نحوه
۲۔ اخرجه البیهقی کذا فی البدایة (ج ۶ ص ۱۵۵) ۳۔ اخرجه ابو نعیم فی الدلائل (ص ۲۱۲) و اخرجه البیهقی عن معاویة بن حرمل قال خرجت نار بالحرة فذکر نحوه کما فی البدایة (ج ۶ ص ۱۵۴)

باتیں کر رہے تھے حضرت عمرؓ نے آکر حضرت تمیمؓ سے کہا (چلو اور اس آگ کا انتظام کرو) حضرت تمیمؓ نے کہا میری کیا حیثیت ہے؟ اور کیا آپ اس بات سے نہیں ڈرتے کہ میرے پوشیدہ عیوب آپ پر ظاہر ہوں؟ اس طرح حضرت تمیمؓ کسر نفسی کر رہے تھے۔ (لیکن حضرت عمرؓ نے اصرار فرمایا تو) حضرت تمیمؓ کھڑے ہوئے اور آگ کو دھکے دیتے رہے یہاں تک کہ جس دروازے سے نکلی تھی اسی میں اسے واپس کر دیا اور پھر خود بھی آگ کے پیچھے اس دروازے کے اندر چلے گئے پھر باہر آگئے اور اس سب کے باوجود آگ انہیں کچھ نقصان نہ پہنچا سکی۔[1] اور ابو نعیم کی روایت میں یہ بھی ہے کہ حضرت تمیمؓ سے فرمایا ان ہی جیسے کاموں کے لئے ہم نے تمہیں چھپا رکھا ہے اے ابو رقیہ (یہ حضرت تمیمؓ کی کنیت ہے)۔[2]

صحابہ کرامؓ کے لئے روشنی کا چمکنا

حضرت ابو ہریرہؓ فرماتے ہیں ہم لوگ حضورﷺ کے ساتھ عشاء کی نماز پڑھ رہے تھے حضورؐ جب سجدے میں جاتے تو حضرت حسینؓ اور حسنؓ کود کر آپ کی پیٹھ پر چڑھ جاتے جب آپؐ سجدے سے سر اٹھاتے تو نرمی سے پکڑ کر ان دونوں کو پیٹھ سے اتار دیتے آپؐ جب دوبارہ سجدے میں جاتے تو یہ دونوں پھر چڑھ جاتے۔ حضورؐ نے جب نماز پوری کر لی تو دونوں کو اپنی ران پر بٹھالیا میں کھڑے ہو کر حضورؐ کی خدمت میں گیا اور عرض کیا یا رسول اللہ! ان دونوں کو گھر چھوڑ آؤں۔ اتنے میں بجلی چمکی تو حضورﷺ نے ان دونوں سے فرمایا اپنی ماں کے پاس چلے جاؤ۔ بجلی کی روشنی اتنی دیر رہی کہ یہ دونوں اپنی والدہ کے پاس پہنچ گئے۔[3]

حضرت ابو ہریرہؓ فرماتے ہیں حضورﷺ کو حضرت حسنؓ سے بہت زیادہ محبت تھی ایک دفعہ اندھیری رات میں حضرت حسنؓ حضورؐ کے پاس تھے حضرت حسنؓ نے کہا میں اپنی امی کے پاس چلا جاؤں؟ میں نے عرض کیا یا رسول اللہ! میں اس کے ساتھ چلا جاؤں؟ آپؐ نے فرمایا نہیں۔ اتنے میں آسمان میں بجلی چمکی اور اس کی روشنی اتنی دیر رہی کہ اس میں چل کر حضرت حسنؓ اپنی والدہ کے پاس پہنچ گئے۔[4]

امام احمدؒ نے جمعہ کی خاص گھڑی کے قصہ میں حضرت ابو سعید خدریؓ سے ایک لمبی حدیث نقل کی ہے جس میں یہ بھی ہے کہ پھر اس رات کو آسمان پر بہت زیادہ بادل آئے حضورﷺ جب

۱۔ اخرجه البغوی کذافی الاصابة (ج ۳ ص ۴۹۷)
۲۔ اخرجه ابونعیم فی الدلائل (ص ۲۱۲) عن ضمرة عن مرزوق مختصر.
۳۔ اخرجه احمد قال الهیثمی (ج ۹ ص ۱۸۱) رواه احمد و البزار باختصار وقال فی لیلة مظلمة و رجال احمد ثقات. انتهی و اخرجه البیهقی عن ابی هریرة نحوه کما فی البدایة (ج ۶ ص ۱۵۲)
۴۔ اخرجه ابونعیم فی الدلائل (ص ۲۰۵)

عشاء کی نماز کے لئے باہر تشریف لائے تو ایکدم بجلی چمکی جس میں حضورؐ کو حضرت قتادہ بن نعمانؓ نظر آئے۔ حضورؐ نے ان سے پوچھا کہ اے قتادہ! رات کے اندھیرے میں کیسے آنا ہوا؟ انہوں نے کہا یا رسول اللہ! مجھے خیال آیا کہ بارش کی وجہ سے آج لوگ نمازِ میں کم آئیں گے، اس لئے میں آ گیا۔ حضورؐ نے فرمایا جب تم نماز پڑھ چکو تو میرے آنے تک ٹھہرے رہنا۔ جب حضور نماز پڑھ کر واپس آئے تو انہیں کھجور کی ایک ٹہنی دی اور فرمایا یہ لے لو یہ راستہ میں تمہارے آگے دس ہاتھ اور پیچھے دس ہاتھ روشنی کرے گی۔ جب تم گھر میں داخل ہو جاؤ اور وہاں تمہیں ایک کونے میں کالی چیز نظر آئے تو بات کرنے سے پہلے اسے اس ٹہنی سے مارنا کیونکہ وہ شیطان ہے۔[۱] طبرانی کی روایت میں یہ ہے کہ نماز کے بعد حضور ﷺ نے مجھے کھجور کی ایک ٹہنی دی اور فرمایا تمہارے پیچھے تمہارے گھر والوں کے پاس شیطان آیا ہے۔ تم یہ ٹہنی لے جاؤ اور گھر پہنچنے تک مضبوطی سے اسے پکڑے رہنا اور گھر کے کونے میں شیطان کو پکڑ کر اس ٹہنی سے خوب مارنا، چنانچہ میں مسجد سے نکلا تو اس ٹہنی سے موم بتی کی طرح روشنی نکلنے لگی اور میں اس کی روشنی میں چلنے لگا۔ میں گھر پہنچا تو گھر والے سو رہے تھے۔ میں نے کونے میں دیکھا تو اس میں ایک سیہ بیٹھا ہوا تھا میں اسے اس ٹہنی سے مارنے لگا یہاں تک کہ گھر سے نکل گیا۔[۲]

حضرت انسؓ فرماتے ہیں نبی کریم ﷺ کے دو صحابیؓ ایک اندھیری رات میں حضورؐ کے پاس سے نکلے تو ان دونوں کے ساتھ دو چراغ سے تھے جو ان دونوں کے سامنے روشنی کر رہے تھے۔ جب دونوں الگ ہوئے تو ہر ایک کے ساتھ ایک ایک چراغ ہو گیا یہاں تک کہ وہ دونوں اپنے گھر پہنچ گئے۔[۳] حضرت انسؓ فرماتے ہیں حضرت اسید بن حضیر انصاریؓ اور ایک انصاری صحابی حضور ﷺ سے اپنی کسی ضرورت کے بارے میں بات کر رہے تھے اس میں رات کا ایک حصہ گزر گیا۔ اس رات اندھیرا بھی بہت تھا۔ جب یہ دونوں واپس جانے کے لئے حضورؐ کے پاس سے نکلے تو دونوں کے پاس ایک ایک چھوٹی لاٹھی تھی۔ ان میں سے ایک کی لاٹھی میں سے روشنی نکلنے لگی وہ دونوں اس کی روشنی میں چلنے لگے۔ جب دونوں کے راستے الگ ہو گئے تو پھر دوسرے کی لاٹھی میں سے بھی روشنی نکلنے لگی اور وہ اس کی روشنی میں چلنے لگے۔ یونہی روشنی میں چلتے چلتے دونوں اپنے گھر پہنچ گئے۔[۴] بخاری کی ایک روایت میں ہے کہ حضرت انسؓ فرماتے ہیں حضرت عباد بن بشر اور حضرت اسید بن حضیر حضور ﷺ کے پاس سے باہر نکلے اور پھر پچھلی حدیث جیسی ذکر کی۔

۱۔ اخرجه احمد قال الهيثمي (ج ۲ ص ۱۶۷) رواه احمد و البزار نحوه و رجالهما رجال الصحيح. انتهى۔ ۲۔ اخرجه الطبراني في الكبير عن قتادة كمافي المجمع (ج ۲ ص ۳۰) قال الهيثمي رجاله موثقون ۳۔ اخرجه البخاري

۴۔ عند ابن اسحق وقد علقه البخاري عن معمر عن ثابت عن انس

حضرت حمزہ عمرو اسلمیؓ فرماتے ہیں ہم لوگ ایک سفر میں حضور ﷺ کے ساتھ تھے سخت اندھیری رات تھی اس میں ہم لوگ ادھر ادھر بکھر گئے تو میری انگلیوں میں سے روشنی نکلنے لگی یہاں تک کہ لوگوں نے اپنی سواریاں بھی جمع کیں اور ان کا جو سامان گر گیا تھا اسے بھی جمع کیا اور اتنی دیر میری انگلیوں میں سے روشنی نکلتی رہی۔[۱] حضرت حمزہ بن عمروؓ فرماتے ہیں جب ہم تبوک میں تھے تو وہاں گھاٹی میں منافقوں نے حضور ﷺ کی اونٹنی کو چھیڑا جس سے وہ بدکی اور حضورؐ کا کچھ سامان نیچے گر گیا پھر میری پانچوں انگلیاں روشن ہو گئیں اور ان کی روشنی میں میں نے گرا ہوا سامان کوڑا، رسی وغیرہ اٹھایا۔[۲]

حضرت میمون بن زید بن عبس رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں مجھے میرے والد نے بتایا کہ حضرت ابو عبسؓ تمام نمازیں حضور ﷺ کے ساتھ پڑھا کرتے تھے پھر قبیلہ بنو حارثہ کے محلّہ میں واپس چلے جاتے ایک رات سخت اندھیرا تھا اور بارش ہو چکی تھی وہ مسجد سے نکلے تو ان کی لاٹھی میں سے روشنی نکلنے لگی اور وہ اس روشنی میں چل کر بنو حارثہ کے محلّہ میں پہنچ گئے۔ حضرت بیہقی کہتے ہیں حضرت ابو عبسؓ بدری صحابہ میں سے تھے۔[۳] حضرت ضحاک فرماتے ہیں حضرت ابو عبس بن جبرؓ کی بینائی کمزور ہو گئی تو حضور ﷺ نے ان کو ایک لاٹھی دی اور فرمایا اس سے روشنی حاصل کرو، چنانچہ اس لاٹھی سے ان کے لئے یہاں سے وہاں تک کی ساری جگہ روشن ہو جاتی تھی۔[۴]

حضرت عمرو بن طفیل دوسیؓ نور والے حضور ﷺ کے صحابہ میں سے تھے حضورؐ نے ان کے لئے دعا فرمائی تھی تو ان کے کوڑے میں سے روشنی نکلنے لگی تھی جس میں وہ چلتے رہے۔[۵] جلد اول صفحہ ۲۶۲ پر اللہ اور اس کے رسولؐ کی طرف دعوت دینے کے باب میں، حضرت طفیل بن عمرو دوسیؓ کے دعوت دینے کے عنوان میں یہ گزر چکا ہے کہ انہوں نے حضورؐ سے نشانی مانگی جس سے اپنی قوم کو

---

[۱] علقه البخاری ایضاعن حماد بن سلمة عن ثابت عن انس وقدرواه النسائی والبیهقی من طریق حماد بن سلمة به کذافی البدایة (ج ٦ ص ١٥٢) و اخرجه ابن سعد (ج ٣ ص ٢٠٢) من طریق حماد عن ثابت عن انس قال کان اسید بن الحضیر و عباد بن بشر عند رسول الله صلی الله علیه وسلم فی لیلة ظلما حندس فذکر نحوه و اخرجه ابو نعیم فی الدلائل (ص ٢٠٥) نحوه

[۲] اخرجه البخاری فی التاریخ و رواه البیهقی والطبرانی کذافی البدایة (ج ٦ ص ١٥٢) وفیما نقل الهیثمی عن الطبرانی وما سقط عن متاعهم بدل وماهلک قال الهیثمی (ج ٩ ص ٤١١) رجال الطبرانی ثقات وفی کثیر بن زید خلاف. انتهی وقال ابن کثیر فی البدایة (ج ٨ ص ٢١٣) روی البخاری فی التاریخ باسناد جید فذکره مختصرا و اخرجه ابونعیم فی الدلائل (ص ٢٠٦) عن حمزة بنحو روایة البخاری

[۳] اخرجه البیهقی کذافی البدایة (ج ٦ ص ١٥٢) و اخرجه ابونعیم فی الدلائل (ص ٢٠٥) بهذا الاسناد نحوه الا ان فی روایته ان ابا عیسیٰ و اخرجه الحاکم (ج ٣ ص ٣٥٠) عن عبدالحمید بن ابی عبس ان ابا عبس فذکر نحوه مرسلا [۴] قال فی الاصابة (ج ٣ ص ١٣٠) قال الزبیر بن بکار فی الموفقیات حدثنی محمد بن الضحاک عن ابیه [۵] اخرجه ابن منده وابن عساکر کذافی الکنز (ج ٧ ص ٧٨)

دعوت دینے میں مدد ملے آپ نے یہ دعا فرمائی اے اللہ! اس کو کوئی نشانی عطا فرما۔ حضرت طفیلؓ کہتے ہیں، چنانچہ میں اپنی قوم کی طرف چل پڑا۔ جب میں اس گھاٹی پر پہنچا جہاں سے میں اپنی آبادی والوں کو نظر آنے لگا تو میری دونوں آنکھوں کے درمیان چراغ کی مانند ایک چمکتا ہوا نور ظاہر ہوا۔ میں نے دعا مانگی اے اللہ! اس نور کو میرے چہرے کے علاوہ کسی اور جگہ ظاہر کر دے کیونکہ مجھے خطرہ ہے کہ میری قوم والے آنکھوں کے درمیان نور دیکھ کر یہ سمجھیں گے کہ ان کے دین کو چھوڑنے کی وجہ سے میرا چہرہ بدل گیا ہے، چنانچہ وہ نور بدل کر میرے کوڑے کے سرے پر آ گیا جب میں گھاٹی سے آبادی کی طرف اتر رہا تھا تو آبادی والوں کو میرے کوڑے کا یہ نور لٹکے ہوئے قندیل کی طرح نظر آ رہا تھا جسے وہ ایک دوسرے کو دکھا رہے تھے یہاں تک کہ میں ان کے پاس پہنچ گیا۔

حضرت ابن عباسؓ فرماتے ہیں حضرت عباس بن مطلبؓ اکثر فرمایا کرتے تھے میں نے تو یہی دیکھا ہے کہ جب بھی میں نے کسی کے ساتھ اچھا سلوک کیا تو میرے اور اسکے درمیان روشنی پیدا ہوگئی اور جب بھی میں نے کسی کے ساتھ برا سلوک کیا تو میرے اور اس کے درمیان اندھیرا پیدا ہو گیا، اس لئے تم حسنِ سلوک اور نیکی کرنے کو لازم پکڑو کیونکہ یہ بری موت سے بچاتا ہے۔[۱]

بادلوں کا صحابہ کرامؓ پر سایہ کرنا

حضرت کعبؓ کے آزاد کردہ غلام کہتے ہیں ہم حضرت مقداد بن اسود حضرت عمرو بن عبسہ اور حضرت شافع بن حبیب ہذلیؓ کے ساتھ ایک سفر میں گئے۔ حضرت عمرو بن عبسہؓ اپنی باری پر ایک جانور چرانے گئے۔ میں دوپہر کے وقت انہیں دیکھنے گیا تو میں نے دیکھا کہ ایک بادل ان پر سایہ کیے ہوئے ہے جو ان سے جدا ہی نہیں ہوتا (وہ جدھر جاتے ہیں بادل بھی ادھر جاتا ہے) میں نے یہ بات انہیں بتائی تو انہوں نے فرمایا یہ میرا خاص راز ہے کسی کو مت بتانا اگر مجھے پتہ چلا کہ تم نے کسی کو بتایا ہے تو پھر تمہاری خیر نہیں وہ غلام کہتے ہیں چنانچہ ان کے انتقال تک میں نے یہ بات کسی کو نہیں بتائی۔[۲]

صحابہ کرامؓ کی دعاؤں سے بارش ہونا

بخاری میں ہے کہ حضرت انسؓ فرماتے ہیں ایک دفعہ جمعہ کے دن حضور ﷺ کھڑے ہوئے خطبہ دے رہے تھے منبر کے سامنے ایک دروازہ تھا اس سے ایک آدمی داخل ہوا اور آ کر حضورؐ کے

۱۔ اخرجه ابن عساكر كذافي الكنز (ج ٣ ص ٣١٢)
۲۔ اخرجه ابونعيم عن عبدالرحمن بن عمران بن الحارث كذافي الاصابة (ج ٣ ص ٢)

سامنے کھڑا ہو گیا اور اس نے کہا یا رسول اللہ! سارے جانور ہلاک ہو گئے (کیونکہ بہت دنوں سے بارش نہیں ہوئی) اور خشک سالی اور پانی کی کمی کی وجہ سے سارے راستے بند ہو گئے لوگوں نے سفر کرنا چھوڑ دیا اس لئے آپ اللہ سے دعا کریں کہ اللہ ہمیں بارش دے دے آپؐ نے اسی وقت دونوں ہاتھ اٹھا کر یہ دعا فرمائی اے اللہ! ہمیں بارش دے دے، اللہ ہمیں بارش دے دے، اللہ ہمیں بارش دے دے، حضرت انسؓ فرماتے ہیں اللہ کی قسم! ہمیں آسمان میں بادل وغیرہ کچھ نظر نہیں آ رہا تھا اور ہمارے اور سلع پہاڑ کے درمیان کوئی مکان یا گھر وغیرہ بھی نہیں تھا یعنی مطلع نظر آنے میں کوئی رکاوٹ نہیں تھی اور مطلع بالکل صاف تھا کہ اتنے میں سلع پہاڑ کے پیچھے سے ڈھال جتنا ایک بادل نمودار ہوا جو آسمان کے بیچ میں پہنچ کر پھیل گیا اور برسنے لگا اور پھر مسلسل بارش ہوتی رہی اللہ کی قسم! ہم نے چھ دن تک سورج ہی نہیں دیکھا یہاں تک کہ اگلا جمعہ آ گیا اور حضور کھڑے ہو کر خطبہ دے رہے تھے کہ اسی دروازے سے ایک آدمی داخل ہوا اور حضورؐ کے سامنے کھڑے ہو کر کہنے لگا یا رسول اللہ! بارش اتنی زیادہ ہو گئی ہے کہ سارے جانور ہلاک ہو گئے سارے راستے بند ہو گئے آپؐ اللہ سے دعا کریں کہ وہ بارش روک لے۔ حضورؐ نے دونوں ہاتھ اٹھا کر دعا مانگی اے اللہ! اردگرد بارش ہو ہم پر بارش نہ ہو اے اللہ! ٹیلوں، پہاڑیوں، پہاڑوں، درخت اور گھاس کے اگنے کی جگہ پر بارش ہو، چنانچہ اسی وقت بارش رک گئی اور مسجد سے باہر نکلے تو ہم دھوپ میں چل رہے تھے۔ بخاری کی ایک روایت میں ہے کہ میں نے دیکھا کہ بادل پھٹ کر دائیں بائیں چلا گیا اور سب جگہ تو بارش ہوتی تھی مدینہ میں نہیں ہوتی تھی۔ بخاری کی ایک روایت میں اس طرح ہے کہ حضورؐ نے دعا کے لیے اپنے دونوں ہاتھ اٹھائے ہمیں آسمان میں بادل کا ایک ٹکڑا بھی نظر نہیں آ رہا تھا اس ذات کی قسم جس کے قبضہ قدرت میں میری جان ہے! ابھی حضورؐ نے ہاتھ نیچے نہیں کئے تھے کہ ایک دم آسمان پر پہاڑوں جیسے بادل چھا گئے اور آپ منبر سے نیچے نہیں اترے تھے کہ میں نے بارش کا پانی حضورؐ کی داڑھی سے ٹپکتے ہوئے دیکھا۔[1]

حضرت ابولبابہ بن عبدالمنذرؓ فرماتے ہیں ایک دفعہ حضور ﷺ جمعہ کے دن لوگوں میں خطبہ دے رہے تھے۔ آپؐ نے فرمایا اے اللہ! ہمیں بارش دے دے میں نے عرض کیا یا رسول اللہ! کھجوریں کھلیانوں میں پڑی ہوئی ہیں حضورؐ نے فرمایا اے اللہ! جب تک ابولبابہ کپڑے اتار کر اپنے کھلیان کا نالہ اپنی لنگی سے بند نہ کرے اس وقت تک تو ہم پر بارش برساتا رہ۔ اس وقت ہمیں آسمان میں کوئی بادل نظر نہیں آ رہا تھا لیکن تھوڑی ہی دیر میں زبردست بارش ہوئی تو حضرات انصار نے مجھے گھیر لیا اور کہنے لگے اس وقت تک بارش نہیں رکے گی جب تک کہ آپ وہ کام نہ

ا۔ واخرجه مسلم ایضا و احمد و ابوداؤد بمعناه كما فی البداية (ج ۲ ص ۸۸) وابو نعيم فی الدلائل (ص ۱۶۰) وابن سعد فی الطبقات (ج ۱ ص ۱۷۲)

کرلیں جو حضورؐ نے فرمایا تھا چنانچہ میں اٹھا اور کپڑے اتار کر اپنی لنگی سے اپنے کھلیان کا نالہ بند کیا تو بارش رکی۔[۱] جلد اول صفحہ ۳۱۵ پر مشقتیں برداشت کرنے کے باب میں حضرت عمرؓ کی حدیث گزر چکی ہے جس میں یہ ہے کہ حضور ﷺ نے اپنے دونوں ہاتھ آسمان کی طرف اٹھائے (اور اللہ سے دعا مانگی) اور ابھی ہاتھ نیچے نہیں کئے تھے کہ آسمان میں بادل آ گئے پہلے بوندا باندی ہوئی پھر موسلا دھار بارش شروع ہو گئی۔ صحابہ کرامؓ نے جتنے برتن ساتھ تھے وہ سارے بھر لئے پھر بارش (بند ہونے کے بعد) ہم دیکھنے گئے (کہ کہاں تک بارش ہوئی ہے) تو دیکھا کہ جہاں تک لشکر تھا صرف وہاں تک بارش ہوئی ہے لشکر کے باہر بارش نہیں ہوئی۔[۲]

حضرت عباس بن سہلؓ فرماتے ہیں جب صبح ہوئی تو لوگوں کے پاس پانی بالکل نہیں تھا لوگوں نے حضور ﷺ سے شکایت کی آپ نے اللہ سے دعا کی تو اللہ تعالیٰ نے اسی وقت ایک بادل بھیجا جو خوب زور سے برسا یہاں تک کہ لوگ سیراب ہو گئے اور انہیں جتنے پانی کی ضرورت تھی وہ بھی انہوں نے برتنوں میں ساتھ لے لیا۔[۳]

حضرت خوات بن جبیرؓ فرماتے ہیں حضرت عمرؓ کے زمانے میں بڑا سخت قحط پڑا تو حضرت عمرؓ لوگوں کو لے کر شہر سے باہر گئے اور انہیں دو رکعت نماز استسقاء پڑھائی اور اپنی چادر کے دونوں کناروں کو بدلا دائیں کو بائیں اور بائیں کو دائیں طرف کیا پھر اپنے دونوں ہاتھ پھیلا کر یہ دعا کی اے اللہ! ہم تجھ سے معافی مانگتے ہیں اور تجھ سے بارش مانگتے ہیں۔ حضرت عمرؓ کے اس جگہ سے ہٹنے سے پہلے ہی بارش شروع ہو گئی اور خوب بارش ہوئی۔ کچھ دنوں کے بعد دیہاتی لوگوں نے آ کر حضرت عمرؓ کی خدمت میں عرض کیا اے امیر المومنین! فلاں دن فلاں وقت ہم اپنے کھیت اور جنگلوں میں تھے کہ اچانک بادل ہمارے سروں پر آ گئے۔ ہم نے ان میں سے یہ آواز سنی اے ابو حفص! (یہ حضرت عمرؓ کی کنیت ہے) آپ کے پاس مدد آ گئی اے ابو حفص! آپ کے پاس مدد آ گئی ہے۔[۴]

حضرت مالک الدار رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں حضرت عمر بن خطابؓ کے زمانہ میں زبردست قحط پڑا ایک آدمی نے حضور ﷺ کی قبر اطہر پر حاضر ہو کر عرض کیا یا رسول اللہ! اپنی امت کو خواب میں حضور ﷺ کی زیارت ہوئی۔ حضورؐ نے ارشاد فرمایا جا کر عمرؓ کو میرا سلام کہو اور اسے بتا دو کہ بارش ہو گی اور اسے کہہ دو کہ سمجھداری سے کام لے اور عقلمندی اختیار کرے۔ اس آدمی نے آ کر حضرت

۱۔ اخرجه ابونعيم في الدلائل (ص ١٦٠) واخرجه البيهقي عن ابي لبابة نحوه كما في البداية (ج ٦ ص ٩٢) و قال و هذا اسناد حسن ولم يروه احمد ولا اهل الكتب. انتهى ۲۔ عند ابن جرير و البزار و الطبراني و اخرجه ابونعيم في الدلائل (ص ١٩٠) عن عمر نحوه

۳۔ اخرجه ابونعيم في الدلائل (ص ١٩٠) ۴۔ اخرجه ابن ابي الدنيا و ابن عساكر كذافي الكنز (ج ۴ ص ٢٩٠)

عمرؓ کو سارا واقعہ سنایا۔ حضرت عمرؓ رونے لگے اور کہنے لگے اے میرے رب! محنت کرنے اور سمجھداری سے کام لینے میں کسی طرح کی نہیں کرتا ہوں، البتہ کوئی کام ہی میرے بس سے باہر ہو تو اور بات ہے۔[1]

حضرت عبدالرحمٰن بن کعب بن مالک رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں مدینہ منورہ اور اس کے آس پاس کی بستیوں میں ایک عرصہ تک بارش بند رہی جس سے کھانے کی تمام چیزیں ختم ہوگئیں اور سارے علاقہ میں زبردست قحط پھیل گیا۔ لوگ بھوکوں مرنے لگے۔ اس قحط کا نام قحط الرمادہ پڑ گیا۔ (رمادہ کے معنی راکھ کے ہیں اس قحط سے لوگوں کے رنگ راکھ جیسے ہوگئے تھے) یہاں تک کہ جنگلی جانور بھوک کے مارے بستیوں کا رخ کرنے لگے تھے اور پالتو جانوروں کو بھی گھاس اور پانی نہیں ملتا تھا جس کی وجہ سے ان کے جسم میں گوشت ختم ہوگیا تھا بالکل سوکھے اور دبلے پتلے ہوگئے تھے یہاں تک کہ آدمی کو سخت بھوک لگی ہوتی تھی اور وہ بکری ذبح کرنا چاہتا لیکن بکری کی بری حالت دیکھ کر اس کا ذبح کرنے کو دل نہ کرتا اور اسے چھوڑ دیتا لوگ اسی حال میں تھے اور مصر، شام اور عراق جیسے ملکوں کے مسلمانوں سے غذائی امداد منگوانے کی طرف حضرت عمرؓ کی توجہ نہیں تھی ایک دن حضرت بلال بن حارث مزنیؓ آئے اور ان الفاظ سے حضرت عمرؓ سے اندر آنے کی اجازت مانگی کہ میں آپ کے پاس اللہ کے رسول ﷺ کا قاصد بن کر آیا ہوں۔ اللہ کے رسولؐ آپ سے فرما رہے ہیں میں تو تم کو بڑا سمجھدار سمجھتا تھا اور اب تک تم بالکل ٹھیک چلتے رہے اب تمہیں کیا ہوگیا ہے؟ حضرت عمرؓ نے پوچھا تم نے یہ خواب کب دیکھا؟ حضرت بلالؓ نے کہا آج رات حضرت عمرؓ نے باہر جا کر لوگوں میں اعلان کیا الصلوۃ جامعۃ آج سب مسجد نبویؐ میں اکٹھے نماز پڑھیں اپنی مسجدوں میں نہ پڑھیں لوگ جمع ہوگئے تو انہیں دو رکعت نماز پڑھائی پھر کھڑے ہو کر فرمایا اے لوگو! میں تمہیں اللہ کا واسطہ دے کر پوچھتا ہوں کہ میں تو اپنی سمجھ کے مطابق ہر کام کی سب سے بہتر صورت اختیار کرتا ہوں تو کیا آپ لوگوں کے خیال میں میں نے کوئی ایسا کام کیا ہے جو بہتر نہ ہو بلکہ دوسرا کام اس سے بہتر ہو؟ لوگوں نے کہا نہیں پھر حضرت عمرؓ نے فرمایا لیکن بلالؓ بن حارث تو یہ اور یہ کہہ رہے ہیں (حضرت عمرؓ حضورؐ کے فرمان کا مطلب نہ سمجھ سکے لیکن لوگ سمجھ گئے) لوگوں نے کہا حضرت بلالؓ ٹھیک کہہ رہے ہیں آپ اللہ سے بھی مدد مانگیں اور (مصر شام عراق کے) مسلمانوں سے بھی مدد مانگیں، چنانچہ مسلمانوں سے غلہ منگوانے کی طرف حضرت عمرؓ کی توجہ نہ تھی اب ہوگئی اور انہیں اس سلسلہ میں خط بھیجے بہر حال لوگوں کی بات سن کر حضرت عمرؓ نے خوش ہو کر فرمایا اللہ اکبر قحط کی آزمائش اپنے خاتمہ پر پہنچ گئی۔ حضرت عمرؓ پر یہ حقیقت کھلی کہ جس قوم

---

[1] اخرجه البيهقي في الدلائل كذافي الكنز (ج ۴ ص ۲۸۹) قال ابن كثير في البداية (ج ۷ ص ۹۲) وهذا اسناد صحيح. انتهى

کو اللہ سے مانگنے کی توفیق مل جاتی ہے اس کی آزمائش ختم ہو جاتی ہے، چنانچہ حضرت عمرؓ نے تمام شہروں کے گورنروں کو یہ خط لکھا کہ مدینہ اور اس کے آس پاس کے لوگ سخت قحط کی مصیبت میں ہیں، لہٰذا ان کی مدد کرو اور لوگوں کو نمازِ استسقاء کے لئے شہر سے باہر لے گئے اور حضرت عباسؓ کو بھی ساتھ لے گئے اور پیدل تشریف لے گئے پہلے مختصر بیان کیا پھر نماز پڑھائی پھر گھٹنوں کے بل بیٹھ کر یہ دعا مانگی اے اللہ! ہم تیری ہی عبادت کرتے ہیں اور تجھ سے ہی مدد مانگتے ہیں اے اللہ! ہماری مغفرت فرما اور ہم پر رحم فرما اور ہم سے راضی ہو جا پھر وہاں سے واپس آئے تو زوردار بارش شروع ہوگئی اور راستے کے تمام گڑھے اور چھوٹے تالاب بارش کے پانی سے بھر گئے اور ان سب میں سے گزر کر یہ لوگ اپنے گھروں کو پہنچ سکے۔[1] تاریخ طبری میں ہی حضرت عاصم بن عمر بن خطابؓ سے بھی یہ قصہ منقول ہے اس میں یہ بھی ہے کہ قبیلہ مزینہ کا ایک گھرانہ دیہات میں رہتا تھا انہوں نے اپنے گھر والے سے کہا فاقہ کی انتہا ہوگئی ہے ہمارے لئے ایک بکری ذبح کردو۔ اس نے کہا ان بکریوں میں کچھ نہیں ہے لیکن گھر والے اصرار کرتے رہے آخر اس نے ایک بکری ذبح کی اور اس کی کھال اتاری تو صرف سرخ ہڈی تھی گوشت کا نام ونشان نہیں تھا تو اس کی ایک دم چیخ نکلی ہائے محمد علیہ السلام! (اگر وہ ہوتے تو ایسا نہ ہوتا) پھر اس نے خواب دیکھا کہ حضورﷺ اس کے پاس تشریف لائے ہیں اور فرما رہے ہیں تمہیں بارش کی خوشخبری ہو، جا کر عمرؓ کو میرا سلام کہو اور ان سے کہو اے عمرؓ! میں نے تو یہی دیکھا ہے کہ تم عہد کے پورا کرنے والے اور بات کے پکے تھے اب تمہیں کیا ہوگیا ہے؟ لہٰذا عقلمندی اختیار کرو۔ وہ صاحب دیہات سے چلے اور حضرت عمرؓ کے دروازے پر پہنچے اور حضرت عمرؓ کے غلام سے کہا اللہ کے رسولﷺ کے قاصد کو اندر جانے کی اجازت دو پھر آگے پچھلی جیسی حدیث ذکر کی۔

حضرت سلیم بن عامر خبائری رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں ایک دفعہ بارشیں بند ہوگئیں تو حضرت معاویہ بن ابی سفیانؓ اور دمشق والے نمازِ استسقاء کے لئے شہر سے باہر گئے۔ جب حضرت معاویہؓ منبر پر بیٹھ گئے تو فرمایا حضرت یزید بن اسود جرشی کہاں ہیں؟ اس پر لوگوں نے انہیں زور سے پکارا تو وہ پھلانگتے ہوئے آئے اور حضرت معاویہؓ کے فرمانے پر ان کے قدموں کے پاس منبر پر بیٹھ گئے۔ حضرت معاویہؓ نے یوں دعا فرمائی اے اللہ! آج ہم تیرے سامنے اپنے سب سے بہترین اور سب سے افضل آدمی کو سفارشی بنا کر لائے ہیں۔ اے اللہ! ہم یزید بن اسود جرشی کو سفارشی بنا کر لائے ہیں اے یزید! اپنے دونوں ہاتھ اللہ کے سامنے اٹھاؤ، چنانچہ حضرت یزید نے اپنے ہاتھ اٹھائے اور لوگوں نے بھی اٹھائے تو تھوڑی ہی دیر میں مغرب کی طرف زور سے بادل آگئے اور ہوا انہیں جلدی سے ہمارے اوپر لے آئی اور بارش شروع ہوگئی اور اتنی زیادہ ہوئی کہ لوگوں کو اپنے گھر

[1] عند ابن جرير الطبري في تاريخه (ج ٣ ص ١٩٢) باسناد فيه سيف

پہنچنا مشکل ہوگیا۔ ۱

حضرت ثمامہ بن عبداللہ رحمتہ اللہ علیہ کہتے ہیں ایک دفعہ گرمی کے زمانے میں حضرت انسؓ کے باغ کے مالی نے آ کر ان سے بارش کے نہ ہونے اور زمین کے پیاسی ہونے کی شکایت کی۔ حضرت انسؓ نے پانی منگوا کر وضو کیا اور نماز پڑھی پھر اس سے کہا کیا آسمان میں تمہیں کچھ بادل نظر آ رہا ہے؟ اس نے کہا مجھے تو کچھ نظر نہیں آ رہا۔ حضرت انسؓ اندر گئے اور پھر نماز پڑھی پھر تیسری یا چوتھی دفعہ میں فرمایا اب جا کر دیکھو۔ اس نے کہا پرندے کے پَر کے برابر بادل نظر آ رہا ہے۔ حضرت انسؓ پھر نماز پڑھتے رہے اور دعا کرتے رہے یہاں تک کہ باغ کے منتظم نے اندر آ کر کہا سارے آسمان پر بادل چھائے ہوئے ہیں اور خوب بارش ہو چکی ہے۔ حضرت انسؓ نے اس سے کہا جو گھوڑا بشر بن شغاف نے بھیجا ہے اس پر سوار ہو کر جاؤ اور دیکھو کہاں تک بارش ہوئی ہے؟ وہ اس پر سوار ہو کر گیا اور دیکھ کر آیا اور بتایا کہ بارش مسیرین کے محلات سے آگے اور غضبان کے محلات سے آگے نہیں ہوئی۔ ۲ (یہاں حضرت انسؓ کی زمین ختم ہو جاتی ہے) طبقات ابنِ سعد میں یہی روایت حضرت ثابت بنانی سے ذرا مختصر منقول ہے اور اس میں یہ ہے کہ حضرت انس بن مالکؓ کی زمین کے منتظم نے حضرت انسؓ سے بارش نہ ہونے اور زمین کے پیاسا ہونے کی شکایت کی۔ اس روایت کے آخر میں یہ بھی ہے کہ اس منتظم نے جا کر دیکھا تو بارش صرف ان کی زمین پر ہی ہوئی تھی آگے نہیں ہوئی تھی۔

حضرت حجر بن عدیؓ کو ایک مرتبہ (حضرت معاویہؓ کی قید میں) نہانے کی حاجت ہوگئی جو آدمی ان کی نگرانی کے لئے مقرر تھا اس سے انہوں نے کہا پینے والا پانی مجھے دے دو تا کہ میں اس سے غسل کرلوں اور کل مجھے پینے کے لئے کچھ نہ دینا اس نے کہا مجھے ڈر ہے کہ آپ پیاس سے مر جائیں گے تو حضرت معاویہؓ مجھے قتل کر دیں گے۔ انہوں نے اللہ سے پانی کے لئے دعا مانگی فوراً ایک بادل آیا جس سے بارش برسنے لگی۔ انہوں نے اپنی ضرورت کے مطابق اس میں سے پانی لیا پھر اس کے ساتھیوں نے ان سے کہا آپ اللہ سے دعا کریں کہ وہ ہمیں قید سے خلاصی دے۔ انہوں نے یہ دعا کی اے اللہ! جو ہمارے لئے خیر ہو اسے مقدر فرما (قید سے خلاصی یا شہادت) چنانچہ انہیں اور ان کے ساتھیوں میں سے ایک جماعت کو شہید کر دیا گیا۔ ۳

حضرت حسن رحمتہ اللہ علیہ کہتے ہیں انصار کے ایک قبیلہ کو حضورﷺ کی یہ دعا حاصل تھی کہ جب بھی ان میں سے کوئی مرے گا تو اس کی قبر پر بادل آ کر ضرور برسے گا۔ ایک دفعہ اس قبیلہ کے ایک آزاد کردہ غلام کا انتقال ہوا تو مسلمانوں نے کہا آج ہم حضورؐ کے اس فرمان کو بھی دیکھ لیں

۱۔ اخرجه ابن سعد (ج ۷ ص ۴۴۴) ۲۔ اخرجه ابن سعد (ج ۷ ص ۲۱)

۳۔ اخرجه ابراهيم بن الجنيد فى كتاب الاولياء بسند منقطع كذافى الاصابة (ج ۱ ص ۳۱۵)

گے کہ قوم کا آزاد کردہ غلام قوم والوں میں سے ہی شمار ہوتا ہے۔ چنانچہ جب اس غلام کو دفن کر دیا گیا تو ایک بادل آ کر اس کی قبر پر برسا۔[1]

آسمان سے آنے والے ڈول کے ذریعے پانی پلایا جانا

حضرت عثمان بن قاسم رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں حضرت ام ایمن رضی اللہ عنہا نے ہجرت کی تو روحا سے پہلے ہی منصرف مقام پر انہیں شام ہوگئی یہ روزے سے تھیں اور ان کے پاس پانی بھی نہیں تھا اور پیاس کے مارے ان کا برا حال تھا تو آسمان سے سفید رسی سے بندھا ہوا پانی کا ایک ڈول آیا۔ حضرت ام ایمنؓ نے وہ ڈول لے کر اس میں سے خوب پانی پیا یہاں تک کہ اچھی طرح سیراب ہوگئیں۔ وہ فرمایا کرتی تھیں اس کے بعد مجھے کبھی پیاس نہیں لگی، حالانکہ میں سخت گرمیوں میں روزہ رکھا کرتی تھی تاکہ مجھے پیاس لگے لیکن پھر بھی پیاس نہیں لگتی تھی۔[2]

پانی میں برکت

حضرت انس بن مالکؓ فرماتے ہیں عصر کا وقت ہوگیا تو لوگوں نے وضو کے لئے پانی تلاش کیا لیکن پانی بالکل نہ ملا۔ میں نے دیکھا حضور ﷺ کے پاس وضو کا تھوڑا سا پانی لایا گیا حضورؐ نے اس پانی میں اپنا ہاتھ رکھ دیا اور لوگوں سے فرمایا کہ وہ اس برتن سے پانی لے کر وضو کریں میں نے دیکھا کہ حضورؐ کی انگلیوں کے نیچے سے پانی پھوٹ رہا تھا اور اس تھوڑے سے پانی سے تمام لوگوں نے وضو کر لیا۔[3]

حضرت انسؓ فرماتے ہیں نماز کے لئے اذان ہوئی تو جن کے گھر مسجد سے قریب تھے وہ اٹھ کر اپنے گھر وضو کرنے چلے گئے اور جن کے گھر مسجد سے دور تھے وہ مسجد میں باقی رہ گئے۔ حضور ﷺ کے پاس پتھر کا ایک پیالہ لایا گیا وہ اتنا چھوٹا تھا کہ اس میں حضورؐ کا ہاتھ پھیل کر نہیں آ سکتا تھا آخر حضورؐ نے انگلیاں سمیٹ کر اس میں ہاتھ ڈالا (تو ان میں سے پانی نکلنے لگا اور) جتنے آدمی باقی رہ گئے تھے ان سب نے اس پانی سے وضو کر لیا۔ حضرت حمید راوی کہتے ہیں کہ حضرت انسؓ سے پوچھا گیا کہ یہ وضو کرنے والے کتنے تھے؟ فرمایا اسی یا اس سے بھی زیادہ تھے۔ یہ روایت بخاری میں ہے۔ بخاری میں اس جیسی ایک اور روایت بھی ہے ایک اور روایت میں اس طرح ہے کہ حضرت انسؓ نے فرمایا حضور ﷺ مدینہ میں زوراء نامی جگہ میں تھے وہاں آپؐ کے پاس ایک برتن

---

[1] اخرجہ ابن عساکر کذافی الکنز (ج ۷ ص ۱۳۶) [2] اخرجہ ابن سعد (ج ۸ ص ۲۲۴) و اخرجہ ابن السکن عن القاسم نحوہ کما فی الاصابۃ (ج ۴ ص ۴۳۲)

[3] اخرجہ البخاری وقد رواہ مسلم و الترمذی و النسائی من طریق عن مالک بہ وقال الترمذی حسن صحیح و اخرجہ احمد عنہ اطول منہ.

لایا گیا آپؐ نے اس برتن میں اپنا ہاتھ رکھا تو پانی آپ کی انگلیوں کے درمیان میں سے پھوٹنے لگا جس سے سب نے وضو کرلیا۔ حضرت قتادہ کہتے ہیں میں نے حضرت انسؓ سے پوچھا آپ لوگ کتنے تھے؟ انہوں نے فرمایا تین سو یا تین سو کے قریب۔[1]

حضرت براء بن عازبؓ فرماتے ہیں صلح حدیبیہ کے موقع پر ہم لوگ چودہ سو تھے۔ حدیبیہ ایک کنواں ہے ہم نے اس میں سے پانی نکالا اور اتنا نکالا کہ اس میں ایک قطرہ پانی نہ بچا حضورؐ (کو پتہ چلا کہ کنویں میں پانی بالکل ختم ہوگیا ہے تو آپؐ) اس کنویں کے ایک کنارے پر بیٹھ گئے اور پانی منگوا کر اس سے کلی کی اور کلی کا پانی کنویں میں پھینک دیا تو تھوڑی ہی دیر میں کنواں پانی سے بھر گیا۔ ہم نے خود بھی پیا اور اپنی سواریوں کو بھی پلایا یہاں تک کہ ہم بھی سیراب ہوگئے اور ہماری سواریاں بھی۔[2] جلد اول صفحہ ۲۱۴ پر بخاری کے حوالہ سے صلح حدیبیہ کا یہ قصہ حضرت مسور اور حضرت مروان کی روایت سے گزر چکا ہے۔[3]

حضرت جابر بن عبد اللہؓ فرماتے ہیں صلح حدیبیہ کے دن لوگوں کو پیاس لگی اور حضور ﷺ کے سامنے ایک پیالہ رکھا ہوا تھا جس سے آپؐ وضو فرما رہے تھے لوگ رونی صورت بنا کر حضورؐ کے پاس آئے حضورؐ نے پوچھا آپ لوگوں کو کیا ہوا؟ لوگوں نے عرض کیا نہ وضو کے لئے پانی ہے اور نہ پینے کے لئے۔ صرف یہی پانی ہے جو آپؐ کے سامنے ہے۔ حضورؐ نے اس پیالہ میں اپنا ہاتھ رکھا تو چشمہ کی طرح حضورؐ کی انگلیوں کے درمیان سے پانی ابلنے لگا۔ چنانچہ ہم نے وہ پانی پیا بھی اور اس سے وضو بھی کیا۔ راوی کہتے ہیں میں نے پوچھا آپ لوگ کتنے تھے؟ حضرت جابرؓ نے فرمایا ہم تھے تو پندرہ سو لیکن اگر ہم ایک لاکھ بھی ہوتے تو وہ پانی ہمیں کافی ہو جاتا۔[4]

حضرت ابن مسعودؓ فرماتے ہیں ہم حضور ﷺ کے ساتھ ایک سفر میں تھے کہ اتنے میں نماز کا وقت ہوا اور ہمارے پاس تھوڑا سا پانی تھا۔ حضورؐ نے پانی منگوا کر ایک پیالہ میں ڈالا پھر حضورؐ نے اس پیالہ میں اپنا ہاتھ ڈالا تو حضورؐ کی انگلیوں کے درمیان میں سے پانی پھوٹنے لگا پھر حضورؐ نے اعلان فرمایا غور سے سنو! آؤ وضو کرلو اور اللہ کی طرف سے آئی ہوئی برکت حاصل کرلو۔ لوگ آکر وضو کرنے لگے اور میں لوگوں سے آگے بڑھ بڑھ کر وہ پانی پینے لگا کیونکہ حضورؐ نے فرمایا تھا اللہ کی

۱۔ واخرجه احمد و مسلم نحوه كذافى البداية (ج ٦ ص ٩٣) و اخرجه ابونعيم فى الدلائل (ص ١٣٥) عن انس نحوه و اخرجه ابن سعد (ج ١ ص ١٧٨) من طرق عن انس بالفاظ مختلفه

۲۔ اخرجه البخارى تفرد به البخارى اسنادا و متنا كذافى البداية (ج ٦ ص ٩٣) واخرجه ابونعيم فى الدلائل (ص ١٣٥) عن البراء نحوه ۳۔ و اخرجه عن سلمه بن الاكوع رضى الله عنه كما فى البداية (ج ٦ ص ٩٧) و اخرجه ابن سعد (ج ١ ص ١٧٩) عن سلمه

۴۔ اخرجه البخارى و اخرجه مسلم كذافى البداية (ج ٦ ص ٩٦) و اخرجه ابونعيم فى الدلائل (ص ١٣٣) و ابن سعد (ج ٢ ص ٩٨) عنه نحوه۔

طرف سے آئی ہوئی برکت حاصل کرلو۔[۱]

حضرت ابوقتادہؓ فرماتے ہیں، ہم ایک سفر میں حضور ﷺ کے ساتھ تھے۔ حضورؐ نے پوچھا کیا تمہارے پاس پانی ہے؟ میں نے کہا جی ہاں میرے پاس وضو کا برتن ہے جس میں تھوڑا سا پانی ہے۔ حضورؐ نے فرمایا اسے لاؤ۔ میں وہ برتن حضورؐ کی خدمت میں لے گیا حضورؐ نے فرمایا اس میں سے تھوڑا تھوڑا پانی لے لو پھر حضورؐ نے وضو فرمایا پھر اس برتن میں ایک گھونٹ پانی بچ گیا۔ حضورؐ نے فرمایا اے ابوقتادہ! اسے سنبھال کر رکھو عنقریب اس پانی کے ساتھ عجیب وغریب واقعہ پیش آئے گا۔ جب دوپہر کو گرمی سخت ہوئی تو حضورؐ اٹھے اور حضورؐ پر لوگوں کی نظر پڑی لوگوں نے عرض کیا یارسول اللہ! ہم تو پیاس کے مارے ہلاک ہوگئے ہماری گردنیں ٹوٹ گئیں حضورؐ نے فرمایا نہیں تم ہلاک نہیں ہوسکتے۔ پھر فرمایا اے ابوقتادہ! وہ وضو کا برتن لے آو۔ میں برتن حضورؐ کی خدمت میں لے آیا۔ حضورؐ نے فرمایا میرا پیالہ کھول کر لے آؤ میں کھول کر لے آیا۔ حضورؐ برتن میں سے اس پیالے میں ڈال کر لوگوں کو پلانے لگے اور حضورؐ کے اردگرد لوگوں کی بہت زیادہ بھیڑ ہوگئی۔ آپؐ نے فرمایا اے لوگو! اچھے اخلاق اختیار کرو (ایک دوسرے کو دھکے مت مارو) تم میں سے ہر ایک سیراب ہوکر ہی واپس جائے گا، چنانچہ سب نے پانی پی لیا میرے اور حضورؐ کے علاوہ اور کوئی نہ بچا۔ آپؐ نے میرے لئے پانی ڈال کر فرمایا اے ابوقتادہ! تم بھی پی لو۔ میں نے عرض کیا یارسول اللہ! آپ نوش فرمائیں۔ آپؐ نے فرمایا نہیں، لوگوں کو جو پلاتا ہے وہ سب سے آخر میں پیتا ہے، چنانچہ پہلے میں نے پیا پھر میرے بعد حضورؐ نے پیا اور وضو کے برتن میں اتنا پانی بچا ہوا تھا جتنا پہلے تھا اور ان پینے والوں کی تعداد تین سو تھی۔ ابراہیم بن حجاج راوی کی حدیث میں یہ ہے کہ پینے والے سات سو تھے۔[۲]

مسلم میں غزوۂ تبوک کے بارے میں حضرت معاذ بن جبلؓ کی حدیث منقول ہے جس میں پہلے تو دو نماز کو جمع کرنے کا ذکر ہے اس کے بعد یہ ہے کہ پھر حضور ﷺ نے فرمایا انشاء اللہ کل تم لوگ تبوک کے چشمے پر پہنچ جاؤ گے اور وہاں تک پہنچتے پہنچتے چاشت کا وقت ہو ہی جائے گا۔ تم میں سے جو بھی اس چشمہ پر پہنچ جائے وہ میرے آنے تک اس کے پانی کو ہاتھ بالکل نہ لگائے، چنانچہ جب ہم چشمہ پر پہنچے تو ہم سے پہلے دو آدمی وہاں پہنچے ہوئے تھے اور چشمہ سے جوتے کے تسمہ کی طرح تھوڑا تھوڑا پانی بہہ رہا تھا۔ حضورؐ نے ان دونوں سے پوچھا کیا تم دونوں نے اس چشمے کے پانی کو ہاتھ لگایا ہے؟ انہوں نے کہا جی ہاں لگایا ہے۔ اس پر آپؐ نے ان دونوں کو کچھ برا بھلا کہا

۱۔ اخرجه ابو نعيم في الدلائل (ص ۱۴۴) و اخرجه البخاری عنه بنحوه كما في البداية (ج ٦ ص ٩٧)

۲۔ اخرجه ابو نعيم في الدلائل (ص ۱۴۴) و اخرجه احمد و مسلم عن ابی قتادة اطول منه كما في البداية (ج ٦ ص ٩٨)

پھر (حضور ﷺ کے فرمانے پر) لوگوں نے چلوؤں سے تھوڑا تھوڑا پانی ایک برتن میں جمع کیا پھر حضور ﷺ نے اس برتن میں اپنا چہرہ اور ہاتھ دھوئے پھر وہ پانی اس چشمے میں ڈال دیا۔ پانی ڈالتے ہی اس چشمہ میں سے زور و شور سے بہت زیادہ پانی بہنے لگا جسے پی کر سب لوگ سیراب ہو گئے پھر حضورؐ نے فرمایا اے معاذ! اگر تمہاری زندگی لمبی ہوئی تو تم دیکھو گے کہ یہ ساری جگہ باغوں سے بھری ہوئی ہوگی۔ ؎۱

حضرت عمران بن حصینؓ فرماتے ہیں صحابہ کرام حضور ﷺ کے ساتھ ایک سفر میں تھے پھر آگے اور حدیث ذکر کی اس کے بعد حضرت عمرانؓ فرماتے ہیں کہ ہمیں بہت زیادہ پیاس لگی ہم حضورؐ کے ساتھ جا رہے تھے کہ اتنے میں ہمیں ایک عورت ملی جو دو بڑی مشکوں کے درمیان پاؤں لٹکائے ہوئے اونٹنی پر بیٹھی ہوئی تھی ہم نے اس سے پوچھا پانی کہاں ہے؟ اس نے کہا یہاں تو کہیں پانی نہیں ہے۔ ہم نے اس سے کہا تمہارے گھر سے پانی کتنے فاصلے پر ہے؟ اس نے کہا ایک دن ایک رات کی مسافت پر ہے۔ ہم نے کہا اللہ کے رسول ﷺ کے پاس چلو اس نے کہا اللہ کے رسول کون ہوتے ہیں؟ ہم نے اسے نہ کچھ کرنے دیا نہ بولنے دیا اور نہ بھاگنے دیا بلکہ اس پر قابو پا کر حضورؐ کی خدمت میں لے آئے۔ اس نے حضورؐ کے سامنے بھی ویسی باتیں کیں جیسی ہمارے سامنے کی تھیں، البتہ اس نے یہ بھی حضورؐ کو بتایا کہ اس کے بچے یتیم ہیں حضورؐ کے فرمانے پر اس کی دونوں بڑی مشکیں ہم حضورؐ کی خدمت میں لے آئے۔ حضورؐ نے ان مشکوں کے منہ پر دست مبارک پھیرا ہم چالیس آدمی تھے اور سخت پیاسے تھے پہلے تو ان مشکوں سے ہم سب نے خوب سیر ہو کر پیا پھر ہمارے ساتھ جتنے مشکیزے اور برتن تھے وہ سب بھر لئے اور اتنے زیادہ بھرے کہ بالکل پھٹنے والے ہو گئے تھے پھر حضورؐ نے فرمایا جو کچھ تم لوگوں کے پاس ہے وہ لے آؤ، چنانچہ ہم نے روٹی کے ٹکڑے اور کھجوریں جمع کر کے اس عورت کو دے دیں پھر وہ عورت اپنے گھر والوں کے پاس گئی اور انہیں بتایا کہ میں یا تو سب سے بڑے جادوگر سے مل کر آئی ہوں یا پھر وہ سچ مچ نبی ہیں جیسے کہ ان کے ساتھی کہہ رہے تھے، چنانچہ اس عورت کے ذریعہ اللہ تعالیٰ نے اس ڈیرے والوں کو ہدایت عطا فرمائی اور وہ عورت بھی مسلمان ہو گئی اور ڈیرے والے بھی مسلمان ہو گئے۔ اس حدیث کو بخاری اور مسلم دونوں نے ذکر کیا ہے۔ ان دونوں کی دوسری حدیث میں یہ ہے کہ حضورؐ نے اس عورت سے فرمایا یہ کھانے کا سامان اپنے ساتھ اپنے بچوں کے لئے لے جاؤ اور تمہیں معلوم ہونا چاہئے کہ ہم نے تمہارے پانی میں سے کچھ نہیں لیا ہمیں تو یہ سارا پانی اللہ نے اپنے غیبی خزانے سے پلایا ہے۔ ؎۲

۱؎ کذافی البدایۃ (ج ۶ ص ۱۰۰)

۲؎ کذافی البدایۃ (ج ۶ ص ۹۸) و اخرجہ ابونعیم فی الدلائل (ص ۱۴۶) مطولاً

حضرت زیاد بن حارث صدائیؓ فرماتے ہیں میں حضور ﷺ کے ساتھ ایک سفر میں تھا آپ نے پوچھا کیا تمہارے پاس پانی ہے؟ میں نے کہا ہے، لیکن تھوڑا ہے آپ کو کافی نہیں ہوگا۔ حضور نے فرمایا کسی برتن میں ڈال کر میرے پاس لے آؤ۔ میں آپ کی خدمت میں لے آیا آپؐ نے اپنا دست مبارک اس میں رکھا تو میں نے دیکھا کہ حضور کی ہر دو انگلیوں کے درمیان میں سے پانی پھوٹ رہا ہے حضورؐ نے فرمایا اگر مجھے اپنے رب سے حیا نہ آتی تو ہم یوں ہی پانی پیتے پلاتے رہتے (کیونکہ یوں جسم سے پانی نکلنے میں شانِ ربوبیت کا شائبہ ہے، اس لئے اس معجزہ کا تھوڑی دیر کے لئے ہونا ہی مناسب ہے) جاؤ اور جا کر میرے صحابہؓ میں اعلان کر دو کہ جو بھی پانی لینا چاہتا ہے وہ جتنا چاہے آ کر چلو بھر بھر کر لے لے۔ حضرت زیادؓ کہتے ہیں میری قوم کا ایک وفد مسلمان ہو کر فرمانبردار بن کر حضور کی خدمت میں آیا۔ وفد کے ایک آدمی نے عرض کیا یا رسول اللہ! ہمارا ایک کنواں ہے۔ سردیوں میں تو وہ ہمیں کافی ہو جاتا ہے، اس لئے سردیوں میں تو ہم اس کنویں کے پاس جمع ہو جاتے ہیں اور گرمیوں میں اس کا پانی کم ہو جاتا ہے تو پھر ہم اپنے اردگرد کے چشموں پر بکھر جاتے ہیں لیکن اب ہم بکھر نہیں سکتے کیونکہ ہمارے اردگرد کے تمام لوگ (اسلام لانے کی وجہ سے) ہمارے دشمن ہو گئے ہیں۔ آپ اللہ سے دعا کریں کہ اس کا پانی ہمیں گرمیوں میں بھی کافی ہو جایا کرے۔ حضورؐ نے سات کنکریاں منگوائیں اور ان کو اپنے ہاتھ پر الگ الگ رکھ کر دعا کی پھر فرمایا۔ جب تم لوگ کنویں کے پاس پہنچو تو کنکریاں ایک ایک کر کے اس میں ڈال دو اور ان پر اللہ کا نام لیتے رہو، چنانچہ واپس جا کر انہوں نے ایسے ہی کیا تو اللہ نے اس کنویں کا پانی اتنا زیادہ کر دیا کہ پھر انہیں اس کنویں کی گہرائی کبھی نظر نہیں آئی۔[1]

حضرت ابو عون رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں جب حضرت حسین بن علیؓ مکہ کے ارادے سے مدینہ سے نکلے تو وہ ابن مطیع کے پاس سے گزرے جو اپنا کنواں کھود رہے تھے آگے اور حدیث ذکر کی ہے جس میں یہ بھی ہے کہ ابن مطیع نے ان سے کہا میں نے اپنے اس کنویں کو اس لئے ٹھیک کیا ہے تا کہ اس میں دوبارہ پانی آ جائے لیکن ابھی تک ڈول خالی ہی نکلا ہے اس میں کچھ پانی نہیں آیا اگر آپ ہمارے لئے اس کنویں میں اللہ سے برکت کی دعا کر دیں تو آپ کی بہت مہربانی ہوگی۔ حضرت حسینؓ نے فرمایا کنویں کا تھوڑا سا پانی لاؤ۔ ابن مطیع ڈول میں اس کنویں کا تھوڑا سا پانی لائے۔ حضرت حسینؓ نے اس میں سے کچھ پانی پیا پھر کلی کی پھر وہ پانی اسی کنویں میں ڈال دیا تو اس کنویں کا پانی میٹھا بھی ہو گیا اور زیادہ بھی ہو گیا۔[2]

۱۔ اخرجه ابونعيم في الدلائل (ص ۱۴۷) و اخرجه البيهقي عن زياد مطولا و اصل هذا الحديث في المسند و سنن ابي داؤد و الترمذي و ابن ماجه كما في البداية (ج ۶ ص ۱۰۱)

۲۔ اخرجه ابن سعد (ج ۵ ص ۱۴۴)

سفر غزوات کے دوران کھانے میں برکت

حضرت ابو عمرہ انصاریؓ فرماتے ہیں ہم ایک غزوے میں حضور ﷺ کے ساتھ تھے لوگوں کو سخت بھوک لگی تو لوگوں نے حضورؐ سے کچھ اونٹ ذبح کرنے کی اجازت لی اور عرض کیا یہ گوشت کھانے سے اللہ ہمیں اتنی طاقت دے دیں گے جس سے ہم منزل تک پہنچ جائیں گے۔ حضرت عمر بن خطابؓ نے دیکھا کہ حضورؐ نے کچھ اونٹ ذبح کرنے کی اجازت دینے کا ارادہ کرلیا ہے تو عرض کیا یارسول اللہ! کل جب ہم بھوکے اور پیدل دشمن کا مقابلہ کریں گے تو ہمارا کیا حال ہوگا، اس لئے میری رائے یہ ہے کہ اگر آپ مناسب سمجھیں تو لوگوں کے پاس جو توشے بچے ہوئے ہیں وہ منگوا کر جمع کرلیں اور پھر اللہ سے اس میں برکت کی دعا کریں اللہ آپ کی دعا کی برکت سے کھانے میں برکت بھی دے دیں گے اور منزل تک بھی پہنچادیں گے، چنانچہ حضورؐ نے لوگوں سے ان کے بچے ہوئے توشے منگوائے تو لوگ لانے لگے کوئی مٹھی بھر کھانے کی چیز لایا کوئی اس سے زیادہ۔ سب سے زیادہ ایک آدمی ساڑھے تین سیر کھجور لایا۔ حضورؐ نے ان تمام چیزوں کو جمع کیا پھر کھڑے ہو کر کچھ دیر دعا کی پھر لشکروں سے فرمایا اپنے اپنے برتن لے آؤ اور اس میں سے لپیں بھر کر برتنوں میں ڈال لو، چنانچہ لشکر والوں نے اپنے تمام برتن بھر لئے اور کھانے کا جتنا سامان پہلے تھا اتنا پھر بچ گیا اسے دیکھ کر حضورؐ اتنا ہنسے کہ دندان مبارک نظر آنے لگے۔ آپؐ نے فرمایا میں اس بات کی گواہی دیتا ہوں کہ اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں اور میں اس بات کی گواہی دیتا ہوں کہ میں اللہ کا رسول ہوں۔ جو بندہ ان دونوں گواہیوں پر ایمان رکھتا ہوگا وہ قیامت کے دن اللہ سے اس حال میں ملے گا کہ جہنم کے اس سے دور رہنے کا فیصلہ ہو چکا ہوگا۔[1] حضرت ابو خنیس غفاریؓ فرماتے ہیں میں غزوۂ تہامہ میں حضور ﷺ کے ساتھ تھا۔ جب ہم عسفان پہنچے تو صحابہ حضورؐ کے پاس آئے آگے پچھلی حدیث جیسا مضمون ذکر کیا لیکن حضورؐ کے ہنسنے سے لے کر آخر تک کا مضمون ذکر نہیں کیا بلکہ ذکر کیا ہے کہ پھر حضورؐ نے وہاں سے کوچ کا حکم دیا۔ جب عسفان سے آگے چلے گئے تو پھر بارش ہوئی اور حضورؐ اور صحابہؓ نیچے اترے اور سب نے بارش کا پانی پیا۔[2]

حضرت ابو ہریرہ اور حضرت ابو سعیدؓ فرماتے ہیں غزوۂ تبوک کے سفر میں لوگوں کو سخت بھوک

۱۔ اخرجه احمد و رواه النسائی نحوه کذافی البدایة (ج ۶ ص ۱۱۴) و اخرجه ابن سعد (ج ۱ ص ۱۸۰) عن ابی عمرة نحوه و اخرجه ابو نعیم فی الدلائل (ص ۱۴۸) عن ابی هریرة و جابر رضی الله عنهما و مسلم عنهما و احمد و مسلم و النسائی عن ابی هریرة بنحوه کما فی البدایة (ج ۶ ص ۱۱۳)

۲۔ اخرجه البزار و اخرجه ایضا البیهقی عن ابی خنیس نحوه کما فی البدایة (ج ۶ ص ۱۱۴) والطبرانی وفی الاوسط کما فی المجمع (ج ۸ ص ۳۰۳) و الحاکم کما فی الاصابة (ج ۴ ص ۵۳) وقال سند الحدیث حسن

لگی تو صحابہؓ نے عرض کیا یا رسول اللہ! اگر آپ ہمیں اجازت دیں تو ہم اپنے اونٹ ذبح کر کے ان کا گوشت کھالیں اور ان کی چربی کا تیل استعمال کرلیں۔ حضورؐ نے فرمایا کرلو اس پر حضرت عمرؓ حضورؐ کی خدمت میں حاضر ہوئے پھر آگے حضرت ابو عمرہؓ جیسی حدیث ذکر کی ہے۔ ۱

حضرت سلمہؓ فرماتے ہیں ہم لوگ غزوہ خیبر میں حضور ﷺ کے ساتھ تھے۔ ہمارے توشوں میں جتنی کھجوریں تھیں حضورؐ نے ہمیں انہیں جمع کرنے کا حکم دیا اور چمڑے کا ایک دستر خوان بچھا دیا۔ ہم نے اپنے توشوں کی کھجوریں لاکر اس پر پھیلا دیں پھر میں نے انگڑائی لی اور (مجمع کی زیادتی کی وجہ سے) لمبے ہو کر دیکھا اور اندازہ لگایا تو بیٹھی ہوئی بکری جتنا ڈھیر تھا ہم چودہ سو آدمی تھے ہم نے وہ کھجوریں کھائیں پھر میں نے لمبے ہو کر دیکھا تو اب بھی بیٹھی ہوئی بکری جتنا ڈھیر تھا۔ اس کے بعد پانی میں برکت کا قصہ ذکر کیا۔ ۲ ایک روایت میں ہے کہ ہم نے اتنی کھجوریں کھائیں کہ ہم سیر ہو گئے اور پھر اپنے چمڑے کے تمام تھیلے کھجوروں سے بھر لئے۔ ۳

حضرت ابن عباسؓ فرماتے ہیں حضور ﷺ نے خندق کھودی اور آپؐ کے صحابہؓ نے بھوک کی وجہ سے اپنے پیٹ پر پتھر باندھے ہوئے تھے۔ جب حضورؐ نے یہ حالت دیکھی تو فرمایا کیا تمہیں ایسا آدمی معلوم ہے جو ہمیں ایک وقت کا کھانا کھلا دے۔ ایک آدمی نے کہا جی ہاں میں جانتا ہوں۔ حضورؐ نے فرمایا اگر اس کے علاوہ اور کوئی صورت نہیں ہے تو پھر تم آگے بڑھو اور اس آدمی کے گھر چلو، چنانچہ یہ حضرات اس آدمی کے گھر تشریف لے گئے تو گھر والا وہاں گھر میں نہیں تھا بلکہ وہ اپنے حصے کی خندق کھود رہا تھا۔ اس کی بیوی نے پیغام بھیجا کہ جلدی سے آؤ کیونکہ حضورؐ ہمارے ہاں تشریف لائے ہیں۔ وہ آدمی دوڑتا ہوا آیا اور کہنے لگا آپ پر میرے ماں باپ قربان ہوں اس آدمی کی ایک بکری تھی جس کا ایک بچہ بھی تھا وہ آدمی (ذبح کرنے کے لئے) بکری کی طرف جلدی سے بڑھا۔ حضورؐ نے فرمایا بکری کے بعد اس کے بچے کا کیا ہوگا؟ اس لئے بکری ذبح نہ کرو، چنانچہ اس نے بکری کا بچہ ذبح کیا اور اس کی بیوی نے تھوڑا سا آٹا لے کر گوندھا اور اس کی روٹی پکائی اتنے میں ہنڈیا بھی تیار ہوگئی اس کی بیوی نے پیالہ میں ثرید بنا کر حضورؐ اور حضورؐ کے ساتھیوں کے سامنے پیش کیا۔ حضورؐ نے اپنی انگلی اس ثرید میں رکھ کر فرمایا بسم اللہ، اے اللہ! اس میں برکت عطا فرما (پھر ساتھیوں سے فرمایا) کھاؤ، چنانچہ صحابہؓ نے اس میں سے پیٹ بھر کر کھایا لیکن صرف ایک حصہ کھا سکے اور دو حصے پھر بھی بچ گئے۔ آپؐ کے ساتھ جو دس صحابیؓ تھے آپؐ نے ان سے فرمایا اب آپ لوگ جاؤ اور اپنے جتنے اور آدمی بھیج دو، چنانچہ وہ دس صحابیؓ چلے گئے اور دوسرے دس آ گئے

۱۔ اخرجه ابو نعیم فی الدلائل (ص ۱۴۹) واخرجه مسلم وغیره عنهما نحوه کما فی البدایة (ج ۶ ص ۱۱۴)
۲۔ اخرجه ابویعلی عن ایاس بن سلمة عن ابیه رضی الله عنه
۳۔ اخرجه مسلم عن ایاس عن ابیه کذافی البدایة (ج ۶ ص ۱۱۵)

اور انہوں نے بھی خوب سیر ہو کر کھایا پھر آپ کھڑے ہوئے اور اس گھر والی عورت اور باقی تمام افراد کے لئے برکت کی دعا فرمائی پھر یہ حضرات خندق کی طرف چل پڑے آپؐ نے فرمایا ہمیں سلمانؓ کے پاس لے چلو وہاں پہنچے تو دیکھا کہ حضرت سلمانؓ کے سامنے ایک سخت چٹان ہے جو ان سے ٹوٹ نہیں رہی حضورؐ نے فرمایا چھوڑ دو میں اسے سب سے پہلے توڑتا ہوں اور بسم اللہ پڑھ کر آپؐ نے اس چٹان پر زور سے کدال ماری جس سے اس کا ایک تہائی ٹکڑا ٹوٹ کر گر گیا حضورﷺ نے فرمایا اللہ اکبر! رب کعبہ کی قسم! شام کے محلات فتح ہوں گے۔ آپؐ نے پھر زور سے کدال ماری تو ایک اور ٹکڑا ٹوٹ کر گر گیا آپؐ نے فرمایا اللہ اکبر! رب کعبہ کی قسم! فارس کے محلات فتح ہوں گے۔ اس پر منافقوں نے کہا ہمیں تو اپنی حفاظت کے لئے خندق کھودنی پڑ رہی ہے اور یہ ہم سے فارس اور روم کے محلات کے وعدے کر رہے ہیں۔[1] اور خرچ کرنے کے باب میں یہ حدیث گزر چکی ہے کہ حضرت جابرؓ نے ساڑھے تین سیر جو کے آٹے کی روٹی پکائی اور بکری کے بچے کو ذبح کر کے اس کا سالن بنایا اور حضورﷺ کو کھانے کی دعوت دی۔ حضورؐ نے تمام خندق والوں کو کھانے پر بلایا جو کہ ہزار کے قریب تھے سب نے پیٹ بھر کر کھالیا اور کھانا پھر بھی سارے کا سارا ویسے ہی بچ گیا۔

مقام پر رہتے ہوئے صحابہ کرامؓ کے کھانے میں برکت

حضرت سمرہ بن جندبؓ فرماتے ہیں ہم لوگ حضورﷺ کے پاس بیٹھے ہوئے تھے کہ اتنے میں حضورؐ کی خدمت میں ثرید کا ایک پیالہ پیش کیا گیا حضورؐ نے بھی وہ ثرید کھایا اور لوگوں نے بھی کھایا اور تقریباً ظہر تک لوگ آ کر باری باری کھاتے رہے کچھ لوگ کھا کر چلے جاتے پھر کچھ لوگ اور آتے اور کھا کر چلے جاتے۔ ایک آدمی نے پوچھا کیا اس میں اور ثرید لا کر ڈالا جاتا تھا؟ حضرت سمرہؓ نے فرمایا زمین سے لا کر تو نہیں ڈالا جا رہا تھا، البتہ آسمان سے ضرور ڈالا جا رہا تھا۔ دوسری روایت میں یوں ہے کہ ایک آدمی نے پوچھا کیا اس میں اور ثرید لا کر ڈالا جا رہا تھا؟ حضرت سمرہؓ نے فرمایا پھر اس میں تعجب کی کیا بات ہوئی پھر آسمان کی طرف اشارہ کر کے فرمایا صرف وہاں سے لا کر ڈالا جا رہا تھا۔[2]

حضرت واثلہ بن اسقعؓ فرماتے ہیں میں اصحاب صفہ میں سے تھا ایک دن حضورﷺ نے مجھ سے روٹی کا ایک ٹکڑا منگوایا اور اس کے ٹکڑے کر کے ایک پیالے میں ڈالے اور اس میں گرم پانی

۱ـ اخرجه الطبرانی کذافی البدایة (ج ۴ ص ۱۰۰) قال الهیثمی (ج ۶ ص ۱۳۲) رواه الطبرانی و رجاله رجال الصحیح غیر عبدالله بن احمد بن حنبل و نعیم العنبری و هما ثقتان. انتهی

۲ـ اخرجه احمد و قلرواه الترمذی والنسائی ایضا کذافی البدایة (ج ۶ ص ۱۱۲) واخرجه ابونعیم فی الدلائل (ص ۱۵۳) عن سمرة نحوه

ڈالا پھر چربی ڈالی پھران کو اچھی طرح ملایا پھران کی ڈھیری بنا کر بیچ میں سے اونچا کر دیا پھر فرمایا جاؤ اور اپنے سمیت دس آدمی میرے پاس بلالاؤ۔ میں دس آدمی بلالایا۔ آپؐ نے فرمایا کھاؤ لیکن نیچے سے کھانا اوپر سے نہ کھانا کیونکہ برکت اوپر یعنی درمیان میں اترتی ہے، چنانچہ ان سب نے اس میں سے پیٹ بھر کر کھایا۔ ۱

حضرت واثلہ بن اسقعؓ فرماتے ہیں میں اصحاب صفہ میں سے تھا میرے ساتھیوں نے بھوک کی شکایت کی اور مجھ سے کہا اے واثلہ! حضور ﷺ کی خدمت میں جاؤ اور ہمارے لئے کچھ کھانا مانگ لاؤ۔ میں نے حضورؐ کی خدمت میں جا کر عرض کیا یارسول اللہ! میرے ساتھی بھوک کی شکایت کر رہے ہیں۔ حضورؐ نے حضرت عائشہؓ سے پوچھا کیا تمہارے پاس کچھ ہے؟ حضرت عائشہؓ نے کہا یارسول اللہ! اور تو کچھ نہیں البتہ روٹی کے کچھ ریزے ہیں آپؐ نے فرمایا وہی میرے پاس لے آؤ۔ حضرت عائشہؓ چمڑے کا برتن لے آئیں (جس میں روٹی کے ریزے تھے) حضورؐ نے ایک پیالہ منگوا کر اس میں وہ ریزے ڈالے اور اپنے ہاتھ سے ثرید بنانی شروع کر دی تو وہ روٹی بڑھنے لگی یہاں تک کہ پیالہ بھر گیا پھر حضورؐ نے فرمایا اے واثلہ! جاؤ اور اپنے ساتھیوں میں سے اپنے سمیت دس آدمی بلالاؤ میں گیا اور اپنے ساتھیوں میں سے اپنے سمیت دس آدمی بلالایا۔ حضورؐ نے فرمایا بیٹھ جاؤ اور اللہ کا نام لے کر کھانا شروع کرو لیکن پیالے کے کناروں سے کھانا اوپر سے نہیں یعنی درمیان میں سے نہ کھانا کیونکہ درمیان میں برکت اترتی ہے، چنانچہ ساتھیوں نے پیٹ بھر کر کھایا اور جب وہ اٹھے تو پیالہ میں ثرید اتنا ہی باقی تھا جتنا پہلے تھا حضورؐ پھر اپنے ہاتھ سے ثرید بنانے لگے اور ثرید بڑھنے لگا یہاں تک کہ پیالہ بھر گیا پھر آپؐ نے فرمایا اے واثلہ! جاؤ اور اپنے ساتھیوں میں سے دس آدمی لے آؤ میں دس ساتھیوں کو لے آیا۔ آپؐ نے فرمایا بیٹھ جاؤ وہ لوگ بیٹھ گئے اور خوب پیٹ بھر کر کھایا پھر اٹھ کر چلے گئے۔ آپؐ نے فرمایا جاؤ اور اپنے دس ساتھی اور لے آؤ میں جا کر دس ساتھی لے آیا انہوں نے پیٹ بھر کر کھایا اور چلے گئے۔ آپ نے پوچھا کیا کوئی اور باقی رہ گیا ہے؟ میں نے کہا جی ہاں دس ساتھی رہ گئے ہیں آپؐ نے فرمایا جاؤ اور انہیں بھی لے آؤ۔ میں جا کر انہیں لے آیا آپؐ نے فرمایا بیٹھ جاؤ۔ وہ بیٹھ گئے۔ انہوں نے بھی پیٹ بھر کر کھایا پھر اٹھ کر چلے گئے اور پیالہ میں اتنا ثرید بچ گیا جتنا پہلے تھا پھر آپؐ نے فرمایا اے واثلہ! یہ عائشہ کے پاس لے جاؤ۔ ایک روایت میں ہے کہ میں صفہ میں تھا ہم صفہ میں تقریباً بیس (۲۰) آدمی تھے پھر پچھلی حدیث جیسا مضمون ذکر کیا، البتہ اس حدیث میں روٹی کے ٹکڑے اور کچھ دودھ کا ذکر ہے۔ ۲

۱۔ اخرجه احمد قال الهیثمی (ج ۸ ص ۳۰۵) رجاله موثقون و عند ابن ماجه طرف من آخره . انتهی

۲۔ عند الطبرانی قال الهیثمی (ج ۵ ص ۳۰۵) رواه كله الطبرانی باسنادین و اسناده حسن. انتهی و اخرجه ابونعیم فی الدلائل (ص ۱۵۰) عن واثلة نحوه

حضرت جابرؓ فرماتے ہیں کئی دن تک حضورﷺ کو کھانے کو کچھ نہ ملا۔ جب بھوک نے حضورؐ کو بہت زیادہ ستایا تو آپؐ اپنی تمام ازواج مطہرات کے گھروں میں تشریف لے گئے لیکن آپ کو کسی کے ہاں کھانے کو کچھ نہ ملا۔ پھر آپؐ حضرت فاطمہؓ کے ہاں تشریف لے گئے اور فرمایا اے بٹیا! کیا تمہارے پاس کھانے کی کوئی چیز ہے؟ کیونکہ مجھے بہت بھوک لگی ہوئی ہے۔ حضرت فاطمہؓ نے کہا میرے ماں باپ آپؐ پر قربان ہوں، اللہ کی قسم! کچھ نہیں ہے۔ جب آپؐ حضرت فاطمہؓ کے ہاں تشریف لے گئے تو حضرت فاطمہؓ کی ایک پڑوسن نے ان کے ہاں دو روٹیاں اور گوشت کا ایک ٹکڑا بھیجا۔ حضرت فاطمہؓ نے کھانا لے کر اپنے ایک پیالے میں رکھ دیا اور اپنے دل میں کہا اللہ کی قسم! میں یہ کھانا حضورﷺ کو کھلاؤں گی۔ نہ خود کھاؤں گی اور میرے پاس جو بچے ہیں نہ ان کو کھلاؤں گی، حالانکہ یہ سب بھوکے تھے اور پیٹ بھر کھانے کی انہیں بھی ضرورت تھی انہوں نے حضرت حسن یا حضرت حسینؓ میں سے ایک کو حضورؐ کی خدمت میں بلانے بھیجا حضورؐ حضرت فاطمہؓ کے ہاں دوبارہ تشریف لے آئے۔ حضرت فاطمہؓ نے عرض کیا میرے ماں باپ آپ پر قربان ہوں اللہ نے کچھ بھیجا ہے جو میں نے آپ کے لئے چھپا کر رکھا ہے۔ آپؐ نے فرمایا بٹیا! لے آؤ۔ حضرت فاطمہؓ فرماتی ہیں میں وہ پیالہ لے آئی۔ اسے کھولا تو میں دیکھ کر حیران رہ گئی کیونکہ سارا پیالہ روٹی اور گوشت سے بھرا ہوا تھا میں سمجھ گئی یہ برکت اللہ کی طرف سے ہوئی ہے۔ میں نے اللہ کی تعریف کی اور اس کے نبیؐ پر درود بھیجا اور کھانا حضورؐ کے سامنے رکھ دیا۔ جب حضورؐ نے کھانا دیکھا تو فرمایا الحمد للہ! اے بٹیا یہ کھانا تمہیں کہاں سے ملا؟ میں نے کہا اے ابا جان! یہ کھانا اللہ کے ہاں سے آیا ہے اور اللہ جسے چاہتا ہے اس کو بے حساب اور بے گمان روزی دیتا ہے۔ آپؐ نے اللہ کی تعریف بیان کی اور فرمایا اے بٹیا! تمام تعریفیں اس اللہ کے لئے ہیں جس نے تجھے بنو اسرائیل کی عورتوں کی سردار (حضرت مریم رضی اللہ عنہا) کے مشابہ بنایا ہے کیونکہ جب اللہ تعالیٰ انہیں روزی دیتے اور ان سے اس روزی کے بارے میں پوچھا جاتا تو وہ کہتیں یہ اللہ کے پاس سے آیا ہے اور اللہ جسے چاہتا ہے اسے بے حساب اور بے گمان روزی دیتا ہے۔ پھر حضورؐ نے آدمی بھیج کر حضرت علیؓ کو بلایا پھر حضورؐ نے حضرت علیؓ، حضرت فاطمہؓ، حضرت حسنؓ، حضرت حسینؓ، حضرت کی ازواج مطہرات نے اور آپؐ کے تمام گھر والوں نے پیٹ بھر کر کھانا کھایا۔ حضرت فاطمہؓ فرماتی ہیں سب کے کھا لینے کے بعد کھانا جوں کا توں باقی تھا اور وہ بچا ہوا کھانا تمام پڑوسیوں کو پورا آ گیا۔ اس کھانے میں اللہ نے بڑی خیر و برکت ڈالی۔[1] جلد اول صفحہ ۱۱۹ پر اللہ اور اس کے رسولﷺ کی طرف سے دعوت دینے کے باب میں حضرت علیؓ کی حدیث گزر چکی ہے کہ حضورﷺ نے بنو ہاشم کو بلایا وہ تقریباً چالیس آدمی تھے حضورؐ نے ایک مُد (۱۴ چھٹانک) کا کھانا پکا کر ان کے

۱۔ اخرجه الحافظ ابو یعلی کذافی التفسیر لابن کثیر (ج ۱ ص ۳۶۰)

سامنے رکھا۔ انہوں نے پیٹ بھر کر کھایا لیکن جب وہ کھا کر اٹھے تو کھانا اسی طرح بچا ہوا تھا جیسے پہلے تھا۔ حضورؐ نے ایک پیالہ مشروب انہیں پلایا جسے انہوں نے خوب سیر ہو کر پیا۔ جب وہ پی چکے تو وہ مشروب بھی اسی طرح بچا ہوا تھا جیسے پہلے تھا آپؐ تین دن انہیں ایسے ہی کھلاتے پلاتے رہے پھر انہیں اللہ کی طرف دعوت دی اس طرح جلد اول صفحہ ۳۲۱ پر سختیاں برداشت کرنے کے باب میں اہل صفہ کے کھانے میں برکت کے قصے گزر چکے ہیں جنہیں حضرت ابو ہریرہؓ اور دیگر صحابہؓ نے روایت کیا ہے اور جلد دوم صفحہ ۲۲۱ اور صفحہ ۲۲۱ پر خرچ کرنے کے باب میں مہمانوں کی مہمانی کے بعض قصے گزر چکے ہیں ان میں حضرت ابو طلحہ اور حضرت ابو بکرؓ کی مہمانی میں برکت اور رحمت ظاہر ہونے کے قصے بھی گزر چکے ہیں اور حضرت زینبؓ کے نکاح کے قصے میں ولیمہ میں برکت کا ظاہر ہونا بھی گزر چکا ہے۔

صحابہ کرامؓ کے غلوں اور پھلوں میں برکت

حضرت ابو ہریرہؓ فرماتے ہیں قبیلہ دوس کی ایک عورت تھیں جنہیں ام شریک کہا جاتا تھا۔ وہ رمضان میں مسلمان ہوئیں پھر انہوں نے مدینہ کی طرف ہجرت کی سفر میں ایک یہودی بھی ساتھ تھا انہیں سخت پیاس لگی یہودی کے پاس پانی تھا انہوں نے اس سے پانی مانگا اس نے کہا جب تک تم یہودی نہیں ہو جاؤ گی تمہیں پانی نہیں پلاؤں گا یہ سو گئیں تو خواب میں دیکھا کہ کوئی انہیں پانی پلا رہا ہے جب یہ اٹھیں تو یہ بالکل سیراب ہو چکی تھیں اور پیاس بالکل ختم ہو چکی تھی۔ جب یہ حضور ﷺ کی خدمت میں پہنچیں تو سارا قصہ حضور کو سنایا۔ حضورؐ نے ان کو شادی کا پیغام دیا۔ انہوں نے اپنے آپ کو اس قابل نہ سمجھا اور عرض کیا آپؐ اپنے علاوہ سے چاہیں میری شادی کر دیں حضورؐ نے ان کی حضرت زیدؓ سے شادی کر دی اور حضورؐ نے حکم دیا کہ انہیں تیس صاع (تقریباً اڑھائی من) جو دیا جائے اور فرمایا اسے کھاتے رہو لیکن اسے کسی پیمانے سے مت ناپنا اور ان کے ساتھ گھی کی ایک کپی تھی جسے وہ حضورؐ کے لئے ہدیہ کے طور پر لائی تھیں۔ حضرت ام شریکؓ نے اپنی باندی سے کہا کہ یہ حضورؐ کی خدمت میں لے جاؤ۔ اس باندی نے جا کر حضورؐ کے گھر میں وہ کپی خالی کر دی اور گھی حضورؐ کے برتن میں ڈال دیا۔ حضورؐ نے باندی سے کہا اس کپی کو گھر جا کر لٹکا دینا اور اس کا منہ ڈوری سے بند نہ کرنا۔ اس باندی نے ایسے ہی کیا۔ حضرت ام شریک نے اندر آ کر دیکھا تو کپی گھی سے بھری ہوئی تھی۔ انہوں نے باندی سے کہا کہ میں نے تم سے نہیں کہا تھا کہ جا کر یہ کپی حضورؐ کی خدمت میں دے آؤ۔ باندی نے کہا میں تو دے آئی ہوں۔ انہوں نے حضورؐ کو یہ بات بتائی۔ حضورؐ نے فرمایا اس کپی کا منہ کبھی بند نہ کرنا، چنانچہ بہت عرصہ تک یہ لوگ اس میں سے گھی نکال کر کھاتے رہے آخر ایک دفعہ حضرت ام شریکؓ نے اس کپی کا منہ بند کر دیا پھر یہ سلسلہ بند ہوا

پھر ان لوگوں نے جو کو پیمانہ سے ناپا تو وہ بھی تیس صاع ہی تھے کچھ کم نہ ہوئے تھے۔ ا

حضرت یحییٰ بن سعید رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں حضرت ام شریک دوسیہؓ نے ہجرت کی۔ راستہ میں ایک یہودی کا ساتھ ہو گیا۔ یہ روزے سے تھیں اور شام ہو چکی تھی یہودی نے اپنی بیوی سے کہا اگر تو نے اس عورت کو پانی پلایا تو میں تیری اچھی طرح خبر لوں گا آخر یہ پیاسی ہی سو گئیں۔ رات کے آخری حصہ میں ان کے سینے پر ایک ڈول اور ایک تھیلا (اللہ کی طرف سے) لا کر رکھا گیا۔ انہوں نے اس ڈول میں سے خوب پانی پیا پھر انہوں نے اس یہودی کو اور اس کی بیوی کو اٹھایا تاکہ رات کے آخری حصے میں سفر شروع کر سکیں۔ یہودی نے کہا مجھے اس عورت کی آواز سے ایسا لگ رہا ہے کہ جیسے اس نے پانی پی لیا ہو۔ حضر ام شریکؓ نے کہا پانی تو میں نے ضرور پیا ہے لیکن اللہ کی قسم! تمہاری بیوی نے مجھے پانی نہیں پلایا ہے۔ راوی کہتے ہیں حضرت ام شریکؓ کی ایک گھی کی کپی تھی اس کے بعد گھی میں برکت کا قصہ ذکر کیا۔ ۲

حضرت جابرؓ فرماتے ہیں ایک آدمی نے آکر حضور ﷺ سے غلہ مانگا حضورؐ نے اسے آدھا وسق جو دیئے (ایک وسق ۵ من ۱۰ سیر کا ہوتا ہے لہٰذا آدھا وسق ۲ من ۲۵ سیر کا ہوا) وہ آدمی، اس کی بیوی اور اس کا خادم بہت عرصے تک یہ جو کھاتے رہے پھر ایک دن اسے پیمانہ سے ناپ لیا حضور کو پتہ لگا تو آپؐ نے فرمایا اگر تم لوگ اسے نہ ناپتے تو اسے ہمیشہ کھاتے رہتے اور یہ جو ختم نہ ہوتے اور ہمیشہ باقی رہتے۔ ۳

حضرت نوفل بن حارث بن عبدالمطلبؓ فرماتے ہیں میں نے حضور ﷺ سے اپنی شادی کے بارے میں مدد چاہی۔ آپؐ نے ایک عورت سے میری شادی کر دی اور مجھے دینے کے لئے آپؐ نے تلاش کیا تو آپ کو کچھ نہ ملا آپؐ نے اپنی زرہ دے کر حضرت ابو رافع اور حضرت ابو ایوبؓ کو بھیجا انہوں نے ایک یہودی کے پاس وہ زرہ رہن رکھی اور اس سے تیس صاع (۲ من ۲۵ سیر) جو ادھار لے کر حضورؐ کی خدمت میں آئے۔ حضورؐ نے وہ جو مجھے دے دیئے۔ ہم یہ جو چھ مہینے تک کھاتے رہے پھر ہم نے وہ جو پیمانہ سے ناپے تو وہ اتنے ہی نکلے جتنے ہم لے کر آئے تھے کچھ کم نہ ہوئے۔ میں نے اس بات کا حضورؐ سے ذکر کیا تو آپؐ نے فرمایا اگر تم اسے نہ ناپتے تو جب تک زندہ رہتے اس میں سے کھاتے رہتے۔ ۴

حضرت عائشہؓ فرماتی ہیں حضور ﷺ کا انتقال ہوا تو اس وقت میرے پاس انسان کے کھانے کے قابل کوئی چیز نہیں تھی بس صرف کچھ جو تھے جو میرے طاق میں رکھے ہوئے تھے

۱۔ اخرجه البیهقی کذافی البدایة (ج ۶ ص ۱۰۴) ۲۔ عند ابن سعد (ج ۸ ص ۱۵۷)
۳۔ اخرجه احمد و اخرجه مسلم عن جابر کما فی البدایة (ج ۶ ص ۱۰۴) ۴۔ اخرجه الحاکم (جلد ۳ ص ۲۴۶) و اخرجه البیهقی عن نوفل بن الحارث نحوه کما فی البدایة (ج ۶ ص ۱۱۹)

جنہیں میں بہت عرصے تک کھاتی رہی پھر ایک دن میں نے انہیں تولا تو اس کے بعد وہ ختم ہو گئے۔[1]

حضرت جابرؓ فرماتے ہیں میرے والد صاحب کا انتقال ہوا تو ان پر قرضہ تھا میں نے نبی کریم ﷺ کی خدمت میں حاضر ہو کر عرض کیا میرے والد اپنے ذمہ قرض چھوڑ کر گئے ہیں۔ قرض ادا کرنے کے لئے میرے پاس کوئی چیز نہیں ہے والد صاحب کا کھجوروں کا ایک باغ ہے بس اس کی آمدن ہے اور اس کی آمدن اتنی کم ہے کہ کئی سالوں میں قرض ادا ہوگا۔ آپ میرے ساتھ تشریف لے چلیں تاکہ قرضخواہ مجھے برا بھلا نہ کہہ سکیں چنانچہ آپ میرے ساتھ تشریف لے گئے اور کھجور کے ایک ڈھیر کے گرد چکر لگایا اور دعا فرمائی پھر دوسرے ڈھیر کے گرد چکر لگایا پھر اس کے پاس بیٹھ گئے اور قرضخواہوں سے فرمایا اس میں سے لینا شروع کرو (حضورؐ نے ان کو دینا شروع کیا) اور ان سب کو ان کے قرض کے مطابق پورا پورا دے دیا اور جتنا انہیں دیا اتنا بچ بھی گیا۔[2]

ابو نعیم کی روایت میں ہے کہ حضورؐ اس ڈھیر کے پاس گئے پھر فرمایا جاؤ اور اپنے قرض مانگنے والے ساتھیوں کو بلا لاؤ، میں انہیں بلا لایا اور حضورؐ انہیں تول تول کر دیتے رہے یہاں تک کہ اللہ تعالیٰ نے میرے والد کا سارا قرضہ ادا کروا دیا، حالانکہ اللہ کی قسم! میں تو اس بات پر بھی راضی تھا کہ اللہ تعالیٰ میرے والد کا سارا قرضہ اتروا دیتے اور میں ایک بھی کھجور اپنی بہنوں کے پاس واپس لے کر نہ جاتا لیکن اللہ تعالیٰ نے کھجور کے سارے ڈھیر بچا دیئے بلکہ مجھے تو وہ ڈھیر جس پر حضور ﷺ بیٹھے تھے وہ بھی صحیح سالم نظر آ رہا تھا اور ایسے لگ رہا تھا کہ جیسے اس میں سے ایک کھجور بھی کم نہ ہوئی ہو۔

حضرت سعد بن میناء رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں حضرت بشیر بن سعدؓ کی بیٹی جو کہ حضرت نعمان بن بشیرؓ کی بہن ہیں وہ فرماتی ہیں مجھے میری والدہ حضرت عمرہ بنت رواحہؓ نے بلایا اور مٹھی بھر کھجوریں میری جھولی میں ڈال کر فرمایا اے بیٹی! اپنے والد اور اپنے ماموں حضرت عبداللہ بن رواحہؓ کے پاس ان کا دوپہر کا کھانا لے جاؤ۔ میں وہ کھجوریں لے کر چل پڑی اور اپنے والد اور ماموں کو ڈھونڈتی ہوئی حضور ﷺ کے پاس سے گزری۔ حضورؐ نے فرمایا اے بیٹی! یہاں آؤ یہ تمہارے پاس کیا ہے؟ میں نے کہا یہ کھجوریں ہیں جنہیں دے کر میری والدہ نے میرے والد اور ماموں کے پاس بھیجا ہے تاکہ وہ یہ کھالیں۔ حضورؐ نے فرمایا مجھے دے دو۔ میں نے وہ کھجوریں حضورؐ کے دونوں ہاتھوں میں ڈال دیں۔ وہ کھجوریں اتنی تھوڑی تھیں کہ ان سے حضورؐ کے دونوں ہاتھ بھر نہ سکے پھر آپؐ کے حکم پر ایک کپڑا بچھایا گیا جس پر آپؐ نے وہ کھجوریں ڈال دیں وہ

۱۔ اخرجه الشيخان و الترمذی كذافی الترغيب (ج ۵ ص ۱۶۵)

۲۔ اخرجه البخاری فی دلائل النبوة كذافی البداية (ج ۶ ص ۱۱۶) واخرجه ابن سعد (ج ۳ ص ۵۶۳) عن جابر نحوه و اخرجه ابونعيم فی الدلائل (ص ۱۵۶) عنه اطول منه

کھجوریں کپڑے پر بکھر گئیں۔ ایک آدمی حضورؐ کے پاس تھا آپؐ نے اس سے فرمایا خندق والوں میں یہ اعلان کردو کہ کھانے کے لئے آجائیں، چنانچہ خندق والے سب جمع ہو گئے اور کھجوریں کھانی شروع کر دیں تو کھجوریں بڑھتی جارہی تھیں، یہاں تک کہ سب خندق والے کھا کر واپس چلے گئے اور کھجوریں اتنی زیادہ ہو گئی تھیں کہ کپڑے سے نیچے گر رہی تھیں۔[1]

حضرت عرباض رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں میں سفر میں، حضر میں ہمیشہ حضور ﷺ کے دروازے پر پڑا رہتا تھا ایک مرتبہ ہم تبوک میں تھے ہم رات کو کسی کام سے کہیں گئے جب ہم حضورؐ کی خدمت میں واپس آئے تو آپ بھی اور آپؐ کے پاس جتنے صحابہؓ تھے وہ سب بھی رات کا کھانا کھا چکے تھے۔ حضورؐ نے مجھ سے پوچھا آج رات تم کہاں تھے؟ میں نے آپ کو بتایا اتنے میں حضرت جعال بن سراقہ اور حضرت عبداللہ بن معقل مزنیؓ بھی آگئے اور یوں ہم تین ہو گئے اور تینوں کو بھوک لگی ہوئی تھی۔ حضورؐ حضرت ام سلمہؓ کے خیمے میں تشریف لے گئے اور ان سے ہمارے کھانے کے لئے کوئی چیز طلب فرمائی لیکن آپ کو کچھ نہ ملا پھر پکار کر آپؐ نے حضرت بلالؓ سے فرمایا کچھ ہے؟ حضرت بلالؓ چمڑے کے تھیلے پکڑ کر جھاڑنے لگے تو ان میں سے سات کھجوریں نکل آئیں۔ حضورؐ نے وہ کھجوریں ایک بڑے پیالے میں ڈالیں اور پھر ان پر ہاتھ مبارک رکھا اور اللہ کا نام لیا اور فرمایا اللہ کا نام لے کر کھاؤ۔ ہم نے وہ کھجوریں کھائیں۔ میں کھجوریں گنتا جارہا تھا اور ان کی گٹھلیاں دوسرے ہاتھ میں پکڑتا جارہا تھا۔ میں نے گنا تو میں نے ۵۴ کھجوریں کھائی تھیں میرے دونوں ساتھی بھی میری طرح ہی کر رہے تھے اور کھجوریں گن رہے تھے انہوں نے پچاس پچاس کھجوریں کھائی تھیں۔ جب ہم نے کھانے سے ہاتھ ہٹائے تو ساتوں کھجوریں ویسی کی ویسی تھیں۔ حضورؐ نے فرمایا اے بلال! ان کو اپنے تھیلے میں رکھ لو۔ جب دوسرا دن ہوا تو حضورؐ نے وہ کھجوریں پیالہ میں ڈالیں اور فرمایا اللہ کا نام لے کر کھاؤ۔ ہم دس آدمی تھے ہم نے پیٹ بھر کر وہ کھجوریں کھائیں پھر جب ہم نے کھانے سے ہاتھ ہٹائے تو وہ کھجوریں اسی طرح سات تھیں پھر آپؐ نے فرمایا اگر مجھے اپنے رب سے حیا نہ آتی تو ہم سب مدینہ پہنچنے تک یہی کھجوریں کھاتے رہتے۔ حضورؐ جب مدینہ پہنچ گئے تو مدینہ کا ایک چھوٹا سا لڑکا آپؐ کے سامنے آیا آپؐ نے یہ کھجوریں اسے دے دیں وہ کھجوریں کھاتا ہوا چلا گیا۔[2]

حضرت ابوہریرہؓ فرماتے ہیں اسلام میں مجھ پر تین ایسی بڑی مصیبتیں آئی ہیں کہ ویسی کبھی بھی مجھ پر نہیں آئیں۔ ایک تو حضور ﷺ کے انتقال کا حادثہ کیونکہ میں آپ کا ہمیشہ ساتھ رہنے والا

۱۔ اخرجه ابو نعيم في الدلائل (ص ۱۸۰) و ذكره في البداية (ج ٦ ص ١١٦) عن ابن اسحق عن سعيد نحوه الا ان فيه لم امر بثوب فبسط له ثم دعا بالتمر فنبذ فوق الثوب

۲۔ اخرجه ابن عساكر كذا في البداية (ج ٦ ص ١١٨)

معمولی سا ساتھی تھا دوسرے حضرت عثمانؓ کی شہادت کا حادثہ تیسرے توشہ دان کا حادثہ۔ لوگوں نے پوچھا اے ابوہریرہ! توشہ دان کے حادثے کا کیا مطلب؟ فرمایا ہم ایک سفر میں حضورؐ کے ساتھ تھے۔ آپؐ نے فرمایا اے ابوہریرہ! تمہارے پاس کچھ ہے؟ میں نے کہا توشہ دان میں کچھ کھجوریں ہیں۔ آپؐ نے فرمایا لے آؤ۔ میں نے کھجوریں نکال کر آپ کی خدمت میں پیش کر دیں۔ آپؐ نے ان پر ہاتھ پھیرا اور برکت کے لئے دعا فرمائی پھر فرمایا دس آدمیوں کو بلا کر لاؤ۔ میں دس آدمیوں کو بلا لایا۔ انہوں نے پیٹ بھر کر کھجوریں کھائیں پھر اسی طرح دس دس آدمی آ کر کھاتے رہے یہاں تک کہ سارے لشکر نے کھالیا اور توشہ دان میں پھر بھی کھجوریں بچی رہیں۔ آپؐ نے فرمایا اے ابوہریرہ! جب تم اس توشہ دان میں کھجوریں نکالنا چاہو تو اس میں ہاتھ ڈال کر نکالنا اور اسے الٹانا نہیں۔ حضرت ابوہریرہؓ فرماتے ہیں میں حضورؐ کی ساری زندگی میں اس سے نکال کر کھاتا رہا پھر حضرت ابوبکرؓ کی ساری زندگی میں اس میں سے کھاتا رہا۔ پھر حضرت عمرؓ کی ساری زندگی میں اس میں سے کھاتا رہا پھر حضرت عثمانؓ کی ساری زندگی میں اس میں سے کھاتا رہا پھر جب حضرت عثمانؓ شہید ہو گئے تو میرا سامان بھی لٹ گیا اور وہ توشہ دان بھی لٹ گیا۔ کیا میں آپ لوگوں کو بتا نہ دوں کہ میں نے اس میں سے کتنی کھجوریں کھائی ہیں؟ میں نے اس میں سے دو سو وسق یعنی ایک ہزار پچاس من سے بھی زیادہ کھجوریں کھائی ہیں۔[1]

حضرت انس بن مالکؓ فرماتے ہیں میری والدہ مجھے حضورﷺ کے پاس لے گئیں اور عرض کیا یا رسول اللہ! یہ آپ کا چھوٹا سا خادم ہے اس کے لئے دعا فرما دیں تو حضورؐ نے یہ دعا فرمائی اے اللہ! اس کے مال اور اولاد کو زیادہ فرما اور اس کی عمر لمبی فرما اور اس کے تمام گناہ معاف فرما۔ حضرت انسؓ فرماتے ہیں میں اپنے دو کم سو یعنی ۹۸ بچے دفن کر چکا ہوں یا فرمایا دو اوپر سو یعنی ۱۰۲ بچے دفن کر چکا ہوں اور میرے باغ کا پھل سال میں دو مرتبہ آتا ہے اور میری زندگی اتنی لمبی ہو چکی ہے کہ اب زندگی سے دل بھر چکا ہے (۹۳ ہجری میں ان کا بصرہ میں ۱۰۳ سال کی عمر میں انتقال ہوا) اور حضورؐ کی چوتھی دعا کے پورا ہونے کا مجھے یقین ہے یعنی گناہوں کی مغفرت کی دعا۔[2]

حضرت انسؓ فرماتے ہیں میری والدہ حضرت ام سلیمؓ نے عرض کیا یا رسول اللہ! انسؓ کے لئے دعا فرمائیں حضورؐ نے یہ دعا فرمائی اے اللہ! اس کے مال اور اولاد کو زیادہ فرما اور ان میں برکت عطا فرما تو میں پوتوں کے علاوہ اپنے ایک سو پچیس (۱۲۵) بچے دفن کر چکا ہوں اور میری زمین سال میں دو مرتبہ پھل دیتی ہے اور سارے علاقہ میں اور کوئی زمین سال میں دو دفعہ پھل نہیں دیتی۔[3]

۱۔ اخرجه البیهقی فی البدایة (ج ۶ ص ۱۱۷) و اخرجه ابونعیم فی الدلائل (ص ۱۵۵) عن ابی هریرة نحوه و احمد و الترمذی عنه بمعناه مختصرا ۲۔ اخرجه ابن سعد (ج ۷ ص ۱۹)
۳۔ عند ابی نعیم کذا فی الکنز (ج ۷ ص ۹)

صحابہ کرامؓ کے دودھ اور گھی میں برکت

حضرت جابرؓ فرماتے ہیں حضرت امِ مالک بہزیہؓ اپنی کپی میں نبی کریم ﷺ کی خدمت میں گھی ہدیہ بھیجا کرتی تھیں۔ ایک مرتبہ ان کے بیٹوں نے ان سے سالن مانگا اس وقت ان کے پاس کوئی چیز نہیں تھی وہ اپنی اس کپی کے پاس گئیں جس میں وہ حضورؐ کو گھی ہدیہ بھیجا کرتی تھیں اس میں سے انہیں گھی مل گیا (حالانکہ اسے خالی کر کے ٹانگا تھا) وہ بہت عرصہ تک اپنے بیٹوں کو یہ گھی بطور سالن کے دیتی رہیں۔ آخر ایک مرتبہ انہوں نے اس کپی کو نچوڑ لیا (جس کے بعد یہ سلسلہ ختم ہوگیا) انہوں نے حضورؐ کی خدمت میں جا کر سارا واقعہ عرض کیا حضورؐ نے فرمایا کیا تم نے اسے نچوڑا تھا؟ انہوں نے کہا جی ہاں۔ حضورؐ نے فرمایا اگر تو اسے اسی طرح رہنے دیتی اور نہ نچوڑتی تو تجھے اس کپی سے ہمیشہ گھی ملتا رہتا۔[۱]

حضرت امِ مالک انصاریہؓ گھی کی ایک کپی لے کر حضور ﷺ کی خدمت میں گئیں آپؐ نے حضرت بلالؓ کو ان سے گھی لینے کا حکم دیا۔ حضرت بلالؓ نے نچوڑ کر اس کپی میں سے سارا گھی نکال لیا اور خالی کپی حضرت امِ مالکؓ کو واپس کردی۔ جب وہ واپس گھر پہنچیں تو دیکھا کہ کپی تو گھی سے بھری ہوئی ہے۔ انہوں نے جا کر حضورؐ کی خدمت میں عرض کیا یا رسول اللہ! کیا میرے بارے میں آسمان سے کوئی وحی نازل ہوئی ہے؟ حضورؐ نے فرمایا اے امِ مالک! کیوں؟ کیا بات پیش آئی ہے؟ انہوں نے کہا آپؐ نے میرا ہدیہ کیوں واپس کردیا؟ آپؐ نے حضرت بلالؓ کو بلا کر ان سے اس بارے میں پوچھا۔ حضرت بلالؓ نے کہا اس ذات کی قسم جس نے آپ کو حق دے کر بھیجا ہے میں نے تو کپی میں سے سارا گھی نکال لیا تھا بلکہ اسے اتنا نچوڑا تھا کہ مجھے شرم آنے لگی تھی۔ حضورؐ نے فرمایا اے امِ مالک! تمہیں مبارک ہو اللہ نے تمہیں ہدیہ کا بدلہ جلدی دے دیا پھر حضورؐ نے انہیں سکھایا کہ ہر نماز کے بعد دس مرتبہ سبحان اللہ، دس مرتبہ الحمد للہ اور دس مرتبہ اللہ اکبر کہا کریں۔[۲]

حضرت امِ اوس بہزیہؓ نے گھی پکا کر ایک کپی میں ڈالا پھر حضور ﷺ کو ہدیہ میں پیش کیا۔ حضورؐ نے اسے قبول فرمالیا اور کپی میں جتنا گھی تھا وہ لے لیا اور ان کے لئے برکت کی دعا فرمائی اور وہ کپی انہیں واپس فرمادی۔ انہوں نے گھر جا کر دیکھا تو وہ کپی گھی سے بھری ہوئی تھی۔ وہ سمجھیں کہ شاید حضورؐ نے ان کا ہدیہ قبول نہیں فرمایا وہ چیختی پکارتی حضورؐ کی خدمت میں آئیں

۱۔ اخرجه احمد كذافي البداية (ج ۶ ص ۱۰۳)

۲۔ عند الطبراني الهيثمي (ج ۸ ص ۳۰۹) وفيه راولم يسم و عطا بن السائب اختلط و بقية رجاله رجال الصحيح. انتهى و اخرجه ابو نعيم في الدلائل (ص ۲۰۳) عن ام مالك الانصارية نحوه و اخرجه ابن ابي عاصم في الوحدان عن ام مالك الانصارية نحوه كما في الاصابة (ج ۴ ص ۴۹۴) و اخرجه مسلم عن جابر ان ام مالك الانصارية فذكر بمعنى مارواه احمد كما في الاصابة (ج ۴ ص ۴۹۴)

(اور عرض کیا آپ نے میرا ہدیہ قبول نہیں فرمایا؟) حضورؐ نے فرمایا انہیں واقعہ تفصیل سے بتاؤ کہ ہم نے تو قبول کر لیا تھا (اب یہ اللہ نے برکت عطا فرمائی ہے) چنانچہ وہ حضورﷺ کی زندگی میں وہ گھی کھاتی رہیں پھر حضرت ابوبکر، حضرت عمر اور حضرت عثمانؓ کے زمانہ خلافت میں وہ گھی کھاتی رہیں پھر جب حضرت علی اور حضرت معاویہؓ میں اختلافات پیدا ہوئے تو اس وقت تک وہ کھاتی رہیں۔[1]

حضرت انسؓ فرماتے ہیں میری والدہ کی ایک بکری تھی وہ اس کا گھی ایک کپی میں جمع کرتی رہیں۔ جب وہ کپی بھر گئی تو اپنی لے پالک لڑکی کے ہاتھ وہ کپی بھیجی اور اس سے کہا اے بیٹی! یہ کپی حضورﷺ کی خدمت میں پہنچا دو آپ اسے سالن بنا لیا کریں گے۔ وہ لڑکی کپی لے کر حضورؐ کی خدمت میں پہنچی اور عرض کیا یا رسول اللہ! یہ گھی کی کپی ام سلیمؓ نے آپ کی خدمت میں بھیجی ہے۔ حضورؐ نے گھر والوں سے فرمایا اس کی کپی خالی کر کے دے دو گھر والوں نے خالی کر کے کپی اسے دے دی وہ لے کر چلی گئی اور گھر آ کر اسے ایک کھونٹی پر لٹکا دیا اس وقت حضرت ام سلیمؓ گھر میں نہیں تھیں۔ جب وہ گھر واپس آئیں تو دیکھا کہ کپی بھری ہوئی ہے اور اس میں سے گھی ٹپک رہا ہے۔ انہوں نے کہا اے لڑکی! کیا میں نے تجھے نہیں کہا تھا کہ یہ کپی جا کر حضورؐ کو دے آؤ۔ اس نے کہا میں تو دے آئی ہوں اگر آپ کو میری بات پر اطمینان نہیں ہے تو آپ خود جا کر حضورﷺ سے پوچھ لیں۔ حضرت ام سلیمؓ اس لڑکی کو لے کر حضورؐ کی خدمت میں گئیں اور عرض کیا یا رسول اللہ! میں نے اس لڑکی کے ہاتھ ایک کپی آپ کی خدمت میں بھیجی تھی جس میں گھی تھا حضورؐ نے فرمایا ہاں یہ کپی لے کر آئی تھی۔ حضرت ام سلیمؓ نے کہا اس ذات کی قسم جس نے آپ کو حق اور سچا دین دے کر بھیجا ہے! وہ کپی تو بھری ہوئی ہے اور اس میں سے گھی ٹپک رہا ہے۔ حضورؐ نے فرمایا اے ام سلیم! کیا تم اس بات پر تعجب کر رہی ہو کہ جس طرح تم نے اللہ کے نبی کو کھلایا ہے اس طرح اللہ تعالیٰ تمہیں کھلا رہے ہیں اس سے تم خود بھی کھاؤ اور دوسروں کو بھی کھلاؤ۔ حضرت ام سلیمؓ فرماتی ہیں میں گھر واپس آئی اور ایک بڑے پیالہ میں اور دوسرے برتنوں میں ڈال ڈال کر میں نے وہ گھی تقسیم کیا اور کچھ اس میں چھوڑ دیا جسے ہم ایک یا دو مہینے تک سالن بنا کر استعمال کرتے رہے۔[2]

۱؎ اخرجه الطبرانی و ابن منده و ابن السکن کذافی الاصابة (ج ۴ ص ۴۳۱) قال الهيثمی (ج ۸ ص ۳۱۰) رواه الطبرانی وفيه عصمة بن سليمان ولم اعرفه وبقية رجاله وثقوا. انتهى و اخرجه البيهقی عنها باسناد آخر بمعناه اطول منه کما فی البداية (ج ۶ ص ۱۰۳)

۲؎ اخرجه ابو يعلى کذافی البداية (ج ۶ ص ۱۰۳) وقال الهيثمی (ج ۸ ص ۳۰۹) رواه ابو يعلى والطبرانی الاانه قال زينب بدل ربيبة وفی اسناد هما محمد بن زياد البرجمی وهو اليشکری وهو کذاب انتهى اخرجه ابو نعيم فی الدلائل (ص ۲۰۴) عن انس بن مالک عن امه ام سليم فذکرت نحوه فی رواية ايضا زينب بدل ربيبة قال الحافظ فی الاصابة (ج ۴ ص ۳۲۰) وقد عزاه الى الطبرانی وفی حفظی ان قوله زينب تصحيف وانما هی ربيبه فليحرر هذا. انتهى

حضرت ام شریک رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں میرے پاس ایک کپی تھی جس میں میں حضور ﷺ کو گھی ہدیہ دیا کرتی تھی۔ ایک دن میرے بچوں نے مجھ سے گھی مانگا اور گھی تھا نہیں۔ میں دیکھنے کے لیے اٹھ کر کپی کی طرف گئی (کہ شاید اس میں سے کچھ بچا ہوا گھی مل جائے) میں نے جا کر دیکھا تو کپی گھی سے بھری ہوئی تھی اور اس میں سے گھی بہہ رہا تھا۔ میں نے بچوں کے لیے انڈیل کر اس میں سے کچھ گھی نکالا جسے بچے کچھ دیر کھاتے رہے پھر میں دیکھنے گئی کہ کپی میں کتنا گھی باقی رہ گیا ہے۔ میں نے اسے انڈیل کر سارا گھی نکالا جس سے وہ ختم ہو گیا پھر میں حضور کی خدمت میں گئی۔ حضورؐ نے مجھ سے فرمایا کیا تم نے اسے بالکل الٹا دیا تھا؟ غور سے سنو! اگر تم اسے الٹا نہ کرتیں تو ایک عرصہ تک یہ گھی باقی رہتا۔[1]

حضرت یحییٰ بن سعید رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں حضرت ام شریکؓ کی ایک کپی تھی جوان کے پاس آتا تھا اسے وہ کپی عاریۃً دے دیتیں۔ ایک آدمی نے ان سے اس کپی کا سودا کرنا چاہا تو انہوں نے کہا اس میں کچھ نہیں ہے پھر اس میں پھونک بھر کر اسے دھوپ میں لٹکا دیا (تاکہ گھی پگھل کر ایک جگہ جمع ہو جائے) تو کیا دیکھتی ہیں کہ وہ گھی سے بھری ہوئی ہے اسی وجہ سے کہا جاتا تھا کہ حضرت ام شریکؓ کی کپی اللہ کی نشانیوں میں سے ایک نشانی ہے۔[2] اس حدیث کا کچھ حصہ پہلے گزر چکا ہے۔

حضرت حمزہ بن عمروؓ فرماتے ہیں حضور ﷺ کے صحابہؓ کا کھانا مختلف صحابہؓ باری باری پکا کر لاتے۔ ایک رات یہ لاتے دوسرے رات دوسرے صحابیؓ لاتے، چنانچہ ایک رات میری باری آئی۔ میں نے حضورؐ کے صحابہؓ کا کھانا تیار کیا اور گھی کی مشک کو ایسے ہی چھوڑ دیا اور اس کے منہ کو ڈوری سے باندھا نہیں۔ جب میں کھانا حضور کی خدمت میں لے جانے لگا تو مشک ہل گئی اور اس میں سے گھی گرنے لگا تو میں نے کہا کیا حضور ﷺ کے کھانے نے میرے ہی ہاتھوں سے گرنا تھا؟ جب میں کھانا لے کر حضور کی خدمت میں پہنچا تو حضورؐ نے فرمایا قریب آ جاؤ تم بھی کھاؤ میں نے کہا یا رسول اللہ! گنجائش نہیں (کھانا کم ہے) کھانا کھلا کر میں اپنی جگہ واپس آیا تو دیکھا کہ مشک سے غٹ غٹ گھی کے گرنے کی آواز آ رہی تھی۔ میں نے کہا یہ آواز کیسی؟ جو گھی اس میں بچ گیا تھا وہ گر رہا ہوگا میں اسے دیکھنے گیا تو مشک سینے تک بھری ہوئی تھی۔ میں وہ مشک لے کر حضور کی خدمت میں گیا اور سارا واقعہ آپ کو بتایا آپؐ نے فرمایا اگر تم اس کو ہاتھ نہ لگاتے اور ویسے ہی رہنے دیتے تو یہ منہ تک بھر جاتی پھر اس کے منہ پر ڈوری باندھی جاتی۔[3] ایک روایت میں ہے کہ

۱۔ اخرجه ابن سعد (ج ٨ ص ١٥٧) ۲۔ عند ابن سعد ایضا.

۳۔ اخرجه الطبرانی قال الهیثمی (ج ٨ ص ٣١٠) رواه الطبرانی وقد تقدمت له طریق فی غزوة تبوک ورجال الطریق التی هنا وثقوا. انتهی

اگر تم اسے ایسے ہی رہنے دیتے تو ساری وادی میں گھی بہنے لگتا۔

حضرت حمزہ بن عمرو اسلمیؓ فرماتے ہیں حضورﷺ غزوۂ تبوک میں تشریف لے گئے اور اس سفر میں گھی کی مشک سنبھالنے کی ذمہ داری مجھ پر تھی۔ میں نے اس مشک کو دیکھا تو اس میں تھوڑا سا گھی تھا میں نے حضورﷺ کے لیے کھانا تیار کیا اور اس مشک کو دھوپ میں رکھ دیا اور خود سو گیا پھر (اللہ تعالیٰ نے اس مشک کو گھی سے بھر دیا اور) مشک سے گھی بہنے کی آواز سے میری آنکھ کھلی میں نے اپنے ہاتھ سے اس کے سر کو پکڑا حضورؐ مجھے دیکھ رہے تھے۔ آپؐ نے فرمایا اگر تم اس کا سر نہ پکڑتے ایسے ہی رہنے دیتے تو ساری وادی میں یہ گھی بہنے لگتا۔[۱]

حضرت خباب بن ارت کی صاحبزادیؓ فرماتی ہیں میرے والد ایک غزوے میں تشریف لے گئے اور ہمارے لئے صرف ایک بکری چھوڑ کر گئے اور ہم سے کہہ کر گئے کہ جب اس کا دودھ نکالنے لگو تو اسے صفہ والوں کے پاس لے جانا وہ دودھ نکال دیں گے، چنانچہ ہم وہ بکری صفہ لے گئے تو وہاں حضورؐ تشریف فرما تھے حضورؐ نے اس بکری کو لیا اور اس کی ٹانگ باندھ کر اس کا دودھ نکالنے لگے اور ہم سے فرمایا تمہارے ہاں جو سب سے بڑا برتن ہے وہ لے آؤ میں گئی اور تو مجھے کوئی برتن نہیں ملا صرف ایک بڑا پیالہ ملا جس میں ہم آٹا گوندھتے تھے میں وہ لے آئی۔ حضورؐ نے اس میں دودھ نکالا تو وہ بھر گیا پھر فرمایا جاؤ خود بھی پیو اور پڑوسیوں کو بھی پلاؤ اور جب اس بکری کا دودھ نکالنا ہو تو اسے میرے پاس لے آیا کرو میں اس کا دودھ نکال دیا کروں گا۔ ہم وہ بکری حضورؐ کے پاس لے جاتے رہے اور ہمارے خوب مزے ہو گئے پھر میرے والد آ گئے اور انہوں نے اس بکری کی ٹانگ باندھ کر اس کا دودھ نکالا تو وہ اپنے پہلے دودھ پر آ گئی۔ میری والدہ نے کہا آپ نے تو ہماری بکری خراب کر دی۔ میرے والد نے کہا کیوں؟ والدہ نے کہا یہ تو آپ کے پیچھے اتنا دودھ دیا کرتی تھی جس سے یہ بڑا پیالہ بھر جاتا تھا۔ والد نے کہا اس کا دودھ کون نکالتا تھا؟ والدہ نے کہا حضورﷺ والد نے کہا تم تو مجھے حضورؐ کے برابر کر رہی ہو، اللہ کی قسم! ان کے ہاتھ میں تو میرے ہاتھ سے بہت زیادہ برکت ہے۔[۲] جلد اول صفحہ ۳۴۱ پر سختیاں برداشت کرنے کے باب میں حضرت ابو ہریرہؓ کی حدیث اور جلد اول صفحہ ۲۲۸ پر اللہ تعالیٰ کی دعوت دینے کے باب میں حضرت علیؓ کی حدیث گزر چکی ہے۔

گوشت میں برکت

حضرت مسعود بن خالدؓ فرماتے ہیں میں نے حضورﷺ کی خدمت میں ایک بکری بھیجی اور

۱۔ اخرجه ابونعيم في الدلائل (ص ۱۵۵) عن ابي بكر بن محمد بن حمزه بن عمر والا سلمي عن ابيه عن جده.
۲۔ اخرجه ابن سعد (ج ۸ ص ۲۹۱)

میں خود کسی کام سے کہیں چلا گیا۔ حضورؐ نے میرے گھر بکری کا کچھ گوشت بھیجا۔ میں اپنی بیوی حضرت ام خناسؓ کے پاس واپس آیا تو میں نے دیکھا کہ اس کے پاس گوشت رکھا ہوا ہے۔ میں نے پوچھا اے ام خناس! یہ گوشت کہاں سے آیا ہے؟ میری بیوی نے کہا آپ نے اسے خلیل ﷺ کو جو بکری بھیجی تھی اس میں سے انہوں نے یہ گوشت ہمیں بھیجا ہے میں نے کہا کیا بات ہے تم نے بچوں کو یہ گوشت اب تک کھلایا نہیں؟ میری بیوی نے کہا میں تو سب کو کھلا چکی ہوں یہ تو ان کا بچا ہوا ہے۔ حضرت مسعودؓ فرماتے ہیں تھوڑے سے گوشت سے سب گھر والوں نے کھالیا اور پھر بھی گوشت بچ گیا، حالانکہ یہ لوگ دو تین بکریاں ذبح کرتے تھے اور پھر بھی کافی نہیں ہوتی تھی۔[1]

حضرت خالد بن عبدالعزیٰ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں میں نے حضور ﷺ کی خدمت میں ذبح کرنے کے قابل ایک بکری پیش کی جسے حضورؐ نے بھی نوش فرمایا اور آپؐ کے بعض صحابہؓ نے بھی کھایا لیکن پھر بھی گوشت بچ گیا جو حضورؐ نے مجھے عطا فرمادیا جسے میں نے اور میرے تمام بال بچوں نے کھایا اور پھر بھی بچ گیا، حالانکہ میرے بچے بہت سارے تھے۔[2]

جہاں سے روزی ملنے کا گمان نہ ہو وہاں سے روزی ملنا

حضرت سلمہ بن نفیل رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں میں نے حضور ﷺ سے پوچھا کیا کبھی آپؐ کے لئے آسمان سے بھی کھانا اتارا گیا؟ آپؐ نے فرمایا ہاں، میں نے پوچھا کیا اس میں سے کچھ بچا تھا؟ آپؐ نے فرمایا ہاں۔ میں نے پوچھا اس کا کیا ہوا؟ آپؐ نے فرمایا اسے آسمان کی طرف اٹھالیا گیا۔[3] حضرت سلمہ بن نفیل سکونیؓ نبی کریم ﷺ کے صحابہؓ میں سے تھے وہ فرماتے ہیں ایک دفعہ ہم لوگ حضورؐ کے پاس بیٹھے ہوئے تھے کہ اتنے میں ایک آدمی آیا اور اس نے عرض کیا اے اللہ کے نبی! کیا کبھی آپ کے پاس آسمان سے کھانا آیا ہے؟ آپؐ نے فرمایا ہاں دیگچی میں گرم گرم آیا تھا۔ اس آدمی نے پوچھا کیا آپ کے کھانے کے بعد کچھ کھانا بچا تھا؟ حضورؐ نے فرمایا ہاں! اس نے کہا پھر اس بچے ہوئے کھانے کا کیا ہوا تھا؟ حضورؐ نے فرمایا اسے آسمان کی طرف اٹھا لیا گیا تھا۔ اور وہ چپکے چپکے مجھے یہ کہہ رہا تھا کہ میں آپ لوگوں میں تھوڑا عرصہ ہی رہوں گا اور آپ لوگ بھی میرے بعد تھوڑا عرصہ ہی رہو گے بلکہ زندگی لمبی معلوم ہونے لگے گی اور تم لوگ کہو گے ہم یہاں دنیا میں کب تک پڑے رہیں گے؟ پھر آپ لوگ مختلف جماعتیں بن کر آؤ گے اور ایک

---

[1] اخرجه الطبرانی قال الهیثمی (ج ۸ ص ۳۱۰) وفیه من لم اعرفهم. اھ [2] عند یعقوب بن سفیان فی نسخة و اخرجه الحسن بن سفیان فی مسنده و النسائی فی الکنی له عن یعقوب به مطولا کذافی الاصابة (ج ۱ ص ۴۰۹) [3] ذکره ابن سعد (ج ۷ ص ۴۲۸) فقال روی عن سلمة بن نفیل ایضا من حدیث اشعث بن شعبة عن ارطاة بن المنذر عن ضمرة بن حبیب عن خالد بن اسد بن حبیب عن سلمة بن نفیل

دوسرے کو فنا کرو گے اور قیامت سے پہلے بہت زیادہ اموات واقع ہوں گی اور اس کے بعد زلزلے کے سال ہوں گے۔[1]

ایک لمبی حدیث میں حضرت جابر بن عبداللہؓ فرماتے ہیں لوگوں نے حضور ﷺ سے بھوک کی شکایت کی۔ حضورؐ نے فرمایا عنقریب اللہ تعالیٰ تمہیں کھلائیں گے، چنانچہ ہم لوگ سمندر کے کنارے پہنچے تو سمندر میں ایک زبردست موج آئی جس سے ایک بہت بڑی مچھلی باہر آگئی ہم نے اس کا ایک ٹکڑا کاٹا اور آگ جلا کر کچھ گوشت بھونا اور باقی پکالیا اور خوب پیٹ بھر کر کھایا۔ وہ مچھلی اتنی بڑی تھی کہ میں اس کی آنکھ کے حلقہ کے اندر داخل ہوگیا اور میرے علاوہ فلاں اور فلاں پانچ آدمی داخل ہوگئے اور وہ حلقہ اتنا بڑا تھا کہ ہم باہر کے کسی آدمی کو نظر نہیں آرہے تھے پھر ہم اس میں سے باہر آئے۔ اس کے جسم میں بڑے بڑے کانٹے تھے۔ ہم نے ایک کانٹا لے کر کمان کی طرح کھڑا کیا اور قافلہ کے سب سے لمبے آدمی کو اور سب سے لمبے اونٹ کو اور سب سے اونچی کاٹھی کو منگوایا اس کاٹھی کو اس اونٹ پر رکھ کر اس آدمی کو اس پر بٹھایا وہ آدمی اس کانٹے کے نیچے سے گزر گیا لیکن اس کا سر اس کانٹے کو نہ لگا۔[2]

حضرت جابرؓ فرماتے ہیں حضور ﷺ نے تین سو صحابہؓ کا ایک لشکر ساحلِ سمندر کی طرف بھیجا اور حضرت ابوعبیدہ بن جراحؓ کو ان کا امیر بنایا چنانچہ ہم مدینہ سے چلے راستہ میں توشہ ختم ہوگیا۔ حضرت ابوعبیدہؓ نے حکم دیا کہ لشکر کے تمام توشے جمع کیے جائیں، چنانچہ تمام توشے جمع کیے گئے تو کھجور کے دو توشے دان بن گئے حضرت ابوعبیدہؓ ہمیں ان میں سے تھوڑا تھوڑا روز دیتے پھر یہ توشے دان بھی ختم ہوگئے اور ہمیں روزانہ صرف ایک کھجور ملنے لگی۔ راوی نے حضرت جابرؓ سے کہا ایک کھجور سے کیا بنتا ہوگا؟ حضرت جابرؓ نے فرمایا اس ایک کھجور کا فائدہ ہمیں تب معلوم ہوا جب وہ بھی ملنی بند ہوگئی پھر ہم جب ساحل سمندر پہنچے تو وہاں چھوٹے پہاڑ جتنی اونچی ایک مچھلی ملی جس کے گوشت کو سارا لشکر ۱۸ دن تک کھاتا رہا (دوسری روایت سے معلوم ہوتا ہے کہ بعض صحابہؓ ایک ماہ تک کھاتے رہے) پھر حضرت ابوعبیدہ کے فرمانے پر اس مچھلی کے دو کانٹے کھڑے کیے گئے اور ایک اونٹنی پر کجاوہ رکھا گیا پھر وہ اونٹنی ان کانٹوں کے نیچے سے گزری اور اس کا سر یا کوہان کانٹوں کو نہ لگا۔[3]

حضرت جابرؓ فرماتے ہیں حضور ﷺ نے ہمیں تین سو سواروں کے لشکر میں بھیجا۔ ہمارے

۱۔ اخرجه الحاكم (ج ۴ ص ۴۴۷) قال الحاكم هذا حديث صحيح على شرط الشيخين و لم يخرجاه وقال الذهبى و الخبر من غرائب الصحاح وقال الحافظ فى الاصابة (ج ۲ ص ۶۸) فى ترجمة سلمه بن نفيل وله فى النسائى حديث يقال ماله غيره و هومن رواية ضمرة بن حبيب سمعت سلمة بن نفيل اسكونى يقول كنا جلوسا عندالنبى صلى الله عليه وسلم فقال رجل يارسول الله وقداتيت بطعام من الجنة . الحديث انتهى (۴) اخرجه مسلم (ج ۲ ص ۱۴۸) ۲۔ اخرجه مسلم (ج ۲ ص ۱۴۸)

۳۔ اخرجه مالك (ص ۷۱۴) و اخرجه الشيخان من حديث مالك بنحوه كما فى البداية (ج ۴ ص ۲۷۶)

امیر حضرت ابوعبیدہ بن جراحؓ تھے۔ ہم قریش کے ایک تجارتی قافلہ کی گھات میں گئے تھے۔ اس سفر میں ہمیں سخت بھوک لگی اور کھانے کے تمام سامان ختم ہوگئے اور ہمیں درختوں کے گرے ہوئے پتے کھانے پڑے اور اس وجہ سے اس لشکر کا نام پتوں والا لشکر پڑ گیا۔ ایک آدمی نے لشکر کے لیے تین اونٹ ذبح کیے اور پھر تین اونٹ ذبح کیے پھر تین اونٹ ذبح کیے پھر حضرت ابوعبیدہؓ نے اس آدمی کو اور اونٹ ذبح کرنے سے منع کر دیا پھر سمندر کی تیز موج نے ایک بہت بڑی مچھلی کنارے پر لا ڈالی جسے عنبر کہا جاتا ہے۔ آدھے مہینہ تک ہم اس کا گوشت کھاتے رہے اور اس کی چربی کو جسم پر لگاتے رہے جس سے ہمارے جسموں کی کمزوری اور دبلا پن وغیرہ سب جاتا رہا اور جسم پہلے کی طرح ٹھیک ٹھاک ہوگئے اس کے بعد کانٹے کا قصہ ذکر کیا۔[۱]

حضرت جابرؓ فرماتے ہیں حضور ﷺ نے ہمیں قریش کے ایک تجارتی قافلے پر حملہ کرنے کے لئے بھیجا اور حضرت ابوعبیدہؓ کو ہمارا امیر بنایا اور حضورؐ نے کھجوروں کا ایک تھیلہ ہمیں زادِ سفر کے لئے دیا۔ دینے کے لئے آپ کو اس کے علاوہ اور کچھ نہ ملا۔ حضرت ابوعبیدہؓ ہمیں روزانہ ایک کھجور دیا کرتے۔ راوی کہتے ہیں میں نے حضرت جابرؓ کی خدمت میں عرض کیا کہ آپ لوگ ایک کھجور کا کیا کرتے ہوں گے؟ حضرت جابرؓ نے کہا ہم بچے کی طرح اسے چوستے تھے پھر اس کے بعد پانی پی لیتے اور ایک دن، ایک رات اسی پر گزارا لیتے پھر ہم لاٹھی مار کر درختوں کے پتے جھاڑ لیتے اور انہیں پانی میں بھگو کر کھا لیتے۔ ہم چلتے چلتے سمندر کے کنارے پر پہنچے تو ہمیں دور سے ایک بہت بڑے ٹیلے جیسی کوئی چیز نظر آئی ہم نے وہاں پہنچ کر دیکھا تو وہ عنبر نامی بہت بڑی مچھلی تھی۔ پہلے تو حضرت ابوعبیدہؓ نے کہا یہ مردار ہے اسے مت کھاؤ پھر فرمایا اچھا نہیں ہم تو اللہ کے رسول ﷺ کے بھیجے ہوئے ہیں اور اللہ کے راستے میں ہیں اور تم لوگ حالتِ اضطرار کو پہنچ چکے ہو (جس میں مردار حلال ہو جاتا ہے) اس لئے اسے کھا لو ہم تین سو آدمی تھے ایک مہینہ تک اس کا گوشت کھاتے رہے یہاں تک کہ ہم موٹے ہوگئے اور اس کی آنکھ کے حلقہ میں سے بڑے بڑے مٹکے بھر کر چربی نکالتے تھے اور بیل جتنے بڑے اس کے گوشت کے ٹکڑے کاٹتے تھے اور حضرت ابوعبیدہؓ نے اس کی آنکھ کے حلقے میں چربی نکالنے کے لیے تیرہ آدمی داخل کیے تھے اور اس کا ایک کانٹا لے کر اسے کھڑا کیا اور سب سے لمبے اونٹ پر کجاوہ کس کر اس پر آدمی بٹھا کر اسے اس کانٹے کے نیچے سے گزارا تو وہ گزر گیا اور اس کے گوشت کے بڑے بڑے ٹکڑے ہم نے واپسی کے سفر میں اپنے ساتھ رکھ لئے۔ جب ہم مدینہ پہنچے تو حضور ﷺ کی خدمت میں حاضر ہو کر ہم لوگوں نے مچھلی کا سارا واقعہ ذکر کیا۔ حضورؐ نے فرمایا یہ وہ روزی ہے جو اللہ نے اپنے غیبی خزانے سے تمہیں عطا فرمائی

۱۔ عند الشیخین ایضا کذافی البدایۃ (ج ۴ ص ۲۷۶) واخرجہ ابونعیم فی الدلائل (ص ۲۱۴) من طریق عمر ونحوہ

ہے ہمیں کھلانے کے لئے اس مچھلی کا گوشت تم لوگوں کے پاس ہے؟ اس پر ہم نے حضور کی خدمت میں کچھ گوشت بھیجا جسے آپؐ نے نوش فرمایا (آپؐ نے یہ گوشت اس لئے کھایا کہ یہ گوشت برکت والا تھا اور تاکہ صحابہ کو یہ بھی معلوم ہو جائے کہ یہ مچھلی مردار نہیں تھی بلکہ حلال تھی مچھلی کو ذبح کرنے کی ضرورت نہیں) ۔[1]

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں ایک آدمی اپنے گھر میں داخل ہوا۔ جب اس نے گھر میں فقر و فاقہ کی حالت دیکھی تو وہ جنگل کی طرف چلا گیا۔ جب اس کی بیوی نے یہ دیکھا تو وہ اٹھی اور چکی کا اوپر والا پاٹ نیچے والے پر رکھا اور پھر تندور میں آگ جلائی پھر دعا مانگی اے اللہ! ہمیں روزی عطا فرما۔ وہ عورت کیا دیکھتی ہے کہ بڑا پیالہ آٹے سے بھرا ہوا ہے اور پھر جا کر تندور کو دیکھا تو وہ روٹیوں سے بھرا ہوا تھا اتنے میں اس کا خاوند بھی واپس آ گیا اس نے پوچھا کیا میرے بعد تمہیں کچھ ملا؟ اس کی بیوی نے کہا ہاں۔ ہمارے رب کی طرف سے کچھ آیا ہے۔ وہ مرد اٹھا اور اس نے چکی کا اوپر والا پاٹ اٹھا لیا (پھر چکی کا چلنا بند ہو گیا) کسی نے جا کر اس بات کا حضور ﷺ سے ذکر کیا حضورؐ نے فرمایا غور سے سنو! اگر یہ چکی کا پاٹ نہ اٹھاتا تو یہ چکی قیامت تک چلتی رہتی ۔[2]

دوسری روایت میں ہے کہ اس عورت نے یہ دعا مانگی اے اللہ! ہمیں وہ چیز عطا فرما جسے ہم پیسیں اور گوندھیں اور اس کی روٹی پکائیں پھر اس نے دیکھا کہ بڑا پیالہ روٹیوں سے بھرا ہوا ہے اور چکی آٹا پیس رہی ہے اور تندور بھنی ہوئی چانپوں سے بھرا ہوا ہے پھر اس کے خاوند نے آ کر پوچھا تمہارے پاس کچھ ہے؟ اس کی بیوی نے کہا اللہ نے روزی عطا فرمائی ہے خاوند نے چکی کا پاٹ اٹھایا چکی کے ارد گرد کی جگہ کو اچھی طرح صاف کیا۔ حضورؐ کو جب معلوم ہوا تو آپؐ نے فرمایا اگر یہ چکی کو اپنے حال پر رہنے دیتے تو چکی قیامت تک پیستی رہتی ۔[3]

حضرت ابو ہریرہؓ فرماتے ہیں ایک انصاری بہت ہی ضرورت مند اور غریب تھا۔ اس کے گھر والوں کے پاس کچھ نہیں تھا وہ گھر سے باہر چلا گیا اس کی بیوی نے اپنے دل میں کہا اگر میں چکی چلاؤں اور تندور میں کھجور کی ٹہنیاں ڈال کر آگ جلاؤں تو میرے پڑوسی چکی کی آواز سنیں گے اور دھواں دیکھیں گے اس سے وہ یہ سمجھیں گے کہ ہمارے پاس کھانے کو کچھ ہے اور ہمارے ہاں فقر و فاقہ نہیں ہے۔ اس نے اٹھ کر تندور میں آگ جلائی اور بیٹھ کر چکی چلانے لگی اتنے میں اس کا خاوند آ گیا اور اس نے باہر سے چکی کی آواز سنی پھر دروازہ کھٹکھٹایا بیوی نے کھڑے ہو کر دروازہ کھولا

---

[1] عند البیهقی من طریق ابی الزبیر و رواہ مسلم وابوداؤد عن ابی الزبیر عن جابر به کما فی البدایة (ج ۴ ص ۲۷۶) و اخرجه ابن سعد (ج ۳ ص ۴۱۱) عن ابی الزبیر عنه بمعناہ اخصر منه واخرجه الطبرانی عن جابر مختصرا کما فی الکنز (ج ۸ ص ۵۴)

[2] اخرجه احمد

[3] قال الهیثمی (ج ۱۰ ص ۲۵۶) رواہ احمد و البزار و رواہ الطبرانی فی الاوسط بنحوہ و رجالهم رجال الصحیح غیر شیخ البزار و شیخ الطبرانی و هما ثقتان. انتهی و اخرجه البیهقی عن ابی هریرة بسیاق

خاوند نے پوچھا تم کیا پیس رہی ہو؟ بیوی نے ساری کارگزاری سنائی وہ دونوں اندر گئے تو دیکھا کہ چکی خود بخود چل رہی ہے اور اس کے اندر سے آٹا نکل رہا ہے۔ بیوی برتنوں میں آٹا بھرنے لگی تو گھر کے سارے برتن آٹے سے بھر گئے پھر اس نے باہر جا کر تندور کو دیکھا تو وہ روٹیوں سے بھرا ہوا تھا خاوند نے جا کر حضور ﷺ کو سارا واقعہ سنایا۔ حضورؐ نے پوچھا پھر چکی کا کیا ہوا؟ خاوند نے کہا میں نے اسے اٹھا کر جھاڑ دیا تھا۔ حضورؐ نے فرمایا اگر تم چکی کو اس کے حال پر رہنے دیتے تو وہ میری زندگی تک یونہی چلتی رہتی یا فرمایا تمہاری زندگی تک یونہی چلتی رہتی ہے۔[1]

حضرت ابوبکرؓ فرماتے ہیں میں حضور ﷺ کے ساتھ مکہ سے چلا۔ چلتے چلتے ہم عرب کے ایک قبیلہ کے پاس پہنچے۔ قبیلہ کے کنارے کے ایک گھر پر حضورؐ کی نگاہ پڑی حضورؐ وہاں تشریف لے گئے۔ جب ہم وہاں پہنچ کر سواریوں سے نیچے اترے تو وہاں صرف ایک عورت تھی اس عورت نے کہا اے اللہ کے بندے! میں عورت ذات ہوں میرے ساتھ اور کوئی نہیں ہے اکیلی ہوں آپ لوگ مہمان بننا چاہتے ہیں تو قبیلہ کے سردار کے پاس چلے جائیں۔ حضورؐ نے اس کی یہ بات قبول نہ فرمائی بلکہ وہیں ٹھہر گئے۔ شام کا وقت تھا تھوڑی دیر میں اس عورت کا بیٹا اپنی بکریاں ہانکتا ہوا آیا اس عورت نے بیٹے سے کہا اے بیٹے! یہ بکری اور چھری ان دو آدمیوں کے پاس لے جاؤ اور ان سے کہو میری والدہ کہہ رہی ہیں یہ بکری ذبح کر کے آپ دونوں خود بھی کھائیں اور ہمیں بھی کھلائیں۔ جب وہ لڑکا آیا تو حضورؐ نے اس سے فرمایا چھری لے جاؤ اور (دودھ نکالنے کے لئے) پیالہ لے آؤ۔ اس لڑکے نے کہا یہ بکری تو چراگاہ سے دور رہی تھی اور اس کا دودھ بھی نہیں ہے۔ حضورؐ نے فرمایا نہیں تم جاؤ وہ جا کر پیالہ لے آیا حضورؐ نے اس کے تھن پر ہاتھ پھیر کر دودھ نکالنا شروع کیا تو اتنا دودھ نکلا کہ سارا پیالہ بھر گیا حضور ﷺ نے فرمایا جا کر اپنی والدہ کو دے آ۔ چنانچہ اس کی ماں نے خوب سیر ہو کر دودھ پیا۔ وہ پیالہ لے آیا حضور ﷺ نے فرمایا یہ بکری لے جا اور دوسری بکری لے آ وہ دوسری بکری لے آیا حضورؐ نے اس کا دودھ نکال کر مجھے پلایا پھر وہ لڑکا تیسری بکری لے آیا اس کا دودھ نکال کر حضورؐ نے خود پیا پھر وہ رات ہم نے وہاں گزاری اور صبح وہاں سے آگے چلے۔ اس عورت نے آپ کا نام مبارک رکھ دیا تھا۔ پھر اللہ نے اس کی بکریوں میں خوب برکت ڈالی اور وہ بیچنے کے لئے بکریوں کا ریوڑ لے کر مدینہ آئی۔ میرا وہاں سے گزر ہوا تو اس عورت کے بیٹے نے دیکھ کر مجھے پہچان لیا اور کہنے لگا اے اماں جان! یہ آدمی وہی ہے جو اس مبارک ہستی کے ساتھ تھا وہ عورت کھڑی ہو کر میرے پاس آئی اور کہنے لگی اے اللہ کے بندے! وہ مبارک آدمی جو تمہارے ساتھ تھا وہ کون تھا؟ میں نے کہا اچھا! تمہیں معلوم نہیں کہ وہ کون ہیں؟ اس عورت نے کہا نہیں میں نے کہا وہ تو نبی کریم ﷺ ہیں اس نے کہا مجھے ان کے پاس لے چلو، چنانچہ اسے حضورؐ کی خدمت میں لے گیا۔ حضورؐ نے انہیں کھانا کھلایا، درہم دینار دیئے اور ہدیہ میں اسے پنیر اور دیہاتیوں والا

---

[1] عند البیھقی ایضا بسند آخر و ھذا الحدیث غریب سندا و متنا کذا فی البدایة (ج ٦ ص ١١٩)

سامان دیا، پہننے کے کپڑے بھی دیئے اور وہ مسلمان بھی ہوگئی۔[1]

حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں میں عقبہ بن ابی معیط کی بکریاں چرا رہا تھا۔ حضور ﷺ اور حضرت ابوبکرؓ میرے پاس سے گزرے۔ حضورؐ نے فرمایا اے لڑکے! کیا دودھ ہے؟ میں نے کہا ہے لیکن یہ بکریاں اور ان کا دودھ میرے پاس بطور امانت ہے اور میں امانتدار ہوں (مالک کی اجازت کے بغیر دودھ نہیں دے سکتا) حضورؐ نے فرمایا کیا ایسی کوئی بکری ہے، جواب تک بیاہی نہ گئی ہو؟ (وہ لے آؤ) میں ایسی بکری حضورؐ کی خدمت میں لے آیا۔ حضورؐ نے اس کے تھن پر ہاتھ پھیرا تو اس کے تھن میں دودھ اتر آیا۔ حضورؐ نے ایک برتن میں اس کا دودھ نکالا، خود پیا اور حضرت ابوبکرؓ کو پلایا پھر آپؐ نے تھن کو فرمایا سکڑ جاؤ تو وہ سکڑ گیا۔ حضرت ابن مسعودؓ فرماتے ہیں میں اس کے بعد حضورؐ کی خدمت میں آیا اور عرض کیا یا رسول اللہ! مجھے بھی یہ کام سکھا دیں۔ آپؐ نے میرے سر پر ہاتھ پھیر کر فرمایا اللہ تجھ پر رحم فرمائے تو تو سیکھا سکھایا ہے۔[2] بیہقی میں اس جیسی روایت میں یہ ہے کہ میں حضور ﷺ کی خدمت میں بکری کا ایک بچہ لایا جس کی عمر ایک سال سے کم تھی آپؐ نے اس کی ٹانگ کو اپنی ٹانگ سے دبایا پھر آپؐ نے اس کے تھن پر ہاتھ پھیرا اور دعا فرمائی حضرت ابوبکرؓ آپؐ کے پاس ایک پیالہ لائے آپؐ نے اس میں دودھ نکالا پھر حضرت ابوبکرؓ کو وہ دودھ پلایا اس کے بعد آپؐ نے خود پیا۔[3]

حضرت خبابؓ فرماتے ہیں حضور ﷺ نے ہمیں ایک لشکر میں بھیجا اس سفر میں ہمیں بہت سخت پیاس لگی اور ہمارے پاس پانی بالکل نہیں تھا۔ اتنے میں ہمارے ایک ساتھی کی اونٹنی بیٹھ گئی اور اس کے تھن دودھ سے اتنے بھر گئے کہ مشکیزہ کی طرح نظر آنے لگے پھر ہم نے اس کا دودھ خوب پیا۔[4]

حجیر بن ابی اہاب کی باندی حضرت ماویہؓ جو کہ بعد میں مسلمان ہوگئی تھیں وہ فرماتی ہیں حضرت خبیبؓ کو میرے گھر میں قید کیا گیا تھا ایک دفعہ میں نے دروازے کی درز سے جھانکا تو ان کے ہاتھ میں انسان کے سر کے برابر انگور کا ایک خوشہ تھا جس میں سے وہ کھا رہے تھے میرے علم میں اس وقت روئے زمین پر کہیں بھی کھانے کے لئے انگور نہیں تھے۔[5]

حضرت سالم بن ابی الجعد رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں حضور ﷺ نے اپنے کسی کام کے لئے دو آدمی بھیجے۔ ان دونوں نے عرض کیا یا رسول اللہ! ہمارے پاس زادِ راہ بالکل نہیں ہے۔ حضورؐ نے

۱؎ اخرجه البيهقي في الدلائل و ابن عساكر قال ابن كثير سنده حسن كذافي الكنز (ج ۸ ص ۲۳۰)

۲؎ اخرجه احمد ۳؎ كذافي البداية (ج ۶ ص ۱۰۲) ۴؎ اخرجه الطبراني قال الهيثمي (ج ۶ ص ۲۱۰) وفيه ابراهيم بن بشار الرمادي وفيه ضعف وقد وثق. انتهى

۵؎ اخرجه ابن اسحٰق و اخرج البخاري قصة العنب من غير هذا الوجه كذافي الاصابة (ج ۱ ص ۴۱۹)

فرمایا یہ مشک ڈھونڈ کر میرے پاس لاؤ۔ وہ دونوں حضورؐ کی خدمت میں ایک مشک لے آئے۔ حضورؐ نے ہمیں حکم دیا کہ اسے (پانی سے) بھر دو۔ ہم نے اسے پانی سے بھر دیا پھر حضورؐ نے اس کے منہ کو رسی سے باندھ دیا اور فرمایا اسے لے جاؤ۔ جب تم چلتے چلتے فلاں جگہ پہنچو گے تو وہاں تمہیں اللہ غیب سے روزی دیں گے چنانچہ وہ دونوں چل پڑے اور جب چلتے چلتے دونوں حضورؐ کی بتائی ہوئی جگہ پر پہنچے تو مشک کا منہ خود بخود کھل گیا انہوں نے دیکھا تو مشک (پانی کی بجائے) بکری کے دودھ اور مکھن سے بھری ہوئی تھی۔ انہوں نے پیٹ بھر کر مکھن کھایا اور دودھ پیا۔[۱]

صحابہ کرامؓ کا خواب میں پانی پی کر سیراب ہو جانا

حضرت عبداللہ بن سلامؓ فرماتے ہیں حضرت عثمانؓ اپنے گھر میں محصور تھے میں سلام کرنے کے لئے حضرت عثمانؓ کی خدمت میں اندر گیا تو آپؓ نے فرمایا خوش آمدید ہو میرے بھائی کو، میں نے آج رات اس کھڑکی میں حضورﷺ کو دیکھا تھا۔ آپؐ نے فرمایا اے عثمان! ان لوگوں نے تمہارا محاصرہ کر رکھا ہے؟ میں نے کہا جی ہاں پھر فرمایا انہوں نے تمہیں پیاسا رکھا ہوا ہے؟ میں نے کہا جی ہاں پھر حضورؐ نے پانی کا ایک ڈول لٹکایا جس میں سے میں نے خوب سیر ہو کر پیا اور اب بھی میں اس کی ٹھنڈک اپنے سینے اور کندھوں کے درمیان محسوس کر رہا ہوں پھر آپؐ نے مجھ سے فرمایا اگر تم چاہو (تو اللہ کی طرف سے) تمہاری مدد کی جائے اور اگر تم چاہو تو ہمارے پاس افطار کرلو۔ میں نے ان دونوں باتوں میں سے افطار کو اختیار کر لیا، چنانچہ اسی دن آپؓ کو شہید کر دیا گیا۔[۲] حضرت ام شریکؓ کا قصہ گزر چکا ہے کہ وہ سوئیں تو خواب میں دیکھا کہ کوئی انہیں پانی پلا رہا ہے۔ جب وہ سو کر اٹھیں تو سیراب تھیں۔

ایسی جگہ سے مال کا مل جانا جہاں سے ملنے کا گمان نہ ہو

حضرت مقدادؓ کی بیوی حضرت ضباعہ بنت زبیرؓ فرماتی ہیں لوگ دو یا تین دن کے بعد قضائے حاجت کے لئے جاتے تھے (کیونکہ کھانے کو ملتا نہیں تھا اور جو کھانے کو ملتا تھا وہ ایسا خشک ہوتا تھا کہ) اونٹ کی طرح مینگنی کیا کرتے تھے ایک دن حضرت مقدادؓ قضائے حاجت کے لئے گئے بقیع الغرقد میں جبجبہ مقام میں ایک بے آباد جگہ قضائے حاجت کے لئے بیٹھ گئے اتنے میں ایک بڑا سا چوہا ایک دینار اپنے بل میں سے باہر لایا اور ان کے سامنے رکھ کر اپنے بل میں چلا گیا اور ایک ایک دینار لاتا رہا یہاں تک کہ سترہ (۱۷) دینار ہو گئے۔ حضرت مقدادؓ وہ سترہ دینار لے کر حضورﷺ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور سارا واقعہ عرض کیا۔ حضورؐ نے پوچھا کیا تم نے اپنا ہاتھ

۱۔ اخرجه ابن سعد (ج ۱ ص ۱۷۲)   ۲۔ اخرجه ابن ابی الدنیا كذافی البداية (ج ۷ ص ۱۸۲)

بل میں داخل کیا تھا؟ حضرت مقدادؓ نے کہا نہیں۔ اس ذات کی قسم جس نے آپ کو حق دے کر بھیجا! حضورؐ نے فرمایا (چونکہ یہ دینار تم نے اپنی محنت سے حاصل نہیں کئے ہیں بلکہ اللہ نے اپنی قدرت سے غیبی خزانے سے دیئے ہیں، اس لئے) ان دیناروں میں خمس دینار تم پر لازم نہیں آتا اللہ تمہیں ان دیناروں میں برکت عطا فرمائے۔ حضرت ضباعہ کہتی ہیں اللہ نے ان دیناروں میں بہت برکت عطا فرمائی اور وہ اس وقت ختم ہوئے جب میں نے حضرت مقدادؓ کے گھر میں چاندی کے درہموں کی بوریاں دیکھیں۔ ۱

حضرت سائب بن اقرعؓ کو حضرت عمرؓ نے مدائن کا گورنر بنایا ایک مرتبہ وہ کسریٰ کے ایوان میں بیٹھے ہوئے تھے ان کی نظر دیوار پر بنی ہوئی ایک تصویر پر پڑی جو اپنی انگلی سے ایک جگہ کی طرف اشارہ کر رہی تھی۔ حضرت سائبؓ فرماتے ہیں میرے دل میں یہ خیال آیا کہ یہ کسی خزانے کی طرف اشارہ کر رہی ہے، چنانچہ میں نے اس جگہ کو کھودا تو بہت بڑا خزانہ وہاں سے نکل آیا میں نے خط لکھ کر حضرت عمرؓ کو خزانہ ملنے کی خبر دی اور یہ بھی لکھا کہ یہ خزانہ اللہ نے میری محنت سے مجھے دیا۔ ہے اس میں کسی مسلمان نے میری مدد نہیں کی ہے (لہٰذا یہ خزانہ میرا ہونا چاہئے) حضرت عمرؓ نے جواب میں لکھا بے شک یہ خزانہ ہے تو تمہارا لیکن تم ہو مسلمانوں کے امیر، اس لئے اسے مسلمانوں میں تقسیم کر دو۔ ۲

حضرت شعبی رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں مہرجان کی فتح میں حضرت سائبؓ شریک ہوئے تھے اور ہرمزان کے محل میں داخل ہوئے تو انہیں پتھر اور چونے کی ہرنی نظر آئی جس نے اپنا ہاتھ آگے بڑھایا ہوا تھا وہ کہنے لگے میں اللہ کی قسم کھا کر کہتا ہوں کہ یہ کسی قیمتی خزانے کی طرف اشارہ کر رہی ہے۔ انہوں نے اس جگہ کو دیکھا تو انہیں وہاں ہرمزان کا خزانہ مل گیا جس میں بہت قیمتی جواہرات والی تھیلی بھی تھی۔ ۳

حضرت عبدالرحمٰن بن یزید بن جابر رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں حضرت ابوامامہؓ کی ایک باندی (جو کہ پہلے عیسائی تھیں انہوں) نے مجھے یہ واقعہ بیان کیا کہ حضرت ابوامامہ کو دوسروں پر خرچ کرنا بہت پسند تھا اور وہ اس کے لئے مال جمع کیا کرتے تھے اور کسی سائل کو خالی ہاتھ واپس نہیں کرتے تھے اور کچھ نہ ہوتا تو ایک پیاز یا ایک کھجور یا کھانے کی کوئی چیز ہی دے دیتے ایک دن ایک سائل ان کے پاس آیا اس وقت ان کے پاس ان میں سے کوئی چیز نہیں تھی صرف تین دینار تھے اس سائل نے مانگا تو ایک دینار اسے دے دیا پھر دوسرا آیا تو ایک دینار اسے دے دیا پھر تیسرا آیا تو

۱۔ اخرجہ ابونعیم فی الدلائل (ص ۱۶۵) ۲۔ اخرجہ الخطیب کذافی الکنز (ج ۳ ص ۳۰۵)
۳۔ قال فی الاصابۃ (ج ۲ ص ۸) حکاہ الھیثم بن عدی وروی ابن ابی شیبۃ من طریق الشیبانی عن السائب بن الاقرع نحوہ۔ انتھی۔

ایک اسے دے دیا۔ جب تینوں دے دیئے تو مجھے غصہ آ گیا میں نے کہا آپ نے ہمارے لئے کچھ بھی نہیں چھوڑا پھر وہ دوپہر کو آرام کرنے لیٹ گئے جب ظہر کی اذان ہوئی تو میں نے انہیں اٹھایا وہ وضو کر کے اپنی مسجد چلے گئے چونکہ ان کا روزہ تھا، اس لئے مجھے ان پر ترس آ گیا اور میرا غصہ اتر گیا پھر میں نے قرض لے کر ان کے لئے رات کا کھانا تیار کیا اور شام کو ان کے لئے چراغ بھی جلایا پھر میں چراغ ٹھیک کرنے کے لئے ان کے بستر کے پاس گئی اور بستر اٹھایا تو اس کے نیچے سونے کے دینار رکھے ہوئے تھے میں نے انہیں گنا تو وہ پورے تین سو تھے میں نے کہا چونکہ اتنے دینار رکھے ہوئے تھے اس وجہ سے انہوں نے تین دینار کی سخاوت کی ہے پھر وہ عشاء کے بعد گھر واپس آئے تو دستر خوان اور چراغ دیکھ کر مسکرائے اور کہنے لگے معلوم ہوتا ہے یہ سب کچھ اللہ کے ہاں سے آیا ہے (کیونکہ ان کا خیال تھا کہ گھر میں کچھ بھی نہیں تھا، اس لئے نہ کھانا ہوگا نہ چراغ) میں نے کھڑے ہو کر انہیں کھانا کھلایا پھر میں نے کہا اللہ آپ پر رحم فرمائے آپ اتنے سارے دینار یوں ہی چھوڑ گئے جہاں سے ان کے گم ہونے کا خطرہ تھا مجھے بتایا بھی نہیں کہ اٹھا کر رکھ لیتی۔ کہنے لگے کونسے دینار؟ میں تو کچھ بھی نہیں چھوڑ کر گیا پھر میں نے بستر اٹھا کر انہیں وہ دینار دکھائے۔ دیکھ کر وہ خوش بھی ہوئے اور بہت حیران بھی ہوئے (کہ اللہ نے اپنے غیبی خزانے سے عطا فرمائے ہیں) یہ دیکھ کر میں بھی بہت متاثر ہوئی اور میں نے کھڑے ہو کر زنار کاٹ ڈالا (زنار اس دھاگے یا زنجیر کو کہتے ہیں جسے عیسائی کمر میں باندھتے تھے) اور مسلمان ہوگئی حضرت ابن جابر کہتے ہیں میں نے اس باندی کو حمص کی مسجد میں دیکھا کہ وہ عورتوں کو قرآن، فرائض اور سنتیں سکھا رہی تھی اور دین کی باتیں سمجھا رہی تھی۔[1]

صحابہ کرامؓ کے مال میں برکت

حضرت سلمان فارسی رضی اللہ عنہ غلام تھے انہیں ان کے مالک نے مکاتب بنا دیا یعنی یہ کہہ دیا کہ اتنا مال کما کر یا کسی اور طرح لا کر دے دو گے تو تم آزاد ہو جاؤ گے۔ وہ بدلِ کتابت یعنی اتنا مال نہ ادا کر سکے اور اسی دوران وہ مسلمان ہو گئے وہ لمبی حدیث میں اپنے اسلام لانے کا قصہ بیان کرتے ہیں اور فرماتے ہیں کہ مالِ کتابت میرے ذمہ رہ گیا پھر ایک کان سے حضور ﷺ کے پاس مرغی کے انڈے کے برابر سونا آیا۔ حضورؐ نے فرمایا اس فارسی مکاتب کا کیا ہوا؟ لوگوں نے مجھے بتایا کہ حضورؐ تمہیں یاد کر رہے ہیں تو میں آپ کی خدمت میں حاضر ہوا آپؐ نے فرمایا اے سلمان! یہ لے لو اور جتنا مال تمہارے ذمہ ہے اس سے ادا کر دو۔ میں نے عرض کیا یا رسول اللہ! یہ تو تھوڑا سا ہے میرے ذمہ جتنا مال ہے وہ کیسے ادا ہو سکتا ہے؟ آپؐ نے فرمایا یہ لے لو اللہ تعالیٰ اس سے سارا ادا کرا دیں گے

۱۔ اخرجه ابو نعيم في الحلية (ج ۱۰ ص ۱۲۹)۔

میں نے وہ سونا لیا اور اپنے مالک کو تول تول کر دینے لگا اس ذات کی قسم جس کے قبضہ میں سلمان کی جان ہے! چالیس اوقیہ میرے ذمہ تھے وہ سارے کے سارے اس سے ادا ہو گئے اور میں آزاد ہو گیا اور ایک روایت میں یہ ہے کہ حضرت سلمانؓ نے فرمایا جب میں نے کہا یا رسول اللہ! یہ تو تھوڑا سا ہے میرے ذمہ جتنا مال ہے وہ اس سے کیسے ادا ہو سکتا ہے؟ حضورؐ نے وہ سونا لے کر اپنی مبارک زبان پر الٹا پلٹا پھر فرمایا یہ لے لو اور اس سے ان کا حق چالیس اوقیہ سارا ادا کر دو۔[1]

حضرت عروہ بارقیؓ فرماتے ہیں حضور ﷺ کو ایک قافلہ ملا جو باہر سے سامانِ تجارت لے کر آیا تھا حضورؐ نے مجھے ایک دینار دے کر فرمایا اس کی ہمارے لئے ایک بکری خرید لاؤ۔ میں نے جا کر ایک دینار کی دو بکریاں خریدیں پھر مجھے ایک آدمی ملا میں نے اس کے ہاتھ ایک بکری ایک دینار میں بیچ دی پھر ایک دینار اور ایک بکری لا کر حضورؐ کی خدمت میں پیش کر دی۔ حضورؐ نے خوش ہو کر مجھے یہ دعا دی کہ اللہ تیرے ہاتھ کے سودے میں برکت عطا فرمائے۔ حضرت عروہؓ فرماتے ہیں (کوفہ کے مشہور) بازار کناسہ سے میں کاروبار کے لئے اٹھتا ہوں اور گھر جانے سے پہلے چالیس ہزار نفع کما لیتا ہوں (یہ حضورؐ کی دعا کی برکت ہے)۔[2] حضرت سعید بن زید کی روایت میں ہے کہ میں نے اپنے آپ کو دیکھا کہ کوفہ کے کناسہ بازار میں کھڑا ہوا اور گھر جانے سے پہلے چالیس دینار نفع کما لیا۔[3] عبدالرزاق اور ابن ابی شیبہ کی روایت میں ہے کہ حضور ﷺ نے حضرت عروہؓ کے لئے کاروبار میں برکت کی دعا فرمائی چنانچہ وہ اگر مٹی بھی خریدتے تو اس میں بھی انہیں نفع ہو جاتا۔

حضرت ابو عقیل رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں مجھے میرا دادا حضرت عبداللہ بن ہشامؓ بازار لے کر جاتے اور غلہ خریدتے حضرت ابنِ زبیر اور حضرت عمرؓ کی میرے دادا سے ملاقات ہوتی وہ دونوں میرے دادا سے فرماتے اپنے کاروبار میں ہمیں بھی شریک کر لیں کیونکہ حضور ﷺ نے آپ کے لئے برکت کی دعا فرمائی ہے میرے دادا انہیں شریک کر لیتے چنانچہ انہیں اونٹنی جوں کی توں ساری نفع میں مل جاتی جسے وہ گھر بھیج دیتے۔[4]

۱۔ اخرجه احمد قال الهیثمی (ج ۹ ص ۳۳۶) رواه احمد كله والطبرانی فی الكبیر بنحوه باسانید واسناد الروایة الاولی عند احمد و الطبرانی رجالها رجال الصحیح غیر محمد بن اسحق وقد صرح بالسماع ورجال الروایة الثانیة انفرد بها احمد ورجالها رجال الصحیح غیر عمرو بن ابی قرة الكندی وهو ثقة و رواه البزار. انتهی. و اخرجه ابن سعد (ج ۴ ص ۷۵) ایضا فی الحدیث الطویل عن سلمان نحو الروایة الاولی ثم قال قال ابن اسحق فاخبرنی یزید بن ابی حبیب انه كان فی هذا الحدیث ان رسول الله صلی الله علیه وسلم وضعها یومئذ علی لسانه ثم قلبها ثم قال لی اذهب فادها عنک

۲۔ اخرجه ابونعیم فی الدلائل (ص ۱۶۵) ۳۔ قال ابونعیم رواه عفان قال فی الاصابة (ج ۲ ص ۴۷۶) والحدیث مشهور فی البخاری وغیره. انتهی واخرجه عبدالرزاق ابن ابی شیبة عن عروة بنحوه كمافی الكنز (ج ۷ ص ۶۳) ۴۔ اخرجه البخاری كذافی البدایة (ج ۶ ص ۱۶۶)

تکلیفوں اور بیماریوں کا (علاج کے بغیر) دور ہو جانا

حضرت عبداللہ بن انیسؓ فرماتے ہیں مستنیر بن رزام یہودی نے شوحط درخت کی ٹیڑھی لاٹھی میرے چہرے پر ماری جس سے میرے سر کی ہڈی ٹوٹ کر اپنی جگہ سے ہٹ گئی اور زخم کا اثر دماغ تک پہنچ گیا میں اسی حالت میں حضور ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوا۔ حضورؐ نے کپڑا ہٹا کر اس پر دم فرمایا تو زخم اور ہڈی وغیرہ سب کچھ ایک دم ٹھیک ہو گیا میں نے دیکھا تو وہاں مجھے کچھ بھی زخم وغیرہ نظر نہ آیا۔[1]

حضرت شرحبیلؓ فرماتے ہیں میری ہتھیلی میں ایک غدود نکل آیا میں نے حضور ﷺ کی خدمت میں جا کر عرض کیا اے اللہ کے نبی! اس غدود کی وجہ سے میرے سارے ہاتھ میں ورم ہو گیا ہے اور میں نہ تلوار کا دستہ پکڑ سکتا ہوں اور نہ سواری کی لگام۔ آپؐ نے فرمایا میرے قریب آجاؤ میں آپؐ کے قریب ہو گیا۔ آپؐ نے میری ہتھیلی کھول کر اس پر دم فرمایا پھر آپؐ اپنا ہاتھ اس غدود پر رکھ کر کچھ دیر ملتے رہے جب آپؐ نے ہاتھ ہٹایا تو مجھے غدود کا ذرہ بھی نشان نظر نہ آیا۔[2]

حضرت ابیض بن حمال مآربیؓ فرماتے ہیں میرے چہرے پر داد کی بیماری تھی جس نے ناک کو گھیر کر رکھا تھا۔ حضور ﷺ نے مجھے بلایا اور میرے چہرے پر اپنا دستِ مبارک پھیرا تو شام تک اس بیماری کا کچھ بھی اثر باقی نہ رہا۔[3]

حضرت رافع بن خدیج رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں ایک دن میں نبی کریم ﷺ کی خدمت میں گیا وہاں ایک ہانڈی میں گوشت پک رہا تھا چربی کا ایک ٹکڑا مجھے بہت اچھا لگا میں نے اسے لیا اور کھا کر نگل گیا اور اس کی وجہ سے میں سال بھر بیمار رہا پھر میں نے اس کا حضورؐ سے تذکرہ کیا۔ آپؐ نے فرمایا اس چربی کو سات انسانوں کی نظر لگی ہوئی تھی پھر آپؐ نے میرے پیٹ پر ہاتھ پھیرا جس کی برکت سے اللہ تعالیٰ نے چربی کا وہ ٹکڑا میرے پیٹ سے نکال دیا اور اس ذات کی قسم جس نے حضور کو حق دے کر بھیجا اس کے بعد آج تک میرے پیٹ میں کوئی تکلیف نہیں ہوئی۔[4]

حضرت علیؓ فرماتے ہیں ایک دفعہ میں بیمار ہوا نبی کریم ﷺ کا میرے پاس سے گزر ہوا اس وقت میں یہ دعا مانگ رہا تھا اے اللہ! اگر میری موت کا وقت آگیا ہے تو مجھے موت دے کر راحت عطا فرما اور اگر اس میں دیر ہے تو پھر مجھے شفاء عطا فرما اور اگر آزمائش ہی مقصود ہے تو پھر مجھے صبر کی

---

[1] اخرجه الطبراني قال الهيثمي (ج ۸ ص ۲۹۸) وفيه عبدالعزيز بن عمران وهو ضعيف

[2] اخرجه الطبراني عن مخلد بن عقبة بن عبدالرحمن بن شرحبيل عن جده عبدالرحمن عن ابيه رضي الله عنه قال الهيثمي (ج ۸ ص ۲۹۸) ومخلد ومن فوقه لم اعرفهم وبقية رجاله رجال الصحيح. انتهى

[3] اخرجه ابونعيم في الدلائل (۲۲۳) و اخرجه ابن سعد (ج ۵ ص ۵۲۲)

[4] اخرجه ابونعيم في الدلائل (ص ۲۲۳)

توفیق عطا فرما۔ حضورؐ نے فرمایا تم نے کیا کہا؟ میں نے اپنی دعا دہرادی آپؐ نے مجھے اپنا پاؤں مار کر فرمایا اے اللہ! اسے شفاء عطا فرما! اس دعا کے بعد یہ بیماری مجھے کبھی نہیں ہوئی۔[۱] جلد اول میں صفحہ ۳۷۲ پر دعوت کے بارے میں حضرت سہل رضی اللہ عنہ کی حدیث گزر چکی ہے کہ غزوۂ خیبر کے دن حضرت علیؓ کی آنکھیں دکھ رہی تھیں۔ حضورﷺ نے ان کی آنکھوں پر دم فرمایا تو اسی وقت ان کی آنکھیں ٹھیک ہوگئیں اور اس کے بعد کبھی دکھنے نہ آئیں اور نصرت کے باب میں ابورافع کے قتل کے قصہ میں جلد اول میں صفحہ ۷۹۴ پر حضرت براء رضی اللہ عنہ کی حدیث گزر چکی ہے کہ حضرت عبداللہ بن عتیکؓ فرماتے ہیں کہ اس واقعہ میں میری ٹانگ ٹوٹ گئی تھی جب میں نبی کریمﷺ کی خدمت میں پہنچا تو میں نے آپ کو بتایا آپؐ نے فرمایا اپنی ٹانگ پھیلاؤ۔ میں نے ٹانگ پھیلائی۔ آپؐ نے اس پر اپنا دستِ مبارک پھیرا تو وہ ایک دم ایسے ٹھیک ہوگئی کہ گویا اس میں کوئی تکلیف ہی نہیں تھی۔

حضرت حنظلہ بن حذیم بن حنیفہؓ فرماتے ہیں میں اپنے والد حضرت حذیمؓ کے ساتھ ایک وفد کے ہمراہ حضورﷺ کی خدمت میں حاضر ہوا۔ میرے والد نے کہا یا رسول اللہ! میرے چند بیٹے ہیں جن میں سے بعض کی داڑھی ہے اور بعض کی نہیں ہے یہ ان میں سب سے چھوٹا ہے۔ حضورؐ نے مجھے اپنے قریب کیا اور میرے سر پر ہاتھ پھیرا اور فرمایا اللہ تجھ میں برکت عطا فرمائے۔ حضرت ذیال راوی کہتے ہیں کہ میں نے دیکھا کہ حضرت حنظلہؓ کے پاس وہ آدمی لایا جاتا جس کے چہرے پر ورم ہوتا یا وہ بکری لائی جاتی جس کا تھن سوجا ہوا ہوتا تو وہ فرماتے بسم اللّٰہ علیٰ موضع کف رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یعنی اللہ کے نام سے اور حضورﷺ نے میرے سر پر جس جگہ ہاتھ پھیرا تھا اس جگہ کی برکت سے۔ پھر اس ورم پر ہاتھ پھیرتے اور وہ ورم اسی وقت ختم ہو جاتا۔[۲] احمد کی ایک روایت میں ہے کہ حضرت ذیال کہتے ہیں میں نے دیکھا کہ حضرت حنظلہؓ کے پاس وہ آدمی لایا جاتا جس کے چہرے پر ورم ہوتا حضرت حنظلہؓ کہتے بسم اللّٰہ پھر اپنے سر پر اس جگہ ہاتھ پھیرتے جہاں حضورؐ نے ہاتھ رکھا تھا پھر اپنے ہاتھ پر دم فرماتے پھر ورم والی جگہ پر اپنا ہاتھ پھیرتے تو ورم اسی وقت چلا جاتا۔[۳]

حضرت عبداللہ بن قرطؓ فرماتے ہیں ایک دفعہ میرا ایک اونٹ چلتے چلتے تھک کر کھڑا ہوگیا۔ میں حضرت خالد بن ولیدؓ کے ساتھ تھا۔ پہلے تو میرا ارادہ ہوا کہ اونٹ کو وہیں چھوڑ دوں

۱۔ اخرجہ ابونعیم فی الدلائل (ص ۱۶۱) ۲۔ اخرجہ الطبرانی قال الهیثمی (ج ۹ ص ۴۰۸) رواہ الطبرانی فی الاوسط والکبیر بنحوہ واحمد فی حدیث طویل و رجال احمد ثقات. انتهی

۳۔ قد ذکرہ الحافظ فی الاصابة (ج ۱ ص ۳۵۹) عن احمد بطولہ قال الحافظ ورواہ الحسن بن سفیان من وجه آخر عن الذیال ورواہ الطبرانی بطولہ منقطعا ورواہ ابویعلی من هذا الوجه ولیس بتمامه و کذا رواہ یعقوب بن سفیان والمنجنیقی و اخرجه ابن سعد (ج ۷ ص ۷۲) ایضا بطولہ بسیاق احمد

لیکن پھر میں نے اللہ سے دعا کی تو اللہ نے اونٹ کو اسی وقت ٹھیک کر دیا اور میں اس پر سوار ہو کر چل پڑا۔[1]

زہر کے اثر کا چلے جانا

حضرت ابوسفر رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں حضرت خالد بن ولیدؓ فارس کے ایک گورنر کے ہاں مہمان بنے لوگوں نے ان سے کہا ان عجمی لوگوں سے بچ کے رہنا کہیں یہ آپ کو زہر نہ پلا دیں۔ انہوں نے فرمایا ذرا وہ زہر میرے پاس لاؤ۔ لوگ زہر لے آئے۔ انہوں نے وہ زہر ہاتھ میں لیا اور بسم اللہ پڑھ کر سارا نگل گئے ان پر زہر کا کچھ بھی اثر نہ ہوا۔[2] اصابہ کی روایت میں یہ ہے کہ زہر حضرت خالدؓ کے پاس لایا گیا۔ انہوں نے اسے اپنی ہتھیلی پر رکھا اور بسم اللہ پڑھ کر اسے پی گئے ان پر اس کا کچھ بھی اثر نہ ہوا۔[3]

حضرت ذی الجوش ضبابیؓ وغیرہ حضرات فرماتے ہیں (عمرو) ابن بقیلہ کے ساتھ اس کا ایک خادم تھا جس کی پیٹی میں ایک تھیلی لٹکی ہوئی تھی۔ حضرت خالدؓ نے وہ تھیلی لی اور اس میں جو کچھ تھا وہ اپنی ہتھیلی پر ڈالا اور عمرو سے کہا اے عمرو! یہ کیا ہے؟ اس نے کہا اللہ کی قسم! یہ ایسا زہر ہے جو انسان کو فوراً مار دیتا ہے۔ حضرت خالدؓ نے کہا تم نے زہر اپنے ساتھ کیوں رکھا ہوا ہے؟ اس نے کہا مجھے یہ خطرہ تھا کہ آپ لوگوں کو میری رائے کے خلاف فتح مل جائے گی تو میں اس سے پہلے ہی زہر کھا کر مر جاؤں گا کیونکہ یوں خودکشی کر لینا مجھے اپنی قوم اور اپنے شہر والوں کی ذلت آمیز شکست کا ذریعہ بننے سے زیادہ محبوب ہے حضرت خالدؓ نے فرمایا کوئی انسان اپنے وقت سے پہلے نہیں مر سکتا پھر حضرت خالدؓ نے یہ دعا پڑھی بسم اللہ خیر الاسماء رب الارض ورب السماء الذی لیس یضر مع اسمہ داء الرحمٰن الرحیم (اللہ کا نام لے کر میں یہ زہر پیتا ہوں لفظ اللہ اس کے ناموں میں سب سے بہترین نام ہے جو زمین اور آسمان کا رب ہے اور اس کے نام کے ساتھ کوئی بیماری نقصان نہیں پہنچا سکتی اور وہ نہایت مہربان اور بہت رحم کرنے والا ہے) اس پر لوگ حضرت خالدؓ کو روکنے کے لئے آگے بڑھے لیکن حضرت خالدؓ لوگوں کے آنے سے پہلے ہی جلدی سے وہ زہر پی گئے اور انہیں کچھ بھی نہ ہوا۔ یہ دیکھ کر عمرو نے کہا اے جماعت عرب! جب تک تم صحابہؓ میں سے ایک آدمی بھی باقی رہے گا اس وقت تک تم جو چاہو گے حاصل کر لو گے پھر عمرو نے حیرہ والوں کی

---

[1] اخرجه الطبرانی قال الهیثمی (ج ۱۰ ص ۱۸۵) واسناده جید [2] اخرجه ابو یعلی قال الهیثمی (ج ۹ ص ۳۵۰) ورواه ابویعلی والطبرانی بنحوه واحد اسنادی الطبرانی بنحوه رجاله رجال الصحیح وهو مرسل ورجالهما ثقات الا ان ابا السفر وابابردة بن ابی موسی لم یسمعا من خالد. انتهی واخرجه ابو نعیم فی الدلائل (ص ۱۵۹) عن ابی السفر نحوه وذکره فی الاصابة (ج ۱ ص ۴۱۳) عن ابی یعلی.

[3] ثم قال فی الاصابة ورواه ابن سعد عن وجهین آخرین. انتهی

طرف متوجہ ہو کر کہا میں نے آج جیسا واضح اقبال والا دن نہیں دیکھا۔ ۱

گرمی اور سردی کا اثر نہ کرنا

حضرت عبدالرحمٰن بن ابی لیلیٰ رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں حضرت علیؓ سردیوں میں ایک لنگی اور ایک چادر اوڑھ کر باہر نکلا کرتے تھے اور یہ دونوں کپڑے پتلے ہوتے تھے اور گرمیوں میں موٹے کپڑے اور ایسا جبہ پہن کر نکلا کرتے تھے جس میں روئی بھری ہوئی ہوتی تھی لوگوں نے مجھ سے کہا آپ کے ابا جان رات کو حضرت علیؓ سے باتیں کرتے ہیں آپ اپنے ابا جان سے کہیں کہ وہ حضرت علیؓ سے اس بارے میں پوچھیں میں نے اپنے والد سے کہا لوگوں نے امیر المومنین کا ایک کام دیکھا ہے جس سے وہ حیران ہیں میرے والد نے کہا وہ کیا ہے؟ میں نے کہا وہ سخت گرمی میں روئی والے جبہ میں اور موٹے کپڑوں میں باہر آتے ہیں اور انہیں گرمی کی کوئی پرواہ نہیں ہوتی اور سخت سردی میں پتلے کپڑوں میں باہر آتے ہیں نہ انہیں سردی کی کوئی پرواہ ہوتی ہے اور نہ وہ سردی سے بچنے کی کوشش کرتے ہیں تو کیا آپ نے ان سے اس بارے میں کچھ سنا ہے؟ لوگوں نے مجھے کہا ہے کہ آپ جب رات کو ان سے باتیں کریں تو یہ بات بھی ان سے پوچھ لیں۔ چنانچہ جب رات کو میرے والد حضرت علیؓ کے پاس گئے تو ان سے کہا اے امیر المومنین! لوگ آپؓ سے ایک چیز کے بارے میں پوچھنا چاہتے ہیں حضرت علیؓ نے کہا وہ کیا ہے؟ میرے والد نے کہا آپ سخت گرمی میں روئی والا جبہ اور موٹے کپڑے پہن کر باہر آتے ہیں اور سخت سردی میں دو پتلے کپڑے پہن کر باہر آتے ہیں، نہ آپؓ کو سردی کی پرواہ ہوتی ہے اور نہ اس سے بچنے کی کوشش کرتے ہیں حضرت علیؓ نے فرمایا اے ابو لیلیٰ! کیا آپ خیبر میں ہمارے ساتھ نہیں تھے؟ میرے والد نے کہا اللہ کی قسم! میں آپ لوگوں کے ساتھ تھا۔ حضرت علیؓ نے فرمایا حضور ﷺ نے پہلے حضرت ابوبکرؓ کو بھیجا وہ لوگوں کو لے کر قلعہ پر حملہ آور ہوئے لیکن قلعہ فتح نہ ہو سکا وہ واپس آ گئے۔ حضورؐ نے پھر حضرت عمرؓ کو بھیجا وہ لوگوں کو لے کر حملہ آور ہوئے لیکن قلعہ فتح نہ ہو سکا وہ بھی واپس آ گئے اس پر حضورؐ نے فرمایا اب میں جھنڈا ایسے آدمی کو دوں گا جسے اللہ اور اس کے رسول سے بہت محبت ہے اللہ اس کے ہاتھوں فتح نصیب فرمائے گا اور وہ بھگوڑا بھی نہیں ہے۔ چنانچہ حضورؐ نے آدمی بھیج کر مجھے بلایا میں آپؐ کی خدمت میں حاضر ہوا میری آنکھیں دکھ رہی تھیں مجھے کچھ نظر نہیں آ رہا تھا۔ حضورؐ نے میری آنکھوں پر اپنا لعاب لگایا اور یہ دعا کی اے اللہ! گرمی اور سردی سے اس کی حفاظت فرما اس کے بعد مجھے نہ کبھی گرمی لگی اور نہ کبھی سردی۔ ۲ ابو نعیم کی روایت میں یہ

۱۔ اخرجه ابن جرير في تاريخه (ج ٣ ص ٥٦٧) عن محمد بن ابي السفر

۲۔ اخرجه ابن ابي شيبة و احمد وابن ماجه والبزار و ابن جرير و صححه والطبراني في الاوسط والحاكم والبيهقي في الدلائل كذافي المنتخب (ج ٥ ص ٤٣) واخرجه ابونعيم في الدلائل (ص ١٢٦) عن عبدالرحمن مختصرا.

ہے کہ حضور ﷺ نے اپنی دونوں ہتھیلیوں پر لعاب لگایا اور پھر دونوں ہتھیلیاں میری آنکھوں پر مل دیں اور یہ دعا فرمائی اے اللہ! اس سے گرمی اور سردی دور کردے اس ذات کی قسم جس نے حضور کو حق دے کر بھیجا ہے! اس کے بعد سے آج تک گرمی اور سردی نے مجھے کچھ تکلیف نہیں پہنچائی۔[۱] طبرانی کی ایک روایت میں یہ ہے کہ حضرت سوید بن غفلہؒ فرماتے ہیں ہماری حضرت علیؓ سے سردیوں میں ملاقات ہوئی انہوں نے صرف دو کپڑے پہنے ہوئے تھے ہم نے ان سے کہا آپ ہمارے علاقہ سے دھوکہ نہ کھائیں ہمارا علاقہ آپ کے علاقہ جیسا نہیں ہے یہاں سردی بہت زیادہ پڑتی ہے حضرت علیؓ نے فرمایا مجھے سردی بہت لگا کرتی تھی جب حضور ﷺ مجھے خیبر بھیجنے لگے تو میں نے عرض کیا کہ میری آنکھیں دکھ رہی ہیں آپؐ نے میری آنکھوں پر لعاب لگایا اور اس کے بعد مجھے نہ کبھی گرمی لگی اور نہ کبھی سردی اور نہ کبھی میری آنکھیں دکھنے آئیں۔[۲]

حضرت بلالؓ فرماتے ہیں میں نے سردی کی ایک رات میں صبح کی اذان دی لیکن کوئی آدمی نہ آیا۔ میں نے پھر اذان دی لیکن پھر بھی کوئی نہ آیا اس پر حضور ﷺ نے فرمایا اے بلال! لوگوں کو کیا ہوا؟ میں نے عرض کیا میرے ماں باپ آپ پر قربان ہوں، سردی بہت زیادہ ہے اس وجہ سے لوگ ہمت نہیں کر رہے ہیں۔ اس پر حضورؐ نے یہ دعا فرمائی اے اللہ! لوگوں سے سردی دور کردے۔ حضرت بلالؓ کہتے ہیں پھر میں نے دیکھا کہ لوگ صبح کی نماز میں اور اشراق کی نماز میں بڑے آرام سے آرہے ہیں انہیں سردی محسوس نہیں ہو رہی بلکہ کچھ لوگ تو پنکھا کرتے ہوئے آرہے تھے۔[۳]

بھوک کے اثر کا چلے جانا

حضرت عمران بن حصینؓ فرماتے ہیں ایک مرتبہ میں حضور ﷺ کے پاس بیٹھا ہوا تھا کہ اتنے میں حضرت فاطمہؓ آئیں اور آکر حضورؐ کے سامنے کھڑی ہو گئیں۔ حضورؐ نے فرمایا اے فاطمہ! قریب آجاؤ وہ قریب آگئیں۔ حضورؐ نے فرمایا اے فاطمہ! اور قریب آجاؤ وہ اور قریب آگئیں۔ حضورؐ نے فرمایا اے فاطمہؓ! اور قریب ہو جاؤ وہ بالکل قریب ہو کر سامنے کھڑی ہو گئیں۔ میں نے

---

[۱] وقال الهيثمي (ج ۹ ص ۱۲۲) رواه الطبراني في الاوسط و اسناده حسن.

[۲] وقال الهيثمي في موضع آخر (ج ۹ ص ۱۲۴) بعد ماذكر الحديث عن ابى يعلى رواه البزار وفيه محمد بن عبدالرحمن بن ابى ليلى وهو سيئ الحفظ وبقية رجاله رجال الصحيح

[۳] اخرجه ابونعيم في الدلائل (ص ۱۶۲) عن جابر واخرجه البيهقي عن جابر عن ابى بكر عن بلال رضى الله عنهم فذكر بمعناه مختصرا كما في البداية (ج ۶ ص ۱۶۲) وفي رواية اللهم اذهب عنهم البرد ثم قال البيهقي تفرد به ايوب بن سيار قال ابن كثير ونظيره قدمضى في الحديث المشهور عن حذيفة رضى الله عنه في قصة الخندق. انتهى

دیکھا کہ ان کے چہرے پر بھوک اور کمزوری کی وجہ سے زردی چھائی ہوئی ہے اور خون کا نام ونشان نہیں ہے (اس وقت تک عورتوں کے لئے پردہ کا حکم نہیں آیا تھا) حضورؐ نے اپنی انگلیاں پھیلا کر ہاتھ ان کے سینے پر رکھا اور سر اٹھا کر یہ دعا کی اے اللہ! اے بھوکوں کا پیٹ بھرنے والے اے حاجتوں کو پورا کرنے والے! اور اے گرے پڑے لوگوں کو اونچا کرنے والے! محمد کی بیٹی فاطمہؓ کو بھوکا مت کر میں نے دیکھا کہ حضرت فاطمہؓ کے چہرے سے وہ زردی چلی گئی اور خون کی سرخی آ گئی پھر میں نے اس کی بعد حضرت فاطمہؓ سے پوچھا انہوں نے کہا اے عمران! اس کے بعد مجھے کبھی بھوک نہیں لگی ہے۔[1]

بڑھاپے کے اثر کا چلے جانا

حضرت ابوزید انصاریؓ فرماتے ہیں حضور ﷺ نے مجھ سے فرمایا میرے قریب آ جاؤ آپؐ نے میرے سر پر ہاتھ پھیرا اور یہ دعا فرمائی اے اللہ! اسے خوبصورت بنادے اور پھر اس کی خوبصورتی ہمیشہ باقی رکھ۔ راوی کہتے ہیں حضرت ابوزیدؓ کی عمر سو سال سے زیادہ ہوگئی تھی اور ان کی داڑھی میں تھوڑے سے سفید بال تھے اور ان کا چہرہ کھلا رہتا تھا اور موت تک ان کے چہرے پر جھریاں نہیں پڑی تھیں۔[2] امام احمد کی ایک روایت میں یہ ہے کہ حضرت ابونہیک رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں مجھ سے حضرت ابوزیدؓ نے بیان کیا کہ مجھ سے حضور ﷺ نے پانی طلب فرمایا میں ایک پیالے میں پانی لے کر حضورؐ کی خدمت میں گیا اس میں ایک بال تھا وہ میں نے پکڑ کر نکال دیا اس پر حضورؐ نے دعا دی اے اللہ! اسے خوبصورت بنا دے۔ حضرت ابونہیک کہتے ہیں میں نے حضرت ابوزیدؓ کو دیکھا کہ ان کی عمر چورانوے ۹۴ سال ہو چکی تھی اور ان کی داڑھی میں ایک بھی سفید بال نہیں تھا۔[3] ابونعیم کی روایت میں یہ ہے کہ حضرت ابونہیک کہتے ہیں میں نے انہیں دیکھا کہ ان کی عمر ترانوے ۹۳ سال ہو چکی تھی اور ان کے سر اور داڑھی میں ایک بھی سفید بال نہیں تھا۔

حضرت ابوالعلاء رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں حضرت قتادہ بن ملحانؓ کا جس جگہ انتقال ہوا میں اس جگہ ان کے پاس تھا گھر کے پچھلے حصے میں ایک آدمی گزرا اس کا عکس مجھے حضرت قتادہ کے چہرے میں نظر آیا اس کی وجہ یہ تھی کہ ایک مرتبہ حضور ﷺ نے ان کے چہرے پر ہاتھ پھیرا تھا (اس کی برکت سے ہر وقت ایسے لگتا تھا کہ ان کے چہرے پر تیل لگا ہوا ہے) اس سے پہلے جب بھی

۱۔ اخرجه الطبراني في الاوسط قال الهيثمي (ج ۹ ص ۲۰۳) وفيه عتبة بن حميد وثقه ابن حبان وغيره وضعفه جماعة وبقية رجاله وثقوا. انتهى واخرجه ابونعيم في الدلائل (ص ۱۲۶) عن عمران بنحوه

۲۔ اخرجه احمد قال السهيلي اسناد صحيح موصول كذافي البداية (ج ۶ ص ۱۶۶)

۳۔ قال في الاصابة (ج ۴ ص ۷۸) رواه احمد من وجه آخر وصححه ابن حبان و الحاكم. انتهى واخرجه ابونعيم في الدلائل (ص ۱۶۳) من طريق ابي نهيك بنحوه

میں نے حضرت قتادہؓ کو دیکھا تو ایسے لگتا تھا کہ ان کے چہرے پر تیل لگا ہوا ہے۔[1]

حضرت حیان بن عمیر رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں ایک مرتبہ نبی کریم ﷺ نے حضرت قتادہ بن ملحانؓ کے چہرے پر اپنا ہاتھ پھیرا اس کا اثر یہ ہوا کہ جب وہ بہت بوڑھے ہو گئے تھے اور ان کے جسم کے ہر حصے پر بڑھاپے کے آثار ہو گئے تھے تو چہرے پر کوئی اثر نہیں تھا، چنانچہ میں وفات کے وقت ان کے پاس تھا ان کے پاس سے ایک عورت گزری تو مجھے اس عورت کا عکس ان کے چہرے میں اس طرح نظر آیا جیسے شیشے میں نظر آتا ہے۔[2]

حضرت نابغہ جعدیؓ فرماتے ہیں میں نے حضور ﷺ کو یہ شعر سنایا جو حضورؐ کو بہت پسند آیا۔

بلغنا السماء مجدنا وثرانا

وانا لنرجوا فوق ذلک مظهرا

ہماری بزرگی اور بلندی آسمان تک پہنچ گئی ہے اور ہمیں اس سے بھی اوپر چڑھنے کا یقین ہے۔ حضورؐ نے فرمایا اے ابولیلیٰ! اور اوپر کہاں چڑھنا ہے؟ میں نے کہا جنت میں۔ آپؐ نے فرمایا ٹھیک ہے انشاء اللہ اور شعر پڑھو پھر میں نے یہ شعر پڑھے

ولاخیر فی حلم اذا لم یکن له | بوادر تحمی صفوه ان یکدرا

ولا خیر فی جهل اذا لم یکن له | حلیم اذاما اوردالامر اصدرا

بردباری میں اس وقت تک خیر نہیں ہو سکتی جب تک کہ جلدی جلدی کئے جانے والے کچھ کام ایسے نہ ہوں جو بردباری کو گدلا ہونے سے بچائیں اور سخت کلامی میں اس وقت تک خیر نہیں ہو سکتی جب تک کہ انسان بردبار نہ ہو کہ وہ جب کوئی کام شروع کرے تو اسے پورا کر کے چھوڑ دے۔

حضورؐ نے فرمایا تم نے بہت عمدہ شعر کہے ہیں اللہ تمہارے دانتوں کو گرنے نہ دے۔ یعلی راوی کہتے ہیں میں نے حضرت نابغہ کو دیکھا کہ ان کی عمر سو سال سے زیادہ ہو چکی تھی لیکن ان کا ایک بھی دانت نہیں گرا تھا۔[3] حضرت عبداللہ بن جراد کہتے ہیں بنو جعدہ قبیلہ کے حضرت نابغہ کو میں نے یہ فرماتے ہوئے سنا کہ میں نے نبی کریم ﷺ کو اپنا یہ شعر علونا السماء سنایا حضورؐ کو غصہ

---

[1] اخرجه احمد کذافی البدایة (ج ٦ ص ١٦٦) [2] عند ابن شاهین کذافی الاصابة (ج ٣ص ٢٢٥)

[3] اخرجه ابونعیم فی الدلائل (ص ١٦٣) و اخرجه البیهقی عن النابغة نحوه الا ان فی روایة تراثنا بدل ثرانا واخرجه البزار عنه نحوه الا ان فی روایة عفة وتکرما بدل قوله مجدنا وثرانا ولم یذکر قول یعلی کمافی البدایة (ج ٦ ص ١٦٨) و اخرجه ایضا الحسن بن سفیان فی مسنده وابونعیم فی تاریخ اصبهان والشیرازی فی الالقاب کلهم من روایة یعلی بن الاشدق وهو ساقط الحدیث لکنه توبع فقد وقعت لنا قصة فی غریب الحدیث للخطابی وفی کتاب العلم للمرجی وغیرهما من طریق مهاجر بن سلیم ورؤینا هافی المؤتلف والمختلف للدارقطنی وفی الصحابة لابن السکن وفی غیرهما من طریق الرحال بن المنذر حدثنی ابی عن ابیه کریز بن سامة وکانت له وفادة مع النابغة الجعدی فذکرهابنحوه

آ گیا۔ آپ نے فرمایا اے ابولیلی! چڑھ کر اوپر کہاں جانا ہے؟ میں نے کہا جنت میں۔ آپ نے فرمایا ہاں ٹھیک ہے انشاء اللہ۔ مجھے اپنے اور اشعار سناؤ اس پر میں نے ولا خیر فی حلم والے دونوں شعر سنائے تو آپ نے مجھ سے فرمایا تم نے بہت اچھے شعر کہے ہیں اللہ تمہارے دانتوں کو گرنے نہ دے حضرت عبداللہ کہتے ہیں میں نے دیکھا تو مجھے حضرت نابغہؓ کے دانت مسلسل گرنے والے اور اولوں کی طرح چمکدار نظر آئے اور نہ کوئی دانت ٹوٹا ہوا تھا اور نہ کوئی مڑا ہوا۔ عاصم لیثی کی روایت میں ہے کہ حضرت نابغہؓ کے دانت عمر بھر بڑے خوبصورت رہے جب بھی ان کا کوئی دانت گر جاتا تو اس کی جگہ دوسرا نکل آتا اور ان کی عمر بہت زیادہ ہوئی تھی۔[1]

صدمہ کے اثر کا چلے جانا

حضرت ام اسحٰقؓ فرماتی ہیں میں اپنے بھائی کے ساتھ مدینہ منورہ حضور ﷺ کی خدمت میں ہجرت کے لئے چلی راستہ میں ایک جگہ پہنچ کر میرے بھائی نے مجھ سے کہا اے ام اسحٰق! تم ذرا یہاں بیٹھو میں اپنا خرچہ مکہ میں بھول آیا ہوں جا کر لے آتا ہوں۔ میں نے اپنے خاوند کے بارے میں کہا مجھے تم پر اس غنڈے سے خطرہ ہے تمہیں وہ کہیں قتل نہ کردے اس نے کہا نہیں انشاء اللہ ایسے نہیں ہوگا میں چند دن وہاں ٹھہری رہی پھر ایک آدمی میرے پاس سے گزرا جسے میں نے پہچان لیا اب میں اس کا نام نہیں لیتی اس نے کہا اے ام اسحٰق! تم یہاں کیوں بیٹھی ہو؟ میں نے کہا میں اپنے بھائی کا انتظار کر رہی ہوں۔ اس نے کہا آج کے بعد سے تمہارا کوئی بھائی نہیں۔ اسے تمہارے خاوند نے قتل کر دیا ہے۔ میں نے صبر سے کام لیا اور وہاں سے چل دی اور مدینہ پہنچ گئی۔ جب حضور کی خدمت میں پہنچی تو آپ وضو کر رہے تھے میں جا کر آپ کے سامنے کھڑی ہوگئی اور عرض کیا یا رسول اللہ! میرا بھائی اسحٰق قتل ہوگیا ہے جب بھی میں حضور کو دیکھتی آپ وضو کے پانی کی طرف سر جھکا لیتے پھر آپ نے پانی لے کر میرے چہرے پر چھڑکا بشار راوی کہتے ہیں میری دادی نے بتایا کہ (حضورؐ کے پانی چھڑکنے کی برکت یہ ہوئی کہ) حضرت ام اسحٰق پر جب بھی کوئی مصیبت آتی تو ان کی آنکھوں میں تو آنسو نظر آتے لیکن رخساروں پر نہ گرتے۔[2] ایک روایت میں ہے کہ حضرت ام اسحٰقؓ فرماتی ہیں میں نے روتے ہوئے عرض کیا یا رسول اللہ! (میرا بھائی) اسحٰق قتل ہوگیا ہے تو حضورؐ نے ایک چلو پانی لے کر میرے چہرے پر چھڑکا حضرت ام حکیم کہتی ہیں حضرت ام اسحٰقؓ پر بڑی سے بڑی مصیبت بھی آتی تو

۱؎ اخرجه السلفی فی الاربعین من طریق نصر بن عاصم اللیثی عن ابیه عن النابغة فذكر الحديث كذافی الاصابة (ج ۳ ص ۵۳۹) مختصرا

۲؎ اخرجه ابونعیم فی الدلائل (ص ۱۲۸) و اخرجه البخاری فی تاریخه وسمویه و ابویعلی وغیرهم من طریق بشار بن عبدالملک المزنی عن جدته ام حکیم بنت دینار المزینة عن مولا تها ام اسحق الغنوية بمعناه كما فی الاصابة (ج ۱ ص ۳۲)

آنسوان کی آنکھوں میں نظر آتے لیکن رخسار پر نہ گرتے۔[1]

دعا کے ذریعے بارش سے حفاظت

حضرت ابن عباسؓ فرماتے ہیں حضرت عمر بن خطابؓ نے ایک مرتبہ فرمایا آؤ اپنی قوم کی زمین پر چلتے ہیں یعنی ذرا اپنے دیہات دیکھ لیتے ہیں، چنانچہ ہم لوگ چل پڑے۔ میں اور حضرت ابی بن کعبؓ جماعت سے کچھ پیچھے رہ گئے تھے اتنے میں ایک بادل تیزی سے آیا اور برسنے لگا۔ حضرت ابیؓ نے دعا مانگی اے اللہ! اس بارش کی تکلیف ہم سے دور فرما دے (چنانچہ ہم بارش میں چلتے رہے لیکن ہماری کوئی چیز بارش سے نہ بھیگی) جب ہم حضرت عمرؓ اور باقی ساتھیوں کے پاس پہنچے تو ان کے جانور، کجاوے اور سامان وغیرہ سب بھیگا ہوا تھا۔ حضرت عمرؓ نے فرمایا ہمیں تو راستہ میں بہت بارش ملی تو کیا آپ لوگوں کو نہیں ملی؟ میں نے کہا ابو المنذر (یعنی حضرت ابیؓ نے اللہ سے یہ دعا کی تھی کہ اس بارش کی تکلیف ہم سے دور فرما دے۔ حضرت عمرؓ نے فرمایا تم لوگوں نے اپنے ساتھ ہمارے لئے دعا کیوں نہیں کی؟[2]

ٹہنی کا تلوار بن جانا

حضرت زید بن اسلم وغیرہ حضرات فرماتے ہیں جنگِ بدر کے دن حضرت عکاشہ بن محصنؓ کی تلوار ٹوٹ گئی تھی۔ حضور ﷺ نے ان کو درخت کی ایک ٹہنی دی جوان کے ہاتھ میں جاتے ہی کاٹنے والی تلوار بن گئی جس کا لوہا بڑا صاف اور مضبوط تھا۔[3]

دعا سے شراب کا سرکہ بن جانا

حضرت خیثمہ رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں حضرت خالد بن ولیدؓ کے پاس ایک آدمی آیا اس کے پاس شراب کی ایک مشک تھی حضرت خالدؓ نے دعا کی اے اللہ! اسے شہد بنا دے، چنانچہ وہ شراب اسی وقت شہد بن گئی دوسری روایت میں یہ ہے کہ حضرت خالدؓ کے پاس سے ایک آدمی گزرا جس کے پاس شراب کی ایک مشک تھی۔ حضرت خالدؓ نے پوچھا یہ کیا ہے؟ اس آدمی نے کہا سرکہ ہے حضرت خالد نے کہا اللہ اسے سرکہ ہی بنا دے۔ لوگوں نے اسے دیکھا تو وہ واقعی سرکہ ہی تھا، حالانکہ اس سے پہلے وہ شراب تھی۔[4] ایک روایت میں یہ ہے کہ حضرت خالدؓ کے پاس سے ایک آدمی گزرا جس کے پاس

۱۔ کما فی الاصابة (ج ۲ ص ۳۳۰) وبشار ضعفه ابن معین کما فی الاصابة (ج ۱ ص ۳۲)

۲۔ اخرجه ابن ابی الدنیا فی کتاب مجابی الدعوة و ابن عساکر کذا فی المنتخب (ج ۵ ص ۱۳۲)

۳۔ اخرجه ابن سعد (ج ۱ ص ۱۸۸)

۴۔ اخرجه ابن ابی الدنیا باسناد صحیح کذا فی الاصابة (ج ۱ ص ۴۱۴) قال ابن کثیر فی البدایة (ج ۷ ص ۱۱۴) وله طرق

شراب کی مشک تھی۔ حضرت خالدؓ نے اس سے پوچھا یہ کیا ہے؟ اس نے کہا شہد ہے حضرت خالدؓ نے دعا کی اے اللہ! اسے سرکہ بنادے وہ آدمی جب اپنے ساتھیوں کے پاس واپس پہنچا تو اس نے کہا میں آپ لوگوں کے پاس ایسی شراب لے کر آیا ہوں کہ اس جیسی شراب عربوں نے کبھی نہیں پی ہوگی پھر اس آدمی نے مشک کھولی تو اس میں سرکہ تھا تو اس نے کہا اللہ کی قسم! اس کو حضرت خالدؓ کی دعا لگی ہے۔

قیدی کا قید سے رہا ہو جانا

حضرت محمد بن اسحٰق کہتے ہیں حضرت مالک اشجعیؓ نے نبی کریم ﷺ کی خدمت میں حاضر ہو کر عرض کیا کہ میرا بیٹا عوف قید ہو گیا ہے حضورؐ نے فرمایا اس کے پاس یہ پیغام بھیج دو کہ حضورؐ اسے فرما رہے ہیں کہ وہ لاحول ولا قوۃ الا باللّٰہ کثرت سے پڑھے، چنانچہ قاصد نے جا کر حضرت عوفؓ کو حضورؐ کا پیغام پہنچا دیا حضرت عوفؓ نے لاحول ولا قوۃ الا باللّٰہ خوب کثرت سے پڑھنا شروع کر دیا کافروں نے حضرت عوفؓ کو تانت سے باندھا ہوا تھا ایک دن وہ تانت ٹوٹ کر گر گئی تو حضرت عوفؓ قید سے باہر نکل آئے۔ باہر آ کر انہوں نے دیکھا کہ ان لوگوں کی اونٹنی وہاں موجود ہے حضرت عوفؓ اس پر سوار ہو گئے۔ آگے گئے تو دیکھا کہ ان کافروں کے سارے جانور ایک جگہ جمع ہیں انہوں نے ان جانوروں کو ایک آواز لگائی تو سارے جانور ان کے پیچھے چل پڑے اور انہوں نے اچانک اپنے ماں باپ کے گھر کے دروازے پر جا کر آواز لگائی تو ان کے والد نے کہا رب کعبہ کی قسم! یہ تو عوفؓ ہے۔ ان کی والدہ نے کہا ہائے یہ عوف کیسے ہو سکتا ہے؟ عوف تو تانت کی تکلیف میں گرفتار ہے بہر حال والد اور خادم دوڑ کر دروازے پر گئے تو دیکھا کہ واقعی حضرت عوفؓ موجود ہیں اور سارا میدان اونٹوں سے بھرا ہوا ہے۔ حضرت عوفؓ نے اپنے والد کو اپنا اور اونٹوں کا سارا قصہ سنایا ان کے والد نے جا کر حضورؐ کو یہ سب کچھ بتایا۔ حضورؐ نے ان سے فرمایا ان اونٹوں کے ساتھ تم جو چاہے کرو (یہ اونٹ تمہارے ہیں اس لئے) اپنے اونٹوں کے ساتھ جو کچھ تم کرتے ہو وہی ان کے ساتھ کرو پھر یہ آیت نازل ہوئی وَمَنْ يَتَّقِ اللّٰهَ يَجْعَلْ لَّهٗ مَخْرَجًا وَّيَرْزُقْهُ مِنْ حَيْثُ لَا يَحْتَسِبُ وَمَنْ يَّتَوَكَّلْ عَلَى اللّٰهِ فَهُوَ حَسْبُهٗ (سورت طلاق آیت ۳) ''جو شخص اللہ سے ڈرتا ہے اللہ تعالیٰ اس کے لئے (مضرتوں سے) نجات کی شکل نکال دیتا ہے اور اس کو ایسی جگہ سے رزق پہنچاتا ہے جہاں اس کا گمان بھی نہیں ہوتا اور جو شخص اللہ پر توکل کرے گا تو اللہ تعالیٰ اس (کی اصلاح مہمات) کے لئے کافی ہے۔''[۱] ابن جریر کی روایت میں یہ بھی ہے کہ عوف کے والد

---

[۱] اخرجہ آدم بن ابی ایاس فی تفسیرہ کذافی الترغیب (ج ۳ ص ۱۰۵) وقال و محمد بن اسحق لم یدرک مالکا۔ اھ و اخرجہ ابن ابی حاتم عن محمد بن اسحق نحوہ کما فی التفسیر لابن کثیر (ج ۴ ص ۳۸۰) و اخرجہ ابن جریر فی تفسیرہ (ج ۲۸ ص ۸۹) عن السدی بمعناہ مختصرا ولم یذکر امر الحوقلۃ و اخرجہ ابن جریر ایضا عن سالم بن ابی الجعد مختصرا۔

حضورؐ کی خدمت میں حاضر ہوتے اور اپنے بیٹے کے قید میں ہونے اور اس کی پریشانی کی شکایت کرتے حضورؐ انہیں صبر کی تلقین فرماتے اور ارشاد فرماتے اللہ تعالیٰ عنقریب اس کے لئے اس پریشانی سے نکلنے کا راستہ بنائیں گے۔

صحابہ کرامؓ کو تکلیفیں پہنچانے کی وجہ سے نافرمانوں پر کیا کیا مصیبتیں آئیں

حضرت عباس بن سہیل بن سعد ساعدیؓ یا حضرت عباس بن سعدؓ فرماتے ہیں جب حضور ﷺ (حضرت صالح علیہ السلام کی قوم ثمود کے علاقے) حجر کے پاس سے گزرے اور وہاں پڑاؤ ڈالا تو لوگوں نے وہاں کے کنویں سے پانی نکال کر برتنوں میں بھرلیا۔ جب وہاں سے آگے روانہ ہوئے تو حضورؐ نے لوگوں سے فرمایا اس کنویں کا پانی بالکل نہ پیو اور نہ اس سے نماز کے لئے وضو کرے اور اس کے پانی سے جو آٹا گوندھا ہے وہ اونٹوں کو کھلا دو خود اسے بالکل نہ کھاؤ۔ آج رات جو بھی باہر نکلے وہ اپنے ساتھ اپنے کسی ساتھی کو ضرور لے کر جائے اکیلے نہ نکلے۔ تمام لوگوں نے حضورؐ کی تمام باتوں پر عمل کیا، البتہ قبیلہ بنو ساعدہ کے دو آدمی اکیلے باہر نکل گئے، ایک قضائے حاجت کے لئے گیا تھا دوسرا اپنا اونٹ ڈھونڈنے گیا تھا۔ جو قضائے حاجت کے لئے گیا تھا راستہ میں اس کا کسی (جن) نے گلا گھونٹ دیا اور جو اپنا اونٹ ڈھونڈنے گیا تھا اسے آندھی نے اٹھا کر قبیلہ طے کے دو پہاڑوں کے درمیان (یمن میں) جا پھینکا۔ جب حضورؐ کو ان دونوں کے بارے میں بتایا گیا تو آپؐ نے فرمایا ساتھی کے بغیر اکیلے باہر نکلنے سے کیا تم لوگوں کو منع نہیں کیا تھا؟ پھر آپؐ نے اس کے لئے دعا فرمائی جس کا راستہ میں کسی نے گلا گھونٹا وہ ٹھیک ہوگیا دوسرا آدمی تبوک سے حضورؐ کے پاس پہنچا۔[1] ابن اسحٰق سے زیاد نے جو روایت کی ہے اس میں یہ ہے کہ جب حضور ﷺ مدینہ منورہ واپس پہنچے تو قبیلہ طے والوں نے اس آدمی کو حضورؐ کے پاس بھیجا۔[2]

حضرت ابن عمرؓ فرماتے ہیں حضرت عثمانؓ منبر پر بیان فرما رہے تھے حضرت جہجاہ غفاریؓ نے کھڑے ہو کر حضرت عثمانؓ کے ہاتھ سے لاٹھی لی اور اس زور سے ان کے گھٹنے پر ماری کہ گھٹنا پھٹ گیا اور لاٹھی بھی ٹوٹ گئی۔ ابھی سال بھی نہیں گزرا تھا کہ اللہ تعالیٰ نے حضرت جہجاہ کے ہاتھ پر جسم کو کھا جانے والی بیماری لگا دی جس سے ان کا انتقال ہوگیا۔[3] ابن سکن کی روایت میں ہے کہ

۱۔ اخرجه ابن اسحق بن عبدالله بن ابی بکر بن حزم ۲۔ کذافی البدایة (ج ۵ ص ۱۱) واخرج ابونعیم فی الدلائل (ص ۱۹۰) من طریق ابراهیم بن سعد عن ابن اسحق عن الزهری و یزید بن رومان و عبدالله ابن ابی بکر و عاصم بن عمر بن قتادہ نحوه

۳۔ اخرجه ابونعیم فی الدلائل (ص ۲۱۱) واخرجه الباوردی و ابن السکن عنه بمعناه کما فی الاصابة (ج ۱ ص ۲۵۳) وقال و رویناه فی المحاملیات من طریق سلیمان بن یسار نحوه و رواه ابن السکن من طریق فلیح بن سلمان عن عمة وابیها عمها انهما حضرا عثمان.

حضرت جہجاہ بن سعید غفاریؓ اٹھ کر حضرت عثمانؓ کی طرف گئے اور ان کے ہاتھ سے چھڑی لے لی اور حضرت عثمانؓ کے گھٹنے پر اس زور سے ماری کہ وہ ٹوٹ گئی اس پر لوگوں نے شور مچادیا۔ حضرت عثمانؓ منبر سے اتر کر اپنے گھر تشریف لے گئے۔ اللہ تعالیٰ نے حضرت غفاریؓ کے گھٹنے میں بیماری پیدا کردی اور سال گزرنے سے پہلے ہی اسی بیماری میں ان کا انتقال ہوگیا۔

حضرت عبدالملک بن عمیر رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں مسلمانوں میں سے ایک آدمی حضرت سعد بن ابی وقاصؓ کے پاس آیا اور اس نے یہ شعر پڑھے (حضرت سعدؓ بیماری کی وجہ سے اس لڑائی میں شریک نہیں ہو سکے تھے جس پر اس نے یہ اشعار طنزاً پڑھے)

نقاتل حتی ینزل اللہ نصرہ　　　وسعد بباب القادسیة معصم

فابنا وقد امت نساء کثیرۃ　　　ونسوۃ سعد لیس فیھن ایم

''ہم تو اس لئے جنگ کر رہے تھے تاکہ اللہ اپنی مدد نازل کردے اور (حضرت) سعد قادسیہ کے دروازے سے چمٹے کھڑے رہے جب ہم واپس آئے تو بہت سی عورتیں بیوہ ہو چکی تھیں لیکن (حضرت) سعد کی بیویوں میں سے کوئی بھی بیوہ نہیں ہوئی۔''

جب حضرت سعدؓ کو ان شعروں کا پتہ چلا تو انہوں نے ہاتھ اٹھا کر یہ دعا مانگی اے اللہ! اس کی زبان اور ہاتھ کو مجھ سے تو جس طرح چاہے روک دے، چنانچہ جنگِ قادسیہ کے دن اسے ایک تیر لگا جس سے اس کی زبان بھی کٹ گئی اور ہاتھ بھی کٹ گیا اور وہ قتل بھی ہوگیا۔[1] حضرت قبیصہ بن جابر رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں ہمارے ایک چچازاد بھائی نے جنگِ قادسیہ کے موقع پر (حضرت سعدؓ پر طنز کرنے کے لئے) یہ دو شعر کہے جو گزر گئے، البتہ پہلے شعر میں الفاظ دوسرے ہیں جن کا ترجمہ یہ ہے کہ کیا تم نے نہیں دیکھا کہ اللہ نے اپنی مدد کو کیسے اتارا؟ جب حضرت سعدؓ کو ان اشعار کا پتہ چلا تو انہوں نے فرمایا خدا کرے اس کی زبان اور ہاتھ بیکار ہو جائیں، چنانچہ ایک تیر اس کے منہ پر لگا جس سے وہ گونگا ہوگیا پھر جنگ میں اس کا ہاتھ بھی کٹ گیا۔ اپنا عذر لوگوں کو بتانے کے لئے حضرت سعدؓ نے فرمایا مجھے اٹھا کر دروازے کے پاس لے چلو، چنانچہ لوگ انہیں اٹھا کر باہر لائے پھر انہوں نے اپنی پشت سے کپڑا ہٹایا تو اس پر بہت سے زخم تھے جنہیں دیکھ کر تمام لوگوں کو پورا یقین ہوگیا کہ یہ واقعی معذور تھے اور کوئی بھی انہیں بزدل نہیں سمجھتا تھا۔[2] اپنے بڑوں کی وجہ سے ناراض ہونے کے باب میں (طبرانی والی) حضرت عامر بن سعد کی روایت میں حضرت سعدؓ کا حضرت علی، حضرت طلحہ اور حضرت زبیرؓ کو برا بھلا کہنے والے کو بددعا دینا گزر چکا ہے جس میں یہ بھی ہے کہ ایک بختی اونٹنی تیزی سے آئی لوگ اسے دیکھ کر ادھر ادھر ہٹ گئے اس اونٹنی نے اس

۱؎ اخرجه ابو نعیم فی الدلائل (ص ۲۰۷)　　۲؎ و فی روایة یقاتل حتی ینزل الله نصره وقال وقطعت یده وقتل قال الهیثمی (ج ۹ ص ۱۵۴) رواه الطبرانی باسنادین رجال احد هما ثقات. انتهی

آدمی کو روند ڈالا اور حضرت قیس بن ابی حازم کی روایت میں حضرت سعدؓ کا حضرت علیؓ کو برا بھلا کہنے والے کے لئے بددعا کرنا بھی گزر چکا ہے جس میں یہ بھی ہے کہ ہمارے بکھرنے سے پہلے ہی اللہ کی قدرت ظاہر ہوئی اور اس کی سواری کے پاؤں زمین میں دھنسنے لگے جس سے وہ سر کے بل ان پتھروں پر زور سے گرا جس سے اس کا سر پھٹ گیا اور اس کا بھیجا باہر نکل آیا اور وہ وہیں مرگیا۔ ابو نعیم کی روایت میں ہے کہ حضرت سعید بن مسیب رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ ایک بھڑکا ہوا اونٹ آیا اور لوگوں کے درمیان میں سے گزرتا ہوا اس آدمی کے پاس پہنچ گیا اور اسے مار کر نیچے گرایا اور پھر اس پر بیٹھ کر اپنے سینے سے اسے زمین پر رگڑتا رہا یہاں تک کہ اس کے ٹکڑے ٹکڑے کردیئے۔ حضرت سعید بن مسیب کہتے ہیں میں نے لوگوں کو دیکھا کہ وہ دوڑتے ہوئے حضرت سعدؓ کے پاس جارہے تھے اور کہہ رہے تھے آپ کو دعا کا قبول ہونا مبارک ہو۔[1]

حضرت ابن شوذب رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں حضرت ابن عمرؓ کو یہ خبر ملی کہ زیاد حجاز مقدس کا بھی والی بننا چاہتا ہے انہیں اس کی بادشاہت میں رہنا پسند نہ آیا تو انہوں نے یہ دعا کی اے اللہ! تو اپنی مخلوق میں سے جس کے بارے میں چاہتا ہے اسے قتل کروا کر اس کے گناہوں کے کفارے کی صورت بنادیتا ہے (زیاد) ابن سمیہ اپنی موت مرے، قتل نہ ہو، چنانچہ زیاد کے انگوٹھے میں اسی وقت طاعون کی گلٹی نکل آئی اور جمعہ آنے سے پہلے ہی مرگیا۔[2]

حضرت (عبد الجبار) بن وائل یا حضرت علقمہ بن وائل کہتے ہیں جو کچھ وہاں (کربلا میں) ہوا تھا میں اس موقع پر وہاں موجود تھا چنانچہ ایک آدمی نے کھڑے ہوکر پوچھا کیا آپ لوگوں میں حسین (رضی اللہ عنہ) ہیں؟ لوگوں نے کہا ہاں ہیں اس آدمی نے حضرت حسینؓ کو گستاخی کے انداز میں کہا آپ کو جہنم کی بشارت ہو۔ حضرت حسینؓ نے فرمایا مجھے دو بشارتیں حاصل ہیں ایک تو نہایت مہربان رب وہاں ہوں گے دوسرے وہ نبیؐ وہاں ہوں گے جو سفارش کریں گے اور ان کی سفارش قبول کی جائے گی۔ لوگوں نے پوچھا تو کون ہے؟ اس نے کہا میں ابن جویرہ یا ابن جویزہ ہوں۔ حضرت حسینؓ نے یہ دعا کی اے اللہ! اس کے ٹکڑے ٹکڑے کرکے اسے جہنم میں ڈال دے، چنانچہ اس کی سواری زور سے بدکی جس سے وہ سواری سے اس طرح نیچے گرا کہ اس کا پاؤں رکاب میں پھنسا رہ گیا اور سواری تیز بھاگتی رہی اور اس کا جسم اور سر زمین پر گھسٹتا رہا جس سے اس کے جسم کے ٹکڑے ٹکڑے گرتے رہے۔ اللہ کی قسم! آخر میں صرف اس کی ٹانگ رکاب میں لٹکی رہ گئی۔[3]

حضرت کلبی رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں حضرت حسینؓ پانی پی رہے تھے ایک آدمی نے ان کو تیر مارا جس سے ان کے دونوں جبڑے شل ہوگئے تو حضرت حسینؓ نے کہا اللہ تجھے کبھی سیراب نہ

۱؎ عند ابی نعیم فی الدلائل (ص ۲۰۶) ۲؎ اخرجه ابن عساکر کذافی المنتخب (ج ۵ ص ۲۳۱)
۳؎ اخرجه الطبرانی قال الهیثمی (ج ۹ ص ۱۹۳) وفیه عطاء بن السائب وهو ثقة ولکنه اختلط

کرے، چنانچہ اس نے پانی پیا لیکن پیاس نہ بجھی آخر اتنا پانی پیا کہ اس کا پیٹ پھٹ گیا۔ [1]

عبید اللہ بن زیاد کا دربان بیان کرتا ہے کہ جب عبید اللہ بن زیاد حضرت حسینؓ کو شہید کر کے آیا تو میں اس کے پیچھے محل میں داخل ہوا میں نے دیکھا کہ محل میں ایک دم آگ بھڑک اٹھی جو اس کے چہرے کی طرف بڑھی اس نے فوراً اپنی آستین چہرے کے سامنے کر دی اور مجھ سے پوچھا تم نے بھی یہ آگ دیکھی ہے میں نے کہا ہاں۔ اس نے کہا اسے چھپا کر رکھنا کسی کو مت بتانا۔ [2]

حضرت سفیان رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں میری دادی نے مجھے بتایا کہ قبیلہ جعفی کے دو آدمی حضرت حسین بن علیؓ کی شہادت کے وقت وہاں موجود تھے ان میں سے ایک کی شرمگاہ اتنی لمبی ہو گئی تھی کہ وہ اسے لپیٹا کرتا تھا اور دوسرے کو اتنی زیادہ پیاس لگتی تھی کہ مشک کو منہ لگا کر ساری پی جایا کرتا تھا حضرت سفیان کہتے ہیں میں نے ان دونوں میں سے ایک کا بیٹا دیکھا وہ بالکل پاگل نظر آ رہا تھا۔ [3] حضرت اعمش رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں ایک آدمی نے حضرت حسینؓ کی قبر پر پاخانہ کرنے کی گستاخی کی تو اس سے اس کے گھر والوں میں پاگل پن، کوڑھ اور خارش کی وجہ سے کھال سفید ہو جانے کی بیماریاں پیدا ہو گئیں اور سارے گھر والے فقیر ہو گئے۔ [4]

صحابہ کرامؓ کے قتل ہونے کی وجہ سے پوری دنیا کے نظام میں کیا کیا تبدیلیاں آئیں

حضرت ربیعہ بن لقیط رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں جس سال حضرت علی اور حضرت معاویہؓ کی جماعتوں میں جنگ ہوئی اس سال میں حضرت عمرو بن عاصؓ کے ساتھ تھا ان کی جماعت واپس جا رہی تھی راستہ میں تازہ خون کی بارش ہوئی۔ میں برتن بارش میں رکھتا تھا تو وہ تازہ خون سے بھر جاتا تھا لوگ سمجھ گئے کہ لوگوں نے جو ایک دوسرے کا خون بہایا ہے اس کی وجہ سے یہ بارش ہوئی ہے حضرت عمرو بن عاصؓ بیان کے لئے کھڑے ہوئے پہلے اللہ کی شایان شان حمد و ثناء بیان کی پھر فرمایا اگر تم اپنے اور اللہ کے درمیان کا تعلق ٹھیک کر لو گے (ہر حال میں اس کا حکم پورا کرو گے) تو اگر یہ دو پہاڑ بھی آپس میں ٹکرا جائیں گے تو بھی تمہارا کچھ نقصان نہیں ہوگا۔ [5]

حضرت زہری رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں عبدالملک نے مجھ سے کہا اگر آپ مجھے یہ بتا دیں کہ

۱۔ اخرجه الطبرانی قال الهیثمی (ج ۹ ص ۱۹۳) رجاله الی قائله ثقات

۲۔ اخرجه الطبرانی قال الهیثمی (ج ۹ ص ۱۹۶) وحاجب عبداللہ لم اعرفه وبقية رجاله ثقات

۳۔ اخرجه الطبرانی قال الهیثمی (ج ۹ ص ۱۹۷) رجاله الی جدة سفیان ثقات

۴۔ عند الطبرانی ایضا ورجاله رجال الصحیح کما قال الهیثمی (ج ۹ ص ۱۹۷)

۵۔ اخرجه ابن عساکر کذافی الکنز (ج ۴ ص ۲۹۱) وقال سنده صحیح

حضرت حسینؓ کی شہادت کے دن کونسی نشانی پائی گئی تھی تو پھر آپ واقعی بہت بڑے عالم ہیں میں نے کہا اس دن بیت المقدس میں جو بھی کنکری اٹھائی جاتی اس کے نیچے تازہ خون ملتا عبدالملک نے کہا اس بات کو روایت کرنے میں میں اور آپ دونوں برابر ہیں (مجھے بھی یہ بات معلوم ہے)۔[۱]

حضرت زہری رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں جس دن حضرت حسین بن علیؓ کو شہید کیا گیا اس دن شام میں جو بھی پتھر اٹھایا جاتا اس کے نیچے خون ہوتا۔[۲]

حضرت ام حکیم رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں جس دن حضرت حسینؓ کو شہید کیا گیا اس دن میں کم عمر لڑکی تھی تو کئی دن تک آسمان خون کی طرح سرخ رہا۔[۳]

حضرت ابوقبیل رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں جب حضرت حسین بن علیؓ کو شہید کیا گیا تو اسی وقت سورج کو اتنا زیادہ گرہن لگا کہ عین دوپہر کے وقت ستارے نظر آنے لگے اور ہم لوگ سمجھے کہ قیامت آ گئی۔[۴]

صحابہ کرامؓ کے قتل ہونے پر جنات کا نوحہ

حضرت مالک بن دینار رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں جب حضرت عمر بن خطابؓ کو شہید کیا گیا تو یمن کے تبالہ پہاڑ پر ایک آواز سنی گئی کہ کسی نے یہ دو شعر پڑھے

لیبک علی الاسلام من کان باکیا　　فقدا وشکوا هلکی وما قدم العهد

وادبرت الدنیا وادبر خیرها　　وقد ملها من کان یوقن بالوعد

''اسلام پر جس نے رونا ہے وہ رو لے کیونکہ سب لوگ ہلاک ہو گئے، حالانکہ ابھی اسلام کو زیادہ عرصہ نہیں ہوا تھا اور دنیا اور دنیا کی خیر نے پیٹھ پھیر لی ہے اور جو آخرت کے وعدوں پر یقین رکھتا ہے اس کا دل دنیا سے اکتا گیا ہے۔''

لوگوں نے ادھر ادھر بہت دیکھا لیکن انہیں پہاڑ پر کوئی بولنے والا نظر نہ آیا (کیونکہ یہ اشعار جن نے پڑھے تھے)۔[۵]

۱۔ اخرجه الطبرانی قال الهیثمی (ج ۹ ص ۱۹۶) رجاله ثقات　۲۔ عند الطبرانی ایضا قال الهیثمی (ج ۹ ص ۱۹۶) رجاله رجال الصحیح　۳۔ عند الطبرانی ایضا قال الهیثمی (ج ۹ ص ۱۹۷) رجاله الی ام حکیم رجال الصحیح　۴۔ عندالطبرانی ایضا قال الهیثمی (ج ۹ ص ۱۹۷) اسناده حسن وقد ضعف ابن کثیر فی البدایة (ج ۸ ص ۲۰۱) تلک الاحادیث کلها سوی الحدیث الاول وجعلها من وضع الشیعة. فالله اعلم　۵۔ اخرجه الحاکم (ج ۳ ص ۹۳) و اخرجه ابونعیم فی الدلائل (ص ۲۱۰) عن معروف الموصلی قال لما اصیب عمر رضی الله عنه سمعت صوتا فذکر البیتین وهکذا اخرجه الطبرانی عن معروف کما فی المجمع (ج ۹ ص ۷۹)

حضرت عائشہؓ فرماتی ہیں کہ میں نے رات کے وقت کسی کو ان اشعار کے ذریعے حضرت عمرؓ کی وفات کی خبر دیتے ہوئے سنا اور مجھے یقین ہے کہ وہ خبر دینے والا انسان نہیں تھا (بلکہ جن تھا)

جزی اللّٰہ خیرا من امیر وبارکت　　یداللّٰہ فی ذاک الادیم الممزق

فمن یمش او یرکب جناحی نعامۃ　　لیدرک ماقدمت بالامس یسبق

قضیت امورا ثم غادرت بعدھا　　بوائق فی اکمامھا لم تفتق

''اللہ تعالیٰ امیر المومنین کو جزائے خیر عطا فرمائے اور اللہ اپنی قدرت سے اس کھال میں برکت عطا فرمائے جس کو ٹکڑے کر دیا گیا (اے امیر المومنین!) آپ جو کارنامہ سرانجام دے گئے ہیں ان تک پہنچنے کے لئے کوئی تھوڑی محنت کرے یا زیادہ وہ کبھی بھی ان تک نہیں پہنچ سکتا بلکہ پیچھے رہ جائے گا بہت بڑے کام تو آپ پورے کر گئے لیکن ان کے بعد ایسی مصیبتیں چھوڑ گئے جو ایسی کلیوں میں ہیں جو ابھی پھوٹی نہیں۔''[1]

حضرت سلیمان بن یسار رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں ایک جن نے حضرت عمرؓ پر نوحہ کرتے ہوئے یہ اشعار پڑھے

علیک سلام من امیر وبارکت

یداللہ فی ذاک الادیم المخرق

''اے امیر المومنین! آپ پر سلامتی ہو اور اللہ اپنی قدرت سے اس کھال میں برکت عطا فرمائے جس کو پھاڑ دیا گیا۔''

قضیت امورا ثم غادرت بعدھا　　بوائق فی اکمامھا لم تفتق

فمن یسع او یرکب جناحی نعامۃ　　لیدرک ماقدمت بالامس یسبق

ان دونوں شعروں کا ترجمہ گزر چکا ہے۔

ابعد قتیل بالمدینۃ اظلمت

لہ الارض تھتز العضاہ باسوق

''وہ شخصیت جن کے قتل ہونے کی وجہ سے ساری زمین تاریک ہوگئی ہے کیا ان کے قتل ہونے کے بعد کیکر کے درخت اپنے تنوں پر لہلہا رہے ہیں؟'' یعنی نہیں بلکہ یہ درخت بھی ان کی شہادت پر افسردہ ہیں اور انہوں نے لہلہانا چھوڑ دیا ہے۔''[2]

حضرت عائشہؓ فرماتی ہیں حضرت عمر بن خطابؓ کے انتقال کے تین دن بعد جنات نے یہ اشعار پڑھ کر ان کی شہادت پر نوحہ کیا اور پھر یہی پچھلے چار شعر دوسری ترتیب سے ذکر کئے اور پھر پانچواں شعر یہ ذکر کیا

---

[1] اخرجہ ابن سعد (ج ۳ ص ۳۷۴) [2] عند ابن سعد ایضا

فلقاک ربی فی الجنان تحیة　　　　ومن کسوة الفردوس مالم یمزق

''میرا رب آپ کو جنتوں میں سلام پہنچائے اور آپ کو جنت الفردوس کے ایسے کپڑے پہنائے جو کبھی نہیں پھٹیں گے۔''[1]

حضرت ام سلمہؓ فرماتی ہیں میں نے جنات کو حضرت حسین بن علیؓ پر نوحہ کرتے ہوئے سنا ہے۔[2]

ایک مرتبہ حضرت ام سلمہؓ نے فرمایا جب سے حضور ﷺ کا انتقال ہوا ہے میں نے کبھی بھی جن کو کسی کے مرنے پر نوحہ کرتے ہوئے نہیں سنا لیکن آج رات میں نے سنا ہے اور میرا خیال یہ ہے کہ میرا بیٹا (حضرت حسینؓ) فوت ہو گیا ہے، چنانچہ انہوں نے اپنی باندی سے کہا باہر جا اور پتہ کر کے آ چنانچہ باندی نے آ کر بتایا کہ واقعی حضرت حسینؓ شہید ہو گئے ہیں پھر حضرت ام سلمہؓ نے بتایا کہ ایک جنّی یہ شعر پڑھ کر نوحہ کر رہی تھی۔

الا یا عین فاحتفلی بجهدی　　　　ومن یبکی علی الشهداء بعدی

علی رهط تقودهم المنایا　　　　الی متجبر فی ملک عبد

''اے آنکھ! غور سے سن اور جو رونے کی کوشش اور محنت کر رہی ہوں اس کا اہتمام کر میں اگر نہیں روؤں گی تو میرے بعد شہداء پر کون روئے گا؟ شہداء کی وہ جماعت جن کو موت کھینچ کر ایسے ظالم اور جابر انسان کے پاس لے گئی (یعنی عبید اللہ بن زیاد) جو کہ ایک غلام یعنی یزید کی بادشاہت میں فوج کا سپہ سالار ہے۔[3]

حضرت میمونہؓ فرماتی ہیں میں نے جنات کو حضرت حسین بن علیؓ پر نوحہ کرتے ہوئے سنا۔[4]

صحابہ کرامؓ کا حضور ﷺ کو خواب میں دیکھنا

(حضرت انس بن مالکؓ فرماتے ہیں) حضرت ابو موسیٰ اشعریؓ نے فرمایا میں نے خواب میں دیکھا کہ میں ایک ایسی جگہ ہوں جہاں بہت سے راستے ہیں پھر سارے راستے ختم ہو گئے اور صرف ایک راستہ رہ گیا میں نے اس پر چلنا شروع کر دیا اور چلتے چلتے ایک پہاڑ پر پہنچ گیا جس کے اوپر حضور ﷺ تشریف فرما تھے اور ان کے پاس حضرت ابو بکرؓ بیٹھے ہوئے تھے اور حضور حضرت عمرؓ کو اشارہ فرما رہے تھے کہ یہاں آ جاؤ۔ یہ خواب دیکھ کر میں نے کہا انا للہ وانا الیہ راجعون اللہ کی قسم! امیر المومنین (حضرت عمرؓ) کے انتقال کا وقت آ گیا ہے۔ حضرت انسؓ کہتے ہیں میں نے کہا آپ

۱۔ اخرجه ابو نعيم فی الدلائل (ص ۲۱۰)　۲۔ اخرجه الطبرانی قال الهيثمی (ج ۹ ص ۱۹۹) رجاله رجال الصحيح　۳۔ عند الطبرانی ایضا قال الهيثمی (ج ۹ ص ۱۹۹) وفيه عمرو بن ثابت بن هرمز وهو ضعيف. انتهى　۴۔ عند الطبرانی ایضا قال الهيثمی (ج ۹ ص ۱۹۹) رجاله رجال الصحيح. انتهى.

یہ خواب حضرت عمرؓ کو نہیں لکھ دیتے؟ انہوں نے فرمایا میں خود ان کو ان کی موت کی خبر کیوں دوں؟ [۱]

حضرت کثیر بن صلت رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں جس دن حضرت عثمان بن عفانؓ شہید ہوئے اس دن وہ سوئے اور اٹھنے کے بعد فرمایا اگر لوگ یہ نہ کہیں کہ عثمانؓ فتنہ پیدا کرنا چاہتا ہے تو میں آپ لوگوں کو ایک بات بتاؤں ہم نے کہا آپ ہمیں بتادیں ہم وہ بات نہیں کہیں گے جس کا دوسرے لوگوں سے خطرہ ہے۔ انہوں نے فرمایا میں نے ابھی خواب میں حضور ﷺ کو دیکھا آپؐ نے مجھ سے فرمایا تم اس جمعہ میں ہمارے پاس پہنچ جاؤ گے ابن سعد کی روایت میں یہ بھی ہے کہ یہی جمعہ کا دن تھا۔ [۲]

حضرت ابن عمرؓ فرماتے ہیں صبح کے وقت حضرت عثمانؓ نے فرمایا آج رات میں نے نبی کریم ﷺ کو خواب میں دیکھا ہے حضورؐ نے فرمایا اے عثمان! ہمارے پاس افطاری کرنا، چنانچہ اس دن حضرت عثمان نے روزہ رکھا اور اسی دن ان کو شہید کر دیا گیا۔ [۳]

حضرت عثمان بن عفانؓ کے آزاد کردہ غلام حضرت مسلم ابوسعید رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں حضرت عثمانؓ نے بیس ۲۰ غلام آزاد کیے اور شلوار منگوا کر اسے پہنا اور اسے اچھی طرح باندھ لیا، حالانکہ انہوں نے اس سے پہلے نہ جاہلیت میں شلوار پہنی تھی اور نہ اسلام میں اور فرمایا گزشتہ رات میں نے حضور ﷺ کو اور حضرت ابوبکر اور حضرت عمرؓ کو خواب میں دیکھا۔ ان حضرات نے مجھ سے فرمایا صبر کرو کیونکہ تم کل رات ہمارے پاس آ کر افطار کرو گے پھر قرآن شریف منگوایا اور کھول کر اپنے سامنے رکھ لیا، چنانچہ جب وہ شہید ہوئے تو قرآن اسی طرح ان کے سامنے تھا۔ [۴]

حضرت حسن یا حضرت حسینؓ فرماتے ہیں حضرت علیؓ نے فرمایا خواب میں مجھے میرے محبوب نبی یعنی نبی کریم ﷺ ملے۔ میں نے حضورؐ سے ان کے بعد عراق والوں کی طرف سے پیش آنے والی تکلیفوں کی شکایت کی تو آپؐ نے مجھ سے وعدہ فرمایا کہ عنقریب تمہیں ان سے راحت مل جائے گی، چنانچہ اس کے بعد حضرت علیؓ صرف تین دن ہی زندہ رہے۔ [۵]

حضرت ابوصالح رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں حضرت علیؓ نے فرمایا میں نے خواب میں نبی کریم

۱۔ اخرجه ابن سعد (ج ۳ ص ۳۳۲) ۲۔ اخرجه الحاکم (ج ۳ ص ۹۹) قال الحاکم هذا حدیث صحیح الاسناد ولم یخرجاه وقال الذهبی صحیح و اخرجه ابن سعد (ج۳ ص ۷۵) عن کثیر بن الصلت نحوه و هکذا اخرجه ابویعلی قال الهیثمی (ج ۷ ص ۲۳۲) وفیه ابوعلقمة مولی عبدالرحمن بن عوف ولم اعرفه وبقیة رجاله ثقات. انتهی ۳۔ عند الحاکم (ج ۳ ص ۱۰۳) قال الحاکم هذا حدیث صحیح الاسناد ولم یخرجاه وقال الذهبی صحیح و اخرجه ابویعلی والبزار نحوه کما فی المجمع (ج ۷ ص ۲۳۲) واخرجه ابن سعد (ج ۳ ص ۷۴) عن نافع نحوه ۴۔ عند عبدالله و ابی یعلی قال الهیثمی (ج ۷ ص ۲۳۲) ورجاله ثقات وللحدیث طرق اخری ذکرها فی المجمع والبدایة وغیرهما

۵۔ اخرجه العدنی

ﷺ کو دیکھا تو میں نے آپ ؐ سے آپ کی امت کی شکایت کی کہ وہ مجھے جھٹلاتے ہیں اور تکلیف پہنچاتے ہیں پھر میں رونے لگا۔ آپ ؐ نے فرمایا مت روؤ اور ادھر دیکھو میں نے ادھر دیکھا تو مجھے دو آدمی نظر آئے جو بیڑیوں میں بندھے ہوئے تھے۔ (بظاہر یہ حضرت علیؓ کا قاتل ابن ملجم اور اس کا ساتھی ہوگا) اور بڑے بڑے پتھر ان دونوں کے سر پر مارے جارہے تھے جس سے ان کے سر ریزہ ریزہ ہوجاتے پھر سر ٹھیک ہوجاتے۔ (یوں ہی ان دونوں کو مسلسل عذاب دیا جارہا تھا) حضرت ابو صالح کہتے ہیں میں اگلے دن اپنے روزانہ کے معمول کے مطابق صبح کے وقت گھر سے حضرت علیؓ کی طرف چلا جب میں قصائیوں کے محلے میں پہنچا تو مجھے کچھ لوگ ملے جنہوں نے بتایا کہ امیر المومنین کو شہید کردیا گیا ہے۔ [1]

حضرت فلفہ جعفی رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں میں نے حضرت حسن بن علیؓ کو فرماتے ہوئے سنا کہ میں نے خواب میں دیکھا کہ نبی کریم ﷺ عرش سے چپٹے ہوئے ہیں اور حضرت ابوبکرؓ حضور کی کمر کو پکڑے ہوئے اور حضرت عمرؓ حضرت ابوبکرؓ کی کمر کو پکڑے ہوئے ہیں اور حضرت عثمانؓ حضرت عمرؓ کی کمر کو پکڑے ہوئے ہیں اور میں نے دیکھا کہ آسمان سے زمین پر خون گر رہا ہے۔ جب حضرت حسنؓ نے یہ خواب سنایا تو وہاں کچھ شیعہ لوگ بھی بیٹھے ہوئے تھے انہوں نے پوچھا کیا آپ نے حضرت علیؓ کو خواب میں نہیں دیکھا؟ حضرت حسنؓ نے فرمایا مجھے سب سے زیادہ تو یہی پسند ہے کہ میں حضرت علیؓ کو حضور کی کمر پکڑے ہوئے دیکھتا لیکن کیا کروں میں نے خواب میں دیکھا ہی وہی ہے جو میں نے آپ لوگوں کو سنایا ہے آگے اور بھی حدیث ہے۔ [2]

حضرت حسن رضی اللہ عنہ نے فرمایا اے لوگو! میں نے آج رات عجیب خواب دیکھا۔ میں نے دیکھا کہ اللہ تعالیٰ اپنے عرش پر ہیں اتنے میں حضور ﷺ تشریف لائے اور آکر عرش کے ایک پائے کے پاس کھڑے ہوگئے پھر حضرت ابوبکرؓ آئے اور آکر حضورؐ کے کندھے پر ہاتھ رکھ کر کھڑے ہوگئے پھر حضرت عمرؓ آئے اور حضرت ابوبکرؓ کے کندھے پر ہاتھ رکھ کر کھڑے ہوگئے پھر حضرت عثمانؓ آئے اور انہوں نے ہاتھ سے اشارہ کرکے عرض کیا اے میرے رب! اپنے بندوں سے پوچھیں انہوں نے مجھے کس وجہ سے قتل کیا؟ اس کے بعد آسمان سے زمین کی طرف خون کے دو پرنالے بہنے لگے۔ جب حضرت حسنؓ خواب بیان کرچکے تو کسی نے حضرت علیؓ سے کہا کیا آپ نے دیکھا نہیں کہ حضرت حسنؓ کیا بیان کررہے ہیں؟ حضرت علیؓ نے فرمایا جو انہوں نے خواب میں دیکھا ہے وہی بیان کررہے ہیں۔ ایک روایت میں ہے کہ حضرت حسنؓ نے فرمایا اس خواب کو دیکھنے کے بعد اب میں کسی جنگ میں شرکت نہیں کروں گا۔ اس روایت میں یہ بھی ہے کہ حضرت

۱۔ عند ابی یعلی کذافی المنتخب (ج ۵ ص ۶۱) ۲۔ اخرجه الطبرانی قال الهیثمی (ج ۹ ص ۹۶) رواه الطبرانی فی الاوسط و الکبیر باختصار و اسناده حسن.

حسنؓ نے فرمایا میں نے دیکھا کہ حضرت عثمانؓ نے حضرت عمرؓ پر اپنا ہاتھ رکھا ہوا تھا میں نے ان حضرات کے پیچھے بہت سا خون دیکھا میں نے پوچھا یہ خون کیا ہے؟ کسی نے جواب میں کہا یہ حضرت عثمانؓ کا خون ہے جس کا وہ اللہ سے مطالبہ کر رہے ہیں۔[1]

حضرت ابن عباسؓ فرماتے ہیں میں نے دوپہر کے وقت حضورﷺ کو خواب میں دیکھا کہ آپؐ کے بال بکھرے ہوئے ہیں اور آپؐ پر گرد و غبار پڑا ہوا ہے اور آپؐ کے ہاتھ میں ایک شیشی ہے میں نے پوچھا یہ شیشی کیسی؟ آپؐ نے فرمایا اس میں حسینؓ اور اس کے ساتھیوں کا خون ہے جسے میں صبح سے جمع کر رہا ہوں پھر ہم نے دیکھا تو واقعی حضرت حسینؓ اسی دن شہید ہوئے تھے۔[2] ابن عبدالبر کی روایت میں یہ بھی ہے کہ آپؐ کے ہاتھ میں ایک شیشی ہے جس میں خون ہے۔

صحابہ کرامؓ کا ایک دوسرے کو خواب میں دیکھنا

حضرت عباس بن عبدالمطلبؓ فرماتے ہیں میں حضرت عمر بن خطابؓ کا پڑوسی تھا۔ میں نے ان سے بہتر کبھی کوئی آدمی نہیں دیکھا۔ رات بھر نماز پڑھتے اور دن بھر روزہ رکھتے اور لوگوں کے کاموں میں لگے رہتے۔ جب ان کا انتقال ہوا تو میں نے اللہ سے دعا کی کہ وہ مجھے خواب میں حضرت عمرؓ کی زیارت کرا دے، چنانچہ میں نے انہیں خواب میں دیکھا کہ وہ کندھے پر چادر ڈالے ہوئے مدینہ کے بازار سے آ رہے ہیں۔ میں نے انہیں سلام کیا انہوں نے میرے سلام کا جواب دیا۔ میں نے پوچھا کیا حال ہے؟ فرمایا خیریت ہے پھر میں نے پوچھا آپ نے کیا پایا؟ فرمایا اب حساب سے فارغ ہوا ہوں۔ اگر میں رحم کرنے والے رب کو نہ پاتا تو میرا وقار گر جاتا۔[3]

حضرت عباسؓ فرماتے ہیں حضرت عمرؓ میرے بڑے گہرے دوست تھے۔ جب ان کا انتقال ہوا تو میں سال بھر اللہ سے دعا کرتا رہا کہ اللہ تعالیٰ خواب میں حضرت عمرؓ کی زیارت کرا دے۔ آخر سال گزرنے کے بعد میں نے انہیں خواب میں دیکھا کہ وہ اپنی پیشانی سے پسینہ پونچھ رہے ہیں۔ میں نے کہا اے امیر المومنین! آپ کے رب نے آپ کے ساتھ کیا معاملہ کیا؟ انہوں نے کہا اب میں (حساب سے) فارغ ہوا ہوں اگر میرا رب شفقت اور مہربانی کا معاملہ نہ کرتا تو میری عزت اور وقار سب گر جاتا۔[4]

حضرت ابن عباسؓ فرماتے ہیں میں نے ایک سال سے دعا کی کہ مجھے خواب میں حضرت عمر بن خطابؓ کی زیارت کرا دے، چنانچہ میں نے انہیں خواب میں دیکھا تو میں نے عرض کیا آپ

۱۔ عند ابی یعلی قال الهیثمی (ج ۹ ص ۹۲) رواه کله ابویعلی باسنادین فی احدهما من لم اعرفه وفی الآخر سفیان بن وکیع وهو ضعیف. انتهی ۲۔ اخرجه الخطیب فی تاریخه (ج ۱ ص ۱۴۲) واخرجه ابن عبدالبر فی الاستیعاب (ج ۱ ص ۳۸۱) عن ابن عباس نحوه

۳۔ اخرجه ابونعیم فی الحلیة (ج ۱ ص ۵۴) ۴۔ اخرجه ابن سعد (ج ۳ ص ۳۷۵)

کے ساتھ کیا ہوا؟ فرمایا بڑے شفیق اور نہایت مہربان رب سے واسطہ پڑا۔ اگر میرے رب کی رحمت نہ ہوتی تو میری عزت خاک میں مل جاتی۔[۱]

حضرت ابن عمرؓ فرماتے ہیں مجھے اس بات کا بہت شوق تھا کہ مجھے کسی طرح یہ پتہ چل جائے کہ مرنے کے بعد حضرت عمرؓ کے ساتھ کیا ہوا۔ آخر اللہ تعالیٰ نے فضل فرمایا اور میں نے خواب میں ایک محل دیکھا میں نے پوچھا یہ کس کا ہے؟ لوگوں نے بتایا کہ یہ حضرت عمر بن خطابؓ کا ہے۔ اتنے میں حضرت عمرؓ محل سے باہر تشریف لائے۔ انہوں نے چادر اوڑھی ہوئی تھی۔ ایسے لگ رہا تھا کہ ابھی غسل کر کے آئے ہوں۔ میں نے پوچھا آپ کے ساتھ کیسا معاملہ ہوا؟ فرمایا اچھا معاملہ ہوا اگر میرا رب بخشنے والا نہ ہوتا تو میری عزت خاک میں مل جاتی پھر حضرت عمرؓ نے پوچھا آپ لوگوں سے جدا ہوئے مجھے کتنا عرصہ ہوگیا ہے؟ میں نے کہا بارہ سال۔ فرمایا اب میں حساب سے چھوٹا ہوں۔[۲]

حضرت سالم بن عبداللہ رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں میں نے ایک انصاری صحابیؓ کو کہتے ہوئے سنا کہ میں نے اللہ سے دعا کی کہ مجھے خواب میں حضرت عمرؓ کی زیارت کرادے میں نے دس سال کے بعد انہیں خواب میں دیکھا کہ پیشانی سے پسینہ پونچھ رہے ہیں۔ میں نے عرض کیا اے امیر المومنین! آپ کا کیا بنا؟ فرمایا اب میں حساب سے فارغ ہوا ہوں۔ اگر میرے رب کی مہربانی نہ ہوتی تو میں ہلاک ہو جاتا۔[۳]

حضرت عبدالرحمٰن بن عوفؓ فرماتے ہیں حج سے واپسی پر میں (مکہ اور مدینہ کے درمیان) سقیا مقام پر سو رہا تھا۔ میں نے خواب میں حضرت عمرؓ کو دیکھا کہ چلتے ہوئے میرے پاس آئے اور (میری بیوی) حضرت ام کلثوم بنت عقبہؓ میرے پہلو میں سو رہی تھی۔ حضرت عمرؓ نے آ کر اسے پاؤں سے ہلا کر جگایا پھر وہ پیٹھ پھیر کر چل دیئے۔ لوگ ان کی تلاش میں چل پڑے۔ میں نے اپنے کپڑے منگوا کر پہنے اور میں بھی لوگوں کے ساتھ انہیں ڈھونڈنے لگا اور سب سے پہلے میں ان تک پہنچا لیکن اللہ کی قسم! انہیں ڈھونڈنے میں میں بے حد تھک گیا میں نے کہا اللہ کی قسم! اے امیر المومنین! آپ نے تو لوگوں کو مشقت میں ڈال دیا۔ جب تک تھک نہ جائے اس وقت تک وہ آپ کو ڈھونڈ نہیں سکتا۔ اللہ کی قسم! جب میں اچھی طرح تھک گیا تب آپ مجھے ملے۔ انہوں نے فرمایا میرے خیال میں میں تو کوئی خاص تیز نہیں چلا (یہاں تک تو خواب ہے اس کے بعد حضرت عبدالرحمٰنؓ فرماتے ہیں) اس ذات کی قسم جس کے قبضے میں عبدالرحمٰن کی جان ہے! یہ حضرت عمرؓ کا سب سے آگے نکل جانا ان کے اعمال کی وجہ سے ہے۔[۴]

۱۔ اخرجه ابن سعد (ج ۳ ص ۳۷۵)
۲۔ اخرجه ابو نعيم في الحلية (ج ۱ ص ۵۴)
۳۔ اخرجه ابن سعد (ج ۳ ص ۳۷۶)
۴۔ اخرجه ابن سعد (ج ۳ ص ۳۷۶)

حضرت عبداللہ بن سلامؓ فرماتے ہیں حضرت سلمانؓ نے مجھ سے کہا اے میرے بھائی! ہم دونوں میں سے جو پہلے مرجائے وہ اس بات کی کوشش کرے کہ جو ساتھی دنیا میں رہ گیا ہے وہ جانے والا اسے خواب میں نظر آئے۔ میں نے کہا کیا ایسے ہوسکتا ہے؟ حضرت سلمانؓ نے کہا ہاں کیونکہ مومن کی روح آزاد رہتی ہے زمین پر جہاں چاہے چلی جاتی ہے۔ اور کافر کی روح قید میں ہوتی ہے، چنانچہ حضرت سلمان کا پہلے انتقال ہوگیا۔ ایک دن دوپہر کو میں اپنی چارپائی پر سونے کے لیے لیٹا۔ ابھی مجھے ہلکی سی نیند آئی تھی کہ ایک دم خواب میں حضرت سلمانؓ آگئے۔ انہوں نے کہا السلام علیک ورحمۃ اللہ میں نے کہا اے ابوعبداللہ! السلام علیک ورحمۃ اللہ آپ کو کیسا ٹھکانہ ملا؟ فرمایا بہت عمدہ۔ اور توکل کو لازم پکڑے رہنا کیونکہ توکل بہت عمدہ چیز ہے۔ توکل کو لازم پکڑے رہنا کیونکہ توکل بہت عمدہ چیز ہے۔ توکل کو لازم پکڑے رہنا کیونکہ توکل بہت عمدہ چیز ہے۔[1] ابونعیم کی روایت میں اس طرح ہے کہ پھر حضرت سلمانؓ کا پہلے انتقال ہوگیا تو حضرت عبداللہ بن سلامؓ نے انہیں خواب میں دیکھا ان سے پوچھا اے ابوعبداللہ! آپ کا کیا حال ہے؟ حضرت سلمانؓ نے کہا خیریت ہے۔ حضرت عبداللہؓ نے پوچھا آپ نے کونسے عمل کو سب سے افضل پایا؟ حضرت سلمانؓ نے فرمایا میں نے توکل کو عجیب چیز پایا۔[2]

حضرت عوف بن مالکؓ فرماتے ہیں میں نے خواب میں کھال کا خیمہ اور سبز چراگاہ دیکھی اور خیمے کے اردگرد بکریاں بیٹھی ہوئی تھیں جو جگالی کر رہی تھیں اور مینگنی کی جگہ عجوہ کھجوریں نکل رہی ہیں۔ میں نے پوچھا یہ خیمہ کس کا ہے؟ کسی نے بتایا حضرت عبدالرحمٰن بن عوفؓ کا ہے، چنانچہ ہم لوگوں نے کچھ دیر انتظار کیا پھر حضرت عبدالرحمٰنؓ خیمہ سے باہر تشریف لائے اور فرمایا یہ سب کچھ ہم کو اللہ نے قرآن کی وجہ سے دیا ہے لیکن اگر تم اس گھاٹی سے پرلی طرف جھانکو تو تمہیں ایسی نعمتیں نظر آئیں گی جنہیں تمہاری آنکھ نے کبھی دیکھا نہیں اور تمہارے کان نے کبھی سنا نہیں اور جن کا خیال بھی تمہارے دل میں نہیں آیا ہوگا۔ یہ نعمتیں اللہ نے حضرت ابوالدرداءؓ کے لیے تیار کی ہیں کیونکہ وہ دونوں ہاتھوں اور سینے سے دنیا کو دھکے دیا کرتے تھے (بڑے زاہد تھے)۔[3]

امام واقدی کے اساتذہ حضرات فرماتے ہیں حضرت عبداللہ بن عمرو بن حرامؓ نے فرمایا میں نے جنگِ احد سے پہلے خواب میں حضرت مبشر بن عبدالمنذرؓ کو دیکھا وہ مجھ سے کہہ رہے ہیں تم چند دنوں میں ہمارے پاس آنے والے ہو۔ میں نے پوچھا آپ کہاں ہیں؟ فرمایا ہم جنت میں ہیں اور جہاں چاہتے ہیں جاکر چر لیتے ہیں۔ میں نے کہا کیا آپ جنگِ بدر کے دن قتل نہیں ہوئے

۱۔ اخرجه ابن سعد (ج ۴ ص ۹۳) واخرجه ابونعيم فى الحلية (ج ۱ ص ۲۰۵) عن المغيرة بن عبدالرحمن مختصرا ۲۔ واخرجه ابن سعد (ج ۴ ص ۹۳) عن المغيرة نحوه

۳۔ اخرجه ابونعيم فى الحلية (ج ۱ ص ۲۱۰)

تھے؟ فرمایا ہاں قتل تو ہوا تھا لیکن پھر زندہ ہو گیا۔ میں نے جا کر یہ خواب حضور ﷺ کی خدمت میں عرض کیا تو فرمایا اے ابو جابر! اس خواب کی تعبیر یہ ہے کہ تمہیں (جنگِ احد میں) شہادت کا درجہ ملے گا۔[1]

کن اسباب کی وجہ سے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کی غیبی مدد ہوا کرتی تھی اور وہ کس طرح ان اسباب کے ساتھ چمٹے رہتے تھے اور ان حضرات نے کس طرح اپنی نگاہ مادّی اسباب اور فانی سامان سے ہٹا رکھی تھی

ناگواریوں اور سختیوں کو برداشت کرنا

حضرت عبدالرحمٰن بن عوفؓ فرماتے ہیں اسلام ناگواریوں اور سختیوں کو لے کر اترا ہے یعنی ناگواریاں اور سختیاں برداشت کرنے سے اسلام کو ترقی ملتی ہے ہم نے سب سے زیادہ بھلائی ناگواری میں پائی، چنانچہ ہم حضور ﷺ کے ساتھ مکہ سے (ہجرت کر کے بڑی ناگواری کے ساتھ) نکلے لیکن اللہ نے اسی ہجرت کی وجہ سے ہمیں بلندی اور کامیابی عطا فرمائی۔ اسی طرح ہم حضور ﷺ کے ساتھ غزوہ بدر میں گئے تھے اس وقت ہمارا حال وہ تھا جسے اللہ تعالیٰ نے ان آیات میں بیان فرمایا ہے۔ وَاِنَّ فَرِيْقًا مِّنَ الْمُؤْمِنِيْنَ لَكٰرِهُوْنَ ○ يُجَادِلُوْنَكَ فِي الْحَقِّ بَعْدَ مَا تَبَيَّنَ كَاَنَّمَا يُسَاقُوْنَ اِلَى الْمَوْتِ وَهُمْ يَنْظُرُوْنَ ○ وَاِذْ يَعِدُكُمُ اللّٰهُ اِحْدَى الطَّآئِفَتَيْنِ اَنَّهَا لَكُمْ وَتَوَدُّوْنَ اَنَّ غَيْرَ ذَاتِ الشَّوْكَةِ تَكُوْنُ لَكُمْ (سورت انفال آیت ۵۔۷) ترجمہ ”اور مسلمانوں کی ایک جماعت اس کو گراں سمجھتی تھی (اور) وہ اس مصلحت (کے کام) میں، بعد اس کے کہ اس کا ظہور ہو گیا تھا (اپنے بچاؤ کے لیے) آپ سے (بطور مشورہ) اس طرح جھگڑ رہے تھے کہ گویا کوئی ان کو موت کی طرف ہانکے لیئے جاتا ہے، اور وہ دیکھ رہے ہیں اور تم لوگ اس وقت کو یاد کرو جب کہ اللہ تعالیٰ تم سے ان دو جماعتوں سے ایک کا وعدہ کرتے تھے کہ وہ تمہارے ہاتھ آ جائے گی اور تم اس تمنا میں تھے کہ غیر مسلح جماعت (یعنی قافلہ) تمہارے ہاتھ آ جاوے۔“ اور مسلح جماعت قریش کی تھی، چنانچہ اللہ تعالیٰ نے اس سفر میں بھی ہمارے لئے بلندی اور کامیابی رکھ دی (حالانکہ یہ غزوہ ہماری مرضی کے بالکل خلاف ہوا تھا) خلاصہ یہ ہے کہ ہم نے بھلائی کی بھلائی ناگواری میں پائی۔[2]

حضرت محمد اسحاق بن یسار رحمۃ اللہ علیہ نے حضرت خالد بن ولیدؓ کا قصہ ذکر کیا ہے کہ جب

---

[1] اخرجه الحاكم (ج ۳ ص ۲۰۱)

[2] اخرجه البزار قال الهيثمي (ج ۷ ص ۲۷) وفيه عبدالعزيز بن عمران وهو ضعيف

حضرت خالدؓ یمامہ سے فارغ ہوئے تو حضرت ابوبکر صدیقؓ نے انہیں یمامہ یہ خط لکھا حضور ﷺ کے خلیفہ اور اللہ کے بندے ابوبکرؓ کی طرف سے حضرت خالد بن ولید کے نام اور ان مہاجرین انصار اور اخلاص کے ساتھ ان کا اتباع کرنے والوں کے نام جو حضرت خالد کے ساتھ ہیں، سلام علیکم۔ میں آپ لوگوں کے سامنے اس اللہ کی تعریف کرتا ہوں جس کے سوا کوئی معبود نہیں۔ امابعد! تمام تعریفیں اس اللہ کے لئے ہیں جس نے اپنا وعدہ پورا کیا اور اپنے بندے کی مدد کی اور اپنے دوست کو عزت دی اور اپنے دشمن کو ذلیل کیا اور تمام گروہوں پر اکیلا ہی غالب آ گیا وہ اللہ جس کے سوا کوئی معبود نہیں اس نے یہ فرمایا ہے وَعَدَ اللّٰهُ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا مِنْكُمْ وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ لَيَسْتَخْلِفَنَّهُمْ فِي الْاَرْضِ كَمَا اسْتَخْلَفَ الَّذِيْنَ مِنْ قَبْلِهِمْ وَلَيُمَكِّنَنَّ لَهُمْ دِيْنَهُمُ الَّذِي ارْتَضٰى لَهُمْ (سورت نور آیت ۵۵) ترجمہ "(اے مجموعہ امت) تم میں جو لوگ ایمان لاویں اور نیک عمل کریں ان سے اللہ تعالیٰ وعدہ فرماتا ہے کہ ان کو (اس اتباع کی برکت سے) زمین میں حکومت عطا فرمائے گا جیسا کہ ان سے پہلے (اہل ہدایت) لوگوں کو حکومت دی تھی اور جس دین کو (اللہ تعالیٰ نے) ان کے لئے پسند فرمایا ہے (یعنی اسلام) اس کو ان کے (نفع آخرت کے) لئے قوت دے گا۔" حضرت ابوبکرؓ نے یہ پوری آیت لکھی اس کے بعد لکھا یہ اللہ کا وعدہ ہے جس کے خلاف کبھی نہیں ہو سکتا اور اللہ کا فرمان ایسا ہے جس میں کوئی شک نہیں ہے۔ اللہ تعالیٰ نے مسلمانوں پر جہاد فرض کیا ہے اور قرآن میں فرمایا ہے كُتِبَ عَلَيْكُمُ الْقِتَالُ وَهُوَ كُرْهٌ لَّكُمْ (سورت بقرہ آیت ۲۱۶) ترجمہ "جہاد کرنا تم پر فرض کیا گیا ہے اور وہ تم کو (طبعاً) گراں (معلوم ہوتا) ہے۔" آیات لکھنے کے بعد لکھا اللہ نے تم سے جو وعدے کئے ہیں وہ سارے اللہ سے پورے کراؤ (جس کی صورت یہ ہے کہ اللہ نے ان وعدوں کے لئے جو شرطیں لگائی ہیں تم وہ شرطیں پوری کرو) اور اللہ نے جو کام تم پر فرض کئے ہیں ان میں اللہ کی اطاعت کرو چاہے اس میں کتنی مشقت اٹھانی پڑے اور کتنی زیادہ مصیبتیں برداشت کرنی پڑیں اور کتنے دور دور کے سفر کرنے پڑیں اور کتنے مالی اور جانی نقصانات اٹھانے پڑیں کیونکہ اللہ کے اجر عظیم کے مقابلے میں یہ سب کچھ، کچھ بھی نہیں۔ اللہ تم پر رحم کرے تم ہلکے ہو یا بھاری ہر حال میں اللہ کے راستے میں نکلو اور مال و جان لے کر خوب جہاد کرو پھر اس کے متعلق آیات لکھیں پھر لکھا غور سے سنو! میں نے حضرت خالد بن ولیدؓ کو عراق جانے کا حکم دیا ہے اور کہا ہے کہ وہاں جا کر میرے دوسرے حکم کا انتظار کرے، لہٰذا آپ لوگ سب ان کے ساتھ جاؤ اور ان کا ساتھ چھوڑ کر زمین سے مت چمٹو کیونکہ یہ ایسا راستہ ہے جس میں اللہ تعالیٰ اس آدمی کو بہت بڑا اجر عطا فرماتے ہیں جس کی نیت اچھی ہو اور جسے خیر کے کاموں کا بہت زیادہ شوق ہو۔ جب آپ لوگ عراق پہنچ جاؤ تو میرے حکم کے آنے تک وہیں رہو اللہ تعالیٰ ہماری اور تمہاری دنیا اور آخرت کے تمام ضروری کاموں کی کفایت فرمائے والسلام علیکم ورحمۃ اللہ

وبرکاتہ[1] اور سختیاں تکلیفیں برداشت کرنے کے باب میں، ہجرت کے باب میں، نصرت کے باب میں اور جہاد کے باب وغیرہ میں صحابہؓ کے سختیاں اور تکلیفیں برداشت کرنے کے قصے تفصیل سے گزر چکے ہیں۔

ظاہر کے خلاف اللہ کے حکم کو پورا کرنا

حضرت عتبہ بن عبد سلمیؓ فرماتے ہیں نبی کریم ﷺ نے اپنے صحابہؓ سے فرمایا اٹھو اور (ان کافروں سے) جنگ کرو صحابہؓ نے عرض کیا یا رسول اللہ! ضرور۔ ہم بالکل تیار ہیں اور ہم وہ نہیں کہیں گے جو بنی اسرائیل نے حضرت موسیٰ علیہ السلام سے کہا تھا کہ آپ جائیں اور آپ کا رب جائے اور آپ دونوں جنگ کریں ہم تو یہاں بیٹھے ہیں بلکہ ہم تو یہ عرض کریں گے کہ اے محمدؐ! آپ جائیں اور آپ کا رب جائے، ہم بھی آپ کے ساتھ رہ کر جنگ کریں گے۔[2] جہاد کے باب میں حضرت مقدادؓ کا اسی جیسا قول گزر چکا ہے جسے ابن ابی حاتم اور ابن مردویہ وغیرہ نے روایت کیا ہے اور حضرت سعد بن عبادہؓ کا یہ قول بھی جلد اول صفحہ نمبر ۴۴۰ پر گزر چکا ہے کہ اس ذات کی قسم جس کے قبضہ میں میری جان ہے! اگر آپ ہمیں اپنی سواریاں سمندروں میں ڈالنے کا حکم دیں تو ہم ڈال دیں گے اور اگر آپ ہمیں اس بات کا حکم دیں کہ ہم برک الغماد تک اپنی سواریوں پر سفر کریں تو ہم ایسا ضرور کریں گے اور اسی طرح حضرت انسؓ کی روایت سے مسند احمد میں اور حضرت علقمہ بن وقاص لیثیؒ کی روایت سے ابن مردویہ کی کتاب میں حضرت سعد بن معاذؓ کا یہ قول گزر چکا ہے کہ اس ذات کی قسم جس نے آپ کو یہ شرف بخشا اور آپ پر کتاب نازل فرمائی نہ تو میں کبھی اس راستہ پر چلا ہوں اور نہ مجھے اس کا کچھ علم ہے لیکن آپ اگر یمن کے برک الغماد تک جائیں گے تو ہم بھی آپ کے ساتھ ساتھ وہاں تک ضرور جائیں گے اور ہم ان لوگوں کی طرح نہیں ہوں گے جنہوں نے حضرت موسیٰ علیہ السلام سے کہہ دیا تھا اِذْهَبْ اَنْتَ وَرَبُّکَ فَقَاتِلَآ اِنَّا هٰهُنَا قٰعِدُوْنَ ترجمہ "آپ جائیں اور آپ کا رب بھی جائے آپ دونوں لڑائی کریں ہم تو یہاں بیٹھے ہیں۔" بلکہ ہم تو یہ کہتے ہیں اِذْهَبْ اَنْتَ وَرَبُّکَ فَقَاتِلَآ اِنَّا مَعَكُمْ مُّتَّبِعُوْنَ ترجمہ "آپ بھی جائیں اور آپ کا رب بھی جائے آپ دونوں لڑائی کریں اور ہم بھی آپ کے ساتھ ساتھ ہیں۔" ہوسکتا ہے کہ آپ تو کسی اور کام کے ارادے سے چلے ہوں اور اب اللہ تعالیٰ کچھ اور کام کروانا چاہتے ہوں یعنی آپ تو قافلہ ابوسفیان کے مقابلے کے ارادے سے چلے تھے لیکن اب اللہ تعالیٰ چاہتے ہیں کہ کافروں کے اس لشکر سے لڑا جائے تو جو اللہ تعالیٰ کروانا چاہتے ہیں آپ اسے دیکھیں اور اسے

1۔ اخرجه البيهقى فى سننه (ج ۹ ص ۱۷۹)

2۔ اخرجه احمد قال الهيثمى (ج ۶ ص ۷۵) رجاله ثقات

کریں اس لئے اب (ہماری طرف سے آپ کو ہر طرح کا پورا اختیار ہے) آپ جس سے چاہیں تعلقات بنائیں اور جس سے چاہیں تعلقات ختم کر دیں اور جس سے چاہیں دشمنی رکھیں اور جس سے چاہیں صلح کر لیں اور ہمارا مال جتنا چاہیں لے لیں، چنانچہ حضرت سعدؓ کے اس جواب پر یہ قرآن نازل ہوا کَمَآ اَخْرَجَکَ رَبُّکَ مِنْۢ بَیْتِکَ بِالْحَقِّ وَاِنَّ فَرِیْقًا مِّنَ الْمُؤْمِنِیْنَ لَکٰرِھُوْنَ (سورت انفال آیت ۵) ترجمہ ''جیسا کہ آپ کے رب نے آپ کے گھر (اور بستی) سے مصلحت کے ساتھ آپ کو (بدر کی طرف) روانہ کیا اور مسلمانوں کی ایک جماعت اس کو گراں سمجھتی تھی۔'' اموی نے اپنی مغازی میں اس حدیث کو ذکر کیا ہے اور اس میں یہ مضمون مزید ہے کہ آپ ہمارا جتنا مال چاہیں لے لیں اور جتنا مال چاہیں ہمیں دے دیں اور جو مال آپ ہم سے لیں گے وہ ہمیں اس سے زیادہ محبوب ہوگا جو آپ ہمارے پاس چھوڑ دیں گے اور آپ جو حکم دیں گے ہمارا معاملہ اس حکم کے تابع ہوگا۔

اللہ پر توکل کرنا اور باطل والوں کو جھوٹا سمجھنا

حضرت عبداللہ بن عوف بن احمر رحمتہ اللہ علیہ کہتے ہیں جب حضرت علی بن ابی طالبؓ انبار شہر سے نہروان والوں کی طرف جانے لگے تو مسافر بن عوف بن احمر نے ان سے کہا اے امیر المومنین! آپ اس گھڑی میں نہ چلیں بلکہ جب دن چڑھے کو تین گھڑیاں گزر جائیں پھر یہاں سے چلیں۔ حضرت علیؓ نے پوچھا کیوں؟ اس نے کہا اگر آپ اس گھڑی میں چلیں گے تو آپ کو اور آپ کے ساتھیوں کو بہت تکلیفیں آئیں گی اور سخت نقصان ہوگا اور اگر آپ اس گھڑی میں سفر شروع کریں جو میں نے بتائی ہے تو آپ کامیاب ہوں گے اور دشمن پر غلبہ پائیں گے اور آپ کو مقصد حاصل ہو جائے گا۔ حضرت علیؓ نے فرمایا نہ تو حضرت محمد ﷺ کا کوئی نجومی تھا اور نہ ان کے بعد ہمارے ہاں اب تک کوئی تھا کیا تمہیں معلوم ہے کہ میری اس گھوڑی کے پیٹ میں کیا ہے؟ اس نے کہا اگر میں حساب لگاؤں تو پتہ چلا سکتا ہوں۔ حضرت علیؓ نے فرمایا جو تمہاری اس بات کو سچا مانے گا وہ قرآن کو جھٹلانے والا ہوگا کیونکہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا اِنَّ اللّٰہَ عِنْدَہٗ عِلْمُ السَّاعَۃِ وَیُنَزِّلُ الْغَیْثَ وَیَعْلَمُ مَا فِی الْاَرْحَامِ (سورت لقمان آیت ۳۴) ''بے شک اللہ ہی کو قیامت کی خبر ہے اور وہی مینہ برساتا ہے اور وہی جانتا ہے جو کچھ رحم میں ہے۔'' جس چیز کے جاننے کا تم نے دعویٰ کیا ہے اس کے جاننے کا تو حضرت محمد ﷺ نے بھی دعویٰ نہیں کیا تھا اور کیا تم یہ بھی کہتے ہو کہ تم اس گھڑی کو بھی جانتے ہو جس میں سفر شروع کرنے والے کو نقصان ہوگا؟ اس نے کہا ہاں میں جانتا ہوں۔ حضرت علیؓ نے فرمایا جو تمہاری اس بات کو سچا مان لے گا اسے تو ناگواریوں اور پریشانیوں کے دور کرنے میں اللہ کی ضرورت نہیں رہے گی اور جو تمہاری اس بات کو مان لے گا وہ تو اپنے رب

اللہ کو چھوڑ کر اپنا ہر کام تمہارے سپرد کر دے گا کیونکہ تم دعویٰ کر رہے ہو کہ تم وہ گھڑی جانتے ہو جس میں سفر شروع کرنے والا ہر شر اور تکلیف سے محفوظ رہے گا لہٰذا اس بات پر جو ایمان لے آئے گا مجھے تو اس کے بارے میں یہی خطرہ ہے کہ وہ اس آدمی کی طرح ہو جائے گا جو اللہ کے علاوہ کسی اور کو اللہ کا مقابل اور ہمسر بنا لے۔ اے اللہ! اچھا اور برا شگون وہی ہے جو تو نے مقدر فرمایا ہے اور خیر وہی ہے جو تو عطا فرمائے اور تیرے علاوہ اور کوئی معبود نہیں (اے مسافر! ہم تجھے جھٹلاتے ہیں، لہٰذا ہم تیری مخالفت کریں گے اور ہم اسی گھڑی میں سفر شروع کریں گے جس میں سفر کرنے سے تو منع کر رہا ہے۔ پھر حضرت علیؓ نے لوگوں کی طرف متوجہ ہو کر فرمایا اے لوگو! ان ستاروں کا علم سیکھنے سے بچو، البتہ ستاروں کا صرف اتنا علم سیکھو جس سے خشکی اور سمندر کی تاریکی میں راستہ معلوم ہو سکے۔ نجومی تو کافر کی طرح ہے اور کافر جہنم میں جائے گا۔ (پھر مسافر کی طرف متوجہ ہو کر فرمایا) اللہ کی قسم! اگر مجھے یہ خبر ملی کہ تو ستاروں کو دیکھ کر ان کے مطابق عمل کرتا ہے تو جب تک تو زندہ رہا اور میں زندہ رہا اس وقت تک میں تجھے قید میں رکھوں گا اور جب تک میری خلافت رہے گی تجھے وظیفہ نہیں دوں گا پھر حضرت علیؓ نے اسی گھڑی میں سفر شروع کیا جس سے مسافر نے منع کیا تھا اور جا کر نہروان والوں پر غلبہ پا کر انہیں قتل کیا پھر فرمایا اگر ہم اس گھڑی میں سفر شروع کرتے جس کا مسافر کہہ رہا تھا اور پھر ہم کامیاب ہوتے اور دشمن پر غالب آتے تو لوگ یہی کہتے کہ نجومی نے جس گھڑی میں سفر شروع کرنے کو کہا تھا اس گھڑی میں حضرت علیؓ نے سفر شروع کیا تھا اس وجہ سے دشمن پر غالب آ گئے۔ حضرت محمد ﷺ کے ہاں کوئی نجومی نہیں تھا اور ان کے بعد ہمارے ہاں بھی کوئی نہیں تھا لیکن پھر بھی اللہ تعالیٰ نے کسریٰ اور قیصر کے ملکوں پر اور دوسرے ملکوں پر ہمیں فتح فرمائی۔ اے لوگو! اللہ پر توکل کرو اور اسی پر اعتماد کرو کیونکہ اللہ جس کے کام بنائے گا اسے کسی اور کی ضرورت نہیں رہے گی۔[1]

اللہ نے جن اعمال سے عزت دی ہے ان اعمال سے عزت تلاش کرنا

حضرت طارق بن شہاب رحمتہ اللہ علیہ کہتے ہیں حضرت ابو عبیدہ بن جراحؓ ہمارے ساتھ ملک شام میں تھے حضرت عمر بن خطابؓ وہاں تشریف لائے تھے حضرت عمرؓ کے ساتھ اور صحابہ بھی چل رہے تھے۔ چلتے چلتے راستہ میں پانی کا ایک گھاٹ آ گیا۔ حضرت عمرؓ اپنی اونٹنی پر سوار تھے وہ اونٹنی سے نیچے اترے اور موزے اتار کر اپنے کندھے پر رکھ لئے اور اپنی اونٹنی کی نکیل پکڑ کر اس گھاٹ میں سے گزرنے لگے تو حضرت ابو عبیدہؓ نے عرض کیا اے امیر المومنین! آپ یہ کیا کر رہے ہیں کہ موزے اتار کر کندھے پر رکھ لئے ہیں اور اونٹنی کی نکیل پکڑ کر اس گھاٹ میں سے

---

[1] اخرجه الحارث و الخطیب فی کتاب النجوم کذا فی الکنز (ج ٥ ص ٢٣٥)

گزرنے لگے ہیں؟ مجھے اس بات سے بالکل خوشی نہیں ہوگی کہ اس شہر والے آپ کو (اس حال میں) دیکھیں۔ حضرت عمرؓ نے فرمایا اوہو، اے ابوعبیدہ! اگر آپ کے علاوہ کوئی اور یہ بات کہتا تو میں اسے ایسی سخت سزا دیتا جس سے حضرت محمد ﷺ کی ساری امت کو عبرت ہوتی۔ ہم تو سب سے زیادہ ذلیل قوم تھے، اللہ نے ہمیں اسلام کی عزت عطا فرمائی اب جس اسلام کے ذریعے اللہ نے ہمیں عزت عطا فرمائی ہے ہم جب بھی اس کے علاوہ کسی اور چیز سے عزت حاصل کرنا چاہیں گے تو اللہ تعالیٰ ہمیں ذلیل کر دیں گے۔[1]

حضرت طارق بن شہاب رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں جب حضرت عمرؓ شام پہنچے تو (شام کے) لشکر حضرت عمرؓ کو ملنے کے لئے آئے اس وقت حضرت عمرؓ نے چادر باندھی ہوئی تھی اور موزے پہنے ہوئے تھے اور پگڑی باندھی ہوئی تھی اور اپنے اونٹ کی نکیل پکڑ کر پانی میں سے گزر رہے تھے تو حضرت عمرؓ سے ایک آدمی نے کہا اے امیر المومنین! (شام کے) لشکر اور شام کے جرنیل آپ سے ملنے کے لئے آئے ہیں اور آپ کا یہ حال ہے۔ حضرت عمرؓ نے فرمایا ہمیں اللہ تعالیٰ نے اسلام کے ذریعہ سے عزت دی ہے، لہٰذا ہم اسلام کے علاوہ کسی اور چیز میں عزت تلاش نہیں کر سکتے۔[2]

حضرت طارق بن شہاب رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں حضرت ابوعبیدہ بن جراحؓ نے حضرت عمرؓ کی خدمت میں عرض کیا اے امیر المومنین! آپ نے تو ایسا کام کر دیا ہے جو اس علاقہ والوں کے نزدیک بہت بڑا (یعنی بڑے عیب والا) کام ہے۔ آپ نے اپنے موزے اتار دیئے ہیں اور اپنی سواری (سے نیچے اتر کر) اس کی نکیل پکڑ رکھی ہے اور بے تکلف گھاٹ میں گھس گئے ہیں۔ حضرت عمرؓ نے حضرت ابوعبیدہؓ کے سینے پر ہاتھ مار کر فرمایا اوہو! اے ابوعبیدہ! کاش یہ بات تمہارے علاوہ کوئی اور کہتا تمہاری تعداد لوگوں میں سب سے کم تھی اور تم لوگوں میں سب سے زیادہ ذلیل تھے اللہ نے اسلام کے ذریعہ تمہیں عزت عطا فرمائی تو اب جب بھی تم اسلام کے علاوہ کسی اور چیز میں عزت تلاش کرو گے، اللہ تمہیں ذلیل کر دیں گے۔[3]

حضرت قیس رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں جب حضرت عمرؓ شام تشریف لائے تو وہ اونٹ پر سوار تھے۔ تمام لوگ ان کے استقبال کے لئے باہر آئے لوگوں نے کہا یہاں کے بڑے اور ممتاز لوگ آپ سے ملنے آئیں گے، اس لئے اچھا یہ ہے کہ آپ ترکی گھوڑے پر سوار ہو جائیں حضرت عمرؓ نے فرمایا بالکل نہیں۔ پھر آسمان کی طرف اشارہ کر کے فرمایا تم لوگ عزت یہاں سے یعنی زمین

۱۔ اخرجه الحاكم (ج ۱ ص ۶۱) قال الحاكم هذا حديث صحيح على شرط الشيخين ولم يخرجاه و وافقه الذهبي فقال على شرطهما ۲۔ عند الحاكم ايضا (ج ۱ ص ۶۲)

۳۔ عند الحاكم ايضا (ج ۳ ص ۸۲) و اخرجه ابو نعيم في الحلية (ج ۱ ص ۴۷) عن طارق نحوه و ابن المبارك و هناد و البيهقي في شعب الايمان عنه نحوه كما في منتخب الكنز (ج ۴ ص ۴۰۰)

کے سامان سے سمجھتے ہو، حالانکہ عزت تو وہاں سے (یعنی اللہ کے دینے سے) ملتی ہے میرے اونٹ کا راستہ چھوڑ دو۔ ل

حضرت ابوالغالیہ شامی رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں جب حضرت عمر بن خطابؓ بیت المقدس کے راستہ میں جابیہ شہر میں پہنچے تو وہ ایک خاکی اونٹ پر سوار تھے اور ان کے سر کا وہ حصہ دھوپ میں چمک رہا تھا جہاں سے بال اتر گئے تھے۔ ان کے سر پر نہ ٹوپی تھی اور نہ پگڑی۔ اور رکاب نہ ہونے کی وجہ سے ان کے دونوں پاؤں کجاوے کے دونوں طرف ہل رہے تھے انبجان شہر کی اونی چادر اونٹ پر ڈالی ہوئی تھی جب اونٹ پر سوار ہوتے تو اسے اونٹ پر ڈال لیتے اور جب نیچے اترتے تو اسے بچھونا بنا لیتے اور ان کا تھیلہ ایک دھاری دار چادر تھی جس میں کھجور کی چھال بھری ہوئی تھی جب سوار ہوتے تو اسے تھیلا بنا لیتے اور جب سواری سے اترتے تو اسے تکیہ بنا لیتے اور انہوں نے دھاری دار کھدر کا کرتہ پہنا ہوا تھا جس کا ایک پہلو پھٹا ہوا تھا۔ حضرت عمرؓ نے فرمایا میرے پاس قوم کے سردار کو بلا کر لاؤ۔ لوگ وہاں کے پادریوں کے سردار کو بلا کر لائے۔ حضرت عمرؓ نے فرمایا میرے اس کرتے کو سی کر دھو دو اور اتنی دیر کے لئے کوئی کپڑا یا کرتہ عاریۃً دے دو وہ پادری کتان کپڑے کا کرتہ لے آیا حضرت عمرؓ نے پوچھا یہ کونسا کپڑا ہے؟ لوگوں نے بتایا یہ کتان ہے۔ حضرت عمرؓ نے پوچھا کتان کپڑا کیا ہوتا ہے؟ لوگوں نے اس کپڑے کی تفصیل بتائی۔ حضرت عمرؓ نے اپنا کرتہ اتار کر اسے دیا اس نے اس میں پیوند لگایا اور دھو کر لے آیا حضرت عمرؓ نے ان کا جو کرتہ پہن رکھا تھا وہ اتار کر انہیں دے دیا اور اپنا کرتہ پہن لیا۔ اس پادری نے حضرت عمرؓ سے کہا آپ عربوں کے بادشاہ ہیں ہمارے اس علاقے میں اونٹ کی سواری ٹھیک نہیں (اور نہ آپ کا یہ کرتہ ٹھیک ہے) اس لئے اگر آپ کسی اور اچھے کپڑے کا کرتہ پہن لیں اور ترکی گھوڑے کی سواری کریں اس سے رومیوں کی نگاہ میں آپ کی قدر و منزلت بڑھ جائے گی۔ حضرت عمرؓ نے فرمایا ہم لوگوں کو اللہ نے اسلام کے ذریعے عزت عطا فرمائی ہے، لہٰذا اللہ کے (دین کے) علاوہ کسی اور کا ہم سوچ بھی نہیں سکتے اس کے بعد ان کی خدمت میں ایک ترکی گھوڑا لایا گیا اس پر کاٹھی اور کجاوے کے بغیر ہی ایک موٹی چادر ڈال دی گئی وہ اس پر سوار ہوئے (وہ گھوڑا اکڑ کر چلنے لگا تو) حضرت عمرؓ نے فرمایا اسے روکو، اسے روکو (کیونکہ یہ شیطان کی طرح چل رہا ہے) اس سے پہلے میں نے لوگوں کو شیطان پر سوار ہوتے ہوئے کبھی نہیں دیکھا تھا پھر ان کا اونٹ لایا گیا اور وہ گھوڑے سے اتر کر اسی پر سوار ہو گئے۔ ۲

ل عند ابی نعیم ایضاً فی الحلیۃ (ج ۱ ص ۴۷)
۲ اخرجہ ابن ابی الدنیا کذافی البدایۃ (ج ۷ ص ۶۰)

غلبہ وعزت کی حالت میں بھی ذمیوں کی رعایت کرنا

حضرت ابونہیک اور حضرت عبداللہ بن حنظلہ رحمۃ اللہ علیہما کہتے ہیں ہم ایک لشکر میں حضرت سلمانؓ کے ساتھ تھے ایک آدمی نے سورت مریم پڑھی تو دوسرے آدمی نے حضرت مریم اور ان کے بیٹے (حضرت عیسیٰ) علیہما السلام کو برا بھلا کہا (بظاہر یہ آدمی یہودی ہوگا) ہم نے اسے مار مار کر لہولہان کر دیا۔ جس انسان پر ظلم ہوتا تھا وہ جا کر حضرت سلمانؓ سے شکایت کرتا تھا. چنانچہ اس آدمی نے بھی جا کر حضرت سلمانؓ سے شکایت کر دی اس سے پہلے اس نے کبھی ان سے کوئی شکایت نہیں کی تھی۔ حضرت سلمانؓ ہمارے پاس تشریف لائے اور فرمایا تم نے اس آدمی کو کیوں مارا ہے؟ ہم نے کہا ہم نے سورت مریم پڑھی تھی اس نے حضرت مریمؑ اور ان کے بیٹے کو برا بھلا کہا۔ انہوں نے فرمایا تم لوگوں نے انہیں سورت مریم کیوں سنائی؟ کیا آپ لوگوں نے اللہ کا یہ فرمان نہیں سنا؟ وَلَا تَسُبُّوا الَّذِينَ يَدْعُونَ مِنْ دُونِ اللّٰهِ فَيَسُبُّوا اللّٰهَ عَدْوًا بِغَيْرِ عِلْمٍ (سورت انعام آیت ۱۰۸) ترجمہ ''اور دشنام مت دو ان کو جن کی یہ لوگ خدا کو چھوڑ کر عبادت کرتے ہیں کیونکہ پھر وہ براہِ جہل حد سے گزر کر اللہ کی شان میں گستاخی کریں گے۔'' اے جماعت عرب! کیا آپ لوگوں کا مذہب سب سے زیادہ برا نہیں تھا؟ آپ لوگوں کا علاقہ سب سے برا نہیں تھا؟ کیا آپ لوگوں کی زندگی سب سے زیادہ بری نہیں تھی؟ پھر اللہ تعالیٰ نے آپ لوگوں کو عزت دی اور آپ لوگوں کو سب کچھ دیا کیا آپ لوگ یہ چاہتے ہو کہ اللہ کی دی ہوئی عزت کی وجہ سے لوگوں کی پکڑ کرتے رہو؟ اللہ کی قسم! یا تو آپ لوگ اس کام سے باز آ جاؤ ورنہ جو کچھ آپ لوگوں کے ہاتھ میں ہے اللہ تعالیٰ اسے تم سے لے کر دوسروں کو دے دیں گے پھر حضرت سلمانؓ ہمیں سکھانے لگے اور فرمایا مغرب اور عشاء کے درمیان نوافل پڑھا کرو کیونکہ ان نوافل میں بہت سا قرآن پڑھ لینے کی وجہ سے تمہارے روز کے قرآن پڑھنے کی مقررہ مقدار میں کمی ہو جائے گی اور اس طرح رات کا شروع کا حصہ بے کار ہونے سے بچ جائے گا کیونکہ جس کا رات کا شروع کا حصہ بے کار گزر جائے گا تو اس کا رات کا آخری حصہ یعنی تہجد کا وقت بھی بیکار گزرے گا۔[1]

جو لوگ اللہ تعالیٰ کے حکم چھوڑ دیں ان کی بری حالت سے عبرت حاصل کرنا

حضرت جبیر بن نفیرؒ فرماتے ہیں جب قبرص جزیرہ فتح ہوا تو وہاں کے رہنے والے سارے غلام بنا لئے گئے اور انہیں مسلمانوں میں تقسیم کر دیا گیا وہ ایک دوسرے کی جدائی پر رو رہے تھے میں نے دیکھا کہ حضرت ابوالدرداءؓ اکیلے بیٹھے ہوئے رو رہے ہیں میں نے پوچھا اے ابوالدرداء! آج

۱۔ اخرجه ابونعیم فی الحلیة (ج ۱ ص ۲۰۱)

تو اللہ نے اسلام اور اہلِ اسلام کو عزت عطا فرمائی ہے تو آپ کیوں رو رہے ہیں؟ فرمایا اے جبیر! تیرا بھلا ہو اس مخلوق نے جب اللہ کے حکم کو چھوڑ دیا تو یہ اللہ کے ہاں کتنی بے قیمت ہو گی۔ پہلے تو یہ زبردست اور غالب قوم تھی اور انہیں بادشاہت حاصل تھی لیکن انہوں نے اللہ کا حکم چھوڑ دیا تو اب ان کا وہ برا حال ہو گیا جو تم دیکھ رہے ہو۔[۱] ابن جریر کی روایت میں اس کے بعد یہ بھی ہے کہ اب تو ان کا وہ برا حال ہو گیا جو تم دیکھ رہے ہو کہ ان پر اللہ نے غلامی مسلط کر دی اور جب کسی قوم پر اللہ غلامی مسلط کر دیں تو سمجھ لو کہ اللہ کو ان کی کوئی ضرورت نہیں (کیونکہ ان کی اللہ کے ہاں کوئی قیمت نہیں رہی)۔[۲]

نیت کو اللہ تعالیٰ کے لئے خالص کرنا اور آخرت کو مقصود بنانا

حضرت ابن ابی مریم رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں حضرت عمر بن خطابؓ حضرت معاذ بن جبلؓ کے پاس سے گزرے تو حضرت عمرؓ نے فرمایا وہ اعمال کونسے ہیں جن سے اس امت کے سارے نظام ٹھیک رہتے ہیں؟ حضرت معاذؓ نے کہا تین اعمال ہیں اور تینوں نجات دلانے والے ہیں ایک اخلاص اور اخلاص وہ عملِ فطرت ہے جس پر اللہ نے لوگوں کو پیدا کیا ہے اور دوسرا عمل نماز ہے اور وہ مذہب کا اہم شعبہ ہے اور تیسرا عمل (امیر کی) اطاعت ہے اور اطاعت ہی بچاؤ کا سامان ہے۔ حضرت عمرؓ نے فرمایا آپ نے ٹھیک کہا۔ جب حضرت عمرؓ وہاں سے آگے چلے گئے تو حضرت معاذؓ نے اپنے پاس بیٹھنے والوں سے فرمایا غور سے سنو! (اے عمرؓ!) آپ کا زمانہ بعد والوں کے زمانے سے بہتر ہے کیونکہ آپ کے بعد امت میں اختلاف ہو جائے گا (اور سنو) اب یہ حضرت عمرؓ بھی دنیا میں تھوڑا عرصہ ہی رہیں گے۔[۳]

حضرت ابو عبیدہ العنبری رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں جب مسلمان مدائن فتح کر کے اس میں داخل ہوئے اور مالِ غنیمت جمع کرنے لگے تو ایک آدمی اپنے ساتھ ایک ڈبہ لایا اور لا کر مالِ غنیمت جمع کرنے والے ذمہ دار کو دے دیا۔ اس ذمہ دار کے ساتھیوں نے کہا اس ڈبہ جیسا قیمتی سامان تو ہم نے کبھی دیکھا نہیں (کیونکہ اس میں بادشاہ نے سب سے زیادہ قیمتی ہیرے جواہرات رکھے ہوئے تھے) اور ہمارے پاس جتنا مالِ غنیمت آچکا ہے اس سب کی قیمت اس کے برابر تو کیا اس کے قریب بھی نہیں ہو سکتی۔ پھر ان لوگوں نے لانے والے سے پوچھا کیا آپ نے اس میں سے کچھ لیا ہے؟ اس نے کہا غور سے سنو اللہ کی قسم! اگر اللہ کا ڈر نہ ہوتا تو میں اسے آپ لوگوں کے پاس کبھی نہ لاتا اس جواب سے وہ لوگ سمجھ گئے کہ یہ آدمی بڑی شان والا ہے۔ انہوں نے پوچھا آپ

۱۔ اخرجه ابو نعيم في الحلية (ج ۱ ص ۲۱٦) ۲۔ اخرجه ابن جرير في تاريخه (ج ۲ ص ۳۱۸) عن جبير نحوه.
۳۔ اخرجه ابن جرير كذافي الكنز (ج ۸ ص ۲۲٦)

کون ہیں؟ فرمایا نہیں اللہ کی قسم! نہیں۔ اپنے بارے میں میں نہ تو آپ لوگوں کو بتاؤں گا کیونکہ آپ لوگ میری تعریف کرنے لگ جائیں گے اور نہ کسی اور کو بتاؤں گا کیونکہ پھر لوگ میری بچی جھوٹی تعریف کرنے لگ جائیں گے بلکہ میں تو اللہ تعالیٰ کی تعریف بیان کرتا ہوں اور اس کے ثواب پر راضی ہوں (پھر وہ آدمی چلا گیا) تو ان لوگوں نے ایک آدمی اس کے پیچھے بھیجا۔ وہ آدمی (اس کے پیچھے چلتے چلتے) اس کے ساتھیوں کے پاس پہنچ گیا پھر اس نے اس کے ساتھیوں سے اس کے بارے میں پوچھا تو وہ حضرت عامر بن عبد قیس رحمۃ اللہ علیہ نکلے۔ [1]

حضرت محمد، حضرت طلحہ اور حضرت مہلب وغیرہ حضرات کہتے ہیں (قادسیہ کی جنگ کے موقع پر) حضرت سعدؓ نے فرمایا اللہ کی قسم! یہ لشکر بڑا امانت دار ہے۔ اگر بدر والوں کو پہلے فضیلت نہ ملی ہوتی تو اللہ کی قسم! میں کہتا اس لشکر کی بھی بدر والوں جیسی فضیلت ہے۔ بہت سی قوموں کو میں نے غور سے دیکھا۔ ان میں مال غنیمت جمع کرنے کے بارے میں بہت سی کمزوریاں نظر آئیں لیکن میرے خیال میں اس لشکر والوں میں ایسی کوئی کمزوری نہیں اور نہ میں نے ان کی کسی کمزوری کے بارے میں کسی سے کچھ سنا ہے۔ [2]

حضرت جابر بن عبد اللہؓ فرماتے ہیں اس اللہ کی قسم جس کے سوا کوئی معبود نہیں! قادسیہ والوں میں سے کسی کے بارے میں ہمیں یہ اطلاع نہیں ملی کہ وہ آخرت کے ساتھ ساتھ دنیا بھی چاہتا ہو، البتہ ہمیں (ہزاروں کے لشکر میں) صرف تین آدمیوں کے بارے میں شبہ ہوا (کہ شاید یہ دنیا بھی چاہتے ہوں) لیکن تحقیق کرنے پر وہ بھی امانتدار اور بڑے زاہد نکلے۔ وہ تین حضرات یہ ہیں حضرت طلحہ بن خویلد، حضرت عمرو بن معدیکرب اور حضرت قیس بن مکشوح رضی اللہ عنہم۔ [3]

حضرت قیس عجلی رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں جب حضرت عمرؓ کے پاس کسریٰ کی تلوار، کمر کی پٹی اور زیب و زینت کا سامان لایا گیا تو حضرت عمرؓ نے فرمایا جن لوگوں نے یہ سارا کا سارا مال غنیمت یہاں پہنچا دیا ہے وہ واقعی بڑے امانتدار ہیں۔ اس پر حضرت علیؓ نے فرمایا چونکہ آپ خود پاکدامن ہیں، اس لئے رعایا بھی پاک دامن ہوگئی ہے۔ [4]

اللہ تعالیٰ سے قرآن مجید اور اذکار کے ذریعہ مدد چاہنا

حضرت زید بن اسلم رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں جب حضرت عمر بن خطابؓ نے دیکھا کہ مصر فتح ہونے میں دیر لگ رہی ہے تو انہوں نے حضرت عمرو بن عاصؓ کو یہ خط لکھا:

۱۔ اخرجه ابن جرير في تاريخه (ج ۳ ص ۱۲۸) ۲۔ اخرجه ابن جرير في تاريخه (ج ۳ ص ۱۲۸) من طريق سيف ۳۔ اخرجه ابن جرير في تاريخه (ج ۳ ص ۱۲۸)
۴۔ اخرجه ابن جرير في تاريخه (ج ۳ ص ۱۲۸)

''امابعد! مجھے اس بات پر بہت تعجب ہے کہ مصر کی فتح میں آپ لوگوں کو دیر لگ رہی ہے۔ آپ ان سے کئی سالوں سے لڑ رہے ہیں اور اس کی وجہ صرف یہ ہے کہ آپ لوگوں نے نئے نئے کام شروع کر دیئے ہیں اور جیسے آپ لوگوں کے دشمن کو دنیا سے محبت ہے ایسے ہی آپ لوگوں کے دلوں میں بھی دنیا کی محبت آ گئی ہے اور اللہ تعالیٰ لوگوں کی مدد صرف ان کی سچی نیت کی وجہ ہی سے کرتے ہیں اور میں نے آپ کے پاس چار آدمی بھیجے ہیں اور آپ کو بتا رہا ہوں کہ میرے علم کے مطابق ان میں سے ہر آدمی ہزار آدمیوں کے برابر ہے ہاں دنیا کی محبت جس نے دوسروں کو بدلا ہے وہ ان کو بھی بدل دے تو اور بات ہے۔ جب میرا یہ خط آپ کو ملے تو آپ لوگوں میں بیان کریں اور ان کو دشمن سے لڑنے کے لئے ابھاریں اور ان کو صبر کی اور نیت خالص کرنے کی ترغیب دیں اور ان چاروں کو سب لوگوں سے آگے رکھیں اور لوگوں سے کہیں کہ وہ سب اکٹھے مل کر ایک دم دشمن پر حملہ کریں اور یہ حملہ جمعہ کے دن زوال کے وقت کریں کیونکہ یہ ایسی گھڑی ہے جس میں رحمت نازل ہوتی ہے اور دعا قبول ہوتی ہے اور سب اللہ کے سامنے خوب گڑگڑائیں اور اس سے اپنے دشمن کے خلاف مدد مانگیں۔''

جب یہ خط حضرت عمرو کے پاس پہنچا تو حضرت عمروؓ نے لوگوں کو جمع کر کے یہ خط سنایا پھر ان چار آدمیوں کو بلا کر لوگوں کے آگے کیا اور پھر لوگوں سے کہا کہ وضو کر کے دو رکعت نماز پڑھیں پھر اللہ کی طرف متوجہ ہو کر اس سے مدد مانگیں، چنانچہ ایسا کرنے سے اللہ نے ان کے لئے مصر فتح کر دیا۔[1]

حضرت عبداللہ بن جعفر اور عیاش بن عباس وغیرہ حضرات کچھ کمی بیشی کے ساتھ روایت کرتے ہیں کہ جب حضرت عمرو بن عاصؓ کو مصر فتح کرنے میں دیر لگی تو انہوں نے مدد طلب کرنے کے لئے حضرت عمر بن خطابؓ کو خط لکھا حضرت عمرؓ نے ان کی مدد کے لئے چار ہزار آدمی بھیجے اور ہر ہزار پر ایک آدمی کو امیر بنایا اور ان کو حضرت عمر بن خطاب نے یہ خط لکھا کہ میں آپ کی مدد کے لئے چار ہزار آدمی بھیج رہا ہوں۔ ہر ہزار پر ایک ایسا آدمی مقرر کیا ہے جو ہزار کے برابر ہے وہ چار حضرات یہ ہیں حضرت زبیر بن عوام، حضرت مقداد بن اسود بن عمرو، حضرت عبادہ بن صامت اور حضرت مسلمہ بن مخلدؓ اور آپ کو معلوم ہونا چاہئے کہ آپ کے ساتھ بارہ ہزار آدمی ہیں اور بارہ ہزار کا لشکر تعداد کی کمی کی وجہ سے مغلوب نہیں ہو سکتا (کسی گناہ کی وجہ سے ہو سکتا ہے)۔[2]

حضرت عیاض اشعری رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں میں جنگ یرموک میں شریک تھا۔ اس جنگ میں مسلمانوں کے لشکر کے پانچ امیر تھے، حضرت ابوعبیدہ، حضرت یزید بن ابی سفیان حضرت شرحبیل بن حسنہ، حضرت خالد بن ولید اور حضرت عیاضؓ۔ یہ حضرت عیاض دوسرے صاحب ہیں

1۔ اخرجہ ابن عبدالحکم 2۔ عند ابن عبدالحکم ایضا کذافی الکنز (ج ۳ ص ۱۵۱)

اس حدیث کے راوی نہیں ہیں۔ حضرت عمرؓ نے فرمایا جب جنگ ہو تو آپ لوگوں کے امیر حضرت ابوعبیدہؓ ہوا کریں گے پھر ہم نے حضرت عمرؓ کو مدد طلب کرنے کے لئے خط میں یہ لکھا کہ موت بڑے جوش و خروش سے ہماری طرف بڑھ رہی ہے۔ انہوں نے ہمیں جواب میں یہ لکھا کہ مدد طلب کرنے کے لئے آپ لوگوں کا خط میرے پاس آیا۔ میں آپ لوگوں کو ایسی ذات بتاتا ہوں جس کی مدد بڑی زوردار ہے اور جس کا لشکر ہر جگہ موجود ہے اور وہ اللہ تعالیٰ کی ذات ہے، لہٰذا اسی سے مدد مانگو کیونکہ حضرت محمد ﷺ کی جنگِ بدر میں مدد ہوئی حالانکہ ان کی تعداد کم تھی۔[۱] احمد کی روایت میں یہ بھی ہے کہ جب آپ لوگوں کو میرا یہ خط ملے تو آپ لوگ ان سے جنگ کریں اور مجھ سے دوبارہ مدد طلب نہ کریں۔ راوی کہتے ہیں ہم نے ان سے جنگ کی اور انہیں خوب قتل کیا اور انہیں چار فرسخ یعنی بارہ میل تک شکست دی اور ہمیں بہت سا مالِ غنیمت ملا پھر ہم نے مشورہ کیا تو حضرت عیاضؓ نے ہمیں یہ مشورہ دیا کہ ہر مسلمان کے چھڑوانے کے بدلے دس کافر دے دیں۔ راوی کہتے ہیں حضرت ابوعبیدہؓ نے فرمایا گھوڑا دوڑانے میں کون مجھ سے بازی لگاتا ہے؟ اس پر ایک نوجوان نے کہا اگر آپ خفا نہ ہوں تو میں۔ چنانچہ یہ نوجوان دوڑ میں حضرت ابوعبیدہؓ سے آگے نکل گیا۔ میں نے دیکھا کہ حضرت ابوعبیدہؓ بغیر زین کے گھوڑے پر سوار ہیں اور اس نوجوان کے پیچھے دوڑ رہے ہیں اور ان کے بالوں کی دونوں مینڈھیاں زور زور سے ہل رہی ہیں۔[۲]

حضرت محمد، حضرت طلحہ اور حضرت زیاد رحمۃ اللہ علیہم اپنی اپنی سند سے بیان کرتے ہیں کہ حضرت عمرؓ نے ایک نوجوان حضرت سعدؓ کے ساتھ مستقل لگا رکھا تھا جو کہ قاریوں میں سے تھا۔ جب حضرت سعدؓ نماز ظہر پڑھا چکے تو اس نوجوان کو حکم دیا کہ وہ سورت جہاد یعنی سورتِ انفال پڑھے اور تمام مسلمان یہ سورت سیکھے ہوئے تھے، چنانچہ لشکر کا جو حصہ قریب تھا اس نوجوان نے اس کے سامنے وہ سورت جہاد پڑھی پھر وہ سورت لشکر کے ہر دستے میں پڑھی گئی جس سے تمام لوگوں کے دلوں میں ذوق شوق بڑھ گیا اور سب نے اس کے پڑھتے ہی سکون محسوس کیا۔[۳] حضرت مسعود بن خراش کی روایت میں یہ ہے کہ لوگ سورت جہاد سیکھے ہوئے تھے اس لئے حضرت سعد نے لوگوں کو حکم دیا کہ وہ ایک دوسرے کے سامنے اسے پڑھیں۔[۴] حضرت ابراہیم بن حارث تیمیؓ فرماتے ہیں حضور ﷺ نے ہمیں ایک لشکر میں بھیجا اور ہمیں حکم دیا کہ ہم صبح اور شام اَفَحَسِبْتُمْ اَنَّمَا

۱۔ ذکرہ فی الکنز (ج ۳ ص ۱۴۵) فی خلافۃ ابی بکر رضی اللہ عنہ وسقط عنہ ذکر مخرجہ قلت اخرجہ احمد عن عیاض الاشعری فذکر نحوہ الاانہ قال وقال عمر اذا کان علیکم القتال

۲۔ قال الہیثمی (ج ۶ ص ۲۱۳) رجالہ رجال الصحیح انتہی وقال ابن کثیر فی تفسیرہ (ج ۱ ص ۴۰۰) وھذا اسناد صحیح وقد اخرجہ ابن حبان فی صحیحہ و اختارہ الحافظ الضیاء المقدسی فی کتابہ. انتہی

۳۔ اخرجہ ابن جریر فی تاریخہ (ج ۳ ص ۴۷) من طریق سیف

۴۔ حضرت ابن جریر ایضا من طریق سیف عن حلام.

خَلَقْنٰكُمْ عَبَثًا (سورت مومنین آیت ۱۱۵) پڑھا کریں، چنانچہ ہم یہ آیت پڑھتے رہے، جس سے ہم خود صحیح سالم رہے اور ہمیں مال غنیمت بھی ملا۔ [۱]

حضرت محمد، حضرت طلحہ اور حضرت زیاد رحمتہ اللہ علیہم اپنی اپنی سند سے یہ بیان کرتے ہیں کہ حضرت سعد رضی اللہ عنہ نے فرمایا آپ سب لوگ اپنی جگہ ٹھہرے رہیں اور ظہر کی نماز پڑھنے تک کچھ حرکت نہ کریں آپ لوگ جب ظہر پڑھ لیں گے تو میں زور سے اللہ اکبر کہوں گا اس وقت آپ لوگ بھی اللہ اکبر کہیں اور تیاری شروع کر دیں اور آپ لوگوں کو معلوم ہونا چاہئے کہ زور سے اللہ اکبر کہنا آپ لوگوں سے پہلے کسی کو نہیں دیا گیا اور یہ آپ لوگوں کو مضبوط اور طاقتور بنانے کے لئے دیا گیا ہے پھر جب آپ لوگ دوسری مرتبہ اللہ اکبر سنیں تو آپ لوگ بھی اللہ اکبر کہیں اور اپنی تیاری مکمل کر لیں پھر جب میں تیسری مرتبہ اللہ اکبر کہوں تو آپ لوگ بھی اللہ اکبر کہیں اور آپ لوگوں میں جو گھوڑے سوار ہیں وہ میدانِ جنگ میں اترنے اور دشمن پر حملہ کرنے کے لئے پیدل ساتھیوں کا حوصلہ بڑھائیں پھر جب میں چوتھی مرتبہ اللہ اکبر کہوں تو آپ سب لوگ اکٹھے چل پڑیں اور دشمن میں گھس جائیں اور لا حول و لا قوۃ الا باللّٰہ پڑھتے رہیں۔'' [۲]

حضرت محمد، حضرت طلحہ اور حضرت زیادؒ اپنی اپنی سند سے بیان کرتے ہیں کہ جب قاری حضرات آیاتِ جہاد کی تلاوت سے فارغ ہو گئے تو حضرت سعدؓ نے زور سے اللہ اکبر کہا اسے سن کر ان کے قریب والوں نے اللہ اکبر کہا اس طرح ایک دوسرے سے سن کر سارے لوگوں نے اللہ اکبر کہا اس سے لوگوں میں حملہ کی تیاری کے لئے حرکت شروع ہو گئی پھر حضرت سعدؓ نے دوبارہ اللہ اکبر کہا تو لوگوں نے تیاری مکمل کر لی پھر انہوں نے تیسری مرتبہ اللہ اکبر کہا تو بہادرانِ لشکر آگے بڑھے اور انہوں نے گھمسان کی لڑائی شروع کر دی۔ آگے اور بھی حدیث ذکر کی ہے۔ [۳]

نبی کریم ﷺ کے بال مبارک کے ذریعہ مدد طلب کرنا

حضرت جعفر بن عبداللہ بن حکم رحمہ اللہ کہتے ہیں حضرت خالد بن ولیدؓ نے جنگِ یرموک کے دن اپنی ٹوپی نہ پائی تو ساتھیوں سے فرمایا اسے تلاش کرو۔ انہوں نے تلاش کیا تو انہیں نہ ملی فرمایا اور تلاش کرو اور تلاش کیا گیا تو مل گئی۔ لوگوں نے دیکھا تو وہ بالکل پرانی ٹوپی تھی حضرت خالدؓ نے فرمایا ایک دفعہ حضور ﷺ نے عمرہ کیا پھر بال منڈوائے لوگ آپؐ کے بالوں پر جھپٹ پڑے۔ میں نے بھی آگے بڑھ کر آپؐ کی پیشانی کے بال اٹھا لئے اور اس ٹوپی میں رکھ لئے۔ جب میں

۱۔ اخرجه ابو نعيم في المعرفة و ابن منده كذافي الكنز (ج ۲ ص ۳۲۷) قال في الاصابة (ج ۱ ص ۱۵) لطريق ابن منده لا باس بها

۲۔ اخرجه ابن جرير في تاريخه (ج ۳ ص ۴۷) من طريق سيف و اخرجه ايضا من طريق سيف عن عمرو بن الريان عن مصعب بن سعد مثله

۳۔ عند ابن جرير ايضا من طريق سيف

کسی لڑائی میں شریک ہوتا ہوں اور یہ ٹوپی میرے پاس ہوتی ہے تو مجھے اللہ کی غیبی نصرت ضرور نصیب ہوتی ہے۔[1]

حضرت جعفر رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں حضرت خالد بن ولیدؓ کی ٹوپی میں حضور ﷺ کے چند بال مبارک رکھے ہوئے تھے۔ حضرت خالدؓ نے فرمایا جب بھی میرا کسی لشکر سے مقابلہ ہوتا ہے اور یہ ٹوپی میرے سر پر ہوتی ہے تو مجھے فتح ضرور حاصل ہوتی ہے۔[2]

فضیلت والے اعمال میں ایک دوسرے سے آگے بڑھنے کا شوق

حضرت شفیق رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں ہم نے دن کے شروع میں جنگِ قادسیہ میں لڑائی شروع کی۔ جب ہم واپس آئے تو نماز کا وقت ہو چکا تھا اور مؤذن صاحب زخمی ہو چکے تھے، اس لئے ہر مسلمان یہ چاہنے لگا کہ اذان کی سعادت اسے ہی نصیب ہو اور اتنا تقاضا بڑھا کہ قریب تھا کہ آپس میں تلواروں سے لڑ پڑیں آخر حضرت سعدؓ نے ان میں اذان کے لئے قرعہ اندازی کی اور ایک آدمی کا نام قرعہ میں نکلا اور اس نے اذان دی۔[3]

دنیا کی زیب و زینت کو بے قیمت سمجھنا

حضرت معقل بن یسار حضرت نعمان بن مقرنؓ کی امارت میں اصفہان کے فتح ہونے کے بارے میں لمبی حدیث ذکر کرتے ہیں اس میں یہ بھی ہے کہ حضرت نعمانؓ لشکر لے کر اصفہان کے قریب پہنچے تو ان کے اور اصفہان کے درمیان دریا تھا۔ حضرت نعمانؓ نے حضرت مغیرہ بن شعبہؓ کو قاصد بنا کر اصفہان بھیجنا چاہا۔ ان دنوں اصفہان میں ذوالحاجبین بادشاہ تھا اس نے آنے والے صحابی کو مرعوب کرنے کے لئے اپنے ساتھیوں سے مشورہ کیا کہ کیا میں اپنا دربار فوجی انداز سے سجا کر بیٹھوں یا شاہانہ شان و شوکت سے سجاؤں۔ اس کے ساتھیوں نے شاہانہ شان و شوکت کا مشورہ دیا، چنانچہ اس نے شاہی طریقہ سے اپنا دربار سجایا۔ خود شاہی تخت پر بیٹھا اور سر پر شاہی تاج رکھا اور درباری اس کے گرد دو صفیں بنا کر کھڑے ہو گئے۔ ان لوگوں نے دیباج کے ریشمی کپڑے پہن رکھے تھے ان کے کانوں میں بالیاں اور ہاتھوں میں کنگن تھے حضرت مغیرہ بن شعبہؓ دربار میں آئے وہ سر جھکائے تیزی سے چل رہے تھے۔ ان کے ہاتھ میں نیزہ اور ڈھال تھی اور لوگ دو صفیں

---

[1] اخرجه الطبراني قال الهيثمي (ج ۹ ص ۳۴۹) رواه الطبراني و ابويعلى بنحوه و رجالهما رجال الصحيح و جعفر سمع من جماعة من الصحابة فلا ادرى سمع من خالد ام لا انتهى واخرجه الحاكم (ج ۳ ص ۲۹۹) عن عبدالحميد بن جعفر عن ابيه مثله قال الذهبي منقطع و اخرجه ابونعيم في الدلائل (ص ۱۵۹) عن عبدالحميد بن جعفر عن ابيه مثله - [2] ذكره في الكنز (ج ۷ ص ۳۱) عن عبدالحميد بن جعفر رواه ابونعيم [3] اخرجه ابن جرير في تاريخه (ج ۳ ص ۷۰) من طريق سيف عن عبدالله بن شبرمة.

بنائے بادشاہ کے گرد قالین پر کھڑے تھے حضرت مغیرہؓ نیزے پر ٹیک لے کر چل رہے تھے جس سے وہ قالین پھٹ گیا۔ ایسا انہوں نے قصداً کیا تا کہ یہ ان لوگوں کے لئے بدفالی ہو۔ ذوالحاجبین نے ان سے کہا اے جماعتِ عرب! تم لوگ سخت فاقہ اور مشقت میں مبتلا ہو، اس لئے اپنے ملک سے نکل کر ہمارے ہاں آ گئے ہو۔ اگر تم چاہو تو ہم تمہیں غلہ دے دیتے ہیں، اسے لے کر تم اپنے ملک واپس چلے جاؤ پھر حضرت مغیرہؓ نے گفتگو شروع فرمائی۔ پہلے اللہ کی حمد و ثناء بیان کی پھر فرمایا ہم عرب لوگ واقعی بہت برے تھے مردار جانور کھایا کرتے تھے اور بڑے کمزور تھے تمام لوگوں کا ہم پر زور چلتا تھا۔ ہمارا کسی پر نہیں چلتا تھا پھر اللہ نے ہم میں ایک رسول بھیجا جو ہمارے شریف خاندان کا تھا جس کا حسب ہم میں سب سے اعلیٰ تھا جس کی بات سب سے زیادہ سچی تھی انہوں نے ہم سے وعدہ کیا تھا کہ یہ جگہ فتح ہو کر ہمیں ملے گی اور اب تک ہم ان کے تمام وعدوں کو سچا پا چکے ہیں اور میں یہاں بڑے شاندار کپڑے اور قیمتی سامان دیکھ رہا ہوں مجھے یقین ہے کہ میرے ساتھی انہیں لئے بغیر یہاں سے نہیں جائیں گے۔ آگے اور بھی حدیث ہے۔[1]

حضرت محمد، حضرت طلحہ، حضرت عمرو اور حضرت زیاد رحمۃ اللہ علیہم اپنی اپنی سند سے روایت کرتے ہیں کہ حضرت سعدؓ نے آدمی بھیج کر حضرت مغیرہ بن شعبہؓ اور صحابہ کی ایک جماعت کو بلایا اور فرمایا میں آپ لوگوں کو ان لوگوں (رستم وغیرہ) کے پاس بھیجنا چاہتا ہوں اس بارے میں آپ لوگوں کی کیا رائے ہے؟ ان سب حضرات نے کہا آپ جو حکم فرمائیں گے ہم تابعدار ہیں اور اس پر پکے رہیں گے (یعنی ہم جانے کے لئے تیار ہیں) اور وہاں جا کر جب کوئی ایسا مسئلہ پیش ہوگا جس میں آپ کی طرف سے کوئی فیصلہ نہیں ہوا ہوگا تو ہم اس چیز کے بارے میں غور کریں گے جو زیادہ مناسب اور لوگوں کے لئے زیادہ مفید ہے اور جو سمجھ میں آئے گا وہ ہم ان لوگوں کو بتائیں گے۔ حضرت سعدؓ نے فرمایا عقلمند تجربہ کار لوگ ایسے ہی کیا کرتے ہیں اب آپ لوگ جائیں اور جانے کی تیاری کریں۔ حضرت ربعی بن عامرؓ نے کہا عجمی لوگوں کے اپنے طور طریقے اور آداب ہیں۔ جب ہم ان کے پاس جائیں گے تو وہ سمجھیں گے کہ ہم نے ان کا بڑا اہتمام کیا ہے لہٰذا آپ ان کے پاس ایک سے زیادہ آدمی نہ بھیجیں۔ باقی تمام حضرات نے بھی اس بات میں حضرت ربعیؓ کی تائید کی۔ اس کے بعد حضرت ربعیؓ نے کہا آپ سب مجھے بھیج دیں اس پر حضرت سعدؓ نے انہیں بھیجنے کا فیصلہ کر دیا، چنانچہ حضرت ربعیؓ رستم کے لشکر گاہ میں اس سے ملنے کے لئے روانہ ہوئے۔ پل پر جو سپاہی مقرر تھے انہوں نے حضرت ربعیؓ کو روک لیا اور ان کے آنے کی اطلاع دینے کے لئے آدمی رستم کے پاس بھیجا۔ رستم نے فارس کے بڑے سرداروں سے مشورہ کیا اور یہ سوال کیا کہ

---

[1] اخرجه الحاكم (ج ۳ ص ۲۹۳) و اخرجه الطبراني عن معقل نحوه بطوله قال الهيثمي (ج ۶ ص ۲۱۷) رجاله رجال الصحيح غير علقمة بن عبدالله المزني وهو ثقة.

ہم کیا صرف اپنی تعداد کے زیادہ ہونے پر فخر کریں یا شاہی اور قیمتی سامان دکھا کر عربوں کا بے حیثیت ہونا ظاہر کریں اور اس طرح انہیں مرعوب کریں۔ سب کا اسی پر اتفاق ہوا کہ شاہی اور قیمتی سامان کا مظاہرہ کیا جائے چنانچہ خزانے سے نکال کر انہوں نے زیب و زینت کا سارا سامان سجا ڈالا اور ہر طرف قیمتی گدے، بچھونے اور قالین بچھا دیئے اور خزانے میں کوئی چیز نہ رہنے دی۔ رستم کے لئے سونے کا تخت رکھا گیا اسے بیش قیمت شاندار کپڑے پہنائے گئے اور قیمتی قالین بچھائے گئے اور ایسے تکیے رکھے گئے جو سونے کی تاروں سے بنے ہوئے تھے (حضرت ربعیؓ کو پل کے سپاہیوں نے آگے جانے کی اجازت دے دی تو) حضرت ربعیؓ اپنے گھوڑے پر چل پڑے گھوڑے کے بال زیادہ اور قد چھوٹا تھا۔ ان کے پاس ایک چمکدار تلوار تھی اور اسے پرانے کپڑے میں لپیٹا ہوا تھا اور ان کے نیزے پر چمڑے کے تسمے بندھے ہوئے تھے اور ان کے پاس گائے کی کھال کی بنی ہوئی ڈھال تھی جس پر روٹی کے مانند گول سرخ چمڑا لگا ہوا تھا اور ان کے ساتھ ان کی کمان اور تیر بھی تھے۔ جب اس شاہی دربار کے قریب پہنچے اور سب سے پہلا بچھا ہوا قالین آ گیا تو ان لوگوں نے ان سے کہا کہ نیچے اتر جائیں لیکن یہ اپنے گھوڑے کو اس قالین پر لے گئے۔ جب وہ پوری طرح قالین پر چڑھ گیا تب یہ اس سے نیچے اترے اور پھر دو تکیوں کو لے کر انہیں پھاڑا اور گھوڑے کی لگام کی رسی اس میں سے گزار کر گھوڑے کو اس سے باندھ دیا وہ لوگ انہیں ایسا کرنے سے نہ روک سکے حضرت ربعیؓ دیکھتے ہی سمجھ گئے کہ یہ لوگ اپنا شاہی ٹھاٹھ باٹھ دکھا کر ہمیں مرعوب کرنا چاہتے ہیں، اس لئے انہوں نے یہ کام قصداً کیا تا کہ ان لوگوں کو پتہ چلے کہ انہوں نے اس سب کچھ سے کوئی اثر نہیں لیا اور انہوں نے زرہ پہنی ہوئی تھی جو حوض کی طرح لمبی چوڑی تھی اور اونٹ کے گدے کو بیچ میں سے کاٹ کر بطور قبا کے اسے پہن رکھا تھا اور سن کی رسی سے اسے درمیان سے باندھ رکھا تھا اور یہ عربوں میں سب سے زیادہ بالوں والے تھے انہوں نے اونٹ کے چمڑے والی لگام سے اپنے بالوں کو باندھا ہوا تھا اور ان کے سر کے بالوں کی چار مینڈھیاں تھیں جو پہاڑی بکرے کے سینگوں کی طرح کھڑی ہوئی تھیں۔ ان لوگوں نے کہا آپ اپنے ہتھیار اتار کر یہاں رکھ دیں۔ انہوں نے کہا میں آپ لوگوں کے پاس خود نہیں آیا ہوں جو میں آپ کے کہنے پر اپنے ہتھیار اتار دوں آپ لوگوں نے مجھے بلایا ہے جیسے میں چاہتا ہوں ویسے مجھے آنے دیتے ہیں، پھر تو ٹھیک ہے ورنہ، میں واپس چلا جاتا ہوں۔ ان لوگوں نے رستم کو بتایا رستم نے کہا اسے ایسے ہی آنے دو وہ ایک ہی تو آدمی ہے ان کے نیزے کے آگے نوکدار تیز پھل لگا ہوا تھا وہ چھوٹے چھوٹے قدم رکھ کر اس نیزے پر ٹیک لگا کر چلنے لگے اور وہ یوں قالینوں اور بچھونوں میں سوراخ کرتے جا رہے تھے اور اس طرح انہوں نے ان کے تمام قالین پھاڑ دیئے اور خراب کر دیئے جب یہ رستم کے قریب پہنچے تو پہرے داروں نے انہیں گھیرے میں لے لیا اور یہ بچھونے

میں نیزہ گاڑ کر خود زمین پر بیٹھ گئے اور ان لوگوں نے کہا آپ نے ایسا کیوں کیا؟ فرمایا ہم تمہاری زینت کے اس سامان پر بیٹھنا نہیں چاہتے۔ پھر رستم نے ان سے بات شروع کی اور کہا آپ لوگ ملک عرب سے کیوں آئے ہیں؟ فرمایا اللہ نے ہمیں بھیجا ہے اور وہی ہمیں یہاں اس لئے لے کر آیا ہے تاکہ ہم جسے وہ چاہے اسے بندوں کی عبادت سے نکال کر اللہ کی عبادت کی طرف اور دنیا کی تنگی سے نکال کر دنیا کی وسعت کی طرف اور ظلم والے ادیان سے نکال کر عدل والے دین اسلام کی طرف لے آئیں۔ اس کے بعد آگے ویسی حدیث ذکر کی ہے جیسے حضرت عمرؓ کے زمانہ خلافت میں صحابہؓ کے دعوت دینے کے باب میں گزر چکی ہے۔ آگے حدیث میں یہ ہے کہ رستم نے اپنی قوم کے سرداروں سے کہا تمہارا ناس ہو کپڑوں کو مت دیکھو سمجھداری، گفتگو اور سیرت کو دیکھو۔ عرب کے لوگ کپڑے اور کھانے کا خاص اہتمام نہیں کرتے ہاں خاندانی صفات کی بڑی حفاظت کرتے ہیں۔ اس حدیث میں یہ بھی ہے کہ پھر وہ لوگ حضرت ربعیؓ کے ہتھیاروں پر اعتراض کرنے لگے اور ان کے ہتھیاروں کو معمولی اور گھٹیا بتانے لگے اس پر انہوں نے ان سے کہا تم اپنی جنگی مہارت مجھے دکھاؤ میں اپنی تمہیں دکھاتا ہوں۔ یہ کہہ کر چیتھڑے میں سے اپنی تلوار باہر نکالی تو وہ آگ کے شعلے کی طرح چمک رہی تھی۔ ان لوگوں نے کہا بس کریں اور اسے نیام میں رکھ لیں، چنانچہ انہوں نے اسے نیام میں رکھ لیا پھر حضرت ربعیؓ نے ان کی ڈھال پر تیر مارا تو وہ پھٹ گئی اور ان لوگوں نے حضرت ربعیؓ کی ڈھال پر تیر مارا تو وہ نہ پھٹی بلکہ صحیح سالم رہی پھر فرمایا اے فارس والو! تم لوگوں نے کھانے پینے اور لباس کو بڑا کام بنا رکھا ہے ہم انہیں چھوٹے کام سمجھتے ہیں۔ پھر حضرت ربعیؓ انہیں غور کرنے کے لئے (تین دن کی) مہلت دے کر واپس چلے گئے۔ اگلے دن رستم نے پیغام بھیجا کہ اسی آدمی کو پھر بھیج دیں اس پر حضرت سعدؓ نے حضرت حذیفہ بن محصنؓ کو بھیجا وہ بھی حضرت ربعیؓ کی طرح معمولی کپڑوں میں اور سیدھی سادی حالت میں چلے۔ جب پہلے قالین کے پاس پہنچے تو وہاں والوں نے کہا اب آپ سواری سے نیچے اتر جائیں۔ انہوں نے فرمایا میں تب اترتا اگر میں اپنی ضرورت کے لئے آتا۔ تم جا کر اپنے بادشاہ سے پوچھو کہ میں اس کی ضرورت کی وجہ سے آیا ہوں یا اپنی ضرورت کی وجہ سے۔ اگر وہ کہے میں اپنی ضرورت کی وجہ سے آیا ہوں تو بالکل غلط کہتا ہے میں تمہیں چھوڑ کر واپس چلا جاؤں گا اور اگر وہ کہے میں اس کی ضرورت کی وجہ سے آیا ہوں تو پھر تم لوگوں کے پاس ویسے آؤں گا جیسے چاہوں گا اس پر رستم نے کہا اسے اپنے حال پر چھوڑ دو جیسے آتا ہے آنے دو، چنانچہ حضرت حذیفہؓ وہاں سے آگے چلے اور رستم کے پاس جا کر کھڑے ہو گئے۔ رستم اپنے تخت پر بیٹھا ہوا تھا اس نے کہا نیچے اتر جائیں۔ حضرت حذیفہؓ نے کہا میں نہیں اتروں گا۔ جب انہوں نے اترنے سے انکار کر دیا تو رستم نے ان سے پوچھا کہ کیا بات ہے آج آپ آئے ہیں ہمارے کل والے ساتھی نہیں آئے؟ حضرت حذیفہؓ نے

کہا ہمارے امیر سختی نرمی ہر حال میں ہمارے درمیان برابری کرنا چاہتے ہیں۔ کل وہ آئے تھے، آج میری باری ہے۔ رستم نے کہا آپ لوگ کیوں آئے ہیں؟ فرمایا اللہ نے ہمیں اپنا دین عطا فرما کر ہم پہ بڑا احسان فرمایا، ہمیں اپنی نشانیاں دکھائیں یہاں تک کہ ہم نے اسے پہچان لیا حالانکہ ہم اس سے پہلے اسے بالکل نہیں جانتے تھے پھر اللہ نے ہمیں حکم دیا کہ ہم تمام لوگوں کو تین باتوں میں سے ایک بات کی دعوت دیں۔ ان باتوں میں سے جسے بھی وہ مان لیں گے اسے ہم قبول کر لیں گے۔ پہلی بات یہ ہے کہ اسلام لے آؤ اگر اسلام لے آؤ گے تو ہم تمہیں چھوڑ کر واپس چلے جائیں گے دوسری بات یہ ہے کہ اگر اسلام نہیں لاتے تو پھر جزیہ ادا کرو اگر جزیہ ادا کرو گے اور تمہیں ضرورت پڑی تو ہم تمہاری دشمن سے حفاظت کریں گے۔ تیسری بات یہ ہے کہ یہ دونوں باتیں منظور نہ ہوں تو پھر لڑائی اور مقابلہ۔ رستم نے کہا کیا چند دن تک کے لئے صلح ہو سکتی ہے؟ فرمایا ہاں تین دن تک کے لئے ہو سکتی ہے لیکن وہ تین دن کل گزشتہ سے شمار ہوں گے۔ جب رستم نے حضرت حذیفہؓ سے بھی وہی جواب پایا جو حضرت ربعیؓ سے سنا تھا تو اس نے حضرت حذیفہؓ کو واپس کر دیا اور اپنے ساتھیوں کی طرف متوجہ ہو کر کہنے لگا تمہیں میری رائے سمجھ میں کیوں نہیں آ رہی؟ کل ہمارے پاس پہلا آدمی آیا وہ ہم پر غالب آ گیا اور ہمارے قالین پر نہ بیٹھا (بلکہ ہمارے انتظامات چھوڑ کر) ہماری زمین پر بیٹھ گیا اور اس نے اپنا گھوڑا ہماری زینت کے سامان کے اوپر کھڑا کیا اور ہم نے زینت کے لئے جو تکیے رکھے تھے ان کے ساتھ اپنا گھوڑا باندھ دیا اسے اچھی فال لینے کا موقع مل گیا کیونکہ وہ ہماری زمین کو بھی اپنے ساتھیوں کے پاس لے گیا اور زمین میں جو کچھ تھا اسے بھی لے گیا ان تمام باتوں کے باوجود وہ عقلمند بھی بہت تھا۔ آج یہ دوسرا آدمی ہمارے پاس آیا تو یہ آ کر ہمارے سر پر کھڑا ہو گیا یہ بھی اچھی فال لے کر گیا ہے یہ تو ہمیں نکال کر ہماری زمین پر قبضہ کر لے گا (رستم کے ساتھیوں نے رستم کی باتوں کا سخت جواب دیا) اور ان میں بات چیت اتنی بڑھی کہ رستم کو بھی غصہ آ گیا اور اس کے ساتھیوں کو بھی۔ اگلے دن رستم نے پیغام بھیجا کہ ہمارے پاس ایک آدمی بھیجو، چنانچہ مسلمانوں نے حضرت مغیرہ بن شعبہؓ کو بھیجا۔[۱] حضرت ابو عثمان نہدیؒ کہتے ہیں جب حضرت مغیرہؓ پل پر پہنچے اور پل پار کر کے فارس والوں کے پاس جانا چاہا تو انہیں پہرے داروں نے روکا اور رستم سے ان کے بارے میں اجازت طلب کی اور انہوں نے صحابہ کرامؓ کو مرعوب کرنے کے لئے جو شاہی انتظامات کر رکھے تھے وہ سارے اسی طرح سے تھے۔ انہوں نے کوئی تبدیلی نہیں کی تھی۔ ان لوگوں نے تاج اور قیمتی کپڑے جو کہ سونے کے تاروں سے بنے ہوئے تھے پہنے ہوئے تھے اور تیر پھینکنے سے تیر جتنی دور جاتا ہے اتنی دور تک قالین بچھائے ہوئے تھے ان پر چل کر ہی آدمی ان کے بادشاہ تک پہنچ سکتا تھا۔ بہر حال رستم کے اجازت

۱۔ اخرجه ابن جرير في تاريخه (ج ۳ ص ۳۴) من طريق سيف

دینے پر حضرت مغیرہؓ وہاں سے آگے چلے ان کے سر کے بالوں کی چار مینڈھیاں بنی ہوئی تھیں۔ وہ چلتے چلتے جا کر رستم کے ساتھ اس کے تخت اور گدے پر بیٹھ گئے اور اس پر وہ سب لوگ حضرت مغیرہؓ پر جھپٹے اور بڑبڑائے اور جھنجھوڑ کر انہیں تخت سے نیچے اتار دیا۔ حضرت مغیرہؓ نے فرمایا ہمیں تو یہ خبر پہنچی تھی کہ آپ لوگ بڑے سمجھدار ہیں لیکن میں نے آپ لوگوں سے زیادہ بے وقوف قوم کوئی نہیں دیکھی۔ ہم تمام عرب لوگ آپس میں برابر ہیں۔ ہم میں سے کوئی کسی کو اپنا غلام نہیں بناتا ہاں کسی سے جنگ ہو تو پھر اور بات ہے۔ میرا خیال تھا کہ آپ لوگ بھی آپس میں ہماری طرح رہتے ہوں گے اور آپ لوگوں نے جو کچھ کیا اس سے اچھا تو یہ تھا کہ مجھے پہلے ہی بتا دیتے کہ آپ لوگ آپس میں برابر کے نہیں بلکہ ایک دوسرے کے رب ہیں اگر رستم کے ساتھ بیٹھنا آپ لوگوں کے خیال میں ٹھیک نہیں ہے تو آئندہ ہم ایسا نہیں کریں گے۔ آپ لوگوں کے پاس میں خود نہیں آیا ہوں۔ آپ لوگوں نے بلایا تو میں آیا ہوں۔ آج مجھے پتہ چلا کہ تمہارا انظام ڈھیلا پڑ چکا ہے اور تم لوگ مغلوب ہونے والے ہو اور اس طور طریقہ پر اور اس سمجھ پر ملک باقی نہیں رہ سکتا۔ یہ باتیں سن کر عام لوگ کہنے لگے اللہ کی قسم! یہ عربی بالکل ٹھیک کہہ رہا ہے ان کے چودھری کہنے لگے اللہ کی قسم! اس نے تو ایسی بات کہی ہے کہ ہمارے غلام ہمیں ہمیشہ اس کی طرف کھینچتے رہیں گے۔ اللہ ہمارے پہلوں کو غارت کرے کس قدر احمق تھے کہ ان عربوں کی بات کو معمولی سمجھتے رہے (آج یہ اتنے زوروں پر آ گئے ہیں انہیں چاہئے تھا کہ ان عربوں کو شروع میں ہی کچل دیتے) اس کے بعد راوی نے باقی حدیث ذکر کی ہے جس میں رستم کے سوالات اور حضرت مغیرہؓ کے جوابات کا ذکر ہے۔[1]

دشمن کی تعداد اور ان کے سامان کے زیادہ ہونے کی طرف توجہ نہ کرنا

حضرت ابوہریرہؓ فرماتے ہیں میں غزوۂ موتہ میں شریک ہوا۔ جب مشرکین ہمارے قریب پہنچے تو ہمیں بہت زیادہ سامان، ہتھیار، گھوڑے، ریشمی کپڑے اور سونا نظر آیا اور یہ سب کچھ اتنا زیادہ تھا کہ اس کا مقابلہ کوئی نہیں کر سکتا تھا اسے دیکھ کر میری تو آنکھیں چندھیا گئیں مجھے یوں متاثر ہوتا ہوا دیکھ کر حضرت ثابت بن اقرمؓ نے فرمایا اے ابوہریرہ! ایسے نظر آ رہا ہے کہ تم بہت زیادہ لشکر دیکھ رہے ہو؟ میں نے کہا جی ہاں! انہوں نے فرمایا تم ہمارے ساتھ غزوۂ بدر میں نہیں تھے تعداد یا سامان کی کثرت کی وجہ سے ہماری مدد نہیں ہوئی تھی۔[2]

۱۔ اخرجه ابن جریر (ج ۴ ص ۱۳۴) من طریق سیف

۲۔ اخرجه البیهقی من طریق الواقدی کذافی البدایة (ج ۴ ص ۲۴۳) وذکره فی الاصابة (ج ۱ ص ۱۹۰) عن الواقدی مختصرا علی قول ثابت

حضرت عبداللہ بن عمروؓ فرماتے ہیں حضرت ابوبکرؓ نے حضرت عمرو بن عاصؓ کو یہ خط لکھا:
''سلام علیک! امابعد! آپ کا خط میرے پاس آیا جس میں آپ نے اس بات کا ذکر کیا ہے کہ رومیوں نے بہت زیادہ لشکر جمع کر لئے ہیں اللہ تعالیٰ نے اپنے نبی ﷺ کے ساتھ ہماری مدد سامان یا لشکر کی کثرت کی وجہ سے نہیں کی تھی ہم حضورؐ کے ساتھ غزوات میں جایا کرتے تھے اور ہمارے پاس صرف دو گھوڑے ہوتے تھے اور اونٹ بھی ضرورت سے کم ہوتے تھے، اس لئے ان پر باری باری سوار ہوتے تھے اور جنگِ احد کے دن ہم حضورؐ کے ساتھ تھے اور ہمارے پاس صرف ایک گھوڑا تھا جس پر حضورؐ سوار تھے۔ اس بے سروسامانی میں اللہ تعالیٰ مخالفوں کے خلاف ہماری مدد کرتے تھے۔ اے عمرو! آپ کو معلوم ہونا چاہئے کہ اللہ کی سب سے زیادہ ماننے والا ہے جو گناہوں اور معاصی سے سب سے زیادہ نفرت کرنے والا ہے، لہٰذا آپ اللہ کی اطاعت کرو اور اپنے ساتھیوں کو اس کی اطاعت کا حکم کرو''۔[1]

حضرت عبادہ اور حضرت خالد رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں ایک آدمی نے حضرت خالدؓ سے کہا رومی کتنے زیادہ ہیں اور مسلمان کتنے کم ہیں حضرت خالدؓ نے فرمایا نہیں رومی کتنے کم ہیں اور مسلمان کتنے زیادہ ہیں۔ لشکر کا کم زیادہ ہونا آدمیوں کی تعداد سے نہیں ہوتا بلکہ جس لشکر کو اللہ کی مدد حاصل ہو وہ زیادہ ہے اور جو اللہ کی مدد سے محروم ہو وہ کم ہے (میں عراق سے شام تک کا سفر بڑی تیزی سے کر کے آیا ہوں، اس لئے) زیادہ چلنے کی وجہ سے میرے گھوڑے اشقر کے کھر گھس گئے ہیں اور اس کے کھروں میں درد ہو رہا ہے۔ کاش کہ میرا گھوڑا ٹھیک ہوتا اور ان رومیوں کی تعداد دگنی ہوتی تو پھر مزہ آتا۔[2]

صحابہ کرامؓ کے غالب آنے کے بارے میں دشمنوں نے کیا کہا

حضرت زہری رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں جب اللہ تعالیٰ نے حضرت ابوبکرؓ کو خلیفہ بنا دیا اور عرب کے بہت سے لوگ مرتد ہو کر اسلام سے خارج ہو گئے تو حضرت ابوبکرؓ مقابلہ کے لئے مدینہ سے چلے۔ جب بقیع کی طرف ایک پانی پر پہنچے تو انہیں مدینہ کے بارے میں خطرہ محسوس ہوا، اس لئے حضرت ابوبکرؓ مدینہ واپس آ گئے (اور دوسروں کو بھیجنے کا ارادہ کیا) اور حضرت خالد بن ولید بن مغیرہ سیف اللہؓ کو امیر مقرر فرما کر لوگوں کو ان کے ساتھ جانے کی دعوت دی اور حضرت خالدؓ کو حکم دیا کہ وہ قبیلہ مضر کے علاقہ میں جائیں اور وہاں جتنے لوگ مرتد ہو چکے ہیں ان سے جنگ کریں پھر وہاں

۱؎ اخرجه الطيالسي من طريق الواقدي كذافي الكنز (ج ٣ ص ١٣٥) و اخرجه الطبراني في الاوسط عن عبدالله بن عمرو بن العاص نحوه قال الهيثمي (ج ٦ ص ١١٧) وفيه الشاذ كوفي والواقدي و كلاهما ضعيف. انتهى ٢؎ اخرجه ابن جرير في تاريخه (ج ٢ ص ٥٩٣)

سے یمامہ جا کر مسیلمہ کذاب سے جنگ کریں، چنانچہ حضرت خالد بن ولیدؓ وہاں سے لشکر لے کر چلے اور پہلے طلیحہ کذاب اسدی سے جنگ کی اللہ نے طلیحہ کو شکست دی عیینہ بن حصن بن حذیفہ فزاری بھی طلیحہ کذاب کے پیچھے لگ گیا تھا۔ جب طلیحہ نے دیکھا کہ اس کے ساتھیوں کو بہت زیادہ شکست ہو رہی ہے تو اس نے کہا تمہارا ناس ہو کہ ہمیں شکست کیوں ہو جاتی ہے؟ اس کی وجہ یہ ہے کہ ہم میں سے ہر آدمی یہ چاہتا ہے کہ اس کا ساتھی اس سے پہلے مر جائے اور ہمارا مقابلہ ایسے لوگوں سے ہے جن میں سے ہر آدمی اپنے ساتھی سے پہلے مرنا چاہتا ہے طلیحہ لڑنے میں سخت حملہ آور تھا، چنانچہ اس نے حضرت عکاشہ بن محصن اور حضرت ابن اقرم رضی اللہ عنہما کو شہید کیا جب طلیحہ نے حق کو غالب آتے دیکھا تو پہلے تو پیدل بھاگا پھر بعد میں اسلام لے آیا اور عمرہ کا احرام باندھا اس کے بعد باقی حدیث ذکر کی ہے۔[1]

حضرت عمرو بن عاصؓ فرماتے ہیں مسلمانوں کا ایک لشکر روانہ ہوا میں ان کا امیر تھا چلتے چلتے ہم اسکندریہ پہنچے تو وہاں کے بادشاہ نے پیغام بھیجا کہ اپنا ایک آدمی میرے پاس بھیجو تا کہ میں اس سے بات کروں اور وہ مجھ سے بات کرے۔ میں نے ساتھیوں سے کہا میں خود ہی اس کے پاس جاؤں گا، چنانچہ میں ترجمان لے کر گیا اس کے پاس آدمی بھی ترجمان تھا۔ ہمارے لئے دو منبر رکھے گئے اس نے پوچھا آپ لوگ کون ہیں؟ میں نے کہا ہم عرب ہیں۔ ہمارے ہاں کانٹے دار درخت اور کیکر ہوتے ہیں (کھیتیاں اور باغات نہیں ہوتے) البتہ ہمارے ہاں بیت اللہ ہے۔ ہمارا علاقہ سب سے زیادہ تنگ تھا اور ہمارے معاشی حالات سب سے زیادہ سخت تھے۔ ہم مردار کھا لیتے تھے اور ایک دوسرے کا مال لوٹ لیتے تھے غرضیکہ ہماری زندگی سب سے زیادہ بری تھی پھر ایک آدمی ہمارے اندر ظاہر ہوا جو ہمارا سب سے بڑا سردار نہیں تھا اور ہم میں سب سے زیادہ مالدار نہیں تھا اس نے کہا میں اللہ کا رسول ہوں وہ ہمیں ان کاموں کا حکم کرتے ہیں جنہیں ہم جانتے نہیں تھے اور جن کاموں پر ہم اور ہمارے آباء واجداد پڑے ہوئے تھے ان سے ہمیں روکتے تھے ہم نے ان کی مخالفت کی اور انہیں جھٹلایا اور ان کی بات کو رد کر دیا یہاں تک کہ ان کے پاس دوسری قوم کے لوگ آئے اور انہوں نے کہا ہم آپ کی تصدیق کرتے ہیں، آپ پر ایمان لاتے ہیں، آپ کا اتباع کرتے ہیں اور جو آپ سے جنگ کرے گا ہم اس سے جنگ کریں گے وہ ہمیں چھوڑ کر ان کے پاس چلے گئے ہم نے وہاں جا کر ان سے کئی مرتبہ جنگ کی۔ انہوں نے ہمارے بہت سے آدمی قتل کر دیئے اور ہم پر غالب آ گئے پھر وہ آس پاس کے عربوں کی طرف متوجہ ہوئے اور جنگ کر کے ان پر بھی غالب آ گئے اب جو لوگ میرے پیچھے ہیں اگر ان کو آپ لوگوں کی عیش وعشرت کا پتہ چل جائے تو وہ سب آ کر اس عیش وعشرت میں آپ کے شریک

۱۔ اخرجه البيهقي (ج ۸ ص ۱۷۵)

ہو جائیں۔ یہ بات سن کر وہ بادشاہ ہنسا اور اس نے کہا آپ کے رسول نے سچ کہا ہے اور ہمارے پاس ہمارے رسول بھی وہی چیزیں لاتے رہے ہیں جو آپ کے رسول آپ کے پاس لائے ہیں۔ ہم ان رسولوں کی باتوں پر عمل کرتے رہے پھر ہم میں کچھ بادشاہ ظاہر ہوئے جو ان نبیوں کی باتوں کو چھوڑ کر ہمیں اپنی خواہشات پر چلاتے رہے۔ اگر آپ لوگ اپنے نبی کی بات کو مضبوطی سے پکڑے رہیں گے تو جو بھی آپ لوگوں سے لڑے گا آپ لوگ اس پر ضرور غالب آجائیں گے اور جو بھی آپ لوگوں کی طرف ہاتھ بڑھائے گا آپ لوگ اس پر ضرور حاوی ہو جائیں گے۔ پھر جب آپ لوگ اس طرح کریں گے جس طرح ہم نے کیا اور نبیوں کی بات چھوڑ کر ہمارے بادشاہوں کی طرح خواہشات پر عمل کریں گے تو پھر آپ اور ہم برابر ہو جائیں گے یعنی آپ لوگ بھی ہماری طرح اللہ کی مدد سے محروم ہو جائیں گے پھر نہ آپ کی تعداد ہم سے زیادہ ہوگی اور نہ طاقت (لہٰذا ہم آپ پر غالب آ ئیں گے) حضرت عمرو بن عاصؓ فرماتے ہیں میں نے کبھی کسی ایسے آدمی سے بات نہیں کی جو اس سے زیادہ نصیحت کرنے والا ہو۔[1]

حضرت ابواسحاق رحمتہ اللہ علیہ کہتے ہیں حضورﷺ کے صحابہؓ کے سامنے دشمن مقابلہ کے وقت اتنی دیر بھی نہیں ٹھہر پاتا تھا جتنا وقفہ اونٹنی کے دو مرتبہ دودھ نکالنے کے درمیان ہوتا ہے۔ (اونٹنی کے دودھ نکالنے کی صورت یہ ہوتی ہے کہ اس کا دودھ اوپر چڑھا ہوا ہوتا ہے تھنوں میں کم ہوتا ہے۔ پہلے اونٹنی کے بچے کو دودھ پینے کے لئے لایا جاتا ہے وہ دودھ پیتا ہے تو دودھ نیچے اتر آتا ہے بچے کو ہٹا کر آدمی دودھ نکالنے لگتا ہے تو اونٹنی اپنا دودھ اوپر چڑھا لیتی ہے، اس لئے دوبارہ بچہ لایا جاتا ہے وہ پینے لگتا ہے تو دودھ پھر نیچے اتر آتا ہے تو بچے کو ہٹا کر دوبارہ نکالا جاتا ہے۔ اس طرح ایک وقت میں اونٹنی کا سارا دودھ دو دفعہ نکالنے سے حاصل ہوتا ہے تو ان دو دفعہ دودھ نکالنے کا درمیانی وقفہ چند منٹ کا ہوتا ہے۔ دوسری صورت یہ ہو سکتی ہے کہ جب اونٹنی کا دودھ نکالتے ہیں اس وقت وہ کھڑی ہوتی ہے تو نکالنے والا ایک ٹانگ پر کھڑا ہوتا ہے اور دوسری ٹانگ اٹھا کر اپنا پاؤں پہلی ٹانگ کے گھٹنے پر رکھ لیتا ہے اور اس دوسری ٹانگ کے گھٹنے اور ران پر برتن رکھ کر اس میں دودھ نکالتا ہے اس طرح نکالنے والا تھک جاتا ہے اور ایک ٹانگ پر کھڑے ہونے کی وجہ سے گرنے والا ہو جاتا ہے تو وہ برتن نیچے رکھ کر اور دونوں ٹانگیں سیدھی زمین پر ٹکا کر کچھ دیر آرام کرتا ہے پھر اس طرح ایک ٹانگ پر کھڑے ہو کر دوبارہ دودھ نکالتا ہے تو یہ آرام کا درمیانی وقفہ یہاں مراد ہے (یہ وقفہ بھی چند منٹ کا ہوتا ہے) روم کا بادشاہ ہرقل انطاکیہ میں قیام پذیر تھا

---

[1] اخرجه الطبراني قال الهيثمي (ج ٦ ص ٢١٨) وفيه عمرو بن علقمه وهو حسن الحديث وبقية رجاله ثقات انتهى و اخرجه ابويعلى عن علقمه بن وقاص عن علقمه بن وقاص قال قال عمرو بن العاص فذكر نحوه قال الهيثمي (ج ٨ ص ٢٣٨) رجاله رجال الصحيح غير عمرو بن علقمة وهو ثقة.انتهى

جب رومی فوج مسلمانوں سے شکست کھا کر وہاں پہنچی تو اس نے فوج سے کہا تمہارا ناس ہو! تم مجھے ان لوگوں کے بارے میں بتاؤ جو تم سے جنگ کر رہے ہیں کیا یہ تمہارے جیسے انسان نہیں ہیں؟ ان سب جرنیلوں نے کہا ہیں۔ ہرقل نے کہا تمہاری تعداد زیادہ ہے یا ان کی؟ انہوں نے کہا نہیں۔ ہر معرکہ میں ہماری تعداد ان سے کئی گنا زیادہ تھی ہرقل نے کہا پھر کیا بات ہے تمہیں شکست کیوں ہو جاتی ہے؟ اس پر ایک بوڑھے جرنیل نے کہا اس کی وجہ یہ ہے کہ وہ لوگ رات کو عبادت کرتے ہیں اور دن کو روزہ رکھتے ہیں اور معاہدہ کو پورا کرتے ہیں اور نیکی کا حکم کرتے ہیں برائی سے روکتے ہیں اور آپس میں انصاف کرتے ہیں اور اس کے برعکس ہم لوگ شراب پیتے ہیں، زنا کرتے ہیں ہیں، ہر حرام کا ارتکاب کرتے ہیں، معاہدہ توڑ دیتے ہیں ایک دوسرے کا مال چھین لیتے ہیں اور ظلم کرتے ہیں اور ان کاموں کا حکم کرتے ہیں جن سے اللہ ناراض ہوتا ہے اور جن کاموں سے اللہ راضی ہوتا ہے ان سے ہم روکتے ہیں اور زمین میں فساد پھیلاتے ہیں۔ ہرقل نے کہا تم نے مجھ سے سچی بات کہی ہے[1]

یحییٰ بن غسانی رحمۃ اللہ علیہ اپنی قوم کے دو آدمیوں سے نقل کرتے ہیں کہ جب مسلمانوں نے اردن کے کنارے پر پڑاؤ ڈالا تو ہم نے آپس میں کہا دمشق کا عنقریب محاصرہ ہونے والا ہے، اس لئے ہم دمشق گئے تاکہ محاصرہ شروع ہونے سے پہلے ہی وہاں سے خرید وفروخت کرلیں، ہم ابھی دمشق میں تھے کہ دمشق کے کمانڈر نے ہمارے پاس بلانے کے لئے قاصد بھیج دیا ہم اس کے پاس گئے اس نے کہا کیا تم دونوں عرب ہو؟ ہم نے کہا جی ہاں! اس نے کہا کیا تمہارا مذہب نصرانیت ہے؟ ہم نے کہا جی ہاں اس نے کہا ہم دونوں میں سے ایک جا کر ان مسلمانوں کے حالات معلوم کر کے آئے دوسرا اس کے سامان کے پاس ٹھہر جائے چنانچہ ہم دونوں میں سے ایک گیا اور مسلمانوں میں کچھ دیر ٹھہر کر واپس آیا اور اس نے کہا میں ایسے لوگوں کے پاس سے آرہا ہوں جو دبلے پتلے ہیں، عمدہ اور اصیل گھوڑوں پر سوار ہوتے ہیں، رات کے عبادت گزار اور دن کے شہسوار ہیں، تیر میں پر لگاتے ہیں، اسے تراشتے ہیں، نیزے کو بالکل سیدھا کرتے ہیں، وہ اتنی اونچی آواز سے قرآن پڑھتے ہیں اور اللہ کا ذکر کرتے ہیں کہ اگر آپ ان میں بیٹھ کر اپنے ہم نشین سے کوئی بات کریں تو شور کی وجہ سے آپ کی بات کو سمجھ نہیں سکے گا اس پر دمشق کے کمانڈر نے اپنے ساتھیوں کی طرف متوجہ ہو کر کہا مسلمانوں کے ان حالات کے معلوم ہو جانے کے بعد اب تم ان کا مقابلہ نہیں کر سکتے[2]

---

[1] اخرجه احمد بن مروان المالكي في المجالسته كذافي البداية (ج ۷ ص ۱۵) و اخرجه ابن عساكر (ج ۱ ص ۱۴۳) عن ابن اسحق بنحوه.

[2] قال الوليد بن مسلم اخبرني من سمع يحيىٰ بن الغساني يحدث عن رجلين من قومه كذافي البداية (ج ۷ ص ۱۵) و اخرجه ابن عساكر (ج ۱ ص ۱۴۳) عن يحيى بن يحيى الغساني بنحوه وفي رواية مشا ق بدل عتاق ويقومون القنا بدل يشققون

حضرت عروہ رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں (جب جنگِ یرموک کے دن) دونوں لشکر ایک دوسرے کے قریب ہو گئے تو) (رومی جرنیل) قبقلار نے جاسوسی کے لئے ایک عربی آدمی بھیجا اور اس سے کہا ان لوگوں میں داخل ہو جاؤ اور ان میں ایک دن اور ایک رات رہو اور پھر آ کر مجھے ان کے حالات بتاؤ۔ حضرت عروہؓ کہتے ہیں مجھے بتایا گیا کہ یہ عربی آدمی قبیلہ قضاعہ کی شاخ تزید بن حیدان میں سے تھا جسے ابن ہزارف کہا جاتا تھا، چنانچہ وہ مسلمانوں میں داخل ہو گیا اور عربی ہونے کی وجہ سے اجنبی معلوم نہیں ہو رہا تھا اور ایک دن ایک رات ان میں رہا پھر قبقلار کے پاس واپس آیا تو قبقلار نے اس سے پوچھا تم نے کیا دیکھا؟ اس نے کہا یہ لوگ رات کو عبادت کرتے ہیں اور دن گھوڑوں کی پشتوں پر گزارتے ہیں۔ اگر ان کے بادشاہ کا بیٹا چوری کرے تو اس کا بھی ہاتھ کاٹ دیتے ہیں اور اگر زنا کرے تو اسے بھی سنگسار کر دیتے ہیں۔ یہ اپنے معاشرے میں حق کو قائم کرتے ہیں۔ اس پر قبقلار نے اس سے کہا اگر تم نے مجھ سے سچ کہا ہے تو پھر زمین کے اندر ہو جانا روئے زمین پر رہ کر ان کا مقابلہ کرنے سے بہتر ہے اور میں دل سے چاہتا ہوں کہ اللہ میری اتنی بات مان لے کہ میدان میں مجھے اور ان مسلمانوں کو رہنے دے، خود میدان میں نہ آئے نہ میری مدد کرے اور نہ ان کی (کیونکہ اس طرح میں جیت جاؤں گا اس لئے کہ اس طرح فتح اور شکست کا فیصلہ تعداد اور سامانِ جنگ پر ہو گا اور وہ میرے پاس ان سے بہت زیادہ ہے) ۔[1]

حضرت ابن رفیل رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں جب رستم نے نجف میں پڑاؤ ڈالا تو اس نے نجف سے ایک جاسوس مسلمانوں میں بھیجا جو قادسیہ جا کر مسلمانوں میں ایسے گھس گیا جیسے کہ ان ہی میں سے گیا تھا اور اب واپس آیا ہے۔ اس نے دیکھا کہ مسلمان ہر نماز کے وقت مسواک کرتے ہیں پھر سب مل کر نماز پڑھتے ہیں اور نماز کے بعد سب اپنی قیام گاہ میں چلے جاتے ہیں۔ پھر اس جاسوس نے واپس آ کر سارے حالات رستم اور اس کے ساتھیوں کو بتائے اور رستم نے بھی اس سے بہت سوالات کئے یہاں تک کہ یہ بھی پوچھا کہ یہ لوگ کیا کھاتے ہیں؟ اس جاسوس نے کہا میں نے مسلمانوں میں صرف ایک رات گزاری ہے اللہ کی قسم! میں نے تو ان میں سے کسی کو کچھ کھاتے نہیں دیکھا، البتہ میں نے انہیں شام کو سوتے وقت اور صبح سے کچھ دیر پہلے کچھ لکڑیاں چوستے ہوئے دیکھا ہے رستم وہاں سے چل کر جب مقام حصن اور مقام عتیق کے درمیان پہنچا تو وہ صبح کی نماز کا وقت تھا حضرت سعدؓ کے مؤذن نے صبح کی اذان دی۔ رستم نے دیکھا کہ اذان سنتے ہی سارے مسلمان حرکت میں آ گئے۔ رستم نے حکم دیا کہ اہلِ فارس میں اعلان کر دیا جائے کہ سب سوار ہو جائیں۔ ساتھیوں نے پوچھا کیوں؟ اس نے کہا تم دیکھ نہیں رہے کہ اعلان ہوتے ہی تمہارا دشمن تم پر حملہ کرنے کے لئے حرکت میں آ گیا ہے؟ اس کے اس جاسوس نے کہا یہ لوگ تو اس

---

[1] اخرجه ابن جرير في تاريخه (ج ۲ ص ۲۱۰)

وقت نماز کے لئے حرکت میں آئے ہیں۔اس پر رستم نے فارسی زبان میں کہا جس کا ترجمہ یہ ہے آج صبح میں نے ایک غیبی آواز سنی اور وہ عمرؓ ہی کی آواز تھی جو کہ کتوں سے یعنی عربوں سے باتیں کرتا ہے اور انہیں دانائی اور سمجھ سکھاتا ہے۔جب رستم کے لشکر نے دریا پار کر لیا تو وہ آ کر وہاں ٹھہر گیا اتنے میں حضرت سعدؓ کے مؤذن نے نماز کے لئے اذان دی پھر حضرت سعدؓ نے نماز پڑھائی اور رستم نے کہا عمرؓ نے میرا جگر کھالیا۔[1]

قبیلہ بنو قشیر کے ایک صاحب بیان کرتے ہیں جب (شاہ روم) ہرقل قسطنطنیہ (جسے آج کل استنبول کہا جاتا ہے) کی طرف روانہ ہوا تو ایک رومی آدمی پیچھے سے آ کر اسے ملا جو کہ مسلمانوں کے ہاں قید تھا اور وہاں سے چھوٹ کر آیا تھا۔ہرقل نے اس سے کہا مجھے ان مسلمان لوگوں کے بارے میں کچھ بتاؤ۔اس نے کہا میں ان کے حالات اس طرح تفصیل سے بتاتا ہوں کہ گویا آپ ان کو دیکھ رہے ہیں۔وہ دن کے شہسوار اور رات کے عبادت گزار ہیں اور اپنے ماتحت ذمیوں سے کھانے کی چیز قیمت دے کر ہی لیتے ہیں۔جب بھی کسی کے پاس جاتے ہیں تو سلام ضرور کرتے ہیں اور جو ان سے جنگ کرے تو جب تک اس کا کام تمام نہ کرلیں مقابلہ پر ڈٹے رہتے ہیں۔ہرقل نے کہا اگر تم نے مجھ سے سچ کہا ہے تو وہ لوگ میرے ان قدموں کے نیچے کی زمین کے ضرور مالک بنیں گے۔[2] (ایران کے بادشاہ) یزدجرد نے مدد حاصل کرنے کے لئے چین کے بادشاہ کو خط لکھا۔شاہِ چین نے خط لانے والے قاصد سے کہا مجھے معلوم ہے کہ جب کسی بادشاہ پر دشمن غالب آ جائے اور وہ دوسرے بادشاہ سے مدد طلب کرے تو اس کا حق ہے کہ وہ دوسرا بادشاہ اس کی مدد کرے لیکن پہلے تم مجھے ان لوگوں کی صفات اور حالات بتاؤ جنہوں نے تمہیں تمہارے ملک سے نکال دیا ہے کیونکہ میں دیکھ رہا ہوں کہ تم نے ان کی تعداد کی کمی اور اپنی تعداد کی کثرت کا ذکر کیا ہے اور میں نے بھی سنا ہے کہ تم لوگوں کی تعداد بہت زیادہ ہے اس کے باوجود یہ تھوڑی تعداد والے لوگ تم پر غالب آ رہے ہیں۔اس کی وجہ صرف یہ ہے کہ تم میں کچھ خرابیاں ہیں اور ان میں کچھ اچھائیاں ہیں۔قاصد کہتا ہے میں نے شاہِ چین سے کہا آپ ان کے بارے میں مجھ سے جو چاہیں پوچھیں۔اس نے کہا کیا وہ عہد و پیمان کو پورا کرتے ہیں؟ میں نے کہا جی ہاں۔اس نے کہا وہ لوگ جنگ کرنے سے پہلے تمہیں کیا کہتے ہیں؟ میں نے کہا وہ ہمیں تین باتوں میں سے ایک بات کی دعوت دیتے ہیں۔پہلے تو ہمیں اپنے دین کی طرف دعوت دیتے ہیں اگر ہم اسے قبول کرلیں تو وہ ہمارے ساتھ وہی سلوک کرتے ہیں جو وہ اپنے ساتھ کرتے ہیں پھر وہ ہمیں اس بات کی دعوت دیتے ہیں کہ ہم جزیہ ادا کریں، وہ ہماری حفاظت کریں گے ہم اگر ان دو باتوں کو نہ مانیں تو پھر وہ ہم

۱۔ اخرجہ ابن جریر فی تاریخہ (ج ۳ ص ۴۵)

۲۔ قال ابن جریر ایضا (ج ۳ ص ۹۹) ذکرہ سیف عن ابی الزہراء القشیری

سے جنگ کریں گے پھر اس نے پوچھا وہ اپنے امیروں کی اطاعت کرنے میں کیسے ہیں؟ میں نے کہا وہ اپنے امیر کی سب سے زیادہ اطاعت کرنے والے لوگ ہیں پھر اس نے پوچھا وہ کن چیزوں کو حلال سمجھتے ہیں اور کن چیزوں کو حرام؟ میں نے اسے مسلمانوں کے حلال وحرام کی تفصیل بتائی اس نے پوچھا کیا وہ حلال کو حرام اور حرام کو حلال کر لیتے ہیں؟ میں نے کہا نہیں۔ اس نے کہا جب تک یہ لوگ حرام کو حلال اور حلال کو حرام نہیں کریں گے اس وقت تک یہ ہلاک نہیں ہوں گے۔ مجھے ان کے لباس کے بارے میں بتاؤ؟ میں نے ان کے لباس کی تفصیل بتائی پھر اس نے کہا ان کی سواریوں کے بارے میں بتاؤ؟ میں نے کہا ان کی سواریاں عربی گھوڑے ہیں پھر میں نے عربی گھوڑوں کی صفات ذکر کیں۔ اس نے کہا یہ تو بہت اچھے قلعے ہیں پھر میں نے کہا ان کی سواریاں اونٹ بھی ہیں اور اونٹ کے بیٹھنے اور بوجھ اٹھا کر کھڑے ہونے کا سارا انداز بتایا اس نے کہا یہ تمام باتیں لمبی گردن والے جانور میں ہوا کرتی ہیں (غالباً شاہِ چین نے اونٹ دیکھا نہ ہوگا) پھر اس نے یزدجرد کو جواب میں یہ لکھا کہ میرے پاس اتنا بڑا لشکر ہے کہ اگر میں اسے آپ کی مدد کے لئے بھیجوں تو اس کا پہلا حصہ ایران کے شہر مرو میں ہوگا اور آخری چین میں، لیکن میں اسے نہیں بھیجوں گا اور اسے نہ بھیجنے کی وجہ یہ نہیں ہے کہ آپ کا جو مجھ پر حق ہے میں اسے نہیں جانتا بلکہ اس کی وجہ یہ ہے کہ آپ کا جن لوگوں سے مقابلہ ہے آپ کے قاصد نے ان کے تمام حالات مجھے تفصیل سے بتائے ہیں۔ یہ ایسے زبردست لوگ ہیں کہ اگر یہ پہاڑوں سے ٹکرا جائیں تو پہاڑ ریزہ ریزہ ہو جائیں۔ اگر یہ اپنی ان صفات پر باقی رہے اور یونہی بڑھتے رہے تو ایک دن مجھے بھی میری سلطنت سے ہٹا دیں گے، اس لئے آپ ان سے صلح کرلیں اور صلح صفائی کے ساتھ ان کے ساتھ رہنے پر راضی ہو جائیں اور جب تک وہ آپ کو نہ چھیڑیں آپ انہیں کچھ نہ کہیں۔[1]

ہم اس کتاب میں جو کچھ لکھنا چاہتے ہیں یہ اس کا آخری مضمون ہے فالحمدللّٰہ الذی ھدانا لھذا وما کنا لنھتدی لو لا ان ھدانا اللّٰہ "تمام تعریفیں اس اللہ کے لئے ہیں جس نے ہمیں اس خیر کی ہدایت نصیب فرمائی۔ اگر اللہ ہمیں ہدایت نہ دیتے تو ہم از خود ہدایت نہ پا سکتے۔"

اللھم لو لا انت ما اھتدینا

ولا تصدقنا ولا صلینا

فانزلن سکینۃ علینا

اذا ارادوا فتنۃ ابینا

اے اللہ! اگر تیری مہربانی شاملِ حال نہ ہوتی تو ہمیں ہدایت نہ ملتی اور نہ ہم صدقہ دیتے اور نہ نماز پڑھتے۔ تو ہم پر اطمینان اور سکینہ نازل فرما جب مشرک لوگ ہم سے فتنہ والا کام کرانا چاہتے ہیں تو

[1] ذکرہ ابن جریر ایضا فی تاریخہ (ج ۳ ص ۲۴۹)

ہم انکار کر دیتے ہیں۔

آج بروز بدھ محرم الحرام کے مہینے میں ہجرت نبوی (علی صاحبها الف الف صلاة وتحية) کے تیرہ سو اناسی والے سال میں عبد ضعیف محمد یوسف سلمه الله تعالیٰ عن التلهف والتاسف کے ہاتھوں کتاب "حیاۃ الصحابہ" مکمل ہوئی۔

اللہ تعالیٰ کی توفیق سے کتاب کی تیسری جلد کی طباعت منگل ۱۲ ربیع الثانی ۱۳۸۵ھ مطابق ۱۰ راگست ۱۹۶۵ء کو پوری ہوئی۔

اللہ تعالیٰ کے فضل وکرم سے آج بروز بدھ ۲۷ شوال ۱۴۱۵ھ مطابق ۲۹ مارچ ۱۹۹۵ء کو ترجمہ مکمل ہوا۔

محمد احسان الحق

مدرسہ عربیہ رائے ونڈ لاہور۔ پاکستان

(اردو)
حیاۃ الصحابہ رض
تالیف
حضرت مولانا محمد یوسف کاندھلوی
مترجم
حضرت مولانا محمد احسان الحق
حصہ سوم
الحسن